وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

صَحِيْحُ الْبُخَارِيِّ

مؤلّفه

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

ترجمہ و شرح

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ

تحقیق و تفحص

جناب شبیر احمد صاحب ثاقب

جلد اوّل

نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

www.alislam.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

آخری زمانہ میں نازل ہونے والے مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ نے حَکم وعدل قرار دیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کر کے امت محمدیہ کے مختلف فرقوں کی افراط وتفریط کو ختم کر کے امت کو ایک بار پھر صراط مستقیم پر ڈال دیں گے۔

حدیث کا مقام

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام (۱۸۳۵-۱۹۰۸ء) نے آنحضرت ﷺ کی کامل متابعت میں مہدی معہود اور مسیح موعود کا مقام پایا اور بطور حَکم اپنی کتاب کشتی نوح میں تحریر فرمایا:-

میں نے سنا ہے کہ بعض تم میں سے حدیث کو بکلّی نہیں مانتے۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو سخت غلطی کرتے ہیں۔ میں نے یہ تعلیم نہیں دی کہ ایسا کرو بلکہ میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں کہ جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہیں دی ہیں۔ سب سے اول قرآن ہے۔ جس میں خدا کی توحید اور جلال اور عظمت کا ذکر ہے اور جس میں ان اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یہود اور نصاریٰ میں تھے......

دوسرا ذریعہ ہدایت کا سنت ہے یعنی وہ پاک نمونے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل اور عمل سے دکھلائے۔ مثلاً نماز پڑھ کے دکھلائی کہ یوں نماز چاہیے اور روزہ رکھ کر دکھلایا کہ یوں روزہ چاہیے۔ اس کا نام سنت ہے یعنی روش نبوی جو خدا کے قول کو فعل کے رنگ میں دکھلاتے رہے۔ سنت اسی کا نام ہے۔

تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے۔ جو آپ کے بعد آپ کے اقوال جمع کئے گئے اور حدیث کا رتبہ قرآن اور سنت سے کمتر ہے کیونکہ اکثر حدیثیں ظنی ہیں لیکن اگر ساتھ سنت ہو تو وہ اس کو یقینی کر دے گی۔ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۶ مع حاشیہ)

پھر اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:-

ہاں تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے کیونکہ بہت سے اسلام کے تاریخی اور اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثیں کھول کر بیان کرتی ہیں۔ اور نیز بڑا فائدہ حدیث کا یہ ہے کہ وہ قرآن کی خادم اور سنت کی خادم ہے۔ جن لوگوں کو ادبِ قرآن نہیں دیا گیا وہ اس موقع پر حدیث کو قاضی قرآن کہتے ہیں۔ جیسا کہ یہودیوں نے اپنی حدیثوں کی نسبت کہا۔ مگر ہم حدیث کو خادمِ قرآن اور خادمِ سنت قرار

دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آقا کی شوکت خادموں کے ہونے سے بڑھتی ہے۔قرآن خدا کا قول ہے اور سنت رسول اللہ کا فعل اور حدیث سنت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے......پس حدیث کا قدر نہ کرنا گویا ایک عضوِ اسلام کا کاٹ دینا ہے۔ ہاں اگر ایک ایسی حدیث ہو جو قرآن اور سنت کے نقیض ہو اور نیز ایسی حدیث کی نقیض ہو جو قرآن کے مطابق ہے یا مثلاً ایک ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے لائق نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس کے قبول کرنے سے قرآن کو اور ان تمام احادیث کو جو قرآن کے موافق ہیں ردّ کرنا پڑتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ کوئی پرہیز گار اس پر جرأت نہیں کرے گا کہ ایسی حدیث پر عقیدہ رکھے کہ وہ قرآن اور سنت کے برخلاف اور ایسی حدیثوں کے مخالف ہے جو قرآن کے مطابق ہیں۔ بہرحال احادیث کا قدر کرو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں اور جب تک قرآن اور سنت ان کی تکذیب نہ کرے تم بھی ان کی تکذیب نہ کرو۔ بلکہ چاہیے کہ احادیث نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حرکت نہ کرو اور نہ کوئی سکون اور نہ کوئی فعل کرو اور نہ ترک فعل۔ مگر اس کی تائید میں تمہارے پاس کوئی حدیث ہو۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۶۱ تا ۶۳)

پھر فرماتے ہیں:-

ہمارا ضرور یہ مذہب ہونا چاہیے کہ ہم ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول کو قرآن کریم پر عرض کریں تا ہمیں معلوم ہو کہ وہ واقعی طور پر ایسی مشکوٰۃ وحی سے نور حاصل کرنے والے ہیں جس سے قرآن نکلا ہے یا اس کے مخالف ہیں۔

(الحق مباحثہ لدھیانہ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۲۲)

ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن و سنت نہ ہو تو خواہ کیسے ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اس کو ترجیح دیں...... وسط کا طریق اپنا مذہب سمجھ لیں یعنی نہ تو ایسے طور سے بکلی حدیثوں کو اپنا قبلہ و کعبہ قرار دیں جس سے قران متروک اور مہجور کی طرح ہو جائے اور نہ ایسے طور سے ان حدیثوں کو معطل اور لغو قرار دے دیں جن سے احادیث نبویہ بکلی ضائع ہو جائیں۔

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۱۲، ۲۱۳)

قرآن شریف کی اور احادیث کی جو پیغمبر خدا سے ثابت ہیں اتباع کریں۔ضعیف سے ضعیف حدیث بھی بشرطیکہ وہ قرآن شریف کے مخالف نہ ہو ہم واجب العمل سمجھتے ہیں اور بخاری اور مسلم کو بعد کتاب اللہ اصحّ الکتب مانتے ہیں۔

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸)

صحیح بخاری کا مقام:

حضرت محمد بن اسماعیل بخاریؒ (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ) کا مایہ ناز مجموعہ احادیث **الجامع الصحیح المسند** آپ کی سولہ سال کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔ آپ نے اس عرصہ میں ہزاروں میل کا سفر طے کر کے ایسے نیک شہرت اور صاحب کردار لوگوں سے......احادیث جمع کیں اور پھران میں سے......احادیث کا انتخاب فرما کر اپنی کتاب میں انہیں درج فرمایا۔ حضرت امام بخاریؒ سے قریباً نوے ہزار شاگردوں نے براہِ راست بخاری پڑھی۔ ان تلامذہ میں سے امام بخاریؒ سے ان کی صحیح کو روایت کرنے والے چار شاگرد مشہور ہیں۔

۱۔ ابراہیم بن معقل بن الحجاج النسفی (متوفی ۲۹۴ھ) ۲۔ حماد بن شاکر النسوی (متوفی ۲۹۰ھ)
۳۔محمد بن یوسف الفربری (متوفی ۳۲۰ھ) ۴۔منصور بن محمد بن علی البزدوی (متوفی ۳۲۹ھ)

ان میں سے محمد بن یوسف فربریؒ کے پاس امام بخاریؒ کے اپنے دستِ مبارک کا تحریر کردہ نسخہ تھا۔ اُن کے شاگردوں میں سے چار نے اس نسخہ سے آگے نقول تیار کیں جو اُن کے ناموں مستملی، مروَزِی، سرخسی اور کشمیہنی سے معروف ہوئے۔ اس طرح بخاری کے مزید کئی نسخے تیار ہو کر عالمِ اسلام میں متداول ہوئے۔ جن کی تعداد سترہ یا اٹھارہ بیان کی جاتی ہے۔ بخاری کے نسخوں کا تعارف اس لیے بھی ضروری ہے کہ بعض لوگ کسی ایک نسخہ سے ایک لفظ پڑھ کر دیگر نسخوں کو دیکھے بغیر یہ کہہ دیتے ہیں کہ بخاری میں یہ الفاظ نہیں مثلاً ایک نسخہ میں **يَضَعُ الْحَرْبَ** کے الفاظ ہیں جبکہ دوسرے میں اس جگہ **يَضَعُ الْجِزيَةَ** کے الفاظ ہیں۔ (بخاری-کتاب الانبیاء-باب نزول عیسیٰ ابن مریم-روایت نمبر ۳۴۴۸) **يَضَعُ الْحَرْبَ** والے نسخہ کو دیکھے بغیر ایسے لوگ ان الفاظ کا انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حوالہ غلط دیا گیا ہے جبکہ عدمِ علم سے عدمِ شئے لازم نہیں۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں بخاری کے مختلف نسخوں میں پائی جاتی ہیں، جو صاحبِ علم سے مخفی نہیں۔

صحیح بخاری کو اللہ تعالیٰ نے عالم اسلام میں بہت مقبولیت عطاء فرمائی۔ چنانچہ اہل سنت کے نزدیک یہ **اصح الکتب بعد کتاب اللّٰہ** قرار پائی اور صحاح ستہ میں اسے پہلے مقام پر رکھا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا ہے:-

> مسلمانوں کے لئے صحیح بخاری نہایت متبرک اور مفید کتاب ہے......ایسا ہی مسلم اور دوسری احادیث کی کتابیں بہت سے معارف اور مسائل کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہیں۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۶۵)

ایک اور موقع پر فرمایا:-

> بخاری کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں برکت اور نور ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلی ہیں۔ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲۴۸)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جامع صحیح کو **اصح الکتب بعد کتاب اللہ** تسلیم کرنے کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے مقابل پر صحیح بخاری اور مسلم کے بارہ میں تحریر فرمایا ہے:۔

الغرض میرا مذہب یہی ہے کہ البتہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ظنی طور پر صحیح ہیں مگر جو حدیث صریح طور پر ان میں سے مبائن و مخالف قرآن کریم کے واقع ہوگی وہ صحت سے باہر ہو جائے گی۔ آخر بخاری اور مسلم پر وحی تو نازل نہیں ہوتی تھی۔

(الحق مباحثہ لدھیانہ روحانی خزائن جلد۴ صفحہ ۱۵)

امام بخاری اور مسلم کی عظمت شان اور ان کی کتابوں کا امت میں قبول کیا جانا اگر مان بھی لیا جائے تب بھی اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ وہ کتابیں قطعی اور یقینی ہیں کیونکہ امت نے ان کے مرتبہ قطع اور یقین پر ہرگز اجماع نہیں کیا۔

(الحق مباحثہ لدھیانہ روحانی خزائن جلد۴ صفحہ ۹۸)

نیز تحریر فرمایا:۔

اگر کوئی حدیث نصوص بینہ قطعیہ صریحۃ الدلالت قرآن کریم سے صریح مخالف واقع ہو گو وہ بخاری کی ہو یا مسلم کی میں ہرگز اس کی خاطر اس طرز کے معنی کو جس سے مخالفت قرآن لازم آتی ہے قبول نہیں کروں گا۔ (الحق مباحثہ لدھیانہ روحانی خزائن جلد۴ صفحہ ۱۰۰)

بخاری کتاب الطب باب السحر میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں نعوذ باللہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یادداشت متاثر ہو گئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے جب اس کا ذکر کیا گیا تو حضورؑ نے فرمایا:۔

آنکھ بند کر کے بخاری اور مسلم کو مانتے جانا یہ ہمارے مسلک کے برخلاف ہے۔ یہ تو عقل بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ ایسے عالی شان نبی پر جادو اثر کر گیا ہو...... معلوم ہوتا ہے کہ کسی خبیث آدمی نے اپنی طرف سے ایسی باتیں ملا دی ہیں۔ گو ہم نظر تہذیب سے احادیث کو دیکھتے ہیں لیکن جو حدیث قرآن کریم کے برخلاف، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے برخلاف ہو اس کو ہم کب مان سکتے ہیں۔ اُس وقت احادیث جمع کرنے کا وقت تھا گو انہوں نے سوچ سمجھ کر احادیث کو درج کیا تھا۔ مگر پوری احتیاط سے کام نہیں لے سکے۔ وہ جمع کرنے کا وقت تھا لیکن اب نظر اور غور کرنے کا وقت ہے۔ آثار نبی جمع کرنا بڑے ثواب کا کام ہے لیکن یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جمع کرنے والے خوب غور سے کام نہیں لے سکتے۔ اب ہر ایک کو اختیار ہے کہ خوب غور اور فکر سے کام لے جو ماننے والی ہو وہ مانے اور جو چھوڑنے والی ہو وہ چھوڑ دے۔ (ملفوظات جلد۵ صفحہ ۳۴۸، ۳۴۹)

جماعت احمدیہ میں علم حدیث کی ترویج:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات اور عملی نمونہ کی اتباع میں جماعت احمدیہ میں قرآن کریم کے بعد حدیث کو افراط و تفریط سے بچ کر اس کا صحیح مقام دیا گیا ہے۔ خاص طور پر صحیح بخاری کے درس و تدریس کا سلسلہ تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی شروع فرمایا تھا اور اپنی وفات سے پہلے جو وصیت تحریر کروائی تھی اس میں لکھا تھا: قرآن اور حدیث کا درس جاری رہے۔ (۴ مارچ ۱۹۱۴ء) آپ کو اس بات کا بہت احساس تھا کہ صحیح بخاری کا ترجمہ اور ضروری مقامات کی تشریح جماعت کی طرف سے شائع ہو۔ ایک دفعہ صحیح بخاری کے درس کے دوران فرمایا:-

> جو ترجمہ صحیح بخاری درس حدیث میں احباب کے سامنے ہوتا ہے وہ ترجمہ مولوی وحید الزمان کا ہے جو لاہور اور امرتسر میں چھپا ہے۔ اس کا اشتہار اخبار بدر میں بھی ہوتا ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس کے سوائے اور کوئی ترجمہ بین السطور نہیں ہے۔ مولوی وحید الزمان سلسلہ کا سخت دشمن ہے اور اس نے جا بجا اپنے حاشیہ میں خواہ مخواہ ہم کو گالیاں دی ہیں۔ لیکن جب تک وہ وقت نہ آجائے کہ ہمارے اپنے ترجمے اور حاشیے چھپیں تب تک ایسا نہیں ہوسکتا کہ ان لوگوں کی گالیوں سے ڈر کر بخاری کے ترجموں کو پڑھنا چھوڑ دیں...... اصل بخاری اور اس کے ترجمہ میں تو کوئی دخل ہی کیا دے سکتا ہے باقی رہے حواشی سو خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ پر عمل کرنا چاہیے۔

(بدر ۷ اگست ۱۹۱۳ء درس حدیث صحیح بخاری صفحہ ۶)

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے صحیح بخاری درساً حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ سے پڑھی تھی۔ آپ کو بھی باوجود اپنی گوناں گوں مصروفیات کے اس ضرورت کا بہت احساس تھا کہ جماعت میں حدیث کی تعلیم عام ہو۔ چنانچہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جامع صحیح بخاری کے ترجمہ اور تشریح کا کام حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا تو فرمایا:-

> ''بہت سے ضروری کام ہیں جو کرنے کے ہیں۔ مگر ان کی طرف توجہ نہیں۔ مثلاً صحیح بخاری کے ترجمہ اور اس کی شرح کا کام بھی نہایت ضروری اور اہم ہے۔ اگر ہم نے نہ کیا تو ان لوگوں سے کیا توقع ہوسکتی ہے۔ جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی صحبت میں رہنے کا موقع نہیں ملا اور جو آپ کے فیضان سے براہ راست مستفیض نہیں ہوئے۔ غیروں کے تراجم اور حواشی رہ جائیں گے اور پھر جو اناپ شناپ لکھا ہوا ہوگا اسی پر دارومدار ہوگا اور پھر بعد از وقت اعتراضوں کو دیکھ کر ادھر ادھر کے جوابوں کی سوجھے گی۔ (دیباچہ جلد ہذا صفحہ ۴۷)

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد کی تعمیل میں صحیح بخاری کے ترجمہ و شرح پر کام شروع کر دیا۔ لیکن ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۷ء تک کا عرصہ جماعت احمدیہ کا انتہائی ہنگامہ خیز دور تھا۔

جس میں جماعت کو بیک وقت مختلف محاذوں پر جدوجہد کرنی پڑی۔ آریہ سماج کی طرف سے شدھی کی تحریک' مسلمانان کشمیر کے لئے بنیادی انسانی حقوق کے حصول کی جدوجہد' احرار کے فتنہ کی سرکوبی' تحریک جدید کا آغاز اور بیرونی ممالک میں اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے مشنز کا قیام' ہندوستان کے لئے آزادی کی تحریک اور اس میں خصوصی طور پر مسلمانان ہند کی راہنمائی اور پھر تقسیم ملک کے جملہ مسائل کے حل میں جماعت احمدیہ کو مصروف رہنا پڑا۔ ان تمام مہمات میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ صف اول کے کارکنوں میں شامل تھے۔ اس لئے حضرت شاہ صاحب بخاری کے ترجمہ وشرح پر کام کے لئے یکسوئی کے ساتھ وقت نہ دے سکے۔ تاہم ان مصروفیات کے باوجود دو پارے مکمل ہو کر ادارہ تالیف وتصنیف بکڈپو قادیان کے زیر اہتمام شائع ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد اس کی اشاعت کا کام ادارۃ المصنفین کے سپرد ہوا جس کے مینجنگ ڈائریکٹر حضرت مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب فاضل تھے۔ چنانچہ آپ کی نگرانی میں ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۶ء تک کے سولہ سالوں میں صحیح بخاری کے ترجمہ وشرح کے پندرہ پاروں تک کی اشاعت ہوئی۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے اپنی وفات ۱۶ مئی ۱۹۶۷ء تک ۱۹ پاروں کے ترجمہ اور شرح کا کام مکمل کر لیا تھا اور اگلے پاروں کا ترجمہ بھی مکمل کر لیا تھا۔ آپ کی وفات پر اس کی اشاعت حضرت مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب کے سپرد ہوئی۔ ۱۹۸۳ء میں بعض حالات کی بناء پر ادارۃ المصنفین کو بند کرنا پڑا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بخاری کا یہ زیر تکمیل کام نظارت اشاعت کے سپرد فرمایا۔ نظارت کے زیر اہتمام حضرت مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب نے اگلے پاروں پر کام جاری رکھا۔ مولوی صاحب کی وفات کے بعد نظارت اشاعت کی درخواست پر ناظر اعلیٰ حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب نے ۲۰۰۲ء میں یہ سارا کام جناب شبیر احمد صاحب ثاقب صدر شعبہ حدیث جامعہ احمدیہ ربوہ کے سپرد فرمایا۔

محترم ثاقب صاحب نے اپنے مستقل فرائض کی ادائیگی اور دیگر جماعتی مصروفیات کے ساتھ ساتھ نہایت شوق' اخلاص' محنت اور لگن سے صحیح بخاری کا یہ کام شروع کیا۔ کام کی وسعت کے پیش نظر حضور انور نے از راہِ شفقت آپ کی معاونت کے لئے سید عطاء اللہ مجیب صاحب مربی سلسلہ متخصص فی الحدیث کو مقرر فرمایا۔ انہوں نے بھی محنت اور لگن سے اس کام میں معاونت کا حق ادا کر دیا ہے۔ ان کے علاوہ کلیم احمد صاحب طاہر مربی سلسلہ کل وقتی طور پر اس کی کمپوزنگ پر کام کر رہے ہیں۔ مختلف مراحل میں اس متبرک کام میں اساتذہ جامعہ احمدیہ اور علم حدیث میں تخصص کرنے والے طلباء بھی مدد کرتے رہے ہیں۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء.

پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ دوسری جلد بھی طباعت کے لئے تیار ہے اور امید کی جاتی ہے کہ خلافت جوبلی سال ۲۰۰۸ء میں یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ ان شاء اللّٰہ۔

نورفاؤنڈیشن کا قیام:

حال ہی میں حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے علم حدیث کی ترویج اور اشاعت کے لئے حضرت حاجی الحرمین حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے نام پر نور فاؤنڈیشن قائم فرمائی ہے جو صحاح ستہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ نیز مسند احمد بن حنبل کا پہلے مرحلہ میں اردو میں ترجمہ کرے گی۔ (تاہم بخاری کا کام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے حسب سابق نظارت اشاعت ہی کرے گی۔) اور پھر ان کتب کا دنیا کی دوسری زبانوں میں ترجمہ ہوگا۔ اس فاؤنڈیشن نے جناب سید میر محمود احمد صاحب ناصر پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ کی سربراہی میں کام شروع کر دیا ہے۔

بخاری کے اس ایڈیشن کی خصوصیات:

۱۔ موجودہ ایڈیشن میں پہلے طبع شدہ حصہ پر نظر ثانی، حوالہ جات کی تصحیح و تکمیل کے علاوہ متن کے جن حصوں کا ترجمہ سہواً رہ گیا تھا ان کا ترجمہ دیا گیا ہے اور ترجمہ میں جو الفاظ تشریحی تھے انہیں بریکٹ میں کر دیا گیا ہے

۲۔ جن مقامات پر متن اور ترجمہ میں فرق دکھائی دیتا تھا ایسے مقامات کو صحیح بخاری کے مختلف نسخوں اور شروح سے موازنہ کر کے متن کے مطابق کر دیا گیا ہے۔ عالم اسلام میں موجودہ متداول نسخوں میں جس نسخہ کو ہم نے حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ وشرح کے قریب تر پایا ہے وہ فتح الباری (مطبوعہ دارالسلام-الریاض) کا متن اور حاشیہ ہے جس میں فتح الباری کے مختلف نسخوں کا فرق بھی درج کیا گیا ہے۔ اسی طرح بعض مقامات پر عمدۃ القاری، فتح الباری مطبوعہ بولاق (۱۳۰۱ھ) فتح الباری مطبوعہ انصاریہ (۱۳۱۰ھ) اور نسخہ سلطانیہ سے الفاظ کا تفحص کر کے حاشیہ میں دے دیا گیا ہے۔

۳۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے دیباچہ (صفحہ ۱۷) میں بخاری کی احادیث کی تعداد کے بارے میں ابن حجر عسقلانیؒ کی تحقیق کو قبول کیا ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے شمار میں نہایت ضبط سے کام لیا ہے اور ہر ایک قسم حدیث جدا جدا گنی ہے۔ لہٰذا حوالہ جات میں سہولت کے پیش نظر اس ایڈیشن میں احادیث اور ابواب پر فتح الباری کے مطابق نمبر لگائے گئے ہیں۔

نیز چونکہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ہر حدیث کو الگ الگ گنا ہے اس لئے بعض احادیث جو بظاہر ایک نظر آتی ہیں ان پر دو الگ الگ نمبر لگائے گئے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ایک ہی روایت دو صحابہؓ سے مروی ہے اور چونکہ ان کی یہ مرویات الگ الگ سندوں سے بھی بخاری میں دوسری جگہ آئی ہیں اس لئے امام ابن حجرؒ نے ان کو دو احادیث کے طور پر شمار کیا ہے (مثلاً حدیث نمبر ۴۰۸، ۴۰۹)

علاوہ ازیں ایک روایت پر دو الگ الگ نمبر لگانے کی ایک صورت ایسی بھی ہے کہ جہاں سند دوبارہ نہیں ہے اور روایت درمیان سے نئے نمبر سے شروع ہوگئی ہے (مثلاً حدیث نمبر ۵۳۶، ۵۳۷۔ اس میں راوی تو ایک ہی

ہیں یعنی حضرت ابو ہریرہؓ۔لیکن ان کی وہ بات جو نمبر ۵۳۷ کے تحت درج ہے وہ بخاری ہی میں ایک الگ سند کے ساتھ ایک الگ واقعہ کے طور پر مذکور ہے۔)

نیز بعض ابواب پر نمبر درج نہیں ہیں۔اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ بخاری کے بعض نسخوں میں الگ باب کے طور پر درج نہیں ہیں بلکہ گزشتہ باب کے تسلسل میں ہی عبارت ہے۔(مثلاً کتاب الایمان باب ۲۲ اور اس سے اگلا باب، کتاب الحیض باب ۱ اور اس سے اگلا باب)

۴۔متن یا شرح میں قرآن کریم کی جن آیات کا ترجمہ حضرت شاہ صاحبؒ نے نہیں کیا تھا ان کا ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمۃ القرآن سے دے دیا گیا ہے۔

۵۔طویل تشریحات میں مضمون کے اعتبار سے ذیلی عناوین (Sub Headings) قائم کئے گئے ہیں۔تا کہ متعلقہ حصہ دیکھنے میں آسانی ہو۔مگر یہ ذیلی عناوین احادیث و ابواب کے متعلقہ ٹکڑوں سے ہی ماخوذ ہیں۔

۶۔پہلے ایڈیشن میں بعض ابواب کی تشریح اکٹھی دی گئی تھی اس ایڈیشن میں اسے متعلقہ باب اور حدیث کے ساتھ دیا گیا ہے تا کہ قاری حدیث کے مضمون کو بآسانی سمجھ سکے۔

۷۔بعض مقامات پر متن کے مشکل الفاظ کے معنی لغت سے حاشیہ میں دیئے گئے ہیں تا مفہوم سمجھنے میں آسانی ہو۔نیز بعض جگہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے اقتباسات بھی شامل کئے گئے ہیں۔

۸۔اس ایڈیشن میں اطراف الحدیث بھی دی جارہی ہے تا کہ ایک حدیث کو مختلف متون اور اسناد سے دیکھا جاسکے۔

والسلام
سید عبدالحی
ناظر اشاعت صدر انجمن احمدیہ ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست

۳۔ كِتَابُ الْعِلْمِ ۱۱۵

۴۔ كِتَابُ الْوُضُوْءِ ۲۱۹

۵۔ كِتَابُ الْغُسْلِ ۳۳۳

۶۔ كِتَابُ الْحَيْضِ ۳۸۳

۷۔ كِتَابُ التَّيَمُّمِ ۴۳۰

۸۔ كِتَابُ الصَّلٰوةِ ۴۵۱

۹۔ كِتَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿مختصر سوانح حیات﴾

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ رضی اللہ عنہ

ولادت: حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ سادات خاندان کے درخشندہ ستارے تھے۔ آپ کی پیدائش اپنے آبائی وطن موضع سہالہ چوہدراں ضلع راولپنڈی میں ۱۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو ہوئی اور پرورش رعیہ ضلع سیالکوٹ میں ہوئی جہاں آپ کے والد محترم حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب رضی اللہ عنہ ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۰۱ء میں احمدیت قبول کی۔ آپ نہایت متوکل، عابد، زاہد اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے، آپ کی دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد کو بہت برکت بخشی اور خدمت دین کی توفیق دی نیز آپ کے خاندان کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکت خاندان کے ساتھ ہوگیا۔ آپ کی صاحبزادی حضرت ام طاہر سیدہ مریم النساء صاحبہ ۱۹۲۱ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے عقد میں آئیں۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔ ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے حضرت ڈاکٹر صاحبؓ کے متعلق فرمایا:

''ہم کو بھی ان پر رشک آتا ہے۔ یہ بہشتی کنبہ ہے۔''

(سیرۃ المہدی۔ حصہ سوم۔ روایت نمبر ۵۶۳)

بیعت: حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے پانچویں جماعت تک تعلیم نارووال مشن ہائی سکول میں حاصل کی اور ۱۹۰۳ء میں قادیان آکر تعلیم الاسلام ہائی سکول کی چھٹی جماعت میں داخل ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر چودہ (۱۴) سال تھی۔ آپ نے انہی دنوں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی بھی سعادت حاصل کی۔

صحبتِ صالحین کے ثمرات: ۱۹۰۳ء سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال تک آپ کو پانچ سال حضور کی پاک صحبت سے فیض پانے کا موقع ملا۔ اس عرصہ میں آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء میں مسجد مبارک میں نمازیں ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے اور ہمیشہ انتظار میں رہتے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر نکلیں تو آپ کی صحبت سے مستفید ہوں۔ حضرت سید زین العابدین

ولی اللہ شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:-

ایک دن دس بجے کے قریب مدرسہ احمدیہ (جو اُس وقت تعلیم الاسلام ہائی سکول تھا) اُس کے صحن میں کھڑا تھا کہ چھوٹی مسجد سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز آئی۔ میں وہاں پہنچا۔ دیکھتا کیا ہوں: ایک شخص امرتسر سے تحقیق کے لیے آیا ہوا ہے اور حضور اس کی خاطر سے تشریف لائے ہیں اور پانچ چھ اور آدمی وہاں جمع ہیں۔ اس نے سوال کیا کہ آپ کی بیعت یا صحبت سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے جوش کی حالت میں تقریر فرمانے لگے۔ دورانِ تقریر میں بہت ہی گونجتی ہوئی بلند آواز سے فرمایا کہ **ایک بچہ جس نے ایک ہفتہ بھی میری صحبت میں گذارا ہے، وہ مشرق اور مغرب کے مولویوں کو شکست دے سکتا ہے اور اپنے اندر وہ تاثیر رکھتا ہے جو اُن مولویوں میں نہیں۔** اس پر آپ کی آنکھیں سُرخ تھیں اور حضور میری طرف دیکھ رہے تھے۔ میری عمر اُس وقت سترہ سال کی ہو گی۔ اس وقت اس مجلس میں میرے سوا اور کوئی بچہ نہ تھا اور اس وقت میں نے یہ دعا کی کہ الٰہی حضور کے اس قول کا ہی مصداق بنوں۔ اس دُعا کرنے کو میں نے اس لیے غنیمت سمجھا کہ میں نے سُنا ہوا تھا کہ اولیاء اللہ کی نظر ایک منٹ میں وہ کچھ کر سکتی ہے کہ سینکڑوں سال کی محنت و اعمال وہ نہیں کر سکتے اور میرا یہ یقین ہے کہ اس وقت جو مجھے مشرق و مغرب میں (دعوتِ الی اللہ) کی توفیق ملی اور بڑے سے بڑے عالم اور بڑے سے بڑے امیر نے میری باتوں کو سن کر میرے ہاتھوں کو چوما ہے، وہ محض مسیح موعودؑ کی اس نظر کی برکت سے تھا۔''

(مأخوذ از: حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب. باب سوم: ذکر حبیب، زیر عنوان ''صحبتِ صالحین کے ثمرات''۔ صفحہ ۱۰۱-۱۰۲)

ایک بار آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پنکھا کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ حضور اُس وقت بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے۔ اسی طرح حضرت شاہ صاحب کو ایک مرتبہ کبڈی کھیلتے ہوئے دائیں گھٹنے پر سخت چوٹ آ گئی تھی۔ آپ کے والد محترم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں صحت کے لیے دعا کی درخواست کرتے رہتے تھے، چنانچہ حضور نے میٹھے تیل اور کافور کی مالش کرنے کا ارشاد فرمایا اور آپ کی ٹانگ خدا کے فضل سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے ٹھیک ہوگئی۔

۱۹۰۸ء میں میٹرک کے امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے والد صاحب کے منشاء کے مطابق ڈاکٹری تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایف ایس سی کلاس میں (گورنمنٹ کالج لاہور میں) داخل ہوئے۔ لیکن ۱۹۱۰ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا:-

''جتنی انگریزی کی ہمیں ضرورت ہے اُتنی آپ نے پڑھ لی ہے۔اب نورالدین کی شاگردی اختیار کریں۔جس راستے پر نورالدین چلائے گا اُس میں آپ کے لیے کامیابی ہے۔'' (حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب. باب دوم: خودنوشت حالاتِ زندگی۔صفحہ ۱۹)

حضور کے ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے آپ حضور کے قدموں میں حاضر ہو گئے اور قرآن مجید کے درس سے استفادہ کیا۔اسی طرح حضور کے ارشاد پر حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہٗ سے **قواعد اللغة العربية** یعنی صرف ونحو، عربی ادب اور اصولِ شاشی اور حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب ہلال پوری سے علم منطق پڑھا۔نیز حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہٗ سے مؤطا امام مالک اور پھر صحیح بخاری اور فوز الکبیر درساً پڑھی۔طالب علمی کے زمانہ ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اکثر کتب پڑھنے کا بھی موقع ملا۔(ماخوذ از حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب. باب دوم: خودنوشت حالاتِ زندگی۔صفحہ ۱۹)

عہد وقفِ زندگی:

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مدرسہ احمدیہ قائم کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس سے کچھ دیر قبل ٹی۔آئی ہائی سکول کے طلباء کو وقفِ زندگی کی تحریک فرمائی۔حضرت شاہ صاحبؓ نے وقف کی نیت کر کے اسی وقت سے دُعائیں شروع کر دیں۔لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال پر جب آپ حضورؑ کی آخری زیارت کر کے کمرے سے باہر نکلے تو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعودؓ نے فرمایا:

''میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کر کے یہ عہد کیا ہے کہ اگر ساری جماعت تجھے چھوڑ دے تو میں تیرے کام کی تکمیل کے لیے اپنی جان (قربان کرنے) سے دریغ نہ کروں گا۔''

اس مفہوم کے الفاظ تھے۔آپ نے متعدد بار (کہہ کر) اپنے اس عہد کا ذکر کیا اور اس وقت حضرت شاہ صاحبؓ سے بھی فرمایا کہ وہ بھی یہ عہد کریں۔اس پر انہوں نے عرض کیا: میں نے (یہ عہد کر لیا ہے۔) غرض پہلے وقف کے لیے نیت اور دُعائیں تھیں اور اب اس آخری الوداعی زیارت کے وقت پر اقرارِ وقف۔

(ماخوذ از حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب. باب دوم: خودنوشت حالاتِ زندگی۔صفحہ ۲۰)

تحصیل علم کے لئے مصر کو روانگی:

حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر آپ ۱۹۱۳ء میں حصولِ تعلیم کے لیے مصر اور بعض دیگر عرب اسلامی ممالک کے لیے روانہ ہوئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے دعا کے ساتھ الوداع کیا۔آپ قاہرہ پہنچے لیکن زیادہ دیر تک وہاں قیام نہ کر سکے اور عربی کی تدریس کے لئے بیروت اور بعد ازاں حلب چلے گئے، جہاں آپ نے اعلیٰ پایہ کے اساتذہ سے تحصیل علوم کی۔آپ کے اساتذہ میں الشیخ ہاشم الشریف الخلیل البیروتی، علامہ الشیخ بشیر الغزی الحلبی اور الشیخ صالح الرافعی الطرابلسی زیادہ مشہور ہیں۔ان اساتذہ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحبؓ فرمایا کرتے تھے: میں اس گھڑی کو ہر وقت یاد کرتا ہوں جب میرے یہ استاد مجھے پڑھایا کرتے تھے۔تاریک رات، موسلا دھار بارش، غضب کی ٹھنڈک اور سردی اور نیند کا شدید غلبہ

بعض اوقات رات کے بارہ بج جاتے مگر یہ اساتذہ مجھے پڑھانے کی انتہائی خواہش رکھتے تا کہ میں اپنی تعلیم کی جلدی سے تکمیل کر سکوں اور وہ یہ کام بغیر معاوضہ کے کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ وہ مجھ میں خیر و برکت کو دیکھ رہے ہیں۔

اسی اثناء میں آپ کو سات ماہ تک ایک ترکی رسالہ میں بھی خدمت کا موقع ملا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کے وسیع مطالعہ کا انتظام بھی کیا جاتا رہا۔ بعد ازاں آپ نے بیت المقدس میں امتحان دیا اور اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہوئے۔ پھر صلاح الدین ایوبیہ کالج بیت المقدس میں بطور پروفیسر تاریخ الادیان مقرر ہوئے۔ جہاں انگریزی اور اُردو مضامین کی تدریس بھی آپ کے سپرد ہوئی۔ فن تعلیم و تدریس میں وزارتِ تعلیم استنبول کی طرف سے منعقدہ امتحان مقابلہ میں آپ اوّل آئے اور آپ نے تمغہ مجیدی اور پچاس اشرفیاں انعام میں حاصل کیں اور شام کی یونیورسٹی سے وزیر تعلیم کے دستخطوں کے ساتھ سند حاصل کی۔ بعد ازاں آپ سلطانیہ کالج کے وائس پرنسپل مقرر ہوئے اور علم النفس اور علم الاخلاق کے مضامین بھی آپ کو پڑھانے کا موقع ملا۔

مکرم شاہ صاحبؓ کے زمانہ قیام بیروت میں عثمانیہ حکومتِ ترکیہ؛ فلسطین، اردن، شام اور لبنان پر حکمران تھی۔ جنگ عظیم کا آغاز ہو چکا تھا۔ مکرم شاہ صاحبؓ نے ترکی حکومت کا ساتھ دیا اور انگریزوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ جنگ کے خاتمہ پر آپ کو اکتوبر ۱۹۱۸ء کے آخر میں جنرل ایلن بی کے حکم سے برٹش ملٹری نے حراست میں لے لیا اور بطور جنگی اور سیاسی قیدی قاہرہ لے جایا گیا۔ مئی ۱۹۱۹ء کے اواخر میں آپ کو لاہور لایا گیا۔ آپ کے لاہور پہنچنے پر جب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ کو آپ کا علم ہوا تو حضور کی کوششوں سے آپ قید سے آزاد ہوئے اور قادیان پہنچے اور آپ کو نظارت امور عامہ کا کام سپرد کیا گیا۔ ۱۹۵۴ء تک سلسلہ احمدیہ کی مختلف نظارتوں پر فائز رہے۔ نیز آخری ایام تک سلسلہ کی خدمات بجالاتے رہے۔

بلادِ عربیہ کی طرف دوبارہ سفر: ۱۹۲۴ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ لندن تشریف لے گئے تو راستے میں دمشق میں بھی آپ نے قیام فرمایا۔ وہاں کے ادیب علامہ عبدالقادر مغربی نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے کہا کہ ہمارا ملک دین سے خوب واقف ہے۔ عربی ہماری زبان ہے؛ یہاں آپ کی تبلیغ بے اثر ثابت ہوگی۔ حضور نے فرمایا کہ میں اپنے ملک میں واپس جا کر پہلا کام یہ کروں گا کہ آپ کے ملک میں مبلغ بھجواؤں گا۔ چنانچہ حضور نے اس وعدہ کے مطابق ۱۹۲۵ء میں مولانا جلال الدین صاحب شمس کو بلادِ عربیہ میں تبلیغ کے لئے دمشق بھیجا اور حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ کو آپ کے ساتھ یہ جائزہ لینے کے لیے بھیجا کہ بلادِ عربیہ میں ہمیں کس رنگ میں تبلیغ کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ نے وہاں چھ ماہ تک قیام کیا۔ ایک معزز خاندان میں وہاں آپ نے شادی بھی کی۔ آپ کے برادرِ نسبتی السید احمد فائق الساعاتی محکمہ پولیس میں ایک کلیدی عہدے پر فائز تھے۔ آپ نے دورانِ قیام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب کشتی نوح کا ترجمہ کیا اور ایک کتاب بعنوان حیاۃُ المسیح و وفاتُہٗ شائع کی اور اسی طرح تبلیغی امور کا جائزہ لینے کے بعد قادیان تشریف لائے۔

کشمیر کے مسلمانوں کیلئے خدمات: ۱۹۳۱ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کشمیر کے مسلمانوں کو حقوق دلانے کے لیے جدوجہد شروع فرمائی۔ اس ضمن میں حضور نے جماعتِ احمدیہ کے جن دوستوں کو کشمیر بھجوایا اُن میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ بھی تھے۔ حضرت شاہ صاحب موصوف نے نہایت ہی کٹھن کام کئے اور اس ضمن میں دشوار گزار علاقوں میں پیدل سفر کر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کی۔ جس کا مفصل ذکر تاریخِ احمدیت جلد ششم (صفحات ۶۱۰ تا ۶۳۰) میں ہو چکا ہے۔ فجزاہ اللّٰہُ اَحْسَنَ الجزاءِ. اسی اثناء میں کہ آپ کشمیر کے دور دراز علاقوں میں سفر پر تھے، آپ کھانسی سے بیمار ہوئے اور معجزانہ طور پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے شفا دی۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

معجزانہ شفاء: ''میں راولپنڈی سے قادیان پہنچا۔ معلوم ہوا کہ پلورسی کا عارضہ ہے۔ میرے دوست ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب میرے معالج تھے اور میرے بھائی ڈاکٹر میجر سید حبیب اللہ شاہ صاحبؓ ملتان میں تھے۔ انہیں مجھ سے بہت محبت تھی میری بیماری کا سن کر مع بیوی قادیان آئے۔ انہوں نے حالت دیکھ کر Lumbri Puncture کا علاج تجویز کیا۔ اس ذریعہ سے پھیپھڑوں کے پردہ سے پانی نکالا جارہا تھا کہ پچکاری کی سوئی جلد میں ٹوٹ گئی۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نئی سوئی شفاخانہ نور سے لے آئے۔ میں اُن دنوں اپنے مکان دارالانوار میں تھا۔ جمعہ کا دن تھا، سوئی نکالی گئی اور کچھ پانی بھی نکلا۔ لیکن میری حالت دگرگوں ہوگئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو علم ہوا تو آپ مع خاندان تشریف لائے۔ حضرت امّ المومنین رضی اللہ عنہا، سیدہ ام ناصر احمد صاحبہ اور سیدہ ام طاہر احمد صاحبہ رضی اللہ عنہما دیکھ کر سخت رنج میں ڈوب گئیں۔ بھائی نے آبدیدہ ہو کر دیوار سے سہارا لیا۔ نبض کی حالت دیکھ کر مایوسی طاری تھی۔ اسی اثناء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایک دوسرے کمرے میں دُعا کے لیے الگ ہو گئے۔ ادھر وہ دعا میں تھے، ادھر میں اپنے عزیز واقرباء کو بے بسی میں دیکھ رہا تھا۔ میں نے اچانک دیکھا کہ فضائے بالا سے فرشتوں کا اُتار چڑھاؤ ہے۔ ان میں سے کسی نے میرے دل کو تھاما اور کسی نے پھیپھڑوں کو اور ایک نے شیشہ کا گلاس میرے سامنے پیش کیا۔ اس میں آبِ زلال تھا اور جلی حروف میں گلاس پر ''سَلَامٌ'' لکھا تھا۔ میں نے وہ پیا۔ یہ سب عین بیداری میں واقعہ ہوا جبکہ میں دوسروں کو دیکھ رہا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو بحالتِ دعا مکاشفہ ہوا اور آپ کو تسلی دی گئی کہ فکر نہ کریں شاہ صاحب سلامت ہیں۔ آپ نے ام طاہر احمد صاحبہ سے اس کا ذکر کیا اتنے میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے نبض دیکھی تو وہ بحالتِ صحیحہ چل رہی تھی اور میں روبصحت تھا۔ دومختلف جگہوں میں دو مشاہدوں کا ایک ہی وقت میں مظاہرہ ہوا؛ جو کُنْ فَیَکُوْنُ کی تخلیق کا نمونہ تھا جو اس زمانۂ دہریت وکفر میں دکھایا گیا۔''

رہائی کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی رؤیا: ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بنا تو پولیس نے قادیان میں جن احمدیوں کو گرفتار کیا اُن میں حضرت ولی اللہ شاہ صاحبؓ بھی تھے۔ آپ ۱۴۔ستمبر ۱۹۴۷ء کو نظر بند ہوئے اور کئی ماہ تک گورداسپور جالندھر کی جیل میں صبر آزما مشکلات کا

سامنا کرنے کے بعد اپریل ۱۹۴۸ء میں بین المملکتی معاہدہ کے مطابق جالندھر سے پاکستان منتقل ہوئے اور رہا کر دیے گئے۔ جن دنوں حضرت شاہ صاحبؓ قید کی تکلیف کاٹ رہے تھے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یہ خواب دیکھا کہ سید ولی اللہ شاہ صاحب آئے ہیں اور میرے پاس آ کر بیٹھ گئے ہیں۔ انہوں نے صرف قمیص پہنی ہوئی ہے۔ تھوڑی دیر تک انہوں نے مجھ سے باتیں کیں اور پھر یہ نظارہ غائب ہو گیا۔ حضور نے اس خواب کے متعلق فرمایا کہ جو شخص قید میں ہو اُس کے رہا ہونے کی دو ہی تعبیریں ہوتی ہیں یا وفات یا پھر واقعہ میں رہا ہو جانا۔ گویا اس رؤیا کی ایک تعبیر تو اچھی ہے اور ایک منذر۔ دوستوں کو دعا کرنی چاہیے کہ اس رؤیا کی اچھی تعبیر ظاہر ہو اور اللہ تعالیٰ اُن کی رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔ (الفضل ۷۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

حضرت شاہ صاحبؓ جب قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت امیر المومنینؓ کی دعاؤں کے طفیل آپ کو رہائی بخشی اور مصلح موعودؓ کی پیشگوئی ''اسیروں کا رستگار ہوگا'' کا ایک پہلو اس رنگ میں بھی ظاہر ہوا۔

خدماتِ سلسلہ پر ایک طائرانہ نظر:

حضرت شاہ صاحبؓ نے اپنی زندگی وقف کرتے ہوئے جو عہد کیا تھا وہ کامل وفا اور نمایاں شان سے پورا کیا اور ساری عمر خدمتِ سلسلہ میں لگا دی۔ تبلیغی، تربیتی اور تنظیمی میدان میں آپ کو سلسلہ کی گراں قدر خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ آپ نے جماعت کے جن اہم عہدوں پر خدمات سرانجام دیں، اُن کا مختصر نقشہ درج ذیل ہے:-

۱ نائب ناظر .... یکم مئی ۱۹۲۰ء تا یکم اپریل ۱۹۲۱ء

۲ ناظر دعوۃ و تبلیغ .... یکم مئی ۱۹۲۳ء تا ۱۶۔ اپریل ۱۹۲۴ء

۳ ناظر تعلیم و تربیت .... ۱۶۔ اپریل ۱۹۲۴ء تا ۱۵۔ جون ۱۹۲۵ء

۴ بطور (مبلغ) بلادِ شام، عراق، عرب........................ ۱۵۔ جون ۱۹۲۵ء تا آخر اپریل ۱۹۲۶ء

۵ ناظر تجارت .... یکم مئی ۱۹۲۶ء

۶ بطور رُکن نظارت تالیف و تصنیف بحیثیت مصنف ترجمہ و شرح بخاری ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۲۶ء تا ۲۲ جنوری ۱۹۳۱ء
(اس عرصہ میں معتد بہ حصہ بطور قائم مقام ناظر امورِ عامہ کام کیا اور تصنیف کا کام عملاً ایک دو سال ہوا)

۷ ناظر دعوۃ و تبلیغ .... جنوری ۱۹۳۱ء تا ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء

۸ ناظر تعلیم و تربیت .... ۲۳ نومبر ۱۹۳۶ء تا ۱۴ فروری ۱۹۳۷ء

۹ ناظر امور عامہ و امور خارجہ .... ۱۴ فروری ۱۹۳۷ء تا ۱۴ ستمبر ۱۹۴۷ء

۱۰ قائمقام ناظر اعلیٰ .... یکم ستمبر ۱۹۴۸ء تا ۲۔ اکتوبر ۱۹۴۸ء

۱۱ ناظر امور خارجہ .... جون ۱۹۴۸ء تا یکم دسمبر ۱۹۵۳ء

۱۲ ایڈیشنل ناظر اعلیٰ .... ۲۳ جنوری ۱۹۵۳ء تا یکم جون ۱۹۵۴ء

پنشن یکم جون ۱۹۵۴ء

۱۳ دوبارہ ملازمت بحیثیت ناظر امورِ خارجہ ....

علمی خدمات: حضرت سید زین العابدین شاہ صاحبؓ نہایت عابد، دعا گو، صاحبِ رؤیا وکشوف اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ کئی مواقع پر اللہ تعالیٰ نے رؤیا وکشوف کے ذریعہ آپ کی رہنمائی کی اور بشارتوں سے آپ کو نوازا۔ آپ قرآن مجید نہایت سوز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؓ عربی زبان پر عبور رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کی تقریر نہایت فصیح عربی میں ہوتی تھی اور آپ کا اندازِ بیان بھی نہایت جوشیلا ہوتا تھا جس سے سامع بہت متاثر ہوتا تھا۔ قرآنِ مجید کے ساتھ آپ کا طبعی لگاؤ تھا اور جب آپ قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر فرماتے تو وجد آجاتا تھا۔ آپ ۱۹۲۵ء میں دمشق تشریف لے گئے تو وہاں عربوں کے سامنے جب آپ قرآن مجید کی تفسیر فرماتے تو آپ کے کئی عرب ساتھی اور اساتذہ دریافت کرتے "یَا اُسْتَاذُ مِنْ اَیْنَ تَعَلَّمْتَ هٰذَا التَّفْسِیْر؟" جناب آپ نے قرآن مجید کہاں سے پڑھا؟ تو حضرت شاہ صاحبؓ جواب دیتے کہ میں نے یہ تفسیر حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ سے سیکھی ہے۔ کیونکہ آپ نے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے درس القرآن سے استفادہ کیا تھا۔ آپ کی عربی تقریر جہاں بہت اعلیٰ تھی وہاں عربی تحریر بھی بہت اچھی تھی۔ آپ نے بعض اہم کتب کے تراجم کئے جو آپ کی عربی دانی پر گواہ ہیں۔

١۔ **الخطاب الجليل في الأصول الإسلامية** (عربی ترجمہ: اسلامی اصول کی فلاسفی مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ)
٢۔ **سفينة النوح** (〃 〃 : کشتی نوح مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ)
٣۔ **دعوة الأحمدية وغرضها** (〃 〃 : پیغام احمدیت مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)
٤۔ **مؤسس الجماعة الاحمدية والانكليز** (عربی ترجمہ: بانی سلسلہ اور انگریز مصنفہ حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب)

جماعت کے جلسہ ہائے سالانہ کے مواقع پر آپ کی بہت سی علمی تقاریر ہوئی ہیں۔ اُن میں سے مندرجہ ذیل تقاریر کتابی صورت میں طبع بھی ہوئیں۔

٥۔ انبیاء کی آسمانی بادشاہت اور اس کی تکمیل مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے .... تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۳۱ء
٦۔ اسمہٗ احمد.... سورۂ صف میں ۲۰ مہتم بالشان پیشگوئیاں .... تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۳۴ء
٧۔ اسمہٗ احمد.... حصہ دوم۔ نبی کریم ﷺ سے حضرت مسیح موعودؑ کا عشق ...... تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۳۵ء
٨۔ انقلابِ عظیم کے متعلق انذار و بشارات... ہماری ہجرت اور قیام پاکستان .... تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۴۸ء
٩۔ حیات الآخرۃ .... تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۵۱ء
١٠۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم احادیث کی روشنی میں .... تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۶۰ء

ان کے علاوہ درج ذیل بھی آپ کی تصنیفات میں سے ہیں:-

١١۔ حیات المسیح و وفاته ١٢۔ احمد المسیح الموعود

۱۳۔ پاک محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں کا سردار ۱۴۔ نوٹس برائے جلسہ ہائے سیرت النبی ﷺ
۱۵۔ محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی پر ایک نظر ۱۶۔ وصیت حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ
۱۷۔ اسباق القرآن تین حصے ۱۸۔ دنیا میں ایک نذیر آیا ۱۹۔ حضرت آدمؑ از روئے قرآن
۲۰۔ اچھوت بھائیوں کے نام احمدیت کا پیغام ۲۱۔ ایک غلط فہمی کا ازالہ ۲۲۔ ہماری نماز
۲۳۔ گرونانک کیا فرماتے ہیں ۲۴۔ قبر مسیح ۲۵۔ گذشتہ عالمگیر جنگ
۲۶۔ زار کا حال زار ۲۷۔ ندائے خوشمگین کی قہری تجلی

ان کے علاوہ سلسلہ کے اخبارات ورسائل میں چھپنے والے آپ کے بعض مضامین اور تقاریر کا خاکہ حسبِ ذیل ہے۔

	فہرست مضامین وتقاریر	مأخذ
۱	آنحضرت ﷺ کا طرّۂ امتیاز۔ فیض روحانی کا ابدی سرچشمہ	الفضل لاہور-۲۱مئی ۱۹۴۸ء
۲	آنحضرت ﷺ کی بے مثل شان	الفضل قادیان-۳۰دسمبر ۱۹۴۴ء
۳	حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی بے مثل شان	الفضل قادیان-۱۴جنوری ۱۹۴۶ء
٤	آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کی امتیازی حیثیت	الفضل قادیان-۲۸دسمبر ۱۹۳۷ء
٥	آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کی امتیازی حیثیت	الفضل قادیان-۱۵تا۱۹جنوری ۱۹۳۸ء
٦	آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیاں موجودہ جنگوں کے متعلق	الفضل قادیان- یکم جنوری ۱۹۴۲ء
۷	ہمارے ہادی کامل محمد ﷺ کی ایک ہدایت کا ایک نمونہ	ماہنامہ الفرقان ربوہ- جنوری ۱۹۶۱ء
۸	آنحضرت ﷺ کے اخلاق حدیث کی روشنی میں	الفضل ربوہ-۴،۵،۶،۸جنوری ۱۹۶۱ء
۹	آنحضرت ﷺ کی شان احمدیت کے نقطۂ نظر سے	الفضل قادیان-۳۱دسمبر ۱۹۴۵ء
۱۰	قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت اور پُرحکمت کلام کا ایک نمونہ	الفرقان ربوہ- ستمبر و اکتوبر ۱۹۵۵ء
۱۱	قرآن مجید کی وحی اور آنحضور ﷺ کے روحانی مشاہدات کا ایک نمونہ	الفرقان ربوہ- جنوری تا اپریل ۱۹۵۳ء
۱۲	قرآن مجید کی وحی اور آنحضور ﷺ کے روحانی مشاہدات کا ایک نمونہ	الفرقان ربوہ- جولائی تا اگست ۱۹۵۳ء
۱۳	قرآن مجید کی وحی اور آنحضور ﷺ کے روحانی مشاہدات کا ایک نمونہ	الفرقان ربوہ- فروری، مارچ ۱۹۵۳ء
۱٤	قرآن مجید کی وحی اور آنحضور ﷺ کے روحانی مشاہدات کا ایک نمونہ	الفرقان ربوہ- جولائی، اگست ۱۹۵۳ء
۱٥	حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا صلیب سے بچنا	الفضل قادیان-۳دسمبر ۱۹۲۶ء
۱٦	حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا سفر کشمیر	الفضل قادیان-۲۸دسمبر ۱۹۴۶ء

۱۷	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سفر کشمیر	الفضل قادیان - ۲۷، ۲۹ جنوری ۱۹۴۷ء
۱۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سفر کشمیر	الفضل قادیان - ۳، ۶، ۸ فروری ۱۹۴۷ء
۱۹	اسمہٗ احمد کی پیشگوئی	الفضل قادیان - یکم جنوری ۱۹۳۵ء
۲۰	منصبِ نبوت اور اس کی خصوصیات	الفضل لاہور - ۵/ اکتوبر ۱۹۵۱ء
۲۱	اسلام میں خلافت اور امامت کی اہمیت	الفضل قادیان - ۲ جنوری ۱۹۳۵ء
۲۲	روحانی سلسلوں میں خلافت وامامت کا مقام	الفضل قادیان - ۱۴ مارچ ۱۹۳۱ء
۲۳	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم	الفضل قادیان - ۲۹ دسمبر ۱۹۳۵ء
۲٤	اللّٰھُمَّ سَلمًا لِّأَوْلِیَائِکَ وَحَربًا لِّأَعْدَائِکَ	الفضل ربوہ - ۲۴، ۲۵ نومبر ۱۹۵۶ء
۲۵	عالمِ طیور	الفرقان ربوہ - دسمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳
۲٦	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں	الفضل قادیان - ۳۰ دسمبر ۱۹۴۲ء
۲۷	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انذاری پیشگوئیاں	الفضل قادیان - ۳۱ دسمبر ۱۹۴۳ء
۲۸	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انذاری پیشگوئیاں	الفضل قادیان - ۵ تا ۱۸ دسمبر ۱۹۴۴ء
۲۹	انقلابات کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے انذارات وبشارات	الفضل لاہور - یکم جنوری ۱۹۵۰ء
۳۰	عالمگیر جنگ اور مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں	الفضل لاہور - ۲ تا ۹ مارچ ۱۹۴۸ء
۳۱	محمدی بیگم والی پیشگوئی پر ایک نظر	الفضل قادیان - ۳۱ دسمبر ۱۹۳۶ء
۳۲	پیشگوئی نشانِ رحمت	الفضل لاہور - ۱۸، ۲۸ نومبر ۱۹۵۱ء
۳۳	حضرت المصلح الموعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کی اہمیت اور ہماری ذمہ داری	الفضل ربوہ - ۵ جنوری ۱۹۵۲ء
۳٤	حضرت مصلح موعود کی پیشگوئی اور ایک مکاشفہ	الفضل قادیان - ۱۸ اپریل ۱۹۴۴ء
۳۵	اسلامی معاشرہ	الفضل ربوہ - ۲، ۳، ۶ جنوری ۱۹۵۹ء
۳٦	اسلامی معاشرہ	الفضل ربوہ - ۲۷، ۲۸، ۳۱ جنوری ۱۹۵۹ء
۳۷	اسلامی معاشرہ	الفضل ربوہ - ۳، ۴ فروری ۱۹۵۹ء
۳۸	اسلام اور تزکیہ نفس	المصلح کراچی - ۶ جنوری ۱۹۵۴ء
۳۹	روزہ کے متعلق ہماری نیت کیا ہونی چاہیے	الفضل قادیان - ۳، ۱۰، ۱۳/ اگست ۱۹۴۶ء

٤٠	زکوٰۃ کی اہمیت	الفضل لاہور-۱۱مارچ ۱۹۵۸ء
٤١	ارکانِ دین میں سے ایک اہم رُکن زکوٰۃ	الفضل ربوہ-۱۹مارچ ۱۹۵۸ء
٤٢	زکوٰۃ وصدقات	الفرقان ربوہ-اگست ۱۹۵۸ء
٤٣	اسلام اور کمیونزم	الفضل ربوہ-۳۱دسمبر ۱۹۵۵ء
٤٤	تصور وشعور	الفضل قادیان-۸دسمبر ۱۹۱۹ء
٤٥	تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۴۳ء	الفضل قادیان- یکم جنوری ۱۹۲۴ء
٤٦	حیاتِ فردیہ واجتماعیہ	الفضل قادیان-۵ جولائی ۱۹۲۱ء
٤٧	حیات آخرت پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے	الفضل ربوہ- ۳ جنوری ۱۹۵۱ء
٤٨	شرح بخاری	الفضل ربوہ-۲۱/اکتوبر ۱۹۶۱ء
٤٩	شرح صحیح بخاری کا ایک ورق	الفضل ربوہ- ۲۷فروری ۱۹۶۲ء
٥٠	خدام الاحمدیہ کی ذمہ داریاں	الفضل ربوہ- ۱۳ جنوری ۱۹۶۲ء
٥١	ضلع گجرات کے احمدیوں پر جبر وتشدد-پولیس کی افسوسناک غفلت	الفضل قادیان-۸دسمبر ۱۹۳۲ء
٥٢	تعاقب (دربارہ شبِ بارات)	الفرقان ربوہ-اپریل ۱۹۵۹ء صفحہ ۳۳
٥٣	شیعہ صاحبان سے ایک گذارش	الفضل لاہور- ۲۲/اگست ۱۹۵۰ء
٥٤	شیطان کا منصب	الفضل ربوہ- ۲۵ تا ۲۸ مارچ ۱۹۵۹ء

(ماخوذ از حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب. باب پنجم: علمی کارنامے- صفحہ ۱۳۰-۱۴۷)

صحیح بخاری کے ترجمہ اور شرح کا کام:

۲۸-اکتوبر ۱۹۲۶ء کو سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے آپ کو بخاری کے ترجمہ وشرح کا کام شروع کرنے کے لیے مقرر فرمایا۔ کچھ عرصہ یہ کام کرنے کے بعد آپ کو سلسلہ کی دیگر خدمات بھی سپرد ہوئیں۔ اس لیے بخاری شریف کی شرح کا کام اُن کاموں کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ ہوتا رہا۔ آخر وقت تک آپ نے اُنیس (۱۹) اجزاء کی شرح اور ترجمہ مکمل کیا۔

قادیان میں جن لوگوں نے آپ کا درس بخاری سنا ہے وہ اسے بھلا نہیں سکتے۔ آپ کا اندازِ بیان اتنا دلکش اور سادہ ہوتا کہ چھوٹی عمر کے بچے بھی بہت زیادہ تعداد میں درس میں شریک ہوتے تھے۔ (روزنامہ الفضل ربوہ یکم جولائی ۱۹۶۷ء)
بخاری شریف کا کام عام طور پر نمازِ تہجد کے بعد علی الصبح شروع فرماتے اور صبح کی نماز تک اور پھر صبح کی نماز کے بعد کافی

صفحات لکھ لیتے۔آپ کا یہ طریق تھا کہ آپ نماز سے پہلے ہی چائے بھی تیار کر لیتے تھے اور نوش فرماتے۔مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ خاکسار جب کبھی صبح کی نماز کے بعد اُن کے پاس جاتا تو چائے پیش کرتے اور نہایت محبت کے ساتھ باتیں کرتے اور کبھی کبھار سیر کے لیے بھی باہر تشریف لے جاتے اور قرآن مجید کی مشکل آیات کی نہایت عمدہ تفسیر بیان فرماتے۔

صحیح بخاری کی یہ شرح جو آپ نے لکھی اس کے پہلے ایڈیشن کے پہلے دو جزو قادیان میں شائع ہوئے اور باقی اجزاء (۳ تا ۱۵) ادارۃ المصنفین ربوہ کے زیر اہتمام شائع ہوئے۔

حضرت شاہ صاحبؓ ۱۹۶۲ء میں جب بیمار ہوئے تو آپ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیغام بھجوایا کہ وہ بخاری کی شرح کا کام حضور کی ہدایت کے مطابق کرتے رہے ہیں۔اب تک جو کام ہو چکا ہے اس کو حضور کسی کے سپرد کر دیں تا کہ اس پر نظر ثانی ہو کر اور حوالہ جات وغیرہ کی تصحیح ہو کر شائع ہو سکے اور باقی کام مکمل کیا جائے۔چنانچہ سیدنا حضرت امیر المومنینؓ نے مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کو قصر خلافت میں یاد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جس قدر مسودہ تیار ہو چکا ہے، اُس کو لے لیں اور بقیہ کے متعلق کوشش کریں کہ وہ مضمون بھی تیار ہو۔چنانچہ انہوں نے حضور کے ارشاد کے ماتحت (۱۹) اجزاء کا مسودہ لے کر اس کام کو سنبھال لیا۔حضرت شاہ صاحبؓ نے اپنی بیماری کے ایام میں مکرم ابوالمنیر نورالحق صاحب کو ارشاد فرمایا کہ وہ اُن سے روزانہ ملنے آیا کریں۔وہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی وجہ سے وہ حاضر نہ ہو پاتے تو حضرت شاہ صاحبؓ کسی کے ذریعہ انہیں بلوا بھیجتے اور بعض اوقات بار بار یاد فرماتے۔دورانِ گفتگو کبھی آپ کی آنکھیں پُرنم ہو جاتیں اور فرماتے: افسوس بخاری کا کام مکمل نہ ہوا۔اس خواہش کا بھی اظہار فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے تو آپ اس کام کو مکمل کر دیں۔

وفات: آپ ۱۵ اور ۱۶ مئی ۱۹۶۷ء کی درمیانی شب ۸۷ سال کی عمر میں وفات پا گئے اور ۱۶ مئی کو بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ صحابہ خاص میں دفن ہوئے۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہٗ اللہ تعالیٰ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنازہ کو کندھا بھی دیا اور قبر تیار ہونے پر دُعا بھی کرائی۔

آپ نے اپنے پیچھے دو لڑکے اور پانچ لڑکیاں چھوڑیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں، نیکی اور تقویٰ کی وجہ سے آپ کی ایک بیٹی کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے مرزا حنیف احمد صاحب کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک فرما دیا۔وذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیه من یشاء. آپ کی وفات سے پہلے آپ کی بیگم صاحبہ محترمہ نے خواب میں دیکھا کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ آپ کے استقبال کے لیے تشریف لا رہے ہیں اور یہ کہ نہایت عمدہ دروازے بنا کر لگوائے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اخلاص، استقلال، محنت اور فدائیت کے اس پیکر پر اعلیٰ علیین میں رحمتوں اور فضلوں کی بارش کرتا رہے اور نعمائے جنت عطا فرمائے اور آپ کی اولاد کو اپنی نعمتوں سے نوازے۔

آپ کی وفات پر مکرم چودھری شبیر احمد صاحب وکیل المال تحریک جدید ربوہ نے مندرجہ ذیل نظم لکھی:-

اِک اور بزم یار کا گل ہوگیا چراغ
اس قلبِ ناتواں پہ لگا ایک اور داغ

محمود کا جری تھا جو رخصت ہوا ہے آج
اللہ کا اِک ولی تھا جو رخصت ہوا ہے آج

تجھ کو بھلا سکے گی نہ کشمیر کی زمین
جس کا تو شہ سوار تھا اے ''زین العابدین''

نازاں تیری زبان پہ تھی اُمّ الالسنہ
عارف بنا گیا تجھے اِک شوقِ بے پنہ

پروان خلافتِ حقہ رہا مدام
تھے دین مصطفٰے کے لیے تیرے صبح و شام

تو یاد گار عہدِ مسیح الزمان تھا
فضل عمر کی بزم کا اِک راز دان تھا

ہم پر بہت گراں ہے اگرچہ تیری وفات
لیکن مسیحِ وقت کی یاد آ گئی ہے بات

''جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات
اس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات''

اے جانے والے جا تیرا فردوس ہو مقام
تجھ پر خدا کی رحمتیں افشاں رہیں مدام

✡✡✡✡✡
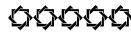
اس مضمون کا اکثر حصہ جامع صحیح مسند بخاری ترجمہ وشرح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ پارہ نہم سے لیا گیا ہے۔ نیز جو عبارات اس مضمون سے زائد یہاں شامل کی گئی ہیں اُن کے حوالہ جات متعلقہ عبارات کے ذیل میں درج کر دیئے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم
وَعَلٰی خَلِیۡفَتِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

دیباچہ

شریعت اسلامیہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے علم حدیث ان تین اہم اور نہایت ضروری رُکنوں میں سے ہے جن میں سے اگر کوئی ایک رُکن بھی نظر انداز کیا جائے تو اسلام کا ایک معتد بہ حصہ ہمارے لئے مبہم اور مشتبہ ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے حدیث کا انکار کیا، انہوں نے ظلم کیا ہے اور اگر ان کے نظریہ کو قبول کیا جائے تو ہمیں اسلام کے متعلق ایک بہت بڑے ذخیرۂ معلومات سے محروم ہونا پڑے گا۔ چند ایک سقیم و مخدوش روایات کی بناء پر جن کا سقم از خود واضح ہے اور جنہیں ردّ کرنے سے سلسلہ اسناد اور صحت احادیث پر کوئی حرف نہیں آتا؛ ہدایت و معرفت کے انمول موتیوں کو اپنے ہاتھ سے گنوا دینا کون سی عقلمندی ہے۔

مقام حدیث: ہر علم اپنی تاریخ کے بغیر اپاہج ہے اور اگر حدیث سے انکار کیا جائے تو شریعت اسلامیہ کی تاریخ کا کچھ باقی نہیں رہتا۔ بے شک اسلام کی اصل بنیاد قرآن مجید پر ہے اور وہ اپنے مبادی و اصول و احکام کی تشریحات بھی خود کرتا ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ احادیثِ نبویہ ان تشریحات میں ایسی جلاء و وضاحت پیدا کر دیتی ہیں جو ہمارے لئے ظلمات میں مشعل ہدایت بن کر ہماری راہ کو روشن اور ہماری روحانی سیر و سیاحت کو بہت آسان کر دیتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کشتی نوح میں منکرین حدیث کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

> ”میں نے سنا ہے کہ بعض تم میں سے حدیث کو بکلی نہیں مانتے۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو سخت غلطی کرتے ہیں۔ میں نے یہ تعلیم نہیں دی کہ ایسا کرو۔ بلکہ میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں کہ جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہیں دی ہیں۔ سب سے اوّل قرآن ہے۔ جس میں خدا کی توحید اور جلال اور عظمت کا ذکر ہے اور جس میں ان اختلافات کا فیصلہ کیا گیا ہے جو یہود اور نصاریٰ میں تھے..........“

(کشتی نوح صفحہ ۲۸، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۶)

اور قرآن مجید کی عظمت اور اس کی ابدیت اور اس کی تاثیرات قدسیہ کا ذکر کرنے اور اس ضمن میں اس کی تعلیم کا انجیل کی تعلیم سے مختصر سا مقابلہ کرنے کے بعد صفحہ ۶۳ پر فرماتے ہیں:-

> ”دوسرا ذریعہ ہدایت کا جو مسلمانوں کو دیا گیا ہے سنت ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی

عملی کارروائیاں جو آپؐ نے قرآن شریف کے احکام کی تشریح کے لئے کر کے دکھلائیں ۔ مثلاً قرآن شریف میں بظاہر نظر پنجگانہ نمازوں کی رکعات معلوم نہیں ہوتیں کہ صبح کس قدر اور دوسرے وقتوں میں کس کس تعداد پر۔ لیکن سنت نے سب کچھ کھول دیا ہے۔ یہ دھوکہ نہ لگے کہ سنت اور حدیث ایک چیز ہے۔ کیونکہ حدیث تو سو ڈیڑھ سو برس کے بعد جمع کی گئی ۔ مگر سنت کا قرآن شریف کے ساتھ ہی وجود تھا۔ مسلمانوں پر قرآن شریف کے بعد بڑا احسان سنت کا ہے۔ خدا اور رسول کی ذمہ واری کا فرض صرف دو اَمر تھے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کو نازل کر کے مخلوقات کو بذریعہ اپنے قول کے اپنے منشاء سے اطلاع دی۔ یہ تو خدا کے قانون کا فرض تھا اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرض تھا کہ وہ خدا کے کلام کو عملی طور پر دکھلا کر بخوبی لوگوں کو سمجھا دیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گفتنی باتیں کردنی کے پیرایہ میں دکھلا دیں اور اپنی سنت یعنی عملی کارروائی سے معضلات اور مشکلات مسائل کو حل کر دیا۔ یہ کہنا بے جا ہے کہ یہ حل کرنا حدیث پر موقوف تھا۔ کیونکہ حدیث کے وجود سے پہلے اسلام زمین پر قائم ہو چکا تھا۔☆ کیا جب تک حدیثیں جمع نہ ہوئی تھیں لوگ نماز نہ پڑھتے تھے یا زکوٰۃ نہ دیتے تھے یا حج نہ کرتے تھے یا حلال حرام سے واقف نہ تھے۔ ہاں تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے۔ کیونکہ بہت سے اسلام کے تاریخی اور اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثیں کھول کر بیان کرتی ہیں اور نیز بڑا فائدہ حدیث کا یہ ہے کہ وہ قرآن کی خادم اور سنت کی خادم ہے۔ جن لوگوں کو ادبِ قرآن نہیں دیا گیا وہ اس موقع پر حدیث کو قاضی قرآن کہتے ہیں۔ جیسا کہ یہودیوں نے اپنی حدیثوں کی نسبت کہا۔ مگر ہم حدیث کو خادمِ قرآن اور خادمِ سنت قرار دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آقا کی شوکت خادموں کے ہونے سے بڑھتی ہے۔ قرآن خدا کا قول ہے اور سنت رسول اللہ کا فعل اور حدیث سنت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے۔ نعوذ باللہ یہ کہنا غلط ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے۔ اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے۔ حدیث جو ایک

☆ اہل حدیث فعلِ رسولؐ اور قولِ رسولؐ دونوں کا نام حدیث ہی رکھتے ہیں۔ ہمیں ان کی اصطلاح سے کچھ غرض نہیں۔ دراصل سنت الگ ہے جس کی اشاعت کا اہتمام خود آنحضرت ﷺ نے بذاتِ خود فرمایا اور حدیث الگ ہے جو بعد میں جمع ہوئی۔ منہ

ظنی مرتبہ پر ہے قرآن کی ہرگز قاضی نہیں ہوسکتی۔صرف ثبوت مؤید کے رنگ میں ہے۔قرآن اور سنت نے اصل کام سب کر دکھایا ہے اور حدیث صرف تائیدی گواہ ہے۔حدیث قرآن پر کیسے قاضی ہوسکتی ہے۔قرآن اور سنت اُس زمانہ میں ہدایت کررہے تھے جبکہ اس مصنوعی قاضی کا نام ونشان نہ تھا۔یہ مت کہو کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے بلکہ یہ کہو کہ حدیث قرآن اور سنت کے لئے تائیدی گواہ ہے۔البتہ سنت ایک ایسی چیز ہے جو قرآن کا منشاء ظاہر کرتی ہے۔اور سنت سے وہ راہ مراد ہے جس راہ پر آنحضرت ﷺ نے عملی طور پر صحابہ کو ڈال دیا تھا۔سنت اُن باتوں کا نام نہیں ہے جو سوڈیڑھ سو برس بعد کتابوں میں لکھی گئیں بلکہ اُن باتوں کا نام حدیث ہے اور سنت اُس عملی نمونہ کا نام ہے جو نیک مسلمانوں کی عملی حالت میں ابتداء سے چلا آیا ہے۔جس پر ہزارہا مسلمانوں کو لگایا گیا۔ہاں حدیث بھی اگرچہ اکثر حصہ اس کا ظن کے مرتبہ پر ہے۔مگر بشرط عدم تعارضِ قرآن وسنت تمسک کے لائق ہے اور مؤید قران وسنت ہے اور بہت سے اسلامی مسائل کا ذخیرہ اس کے اندر موجود ہے۔پس حدیث کا قدر نہ کرنا گویا ایک عضو اسلام کا کاٹ دینا ہے۔ہاں اگر ایک ایسی حدیث ہو جو قرآن اور سنت کے نقیض ہو اور نیز ایسی حدیث کی نقیض ہو جو قرآن کے مطابق ہے یا مثلاً ایک ایسی حدیث ہو جو صحیح بخاری کے مخالف ہے تو وہ حدیث قبول کے لائق نہیں ہوگی۔کیونکہ اس کے قبول کرنے سے قرآن کو اور ان تمام احادیث کو جو قرآن کے موافق ہیں ردّ کرنا پڑتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ کوئی پرہیزگار اِس پر جرأت نہیں کرے گا کہ ایسی حدیث پر عقیدہ رکھے کہ وہ قرآن اور سنت کے برخلاف اور ایسی حدیثوں کے مخالف ہے جو قرآن کے مطابق ہیں۔بہرحال احادیث کا قدر کرو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ کہ وہ آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہیں اور جب تک قرآن اور سنت ان کی تکذیب نہ کرے تم بھی ان کی تکذیب نہ کرو بلکہ چاہیے کہ احادیث نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حرکت نہ کرو اور نہ سکون اور نہ کوئی فعل کرو اور نہ ترک فعل مگر اس کی تائید میں تمہارے پاس کوئی حدیث ہو۔‘‘

(کشتی نوح صفحہ ۶۳-۶۵، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۶۱-۶۳)

حدیث کے متعلق امام بخاریؒ کا مذہب: مقام حدیث کے متعلق یہ وہ تعلیم ہے جو افراط وتفریط کے درمیان عین حداوسط پر واقع ہے اور جسے تمام اہل بصیرت نے اختیار کیا ہے اور حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی صحیح میں اسی زرّیں اصل کے پیش نظر حدیث کو قرآن مجید کے تابع رکھا ہے اور جہاں بھی آپ کو محسوس ہوا ہے کہ کسی حدیث کا مفہوم سمجھنے میں لوگوں کو غلطی لگنے کا احتمال ہے وہاں غلطی سے بچانے کے لئے عنوانِ باب میں قرآن مجید کی آیت درج کر کے لوگوں کو متنبہ کر دیا ہے۔ مثلاً کتاب الایمان میں باب نمبر ۱۷ کا عنوان سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۵ (فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوْا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ) سے قائم کیا ہے اور اس کے ذیل میں جو حدیث (نمبر ۲۵) نقل کی ہے (أُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا ....) اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ کافروں سے جنگ کرنے کا حکم علی الاطلاق ہے۔ مگر امام موصوفؒ نے آیت سے اس حدیث کے مفہوم کو مقید کر دیا ہے۔ (دیکھئے کتاب الایمان باب ۱۷، تشریح روایت نمبر ۲۵)

غرض امام موصوفؒ نے اسی مذہب کو اپنی تصنیف میں شروع سے لے کر آخر تک ملحوظ رکھا ہے کہ قرآن مجید اصل ہے اور حدیث اس کی شارح اور تابع۔ چنانچہ آپ نے اپنی تصنیف کو بَدْءُ الْوَحْيِ سے اسی لئے شروع کیا ہے کہ اسلام کے تمام اصول وفروع وحی الٰہی اور نبوت پر مبنی ہیں اور اسی پر ان اسلامی قواعد وضوابط کا دارومدار ہے جن کی تفصیل وتشریح ایک طرف تعامل اور دوسری طرف حدیث نبوی کرتی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخارا کے ایک ایرانی خاندان میں (جس کے مورثِ اعلیٰ بَرْدِزْبَہ زرتشتی تھے) بروز جمعہ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ (مطابق ۲۱ جولائی ۸۱۰ء) پیدا ہوئے۔ بردزبہ کے بیٹے مغیرہ نے یمان جعفیؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ مغیرہ امام موصوفؒ کے پردادا تھے اور جعفیؒ کی روحانی نسبت سے اس زمانے کے دستور کے مطابق وہ اور ان کے خاندان کے افراد جعفیؒ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ امام موصوفؒ کے دادا کا نام ابراہیم تھا اور باپ کا نام اسماعیل جو ایک متمول تاجر تھے۔ انہوں نے بوقت وفات اپنی اولاد کے لئے بہت بڑا سرمایہ چھوڑا اور فرمایا کہ اس مال میں ایک درہم بھی حرام یا مشتبہ نہیں۔ حضرت اسماعیل بن ابراہیم کے متعلق ابن حبان کی تصنیف (کتاب الثقات) میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ چوتھے طبقہ کے راویوں میں شمار کئے جاتے تھے اور انہوں نے حماد بن زید اور امام مالک علیہما الرحمۃ سے کچھ روایتیں نقل کی ہیں اور یہ کہ علماء عراق نے ان کی روایت پر اعتماد کیا ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے بھی تاریخ الکبیر میں اپنے والد کا ذکر بایں الفاظ کیا ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ نے امام مالک اور حماد بن زید سے سنا اور یہ کہ وہ ابن المبارک کی صحبت میں رہے۔

امام محمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوگئی اور انہوں نے اپنے بڑے بھائی احمد اور والدہ کی سرپرستی میں پرورش پائی اور تعلیم حاصل کی۔ ان کی عمر سولہ سال کی تھی جب وہ اپنی والدہ

اور بھائی کے ساتھ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ آئے اوران کے لوٹنے کے بعد وہ تحصیل علم کے لئے یہیں رہ گئے۔
(هدى السارى مقدمة فتح البارى. ذكر نسبه و مولده نيز ذكر سيرته و شمائله صفحہ ۶۶۹-۶۷۱)

امام موصوفؒ نے صغرسنی میں ہی اپنی خداداد استعدادِ ذہنی کا اظہار کیا۔ اُن کی قوت حافظہ واستحضار اور قوت موازنہ و تطبیق خارق عادت طور پر قوی تھی۔ سبق لکھنے یا یاد کرنے کی انہیں قطعاً ضرورت نہ ہوتی۔ متعدد بار ان کے ہم مکتبوں اور ہم عصروں نے احادیث کی سندیں تبدیل کر کے اُن کے حافظہ کا امتحان لیا۔ مگر کبھی انہوں نے خطا نہیں کی۔ یہاں تک کہ ان کے اساتذہ بھی اپنی مسندیں صحیح کرنے کے لئے انہیں دیتے۔ شارحین نے کئی ایک حیرت انگیز واقعات بیان کئے ہیں۔ جن کے اعادہ کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔ خود اس کتاب کے مطالعہ سے ان کی حیرت انگیز استعدادِ ذہنی کا پتہ لگ جائے گا۔ (هدى السارى مقدمة فتح البارى. ذكر جمل من الأخبار الشاهدة لسعة حفظه صفحہ ۶۷۹)

ان کی قوتِ حافظہ وموازنہ کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ کم وبیش چھ لاکھ روایتیں مع ان کی سندوں کے انہیں یاد تھیں۔ جن میں سے بڑی تدقیق و تحقیق اور انتہائی چھان بین کے بعد انہوں نے اپنی اس تصنیف کے لئے چار ہزار کے قریب مستند روایتیں منتخب کیں۔ ان میں سے دو ہزار سات سو اکسٹھ صحابہ کرامؓ کی موصول روایتیں ہیں۔ یعنی ان کا سلسلہ اسناد براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے اور اگر مکرر روایتوں کو ان کے ساتھ شمار کیا جائے تو کل سات ہزار تین سو ستانویں روایتیں ہوتی ہیں اور اگر مختلف حوالہ جات کو بھی شمار کیا جائے تو یہ کل نو ہزار بیاسی روایتیں ہوں گی۔ یہ تعداد شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حساب کی رو سے بنتی ہے اور جہاں تک میں نے مقابلہ کر کے دیکھا ہے، انہوں نے اپنے شمار میں نہایت ضبط سے کام لیا ہے اور ہر ایک قسم حدیث جدا جدا گنی ہے۔☆
(دیکھئے مقدمہ فتح الباری. الفصل العاشر فى عدّ أحاديث الجامع صفحہ ۶۵۴، ۶۵۷، ۶۵۹)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو صحیح اور مستند روایات کی تفحیص و ترتیب میں پورے سولہ برس لگے اور جب انہیں تحقیق سے کسی روایت کی صحت ثابت ہو جاتی تو دو رکعتیں پڑھ کر دُعائے استخارہ کرنے کے بعد اُسے اپنی کتاب میں درج کرتے۔
(هدى السارى مقدمة فتح البارى. ذكر فضائل الجامع الصحيح. صفحہ ۶۸۳)

ان کے کاتب محمد بن ابوحاتم کہتے ہیں کہ وہ اُن کے ساتھ سفر وحضر میں رہے۔ امام موصوفؒ رات کو بعض وقت پندرہ پندرہ بیس بیس دفعہ اُٹھتے اور چقماق کے ذریعہ سے دیا جلاتے اور احادیث کے متعلق کچھ نوٹ کرتے اور پھر لیٹ جاتے۔ (هدى السارى مقدمة فتح البارى. ذكر سيرته و شمائله. صفحہ ۶۷۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل ودماغ کے اندر ہی اندر روایتوں کے متعلق غور وفکر، تحقیق وتدقیق، جرح وقدح اور موازنہ ومقابلہ کا تانتا بندھا رہتا تھا اور یہ سلسلہ تفکیر بحالت خواب بھی جاری رہتا۔ جونہی کسی امر کے متعلق انہیں انشراح ہوتا اسے قلم بند کرتے۔ سفروں کے اثناء میں آپؒ پر ایک وقت ایسا بھی آیا ہے کہ وطن سے خرچ نہیں پہنچا اور آپ نے دو دو دن زمین کے گھاس پات کھا کر خاموشی سے

☆ چنانچہ موجودہ ایڈیشن میں فتح الباری کے مطابق احادیث کے نمبر لگائے گئے ہیں۔ (مرتب)

گزار دیئے اور تیسرے دن خرچ ملا۔(هدی الساری مقدمة فتح الباری. ذکر سیرته و شمائله. صفحہ۶۷۲)

امام موصوفؒ کو احادیث کی چھان بین میں بہت کچھ بادیہ پیمائی کرنی پڑی اور اس اثناء میں جہاں ان کا دل و دماغ روایات کے بحر ذخار میں لَا اَبْـرَحُ حَتّٰـی اَبْـلُـغَ مَـجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ کہتے ہوئے اپنا اپنا سفر طے کر رہے تھے۔ان کے تن خاکی نے بھی مشرق و مغرب کے طول وعرض کی خاک بار بار چھانی ہے تا اس شوق بے کراں میں کسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دُرَرِ بے بہا ان کے ہاتھ لگیں اور وہ ان سے خیالات واہیہ کی گرد وغبار جھاڑ پونچھ کر ان کو سنہری ڈبیوں میں بند کر کے محفوظ طاقچوں میں رکھ دیں۔آپ نے اپنی اس صحرا نوردی اور دشت پیمائی میں نہ صرف یہ کیا کہ خوبصورت پھولوں کی بکھری ہوئی پنکھڑیاں ایک ایک کر کے جمع کیں بلکہ انتہائی جسمانی کوفت اور دماغ سوزی سے کام لیتے ہوئے ان سے ایک نہایت قیمتی خلاصہ عطر تیار کیا ہے۔کہا جاتا ہے کہ بابوں کی ترتیب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارکہ کے پاس استخارہ کرنے اور دعائیں مانگنے کے بعد دی۔لیکن احادیث کی جمع وتدوین کا کام وہ اپنے ان طول طویل سفروں کے اثناء میں ہی کرتے رہے۔

(عمدة القاری. فوائد تتعلق بصحیح البخاری. الجزء الاول صفحه۵)

(هدی الساری مقدمة فتح الباری. ذکر فضائل الجامع الصحیح. صفحہ۶۸۳)

معیار صحت حدیث: امام موصوفؒ نے اپنے اس ثمرۂ جدوجہد کا نام☆ ''مختصر جامع مسند صحیح'' رکھا ہے۔ آپ نے روایات کے بحر ذخار میں سے انتخاب کرتے وقت اس قاعدہ کلیہ کو بطور معیار صحت کے مدنظر رکھا ہے کہ روایت زیر تحقیق کو قرآن مجید یا سنت نبویہؐ سے بھی تائید حاصل ہوتی ہے یا نہیں۔امام احمد عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلیم بن مجاہد کے حوالہ سے امام بخاریؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: لَا اَجِیْءُ بِحَدِيْثٍ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّـابِعِيْـنَ اِلَّا عَـرَفْـتُ مَوْلِدَ اَكْثَرِهِمْ وَوَفَاتِهِمْ وَمَسَاكِنِهِمْ وَلَسْتُ اَرْوِیْ حَدِيْثًا مِّنْ حَدِيْثِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ يَعْنِیْ مِنَ الْمُوْقُوْفَاتِ اِلَّا وَلَهٗ اَصْلٌ اَحْفَظُ ذٰلِكَ عَنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ (هدی الساری مقدمة فتح الباری. ذکر جمل من الأخبار الشاهدة لسعة حفظه....صفحہ۶۸۱) یعنی جب تک مجھے صحابہؓ اور تابعینؒ کی تاریخ ولادت ووفات اور جائے پیدائش کا علم نہ ہو جاتا؛ میں کبھی کسی صحابیؓ یا تابعیؒ کی روایت درج نہیں کرتا۔نیز موقوف روایتیں اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک کہ قرآن مجید اور سنت نبویہ سے اس کی تائید نہیں ہو جاتی۔امام موصوفؒ کو تاریخ سے بھی کمال درجہ شغف تھا۔چنانچہ انہوں نے اٹھارہ برس کی عمر میں جبکہ وہ مدینہ منورہ میں طالب علم تھے؛ تاریخ پر ایک مبسوط کتاب لکھی۔(هدی الساری. صفحہ۶۷۰)انہیں کئی ہزار راویوں کے نام اور حالات ازبر یاد تھے۔سولہ سال کی عمر میں عبداللہ بن مبارک اور وکیع کی کتابیں حفظ کر چکے تھے۔(هدی الساری صفحہ۶۶۹)قرآن مجید کے بھی حافظ تھے۔

☆ علامہ عینیؒ نے اس کتاب کا نام ''الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللّٰہ ﷺ و سننه و ایامه'' درج کیا ہے۔(عمدۃ القاری جزء اول۔فوائد تتعلق بصحیح البخاری صفحہ۵) جبکہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ''الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللّٰہ ﷺ و سننه و ایامه'' بتایا ہے۔(مقدمة فتح الباری. الفصل الثانی فی بیان موضوعه. صفحہ۱۰)

صحیح مسند بخاری کا مأخذ اور طریق انتخاب: انہوں نے روایات کے انتخاب میں علاوہ مذکورہ بالا قاعدہ کے یہ قاعدہ بھی مدنظر رکھا کہ روایت کم از کم ایک ثقہ صحابی سے مروی ہو۔ جس کی سند متصل غیر منقطع ہو اور صحابی سے روایت کرنے والے تابعین بھی ثقہ ہوں اور ان کے درمیان اختلاف نہ ہو اور اس میں عموماً ایسے صحابی کی روایت کو ترجیح دی ہے جس سے دو یا دو سے زیادہ تابعین نے روایت کی ہے۔ وعلیٰ ھذا القیاس تبع تابعین کے متعلق بھی یہی احتیاط برتی گئی ہے۔ کسی راوی کے ثقہ ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ متدین مسلمان، چال چلن کا نیک، ہر ایک تہمت سے مبرا، حافظہ کا مضبوط، عقل وادراک کا مالک اور راست گوئی اور راست روی میں خاص طور پر شہرت رکھتا ہو اور جس شخص سے اس نے روایت کی ہے، اس سے اس کا ملنا ثابت ہو۔ امام مسلم بن الحجاجؒ نے کم از کم دو ثقہ ہم عصر تابعین کی شرط پر اکتفاء کیا ہے۔ خواہ ان کی آپس میں ملاقات ثابت ہو یا نہ ہو۔ صرف ملاقات کے امکان تک ہی اپنی تحقیق کو محدود رکھا ہے۔

صحت روایت میں امام محمد بن اسماعیلؒ کی شرائط نقد و تعدیل نہایت کڑی ہیں۔ انہوں نے چار سو تیس سے کچھ اوپر راویوں سے روایتیں اخذ کی ہیں۔ جن میں سے اسی (۸۰) راویوں کے متعلق بعض اعتراض ہوئے ہیں۔ لیکن یہ اسی (۸۰) راوی اکثر ان کے وہ مشائخ ہیں جن سے امام موصوفؒ ملے اور ان کی صحبت میں ایک عرصہ رہ کر ان کے حالات معلوم کئے اور ان سے تبادلہ خیالات کر کے ان کی روایتوں کو جانچا اور پرکھا اور اُس وقت تک ان کی روایتوں کو قبول نہیں کیا جب تک کہ اپنے اصولِ نقد یعنی قرآن مجید اور سنت نبویہؐ کے ذریعہ اور دیگر ممکن ذرائع سے انہیں جانچ نہیں لیا۔ چنانچہ امام موصوفؒ نے اپنی صحیح میں جب ایسے راوی سے روایت کی ہے جس کے متعلق کسی شبہ کا احتمال ہو تو وہاں انہوں نے خود ہی اعتراض کا جواب بھی دیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ امام موصوفؒ نے اپنے انتخاب میں اکثر طبقہ اولیٰ کے راویوں کی حدیثوں کو قبول کیا ہے اور طبقہ ثانیہ کی سب روایتیں قبول نہیں کیں بلکہ ان میں سے اپنی شرائط کے مطابق بہترین کو اختیار کیا ہے۔ طبقہ اولیٰ وثانیہ سے مراد اس مثال سے واضح ہوگی کہ قرن اول کے تابعی محدثین میں سے زُہری رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے پائے کے محدث ہیں جو امام مالکؒ کے استاد تھے۔ اب امام بخاریؒ کے نزدیک زُہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والے اعلیٰ طبقہ کے وہ راوی ہوں گے جو ہر لحاظ سے ثقہ ہوں۔ اُن کا حافظہ بھی عمدہ ہو اور ان کی روایت کے الفاظ میں ربط وضبط بھی ہو اور اس میں کسی قسم کی تدلیس واقع نہ ہوئی ہو۔ علاوہ ازیں وہ راوی زُہری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں سفر وحضر میں ایک لمبا عرصہ رہے ہوں۔ جیسے یونس بن یزید، عقیل بن خالد، مالک بن انس، سفیان بن عُیینہ، شعیب بن ابی حمزہ۔ مگر جن راویوں کو ان کے ساتھ تھوڑا عرصہ رہنے کا موقع ملا ہے انہیں امام موصوفؒ نے طبقہ ثانیہ میں شمار کیا ہے اور طبقہ ثالثہ سے مراد وہ راویان ہیں جنہیں صحبت میں رہنے کا موقع نہیں ملا خواہ ان کی ملاقات ثابت ہو۔ حالانکہ وہ ثقہ ہونے کے لحاظ سے باقی تمام صفاتِ ضروریہ میں طبقہ اولیٰ کے راویوں کے ہم پلہ ہیں۔ اَوزاعی، لیث بن سعد، عبدالرحمٰن بن خالد بن مسافر اور ابن ابی ذئب طبقہ ثانیہ کے

راویوں میں سے ہیں۔ پہلے طبقہ میں سے ہونا امام بخاریؒ کی شرطوں میں سے ایک اہم شرط ہے اور ان کی روایات کا دارومدار اکثر اسی طبقہ اولیٰ پر ہے اور ایسی روایتیں کم ہیں جن کا تعلق طبقہ ثانیہ سے ہو اور اس طبقہ کی روایتیں نقل کرنے کے متعلق یہ مزید احتیاط برتی ہے کہ انہیں بطور تعلیق کے نقل کیا ہے اور شاذ و نادر ہی طبقہ ثالثہ سے روایتیں اخذ کی ہیں جنہیں نہ صرف بطور تعلیق کے نقل کیا ہے بلکہ ان کے متعلق اور احتیاطیں بھی برتی ہیں۔ جیسے قرآن مجید اور سنت نبویہ کے ساتھ تطبیق دینے کی۔ طبقہ ثالثہ میں جعفر بن برقان، سفیان بن حسین اور اسحاق بن یحییٰ کلبی جیسے لوگ ہیں۔ جن کے متعلق یہ تو ثابت ہے کہ وہ زہریؒ سے ملے مگر یہ ثابت نہیں کہ انہیں ان کے ساتھ رہنے کا موقع بھی ملا۔ یہ طریق اُن رواۃ کے متعلق اختیار کیا گیا ہے جن سے نافع، اعمش اور قتادہ جیسے تابعینؒ کی روایتیں بکثرت مروی ہیں۔ لیکن جن تابعین سے روایتیں کم مروی ہوئی ہیں ان کے متعلق طبقات ثلاثہ میں سے اس اصل کو مدنظر رکھا ہے کہ وہ ثقہ ہونے کی تمام شروط اپنے اندر رکھتے ہوں اور ان کے متعلق بھول چوک کا احتمال کم ہو۔ جیسے یحییٰ بن سعید انصاری اور اس پر مزید احتیاط یہ اختیار کی ہے کہ ان مؤخر الذکر راویوں کی صرف وہی روایتیں قبول کی ہیں کہ جن کے روایت کرنے میں دوسرے ثقہ راوی بھی شریک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس غایت درجہ کی احتیاط اختیار کرنے میں امام موصوفؒ اپنے تمام ساتھیوں پر سبقت لے گئے ہیں۔

(ھدی الساری مقدمة فتح الباری. الفصل الثانی فی بیان موضوعه. صفحہ ۱۰-۱۲)

مشکلات کی کٹھن منزل: شیخ الاسلام احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان راویوں کی تقسیم بلحاظ مراتب کے کی ہے۔ جس کا خلاصہ اپنے مقام پر دیا جائے گا۔ اس جگہ جس بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ امام موصوفؒ کو احادیث کے پرکھنے میں جرح وقدح اور نقد و تعدیل کے بہت قوی اور مضبوط اصول تجویز کر کے ان اصول کو اُنہی روایات پر چسپاں کرنے میں بہت بڑی محنت برداشت کرنی پڑی ہے۔ اس کا اندازہ اول تو اسی امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ چھ لاکھ روایتوں میں سے صرف تین چار ہزار کے قریب قبول کی ہیں۔ ثانیاً تیسری صدی ہجری کے حالات پر نظر رکھنے سے بھی ان کی محنت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ زمانہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور پیشگوئی خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ (بخاری کتاب المناقب باب فضائل اصحاب النبی ﷺ. روایت نمبر: ۳۶۵۰) کے مطابق نسبتاً اچھا زمانہ تھا اور تابعین اس میں بکثرت پائے جاتے تھے۔ جس ورثہ امانت کو صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد☆ کے ماتحت لوگوں کو پہنچایا تھا۔ اس کو محفوظ رکھنے والے امین موجود تھے۔ مگر باوجود اس کے اس زمانہ میں کثرت سے روایتیں وضع بھی کی گئی ہیں اور روایت کرنے والوں کی اس قدر کثرت ہوگئی تھی کہ محققین کو پانچ لاکھ اشخاص کے حالات کی تحقیق میں سرگردان ہونا پڑا۔ صرف ایک سمرقند کے شہر میں چھ سو اور بصرہ کے شہر میں ایک ہزار کے قریب روایت کرنے والے موجود تھے۔ راویوں اور روایتوں کے اس سیلاب عظیم کے علاوہ یہ آفت بھی تھی کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ مذاہب در مذاہب پیدا ہوتے چلے گئے اور ہر مذہب نے اپنی

☆ (ارشادِ نبویؐ مذکورہ بخاری. کتاب العلم. باب ۳۷: لیبلغ العلم الشاهد الغائب. روایت نمبر ۱۰۴)

حمایت میں موضوعہ اور غیر موضوعہ روایتوں کی آڑ لی اور اپنے لئے مسندیں اور مجموعے تیار کئے۔ عراق خصوصاً بصرہ اس وقت اِن مذاہب کا مرجع تھا۔ جہاں شیعہ، رافضی، خوارج، معتزلہ، کرامیہ، مرجیہ اور زنادقہ روایتوں کے گھڑنے میں کھلے بندوں مشغول تھے۔ ان سب آفتوں کی آفت متصوفین کا وہ گروہ تھا جس نے کسی نیک بات کی ترغیب یا بری بات سے ترہیب کی خاطر اچھی بری روایتیں وضع کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انہیں نسبت دینا اپنا جائز حق سمجھا ہوا تھا۔ جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب التقریب والتیسیر میں فرماتے ہیں: يُحْرَمُ الرِّوَايَةُ مَعَ الْعِلْمِ بِهٖ فِيْ أَيِّ معنى كان إلّا بَيّنًا، وَيُعْرَفُ الْوَضْعُ بِاِقْرَارِ وَاضِعِهٖ أَوْ مَعْنَى اِقْرَارِهٖ، أَوْ قَرِيْنَةٌ فِيْ الرَّاوِيْ أَوِ الْمَرْوِيِّ. فَقَدْ وُضِعَتْ أَحَادِيْثُ يَشْهَدُ بِوَضْعِهَا رُكَاكَةُ لَفْظِهَا وَمَعَانِيْهَا .... وَالْوَاضِعُوْنَ أَقْسَامٌ أَعْظَمُهُمْ ضَرَرًا قَوْمٌ يَنْسِبُوْنَ اِلَى الزُّهْدِ وَضَعُوْهُ حِسْبَةً فِيْ زَعْمِهِمْ فَقُبِلَتْ مَوْضُوْعَاتُهُمْ ثِقَةً بِهِمْ وَجَوَّزَتِ الْكَرَامِيَّةُ الْوَضْعَ فِيْ التَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ، وَهُوَ خِلَافُ إِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ يُعْتَدُّ بِهِمْ، وَوَضَعَتِ الزَّنَادِقَةُ جُمَلاً ....

(التقريب للنووی. أقسام الحديث. النوع الحادی والعشرون. الموضوع)

متصوفہ اور واعظین کا یہ گروہ بے دھڑک روایتیں گھڑ لیا کرتا تھا۔ تدریب الراوی[1] میں المؤمّل بن اسماعیل سے ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ کسی شیخ نے ان کو براویت حضرت اُبی بن کعبؓ قرآن مجید کی سورتوں کے فضائل مرفوعاً بتلائے جس پر اس سے سند دریافت کی گئی تو اس نے مدائن کے ایک راوی کا پتہ دیا۔ امام موصوفؒ وہاں پہنچے تو اس نے بصرہ کے ایک راوی کا پتہ دیا۔ پھر وہ بصرہ پہنچے۔ بصرہ والے راوی سے پتہ چلا کہ اصل راوی ایک زاہد صوفی بزرگ ہیں جو عبادان میں رہتے ہیں۔ چنانچہ امام موصوفؒ وہاں پہنچے اور اس صوفی سے ملاقات کی۔ یہ بزرگ امام موصوفؒ کو ایک اور بزرگ کے پاس لے گئے جنہوں نے ان کو بتلایا کہ یہ روایت ان کی خود ساختہ ہے۔ چونکہ لوگ قرآن مجید کی طرف توجہ نہیں کرتے اس لئے انہیں تحریص وترغیب دلانے کی خاطر یہ حدیث وضع کی گئی ہے۔

(تدریب الراوی. النوع الحادی والعشرون. اقسام الوضاعین. جزء اول صفحہ ۲۸۸)

اس سے جہاں بعض متصوفین کی روایات کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے وہاں اس راہ میں امام موصوفؒ اور آپ جیسے دیگر محققین کی مشکلات کا اندازہ بھی آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔

فنِ اسماء الرجال کی پیدائش: روایتوں کے اس سیلاب مواج کو دیکھ کر سب سے پہلے یحییٰ بن سعید القطان اور ابن المدینی کو جو اعلیٰ درجہ کے نقاد مانے گئے ہیں اور ان کے بعد عُقَیلی، احمد بن عبد العجلی (تیسری صدی کے وسط میں) امام عبدالرحمٰن بن حاتم (چوتھی صدی کے ابتداء میں) اور ابن عدی جیسے علمائے کرام کو فکر لاحق ہوئی اور انہوں نے نہایت محنت سے فنِ اسماء الرجال کی بنیاد ڈالی جس کا اسپنگر جیسے

---

[1] تدریب الراوی امام جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب ہے جس میں انہوں نے تقریب کی شرح لکھی ہے۔ مشارٌ الیہ واقعہ گو باعتبارِ سند قابل تحقیق ہو، مگر حقیقت حال کی صحیح تصویر ہے۔ کرامیہ، زنادقہ اور بعض متصوفین نیک غرض کے لئے حدیث وضع کرنا جائز سمجھتے تھے۔ (تدریب الراوی. النوع الحادی والعشرون. اقسام الوضاعین. جزء اول صفحہ ۲۸۳)

یورپ کے محققین کو بھی اعتراف ہے کہ ان علماء نے راویوں کی جانچ پڑتال میں انتہائی طاقت صرف کی اور ایسے معیار تجویز کئے کہ ان سے بڑھ کر صادق اور کاذب کے درمیان تمیز کرنے کا کوئی معیار تصور میں نہیں لایا جا سکتا۔

ان متقدمین کے ثمراتِ محنت وکاوش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چھٹی، ساتویں، آٹھویں اور نویں صدی میں علامہ محبّ الدین بغدادی، امام ابن جوزی، امام ابن حجر عسقلانی اور ذہبی نے فنِ اسماء الرجال میں مستقل اور ضخیم کتابیں تصنیف کیں۔ رجال کی ترتیب قائم کی اور حدیثوں کے جانچنے کے اصول وضع کئے۔ امام بخاریؒ نے بھی تاریخ کبیر اور تاریخ صغیر اسی غرض سے لکھی۔ خلاصہ ان کی تحقیق وتمحیص کا یہ ہے کہ کسی حدیث کی صحت یا عدم صحت کے معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے اصولِ روایت ودرایت کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔

خلاصہ اصول روایت: اصول روایت کے ماتحت دیکھا جائے کہ آیا روایت کرنے والا اور سننے والا دونوں ثقہ ہیں اور یہ کہ پہلا راوی جو واقعہ بیان کرتا ہے وہ خود اس واقعہ کے وقت موجود تھا یا نہیں اور یہ کہ وہ واقعہ اس کی اپنی دید ہے یا شنید اور آیا اس کے ساتھ کوئی ایسی شہادتیں موجود ہیں جن سے اس کی روایت کی تصدیق ہوتی ہو اور یہ کہ دونوں روایت کرنے والے ہم عصر بھی ہیں یا نہیں اور آیا ایک دوسرے سے انہوں نے ملاقات بھی کی ہے اور اس ملاقات کا ثبوت بھی بہم پہنچا ہے یا نہیں۔ نیز یہ بھی دیکھا جائے کہ سلسلہ روایت متصل ہے اور کہیں سلسلہ روایت ٹوٹا تو نہیں اور یہ کہ راوی گو بظاہر متقی و پرہیزگار ہے۔ مگر کوئی غرض اس کے مدنظر تو نہ تھی۔ مثلاً وہ کسی خاص مذہب کی تائید میں یا کسی مذہب سے تعصب رکھتے ہوئے روایت کرتا ہو۔

اصول درایت: اصول درایت کے ماتحت یہ دیکھا جائے کہ مضمون روایت فی نفسہٖ اسلام کے اصولی عقائد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن متواترہ کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ بیان کردہ واقعہ کی تائید معتبر شواہد تاریخیہ سے بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ اور آیا کہیں راوی کو اس بات یا واقعہ کے سمجھنے یا دیکھنے میں غلطی تو نہیں لگی؟ اور جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ مفصل ہے یا مجمل اور اگر کسی اور سند سے جو زیادہ قابل اعتبار اور صحت کے قریب ہے کسی روایت کی تکذیب ہوتی ہو تو ایسا راوی اور اس کی روایت دونوں ساقط الاعتبار سمجھے جائیں گے۔

بعض ائمہ نے جن میں سے امام ابن جوزی بھی ہیں احادیث کے پرکھنے کے بارے میں یہاں تک احتیاط برتنے کا مشورہ دیا ہے کہ محض کسی راوی کے تقویٰ وتورع سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے اور نہ اس سے کہ وہ اپنی روایت میں کسی صحابی کا نام لیتا ہے۔ بلکہ اگر روایت خلافِ عقل اور خلافِ اصول ہے تو جان لو کہ وہ موضوع ہے۔ اس کے راویوں کے متعلق جرح اور تعدیل اور جانچ پڑتال کی بھی ضرورت نہیں یا اگر روایت میں کوئی ایسا بیان ہو جو حس اور مشاہدہ کے برخلاف ہے یا قرآن مجید کے نصوص یا اجماع قطعی کے مخالف ہے اور اس میں کسی قسم کی معقول تاویل کام نہ دیتی ہو۔ یا کوئی ایسی روایت ہو جس میں معمولی معمولی بات پر سخت عذاب کی دھمکی دی گئی ہو۔ یا کسی حقیر اور ادنیٰ عمل کو اس طرح بڑھا چڑھا کر دکھایا گیا ہو کہ اس پر بڑے بڑے ثواب اور انعام واکرام مترتب کئے گئے ہوں تو وہ ردّ کر دینے کے قابل ہوگی۔ ایسی روایتیں بازاری قصہ گوؤں کے کلام میں بکثرت پائی جاتی ہیں جو قطعاً قابل اعتبار نہیں ہوتیں۔ اسی طرح اگر ایک شخصِ واحد ایسے

لوگوں سے روایت کر رہا ہے جس کے مضمون کا جاننا تمام مکلفین کے لئے بلا کسی عذر و حیلہ کے ضروری ہے یا روایت میں کسی ایسے بڑے کام کا تذکرہ ہے جس کے لئے بہت سے وسائل درکار ہوں یا روایت میں ایسی بات مذکور ہے کہ جس کے جھوٹ ہونے کی ایک بڑی جماعت نے تصریح کی ہے جس جماعت کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا اور ایک دوسرے سے محض سن سنا کر جھوٹ بولتے رہنا ناممکن ہے وہ بھی نا قابل پذیرائی ہوگی۔ (نیز دیکھئے فتح المغیث صفحہ ۱۴۰، ۴۸۱)

احادیث کی اقسام اور اصطلاحات:

غرض اس قسم کے اصول روایت اور اصول درایت کی کسوٹی کے معیار کے مطابق پرکھ کر صحت یا عدم صحت کے اعتبار سے احادیث کی چھ بڑی بڑی تقسیمیں کی گئی ہیں۔

اول: حدیث کے متن اور نفس مضمون کو مدنظر رکھتے ہوئے:

اسے **صحیح** قرار دیں گے بشرطیکہ اصولِ درایت کے مطابق ہو اور **ضعیف** ہوگی اگر اصولِ درایت کی رو سے اس میں کوئی نقص ہو۔ **حسن** ہوگی اگر بین بین کی حالت ہو۔ **موضوع** ہوگی اگر جعلی بنائی گئی ہو۔ **معلول** ہوگی اگر وہ بظاہر تمام شرائط کو اپنے اندر رکھے مگر کوئی خفیف سا شبہ اس کے متعلق کسی وجہ سے پیدا ہوتا ہو۔ **مدرج** ہوگی اگر اس میں اپنی طرف سے کچھ ملا یا گیا ہو۔ **مضطرب** ہوگی اگر اس میں راویوں کے متعلق اختلاف ہو اور **فرد** ہوگی اگر کسی خاص مقام سے مخصوص ہو یعنی مثلاً صرف مدینہ منورہ میں اس کا لوگوں کو علم ہے۔

دوم: راویوں کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے کے اعتبار سے:

اس وقت **صحیح** قرار دیں گے جب اس کے تمام راوی دینداری، صلاحیت، سلامت روی، راستبازی اور حافظہ وغیرہ قوئ ذہنیہ کے اعتبار سے صحیح وسالم اور ہر قسم کی تہمت سے مبرا ہونے میں خاص شہرت رکھتے ہوں اور ان کی روایتوں کے درمیان معناً یا لفظاً اختلاف نہ ہو اور اسے **حسن** قرار دیں گے اگر اس کے متعلق صرف لفظاً اختلاف ہو اور **ضعیف** ہوگی اگر ثقہ ہونے کے شروط میں سے کسی ایک شرط کی کمی ہو۔ **متروک** ہوگی اگر اس کے راویوں میں سے کوئی جھوٹ سے متہم ہوا ہو۔ **منکر** ہوگی اگر ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہو اور **معروف** ہوگی اگر اس کے متعلق سبھی کو اتفاق ہو۔

سوم: تسلسل اسناد کے اعتبار سے:

ایک حدیث کو **مرفوع** قرار دیں گے جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو اور **متصل** قرار دیں گے اگر سلسلہ وار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے۔ **منقطع** ہوگی اگر کوئی ایک حلقہ روایت سند کے وسط سے مفقود ہے۔ **معلق** ہوگی اگر ایک سے زیادہ حلقہ ہائے سند مفقود ہوں۔ **مسند** ہوگی اگر تمام راویوں کے نام مذکور ہوں اور **مرسل** کہلائے گی اگر کسی صحابی سے مروی ہو اور اس کا نام مذکور نہ ہو اور **معنعن** کہلائے گی اگر حرف "عَنْ" سے مروی ہو۔

چہارم: راویوں کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے:

حدیث کو **مشہور** قرار دیں گے اگر اس کے راویوں کی تعداد مختلف زمانوں اور جگہوں میں بکثرت ہو اور **متواتر** قرار دیں گے اگر اس کے راوی اس کثرت سے ہوں کہ ان کے درمیان جھوٹ پر اتفاق ہونا ناممکن ہو اور **غریب** ہوگی اگر ایک وقت (زمانہ) میں ایک ہی شخص روایت کرنے والا ہو اور **فرد** کہلائے گی اگر تمام زمانوں میں اس کا ایک راوی رہا ہو اور **عزیز** ہوگی اگر ہمیشہ دو راویوں سے مروی ہو اور **احاد** اگر متعدد راویوں سے مروی نہ ہو۔

پنجم: منبع روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے:

ایک حدیث کو **معروف** قرار دیں گے اگر روایت کردہ قول یا عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو یا کسی امر کے متعلق آپؐ نے اجازت دی ہو اور **موقوف** قرار دیں گے اگر کسی صحابی کا قول یا عمل یا اجازت ہو۔ **مقطوع** ہوگی اگر تابعین تک ہی پہنچتی ہو اور **منقطع** اگر صرف تبع تابعین تک پہنچے۔

ششم: طریق روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے:

ایک حدیث کو **مدلس** قرار دیں گے اگر کسی راوی نے اپنے ہم عصر کی سند پر اسے روایت کیا ہو جبکہ خود براہ راست اسے اصل راوی سے نہیں سنا اور روایت کرتے وقت ایسے طور سے بیان کرے کہ گویا اس نے اپنے ہم عصر راوی سے سنا ہے۔ **مدرج** شمار ہوگی اگر اس میں راوی نے کچھ اپنی طرف سے زیادتی کی ہو اور **معنعن** کہلائے گی اگر راوی یوں بیان نہ کرے کہ میں نے فلاں سے سنا یا فلاں کو ایسا کرتے دیکھا بلکہ یوں بیان کرے عَنْ فُلَانٍ عَنْ فُلَانٍ یعنی فلاں فلاں سے مروی ہے اور **مقلوب** کہلائے گی اگر راوی کے نام یا کنیت وغیرہ میں کوئی تصرف واقع ہوا ہو اور **مبہم** کہلائے گی اگر غیر معروف راوی سے مروی ہو یا اس میں کسی قسم کا اشتباہ واقع ہو۔

روایت باللفظ وروایت بالمعنیٰ:

علاوہ ازیں محدثین نے یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ آیا صحابہ کرامؓ سے جو باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبہ میں سے مروی ہیں وہ لفظاً ومعناً بھی وہی ہیں جو آپؐ نے فرمائے یا یہ کہ ان کی روایت میں الفاظ کا نہیں بلکہ صرف معانی کا ہی اہتمام رکھا گیا ہے جنہیں ان کی طرف سے الفاظ کا جامہ پہنایا گیا۔ اس اعتبار سے وہ بات جو ضبط الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہو اسے روایت باللفظ اور جو ضبط معانی کے ساتھ مروی ہو اسے روایت بالمعنیٰ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

کتاب العلم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول روایت کرتے وقت الفاظ اور معانی دونوں کا خیال رکھا کرتے تھے۔ الفاظ کے متعلق ان کے اہتمام کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ روایت میں جہاں کسی لفظ کے متعلق شک ہوا تو اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ یہ لفظ کہا یا یہ لفظ۔ (مثال کے لئے دیکھئے کتاب العلم روایت نمبر ۸۶، ۸۷، ۹۱، ۱۰۵، ۱۱۲، ۱۱۷) جیسا صحابہ کرامؓ نے اس شک کا اظہار کیا، ایسا ہی تابعین نے بھی اور تابعین سے روایت کرنے

والوں نے بھی۔ اُن میں سے ہر ایک گروہ نے روایت کرنے میں جہاں تک لفظی ضبط کا تعلق ہے التزام کے ساتھ اس امر میں ایک دوسرے کی تقلید کی ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرامؓ کی تعلیم میں لفظی صحت اور ضبط کا خیال رکھا کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک صحابی کو دعا سکھلاتے ہوئے وَرَسُوْلِکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ کی تصحیح ان الفاظ سے فرمائی: لَا، وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ. اور صحابی نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محولہ بالا دعا کا دوسروں سے ذکر کیا تو ساتھ ہی اپنی غلطی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کا بھی ذکر کیا۔ (بخاری. کتاب الوضوء باب: فضل من بات علی الوضوء: ۲۴۷) اس روایت سے بھی یہ بات بالوضاحت ثابت ہوتی ہے کہ صحابہ کرامؓ نقل میں صحت لفظی کا اہتمام رکھتے تھے۔ ایسا ہی وہ معانی کو بھی محفوظ رکھنے کی پوری پوری کوشش کرتے۔ جیسا کہ کتاب العلم کی روایت نمبر۸۳، ۸۸ اور ۱۰۳ سے عیاں ہے۔

اگر صحابہ کرامؓ الفاظ کو ضبط نہ کرتے اور صرف معنی کو ہی محفوظ رکھنا کافی سمجھتے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد رُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ (کتاب العلم باب ۹ و ۴۹) کے ماتحت ہمارے ذہنوں کے لئے کام کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی۔ ایک سننے والے کے لئے اپنی عقل وفکر استعمال کرنے کا موقع اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ جب وہ الفاظ محفوظ ہوں جن سے لطیف معانی اخذ کئے جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ الفاظ ہی محفوظ نہ رہے تو استنباط کس طرح ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی بالکل ممکن ہے کہ ان الفاظ کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے نکلے، کوئی اور مفہوم ہو اور سننے والے صحابی نے کچھ اور سمجھا ہو۔ جیسا کہ فی الواقعہ ایسا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلمہ حکمت فرمایا جس کا مفہوم حضرت ابو ہریرہؓ نے کچھ سمجھا اور حضرت عمرؓ نے کچھ اور۔ (مسلم. کتاب الایمان. باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ) نیز دیکھئے تشریح روایت نمبر ۱۲۹، ۱۳۶۔

صرف الفاظ کے ضبط ہونے کی صورت میں ہی ہم صحیح طور پر اندازہ کرسکتے ہیں کہ ان میں سے کس نے الفاظ کا مدعا و مقصود صحیح سمجھا اور کس نے غلط۔ صرف معنی کے محفوظ رہنے کی صورت میں کئی قسم کے احتمالات کی گنجائش باقی رہتی ہے اور ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ آیا جو مفہوم اور معنی ایک صحابی ہم کو پہنچا رہا ہے، وہ فی الواقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تھی۔ اس لئے صحابہ کرامؓ نے روایت نقل کرتے وقت غایت درجہ احتیاط سے کام لیا کہ آپؐ کے الفاظ اور معنی کو حتی الوسع محفوظ رکھا اور اگر انہیں کسی امر کے متعلق شک ہوا تو شک کا اور اگر کسی بات کے متعلق علم نہ ہوا تو اپنی لاعلمی کا اظہار کردیا اور اسی امر کی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمائی اور انہیں شدید الفاظ میں ڈرایا کہ کوئی ایسی بات آپ ﷺ کی طرف منسوب نہ کی جائے جو آپؐ نے نہ کہی ہو۔ (بخاری. کتاب العلم. باب اثم من کذب علی النبی ﷺ. روایت نمبر: ۱۱۰)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلم میں باب ۳۷ قائم کرکے باب ۹ کے عنوان کو دہرایا ہے اور اس میں ایک نہایت عمدہ مثال سے واضح کیا ہے کہ اگر الفاظ کا ضبط نہ ہو تو معانی کو آسانی سے بگاڑا جاسکتا ہے۔ باب ۳۷ کے بعد باب ۴۴ تک جو عنوان قائم کئے گئے ہیں ان سے دراصل یہی بتلانا مقصود ہے کہ صحابہ کرامؓ کو حدیث نبویؐ کے الفاظ محفوظ کرنے کا بھی فکر و اہتمام ہوتا تھا اور یہ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو ہی نقل کرتے اور تابعین بھی الفاظ کے نقل کرنے میں صحابہؓ

کی ہو بہو اتباع کرتے تھے۔ باب ۴۴ قائم کرنے سے امام موصوفؒ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و تربیت کے ماتحت ہمہ دانی کا دعویٰ نہ تھا اور یہ کہ جہاں کہیں انہیں کسی بات کا علم نہ ہوتا یا کسی امر کے متعلق شبہ ہوتا تو وہ اپنی لاعلمی کے شبہ کا اظہار کر دیتے تھے۔ محولہ بالا باب میں جو ایک لمبی روایت نقل کی گئی ہے اس کے بیان کرنے والوں کے الفاظ میں ضرور اختلاف ہے۔ مگر یہ اختلاف ایسا نہیں جو معانی میں بہت بڑا فرق ڈالنے والا ہو۔ ایک راوی نے کہا: اَیُّ النَّاسِ اَعْلَمُ (روایت نمبر ۱۲۲) اور دوسرے نے کہا: هَلْ تَعْلَمُ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْکَ (روایت نمبر ۴۷) یہ دونوں جملے تقریباً ہم معنی ہیں۔ اس قسم کے لفظی اختلاف کا واقع ہونا ممکن ہے۔ مگر نوف بکالی والا اختلاف (مذکورہ روایت نمبر ۱۲۲) جو بالکل ایک متضاد مفہوم پیدا کر دیتا ہے، صحابہ کرامؓ کی روایتوں میں شاذ و نادر ہی ملتا ہے۔ جہاں اس قسم کا اختلاف پیدا ہوا، وہ اپنے زمانہ میں ہی ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ خیال کر کے الفاظ کو ضبط میں لے آئے اور اس طرح اس اختلاف کو دور کر لیا۔

امام بخاریؒ نے اس بحث کے دوران باب ۴۰، ۴۱ قائم کر کے الفاظ کی صحت و ضبط کے متعلق تین روایتیں (نمبر ۱۱۵ تا ۱۱۷) بطور مثال کے پیش کی ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ اور معانی دونوں از خود دلالت کرتے ہیں کہ وہ کلمات طیبہ سرچشمہ نبوت سے صادر شدہ ہیں۔ دوسری روایت میں ایک پیشگوئی کا ذکر ہے جو پوری صحت کے ساتھ وقوع میں آئی اور اس کا وقوع میں آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور یہ کہ صحابہؓ نے انہیں ضبط کے ساتھ نقل کیا۔ تیسری روایت اس بات کے ثبوت میں پیش کی گئی ہے کہ راوی کو جہاں بھی کسی لفظ کے متعلق شبہ ہوا اس نے وہاں اپنے شبہ کا اظہار کر دیا۔ کتاب العلم کے محولہ بالا بابوں سے واضح ہوتا ہے کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ امر مسلّم ہے کہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ پہنچانے میں الفاظ اور معانی دونوں کی صحت کا اپنی طرف سے پورا پورا اہتمام رکھا۔

امام مالک و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک روایت بالمعنیٰ مطلق جائز نہیں۔ جیسا کہ فتح المغیث میں ان کے اس مذہب کے متعلق تصریح کی گئی ہے (صفحہ ۲۷۶) اور یہ دونوں امام احادیث کے محفوظ کرنے میں بطور پیش رَو اور ہراول کے ہیں۔ کتاب العلم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ نے ان کے اس مذہب کی تائید کی ہے۔ مگر اس قدر استثناء کے ساتھ کہ حافظہ و فہم کی کمی و بیشی کی وجہ سے روایت کے الفاظ میں بغیر اصل مفہوم تبدیل ہونے کے کسی قدر لفظی اختلاف کا واقع ہونا ممکن ہے اور اس حد تک یہ لفظی اختلاف جو بغیر ارادہ و قصد کے واقع ہوا ہے ہمیں قبول کرنا پڑے گا۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ امام موصوفؒ روایت بالمعنیٰ نقل کرنا یا اسے خواہ مخواہ قبول کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس آپ دیکھیں گے کہ وہ ایسی روایات کو جن میں کچھ لفظی اختلاف ہے۔ متعدد سندوں کے ساتھ لا کر قدرِ مشترکہ کو نمایاں کر کے اس سے جو تھوڑی سی خلش پیدا ہوتی ہے اسے بھی باقی نہیں رہنے دیتے۔ نقد و تعدیل کے غربال میں روایات کو اس خوبی سے چھانا ہے کہ اصل خلاصہ احادیث نبویہؐ کا ہمارے لئے ہو بہو بحال کر دیا ہے۔

نقد وتعدیل میں امام موصوفؒ کی ممتاز حیثیت: غرض ناقدین حدیث نے مختلف اعتبارات سے احادیث کی صحت وسقم کو جانچا اور پرکھا ہے۔
یہاں تک کہ صحابی کی تعریف میں بھی صرف اس بات پر اکتفاء نہیں کیا گیا کہ کوئی شخص مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ بلکہ روایت قبول کرنے کے لئے ان کے نزدیک ضروری ہے کہ وہ صحابی کچھ عرصہ آپؐ کی صحبت میں بھی رہا ہو۔ امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ احادیث کے اس مجموعہ کے تیار کرنے میں ہر اُس خدشہ اور احتیاط کو بروئے کار لائے ہیں جس سے اس میں کسی قسم کا نقص پیدا ہو سکتا تھا اور جس کی طرف مذکورہ بالا اصطلاحیں ہمیں متوجہ کرتی ہیں اور قارئین پر اس شرح کے مطالعہ سے واضح ہو جائے گا کہ جو حدیث بھی کسی پہلو سے مخدوش ہے اور دوسرے محدثین نے اسے قبول کیا ہے۔ امام موصوفؒ نے صراحتاً یا اشارہ وکنایہ سے اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ بلکہ بعض اوقات جس قدر تدلیس واقع ہوئی ہے اس کے متعلق بھی آگاہ کر دیا ہے۔ (مثال کے لئے دیکھئے کتاب الوضوء۔ باب ۷۰: البزاق والمخاط ونحوہ فی الثوب) اور معمولی سے معمولی شبہ پر بھی ایسی روایتوں کو ردّ کر دیا ہے جو دوسرے محدثین کے نزدیک مستند قرار دی گئی تھیں اور کسی روایت کو کبھی قبول نہیں کیا تاوقتیکہ دوسرے مستند مصادر سے اس کی تصدیق نہ ہو گئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نہایت وثوق سے اپنی اس کتاب کا نام ''جامع مسند صحیح'' رکھا ہے اور جب اسے اپنے ہم عصر محدثین بلکہ اساتذہ علی ابن المدینی، امام احمد بن حنبلؒ اور یحییٰ بن معین وغیرہ کے سامنے پیش کیا تو ان سب کو لامحالہ اعتراف کرنا پڑا کہ احادیث میں ان کی یہ تالیف اصح الکتب ہے سوائے چار روایتوں کے جن پر انہیں کچھ اعتراض پیدا ہوا۔ مگر ابوجعفر العقیلی کہتے ہیں کہ ان چار روایتوں کے متعلق بھی امام موصوفؒ کی نظر ثاقب نے غلطی نہیں کی۔

(ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری. ذکر فضائل الجامع الصحیح. صفحہ۶۸۴)

انہوں نے احادیث کی صحت وسقم معلوم کرنے کے لئے جو مستحکم اصول اپنے سامنے رکھے ہیں؛ ان کی کسوٹی پر پوری محنت وجانفشانی اور پوری دیانتداری سے احادیث کو پرکھا اور جانچا ہے۔ ان سے پہلے امام احمد بن حنبلؒ نے سات لاکھ روایتوں سے کانٹ چھانٹ کر تیس چالیس ہزار حدیثیں علیحدہ کر کے اپنی مسند تیار کی تھی۔ یہ امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ اور امام مسلم بن حجاجؒ دونوں کے استاد تھے اور گو انہوں نے چالیس برس تک درسِ حدیث دیا اور سینکڑوں ان کے شاگرد تھے۔ مگر ان کے پیش نظر وہ اصول نہ تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے شاگرد کے دل میں ڈالے اور نہ انہیں چسپاں کرنے میں وہ ذرائع میسر آئے جو امام بخاریؒ کو حاصل ہوئے اس لئے وہ تمام متقدمین پر ہر پہلو سے سبقت لے گئے اور سب کو ان کی اس فضیلت اور سبقت کا لامحالہ اقرار کرنا پڑا۔ امام موصوفؒ نے اپنے ہم عصروں نیز مابعد کے محدثین کے لئے راستہ صاف کر دیا اور ان میں سے ہر ایک نے ان کی جامع صحیح سے استفادہ کیا ہے۔ حاکم ابواحمد اور حافظ ابوالحسن الدارقطنی اور امام نوویؒ کہتے ہیں کہ اگر امام محمد بن اسماعیلؒ نہ ہوتے تو امام مسلم بن حجاجؒ کے لئے کوئی راہ نہ تھی۔ (دیکھئے ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری. ذکر فضائل الجامع الصحیح. صفحہ۶۸۴) اور یہ کہ ان کی تصنیف کے بےنظیر ہونے کا خود امام مسلمؒ کو بھی اقرار تھا۔ (عمدۃ القاری. فوائد تتعلق بصحیح البخاری. فائدۃ الثانیۃ. جزء اول صفحہ۵)

امام مسلم بن حجاجؒ نے احادیث کے جانچنے کے لئے جرح وقدح، تمحیص وتعدیل کی وہ کڑی شرطیں استعمال نہیں کیں جو امام موصوفؒ نے کیں۔ بلکہ طبقہ ثانیہ وثالثہ کی بھی تقریباً ساری کی ساری روایتیں قبول کر لیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کے راویوں کی فہرست امام موصوفؒ کی فہرست سے تین گنا سے بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ یعنی ایک ہزار چھ سو بیس راوی۔ جن میں سے ایک سو ساٹھ راویوں کے کمزور ہونے کے متعلق محققین نے اعتراض اٹھائے ہیں۔ اس مقابلہ وموازنہ سے بھی امام بخاریؒ کی غایت درجہ احتیاط کا پتہ چلتا ہے۔ جو انہوں نے روایات کے اخذ کرنے میں برتی ہے اور طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ کے جن راویوں سے انہوں نے روایات قبول کی ہیں ان کے ثقہ ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔ امام مسلمؒ نے بھی ان سب کو اپنی کتاب میں لیا ہے۔ (مقدمۃ فتح الباری. الفصل الثانی فی بیان موضوعه. صفحہ ۱۴)

تاریخ تدوین حدیث: علم حدیث کے متعلق پہلی مستقل اور قابل اعتبار تصنیف امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جس کا نام مؤطا ہے۔ امام موصوفؒ پہلی ہجری کے آخر (۹۵ھ) میں پیدا ہوئے۔ ان کے تیرہ سو شاگرد تھے۔ جن میں امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام محمدؒ اور تمام وہ بڑے بڑے علماء ہیں جن سے امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، ابوداؤد طیالسیؒ، ترمذیؒ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے حدیث کا درس سبقاً سبقاً لیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹ھ میں فوت ہوئے۔ المؤطا جو کہ ان کے نام سے مشہور ہے علم حدیث میں بطور ایک تمہید کے تھی۔ جیسا کہ خود اس کا نام ظاہر کرتا ہے۔ اس میں کل ایک ہزار سات سو بیس حدیثیں ہیں۔ جن میں سے چھ سو معروف، چھ سو تیرہ موقوف اور دو سو بچاسی مرسل ہیں۔ امام بخاریؒ نے علم حدیث کی تاریخ تدوین کا ذکر کتاب العلم باب ۳۴ کے ذیل میں اس طرح کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو جن کا زمانہ خلافت (۹۹-۱۰۱ھ) ہے، سب سے پہلے احادیث کے ضبط تحریر میں لانے اور محفوظ کرنے کا فکر ہوا اور انہوں نے اس کے لئے محمد بن شہاب زہریؒ کو چنا جو تابعی اور علمائے مدینہ میں سے چوٹی کے عالم اور فقیہ تھے۔ (اکمال فی اسماء الرجال) انہوں نے دیکھا کہ صحابہ کرامؓ یکے بعد دیگرے رخصت ہو رہے ہیں (آخری صحابی جیسا کہ روایت نمبر ۱۱۶ کی شرح میں بتلایا گیا ہے ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے) اور ایسا نہ ہو کہ خود غرض جاہل لوگ اپنی طرف سے غلط مسائل بنا کر لوگوں کو گمراہ کر دیں جس سے آہستہ آہستہ احادیث کا نام و نشان باقی نہ رہے (کتاب العلم باب ۳۴) اس وقت احادیث کے درس وتدریس اور سننے سنانے کا دار ومدار چند ایک متفرق قلمی نسخوں اور زیادہ تر زبانی روایات پر تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خوف پیدا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ خاندان بنی امیہ کے دشمنوں نے مخفی سوسائٹیاں قائم کر کے اپنے نمائندے مختلف جگہوں میں بھیجے۔ جنہوں نے سیاسی اغراض کی خاطر روایتوں میں تصرف کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں احادیث کے مخدوش ہونے کا خطرہ پیدا ہوا اور معاً اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی تدوین وحفاظت کی تحریک پیدا کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دوسری صدی کے نصف تک کئی کتابیں تابعین کی روایات اور ان کے نوشتوں کی بناء پر احادیث کے متعلق لکھی گئیں۔ ابتداء میں سندوں کا حوالہ دیا جانا ضروری نہیں سمجھا گیا جو ایک طبعی امر تھا۔ کیونکہ صحابہ اور تابعین ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے تھے۔ جیسا کہ ہمارے

زمانہ میں بھی موجودہ واقعات کے متعلق ایک دوسرے سے ذکر اذکار کرنے میں کوئی حوالہ دینے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی مگر بعد میں جب موضوعات کا سلسلہ شروع ہوا تو ضرورت محسوس کرتے ہوئے سندوں کو بھی ضبط میں لایا گیا۔ غرض حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے محمد بن شہاب زہریؒ (تابعی) سے کہا کہ احادیث کو ضبط تحریر میں لایا جائے۔ ایسا ہی انہوں نے اپنے ان عمال کو بھی اس کے متعلق احکام بھیجے جن میں سے ابوبکر بن حزم انصاریؒ (تابعی) بھی ہیں جو اس وقت مدینہ کے قاضی تھے۔ (دیکھئے تشریح کتاب العلم باب ۳۴) بعض محققین کے نزدیک عبدالملک بن جریج بصری (متوفی ۱۵۰ھ)، ربیع بن صبیح (متوفی ۱۶۰ھ)، ابونصر سعید بن ابی عروبہ (متوفی ۱۵۶ھ)، محمد بن شہاب زہری سے پہلے احادیث کو کتابوں کی صورت میں جمع کر چکے تھے☆ مگر یہ کتابیں ناپید ہیں۔ امام سیوطیؒ اور علامہ مقریزی کی تحقیق کی رو سے زہریؒ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے احادیث کو کتاب میں جمع کیا۔ مگر یہ کتاب بھی ناپید ہے بوجہ اس کے کہ اس سے بہتر کتاب الموطا کی طرف لوگوں کی توجہ منعطف ہوگئی۔

امام مالک (متوفی ۱۸۹ھ) نے محمد بن شہاب زہری (متوفی ۱۲۴ھ)، یحییٰ بن سعید انصاری (متوفی ۱۴۳ھ)، محمد بن منکدر (متوفی ۱۳۱ھ)، جعفر صادق (متوفی ۱۴۸ھ)، ہشام بن عروہ (متوفی ۱۵۱ھ) اور محمد بن یحییٰ انصاری (متوفی ۱۵۱ھ) رحمۃ اللہ علیہم سے جو آپ کے ہم عصر تابعین تھے احادیث اخذ کیں۔ خصوصاً زہریؒ سے جن کا اکثر حوالہ ان کی مشارٌ الیہ کتاب موطا میں پایا جاتا ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی اپنی صحیح مسند کو یحییٰ بن سعید انصاری، ہشام بن عروہ اور محمد بن شہاب زہری کی روایتوں سے شروع کیا ہے۔ (کتاب بدء الوحی روایت نمبر ۱، ۲، ۳)

ان محدثین کے متعلق جو قرن اوّل کے اواخر اور قرن ثانی کے اوائل میں تھے اور جو ہر لحاظ سے ثقہ مانے جاتے تھے یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے احادیث کے متعلق اپنی طرف سے افتراء کیا ہو۔ انہوں نے صحابہ کرامؓ سے بالمشافہ باتیں سنیں اور ایک دوسرے کو پہنچائیں اور انہیں محفوظ کیا۔

احادیث کے محفوظ ہونے کے اسباب:

امام بخاریؒ نے کتاب العلم میں ان چند ایک ضروری اسباب کا ذکر کیا ہے جو احادیث کی صحت اور ان کی حفاظت کا اصل سبب ہوئے۔ ان میں سے

اول: وہ عاشقانہ تعلق ہے جو صحابہ کرامؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ وہ آپؐ کے قول و فعل پر ہر وقت نظر رکھتے اور آپؐ کے تمام حرکات و سکنات کی پیروی کرنا اپنی نجات کا باعث یقین کرتے تھے۔ (کتاب العلم باب ۲۷۔ روایت نمبر ۸۹)

دوم: صحابہ کرامؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے اور یاد کرنے کا انتہائی شوق یہاں تک کہ بھوک پیاس کا بھی خیال نہ رکھتے (کتاب العلم باب ۴۲۔ روایت نمبر ۱۱۸)

سوم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرامؓ کی تعلیم کے متعلق اہتمام رکھنا (کتاب العلم باب ۱۲، ۳۲)

☆ (هدى السارى مقدمة فتح البارى. الفصل الاول فى بيان السبب الباعث. صفحہ ۸)

چہارم: آپؐ کا دل نشین انداز اور سیدھے سادھے پیرایہ میں بات بیان کرنا اور بار بار اسے دہرانا تا کہ آپؐ کی باتیں ان کے دل و دماغ میں راسخ ہو جائیں۔ (کتاب العلم باب ۳۰، ۴۰، ۴۹)

پنجم: صحابہ کرامؓ کا تحصیل علم کے لئے آپؐ کے پاس دور و نزدیک سے آنا اور آپؐ کے ارد گرد اور آپؐ کے سامنے ادب اور خاموشی اور توجہ سے سننے کے لئے بیٹھنا۔ (کتاب العلم باب ۲۵ تا ۲۷ و ۲۹)

ششم: آپؐ کا صحابہ کرامؓ کو خاموشی سے سننے، سیکھنے اور حفظ کرنے کی ترغیب و تحریص دلانا۔
(کتاب العلم باب ۱۵، ۲۰، ۲۵، ۳۱، ۴۳، ۴۳)

ہفتم: آپؐ کا بحیثیت ایک دانشمند معلم کے تعلیم اور اس کے عملی پہلو کا خیال رکھنا۔ (کتاب العلم باب ۲۸، ۴۸، ۵۳)
آپؐ کا صحابہ کرامؓ کی معلومات کی صحت اور سقم معلوم کرنے اور ان کے قیاس و فکر کی استعداد بڑھانے کے لئے ان کا جائزہ لیتے رہنا۔ (کتاب العلم باب ۵)

ہشتم: آپؐ کا صحابہ کرامؓ کے اعمال کی جزئیات پر نظر رکھنا اور ان کی اصلاح کرنا۔ (کتاب العلم باب ۳)

نہم: صحابہ کرامؓ کا آپؐ سے مسائل وغیرہ پوچھنا اور ان کو سمجھنا۔ (کتاب العلم باب ۲۶، ۳۶، ۴۵، ۴۶، ۵۰، ۵۱)
بلکہ بعض وقت اصرار اور آزادی سے دریافت کرنا۔ (روایت نمبر ۲۷، ۲۲۹)

دہم: صحابہ کرامؓ کا آپس میں احادیث کے متعلق تبادلہ خیال اور ذکر و اذکار سے انہیں تازہ کرتے رہنا۔
(کتاب الایمان باب نمبر ا، کتاب العلم باب ۴۲، ۴۴)

یازدہم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرامؓ کو تاکید فرمانا کہ آپؐ کی باتیں دوسروں تک پہنچائیں۔
(کتاب العلم باب ۹، ۲۰، ۲۵)

دوازدہم: صحابہ کرامؓ کا یہ یقین کہ اگر آپؐ کی باتیں دوسروں تک نہ پہنچائی جائیں گی تو وہ گناہِ عظیم میں مبتلا ہوں گے۔
(کتاب العلم روایت نمبر ۱۲۸۔ کتاب الوضوء روایت نمبر ۱۵۹)

سیزدہم: آپؐ کا یہ تاکید فرمانا کہ آپؐ کی طرف غلط اور جھوٹی باتیں منسوب نہ کی جائیں۔ (کتاب العلم باب ۳۸)

چہاردہم: صحابہ کرامؓ کا آپؐ کی باتیں یاد کرنے اور پہنچانے کے متعلق آپؐ کی ہدایت کی تعمیل کرنا۔
(کتاب العلم باب ۱۰، ۴۲، ۴۲ نیز کتاب العلم روایت نمبر ۱۵۹)

پانزدہم: صحابہ کرامؓ کا صحت لفظی کے ساتھ آپؐ کی باتیں حفظ کرنا اور اُنہیں احتیاطاً لکھنا اور لکھوانا (کتاب العلم باب ۳۹)

شانزدہم: صحابہ کرامؓ کا روایت بیان کرنے کے متعلق غایت درجہ کی احتیاط برتنا۔ (کتاب العلم روایت نمبر ۱۰۷)
اور بوقت روایت الفاظ کے متعلق اپنے شک و شبہ کا بھی اظہار کر دینا۔ (باب ۳۹، ۴۴۔ روایت نمبر ۱۳۳)

غرض یہ وہ اہم اسباب ہیں جن کا ذکر امام بخاریؒ نے کتاب العلم میں کیا ہے اور جو درحقیقت احادیث محفوظ کرنے میں ضامن اور متکفل تھے۔ عربوں کا حافظہ نہایت ہی قوی تھا۔ سینکڑوں اسماء و انساب اور اشعار انہیں ازبر تھے اور یہی وہ حیرت انگیز حافظہ تھا جو قرآن مجید کی حفاظت کا بھی ایک سبب ہوا۔

احادیث کی زندہ کتاب:

درحقیقت صحابہ کرامؓ کا دل ودماغ اس غایت درجہ عشق ومحبت کی وجہ سے جواُن کو اپنے آقا سے تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ تربیت کے ماتحت آپؐ کے سوانح حیات کے محفوظ رکھنے کے لئے ایک زندہ کتاب بن چکا تھا۔جس کے حروف نہ مٹنے والے تھے۔وہ آپؐ کی سوانح حیات اور آپؐ کی ہر گفت وکردار کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے دور دراز ملکوں میں نکل گئے تھے۔انہوں نے اپنا یہ مقدس فرض سمجھا ہوا تھا کہ اپنے ہادی کی ہدایات کی پوری پوری تعمیل کریں اور آپؐ کی باتوں کو اکنافِ عالم میں اپنوں اور غیروں تک پہنچائیں۔وہ اپنے عشق اور فریفتگی میں اس انتہائی مقام تک پہنچے ہوئے تھے کہ ہمارے لئے ان کا تصور میں لانا بھی ناممکن ہے۔صحابہ کرامؓ آپؐ کی ہر حرکت وہر سکون کے متعلق قرآن مجید کے حکم اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. (اٰل عمران: ۳۱) کے ماتحت اپنا یہ فرض سمجھتے تھے کہ ان کی اتباع کریں اور آپؐ کے رنگ میں رنگین ہوں۔ان کے عاشقانہ انداز کے واقعات کی مختصر تاریخ کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے کتاب العلم باب ۴۱ اور روایت ۳۶،۵۰۱-۵۰۳ دیکھئے اور ان سے اندازہ کریں کہ صحابہ کرامؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تعلق تھا۔

فرضِ تبلیغ کی ادائیگی قرنِ اولیٰ میں:

انہوں نے لاریب آپؐ کے احکام کی تعمیل میں آپؐ کا پیغام اور آپؐ کی باتیں اکناف عالم میں پہنچانے اور پھیلانے میں کوئی لمحہ اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ان کی زندگیاں شب وروز صرف اسی غرض کے لئے وقف ہوچکی تھیں۔کیا مرد اور کیا عورتیں دونوں اس فریضہ تبلیغ میں اپنے اپنے دائرہ میں مشغول رہے اور کسی دنیاوی حکومت کی تلوار کا خوف وہراس انہیں اس فرض کی ادائیگی سے باز نہ رکھ سکا۔(کتاب العلم باب ۱۰، ۳۷) یہاں تک کہ انہوں نے اس بارِ امانت کو کمال دیانت کے ساتھ دوسروں تک پہنچادیا اور ان کے اس فریضہ تبلیغ کی ادائیگی کے ساتھ قرن اول کا خاتمہ ہوکر ایک دوسرا دور شروع ہوا۔جس میں احادیث میں آمیزش کا خطرہ نمودار ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے فوری تدارک کے تمام ضروری سامان بھی معاً پیدا کردیئے۔جیسا کہ کتاب العلم کے باب ۳۴ کے مضمون سے واضح ہوتا ہے۔

قرن ثانی کا آغاز:

تاریخ سے بھی اس بات کا یقینی ثبوت ملتا ہے کہ احادیث کی روایت میں صرف زبانی گفت وشنید وقیل وقال پر ہی دارومدار نہیں رکھا گیا۔بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی بعض صحابہ کرامؓ کو آپؐ کی باتیں لکھنے کا خیال پیدا ہوا اور پہلی اور دوسری صدی میں ہی ایسے لوگ پیدا ہوگئے تھے جو احادیث کو ضبط تحریر میں لائے۔جیسا کہ اس کا ابھی مختصر ذکر کیا جاچکا ہے۔ان تمام شواہد سے یہ بات بپایہ ثبوت پہنچتی ہے کہ جب احادیث کے متعلق تدلیس کا خطرہ پیدا ہوا تو پھر محض کسی زبانی روایت پر ہی اعتماد نہیں رکھا گیا بلکہ اس بارے میں مزید احتیاطیں بروئے کار لائی گئیں۔خود صحابہ کرامؓ کو بھی جب کسی امر کے متعلق شبہ ہوتا تو وہ کسی دوسرے صحابی کی یادداشت سے مدد لیتے یا اپنی نوشتہ یادداشتوں کی جانچ پڑتال کرتے۔(کتاب العلم باب ۱۹)

حضرت انسؓ تو جب کبھی ان سے کوئی بات یا مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ اپنی مرقومہ محفوظات کی دیکھ بھال کرنے کے بعد جواب دیتے۔امام مالکؒ بھی اپنے شاگردوں کو جو ایک بہت بڑی تعداد تک پہنچ گئے تھے حدیثیں لکھوایا کرتے تھے جو

بعد میں اکٹھی ہوکر الموطا کی شکل میں مرتب و مدون ہوئیں۔ امام بخاریؒ نے کتاب العلم میں دو باب معارضہ ومناولہ کے متعلق باندھے ہیں۔ ان سے بھی قرن اول اور قرن ثانی کے طریق کا پتہ چلتا ہے کہ جب طبع واشاعت کا کوئی سامان نہ تھا اور قلمی نسخے کم تھے۔ ایک استاد اپنے شاگرد کو کتاب دیتا۔ وہ اس کی موجودگی میں دوسروں کو پڑھ کر سناتا اور استاد جہاں ضروری سمجھتا اصلاح کرتا اور اس کے بعد اپنے شاگردوں میں سے قابل اعتماد شاگرد کو اجازت دیتا کہ وہ اس کی سند سے ان احادیث کو دوسروں تک پہنچائیں۔ (کتاب العلم باب ۶، ۷)

حَدَّثَنَا وغیرہ الفاظ جو حدیثوں میں آتے ہیں ان سے صرف یہ نہ سمجھا جائے کہ گویا احادیث زبانی ہی روایت کی جاتیں بلکہ اس میں معارضہ، مناولہ ومکاتبہ وغیرہ کی صورتیں بھی شامل ہیں۔ صحابہ کرامؓ بصرہ، بغداد، کوفہ، دمشق اور مصر وغیرہ شہروں میں چلے گئے تھے اور سینکڑوں لوگوں نے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا نہیں کیا تھا اور جن کے کان آپؐ کی پیاری باتوں سے بہرہ ور نہیں ہوئے تھے۔ آپؐ کی صحبت سے فیض یافتہ ساتھیوں سے وہ باتیں سن کر اپنے ارمان نکالے۔ جوں جوں مختلف ملکوں کے لوگ اسلام میں بکثرت داخل ہوتے گئے اور اجتماع اسلامی کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ توں توں لوگوں کی ضرورتوں کے تنوع کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق عمل کے متعلق جستجو اور تحقیق میں بھی زیادتی ہوتی چلی گئی۔ صحابہ کرامؓ ایسے موقع پر احکام وسنن کے متعلق اپنے حافظہ اور اپنے نوشتوں کی مدد سے مستفسرہ امور کے متعلق جواب دیتے اور اس طرح احادیث اور آثار صحابہ کی تعداد میں وسعت کا پیدا ہونا ایک طبعی امر تھا اور وسعت پیدا ہوئی۔ یہ نہیں ہوا کہ انہوں نے از خود محض خیال کی بناء پر اپنی طرف سے نئے مسائل وضع کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیئے۔

صحابہ کرامؓ میں زیادہ روایت کرنے والے[1] حضرت ابو ہریرہؓ عبدالرحمٰن ازدی ہیں۔ (کتاب العلم باب ۴۲) یہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بحرین کے عامل مقرر ہوئے اور ان کے آٹھ سو کے قریب شاگرد تھے۔ جنہوں نے ان سے پانچ ہزار کے قریب روایتیں اخذ کیں۔ وہ ۵۹ھ میں فوت ہوئے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو درایت میں بوجہ اہل بادیہ سے تعلق رکھنے کے اعلیٰ درجہ کے نہ تھے مگر ان کا حافظہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور روزمرہ کی مشق حفظ سے قوی ہو گیا تھا اور روایت کرنے میں محتاط بھی تھے۔ (روایت نمبر ۱۱۹، ۱۲۰)

ان کے علاوہ صحابہؓ میں سے حضرت عائشہؓ نہایت ثقہ راوی ہیں جن سے مختلف سندوں سے دو ہزار دو سو دس روایتیں مروی ہیں۔ آپؓ نے ۵۸ھ میں وفات پائی۔ حضرت عائشہؓ نہ صرف روایت میں ہی بلکہ درایت میں بھی اعلیٰ درجہ کی ثقہ مانی

[1] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث کے انتخاب کرنے میں غایت درجہ احتیاط کا پتہ اس امر سے لگتا ہے کہ باوجود اس کے کہ دیگر آئمہ احادیث نے صحابہؓ کی روایتوں کو وسعت سے اخذ کیا ہے مگر انہوں نے اس کے برخلاف صرف انہی حدیثوں کو لیا ہے جن کی صحت کے متعلق ہر پہلو سے انہیں یقین ہوا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی انہوں نے صرف ۴۴۶، حضرت عائشہؓ کی ۲۴۲، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ۲۱۷ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ۲۷۰ حدیثیں قبول کی ہیں۔ وعلٰی هذا القياس. (تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمہ فتح الباری. الفصل العاشر. ذکر عدة مالکل صحابی. صفحہ ۶۶۵-۶۶۸)

گئی ہیں اور کئی صحابہؓ مرد اور عورتیں اور بچے جن کی تعداد دو سو تک شمار کی گئی ہے ان کے شاگرد تھے۔ آپؓ مدینہ میں مسجد نبوی میں درس دیا کرتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں خورد سال تھے اور ان سے کل پچیس مرفوع حدیثیں ثابت ہیں۔ مگر انہیں دیگر صحابہ کرامؓ سے بہت سی روایتیں سننے اور یاد کرنے کا موقع ملا اور ان سے دو ہزار دو سو چھیاسٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ کتاب العلم میں امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے متعلق شبہ کا ازالہ کرنے کی خاطر باب ۱۸: مَتٰى يَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِيْرِ باندھ کر بتلایا ہے کہ ان کی خورد سالی ان کی روایتوں کو مخدوش نہیں کرتی۔ حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بصرہ میں عامل مقرر کیا اور وہاں کے لوگوں کو ان سے حدیثیں سننے اور یاد کرنے کا ایک بہت بڑا موقع ملا۔ یہ ۷۰ھ میں فوت ہوئے۔

صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی مشہور راوی ہیں۔ ان سے دو ہزار چھ سو تیس حدیثیں مروی ہیں اور نہایت ثقہ گردانے گئے ہیں۔ ۷۳ھ میں فوت ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں بود و باش رکھتے تھے اور سلطنت کے سیاسی امور سے بالکل الگ رہتے اور آنحضرتؐ کی اتباع کا غایت درجہ شوق رکھتے تھے۔ (دیکھئے کتاب الصلوٰۃ روایت نمبر ۴۸۳)

حضرت ابوسعید خدریؓ بھی ۷۴ھ میں فوت ہوئے اور ان سے دو ہزار ایک سو ستر حدیثیں مروی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ مصر میں تھے۔ ۶۵ھ میں فوت ہوئے۔ ان سے سات سو احادیث مروی ہیں۔ یہ حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے۔ (روایت نمبر ۱۱۳) ان صحابہؓ میں سے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے کا کم موقع ملا یا جو حضرت زبیرؓ کی طرح حدیث میں کسی قسم کی کمی یا بیشی واقع ہونے کے خوف سے روایت کرنے میں بہت ہی احتیاط کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے ۳۶۰ اور ان خلفائے راشدینؓ میں سے ہر ایک نے پانچ سو سے کچھ زائد احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کوفہ اور بصرہ کے عامل تھے اور ۵۲ھ میں فوت ہوئے۔ حضرت جابر بن عبداللہ بن عمروؓ بھی مشہور صحابی ہیں جو مدینہ میں رہتے تھے اور ۷۸ھ میں فوت ہوئے۔ ان سے ۲۵۴۰ روایتیں مروی ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ بھی مشہور صحابی ہیں۔ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کا بہت موقع ملا۔ انہوں نے بھی بصرہ میں بود و باش اختیار کر لی تھی اور حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ آخری صحابی تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔

اس فہرست پر سرسری نظر ڈالنے سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ مختلف شہروں میں پائے جاتے تھے جہاں انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں پہنچانے کا موقع ملا اور ایک سو سال تک انہوں نے ہزاروں آدمیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں پہنچائیں اور ان سے روایت کرنے والے مشہور ثقہ تابعین ہر جگہ پائے جاتے تھے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل مختصر فہرست پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا۔ خط وحدانی میں ان کی وفات کی تاریخ دی گئی ہے۔

تابعین بطور اساتذہ حدیث: **۱۔ مدینہ منورہ میں:** سعید بن المسیب (متوفی ۹۴ھ)، عروہ بن زبیرؓ (متوفی ۹۴ھ)، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر مخزومی (متوفی ۹۴ھ)، علی بن حسین بن علی (متوفی ۹۴ھ)، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ (متوفی ۹۸ھ)، سالم بن عبداللہ بن عمرؓ (متوفی ۱۰۶ھ)، قاسم بن محمد (متوفی ۱۰۱ھ)، سلیمان بن یسار (متوفی ۱۰۷ھ)، نافع بن سرجس مولی عبداللہ بن عمر (متوفی ۱۱۷ھ)، ابوجعفر محمد بن ذکوان (متوفی ۱۳۱ھ)، القاضی یحییٰ بن سعید انصاری (متوفی ۱۴۳ھ)، ربیعہ بن عبدالرحمٰن (متوفی ۱۳۶ھ)۔

۲۔ مکہ مکرمہ میں: مجاہد بن جبر (متوفی ۱۰۳ھ)، عکرمہ مولیٰ ابن عباس (متوفی ۱۰۷ھ)، عطاء بن ابی رباح (متوفی ۱۱۴ھ)، ابوزبیر محمد بن مسلم المعروف (متوفی ۱۲۸ھ)۔

۳۔ کوفہ میں: علقمہ بن قیس (متوفی ۶۲ھ)' مسروق بن اجدع (متوفی ۶۲ھ)' عبادہ بن عمرو (متوفی ۹۲ھ)' اسود بن یزید (متوفی ۹۵ھ)' ابراہیم بن یزید (متوفی ۹۵ھ)' سعید بن جبیر (متوفی ۹۵ھ)' عامر بن شُرَحْبِیل الشعبی (متوفی ۱۰۴ھ)۔ مؤخر الذکر پانچ سو صحابہ سے ملے ہیں۔

زہری کہتے ہیں کہ تابعین میں اعلیٰ پایہ کے علماء چار ہیں۔ سعید بن مسیّب مدینہ میں، حسن بصرہ میں، مکحول شام میں اور عامر شعبی کوفہ میں۔ (اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۵۶)

۴۔ بصرہ میں: رافع (متوفی ۹۰ھ)' جابر بن یزید (متوفی ۹۳ھ)' حسن ابن ابی الحسن (متوفی ۱۱۰ھ) اور ان کے بھائی سعید (متوفی ۱۰۹ھ)' محمد بن سیرین (متوفی ۱۱۰ھ)' قتادہ بن دعامہ (متوفی ۱۱۸ھ)' عبداللہ بن مسلمہ (متوفی ۲۲۱ھ)۔ قتادہ حافظ تھے اور ان کا حافظہ حیرت انگیز تھا...... (اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۱۰۶)

۵۔ شام میں: عبدالرحمٰن بن غنم اشعری (متوفی ۷۸ھ)' قبیصہ بن ھُلْب (متوفی ۸۱ھ)' عمر بن عبدالعزیز (متوفی ۱۰۱ھ)، مکحول بن عبداللہ ابی مسلم خولانی (متوفی ۱۱۲ھ)۔ اول الذکر فقہائے شام میں سب سے بڑھ کر فقیہ تھے۔ (اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۹۱)

۶۔ مصر میں: ابوالخیر مُرثَد بن عبداللہ (متوفی ۹۰ھ)' یزید بن ابی حُبَیب (متوفی ۱۲۸ھ)' ابوبکر عبداللہ بن زبیر حُمَیدی (متوفی ۲۱۹ھ) جو نہایت ثقہ اور امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ کے استاد تھے۔ صحیح بخاری میں سب سے پہلی حدیث انہی کی ہے۔ آخر عمر میں مکہ مکرمہ آ گئے تھے۔ (اکمال فی اسماء الرجال)

۷۔ یمن میں: طاؤس بن کیسان خولانی (متوفی ۱۰۵ھ)' وہب بن مُنبہ (متوفی ۱۱۴ھ)' یحییٰ بن ابی کثیر (متوفی ۱۲۹ھ) اول الذکر چوٹی کے عالم تھے۔

۸۔ بغداد میں: عبداللہ بن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ)' یزید بن ہارون سلمی (متوفی ۲۱۷ھ)' یزید جو امام احمد بن حنبلؒ اور علی بن المدینی کے استاد تھے واسط میں بھی رہے ہیں۔

مذکورہ بالا راوی نہایت ہی ثقہ اور تابعین میں سے تھے۔ جنہوں نے صحابہؓ کے منہ سے باتیں سنیں، یاد کیں اور انہوں نے تبع تابعین کو پہنچائیں اور ان کے طفیل دوسری صدی کا نصف ختم ہونے سے پہلے پہلے علم حدیث مستقل کتابوں میں

محفوظ ہو چکا تھا۔ اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ محض سینہ بسینہ علم اور شنیدہ روایات پر ہی کلیۃً انحصار رکھا گیا۔ صحابہؓ اور تابعینؒ ابھی زندہ ہی تھے کہ احادیث کے ضبط اور تدوین کا خیال پیدا ہوا اور اس پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی المؤطا منکرین احادیث کے مزاعم باطلہ کو ردّ کرنے کے لئے شاہدِ ناطق [۱] ہے۔

منکرین احادیث کے اعتراضاتِ واہیہ کا ردّ

امام مالکؒ پر جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان سے صرف تین چار سو حدیثیں مروی ہیں کہ جن کا سلسلہ اسناد غیر معلوم ہے اور یہ کہ ان کی مؤطا سلطنت بنی امیہ کی ہوا خواہی و سرپرستی میں خاص اغراض کے ماتحت لکھی گئی۔ یہ اعتراض **اول** تو اس امر سے باطل ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک ہزار سات سو بیس حدیثیں روایت کی ہیں؛ جن میں سے نصف سے زیادہ معروف ہیں۔ دوم اس امر سے بھی اس اعتراض کا بطلان ظاہر ہے کہ اس کتاب کے مسائل کا تعلق ایسے احکام اور سنن نبوی سے ہے جو عبادات اور معاملات سے مخصوص ہیں۔ پس ان کو غرض پرستی سے متصف کرنا حقائق سے آنکھیں بند کرنا اور بہت بڑی جسارت ہے بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو تو جعفر عامل مدینہ (جو کہ خلیفہ منصور کا قریبی رشتہ دار تھا) کی منشاء کے مطابق فتویٰ نہ دینے کی وجہ سے اس کے حکم سے ایک مجرم کی طرح ننگے بدن کوڑے لگائے گئے تھے۔ ایسی شخصیت کے متعلق یہ الزام لگانا کہ اس نے اپنے فتووں کی بناء بنی امیہ کے حکام کی رضا جوئی پر رکھی تھی بہتانِ عظیم ہے۔

شہادت کے دو اہم رُکن: منکرین احادیث بعض وقت یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ سلسلہ اسناد کی زبانی شہادت در شہادت کوئی قابل اطمینان صورت نہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت بھی مہذب دنیا کے قوانین عدل وانصاف قانون کی نظر میں تحریری شہادت جب تک زبانی شہادت معتبرہ کی تصدیق حاصل نہ کر لے کوئی وزن و قیمت نہیں رکھتی۔ محض ایک شخص کے قبضہ میں تحریری دستاویز کا ہونا اس بات کا یقینی ثبوت نہیں کہ واقعہ میں وہ دستاویز صحیح بھی ہے یا نہیں، جب تک کہ اس کی تائید ایسے گواہوں سے نہ ہو جائے کہ وہ سچی ہے اور جعلی نہیں۔ پس محققین جیسے قدیم زمانہ میں دونوں قسم کی شہادتوں کو بنظر اعتبار دیکھتے تھے، آج بھی اسی نظر سے دیکھتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ دونوں قسم کی شہادتوں پر اعتماد رکھتے ہوئے متقدمین نے احادیث کو مدون کیا۔ دوسری صدی کے نصف گزرنے سے قبل ہی ابو محمد ابن جریجؒ نے مکہ مکرمہ میں، امام مالکؒ اور سفیان بن عُیَینہؒ نے مدینہ میں اور بعض کے نزدیک

---

[۱] محققین اس بات پر متفق ہیں کہ پہلی صدی کے راوی خواہ وہ صحابہؓ میں سے ہوں یا تابعینؒ سے؛ تمام کے تمام ثقہ تھے سوائے شاذ و نادر کے۔ جیسے حارث اعور اور مختار کذاب اور دوسری صدی کے ابتداء میں بعض کمزور راوی پائے جاتے تھے۔ اس اعتبار سے کہ وہ بعض دفعہ غلطی سے موقوف کو مرفوع بیان کر دیتے یا اس اعتبار سے کہ انہوں نے مرسل روایتیں نقل کیں۔ فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ اٰخِرِ عَصْرِ التَّابِعِيْنَ وَهُوَ حُدُوْدُ الْخَمْسِيْنَ وَالْمِائَةِ تَكَلَّمَ فِي التَّوْثِيْقِ وَالتَّضْعِيْفِ طَآئِفَةٌ مِّنَ الْاَئِمَّةِ ۔ (فتح المغیث صفحہ ۴۷۹) یعنی جب تابعین کا زمانہ ۱۵۰ھ میں ختم ہونے لگا تو بعض ائمہ نے قوی اور ضعیف روایتوں میں تمیز کی اور اُن پر کتابیں لکھیں۔

ربیع بن صُبیح اور سعید بن ابی عروبہ نے مصر میں' معمر اور عبدالرزاق نے یمن میں' سفیان ثوری اور محمد بن فضیل نے کوفہ میں' حماد بن سلمہ اور رعاب بن عبادہ نے بصرہ میں' حسین نے واسطہ میں اور عبداللہ بن مبارک نے خراسان میں احادیث کی کتابیں لکھیں اور اس کے بعد صحیح بخاریؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ جیسی کتابیں وجود میں آئیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوا کہ یونہی خیالی اصول قائم کر کے تیسری صدی میں ائمہ حدیث نے بغیر کسی سابقہ تحریری استناد حاصل کرنے کے محض زبانی روایتوں پر ضخیم کتابیں لکھ ڈالی ہوں۔ منکرین احادیث کے الزامات درحقیقت تاریخ سے جہالت پر مبنی ہیں۔ نہ صرف صحابہ اور تابعین کا ہی سلسلہ اتصال و اسناد آپس میں نہایت مضبوط و مستحکم ہے۔ بلکہ تبع تابعین اور ان سے روایت کرنے والوں کا بھی۔ وہ ایک دوسرے کے ہم عصر و ہم نشین اور ثقہ ہونے کے تمام اوصافِ حمیدہ سے متصف اور تاریخ اسلامی میں مشہور و معروف ہیں اور کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

امام بخاریؒ کے ان راویوں کو ہی لیجئے جن سے انہوں نے احادیث اخذ کی ہیں۔ ان میں سے ایک طبقہ تو وہ ہے جو نہایت ہی ثقہ تابعین سے روایت کرنے والے ہیں۔ جیسے محمد بن عبداللہ انصاری جنہوں نے حمید بن عبدالرحمٰن سے۔ مکی بن ابراہیم و ابوعاصم نبیل جنہوں نے یزید بن ابی عبید سے۔ عبیداللہ بن موسیٰ جنہوں نے اسماعیل بن ابی خالد سے۔ ابونعیم جنہوں نے اعمش سے۔ خلاد بن یحییٰ جنہوں نے عیسیٰ بن طہمان سے اور علی بن عیاش و عصام بن خالد جنہوں نے حریز بن عثمان سے روایتیں بیان کیں اور ایک وہ طبقہ ہے جنہوں نے امام احمد بن حنبلؒ، علی بن المدینی، اسحاق بن راہویہ، سلیمان بن حرب، قُتَیبہ بن سعید، نعیم بن حماد اور یحییٰ بن معین جیسے اعلیٰ پایہ کے ثقہ تبع تابعین سے روایتیں نقل کیں۔ ان کے علاوہ کچھ ایسے راوی ہیں جو یا تو تابعین کے ہم عصر ہیں مگر انہیں اعلیٰ درجہ کے تابعین سے ملاقات کرنے اور روایتیں سننے کا موقع نہیں ملا یا وہ ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر اساتذہ احادیث یا ان کے وہ شاگرد ہیں جن پر پورے طور پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری. ذکر مراتب مشایخه الذین کتب عنهم و حدث عنهم. صفحہ ۶۷۰-۶۷۱)

امام احمد (بن حجر) عسقلانیؒ نے تہذیب التہذیب اور ان کے علاوہ دیگر محققین نے مختلف کتابوں میں ان راویوں کے حالات لکھے ہیں۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں اعلیٰ پایہ کے علمائے حدیث تھے۔ جامع صحیح مسند بخاری کے مذکورہ بالا راویوں کی فہرست پر ایک نظر ڈالنے سے عیاں ہوجاتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ اسناد تابعین اور تبع تابعین سے قریب ترین اور نہایت قابل اعتماد جہت سے متصل ہے۔ یہ نہیں کہ اس سلسلہ اتصال کے حلقات میں کوئی انقطاع واقع ہو۔ خلاصہ کلام یہ کہ روایتوں کے سلسلہ اسناد کو جس معیار پر پرکھا جائے اور جس جہت سے بھی اس پر نظر ڈالی جائے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس کے حلقے ایک دوسرے سے وابستہ اور پیوستہ ہیں اور اس بارے میں منکرین احادیث کے اعتراضات بالکل فرسودہ اور بے بنیاد ہیں۔

جامع صحیح مسند کا اعلیٰ پایہ: امام بخاریؒ نے جب قلم اٹھایا ہے تو ان کے سامنے احادیث کی کتابوں کا ایک ذخیرہ موجود تھا۔ علاوہ ازیں انہوں نے صرف اسی مرقومہ ذخیرۂ احادیث پر ہی اعتماد نہیں کیا بلکہ ہر قسم کی شہادت سے جو اس وقت میسر آ سکتی تھی اور میعار جرح وتعدیل پر صحیح اور غیر صحیح کی جانچ پڑتال پوری جانفشانی سے کی ہے جس کا اعتراف ان کے ہم عصر اساتذہ احادیث کو کرنا پڑا جو فن جرح ونقد میں چوٹی کے امام تھے۔ علی بن المدینی اور محمد بن یحییٰ ذہلی جو روایتوں کے علل (یعنی مخفی نقائص) کے جاننے میں اعلیٰ پایہ کے امام مانے گئے ہیں۔ ان میں سے اول الذکر کے متعلق تو خود امام بخاریؒ کو بھی ان کی فضیلت کا اعتراف ہے اور ثانی الذکر اُس زمانے کے علماء میں سب سے بڑے عالم تسلیم کئے گئے ہیں۔ ان دونوں سے امام موصوفؒ نے اخذ کیا اور ان کے سامنے اپنی تصنیف پیش کی اور انہوں نے اس کی امتیازی حیثیت کو قبول کیا۔

(مقدمہ فتح الباری. الفصل الثامن فی سیاق الاحادیث التی انتقدها علیه حافظ عصره ابو الحسن الدارقطنی. صفحہ ۵۰۶)

حافظ ابوالحسن الدارقطنی (۳۰۴-۳۸۱ھ) اور بعض دیگر متاخرین نے سارا زور لگا کر صحیح بخاریؒ میں سے کل ایک سو دس روایتوں کے نقص کا پتہ دیا ہے۔ ان میں سے بتیس تو وہ احادیث ہیں جو امام مسلمؒ نے بھی قبول کیں اور اٹھتر وہ ہیں جن میں امام بخاریؒ متفرد ہیں۔ مگر امام احمد (ابن حجر) عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل فصل قائم کرتے ہوئے ان احادیث کو جن پر مشار الیہ متاخرین نے اعتراض کئے ہیں؛ ایک ایک کر کے لیا اور دکھلایا ہے کہ ان میں امام بخاریؒ کی روایت صائب ہے۔ وہ آخر میں فرماتے ہیں: فَاِذَا تَأَمَّلَ الْمُنْصِفُ مَا حَرَّرْتُهُ مِنْ ذٰلِكَ عَظُمَ مِقْدَارُ هٰذَا الْمُصَنَّفِ فِيْ نَفْسِهٖ وَجَلَّ تَصْنِيْفُهُ فِيْ عَيْنِهٖ وَعَذَّرَالْاَئِمَّةَ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ تَلَقِّيْهِ بِالْقُبُوْلِ وَالتَّسْلِيْمِ وَتَقْدِيْمِهِمْ لَهٗ عَلٰى كُلِّ مُصَنَّفٍ فِي الْحَدِيْثِ وَالْقَدِيْمِ ......

(مقدمہ فتح الباری. الفصل الثامن فی سیاق الاحادیث التی انتقدها علیه حافظ عصره ابو الحسن الدارقطنی. صفحہ ۵۴۷)

جامع مسند صحیح بخاری کی اہمیت وعظمت کا پتہ اس امر سے بھی بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی بڑی بڑی ضخیم شرحیں لکھی گئی ہیں جو پچاس سے بھی زیادہ ہیں اور ان کے لکھنے والوں میں شیخ الاسلام حافظ احمد (ابن حجر) عسقلانیؒ، علامہ جلال الدین سیوطیؒ، علامہ بدرالدین عینیؒ اور علامہ محمد تیمیؒ جیسے ائمہ کبار ہیں۔ اول الذکر نے متعدد ضخیم جزؤں میں بالاستعیاب بخاری کی شرح لکھی ہے جو سب سے اعلیٰ اور مستند مانی گئی ہے۔ ایسا ہی علامہ عینیؒ نے بھی شرح لکھی ہے۔ میں نے جامع بخاری کی یہ شرح لکھتے وقت ان دونوں شرحوں کو خصوصیت سے اپنے سامنے رکھا ہے۔ جیسا کہ ان حوالہ جات سے ظاہر ہے جو میں نے ان سے اخذ کرتے وقت اپنی شرح میں جا بجا دئے ہیں۔ ان مصنفین نے ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے جس کا ہم تاقیامت بدلہ ادا نہیں کر سکتے۔ اگر ان کی محنت وکاوش امام بخاریؒ کی تعلیقات اور متابعات وغیرہ مختصر حوالہ جات اور ابواب کے عنوانوں کا کھوج نہ نکالتی تو صحیح بخاریؒ یقیناً ہمارے لئے اپنی موجودہ صورت میں ایک گورکھ دھندا تھی۔ ان کی جدوجہد نے ہمارے دماغوں کو اپنا کام کرنے کے لیے نہایت ہی آسانی پیدا کر دی ہے۔ جتنا بھی ہم ان کی

محنت کے ثمرات بیان کرنے میں مبالغہ سے کام لیں؛ اتنا ہی حقیقت حال کے پیش نظر کم ہے اور جتنا ہم ان کے احسان کے شکر گزار ہوں اتنا ہی وہ اس کے مستحق ہیں۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ۔

موجودہ شرح کا نصب العین

اس دیباچہ میں مجھے بعض ضروری باتیں عرض کرنی ہیں جن کا تعلق صحیح بخاریؒ کے مقاصد سمجھنے میں نہایت گہرا ہے۔ جب میں اس کتاب کے ترجمہ سے فارغ ہوا تو میرے ذہن پر نامعلوم طور سے یہ مخفی اثر تھا کہ یہ کتاب علم فقہ اور علم کلام کی ہے نہ کہ مجرد احادیث کی۔ میں نہیں جانتا کہ یہ اثر میرے دماغ پر کیوں مستولی ہوا۔ بالکل ممکن ہے کہ احادیث کی اسانید اور اس کے متعلقات سے میری قطعی لاعلمی اس کی اصل وجہ ہو جس نے میرے ذہن کو اس کتاب کی اس قدر و منزلت سے ہٹائے رکھا جو محدثین کے نزدیک اسے حاصل ہے اور اس ذہنی مناسبت کی وجہ سے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیضانِ عمیم کے طفیل ایک نئی قسم کے علم کلام میں ہمارے ذہنوں کو حاصل ہے؛ مخفی طور پر ذہن نے یہ اثر خود بخود غیر مشہود طریق پر اخذ کیا ہو۔ میں نے ڈرتے ڈرتے ایک دن اپنے اس تاثر اور اپنی مجمل رائے کا ذکر محترم مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحبؓ فاضل استاد جامعہ احمدیہ سے کیا۔ انہوں نے اپنی عادت کے مطابق ہنستے ہوئے جلدی سے کہا: اچھا آپ کا بھی یہ خیال ہے۔ میں نے مثبت میں جواب دیا۔ فرمانے لگے: میرا بھی یہی خیال ہے کہ احادیث سے بڑھ کر یہ کتاب فقہ و علم کلام کی ہے۔ ان کے اس قول سے جرأت حاصل کرتے ہوئے میں نے اپنے اسی خیال کے ماتحت اس کتاب کی شرح لکھنی شروع کی۔ ایک طرف ابواب کے عنوانوں اور ان کے ماتحت مندرجہ حوالوں اور اشاروں اور بابوں اور روایتوں کی ترتیب پر نظر رکھی اور اس میں مجھے فتح الباری (مصنفہ علامہ ابن حجر) اور عمدۃ القاری (مصنفہ علامہ عینی) سے بہت کچھ مدد ملتی گئی اور دوسری طرف اس کے ساتھ ان ائمہ مذاہب[1] کے اختلافات کو علامہ ابن رشد کی **بدایۃ المجتھد** کی مدد سے اپنے سامنے رکھا جو امام بخاریؒ سے پہلے اپنے مذہب کی بنیاد ڈال چکے تھے۔ ایسا ہی کتاب الملل والنحل کو بھی مطالعہ میں رکھا۔ جس کی مدد سے مختلف فرقوں کی تاریخ اور ان کی بدعتیں میری نظر کے سامنے رہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے سابقہ خیال کو جسے مولوی صاحب موصوف کی سب سے پہلے تائید حاصل ہوئی تھی، تقویت ہوتی گئی اور میں نے جامع صحیح مسند بخاریؒ کے بابوں اور اس کی ترتیب میں پرحکمت معارف کو نہایت ہی خوبصورت شکل وصورت میں منظوم و مرتب پایا۔ جوں جوں اس کی شرح لکھتا گیا توں توں میرا یقین بڑھتا چلا گیا کہ یہ کتاب ایسی نہیں کہ اسے سرسری نظر سے پڑھا اور سمجھا جائے بلکہ اس کے سمجھنے کے لئے ایک کافی ذخیرہ معلومات کا مہیا کرنا ازبس ضروری ہے

---

[1] امام مالک بن انسؒ (۹۳ھ-۱۷۹ھ) امام ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابت (۸۰ھ-۱۵۰ھ)
امام محمد بن ادریس شافعیؒ (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ) امام احمد بن حنبلؒ (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ)
امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (۱۹۴-۲۵۶ھ)

جس کے لئے غیر معمولی فراغت اور محنت چاہیے۔ غرض اس جستجو اور جدوجہد نے مجھے اس امر پر علیٰ وجہ البصیرت قائم کر دیا ہے کہ امام محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح بخاریؒ جیسا کہ جامع احادیث مستندہ ہے، ایسا ہی وہ صحیح علم فقہ وعلم کلام کی بھی جامع ہے اور میں اپنے اندر مسرت واطمینان کے جذبات پاتا ہوں کہ عین اس وقت جبکہ مجھے اس دیباچہ کے لکھتے وقت اپنے مزید اطمینان کی خاطر کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑی تو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، امام (ابن حجر) عسقلانی، علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کے ایسے حوالہ جات مل گئے ہیں جن سے اس رائے کی تائید ہوتی ہے۔

جامع صحیح مسند کا اصل موضوع:

چنانچہ امام احمد (ابن حجر) عسقلانیؒ فتح الباری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ صحیح بخاریؒ کا اصل موضوع صحیح احادیث پیش کرنا ہے۔ جیسا کہ خود اس کے نام سے ظاہر ہے اور جیسا کہ بعض نے امام بخاریؒ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ان کی اس غرض وغایت کے متعلق ایک روایت بھی نقل کی ہے۔ مگر اس کے ساتھ امام موصوفؒ نے یہ بھی مناسب سمجھا کہ فقہی مسائل اور حکیمانہ نکات سے اپنی اس کتاب کو خالی نہ رکھیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی سمجھ سے کام لیتے ہوئے متن حدیث سے بہت سے معانی کا استنباط کیا اور ان معانی کو موقع ومحل کی مناسبت سے مختلف بابوں میں شامل کر دیا ہے۔ نیز اس کے ساتھ یہ اہتمام بھی کیا ہے کہ احکام کے بارے میں متعلقہ آیتوں سے نئے نئے استدلال کئے ہیں اور ان کی تفسیر میں وسعت سے کام لیا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین النووی فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا مقصد صرف حدیثیں جمع کرنا ہی نہ تھا بلکہ ان سے احکام کا استنباط کرنا بھی ان کے پیش نظر تھا۔ (مقدمة فتح الباری. الفصل الثانی فی بیان موضوعه. صفحہ۱۰)

اور میں سمجھتا ہوں کہ مسائل کی تحقیق ان کے پیش نظر مقدم غرض تھی اور اسی لئے انہوں نے کتاب الایمان کو جو اصول عقائد سے متعلق ہے، کتاب العلم پر مقدم رکھا ہے جس کا موضوع علم حدیث ہے۔

میں ابھی اس ضرورت کا ذکر کر چکا ہوں جس کی وجہ سے امام موصوفؒ کو صحیح احادیث جمع کرنے کی خاطر تگ ودو کرنی پڑی۔ مختلف مذاہب ان کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے اور فقہاء ومتکلمین کی موشگافیوں نے عقائد اور احکام شریعت کو چھلنی کر دیا ہوا تھا۔ لاکھوں حدیثیں ہر مذہب کی تائید میں وضع ہو گئیں۔ صرف ایک عبدالکریم نامی شخص نے چار ہزار روایتیں اپنی طرف سے بنائیں اور آخر اپنے اس گناہِ عظیم کا اقرار کیا۔ امام ابن جوزی اور علامہ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہما نے ان واضعین احادیث کے حالات لکھے ہیں۔

وہب ابن وہب قاضی جو ۱۴۶ھ میں فوت ہوا اور ابراہیم بن یحییٰ جس کی کذب بیانی کا امام مالکؒ نے بھی ذکر کیا ہے۔ (یہ ۱۸۴ھ میں فوت ہوا) مقاتل محمود بن سعید مصلوب زندیق جو ایک سو ناموں سے مشہور ہے اور جس نے احادیث وضع کرنے میں حد درجہ جھوٹ سے کام لیا اور وہ اس وجہ سے ابو جعفر کے حکم سے سولی دیا گیا۔ مقاتل بن سلیمان محمد بن عمر واقدی (۱۳۰ تا ۲۰۷ھ) اور ان جیسے اور بہت سے دروغ باف راویوں نے دوسری صدی کے اواخر اور تیسری صدی کے اوائل میں جھوٹی روایتوں کا ایک طومارِ عظیم پھیلا دیا تھا اور اس پر مزید مصیبت وہ جو مختلف مذاہب نے برپا کر رکھی تھی۔ پس

زمانہ کے عین تقاضا کے مطابق رحمتِ الٰہی نے مسلمانوں کی دستگیری فرمائی اور اس غیر معمولی خطرہ کا تدارک کرنے کے لئے خارق عادت قوائے ذہنی کا مالک بنا کر امام محمد بن اسماعیلؒ جیسا انسان پیدا کیا۔ جس نے صحیح احادیث کو اور صحیح علم فقہ کو اور صحیح علم کلام کو نکھار کر رکھ دیا اور یہ تینوں باتیں ہی صحیح مسند بخاری کا اصل موضوع ہیں اور جیسا کہ امام موصوفؒ نے خواب میں دیکھا تھا؛ پورا ہوا کہ ان کے ہاتھ میں پنکھا ہے جس سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے آپ کے چہرۂ مبارک سے مکھیاں ہٹا رہے ہیں۔ (مقدمة فتح الباری. الفصل الاول فی بیان السبب الباعث. صفحہ ۹)
(عمدة القاری. الباحث علی تالیف الشرح. الجزء الاول)

راویوں کی اکاذیب، متفقہین کی موشگافیاں، متکلمین کے منطقی سفسطے اور متصوفین کے موہومہ خزعبلات وترہات۔ یہ سب وہ مکھیاں تھیں جو آپ کے زمانہ میں اسلام کے اردگرد بھنبھنا رہی تھیں اور امام موصوفؒ نے ان سب کو ہٹا دیا۔

متن میں احادیث صحیحہ ہیں، ابواب کے عنوانوں میں عقائد واحکام اور مسائل شرعیہ کے متعلق اپنی رائے کا اظہار، تعلیقات (بغیر سند کے حوالہ جات) اور متابعات (تائیدی حوالہ جات) میں کئی قسم کے مقاصد از قبیل استشہاد واستدلال، تردید یا تصدیق مخفی کر دئے ہیں۔ **تعلیق** محدثین کی اصطلاح میں اس بات کو کہتے ہیں کہ کسی روایت کی سند کے ابتداء میں ایک یا اس سے زائد راویوں کا ذکر چھوڑ دیا گیا ہو اور **متابعت** سے مراد تائیدی حوالہ ہے۔ امام موصوفؒ نے موقوف حدیثوں کو تعلیقات میں رکھا ہے اور اصل متن متصل احادیث سے مرتب کیا ہے۔

اقلید بخاری: بظاہر نظر امام موصوفؒ ہماری رہنمائی کے لئے کوئی ضابطہ، قواعد وعلامات نہیں چھوڑ گئے، جس سے ان کے معین دستور کا ہمیں علم ہوتا۔ مگر تاہم ابواب کے عنوانوں اور ان کی ترتیب وغیرہ میں ایک ہی قسم کے متعدد تصرفات پر غور کرنے سے یہ بات حتمی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے اپنی کتاب کی تصنیف وترتیب میں شروع سے لے کر آخر تک ایک معین دستور العمل اختیار کیا ہے جو خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔ اگر اس میں یک جہتی کا التزام نہ ہوتا تو ہمارے لئے کسی قاعدہ یا دستور کا استخراج ناممکن یا اس کی تطبیق غیر یقینی ہوتی۔ مگر چونکہ ان کے مخصوص تصرفات میں ضبط وربط اور یک رنگی ویکسوئی پائی جاتی ہے۔ اس لئے امام موصوفؒ نے عین حکمت سے اپنے اس دستور العمل کے ذکر کو چھوڑ دیا ہے اور بابوں کے عنوان قائم کرنے میں یہاں تک احتیاط سے کام لیا ہے کہ ان کے الفاظ بھی کسی نہ کسی مستند روایت کے الفاظ ہیں جن کے اختیار کرنے میں امام موصوفؒ کو بوجہ اپنے وسعت حفظ اور سرعت استحضار کے کوئی دقت محسوس نہیں ہوئی۔ مگر محققین کو معنونہ الفاظ اصل ماخذ تک پہنچانے میں بہت بڑی محنت کرنی پڑی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوفؒ کو عنوان قائم کرنے میں یہ احتیاط اس لئے برتنی پڑی کہ آپ نے نہ چاہا کہ اس کتاب میں جس کا نام انہوں نے جامع مسند صحیح قرار دیا ہے، ایک لفظ بھی ان کی طرف سے داخل ہونے پائے، سوائے اس کے کہ کہیں کہیں آپ نے قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ کہہ کر کسی لفظ کا معنی بتلایا یا کسی خاص امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ (مثال کے لیے دیکھئے روایت نمبر ۱۲۰) البتہ نفس عنوان کے الفاظ انتخاب کرتے وقت کئی ملاحظات ضرور مدنظر رکھے ہیں اور جس کی اصل کو انہوں نے اپنی صحیح مسند کے ترتیب دینے میں ملحوظ رکھا ہے۔ اس کی پابندی کرنے کی حالت میں اس قسم کے تصرفات کے بغیر آپ کے

لئے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ ایسے تصرفات کی بہت سی مثالیں اس کتاب کے مطالعہ میں آپ کی نظر سے گزریں گی۔ (بطور مثال کے کتاب الصلوٰۃ باب ۵۰ ملاحظہ فرمائیں)

امام موصوفؒ نے کتاب العلم میں دو باب قائم کئے ہیں۔ ایک کا مضمون یہ ہے کہ اشارہ و کنایہ سے فتویٰ دینا جائز ہے اور دوسرے کا مضمون یہ ہے کہ مومن کی مثال کھجور کی سی ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور جس کے اجزاء میں سے کوئی جزء بھی خالی از فائدہ نہیں۔ یہ دونوں باب ۱۴ و ۲۴ دراصل یہ سمجھانے کے لئے قائم کئے گئے ہیں کہ وہ اپنی کتاب میں عقائد و مسائل کے متعلق تصرفاتِ لفظی جن کا تعلق ہاتھ سے ہے اور اشارات و کنایات کے ذریعہ جن کا تعلق دماغ کے ساتھ ہے موقع و محل کی مناسبت سے فتویٰ دیں گے اور یہ کہ ایک چھوٹے سے چھوٹا تصرف بھی کسی نہ کسی مقصد و مدعا کو اپنے اندر لئے ہوگا اور قارئین کا بھی یہ فرض ہوگا کہ وہ اپنی نظر ثاقب اور قیاس صحیح سے اسے معلوم کریں۔ آنحضرت ﷺ کی اس ہدایت کے ماتحت جو روایت نمبر ۳۷ سے ضمناً و استدلالاً مستنبط ہوتی ہے، امام موصوف نے جہاں معین تصرفات اختیار کر کے اپنے معین دستور العمل کا خاموشی سے ہمیں پتہ دیا ہے وہاں اشاروں ہی اشاروں میں اپنے سینکڑوں فتووں کو ابواب کے عنوانوں اور ان کی ترتیب اور روایتوں کی تقدیم و تاخیر میں اس عمدگی سے لپیٹ کر رکھ دیا ہے کہ انہیں معلوم کرنے میں ذرا دقت و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس مضمون کے واضح کرنے کے لئے چند ایک مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) جہاں امام موصوفؒ کی روایت کسی دوسرے محدث کی روایت سے ٹکراتی ہے اور وہ وجہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس کو چھوڑ کر دوسری روایت پر مسئلہ استنباط کرنے کے لئے کیوں اعتماد کیا گیا تو وہ اپنی اس روایت کو ایک دوسری سند سے تقویت دینے کے لئے اس کا مختصر حوالہ دیتے ہوئے اس دوسری روایت کو ایسے لفظ پر ختم کریں گے کہ جس میں ان کی وجہ ترجیح مضمر ہوگی۔ ظاہر میں دیکھنے والا سمجھے گا کہ بوجہ تکرار کے اسے مکمل درج نہیں کیا گیا۔ گو یہ بھی صحیح ہو مگر ایک خاص لفظ پر آ کر اسے چھوڑ دینا بلا وجہ نہیں۔ وہ درحقیقت اس معین لفظ سے قارئین کو اپنی دلیل بتانا چاہتے ہیں۔ مثلاً رَأَيْتُ (یعنی میں نے دیکھا) پر جب اسے چھوڑیں گے تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ ایک راوی اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہے اور دوسرا اپنی شنید۔ اس لئے دوسرے راوی کی روایت بوجہ اس کے سماعی ہونے کے اس قابل نہیں کہ اس سے مسئلہ کا استنباط کیا جائے۔ اس قسم کے تصرفات کی مثالوں کے لئے دیکھئے شرح روایت نمبر ۲۰۵، ۳۰۳، ۴۵۴ - ۴۵۶۔

(۲) بابوں کے عنوانوں کے متعلق ایک بات جو خاص طور پر ملحوظ رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ ہر عنوان سے یہ نہ سمجھا جائے کہ امام موصوفؒ اس کے ضمن

فتاویٰ بخاری کی بنیاد: (۳) آپ کے زمانہ میں نام نہاد فقہاء نے غلط منطق اور فلسفہ کی مدد سے مسائل در مسائل پیدا کر کے شریعت اسلامیہ کے احکام کی اصل شکل وصورت مسخ اوران کے عملی پہلو کو نہایت مشکل بنا دیا ہوا تھا۔ مگر خدا بھلا کرے امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کا جنہوں نے ان مسائل کے بودہ پن اور لغویت سے نقاب اٹھا کر شریعت اسلامیہ کی اصل صورت وشکل کو نمایاں کیا۔ آپ نے اپنے فتاوٰی کی بناء صحت عقیدہ، خلوصِ نیت اور سہولت عمل پر رکھی ہے۔ کتاب الایمان میں ایمان اور عمل کی بحث کے دوران آپ نے ایک باب اَلدِّیْنُ یُسْرٌ باندھا ہے۔ (باب نمبر۲۹) جہاں تک میں نے غور کیا ہے آپ نے مسائل اخذ کرنے میں اسی قاعدہ کو مسائل کے جانچنے میں معیار ومحک قرار دیا ہے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے امام مالکؒ کی رائے کا اکثر ذکر کیا ہے۔ کیونکہ ان کا تفقہ بھی سیدھا سادہ تھا۔ امام موصوفؒ کے زمانہ میں فقہاء کی دو بڑی بڑی ٹولیاں بن چکی تھیں۔ ایک اہل حجاز جو امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے قول میں سے کسی ایک کو حجت قرار دیتے اور دوسرے اہل عراق وبصرہ جو امام ابوحنیفہؒ یا امام احمد بن حنبلؒ کے قول کو۔ امام بخاریؒ نے ان فقہاء کے مذاہب پر اس خوبی سے تنقید کی ہے کہ عموماً بغیر کسی کا نام لئے ان کی رائے کی غلطی یا صحت کی طرف خاموشی سے توجہ منعطف کی ہے۔ (مثال کے لئے دیکھئے کتاب الوضوء باب ۳۴، ۳۸، ۳۹، ۵۷ اور ۵۸) البتہ کتاب الحیل میں ایسے اشارے پائے جاتے ہیں کہ جن سے ان کی ناراضگی اور تلخی کا پتہ چلتا ہے اور اس میں وہ حق بجانب تھے۔

(۴) بابوں کے عنوان کے متعلق ایک اور خاص بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ ان کے الفاظ اختیار کرنے میں بھی غیر معمولی فکر وتدبر اور احتیاط سے کام لیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ایک ایک لفظ اپنے ساتھ فقہ کی مجمل تاریخ رکھتا ہے۔ اس کی مثالیں شرح میں بکثرت دیکھیں گے۔ لیکن سردست بات سمجھنے کے لئے آپ کتاب الوضوء باب ۹ کا عنوان جس میں فقہاء کے بعض اختلافات کو مدنظر رکھ کر لفظ ''عِنْدَ'' استعمال کیا گیا ہے۔ (نیز دیکھئے کتاب الصلوٰۃ باب ۳۲، ۳۳)

(۵) ایسا ہی بعض جگہ باب کا عنوان '' هَلْ '' سے اور بعض جگہ '' مَنْ '' سے شروع کیا ہے اور بعض جگہ ''مَا'' موصولہ سے اور کبھی باب کا عنوان جملہ اسمیہ رکھا ہے اور کبھی فعلیہ اور کبھی مصدریہ۔ بابوں کے عنوان میں یہ مخصوص تصرف عین موقع ومحل کی مناسبت سے اور مسئلہ زیر بحث کے پیش نظر اپنی معین رائے کے اظہار کی غرض سے کیا گیا ہے۔ **''هَلْ''** (حرفِ استفہام) سے جو باب قائم کیا گیا ہے اس میں زیادہ تر صورت استفتائی مدنظر ہوتی ہے۔ (دیکھئے کتاب الحیض باب ۱۱۔ کتاب الصلوٰۃ باب ۴۱، ۴۸) اور جو باب ''مَنْ'' سے شروع ہوتا ہے اس میں اس کا جواب معین اشخاص کو مدنظر رکھتے ہوئے استدلالی صورت میں روایتوں کے انتخاب اور اس کی ترتیب میں مقدر ہوتا ہے۔ (دیکھئے کتاب العلم باب ۱۲، ۱۳، ۲۴، ۲۹، ۳۰ اور کتاب الوضوء باب ۱۲، ۱۶، ۳۷) اور جس باب کا عنوان جملہ فعلیہ یا اسمیہ پر مشتمل ہو اس میں کسی مسئلہ کے متعلق فیصلہ بالجزم پایا جاتا ہے۔ (مثال کے لئے دیکھئے کتاب الوضوء باب ۲، ۴، ۲۱، ۳۶، ۷۱) سوائے اس کے کہ اس میں خبر مقدر ہو۔ جیسے کتاب الوضوء باب ۳۴ کے عنوان میں کی گئی ہے۔ ایسا ہی ''اِذَا'' سے باب شروع کر کے اس کے جواب کو

کبھی مقدر کردیتے ہیں اور اس کا جواب خود روایتوں کی ترتیب سے واضح ہوتا ہے۔ (دیکھئے کتاب الوضوء زیر باب۳۳:باب اذا شرب الکلب فی الاناء، باب ۶۵)اور کبھی اس کا جواب بعض وجوہات کی بناء پر کھول کر دیتے ہیں۔(کتاب الوضوء باب۶۹)اور جو جملہ مصدریہ پر مشتمل ہو اُس کے متعلق کبھی خاموشی اختیار کی گئی ہے اور کبھی اس کے ساتھ کھول کر اپنی رائے کا اظہار کردیا ہے(کتاب الوضوء باب۲۷) یا ابواب کے عنوان میں اپنی رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔(کتاب الوضوء باب۴۳) یا بعض وقت عنوانِ باب کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے۔(کتاب الوضوء باب۴۲)اور حرفِ موصولہ سے جو باب قائم کیا ہے تو اس میں کبھی تو عمومیت کی ایسی صورت مدنظر ہوتی ہے جو مسئلہ کے مخالف یا موافق پہلوؤں کو شامل رکھتی ہے۔(کتاب الوضوء باب ا، کتاب الصلوٰۃ باب۱۰) یا اس سے کسی خاص بات کی طرف توجہ پھیرنا مقصود ہوتی ہے۔(کتاب الوضوء باب ۵۶)غرض موقع ومحل کے مطابق اس قسم کے تصرفات سے بہت کام لیا گیا ہے اور قارئین کا فرض ہے کہ وہ اپنے مطالعہ کے اثناء میں عنوانوں کی ترتیب پر نظر رکھیں۔

(۶) بعض وقت ایک عنوان سے باب قائم کیا گیا ہے۔مگر اس کے ذیل میں جو روایت پیش کی گئی ہے اس کا مفہوم بالکل کچھ اور ہے۔ پہلے ہی باب کے عنوان کو دیکھئے کہ بظاہر اس کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس میں وحی کی ابتداء کی کیفیت بتلائیں گے مگر دراصل اس کا موضوع وحی الٰہی کی ممتاز حیثیت اور اس کی عظمت اور اس کے اُن لوازمات اور خصوصیات کا ذکر کرنا مقصود ہے جو صاحبِ وحی کے شاملِ حال اور اس کو خارق عادت اوصاف سے متصف کرتی ہیں۔ عنوان سے جو موضوع بظاہر نظر ذہن میں آتا ہے اس کے لئے کتاب فضائل القرآن میں ایک الگ باب بعنوان كَيْفَ نُزُوْلُ الْوَحْيِ وَاَوَّلُ مَانَزَلَ قائم کیا گیا ہے۔(اس قسم کی مثالوں کے لئے دیکھئے کتاب العلم باب۱۶، ۲۲، ۴۱ اور کتاب الوضوء باب۷۵)

(۷) کبھی آپ باب کا عنوان محض روایت کی تشریح کرنے کے لئے باندھتے ہیں۔جیسا کہ اس سے قبل اس کی ایک مثال دی جاچکی ہے اور دوسری مثال کے لئے دیکھئے(کتاب الصلوٰۃ باب۹۹)

(۸) بعض اوقات امام موصوفؒ باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کرتے۔ بلکہ اس میں ایک روایت لاتے ہیں اور یہ اس وقت کرتے ہیں جب اس باب کا تعلق سابقہ یا لاحقہ باب کے مضمون کے ساتھ ظاہر کرنا مقصود ہو۔(مثال کے لئے دیکھئے کتاب الوضوء باب۷۵)

(۹) یا کبھی محض لفظی یا معنوی اشتباہ سے بچانے کے لئے عنوان قائم کیا گیا۔(دیکھئے کتاب الوضوء باب ۶۔ کتاب الغسل باب ۶)

(۱۰) اور بعض وقت امام موصوفؒ ایسی روایت جو ان کے نزدیک مستند ہے۔مگر اس میں نہایت اختصار ہوتا ہے اور اس کی تفصیل کسی اور روایت میں ہے جو دوسرے آئمہ کے نزدیک مستند ہے تو آپ عنوانِ باب میں ان کی روایت کے مضمون کا خلاصہ درج کر کے اپنی مستند روایت کو الگ متن میں نقل کرتے ہیں۔(مثال کے لئے دیکھئے کتاب الحیض باب۱۳ روایت۳۱۴)

(۱۱) اور بعض وقت انہیں اپنی شروط کے مطابق مستند روایت نہیں ملتی تو عنوانِ باب میں دوسرے محدثین کی روایت کا خلاصہ دے کر اس کے ذیل میں لطیف استدلال سے کام لیا ہے۔ (کتاب الحیض باب ۷)

(۱۲) کبھی ایک روایت کے ابہام کا ازالہ دوسری روایت سے کرتے ہیں۔ (دیکھیں کتاب الوضوء روایت نمبر ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۵۹۔ کتاب الصلوٰۃ روایت نمبر ۴۶۶، ۴۶۷)

(۱۳) اور کبھی دو روایتوں کو 'و' عاطفہ سے جمع کر دیتے ہیں اور اس سے یہ بتلانا مقصود ہوتا ہے کہ ان کے درمیان کوئی تناقض نہیں۔ دیکھئے کتاب الحیض باب ۲۶۔ عنوانِ باب میں بھی بعض وقت ایک موقوف روایت درج کر کے اسے واؤ عاطفہ سے شروع کیا ہوتا ہے تا اس کا تعلق سابقہ مضمون سے واضح کیا جائے۔ (کتاب الوضوء باب ۴۷)

(۱۴) بہت سی بے معنی اور غلط روایتیں مشہور ہو چکی تھیں جن کی تنقیح و تمحیص کے لئے انہیں باب قائم کرنے پڑے ہیں۔ (دیکھئے کتاب الوضوء باب ۱۵۔ کتاب الصلوٰۃ باب ۸۷، ۹۵)

(۱۵) بابوں اور روایتوں کی ترتیب اور ان کی تقدیم و تاخیر سے امام موصوفؒ نے بہت عمدہ کام لیا ہے اور اس میں لطیف تصرف کر کے مسائل کے متعلق اپنا فیصلہ پیش کیا ہے۔ باب کے عنوان کو بظاہر نظر دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید وہ معنونہ مسئلہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ان کا مقصد بالکل اور ہوتا ہے۔
(مثال کے لئے دیکھئے کتاب الوضوء باب ۶، ۷، ۸، ۱۵، ۲۱، ۱۷، ۲۷۔ کتاب الصلوٰۃ باب ۸۳، ۸۷)

(۱۶) بعض وقت بابوں کی ترتیب میں منطقی دلیل مضمر کر کے مسئلہ زیر بحث کی وضاحت کرنا مقصود ہوتا ہے۔
(مثال کے لئے دیکھئے کتاب الوضوء باب ۳۹، ۴۰ نیز کتاب الصلوٰۃ باب ۶۵ تا ۴۷)

(۱۷) بعض وقت بظاہر نظر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قائم کردہ باب کا سابقہ یا لاحقہ بابوں سے کوئی تعلق نہیں جس کی وجہ سے شارحین کو مشکل پیش آئی ہے۔ مگر درحقیقت ایسے بابوں میں بھی لطیف تعلق مدنظر ہوتا ہے اور بعض وقت ایک باب کو دوسرے کے لئے بطور دلیل کے قائم کرتے ہیں۔
(مثال کے لئے دیکھئے کتاب الحیض باب ۱۷۔ کتاب الصلوٰۃ باب ۶۲، ۶۴)

(۱۸) کبھی امام موصوفؒ بابوں کی طبعی ترتیب کو قصداً آگے پیچھے کر دیتے ہیں تا اس تصرف سے اُن کا مقصد معلوم ہو جائے۔ (مثال کے لئے دیکھئے کتاب الحیض باب ۱۵، ۱۶۔ کتاب الصلوٰۃ باب ۶۵، ۶۶)

(۱۹) کبھی بابوں کے تسلسل میں کسی سابقہ باب کے مضمون کو اس لئے دہراتے ہیں تا یہ معلوم ہو کہ زیر بحث مسئلہ میں ان تمام ابواب کا آپس میں تعلق ہے۔ (مثال کے لئے دیکھئے کتاب التیمم. باب ۶، ۹)

(۲۰) امام موصوفؒ نے بالعموم بابوں کے عنوان کسی نہ کسی اختلاف کو مدنظر رکھ کر قائم کئے ہیں اور اس ضمن میں لطیف سے لطیف استدلال کرتے ہوئے مسائل کے متعلق اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ مثال کے لئے دیکھئے (کتاب الصلوٰۃ باب ۳۲، ۳۹، ۵۱) لطیف استدلال کی مثال (کتاب العلم باب ۱۶) میں بھی ملاحظہ ہو۔

(۲۱) کہا جاتا ہے کہ امام موصوفؒ معتد بہ حصہ روایات مکرر لائے ہیں۔ جسے غیر ضروری سمجھتے ہوئے بعض نے انہیں حذف کر کے صحیح بخاری کو مختصر کر دیا ہے۔ مگر انہوں نے اپنے اس فعل سے صحیح بخاری کی خوبصورتی کو ملیا میٹ کر دیا ہے۔ درحقیقت روایات کا تکرار کئی باتوں کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے۔
اوّل: جب ایسی روایتوں کو دہرایا گیا تو اسے مختلف سندوں کے ساتھ پیش کیا ہے تا اس کی قوتِ صحت میں اضافہ ہو۔ پھر ان سے نئے مسائل مستنبط کئے ہیں۔ دیکھئے کتاب الصلوٰۃ باب ۸۸ میں مندرجہ مکرر روایتیں۔
دوم: بعض روایتیں ایک سند سے منقطع ہوتی ہیں۔ مگر دوسری سند سے وہ متصل ہوتی ہیں۔ اس لئے اسے دہرا کر اس کی صحت یا سقم کو واضح کیا ہوتا ہے۔ مثال کے لئے دیکھئے کتاب الجنائز باب ۴۷، ۷۵۔ اس میں پہلی روایت زہری نے بواسطہ عبدالرحمٰن، حضرت جابرؓ سے نقل کی ہے جو متصل ہے۔ مگر دوسری روایت منقطع ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زہری نے درحقیقت حضرت جابرؓ سے براہ راست یہ روایت نہیں سنی۔ نیز دوسری روایت میں کچھ زیادتی ہے یا ایک روایت معنون ہے اور اس کے اس نقص کو دور کرنے کے لئے اس کے بعد ایک اور ایسی روایت کا حوالہ دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میں کسی قسم کی تدلیس کا احتمال نہیں۔ بلکہ یہ روایت دوسری سند سے سماعی ثابت ہوتی ہے۔ (مزید مثال کے لئے دیکھئے کتاب الوضوء روایت نمبر ۲۱۸)
سوم: بعض وقت ایک روایت کی کمی کو دوسری روایت سے پورا کیا جاتا ہے۔ مثلاً روایت نمبر ۵۲۰ میں سات مقتولوں کے نام مذکور ہیں۔ جبکہ سابقہ روایت (نمبر ۲۴۰) میں صرف چھ کے نام کا ذکر تھا اور ایک کا نام راوی کو بھول گیا تھا۔ اس روایت کی سند بھی اور ہے۔ (مثال کے لئے دیکھئے روایت نمبر ۳۳، ۳۴)
چہارم: بعض وقت روایت کا تکرار اس غرض سے بھی کیا جاتا ہے کہ کسی راوی کی تدلیس کا پتہ دیں۔ مثال کے لئے دیکھئے روایات مندرجہ کتاب الوضوء باب ۷۰۔ غرض کئی قسم کے ملاحظات کی بناء پر روایتوں کو مکرر لایا جاتا ہے۔ جنہوں نے اس تکرار کو ثقیل سمجھ کر مکرر روایتوں کو حذف کر دیا ہے۔ انہوں نے امام موصوفؒ کی محنت اور اس کتاب کی قدر و قیمت کو ضائع کر دیا ہے۔ اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو صحیح معنوں میں تکرار کہیں بھی نہیں۔ بعض وقت آپ کو ایک ہی عنوان دو بابوں میں نظر آئے گا مگر باوجود اس کے ہر ایک باب کا مفہوم الگ الگ ہوگا۔ مثال کے لئے دیکھئے (کتاب العلم باب ۲۱، ۲۲)

(۲۲) طریق استدلال و استنباط میں بھی امام موصوفؒ نے کئی طرح کے لطیف تصرفات اور دقیق سے دقیق استدلالات سے کام لیا ہے۔ مثلاً ایک روایت سے کئی مسائل اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ ان میں سے بعض اس قدر واضح ہیں کہ محتاجِ بیان نہیں اور بعض غامض اور محتاج تشریح ہیں۔ اس لئے آپ نے باب کے عنوان میں اس غامض کی طرف توجہ دلاتے ہوئے واضح مسئلوں کی تصریح کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اس مخصوص طریق استنباط کی مثال کے لئے دیکھئے (کتاب الحیض باب ٦) اور دقیق استدلال کی مثال کے لئے دیکھئے (کتاب العلم باب ١٦)

(۲۳) بعض وقت روایت کا مضمون کچھ اور ہوتا ہے مگر کسی ضمنی تعلق کی وجہ سے باب کا عنوان کچھ اور باندھتے

ہیں اور استنباط میں نہایت دقیق پہلو اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً کتاب الصلوٰۃ باب ۸۹ کا یہ عنوان قائم کیا ہے: مَا يَقُوْلُ بَعْدَ التَّكْبِيْرِ اور اس کے ماتحت کسوف کے متعلق روایت درج کی ہے اور شارحین حیران ہیں کہ اس روایت کا عنوان سے کیا تعلق؟ مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ آپ کا مقصد تکبیر کے بعد دعائیں کرنے کی طرف توجہ دلانا ہے۔ اسی قسم کی ایک دوسری مثال کتاب العلم باب ۲۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔ بعض وقت آپ کو یہ راہ اس لئے بھی اختیار کرنی پڑتی ہے کہ مسئلہ زیر نظر کے متعلق کوئی ایسی مستند حدیث نہیں ملی جس سے اس کا استنباط کیا جاسکے مگر تعامل سے اس مسئلہ کا یقینی ثبوت ملتا ہے۔

(۲۴) جب امام بخاریؒ کسی لفظ کی لغوی تشریح کریں گے یا '' قَالَ فُلَانٌ '' کہہ کر کسی کے قول کا حوالہ دیں گے تو یقین جانیں کہ وہاں وہ کسی خاص مقصد کی طرف توجہ منعطف کرانا چاہتے ہیں۔ بطور مثال دیکھئے (روایت نمبر ۱۲۱، ۱۰۵ نیز کتاب الصلوٰۃ باب ۱۵۳، ۱۸۱)

(۲۵) بعض وقت عنوانِ باب میں صرف آیت یا حدیث کا حوالہ دے کر اسے سابقہ باب کے لئے بطور دلیل قائم کریں گے۔ اس کے ضمن میں کوئی مستند روایت بطور متن نہیں لائیں گے۔ کبھی اس کی وجہ غالباً وہی معلوم ہوتی ہے جو اوپر نمبر ۲۴ میں بیان کی گئی ہے۔ مثال کے لئے دیکھئے (کتاب الایمان باب ۳۸۔ کتاب العلم باب ۲،۱)

(۲۶) اور کبھی کبھی روحانی امور از قبیل توحید باری تعالیٰ، خلوصِ نیت وعمل اور تزکیہ نفس وغیرہ مقاصد کی یاددہانی کرانے کی خاطر ایک باب دوسرے بابوں کے درمیان قائم کرتے ہیں اور شارحین جن کی توجہ زیادہ تر احادیث اور ان سے متعلقہ مسائل کی جانچ پڑتال کی طرف منصرف ہوتی ہے۔ امام موصوفؒ کی اصل غرض وغایت ان کی نظر سے اوجھل ہو جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ایک بے تعلق بات کہی گئی ہے۔ مثال کے لئے دیکھئے (کتاب الوضوء باب ۸، ۲۶)

غرض اس قسم کے بیسیوں تصرفات کے ذریعہ امام محمد بن اسماعیلؒ نے عقائد دینیہ، مسائل فقہ اور روایات کی صحت وسقم کے متعلق اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ مذکورہ بالا قواعد درحقیقت اقلید ہیں صحیح بخاری کے بابوں کے کھولنے اور محفوظ جواہر کے استخراج اور مصئون معانی کے حصول کے لئے۔

تحریک شرح ہٰذا: علم حدیث، اس کے اصل مقام، اس کی تاریخ تدوین، اس کے ضبط وربط کے اصول اور جامع صحیح مسند بخاری کے اصل موضوع اور اس کے سمجھنے کے طریق کے متعلق ذکر کرنے کے بعد اب میں موجودہ شرح کے لکھے جانے کے متعلق بھی ایک دو باتیں کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ۱۹۲۵ء کے آخر میں جبکہ میں دمشق میں تبلیغی مرکز قائم کرنے میں مشغول تھا۔ نومبر کا مہینہ ہوگا یا دسمبر کا؛ میں نے بحالت کشف دیکھا کہ مولوی عطا محمد صاحب جو کہ اس وقت ناظر اعلیٰ کے کلرک تھے میرے سامنے کھڑے ہیں اور آرڈر بک ان کے ہاتھ میں ہے۔ چوہدری نصر اللہ خان صاحبؓ اس وقت ناظر اعلیٰ تھے۔ ان کی طرف سے میرے نام ایک آرڈر بدیں مضمون ہے کہ نظارت تالیف و تصنیف میں آپ کو تبدیل کیا جاتا ہے۔ (دمشق جانے سے پہلے میں ناظر تعلیم وتربیت تھا) اس آرڈر سے مجھے انقباض محسوس ہوا۔ اس لئے میں نے دستخط کرنے میں تامل کیا۔ مگر وہ ڈٹ کر کھڑے ہیں گویا کہ حکم کی تعمیل بہرحال ضروری ہے۔

آخر افسردگی اور خاموشی میں میں دستخط کرتا ہوں۔مولوی جلال الدین صاحب شمس کو میں نے یہ ماجرا سنایا اور اسی وقت ایک خط مولوی عطاء محمد صاحب کو لکھا اور اپنی تبدیلی کے متعلق دریافت کیا۔ جواب نفی میں آیا۔ جب جولائی ۱۹۲۶ء کو میں دارالامان واپس پہنچا تو محترم نیر صاحب مجھے احمدیہ چوک میں ملے۔ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔میرے کان میں بصیغہ راز کہتے ہیں۔’’مبارک ہو آپ کو ناظر تجارت بنایا گیا ہے۔‘‘ان کے اشارہ کو تو میں سمجھتا تھا۔مگر میں نے ان سے بھی کہا: خدمت سے غرض ہے جہاں کہیں بھی لگایا جاؤں اور انہی دنوں قادیان میں خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جس کا نام میں بھول گیا ہوں مگر اس کے نام کا ایک جزو لفظ محمد ہے دودھ کا بھرا ہوا پیالہ میرے سامنے پیش کرتا ہے۔جس میں بالائی بھی ہے اور میں اسے پیتا ہوں۔محترم مولوی عبدالمغنی صاحب سابق ناظر بیت المال سے سیالکوٹ جا کر تجارت کا چارج لیا اور تجارتی حالت کے متعلق ایک رپورٹ مرتب کر کے صدر انجمن احمدیہ کے سامنے پیش کی جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ڈلہوزی بھیجی گئی۔آپ نے مجھے اور سید انعام اللہ شاہ صاحب مرحوم کو بذریعہ تار ڈلہوزی بلایا۔اسی اثنا میں مورخہ ۲ستمبر ۱۹۲۶ء کی رات کو چودھری نصر اللہ خان صاحبؓ کے انتقال کی اطلاع بذریعہ تار پہنچی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دوسرے دن بغرض جنازہ دارالامان کے لئے روانہ ہوئے۔میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔راستہ میں بمقام دونیرہ آپ نے سفر کے چکر اور کوفت دور کرنے کے لئے مجھے چائے پینے کے لئے فرمایا: میں نے معذرت کی کہ مجھے کچھ حرارت ہے اور یہ کہ دمشق اور عراق میں لگاتار کام کرنے کی وجہ سے صحت پر اثر پڑا ہے۔آپ نے فرمایا: کچھ دن کی رخصت لے لیں۔میں نے عرض کی: تجارت کا چارج لینے کے بعد میرا معاً رخصت لے لینا نقصان دہ ہوگا۔آپ نے فرمایا: ہم نے تو آپ کو نظارت تالیف وتصنیف میں تبدیل کر دیا ہے اور اس بارہ میں احکام بھی صدر انجمن کو بھیجے جا چکے ہیں۔میں یہ سن کر ششدر رہ گیا۔اس موقع پر آپ نے افسوس بھرے لہجہ میں اور اس انداز سے مجھے مخاطب فرمایا کہ آپ چاہتے ہیں کہ میں بھی آپ کے قلبی احساس اور جذبات میں کسی طرح شریک ہو جاؤں۔آپ نے فرمایا:

> بہت سے ضروری کام ہیں جو کرنے کے ہیں۔مگر ان کی طرف توجہ نہیں۔مثلاً صحیح بخاری کے ترجمہ اور اس کی شرح کا کام بھی نہایت ضروری اور اہم ہے۔اگر ہم نے نہ کیا تو ان لوگوں سے کیا توقع ہو سکتی ہے۔جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں رہنے کا موقع نہیں ملا اور جو آپ کے فیضان سے براہ راست مستفیض نہیں ہوئے۔غیروں کے تراجم اور حواشی رہ جائیں گے اور پھر جو اناپ شناپ لکھا ہوا ہوگا اسی پر دارومدار ہوگا اور پھر بعد از وقت اعتراضوں کو دیکھ کر اِدھر اُدھر کے جوابوں کی سوجھے گی۔

یہ مضمون تھا آپ کی اس درد بھری گفتگو کا، جس کی یاد اب بھی میرے دل کو ٹھیس لگاتی ہے۔ دارالامان پہنچ کر صدرانجمن کی طرف سے تبادلہ کی باقاعدہ اطلاع مجھے ملی اور مجھ سے دریافت کیا گیا کہ اپنے لئے تصنیف کا کوئی کام تجویز کروں۔عربی زبان میں لکھنے کا ایک کام میں نے تجویز کیا جسے صدرانجمن نے باتفاق رائے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آخری منظوری کے لئے پیش کیا۔مگر آپ نے اُسے نامنظور کرتے ہوئے مجلس شوریٰ کے مقامی کارکنوں سے مشورہ لینے کا حکم دیا۔تبادلہ کے متعلق سابقہ حکم میں مجھ سے تصنیف کا کام لینے کی ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے لکھا کہ مثلاً بخاری کا ترجمہ اورشرح کا کام نہایت ضروری ہے۔ جو اِن سے لیا جاسکتا ہے اوراس بارے میں مشورہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔اس حکم میں صراحت نہ تھی اور چونکہ مجھے احادیث میں دسترس بھی نہ تھی، اس لئے میں اس سے بہت ڈرتا تھا اوراس دوسرے مشورہ میں احباب نے بھی یہی رائے پیش کی کہ صحیح بخاری کے سوا کوئی اور کام مجھے دیا جائے میں اس قابل نہیں ہوں اورقرار پایا کہ عربی زبان میں حضرت مسیح موعودعلیہ الصلاۃ والسلام کی پیشگوئیوں پرایک مفصل اور مستند کتاب لکھی جائے۔مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس تجویز کو بھی نامنظور کرتے ہوئے واضح الفاظ میں حکم دیا کہ میں فوراً صحیح بخاری کے ترجمہ کا کام شروع کردوں اوراس کے بعد آپ نے اس بارہ میں اصولی ہدایات سے مجھے متمتع فرمایا۔آپ کے اصل مقصد کو سمجھ کر محض اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہوئے میں نے یہ مبارک کام شروع کردیا۔ پہلے تین چار سالوں میں ترجمے کا کام مکمل ہوا اور جب ۱۹۳۱ء میں نظارت دعوۃ وتبلیغ کی خدمت علاوہ اس کام کے میرے سپرد ہوئی اوراس دوران تحریک کشمیر کی زمام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہاتھ میں دی گئی اورآپ کے ارشاد کے ماتحت مجھے اس کی خاطر متواتر سفروں میں رہنا پڑا تو شرح کا کام چھ اجزا تک پہنچ کر التوا میں پڑ گیا اورامسال ان سفروں سے فراغت ہونے پر یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اب پھر شروع ہوگیا ہے اور میں اس کی جناب سے امید کرتا ہوں کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مبارک ارادہ کی تکمیل کی توفیق مجھے دے گا۔ہم کیا ہیں! اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں بے مشیت آلہ کار۔جس طرح چاہتا ہے اسے حرکت دیتا ہے اورجس طرح چاہتا ہے سکون میں لاتا ہے۔ ہمارا سلسلہ روحانی ہے اوراسے شناخت کرنے کے لئے روحانی آنکھ سے کام لینا چاہیے۔ ہر بات اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وابستہ ہے اوروہ فرماتا ہے:-

''آسمان سے بہت دودھ[1] اُترا ہے محفوظ رکھو''

(حقیقۃ الوحی.روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۱۰۵)

اوریہ وہی دودھ ہے جو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے محفوظ کیا جارہا ہے ورنہ ہماری بساط ہی کیا! ہماری کم مائیگی ہماری ہر

---

[1] یعنی معارف اورحقائق کا دودھ۔(حقیقۃ الوحی.روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۱۰۵)
معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دودھ اورشراب پیش کئے گئے تو آپؐ نے دودھ کولیا اورآپؐ سے کہا گیا: اَصَبْتَ الْفِطْرَۃَ۔ یعنی تو نے عین فطرت کواختیار کیا ہے۔یہ وہی دودھ ہے جو دوبارہ اُترا ہے۔

بات سے عیاں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے عجیب تصرفات میں سے ہے کہ وہ شہتیروں کا کام تنکوں سے لیتا ہے۔ یہی اس کی عادت روحانی سلسلوں میں قدیم سے چلی آرہی ہے تا دیکھنے والے دیکھیں کہ اس کی داغ بیل عاجز انسانوں کے ہاتھوں سے نہیں ڈالی گئی بلکہ ملائکۃ اللہ کے دست تصرف سے؛ جو اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے حامل ہو کر روحانی خلافت کے ساتھ براہ راست وابستگی پیدا کرتے ہیں۔ اس خلافت کی مشیئت دراصل اللہ تعالیٰ کی مشیئت ہوتی ہے۔ لیکن دل کے اندھوں کو نظر نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہ آنکھ دے جو حقیقت کی بینا ہو اور وہ دل دے جو شکرگزار ہو۔ (آمین)

سید زین العابدین ولی اللہ شاہ
(اعزازی کارکن نظارت تالیف وتصنیف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتابُ بَدْءِ الْوَحی

قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْحَافِظُ

أَبُو عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ الْبُخَارِيُّ

رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰی آمِيْن

کہا: شیخ امام حافظ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ نے جو بخارا کے رہنے والے ہیں

اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ آمین

بَاب☆١: كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء کیسے ہوئی

وَقَوْلُ اللهِ جَلَّ ذِكْرُهُ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوْحٍ وَّالنَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهِ. (النساء: ١٦٤)

اور اللہ جل ذکرہ کا یہ فرمانا کہ ہم نے تیری طرف اسی طرح وحی کی ہے جس طرح حضرت نوحؑ اور ان انبیاء کی طرف وحی کی تھی جو حضرت نوحؑ کے بعد ہوئے۔

تشریح: اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْکَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰی نُوْحٍ: امام بخاریؒ كَيْفَ بَدْءُ الْوَحْی کے متعلق جو آیت لائے ہیں۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ جس وحی کے متعلق وہ حدیثیں لائیں گے، وہ وحی نبوت ہے نہ کوئی اور۔ کیونکہ قرآن مجید سے اور نیز احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وحی کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک وحیٔ جمادات مثلاً زمین کے لیے۔ (الزلزال:٦) اور آسمان کو (حٰم السجدۃ:١٣) ایک وحی حیوانات جیسے شہد کی مکھی کو ہوتی ہے۔ (النحل:٦٩) ایک وحی صالحین کو ہوتی ہے جیسے حواریوں کو ہوئی۔ (المائدۃ:١١٢) اور حضرت موسیٰؑ کی ماں کو بھی ہوئی۔ (القصص: ٨) وحی کا لفظ قرآن مجید میں بعض جگہ محض اشارہ کے معنوں میں بھی آیا ہے (الانعام:١٢٢)

☆ ابواب کے اعداد لکھنے کی صورت میں یہ جائز ہے کہ لفظ ''باب'' بغیر اعراب کے لکھا جائے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ١٠)

۱: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَّنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

۱: ہم سے حمیدی یعنی عبداللہ بن زبیر نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے یحیٰی بن سعید انصاری نے بیان کیا کہ مجھے محمد بن ابراہیم تیمی نے خبر دی کہ انہوں نے علقمہ بن وقاص لیثی سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جبکہ وہ منبر پر تھے؛ سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اعمال تو نیتوں ہی پر ہیں اور یہ کہ ہر انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ پس جس نے دنیا کے پانے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی خاطر ہجرت کی، اس کی ہجرت اُسی امر کے لئے ہوگی جس کی خاطر اس نے یہ ہجرت کی۔

تشریح: **اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ** کی حدیث بھی جوامع الکلم میں سے ہے اور اسی وجہ سے بعض علماء نے اس کو ایک تہائی اسلام قرار دیا ہے اور بعض نے ایک تہائی علم کا اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بڑھ کر پر حکمت، پر معانی اور کوئی حدیث نہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۱۴) بلکہ سچ تو یہ ہے کہ دین کی ساری ماہیت اس ایک جملہ میں کوٹ کر بھر دی گئی ہے اور یہ جملہ درحقیقت بطور اس اصل الاصول کے ہے کہ جس سے انسان کو حیوان سے امتیاز حاصل ہوتا ہے اور جس کی بناء پر انسان کے طبعی افعال دائرہ اخلاق میں داخل ہو کر انسان کو ذمہ وار اور اعمال کی جواب دِہ ہستی بنا دیتے ہیں اور شریعت کی تمام پابندیاں اس پر عائد ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اس حدیث کی تھوڑی سی وضاحت کرنی ازبس ضروری معلوم ہوتی ہے تا کہ اس کا تعلق اس باب سے اور نیز اس کتاب کے مضمون سے پورے طور پر واضح ہو جائے۔

۱۔ علماء اسلام نے فعل اور عمل کے درمیان یہ فرق بتلایا ہے کہ فعل طبعی حرکت کو کہتے ہیں جس میں نیت کا دخل نہیں اور عمل وہ فعل ہے جس میں نیت کا دخل ہو جو بالارادہ قصداً کیا جائے۔ جس کے کرنے پر انسان کا طبعی فعل اچھا یا برا کہلاتا ہے اور اس لئے وہ انعام یا سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ اس تعریف کو مدنظر رکھ کر اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کا یہ مفہوم ہوگا کہ طبعی

افعال کو عملی یا اخلاقی حیثیت نیتوں کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ان معنوں کے اعتبار سے بِالنِّیَّاتِ میں (ب) سببیہ ہے۔

٢۔ دوسرا مفہوم اس حدیث کا یہ ہے کہ اعمال نیتوں ہی کے ساتھ انجام پاتے ہیں۔کام کرنے کے لئے نیت کی ضرورت ہے۔محض خیال یا آرزو یا میلانِ طبع یا رغبت یعنی دل کی پسندیدگی یا چاہت کسی کام کو سرانجام دینے کے لئے ہرگز کافی نہیں۔نیت جس کا ماخذ ''نواۃ'' ہے اعمال کے لئے گٹھلی یا بیج کا وہ درمیانی گودا ہے جس میں زندگی کی ساری قوتیں جمع ہوتی ہیں اور جس سے کونپلیں پھوٹتی ہیں اور اعمال کا درخت پھلتا پھولتا اور پھیلتا ہے۔

٣۔ لفظ '' اِنَّمَا '' جو حصر کے لئے آتا ہے اس کا مفہوم اردو میں (ہی) کے لفظ سے ہم ادا کرتے ہیں۔اس لفظ کو مدنظر رکھتے ہوئے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کے تیسرے معنے یہ ہوں گے کہ انسانی اعمال کے پیچھے ضرور ہے کہ نیتیں در پردہ کام کر رہی ہوں۔یعنی یہ ہو نہیں سکتا کہ انسان کام تو کر رہا ہو مگر اس کے پیچھے کوئی نیت نہ ہو۔اگر کوئی نیت نہیں تو وہ فعل محض ایک طبعی حرکت ہوگی جس کو کوئی عملی حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی۔

٤۔ اس حدیث کا ایک چوتھا مفہوم بھی ہے جس کی طرف امام بخاری علیہ الرحمۃ گئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ نتائج کے اعتبار سے اعمال کی اہمیت نیتوں پر موقوف ہے جس قدر قوت اور سنجیدگی نیت میں ہوگی اسی قدر قوت اور سنجیدگی سے عمل بھی صادر ہوگا۔نیز اسی نسبت سے اس کے ساتھ انسان کے باقی اعمال بھی متاثر ہوں گے۔ایک شخص جو گھر بنانے کی نیت کر لیتا ہے،اس نیت کے ساتھ معاً اس کے عام اخراجات کی اقتصادی حالت میں تبدیلی پیدا ہو جائے گی بلکہ وہ آمدنی کے اور نئے نئے ذرائع سوچے گا اور اس کے لئے عمل کی نئی نئی صورتیں پیدا کرے گا۔محنت ومشقت برداشت کرے گا۔اس کے کھانے پینے اور سونے جاگنے اس کی خوشی اور راحت کی گھڑیوں وغیرہ سب میں فرق آ جائے گا۔غرض نیت میں جس قدر پختگی،جس قدر وضاحت،جس قدر یقین،جس قدر وسعت وبلندی وہمت ہوگی؛ٹھیک اسی تناسب سے اعمال بھی متاثر ہوں گے اور وہ مختلف شکل اختیار کرتے چلے جائیں گے۔یہی ایک سربستہ راز ہے انسان کی ترقی کا اور اس کی ساری عملی زینت کا۔

٥۔ اس ضمن میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بعض لوگ ناجائز اعمال کو اچھی نیت سے جائز بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔مثلاً رشوت اس لئے لیتے ہیں کہ صدقہ کریں۔مگر یہ جائز نہیں۔اور اس اعتبار سے پانچویں معنے حدیث کے یہ ہوں گے کہ اعمال کی صحت تو نیتوں کی صحت کے ساتھ ہے۔نہ برا عمل اچھی نیت سے نیک بن جاتا ہے اور نہ بری نیت سے کوئی عمل جو بظاہر نیک ہو،نیک ہوتا ہے،جیسے ریا کی نماز۔

باب ۲

۲:حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ	۲: ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا،کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ مالک نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے،اُن کے باپ نے

عَنْهَا أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَأْتِيْكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَانًا يَّأْتِيْنِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَأَحْيَانًا يَّتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِيْ مَا يَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِيْنَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا.

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! آپؐ کے پاس وحی کس طرح آیا کرتی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: کبھی تو گھنٹی کی چھنکار کی مانند وہ میرے پاس آتی ہے اور یہ (وحی) مجھ پر سخت ترین ہوتی ہے اور وہ مجھ سے ایسی حالت میں الگ ہوتی ہے کہ جو اس نے کہا ہوتا ہے میں اُسے ذہن نشین کر چکا ہوتا ہوں اور کبھی فرشتہ آدمی کی شکل میں میرے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے اور مجھ سے باتیں کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے میں اسے ذہن نشین کئے جاتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: میں نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ پر وحی سخت سردی کے دن نازل ہوتی اور پھر آپؐ سے ایسی حالت میں جدا ہوتی کہ آپؐ کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ رہا ہوتا۔

تشریح: **كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ**: كَيْفَ بَدْءُ الْوَحْيِ کے عنوان کے ماتحت دوسری حدیث جو امام بخاریؒ نے نقل کی ہے، اس میں وحی کی کیفیت کے متعلق دو مشاہدے مذکور ہیں۔ ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جن پر وہ کیفیت گذرتی ہے اور ایک حضرت عائشہؓ کا جو اس کیفیت کے ظاہری آثار دیکھنے والی ہیں۔ جو جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن ہشامؓ کو دیا اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وحی کی صرف یہی دو صورتیں ہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نمونہ ان صورتوں کی دو بڑی قسمیں بیان فرمائی ہیں جو آسانی سے سمجھی جا سکتی ہیں اور یہ دونوں حالتیں قوائے جسمانیہ پر گراں گذرتی ہیں۔

پہلی حالت زیادہ سخت ہے۔ **قَدْ وَعَيْتُ** یعنی جب وحی کی یہ حالت موقوف ہوتی ہے تو وہ کلام میرے ذہن میں نقش ہو چکا ہوتا ہے۔ وحی کے معنی پتھر پر لکیر ڈالنے کے بھی ہوتے ہیں۔ (لسان العرب تحت لفظ وحي)

اور دوسری حالت کے متعلق فرمایا: **فَأَعِيْ** یعنی میں ساتھ ساتھ وہ کلام ذہن نشین کرتا جاتا ہوں۔ اس میں شعور ایک حد تک برقرار رہتا ہے۔

وحی کے معنی ہیں بات کو سرعت سے پہنچانا (لسان العرب تحت لفظ وحي) اور یہ مفہوم ہر ایک قسم کی وحی میں پایا جاتا ہے۔ گو اس کی کیفیتیں مختلف ہوں۔ جیسی طبیعتیں ہوں گی۔ ویسی ہی وحی کی کیفیت میں بھی تبدیلی ہوتی چلی جائے گی اور وحی خواہ بصورتِ آواز یا الفاظ متکیف ہو یا بشکل تمثلات ملکیہ ظاہر ہو۔ ہر بشری طبیعت کے ساتھ جداگانہ کیفیت رکھتی ہے اور اس کا ادراک کرنا دوسرے انسان کے لئے ایسا ہی مشکل امر ہے جیسے ذائقہ کی کیفیت کا ادراک کرنا بغیر تجربہ مشکل ہے اسی لئے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارثؓ بن ہشام کو دو موٹی مثالیں دے کر دو صورتیں سمجھائی ہیں۔

یہ **حضرت حارثؓ** بن ہشام ابوجہل کے حقیقی بھائی تھے جو فتح مکہ میں مسلمان ہوئے اور شام کی فتوحات میں شہید ہوئے۔ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے اور علامہ ابن حجر اور قسطلانی وغیرہ مشہور علماء کی یہی رائے ہے کہ حضرت عائشہؓ اس وقت پاس ہی موجود تھیں جب حضرت حارثؓ بن ہشام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا۔

(فتح الباری جزء اوّل صفحہ۲۵) (ارشاد الساری للقسطلانی جزء اوّل صفحہ۵۷)

باب۳

۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّثُ فِيْهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَّنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيْجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا

۳: ہم سے یحیٰی بن بکیر نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ لیث نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے حضرت عائشہ اُمّ المؤمنینؓ سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: پہلے پہل جو وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع ہوئی وہ نیند میں سچی خوابوں کا دیکھنا تھا۔ آپؐ جو خواب بھی دیکھتے وہ صبح صادق کی طرح واقع ہو جاتی۔ اس کے بعد آپؐ کو تنہائی کی طرف رغبت ہوئی اور آپؐ غارِ حرا میں تنہا رہتے اور اس میں عبادت کرتے۔ یہ عبادت چند گنتی کی راتوں کی تھی جسے آپؐ پیشتر اس کے کہ آپؐ کو اپنے گھر والوں سے ملنے کی خواہش ہوتی پورا کر لیتے اور اس کے لئے آپؐ توشہ لے لیتے۔ پھر کچھ مدت بعد حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آتے اور

حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ قَالَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (العلق:٢-٤) فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ فَدَخَلَ عَلَى خَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَ زَمِّلُوْنِي زَمِّلُوْنِي فَزَمَّلُوْهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلَى نَفْسِيْ فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ كَلَّا وَاللهِ مَا يُخْزِيْكَ اللهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ

اتنی ہی راتوں کے لئے اور زاد لے لیتے۔ آخر آپؐ کے پاس حق آ گیا اور اس وقت آپؐ غارِ حرا میں تھے۔ آپؐ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا: پڑھو۔ آپؐ نے کہا: میں تو ہرگز نہیں پڑھوں گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: اس پر اُس نے مجھے پکڑا اور مجھے اس قدر بھینچا کہ میری طاقت اپنے انتہاء کو پہنچ گئی۔ پھر اُس نے مجھ کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا: پڑھو۔ میں نے کہا: میں نہیں پڑھوں گا۔ پھر اس نے مجھے پکڑا اور دوبارہ اس زور سے بھینچا (کہ میں بے ہوش ہوگیا۔) پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا: پڑھو۔ میں نے کہا: میں نہیں پڑھوں گا۔ پھر اس نے مجھے پکڑا اور سہ بارہ زور سے بھینچا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ.... یعنی پڑھو اپنے ربّ کا نام لے کر کہ جس نے پیدا کیا۔ انسان کو پیدا کیا ایک لوتھڑے سے۔ پڑھو اور تمہارا ربّ بہت ہی کریمانہ صفات والا ہے۔ ان آیات کو لے کر رسول اللہ ﷺ واپس لوٹے۔ آپؐ کا دل دھڑک رہا تھا۔ آپؐ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کے پاس آئے اور کہا: مجھے کپڑا اوڑھا دو۔ مجھے کپڑا اُوڑھا دو۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو کپڑا اوڑھا دیا یہاں تک کہ آپؐ سے وہ گھبراہٹ جاتی رہی تب آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا: مجھے تو اپنی جان کا اندیشہ ہو گیا ہے۔ اس پر حضرت خدیجہؓ نے کہا: ہرگز نہیں۔ بخدا آپؐ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ آپؐ صلہ رحمی کرتے

فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيْجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى ابْنَ عَمِّ خَدِيْجَةَ وَكَانَ امْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيْلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيْجَةُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيْكَ فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَأَى فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ هَذَا النَّامُوْسُ الَّذِي نَزَّلَ اللهُ عَلَى مُوْسَى يَا لَيْتَنِي فِيْهَا جَذَعًا لَيْتَنِي أَكُوْنُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُوْدِيَ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ.

ہیں۔ عاجز کا بوجھ اُٹھاتے ہیں اور وہ نیکیاں کرتے ہیں جو معدوم ہو چکی ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی مشکلات میں مدد دیتے ہیں۔ اس پر حضرت خدیجہؓ آپؐ کو لے گئیں اور اپنے چچا زاد بھائی ورقہ ابن نوفل کے پاس لائیں جو کہ اسد بن عبدالعزیٰ کے بیٹے تھے۔ ورقہ وہ شخص تھے جو زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے اور عبرانی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ انجیل سے جو اللہ چاہتا عبرانی میں لکھا کرتے تھے اور وہ بہت بوڑھے تھے۔ نابینا بھی ہو چکے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے اُن سے کہا: اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ ورقہ نے آپؐ سے پوچھا: اے میرے بھتیجے! تم کیا دیکھتے ہو؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا ان کو بتلایا۔ ورقہ نے آپؐ سے کہا: یہ وہ شریعت لانے والا فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر اُتارا تھا۔ اے کاش میں اس زمانہ میں جوان ہوتا۔ اے کاش! میں اس وقت زندہ رہوں جب تیری قوم تجھے نکالے گی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ مجھے نکالیں گے!! انہوں نے کہا: ہاں۔ جو پیغام تو لایا ہے جب کبھی بھی کوئی شخص ایسا پیغام لے کر آیا تو ضرور ہی اس سے دشمنی کی گئی اور اگر میں نے تیرا وہ زمانہ پا لیا تو میں کمر باندھ کر تیری مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ جلد ہی فوت ہو گئے اور وحی میں وقفہ پڑ گیا۔

تشریح: اس حدیث سے چار باتیں معلوم ہوتی ہیں:-

۱۔ **اوّل** یہ کہ زمانہ نبوت سے پہلے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچی خوابیں آیا کرتی تھیں اور آپؐ جو خواب دیکھتے وہ کمال صفائی سے اور یقینی طور پر پورے ہو جاتے۔ **کَـفَلَقِ الصُّبْحِ** کا یہی مفہوم ہے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سچی خوابوں کو جو وحی کی قسم سے شمار کیا ہے تو یہ اس لئے کہ خواب کی کیفیت ہی دراصل وہ طبعی استعداد ہے جو ترقی کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور علم کے ظاہر ہونے کے لئے بطور آئینہ کے کام دیتی ہے اور بالآخر انسان پر وحی کی اعلیٰ سے اعلیٰ تجلیات ظاہر ہوتی ہیں اور یہ طبعی استعداد بیج کے طور پر انسان میں موجود ہے۔ اسی لئے ہر انسان نیک ہو یا بد؛ کوئی نہ کوئی سچی خواب دیکھ لیتا ہے تا اس کے لئے نبوت کی حقیقت کا سمجھنا مشکل نہ ہو۔ کیونکہ جس آنکھ میں نور رہتا ہے وہی آنکھ نورِ آفتاب کو بھی دیکھتی ہے اور اس کی کیفیت کو بھی تصور میں لا سکتی ہے۔

غرض خواب کی قابلیت بطور ایک طبعی مبدء اور مصدر کے ہے اور اسی وجہ سے احادیث نبویہ میں سچے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے۔(بخاری. کتاب التعبیر . باب الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ وأربعین جزء من النبوۃ: ۶۹۸۹) اور حضرت عائشہؓ نے بھی یہاں اسی وجہ سے آپؐ کی خوابوں کو وحی میں شامل کیا ہے۔

۲۔ **دوسری بات** اس حدیث سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خالص محبت تھی اور یہ محبت آپؐ کے دل میں فطرتاً تھی جو دن بدن ترقی کرتی گئی۔ آخر اس خالص محبت کی وجہ سے مجبور ہو کر آپؐ نے دنیا کے تعلقات سے کنارہ کشی کی اور آپؐ غارِ حرا میں جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے گوشہ نشین ہو گئے اور وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ **حُبِّبَ اِلَیْهِ الْخَلَاءُ** میں جو صیغہ مجہول استعمال کیا گیا ہے، وہ یہی راز بتلانے کے لئے ہے کہ یہ محبت اپنے اختیار کی بات نہ تھی۔ کسی بالائی طاقت نے آپؐ کا منہ دنیا سے موڑ دیا تھا اور تمام انبیاء کے متعلق یہی سنت الٰہی چلی آتی ہے۔

فَیَتَحَنَّثُ فِیْهِ: تَحَنُّثُ کے معنی عبادت کرنا۔ قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کسی معین شکل وصورت کی عبادت سے متعارف نہ تھے۔ جیسا کہ فرمایا: مَـا کُـنْـتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ. (الشوریٰ:۵۳) یعنی تجھے عبادت کا کوئی طریق معلوم نہ تھا۔ اس لئے آپؐ اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے تھے۔ دعا عبادت کا اصل مغز اور روح ہے۔

وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّیَالِیَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ: چند گنتی کی راتیں عبادت کیا کرتے تھے۔ حَتّٰی جَآءَهُ الْحَقُّ سے مراد ایک تو کامل معرفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق کامل معرفت روحانی مشاہدات اور تجلیات وحی کے ذریعے سے ہی ہوتی ہے۔ محض عقل اس مقام معرفت تک قطعاً نہیں پہنچا سکتی۔ عقل تو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق صرف ''ہونا چاہیے'' کے مقام تک ہمیں پہنچاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ہمارے سامنے بہت سے احتمالات پیش کر دیتی ہے۔ عقل کا یہ نقص وحیٔ الٰہی سے دور ہوتا ہے۔ عقل اور وحی میں آپس میں کوئی تضاد نہیں بلکہ وہ ایک دوسرے کے لئے بطور ممد کے ہیں۔ عقل کا تعلق زمین سے ہے اور وحی کا تعلق آسمان سے اور دونوں کے اتصال سے کامل نور اسی طرح پیدا ہوتا ہے جس طرح زمینی آنکھ کی

بینائی میں آسمانی سورج کی روشنی سے نور پیدا ہوتا ہے۔ وحی کے بغیر الحق یعنی کامل یقین ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔
(اس بحث کی تفصیل ملاحظہ ہو: براہین احمدیہ حصہ دوم حاشیہ نمبر ۴ صفحہ ۷۸)

اس جگہ الحق کی مناسبت کی وجہ سے یہ ذکر کر دینا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ جب وہ روحِ حق آئے گی تو ساری سچائی لائے گی۔ (یوحنا۔ باب ۱۶، آیت ۷ تا ۱۶)

۳۔ **تیسری بات** اس حدیث سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام اغراضِ نفسانیہ سے الگ ہوکر محض اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے یہ عبادت کیا کرتے تھے۔ یہ خواہش قطعاً نہ تھی کہ آپ کو وحی و مکاشفہ ہو یا نبوت کا مقام ملے اور نہ یہ مقام مجاہدات سے ملا کرتا ہے۔ اس بات پر جیسا کہ **حُبِّبَ اِلَيْهِ الْخَلَاءُ** کے الفاظ دلالت کرتے ہیں اور وہ الفاظ بھی نہایت وضاحت سے دلالت کرتے ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التفسیر میں اور امام مسلم نے کتاب الایمان میں نقل کئے ہیں۔ یعنی حَتّٰى فَجِئَهُ الْحَقُّ.... یعنی یکا یک بغیر توقع کے حق آپؐ کے پاس آیا۔
(بخاری . کتاب التفسیر . سورة إقرأ باسم ربک الذی خلق. روایت نمبر: ۴۹۵۴)
(مسلم. کتاب الایمان. باب بدء الوحی الی رسول اللّٰه ﷺ)

اس کے ہم معنی یہ الفاظ ہیں: أَتَاهُ بَغْتَةً. (عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۵۴)

ایسے مجاہدات سے آپ کی پاک فطرت انکار کرتی تھی جو اس غرض سے ہوں کہ کوئی الہام ہو جائے یا کشف ہی دیکھ لے یا یہ کہ وحی ونبوت کا مقام حاصل ہو۔ قرآن مجید بھی اسی امر کی طرف اشارہ فرماتا ہے: وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْا أَنْ يُّلْقٰى إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (القصص: ۸۷) یعنی تو یہ توقع نہ رکھتا تھا کہ کتاب تجھے دی جائے۔ یہ تو تیرے رب کی رحمت ہوئی۔

مَا أَنَا بِقَارِئٍ: اور وحی لانے والے فرشتے کو بھی آپ یہی جواب دیتے ہیں: مَا أَنَا بِقَارِئٍ. میں ہرگز نہیں پڑھوں گا۔ "مَا" حرفِ نافیہ "ب" کے ساتھ قطعی انکار کے لئے آتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں آتا ہے: وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا. (هود: ۳۰) یعنی میں ہرگز اپنے مسلمان ساتھیوں کو دھتکارنے کا نہیں۔

کلماتِ وحی کا مفہوم وہ شخص خوب سمجھتا ہے جس پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ إِقْرَأْ سے مراد اعلانِ رسالت ہے جس کی تشریح لفظ قرآن کر رہا ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک لحہ کے لئے بھی وہم نہیں گذرا کہ یہ تجلی ربانی ہے یا کیا؟ انبیاء کی ابتدائی زندگی میں ہی ان تجلیات کا سلسلہ شروع ہوکر آہستہ آہستہ کمال تک پہنچتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا خارق عادت معاملہ ہمیشہ سے دیکھتے چلے آتے ہیں۔ ایک معمولی انسان جو سچی خواب دیکھتا ہے اس کو تو ایسے خواب کے متعلق یقین ہوتا ہے کہ یہ نظارہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے نہ کسی خیال کا نتیجہ۔ مگر یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پڑھنے سے انکار کیا تو اس خیال سے کیا کہ آپ کو علم نہ تھا کہ یہ رحمانی وحی ہے، یہ احمقانہ خیال ہے۔

ورقہ بن نوفل جو عیسائی تھا اس نے تو سارا واقعہ سن کر بے ساختہ کہہ دیا کہ یہ تو وہی راز دار ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن پر یہ روحانی کیفیتیں گزرا کرتی تھیں وہ اس راز سے ناآشنا ہوں! یہ بات کس قدر دور از قیاس ہے اور علاوہ ازیں یہ تجلی ربانی پہلی بار نہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے میں غلطی ہوتی یا کوئی شبہ پڑتا

بلکہ جیسا کہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے؛ بیس سال سے پیشتر یہ سلسلہ رؤیا وکشوف وتجلیات وحی کا شروع تھا۔
(تاریخ الأمم والملوک للطبری. ذکر باقی الأخبار من الکائن من أمر رسول اللّٰه قبل أن ینبأ. الجزء الثانی)
اور تمام اولیاء اور انبیاء کے ساتھ یہی سنت الٰہی ہے کہ خدا تعالیٰ ایک لمبے عرصہ کی تجلیوں سے آہستہ آہستہ ان کو کامل یقین تک پہنچاتا ہے جس کے بعد شک کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اس لئے انکار کیا کہ آپ سمجھتے تھے کہ اِقْرَأْ سے کیا مراد ہے اور کس قسم کی ذمہ داری کے بار اٹھانے کے لئے آپ کو کہا گیا ہے۔ انبیاء معرفت الٰہی میں اس مقام پر کھڑے ہوتے ہیں جو سراسر تواضع وتقویٰ وخشیت کا مقام ہے وہ بارِ رسالت کو اٹھانے سے ڈرتے ہیں اور اپنے گوشۂ تنہائی سے نکلنا نہیں چاہتے۔ وہ اسی وقت نکلتے ہیں جب الٰہی مشیت کی تجلیات اور بار بار کے صریح حکموں کے سامنے بے بس ہو جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی عاجزانہ معذرتیں کیں اور حضرت ہارونؑ نے اپنے بھائی کو اس منصب نبوت پر کھڑا کرنے کے لئے عرض کیا۔ (الشعراء: ۱۴)

غَطَّنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّیَ الْجُهْدُ: لفظ اَلْجُهْد...... "د" کی فتح سے بھی آتا ہے۔ جس کے معانی ہیں: اپنی ساری طاقت صرف کردی۔ لیکن رفع کے ساتھ جو روایت آتی ہے وہ زیادہ قرین قیاس ہے۔ اس کے معنے ہیں مجھے اتنا دبایا کہ میری طاقت اپنے انتہاء کو پہنچ گئی یعنی تاب مقابلہ نہ رہی۔ (عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۵۷) اور یہ حالت خاص کر اُس وقت ہوتی ہے، جب انسان ملائکہ کی بات ماننے سے انکار کرتا ہے۔ یعنی مشیئتِ الٰہی کے مقابل بشری ارادہ کچھ نہ کچھ کام کر رہا ہوتا ہے۔ ملائکہ کی اس قسم کی تحکمانہ تجلّی خواب میں ہوتی ہے اور کشف میں بھی اور عین بیداری میں بھی۔ ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ یہ واقعہ نیند میں ہوا۔
(تاریخ الأمم والملوک. ذکر الخبر عما کان من أمر نبی اللّٰه...بارسال جبریل الیه بوحیه. الجزء الثانی)
شاید اس وجہ سے کہ غَطَّ، یَغِطُّ، غَطِیْطًا نیند میں خراٹے لینے کو بھی کہتے ہیں۔ (لسان العرب تحت لفظ "غطّ") یا کسی اور وجہ سے انہوں نے یہ کہا۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رؤیت کا لفظ علی الاطلاق رکھا ہے جو کشف پر بھی بولا جاتا ہے اور خواب پر بھی۔ بہر حال اس مخصوص تجلّی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے لگا کر زور سے بھینچا گیا۔ اس نظارے کا تعلق واقعات کے ساتھ یہ ہے کہ آپؐ نے الٰہی مشیئت کی زوردار تجلیات کے ماتحت بے بس ہو کر نبوت کا اعلان کیا تھا۔ یہ نہیں کہ آپ نے اس کے لئے کوئی پہلے سے تیاری کی تھی۔ آپ گوشۂ تنہائی کو چھوڑنے کے لئے یونہی اپنی مرضی سے تیار نہیں ہوئے۔ قرآن مجید نے بھی اس مضمون کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ o (یونس: ۱۷) کہو! اگر اللہ کی مشیئت نہ ہوتی تو میں تمہارے سامنے یہ کبھی نہ پڑھتا اور وہ تمہیں اس کی خبر تک نہ دیتا۔ چنانچہ میں تم میں اس سے پہلے بھی ایک لمبا عرصہ رہ چکا ہوں۔ تم عقل سے کیوں کام نہیں لیتے۔ ان آیات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیئت کی زوردار تجلّی نہ ہوتی تو آنحضرت ﷺ قطعاً منصب نبوت کے اٹھانے کے لئے تیار نہ تھے۔

یورپ کے عیسائی علماء نے (یہ ثابت کرنے کے لئے) بہت ہاتھ پاؤں مارے ہیں کہ یہ نظارے دماغی بیماری کا نتیجہ تھے مگر جو نظارے دماغی خلل کا نتیجہ ہوتے ہیں؛ واقعات ان کی تصدیق نہیں کرتے۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (العلق: ۴) میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جو ایسی عظمت کے ساتھ پوری ہوئی کہ یہی عیسائی آج تک اس کی عظمت سے حیران ہیں۔ اس وحی کا ماحصل یہ ہے: تم پڑھو۔ اس حکم کی تعمیل میں تمہارا اللہ تم سے نہایت کریمانہ سلوک کرنے والا ہے۔ چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ واقعات نے ہر پہلو سے اس کی تصدیق کی۔

لَقَدْ خَشِيتُ عَلٰى نَفْسِيْ: مجھے تو اپنی جان کا اندیشہ ہو گیا تھا۔ اس کا ایک تو سیدھا سادہ یہ مفہوم ہے کہ اس رعبناک نظارے سے یعنی فرشتہ کے دبانے سے مجھے یہ خوف ہو گیا تھا کہ میری جان چلی اور درحقیقت بعض وقت وحی کی جلالی تجلی سے یہی حالت ہوتی ہے اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ واقعہ بتلا کر آپؐ یہ فرماتے ہیں: مجھے اب اپنے متعلق فکر پڑ گئی ہے کہ ایک بہت ہی بڑا بوجھ مجھ پر ڈالا جا رہا ہے۔ آپ کو عہدۂ رسالت کی نازک ذمہ واریوں کا کامل احساس تھا جس کے ساتھ ہزاروں مشکلات لگی ہوتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنے متعلق کئی قسم کے اندیشوں کا ذکر کرتے ہیں کہ میں فصیح نہیں ہوں۔ (الشعراء: ۱۴) دراصل یہ بہانے نہیں بلکہ کامل عاجزی وتواضع کا اظہار ہے اور نیز یہ خواہش ہے کہ وہ گوشۂ تنہائی سے نکل کر دنیا میں دوبارہ نہیں آنا چاہتے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کا مطلب سمجھ کر کہتی ہیں: كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا. یعنی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اللہ کبھی بھی آپ کو رسوا نہ کرے گا۔ آپ کامیاب ہوں گے۔ **خِزْیٌ** وہ ذلت ورسوائی ہے جو انسان کو ناکامی سے ہوتی ہے۔

٤۔ **چوتھی بات** اس حدیث سے اس عظیم الشان شہادت کا پتہ چلتا ہے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہمارے لئے چھوڑ گئی ہیں۔ وہ اس گھبراہٹ کے وقت بے ساختہ بغیر کسی تصنّع کے پورے یقین کے ساتھ کہتی ہیں: كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا. یعنی یہ کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ آپؐ مکارم اخلاق سے متصف ہیں۔ آپؐ بنی نوع انسان کے ہمدرد ہیں۔ آپؐ میں وہ وہ خوبیاں ہیں جو آج کل معدوم ہیں۔ حضرت خدیجہؓ کی یہ شہادت معمولی شہادت نہیں۔ یہ اس رفیق زندگی کی شہادت ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی واقفِ حال راز دان نہیں ہو سکتا۔

حضرت خدیجہؓ کی یہ مراد ہے کہ جس شخص کے مکارم اخلاق کی وجہ سے لوگ پہلے ہی گرویدہ ہوں اور جو ''اَلامِین'' کے لقب سے مشہور ہو وہ ناکام کیسے ہوگا؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بعد میں ورقہ بن نوفل کے قول پر یہ تعجب ہوتا ہے: أَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے!! حضرت خدیجہؓ کا قول اور آپؐ کا تعجب ایک ہی قسم کے احساس کے ماتحت ہے اور یہ آپؐ کی بے لوث اور مکارم اخلاق سے بھری ہوئی زندگی پر دلالت کرتا ہے۔ آپؐ پہلے ہی سے ہمدرد بنی نوع انسان تھے۔

فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ: حضرت خدیجہؓ ورقہ بن نوفل کے پاس آپ کو اس لئے نہیں لے گئی تھیں کہ نعوذ باللہ آپؐ کو کوئی شبہ تھا اور ورقہ سے پوچھنا تھا کہ آیا آپؐ کے پاس فرشتے آتے ہیں یا جن بھوت۔ بلکہ اس لئے کہ وہ عیسائی

تھے اور ''اس نبیؐ'' کے آنے کے متعلق قدیم نوشتوں میں پیشگوئیاں تھیں اور عیسائیوں اور یہودیوں کو اُس کی آمد کا انتظار تھا جیسا کہ ہم آگے چل کر بتائیں گے اور تورات و انجیل میں اُس کی علامتیں بھی موجود تھیں اور چونکہ ورقہ بن نوفل ان کتابوں کے عالم تھے، اس لئے ان کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گئیں تا آنے والے نبی کے متعلق خیالات معلوم ہوں اور ان کو بھی تصدیق کا موقع ملے۔ چنانچہ انہوں نے فوراً شناخت کرلیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکالے جانے کے متعلق پیشگوئی کا تذکرہ بھی کر دیا جو یسعیاہ نبی نے عرب کے متعلق الہامی کلام کے عنوان کے ماتحت سنائی تھی:-

''ارے اے بانجھ تو جو نہیں جنتی تھی خوشی سے للکار۔ تو جو حاملہ نہ ہوتی تھی وجد کر کے گا اور خوشی سے چلا۔ کیونکہ خداوند فرماتا ہے کہ بیکس چھوڑی ہوئی (ہاجرہ) کی اولاد خصم والی (سارہ) کی اولاد سے زیادہ ہے۔ ..... تیرے سب فرزند بھی خداوند سے تعلیم پائیں گے اور تیرے فرزندوں کی سلامتی کامل ہوگی۔ تو راستبازی سے پائدار ہو جائے گی۔.....'' (یسعیاہ باب ۵۴)

'' سلع (مدینہ کی پہاڑی کا نام ہے) کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے۔.....''

(یسعیاہ باب ۴۲ آیت ۱۲-۱۳)

''عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹو گے۔ اے ودانیو (یعنی اہل یمن) کے قافلو! اے تیما (یعنی مدینہ) کی سرزمین کے باشندو! روٹی لے کر بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔.....'' (یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۳-۱۵)

غرض اس قسم کی بہت سی پیشگوئیاں اس نبی کے متعلق ملتی تھیں اور اُس وقت یہود اور نصاریٰ دونوں کو انتظار تھا اور ورقہ چونکہ رشتہ دار تھے، عالم تھے، عربی اور عبرانی دونوں جانتے تھے؛ انہوں نے سن کر کہا: یہ وہی ناموس یعنی حامل شریعت ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ ناموس کے معنے شریعت کے بھی ہوتے ہیں۔ (ماخوذ از لسان العرب تحت لفظ نمس)

ورقہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا کیونکہ استثناء باب ۱۸ (آیت ۱۸) میں نبی موعود کے متعلق جو پیشگوئی ہے اس میں صاف الفاظ میں فرمایا گیا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ کی مانند ہوگا اور بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں سے پیدا ہوگا۔ وہ اپنی نہیں کہے گا بلکہ جو سنے گا وہ کہے گا۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (النجم: ۱۱) اور حضرت عیسیٰ صاحب شریعت نبی نہ تھے، اس لئے ذکر نہ کیا۔

ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی جو غرض و غایت ہم نے بیان کی ہے اس کا ذکر امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی

کتاب فتح الباری میں کیا ہے، ملاحظہ ہو جلد اول صفحہ ۳۴ شرح حدیث مذکور اور علامہ عینی نے بھی۔(عمدۃ القاری جلد اول صفحہ ۵۴)

وَفَتَرَ الْوَحْيُ: زمانہ فترت سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں جبرائیل کی خاص تجلی جس کا تعلق قرآن مجید کے نزول کے ساتھ ہے۔ایک وقت تک موقوف رہی۔ ورنہ یوں تو روح القدس جو انبیاء اور اولیاء اللہ کی نئی زندگی کے لئے بطور روحِ رواں کے ہوتا ہے، ایک لحظہ کے لئے بھی ان سے جدا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیّت و ارادہ کی دو قسم کی تجلیات اس کے خاص بندوں پر ہوتی ہیں۔ایک تجلی تو ہر وقت ان کے ارادوں میں روح القدس کے ذریعے سے کام کرتی رہتی ہے اور ایک تجلی جبرائیل کے ذریعے سے تمثلی رنگ میں پوری قوت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے اور اس جبرائیلی تجلی میں جو عارضی وقفہ ہوتا ہے، اس کا نام زمانہ فترت ہے اور اس وقفہ سے یہ مراد نہیں کہ جبرائیل کسی وقت آسمان سے اترتا ہے اور پھر انبیاءؑ کو چھوڑ کر آسمان پر چلا جاتا ہے۔ جبرائیل اسی طرح اپنے مقام پر رہ کر اللہ تعالیٰ کی مشیّت کی تجلیات ہر وقت اور ہر جگہ پہنچا تا رہتا ہے، جس طرح سورج پانی میں نظر آتا ہے مگر درحقیقت سورج نیچے نہیں اترتا۔اسی طرح جبرائیل کا نزول تمثلی رنگ میں ہوتا ہے، نہ حقیقی طور پر۔طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے۔(عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۵۷)

پس جس طرح جبرائیل کا آسمان سے اترنا عام متعارف معنوں میں نہیں، اسی طرح جبرائیلی تجلی میں یہ وقفہ پڑنا بھی اپنے حقیقی معنوں میں نہیں۔ بلکہ اس روح القدس کی روشنی ہر وقت اور ہر حال میں انبیاء کے شاملِ حال ہوتی ہے اور ان کے اندر سکونت رکھتی ہے۔یہی مذہب ہے تمام اہل اللہ کا۔اس مضمون کی تفصیل کے لیے دیکھئے ''آئینہ کمالاتِ اسلام''۔جہاں ضرورتِ ملائکہ اور ان کی تجلیات کے متعلق بحث کی گئی ہے وہاں اس اعتراض کا بھی کامل جواب دیا گیا ہے کہ جب روح القدس انبیاء سے جدا نہیں ہوتا تو پھر وہ بعض دفعہ غلطیاں کیوں کرتے رہتے ہیں۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام-روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۷۲-۱۲۶)

زمانہ فترت کے متعلق علماء نے یہ بحث بھی اُٹھائی ہے کہ سلسلہ وحی میں کتنی دیر توقف رہا۔امام ابن حجر مختلف روایتیں بیان کر کے آخر میں حضرت ابن عباسؓ کی قابل اعتماد روایت کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ چند دن کا وقفہ تھا۔(فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۷) اور یہ صحیح ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الرؤیا میں بھی زہری سے روایت کرتے ہوئے یہی واقعہ غارِ حراء کا بیان کیا ہے اور آخر میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے: فِيْـمَا بَلَغَنَا حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مِرَارًا كَيْ يَتَرَدَّى مِنْ رُؤُوْسِ شَـوَاهِـقِ الْـجِبَـالِ فَكُلَّمَا أَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ مِنْهُ نَفْسَهُ تَبَدَّى لَهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا......(بخاری. كتاب التعبير. باب أول ما بدئ به رسول الله من الوحي. روایت نمبر ۶۹۸۲) یعنی ہمیں یہ خبر بھی پہنچی ہے کہ آپؐ کو اس وقفہ سے اس قدر غم ہوا کہ آپؐ مارے غم کے اونچے اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرانا چاہتے تھے اور جبرائیل آ کر کہتا: محمد ﷺ تم واقعہ میں اللہ کے رسول ہو۔ یہ قصہ حضرت عائشہؓ کی مشار الیہ مستند روایت کے سامنے کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ چنانچہ خود زہریؒ بھی اس کو بے بنیاد قصہ سمجھتے ہیں جیسا کہ ان کے ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے: فِيْمَا بَلَغَنَا .... یعنی منجملہ ان روایتوں کے جو ہمیں پہنچی ہیں.... یہ کہہ کر اس روایت کی کوئی سند نہ بیان کرنے سے ان کی مراد یہی ہے کہ یہ غیر مستند روایتیں ہیں۔

٤ : قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّأَخْبَرَنِي أَبُوسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِي حَدِيْثِهِ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَرُعِبْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِي☆ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى : يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ إِلَى قَوْلِهِ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (المدثر: ٢-٦) فَحَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ.

۴: ابن شہاب نے (یہ بھی) کہا کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے بتلایا کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے جبکہ وہ وحی کے موقوف ہو جانے کے متعلق باتیں کر رہے تھے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس اثناء میں کہ میں چلا جا رہا تھا کیا یک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی اور آنکھ جو اُٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ ہے جو غارِ حرا میں آیا تھا۔ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس سے خوف زدہ ہو کر میں واپس لوٹ آیا اور میں نے کہا: مجھے کپڑا اُوڑھا دو مجھے کپڑا اُوڑھا دو۔☆ تب اللہ تعالیٰ نے یہ وحی کی: یَاأَیُّھَاالْمُدَّثِّرُo قُمْ فَأَنْذِرْ.... یعنی اے کپڑا اُوڑھنے والے اُٹھ اور لوگوں کو خطرہ سے آگاہ کر (اور اپنے ربّ کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک وصاف کر۔) اللہ تعالیٰ کے اس قول تک اور ہر ایک ناپاک بات سے الگ ہو جا۔ پھر وحی خوب زور سے شروع ہوئی اور لگاتار ہوتی رہی۔

تَابَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ وَأَبُوصَالِحٍ وَتَابَعَهُ هِلَالُ بْنُ رَدَّادٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ يُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ بَوَادِرُهُ.

یحییٰ بن بکیر کی طرح عبداللہ بن یوسف اور ابوصالح نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا۔ ایسا ہی ہلال بن ردّاد نے بھی زہری سے روایت کرتے ہوئے اسے بیان کیا اور یونس اور معمر نے (یَرْجُفُ فُؤَادُهُ کی جگہ) یَرْجُفُ بَوَادِرُهُ (کے الفاظ) نقل کئے ہیں۔ یعنی آپؐ کے مونڈھوں کے پٹھے کانپتے تھے۔

تشریح: مذکورہ بالا دونوں روایتیں (نمبر۳،۴) زہری سے مروی ہیں۔ اسی لئے دوسری روایت (نمبر۴) قَالَ ابْنُ شِهَابٍ کہتے ہوئے شروع کی ہے۔ دوسری روایت (یعنی نمبر۴) واؤ سے شروع کی گئی ہے۔ واؤ کا عطف اس سے پہلی روایت پر ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۸۔ عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ٦٦) ترجمہ میں ہم نے اس مفہوم کو خط وحدانی میں ظاہر کر دیا ہے۔ پہلی روایت عروہ بن زبیر کی ہے اور یہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف انصاری کی۔

☆ طبعة بُولاق کے مطابق لفظ ''زَمِّلُوْنِیْ'' دو مرتبہ ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

علماء میں اختلاف ہے کہ پہلی وحی کونسی ہے؟ آیا إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ .... یا یَا أَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَأَنْذِرْ ....
امام بخاریؒ نے اپنے استاد ابن شہاب محمد بن مسلم زہری علیہ الرحمۃ کی سند پر اس اختلاف کو یوں حل کیا ہے کہ إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ زمانہ نبوت کے ابتداء میں پہلی وحی ہے اور یَا أَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ زمانہ فترت کے بعد پہلی وحی ہے۔

یَا أَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَأَنْذِرْ ....فَاهْجُرْo (المدثر: ۲-۶) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی اغراض بیان کی گئی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی بڑائی قائم کرنا اور بنی نوع انسان کو ہر قسم کی گندگیوں سے رہائی دے کر پاکیزگی کے مقام پر کھڑا کرنا۔ ثِیَابَکَ فَطَهِّرْ سے مراد ظاہری پاکیزگی ہے۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ سے مراد باطنی پاکیزگی ہے۔ رُجْز کے معنی ہر قسم کی ناپاک باتیں، مشرکانہ اعتقادات اور بیہودہ خیالات ہیں۔ احکام الٰہیہ کی بجا آوری میں سب سے پہلے مخاطب انبیاء ہی ہوتے ہیں کیونکہ ان کا عملی نمونہ جس قدر اعلیٰ سے اعلیٰ ہوگا۔ اسی قدر پاکیزہ تاثیرات اپنے ساتھ رکھے گا اور اسی نسبت سے دنیا اس سے مستفیض ہوگی۔

بَوَادِرُ جمع ہے بَادِرَة کی۔ وہ گوشت جو مونڈھے اور گردن کے درمیان ہوتا ہے۔ (لسان العرب تحت لفظ بدر) بعض وقت ڈر سے یہ گوشت پھڑکنے لگتا ہے۔

باب ٤

٥ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ (القيامة: ١٧) قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيْلِ شِدَّةً وَّكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكُمْ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا وَقَالَ

۵ : ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا: ابوعوانہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: موسیٰ بن ابی عائشہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس قول یعنی لَا تُحَرِّکْ بِهِ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهِ کے متعلق ہمیں بتلایا کہ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی وحی کے نازل ہونے سے سخت تکلیف اُٹھاتے اور کبھی آپؐ اپنے ہونٹ بھی ہلایا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں تمہیں ہونٹوں کو اسی طرح ہلا کر دکھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُنہیں ہلایا کرتے تھے۔ اور سعید نے کہا: میں بھی اُنہیں اسی

سَعِيْدٌ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (القيامة:۱۷-۱۸) قَالَ جَمْعَهُ لَكَ فِي صَدْرِكَ وَتَقْرَأَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ (القيامة:۱۹) قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (القيامة:۲۰) ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيْلُ اسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيْلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ.

طرح ہلاتا ہوں جس طرح میں نے حضرت ابن عباسؓ کو ہلاتے دیکھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ہونٹ ہلائے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل کی: لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ. (یعنی) تو اپنی زبان کو اس کے ساتھ نہ ہلا؛ اس غرض سے کہ تو اسے جلدی سے حفظ کرلے۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ. (حضرت ابن عباسؓ نے) کہا: جمع کرانے اور پڑھانے سے مراد یہ ہے کہ تمہارے لئے تمہارے سینہ میں اس کو محفوظ کر دیں گے اور تو اسے پڑھ لے گا۔ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ۔ (حضرت ابن عباسؓ نے) کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ تو کان لگا کر چپکے سے اسے سنتا جا۔ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ یعنی پھر یہ ہمارا کام ہوگا کہ تو اسے ٹھیک ٹھیک پڑھ لے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی جبرائیل آتے تو توجہ سے سنتے اور جب جبرائیل چلے جاتے تو نبی ﷺ اسے اسی طرح پڑھتے جس طرح جبرائیل نے پڑھا ہوتا۔

تشریح: قَالَ ابْنُ عَبَّاس فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكُمْ .... :اس روایت پر محققین نے ایک اعتراض وارد کیا ہے کہ لا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ کی آیت جو سورۃ القیامۃ میں ہے اس ابتدائی وحی میں سے ہے جو مکہ میں نازل ہوئی جبکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ ان کی پیدائش ہجرت سے تین سال قبل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو یہ کیسے علم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ہونٹ ہلایا کرتے تھے اور انہوں نے سعید ابن جبیر کو بڑے وثوق سے اپنے ہونٹ ہلا کر دکھلائے کہ یوں ہلایا کرتے تھے۔ پھر علاوہ ازیں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ کے حکم کے بعد خاموش ہو کر سنتے اور اپنے ہونٹ نہ ہلاتے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہؓ نے انہیں بتلایا تھا تو پھر انہوں نے اس کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ علاوہ ازیں یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔ مگر باوجود اس اعتراض اور سقم کے علامہ ابن حجر اور عینی اور قسطلانی جیسے محققین نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ ضرور سنا اور حضرت ابن عباسؓ نے انہیں

ہونٹ ہلا کر دکھلائے۔(فتح الباری جزءاول صفحہ۴۰۔ عمدۃ القاری جزءاول صفحہ۷۳۔ شرح البخاری للقسطلانی جزءاول صفحہ۶۹)
کیونکہ سعید بن جبیر علم وتقویٰ میں بہت بڑے مقام پر تھے اور ایک امام مانے گئے ہیں اور موسیٰ بن ابی عائشہ بھی ثقہ ہیں اور ابوعوانہ بھی نہایت سچے راوی تسلیم کئے گئے ہیں، سوائے اس کے کہ ان کا حافظہ کمزور تھا۔ جس کی وجہ سے وہ روایات کو لکھ لیا کرتے تھے۔ اگر وہ اپنے حافظہ کی بناء پر کوئی روایت کرتے تو مفہوم میں کمی بیشی ہو جاتی لیکن تحریری روایت میں پوری صحت مدنظر رکھتے تھے۔ وَإِذَا حَدَّثَ مِنْ حِفْظِهِ غَلَطَ كَثِيْرًا. ابوسلمہ موسیٰ بن اسمٰعیل منقری جن سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت سنی، وہ بھی ثقہ ہیں۔(عمدۃ القاری جزءاول صفحہ۷۰)

گو تابعین میں سے اس روایت کو حضرت ابن عباسؓ سے بلا واسطہ بیان کرنے والے سوائے سعید بن جبیر کے اور کوئی نہیں اور نہ صحابہ میں سے حضرت ابن عباسؓ کے سوا کسی صحابی نے یہ روایت کی ہے مگر یہ دونوں راوی بہت پایہ کے انسان ہیں اور یہ احتمال کہ ممکن ہے؛ ابوعوانہ نے نقل میں الفاظ کم وبیش کر دیئے ہوں۔ ایک حد تک اس طرح رفع ہو جاتا ہے کہ موسیٰ بن ابی عائشہ سے ابوعوانہ کے سوائے اوروں نے بھی اس کو نقل کیا۔ مثلاً سفیان بن عیینہ اور اسرائیل اور جریر نے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے کتاب التفسیر میں زیر آیات مذکورہ بالا حمیدی اور عبیداللہ بن موسیٰ اور قتیبہ بن سعید کی سند سے روایتیں ان تین راویوں سے نقل کی ہیں۔(دیکھئے روایت نمبر ۴۹۲۷، ۴۹۲۸، ۴۹۲۹) اور انہوں نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے، اور وہ سعید بن جبیر سے، اور سعید نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے اسے نقل کیا ہے۔ گو لفظوں اور معانی میں کمی بیشی ضرور ہے۔ مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ اصول روایت کے اعتبار سے اس کی صحت میں خلل ہے اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی حالت کبھی طاری نہیں ہوئی۔ اس لئے محققین نے باوجود انتقاد کے اس روایت کو قبول کیا ہے۔

ان روایتوں سے کم از کم یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت نزولِ وحی کے وقت تبدیل ہو جایا کرتی تھی اور جسمانی علائق سے جو عارضی طور پر انقطاع واقع ہوتا اس سے آپ کو غیر معمولی تکلیف ہوتی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے اور یہ بات بھی روحانی مشاہدات میں یقینی ہے کہ تجلیٔ وحی کی ایک ایسی حالت بھی ہوتی ہے جس میں زبان بغیر کسی محرک کے خود بخود حرکت کرنی شروع کر دیتی ہے اور جو الفاظ اس پر جاری ہوتے ہیں، وہ علم غیب پر مشتمل ہوتے ہیں۔ وَمِمَّا يُحَرِّكُ بِهِ شَفَتَيْهِ کی نحوی ترکیب سے ظاہر ہے کہ یہ حالت آپ پر کبھی کبھی وارد ہوتی۔ جیسا کہ امام ابن حجر اور دیگر شارحین نے بھی مِمَّا کے متعلق سیبویہ کا مذہب نقل کر کے اس مفہوم کو مثالوں سے واضح کیا ہے۔(فتح الباری جزءاول صفحہ۴۰)

فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا اَتَاهُ جِبْرِيْلُ: یہ الفاظ حضرت ابن عباسؓ کے نہیں معلوم ہوتے بلکہ ابوعوانہ کے ہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے حسب معمول لفظ ''قَالَ'' نہیں دھرایا۔ نیز سفیان بن عیینہ اور اسرائیل نے اپنی روایت میں یہ حصہ بیان نہیں کیا۔ گو جریر نے ''قَالَ'' کہہ کر حضرت ابن عباسؓ کی طرف اس آخری حصہ روایت کو منسوب کیا ہے مگر باوجود اس کے کہ ان دونوں نے سعید بن جبیر سے سنا۔ ان میں سے دو راویوں کا اس حصہ روایت کو نظر انداز کر

دینااورابوعوانہ کا '' قَالَ '' نہ دھرانا بتلاتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نہیں۔اس لئے بالکل ممکن ہے کہ خود سعید بن جبیر یا ابوعوانہ نے ہی حضرت ابن عباسؓ سے آیت کا شانِ نزول سن کر یہ قیاس کرلیا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کی ضرور تعمیل کی ہوگی مگر تعمیل یا عدم تعمیل کا تعلق وہاں ہوتا ہے جہاں انسان کا ارادہ کام کر رہا ہوتا ہے۔جتنی بھی تجلیاتِ وحی ہیں،اُن میں ارادہ کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا۔تمام حواسِ ظاہر یہ کم وبیش حالت تعطل میں ہوتے ہیں۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ اس روایت کو یہاں محولہ بالا آیت کی تفسیر کرنے کی غرض سے نہیں لائے بلکہ صرف اس قدر بتلانا مقصود ہے کہ آپؐ پر یہ تجلیٔ وحی بطور خارق عادت کے اور غیر معمولی حالات کے ساتھ ظاہر ہوا کرتی تھی۔اس میں کوئی تصنّع یا بناوٹ نہ تھی اور نہ وہ کسی بیماری کا نتیجہ ہوسکتی تھی کیونکہ وہ بڑی بڑی صداقتوں اور حقائق پر مشتمل ہوتی تھی۔شروع میں تو آپؐ نے اس بارِ نبوت کے اٹھانے سے انکار کیا اور کچھ پریشان خاطر ہوئے مگر بار بار کی تجلیات سے اور اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ جیسے صریح حکم کے ماتحت جب آپ کو پورا انشراحِ صدر ہوا تو آپؐ اپنی خلوت سے باہر آئے اور پورے اہتمام سے اللہ تعالیٰ کا حکم بجالائے اور ہو بہو یہی حال تمام انبیاء کا ابتدائے نبوت کے وقت ہوتا ہے۔یہ مقصد ہے امام بخاری علیہ الرحمۃ کا اس روایت کے لانے سے۔چنانچہ اس کے بعد جو روایت لائے ہیں،اس سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے یعنی جبرائیلی تجلی جب رمضان میں آپؐ پر کثرت سے ہوتی ہے تو آپؐ کی معنویات میں بھی نمایاں تغیر ہو جاتا ہے کیونکہ انبیاء اللہ تعالیٰ کے انعاموں کو دیکھ کر اس کی طرف اور جھکتے ہیں اور جن راہوں سے وہ خوش ہوتا ہے ان پر تیزی سے گامزن ہوتے ہیں۔یا اس شکر یہ احساس کے علاوہ اور قسم کے جذبات محبتِ الٰہی بھی کام کر رہے ہونگے۔کچھ بھی ہو؛ بہرحال ان امور پر یکجائی طور پر نظر ڈالنے سے اس بات کا صاف پتہ چلتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربانی تجلیات کے متعلق کس صداقت اور یقین کامل کے مقام پر کھڑے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ سخت سے سخت متعصب عیسائی مصنف بھی جن کے ایک ایک فقرے سے نفرت وعداوت کا زہر ٹپکتا ہے،اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ آپؐ کا دعویٰ نبوت تصنع اور بناوٹ سے پاک تھا۔چنانچہ جے۔ایم۔ ارنلڈ (J.M.Arnald) مشہور عیسائی متعصب مصنف کو بھی بایں الفاظ اس حقیقت کا اقرار ہے:-

> Assuming .... we can not believe that Mohammad commenced his work as an ambitious conqueror or as a base impostor who had no faith in himself or his mission.

(Islam to Christianity, page:72,73 by:John Machleisen Arnald ,D.O)

یعنی یہ یہ باتیں فرض بھی کرلیں،تب بھی فلاں فلاں بات پر نظر ڈالنے کے بعد ہم کبھی باور نہیں کرسکتے کہ آپؐ نے اپنا یہ کام ایک حریص فاتح یا ایک ایسے کمینہ مفتری کی طرح شروع کیا جس کو اپنے متعلق اور نیز اپنے مشن کے متعلق یقین نہیں تھا۔

یہ بطور نمونہ کے اس شخص کی رائے ہے جو نہایت متعصب عیسائی ہے۔ان متعصب مصنفین کے علاوہ ایک اور گروہ

محققین کا ہے جنہوں نے اپنی تحقیق میں صحیح راہ اختیار کی ہے اور یقین کے ساتھ یہ فیصلہ کیا ہے کہ

Certain it is that the attacks with which Mohammad suffered were not of the nature of epilepsy. I can not accept Spranger's assertion that Mohammad was hysterical.....

(Prof. De Goeje Noldeke Festschrift, page:1-5)

''یقینی بات یہ ہے کہ محمد (ﷺ) پر یہ حملے مرگی وغیرہ کے نہ تھے جیسا کہ سپرینگر کا خیال ہے، نہ آپ کو ہسٹریا کی بیماری تھی۔''

یہ کہہ کر پروفیسر مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق پر ایک نظر ڈالتا ہے کہ آپؐ کی متانت وسنجیدگی، آپؐ کا جزم وعزم، آپؐ کا واقعات سے صحیح صحیح نتائج نکالنا اور قبل از وقت نتائج کی اہمیت کا صحیح اندازہ لگانا، آپؐ کا ضبط نفس، آپؐ کی اعلیٰ تعلیم وغیرہ یہ سب باتیں کسی بیمار ذہنیت کا نتیجہ نہیں ہوسکتیں۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ آپؐ کو بچپن میں بھی مرگی کے دورے پڑا کرتے تھے؛ یہ سب ایسی باتیں ہیں جو نا قابل اعتماد ہیں۔

باب ۵

٦: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح☆ وَحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَحْوَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَّمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُوْلُ اللهِ

٦: ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہمیں بتلایا۔ (عبداللہ نے) کہا: یونس نے زہری سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا اور امام بخاریؒ نے کہا:☆ بشر بن محمد نے بھی ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: یونس اور معمر نے زہری سے اسی طرح روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ کہتے تھے کہ عبیداللہ بن عبداللہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے اور زیادہ سخاوت جو آپؐ فرماتے تو رمضان میں فرماتے۔ جبکہ جبرائیل آپؐ سے ملتے اور جبرائیل رمضان میں ہر رات کو آپؐ سے ملا کرتے

☆ طبعة بولاق کے مطابق اس جگہ لفظ ''قَالَ'' ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۴۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

تھے اور آپؐ کے ساتھ قرآنِ مجید کا دور کیا کرتے تھے۔ اس وقت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے۔

باب ٦

٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِّنْ قُرَيْشٍ وَّ كَانُوْا تِجَارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَادَّ فِيْهَا أَبَا سُفْيَانَ وَكُفَّارَ قُرَيْشٍ فَأَتَوْهُ وَهُمْ[1] بِإِيْلِيَاءَ فَدَعَاهُمْ فِي مَجْلِسِهِ وَحَوْلَهُ عُظَمَاءُ الرُّوْمِ ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا بِتَرْجُمَانِهِ فَقَالَ أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا بِهَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ فَقُلْتُ أَنَا أَقْرَبُهُمْ نَسَبًا فَقَالَ أَدْنُوْهُ مِنِّي وَقَرِّبُوْا أَصْحَابَهُ فَاجْعَلُوْهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهِ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ قُلْ لَّهُمْ إِنِّي سَائِلٌ هَذَا {عَنْ[2]

٧: ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا کہ شعیب نے زہری سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ (زہری نے) کہا: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے مجھے بتلایا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان کو بتلایا کہ ابوسفیان بن حرب نے ان سے ذکر کیا کہ ہرقل نے اسے مع قافلۂ قریش کے بلوا بھیجا اور وہ سب شام میں بغرضِ تجارت گئے ہوئے تھے۔ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور منکرین قریش کے ساتھ میعادی صلح کی ہوئی تھی۔ وہ اس کے پاس آئے اور وہ[1] بیت المقدس میں تھا۔ اس نے انہیں اپنی مجلس میں بلوایا اور اس وقت اس کے اردگرد رومی رؤسا موجود تھے۔ ہرقل نے ان کو آگے بلایا اور اپنے ترجمان کو بھی بلایا۔ اس نے پوچھا کہ رشتہ میں تم میں سے کون زیادہ قریبی ہے اس شخص کا؛ جو کہتا ہے کہ وہ نبی ہے۔ ابوسفیان کہتے تھے کہ میں نے کہا: ان لوگوں میں سے میں رشتہ میں زیادہ قریبی ہوں۔ اس پر اس نے کہا: اس کو میرے نزدیک کرو اور اس کے ساتھیوں کو بھی قریب کرو اور انہیں اس کی پیٹھ کے پیچھے رکھو۔ پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا: انہیں کہہ دو کہ میں اس سے اُس شخص کے متعلق[2] دریافت کرنے لگا ہوں۔

---

[1] طبعة بولاق کے مطابق اس جگہ لفظ "هُوَ" ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۴۳)

[2] الفاظ "عَنْ هٰذَا" طبعة بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۴۴)

هَذَا } الرَّجُلِ فَإِنْ كَذَبَنِي فَكَذِّبُوْهُ فَوَاللهِ لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ أَنْ يَّأْثِرُوْا عَلَيَّ كَذِبًا لَّكَذَبْتُ عَنْهُ ثُمَّ كَانَ أَوَّلَ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَنْ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهُ فِيْكُمْ قُلْتُ هُوَ فِيْنَا ذُو نَسَبٍ قَالَ فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَّلِكٍ قُلْتُ لَا قَالَ فَأَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ فَقُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ أَيَزِيْدُوْنَ أَمْ يَنْقُصُوْنَ قُلْتُ بَلْ يَزِيْدُوْنَ قَالَ فَهَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِّنْهُمْ سَخْطَةً لِّدِيْنِهِ بَعْدَ أَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِي مُدَّةٍ لَّا نَدْرِيْ مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيْهَا قَالَ وَلَمْ تُمْكِنِّيْ كَلِمَةٌ أُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا غَيْرُ هَذِهِ الْكَلِمَةِ قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ قُلْتُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالٌ يَّنَالُ مِنَّا وَنَنَالُ مِنْهُ قَالَ

اس لئے یہ اگر مجھ سے جھوٹ بولے (تو) تم اسے جھٹلا دینا۔ (ابوسفیان کہتے تھے:) بخدا اگر مجھے اس بات کی شرم نہ ہوتی کہ وہ میرے متعلق چرچا کریں گے کہ جھوٹ بولا تھا تو ضرور میں (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق جھوٹ بولتا۔ اس کے بعد سب سے پہلا سوال جو اُس نے مجھ سے کیا، وہ یہ تھا کہ اس کا خاندان کیسا ہے؟ میں نے کہا: ہم میں وہ عالی خاندان ہے۔ اس نے کہا: تو کیا اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے یہ دعویٰ کیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: کیا اس کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بادشاہ بھی ہوا؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: آیا لوگوں میں سے بڑے اس کے پیرو ہوئے ہیں یا کمزور؟ میں نے کہا: بڑے نہیں بلکہ کمزور۔ اس نے کہا: کیا وہ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟ میں نے کہا: گھٹ نہیں رہے بلکہ وہ بڑھ رہے ہیں۔ اس نے کہا: تو کیا ان میں سے کوئی اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد پھر اس کے دین سے بیزار ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: تو کیا تم اس کو اس کے اس دعویٰ کرنے سے قبل جھوٹ سے متہم کیا کرتے تھے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: کیا وہ عہد شکنی بھی کرتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں اور اب ہم اس کے ساتھ ایک میعادی صلح میں ہیں۔ ہمیں پتہ نہیں کہ وہ اس میں کیا کچھ کرنے والا ہے۔ ابوسفیان کہتے تھے: مجھے موقع نہ ملا کہ میں اپنی اس گفتگو میں سوائے اس بات کے کوئی اور بات داخل کر سکوں۔ ہرقل نے کہا: کیا تم نے اس سے جنگ بھی کی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے پوچھا: اس سے تمہاری لڑائی کی کیا کیفیت رہی ہے؟ میں

مَاذَا يَأْمُرُكُمْ قُلْتُ يَقُوْلُ اعْبُدُوْا اللهَ وَحْدَهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ آبَاؤُكُمْ وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ فَقَالَ لِلتَّرْجُمَانِ قُلْ لَّهُ سَأَلْتُكَ عَنْ نَّسَبِهِ فَذَكَرْتَ أَنَّهُ فِيْكُمْ ذُو نَسَبٍ فَكَذَلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِي نَسَبِ قَوْمِهَا وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ هَذَا الْقَوْلَ فَذَكَرْتَ أَنْ لَّا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ أَحَدٌ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَّأْتَسِيْ بِقَوْلٍ قِيْلَ قَبْلَهُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَّلِكٍ فَذَكَرْتَ أَنْ لَّا قُلْتُ فَلَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَّلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَّطْلُبُ مُلْكَ أَبِيْهِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ فَذَكَرْتَ أَنْ لَّا فَقَدْ أَعْرِفُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِّيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللهِ وَسَأَلْتُكَ أَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ فَذَكَرْتَ أَنَّ ضُعَفَاءَهُمُ اتَّبَعُوْهُ وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَأَلْتُكَ أَيَزِيْدُوْنَ أَمْ يَنْقُصُوْنَ

نے کہا: ہمارے اور اس کے درمیان جنگ ہار جیت کی ہوتی ہے۔ کبھی وہ ہم کو نقصان پہنچاتا ہے اور کبھی ہم اس کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس نے کہا: وہ تمہیں کیا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا: وہ کہتا ہے کہ ایک ہی اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو بھی اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور جو تمہارے باپ دادا کہتے ہیں اُسے چھوڑ دو اور ہمیں نماز، سچائی، پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ اس پر اس نے ترجمان سے کہا: اس سے کہو: میں نے تم سے اس شخص کے نسب کے متعلق پوچھا تھا اور تم نے بیان کیا ہے کہ وہ تم میں عالی خاندان ہے۔ اسی طرح تمام رسول اپنی قوم کے اعلیٰ گھرانے میں ہی مبعوث ہوا کرتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا تھا: کیا تم میں سے کسی نے ایسا دعویٰ کیا۔ تم نے بیان کیا کہ نہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ کسی نے اس سے قبل یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ ایک آدمی ہے جو ایسی بات کی نقل کر رہا ہے جو اس سے پہلے کہی گئی اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ آیا اس کے باپ دادوں میں سے کوئی بادشاہ بھی ہوا تھا اور تم نے بیان کیا: نہیں۔ میں نے کہا کہ اگر اس کے باپ دادوں میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ ایک آدمی ہے جو اپنے باپ کی بادشاہت چاہتا ہے اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم اس کو اس کے دعویٰ کرنے سے پہلے جھوٹ سے متہم کیا کرتے تھے اور تم نے بیان کیا کہ نہیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ لوگوں کے متعلق تو جھوٹ کو ترک کرے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ آیا بڑے بڑے لوگ اس کے پیرو ہوئے ہیں یا کمزور۔ تو تم نے بیان کیا کہ ان میں سے کمزور اس

فَذَكَرْتَ أَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذَلِكَ أَمْرُ الْإِيْمَانِ حَتَّى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ أَيَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِّدِيْنِهِ بَعْدَ أَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ فَذَكَرْتَ أَنْ لَّا وَكَذَلِكَ الْإِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَذَكَرْتَ أَنْ لَّا وَكَذَلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ بِمَا يَأْمُرُكُمْ فَذَكَرْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوْا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَّيَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ فَإِنْ كَانَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ لَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ فَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي بَعَثَ بِهِ {مَعَ دِحْيَةَ ☆} إِلَى عَظِيْمِ بُصْرَى

کے پیرو ہوئے ہیں اور یہی لوگ رسولوں کے پیرو ہوتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں۔تم نے بیان کیا کہ وہ بڑھ رہے ہیں اور ایمان کا یہی معاملہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ آیا کوئی اس کے دین میں داخل ہوکر پھراس کے دین کو ناپسند کرنے کی وجہ سے مرتد ہوتا ہے؟ تو تم نے بیان کیا کہ نہیں اور ایمان کی بھی یہی کیفیت ہوتی ہے جب اس کی بشاشت دلوں میں رچ جاتی ہے اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے تو تم نے بیان کیا کہ نہیں اور رسول ایسے ہی ہوتے ہیں۔وہ عہد شکنی نہیں کیا کرتے اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ تمہیں کیا حکم دیتا ہے۔تم نے بیان کیا کہ وہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اللہ کی پرستش کرو اور کسی چیز کو بھی اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور تمہیں بتوں کی پرستش سے روکتا ہے اور تمہیں نماز، راستی، پاکدامنی کا حکم دیتا ہے۔ پس اگر جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے تو عنقریب وہ میرے ان قدموں کی جگہ کا مالک ہوجائے گا اور میں تو پہلے ہی جانتا تھا کہ وہ ظاہر ہونے والا ہے۔لیکن مجھے یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم (عرب لوگوں) میں سے ہوگا اور اگر مجھے علم ہو کہ میں اس تک صحیح سلامت پہنچ جاؤں گا تو میں ضرور اس کی ملاقات کے لئے مشقت بھی برداشت کرتا اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔اس کے بعد ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خط منگوایا جو آپؐ نے دحیہ (کلبی) کے ہاتھ ☆ بصریٰ کے حاکم کو بھیجا تھا اور پھر حاکم بصریٰ

☆ لفظ "مَعَ" عمدة القاری شرح صحیح البخاری کے مطابق ہے۔(عمدۃ القاری جزء اول صفحہ۹۲)

فَدَفَعَهُ إِلَى هِرَقْلَ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيْهِ:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
مِنْ مُّحَمَّدٍ عَبْدِ اللهِ وَرَسُوْلِهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيْسِيِّيْنَ وَ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ (آل عمران:٦٥)

قَالَ أَبُو سُفْيَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ وَأُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِيْنَ أُخْرِجْنَا لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ إِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوْقِنًا أَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتَّى أَدْخَلَ اللهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ

نے وہ خط ہرقل کو پہنچا دیا تھا۔ اس نے اس کو پڑھا۔ اس میں یہ تھا:

اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمٰن اور رحیم ہے
محمد کی طرف سے جو کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے، ہرقل شاہِ روم کی طرف۔ سلامتی ہو اُس پر جو راستی کی پیروی کرتا ہے۔ اس کے بعد میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جا تو سلامت رہے گا۔ اللہ تجھے تیرا اجر دوہرا دے گا اور اگر تو نے منہ پھیرا تو یقیناً تیری رعایا کے گناہ کا وبال بھی تجھ پر پڑے گا۔ اے اہلِ کتاب! آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ ہی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا ایک دوسرے کو ربّ سمجھیں۔ پس اگر وہ اس سے روگردانی کریں۔ تو تُو انہیں کہہ دے: گواہ رہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔

ابوسفیان نے کہا کہ جب ہرقل جو کچھ اس نے کہنا تھا کہہ چکا اور خط کے پڑھنے سے فارغ ہوا تو وہاں بہت شور ہوا اور آوازیں بلند ہوئیں اور ہمیں وہاں سے نکال دیا گیا۔ جب ہم نکال دیئے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ابوکبشہ کے بیٹے کا معاملہ اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ اس سے تو رومیوں کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے۔ اور مجھے اس وقت سے یقین ہو گیا تھا کہ آپؐ ضرور غالب ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ (یہ وقت آیا جب) خود اللہ نے اسلام کو مجھ میں لا داخل کیا۔

وَكَانَ ابْنُ النَّاطُوْرِ صَاحِبُ إِيْلِيَاءَ
وَهِرَقْلَ سُقُفًّا عَلَى نَصَارَى الشَّأْمِ
يُحَدِّثُ أَنَّ هِرَقْلَ حِيْنَ قَدِمَ إِيْلِيَاءَ
أَصْبَحَ يَوْمًا خَبِيْثَ النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ
بَطَارِقَتِهِ قَدِ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ قَالَ ابْنُ
النَّاطُوْرِ وَكَانَ هِرَقْلُ حَزَّاءً يَنْظُرُ فِي
النُّجُوْمِ فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ سَأَلُوْهُ إِنِّي
رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ حِيْنَ نَظَرْتُ فِي النُّجُوْمِ
مَلِكَ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يَّخْتَتِنُ مِنْ
هَذِهِ الْأُمَّةِ قَالُوْا لَيْسَ يَخْتَتِنُ إِلَّا الْيَهُوْدُ
فَلَا يُهِمَّنَّكَ شَأْنُهُمْ وَاكْتُبْ إِلَى مَدَائِنِ
مُلْكِكَ فَيَقْتُلُوْا مَنْ فِيْهِمْ مِّنَ الْيَهُوْدِ
فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى أَمْرِهِمْ أُتِيَ هِرَقْلُ
بِرَجُلٍ أَرْسَلَ بِهِ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ
خَبَرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهُ هِرَقْلُ قَالَ اذْهَبُوْا
فَانْظُرُوْا أَمُخْتَتِنٌ هُوَ أَمْ لَا فَنَظَرُوْا إِلَيْهِ
فَحَدَّثُوْهُ أَنَّهُ مُخْتَتِنٌ وَسَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ
فَقَالَ هُمْ يَخْتَتِنُوْنَ فَقَالَ هِرَقْلُ هَذَا
مَلِكُ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ كَتَبَ

اور ابن ناطور جو کہ بیت المقدس کا حاکم اور ہرقل کا دوست تھا، شام کے عیسائیوں کا بشپ تھا۔ وہ بیان کرتا تھا کہ ہرقل جب بیت المقدس میں آیا تو ایک دن جو صبح اُٹھا؛ اُس کی طبیعت نہایت اداس تھی۔ اس کے کسی بطریق☆ نے کہا: ہم آپ کے چہرہ کو متغیر پاتے ہیں۔ ابن ناطور کہتا تھا: ہرقل علم نجوم کا بہت ماہر تھا۔ ستاروں کو دیکھ کر حوادث کا پتہ لگایا کرتا تھا۔ اس لئے جب انہوں نے اس سے پوچھا: تو اُس نے اُن سے کہا کہ آج رات جب میں نے ستاروں میں غور کیا تو میں نے ختنہ کرنے والوں کے بادشاہ کو (خواب میں) دیکھا کہ وہ ظاہر ہو گیا ہے۔ سو اس ملک کے لوگوں میں سے کون ختنہ کرتا ہے۔ انہوں نے کہا: سوائے یہود کے کوئی ختنہ نہیں کرتا اور ان کی حالت آپ کو فکر میں نہ ڈالے۔ آپ اپنے علاقہ میں احکام جاری کریں کہ اس میں جو یہودی ہیں ان کو مار ڈالیں۔ ابھی وہ اسی مشورے میں ہی تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس کو غسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا تا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال بتلائے۔ جب ہرقل اس سے دریافت کر چکا تو اس نے کہا: جاؤ دیکھو آیا وہ مختون ہے یا نہیں۔ اس پر انہوں نے اسے دیکھا اور ہرقل کو بتلایا کہ وہ مختون ہے اور اس سے عربوں کے متعلق پوچھا تو اُس نے کہا: وہ لوگ ختنہ کرتے ہیں۔ تب ہرقل نے کہا: تو پھر وہ بادشاہ جو میں نے خواب میں دیکھا ہے اسی قوم کا ہے۔ وہ تو ظاہر ہو چکا۔ اس کے بعد

☆ بِطْرِيْق: خواصُ دَوْلَةِ الرُّوْمِ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۵۷) رومی فوج کا جرنیل (المنجد مترجم۔تحت لفظ ''بطر'')

هِرَقْلُ إِلَى صَاحِبٍ لَّهُ بِرُوْمِيَةَ وَكَانَ نَظِيْرَهُ فِي الْعِلْمِ وَسَارَ هِرَقْلُ إِلَى حِمْصَ فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ حَتَّى أَتَاهُ كِتَابٌ مِّنْ صَاحِبِهِ يُوَافِقُ رَأْيَ هِرَقْلَ عَلَى خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ نَبِيٌّ فَأَذِنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَاءِ الرُّوْمِ فِي دَسْكَرَةٍ لَّهُ بِحِمْصَ ثُمَّ أَمَرَ بِأَبْوَابِهَا فَغُلِّقَتْ ثُمَّ اطَّلَعَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّوْمِ هَلْ لَّكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَأَنْ يَّثْبُتَ مُلْكُكُمْ فَتُبَايِعُوْا هَذَا النَّبِيَّ فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوْهَا قَدْ غُلِّقَتْ فَلَمَّا رَأَى هِرَقْلُ نَفْرَتَهُمْ وَأَيِسَ مِنَ الْإِيْمَانِ قَالَ رُدُّوْهُمْ عَلَيَّ وَقَالَ إِنِّي قُلْتُ مَقَالَتِي آنِفًا أَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلَى دِيْنِكُمْ فَقَدْ رَأَيْتُ فَسَجَدُوْا لَهُ وَرَضُوْا عَنْهُ فَكَانَ ذَلِكَ آخِرَ شَأْنِ هِرَقْلَ

ہرقل نے اپنے ایک دوست کو جو روم میں تھا اور علم میں اس کا ہم پایہ تھا، اس کے متعلق لکھا اور ہرقل نے حمص کی طرف کوچ کیا اور ابھی حمص سے گیا نہیں تھا کہ اس کو اس کے دوست کا خط ملا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہو جانے کے متعلق اس سے متفق ہے اور یہ کہ وہ یقیناً نبی ہیں۔ اس پر ہرقل نے سرداران روم کو حمص میں اپنے ایک محل میں اکٹھا ہونے کے لئے فرمان جاری کیا (اور جب وہ آ گئے) تو حکم دیا کہ دروازے مقفل کر دیئے جاویں۔ چنانچہ وہ مقفل کئے گئے۔ اس کے بعد وہ اوپر سے جھانکا اور کہا: اے رومی لوگو! کیا تمہیں اپنی بہبودی اور بھلائی کی خواہش ہے؟ اور کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری بادشاہت قائم رہے تو پھر تم اس نبی کی بیعت کر لو۔ اس پر وہ دروازوں کی طرف جس طرح جنگلی گدھے بھاگتے ہیں بھاگے مگر انہوں نے دروازوں کو بند پایا۔ جب ہرقل نے ان کی یہ نفرت دیکھی اور ان کے ایمان سے مایوس ہو گیا تو اس نے کہا: انہیں میرے پاس واپس بھیج دو۔ اور کہا: میں نے جو بات ابھی کہی تھی وہ تو اس لیے کہی تھی کہ تا میں آزمائش کر لوں کہ تم اپنے دین میں کہاں تک مضبوط ہو۔ سو میں نے یہ بات دیکھ لی۔ تب وہ اس کے سامنے سجدہ بجا لائے اور اس سے راضی ہو گئے اور یہ ہرقل کی آخری حالت تھی۔

{قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ☆} رَوَاهُ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ وَيُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

(ابوعبداللہ نے کہا:☆) اس حدیث کو صالح بن کیسان اور یونس اور معمر نے بھی زہری سے روایت کیا۔

☆ الفاظ "قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ" طبعة الأنصارية کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۴۶)

تشریح: **فِيْ الْمُدَّةِ الَّتِيْ... مَادَّ فِيْهَا**: میعادی صلح سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس میں قریش مکہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال تک لڑائی بند رکھنے کا معاہدہ کیا تھا۔ اس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیرونی ممالک کے بادشاہوں کو دعوتِ اسلام کے خط لکھے جن میں سے ایک خط ہرقل کے نام بھی تھا۔ بوقت صلح ابوسفیان مکہ مکرمہ میں موجود نہ تھے۔ (عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۹۱-۹۲)

وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ ...: اسلامی تاریخ میں ابوسفیان کی مذکورہ بالا روایت مشہور اور مستند ہے۔ علامہ طبری اور دیگر مؤرخین نے بھی مختلف راویوں کی سند پر اسے کسی قدر لفظی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ابوسفیان جو ایک لمبے عرصے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطرناک دشمن رہ چکے تھے۔ وہ ایسا واقعہ بیان کرتے ہیں جو اُن کے ساتھ گذرا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو سنانے والے راوی بھی ثقہ ہیں یعنی ابوالیمان حکم بن نافع حمصی۔ ایسا ہی شعیب بن ابی حمزہ قریشی اموی بھی بہت ہی ثقہ راوی ہیں جن سے ابوالیمان نے سنا۔

پس اصولِ روایت کے اعتبار سے اس حدیث کی صحت کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔ علاوہ ازیں اگر اس روایت کے مختلف اجزاء پر غور کیا جائے اور ان کو بیرونی شہادتوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس روایت میں ہمیں ایسے دلائل اور قرائن ملتے ہیں جو اس کی صحت کو پایہ یقین تک پہنچاتے ہیں۔ مثلاً ابوسفیان کا یہ بیان کہ اس نے ہرقل سے بیت المقدس میں صلح حدیبیہ کی معیاد کے زمانہ میں ملاقات کی۔ رومانی تاریخ اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ اس عرصہ میں ہرقل بیت المقدس حج کے لیے آیا ہوا تھا۔ صلح حدیبیہ ذی القعدہ ۶ ھ میں ہوئی اور یہ عیسوی تاریخ کی رو سے اپریل ۶۲۸ کا سال ہے۔ ہرقل جو روم کا بادشاہ تھا اپنی فتوحات سے فارغ ہو کر شکرانہ ادا کرنے کے لیے بیت المقدس ۶۲۹ھ میں آیا تھا۔
(History Of The Decline And Fall Of The Roman Empire, Vol.4
Chapter XLVI: Troubles In Persia. -- Part IV)

اور اسلامی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں قریش مکہ صلح حدیبیہ کے ذریعہ سے اپنے لئے امن کی فضا پیدا کر کے شام کے شہروں کی طرف تجارت کے لئے نکلے ہوئے تھے۔ تاکہ سابقہ جنگوں سے جو اُن کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی تھی، اس کا تدارک کریں۔

ابوسفیان کا بیان ہے کہ ہرقل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واقعات سن کر تصدیق کی اور کہا کہ میں تو پہلے ہی سے جانتا تھا کہ وہ نبی موعود ظاہر ہونے والا ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ وہ علوم دینیہ وغیرہ میں ایک بڑے پایہ کا عالم تھا اور یہ کہ عیسائی دنیا اس وقت اس عظیم الشان نبی کے ظاہر ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ بائبل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایلیا اور مسیح علیہ السلام کے بعد ایک اور نبی کی بعثت کا اُن سے وعدہ تھا۔

(استثناء، باب:۱۸ آیت:۱۸۔ یوحنا، باب ۱، آیت:۲۵۔ اعمال، باب ۳، آیت ۱۹) (تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب فصل الخطاب حصہ دوم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بعض عیسائیوں نے بھی ''فارقلیط'' اور ''روح حق'' ہونے کا دعویٰ کیا جو مقبول نہیں ہوا۔ جیسے مونطینی نے یہ دعویٰ کیا۔ دیکھئے:

1.Roman Church History
2.Encyclopedia of Religion and Ethics, under word: Montanism

جس طرح آج کل ہمارے زمانہ میں مسیح کی آمد ثانی کے متعلق مسیحی علماء نے سابقہ پیشگوئیوں کی بناء پر مختلف حسابات لگا کر ۱۸۹۸ ۱/۲ عیسوی اس کے ظہور کی آخری حد مقرر کی ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب: ''انبیاء کی آسمانی بادشاہت اور اس کی تکمیل مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے'' صفحہ ۷-۱۷ نیز علامہ ڈمبلی کی کتاب موسومہ:

The Appointed Time, Page:265

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی عیسائی علماء نے موعود نبی کے ظہور کی آخری حد وہی زمانہ معین کیا تھا جس میں آپؐ پیدا ہوئے۔ سلیم فطرت اور حق کے متلاشی عیسائیوں نے انہی پیشگوئیوں کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا۔

قرآن مجید سورۂ بقرہ آیت: ۸۹ میں ان کے اس انتظار کا اقرار آتا ہے اور اسلامی روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل اس بات کا یقین تھا کہ ''وہ نبی'' ان دنوں پیدا ہونے والا ہے۔ زید بن عمرو کا واقعہ اسلامی تاریخ میں مشہور ہے کہ وہ تلاش حق کے لئے نکلے مکہ سے مدینہ، مدینہ سے خیبر، خیبر سے شام، شام سے جب عراق میں پہنچے تو وہاں ایک عیسائی بزرگ نے حالات معلوم کر کے انہیں حکم دیا کہ اپنے وطن کو واپس جاؤ۔ کیونکہ وہ نبی جس کی تلاش میں ہو وہاں سے ظاہر ہونے والا ہے۔ (اسد الغابة .تحت ذكر زيد بن عمرو) ورقہ بن نوفل کا واقعہ بھی ابھی گذر چکا ہے۔ تاریخ ابن سعد، مسند احمد اور تاریخ بخاریؒ میں نوجوان صحابی کا واقعہ بسند صحیح مذکور ہے کہ وہ چھوٹے تھے تو مدینہ میں ایک یہودی واعظ آیا۔ اثنائے وعظ اس نے ایک پیغمبر کے ظہور کی بشارت دی اور بتلایا کہ وہ اب ظاہر ہونے والا ہے۔ (طبقات لابن سعد. ذكر علامات النبوة في رسول الله ﷺ قبل ان يوحى اليه) عیسائی بادشاہانِ مصر اور حبشہ کے پاس جو وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجے تھے وہ بھی ان سے یہی جواب لائے کہ ہم کو یقین تھا کہ وہ پیدا ہونے والا ہے۔

(طبقات لابن سعد. ذكر بعثة رسول الله ﷺ الرسل بكتبه الى الملوك. الجزء الاول)

ایک طرف ان قدیم پیشگوئیوں کا موجود ہونا اور دوسری طرف ان مختلف روایتوں کا ایک دوسرے کی تصدیق کرنا بتلاتا ہے کہ فی الواقعہ ان کو اس وقت ایک نبی کے پیدا ہونے کی انتظار تھی۔

دانیال علیہ السلام کی پیشگوئی اس بارے میں مشہور ہے اور اس کی بناء پر عیسائیوں نے مختلف زمانہ میں حساب کر کے تاریخیں مقرر کرنے کی کوشش کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ بھی ان تاریخوں میں آتا ہے۔ یہ تاریخیں فصل الخطاب حصہ دوم اور The Appointed Time میں ملاحظہ ہوں۔ عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ بیت المقدس کا مسلمانوں کے قبضہ میں آنا اسی پیشگوئی کے ماتحت تھا۔ گو وہ اب اس کو اور رنگ دیتے ہیں۔

ابوسفیان کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرقل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عمدہ خیالات کا اظہار کیا۔ ابوسفیان جیسے شخص نے اپنے جیسے ہم خیال ساتھیوں کی موجودگی میں ہرقل کے سوالات پر جو جوابات دیئے ہیں۔ ان کو سن کر

ایک زیرک سلیم الطبع انسان سوائے اچھا اثر لینے کے رہ نہیں سکتا۔ مگر اس کے علاوہ ایک اور امر بھی ہے جس کی وجہ سے بالکل قرین قیاس ہے کہ ہرقل آنحضرت ﷺ کے متعلق یقیناً اچھا خیال رکھتا ہوگا اور وہ یہ کہ جب فارسیوں سے رومی شکست کھا کر مغلوب اور غایت درجہ کمزور ہو چکے تھے تو آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر رومیوں کے غلبہ کی پیشگوئی فرمائی اور اس کا ذکر سورۂ روم کی ابتدائی آیتوں میں ہے۔ یعنی یہ کہ رومی مغلوب ہونے کے بعد شرقِ ادنیٰ میں فارسیوں پر غالب آئیں گے اور مؤرخ گبن کو اس بات کا کھلے الفاظ میں اقرار ہے کہ جن حالات میں اور جس زمانہ میں اس پیشگوئی کا اعلان کیا گیا تھا، ان کو دیکھتے ہوئے اس سے بڑھ کر اور کوئی پیشگوئی پورا ہونے سے بعید از قیاس نہ ہوسکتی تھی۔ کیونکہ فارسیوں نے رومیوں کو خطرناک شکستیں دے کر عراق وشام وایشیائے کوچک سے ان کی صف لپیٹ دی تھی اور بیت المقدس میں مقامات مقدسہ کو جلا کر وہ صلیب اپنے ملک کو لے گئے تھے جس کے متعلق عیسائیوں کا خیال ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اس پر لٹکایا گیا تھا۔ ملاحظہ ہو: History Of The Decline And Fall Of The Roman Empire Vol.4 Chapter XLVI: Troubles in Persia, Part:III

سورۂ روم ۶۱۶ء میں نازل ہوئی اور مشرکین مکہ اور یہود مدینہ کے طفیل جو عیسائیوں کے دشمن اور مشرکان فارس کے ہمدم تھے۔ اس پیشگوئی کی خوب شہرت ہو چکی تھی۔ چنانچہ اسی وجہ سے چڑ کر خسرو پرویز نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے کا حکم بھیجا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو جو حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ لے کر گئے تھے پھاڑ ڈالا تھا۔ (کتاب العلم. باب ۷: ما يذكر فى المناولة. حدیث نمبر: ۶۴) اور یہ پیشگوئی عیسائی علاقوں میں بھی مشہور ہو چکی تھی بوجہ اس کے کہ عرب کے عیسائی قبائل (بنوغسان، بنوحارث وغیرہ) کے رومی سلطنت سے گہرے تعلقات تھے۔

پہلی نمایاں فتح ہرقل کو خسرو پر ۶۲۴ء میں ہوئی۔ جس پر وہ فارسیوں کے لشکروں کو شکست دیتا ہوا فارس کے اندر گھس گیا اور وہاں جا کر اس نے ان کے آتشکدہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ ۶۱۶ سے ۶۲۴ تک آٹھ سال کا عرصہ اس عظیم الشان پیشگوئی کے اعلان وانتشار کے لئے کافی تھا اور پھر اس کے بعد آخری کامل فتح پر چار پانچ سال اور بھی گذرے تو غیر معمولی حالات میں پیشگوئی کے مطابق اپنی نمایاں کامیابی دیکھ کر ضرور تھا کہ ہرقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اچھا خیال رکھتا اور بالکل قرین قیاس ہے کہ اس نے آپ کے متعلق مزید حالات دریافت کرنے کے لئے ابوسفیان کو بلایا ہو۔ کیونکہ خود اس پیشگوئی کا ایسے معجزانہ طریق سے پورا ہونا ہی کافی تھا کہ سلیم الطبع دلوں میں جستجو اور تحقیق کی خواہش پیدا ہوتی اور ہرقل کو ہی آپ نے اس زمانہ میں وہ خط لکھا جس کا ذکر ابوسفیان کرتے ہیں اور جس میں یہ انذاری پیشگوئی بھی تھی: اَسْلِمْ تَسْلَمْ مسلمان ہو جاؤ تمہاری سلطنت قائم رہے گی ورنہ تم پر تمہارے گناہ کا وبال پڑے گا۔ یہ سب باتیں بتلاتی ہیں کہ ہرقل کے اس اہتمام وجستجو کے لئے کافی وجوہات تھیں۔

غرض ابوسفیان کا محولہ بالا بیان کیا بلحاظ اصولِ روایت اور کیا بلحاظ اصولِ درایت اور خارجی شواہد کے قابل اعتبار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرقل کے نام خط بھجوانا بھی اسلامی تاریخ میں ایک مشہور واقعہ ہے اور ابوسفیان کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا خط ہرقل کو ان کے ملنے سے پہلے پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ان سے واقعات سن

کراس نے وہ خط منگوایا اور اس کو پڑھا۔اسلامی تاریخ اور مستند روایات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ خطوط صلح حدیبیہ کے بعد لکھے گئے اور صلح حدیبیہ کا واقعہ ۶ھ یعنی ۶۲۸ء میں ہوا۔اس زمانہ میں بیرونی ممالک کے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے گئے تھے۔اس سے ظاہر ہے کہ ہرقل کے بیت المقدس پہنچنے سے پہلے یہ خط اس کو مل چکا تھا۔یہ ایک اور قرینہ ہے جو ابوسفیان کے بیان کی تصدیق کرتا ہے۔

اگر قدیم عیسائیوں نے اپنی تاریخ میں اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔کیونکہ تعصب نے اس قسم کی نظر اندازیاں ان سے بہت کرائی ہیں۔خصوصاً اسلامی واقعات کے متعلق تو ان کے اپنے مؤرخ بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں۔(گبن جلد ۶ صفحہ ۷)

(The Decline and the Fall of Roman Empire)

ہرقل کے سوالات اور ابوسفیان کے جوابات کو بھی ایک سرسری نظر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تصنع اور بناوٹ سے بالکل خالی اور واقعات پر مبنی ہیں۔ان سوالات سے نیز ہرقل کے استدلالات سے بھی مترشح ہوتا ہے کہ وہ ایسے شخص کے ہیں جو انبیاء کے حالات سے واقف اور انبیاء کے ساتھ جو سنت الٰہی قدیم سے چلی آتی ہے،اس سے پورے طور پر آگاہ ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب بدء الوحی میں یہ واقعہ پیش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق کے متعلق ایک دوسری شہادت پیش کی ہے جو آپ کے ایک سخت دشمن کی ہے اور یہ شہادت اس نے غائبانہ دی ہے اور ایک ایسے موقع پر دی ہے جہاں انسان طبعاً سچ بولنے کی طرف مائل ہوتا ہے۔یعنی ایک بادشاہ کے سامنے رومی اراکین کی بھری مجلس میں اس قسم کا ماحول انسان کی طبیعت پر ضرور اثر انداز ہوتا ہے اور پھر ابوسفیان کا اپنا بیان بھی ہے کہ اگر مجھے اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ میرے ساتھی میرے متعلق باہر جا کر چرچا کریں گے کہ میں نے جھوٹ بولا ہے تو میں ضرور جھوٹ بولتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوسفیان یہ شہادت دے رہے تھے تو دشمنی کے جذبات مردہ نہیں بلکہ زندہ تھے اور وہ اپنی قوت میں ایسے شدید تھے کہ جہاں بھی ان کو کام کرنے کا موقع ملا ہے وہ اس سے چوکے نہیں۔چنانچہ ابوسفیان کہتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے ذکر پر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چوٹ کرنے کا انہیں موقع ملا۔یعنی انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے تو کبھی بدعہدی نہیں کی مگر اب اس صلح کے متعلق دیکھیں کہ کیا کرتے ہیں۔غرض یہ امور ہیں جو ابوسفیان کی شہادت کو بہت بڑی اہمیت دیتے ہیں اور اس میں کیا شک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق کو دیکھ کر سارا عرب اَلْاَمِيْن اَلْاَمِيْن کے لقب سے آپؐ کو پکارتا تھا اور یہی وہ صداقت و امانت ہے کہ جس کی بناء پر ہرقل کہتا ہے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ لوگوں پر تو وہ جھوٹ نہ بولے اور خدا پر جھوٹ بولے۔

ہرقل کے استدلالات ایسی واضح صداقتیں ہیں کہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اس کا شاہد ہے،جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ امر عیاں ہو جائے گا۔موقع ومحل پر ان اعتراضات کا بھی ذکر اِنْ شَاءَ اللّٰه کیا جائے گا جو آپؐ کی دیانت وامانت وعفت وتقویٰ پر بعض نابلد کیا کرتے ہیں۔

ابوسفیان کے جوابات سن کر ہرقل نے یہ جو کہا ہے کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو پھر وہ عنقریب اس جگہ کا مالک ہو جائے گا۔ یہ بھی ایک مشہور قدیم پیشگوئی کی بناء پر تھا کہ وہ نبی آ کر رومیوں سے نجات دے گا اور تمام عیسائی محققین تسلیم کرتے ہیں کہ رومانی سلطنت کی بربادی اور بیت المقدس اور ارض شام کا مسلمانوں کے قبضہ میں آنا عہد قدیم اور اناجیل کی پیشگوئیوں کے مطابق ہوا۔ (ملاحظہ ہو کتاب The Appointed Time-Page:78)

پس بالکل قرین قیاس ہے کہ ہرقل نے ان پیشگوئیوں کی بناء پر اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہو۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فصل الخطاب حصہ دوم صفحہ ۲۸۸-۲۹۰)

ہرقل نے آخر میں جو عقیدت مندی کا اظہار کیا ہے کہ اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا، اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہرقل اگر ایسا ہی عقیدت مند تھا تو پھر اُس نے مسلمانوں سے جنگیں کیوں کیں بلکہ جنگ تبوک کی لڑائی میں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر فوجیں بھیجیں۔ اس کا جواب مختصر یہ ہے کہ اول تو اس روایت میں اس کی اُس وقت کی قلبی حالت کا ذکر کیا گیا ہے جس کا اس نے اظہار کیا اور یہ حالت بالکل طبعی ہے۔ پیشگوئی کے مطابق وہ غیر معمولی حالات میں فتح مند و کامیاب ہوا۔ اس کی معنویات شکر اور تواضع کے احساسات سے لبریز تھیں۔ علاوہ ازیں اس روایت میں یہ نہیں کہا گیا کہ ہرقل کی وہ حالت عقیدت مندی آخر تک قائم رہی اور ہوسکتا ہے کہ اچھا خیال رکھتے ہوئے بھی سیاسی حالات کی وجہ سے کوئی شخص اپنی قوم کی مرضی پورا کرنے کے لئے مجبور ہو۔ بہت سے لوگ ہیں کہ ایک بات کو اچھا یا برا یقین کرتے ہیں، مگر اس کے کرنے یا نہ کرنے میں وہ اپنی قدیم عادت یا قومی روایات کے تابع ہوتے ہیں۔

پھر قطع نظر اس سے جب ہم ہرقل کی ان جنگوں کے حالات پڑھتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے مقابل پر کبھی نہیں نکلا۔ غزوہ تبوک کی اصل وجہ یہ تھی کہ رومی بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ حملہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے مگر جب آپؐ وہاں پہنچے تو کوئی لشکر مقابلے پر نہ نکلا اور مابعد کی لڑائیوں میں بھی ہرقل ہمیشہ پیچھے رہا۔ مقابلہ کے لئے کبھی نہیں نکلا۔ اس کے کئی ایک وجوہ ہوسکتے ہیں۔ مگر سب سے بڑھ کر وجہ یہ ہے کہ وہ آپؐ کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا تھا اور لڑائی سے عمداً پہلو تہی کر رہا تھا۔ چنانچہ عیسائی مؤرخوں نے بھی اس کو ملزم گردانا اور کہا ہے کہ ایک باعث ان شکستوں کا خود ہرقل ہے۔ گبن بھی اس کو زور دار الفاظ میں متہم کرتا اور کہتا ہے کہ ان جنگوں میں اس کی غیر موجودگی عمداً تھی اور کہتا ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ ان ملکوں کو بچاتا اس نے خواہ مخواہ ایک نئی بحث چھیڑ کر تمام ملکوں کو ایک دینی انشقاق میں مبتلا کر دیا تھا۔ یعنی یہ بحث کہ مسیح میں دو مختلف طبیعتیں ہیں، ناسوتی اور لاہوتی اور مشیئت ایک ہی ہے یعنی الٰہی۔

(History Of The Decline And Fall Of The Roman Empire,
Vol.4 Chapter XLVII: Ecclesiastical Discord. -- Part III. &
Vol.5 Chapter LI: Conquests By The Arabs. -- Part V.)

یہ بحث قطعاً بے وجہ نہ تھی۔ بلکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ توحید سے متاثر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اتباع کے مقابل پر عمداً آنا نہیں چاہتا تھا۔ اَسْلِمْ تَسْلَمْ کی انذاری پیشگوئی کے نتائج سے یقیناً ہراساں تھا۔

جیسا کہ ہم اگلی حدیث کی تشریح میں اس امر کو زیادہ وضاحت سے دکھلائیں گے۔

اس وقت کے پادری بھی ہرقل کی ان کمزوریوں کو محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ انطا کیہ کے گرجے میں اس سے اپنے گناہوں کا اعتراف کرایا گیا۔ مگر اس ظاہری اعتراف نے بھی اس کے اندر کوئی حقیقی تبدیلی نہیں کی۔ بلکہ اس اعتراف کے بعد جب مسلمانوں کی فوجوں کا رُخ اس طرف ہوتا ہے تو وہ ان کے پہنچنے سے پہلے انطا کیہ چھوڑ کر قسطنطنیہ پہنچ جاتا ہے۔

(History Of The Decline And Fall Of The Roman Empire,
Vol.4 Chapter XLVII: Ecclesiastical Discord. -- Part III. &
Vol.5 Chapter LI: Conquests By The Arabs. -- Part V.)

اس سے اسلامی تاریخ کی یہ روایتیں زیادہ تقویت پاتی ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے درحقیقت مرعوب تھا اور حق کو پہچانتا تھا۔ مگر اپنی قوم سے ڈرتا تھا اور ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔

اس ضمن میں ہرقل کی آخر دم تک یہ کوشش بھی قابل توجہ ہے کہ اس کی عیسائی رعایا یہ مان لیں کہ مسیح علیہ السلام کی دو الگ الگ طبیعتیں تھیں اور ان میں ایک ارادہ الٰہی کام کر رہا تھا اور ہرقل کا وہ اعلان بھی قابل غور ہے جو اس نے ۶۳۸ء میں قسطنطنیہ پہنچ کر تمام گرجوں میں چسپاں کروایا تھا۔ نیز اس نے اپنے ڈھب کے آدمی چن کر مختلف جگہوں میں انہیں بڑی آرک اور بشپ مقرر کیا۔ (ملاحظہ ہو "الطرفة النقية فی الکنیة المسیحیة")

ایسے نازک وقت میں یہ ساری جدوجہد بلاوجہ نہ تھی۔ بلکہ اس کے پیچھے ایک ایسی سچائی کی روح کام کر رہی تھی جس کے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی دعوت کی ٹھیس نے ایک اضطراب پیدا کر دیا ہوا تھا۔ وہ اپنی قوم کو نقطہ توحید کے قریب لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیونکہ یہ خیال کہ مسیح میں ناسوتی اور ملکوتی طبیعتیں اور ایک مشیئت الٰہی کام کر رہی تھی، تثلیث کی نسبت توحید کے زیادہ قریب ہے۔

ہرقل کو مسلمانوں کے مقابل میں تمام جنگی کرتب بھول گئے اور ناموری پیدا کرنے کی خواہش یک دفعہ مٹ گئی! اور وہ آخری ایام میں صرف اس مذہبی خیال کے پیچھے پڑ گیا۔ سوائے اس کے کہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا رعب اور رعایا کے گناہ کے وبال کا خوف دامن گیر تھا، اس کی اور کیا معقول وجہ ہو سکتی ہے! اگر محض سیاسی اغراض تھیں تو وہ یہ اغراض اپنے اس خیال کو چھوڑنے اور ہر ایک فرقہ کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق آزادی دینے سے بآسانی حاصل کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس طرح وہ مسلمانوں کے مقابل پر تمام عیسائی فرقوں کی ہمدردی اور مدد کو اپنے لئے خرید سکتا تھا۔ اصل بات یہی ہے کہ ہرقل کے خیالات تبدیل ہو چکے تھے۔ عیسائی علماء کی طرف سے اسے بدعتی کا لقب ملنا تاریخ عیسائیت میں ایک مشہور و معروف واقعہ ہے۔

وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ صَاحِبُ اِيْلِيَاءَ ...: یہ ایک بالکل نئی روایت ہے جو زہری بیان کرتے ہیں۔ ابوسفیان کی روایت کے ساتھ جس کو حضرت ابن عباسؓ نے نقل کیا ہے اس کا تعلق نہیں۔ بظاہر روایت کے الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ زہری نے ابن ناطور سے یہ واقعہ خود سنا۔ جیسا کہ طبری نے اپنی تاریخ میں بسند ابن اسحاق یہ روایت نقل

کی ہے کہ عیسائیوں کے ایک بشپ نے عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں یہ واقعہ ان کو سنایا۔

اور ابونعیم نے بھی دلائل النبوۃ میں یہی نقل کیا ہے کہ ابن شہاب نے عبدالملک کے زمانہ میں ابن ناطور سے یہ واقعہ سنا۔ (فتح الباری جزءاول صفحہ ۵۶)

اس روایت پر یہ اعتراض تو نہیں ہوسکتا کہ ابن ناطور جو کہ ہرقل کا دوست تھا اس سے زہری نے جو ۵۲ھ میں پیدا ہوئے کیسے ملاقات کی۔ کیونکہ عبدالملک کا عہد حکومت ۶۵ھ سے ۸۶ھ تک تھا۔ اس عرصہ میں وہ شخص جس کی عمر ۷۰، ۸۰ برس کی ہو، اس شخص کو پا سکتا ہے جو ۵۲ھ میں پیدا ہوا ہو۔ زہری ۱۲۴ھ میں فوت ہوئے مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عیسائی کلیسا کی تاریخ میں ابن ناطور نامی کوئی شخص نہیں گذرا جو بیت المقدس کا حاکم بھی ہو اور شام کے عیسائیوں کا بشپ بھی اور نہ ہرقل علم نجوم کا ماہر تھا اور نہ اُس نے مذکورہ بالا خواب دیکھا اور یہ ایک محض قصہ ہے جس کی لغویت اس سے ظاہر ہے کہ ہرقل کو ایسا نادان بتلایا گیا ہے کہ اسے اتنا بھی علم نہ تھا کہ یہود ختنہ کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جس سے ایک عیسائی عالم تو یقیناً ناواقف نہیں ہوسکتا۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ روایت کے عربی الفاظ "مَنْ يَّخْتَتِنُ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ" میں هٰذِهِ الْأُمَّةِ سے مراد یہود تو قطعاً نہیں ہوسکتے کیونکہ جواب دینے والے یہ کہتے ہیں: لَيْسَ يَخْتَتِنُ إِلَّا الْيَهُوْدُ. یہود کے سوا اور کسی قوم میں ختنہ نہیں ہوتا۔ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سے اس کی مراد یہود نہیں بلکہ مطلق عرب مراد ہیں۔ باقی رہا یہ کہ ہرقل علم نجوم سے واقف تھا یا اسے کوئی خواب آئی تھی تو اس کے متعلق مسیحی آثار سے اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ وہ توہم پرست ضرور تھا اور انجیل وغیرہ سے فالیں نکالنے کا اس کو بہت شوق تھا۔ (گبن جلد ۵)

(History Of The Decline And Fall Of The Roman Empire)

اور ابن شہاب کی مذکورہ روایت میں یہ الفاظ ہیں جو انہوں نے ابن ناطور کی سند سے نقل کئے ہیں: وَكَانَ هِرَقْلُ حَزَّاءً- حَزَّاءً: جوتشی کو کہتے ہیں۔ لیکن يَنْظُرُ فِي النُّجُوْمِ کہہ کر تخصیص کر دی ہے کہ وہ علم نجوم جانتا تھا اور یہ بعید نہیں کہ وہ علم نجوم سے بھی واقف ہو۔ کیونکہ پرانے زمانہ میں یہ علم علماء کے درسی نصاب کا ضروری حصہ تھا۔ خصوصاً مصر و اسکندریہ کی تعلیم گاہوں میں اور ہرقل کی تعلیم و تربیت اسکندریہ میں ہوئی۔ نیز مسیحی مصنفین کی تاریخوں کے مطالعہ سے اس کی ایک خواب کا بھی پتہ چلتا ہے۔ گبن بھی اس کی پریشان خوابوں کی طرف اشارہ کرتا ہے اور آکلے کہتا ہے کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے اس کو تخت سے دھکا دے کر نیچے گرا دیا اور اس کے سر سے تاج اتار دیا۔

(History of The Saracens by Ockley) صفحہ ۲۳۷

(History Of The Decline And Fall Of The Roman Empire,
Vol.5 Chapter LI: Conquests By The Arabs. -- Part V.)

یہ خواب جو مؤرخ مذکور نے غالباً مسیحی روایات کی بناء پر نقل کیا ہے، زہری کی روایت کے ایک حصہ مضمون کی تائید کرتا ہے۔ نیز اسلامی تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ میں غسان کے بادشاہ کے پاس دحیہ کلبی کو خط دے کر بھیجا تھا☆۔ اس کا ذکر سابقہ روایات میں بھی آ چکا ہے۔ اس روایت کا آخری حصہ مضمون بھی

☆ غسان کا سردار بصریٰ کا حاکم تھا۔ (فتح الباری جزءاول صفحہ ۵۸)

عقیدت مندی کے ان احساسات کے مخالف نہیں بلکہ مطابق ہے، جن کا اظہار ہرقل نے ابوسفیان کے سامنے کیا۔ ہرقل کا تو ہم پرست ہونا، اس کا انجیلوں سے فالیں نکالنا، اس کا ڈراؤنے خواب دیکھنا اور اپنے لوگوں کو نصیحت کرنا اور عملاً مسلمانوں کے مقابل پر خود نہ لڑنا؛ یہ باتیں ایسی ہیں کہ خود عیسائی مصنفین نے بھی ان کا اقرار کیا ہے۔ اس لئے ابن شہاب کی مذکورہ روایت کی صحت میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ البتہ ابن ناطور راوی کا جو حوالہ دیا گیا ہے، اس کی شخصیت کا سوال قابل تحقیق ہے۔ اس نام کی ترکیب تو وہ ہے جو سامی النسل اقوام کی زبانوں کے ساتھ مخصوص ہے اور ناطور کا لفظ عربی میں حارس یعنی نگہبان کو کہتے ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۵۶) ہرقل کے زمانہ میں زکریا بیت المقدس کا لاٹ پادری تھا

History Of The Decline And Fall Of The Roman Empire
Vol.4 Chapter XLVI: Troubles in Persia, Part:III

اور یہ نام بھی دلالت کرتا ہے کہ کوئی وطنی آدمی ہی اس منصب پر مقرر تھا۔ زکریا کے باپ کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ بے شک بحث کا بہت کچھ دار و مدار ابن ناطور کی شخصیت کے معلوم ہونے پر ہے۔ مگر بایں ہمہ اس میں شبہ نہیں کہ اس کنیت کا شخص ابن شہاب سے ضرور ملا۔ جیسا کہ ابونعیم نے بھی دلائل النبوۃ میں ابن شہاب کی یہ روایت نقل کی ہے۔ علاوہ ازیں ابن ناطور کی طرف جو بیان منسوب کیا گیا ہے۔ اس کی تصدیق خارجی قرائن سے بھی ہوتی ہے۔

چونکہ اس روایت میں بعض ایسی باتیں ہیں جو سابقہ مستند روایات کی تائید کرتی ہیں۔ اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بطور تتمہ روایت کے نقل کیا ہے۔

ایک اور امر اس روایت میں قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ ہرقل کی طرف یہ قول جو منسوب کیا گیا ہے کہ میں نے آج رات ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ خواب میں دیکھا ہے۔ یہ قول کسی مسلمان راوی کا خود تراشیدہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ایسے شخص کا ہے جو عہد نامہ قدیم و جدید سے خوب واقف ہے کیونکہ کتاب استثناء و ملاکی نبی وغیرہ کی کتابوں کی رو سے جس نبی کا انتظار تھا اس کے متعلق یہ پیشگوئی تھی کہ وہ بادشاہ ہوگا اور ختنہ کرانے والوں میں سے ہوگا۔ (ماخوذ از ملاکی باب ۳۔ یسعیاہ باب ۹) ختنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ذریت کے لئے ابدی عہد کا نشان تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ باندھا تھا اور بنی اسرائیل و بنی اسماعیل اس عہد کے لئے مخصوص تھے۔ بنی اسرائیل میں سے نبی تو ہوتے رہے مگر ایسا کوئی نبی نہیں ہوا جو حضرت موسیٰ کی مانند صاحب شریعت بھی ہو اور ملک یعنی بادشاہ بھی ہو۔ اس لئے ان میں انتظار تھی کہ ایک ملک الختان نبی پیدا ہوگا۔ یعنی عہد والا بادشاہ نبی۔ اسی کی طرف ہرقل اشارہ کرتا ہے اور اس نبی کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ رومیوں کے ہاتھ سے نجات دے گا۔ اس وجہ سے ہرقل کو خوف ہوا اور ارکانِ سلطنت نے اس کو مشورہ دیا کہ یہودی قتل کرا دیئے جائیں تا اس کی سلطنت محفوظ رہے۔ آکلے (Ockley) نے ہرقل کی جس خواب کا ذکر کیا ہے۔ اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اس سے اس کو یقین ہوگیا تھا کہ اس کا تاج و تخت اس کے ہاتھ سے چھن جائے گا۔ جو لوگ روایت مذکورہ کے اس حصہ کا آکلے کی مستقل روایت سے مقابلہ کر کے ذرا تدبر سے کام لیں گے؛ انہیں اور بھی یقین ہو جائے گا کہ ابن شہاب کی روایت کے مضمون میں ایسے قرائن موجود ہیں جو اس کی صحت کو پایہ ثبوت تک پہنچاتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے یونہی

سابقہ مضمون کی تائید میں نقل نہیں کیا۔ ہاں اتنی احتیاط ضرور کر لی ہے کہ اس کو بطور تتمہ روایت درج کیا ہے، نہ ایسی مستند روایت کے طور پر جو اُن کی شروط کے مطابق ہر طرح سے یقینی الثبوت ہو۔

روایت مذکورہ بالا میں ہرقل کی جس خواب کا ذکر کیا گیا ہے اس کے متعلق یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ یہ اساطیر الاولین میں سے ایک ایسا قصہ ہے جس کو ہر قوم نے اپنے پیشوا کی پیدائش پر چسپاں کیا ہے۔ گوتم بدھ کے متعلق بھی یہی کہانی سنی جاتی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت بھی فرعون کی طرف یہی ظلم منسوب کیا گیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش پر بھی متی باب ۲ آیت ۱۶ میں لکھا ہے کہ ہیرو نے بیت اللحم کے لڑکوں کو قتل کرایا۔ جہاں تک حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کا تعلق ہے، اس قصہ کے بے بنیاد ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور ہمیں اس بحث سے کیا واسطہ۔ آخر ہرقل کے مشیر بھی عیسائی ہی تھے جو ہیرو کا قصہ بھی یقینی سمجھتے تھے اور اس وجہ سے انہوں نے مشورہ بھی دیا ہوگا کہ یہودی لڑکے قتل کروا دیئے جائیں۔ اس روایت سے اسلامی تاریخ اور اس کے راویوں پر زد نہیں پڑتی۔ کیونکہ مسلمان راوی یہ نہیں کہتے کہ ہرقل نے ایسا کیا۔ بلکہ ابن ناطور کی روایت کی بناء پر اس کے اراکین کے مشورہ دینے کا ذکر کرتے ہیں اور بالکل قرین قیاس ہے کہ انہوں نے اپنی ذہنی معلومات اور رجحانات کی بناء پر ایسا مشورہ دیا ہو۔

فَكَانَ ذٰلِكَ اٰخِرَ شَأْنِ هِرَقْلَ: یہ ہرقل کی آخری حالت ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہرقل آخر تک اس حالت پر قائم رہا۔ یعنی وہ مسلمان نہیں ہوا۔ اسلام جیسا کہ آگے آئے گا، زبان سے قبول و اقرار کرنے کا نام ہے۔ اس نے بظاہر اپنے مسلمان ہونے کا اقرار نہیں کیا۔ اس لئے کسی قلبی کیفیت کی بناء پر یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اچھے خیالات کے اظہار پر اسے مسلمان نہیں کہا جاسکتا۔ چونکہ وہ اپنی قوم سے ڈر کر یا کسی اور وجہ سے مسلمان نہیں ہوا۔ اس لئے وہ أَسْلِمْ تَسْلَمْ کی وعید کے مطابق پکڑا گیا اور اس کی رعایا کے گناہ کا وبال ایسا پڑا کہ اس کی سلامتی اور امن کی گھڑیاں دیکھتے دیکھتے مصیبتوں اور دکھوں میں تبدیل ہوگئیں۔ وہ سلطنت جو بڑی بڑی جانفشانیوں کے بعد اپنے قبضہ میں لایا تھا، ایک نہایت ہی قلیل عرصہ میں؛ جو چار پانچ سال سے زیادہ نہیں تھا؛ صرف چھ حملوں میں ہی کھو بیٹھا۔ نہ صرف یہ بلکہ اپنی قوم کے ہاتھوں سے غداری، ذلت و لعنت کا تاج پہن کر زیر خاک چھپ گیا۔ (گبن جلد ۵، ۶۔ آکلے صفحہ ۲۳۷)

أَسْلِمْ تَسْلَمْ کہنے میں تو دو سیدھے سادے لفظ ہیں، مگر یہ ایک ایسا اٹل شاہانہ حکم ہے جو قدرت اور مشیئت ایزدی کا کامل مظہر ثابت ہوئے۔ جو مصنفین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے متعلق یہ کہا کرتے ہیں کہ ان میں وضاحت و تعیین نہیں ہوتی۔ ان کے لئے ہرقل کے انجام میں ایک عبرت ناک سبق ہے۔

وحیٔ نبوت کی باتوں میں سے یہ ایک نمونہ ہے اور اس وحی کی خصوصیات میں سے سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی باتیں دنیا کی عقل میں ناممکن ہوتی ہیں۔ مگر بعد میں واقعات و مشاہدات ان کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ اٹل ہیں۔ ایک بیمار ذہنیت کے تخیلات اور نظارے اپنے ساتھ واقعات کی تصدیق نہیں رکھتے۔ ان کا وجود محض خیال ہی خیال ہوتا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡
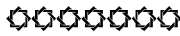
بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ الإِیْمَان

پہلی دوصدیوں میں مسلمانوں کے درمیان مختلف الخیال قوموں کے اختلاط کے سبب سے مسائل دینیہ کے متعلق دقیق دَر دقیق بحثیں شروع ہوگئی تھیں۔جن کا بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے سے اختلاف کی وجہ سے ہر ایک نے اپنا ایک نیا مذہب قائم کرلیا۔امام بخاری علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں یہ اختلافات اپنے پورے زوروں پر تھے۔امام موصوف موقع ومحل کے مطابق ہر اختلافی مسئلہ کے متعلق آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی بناء پر اپنے خیالات کا بھی اظہار کرتے گئے ہیں۔ چنانچہ ایمان کی تعریف میں بھی بہت اختلاف کیا گیا ہے کہ آیا یہ قلبی تصدیق کا نام ہے یا محض زبان سے اقرار کرنا یا قلبی تصدیق وزبانی اقرار دونوں کو ایمان کہتے ہیں اور یہ کہ ان دونوں کے ساتھ اعمال کا شامل ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں اور آیا ایمان کے ساتھ معرفت تقلیدی یا استدلالی کا بھی ہونا لازمی ہے یا نہیں اور پھر یہ کہ زبانی اقرار ایمان کا رکن ہے یا شرط ہے۔ غرض اس قسم کی منطقی دقیق دَر دقیق بحثیں علماء نے آپس میں چھیڑ رکھی تھیں۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۱۰۳۔ فتح الباری جزء اول صفحہ ۶۵)

اور یہ اختلافات محض مختلف اعتبارات کی وجہ سے پیدا ہوئے ورنہ درحقیقت کوئی اختلاف نہ تھا۔مثلاً جنہوں نے ظاہری احکام کے جاری کرنے یا نہ کرنے کو مدنظر رکھا، انہوں نے زبانی اقرار وتسلیم پر زور دیا اور جنہوں نے ایمان کی حقیقت کو مدنظر رکھا، انہوں نے اعمال کو ضروری قرار دیا۔جنہوں نے عرفان کو مدنظر رکھا، انہوں نے تقلیدی ایمان کو ساقط قرار دیا۔جنہوں نے کمال کو مدنظر رکھا، انہوں نے دل کی معرفت، زبان کے اقرار، اعمال صالحہ کے صادر ہونے کو آپس میں لازم وملزوم قرار دیا۔یعنی ان تینوں سے ایمان کامل ہوتا ہے اور اس میں سے کسی ایک کی کمی سے ایمان ناقص ہوگا۔بعضوں نے یہ بھی کہا ہے کہ جو ناقص ہے وہ ایمان نہیں ہوگا، بلکہ شک کہلائے گا۔ایمان ایک ہی حالت میں رہتا ہے۔غرض اس قسم کے اختلافات کو امام بخاریؒ نے کتاب الایمان کے پہلے باب میں مدنظر رکھا ہے۔

ایمان -لغت میں امن دینے یا امن حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ باب افعال سے ہے اور مجازاً تصدیق کرنے یا بات مان لینے کو بھی کہتے ہیں۔ایمان سے انسان شک، تردد، تکذیب اور مخالفت وغیرہ سے امن میں ہوجاتا ہے۔شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی باتوں کو ماننے کا نام ایمان ہے۔ نیز اس قلبی کیفیت کو بھی ایمان کہتے ہیں جو تصدیق کا اصل موجب ہے اور اس بات کو بھی ایمان کہتے ہیں جو مانی جائے۔اور **اسلام** -لغت میں اپنے آپ کو کسی کے سپرد کردینے کو کہتے ہیں اور شریعت میں احکام الٰہیہ کی فرمانبرداری کرنے کا نام ہے۔یعنی اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد

کر دینا۔ نیز اسلام اُن احکام الٰہیہ کے مجموعہ کو بھی کہتے ہیں، جن کا بجالانا ضروری ہے۔ لفظ ''ایمان'' میں زیادہ تر قلبی کیفیت ملحوظ رکھی گئی ہے جو تصدیق اور فرمانبرداری کا اصلی مصدر ہے اور لفظ ''اسلام'' میں ظاہری اعمال ملحوظ رکھے گئے ہیں جو ایمان کا نتیجہ ہیں۔

امام بخاریؒ نے ایمان و اسلام کو ان تینوں معنوں میں ہی لیا ہے اور ان معنوں کو واضح کرنے کے لئے آیات واحادیث واقوال ائمہ سے استدلال کیا ہے اور وہ لوگ جو اِن دونوں اصطلاحوں کے معنوں کو کسی نہ کسی مفہوم میں محصور کرتے ہیں، ان کے ساتھ اتفاق نہیں کیا۔ موقع ومحل کے لحاظ سے ایمان واسلام کا اپنا اپنا مفہوم ہوتا ہے۔ کبھی تو ایمان سے مراد محض قلبی یقین اور کبھی اس سے وہ باتیں مراد ہوتی ہیں جن کو ماننے سے انسان ہر ایک شر سے امن میں ہوجاتا ہے اور کبھی اس سے مراد وہ اعمال ہیں جن کے ساتھ ایمان زندہ رہتا ہے اور کبھی یہ لفظ قلبی یقین واعمال دونوں پر اطلاق پاتا ہے۔ ایسا ہی لفظ ''اسلام'' بھی کبھی محض ظاہری اعمال بجالانے کو کہتے ہیں اور کبھی اس کے ساتھ دل کی کامل موافقت بھی شامل ہوتی ہے۔

٭٭٭٭٭
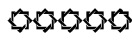
بَاب ١ : قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ

نبی ﷺ کا یہ فرمانا کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے

وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ وَيَزِيْدُ وَيَنْقُصُ قَالَ اللهُ تَعَالٰى لِيَزْدَادُوْا إِيْمَانًا مَّعَ إِيْمَانِهِمْ (الفتح:٥) وَزِدْنَاهُمْ هُدًى(الكهف: ١٤) وَّيَزِيْدُ اللهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى (مريم:٧٧) وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ آتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ (محمَّد:١٨) وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِيْمَانًا(المُدَّثِّر: ٣٢) وَقَوْلُهُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيْمَانًا فَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ إِيْمَانًا (التَّوبة:١٢٤) وَّقَوْلُهُ جَلَّ

اور وہ قول اور فعل ہوتا ہے اور وہ بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔ (جیسے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تا وہ ایمان رکھتے ہوئے ایمان میں بڑھتے رہیں اور (فرمایا:) ہم نے انہیں راست روی میں بڑھادیا اور (فرمایا:) اللہ تعالیٰ انہیں جو راہ راست پر آ گئے ہیں راست روی میں اور بڑھاتا ہے اور (فرمایا:) جنہوں نے راست روی اختیار کی، اُنہیں راست روی میں اور بھی بڑھادیا اور جس تقویٰ کے وہ مستحق تھے وہ انہیں دے دیا۔ اور (فرمایا:) جو ایمان لا چکے ہیں انہیں ایمان میں اور بھی بڑھاتا ہے اور اللہ (عزّ وجل) کا یہ فرمانا: تم میں سے کس کو اس آیت نے ایمان میں بڑھادیا ہے۔ جو ایمان لائے ہیں انہی کو اس نے ایمان میں بڑھادیا ہے اور نیز اللہ جل شانہ کا یہ

ذِكْرُهُ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا (آل عِمْرَان: ١٧٤) وَّقَوْلُهُ تَعَالٰى وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا (الأحزاب: ٢٣) وَالْحُبُّ فِي اللهِ وَالْبُغْضُ فِي اللهِ مِنَ الْإِيْمَانِ وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلَى عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ إِنَّ لِلْإِيْمَانِ فَرَائِضَ وَشَرَائِعَ وَحُدُوْدًا وَّسُنَنًا فَمَنِ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْإِيْمَانَ فَإِنْ أَعِشْ فَسَأُبَيِّنُهَا لَكُمْ حَتّٰى تَعْمَلُوْا بِهَا وَإِنْ أَمُتْ فَمَا أَنَا عَلَى صُحْبَتِكُمْ بِحَرِيْصٍ وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ (البقرة: ٢٦١) وَقَالَ مُعَاذٌ اجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً وَّقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ الْيَقِيْنُ الْإِيْمَانُ كُلُّهُ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيْقَةَ التَّقْوٰى حَتّٰى يَدَعَ مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ شَرَعَ لَكُمْ (الشورى: ١٤) أَوْصَيْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ وَإِيَّاهُ دِيْنًا وَّاحِدًا وَّقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا (المائدة: ٤٩) سَبِيْلًا وَّسُنَّةً.

{ وَدُعَاؤُكُمْ (الفرقان: ٧٨) إِيْمَانُكُمْ

فرمانا: (لوگوں کا مومنوں سے یہ کہنا کہ) ان سے ڈرو۔ اس بات نے ان کو ایمان میں اور بھی بڑھادیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: انہیں ایمان اور فرمانبرداری میں اس نے بڑھا دیا۔ اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ ہی کے لئے نفرت کرنا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے اور عمرؒ بن عبدالعزیز نے عدی بن عدی کو لکھا کہ ایمان کے کچھ فرائض ہیں اور کچھ قوانین اور کچھ حدود اور کچھ اعمال مسنونہ۔ پس جس نے ان کو پورے طور پر اختیار کیا، اس نے ایمان کو مکمل کرلیا اور جس نے ان کو پورے طور پر اختیار نہ کیا اس نے ایمان کو بھی مکمل نہ کیا۔ سو اگر میں زندہ رہا تو عنقریب میں تمہارے لئے ان باتوں کو کھول کر بیان کروں گا تا تم ان پر عمل کرو اور اگر مر گیا تو میں تمہارے ساتھ رہنے کا اتنا خواہش مند بھی نہیں ہوں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: مگر اس لئے کہ میرا دل مطمئن ہوجائے اور حضرت معاذ ؓ نے کہا: ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔ ایک پل ایمان کی باتیں کرکے ایمان تازہ کرلیں اور حضرت ابن مسعودؓ نے کہا: یقین ہی سارے کا سارا ایمان ہے اور حضرت ابن عمرؓ نے کہا: بندہ تقویٰ کی حقیقت تک پہنچتا ہی نہیں، جب تک کہ وہ جو اس کے سینہ میں کھٹک رہا ہے نہ چھوڑ دے اور مجاہد نے آیت شَرَعَ لَكُمْ کی تفسیر یوں کی ہے کہ اے محمدؐ! ہم نے تجھے اور نوحؑ کو ایک ہی دین پر قائم رہنے کی تاکید کی ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا کے معنی راستہ اور طریقہ عمل کے ہیں۔

{ اور دُعَاءُكُمْ سے مراد اِيْمَانُكُمْ ہے۔ اس لئے

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ(الفرقان:۷۸) وَمَعْنَى الدُّعَاءِ فِي اللُّغَةِ الْإِيْمَانُ.☆}

کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا دُعَاءُكُمْ۔ دعا کے معنی لغت میں ایمان کے بھی ہوتے ہیں۔☆}

تشریح: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو آگے آئے گی۔ اس میں بتلایا گیا ہے کہ اسلام کی بنیاد کلمہ شہادت، نماز، زکوٰۃ اور روزوں پر ہے۔ ''شہادت'' کے معنی علم رکھنا اور علم کے مطابق اقرار کرنا۔ امام بخاریؒ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اسلام کا کامل مفہوم اپنے اندر قلبی معرفت و یقین، زبان کے اقرار اور اعمال کی بجا آوری کو شامل رکھتا ہے۔

وَهُوَ قَوْلٌ وَّ فِعْلٌ: ''ھو'' کی ضمیر اسلام کی طرف لوٹتی ہے اور ضمناً ایمان کی طرف بھی لوٹتی ہے۔ اس سے کَرَامِیَّہ فرقہ کا رد کیا ہے، جو صرف زبان کے اقرار کا نام ایمان رکھتے ہے اور یہ اقرار اُن کے نزدیک احکام شرعیہ جاری کرنے کے لئے کافی ہے اور مرجیہ فرقہ کا بھی رد ہے، جو قلبی اعتقاد اور زبانی اقرار کا نام ایمان رکھتے ہیں اور اعمال کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دل کے اعتقاد کے ساتھ زبان سے اقرار کرتا ہے اور مر جاتا ہے، کوئی عمل نہیں کرتا تو وہ ان کے نزدیک مومن ہوگا۔ مگر یہ ایک مخصوص حالت ہے، جبکہ ایمان لانے کے بعد کسی کو عمل کا کوئی موقع نہیں ملا۔ ایسا ہی کرامیہ فرقہ کا قول بھی ایک خاص اعتبار کے لحاظ سے ہے۔ لیکن حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے اصل اور صحیح مذہب یہی ہے جو امام بخاریؒ نے بیان کیا ہے۔ یعنی دل کی معرفت، زبان کا اقرار اور عمل۔ یہ تینوں باتیں اسلام و ایمان کے مفہوم میں داخل ہیں۔

يَزِيْدُ وَ يَنْقُصُ: وہ بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔ اس دلیل سے مذکورہ فرقوں کے نقطہ نظر کا سقم ظاہر کیا ہے۔ کسی چیز کی تعریف اس کی ناقص حالت کے اعتبار سے نہیں، بلکہ کامل حالت کو مدنظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ ایمان کی کمزور حالت کو دیکھ کر جس کے ساتھ عمل نہیں یا دل کی معرفت نہیں یا صرف تقلیدی رنگ ہے کہہ دینا کہ ایمان صرف زبانی اقرار کا نام ہے اور اس پر سارا انحصار رکھنا یہ ایمان کو اپنی حقیقت سے دور لے جاتا ہے۔ امام بخاریؒ نے ایک مختصر جملہ سے کرامیہ، مرجیہ، معتزلہ اور خوارج کے آپس کے اختلافات کے متعلق فیصلہ کر دیا ہے کہ جو چیز گھٹتی بڑھتی ہے وہ ناقص حالتیں بھی رکھتی ہے اور کامل حالت بھی رکھتی ہے۔ اس کو ان دونوں حالتوں کے اعتبار سے دیکھنا چاہیے صرف ایک پر زور دینا اس کی اصلی صورت کو مسخ کر دیتا ہے۔ اس لئے جو لوگ ایمان کے ساتھ معرفت و یقین، زبانی اقرار اور اعمال صالحہ کی بجا آوری ضروری قرار دیتے ہیں۔ وہ ایمان کی کامل حالت کو مدنظر رکھتے ہیں۔

چونکہ اسلام میں ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے تھے جو ایمان کے گھٹنے اور بڑھنے کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کے نزدیک ایمان ناقص حالت میں ایمان نہیں بلکہ شک ہے۔ اس لئے امام موصوفؒ نے قرآن مجید کی آیات سے استدلال

☆ یہ عبارت طبعة بولاق کے مطابق ہے۔ (دیکھئے حاشیہ فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۶۴)

کیا ہے۔ قرآن مجید نے پہلی ناقص حالت کو بھی ایمان کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اسے شک نہیں کہا۔ جیسا کہ فرمایا: لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًامَّعَ اِيْمَانِهِمْ... (الفتح:۵) خود انسان اپنے اندر غور کرکے دیکھ لے کہ ایمان کس طرح مختلف حالات میں مختلف کیفیتیں اختیار کرتا جاتا ہے۔ کبھی وہ یقین واخلاص اور سکون وطمانیت سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور کبھی مدہم پڑ جاتا ہے۔ پوری آیت یوں ہے: هُوَالَّذِیْ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا. (الفتح:۵) {وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت اُتاری۔ تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ایمان میں مزید بڑھیں۔ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔} تین آیتوں سے امام موصوفؒ نے یہ استدلال کیا ہے کہ ایمانی ترقی کے ساتھ عملی ترقی بھی ہوتی رہتی ہے اور ایمان کی طرح عمل کی بھی ناقص حالتیں ہوتی ہیں۔ هُوَ یَزِیْدُ وَ یَنْقُصُ میں ''هُوَ'' کا مرجع اسلام ہے اور اسلام میں ایمان وعمل دونوں شامل ہیں۔ اس لئے ان آیتوں سے دونوں کا ناقص وکامل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان میں سے پہلی آیت یوں ہے: اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى. وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ. (الكهف:۱۴-۱۵) یعنی نیک اعمال بجالانے کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں کو ایمان میں مضبوط کر دیا تھا۔ دوسری آیت یوں ہے: وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ط وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا. (مريم : ۷۷){اور اللہ انہیں ہدایت میں بڑھادے گا جو ہدایت پاچکے ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے ربّ کے نزدیک اجر کے لحاظ سے بھی بہتر اور انجام کے لحاظ سے بھی بہتر ہیں۔} ہدایت سے کیا مراد ہے؟ باقی رہنے والے نیک اعمال جو بلحاظ نتائج واثرات کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے اچھا ذخیرہ ہیں۔ تیسری آیت یہ ہے: وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهم. (محمد:۱۸) {اور وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی، اُن کو اس نے ہدایت میں بڑھادیا اور اُن کو اُن کا تقویٰ عطا کیا۔} ''هُدًى'' کے معنے راہ راست دکھلانا، اس پر چلنے کی توفیق دینا، راست روی۔ اس کا تعلق اعمال صالحہ کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ وَاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ سے بھی ہدایت کا یہی مفہوم ثابت ہوتا ہے۔ تَقْوٰی کے معنی بدیوں سے بچنا اور نیک اعمال بجالانا کیونکہ اصل نجات صرف بدیوں سے بچنے میں نہیں بلکہ نیکی کرنے میں ہے۔

وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا: اس آیت سے امام بخاریؒ نے اس خیال کا رد کیا ہے کہ ایمان کے ناقص ہونے سے انسان مومن نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ قرآن مجید نے ناقص حالت میں بھی ان کا نام مومن رکھا ہے۔ مثلاً ایک شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان بالغیب رکھتا ہے وہ شہادت کے درجہ یعنی اللہ تعالیٰ کی تجلیات سے ابھی بہرہ ور نہیں ہوا، مگر اس کو بھی مومن ہی کہیں گے۔ اس آیت کا ماقبل یہ ہے: وَمَاجَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّافِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا. (المدثر:۳۲) اس میں کافر، اہل کتاب اور مومن تینوں کو علیحدہ علیحدہ اثر قبول کرنے کی وجہ سے تین مختلف گروہ قرار دیا ہے اور ایمان کی کمی سے یہ مراد نہیں کہ وہ شک میں ہیں یا منافق ہیں۔

فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا: اس آیت سے امام بخاریؒ نے یہ ثابت کیا ہے کہ دلائل وبراہین اور نشانات کو دیکھ کر ایمان ضرور بڑھتا ہے۔ ''آیت'' کے معنی دلیل و برہان اور نشان کے ہیں۔ بعض وقت خوف کی حالت بھی

ایمان کو بڑھادیتی ہے اور انسان کے اندر ایک ایسی حالتِ خشیت پیدا کر دیتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جاتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت کے آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. (آل عمران : ۱۷۴)

وَمَازَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا: اس آیت سے امام بخاریؒ نے یہ سمجھایا ہے کہ نہ صرف ایمان کی قلبی کیفیت میں، ہی بلکہ عملی فرمانبرداری میں بھی ترقی ہوتی ہے جو اسلام کا اصل مفہوم ہے۔ پوری آیت یوں ہے: وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَازَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا. (الأحزاب: ۲۳) {اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا تو انہوں نے کہا: یہی تو ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا تھا اور اس نے ان کو نہیں بڑھایا مگر ایمان اور فرمانبرداری میں۔} غرض ان آیات کو پیش کر کے امام بخاریؒ نے ہر پہلو سے ایمان کے گھٹنے بڑھنے کو واضح کیا ہے۔ چونکہ ان آیات میں ایمان کے بڑھنے کا ذکر ہے۔ اس لئے گھٹنے کا مفہوم ان سے ضمناً ثابت ہوتا ہے۔

اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ مِنَ الْاِيْمَانِ: یہ الفاظ ایک حدیث کے ہیں جس کو ابوداؤدؒ نے حضرت ابوامامہؓ اور حضرت ابوذرؓ سے نقل کیا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب الدليل على زيادة الايمان ونقصانه - نیز باب مجانبة أهل الأهواء وبغضهم) اور ترمذی نے حضرت معاذ بن انسؓ کی سند سے اس کو نقل کیا ہے۔ (ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب منه) حضرت عمروؓ بن جموح نے یہ حدیث یوں بیان کی ہے: لَا يَحِقُّ الْعَبْدُ حَقَّ صَرِيْحِ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يُحِبَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَيُبْغِضَ لِلّٰهِ. (مسند أحمد بن حنبل، جلد ۳، صفحة ۴۳۰) اور حضرت براءؓ بن عازب نے یوں بیان کی: أَوْثَقُ عُرَى الْاِيْمَانِ اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ. (مصنف ابن ابی شيبه، كتاب الزهد، باب ما ذكر عن نبينا ﷺ في الزهد، حديث: ۱۶۱۸۵)

امام بخاریؒ نے ایمان کو اس حد تک محدود نہیں رکھا۔ جس پر باقی ائمہ کا اتفاق ہے۔ یعنی دل کی معرفت کے ساتھ یقین کرنا، زبان سے اقرار کرنا اور اعمال صالحہ بجالانا۔ بلکہ امام بخاریؒ نے محبت ونفرت جیسے قلبی انفعالات وعواطف کو بھی ایمان میں شامل کیا ہے اور حق یہی ہے۔ کیونکہ ایمان جب تک دائرہ علم ومعرفت سے احساسات وانفعالات میں تبدیل نہیں ہوتا، تب تک وہ ایک بے جان شئے ہے جس میں نہ قوت ہے اور نہ وہ انسان میں کوئی عملی حرکت پیدا کر سکتا ہے اور نہ حقیقت میں وہ اس کے لئے امن وطمانیت کا موجب بن سکتا ہے۔

عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ: عمر بن عبدالعزیز بن مروانؒ بنوامیہ میں سے تھے اور ۹۹ھ میں خلیفہ ہوئے۔ تقویٰ و زہد اور علم میں اعلیٰ پایہ کے انسان تھے اور خلفاء راشدین کی سیرت پر تھے۔ انہی کی تبلیغ سے سندھ کے راجاؤں اور امیروں نے اسلام قبول کیا اور انہیں پہلی صدی کا مجدد مانا گیا ہے۔ **عدی بن عدی** بن عمیرہ کندی تابعی ہیں اور عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے عراق میں عامل یعنی گورنر تھے اور صحابہ کی اولاد میں سے تھے۔ (عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۱۱۳)

اِنَّ لِلْاِيْمَانِ فَرَائِضَ وَ شَرَائِعَ: فرائض سے مراد تمام ارکان ایمان ہیں۔ جیسے اللہ ورسول اور ملائکہ اور کتب سماویہ اور آخرت پر ایمان۔ نیز تمام اصول اسلام جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ؛ جن کا کرنا ضروری ہے اور شرائع

سے مراد مختلف قوانین، معاملات از قسم بیع وشراء، نکاح وطلاق وغیرہ اور حدود سے مراد اسلامی تعزیرات اور سزائیں اور سنن سے مراد وہ کام جو آنحضرت ﷺ نے کئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیات واحادیث واقوال صحابہ سے استدلال کرنے کے بعد ایک بہت بڑے مجتہد مجدد زمان کا قول نقل کر کے ایمان کے وسیع مضمون کو بیان کیا ہے۔ اس مفہوم کے مطابق دل کا ایمان یہ ہے کہ عرفان ویقین کے ساتھ تصدیق کرنا۔ زبان کا ایمان یہ ہے کہ اس کا اقرار کرنا۔ باقی اعضا کا ایمان یہ ہے کہ عملاً فرمانبرداری کریں۔ انہی معنوں سے امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ ایمان کے مفہوم کو وسیع سمجھتے ہیں۔ برخلاف ان کے امام ابوحنیفہؒ اور دیگر فقہاء معرفت قلب اور زبان کے اقرار کا نام ایمان رکھتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۱۰۳)

وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي: یہ اس آیت کی طرف اشارہ ہے: وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ. (البقرہ:۲۶۱) حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی کہ اے میرے ربّ مجھے دکھلا کہ تو مردے کس طرح زندہ کرتا ہے۔ فرمایا: کیا تو ایمان نہیں رکھتا۔ جواب دیا کہ ہاں کیوں نہیں۔ ایمان تو ہے مگر اس لئے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ اس آیت سے امام بخاریؒ نے یہ استنباط کیا ہے کہ ایک ایمان بالغیب ہوتا ہے۔ جو علم الیقین کا درجہ رکھتا ہے۔ یعنی صرف عقلی دلائل و براہین سے کام لے کر علم حاصل کیا جاتا ہے۔ جیسے دھوئیں کو دیکھ کر آگ کے وجود کے متعلق استدلالاً یقین کیا جائے اور ایک عین الیقین ہوتا ہے۔ جس کی بناء مشاہدہ پر ہوتی ہے۔ جیسے آگ دیکھ کر آگ کے وجود کا علم ہو۔ دونوں حالتوں میں انسان مومن ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے عارف باللہ نے مشاہدہ کی ضرورت محسوس کی۔ اس لئے نہیں کہ ان کو ایمان نہیں تھا بلکہ اس لئے کہ انہیں اطمینانِ قلب حاصل ہو جائے۔ ایمان بالغیب میں بھی ایک یقین ہوتا ہے۔ مگر اس یقین کے ساتھ ایک نئی حالت اطمینانِ قلب حاصل ہوتی ہے۔ ایمان اس حالتِ ترقی میں دائرہ معقول سے نکل کر احساسِ قلبی میں داخل ہو جاتا ہے۔

قَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍؓ اجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً: حضرت معاذؓ بن جبل ایک جلیل القدر صحابی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں شریک رہے۔ امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے ان سے ۱۵۷ کے قریب احادیث نقل کی ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۱۱۵) انہوں نے ایک شخص سے کہا: اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً. اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ مومن نہیں تھے۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ ایمان کی باتیں کر کے ایمان تازہ کر لیں۔ امام بخاریؒ اس مشہور روایت کو پیش کر کے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ کبھی ایمان میں وہ بشاشت وتازگی نہیں رہتی جو ہونی چاہیے اور ایمان کی باتیں کرنے سے وہ بشاشت وتازگی از سرِ نو پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا ایمان کے گھٹنے بڑھنے کی یہ بھی ایک صورت ہے۔

اَلْيَقِيْنُ الْاِيْمَانُ كُلُّهٗ: یقین ہی سارے کا سارا ایمان ہے۔ کیونکہ یقین ہی ہے جو دراصل انسان کو گناہوں سے بچاتا ہے اور یقین ہی سے انسان نیکی کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ کوئی سچی تبدیلی بغیر یقین کے نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ سے سچی محبت اس کے احکام کی پوری پوری اطاعت یقین سے ہوتی ہے۔ جس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ فلاں سوراخ میں زہریلا

سانپ چھپا بیٹھا ہے وہ کبھی اس سوراخ میں اُنگلی نہیں ڈالتا۔ سو اسی طرح جس کو اللہ تعالیٰ پر کامل یقین ہوتا ہے اور وہ یقین سے جانتا ہے کہ اس کی نافرمانی ایک ہلاک کردینے والا زہر ہے اور اس کے احکام کی اطاعت؛ سلامتی اور امن بخشنے والا تریاق ہے وہ گناہ سے یقیناً بچے گا اور اُس کے احکام بجالائے گا۔

لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيْقَةَ التَّقْوٰى حَتّٰى يَدَعَ مَاحَاكَ فِي الصَّدْرِ : امام بخاری علیہ الرحمۃ کی عادت ہے کہ وہ آخر میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ قول ایک حدیث نبوی کی بناء پر ہے جسے مسلم نے نواس کی سند سے مرفوعاً نقل کیا ہے اور امام احمد بن حنبلؒ اور ترمذیؒ نے بھی اس روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے۔
(عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۱۱۶، فتح الباری جزء اول صفحہ ۶۸)

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: اَلْاِثْمُ مَاحَاكَ فِيْ نَفْسِكَ..... یعنی گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے۔
(مسلم، کتاب البر والصلة، باب تفسیر البر والاثم)

حضرت ابن مسعودؓ کے قول کا ذکر کر کے جو بعض روایتوں کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور نیز اس حدیث کی طرف اشارہ کر کے امام بخاری علیہ الرحمۃ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ بغیر کامل یقین و معرفت کے بدیوں سے پورے طور پر نہیں بچا جاسکتا اور چونکہ حقیقی تقویٰ یہی ہے کہ انسان کا دل گناہ کی ہر قسم کی آمیزش سے پاک وصاف ہوجائے اور حلال اور حرام کے درمیان جو امور مشتبہ ہوتے ہیں؛ یعنی وہ باتیں جن کے متعلق فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے کہ آیا یہ بھی گناہ ہیں یا نہیں؛ جب تک انسان ان کو بھی نہ چھوڑ دے متقی نہیں کہلا سکتا اور اس کے لئے کامل عرفان کی ضرورت ہے۔ صرف ایمان بالغیب کافی نہیں۔ اس لئے ایمان کی کسی ناقص حالت پر اکتفا کرنا نہ صرف ایمان کے اصل مفہوم کو ہی مسخ کرنا ہے بلکہ اس کے اصل مقصود سے انسان کو دور ہٹا دینا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ: ساری آیت یوں ہے: شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ...(الشوریٰ:۱۴) یعنی تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جو نوحؑ اور دیگر انبیاء کے لئے مقرر کیا تھا اور تمہیں بھی ہم نے یہی تاکید کی ہے جو اُن کو کی تھی۔ یعنی یہ کہ دین کے ٹھیک ٹھیک پابند رہو اور اس میں اختلاف کر کے الگ الگ ٹولیاں نہ بنو۔

مجاهدؒ: مجاہد علم تفسیر وفقہ وحدیث میں بہت بلند پایہ رکھتے ہیں اور امام مانے گئے ہیں۔ لوگوں نے ان کے ثقہ ہونے اور ان کی عظمت پر اتفاق کیا ہے۔ یہ تابعی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت جابرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے مجاہد کی تفسیر کی طرف اشارہ کر کے یہ بتلایا ہے کہ اصول دین میں اختلاف کرنا نہایت خطرناک غلطی ہے۔ جتنا زیادہ تاکیدی حکم اس کے متعلق تھا۔ اسی قدر زیادہ لاپرواہی سے کام لیا گیا ہے۔ ایک ادنیٰ سے فرق پر بھی ایک نیا مذہب گھڑنے کے لئے لوگ تیار ہوجاتے ہیں۔

شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا : اس آیت کا ماقبل یہ ہے وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآئَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا (المائدہ :۴۹) یعنی اس حق کو چھوڑ کر جو تمہارے پاس آیا ہے۔ اہل کتاب کی خواہشات کی پیروی

نہ کرو۔ہم نے تم میں سے ہرایک کے لئے ایک شریعت اورایک واضح راستہ بنایا ہے فَاسْتَبِقُوْا الْخَیْرَاتِ (البقرة: ۱۴۹) تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔ '' شِرْعَة '' سے مرادشریعت یعنی اصولِ دین جن کی بناءوحی الٰہی پر ہے اور'' مِنْهَاج '' کھلاکھلا راستہ جس کی بناءمشاہدات پر ہےاوراس سے مرادانبیاءکا وہ عملی نمونہ بھی ہے، جووہ اپنی قوم کے سامنے پیش کر کےاحکام شریعت کوواضح کر دیتے ہیں۔جسے سنت نبوی کہتے ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہٗ کی تفسیر کی بناء پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس وہم کا کہ انبیاء کے درمیان اصول دین میں اختلاف ہوتا ہے رڈ کیا ہے۔ ہاں فروعات میں جہاں عقل کا دخل ہوتا ہے اختلاف ہوتا ہے۔(فتح الباری جزءاول صفحہ۶۹)

مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ : قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاؤُکُمْ ج فَقَدْ کَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَکُوْنُ لِزَامًا. (الفرقان:۷۸) یعنی کہو! میرا ربّ تمہاری کیا پرواہ کرتا ہے اگر تمہاری دعا نہ ہو۔تم نے جھٹلا تو دیا ہی ہے۔اب اس فعل کا وبال بھی ضرور پڑے گا۔حضرت ابن عباسؓ نے یہاں دُعَاؤُکُمْ کے معنی ایمان کے کئے ہیں۔امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام بخاریؒ نے حوالہ مذکورہ بالا سے یہ ثابت کیا ہے کہ لفظ ایمان عمل پر بھی اطلاق پاسکتا ہے۔جیسا کہ دعا جو کہ عمل ہے اس سے مراد ایمان لیا گیا ہے۔(فتح الباری جزءاول صفحہ۶۹) لیکن اس آخری حوالہ سے ماقبل جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔اس کے مضمون کو اگر مدنظر رکھا جائے تو امام بخاریؒ کی مراد واضح ہوجاتی ہے اور وہ یہ کہ اس قسم کے اجتہادی اختلاف صحابہ میں بھی موجود تھے۔جس سے اصول دین میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اور نہ صحابہ کرامؓ اس وجہ سے کوئی نیا مذہب قائم کرتے تھے۔

باب ۲ : دُعَاؤُکُمْ إِیْمَانُکُمْ

تمہاری دعا تمہارا ایمان ہے

۸ : حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْیَانَ عَنْ عِکْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِیْتَاءِ الزَّکَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ.

۸: ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا کہ حنظلہ بن ابی سفیان نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے عکرمہ ابن خالد سے۔عکرمہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے۔ یہ اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو سنوار کر ادا کرنا اور زکوٰة دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

تشریح: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: باب کے عنوان سے اس حدیث کا تعلق گذشتہ باب میں واضح کر دیا گیا ہے۔(دیکھئے تشریح کتاب الایمان باب ا) یہاں پر اتنا بتلا دینا ضروری ہے کہ اس میں کلمہ شہادت کے بعد وہی باتیں بیان کی گئی ہیں جن کا تعلق عمل کے ساتھ ہے اور جو اسلام کے لئے بطور رُکن کے ہیں۔ایک کا تعلق بدنی عبادت کے ساتھ ہے، یعنی نماز۔دوسرے کا تعلق مالی عبادت کے ساتھ ہے، یعنی زکوۃ۔تیسرے کا تعلق دونوں کے ساتھ مشترکہ ہے اور وہ تمام علائق دنیویہ سے علیحدگی کے مفہوم کو اپنے اندر رکھتا ہے، یعنی حج۔اس کے معنی قصد کرنا۔اس میں انسان گھر بار چھوڑ کر اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے گھر کا قصد کرتا ہے اور چوتھے کا تعلق بھی عمل کے ساتھ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے بعض باتوں کو نہ کرنا، یعنی کھانا پینا چھوڑ دینا۔غرض اسلام کی بنیاد کا بڑا حصہ عمل ہے۔

بَاب۳: أُمُوْرُ الْإِيْمَانِ

ایمان کی باتیں

وَقَوْلُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَآتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّائِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوْا وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقرة:۱۷۸) قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (المؤمنون:۲) الْآيَةَ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ (لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ......) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیرو، بلکہ نیکی تو اُن کی ہے جنہوں نے اللہ اور یوم آخرت اور ملائکہ اور کتاب اور نبیوں کو مان لیا ہے اور جنہوں نے مال باوجود محبت رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا اور گردنوں کے آزاد کرنے میں بھی (خرچ کیا) اور وہ نماز کو بہمہ شروط سنوار کر ادا کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور جب وہ عہد کرتے ہیں تو اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوتے ہیں اور خاص کر وہ غریبی اور بیماری اور جنگ میں صابر رہتے ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جو (اپنے عہد بیعت میں) صادق ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔ نیز یہ ساری آیت (قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ....) یقیناً مومن کامیاب ہوگئے۔.....

٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ.

٩: ہم سے عبداللہ بن محمد (جعفی) نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابوعامر عقدی نے بیان کیا۔ ابوعامر نے کہا: سلیمان بن بلال نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبداللہ بن دینار سے۔ عبداللہ نے ابوصالح سے۔ ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

تشریح: **اُمُوْرُ الْاِیْمَانِ:** اس باب میں ایک تو وہ آیت ہے جس کا ترجمہ کر دیا گیا ہے اور دوسری آیت یہ ہے: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ . الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ . وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ . وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ . اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ. فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ . وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ. اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ. (المؤمنون: ۲-۱۱)

{یقیناً مومن کامیاب ہوگئے۔ وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو لغو سے اعراض کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو زکوٰۃ (کا حق) ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں سے نہیں یا اُن سے (بھی نہیں) جن کے اُن کے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ پس یقیناً وہ ملامت نہیں کئے جائیں گے۔ پس جو اس سے ہٹ کر کچھ چاہے تو یہی لوگ ہیں جو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی نگرانی کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں پر محافظ بنے رہتے ہیں۔ یہی ہیں وہ جو وارث بننے والے ہیں۔}

پہلی آیت میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ظاہری اعمال کچھ حقیقت نہیں رکھتے جب تک ایمانی حالت صحیح نہ ہو۔ اور دوسری آیت میں عملی پہلو پر زور دیا گیا ہے یعنی ظاہری اعمال کو صحیح طور پر بجالانے کے بغیر کسی کامیابی کی امید نہیں ہوسکتی۔ نماز میں خشوع وخضوع ہو۔ زکوٰۃ کے ساتھ شہوات پر قابو رکھتے ہوئے تزکیہ نفس بھی ہو۔ یعنی ایمان اعمال کے ساتھ اور اعمال اپنی اصلی روح کے ساتھ بارآور ہوسکتے ہیں۔ دونوں آیتوں کا تعلق ایمان واعمال کے ساتھ نہایت واضح ہے اور پہلی آیت کی مناسبت باب کے ساتھ اس سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے آنحضرت ﷺ سے ایمان کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے آیت لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا ..... پڑھ دی۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۱) یہ امام بخاریؒ کے حسنِ انتخاب کی ایک مثال ہے۔

اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَان : امام ابن حجر اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہما نے حیا کے متعلق یہ سوال اٹھایا ہے کہ وہ ایک طبعی قوت ہے۔ اس کو ایمان سے کیوں شمار کیا گیا تو انہوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ حیا ایک مانع ہے جو بدیوں سے روکتا ہے اور نیز محرک ہے نیکیاں کرنے کا۔ اس لئے مثال کے لئے اس اعلیٰ صفت کو اختیار کیا گیا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں حیا کے متعلق آتا ہے: اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ. (مسلم. کتاب الایمان. باب بیان عدد شعب الایمان) حیا ساری کی ساری بھلائی ہے۔ چونکہ ایمان کے باقی شعبوں کا یہ ایک سبب اور ذریعہ ہے۔ اس لئے اس کو بطور مثال کے چنا ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۳- عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۱۲۹) خود ایمان بھی اصل میں ایک فطرتی تقاضا ہے۔ جس کو انسان کسی نہ کسی رنگ میں پورا کرتا ہے اور یہ تقاضا مخفی طور پر انسان کے اختیاری یا غیر اختیاری افعال میں جھلک دکھلاتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ دہریہ انسان بھی مخصوص حالات میں اس تقاضائے طبعی کے اظہار کے لئے بعض اوقات مجبور ہو جاتا ہے اور ایمان کے وسیع معنوں کے اعتبار سے کوئی فردِ بشر مقتضائے ایمان سے خالی نہیں۔ مسلمؒ نے بھی یہ حدیث نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ. (مسلم کتاب الایمان. باب بیان عدد شعب الایمان) یعنی ان شعبوں میں سے سب سے اعلیٰ شعبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور ادنیٰ شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے۔ امام بخاریؒ کی یہ روایت زیادہ مشہور اور زیادہ صحیح ہے۔ امام ابن حجرؒ اور علامہ عینی نے ان شعبوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصد کتاب الایمان میں ایمان، اسلام، کفر و نفاق کے مفہوم کو واضح کرنا ہے۔ نیز یہ بتلانا مقصود ہے کہ ایمان کے مفہوم میں اعمال شامل ہیں، جیسا کہ اسلام کے مفہوم میں ایمان شامل ہے۔ اس سے آپؒ مرجیہ فرقہ کے فتنہ کا سدّ باب کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ آگے جا کر اس فرقہ کا خصوصیت سے نام بھی لیا ہے۔

بَاب ٤ : اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہیں

١٠ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ وَإِسْمَاعِيْلَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا

۱۰: ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا کہ شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی سفر اور اسماعیل سے۔ ان دونوں نے شَعبی سے۔ شَعبی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: اصل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہیں اور اصل مہاجر وہ ہے جو

نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَبُوعَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ أَبُومُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس بات کو جسے اللہ نے منع فرمایا ہے چھوڑ دے۔ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: اور ابو معاویہ نے بھی کہا کہ داؤد (بن ابی ہند) نے عامر سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے سنا۔ وہ یہی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے اور عبدالاعلیٰ نے بھی داؤد سے۔ داؤد نے عامر سے۔ عامر نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے۔ حضرت عبداللہؓ نے نبی ﷺ سے یہی نقل کیا۔

تشریح: اَلْمُسْلِمُ : ال جو اَلْمُسْلِمُ میں ہے۔ بعض شارحین کے نزدیک عہد خارجی ہے جو اظہار کمال کے لئے آتا ہے۔ یعنی کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور جس کے ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہیں۔ یعنی نہ قول سے کسی کو تکلیف دے اور نہ فعل سے۔ چونکہ انسان زبان سے برے بھلے خیالات کا اظہار کرتا ہے اور ہاتھ سے اکثر کام انجام دیتا ہے۔ اس لئے مراد مطلق قول و فعل ہے۔ یعنی نہ ہنسی ٹھٹھے سے، نہ گالی گلوچ سے، نہ طعن و تشنیع سے، نہ غیبت و تہمت سے کسی کا دل دکھائے اور نہ ہاتھ سے کسی کو آزار پہنچائے۔ جیسے مارنا، قتل کرنا، چوری کرنا۔ غرض ہر قسم کا ناجائز تصرف۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۵۷- عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۱۳۲) لیکن ''اَل'' یہاں کسی کمال کے اظہار کے لئے قطعاً نہیں، بلکہ جنسیہ ہے۔ مطلق تعریف کے معنے ہیں۔ کیونکہ اسلامی اصول کے اعتبار سے ترکِ ایذا کمال نہیں بلکہ ابتدائی حالت ہے۔ مسلمان کا کمال یہ ہے: بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ. (البقرہ:۱۱۳) کہ اپنی مرضی نفس سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی میں ہو کر اس کا کھانا اور پینا، اس کا مرنا اور جینا اور اس کا ہر عمل صادر ہو اور اس کی رضا کے لئے نیکیاں بجالائے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: اسلامی اصول کی فلاسفی- زیرعنوان: انسان کی تدریجی ترقی۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۴۔۳۲۵)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اگلی حدیث سے اس حدیث کے اصل مفہوم کو واضح کر دیا ہے۔ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ اسلام کا کونسا عمل سب سے اچھا ہے؟ بجائے اس کے کہ آپؐ اُن کو وہ عمل بتلائیں یہ جواب دیتے ہیں: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ ۔ یعنی جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہیں۔ یعنی ایسے شخص کا ہر عمل ہی اچھے سے اچھا ہوگا۔ اس کا ایمان بھی اچھا، اس کی نماز بھی اچھی، اس کا روزہ بھی اچھا، اس کی زکوٰۃ بھی اچھی۔ اس کے بغیر اس کا کوئی عمل بھی اچھا نہیں۔ یعنی سچا مسلمان بننے کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ اس کے شر سے لوگ محفوظ رہیں۔ اسلام کی رو سے ترکِ شر روحانی ترقی میں پہلا زینہ ہے۔ جب اس پر چڑھ گیا تو پھر اس کے سارے اعمال

اچھے ہوں گے۔ یہ مفہوم ہے اس حدیث کا۔ چنانچہ اس کا دوسرا حصہ اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ بھی اسی مفہوم کی تائید کرتا ہے۔ اصل مہاجر وہ ہے جو منہیات یعنی بدیوں کو چھوڑ دے۔

شارحین نے یہاں ایک سوال اٹھایا ہے کہ مسلمانوں کی یہاں تخصیص کیوں کی ہے؟ امام ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ وغیرہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ معاملات میں ایک مسلمان کا واسطہ اکثر مسلمانوں سے پڑتا ہے۔ اس لئے اغلب حالت کو مدنظر رکھ کر مسلمانوں کا نام لیا ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۵۷- عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۱۳۳) یہ صحیح ہے۔ جیسا کہ اس کا جواب خود امام بخاریؒ نے بھی اگلی حدیث تَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِف (حدیث نمبر ۱۲) سے دیا ہے۔

بَاب ٥ : أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ

اسلام میں کون سا عمل سب سے بہتر ہے

١١ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ.

۱۱: ہم سے سعید بن یحییٰ بن سعید (اموی) قرشی نے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابو بردہ بن عبداللہ بن ابی بردہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اپنے باپ ابو بردہ سے، ابو بردہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: صحابہؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ! اسلام کا کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟ فرمایا: اس شخص کا عمل جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہیں۔

بَاب ٦ : إِطْعَامُ الطَّعَامِ مِنَ الْإِسْلَامِ

کھانا کھلانا بھی اسلام کا ہی ایک جزو ہے

١٢: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَّزِيْدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ

۱۲: ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یزید سے، یزید نے ابوالخیر سے، ابوالخیر نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما

عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ.

سے روایت کی کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اسلام کا کونسا عمل بہترین ہے؟ فرمایا: (یہ کہ) تو کھانا کھلائے اور سلامتی کی دعا کرے، اس کے لئے جس کو تو جانتا ہے اور اس کے لئے بھی جسے تو نہیں جانتا۔

تشریح: اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ: ......تَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ سلامتی کی دعا اس کو بھی دو جس کو تم پہچانتے ہو اور اس کو بھی جس کو تم نہیں پہچانتے۔ یعنی ہر کس و ناکس اور اپنے اور بیگانے کو بغیر کسی قسم کی تمیز کے۔ یہ پاکیزہ تعلیم ہے اسلام کی اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کا بھی یہی مفہوم ہے۔ چونکہ دعا دلی تمنا اور دلی خواہش کا مظہر ہوتی ہے۔ اس لئے ہر ایک کے لئے سلامتی کی دعا کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے شارع اسلام کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوسکتا کہ تو غیروں کے لئے سلامتی کا موجب نہ بن۔ چنانچہ کھانا کھلانے کے حکم میں بھی آپ نے کوئی تخصیص نہیں فرمائی۔ بعض اوقات سلامتی کا موجب انسان صرف ترکِ شر سے ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ نیکی کرنے سے سلامتی کا موجب بنتا ہے اور نیکی نہ کرنے سے دوسرے کو خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ مثلاً قحط سالی ہے۔ گھر میں ذخیرہ پڑا ہے اور ایک پڑوسی بھوکا مر رہا ہے۔ اس وقت اس کو نہ کھلانا اسلام کے مقتضاء کے بالکل برعکس ہوگا۔ سائل نے اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ کہہ کر اُس بھلائی کو پوچھا ہے جو اسلام کے مفہوم کو بہترین طور پر ادا کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جواب میں کھانا کھلانے کا ذکر کیا۔ کیونکہ وہ جسم کی سلامتی کا واحد سبب ہے اور پھر اس کے بعد عام اصولی تعلیم دی کہ سلامتی کی آرزو ہر ایک کے لئے رکھنا اور سلامتی کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ خواہش کے بعد ہی عمل کی توفیق ملتی ہے۔

مسلمؒ، حاکمؒ اور ابن حبانؒ نے بھی حدیث نمبر ۱۱ روایت کی ہے اور ان کی روایت میں ''الْمُسْلِمُوْنَ'' کی بجائے ''النَّاسَ'' ہے۔ یعنی تمام لوگ سلامتی میں رہیں۔ امام ابن حجرؒ نے بخاریؒ کی اس حدیث کو بھی عام مفہوم میں ہی سمجھا ہے۔ یعنی مسلم و غیر مسلم دونوں کو کھانا کھلانا اور ان کے لئے سلامتی کی دعا کرنا شعارِ اسلامی میں سے ہے۔
(فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۶)

بَاب ۷: مِنَ الْإِيْمَانِ أَنْ يُّحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

ایمان میں سے یہ بھی ہے کہ (انسان) اپنے بھائی کے لئے وہ بات پسند کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے

۱۳: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۱۳: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: یحيٰ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے۔ حضرت

وَسَلَّمَ وَعَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ.

انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ نیز حسین معلم سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حضرت انسؓ سے، حضرت انسؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہ بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

تشریح: مِنَ الْاِیْمَانِ اَنْ یُّحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ: کوئی شخص اپنے لئے بری بات پسند نہیں کرتا۔ اس لئے انصاف یہ ہے کہ دوسروں کے لئے بھی بری بات پسند نہ کرے۔ مثلاً کوئی شخص نہیں چاہتا کہ اس پر تہمت لگائی جائے یا اس کی غیبت کی جائے۔ اسی طرح چاہیے کہ وہ کسی کے متعلق جھوٹ نہ بولے یا کسی کی غیبت نہ کرے۔ نیز ہر شخص اپنے لئے بھلی بات پسند کرتا ہے۔ یہی چاہتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ سو اسے بھی چاہیے کہ لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرے۔

بَاب ۸: حُبُّ الرَّسُوْلِ ﷺ مِنَ الْإِيْمَانِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی ایمان کا جزو ہے

۱٤: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهِ وَوَلَدِهِ.

۱۴: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتلایا۔ کہا کہ ابوزناد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اعرج سے۔ اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: اُسی کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے باپ اور اس کے بیٹے سے بھی زیادہ اُسے پیارا نہ ہوں۔

۱٥: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ

۱۵: ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا کہ ابن عُلَیَّہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبدالعزیز بن

صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.

صُہَیب سے۔ عبد العزیز نے حضرت انسؓ سے۔ حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ نیز ہم سے آدم (بن ابی ایاس) نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے قتادہ سے۔ قتادہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں اس کے باپ اور اس کے بیٹے سے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر اسے پیارا نہ ہوں۔

بَاب ۹ : حَلَاوَةُ الْإِيْمَانِ

حلاوتِ ایمان

۱۶: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ أَنْ يَّكُوْنَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّالِلّٰهِ وَأَنْ يَّكْرَهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ.

۱۶: ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا: عبدالوہاب ثقفی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ایوب نے ہمیں بتلایا۔ ایوب نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انسؓ سے۔ حضرت انسؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: تین باتیں جس میں ہوں وہ ایمان کا مزا پالیتا ہے۔ یہ کہ اللہ اور اس کا رسول تمام دوسری چیزوں سے بڑھ کر اس کو پیارے ہوں اور یہ کہ جس انسان سے بھی محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرے اور یہ کہ کفر میں لوٹنا ایسا ہی برا سمجھے جس طرح وہ آگ میں پھینکے جانے کو برا سمجھتا ہے۔

بَاب ۱۰ : عَلَامَةُ الْإِيْمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ

انصار سے بھی محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے

۱۷ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْإِيْمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ.

۱۷: ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا: ہم سے شعبہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبداللہ بن عبداللہ بن جبر نے مجھے بتلایا۔ کہا: میں نے حضرت انسؓ سے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے دشمنی رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

تشریح: حَلَاوَةُ الْإِيْمَان: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے متعلق پہلے وہ حدیثیں لائے ہیں، جن کا تعلق زیادہ تر عمل واخلاق کے ساتھ ہے۔ اس کے بعد ایمان کے متعلق وہ حدیثیں لائے ہیں جن کا تعلق قلبی احساسات و عواطف کے ساتھ ہے۔ چنانچہ حدیث نمبر ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷ میں اللہ و رسول و انصار اور ہر شخص سے اللہ کی خاطر محبت رکھنا ایمان کا اور ان سے بغض رکھنا نفاق کا جزء۔ نیز کفر سے نفرت کرنا بھی ایمان کا جزء قرار دیا گیا ہے۔ غرض ان حوالوں سے امام بخاریؒ نے اسلام و ایمان کے درمیان ایک باریک فرق نمایاں کر کے دکھلا دیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۶ میں حلاوتِ ایمان سے نفس کی وہ انفعالی حالت مراد ہے۔ جو ایمان کی ارتقائی حالت کا لازمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حسن و احسان کی تجلیات ایمان میں محبت کا مزہ پیدا کرتی ہیں۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا مطالعہ بھی ایمانی محبت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ اِلَّالِلّٰهِ: حدیث نمبر ۱۶ میں اس وہم کا بھی ازالہ کر دیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یا کسی اور شخص کی محبت ایک قسم کا شرک ہے۔ ہر ایک محبت اگر اللہ تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو وہ شرک نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا لازمی نتیجہ ہے۔ وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ اِلَّالِلّٰهِ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انصار کی محبت کے متعلق جو شرک کا شبہ پیدا ہو سکتا تھا، اُسے دور کر دیا ہے۔ مدینہ کے مسلمانوں کو انصار اس لئے کہا جاتا تھا کہ انہوں نے آڑے وقت میں بے خان و مال مہاجرین کی مدد کی تھی۔ وہ محبت جو ایمان میں جلوہ گر ہوتی ہے، کسی مصلحت یا خودغرضی پر مبنی نہیں ہوتی اور نہ اس کا دائرہ محدود ہوتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہو کر اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرح وہ ہر اس چیز کے ساتھ وابستگی رکھتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے۔ یہی محبت کا احساس پیدا کرنے اور اس احساس کو زندہ رکھنے کے لئے التحیات میں آنحضرت ﷺ اور تمام مومنین کے لئے دعا کرنے کی عملی تعلیم بھی دی گئی ہے۔

غرض ایمان جب تک احساسات کے دائرہ میں داخل نہیں ہو جاتا وہ بے جان ہوتا ہے اور کسی کام کا نہیں۔ اس وقت تک قوتِ عملی اس سے بالکل مفقود ہوتی ہے، جب تک کہ عرفان و یقین ایمان کی روح رواں نہ ہو جائیں۔

انجیل کہتی ہے کہ تو اپنے دشمن سے بھی محبت رکھ۔ (متی باب ۵، آیت ۴۴- لوقا باب ۶، آیت ۲۷) مگر قرآن مجید کی یہ تعلیم ہے کہ تم کسی کے دشمن نہ بنو۔ تمہاری محبت اور تمہاری دشمنی سب اللہ کی خاطر ہو۔ اس کا محبوب تمہارا محبوب ہو اور اس کا دشمن تمہارا دشمن۔ اپنے نفس کی خواہش سے نہ کسی سے محبت ہو نہ نفرت۔ یہ ہے خالص ایمان کا تقاضا اور اس کی علامت۔

پس نیت کے فرق سے محبت و بغض کی نوعیت میں فرق ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور دعا نُحِبُّ بِحُبِّکَ مَنْ اَحَبَّکَ وَنُعَادِی بِعَدَاوَتِکَ مَنْ خَالَفَکَ مِنْ خَلْقِکَ.☆ {ترجمہ: ہم تیری محبت کی وجہ سے اس سے محبت کرتے ہیں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور تیری مخلوق میں سے جو تجھ سے مخالفت رکھتا ہے۔ اس کی تجھ سے دشمنی کی وجہ سے ہم اس سے دشمنی رکھتے ہیں} کا یہی مفہوم ہے۔

باب ۱۱

۱۸: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُوإِدْرِيْسَ عَائِذُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ أَحَدُ النُّقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ بَايِعُوْنِي عَلَى أَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهُ بَيْنَ أَيْدِيْكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِي مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَّفٰى مِنْكُمْ

۱۸: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا: شعیب نے زہری سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا کہ ابو ادریس عائذ اللہ بن عبد اللہ نے مجھے بتلایا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا اور حضرت عبادہؓ جنگ بدر میں شامل ہوئے تھے اور عَقبہ کی رات یہ بھی نقیبوں میں سے ایک نقیب تھے۔ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ آپؐ کے اردگرد آپؐ کے صحابہؓ کا ایک گروہ تھا۔ فرمایا کہ مجھ سے بیعت کرو، اس بات پر کہ تم کسی چیز کو بھی اللہ کا شریک نہیں ٹھہراؤ گے۔ نہ ہی چوری کرو گے نہ زنا اور نہ ہی اولاد کو قتل کرو گے اور تم دیدہ دانستہ بہتان نہیں باندھو گے اور نہ بھلی بات میں تم نافرمانی کرو گے۔ پس جس نے بھی تم میں سے یہ عہد پورا کیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا اور جس

☆ (ترمذی-کتاب الدعوات-باب ماجاء ما یقول اذا قام من اللیل)

فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللهُ فَهُوَ إِلَى اللهِ إِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ فَبَايَعْنَاهُ عَلَى ذَلِكَ.

نے ان (بدیوں) میں سے کوئی (بدی) کی اور پھر دنیا میں اُسے سزا مل گئی تو یہ سزا اُس کے لئے کفارہ ہوگی اور جس نے ان بدیوں میں سے کوئی بدی کی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اللہ چاہے تو اس سے درگذر کرے اور چاہے تو اُسے سزا دے۔ سو ہم نے ان باتوں پر آپؐ سے بیعت کی۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترکِ شر، کفر سے نفرت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک بندوں سے محبت کرنے کو ایمان کا جزء قرار دیا ہے۔ اس مناسبت سے باب مذکور میں پہلے ان امور کا مجموعی طور پر ذکر کیا ہے، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے بیعت لی تھی۔ جن باتوں میں بیعت لی گئی ہے وہ محض سلبی حیثیت رکھتے ہیں اور ترکِ شر کی قسم میں سے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی طرف اشارہ کر کے امام موصوفؒ نے بتلایا ہے کہ آپؐ نے ترکِ شر کے پہلو کو اتنا ضروری سمجھا کہ اس کے متعلق آپؐ نے مردوں سے بھی اور عورتوں سے بھی بیعت لی۔ کیونکہ ایمان کی ابتدائی حالت میں سب سے بڑا مجاہدہ انسان کا بدیوں سے بچنا ہے اور ان سے بچنا کیا بلحاظِ اعتقاد اور کیا بلحاظِ عمل کے ایمان کا ضروری جزء ہے۔ جیسا کہ آگے جا کر یہ مضمون اور بھی زیادہ واضح کیا گیا ہے اور چونکہ ایمان کی ابتدائی حالت یعنی ترکِ شر اور حلاوتِ ایمان کے مضمون کو واضح کرنا مقصود تھا۔ اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا کوئی نیا عنوان قائم نہیں کیا۔ امام ابن حجرؒ اور علامہ عینی نے ترتیب مضمون بتانے کے لئے یہ جو کہا ہے کہ پہلی حدیث میں انصار سے محبت کرنے کا ذکر تھا۔ اس لئے یہاں اس امتیاز کی طرف اشارہ کیا ہے، جو انصار کو بوجہ اپنی اس ابتدائی قربانیوں کے حاصل ہے اور وہ اس محبت کے مستحق ہیں۔ نفس مضمون کے اعتبار سے یہ ایک جزئی تعلق ہے۔ ہوسکتا ہے کہ امام بخاریؒ نے اسے بھی ملحوظ رکھا ہو۔ لیکن دراصل سلسلۂ تعلق وہی ہے جو مابعد کی احادیث میں بھی چلا جا رہا ہے۔

لَيْلَةُ الْعَقَبَةِ: "عقبة" مکہ کی ایک پہاڑی کا نام ہے، جو منٰی میں ہے۔ یہ پہاڑی اسلامی تاریخ میں نہایت مشہور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ آپؐ حج کے ایام میں مختلف قبیلوں میں جا کر تبلیغ کیا کرتے اور اُن کو دعوتِ اسلام دیتے۔ مدینہ میں دو مشہور قبیلے تھے اوس اور خزرج۔ پہلے انہوں نے اپنی خانہ جنگیوں کی وجہ سے چنداں توجہ نہ کی۔ بعاث کی مشہور جنگ سے فارغ ہونے کے بعد خزرج کے کچھ لوگ جو مکہ میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حسب عادت مخاطب فرمایا اور انہوں نے اچھا اثر لیا۔ کیونکہ مدینہ کے یہود سے وہ سنتے چلے آئے تھے کہ عرب میں ایک نبی پیدا ہونے والا ہے اور اس کے ذریعہ ان کو نمایاں کامیابی حاصل ہوگی۔ ان لوگوں نے مدینہ جا کر آنحضرت ﷺ

کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ جس سے لوگوں پر گہرا اثر ہوا۔ دوسرے حج میں بارہ آدمی مدینہ سے آئے اور انہوں نے عقبہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ یہ عقبہ کی پہلی بیعت ہے جو ہجرت سے سوا سال پہلے ہوئی۔ دوسرے حج میں پچھتر (۷۵) آدمی جن میں دو عورتیں بھی تھیں، مدینہ سے اس نیت سے آئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کریں اور بوجہ اس کے کہ کفارِ قریش آپ کو اور دوسرے مسلمانوں کو سخت دکھ دے رہے تھے، آپ کو مدینہ جانے کی دعوت دیں۔ رات کے آخری حصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے عقبہ میں ملے۔ آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب بھی آپ کے ساتھ تھے اور یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ آپؐ نے ان لوگوں سے بیعت لی اور ایک دوسرے کے مال و جان وعزت کی حفاظت کرنے کے متعلق آپس میں معاہدہ ہوا۔ جس کو ان لوگوں نے بڑی بڑی جانفشانیوں کے ساتھ پورا کیا اور اس وجہ سے وہ اَنصار کہلائے اور اس بات کے مستحق ٹھہرے کہ ہر مسلمان ان سے محبت رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے کسی شخص سے محبت کرنے کی یہ ایک مثال ہے جو یہاں ضمناً بیان کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے میں سے بارہ آدمی منتخب کرنے کے لئے فرمایا۔ جو اپنے اپنے قبیلہ کے ذمہ وار ہوں۔ یہی وہ نقیب تھے، جن کا حدیث میں ذکر ہے۔ ان میں ایک حضرت عبادہؓ بن صامت بھی ہیں، جو خزرج قبیلہ میں سے تھے۔ ان نقیبوں میں سے نو آدمی قبیلہ خزرج کے تھے، جن کے نام یہ ہیں: اسعدؓ بن زرارہ، سعدؓ بن ربیع، عبداللہؓ بن رواحہ، رافعؓ بن مالک، براءؓ بن معرور، عبداللہؓ بن معرور، عبداللہؓ بن عمرو، سعدؓ بن عبادہ اور منذرؓ بن عمرو اور تین آدمی اوس کے تھے، جن کے نام یہ ہیں: اُسیدؓ بن حضیر، سعدؓ بن خثیمہ اور ابوالہیثمؓ۔

تَفْتَرُوْنَهُ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ: شارحین نے بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ کی مختلف توجیہیں کی ہیں۔ لفظی معنے تو یہ ہیں: جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑتے ہو اور اس سے مراد یہ ہے کہ خود اپنی طرف سے دیکھتے بھالتے جھوٹی بات بناتے ہو اور بَيْنَ اَظْهُرِنَا، بَيْنَ اَيْدِيْنَا، بَيْنَ اَرْجُلِنَا کا محاورہ عام طور پر سامنے، درمیان، موجودگی کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

شارحین نے یہاں یہ بحث اٹھائی ہے: آیا شرعی سزائیں گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں یا نہیں اور ان کے ساتھ توبہ کی بھی ضرورت ہے یا نہیں۔ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ توبہ کی ضرورت نہیں۔ معتزلہ کے نزدیک توبہ ضروری ہے۔ امام ابن حزمؒ اور بعض مفسرین کا بھی یہی اعتقاد ہے۔ یہاں یہ بحث مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ وہ مصیبتیں مراد ہیں جن کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ وہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۹۴)

بَاب ۱۲ : مِنَ الدِّيْنِ الْفِرَارُ مِنَ الْفِتَنِ

فتنوں سے بھاگنا بھی دین میں سے ہی ہے

١٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ أَنْ يَّكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَّتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ.

۱۹: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی۔ وہ ان کو اپنے ساتھ لئے جنگلوں پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بارش کی جگہوں میں اپنے دین کو فتنوں سے بچاتے ہوئے بھاگتا پھرے گا۔

تشریح: يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ : اس حدیث کا تعلق اصل بحث سے بالکل واضح ہے۔ مسلمان کا فرض صرف یہی نہیں کہ وہ لوگوں کو تکلیف نہ دے۔ بلکہ اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ دوسروں کے شر سے اپنے آپ کو بھی محفوظ رکھے۔ جیسا کہ اسلام اور مسلم کے الفاظ کا مفہوم ہے۔ دین کے معنی بھی فرمانبرداری کے ہیں۔ " الدِّيْن" سے مراد یہاں اسلام ہی ہے۔ اس لئے خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ فرمایا۔ جیسا کہ کسی کو ایذا نہ دینا اسلام سے قرار دیا گیا ہے، ایسا ہی اپنے آپ کو شر و فساد سے بچانا بھی اسلام کا جزء قرار دیا گیا ہے۔ فتنوں میں پڑ کر نہ انسان کا دین محفوظ رہتا ہے اور نہ وہ خود سلامتی میں رہتا ہے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں کا ذکر کر کے اس حرص کی طرف اشارہ کیا ہے جو ایک مسلمان کو اپنی سلامتی اعتقاد واعمال کے متعلق ہونی چاہیے۔

بَاب ۱۳ : قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں تم سے اللہ کو بہتر جانتا ہوں

وَأَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ. (البقرة: ٢٢٦)

اور یہ کہ عرفان دل کا فعل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ) بلکہ وہ تمہیں بوجہ ان (نیتوں) کے پکڑے گا جو تمہارے دلوں نے پختہ کی ہیں۔

۲۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَهُمْ أَمَرَهُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيْقُوْنَ قَالُوْا إِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَغْضَبُ حَتَّى يُعْرَفَ الْغَضَبُ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ يَقُوْلُ إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعْلَمَكُمْ بِاللهِ أَنَا.

۲۰: ہم سے محمد بن سلام (بیکندی) نے بیان کیا، کہا: عبدہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی صحابہؓ کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے تو آپؐ صرف اُنہیں ایسے کاموں کا حکم دیتے جن کو وہ کر سکتے۔ صحابہؓ کہتے: یا رسول اللہ! ہم تو آپؐ جیسے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پہلی اور پچھلی کوتاہیاں معاف کر دی ہیں۔ اس بات پر آپؐ کو اتنا رنج ہوتا کہ آپؐ کے چہرہ سے ظاہر ہوتا۔ پھر آپؐ فرماتے کہ تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے والا اور سب سے زیادہ عارف باللہ میں ہوں۔

تشریح: **لَایُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ** : یہ آیت قسموں کے متعلق ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ یونہی بے فائدہ قسمیں نہ کھایا کرو۔ اس کے بعد فرمایا: لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (البقرۃ:۲۲۶) یعنی اللہ تعالیٰ ان قسموں پر مواخذہ نہیں کرتا جن کے ساتھ دل کا عزم نہیں اور جو انسان عادتاً اٹھاتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اسلام جس کا تعلق اعمال کے ساتھ ہے اور ایمان جس کا تعلق عرفان کے ساتھ ہے، یہ دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ وہی اعمال مقبول یا مردود ہیں، جن کے ساتھ دل کی معرفت اور دل کا عزم ہو۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ نیتوں کے ساتھ ضروری ہے کہ شعور وتمیز وعلم، دل کی عظمت اور خواہش، قوتِ فیصلہ وارادہ اور قدرتِ فعلی جیسے سب عناصر موجود ہوں۔ اس لئے امام بخاریؒ نے مَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ سے علم وعرفان وعزم کے متعلق لطیف استدلال کیا ہے کہ یہ باتیں زبان کے اقرار کے ساتھ ضروری ہیں۔

اِنَّ اَتْقَاکُمْ وَاَعْلَمَکُمْ بِاللّٰہِ اَنَا : اس حدیث کا تعلق بھی نفس مضمون کے ساتھ واضح ہے کہ عرفان ایمان کا ضروری جزء کیوں ہے؟ اس لئے کہ انسان بغیر سچی معرفت کے اعمال میں حد اوسط پر قائم نہیں رہتا۔ بلکہ افراط وتفریط کی طرف نکل جاتا ہے۔ اس نکتہ کو واضح کرنے کے لئے ان صحابہؓ کی مثال بیان کی ہے جو عبادت پر حد سے زیادہ زور دیتے تھے۔ نماز پڑھنے کے لئے جو کھڑے ہوئے، ساری رات نماز پڑھتے رہے۔ روزہ جو شروع کیا تو لگاتار بغیر افطاری یا سحری

کھانے کے روزہ رکھتے رہے۔ گویا اطاعت سے نہیں بلکہ اپنے اعمال کے زور سے وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے تھے۔ یہ کمیٔ علم کا نتیجہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کی اس غلطی کی اصلاح فرماتے تو وہ آپؐ کو یہ جواب دیتے کہ آپؐ کو تو اعمال کی اتنی ضرورت نہیں۔ کیونکہ آپؐ بخشے گئے ہیں۔ یہ جواب بھی لاعلمی کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت تو اور بھی زیادہ شکر گذاری کو چاہتی ہے۔ یہ مثال نہایت خوبی سے اس امر کو واضح کرتی ہے کہ ایمان بغیر سچی معرفت کے کس قدر خطرہ میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب کہ اَتْقَاكُمْ وَاَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ اَنَا اس راز کو منکشف کرتا ہے کہ حقیقی تقویٰ بغیر علم کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ جس قدر کسی کو معرفت الٰہی ہوگی اسی قدر زیادہ وہ متقی ہوگا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ نے ایمان کی بحث میں قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت اور اس حدیث کو لا کر ضمناً ان فرقوں کا ردّ خوبی سے کر دیا ہے۔ جو ایمان کی تعریف میں افراط وتفریط سے کام لیتے ہیں۔ نہ محض زبان کا اقرار، جس کا اثر دل میں نہیں کسی کو مومن بناتا ہے؛ جیسا کہ کرامیہ فرقہ کا خیال ہے۔ بلکہ ایسا ایمان لغو قسم کی حیثیت رکھتا ہے۔ محض عملی جہت پر زیادہ زور دینا کسی کو معرفت الٰہی وتقویٰ اللہ کے حقیقی مقام پر نہیں پہنچاتا۔ عربی میں گناہ کے لئے کئی ایک لفظ ہیں: ذَنْبٌ، خَطِيْئَةٌ، جنَاحٌ، بَأْسٌ، اِثْمٌ، جرْمٌ اور جَنَايَةٌ۔ ان سب کے مفہوموں میں فرق ہے جن کے مترادف الفاظ اردو زبان میں نہیں۔ ذَنْبٌ کے معنی بشری کمزوری، غَفْرٌ کے معنی ڈھانکنا، پردہ ڈال دینا۔ مِغْفَرٌ خَود کو کہتے ہیں جو سر کو ڈھانپتا ہے۔ مَغْفِرَت کے معنی ہیں پردہ پوشی کرنا، گناہ اور انسان کے درمیان پردہ ڈال دینا۔ یعنی اس کو گناہ سے بچالینا۔ امام قسطلانیؒ نے اس کے یہی معنے کئے ہیں: حَالَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الذُّنُوْبِ فَلَا تَأْتِيْهَا...... الخ. (ارشاد الساری جزء اول صفحہ ۱۰۳) یعنی ہم نے تیرے اور گناہ کے درمیان روک ڈال دی ہے۔ پس تجھ سے گناہ صادر نہیں ہوتے۔ انبیاء کے لئے لفظ مغفرت انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے دوسرا مفہوم مغفرت کا امام قسطلانیؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ گناہ کی سزا سے بچالینا۔ صحابہؓ کا مذکورہ بالا قول اس آیت کی طرف اشارہ کرتا ہے: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا . لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّر ..... (الفتح: ۲-۳) {ترجمہ: یقیناً ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح عطا کی ہے۔ تا کہ اللہ تجھے تیری ہر سابقہ اور ہر آئندہ ہونے والی لغزش بخش دے۔.....}

بَاب ١٤

مَنْ كَرِهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ مِنَ الْإِيْمَانِ

یہ بھی ایمان سے ہی ہے کہ کوئی کفر میں لوٹنا ایسا ہی برا سمجھے جیسا آگ میں پڑنا

٢١: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۲۱: ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، حضرت انسؓ نے نبی

وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَّا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَمَنْ يَّكْرَهُ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ.

صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: تین باتیں جس میں ہوں وہ ایمان کا مزہ پالیتا ہے۔ وہ شخص جس کو اللہ اور اس کا رسول دوسری تمام چیزوں سے بڑھ کر پیارے ہوں اور وہ جو کسی شخص سے محبت رکھے اور محض اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اس سے محبت رکھے اور وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے چھڑایا ہوا اور پھر اس کے بعد وہ کفر میں لوٹنا ایسا ہی ناپسند کرے جیسا آگ میں ڈالا جانا۔

تشریح: یہ مضمون حدیث نمبر ۱۶ بـاب حلاوت الایمان میں گذر چکا ہے۔ اس حدیث کی سند پہلی حدیث کی سند سے مختلف ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ استنباط احکام وغیرہ کے لئے جب بھی کسی حدیث کو دہرائیں گے تو حتی الوسع اس کو ایک نئی سند کے ساتھ بیان کریں گے۔ تا کہ سند کے تعدد کی وجہ سے اس کی صحت کو اور بھی تقویت حاصل ہو۔

یہاں پر مستقل باب باندھنے سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ کفر جو ایمان کی ضد ہے اس سے نفرت کرنا بھی ایمان کا جزو ہے۔ **کُفْرٌ** کے معانی عربی زبان میں ڈھانپنا، تاریکی کا چھا جانا۔ تاریکی تمام چیزوں کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے۔ اس میں سیاہ وسفید کی تمیز نہیں رہتی۔ اس لیے کفر وہ جہالت کی تاریکی ہے جو برے بھلے اور حق و ناحق میں تمیز نہیں کرنے دیتی۔ قرآنِ مجید نے اس وجہ سے کفر کو ظلمات یعنی تاریکیوں سے تعبیر کیا ہے اور ایمان کو نور سے۔ نفس مضمون کے ساتھ تعلق کے لیے حدیث نمبر ۱۶ کی تشریح ملاحظہ ہو۔

بَاب ۱۵: تَفَاضُلُ أَهْلِ الْإِيْمَانِ فِي الْأَعْمَالِ

ایمان والوں کا اعمال کی وجہ سے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہونا

۲۲: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى

۲۲: ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے عمرو بن یحيٰی مازنی سے، عمرو نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جنتی جنت میں داخل ہوں گے اور دوزخی دوزخ میں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی

أَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ إِيْمَانٍ فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوْا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرِ الْحَيَا أَوِ الْحَيَاةِ شَكَّ مَالِكٌ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً قَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو الْحَيَاةِ وَقَالَ خَرْدَلٍ مِّنْ خَيْرٍ.

ایمان ہے اس کو نکال دو تب وہ آگ سے نکلیں گے اور حالت یہ ہوگی کہ وہ جھلس کر سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر وہ زندگی کی نہر میں ڈالے جائیں گے۔ مالک کو شک ہے کہ راوی نے بارش☆ کہا یا زندگی کی نہر۔ پھر وہ اسی طرح نشوونما پائیں گے۔ جس طرح سیلاب کی لائی ہوئی (زرخیز) مٹی میں دانہ نشوونما پاتا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ دانہ پہلے زرد رنگ کا لپٹا ہوا نکلتا ہے۔ وہیب نے کہا: ہم سے عمرو نے زندگی کا لفظ بیان کیا اور بجائے رائی برابر ایمان کے رائی برابر نیکی کہا۔

۲۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ابْنِ سَهْلٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِّنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا دُوْنَ ذَلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهُ قَالُوْا فَمَا أَوَّلْتَ ذَلِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ الدِّيْنَ.

۲۳: ہم سے محمد بن عبید اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے صالح سے، صالح نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوامامہ بن سہل (بن حُنَیف) سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ اتنے میں مَیں نے (خواب میں) دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور وہ کُرتے پہنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کوئی کرتہ تو چھاتی تک پہنچتا ہے اور کوئی اس سے نیچے تک اور عمرؓ بن خطاب بھی میرے سامنے لائے گئے اور وہ بھی کُرتہ پہنے تھے۔ جسے وہ (لمبائی کی وجہ سے) گھسیٹ رہے تھے۔ صحابہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی؟ آپؐ نے فرمایا: دین۔

☆ ان معانی کے لیے دیکھئے: فتح الباری جزء اول صفحہ ۱۰۰۔ نیز المنجد تحت لفظ ''حیی''۔

تشریح: **مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ:** حدیث نمبر۲۲ کا مضمون یہ ہے کہ جن کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا۔ وہ دوزخ سے بالآخر نکالے جائیں گے اور باب کا عنوان یہ قائم کیا گیا ہے کہ اعمال کی وجہ سے اہل ایمان کا ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہونا۔ یہ باریک استنباط امام بخاریؒ نے اس سے کیا ہے کہ دوزخ سے نکلنے والے کچھ نہ کچھ ایمان رکھتے ہوں گے۔ یعنی مومن جس کا ایمان ناقص ہے دوزخ میں جائے گا اور یہ ایمانی نقص اعمال صالحہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ ایمان کو قرآن مجید نے درخت قرار دیا ہے اور عمل کو پانی۔ کچھ مومن جنت میں اور کچھ مومن جو دوزخ کے مستحق ہوں گے؛ دوزخ میں جائیں گے۔ یہ تفاوت جو اُن میں ہوا محض اعمال صالحہ کی وجہ سے ہوا۔ اس وقت بھی جبکہ وہ دوزخ سے نکالے جائیں گے؛ ایمان کی نشو ونما کے لئے پھر اُن کو ایک قسم کے آبِ حیات کی ضرورت ہوگی جو ایمان کو اسی طرح سینچے گا جس طرح اس دنیا میں سینچتا ہے۔ اسلامی اعتقاد کی روح سے دوزخ کی سزا محض ایک استعداد وقابلیت پیدا کرنے کے لئے ہوگی اور دوزخ سے نجات پانے پر انسان کو ایک نئی زندگی شروع کرنے کا سامان ملے گا اور وہ اس قانونِ ربوبیت کے ماتحت نئی زندگی حاصل کریں گے جو اس دنیا میں جاری ہے۔ یہ مراد ہے دانے کی مثال دینے سے اور اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ایمان بغیر اعمال کے اس دانے کی مانند ہے، جو بغیر پانی کے نشو ونما نہیں پاتا اور ضمناً ان فرقوں کا بھی ردّ کیا گیا ہے۔ جن کی طرف علامہ عینی نے اپنی شرح میں اشارہ کیا ہے۔ یعنی مرجیہ وغیرہ کا جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ گنہگار ہمیشہ آگ میں رہیں گے خالی ایمان قطعاً کوئی نفع نہیں دے گا۔ (عمدۃ القاری جزء اول صفحہ۱۷۲) دائمی سزا کی بحث آگے آئے گی۔ اس ضمن میں دیکھیں روایت نمبر۲۵۔

قَالَ وُهَيْبٌ: وہیب کی روایت کی طرف جو امام بخاریؒ نے اشارہ کیا ہے کہ انہوں نے خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ کی بجائے خَرْدَلٍ مِّنْ خَيْرٍ کہا؛ یہ اپنے استنباط کو مضبوط کرنے کے لئے کہ اس حدیث سے اصل مراد اعمال کا ہی تفاوت ہے۔

بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَّأَيْتُ النَّاسَ ....: گو یہ ایک خواب ہے مگر سچی خواب کے نظارے واقعات وحقائق پر مبنی ہوتے ہیں اور وہ معانی کو تمثیلات کے رنگ میں دکھلاتے ہیں۔ ''قمیص'' جو کہ انسان کا ننگ ڈھانپتی ہے، عالم خواب میں ''دین'' کے مترادف ہے۔ قمیص پہننے سے عمل مراد ہے اور اس کا چھوٹا بڑا ہونا قلت وزیادتی پر دلالت کرتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے بھی اسی مضمون کا استدلال کیا ہے، جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ ''دین'' - ایمان اور اسلام دونوں کے مفہوم کو شامل رکھتا ہے۔ اعمال کی وجہ سے بعض لوگ دین میں ناقص تھے اور بعض کامل۔

بَاب ١٦ : اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيْمَانِ

حیا بھی ایمان ہی میں سے ہے

٢٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ

۲۴: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ مالک بن انس نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے،

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيْمَانِ.

سالم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس سے گذرے اور وہ حیا کے متعلق اپنے بھائی کو نصیحت کر رہا تھا (کہ اتنی حیا نہ کیا کرو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو کیونکہ حیا بھی ایمان ہی میں سے ہے۔

تشریح: **اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيْمَان:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اعمال کو اتنی بڑی اہمیت ہے کہ وہ طبعی قوت یا حالت انفعال (یعنی حیا) جو بدیوں سے روکنے کا موجب ہوتی ہے، اس کو بھی آپؐ نے ایمان کی جزء قرار دیا ہے۔ بے شک حیا کا غلط استعمال بعض وقت اچھی باتوں سے بھی انسان کو روک دیتا ہے۔ مگر یہاں ایسی حیا مراد نہیں۔ امام بخاریؒ نے ایمان کی بحث کے ضمن میں حیا کے متعلق جو ایک مستقل باب قائم کیا ہے اس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ ایمان کا تعلق زیادہ تر نفسی کیفیات سے ہے۔ اسلام ان کیفیات کو ظاہر میں ایک عملی وجود دیتا ہے۔ اسلام کیا ہے؟ انسان کے ظاہر کا اس کی اپنی معنویات کے جو ایمان کے اجزاء ہیں تابع ہو جانا۔

بَاب ۱۷

فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوْا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ (التوبة: ۵)

اگر وہ رجوع کر لیں اور نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں تو اُن کا راستہ چھوڑ دو

۲۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُسْنَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْرَوْحٍ الْحَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَّاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا

۲۵: ہم سے عبداللہ بن محمد مسندی نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابو روح حرمی بن عمارہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے واقد بن محمد سے روایت کی۔ کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ حضرت ابن عمرؓ سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان لوگوں سے جنگ کروں، یہاں تک کہ وہ یہ اقرار کر لیں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمدؐ

اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ وَيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوْا ذَلِكَ عَصَمُوْا مِنِّي دِمَاءَ هُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ.

اللہ کا رسول ہے اور یہ کہ وہ نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں۔ پس اگر وہ یہ کرلیں تو انہوں نے اپنے خونوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے بچالیا، سوائے اس کے کہ جہاں اسلام ضروری قرار دیتا ہے اوران کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔

تشریح: **فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوْا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ:** یہ آیت سورۃ توبہ کی ابتدائی آیتوں میں سے ہے۔ جس میں ان مشرکوں سے جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، جنہوں نے بدعہدی اور غداری کی اور اپنے معاہدے پر قائم نہ رہے۔ اس آیت کے ماقبل اور مابعد ان مشرکوں کا ذکر ہے جو اپنے معاہدات پر قائم رہے اوران سے نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ نے لڑائی منع فرمائی بلکہ انہیں پناہ دینے اوران سے نیک سلوک کرنے کا بھی حکم دیا۔ لیکن جن لوگوں نے صلح کر کے پھر مسلمانوں پر چھاپے مارے اور انہیں دین چھوڑنے پر مجبور کیا۔ ان کی یہ سزا مقرر کی ہے۔(دیکھئے سورۃ التوبۃ:۵تا۷)

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ ...: امام بخاریؒ نے اس حدیث کو سورۃ توبہ کی مذکورہ بالا آیت کے ماتحت لاکر یہ واضح کر دیا ہے کہ کس قسم کے لوگوں سے یہ جنگ جاری رکھنی تھی۔ النَّاسُ سے مراد وہی لوگ ہیں جن کا ذکر صاف الفاظ میں سورۃ توبہ کی مشارٌ الیہا آیات میں ہے۔ ہر ایک پڑھنے والا تھوڑے سے تدبر سے بھی معلوم کرسکتا ہے کہ قرآن مجید کا صریح حکم ہے: لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔(البقرۃ:۲۵۷) یعنی دین میں جبر نہیں۔ نیز فرماتا ہے: وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۔(البقرۃ:۱۹۴) یعنی تم ان (لڑنے والوں) سے اس وقت تک لڑتے رہو کہ فتنہ نہ رہے اور دین محض اللہ ہی کی خاطر ہو۔ یعنی کسی کے خوف کی وجہ سے اسے اختیار یا ترک نہ کیا جائے۔ ''قَاتَلَ'' باب مفاعلہ سے ہے۔ ''مُقَاتَلَه'' معنی ہیں مدمقابل جو لڑنے والا ہے، اس سے لڑنا۔ یہ آیت سورۃ بقرہ کی ہے جو صلح حدیبیہ سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ اگر اس کا یہ مفہوم ہے کہ جب تک سارے لوگ مسلمان نہ ہو جائیں ان کی گردنیں اڑاتے چلے جاؤ تو حدیبیہ کے موقع پر آپؐ نے ان مشرکوں سے صلح کیوں کی جبکہ مذکورہ بالا حکم موجود تھا۔ اس وقت صحابہ لڑائی پر زور دیتے تھے۔ تعداد بھی کافی تھی۔ جس سے کفار مرعوب تھے اور صلح کو بھی انہوں نے اسی لئے غنیمت سمجھا۔ ورنہ اگر تعداد کم ہوتی تو وہ بھیڑیوں کی طرح ان پر لپک پڑتے۔ غرض جن سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان سے وہی لوگ مراد ہیں جن کے متعلق قرآن مجید صریح فرماتا ہے۔ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ ...... (البقرۃ:۱۹۱) ان لوگوں سے اللہ کی خاطر لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ غرض امام بخاری رحمہ اللہ حدیث کے غلط مفہوم سے بچانے کے لئے باب میں آیت مذکورہ بالا لائے ہیں۔ تا ''النَّاس'' سے صحیح مراد سمجھی جائے۔ ورنہ بظاہر نفس مضمون کو دیکھتے ہوئے باب کا عنوان یہ آیت نہیں ہو سکتی تھی۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ کے نزدیک حدیث قرآن مجید کے تابع ہے۔

حدیث کا تعلق نفس مضمون کے ساتھ یہ ہے کہ محض ظاہری اعمال کا بجالانا حقیقت ایمان کے اعتبار سے کچھ معنی نہیں رکھتا، جب تک انسان کے اندر تغیر نہ ہو۔ وہ خطرناک دشمن جن کے متعلق جنگ بطور سزا کے تجویز کی گئی ہے، ان کے لئے بھی توبہ کی ضرورت ہے، جس کا تعلق درحقیقت دل کے رجوع اور باطنی تبدیلی کے ساتھ ہے۔ اگر وہ لوگ خود بخود درجوع باسلام ہوجائیں تو اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ ان کو بوجہ ان کی سابقہ دشمنیوں کے دھتکارا جائے۔ بلکہ وہ اسلامی اخوت میں منسلک ہوجائیں گے۔ خَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ۔ یعنی ان سے کوئی تعرض نہ کرو۔

حضرت ابوبکرؓ نے اس حدیث سے استدلال کر کے ان مسلمان باغیوں سے جنگ کی جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا۔ اس واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ حکم صرف کفار کے لئے ہی نہ تھا بلکہ خاص حالات میں ان مسلمانوں کے لئے بھی تھا جنہوں نے بعض ارکان اسلام کی پابندی کرنے سے روگردانی کی جیسا کہ خاص حالات میں ان مشرکوں کے لئے بھی تھا۔ جنہوں نے بدعہدی اور غداری سے کام لیا تھا۔ (مزید وضاحت کے لئے دیکھئے روایت نمبر ۳۹۱-۳۹۲ کی تشریح)

اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ کا جملہ نفس مضمون پر اور زیادہ روشنی ڈالتا ہے۔ ایک مسلمان شخص لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرتے ہوئے اگر اسلامی حقوق کی نگہداشت نہیں رکھتا تو وہ بھی قابل مؤاخذہ ہے۔ صرف ایمان لا کر وہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔ بِحَقِّ الْاِسْلَامِ کے دو طرح معنے کئے جاسکتے ہیں ایک یہ کہ جہاں اسلامی حقوق کا تعلق ہو۔ ''حَقّ'' مصدر ہے جو جمع کا مفہوم بھی دیتا ہے۔ دوسرے یہ معنی ہیں جہاں اسلام ان مالوں اور جانوں کے لینے کو ضروری قرار دیتا ہو۔ حَقَّ الْاَمْرَ: أَثْبَتَهُ وَاَوْجَبَهُ. (المنجد ،زیر مادہ ''حق'') یعنی اس کو ضروری قرار دیا۔ یہ متعدی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو روایت نمبر ۱۰۴)

يُقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْا الزَّكٰوةَ: شارحین حدیث نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے کہ زکوٰۃ میں کیا خصوصیت ہے؟ باقی ارکان اسلام کو چھوڑ کر نماز کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل مالی قربانی ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے انسان کے اخلاص کا پتہ چلتا ہے۔ لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. (ال عمران: ۹۳) حقیقی نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک کہ تم وہ نہ خرچ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو۔ مال بھی دنیا کا ایک بڑا معبود ہے۔ اس لئے اسلام نے جہاں اور قربانیاں تجویز کی ہیں، ان میں سب سے پہلے مالی قربانی رکھی ہے، تا انسان کے اخلاص کا پتہ چلے۔ اسی اخلاص کی کمی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض مسلمانوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا تھا اور جھوٹی توجیہیں تراشنی شروع کردیں۔ غیر مسلم رعایا کے لیے جزیہ یعنی ٹیکس تھا۔ مسلمانوں کے لیے علاوہ جنگی خدمت کے زکوٰۃ بھی تھی۔ پس جس طرح ٹیکس نہ ادا کرنا بغاوت کے معنی رکھتا ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان کا زکوٰۃ نہ دینا بغاوت کے معنے رکھتا ہے۔ اسی لئے حضرت ابوبکرؓ نے ان باغی مسلمانوں سے جنگ کی جس کا واقعہ اسلامی تاریخ میں مشہور ہے۔

بَاب١٨: مَنْ قَالَ إِنَّ الْإِيْمَانَ هُوَ الْعَمَلُ

جس نے کہا کہ ایمان اصل میں عمل ہی ہے

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (الزخرف:٧٣) وَقَالَ عِدَّةٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الحجر:٩٣) عَنْ قَوْلِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَقَالَ لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ. (الصافات:٦٢)

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:(وَتِلْکَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ) یہ وہ جنت ہے جس کے تم بوجہ عمل کرنے کے وارث کئے گئے ہو اور کئی علماء نے آیت (فَوَرَبِّکَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ) کے متعلق کہا ہے کہ اس سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار ہے اور فرمایا: (لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ) اس بات کی خاطر چاہیے کہ عمل کرنے والے عمل کریں۔

٢٦: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ وَمُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ فَقَالَ إِيْمَانٌ بِاللهِ وَرَسُوْلِهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ.

۲۶: ہم سے احمد بن یونس اور موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا۔ ان دونوں نے کہا: ابراہیم بن سعد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ابن شہاب نے ہمیں بتلایا۔ ابن شہاب نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پھر پوچھا گیا: اس کے بعد کونسا عمل؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پھر پوچھا گیا: اس کے بعد کون سا عمل؟ فرمایا: وہ حج ہے جس کے ساتھ نیکیاں ہوں۔

تشریح: اِنَّ الْاِیْمَانَ هُوَ الْعَمَلُ: مختلف استدلالات کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے عمل کی اہمیت بتلانے کے لئے ایک نیا عنوان قائم کیا ہے۔ عمل پر اس قدر زور دینے کی اصل وجہ یہی ہے کہ مرجئہ کا فتنہ ان دنوں

زوروں پر تھا اور بعض لوگوں نے یہاں تک غلو کیا کہ وہ صرف زبان سے کلمہ شہادت پڑھنے والے کو جنتی قرار دیتے تھے۔ خواہ دل میں ذرہ بھر اعتقاد نہ ہو۔ (عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۱۸۴) امام بخاریؒ نے کئی آیات سے استدلال کیا ہے کہ اصل ایمان عمل ہی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے امام بخاریؒ پر اعتراض کیا ہے کہ روایت نمبر ۲۶ سے تخصیص کا مفہوم نہیں نکلتا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ایمان دل کا عمل ہے تو ایمان عمل کا جزء ٹھہرے گا۔ اس صورت میں وہ سارے کا سارا عمل نہیں ہوسکتا۔ عینی نے بھی امام نوویؒ کے اس اعتراض کی تائید کی ہے۔ امام بخاریؒ اور ان کے ہم خیال علماء کا استدلال آیت تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِىٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ سے ہے۔ جس کی تائید ماقبل کی آیتوں سے بھی ہوتی ہے۔ یہ آیت دو جگہ وارد ہوئی ہے۔ ایک سورۃ الاعراف: ۴۴ میں اور دوسرے سورۃ الزخرف: ۷۳ میں۔ ان دونوں مقامات میں مومنوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اعراف میں فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا. اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ. اور زخرف میں فرماتا ہے: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ. مُسْلِمِيْنَ سے مراد احکام الٰہیہ بجالانے والے ہیں۔ اس کے بعد دونوں جگہ فرماتا ہے۔ یہ وہ جنت ہے، جس کا تمہیں وارث کیا گیا ہے، اس لئے کہ تم عامل تھے۔ جنت میں داخل ہونے کی وجہ بیان کرتے وقت لفظ ایمان کی بجائے عمل کا لفظ اختیار کرنے سے یہی سمجھانا مقصود ہے کہ عمل ہی اصل چیز ہے۔ اس کے بغیر ایمان ایک ایسی شئے ہے، جس کا کوئی نتیجہ نہیں۔

اَىُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ . . . : اس باب کے ماتحت جس حدیث کو پیش کیا گیا ہے۔ اس سے بھی اسی استدلال کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا ہے کہ کون سا عمل افضل ہے۔ تو آپؐ نے جواب دیا کہ اللہ اور رسول پر ایمان لانا۔ گویا آپؐ نے ایمان کو عمل قرار دیا ہے، بوجہ اس تلازم کے جو دونوں کے درمیان ہے۔ عِدَّةٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ سے مراد حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور مجاہد وغیرہ ہیں۔

اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ فَوَرَبِّكَ لَنَسْاَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: (الحجر: ۹۲-۹۴) یعنی وہ لوگ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تیرے رب ہی کی قسم ہے کہ ہم ضرور ان سب سے پرسش کریں گے، ان اعمال کے متعلق جو وہ کرتے تھے۔ اس کے بعد شرک اور مشرکوں کا ذکر کر کے فرمایا: فَسَوْفَ يَعْمَلُوْنَ۔ انہیں عنقریب پتہ لگ جائے گا۔ اس سے مذکورہ بالا علماء نے استدلال کیا ہے کہ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ سے مراد مشرکانہ افعال ہیں اور یہ کہ ان سے کلمہ توحید کے متعلق پوچھا جائے گا۔ گو اس آیت سے یہ استدلال دور کا ہے۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ نے اس خیال کا بھی ذکر کر دیا ہے کہ تا ان علماء کا نقطہ نظر بھی ضمناً معلوم ہو جائے جو ایمان کے مفہوم کو اتنی وسعت دیتے ہیں کہ اس قسم کی آیتوں میں بھی عمل سے مراد ایمان ہی لیتے ہیں اور اس میں کیا شک ہے کہ ایک اعتبار سے یہ بھی صحیح ہے کہ ایمان ہی سارے کا سارا عمل ہے۔ یعنی ایمان کے بغیر عمل بے معنی شئے ہے۔ انسان کے تمام اعمال کا قبلہ رخ ایمان باللہ و ایمان بالرسول ہونا چاہیئے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے اس کو سب سے افضل قرار دیا ہے۔ کیونکہ اسلام کی رو سے اعمال سارے

کے سارے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور اس کی مشیئت کے ماتحت ہونے چاہئیں جو رسولوں کے ذریعہ سے ظاہر ہوتی ہے۔

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ (الصافات: ۶۲) : یعنی اس کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنے چاہئیں۔ یہاں ''عمل'' کو نہ کہ محض ''ایمان'' کو ذریعہ نجات اور کامیابی قرار دیا گیا ہے۔

جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : سے ہر وہ کوشش مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے افضل کام کے متعلق سوال کرنے والے کو کبھی یہ جواب دیا کہ بروقت نماز پڑھنا افضل ہے اور اس کے بعد والدین سے حسن سلوک کرنا اور پھر اس کے بعد جہاد اور کبھی یہ جواب دیا کہ اسلام میں بہتر عمل کھانا کھلانا ہے اور ہر ایک کے لئے سلامتی کی دعا کرنا ہے اور کبھی فرمایا: لوگوں کو اپنی زبان اور ہاتھ سے سلامتی میں رکھنا۔ ابوبکر محمد بن علی شاشی نے اس اختلاف کی یہ توجیہہ کی ہے کہ یہ افضلیت نسبتی امر ہے اور خاص حالات وخاص لوگوں کو ملحوظ رکھ کر آپؐ نے موقع ومحل کے مطابق یہ جواب دئے ہیں۔ جس میں عقوق والدین دیکھا اس کو اُن سے حسن سلوک کا حکم دیا۔ جن اعمال کا تعلق بنی نوع انسان کی بہبودی اور اصلاح سے ہے۔ ان میں سے جہاد کو افضل قرار دیا اور جن کا تعلق اپنے نفس سے ہے۔ ان میں حج کو افضل قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۱۸۹) وعلٰی ھٰذا القیاس۔

بَاب ۱۹: إِذَا لَمْ يَكُنِ الْإِسْلَامُ عَلَى الْحَقِيْقَةِ

جب اسلام اپنی حقیقت پر نہ ہو

وَكَانَ عَلَى الْاِسْتِسْلَامِ أَوِ الْخَوْفِ مِنَ الْقَتْلِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا أَسْلَمْنَا (الْحجرات: ۱۵) فَإِذَا كَانَ عَلَى الْحَقِيْقَةِ فَهُوَ عَلَى قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ. (آل عمران: ۲۰)

اور صرف ظاہری تابعداری کے معنوں میں ہو یا قتل کے ڈر سے ہو تو وہ بھی ایک معنی سے اسلام ہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا) اہل بادیہ نے کہا: ہم نے مان لیا۔ (انہیں) کہو: تم ایمان نہیں لائے، بلکہ یوں کہو کہ ہم ظاہر میں مسلمان ہو گئے ہیں اور جب اسلام اپنی حقیقت پر ہو تو اللہ جل شانہ کے قول (اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ) کے مطابق ہوگا۔ یعنی دین تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔

۲۷: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدٍ

۲۷: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ عامر بن سعد بن ابی وقاص نے

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى رَهْطًا وَّسَعْدٌ جَالِسٌ فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا هُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَسَكَتُّ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُّ لِمَقَالَتِي فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا { فَسَكَتُّ قَلِيْلًا ☆ } ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُّ لِمَقَالَتِي وَعَادَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يَّكُبَّهُ اللهُ فِي النَّارِ وَرَوَاهُ يُوْنُسُ وَصَالِحٌ وَمَعْمَرٌ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

حضرت سعدؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے چند لوگوں کو کچھ مال دیا اور حضرت سعدؓ بھی اس وقت بیٹھے ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا کہ جو مجھے اُن سے زیادہ پسند تھا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ نے فلاں کو کیوں چھوڑ دیا؟ بخدا میں تو اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: یا مسلم۔ اس پر میں تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر جو کچھ میں اس کے متعلق جانتا تھا، اُس نے مجھے مجبور کیا اور میں نے اپنی بات دہرائی اور کہا آپؐ نے فلاں سے کیوں اعراض کیا ہے؟ بخدا میں تو اسے مومن ہی سمجھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: یا مسلم۔ (اس پر تھوڑی دیر میں خاموش رہا۔☆) پھر جو کچھ میں اس کے متعلق جانتا تھا، اس نے مجھے مجبور کیا اور میں نے اپنی بات دہرائی اور رسول اللہ ﷺ نے وہی جواب دیا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: اے سعد! میں ایک شخص کو دیتا ہوں، مبادا کہ اللہ تعالیٰ اسے آگ میں اوندھا نہ گرا دے۔ حالانکہ دوسرا شخص مجھے اس سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔ اس حدیث کو یونس اور صالح اور معمر اور زہری کے بھتیجے نے بھی زہری سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔

تشریح: اس باب میں امام بخاریؒ نے قرآن مجید کی آیتوں کی بناء پر لفظ اسلام کے دو مختلف مفہوموں کی وضاحت کی ہے۔ ایک تو ظاہری فرمانبرداری اور دوسری حقیقی فرمانبرداری جو اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ہے اور ان آیتوں سے ایک باریک استدلال کیا ہے کہ ایمان کا تعلق اس حقیقی اسلام سے ہے جو اس آیت کا مقصود ہے۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ محض زبانی اقرار کے ساتھ نہیں۔ اسلام بھی وہی معتبر ہے جس کے ساتھ خالص مصفّٰی ایمان ہو اور ایمان بھی وہی

☆ الفاظ " فَسَكَتُّ قَلِيْلًا " نسخہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۱۰۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

معتبر ہے جس کے ساتھ حقیقی فرمانبرداری ہو۔ یہ مضمون ہے ان آیات کا جن کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ کیا ہے۔ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو تابعداری ظاہر میں ہو اور دل سے نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں۔

مُؤْمِنًا . . . اَوْ مُسْلِمًا: امام بخاریؒ اس باب میں جو حدیث لائے ہیں، اس سے انہوں نے ایمان اور اسلام کے درمیان اصل فرق کو واضح کیا ہے۔ یعنی ایمان باطنی کیفیت کا نام ہے جبکہ اسلام کا تعلق ظاہر سے ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادب سکھلایا ہے کہ کسی کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ اندرونے کا علم یقینی اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ جس صحابی کو آپؐ نے دینا مناسب نہ سمجھا وہ حضرت جُعَیلؓ بن سراقہ مخلص مہاجر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے محبت رکھتے تھے۔ مگر باوجود اس کے آپؐ نے حضرت سعدؓ کے بار بار زور دینے پر انہیں یہ ادب سکھلایا اور اس فرق کو ملحوظ رکھنے کی تعلیم دی جو درحقیقت ایمان و اسلام کے درمیان ہے۔ ظاہر کی بناء پر ہم کسی کے متعلق اس قدر فتویٰ دے سکتے ہیں۔ جہاں تک کہ ظاہر کا تعلق ہے ظاہری اقرار کی بناء پر کسی کے حقیقی ایمان کے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اس میں بھی فرقہ مرجئہ کا ردّ ہے؛ جو یہ کہتے ہیں کہ صرف زبان کے اقرار سے ایک شخص نہ صرف مومن بلکہ جنتی بھی ہوتا ہے خواہ وہ دل سے اعتقاد رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ گویا ان کے نزدیک صرف کلمہ شہادت جنت میں جانے کے لئے کافی ہے۔

اِنِّیْ لَأُعْطِی الرَّجُلَ وَغَیْرُہٗ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْہُ خَشْیَۃً اَنْ یَّکُبَّہُ اللّٰہُ : اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزور لوگوں کا بھی خیال رکھنے کی تعلیم دی۔ تا ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے ٹھوکر کھائیں۔ ایک کمزور پودا جس نگرانی کا محتاج ہوتا ہے بڑا درخت اس قدر محتاج نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ایمان کو ٹھوکر سے بچانے کے لئے ذرا ذرا سی بات کا خیال رکھا ہے۔ اس امر میں بعض نادان لوگ بہت غلط رویہ اختیار کرتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ ٹھوکر کھانے والے انسان کو ہر ایسے امر سے بچائے رکھیں جو ٹھوکر کا موجب ہوتا ہے، وہ خود اس کی ٹھوکر کا باعث بن جاتے ہیں اور بجائے مشفقانہ رویہ اختیار کرنے کے ان کمزوروں کے ایمان پر علی الاعلان حملہ کرتے ہیں اور اس طرح ان کو اور دھکا دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فَدَتْہُ نَفْسِیْ) اس امر میں اس قدر احتیاط سے کام لیتے تھے کہ دوسرے کے سامنے کسی کے ایمان کی خاص طور پر تعریف کرنے سے بھی منع فرماتے۔ نہ صرف اس لئے کہ بعض وقت منہ پر تعریف کرنا اس شخص کے لئے نقصان کا موجب ہوتا ہے، جس کی تعریف کی جاتی ہے۔ بلکہ ایک قسم کے مقابلہ سے بعض وقت گویا دوسرے کے ایمان اور رویہ پر بھی حملہ ہوتا ہے۔ آپ نے اس ایک واقعہ میں چار سبق سکھلائے ہیں:- ۱۔ اسلام و ایمان میں فرق ۲۔ الفاظ کا برمحل استعمال کرنا ۳۔ مؤلفة القلوب کا خیال رکھنا ٤۔ کسی کی بےسوچے سمجھے ایسے طور سے تعریف نہ کرنا کہ دوسروں کے ایمان یا رویہ پر حملہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک واقعہ حکمت و اصلاح کا خزانہ ہے۔ اس کی مثالیں آئندہ بہت سی آئیں گی۔

بَاب ۲۰ : إِفْشَاءُ السَّلَامِ مِنَ الْإِسْلَامِ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کورواج دینا بھی سلام سے ہے

وَقَالَ عَمَّارٌ ثَلَاثٌ مَّنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْإِيْمَانَ الْإِنْصَافُ مِنْ نَّفْسِكَ وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْإِنْفَاقُ مِنَ الْإِقْتَارِ.

اور حضرت عمارؓ کہتے تھے۔ تین باتیں جس نے اپنے اندر جمع کرلیں اس نے سارا ایمان حاصل کرلیا۔ (اول) اپنے نفس سے انصاف کرنا۔ (دوم) ہر شخص کے لئے سلامتی کی دعا کرنا۔ (سوم) باوجود تنگدستی کے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

۲۸ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ.

۲۸: ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یزید بن ابی حبیب سے، یزید نے ابوالخیر سے، ابوالخیر نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کی کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کون سا عمل اسلام میں سب سے بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تو کھانا کھلائے اور سلامتی کی دعا دے، اسے بھی جسے تو جانتا ہے اور اسے بھی جسے تو نہیں جانتا۔

تشریح: **اَلْاِنْصَافُ مِنْ نَّفْسِکَ:** اپنے نفس سے انصاف کرنے کے ایک معنی یہ ہیں کہ اپنے نفس کا وہ حق ادا کرنا جو کھانے، پینے، پہننے وغیرہ ضروری امور کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس کو بلاوجہ تکلیف میں نہ ڈالنا چاہیے۔

دوسرے یہ کہ اپنے حقوق کی حدود کے اندر رہنا۔ انسان جو عموماً دوسروں کے معاملہ میں تو انصاف کرتا ہے۔ لیکن جب اپنا معاملہ آجائے تو انصاف بھول جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ انسان اپنے نفس سے دوسرے کا حق دلائے۔ سلامتی اس وقت مفقود ہوتی ہے، جب ہم میں سے کوئی اپنے حقوق سے آگے بڑھنے لگتا ہے۔ اگر ہم اپنے حقوق پر قانع رہیں اور دوسروں کے حقوق پر ہاتھ نہ ڈالیں تو افراد و بشر کے درمیان امن رہے۔

تیسرے یہ معنی ہیں کہ اپنے واجبات و ذمہ داریوں کو سمجھ کر ادا کرے۔ دوسروں سے جو بات اپنے لئے چاہتا ہے دوسروں کے لئے بھی اپنے نفس سے اس کا مطالبہ کرے۔ غرض ہر معنی میں یہ تعلیم حقیقی سلامتی کا موجب ہے۔

بَـذْ لُ السَّلَامِ لِلْعَا لَمِ : سے مراد یہ ہے بغیر اپنی ذات پات اور قومیت کی تمیز کے سب کے لئے سلامتی کا موجب اور سلامتی کا خواہاں ہو۔ یہ ان مکارم اخلاق کی ایک مثال ہے، جس کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کو دی۔

اَلْاِنْفَاقُ مِنَ الْاِقْتَارِ : یعنی تنگی کی حالت میں خرچ کرنا۔ آپ نے ان الفاظ میں سلامتی کا مفہوم پورے طور پر واضح فرمادیا ہے۔ بَذْلُ السَّلَام کا ایک مفہوم سلبی اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی انسان اپاہج کی طرح بیٹھ جائے کسی کو ضرر نہ دے۔ لیکن آپؐ کی یہ مراد نہیں بلکہ یہ ہے کہ تنگدست ہو کر بھوکوں کو دے اور دکھیاروں کے دکھ دور کر کے انہیں سلامتی بخشے۔ یاد رہے کہ یہ اسلام کا ایک عام مفہوم ہے اور یہ مکارم اخلاق میں اسلامی تعلیم کا پہلا زینہ ہے۔ کمال نہیں۔

امام بخاریؒ نے باب کے عنوان میں بَـذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ کہہ کر تَـقْـرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَـعْرِفْ کی مزید تشریح کردی ہے اور حضرت عمارؓ بن یاسر کے جو الفاظ نقل کئے گئے ہیں، یہ بھی ایک مستند مرفوع حدیث نبوی کے الفاظ ہیں؛ جو حضرت عمارؓ بن یاسر صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کئے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۱۱۳)

اس باب میں امام بخاریؒ نے اسلام کا ایک تیسرا مفہوم بیان کیا ہے۔

''مطلق سلامتی کا موجب ہونا اپنے لئے اور غیر کے لئے''

بَاب ۲۱ : كُفْرَانُ الْعَشِيْرِ

شوہر کی ناشکری

وَكُفْرٌ دُوْنَ كُفْرٍ فِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

اور کفر بھی چھوٹا بڑا ہوتا ہے۔ اس بارے میں حضرت ابوسعید خدریؓ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت بیان کی ہے۔

۲۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيْتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ قِيْلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ

۲۹: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے زید بن اسلم سے، زید نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جہنم دکھایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں اکثر عورتیں ہیں۔ کفر کرتی ہیں۔ پوچھا گیا: کیا وہ اللہ کا کفر کرتی ہیں؟ فرمایا: شوہر کی ناشکر گذاری کرتی

وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ.

ہیں اور احسان فراموش ہوتی ہیں۔ اگر تو ان میں سے کسی پر زمانہ بھر بھی احسان کرتا رہے اور پھر وہ تجھ سے کچھ ایسی ویسی بات دیکھے تو کہہ دے گی کہ میں نے تجھ سے کبھی بھی بھلائی نہیں دیکھی۔

تشریح: **كُفُرٌ دُوْنَ كُفُرٍ**: جس طرح گذشتہ حوالہ جات میں امام موصوفؒ نے اسلام کے مختلف مفہوم بیان کئے اسی طرح اس باب میں بھی کفر کے مختلف مفہوم بیان کئے ہیں اور یہ بتلایا ہے کہ اس کے بھی مدارج ہوتے ہیں۔ کفر کے معنی روایت نمبر ۲۱ کی تشریح میں ملاحظہ ہوں۔ امام بخاریؒ نے جس حدیث کو یہاں چنا ہے، اس میں کفر کے معنی اللہ تعالیٰ کے انکار کے علاوہ ناشکر گزاری بھی کئے گئے ہیں۔ **كُفْرٌ دُوْ نَ كُفْرٍ** کہہ کر یہ بتلایا ہے کہ کفر جس نوعیت کا بھی ہو، اس کے مراتب ہوتے ہیں۔ كُفْرٌ بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا انکار بھی ہوسکتا ہے۔ اس کی بعض صفات کا انکار بھی ہوسکتا ہے اور اس کے احکام کی نافرمانی بھی ہوسکتی ہے۔ ہر ایک بداعتقادی اور نافرمانی اپنے اندر کفر کا شائبہ رکھتی ہے۔ جیسا کہ ہر اچھے اعتقاد اور ہر اطاعت کے اندر ایمان کی جھلک ہوتی ہے اور کفر کے چھوٹا بڑا ہونے کے یہ معنے نہیں کہ وہ سزا کا مستحق نہیں۔ یہی ناشکر گذاری ایک ایسا کفر ہے کہ جس کی وجہ سے عورتیں جہنم میں ہیں۔ **رَأَيْتُ** کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک کشف یا خواب کا نظارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا گیا اور روزمرہ کے واقعات ومشاہدات اس کی صحیح تعبیر ہیں۔ جس قدر عورتیں ناشکر گذاری کی وجہ سے بالعموم حسرتوں اور دکھوں کی آگ میں ہیں اس قدر مرد نہیں۔ جو شخص قانع نہیں اور وہ جس کی نظر ان نعمتوں کی طرف نہیں جو اس کو حاصل ہیں۔ بلکہ دوسروں کی نعمتوں کو دیکھ کر للچاتا اور واویلا کرتا ہے، وہ یقیناً ہمیشہ اپنے دل میں جہنم کی آگ رکھتا ہے۔ ہاں وہ جو موجودہ نعمتوں پر شکر گذار اور قناعت کا سانس لیتے ہوئے مزید فضل کا امیدوار ہے وہ راحت میں ہے۔ عورت کا اصل چین خاوند کی شکر گذاری اور وفاداری میں ہے۔ اس کے بغیر اس کا گھربار اس کے لئے ایک جہنم ہوجاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنس لطیف کے اس نقص کی اصلاح فرمائی ہے جو عموماً ان کی ساری لطافتوں کو بدمزگی میں تبدیل کردیتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بعض کفر ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جس میں ایک مسلمان بھی مبتلا ہوجاتا ہے۔

باب مذکور میں الفاظ **فِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ** جو ہیں ان سے امام بخاری علیہ الرحمۃ کی غرض اس حدیث کی طرف اشارہ کرنا ہے جو كتاب الحيض باب ترك حائض الصوم میں مروی ہے۔ كُفْرٌ دُوْنَ كُفْرٍ بھی حدیث نبوی کے ہی الفاظ ہیں۔ جو امام احمد بن حنبلؒ نے کتاب الایمان میں عطاء بن رباح وغیرہ سے نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۱۱۴)

بَاب ۲۲ : اَلْمَعَاصِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ

گناہ جاہلیت کے کام ہیں

وَلَا يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا بِارْتِكَابِهَا إِلَّا بِالشِّرْكِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ. (النساء: ۴۹)

اور گنہگار گناہ کرنے سے کافر نہیں ہو جاتا۔ مگر شرک کرنے سے (کافر ہو جاتا ہے۔) کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک شخص سے) فرمایا: تُو تو ایسا شخص ہے جس میں جاہلیت ہے اور نیز اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ) اللہ اس بات کی مغفرت نہیں کرتا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے اور جس کے لئے چاہے اس کے سوا کی مغفرت کرتا ہے۔

۳۰: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَّاصِلٍ الْأَحْدَبِ عَنِ الْمَعْرُوْرِ قَالَ لَقِيْتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ.

۳۰: ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے واصل احدب سے، واصل نے معرور سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابوذرؓ (غفاری) کو ربذہ مقام میں ملا اور وہ ایک نیا جوڑہ پہنے ہوئے تھے اور ان کا غلام بھی ایک نیا جوڑہ پہنے ہوئے تھا۔ اس پر میں نے ان سے اس کی بابت پوچھا۔ تو انہوں نے کہا کہ میری ایک شخص سے گالی گلوچ ہوئی تو میں نے اس کو اس کی ماں کا طعنہ دیا۔ اس پر مجھے نبی ﷺ نے فرمایا: ابوذر کیا تم نے اس کو ماں کا طعنہ دیا۔ تم تو ایک ایسے شخص ہو جس میں جاہلیت ہے۔ تمہارے بھائی ہی تمہارے نوکر چاکر ہیں۔ اللہ نے ان کو تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ پس جس کے ماتحت اس کا بھائی ہو تو چاہیے کہ جس کھانے سے وہ خود کھاتا ہے، اس سے اس کو بھی کھلائے اور جو وہ پہنتا ہے، اس سے اس کو بھی پہنائے اور تم انہیں ایسے کام کی تکلیف نہ دو جو ان کی طاقت سے بالا ہو اور اگر تم انہیں ایسے کام کی تکلیف دو تو پھر ان کی مدد کیا کرو۔

تشریح: **اَلْمَعَاصِیْ:** اس باب میں امام بخاریؒ نے معصیت وکفر کے درمیان ایک باریک فرق بتلایا ہے۔ **معصیت** کے معنے مطلق نافرمانی۔ خواہ کسی واجب فعل کا چھوڑنا ہو یا کسی حرام فعل کا کرنا اور ''کفر'' کے مفہوم میں نہ صرف بداعتقادی شامل ہے بلکہ معصیت بھی۔

لَا یُکَفَّرُ صَاحِبُهَا بِارْتِکَابِهَا: کہہ کر اس فرق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی معصیت کے ارتکاب سے کوئی شخص کافر نہ ٹھہرایا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص محرمات کو حرام یقین کرتا ہو۔ پھر وہ اس کا مرتکب ہوجائے تو اپنے اعتقاد کے لحاظ سے وہ کافر نہیں ہوگا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اختیار کرتے ہوئے ہر لفظ اپنے صحیح مفہوم میں استعمال کرنا چاہیے۔ (حدیث نمبر ۲۷ بھی دیکھئے)

اِنِّیْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَیَّرْتُهُ بِأُمِّهٖ: حضرت ابوذرؓ نے حضرت بلالؓ کو باپ کے طعنے کے جواب میں ماں کا طعنہ دیا تھا۔ کہا: ''اِبْنُ السَّوْدَاءِ'' کلوٹی یعنی لونڈی کے بیٹے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برا ماننے پر حضرت ابوذرؓ نے معذرت کی کہ جو باپ کو گالی دیتا ہے وہ ماں کی سنتا ہے تو آپؐ نے فرمایا۔ ابھی تک تم میں زمانہ جاہلیت کی بےوقوفی باقی ہے۔ اس ناشائستہ حرکت کو آپؐ نے جاہلیت سے تعبیر فرمایا۔ آپؐ کی اس سے یہ مراد نہ تھی کہ حضرت ابوذرؓ کافر تھے۔ اس واقعہ سے امام بخاریؒ نے ایک تو یہ مسئلہ مستنبط کیا اور دوسرے اس سے یہ سمجھایا ہے کہ شرک بھی ایک گناہ ہے اور یہ طعنہ بھی ایک گناہ ہے۔ مگر ان دونوں میں نتائج کے لحاظ سے فرق ہے۔ شرک ایک ایسا گناہ ہے کہ جس سے انسان نہ صرف کافر ہی ہوجاتا ہے بلکہ وہ ایسا کافر ہوتا ہے: لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ. (النساء:۴۹) کہ وہ مغفرت کا مستحق نہیں رہتا۔ جبکہ اس کے نیچے جتنی معصیتیں ہیں، ان سب کے لئے مغفرت کی امید ہے۔ غرض اس آیت سے کُفْرٌ دُوْنَ کُفْرٍ کی مزید تشریح کردی گئی ہے۔ محولہ بالا آیت کے آخر میں ''اِثْمًا عَظِیْمًا'' کہہ کر شرک کو سب سے بڑا گناہ ٹھہرایا گیا ہے۔

یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ: قرآن مجید نے شرک کو بھی کفر گردانا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے: لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ. (البینه:۲) یعنی اہل کتاب میں سے اور مشرکوں میں سے جو کافر ہیں، وہ باز نہیں آنے کے، جب تک بیّنہ ان کے پاس نہ آجائے۔ امام ابن حجرؒ نے غالباً اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے آیت مذکورہ بالا میں شرک سے کُفْرٌ بِالرَّسُوْلِ مراد لیا ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۱۱۶) مگر اس تخصیص کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جیسا کہ ابھی واضح ہوجائے گا۔

اس باب میں خارجیوں کا ردّ مقصود ہے جو یہ کہتے ہیں کہ گنہگار کافر ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ یہ اندھا دھند فتویٰ قرآن مجید کے اس نص صریح یعنی یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ کے بالکل برخلاف ہے۔ خارجیوں کے نزدیک اگر کوئی گنہگار شخص بغیر توبہ کے مرجاتا ہے تو وہ ہمیشہ کی سزا پاتا ہے۔ مگر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک کے علاوہ دوسرے گناہ بغیر توبہ کے بھی بخشے جاسکتے ہیں۔ لِمَنْ یَّشَآءُ ہر ایک کو نہیں بلکہ انہی کو جن کے لیے اللہ تعالیٰ کی مشیئت

ہوگی۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مشیئت کا تفصیلاً ذکر فرمایا ہے۔جیسے ایک جگہ فرماتا ہے: **فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.** (البقرہ:۱۷۴) اضطراری حالت میں زندگی بچانے کے لئے اگر کوئی شخص حرام چیز اس قدر کھاتا ہے جس سے وہ موت سے بچ جاتا ہے تو یہ گناہ بخشا جائے گا۔آیت **لَا يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ** میں بغیر توبہ کے مغفرت کا ذکر ہے۔ورنہ یوں تو مشرک بھی توبہ کے ساتھ بخشا جاتا ہے۔

مغفرت کے معنی چھپا دینا۔بعض نیکیاں بعض بدیوں کو چھپا دیتی ہیں اور اس طرح ان کا ازالہ کر کے انسان کے تزکیہ نفس کا موجب بن جاتی ہیں۔جیسے فرمایا: **وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا. عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُ هُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا...** (التوبہ: ۱۰۲-۱۰۳) {اور کچھ دوسرے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا۔انہوں نے اچھے اعمال اور دوسرے بد اعمال ملا جلا دیے۔بعید نہیں کہ اللہ اُن پر توبہ قبول کرتے ہوئے جھکے۔یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔تُو ان کے مالوں میں سے صدقہ قبول کر لیا کر، اس ذریعہ سے تو اُنہیں پاک کرے گا نیز اُن کا تزکیہ کرے گا۔} مگر شرک ایک ایسا گناہ ہے کہ بغیر توبہ کے کوئی نیکی اس کا ازالہ نہیں کر سکتی۔یہی مغفرت کا مفہوم ہے جو **لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ** میں مضمر ہے۔ان آیات میں شرک کو **اِثْمًا عَظِيْمًا** قرار دے کر فرماتا ہے: **اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا.** (النساء:۷۸) یعنی یہ مشرک تزکیہ نفس کا دعویٰ کرتے ہیں۔اللہ ہی ہے جس کو چاہتا ہے گناہوں سے پاک کرتا ہے۔مشرک غیر اللہ کو درمیان میں لا کر معیار تزکیہ سے بالکل گر جاتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔

اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ: **اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ** کہہ کر اخوت کو مقدم رکھا ہے۔یعنی بنی نوع انسان سب بھائی ہوتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہوتا ہے کہ کسی کے بھائی کو اس کا مددگار بنا دے۔اس لئے اس کے ساتھ وہ سلوک کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔حدیث **لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ** کی یہاں عملی تعلیم دی گئی ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا۔اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کو غلامی کی لعنت سے رہائی بخشی اور نہ صرف یہ کہ آپؐ نے ان کے لئے معمولی سا طعنہ بھی ناپسند فرمایا۔بلکہ کھانے، پینے، کپڑا پہننے اور کام لینے میں بھی ان کو مساوات عطا فرمائی۔

آپ نے حضرت بلالؓ کو نہیں ڈانٹا، بلکہ حضرت ابوذرؓ پر ناراضی کا اظہار کیا جو علم وتقویٰ میں اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے۔کیونکہ انہی کا حق تھا کہ وہ ایک ایسے شخص کے لئے جو لمبے عرصہ تک غلام رہ چکے تھے نمونہ بنتے۔کتاب الادب، باب ما ینھی من السباب واللعن میں بھی یہی واقعہ بیان ہوگا۔ ''**ربذہ**'' مدینہ سے تین پڑاؤ پر ایک مقام ہے۔حضرت **ابوذرؓ** ایک زاہد انسان تھے۔لوگوں نے جب جائدادیں بنائی اور مال جمع کرنے شروع کئے تو انہوں نے اس کو ناجائز قرار دیا جس سے ایک فتنہ کھڑا ہو گیا۔حضرت عثمانؓ نے ان کے لئے مناسب خیال کیا کہ وہ ربذہ میں رہیں تا فتنہ نہ ہو۔

بَاب

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (الحجرات: ۱۰)

اور اگر مومنوں میں سے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو

فَسَمَّاهُمُ الْمُؤْمِنِيْنَ.

اُن کا نام بھی مومن ہی رکھا ہے۔

۳۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ {قَالَ☆} حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ {قَالَ☆} حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ وَيُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ ذَهَبْتُ لِأَنْصُرَ هَذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِي أَبُوبَكْرَةَ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيْدُ قُلْتُ أَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ قَالَ ارْجِعْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ هَذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ إِنَّهُ كَانَ حَرِيْصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ.

۳۱: ہم سے عبدالرحمٰن بن مبارک نے بیان کیا، (کہا:☆) ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، (کہا:☆) ایوب اور یونس نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حسن سے، حسن نے احنف بن قیس سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں اس شخص (یعنی حضرت علیؓ) کی مدد کرنے کے لئے گیا تھا تو مجھے حضرت ابوبکرہؓ ملے۔ انہوں نے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: میں اس شخص کی مدد کروں گا۔ انہوں نے کہا: لوٹ جاؤ۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر آپس میں بھڑ جائیں تو قاتل بھی اور مقتول بھی دوزخ میں ہوں گے۔ اس پر میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو قاتل ہوا اور مقتول کس لئے؟ فرمایا: اس لئے کہ وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل کرنے پر حریص تھا۔

تشریح: وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا: بعض نسخوں میں الگ باب نہیں، بلکہ سابقہ باب کے ساتھ ہی یہ آیت شامل کی گئی ہے۔ دراصل اس کا تعلق بھی پہلے ہی مضمون کے ساتھ ہے۔ یہاں ان لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ کیا گیا ہے، جو حضرت ابوبکرہؓ کی اس روایت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ قتل کی نیت سے تلوار اٹھانے سے بھی ایک مسلمان مسلمان نہیں رہتا۔ بلکہ جہنمی ہو جاتا ہے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک یہ صحیح نہیں۔ بلکہ آپ مشار الیہ روایت کو آیت مذکورہ بالا کے ماتحت لا کر یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کرنے والے دونوں گروہوں کو مومن

☆ اس جگہ لفظ "قَالَ"، نسخہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری مطبوعہ بولاق جزء اول صفحہ ۱۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

کہا ہےاوران میں سے اس فریق کے برخلاف جو صلح نہ کرے، مل کر جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔ صلح سے انکار کرنے والے فریق کے لئے کسی اور عذابِ الٰہی کا وعید نہیں۔ اگر اس حدیث کا مفہوم محدود نہ کیا گیا اور انہیں غیر مومن کہہ کر جہنمی ٹھہرایا گیا تو قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کے صریح خلاف ہوگا۔ اس حدیث میں اس خونریزی کا ذکر ہے جو طیش میں آ کر کی جاتی ہے اور ان آیات میں سیاسی جنگ کا ذکر ہے جس میں اجتماعی و دینی مفاد مدنظر ہوتے ہیں۔ پس اس حدیث کی بنا پر ہر لڑائی کو معصیت قرار دے کر لڑنے والوں کو کافر اور جہنمی ٹھہرانا صریح غلطی ہے۔ قرآن مجید نے ان لڑنے والوں کے لئے جہنم کی سزا تجویز نہیں کی۔

قَالَ ذَهَبْتُ لِاَنْصُرَ هٰذَا الرَّجُلَ : جس واقعہ کی طرف احنف بن قیس نے اشارہ کیا ہے، وہ جنگ جمل ہے جو حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ہوئی۔ **هٰذَا الرَّجُلَ** سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔ احنف بن قیس یہ حدیث سن کر پہلے تو رک گئے۔ مگر بعد میں جب ان کو اس اجتہادی غلطی کا علم ہوا تو وہ جنگ میں شریک ہوئے اور حضرت علیؓ کی انہوں نے مدد کی اور بلحاظ اجتہاد کے حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرہؓ پر ترجیح دی۔

كِلَا هُمَا فِي النَّارِ : کسی غلطی کی سزا ملنا یا نہ ملنا اور بات ہے۔ مگر اس غلطی کی وجہ سے کسی کو ایمان و اسلام سے خارج قرار دینا اور بات۔

بَاب ۲۳ : ظُلْمٌ دُوْنَ ظُلْمٍ

ظلم بھی چھوٹا بڑا ہوتا ہے

۳۲: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح قَالَ و حَدَّثَنِي بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ: الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ {أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ☆} (الأنعام: ۸۳)

۳۲: ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ نیز مجھ سے بشر نے بیان کیا، کہا: محمد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سلیمان سے، سلیمان نے ابراہیم سے، ابراہیم نے علقمہ سے، علقمہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ☆ تو رسول اللہ صلی اللہ

☆ الفاظ "اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ" نسخہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۱۱۸)
اس آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے: {وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو کسی ظلم کے ذریعے مشکوک نہیں بنایا یہی وہ لوگ ہیں جنہیں امن نصیب ہوگا اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔}

قَالَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ فَأَنْزَلَ اللهُ : إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ. (لقمان: ۱۴)

علیہ وسلم کے صحابہؓ کہنے لگے: ہم میں سے کس نے ظلم نہیں کیا تو اللہ (عزوجل) نے یہ وحی نازل کی: اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ. شرک ہی تو ایک بہت بڑا ظلم ہے۔

تشریح: اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ: ظلم کے معنے وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِهٖ. کسی چیز کو بے محل رکھنا۔ ہر ایک قسم کی بداخلاقی اور ناجائز باتیں ظلم کے مفہوم میں شامل ہیں۔ کُفْرٌ دُوْنَ کُفْرٍ کے عنوان کے ماتحت شرک کو سب سے بڑا کفر قرار دیا گیا ہے اور معمولی بداخلاقی کو بھی کفر قرار دیا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد ظُلْمٌ دُوْنَ ظُلْمٍ کے عنوان کے ماتحت شرک کو سب سے بڑھ کر ظلم قرار دے کر بتلایا کہ وہ کیوں گناہِ عظیم ہے؟ اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے صفات خاصّہ الوہیت دوسروں کی طرف منسوب کر دیئے جاتے ہیں۔ عبادت یعنی محبت واطاعت جو دراصل اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اس میں غیروں کو شریک بنا لیا جاتا ہے۔ انسان جو اس کا بندہ تھا اور اس کی مرضی پوری کرنے کے لئے آیا تھا۔ اپنے نفس کا یا اپنے جیسے انسان کا یا ادنیٰ ادنیٰ ہستیوں کا بندہ بن کر اپنے آپ کو اس مقام سے بہت نیچے گرا دیتا ہے، جس پر کھڑا ہونے کے لئے اسے پیدا کیا گیا۔ حقوق العباد میں ناجائز تصرف جس قدر ظلم ہے۔ حقوق اللہ میں ناجائز تصرف اس سے بدرجہا بڑھ کر ظلم ہے۔ یہ ظلم کا مفہوم ہے جو شرک میں پورے طور پر پایا جاتا ہے۔ شرک دراصل انسان کے غائیہ کمالیہ کو برباد کرنے والا ہے۔

ایمان کی بحث پہلے اثباتی رنگ میں تھی اور اب اس کے متعلق سلبی پہلو لیا گیا ہے۔ آیت وحدیث سے استدلال کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے یہ بتلایا ہے کہ ایمان کامل وہ ہے جو شرک کی ملونی سے بکلی پاک ہو۔ اُولٰٓئِکَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۔(الانعام:۸۳) کامل امن اور ہدایت ایسے ہی لوگوں کا حصہ ہے۔ جن کے ایمان میں کسی قسم کے شرک اور ظلم کی ملونی نہ ہو۔ ایمان اس وقت تک کامل نہیں ۔ جب تک کہ ایک طرف اعمال صالحہ اس کے ساتھ نہیں اور دوسری طرف وہ ہر قسم کے ظلم سے خالی نہیں۔ کیونکہ شرک اور گناہ اور ہر قسم کا کفر اس کو ناقص کرتا رہتا ہے۔

فَاَنْزَ لَ اللّٰهُ ......: فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ......الخ سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ گویا اسی وقت یہ وحی نازل ہوئی۔ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۔ سورۃ لقمان کی آیت نمبر ۱۴ ہے جو مکی زندگی کے درمیانی عرصہ میں نازل ہوئی تھی اور اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ...... الخ۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۸۳ ہے جو ہجرت سے ایک سال پہلے نازل ہوئی تھی۔ گویا ان دونوں سورتوں کے درمیان کم از کم چار پانچ سال کا عرصہ ہے۔ اس لئے الفاظ فَاَنْزَ لَ اللّٰهُ سے سابقہ آیت کا صرف حوالہ دینا اور اس سے استدلال کرنا ہی مراد ہے۔ کسی قرینے (یعنی لفظی یا معنوی مناسبت) سے عرب لوگ بات مختصر بیان کرنے کے عادی تھے اور اس اختصار میں حد درجہ کے غلو تک پہنچے ہوئے تھے۔ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ اَنْزَلَهٗ اَبًا ۔ اس کا لفظی ترجمہ تو یہ ہے کہ ابوبکر (یعنی دادا) کو باپ اتارا۔ لیکن مراد یہ ہے کہ حقوق وراثت میں دادا کو بمنزلہ

باب قرار دے کر اس کو باپ کا حصہ دلایا۔ یہاں بھی اس قسم کا حذف واختصار ہے۔ چنانچہ امام علامہ عینیؒ اور دیگر شارحینؒ نے یہ روایت مستند طریق سے یوں بھی نقل کی ہے۔ فَقَالُوْا اَیُّنَا لَمْ یَلْبِسْ اِیْمَانَهٗ بِظُلْمٍ فَقَالَ لَیْسَ کَذٰلِکَ أَلَا تَسْمَعُوْنَ ....اِلٰی قَوْلِ لُقْمَان.... یعنی آپؐ نے فرمایا: یہ مراد نہیں، لقمان کا قول تم نہیں سنا کرتے۔یعنی اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ. دوسری روایت میں ہے۔ لَیْسَ کَمَا تَظُنُّوْنَ۔جیسا تم سمجھتے ہو وہ نہیں اور ایک تیسری روایت میں ہے۔ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْکُ یعنی یہاں ظلم تو بمعنے شرک ہے۔(عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۲۱۵) غرض سورتوں کی تاریخوں سے نیز ان روایتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سے مراد صرف حوالہ دینا اور استدلال کرنا ہے۔شانِ نزول کے بھی یہی معنے ہیں۔یعنی آیت کو کسی مضمون یا واقعہ پر چسپاں کرنا، جیسا کہ اس میں اور بھی بہت سی مثالیں آگے آئیں گی۔

اَیُّنَا لَمْ یَظْلِمْ: صحابہؓ نے ظلم سے مطلق گناہ مراد لیا ہے۔مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری آیت کے حوالہ سے اس کی تشریح فرما دی کہ ظلم سے مراد شرک ہے۔

بَاب ٢٤: عَلَامَةُ الْمُنَافِقِ

منافق کی علامت

٣٣: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ أَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ أَبُو سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

۳۳: ہم سے سلیمان ابوربیع نے بیان کیا، کہا: اسماعیل بن جعفر نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: نافع بن مالک بن ابی عامر ابوسہیل نے اپنے باپ (مالک) سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔آپؐ نے فرمایا: منافق کی علامت تین باتیں ہیں۔ جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وہ وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔

٣٤: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۳۴: ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے عبداللہ بن مرۃ سے، مرۃ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے

وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ.

فرمایا: چار خصلتیں جس میں ہوں۔ وہ پورا منافق ہوتا ہے اور جس میں ان خصلتوں میں سے ایک ہی خصلت ہو، اس میں نفاق کی بھی ایک ہی خصلت ہوگی۔ جب تک وہ اسے نہ چھوڑ دے۔ اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرتا ہے اور جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب عہد کرتا ہے تو عہد شکنی کرتا ہے اور جب جھگڑتا ہے تو گالی بکتا ہے۔ شعبہ نے بھی اعمش سے روایت کرتے ہوئے سفیان کی طرح یہی بیان کیا۔

تشریح: **عَلَامَةُ الْمُنَافِقِ**: ایمان کی بحث میں نفاق کا ذکر لانے سے بھی وہی مقصود ہے جو کفر اور شرک اور ہر قسم کی بداعتدالی اور ناشائستگی کے ذکر کرنے سے ہے۔ یعنی نفاق بھی ایمان کو ناقص کرنے والا ہے۔ اس باب کی دوسری حدیث سے یہ مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ یعنی جیسے جیسے کسی شخص میں ان علامتوں میں سے کوئی علامت پائی جائے گی ویسے ویسے اس میں نفاق زیادہ اور ایمان کم ہوتا جائے گا۔ نفاق کے معنے ہیں۔ باطن کا ظاہر کے ساتھ مطابق نہ ہونا یا واقعہ کے خلاف ہونا اور نفاق کی جو علامتیں آپؐ نے بتلائی ہیں وہ اس کی صحیح تفسیر ہیں۔ جھوٹ میں انسان کا قول وعدہ خلافی میں انسان کا فعل اور خیانت اور غداری میں اس کی نیت، یہ سب واقعہ کے خلاف ہوتے ہیں۔ دوسری حدیث میں معاہدہ توڑنا اور گالی دینا مذکور ہے اور یہ بھی واقعہ کے خلاف کرنا یا کہنا ہوتا ہے۔ غرض یہ موٹی موٹی مثالیں ہیں نفاق کی حقیقت بیان کرنے کے لئے۔ دل میں ایمان نہ ہو زبان پر ہو، یہ بھی حقیقت حال کے خلاف ہے۔ یا ایمان ہو مگر اقرار نہ ہو، یہ بھی واقعہ کے خلاف ہے۔ یا ایمان ہو، عملاً اس کی تصدیق نہ ہو، یہ بھی واقعہ کے خلاف ہے۔ غرض جو بات بھی یہ رنگ رکھے گی وہ نفاق ہوگا۔ چونکہ نفاق بھی ایمانی حالت میں ایک بہت بڑا نقص ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے ایمان کے بعد اس کا بھی ذکر کیا۔

بَاب ٢٥: قِيَامُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ الْإِيْمَانِ

لیلۃ القدر میں نماز تہجد کے لئے اُٹھنا بھی ایمان ہی سے ہے

٣٥: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

۳۵: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: ابوزناد نے ہم سے بیان کیا۔ ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

ﷺ فرماتے تھے: جولیلۃ القدر میں ایمان کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر اُٹھتا ہے تو جو بھی گناہ اس کے پہلے ہو چکے ہیں ان سے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

تشریح: **قِيَامُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ الْإِيْمَانِ:** ایمان کے متعلق سلبی اعتبار سے بحث کرنے کے بعد امام بخاریؒ نے چار باب یکے بعد دیگرے ایک ہی بات ذہن نشین کرانے کے لئے باندھے ہیں۔ لیلۃ القدر کی گھڑی پانے کی خاطر جس میں دعا قبول ہوتی ہے؛ نماز تہجد کے لئے اٹھنا، خدا تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا، خوشیٔ دل سے رمضان میں تہجد کے لئے اٹھنا، رمضان کے روزے رکھنا، یہ سب باتیں ایمان کی ہی وجہ سے میسر ہوتی ہیں۔ نیز اعمال تب ہی جا کر مغفرت یعنی تزکیہ نفس کا موجب ہوتے ہیں، جب ایمان اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ان کے ساتھ ہو۔

مِنَ الْإِيْمَانِ: مِنْ یہاں سببیہ ہے، جیسا کہ حدیث کے الفاظ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا اس کی تشریح کرتے ہیں۔ ہمارے خیالات، ہمارے اخلاق اور ہمارے سارے اعمال اسلامی تعلیم کی رو سے تب ہی کامل روحانیت کا جامہ پہنتے ہیں، جب وہ محض اللہ تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت اس کی خوشنودی کے لئے ہوں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی- زیرِ عنوان: روحانی حالتیں۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۷)

ایک تو ان احادیث سے یہ بات واضح کی گئی ہے اور دوسرے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ سب باتیں غیر معمولی جستجو اور جدوجہد کی محتاج ہیں۔ ان کے کرنے کے لئے انسان کو اپنے نفس کا بہت کچھ مقابلہ کرنا اور سختیاں جھیلنا اور اپنے آرام کو چھوڑنا پڑتا ہے اور ان باتوں کی توفیق ناقص ایمان سے نہیں ملتی۔ کسی کا ایمان جس قدر زیادہ ہوگا وہ اسی قدر جدوجہد اور خوشیٔ نفس سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرے گا۔ ایمان کی کسی ناقص حالت پر قانع ہو جانا یا دوسروں کو اس پر مطمئن کر دینا شریعت کو ایک بوجھ بنا دینا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس مضمون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں ہی واضح کر دیا ہے۔ یعنی ایمان کی ایک ایسی حالت بھی ہوتی ہے کہ اس میں انسان کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں بار بار قربان ہو۔ بوجہ اس لذت کے جو وہ اس قربانی میں محسوس کرتا ہے۔

جو حدیث باب اَلدِّيْنُ يُسْرٌ وَّقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَى اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ میں لائے ہیں۔ وہ بھی اپنے اسی مقصد کو واضح کرنے کے لئے لائے ہیں۔

غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ: مغفرت سے مراد تزکیہ نفس ہے، جیسا کہ اس سے پہلے حدیث نمبر ۲۰ کی تشریح میں واضح کیا جا چکا ہے کہ نیکیوں کے ذریعہ سے بدیاں پردۂ خفاء میں چلی جاتی ہیں اور جب نیکیوں کا غلبہ ہوتا ہے تو بدیوں کے اثرات نیچے دب جاتے ہیں۔ یہی معنے مغفرت کے ہیں۔ اس کا مفہوم لفظ بخشش قطعاً ادا نہیں کر سکتا۔ مغفرت کا لفظ اپنے اندر وہ فلسفہ رکھتا ہے۔ جس کی تصدیق آج علم النفس سے بھی ہوتی ہے۔ علم النفس کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس بشری ایک دو پہلو عالم ہے۔ ایک پہلو کا تعلق خارجی دنیا سے ہے، جس کے مؤثرات صحیفہ نفس پر اپنے اپنے اثرات ڈالتے

ہیں۔نفس کے اس خارجی پہلو کونفس واعیہ کہتے ہیں اور دوسرا پہلو اس کا وہ باطن ہے جس میں خارج سے آمدہ اثرات اسی طرح غائب ہو جاتے ہیں، جس طرح پتھر پانی میں جا کر غائب ہو جاتا ہے۔ وہ غائب شدہ اثرات پس پردہ رہ کر خاموشی سے اپنا کام کرتے رہتے ہیں اور الگ اپنی ایک نئی دنیا بناتے ہیں۔ اس باطنی دنیا کو عربی زبان میں نفس غیر واعیہ کہتے ہیں۔ نفس واعیہ سے گناہ کے اثر کا نفس غیر واعیہ میں جا کر ایسا چھپ جانا کہ پھر وہ اُبھرنے نہ پائے۔ یہ اصل مفہوم ہے لفظ مغفرت کا جو توبہ اور نیک اعمال بجالانے اور خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تکمیل پاتا ہے۔ جو شخص راتوں کو ایک مہینہ بھر اُٹھ اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں گریہ وزاری کرے گا اور ہر گھڑی کو دعا کی قبولیت کا وقت سمجھ کر اس کے حضور بار بار گرتا رہے گا، وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے رحم کا مستحق ہوگا اور اس کے باطن سے گناہ کے دھبے دھوئے جائیں گے۔

بَاب ٢٦ : اَلْجِهَادُ مِنَ الْإِيْمَانِ

جہاد بھی ایمان سے ہے

٣٦: حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ انْتَدَبَ اللهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيْلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيْمَانٌ بِي وَتَصْدِيْقٌ بِرُسُلِي أَنْ أُرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ وَلَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ.

٣٦: ہم سے حرمی بن حفص نے بیان کیا، کہا: ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عمارہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: ابوزرعہ بن عمرو بن جریر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ (عزوجل) نے اس شخص کے لئے جو اس کی راہ میں نکلتا ہے۔ یہ اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ میں یا تو اسے مع اس اجر یا مال غنیمت کے جو اُس نے حاصل کیا اسے واپس لوٹا دوں گا یا اسے جنت میں داخل کروں گا۔ بشرطیکہ مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق نے ہی اسے (جہاد کے لئے) نکالا ہو اور اگر مجھے اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں ہر دستہ فوج کے ساتھ جاتا اور میری تو خواہش ہے کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر مارا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں۔

تشریح: **لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ:** یہ جوفرمایا: لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ یعنی اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میری امت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ایسا کرتا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح تجربہ ہو چکا تھا کہ صحابہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی کمال حرص تھی۔ آپؐ کے اسوۂ حسنہ میں اس قدر قوت جاذبیت اور تاثیر تھی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال بجالانے میں اپنی امت کا خیال رہتا تھا کہ کہیں آپؐ کا عمل درآمدان کے لئے ایسا رنگ نہ اختیار کر لے جوان کو زیادہ مشقت میں ڈال دینے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا آپ کو عشق تھا۔ جیسا کہ مخالفین بھی عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَّبَّهٗ کے الفاظ میں اسی عشق کا ذکر کرتے تھے۔ مگر اس عشق کے ساتھ اپنے نفس پر ضبط بھی تھا۔ عقل نے ایک لمحہ بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ جو لوگ اپنے اعمال میں افراط سے کام لیتے ہیں، ان کے لئے اس میں ایک سبق ہے۔ اندھا دھند اپنے جذبات کے پیچھے پڑ جانا یہ نہ کمالِ ایمان کی علامت ہے اور نہ کوئی اعلیٰ نیکی ہے۔ حداوسط پر ہی قائم رہنا نیکی کا کمال ہے، کیونکہ اس میں نفس کے ساتھ جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔

بَاب۲۷ :تَطَوُّ عُ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنَ الْإِيْمَانِ

رمضان میں نفل پڑھنے کے لئے اُٹھنا بھی ایمان ہی سے ہے

۳۷ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

۳۷: ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حُمید بن عبد الرحمٰن سے۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان میں جو شخص ایمان کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر اٹھتا ہے تو اس سے جو گناہ پہلے ہو چکے ہیں، ان سے اس کی مغفرت کی جاتی ہے۔

بَاب۲۸ :صَوْمُ رَمَضَانَ احْتِسَابًا مِّنَ الْإِيْمَانِ

اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر رمضان کے روزے رکھنا بھی ایمان سے ہی ہے

۳۸ : حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

۳۸: ہم سے (محمد) بن سلام (بیکندی) نے بیان کیا، کہا: محمد بن فضیل نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: یحيٰ بن سعید نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان میں جو شخص ایمان کی وجہ سے اور اللہ کی رضا جوئی کی خاطر روزہ رکھتا ہے اس سے جو بھی گناہ پہلے ہو چکے ہیں، ان سے اس کی مغفرت کی جاتی ہے۔

بَاب ۲۹ : اَلدِّيْنُ يُسْرٌ

دین آسان ہے

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَى اللهِ الْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ کو سب سے زیادہ پیارا دین یہ ہے کہ انسان سیدھا برجوع الی اللہ ہو۔ ہر ایک ٹیڑھے پن سے مبرا ہو اور اعمال کو آسانی سے بجالانے والا ہو۔

۳۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مَّعْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغِفَارِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ.

۳۹: ہم سے عبدالسلام بن مطہر نے بیان کیا، کہا: عمر بن علی نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے معن بن محمد غفاری سے، انہوں نے سعید بن ابی سعید مقبری سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: دین تو آسان ہے اور جو کوئی بھی دین میں حد سے بڑھے گا تو دین اس کو مغلوب کر دے گا۔ اس لئے ٹھیک راہ چلو اور حدود کے قریب قریب رہو اور خوش رہو اور صبح و شام دعا و ذکر سے اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتے رہو اور ایسا ہی کچھ پچھلی رات کو بھی۔

تشریح: اَلْحَنِيْفِيَّةُ: حنف سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں۔ میلان، ایک طرف جھکنا۔ حنیف کے معنی جھکا ہوا۔ مجازاً سیدھے کو بھی کہتے ہیں۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب تھا۔ آپؑ اللہ تعالیٰ کی طرف ہمیشہ جھکے رہتے تھے۔ نہ اعتقاد میں کوئی ٹیڑھا پن تھا نہ عمل میں۔ اَلسَّمْحَةُ سہولت اور آسانی یعنی اعمال آسانی اور خوشی سے بجالانا۔ عنوان باب کے الفاظ بھی حدیث نبوی کے الفاظ ہیں۔ جو امام بخاریؒ نے کتاب الادب المفرد باب سخاوة

النفس روایت نمبر ۲۸۷ میں موصولاً نقل کئے ہیں اور احمد بن حنبلؒ نے بھی یہ حدیث موصولاً روایت کی ہے۔
(مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عباس، جلد اول صفحہ ۲۳۰ روایت نمبر ۲۰۰۳)

لَنْ يُّشَادَ الدِّيْنَ: سے مراد اعمال میں تشدد و مبالغہ کرنا ہے۔ سَدِّدُوْا. سِدَادٌ سے مشتق ہے۔ یعنی میانہ روی اختیار کرو۔ قَارِبُوْا کے ایک تو معنے حدود کے قریب رہنا ہے اور دوسرے یہ معنی بھی ہیں کہ اعمال ایسے ہوں جو دن بدن اللہ تعالیٰ کے قرب کا موجب ہوں۔ **الغَدْوَةُ** سے مراد دن کا پہلا حصہ۔ **الرَّوْحَةُ** دن کا پچھلا حصہ۔ **الدُّلْجَةُ** رات کا آخری حصہ۔ یعنی ان اوقات میں ذکر الٰہی و دعاؤں سے مدد لو۔ تا تمہیں قرب الٰہی کا مقام حاصل ہو۔ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد قرآن مجید کے اس حکم کے ماتحت ہے: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ وَّمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا. (الدھر: ۲۶-۲۷) {ترجمہ: اور اپنے ربّ کے نام کا صبح بھی ذکر کر اور شام کو بھی اور رات کے ایک حصہ میں اس کے حضور سجدہ ریز رہ۔ اور ساری ساری رات اُس کی تسبیح کرتا رہ۔} امام بخاریؒ کا ان احادیث سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ عقائد کو پیچیدہ در پیچیدہ بنا کر اعمال کی راہ میں مشکلات ڈال دینا یہ اسلام کی روح کے بالکل مخالف ہے۔ آنحضرت ﷺ کا کبھی یہ مقصد نہیں ہوا۔

بَاب ۳۰: اَلصَّلَاةُ مِنَ الْإِيْمَانِ

نماز بھی ایمان کا ایک جزو ہے

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَ مَا كَانَ اللهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ (البقرة: ۱۴۴) **يَعْنِي صَلَاتَكُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ.**

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ سے مراد تمہاری وہ نماز ہے جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے تم نے پڑھی تھی۔ اللہ اس کو ضائع نہیں کرے گا۔

۴۰: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَزَلَ عَلَى أَجْدَادِهِ أَوْ قَالَ أَخْوَالِهِ مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَنَّهُ صَلَّى قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا

۴۰: ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا: زہیر نے ہمیں خبر دی انہوں نے کہا: ابواسحاق نے حضرت براءؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ پہلے پہل جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو آپؐ انصار میں سے اپنے ننہال یا کہا کہ اپنے ماموؤں کے پاس مہمان ٹھہرے اور یہ کہ آپؐ بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) سولہ یا سترہ ماہ نماز پڑھتے رہے۔ اور آپؐ کو یہی اچھا معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ کا قبلہ

وَكَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهُ قِبَلَ الْبَيْتِ وَأَنَّهُ صَلَّى أَوَّلَ صَلَاةٍ صَلَّاهَا صَلَاةَ الْعَصْرِ وَصَلَّى مَعَهُ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ صَلَّى مَعَهُ فَمَرَّ عَلَى أَهْلِ مَسْجِدٍ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ فَقَالَ أَشْهَدُ بِاللهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ وَكَانَتِ الْيَهُوْدُ قَدْ أَعْجَبَهُمْ إِذْ كَانَ يُصَلِّي قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَأَهْلُ الْكِتَابِ فَلَمَّا وَلَّى وَجْهَهُ قِبَلَ الْبَيْتِ أَنْكَرُوْا ذَلِكَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ فِي حَدِيْثِهِ هَذَا أَنَّهُ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ أَنْ تُحَوَّلَ رِجَالٌ وَّقُتِلُوْا فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى: وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ .(البقرة: ١٤٤)

بیت اللہ کی طرف ہو اور یہ کہ آپؐ نے پہلی نماز جو (اس کی طرف منہ کر کے) پڑھی وہ عصر کی نماز تھی اور آپؐ کے ساتھ کچھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی۔ جنہوں نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی تھی، ان میں سے ایک شخص باہر گیا اور ایک مسجد والوں کے پاس سے گذرا اور وہ رکوع میں تھے تو اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھی ہے۔ یہ سن کر وہ جس حالت میں تھے۔ اسی حالت میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور جب آپؐ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے تو یہودی بھی خوش تھے اور اہل کتاب (یعنی نصاریٰ) بھی۔ اور جب آپؐ نے اپنا منہ بیت اللہ کی طرف پھیرا تو انہوں نے اسے بُرا منایا۔ زُہَیر کہتے تھے کہ ابواسحاق نے اپنی اس حدیث میں حضرت براءؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں یہ بھی بتلایا کہ کچھ لوگ پہلے قبلہ پر ہی پیشتر اس کے کہ وہ تبدیل ہوا، فوت ہو گئے تھے اور مارے گئے تھے اور ہم نہیں جانتے کہ ان کے متعلق کیا کہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل کی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا۔

تشریح: **الصَّلٰوةُ مِنَ الْاِیْمَانِ** : سابقہ حدیث بطور جملہ معترضہ کے تھی تا نفس مضمون واضح ہو جائے اور اس باب میں پھر اصل مضمون کی طرف عود کر کے بتلایا ہے کہ نماز کو بھی ایمان قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ ایک عمل ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ (البقرۃ:۱۴۴) سے استدلال کیا ہے کہ سوال تو ان نمازوں کے ضائع ہونے کا تھا، جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھی گئیں۔ مگر جواب یہ دیا ہے کہ تمہارے ایمان کو وہ ضائع نہیں کرنے کا۔ اس سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ چونکہ ادھر یا اُدھر منہ کرنے کا اصل باعث ایمان تھا۔ پس جس چیز پر اعمال کا اصل دارومدار

تھا، وہ اب بھی قائم ہے۔ اس لئے محولہ بالا آیت میں اس باعث کا ذکر کیا، جو اعمالِ صالحہ کا محرک ہے۔ صحابہ کرامؓ کا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بھی کسی اپنی خواہش کے ماتحت نہ تھا اور بیت اللہ کی طرف منہ کرنا بھی اپنی خواہش کے ماتحت نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت تھا۔

وَكَانَ يُعْجِبُهُ اَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهُ قِبَلَ الْبَيْتِ: اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود پسند کرنے اور خواہش رکھنے کے ایک لمبے عرصہ تک بیت المقدس کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ اگر بیت اللہ کو قبلہ بنا لیتے تو قریش و دیگر عربی قبائل کا؛ جن کو بیت اللہ سے حد درجہ کی وابستگی تھی؛ دین اسلام میں داخل ہو جانا آسان تھا۔ مگر باوجود اپنی خواہش کے آپؐ نے بیت المقدس کو نہیں چھوڑا۔ کیونکہ سابقہ شریعت کے ذریعہ سے آپ کو یقینی علم تھا کہ مشیئتِ الٰہی نے لوگوں کے لئے اس کو قبلہ ٹھہرایا ہوا ہے۔ اس لئے اپنی خواہش کو اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے ماتحت اس وقت تک رکھا جب تک کہ تحویل قبلہ کے متعلق صریح حکم نہیں آ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پاک نمونہ ہمارے لئے ابدالآباد تک ستارہ قطب کی طرح رہنما رہے گا کہ ہمارے حرکات و سکنات اپنی خواہش کے ماتحت نہیں بلکہ اس کی مرضی کے ماتحت ہونے چاہئیں۔ یہ ہے ایمان کا کمال اور انسان کے سارے اعمال کی زینت۔ یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش ابراہیمی تعلق کی وجہ سے تھی اور نیز ان سابقہ پیشگوئیوں کو مدنظر رکھ کر تھی، جن کا ماحصل یہ ہے کہ نبوت اور برکات الٰہیہ کا مرکز بیت المقدس سے منتقل ہو کر مکہ مکرمہ ہوگا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تشریح روایت نمبر ۳۔ نیز متی باب ۲۳، آیت: ۳۷؛ باب ۲۱ آیت: ۴۳)

فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ: صحابہؓ کا نمونہ بھی کیا پیارا ہے۔ تحویل قبلہ کی خبر سن کر نماز ہی میں قبلہ رُخ ہو گئے اور ایک لحظہ کے لئے بھی تردّد نہ کیا۔ حالانکہ ایک کام کی عادت کچھ نہ کچھ تو اپنا اثر دکھلاتی ہے۔ مگر وہ نہایت سہولت سے رکوع کی حالت میں ہی سب کے سب یکدم قبلہ کی طرف پھر گئے۔ گویا فوجی قواعد تھے۔ اس کی بھی ضرورت نہ سمجھی کہ تحقیق کر لیں۔ یہ ہے وہ اعتماد ایک دوسرے کی صداقت پر اور یہ ہے وہ مستعدی جو اسلام اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے کے لئے چاہتا ہے۔ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَى اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ۔ آستانہ الٰہی پر جھکے رہنے اور سہولت سے اعمال کا بجالانے کا یہ ایک نمونہ ہے۔ جس کی مثال امام بخاریؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے اسوۂ حسنہ سے پیش کر کے ایمان و اسلام کی حقیقت آشکار کر دی ہے۔ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ . قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (البقرة: ۱۳۲)

اَنْكَرُوْا ذٰلِكَ: اس ضمن میں ان یہودیوں کا نمونہ قابل توجہ ہے جو یہ سمجھ کر کہ قبلہ بھی ہمارا ہی قبلہ ہے، توحید و رسالت موسوی کا بھی اقرار ہے، مسلمان تورات کو بھی مانتے ہی ہیں، اتنا بڑا فرق نہیں؛ یہ سمجھ کر اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ مگر چونکہ یہ اسلام صرف اپنی خواہش کا اسلام تھا، اس لئے وہ تحویل قبلہ پر فوراً مرتد ہو گئے۔ ایسا ایمان ہمیشہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ انسان کبھی مامون نہیں رہ سکتا۔

یہ فرق واضح کرنے اور اَلْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ کا مفہوم سمجھانے کے لئے مذکورہ بالا حدیث امام بخاریؒ یہاں لائے ہیں۔ چنانچہ امام موصوفؒ نے اپنی عادت کے مطابق اس نکتہ کی طرف توجہ دلانے کے لئے اس کے بعد حُسْنُ اِسْلَامِ الْمَرْءِ

کا باب قائم کیا ہے۔اس میں بتلایا ہے کہ عمل کی قیمت کثرتِ عمل سے نہیں، بلکہ اس روحِ اخلاص واطاعت کے ساتھ ہے جو عمل کے پیچھے کام کررہی ہوتی ہے۔ایک چھوٹے سے چھوٹا عمل سات سوگنا ثواب کا موجب ہوجاتا ہے۔لیکن اس کے بالمقابل بظاہر نمازوں اور روزوں کی بھرمار ہوتی ہے مگر نتیجہ کچھ بھی نہیں۔تیسری حدیث جو اَحَبُّ الْعَمَلِ اَدْوَمُهُ کے باب میں امام موصوفؒ نے نقل کی ہے۔اس سے بھی انہوں نے اپنا مقصد اور واضح کردیا ہے۔

بَاب ٣١: حُسْنُ إِسْلَامِ الْمَرْءِ

آدمی کے اسلام کی خوبی

٤١: قَالَ مَالِكٌ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا أَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ إِسْلَامُهُ يُكَفِّرُ اللهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَفَهَا وَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللهُ عَنْهَا.

۴۱: مالک نے کہا: زید بن اسلم نے مجھے بتلایا کہ انہیں عطاء بن یسار نے بتایا کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔آپؐ فرماتے تھے کہ اگر بندہ اللہ کا فرمانبردار ہوجائے اور پھر اس کی فرمانبرداری نہایت عمدہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر بدی جو وہ پہلے کرچکا ہوگا دور کردے گا اور اس کے بعد بدلہ یہ ہوگا کہ ایک نیکی کے عوض دس گنا سے سات سوگنا تک (ثواب ہوگا) اور بدی کا معاوضہ اتنا ہی رہے گا، سوائے اس کے کہ اللہ اس (بدی) سے درگذر کردے۔

٤٢: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِعَشَرِ أَمْثَالِهَا

۴۲: ہم سے اسحاق بن منصور نے بیان کیا۔انہوں نے کہا: عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا کہ معمر نے ہمیں بتلایا۔معمر نے ہمام سے۔ہمام نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی اپنے اسلام پر عمدگی سے قائم ہوتو پھر ہر ایک نیکی

إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا.

جو وہ کرے گا اس کے لئے دس گنا سے سات سو گنا تک لکھی جائے گی اور ہر بدی جو وہ کرے گا اس کے لئے اتنی ہی لکھی جائے گی۔

تشریح: حَسُنَ اِسْلَامُهٗ : حَسُنَ اِسْلَامُهٗ سے یہی مراد ہے کہ اعمال میں اپنی خواہشات کا قطعاً دخل نہ ہو اور ایمانی حالت کی یہ کیفیت ہو کہ اعمال مشقت نہ سمجھے۔

وَكَانَ الْقِصَاصُ بَعْدَ ذٰلِكَ: ایسی حالت میں نہ صرف نیک عمل کی قیمت وقدر بڑھ جاتی ہے۔ بلکہ اگر اتفاق سے کسی بدی کا ارتکاب بھی ہو جائے تو اس کا دائرہ تاثیر بوجہ نیکی کی روح غالب ہونے کے نہایت محدود ہوگا۔ سات سو گنا سے مراد اس کی عظمت سمجھانا ہے ورنہ خدا تعالیٰ کا انعام ایسے بندوں کے لئے غَيْرُ مَمْنُوْن یعنی دائمی ہوتا ہے۔

بَاب ۳۲: أَحَبُّ الدِّيْنِ إِلَى اللهِ أَدْوَمُهُ

اللہ (عزوجل) کے نزدیک زیادہ پیارا عمل وہی ہے جو ہمیشہ ہی ہوتا رہے

۴۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَأَةٌ قَالَ مَنْ هَذِهِ قَالَتْ فُلَانَةُ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللهِ لَا يَمَلُّ اللهُ حَتَّى تَمَلُّوْا وَكَانَ أَحَبَّ الدِّيْنِ إِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ.

۴۳: ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا (انہوں نے کہا) کہ ہمیں یحییٰ نے بتلایا۔ انہوں نے ہشام سے روایت کی۔ کہا کہ میرے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا کہ وہ کہتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں آئے۔ اس وقت ان کے پاس ایک عورت تھی۔ فرمایا: یہ کون ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: فلاں عورت ہے۔ اپنی نماز کا ذکر کرتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: بس رہنے دو۔ اتنا ہی کرو جتنا تم کر سکتے ہو۔ بخدا اللہ نہیں اُکتائے گا مگر تم اُکتا جاؤ گے اور سب سے زیادہ پیارا عمل اسے وہی ہے جسے کرنے والا ہمیشہ کرتا رہے۔

تشریح: اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهٗ: اس میں ایک عورت کا ذکر ہے جو نمازیں بہت پڑھا کرتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا اور فرمایا: عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ کسی عارضی جذبہ کے ماتحت لمبی لمبی نمازیں شروع کر دینا اور پھر جب وہ جوش وخروش جاتا رہے تو اس حالت پر قائم نہ رہنا یہ ایمان کا خاصہ نہیں۔ صحیح ایمان میں دوام عمل ہوتا ہے اور اس کے ماتحت عقائد منطقی پیچیدگیوں سے اور اعمال افراط وتفریط سے خالی ہوتے ہیں۔

خالص ایمان کے ساتھ عرفان ومحبت کی ایک ایسی کیفیت ہوتی ہے، جو اطاعت کو مشقت نہیں بلکہ روح کی لذت بنا دیتی ہے۔ ورنہ ناقص ایمان کے ساتھ انسان ہمیشہ خطرہ میں رہتا ہے۔

بَاب٣٣: زِيَادَةُ الْإِيْمَانِ وَنُقْصَانُهُ

ایمان کا بڑھنا گھٹنا

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالٰى وَزِدْنَاهُمْ هُدًى (الكهف: ١٤) وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِيْمَانًا (المُدثّر: ٣٢) وَقَالَ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (المائدة: ٤) فَإِذَا تَرَكَ شَيْئًا مِّنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ... اور ہم نے انہیں راست روی میں بڑھا دیا ہے اور فرمایا: وہ جو ایمان لا چکے ہیں، اُنہیں ایمان میں بڑھاتا ہے۔ فرمایا: آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ اس لئے اگر کوئی کمال میں سے کچھ چھوڑ دے تو وہ ناقص ہوگا۔

٤٤: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ شَعِيْرَةٍ مِّنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ بُرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِيْمَانٍ مَّكَانَ مِنْ خَيْرٍ.

۴۴: ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا: ہشام نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ قتادہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حضرت انسؓ سے، حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ کا اقرار کیا اور اس کے دل میں جَو برابر بھی نیکی ہوئی تو وہ آگ سے نکل جائے گا اور جس نے لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کیا اور اس کے دل میں گیہوں کے دانے کے برابر نیکی ہوئی وہ بھی آگ سے نکل جائے گا اور جس نے لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کیا اور اس کے دل میں ذرہ بھر بھی بھلائی ہوئی وہ بھی آگ سے نکل آئے گا۔ ابوعبداللہ (محمد بن اسماعیل بخاریؒ) نے کہا: ابان کہتے تھے کہ قتادہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بھلائی کی جگہ ایمان کا لفظ ہمیں بتلایا۔

٤٥: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ سَمِعَ جَعْفَرَ بْنَ عَوْنٍ حَدَّثَنَا أَبُوالْعُمَيْسِ أَخْبَرَنَا قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْيَهُوْدِ قَالَ لَهُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقْرَءُوْنَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا قَالَ أَيُّ آيَةٍ قَالَ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا (المَائِدة: ٤) قَالَ عُمَرُ قَدْ عَرَفْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ.

۴۵: ہم سے حسن بن صباح نے بیان کیا۔ انہوں نے جعفر بن عون سے سنا کہ انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو العمیس نے بیان کیا کہ قیس بن مسلمؒ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے طارق بن شہاب سے، طارق نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کی کہ یہود میں سے کسی شخص نے ان سے کہا۔ امیر المومنین! آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے جسے آپ پڑھتے ہیں۔ اگر وہ ہم پر یعنی یہود کی قوم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: وہ کون سی ہے؟ اس نے کہا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ... یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تمہیں اپنی نعمت ساری کی ساری عطا کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے پسند کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا: ہمیں وہ دن معلوم ہے اور وہ جگہ بھی جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ آپؐ اس وقت جمعہ کے دن عرفات میں کھڑے تھے۔

تشریح: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیات واحادیث کی بناء پر ایمان کی ناقص و کامل حالتوں کے متعلق مختلف اعتبارات سے بحث کرتے ہوئے آخر میں آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ سے واضح کر دیا ہے کہ اسلام جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے وہ کامل دین ہے جس کی طرف آیت مذکورہ اشارہ کرتی ہے اور وہی اصل میں اس کامل نعمت کا متکفل ہے جس پر مسلمانوں کو فخر ہے۔ یعنی وہ دین جو بلحاظِ اعتقاد و اعمال کے ہر قسم کے کفر و شرک و نفاق کی آمیزش سے پاک ہو (المائدہ:۴) اور جس کے ساتھ کسی قسم کے ظلم یعنی افراط و تفریط کی ملونی نہیں (الانعام:۸۲) اور جہالت کی باتوں سے اجتناب ہو۔ اپنوں اور غیروں کے لئے سلامتی و امن کا موجب ہو (روایت ۲۸، ۳۰) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشاں ہو، محبت کے جذبات اپنے دل میں رکھتا ہو اور یہ محبت محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہو (حدیث نمبر ۶) بد اعتقادی اور بدی سے نفرت ہو (حدیث نمبر ۲۲) اور انسان اپنے

ایمان میں ایسے مقام پر ہو کہ اپنی موجودہ حالت کو ناقص سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور مغفرت اور تزکیہ نفس اور ترقی درجات کی ہمیشہ آرزو کرتا رہے (حدیث نمبر ۴۴) اور اپنے دین کو ہر فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لئے کوشاں ہو (حدیث نمبر ۱۹) اور اس کا ایمان صرف ذہنی تصورات تک ہی محدود نہ ہو بلکہ جذبات میں تبدیل ہو کر حلاوت کا مزہ دیتا ہو (حدیث نمبر ۱۶) اور اعمال میں نہ ظاہر داری ہو اور نہ ان میں تکلف محسوس کرے بلکہ لذت پائے (حدیث نمبر ۱۸) اور ان کے بجالانے میں مستعدی ونشاط ہو اور اپنی خواہش کا دخل نہ ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور اس کی خوشنودی اس کے ایمان کا خمیر ہو (روایت نمبر ۳۹، ۴۰) اور محبت وذوق وشوق اس کی روحِ رواں ہو۔ یہ وہ ایمان واسلام ہے جو اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:۴) کا مصداق ہے اور جو اپنوں کے لئے مایہ ناز اور غیروں کے لئے جائے رشک۔ نہ وہ ایمان جو ذرہ کے برابر سب دلوں میں ہے (حدیث نمبر ۴۳، ۴۴) اور جو جہنم کی سزا سے بچانے والا نہیں، جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے مومن اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والے بھی اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے کامل مفہوم کو واضح کرنے کے لئے دو حدیثیں یکے بعد دیگرے عین مناسبت کی وجہ سے لائے ہیں۔ ورنہ یہ ذرّہ برابر اور گندم والا ایمان تو وہ نہیں جو یہودیوں کے رشک کا باعث بنا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس جدوجہد کے باوجود بعض مومن ساز لوگ آج کل بھی سارے جہان کو مسلمان بنانے کی کوشش میں ہیں اور وہ ان مرجئہ کی طرح ہیں جو اپنے غائیہ کمالیہ کو تحت الثریٰ میں لاکر ایمان کی قیمت کالعدم کرنا چاہتے ہیں۔ کاش! ایسے لوگ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فتح الباری کا یہ فقرہ بھی غور سے پڑھ لیتے: اِنَّهُ اَعَادَهُمَا لِيُوَطِّئَ بِهِمَا مَعْنَى الْكَمَالِ الْمَذْكُوْرِ فِيْ الْآيَةِ الثَّالِثَةِ لِاَنَّ الْاِسْتِدْلَالَ بِهِمَا نَصٌّ فِيْ الزِّيَادَةِ. (فتح الباری جزءاول صفحہ ۱۳۹) یعنی ان آیتوں سے جو یہاں دہرائی گئی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ایمان کا کمال ظاہر کرنا ہے۔ یہ مومن ساز لوگ کم از کم اتنی دیانتداری کا اظہار تو کر دیتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب کے لانے سے اصل منشاء کیا ہے اور نفس مضمون کے ساتھ اس کا کیا تعلق۔ اور اگر ذرہ عقل سے کام لیں تو اسی آیت میں دین کے کامل ہونے کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ ثمرات بھی کامل ہیں۔ اتمام نعمت کی تفصیل سورۂ نساء آیت نمبر ۷۰ میں ملاحظہ ہو۔

قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ: حضرت عمرؓ نے یہودی کو عمدہ جواب دیا ہے کہ یہ آیت ایسے وقت میں نازل ہوئی تھی جب دو عیدیں جمع ہو گئیں تھی۔ عرفہ کا دن تھا جس کی رات عید کی رات ہوتی ہے۔ اس دن جمعہ بھی تھا جو مسلمانوں کی عید ہے۔ یعنی مشیئتِ الٰہی ہی نے اس دن کو ہمارے لئے عید بنا دیا تھا۔ طبری وطبرانی وغیرہ نے رجاء بن ابی سلمہ کی روایت نقل کی ہے کہ یہ یہودی کعب الاحبار تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ (فتح الباری جزءاول صفحہ ۱۴۱)

بَاب ٣٤ : اَلزَّكَاةُ مِنَ الْإِسْلَامِ

زکوۃ بھی اسلام ہی سے ہے

وَقَوْلُهُ وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوْا اللهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاءَ وَيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوْا الزَّكَاةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ .(البيّنة: ٦)

اور اللہ (عزوجل) کا یہ فرمانا: وَمَآ أُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ. یعنی انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ ہی کی عبادت کریں۔ اس کے لئے اطاعت کو خالص کرنے والے ہوں۔ اسی کے لئے ہوں اور نماز سنوار کر پڑھیں اور زکوۃ دیں اور یہی سیدھا پائدار دین ہے۔

٤٦ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمِّهِ أَبِي سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ يُسْمَعُ ☆ دَوِيُّ صَوْتِهِ وَلَا يُفْقَهُ ☆ مَا يَقُوْلُ حَتَّى دَنَا فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ

۴۶: ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا کہ مالک بن انس نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے اپنے چچا ابوسہیل بن مالک سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ اہل نجد میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ پراگندہ بال تھا اور ہم ☆ اس کی آواز کی گنگناہٹ سنتے تھے اور ہماری ☆ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک آیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اسلام کے متعلق پوچھ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دن رات میں پانچ نمازیں۔ اس پر اس نے کہا: کیا ان کے علاوہ میرے ذمہ کچھ اور بھی ہے؟ فرمایا: نہیں۔ سوائے اس کے کہ تو اپنی خوشی سے کچھ پڑھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور رمضان کے روزے بھی۔ اس نے کہا: کیا اس کے علاوہ میرے

☆ الفاظ يُسْمَعُ دَوِيُّ اور لَا يُفْقَهُ کی جگہ نسخہ بولاق اور انصاریہ میں الفاظ نَسْمَعُ دَوِيَّ اور لَا نَفْقَهُ ہیں۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۱۴۲) ترجمہ نَسْمَعُ اور لَا نَفْقَهُ کے مطابق ہے۔

قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللهِ لَا أَزِيْدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ.

ذمہ کچھ اور بھی ہے؟ فرمایا: نہیں۔سوائے اس کے کہ تو اپنی خوشی سے اور روزے رکھے۔ (حضرت طلحہؓ ابن عبیداللہ) کہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے زکوۃ کا بھی ذکر کیا اور اس نے کہا: کیا میرے ذمہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے؟ فرمایا: نہیں۔ سوائے اس کے کہ تو اپنی خوشی سے صدقہ دے۔ حضرت طلحہؓ کہتے تھے: اس پر وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا اور وہ کہہ رہا تھا: بخدا میں نہ اس سے زیادہ کروں گا اور نہ ہی کم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کامیاب ہو گیا اگر وہ سچا ہے۔

تشریح: **الزَّكٰوةُ مِنَ الْإِسْلَامِ:** امام بخاری علیہ الرحمۃ ایک ایک اشارہ سے اپنے مضمون کو واضح سے واضح کرتے چلے جارہے ہیں۔ باب باندھا ہے زکوۃ کا اور قرآن مجید میں زکوۃ کے متعلق بہت سی آیتیں ہیں مگر ان تمام آیات میں سے وہ آیت چنی ہے جس کا تعلق زکوۃ کے ساتھ اتنا نہیں جتنا اخلاصِ عمل وروحِ حنیفیت کے ساتھ ہے اور پھر اس آیت کے ماقبل جو مضمون ہے وہ یہ ہے: لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ. (البینة: ۲) یعنی اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو کافر ہیں وہ اپنے کفر سے باز نہیں آنے کے، جب تک البیّـنَة ان کے پاس نہ آجائے۔ یعنی وہ رسول جو کامل حق کھول کر بیان کرنے والا ہو اور کامل معرفت کی راہ وہ مخلصانہ عبودیت وحنیفیت ہے جو اسلام کی اصل روح ہے اور جو کفار کو ان کے کفر سے نکالنے کا اصل باعث ہوسکتی ہے۔

اس باب کے ماتحت جو حدیث لائی گئی ہے اس کے یہ الفاظ **قَدْ اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ** قابل غور ہیں۔ صدق ایمان اور صدق عمل پر ہی ساری کامیابی کا دارومدار ہے۔ محض زبان کا اقرار کچھ معنی نہیں رکھتا۔ مومن ساز لوگ ذرہ غور سے بخاری کا مطالعہ کریں، تا معلوم ہو کہ امام موصوفؒ کا مقصد کیا ہے۔

زکوۃ کے متعلق اس آیت وحدیث سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال کرنے سے مقصد درحقیقت یہ سمجھانا ہے کہ پاکیزگی اور روحانی فلاح کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ ایمان ہے۔ جو خالص صحیح عقائد پر مبنی ہو اور اسلام بھی وہی معتبر ہے جس کے ساتھ مخلصانہ اعمال ہوں۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ لفظ اسلام میں عملی پہلو مدنظر ہے۔ ایمان واسلام دین کے دو جزوِ اعظم ہیں۔ جو پہلو بہ پہلو ایک دوسرے سے سہارا لئے ہوئے کھڑے ہیں۔ اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دونوں کو پہلو بہ پہلو بیان کرتے جارہے ہیں۔ کبھی ایمان کے متعلق احادیث لے آتے ہیں۔ کبھی اسلام کے متعلق اور ان دونوں کے مابین مشترکہ حصہ کو واضح کرتے جاتے ہیں۔ یعنی اخلاص ورضاء الٰہی کو۔

بَاب ٣٥: اِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ مِنَ الْإِيْمَانِ

جنازوں کے ساتھ جانا بھی ایمان سے ہے

٤٧: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَلِيٍّ الْمَنْجُوْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ تَابَعَهُ عُثْمَانُ الْمُؤَذِّنُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

۴۷: ہم سے احمد بن عبداللہ بن علی منجوفی نے بیان کیا، کہا کہ رَوح نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ عوف نے حسن اور محمد سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ ان دونوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مسلمان کے جنازے کے ساتھ ایمان کی وجہ اور رضائے الٰہی کی خاطر جاتا ہے۔ جب تک اس کے جنازے کی نماز نہیں پڑھ لی جاتی اور اس کے دفنانے سے لوگ فارغ نہیں ہوجاتے، تب تک وہ اس کے ساتھ ہی رہتا ہے تو وہ دو قیراط اَجر لے کر واپس آتا ہے۔ ایک ایک قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جس نے جنازہ پڑھا اور پھر اس کے دفنانے سے پہلے لوٹ آیا تو وہ ایک قیراط لے کر واپس آتا ہے۔ عثمان مؤذن نے بھی رَوح کی یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے محمد سے، محمد نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے اسی طرح بتلایا۔

تشریح: **اِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ مِنَ الْإِيْمَانِ:** سابقہ مضمون کو واضح کرنے کے لئے جنازہ کا باب باندھا ہے اور بتلایا ہے کہ عمل کی نوعیت کچھ ہی ہو۔ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ عمل بھی؛ جیسے جنازے کے ساتھ جانا؛ ایمان اور رضائے الٰہی کی وجہ سے بلحاظ اپنے ثواب کے بہت بڑی عظمت رکھتا ہے۔

قِيْرَاطٌ: ایک سکے کا نام ہے، جو دینار کا بیسواں حصہ ہوتا ہے۔ مطلق قلت کا مفہوم ادا کرنے کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اردو میں کوڑی کا لفظ۔ امام موصوفؒ نے اس حدیث سے یہ سمجھا یا ہے کہ اس ایک معمولی عمل کو یہ اہمیت محض **اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا** یعنی ایمان اور اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

بَاب ٣٦ : خَوْفُ الْمُؤْمِنِ أَنْ يَّحْبَطَ عَمَلُهُ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

مومن کا ڈرتے رہنا کہ اس کا عمل ضائع نہ ہو جائے اور اسے خبر بھی نہ ہو

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ مَا عَرَضْتُ قَوْلِي عَلَى عَمَلِي إِلَّا خَشِيْتُ أَنْ أَكُوْنَ مُكَذِّبًا وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَدْرَكْتُ ثَلَاثِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلَى نَفْسِهِ مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ يَّقُوْلُ إِنَّهُ عَلَى إِيْمَانِ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَيُذْكَرُ عَنِ الْحَسَنِ مَا خَافَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا أَمِنَهُ إِلَّا مُنَافِقٌ وَمَا يُحْذَرُ مِنَ الْإِصْرَارِ عَلَى النِّفَاقِ☆ وَالْعِصْيَانِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلَى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ .
(آل عمران: ١٣٦)

اور ابراہیم تیمی کہتے تھے کہ میں نے جب کبھی بھی اپنا قول اپنے عمل پر پیش کیا ہے تو مجھے یہی اندیشہ ہوا ہے کہ میں اس کو جھٹلانے والا ہوں اور ابن ابی ملیکہ کہتے تھے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہؓ سے ملا ہوں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے نفاق سے ڈرتا تھا۔ کوئی بھی ان میں سے یہ نہیں کہتا تھا کہ اس نے جبرائیل اور میکائیل کا سا ایمان حاصل کرلیا ہے اور حسن (بصری) کے متعلق ذکر کیا جاتا ہے کہ اس (نفاق) سے مومن ہی ڈرتا رہتا ہے اور منافق نڈر ہوتا ہے۔ نیز باہمی لڑائی☆ اور معصیت پر اصرار کرنے سے بچتے رہنا اور توبہ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا) اور جو کچھ انہوں نے کیا اس پر جان بوجھ کر اَڑے نہیں رہے۔

٤٨ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

۴۸: ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے زُبَید سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: میں نے ابو وائل سے مرجیٔہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے حضرت عبداللہؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔

☆ لفظ "النِّفَاق" کی جگہ نسخہ بولاق میں لفظ "التَّقَاتُل" ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۱۴۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

٤٩ :أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يُخْبِرُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ إِنِّي خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ وَإِنَّهُ تَلَاحَى فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ الْتَمِسُوْهَا فِي السَّبْعِ وَالتِّسْعِ وَالْخَمْسِ.

۴۹: ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حُمَید سے، حُمَید نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عبادہؓ بن صامت نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر کے متعلق خبر دینے کو نکلے تو مسلمانوں میں سے دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کر رہے تھے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: میں نکلا تو تھا اس لئے کہ تمہیں لیلۃ القدر کے متعلق خبر دوں اور دیکھا یہ کہ فلاں فلاں شخص آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے ہیں۔ سو وہ اُٹھالی گئی اور ہوسکتا ہے کہ یہی تمہارے لئے بہتر ہو۔ پس تم اسے (رمضان کے اخیر دھاکے) ساتویں، نویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

تشریح: **خَوفُ الْمُؤْمِنِ اَنْ يَّحْبَطَ عَمَلُهٗ:** اس امر کو واضح کرنے کے بعد کہ اعمال کی قدر و قیمت ایمان اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے ساتھ وابستہ ہے۔ امام بخاریؒ نے اب سلبی پہلو سے گفتگو شروع کی ہے۔ یعنی یہ کہ نفاق سے عمل ضائع ہو جاتے ہیں اور ان کی کچھ قیمت نہیں رہتی اور یہ کہ صحابہؓ اور تابعین کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ وہ ایمانی نقص دور کریں اور قول اور عمل میں تطبیق دیں۔

ابراہیم تیمی: تابعین میں سے ایک بہت بڑے فقیہہ، عابد اور واعظ ہوئے ہیں۔ آپ ۹۲ھ میں فوت ہوئے۔ بعض نے ان کو مرجئہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۲۷۵) مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی طرف سے مدافعت کی ہے اور ان کا قول نقل کیا ہے جو معتبر سندوں سے مروی ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۱۴۷-۱۴۸، عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۲۷۵) ابراہیم تیمی کی مراد یہ ہے کہ انہیں نفاق سے ڈر رہتا ہے۔ نفاق کیا ہے قول و عمل کا آپس میں غیر مطابق ہونا۔ ان کے زمانہ میں مرجئہ کا فتنہ پیدا ہو چکا تھا اور مرجئہ فرقہ کا عقیدہ ایمان و اعمال کے لئے نہایت خطرناک تھا۔ ان کا اعتقاد تھا کہ ایمان نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ خواہ جبرائیل کا ایمان ہو خواہ زید و بکر کا، وہ ایک سا ہی رہتا ہے۔ بدعملی ایمان کو کچھ نقصان نہیں دے سکتی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ضمناً ان کا ردّ کر رہے ہیں۔

كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلٰى نَفْسِهٖ: سے بھی یہی مراد ہے کہ انہیں بھی یہی ڈر رہتا تھا کہ کہیں قول و عمل میں نفاق کی آمیزش نہ ہو جس سے ان کا نفس مکدر ہو جائے۔ مومن کو ہمیشہ اپنے نقائص کا احساس رہتا ہے اور یہ مبارک

احساس ان کی ترقی کا موجب ہوتا ہے۔ یہ مفہوم ہے ان الفاظ کا مَا خَافَهُ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا اَمِنَهُ اِلَّا مُنَافِقٌ – " ہُ " کی ضمیر نفاق کی طرف جاتی ہے۔ یعنی نفاق سے مومن خائف رہتا ہے اور منافق نڈر ہوتا ہے۔ ابن ابی خیثمہ اور محمد بن نصر مروزی اور ابوزرعہ دمشقی نے ان تیس صحابہؓ کا مفصل ذکر کیا ہے۔ ان میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ بھی ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۱۴۹) اس تعداد کے ذکر کرنے سے اجماع صحابہؓ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مَا مِنْهُمْ اَحَدٌ يَّقُوْلُ اِنَّهُ عَلٰى اِيْمَانِ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَآئِيْلَ: جبرائیل اور میکائیل کے ایمان کی طرف اشارہ کرنے سے مراد کامل ایمان ہے اور یہ مبارک احساس کہ وہ ابھی کمال کو نہیں پہنچے، ان کے اندر ترقی کی خواہش وجدوجہد کو زندہ رکھتا تھا۔ وَلَمْ يَصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ. (آل عمران: ۱۳۶) یعنی اپنے نقص کو معلوم کر کے وہ اپنی اصلاح کرتے، غلطی پر اڑے نہ رہتے۔ امام موصوفؒ نے آیت مذکورہ بالا سے اپنا مقصد واضح کر دیا ہے کہ خوف سے مراد کیا ہے۔ یہ کہ وہ اپنے ایمان کو نقص سے پاک رکھنے کے لئے ہر احتیاط سے کام لیتے تھے۔

وَمَا يُحْذَرُ مِنَ الْاِصْرَارِ عَلَى التَّقَاتُلِ وَالْعِصْيَانِ: میں " تَقَاتُل " کا خصوصیت سے ذکر کر کے ضمناً یہ اشارہ بھی کر دیا ہے کہ غلطی کا علم ہونے کے بعد آپس میں تفرقہ اور لڑائی جھگڑا جاری رکھنا امت کے لئے کبھی مبارک نہیں ہوسکتا۔ عنوانِ باب میں بھی اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بے خبری میں بھی انسان کا عمل ضائع ہو جاتا ہے اور وہ رحمت الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے۔

اس ضمن میں جو دوسری حدیث لائے ہیں۔ اس سے بھی یہی بتلانا مقصود ہے کہ جب آپس کی معمولی لڑائی کے سبب لیلۃ القدر جیسی عظیم الشان نعمت سے ساری امت محروم ہوگئی تو یہ اعتقادی تفرقہ جو مرجۂ وغیرہ نے پیدا کر دیا ہے، اپنے ساتھ نتیجہ میں کیا کچھ نحوستیں نہ رکھتا ہوگا۔ مومن ساز لوگ ذرہ یہاں بھی ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ سارے جہان کو مومن ثابت کرنے کے شوق بیجا نے ان کے ہم جنسوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُهُ كُفْرٌ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ مرجۂ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے ابووائل کا قول نقل کیا ہے اور ابوداؤد طیالسی نے ابووائل کی یہ روایت یوں نقل کی ہے کہ شعبہ نے زبید سے روایت کی کہ جب مرجۂ کا فرقہ پیدا ہوا تو میں ابووائل کے پاس آیا اور ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے یہ جواب دیا۔ (مسند ابو داؤد الطيالسى. مااسندعبد الله بن مسعودؓ. الجزء الاول. روایت نمبر ۲۴۸)

ابووائل: ۸۰ھ کے قریب فوت ہوئے۔ اس وقت یہ فتنہ پیدا ہو چکا تھا۔ ابووائل تابعی تھے۔ انہوں نے زمانہ نبوی پایا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی۔ لیکن صحابہؓ سے ملے ہیں اور ان کے علم وتقویٰ وزہد اور عظمت کے متعلق سب کو اتفاق ہے۔ انہوں نے زُبَید کو جو جواب دیا ہے، اس سے مرجۂ کا رد کرنا مقصود ہے۔ یعنی ان کا یہ اعتقاد غلط ہے کہ عملی نقص ایمان کو نقصان نہیں دے سکتا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گالی گلوچ کو فسق اور لڑائی

جھگڑے کو کفر قرار دیا ہے۔(فتح الباری جزء اول صفحہ ۱۴۹-۱۵۰، عمدۃ القاری جزء اول صفحہ ۲۷۸)

فِسُقٌ کے معنی اطاعت الٰہی سے نکل جانا۔ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا اطاعت الٰہی سے نکلنے کا نام ہے اور بوجہ جہالت کا نتیجہ ہونے کے ایک قسم کا کفر بھی ہے۔ یہاں مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑنا اس لئے کفر قرار دیا گیا ہے کہ تا ان دو گناہوں کے درمیان فرق واضح ہو جائے۔(فتح الباری جزء اول صفحہ ۱۵۰)

اس حدیث سے مرجئہ اگر یہ استدلال کریں کہ کسی مسلمان کے ایمان پر حملہ کرنا بھی ایک گالی ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک کسی کلمہ گو کو کافر کہنا جائز نہیں۔ خواہ وہ کتنا ہی کسی بدعقیدہ یا بدعملی میں مبتلا ہو۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اصولی سوال درپیش ہوگا تو ہم اس کے مطابق اصولی فتویٰ دیں گے اور جو شخص فروعات میں سے کسی کفر کا مرتکب ہوگا تو اس کو فروعی کفر پر محمول کریں گے۔ یہ ایک نسبتی امر ہے۔ کُفْرٌ دُوْنَ کُفْرٍ۔ مثلاً اہل کتاب اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت موسیٰؑ وغیرہ انبیاء کی نبوت کو مانتے تھے۔ مگر قرآن مجید نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انکار کرنے پر کافر قرار دیا ہے۔ ایسا ہی مومنین یہود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار سے کافر قرار دیا گیا ہے۔ ایسا ہی حضرت لوطؑ کی قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کا انکار کیا۔ ان کے متعلق فرمایا: كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ الْمُرْسَلِيْنَ (الشعراء: ۱۶۱) حضرت لوطؑ کی قوم نے تمام رسولوں کو جھٹلا دیا۔ ایمان بالرسالت ایک اصولی عقیدہ ہے جو شخص رسالت کا منکر ہوگا وہ اصولی طور پر علی الاطلاق کفر کے فتویٰ کے نیچے آئے گا۔ اس کفر کے علاوہ اور چھوٹے بڑے کفر ہیں تو ہر ایک کی نسبت سے کفر کا فتویٰ اس پر چسپاں ہوگا۔ مثلاً عورتوں کے متعلق فرمایا: يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ۔ اب یہ کہنا کہ اگر کسی میں فلاں نوعیت کا کفر پایا جائے تو یہ نہ کہو کہ وہ اس کفر کا مرتکب ہوا ہے اور اس کے ایمان و اسلام میں کوئی نقص نہ سمجھو۔ یہ امر خلافِ واقعہ اور غیر معقول اور حقیقت سے عمداً آنکھیں بند کرنا ہے۔

خارجی لوگ جو ہر بدی پر کافر اور خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی اس حدیث سے استدلال نہیں کر سکتے۔ گالی دینا بے شک اطاعت الٰہی سے نکل جانا ہے اور مسلمان سے لڑنا بھی ایک کفر ہے۔ مگر اسی حد تک کہ جہاں اس فسق و کفر کا ان دو عملوں کے ساتھ تعلق ہے نہ کہ انسان کے سارے اعمال و اعتقادات کے ساتھ۔ مرجئہ تفریط کی طرف جاتے ہیں اور خارجی افراط کی طرف اور حدّ اوسط یہ ہے کہ اصولی اعتقاد کے انکار سے انسان من حیث الاطلاق کافر ہوگا اور کفر کی کسی ایک شق کے پائے جانے کی وجہ سے اسی حد تک کفر کا مرتکب ہوگا۔ اس صحیح اصل کو امام بخاریؒ نے کُفْرٌ دُوْنَ کُفْرٍ کے الفاظ میں واضح کر دیا ہے۔ نیز اس باب میں اس قسم کے اعتقادی تساہل کے بدنتائج کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اس سے انسان اپنے اعمال کے متعلق نڈر ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ایک چھوٹی سے بداعتقادی اور بدعملی بھی انسان کو بڑی بڑی رحمتوں سے محروم کر دیتی ہے۔

فَرُفِعَتْ سے مراد بھلایا جانا ہے۔ **عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا لَّکُمْ** ۔ یعنی یہ میرا بھول جانا امید ہے کہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ یہ اس دائمی جدوجہد کی طرف اشارہ ہے جو لیلۃ القدر کی تلاش میں کرنی پڑتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہی ہمیشہ کی جدوجہد اور جستجو امت کے لئے خیر و برکت کا موجب ہو۔

بَاب ۳۷: سُؤَالُ جِبْرِيْلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْإِيْمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ وَبَيَانُ النَّبِيِّ ﷺ لَهُ

جبرائیل کا نبی ﷺ سے ایمان اور اسلام اور احسان اور اس گھڑی کے علم کے متعلق پوچھنا اور نبی ﷺ کا اُن کے لئے بیان کرنا

ثُمَّ قَالَ جَاءَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ فَجَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهُ دِيْنًا وَّمَا بَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ مِنَ الْإِيْمَانِ وَقَوْلِهِ تَعَالٰى وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ. (آل عمران: ٨٦)

پھر اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ اس طرح آپؐ نے ان سب باتوں کو دین قرار دیا اور نیز جو نبی ﷺ نے ایمان کے متعلق عبدالقیس کے نمائندوں سے بیان کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ. ☆

٥٠: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِزًا يَّوْمًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ مَا الْإِيْمَانُ قَالَ الْإِيْمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَبِلِقَائِهِ وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ قَالَ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمَ

۵۰: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: اسماعیل بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابوحیان تیمی نے ہمیں بتلایا۔ ابو حیان نے ابو زرعہ سے، ابوزرعہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ ایک دن لوگوں کے لئے باہر تشریف رکھتے تھے کہ آپؐ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی ملاقات اور اس کے رسولوں کو مانے اور نیز تو موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو بھی مانے۔ اس نے پوچھا: اسلام کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کا شریک نہ ٹھہرائے اور نماز سنوار کر پڑھے اور مقرر کردہ زکوٰۃ ادا کرے اور

☆ ترجمہ: ''اور جو بھی اسلام کے سوا کوئی دین پسند کرے تو ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔''

رَمَضَانَ قَالَ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَسَأُخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّهَا وَإِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الْإِبِلِ الْبُهْمِ فِي الْبُنْيَانِ فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْآيَةَ (لقمان: ۳۵) ثُمَّ أَدْبَرَ فَقَالَ رُدُّوْهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ هَذَا جِبْرِيْلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِيْنَهُمْ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ جَعَلَ ذَلِكَ كُلَّهُ مِنَ الْإِيْمَانِ.

رمضان کے روزے رکھے۔ اس نے پوچھا: احسان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اُسے نہیں دیکھتا تو پھر وہ تجھے یقیناً دیکھ ہی رہا ہے۔ اس نے پوچھا: وہ گھڑی کب ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: جس شخص سے اس کے متعلق پوچھا جا رہا ہے، وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا اور میں تجھے اس کے نشانات کا پتہ دے دیتا ہوں۔ جب لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور جب سیاہ اونٹوں کے چرواہے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اونچی عمارتیں بنائیں گے۔ وہ گھڑی بھی انہی پانچ باتوں میں سے ہے جنہیں سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ پھر نبی ﷺ نے یہ آیت آخر تک پڑھی: (إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ) یقیناً اللہ ہی ہے جس کے پاس قیامت کا علم ہے....اس کے بعد وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے واپس لے آؤ۔ تو انہوں نے کچھ بھی نہ دیکھا۔ تب آپؐ نے فرمایا: یہ جبرائیل تھے۔ لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔ ابوعبداللہ بخاریؒ نے کہا: آپؐ نے ان تمام باتوں کو ایمان قرار دیا۔

تشریح: **سُؤَالُ جِبْرِيْلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْإِيْمَانِ:** اس سے پہلے واضح کیا جا چکا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیات واحادیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ ایمان کا تعلق عقائد کے ساتھ، اسلام کا اعمال کے ساتھ ہے اور دین کا مفہوم ان دونوں کے مجموعہ پر حاوی ہے اور نیز یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ ایمان واسلام کا تعلق آپس میں لازم ملزوم کی طرح ہے اور دین کے یہ دو عنصر پہلو بہ پہلو جُڑ کر کھڑے ہیں۔ ایک کو جدا کر دینے سے دین کا مفہوم غائب ہو جاتا ہے۔ اب یہ ساری بحث اس باب میں یکجا کی گئی ہے۔

جبرائیل کے سوال **مَا الْإِحْسَانُ** کا جواب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ دین کی خوبی یہ ہے کہ ایمان بھی اعلیٰ درجہ کا ہو۔ یعنی ایسا کہ عابد اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو اور اسی ایمانی روح کے ساتھ عبادت بجالا

رہاہو۔آپؐ نے ایمان واعمال میں احسان کی یہ ایک مثال بیان فرمائی ہے اور یہ اس آیت کی طرف اشارہ ہے: بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ (البقرہ:۱۱۲) {ترجمہ: نہیں نہیں، سچ یہ ہے کہ جو بھی اپنا آپ خدا کے سپرد کردے اور وہ احسان کرنے والا ہو......}اور نیز اس آیت کی طرف وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْهَهٗ اِلَی اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی وَاِلَی اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ. (لقمان:۲۳) {ترجمہ: اور جو بھی اپنی تمام توجہات اللہ کو سونپ دے اور وہ احسان کرنے والا ہو تو اس نے یقیناً ایک مضبوط کڑے کو پکڑ لیا اور تمام امور انجام کار اللہ ہی کی طرف (لوٹتے) ہیں۔}

فَجَعَلَ ذٰلِکَ کُلَّهٗ دِیْنًا: یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان و اسلام اور اس احسان کو دین قرار دیا جو درحقیقت انسان کے لئے نجات کا باعث ہے۔

مَتَی السَّاعَةُ: مَتَی السَّاعَةُ سے وہ گھڑی مراد ہے۔جس میں ایک قوم اپنی بداعتقادی اور بدعملی کی وجہ سے تباہ ہو جاتی ہے۔قیامت کبریٰ مراد نہیں؛ جس کا تعلق ہر فردِ بشر کے ساتھ ہے۔ **رُعَاةُ الْاِبِلِ الْبُهْمِ** کہہ کر عربوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت کی تعیین نہیں فرمائی لیکن علامتیں بتلا دی ہیں۔لونڈی کا اپنے مالک کو جننے سے یہ مراد ہے کہ مسلمانوں کے حرم سرا لونڈیوں سے بھرے ہوں گے اور وہ شہوات کے پیچھے پڑ جائیں گے اور اونچی اونچی خوبصورت سے خوبصورت عمارتیں بنائیں گے۔یعنی دنیا کی آبادی میں منہمک ہو جائیں گے۔یہ دو قرینے ہیں اس بات پر کہ ساعت سے مراد دنیا کا عذاب ہے جو بداعمال قوم کو تباہ کر دیتا ہے۔خواہ وہ اسلام کی دعویدار ہی کیوں نہ ہو۔ جو آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے،اس میں دنیا کے عذاب سے آگاہ کیا گیا ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ...اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (لقمان:۳۴-۳۵)

{ترجمہ: اے انسانو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس دن سے ڈرو جس دن نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا۔یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے۔پس تمہیں دنیا کی زندگی ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے اور تمہیں اللہ کے بارہ میں دھوکہ باز (شیطان) ہرگز دھوکہ نہ دے سکے۔ یقیناً اللہ ہی ہے جس کے پاس قیامت کا علم ہے.....}

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سے یہی مراد لی ہے اور اسے ثابت کرنے کے لئے حدیث مذکور کے ہم معنی دوسری روایات کو بھی نقل کیا ہے۔مثلاً لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَکُوْنَ اَسْعَدَالنَّاسِ بِالدُّنْیَا لُکَعُ بْنُ لُکَعَ. اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرُوْا السَّاعَةَ. (فتح الباری جزء اول صفحہ ۱۶۴) یعنی جب حکومت نااہل لوگوں کے سپرد کی جائے گی اور کمینے اور اوباش لوگ دنیا کے عیش وعشرت سے محظوظ ہوں گے تو اس وقت اس گھڑی کا انتظار کرو۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے عنوان باب میں ایک تو جبرائیل کے واقعہ کا حوالہ دے کر ایمان و اسلام و احسان کے تین اہم اجزاء کی طرف توجہ دلائی ہے اور دوسرے وفد عبدالقیس کے واقعہ کی طرف متوجہ کیا ہے۔(حدیث نمبر ۵۳) اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **مَا الْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ** کی تشریح فرماتے ہوئے صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم کو بھی ایمان ہی میں شامل کیا ہے۔بوجہ اس شدید تعلق کے جو ایمان کو اعمال کے ساتھ ہے اور پھر آخر میں وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ

يُقْبَلَ مِنْهُ کی آیت لائے ہیں تا اصل مقصد واضح ہو۔ یہ آیت یوں شروع ہوتی ہے: قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ ...... وَ نَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا. (آل عمران:۸۵-۸۶) اس آیت میں ایمان باللہ و ایمان بالرسل کو اسلام قرار دیا ہے۔ عبدالقیس کے واقعہ نیز اس آیت کو پہلو بہ پہلو پیش کر کے اس سے یہ سمجھایا ہے کہ اعتقادات کو اعمال کے ساتھ اتنا شدید تعلق ہے کہ ایمان کو اسلام اور اسلام کو ایمان کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ غرض یہ باب خلاصہ ہے کتاب الایمان کا۔

رُعَاةُ الْاِبِلِ الْبُهْمِ: بُهْمٌ جمع ہے اَبْهَم کی یعنی سیاہ۔ سیاہ اونٹ بدترین قسم سمجھی جاتی ہے بمقابل حُمُرُ النَّعَم یعنی سرخ اونٹوں کے۔ سیاہ اونٹوں سے مراد مجہول النسب، جاہل، بداخلاق اور اجڈ لوگ ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۱۶۳) اسی کتاب میں اشراط الساعۃ کے متعلق جہالت کا پھیل جانا، زنا، شراب خوری کی کثرت اور مار دھاڑ وغیرہ علامات مذکور ہیں۔ یہاں اس تباہی کی طرف اشارہ ہے جس سے بنی عباس تباہ ہوئے۔ اسی تباہی کی طرف ابراہیم جونی نے اشارہ کیا ہے۔ جس کو امام ابن حجرؒ نے بھی بایں الفاظ نقل کیا: اَلـرُّؤُسَاءُ فِي الصَّدْرِ الْاَوَّلِ كَانُوْا يَسْتَنْكِفُوْنَ غَالِبًا مِنْ وَّطْئِ الْاِمَاءِ وَيَتَنَافَسُوْنَ فِي الْحَرَائِرِ ثُمَّ انْعَكَسَ الْاَمْرُ وَلَا سِيَمَا فِي اَثْنَاءِ دَوْلَةِ بَنِي الْعَبَّاسِ. (فتح الباری جزء اول صفحہ ۱۶۲) یعنی اسلام کے ابتدائی زمانہ میں بڑے بڑے لوگ لونڈیوں سے نکاح کرنا ناپسند کرتے تھے۔ مگر اس کے بعد معاملہ برعکس ہو گیا۔ خاص کر بنی عباس کے زمانہ میں ان کی تباہی کے اہم اسباب میں سے لونڈیوں سے شادیاں کرنا بھی ایک بڑا سبب تھا۔

هٰذَا جِبْرِيْلُ جَآءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ: جبرائیلی تجلّی کا یہ ایک حیرت انگیز نظارہ ہے۔ اگر اپنے نفس کا تھوڑا سا مطالعہ کیا جائے تو یہ روحانی کیفیت کسی قدر سمجھ میں آسکتی ہے۔ انسان غیر شخص کی ذہنیت کو اپنی ذہنیت کے زیر تصرف لا سکتا ہے۔ اسی اصل پر علم ترب و علم تنویم وغیرہ کی بنیاد ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو بغیر اپنے ارادے کے اس کے خیالات کی رَو دوسرے کے ذہن میں مخفی طریق سے سرایت کر کے زور سے اپنا کام کرنا شروع کر دیتی ہے۔ جیسا کہ اپنے ہم نشینوں میں اس کا اکثر تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ روحانی تجلیات میں بھی اسی قسم کی کیفیات کا تجربہ و مشاہدہ اہل اللہ کو ہوتا رہا ہے اور اس میں کبھی دوسرے لوگ بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ یعنی کشف یا وحی کی حالت جو ایک شخص پر طاری ہوتی ہے۔ دوسرا شخص بھی اس سے متاثر ہو جاتا ہے اور بالکل وہی نظارہ دیکھتا یا کیفیت محسوس کرتا ہے جو خود صاحب وحی و کشف دیکھتا یا محسوس کرتا ہے۔ اس واقعہ میں بھی یہی ہوا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ: مذکورہ بالا آیت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے محض جبرائیلی تجلّی کے ماتحت صادر ہوئی نہ کسی اپنے ارادے سے اور اس واقعہ کا آخری حصہ علم غیب پر مشتمل ہے۔ یعنی یہ کہ عرب لوگ اپنی بداعمالی سے تباہ ہوں گے۔ زبانی اسلام ان کو کام نہ دے گا اور یہ اس وقت ہوگا جب ان کے امور سلطنت میں غلاموں کا دخل ہو جائے گا اور بجائے آزاد عورتوں سے شادی کرنے کے وہ لوگ لونڈیوں سے شادی کریں گے اور دنیا میں منہمک ہوں گے اور بڑی بڑی عمارتیں بنائیں گے۔ یہ سب پیشگوئیاں تھیں جو پوری ہوئیں۔ اس سے جبرائیلی تجلّی کی

حقانیت وعظمت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ سارا واقعہ کامل بیداری کے عالم میں ہوا اور آپ کو اس وقت محسوس ہو رہا تھا کہ یہ وحی کی ایک خاص حالت کا مشاہدہ ہے۔ مگر اپنے باطنی احساس کو خارجی ثبوت کے ساتھ پایہ یقین تک پہنچانے کے لئے اور لوگوں کے عرفان میں مزید ترقی دینے کے لئے فرمایا: **رُدُّوْهُ** اسے واپس لاؤ مگر وہاں کوئی نہ تھا۔

بَاب ۳۸

۵۱: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ سَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيْدُوْنَ أَمْ يَنْقُصُوْنَ فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذَلِكَ الْإِيْمَانُ حَتَّى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ سَخْطَةً لِّدِيْنِهِ بَعْدَ أَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ فَزَعَمْتَ أَنْ لَّا وَكَذَلِكَ الْإِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ لَا يَسْخَطُهُ أَحَدٌ.

۵۱: ہم سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے صالح سے، صالح نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ان سے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے کہ ابوسفیان (بن حرب) نے مجھے بتلایا کہ ہرقل نے ان سے کہا کہ میں نے تم سے پوچھا تھا: کیا وہ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں۔ تو تم نے کہا وہ بڑھ رہے ہیں اور ایمان اسی طرح بڑھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا کوئی اس کے دین میں داخل ہو کر پھر اس دین کو ناپسند کرنے کی وجہ سے مرتد ہو جاتا ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں اور ایمان بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ جب اس کی بشاشت دل میں رَچ جاتی ہے تو اسے کوئی بھی ناپسند نہیں کرتا۔

تشریح: امام بخاریؒ کبھی باب کا عنوان علیحدہ اس لئے بھی قائم نہیں کرتے کہ اس باب کا تعلق پہلے باب سے ہوتا ہے اور ان کو تائیدی رنگ میں ضمناً ایک ایسی بات بیان کرنی مقصود ہوتی ہے جو سابقہ احادیث کے مفہوم کی واضح طور پر تعیین کرتی ہے۔

وَكَذٰلِکَ الْإِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ: امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ ہرقل چونکہ عقلمند، عالم تورات وانجیل تھا، اس لئے ایمان کے گھٹنے اور بڑھنے کے متعلق اس کا قول بھی بطور ایک تائیدی شہادت کے پیش کیا گیا ہے۔ مگر یہ نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ چونکہ ہرقل کا یہ قیاس کہ ایمان جب کسی قوم میں صحیح طور پر پیدا ہوتا ہے تو اس

کے اندر زندگی کی روح پھونکی جاتی ہے اور وہ قوم نشوونما پاتی ہے۔ چونکہ یہ اس کا قیاس واقعات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے امام موصوفؒ نے اس کو بطور ایک عقلی دلیل کے پیش کیا ہے۔ سابقہ باب میں انہوں نے اس بات کو پیش کیا تھا کہ ایمان و عمل کا نقص قوم کے لئے موت کی گھڑی کا اعلان ہوتا ہے اور دین کی طرف ظاہری نسبت اس کو نجات نہیں دے سکتی اور جب ایمان صحیح ہو تو پھر قوم مرتی نہیں، بلکہ ہر شر سے امن میں ہو کر بڑھتی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد جو باب آپ نے قائم کیا ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انسان کو اپنے دین اور اپنی آبرو کو محفوظ رکھنے کے لئے پوری احتیاط سے کام لینا اور دل کو ہر ناپاک خیال سے صاف رکھنا چاہیے۔

بَاب ۳۹: فَضْلُ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ

اس شخص کی فضیلت جس نے اپنے دین کی خاطر گناہ سے بچنے میں پوری احتیاط کی

۵۲: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَّقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَّرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوْشِكُ أَنْ يُّوَاقِعَهُ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلَا إِنَّ حِمَى اللهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.

۵۲: ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، (کہا:) زکریا نے عامر سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ انہوں نے کہا: میں نے نعمان بن بشیر سے سنا۔ وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا: حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان شبہ والی کچھ باتیں ہیں۔ اکثر لوگ انہیں نہیں جانتے۔ پس جو اِن مشتبہ باتوں سے بچا، اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو محفوظ رکھنے کے لئے پوری احتیاط سے کام لیا اور جو اِن مشتبہ امور میں جا پڑا تو وہ اس چرواہے کی مانند ہے جو اپنا ریوڑ رَکھ کے آس پاس چرا رہا ہے۔ قریب ہے کہ اس میں ریوڑ جا پڑے۔ دیکھو ہر بادشاہ کی ایک رَکھ ہوتی ہے۔ خیال رکھنا کہ اللہ کی رَکھ اس کی زمین میں اس کی حرام کی ہوئی باتیں ہیں۔ خبردار! اور جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ اگر وہ ٹھیک ہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ وہ دل ہے۔

بَاب ٤٠: أَدَاءُ الْخُمُسِ مِنَ الْإِيْمَانِ

غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنا بھی ایمان میں سے ہے

٥٣: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ يُجْلِسُنِي عَلَى سَرِيْرِهِ فَقَالَ أَقِمْ عِنْدِي حَتَّى أَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَّالِي فَأَقَمْتُ مَعَهُ شَهْرَيْنِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْقَوْمُ أَوْ مَنِ الْوَفْدُ قَالُوْا رَبِيْعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهِ مَنْ وَّرَاءَ نَا وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَأَلُوْهُ عَنِ الْأَشْرِبَةِ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيْمَانِ بِاللهِ وَحْدَهُ قَالَ أَتَدْرُوْنَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللهِ وَحْدَهُ قَالُوْا اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ

۵۳: ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابوجمرہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ وہ مجھے اپنی چارپائی پر بٹھلاتے۔ انہوں نے کہا: میرے پاس ٹھہر جاؤ تا کہ میں اپنے مال سے تمہارے لئے ایک حصہ مقرر کر دوں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ دو ماہ ٹھہرا اور انہوں نے کہا کہ عبدالقیس کا وفد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا: یہ کون لوگ ہیں یا (فرمایا) یہ کون وفد ہے؟ انہوں نے کہا کہ ربیعہ قوم کے۔ آپؐ نے فرمایا: مرحبا اس قوم کو یا (فرمایا) اس وفد کو۔ نہ ذلیل ہوں اور نہ پشیمان۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپؐ کے پاس نہیں آسکتے مگر عزت والے مہینہ میں۔ کیونکہ ہمارے اور آپؐ کے درمیان یہ کفار مضر کا قبیلہ ہے۔ اس لئے آپؐ ہمیں ایک امر فیصل کا حکم دیں۔ تا ہم اپنے پچھلوں کو بھی وہ بتلائیں اور اس پر عمل کر کے ہم بھی جنت میں داخل ہوں۔ نیز انہوں نے آپؐ سے پینے والی چیزوں کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار باتوں سے منع فرمایا: ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ فرمایا: کیا تمہیں پتہ ہے کہ اللہ پر ایمان لانا کیا ہوتا ہے؟ وہ کہنے لگے: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اس بات کا اقرار کرنا کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ

وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءُ الزَّكَاةِ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ عَنِ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ وَقَالَ احْفَظُوْهُنَّ وَأَخْبِرُوْا بِهِنَّ مَنْ وَّرَاءَكُمْ.

اللہ کا رسول ہے اور نماز سنوار کر ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم غنیمت سے پانچواں حصہ بھی دیا کرنا اور آپؐ نے ان کو چار چیزوں سے منع فرمایا۔ سبز لاکھی مرتبان اور کدو کے تونبے اور کُریدی ہوئی لکڑی کے برتن اور روغنی برتن سے اور کبھی راوی نے مُـزَفَّت کی بجائے مُـقَيَّـر کہا اور آپؐ نے فرمایا: ان باتوں کو یاد رکھو اور جو تمہارے پیچھے ہیں انہیں بھی بتلاؤ۔

تشریح: **اَدَآءُ الْخُمُسِ مِنَ الْاِيْمَانِ:** اس باب میں جو حدیث لائی گئی ہے، اس کے مضمون کی طرف باب نمبر ۳۷ میں اشارہ ہو چکا ہے۔ اس کا تعلق بھی اسی باب سے ہے۔ جس میں ایمان، اسلام اور احسان کا ذکر ہے۔ ماقبل کا باب بطور جملہ معترضہ کے ہے۔ جس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ دل کی اصلاح اصل بنیاد ہے، اعمال کی درستگی کے لئے۔ یہی وجہ ہے کہ باب نمبر ۳۸ کا کوئی علیحدہ عنوان قائم نہیں کیا۔ اس باب میں غنیمت کے متعلق الگ عنوان اس بات کی طرف ضمناً اشارہ کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے کہ قوم جب کمزور و مغلوب حالت میں ہو تو وہ اچھی طرح اپنے مذہبی فرائض کو بھی ادا نہیں کر سکتی۔ مثلاً یہی خمس کا ادا کرنا۔ ربیعہ قوم کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دین سیکھنے کے لئے اس لئے نہیں آ سکتے تھے کہ مضر جو مسلمانوں کے دشمن تھے۔ بوجہ طاقتور ہونے کے ان کے لئے روک بنتے تھے۔ غنیمت ہر اس مال کو کہتے ہیں جو دشمن کے مغلوب ہونے پر اس کے مقبوضات میں سے ہاتھ آئے اور یہ غنیمت غلبہ کے ساتھ ہی حاصل ہوتی ہے۔ پس اس میں سے پانچواں حصہ ادا کرنے کو جو ایمان کی جزء قرار دیا گیا ہے۔ تو اس سے دراصل اس غلبہ اور اقتدار کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے، جس کے حاصل ہونے پر ایمان کے بعض عملی پہلوؤں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے موقع ملتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث سے شراب نہ پینے وغیرہ مسائل کے متعلق بھی استدلال کیا جا سکتا تھا۔ خصوصاً جبکہ مذکورہ بالا واقعہ بھی نبیذ کے پینے سے متعلق ہے۔ ابوجمرہ نے جو قبیلہ عبدالقیس میں سے تھے، حضرت ابن عباسؓ سے جب نبیذ کا ذکر کیا تو انہوں نے ان کو عبدالقیس کے وفد کا واقعہ سنایا۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۱۷۲) مگر امام بخاریؒ نے شراب کی حرمت اور نماز وغیرہ کے احکام کو نظر انداز کر کے صرف غنیمت کو عنوان میں جو نمایاں کیا ہے تو اس سے اسی کمزوری یا غلبہ کی طرف توجہ دلانی مقصود ہے جس سے ایمان کمزور یا مضبوط ہوتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں خمس کا حکم دیا ہے وہاں اسی غلبہ اور اقتدار کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اس کو ایمان کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت: وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ـ (الانفال: ۴۲) {ترجمہ: اور تم جان لو کہ جو بھی مالِ غنیمت

تمہارے ہاتھ لگے تو اس کا پانچواں حصہ اللہ (یعنی دین کے کاموں کے لیے) اور رسول کے لیے اور اقرباء کے لیے اور یتامٰی اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تم اللہ پر ایمان لاتے ہو اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلہ کر دینے کے دن اُتارا تھا؛ جس دن دو جمعیتوں کا تصادم ہوا تھا۔ اور اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے، دائمی قدرت رکھتا ہے۔} اس آیت کے پہلے بھی اور بعد بھی اسی نصرت عملی اور فتح اور ممتاز حیثیت کا ذکر ہے جو ایمان کی وجہ سے ایک مسلمان جماعت کو اس کے دشمن کے بالمقابل حاصل ہوتی ہے۔ (مزید تشریح کے لئے دیکھئے کتاب العلم باب ۲۵ روایت نمبر ۸۷)

بَاب ٤١ : مَا جَاءَ أَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْحِسْبَةِ

یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ اعمال نیت پر اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے ساتھ ہوتے ہیں

وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَى فَدَخَلَ فِيْهِ الْإِيْمَانُ وَالْوُضُوْءُ وَالصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ وَالْحَجُّ وَالصَّوْمُ وَالْأَحْكَامُ وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ (بنی إسرائيل:٨٥) عَلَى نِيَّتِهِ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا صَدَقَةٌ وَقَالَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ.

اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اُس نے نیت کی ہوتی ہے۔ اس میں ایمان اور وضو اور نماز اور زکوۃ اور حج اور روزہ اور باقی احکام بھی شامل ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهِ یعنی کہو کہ ہر ایک اپنے اپنے طریقے یعنی نیت کے مطابق عمل کر رہا ہے۔ آدمی کا اپنے کنبے پر رضاءِ الٰہی کے لئے خرچ کرنا بھی صدقہ ہے اور آپؐ نے فرمایا: ہاں جہاد اور نیت۔

٥٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ عَنْ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى

۵۴: ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یحییٰ بن سعید سے، یحییٰ نے محمد بن ابراہیم سے، محمد نے علقمہ بن وقاص سے، انہوں نے حضرت عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال تو نیت پر موقوف ہیں اور ہر ایک شخص کو وہی ملتا ہے جو اس نے نیت کی ہو۔ پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہو۔ اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے

اللهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَّتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

لئے ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کے پانے یا کسی عورت سے شادی کرنے کی خاطر ہو تو اس کی ہجرت اسی کے لئے ہوگی جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔

۵۵: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ.

۵۵: ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا: ہم سے شعبہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عدی بن ثابت نے مجھے بتلایا انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن یزید سے سنا۔ انہوں نے حضرت ابومسعودؓ سے، حضرت ابومسعودؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: اگر آدمی اپنے گھر والوں پر خرچ کرے کہ اس سے رضاءِ الٰہی چاہتا ہو تو یہ خرچ کرنا اس کے لئے صدقہ ہوگا۔

۵۶: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ.

۵۶: ہم سے حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے زُہری سے روایت کی۔ زُہری نے کہا: عامر بن سعد نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا کہ حضرت سعدؓ نے اُنہیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو جب کبھی بھی کوئی ایسا خرچ کرے گا کہ جس سے تو اللہ کی رضامندی چاہتا ہوگا تو ضرور ہے کہ اس کا بدلہ تجھے دیا جائے۔ یہاں تک کہ اس (لقمہ) پر بھی جو تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے۔

تشریح: اَنَّ الْاَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ: امام بخاریؒ نے کتاب الایمان کو دو بابوں پر ختم کیا ہے۔ پہلا یہ باب جس میں اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کی حدیث نبوی کا اعادہ کرتے ہوئے اس نیت میں ایمان کو بھی شامل دکھلایا ہے اور ایسا ہی ہر عمل کو بھی۔ ایمان باللہ میں بھی اور وضوء وغیرہ میں بھی جو محض دینی کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی مقصود ہونی چاہیے اور بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنے میں بھی رضاءِ الٰہی مقصود ہو۔ یہی دراصل ایمان اور اسلام کا حقیقی مغز و خلاصہ ہے۔

یعنی اپنے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہر کام ہو۔ **حِسْبَةٌ** کے معنی رضاءِ الٰہی کی خاطر۔ یہ قول کہ نیکی کو نیکی کی خاطر کرنا چاہیے، نفس کا ایک خطرناک دھوکہ ہے۔ یہ صرف خوبصورت الفاظ ہیں، جن کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اگر دنیا میں اس کا کوئی وجود ہوگا تو اُن بے جان چیزوں میں ہوگا، جن سے بغیر اُن کے اپنے ارادے کے بھلے افعال صادر ہورہے ہیں۔ مگر بالا رادہ کام کرنے والی ہستیوں کے ہر ایک عمل کی کوئی نہ کوئی جہتِ حرکت ضرور ہوتی ہے، جس کی طرف اس عمل کا رُخ ہوتا ہے۔ **وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَمُوَلِّيهَا** (البقرۃ:۱۴۹){اور ہر ایک کے لیے ایک مطمح نظر ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے۔} اس جہتِ حرکت کو نیت کہتے ہیں اور انسان کے ہر عمل کا رُخ رضاءِ الٰہی کی طرف ہونا چاہیے۔ یہ ہے کمال نیکی کا۔ ورنہ نیکی کی خاطر نیکی کرنا ایک ایسا ہی مبہم مفہوم ہے جس طرح خود نیکی کا مفہوم انسانی شہوات و اغراض و مفاد وملاحظات کے اختلاف اور ان کی آپس کی کشمکش اور پیچیدگیوں میں مبہم ہوجاتا ہے اور یہ ابہام ایسا ہوتا ہے کہ خود انسان کو بھی اس کے متعلق فیصلہ کرتے ہوئے پتہ نہیں ہوتا کہ آیا وہ نیکی کررہا ہے یا بدی۔ اس لئے اس بے معنی اصل کو یعنی نیکی کو نیکی کی خاطر کرنا چاہیے، قبلۂ اعمال بنانا انسان کو بڑے خطرے میں ڈالتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے **قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا** (بنی اسرائیل:۸۵) کی آیت پیش کر کے اس نکتہ جلیلہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور ایمان باللہ میں بھی رضاءِ الٰہی کی ہی نیت رکھنے کی تلقین کی ہے۔ نیت کے متعلق مفصل بحث کتاب بدء الوحی حدیث نمبر ا کی تشریح میں ملاحظہ ہو۔

نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰى اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا صَدَقَةٌ: ہر عمل بوجہ نیک نیت کے صدقہ کہلاتا ہے۔ صدق کے معنی سچائی اور پائیداری اور ظاہر و باطن کا ایک ہونا۔ وہی عمل جو رضائے الٰہی پر مبنی ہو سچا اور پائیدار ہوتا ہے نہ کہ نیکی کے لئے نیکی کرنا۔

وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ: جو باب مذکور میں ہے۔ یہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو کتاب الجہاد میں آئے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی خواہش رکھنے والے کو جواب دیا: **لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا.** یعنی شر وفساد کو مٹانا۔ اصلاحِ نفس اور اصلاحِ بنی نوع انسان کے لئے کوشش کرنا نیز ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی نیت رکھنا یہ کام ہجرت کے قائم مقام ہیں۔

(بخاری. کتاب الجهاد. باب فضل الجهاد والسير. روایت نمبر ۲۷۸۳- نیز باب وجوب النفير. روایت نمبر ۲۸۲۵)

بَاب ٤٢

قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ لِلَّهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ

نبی ﷺ کا یہ فرمانا کہ دین اخلاص ہے اللہ کے لیے اور اُس کے رسول کے لئے
اور مسلمانوں کے پیشواؤں کے لئے اور ان کے عام افراد کے لئے

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى إِذَا نَصَحُوْا لِلَّهِ وَرَسُوْلِهِ. (التوبة: ٩١)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول: (اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ) یعنی جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے مخلص ہوں۔

٥٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

۵۷: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: یحیٰی نے اسماعیل سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: مجھے قیس بن ابی حازم نے جریر بن عبداللہ (بجلی) سے روایت کرتے ہوئے بتلایا انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت نماز سنوار کر پڑھنے اور زکوٰۃ دینے اور ہر ایک مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر کی۔

٥٨: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ يَوْمَ مَاتَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَامَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللهِ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ وَالْوَقَارِ وَالسَّكِيْنَةِ حَتَّى يَأْتِيَكُمْ أَمِيْرٌ فَإِنَّمَا

۵۸: ہم سے ابونعمان نے بیان کیا، کہا: ابوعوانہ نے زیاد بن علاقہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: ہم نے حضرت جریرؓ بن عبداللہ کو کہتے سنا کہ جس دن حضرت مغیرہؓ بن شعبہ فوت ہوئے تو حضرت جریرؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ستائش بیان کی اور کہا: تمہیں چاہیے کہ تم صرف ایک اللہ ہی کو اپنا سپر بناؤ، جس کا کوئی بھی ہمسر نہیں اور متانت اور سکینت اختیار کرو۔ یہاں تک کہ تمہارے پاس کوئی حاکم آ جائے۔ کیونکہ وہ تو تمہارے پاس اَب آ ہی رہا ہوگا۔ پھر کہا: اپنے

يَأْتِيْكُمُ الْآنَ ثُمَّ قَالَ اسْتَعْفُوْا ☆ لِأَمِيْرِكُمْ فَإِنَّهُ كَانَ يُحِبُّ الْعَفْوَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ أُبَايِعُكَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَشَرَطَ عَلَيَّ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فَبَايَعْتُهُ عَلَى هَذَا وَرَبِّ هَذَا الْمَسْجِدِ إِنِّي لَنَاصِحٌ لَّكُمْ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ.

(وفات شدہ) امیر کے لئے دعائے مغفرت☆ کرو۔ کیونکہ وہ عفو کو پسند کرتا تھا۔ پھر انہوں نے کہا: اس کے بعد سنو کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے کہا کہ میں آپؐ سے اسلام میں داخل ہونے کی بیعت کرتا ہوں تو آپؐ نے مجھ پر ہر ایک مسلمان کی خیر خواہی بھی لازم کی تھی۔ اس پر میں نے آپؐ کی بیعت کی اور میں اس مسجد کے ربّ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں تمہارا سراسر خیر خواہ ہوں۔ پھر انہوں نے مغفرت کی دعا کی اور (منبر سے) اُتر آئے۔

تشریح: اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ: عنوان باب کے مذکورہ بالا الفاظ اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ...... الخ۔ حدیث نبوی کے ہیں۔ مسلم نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ (مسلم. کتاب الایمان. باب بیان أنّ الدین النصیحة) بوجہ اس کے کہ یہ حدیث امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہ تھی، اس لئے اسے باب کے عنوان ہی میں رکھا ہے اور اس کے ہم معنی دوسری حدیثیں لے آئے ہیں۔

نَصَحَ کے لغوی معنی خالص ہونا یا کرنا۔ نصیحت عربی زبان میں ایک جامع کلمہ ہے۔ اس کے معنی نہ صرف یہ ہیں کہ اپنی نیت اور اپنے عمل کو ہر قسم کے اغراضِ نفسانی کی آمیزش سے بالکل پاک وصاف رکھنا بلکہ کامل ہمدردی وخیر خواہی کرنا۔ ابوثمامہ نے **اَلنَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ** کی یہ تشریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق کو حقوق العباد پر مقدم رکھنا اور ایمان باللہ اور اس کی محبت وعبادت میں کسی قسم کا خلل نہ آنے دینا۔ **اَلنَّصِيْحَةُ لِلرَّسُوْلِ** یہ ہے کہ اس کی کامل اتباع کرنا اور ہر حال میں اس کی مدد کرنا، اس کا پیغام دنیا کو پہنچانا اور اس کی محبت وعزت دل نشین کرنا۔ **اَلنَّصِيْحَةُ لِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ** یہ ہے کہ جو امور ان کے سپرد ہیں ان میں ان کی مدد کرنا، ان کی کسی غفلت اور لغزش پر ادب کے ساتھ اُن کو آگاہ کر کے خاموش ہو جانا اور ان کے ساتھ کسی قسم کا منافقانہ رویہ نہ رکھنا بلکہ لوگوں میں ان کی نسبت فرماں برداری کی روح پیدا کرنا۔ **اَلنَّصِيْحَةُ لِلْمُسْلِمِيْنَ** یہ ہے کہ ان کی بہبودی واصلاح کے لئے ہر وقت کوشاں رہنا۔ ان کو ہر قسم کے فتنہ وشر سے بچانا۔ ان کی خوشی وغمی کو اپنی خوشی وغمی سمجھنا اور ان کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند ہو۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ۱۸۲) ان تمام تشریحوں سے وہ تشریح نصیحت کا مفہوم پورے طور پر ادا کرتی ہے، جس کی طرف آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر امام بخاریؒ نے اشارہ کیا ہے۔ ساری آیت یوں ہے: لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. وَّلَا عَلَى

☆ بعض روایات میں اسْتَعْفُوْا کی بجائے اسْتَغْفِرُوْا کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ۱۸۴)

الَّذِيْنَ اِذَا مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ. (التوبة:۹۱-۹۲) یعنی وہ جو خرچ کرنے یا جہاد کرنے کے لئے نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے اور غم کے مارے اُن کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں کہ کیوں وہ اس نیک کام سے محروم رہے ہیں؛ اُن کے دل کی یہ حالت اَلنَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ کی صحیح مثال ہے۔ یعنی دل میں اس قدر درد ہے کہ یہ جانتے ہوئے کہ وہ معذور ہیں اور ان پر کوئی ملامت نہیں، پھر بھی وہ اپنی محرومی پر بے قرار ہو کر رو رہے ہیں۔

یہ وہ خیر خواہی و ہمدردی ہے جو دین کی اصل روح ہے۔ یہی ہمدردی و خیر خواہی تمام بنی نوع کے ساتھ ہونی چاہیے۔ اَلنَّصِيْحَةُ لِرَسُوْلِهٖ میں بھی یہی کیفیت ہو۔ کیونکہ رسالت کا تعلق تمام بنی نوع انسان کے ساتھ ہے اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہمارے سامنے ہے، جس کی شہادت قرآن مجید کے ان الفاظ میں بھی ملتی ہے: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ. (الشعراء: ۴) یعنی آیا تو اس غم کے مارے اپنے آپ کو ہلاک کر دے گا کہ یہ لوگ مومن کیوں نہیں ہوتے۔ مسلمانوں کا یہاں خصوصیت سے ذکر کرنے کی وجہ وہ امتیاز اور حق ہے جو انہیں بحیثیت جماعت کا فرد ہونے کے طبعی طور پر حاصل ہے۔ ان کا خصوصیت سے ذکر کر دینا دوسروں کے لئے ہمدردی کرنے میں روک نہیں بنتا۔ (دیکھئے تشریح حدیث نمبر ۱۱)

مغیرہ بن شعبہ: امیر معاویہ کی حکومت کے ایام میں ان کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ ان کی وفات ۵۰ھ میں ہوئی اور انہوں نے حضرت جریرؓ بن عبداللہ بجلی کو تاوقتیکہ نیا حاکم مقرر ہو، اپنا نائب مقرر کیا تھا اور اسی لئے انہوں نے لوگوں کو یہ نصیحت کی۔ مذکورہ بالا واقعہ نقل کر کے امام بخاریؒ درحقیقت اپنی اس خیر خواہانہ نصیحت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو انہوں نے بالفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایمان و اسلام کی بحث کے ضمن میں تمام مسلمانوں کو کی ہے اور انہیں ہر قسم کے اختلاف سے منع کیا ہے اور ایمان و اسلام کے متعلق اپنا غائیہ کمالیہ اعلیٰ سے اعلیٰ بنانے کی طرف انہیں توجہ دلائی ہے۔ نیز وقار و سنجیدگی کو اپنا شعار بنانے کے لئے کہا ہے اور اس نصیحت کے ساتھ کتاب الایمان کو ختم کرتے ہیں۔ باب کا عنوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں باندھا ہے اور خاتمہ میں ایک صحابی کے الفاظ میں اپنا مقصد بھی بیان کر دیا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی اس کتاب میں شروع سے لے کر آخر تک یہی طریق مسائل کے مطالب سمجھانے میں اختیار کیا ہے۔ یعنی ابواب کی ترتیب اور ان کے عنوان قائم کرنے اور احادیث کی سندوں کے انتخاب اور ان کی تقدیم و تاخیر کے ضمن میں اختلافی مسائل کے متعلق صحیح فقہ اور علم کلام کو پیش کیا ہے۔ کتاب الایمان کی اس آخری حدیث کے خاتمہ کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں: ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ. یعنی جیسے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو نصیحت کی تھی اور آخر میں وہ استغفار پر اپنا مقصدِ نصیحت ختم کرتے ہوئے منبر سے نیچے اُترے تھے، اسی طرح میں بھی مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے کتاب الایمان کو ختم کرتا ہوں۔ کتاب العلم میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس مخصوص طریق بیان کی صراحت بھی کی ہے۔ جیسا کہ اصل موقع و محل پر انشاء اللہ اس کا ذکر کیا جائے گا۔ وباللّٰه التوفيق.

❁❁❁❁❁

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كِتَابُ الْعِلْم

اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے طریق روایت اور اس کی صحت وسقم کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ضمناً تدوین احادیث کی تاریخ اور روایت کے بارے میں صحابہ کرام کی غایت درجہ احتیاط کا بھی ذکر کیا ہے اور وہ آداب بیان کئے ہیں جو تحصیل علم کے لئے ازبس ضروری ہیں اور یہ بھی بتلایا ہے کہ ان کو احادیث کے جمع کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی اور اس کے لئے کیا کیا محنت ومشقت برداشت کی اور لمبے لمبے سفر اختیار کئے اور یہ کہ علم ایک وسیع ناپیدا کنار سمندر ہے۔ نیز یہ کہ احادیث کو بیان کرتے وقت وہ اشارہ وکنایہ سے اپنی رائے کا بھی اظہار کریں گے۔ امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا مقاصد کو ابواب واحادیث کی تشریح میں ساتھ ساتھ واضح کیا گیا ہے، جیسا کہ مطالعہ سے معلوم ہوجائے گا۔ تیسرے باب کی دوسری روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس غایت درجہ احتیاط اور اہتمام کا پتہ دیتی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب کے ابواب کے عنوان اور احادیث کے انتخاب اور ان کی ترتیب قائم کرنے میں دکھایا ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مومن کا کوئی فعل اور کوئی حرکت عبث نہیں ہوتی۔ مشار الیہ باب کے ضمن میں امام موصوف کا اس حدیث کو لانا بتلاتا ہے کہ وہ قارئین کو یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے احادیث کے لفظ اَنْبَاَنَا یا اَخْبَرَنَا یا حَدَّثَنَا کے اختیار کرنے میں بھی کسی نہ کسی مقصد کو مدنظر رکھا ہے۔ ایسا ہی ایک باب انہوں نے یہ بھی قائم کیا ہے کہ اگر کوئی اشارہ اور کنایہ سے فتویٰ دے تو کیا یہ جائز ہے اور اس کے جواز کے متعلق آنحضرت ﷺ کے عمل کو پیش کیا ہے۔ اس سے بھی درحقیقت یہ سمجھانا مقصود ہے کہ وہ مسائل کے متعلق اپنا فتویٰ اشارہ وکنایہ سے بیان کریں گے۔ اس میں ذرہ بھر بھی شبہ نہیں کہ امام بخاریؒ کی کتاب محض روایات کا مجموعہ نہیں بلکہ درحقیقت یہ ذخیرہ ہے اس ربانی علم ومعرفت کا جو محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا۔

بَاب ۱ : فَضْلُ الْعِلْمِ

علم کی فضیلت

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى : يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَّاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا (يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ) یعنی جو تم میں سے مومن ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے انہیں اللہ درجوں میں بلند کرتا رہتا ہے اور اللہ جو کچھ تم

(المجادلة:۱۲) وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا(طٰہٰ:۱۱۵). کرتے ہو اُس سے خوب آگاہ ہے۔ نیز اللہ عزوجل کا یہ فرمانا: رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا. اے میرے ربّ مجھے علم میں بڑھا۔

تشریح: **یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُم:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باب باندھنے میں جو آیت انتخاب کرتے ہیں وہ ان کا مقصد ادا کرنے کے لئے اپنے اندر پورا ذخیرہ رکھتی ہے۔ آپؒ نے فضیلتِ علم کا باب قائم کرتے ہوئے دو آیتیں چنیں ہیں۔ ایک یہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَکُمْ ۚ وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ ۙ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ٥ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىکُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِکَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَاَطْهَرُ. (المجادلة: ۱۲-۱۳) ☆ ان آیات میں دو قسم کے آدمیوں کے درجات بڑھائے جانے کا ذکر ہے ایک اہل ایمان اور دوسرے اہل علم۔ اسی ترتیب سے امام موصوفؒ نے ایمان و علم کے متعلق یکے بعد دیگرے احادیث بیان کی ہیں اور دونوں کو ترقی درجات کا سبب قرار دیا ہے۔ ایمان بھی انسان کو اعلیٰ سے اعلیٰ ترقیات کا وارث بناتا ہے اور علم بھی۔ ایمان علم کو اور علم ایمان کو بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ ایمان اپنے اندر اسی طرح نورِ علم رکھتا ہے جیسے کفر جہالت کی ظلمت کو۔ غرض ان دونوں کا تعلق آپس میں نہایت گہرا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے حاشیہ آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۲۶ تا ۲۷۳)

اِذَانَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ: چونکہ احادیث کا مطالعہ اور ان کا تذکرہ بھی ایک قسم کی مناجاتِ رسول یعنی اس سے راز و نیاز کی باتیں کرنا ہے۔ اس لئے قَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىکُمْ صَدَقَةً (المجادلة:۱۳) کے ماتحت امام موصوفؒ نے وہ آداب ذکر کئے ہیں جو اسلامی تعلیم کی رو سے تحصیل علم کے لئے از بس ضروری ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں ہر نیک و خالص عمل صدقہ کہلاتا ہے۔

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا: دوسری آیت رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا(طٰہٰ:۱۱۵) ہے۔ یہ آیت علم حاصل کرنے کے لئے اس طبعی خواہش اور استعداد کی طرف اشارہ کرتی ہے جو نہایت وسیع پیمانہ پر انسان کی فطرت میں بطور ودیعت کے رکھی گئی ہے۔ علم کی فضیلت اس سے عیاں ہے کہ وہ بے پایاں و بے کنار سمندر ہے جس میں انسان جتنا بھی آگے تیرتا چلا جائے اس کی فطرت یہی کہتی چلی جائے گی: رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ پہلا ادب اسلام نے علم کے متعلق یہ سکھلایا ہے کہ انسان جناب الٰہی میں ہمیشہ یہ دعا کرتا رہے کہ وہ اپنی شانِ ربوبیت کے طفیل اس کا علم ہمیشہ بڑھاتا رہے۔

☆ ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تمہیں یہ کہا جائے کہ مجلسوں میں (دوسروں کے لیے) جگہ کھلی کر دیا کرو تو کھلی کر دیا کرو۔ اللہ تمہیں کشادگی عطا کرے گا۔ اور جب کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ تو اُٹھ جایا کرو۔ اللہ اُن لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور خصوصاً اُن کے جن کو علم عطا کیا گیا ہے۔ اور اللہ اُس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم رسول سے (کوئی ذاتی) مشورہ کرنا چاہو تو اپنے مشورہ سے پہلے صدقہ دیا کرو۔ یہ بات تمہارے لیے بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے۔

بَاب ۲

مَنْ سُئِلَ عِلْمًا وَهُوَ مُشْتَغِلٌ فِي حَدِيْثِهِ فَأَتَمَّ الْحَدِيْثَ ثُمَّ أَجَابَ السَّائِلَ

جس سے کوئی علم کی بات پوچھی جائے اور وہ اپنی بات میں مشغول ہو تو بات ختم کر کے پھر وہ پوچھنے والے کو جواب دے

۵۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ ح وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ فَمَضَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ لَّمْ يَسْمَعْ حَتَّى إِذَا قَضَى حَدِيْثَهُ قَالَ أَيْنَ ؟ أُرَاهُ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ هَا أَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ قَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا قَالَ إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ.

۵۹: ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا: فُلَیح نے ہمیں بتلایا- نیز مجھ سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا: محمد بن فُلَیح نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، کہا: ہلال بن علی نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ نبی ﷺ مجلس میں بیٹھے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک بدوی آپؐ کے پاس آیا اور اس نے پوچھا: موعودہ گھڑی کب ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ اپنی بات میں لگے رہے۔ اس پر لوگوں میں سے کسی نے کہا: جو اس نے کہا آپؐ نے سن لیا ہے مگر آپؐ نے اس کی بات کو برا منایا۔ اور ان میں سے بعض نے کہا: نہیں آپؐ نے سنا نہیں۔ آخر جب آپؐ بات ختم کر چکے تو فرمایا کہ کہاں ہے؟ (راوی کہتا ہے:) میں سمجھتا ہوں۔ (آپؐ نے یوں فرمایا:) موعودہ گھڑی کے متعلق پوچھنے والا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں یہ ہوں۔ فرمایا: جب امانت ضائع کر دی جائے گی تو اس وقت موعودہ گھڑی کا انتظار کرو۔ اس نے پوچھا: وہ کیوں کر ضائع کی جائے گی؟ فرمایا: جب حکومت نا اہل لوگوں کے سپرد کر دی جائے گی تو اس وقت اس گھڑی کا انتظار کرو۔

تشریح: **أَتَمَّ الْحَدِيثَ ثُمَّ أَجَابَ السَّائِلَ**: اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونہ کو پیش کر کے چار اور آداب سکھائے ہیں۔ **ایک** یہ کہ انسان کو جو بات سمجھ نہ آئے وہ پوچھے۔

دوسرا یہ کہ وہ قطع کلام نہ کرے۔ یہ عیب بکثرت پایا جاتا ہے۔

تیسرے یہ کہ عالم اپنا علمی وقار قائم رکھے۔ کسی کی غلطی اگر بری معلوم ہو تو حتی الوسع اس کا اظہار نہ کرے اور خوبی سے اس غلطی کا ازالہ کر دے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ناپسندیدگی کو صرف اپنے اندرونی احساس تک ہی محدود رکھا۔ چنانچہ صحابہ کو شک رہا کہ آپؐ نے بُرا مانا ہے یا سنا نہیں۔ قرآن مجید میں بھی آپؐ کے اس پاک خُلق کا ذکر کیا گیا ہے۔ عَبَسَ وَ تَوَلّٰی (عبس: ۲) ایک اندھے کے سامنے تیوری چڑھا کر اعراض کرنے پر اکتفا کرنا اور اسے قطع کلام پر کچھ نہ کہنا یہ اخلاق فاضلہ کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ کیونکہ اندھا تو زبان ہی سے سمجھ سکتا ہے نہ کہ تیوری چڑھانے سے یا اعراض سے۔ علمی مجلس میں علمی باتیں کرتے ہوئے ایک عالم کے لئے کامل طور پر ضبطِ نفس رکھنا از بس ضروری ہے۔

چوتھا ادب یہ ہے کہ سائل کے سوال کو بالکل نظر انداز بھی نہ کرے بلکہ بات ختم کرنے کے بعد اس کی تشفی کرائے۔

فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ: السَّاعَة کی تشریح حدیث نمبر ۵۰ میں ملاحظہ ہو۔

بَاب۳: مَنْ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْعِلْمِ

جو بلند آواز سے (کسی بات کا) علم دے

۶۰: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقَتْنَا الصَّلَاةُ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا.

۶۰: ہم سے ابو نعمان عارم بن فضل نے بیان کیا، کہا: ابو عوانہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابو بشر سے، ابو بشر نے یوسف بن ماہک سے، یوسف نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ ایک سفر میں جو ہم نے کیا تھا؛ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپؐ ہم سے آ ملے اور ہمیں نماز میں اتنی دیر ہو گئی (کہ دوسری نماز کا وقت بھی آن پہنچا) اور ہم ابھی وضو ہی کر رہے تھے۔ ہم نے اپنے پاؤں کو یونہی پانی سے پونچھنا شروع کر دیا۔ اس پر آپؐ نے بلند آواز سے فرمایا: ہائے شامت ان ایڑیوں کی آگ سے۔ یہ دو دفعہ یا تین دفعہ فرمایا۔

تشریح: وَيْلٌ لِّلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ: چھٹا ادب یہ ہے کہ عالم اگر کوئی غلطی دیکھے تو اس غلطی کے متعلق کھول کر اظہار کرے۔ وَيْلٌ لِّلأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ میں وَيْلٌ بددعائیہ کلمہ نہیں بلکہ تنبیہ وانذار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ایک چھوٹی سی کوتاہی یا تساہل کے پائے جانے کو بھی نہ دیکھ سکتی تھی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں یہ اشارہ کیا ہے کہ وہ اس کتاب میں مختلف فرقہ ہائے اسلام کے غلط خیالات کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں اور دراصل یہی موضوع ہے آپ کی اس مستند کتاب کا۔

بَاب ٤ : قَوْلُ الْمُحَدِّثِ حَدَّثَنَا أَوْ أَخْبَرَنَا وَأَنْبَأَنَا

حدیث بیان کرنے والے کا یہ کہنا حَدَّثَنَا یا اَخْبَرَنَا یا اَنْبَاَنَا

وَقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا وَأَنْبَأَنَا وَسَمِعْتُ وَاحِدًا وَّقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ وَقَالَ شَقِيْقٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ كَلِمَةً وَقَالَ حُذَيْفَةُ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَدِيْثَيْنِ وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْمَا يَرْوِي عَنْ رَّبِّهِ وَقَالَ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَرْوِيْهِ عَنْ رَّبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَرْوِيْهِ عَنْ رَّبِّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ.

اور حُمَیْدِی نے ہم سے کہا کہ ابن عُیَیْنَہ کے نزدیک حَدَّثَنَا اور اَخْبَرَنَا اور اَنْبَاَنَا اور سَمِعْتُ ایک ہی ہیں۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے کہا: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ. اور شقیق نے حضرت عبداللہؓ سے یوں روایت کی۔ کہا: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ كَلِمَةً كَذَا اور حضرت حُذَیْفَہؓ نے کہا: حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَدِيْثَيْنِ اور ابوعالیہ نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ سے یوں مروی ہے: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْمَا يَرْوِىْ عَنْ رَّبِّهٖ اور حضرت انسؓ نے یوں کہہ کر روایت کی: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَرْوِيْهِ عَنْ رَّبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ اور حضرت ابوہریرہؓ نے یوں کہا: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَرْوِيْهِ عَنْ رَّبِّكُمْ عَزَّوَجَلَّ.

٦١ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

۶۱: ہم سے قتیبہ (بن سعید) نے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبداللہ بن دینار سے، عبداللہ بن دینار نے حضرت ابن عمرؓ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَّا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُوْنِي مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللهِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوْا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

سے روایت کی وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درختوں میں ایک ایسا درخت ہے کہ اس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مثال ہے مسلمان کی۔ مجھے بتلاؤ کہ وہ کون سا ہے؟ اس پر لوگ لگے بیابانوں کے درختوں میں تلاش کرنے۔ حضرت عبداللہؓ کہتے تھے کہ میرے جی میں آیا کہ وہ کھجور ہے، مگر میں شرمایا۔ پھر لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپؐ ہی ہمیں بتلائیں کہ وہ کونسا ہے؟ فرمایا: وہ کھجور ہے۔

تشریح: **قَوْلُ الْمُحَدِّثِ حَدَّثَنَا اَوْاَخْبَرَنَا وَاَنْبَاَنَا:** اس باب کا ماحصل یہ ہے کہ امام بخاریؒ اپنی اس کتاب کی بناء اُن مستند حدیثوں پر رکھیں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے الفاظ يَرْوِيهِ عَنْ رَّبِّهٖ یا عَنْ رَّبِّكُمْ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ احادیث نبویہ کی بنیاد وحی جلی یا وحی خفی پر ہے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی غلطی یا آپؐ کا سہو بھی روح القدس سے خالی نہیں۔ (مفصل بحث ملاحظہ ہو: آئینہ کمالات اسلام- روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۷ تا ۱۲۶)

اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَّا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَاِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ: امام ابن حجر نے مختلف روایتیں نقل کر کے اس حدیث کا مفہوم واضح کیا ہے کہ مسلمان کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کی کوئی حرکت اور اس کا کوئی فعل بھی بے سود نہیں ہوتا۔ جیسے کھجور کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں جو چھوٹے پودے ہونے کی حالت سے لے کر آخری عمر تک فائدے سے خالی ہو۔ لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا کے علاوہ بعض دوسری روایات میں کھجور اور اس کے اجزاء کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ایک چیز کا نام لے کر دوسری تمام چیزیں مراد لینے کا نام فن بلاغت میں اکتفا ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۱۹۲-۱۹۳)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا باب میں اس حدیث کو لا کر یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی مقصد کو مدنظر رکھ کر الفاظ اَنْبَأَنَا وَأَخْبَرَنَا وَحَدَّثَنَا وَفِيمَا يَرْوِىْ وغیرہ کو استعمال کریں گے اور قارئین دیکھیں گے کہ امام موصوفؒ نے ایک چھوٹے سے چھوٹے تصرف سے بھی کتنا بڑا مقصد ادا کیا ہے۔ ابواب کے عناوین اور روایات کی ترتیب میں انہوں نے ایک نئے علم کلام کو جمع کر دیا ہے۔ جس سے مسلمانوں میں غلط روایتوں اور منطقی سفسطوں سے پیدا شدہ اختلافات کا نہایت خوبی سے ازالہ فرمایا ہے۔

بَاب ۵

طَرْحُ الْإِمَامِ الْمَسْأَلَةَ عَلَى أَصْحَابِهِ لِيَخْتَبِرَ مَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ

امام کا اپنے ساتھیوں سے سوال کرنا تا کہ ان کے علم کا امتحان لے

٦٢ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَّا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ حَدِّثُوْنِي مَا هِيَ قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللهِ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ ثُمَّ قَالُوْا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

۶۲: ہم سے خالد بن مَخْلَد نے بیان کیا کہ سلیمان (بن بلال) نے ہمیں بتلایا۔ (انہوں نے کہا) کہ عبداللہ بن دینار نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثال ہے۔ مجھے بتلاؤ کہ وہ کونسا ہے؟ حضرت ابن عمرؓ کہتے تھے: اس پر لوگ بیابانوں کے درختوں میں جا پڑے۔ حضرت عبداللہؓ کہتے تھے: میرے جی میں آیا کہ وہ کھجور ہے۔ (پس میں شرمایا) پھر لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں بتلائیں وہ کیا درخت ہے؟ فرمایا: وہ کھجور ہے۔

تشریح: **طَرْحُ الْإِمَامِ الْمَسْئَلَةَ عَلٰى أَصْحَابِهٖ:** یہ حدیث جو ابھی گزر چکی ہے اس کا معاً اعادہ کرنے سے امام بخاریؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ وہ کسی حدیث کا تکرار ایک نئے فائدہ کی غرض سے کریں گے. نیز اسے عموماً نئی سند کے ساتھ دہرائیں گے، تا اس کا پایہ صحت معلوم ہو۔ علاوہ ازیں وہ باب کے عنوان میں ایک معمولی سا تصرف کر کے دقیق در دقیق مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۱۹۵) جیسا کہ اس کی مثالیں کثرت سے آئیں گی۔

یہاں علم کے متعلق ساتواں ادب بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ عالم کو تعلیم دیتے وقت یہ بھی کوشش کرنی چاہیے کہ وہ سیکھنے والوں کی طبعی استعداد و جستجو کو اُبھارے اور مشاہدات کی طرف توجہ دلا کر قیاسات کے لئے اُن کے ذہن میں تحریک پیدا کرے۔ عربی زبان میں باطنی امر کو جو پوشیدہ ہوتا ہے ظاہر کرنے کا نام اِخْتِبَار ہے اور فنِ تعلیم میں یہ طریقہ سب سے اعلیٰ مانا گیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو دہرا کر اور اس سے علم کے متعلق نہایت باریک اور مفید استنباط کر کے جو الگ باب قائم کیا ہے وہ صرف اس غرض کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ ان کا یہ انداز اس کتاب کے پڑھنے والوں کو توجہ

دلائے کہ وہ بھی مطالب کتاب کے سمجھنے میں اپنی عقل وفکر سے اسی طرح کام لیں جس طرح امام موصوفؒ نے احادیث کی تدوین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا کی پوری پوری تعمیل کی ہے۔

باب ٦ : مَا جَاءَ فِي الْعِلْمِ

علم کے متعلق

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى : وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا. (طٰهٰ:١١٥)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: اور یہ کہا کر کہ اے میرے ربّ! مجھے علم میں بڑھا دے۔

{بَاب[1]} اَلْقِرَاءَةُ وَالْعَرْضُ عَلَى الْمُحَدِّثِ

محدث سے پڑھنا اور محدث کو پڑھ کر سنانا

وَرَأَى الْحَسَنُ وَالثَّوْرِيُّ وَمَالِكٌ الْقِرَاءَةَ جَائِزَةً وَّاحْتَجَّ بَعْضُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ بِحَدِيْثِ ضِمَامِ ابْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ تُصَلِّيَ[2] الصَّلَوَاتِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهٰذِهِ قِرَاءَةٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَ ضِمَامٌ قَوْمَهُ بِذٰلِكَ فَأَجَازُوْهُ وَاحْتَجَّ مَالِكٌ بِالصَّكِّ يُقْرَأُ عَلَى الْقَوْمِ فَيَقُوْلُوْنَ أَشْهَدَنَا فُلَانٌ وَّيُقْرَأُ ذٰلِكَ قِرَاءَةً عَلَيْهِمْ وَيُقْرَأُ عَلَى الْمُقْرِئِ فَيَقُوْلُ الْقَارِئُ أَقْرَأَنِي فُلَانٌ.

اور حسن اور ثوری اور مالک نے (اس طرح) پڑھنا جائز سمجھا اور ان میں سے بعض نے عالم کو سنا کر (اس سے پڑھنے) کے متعلق حضرت ضمام بن ثعلبہؓ کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا تھا: کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم[2] نماز پڑھیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس سے دلیل پکڑنے والے نے کہا کہ یہ نبی ﷺ سے پڑھنا ہی ہے۔ حضرت ضمامؓ نے اپنی قوم کو یہ باتیں بتلائیں اور پھر انہوں نے بھی ان کو جائز رکھا اور مالک نے اس اقرار نامہ سے بھی دلیل پکڑی ہے جو لوگوں کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے اور پھر وہ کہتے ہیں: ہمیں فلاں نے گواہ ٹھہرایا ہے۔ اور اسے اُن پر قرأت کر کے پڑھا جاتا ہے۔ ایسا ہی پڑھانے والے کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو پڑھنے والا کہتا ہے کہ مجھے فلاں نے پڑھایا۔

---

[1] نسخہ بولاق اور انصاریہ کے مطابق یہ عبارت عنوانِ باب ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۱۹۶)

[2] عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ نُصَلِّيَ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء دوم صفحہ ۱۷) ترجمہ اس لفظ کے مطابق ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَوْفٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ وَأَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ يُوْسُفَ الْفِرَبْرِيُّ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ إِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ إِذَا قُرِئَ عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلَا بَأْسَ أَنْ تَقُوْلَ حَدَّثَنِي قَالَ وَسَمِعْتُ أَبَا عَاصِمٍ يَّقُوْلُ عَنْ مَّالِكٍ وَّسُفْيَانَ الْقِرَاءَةُ عَلَى الْعَالِمِ وَقِرَاءَتُهُ سَوَاءٌ.

ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا کہ محمد بن حسن واسطی نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عوف سے، عوف نے حسن (بصری) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ عالم کو سنا کر پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اور محمد بن یوسف فربری نے ہمیں بتلایا۔ (انہوں نے کہا:) محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ بن موسیٰ نے سفیان (ثوری) سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ کہا: اگر محدث سے اس کو سنا کر پڑھا جائے تو کوئی قباحت نہیں کہ یہ کہے کہ مجھ سے (فلاں محدث نے) بیان کیا۔ سفیان نے کہا: اور میں نے ابوعاصم سے سنا۔ وہ مالک اور سفیان سے نقل کرتے تھے کہ عالم سے اس کو سنا کر پڑھنا اور اس عالم کا خود پڑھنا دونوں یکساں ہیں۔

٦٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدٍ هُوَ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ فَأَنَاخَهُ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ أَيُّكُمْ مُّحَمَّدٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئٌ بَيْنَ

۶۳: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے سعید مقبری سے، سعید نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت انسؓ بن مالک سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ایک بار ہم مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار اندر آ گیا اور اس نے مسجد میں اونٹ بٹھا دیا۔ پھر اس نے اس کا گھٹنا باندھا۔ اس کے بعد اس نے ان سے پوچھا: تم میں محمد (ﷺ) کون ہیں؟ اور نبی ﷺ ان کے درمیان تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے

ظَهْرَانَيْهِمْ فَقُلْنَا هَذَا الرَّجُلُ الْأَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَبْتُكَ فَقَالَ الرَّجُلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي سَائِلُكَ فَمُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فِي الْمَسْأَلَةِ فَلَا تَجِدْ عَلَيَّ فِي نَفْسِكَ فَقَالَ سَلْ مَا بَدَا لَكَ فَقَالَ أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ أَاللهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ فَقَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدُكَ بِاللهِ أَاللهُ أَمَرَكَ أَنْ نُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدُكَ بِاللهِ أَاللهُ أَمَرَكَ أَنْ نَّصُوْمَ هَذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ قَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدُكَ بِاللهِ أَاللهُ أَمَرَكَ أَنْ تَأْخُذَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ أَغْنِيَاءِنَا فَتَقْسِمَهَا عَلَى فُقَرَاءِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ آمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهِ وَأَنَا رَسُوْلُ مَنْ وَّرَائِي مِنْ قَوْمِي وَأَنَا ضِمَامُ بْنُ ثَعْلَبَةَ أَخُو بَنِي سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ. رَوَاهُ مُوْسَى وَعَلِيُّ ابْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ

کہا: یہ سفید آدمی جو تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ تب اس شخص نے آپؐ سے کہا: اے عبدالمطلب کے بیٹے! نبی ﷺ نے فرمایا: میں تجھے جواب دیتا ہوں۔ پھر اس شخص نے نبی ﷺ سے کہا: میں آپؐ سے سوال کروں گا اور سوال میں آپؐ سے سختی کروں گا اور مجھ پر ناراض نہ ہونا۔ آپؐ نے فرمایا: پوچھو جو تمہارے جی میں آئے۔ اس نے کہا: میں آپؐ کو آپؐ کے اور آپؐ سے جو پہلے ہیں ان کے ربّ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپؐ کو تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: بارِخدایا، ہاں۔ اس نے کہا: آپؐ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم دن رات میں پانچ نمازیں پڑھا کریں؟ فرمایا: بارِخدایا، ہاں۔ اس نے کہا: آپؐ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ سال کے اس مہینے (رمضان) میں ہم روزہ رکھا کریں؟ فرمایا: بارِخدایا، ہاں۔ اس نے کہا: میں آپؐ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا آپؐ کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ آپؐ ہمارے دولتمندوں سے صدقہ لیا کریں اور پھر ہمارے محتاجوں میں اسے تقسیم کر دیں؟ فرمایا: بارخدایا، ہاں۔ تب اس شخص نے کہا: جو پیغام آپؐ لائے ہیں میں نے اس کو مان لیا اور میں اپنی اس قوم کا ایلچی ہوں جو میرے پیچھے ہے اور میں ضمام بن ثعلبہ ہوں اور بنو سعد بن بکر کی قوم سے ہوں۔ یہ حدیث موسیٰ اور علی بن عبدالحمید نے بھی

ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

بیان کی۔انہوں نے سلیمان سے،سلیمان نے ثابت سے، ثابت نے حضرت انسؓ سے، حضرت انسؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔

{ ☆ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ نُهِيْنَا فِي الْقُرْاٰنِ أَنْ نَّسْئَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَّجِيْئَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلَهُ وَ نَحْنُ نَسْمَعُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ أَتَانَا رَسُوْلُكَ فَأَخْبَرَنَا أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَرْسَلَكَ قَالَ صَدَقَ فَقَالَ فَمَنْ خَلَقَ السَّمَآءَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالْجِبَالَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَمَنْ جَعَلَ فِيْهَا الْمَنَافِعَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَبِالَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْأَرْضَ وَنَصَبَ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِيْهَا الْمَنَافِعَ أَاللهُ أَرْسَلَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ زَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَّزَكٰوةٍ فِيْ

☆ ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا: ہم سے سلیمان بن مغیرہ نے بیان کیا۔انہوں نے کہا: ثابت نے حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ وہ کہتے تھے: قرآن مجید میں ہم کو اس بات سے روکا گیا ہے کہ نبی ﷺ سے سوال کریں۔اس لئے ہمیں یہ پسند ہوتا کہ اہل بادیہ میں سے کوئی سمجھدار آدمی آئے اور وہ آپؐ سے پوچھے اور ہم سنیں۔ چنانچہ اہل بادیہ میں سے ایک شخص آیا۔اس نے کہا: آپؐ کا پیغامبر ہمارے پاس آیا تھا اور اس نے ہمیں بتلایا کہ آپؐ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے آپؐ کو بھیجا ہے۔آپؐ نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔اس نے پوچھا: اس آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ فرمایا: اللہ عزوجل نے۔اس نے پوچھا: اس زمین کو اور ان پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے۔اس نے پوچھا: کس نے ان میں مفید چیزیں بنائیں؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے۔اس نے کہا: پھر میں اسی ذات کی آپؐ کو قسم دیتا ہوں جس نے اس آسمان کو پیدا کیا اور جس نے اس زمین کو پیدا کیا اور جس نے پہاڑوں کو کھڑا کیا اور ان میں مفید چیزیں بنائیں۔کیا اسی اللہ نے آپؐ کو بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔اس نے کہا: آپؐ کا پیغامبر کہتا تھا کہ ہمارے ذمہ پانچ نمازیں ہیں اور ہمارے ذمہ اپنے

☆ یہ حدیث صرف نسخة البغدادیه میں مذکور ہے۔(فتح الباری جزءاول صفحہ۲۰۲)

أَمْوَالِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ بِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ أَاللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرٍ فِيْ سَنَتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ أَاللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حِجَّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ أَاللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَوَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَزِيْدُ عَلَيْهِنَّ شَيْئًا وَّلَا أَنْقُصُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ.}

مالوں میں سے زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔ اس نے کہا: اسی ذات کی میں قسم دیتا ہوں جس نے آپؐ کو بھیجا ہے۔ کیا اللہ نے آپؐ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: آپؐ کا پیغامبر کہتا تھا کہ ہمارے ذمہ سال میں ایک ماہ کے روزے رکھنا بھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔ اس نے کہا: میں اسی ذات کی آپؐ کو قسم دیتا ہوں جس نے آپؐ کو بھیجا ہے کیا اللہ نے آپؐ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: اور آپؐ کا پیغامبر کہتا تھا کہ ہمارے ذمہ بیت اللہ کا حج کرنا بھی ہے جس کو وہاں جانے کی طاقت ہو۔ آپؐ نے فرمایا: اس نے سچ کہا۔ اس نے کہا: پھر میں آپؐ کو اسی ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے آپؐ کو بھیجا ہے کیا اللہ نے آپؐ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا: پھر اس ذات کی قسم ہے جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں ان باتوں پر کچھ بڑھاؤں گا نہیں اور نہ ہی گھٹاؤں گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اگر یہ سچا ہے تو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔

تشریح: **اَلْقِرَاةُ وَالْعَرْضُ علٰى الْمُحدِّثِ:** عَرْض یا مُعَارَضَة یہ ہے کہ طالب علم اپنا لکھا ہوا پڑھ کر اس غرض کے لئے سنائے کہ اس میں جو غلطی ہو اس کی اصلاح ہو جائے۔ اپنے استاد کو سنائے یا استاد کی موجودگی میں اپنی کتاب کا کسی دوسرے سے مقابلہ کرے اور پھر کہے کہ مجھے فلاں استاد نے بتلایا۔ بعض لوگوں نے اسے جائز نہیں قرار دیا۔ بلکہ حَدَّثَنَا یا اَخْبَرَنَا کہنے کے لئے خود استاد کے منہ سے سننا ضروری خیال کیا ہے۔ لیکن امام بخاریؒ اس کو جائز قرار دیتے ہیں اور انہوں نے اس کی تائید میں مختلف لوگوں کے اقوال پیش کئے ہیں۔ امام مالک کے استدلال سے یہ مراد ہے کہ اقرار نامہ میں مثلاً اگر کوئی یہ اقرار کرے کہ میں نے فلاں شخص کو زمین دے دی اور لوگوں کو وہ پڑھ کر سنائے تو سننے والے یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں نے ہمیں گواہ ٹھہرایا۔ حالانکہ بظاہر اس نے ان سے نہیں کہا کہ میں تم کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور نہ اس نے اقرار لیا کہ وہ گواہ ہیں۔

وَاحْتَجَّ بَعْضُهُمْ فِي الْقِرَآةِ عَلَى الْعَالِمِ بِحَدِيْثِ ضِمَامِ بْنِ ثَعْلَبَةَ: امام بخاریؒ اس حدیث سے وہ مقصد ثابت کرنا چاہتے ہیں۔جس کے لئے آپ نے یہ باب قائم کیا ہے۔یعنی طریقہ اسناد، احادیث کی تدوین میں امام بخاریؒ نے اپنے استادوں کی تصدیق پر بھی حدیث ان کی طرف منسوب کر دی ہے۔

حضرت ضمامؓ بن ثعلبہ کی یہ روایت جو یہاں شریک سے بیان کی گئی ہے، اس میں حج کا ذکر نہیں۔ یہ جو خیال ہے کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا، ابن حجرؒ نے اس کو بدلائل غلط ثابت کیا ہے اور بتلایا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے، جب وفد آپؐ کے پاس آنے لگے تھے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۰۱) تو اس وقت حج کے متعلق حکم نازل ہو چکا تھا۔خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اگلی روایت سے جس میں حج کا ذکر ہے، اس اشکال کو دور کر دیا ہے۔

قَدْ أَجَبْتُکَ: اس سے مراد یہ ہے کہ جس کو تم نے بلایا ہے وہ یہ شخص ہے جس نے تمہیں جواب دیا ہے۔

اِنِّيْ سَائِلُکَ فَمُشَدِّدٌ عَلَيْکَ فِي الْمَسْئَلَةِ: اس حدیث میں ایک تو اس شخص کا کڑے لہجے میں بے دھڑک پوچھنا اور آپؐ کا اس کو برا نہ ماننا اور اطمینان سے جواب دینا قابل غور ہے اور دوسرا آپؐ کا اپنے ساتھیوں میں بے تکلفی سے بغیر کسی امتیاز کے بیٹھنا ان لوگوں کے لئے سبق آموز ہے، جو مجلسوں میں امتیاز کے خواہاں ہیں۔اصلی فضیلت تو ذاتی خوبی کے ساتھ ہے۔

اَسَاَلُکَ بِرَبِّکَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَکَ: ہر شخص کے لئے دلیل کی بھی نوعیت جداگانہ رنگ رکھتی ہے۔ حضرت ضمامؓ بن ثعلبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر وثوق ہے کہ انہیں یقین ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات کو منسوب نہیں کر سکتے۔اس لئے اگر آپؐ قسم کھا کر کہہ دیں کہ میں سچا ہوں تو آپؐ ضرور سچے ہوں گے۔قسم اس نے اس لئے دی کہ دعویٰ نبوت عرب لوگوں کی نظر میں ایک ایسا دعویٰ تھا کہ اس کی نظیر ملک عرب میں نہیں پائی جاتی تھی۔ یہ درحقیقت فطرت کا طبعی مظاہرہ تھا، جو صاف دل انسان کی ضرورت اور قبولیت کو ظاہر کرتا ہے۔

اِنَّ عَلَيْنَا حِجَّ الْبَيْتِ: امام بخاریؒ کبھی کسی روایت کو اس لئے بھی دہراتے ہیں کہ پہلی روایت میں جو کمی رہ گئی ہے وہ دوسری روایت سے پوری کر دیں۔چنانچہ سابقہ روایت کی وجہ سے جو اختلاف حج کے متعلق تھا۔وہ اس روایت سے دور کر دیا۔یعنی اُس میں جو حج کا ذکر نہیں تو یہ راوی کی بھول ہے۔

اَنَا رَسُوْلُ مَنْ وَّرَائِيْ مِنْ قَوْمِيْ: صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل عرب اور دیگر ممالک کی طرف ایلچی بھیجے تھے اور ان کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ان قبائل میں سے بنوسعد بن بکر بن ہوازن کا بھی قبیلہ تھا۔پیغام دعوت پہنچنے پر اس قبیلہ نے حضرت ضمامؓ کو نمائندہ بنا کر بھیجا، جو نہایت زیرک اور لسان شخص تھے۔اسی سوال و جواب سے ان کی تسلی ہوگئی اور انہوں نے اپنی قوم کو جا کر تبلیغ کی اور وہ بھی مسلمان ہوگئی۔جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔اس قوم نے جنگ حنین کے بعد جو کہ ۸ھ میں ہوئی تھی اسلام قبول کیا۔امام ابن حجرؒ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ضمامؓ غالباً ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔
(فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۰۱)

بَاب ۷: مَا يُذْكَرُ فِي الْمُنَاوَلَةِ

مُنَاوَلَہ کے بارہ میں جو ذکر کیا جاتا ہے

(یعنی محدّث کا اپنی تصنیف کردہ یا کسی دوسرے محدّث سے پڑھی ہوئی کتاب شاگرد کو دے کر حدیثوں کے بیان کرنے کی اسے اجازت دینا)

وَكِتَابُ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْعِلْمِ إِلَى الْبُلْدَانِ وَقَالَ أَنَسٌ نَسَخَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ فَبَعَثَ بِهَا إِلَى الْآفَاقِ وَرَأَى عَبْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَمَالِكٌ ذَلِكَ جَائِزًا وَاحْتَجَّ بَعْضُ أَهْلِ الْحِجَازِ فِي الْمُنَاوَلَةِ بِحَدِيْثِ النَّبِيِّ ﷺ حَيْثُ كَتَبَ لِأَمِيْرِ السَّرِيَّةِ كِتَابًا وَقَالَ لَا تَقْرَأْهُ حَتَّى تَبْلُغَ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ الْمَكَانَ قَرَأَهُ عَلَى النَّاسِ وَأَخْبَرَهُمْ بِأَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ.

اور اہل علم کا علمی باتیں لکھ کر شہروں کی طرف بھیجنا اور حضرت انسؓ کہتے تھے: حضرت عثمانؓ نے قرآن مجید کے نسخے لکھوائے اور ان کو چاروں طرف بھیج دیا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور یحییٰ بن سعید اور مالک نے یہ بات جائز سمجھی اور اہل حجاز میں بعض نے مناولہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ آپؐ نے امیر لشکر کے لئے ایک خط لکھا اور فرمایا: تم اسے نہ پڑھنا جب تک کہ فلاں جگہ نہ پہنچ جاؤ۔ جب اس جگہ وہ پہنچا تو اس نے لوگوں کو وہ خط پڑھ کر سنایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اُن کو مطلع کیا۔

٦٤: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ رَجُلًا وَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهُ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى

۶۴: ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن سعد نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے صالح سے، صالح نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنا خط دے کر بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ یہ خط بحرین کے سردار کو دیدے۔ پھر بحرین کے سردار نے وہ خط کسریٰ کو

كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ.

پہنچا دیا۔ جب اس نے خط پڑھا تو اس نے اس کو پھاڑ کر پرزہ پرزہ کر دیا۔ میرا خیال ہے کہ ابن مسیّب کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی کہ وہ بھی بالکل ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔

٦٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا أَوْ أَرَادَ أَنْ يَّكْتُبَ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّهُمْ لَا يَقْرَؤُوْنَ كِتَابًا إِلَّا مَخْتُوْمًا فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ فِضَّةٍ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِهِ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ مَنْ قَالَ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ قَالَ أَنَسٌ.

۶۵: ہم سے محمد بن مقاتل ابوالحسن (مَرْوَزِی) نے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ نے ہمیں بتلایا۔ کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط لکھا۔ یا آپؐ نے ارادہ کیا کہ لکھیں تو آپؐ سے کہا گیا کہ وہ مہر شدہ خط کے سوا کوئی خط نہیں پڑھتے۔ تب آپؐ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی۔ اس پر۔ محمد رسول اللہ۔ نقش تھا۔ گویا میں آپؐ کے ہاتھ میں اس کی سپیدی اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ اس پر میں نے قتادہ سے دریافت کیا: یہ کس نے کہا کہ اس کا نقش۔ محمد رسول اللہ۔ (ﷺ) تھا۔ جواب دیا: حضرت انسؓ نے۔

تشریح: **مَا يُذْكَرُ فِي الْمُنَاوَلَةِ:** جمہور نے رَوَایت بِالْمُنَاوَلَه کو جائز قرار دیا ہے اور جنہوں نے معارضه کو ناجائز قرار دیا، انہوں نے اس کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ مناولہ اور مکاتبہ کے درمیان جس کا باب میں ذکر ہے، یہ فرق ہے کہ **مناولہ** میں استاد اپنے شاگرد کو اپنی تحریر دے کر کہے کہ یہ میری تصنیف ہے اور تمہیں مجھ سے روایت کرنے کی اجازت ہے اور **مکاتبہ** یہ ہے کہ اپنی تحریر کسی کو بھیجے اور اس کو اجازت دے۔ اس کے متعلق امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا مشہور واقعات سے استدلال کیا ہے۔ پہلا حوالہ حضرت عثمانؓ کا دیا ہے، جنہوں نے قرآن مجید کے نسخے لکھوا کر مختلف شہروں میں بھیجے اور لوگوں کو اُن کے مطابق پڑھنے پڑھانے کا حکم دیا۔ دوسرا حوالہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا دیا ہے۔ اس واقعہ کا ذکر ابوقاسم بن مندہ کی کتاب الوصیت میں ہے کہ ابوعبدالرحمٰن حُبُلی ایک کتاب حضرت عبداللہ

ابن عمرؓ کے پاس لائے ،جس میں کچھ حدیثیں تھیں تو انہوں نے ابوعبدالرحمٰن کو ایک کتاب دی اور کہا: اس سے مقابلہ کرلو، جو اس کے موافق ہو اُس کو لے لو اور جو مخالف ہو اس کو چھوڑ دو۔ یہ مناولہ کی ایک واضح مثال ہے۔ (فتح الباری جزءاول صفحہ۲۰۴)

یحییٰ بن سعید انصاری جب عراق جانے لگے تو انہوں نے مالک بن انس سے کہا کہ ابن شہاب زہری کی روایت میں سے سو حدیثیں مجھے لکھ دیں تا میں آپؒ سے ان کو نقل کیا کروں۔ امام مالکؒ کہتے تھے میں نے ان کو لکھ کر بھیج دیں۔ یہ مثال مکاتبت کی ہے۔ (فتح الباری جزءاول صفحہ۲۰۴۔ عمدۃ القاری جزءدوم صفحہ۲۵)

وَاحْتَجَّ بَعْضُ اَهْلِ الْحِجَازِ فِي الْمُنَاوَلَةِ: اہل حجاز میں سے جس شخص نے حدیث مذکور سے استدلال کیا ہے وہ حمیدی ہیں، جو امام بخاریؒ کے شیخ یعنی استاد تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحش اسدی کو جو حضرت زینب ام المومنینؓ کے بھائی تھے، مشارٌ الیہ خط دیا تھا۔ آپؐ نے ۲ھ میں ایک دستہ فوج جو ۱۲ آدمیوں پر مشتمل تھا بھیجا اور آپؐ نے امیر جیش کو دو دن سفر کرنے کے بعد خط پڑھنے کا حکم دیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا۔

''جب تم میرے اس خط کو دیکھو تو آگے بڑھو اور جاکر مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ مقام پر ڈیرہ ڈال دو اور وہاں قریش کا انتظار کرو اور ان کے حالات معلوم کرو۔''

علماء نے اس قسم کی مناولت کو بعض شرطوں سے مشروط کیا ہے۔ مثلاً خط بمہر ہو۔ لے جانے والا امین ہو۔ جسے خط بھیجا گیا ہو وہ لکھنے والے کا خط پہچانتا ہو۔ (فتح الباری جزءاول صفحہ۲۰۵)

بَعَثَ بِكِتَابِهٖ رَجُلًا ... اِلٰى كِسْرٰى: امام بخاریؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط لکھنے سے استدلال کیا ہے۔ یہ خط صلح حدیبیہ کے بعد لکھے گئے۔ آپؐ نے ایک خط مقوقس شاہِ مصر کو بھی لکھا تھا جو ہمارے زمانہ میں مل گیا ہے اور اس کا عکس شائع کیا گیا ہے، جس سے اس حدیث کے الفاظ کی پورے طور پر تصدیق ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ نقش کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ اللہ ایک سطر، رسول ایک سطر، محمدؐ ایک سطر اوپر نیچے تھا۔ اس خط سے اس کی بھی تصدیق ہوگئی ہے۔ ہرقل کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر۷)

عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ: یعنی بحرین کا سردار۔ بحرین؛ عمان اور بصرہ کے درمیان خلیج فارس میں ایک جزیرہ ہے۔ اس کا سردار منذر بن ساوٰی تھا۔ حضرت عبداللہ بن حُذَیفہ سہمیؓ یہ خط لے کر اس کے پاس گئے تھے۔ کسریٰ پرویز بن ہرمز بن نوشیروان کے نام خط ۶ یا ۷ھ کے درمیان بھیجا گیا تھا۔

فَحَسِبْتُ اَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ: اس حدیث میں یہ جو الفاظ ہیں: فَحَسِبْتُ اَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ یہ ابن شہاب کا خیال ہے جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ یعنی خط لکھنے کا واقعہ موصولاً بیان کیا گیا ہے اور اُن کے خلاف دعا کرنے کی جو روایت ہے وہ مرسل ہے۔ (فتح الباری جزءاول صفحہ۲۰۵) واقعات اس دعا کے حیرت انگیز نتائج کی تصدیق کرتے ہیں۔ کسریٰ پرویز کی سلطنت حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی تھی۔

فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ مَنْ قَالَ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ: یہ پوچھنے والے شعبہ ہیں۔قتادہ چونکہ اپنی طرف سے کچھ الفاظ زائد کر دیا کرتے تھے، اس لئے شعبہ نے دریافت کر لیا۔ اور قتادہ نے یہ جواب دیا: میرے الفاظ نہیں بلکہ حضرت انسؓ کے ہیں یعنی صحابی کے۔

اَوْ اَرَادَ اَنْ يَّكْتُبَ : یہ شک راوی کا ہے کہ آپؐ نے خط لکھوائے یا ابھی لکھوانے کا ارادہ کیا کہ یہ مہر بنوانے کی بات سامنے آئی۔

بَاب ۸

مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ وَمَنْ رَّأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيْهَا

جو شخص جہاں پر مجلس ختم ہوتی ہے وہیں بیٹھ جائے اور جو حلقہ میں کھلی جگہ دیکھے تو وہ اس میں بیٹھ جائے

٦٦: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيْلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ قَالَ فَوَقَفَا عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيْهَا وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا

۶۶: ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت کی کہ ابومرۃ نے؛ جو عقیل بن ابی طالب کے آزاد کردہ غلام تھے؛ ابو واقد لیثی سے روایت کرتے ہوئے ان کو بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ اسی اثنا میں تین آدمی سامنے آئے۔ دو آدمی تو سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آ گئے اور ایک چلا گیا۔ کہتے تھے کہ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک جو تھا تو اس نے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی وہ اس میں بیٹھ گیا اور دوسرا جو تھا تو وہ لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا جو تھا وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ان تین آدمیوں کی حالت نہ

أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللهِ فَآوَاهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللهُ مِنْهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللهُ عَنْهُ.

بتلاؤں؟ ان میں سے ایک نے تو اللہ کے پاس جائے پناہ لی اور اللہ نے اسے پناہ دی اور وہ جو دوسرا تھا تو اس نے شرم کی اور اللہ نے بھی اس سے شرم کی اور جو تیسرا تھا تو اس نے منہ پھیر لیا اور اللہ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔

تشریح: **اَلا اُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ:** ہمارے جسم کی ظاہری وضعات اور حرکات ہماری روحانی حالت پر اپنا اپنا اثر ڈالتی ہیں۔ جیسا کہ جسمانی سجدہ روح میں انکساری و عاجزی کی حالت پیدا کر دیتا ہے اور اگر ہم گردن تان کر اور چھاتی اُبھار کر چلیں تو یہ وضع ہم میں ایک قسم کا تکبر اور خود بینی پیدا کر دیتی ہے۔ ایسا ہی روحانی حالتیں انسان کے ظاہری اعضاء میں اپنا اپنا اثر ڈالتی ہیں۔ یہ وہ فلسفہ ہے جس کو اسلام نے انسان کی اصلاح میں مدنظر رکھا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۴ تا ۸۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۸ تا ۳۲۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باریک بین نظر نے اس فرق کو ان تین شخصوں کی حالتوں میں ملاحظہ فرمایا اور سیدھے سادھے الفاظ میں اس پر حکمت نکتہ کی طرف صحابہ کو توجہ دلائی کہ ایک نے اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ لی۔ یعنی وہ دل کے شوق سے آپؐ کی باتیں سننے کے لئے آگے بڑھا اور آپؐ کی باتوں کا اثر اس پر اتنا گہرا ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ گیا۔ دوسرا شرمایا اور وہیں بیٹھ گیا۔ اس کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ سے ایک فعل اس کے مشابہہ صادر ہوا۔ یعنی اس سے درگذر کی۔ تیسرے نے منہ پھیرا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔ یعنی اس کی پرواہ نہیں کی۔

اِسْتَحْيٰ اور **اَعْرَضَ** کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی شان میں استعمال کئے گئے ہیں تو وہ اس ردِ فعل کے اظہار کے لئے جو انسان کے اعمال کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کے قانون کے ماتحت ظاہر ہوتا ہے۔ زہر کھانے پر ہلاکت ہوتی ہے۔ یہی وہ ردِ فعل ہے جو قانونِ الٰہی کے ماتحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۵۷۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۹)

اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے امام ابن حجر نے بھی فَاسْتَحَىَ اللّٰهُ مِنْهُ کے معنی رَحِمَهُ وَلَمْ يُعَاقِبْهُ کئے ہیں۔ یعنی اس پر رحم کیا اور اسے سزا نہ دی۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۰۷)

یہاں **اِعْـرَاض** سے یہ مراد ہے کہ وہ شخص فیضانِ رسالت سے محروم ہو گیا۔ عرب لوگ کثرت سے اس طرح الفاظ کو مقابلہ و مماثلت کے اظہار کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے جہاں **مجلسِ علم کے آداب میں سے آٹھویں ادب** کی طرف توجہ دلائی ہے، وہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ انسان کو احادیث نبویہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے نفس میں بھی مناسب تغیر پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور یہ وہ ضرورتِ حقہ ہے جس کے بغیر انسان علم سے محروم رہ جاتا ہے۔ ظاہری اعراض رحمت الٰہی سے محرومیت کا باعث ہوتا ہے۔ جیسا کہ شوق و توجہ اس رحمت کا وارث بناتے ہیں۔

بَاب ۹: قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ رُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ

نبی ﷺ کا یہ فرمانا کہ بسا اوقات جسے بات پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ فہیم ہوتا ہے

٦٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ ذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ عَلَى بَعِيْرِهِ وَأَمْسَكَ إِنْسَانٌ بِخِطَامِهِ أَوْ بِزِمَامِهِ قَالَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا فَسَكَتْنَا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ سِوَى اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلَى قَالَ فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا فَسَكَتْنَا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ فَقَالَ أَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلَى قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسَى أَنْ يُّبَلِّغَ مَنْ هُوَ أَوْعَى لَهُ مِنْهُ.

٦٧: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: ہم سے بشر نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ابن عون نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابن سیرین سے، ابن سیرین نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی۔ ان کے باپ نے نبی ﷺ کا ذکر کیا کہ آپؐ اپنے اونٹ پر بیٹھے اور ایک آدمی نے اس کی نکیل یا (کہا) اس کی ڈور پکڑ لی۔ آپؐ نے پوچھا: یہ کون سا دن ہے؟ ہم چپ رہے۔ کیونکہ ہم نے خیال کیا کہ آپؐ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا یہ قربانی کا دن نہیں؟ ہم نے کہا: بے شک۔ آپؐ نے پوچھا: کون سا مہینہ ہے؟ ہم خاموش رہے۔ ہم نے خیال کیا کہ آپؐ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا یہ حج کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: بے شک۔ آپؐ نے فرمایا کہ یاد رکھو، تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تمہارے درمیان ایسی ہی معزز ہیں جیسے کہ تمہارا یہ دن تمہارے اس مہینہ میں تمہارے اس شہر میں۔ چاہیے کہ جو حاضر ہو وہ غیر حاضر کو پہنچا دے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حاضر ایسے شخص کو پہنچائے جو اس سے زیادہ یاد رکھنے والا، زیادہ سمجھنے والا ہو۔

تشریح: رُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ: اس باب کا بھی تعلق اسی مضمون کے ساتھ ہے۔ یعنی افراد بشریہ میں علم کے قبول کرنے کی استعداد مختلف ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص جو کسی متکلم کا مخاطب ہوتا ہے؛

ہوسکتا ہے کہ وہ اس کی بات کو اتنا نہ سمجھے جتنا کہ وہ جس کو سننے والا پہنچا تا ہے۔ **اَوْعٰی** تفضیل کے لئے ہے۔قوتِ واعیہ وہ طبعی استعداد ہے جس کے ذریعہ انسان بات کو تمام پہلوؤں سے سمجھ کر اسے ذہن میں محفوظ کر لیتا ہے۔واقعہ مذکور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج کا ہے جس کا مفصل ذکر کتاب الحج (کتاب المناسک) میں آئے گا۔ یہاں پر جو بات قابل توجہ ہے، وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فطرتِ انسانی کی باطنی حالتوں سے گہرا علم رکھتے ہیں اور اپنے وعظ و نصیحت و تعلیم میں اس فطرت کو مخاطب فرماتے ہیں۔ یہاں جس طریق سے سوالات کر کے لوگوں کے تعجب، جستجو اور شوق کو اُبھارا ہے وہ بتلاتا ہے کہ آپؐ خوب جانتے تھے کہ ذہن میں بات کے راسخ کرنے کا بہتر سے بہتر ذریعہ کون سا ہے اور پھر آخر میں جو نصیحت فرمائی ہے وہ ایک ایسی پُر معانی جامع نصیحت ہے جو ثابت کرتی ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے أُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ بجا فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوۂ حسنہ میں **علماء کے لئے تین اور ادب ہیں۔ایک** یہ کہ اپنی تعلیم میں وہ طریقہ اختیار کریں، جس سے بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔**دوسرے** یہ کہ علم کی نشر و اشاعت میں کوشاں رہیں اور کوتاہی سے کام نہ لیں۔**تیسرے** یہ کہ ان کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ وہ ہو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے ہوا۔ فَإِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا. یعنی جان، مال اور عزت کو کامل طور پر امن نصیب ہو۔

علم کے ضمن میں یہاں تک گیارہ ادب سکھلائے گئے ہیں۔

بَاب ١٠: اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ

کہنے اور کرنے سے پہلے جاننا ضروری ہے

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى : فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ (محمّد: ٢٠) **فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ وَأَنَّ الْعُلَمَاءَ هُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَرَّثُوا الْعِلْمَ مَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَّطْلُبُ بِهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ: إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ** (فاطر: ٢٩) **وَقَالَ: وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا**

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا: (فَاعْلَمْ اَنَّهُ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) پس یہ جانو کہ اللہ کے سوائے اور کوئی معبود نہیں۔ پس علم سے ابتدا کی۔ نیز یہ کہ علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء نے علم کا ورثہ چھوڑا جس نے اس کو حاصل کیا، اس نے بڑھ چڑھ کر بھلائی حاصل کی اور جو کسی ایسے راستے پر چلتا ہے کہ جس کے ذریعہ سے وہ علم کو تلاش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دیتا ہے۔ اور اللہ جل ذکرہ نے فرمایا: درحقیقت اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی

الْعَالِمُوْنَ (العنكبوت: ٤٤) وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيْرِ (الْمُلك: ١١) وَقَالَ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (الزمر: ١٠) وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ {فِي الدِّيْنِ [١]} وَإِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ وَقَالَ أَبُوذَرٍّ لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلَى هَذِهِ وَأَشَارَ إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنِّي أُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ تُجِيْزُوْا عَلَيَّ لَأَنْفَذْتُهَا {وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ [٢]} وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ (آل عمران: ٨٠) {حُلَمَاءَ فُقَهَاءَ عُلَمَاءَ [٣]} وَيُقَالُ الرَّبَّانِيُّ الَّذِي يُرَبِّي النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهِ.

خشیت کرتے ہیں جو اس کی معرفت رکھنے والے ہیں اور فرمایا: (وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ) یعنی ان باتوں کو تو صرف علماء ہی سمجھتے ہیں اور یہ آیت (وَ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ) یعنی انہوں نے کہا: اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے اور فرمایا: (هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ) یعنی کیا وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، برابر ہیں اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس کی بہتری کا اللہ ارادہ فرماتا ہے اسے {دین کی [١]} سمجھ دے دیتا ہے اور علم تو سیکھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے اور حضرت ابوذرؓ نے کہا: اگر تم تلوار اس پر رکھ دو اور انہوں نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا پھر میں سمجھوں کہ میں؛ کوئی بات جو نبی ﷺ سے سنی تھی پہنچا سکتا ہوں؛ پیشتر اس کے کہ تم مجھ پر تلوار چلا دو تو میں ضرور ہی اسے پہنچا دوں گا۔ {اور نبی ﷺ کا یہ فرمانا: جو حاضر ہو وہ غیر حاضر کو (میری نصیحت) پہنچا دے [٢]} اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ کے معنی یہ ہیں کہ {تم حلیم اور فقیہہ اور عالم بنو [٣]} اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ربانی وہ ہے جو بڑے علم سکھانے سے پہلے چھوٹے علم سکھا کر لوگوں کی تربیت کرے۔

[١] الفاظ "فِي الدِّيْنِ" نسخہ بولاق اور انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ٢١٠)
[٢] یہ عبارت نسخہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ٢١١)
[٣] یہ عبارت نسخہ بولاق کے مطابق ہے۔ (دیکھئے فتح الباری مطبوعہ بولاق جزء اول صفحہ ١٤٨)

تشریح: **اَنَّ الْعُلَمَآءَ- هُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ:** عنوان باب میں اَنَّ الْعُلَمَآءَ هُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ وغیرہ جن احادیث کا حوالہ دیا گیا ہے، اگر چہ وہ امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں۔ مگر ابوداؤد، ترمذی اور حاکم وغیرہ نے انہیں صحیح قرار دیا ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ٢١١) اور قرآن مجید سے بھی ان احادیث کے مضمون کی تصدیق ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا .... وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ. (فاطر:٣٣) {ترجمہ: یعنی پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے جنہیں چُن لیا، اُنہیں کتاب کا وارث بنا دیا۔ .....اور اُن میں ایسے بھی ہیں جو نیکیوں میں اللہ کے حکم سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔} یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ عنوان باب میں ان کو لے لیا گیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ایک جامع باب باندھا ہے جس میں اصولی طور پر چھ امور کی طرف توجہ دلائی ہے۔

پہلا امر یہ کہ کہنے اور کرنے سے پہلے جاننا ضروری ہے فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰكُمْ (محمد: ٢٠) {پس جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی لغزش کی بخشش طلب کر، نیز مومنوں اور مومنات کے لیے بھی۔ اور اللہ تمہارے سفری ٹھکانوں کو بھی خوب جانتا ہے اور مستقل ٹھکانوں کو بھی۔} اس آیت میں کلمہ شہادت کا اقرار کرنے سے پہلے اس کلمہ کے جاننے کے متعلق حکم دیا۔ یعنی یہ کہ فی الواقعہ محبت واطاعت کے لائق وہی ذات ہے پھر استغفار کا حکم دیا جو ہر کمزوری سے پاک ہونے اور کامل تزکیہ نفس پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی اس یقینی علم کے بعد پھر استغفار بھی اپنے صحیح معانی میں ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے حضور قبولیت کی خلعت پہنے گی۔ اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ علم کی کیا ضرورت ہے۔ ذات باری تعالیٰ کے متعلق صحیح عرفان حاصل ہونے کے بعد انسان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کہاں کھڑا ہے اور اس کو کہاں پہنچنا ہے۔ کیونکہ یہ علم درحقیقت دو ہستیوں کے تقابل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یعنی اپنا نفس اور اللہ تعالیٰ کی ذات۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی صفات کو انسان اپنی صفات پر قیاس کر کے بیان کرتا ہے اور اس سے طبعی طور پر انسان اپنے اندر اس خلا یا نقص کو محسوس کرتا ہے جو اس کے اخلاق میں پایا جاتا ہے اور اس نقص کو محسوس کر کے استغفار کی طرف جھکتا ہے۔ یعنی دعا کرتا ہے کہ اس کی ناقص حالت نیچے دبائی جائے اور مخفی کی جائے۔ (اس مضمون کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: اسلامی اصول کی فلاسفی- تیسرا دقیقہ معرفت- صفحہ ٩٨-٩٩، روحانی خزائن جلد ١٠ صفحہ ٤١٢-٤١٣) یہی احساس انسان کو کشاں کشاں اس کامل تزکیہ اور غیر متناہی ترقی کی طرف لے جاتا ہے جس کی طرف وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰكُمْ کی آیت کا مضمون اشارہ کرتا ہے۔

دوسرا امر یہ کہ انسان کی روحانی اصلاح و ترقی میں جس علم کی ضرورت ہے وہ وہ علم ہے جو انبیاء کو حاصل ہوتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے متعلق کامل عرفان۔ جس علم کے وارث علماء قرار دیئے گئے ہیں، وہ یہی علم ہے۔ قرآن مجید اسی وراثت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ...(فاطر:٣٣) {پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے جنہیں چُن لیا، اُنہیں کتاب کا وارث بنا دیا۔} بوجہ علم و ہدایت کا ذخیرہ رکھنے اور حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے کے اَلْكِتٰبُ کو نور بھی فرمایا: قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ. (المائدۃ: ١٦) {یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آ چکا ہے اور ایک روشن کتاب بھی۔}

تیسرا امر وہ عظیم الشان مسئلہ ہے جس کے متعلق بے وقوفوں نے خواہ مخواہ اپنی کوتاہ فہمی اور کم ہمتی سے اختلاف پیدا کر کے بہت سے لوگوں کو عرفانِ الٰہی کے آبِ حیات سے روک رکھا ہے۔ یعنی وہ عرفانِ نبوت جو تجلیاتِ وحی سے حاصل ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس مسئلہ کا نہایت معقول حل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے کر دیا ہے: **مَنْ سَلَکَ طَرِيْقًا يَّطْلُبُ بِهٖ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ.** جنت سے مراد وہ جنتِ رضوان ہے جو عارف باللہ کو اس دنیا میں دمِ نقد حاصل ہوتی ہے۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی- روحانی حالتیں، صفحہ ۶۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۸)

چوتھا امر یہ کہ علماء سے مراد وہ لوگ نہیں جو خشیت اللہ سے خالی اور عقل کے کورے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو مذکورہ بالا دو آیتوں کے مصداق ہیں۔ خشیت کے معنی سہم جانا۔ یعنی وہ اللہ کی عظمت و کبریائی اور جلالی تصرفات کے متعلق اس قدر کامل عرفان رکھتے ہیں کہ وہ اپنے اندر دائمی خشیت کی حالت کو محسوس کرتے ہیں۔ **وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ج وَمَا يَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَo خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِکَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَo** (العنکبوت: ۴۴-۴۵) {اور یہ تمثیلات ہیں جو ہم لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ لیکن علم والوں کے سوا اِن کو کوئی نہیں سمجھتا۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ یقیناً اس میں مومنوں کے لیے ایک بہت بڑا نشان ہے} نیز ان علماء سے وہ عالِم مراد ہیں جو عقلمند ہیں اور عالَمِ مثال سے حقائق کی تہ تک پہنچتے ہیں اور ایمان کی نعمت حاصل کرتے ہیں۔ یہ سارا عالَم ان کے لئے ایک آیۃ اللہ ہوتا ہے۔ تیسری آیت یعنی **لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ** (الملک: ۱۱) سے ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو کان رکھتے ہوئے پھر نہیں سنتے اور عقل رکھتے ہوئے پھر عقل سے کام نہیں لیتے۔ یہ وہ ظاہر پرست علماء ہیں جو دین کی حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ چوتھی آیت یعنی **اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ط قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ.** (الزمر: ۹) یعنی ایک تو راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر سجدوں میں گرتا ہے اور اپنے انجام سے لرزاں ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بھی امید رکھتا ہے۔ یعنی اس کے جذبات امید وخوف کے آماجگاہ ہیں۔ کیا ایسے لوگ جن کے علم نے ان کی یہ حالت کر رکھی ہو ان لوگوں کے برابر ہو سکتے ہیں جو بے علم ہیں اور جن کے دل بالکل مردہ ہیں۔ امام بخاریؒ نے اس آیت کا حوالہ دے کر علم کے نمایاں اثرات کی طرف توجہ دلائی ہے اور بتلایا ہے کہ علم وعلماء سے کیا مراد ہے۔ اسی کی تائید میں یہ حدیث بھی لائے ہیں: **مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.** یعنی حقیقی بھلائی کا وہی وارث ہوتا ہے جسے دین کی سمجھ دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اُسے علم دیتا ہے اور ایک ایسا نور عطا کرتا ہے کہ جس سے وہ اپنے دین کی حقیقت پر علیٰ وجہِ البصیرت قائم ہو جاتا ہے۔ یہ بات روحانی مشاہدات کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

امام بخاریؒ نے **اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ** کی حدیث لا کر اس وہم کا ازالہ کیا ہے جو سابقہ حدیث سے پیدا ہو سکتا تھا۔ یعنی جب عرفانِ الٰہی اللہ تعالیٰ کے ارادے اور فضل کے ساتھ وابستہ ہے تو پھر جدوجہد کی کیا ضرورت؟ دراصل یہ بھی انسان کے متعلق اللہ تعالیٰ ہی کی مشیئت ہے کہ وہ سیکھنے کے بغیر علم حاصل نہیں کر سکتا اور انسان کی کوشش اس کے فضل کی جاذب ہوتی ہے۔ یہ حدیث مرفوع ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۱۲)

پانچواں امر علم کی نشر واشاعت ہے، خواہ وہ کتنی چھوٹی سے چھوٹی بات پر مشتمل ہو۔ اس کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد پہلے گذر چکا ہے۔ یہاں صحابی حضرت ابوذرؓ کا قول نقل کیا گیا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ. (التوبة: ۳۴) {یعنی: اور جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں۔} کے متعلق حضرت ابوذرؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جھگڑا ہوا۔ حضرت ابوذرؓ نے یہ دیکھ کر کہ مسلمان سونا چاندی جمع کرنے کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اس آیت کی بناء پر ان کو نار جہنم کے وعید سے ڈرایا۔ امیر معاویہؓ نے کہا: اس سے مراد وہ مال جمع کرنے والے ہیں جو اہل کتاب میں سے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کے متعلق فرمایا ہے کہ اس موقع پر عبداللہ بن سبا (ایک یہودی جو اپنی ماں کی وجہ سے ابن سوداء کہلاتا تھا، وہ اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی کو دیکھ کر اس غرض سے مسلمان ہوا تھا کہ کسی طرح مسلمانوں میں فتنہ ڈلوائے۔ اور اس زمانہ کے فتنے اسی مفسد انسان کے ارد گرد گھومتے ہیں۔) نے بھی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اس طبیعت سے فائدہ اُٹھایا۔ شام میں سے گذرتے ہوئے اس نے ان سے ملاقات کی اور کہا کہ دیکھئے کیا غضب ہو رہا ہے۔ معاویہ بیت المال کے اموال کو اللہ کا مال کہتا ہے۔ حالانکہ بیت المال کی کیا شرط ہے ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی ہے۔ پھر وہ خاص طور پر اس مال کو مالُ اللہ کیوں کہتا ہے...... حضرت ابوذرؓ تو آگے ہی اس تلقین میں لگے رہتے تھے کہ امراء کو چاہیے کہ سب مال غرباء میں تقسیم کر دیں کیونکہ مومن کے لیے آرام کی جگہ اگلا جہان ہی ہے اور اس شخص کی شرارت اور نیت سے آپ کو بالکل واقفیت نہ تھی۔ بس آپؓ اس کے دھوکہ میں آ گئے اور خیال کیا کہ واقع میں بیت المال کے اموال کو مالُ اللہ کہنا درست نہیں........ (مأخوذ از ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' - انوار العلوم جلد ۴ صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۵)

اس صورت حال میں جب حضرت ابوذرؓ کو استعمال ہونے سے منع کیا گیا تو بعض اوقات انہوں نے یہ جواب بھی دیا کہ اگر میری گردن پر تلوار بھی رکھ دو تب بھی کلمہ حق جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، ضرور پہنچاؤں گا۔ امام بخاریؒ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ. (فاطر: ۲۹) کی مثال دیتے ہوئے اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ مومن کو جرأت سے کام لینا چاہیے۔ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں آپؐ کی باتیں پوری دیانت داری سے لوگوں تک پہنچائیں ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں مفصل بیان فرمایا ہے: -

> ''..... حضرت ابوذرؓ کا یہ کہنا درست نہ تھا کہ کسی کو مال جمع نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ صحابہؓ مال جمع نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ہمیشہ اپنے اموال خدا کی راہ میں تقسیم کرتے تھے۔ ہاں بے شک مالدار تھے اور اس کو مال جمع کرنا نہیں کہتے۔ مال جمع کرنا اس کا نام ہے کہ اس مال سے غرباء کی پرورش نہ کرے اور صدقہ و خیرات نہ کرے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی آپؐ کے صحابہؓ میں سے بعض مالدار تھے۔ اگر مالدار نہ ہوتے تو غزوہ تبوک کے وقت دس ہزار سپاہیوں کا سامان

سفر حضرت عثمانؓ کس طرح ادا کرتے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو کچھ نہ کہتے تھے۔ بلکہ ان میں سے بعض آدمی آپؐ کے مقرب بھی تھے۔ غرض مالدار ہونا کوئی جرم نہ تھا۔ بلکہ قرآن کی پیشگوئیوں کے عین مطابق تھا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو اس مسئلہ میں غلطی لگی ہوئی تھی۔ مگر جو کچھ بھی تھا، حضرت ابوذرؓ اپنے خیال پر پختہ تھے۔ مگر ساتھ ہی یہ بات بھی تھی کہ وہ اپنے خیال کے مطابق نصیحت تو کر دیتے مگر قانون کو کبھی اپنے ہاتھ میں نہ لیتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام آپؐ کے زیرِ نظر رہتے۔ لیکن جن لوگوں میں بیٹھ کر وہ یہ باتیں کرتے تھے، وہ ان کے تقویٰ اور طہارت سے ناآشنا تھے اور ان کی باتوں کا اور مطلب سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان باتوں کا آخر یہ نتیجہ نکلا کہ بعض غرباء نے امراء پر دستِ تعدّی دراز کرنا شروع کیا اور ان سے جبراً اپنے حقوق وصول کرنے چاہے۔ انہوں نے حضرت معاویہؓ سے شکایت کی۔ جنہوں نے آگے حضرت عثمانؓ کے پاس معاملہ پیش کیا۔ آپؐ نے حکم بھیجا کہ ابوذرؓ کو اکرام و احترام کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کر دیا جاوے۔ اس حکم کے ماتحت حضرت ابوذرؓ مدینہ تشریف لائے۔ حضرت عثمانؓ نے آپؓ سے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے کہ اہل شام آپ کے خلاف شکایت کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میرا ان سے یہ اختلاف ہے کہ ایک تو ''مالُ اللہ'' نہ کہا جائے۔ دوسرے یہ کہ امراء مال نہ جمع کریں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ ابوذرؓ! جو ذمہ داری خداتعالیٰ نے مجھ پر ڈالی ہے، اس کا ادا کرنا میرا ہی کام ہے۔ اور یہ میرا فرض ہے کہ جو حقوق رعیت پر ہیں، اُن سے وصول کروں اور یہ کہ ان کو خدمت دین اور میانہ رَوی کی تعلیم دوں۔ مگر یہ میرا کام نہیں کہ اُن کو ترکِ دنیا پر مجبور کروں۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا کہ پھر آپ مجھے اجازت دیں کہ میں کہیں چلا جاؤں کیونکہ مدینہ اب میرے مناسب حال نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ کیا آپ اس گھر کو چھوڑ کر اس گھر سے بدتر گھر کو اختیار کر لیں گے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب مدینہ کی آبادی سلع تک پھیل جاوے تو تم مدینہ میں نہ رہنا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا کہ آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجا لاویں اور کچھ اونٹ اور دو غلام دے کر مدینہ سے رخصت کیا اور تاکید کی کہ مدینہ سے کلی طور پر قطع تعلق نہ کریں۔ بلکہ وہاں آتے جاتے رہیں۔ جس ہدایت پر ابوذرؓ ہمیشہ عمل کرتے رہے۔ یہ چوتھا فتنہ تھا جو پیدا ہوا اور گو اس میں حضرت ابوذرؓ کو ہتھیار بنایا گیا تھا مگر درحقیقت نہ حضرت ابوذرؓ کے خیالات وہ تھے جو مفسدوں

نے اختیار کیے اور نہ ان کو ان لوگوں کی شرارتوں کا علم تھا۔ حضرت ابوذرؓ تو باوجود اختلاف کے کبھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے پر آمادہ نہ ہوئے اور حکومت کی اطاعت اس طور پر کرتے رہے کہ باوجود اس کے کہ ان کے خاص حالات کو مدّنظر رکھتے ہوئے ان کو فتنہ اور تکلیف سے بچانے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک خاص وقت پر مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے بغیر حضرت عثمانؓ کی اجازت کے اس حکم پر عمل کرنا بھی مناسب نہ سمجھا اور پھر جب وہ مدینہ سے نکل کر رَبذہ میں جا کر مقیم ہوئے اور وہاں کے محصل نے ان کو نماز کا امام بننے کے لیے کہا تو انہوں نے اس سے اس بناء پر انکار کیا کہ تم یہاں کے حاکم ہو، اس لیے تم ہی کو امام بننا سزاوار ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اطاعتِ حکام سے ان کو کوئی انحراف نہ تھا اور نہ انارکی کو وہ جائز سمجھتے تھے۔'' (اسلام میں اختلافات کا آغاز- انوار العلوم جلد ۴ صفحہ ۲۰۶-۲۰۷)

چھٹا امر یہ کہ عالم کی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں کی گئی ہے یعنی وہ ربانی ہوتا ہے۔ اصمعی نے اس سے وہ اہل اللہ مراد لئے ہیں جو عالم باعمل ہوں اور لوگوں کی تربیت میں اللہ تعالیٰ ان کا قبلہ مقصود ہو۔ ابن عربی نے بھی یہی معنے کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۱۳) غرض اس باب میں علم کی بھی تخصیص کر دی اور عالم کی بھی اور صحابہ کرامؓ کے نیک نمونہ کی مثال بھی پیش کر دی کہ وہ کلمہ حق کے پہنچانے میں کسی سے نہ ڈرتے تھے۔

بَاب ۱۱

مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لَا يَنْفِرُوْا

نبی ﷺ نصیحت اور علم میں جو صحابہؓ کا خیال رکھا کرتے تھے تا کہ وہ گھبرا نہ جائیں

٦٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ كَرَاهَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.

۶۸: ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابووائل سے، ابو وائل نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ چونکہ ہمارے اُکتا جانے کو ناپسند کرتے، اس لئے آپؐ ہمارا خیال رکھ کر مقررہ دنوں میں ہمیں نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

٦٩ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا.

۶۹: ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا: یحیٰ بن سعید نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ ابو تیاح نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے حضرت انسؓ سے، حضرت انسؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا: آسانی کرو۔ سختی نہ کرو اورخوشی کی باتیں سنایا کرو اور نفرت نہ دلاؤ۔

تشریح: **كَىْ لَا يَنْفِرُوْا**: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **بارھواں ادب** ان ربانی علماء کو یہ سکھلایا کہ تعلیم و وعظ میں ایسا طریقہ اختیار نہ کریں کہ جو لوگوں کی نفرت و ملال کا باعث ہو۔ اسی لئے تدریجی تعلیم ضروری قرار دی اور اس کے لئے دن مقرر کر دیئے۔ علم کا فائدہ تو قبولیت کے ساتھ ہوتا ہے اگر طبیعت پر گراں ہو تو وہ قبول کرنے سے انکار کرے گی اور واعظ اور لوگوں کا نہ صرف وقت ہی ضائع ہوگا بلکہ اس سے دلوں میں نفرت پیدا ہوگی۔

امام بخاریؒ نے بھی مسائل میں تشدد اور افراط و تفریط کو اختیار نہیں کیا بلکہ عملی سہولت کے پہلو کو مقدم رکھا ہے۔ دسویں باب کا مضمون واضح کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے تین مستقل باب باندھ کر تین باتوں کی طرف الگ الگ توجہ دلائی ہے۔ اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف توجہ دلائی اور بتلایا کہ تعلیم کے متعلق آپؐ کا یہ حکم تھا: **يَسِّـرُوْا وَلَا تُعَسِّـرُوْا وَبَشِّـرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا.** یعنی تعلیم کی بناء ان باتوں پر ہو جو روحانی سلوک کو انسان کے لئے ایک کٹھن منزل نہ بنادیں اور دین کو منطقی پیچیدگیوں سے لاینحل عقدہ نہ بنادیں۔ بلکہ لوگوں میں امنگ و امید اُبھارنے والی تعلیم ہو۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کے ہیبت ناک نظاروں سے عرب کی ذہنیت پر خوف طاری کر دیا تھا، جس سے اُن کی اصلاح ہوئی۔ وہ اس پر غور کریں۔

باب نمبر ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ سے ظاہر ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی تعلیم کا اہتمام فرماتے، صحابہ کرامؓ بھی لوگوں کی تعلیم میں آپؐ کی اتباع کرتے۔

بَاب ١٢ : مَنْ جَعَلَ لِأَهْلِ الْعِلْمِ أَيَّامًا مَّعْلُوْمَةً

جس نے سیکھنے والوں کے لئے خاص دن مقرر کئے

٧٠ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللهِ يُذَكِّرُ

۷۰: ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ جریر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابو وائل سے روایت کی۔ انہوں نے

النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيْسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ قَالَ أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْ ذَلِكَ أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ وَإِنِّي أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.

کہا: حضرت عبداللہؓ لوگوں کو ہر جمعرات نصیحت کیا کرتے تھے تو انہیں ایک آدمی نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰنؓ میں تو چاہتا ہوں کہ آپؓ ہمیں ہر روز نصیحت کیا کریں۔ انہوں نے کہا: دیکھو مجھے تو یہ بات روکتی ہے (اور یہ) کہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ (مبادا) تمہیں اس سے بددل کردوں اور میں نصیحت میں تمہارا ویسے ہی خیال رکھتا ہوں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ہمارا خیال رکھتے تھے۔ اس ڈر سے کہ کہیں ہم اُکتا نہ جائیں۔

تشریح: اس باب میں یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا کے تابع سہولت کے طریق کی یہ مثال دی کہ مقررہ دنوں میں پند ونصیحت کی جائے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول نقل کر کے بتلایا ہے کہ صحابہؓ بھی یہ سمجھتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مقررہ ایام میں انہیں نصیحت کیا کرتے تھے۔

بَاب۱۳ : مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

اللہ جس کی بہتری چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ دیتا ہے

۷۱: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيْبًا يَّقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ

۷۱: ہم سے سعید بن عُفَیر نے بیان کیا، کہا: ابن وہب نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی۔ کہتے تھے کہ حُمَید بن عبدالرحمٰن نے کہا: میں نے حضرت معاویہؓ کو تقریر کرتے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: اللہ جس شخص کی بہتری چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ دے دیتا ہے اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ ہی دیتا ہے اور ہمیشہ یہ امت اللہ کے حکم پر قائم رہے گی۔ اس کے

اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهُ. مخالف اس کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا امر آ جائے۔

تشریح: تیسرے باب میں تعلیم کی اصل غرض وغایت کی طرف اشارہ کیا کہ ایسی سمجھ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جو انسان کے لئے ہر بھلائی کا موجب بنے اور وہ اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ سے نورِ عرفان حاصل ہو۔ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ سے یہی مراد ہے۔

لَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ: اس سے یہ مراد ہے کہ ہمیشہ اس امت میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو اللہ تعالیٰ خود سکھائے گا اور وہ امت کے لئے رہنما ہوں گے۔ کوئی زمانہ ایسے ربانی فقیہوں سے خالی نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ سے نور پا کر اُمت کے اندر تجدید کرنے والے اور اس کو مخالفین کے بد اثر سے نجات دینے والے نہ ہوں گے۔ جیسا کہ آیت لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ (النور: ۵۶) میں اس کا صریح وعدہ ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۷۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۲۳)

حَتّٰى يَأْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ: سے مراد وہی پیشگوئی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صریح طور پر بتلایا ہے کہ یہ امت بھی اپنے بدعقائد اور بدکرداری میں عیسائیوں اور یہودیوں کا وتیرہ اختیار کر لے گی۔ اگر مسیح کے پوجاری مسیح کو آسمان پر چڑھائیں گے اور خالق الارواح اور محیی الاموات مانیں گے تو یہ بھی مانیں گے اور یہودیوں کی طرح اپنی بدکرداریوں اور گندے اخلاق کی وجہ سے ذلیل اور خوار ہوں گے اور سارے جہان کی لعنت اور انگشت نمائی کا محل بنیں گے۔ سو آج ایسا ہی ہوا۔ یہ وہ امر اللہ ہے جو ان کے لئے مقدر تھا۔ سورۂ مومنون میں اسی امر اللہ کے متعلق پیشگوئی ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ. (المؤمنون: ۳۱) {اور ہم بہرحال ابتلاء لانے والے تھے۔} اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرنے کے لئے فرمایا: وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبَارَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ. (المؤمنون: ۳۰) {اور تو کہہ کہ اے میرے ربّ! تو مجھے ایک مبارک اُترنے کی جگہ پر اُتار اور تو اُتارنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔}

بَاب ١٤ : اَلْفَهْمُ فِي الْعِلْمِ

علم میں سمجھ پیدا کرنا

٧٢: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَمْ أَسْمَعْهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا حَدِيْثًا وَّاحِدًا

۷۲: ہم سے علی (بن عبد اللہ) نے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا کہ وہ کہتے تھے کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ (مکہ سے) مدینہ (تک) گیا۔ میں نے ان کو سوائے ایک حدیث کے رسول اللہ ﷺ سے اور کوئی حدیث

قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِجُمَّارٍ فَقَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً مَثَلُهَا كَمَثَلِ الْمُسْلِمِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُوْلَ هِيَ النَّخْلَةُ فَإِذَا أَنَا أَصْغَرُ الْقَوْمِ فَسَكَتُّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ.

روایت کرتے نہیں سنا۔ انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے پاس تھے۔ آپؐ کے پاس کھجور کا ایک گابھہ لایا گیا آپؐ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی مثال مسلمان کی سی ہے۔ اس پر میں نے جانا کہ وہ کھجور ہے۔ مگر میں دیکھتا تھا کہ میں لوگوں میں سے سب سے چھوٹی عمر کا ہوں۔ اس لئے میں خاموش رہا۔ آخر نبی ﷺ نے فرمایا: وہ کھجور ہے۔

تشریح: **اَلْفَهْمُ فِيْ الْعِلْمِ:** امام بخاریؒ نے باب یہ باندھا ہے اَلْفَهْمُ فِيْ الْعِلْمِ اور حدیث میں یہ مضمون ہے کہ مومن کی مثال کھجور کی سی ہے اس کا کیا جوڑ۔ اس واقعہ سے وہ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ اَلْفَهْمُ فِيْ الْعِلْمِ سے مراد قیاسات سے باریک در باریک باتوں کو سمجھنا اور مقدمات اور قرائن سے نتائج اخذ کرنا ہے۔ خالی الفاظ کے رٹنے کا نام علم وفقہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کا گابھہ لایا گیا اور آپؐ نے اس پر مذکورہ بالا سوال کیا۔ لوگ تو جواب کے لئے جنگل کے درختوں کی طرف خیال دوڑانے لگے۔ مگر حضرت ابن عمرؓ نے نزدیک سے ہی گابھہ دیکھ کر کھجور پر قیاس کیا اور یہ قیاس صحیح تھا۔ امام ابن حجرؒ نے بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری جزءاول صفحہ ۲۱۷)

یہ **تیرہواں ادب** ہے علم کے متعلق۔ علم میں فہم؛ جزئیات پر نظر رکھنے اور صحیح قیاس کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔

بَاب ۱۵: اَلْاِغْتِبَاطُ فِي الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ

علم اور حکمت میں رشک کرنا

وَقَالَ عُمَرُ تَفَقَّهُوْا قَبْلَ أَنْ تُسَوَّدُوْا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَبَعْدَ أَنْ تُسَوَّدُوْا وَقَدْ تَعَلَّمَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كِبَرِ سِنِّهِمْ.

اور حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ سمجھ پیدا کرو، پیشتر اس کے کہ تم سردار بنائے جاؤ اور ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: سردار بنائے جانے کے بعد بھی۔ صحابہؓ نے بوڑھے ہو جانے کی عمر میں بھی علم حاصل کیا۔

۷۳: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَلَى غَيْرِ مَا حَدَّثَنَاهُ

۷۳: ہم سے حُمیدی نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ہم سے سفیان نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: جو بات زُہری نے ہمیں بتلائی تھی، اسماعیل بن ابی خالد نے

الزُّهْرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.

مجھ سے اس کے برعکس کچھ اور بیان کیا۔ اسماعیل کہتے تھے: میں نے قیس بن ابی حازم سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو ہی باتوں میں رَشک کرنا جائز ہے۔ ایک تو وہ شخص جسے اللہ مال دے۔ پھر اس کو برمحل بے دریغ خرچ کرنے کی طاقت دے اور ایک وہ شخص جس کو اللہ نے حکمت دی تو وہ اس کے مطابق عمل کرتا ہو (اور فیصلے کرتا ہو) اور اَوروں کو بھی سکھاتا ہو۔

تشریح: **اَلْاِغْتِبَاطُ فِی الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ:** لوگوں نے عموماً دو چیزوں کو سعادت وخیر وبرکت کا موجب قرار دیا ہے۔ حکومت اور دولتمندی کو۔ بڑے سے بڑا رشک جو ایک دنیا دار کو ہوسکتا ہے وہ ان دو باتوں پر ہے۔ ان سے بڑھ کر ان کی پرواز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بالمقابل مال اور علم کا ذکر فرمایا ہے جو اپنی بہبودی اور بنی نوع انسان کی اصلاح میں کھلے دل سے خرچ کیا جاتا ہو۔ ایسے مال دار عالم پر رشک کرنا چاہیے۔ حکمت سے مراد حقائق الاشیاء سے واقفیت ہے اور حسد سے یہاں رشک کرنا مراد ہے۔ یعنی دوسروں کو جو نعمت ملی ہے اپنے لئے اس کی خواہش کرنا۔ زوالِ نعمت کی خواہش مراد نہیں۔ حرص اور حسد فی ذاتہٖ بُری چیزیں نہیں۔ یہ بھی طبعی استعدادیں ہیں۔ ان کا بےمحل استعمال بُرا ہے۔ یہ **چودھواں ادب** ہے علم کے متعلق۔ یعنی یہ کہ علم اپنی اور دوسروں کی اصلاح کے لئے سیکھا جائے۔ باب میں حضرت عمرؓ کا قول جو نقل کیا گیا ہے۔ اس سے یہ سمجھانا مراد ہے کہ سیادت وحکومت کے لئے علم سیکھنا ضروری ہے۔ بلکہ سیادت وحکومت کے حاصل ہونے کے بعد بھی ویسے ہی علم کی ضرورت ہے جیسا کہ اس سے پہلے۔ مسلمان اسی لئے تباہ ہوئے کہ ان میں علم نہ رہا۔

بَاب ١٦ : مَا ذُكِرَ فِي ذَهَابِ مُوْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْبَحْرِ إِلَى الْخَضِرِ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندر میں خضر کے پاس جانے کا جو ذکر آیا ہے

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى : هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (الكهف: ٦٧)

نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: (یعنی) کیا میں آپ کی پیروی کروں، بشرطیکہ آپ راستی کی باتیں جو آپ کو سکھائی گئی ہیں؛ مجھے بھی سکھائیں۔

٧٤: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوْسَى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ خَضِرٌ فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ إِنِّي تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي هَذَا فِي صَاحِبِ مُوْسَى الَّذِي سَأَلَ مُوْسَى السَّبِيْلَ إِلَى لُقِيِّهِ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوْسَى فِي مَلَإٍ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ مُوْسَى لَا فَأَوْحَى اللهُ إِلَى مُوْسَى بَلَى عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَأَلَ مُوْسَى السَّبِيْلَ إِلَيْهِ فَجَعَلَ اللهُ لَهُ الْحُوْتَ آيَةً وَّقِيْلَ لَهُ إِذَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ

۷۴: مجھ سے محمد بن غُرَیر زُہری نے بیان کیا، کہا: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے صالح (یعنی ابن کیسان) سے، صالح نے ابن شہاب سے روایت کی (کہ انہوں نے بیان کیا) کہ عبیداللہ بن عبداللہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے (ان کو) بتلایا کہ وہ اور حُر بن قیس بن حصن فزاری حضرت موسیٰؑ کے ساتھی کے بارے میں آپس میں جھگڑ پڑے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے: وہ خضر تھے۔ اتنے میں اُن کے پاس سے حضرت اُبی بن کعبؓ گزرے تو حضرت ابن عباسؓ نے ان کو بلایا اور کہا کہ میں نے اور میرے اس ساتھی نے حضرت موسیٰؑ کے اس ساتھی کے متعلق جس کی ملاقات کرنے کے لئے حضرت موسیٰؑ نے راستہ دریافت کیا تھا، آپس میں اختلاف کیا ہے۔ کیا آپؓ نے نبی ﷺ سے اس کے متعلق کچھ ذکر سنا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے۔ اسی اثناء میں آپؑ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا کہ کیا آپؑ کسی کو جانتے ہیں جو آپؑ سے بڑھ کر عالم ہو۔ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا: نہیں۔ اس پر اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی کی: ہاں۔ ہمارا بندہ خضر (تم سے بڑھ کر عالم ہے) حضرت موسیٰؑ نے ان تک پہنچنے کا راستہ دریافت کیا۔ اللہ نے ان کے لئے مچھلی

وَكَانَ يَتَّبِعُ أَثَرَ الْحُوْتِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ لِمُوْسَى فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا أَنْسَانِيْهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ (الْكَهْف: ٦٤) قَالَ ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا (الكهف: ٦٥) فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا الَّذِي قَصَّ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ.

بطور نشان مقرر کردی اور ان سے کہا گیا کہ جب تم مچھلی کھو بیٹھو تو واپس لوٹ آؤ۔ پھر تم جلدی ہی اس سے مل جاؤ گے اور حضرت موسیٰؑ مچھلی کے اس نشان کے پیچھے پیچھے جو سمندر میں تھا؛ جاتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کو ان کے نوجوان نے کہا: دیکھا آپؑ نے؟ ہم نے جب اس چٹان کے پاس آرام کیا تو میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان نے ہی بھلا دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا: یہی تو وہ ہے جو ہم تلاش کر رہے تھے۔ اس پر وہ دونوں اپنے قدموں کے کھوج ڈھونڈتے واپس لوٹے اور خضر کو پا لیا۔ پھر ان کا وہی حال ہوا، جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بیان کیا۔

تشریح: **ذَهَابُ مُوْسٰیؑ فِیْ الْبَحْرِ**: امام بخاریؒ جس غرض کے لئے اس باب میں حضرت ابن عباسؓ کا یہ اثر (روایت) لائے ہیں، وہ ذَهَابُ مُوْسٰی فِیْ الْبَحْرِ اِلَی الْخَضِرِ کے بعد آیت هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ لا کر ظاہر کردی ہے۔ یعنی علم ایک بے پایاں سمندر ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے نبی بھی استقلال سے کام نہ لے سکے اور وہ متحیر رہ گئے اور یہ کہ علم درحقیقت اس حکمت یعنی حقائق الاشیاء کا نام ہے جس کا ایک نمونہ حضرت موسیٰؑ اور خضر کے واقعہ میں ہے۔

امام ابن حجرؒ نے باب کا یہ تعلق بیان کیا ہے کہ علم کی خاطر سفر وغیرہ کی مشقت اُٹھانی چاہیے اور پھر یہ اعتراض پیدا کیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے علم کی خاطر سمندر میں سفر نہیں کیا تھا بلکہ خشکی میں جہاں چٹان تھی۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۲۱) خشکی یا تری کی بحث میں پڑنے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس باب سے امام بخاریؒ کا یہ مقصود نہیں کہ سفر خشکی میں تھا یا تری میں اور نہ یہ مقصود ہے کہ تحصیل علم کے لئے سفر کیا جائے۔ ایسے سفر کے متعلق جو تحصیل علم کے لئے کیا جائے، انہوں نے الگ باب باندھا ہے۔ (کتاب العلم، باب ۱۹: الخروج فی طلب العلم)

امام موصوفؒ ابھی اس دستور العمل کی طرف اشارہ کر چکے ہیں جس پر ان کے استدلالات کا دارومدار ہے اور وہ یہ کہ مومن کا کوئی فعل بھی عبث نہیں۔ یہاں باب کے عنوان میں ذَهَابُ مُوْسٰی فِیْ الْبَحْرِ اور آیت هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا کہہ کر ذہن کو اس امر کی طرف منتقل ہونے سے بچانا چاہتے ہیں؛ جس طرف امام ابن حجرؒ گئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو خشکی میں بھی سفر کیا اور سمندر میں بھی۔ مگر امام بخاریؒ نے جو سمندر کی تخصیص کی

ہےاوراس کے بعدایسی آیت لاکرجس میں علم کاذکر ہے۔اس تصرف سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ علم سے مرادحقائق الاشیاء کا علم ہےاور یہ علم ایک ناپیدا کنار سمندر ہے۔چنانچہ سورۂ کہف کے آخر میں یہی مضمون ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ . (الکھف:۱۱۰)

خضر کے متعلق بہت سے قصے مشہور ہیں جو بے بنیاد ہیں۔ان کے متعلق یہ بھی خیال ہے کہ انہوں نے آبِ حیات پی لیا تھا اور وہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا میں زندہ ہیں۔دریا وسمندر میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔(ارشاد الساری جزءاول صفحہ۱۷۳) یہ سب لغو کہانیاں ہیں۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس واقعہ کے متعلق فرمایا ہے:-

''میں سمجھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اعلیٰ کے دِکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ کشف دکھایا اور اس کشف کا خضر میرا محمدؐ ہی ہے جس کے ساتھ چلنے کی موسیٰ علیہ السلام کو طاقت نہ تھی۔اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلِ محمدٍ وبارِکْ وسلِّم إنّک حمیدٌ مجید.'' (تفسیر کبیر،سورۃ الکہف آیت نمبر۶۱، جلد چہارم، صفحہ۴۷۰)

اس واقعہ کی مزید تفصیل کے لیے تفسیر کبیر۔تفسیر سورۃ الکہف آیات ۶۱ تا۸۳،جلد چہارم،صفحہ۴۶۵ تا ۴۹۰ دیکھئے۔

بَاب۱۷ : قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا: اے اللہ! اس کو کتاب کا علم دے

۷۵: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ.

۷۵: ہم سے ابو معمر نے بیان کیا۔انہوں نے کہا کہ عبدالوارث نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے کہا: خالد نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے عکرمہ سے،عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گلے لگایا اور فرمایا: اے اللہ! اسے کتاب کا علم دے۔

تشریح: اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پیش کر کے **چودھواں ادب** علم کے متعلق یہ بتلایا کہ تحصیل علم کے لئے بچپن سے ہی اہتمام ہو۔بچوں کے واسطے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو علم کی نعمت عطا کرے۔امام ابن حجرؒ نے اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائیہ الفاظ کے متعلق مختلف روایات بیان کی ہیں۔ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ وَتَأْوِيْلَ الْكِتَابِ. اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِيْ الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيْلَ. (فتح الباری جزءاول صفحہ۲۲۴) تاویل سے مراد بھی بیانِ حقیقت ہے۔خود امام بخاریؒ کی روایات میں بھی یہ دعا

مختلف الفاظ سے آئی ہے۔حضرت ابن عباسؓ اس وقت چھوٹے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ان کے لئے نہایت وضاحت سے پوری ہوئی۔اکابر صحابہؓ جبکہ وہ پندرہ سولہ برس کے تھے،ان سے قرآنِ مجید پڑھا کرتے تھے۔

بَاب ١٨ : مَتَى يَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِيْرِ

چھوٹے (بچہ) کا سننا کب درست ہوتا ہے

٧٦: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الِاحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ فَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكَرْ ذَلِكَ عَلَيَّ.

٧٦: ہم سے اسماعیل بن ابی اُوَیس نے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے،ابن شہاب نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے، عبید اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں ایک گدھی پر سوار ہوکر آیا اور اس وقت میں ابھی بلوغت کے قریب ہی پہنچا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منٰی میں بغیر کسی اوٹ کے نماز پڑھ رہے تھے تو میں صف کے کچھ حصہ کے سامنے سے گزرا اور میں نے گدھی کھلی چھوڑ دی کہ وہ چَرتی رہے اور صف میں شامل ہوگیا اور میرا یہ فعل بُرا نہیں منایا گیا۔

٧٧: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ ابْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِي وَأَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ مِنْ دَلْوٍ.

٧٧: مجھ سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا کہ ابومسہر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: محمد بن حرب نے مجھے بتلایا۔ (انہوں نے کہا:) زبیدی نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے زُہری سے۔ زُہری نے محمود ابن ربیع سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ مجھے نبی ﷺ کی ایک کُلّی یاد ہے جو آپؐ نے ایک ڈول سے (پانی لے کر) میرے منہ پر ڈالی تھی اور میں اس وقت پانچ سال کا تھا۔

تشریح: **مَتٰى يَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِيْرِ:** امام بخاریؒ کو اس باب کے باندھنے کی ضرورت اس اختلاف کی وجہ سے پیش آئی ہے جو بعض علماء کے درمیان چھوٹے بچوں کے سننے اور روایت کرنے کے بارے میں ہوا ہے۔یعنی وہ قابل اعتماد ہو سکتے ہیں یا نہیں۔(تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۲۵)

امام بخاریؒ یہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ تحصیل علم کے لئے بلوغت شرط نہیں۔بلکہ سمجھ شرط ہے اور حافظہ وادراک کی ضرورت ہے جو پانچ سال کے بچے میں بھی نمایاں طور پر اپنا کام کر سکتے ہیں۔علماء خواہ مخواہ ان بحثوں میں پڑ گئے اور مجلس میں بچوں کی موجودگی کو بھی مکروہ سمجھنے لگے۔حالانکہ یہ امر طبیعتوں کے اختلاف پر منحصر ہے۔بعض پانچ سال میں ہی سیکھنے اور سمجھنے کی استعداد ظاہر کر دیتے ہیں۔اگر حضرت ابن عباسؓ وغیرہ اپنے بچپن کے مشاہدات بیان کرتے ہیں تو ان کی روایتیں مخدوش نہیں سمجھی جا سکتیں۔

عَقَلْتُ مَجَّةً: یعنی مجھے ہوش ہے اس کلی کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے منہ پر ڈالی تھی۔

وَجْهَهُ جس میں ناک، منہ، آنکھیں اور رخسار سب شامل ہیں۔مَجَّ کے معنے دور سے کلی ڈالنا (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۲۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار و محبت سے بچے کے ساتھ مزاح کیا ہے۔

بَاب ۱۹: اَلْخُرُوْجُ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ

علم کی تلاش میں نکلنا

وَرَحَلَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ فِي حَدِيْثٍ وَّاحِدٍ.

اور حضرت جابر بن عبداللہؓ ایک حدیث کی خاطر مہینہ بھر کا سفر کر کے حضرت عبداللہ بن اُنَیسؓ کے پاس گئے

۷۸: حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ خَالِدُ بْنُ خَلِيٍّ {قَاضِي حِمْصَ☆} قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوْسَى

۷۸: ہم سے ابوالقاسم خالد بن خلی نے جو حمص کے قاضی تھے☆ بیان کیا، کہا: محمد بن حرب نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: اَوزاعی کہتے تھے: زُہری نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے، عبیداللہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے اور حُر بن قیس بن حصن فزاریؒ نے آپس میں حضرت موسیٰؑ کے ساتھی کے

☆ الفاظ "قَاضِي حِمْصَ" نسخة الانصاريه کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۲۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ إِنِّي تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي هَذَا فِي صَاحِبِ مُوْسَى الَّذِي سَأَلَ السَّبِيْلَ إِلَى لُقِيِّهِ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ فَقَالَ أُبَيٌّ نَعَمْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوْسَى فِي مَلَإٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ مُوْسَى لَا فَأَوْحَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى مُوْسَى بَلَى عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَأَلَ السَّبِيْلَ إِلَى لُقِيِّهِ فَجَعَلَ اللهُ لَهُ الْحُوْتَ آيَةً وَقِيْلَ لَهُ إِذَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ فَكَانَ مُوْسَى ﷺ يَتَّبِعُ أَثَرَ الْحُوْتِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ فَتَى مُوْسَى لِمُوْسَى أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا أَنْسَانِيْهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ (الْكَهْف: ٦٤) قَالَ مُوْسَى ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِيْ فَارْتَدَّا

بارے میں اختلاف کیا۔ ان کے پاس سے حضرت اُبی بن کعبؓ گزرے تو حضرت ابن عباسؓ نے انہیں بلایا اور کہا: میں نے اور میرے اس ساتھی نے آپس میں حضرت موسیٰ کے اس ساتھی کے متعلق اختلاف کیا، جس کی ملاقات کرنے کے لئے حضرت موسیٰؑ نے راستہ دریافت کیا تھا۔ کیا آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اس کا حال بیان کرتے سنا؟ حضرت اُبیؓ نے کہا: ہاں۔ میں نے نبی ﷺ کو اس کا حال بیان کرتے سنا۔ آپؐ نے فرمایا: ایک بار حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے کہ اس اثناء میں ان کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے پوچھا: کیا آپ کسی کو جانتے ہیں جو آپؑ سے بڑھ کر عالم ہو؟ حضرت موسیٰؑ نے کہا: نہیں۔ اس پر اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰؑ کو وحی کی: ہاں، ہمارا بندہ خضر (تم سے بڑھ کر عالم ہے) تب انہوں نے اس سے ملنے کا راستہ پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مچھلی کو بطور نشان کے مقرر کیا اور ان سے کہا: جب تم مچھلی کھو بیٹھو تو لوٹ آؤ۔ تم جلد ہی اس سے مل جاؤ گے۔ حضرت موسیٰ ﷺ مچھلی کے نشان کے پیچھے پیچھے جو سمندر میں تھا، جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ کے نوجوان نے حضرت موسیٰ سے کہا: دیکھا آپ نے! جب ہم نے چٹان کے پاس آرام کیا تھا تو میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان نے ہی آپ کو یاد دلانا بھلا دیا۔ حضرت

عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا مَا قَصَّ اللهُ فِي كِتَابِهِ.

موسیٰؑ نے کہا: یہی تو وہ تھا جس کو ہم تلاش کر رہے تھے۔ تب وہ دونوں اپنے قدموں کے کھوج ڈھونڈتے واپس لوٹے۔ خضر اُن کو مل گئے۔ پھر ان کا وہی حال ہوا جو اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا۔

تشریح: **اَلْخُرُوجُ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ:** امام بخاریؒ نے سفر کے متعلق یہ مستقل باب باندھا ہے اور اس کے ضمن میں وہی حضرت موسیٰؑ کے سفر والا واقعہ پھر لائے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جو اس کو بیان کیا تھا وہ اور مقصد کے لئے تھا۔ یہاں حضرت جابر بن عبداللہؓ (صحابی) کے سفر کا ذکر کیا ہے۔ ایک حدیث کے لئے ان کا ایک مہینہ سفر کرنا بتلاتا ہے کہ تحقیق علم کے متعلق صحابہؓ کے دل میں کس قدر شوق تھا۔ ان کو کسی شخص سے ایک حدیث کا علم ہوا اور یہ کہ اس نے حضرت عبداللہ بن اُنیس جُہنیؓ سے وہ حدیث سنی ہے تو حضرت جابرؓ اس پر قناعت نہیں کرتے بلکہ ایک مہینہ بھر کے سفر کی صعوبت برداشت کرتے ہیں۔ تا بہ اعتبارِ سند اس حدیث کے متعلق انہیں زیادہ وثوق ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی صحت کے لئے ان لوگوں کو کس قدر اہتمام تھا۔ یہ واقعہ امیر معاویہؓ کے زمانہ کا ہے جبکہ وہ شام میں تھے۔ حضرت عبداللہ بن اُنیس ۵۴ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ یہ بھی ان ستر انصاریوں میں سے ایک تھے، جنہوں نے عقبہ میں بیعت کی تھی۔ (عمدۃ القاری جزء دوم صفحہ ۷۳)

امام ابن حجر نے حضرت ابوایوب انصاری اور سعید بن مسیّب کے سفروں کا ذکر کیا ہے اور ابوالعالیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم جب تک خود صحابہ کے منہ سے نہ سن لیتے کبھی کسی بات پر تسلی نہ پکڑتے تھے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۳۰)

امام بخاریؒ نے بھی صحابہ و تابعین کی طرح ایک ایک حدیث کی خاطر لمبے لمبے سفر کئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کی ہمت کا بھی پتہ ان کے اس قول سے لگتا ہے: لَا اَبْرَحُ حَتّٰى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا (الکھف: ۶۱) سالہا سال چلا جاؤں گا جب تک کہ مجمع البحرین تک نہ پہنچ جاؤں۔ مجمع البحرین سے کیا مراد ہے، اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

علم کی خاطر اَن تھک ہمت و کوشش کرنے کی طرف توجہ دلانے کے لئے یہ باب باندھا گیا ہے۔ تحصیل علم و علمی تحقیق کے متعلق یہ **پندرھواں ادب** سکھلایا ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی احادیث کی صحت کو پایہ یقین تک پہنچانے کے لئے لمبے لمبے سفروں کی مشقت جھیلی ہے۔

بَاب ۲۰: فَضْلُ مَنْ عَلِمَ وَعَلَّمَ

اس شخص کی فضیلت جو علم سیکھے اور سکھائے

۷۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ

۷۹: ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا: حماد بن اسامہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے بُرَید بن عبداللہ

عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيْعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقِهَ فِي دِيْنِ اللهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَّلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ إِسْحَاقُ {عَنْ أَبِي أُسَامَةَ ☆} وَكَانَ مِنْهَا طَائِفَةٌ قَيَّلَتِ الْمَاءَ قَاعٌ يَّعْلُوْهُ الْمَاءُ وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِي مِنَ الْأَرْضِ.

سے، بُرَید نے ابو بردہ سے، ابو بردہ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے، حضرت ابوموسیٰؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جو ہدایت اور علم دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے، اس کی مثال بہت بڑی بارش کی سی ہے جو زمین میں ہوئی تو اس زمین سے کچھ حصہ عمدہ تھا، جس نے پانی قبول کر لیا اور اس نے گھاس اور بہت سی بوٹیاں اُگا دیں اور اس میں سے کچھ سنگلاخ تھی، جس نے پانی کو روک لیا اور اللہ نے لوگوں کو اس زمین کے ذریعہ سے نفع پہنچایا۔ انہوں نے پیا اور پلایا اور کھیتی باڑی کی اور زمین میں سے ایک اور حصہ پر بھی بارش پڑی جو بالکل چٹیل میدان تھا۔ نہ تو پانی کو روکے اور نہ گھاس اُگائے اور یہ مثال ہے اس شخص کی جس نے اللہ کے دین کو خوب سیکھا، سمجھا اور جس کو اللہ نے نفع دیا اس علم سے جو اس نے مجھے دے کر بھیجا اور اس نے علم حاصل کیا اور علم سکھلایا اور نیز یہ مثال اس شخص کی ہے جس نے اس پر سر ہی نہیں اُٹھایا اور نہ اللہ کی اس ہدایت کو قبول کیا جس کا پیغام دینے کے لئے میں بھیجا گیا۔ ابوعبداللہ (محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ) نے کہا: اسحاق (ابواسامہ سے☆) روایت کرتے تھے: اس میں ایک حصہ ایسا تھا، جس نے پانی روک لیا۔ قَاعٌ وہ چٹیل میدان ہوتا ہے جس کی سطح پر پانی بہتا ہے اور صَفْصَف کے معنے ہموار زمین۔

☆ الفاظ {عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ} نسخہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۳۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْھُدٰی وَالْعِلْمِ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم وہدایت کی مثال بارش سے دے کر اسے حیاتِ روحانیہ اور اجتماعیہ کا اصل سبب قرار دیا ہے۔ دنیا کی رونق آسمانی بارش پر موقوف ہے خواہ بادلوں سے برسے یا وحی کی تجلیات ربانیہ کے ذریعہ سے علم وعرفان کی شعاعوں میں جلوہ گر ہو۔ بارش اور علم دونوں زندگی کا باعث ہیں اور دونوں کی قبولیت اور تاثیر زمین کی نوعیت پر موقوف ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اس امر کو مثال سے واضح فرمایا ہے۔ دوسری مثال اس شخص کی ہے جو خود اپنی ذات میں علم سے مستفیض نہیں ہوتا مگر دوسرے اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے پہلا افضل ہے۔ امام بخاریؒ نے باب کے عنوان باندھنے میں ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف کیا ہے کہ عالم کی فضیلت اس مثال سے عیاں ہے کہ وہ ایک معنی میں احیاء کرتا ہے اور یہی احیاء وہ چیز ہے جس کی نسبت سے انسان کی قدر و قیمت میں کمی بیشی ہوتی ہے اور یہ احیاء دنیا میں آنحضرت ﷺ کے ذریعہ سے باحسن وجوہ اور کماحقہ ظہور میں آیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ. (الانفال: ۲۵) {اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہا کرو، جب وہ تمہیں بلائے۔ تاکہ وہ تمہیں زندہ کرے۔} اور فرماتا ہے: وَاللّٰہُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ. (النحل: ٦٦) {اور اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا تو اس سے زمین کے مَر جانے کے بعد زندہ کر دیا۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لیے بہت بڑا نشان ہے جو (بات) سنتے ہیں۔} یہ احیاء ایک ابدی نشان ہے سننے والوں کے لئے۔ ایک مردہ قوم کو زندہ کر کے اور معلم بنا کر دنیا کی طرف بھیجا اور یہ حکم دیا: کُوْنُوْا رَبَّانِیِّیْنَ حُلَمَآءَ فُقَھَآءَ عُلَمَآءَ. (بخاری. کتاب العلم. باب ۱۰: العلم قبل القول والعمل) اور ان کے دلوں میں محبتِ علم کی وہ روح پھونکی کہ بوڑھے جاہل بھی پڑھ کر عالم بلکہ معلم بن گئے۔

اسحاق بن راھویہ کی روایت میں قَبِلَتْ کی جگہ قَیَّلَتْ ہے۔ یعنی روک لیا۔

بَاب ۲۱: رَفْعُ الْعِلْمِ وَظُھُوْرُ الْجَھْلِ

علم کا اُٹھایا جانا اور جہالت کا عام طور پر پھیل جانا

وَقَالَ رَبِیْعَۃُ لَا یَنْبَغِي لِأَحَدٍ عِنْدَہُ شَيْءٌ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ یُضَیِّعَ نَفْسَہُ.

ربیعہ نے کہا: کسی کے پاس کچھ علم ہو تو اُسے نہیں چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ضائع کرے۔

۸۰: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَیْسَرَۃَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّیَّاحِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَۃِ أَنْ

۸۰: ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، کہا: عبدالوارث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابوتیاح سے، ابوتیاح نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس گھڑی کی علامتوں میں

يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا.

سے یہ ہے کہ علم اُٹھالیا جائے گا اور جہالت مستحکم ہو جائے گی اور شراب پی جائے گی اور زنا کثرت سے ہوگا۔

۸۱: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَأُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَّا يُحَدِّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَّقِلَّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ حَتَّى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ.

۸۱: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: یحییٰ (بن سعید) نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں تم کو ایک ایسی حدیث بتلاتا ہوں کہ میرے بعد کوئی بھی تمہیں نہیں بتلائے گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: اس گھڑی کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا اور جہالت کا غلبہ ہوگا اور زنا کثرت سے پھیل جائے گا اور عورتیں بہت ہوں گی اور مرد کم ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ایک ہی نگران ہوگا۔

تشریح: ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن مدنی تابعی ۱۳۶ھ میں فوت ہوئے۔ بوجہ اپنے اجتہاد کے ربیعہ ''الرائی'' کے لقب سے مشہور تھے۔ امام بخاریؒ نے ان کا قول یہ بتانے کے لیے نقل کیا ہے کہ علم کے ہوتے ہوئے پھر اپنی اصلاح نہ کرنا اور اپنے آپ کو ضائع کر دینا یہ بھی ایک معنی میں علم کا اُٹھ جانا ہے۔ دونوں صورتوں میں انسان نہ صرف اپنی جان پر ظلم کرتا ہے بلکہ اپنے بدنمونہ سے دنیا میں بھی بدکاری کے پھیلنے کا موجب ہوتا ہے۔ جہالت کے معنی جہاں فقدانِ علم کے ہیں وہاں بدعملی کے بھی ہیں، جو علم کے نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ علم سے مراد یہ مادی علوم نہیں بلکہ وہ روحانی عرفان ہے جو انبیاءؑ لاتے ہیں؛ جس سے بدیوں کا خاتمہ ہوتا ہے اور روح القدس کی ایک نئی زندگی شروع ہوتی ہے۔ یہ مادی علوم تو بدیوں کے بڑھانے کا موجب ہوئے ہیں، بوجہ اس کے کہ ان کے ساتھ روحانی معرفت نہیں۔

اس حدیث نے باب کے مضمون کو واضح کر دیا ہے۔ کیونکہ کسی قوم کی تباہی کے اسباب میں سے فقدانِ علم کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ اس گھڑی کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ عورتیں بہت ہو جائیں گی اور آدمی گھٹ جائیں گے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ مسلمان قرونِ مظلمہ میں تاریک یورپ و جاہل ایشیا کے معلم و رہنما تھے اور ایک زمانہ یہ ہے کہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے جابجا مطعون ہیں۔ عفت و طہارت جو ان کے لئے مایۂ ناز تھی کھو بیٹھے ہیں۔ ان کی غیرت

جس سے سارا جہان لرزاں تھا، آج ان سے مفقود ہوچکی ہے اور بدکاری جوخوف کے مارے ان کی دہلیزوں کے پاس پھٹکنے کی جرأت بھی نہ کرسکتی تھی۔ آج ان کے آنگنوں میں ہرقسم کے بے حیائی کے تماشے کررہی ہے اور انہیں احساس تک نہیں۔ شراب جس کی بو سے بیزار تھے آج ان کی گھٹی میں ہے۔ ان کے گھر رانڈوں سے بھرے پڑے ہیں اور اس جنگ عظیم (اول) نے تو وہ تباہی ڈالی ہے کہ یہ سارے نظارے ہم نے اپنی آنکھوں سے ممالک اسلامیہ میں دیکھے ہیں۔ اس جنگ کے بعد **اَلْقَیِّمُ الْوَاحِدُ** کے عذاب کا نظارہ ایسے جلالی رنگ سے پورا ہوا ہے کہ سارا یورپ اب تک چیخ و پکار کر رہا ہے۔ گویا مسلمانوں کی تباہی جو دجالی فتنہ کے ذریعہ سے مقدر تھی وہ ایک ایسی ہولناک صورت میں ظاہر ہوئی کہ تمام جہان اس میں مبتلا ہوگیا۔

علم کے ساتھ عمل کرنے کے متعلق باب مذکور میں **سولھواں ادب** یہ سکھایا ہے کہ عمل نہ کرنے سے علم بھی ضائع ہوجاتا ہے اور اس کے ساتھ خود انسان بھی۔

بَاب ۲۲ : فَضْلُ الْعِلْمِ

فضل العلم- یعنی علم کا زائد اور بچا ہوا حصہ

۸۲: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ فِي أَظْفَارِي ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوْا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ الْعِلْمَ.

۸۲: ہم سے سعید بن عُفَیر نے بیان کیا، کہا: مجھ سے لیث نے بیان کیا۔ لیث نے کہا: عُقَیل نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حمزہ بن عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ حضرت ابن عمرؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: ایک بار میں سویا ہوا تھا کہ اس اثناء میں میرے پاس دودھ کا ایک گلاس لایا گیا اور میں نے اتنا پیا کہ اب بھی میں طراوت کو اپنے ناخنوں سے پھوٹتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا (دودھ) عمر بن خطابؓ کو دیا۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے اس کی کیا تعبیر کی؟ فرمایا: علم۔

تشریح: **فَضْلُ الْعِلْمِ:** فَضْلُ الْعِلْمِ سے اس جگہ مراد علم کی فضیلت نہیں بلکہ علم کا بچا ہوا حصہ۔ فضیلتِ علم کے متعلق الگ باب باندھا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیا اور اس کی تعبیر سے، نیز ان واقعات

سے جن سے کہ اس رؤیا کی تصدیق ہوئی یہ استدلال کرنا مقصود ہے کہ دنیوی فتوحات اور عظمت جو مسلمانوں کو حضرت عمرؓ کے ذریعہ سے نصیب ہوئی وہ علم نبوی کا ایک بچا ہوا حصہ تھا جو حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تھا۔ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوجہ آپ کی اس جامع حیثیت کے **مجمع البحرین** (دنیوی اور اخروی بہبودی کے علوم کا جامع) کہا گیا ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر انشاء اللہ مفصل اس کی تشریح ہوگی۔ امام بخاریؒ نے سیاست کو **العلم** میں شمار کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل راستی لائے جو انسان کے حسنات الدارین پر حاوی ہے جیسا کہ مسیحؑ نے آپؐ کے متعلق پیشگوئی کی تھی کہ ''جب وہ روحِ حق آئے گی تو کامل سچائی لائے گی۔'' (یوحنا باب ۱۶، آیت ۱۲-۱۳)

حضرت عمرؓ کے واقعات کا مطالعہ کرنے سے اس بچے ہوئے دودھ کی حقیقت کا پتہ چل سکتا ہے جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے پیا۔

بَاب ۲۳: اَلْفُتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى الدَّابَّةِ وَغَيْرِهَا

ایسی حالت میں فتویٰ دینا کہ (فتویٰ دینے والا) چوپائے وغیرہ پر سوار ہو

۸۳: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْأَلُوْنَهُ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

۸۳: ہم سے اسماعیل نے بیان کیا۔ کہا: مالک نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عیسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں منیٰ (مقام) میں لوگوں کے لئے ٹھہرے تا کہ وہ آپؐ سے (جو پوچھنا ہو) پوچھ لیں۔ ایک شخص آپؐ کے پاس آیا اور اس نے کہا: مجھے علم نہ تھا اور ذبح کرنے سے پہلے میں نے سر منڈوا لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اب ذبح کر لے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے بعد ایک اور شخص آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا: مجھے علم نہ تھا؛ میں نے کنکریاں پھینکنے سے پہلے ذبح کر لیا ہے۔ فرمایا: اب کنکریاں پھینک لے اس میں کوئی حرج نہیں۔ ایسا ہی نبی ﷺ سے کوئی بھی ایسی بات نہیں پوچھی گئی جو آگے پیچھے کی گئی تھی۔ مگر آپؐ نے فرمایا: اب کر لو اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

تشریح: **اَلْفُتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى الدَّابَّةِ** : باب مذکور میں جو حدیث لائی گئی ہے۔اس میں آپؐ کے آخری حج کا ذکر ہے۔آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے تا سب لوگ آپؐ کو دیکھ سکیں اور پوچھنے والے کو آپؐ آسانی سے جواب دے سکیں۔امام بخاریؒ نے علم کے بیان میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے **سترھویں ادب** کی طرف توجہ دلائی ہے کہ علماء کو کنجِ تنہائی میں جیسا کہ ان کی عادت ہو چکی ہے نہیں رہنا چاہیے اور نہ یہ توقع رکھنی چاہیے کہ لوگ ان کے پاس آئیں۔ بلکہ تعلیم کے لئے انہیں خود باہر نکلنا اور اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور العمل تھا۔کسی کے پاس جا کر اسے تعلیم دینا ذلت نہیں۔

بَاب ٢٤ : مَنْ أَجَابَ الْفُتْيَا بِإِشَارَةِ الْيَدِ وَالرَّأْسِ

جو شخص فتویٰ کا جواب ہاتھ اور سر کے اشارے سے دے

٨٤: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ فِي حَجَّتِهِ فَقَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ قَالَ وَلَا حَرَجَ. قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ وَلَا حَرَجَ.

۸۴: ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا۔کہا: وُہَیب نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: ایوب نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے عکرمہ سے۔عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ سے جبکہ آپؐ حج میں تھے کسی نے پوچھا: میں نے کنکریاں پھینکنے سے پہلے ذبح کر لیا ہے تو آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔فرمایا: کوئی حرج نہیں۔اور ایک نے کہا: میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا ہے تو آپؐ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

٨٥: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ وَالْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَا الْهَرْجُ

۸۵: ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا۔کہا: حَنْظَلہ بن ابی سفیان نے سالم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا۔وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: علم اُٹھا لیا جائے گا اور جہالت اور فتنے نمایاں ہو جائیں گے اور ''ہَرْج'' بہت ہو گی۔آپؐ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ یہ ''ہَرْج'' کیا ہے؟ آپؐ

فَقَالَ هَكَذَا بِيَدِهِ فَحَرَّفَهَا كَأَنَّهُ يُرِيْدُ الْقَتْلَ.

٨٦: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللهِ قُلْتُ آيَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلَى رَأْسِي الْمَاءَ فَحَمِدَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَّمْ أَكُنْ أُرِيْتُهُ إِلَّا رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَأُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي قُبُوْرِكُمْ مِثْلَ أَوْ قَرِيْبَ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ يُقَالُ مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوْقِنُ لَا أَدْرِي بِأَيِّهِمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَأَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا هُوَ

نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس طرح اور ہاتھ کو (چھری پھیرنے کی طرح) ہلایا۔ گویا آپؐ کی مراد قتل تھی۔

٨٦: ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا۔ کہا: وُہَیب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ہشام نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے فاطمہ سے، فاطمہ نے حضرت اسماءؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: میں حضرت عائشہؓ کے پاس آئی۔ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ میں نے پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا؟ (کہ بے وقت نماز پڑھ رہے ہیں) انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور میں نے دیکھا کہ لوگ نماز میں کھڑے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے سُبْحَانَ اللّٰه کہا۔ میں نے پوچھا: کوئی نشان ظاہر ہوا ہے؟ انہوں نے اپنے سر سے اشارہ کیا۔ یعنی ہاں۔ اس پر میں بھی نماز میں کھڑی ہوگئی (اور اتنی دیر تک کھڑی رہی) کہ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی۔ میں نے اپنے سر پر پانی ڈالنا شروع کیا، اتنے میں نبی ﷺ نے اللہ عزوجل کی حمد بیان کی اور اس کی تعریف کی۔ پھر فرمایا: ہر وہ چیز جو مجھے پہلے نہیں دکھائی گئی تھی، اب میں نے وہ (یہاں) اپنی جگہ کھڑے کھڑے دیکھ لی ہے؛ یہاں تک کہ جنت بھی اور جہنم بھی۔ پھر مجھے یہ وحی کی گئی کہ تم اپنی اپنی قبروں میں ویسے ہی یا اس کے قریب قریب آزمائے جاؤ گے جیسے مسیح دجال کے فتنہ سے۔ راوی نے کہا: میں نہیں جانتا کہ حضرت اسماءؓ نے ان میں سے کون سا لفظ کہا۔ پوچھا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ راوی نے کہا: میں نہیں جانتا کہ حضرت اسماءؓ نے ان میں سے کون سا لفظ کہا۔ مومن یا یقین کرنے والا کہے گا: وہ محمد ﷺ

مُحَمَّدٌ ثَلَاثًا فَيُقَالُ نَمْ صَالِحًا قَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا بِهِ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِالْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ.

ہیں۔(وہ) اللہ کے رسول ہیں۔ وہ ہمارے پاس کھلے کھلے دلائل اور ہدایت کی باتیں لائے اور ہم نے ان کو قبول کیا اوران کی پیروی کی۔ وہ محمد ﷺ ہیں۔ تین بار یہی کہے گا۔ تب اسے کہا جائے گا: سوجا آرام سے۔ ہمیں تو علم تھا کہ تو ان پر یقین لانے والا ہی ہے اور جو منافق ہوگا یا شک کرنے والا۔ راوی نے کہا: مجھے علم نہیں کہ ان میں سے حضرت اسماءؓ نے کون سا لفظ کہا۔ وہ کہے گا: مجھے پتہ نہیں۔ میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا اور میں نے بھی کہہ دیا۔

تشریح: **اَجَابَ الْفُتْيَا بِاِشَارَةِ الْيَدِ وَالرَّأْسِ:** امام بخاریؒ نے **اٹھارواں ادب** دو حدیثیں لا کر یہ سکھلایا کہ انسان اپنے مافی الضمیر کو اشارے سے بھی بیان کر سکتا ہے۔ علماء کو یہ عادت ہو چکی ہے کہ جب تک مسئلہ کو منطقی پیچیدگیوں میں لا کر ایک طول طویل تقریر نہ کرلیں، ان کو تسلی ہی نہیں ہوتی۔ امام موصوفؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو پیش کر کے سمجھایا ہے کہ خواہ مخواہ وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ اشارے سے بھی انسان بڑے بڑے مضمون ادا کر سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مَا قَلَّ وَدَلَّ کا خصوصیت سے خیال رکھتے تھے۔ جیسا کہ آپؐ کے اقوال کے مطالعہ سے واضح ہوگا۔ امام بخاریؒ نے بھی استدلات میں اکثر یہی طرز اختیار کی ہے اور وہ اشاروں ہی اشاروں میں اہم مطالب بیان کر گئے ہیں۔ انہوں نے یہ باب بھی اس غرض سے باندھا ہے کہ تا اپنے مخصوص طریقہ افتاء کی طرف توجہ دلائیں۔

مَاالْهَرْجُ: اَلْهَرْجُ کا صحیح مفہوم قتل و غارت کے الفاظ ادا کرتے ہیں۔ حبشہ زبان میں اس کے معنی قتل کے ہیں۔ آپؐ نے مار دھاڑ، غارت گری کو بھی موعودہ تباہی کی علامتوں میں سے قرار دیا ہے۔ اس کی مفصل بحث انشاء اللہ تعالیٰ کتاب الفتن میں آئے گی۔

اسماءؓ: حضرت عائشہؓ کی بہن، حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی تھیں۔ یہ سو برس کی عمر پا کر ۷۳ھ میں فوت ہوئیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ انہی کے بیٹے تھے اور اسی ماں نے اپنے اس بیٹے کو مشورہ دیا تھا کہ حجاج بن یوسف کے مقابلہ سے پیٹھ پھیر کر میرے پاس نہ آنا۔ جام شہادت پینا بہتر ہے۔ نہایت قوی دل، قوی جسم تھیں۔ آخری عمر میں بھی ان کے دانت نہیں گرے۔ امام بخاریؒ اس واقعہ سے بھی وہی استدلال کرتے ہیں۔ یعنی اشارے سے مفہوم بخوبی ادا کیا جا سکتا ہے۔

رَاَيْتُهٗ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا حَتّٰى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ: علامہ عینی نے یہاں پر یہ بحث اٹھا کر کہ رؤیت میں کسی چیز کا بالمواجہہ یعنی آمنے سامنے ہونا ضروری ہے یا نہیں، یہ ثابت کیا ہے کہ یہ ایک کشفی نظارہ تھا اور یہ ہو سکتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے مثالی رنگ میں جنت اور دوزخ اسی طرح دکھلائی ہو، جس طرح کہ آئینہ میں اشیاء کا انعکاس دکھلایا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری جزءدوم صفحہ ۹۷)

چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: لَقَدْ رَأَيْتُ الْآنَ ... اَلْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِيْ قِبْلَةِ هٰذَا الْجِدَارِ. (بخاری. کتاب الآذان. باب ۹۱: رفع البصر الی الامام فی الصلوٰة. روایت نمبر ۷۴۹) یہ رؤیت اَز قبیلِ مکاشفات تھی۔ انبیاء کے روحانی حواس اس قدر روشنی وحدّت اپنے اندر رکھتے ہیں کہ کامل بیداری کی حالت میں عالم روحانی کے حقائق محسوس صورت میں دیکھ لیتے ہیں۔ (دیکھئے کتاب الوضوء۔ روایت نمبر ۲۱۶، ۲۱۸)

بَاب ۲۵

تَحْرِيْضُ النَّبِيِّ ﷺ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى أَنْ يَّحْفَظُوْا الْإِيْمَانَ وَالْعِلْمَ وَيُخْبِرُوْا مَنْ وَّرَاءَهُمْ

نبی ﷺ کا عبدالقیس کے نمائندوں کو رغبت دلانا کہ وہ ایمان اور علم کی حفاظت کریں اور جو اُن کے پیچھے ہیں، انہیں بھی بتا دیں

وَقَالَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعُوْا إِلَى أَهْلِيْكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ.

اور مالک بن حویرثؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا: اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ اور انہیں سکھاؤ۔

۸۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ الْوَفْدُ أَوْ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوْا رَبِيْعَةُ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى قَالُوْا إِنَّا نَأْتِيْكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيْدَةٍ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ

۸۷: ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا: غندر نے ہم سے بیان کیا۔ غندر نے کہا: شعبہ نے ابوجمرہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ انہوں نے کہا: میں (ایران میں) حضرت ابن عباسؓ اور لوگوں کے درمیان ترجمانی کیا کرتا تھا۔ انہوں نے کہا: عبدالقیس کے نمائندے نبی ﷺ کے پاس آئے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ نمائندے کون ہیں؟ یا (فرمایا) یہ لوگ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: ربیعہ قوم۔ آپؐ نے فرمایا: خوشی سے آئے یہ قوم یا (فرمایا) یہ وفد۔ نہ کبھی رسوا ہوں نہ پشیمان۔ انہوں نے کہا: ہم آپؐ کے پاس

هَذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ وَلَا نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نُخْبِرُ بِهِ مَنْ وَّرَاءَنَا نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيْمَانِ بِاللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهُ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللهِ وَحْدَهُ قَالُوْا اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَتُعْطُوْا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ شُعْبَةُ وَرُبَّمَا قَالَ النَّقِيْرِ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ قَالَ احْفَظُوْهُ وَأَخْبِرُوْهُ مَنْ وَّرَاءَكُمْ.

دور فاصلے سے آئے ہیں اور ہمارے اور آپؐ کے درمیان یہ مضر کافروں کا قبیلہ روک ہے اور ہم صرف حرمت والے مہینے میں ہی آپؐ کے پاس آ سکتے ہیں۔ اس لئے آپؐ ہمیں کوئی ایسا حکم دیں جو ہم پچھلوں کو بھی بتلائیں اور ہم بھی اس پر عمل کر کے جنت میں داخل ہوں۔ اس پر آپؐ نے انہیں چار باتیں کرنے کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع فرمایا۔ اللہ عزوجل پر ایمان لانے کا اُن کو حکم دیا۔ فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانا کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کا رسول ہے اور نماز سنوار کر پڑھنا اور زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم غنیمت کے مال سے پانچواں حصہ دیا کرو اور انہیں کڑوے کدو کے تونبے اور روغن شدہ گھڑے اور لاکھی برتن سے منع کیا۔ شعبہ کہتے تھے کہ ابوجمرہ نے کبھی تو نَقِير کہا یعنی کھجور کا کُھدا ہوا برتن اور کبھی مُقَيَّر یعنی رال (یعنی درخت کی گوند) کا روغنی برتن۔ آپؐ نے فرمایا: ان باتوں کو یاد رکھو اور جو تمہارے پیچھے ہیں؛ ان کو بھی بتلاؤ۔

تشریح: **تَحْرِيْضُ النَّبِيِّ ﷺ عَلٰى اَنْ يَّحْفَظُوْا ...وَيُخْبِرُوْا ...:** انیسواں ادب علم کے متعلق یہ سکھلایا گیا ہے کہ صرف علم سیکھنا ہی کافی نہیں بلکہ علم کو محفوظ رکھنا اور دوسروں کو سکھانا اور اس کی ترغیب وتحریص دینا دلانا بھی ایک ضروری امر ہے۔ حضرت مالکؓ بن حویرث اپنی قوم کے چھ آدمیوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کرنے کے بعد آپؐ کے پاس اسلامی احکام سیکھنے کے لئے ٹھہرے اور پھر جب لوٹنے لگے تو آپؐ نے ان کو فرمایا: اِرْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ. حدیث مشار الیہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو جو تعلیم دیتے تھے، آپؐ اس کو محفوظ رکھنے کی تاکید بھی فرمایا کرتے

تھے۔ آپؐ کے اس قسم کے احکام بھی ان اسباب میں سے ہیں جو احادیث نبویہ کی حفاظت کا موجب ہوئے ہیں۔

کُنْتُ اُتَرْجِمُ: یہ واقعہ کتاب الایمان حدیث ۵۳ میں گذر چکا ہے۔ وہاں علی بن جعد روایت کرنے والے ہیں؛ یہاں محمد بن بشار۔ وہاں یہ الفاظ ہیں کُنْتُ اَقْعُدُ... یہاں کُنْتُ اُتَرْجِم... ۔ یہ لفظی اختلاف بالکل جزوی ہے۔ شراب کے برتنوں سے منع کرنے کی حکمت اپنے موقع و محل پر بیان کی جائے گی۔

بَاب ٢٦ : { اَلرِّحْلَةُ فِي الْمَسْأَلَةِ النَّازِلَةِ ☆}

پیش آمدہ مسئلہ کے متعلق سفر کرنا

٨٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِأَبِي إِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِي تَزَوَّجَ {بِهَا☆} فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِنِي وَلَا أَخْبَرْتِنِي فَرَكِبَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ.

۸۸: ہم سے محمد بن مقاتل ابوالحسن نے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: عمر بن سعید بن ابی حُسَین نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ عبداللہ بن ابی مُلَیکہ نے حضرت عقبہؓ بن حارث سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا کہ انہوں نے ابو اِہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تو ان کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میں نے عقبہ کو دودھ پلایا تھا اور اس کو بھی (جس سے☆) اس نے شادی کی ہے۔ حضرت عقبہؓ نے اسے کہا: میں نہیں جانتا کہ تو نے مجھے دودھ پلایا تھا اور نہ تو نے مجھے کبھی بتلایا۔ اس لئے وہ سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ میں آئے اور آپؐ سے پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اب یہ کیوں کر ہو؛ جبکہ یہ بات کہی گئی ہے۔ اس پر حضرت عقبہؓ اس سے الگ ہوگئے اور اس عورت نے دوسرے سے شادی کر لی۔

☆ یہ الفاظ نسخہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری مطبوعہ بولاق جزء اول صفحہ ۱۶۷) ترجمہ ان کے مطابق ہے۔

تشریح: كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ اس اصل پر فرمایا کہ عدم علم پر معلوم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ وہ عورت کہتی ہے کہ میں نے دودھ پلایا تھا اور حضرت عقبہؓ لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔

امام بخاریؒ اس واقعہ سے ایک سبق سکھلاتے ہیں۔ اکثر لوگ صحیح معلومات حاصل کرنے میں سستی و تساہل سے کام لیتے ہیں اور شہادت کو یقین سے تبدیل کرنے میں پرلے درجہ کی کوتاہی اور غفلت برتتے ہیں اور یہ تقویٰ کے بالکل خلاف ہے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو ایک بات سے شبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ تحقیق مسئلہ کے لئے فوراً سوار ہو کر آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوتے اور اپنے شبہ کا ازالہ کرتے ہیں۔ یہی شان ہر مومن کی ہونی چاہیے۔ یہ تحصیل علم کے ضمن میں بیسواں ادب ہے۔ حضرت عقبہؓ کے سفر اختیار کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس عورت کی بات غلط معلوم نہیں ہوئی۔

بَاب ۲۷ : اَلتَّنَاوُبُ فِي الْعِلْمِ

علم حاصل کرنے کے لئے آپس میں باری مقرر کرنا

۸۹: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ بِخَبَرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ فَنَزَلَ صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَوْمَ نَوْبَتِهِ فَضَرَبَ

۸۹: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا کہ شعیب نے زُہری سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: نیز ابن وہب نے کہا کہ یونس نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور سے، عبیداللہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے، حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ میں اور انصار میں سے میرا ایک پڑوسی بنوامیہ بن زید میں رہتے تھے اور یہ مدینہ کے ان گاؤں میں سے ہے جو آس پاس اونچی جگہ پر واقع تھے اور ہم باری باری رسول اللہ ﷺ کے پاس جاتے۔ ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں جاتا اور جب میں جاتا تو میں اس دن کی وحی وغیرہ کی خبریں اس کے پاس لاتا اور جب وہ جاتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا۔ (ایک دفعہ)

بَابِي ضَرْبًا شَدِيْدًا فَقَالَ أَثَمَّ هُوَ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ عَظِيْمٌ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي فَقُلْتُ طَلَّقَكُنَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ لَا أَدْرِي ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ قَالَ لَا فَقُلْتُ اللهُ أَكْبَرُ.

میرا انصاری ساتھی اپنی باری کے دن گیا اور آ کر میرے دروازے کو زور سے کھٹکھٹایا اور پوچھا کہ کیا وہ یہیں ہے۔ اس پر میں گھبرایا اور باہر نکلا تو اس نے کہا: بہت ہی بڑا حادثہ ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یہ سن کر میں حفصہؓ کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ رو رہی ہے۔ میں نے پوچھا: رسول اللہ ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی ہے؟ کہنے لگی: میں نہیں جانتی۔ پھر میں نبی ﷺ کے پاس گیا اور میں نے کھڑے کھڑے پوچھا: کیا آپؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ فرمایا: نہیں۔ اس پر میں نے کہا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ.

تشریح: **التَّنَاوُبُ فِي الْعِلْمِ:** یہ اکیسواں ادب ہے تحصیلِ علم میں کہ اگر کسی کو علم سیکھنے کے لئے پوری فراغت نہ ملتی ہو تو وہ کسی کے ساتھ باری مقرر کر سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عتبانؓ بن مالک انصاری کے ساتھ باری مقرر کی تھی۔ صحابہؓ کے شوق کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ کام کاج چھوڑ کر تین چار میل سے آ کر سارا دن اسی کام میں صرف کر دیتے۔ جب علم کے لئے سچی تڑپ ہوتی ہے تو وہ تڑپ بیسیوں ایسے طریقے خود سُجھا دیتی ہے۔ اس حدیث میں ایک جگہ سے دوسری جگہ تک جانے پر لفظ نزول بولا گیا ہے۔ اس سے آسمان سے اترنا مراد نہیں۔

قَدْ حَدَثَ اَمْرٌ عَظِيْمٌ: یہ واقعہ آگے مفصل آئے گا۔

بَاب ۲۸

اَلْغَضَبُ فِي الْمَوْعِظَةِ وَ التَّعْلِيْمِ إِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ

وعظ اور تعلیم میں ناراضگی کا اظہار کرنا۔ اگر کوئی ایسی بات دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو

۹۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللهِ

۹۰: ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابن ابی خالد سے، ابن ابی خالد نے قیس بن ابی حازم سے، قیس نے حضرت ابومسعود انصاریؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میرے لئے ممکن نہیں

لَا أَكَادُ أُدْرِكُ الصَّلَاةَ مِمَّا يُطَوِّلُ بِنَا فُلَانٌ فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْ يَوْمِئِذٍ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ مُنَفِّرُوْنَ فَمَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيْهِمِ الْمَرِيْضَ وَالضَّعِيْفَ وَذَا الْحَاجَةِ.

کہ میں باجماعت نماز پڑھوں بوجہ اس کے کہ فلاں شخص ہمیں بہت لمبی نماز پڑھاتا ہے۔ میں نے نبی ﷺ کو کسی وعظ میں اس سے بڑھ کر غصہ میں نہیں دیکھا جتنا کہ اس دن۔ آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! تم تو نفرت دلا رہے ہو۔ جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو چاہیے کہ وہ ہلکی پڑھائے۔ کیونکہ ان میں بیمار بھی ہوتا ہے اور کمزور بھی اور حاجت مند بھی۔

۹۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ الْمَدِيْنِيُّ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ اعْرِفْ وِكَاءَهَا أَوْ قَالَ وِعَاءَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اسْتَمْتِعْ بِهَا فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ قَالَ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ أَوْ قَالَ احْمَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ وَمَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَرْعَى الشَّجَرَ فَذَرْهَا حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا قَالَ

۹۱: ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا: ابو عامر (عقدی) نے ہم سے بیان کیا۔ ابو عامر نے کہا: سلیمان بن بلال مدینی نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے، ربیعہ نے یزید سے، جو کہ منبعث کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یزید نے زید بن خالد جہنی سے روایت کی کہ نبی ﷺ سے ایک شخص نے گری پڑی چیز کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کا بندھن یا فرمایا اس کا برتن اور اس کی تھیلی پہچان رکھ اور پھر اس کا سال بھر اعلان کرتا رہ۔ اس کے بعد اس سے فائدہ اٹھا۔ پس اگر اس کا مالک آ گیا تو اس کو وہ دیدے۔ اس نے کہا: گمشدہ اونٹ۔ اس پر آپؐ کو غصہ آیا، یہاں تک کہ آپؐ کے دونوں رخسار سرخ ہوگئے۔ یا کہا کہ آپؐ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور آپؐ نے فرمایا: تجھے اس سے کیا واسطہ؟ اس کے پاس اس کا مشکیزہ ہے اور اس کا موزہ بھی ہے۔ پانی پر آتا ہے اور درختوں سے چرتا ہے۔ اسے رہنے دو۔ یہاں تک کہ اس کا مالک اسے مل جائے۔

فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ.

اس نے کہا: گمی ہوئی بکری؟ فرمایا: تیری یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیے کی۔

۹۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا فَلَمَّا أُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ سَلُوْنِي عَمَّا شِئْتُمْ قَالَ رَجُلٌ مَنْ أَبِي قَالَ أَبُوكَ حُذَافَةُ فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ مَنْ أَبِي يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ أَبُوكَ سَالِمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّا نَتُوْبُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

۹۲: ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا: ابواُسامہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے بُرَید سے، بُرَید نے ابو بردہ سے، ابو بردہ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ سے بعض ایسی باتوں کے متعلق پوچھا گیا جن کو آپؐ نے ناپسند کیا۔ جب آپؐ سے بہت سوال کئے گئے تو آپؐ کو غصہ آیا اور آپؐ نے لوگوں سے کہا: پوچھو مجھ سے جس کے متعلق بھی چاہو۔ تب ایک شخص نے کہا: میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے۔ اس کے بعد ایک اور اُٹھا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: تمہارا باپ شیبہ کا آزاد کردہ غلام سالم ہے۔ جب حضرت عمرؓ نے اس (تغیر) کو دیکھا جو آپؐ کے چہرہ میں تھا تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ ہم اللہ عزوجل کے حضور (اپنی غلطی سے) رجوع کرتے ہیں۔

تشریح: **اَلْغَضَبُ فِي الْمَوْعِظَةِ وَالتَّعْلِيْمِ:** غَضَبٌ عربی زبان میں مطلق ناپسندیدگی کے احساس کو کہتے ہیں اور مجازاً اس احساس کے اظہار کو بھی کہتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اظہار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ ہوا ہے کہ چہرہ کا رنگ بدل گیا ہے مگر زبان قابو میں رہی ہے اور شفقت آمیز یا حسرت بھرے الفاظ منہ سے نکلے ہیں۔ یہاں بھی اس قسم کے احساس کا اظہار ان پیارے الفاظ میں فرمایا ہے: اِنَّكُمْ مُنَفِّرُوْنَ اور یہ بھی کمال شفقت و ہمدردی کی وجہ سے۔ آج کل کے احمق مولوی ذرہ ذرہ بات پر منہ سے جھاگ نکالنا شروع کر دیتے ہیں اور گالیوں پر اُتر آتے ہیں اور اساتذہ تو بچوں پر بھیڑیوں کی طرح حملہ آور ہوتے ہیں۔ حالانکہ وعظ و نصیحت میں محض ناراضگی کا اظہار قطعاً کسی کام نہیں آتا۔ جب تک کہ اس کے پیچھے شفقت سے بھرا ہوا دل نہ ہو۔

اِحْمَرَّ وَجْهُهٗ: آپؐ کو غصہ اس لئے آیا کہ وہ خواہ مخواہ دوسروں کی گمشدہ چیزوں کو استعمال کرنے کے راستے تلاش کر رہا تھا۔ یہ کوئی اچھی روح نہ تھی اور آپؐ نے غصہ میں بھی ضبطِ الفاظ کا اعلیٰ نمونہ دکھلایا ہے۔ **مَالَكَ وَلَهَا** تجھے اس سے کیا واسطہ۔

فَلَمَّا اُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ : درس وتدریس میں سوالات کا دروازہ کھول دینا بغیر مناسب حدود کی نگہداشت کے اکثر نقصان کا موجب ہوتا ہے۔اس واقعہ میں بھی ایسا ہی ہوا ہے کہ لوگ لغو باتوں میں پڑ گئے جس سے آپؐ کو غصہ آیا۔حضرت عبداللہؓ بن حذافہ وہی صحابی ہیں جن کو کسریٰ کی طرف خط دے کر بھیجا گیا تھا۔ یہ اور حضرت سعدؓ بن سالم دونوں اپنے نسب میں مطعون تھے اور لڑائی جھگڑے کے وقت لوگ ان پر طعنہ زنی کیا کرتے تھے۔اس لئے انہوں نے اپنے نسب کے متعلق پوچھا۔معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس میں اس قسم کی لغو باتیں ہوئی ہیں جس سے آپؐ کو تکلیف پہنچی اور آپؐ نے سوالات کی اجازت دی۔اس موقع پر بھی غصے کا اظہار آپؐ نے سخت کلامی سے نہیں کیا بلکہ جواب میں وہ دانشمندانہ طریق اختیار کیا ہے، جس سے سوال کرنے والے ہمیشہ کی طعن وتشنیع سے نجات پا گئے۔قرآن مجید نے بھی اس قسم کے بےمحل وبےموقع اور لغو سوالات سے روکا ہے۔یہ **بائیسواں ادب** ہے معلم اور متعلم دونوں کے لئے۔

قَالَ عُمَرُ اِنَّا نَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ : حضرت عمرؓ نے تمام صحابہ کی طرف سے معذرت کی ہے کہ آئندہ ہم میں ایسی بیہودہ باتیں نہ ہوں گی۔

بَاب ۲۹ : مَنْ بَرَكَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ عِنْدَ الْإِمَامِ أَوِ الْمُحَدِّثِ

جو شخص امام یا محدث کے سامنے اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے

۹۳ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَقَامَ عَبْدُ اللهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ أَبِي قَالَ أَبُوكَ حُذَافَةُ ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِي فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا فَسَكَتَ.

۹۳: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے زُہری سے روایت کی۔وہ کہتے تھے کہ حضرت انسؓ بن مالک نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے تو حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے۔پھر آپؐ نے بہت دفعہ فرمایا: پوچھو مجھ سے۔مگر حضرت عمرؓ اپنے دونوں گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا: بس ہم راضی ہیں کہ اللہ (ہمارا) ربّ ہے اور اسلام (ہمارا) دین ہے اور محمد ﷺ (ہمارے) نبی ہیں۔اس پر آپؐ خاموش ہو گئے۔

تشریح: **مَنْ بَرَكَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ عِنْدَ الْاِمَامِ:** یہاں امام بخاریؒ نے سابقہ واقعہ دہرا کر تئیسویں ادب کی طرف توجہ دلائی ہے۔اس روایت کو دہراتے ہوئے سند نئی بیان کی ہے۔روایت کے الفاظ میں فرق ہے۔پہلی روایت حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی ہے اور دوسری حضرت انس بن مالکؓ کی۔انہوں نے حضرت عمرؓ کے

الفاظ نقل کئے ہیں اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے ان کا مفہوم ادا کیا ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت کے الفاظ کا بھی یہی مطلب ہے کہ ہم اسلام میں داخل ہوکر جاہلیت کی باتیں ترک کر چکے ہیں۔ اس روایت میں واقعہ کو یوں شروع کیا ہے۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ... - اس میں درمیانی حصہ حذف کر دیا گیا ہے جیسا کہ عربوں کا دستور تھا کہ کسی مشہور واقعہ کی طرف اشارہ کر کے صرف مطلب کی بات بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ (ابن جریر)

بَاب ٣٠: مَنْ أَعَادَ الْحَدِيْثَ ثَلَاثًا لِيُفْهَمَ عَنْهُ

جو شخص بات تین دفعہ دہرائے تا سمجھی جائے

فَقَالَ أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثًا.

(نبی ﷺ) نے فرمایا: خبردار! اور جھوٹی بات سے بچنا۔ آپؐ اس فقرے کو دہراتے رہے اور حضرت ابن عمرؓ نے کہا: نبی ﷺ نے تین بار فرمایا: کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟

٩٤: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلَاثًا وَإِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا

۹۴: ہم سے عبدہ نے بیان کیا، کہا کہ عبدالصمد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: عبداللہ بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ کہا: ثمامہ بن عبداللہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: انہوں نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے نبی ﷺ کے متعلق بیان کیا کہ آپؐ جب سلام کرتے تو تین بار السلام علیکم کہتے اور جب کوئی بات کرتے تو اسے تین بار دہراتے۔

٩٥: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تُفْهَمَ عَنْهُ

۹۵: ہم سے عبدہ بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: کہ عبدالصمد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: عبداللہ بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ کہا: ثمامہ بن عبداللہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: انہوں نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے نبی ﷺ کے متعلق بیان کیا کہ آپؐ جب کوئی بات کرتے تو اسے تین بار

وَإِذَا أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا

دہراتے حتیٰ کہ وہ آپؐ سے سمجھ لی جاتی اور جب آپؐ کسی قوم کے پاس آتے تو تین بار السلام علیکم کہتے۔

۹۶: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ سَافَرْنَاهُ فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الصَّلَاةَ صَلَاةَ الْعَصْرِ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا.

۹۶: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: ابوعوانہ نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے ابو بشر سے، ابو بشر نے یوسف بن ماہک سے، یوسف نے حضرت عبد اللہؓ بن عمرو سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں پیچھے رہ گئے جو کہ ہم نے کیا تھا۔ پھر آپؐ ہم سے آ ملے اور حالت یہ تھی کہ ہم نماز میں یعنی نماز عصر میں اتنی دیر کر چکے تھے (کہ دوسری کا وقت بھی شروع ہونے کو تھا) اور ہم ابھی وضو ہی کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر ہم نے اپنے پاؤں کو یونہی پانی سے پونچھنا شروع کر دیا۔ اس پر آپؐ نے بلند آواز سے پکارا۔ ہائے شامت! ان ایڑیوں کی آگ سے۔ دو دفعہ یا تین دفعہ فرمایا۔

تشریح: **أَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ:** یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جو امام بخاریؒ نے کتاب الشهادات ، باب ماقيل في قول الزور میں موصولاً نقل کیا ہے۔ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا. تین بار پوچھا: کیا میں تمہیں بڑے سے بڑا گناہ نہ بتلاؤں؟ صحابہؓ نے کہا: بتلایئے۔ فرمایا: اللہ کا شریک ٹھہرانا۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپؐ تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ یہ کہہ کر آپؐ بیٹھ گئے اور فرمایا: أَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ. آپؐ نے یہ جملہ اتنی بار دہرایا کہ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے چاہا کاش آپؐ خاموش ہو جائیں۔

أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ: یہ اس خطبہ کے آخری الفاظ ہیں۔ جو آپؐ نے حجۃ الوداع میں پڑھا اور صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں اسی طرح معزز ہیں جیسے تمہارا یہ دن .... دیکھنا! میرے بعد پھر کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اُڑاتے پھرو۔ یہ کہہ کر آپؐ نے دوبار فرمایا: أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ.

امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر مذکورہ بالا حدیثوں کی طرف جو اشارہ کیا ہے تو اس امر کے جتانے کے لئے کہ آپؐ موقع و محل کی اہمیت و تقاضا کے مطابق بات دہرایا کرتے تھے تا وہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے یا کسی گناہ کے متعلق جذبات نفرت کو اچھی طرح ابھار دیا جائے یا جو بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تھی اس کا بھی اعادہ فرماتے تھے۔ السلام علیکم کو

بھی مناسب موقع پر دہراتے۔ مثلاً اگر کسی کے گھر پر تشریف لے گئے ہیں اور اندر سے جواب نہیں آیا ہے تو پھر آپؐ نے اس تحیہ سلام کو دہرایا ہے یا کسی بڑی مجلس میں تشریف لے گئے ہیں تو اس کے مختلف حصوں میں گذرتے ہوئے تین دفعہ السلام علیکم کہا ہے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو پیش کر کے تعلیم کے ضمن میں **چوبیسواں ادب** سکھلایا گیا ہے کہ معلم کا فرض ہے کہ وہ یہ بھی دیکھے کہ سننے والے اس کی بات کو سمجھے بھی ہیں یا نہیں اور یہ کہ بات اچھی طرح ان کے ذہن نشین بھی ہوگئی ہے یا نہیں۔ طلباء جو زیادہ تر بات بھول جاتے ہیں، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اساتذہ اپنی تعلیم میں اس بات کا خیال نہیں رکھتے۔

وَ يُلٌ لِلاَ عُقَابِ مِنَ النَّارِ: یہ واقعہ روایت نمبر ۶۰ میں گزر چکا ہے۔ وہاں ابونعمان راوی ہیں یہاں مسدد۔ آپؐ کے یہ الفاظ بددعائیہ نہیں ہیں بلکہ محض بطور انذار کے ہیں۔ مزید تشریح کے لئے دیکھئے کتاب الوضوء، روایت ۱۶۵۔

بَاب ۳۱: تَعْلِيْمُ الرَّجُلِ أَمَتَهُ وَأَهْلَهُ

آدمی کا اپنی لونڈی اور اپنے اہل بیت کو تعلیم دینا

۹۷: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا صَالِحُ ابْنُ حَيَّانَ قَالَ قَالَ عَامِرٌ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِي أَبُوبُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَّهُمْ أَجْرَانِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ إِذَا أَدَّى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ

۹۷: ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا (کہا:) محاربی نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: صالح بن حیان نے ہم سے بیان کیا۔ کہا: عامر شعبی کہتے تھے کہ ابوبردہ نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا۔ کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ہیں انہیں دہرا اَجر ملے گا۔ وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہے اور اس نے اپنے نبی کو مانا اور محمد (ﷺ) کو بھی مانا اور وہ بندہ جو کسی کا غلام ہو اس کو بھی دہرا اَجر ملے گا۔ بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق اور اپنے مالکوں کا حق ادا کرتا ہو اور وہ شخص جس کے پاس کوئی لونڈی ہو تو وہ اسے سکھلائے اور اس کو تعلیم دے اور نہایت اچھی تعلیم دے اور پھر اس کو آزاد کردے اور اس سے شادی کرلے تو ایسے شخص کو بھی دو اجر ملیں گے۔ یہ روایت کر کے عامر کہتے تھے: ہم نے تمہیں یہ حدیث

أَعْطَيْنَاكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ قَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيْمَا دُوْنَهَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ.

مفت دے دی۔ اس سے چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے سوار ہوکر مدینہ تک جانا پڑتا تھا۔

تشریح: **تَعْلِيْمُ الرَّجُلِ اَمَتَهٗ وَاَهْلَهٗ:** باب مذکور کے ذیل میں جو حدیث لائی گئی ہے۔اس میں اَمَةٌ یعنی لونڈی کی تعلیم کا ذکر ہے اور عنوان باب میں (وَاَهْلَهٗ) بیوی کی تعلیم کا بھی ذکر ہے۔یہ استنباط اس قاعدہ کے مطابق کیا گیا ہے کہ جب ادنیٰ شخص کی تعلیم کے متعلق اس قدر تاکید ہے تو اعلیٰ شخص کی تعلیم بدرجہ اولیٰ ضروری ہوئی۔

فَتَزَوَّجَهَا کا جملہ بالصراحت بتلاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم لونڈیوں کے بارے میں کیسی واضح اور کتنی اعلیٰ ہے۔ وہ انہیں تعلیم یافتہ آزاد منکوحہ عورت کی حیثیت دینا چاہتی ہے اور مسلمان کے گھر کو علم کے نور سے روشن کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ وہ حرم سرا جو بعد کے زمانہ میں لونڈیوں سے بھرے ہیں، اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے انذاری پیشگوئی کردی تھی (دیکھیں حدیث نمبر ۵۰)

علم وتعلیم کے ضمن میں **پچیسواں ادب** یہ سکھلایا گیا ہے کہ مرد کو اپنے اہل بیت کی تعلیم کا اہتمام کرنا چاہیے۔

بَاب ۳۲: عِظَةُ الْإِمَامِ النِّسَاءَ وَتَعْلِيْمُهُنَّ

امام کا عورتوں کو نصیحت کرنا اور انہیں تعلیم دینا

۹۸: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ عَطَاءٌ أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ {النِّسَاءَ ☆} فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِي طَرَفِ ثَوْبِهِ

۹۸: ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ایوب سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا وہ کہتے تھے: میں نبی ﷺ کے متعلق شہادت دیتا ہوں یا عطاء نے کہا: میں حضرت ابن عباسؓ کے متعلق شہادت دیتا ہوں کہ (انہوں نے کہا:) رسول اللہ ﷺ باہر گئے اور آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ تھے۔ آپؐ نے خیال کیا کہ آپؐ عورتوں کو☆ نہیں سنا سکے۔ اس لئے آپؐ نے ان کو نصیحت فرمائی اور انہیں صدقہ کا حکم دیا۔ اس پر عورتیں بالیاں اور انگوٹھیاں پھینکنے لگیں اور حضرت بلالؓ

☆ اس جگہ لفظ "النِّسَاءَ" نسخہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۲۵۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عَطَاءٍ وَقَالَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اپنے کپڑے کے دامن میں لیتے جاتے تھے اور اسمٰعیل نے ایوب سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ایوب نے عطاء سے یوں روایت کی کہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں نبی ﷺ کے متعلق شہادت دیتا ہوں۔

تشریح: عِظَةُ الْإِمَامِ النِّسَآءَ وَتَعْلِيْمُهُنَّ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ و تعلیم میں اور نیز اجتماعی کاموں اور قومی مشروعات میں عورتوں کو مردوں کے ساتھ شریک کیا ہے۔ جیسا کہ آگے جا کر یہ امر واضح ہو جائے گا۔ بعض قومیں اپنے مذہبی عقیدہ کی رو سے عورتوں کی تعلیم گناہ اور عیب سمجھتی ہیں۔ بلکہ بعض مذاہب جیسے عیسائیت عورتوں کو انسانی روح سے بھی خالی اور بہشت میں ان کا داخلہ ناممکن خیال کرتے تھے۔

اسلام نے خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا(النساء: ٢) {جس (ربّ) نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا۔} کا اعلان کر کے اس بدعقیدہ پر کاری تبر چلایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوۂ حسنہ سے جنس لطیف کی حیثیت علم میں بھی بلند کر دی ہے۔ مگر باوجود اس کے ہندوستان میں مسلمان ہندوؤں کی بدرسومات و بدعقائد سے متاثر ہو کر عورتوں کو پھر زمانہ جاہلیت کے قبرستانوں میں لے گئے ہیں اور وہ اسلامی گھر جو نورِ علم سے چراغاں تھے۔ پھر تیرہ و تار ماتم کدہ بن گئے ہیں۔

بَاب ٣٣: اَلْحِرْصُ عَلَى الْحَدِيْثِ

حدیث کے متعلق حرص کرنا

٩٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْ لَّا يَسْأَلَنِي عَنْ هَذَا الْحَدِيْثِ أَحَدٌ أَوَّلُ

٩٩: ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: سلیمان نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے عمرو بن ابی عمرو سے، عمرو نے سعید بن ابی سعید مقبری سے، سعید نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ (آپؐ سے) پوچھا گیا: یارسول اللہ! قیامت کے روز لوگوں میں سے وہ کون خوش قسمت ہے۔ جس کی آپؐ سفارش فرمائیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو ہریرہؓ مجھے یہی خیال تھا کہ تم سے پہلے یہ بات مجھ سے اور کوئی نہیں پوچھے گا۔ کیونکہ میں دیکھ چکا ہوں جو

مِنْكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ، أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهِ أَوْ نَفْسِهِ.

حرص تمہیں حدیث کے متعلق ہے۔ قیامت کے روز میری شفاعت کے ذریعہ لوگوں میں سے خوش قسمت وہ شخص ہوگا جس نے اپنے دل یا فرمایا اپنے نفس کے اخلاص سے یہ کہا: اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

تشریح: مَنْ قَالَ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ: اسلام کا سارا خلاصہ اس ایک فقرے میں ہے۔ تمام محبتوں سے روگردانی کرتے ہوئے ایک اللہ کی محبت دل میں بسانا اور اس کی محبت میں ہو کر دوسروں سے محبت کرنا، یہی خلاصہ ہے دین اسلام کا اور اس کی تشریح قرآن مجید نے ان الفاظ میں فرمائی ہے: قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ. (التوبة: ۲۴) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

> ”یعنی اُن کو کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہاری برادری اور تمہارے وہ مال جو تم نے محنت سے کمائے ہیں اور تمہاری سوداگری جس کے بند ہونے کا تمہیں خوف ہے اور تمہاری حویلیاں جو تمہارے دل پسند ہیں، خدا سے اور اس کے رسول سے اور خدا کی راہ میں اپنی جانوں کو لڑانے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم اس وقت تک منتظر رہو کہ جب تک خدا اپنا حکم ظاہر کرے اور خدا بدکاروں کو کبھی اپنی راہ نہیں دکھائے گا۔“

(مزید تشریح کے لئے دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۶۸، ۷۰۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۸۲، ۳۸۴)

انسان کا جو اقرار بھی دل کے ساتھ ہوگا۔ وہ عملی رنگ میں بھی پوری قوت کے ساتھ ظاہر ہوگا۔

(ملاحظہ ہو تشریح حدیث نمبر ۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی حقیقت وعظمت کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کیسی کڑی شرط اپنے ساتھ رکھتی ہے۔

بَاب ٣٤: كَيْفَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ

علم کس طرح اُٹھا لیا جائے گا

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلٰى أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ انْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْهُ

اور عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن حزم کو لکھا: دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث ہو وہ لکھ لیا کرو۔ کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے چلے

فَإِنِّي خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءِ وَلَا تَقْبَلْ إِلَّا حَدِيْثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلْتُفْشُوْا ☆ الْعِلْمَ وَلْتَجْلِسُوْا ☆ حَتَّى يُعَلَّمَ مَنْ لَّا يَعْلَمُ فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتَّى يَكُوْنَ سِرًّا.

جانے کا خوف ہے اور صرف وہی قبول کرنا جو نبی ﷺ کی حدیث ہو اور چاہیے کہ (علماء) علم کو پھیلائیں اور انہیں☆ بیٹھ جانا چاہیے، تا جو بے علم ہو اس کو علم دیا جائے۔ کیونکہ علم ضائع نہیں ہوتا مگر اس وقت جب وہ بطور ایک راز کے ہو جاتا ہے۔

حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ بِذَلِكَ يَعْنِي حَدِيْثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ إِلَى قَوْلِهِ ذَهَابَ الْعُلَمَاءِ.

ہم سے علاء بن عبدالجبار نے بیان کیا، کہا: عبدالعزیز بن مسلم نے عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہوئے ہمیں یہ بتلایا۔ یعنی عمر بن عبدالعزیز کی یہ بات ان کے اس قول تک: علماء کا چلے جانا۔

۱۰۰: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَّنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا.

۱۰۰: ہم سے اسماعیل بن ابی اُوَیس نے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ بندوں سے یونہی چھینا جھپٹی کر کے علم نہیں اٹھایا کرتا بلکہ وہ علماء کو اٹھا کر علم اٹھا لیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں رہتا تو لوگ ایسے جاہلوں کو سردار بنا لیتے ہیں کہ جن سے اگر (کوئی مسئلہ) پوچھا جائے تو بغیر علم کے فتویٰ دیتے ہیں۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

قَالَ الْفِرَبْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ قَالَ

فربری کہتے تھے: حضرت عباسؓ نے ہم سے بیان

☆ نسخہ بولاق میں اس جگہ الفاظ "وَلْيُفْشُوْا الْعِلْمَ وَلْيَجْلِسُوْا" ہیں۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۲۵۶)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ هِشَامٍ نَحْوَهُ.

کیا۔ کہا: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا۔ کہا: جریر نے ہشام سے روایت کرتے ہوئے ہمیں اسی طرح بتلایا۔

تشریح: **كَيْفَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ:** اس باب میں اس خطرناک مرض کی طرف توجہ دلائی ہے جو قدیم زمانہ سے علماء میں چلا آتا تھا اور وہ یہ کہ علماء علم کو بطور سربستہ راز کے رکھتے تھے۔ اب بھی ایک حد تک یہ مرض موجود ہے جو سینہ بسینہ چلا آتا ہے جس کا ازالہ اس زمانہ کی نشر و اشاعت نے بڑی حد تک کیا ہے۔ یہ وبائی مرض علم کے لئے طاعون کی طرح مہلک ثابت ہوا ہے۔ قرون مظلمہ میں اسلام نے اس کے برخلاف اونچی آواز سے صدا بلند کی جو سپین میں جا کر سارے یورپ میں اس زور سے گونجی کہ جہالت کے گھٹا ٹوپ بادل چھٹ گئے اور تاریک راتیں کافور ہو گئیں۔

احادیث نبویہ کو جمع کرنے اور ان کو کتابی صورت میں محفوظ رکھنے کے لئے سب سے پہلے حضرت **عمر بن عبدالعزیزؒ** خلیفہ بنی امیہ نے اہتمام کیا۔ ان کے حکم سے سب سے پہلے جس نے احادیث کو لکھا؛ وہ **ابن شہاب زُہریؒ** ہیں۔ جو امام مالکؒ کے استاد تھے اور اس سے قبل یہ سلسلہ زبانی روایات تک محدود تھا۔ اگرچہ ان کی خلافت کا زمانہ بہت تھوڑا تھا۔ یعنی ۹۹ھ سے ۱۰۱ھ تک۔ مگر آپؒ علم و تقویٰ کے اس اعلیٰ مقام پر تھے کہ پہلی صدی کے مجدد تسلیم کئے گئے ہیں۔ آپؒ نے اس قلیل عرصہ میں قوم کے اندر ایک نئی زندگی کی روح پھونک دی تھی اور جذبات جو دَب چکے تھے وہ از سر نو اُبھار دیئے۔ آپؒ نے اپنے عُمال کو تدوین حدیث کے متعلق احکام بھیجے۔ جن میں سے ایک ابن حزم انصاری بھی تھے۔ یہ آپؒ کی طرف سے مدینہ منورہ کے قاضی تھے اور اعلیٰ پایہ کے فقیہہ بھی تھے۔ ابو نُعیم نے تاریخ اصبہان میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ان خطوط کا ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۵۷)

يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ: علم و جہالت اسی طرح ضد واقع ہوئے ہیں جیسے نور و ظلمت۔ آنحضرت ﷺ نے یہ قاعدہ کلیہ کے طور پر فرمایا اور بتلایا ہے کہ علم فی نفسہٖ کوئی ایسی شئے نہیں، جو خود بخود دنیا میں قائم رہے۔ بلکہ علماء کے وجود کے ساتھ اس کا بقاء ہے اور کسی قوم کی آبادی یا بربادی علماء کے موجود ہونے یا نہ ہونے کے ساتھ ہے۔ اس میں علم کے متعلق **چھبیسواں ادب** سکھلایا ہے کہ قوم کا فرض ہے کہ وہ علماء پیدا کرنے کی طرف خاص خیال رکھے۔

بَاب ٣٥: هَلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَاءِ يَوْمٌ عَلَى حِدَةٍ فِي الْعِلْمِ

کیا عورتوں کے لئے علم میں کوئی علیحدہ دن مقرر کیا جائے

١٠١: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ

١٠١: ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابن اصبہانی نے مجھے بتلایا۔ کہا: میں نے ابوصالح ذکوان سے سنا۔ وہ حضرت ابوسعید

أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَتِ النِّسَاءُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِّنْ نَّفْسِكَ فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَّقِيَهُنَّ فِيْهِ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ فَكَانَ فِيْمَا قَالَ لَهُنَّ مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تُقَدِّمُ ثَلَاثَةً مِّنْ وَّلَدِهَا إِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَّاثْنَيْنِ فَقَالَ وَاثْنَيْنِ.

خدریؓ سے روایت کرتے تھے کہ (انہوں نے کہا:) عورتوں نے نبی ﷺ سے کہا کہ مرد آپؐ کو تنہا نہیں چھوڑتے کہ ہم آپؐ کے پاس آسکیں۔ اس لئے آپؐ خود ہی ہمارے لئے ایک دن مقرر کردیں۔ چنانچہ آپؐ نے ان کے لئے ایک دن مقرر کیا جس میں آپؐ ان کے پاس آئے اور انہیں نصیحت کی اور انہیں کرنے کی باتیں بتلائیں اور منجملہ ان باتوں کے جو آپؐ نے ان سے کہی تھیں، یہ بات بھی تھی کہ تم میں سے جس عورت نے اپنے بچوں میں سے تین بچے آگے بھیجے ہوں گے تو وہ اس کے لئے آگ سے روک بنیں گے۔ اس پر ایک عورت نے کہا: اور دو بھی۔ فرمایا: دو بھی۔

۱۰۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ثَلَاثَةً لَّمْ يَبْلُغُوْا الْحِنْثَ.

۱۰۲: ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا: غُندر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن اصبہانی سے، عبدالرحمٰن نے ذکوان سے، ذکوان نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے، حضرت ابوسعیدؓ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے یہی بتلایا اور عبدالرحمٰن بن اصبہانی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوحازم سے سنا۔ وہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین ایسے (بچے) جو ابھی بلوغت کو نہ پہنچے ہوں۔

تشریح: هَلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَآءِ يَوْمٌ: یہ الگ باب قائم کرنے کی ضرورت اس اعتراض کی وجہ سے پیش آئی ہے جو آج کل بھی اُٹھایا جاتا ہے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک نہ صرف یہ جائز بلکہ سنت نبوی کے مطابق ضروری ہے کہ عورتوں کو جمع کر کے انہیں تعلیم دی جائے۔ اپنے گھر کی عورتوں کو بھی اور دوسری عورتوں کو بھی۔

فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَّ اثْنَيْنِ فَقَالَ وَاثْنَيْنِ: شارحین نے مختلف روایتیں لاکر یہ بحث اٹھائی ہے کہ اس حدیث میں دو تین کی تخصیص نہیں۔ بلکہ بعض پوچھنے والوں نے ایک بچے کے متعلق بھی پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: ایک بھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین کا عدد جو آپؐ نے اس موقع پر اختیار کیا تو کسی خاص عورت کے دل کو تسکین دینے کے لئے اختیار کیا ہے جس کے تین بیٹے فوت ہو گئے تھے اور جس عورت نے دو کے متعلق پوچھا اس کو یہی غلط فہمی ہوئی کہ تین کی تعداد حصر کے لئے ہے۔ آپؐ نے دو کی تعداد کو بھی تسلیم فرما کر اس کی غلط فہمی دور کی۔ (عمدۃ القاری جزء دوم صفحہ ۱۳۴)

کتاب الرقاق، باب العمل الذی یبتغی به وجه الله میں امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اس کے ہم معنی جو حدیث نقل کی ہے۔ اس میں اِحْتَسَبَهٗ کا لفظ ہے یعنی اس پیاری چیز کے چلے جانے پر جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر صبر کرتا ہے، وہ جنت میں داخل ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی مراد ہے کہ جو عورت ایسے اندوہناک صدمہ پر رضاء الٰہی کی خاطر صبر کرتی ہے وہ بچے اس کے لئے آگ کے سامنے آڑ ہو جائیں گے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس میں ہمیں ستائیسواں ادب علم کے متعلق یہ سکھلایا ہے کہ تعلیم و وعظ میں وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو دل کی سوزشوں کے لئے پانی کا کام کرے۔ اس حدیث کی مزید تشریح اپنے موقع پر ہوگی۔

بَاب ٣٦: مَنْ سَمِعَ شَيْئًا فَرَاجَعَ حَتَّى يَعْرِفَهُ

جو شخص کوئی بات سنے اور پھر اس کو دوبارہ اس لئے پوچھے کہ وہ اسے اچھی طرح معلوم کر لے

١٠٣: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَاتَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ إِلَّا رَاجَعَتْ فِيْهِ حَتَّى تَعْرِفَهُ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حُوْسِبَ عُذِّبَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ أَوَلَيْسَ يَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى: فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيْرًا (الإنشقاق:٩) قَالَتْ فَقَالَ إِنَّمَا ذَلِكِ

۱۰۳: ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا: نافع بن عمر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: ابو مُلیکہ کے بیٹے نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی جس بات کو نہ جانتی ہوتیں جب بھی اسے وہ سنتیں تو وہ ضرور ہی اس کے متعلق دوبارہ پوچھتیں۔ یہاں تک کہ وہ اسے اچھی طرح سمجھ لیتیں اور یہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس سے حساب کیا گیا۔ اسے سزا دی گئی۔ (حضرت عائشہؓ کہتی تھیں:) اس پر میں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا (فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا) یعنی عنقریب اس سے

الْعَرْضُ وَلَكِنْ مَّنْ نُّوْقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكْ.

آسان حساب لیا جائے گا۔ کہتی تھیں: آپؐ نے فرمایا کہ یہ تو صرف پیش کرنا ہے۔ حساب میں جس کی نکتہ چینی اور چھان بین ہوئی وہ ہلاک ہوگا۔

تشریح: مَنْ سَمِعَ شَيْئًا فَلَمْ يَفْهَمْهُ فَرَاجَعَهُ: تحصیل علم کے ضمن میں اٹھائیسواں ادب یہ سکھلایا کہ معلم کا ہی یہ فرض نہیں کہ وہ تعلیم دیتے وقت اس بات کا خیال رکھے کہ سننے والا سمجھتا ہے یا نہیں۔ بلکہ خود سننے والے کا بھی یہ فرض ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئی ہو وہ پوچھ کر سمجھ لے اور بجا سوال کرنے سے نہ جھجکے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کی ایک آیت کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر سوال اٹھایا۔ آپؐ نے اس آیت کا مفہوم واضح کیا: اِنَّمَا ذٰلِكِ الْعَرْضُ. یعنی اس سے یہ مراد ہے کہ انسان کے سامنے اس کے اعمال پیش کئے جائیں گے۔ اور مَنْ حُوْسِبَ عُذِّبَ سے آپؐ کی یہ مراد تھی کہ جس کے اعمال کی چھان بین ہوئی اور اس پر نکتہ چینی کی گئی اس سے مؤاخذہ ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال کرنے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ صحابہؓ کے نزدیک بھی آنحضرت ﷺ کی وہ بات جو بظاہر قرآن مجید کے مخالف معلوم ہوتی، اس کے متعلق سوال کرنا خلاف ادب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ صحابہؓ قرآن مجید کو اصل سمجھتے تھے اور حدیث کو اس کے تابع۔ اور آنحضرت ﷺ کے جواب سے ہمیں یہ ادب سکھلایا گیا ہے کہ حدیث کے معنے کرنے میں ہم قرآن مجید کو مقدم رکھیں اور یہی اصل امام بخاریؒ نے ملحوظ رکھا ہے۔

بَاب ٣٧: لِيُبَلِّغِ الْعِلْمَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

چاہیے کہ جو حاضر ہے وہ غیر حاضر کو علم (کی بات) پہنچا دے

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

حضرت ابن عباسؓ نے یہ بات نبی ﷺ سے بیان کی

١٠٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدٌ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيْرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ

۱۰۴: ہم سے عبد اللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: لیث نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: سعید نے حضرت ابوشُرَیحؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا کہ انہوں نے عمرو بن سعید سے کہا اور وہ (اس وقت) مکہ کی طرف فوجیں بھیج رہے تھے۔ اے امیر! مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو ایک ایسی بات بتاؤں جو نبی ﷺ نے فتح مکہ کے دوسرے دن کھڑے ہو کر بیان کی تھی۔

يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهِ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا فَقُوْلُوْا إِنَّ اللهَ قَدْ أَذِنَ لِرَسُوْلِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَّكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيْهَا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيْلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَّا قَالَ عَمْرٌو قَالَ أَنَا أَعْلَمُ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ لَّا يُعِيْذُ عَاصِيًا وَّلَا فَارًّا بِدَمٍ وَّلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ.

میرے دونوں کانوں نے وہ سنی اور میرے دل نے سمجھ کر یاد کر لی اور جب آپؐ نے وہ کہی تھی تو میری دونوں آنکھیں آپؐ کو دیکھ رہی تھیں۔ اللہ کی حمد آپؐ نے بیان کی اور اس کی تعریف کی۔ پھر فرمایا کہ اللہ نے مکہ کو عزت دی ہے اور لوگوں نے اس کو عزت نہیں دی۔ اس لئے جو آدمی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ اس میں خون بہائے یا کسی درخت کو کاٹے۔ پس اگر کوئی اس وجہ سے اس کے متعلق اجازت سمجھے کہ رسول اللہ ﷺ اس میں لڑے تھے تو تم کہو کہ اللہ ہی نے اپنے رسول کو اجازت دی تھی اور اس نے تمہیں اجازت نہیں دی اور مجھے بھی صرف دن میں سے ایک گھڑی بھر ہی اس کے متعلق اجازت دی گئی تھی۔ پھر اس کا ادب آج ویسے کا ویسا دوبارہ قائم ہوگیا ہے جیسے اس کا ادب کل تھا اور چاہیے کہ جو حاضر ہے وہ غیر حاضر کو یہ بات پہنچا دے۔ اس پر حضرت ابوشُریحؓ سے پوچھا گیا کہ عمرو (بن سعید) نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا: ابوشریح! میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ مکہ نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور نہ ایسے شخص کو جو خون کر کے بھاگا اور نہ ایسے کو جو کوئی خرابی کر کے بھاگا۔

۱۰۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ ذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ قَالَ

۱۰۵: ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا، کہا: حماد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے محمد (بن سیرین) سے، محمد نے ابوبکرہ کے بیٹے سے، انہوں نے (اپنے باپ) ابوبکرہ سے روایت کی کہ انہوں نے نبی ﷺ کا ذکر کیا کہ آپؐ

مُحَمَّدٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ وَكَانَ مُحَمَّدٌ يَقُوْلُ صَدَقَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ ذَلِكَ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ مَرَّتَيْنِ.

نے فرمایا: (دیکھنا) تمہارے خون اور تمہارے مال۔ محمد (بن سیرین) کہتے تھے کہ میرا خیال ہے کہ ابوبکرہ نے یہ بھی کہا اور تمہاری آبروئیں تمہارے لئے ایسی ہی معزز ہیں جیسے اس مہینے میں تمہارا یہ دن معزز ہے۔ سو چاہیے کہ جو تم میں سے حاضر ہے وہ غیر حاضر کو پہنچا دے اور محمد (بن سیرین) کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا۔ یہ ہو چکا۔ آپؐ نے دو دفعہ فرمایا: کیا میں نے پہنچا دیا ہے؟

تشریح: **لِيُبَلِّغِ الْعِلْمَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ:** امام بخاریؒ نے علم کی نشر و اشاعت کے متعلق باب باندھ کر پہلے عورتوں کی تعلیم کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور عمل درآمد کی طرف توجہ دلائی، کیونکہ تربیت اولاد میں پہلا وہی ذریعہ ہیں۔ پھر اسی ضمن میں علم کی نشر و اشاعت کے بارے میں ایک اور ذریعہ بتلایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو پیش کیا: لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ اگر قوم کے افراد علم کے متعلق اس قدر اہتمام کریں کہ ایک دوسرے کو باخبر اور واقف رکھنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لیں تو تھوڑے ہی عرصہ میں ساری قوم عالم ہو سکتی ہے۔ بہت سی علم کی چھوٹی چھوٹی باتیں جو روزانہ اعمال و معاملات میں نہایت قیمتی ہوتی ہیں۔ پڑھنے پڑھانے کی نسبت؛ سن سنا کر زیادہ آسانی سے ذہن نشین ہو جاتی ہیں اور بہت کارآمد ہو سکتی ہیں۔

ابوشریحؓ: مشہور صحابی ہیں۔ ان کا نام خویلد تھا۔ یہ خزاعہ قبیلہ میں سے تھے۔ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اور اہل مدینہ کے عقلمندوں میں سے شمار کئے جاتے تھے۔

إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ: امیر معاویہؓ نے جب اپنے بیٹے یزید کے متعلق اعلانِ خلافت کیا تو حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت امام حسینؓ تو کوفیوں کی غداری سے واقعہ کربلا میں شہید ہوئے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مدینہ میں تھے اور اہل مدینہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور یزید کو خلافت سے معزول کر دیا۔ جس پر یزید نے مدینہ کے عامل (گورنر) عمرو بن سعید کو اہل مدینہ سے لڑائی کرنے کا حکم دیا۔ اس موقع پر حضرت ابوشریحؓ؛ عمرو بن سعید کو نصیحت کرتے ہیں، جس کا ذکر روایت نمبر ۱۰۴ میں ہے۔ عمرو بن سعید کا جواب بظاہر معقول ہے مگر درحقیقت وہ مغالطہ دے رہا ہے۔ بے شک مکہ کی حرمت قصاص سے مانع نہیں ہو سکتی، جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِلَّا بِحَقِّهَا کہہ کر اس کا اعلان فرمایا اور عمرو بن سعید آپؐ کے اسی استثناء کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ مگر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے نہ کوئی خون کیا تھا اور نہ چوری اور نہ کوئی اور خرابی۔ جس کی وجہ سے اہل مکہ پر حملہ کیا جاتا۔ اسلام نے خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کا حق قرار دیا ہے جس کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

یزید کی خلافت کو جائز قرار نہیں دیتے تھے اور یہ کوئی جرم نہ تھا کہ اس کی وجہ سے مکہ کی بے حرمتی جائز سمجھی جاتی۔

صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: روایت نمبر ۱۰۵ میں یہ جوالفاظ ہیں: فَكَانَ مُحَمَّدٌ يَّقُوْلُ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. محمد سے مراد محمد بن سیرین ہیں۔امام بخاریؒ کا ان کے قول کو دہرانے سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ عمرو بن سعید کا قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد کے مقابل مردود ہے۔امام بخاریؒ اپنی رائے کا اظہار کرنے کے لئے ہمیشہ کوئی نہ کوئی اشارہ کر جاتے ہیں۔

كَانَ ذٰلِكَ: یہ بات ہو چکی۔یعنی سننے والوں نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔

بَاب ۳۸: إِثْمُ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

اس شخص کا گناہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھے

١٠٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْصُوْرٌ قَالَ سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَّقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ.

۱۰۶: ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے کہا: منصور نے مجھے بتلایا۔ کہا: میں نے ربعی بن حراش سے سنا۔انہوں نے کہا: میں نے علی سے سنا۔وہ کہتے تھے: نبی ﷺ نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ مت باندھو۔ کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا تو پھر وہ آگ میں ہی داخل ہو۔

١٠٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ إِنِّي لَا أَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ فُلَانٌ وَّفُلَانٌ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أُفَارِقْهُ وَلٰكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

۱۰۷: ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے جامع بن شداد سے، جامع نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ میں آپ سے نہیں سنتا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے اس طرح باتیں بیان کرتے ہوں جس طرح کہ فلاں فلاں شخص باتیں بیان کرتا ہے۔انہوں نے کہا: میں تو آپؐ سے کبھی بھی الگ نہیں ہوا۔مگر بات یہ ہے کہ میں نے آپؐ کو فرماتے سنا تھا کہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے تو وہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنالے۔

۱۰۸ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ أَنَسٌ إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدِيْثًا كَثِيْرًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

۱۰۸: ہم سے ابو معمر نے بیان کیا، کہا: عبدالوارث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبدالعزیز سے روایت کی کہ حضرت انسؓ کہتے تھے کہ مجھ کو تمہیں بہت حدیثیں بتانے سے یہ بات روکتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے تو چاہیے کہ وہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنالے۔

۱۰۹ : حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

۱۰۹: ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا: یزید بن ابی عُبید نے سلمہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مجھ سے ایسی بات نقل کرے جو میں نے نہیں کہی تو چاہیے کہ وہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنالے۔

۱۱۰ : حَدَّثَنَا مُوْسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي حَصِيْنٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِي وَمَنْ رَّآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ فِي صُوْرَتِي وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

۱۱۰: ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، کہا: ابوعوانہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابوحصین سے، ابوحصین نے ابوصالح سے، ابو صالح نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ فرماتے تھے: میرے نام پر اپنا نام رکھو اور میری کنیت کو اپنے لئے مت اختیار کرو اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا اور جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے وہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنالے۔

تشریح: اِثْمُ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ : اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پانچ حدیثیں ایک ہی بات واضح کرنے کے لئے لائے ہیں اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یا آپؐ کی طرف

سے جھوٹی بات بیان کرنا گناہِ عظیم ہے۔لوگ اپنے بزرگوں کی بڑائی ثابت کرنے کے لئے عجیب سے عجیب معجزے تراشتے اوران کی طرف اَنہونی باتوں کو منسوب کرتے ہیں۔کوئی قوم اس گندے جھوٹ سے نہیں بچی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو نہایت منذر الفاظ میں اس سے آگاہ کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس قدر احتیاط برتی کہ وہ سچی بات بیان کرنے سے بھی ڈرتے تھے۔مبادا کہیں اپنی طرف سے روایت میں کمی بیشی ہو جائے اور وہ اس وعید کے مستحق ہوں۔ یہ تقویٰ کا اعلیٰ نمونہ ہے۔آپؐ کے فیوض سے اُن تربیت یافتہ روحوں کا جن کی سچائی کے طفیل احادیث کی نعمت ہم تک پہنچی ہے۔مگر ان کے مقابل فیج اعوج کے زمانہ کے راویوں اور قصہ گوؤں کو دیکھو کہ وہ باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید انذار کے ہوتے ہوئے جھوٹ کی اس لعنت کے مورد بننے میں دوسری قوموں سے پیچھے نہیں رہے۔دوسری قوموں کو تو ضرورت تھی کہ وہ اپنے تخیلات کی مدد سے اپنے بڑوں کی بڑائی کا اظہار کریں اور قصے کہانیوں کی رنگ آمیزیوں سے ان کو سجائیں۔مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات اس خیالی بناؤ سنگار سے بالکل مستغنی تھی۔

ان احادیث میں جو کہ حدتواتر تک پہنچی ہوئی ہیں،غور کرنے والوں کے لئے ایک نشان ہے۔ان سے سچائی سے بھری ہوئی اس روح القدس کا پتہ چلتا ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں بسیرا کیا ہوا تھا۔عموماً گدی نشین،پنڈت،سادھواور اس قماش کے دوسرے اشخاص اپنی جھوٹی مدح سرائیوں پر جھومتے ہیں۔ان کے دل تو ان مدح سرائیوں کو غلط سمجھتے ہیں۔مگر وہ اپنے چہروں سے اپنے آپ کو ان تعریفوں کا مصداق ظاہر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تا لوگوں میں ان کی ساکھ بنی رہے۔لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نمونہ دیکھو کہ وہ دلی نفرت سے ان لوگوں کو جو آپؐ کے متعلق افتراء سے کام لینے والے ہوں یہ بددعا دیتے ہیں کہ وہ جہنم میں جھونکے جائیں۔یہ وہ انذارِ شدید ہے جو احادیث کا محافظ رہا اور جس نے علم کی وراثت کے پہنچانے میں مسلمانوں کو خیانت سے بچائے رکھا۔سوائے ان مجلسی قصہ گوؤں کے جو آج کل بھی مصر،حجاز،شام،عراق میں بہت ہیں اور جن کو دیکھ کر ابن بابویہ وغیرہ راویوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ واضح ہے۔ان احادیث میں علم کے متعلق **انتیسواں ادب** بتلایا گیا ہے۔حدیث نمبر ۱۰۶ میں آپؐ کے متعلق جھوٹی بات بیان کرنے کا ذکر ہے۔روایت نمبر ۱۰۷ میں آپؐ سے جھوٹی روایت کرنا مراد ہے۔اس روایت میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا یہ قول کہ **اِنِّـیْ لَمْ اُفَـارِقْـهُ** یعنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوا۔اس سے اکثر اوقات آپؐ کے ساتھ رہنا مراد ہے۔حدیث نمبر ۱۰۸ لا کر یہ بات واضح کر دی ہے کہ بھول کر یا بغیر قصد کے کوئی خلافِ واقعہ بات بیان ہو جانا مراد نہیں۔گو صحابہؓ اس کا بھی خیال رکھتے تھے اور اس لئے بہت روایتیں کرنے سے بچتے تھے۔حدیث نمبر ۱۰۹،۱۱۰ لا کر بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ تاکید کسی ایک وقت میں نہیں بلکہ مختلف اوقات میں ہوتی رہی ہے۔حضرت سلمہؓ بن عمرو بن اکوع ان صحابہ میں سے ہیں جو بیعت رضوان میں شریک تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ فتح خیبر کے زمانے سے کچھ پہلے آئے تھے اور ہر ایک اپنا سماع بتلاتا ہے اور یہ لفظی اختلاف بتلاتا ہے کہ مختلف اوقات میں آپؐ نے یہ تاکید فرمائی ہے۔

بَاب ۳۹ : كِتَابَةُ الْعِلْمِ

علمی باتوں کا لکھنا

تشریح: **كِتَابَةُ الْعِلْمِ:** امام بخاریؒ نے جہاں حفاظت علم کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شدید انذار کو احادیث کے پوری صحت کے ساتھ محفوظ رہنے کا سبب قرار دیا ہے وہاں تحریری ضبط کو بھی ایک سبب بتایا ہے۔انہوں نے اس کے متعلق چار حدیثیں بیان کی ہیں۔جن سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہؓ میں تحریر کا رواج تھا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی ضرورت سمجھتے تھے۔مختلف قوموں پر ایک تاریخی زمانہ ایسا بھی آیا ہے جس میں وہ اپنے حافظہ سے کلی طور پر کام لیتی تھیں اور تحریر کو ایک نقص خیال کر کے اسے معیوب سمجھتی تھیں۔عرب لوگ اس امر میں حد درجہ متعصب تھے اور بوجہ اس جہالت کے ان کا نام اُمّي تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس جہالت کی بھی اصلاح فرمائی اور مسلمانوں کو تحریر کی طرف شوق دلایا۔قیدیوں میں اگر کوئی لکھا پڑھا قیدی آ جاتا تو اس کی آزادی کا فدیہ یہ قرار دیتے کہ وہ لوگوں کو لکھنا سکھائے۔

۱۱۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ قَالَ لَا إِلَّا كِتَابُ اللهِ أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ أَوْ مَا فِي هَذِهِ الصَّحِيْفَةِ قَالَ قُلْتُ فَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيْفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفَكَاكُ الْأَسِيْرِ وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

۱۱۱: ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا: وکیع نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے سفیان سے، سفیان نے مُطَرِّف سے، مُطرِّف نے شَعْبی سے، شَعْبی نے ابوجحیفہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپؐ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ انہوں نے جواب دیا: کوئی نہیں مگر اللہ کی کتاب یا وہ سمجھ ہے جو ایک مسلمان آدمی کو دی گئی ہے یا جو اس ورق میں ہے۔ابوجحیفہ کہتے تھے میں نے کہا: اس ورق میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت دینا اور قیدی کو چھڑوانا اور (یہ کہ) مسلمان کافر کے بدلہ میں قتل نہ کیا جاوے۔

تشریح: **هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ:** عِنْدَكُمْ سے مراد صحابہؓ ہیں نہ کہ اہل بیت۔

ابوجحیفہ جنہوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا ہے، ان کا نام وہب بن عبداللہ سوائی ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بچے تھے، حضرت علیؓ ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے، ان کو کوفہ میں بیت المال کا محافظ مقرر کیا تھا اور یہ ان کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک ہوئے۔حدیث نمبر ۱۱۲ لا کر یہ بتلایا ہے کہ یہ احکام دیت وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپؐ کی موجودگی میں لکھے گئے تھے۔

اَوْ فَهْمٌ اُوْعْطِيَهُ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ: شارحین نے یہاں حضرت علیؓ کے قول سے ضمناً یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید سے سوائے مفسرین کے اور مسلمان بھی استنباط کر سکتے ہیں اور شیعہ کا بھی اس میں ردّ ہے جو باطنی علم کو صرف حضرت علیؓ کے لئے مخصوص کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے الفاظ عام ہیں۔ اَوْ فَهْمٌ اُوْعْطِيَهُ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ.
(فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۷۰) (عمدۃ القاری جزء دوم صفحہ ۱۶۱) (ارشاد الساری جزء اول صفحہ ۲۰۴)

وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ: روایت ۱۱۱ میں حضرت علیؓ کی شہادت پیش کی ہے کہ دیت اور قیدیوں کے متعلق ان کے پاس احکام لکھے ہوئے موجود تھے اور اس ورق میں منجملہ دیگر احکام کے جن کا ذکر دوسری حدیثوں میں آیا ہے، یہ حکم بھی تھا: وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ. یہ حکم اس مسلمان کے متعلق ہے جو جنگی حالت میں کافر کو مار ڈالے۔ ورنہ حالت صلح میں ایسا نہیں۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ نے بھی اس مسلمان کی سزا جس نے کسی ذمی کافر کو مار ڈالا ہو، قتل یا دیت جیسا بھی وارث چاہیں قرار دی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایسے مسلمان کو قتل کیا اور فرمایا: أَنَا أَوْفَى مَنْ وَّفَى بِذِمَّتِهِ.
(المراسیل لابی داؤد. باب الدیات فی المسلم یقاد بالکافر إذا قتله. روایت نمبر ۲۵۰) مزید بحث آگے آئے گی۔

۱۱۲ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوْا رَجُلًا مِّنْ بَنِي لَيْثٍ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ بِقَتِيْلٍ مِّنْهُمْ قَتَلُوْهُ فَأُخْبِرَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَخَطَبَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ حَبَسَ عَنْ مَّكَّةَ الْقَتْلَ أَوِ الْفِيْلَ{☆ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاجْعَلُوْهُ عَلَى الشَّكِّ }وَسَلَّطَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ أَلَا وَإِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ بَعْدِي أَلَا وَإِنَّهَا حَلَّتْ لِي سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ أَلَا

۱۱۲: ہم سے ابونُعَیم فضل بن دُکین نے بیان کیا، کہا: شیبان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یحییٰ سے، یحییٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ خزاعہ قبیلے نے بنولیث قبیلے کے ایک آدمی کو فتح مکہ کے سال اپنے ایک مقتول کے بدلے میں جس کو بنولیث نے قتل کیا تھا؛ قتل کر دیا۔ نبی ﷺ کو اس کے متعلق اطلاع دی گئی تو آپؐ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر آپؐ نے فرمایا: اللہ نے مکہ سے خون ریزی کو یا (فرمایا) ہاتھیوں کو روک دیا تھا۔ {محمد (بن سیرین) نے کہا: اس لفظ کو شک کے ساتھ ہی رکھو۔ ☆} اور رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو اس پر مسلط کر دیا۔ مگر خبردار یہ (بستی) مجھ سے پہلے کسی کے لیے بھی حلال نہیں ہوئی اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہے خیال رکھنا کہ وہ میری خاطر دن کی ایک گھڑی بھر کے لیے ہی حلال ہوئی تھی۔

☆ یہ عبارت نسخہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۲۷۱)

وَإِنَّهَا سَاعَتِي هَذِهِ حَرَامٌ لَّا يُخْتَلَى شَوْكُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ فَمَنْ قُتِلَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يُعْقَلَ وَإِمَّا أَنْ يُقَادَ أَهْلُ الْقَتِيْلِ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اكْتُبْ لِي يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ اكْتُبُوْا لِأَبِي فُلَانٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا الْإِذْخِرَ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِي بُيُوْتِنَا وَقُبُوْرِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْإِذْخِرَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ يُقَالُ يُقَادُ بِالْقَافِ فَقِيْلَ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ أَيَّ شَيْءٍ كَتَبَ لَهُ قَالَ كَتَبَ لَهُ هَذِهِ الْخُطْبَةَ.

یادرکھو کہ وہ اب اس وقت حرام ہے۔اس کے کانٹے نہ توڑے جائیں اوراس کے درخت نہ کاٹے جائیں اوراس کی گری پڑی چیز نہ اُٹھائی جائے۔مگر گمشدہ چیز کے متعلق اعلان کرنے والے کو اجازت ہے۔اور جو شخص مارا جائے تو اس کے لیے دو باتوں میں سے جو بات بہتر ہو، وہ اختیار کی جائے۔یا تو اس کی دیت دلائی جائے یا قاتل کو قصاص کے لیے مقتول کے وارثوں کے سپرد کر دیا جائے۔اتنے میں اہل یمن سے ایک آدمی آیا اوراس نے کہا: یارسول اللہ مجھے لکھ دیں۔فرمایا: فلاں کے باپ کو لکھ دو۔قریش میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! سوائے اذخر (گھاس) کے۔کیونکہ ہم اپنے گھروں پر اور اپنی قبروں میں اسے ڈالتے ہیں۔اس پر آپؐ نے فرمایا: سوائے اذخر کے بھی۔ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: یُقَادُ قاف کے ساتھ بولتے ہیں۔ابوعبداللہ سے پوچھا گیا: آپ نے اس کو کیا بات لکھ کر دی؟ کہا: یہی خطبہ لکھ کر دیا۔

تشریح: اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَّكَّةَ الْقَتْلَ اَوِ الْفِيْلَ : یہ شک ابونعیم راوی کو ہے۔اس سے راویوں کی حد درجہ احتیاط کا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے روایت میں یقینی اور شکی باتوں میں پورا پورا امتیاز رکھا ہے۔محمد بن سیرین کے قول کا حوالہ دے کر بتلایا کہ بہتر یہی ہے کہ یہ روایت اس شک کے ساتھ ہی نقل کی جائے کیونکہ دونوں لفظوں سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد واضح ہے کہ آپؐ اس مشہور ومعروف واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس میں اہل حبشہ مکہ پر ہاتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہوئے تھے۔آنحضرت ﷺ نے اس واقعہ کی طرف توجہ دلا کر صحابہؓ کے جذبات کو اُبھارا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بیت اللہ کے متعلق اس قدر غیرت ہے کہ اس نے بیت اللہ کی خاطر اہل مکہ کی باوجود ان کے مشرک ہونے کے نصرت کی تھی اوران کے خون بچالئے تھے۔تم مسلمان ہو تمہیں اس کی حرمت کا پاس زیادہ ہونا چاہیے۔

فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ : یہ حضرت ابوشاہؓ تھے۔ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ : یہ حضرت عباسؓ تھے۔

۱۱۳ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ أَخْبَرَنِي وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ عَنْ أَخِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيْثًا عَنْهُ مِنِّي إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

۱۱۳: ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عمرو نے ہمیں بتلایا۔ کہا: وہب بن منبہ نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے اپنے بھائی سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا وہ کہتے تھے: نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کے پاس مجھ سے زیادہ حدیثیں ہوں جو آپؐ سے مروی ہوں، سوائے ان حدیثوں کے جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کیا کرتے تھے۔ (یعنی وہ زیادہ ہیں) کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ وہب کی طرح معمر نے بھی یہی بیان کیا۔ معمر نے ہمام سے، ہمام نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی۔

تشریح: حدیث نمبر ۱۱۳ لا کر یہ بتلایا ہے کہ سابقہ واقعہ تحریر شواذ میں سے نہ سمجھا جائے بلکہ صحابہؓ ایسے بھی تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو لکھ لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ۔

اِلَّا مَاكَانَ مِنْ عَبْدِا للّٰهِ بْنِ عَمْرٍو: یہاں شارحین نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ اِلَّا مَاكَانَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو کے الفاظ سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کی حدیثیں حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیثوں سے زیادہ تھیں، جو واقعہ کے خلاف ہے۔ اس لئے انہوں نے اِلَّا کو منقطع قرار دیا اور یہ مراد لی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ جہاں یہ فخر کرتے ہیں کہ صحابہؓ میں ان سے بڑھ کر کسی کے پاس حدیثیں نہیں۔ وہاں وہ اپنے نقص کا اظہار بھی کرتے ہیں اور وہ یہ کہ وہ لکھنا نہیں جانتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو اس وجہ سے اپنے اوپر فوقیت دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے جو روایتیں کم بیان کی جاتی ہیں، امام ابن حجرؒ نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ فتوحات کے بعد مصر میں چلے گئے تھے اور ان کو روایت کرنے کا زیادہ موقع نہیں ملا اور حضرت ابو ہریرہؓ مدینہ میں اس کام کے لئے وقف ہو چکے تھے اور ابن وہب نے حسن بن عمرو بن امیہ کا یہ قول جو نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس کوئی بات جو ہوئی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے نوشتے مجھے دکھلائے۔ ابن عبدالبر کے نزدیک ہمام بن منبہ کی یہ روایت زیادہ صحیح ہے اور امام ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نوشتے خود ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے کیونکہ یہ ثابت شدہ بات ہے کہ وہ لکھنا نہیں جانتے تھے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۷۴)

تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ (بْنِ مُنَبِّهٍ) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ اشارہ بلاضرورت نہیں بلکہ اپنے اندر ایک اہم بات رکھتا ہے جس کا احادیث کی لفظی صحت وضبط کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ جس متابعت کا انہوں نے یہاں ذکر کیا ہے وہ عبدالرزاق، نیز ابوبکر بن علی مروزی نے کتاب العلم میں نقل کی ہے۔ ایسا ہی احمد بن حنبلؒ اور بیہقی نے بھی اسے بیان کیا ہے۔ مجاہد اور مغیرہ بن حکیم دونوں نے کہا: سَمِعْنَا اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ مَا كَانَ اَحَدٌ اَعْلَمَ بِحَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنِّی اِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَاِنَّهُ كَانَ یَكْتُبُ بِیَدِهٖ وَیَعِیْ بَقَلْبِهٖ وَكُنْتُ اَعِیْ وَلَا اَكْتُبُ. اِسْتَأْذَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِیْ الْكِتَابِ عَنْهُ فَاَذِنَ لَهٗ. ☆ اس کی سند عمدہ ہے۔
(تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۷۴)

خلاصہ ان تمام روایتوں کا یہ ہے کہ بلحاظ صحت الفاظ حضرت ابو ہریرہؓ بوجہ لکھنا نہ جاننے کے اپنی کمزوری کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کونسیان کی جو شکایت تھی، اگر چہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے دور ہوگئی اور وہ کہتے ہیں: فَمَا نَسِیْتُ شَیْئًا بَعْدَهٗ (حدیث نمبر ١١٩) کہ اس کے بعد میں نہیں بھولا۔ مگر یہ تمیز کرنا کہ پہلے کی حدیثیں کون سی ہیں اور بعد کی کونسی بہت مشکل امر ہے۔ غرض امام بخاریؒ یہاں حفاظت علم کے لئے تحریر کی ضرورت واضح کرنا چاہتے ہیں۔

١١٤: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قَالَ ائْتُوْنِي بِكِتَابٍ أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَّا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللهِ حَسْبُنَا فَاخْتَلَفُوْا

١١٤: ہم سے یحيٰ بن سلیمان نے بیان کیا، کہا: ابن وہب نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: یونس نے مجھے بتلایا کہ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: جب نبی ﷺ پر آپؐ کی بیماری نے سخت حملہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: میرے پاس کوئی لکھنے کا سامان لاؤ۔ تا میں تمہیں ایک ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم بھولو نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا: نبی ﷺ پر بیماری نے غلبہ کیا ہے۔ اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو ہمارے لیے کافی

☆ {ترجمہ: ہم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ (صحابہ میں سے) کوئی بھی ایسا نہیں جو مجھ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں جانتا ہو۔ سوائے ان حدیثوں کے جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے لکھ لیتے تھے اور سینہ میں محفوظ بھی کر لیتے تھے۔ اور میں صرف سینہ میں محفوظ کرتا تھا، لکھتا نہیں تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے لکھنے کی اجازت چاہی تھی تو آپؐ نے انہیں اجازت دے دی تھی۔}

وَ كَثُرَ اللَّغَطُ قَالَ قُوْمُوْا عَنِّي وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ.

ہے۔اس پر انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور شور بہت ہوگیا۔آپؐ نے فرمایا: اُٹھو میرے پاس سے چلے جاؤ۔ میرے پاس جھگڑنا نہیں چاہیے۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ باہر چلے گئے۔ وہ کہا کرتے تھے: بڑا نقصان سارے کا سارا یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو لکھنے سے روک دیا۔

تشریح: **لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ** : آپ نے روایت نمبر۱۱۴ لاکر یہ امر واضح کردیا ہے کہ آخری وقت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی فکر رہی: لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ کہ کہیں تم بھول نہ جاؤ تحریر لکھ دوں۔ ضَلَالٌ کے معنی بھولنا، بھول کر راہ سے بے راہ ہوجانا۔(لسان العرب تحت لفظ ضلل) **إِئْتُوْنِيْ بِكِتَابٍ**: کتاب سے مراد کوئی لکھنے کی چیز۔

غَلَبَهُ الْوَجَعُ: یعنی آپؐ کو بیماری نے نڈھال کردیا ہے۔ کہیں تکلیف بڑھ نہ جائے اور آپؐ کے فوت ہوجانے کا تو وہم بھی حضرت عمرؓ کو نہیں تھا۔ **عِنْدَنَا كِتَابُ اللّٰهِ حَسْبُنَا** حضرت عمرؓ نے یہ اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْئٍ (الأنعام:۳۹) تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْئٍ (النحل:۹۰) یعنی یہ کتاب ہر بات کو واضح کرکے بیان کرتی ہے۔ ہم نے اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

لَا يَنْبَغِيْ عِنْدِيْ التَّنَازُعُ: یعنی بعض لوگ جن کے جذبات حضرت عمرؓ کی طرح رقیق تھے۔ انہوں نے کہا کہ ایسے وقت میں تکلیف نہیں دینی چاہیے اور بعض نے کہا کہ حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چلے جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میرے پاس شور نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو کتاب اللہ کی عزت کا اس حالت بےقراری میں بھی اس قدر پاس تھا کہ حضرت عمرؓ کی بات سننے کے بعد کاغذ، قلم، دوات منگوانے کا اعادہ نہیں فرمایا۔ جیسا کہ بخاری کی دوسری روایتوں سے معلوم ہوگا کہ آپؐ اس واقعہ کے بعد بھی چند روز زندہ رہے اور اس دن کچھ اور وصیتیں بھی کیں ہیں۔ مگر اس خیال کا اعادہ نہیں فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جن احکام کے لکھوانے کی ضرورت سمجھی تھی وہ کتاب اللہ میں موجود تھے گویا کہ قرآن مجید سے چمٹے رہنے کی تاکید فرمانا چاہتے تھے اور آپؐ نے حضرت عمرؓ کی تائید کی اور خاموش ہورہے۔ یہ وہ ادب ہے جس کی پروا نام نہاد علماء کو نہیں ہوتی۔ ایک رائے کا جو اظہار کر بیٹھیں تو پھر وہ اسے وحی الٰہی کی طرح سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس پاکیزہ نمونہ کو کبھی بھولنا نہیں چاہیے۔ کتاب اللہ کے سامنے سب دوسری باتیں کالعدم ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں **تیسواں ادب** حفاظت علم کے متعلق سکھلایا اور حفاظت حدیث کے تاریخی اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔

خَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: یہ مراد نہیں کہ یہ الفاظ حضرت ابن عباسؓ نے (وہاں سے) نکلتے وقت کہے تھے، بلکہ یہ واقعہ بیان کرتے وقت کہا کرتے تھے۔ جیسا کہ دوسری روایتوں میں یہ الفاظ ہیں: **فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ....** (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۷۶-۲۷۷)

بَاب ٤٠ : اَلْعِلْمُ وَالْعِظَةُ بِاللَّيْلِ

رات کو علم اور نصیحت کی باتیں کرنا

١١٥: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَعَمْرٌو وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتِ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ أَيْقِظُوْا صَوَاحِبَاتِ الْحُجَرِ فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ.

۱۱۵: ہم سے صدقہ نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابن عیینہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے زُہری سے، زُہری نے ہند سے، ہند نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی۔ نیز عمرو اور یحییٰ بن سعید نے زُہری سے روایت کی۔ انہوں نے ہند سے، ہند نے حضرت ام سلمہؓ سے۔ وہ کہتی تھیں: نبی ﷺ ایک رات جاگے اور فرمایا: سبحان اللہ! آج رات کیا کیا فتنے اُتارے گئے اور کیا کیا خزانے کھولے گئے ہیں۔ کوٹھڑیوں والیوں کو جگاؤ۔ دنیا میں کتنی ہی پوشاک پہنے ہیں جو آخرت میں ننگی ہوں گی۔

تشریح: اَلْعِلْمُ وَالْعِظَةُ بِاللَّيْلِ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دو باب یکے بعد دیگرے باندھے ہیں جن کا تعلق رات کے وقت علمی ذکر واذکار اور نصیحت کے ساتھ ہے۔ وہ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ رات کا وقت ایک ایسا وقت ہے۔ جب لوگ دنیا کے دھندوں سے فارغ ہو کر یکسو ہو جاتے ہیں اور وہ رات کو طبعاً باتیں سننے سنانے کا شوق رکھتے ہیں۔ یہ وقت احادیث نبویہ اور آثار صحابہ کی باتیں اور نصیحت آمیز واقعات بیان کرنے کے لئے نہایت موزوں ہے۔ کیونکہ ذہن جو اثر اس وقت باتوں باتوں میں سہولت سے قبول کر لیتا ہے۔ وہ عالم خواب کی مخفی در مخفی تاثیروں کے ماتحت مستحکم ہو جاتا ہے۔ یہاں حصولِ علم کے ضمن میں **اکتیسواں ادب** سکھلایا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اب عام علم کے مضمون کو چھوڑ کر خصوصیت سے علم حدیث کو لے رہے ہیں اور بتلا رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کے تذکرہ کے لئے موزوں وقت رات کا ہے۔ اس وقت کی نصیحت بھی دل میں گھر کرنے والی ہوتی ہے۔

اَيْقِظُوْا صَوَاحِبَاتِ الْحُجَرِ: حدیث نمبر ۱۱۵ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقرہ اَيْقِظُوْا

صَوَاحِبَاتِ الْحُجَرِ فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ. جو اس جگہ نقل کیا گیا ہے وہ محض اسی تاثیر کی طرف توجہ دلانے کے لئے ہے۔ ورنہ ترجمہ باب سے زیادہ مطابقت کھانے والی روایت كتابُ التَّفْسِيرِ، بَاب قَوْلُهُ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ والی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: فَتَحَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَعَ اَهْلِهٖ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ (روایت نمبر ۴۵۶۹)۔ صَوَاحِبَاتِ الْحُجَرِ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں۔ یہ فقرہ گوناگوں تاثرات کا مخزن ہے اور حسرت وافسوس اور غم واضطراب کے جذبات ایسے کوٹ کوٹ کر اس کے اندر بھر دیئے گئے ہیں کہ دل کوٹھیس لگائے بغیر نہیں رہتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت کی روحانی ترقی کے لئے بھی اسی طرح مضطرب وغمگین ہیں؛ جیسے تمام دوسرے لوگوں کے لئے۔ ان پیرزادوں اور سجادہ نشینوں وغیرہ کے لئے اس میں ایک سبق ہے جن کے گھر ظلمت کدہ ہیں اور ان میں دینداری کیا بلکہ وہ تو دنیا کی ہوس کے تہ خانے بنے ہوئے ہیں۔

نیک اعمال ہی ہیں جو آخرت میں انسان کا ننگ ڈھانپنے والے ہیں۔ کوئی ظاہری نسبت وتعلق یا واسطہ عمل کا قائم مقام نہیں ہوسکتا۔

فَرُبَّ كَاسِيَةٍ کا فقرہ اُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ کی ایک تیسری مثال ہے۔

بَاب ٤١ : اَلسَّمَرُ فِي الْعِلْمِ

رات کو علم کی باتیں کرنا

١١٦ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ.

۱۱۶: ہم سے سعید بن عُفَیر نے بیان کیا۔ کہا: لیث نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن خالد نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم سے۔ نیز ابوبکر بن سلیمان بن ابی حَثْمہ سے روایت کی کہ عبداللہ بن عمر کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری زندگی میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ جب آپؐ سلام پھیر چکے تو کھڑے ہوئے اور فرمایا: تمہیں اپنی اس رات کا کچھ پتہ بھی ہے؟ اس سے سو برس کے آخر تک جو لوگ بھی سطح زمین پر موجود ہیں، ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔

۱۱۷: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ ثُمَّ قَالَ نَامَ الْغُلَيِّمُ أَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا ثُمَّ قَامَ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهِ فَجَعَلَنِي عَنْ يَّمِيْنِهِ فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيْطَهُ أَوْ خَطِيْطَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

۱۱۷: ہم سے آدم نے بیان کیا۔ کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: حکم نے ہمیں بتلایا۔ کہا: میں نے سعید بن جُبَیر سے سنا۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں اپنی خالہ حضرت میمونہؓ بنت حارث کے گھر سویا جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں اور نبی ﷺ ان کی باری کی رات اُن کے ہاں تھے۔ نبی ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر اپنے گھر آئے اور چار رکعتیں نماز پڑھی۔ پھر سو گئے۔ اس کے بعد اُٹھے اور فرمایا: یہ ننھا سو گیا ہے۔ یا کوئی ایسا ہی کلمہ فرمایا جو اس سے ملتا جلتا تھا۔ اس کے بعد آپؐ (نماز کے لیے) کھڑے ہو گئے اور میں بھی آپؐ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے مجھے اپنے دائیں طرف کر دیا اور پانچ رکعتیں نماز پڑھی۔ پھر دو رکعتیں نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپؐ سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپؐ کے خراٹے سنے۔ غَطِيْطَهُ (کہا) یا خَطِيْطَهُ (یعنی خراٹے کی آواز) پھر آپؐ نماز کے لیے باہر گئے۔

تشریح: فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ: حدیث نمبر ۱۱۶ میں ایک پیشگوئی کا ذکر ہے جو علم غیب پر مبنی ہے اور وہ نہایت صحت کے ساتھ پوری ہوئی۔ ایک سو سال کے اختتام پر آخری صحابی حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہؓ فوت ہوئے یعنی ۱۱۰ھ میں۔ آپؐ نے یہ پیشگوئی اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے کی، جیسا کہ حضرت جابرؓ کی روایت میں اس کی صراحت ہے

(دیکھئے فتح الباری جزء دوم صفحہ ۹۹ - کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب ۴۰، تشریح روایت نمبر ۶۰۱)

یہاں صحابہ مخاطب ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا کر کہ موجودہ لوگ ایک سو سال کے اندر یکے بعد دیگرے اس دنیا سے کوچ کر جائیں گے، دنیا کی ناپائیداری کی طرف توجہ دلائی ہے۔ صحابہ کے متعلق جس صحت کے ساتھ پیشگوئی پوری ہوئی ہے، اس سے دوسرے لوگوں کے متعلق بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ نئے لوگ

پیدا نہیں ہوں گے۔ بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ جواس وقت موجود ہیں وہ زندہ نہیں رہیں گے۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر اس رات کی خصوصیت بتلائی۔ گو ہم اب اس وقت یہ حقیقت آشکارانہ کرسکیں مگر یہ ہمارے مشاہدے میں آیا ہے کہ سلسلہ موت اور پیدائش کے ساتھ زمانہ کا بھی ایک گہرا تعلق ہوتا ہے۔ ایک خاص موسم میں بلکہ ایک معین رات میں لڑکے یا لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ واقعات تصدیق کرتے ہیں کہ ایک سو سال تک صحابہ کی صحبت اور ان کے فیض سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔

اَلسَّمَرُ فِی الْعِلْم: حدیث نمبر ۱۱۷ جو صحیح بخاری میں مفصل آئی ہے اور یہاں ایسی مختصر کہ ابن حجرؒ وغیرہ شارحین کو یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ بظاہر اس کا باب سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ سوائے اس کے کہ کلام نَامَ الْغُلَیِّمُ کو سَمَرُ اللَّیْلِ پر محمول کیا جائے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۸۱) مگر اس کو سَمَرٌ نہیں کہتے۔ میں نے بتلایا ہے کہ امام بخاریؒ بعض وقت کسی حدیث کو اختصار کے ساتھ جو پیش کرتے ہیں تو وہ اپنے کسی خاص مقصد کے ظاہر کرنے کے لئے۔ یہاں صرف رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنا مقصود بالذات ہے۔ اس لئے باقی تفصیل نظر انداز کر دی ہے اور یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تہجد بھی سَمَرُ اللَّیْلِ کی ایک قسم ہے، جس میں انسان اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِیْلًا. (المزمل: ۷) {ترجمہ: رات کا اُٹھنا یقیناً (نفس کو) پاؤں تلے کچلنے کے لیے زیادہ شدید اور قول کے لحاظ سے زیادہ مضبوط ہے۔}

بَاب ٤٢ : حِفْظُ الْعِلْمِ

علم کو یاد رکھنا

١١٨ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَلَوْ لَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيْثًا ثُمَّ يَتْلُو إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ إِلَى قَوْلِهِ الرَّحِيْمُ (البقرة: ١٦٠—١٦١) إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ

۱۱۸: ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اگر کتاب اللہ میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک بھی حدیث بیان نہ کرتا۔ یہ کہہ کر انہوں نے یہ آیت پڑھی: اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنَاتِ

الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَإِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِي أَمْوَالِهِمْ وَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِهِ وَيَحْضُرُ مَا لَا يَحْضُرُوْنَ وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُوْنَ.

....وَاَنَـا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ تک۔☆ ہمارے بھائی مہاجرین کوتو منڈیوں میں خرید وفروخت مصروف رکھتی اور ہمارے بھائی انصار کوان کی جائدادوں کے متعلق کام کاج مصروف رکھتا تھااور ابو ہریرہ اپنا پیٹ بھر کر رسول اللہ ﷺ سے لپٹا رہتا تھااور وہ ان موقعوں پر حاضر رہتا جہاں وہ حاضر نہ ہوتے اور وہ باتیں یاد رکھتا جو وہ یاد نہ رکھتے۔

۱۱۹: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَبُو مُصْعَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي أَسْمَعُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا أَنْسَاهُ قَالَ ابْسُطْ رِدَاءَكَ فَبَسَطْتُهُ قَالَ فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهُ فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا بَعْدَهُ

۱۱۹: ہم سے احمد بن ابی بکر ابومصعب نے بیان کیا، کہا: محمد بن ابراہیم بن دینار نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابن ابی ذئب سے، انہوں نے سعید مقبری سے، سعید نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپؐ سے بہت باتیں سنتا ہوں۔ انہیں بھول جاتا ہوں۔ فرمایا: اپنی چادر پھیلا۔ میں نے پھیلا دی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے تھے: آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چلو بھر کر ڈالا۔ پھر فرمایا: اس کو اکٹھا کرلو۔ میں نے اسے اکٹھا کرلیا۔ اس کے بعد میں کوئی بات نہ بھولتا تھا۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ

ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا

☆ {ترجمہ: یقیناً وہ لوگ جو اُسے چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح نشانات اور کامل ہدایت میں سے نازل کیا، اس کے بعد بھی کہ ہم نے کتاب میں اس کو لوگوں کے لیے خوب کھول کر بیان کر دیا تھا۔ یہی ہیں وہ جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور اُن پر سب لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔ سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور (اللہ کے نشانات کو) کھول کھول کر بیان کیا۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جن پر میں توبہ قبول کرتے ہوئے جھکوں گا۔ اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہوں۔}

قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ بِهَذَا أَوْ قَالَ غَرَفَ بِيَدِهِ فِيْهِ.

کہ ہم سے ابن ابی فُدَیک نے یہی حدیث بیان کی۔ انہوں نے یا یہ لفظ کہے: آپؐ نے اپنے ہاتھ سے چلّو بھر کر اس میں ڈال دیا۔

۱۲۰: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءَيْنِ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا الْبَلْعُوْمُ. { ☆ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْبَلْعُوْمُ مَجْرَى الطَّعَامِ. }

۱۲۰: ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا: میرے بھائی نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے ابن ابی ذئب سے، انہوں نے سعید مقبری سے، سعید نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو طرح کی یادداشتیں محفوظ رکھی ہیں۔ ان میں سے ایک جو ہے اس کو تو میں نے پھیلا دیا ہے اور دوسری جو ہے اگر اس کو پھیلاتا تو یہ نرخرا کاٹ دیا جاتا۔ {ابوعبداللہ نے کہا: بَلْعُوْمُ جہاں سے کھانا گزرتا ہے۔ ☆}

تشریح: **حِفْظُ الْعِلْم** کا باب باندھ کر حضرت ابو ہریرہؓ کے حافظہ وغیرہ کے متعلق ان کی اپنی ہی تین روایتیں نقل کی ہیں۔ ان سے جہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس جگہ **حِفْظُ الْعِلْم** سے مراد حدیث یاد رکھنا ہے۔ وہاں اس امر پر بھی روشنی ڈالنا منظور ہے کہ حدیثوں کی روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ کا ایک بڑا حصہ ہے اور یہ کہ ان کے متعلق جو وقتاً فوقتاً چہ میگوئیاں ہوئی ہیں، ان کی کیا حقیقت ہے؟ حدیث نمبر ۱۱۸ میں بتلایا کہ انہیں کوئی کام کاج نہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کا انہیں بہت موقع ملتا جو دوسرے انصار و مہاجرین کو میسر نہ تھا۔ اس لئے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے اور یاد کرنے کا زیادہ موقع ملا تھا۔ حدیث نمبر ۱۱۹ میں ان کے نسیان کا ذکر کیا اور بتلایا ہے کہ وہ نسیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر عمل کرنے سے دور ہو گیا تھا۔

اُبْسُطْ رِدَائَکَ: اپنی چادر پھیلاؤ۔ یہ ایک محاورہ ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ فارغ البال ہو کر توجہ و اطمینان سے سننے کے لئے بیٹھ جاؤ۔ اپنے اندر اس سوالی کی سی حالت پیدا کرو، جو لینے کے لئے اپنی چادر پھیلا دیتا ہے۔ جب تک طالب علم کی یہ حالت نہ ہوگی وہ کچھ فائدہ نہ اٹھائے گا۔ جو سنے گا بھول جائے گا۔ استفادہ کے لئے شوق و حرص اور حضورِ قلب ہونا چاہیے۔ تحصیل علم کے لئے یہاں **بتیسویں** ادب کی طرف توجہ دلائی ہے۔ **فَبَسَطْتُ**: چنانچہ آپؐ کے

☆ یہ عبارت نسخہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۲۷۵)

ارشاد کی تعمیل میں مَیں نے اپنی چادر پھیلا دی۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ایک دوسری روایت میں یوں نقل کیا ہے: لَنْ يَّبْسُطَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ ثَوْبَهُ حَتّٰى اَقْضِيَ مَقَالَتِيْ هٰذِهٖ ثُمَّ يَجْمَعَهُ اِلٰى صَدْرِهٖ فَيَنْسٰى مِنْ مَقَالَتِيْ شَيْئًا اَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَّيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا حَتّٰى قَضَى النَّبِيُّ ﷺ مَقَالَتَهُ ثُمَّ جَمَعْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ فَوَالَّذِيْ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا نَسِيْتُ مِنْ مَّقَالَتِهٖ تِلْكَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا.

(بخاری. كتاب المزارعة. باب ماجاء فی الغرس۔روایت نمبر ۲۳۵۰)

{ترجمہ: تم میں سے جو کوئی بھی اپنے کپڑے کو جب تک میں اپنی بات ختم نہ کرلوں، پھیلائے رکھے گا۔ پھر وہ اس کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالے گا تو وہ میری بات کبھی نہیں بھولے گا۔ چنانچہ میں نے اپنی چادر بچھا دی۔ اس کے سوا مجھ پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم کی تو میں نے اس کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالیا۔ اسی ذات کی قسم ہے، جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچائی کے ساتھ بھیجا تھا، میں آپؐ کی اس گفتگو کو آج تک نہیں بھولا۔}

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے صرف حضرت ابوہریرہؓ کو ہی نہیں بلکہ تمام صحابہؓ کو بالعموم یہ ہدایت دی تھی۔حضرت ابوہریرہؓ نے اس پر پورے طور پر عمل کیا اور کان اور سینہ کھول کر آپؐ کی باتیں سننے اور یاد کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔اس لئے ان کو یاد رہیں اور نسیان کی شکایت جاتی رہی۔ **فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ** بھی اسی طرح مجازاً استعمال ہوا ہے۔ جس طرح اُبْسُطْ رِدَائَکَ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فیضان کے چلو بھر بھر کر ڈالتے رہے اور حضرت ابوہریرہؓ اس فیضان کو اپنی چادر سینہ میں سمیٹتے رہے۔فَبَسَطْتُ نَمِرَةً: نَمِرَةٌ کے معنی چادر۔ یہ اپنی کم مائیگی اور بے بساطی نوشت وخواند کی طرف اشارہ ہے۔

نسیان فی ذاتہ کوئی مستقل چیز نہیں جو صفت لازمہ کی طرح ہمیشہ قائم رہے۔ بلکہ ایک عارضی حالت کا نام ہے۔ نسیان کئی قسم کا ہوتا ہے۔بعض آدمی کان سے سنی ہوئی بات جلدی بھول جاتے ہیں اور آنکھ سے دیکھی ہوئی بات کبھی نہیں بھولتے اور بعض اس کے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو پڑھی ہوئی بات نہیں بھولتے اور بعض وہ ہوتے ہیں کہ جب تک سنی پڑھی بات کے لئے اپنے ذہن میں خود استدلال کر کے کوئی منطقی تعلق نہ قائم کرلیں، انہیں کچھ بھی یاد نہیں رہتا اور بعض توجہ سے پوری بات نہیں سنتے اور اس لئے بھول جاتے ہیں۔غرض بہت سے اسباب ہیں جو نسیان کا موجب ہوتے ہیں اور ان کے ازالہ سے وہ دور ہو جاتا ہے۔حضرت ابوہریرہؓ کے شوق کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس شکایت پر کہ انہیں نسیان ہے، ان کو دعا کرنے کی ہدایت فرمائی اور خود بھی دعا کی۔جیسا کہ حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے۔(مستدرک حاکم، کتاب معرفة الصحابة، باب دعاء أبی هريرة بعلم لا ينسى وتأمين النبی ﷺ، جلد۳ صفحہ ۱۲۷) اور یہ دعا ان کے حق میں ایسے معجزانہ طور پر قبول ہوئی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے شہادت دی اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے بھی یہ رائے قائم کی ہے کہ (اَحْفَظُ مَنْ رَّوَى الْحَدِيْثَ فِيْ عَصْرِهٖ) حضرت ابوہریرہؓ اپنے ہم عصر راویوں میں سب سے زیادہ حدیث کو یاد رکھنے والے تھے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۸۲)

دعا کی قبولیت اسباب کی مانع نہیں بلکہ خود دعا بھی ایک سبب ہے، جس سے انسان اللہ تعالیٰ کی مشیئت کو تحریک دیتا ہے اور مسبب الاسباب وہ ضروری اسباب پیدا کر دیتا ہے جو پہلے نہیں ہوتے۔ دعا کی قبولیت کا یہی اعجاز ہے۔ حدیث نمبر ۱۱۹ کے آخر میں ابن ابی فدیک کا جو لفظی اختلاف امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے، یہ اس روایت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے جو انہوں نے کتاب المناقب، باب سؤال المشرکین أن یریھم النبیؐ آیۃ، روایت نمبر ۳۶۴۸ میں اسی سند سے بیان کی ہے۔ ابن ابی فُدَیک بھی محمد بن ابراہیم بن دینار کی طرح ابن ابی ذئب سے نقل کرتے ہیں اور وہ سعید مقبری سے اور سعید حضرت ابو ہریرہؓ سے۔ اِس روایت میں یہ ہے: اِنِّیْ اَسْمَعُ مِنْکَ. اور اُس میں ہے: اِنِّیْ سَمِعْتُ مِنْکَ. اِس میں ہے: أَنْسَاهُ ہے، اُس میں ہے: فَأَنْسَاهُ. اِس میں ہے فَبَسَطْتُهُ. اُس میں ہے: فَبَسَطْتُ. اِس میں ہے: فَغَرَفَ بِيَدَيْهِ. اُس میں ہے: فَغَرَفَ بِيَدِهٖ. اِس میں ہے: فَمَا نَسِيْتُ شَيْئًا. اُس میں ہے: فَمَا نَسِيْتُ حَدِيْثًا ۔ یہ حدیث بطور ایک مثال کے ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت کے لفظی اختلاف کے ساتھ معنی میں فرق نہیں پڑتا اور اس قسم کا نسیان جو محض لفظی اختلاف کے ساتھ ہو قابل اعتراض نہیں اور نہ اس کے بغیر کوئی چارہ ہے۔

حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: روایت ۱۲۰ میں بتلایا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا دارومدار حافظہ پر تھا اور ان کی تحریری روایات کے متعلق جو بیان کیا جاتا ہے وہ صحیح نہیں۔ اس روایت سے روایت نمبر ۱۱۳ کی مزید تائید ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے ۵۳۶۴ روایتیں مروی ہیں۔ اس کثرت روایت کی یہی وجہ ہے کہ ان کا کام ہی حدیثیں یاد کرنا تھا۔

وِعَـاءٌ ظرف کو کہتے ہیں اور اس سے مراد وہ چیز بھی ہوتی ہے جو ظرف کے اندر رکھی جائے۔ ایسا ہی وَعْيٌ یاد کرنے کو بھی کہتے ہیں اور نفس واعیہ ذہن کی وہ قوت ہے جو احساسات وتصورات کو اپنے اندر سمیٹ کر محفوظ کر لیتی ہے اس لئے اس کا ترجمہ یادداشت کیا گیا ہے۔

وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ : ایک طرف تو حضرت ابو ہریرہؓ یہ کہتے ہیں کہ میں حدیثیں اس لئے بیان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ چھپانے والے کو ملعون قرار دیتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ. (البقرہ : ۱۶۰) اگر اس آیت کا خیال نہ ہوتا تو میں کبھی بھی حدیثیں بیان نہ کرتا اور ساتھ ہی یہ کہتے ہیں: ایک دوسری قسم کی یادداشت بھی میرے پاس ہے۔ اگر اُسے ظاہر کروں تو میری گردن کاٹ دی جائے گی۔ امام ابن حجرؒ وغیرہ نے اس اختلاف کو یوں رفع کیا ہے کہ پہلی قسم سے مراد احادیث کی وہ قسم ہے جو احکام شریعت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ دوسری قسم سے مراد وہ ہیں جن کا تعلق خاص افراد کے ساتھ تھا اور جو انذاری پیشگوئی کے رنگ میں تھیں جن کا بیان کرنا فتنہ کا موجب ہوتا ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اشارہ وکنایہ سے وہ باتیں بتلا بھی دیا کرتے تھے، جیسا کہ ان کی یہ دعا: (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ رَّأْسِ السِّتِّيْنَ وَاِمَارَةِ الصِّبْيَانِ) یعنی مَیں ساٹھویں سال کے آغاز اور چھوکروں کی حکومت سے پناہ مانگتا ہوں۔ یعنی یزید بن معاویہ جو ۶۰ھ میں خلیفہ نامزد کیا گیا تھا اور حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ دعا قبول ہوئی اور وہ اس سے ایک سال پہلے فوت ہوئے۔
(فتح الباری جزءاول صفحہ ۲۸۶)

ان انذاری خاص پیشگوئیوں کے علاوہ بعض اور ایسے امور بھی ہوتے ہیں جن کا ہر کس و ناکس کے سامنے بیان کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ کیونکہ بعض کم فہم انکار کر دیتے ہیں۔ (دیکھئے باب ۴۸ روایت نمبر ۱۲۶)

بَثٌّ کے معنی ہیں عام نشر و اشاعت کرنا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: اَلْبَلْعُوْمُ - مَجْرَی الطَّعَامِ: ''ابوعبداللہ'' امام بخاریؒ کی کنیت ہے اور ان کی یہ تشریح ظاہر میں تو بے محل معلوم ہوتی ہے کیونکہ بَلْعُوْم ایسا مشکل لفظ نہیں جس کی وضاحت کی ضرورت پڑتی۔ لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق اپنی رائے کا اظہار کر رہے ہیں۔ موت کا خوف جو دراصل کھانے پینے کی بندش سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا ایک نقص ہے۔ اس بارے میں ان کا وہی مذہب ہے جو حضرت ابوذرؓ کا، جسے وہ کتاب العلم (باب ۱۰) میں بیان کر چکے ہیں۔ کسی شخص کی کم فہمی و بلادت کی وجہ سے اس کے سامنے کسی امر کا ظاہر نہ کرنا اور بات ہے اور اپنی موت کے خوف سے کسی امر کو مخفی رکھنا اور بات ہے اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

بَاب ۴۳ : اَلْإِنْصَاتُ لِلْعُلَمَاءِ

علماء کی باتیں خاموشی سے سننا

۱۲۱ : حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ مُدْرِكٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ جَرِيْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

۱۲۱: ہم سے حجاج نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ کہا: علی بن مُدرِک نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے ابوزُرعہ سے۔ ابوزُرعہ نے حضرت جَریرؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں ان سے فرمایا: لوگوں کو سننے کے لئے خاموش کراؤ۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔

تشریح: اَلْإِنْصَاتُ لِلْعُلَمَآءِ: امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر اُبْسُطْ رِدَائَکَ کے مضمون کی جو اس سے پہلے باب میں ہے وضاحت کر دی ہے اور آنحضرت ﷺ کے عمل درآمد سے تیتیسویں ادب کی طرف توجہ دلائی ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہی ارشاد ہے: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا (الأعراف: ۲۰۵) یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش ہو کر توجہ سے سنو۔ جن لوگوں نے کفر کے لفظ کو ڈراؤنی شئے بنا رکھا ہے وہ ذرا اس وسعت استعمال پر غور کریں۔ قتل وغیرہ سے اگر لوگ کفر کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں تو کسی نبی موعود کا انکار بدرجہ اولیٰ

کفر ہے۔ بات جس قدر واضح اور مؤثر ہوگی اور جس قدر توجہ سے سنی جائے گی اس کے بھولنے اور اس کی روایت میں اختلاف واقع ہونے کا اس قدر کم احتمال ہوگا۔ (دیکھئے روایت نمبر ۸۷، ۹۴، ۱۰۴)

بَاب ٤٤

مَا يُسْتَحَبُّ لِلْعَالِمِ إِذَا سُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَيَكِلُ الْعِلْمَ إِلَى اللهِ

عالم کے شایان ہے کہ جب اس سے پوچھا جائے کہ لوگوں میں کون سب سے بڑھ کر عالم ہے تو وہ علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے

۱۲۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ نَوْفًا الْبَكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوْسَى لَيْسَ بِمُوْسَى بَنِي إِسْرَائِيْلَ إِنَّمَا هُوَ مُوْسَى آخَرُ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللهِ حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ {قَالَ ☆} قَامَ مُوْسَى النَّبِيُّ خَطِيْبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَقَالَ أَنَا أَعْلَمُ فَعَتَبَ اللهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ أَنَّ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِيْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ

۱۲۲: ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: عمرو نے ہم سے بیان کیا، کہا: سعید بن جُبَیرؒ نے مجھے خبر دی۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ نوف بکالی کا خیال ہے کہ موسیٰ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اور موسیٰ ہیں۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے کہا: اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔ حضرت اُبی بن کعبؓ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ (آپؐ نے فرمایا:☆) موسیٰؑ نبی نے کھڑے ہوکر بنی اسرائیل میں تقریر کی تو ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون سب سے بڑھ کر عالم ہے۔ اس پر انہوں نے کہا: میں سب سے بڑھ کر عالم ہوں تو اللہ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ کیونکہ انہوں نے جواب میں یہ نہیں کہا تھا: اللہ ہی کو علم ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی کی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے۔ وہ تجھ سے

☆ نسخہ بولاق میں اس جگہ لفظ " قَالَ " ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۲۸۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

يَا رَبِّ وَكَيْفَ بِهِ فَقِيْلَ لَهُ احْمِلْ حُوْتًا فِي مِكْتَلٍ فَإِذَا فَقَدْتَّهُ فَهُوَ ثَمَّ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ بِفَتَاهُ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ وَحَمَلَا حُوْتًا فِي مِكْتَلٍ حَتَّى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ وَضَعَا رُؤُوْسَهُمَا وَنَامَا فَانْسَلَّ الْحُوْتُ مِنَ الْمِكْتَلِ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا (الكهف: ٦٢) وَكَانَ لِمُوْسَى وَفَتَاهُ عَجَبًا فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمِهِمَا فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مُوْسَى لِفَتَاهُ: آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا (الكهف: ٦٣) وَلَمْ يَجِدْ مُوْسَى مَسًّا مِّنَ النَّصَبِ حَتَّى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِي أُمِرَ بِهِ فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيْتُ الْحُوْتَ (الكهف: ٦٤) قَالَ مُوْسَى ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِيْ فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ إِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ أَوْ قَالَ تَسَجَّى بِثَوْبِهِ فَسَلَّمَ مُوْسَى فَقَالَ الْخَضِرُ وَأَنَّى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ فَقَالَ

زیادہ عالم ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا: اے میرے ربّ ان سے کس طرح ملا جائے؟ تو انہیں کہا گیا کہ مچھلی کو ایک ٹوکری میں اُٹھالو اور جب تم اس کو نہ پاؤ تو وہ شخص وہیں کہیں ہوگا۔ اس پر حضرت موسیٰؑ چل پڑے اور اپنے نوجوان خادم یوشع بن نون کو اپنے ساتھ لے لیا اور ٹوکری میں ایک مچھلی اُٹھالی۔ جب وہ چٹان کے پاس پہنچے تو وہ دونوں سر ٹکا کر سو گئے اور مچھلی ٹوکری سے سرک کر نکل گئی اور وہ پانی کو چیرتے ہوئے سمندر میں اپنی راہ لگی اور حضرت موسیٰؑ اور آپؑ کے خادم کو تعجب ہوا۔ وہ دونوں اپنی باقی ماندہ رات اور سارا دن چلتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا: ہمارا کھانا ہمیں دو۔ کیونکہ ہم نے اس سفر سے بہت تکلیف پائی ہے اور حضرت موسیٰؑ نے ذرا بھی تھکان محسوس نہیں کی۔ مگر اسی وقت کہ جب وہ اُس مکان سے آگے گزر گئے، جہاں جانے کا اُن کو حکم ہوا تھا۔ ان کے خادم نے کہا: دیکھا آپؑ نے، جب ہم نے چٹان کے پاس آرام کیا تھا تو میں مچھلی بھول گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا: یہی تو وہ ہے جو ہم تلاش کر رہے تھے۔ اس پر وہ دونوں اپنے پاؤں کے نشانوں کا کھوج ڈھونڈتے ہوئے واپس لوٹے۔ جب وہ دونوں اس چٹان کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ہے جو کپڑے میں لپٹا پڑا ہے یا کہا: جو اپنا کپڑا اوڑھے ہوئے ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے سلام کیا اور خضرؑ نے کہا: تمہارے

أَنَا مُوْسَى فَقَالَ مُوْسَى بَنِي إِسْرَائِيْلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِيْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ: إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا (الكهف:٦٨) يَا مُوْسَى إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللهِ عَلَّمَنِيْهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ عَلَّمَكَهُ لَا أَعْلَمُهُ قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِيْ لَكَ أَمْرًا (الكهف:٧٠) فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهُمَا سَفِيْنَةٌ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ فَكَلَّمُوْهُمْ أَنْ يَحْمِلُوْهُمَا فَعُرِفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوْهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ فَجَاءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ فَنَقَرَ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ يَا مُوْسَى مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللهِ إِلَّا كَنَقْرَةِ هَذَا الْعُصْفُوْرِ فِي الْبَحْرِ فَعَمَدَ الْخَضِرُ إِلَى لَوْحٍ مِّنْ أَلْوَاحِ السَّفِيْنَةِ فَنَزَعَهُ فَقَالَ مُوْسَى قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَّ إِلَى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا

ملک میں کہاں سلامتی ہے؟ انہوں نے کہا: میں موسیٰ ہوں۔ اس نے پوچھا: کیا بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ کہا: ہاں۔ حضرت موسیٰ نے کہا: کیا میں آپ کی پیروی کروں؛ اس شرط پر کہ آپ مجھے راستی میں سے وہ باتیں سکھائیں جو آپ کو سکھلائی گئیں ہیں؟ انہوں نے کہا: اے موسیٰ! تم ہرگز میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ مجھے علم الٰہی سے وہ علم حاصل ہے جو اس نے مجھے خود سکھایا ہے۔ تم اس کو نہیں جانتے اور تمہیں بھی ایک علم حاصل ہے جو تمہیں (اللہ نے) سکھایا ہے میں اس کو نہیں جانتا۔ انہوں نے کہا: آپ انشاء اللہ مجھے مستقل مزاج پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم سے انکار نہیں کروں گا۔ اس پر دونوں سمندر کے کنارے چل پڑے۔ ان دونوں کی کوئی کشتی نہ تھی۔ اتنے میں ان کے پاس سے ایک کشتی گزری تو انہوں نے کشتی والوں سے کہا کہ وہ ان دونوں کو سوار کر لیں۔ خضر پہچانے گئے اور کشتی والوں نے ان دونوں کو بغیر کرائے کے سوار کر لیا۔ اتنے میں ایک چڑیا آئی اور اس کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی اور اس نے سمندر میں ایک یا دو چونچیں ماریں تو خضر نے کہا: اے موسیٰ میرے اور تیرے علم نے اللہ تعالیٰ کے علم سے اتنا بھی کم نہیں کیا، جتنا کہ اس چڑیا کے سمندر میں چونچ مارنے نے۔ یہ کہہ کر خضر اس کشتی کے تختوں میں سے ایک تختے کی طرف بڑھے اور اس کو اُکھیڑ ڈالا۔ اس پر حضرت موسیٰ نے کہا: یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے

لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ: لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيْتُ {وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِيْ عُسْرًا} (الكهف:٧٣-٧٤) فَكَانَتِ الْأُوْلَى مِنْ مُّوْسَى نِسْيَانًا فَانْطَلَقَا فَإِذَا غُلَامٌ يَّلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ مِنْ أَعْلَاهُ فَاقْتَلَعَ رَأْسَهُ بِيَدِهِ فَقَالَ مُوْسَى: أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ (الكهف:٧٥) قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا (الكهف:٧٦) قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَهَذَا أَوْكَدُ { فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ أَنْ يَّنْقَضَّ (الكهف:٧٨)☆ } قَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهِ فَأَقَامَهُ (الكهف:٧٨) فَقَالَ لَهُ مُوْسَى لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا (الكهف:٧٨) قَالَ: هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ (الكهف:٧٩) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

ہمیں بغیر کرائے کے سوار کیا تھا۔ آپ نے ان کی کشتی میں عمداً سوراخ کردیا ہے تا کشتی والوں کو غرق کردیں۔ انہوں نے کہا: کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کرسکو گے۔ حضرت موسیٰ نے کہا: میری بھول پر مجھ سے مؤاخذہ نہ کیجئے (اور میری اس بات کی وجہ سے مجھ پر سختی نہ کریں۔) سو پہلی بات حضرت موسیٰ سے بھول کر ہوئی۔ اس پر وہ دونوں پھر چل پڑے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک لڑکا ہے جو دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ خضر نے اس کا سر اوپر سے پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کا سر اُکھیڑ ڈالا۔ اس پر حضرت موسیٰ نے کہا: آپ نے تو ایک پاک جان کو بغیر کسی جان کے بدلے مار ڈالا ہے۔ انہوں نے کہا: کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کرسکو گے۔ ابن عُیَیْنَہ کہتے تھے: (خضر کی) یہ بات زیادہ تاکید کرنے والی تھی۔ {☆اس پر وہ دونوں پھر چل پڑے۔ یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس آئے اور ان سے کھانا مانگا تو انہوں نے ان کو مہمان ٹھہرانے سے انکار کردیا۔ ان دونوں نے اس بستی میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کو تھی۔} خضر نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ سیدھی کردی۔ حضرت موسیٰ نے کہا: اگر آپ چاہتے تو اس پر مزدوری لے لیتے۔ انہوں نے کہا: اب میرے اور تمہارے درمیان جدائی ہے۔ نبی

☆ یہ عبارت نسخہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۲۸۸)

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسَى لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتَّى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا.

ﷺ نے فرمایا: اللہ موسیٰ پر رحم کرے ہم تو چاہتے تھے کہ کاش وہ صبر کرتے تا اُن دونوں کا حال ہم سے بیان کردیا جاتا۔

تشریح: **يَكِلُ الْعِلْمَ اِلٰى اللّٰهِ تَعَالٰى:** یہ حدیث مختصر طور پر اس سے پہلے بھی گزر چکی ہے۔روایت نمبر ۷۴، ۷۸ میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت حرؓ بن قیسؓ کے جھگڑے کا ذکر ہے اور اس میں موضوعِ نزاع حضرت موسیٰ کے ساتھی ہیں۔آیا وہ خضر تھے یا کوئی اور۔روایت نمبر ۱۲۲ میں سعید بن جبیر حضرت ابن عباسؓ سے ذکر کرتے ہیں کہ نوف بکالی کا یہ خیال ہے کہ موسیٰ جس کا واقعہ خضر کے ساتھ ہوا، وہ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں تھے کوئی اور تھے اور دونوں اختلافات کا حل حضرت اُبی بن کعبؓ کی روایت سے کیا گیا ہے۔اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت اُبی بن کعبؓ کو جو اس وقت ان کے پاس سے گذر رہے تھے، بلایا اور پوچھا اور یہ روایت بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ نے حضرت اُبی بن کعبؓ کا حوالہ دیا۔یعنی حضرت اُبی نے ہم سے بیان کیا۔امام ابن حجر اس سے استدلال کرتے ہیں کہ یہ دو جدا جدا واقعات ہیں۔(فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۸۹) حضرت حر بن قیسؓ کا اختلاف حضرت ابن عباسؓ سے ہے اور سعید بن جبیر کا اختلاف نوف بکالی سے ہے۔لیکن ایک بات قابل غور ہے اور وہ یہ کہ روایت ۷۴،۷۸ میں حضرت اُبی ابن کعبؓ واقعہ بیان کرتے ہوئے مُـوْسٰـى الـنَّبِـيُّ نہیں کہتے اور جب حضرت ابن عباسؓ ان کا حوالہ دے کر واقعہ بیان کرتے ہیں تو مُوْسٰـى الـنَّبِيُّ کہتے ہیں۔یہ اس لئے وضاحت کی کہ سعید بن جبیر کا سوال حضرت ابن عباسؓ سے موسیٰ نبی کے متعلق تھا جیسا کہ روایت نمبر ۷۴،۷۸ کے یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں: اَلَّـذِيْ سَـأَلَ السَّبِيْلَ اِلٰـى لُـقِيِّـهٖ. دوسرا اَمر قابل غور یہ ہے کہ سابقہ روایتوں میں حضرت اُبی بن کعبؓ کی طرف یہ الفاظ منسوب نہیں کئے گئے: فَعَتَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِذْ لَمْ يَرُدِّ الْعِلْمَ اِلٰى اللّٰهِ. ہوسکتا ہے کہ اس موقع پر سعید بن جبیر سے واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ نے یہ الفاظ کہے ہوں اور عبید اللہ بن عبد اللہ نے حضرت ابن عباسؓ کا جھگڑا بیان کرتے ہوئے اُبی کے یہ الفاظ نہ سنے ہوں یا سنے ہوں اور بھول گئے۔تیسرا اَمر قابل غور یہ ہے کہ عبید اللہ کی دونوں روایتوں میں یہ الفاظ ہیں. هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا اَعْلَمَ مِنْكَ اور سعید بن جبیر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: اَيُّ النَّاسِ اَعْلَمُ وہاں حضرت موسیٰ کا جواب نفی میں ہے اور یہاں ہے: اَنَـا اَعْـلَمُ۔ چوتھا اور سب سے زیادہ قابل غور اَمر یہ ہے کہ راوی حضرت ابن عباسؓ کی طرف یہ الفاظ منسوب کرتا ہے: وَكَـانَ لِمُوْسَى وَفَتَاهُ عَجَبًا. یعنی جب مچھلی سمندر میں چلی گئی تو حضرت موسیٰ اور یوشع دونوں کو تعجب ہوا۔حالانکہ مچھلی کے چلے جانے کے وقت ان کو علم بھی نہیں ہوا تھا۔علم تو انہیں اس وقت ہوا جب حضرت موسیٰ نے کھانا مانگا اور سابقہ روایتوں میں یہ الفاظ نہیں۔وہاں اس کو مختصر بیان کرتے ہوئے قرآن مجید کے بیان کی طرف اشارہ کیا ہے اور قرآن مجید میں بھی یہ ذکر اس طرح پر نہیں۔

یہ ملاحظات بتلاتے ہیں کہ راویوں کے اختلاف کے ساتھ روایت میں اختلاف ہوجانا ایک امر واقعہ ہے اور ہر حدیث کے الفاظ کی بابت یہ اصرار کہ یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ہیں؛ درست نہیں۔ کیونکہ احادیث بالمعنی بھی روایت ہوئی ہیں۔ امام بخاریؒ نے یہی مقصد واضح کرنے کے لئے یہ باب باندھا ہے۔ اگرچہ انہوں نے عنوان بیان کرتے ہوئے عموم کا رنگ رکھا ہے۔ مگر حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات کے ذکر کرنے کے بعد اَلْإِنْصَاتُ لِلْعُلَمَآءِ کا باب باندھ کر اس عنوان اور روایت کو انتخاب کر کے یہ بتلایا ہے کہ ایک ہی عالم سے سننے والوں میں روایت کرتے وقت کیسے کیسے اختلاف واقع ہوتے ہیں اور اس کا سبب بجز اس کے کچھ نہیں کہ سب سننے والے یکساں نہیں ہوتے مگر صحابہ کرامؓ کی روایتوں میں یہ لفظی اختلاف بھی کم ہے۔ وہ عاشقانہ انداز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنتے، یاد کرتے اور بلا کم و کاست دوسروں تک پہنچانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

بَاب ٤٥ : مَنْ سَأَلَ وَهُوَ قَائِمٌ عَالِمًا جَالِسًا

ایک عالم سے جو بیٹھا ہو کوئی کھڑے کھڑے سوال کرے

١٢٣ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوْسَى قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا الْقِتَالُ فِي سَبِيْلِ اللهِ فَإِنَّ أَحَدَنَا يُقَاتِلُ غَضَبًا وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً فَرَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ قَالَ وَمَا رَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسَهُ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ قَائِمًا فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

۱۲۳: ہم سے عثمان نے بیان کیا، کہا: جریر نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابووائل سے، انہوں نے حضرت ابوموسٰیؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی راہ میں لڑنا کیا ہوتا ہے؟ کیونکہ ہم میں سے ایک غصے کی وجہ سے بھی لڑتا ہے اور حمیّت کی وجہ سے بھی لڑتا ہے۔ اس پر آپؐ نے اس کی طرف سر اُٹھایا۔ راوی نے کہا: اور آپؐ نے اس کی طرف سر اس لئے اٹھایا تھا کہ وہ کھڑا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ ہی کا بول بالا ہو تو یہ (لڑنا) اللہ عزوجل کی راہ میں ہوگا۔

بَاب ٤٦ :اَلسُّؤَالُ وَالْفُتْيَا عِنْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ

کنکریاں پھینکتے وقت سوال کرنا اور فتویٰ دینا

١٢٤ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ وَهُوَ يُسْأَلُ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللهِ نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ آخَرُ يَا رَسُوْلَ اللهِ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ قَالَ انْحَرْ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

۱۲۴: ہم سے ابونعیم نے بیان کیا کہا: عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے زُہری سے۔ زُہری نے عیسیٰ بن طلحہ سے۔ عیسیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو جمرۂ (عقبہ) کے پاس دیکھا، جبکہ آپؐ سے مسئلے پوچھے جارہے تھے۔ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کنکر پھینکنے سے پہلے قربانی کردی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: (اب) پھینک لے۔ کوئی حرج نہیں۔ دوسرے نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: (اب) قربانی کر لے۔ کوئی حرج نہیں۔ آپؐ سے کوئی بات بھی ایسی نہیں پوچھی گئی جس کو آگے پیچھے کیا گیا ہو۔ مگر آپؐ نے یہی فرمایا: (اب) کر لے اور کوئی حرج نہیں۔

تشریح: باب (۴۵، ۴۶) مستقل عنوانوں سے باندھ کر امام بخاریؒ نے علم کے متعلق چونتیسویں اور پینتیسویں ادب کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نیز دو ایسی باتوں کے جواز کا فتویٰ دیا ہے جن کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض لوگ اس طرح کھڑے ہو کر عالم سے پوچھنا جائز نہیں سمجھتے اور نہ ہی ایسے وقت پوچھنا جائز سمجھتے ہیں جب انسان کسی عبادت میں مشغول ہو۔ امام بخاریؒ نے ایسے اعمال کے اثناء میں پوچھنے اور جواب دینے کو جائز قرار دیا ہے جن میں خاص توجہ یا استغراق نہ ہو۔ مگر الفاظ عِنْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ بحالت رمی الجمار آپؐ سے پوچھا گیا۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۹۴)

بَاب ٤٧ :قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى : وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا

(بني إسرائيل: ٨٦)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: {اور تمہیں معمولی علم کے سوا کچھ نہیں دیا گیا}

١٢٥ : حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ سُلَيْمَانُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَيْنَا أَنَا أَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خِرَبِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَسِيْبٍ مَّعَهُ فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْأَلُوْهُ لَا يَجِيْءُ فِيْهِ بِشَيْءٍ تَكْرَهُوْنَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَنَسْأَلَنَّهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ مَا الرُّوْحُ فَسَكَتَ فَقُلْتُ إِنَّهُ يُوْحَى إِلَيْهِ فَقُمْتُ فَلَمَّا انْجَلَى عَنْهُ فَقَالَ: وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل: ٨٦)

قَالَ الْأَعْمَشُ {☆هِيَ كَذَا فِي قِرَاءَتِنَا وَمَا أُوْتُوْا.}

۱۲۵: ہم سے قیس بن حفص نے بیان کیا، کہا: عبدالواحد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ہمیں اعمش سلیمان (بن مہران) نے بتلایا۔ انہوں نے ابراہیم سے، ابراہیم نے علقمہ سے، علقمہ نے حضرت عبداللہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ کے کھنڈرات میں چلا جا رہا تھا اور آپؐ ایک کھجور کی چھڑی پر جو کہ آپؐ کے پاس تھی ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں آپؐ چند یہودیوں کے پاس سے گزرے تو وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ اس سے روح کے متعلق پوچھو ان میں سے بعض نے کہا: اس سے نہ پوچھو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسی بات بیان کردے جو تم ناپسند کرو اور بعض نے کہا کہ ہم تو ضرور پوچھیں گے۔ اس پر ان میں سے ایک شخص اُٹھا اور اس نے کہا: ابوقاسم! روح کیا ہے؟ آپؐ خاموش رہے۔ میں سمجھا: آپؐ کو وحی ہو رہی ہے اور میں کھڑا ہو گیا۔ جب وحی کی حالت آپؐ سے ہٹ گئی تو آپؐ نے فرمایا: وَيَسْـئَـلُـوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ .....یعنی اور وہ تجھ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تُو کہہ دے کہ روح میرے ربّ کے حکم سے ہے اور تمہیں معمولی علم کے سوا کچھ نہیں دیا گیا۔

اعمش نے کہا { کہ ہماری قرأت میں یہ آیت یوں ہے: وَمَا أُوْتُوْا یعنی اُنہیں نہیں دیا گیا۔☆}

☆ یہ عبارت نسخہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۲۹۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا: باب کاعنوان اپنے مفہوم اور مطالب میں نہایت واضح ہے کہ علم الٰہی غیر متناہی ہے اور انسان کو بہت کم حصہ دیا گیا ہے۔ انبیاء بھی وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا میں مخاطب ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ خیال کرنا کہ آپؐ کو سارے کا سارا علم دیا گیا تھا۔ اس آیت کے منشاء کے خلاف ہے۔

آیت مذکورہ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے جو مکی ہے اور روایت نمبر ۱۲۵ میں بیان کردہ واقعہ مدینہ کا ہے۔ اس واقعہ سے پہلے یہ آیت نازل ہو چکی تھی۔ حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) کا کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سوال پر خاموش رہے اور میں سمجھا کہ وحی ہو رہی ہے، یہ ان کا اپنا خیال تھا۔ **قُلْتُ** کا لفظ وسیع معنی رکھتا ہے۔ سوچنے، سمجھنے، خیال کرنے کے مفہوم میں بھی عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاموش ہونے سے یہ سمجھے کہ وحی ہو رہی ہے۔ حالانکہ خاموشی سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ آپؐ جواب سوچ رہے ہوں یا کسی آیت کو تلاش کر رہے ہوں۔ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى کے ماتحت صحابہؓ کا یہ اعتقاد تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات وحی کی تجلی سے خالی نہیں ہوتی۔ اس لئے کسی آیت سے استنباط کرنے کو بھی صحابہؓ وحی کے نام سے تعبیر کرتے تھے۔ امام بخاریؒ نے علم کے ضمن میں یہ چھتیسواں ادب سکھلایا ہے کہ ہمہ دان صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ کم مایہ علماء کے لئے اس میں ایک سبق ہے جو چند کتابیں پڑھ پڑھا کر ہمہ دانی کا دعویٰ کرتے اور ہر بات میں خواہ مخواہ دخل دے دیتے ہیں۔

بَاب٤٨ : مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الِاخْتِيَارِ مَخَافَةَ أَنْ يَّقْصُرَ فَهْمُ بَعْضِ النَّاسِ عَنْهُ فَيَقَعُوْا فِي أَشَدَّ مِنْهُ

جو شخص کسی پسندیدہ بات کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ بعض لوگوں کی سمجھ اس سے قاصر رہے گی اور وہ اس سے بڑھ کر مشکلات میں پڑ جائیں گے

١٢٦ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ الزُّبَيْرِ كَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّ إِلَيْكَ كَثِيْرًا فَمَا حَدَّثَتْكَ فِي الْكَعْبَةِ قُلْتُ قَالَتْ لِي قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْلَا قَوْمُكِ حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ

۱۲۶: ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے بیان کیا۔ انہوں نے اسرائیل سے۔ اسرائیل نے ابواسحاق سے۔ ابواسحاق نے اَسوَد سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: حضرت ابن زبیرؓ نے مجھ سے کہا: حضرت عائشہؓ آپ سے بہت راز کی باتیں کیا کرتی تھیں۔ انہوں نے آپ کو کعبہ کے متعلق کیا بتلایا؟ میں نے کہا: انہوں نے بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! اگر تیری قوم کا زمانہ قریب نہ ہوتا۔ حضرت

بِكُفْرٍ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابٌ يَّدْخُلُ النَّاسُ وَبَابٌ يَخْرُجُوْنَ فَفَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ.

ابن زبیرؓ نے کہا: یعنی کفر سے- تو میں کعبہ کو توڑ ڈالتا اور اس کے دو دروازے رکھتا۔ ایک دروازہ (جس) سے لوگ داخل ہوتے اور ایک دروازہ (جس) سے وہ نکلتے۔ چنانچہ حضرت ابن زبیرؓ نے ایسا کر دیا۔

تشریح: مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الْاِخْتِيَارِ اَنْ يَّقْصُرَ فَهْمُ بَعْضِ النَّاسِ: کسی شخص کے ابتلاء کی وجہ سے کوئی اچھی بات چھوڑ دینا یہ عین دانش مندی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف مالا یطاق کے سخت مخالف تھے اور احکام دین کے اجراء میں سہولت مدنظر رکھتے۔ بیت اللہ کا وسیع کرنا اور اس میں دو دروازے رکھنا، یہ ایسا ضروری اَمر نہ تھا، جس کے نہ کرنے سے دین میں نقص لازم آتا ہو۔ لیکن آپؐ نے مصلحت وقت کو مدنظر رکھا۔ آج کل کے علماء اس دانشمندانہ سیاست سے بالکل کورے ہیں۔ پاجامہ اگر ٹخنوں سے نیچے جائے تو کفر و زندقہ کے فتویٰ سے کم پر صبر نہیں کر سکتے۔ جلد بازی و کوتاہ نظری ان کے سروں پر سوار رہتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک نمونہ سے امام بخاریؒ نے ایسے لوگوں کو **سینتیسواں ادب** سکھلایا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۶ میں جو حضرت ابن زبیرؓ کے کعبہ بنوانے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب یزید کی بیعت سے انکار کر کے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مکہ کو بھاگ گئے تھے اور وہاں جا کر اپنی خلافت کے متعلق اہل مکہ سے بیعت لی تھی۔ اہل مدینہ بھی اہل مکہ کے ساتھ تھے اور ان کے باہمی مشورہ سے یہ انتخاب خلافت ہوا۔ کیونکہ یزید کی نامزدگی اصولِ شریعت اسلامیہ کے خلاف تھی۔ اس سے کچھ مدت پہلے بیت اللہ کو آگ سے نقصان پہنچ چکا تھا اس لیے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کو گرا کر بنیادِ ابراہیمؑ پر بنایا۔ جس کو حجاج بن یوسف نے عبدالملک بن مروان کے حکم سے گرا کر پھر اپنی سابقہ بنیاد پر کر دیا۔ کیونکہ عبدالملک نے حضرت ابن زبیرؓ کی یہ روایت تسلیم نہیں کی تھی۔ جیسا کہ مسلمؒ نے عبدالملک کے متعلق ایک روایت نقل کی ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے اس نے کہا کہ حضرت ابن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ پر افتراء کیا ہے جو انہوں نے کہا: لَجَعَلْتُهَا عَلٰى اَسَاسِ اِبْرَاهِيْمَ فَاِنَّ قُرَيْشًا حِيْنَ بَنَتِ الْبَيْتَ اسْتَقْصَرَتْ. (مسلم. كتاب الحج. باب نقض الكعبة وبنائها) عبدالملک کا یہ قول سن کر حارث بن عبداللہ بن ربیعہ نے ان کو ٹوکا اور کہا کہ میں نے خود حضرت عائشہؓ ام المؤمنین سے یہ حدیث سنی ہے۔ تب عبدالملک نے معذرت کرتے ہوئے کہا: اگر تعمیر سے پہلے میں یہ بات سنتا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی تعمیر کو برقرار رکھتا۔

اسود جنہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا حوالہ دیا ہے، یزید بن قیس نخعی کے بیٹے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا مگر آپؐ کو دیکھا نہیں۔ ۷۵ھ میں فوت ہوئے۔ انہوں نے ۸۰ حج اور عمرہ الگ الگ کئے۔ ایسا ہی ان کے بیٹے عبدالرحمان نے بھی اور آلِ اسود کو لوگ بوجہ ان کے زہد و تقویٰ کے اَهْلُ الْجَنَّةِ کہا کرتے تھے۔ یہ روایت ان کی نہایت قوی ہے۔ (عمدۃ القاری جزء دوم صفحہ ۲۰۲)، (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۹۶)

بَاب ٤٩ : مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ كَرَاهِيَةَ أَنْ لَّا يَفْهَمُوْا

جوشخص کچھ لوگوں کوعلم کے لئے مخصوص کرلےاور کچھ لوگوں کو چھوڑ دے۔اس خیال سے کہ وہ نہیں سمجھیں گے

وَقَالَ عَلِيٌّ حَدِّثُوْا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ أَتُحِبُّوْنَ أَنْ يُّكَذَّبَ اللهُ وَ رَسُوْلُهُ.

اورحضرت علیؓ نے فرمایا: لوگوں سے وہ باتیں بیان کرو جن کو وہ سمجھیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کا رسول جھٹلایا جائے۔

١٢٧ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى عَنْ مَّعْرُوْفِ بْنِ خَرَّبُوْذٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ عَلِيٍّ بِذَلِكَ.

۱۲۷: عبیداللہ بن موسیٰ نے ہمیں یہ بتلایا۔انہوں نے معروف بن خربوذ سے، معروف نے ابوطفیل سے، ابوطفیل نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے روایت کی۔

١٢٨ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيْفُهُ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ ــــ ثَلَاثًا. قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِهَا النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا قَالَ

۱۲۸: نیز ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا: معاذ بن ہشام نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے قتادہ سے روایت کی۔ کہا: حضرت انس بن مالکؓ نے ہم سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے جبکہ حضرت معاذؓ پالان پر آپؐ کے پیچھے سوار تھے، فرمایا: معاذ بن جبل! انہوں نے کہا: یارسول اللہ! حاضر ہوں اور حضور کی خدمت میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: معاذ! انہوں نے کہا: حاضر ہوں، یارسول اللہ آپ کی خدمت میں ہوں۔ (فرمایا: معاذ! انہوں نے کہا: حاضر ہوں یارسول اللہ آپ کی خدمت میں ہوں) تین بار (آپؐ نے پکارا) فرمایا: جوکوئی بھی اپنے دل کی سچائی سے یہ اقرار کرے گا کہ اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اللہ کا رسول ہے تو اللہ ضرور اس کو آگ پر حرام کر دے گا۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کے متعلق خبر نہ دوں؟ وہ خوش ہو جائیں

إِذًا يَتَّكِلُوْا وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا.

گے۔ آپؐ نے فرمایا: تب تو وہ بھروسہ کرلیں گے۔ حضرت معاذؓ نے مرتے وقت یہ بات بتلائی تا کہ وہ گناہ سے بچ جائیں۔

١٢٩: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ ذُكِرَ لِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاذٍ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ أَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ لَا إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَّكِلُوْا.

۱۲۹: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: معتمر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا۔ ان کے باپ نے کہا: میں نے حضرت انسؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: مجھ سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذؓ سے کہا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اس نے اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہرایا ہوگا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت معاذؓ نے پوچھا: کیا میں لوگوں کو (اس کی) خوشخبری نہ دوں۔ فرمایا: نہیں مجھے اندیشہ ہے کہ وہ بھروسہ کرلیں گے۔

تشریح: **مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ:** اس باب میں علماء کو اٹھتیسواں ادب سکھلایا ہے۔ پہلے باب میں تو یہ تھا کہ کسی پسندیدہ بات کو ابتلاء کے ڈر سے نہ کرنا اور یہاں یہ ہے کہ کسی علمی بات کو خاص لوگوں میں محدود کرنا۔ کیونکہ عام لوگ اس کے صحیح مطلب تک نہ پہنچنے کی وجہ سے نقصان اُٹھائیں گے۔ اس حدیث نے اس قسم کی باتوں کی نوعیت واضح کردی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے جو قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ کی فکر سے بعض باتیں چھپائی ہیں۔ اس کی بالکل اور صورت تھی (ملاحظہ ہو تشریح روایت نمبر ۱۲۰) اور یہ اور صورت ہے۔ باب میں حضرت علیؓ کا قول جو نقل کیا ہے تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم واضح کرنے کے لئے کیا ہے۔ مسلمؒ نے بھی حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت صحیح سند سے بیان کی ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں: مَا اَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِيْثًا لَّا يَبْلُغُهُ عُقُوْلُهُمْ اِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةٌ...(مسلم، المقدمة، حدثني ابو الطاهر) ان ارشاداتِ نبویہ کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کو ان کی عقل اور سمجھ کے مطابق مخاطب کرنا چاہیے۔ حضرت ابوذرؓ سے جو آپؐ نے فرمایا: وہی آپؐ نے حضرت ابوہریرہؓ سے بھی فرمایا۔ جسے وہ سن کر لوگوں میں اعلان کرنے کے لئے دوڑے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو منع کیا اور وہ باز نہ آئے۔ جس پر انہوں نے ان کو مارا اور پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور آپؐ نے حضرت عمرؓ کی تائید فرمائی۔

(مسلم. كتاب الايمان. باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل الجنة)

ہم اب بھی دیکھتے ہیں کہ مومن ساز لوگوں نے کس طرح لا الٰہ الا اللہ کے محض زبانی اقرار کو اپنے لئے آڑ بنا رکھا ہے اور شریعت کی تکلیفوں سے بنی نوع انسان کو آزاد کرکے ان کو ایمان کا سرٹیفکیٹ دے دینا چاہتے ہیں اور **صِدْقًا مِّنْ**

قَلْبِهٖ. یعنی اس کے ضروری لوازمات کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ زبان سے اقرار کرنے والے انہی مومنوں کے ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایمان اس وقت نہ دلوں میں ہوگا نہ زبان پر، بلکہ ثریا پر ہوگا۔ حدیث نمبر۱۲۹ لاکر حدیث نمبر۱۲۸ کی مزید تشریح کردی۔ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا . یعنی جو شخص موت تک ہر قسم کے شرک سے بچتا رہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (نیز حدیث نمبر۴۴، ۹۹ کا مضمون بھی اس کے ساتھ دیکھا جائے۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاذؓ کو دو تین دفعہ مخاطب کر کے خاموش ہو جانا اور پھر بتلانا یہ اسی اصل کے مطابق ہے جس کا ذکر حدیث نمبر۹۴ کی تشریح میں ہو چکا ہے۔ آپؐ نے جستجو کے متعلق احساس اور خواہش کو اُبھارا ہے تا آپؐ کی بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے اور اس کا اثر نفس میں قائم رہے۔ (دیکھیں تشریح باب ۳۰)

حضرت معاذؓ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا پورا ادب کیا اور مرتے وقت بتلایا کہ مبادا ایک نہایت ضروری بات کے نہ بتانے سے ان سے مؤاخذہ ہو۔

لَبَّيْكَ: لَبَّ سے مشتق ہے اور جو موجود ہونے، توجہ کرنے یا محبت و اخلاص کے اظہار کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ **سَعْدَيْكَ**: سَعْد سے ہے۔ مدد کرنا، حکم بجالانا، دونوں اسی طرح تثنیہ ہیں۔ جس طرح حَنَانَيْكَ یہ تثنیہ تاکید کے لئے ہوتی ہے۔

بَاب ٥٠: اَلْحَيَاءُ فِي الْعِلْمِ

علم میں شرم کرنا

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٌ وَقَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّيْنِ.

اور مجاہد کہتے تھے: شرم کرنے والا علم نہیں سیکھتا اور نہ ہی متکبر اور حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: اچھی عورتیں تو انصاری عورتیں ہیں۔ انہیں شرم اس بات سے نہیں روکتی کہ وہ دین سیکھیں اور سمجھیں۔

١٣٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۳۰: ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا: ابومعاویہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ہشام نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اپنے باپ (عروہ) سے، ان کے باپ نے حضرت زینب بنت ام سلمہؓ سے، انہوں نے (اپنی ماں) حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی

فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَغَطَّتْ أُمُّ سَلَمَةَ تَعْنِي وَجْهَهَا وَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَتَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ قَالَ نَعَمْ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا.

تھیں کہ حضرت اُمّ سُلَیمؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ حق بات سے نہیں شرماتا۔ کیا عورت پر بھی غسل واجب ہے جب اسے احتلام ہو؟ نبی ﷺ نے فرمایا: جب پانی دیکھے۔ اس پر حضرت اُمّ سلمہؓ نے ڈھانک لیا۔ یعنی اپنا منہ اور کہا: یارسول اللہ! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ (تیرا بھلا ہو) کس وجہ سے اس کا بچہ اس سے مشابہ ہوتا ہے۔

۱۳۱: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَّا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَهِيَ مَثَلُ الْمُسْلِمِ حَدِّثُوْنِي مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَادِيَةِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَاسْتَحْيَيْتُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ أَخْبِرْنَا بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَحَدَّثْتُ أَبِي بِمَا وَقَعَ فِي نَفْسِي فَقَالَ لَأَنْ تَكُوْنَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَّكُوْنَ لِي كَذَا وَكَذَا.

۱۳۱: ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے عبداللہ بن دینار سے، ابن دینار نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثال ہے۔ مجھے بتلاؤ کہ وہ کیا درخت ہے؟ اس پر لوگ بیابان کے درختوں میں تلاش کرنے لگے۔ اور میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور ہے۔ حضرت عبداللہؓ کہتے تھے: میں شرمایا۔ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ ہی ہمیں یہ بتلائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ کھجور ہے۔ حضرت عبداللہؓ کہتے تھے: میں نے اپنے باپ سے بیان کیا جو میرے دل میں آیا تھا تو انہوں نے کہا: تم نے یہ کہہ دیا ہوتا تو یہ بات مجھ کو زیادہ پسندیدہ ہوتی اس سے کہ میرے لئے یہ یہ ہو۔

تشریح: **اَلْحَيَاءُ فِي الْعِلْمِ:** حیا جو اس وجہ سے ایمان کا جزء قرار دی گئی تھی کہ وہ انسان کو بدیوں سے روکتی ہے، اس باب میں اس لئے معیوب قرار دی گئی ہے کہ وہ بعض وقت تحصیل علم میں مانع ہوتی ہے۔ خاص کر عورتوں کے لئے کہ وہ شریعت کے ان امور کے معلوم کرنے میں بہت شرماتی ہیں، جن کا تعلق جنس اِناث کے ساتھ خصوصیت سے ہے۔ مدینہ کی عورتیں بوجہ تعلیم یافتہ قوموں سے تعلقات رکھنے کے آزاد طبع واقع ہوئی تھیں۔ اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی تعریف کی ہے۔ مسلمؒ نے ان کا یہ قول ابراہیم بن مہاجر سے نقل کیا ہے، جو یوں شروع ہوتا ہے: اِنَّ اَسْمَآءَ بِنْتَ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيَّ سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ غُسْلِ الْمَحِيْضِ...

(مسلم، کتاب الحیض، باب استحباب استعمال المغتسلة من الحیض)

یہاں جس عورت کا ذکر ہے وہ حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ حضرت ام سلیمؓ بنت ملحان ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ عَنِ الْحَقِّ: اللہ حق بات کے بیان کرنے سے نہیں شرماتا۔ یہاں شرمانا مجازاً استعمال کیا ہے۔ مراد رُکنا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً ایسے سوالوں کے جواب اشارہ وکنایہ سے دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ یہاں بھی اشارہ سے دیا ہے۔ پانی کا لفظ جو آپؐ نے اختیار کیا تو وہ اس لئے کہ بعض وقت احتلام میں کچھ نہیں نکلتا تو ایسی حالت میں نہانا ضروری نہیں۔ حضرت اُم سلمہؓ جواب کا مفہوم سمجھ کر کچھ شرما گئیں اور چہرہ ڈھانپ لیا۔ **تَعْنِيْ وَجْهَهَا** یہ حضرت عروہ بن زبیرؓ کا قول ہے۔ لیکن دوبارہ جو پوچھا تو اس لئے کہ انہیں تعجب ہوا کہ عورتوں کو بھی ایسا احتلام ہوتا ہے جس میں پانی نکلتا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس کا جواب دیا ہے، وہ مشاہدہ پر مبنی ہے اور جواب میں بوجہ اپنے طبعی حیا وشرم کے ذرہ انقباض کا اظہار کیا۔

تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ: یہ الفاظ اپنے ظاہری معنوں میں نہیں بلکہ ان سے مراد اس اضطراب کا اظہار ہے جو بعض وقت انسان ایسے موقع پر محسوس کرتا ہے اور یہ ہلکی سی توبیخ کا بھی رنگ رکھتے ہیں۔ دعا یا بددعا کے معنوں میں یہ فقرہ استعمال نہیں ہوتا۔ البتہ تحریص وترغیب کے موقع پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ (**اقرب الموارد** زیر لفظ ترب)

امام بخاریؒ نے باب مذکور کے لئے ایسی حدیث انتخاب کی ہے جو نہایت خوبی سے بتلاتی ہے کہ کہاں تک حیاء کرنا جائز ہے۔ حیا کی حد کے اندر رہتے ہوئے بھی انسان اپنے مافی الضمیر کو ایسے پیرایہ میں ادا کرسکتا ہے جو مانع حیا نہیں۔ یہاں ہمیں **اُنتالیسواں ادب** سکھلایا گیا ہے۔ حدیث نمبر ۱۳۱ لاکر یہ بتلایا ہے کہ بعض وقت انسان سچی بات کے اظہار سے بھی شرماتا ہے، جس کا تعلق درحقیقت کسی ایسے سبب سے نہیں ہوتا جو شرم کا تقاضا کرے۔ یہ حدیث پہلے بھی آچکی ہے مگر یہاں بوجہ باب کی مناسبت کے تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کی اس شرم کو ناپسند کیا۔

بَاب ۵۱: مَنِ اسْتَحْيَا فَأَمَرَ غَيْرَهُ بِالسُّؤَالِ

جوشخص خود شرم کرے اور دوسرے سے پوچھنے کے لئے کہے

۱۳۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُنْذِرٍ الثَّوْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ أَنْ يَّسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ فِيْهِ الْوُضُوْءُ.

۱۳۲: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: عبداللہ بن داؤد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے منذر ثوری سے، انہوں نے محمد بن حنفیہ سے، محمد نے حضرت علیؓ (بن ابی طالب) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں ایسا آدمی تھا جس کی مذی بہت نکلتی تھی۔ میں نے مقدادؓ سے کہا کہ وہ نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھیں۔ تو انہوں نے آپؐ سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس میں وضوہی کرنا ہوگا۔

تشریح: مَنِ اسْتَحْيَا فَأَمَرَ غَيْرَهُ بِالسُّؤَالِ: اس باب میں چالیسواں ادب سکھلایا ہے کہ اگر کوئی شخص بوجہ غلبہ شرم وحیاء خود نہیں پوچھ سکتا تو وہ کسی دوسرے شخص کے ذریعہ سے دریافت کرلے۔ عورتیں اپنے خاوندوں کے ذریعہ سے دریافت کرسکتی ہیں۔

مَذَّاءٌ: وہ جس کی مذی کثرت سے نکلتی ہے۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ مذی ایک رطوبت ہے جو منی کی نسبت رقیق ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ آپؐ کے داماد تھے، غالباً وہ اس وجہ سے شرماتے تھے۔ غرض صحابہ کرام عورتیں اور مرد مسائل دینیات دریافت کرنے اور سمجھنے میں نہیں ہچکچاتے تھے اور اس لئے ان کی معلومات میں وضاحت اور تعیین ہوتی۔

بَاب ۵۲: ذِكْرُ الْعِلْمِ وَالْفُتْيَا فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں علم اور فتویٰ پوچھنے پوچھانے کے متعلق ذکر

۱۳۳: حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ

۱۳۳: مجھ سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا: لیث بن سعد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ کے (آزادکردہ) غلام نافع نے ہمیں بتلایا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ

رَجُلًا قَامَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مِنْ أَيْنَ تَأْمُرُنَا أَنْ نُّهِلَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَيُهِلُّ أَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَيُهِلُّ أَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَيَزْعُمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَّلَمْلَمَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ لَمْ أَفْقَهْ هَذِهِ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ ﷺ.

سے روایت کی کہ مسجد میں ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس مقام سے آپؐ ہمیں احرام باندھنے کے لئے فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: مدینہ والے ذی الحُلیفہ سے احرام باندھیں اور شام والے جُحْفَہ سے احرام باندھیں اور نجد والے قرن سے احرام باندھیں اور حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یمن والے یلملم سے احرام باندھا کریں اور حضرت ابن عمرؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات میں نہیں سمجھا۔

تشریح: **ذِكْرُ الْعِلْمِ وَالْفُتْيَا فِي الْمَسْجِدِ:** امام بخاریؒ کے نزدیک علمی مذاکرہ ودرس وتدریس کے لئے سب سے بہتر جگہ مسجدیں ہیں اور جو لوگ مسجدوں کو محض عبادت کے لئے مخصوص سمجھتے ہیں، وہ ان کے خلاف ہیں۔علم ہی سے درحقیقت مسجدوں کی روحانی آبادی قائم رہتی ہے۔اس لئے سلف صالح نے مسجدیں بطور درس گاہوں کے استعمال کیں۔صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے بیت المقدس کو فتح کرکے مسجدوں میں درس گاہیں کھولیں اور لاکھوں کی جائیدادیں وقف کیں۔انہی میں سے حرم بیت المقدس کے پاس ان کا ایک قائم کردہ دارالحدیث بھی ہے جو مسجد ہی تھی۔فرانسیسیوں نے بعد میں اس کو گرجا بنالیا اور اس کے اردگرد انہوں نے ایک عالی شان تبلیغی کالج بنایا ہے۔ترکوں نے اپنی حکومت کے آخری دنوں میں اس پر قبضہ کرکے صلاح الدین ایوبیہ کالج کی بنیاد ڈالی۔جس کی غرض بھی تبلیغ اور دیندار کارکن پیدا کرنا تھی۔گرجے کی موجودہ قبلی دیوار صلاح الدین ایوبی کے زمانہ سے ہے اور اس پر پرانا کتبہ اب تک موجود ہے۔(پہلی) عالمگیر جنگ کے بعد اب پھر فرانسیسیوں کے قبضہ میں ہے۔ہندوستان کے مغل بادشاہوں نے بھی مسجدوں میں درسگاہیں قائم کرکے ان سے بہت بڑا تبلیغی کام لیا ہے۔مگر آج وہ مسجدیں بالکل غیر آباد ہیں۔نہ وہ علم ہے نہ اسلامی روح۔مسلمانوں کے ہاتھ میں تبلیغ اسلام کے لئے مسجدیں ایک بہت بڑی نعمت ہیں۔بشرطیکہ وہ انہیں صحیح طور پر استعمال کریں۔روایت نمبر ۱۳۳ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ پوری دیانتداری سے روایت نقل کرتے تھے۔

امام بخاریؒ حدیث مذکورہ بالا کو کتاب الحج (کتاب المناسک) میں بھی لائے ہیں۔مقاماتِ احرام کی تشریح کے لیے کتاب المناسک (کتاب الحج) باب ۵،۷تا۱۳ دیکھئے۔دوسری روایت میں **لَمْ اَفْقَهْ** کی بجائے **لَمْ اَسْمَعْ** ہے یعنی انہوں نے یہ الفاظ نہیں سنے۔اس لئے کہا: **يَزْعُمُوْنَ** لوگ کہتے ہیں۔

بَاب ۵۳ : مَنْ أَجَابَ السَّائِلَ بِأَكْثَرَ مِمَّا سَأَلَهُ

جو شخص پوچھنے والے کو جتنا اس نے پوچھا ہے اس سے زیادہ جواب دے

۱۳٤ : حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيْصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيْلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الْوَرْسُ أَوِ الزَّعْفَرَانُ فَإِنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُوْنَا تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ.

۱۳۴: ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا: ابوذئب کے بیٹے نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی - نیز زُہری سے بھی منقول ہے۔ انہوں نے سالم سے، سالم نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ احرام والا کیا پہنے؟ فرمایا: نہ قمیص پہنے اور نہ پگڑی اور نہ پاجامہ اور نہ باراتیا (یعنی لمبی ٹوپی) اور نہ وہ کپڑا جس میں ورس یا زعفران لگی ہو اور اگر وہ جوتا نہ پائے تو موزے پہن لے اور چاہیے کہ وہ ان کو اس قدر کاٹ دے کہ وہ ٹخنوں کے نیچے تک ہو جائیں۔

تشریح: مَنْ اَجَابَ السَّائِلَ بِأَكْثَرَ مِمَّا سَأَلَهُ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو یہ گیا تھا کہ احرام والا کیا پہنے اور جواب آپؐ نے یہ دیا کہ یہ بھی نہ پہنے اور یہ بھی نہ پہنے۔ یہ اس لئے کہ پہننے کی چیزیں تو بہت سی ہیں اگر وہ گنی جاتیں تو ایک لمبی فہرست ہو جاتی اور پھر وہ فہرست خواہ مخواہ تخصیص کے معنی میں لے لی جاتی۔ اس لئے آپؐ نے چند اُن چیزوں کا نام لیا جن کا پہننا اور استعمال کرنا محرم کے لئے جائز نہیں تھا (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۰۴) آپؐ نے جواب بھی مختصر دیا اور جواب بھی ایسا جو اپنے اندر پوری تفصیل رکھتا ہے اور سوال کرنے والے کے لئے جواز کا میدان کھلا چھوڑ دیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا عنوان قائم کرتے ہوئے بِأَكْثَرَ مِمَّا سَأَلَهُ کیوں کہا؟ بظاہر آپؐ کا جواب اس کے سوال سے زیادہ نہیں۔ اس نے یہی پوچھا تھا کہ کیا پہنے۔ آپؐ نے فرمایا: ان چیزوں کے سوا جو چاہو پہنو۔ دراصل امام موصوفؒ نے سوال و جواب کے ان الفاظ کو مدنظر رکھ کر عنوان باندھا ہے۔

مَايَلْبَسُ : سوال نہایت مختصر ہے اور اس کا جواب لمبا ہے۔ اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ بعض وقت سوال کرنے والے کا سوال تو چھوٹا ہوتا ہے مگر اس کی تشفی نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اس کو جامع مانع جواب نہ دیا جائے۔ تعلیم کے ضمن میں یہ **اکتالیسواں ادب** ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی تعلیم وتربیت میں وہ تمام امور ملحوظ رکھے جو ایک دانشمند اور حاذق استاد و مربی کے شایاں ہیں۔

امام ابن رشد نے امام بخاریؒ کے اس خاتمہ کے متعلق ایک لطیف بات کہی ہے جو امام موصوفؒ کے طریقہ استدلال و بیان کے عین مطابق ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے کتاب العلم کو اس حدیث پر جو ختم کیا ہے تو یہ واضح کرنے کے لئے کہ علم کے متعلق آداب بیان کرنے میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کی ہے۔ بعض ضروری باتیں بیان کردی ہیں اور بعض پڑھنے والوں پر چھوڑ دی ہیں۔ اسی نکتہ کی طرف توجہ دلانے کے لئے باب نمبر ۴۸ میں بھی اشارہ کیا ہے: مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الِاخْتِيَارِ مَخَافَةَ اَنْ يَّقْصُرَ فَهْمُ بَعْضِ النَّاسِ. (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۰۵)

منکرین احادیث جو یہ کہتے ہیں کہ ان سے کچھ فائدہ نہیں، ان کے لئے ان آداب میں ایک بہت بڑا سبق ہے۔ وہ آج پڑھ پڑھا کر یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اجی یہ ایسی باتیں ہیں کہ عقل سے بھی معلوم ہوسکتی ہیں۔ مگر ان احادیث کی عدم موجودگی میں یہ کیسے کہہ سکتے تھے کہ ہمارا رسول (فَدَتْهُ اَنْفُسُنَا) اپنے اندر ایک کامل اسوہ رکھتا ہے۔

کتاب العلم کے مطالعہ سے یہ بات ازخود ہویدا ہوجاتی ہے کہ صحابہ کرام کی علمی تربیت بھی اعلیٰ درجہ کی ہوئی تھی جس کی وجہ سے وہ تبلیغ کے کما حقہ اہل تھے اور یہ کہ ان کی روایتوں پر پورا پورا اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ مقدمہ کتاب میں ان تمام امور کو یکجا جمع کردیا گیا ہے جو اس حقیقت کو آشکار کرتے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡
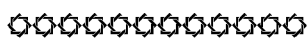
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کِتَابُ الْوُضُوْءِ

ہمارے سید و آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیرت انگیز اصلاح کی اہمیت وعظمت کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے جس قوم کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا، وہ تمدن کے نہایت ہی ادنیٰ حالات میں چکر لگا رہی تھی۔ قرآن مجید نے ان کی حالت کا نقشہ ان مختصر الفاظ میں کھینچا ہے: اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔ (الفرقان: ۴۵) وہ تو بالکل چوپایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ باعتبار راستہ کے وہ تو حیوانوں سے بھی گئے گذرے ہیں۔ یعنی حیوان تو اس راستہ پر چل رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر کیا ہے، مگر یہ لوگ نہیں۔ یہ تو اپنے طبعی راستے سے بھی بہکے ہوئے ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید نے ان کی اصلاح بالکل ابتدائی حالتوں سے شروع کی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک نمونہ سے ان کو کھانے پینے، اُٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، نہانے اور صاف ستھرا رہنے کے متعلق آداب سکھلائے اور اس طرح ان کو پہلے طبعی حالتوں کی کج روی سے نکالا اور پھر بااخلاق و باخدا انسان بنا کر دنیا و آخرت کی ہر نعمت کا انہیں وارث بنا دیا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک نہایت گری ہوئی قوم میں مبعوث ہوئے تھے، اس لئے آپؐ کو کامل اصلاح کا موقع ملا اور آپؐ بنی نوع انسان کے ایک حصہ کی طبعی، اَخلاقی اور روحانی حالتوں کی کامل اصلاح کر کے کامل مصلح کا لقب پانے کے مستحق ٹھہرے اور جو کتاب آپؐ کو دی گئی ہے وہ بھی اس وجہ سے دنیا کی تمام ہدایتوں کے مقابلہ میں ان الفاظ کے ساتھ اکمل واتم ہونے کا دعویٰ کرتی ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدہ: ۴) یعنی میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمت بھی تمہیں پوری کی پوری دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا ہے۔ چونکہ قرآن شریف کا مقصد یہ ہے کہ حیوان سے انسان، انسان سے بااَخلاق انسان اور بااَخلاق انسان سے باخدا انسان بناوے۔ اس لئے اس کی تعلیم ان تین قسم کی اصلاحوں پر مشتمل ہے۔ قرآن شریف روحانی ترقی میں سب سے پہلے طبعی اور اَخلاقی حالتوں کی اصلاح پر زور دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر روحانی اصلاح ناممکن ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۲ تا ۸۲- روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۶ تا ۳۹۶)

مصلح کامل کی اصلاح کا ایک پاک نمونہ کتاب الوضوء کے مطالعہ سے بھی نظر آئے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ آپؐ نے کس طرح ایک مشفق باپ کی مانند انسان کو طہارت اور پاکیزگی کے آداب سکھلائے ہیں۔ بلکہ والدین اکثر اپنے بچوں کی تربیت کا اتنا خیال نہیں رکھتے جتنا کہ آپؐ نے رکھا۔ آپؐ نے ظاہری پاکیزگی پر اتنا زور دیا ہے کہ کسی دینی معلم ومقتدا نے اتنا زور نہیں دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہری پاکیزگی بھی باطنی پاکیزگی پر اثر ڈالتی ہے۔ جیسا کہ کتاب

''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے ابتدائی صفحوں (۵تا۷) میں اس بات کو بدلائل واضح کیا گیا ہے کہ جسم کے ظاہری حالات کا روحانی حالات کے ساتھ شدید تعلق ہے۔ اسی مقصد کو مدنظر رکھ کر قرآن مجید نے نماز کو جو کہ دراصل روحانی عبادت ہے، شروع کرنے سے پہلے وضوء کرنے کا حکم دیا ہے اور اس حکم کے ساتھ وضوء کی یہ غرض وغایت کھلے الفاظ میں بیان بھی کر دی ہے۔ چنانچہ جس آیت کی طرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شروع باب میں اشارہ کیا ہے، اس کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. (المائدہ:۷) یعنی اللہ تعالیٰ اس حکم سے تمہیں کسی تکلیف میں نہیں ڈالنا چاہتا، بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے۔ تاکہ تم یہ دیکھ کر کہ تم کس گندی حالت میں تھے اور پھر کہاں پہنچ گئے ہو شکر گزار بنو۔

قرآن مجید نے جہاں بھی نعمت کے کمال کا ذکر کیا ہے وہاں دنیوی و روحانی دونوں ترقیاں مراد لی ہیں۔ اس آیت نے وضو کی اصل غرض وغایت واضح کر دی ہے اور وضوء کے لغوی معنی بھی یہی ہیں: پاک اور صاف ستھرا رہنا اور خوبصورت ہونا۔ (لسان العرب تحت لفظ وضؤ)

بَاب ۱ : مَاجَاءَ فِي الْوُضُوْءِ

وضو کے متعلق

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى: إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ. (المائدة:۷) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَبَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ فَرْضَ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً وَتَوَضَّأَ أَيْضًا مَّرَّتَيْنِ {مَرَّتَيْنِ☆} وَثَلَاثًا وَ لَمْ يَزِدْ عَلَى ثَلَاثٍ وَّ كَرِهَ أَهْلُ الْعِلْمِ الْإِسْرَافَ فِيْهِ وَأَنْ يُجَاوِزُوْا فِعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق (جو حدیثیں آئی ہیں): اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ.... (یعنی) جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لیا کرو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوؤ۔ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ نے بیان کر دیا ہے کہ ایک ایک بار ہی دھونا فرض ہے اور آپؐ نے دو (دو) دفعہ بھی دھویا اور تین (تین) دفعہ بھی اور تین بار سے زیادہ نہیں دھویا۔ اور اہل علم نے وضو میں بھی اسراف کو ناپسند کیا ہے اور اس امر کو بھی کہ لوگ نبی ﷺ کے فعل سے تجاوز کریں۔

☆ نسخہ بولاق میں اس جگہ الفاظ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ درج ہیں۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۳۰۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: أَنَّ فَرْضَ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً: عنوانِ باب میں آیت مذکورہ بالا کے ماتحت امام بخاریؒ نے یہ حوالہ جونقل کیا ہے:أَنَّ فَرْضَ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً اس سے ان کا مقصد کم از کم مقدار بتلانا ہے، جس پر وضو کا لفظ اطلاق پاسکتا ہے۔یعنی ایک بار دھونے سے وضوء کا فرض ادا ہوجاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار بھی دھویا۔اسلام نے جیسا کہ ہر بات میں اسراف سے روکا، وضوء میں بھی اس سے روکا ہے۔

كَرِهَ اَهْلُ الْعِلْمِ الْاِسْرَافَ: یہ اشارہ ہے اُن احادیث کی طرف جن میں اسراف سے منع کیا گیا ہے۔خواہ انسان ایک ندی کے کنارے بیٹھا ہوا وضوء کیوں نہ کر رہا ہو۔نیز اس سے امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ علماء کے اختلاف کی طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے۔ان کے نزدیک اگر کوئی شخص تین بار سے زیادہ دھوئے تو یہ فعل مکروہ ہوگا، حرام نہیں ہوگا کہ وضوء اس سے باطل ہوجائے؛ جیسا کہ بعض فقہاء کا خیال ہے۔(فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۰۸)

بَاب ۲ : لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ

کوئی نماز بغیر طہور کے قبول نہیں کی جاتی

۱۳۵ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ مَنْ أَحْدَثَ حَتَّى يَتَوَضَّأَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَ مَوْتَ مَا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ فُسَاءٌ أَوْ ضُرَاطٌ.

۱۳۵: ہم سے اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے بیان کیا کہا: عبدالرزاق نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے کہا: معمر نے ہمام بن منبہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بے وضوء ہوجائے، اس کی نماز قبول نہیں ہوتی؛ جب تک کہ وہ وضوء نہ کرے۔ایک شخص نے جو حضر موت کا رہنے والا تھا، پوچھا: ابوہریرہؓ! یہ بے وضوء ہونا کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: پھسکی یا پاد۔

تشریح: لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ: یہ الفاظ ایک حدیث نبوی کے ہیں جو مسلمؒ اور ابوداؤدؒ وغیرہ نے مختلف سندوں کے ساتھ نقل کی ہے۔(دیکھئے مسلم. كتاب الطهارة. باب وجوب الطهارة للصلوٰة. نیز ابوداؤد. كتاب الطهارة. باب فرض الوضوء) طہور کے معنی پاکیزگی۔یہ لفظ وضوء اور غسل وغیرہ- پاکیزگی کے تمام طریقوں پر حاوی ہے۔اسلامی نماز درحقیقت پاکیزگی کا کامل مفہوم اپنے اندر رکھتی ہے۔جسم کی پاکیزگی بھی ایک ایسی ضروری شرط ہے جس کے بغیر کوئی نماز قبول نہیں ہوتی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب کرکے فرمایا: جو شخص

پانچ دفعہ روزانہ ندی میں نہاتا ہو، کیا اس کے بدن پر میل رہے گی؟ صحابہؓ نے جواب دیا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: نمازی کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔(بخاری. کتاب مواقیت الصلوٰۃ. باب الصلوات الخمس کفارۃ. روایت نمبر ۵۲۸)

لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃُ مَنْ اَحْدَثَ: اَحْدَثَ کے لغوی معنی یہ ہیں کہ ایک نئی حالت میں ہوجانا اور شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں قضائے حاجت یا ہوا خارج ہوجانے سے وضوء کا ٹوٹ جانا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے جواب میں "فُسَآءٌ اَوْضُرَاطٌ" جو کہا تو چھوٹی چیز کا نام لے کر بڑی چیز کو سننے والے کے قیاس پر چھوڑ دیا۔ اس طریقہ تعبیر کو عربی میں اکتفاء کہتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پہلے باب میں جو آیت لائے ہیں۔ اس میں یہ حکم ہے: اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ .... یعنی جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنا چہرہ وغیرہ دھولیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ حکم نہیں دیا کہ جب حَدَث کی حالت ہو تو وضو کرلیا کرو۔ بلکہ جو حکم دیا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ وضو نماز کے لئے بذاتہٖ ایک ضروری شرط ہے اور حَدَث چونکہ طہارت کی حالت میں ایک عارضی بات ہے۔ اس لئے اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا کے حکم کے بعد اس کا ضمناً ذکر کیا اور فرمایا ہے: اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا. (المائدہ:۷) یعنی دونوں راستوں سے غلاظت وغیرہ نکلنے پر اگر پانی ملے تو وضوء کرلو ورنہ تیمّم۔ اس طریقہ تعبیر کو اختیار کر کے یہ بتلانا مقصود ہے کہ بے وضوء ہونے کی یہ ظاہری شرط طہارت کے لئے وہی نسبت رکھتی ہے جو نسبت کہ تیمّم وضوء کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے وضو کے ساتھ رکھتا ہے۔ اس تعلق کی طرف اشارہ کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے آیت مذکورہ کا حوالہ دے کر دوسرے باب کا یہ عنوان باندھا ہے: لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ۔ یعنی نماز کی قبولیت کے لئے طہارت کی حالت اصل شرط ہے اور اس ضمن میں مذکورہ بالا حدیث لاکر بتلایا ہے کہ حَدَث اس طہور میں ایک عارضی حالت ہے جو طہارت کے منافی ہے اور اس کے پیدا ہونے سے طہارت میں خلل واقع ہوجاتا ہے۔ تاوقتیکہ پانی وغیرہ سے اس کا ازالہ نہ کیا جائے۔

حَدَث کے لغوی معنی خود اس حالت کے عارضی ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور شریعت اسلامیہ نے خفیف سے خفیف غلاظت کے جسم سے خارج ہونے کو بھی جو بصورتِ ہوا ہوتی ہے، طہارت میں فرق آنے پر ایک ظاہری علامت قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس غلاظت کے اندر رہنے سے جسم کی صحت میں خلل پیدا ہوجاتا ہے۔ صحت قائم نہیں رہ سکتی جب تک یہ غلاظتیں باہر نہ آجائیں۔ روحانی صحت بھی اس سے قائم رہتی ہے کہ نفس کی غلاظتیں باہر نکال دی جائیں اور اس غرض کے لئے نماز کو اسی طرح ایک ذریعہ بنایا گیا ہے، جس طرح وضوء کو جسمانی پاکیزگی کے لئے۔ اسی حکمت کی طرف توجہ دلانے کے لئے حَدَث کی حالت پیدا ہونے پر طہارت اور وضوء لازمی قرار دیا گیا ہے۔ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ ....(المائدة:۷) کے ارشاد سے دراصل یہی نکتہ سمجھانا مقصود ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ پاک وصاف کرنا چاہتا ہے، اسی طرح جس طرح ظاہری گندگی پانی سے پاک وصاف کردی جاتی ہے۔ ان غلاظتوں کے نکلنے پر نہ صرف قیام صحت کا دارومدار ہے بلکہ سلسلہ حیات اور اس کے نشوونما کے ساتھ ان کا گہرا تعلق بھی ہے اور اللہ تعالیٰ

نے جب حَدَث کی حالتیں بیان کی ہیں تو جنبی ہونے کی حالت کا سب سے پہلے ذکر کر کے یہ حکم دیا ہے: وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا. (المائدة:۷) جنبی ہونے کی حالت میں نہاؤ اور نہا کر اچھی طرح پاک وصاف ہو جاؤ۔ جنبی ہونے کی حالت میں طہارت پر اس لئے زور دیا ہے کہ یہ حَدَث کی وہ حالت ہے جس میں انسان کو اپنی شہوت میں بکلی انہماک اور کامل محویت حاصل ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے اس کا سارا وجود متأثر ہوتا ہے۔ شہوت جنسین کا مظاہرہ جس قدر زیادہ جوش وخروش اپنے اندر رکھتا ہے اور جس قدر زیادہ وہ انسان کو اپنے حدود سے نکالنے کے لئے خودسر ہو جاتا ہے۔ اسی قدر زیادہ معنوی طہارت و پاکیزگی کی ضرورت ہے۔

اعتراض کرنے والے یہ اعتراض تو کر دیتے ہیں کہ ہوا خارج ہونے سے ظاہری پاکیزگی میں کیا فرق آ جاتا ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ انسان نہا دھو کر باوضو بیٹھا ہو؟ مگر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ شریعت اسلامیہ نے حَدَث کے ساتھ وضوء اور طہارت کو کیوں ضروری قرار دیا ہے۔ اصل غرض وغایت سمجھنے سے ان کا اعتراض خود بخود رفع ہو جاتا ہے۔ شریعت کے اس حکم میں یہ غرض پنہاں ہے کہ خفیف سے خفیف باطنی آلائش اور گندبھی روحانی صحت اور پاکیزگی کو مکدر کرنے کے لیے مہلک زہر ہے۔ مسلمان یہ امر ہمیشہ خیال میں رکھے اور اپنی نماز کے ذریعہ سے ہر ایک قسم کے گند سے نجات پا کر کامل پاکیزگی حاصل کرے، اس غرض کی عظمت واہمیت قائم رکھنے کے لیے شریعتِ اسلامیہ نے تھوڑے اور بہت کی کوئی شرط نہیں لگائی اور اس امر میں کسی قسم کا بھی استثناء جائز نہیں رکھا۔ یعنی یہ نہیں کہا کہ اگر کوئی نہا دھو کر آئے تو ہوا خارج ہونے سے نماز کے لیے اس کو وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی استثنائی صورت رکھی جاتی تو نہ صرف اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا، بلکہ مسجدوں کے اجتماعات کی فضا اسی طرح بگڑ جاتی جس طرح گرجوں اور دیگر معابد میں لوگوں کے اژدھام سے عام طور پر بگڑ جاتی ہے۔ اور اس کی یہی وجہ ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ لوگ نہا دھو کر صاف ستھرے لباس پہن کر آتے ہیں، مگر چونکہ اُن کی شریعت میں حَدَث کے متعلق اس قسم کی کوئی پابندی نہیں اور ہر شخص کا یہی خیال ہوتا ہے کہ صرف وہی اکیلا ہوا خارج کر رہا ہے۔ اس لیے ایک آدھ گھنٹے میں ساری فضا بدبودار ہو جاتی ہے۔ بیت المقدس اور دمشق میں عیسائی اپنے تہواروں پر مجھے بھی مدعو کیا کرتے تھے اور فضا کی یہ بگڑی ہوئی حالت ایسے کھلے طور پر محسوس ہوتی کہ اَور تو اور؛ میرے بعض عیسائی دوست بھی گھبرا اُٹھتے اور جلدی ہی باہر کی کھلی ہوا کے لیے مجبور ہو جاتے۔ مگر اسلام نے اس معاملہ کے متعلق افراد واجتماع میں کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ کیونکہ افراد کی پاکیزگی یا گندگی، اجتماع کی پاکیزگی یا گندگی سے کوئی علیحدہ چیز نہیں۔ اس لیے طہارت کا معنی ذہن میں ہمیشہ کے لیے قائم رکھنے کے لیے یہ خاص تدبیر اختیار کی اور اس کے لیے کوئی استثناء نہیں رکھی۔ بلکہ طہارت کے اِن معنوں پر اتنا زور دیا ہے کہ بیماری کی حالت میں یا پانی نہ ملنے پر تیمّم کرنے کا حکم دے کر مسلمان کے ذہن کو ایک لحمہ کے لیے بھی اس معنی سے خالی نہیں رہنے دیا کہ روحانی طہارت وصحت کی بقا گندگی کے دور ہو جانے پر ہے۔

فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا: یعنی پاکیزہ مٹی کا قصد کرو۔ تیمّم کے معنی کسی جہت کا قصد کرنا۔ پاکیزگی کو اپنا اصل مقصود اور نصب العین بنانے کی وجہ سے ہی تیمّم کو تیمّم کہتے ہیں۔ شریعت نے پانی کا قائم مقام جو تلاش کیا تو محض اس لیے کیا

ہے کہ تا مسلمان کی نظر سے نماز کا اصل مقصد اوجھل نہ ہو جائے۔ تیمّم کے لیے پاکیزہ مٹی بھی اس لیے تجویز کی گئی ہے کہ وہ ہر جگہ پائی جاتی ہے اور وہ پانی کے ساتھ مل کر زندگی کی نشو ونما کا سبب ہوتی ہے۔ اسلامی وضو کے جتنے ارکان ہیں، وہ اپنے اندر ایک معنوی اشتراک بھی رکھتے ہیں۔ حَدَث کی حالتیں جسم سے گندگی کے دور ہونے پر نیز وضو اور تیمّم کے عناصر؛ پاکیزگی اور زندگی کے حصول اور اس کے نشو ونما پر دلالت کرتے ہیں۔ نفس کی پاکیزگی پر روحانی نشو ونما کا دارو مدار ہے۔ نماز اس کی تکمیل کی متکفل اور وضو اس کے لیے بطور ایک تمہیدی نشان کے ہے۔ فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا میں اسی غرض و غایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ صَعِيْدًا کا مصدر صَعُوْد ہے جو ارتقاء پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ طَيِّبًا کا لفظ پاکیزگی اور صلاحیت پر۔

بَاب۳: فَضْلُ الْوُضُوْءِ

وضو کی فضیلت

وَالْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ

اور وہ لوگ جن کی پیشانیاں وضو کے آثار سے چمکتی ہوں گی اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے۔

۱۳۶: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ قَالَ رَقِيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيْلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ.

۱۳۶: ہم سے یحيٰ بن بُکَیر نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے خالد سے، خالد نے سعید بن ابی ہلال سے، سعید نے نُعَیم مُجْمِر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا اور انہوں نے وضو کیا اور کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری اُمت کی پیشانیاں وضو کے آثار سے چمکتی ہوں گی اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے جبکہ لوگ قیامت کے دن بلائے جائیں گے۔ پس تم میں سے جو بھی اپنی روشنی بڑھا سکے تو چاہیے کہ وہ بڑھائے۔

تشریح: اَلْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ: الغُرَّةُ گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی اور تَحْجِيْل اس کے (ہاتھ) پاؤں کی سفیدی۔ یہ اصیل گھوڑے کی علامت ہوتی ہے۔ سفید پیشانی والے گھوڑے کو أَغَرّ کہتے ہیں اور غُرٌّ جمع ہے۔ اور سفید پنڈلیوں والے گھوڑے کو مُحَجَّل کہتے ہیں۔ مُحَجَّلُوْنَ جمع ہے۔ مراد یہ ہے کہ قیامت کے روز وضو کی

وجہ سے ان میں ایک نور پیدا ہوگا اور وہ تمام قوموں میں ممتاز ہوں گے۔ باب کے عنوان کا مفہوم بالکل ظاہر ہے کہ وضو کی فضیلت ان پاکیزہ اثرات کی وجہ سے ہے جو وہ نماز کے ساتھ مل کر نفس میں پیدا کرتا ہے اور یہ اثرات جو اس دنیا میں ایک مخفی صورت رکھتے ہیں، قیامت کے دن ظاہراً نورانی تجلیات میں نمایاں ہو جائیں گے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے اسلامی اصول کی فلاسفی۔ دوسرا سوال موت کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ صفحہ ۸۲ تا ۱۰۰۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۶ تا ۴۱۴)

فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُّطِيْلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ: حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت جو یہاں بیان کی گئی ہے ان کے علاوہ دس اور صحابہؓ نے بھی اسے بیان کیا ہے۔ مگر ان کی روایتوں میں **فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُّطِيْلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ** کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس سے امام ابن حجرؒ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ استنباط خود حضرت ابو ہریرہؓ کا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے نُعیم مُجمر سے جو روایت فُلیح کی سند سے نقل کی ہے اس میں یوں ہے: نُعیم کہتے تھے میں نہیں جانتا کہ یہ الفاظ حضرت ابو ہریرہؓ کے ہیں یا نبی ﷺ کے۔ (مسند احمد بن حنبل جزء ثانی صفحہ ۳۳۴) (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۱۱)

مسلم وغیرہ کی روایتوں میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ مسجد کی چھت پر اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک اور پاؤں کو گھٹنوں تک دھو رہے تھے تو نُعیم نے ان سے اس کی وجہ پوچھی۔ جواب میں حضرت ابو ہریرہؓ نے مندرجہ بالا حدیث ان سے بیان کی۔ (مسلم. كتاب الطهارة. باب استحباب إطالة الغرّة)

اگرچہ امام ابن حجرؒ کا استدلال اپنے ساتھ قوی قرائن رکھتا ہے کہ مذکورہ بالا الفاظ حضرت ابو ہریرہؓ کے ہیں۔ لیکن اس امر کی بھی گنجائش موجود ہے کہ یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے سمجھے جائیں۔ کیونکہ صحابہؓ سے یہ امر بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف اپنے خیال کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی کھلی سنت کے خلاف عمل درآمد کریں۔ جیسا کہ امام ابن حجرؒ کے استدلال کی بناء پر ماننا پڑے گا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ایسا کیا۔ اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ انہوں نے یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے مگر مفہوم سمجھنے میں ان سے غلطی ہوئی۔

فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُّطِيْلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ یعنی تم میں سے جو شخص اپنی روشنی بڑھا سکے وہ بڑھائے۔ یہاں روشنی بڑھانے سے مراد ہمیشہ باوضو رہنے کی تاکید ہے۔ اکثر صحابہؓ اس کا یہی مطلب سمجھتے تھے۔ لیکن حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ سمجھا ہے کہ ہاتھ پاؤں کی روشنی بڑھانے سے یہ مراد ہے کہ ہاتھ پاؤں بڑھا بڑھا کر دھوئے جائیں۔ مگر یہ مفہوم نہ صرف صحابہؓ ہی کے سمجھنے اور ان کے عمل درآمد کے برخلاف ہے بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عام عمل کے بھی برخلاف ہے۔ آپؐ کا باوجود باوضو ہونے کے وضو کر لینا یا اوقات نماز کے علاوہ دیگر اوقات میں وضو کر لینا اور ہاتھ پاؤں کو حضرت ابو ہریرہؓ کی طرح نہ دھونا زبردست دلیل ہے، اس امر کی کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث مذکورہ کا مطلب سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ نیز یہ استدلال قرآن مجید کے بھی خلاف ہے کیونکہ کہنیوں اور ٹخنوں کے اوپر مقام وضو ہی نہیں اور ان کی غلطی دونوں صورتوں میں تسلیم کرنی پڑے گی۔ اس صورت میں بھی کہ الفاظ مذکورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھے جائیں اور اس صورت میں بھی کہ جس کی طرف امام ابن حجرؒ گئے ہیں، یعنی الفاظ **فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُّطِيْلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہیں بلکہ خود حضرت ابو ہریرہؓ کا اپنا استنباط ہے جو انہوں نے **غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ** سے کیا ہے۔

بَاب ٤ : لَا يَتَوَضَّأُ مِنَ الشَّكِّ حَتَّى يَسْتَيْقِنَ

شک کی وجہ سے وضو نہ کیا جائے جب تک کہ یقین نہ ہو جائے

١٣٧ : حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ شَكَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ الَّذِي يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ لَا يَنْفَتِلْ أَوْ لَا يَنْصَرِفْ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيْحًا.

۱۳۷: ہم سے علی نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: زُہری نے ہمیں بتلایا۔ زُہری نے سعید بن مسیّب سے اور عباد بن تمیم سے، عباد نے اپنے چچا سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس آدمی کی شکایت کی جسے یہ خیال ہو جاتا ہے کہ وہ نماز میں کچھ محسوس کرتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ نہ پھرے یا (فرمایا:) نہ مڑے جب تک کہ آواز نہ سنے یا بو نہ پائے۔

تشریح: لَا يَتَوَضَّأُ مِنَ الشَّكِّ: وضو کے متعلق سب سے پہلی ہدایت ان وہمیوں کے متعلق نقل کی ہے جو وضوٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے شک میں پڑ کر نماز ہی ضائع کر دیتے ہیں۔ یہ ہدایت ایسے لوگوں کے لئے ہے جن کی حس بوجہ بواسیر بادی وغیرہ بیماریوں کے تیز ہو جاتی ہے اور انہیں ہر وقت محسوس ہوتا ہے کہ ہوا خارج ہو رہی ہے۔

بَاب ٥ : اَلتَّخْفِيْفُ فِي الْوُضُوْءِ

ہلکا وضو کرنا

١٣٨ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ صَلَّى وَرُبَّمَا قَالَ اضْطَجَعَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى، ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهِ سُفْيَانُ مَرَّةً بَعْدَ

۱۳۸: ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: سفیان نے عمرو سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: کُرَیب نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ سو گئے یہاں تک کہ آپؐ گہری سانس لینے لگے۔ پھر اس کے بعد آپؐ نے نماز پڑھی۔ اور کبھی سفیان نے یہ کہا کہ آپؐ لیٹ گئے یہاں تک کہ آپؐ گہری سانس لینے لگے۔ پھر آپؐ اُٹھے

مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً فَقَامَ☆ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءًا خَفِيْفًا يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ وَقَامَ يُصَلِّي فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِّمَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ عَنْ شِمَالِهِ فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَّمِيْنِهِ ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُنَادِيْ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قُلْنَا لِعَمْرٍو إِنَّ نَاسًا يَّقُوْلُوْنَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَّقُوْلُ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ ثُمَّ قَرَأَ إِنِّي أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ (الصافات:۱۰۳).

اور نماز پڑھی۔ نیز سفیان نے یہی حدیث ہمیں کئی بار عمرو سے روایت کرتے ہوئے بتلائی۔ عمرو نے کُرَیب سے، کُرَیب نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے پاس ایک رات رہا۔ نبی ﷺ رات کو سو گئے۔☆ جب کچھ رات گزار لی تو نبی ﷺ اُٹھے اور ایک مشکیزہ سے جو کہ لٹکا ہوا تھا، (پانی لے کر) ہلکا سا وضو کیا۔ عمرو اس وضو کو ہلکا اور مختصر بتلاتے تھے۔ آپؐ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں نے بھی اسی طرح وضو کیا جیسا کہ آپؐ نے وضو کیا تھا اور پھر آ کر آپؐ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا—اور سفیان نے کبھی یوں کہا کہ آپؐ کے شمال کی طرف—تو آپؐ نے مجھے ہٹا کر اپنی دائیں طرف کر دیا۔ پھر آپؐ نے جتنی اللہ نے چاہی نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپؐ لیٹ گئے اور سو گئے۔ یہاں تک کہ آپؐ گہری سانس لینے لگے۔ پھر مؤذّن آپؐ کے پاس آیا اور اس نے آپؐ کو نماز کی اطلاع دی تو آپؐ اُٹھ کر اس کے ساتھ نماز کے لئے گئے اور نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔ ہم نے عمرو سے کہا: بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھ تو سوتی تھی اور آپؐ کا دل نہیں سویا کرتا تھا۔ عمرو نے کہا: میں نے عبید بن عُمیر کو کہتے سنا کہ انبیاء کی خواب وحی ہوتی ہے اور اس کے بعد انہوں نے یہ آیت پڑھی: (اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ) یعنی..... یقیناً میں سوتے میں دیکھا کرتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔

☆ ابن السکن کی روایت میں یہاں فَقَامَ کی بجائے فَنَامَ کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۱۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے

تشریح: اَلتَّخْفِیْفُ فِیْ الْوُضُوْءِ: بعض لوگ جو وضو کرنے بیٹھتے ہیں تو وسوسہ کی وجہ سے اعضاء کو بار بار دھوتے ہیں۔ یہاں تک کہ امام تو نماز سے فارغ ہو جاتا ہے مگر ان کا وضو ختم نہیں ہوتا۔ یہ دوسری ہدایت ہے وہمیوں کے لئے اور اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پیش کی گئی ہے۔

وُضُوْءًا خَفِیْفًا سے یہ مراد نہیں کہ ادھورا وضوء کرتے۔ بلکہ جلدی سے فارغ ہونا مراد ہے۔ **یُخَفِّفُهٗ عَمْرٌو وَّیُقَلِّلُهٗ.** یعنی عمرو بن دینار بیان کرتے تھے کہ آپؐ نے اعضاء کو آہستہ آہستہ دھویا۔ زور سے نہیں ملا اور تین تین بار نہیں دھویا۔ بلکہ ایک ہی بار پر کفایت کی۔ خاص حالت میں آپؐ نے ایسا کیا ہے اور ضرورت کے وقت مثلاً جب پانی کم ہو یا بدن پہلے ہی سے اچھی طرح صاف ہو یا وقت تنگ ہو تو ایک بار دھونے پر اکتفا کیا جا سکتا ہے۔

فَنَامَ حَتّٰی نَفَخَ: نَفَخَ کا ترجمہ خراٹے لینے لگے، صحیح نہیں۔ بلکہ ہلکی سی نیند یا اونگھ میں بعض وقت جو سانس گہری ہو جاتی ہے اس کو نَفَخ کہتے ہیں۔ جس میں ایک خفیف سی ربودگی طاری ہوتی ہے اور منہ سے پھونک نکل جاتی ہے۔ جس سے انسان بسا اوقات چونک پڑتا ہے۔ ایسی حالت میں بعض وقت ہوش بھی قائم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں انبیاءؑ کی حالت ذکر الٰہی میں دائمی استغراق کی وجہ سے بالکل نرالی ہوتی ہے۔ نیند کی حالت میں بھی وہ غافل نہیں ہوتے۔ اسی وجہ سے سفیان بن عُیَیْنہ نے عَمرو بن دینار سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ آپؐ کی آنکھ تو سوتی تھی مگر دل نہیں سوتا تھا؟ تو انہوں نے جواب میں انکار نہیں کیا، بلکہ تائید کی اور بتلایا کہ اسی قلبی کیفیت کی وجہ سے انبیاء کی رؤیا بھی وحی کی ایک تجلی ہوتی ہے جس سے وہ ایک لحہ کے لئے بھی خالی نہیں ہوتے۔ اسی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ نے خواب کو قطعی حکم سمجھا۔ یہ بات دوسروں کو حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے ان کو اس خاص حالت پر اپنی حالت کا قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ اس حدیث سے ضمناً یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ نیند فی ذاتہٖ ناقض وضو نہیں بلکہ درحقیقت وضو ٹوٹنے کا اصل سبب وہ غفلت ہے جس کی وجہ سے سونے والا نہیں جانتا کہ حَدَث کی حالت پیدا ہوئی ہے یا نہیں۔

بَاب ٦ : إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ

وضو پورے طور پر کرنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ الْإِنْقَاءُ.

اور حضرت ابن عمرؓ نے بھی کہا: پورے طور پر وضوء کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اچھی طرح صاف کیا جائے۔

١٣٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مُّوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ

۱۳۹: ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے موسیٰ بن عقبہ سے، موسیٰ نے کُریب سے؛ جو کہ حضرت ابن عباسؓ کے (آزاد کردہ) غلام تھے۔ انہوں نے حضرت اسامہ

زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ فَقُلْتُ الصَّلَاةَ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلَّى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا.

بن زیدؓ سے روایت کی کہ انہوں نے (حضرت اسامہؓ سے) سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ عرفات سے واپس آئے۔ جب گھاٹی میں پہنچے تو آپؐ نے اُتر کر پیشاب کیا۔ پھر وضو کیا اور وضو پوری طرح نہ کیا۔ تو میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا آپؐ نماز پڑھیں گے؟ فرمایا: نماز تو آگے جا کر پڑھیں گے۔ پھر آپؐ سوار ہو گئے۔ آپؐ جب مزدلفہ پہنچے تو آپؐ نے اُتر کر وضو کیا اور پورے طور پر وضو کیا۔ پھر نماز کی تکبیر کہی گئی تو آپؐ نے مغرب کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد ہر شخص نے اپنا اونٹ اپنے ڈیرے میں بٹھایا۔ پھر عشاء کی نماز کی تکبیر کہی گئی اور آپؐ نے نماز پڑھائی اور ان دونوں کے درمیان آپؐ نے کوئی نماز نہ پڑھی۔

تشریح: اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ: اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وضو کی تشریح باعتبار کیت کے کر رہے ہیں۔ ایک ہلکا وضو ہے جس میں اعضاء ایک ہی بار چلو بھر پانی لے کر دھوئے جاتے ہیں اور ایک پورا وضو ہے، جس میں اعضاء اچھی طرح صاف کر کے دھوئے جاتے ہیں۔ پیشاب کرنے کے بعد آپؐ نے وضو کیا اور ہلکا وضو کیا۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ کو خیال ہوا کہ شاید آپؐ نماز پڑھیں گے۔ مگر آپؐ نے نماز نہیں پڑھی اور ایک دوسرا وضو کیا، جو پورے طور پر کیا۔ یعنی اعضاء کو اچھی طرح دھویا اور مغرب کی نماز پڑھی اور یہ وضو اس وقت کیا جب آپؐ نے قیام کیا تھا۔ ثُمَّ اَنَاخَ كُلُّ اِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ فِيْ مَنْزِلِهِ ۔ ہر ایک نے ڈیرا لگا دیا۔ ایسے وقت میں سفر کی تھکان اور گرد و غبار کا یہی تقاضا تھا کہ اچھی طرح اعضاء دھوئے جاتے۔ پہلا وضو آپؐ نے سفر کے اثناء میں ہلکا سا اس لئے کیا کہ آپؐ باوضو رہا کرتے تھے۔ یہ حدیث لا کر امام بخاریؒ نے بتلایا کہ ہلکا یا پورا وضو آپؐ موقع و محل پر اور ضرورت کے ماتحت کیا کرتے تھے اور ہلکے وضو سے یہ مراد نہیں کہ ادھورا وضو کیا کرتے اگر اَدھورا ہوتا تو حضرت اسامہؓ یہ نہ پوچھتے کہ آپؐ نماز پڑھیں گے۔

اَلْاِنْقَاءُ: باب کے عنوان میں یہ جو ہے: وَقَدْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ الْاِنْقَاءُ ، یہ اس طرف توجہ دلانے کے لئے کہ وضو کرنے سے مقصد صفائی ہے نہ کہ صرف پانی چپڑ لینا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت عبدالرزاق نے صحیح سند سے نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۱۶)

بَاب ۷ : غَسْلُ الْوَجْهِ بِالْيَدَيْنِ مِنْ غَرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ
ایک چلو لے کر دونوں ہاتھوں سے منہ دھونا

۱۴۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو سَلَمَةَ الْخُزَاعِيُّ مَنْصُوْرُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ بِلَالٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ أَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَمَضْمَضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَجَعَلَ بِهَا هَكَذَا أَضَافَهَا إِلَى يَدِهِ الْأُخْرَى فَغَسَلَ بِهِمَا☆ وَجْهَهُ ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنَى ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرَى ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّاءٍ فَرَشَّ عَلَى رِجْلِهِ الْيُمْنَى حَتَّى غَسَلَهَا ثُمَّ أَخَذَ غَرْفَةً أُخْرَى فَغَسَلَ بِهَا رِجْلَهُ يَعْنِي الْيُسْرَى ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ.

۱۴۰: ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا۔ کہا: ابوسلمہ خزاعی منصور بن سلمہ نے ہمیں خبر دی۔ کہا: بلال کے بیٹے یعنی سلیمان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابن عباسؓ کے متعلق کہا کہ انہوں نے وضو کیا اور اپنا منہ دھویا، اس طرح کہ پانی کا ایک چلو لے کر اس سے کلی کی اور ناک میں پانی لیا۔ پھر پانی کا ایک اور چلو لیا اور یوں کیا کہ اس کو اپنے دوسرے ہاتھ سے ملایا اور اس☆ سے اپنا منہ دھویا۔ پھر پانی کا ایک اور چلو لیا اور اس سے اپنا دایاں ہاتھ دھویا۔ پھر پانی کا ایک اور چلو لیا اور اس سے اپنا بایاں ہاتھ دھویا۔ پھر انہوں نے اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر پانی کا ایک چلو لیا اور اس کو اپنے دائیں پاؤں پر چھڑک کر اس کو دھویا۔ پھر ایک اور پانی کا چلو لیا اور اس سے دھویا۔ یعنی اپنے بائیں پاؤں کو۔ پھر اس کے بعد انہوں نے کہا: اس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا۔

☆ نسخہ بولاق میں "بِهِمَا" کی جگہ "بِهَا" کا لفظ درج ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۳۱۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے

تشریح: غَسْلُ الْوَجْهِ.... مِنْ غَرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ میں جو وضو کا حکم ہے، اس کے متعلق علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ایک بار دھونے پر وضو کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ کم از کم ایک بار دھونا لازمی ہے اور تین بار دھونا سنت نبوی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحث کے ضمن میں یہ فرق دکھلایا ہے کہ اصل غرض پاکیزگی ہے۔ قلت وکثرت تو حالات کے ماتحت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے چونکہ لوگوں کو طریق وضو کا مسئلہ بتلانا تھا، اس لئے انہوں نے ایک ایک دفعہ اعضاء کو دھویا۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ کہنا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح وضو کرتے دیکھا، اس سے یہ مراد نہیں کہ آپؐ ہمیشہ ایسا کرتے تھے۔ اس باب کو سابقہ باب (نمبر ۶) کے بعد لانے سے امام موصوفؒ یہی سمجھانا چاہتے ہیں کہ وضو میں اصل مقصود ''اَلْاِنْقَاءُ'' یعنی صفائی ہے۔ البتہ حالات کے ماتحت ایک بار پر بھی اکتفاء کیا جاسکتا ہے۔

بَاب۸: اَلتَّسْمِيَةُ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَّ عِنْدَ الْوِقَاعِ

ہر حالت میں بسم اللہ پڑھنا اور جماع کے وقت بھی

۱۴۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَّبْلُغُ ☆ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ بِسْمِ اللهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَّمْ يَضُرُّهُ.

۱۴۱: ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: جریر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے سالم بن ابی جعد سے، سالم نے کُریب سے، کُریب نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ اور حضرت ابن عباسؓ (اس روایت کو☆) نبی ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے اور یہ کہے کہ (میں) اللہ کے نام کے ساتھ (شروع کرتا ہوں) اے میرے اللہ! ہمیں شیطان سے بچائے رکھیو اور شیطان کو اس (بچہ) سے دُور رکھیو جو تو ہمیں دے۔ تو ان کے باہمی تعلق سے ایسے بچے کے پیدا ہونے کا فیصلہ کیا جاوے گا کہ جس کو شیطان ضرر نہ دے سکے گا۔

تشریح: اَلتَّسْمِيَّةُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ: وضو کا مفہوم معین کرنے کے بعد امام بخاریؒ نے ایک نیا باب قائم کیا ہے جس میں یہ بتلایا ہے کہ وضو کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لینا ضروری ہے۔ عِنْدَ الْوِقَاعِ کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جب جماع کے وقت ضروری ہے جو حَدَث کی سب سے بڑی حالت ہے تو وضو کے وقت کیوں

☆ نسخہ بولاق اور انصاریہ میں يَبْلُغُ بِهٖ کے الفاظ ہیں۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۳۱۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

ضروری نہ ہوگا۔ بعض لوگ اس وقت اللہ کا نام لینا مکروہ سمجھتے ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۱۸)
امام بخاریؒ نے کتاب الایمان میں ہر عمل کے لئے نیت نہایت ضروری قرار دی ہے۔ یہاں تک کہ ایمان میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ اسی طرح وضو میں بھی اور بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنے میں بھی۔ (دیکھیں حدیث ۵۴ تا ۵۶) یہاں بھی تسمیہ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کی ہدایت کرنے سے یہی مراد ہے کہ مسلمان کا ہر عمل اللہ کے نام کے ساتھ شروع ہونا چاہیے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے نیت وضو کے لئے ضروری شرط قرار دی ہے۔ شارحین نے امام بخاریؒ کی قائم کردہ ترتیب کے متعلق چہ گوئیاں کی ہیں اور بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ یہاں ان ابواب میں قطعاً کوئی ترتیب ملحوظ نہیں رکھی۔ حالانکہ ترتیب نہایت واضح ہے۔ وضو اور طہارت کے مسائل حالاتِ حدث سے شروع کئے ہیں۔ جس کا تعلق ایک طرف جماع سے ہے اور دوسری طرف بیت الخلاء سے ہے اور ان دونوں کے متعلق اسلامی آداب کا ذکر کیا اور بتلایا ہے کہ اسلام کیا چاہتا ہے۔ ایسی اولاد جو شیطان کے ہر گندے امر سے پاک ہو اور ایسے لوگ جو ہر قسم کے گند اور گندی باتوں سے پاک ہوں، اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماع کے وقت بھی دعا سکھلائی ہے اور بیت الخلاء میں جاتے وقت بھی دعا سکھلائی؛ جو سراسر طہارت اور پاکیزگی پر دلالت کرتی ہے اور یہ دعائیں شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نصب العین کو کھلے الفاظ میں واضح کر کے دکھلاتی ہیں۔ پس کسی خاص حالت میں ایک ایک بار اعضاء دھونے کو حجت قرار دے لینا؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقتضائے تعلیم کے بالکل برخلاف ہے۔ مذکورہ بالا ابواب میں یہ ایک نہایت واضح تعلق تھا، جو شارحین کی نظر سے مخفی رہا۔ چنانچہ مابعد باب کا بھی یہی مضمون ہے۔

بَاب ۹ : مَا يَقُوْلُ عِنْدَ الْخَلَاءِ

قضائے حاجت کے لئے جانے کے وقت کیا کہے

۱۴۲ : حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَّقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ . تَابَعَهُ ابْنُ عَرْعَرَةَ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ إِذَا أَتَى الْخَلَاءَ وَقَالَ مُوْسَى عَنْ حَمَّادٍ إِذَا

۱۴۲: ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبد العزیز بن صُہَیب سے روایت کی۔ کہا کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ جب بیت الخلاء جاتے تو فرماتے: اے اللہ! میں گندگی اور گندی باتوں سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ ابن عرعرہ نے بھی شعبہ سے یہی روایت کی اور غُندر نے شعبہ سے یہ الفاظ بیان کئے: جب آپؐ بیت الخلاء میں آتے۔ اور موسیٰ نے حماد

دَخَلَ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّدْخُلَ.

سے یہ الفاظ بیان کیے: جب آپؐ داخل ہوتے۔اور سعید بن زید نے کہا: عبدالعزیز نے ہم سے یہ الفاظ بیان کئے: جب آپؐ داخل ہونے کا ارادہ کرتے۔

تشریح: **مَا يَقُوْلُ عِنْدَ الْخَلَآءِ:** اس باب میں جو دو لفظ اَلْخُبُث وَالْخَبَائِث دعا میں وارد ہوئے ہیں۔ ان میں پہلے لفظ سے مراد ہر ایک ظاہری میل کچیل اور گندگی ہے اور خَبَائِث جو خَبِيْثَةٌ کی جمع ہے۔اس سے مراد ہر ایک گندی بات، خواہ وہ دل کے خیالات سے تعلق رکھتی ہو یا اعمال سے یا زبان سے۔نیز خَبَائِث سے مراد اَرواحِ خبیثہ بھی ہیں؛ جو گندی جگہوں میں عموماً جراثیم کی شکل میں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔خُبُث جو خَبِيْث کی جمع ہے اس سے مراد گندہ آدمی بھی ہوسکتا ہے اور گندی بات بھی۔

باب کے عنوان میں الفاظ عِنْدَ الْخَلَآءِ مندرجہ روایت کے مفہوم کو واضح کرتے ہیں کہ قضاءِ حاجت کی حالت میں یہ دعا نہ مانگی جائے بلکہ اس سے پہلے جاتے وقت جیسا کہ اس روایت کی دوسری سندوں سے ظاہر ہے۔یہی جمہور کا مذہب ہے۔فقہاء نے یہ تعیین کی ہے کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اور باہر جنگل میں قضائے حاجت کے لئے بیٹھتے وقت دعا مانگے اور جو بھول جائے تو دل میں دعا کرلے۔امام مالکؒ کے نزدیک مطلق جائز ہے کہ قضائے حاجت کی حالت میں دعا کرے یا اس سے پہلے۔(فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۲۱)

بَاب ۱۰: وَضْعُ الْمَاءِ عِنْدَ الْخَلَاءِ

قضائے حاجت کے وقت پانی رکھنا

۱۴۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوْءًا قَالَ مَنْ وَّضَعَ هَذَا فَأُخْبِرَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.

۱۴۳: ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا: ہاشم بن قاسم نے ہم سے بیان کیا۔کہا: ورقاء نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے عبیداللہ بن ابی یزید سے۔عبیداللہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ بیت الخلاء میں گئے تو میں نے آپؐ کے لئے وضو کا پانی رکھا۔آپؐ نے پوچھا: یہ کس نے رکھا ہے؟ تو آپؐ کو بتلایا گیا۔اس پر آپؐ نے دعا کی: اے اللہ! اسے دین کی سمجھ دیجیو۔

بَاب ۱۱

لَا تُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ إِلَّا عِنْدَ الْبِنَاءِ جِدَارٍ أَوْ نَحْوِهِ

پاخانہ یا پیشاب کرنے میں قبلہ کی طرف منہ نہ کیا جائے،
سوائے اس کے کہ عمارت کے پاس- دیوار ہو یا اسی قسم کی کوئی اور چیز

۱۴۴: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يُوَلِّهَا ظَهْرَهُ، شَرِّقُوْا أَوْ غَرِّبُوْا.

۱۴۴: ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا: ابوذئب کے بیٹے نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: زُہری نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عطاء بن یزید لیثی سے، عطاء نے حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے جائے تو وہ قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور نہ اس کی طرف اپنی پیٹھ کرے۔ مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف۔

تشریح: لَاتُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ اَوْبَوْلٍ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کا بلکہ حرمات اللہ کا بھی ادب ہر حالت میں ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ قضائے حاجت کے وقت آپؐ نے یہ تعلیم دی ہے کہ قبلہ کی طرف منہ نہ کرو۔ یہ ظاہری ادب آپؐ نے دراصل باطنی ادب کے قائم رکھنے کے لئے سکھلایا ہے۔ ظواہر کے ترک کرنے سے باطنی حقیقت بھی محفوظ نہیں رہتی، بلکہ ضائع ہوجاتی ہے اور بسا اوقات ظاہری حالت سے باطنی احساس بھی پیدا ہوجاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: اسلامی اصول کی فلاسفی، صفحہ۵ تا۷۔ روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ۳۱۹ تا ۳۲۱)

شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا: شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا جو فرمایا ہے تو یہ مدینہ والوں کے لئے۔ ہندوستان کے لوگ شمال یا جنوب کی طرف منہ کر سکتے ہیں۔ غرض شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قضائے حاجت کے وقت اس بات کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت دی ہے کہ انسان اپنے نفس کو اس کدورت سے بھی پاک رکھے، جس سے شعائر اللہ کی بے حرمتی کا اندیشہ ہو۔ یہ تیسرا ادب ہے جو اس ضمن میں سکھلایا گیا ہے۔

اِلَّا عِنْدَ الْبِنَاءِ: یعنی اگر سامنے اَوٹ ہو تو قبلہ رخ بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ استثناء بعض دوسری روایتوں کی بناء پر ہے جو امام احمد بن حنبلؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ اور ابن خزیمہؒ وغیرہ نے نقل کی ہیں۔ نہ کہ لفظ غَائِط کی بناء پر جیسا کہ بعض شارحین کا خیال ہے اور نیز حضرت ابن عمرؓ کی روایت کی بناء پر جو اگلے باب میں ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ثانی صفحہ ۲۷۸)

بَاب ۱۲ : مَنْ تَبَرَّزَ عَلَى لَبِنَتَيْنِ

جو دو(۲) اینٹوں پر بیٹھ کر پاخانہ کرے

۱۴۵ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ إِنَّ نَاسًا يَقُوْلُوْنَ إِذَا قَعَدْتَّ عَلَى حَاجَتِكَ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ لَقَدِ ارْتَقَيْتُ يَوْمًا عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ لَّنَا فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ وَقَالَ لَعَلَّكَ مِنَ الَّذِيْنَ يُصَلُّوْنَ عَلَى أَوْرَاكِهِمْ فَقُلْتُ لَا أَدْرِي وَاللهِ، قَالَ مَالِكٌ يَعْنِي الَّذِي يُصَلِّي وَلَا يَرْتَفِعُ عَنِ الْأَرْضِ يَسْجُدُ وَهُوَ لَاصِقٌ بِالْأَرْضِ.

۱۴۵: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یحییٰ بن سعید سے، یحییٰ نے محمد بن یحییٰ بن حبان سے، انہوں نے اپنے چچا واسع بن حبان سے، واسع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب تم قضائے حاجت کے لئے بیٹھو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ ہی بیت المقدس کی طرف۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے: میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ قضائے حاجت کے لیے دو اینٹوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھے تھے۔ اور انہوں نے کہا: شاید تم بھی ان لوگوں میں سے ہو جو نماز میں سجدہ کے وقت اپنا پیٹ رانوں سے لگا دیتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا: بخدا! میں نہیں جانتا۔ مالکؒ نے کہا: (اس سے حضرت ابن عمرؓ کی) مراد وہ شخص ہے، جو نماز پڑھتا ہے اور زمین سے اونچا نہیں ہوتا۔ سجدہ کرتا ہے اور زمین سے لگا رہتا ہے۔

تشریح: مَنْ تَبَرَّزَ عَلٰى لَبِنَتَيْنِ: اس باب میں قضائے حاجت کی ایسی صورت بیان کی ہے جس میں انسان اپنے آپ کو نجاست سے بچا سکتا ہے اور یہ روایت لا کر بتلایا گیا ہے کہ آپؐ جو بیت المقدس کی طرف منہ اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھتے تھے تو آپؐ اینٹوں پر تھے۔ یعنی عمارت میں تھے۔ اس حدیث سے محدثین یہ استدلال کرتے ہیں کہ عمارت کے اندر قضائے حاجت کے وقت، قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اس وقت

قضائے حاجت کرنے والے اور قبلہ کے درمیان اَوٹ ہوتی ہے۔ دیوار کے سامنے ہونے سے قبلہ کا تصور غائب ہو جاتا ہے اور کھلی فضاء میں کسی قسم کی اَوٹ نہ ہونے کی وجہ سے سامنے یا پیچھے قبلہ ہی قبلہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہاں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا ممنوع ہے۔ بعض فقہاء عمارت میں بھی اسے منع سمجھتے ہیں۔(فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۲۳) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ان کے خیال کی تردید کی ہے۔

لَعَلَّکَ مِنَ الَّذِیْنَ: یہ خطاب واسع بن حبان سے ہے۔ مسلم کی حدیث میں واسع کی یہ روایت یوں شروع ہوتی ہے: كُنْتُ اُصَلِّیْ فِی الْمَسْجِدِ. یعنی میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیٹھے ہیں۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو ان کی طرف منہ پھیر کر ہو بیٹھا۔ تب انہوں نے یہ کہا: یَقُوْلُ اِنَّ نَاسًا يَّقُوْلُوْنَ.... (مسلم. كتاب الطهارة. بالاستطابة)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے واسع کو اس طرح زمین سے چپکے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا اور یوں بات شروع کی کہ کچھ لوگ ہیں جو خانہ کعبہ کا اتنا ادب کرتے ہیں کہ اس طرف چوتڑ نہیں کرتے۔ شاید تم نے جو نماز زمین سے چپکے ہوئے پڑھی ہے تو اسی ادب واحترام کو مدنظر رکھتے ہوئے پڑھی ہے۔ جس پر واسع نے جواب دیا: لَا اَدْرِیْ وَاللّٰهِ. یعنی یہ مسئلہ میں نہیں جانتا۔ یا یہ کہ مجھے پتہ نہیں کہ میں اس طرح نماز پڑھ رہا تھا۔ بعض لوگوں سے مراد حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ وغیرہ صحابہ ہیں جو قضائے حاجت کے وقت ہر حالت میں خانہ کعبہ کی طرف پیٹھ کرنے کو برا سمجھتے تھے خواہ صحرا میں ہوں یا گھر میں۔(فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۲۶)

بَاب ۱۳ : خُرُوْجُ النِّسَاءِ إِلَى الْبَرَازِ

عورتوں کا (قضائے حاجت کے لئے) گھر سے باہر نکلنا

۱۴۶ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِعِ وَهُوَ صَعِيْدٌ أَفْيَحُ فَكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْجُبْ نِسَاءَكَ فَلَمْ يَكُنْ رَّسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

۱۴۶: ہم سے یحيٰی بن بُکَیر نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عُقَیل نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے۔ عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ کی بیویاں جب قضائے حاجت کے لئے باہر مناصع کی طرف جاتیں تو رات کو نکلا کرتی تھیں اور مناصع ایک وسیع میدان ہے اور حضرت عمرؓ نبی ﷺ سے کہا کرتے تھے کہ اپنی بیویوں کو پردہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِيْ عِشَاءً وَكَانَتِ امْرَأَةً طَوِيْلَةً فَنَادَاهَا عُمَرُ أَلَا قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ حِرْصًا عَلَى أَنْ يُنَزَّلَ الْحِجَابُ فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ الْحِجَابِ. (الأحزاب: ٥٤)

کرائیں۔مگر رسول اللہ ﷺ ایسا نہ کرتے۔ایک رات عشاء کے وقت حضرت سودہؓ بنت زمعہ نبی ﷺ کی بیوی باہر گئیں اور وہ لمبے قد کی تھیں؛ تو حضرت عمرؓ نے ان کو پکار کر کہا: سودہ! ہم نے تمہیں پہچان لیا ہے۔کیونکہ وہ (بہت) چاہتے تھے کہ حجاب کے متعلق وحی نازل ہو۔آخر اللہ تعالیٰ نے حجاب (کے حکم کے متعلق) آیت نازل کی۔

١٤٧: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ أُذِنَ أَنْ تَخْرُجْنَ فِي حَاجَتِكُنَّ قَالَ هِشَامٌ يَّعْنِي الْبَرَازَ.

۱۴۷: ہم سے زکریا نے بیان کیا، کہا: ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ (عروہ) سے، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے۔حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: (تمہیں) اجازت دی گئی ہے کہ تم اپنی ضرورت کے لئے باہر جاؤ۔ہشام نے کہا: یعنی قضائے حاجت کے لئے۔

تشریح: **خُرُوْجُ النِّسَآءِ اِلَى الْبَرَازِ:** امام بخاریؒ اس باب میں دو روایتیں لائے ہیں تا پہلی روایت سے جو شبہ پیدا ہوتا ہے وہ دوسری سے دور ہو جائے۔ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الْحِجَابِ کے الفاظ سے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ اسی وقت حجاب کا حکم نازل ہوا، ایسا نہیں۔دوسری روایت جو زکریا بن یحیٰی کی ہے اور کتاب التفسیر میں تفصیل سے نقل کی گئی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: خَرَجَتْ سَوْدَةُ بَعْدَ مَا ضُرِبَ الْحِجَابُ لِحَاجَتِهَا وَكَانَتِ امْرَأَةً جَسِيْمَةً لَا تَخْفٰى عَلٰى مَنْ يَّعْرِفُهَا فَرَاٰهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ..... (بخاری کتاب التفسیر باب قوله لا تدخلوا بيوت النبی ﷺ إلّا ان يؤذن لكم. روایت نمبر ۴۷۹۵) یعنی حجاب کا حکم ہونے کے بعد حضرت سودہؓ باہر نکلیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا: قَدْ أُذِنَ اَنْ تَخْرُجْنَ فِيْ حَاجَتِكُنَّ تو یہ آیاتِ حجاب سے استنباط کرنے کے بعد فرمایا۔(فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۲۸) یعنی حجاب ضروریات زندگی پورا کرنے میں روک نہیں اور حضرت عمرؓ کے تشدد کی تردید فرمائی۔حضرت عمرؓ کا حضرت سودہؓ کو اس طرح ٹوکنا بھی بتلاتا ہے کہ حجاب کا حکم نازل ہو چکا تھا۔اسی وجہ سے انہوں نے حضرت سودہؓ کا رات کے وقت نکلنا بھی ناپسند کیا۔مگر حضرت عمرؓ اپنی اس رائے

میں غلطی پر تھے۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے پردے کے متعلق جو تشدد اختیار کر رکھا ہے وہ بھی شریعت اسلام کے منشاء کے بالکل برخلاف ہے۔

فَكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ احْجُبْ نِسَآءَ كَ: یہ بطور جملہ معترضہ کے ہے۔ یعنی حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کرتے تھے کہ اپنی بیویوں کو پردہ کرائیں۔ یہ ان کا مشورہ تھا۔ محض اپنے اس مشورہ کی بناء پر رات کے وقت آپؐ کی بیویوں کو نکلنے سے منع کرنا، یہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی سے بالکل بعید تھا۔

فَلَمْ يَكُنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مشورہ پر عمل نہیں کرتے تھے تو ہرگز باور نہیں ہوسکتا تھا کہ حضرت عمرؓ نے خواہ مخواہ آپؐ کی بیوی کو حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے روکا ہو۔ اس لئے زکریا کی روایت واضح اور معقول ہے۔ دونوں روایتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلی روایت میں ایک جملہ معترضہ ہے جو پہلے واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ احکام کے جاری کرنے میں انبیاء علیہم السلام حد درجہ احتیاط وادب سے کام لیتے ہیں۔ اپنی طرف سے وہ کوئی حکم نہیں دیتے۔ باوجود حضرت عمرؓ کے توجہ دلانے کے آپؐ نے عورتوں کو اس وقت تک پردہ کرنے کے لئے نہیں کہا جب تک کہ آپؐ کو وحی الٰہی نہیں ہوئی۔

بَاب ١٤ : اَلتَّبَرُّزُ فِي الْبُيُوْتِ

گھروں میں (یعنی بیوت الخلاء میں) پاخانہ پھرنا

١٤٨: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ وَّاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ ارْتَقَيْتُ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِي فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهُ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّأْمِ.

۱۴۸: ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا: انس بن عیاض نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبید اللہ (بن عمر) سے، عبید اللہ نے محمد بن یحيٰ بن حبان سے، انہوں نے واسع بن حبان سے، واسع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں اپنے کسی کام کے لئے حضرت حفصہؓ کے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ قضائے حاجت کر رہے تھے۔ قبلہ کی طرف پیٹھ کئے ہوئے تھے اور شام کی طرف منہ۔

١٤٩: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ

۱۴۹: ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا: یزید بن ہارون نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: یحيٰ

أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ أَنَّ عَمَّهُ وَاسِعَ بْنَ حَبَّانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ قَالَ لَقَدْ ظَهَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِنَا فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَاعِدًا عَلَى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ.

نے محمد بن یحییٰ بن حبان کی روایت ہم سے بیان کی کہ ان کے چچا واسع بن حبان نے انہیں بتلایا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان سے بیان کیا۔ کہتے تھے کہ میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر جو چڑھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو[۲] کچی اینٹوں پر بیٹھے دیکھا۔ (آپؐ) بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے تھے۔

تشریح: اَلتَّبَرُّزُ فِيْ الْبُيُوْتِ: تمدنی حالت کی ترقی کے ساتھ بعد میں گھروں میں بیوت الخلاء بنائے گئے اور پھر عورتوں کو نکلنے کی ضرورت نہ رہی۔ ورنہ پہلے وہ رات کے وقت باہر جایا کرتی تھیں۔ جیسے اب بھی اکثر دیہاتی زندگی میں یہی رواج ہے۔ ہندوستان میں عورتوں کے گھروں سے نکلنے کے متعلق جو تشدد ہمیں نظر آتا ہے وہ شریعت کے کسی حکم کے ماتحت نہیں۔

حدیث نمبر ۱۴۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی گھر کی چھت پر پاخانہ کا انتظام ہوا کرتا تھا۔ حدیث نمبر ۱۴۵ میں بھی واسع بن حبان کی روایت پہلے آچکی ہے۔ وہاں راوی عبداللہ بن یوسف ہیں جو امام مالکؒ سے نقل کرتے ہیں اور یہاں ابراہیم بن منذر راوی ہیں جو انس بن عیاض سے نقل کرتے ہیں۔ اس لئے تھوڑا سا لفظی اختلاف ہے۔ مگر مفہوم ایک ہی ہے۔

بَاب ۱۵ : اَلْاِسْتِنْجَاءُ بِالْمَاءِ

پانی سے استنجا کرنا

۱۵۰ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مُعَاذٍ وَاسْمُهُ عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ أَجِيْءُ أَنَا وَغُلَامٌ مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِنْ مَّاءٍ يَّعْنِي يَسْتَنْجِيْ بِهِ.

۱۵۰: ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابومعاذ سے روایت کی اور ابومعاذ کا نام عطاء بن ابی میمونہ ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالکؓ کو یہ کہتے سنا کہ نبی ﷺ جب قضائے حاجت کے لئے نکلتے تو میں اور ایک لڑکا آتے اور ہمارے ساتھ پانی کی چھاگل ہوتی۔ یعنی آپؐ اس (پانی) سے استنجا کرتے۔

تشریح: **اَلْاِسْتِنْجَآءُ بِالْمَآءِ:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ان چھوٹے چھوٹے مسائل کے متعلق مستقل باب باندھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ مسلمانوں میں بعض ایسے لوگ پیدا ہو چکے تھے جو گھروں میں بیوت الخلاء اور پانی سے استنجا کرنا مکروہ سمجھتے تھے اور یہ لوگ ابن ابی شیبہ کی ان روایتوں پر اپنے خیالات کی بنیاد رکھتے تھے۔ جن میں یہ ذکر آتا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: پانی سے استنجا کرنے سے میرے ہاتھ میں بدبو باقی رہے گی اور نافع نے حضرت ابن عمرؓ کے متعلق بیان کیا کہ وہ پانی سے استنجا نہیں کیا کرتے تھے اور ابن حبیب مالکی بھی منع کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ ڈھیلے پتھر وغیرہ سے آلائش دور کرتے تھے۔ انہی لوگوں میں سے ابن معاذ رازی بھی ہیں جو حضرت انسؓ سے روایت نقل کرتے ہوئے اس بات کو صحیح قرار نہیں دیتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجا کیا کرتے تھے۔ غرض ان لوگوں کا رد کرنے کے لئے امام موصوفؒ نے یہ باب باندھا ہے اور اس میں حضرت انسؓ کی نہایت صحیح روایت بیان کی ہے اور اس بارے میں ایک روایت (نمبر۱۴۳) حضرت ابن عباسؓ کی بھی ابھی گذر چکی ہے۔ مسلمؒ و ترمذیؒ وغیرہ نے بھی صحیح سندوں سے اس امر کے متعلق روایتیں نقل کی ہیں۔ ابن حبان اور ابن خزیمہ نے بھی معتبر ذرائع سے اسی امر کو ثابت کیا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری، جزء ثانی، صفحہ۲۸۷-۲۸۸)

امام بخاریؒ نے اس باب کے بعد چار الگ الگ باب قائم کر کے ان میں جو روایتیں بیان کی ہیں ان میں بھی پانی سے استنجا کرنے کا ذکر آتا ہے۔ دوسرے باب میں یہ جو کہا: **قَالَ اَبُو الدَّرْدَآءِ أَ لَيْسَ فِيكُمْ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالطَّهُوْرِ وَالْوِسَادَةِ،** اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان چیزوں کو سفر و حضر میں سنبھال کر رکھتے تھے اور ضرورت کے وقت پیش کرتے۔ حضرت انسؓ کی روایت میں یہ جو ہے کہ میں اور ایک لڑکا آپؐ کے پیچھے ہو لئے۔ بعض کے نزدیک اس لڑکے سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی مراد ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ثانی صفحہ۲۹۲)

غُلَامٌ: جوان آدمی کو بھی لڑکا مجازاً کہتے ہیں۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں حضرت ابن مسعودؓ کو جبکہ وہ بکریاں چرا رہے تھے، کہا: إِنَّكَ غُلَامٌ مُّعَلَّمٌ. (مسند أحمد بن حنبل. مسند عبداللّٰه بن مسعودؓ. جلد۱، صفحہ۴۶۲)

امام بخاریؒ کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ یہ ان لوگوں کی شہادتیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر و حضر میں ہمیشہ رہتے تھے۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے جو حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں دمشق کے قاضی تھے؛ علقمہ بن قیس کو مخاطب کر کے کہا کہ تم میں یعنی عراقیوں میں ابھی ایسے لوگ موجود ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آخر عمر میں کوفہ میں بود و باش رکھتے تھے۔ (عمدۃ القاری جزء ثانی صفحہ۲۹۱) حضرت ابودرداءؓ کا واقعہ (بخاری) کتاب المناقب (باب مناقب عبداللہ بن مسعودؓ) میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

امام بخاریؒ نے آگے جا کر پتھر سے استنجا کرنے کے متعلق بھی ایک الگ باب قائم کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی کے موجود نہ ہونے پر آپؐ نے پتھر سے بھی کام لیا ہے۔ جنگل و بیابان میں رہنے والوں کو پانی کم ملتا ہے اور ان کی سہولت کے لئے امام مالکؒ و امام شافعیؒ نے جواز کا عام فتویٰ دیا ہے۔ ورنہ پانی اصل ہے نجاست کے دور کرنے کے لئے اور اس میں کسی امام کو بھی اختلاف نہیں ہوا۔ (عمدۃ القاری جزء ثانی صفحہ۲۹۰، ۳۰۰) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ پتھر سے استنجا کرنے کے بعد پانی بھی استعمال کیا کرتے تھے۔

بَاب ١٦ : مَنْ حُمِلَ مَعَهُ الْمَاءُ لِطُهُوْرِهِ

جس کے ساتھ طہارت کے لئے پانی اُٹھا کر لے جایا جائے

وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ أَلَيْسَ فِيْكُمْ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالطَّهُوْرِ وَالْوِسَادِ.

اور حضرت ابودرداءؓ نے کہا: کیا تم میں وہ نہیں جو اپنے ساتھ (آنحضرت ﷺ کی) جوتیاں اور وضو کا پانی اور تکیہ رکھا کرتا تھا۔

١٥١ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مُعَاذٍ هُوَ عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ تَبِعْتُهُ أَنَا وَغُلَامٌ مِّنَّا مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِّنْ مَّاءٍ.

۱۵۱: ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ابومعاذ یعنی عطاء بن ابی میمونہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انسؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب نبی ﷺ قضائے حاجت کے لئے نکلتے تو میں اور (ہمارے خاندان کا) ایک لڑکا آپؐ کے پیچھے ہو لیتے اور ہمارے ساتھ پانی کی ایک چھاگل ہوتی۔

بَاب ١٧ : حَمْلُ الْعَنَزَةِ مَعَ الْمَاءِ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ

استنجا کے وقت پانی کے ساتھ برچھی بھی اُٹھا کر لے جانا

١٥٢ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُوْنَةَ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ إِدَاوَةً مِّنْ مَّاءٍ وَّعَنَزَةً يَّسْتَنْجِي بِالْمَاءِ. تَابَعَهُ النَّضْرُ وَشَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ الْعَنَزَةُ عَصًا عَلَيْهِ زُجٌّ.

۱۵۲: ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا: محمد بن جعفر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عطاء بن ابی میمونہ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جب قضائے حاجت کے لئے جاتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کی چھاگل اور برچھی اُٹھا کر لے جاتے۔ پانی سے آپؐ استنجا کرتے۔ نضر اور شاذان نے بھی شعبہ سے یہی روایت کی۔ عَنَزَةٌ وہ لاٹھی ہوتی ہے جس پر پھل لگا ہو۔

تشریح: حَمْلُ الْعَنَزَةِ فِیْ الْاِسْتِنْجَآءِ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ جنگل میں جانے کے احتیاطاً برچھی ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ الْخَلاءِ کے معنی فضا، کھلا میدان، اس سے مراد جنگل جانا ہے۔ مسلمان سنت نبویؐ سے بالکل غافل ہو گئے ہیں۔ برچھی چھوڑ سوٹی اُٹھانی ان کے لئے دوبھر ہے۔ امام ابن حجر لکھتے ہیں کہ سانپ درندے وغیرہ کے ضرر سے بچنے کے لئے آپؐ برچھی اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۳۱)

بَاب ۱۸: اَلنَّهْيُ عَنِ الْإِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِيْنِ

دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے کی ممانعت

۱۵۳: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ هُوَ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهِ وَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِيْنِهِ.

۱۵۳: ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا: ہشام دستوائی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، یحییٰ نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب بیت الخلاء میں آئے تو دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ نہ چھوئے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔

تشریح: شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت اور پاکیزگی کا ہر بات میں خیال رکھا ہے۔ اس باب میں دو[۲] اور ادب سکھلائے گئے ہیں۔ اول دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کیا جائے۔ دوم پیتے وقت برتن میں سانس نہ لیا جائے اور یہ دونوں حکم اپنی غرض و غایت میں واضح ہیں۔ حدیث نمبر ۱۵۴ میں بھی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے چھونے کی ممانعت مذکور ہے۔

بَاب ۱۹: لَا يُمْسِكُ ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهِ إِذَا بَالَ

جب پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ اپنے دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے

۱۵۴: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ

۱۵۴: ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا: اوزاعی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر

أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهِ وَلَا يَسْتَنْجِي بِيَمِيْنِهِ وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ.

سے، یحییٰ نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ نہ پکڑے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ برتن میں سانس لے۔

بَاب ۲۰: اَلْإِسْتِنْجَاءُ بِالْحِجَارَةِ

ڈھیلوں سے استنجا کرنا

۱۵۵: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرٍو الْمَكِّيُّ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اتَّبَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ وَكَانَ لَايَلْتَفِتُ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقَالَ ابْغِنِيْ أَحْجَارًا أَسْتَنْفِضُ بِهَا أَوْ نَحْوَهُ وَلَا تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَّلَا رَوْثٍ فَأَتَيْتُهُ بِأَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِيَابِي فَوَضَعْتُهَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَعْرَضْتُ عَنْهُ فَلَمَّا قَضَى أَتْبَعَهُ بِهِنَّ.

۱۵۵: ہم سے احمد بن محمد مکی نے بیان کیا، کہا: عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو مکی نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اپنے دادا سے، اُن کے دادا نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے پیچھے ہولیا اور آپؐ قضائے حاجت کے لئے نکلے اور آپؐ مڑ کر ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے۔ میں آپؐ کے قریب ہوا تو آپؐ نے فرمایا: میرے لئے ڈھیلے تلاش کرو تا کہ میں ان سے استنجا کروں یا اسی قسم کا فقرہ (فرمایا) اور نہ ہڈی اور نہ لید میرے پاس لانا۔ چنانچہ میں اپنے کپڑے کے کونے میں کچھ پتھر آپؐ کے پاس لے آیا اور انہیں آپؐ کے پاس رکھ دیا اور پھر میں آپؐ سے ایک طرف ہو گیا۔ جب آپؐ فارغ ہوئے تو آپؐ انہیں استعمال میں لائے۔

تشریح: اَلْإِسْتِنْجَآءُ بِالْحِجَارَةِ: جن لوگوں نے استنجا میں پانی استعمال کرنے پر زور دیا ہے انہوں نے بعض حالات کی مجبوری مدنظر نہیں رکھی اور بہتوں کو نماز جیسے ضروری فرض کو ادا کرنے سے روک دیا ہے۔ شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اپنے اندر ہر ضرورت پوری کرنے والا ہے۔ جب پانی نہ ملے تو ڈھیلے، پتھر؛ ہر ایسی چیز

سے جس سے آلائش دور ہوسکتی ہو؛ استنجا کرنا جائز ہے۔ استنجاء (جو نَجو سے ہے) کے معنے ہیں غلاظت دور کرنا، خواہ کپڑے سے ہو یا کاغذ یا پتھر سے مگر ہڈی اور لید نہ ہو۔ ناپاک سے پاکیزگی حاصل کرنے کو شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ فطرت رد کرتی ہے۔

هٰذَا رِكْسٌ: رِكْس اور رِجْزٌ ایک ہی ہیں۔ یعنی یہ لید ناپاک ہے۔ ڈھیلوں وغیرہ سے استنجا کرنے کے یہ معنی نہیں کہ پانی ملنے پر طہارت نہ کی جائے۔ بلکہ یہ تو مجبوری کی حالت میں جواز کی ایک صورت ہے۔ جب پانی ملے تو پانی سے طہارت کرنی چاہیے۔ اس کی مزید تفصیل باب نمبر ۵۴ تا ۵۶، حدیث نمبر ۲۱۴ تا ۲۱۸ میں دیکھی جائے؛ جہاں اس کے متعلق آپؐ نے سخت تاکید فرمائی ہے۔

بَاب ۲۱: لَا يُسْتَنْجَى بِرَوْثٍ

لید سے استنجا نہ کیا جائے

۱۵۶: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ لَيْسَ أَبُو عُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ وَلَكِنْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ يَقُوْلُ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَائِطَ فَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ فَوَجَدْتُّ حَجَرَيْنِ وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ أَجِدْهُ فَأَخَذْتُ رَوْثَةً فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَأَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَأَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ هَذَا رِكْسٌ. وَّقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ.

۱۵۶: ہم سے ابونُعَیم نے بیان کیا، کہا: زُہَیر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابواسحاق سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ابوعُبیدہ نے اس کا ذکر نہیں کیا لیکن عبدالرحمٰن بن اسود نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) کو یہ کہتے سنا کہ نبی ﷺ قضائے حاجت کے لئے گئے اور مجھ سے فرمایا کہ میں آپؐ کو تین پتھر لا دوں۔ مجھ کو دو پتھر ملے اور تیسرے کو تلاش کیا تو مجھے نہ ملا۔ اس پر میں نے لید لے لی اور یہ لا کر آپؐ کو دیئے۔ آپؐ نے دو پتھر تو لے لئے اور لید پھینک دی اور فرمایا: یہ پلید ہے۔ اور ابراہیم بن یوسف نے اپنے باپ سے نقل کیا۔ انہوں نے ابواسحاق سے روایت کی کہ عبدالرحمٰن نے مجھ سے بیان کیا۔

بَاب ۲۲ : اَلْوُضُوْءُ مَرَّةً مَرَّةً

وضو میں اعضاء کا ایک ایک بار دھونا

۱۵۷ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً.

۱۵۷: ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید بن اسلم نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار اعضاء دھوئے۔

تشریح: امام بخاریؒ نے استنجا کے متعلق چھ آداب طہارت بیان کرنے کے بعد وضو کے متعلق تین باب قائم کئے ہیں اور ان میں ایک سے تین بار تک اعضاء دھونے کے بارے میں جو روایتیں آئی ہیں ان کو پیش کر کے وضو کے متعلق تینوں باتیں ہی جائز ثابت کی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں جو وضو کی بحث اُٹھائی تھی وہ محض وضو کی تعریف وتجدید بیان کرنے کے لئے تھی۔ حالات کے لحاظ سے جونسی صورت مناسب ہو، اختیار کی جائے۔

بَاب ۲۳ : اَلْوُضُوْءُ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

وضو میں اعضاء دو دو بار دھونا

۱۵۸ : حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيْسَى قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ {بْنِ مُحَمَّدٍ ☆} بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ.

۱۵۸: ہم سے حسین بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا: یونس بن محمد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: فلیح بن سلیمان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر (بن محمد ☆) بن عمرو بن حزم سے، عبداللہ نے عباد بن تمیم سے، عباد نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار اعضاء دھوئے۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ ان کا پورا نام "عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ" درج ہے۔

بَاب ٢٤ : اَلْوُضُوْءُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

وضو میں اعضاء کو تین تین بار دھونا

١٥٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيْدَ أَخْبَرَهُ أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَّيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِي هٰذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَايُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

۱۵۹: ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ اُویسی نے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن سعد نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ عطاء بن یزید نے انہیں خبر دی کہ حمران نے جو کہ حضرت عثمانؓ کے (آزاد کردہ) غلام تھے انہیں بتایا کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو دیکھا کہ انہوں نے ایک برتن منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھ تین بار (پانی) ڈال کر دھوئے۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ برتن میں ڈالا اور کلی کی اور ناک صاف کیا۔ پھر اپنا منہ اور اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین تین بار دھوئے۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک تین تین بار دھوئے۔ پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا اور پھر اس طرح دو رکعتیں پڑھیں کہ ان میں اپنے نفس سے باتیں نہ کیں تو جو گناہ بھی اس سے پہلے ہو چکے ہیں، ان سب سے اس کی مغفرت کی جائے گی۔

١٦٠ : عَنْ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّلَكِنْ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ

۱۶۰: اور ابراہیم سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ صالح بن کیسان نے کہا کہ ابن شہاب کہتے تھے۔ مگر عروہ اس حدیث کو حمران سے یوں بیان کرتے تھے۔ جب حضرت عثمانؓ نے وضو کر لیا تو انہوں نے کہا: میں تمہیں ایک حدیث بتاتا ہوں جو میں تمہیں نہ بتلاتا اگر

حَدِيْثًا لَّوْلَا آيَةٌ مَّا حَدَّثْتُكُمُوْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهُ وَيُصَلِّي الصَّلَاةَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ حَتَّى يُصَلِّيَهَا قَالَ عُرْوَةُ الْآيَةَ إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ. (البقرة: ١٦٠)

ایک آیت نہ ہوتی۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے۔ پھر نماز پڑھے تو جو (وسوسے) اس کے اور اس کی نماز کے درمیان حائل ہوں گے ان کی اس کے لئے مغفرت کی جائے گی، یہاں تک کہ وہ نماز پڑھ لے گا۔ عروہ نے کہا: وہ آیت یہ ہے: إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ ..... یعنی ''یقیناً وہ لوگ جو اُسے چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح نشانات اور کامل ہدایت میں سے نازل کیا۔''

تشریح: اَلْوُضُوْءُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا: حدیث نمبر ۱۵۷، ۱۵۸ صرف جواز کو ثابت کرتی ہیں اور باب نمبر ۲۴ میں حدیث نمبر ۱۵۹، ۱۶۰ جو حضرت عثمانؓ سے مروی ہیں اصل ہے جس پر اکثر صحابہؓ و تابعین کا عملدر آمد تھا۔ اس حدیث میں یہ تصریح ہے: مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوْئِيْ هٰذَا .... یعنی جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے گا۔ پھر دو رکعتیں پڑھے گا اور ان کے درمیان اپنے آپ سے باتیں نہیں کرے گا تو اس سے جو قصور پہلے ہو چکے ہیں، ان کی پردہ پوشی کی جائے گی۔ یہ الفاظ عطاء بن یزید کی روایت میں ہیں؛ جو ابن شہاب زُہری نے نقل کئے ہیں اور اس باب میں جو روایت انہوں نے عروہ بن زُبیر سے نقل کی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ يُحْسِنُ وُضُوْءَهُ وَيُصَلِّيْ الصَّلٰوةَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ .... یعنی جو اچھی طرح وضو کرے گا اور جیسے نماز پڑھنے کا حق ہے ویسے پڑھے گا تو جو وسوسے اس کے اور اس کی نماز کے درمیان حائل ہوں گے، ان کی مغفرت کی جائے گی۔ امام بخاریؒ نے یہ روایت آخر میں لا کر وضو اور نماز کی اصل غرض واضح کر دی ہے۔ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ. خیالات کا انتشار بہت حد تک وضو سے رُک جاتا ہے۔ انسان جب کام کاج سے فارغ ہو کر آتا ہے تو اس کے بعض قویٰ دبے ہوئے ہوتے ہیں، جس سے تھکاوٹ محسوس کرتا ہے اور بعض قویٰ اُبھرے ہوئے ہوتے ہیں، جس سے اعصاب میں ہیجان و اضطراب محسوس کرتا ہے۔ پانی دبے ہوئے قویٰ کو اُبھار کر اور اُبھرے ہوئے قویٰ کو دبا کر انہیں حدِ اعتدال میں لاتا اور سکون کی حالت پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم غشی میں دیکھتے ہیں کہ اگر بے ہوش آدمی پر پانی چھڑکا جائے تو وہ ہوش میں آجاتا ہے۔ (روایت نمبر ۱۹۴) اور غصے کی حالت میں اگر پانی پیا جائے تو جوش مدھم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وضو کرنے والا اعضاء دھونے پر اپنے اندر ایک تسکین پاتا ہے جو عبادت کے لئے از بس ضروری ہے اور انسان اس اطمینان و سکون کی حالت کے بعد اپنی توجہ بغیر خیالات کے انتشار کے ذکر الٰہی میں قائم رکھ سکتا ہے۔ یہی مطلب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ میری طرح

وضوکر کے یعنی اچھی طرح وضوکر کے دورکعت نماز پڑھےاوراپنے آپ سے باتیں نہ کرے (غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ) تو اس کے سابقہ قصور ڈھانپ دئے جاتے ہیں۔یعنی اس کے اثرات دبائے جاتے ہیں۔ وہ اس نماز کے بعد ایک نیا انسان بن کر دنیا میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے اقرار کے ساتھ آتا ہے۔یعنی اس کا بندہ ہوتا ہے، نہ اپنے نفس کا بندہ۔ وہ اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے خالق کی مرضی پوری کرتا ہے۔اس کے اندر الٰہی خدمت بجالانے کی ایک نئی استعداد پیدا ہوجاتی ہے۔ گناہ جو اس کی عبودیت کی راہ میں حائل تھا، وہ دَب جاتا ہے اور اس کا دل گناہ کی کدورت سے ایک گونہ صاف ہوتا ہے۔ یہ نسبت وتعلق ہے وضوکا (جوظاہری طہارت ہے) نماز کے ساتھ (جو باطنی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔)

یہ مقصد واضح کرنے کے لئے امام موصوفؒ باب نمبر۲۴ میں دو روایتیں لائے ہیں اور مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ کی تشریح دوسری روایت یعنی يُحْسِنُ وُضُوْئَهٗ سے کی ہے۔جیسا کہ يُصَلِّيْ الصَّلٰوةَ کی تشریح؛ پہلی روایت یعنی صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ سے کی ہے۔الصَّلٰوةَ میں ''ال'' تعریف وتخصیص کے لیے ہے۔یعنی وہ نماز پڑھے جو پڑھنے کا حق ہے۔إِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ.... میں مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ سے وہ وساوس مراد ہیں جو انسان اور اس کی نماز کے درمیان حائل ہوتے ہیں۔ان کی مغفرت کرنے سے یہ مراد ہے کہ ان پر پردہ ڈال کر انہیں چھپادیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ معطل ہوکر بےاثر ہوجاتے ہیں۔ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا. اور اس کا طبعی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا انسان نماز کو جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے پڑھ لیتا ہے۔ یہ مراد نہیں کہ دونمازوں کے درمیان وہ جو گناہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو بخشتا چلا جائے گا۔ یہ اسلام کی تعلیم کے صریح خلاف ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۔یعنی نماز بےحیائی کے کاموں اور ناپسندیدہ باتوں اور حدود سے تجاوز کرنے سے روکتی ہے۔جو نمازی گناہ کی آلائشوں سے پاک وصاف نہیں ہوتے، وہ اس آیت کے مصداق ہیں: وَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ..... ہلاکت ہوان نمازیوں کو جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم وضو کیسا چاہتے ہیں اور نماز کیسی۔ ''اَلْإِحْسَان'' یعنی نہایت عمدگی سے کام کرنے کا ارشاد ہر عمل کے لئے ہے۔(دیکھئے کتاب الایمان تشریح حدیث نمبر ۵۰)

بَاب ۲۵ : اَلْإِسْتِنْثَارُ فِي الْوُضُوْءِ

وضوکرتے وقت ناک صاف کرنا

ذَكَرَهُ عُثْمَانُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ وَّابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے اس (مسئلہ) کا ذکر کیا۔

۱۶۱: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ

۱۶۱: ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: یونس نے زُہری سے روایت

الزُّهْرِيّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيْسَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ.

کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: ابوادریس نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا۔ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: جو وضو کرے تو ناک صاف کرے اور جو استنجا کے لئے ڈھیلے استعمال کرے تو طاق استعمال کرے۔

بَاب ٢٦ : اَلْإِسْتِجْمَارُ وِتْرًا

ڈھیلے طاق عدد لینا

١٦٢ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ {مَاءً ☆} ثُمَّ لِيَنْثُرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِّنْ نَّوْمِهِ فَلْيَغْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يُّدْخِلَهَا فِي وَضُوْئِهِ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِيْ أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ.

۱۶۲: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو چاہیے کہ اپنی ناک میں (پانی☆) ڈالے۔ پھر اس کو صاف کرے اور جو استنجا کے لئے ڈھیلے لے تو وہ طاق لے اور اگر تم میں سے کوئی اپنی نیند سے جاگے تو چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھ وضو کے پانی میں ڈالنے سے پہلے دھولے کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں بسر کی ہے۔

تشریح: اَلْإِسْتِنْثَارُ فِيْ الْوُضُوْءِ وَالْإِسْتِجْمَارُ فِيْ الْإِسْتِنْجَآءِ: امام بخاریؒ جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے، تقدیم و تاخیر میں بھی اپنا کوئی نہ کوئی مقصد ملحوظ رکھتے ہیں۔ باب میں وضو کی اصل غرض و غایت پر بحث تھی۔ اس بحث کے ضمن میں ناک صاف کرنے اور ڈھیلے طاق عدد رکھنے کے متعلق شارع اسلام ﷺ کا حکم پہلے بیان کیا ہے تا معلوم ہو کہ جہاں ظاہری صفائی مدنظر ہے وہاں ساتھ ہی ایک معنوی امر بھی ملحوظ ہے۔ ناک کو صرف پانی لگا دینا مقصود نہیں بلکہ اس کو اچھی طرح صاف کرنا ہے۔ اسی کو إِسْتِنْثَارُ کہتے ہیں، جو اِسْتِنْشَاق یعنی ناک میں پانی لینے

☆ لفظ "مَاءً" نسخہ بولاق اور انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۳۴۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

کے علاوہ ہے۔ نیز وضو کے ادنیٰ سے ادنیٰ مبادی میں بھی معنوی پاکیزگی مدنظر رکھی گئی ہے۔ جیسے استنجا میں ڈھیلے پتھر وغیرہ اشیاء استعمال کرنے والے کے لئے طاق عدد رکھنے کا حکم دیا تا اسلام کا بڑا مقصد جو توحید باری تعالیٰ ہے وہ ادنیٰ سے ادنیٰ عمل میں بھی نظر سے اَوجھل نہ ہو۔ شرک جیسا کہ ظلم عظیم اور تمام گناہوں کا منبع قرار دیا گیا ہے، اسی طرح توحید کا اعتقاد؛ اسلام میں تمام پاکیزگیوں اور نیکیوں کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل اپنے محل پر آئے گی۔

لَا يَدْرِیْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ: حدیث نمبر ۱۶۲ میں یہ لفظ جو ہیں: لَا يَدْرِیْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ اس ارشاد میں بھی پاکیزگی کی ہی تعلیم ہے اور مسلمان کو محتاط ہونے کے لئے فرمایا ہے۔

بَاب۲۷: غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ وَلَا يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ

دونوں پاؤں کو دھونا اور پیروں پر مسح نہ کرے

۱۶۳: حَدَّثَنَا مُوْسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الْعَصْرَ فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا.

۱۶۳: ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، کہا: ابوعوانہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابوبشر سے، ابوبشر نے یوسف بن ماہک سے، یوسف نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ ہم سے ایک سفر میں پیچھے رہ گئے۔ پھر ہم سے آ ملے اور حالت یہ تھی کہ ہم عصر کی نماز میں اتنی دیر کر چکے تھے کہ دوسری نماز کا وقت بھی قریب آ گیا تھا۔ تو لگے ہم وضو کرنے اور اپنے پیروں پر مسح کرنے۔ اس پر آپؐ نے بلند آواز سے پکار کر فرمایا: ہلاک ہوگئیں ایڑیاں آگ سے۔ دو دفعہ یا تین دفعہ فرمایا۔

تشریح: وَيْلٌ لِّلاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ: اس باب کے ماتحت حدیث نمبر ۱۶۳ میں بھی یہی بات ذہن نشین کرائی ہے کہ اعضاء کو صرف پانی سے بھگونے کا نام وضو نہیں۔ اگر اعضاء کو اس طرح بھگو دینے سے وضو ہو جاتا تو آپؐ یہ نہ فرماتے: وَيْلٌ لِّلاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ۔ حالانکہ اس وقت نماز کا وقت گزر رہا تھا۔ ایسے وقت میں بھی آپؐ نے اس امر میں چشم پوشی سے کام نہیں لیا۔ بلکہ نہایت شدید الفاظ میں صحابہ کو آگاہ کیا کہ کامل طہارت و پاکیزگی ہی ہے جو انسان کو آگ سے نجات دے گی۔ اس امر میں ذرہ سی کوتاہی اور غفلت بھی ہلاک کر دینے والی ہے۔ آپؐ میں پاکیزگی کے لئے یہ احساس اپنے انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ اس میں ان احمق لوگوں کے لئے سبق ہے؛ جو کسی استثنائی حالت کو دیکھ کر آپؐ کے وضو پر اعتراض کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

بَاب ۲۸ : اَلْمَضْمَضَةُ فِي الْوُضُوْءِ

وضو میں کلی کرنا

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّعَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے یہ (مسئلہ) بیان کیا۔

۱۶۴: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ مِنْ إِنَائِهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْوَضُوْءِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَّيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وُضُوْئِي هَذَا وَقَالَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

۱۶۴: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے زُہری سے روایت کی۔ زُہری نے کہا: عطاء بن یزید نے حضرت عثمانؓ بن عفان کے (آزادکردہ) غلام حمران سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کا پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر اپنے برتن سے پانی ڈالا اور انہیں تین بار دھویا۔ پھر وضو کے پانی میں آپ نے اپنا دائیاں ہاتھ ڈالا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی لیا اور ناک صاف کیا۔ پھر انہوں نے اپنا منہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین تین بار دھوئے۔ پھر انہوں نے اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر ہر ایک پاؤں کو تین تین بار دھویا۔ پھر کہا: میں نے نبی ﷺ کو اپنے اس وضو کی طرح کرتے دیکھا اور آپؐ نے فرمایا: جو میرے اس وضو کی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے۔ ان کے درمیان دل میں اپنے آپ سے باتیں نہ کرتا ہو تو جو گناہ اس سے پہلے ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے اس کی مغفرت کر دے گا۔

تشریح: اَلْمَضْمَضَةُ فِي الْوُضُوْءِ: مَضْمَضَ کے معنی حَرَّکَ یعنی اس نے حرکت دی اور مَضْمَضَةٌ حرکت دینا، پھرانا، منہ کے عضلات اور زبان سے پانی کو اِدھر اُدھر ہلانا۔ مَجَّاجٌ کلی کرنا اور غَرْغَرَ غرارہ کرنا۔ امام بخاریؒ نے وضو کے چھوٹے چھوٹے مسائل (مثلاً کلی کرنا، ایڑیاں دھونا، ناک میں پانی ڈالنا اور اس کو اچھی طرح صاف کرنا) بیان کر کے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ شارع اسلام ﷺ کا منشاء یہ ہے کہ وضو نہایت احتیاط سے کرنا چاہیے اور کسی عضو کے دھونے میں کوتاہی نہ ہو۔ چنانچہ غَسْلُ الْاَعْقَاب کا باب (نمبر۲۹) قائم کر کے اس میں ابن سیرین کا جو حوالہ دیا ہے، وہ اسی غرض کے سمجھانے کے لئے ہے کہ مَضْمَضَةٌ کے باب میں یہ جو کہا ہے: قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ. حضرت ابن عباسؓ کا قول حدیث نمبر۱۴۰ میں گزر چکا ہے اور حضرت عبداللہ بن زیدؓ کا قول آگے حدیث نمبر۱۸۵ میں آئے گا۔

بَاب ۲۹ : غَسْلُ الْأَعْقَابِ

ایڑیاں دھونا

وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ إِذَا تَوَضَّأَ.

اور ابن سیرین جب وضو کرتے تو انگوٹھی کی جگہ کو بھی دھویا کرتے۔

١٦٥: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّئُوْنَ مِنَ الْمِطْهَرَةِ قَالَ أَسْبِغُوْا الْوُضُوْءَ فَإِنَّ أَبَا الْقَاسِمِ {ﷺ} قَالَ وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ.

۱۶۵: ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا: محمد بن زیاد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا اور وہ ہمارے پاس سے گزر رہے تھے اور (اس وقت) لوگ ایک لگن سے وضو کر رہے تھے تو انہوں نے کہا: وضو پورے طور پر کیا کرو۔ کیونکہ ابوالقاسم (ﷺ) نے فرمایا ہے: ہائے شامت ان ایڑیوں کی آگ سے۔

تشریح: امام بخاریؒ نے ابن سیرین کے متعلق یہ روایت اپنی تاریخ میں اور ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف میں نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزءاول صفحہ۳۵۰) امام موصوفؒ نے ابن سیرینؒ کے اس عمل کا ذکر کر کے امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ثالث صفحہ۲۳) جس اہم مقصد کا ذکر ابھی اوپر ہو چکا ہے۔ اس پر حضرت ابو ہریرہؓ کے یہ الفاظ بھی دلالت کرتے ہیں: أَسْبِغُوْا الْوُضُوْءَ. وضو پورے طور پر

کرو۔اعضائے وضو میں سے کوئی حصہ بغیر اچھی طرح دھونے کے رہ نہ جائے۔کیونکہ نبی ﷺ نے شدید الفاظ میں تنبیہ کی ہے۔غفلت عموماً چھوٹے چھوٹے حصوں کے دھونے میں ہی ہوا کرتی ہے،اس لئے ان کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے۔

بَاب ۳۰
غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ فِي النَّعْلَيْنِ وَلَا يَمْسَحُ عَلَى النَّعْلَيْنِ

چپلی پہن کر پاؤں دھونا اور چپلیوں پر مسح نہ کرنا

۱۶۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَّمْ أَرَ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ وَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكَانِ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ قَالَ عَبْدُ اللهِ أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۶۶: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے سعید مقبری سے، سعید نے عبید بن جُریج سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا: ابوعبدالرحمٰن! میں نے آپ کو چار (ایسے) کام کرتے دیکھا ہے کہ میں نے آپ کے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی کرتے نہیں دیکھا۔ انہوں نے پوچھا: ابن جریج! وہ کیا کام ہیں۔ ابن جریج نے کہا: میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ رکنوں کو نہیں چھوتے، سوائے دو یمانی (رکنوں) کے اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ سبتی جوتی پہنتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ زردی سے رنگتے ہیں اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ جب آپ مکہ میں ہوں اور لوگ ہلال کو دیکھ کر لبیک پکاریں تو آپ نہیں پکارتے، جب تک کہ آٹھویں تاریخ نہ ہو جائے۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا: رکنوں کے متعلق یہ بات ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو صرف یمانی رکن چھوتے دیکھا تھا اور سبتی جوتے (جو میں) پہنتا ہوں تو اس کے متعلق یہ بات ہے کہ میں نے

يَلْبَسُ النَّعْلَ☆ الَّتِي لَيْسَ فِيْهَا شَعَرٌ وَّيَتَوَضَّأُ فِيْهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا وَأَمَّا الصُّفْرَةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا وَأَمَّا الْإِهْلَالُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ.

رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ وہی جوتے☆ پہنا کرتے کہ جن پر بال نہ ہوتے اور انہیں میں وضو کیا کرتے تھے۔ اس لئے میں انہیں کو پہننا پسند کرتا ہوں اور زردی جو ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ اس سے رنگتے تھے اور میں بھی یہ پسند کرتا ہوں کہ اس سے رنگوں اور لبیک (جو میں آٹھویں تاریخ کو پکارتا ہوں) تو اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تاوقتیکہ آپؐ کی اونٹنی آپؐ کو لے کر اُٹھ نہ کھڑی ہوتی، لبیک پکارتے نہیں دیکھا۔

تشریح: **غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ فِي النَّعْلَيْنِ:** اس باب میں ضمناً ایک اختلافی مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ جوتی جو سارے پاؤں کو نہ ڈھانپے جیسے چپلی اور سلیپر؛ آیا اس پر مسح جائز ہے یا نہیں۔ موزے، جراب جو پاؤں کو ٹخنوں یا ان کے اوپر تک چھپا لیتے ہوں، ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ فقہاء نے موزے اور جراب پر بوٹ وغیرہ کو قیاس کرنے کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ بعض نے اس قیاس کو جائز سمجھا ہے (اس لیے ان کے نزدیک ایسے بوٹوں پر جو ٹخنوں یا اُن کے اوپر تک آتے ہوں؛ مسح کرنا جائز ہے) اور بعض نے نہیں۔ ترمذی نے اس قیاس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(مفصل دیکھئے بداية المجتهد كتاب الوضوء. المسئلة الأولى فى جواز المسح على الخفين)

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں خاموش ہیں۔ انہوں نے اس کے متعلق کوئی حدیث یا اپنی رائے بیان نہیں کی۔

وَلَا يَمْسَحُ عَلَى النَّعْلَيْنِ: امام بخاریؒ نے یہ کہہ کر اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو حضرت علیؓ اور دیگر صحابہؓ کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے وضو کرتے وقت اپنی جوتیوں پر مسح کیا اور پھر نماز پڑھی۔ ابوداؤدؒ وغیرہ نے یہ روایت مرفوعاً بیان کی ہے۔ مگر عبدالرحمٰن مہدی اور ان کے ماسوا دیگر آئمہ اسے کمزور سمجھتے ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۵۱)

اَلنِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ: اس سے مراد وہ نرم جوتیاں ہیں جن کو دباغ کیا گیا ہو اور ان پر بال نہ ہوں۔

يَتَوَضَّأُ فِيْهَا: ان میں وضو کیا کرتے تھے۔ یعنی پاؤں دھویا کرتے تھے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان جوتوں کو پہن کر پاؤں پر مسح نہیں کرتے تھے بلکہ انہیں دھوتے تھے۔ انہی الفاظ سے استدلال کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے باب مذکور کو قائم کیا ہے۔ اس روایت کے باقی حصہ کی تشریح کتاب الحج میں دیکھئے۔

امام موصوفؒ اس باب میں صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ شارع اسلامؐ نے صفائی کا اس قدر خیال رکھا ہے کہ باوجود جوتی پہننے کے پاؤں دھوئے ہیں۔ کیونکہ اس میں پاؤں کو زمین کی گردوغبار لگ جانے کا احتمال باقی رہتا ہے۔ اصل مسئلہ مسح

☆ نسخہ بولاق میں اس جگہ لفظ "النِّعَال" ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۳۵۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

کے متعلق بحث آگے ہے۔ اس روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کو آپؐ کی اتباع کا کس قدر شوق تھا۔ ہر مسلمان کو یہی شوق ہونا چاہیے۔ آپؐ کے وضو کی طرح وضو ہو اور آپؐ کی نماز کی طرح نماز۔ حضرت ابن عمرؓ کا عمل درآمد بیان کر کے امام بخاریؒ نے یہی امر ذہن نشین کرانا چاہا ہے۔

بَاب ۳۱: اَلتَّيَمُّنُ فِي الْوُضُوْءِ وَالْغَسْلِ

وضو و غسل میں داہنی طرف سے شروع کرنا

۱۶۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُنَّ فِي غَسْلِ ابْنَتِهِ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا.

۱۶۷: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: خالد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حفصہ بنت سیرین سے، حفصہ نے حضرت ام عطیہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی کو نہلانے کے متعلق اُن سے فرمایا کہ اس کے داہنی طرف سے ان جگہوں سے شروع کرو جو وضو میں دھوئی جاتی ہیں۔

۱۶۸: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي تَنَعُّلِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَطُهُوْرِهِ، فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ.

۱۶۸: ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: اشعث بن سلیم نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا۔ انہوں نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ نبی ﷺ کو اپنے ہر کام میں داہنی طرف سے شروع کرنا پسند ہوتا- اپنا جوتا پہننے میں اور اپنی کنگھی کرنے میں اور اپنے نہانے میں۔

تشریح: **اَلتَّيَمُّنُ فِیْ الْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ:** یہ باب باندھ کر پھر اسی نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ نبی ﷺ نے وضو میں صرف ظاہری طہارت ہی ملحوظ نہیں رکھی بلکہ اس کے ساتھ ایک روحانی مقصد بھی مدنظر رکھا ہے۔ چنانچہ آپؐ نہ صرف خود وضو میں اور غسل اور ہر کام میں داہنی طرف سے شروع فرماتے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس کے متعلق حکم دیتے۔ حدیث نمبر ۱۶۷ میں جس لڑکی کو غسل دینے کا ذکر ہے وہ آپؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ تھیں؛ جو فوت

ہوگئی تھیں۔عربوں کے نزدیک یُـمن یعنی داہنی طرف خیر وبرکت پر دلالت کرتی ہے اور بائیں طرف شُؤم اور نحوست پر۔آپؐ نے اس خیر وبرکت کے معنی کو وضو میں بھی ملحوظ رکھا ہے، نہانے میں بھی اور اپنے ہر عمل میں۔اور اسی کی تعلیم دی ہے۔ ہر اچھی بات لے کر آپؐ نے اس سے روحانی مقاصد ذہن نشین کرائے ہیں۔

بَاب ۳۲: اِلْتِمَاسُ الْوَضُوْءِ إِذَا حَانَتِ الصَّلَاةُ

جب نماز کا وقت ہو جائے تو وضو کا پانی تلاش کرنا

وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَضَرَتِ الصُّبْحُ فَالْتُمِسَ الْمَاءُ فَلَمْ يُوْجَدْ فَنَزَلَ التَّيَمُّمُ.

اور حضرت عائشہؓ نے کہا کہ صبح ہوئی اور پانی تلاش کیا گیا مگر نہ ملا۔اس پر تیمّم (کا حکم) نازل ہوا۔

۱۶۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوْءَ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ الْإِنَاءِ يَدَهُ وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّئُوْا مِنْهُ قَالَ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبَعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ حَتَّى تَوَضَّئُوْا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ.

۱۶۹: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے، اسحاق نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی۔انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور اس وقت عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا اور لوگ وضو کا پانی تلاش کرنے لگے مگر نہ پایا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ پانی لایا گیا۔رسول اللہ ﷺ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ ڈالا اور لوگوں سے فرمایا کہ اس سے وضو کریں۔(حضرت انسؓ) کہتے تھے: میں نے پانی کو دیکھا کہ وہ آپؐ کی انگلیوں کے نیچے سے پھوٹ رہا ہے۔ یہاں تک کہ سب نے وضو کر لیا۔

تشریح: **اِلْتِمَاسُ الْوَضُوْءِ اِذَا حَانَتِ الصَّلٰوةُ:** اس باب میں اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ محض پانی کے پاس نہ ہونے پر تیمّم جائز نہیں بلکہ وہ تلاش کیا جائے اور اگر باوجود تلاش کے نہ ملے تو پھر تیمّم کرنا جائز ہوگا۔اصل مقصد تو جسم کا دھونا ہے۔تیمّم کی اجازت مجبوری کی حالت میں ہے۔باب کے عنوان میں حضرت عائشہؓ

کے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ کتاب التیمم میں مفصل آئے گا۔ اس ضمن میں حدیث نمبر ۱۶۹ جولائے ہیں، اس سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ وضو کی اہمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس قدر تھی کہ ایک دفعہ جب پانی تلاش کرنے پر نہ ملا تو آپؐ نے اعجازی رنگ میں تھوڑے سے پانی کو اس قدر برکت دی کہ سب صحابہؓ نے جو ستر (۷۰) کے قریب تھے، وضو کرلیا۔ یہ واقعہ پیش کر کے وضو کی ضرورت بیان کی ہے۔ بہت سے سُست لوگ ہیں جو ذرہ سے بہانے پر تیمّم کو اپنے لئے غنیمت سمجھ لیتے ہیں۔ اُنہیں اس سے نصیحت پکڑنی چاہیے۔

یہ واقعہ آگے جا کر معجزات میں بھی بیان ہوگا۔ وہاں اس کی مزید تشریح کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بَاب ۳۳: اَلْمَاءُ الَّذِي يُغْسَلُ بِهِ شَعَرُ الْإِنْسَانِ

وہ پانی جس سے آدمی کے بال دھوئے جائیں

وَكَانَ عَطَاءٌ لَّا يَرَى بِهِ بَأْسًا أَنْ يُّتَّخَذَ مِنْهَا الْخُيُوْطُ وَالْحِبَالُ وَسُؤْرِ الْكِلَابِ وَمَمَرِّهَا فِي الْمَسْجِدِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ إِذَا وَلَغَ فِي إِنَاءٍ لَّيْسَ لَهُ وَضُوْءٌ غَيْرُهُ يَتَوَضَّأُ بِهِ وَقَالَ سُفْيَانُ هَذَا الْفِقْهُ بِعَيْنِهِ، يَقُوْلُ اللهُ تَعَالَىٰ: فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا (المائدة:۷) وَهَذَا مَاءٌ وَّفِي النَّفْسِ مِنْهُ شَيْءٌ يَّتَوَضَّأُ بِهِ وَيَتَيَمَّمُ.

اور عطاء اس بات میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے کہ ان کے بالوں سے دھاگے اور رسّیں بنائی جائیں۔ نیز کتوں کا جوٹھا اور ان کا مسجد میں سے گذرنا اور زُہری نے کہا: جب کسی برتن میں کتا منہ ڈالے اور آدمی کے پاس اس کے سوا اور پانی نہ ہو تو اس سے وضو کرلے۔ سفیان نے کہا کہ فقہ اصل میں یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً... یعنی اگر تم پانی نہ پاؤ تو تیمّم کرو اور یہ پانی ہی ہے اور دل میں اس کے متعلق کچھ شبہ ہے تو اس سے وضو کرے اور تیمّم کرلے۔

۱۷۰: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ قُلْتُ لِعَبِيْدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ أَوْ مِنْ قِبَلِ أَهْلِ

۱۷۰: ہم سے مالک بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا: اسرائیل نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عاصم سے، عاصم نے ابن سیرین سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے عبیدہ سے کہا: ہمارے پاس نبی ﷺ کے کچھ بال ہیں۔ ہم نے یہ حضرت انسؓ سے یا (کہا)

أَنَسٍ فَقَالَ لَأَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعَرَةٌ مِّنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

حضرت انسؓ کے گھر والوں سے لئے ہیں۔ تو انہوں نے کہا: میرے پاس ان میں سے ایک بال بھی ہوتو وہ مجھے دنیا اور دنیا کی ہر شئے سے زیادہ پیارا ہے۔

۱۷۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَلَقَ رَأْسَهُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَعَرِهِ.

۱۷۱: ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا: سعید بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عباد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابن عون سے، ابن عون نے ابن سیرین سے، ابن سیرین نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بال اُتروائے تو حضرت ابوطلحہؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے آپؐ کے بالوں میں سے کچھ بال لئے۔

تشریح: اَلْمَآءُ الَّذِیْ یُغْسَلُ بِهٖ شَعَرُ الْاِنْسَانِ: باب مذکورہ میں یہ الفاظ اختیار کر کے اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے جو فقہاء کے درمیان بوجہ مختلف روایتوں کے پیدا ہوا ہے۔ حدیث نمبر ۱۶۲ میں گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے پانی میں بغیر دھوئے ہاتھ ڈالنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ ایسا ہی حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: لَا یَبُوْلَنَّ أَحَدُکُمْ فِی الْمَآءِ الدَّائِمِ الَّذِیْ لَا یَجْرِیْ ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْهِ. (روایت نمبر ۲۳۹) یعنی کھڑے پانی میں کوئی پیشاب نہ کرے کہ پھر اسی میں نہائے۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نجاست خواہ تھوڑی ہو یا بہت؛ پانی کو ناپاک کر دیتی ہے۔ اس پر فقہاء مسئلہ طہارت کے متعلق موشگافیاں کرتے ہوئے مختلف بحثوں میں پڑ گئے، جن میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ وہ پانی جو سر پر ڈالا جاتا ہے اور بالوں میں سے ہو کر جسم پر پڑتا ہے، ناپاک ہے یا پاک۔ اس مسئلہ میں بعض علماء تو تفریط کی طرف نکل گئے ہیں۔ اور بعض افراط کی طرف۔ یہاں تک کہ اگر اور پانی نہ ہو تو کتوں کے جوٹھے پانی سے بھی وضو کرنا جائز قرار دے دیا ہے۔ امام بخاریؒ نے باب کے عنوان میں اس افراط و تفریط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نہایت خوبی سے اختلاف کو حل کیا ہے۔ بالوں کے پانی کے نجس ہونے یا نہ ہونے کے متعلق یہ جواب دیا ہے کہ صحابہؓ سے اس بارہ میں سوائے حدیث نمبر ۱۷۰ اور ۱۷۱ کے اور کچھ منقول نہیں۔ یعنی انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بطور تبرک لئے اور محفوظ رکھے۔ حضرت ابوطلحہؓ نے سب سے پہلے یہ بال لئے تھے اور چونکہ حضرت انس بن مالکؓ حضرت ابوطلحہؓ کے ربیب تھے۔ اس لئے وہ بال اُن کے پاس رہے۔ پھر ان سے محمد بن سیرین کے پاس پہنچے جو حضرت انس بن مالکؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

سُؤْرُ الْكِلَاب: دوسرا اختلافی مسئلہ احادیث ۱۷۲ تا ۱۷۵ سے حل کیا ہے جو صحابہؓ سے مروی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نمبر ۱۷۲ کی صحت پر سب کو اتفاق ہے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن کو جس میں کتے نے منہ ڈالا ہو، نہ ایک دوبار بلکہ سات بار دھونے کا حکم دیا ہے تو اس کے جوٹھے پانی سے احتیاط نہ کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟ حدیث نمبر ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵ لاکر بتلایا ہے کہ یہ حکم اس کے پلید ہونے کی وجہ سے نہیں دیا بلکہ کسی اور وجہ سے دیا ہے۔ اگر اس کا سبب یہ ہوتا کہ کتا نجس ہے تو پھر کتوں کو مسجد میں آنے کا موقع نہ دیا جاتا اور نہ اُن کا مارا ہوا شکار کھانے کی اجازت ہوتی۔ جو لوگ کتے کو نجس سمجھ کر اس سے نفرت کرتے ہیں، وہ اس مشفقانہ روح سے خالی ہیں؛ جس کے پیدا کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ سے بھی رحمت وشفقت کی اُمید نہیں رکھنی چاہیے۔ مسئلہ نجاست و طہارت کی موشگافیوں کا رڈ کرتے ہوئے اس خوبی سے امام موصوفؒ نے رحمۃ للعالمین ﷺ کی پاکیزہ تعلیم پیش کی ہے، جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ کتے کے زہریلے لعاب سے محفوظ رہنے کے لئے سات بار دھونے کا حکم دیا ہے۔ اگر اس کی وجہ نجاست ہوتی تو نجاست کو تو اس وقت تک دھونے کا حکم ہے کہ وہ دور ہوجائے۔ سات بار کی تخصیص بتلاتی ہے کہ نجاست کے سوا کوئی اور غرض ہے جس کی وجہ سے اس قدر اہتمام کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے اس کا جوٹھا پانی استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ یہی خلاصہ ہے امام مالکؒ کے مذہب کا بھی۔

(بداية المجتهد. كتاب الوضوء. الباب الثالث في المياه. المسئلة الرابعة)

کتے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشفقانہ سلوک کرنے کی بھی نصیحت کی (جیسا کہ روایت نمبر ۱۷۴ میں صحابہؓ کے عمل سے واضح ہے) تا لوگ کوئی غلط راہ اختیار نہ کرلیں، جیسا کہ بعض جھوٹی طہارت کا دم بھرنے والوں نے کی ہے اور کتے بچارے سے کتوں کا سا سلوک کیا ہے اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی نصیحت کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

هٰذَا الْفِقْهُ بِعَيْنِهٖ: باب کے عنوان میں عطاء بن ابی رباح، محمد بن مسلمؒ ابن شہاب زُہری اور سفیان ثوری کے جو حوالے دیئے ہیں تو یہ اس لئے کہ معلوم ہو کہ ایسے مسائل دوسری صدی میں جاکر پیدا ہوئے، صحابہؓ میں نہ تھے۔ یہ الفاظ (قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا الْفِقْهُ بِعَيْنِهٖ) جو امام بخاریؒ نے بطور جملہ معترضہ کے نقل کئے ہیں، اس سے آپ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ سفیان سے مراد سفیان بن عیینہ نہیں بلکہ ثوری ہیں۔ کیونکہ سفیان نامی دو شخصوں نے ابن شہاب سے روایتیں کی ہیں اور امام موصوفؒ جب خالی سفیان کہتے ہیں تو اس سے مراد سفیان ثانی الذکر ہوتے ہیں۔ ولید بن مسلمؒ نے زُہری کا قول اِذَا وَلَغَ فِيْ اِنَاءٍ ..... سفیان ثوری سے بیان کیا۔ جس پر سفیان نے مذکورہ بالا الفاظ کہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۵۷) امام موصوفؒ نے ان کا سارا قول نقل کر کے خود انہی کا شبہ پیش کیا ہے: وَفِي النَّفْسِ مِنْهُ شَيْءٌ. یعنی وہ خود بھی مطمئن نہ تھے۔ اس واسطے کہا: يَتَوَضَّأُ بِهٖ وَيَتَيَمَّمُ۔ (یعنی اس سے وضو کرے اور تیمم بھی کرلے) حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شبہات سے بچنا ہی اصل میں تقویٰ ہے۔ شبہ کی صورت میں اس سے وضو نہیں کرنا چاہیے۔

{بَابٌ☆: إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي الإِنَاءِ}

جب کتا (تم میں سے کسی کے) برتن میں پیئے

۱۷۲ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا.

۱۷۲: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے مالک سے، مالک نے ابو زناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں پی جائے تو چاہیے کہ وہ اسے سات دفعہ دھوئے۔

۱۷۳ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا رَأَى كَلْبًا يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ فَأَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهُ فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهُ بِهِ حَتَّى أَرْوَاهُ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ.

۱۷۳: ہم سے اسحاق نے بیان کیا (کہا:) عبدالصمد نے ہمیں بتلایا۔ (انہوں نے کہا:) عبدالرحمان بن عبد اللہ بن دینار نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میں نے اپنے باپ سے سنا۔ انہوں نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ ایک شخص نے ایک کتے کو دیکھا کہ وہ پیاس کے مارے مٹی کھا رہا ہے۔ تو اس شخص نے اپنا موزہ لیا اور اس سے پانی نکال کر اسے پلایا۔ یہاں تک کہ اس کو سیر کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر کی اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

۱۷٤ : وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَتِ الْكِلَابُ تَبُوْلُ وَتُقْبِلُ

۱۷۴: اور احمد بن شبیب نے کہا کہ میرے باپ نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حمزہ بن عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے مجھے

☆ یہ باب ابن عساکر کی روایت کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۵۹)

وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرُشُّوْنَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ.

بتلایا۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کتے مسجد میں آیا جایا کرتے تھے اور پیشاب (بھی) کردیتے تھے۔لوگ اس میں سے کچھ بھی نہ دھوتے۔

۱۷۵: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ابْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ فَقَتَلَ فَكُلْ وَإِذَا أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَى نَفْسِهِ قُلْتُ أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ قَالَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى كَلْبٍ آخَرَ.

۱۷۵: ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے ابن ابی سفر سے۔انہوں نے شعبی سے، شعبی نے حضرت عدیؓ بن حاتم سے روایت کی۔انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے پوچھا... آپؐ نے فرمایا: جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑو اور وہ شکار مارے تو تم کھاؤ اور اگر وہ کھالے تو تم نہ کھاؤ۔کیونکہ اس نے اُسے اپنے لئے ہی پکڑا ہے۔ میں نے کہا: میں اپنے کتے کو چھوڑوں اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا کتا پاؤں؟ آپؐ نے فرمایا: نہ کھاؤ۔کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی تھی اور دوسرے کتے پر نہیں پڑھی۔

تشریح: **إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلٰى كَلْبِكَ:** اَلتَّسْمِيَةُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ (کتاب الوضوء باب ۸) کی یہ ایک اور مثال ہے۔شارع اسلام نے ہر بات میں اللہ کے نام کو مقدم رکھا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے اعمال کا قبلہ رخ اللہ تعالیٰ کی ذات تھی۔

فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرُشُّوْنَ شَيْئًا: رَشَّ کے معنی پانی چھڑکا۔ رَشَّ الشَّيْئُ کے معنی ہیں چیز کو دھویا۔

بَاب ۳۴

مَنْ لَمْ يَرَ الْوُضُوْءَ إِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ مِنَ الْقُبُلِ وَالدُّبُرِ

جو شخص دو[۲] راہوں یعنی آگے اور پیچھے سے ہی نکلنے کے سبب وضو کرنا ضروری سمجھتا ہو

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى: أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ (المائدة:۷) وَقَالَ عَطَاءٌ

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یا تم میں سے کوئی حوائجِ ضروریہ سے فارغ ہو کر آیا ہو۔'' اور عطاء نے کہا:

فِيْمَنْ يَّخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدُّوْدُ أَوْ مِنْ ذَكَرِهِ نَحْوُ الْقَمْلَةِ يُعِيْدُ الْوُضُوْءَ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ إِذَا ضَحِكَ فِي الصَّلَاةِ أَعَادَ الصَّلَاةَ وَلَمْ يُعِدِ الْوُضُوْءَ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ أَخَذَ مِنْ شَعَرِهِ وَأَظْفَارِهِ أَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ فَلَا وُضُوْءَ عَلَيْهِ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَا وُضُوْءَ إِلَّا مِنْ حَدَثٍ وَّ يُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَرُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَنَزَفَهُ الدَّمُ فَرَكَعَ وَسَجَدَ وَمَضَى فِي صَلَاتِهِ وَقَالَ الْحَسَنُ مَا زَالَ الْمُسْلِمُوْنَ يُصَلُّوْنَ فِي جِرَاحَاتِهِمْ وَقَالَ طَاؤُوْسٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَّعَطَاءٌ وَّأَهْلُ الْحِجَازِ لَيْسَ فِي الدَّمِ وُضُوْءٌ وَعَصَرَ ابْنُ عُمَرَ بَثْرَةً فَخَرَجَ مِنْهَا الدَّمُ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَبَزَقَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى دَمًا فَمَضَى فِي صَلَاتِهِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِيْمَنْ يَّحْتَجِمُ لَيْسَ عَلَيْهِ إِلَّا غَسْلُ مَحَاجِمِهِ.

جس کے مقعد سے کوئی کیڑا یاذَکَر سے جوں کی طرح کوئی چیز نکلے تو وضو دوبارہ کرلے اور حضرت جابر بن عبداللہؓ نے کہا: اگر نماز میں ہنسے تو نماز دوبارہ پڑھے اور وضو دوبارہ نہ کرے اور حسن نے کہا: اگر وہ اپنے بالوں یا ناخن سے کچھ لے یا موزے اُتارے تو اس کے لئے وضو کرنا ضروری نہیں اور حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ وضو تو صرف ہوا خارج ہونے سے ہی کرے اور حضرت جابرؓ سے روایتاً ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات الرقاع کی جنگ میں تھے تو ایک شخص کو تیر لگا۔ اس سے بہت خون نکلا۔ اس نے رکوع بھی کئے اور سجدے بھی اور وہ اپنی نماز میں مشغول رہا اور حسن نے کہا کہ مسلمان اپنے زخموں میں ہی نماز پڑھتے رہے اور طاؤس اور محمد بن علی اور عطاء اور اہل حجاز نے کہا: خون کی وجہ سے وضو نہیں کیا جاتا اور حضرت ابن عمرؓ نے پھنسی دابی تو اس سے خون نکلا اور انہوں نے وضو نہ کیا۔ ابن ابی اَوفی نے خون تھوکا اور نماز پڑھتے رہے اور حضرت ابن عمرؓ اور حسن نے اس شخص کے متعلق کہ جس نے پچھنے لگوائے ہوں کہا کہ وہ صرف پچھنے کی جگہوں کو ہی دھوئے۔

۱۷۶: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ

۱۷۶: ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا: ابن ابی ذئب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سعید

الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ مَا لَمْ يُحْدِثْ فَقَالَ رَجُلٌ أَعْجَمِيٌّ مَّا الْحَدَثُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ الصَّوْتُ يَعْنِي الضَّرْطَةَ.

مقبری سے، سعید نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہوئے (ہمیں) بتلایا۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: بندہ نماز میں ہی ہوتا ہے جب تک وہ مسجد میں نماز کا انتظار کرتا رہے، بشرطیکہ وہ بے وضو نہ ہو جائے۔ اس پر ایک اعجمی شخص نے پوچھا: ابو ہریرہؓ! یہ بے وضو ہونا کیا ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا: آواز یعنی گوز (پاد)۔

۱۷۷: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْصَرِفْ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيْحًا.

۱۷۷: ہم سے ابو ولید نے بیان کیا، کہا: ابن عیینہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے زُہری سے، زُہری نے عباد بن تمیم سے، عباد نے اپنے چچا سے، ان کے چچا نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ پائے، (نماز سے) نہ پھرے۔

۱۷۸: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُّنْذِرٍ أَبِي يَعْلَى الثَّوْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ كُنْتُ رَجُلًا مَّذَّاءً فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ ابْنَ الْأَسْوَدِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ فِيْهِ الْوُضُوْءُ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ.

۱۷۸: ہم سے قُتَیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا: جریر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے منذر ابو یعلی ثوری سے، انہوں نے محمد بن حنفیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضرت علیؓ کہتے تھے: میں ایسا شخص تھا جس کی مذی بہت نکلا کرتی تھی۔ میں شرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھوں۔ اس لئے میں نے مقداد بن اسودؓ سے کہا تو انہوں نے آپؐ سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس میں وضو ہی کرنا ہے۔ اور اس حدیث کو شعبہ نے بھی اعمش سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

۱۷۹ : حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ فَلَمْ يُمْنِ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَأَمَرُوْهُ بِذَلِكَ.

۱۷۹: ہم سے سعد بن حفص نے بیان کیا، کہا: شیبان نے ہمیں بتلایا۔ شیبان نے یحیٰی سے، یحیٰی نے ابوسلمہ سے روایت کی کہ عطاء بن یسار نے ان سے بیان کیا کہ زید بن خالد نے ان کو بتلایا کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ میں نے کہا: بتلائیں جب کوئی جماع کرے اور انزال نہ ہو (تو کیا وہ نہائے) حضرت عثمانؓ نے کہا: وضو کرے جیسا کہ وہ نماز کے لئے وضو کرتا ہے اور اپنے ذَکر کو دھولے۔ حضرت عثمانؓ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا۔ اس پر میں نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ سے اس کے متعلق پوچھا تو اُنہوں نے بھی ان کو اسی بات کا حکم دیا۔

۱۸۰ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَكْوَانَ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَجَاءَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّنَا أَعْجَلْنَاكَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْجِلْتَ أَوْ قُحِطْتَ فَعَلَيْكَ الْوُضُوْءُ تَابَعَهُ وَهْبٌ

۱۸۰: ہم سے اسحاق (بن منصور) نے بیان کیا، کہا: نضر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ شعبہ نے حکم سے، حکم نے ابوصالح ذکوان سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار میں سے ایک شخص کو بُلوا بھیجا۔ وہ آیا اور اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: شاید ہم نے تمہیں وقت سے پہلے بُلا لیا ہے؟ تو اُس نے کہا: ہاں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہیں وقت سے پہلے چھوڑنا پڑے یا انزال نہ ہو تو تمہیں صرف وضو ہی کرنا

قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَلَمْ يَقُلْ غُنْدَرٌ وَّيَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ الْوُضُوْءَ.

چاہیے۔ وہب نے بھی نضر کی طرح یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا: ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: غندر اور یحییٰ نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے وضو کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح: مَنْ لَّمْ يَرَ الْوُضُوْءَ إِلَّا الْمَخْرَجَيْنِ: اس باب میں بھی امام بخاریؒ نے ایسے مسائل کا حل کیا ہے جن کے متعلق فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ نواقض وضو کے بارے میں اس امر میں سب متفق ہیں کہ دو طبعی راہوں سے غلاظتوں کے نکلنے پر وضو دُھرایا جائے۔ اس میں مذی بھی شامل ہے۔ مسلسل بول، استحاضہ، پتھری، کیڑوں اور ریاح وغیرہ کے نکلنے کی حالتیں جو بیماری کا نتیجہ ہیں مستثنیٰ کی گئی ہیں۔ گو درحقیقت یہ بھی ناقض وضو ہی ہیں اور اسی وجہ سے ہر نماز کے لئے الگ وضو کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ حالت جنابت وحیض میں وضو ہی نہیں بلکہ غسل کرنا ضروری ہے۔ اس کو حدث اکبر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور پہلی حالت کو حدث اصغر۔

اس ضمن میں فقہاء نے اپنی عادت کے مطابق یہ بحث اُٹھائی ہے کہ منہ، ناک، کان یا جسم کے کسی دوسرے حصہ سے خون، پیپ وغیرہ نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے کہ نہیں۔ امام بخاریؒ نے إِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ کہہ کر اس فریق کی رائے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو دو راستوں کے علاوہ کسی اور راستے سے کسی شئے کے نکلنے پر وضو دُھرانا ضروری نہیں سمجھتے۔ امام مالکؒ نخعیؒ اور قتادہ کے نزدیک وہ چیزیں جو بوجہ بیماری اور زخم وغیرہ کے جسم سے نکلتی ہیں، ناقض وضو نہیں ہیں اور عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، سفیان ثوری، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ ان کو ناقض وضو قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ امام بخاریؒ نے وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْمَنْ يَّخْرُجُ کہہ کر ان لوگوں کے مذہب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام ابن حزمؒ کے نزدیک پیشاب، پاخانہ جیسی غلاظتیں جسم کے جس حصہ سے اور جس طرح بھی نکلیں ناقض وضو ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان غلاظتوں کا کنایۃً ذکر کیا ہے۔ فرمایا: أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ میں یہ غلاظتیں شامل ہیں۔ پس ان کے نزدیک مخرج کی تخصیص نہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۶۷)

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ إِذَا ضَحِكَ فِي الصَّلَاةِ أَعَادَ الصَّلَاةَ: دوسرا اختلاف اس مسئلہ کے متعلق یہ ہے کہ آیا ہنسی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں۔ حضرت جابرؓ کا مذکورہ بالا قول بیہقی نے نقل کیا ہے۔ اس کی تائید میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور ابوامامہ باہلی کے اقوال بھی نقل کئے ہیں کہ ہنسی سے وضو میں خلل نہیں آتا۔ مگر نماز میں خلل آجاتا ہے اور یہ مذہب معقول ہے۔ اسی کو امام بخاریؒ نے لیا ہے۔ امام مالکؒ، لیثؒ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور نخعیؒ وحسن بصریؒ کے نزدیک ہنسی ناقض صلوٰۃ ہونے کے علاوہ ناقض وضو بھی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے صرف نماز کی حالت میں قہقہہ کو ناقض وضو قرار دیا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء ثالث صفحہ ۴۸)

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ أَخَذَ مِنْ شَعَرِهٖ وَاَظْفَارِهٖ اَوْخَلَعَ خَفَّيْهِ فَلا وُضُوْءَ عَلَيْهِ: تیسرا اختلافی مسئلہ بال کتروانے اور ناخن کٹوانے یا جرابیں اُتارنے پر وضوء دُھرانے کے متعلق ہے۔ امام بخاریؒ نے حسن بصریؒ کا فتویٰ نقل کیا ہے کہ وضو کا اعادہ کرنا ضروری نہیں۔ علماءِ حجاز وعراق کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ جس میں امام ابوحنیفہؒ بھی شامل ہیں۔ امام بخاریؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ مگر مجاہد، حکم بن عیینہ اور حماد وضوء دُھرانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک وہ چیزیں جو وضو کے وقت موجود تھیں، یعنی بال اور ناخن جسم پر باقی نہیں رہیں۔ لیکن اجماع اس کے خلاف ہے۔

چوتھا اختلافی مسئلہ منہ سے یا جسم کے کسی حصہ میں زخم سے خون نکلنے پر وضوء دُھرانے کے متعلق ہے۔ امام بخاریؒ نے اس مسئلے کے بارے میں جتنے حوالے دیئے ہیں ان سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ خون بہنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ خون آلودہ حصہ دھولینا چاہیے۔ جیسا کہ پچھنے لگانے والے کے متعلق حضرت ابن عمرؓ اور حسن بصریؒ کا فتویٰ نقل کر کے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کا یہ فتویٰ امام شافعیؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے بھی موصولاً نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۶۹)

وَبَزَقَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِيْ اَوْفٰى دَمًا فَمَضٰى فِيْ صَلَاتِهٖ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ صحابی تھے۔ ان کے والد حضرت ابواوفیٰؓ کا نام علقمہ بن حارث ہے۔ یہ بھی صحابی تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کی عمر سات برس تھی جب انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کو دیکھا۔ سفیان ثوری نے اپنی کتاب جامع میں عطاء بن سائب سے روایتاً حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰؓ کے متعلق واقعہ مذکورہ بیان کیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کا واقعہ ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے۔ حسن بصری وطاؤس بن کیسان ومحمد بن علی بن حسین جو امام باقر کے نام سے مشہور ہیں۔ نیز اہل حجاز یعنی امام مالک وغیرہ کے فتویٰ کا جو ذکر باب مذکور میں ہے یعنی لَيْسَ فِي الدَّمِ وُضُوْءٌ. اکثر اہل حدیث کا یہی مذہب ہے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ اس فتویٰ کے خلاف ہیں۔ وہ سوائے اس خون کے جو حلق سے نکلے، باقی زخموں کے خون کو ناقض وضو قرار دیتے ہیں بشرطیکہ وہ اتنی مقدار میں ہو کہ بہہ نکلے۔ (عمدۃ القاری جزء ثالث صفحہ ۵۲)

مگر امام بخاریؒ کے نزدیک زخموں کا خون ناقض وضو نہیں اور اس کے لئے انہوں نے غزوہ ذات الرقاع میں حضرت عباد بن بشیر انصاریؓ کے واقعہ کا حوالہ دیا ہے جس کی تفصیل کتاب المغازی میں آئے گی۔ نَزَفَهٗ کے معنی خون اس قدر نکلا کہ اسے نڈھال کر دیا۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۶۸)

اس باب میں مختلف آراء کی طرف اشارہ کر کے امام موصوفؒ نے مسائل میں اس پہلو کو لیا ہے جو أَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ کی صحیح تفسیر ہے اور جس میں عملی سہولت ہے اور اسی کے مطابق حدیث نمبر ۱۷۶ تا ۱۷۹ نقل کی ہیں۔ حدیث ۱۷۶ میں حَدَث کی ادنیٰ حالت کا ذکر ہے اور حدیث نمبر ۱۷۷ کا مضمون پہلے (روایت نمبر ۱۳۷ میں) آچکا ہے۔ عباد بن تمیم کے چچا حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو ہوا خارج ہونے کے متعلق شک پیدا ہوا کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ خاص ہدایت دی۔ شک کرنے والے کے لئے یہی دو بڑی محفوظ صورتیں ہیں ورنہ اس کا کوئی علاج نہیں۔ حدیث نمبر ۱۷۸ میں مذی کا نکلنا بھی ناقض وضو قرار دیا ہے۔ حدیث نمبر ۱۷۹ سے واضح ہے کہ حَدَث کی حالت پیدا ہونے

کے لئے کسی شئے کا دو مخصوص راستوں سے نکلنا ہے۔ بشرطیکہ اس کا سبب بیماری نہ ہو۔ حَدَث کی باقی جتنی حالتیں تھیں وہ سب نظر انداز کر دی ہیں، بوجہ صحیح روایات نہ ملنے کے جو ان کی شرط کے مطابق ہوں۔

اِذَا جَامَعَ وَلَمْ يُمْنِ: انزال نہ ہونے کی حالت میں وضوء ٹھہرانے کو اس لئے کہا کہ مذی نکلنے کا احتمال ہے۔ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ میں مَلامست یعنی عورتوں کو چھونے سے مراد جماع ہے اور یہ جملہ اسی طرح کنایہ ہے جس طرح کہ اس سے پہلے کا یہ جملہ کنایہ ہے۔ **اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ:** جنگل سے آنے سے محض آنا مراد نہیں بلکہ قضائے حاجت ہے۔ اسی طرح چھونے سے مراد صرف چھونا نہیں بلکہ قضائے شہوت مراد ہے؛ جو منی کے نکلنے کے ساتھ پوری ہوتی ہے اور اس کے لئے غسل ضروری ہے۔ وضو کے لئے مخرجین سے منی کے سوا دوسری کسی غلاظت کا نکلنا ضروری شرط ہے۔ چونکہ انزال ہونے سے پہلے مذی عموماً نکلتی ہے، اس لئے اس حالت کو حدثِ اصغر میں ہی شمار کیا ہے۔ حدیث نمبر ۱۷۹ کا بھی یہی مفہوم ہے۔ مذی کے متعلق حکم واضح کرنے کے لئے یہ تینوں حدیثیں یکے بعد دیگرے بیان کی گئی ہیں۔ فقہاء نے اس بارے میں ایک اختلاف کیا ہے جس کی تفصیل کتاب الغسل باب ۲۸ حدیث نمبر ۲۹۱ کی تشریح میں ملاحظہ ہو۔ **مذی** سفید رطوبت ہے جو ذکر سے نکلتی ہے۔

لَعَلَّنَا اَعْجَلْنَاكَ: شاید ہم نے تجھے جلدی میں ڈالا ہے۔ یعنی انزال سے پہلے بلا لیا ہے۔

اِذَا اُعْجِلْتَ اَوْ قُحِطْتَ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے یہ مراد ہے کہ خواہ بیرونی سبب سے تجھے قبل از وقت چھوڑنا پڑے یا قلت منی وغیرہ کے سبب سے انزال نہ ہو تو اس صورت میں وضو ہی کرنا ہوگا۔

وَلَمْ يَقُلْ غُنْدَرٌ وَّيَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ الْوُضُوْءَ: یعنی غندر (محمد بن جعفر) اور یحییٰ بن سعید قطان نے شعبہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں: عَلَيْكَ الْوُضُوْءَ. احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں ان کی یہ روایت نقل کی ہے۔ یحییٰ کے الفاظ یہ ہیں: فَلَيْسَ عَلَيْكَ غُسْلٌ (مسند احمد بن حنبل جزء ۳ صفحہ ۲۶) اور غندر کے یہ الفاظ ہیں: فَلَا غُسْلَ عَلَيْكَ، عَلَيْكَ الْوُضُوْءَ. (مسند احمد بن حنبل جزء ۳ صفحہ ۲۱)

بَاب ۳۵: اَلرَّجُلُ يُوَضِّئُ صَاحِبَهُ

جو آدمی اپنے ساتھی کو وضو کرائے

۱۸۱: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مُّوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا

۱۸۱: مجھ سے محمد بن سلام نے بیان کیا، کہا: یزید بن ہارون نے ہمیں بتلایا: انہوں نے یحییٰ سے، یحییٰ نے موسیٰ بن عقبہ سے، موسیٰ نے حضرت ابن عباسؓ کے مولیٰ کُریب سے، کُریب نے حضرت اُسامہ بن زیدؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب عرفات

أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ عَدَلَ إِلَى الشِّعْبِ فَقَضَى حَاجَتَهُ قَالَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلَيْهِ وَيَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ أَتُصَلِّي فَقَالَ الْمُصَلَّى أَمَامَكَ.

سے واپس ہوئے تو راستہ چھوڑ کر گھاٹی کی طرف گئے اور قضائے حاجت کی۔ حضرت اُسامہؓ نے کہا: میں آپؐ پر پانی ڈالنے لگا اور آپؐ وضو کرتے تھے۔ میں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپؐ نماز پڑھیں گے؟ فرمایا: نماز آگے (پڑھی جائے گی۔)

۱۸۲: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ يُحَدِّثُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي سَفَرٍ وَّأَنَّهُ ذَهَبَ لِحَاجَةٍ لَّهُ وَأَنَّ الْمُغِيْرَةَ جَعَلَ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ {وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ☆} وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

۱۸۲: ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا: ہم سے عبدالوہاب نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے یحيٰ بن سعید سے سنا۔ وہ کہتے تھے: سعد بن ابراہیم نے مجھے بتلایا کہ نافع بن جبیر بن مطعم نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے روایت کرتے سنا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپؐ حاجت کے لئے گئے اور یہ کہ حضرت مغیرہؓ آپؐ پر پانی ڈالنے لگے اور آپؐ وضو کرتے تھے۔ آپؐ نے اپنا منہ اور اپنے دونوں ہاتھ دھوئے (اور اپنے سر پر مسح کیا☆) اور موزوں پر بھی مسح کیا۔

تشریح: اَلرَّجُلُ يُوَضِّئُ صَاحِبَهُ: فقہاء کے درمیان اس امر کے متعلق بھی اختلاف ہوا ہے۔ بعضوں نے کہا کہ کسی سے وضو کرانا مکروہ ہے۔ بعضوں نے کہا: مکروہ تو نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ خود کرے۔ امام بخاریؒ نے اس اختلافی مسئلہ کے متعلق حدیث مذکور سے فیصلہ کر دیا ہے۔ یہ (حدیث ۱۸۱) حدیث نمبر ۱۳۹ میں بھی پہلے آچکی ہے۔ وہاں روایت کی سند اَور ہے اور یہاں اَور۔ اسی وجہ سے الفاظ میں کچھ فرق ہے۔ وہاں فَجَعَلْتُ اَصُبُّ عَلَيْهِ کے الفاظ نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے ان الفاظ کی صحت ثابت کرنے کے لئے دو[۲] روایتیں نقل کی ہیں، تا باب کا عنوان پوری صحت کے ساتھ واضح ہو۔

☆ الفاظ مَسَحَ بِرَأْسِهِ نسخہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۳۷۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ٣٦: قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ بَعْدَ الْحَدَثِ وَغَيْرِهِ

بے وضو ہونے کے بعد قرآن پڑھنا وغیرہ

وَقَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْحَمَّامِ وَيَكْتُبُ الرِّسَالَةَ عَلَى غَيْرِ وُضُوْءٍ وَّقَالَ حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ إِنْ كَانَ عَلَيْهِمْ إِزَارٌ فَسَلِّمْ وَإِلَّا فَلَا تُسَلِّمْ.

اور منصور نے ابراہیم (نخعی) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: کچھ حرج نہیں جو حمام میں قرآن پڑھا جائے۔ اور بغیر وضو کے خط لکھا جائے اور حماد نے ابراہیم (نخعی) سے نقل کیا: اگر نہانے والے تہ بند باندھے ہوں تو انہیں سلام کرو، ورنہ سلام نہ کرو۔

١٨٣: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَّوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَّجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ

۱۸۳: ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے مخرمہ بن سلیمان سے، مخرمہ نے حضرت ابن عباسؓ کے مولیٰ کُریب سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان سے بیان کیا کہ وہ نبی ﷺ کی بیوی حضرت میمونہؓ کے پاس ایک رات رہے اور وہ ان کی خالہ تھیں (کہتے تھے:) میں توشک (یعنی گدے) کے چوڑان میں لیٹا اور رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کی بیوی اس کی لمبان میں لیٹے۔ رسول اللہ ﷺ سو گئے۔ یہاں تک کہ جب آدھی رات ہوئی، اس سے کچھ پہلے کا وقت تھا یا بعد کا وقت تھا تو رسول اللہ ﷺ جاگے اور بیٹھ گئے اور اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر نیند دور کرنے لگے۔ پھر آپؐ نے سورۂ آل عمران سے آخیر کی دس آیتیں پڑھیں۔ اس کے بعد آپؐ ایک مشکیزہ کی طرف جو لٹک رہا تھا، اُٹھ کر گئے اور اس سے وضو کیا اور عمدگی سے وضو کیا۔ پھر

مُّعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوْءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے: میں بھی اُٹھا اور اسی طرح کیا جس طرح آپؐ نے کیا۔ پھر جا کر آپؐ کے پہلو میں کھڑا ہوگیا۔ آپؐ نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا داہنا کان پکڑ کر مروڑنے لگے۔ آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر وتر پڑھا۔ اس کے بعد لیٹ گئے۔ جب مؤذن آپؐ کے پاس آیا۔ تب آپؐ اُٹھے اور دو ہلکی رکعتیں پڑھیں۔ پھر باہر جا کر آپؐ نے صبح کی نماز پڑھی۔

تشریح: **قِرَأَةُ الْقُرْآنِ بَعْدَ الْحَدَثِ وَغَيْرُهُ:** اس میں لفظ وَغَيْرُهُ سے مراد ذکر الٰہی کرنا، دعائے سلام دینا، دوسری دعائیں کرنا اور وعظ ونصیحت کرنا ہے۔ قرآن مجید کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَايَمَسُّهُ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ. (سورة الواقعة: ۸۰) یعنی اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک وصاف کئے گئے ہیں۔ اس کا مفہوم تو بالکل ظاہر ہے۔ یعنی وہی لوگ اس کے معانی وحقائق کا ادراک کر سکتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے گناہ کی آلائش سے پاک کر دیا ہے اور جنہیں روحانی پاکیزگی اور صفائی قلب عنایت ہوئی ہے۔ مگر بعض علماء نے اس آیت کی بناء پر ظاہری ادب کو بھی ملحوظ رکھنے کے لئے یہاں تک زور دیا ہے کہ بے وضو قرآن پڑھنا بھی جائز نہیں۔ یہ غلو ہے۔ جب انسان ظاہر پرستی میں حد سے نکل جاتا ہے تو بالطبع روحانی امر میں وہ بے توجہ اور غافل ہو جاتا ہے۔ ظاہری مشکلات میں پڑ کر نہ صرف اپنے آپ کو روحانی کمال حاصل کرنے سے محروم کر لیتا ہے۔ بلکہ دوسروں کو بھی روک دیتا ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انہی چھوٹے چھوٹے مسائل کی وجہ سے لوگ عام طور پر نماز ترک کر دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت چھوڑ دیتے ہیں۔ ذکر الٰہی زبان پر لانا گناہ سمجھتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے اس باب میں سنت نبوی پیش کر کے ان ضرر رساں مسائل کا سد باب کیا ہے۔

لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ فِيْ الْحَمَّامِ: اس باب میں منصور بن معتمر کا جو حوالہ پیش کیا ہے کہ ابراہیم نخعی حمام میں قرأت جائز سمجھتے تھے تو غالباً حدثِ اکبر کی طرف اشارہ کیا ہے اور نخعی کا قول جو حماد سے نقل کیا ہے کہ تہ بند نہ ہوں تو سلام

کہنا بھی جائز نہیں۔اس قسم کے مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق فطرت کے فتویٰ کے ساتھ ہے۔شارع اسلام ﷺ کسی کے سامنے ننگا ہونا مکروہ سمجھتے تھے۔

غرض ان اختلافی مسائل کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو عمل صحیح طور پر ثابت ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے سونے کے بعد اُٹھ کر (بے وضو ہونے کی حالت میں) قرآن مجید کی آیتیں پڑھی ہیں۔

یہ حدیث مختصراً نمبر ۱۱۷، ۱۳۸ میں آچکی ہے۔وہاں ان دونوں روایتوں میں یہ الفاظ ہیں: فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ اور فَحَوَّلَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ. یعنی مجھے بائیں طرف سے پھیر کر دائیں طرف کر دیا۔یہاں یہ الفاظ ہیں: أَخَذَ بِأُذُنِيْ الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا. شفقت سے کان مروڑا ہے اور پھر ان کو دائیں طرف کر دیا۔

فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ: وِسَادَةٌ کے معنی توشک (یعنی گدا)۔

عرب لوگ اب تک بھی زمین پر سوتے ہیں اور ان کے توشک بڑے بڑے گدیلے ہوتے ہیں۔بعض اتنے بڑے کہ زمین سے تقریباً آدھ فٹ اوپر ہوتے ہیں۔غریب گھروں میں بسا اوقات ایک ہی لمبا چوڑا توشک ہوتا ہے۔جس پر تین چار اشخاص لمبان اور چوڑان میں سمٹ کر سو جاتے ہیں۔احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی حال آج سے چودہ سو (۱۴۰۰) برس پہلے بھی تھا۔حضرت ابن عباسؓ بچے تھے۔توشک کی چوڑان میں ان کی خالہ کے پاؤں کی طرف ان کو سلا دیا گیا۔چارپائیوں پر سونے والے بھی کبھی ایسا کر لیتے ہیں۔

بَاب ۳۷: مَنْ لَّمْ يَتَوَضَّأْ إِلَّا مِنَ الْغَشْيِ الْمُثْقِلِ

بغیر سخت بے ہوشی کے جو (دوبارہ) وضو نہ کرے

۱۸۴: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ عَنْ جَدَّتِهَا أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّوْنَ وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا نَحْوَ السَّمَاءِ

۱۸۴: ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتلایا۔انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنی بیوی فاطمہ سے، انہوں نے اپنی دادی حضرت اسماءؓ بنت حضرت ابوبکرؓ سے روایت کی۔وہ کہتی تھیں: میں نبی ﷺ کی بیوی حضرت عائشہؓ کے پاس؛ جب سورج گرہن ہوا؛ آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور وہ بھی کھڑی نماز پڑھ رہی ہیں۔میں نے پوچھا: ان لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ تو اس پر انہوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور سبحان اللہ کہا۔میں نے

وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللهِ فَقُلْتُ آيَةٌ فَأَشَارَتْ أَيْ نَعَمْ فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ وَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوْقَ رَأْسِي مَاءً فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ أَوْ قَرِيْبًا مِّنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوْقِنُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَأَجَبْنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا فَيُقَالُ لَهُ نَمْ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا وَّأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ.

کہا: کوئی نشان ہے؟ تو انہوں نے اشارہ کیا کہ ہاں۔ تب میں بھی کھڑی ہوگئی۔ اتنی دیر کھڑی رہی کہ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی اور میں نے اپنے سر پر پانی ڈالنا شروع کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف بیان کی۔ پھر فرمایا: جو بھی ایسی چیز تھی، جس کو میں نے نہ دیکھا تھا، میں نے اس کو اپنی اس جگہ کھڑے کھڑے دیکھ لیا ہے۔ یہاں تک کہ جنت بھی اور دوزخ بھی۔ اور مجھے وحی کی گئی ہے کہ قبروں میں تم کو ایسا ہی آزمایا جائے گا جیسا کہ دجال کے فتنہ کے ذریعہ سے یا اس کے قریب قریب۔ میں نہیں جانتی کہ حضرت اسماءؓ نے کونسا لفظ کہا۔ حضرت اسماءؓ کہتی تھیں: تم میں سے ایک شخص کے پاس (فرشتے) آئیں گے اور اس سے پوچھا جائے گا کہ اس شخص کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ جو ایمان لانے والا ہوگا یا یقین کرنے والا؛ میں نہیں جانتی کہ حضرت اسماءؓ نے ان میں سے کون سا لفظ کہا؛ وہ کہے گا: وہ محمدؐ ہے، اللہ کا رسول ہے۔ ہمارے پاس کھلے کھلے دلائل اور ہدایت کی باتیں لایا اور ہم نے قبول کیا اور ایمان لائے اور پیروی کی۔ تب اس سے کہا جائے گا۔ اچھی طرح سے سوجا۔ ہم تو جانتے ہی تھے کہ تو مومن ہے اور جو منافق ہوگا یا شک کرنے والا؛ میں نہیں جانتی کہ حضرت اسماءؓ نے ان میں سے کون سا لفظ کہا؛ وہ کہے گا: میں نہیں جانتا۔ لوگوں کو میں نے کچھ کہتے سنا۔ میں نے بھی کہہ دیا۔

تشریح: **لَمْ يَتَوَضَّأْ اِلَّا مِنَ الْغَشْيِ الْمُثْقِلِ:** اس باب میں بھی ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے، جو خفیف سی بے ہوشی کو بھی ناقض وضو قرار دیتے ہیں۔ حضرت اسماءؓ کو ایسی غشی نہیں ہوئی تھی جس میں کوئی ہوش نہیں رہتا اور انہوں نے وضو نہیں دھرایا، بلکہ سر پر پانی ڈال لیا ہے۔

یہ واقعہ روایت نمبر ۸۶ میں بھی گذر چکا ہے۔ وہاں سورج گرہن کا ذکر نہیں۔ یہاں اس کا ذکر کر کے نماز پڑھنے کا سبب واضح کر دیا ہے۔ باقی امور کے متعلق روایت نمبر ۸۶ کی تشریح دیکھئے۔ نیز ملاحظہ ہو تشریح روایت نمبر ۲۱۶، ۲۱۸، ۴۲۸۔

بَاب۳۸ : مَسْحُ الرَّأْسِ كُلُّهُ

سارے سر کا مسح کرنا

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى: وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ (المائدة:۷) وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَرْأَةُ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ تَمْسَحُ عَلَى رَأْسِهَا وَسُئِلَ مَالِكٌ أَيُجْزِئُ أَنْ يَّمْسَحَ بَعْضَ الرَّأْسِ فَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ عَبْدِاللهِ بْنِ زَيْدٍ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ اور ابن مسیّب نے کہا: عورت بھی آدمی کی طرح ہے۔ اپنے سر پر مسح کرے اور امام مالکؒ سے پوچھا گیا۔ کیا سر کے ایک حصہ کا مسح کرنا کافی ہوگا۔ تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث سے استدلال کیا۔

۱۸۵ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللهِ ابْنِ زَيْدٍ وَّهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى أَتَسْتَطِيْعُ أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ نَّعَمْ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ

۱۸۵: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عمرو بن یحییٰ مازنی سے، عمرو نے اپنے باپ سے روایت کی کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے جو عمرو بن یحییٰ کے دادا تھے کہا: کیا آپؓ مجھے دکھا سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح وضو کیا کرتے تھے؟ اس پر حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے کہا: ہاں۔ اور انہوں نے پانی منگوایا اور اپنے ہاتھ دو[۲] دفعہ دھوئے۔ پھر کلی کی اور تین دفعہ ناک صاف کیا۔ پھر تین دفعہ اپنا منہ دھویا۔ پھر اپنے ہاتھ کہنیوں تک دو دو بار دھوئے۔ پھر دونوں

غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا۔ اس طرح کہ ان کو آگے سے لے گئے اور پیچھے سے لے آئے۔اپنے سر کے اگلے حصہ سے شروع کر کے ان کو اپنی گدی تک لے گئے۔ پھران کواسی جگہ واپس لائے، جہاں سے انہوں نے شروع کیا تھا۔ پھر انہوں نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

تشریح: مَسْحُ الرَّأْسِ كُلِّهِ: سر پرمسح کرنے کے متعلق بھی اختلاف ہوا ہے۔آیا سارے پر کیا جائے یا ایک حصہ پر۔امام بخاریؒ اس مسئلہ میں امام مالکؒ کے ساتھ متفق ہیں۔جو وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ میں "ب" کو زائد قرار دیتے ہیں۔ برخلاف امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ کے جو "ب" کو تبعیضیہ قرار دے کر ایک حصہ مراد لیتے ہیں۔"ب" دونوں مفہوم ادا کرتی ہے۔مگر چونکہ سنت نبویہ نے عملاً مسح کر کے ایک مفہوم کی تخصیص کر دی ہے، اس لئے دوسرا مفہوم نہیں لیا جائے گا۔(تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۷۹ تا ۳۸۴)

بَاب ۳۹: غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

دونوں پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا

۱۸۶: حَدَّثَنَا مُوْسَى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِيْهِ قَالَ شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ أَبِي حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوْءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ وُضُوْءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكْفَأَ عَلَى يَدِهِ مِنَ التَّوْرِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ

۱۸۶: ہم سے موسیٰ نے بیان کیا، کہا: وُہَیب نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے عمرو سے،عمرو نے اپنے باپ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ میں عمرو بن ابی حسن کے پاس موجود تھا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے نبی ﷺ کے وضو کے متعلق پوچھا۔حضرت عبداللہؓ نے پانی کا ایک لگن منگوایا اور نبی ﷺ کے وضو کی طرح وضو کر کے ان کو دکھلایا۔انہوں نے اپنے ہاتھ پر اس لگن سے پانی اُنڈیلا اور تین دفعہ اپنے ہاتھ دھوئے۔ پھر اپنا ہاتھ لگن میں داخل کیا اور کلی کی اور

ثَلَاثَ غَرَفَاتٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ مَرَّةً وَّاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

ناک میں پانی لیا اور ناک صاف کی، تین چلوؤں سے۔ اپنا ہاتھ پانی میں ڈالا اور اپنا منہ تین بار دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دو دفعہ دھوئے۔ پھر اپنا ہاتھ ڈالا اور اپنے سر کا مسح کیا۔ اس طرح کہ ان دونوں کو آگے سے لے گئے اور پیچھے سے لائے، ایک بار ہی۔ پھر اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے۔

تشریح: **غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ:** سر کے مسح کے بعد باب مذکور باندھنے کی غرض اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے جو مسلمانوں کے بعض فرقوں کے درمیان چلا آ رہا ہے۔ یعنی وہ مشہور اختلاف جو قرآن مجید کی اس آیت کی دوسری قرأت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔ (المائدۃ: ۷) اَرْجُلَكُمْ کو بِرُؤُوْسِكُمْ پر عطف کر کے "ب" حرف جار کے عمل کی وجہ سے اَرْجُلِكُمْ بھی پڑھا گیا ہے اور وُجُوْهَكُمْ پر عطف کر کے اَرْجُلَكُمْ بھی پڑھا گیا ہے۔ پہلی صورت میں پاؤں پر مسح کرنا فرض ہوگا اور دوسری صورت میں دھونا جو جمہور کا مذہب ہے۔ ایک تیسرا فریق ہے جس نے دونوں صورتیں جائز رکھی ہیں۔ جمہور کا استدلال وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ کی حدیث سے بھی ہے اور اِلَى الْكَعْبَيْنِ کے الفاظ صفائی سے بتلاتے ہیں کہ دھونا ہی مراد ہے۔ کیونکہ مسح کرنے کا حکم ہوتا تو مسح میں ٹخنوں کے شامل کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس اختلاف کی تفصیل بدایۃ المجتهد (کتاب الوضوء. الباب الاول. المسئلة العاشرة من الصفات) میں ملاحظہ ہو۔ امام بخاریؒ کے نزدیک پاؤں دھونا ضروری ہے اور انہوں نے باب کے عنوان میں اِلَى الْكَعْبَيْنِ کہہ کر نہ صرف حدیث مذکور کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بلکہ آیت کے مفہوم کو واضح کر دیا ہے۔ یعنی یہ کہ الفاظ اِلَى الْكَعْبَيْنِ، اِلَى الْمَرَافِقِ کے مقابل میں واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے اَرْجُلَكُمْ کا عطف وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ پر ہونا چاہیے نہ بِرُؤُوْسِكُمْ پر۔ یہ بالکل عیاں ہے۔ قرآن مجید میں ایسا طریقہ تعبیر جو اختیار کیا گیا ہے تو یہ مسح کے جواز کی استثنائی صورت کی طرف ضمناً اشارہ کرنے کے لئے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے؛ جو وحی کے معنی سمجھتے تھے؛ اپنے قول وعمل سے ان کی تشریح کر کے بتلا دیا ہے کہ پاؤں کا دھونا کب فرض ہے اور ان پر مسح کرنا کب جائز۔ گویا شریعت الٰہی نے ایک عام حکم دے کر استثنائی حالتوں کی تشریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دی۔ (باقی بحث ملاحظہ ہو باب ۴۸ کی تشریح میں)

بَاب ٤٠ : اِسْتِعْمَالُ فَضْلِ وَضُوْءِ النَّاسِ

لوگوں کے وضو کا بچا ہوا پانی استعمال کرنا

وَأَمَرَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَهْلَهُ أَنْ يَّتَوَضَّئُوْا بِفَضْلِ سِوَاكِهِ.

اور حضرت جریر بن عبداللہؓ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ وہ (اس پانی سے) وضو کرلیں جو ان کی مسواک کرنے کے بعد بچا تھا۔

١٨٧ : حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ يَقُوْلُ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِالْهَاجِرَةِ فَأُتِيَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَأْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْءِهِ فَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهِ فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ

۱۸۷: ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: حکم نے ہمیں بتلایا۔ کہا: میں نے حضرت ابو جُحَیفہؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو ہمارے پاس آئے اور آپؐ کے لئے وضو کا پانی لایا گیا۔ (جس سے) آپؐ نے وضو کیا۔ پھر لوگ آپؐ کے وضو کا بچا ہوا پانی بدن پر ملنے لگے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور آپؐ کے سامنے ایک برچھی تھی۔

١٨٨ : وَقَالَ أَبُوْمُوسَى دَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيْهِ وَمَجَّ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ لَهُمَا اشْرَبَا مِنْهُ وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا.

۱۸۸: اور حضرت ابوموسیٰؓ کہتے تھے: نبی ﷺ نے ایک پیالہ منگوایا جس میں کچھ پانی تھا۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ اور منہ اس میں دھوئے اور اس میں کلی کی۔ پھر ان دونوں سے فرمایا: اس میں سے پی لو اور اپنے مونہوں اور سینوں پر ڈالو۔

١٨٩ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ

۱۸۹: ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم نے کہا: میرے باپ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں

شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ وَهُوَ الَّذِي مَجَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ وَهُوَ غُلَامٌ مِنْ بِئْرِهِمْ وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَغَيْرِهِ يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلَى وَضُوءِهٖ.

نے صالح سے، صالح نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت محمودؓ بن ربیع نے مجھے خبر دی۔ (ابن شہاب نے) کہا: یہ وہی محمودؓ ہیں جن کے منہ پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے کنوئیں سے (پانی لے کر) کلی کی تھی اور وہ اس وقت لڑکے تھے۔ نیز (ابن شہاب نے کہا:) عروہ نے مسور اور ان کے علاوہ (لوگوں) سے (بھی) روایت کی۔ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی تصدیق کرتا تھا کہ جب نبی ﷺ وضو کرتے تو قریب ہوتا کہ صحابہؓ آپؐ کے وضو کے پانی پر آپس میں لڑ پڑیں۔

تشریح: **فَضْلُ وُضُوْءِ النَّاسِ:** سے مراد وہ بچا ہوا پانی بھی ہے جو وضو کرنے کے بعد برتن میں رہ جاتا ہے اور وہ بھی ہے جو اعضاء کو دھوتے وقت گرے۔ فقہاء کے درمیان ایسے پانی کو استعمال کرنے سے متعلق بھی اختلاف ہوا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال شدہ پانی کو اپنے جسم سے ملنے اور نیز حضرت جریر بن عبداللہؓ کا اپنے اہل بیت کو مسواک سے بچے ہوئے پانی کو یا اس پانی کو جس میں مسواک بھگوئی گئی تھی، استعمال کرنے کی اجازت دینے سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ ایسا پانی پاک ہے اور استعمال کیا جا سکتا ہے۔

كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ: يَأْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْءٍ فَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ– یعنی لوگ آپؐ کے بچے ہوئے پانی سے برکت چاہتے تھے۔ مَسَّحَ اور تَمَسَّحَ برکت دینے اور چاہنے کے معنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مَسِیْح کے معنے مبارک، جسے برکت دی گئی۔ روایت نمبر ۱۸۹ سے ظاہر ہے کہ صحابہ کو برکت حاصل کرنے کی اس قدر ہوس تھی (اِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ) کہ جب آپؐ وضو کرتے تو آپؐ کے وضو کا پانی لینے کے لئے قریب تھا کہ وہ آپس میں لڑ پڑیں۔ اس قسم کے مظاہرۂ محبت کی ایک اور مثال کتاب الشروط. باب الشروط فی الجهاد. روایت نمبر ۲۷۳۴ میں بھی ملاحظہ ہو۔ مخلصانہ عقیدت مندی اور محبت وعشق کا یہ عجیب نظارہ تھا جو آپؐ کے سوا کسی اور انسان کو نصیب نہیں ہوا۔ صحابہؓ کو کامل یقین تھا کہ وہ پانی شفا ہے اور وہ ان کے لئے فی الحقیقت شفا کا موجب ہوتا تھا۔ علم نفس اس کی کچھ ہی تشریح کرے، ہمیں امر واقعہ سے غرض ہے۔ روایت نمبر ۱۸۸ میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ کتاب المغازی باب غزوة الطائف کی پانچویں حدیث میں مذکور ہے۔ آپؐ اس وقت جعرانہ مقام پر تھے کہ اتنے میں ایک بدوی آیا اور اس نے کوئی وعدہ پورا کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے کہا۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں بشارت ہو۔ یعنی ایفاء وعدہ کا وقت قریب ہے۔ اس نے کہا: یہ بشارتیں تو بہت ہو چکی ہیں۔ یہ سن کر آپؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ آپؐ نے حضرت ابوموسیٰؓ اور حضرت بلالؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: اس نے تو بشارت کو ردّ کر دیا ہے۔ تم ہی قبول کر لو۔ ان دونوں نے کہا: ہم نے قبول کی۔ اس کے بعد آپؐ نے ایک بڑا پیالہ منگوایا، جس میں پانی تھا۔ منہ ہاتھ دھو کر اس میں کلی کی اور فرمایا: اس میں سے پیو اور اپنے منہ اور سینہ پر ڈالو اور تمہیں بشارت ہو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور بعد کے واقعات بتلاتے ہیں کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کے وارث ہوئے۔

امام بخاریؒ ان واقعات کی طرف اشارہ کر کے بتلاتے ہیں کہ یہ خارق عادت امتیاز حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا اور جہاں سچی محبت و عشق ہو وہاں کراہت و نفرت کا سوال نہیں رہتا۔ ہم دنیاوی عشق و محبت کے مظاہرات میں بھی یہی دیکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہر مومن کے بچے ہوئے پانی کو شفا کا موجب قرار دیا ہے اور اس طرح نفرت کے احساسات کو مٹا کر محبت کے جذبات کی طرح ڈالی ہے۔ جیسا کہ فرمایا: سُؤْرُ الْمُؤْمِنُ شِفَاءٌ۔
(المقاصد الحسنة. حرف الراء. نمبر ۵۳۴)

غرض امام موصوفؒ نے فقہی مسئلہ سے نظر پھیر کر ایک روحانی امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ظاہری فتویٰ کے ساتھ اس کا اتنا ہی تعلق ہے جتنا محبت یا نفرت کے احساسات کا تقاضا ہو سکتا ہے۔ قواعد حفظانِ صحت کے اعتبار سے شارع اسلام کی تعلیم نہایت واضح ہے۔ یعنی یہ کہ پانی پیتے وقت اس میں سانس مت لو اور کم از کم تین بار دَم لے کر پیو۔

بَاب

۱۹۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنِ الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَقِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَّضُوْءِهِ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ.

۱۹۰: ہم سے عبدالرحمٰن بن یونس نے بیان کیا، کہا: حاتم بن اسماعیل نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے جعد سے روایت کی۔ جعد نے کہا: میں نے حضرت سائبؓ بن یزید سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ میری خالہ نبی ﷺ کے پاس مجھے لے گئی اور کہا: یارسول اللہ ﷺ! میری بہن کا بیٹا بیمار ہے۔ تو آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا کی۔ پھر آپؐ نے وضو کیا اور میں نے آپ کے وضو سے بچا ہوا پانی پیا اور پھر میں آپؐ کی پیٹھ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور میں نے نبوت کی مہر آپؐ کے دونوں کاندھوں کے درمیان دیکھی، چھپر کھٹ کی گھنڈی کے مانند تھی۔

تشریح: گذشتہ باب اور روایت نمبر ۱۸۷، ۱۸۸ نیز ۱۸۹ پیش کر کے امام بخاریؒ نے ان کے ضمن میں یہ باب باندھا ہے، جس کا کوئی الگ عنوان قائم نہیں کیا بلکہ اس میں صرف ایک روایت لائے ہیں۔ اس خاص ترتیب کے اختیار کرنے سے ایک تو یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ باب کوئی علیحدہ نہیں بلکہ پہلے باب سے پیوستہ ہے اور دوسرا یہ سمجھانا مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں، وہ اپنی ہر بات میں ایک خاص امتیاز رکھتے تھے جو دوسرے کو حاصل نہیں۔ چنانچہ اسی امتیاز کی وجہ سے حضرت سائبؓ بن یزید کے بیمار ہونے پر ان کی خالہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر جاتی ہیں۔ آپؐ ان کو برکت کی دعا دیتے ہیں۔ سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔ اپنے وضو کے بچے ہوئے پانی سے ان کو پینے کے لئے دیتے ہیں۔ حضرت سائبؓ بن یزید شفا پا جاتے ہیں اور آپؐ کی دعا کی برکت سے ان کو ایک لمبی عمر ملتی ہے۔ تین ہجری میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں وہ اپنے باپ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک تھے اور ۹۱ھ میں فوت ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدینہ کی منڈی کے منتظم تھے۔

(الإصابه فی تمییز الصحابه. حرف السین. سائب بن یزید. نمبر:۳۰۷۷)

روایت نمبر ۱۹۰ کو مدنظر رکھا جائے تو گذشتہ باب کی روایتوں کے لانے سے امام بخاریؒ کا جو مقصد ہے وہ واضح ہو جاتا ہے۔

بَاب ٤١: مَنْ مَّضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غَرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ

جس نے ایک ہی چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی لیا

۱۹۱: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ أَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ غَسَلَ أَوْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفَّةٍ وَّاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَا أَقْبَلَ وَمَا أَدْبَرَ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۹۱: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: خالد بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: عمرو بن یحییٰ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت کی۔ انہوں نے برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈال کر ان کو دھویا۔ پھر انہوں نے (منہ کو) دھویا۔ یا (کہا) کلی کی اور ناک میں پانی لیا، ایک ہی چلو سے۔ اور تین بار ایسا ہی کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو دفعہ دھویا اور سر کا مسح کیا۔ آگے بھی اور پیچھے بھی اور اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔ پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا وضو اسی طرح ہے۔

تشریح: مَنْ مَّضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غَرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ: فقہاء نے کلی کرنے اور ناک میں پانی لے کر اس کو صاف کرنے کے متعلق بھی مختلف بحثیں اٹھائی ہیں کہ آیا یہ فرض ہے یا سنت؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو صرف یہ فرمایا ہے: فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ. لفظ وَجْهٌ سے چہرہ کا ظاہری حصہ بھی مراد ہوسکتا ہے اور اس کے مختلف حصے بھی۔ جیسے ناک، منہ، آنکھ۔ غرض یہ بحث اٹھا کر بعض فقہاء نے ان کے دھونے کو فرض قرار دیا ہے اور بعض نے سنت۔ پھر انہوں نے اس مسئلہ میں بھی اختلاف کیا ہے کہ آیا ایک چلو پانی سے کلی بھی کرسکتا ہے۔ اور اسی سے ناک میں بھی پانی لے سکتا ہے یا نہیں۔ امام بخاریؒ شروع میں واضح کر چکے ہیں کہ مختلف حالات کے ماتحت ایک ایک دفعہ اعضاء کو دھونے سے بھی وضو ہوسکتا ہے۔ اس مسئلے کے متعلق بھی سنت نبویہ پیش کر کے جواز کی صورت بتلائی ہے۔ پانی کم ہو تو ایسا کرسکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی یہ روایت نمبر ۱۸۵ میں بھی گذر چکی ہے اور روایت ۱۹۲، ۱۹۹ میں بھی ہے۔ تینوں جگہ سند مختلف ہے۔ اس لئے الفاظ میں قدرے اختلاف ہے۔ ان تینوں روایتوں کو یکجائی طور پر پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ ایک موقع پر وضو کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اعضاء کو دو دو دفعہ دھویا اور بعض کو تین دفعہ اور ایک چلو پانی سے کلی بھی کی اور ناک میں پانی بھی لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے۔ ورنہ آپؐ اعضاء کو اکثر تین تین دفعہ دھویا کرتے تھے۔ خاص واقعہ سے صرف جواز کی صورت نکلتی ہے۔

بَاب ٤٢: مَسْحُ الرَّأْسِ مَرَّةً

سر کا ایک دفعہ مسح کرنا

١٩٢: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ أَبِي حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُّضُوْءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ فَكَفَأَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا بِثَلَاثِ

۱۹۲: ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا کہ وُہَیب نے ہم سے بیان کیا، کہا: عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ وہ کہتے تھے: میں عمرو بن ابی حسن کے پاس موجود تھا۔ انہوں نے حضرت عبداللہؓ بن زید سے نبی کریم ﷺ کے وضو کے متعلق پوچھا تو انہوں نے پانی کا ایک لگن منگوایا اور ان کو وضو کر کے دکھلایا۔ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں پر (پانی) اُنڈیلا اور انہیں تین دفعہ دھویا۔ پھر برتن میں اپنا ہاتھ ڈال کر کلی کی اور ناک

غَرَفَاتٍ مِّنْ مَّاءٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَأَدْبَرَ بِهِمَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ وَحَدَّثَنَا مُوْسَى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ مَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّةً.

میں پانی لیا اور ناک صاف کی، تین دفعہ پانی کے تین چلوؤں سے۔ پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور اپنے منہ کو تین بار دھویا۔ پھر اپنے ہاتھ کو برتن میں ڈالا اور کہنیوں سمیت اپنے دونوں ہاتھوں کو دو دو بار دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور اپنے سر کا مسح کیا۔ اپنے ہاتھوں کو آگے سے لے گئے اور پیچھے سے لے آئے۔ پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے اور موسیٰ نے ہمیں بتلایا۔ کہا کہ ہم سے وُہَیب نے بھی یہی حدیث بیان کی اور کہا: اپنے سر کا انہوں نے ایک بار مسح کیا۔

تشریح: مَسْحُ الرَّأْسِ مَرَّةً: امام شافعیؒ کے نزدیک سر پر تین بار مسح کرنا مستحب ہے، بوجہ اس کے کہ اَلْوُضُوْءُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا. وضو میں تین تین بار دھونا ہوتا ہے۔ (باب ۲۴) مگر اس باب میں حضرت عثمانؓ کا جو واقعہ مروی ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے سر پر ایک ہی دفعہ مسح کیا۔ امام بخاریؒ نے مزید مستند روایتیں پیش کر کے جمہور کے مذہب کی تائید کی ہے۔

پہلی روایتوں میں پوچھنے والے کا نام مذکور نہیں۔ سلیمان بن حرب کی روایت میں اس کا ذکر ہے۔

بَاب ٤٣ : وُضُوْءُ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهِ

آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ وضو کرنا

وَفَضْلُ وَضُوْءِ الْمَرْأَةِ وَتَوَضَّأَ عُمَرُ بِالْحَمِيْمِ، مِنْ بَيْتِ نَصْرَانِيَّةٍ.

اور عورت کے وضو سے بچا ہوا پانی۔ اور حضرت عمرؓ نے گرم پانی سے (اور) ایک عیسائی عورت کے گھر سے لے کر وضو کیا۔

١٩٣ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ

۱۹۳: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے

اللہِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّئُوْنَ فِي زَمَانِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيْعًا.

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: مرد اور عورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اکٹھے وضو کیا کرتے تھے۔

تشریح: **وُضُوْءُ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهِ:** باب مذکور میں ایک بیہودہ اعتقاد کا ازالہ کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ مرد کے ساتھ وضو کرے یا وہ ایک دوسرے کے بچے ہوئے پانی سے وضو وغیرہ کریں۔ اس اعتقاد میں مشرکانہ خیالات کی ملونی ہے۔ جیسا کہ ہندو اب تک اس قسم کے اختلاط سے پرہیز کرتے ہیں۔ صحابہؓ کو ان امور کی کچھ پرواہ نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرد و زن اکٹھے وضو کیا کرتے تھے۔ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کرتے ہوں یا وضو کرنے والے مرد اور عورتیں محرم ہوں۔ ان میں سے کوئی بھی صورت ہو۔ بہرحال یہ ثابت ہے کہ صحابہؓ کے درمیان یہ پرہیز نہ تھا۔ اس روایت (نمبر ۱۹۳) میں مسلمان تو مسلمان حضرت عمرؓ نے عیسائی عورت سے پانی لے کر بھی وضو کیا ہے۔ چھوت کا مسئلہ اسلام میں نہیں۔ مسلمان ہندوستان کی مشرکانہ اقوام میں رہ کر اس امر میں انہی کی نقالی کرنے لگے ہیں۔ کسی کا ہاتھ لگ جانے یا عورت کا پانی استعمال کرنے سے اس پانی کے اندر کوئی خاص تغیر واقع نہیں ہو جاتا۔ جس سے دوسرے مرد یا عورت کے لئے اس کا استعمال کرنا ناجائز ہو جائے۔ امام بخاریؒ نے وَتَوَضَّأَ عُمَرُ بِالْحَمِيْمِ کہہ کر اس قول کا بھی رد کر دیا ہے جو مجاہد سے مروی ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۹۰) یعنی یہ کہ گرم پانی سے وضو کرنا ناجائز ہے۔ گرمی سے اس کے اندر کوئی نئی حالت نہیں پیدا ہو جاتی جو اس کو پانی کے نام اور معنی سے خارج کر دیتی ہو اور نہ چھوت سے وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار بایں الفاظ کیا: اَلْمَآءُ لَيْسَ عَلَيْهِ جَنَابَةٌ. (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۹۳) پانی جنبی کے چھونے سے جنبی نہیں ہو جاتا اور نہ مشرک کے چھونے سے وہ نجس ہوتا ہے۔ عنوان باب میں حضرت عمرؓ کے عمل کے متعلق جو اشارہ کیا گیا ہے اس کا ذکر عبدالرزاق، دارقطنی اور امام شافعیؒ نے صحیح سند کے ساتھ کیا ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۹۰) جو لوگ ظاہری طہارت میں غلو سے کام لیتے ہیں وہ باطنی طہارت کی حقیقت سے غافل ہو جاتے ہیں۔

بَاب ٤٤: صَبُّ النَّبِيِّ ﷺ وَضُوءَهُ عَلَى الْمُغْمَى عَلَيْهِ

نبی ﷺ کا اپنے وضو کا پانی بے ہوش پر ڈالنا

١٩٤: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَّقُوْلُ جَاءَ رَسُوْلُ اللہِ

۱۹۴: ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے محمد بن منکدر سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ میں نے حضرت جابرؓ سے سنا۔ انہوں نے کہا: رسول

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِي وَأَنَا مَرِيْضٌ لَّا أَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَّضُوْئِهِ فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَنِ الْمِيْرَاثُ إِنَّمَا يَرِثُنِي كَلَالَةٌ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ.

اللہ ﷺ میری عیادت کو آئے اور میں ایسا بیمار تھا کہ ہوش نہیں رکھتا تھا۔ آپؐ نے وضو کیا اور اپنے وضو کے پانی سے کچھ پانی مجھ پر ڈالا۔ میں ہوش میں آیا اور میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ یہ میراث کس کے لئے ہوگی۔ میرے وارث تو کلالہ ہیں۔ تب فرائض کی آیت نازل ہوئی۔

تشریح: صَبُّ النَّبِيِّ ﷺ وَضُوْئَهُ عَلَى مُغْمًى عَلَيْهِ: حالت بے ہوشی میں پانی ڈالنے کے متعلق جو عنوان قائم کیا ہے۔ اس سے کسی مسئلہ کا جواز یا عدم جواز ثابت کرنا مقصود نہیں بلکہ پانی کی ایک عام تاثیر کی طرف توجہ دلا کر وضو کا فلسفہ بیان کرنا مقصود ہے۔ جواز و عدم جواز کے متعلق وہ گذشتہ بابوں میں ذکر کر آئے ہیں۔ جہاں آپؐ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو بطور تبرک استعمال کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے۔ (روایت نمبر ۱۸۷) یہاں پر یہ الفاظ قابل غور ہیں: وَأَنَا مَرِيْضٌ لَا أَعْقِلُ... فَعَقَلْتُ. پانی کے پڑنے سے ہوش وحواس ٹھکانے پر آ گئے۔ وضو کے متعلق تفصیلی تشریح روایت نمبر ۱۵۷، ۱۵۹۔ اور روایت نمبر ۱۹۴ کے ضمن میں روایت نمبر ۱۹۰ ملاحظہ ہو۔

كَلَالَةٌ: اس کو کہتے ہیں کہ جس کے باپ دادا فوت ہو چکے ہوں اور اس کی اولاد بھی نہ ہو۔

فَنَزَلَتْ: اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اسی وقت نازل ہوئی۔

بَاب ٤٥

اَلْغُسْلُ وَالْوُضُوْءُ فِي الْمِخْضَبِ وَالْقَدَحِ وَالْخَشَبِ وَالْحِجَارَةِ

لگن اور پیالے اور لکڑی اور پتھر کے برتنوں میں غسل اور وضو کرنا

١٩٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ إِلَى أَهْلِهِ وَبَقِيَ قَوْمٌ فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فِيْهِ مَاءٌ فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ أَنْ يَّبْسُطَ فِيْهِ

۱۹۵: ہم سے عبداللہ بن منیر نے بیان کیا۔ انہوں نے عبداللہ بن بکر سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حُمید نے حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ انہوں نے کہا: نماز کا وقت ہوا تو جن لوگوں کا گھر نزدیک تھا وہ اُٹھ کر اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے گئے اور کچھ لوگ باقی رہ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس پتھر کا ایک لگن لایا گیا جس میں کچھ پانی تھا۔ وہ

كَفَّهُ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ. قُلْنَا كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ ثَمَانِيْنَ وَزِيَادَةً.

لگن چھوٹا تھا۔ آپؐ اس میں اپنا ہاتھ نہ پھیلا سکتے تھے۔ سب لوگوں نے وضو کیا۔ ہم نے کہا: تم کتنے تھے۔ کہا: اَسی (۸۰) سے کچھ زیادہ۔

١٩٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيْهِ وَمَجَّ فِيْهِ.

۱۹۶: ہم سے محمد بن علاء نے بیان کیا، کہا: ابواسامہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے بُرید سے، بُرید نے ابو بردہ سے، ابو بردہ نے حضرت ابوموسٰیؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے ایک پیالہ منگوایا، جس میں پانی تھا۔ آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اور منہ اس میں دھوئے اور اس میں کلی کی۔

١٩٧: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَتَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجْنَا لَهُ مَاءً فِي تَوْرٍ مِّنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَّيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِهِ وَأَدْبَرَ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ.

۱۹۷: ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا: عبدالعزیز بن ابوسلمہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: عمرو بن یحیٰی نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ آئے تو ہم ایک پیتل کے لگن میں آپؐ کے لئے پانی لائے۔ آپؐ نے وضو کیا اور اپنا منہ تین بار دھویا اور اپنے ہاتھ دو دو دفعہ دھوئے اور اپنے سر کا مسح کیا۔ (اپنے دونوں ہاتھوں کو) آگے سے لے گئے اور پیچھے سے لے آئے اور اپنے دونوں پاؤں (بھی) دھوئے۔

١٩٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ

۱۹۸: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے زُہری سے روایت کی، کہا: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے مجھے بتلایا کہ

قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسٍ وَّرَجُلٍ آخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَتَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ الْآخَرُ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيٌّ وَّكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ هَرِيْقُوْا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَّمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ وَأُجْلِسَ فِي مِخْضَبٍ لِّحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ حَتَّى طَفِقَ يُشِيْرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ.

حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: جب نبی ﷺ بیمار ہوئے اور آپؐ کی بیماری نے آپؐ پر سخت حملہ کیا تو آپؐ نے اپنی بیویوں سے اجازت لی کہ میرے گھر میں آپؐ کی تیمارداری کی جائے۔ تو انہوں نے آپؐ کو اجازت دی۔ اس پر نبی ﷺ دو آدمیوں کے درمیان سہارا لیتے ہوئے نکلے۔ آپؐ کے پاؤں زمین پر لکیر ڈال رہے تھے۔ حضرت عباسؓ اور ایک اور شخص کے درمیان۔ عبیداللہ کہتے تھے: میں نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو یہ بتلایا تو انہوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا شخص کون ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ کہا: وہ حضرت علیؓ (بن ابی طالب) ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی تھیں کہ جب نبی ﷺ کی تکلیف بڑھ گئی اور آپؐ اپنے گھر میں داخل ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسی مشکوں سے پانی اُنڈیلو کہ جن کے بندھن نہ کھولے گئے ہوں۔ شاید کہ میں لوگوں کو وصیت کر سکوں۔ آپؐ کو ایک لگن میں بٹھایا گیا جو نبی ﷺ کی بیوی حضرت حفصہؓ کا تھا۔ پھر ہم آپؐ پر مشکیں ڈالنے لگے۔ یہاں تک کہ آپؐ ہم کو اشارہ کرنے لگے کہ بس تم کر چکیں۔ پھر آپؐ لوگوں کے پاس باہر گئے۔

تشریح: **اَلْغُسْلُ وَالْوُضُوْءُ فِي الْمِخْضَبِ:** اس باب میں اور نیز اگلے باب میں نہانے دھونے کے برتنوں کا ذکر کیا ہے۔ قَدَحٌ پیالہ کو کہتے ہیں جو اکثر لکڑی کا ہوتا ہے۔ مِخْضَبٌ لگن، کپڑے دھونے یا

رنگنے کا برتن۔ پتھر کا بھی ہوتا ہے۔ دو برتنوں کا ذکر کر کے وَالْخَشَبُ کو اَلْقَدَح پر اور اَلْحِجَارَة کو اَلْمِخْضَب پر معطوف کیا ہے۔ یعنی لکڑی کا ہو یا پتھر کا، ان دونوں قسم کے برتنوں کے استعمال کے متعلق پہلی دو روایتیں لائے ہیں۔ اس کے بعد دو اور روایتیں نقل کی ہیں، جن میں پیتل کے برتن اور چمڑے کی اشیاء کا ذکر ہے۔ اگلے باب میں طشت سے وضو کرنے کا ذکر ہے۔ امام موصوفؒ نے ان احادیث کا حوالہ دے کر جہاں نہانے اور وضو کرنے میں پانی کی کمیت کے متعلق مسائل مختلف فیہا کا حل کیا ہے۔ وہاں ضمناً ان لوگوں کے باطل خیالات کا بھی رد کیا ہے، جو دینی عبادات میں برتنوں کی تخصیص کرتے ہیں کہ اس قسم کے ہوں اور فلاں قسم کے نہ ہوں۔ مثلاً اب بھی ہندوستان میں نہ صرف ہندوؤں میں ہی یہ خیال پایا جاتا ہے بلکہ مسلمانوں میں بھی ہے کہ گڈوی ہندو کی اور لوٹا مسلمان کا۔ یہ گڈوی استعمال کرنا مکروہ سمجھتے ہیں اور وہ لوٹا۔ نہ صرف برتنوں بلکہ دھاتوں کے متعلق بھی یہی خیال ہے۔ مثلاً ہندو تانبا استعمال نہیں کرتے، مسلمان پیتل۔ ان تعصّبات کو دیکھ کر انبیاء علیہم السلام کی اس جدوجہد کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ جو انہیں بنی نوع انسان کو چھوٹی چھوٹی مگر نہایت راسخ جہالتوں سے مخلصی دینے میں کرنی پڑی ہے۔ جو لوگ اپنی موجودہ ترقی پر نازاں ہوتے ہوئے انبیاءؑ کے جہادِ عظیم کی قدر و قیمت کا شعور نہیں رکھتے، ان کی مثال بالکل ان نالائق بچوں کی ہے جن کو بڑے ہو کر والدین کی تکالیف کا احساس نہیں ہوتا۔ روایت نمبر ۱۹۵ کتاب المناقب باب علامات النبوة میں بھی دہرائی گئی ہے۔ اس معجزے کی تشریح اپنے محل پر ہوگی۔

روایت ۱۹۷ کی تشریح روایت ۱۸۵ میں دیکھیں اور ۱۹۸ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت کا جو ذکر ہے یہ بخاری میں سات جگہ آیا ہے۔ کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ میں متعلقہ واقعات کی تفصیل دیکھی جائے۔ نفس مضمون کے ساتھ روایت نمبر ۱۹۸ کا یہ تعلق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عند الضرورت سات مشکوں سے نہائے اور روایت نمبر ۱۹۵ تا ۲۰۱ لا کر امام بخاریؒ نے یہ سمجھایا ہے کہ کبھی آپؐ نے لگن سے پانی لے کر وضو کیا اور کبھی بڑے پیالے سے اور کبھی طشت سے اور کبھی ایک مُدّ پانی سے جو گیارہ(۱۱) چھٹانک کا ہوتا ہے اور ایسا ہی ان برتنوں سے آپؐ نہائے بھی۔ ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ نہانے اور وضو کرنے میں آپؐ ضرورت کے مطابق پانی استعمال کیا کرتے تھے۔

بَاب ٤٦ : اَلْوُضُوْءُ مِنَ التَّوْرِ

لگن سے وضو کرنا

۱۹۹ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ عَمِّي يُكْثِرُ مِنَ الْوُضُوْءِ قَالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ

۱۹۹: خالد بن مَخْلَد نے بیان کیا، کہا: سلیمان نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا: عمرو بن یحییٰ نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا۔ وہ کہتے تھے: میرے چچا وضو میں پانی بہت استعمال کرتے

أَخْبِرْنِي كَيْفَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّاءٍ فَكَفَأَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّنْ غَرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاغْتَرَفَ بِهَا ☆ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِهِ مَاءً فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَأَدْبَرَ بِهِ وَأَقْبَلَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ.

تھے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے کہا: مجھے بتلائیں کہ آپ نے نبی ﷺ کو کس طرح وضو کرتے دیکھا؟ اس پر انہوں نے پانی کا لگن منگوایا اور اپنے ہاتھوں پر (پانی) اُنڈیلا اور تین دفعہ (ہاتھ) دھوئے۔ پھر اپنا ہاتھ لگن میں ڈالا اور کلی کی، ناک صاف کیا۔ ایک ہی چلو سے تین بار (ایسا کیا)۔ پھر اپنے ہاتھ ڈالے ان دونوں ☆ سے چلو لیا اور اپنا منہ تین بار دھویا۔ پھر اپنے ہاتھ کہنیوں سمیت دو دو دفعہ دھوئے۔ اس کے بعد اپنے ہاتھوں میں کچھ پانی لیا اور اپنے سر کا مسح کیا۔ (اپنے دونوں ہاتھوں کو) پیچھے لے گئے اور آگے کو لائے۔ پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے اور کہا کہ اسی طرح میں نے نبی ﷺ کو وضو کرتے دیکھا تھا۔

۲۰۰: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِإِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَأُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيْهِ شَيْءٌ مِّنْ مَّاءٍ فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيْهِ قَالَ أَنَسٌ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ قَالَ أَنَسٌ فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّأَ مَا بَيْنَ السَّبْعِيْنَ إِلَى الثَّمَانِيْنَ.

۲۰۰: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: حماد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ثابت سے، ثابت نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے پانی کا یک برتن منگوایا تو آپؐ کے لئے ایک کھلے منہ کا چوڑا پیالہ لایا گیا۔ جس میں کچھ پانی تھا۔ آپؐ نے اپنی انگلیاں اس میں رکھ دیں۔ حضرت انسؓ کہتے تھے۔ میں پانی کو دیکھنے لگا۔ وہ آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ کر نکل رہا تھا۔ حضرت انسؓ کہتے تھے: جن لوگوں نے وضو کیا میں نے ان کا اندازہ کیا۔ ستر (۷۰)، اسی (۸۰) کے درمیان تھے۔

☆ نسخہ مصطفائیہ میں اس جگہ "اَدْخَلَ یَدَیْهِ فَاغْتَرَفَ بِهِمَا" کے الفاظ ہیں۔ ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: اَلْوُضُوْءُ مِنَ التَّوْرِ: حدیث ۱۹۵ میں بھی اسی قسم کے معجزے کا ذکر حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ لیکن وہاں اُتِيَ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ ہے۔یعنی آپؐ کے پاس پتھر کا لگن لایا گیا۔جو اتنا چھوٹا تھا کہ آپؐ اس میں اپنا ہاتھ نہیں پھیلا سکتے تھے اور اس باب کی دوسری روایت میں فَأُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ ہے۔یعنی آپؐ کے پاس ایک فراخ پیالہ لایا گیا۔اس سے بعض شارحین کا یہ خیال ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعات ہیں۔مگر یہ صحیح نہیں۔واقعہ ایک ہی ہے،جیسا کہ وضو کرنے والوں کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے۔اس روایت میں بھی اسی (۸۰) کے قریب ہی تعداد ہے اور یہاں بھی ایک ہی عنوانِ باب کے ماتحت روایت نمبر ۱۹۹، ۲۰۰ کو جمع کرنا بتلاتا ہے کہ واقعہ ایک ہی ہے۔روایت ۲۰۰ کے الفاظ یہ ہیں: بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ یعنی کھلے منہ کا پیالہ اور عنوان باب کے یہ الفاظ ہیں: اَلْوُضُوْءُ مِنَ التَّوْرِ اور روایت ۱۹۵ کو بھی مِخْضَب یعنی لگن کے عنوان کے ماتحت لایا گیا ہے۔

روایت نمبر ۱۹۹ کے یہ الفاظ قابل غور ہیں: كَانَ عَمِّي يُكْثِرُ مِنَ الْوُضُوْءِ. یعنی میرے چچا وضو میں پانی بہت استعمال کیا کرتے تھے۔اس لئے میں نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا کہ وضو میں کتنا پانی استعمال کیا کرتے تھے۔اس پر انہوں نے پانی کا ایک لگن منگوایا اور اس سے وضو کر کے دکھلایا۔ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوفؒ ان روایات سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔باب ۴۷ بھی وضو کے پانی کی مقدار کے متعلق ہے۔

بَاب ٤٧ : اَلْوُضُوْءُ بِالْمُدِّ

ایک مُدّ (پانی) سے وضو کرنا

۲۰۱ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَغْسِلُ أَوْ كَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ وَّيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ.

۲۰۱: ہم سے ابونُعیم نے بیان کیا، کہا: مِسعَر نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے کہا: ابن جبر نے مجھ سے بیان کیا کہا: میں نے حضرت انسؓ سے سنا۔کہتے تھے: نبی ﷺ ایک صاع سے لے کر پانچ مُدّ تک (پانی سے) نہائے یا کہا: غسل فرمایا کرتے تھے اور ایک مُدّ پانی سے وضو کیا کرتے تھے۔

تشریح: اَلْوُضُوْءُ بِالْمُدِّ: حدیث نمبر ۲۰۰ سے امام شافعیؒ نے استدلال کیا ہے کہ وضو کرنے میں پانی کی کوئی مقدار معین نہیں کیونکہ صحابہ لگن سے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق پانی لے لے کر وضو کرتے جاتے تھے۔ اس استدلال سے انہوں نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو مقدارِ معین پر زور دیتے ہیں۔(فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۹۸)

امام بخاریؒ نے حدیث نمبر ۲۰۰ کے بعد یہ باب اسی مذکورہ بالا اختلافی مسئلہ کی مناسبت کی وجہ سے قائم کیا ہے اور

سابقہ روایات کے مشترکہ مضمون اور امام شافعیؒ کا استدلال تسلیم کرتے ہوئے وہ اس باب سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ خیال بھی درست نہیں کہ وضو اور نہانے میں پانی استعمال کرنے کا کوئی اندازہ ہی نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراف سے منع فرمایا ہے اور ہر شئی میں اندازہ اور مقدار ملحوظ رکھی ہے۔ وضو کے متعلق فرمایا: اگر تم ندی کے کنارے بیٹھے ہوئے وضو کر رہے ہو۔ تب بھی اسراف نہ کرو۔ مُدّ ایک پیمانہ تھا جس میں دو رِطل وزنی شئی سما سکتی تھی۔ یعنی ایک سیر کے قریب اور صاع چار مُدّ یعنی ۸ رِطل کا ہوتا ہے۔ جس طرح آج کل سیر ہمارے ہاں پکا اور کچا ہوتا ہے، اس زمانہ میں رِطل کے وزن میں بھی اسی طرح فرق تھا اور اب بھی کچھ نہ کچھ فرق ہر جگہ ہے۔ ایک رِطل کا اندازہ سوا پانچ چھٹا نک کیا گیا ہے۔ اس حساب سے وضو کے لئے کم از کم مقدار پانی کی ایک سیر ہوتی ہے اور نہانے کے لئے سوا پانچ سیر۔ مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے ایک اور روایت نقل کی ہے کہ آپؐ ایک برتن سے نہایا کرتے تھے، جس میں تین مُدّ پانی آتا تھا۔ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی کی مقدار ضرورت وحالات کے لحاظ سے کم وبیش ہو جایا کرتی تھی۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۹۸)

امام بخاریؒ نے باب کے عنوان میں کم از کم مقدار کی جو تخصیص کی ہے تو اس سے ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے جو کسی اندازے کے قائل نہیں۔

بَاب٤٨ : اَلْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسح کرنا

٢٠٢: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ الْمِصْرِيُّ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرٌو حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ سَأَلَ عُمَرَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ نَعَمْ إِذَا حَدَّثَكَ شَيْئًا سَعْدٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَسْأَلْ عَنْهُ غَيْرَهُ وَقَالَ

۲۰۲: ہمیں اصبغ بن فرج مصری نے ابن وہب سے روایت کرتے ہوئے بتلایا، کہا: مجھ سے عمرو نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابونضر نے مجھے بتلایا کہ انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے، ابوسلمہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے، حضرت عبداللہؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے نبی ﷺ کے متعلق بیان کیا کہ آپؐ نے دونوں موزوں پر مسح کیا اور یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عمرؓ سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: (یہ بات) درست ہے۔ جب حضرت سعدؓ نبی ﷺ کے متعلق کوئی بات بتائیں تو کسی دوسرے سے اس کے متعلق نہ پوچھا کرو اور

مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي أَبُو النَّضْرِ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعْدًا... فَقَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ اللهِ نَحْوَهُ.

موسیٰ بن عقبہ نے کہا۔ ابونضر نے مجھ سے بیان کیا کہ ابوسلمہ نے ان کو بتلایا کہ حضرت سعدؓ نے (ان سے یہ حدیث بیان کی تو) حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہؓ سے اسی طرح کہا۔

٢٠٣: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْحَرَّانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ نَّافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ أَبِيْهِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيْرَةُ بِإِدَاوَةٍ فِيْهَا مَاءٌ فَصَبَّ عَلَيْهِ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.

۲۰۳: ہم سے عمرو بن خالد حرانی نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یحییٰ بن سعید سے، یحییٰ نے سعد بن ابراہیم سے، سعد نے نافع بن جبیر سے، نافع نے عروہ بن مغیرہ سے، انہوں نے اپنے باپ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق روایت کی کہ آپؐ قضائے حاجت کے لئے باہر گئے تو حضرت مغیرہؓ ایک ڈول جس میں پانی تھا؛ لے کر آپؐ کے پیچھے ہولئے اور جب آپؐ حاجت سے فارغ ہوئے تو انہوں آپؐ پر پانی ڈالا۔ آپؐ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

٢٠٤: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَتَابَعَهُ حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ وَّأَبَانُ عَنْ يَّحْيَى.

۲۰۴: ہم سے ابونُعیم نے بیان کیا، کہا: شیبان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یحییٰ سے، یحییٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری سے روایت کی کہ ان کے باپ نے ان کو بتلایا کہ انہوں نے نبی ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔ حرب بن شداد نے بھی اور ابان نے بھی یحییٰ سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی۔

۲۰۵ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَخُفَّيْهِ وَتَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۰۵: ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: اوزاعی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے یحیٰی سے، یحیٰی نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے جعفر بن عمرو (بن اُمیہ) سے، جعفر نے اپنے باپ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو اپنی پگڑی اور اپنے موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔ — معمر نے بھی یہ روایت اوزاعی کی طرح بیان کی۔ انہوں نے یحیٰی سے، یحیٰی نے ابوسلمہ سے، ابو سلمہ نے عمرو سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا۔

تشریح: **اَلْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ:** مسح کرنے کے بارے میں جہاں تک آیت وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ کی بناء پر اختلافی مسئلہ کا تعلق ہے۔ اس کی مختصر بحث روایت نمبر ۱۸۶ میں گذر چکی ہے۔ پاؤں ننگے ہوں تو ان کا دھونا فرض ہے اور اگر وضو کر کے موزے یا جرابیں پہن لے تو بغیر پاؤں دھونے کے پانچ نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ دوبارہ وضو کرنے کے وقت ان پر صرف مسح کر لینا کافی ہے۔ جمہور کا اس پر اتفاق ہے۔ بعض نے حالت سفر میں مسح جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسح کرنے کے متعلق جو اکثر روایتیں آئی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ سفر میں تھے۔ مگر یہ استدلال ایسا نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جائے۔ کیونکہ اس کے مقابل پر یہ استدلال بھی کیا جا سکتا ہے کہ سفر میں آپؐ نے مسح اسی لئے کیا کہ موزے اُتارنے میں مشقت تھی۔ حضر میں بھی یہی وجہ قائم رہتی ہے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضر کی حالت میں بھی مسح کیا ہے۔ بعض نے مسح افضل قرار دیا ہے۔ کیونکہ خارجی اور اہل شیعہ اس کے قائل نہیں اور اس کو مکروہ جانتے ہیں۔ گویا ایک ثابت شدہ سنت مٹانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ مسح کرنے کے متعلق مستند روایات حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ ان سے مسح کرنے کے بارے میں ستر صحابہؓ نے روایتیں بیان کی ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۳۹۹)

پس جو لوگ اس سنت کو مٹانا چاہتے ہیں، ان کے مقابل اس سنت پر عمل کر کے اس کو قائم رکھنا نہایت عمدہ بات ہے۔ روایت نمبر ۲۰۵ کے آخر میں معمر کی روایت کا حوالہ دے کر لفظ رَأَيْتُ کے بعد وہ روایت دُہرائی نہیں۔ امام موصوفؒ نے یہ حذف اس امر کی طرف توجہ دلانے کے لئے کیا ہے کہ مسح کے متعلق یہ روایت شنیدہ نہیں بلکہ دیدہ ہے۔ اس لئے لفظ رَأَيْتُ پر خاص زور دیا ہے۔

موزے جرابیں وغیرہ پہننے کی حالت میں مسح کرنے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ایک مسلمان اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ میں تعمیل حکم کرتا ہوں۔ اسلام جس کے معنی کامل فرمانبرداری کے ہیں، یہ تعلیم دیتا ہے کہ حکم بجالاتے وقت فرمانبرداری کی کوئی شق بھی نظر انداز نہ ہونے پائے۔ اللہ تعالیٰ کی رخصتوں اور اجازتوں سے فائدہ اٹھانا بھی فرمانبرداری کا ایک جزء ہے۔ اور اس سے انکار کرنا درحقیقت اسلام کے مفہوم سے انحراف کرنا ہے۔ قبولیت نہ محض ایمان سے ہے اور نہ محض عمل سے، بلکہ فرمانبرداری کی روح قائم رکھنے سے، جس میں اپنے نفس کی مرضی کا دخل نہ ہو۔ اس لئے شریعت نے جہاں جہاں استثنائی حالات کو مدنظر رکھ کر تعلیم دی ہے۔ وہاں سہولت سے فائدہ اُٹھانا گویا منشائے الٰہی کو پورا کرنا ہے اور اس کے برخلاف عمل کرنا شریعت سے اپنے آپ کو بالاتر سمجھنا ہے۔

بَاب ٤٩ : إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَيْهِ وَهُمَا طَاهِرَتَانِ

اگر اپنے دونوں پاؤں (موزوں میں) داخل کرے جبکہ وہ دونوں پاک ہوں

٢٠٦ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

۲۰۶: ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا: زکریا نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عامر سے، عامر نے عروہ بن مغیرہ سے، عروہ نے اپنے باپ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ میں آگے بڑھ کر جھکا کہ آپؐ کے موزے اُتاروں تو آپؐ نے فرمایا: انہیں رہنے دو کیونکہ میں نے ان کو باوضو پہنا تھا۔ آپؐ نے ان پر مسح کیا۔

تشریح: اِذَا اَدْخَلَ رِجْلَیْهِ وَهُمَا طَاهِرَتَان: یہ مسئلہ بھی تقریباً متفق علیہ ہے کہ باوضو ہونے کی حالت میں اگر موزے وغیرہ پہنے جائیں تو ان پر مسح کرنا جائز ہوگا۔ هُمَا طَاهِرَتَانِ سے شرعی طہارت یعنی وضو ہی مراد ہے؛ نہ کہ محض ان کا دھونا۔ اس مسئلہ میں ایک جزئی اختلاف ہے، جس کی بناء دراصل اس اختلافی مسئلہ پر ہے کہ آیا وضو میں اعضاء کو ترتیب سے دھونا ضروری ہے یا غیر ضروری۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ ترتیب کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۴۰۴) اس لئے اگر پہلے پاؤں دھو کر موزے یا جرابیں پہنے ہوں تو وہ مسح جائز نہیں سمجھتے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ طَاهِرَتَان کے ظاہری الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو جائز سمجھتے ہیں۔

حضر میں مسح کی حد ایک دن رات ہے اور سفر میں تین دن رات۔ امام مالکؒ اس مسئلہ میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک جب موزے اتارے یا جنبی ہو تو پاؤں دھوئے۔ ورنہ جب تک چاہے موزوں پر مسح کرتا رہے۔ (تفصیل کے

لئے دیکھئے بدایة المجتهد. کتاب الوضوء. الباب الثانی فی مسح الخفین. المسئلة الخامسة فی التوقیت)
باوضو پہن کر اگر تجدید وضو کرتے وقت ان پر مسح کیا ہوا اور پھر اُتارنے کی ضرورت پڑے تو بعض فقہاء کی رائے ہے کہ پاؤں دھولے۔ سارا وضو کرنے کی ضرورت نہیں اور بعضوں نے کہا کہ دھونے کی بھی ضرورت نہیں۔

بَاب ٥٠: مَنْ لَّمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَّحْمِ الشَّاةِ وَالسَّوِيْقِ

جو شخص بکری کا گوشت اور ستو کھا کر وضو نہ کرے

وَأَكَلَ أَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ {لَحْمًا☆} فَلَمْ يَتَوَضَّئُوْا.

حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے (گوشت☆) کھایا اور وضو نہ کیا۔

۲۰۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۲۰۷: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کا شانہ کھایا۔ پھر آپؐ نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

۲۰۸: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَلْقَى السِّكِّيْنَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۲۰۸: ہم سے یحيٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عُقیل سے، عُقیل نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جعفر بن عمرو بن اُمیہ نے مجھے بتلایا کہ ان کے باپ نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا: آپؐ بکری کے شانہ سے گوشت کاٹ کر کھا رہے تھے۔ اتنے میں آپؐ نماز کے لئے بلائے گئے تو آپؐ نے چھری وہیں پھینک دی اور آپؐ نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

☆ لفظ "لَحْمًا"، نسخہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۴۰۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **مَنْ لَّمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَّحْمِ الشَّاةِ:** امام بخاریؒ نے تین باب یکے بعد دیگرے باندھے ہیں۔ پہلے کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا گوشت اور ستو کھائے اور وضو نہیں دھرایا۔ دوسرے کا مضمون یہ ہے کہ آپؐ نے ستو کھا کر کلی کی اور وضو نہیں دُھرایا۔ تیسرے کا مضمون یہ ہے کہ دودھ پیا اور کلی کی اور فرمایا: اس میں چکنائی ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایسا کھانا پینا جس میں چکنائی ہو یا جس کا اثر منہ میں باقی رہتا ہو جیسے ستو اور دودھ تو اس کے بعد کلی کر کے نماز پڑھی جائے۔ یہ ان آداب طہارت میں سے ہے جن کا تعلق وضو اور نماز کے ساتھ ہے۔ پہلے باب کی حدیثوں میں گوشت کھانے کے بعد وضو نہ کرنے کا ذکر ہے اور اس کے بعد کے دو بابوں میں جو روایتیں ہیں ان میں جہاں وضو کی نفی ہے، وہاں کلی کرنے کی صراحت ہے۔ اس لئے اصول منطق کی بناء پر یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ کھانے کے بعد کلی کر کے نماز پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ پہلی روایتیں صرف یہ بتلاتی ہیں کہ آپؐ نے وضو نہیں کیا۔ یہ نہیں بتلاتیں کہ آپؐ نے کلی بھی نہیں کی اور بعد کی روایتیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ آپؐ نے نہ صرف کلی کی بلکہ کلی کرنے کی وجہ بھی بیان فرمائی۔

امام بخاریؒ نے بابوں کی ترتیب میں منطقی اصول ملحوظ رکھ کر مسئلہ مذکورہ کو خوبی کے ساتھ واضح کیا ہے اور یہ ضرورت ان کو اس لئے پیش آئی ہے کہ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ آپؐ نے ایک موقع پر گوشت کھایا اور وضو کیا۔ ایسی حالت میں یہ بھی امکان ہے کہ آپؐ بے وضو ہوں۔ بعض کا خیال ہے کہ آپؐ پہلے وضو نہیں کیا کرتے تھے۔ مگر بعد میں آپؐ نے فرمایا کہ آگ سے پکا ہوا کھانا کھایا جائے تو وضو کر لینا چاہیے۔ یہ لوگ آپؐ کا پہلا عمل درآمد منسوخ سمجھتے ہیں اور آگ سے پختہ اشیاء کھانے سے وضو دُہرانا ضروری قرار دیتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے باب کے عنوان میں خلفائے راشدین کا عمل درآمد پیش کر کے ان کے اس خیال کا ردّ کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ. (ابن ماجه كتاب المقدمه باب اتباع السنة الخلفاء الراشدين) آپؐ کے بعد خلفائے راشدین حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کا عمل یہ تھا کہ انہوں نے گوشت کھانے کے بعد وضو نہیں کیا۔ سلیم بن عامر وغیرہ نے ان کے متعلق یہ روایت مذکورہ بالا بیان کی ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۴۰۶) لہٰذا خلفائے راشدین کا عمل درآمد اختلاف کی صورت میں ایک فیصلہ کن شہادت ہے۔ حضرت جابرؓ کی مشہور روایت اس باب میں واضح ہے۔ كَانَ اٰخِرُ الْاَمْرَيْنِ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَرْكُ الْوَضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ. (عمدۃ القاری جزء ثالث صفحہ ۱۰۵) اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔

امام بخاریؒ نے باب کے عنوان میں لَحْمُ الشَّاةِ یعنی بکری کے گوشت کی جو تخصیص کی ہے تو یہ اس لئے کہ امام احمد بن حنبلؒ اور بعض شافعی اہل حدیث نے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو ضروری قرار دیا ہے۔ ان کے اس خیال کی بناء مسلمؒ کی ایک روایت ہے اور وہ اسے مستحب سمجھتے ہیں۔ اس خیال سے نہیں کہ گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ بلکہ مشارالیہا روایت کے احترام کو مدنظر رکھ کر امام بخاریؒ نے لَحْمُ الشَّاة کی تخصیص کر کے اونٹ کے گوشت کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے۔ امام مسلمؒ کی روایت مذکورہ ان کی مقرر کردہ شروط صحت کے مطابق نہیں ہے۔ بلکہ اس تخصیص سے ضمناً اس کی تردید ہی معلوم ہوتی ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۴۰۵)

بَاب ۵۱ : مَنْ مَّضْمَضَ مِنَ السَّوِيْقِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

جس نے ستو کھا کر کلی کی اور وضو نہ کیا

۲۰۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ مُّوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا كَانُوْا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ أَدْنَى خَيْبَرَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَأَمَرَ بِهِ فَثُرِّيَ فَأَكَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۲۰۹: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یحيٰ بن سعید سے، یحيٰ نے بُشَیر بن یسار سے جو کہ بنو حارثہ کے مولیٰ تھے۔ روایت کی کہ سوید بن نعمان نے ان سے بیان کیا کہ جس سال خیبر فتح ہوا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ جب آپؐ صہباء میں پہنچے اور یہ جگہ خیبر کے وَرے نشیب میں ہے تو آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر اس کے بعد آپؐ نے توشے منگوائے۔ آپؐ کے پاس سوائے ستوؤں کے اور کچھ نہ لایا گیا۔ آپؐ نے حکم دیا اور وہ بھگوئے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے کھائے اور ہم نے بھی کھائے۔ پھر آپؐ مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپؐ نے کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی۔ پھر آپؐ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

۲۱۰: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَّيْمُوْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۲۱۰: ہم سے اصبغ نے بیان کیا، کہا: ابن وہب نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: عمرو نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے بکیر سے، بکیر نے کُریب سے، کُریب نے حضرت میمونہؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے ان کے ہاں شانہ کا گوشت کھایا۔ پھر اس کے بعد آپؐ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

بَاب ۵۲ : هَلْ يُمَضْمِضُ مِنَ اللَّبَنِ

کیا دودھ پی کر کلی کی جاوے

۲۱۱ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ وَّ قُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ إِنَّ لَهُ دَسَمًا. تَابَعَهُ يُوْنُسُ وَصَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

۲۱۱: ہم سے یحيٰ بن بکیر اور قتیبہ نے بیان کیا۔ وہ دونوں کہتے تھے: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عُقیل سے، عُقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیا اور کلی کی اور فرمایا کہ اس میں چکنائی ہوتی ہے۔ عُقیل کی طرح یونس اور صالح بن کیسان نے بھی زُہری سے یہی روایت کی ہے۔

بَاب ۵۳ : اَلْوُضُوْءُ مِنَ النَّوْمِ

نیند سے اُٹھ کر وضو کرنا

وَمَنْ لَّمْ يَرَ مِنَ النَّعْسَةِ وَالنَّعْسَتَيْنِ أَوِ الْخَفْقَةِ وُضُوْءًا.

اور جو ایک دوبار کی اونگھ یا جھپکی سے وضو کرنا ضروری نہ سمجھے۔

۲۱۲ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّي فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لَّا يَدْرِي لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ.

۲۱۲: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اونگھے اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو چاہیے کہ وہ سو جائے۔ یہاں تک کہ اس سے نیند جاتی رہے۔ کیونکہ تم میں سے اگر کوئی اس حالت میں نماز پڑھے کہ وہ اونگھ رہا ہو تو اسے کچھ پتہ نہ ہوگا۔ شاید چاہے تو بخشش مانگنا- اور لگے اپنے آپ کو برا بھلا کہنے۔

۲۱۳: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنَمْ حَتَّى يَعْلَمَ مَا يَقْرَأُ.

۲۱۳: ہم سے ابومعمر نے بیان کیا، کہا: عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ایوب نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انسؓ سے، حضرت انسؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی نماز میں اونگھے تو وہ سو جائے، یہاں تک کہ جو کچھ پڑھ رہا ہو اسے معلوم بھی ہو۔

تشریح: اَلْوُضُوْءُ مِنَ النَّوْمِ: اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ آیا نیند سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں۔ بعض نے مطلق نیند کو خواہ تھوڑی ہو یا بہت ناقض وضو قرار دیا ہے اور بعض نے نہیں۔ اور بعض نے اونگھنا اور جھپکی وغیرہ ہلکی سی نیند کو مستثنیٰ کر کے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر پوری نیند سے اُٹھے تو اسے وضو کرنا چاہیے۔ اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا (المائدۃ:۷) میں قیام سے مراد نیند سے اُٹھنا لیا گیا ہے اور انہی معنوں میں حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث گذر چکی ہے: اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ نَّوْمِهٖ فَلْيَغْسِلْ يَدَهٗ قَبْلَ اَنْ يُّدْخِلَهَا فِيْ وَضُوْئِهٖ (روایت نمبر۱۶۲) یہی مذہب جمہور کا ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے بھی لیٹ کر سونے والے کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ ان میں سے امام مالکؒ نے بیٹھ کر سونے والے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ دیر تک نہ سوتا رہے۔ یعنی ایسی نیند ہو کہ کسی حد تک ہوش قائم رہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۴۰۹)

(بداية المجتهد. كتاب الوضوء. الباب الرابع. المسئلة الثانية فى النوم)

باب کے عنوان نیز حدیث نمبر ۲۱۲، ۲۱۳ سے شارع اسلامؐ کا یہ مقصد واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اونگھنے والے کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ وضو کا رہنا یا نہ رہنا؛ یہ سوال ہی ایک دوسرا ہے۔ ایسے شخص کے لئے جو اونگھ رہا ہو، ارشاد نبویؐ یہ ہے: فَلْيَرْقُدْ۔ وہ نماز چھوڑ کر وضو کے رہنے یا نہ رہنے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سو جائے۔ کیونکہ نماز صرف قیام، رکوع اور سجود کا نام ہی نہیں؛ بلکہ دعا و مناجات ہے جس کا سمجھنا و جاننا ضروری ہے۔ یہ اصل حکم ہے شارع اسلامؐ کا۔ ان احادیث سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے لئے اپنی نماز کے معانی کا سمجھنا ضروری ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد اس بارے میں نہایت منذر ہے۔ فرماتا ہے: وَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَo الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ o (الماعون: ۵-۶) یعنی ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔ منہ سے الفاظ تو نکل رہے ہیں مگر سمجھتے بوجھتے کچھ نہیں اور نہ دلوں میں ان کا کچھ اثر ہے۔

بَاب ٥٤ : اَلْوُضُوْءُ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ

باوضوہوتے ہوئے وضوکرنا

٢١٤ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا... ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قَالَ يُجْزِئُ أَحَدَنَا الْوُضُوْءُ مَا لَمْ يُحْدِثْ.

۲۱۴: ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عمرو بن عامر سے روایت کی۔ عمرو نے کہا: میں نے حضرت انسؓ سے سنا۔ (امام بخاریؒ نے کہا:) نیز ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: یحییٰ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے سفیان سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: عمرو بن عامر نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: نبی ﷺ ہر نماز کے وقت وضو کیا کرتے تھے۔ میں نے کہا: تم کس طرح کرتے تھے۔ جواب دیا: ہم میں سے ایک کے لئے وضو اس وقت تک کافی ہوتا جب تک وہ بے وضو نہ ہو جاتا۔

٢١٥ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُوَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَلَمَّا صَلَّى دَعَا بِالْأَطْعِمَةِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

۲۱۵: ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا: سلیمان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: یحییٰ بن سعید نے مجھ سے بیان کیا۔ (یحییٰ نے) کہا: بُشَیر بن یسار نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے کہا: سوید بن نعمان نے مجھے بتلایا۔ کہا: جس سال خیبر فتح ہوا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ جب ہم صہباء میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ جب آپؐ نماز پڑھ چکے تو کھانے منگوائے۔ سوائے ستو کے اور کچھ نہ لایا گیا۔ ہم نے کھایا پیا۔ پھر نبی ﷺ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ ثُمَّ صَلَّى لَنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

مغرب کے لئے اُٹھے اور کلی کی اور پھر اس کے بعد آپؐ نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔

تشریح: اَلْوُضُوْءُ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ: یہ عنوان قائم کرکے امام موصوف یہ امر ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ حدث کی حالت پیدا ہو تو ہی وضو کیا جائے بلکہ وضو ہوتے ہوئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ روایت نمبر ۲۱۴ سے واضح ہوتا ہے اور روایت نمبر ۲۱۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی حالت میں جب کہ پانی احتیاطاً محفوظ رکھنے کی ضرورت ہوتی آپؐ ہر نماز کے لئے نیا وضو نہ کرتے۔ اس باب میں یہ سمجھایا ہے کہ کسی امر کا جواز اس بات کے منافی یا مانع نہیں ہوتا کہ اس سے بہتر بات نہ کی جائے۔ قرآن مجید کے الفاظ اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ (المائدة:۷) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب نماز کے لیے اُٹھو؛ نیا وضو کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام طور پر عمل درآمد بھی یہی تھا۔ ایسا ہی یہ جو اجازت دی گئی ہے کہ ہلکی نیند پر جو بصورت اونگھ یا غنودگی ہو، وضو نہ دہرایا جائے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ جو بہتر بات ہو وہ نہ کرے بلکہ اصل حکم و منشاء پر نظر رکھنا سب سے زیادہ پسندیدہ بات ہے۔ باقی رہے جائز اُمور تو ان سے ضرورت پر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں اس سے فائدہ اُٹھایا۔ باب مذکور کے ذیل میں یہ دونوں روایتیں پہلو بہ پہلو لا کر امام موصوفؒ نے یہی نکتہ واضح کیا ہے۔ اب حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔ جائز امور تو اصل مقصد قرار دئے گئے ہیں اور اصل مقصد کو بالکل نَسْيًا مَّنْسِيًّا کر دیا گیا ہے۔

بَاب ٥٥: مِنَ الْكَبَائِرِ أَنْ لَّا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهِ

کبیرہ گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے بول (پیشاب) سے بچاؤ نہ کرے

٢١٦: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِّنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ أَوْ مَكَّةَ فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُوْرِهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي

۲۱۶: ہم سے عثمان نے بیان کیا، کہا: جریر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے مجاہد سے، مجاہد نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ مدینہ یا مکہ کے باغوں میں سے ایک باغ کی دیوار کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے دو آدمیوں کی آواز سنی، جن کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: انہیں

كَبِيْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلَى كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِيْدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ قَبْرٍ مِّنْهُمَا كِسْرَةً فَقِيْلَ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا قَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَيْبَسَا أَوْ إِلَى أَنْ يَّـيْبَسَا.

عذاب دیا جارہا ہے اور کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جارہا۔ پھر فرمایا: بلکہ ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب سے بچاؤ نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا پھرتا تھا۔ پھر آپؐ نے ایک کھجور کی شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑہ گاڑ دیا۔ آپؐ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! آپؐ نے یہ کیوں کیا؟ فرمایا: شاید ان سے یہ عذاب ہلکا کر دیا جائے جب تک کہ یہ خشک نہ ہو جائیں۔ یا (یہ کہا:) حتی کہ یہ خشک ہو جائیں۔

تشریح: **مِنَ الْكَبَائِرِ اَنْ لَّا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهِ:** عام طور پر لوگ پیشاب کی ناپاکی کو معمولی خیال کر کے اس سے پرہیز نہیں کرتے اور یہ سمجھ کر کہ ایک آدھ قطرے یا چھینٹے سے کپڑا ناپاک ہوگا۔ بغیر پانی وغیرہ سے صاف کرنے کے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس تساہل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قطرہ قطرہ جمع ہو کر عفونت و بدبو پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے شارع اسلامؐ نے پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کو گناہ قرار دیا ہے اور مسلمان ایک لمبے عرصہ تک اپنے مرشد کامل کی ہدایت کی بڑی احتیاط سے پابندی کرتے رہے ہیں۔ مگر یورپ کی اندھا دُھند تقلید نے پھر ان کو الٹے پاؤں پھیر دیا ہے۔ نہ ظاہری نجاست سے ان کو پرہیز رہا ہے نہ باطنی نجاست سے۔

روایت نمبر ۲۱۶ میں جس واقعہ کا ذکر ہے، اس کا تعلق عالم کشف سے ہے۔ (نیز دیکھیں تشریح روایت نمبر ۴۲۸) اہل اللہ اس قسم کے روحانی مشاہدات سے ہمیشہ بہرہ ور ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں اور ہمیں ان کے مشاہدات پر کامل یقین ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی- پہلا دقیقہ معرفت، صفحہ ۸۶۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم کشف میں ان کی آواز روحانی کانوں سے سنی اور آپؐ نے روحانی آنکھوں سے دیکھا کہ انہیں سزا دی جارہی ہے اور سزا بھی ایسی باتوں کی وجہ سے دی جارہی ہے، جو ایک اعتبار سے معمولی ہیں اور ایک اعتبار سے بڑی۔ یعنی چھوٹے سے چھوٹے گناہ پر اگر اصرار کیا جائے تو وہ بڑا ہو جاتا ہے اور انسان کو سزا کا مستوجب بنا دیتا ہے۔ لوگ پیشاب سے اور چغلی سے پرہیز نہیں کرتے اور انہیں معمولی سمجھتے ہیں۔ مگر یہ دونوں باتیں ان کی روحانیت کو گندہ بنا سکتی ہیں۔ پیشاب وغیرہ کی نجاست سے پرہیز نہ کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ طبیعت سے اس کی نفرت دور ہو کر گندی باتوں کے لئے میلان پیدا کرنے والی حرکات اور بواعث کو کام کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ معمولی بے احتیاطی ایک کبیرہ گناہ ہوگا۔ ایسا ہی چغلی کھانا بھی انسان کی سرشت میں فساد کا مرض پیدا کر کے ایک خطرناک صورت پیدا

کرسکتا ہے۔

وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ : یہ آپؐ نے ان فعلوں کی ظاہری صورت کومدنظر رکھ کرفرمایااور پھر بلیٰ کہہ کرآپؐ نے نتائج کے اعتبار سے ان کوکبیرہ قراردیا ہے۔ لَايَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ کے یہ معنی بھی ہیں کہ پیشاب کرتے وقت لوگوں کے سامنے ننگ دھڑنگ بیٹھ جایا کرتا تھا۔ پرواہ نہیں کرتا تھا۔ یہ فعل بھی بےحیائی پر دلالت کرتا ہے۔

دَعَا بِجَرِيْدَةٍ فَكَسَرَهَا: آپؐ نے سبزٹہنی جودوٹکڑے کرکے قبروں پرگاڑی ہےاوراس امید کااظہارفرمایا ہے کہ ممکن ہے جب تک یہ خشک نہ ہوں سزاان سے ہلکی کردی جائے۔ یہ آپؐ نے گناہ اور سزا کی اہمیت آشکار کرنے کے لئے کیا۔ان کی سزا کی کیفیت دیکھ کرآپؐ کا دل رقت سے بھرا ہوا تھااور رحمت جوآپؐ کی فطرت کاخمیر تھا، جوش میں تھی۔ آپؐ نے ان کے لئے دعا کی اور گو ظاہری الفاظ میں دعا نہ بھی کی ہو۔مگر اہل اللہ کی یہ قلبی رقت بذات خود ایک دعا ہے اور ان شاخوں کا گاڑنا بھی بتلاتا ہے کہ آپؐ نے ان دونوں سے عذاب ہلکا ہوجانے کی عملاً خواہش ظاہر فرمائی ہے اوراُمید کا اظہار کیا کہ ممکن ہےان سے سزا ہلکی کی جائے اور یہ اس لئے کہ وہ نظارہ آپؐ کے دل میں کامل تواضع وخشیت کے جذبات پیدا کرنے والا تھا۔جس کا طبعی نتیجہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے جلال واستغناء کی صفات کا نقشہ واضح طور پرآپؐ کی آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتااوران معنوی کیفیات کی وجہ سے آپؐ نے فرمایا: لَعَلَّهُ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَالَمْ تَيْبَسَا. انبیاء باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا تعلق عاشق کا سا ہوتا ہےاور وہ اس سے کبھی اپنی بھی منواتے ہیں۔مگر وہ اس کے جلال و استغناء سے غافل نہیں ہوتے۔خصوصاً جب وہ روحانی آنکھ سے ایسا ہیبت ناک نظارہ دیکھ رہے ہوں۔ایک طرف تو آپؐ نے یہ راز کھولا اور دوسری طرف عالم آخرت کا یہ راز افشاء کیا کہ نباتات جس طرح ایک کثیف بےحرکت جسم کو اپنے اندر جذب کرکے ایک لطیف متحرک زندگی میں اسے تبدیل کرتے ہیں اور غیر عضوی زندگی کوعضوی زندگی میں نمایاں کرتے ہیں،اسی طرح انسان جو اپنی بدعملی سے ایک کثیف جسم اپنے ساتھ لے جاتا ہے؛اس کا استحالہ کثافت سے لطافت میں اسی قسم کے قانون ربانی کے ماتحت ہے، جو قانون اس دنیا کے عالم جمادات ونباتات میں کام کررہا ہےاور آپؐ کا سبز شاخوں کوگاڑنا اس راز کے بتانے کے لئے ایک ظاہری علامت تھی اور آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے خود اس کے ایک فعل کو بطور سفارش کے کھڑا کردیا۔ عالم روحانی کے یہ راز ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔اس لئے آپؐ نے لوگوں کو مختصر جواب دیا اور ایک دوسرے موقع پرآپؐ نے اس قانون ربانی کی تشریح بھی کردی۔فرمایا: كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِيْ جَانِبِ السَّيْلِ. یعنی عالم آخرت میں اسی طرح نشوونما پائے گا،جس طرح سیلاب کے کیچڑ میں دانہ نشوونما پاتا ہے۔ وہاں بھی روح کی کثافتیں اسی طرح لطافتوں میں تبدیل ہوں گی، جیسے یہاں ترابی موادلطیف زندگی میں تبدیل ہوتے ہیں

(دیکھئے حدیث نمبر۲۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ يُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ .... لَعَلَّهُ اَنْ يُّخَفَّفَ. آپؐ کے دل کی انتہائی افسردگی اور انقباض پر دلالت کرتے ہیں۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نظارے نے آپؐ پر بہت گہرا اثر کیا تھااور یہ مختصر جواب بھی جوآپؐ نے دیا ہے؛صحابہؓ کے پوچھنے پر دیا ہے۔

بَاب ٥٦ : مَا جَاءَ فِي غَسْلِ الْبَوْلِ

پیشاب دھونے کے متعلق جو حکم آیا ہے

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَاحِبِ الْقَبْرِ كَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ سِوَى بَوْلِ النَّاسِ.

اور نبی ﷺ نے قبر والے کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے پیشاب سے بچاؤ نہیں کیا کرتا تھا اور آپؐ نے آدمیوں کے پیشاب کا ہی ذکر کیا۔

۲۱۷ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِي رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُوْنَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا تَبَرَّزَ لِحَاجَتِهِ أَتَيْتُهُ بِمَاءٍ فَيَغْسِلُ بِهِ.

۲۱۷: ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا: اسماعیل بن ابراہیم نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے کہا: روح بن قاسم نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عطاء بن ابی میمونہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ جب حاجت کے لئے جنگل کو جاتے تو میں آپؐ کے لئے پانی لاتا اور آپؐ اس سے استنجاء کرتے۔

تشریح: **غَسْلُ الْبَوْلِ:** امام بخاریؒ نے پیشاب دھونے کے متعلق باب باندھ کر ایک تو سابقہ حدیث کا حوالہ دیا ہے اور دوسرے حضرت انسؓ کی روایت پیش کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے وقت پانی سے استنجا کیا کرتے تھے۔ اس سے ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ آپؐ ڈھیلے پر اکتفاء کیا کرتے تھے۔ یہ صحیح نہیں۔ جنگل میں پانی نہ ملنے پر اگر کبھی ڈھیلے کو استعمال کرتے تو آپؐ بعد میں پانی سے استنجا کرتے۔ یہ مقصد ہے امام موصوفؒ کا اس باب کے باندھنے سے۔ چنانچہ اس کے بعد ایک دوسرا باب باندھا ہے مگر اس کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا۔ بلکہ سابقہ حدیث ہی دُہرا دی ہے تا پہلے باب کا مضمون واضح ہو جائے۔

وَلَمْ يَذْكُرْ سِوَى بَوْلِ النَّاسِ: پہلے باب کے عنوان میں یہ جو کہا: وَلَمْ يَذْكُرْ سِوَى بَوْلِ النَّاسِ اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ آپؐ نے لوگوں کو اپنے پیشاب ہی سے بچنے کی تاکید فرمائی تھی۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خود اس پر کاربند نہ ہوتے۔ آپؐ جو کام کرنے کے لئے لوگوں کو فرماتے وہ خود بھی ضرور کرتے تھے۔

بَاب

۲۱۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيْدَةً رَّطْبَةً فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ فَغَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَّاحِدَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَحَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا مِّثْلَهُ.

۲۱۸: ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا: محمد بن خازم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: اعمش نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے مجاہد سے، مجاہد نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: نبی ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: انہیں تو عذاب دیا جارہا ہے اور کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جارہا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے بچاؤ نہیں کیا کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا پھرتا تھا۔ پھر آپؐ نے کھجور کی تازہ شاخ لی اور درمیان سے اس کو دو ٹکڑے کر کے ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑہ گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپؐ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: شاید ان سے تخفیف کی جائے، جب تک یہ نہ سوکھیں۔ محمد بن مثنیٰ نے کہا: وکیع نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: اعمش نے ہم سے بیان کیا۔ (اعمش نے) کہا: میں نے مجاہد سے اسی طرح سنا ہے۔

بَاب ۵۷: تَرْكُ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسِ الْأَعْرَابِيَّ حَتَّى فَرَغَ مِنْ بَوْلِهِ فِي الْمَسْجِدِ

نبی ﷺ اور لوگوں کا بدوی کو چھوڑ دینا، یہاں تک کہ وہ مسجد میں پیشاب کر چکا

۲۱۹: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ عَنْ

۲۱۹: ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا: ہم سے ہمام نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) اسحاق نے

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى أَعْرَابِيًّا يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ دَعُوْهُ حَتَّى إِذَا فَرَغَ دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ.

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ نبی ﷺ نے ایک بدوی کو مسجد میں پیشاب کرتے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا: اسے رہنے دو۔ یہاں تک کہ جب وہ فارغ ہوگیا تو آپؐ نے پانی منگوایا اور اُسے وہاں بہادیا۔

تشریح: حَتَّى فَرَغَ مِنْ بَوْلِهٖ فِي الْمَسْجِدِ: بعض نے اس واقعہ سے ایک جواز کی صورت نکالی ہے اور وہ یہ کہ پانی میں اگر تھوڑی سی نجاست ہو تو بوجہ پانی کی پاکیزگی غالب ہونے کے وہ ناپاک نہیں ہوگا۔ مگر یہ اسی طرح کا مسئلہ ہے جس کی بحث روایت نمبر ۱۷۰ باب ۳۳ میں ہوچکی ہے۔ اس سے قطعاً کسی قسم کے جواز کا استدلال نہیں ہوسکتا۔ امام موصوفؒ نے عنوان باب کے الفاظ نہایت احتیاط سے اختیار کئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدوی کو چھوڑ دینے اور پانی کے بہا دینے سے مذکورہ بالا جواز کی صورت نہیں نکلتی۔ امر مجبوری کی وجہ سے یہی ایک سہل علاج تھا کہ پانی بہا کر پیشاب کی نجاست ہلکی کر دی جاتی تا وہ جلد زمین میں جذب ہوجائے۔ اس واقعہ سے جو بات نمایاں طور پر ہماری توجہ کھینچتی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس مشفقانہ اخلاق سے متصف تھے۔ کوئی مولوی ہوتا تو وہ شور مچاتا اور گالی گلوچ پر اُتر آتا۔ مگر آپؐ نے لوگوں کو اس پر سختی کرنے سے روک دیا اور اس کو پیشاب کرنے دیا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے اسے فرمایا کہ یہ مسجدیں پیشاب وغیرہ کے لئے نہیں۔ بلکہ اللہ کے ذکر کے لئے ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۴۲۱)

بَاب ۵۸ : صَبُّ الْمَاءِ عَلَى الْبَوْلِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں پیشاب پر پانی ڈالنا

۲۲۰ :حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ

۲۲۰: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا: شعیب نے زُہری سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا: انہوں نے کہا: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے مجھے بتلایا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: ایک بدوی اُٹھا اور اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے اسے برا بھلا کہا۔ اس پر نبی ﷺ نے ان سے کہا:

وَهَرِيْقُوْا عَلَى بَوْلِهِ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ أَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّاءٍ فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُّيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ.

اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی کا بہادو۔ سَجْلٌ کا لفظ (کہا) یا ذَنُوْب کا اور تم صرف اس لئے مبعوث کئے گئے ہو کہ آسانی کرنے والے بنو اور تم سختی کرنے کے لئے مبعوث نہیں کئے گئے۔

۲۲۱: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۲۱: ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: یحییٰ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت انسؓ بن مالک سے سنا۔ وہ نبی ﷺ کے متعلق روایت کرتے تھے۔

بَاب: يُهْرِيْقُ الْمَاءُ عَلَى الْبَوْلِ

پیشاب پر پانی بہادیا جائے

وَحَدَّثَنَا خَالِدُ قَالَ وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي طَائِفَةِ الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُ النَّاسُ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَى بَوْلَهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَنُوْبٍ مِّنْ مَّاءٍ فَأُهْرِيْقَ عَلَيْهِ.

نیز ہم سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، کہا: سلیمان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انسؓ بن مالک سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ایک گنوار آیا اور اس نے مسجد کے ایک طرف پیشاب کیا۔ لوگوں نے اسے جھڑکا مگر نبی ﷺ نے انہیں منع کیا۔ جب وہ پیشاب کر چکا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایک ڈول پانی بہا دیا جائے۔ چنانچہ وہ اس جگہ بہادیا گیا۔

تشریح: صَبُّ الْمَآءِ عَلَى الْبَوْلِ: سابقہ باب (نمبر ۵۷) کے ذیل میں حضرت انسؓ کی روایت بیان کی ہے اور باب (نمبر ۵۸) میں حضرت ابوہریرہؓ کی اور پھر حضرت انسؓ کی جو یحییٰ بن سعید نے نقل کی ہے۔ ان دونوں کا مضمون ایک ہے۔ یعنی لوگوں نے اس بدوی کو ڈانٹا۔ حضرت انسؓ کے الفاظ یہ ہیں: فَنَهَا هُمُ النَّبِيُّ ﷺ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو روک دیا اور حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نقل کئے ہیں جو آپؐ

نے ان کو روکتے ہوئے فرمائے: فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صحابہؓ کو تلقین فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی اصلاح میں نرمی اور آسانی اختیار کرنی چاہیے۔ یہاں اس روایت میں ایک عملی ثبوت ہے کہ آپؐ لوگوں کو جو کام کرنے کے لئے فرماتے وہ خود بھی ضرور کرتے۔

یہ ابواب سابقہ باب سے دوطرح کی مناسبت رکھتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات میں اسوۂ حسنہ تھے۔ جیسا کہ یہ حکم دیا: يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا. اور جب موقع ہوا تو آپؐ نے خود عملاً آسانی اور نرمی کا سلوک کیا۔ مگر پیشاب کی نجاست کو جہاں تک ممکن ہوا، دور کیا اور اس سے ملوث ہونے کو ایک گناہ سمجھا۔ اس لئے آپؐ کے متعلق یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ آپؐ اس بارے میں تساہل سے کام لیتے ہوں اور دوسری مناسبت ظاہر ہی ہے کہ پیشاب دھونے کا مضمون ہے۔

بَاب ۵۹: بَوْلُ الصِّبْيَانِ

بچوں کا پیشاب کرنا

۲۲۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ أُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ إِيَّاهُ.

۲۲۲: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ ام المومنین سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا اور اس نے آپؐ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپؐ نے پانی منگوایا اور اسے اس پر بہا دیا۔

۲۲۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنٍ لَّهَا صَغِيْرٍ لَّمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ رَسُوْلُ

۲۲۳: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے، عبیداللہ نے محصن کی بیٹی حضرت ام قیسؓ سے روایت کی کہ وہ اپنے ایک چھوٹے بیٹے کو کہ جو کھانا نہیں کھاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کے پاس لائیں۔ رسول اللہ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجْرِهِ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ.

ﷺ نے اسے اپنی گود میں بٹھایا۔اس نے آپؐ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔اس پر آپؐ نے پانی منگوایا اوراس پر چھڑک دیا اوراسے نہ دھویا۔

تشریح: بَوْلُ الصِّبْيَان: فَـاِنَّـمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ کی ایک اور مثال دی۔اگر بچوں کے پیشاب کی وجہ سے ہر بار کپڑے دھونے اور بدلنے کا حکم ہوتا تو والدین کو مصیبت پڑ جاتی اور مائیں تو شاید کبھی بھی نماز نہ پڑھ سکتیں۔اسلام ایک عملی مذہب ہے اور شارع اسلام نے اعمال میں جس قدر سہولتیں دی تھیں۔آج کل کے مدعیان اسلام نے مسائل کو پیچیدگیوں میں ڈال کر بہت سی دقتیں اور دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔یہاں تک کہ ان کی ان حرکتوں نے نماز جیسی پاک چیز لوگوں سے چھڑا دی ہے۔امام بخاریؒ نے اسی وجہ سے یہ باب باندھے ہیں۔اسلام حد اعتدال چاہتا ہے۔نہ کہ افراط وتفریط۔قبروں کے متذکرہ بالا واقعہ کی بنا پر سختی شروع کر دینا شارع اسلام کے منشاء وحکم کے برخلاف ہے۔بعض شواذ روایتوں کی بناء پر لڑکے اور لڑکی کے پیشاب میں امام احمد بن حنبلؒ نے فرق کیا ہے۔یعنی لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکنا کافی ہے اور لڑکی کے پیشاب پر پانی بہانا چاہیے۔مگر امام بخاریؒ نے یہ فرق نہیں کیا اور یہی مذہب ہے،اکثر ائمہ کا۔یعنی انہوں نے ان کے درمیان کوئی فرق نہیں سمجھا۔دونوں پر پانی چھڑک دیا جائے یا پانی بہا دیا جائے۔(فتح الباری جزءاول صفحہ۴۲۴-۴۲۵)

نَـفَـخَ: اس کے معنی ہیں چھڑکنا۔کبھی آپؐ نے پانی بہایا اور کبھی چھڑکنے پر کفایت کی ہے۔جیسی ضرورت ہو،کیا جائے۔چھڑکنے سے مقصد صرف یہ ہے کہ اصل حکم طہارت نظر سے غائب نہ ہو۔

لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ: یعنی ایسا بچہ ہو جو کھانا نہ کھاتا ہو صرف دودھ پی رہا ہو اور اگر اس سے بڑا بچہ پیشاب کرے تو کپڑے یا جسم دھویا جائے۔

بَاب ۶۰: اَلْبَوْلُ قَائِمًا وَّ قَاعِدًا

پیشاب کرنا؛ کھڑے ہو کر بھی اور بیٹھ کر بھی

۲۲۴: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَجِئْتُهُ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ.

۲۲۴: ہم سے آدم نے بیان کیا،(کہا:) شعبہ نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے اعمش سے،اعمش نے ابووائل سے،انہوں نے حضرت حُذَیفہؓ سے روایت کی۔وہ کہتے تھے: نبی ﷺ ایک قوم کے گھورے (یعنی کوڑے کی جگہ) پر آئے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔پھر پانی منگوایا تو میں آپؐ کے پاس پانی لے کر آیا اور آپؐ نے وضو کیا۔

تشریح: اَلْبَوْلُ قَائِمًا: اس باب میں جو روایت بیان کی گئی ہے اس میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا ذکر ہے۔ بیٹھنے کے متعلق کسی خاص روایت لانے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ وہ ایک طبعی اور عام بات ہے کہ انسان جب قضائے حاجت کے لئے بیٹھتا ہے تو پیشاب بھی کرتا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق کسی روایت کے لانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ حضرت حذیفہؓ کی یہی روایت اگلے باب میں بھی ہے۔ وہاں یہ الفاظ ہیں: فَانْتَبَذْتُ یعنی میں ایک طرف ہٹ گیا۔ پانی منگوایا فَتَوَضَّأَ اور وضو کیا۔ یعنی استنجا کرنے کے بعد۔ نرم جگہ پیشاب کرنے سے چھینٹیں نہیں پڑتیں۔ بعض حالات میں انسان مجبور ہو جاتا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرے۔

بَاب ٦١

اَلْبَوْلُ عِنْدَ صَاحِبِهِ وَالتَّسَتُّرُ بِالْحَائِطِ

اپنے ساتھی کے نزدیک پیشاب کرنا اور دیوار کی اُوٹ لینا

٢٢٥: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُنِي أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَمَاشَى فَأَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ فَقَامَ كَمَا يَقُوْمُ أَحَدُكُمْ فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ فَأَشَارَ إِلَيَّ فَجِئْتُهُ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ حَتَّى فَرَغَ.

۲۲۵: ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا: جریر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابو وائل سے، ابو وائل نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے تو یہ (بھی) دیکھا ہے کہ میں اور نبی ﷺ اکٹھے چلے جا رہے تھے۔ آپؐ بعض لوگوں کے گھورے (کوڑے کی جگہ) پر گئے جو کہ ایک (باغ کی) دیوار کے پیچھے تھا اور اس طرح کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگے جیسا کہ تم میں سے کوئی کھڑا ہوتا ہے۔ میں آپؐ سے ہٹ کر ایک طرف ہو گیا۔ آپؐ نے مجھے اشارہ سے بلایا اور میں آپؐ کے پاس آیا اور آپؐ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپؐ فارغ ہوئے۔

تشریح: اَلْبَوْلُ عِنْدَ صَاحِبِهِ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ مشہور ہے کہ آپؐ قضائے حاجت کے لئے دور جایا کرتے تھے حتیٰ کہ پیشاب کے وقت بھی کسی نہ کسی چیز کی آڑ لیتے۔ یہ ایک خاص واقعہ ہے۔ آپ مسلمانوں کے بعض ضروری کاموں میں مشغول تھے۔ اسی اثنا میں پیشاب کی حاجت ہوئی اور آپؐ مجلس سے اُٹھ کر قریب کے گھورے (کوڑا کی جگہ) پر گئے۔ سامنے ایک باغ کی دیوار تھی۔ حضرت حذیفہؓ جو آپؐ کے ساتھ گئے تھے،

آپؐ نے ان کو اشارہ کر کے قریب کھڑا کر لیا تا آپؐ کو پیچھے سے آڑ میں رکھیں۔ وہ اس طرف پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو گئے۔ جہاں سے آنے جانے والوں کی نظر پڑنے کا احتمال ہو سکتا تھا۔ اس سے آپ کی شرم وحیا کا پتہ چلتا ہے۔
(فتح الباری جزء اول صفحہ ۴۲۹)

الفاظ وَالتَّسَتُّرُ بِالْحَائِطِ سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ آپؐ دیواروں کی اُوٹ میں تھے۔ حضرت حذیفہؓ کو بطور مزید احتیاط کے کھڑا کیا کہ کوئی اس طرف نہ آئے۔

بَاب ٦٢: اَلْبَوْلُ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ

کسی قوم کے گھورے کے پاس پیشاب کرنا

٢٢٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ أَبُو مُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ يُشَدِّدُ فِي الْبَوْلِ وَيَقُوْلُ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيْلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ أَحَدِهِمْ قَرَضَهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لَيْتَهُ أَمْسَكَ أَتَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا.

۲۲۶: ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابووائل سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ پیشاب کی وجہ سے سختی کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بنواسرائیل کی عادت تھی کہ جب ان میں سے کسی کے کپڑے میں (پیشاب) لگ جاتا تو وہ اس کو کتر ڈالتا۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا: کاش ابوموسیٰ رُک جاتے۔ رسول اللہ ﷺ بعض لوگوں کے گھورے کے پاس آئے اور آپؐ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

تشریح: **يُشَدِّدُ فِي الْبَوْلِ:** اس باب میں روایت مذکورہ بالا لا کر امام بخاریؒ نے آخر میں اپنا مقصد واضح کر دیا ہے کہ پیشاب وغیرہ کے متعلق اس قسم کا تشدد کرنا کہ کھڑا ہو کر نہ کرے۔ یا فلاں جگہ بیٹھ کر کرے اور پیشاب کا چھینٹا اتنا پڑے تو کوئی حرج نہیں اور اتنا پڑ جائے تو نماز جائز نہیں۔ یہ سب تکلیف مالا یطاق ہے۔ شارع اسلام نے جہاں یہ حکم دیا ہے کہ انسان صاف ستھرا اور پاکیزہ رہے وہاں یہ بھی حکم دیا ہے کہ توہمات میں پڑ کر اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالے۔ بلکہ ہر امر میں میانہ روی اختیار کرے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا نہایت برا جانتے تھے اور اگر کسی کو دیکھ لیتے تو اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے اور کہتے کہ بنی اسرائیل اس امر میں اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ وہ جس جگہ چھینٹیں پڑ جائیں اتنا کپڑا کتر ڈالتے تھے۔ لیکن یہ افراط کوئی دلیل نہیں کہ وہ لوگ بہت پاک تھے۔ جب انسان

کسی ظاہری امر میں غلو کرتا ہے تو اس کی باطنی جہت میں کوتاہی کرنے لگتا ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے جو کہ جلیل القدر صحابی تھے، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے تشدد کے خلاف سنت بتائی ہے۔

بَاب ٦٣ : غَسْلُ الدَّمِ

خون دھونا

٢٢٧ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا تَحِيْضُ فِي الثَّوْبِ كَيْفَ تَصْنَعُ قَالَ تَحُتُّهُ ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ وَتَنْضَحُهُ وَتُصَلِّي فِيْهِ.

۲۲۷: ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا: یحییٰ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: فاطمہ نے حضرت اسماءؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا۔ وہ کہتی تھیں: ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور کہا: بھلا بتلائیں کہ ہم میں سے ایک کو کپڑے میں حیض آتا ہے تو وہ کیا کرے۔ فرمایا: اسے کھرچ ڈالے۔ پھر اس کو رگڑے اور پانی سے اس کو دھو ڈالے اور اس میں نماز پڑھے۔

٢٢٨ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِنَّمَا ذَلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَيْضٍ فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ

۲۲۸: ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا: ابومعاویہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ہشام بن عروہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: ابوحُبَیش کی بیٹی حضرت فاطمہؓ نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: یارسول اللہ میں ایک عورت ہوں جس کو استحاضہ کی بیماری ہے اور میں پاک ہی نہیں ہوتی۔ کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ یہ تو ایک رگ (کا خون) ہے اور حیض نہیں ہے۔ پس جب حیض آئے تو نماز چھوڑ

الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي قَالَ وَقَالَ أَبِي ثُمَّ تَوَضَّئِيْ لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجِيْءَ ذَلِكَ الْوَقْتُ.

دواور جب بند ہو جائے تو خون اپنے بدن سے دھواور نماز پڑھ لو۔(ہشام) کہتے تھے: میرے باپ نے یہ حدیث یوں بیان کی۔ پھر ہر نماز کے لئے وضو کر لیا کر، یہاں تک کہ پھر وہی وقت آ جائے۔

تشریح: **غَسْلُ الدَّمِ:** یہ ایک تیسری مثال ہے عملی سہولت کی جو شارع اسلام نے دی ہے۔ استحاضہ کی حالت میں بیمار کو جائز ہے کہ وہ وضو کر کے نماز پڑھتی رہے۔ جب دوسری نماز کا وقت ہو تو پھر وضو کر لے۔ مسلسل بول یعنی پیشاب کے قطرہ قطرہ آنے یا ہوا کے بار بار خارج ہونے کی بیماری میں بھی ایسا ہی کرے۔

حَتَّى يَجِيْءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ: حدیث نمبر ۲۲۸ میں جو حَتَّى يَجِيْءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ کے الفاظ ہیں، ان سے مراد حیض کا معین وقت ہے۔ اس میں نماز ترک کر دے اور حیض کا وقت ختم ہونے پر نہانے دھونے کے بعد پھر اسی طرح تازہ وضو کے ساتھ نماز پڑھے۔

بَاب ٦٤

غَسْلُ الْمَنِيِّ وَفَرْكُهُ وَغَسْلُ مَا يُصِيْبُ مِنَ الْمَرْأَةِ

منی کا دھونا اور اسے مل کر دور کرنا اور اس کو بھی دھونا جو عورت سے لگ جائے

۲۲۹: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ الْجَزَرِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ ﷺ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَإِنَّ بُقَعَ الْمَاءِ فِي ثَوْبِهِ.

۲۲۹: ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: عمرو بن میمون جزری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سلیمان بن یسار سے، سلیمان نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: میں نبی ﷺ کے کپڑے سے جنابت دھوتی۔ آپؐ نماز کے لئے نکلتے اور پانی کے دھبے آپؐ کے کپڑے پر ہوتے۔

۲۳۰: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ

۲۳۰: ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا: یزید نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عمرو نے سلیمان بن یسار سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ کہا کہ میں

قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيْبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِي ثَوْبِهِ بُقَعُ الْمَاءِ.

نے حضرت عائشہؓ سے سنا۔ نیز ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: عبدالواحد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عمرو بن میمون نے سلیمان بن یسار سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے منی کے متعلق پوچھا جو کپڑے کو لگ جاتی ہے تو انہوں نے کہا: میں اسے رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے دھو دیا کرتی تھی اور آپؐ نماز کو نکلتے اور دھونے کا نشان آپؐ کے کپڑے میں ہوتا۔ (یعنی) پانی کے دھبے۔

تشریح: غَسْلُ الْمَنِيِّ وَ فَرْكِهِ: باب مذکور میں بیان کردہ مسئلہ ایسا ہے، جس کا ہر سلیم الفطرت انسان جو طہارت کو پسند کرتا ہے بالطبع پابند ہوتا ہے۔ سوائے ان کے جو ناپاک طبع ہوں۔ نفس مسئلہ کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ایک امر جو امام بخاریؒ کے طریقہ بحث وتمحیص اور استنباط پر روشنی ڈالتا ہے، اس کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ایک ہی واقعہ مختلف راویوں سے نقل کیا ہے اور حضرت عائشہؓ سے سننے یا ان سے پوچھنے کے متعلق جو اختلاف تھا وہ دور کر دیا ہے اور اس ضمن میں دوسرا باب قائم کر کے ایک اور مسئلہ بھی بیان کیا ہے۔ یعنی اگر دھونے کا نشان رہے تو کچھ حرج نہیں؛ نماز پڑھ لے۔ حضرت عائشہؓ کے قول کے راوی سلیمان بن یسار ہیں۔ روایت نمبر ۲۲۹ میں ان کے یہ الفاظ ہیں: عَنْ عَائِشَةَ ؓ یعنی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ روایت نمبر ۲۳۰ میں دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک میں سَمِعْتُ عَائِشَةَ ؓ یعنی میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا اور دوسری میں ہے سَأَلْتُ عَائِشَةَ یعنی میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا۔ روایت ۲۳۱ میں ہے: قَالَتْ عَائِشَةُ ؓ یعنی حضرت عائشہؓ کہتی تھیں۔ روایت نمبر ۲۳۲ میں ہے: عَنْ عَائِشَةَ یعنی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ امام بخاریؒ نے اس روایت کو مختلف سندوں سے اس لئے نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا یہ خیال ہے کہ سلیمان نے حضرت عائشہؓ سے نہ خود پوچھا نہ خود سنا۔ بلکہ کسی عورت سے پوچھوایا۔ امام بخاریؒ نے ان کے اس خیال کی تردید کی ہے اور امام مسلمؒ نے بھی ان سے اتفاق کیا ہے کہ سلیمان نے حضرت عائشہؓ سے خود سنا۔ صحابہؓ ضروری مسائل کی تحقیق میں بے جا شرم وحیا نہیں کرتے تھے۔ آزاد قومیں تحقیق کے ضمن میں شرم وحیا کے جذبات کو معیوب نہیں سمجھتیں اور محکوم قوم کی ذہنیت اس کو جائے عار وشرم گردانتی ہے۔ آج سے سینکڑوں برس پہلے بھی یہی حالت تھی اور اب بھی یہی ہے وہ قومیں جن کا ذہنی ارتقاء نمایاں ہوتا ہے، تحقیق واکتشاف کے دوران میں جنسین کے شرم وحیا کے سوال کو بالکل نظر انداز کر دیتی ہیں اور ان کے مقابل مغلوب قومیں بے جا شرم وحیا کا شکار ہو جاتی ہیں اور جنس اناث تو

خطرناک بیماریوں میں بھی مبتلا ہوکر اپنی حیا کے احساس پر غالب نہیں آسکتیں۔صحابہؓ کے ذہنی ارتقاء کا مقابلہ کرتے ہوئے ہم کو یہ نہیں دیکھنا کہ مسائل چھوٹے تھے یا بڑے۔ بلکہ اس روح حریت واخلاص کو دیکھنا ہے، جواُن کے اقوال واعمال کے پیچھے کام کررہی تھی۔طہارت وغیرہ مسائل کے متعلق پوچھنے پوچھوانے کو پست ذہنیت ہی بے شرمی کہے تو کہے مگر ترقی یافتہ ذہنیت اس کو نظر استحسان سے دیکھے گی۔صحابہؓ کا پہلا نقطہ نظر یہ تھا کہ ظاہر و باطن میں پاک وصاف ہونا ضروری ہے اور اسی دائرہ میں وہ اپنی آزادانہ روح کا اظہار کرتے تھے۔پھر جیسے جیسے دائرہ عمل وسیع ہوتا گیا، ویسے ویسے وسعت کے ساتھ وہ اس آزادانہ روح کا اظہار کرتے گئے۔یہاں تک کہ علم تشریح وطب وغیرہ علوم میں ان کی تحقیقات نہایت وسعت نظر اور علو ہمت پر دلالت کرتی ہے۔

بَاب ٦٥

إِذَا غَسَلَ الْجَنَابَةَ أَوْ غَيْرَهَا فَلَمْ يَذْهَبْ أَثَرُهُ

جب جنابت وغیرہ کو دھوئے اور اس کا نشان نہ جائے

٢٣١ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ الْمِنْقَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ فِي الثَّوْبِ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِيْهِ بُقَعُ الْمَاءِ.

۲۳۱: ہم سے موسیٰ بن اسماعیل منقری نے بیان کیا، کہا: عبدالواحد نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: عمرو بن میمون نے ہمیں بتلایا۔کہا: میں نے سلیمان بن یسار سے سنا۔ وہ اس کپڑے کے متعلق جس کو جنابت لگ جائے، کہتے تھے کہ حضرت عائشہؓ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے اس کو دھویا کرتی تھی ۔ پھر آپؐ نماز کو نکلتے اور دھونے کا نشان اس میں ہوتا۔(یعنی) پانی کے دھبے۔

٢٣٢ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَرَاهُ فِيْهِ بُقْعَةً أَوْ بُقَعًا.

۲۳۲: ہم سے عمرو بن خالد نے بیان کیا، کہا: زُہَیر نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: عمرو بن میمون بن مہران نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے سلیمان بن یسار سے، سلیمان نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ وہ نبی ﷺ کے کپڑے سے منی دھویا کرتی تھیں۔(کہتی تھیں:) پھر میں اس میں کوئی دھبہ یا کئی دھبے دیکھتی۔

بَاب٦٦ : أَبْوَالُ الْإِبِلِ وَالدَّوَابِّ وَالْغَنَمِ وَمَرَابِضُهَا

اونٹ اور چار پایوں اور بکریوں کے پیشاب اور ان کے بیٹھنے کی جگہیں

وَصَلَّى أَبُو مُوْسَى فِي دَارِ الْبَرِيْدِ وَالسِّرْقِيْنِ وَالْبَرِّيَّةُ إِلَى جَنْبِهِ فَقَالَ هَاهُنَا أَوْ ثَمَّ سَوَاءٌ.

اور حضرت ابوموسیٰ نے دارالبرید اور گوبر کی جگہ میں نماز پڑھی، حالانکہ جنگل ان کے قریب ہی تھا اور کہا کہ یہاں وہاں برابر ہے۔

۲۳۳: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ أُنَاسٌ مِّنْ عُكْلٍ أَوْ عُرَيْنَةَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ وَّأَنْ يَّشْرَبُوْا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَانْطَلَقُوْا فَلَمَّا صَحُّوْا قَتَلُوْا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوْا النَّعَمَ فَجَاءَ الْخَبَرُ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ فَلَمَّا ارْتَفَعَ النَّهَارُ جِيْءَ بِهِمْ فَأَمَرَ فَقُطِعَ أَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ وَسُمِرَتْ أَعْيُنُهُمْ وَأُلْقُوْا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُوْنَ فَلَا يُسْقَوْنَ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ فَهَؤُلَاءِ سَرَقُوْا وَقَتَلُوْا وَكَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ وَحَارَبُوْا اللهَ وَرَسُوْلَهُ.

۲۳۳: ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، انہوں نے کہا: حماد بن زید نے ہم سے بیان کیا۔ حماد نے ایوب سے۔ ایوب نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عُکل یا عُرَینہ قبیلہ کے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے مدینہ کی ہوا ناموافق پائی تو نبی ﷺ نے انہیں چند اونٹنیوں کے متعلق حکم دیا اور فرمایا: وہ ان کے پیشاب اور دودھ پئیں۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ جب تندرست ہو گئے تو انہوں نے نبی ﷺ کے چرواہے کو مار ڈالا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ یہ خبر پہلے پہر پہنچی تو آپؐ نے ان کے پیچھے آدمی بھیجے۔ جب دن چڑھ گیا تو ان کو پکڑ کر لے آئے۔ آپؐ نے حکم دیا اور ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور وہ پتھریلی زمین میں ڈال دیئے گئے۔ وہ پانی مانگتے تھے مگر ان کو پانی نہ دیا جاتا تھا۔ ابوقلابہ کہتے تھے: ان لوگوں نے چوری کی اور قتل کیا اور ایمان لانے کے بعد انکار کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

۲۳٤: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو التَّيَّاحِ يَزِيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ أَنْ يُّبْنَى الْمَسْجِدُ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ.

۲۳۴: ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابوالتیاح یزید بن حُمید نے حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ پیشتر اس کے کہ مسجد بنائی جاتی بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: **أَبْوَالُ الْإِبِلِ وَالدَّوَابِّ وَالْغَنَمِ وَمَرَابِضُهَا:** یہ ایک پانچویں سہولت ہے جو شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے گوالیہ اور زمیندار طبقہ کے لئے دی ہے۔ یہ لوگ عموماً ایسی جگہوں میں رہتے ہیں جہاں جانوروں کا پیشاب اور گوبر ہوتا ہے۔ اس لئے وہاں ستھری جگہ دیکھ کر نماز پڑھ لے اور بے جا شکوک میں نہ پڑے۔

صَلَّى اَبُوْ مُوْسَى فِيْ دَارِ الْبَرِيْدِ : دارالبرید کوفہ میں ایک سرائے تھی۔ خلفاء کے پیغامبر اور ایلچی وہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ اس لئے اس کا نام دارالبرید مشہور ہوگیا۔ برید کے معنی ایلچی، پیغامبر اور برید بارہ میل کی مسافت کو بھی کہتے تھے۔ ۱۲ میل پر ڈاک تبدیل ہوا کرتی تھی۔ یہ سرائے کوفہ کے ایک کنارے پر تھی اور اس کے قریب ہی ایک بیابان بھی تھا۔ جہاں شہر کے جانور چرا کرتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰؓ نے وہیں صاف ستھری جگہ دیکھ کر نماز پڑھی اور اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ وہ مشکوک جگہ ہے۔

فقہاء نے ایک یہ بحث اٹھائی ہے: آیا نجاست دور کر کے طہارت حاصل کرنا نماز کے لئے بطور شرط کے ہے جس کے پورا ہونے کے ساتھ نماز درست ہوتی ہے یا بطور خود ایک علیحدہ ضروری امر ہے، جس کا براہ راست نماز کے ساتھ ایسا لازم وملزوم کا تعلق نہیں جس طرح وضو کا؟ جو لوگ اس کو نماز کے لئے شرط نہیں مانتے وہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے اس عمل سے اور نیز اس صحابیؓ کے عمل سے جو مجروح ہونے کی حالت میں نماز پڑھتا رہا تھا استدلال کرتے ہیں۔

(فتح الباری جزء اول صفحہ ۴۳۷)

یہاں پیشاب، گوبر اور لید یا ناپاک ہونے کا قطعاً سوال نہیں۔ بلکہ ضرورت وقت اور تقاضائے حالات کا سوال ہے۔ بیماری کی مجبوری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرینیوں کو اونٹ کا پیشاب بطور علاج کے استعمال کرنے کی اجازت دی۔ اس اجازت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پیشاب طیب وحلال شئے ہے۔ کسی استثنائی حالت سے قاعدہ کلیہ کا استنباط کرنا غلط طریقہ ہے، یہ نکتہ سمجھانے کے لئے امام بخاریؒ باب مذکورہ کے ذیل میں روایت ۲۳۳ لائے ہیں اور روایت ۲۳۴ سے بھی یہی سمجھانا مقصود ہے کہ شروع میں جب مدینہ میں کوئی مسجد نہ تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبوراً بکریوں کے باڑوں میں بھی نماز پڑھنی پڑی۔ روایت نمبر ۲۲۶ کے پیش نظر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا یہ حوالہ بھی قابل غور ہے۔

فَهٰؤُلَاءِ سَرَقُوْا وَقَتَلُوْا: روایت نمبر۲۳۳ میں یہ جو آیا ہے: قَالَ اَبُوْ قِلابَةَ فَهٰؤُلَاءِ سَرَقُوْا وَقَتَلُوْا .... اس واقعہ کی تفصیل کتاب الجہاد اور کتاب المغازی میں ملاحظہ ہو۔ خلاصہ اس کا یہ ہے: عکل یا عرینہ قبیلہ کے کچھ لوگ مدینہ میں آئے اور وہ بظاہر اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد انہوں نے ظاہر کیا کہ مدینہ کی آب و ہوا اور خوراک ان کے ناموافق ہے اور وہ بیمار ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اونٹوں کا مطالبہ کیا: قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ابْغِنَا رِسْلًا ہمیں اونٹوں کے دودھ پینے کی عادت ہے۔ عرب لوگ بعض بیماریوں کا علاج اونٹ کے پیشاب اور دودھ سے کیا کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں۔ مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ایسا بخار ہوا تھا جس سے ان کے پیٹ پھول گئے تھے۔ چہروں کے رنگ زرد پڑ گئے تھے۔ ان کے جسم بھی لاغر ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے علاج کے لئے اونٹنیاں مانگیں۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس یہاں تو کوئی اونٹ نہیں۔ صدقہ کے اونٹ ۷ میل کے فاصلہ پر ہیں، وہاں چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ وہاں گئے اور جب اچھے ہو گئے تو وہ اونٹ ہانک کر لے گئے اور آپؐ کے چرواہے نے جس کا نام یسار تھا، ان کا تعاقب کیا تو انہوں نے اس کو پکڑ کر مار ڈالا۔ نہ صرف مار ڈالا بلکہ پہلے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور اس کی آنکھیں اور اس کی زبان میں کانٹے چبھو چبھو کر چھلنی کر دیا اور اس طرح سخت اذیت دے کر اس کو ہلاک کیا۔ اس وقت تک عرب کے عام رواج کے مطابق قصاص کے قانون پر عمل درآمد ہوتا تھا۔ اس لئے ان سے وہی سلوک کیا گیا۔ بعد میں جب اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (المائدة: ۳۴) کی آیت نازل ہوئی تو ایسی سزاؤں کی ممانعت کر دی گئی اور یہ واقعہ شرعی حدود کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ ابوقلابہ کسی مسئلہ کے جواز کے متعلق رائے نہیں دے رہے۔ بلکہ جو اصل واقعہ ہوا تھا اس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور ان کے جرم گنے ہیں۔ کفر بھی ایک جرم تھا مگر کفر و ارتداد کی وجہ سے ان کو یہ سزا نہیں دی گئی۔ ان امور کی تفصیل انشاء اللہ اپنے محل پر ہوگی۔

بَاب ٦٧: مَا يَقَعُ مِنَ النَّجَاسَاتِ فِي السَّمْنِ وَالْمَاءِ

گھی اور پانی میں جو پلید چیزیں پڑ جائیں

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا بَأْسَ بِالْمَاءِ مَا لَمْ يُغَيِّرْهُ طَعْمٌ أَوْ رِيْحٌ أَوْ لَوْنٌ وَّ قَالَ حَمَّادٌ لَّا بَأْسَ بِرِيْشِ الْمَيْتَةِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتَى نَحْوَ الْفِيْلِ وَغَيْرِهِ أَدْرَكْتُ نَاسًا مِّنْ سَلَفِ الْعُلَمَاءِ يَمْتَشِطُوْنَ بِهَا وَيَدَّهِنُوْنَ فِيْهَا

اور زُہری کہتے تھے: پانی میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ مزا یا بُو یا رنگ اس کو بدلا نہ دے۔ حماد نے کہا کہ مردار کے ''پر'' استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ زُہری نے ہاتھی وغیرہ جیسے مردہ جانوروں کی ہڈیوں کے متعلق کہا کہ میں نے پہلے علماء میں سے بعض لوگوں کو دیکھا ہے، جو اُن سے کنگھی کرتے تھے اور ان

لَا يَرَوْنَ بِهِ بَأْسًا وَّقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَإِبْرَاهِيْمُ وَلَا بَأْسَ بِتِجَارَةِ الْعَاجِ.

میں تیل رکھتے تھے اور اس بات میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے۔ ابن سیرین اور ابراہیم نے کہا: ہاتھی دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں۔

۲۳۵: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ فَقَالَ أَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ وَكُلُوْا سَمْنَكُمْ.

۲۳۵: ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے، عبیداللہ نے حضرت ابن عباسؓ سے، حضرت ابن عباسؓ نے حضرت میمونہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ سے چوہے کے متعلق پوچھا گیا جو گھی میں گر گیا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا: اس کو اور جو اس کے ارد گرد ہے، پھینک دو اور اپنا گھی کھاؤ۔

۲۳۶: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَّيْمُوْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَأْرَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ فَقَالَ خُذُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ قَالَ مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ مَا لَا أُحْصِيْهِ يَقُوْلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَّيْمُوْنَةَ.

۲۳۶: ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: ہم سے معن نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے حضرت ابن عباسؓ نے حضرت میمونہؓ سے روایت کرتے ہوئے بتلایا کہ نبی ﷺ سے چوہے کے متعلق پوچھا گیا جو گھی میں گر گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو اور جو گھی اس کے آس پاس ہے پھینک دو۔ معن نے کہا کہ مالکؒ نے اس حدیث کو اتنی دفعہ بیان کیا ہے کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔ وہ حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے تھے۔ وہ حضرت میمونہؓ سے۔

۲۳۷: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ كَلْمٍ يُكْلَمُهُ الْمُسْلِمُ فِي سَبِيْلِ اللهِ تَكُوْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهَا إِذْ طُعِنَتْ تَفَجَّرُ دَمًا اللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمِسْكِ.

۲۳۷: ہم سے احمد بن محمد نے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: معمر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ہمام بن مُنبہ سے، ہمام نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ہر وہ زخم جو مسلمان کو اللہ کی راہ میں لگتا ہے، قیامت کے دن ہو بہو اپنی اسی شکل میں ہوگا جیسے اس وقت کہ جب وہ زخم لگایا گیا تھا۔ اس سے خون پھوٹ کر نکلتا ہوگا۔ رنگ تو خون کا رنگ ہوگا اور بو مشک کی بو ہوگی۔

تشریح: مَا يَقَعُ مِنَ النَّجَاسَاتِ فِيْ السَّمْنِ وَالْمَآءِ: اس باب میں چند ایسے مسائل کی طرف اشارہ کر کے ان کا حل کیا ہے، جن کے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ پانی کے متعلق متفق علیہ مسئلہ یہ ہے کہ پانی پاک ہے، جب تک کہ اس کا مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلے۔ اس پر یہ بحث اُٹھائی گئی ہے کہ اگر تھوڑی سی نجاست پانی میں پڑ جائے جس سے نہ اس کا رنگ بدلے نہ مزہ نہ بو تو کیا وہ پاک ہوگا اور آیا وہ استعمال کرلیا جائے اور کیا وہ اس آیت کے مطابق پانی کہلا سکے گا: وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ (الانفال: ۱۲) یعنی وہ تم پر آسمان سے پانی اتارتا ہے تا اس کے ذریعہ سے تمہیں پاک کرے۔ بعض علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر نجاست سے پانی کے صفات مذکورہ میں تغیر واقع نہیں ہو تو وہ پانی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

لَا بَأْسَ بِالْمَآءِ مَا لَمْ يُغَيِّرْهُ طَعْمٌ اَوْ رِيْحٌ اَوْ لَوْنٌ: زُہری بھی انہی میں سے ہیں جن کا حوالہ امام موصوفؒ نے باب کے عنوان میں دیا ہے۔ فقہاء کے درمیان یہ ایک اختلاف تھا۔ امام موصوفؒ نے اس کا حل نہایت خوبی سے کیا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے۔

ایسے پانی کے استعمال کرنے کا جواز امام مالکؒ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اس بارے میں ان کے تین قول مروی ہیں۔ ایک یہ کہ تھوڑی سی نجاست پانی کو خراب نہیں کرتی۔ وہ استعمال کرلیا جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خراب کر دیتی ہے۔ استعمال نہ کیا جائے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے پانی مکروہ ہو جاتا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ بکثرت ہو۔ امام بخاریؒ نے اس میں اختلاف کا حل خود امام مالکؒ کی مستند روایت سے کیا ہے جو بقول معن کے انہوں نے اتنی دفعہ بیان کی کہ وہ شمار نہیں کر سکتے اور وہ یہ کہ گھی میں چوہا پڑنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آس پاس کے گھی کو پھینکنے کا حکم دیا ہے۔ بعض مستند روایتوں میں اس امر کی تصریح ہے کہ گھی منجمد تھا اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمے ہوئے گھی کے متعلق یہ فتویٰ دیا

اور مائع گھی کے استعمال سے منع فرمایا۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۴۴۷) غرض جبکہ منجمد گھی جس میں نجاست سرایت نہیں کرنے پاتی پھینکنے کے لئے فرمایا تو پانی جس میں نجاست سرایت کرتی ہے، اس کو استعمال کرنا کب جائز ہوگا۔ یہ امر واضح کرنے کے لئے باب باندھا ہے اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پیش کیا ہے: لَا يَبُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ فِيْ الْمَاءِ الدَّائِمِ. (روایت نمبر ۲۳۸) یعنی کھڑے پانی میں انسان پیشاب نہ کرے کیونکہ وہ ہاتھ منہ دھونے اور نہانے کے کام کا نہیں رہے گا۔ اگر نجاست کے پڑنے سے بو، رنگ اور مزہ کے بدلنے کی ہی خاص شرط ہوتی تو آپؐ اس کا ذکر فرماتے۔ ایک تو یہ مسئلہ اس طرح حل کیا اور دوسرا حل روایت نمبر ۲۳۷ سے کیا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی چیز کی شکل بھی وہی ہو، رنگ بھی وہی ہو جو دیکھنے میں آیا کرتا تھا۔ مگر حقیقت اس کی متغیر ہو۔ جیسے شہداء کا خون۔ نظر تو وہ خون ہی آئے گا، رنگ بھی خون کا ہوگا۔ مگر حقیقت میں وہ خون نہ ہوگا۔ اس کی ماہیت تبدیل شدہ ہوگی۔ اس لئے اگر پانی کا مزہ بھی نہ بدلے اور بو اور رنگ بھی نہ بدلے۔ تب بھی یہ ممکن ہے کہ اس کے اندر ایسا فرق پیدا ہو جائے جس سے اس کی صفت طہارت مفقود ہو جائے۔ اگر صرف ظاہری الفاظ پر ہی انحصار رکھنا ہے تو پھر خوش بودار پانی بھی استعمال کرنا ناجائز ہوگا۔ حالانکہ وہ جائز بلکہ پسندیدہ چیز ہے۔ یہ وہ مضمون ہے جو امام بخاریؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے پیش کیا ہے اور زُہری جیسے فقہاء کی منطق کا جواب منطق سے دیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس مسئلہ کو قیاسی گردان کر یوں حل کیا ہے کہ انسان دیکھ لے کہ پانی اگر اس کثرت سے ہے کہ نجاست تمام پانی میں سرایت نہیں کر سکتی تو وہ اس کو بغیر توہم وتردد کے استعمال کرلے اور یہی خلاصہ ہے، روایت ۲۳۵، ۲۳۶ کا۔

لَا بَأْسَ بِرِيْشِ الْمَيْتَةِ: باب کے عنوان میں ایک قول حماد کا نقل کیا ہے کہ مردہ جانوروں کے پر استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں اور دوسرا قول زُہری کا نقل کیا ہے کہ ہاتھی جیسے مردہ جانوروں کی ہڈیاں استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اس کے بعد ابن سیرین کا ایک قول نقل کیا ہے کہ ہاتھی دانت کی تجارت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ان اقوال کو ایک خاص ترتیب سے بیان کر کے یہ سمجھانا چاہا ہے کہ اس طرح مسائل کی باریکیوں میں پڑ کر انسان کہاں چلا جاتا ہے اور احادیث سے استدلال کرتے وقت (امام موصوفؒ نے) ان تمام مختلف فیہ مسائل کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اور ہم بھی اپنی شرح میں انہیں نظر انداز کرتے ہیں۔ حرام اشیاء کی بیع کا مسئلہ کتاب البیوع میں اپنے محل پر بیان ہوگا۔

بَاب ٦٨: اَلْبَوْلُ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ

کھڑے پانی میں پیشاب کرنا

٢٣٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ	۲۳۸: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: ابوزناد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمان بن ہرمز اعرج نے ان

حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ.

سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ فرماتے تھے: ہم آخر میں آنے والے ہیں لیکن آگے بڑھنے والے ہیں۔

۲۳۹: وَبِإِسْنَادِهِ قَالَ لَا يَبُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِيْ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ.

۲۳۹: اور اسی اسناد کے ساتھ یہ بھی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ٹھہرے پانی میں جو بہتا نہ ہو پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں نہائے۔

بَاب ٦٩

إِذَا أُلْقِيَ عَلَى ظَهْرِ الْمُصَلِّي قَذَرٌ أَوْ جِيْفَةٌ لَّمْ تَفْسُدْ عَلَيْهِ صَلَاتُهُ

اگر نماز پڑھنے والے کی پیٹھ پر گندگی یا مردار پھینک دیا جائے تو اس کی نماز خراب نہیں ہوتی

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا رَأَى فِي ثَوْبِهِ دَمًا وَّهُوَ يُصَلِّي وَضَعَهُ وَمَضَى فِي صَلَاتِهِ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ إِذَا صَلَّى وَفِي ثَوْبِهِ دَمٌ أَوْ جَنَابَةٌ أَوْ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ أَوْ تَيَمَّمَ فَصَلَّى ثُمَّ أَدْرَكَ الْمَاءَ فِي وَقْتِهِ لَا يُعِيْدُ.

(بخاریؒ نے کہا:) اور حضرت ابن عمرؓ جب کپڑے میں خون دیکھتے اور وہ اس وقت نماز پڑھ رہے ہوتے تو اسے اتار دیتے اور نماز پڑھتے رہتے۔ اور ابن مسیّب اور شعبی نے کہا جب نماز پڑھے اور اس کے کپڑے میں خون یا جنابت ہو یا قبلہ سے کسی اور طرف منہ ہو یا تیمّم کر کے نماز پڑھے اور پھر (اسی نماز کے) وقت میں پانی پالے تو نماز نہ دہرائے۔

۲۴۰: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۴۰: ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے ابو اسحاق سے، ابو اسحاق نے عمرو بن میمون سے روایت کی انہوں نے حضرت عبد اللہ (بن مسعودؓ) سے، انہوں نے کہا: ایک بار رسول اللہ ﷺ

{سَاجِدٌ ☆} ح قَالَ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عِنْدَ الْبَيْتِ وَأَبُوجَهْلٍ وَّأَصْحَابٌ لَّهُ جُلُوْسٌ إِذْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَيُّكُمْ يَجِيْءُ بِسَلَى جَزُوْرِ بَنِي فُلَانٍ فَيَضَعُهُ عَلَى ظَهْرِ مُحَمَّدٍ إِذَا سَجَدَ فَانْبَعَثَ أَشْقَى الْقَوْمِ فَجَاءَ بِهِ فَنَظَرَ حَتَّى إِذَا سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهُ عَلَى ظَهْرِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَأَنَا أَنْظُرُ لَا أُغْنِي شَيْئًا لَّوْ كَانَتْ لِي مَنَعَةٌ قَالَ فَجَعَلُوْا يَضْحَكُوْنَ وَيُحِيْلُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَّرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ لَّا يَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى جَاءَتْهُ فَاطِمَةُ فَطَرَحَتْ عَنْ ظَهْرِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ

{سجدہ میں ☆} تھے۔ نیز (ابوعبداللہ بخاریؒ) نے کہا: مجھ سے احمد بن عثمان نے بیان کیا، کہا: شُرَیح بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابراہیم بن یوسف نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ابواسحاق سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عمرو بن میمون نے مجھے بتلایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان سے بیان کیا کہ نبی ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے کچھ ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تم میں سے کون فلاں قبیلے کی اونٹنی کا بچہ دان لائے گا اور محمدؐ کی پیٹھ پر جب وہ سجدہ کرے اس کو رکھ دے گا؟ تو ان لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ بدبخت تھا؛ اُٹھ کھڑا ہوا اور اسے لے آیا اور انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب نبی ﷺ نے سجدہ کیا تو اس نے آپؐ کی پیٹھ پر دونوں کندھوں کے درمیان اسے رکھ دیا اور میں دیکھ رہا تھا اور میں کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ کاش مجھے روکنے کی قوت ہوتی۔ (حضرت ابن مسعودؓ) کہتے تھے: وہ ہنسنے لگے اور ایک دوسرے کے ذمے لگا رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ سجدہ میں پڑے تھے۔ اپنا سر نہیں اُٹھاتے تھے۔ آخر حضرت فاطمہؓ آپؐ کے پاس آئیں اور انہوں نے آپؐ کی پیٹھ سے اس کو اُتار کر (ایک طرف) پھینک دیا۔ آپؐ نے اپنا سر اُٹھایا۔ پھر کہا:

☆ لفظ "سَاجِدٌ" نسخہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۴۵۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بِقُرَيْشٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ إِذَا دَعَا عَلَيْهِمْ قَالَ وَكَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّ الدَّعْوَةَ فِي ذَٰلِكَ الْبَلَدِ مُسْتَجَابَةٌ ثُمَّ سَمَّى اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِأَبِي جَهْلٍ وَّعَلَيْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَّعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ وَّعَدَّ السَّابِعَ فَلَمْ نَحْفَظْهُ قَالَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ رَأَيْتُ الَّذِيْنَ عَدَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ صَرْعَى فِي الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ.

اے اللہ! تو ہی قریش سے سمجھ۔ تین بار فرمایا۔ یہ بات ان پر گراں گزری۔ کیونکہ آپؐ نے ان کے لئے بددعا کی اور (حضرت ابن مسعودؓ) کہتے تھے: وہ سمجھتے تھے کہ دعا اس شہر میں مقبول ہوتی ہے۔ پھر آپؐ نے نام لیا کہ اے اللہ! ابوجہل کو پکڑ، عتبہ بن ربیعہ کو پکڑ، شیبہ بن ربیعہ کو پکڑ، ولید بن عتبہ کو پکڑ، اُمیہ بن خلف کو پکڑ اور عقبہ بن ابی مُعَیط کو پکڑ۔ (عمرو بن میمونہ نے) ساتویں کو بھی گنا۔ لیکن ہمیں یاد نہیں رہا۔ (حضرت ابن مسعودؓ) کہتے تھے: پس مجھے اس کی قسم ہے کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں نے ان لوگوں کو جن کو رسول اللہ ﷺ نے شمار کیا تھا، دیکھا کہ کنوئیں میں پچھڑے ہوئے پڑے تھے۔ یعنی بدر کے کنوئیں میں۔

تشریح: اِذَا اُلْقِيَ عَلٰى ظَهْرِ الْمُصَلِّي قَذَرٌ: باب نمبر ۶۶ کی تشریح میں بتلایا جاچکا ہے کہ فقہاء نے یہ بحث اٹھائی ہے کہ آیا نجاست کا دور کرنا اور پاک وصاف رہنا وضوء کی صحت کے لئے اسی طرح شرط ہے جس طرح کہ حدث کی حالت میں وضو کرنا۔ یا وہ بذات خود ایک مستقل علیحدہ مقصد ہونے کی وجہ سے واجب اور ضروری ہے۔ جن لوگوں نے اس کو شرط قرار دیا ہے، ان کے نزدیک کپڑے پر تھوڑی سی نجاست بھی لگی ہو تو نماز جائز نہ ہوگی۔ سوائے اس کے کہ اس کو اس کا علم نہ ہو یا وہ بھول گیا ہو یا اس کو دور کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور جن لوگوں نے اس کو نماز کے لئے شرط نہیں قرار دیا بلکہ اس کو علی الاطلاق ضروری قرار دیا ہے۔ یعنی نماز کی حالت میں ہو یا نہ۔ ان کے نزدیک نماز کے درست یا فاسد ہونے کے ساتھ اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ یہ بذات خود ایک پسندیدہ فعل ہے اور اس کا تعلق پاکیزہ اخلاق کے ساتھ ہے اور شریعت اسلامیہ نے اس بارہ میں علیحدہ تاکیدی احکام اور ہدایتیں دی ہیں۔ صاف ستھرا اور پاک وصاف رہنا بھی تعلیم اسلام کی رو سے ایک نہایت ضروری امر ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (المدثر: ۵) نہ اس لئے کہ اس کا نماز کی صحت کے ساتھ کوئی براہ راست تعلق ہے، جیسے وضو کا۔ یہ مذہب معقول ہے اور اسی مذہب کی تائید میں امام بخاریؒ روایت نمبر ۲۴۰ لائے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بچہ دان ایک ناپاک چیز ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں اس سے کوئی خرابی واقع نہیں ہوئی۔ صحابہؓ جوتیاں پہنے نماز پڑھتے اور کون نہیں جانتا کہ جوتیوں کے تلے علی الاعموم آلائش سے خالی نہیں ہوتے۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جوتا نماز پڑھنے کی حالت میں اتارا

اور صحابہؓ نے بھی یہ دیکھ کر اپنی اپنی جوتیاں اتار دیں تو آپؐ نے اپنا جوتا اتارنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ان کے اتارنے کو پسند نہیں کیا اور نہ آپؐ نے نماز دہرائی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے بدایة المجتهد)

باب کے عنوان میں یہ جو کہا ہے: قَالَ (اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا رَأَى فِيْ ثَوْبِهٖ دَمًا وَّ هُوَ يُصَلِّيْ وَضَعَهُ. یہ قول مسئلہ مذکورہ کے متعلق اختلافی رائے بیان کرنے کے لئے درج کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ متشددین میں سے تھے۔ امام موصوفؒ کا یہ قاعدہ ہے کہ مخالف گروہ کا نقطۂ نظر بھی وہ کسی نہ کسی رنگ میں بیان کر کے مستند حدیث سے اپنے اصل مقصد کو واضح کر دیتے ہیں۔ ابن مسیّب اور شعبی کے (جو تابعی ہیں) متذکرہ بالا حوالے امام ابن حجرؒ نے مفصل نقل کئے ہیں۔ اگر کوئی تیمّم کر کے نماز پڑھے اور پھر پانی پالے تو ان کے نزدیک اور آئمہ اربعہ کے نزدیک وہ نماز کا اعادہ نہ کرے۔ ایسا ہی قبلہ کے بارے میں بھی اکثر فقہاء کا یہی فتویٰ ہے۔ نیز خون یا منی وغیرہ کپڑے میں ہو تو اسلامی شریعت کے عام حکم کے مطابق تو یہی چاہیے کہ اسے دھو کر دور کر دے لیکن اگر کوئی مانع ہو تو نماز میں فرق نہیں آئے گا۔ اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۴۵۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جو کہ متشددین میں سے تھے گو کپڑے اُتار دیتے مگر نماز جاری رکھتے۔ روایت نمبر ۲۴۰ کو ۵۲۰ میں دہرایا گیا ہے۔ اس میں ساتویں آدمی کا نام عمارہ بن ولید مذکور ہے۔

بَاب ٧٠: اَلْبُزَاقُ وَالْمُخَاطُ وَنَحْوُهُ فِي الثَّوْبِ

کپڑے میں تھوک اور رینٹھ وغیرہ کا لگنا

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَمَرْوَانَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ حُدَيْبِيَةَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَمَا تَنَخَّمَ النَّبِيُّ ﷺ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ.

عروہ نے مسور اور مروان سے نقل کیا کہ جس وقت حدیبیہ کا واقعہ ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے۔ پھر انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تھوکا تو وہ تھوک ان میں سے کسی نہ کسی شخص کے ہاتھ پر پڑتا اور وہ اس کو اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا۔

٢٤١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَزَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۴۱: ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حُمید سے، حُمید نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ کہا: نبی ﷺ نے اپنے

فِي ثَوْبِهِ {قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ☆} طَوَّلَهُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کپڑے میں تھوکا۔ (ابوعبداللہ ☆ نے کہا کہ) ابن ابی مریم نے یہ حدیث لمبی بیان کی۔ انہوں نے کہا: یحیٰ بن ایوب نے ہمیں بتایا۔ یحیٰ نے کہا: حُمید نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انسؓ سے سنا۔ حضرت انسؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔

تشریح: اَلْبُزَاقُ وَالْمُخَاطُ فِيْ الثَّوْبِ: کپڑے میں تھوک، رینٹھ وغیرہ لگا ہو تو کیا اس سے کپڑا ناپاک ہو جائے گا اور اس سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق بھی فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ امام ابن حزم نے ابراہیم نخعی اور حضرت سلمان فارسیؓ کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ جس کی رو سے تھوک وغیرہ جب وہ منہ سے باہر آ جائیں پاک نہیں رہتے بلکہ نجس ہو جاتے ہیں۔ بعض نے صلح حدیبیہ کے واقعہ سے جس کا مختصر ذکر اس سے پہلے روایت نمبر ۱۸۷ میں بھی آ چکا ہے۔ استدلال کیا ہے کہ تھوک پاک ہے۔ اگر پاک نہ ہوتا تو صحابہؓ منہ اور بدن پر کیوں ملتے۔ امام بخاریؒ نے باب کے عنوان اَلْبُزَاقُ وَالْمُخَاطُ وَنَحْوِهِ کے ساتھ فِي الثَّوْبِ کا لفظ بڑھا کر اس غلط خیال کی تردید کرتے ہوئے اصل بحث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی یہ کہ آیا ان چیزوں کے لگنے سے کپڑا ایسا ناپاک ہو جاتا ہے کہ نماز ہی اس میں درست نہیں ہوتی اور باب کے عنوان میں صلح حدیبیہ کا واقعہ جو اشارۃً نقل کیا ہے، وہ اس لئے نقل نہیں کیا کہ وہ خود اس سے تھوک کے پاک ہونے کے مسئلہ کا استنباط کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں۔ اگر یہ مسئلہ استنباط کرنے کا منشاء ہوتا تو باب کے عنوان سے الگ اس واقعہ کو حَدَّثَنَا کہتے ہوئے شروع کرتے۔ کیونکہ یہ روایت ایسی نہ تھی جو امام موصوفؒ کی شرطوں کے مطابق مستند نہ ہو۔ گو لفظی اختلاف ہے، مگر وہ اس کو مختصراً پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۸۷) اور کتاب الشروط میں تفصیل کے ساتھ اسے نقل کیا ہے۔ عنوانِ باب میں اس کو لانے سے امام بخاریؒ کا مقصد صرف ان لوگوں کا نقطۂ نظر پیش کرنا ہے جو محولہ بالا واقعہ کی بناء پر تھوک کے پاک ہونے کا استدلال کرتے ہیں اور اس باب کے ضمن میں حضرت انسؓ کی جو روایت مختصراً بیان کی ہے، اس سے اپنا نقطۂ نظر بیان کرنا مقصود ہے۔ یہ روایت بھی کتاب الصلوٰۃ میں مفصل آئے گی۔ اس میں ہے کہ آپؐ نے نماز کی حالت میں کپڑے میں تھوکا اور نماز فاسد نہیں ہوئی۔ جس طرح بچہ دان کے رکھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز فاسد نہیں ہوئی تھی۔

بَزَقَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ ثَوْبِهِ: امام بخاریؒ نے عنوان باب میں جس روایت کا حوالہ دیا ہے، اس کا مقابلہ حضرت انسؓ کی روایت کے ساتھ اشارہ سے کیا ہے اور اس خوبی سے کیا ہے کہ بغیر بہت الفاظ استعمال کرنے کے اپنا مقصد واضح کر گئے ہیں اور قارئین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس پر غور کریں۔ کیونکہ اس کتاب کی ساری زینت یہی ان کا طرز بیان واستدلال ہے۔ بہت سے مسائل وہ اس طریقۂ تعبیر سے حل کرتے جائیں گے۔

☆ الفاظ " قَالَ اَبُو عَبْدِ اللهِ " نسخہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۴۵۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وہ روایت جوان کے نقطہ نظر کو پیش کرتی ہے۔اس پر ایک اعتراض تھا اور وہ یہ کہ یحیٰی (قطان) کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حُمید نے حضرت انسؓ سے نہیں سنا۔ بلکہ ثابت سے سنا، ثابت نے ابونضر سے سنا۔امام موصوفؒ نے دوسندوں کا ذکر کر کے بتلایا کہ حُمید کی سماعت حضرت انسؓ سے ثابت ہے اوران کی طرف سے اس روایت میں کوئی تدلیس یعنی ملاوٹ نہیں ہوئی۔(فتح الباری جزءاول صفحہ ۴۵۹) چونکہ امام موصوفؒ اس سماعت کی طرف خاص توجہ دلانا چاہتے ہیں۔اس لئے سَمِعْتُ اَنَسًا کہنے پر کفایت کی ہے اور طَوَّلَهُ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ کہہ کر اس روایت کی طرف توجہ دلائی جس میں وضو کا ذکر ہے۔اپنے نقطہ نظر کو واضح کرتے ہوئے تدلیس کی طرف جو اشارہ کیا ہے وہ یہ بتلانے کے لئے کہ تدلیس عروہ کی مذکورہ بالا روایت میں ہوئی ہے نہ کسی اور میں۔کیونکہ صلح حدیبیہ کے وقت وہ موجود نہ تھے۔اس اعتبار سے یہ روایت مرسل ہوگی اور دوسری روایتیں وَمَا تَنَخَّمَ النَّبِيُّ ﷺ کے مضمون کی تصدیق نہیں کرتیں،جیسا کہ وضو کے پانی پر صحابہؓ کے لپکنے کی تصدیق کرتی ہیں۔اس لئے اس روایت کی بناء پر مسئلہ کی بنیاد رکھنا درست نہیں۔اس ضمن میں روایت نمبر ۱۸۹ کی تشریح بھی دیکھی جائے۔وہاں امام بخاریؒ کے الفاظ قابل غور ہیں جو انہوں نے ابن شہاب سے نقل کئے ہیں۔ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ (اور اس کے بعد کے الفاظ بطور جملہ معترضہ کے ہیں جو تعارف کرانے کے لئے ابن شہاب نے کہے) وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَغَيْرِهٖ سے مراد مروان بن حکم ہیں۔ عروہ وغیرہ کے قول کا عطف صالح پر پڑتا ہے۔یعنی صالح نے ابن شہاب سے محمود بن ربیع کا قول بھی نقل کیا ہے اور عروہ کا بھی۔اس بناء پر يُصَدِّقُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهٗ سے مراد یہ ہوگی کہ محمود اور عروہ ایک دوسرے کی روایت کی تصدیق کرتے ہیں۔یہ تعلق کرمانیؒ نے واضح کیا ہے۔ جس کو امام ابن حجرؒ نے قبول نہیں کیا۔(فتح الباری جزءاول صفحہ ۴۵۹) مگر امام بخاریؒ کا طرز بیان دیکھ کر کرمانیؒ کا یہ خیال زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔

بَاب ۷۱: لَا يَجُوْزُ الْوُضُوْءُ بِالنَّبِيْذِ وَلَا الْمُسْكِرِ

نبیذ سے وضو کرنا جائز نہیں اور نہ ہی ایسی چیز سے جو نشہ آور ہو

وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ وَأَبُو الْعَالِيَةِ وَقَالَ عَطَاءٌ التَّيَمُّمُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الْوُضُوْءِ بِالنَّبِيْذِ وَاللَّبَنِ.

اور حسن اور ابو عالیہ نے اس کو مکروہ جانا ہے اور عطاء نے کہا کہ نبیذ اور دودھ سے وضو کرنے کی نسبت تیمّم کرنا مجھے زیادہ پسند ہے۔

۲۴۲: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ

۲۴۲: ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا،کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: زُہری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ.

حضرت عائشہؓ سے، حضرت عائشہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ہر ایک پینے کی چیز جونشہ لائے حرام ہے۔

تشریح: نَبِیْذٌ: خشک انگور کا شربت جونشہ آور نہیں ہوتا۔امام بخاریؒ کو یہ باب قائم کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ ایک کمزور روایت کی بناء پر جو امام ابن رشدؒ نے اپنی کتاب بدایۃ المجتہد میں مفصل بیان کی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے سفر میں پانی نہ ملنے پر کھجور کے شربت سے وضو کرنے کی اجازت دی تھی۔گو بعد میں انہوں نے اس فتویٰ سے رجوع بھی کر لیا۔مگر باوجود اس کے بعض علماء اس کے جواز وعدم جواز کی بحث میں پڑ گئے۔امام بخاریؒ نے یہ روایتیں بوجہ کمزور ہونے کے نظر انداز کردی ہیں اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان چیزوں سے وضو کرنا جائز نہیں۔حسن بصری اور ابوالعالیہ اور عطاء بن ابی رباح کے جن فتووں کا حوالہ دیا گیا ہے۔اس کی تفصیل فتح الباری (جزء اول صفحہ ۴۶۰) میں دیکھی جائے۔جمہور کا بھی یہی مذہب ہے اور انہوں نے قرآن مجید کے اس صریح حکم سے استدلال کیا ہے: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (المائدہ:۷) پانی نہ ملے تو پاکیزہ مٹی کا قصد کرو صاف سادہ حکم ہے۔خواہ مخواہ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنا شارع اسلامؐ کے منشاء کے بالکل برخلاف ہے۔

بَاب ۷۲: غَسْلُ الْمَرْأَةِ أَبَاهَا الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهِ

عورت کا اپنے باپ کے چہرے سے خون دھونا

وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ امْسَحُوْا عَلَى رِجْلِي فَإِنَّهَا مَرِيْضَةٌ.

اور ابوالعالیہ نے کہا: میرے پاؤں پر مسح کرو۔کیونکہ وہ بیمار ہے۔

۲۴۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ وَسَأَلَهُ النَّاسُ وَمَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ أَحَدٌ بِأَيِّ شَيْءٍ دُوْوِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَقِيَ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي كَانَ عَلِيٌّ يَجِيْءُ بِتُرْسِهِ فِيْهِ مَاءٌ

۲۴۳: ہم سے محمد نے بیان کیا، کہا: سفیان بن عیینہ نے ابوحازم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے سہل بن سعد ساعدی سے سنا۔لوگوں نے ان سے پوچھا تھا۔ اس وقت میرے اور ان کے درمیان اور کوئی نہ تھا۔کس چیز سے نبی ﷺ کے زخم کا علاج کیا گیا؟ تو انہوں نے کہا کہ اس کے متعلق مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔حضرت علیؓ اپنی ڈھال لاتے تھے جس میں پانی ہوتا اور

وَّفَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَّجْهِهِ الدَّمَ فَأُخِذَ حَصِيْرٌ فَأُحْرِقَ فَحُشِيَ بِهِ جُرْحُهُ.

حضرت فاطمہؓ آپؐ کے چہرے سے خون دھوتی تھیں۔ پھر چٹائی لی گئی اور اسے جلایا گیا اور اس سے آپؐ کا زخم بھرا گیا۔

تشریح: **غَسْلُ الْمَرْأَةِ اَبَاهَا الدَّمَ:** باب مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت پر اپنا زخم اپنی بیٹی سے دھلوایا۔ جبکہ آپؐ کے داماد حضرت علیؓ بھی موجود تھے۔ پس اگر انسان بیمار ہونے یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے خود وضو نہیں کر سکتا یا نہا نہیں سکتا تو وہ کسی دوسرے سے مدد لے لے، خواہ محرم عورت ہی ہو۔ ابوالعالیہ نے تو مسح بھی دوسروں سے کروایا تھا۔ ابوالعالیہ کا یہ واقعہ عاصم بن سلیمان نے بیان کیا ہے۔

(فتح الباری جزءاول صفحہ ۴۶۱)

سابقہ باب میں کپڑے میں تھوک وغیرہ لگنے کا ذکر تھا۔ یہ باب قائم کر کے سمجھایا ہے کہ ازالہ نجاست ضروری ہے۔ خواہ وہ خون کی صورت میں ہو یا تھوک و رینٹھ کی صورت میں۔ بچہ دان جو آپؐ کی پیٹھ پر رکھا گیا تھا، وہ بھی علیحدہ کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ برداشت نہیں کیا کہ آپؐ کے سر اٹھانے سے بچہ دان گر کر بیت اللہ کے فرش کو خراب کر دے اور اس کا انتظار کیا کہ کوئی آکر اس کو پیٹھ سے اُتار دے۔

امام موصوفؒ نے غَسْلُ الْمَرْأَةِ اَبَاهَا کے الفاظ منتخب کر کے ان علماء کے غلو آمیز خیال کی تردید کر دی ہے۔ جو اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (المائدۃ:۷) {یا تم نے عورتوں سے تعلق قائم کیا ہو اور اس حالت میں تمہیں پانی نہ ملے تو خشک پاکیزہ مٹی کا تیمّم کرو۔} کے حکم کی بناء پر لفظ ملامست میں ہاتھ سے مطلق چھونا بھی شامل کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو یہاں تک پہنچ گئے کہ انہوں نے محرم رشتہ دار عورت کے چھونے سے بھی وضو دھرانا ضروری قرار دیا ہے خواہ کوئی ہو۔ حالانکہ آیت اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ میں ملامست سے مراد مباشرت ہے۔ قواعد کی رو سے اگر کوئی لفظ حقیقت ومجاز دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہو اور کوئی قرینہ نہ ہو تو پھر دیکھا جائے گا کہ وہ لفظ اکثر کس معنی میں استعمال ہوتا ہے اور غالب معنی کو ہی ترجیح دی جائے گی۔ مثلاً غَائِط کے حقیقی معنی نشیب زمین کے ہیں لیکن عام بول چال میں اس کے معنی قضائے حاجت کی جگہ مراد ہوتی ہے۔ اسی طرح ملامست کا لفظ مجازاً جماع کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ دو قرینے ہیں۔ ایک یہ کہ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ کا فقرہ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ کے مقابل پر واقع ہوا ہے اور ان فقروں کے مفاہیم میں معنوی اشتراک ہے یعنی قضائے حاجت اور دوسرا قرینہ النساء کا ہے۔

بَاب۷۳: اَلسِّوَاكُ

مسواک کرنا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِتُّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ.

اورحضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں نبی ﷺ کے ہاں رات ٹھہرا اور آپؐ نے مسواک کی۔

۲۴۴: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنُّ بِسِوَاكٍ بِيَدِهِ يَقُوْلُ أُعْ أُعْ وَالسِّوَاكُ فِي فِيْهِ كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ.

۲۴۴: ہم سے ابونعمان نے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے غیلان بن جریر سے، غیلان نے ابو بردہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی۔ کہا: میں نبی ﷺ کے پاس آیا تو میں نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ اپنے ہاتھ سے مسواک کررہے ہیں۔ مسواک آپؐ کے منہ میں تھی۔ آپؐ اُعْ اُعْ کی آواز نکال رہے تھے، جیسے آپؐ قے کرنے پر آمادہ ہیں۔

۲۴۵: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

۲۴۵: ہم سے (ابوشیبہ کے بیٹے) عثمان نے بیان کیا کہا: جریر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ جب رات کو اُٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے اوپر نیچے مل کر صاف کرتے۔

تشریح: **اَلسِّوَاکُ:** اس باب کا تعلق بھی نفس مضمون کے ساتھ واضح ہے اور وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عام عمل درآمد یہ تھا کہ حتی الوسع میل کو جو پاکیزگی اور صفائی کے خلاف ہے، دور فرمایا کرتے تھے۔ خواہ وہ جسم کے باہر کے حصے پر ہو یا منہ کے اندر دانتوں پر ہو یا کپڑے پر ہو۔ نماز کی حالت میں کپڑے میں تھوکنا؛ ایک استثنائی حالت میں ہوا۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ وہ طاہر ہے یا اس کو دور نہ کیا جائے۔ بعض فقہاء فقہی مسائل کے استنباط میں جادۂ استقامت سے ادھر ادھر نکل گئے ہیں اور اس سے عملی مشکلات اتنی بڑھ گئیں کہ جو ضروری واہم باتیں تھیں وہ نظر انداز

ہوگئیں۔مسواک کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل درآمد نہایت واضح ہے اور آپؐ کثرت سے مسواک کرتے اور پورے اہتمام سے کرتے اور منہ کی صفائی کے لئے اتنا زور دیتے کہ قے کرنے کی سی حالت ہوجاتی۔علاوہ اور اوقات کے رات کو تہجد کے وقت بھی کرتے۔صفائی کے متعلق آپؐ کا یہ اہتمام ایسا ضروری و دائمی تھا کہ اس واضح عمل درآمد سے مسئلہ اخذ کرنا چاہیے تھا جو نہیں کیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کرنے کے متعلق نہایت تاکید فرمائی ہے۔جیسا کہ کتاب الصلوٰۃ و کتاب الصیام میں آپؐ کے تاکیدی ارشاد کا ذکر آئے گا۔یہاں امام بخاریؒ کا مقصد یہ نہیں کہ مسواک کے متعلق شارع اسلام کا کوئی حکم بتلایا جائے بلکہ محض صفائی وطہارت کے متعلق آپؐ کے عمل درآمد کو پیش کرنا ہے اور بعض علماء نے جو کسی شاذ واقعہ سے تھوک وغیرہ کے متعلق مسئلے بنالئے ہیں،ان پر جرح کرنا مقصود ہے۔اس لئے مناسب مقام کی وجہ سے دو مفید مطلب روایتیں لائے ہیں۔ایک میں اُعْ اُعْ کا ذکر ہے اور دوسری میں رات کو تہجد کے وقت مسواک کرنے کا ذکر ہے۔

وضو کا مفہوم یہ ہے کہ انسان جہاں تک ہوسکے صاف ستھرا اور پاک رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام عملی نمونہ بتلاتا ہے کہ آپؐ اس کے متعلق پورا پورا اہتمام فرماتے اور آپؐ نے وضو کا صحیح صحیح مفہوم عملاً ادا کیا۔یہاں تک کہ سوتے وقت بھی وضو کرتے اور دوسروں کو ایسا کرنے کے لئے فرماتے تا طبیعت میں پاکیزگی کا معنی ہر حالت میں قائم رہے۔اسی مفہوم کو مدنظر رکھ کر تیسرا باب (نمبر ۷۵) یہ قائم کیا ہے: فَضْلُ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوْءِ۔جس شخص کی پاک فطرت کا یہ حال ہو اس کے متعلق کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ تھوک وغیرہ کے مسائل جو فقہاء نے شاذ واقعہ کی بناء پر پیدا کردئے ہیں۔آپؐ کی منشاء کے موافق تھے اور یہ کہ آپؐ کی طبعی نفاست اس سے نفرت نہ کرتی تھی۔

بَاب ٧٤: دَفْعُ السِّوَاكِ إِلَى الْأَكْبَرِ

بڑے کو مسواک دینا

٢٤٦: وَقَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ أَرَانِي أَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَاءَنِي رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْأَصْغَرَ مِنْهُمَا فَقِيْلَ لِي كَبِّرْ فَدَفَعْتُهُ

۲۴۶:اور عفان نے کہا:صخر بن جویریہ نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے نافع سے،نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا:ایک دفعہ میں نے اپنے آپ کو (خواب میں) دیکھا کہ مسواک کررہا ہوں۔اتنے میں دو شخص آئے۔ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔جو اُن میں سے چھوٹا تھا اس کو میں نے مسواک دی تو مجھے کہا گیا کہ بڑے کو دو۔میں

إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ اخْتَصَرَهُ نُعَيْمٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ أُسَامَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

نے ان میں سے بڑے کو دے دی۔ ابو عبداللہ (بخاریؒ) نے کہا کہ نُعیم نے یہ حدیث ابن مبارک سے مختصر بیان کی۔ (ابن مبارک نے) اسامہ سے، اسامہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے۔

تشریح: **دَفْعُ السِّوَاکِ اِلَی الْاَکْبَرِ:** یہ باب جودرمیان میں قائم کیا ہے، ان لوگوں کا خیال رد کرنے کے لئے کیا ہے جو یہ استدلال کرتے ہیں کہ تھوک اگر پاک نہ ہوتا تو آپؐ اپنی جوٹھی مسواک دوسرے کو کیوں دیتے۔ امام بخاریؒ نے باب قائم کر کے حدیث الگ بیان نہیں کی کیونکہ اس کا تعلق پہلے مضمون کے ساتھ ہے۔ اس لئے وَقَالَ کہہ کر واوِ عاطفہ سے شروع کیا ہے۔ یہ خواب کا نظارہ ہے۔ بعض نے اسے ظاہر کا واقعہ بتلایا ہے۔

اخْتَصَرَهُ نُعَيْمٌ کہہ کر اس لمبی روایت کو رد کیا ہے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسواک کرتے دیکھا۔ پھر آپؐ نے وہ مسواک بڑے کو دے دی اور فرمایا: جبرائیل نے مجھ سے کہا ہے کہ میں بڑے کو دے دوں۔ یہی روایت نُعیم نے ابن مبارک سے نقل کی ہے۔ مگر اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ بلکہ صرف خواب کا ذکر ہے۔ جس سے شرعی مسئلہ کا استنباط نہیں کیا جا سکتا۔ امام بخاریؒ نے جہاں ان لوگوں کے خیال کا رد کیا ہے وہاں یہ روایت باب میں ہی ذکر کر کے چھوڑ دی ہے اور علیحدہ بیان نہیں کی۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے جو صحت کی شرطیں مقرر کی ہیں، ان کے اعتبار سے یہ روایت مستند نہیں۔

بَاب ۷۵: فَضْلُ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوْءِ

اس شخص کی فضیلت جو رات کو باوضو رہے

۲۴۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ ثُمَّ قُلِ اللَّهُمَّ

۲۴۷: ہم سے محمد بن مقاتل نے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: سفیان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے سعد بن عبیدہ سے، سعد نے براء بن عازب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر آؤ تو تم اسی طرح وضو کرو جس طرح کہ تم اپنی نماز کے لئے وضو کرتے ہو۔ پھر اپنے داہنے کروٹ پر لیٹو اور پھر یوں دعا کرو۔ اے اللہ!

أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ اللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَّيْلَتِكَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهِ قَالَ فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغْتُ اللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ قُلْتُ وَرَسُوْلِكَ قَالَ لَا وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ.

میں نے اپنے تئیں کلیۃً تیرے حوالے کر دیا ہے اور اپنا معاملہ تجھے سونپ دیا ہے اور تیرے آسرے پر اپنی پیٹھ رکھ دی ہے، امید رکھتے ہوئے، ڈرتے ہوئے۔ تیرے ہی حضور آنا ہے نہ کوئی جائے پناہ ہے اور نہ تجھ سے بچ کر کوئی بھاگنے کی صورت اور نہ نجات کی جگہ، مگر تیرے ہی پاس۔ اے اللہ! میں تیری اس کتاب پر جس کو تو نے اُتارا ہے اور تیرے اس نبی پر جس کو تو نے بھیجا ہے، ایمان لایا۔ پس اگر تم اس رات مر گئے تو تم فطرت پر ہی ہو گے اور یہ کلمات سب سے آخری بات ہو جو تم کہو۔ (حضرت براءؓ) کہتے تھے: میں نے یہ کلمات نبی ﷺ کے پاس دہرائے۔ جب میں یہاں تک پہنچا۔ اے اللہ! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری ہے تو میں نے کہا: اور تیرے رسول پر۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں (بلکہ یہ کہو) اور تیرے اس نبی پر جو تو نے بھیجا ہے۔

تشریح: **فَضْلُ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوْءِ:** کتاب الوضو کو امام بخاریؒ نے کس خوبی سے ختم کیا ہے جو حدیث خاتمہ کتاب پر رکھی ہے، وہ طہارت و پاکیزگی کے اس انتہائی نقطۂ نظر کو پیش کرتی ہے۔ جس کی تعلیم شارع اسلامؐ نے اپنے پیروؤں کو دی اور اس پر خود بھی عمل کیا اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کی ہدایت فرمائی۔ رات کو سوتے وقت اسی طرح وضو کر کے سوؤ، جس طرح نماز کے لئے وضو کیا کرتے ہو اور سوتے وقت دائیں کروٹ سوؤ تا تمہارا دل ہر ایک بوجھ سے آزاد رہے اور تمہاری نیند تمہارے لئے بابرکت ہو اور یہ دعا مانگو۔ اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ. یعنی اپنے خیالات کو ہر ایک قسم کی دوئی سے کلیۃً پاک وصاف کر کے محض ایک تصور یگانہ اور وحدت تامہ میں از خود رفتہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے آغوش میں آرام واطمینان کی میٹھی نیند سوؤ۔ نہ غیر اللہ سے امید ہو، نہ اس کا ڈر۔ وہی ذات تمہارا آسرا ہو۔ وہی تمہارا مَأوٰی اور مَلْجَاء۔ کیا ہی پاک تعلیم ہے! آپؐ نے نفس بشری کی گہرائیوں کے متعلق کامل معرفت وبصیرت رکھتے ہوئے اس کے خیالات واعتقادات کو ہر ایک شرک کی ناپاکی سے پورے طور پر پاک کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ کیونکہ جو خیال سوتے وقت میں سر میں سما جاتا ہے وہ صحیفہ نفس پر گہرا نقش چھوڑتا ہے۔ خصوصاً جب ہر روز اس ہدایت پر عمل

درآمد ہوتا رہے۔

غرض اسلامی وضو کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان اپنے ظاہر و باطن میں پاک وصاف ہو اور کامل طہارت اسے نصیب ہو۔ امام بخاریؒ یہ مقصد واضح کرنے کے لئے خاتمہ پر مذکورہ بالا حدیث لائے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اگر تم اس رات مر گئے تو تم فطرت پر مرو گے۔ آپؐ نے اس سے یہ سمجھایا ہے کہ انسان کی فطرت پاک ہے اور باہر کے عارضی حالات اس کو مکدر کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس بارے میں آپؐ کا ارشاد نہایت واضح الفاظ میں آگے بھی آئے گا اور انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنی فطرت کو دعا سے اور دیگر وسائل سے پاک کرتا رہے اور اسلامی وضو بھی ایک ذریعہ ہے۔ اس فطرت کے ظاہر و باطن کو پاک کرنے کا۔ کیونکہ ظاہری پاکیزگی بھی اپنا اثر باطن پر کم وبیش ڈالتی ہے۔ جیسے ظاہر کی گندگی نفس میں گندا اثر و گندا میلان پیدا کرتی ہے۔ پس تمام ایسے مسائل جن سے فطرت کراہت کرتی ہو؛ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نتیجہ نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت براء بن عازبؓ کی اصلاح کرنا کہ یوں نہ کہو: وَرَسُوْلِکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ بلکہ یوں کہو: وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ. یہ اس لئے کہ پہلے جملہ میں تکرار ہے۔ رسول کے معنی وہ شخص جس کو اللہ نے بھیجا ہو۔ اس صورت میں الفاظ اَلَّذِیْ اَرْسَلْتَ کی ضرورت نہ تھی اور وَنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ کا جملہ دو مقصد ادا کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک تعلق باللہ بحیثیت نبوت کے اور آپؐ کا دوسرا تعلق بنی نوع انسان کے ساتھ بحیثیت رسالت کے۔ دونوں تعلقات کو آپؐ نے کامل طور پر نبھایا ہے۔ گندگی میں لتھڑی ہوئی انسانیت کو پاک وصاف کر کے اس کو اللہ تعالیٰ سے ملانے کا بیڑا آپؐ نے اُٹھایا تھا۔ آپؐ کی رسالت کا یہی مقصد اعلیٰ ہے اور اس کے لئے پہلا مرحلہ جسم کی طہارت اور خیالات کی پاکیزگی تھا۔ آپؐ نے اس مرحلے کی ایک منزل وضو قرار دی ہے جو اپنے مقام میں ظاہری پاکیزگی بھی شامل رکھتا ہے اور باطنی پاکیزگی بھی اور اس بارے میں محمد رسول اللہ ﷺ کی خالص تعلیم اور آپؐ کے پاک نمونے کو مدنظر رکھ کر ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپؐ نے رسالت کے اس حق کو پورے طور پر ادا کر دیا ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے ارشاد فرمایا: یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ○ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ○ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ○ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ ○ (المدثر: ۲ تا ۶) {اے کپڑا اوڑھنے والے! اُٹھ کھڑا ہو اور اِنتباہ کر اور اپنے ربّ ہی کی بڑائی بیان کر۔ اور جہاں تک تیرے کپڑوں (یعنی قریبی ساتھیوں) کا تعلق ہے، تُو (اُنہیں) بہت پاک کر۔ اور جہاں تک ناپاکی کا تعلق ہے تو اس سے کلیتہً الگ رہ۔} اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ. اور امام بخاریؒ نے بھی اس کو ہم تک پہنچانے میں اپنا فرض خوبی سے ادا کیا ہے۔ جَزَاہُ اللّٰہُ عَنَّا اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

۞۞۞۞۞۞۞
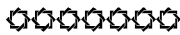
بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْغُسْلِ

وَ قَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَ إِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَ إِنْ كُنْتُمْ مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(المائدة:٧) وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوْا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيْلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوْا وَ إِنْ كُنْتُمْ مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (النساء: ٤٤)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اور اگر تم جنبی ہو تو (نہا کر) پاک ہو جاؤ، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے جائے ضرورت سے آئے یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور پانی نہ پاسکو تو تم پاکیزہ مٹی کا قصد کرو اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کسی قسم کی تنگی کرے۔ لیکن وہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور تمہیں اپنی نعمت پورے طور پر دے تا کہ تم شکر گزار رہو۔ (المائدہ:۷) اور اللہ جل ذکرہ کا یہ فرمانا: اے وے جو ایمان لائے ہو! نماز کے قریب اس حالت میں مت جاؤ کہ تم مدہوش ہو۔ یہاں تک کہ جو تم کہو، اسے سمجھو اور نہ جنبی ہونے کی حالت میں، سوائے اس کے کہ تم سفر کررہے ہو، یہاں تک کہ نہالو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے آئے یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور پانی نہ پاسکو تو تم پاکیزہ مٹی کا قصد کرو اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو۔ یقیناً اللہ بہت عفو کرنے والا، مغفرت کرنے والا ہے۔ (النساء:۴۴)

تشریح: امام بخاریؒ نے احکام غسل بیان کرنے سے پہلے دو آیتوں کو منتخب کیا ہے۔ان میں سے ایک آیت سورۂ مائدہ کی ہے اور دوسری سورۂ نساء کی۔پہلی میں جنبی کے لیے فَاطَّهَّرُوْا ہے اور دوسری میں تَغْتَسِلُوْا ہے۔ یعنی اطّہار سے مراد غسل کرنا ہے۔امام موصوفؒ کا یہ انتخاب بھی درحقیقت ان کے اسی اصل کے ماتحت ہے کہ احادیث نبویہ میں وارد شدہ احکام بھی قرآن مجید کے حکموں کی تشریح وتفصیل ہیں۔قرآن مجید اصل ہے اور حدیث اس کے تابع۔

قرآن مجید نے جنبی کے لیے ایک جگہ فَاطَّهَّرُوْا کا لفظ اختیار کیا اور دوسری جگہ تَغْتَسِلُوْا۔ یہ اس لیے کہ جنبی کو عام طور پر ناپاک سمجھا جاتا رہا ہے اور بعض مذاہب میں تو اس کی ناپاکی کی شدت ظاہر کرنے کے لیے غایت درجہ مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔مگر اسلام نے اس ناپاکی کو عارضی قرار دیا ہے جو نہانے سے دور ہو جاتی ہے جیسا کہ لفظ فَاطَّهَّرُوْا دلالت کرتا ہے۔امام موصوفؒ نے بھی احکامِ جنابت وطہارت بیان کرنے کے ضمن میں اسی تعلق کو مدنظر رکھتے ہوئے سورۂ مائدہ کی آیت کو دوسری آیت پر مقدم رکھا ہے تاکہ اس تقدیم سے کتاب الغسل کا اصل موضوع یعنی طہارت نظر کے سامنے رہے۔

جنبی کے متعلق عربوں میں بعض توہمات تھے جن کا ازالہ اسلام نے کیا۔یہ توہمات ان میں غالباً یہودیوں سے آئے جو جنبی سے شدید نفرت رکھتے تھے۔ان کے نزدیک خروجِ منی کی وجہ سے آدمی ناپاک سمجھا جاتا،خواہ احتلام کی حالت میں ہو یا جماع کی حالت میں یا جریان کی وجہ سے۔اس کا بستر ابھی ناپاک،اس کی چارپائی بھی ناپاک،اس کو چھونے والا بھی ناپاک،اس کی سواری بھی ناپاک اور وہ چیز بھی ناپاک جس کو جنبی چھو بیٹھے۔اور نہانے کے بعد بھی وہ سارا دن ناپاک رہتا تھا۔یہاں تک کہ سورج غروب ہوتا اور پھر وہ دوبارہ پاک ہوتا۔(دیکھئے: احبار باب۱۵۔استثناء باب۲۳،آیت۹)

قدیم زمانہ سے لوگوں نے جنبی کے متعلق سخت سے سخت پابندیاں عائد کر رکھی تھیں۔تورات نے تو احتلام یا جریان والے پر علاوہ دیگر پابندیوں کے دو قسم کی قربانیاں بھی لازم کردی تھیں۔ان قربانیوں کے دینے کے بعد جنبی پاک سمجھا جاتا تھا۔مرد اور عورت دونوں اس ناپاکی کی مصیبت میں گرفتار تھے جس سے شارعِ اسلام رحمۃ للعالمین نے آکر انہیں نجات دلائی۔عربوں میں بھی اسی قسم کے غلط خیالات رائج تھے،جن کی وجہ سے ہم احادیثِ نبویہؐ اور آثارِ صحابہؓ میں یہ پڑھتے ہیں: اَلْاِنْسَانُ لَا يُجْنِبُ وَالثَّوْبُ لَا يُجْنِبُ وَالْمَاءُ لَا يُجْنِبُ وَالْاَرْضُ لَا تُجْنِبُ ۔(لسان العرب۔تحت لفظ جنب ۔جلد اول۔صفحہ۶۹۳) انسان جنبی نہیں ہوتا،کپڑا جنبی نہیں ہوتا،پانی جنبی نہیں ہوتا اور زمین جنبی نہیں ہوتی۔یعنی انسان کے جنبی ہونے کا اثر اس کے نفس کی پاکیزگی پر نہیں پڑتا اور نہ ہی یہ چیزیں جنبی کے چھونے سے ناپاک ہوتی ہیں۔

اسلام نے الفاظ تو وہی رکھے ہیں جو عربوں میں مستعمل تھے۔مگر اس نے ان الفاظ کے معانی میں تبدیلی پیدا کردی ہے۔معانی کا وہ حصہ جو بُرا تھا ردّ کر دیا اور جو اچھا تھا بحال رکھا یا عندالضرورت اس میں کمی بیشی کردی یا اگر کسی اصطلاح کے تبدیل کرنے کی ضرورت دیکھی تو وہ اصطلاح تبدیل کردی۔**جُنُب** کے لغوی معنی وہ شخص جو الگ رہے۔(لسان العرب

تحت لفظ جنب۔جلداول۔صفحہ۶۹۳)لفظ جُنُب کی بھی اسی اصل کے مطابق ضروری اصلاح کی گئی ہے۔اسلام نے یہ قبول کرلیا کہ جنبی اپنے اندر ایک حد تک معنوی ناپا کی رکھتا ہے اور یہ ناپا کی صرف اس قدر ہے کہ جب انسان اپنی شہوت میں سرتاپا منہمک ہوجاتا ہے تو اس کے قویٰ متأثر ہو کر دب جاتے ہیں۔اس پر ایک خماراور ربودگی کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔یہ حالت اپنے ساتھ ایک پژمردگی بھی رکھتی ہے جو نہانے سے دور ہو جاتی ہے اور اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ انسان نہا نہ لے۔نہانے تک جنبی نماز سے الگ رہے بوجہ اس کے کہ نماز کا حق نشاطِ نفس اور حضورِ قلب کے ساتھ ہی ادا ہو سکتا ہے۔یہ وہ معنی ہے جو اسلام نے لفظ جُنُب کو دیا اور فرمایا: اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔(المائدۃ:۷) اگر تم جنبی ہو تو نہا کر پاک وصاف ہوجاؤ۔اس آیت میں فَاطَّهَّرُوْا سے جو ابہام پیدا ہوتا تھا وہ دوسری آیت سے دور کیا گیا ہے۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ. وَلَا جُنُبًا .... حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا. (النساء:۴۴) یعنی نشے کی حالت میں اس وقت تک نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک وہ نشہ دور نہ ہوجائے اور تم جو کہو اس کا علم رکھو اور ایسا ہی جنبی ہونے کی حالت میں اس وقت تک نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ تم نہا نہ لو۔اس آیت میں حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا کہہ کر فَاطَّهَّرُوْا کی تشریح کردی ہے۔یعنی اطّہار سے مراد غسل کرنا ہے۔نیز لفظ جُنُبًا کو وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى کے مقابل پر رکھ کر بتلا دیا ہے کہ جنابت میں بھی قویٰ اس طرح دب جاتے ہیں جس طرح نشہ کی حالت میں اور جنابت کی یہ معنوی ناپا کی نہانے تک رہتی ہے جس طرح کہ نشہ کی ناپا کی ہوش آنے تک اور یہ دونوں حالتیں مانع ہیں نماز کی۔شراب چونکہ بعد میں حرام کی جانی تھی اس لیے اس کے ساتھ حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ کی شرط لگادی ہے اور جنابت کی حالت چونکہ طبعی ضرورت کے ماتحت برقرار رہنی تھی اس لیے اس کا دائمی علاج غسل فرمایا جو سارے بدن کا وضو ہے۔اور حالتِ جنابت میں نماز کے لیے اسی طرح ضروری ہے جس طرح حَدَثِ اَصْغَر میں وضو ضروری ہے۔اس تعلق کو مدّ نظر رکھ کر امام بخاریؒ نے کتاب الوضوء کے بعد کتاب الغسل کو شروع کیا ہے۔

غرض اسلام نے جنابت کی ناپا کی کو ایک نہایت محدود معنوں میں قبول کیا ہے اور صرف اسی حدّ تک جس حدّ تک کہ انسانی طبیعت پر اس کا اثر پڑتا ہے، نہ ان وسیع معنوں میں جن کا مختصر ذکر اوپر کیا جاچکا ہے۔مذکورہ بالا دو آیتیں مسئلہ جنابت وطہارت کے متعلق تمام شرعی احکام کی اصل بنیاد ہیں۔امام موصوفؒ نے ان کا حوالہ دے کر اٹھائیس باب قائم کئے ہیں۔ جن میں جنابت اور طہارت کے متعلق مختلف مسائل کا بیان ہے۔ان میں سے بعض کا تعلق زمانہ جاہلیت واہلِ کتاب کے اوہام اور رسم ورواج کی اصلاح کے ساتھ ہے اور بعض کا تعلق اسلامی فقہاء کی فقہی غلطیوں کے ساتھ اور بعض کا ان قواعد سے جن کی پابندی یا عدمِ پابندی جسمانی وباطنی اور معنوی طہارت پر اثر انداز ہوتی ہے۔

بَاب ۱ : اَلْوُضُوْءُ قَبْلَ الْغُسْلِ

نہانے سے پہلے وضو کرنا

۲۴۸ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يُدْخِلُ أَصَابِعَهُ فِي الْمَاءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا أُصُوْلَ الشَّعَرِ ثُمَّ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ غُرَفٍ بِيَدَيْهِ ثُمَّ يُفِيْضُ عَلَى جِلْدِهِ كُلِّهِ.

۲۴۸: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام سے۔ ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غسلِ جنابت کرتے تو آپؐ اپنے دونوں ہاتھ دھوتے۔ پھر اسی طرح وضو کرتے کہ جس طرح نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے۔ پھر اپنی اُنگلیاں پانی میں ڈالتے اور ان سے اپنے بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر پر تین چلو ڈالتے۔ پھر اپنے سارے بدن پر (پانی) بہاتے۔

۲۴۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ تَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُضُوْئَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ وَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ مِنَ الْأَذَى ثُمَّ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثُمَّ نَحَّى

۲۴۹: ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے سالم بن ابی جعد سے، سالم نے کریب سے، کریب نے حضرت ابن عباسؓ سے، حضرت ابن عباسؓ نے حضرت میمونہؓ نبی ﷺ کی بیوی سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح آپؐ اپنی نماز کے لیے وضو کرتے تھے وضو کیا، مگر پاؤں نہیں دھوئے اور آپؐ نے اپنی شرم گاہ کو دھویا اور اس آلائش کو بھی جو آپؐ کو لگ گئی تھی۔ اس کے بعد آپؐ نے

رِجْلَيْهِ فَغَسَلَهُمَا هَذِهِ غُسْلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ.

اپنے اوپر پانی بہادیا۔ پھر آپؐ نے دونوں پاؤں کو ایک طرف کر کے ان کو دھویا۔ یہ ہے آپؐ کا غسل جنابت۔

تشریح: **اَلْوُضُوْءُ قَبْلَ الْغُسْلِ:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا باب تقدیم وضو کے متعلق باندھ کر یہ بتلایا ہے کہ غسل جنابت بھی دراصل وضو کا ہی ایک حصہ ہے۔ اس لیے غسلِ جنابت میں وضو پہلے کیا جائے تا کہ روحانی مقصد جو وضو میں مدّ نظر ہے وہ اس غسل میں بھی مدّ نظر رہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے: تشریح حدیث نمبر۱۶۰، ۲۴۷)

يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ: یعنی آپؐ نہانے سے پہلے اسی طرح وضو کیا کرتے تھے جس طرح نماز کے لیے۔ خواہ نہانے کے بعد آپؐ نماز پڑھتے ہوں یا نہ۔ آپؐ کا یہ عمل محض اس لیے تھا تا وضو کا اصل مقصد نہانے میں بھی ہمیشہ پیش نظر رہے۔ اسی وجہ سے امام موصوفؒ نے اَلْوُضُوْءُ قَبْلَ الْغُسْلِ کا عنوان قائم کر کے تقدیم وضو پر زور دیا ہے۔ یہاں کسی اختلافی مسئلہ کا حل کرنا مقصود نہیں، جیسا کہ امام ابن حزم کا خیال ہے۔ اختلافی مسئلہ کا حل تو انہوں نے دسویں باب میں کیا ہے۔ جس کا عنوان یہ ہے: تَفْرِيْقُ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ ۔ دسویں باب میں بھی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی روایت (نمبر ۲۶۵) حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی گئی ہے۔ وہاں شرم گاہ دھونے کا پہلے ذکر ہے اور اس کے بعد وضو کرنے کا۔ روایت میں یہ جزئی اختلاف مختلف راویوں کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، ورنہ دراصل ترتیب یہی ہے کہ آپؐ پہلے شرم گاہ دھوتے اور پھر وضو کرتے۔ محمد بن یوسف کی اس روایت کا جس میں ترتیب نظر انداز کر دی گئی ہے، یہاں ذکر کرنا صاف بتلاتا ہے کہ امام موصوفؒ یہ روایتیں اس غرض سے نہیں لائے کہ غسلِ جنابت کا طریق بتلائیں یا یہ اختلاف حل کریں کہ آیا نہانے سے وضو ہو جاتا ہے یا یہ کہ وضو الگ کیا جائے بلکہ اس لیے لائے ہیں کہ حضرت عائشہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کی مختلف روایتوں سے متفق علیہ امر ثابت کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسلِ جنابت میں پہلے وضو کیا کرتے تھے اور آپؐ کا یہ عمل اسی حکیمانہ غرض کے ماتحت تھا جس کا ذکر شروع میں کیا گیا ہے۔

بَاب ۲ : غُسْلُ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهِ

مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ نہانا

۲۵۰ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ

۲۵۰: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا۔ کہا: ابو ذئب کے بیٹے نے ہمیں بتلایا انہوں نے زہری سے۔ زہری نے عروہ سے۔ عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ میں اور نبی صلی اللہ

وَّاحِدٍ مِنْ قَدَحٍ يُقَالُ لَهُ الْفَرَقُ.

علیہ وسلم ایک ہی برتن یعنی پیالے سے جسے دوہنی کہتے ہیں، نہایا کرتے تھے۔

تشریح: اِنْ کُنْتُمْ جُنُبًا سے مراد مرد اور عورت دونوں ہیں۔لفظ جُنُب مذکر و مؤنث اور مفرد و جمع سب کے لیے یکساں ہے۔قرآنِ مجید کا یہ حکم بلاتمیز جنس دونوں کے لیے ہے اور اس کی تشریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً فرمائی ہے۔یعنی جنبی ہونے کی حالت میں آپؐ خود بھی نہائے اور اپنے ساتھ اپنی بیوی کو بھی نہلایا۔اس بارے میں لوگ اکثر تساہل سے کام لیتے ہیں۔مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ نہانے کی چنداں پرواہ نہیں ہوتی اور وہ خود بھی بہت سُست و کاہل واقع ہوتی ہے اور شریعت کے اس حکم کی پابندی میں نہایت لاپرواہی سے کام لیتی ہے۔اس لیے مرد کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی سے بھی اس حکم کی تعمیل کرائے۔

فَرَق جس کا ترجمہ دوہنی کیا گیا ہے، ۱۶ رطل یعنی نو سیر آٹھ چھٹانک کا ہوتا ہے۔

بَاب ۳: اَلْغُسْلُ بِالصَّاعِ وَنَحْوِهِ

صاع وغیرہ سے نہانا

۲۵۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُوْلُ دَخَلْتُ أَنَا وَأَخُو عَائِشَةَ عَلَى عَائِشَةَ فَسَأَلَهَا أَخُوهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ نَحْوٍ مِّنْ صَاعٍ فَاغْتَسَلَتْ وَأَفَاضَتْ عَلَى رَأْسِهَا وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا حِجَابٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَبَهْزٌ وَالْجُدِّيُّ عَنْ شُعْبَةَ قَدْرِ صَاعٍ.

۲۵۱: ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا: عبدالصمد نے مجھ سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: شعبہ نے مجھے بتلایا۔کہا: ابوبکر بن حفص نے مجھ سے بیان کیا، کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا۔وہ کہتے تھے: میں اور حضرت عائشہؓ کا بھائی، حضرت عائشہؓ کے پاس اندر گئے اور ان کے بھائی نے ان سے نبی ﷺ کے نہانے کے متعلق پوچھا تو حضرت عائشہؓ نے ایک برتن منگوایا جو تقریباً صاع کے برابر تھا اور وہ نہائیں اور اپنے سر پر پانی ڈالا۔اور ہمارے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا کہ یزید بن ہارون اور بہز اور جُدّی نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے: ایک صاع کے اندازے کے برابر۔

٢٥٢ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ وَأَبُوهُ وَعِنْدَهُ قَوْمٌ فَسَأَلُوهُ عَنِ الْغُسْلِ فَقَالَ يَكْفِيكَ صَاعٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَا يَكْفِينِي فَقَالَ جَابِرٌ كَانَ يَكْفِي مَنْ هُوَ أَوْفَى مِنْكَ شَعَرًا وَخَيْرًا مِنْكَ ثُمَّ أَمَّنَا فِي ثَوْبٍ.

٢٥٢: ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا: یحییٰ بن آدم نے ہمیں بتلایا، انہوں نے کہا، زُہَیر نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسحاق سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا، ابوجعفر نے ہمیں بتلایا کہ وہ اور ان کے باپ حضرت جابر بن عبداللہؓ کے پاس تھے اور ان کے پاس کچھ اور لوگ بھی بیٹھے تھے، انہوں نے حضرت جابرؓ سے غسل کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: ایک صاع (پانی) تمہیں کافی ہے۔ ایک شخص بولا: مجھے تو کافی نہیں ہوتا۔ حضرت جابرؓ نے کہا: جس کے بال تم سے زیادہ تھے اور جو تم سے بہتر تھا، اس کو تو کافی ہوا کرتا تھا۔ پھر اس نے ایک ہی کپڑے میں ہماری امامت بھی کی۔

٢٥٣ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُونَةَ كَانَا يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ وَبَهْزٌ وَالْجُدِّيُّ عَنْ شُعْبَةَ قَدْرُ صَاعٍ.

٢٥٣: ہم سے ابونُعیم نے بیان کیا، کہا: ابن عیینہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عمرو سے۔ عمرو نے جابر بن زید سے، جابر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہؓ ایک ہی برتن سے نہایا کرتے تھے۔ اور یزید بن ہارون اور بہز اور جُدّی نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے (اس کی مقدار) ایک صاع بیان کی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ أَخِيرًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ وَالصَّحِيحُ مَا رَوَى أَبُو نُعَيْمٍ.

ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: ابن عیینہ اپنی آخری عمر میں یوں روایت کیا کرتے تھے: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت میمونہؓ سے روایت کی..... اور درست وہی ہے جو ابونُعیم نے روایت کیا۔

تشریح: ابوسلمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھانجے تھے اور حضرت عائشہؓ کے بھائی سے مراد عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ طفیل بن عبداللہ تھے جو اُن کی والدہ کی طرف سے ان کے بھائی تھے۔

اَلْغُسْلُ بِالصَّاعِ وَنَحْوِهٖ: امام ابن حجر اور دیگر شارحینؒ کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۲۵۱ سے یہ استدلال کیا ہے کہ کم از کم کس قدر پانی سے غسل کیا جائے اور یہ شارحینؒ اپنے اس خیال کی بناء جیسا کہ عنوانِ باب پر رکھتے ہیں ایسا ہی روایت نمبر ۲۵۲ پر بھی رکھتے ہیں، جس میں یہ ہے: سَأَلُوْهُ عَنِ الْغُسْلِ فَقَالَ يَكْفِيْكَ صَاعٌ. یعنی حضرت جابرؓ سے نہانے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا: ایک صاع کافی ہوتا ہے۔ مگر غور کرنے پر واضح ہوگا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ باب مذکور میں یہ مسئلہ استنباط نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ ایک اور بات کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ عنوانِ باب میں اَلصَّاع کے بعد نَحْوِهٖ کہہ کر قارئین کی توجہ اس طرف سے پھیرنا چاہتے ہیں، جس طرف شارحین گئے ہیں۔...... کیونکہ بِالصَّاعِ وَنَحْوِهٖ سے معین طور پر ہرگز معلوم نہیں ہوسکتا کہ نہانے میں پانی کی کم از کم مقدار صاع ہونی چاہیے یا اس سے کم وبیش۔ علاوہ ازیں وہ اس سے ماقبل ایک روایت نقل کر چکے ہیں، جس میں فَرَق کا ذکر ہے جو تین صاع یعنی ۱۶ رطل ہوتا ہے۔ پس امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بعید النظر انسان کے متعلق یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ایک طرف تو ایسی روایت کا ذکر کریں جس میں فرق سے نہانے کا ذکر ہو اور دوسری طرف معاً ایک ایسی روایت لائیں جس میں صاع سے نہانے کا ذکر ہو اور پھر یہ دونوں روایتیں سامنے رکھتے ہوئے ان سے استدلال یہ کریں کہ کم از کم پانی کی مقدار صاع ہونی چاہیے اور عنوان یہ باندھیں: اَلْغُسْلُ بِالصَّاعِ وَنَحْوِهٖ. اس باب کے عنوان کی بناء پر امام موصوفؒ کی طرف یہ منسوب کرنا کہ نہانے کے بارے میں ان کا یہ مذہب ہے، درست نہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ اپنا فتویٰ بَابٌ اَلْغُسْلُ وَالْوُضُوْءُ فِي الْمِخْضَبِ وَالْقَدَحِ میں تفصیل کے ساتھ اس کے خلاف دے چکے ہیں۔ (دیکھئے کتاب الوضوء باب ۴۵-۴۷ تشریح حدیث نمبر ۱۹۵ تا ۲۰۱) یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت کے مطابق کم وبیش پانی استعمال کیا کرتے تھے۔ سات مشکوں سے بھی نہائے اور ایک صاع سے بھی۔ یہاں اس باب کا مقصد یہ مسئلہ نہیں، بلکہ وہ مضمون ہے جو اس باب کی پہلی دو روایتوں میں ہے اور وہ یہ کہ صحابہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا کمال شوق تھا۔ جس کا اصل سبب یہ آیت تھی: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. (ال عمران: ۳۲) یعنی کہو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تم سے محبت رکھے گا۔ اس لیے صحابہ رضی اللہ عنہم ہر بات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قُدْوَہ اور امام یقین کرتے تھے اور انہیں اس بات کا ہمیشہ خیال رہتا کہ ان کا ہر عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہو، اس لیے وہ مسائل کی تحقیق کرتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ابوجعفر (محمد بن علی بن حسین بن علی) کا قول (مَا يَكْفِيْنِيْ) سن کر ذرہ ناراض ہوئے اور انہوں نے کہا: كَانَ يَكْفِيْ مَنْ هُوَ أَوْفٰى مِنْكَ شَعَرًا. یعنی تین سیر پانی نہانے کے لیے کافی کیوں نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو کافی ہوجاتا

تھا۔ حالانکہ ان کے بال بھی زیادہ تھے اور وہ تم سے بہتر تھے اور ہمارے امام تھے۔غرض ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کو ہر بات میں اس امر کا خیال ہوتا تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ پا پر چلیں۔ یہ دو روایتیں لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی باب میں ایک تیسری روایت لائے ہیں جس میں صرف یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہؓ دونوں ایک ہی برتن سے نہایا کرتے تھے۔

اور اس روایت کے متعلق شارحینؒ کہتے ہیں کہ عنوانِ باب سے اس کا بظاہر کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ یعنی اس میں پانی کی مقدار کا کوئی ذکر نہیں۔ حالانکہ اس روایت کو لا کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس مضمون کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جس کی خاطر یہ سارا باب باندھا ہے اور جس کا تعلق سابقہ باب سے ہے: غُسْلُ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهِ. یعنی لوگوں کو شریعت کے اس واضح حکم کی تو پرواہ نہیں جس کے لیے آیت اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا میں مرد اور عورت دونوں مخاطب کئے گئے ہیں۔ یعنی حالتِ جنابت میں دونوں نہا دھو کر پاک وصاف ہوں اور وہ ان بحثوں میں پڑ گئے ہیں کہ پانی تھوڑا ہو یا بہت۔ اصل چیز نظر انداز ہوگئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا شوق تھا اور وہ ہر بات میں آپؐ کی پیروی کو مقدم سمجھتے تھے۔ غرض باب مذکور کی دو روایتوں میں صحابہؓ کا اسوۂ حسنہ پیش کر کے تیسری روایت میں غُسْلُ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهِ کا مضمون دہرا دیا ہے۔

وَالصَّحِيْحُ مَارَوَاهُ اَبُوْنُعَيْمٍ: تیسری روایت میں یہ جو کہا ہے: وَالصَّحِيْحُ مَا رَوَاهُ اَبُوْنُعَيْمٍ اس سے امام موصوفؒ کی یہ مراد ہے کہ ابونعیم کی مذکورہ بالا روایت یوں شروع ہوتی ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَ مَيْمُوْنَةَ كَانَا يَغْتَسِلَانِ. یعنی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہؓ ایک ہی برتن سے نہایا کرتے تھے۔ مگر سفیان بن عیینہ آخری عمر میں یوں روایت کیا کرتے تھے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَّيْمُوْنَةَ۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت میمونہؓ سے مذکورہ بالا روایت نقل کی ہے۔ اس قول کی بناء پر یہ روایت حضرت میمونہؓ کی ہے اور ابونعیم کے قول کے مطابق حضرت ابن عباسؓ کی اور امام بخاریؒ اس کو ترجیح دیتے ہیں، یعنی حضرت ابن عباسؓ نے آنحضرت ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۴۷۶۔ عمدۃ القاری جزء سوم صفحہ ۲۰۰)

وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا حِجَابٌ: باب مذکور کی پہلی روایت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ عورت کا مردوں کے سامنے نہانا شرم وحیا کے خلاف ہے۔ اس کا جواب خود اسی روایت میں ہے یعنی یہ کہ وہ پردے میں تھیں اور دوم یہ کہ وہ ان کے محرم بھائی تھے۔ سوم یہ کہ صاع کے متعلق لوگوں میں بحث معلوم ہوتی ہے کہ آیا اس قدر پانی سے انسان نہا سکتا ہے یا نہیں۔ جیسا کہ دوسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شکوک موجود تھے۔ حضرت عائشہؓ کی رائے حجت سمجھی جاتی تھی۔ وہ دونوں مسئلہ دریافت کرنے کے لیے آئے۔ قرین قیاس یہ ہے کہ گرمی کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو نہانے کی بھی ضرورت ہو تو انہوں نے ایک صاع پانی سے نہا کر دکھلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں نہایا کرتے تھے اور وہ پردے میں نہائیں۔ جسم کو دھو کر اتنا پانی بچا بھی لیا کہ سر پر اسے بہایا۔ اس روایت سے یہ بتلانا مقصود نہیں کہ آپؐ صرف ایک ایک صاع پانی نہانے میں استعمال کیا کرتے تھے۔ **ایک صاع** یعنی تین سیر پانی جس سے تین متوسط حجم کے لوٹے بھرے جاسکتے ہیں۔ اس

قدر پانی سے انسان بخوبی نہا سکتا ہے۔ گرمی کے موسم میں جب پسینہ جسم سے بہہ رہا ہو، اتنا پانی بدن صاف کرنے کے لیے کافی ہے۔ جن جگہوں میں پانی کم ہوتا ہے وہاں طبعاً کم از کم مقدار پر گذارا کیا جاتا ہے۔ ہندو تو دو تین گڈویوں سے بھی اپنا اشنان کر لیتے ہیں۔

بَاب ٤ : مَنْ أَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا

جو اپنے سر پر تین بار پانی بہائے

٢٥٤: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ قَالَ حَدَّثَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا فَأُفِيْضُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا وَأَشَارَ بِيَدَيْهِ كِلْتَيْهِمَا.

۲۵۴: ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا کہ زُہیر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابو اسحاق سے روایت کی، کہتے تھے کہ مجھے سلیمان بن صُرَد نے بتلایا، کہا: حضرت جبیر بن مطعمؓ نے مجھے بتلایا۔ کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تو اپنے سر پر تین بار پانی ڈالتا ہوں اور آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کر کے بتلایا۔

٢٥٥: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مِّخْوَلِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْرِغُ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا.

۲۵۵: مجھ سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا: غندر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے مخول بن راشد سے۔ مخول نے محمد بن علی سے۔ محمد نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر تین بار پانی ڈالا کرتے تھے۔

٢٥٦: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَامٍ حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ لِي جَابِرٌ وَأَتَانِي ابْنُ عَمِّكَ يُعَرِّضُ بِالْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ

۲۵۶: ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا: معمر بن یحیٰی بن سام نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا: ابوجعفر نے مجھ سے بیان کیا۔ کہتے تھے: حضرت جابرؓ نے مجھ سے کہا: تمہارے چچا کا بیٹا میرے پاس آیا۔ حسن بن

الْحَنَفِيَّةِ قَالَ كَيْفَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ ثَلَاثَةَ أَكُفٍّ فَيُفِيْضُهَا عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ يُفِيْضُ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ فَقَالَ لِي الْحَسَنُ إِنِّي رَجُلٌ كَثِيْرُ الشَّعَرِ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَكْثَرَ مِنْكَ شَعَرًا.

محمد بن حنفیہ کی طرف اشارہ تھا۔ اس نے پوچھا: جنابت کا غسل کس طرح کیا جائے؟ میں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین چلولیا کرتے تھے اور ان کو اپنے سر پر ڈالتے پھر اپنے سارے جسم پر پانی ڈالتے۔ اس پر حسن نے مجھے کہا: میں بہت بالوں والا آدمی ہوں تو میں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے زیادہ بالوں والے تھے۔

تشریح: مَنْ أَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلاثًا: باب نمبر۴ میں بتلایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہانے میں طاق عدد ملحوظ رکھتے تھے جیسا کہ وضو میں بھی۔ (دیکھئے تشریح کتاب الوضو، باب ۲۴، ۲۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نمبر ۲۴۸ سے بھی اور اس باب کی تین روایتوں سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ پہلی روایت کا مضمون یہ ہے کہ آپؐ نہانے میں تین بار چلو بھر کر پانی سر پر ڈالتے تھے۔ اَفَاضَ اس جگہ اَفْرَغَ کے معانی میں ہے، یعنی ڈالا۔ اس سے مراد صرف پانی بہانا نہیں، بلکہ خود امام بخاریؒ نے دوسری روایت سے اس لفظ کی تشریح بایں الفاظ کی ہے۔ يُفْرِغُ عَلٰى رَأْسِهٖ ثَلاثًا۔ یعنی اپنے سر پر تین بار پانی ڈالا کرتے تھے۔ اَفَاضَ الْمَآءَ عَلٰى نَفْسِهٖ اَیْ اَفْرَغَهُ۔ یہاں اَفَاضَ بمعنی اَفْرَغَ ہے (لسان العرب زیر مادہ فیض) اس لیے اس لفظ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ نہانے سے مراد جسم پر صرف پانی بہالینا ہے۔

تیسری روایت لا کر یہ بتلایا ہے کہ سر کو تین بار پانی ڈال کر دھونے کے بعد سارے جسم پر پانی ڈالا کرتے تھے۔ حسن بن محمد بن حنفیہ کا خیال تھا کہ اس قدر پانی ان کے بال بھگونے اور دھونے کے لیے کافی نہیں۔ اگر صرف پانی بہانا مراد ہوتا تو ان کا یہ خیال درست تھا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہم پڑھ چکے ہیں: يُخَلِّلُ بِهَا اُصُوْلَ الشَّعْرِ ثُمَّ يَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهٖ ثَلَاثَ غُرَفٍ (کتاب الغسل. باب ۱: الوضوء قبل الغسل. روایت نمبر ۲۴۸) پہلے انگلیوں سے بالوں میں خلال کر کے ان کو اچھی طرح تر کر لیتے۔ پھر اس کے بعد تین بار پانی ڈال کر سر دھوتے۔ اس لیے آپؐ کو اس قدر پانی کافی ہوتا۔ روایت نمبر ۲۵۱ میں حضرت عائشہؓ کے متعلق بھی یہ بتلایا گیا ہے: فَاغْتَسَلَتْ وَاَفَاضَتْ عَلٰى رَأْسِهَا. یعنی وہ نہائیں اور انہوں نے اپنے سر پر پانی ڈالا۔ عربی زبان میں غَسَلَ کے معنی پانی سے دھو کر میل دور کرنے کے ہیں اور غَسِيْل دھلے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں۔ (لسان العرب تحت لفظ غسل)

بَاب ٥ :اَلْغُسْلُ مَرَّةً وَّاحِدَةً

ایک ہی دفعہ نہانا

٢٥٧ :حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً لِلْغُسْلِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَفْرَغَ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ مَذَاكِيْرَهُ ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ مَّكَانِهِ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ.

۲۵۷: ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا: عبدالواحد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اعمش سے۔ اعمش نے سالم بن ابی جعد سے۔ سالم نے کریب سے ۔کریب نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: حضرت میمونہؓ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہانے کا پانی رکھا تو آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ دو یا تین دفعہ دھوئے۔ پھر آپؐ نے اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ پھر اپنی شرم گاہ دھوئی۔ پھر اپنا ہاتھ زمین پر ملا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی لیا اور اپنا منہ اور دونوں ہاتھ دھوئے۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنے جسم پر پانی ڈالا پھر اپنی جگہ سے ایک طرف ہو گئے اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

تشریح: اَلْغُسْلُ مَرَّةً وَّاحِدَةً: سابقہ روایات سے نیز حدیث نمبر ۲۵۴ سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ نہانے سے مراد جسم پر صرف ایک بار پانی ڈال لینا ہے۔ مگر ایسا نہیں بلکہ اَلْغُسْلُ مَرَّةً وَّاحِدَةً سے مراد وہ ہے جس کی تشریح روایت نمبر ۲۵۷ کرتی ہے۔ یعنی آپؐ نے پہلے ہر ایک عضو علیحدہ علیحدہ دھویا اور پھر اس کے بعد اپنے جسم پر پانی بہا دیا اور نہانے میں عموماً یہی کیا جاتا ہے۔ اعمش کی یہی روایت باب ۱۶ میں بھی دہرائی گئی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں: ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى رَأْسِهِ الْمَاءَ ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهُ۔ یعنی آپؐ نے سر پر پانی ڈالا اور پھر اپنا سارا جسم دھویا۔ باب ۵ میں امام بخاریؒ سابقہ روایات سے پیدا شدہ وہم کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے کوئی ایسا مسئلہ استنباط کرنا مقصود نہیں جس کی طرف ابن بطال کا خیال گیا ہے۔ چونکہ اَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهٖ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے سارے جسم پر پانی بہایا اور یہ مذکور نہیں کہ کتنی دفعہ بہایا تو بعض شارحینؒ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ایک دفعہ پانی بہانے پر اکتفاء کرنا چاہیے۔ (فتح الباری جزء اول، صفحہ ۴۷۹)

مگر حقیقت یہ ہے کہ مشار الیہ وہم کا ردّ کرنا مقصود ہے جیسا کہ اگلے باب میں بھی اسی قسم کے خیال کی تردید کی گئی ہے۔

بَاب ٦ : مَنْ بَدَأَ بِالْحِلَابِ أَوِ الطِّيْبِ عِنْدَ الْغُسْلِ

جو غسل کرتے وقت حلاب یا خوشبو سے شروع کرے

۲۵۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوَ الْحِلَابِ فَأَخَذَ بِكَفِّهِ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ الْأَيْسَرِ فَقَالَ بِهِمَا عَلَى {وَسَطِ☆} رَأْسِهِ.

۲۵۸: ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا: ابوعاصم نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حنظلہ سے۔ حنظلہ نے قاسم سے۔ قاسم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: نبی ﷺ جب غسل جنابت کرتے تو حلاب جیسی کوئی چیز منگواتے اور اپنی ہتھیلی میں لیتے اور اپنے سر کی دائیں طرف سے شروع کرتے پھر بائیں سے اور پھر اپنے سر کے درمیان☆ دونوں ہاتھوں سے ڈال کر دھوتے۔

تشریح: مَنْ بَدَأَ بِالْحِلَابِ: چھٹا باب بھی سابقہ وہم دور کرنے کی غرض سے باندھا گیا ہے۔ یعنی یہ ثابت کیا ہے کہ نبی ﷺ غسل میں بدن پر صرف پانی نہیں بہایا کرتے تھے۔ بلکہ حلاب وغیرہ استعمال کر کے اس سے میل دور فرمایا کرتے تھے۔ حلاب کیا چیز تھی؟ شارحینؒ نے اس کے متعلق بہت کچھ اختلاف کیا ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ اصل میں جُلاب لفظ تھا جو گلاب سے معرب ہے اور یہ گلاب کا خوشبودار پانی تھا جو نہاتے وقت استعمال کیا جاتا تھا اور کسی نے کہا کہ دودھ دوہنے کا برتن تھا جس میں پانی ڈال کر نہایا کرتے تھے۔ اسی لیے مسلم نے حلاب کو فَرَق وغیرہ برتنوں میں شمار کیا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ سمجھا گیا ہے کہ انہوں نے غلطی سے اسے خوشبودار پانی سمجھ لیا ہے۔ بعضوں نے کہا کہ خطمی کا خیساندہ مراد ہے۔ جس سے آپؐ اپنا سر دھویا کرتے تھے۔ جیسا کہ ابوداؤد نے حضرت عائشہؓ سے اور ابن ابی شیبہ وغیرہ نے حضرت ابن مسعودؓ کی روایتیں اس کے متعلق نقل کی ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۴۷۹-۴۸۱) گو یہ روایتیں باعتبار سند کمزور ہیں مگر عام رواج پر نظر ڈالنے سے یہ یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عرب لوگ بدن سے میل دور کرنے کے لیے ایسی چیزیں استعمال کیا کرتے تھے جیسے ہندوستان میں بٹنہ، بیسن، چھان وغیرہ اشیاء استعمال کی جاتی ہیں۔ وہ خطمی اور اُشنان تو عام طور پر استعمال کرتے تھے۔ صابن کی ایجاد پر یہ چیزیں اب تقریباً ترک کر دی گئی ہیں۔ ۱۹۱۷ء میں فلسطین کے علاقہ میں ایک خاص قسم کے زرد رنگ کے بیج میں نے دیکھے ہیں جن کو پانی میں ڈال دیتے اور پھر اس کے نقوع سے اہل فلسطین اسی طرح کپڑے وغیرہ دھویا کرتے تھے۔ جس طرح ہندوستان میں ریٹھوں سے۔

☆ لفظ "وَسَطِ" نسخہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۴۷۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اس بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال درست معلوم ہوتا ہے کہ حلاب بیجوں کا نقوع یعنی خیساندہ ہے جو عرب لوگ نہاتے وقت بدن پر ملا کرتے تھے۔

(رسالہ شرح تراجم ابواب صحیح البخاریؒ۔ کتاب الغسل۔ باب من بدء بالحلاب)

حُلْبه: عربی میں ایک درخت کا نام ہے۔ اس کے بیج زرد رنگ کے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ آیا اس کے بیج اس غرض کے لیے استعمال بھی ہوتے ہیں یا نہیں۔ عربی میں غَسَّوْل اور غَسُوْل ہر ایسے خیساندہ وغیرہ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے بدن اور کپڑوں سے میل دور کی جائے۔ (لسان العرب تحت لفظ غسل)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ **بـالْـحِلَابِ اَوِ الطِّيْبِ** کہہ کر قارئین کو اس غلطی سے بچانا چاہتے ہیں جو امام مسلمؒ وغیرہ کو لفظ مذکور کے معنی سمجھنے میں لگی ہے۔ یعنی حِـلا ب سے مراد برتن نہیں ہے بلکہ وہ ایک خوشبودار خیساندہ تھا جو نہانے میں استعمال کیا جاتا تھا۔ بعض شارحینؒ دوسری روایتوں کی بناء پر حِلَاب کے معنی خوشبو ہی سمجھے ہیں جو آنحضرت ﷺ عام طور پر نہانے کے بعد لگایا کرتے تھے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۴۷۹-۴۸۱) مگر یہ وہ خوشبو نہیں جو بعد میں لگائی جاتی ہے۔ **مَـنْ بَدَاَ** کہہ کر امام موصوفؒ نے ان لوگوں کے اس خیال کی تردید کی ہے اور بتلایا ہے کہ یہ چیز نہاتے وقت شروع میں استعمال کی جاتی تھی۔ **دَعَا بِشَيْءٍ نَّحْوَ الْحِلَابِ** کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف حلاب ہی نہیں استعمال کیا جاتا تھا بلکہ اس قسم کی اور اشیاء بھی۔ یعنی خطمی اُشنان وغیرہ۔ **فَاَخَذَ بِكَفِّهٖ** کے الفاظ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حلاب سے مراد برتن نہیں بلکہ نہانے کا وہ خاص پانی ہے جو آپؐ ہتھیلی میں لے کر پہلے جسم کا داہنا حصہ دھوتے اور پھر بایاں حصہ اور پھر دونوں ہاتھوں میں لے کر سر دھوتے۔ **فَقَالَ بِهِمَا عَلٰى وَسَطِ رَاْسِهٖ.** قَالَ کا فعل اپنے معنوں میں نہایت وسیع ہے۔ یہ ہر فعل کا قائم مقام ہوسکتا ہے۔ (لسان العرب تحت لفظ قال)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب اور اس کے بعد کے ابواب اس غرض سے باندھے ہیں تا کہ اَفَـاضَ، اَفْـرَغَ اور صَبَّ وغیرہ سے قارئین یہ نہ سمجھ لیں کہ نبی ﷺ کا غسل صرف اسی قدر تھا کہ سر اور بدن پر دو تین دفعہ پانی بہا لیتے جیسا کہ بعض لوگوں نے روایتوں کے مختصر الفاظ سے یہ سمجھ کر بحث اٹھائی ہے کہ کیا غسل میں بھی وضو کی طرح اعضاء کا دھونا شرط ہے یا نہیں۔ (تفصیل کیلیے دیکھئے بداية المجتهد. كتاب الغسل. الباب الاول فى معرفة العمل فى هذه الطهارة. المسئلة الاولى. جلد اول صفحہ ۴۲) پہلا باب اَلْغُسْلُ مَرَّةً وَّاحِدَةً بھی اسی غرض کے لیے قائم کیا تھا اور بعد کے بابوں میں بھی یہی تفصیلی بحث ہے

بَاب ۷: اَلْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ فِي الْجَنَابَةِ

جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا

۲۵۹: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَتْنَا مَيْمُوْنَةُ قَالَتْ صَبَبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَأَفْرَغَ بِيَمِيْنِهِ عَلَى يَسَارِهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ فَمَسَحَهَا بِالتُّرَابِ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَأَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ بِمِنْدِيْلٍ فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا.

۲۵۹: ہم سے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتلایا، کہا: سالم نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے کریب سے۔ کریب نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت میمونہؓ نے ہمیں بتلایا۔ وہ کہتی تھیں: میں نے نبی ﷺ کے لیے نہانے کا پانی برتن میں ڈالا تو آپؐ نے اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور انہیں دھویا۔ پھر اپنی شرم گاہ دھوئی۔ پھر اپنا ہاتھ زمین پر رکھا اور مٹی سے اسے ملا اور اس کو دھویا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی لیا۔ پھر اپنا چہرہ دھویا اور اپنے سر پر پانی بہایا پھر ایک طرف ہو گئے اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر ایک رومال لایا گیا تو آپؐ نے اس سے نہیں پونچھا۔

تشریح: اَلْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ فِي الْجَنَابَةِ: ساتویں باب میں امام موصوفؒ نے پھر حضرت میمونہؓ کی وہی روایت دُہرائی ہے جو پانچویں باب اَلْغُسْلُ مَرَّةً وَّاحِدَةً میں لائے تھے اور اس سے یہ بتلایا ہے کہ غسلِ جنابت کرتے وقت آپؐ چھوٹے چھوٹے عضو بھی صاف کیا کرتے تھے۔ یہ تکرار بتلاتا ہے کہ ان تین بابوں کا آپس میں تعلق ہے۔ قارئین اس تکرار میں بھی دیکھ سکتے ہیں کہ سند مختلف ہے۔ پہلی روایت موسیٰ بن اسماعیل اور عبدالواحد سے مروی ہے اور یہ عمر بن حفص اور ان کے باپ سے۔ اور اسی وجہ سے مضمون میں کچھ زیادتی ہے۔ یعنی یہ کہ آپؐ کے پاس پونچھنے کے لیے رومال لایا گیا۔ مگر آپؐ نے اس سے نہیں پونچھا۔ اس سے امام موصوفؒ نے رومال سے پونچھنے کے متعلق کوئی نیا مسئلہ اخذ نہیں کیا بلکہ اَلْمَضْمَضَةُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ فِي الْجَنَابَةِ کا عنوان قائم کیا ہے اور یہ صرف اس لیے کیا ہے کہ اَلْغُسْلُ مَرَّةً وَّاحِدَةً سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ آپؐ جسم کے اعضا نہیں دھویا کرتے تھے۔

بَاب۸: مَسْحُ الْيَدِ بِالتُّرَابِ لِتَكُوْنَ أَنْقَى

مٹی سے ہاتھ ملنا تاکہ زیادہ صاف ہو جائے

۲۶۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ دَلَكَ بِهَا الْحَائِطَ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوئَهُ لِلصَّلَاةِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

۲۶۰: ہم سے عبداللہ بن زبیر حمیدی نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: اعمش نے ہمیں بتلایا۔ اعمش نے سالم بن ابی جعد سے۔ سالم نے کریب سے۔ کریب نے حضرت ابن عباسؓ سے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت میمونہؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے غسل جنابت کیا اور اپنی شرم گاہ کو اپنے ہاتھ سے دھویا اور پھر ہاتھ دیوار سے رگڑا۔ پھر اسے دھویا۔ اس کے بعد آپؐ نے وضو کیا جیسا کہ آپؐ نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے۔ جب اپنے غسل سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

تشریح: مَسْحُ الْيَدِ بِالتُّرَابِ: آٹھویں باب میں بھی یہی بات واضح کی گئی ہے کہ آپؐ ہاتھ مٹی پر رگڑتے تا وہ خوب صاف ہو جائے یعنی آپؐ کو بدن کی صفائی ملحوظ ہوتی اور اس باب میں پھر وہی روایت دہرائی گئی ہے، مگر حمیدی اور سفیان بن عیینہ کی سند کے ساتھ۔

بَاب ۹

هَلْ يُدْخِلُ الْجُنُبُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَّغْسِلَهَا إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى يَدِهِ قَذَرٌ غَيْرُ الْجَنَابَةِ

کیا جنبی اپنا ہاتھ پیشتر اس کے کہ اس کو دھوئے برتن میں ڈالے
بشرطیکہ اس کے ہاتھ پر جنابت کے سوائے کوئی اور آلائش نہ ہو

وَأَدْخَلَ ابْنُ عُمَرَ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهُ فِي الطَّهُوْرِ وَلَمْ يَغْسِلْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت براءؓ بن عازب نے اپنا ہاتھ وضو کے پانی میں ڈالا اور انہوں نے اس کو نہیں

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ بَأْسًا بِمَا يَنْتَضِحُ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ.

دھویا تھا پھر انہوں نے وضو کیا۔ اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے اس (پانی) میں کوئی حرج نہیں سمجھا جو جنابت کے غسل سے ٹپکے۔

٢٦١ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ تَخْتَلِفُ أَيْدِيْنَا فِيْهِ.

۲۶۱: ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا کہ افلح نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے قاسم سے۔ قاسم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے اکٹھے نہایا کرتے تھے۔ ہمارے ہاتھ باری باری اس میں پڑتے۔

٢٦٢ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَهُ.

۲۶۲: ہم سے مسدد نے بیان کیا۔ کہا: حماد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام سے۔ ہشام نے اپنے باپ سے۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل فرماتے تو آپؐ اپنے ہاتھ کو دھوتے۔

٢٦٣ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِّنْ جَنَابَةٍ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ.

۲۶۳: ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا، انہوں نے ابوبکر بن حفص سے۔ ابوبکر نے عروہ سے۔ عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ میں اور نبی ﷺ ایک ہی برتن سے جنابت کا غسل کیا کرتے۔ اور عبدالرحمٰن بن قاسم سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ انہوں نے اپنے باپ سے۔ ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔

٢٦٤ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ

۲۶۴: ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبداللہ بن عبداللہ بن جبر

قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَرْأَةُ مِنْ نِّسَائِهِ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ زَادَ مُسْلِمٌ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ مِنَ الْجَنَابَةِ.

سے روایت کی۔ کہتے تھے کہ میں نے حضرت انسؓ بن مالک کو یہ کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی بیویوں میں سے کوئی بیوی ایک ہی برتن سے اکٹھے نہایا کرتے تھے۔ مسلم اور وہب (بن جریر) نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے ''مِنَ الْجَنَابَةِ'' کے الفاظ بڑھائے۔

تشریح: **هَلْ يُدْخِلُ الْجُنُبُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ:** اس باب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتلایا ہے کہ اسلامی تعلیم کی رو سے حالتِ جنابت اپنی ذات میں ناپاک نہیں اور جنبی کا ہاتھ اگر صاف ستھرا ہو تو وہ نہانے کے لیے برتن سے پانی چلّو بھر کر لے سکتا ہے۔ یعنی محض جنابت کی وجہ سے وہ ناپاک نہیں ہوتا کہ برتن کو بھی نہ چھوئے۔ اس باب کے ضمن میں چار روایتیں لائی گئی ہیں۔ پہلی روایت کا یہ مضمون ہے کہ مرد اور عورت دونوں برتن سے پانی لے سکتے ہیں۔ عورت کے چھونے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا جیسا کہ مرد کے چھونے سے نہیں ہوتا۔ یعنی اسلام میں چھوت نہیں۔ دوسری روایت کا یہ مضمون ہے کہ نبی ﷺ نہاتے وقت اپنا ہاتھ دھو لیتے تھے۔ تیسری روایت کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اور نبی ﷺ دونوں حالت جنابت میں اکٹھے نہایا کرتے اور دونوں ایک ہی برتن سے پانی لیا کرتے تھے۔ ان کے چھونے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا تھا۔ چوتھی روایت کا یہ مضمون ہے کہ صرف حضرت عائشہؓ کے ساتھ ہی یہ خصوصیت نہ تھی بلکہ تمام بیویوں کے ساتھ آپؐ کا ایسا ہی معاملہ تھا۔ ان میں سے ہر ایک برتن سے پوری آزادی کے ساتھ پانی لیتی تھی۔ یہ آزادی بعض دوسری قوموں کی عورتوں کو حاصل نہیں۔ نہ جنابت کی حالت میں اور نہ طہر کی حالت میں۔ عورت اور جنابت کے متعلق نفرت آمیز احساسات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی مٹائے۔ ورنہ جنس لطیف اس سے پہلے جنبی کی ہی طرح ایک ناپاک وجود سمجھی جاتی تھی۔

أَدْخَلَ ابْنُ عُمَرَ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهُ فِي الطَّهُوْرِ: عنوانِ باب میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت براءؓ بن عازب کا یہ حوالہ جو دیا گیا ہے کہ انہوں نے صاف ستھرا ہاتھ جو بغیر دھوئے کے برتن میں ڈالا اور اس میں سے لے کر وضو کیا، یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی جنابت کے مسئلہ میں وسعتِ نظر سے کام لیتے تھے۔ **كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَهُ** ۔ یعنی رسول اللہ ﷺ غسلِ جنابت میں پہلے اپنے ہاتھ دھوتے۔ اس مفہوم کی روایتیں زیر بحث مسئلہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ یہ صرف اس قدر بتلاتی ہیں کہ نبی ﷺ غسل کی ابتداء وضو سے کرتے، جس میں ہاتھ پہلے دھوئے جاتے ہیں۔ عنوانِ باب میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے فتویٰ کا حوالہ بھی اسی وسعتِ نظر پر روشنی ڈالنے کے لیے دیا گیا ہے۔ جو صحابہ کرامؓ میں آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی برکت

سے پیدا ہوئی تھی۔یعنی یہ کہ جنابت اپنی ذات میں ناپاکی نہیں، یہاں تک کہ پانی کے جو چھینٹے جنبی کے بدن سے ادھر اُدھر پڑتے تھے وہ بھی ناپاک نہ سمجھے جاتے تھے۔ یہود اور عربوں کے نزدیک چھینٹا پڑنا تو بہت بڑی بات تھی۔جنبی کے چھونے سے بھی چیز ناپاک ہو جاتی تھی۔صحابہ کرامؓ کے زاویہ نگاہ میں یہ تبدیلی اس اصلاح کی عظمت کو بتلاتی ہے جو آنحضرت ﷺ کے ذریعہ سے ہوئی۔چھوٹی چھوٹی باتوں کا استیصال جو مدّت مدید سے فطرتوں میں گڑ چکی ہوں؛ نہایت دشوار کام ہے۔

بَاب ۱۰ : تَفْرِيْقُ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ

غسل اور وضو الگ الگ کرنا

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ غَسَلَ قَدَمَيْهِ بَعْدَ مَا جَفَّ وَضُوءُهُ.

اور حضرت ابن عمرؓ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے دونوں پاؤں اس وقت دھوئے جب وضو کا پانی خشک ہو چکا تھا۔

۲٦٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ مَاءً يَغْتَسِلُ بِهِ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فغَسَلهُمَا مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَفْرَغَ بِيَمِيْنِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ مَذَاكِيْرَهُ ثُمَّ دَلَكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ رَأْسَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ أَفْرَغَ عَلَى

۲۶۵: ہم سے محمد بن محبوب نے بیان کیا، کہا: عبدالواحد نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: اعمش نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے سالم بن ابی جعد سے۔سالم نے حضرت ابن عباسؓ کے مولیٰ کریب سے۔کریب نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔وہ کہتے تھے کہ حضرت میمونہؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی رکھا کہ آپؐ اس سے نہائیں۔آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور انہیں دو دو یا تین بار دھویا۔پھر اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور اپنی شرم گاہ کی جگہیں دھوئیں۔پھر اپنا ہاتھ زمین پر رگڑا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی لیا۔ پھر اپنا منہ اور دونوں

جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى مِنْ مَّقَامِهِ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ.

ہاتھ دھوئے اور اپنا سر تین بار دھویا۔اس کے بعد آپؐ نے اپنے جسم پر پانی ڈالا۔ پھر آپؐ اس جگہ سے ایک طرف ہو گئے، جہاں آپؐ کھڑے تھے اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

تشریح: تَفْرِيْقُ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ : دسویں باب میں دو اختلافی مسئلوں کا حل کیا گیا ہے۔ایک یہ کہ نہاتے وقت اگر وضو کی نیت کر لی جائے تو کیا وضو ہو جائے گا یا یہ کہ وضو کا الگ کیا جانا ہی ضروری ہے۔فقہاء میں سے ایک فریق کا یہ خیال ہے۔ اِنَّ الْغُسْلَ لَا يَنُوْبُ عَنِ الْوُضُوْءِ لِلْمُحْدِثِ۔ بے وضو کے لیے نہانا وضو کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ان کے نزدیک وضو الگ کرنا چاہیے اور دوسرے فریق کے نزدیک نہاتے وقت اگر کوئی وضو کی نیت کر لے تو اس کو الگ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ مذہب امام شافعیؒ کا ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کے برخلاف ہیں اور مستند روایت کی بناء پر وہ آنحضرت ﷺ کی سنت پیش کرتے ہیں کہ آپؐ وضو الگ کیا کرتے تھے اور غسل الگ۔ تا کہ جو حصے عبادت کے لیے دھوئے جاتے ہیں، نہاتے وقت بھی ان کا دھونا ممتاز رہے اور نہانے والا نہانے میں بھی عبادت کو مدنظر رکھے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ غَسَلَ قَدَمَيْهِ بَعْدَ مَا جَفَّ وَضُوْءُهُ: دوسرا اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ آیا نہانے اور وضو میں اعضاء کا مسلسل بغیر وقفہ کے دھونا ضروری ہے یا یہ کہ اگر شروع میں ہاتھ منہ دھو کر بعد میں پاؤں دھو لئے جائیں تو کیا اس سے وضو ہو جائے گا۔ اور آیا اس طرح وقفہ کے ساتھ اعضاء دھونے کا نام وضو رکھا جا سکتا ہے۔امام موصوفؒ نے باب کے عنوان میں وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ غَسَلَ قَدَمَيْهِ ...... کہہ کر اس اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔امام شافعیؒ نے اپنی مشہور کتاب **اُمّ** میں بروایت امام مالکؒ یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے بازار میں وضو کیا اور پاؤں نہیں دھوئے۔ مسجد میں واپس جا کر موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی۔امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا یہ مذہب ہے کہ وضو میں اعضاء کا مسلسل دھونا ضروری نہیں۔ جس نے اعضاء دھوئے اس کا وضو ہو گیا۔خواہ وقفہ کے ساتھ ہی دھوئے ہوں۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ غسل میں وضو کرتے مگر پاؤں آخر میں دھوتے۔ نیز انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کا فعل اپنے خیال کی تائید میں پیش کیا ہے۔امام مالکؒ اس رائے کے خلاف ہیں اور اعضاء کا مسلسل یکے بعد دیگرے ترتیب سے دھونا فرض قرار دیتے ہیں۔سوائے اس کے کہ کوئی بھول جائے یا یہ کہ وقفہ لمبا نہ ہو، جیسے آنحضرت ﷺ نے نہاتے وقت پاؤں آخر میں دھوئے۔امام بخاریؒ کا بھی اس مسئلہ میں یہی مذہب ہے جس کی تائید میں انہوں نے حضرت میمونہؓ کی روایت پیش کی ہے۔

(مذکورہ بحثیں فتح الباری جزء اول صفحہ ۴۸۷ اور عمدۃ القاری جزء سوم صفحہ ۲۱۱ میں ہیں)

بَاب ۱۱ : مَنْ أَفْرَغَ بِيَمِيْنِهِ عَلَى شِمَالِهِ فِي الْغُسْلِ

جس نے غسل میں اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا

۲٦٦ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَّيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ وَضَعْتُ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا وَسَتَرْتُهُ فَصَبَّ عَلَى يَدِهِ فَغَسَلَهَا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ قَالَ سُلَيْمَانُ لَا أَدْرِيْ أَذَكَرَ الثَّالِثَةَ أَمْ لَا ثُمَّ أَفْرَغَ بِيَمِيْنِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ ثُمَّ دَلَكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ أَوْ بِالْحَائِطِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَغَسَلَ رَأْسَهُ ثُمَّ صَبَّ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهُ خِرْقَةً فَقَالَ بِيَدِهِ هَكَذَا وَلَمْ يُرِدْهَا.

۲٦٦: ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے سالم بن ابی جعد سے۔ابو جعد نے حضرت ابن عباسؓ کے مولیٰ کریب سے۔کریب نے حضرت ابن عباسؓ سے۔حضرت ابن عباسؓ نے حارث کی بیٹی حضرت میمونہؓ سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہانے کا پانی رکھا اور آپؐ کو پردہ کیا تو آپؐ نے اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا۔اسے ایک دفعہ یا دو دفعہ دھویا۔سلیمان کہتے تھے کہ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے تیسری دفعہ کا ذکر کیا یا نہیں۔ پھر اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ پر ڈالا اور اپنی شرمگاہ کو دھویا۔ پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر یا دیوار پر رگڑا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی لیا اور اپنا منہ اور دونوں ہاتھ دھوئے اور اپنا سر دھویا۔ پھر اپنے بدن پر پانی ڈالا۔ پھر ایک طرف ہوگئے اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے تو میں نے آپؐ کو ایک کپڑا دیا۔آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اس طرح جھاڑ کر پونچھ دیا اور اسے نہ چاہا۔

تشریح: مَنْ اَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ: باب مذکور بعض نسخوں میں سابقہ باب سے پہلے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے استنجاء بائیں ہاتھ سے کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ (روایت نمبر۱۵۳، ۱۵۴) اور روایت نمبر ۲۶۶ سے ظاہر ہے کہ نہاتے وقت آپؐ اپنی شرم گاہ بھی بائیں ہاتھ سے دھویا کرتے تھے۔ آپؐ کے سارے اعمال میں ایک ترتیب وانتظام اور یک جہتی ویگانگت نظر آتی ہے۔ جو اعمال دائیں ہاتھ سے کرنے والے ہوتے وہ ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کرتے تھے اور بائیں ہاتھ سے کرنے والے اعمال بائیں ہاتھ سے۔ آپؐ اپنے اس دستور العمل کے خلاف کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھے گئے۔ آپؐ کے نفس میں پاکیزگی کا فطرتی احساس غالب رہتا جو آپؐ کو پاکیزگی کے پہلو کی طرف ہمیشہ جھکائے رکھتا تھا۔ امام بخاریؒ نے آداب غسل کے ضمن میں جہاں مذکورہ بالا پاکیزہ ادب کی طرف توجہ دلائی ہے وہاں اس خیال کا رڈ کرنا بھی مقصود ہے کہ وضو یا نہانے میں ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری نہیں۔ نبی ﷺ کے تمام اعمال میں ایک ترتیب نظر آتی ہے۔ فَقَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا ۔یہاں قَالَ کے معنی نَفَضَ کے ہیں جیسے باب ۶ میں فَقَالَ بِهِمَا عَلٰى وَسَطِ رَاْسِهٖ میں قَالَ کے معنی صَبَّ یا اَفْرَغَ ہیں۔ اس ضمن میں کتاب الغسل باب ۱۸ کی تشریح دیکھئے۔

بَاب ۱۲: إِذَا جَامَعَ ثُمَّ عَادَ

جب جماع کرے اور پھر دوبارہ کرے

وَمَنْ دَارَ عَلَى نِسَاءِهٖ فِي غُسْلٍ وَّاحِدٍ.

اور جو ایک ہی غسل میں اپنی بیویوں کے پاس ہو آئے۔

۲۶۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ ذَكَرْتُهُ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَطُوْفُ عَلَى نِسَائِهٖ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْضَخُ طِيْبًا.

۲۶۷: ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا: ابن ابی عدی اور یحیٰی بن سعید نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے شعبہ سے۔ شعبہ نے ابراہیم بن محمد بن منتشر سے۔ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت عائشہؓ کے پاس اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: اللہ عبد الرحمٰن کے باپ پر رحم کرے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگایا کرتی تھی اور آپؐ اپنی تمام بیویوں کے پاس چکر لگاتے۔ صبح احرام باندھتے اور آپؐ خوشبو سے مہک رہے ہوتے۔

٢٦٨ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُوْرُ عَلَى نِسَائِهِ فِي السَّاعَةِ الْوَاحِدَةِ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُنَّ إِحْدَى عَشْرَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ أَوَكَانَ يُطِيْقُهُ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ أُعْطِيَ قُوَّةَ ثَلَاثِيْنَ وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ إِنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ تِسْعُ نِسْوَةٍ.

٢٦٨: ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا: معاذ بن ہشام نے ہم سے بیان کیا۔ معاذ نے کہا: میرے باپ نے مجھے بتلایا۔ انھوں نے قتادہ سے روایت کی۔ کہتے تھے کہ حضرت انسؓ بن مالکؓ نے ہمیں بتلایا۔ کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو یا دن کو ایک ہی وقت میں اپنی بیویوں کے پاس ہو آتے اور وہ گیارہ تھیں۔ کہتے تھے کہ میں نے حضرت انسؓ سے کہا: کیا آپؐ اس کی طاقت رکھتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ آپؐ کو تیس آدمیوں کی قوت دی گئی ہے اور سعید نے قتادہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت انسؓ نے انہیں بتلایا کہ نو (۹) بیویاں تھیں۔

بَاب١٣ : غَسْلُ الْمَذْيِ وَالْوُضُوْءُ مِنْهُ

مذی کو دھونا اور اس کی وجہ سے وضو کرنا

٢٦٩ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ أَبِي حَصِيْنٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَأَمَرْتُ رَجُلًا أَنْ يَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ فَسَأَلَ فَقَالَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ.

٢٦٩: ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا: زائدہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابوحصین سے۔ ابوحصین نے ابوعبدالرحمٰن سے۔ انہوں نے حضرت علیؓ سے روایت کی۔ کہتے تھے کہ میں ایسا آدمی تھا جس کو مذی کا عارضہ تھا تو میں نے ایک شخص کو بوجہ اس کے کہ آپؐ کی بیٹی میرے ہاں تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کے لیے کہا: اس نے پوچھا اور آپؐ نے فرمایا: وضو کرو اور اپنی شرم گاہ دھولو۔

بَاب ١٤ : مَنْ تَطَيَّبَ ثُمَّ اغْتَسَلَ وَبَقِيَ أَثَرُ الطِّيْبِ

جوخوشبولگائے اور پھر نہائے اور خوشبو کا اثر باقی رہے

٢٧٠ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ وَذَكَرْتُ لَهَا قَوْلَ ابْنِ عُمَرَ مَا أُحِبُّ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طِيْبًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَنَا طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَافَ فِي نِسَائِهِ ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا.

۲۷۰: ہم سے ابونعمان نے بیان کیا، کہا: ابوعوانہ نے ہمیں بتلایا، انہوں نے ابراہیم بن محمد بن منتشر سے، ابراہیم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا اور ان سے حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول ذکر کیا ”مجھے پسند نہیں کہ میں احرام کی حالت میں صبح اٹھوں اور خوشبو سے مہک رہا ہوں۔“ اس پر حضرت عائشہؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگائی۔ پھر آپؐ نے اپنی بیویوں کے پاس چکر لگایا اور پھر صبح احرام باندھا۔

٢٧١ : حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِي مَفْرِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

۲۷۱: ہم سے آدم (بن ابی ایاس) نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: حکم نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابراہیم سے۔ ابراہیم نے اسود سے۔ اسود نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: جیسے کہ میں اب بھی خوشبو کی چمک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں دیکھ رہی ہوں۔ حالانکہ آپؐ احرام کی حالت میں تھے۔

تشریح: اِذَا جَامَعَ ثُمَّ عَادَ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بارھویں باب میں دو عنوان قائم کئے ہیں۔ ایک دوبارہ جماع کرنا، اور دوسرا اپنی بیویوں سے جماع کرنے کے بعد ایک ہی دفعہ نہانے پر اکتفاء کرنا۔

اِذَا اور مَنْ سے دو جملے شروع کئے ہیں۔ اور اس لفظی تغیر سے پہلا جملہ ان روایتوں کا اصل موضوع ہے جو اس باب میں نقل کی گئی ہیں۔ اور دوسرا جملہ جو مَنْ سے شروع ہوتا ہے، اس کا موضوع ایک اختلاف ہے جو فقہاء کے درمیان ہوا۔

جہاں تک نفس مسئلہ کا تعلق ہے۔شریعت کا حکم نہایت واضح ہے۔ لَا تَقْرَبُوْا الصَّلٰوۃَ ..... جُنُبًا ..... حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا۔(النساء: ۴۴) یعنی جنبی ہونے کی حالت میں جب تک تم نہانہ لو، نماز کے قریب نہ جاؤ۔یعنی جنبی کو عبادت سے روکا گیا ہے۔باقی کام کرسکتا ہے۔بغیر نہانے کے اپنی بیوی سے دوبارہ بھی مباشرت کرسکتا ہے۔

وَمَنْ دَارَ عَلٰی نِسَآئِهٖ فِیْ غُسْلٍ وَّاحِدٍ: امام موصوفؒ نے اس ضمن میں ایک خاص بات کی طرف اشارہ کیا ہے، جو آنحضرت ﷺ کے متعلق مروی ہے۔یعنی یہ کہ آپؐ اپنی تمام بیویوں کے پاس جایا کرتے تھے اور اس کے بعد نہایا کرتے تھے۔امام موصوفؒ نے اس روایت کی اصلیت پر تین بابوں میں نہایت خوبی سے روشنی ڈالی ہے۔ بارہویں باب میں سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو مذکورہ بالا خیال کی اصل بناء ہے۔ یہ روایت چودھویں باب میں ذرا تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن منتشر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے ذکر کیا کہ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ صبح کو احرام باندھوں اور خوشبو سے مہک رہا ہوں۔یعنی رات کو خوشبو وغیرہ لگا کر بیوی کے پاس جاؤں اور صبح حج جیسے مقدس عمل کو بجالانے کی تیاری کروں۔اس پر حضرت عائشہؓ نے وہ جواب دیا جو روایت نمبر ۲۶۷ میں مذکور ہے۔روایت نمبر ۲۷۰ کے الفاظ قابل غور ہیں: اَنَا طَیَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ طَافَ فِی نِسَآئِهٖ۔یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگائی اور پھر وہ اپنی بیویوں کے پاس گئے۔ روایت نمبر ۲۶۷ میں یہ الفاظ ہیں: كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَيَطُوْفُ.....۔یعنی میں خوشبو لگایا کرتی تھی .....۔ان دونوں روایتوں میں سے روایت نمبر ۲۷۰ کے الفاظ صحت وضبط کے زیادہ قریب ہیں۔کیونکہ آنحضرت ﷺ صرف ایک بار عمرہ کے لیے اور ایک بار حج کے لیے نکلے۔مگر روایت نمبر ۲۶۷ کے الفاظ سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ گویا نبی ﷺ عموماً ایسا کیا کرتے تھے اور یہ صحیح نہیں۔صرف ایک حج کے موقع پر آپؐ اپنی بیویوں کے پاس گئے۔

اِنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ تِسْعُ نِسْوَةٍ: دوسری روایت حضرت انسؓ سے دو سندوں کے ساتھ مروی ہے۔ایک سند میں گیارہ بیویوں کا ذکر ہے اور دوسری میں نو کا اور نو کی تعداد درست ہے اور اسی وجہ سے امام موصوفؒ نے سعید بن ابی عروبہ کا حوالہ دیا ہے۔(تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء اول صفحہ ۴۹۰) آپؐ نے ۱۰ ھ میں حج کیا تھا۔اس وقت آپؐ کی نو بیویاں تھیں۔اور عمرہ ۷ ھ میں کیا تھا اور اس وقت آپؐ کی دس گیارہ بیویاں تھیں۔تعداد کو اگر مدنظر رکھا جائے تو یہی بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ جس واقعہ کی طرف حضرت عائشہؓ اشارہ کرتی ہیں وہ حج کا موقع ہے۔رات کو آپؐ خوشبو لگانے کے بعد اپنی بیویوں کے پاس گئے اور صبح آپؐ نے احرام باندھا۔حضرت عائشہؓ کے الفاظ سے یہ ہرگز معلوم نہیں ہوتا کہ آپؐ نے اپنی سب بیویوں کے ساتھ مباشرت کی، اور نہ حضرت عائشہؓ کا یہ مقصد ہے۔وہ صرف کنایۃً یہ بتلا رہی ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا زاہدانہ خیال شریعت کے حکم اور نبی ﷺ کی سنت پر مبنی نہیں، بلکہ آپؐ نے صبح احرام باندھا اور اس سے قبل اپنی بیویوں کے پاس گئے۔رہا یہ سوال کہ تمام بیویوں کے ساتھ آپؐ نے مباشرت کی ہوگی۔اس کے متعلق جواب دینے کے یہ معنی ہیں کہ پہلے یہ فرض کرلیا جائے کہ سب عورتیں حالت طہر میں تھیں۔ان میں سے کوئی بھی حائضہ نہ

تھی۔ پھر اس کے ساتھ طَافَ فِيْ نِسَائِهِ کے معنوں کو جماع کے معنوں میں محدود کرنا ہوگا۔ اور تمام عورتوں کو شامل کرنا ہوگا اور اگر سبھی کو شامل کیا جائے تو اس کے ساتھ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنھا سے بھی آپؐ نے اس رات مباشرت کی تھی جو بوجہ بڑھاپے کے ناقابل ہو چکی تھیں۔ علاوہ ازیں یہ امر بھی فرض کرنا ہوگا کہ آپؐ سے دریافت کیا گیا تھا اور آپؐ نے بتلایا تھا کہ میں نے سب کے ساتھ مباشرت کی ہے۔ یہ سب باتیں دُور از قیاس ہیں۔ طبعی حیا اس قسم کے سوال کرنے اور جواب دینے سے مانع ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی امر کی طرف اشارہ کرنے کے لیے امام بخاریؒ نے تیرھواں باب باندھا ہے۔ جس میں بتلایا ہے کہ صحابہؓ کو اپنے متعلق خاص اور ضروری مسائل پوچھنے سے بھی شرم مانع ہوتی تھی۔ وہ نبی ﷺ کے متعلق ایسے مسائل پوچھنے پچھوانے پر کیسے جرأت کر سکتے تھے۔ اس باب کے بعد چودھواں باب قائم کر کے حضرت عائشہؓ کی سابقہ روایت کا اعادہ کیا ہے۔ اور اس روایت سے جو مسئلہ اخذ کیا جا سکتا تھا اس کو عنوانِ باب میں واضح کر کے دکھلایا ہے۔ تا کہ قارئین پر ظاہر ہو جائے کہ اصل موضوعِ روایت کیا تھا اور لوگ کس بحث میں پڑ گئے۔ بارھویں باب کے عنوان میں اِذَا جَـا مَـعَ ثُمَّ عَادَ کہہ کر مطلق اعادۂ جماع کا ذکر کیا ہے۔ یعنی اس روایت میں اگر طواف کے معنی جماع کے ہی کئے جائیں تو زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت ہوتی ہے، وہ مطلق اعادۂ جماع ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ وَمَـن دَارَ عَـلٰـى نِسَا ئِهِ فِيْ غُسْلٍ وَّاحِدٍ تو روایت کے الفاظ سے واضح ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں اس کے متعلق بحث ہی نہ تھی اور حضرت انسؓ کی روایت میں بھی عمومیّت کا رنگ ہے۔ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدُوْرُ عَلٰى نِسَائِهِ فِي السَّاعَةِ الْـوَاحِدَةِ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ. رات کو بھی اور دن کو بھی ایک ہی وقت میں آپؐ اپنی بیویوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ دوسری روایتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کا یہ جانا ان کی خبر گیری کرنے اور بازار سے سودا وغیرہ لانے اور دیگر ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کی غرض سے تھا۔ قتادہ، حضرت انسؓ سے پوچھتے ہیں: اَوَ كَانَ يُطِيْقُهٗ۔ کیا آپؐ ایسا کر سکتے تھے یعنی ہر روز، دن کو بھی اور رات کو بھی، باوجود مصروفیت کے تمام بیویوں کے پاس جا کر ان کے کام کاج کریں۔ حضرت انسؓ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپؐ کو تیس آدمیوں کی طاقت دی گئی تھی۔ یعنی آپؐ ان فرائضِ منزلیہ کو آسانی سے نبھاتے تھے۔ كُـنَّا نَتَحَدَّثُ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ نبی ﷺ کی طاقت کے متعلق آپس میں یہ گفتگو کیا کرتے تھے یعنی کہ آپؐ تیس جوانوں کی قوت رکھتے ہیں۔ حضرت انسؓ کی روایت درحقیقت بالکل عمومیت کا رنگ رکھتی ہے اور حضرت عائشہؓ کی روایت کا تعلق بھی ایک خاص واقعہ کے ساتھ ہے۔ صبح آپؐ نے حج یا عمرہ کے لیے مکہ معظّمہ جانا تھا۔ رات اپنی بیویوں کے پاس گئے تا کہ ان سے رخصت ہوں اور حضرت عائشہؓ کے الفاظ سے کنایۃً معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے بعض بیویوں کے ساتھ مباشرت بھی کی۔ آپؐ اس وقت سفر پر جا رہے تھے اور یہ فعل طبعی تھا کہ آپؐ ایسا کرتے۔ لیکن ان روایتوں سے یہ اخذ کرنا صحیح نہیں کہ آپؐ کا یہ ہمیشہ دستور العمل تھا اور یہ کہ آپؐ تمام بیویوں سے ایک ہی رات میں مباشرت کیا کرتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ جو مسئلہ اخذ کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے: اِذَا جَامَعَ وَعَادَ فِي غُسْلٍ وَّاحِدٍ۔ یعنی اعادۂ جماع کے لیے غسل ضروری نہیں۔

بَاب ۱۵

تَخْلِيْلُ الشَّعَرِ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوَى بَشَرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ

بالوں میں خلال کرنا یہاں تک کہ جب سمجھے کہ اس نے اپنی جلد کو اچھی طرح تر کرلیا ہے تو (پھر) اس پر پانی بہادے

۲۷۲: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَيْهِ وَ تَوَضَّأَ وُضُوْئَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اغْتَسَلَ ثُمَّ يُخَلِّلُ بِيَدِهِ شَعَرَهُ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوَى بَشَرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ

۲۷۲: ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: ہشام بن عروہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ سے۔ ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جنابت کی وجہ سے غسل فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ دھوتے اور وضو کرتے جس طرح کہ نماز کے لیے وضو کیا کرتے۔ اس کے بعد نہاتے پھر اپنے ہاتھ سے اپنے بالوں کا خلال کرتے، یہاں تک کہ جب سمجھتے کہ آپؐ نے اپنی جلد اچھی طرح تر کر لی ہے تو آپؐ اس پر تین بار پانی بہاتے۔ پھر اپنا (باقی ماندہ) سارا جسم دھوتے۔

۲۷۳: وَقَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ نَغْرِفُ مِنْهُ جَمِيْعًا.

۲۷۳: اور (حضرت عائشہؓ) کہتی تھیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے نہایا کرتے ہم اکٹھے ہی اس سے پانی چلو بھر بھر کر لیا کرتے تھے۔

تشریح: تَخْلِيْلُ الشَّعَرِ حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّهُ قَدْ أَرْوٰى بَشَرَتَهُ: جس بناء پر غسل میں کلی کرنے اور ناک میں پانی لینے کے متعلق اختلاف ہوا ہے اسی بناء پر بالوں میں خلال کرنے کے متعلق بھی اختلاف ہے یعنی آیا یہ فعل غسل میں واجب ہے یا مستحب، یعنی پسندیدہ۔ اور یہ کہ سر پر پانی بہا دینا ہی کافی ہے یا اسے اچھی طرح دھونا چاہیے۔ نبی ﷺ سے یہ مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَاغْسِلُوْا الشَّعْرَ وَاَنْقُوا الْبَشَرَ.
(ترمذی. ابواب الطهارة. باب ماجاء ان تحت كل شعرة جنابة)
یعنی ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے۔ اس لیے بالوں کو دھواور جلد اچھی طرح صاف کرو۔ جنہوں نے یہ روایت صحیح قرار دی ہے ان کے نزدیک غسل جنابت میں بال اچھی طرح تر کرنا واجب ہے۔ (اس اختلاف کی تفصیل کے لیے

دیکھئے: بدایة المجتهد. کتاب الغسل. الباب الأول فی معرفة العمل فی هذه الطهارة. المسئلة الثالثة. الجزء الأول. صفحة ۴۴) نبی کریم ﷺ کا عمل درآمد مذکورہ بالا روایت سے واضح ہے۔

بَاب ١٦ : مَنْ تَوَضَّأَ فِي الْجَنَابَةِ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ وَلَمْ يُعِدْ غَسْلَ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مَرَّةً أُخْرَى

جو جنابت (کی حالت) میں وضو کرے پھر اپنا (باقی ماندہ) سارا جسم دھوئے اور اپنے وضو کرنے کی جگہیں دوبارہ نہ دھوئے

٢٧٤ : حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسَى قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ وَضَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوْءَ الْجَنَابَةِ فَأَكْفَأَ بِيَمِيْنِهِ عَلَى شِمَالِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ أَوِ الْحَائِطِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهُ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ قَالَتْ فَأَتَيْتُهُ بِخِرْقَةٍ فَلَمْ يُرِدْهَا فَجَعَلَ يَنْفُضُ {الْمَاءَ ☆} بِيَدِهِ.

۲۷۴: ہم سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا: فضل بن موسیٰ نے ہمیں بتلایا، انہوں نے کہا: اعمش نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سالم سے۔ سالم نے حضرت ابن عباسؓ کے مولیٰ کریب سے۔ کریب نے حضرت ابن عباسؓ سے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت میمونہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ ﷺ نے غسل جنابت کرنے کے لیے پانی رکھا اور اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی دو دفعہ یا تین دفعہ اُنڈیلا۔ پھر اپنی شرمگاہ دھوئی۔ پھر اپنا ہاتھ زمین پر یا دیوار پر دو دفعہ یا تین دفعہ ملا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی لیا اور اپنا منہ اور دونوں بازو دھوئے۔ پھر اپنے سر پر پانی بہایا۔ پھر اپنا جسم دھویا۔ اس کے بعد ایک طرف ہو گئے اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ کہتی تھیں کہ پھر میں ایک کپڑا لائی تو آپؐ نے اسے نہ چاہا اور اپنے ہاتھ سے (پانی ☆) جھاڑنے لگے۔

☆ لفظ "الْمَاءَ" نسخہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۴۹۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **وَلَمْ يُعِدْ غَسْلَ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ:** باب کا جوعنوان قائم کیا گیا ہے اس کے خلاف روایت نمبر۲۷۴ کا مضمون ہے۔یعنی یہ کہ نبی ﷺ نے پہلے وضو کیا پھر سر پر پانی بہایا۔ ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهُ ۔پھر اپنا بدن دھویا۔اس میں جسم کے دھونے کا ذکر ہے جس میں وہ اعضاء بھی شامل ہیں جو وضو میں پہلے دھوئے گئے تھے۔سابقہ روایت (نمبر۲۷۲) میں یہ الفاظ ہیں۔ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ ۔یعنی سر دھونے کے بعد پھر باقی ماندہ سارا جسم دھویا۔گویا عنوانِ باب؛ روایت نمبر۲۷۲ کو مدنظر رکھ کر بطور وضاحت کے قائم کیا گیا ہے۔یعنی جَسَدَهُ سے مراد باقی ماندہ جسم ہے۔نیز اس روایت سے ایک لطیف استدلال بھی کیا ہے اور وہ یہ کہ چونکہ آنحضرت ﷺ نے اعضاءِ وضو میں سے صرف پاؤں ہی دھوئے ہیں جو وضو کرتے وقت نہیں دھوئے گئے تھے۔اس لیے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ محض نہانے سے وضو کا اصل مفہوم ادا نہیں ہوتا۔اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ غَسَلَ جَسَدَهُ سے سارے جسم کا دھونا مراد نہیں ورنہ پاؤں کے الگ دھونے کا ذکر علیحدہ نہ ہوتا۔امام بخاریؒ کے نزدیک وضو اور غسل بالکل علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔نہاتے وقت وضو کی نیت کر لینا وضو کا قائم مقام نہیں ہوسکتا اور نہ وضو کر کے غسل میں اعضاءِ وضو ترک کر دینا غسل کا مفہوم پورے طور پر ادا کرتا ہے حضرت عائشہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما دونوں کی روایتیں بتلاتی ہیں کہ آپؐ وضو کرنے کے بعد سارا جسم دھویا کرتے تھے۔

بَاب ۱۷

إِذَا ذَكَرَ فِي الْمَسْجِدِ أَنَّهُ جُنُبٌ يَّخْرُجُ كَمَا هُوَ وَلَا يَتَيَمَّمُ

جب مسجد میں یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو جس حالت میں وہ ہو باہر چلا جائے اور تیمّم نہ کرے

۲۷۵ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَعُدِّلَتْ الصُّفُوْفُ قِيَامًا فَخَرَجَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ ذَكَرَ أَنَّهُ جُنُبٌ فَقَالَ لَنَا مَكَانَكُمْ ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا وَرَأْسُهُ

۲۷۵: ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا: عثمان بن عمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: یونس نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت کی۔وہ کہتے تھے: نماز کے لیے تکبیر اقامت کہی گئی اور صفیں جبکہ لوگ کھڑے ہوگئے سیدھی کی گئیں اور رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس باہر آئے۔جب آپؐ اپنی نماز کی جگہ کھڑے ہوئے تو آپؐ کو یاد آیا کہ آپؐ جنبی ہیں۔ آپؐ نے ہمیں فرمایا: اپنی جگہ کھڑے رہو۔(یہ کہہ کر)

يَقْطُرُ فَكَبَّرَ فَصَلَّيْنَا مَعَهُ تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

آپؐ واپس چلے گئے۔ آپؐ نے غسل کیا۔ پھر ہمارے پاس باہر آئے اور آپؐ کے سر سے (پانی کے) قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور ہم نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ عبدالاعلیٰ نے معمر سے۔ معمر نے زہری سے بھی اسی طرح یہ (بات) روایت کی اور اوزاعی نے بھی زہری سے اسی طرح روایت کی۔

تشریح: **اِذَا ذَكَرَ فِي الْمَسْجِدِ اَنَّهُ جُنُبٌ:** جنبی کے مسجد میں داخل ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ **لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى...... وَلَا جُنُبًا** ......(النساء :۴۴) میں اَلصَّلٰوةَ سے بعض نے نماز گاہ بھی مراد لی ہے اور اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ کے یہ معنے کئے ہیں کہ سوائے اس کے کہ جن کی گذر گاہ مسجد میں سے ہو وہ گذر سکتے ہیں اور بعض نے لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ سے مطلق نماز نہ پڑھنے کا حکم مراد لیا ہے۔ ان کے نزدیک اس آیت میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ جنبی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ایک تیسرا گروہ ہے جس نے گذرنا بھی جائز نہیں سمجھا۔ اور ان کے نزدیک اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ سے مراد وہ مسافر ہیں، جن کو پانی نہ ملے۔ ان کے لیے نماز پڑھنا جائز ہے۔ یہ فریق اپنے اس قیاس کی بنیاد ایک روایت پر رکھتا ہے اور وہ یہ ہے: لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِجُنُبٍ وَّلَا حَآئِضٍ ۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مسجد کو جنبی اور حائضہ کے لیے جائز نہیں قرار دیتا۔ مگر یہ روایت ثابت نہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے بداية المجتهد. كتاب الغسل. الباب الثالث فى احكام هذين الحديثين. المسئلة الأولى. الجزء الاول. صفحة۴۷)

تشدد کرنے والوں نے یہاں تک تشدد کیا ہے کہ اگر جنبی بھول کر بھی مسجد میں داخل ہو جائے تو ان کے نزدیک وہ تیمّم کرے اور باہر چلا جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انہی لوگوں کا خیال مدنظر رکھ کر یہ عنوان باب قائم کیا ہے: يَخْرُجُ كَمَا هُوَ وَلَا يَتَيَمَّمُ۔ جس حالت میں ہو باہر چلا جائے اور تیمّم نہ کرے۔ اس ضمن میں جو روایت پیش کی گئی ہے اس میں صرف یہ ذکر ہے کہ آپؐ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تھے یاد آنے پر آپؐ گھر لوٹ گئے اور نہا کر نماز پڑھی۔ یہ روایت مذکورہ بالا خیال کی تائید نہیں کرتی بلکہ اس کے خلاف ہے۔ شریعتِ اسلامیہ جنبی کے وجود کو جنابت کی وجہ سے گوبر اور پیشاب وغیرہ اشیاء کی طرح ناپاک نہیں سمجھتی کہ جس کے چھونے سے لوگ ناپاک ہو جاتے ہیں اور وہ جگہ بھی ناپاک ہو جاتی ہے جس میں وہ داخل ہو۔ یہ جہالت کا خیال ہے صحیح ثابت شدہ روایتیں اس غلو آمیز اعتقاد کی تردید کرتی ہیں۔ اس باب اور روایت نمبر ۲۷۵ سے قارئین کو واضح طور پر یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عنوان باب ہمیشہ اس غرض کے لیے نہیں قائم کرتے کہ کوئی مسئلہ ثابت کرنا ہے بلکہ بعض وقت ایک غلط خیال پیش کر کے اس کی تردید کرنا مقصود ہوتا ہے۔

بَاب١٨ : نَفْضُ الْيَدَيْنِ مِنَ الْغُسْلِ عَنِ الْجَنَابَةِ

غسل جنابت کر کے ہاتھ جھاڑنا

٢٧٦ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَسَتَرْتُهُ بِثَوْبٍ وَصَبَّ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِيْنِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَأَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهُ ثَوْبًا فَلَمْ يَأْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ.

۲۷۶: ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا: ابوحمزہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: میں نے اعمش سے سنا۔ وہ سالم (بن ابی جعد) سے، سالم کریب سے، کریب حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: حضرت میمونہؓ کہتی تھیں کہ میں نے نبی ﷺ کے لیے نہانے کا پانی رکھا اور آپؐ کو ایک کپڑے سے پردہ کیا۔ آپؐ نے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور انہیں دھویا۔ پھر اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور اپنی شرمگاہ کو دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ زمین پر رکھا اور اسے ملا۔ پھر اسے دھویا۔ پھر کُلّی کی اور ناک میں پانی لیا اور اپنے چہرے اور اپنے دونوں بازوؤں کو دھویا۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنے سر پر پانی ڈالا اور اپنے جسم پر (پانی) بہا دیا۔ پھر ایک طرف ہو گئے اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر میں نے آپؐ کو ایک کپڑا دیا تو آپؐ نے اسے نہ لیا اور آپؐ چل پڑے۔ آپؐ اپنے دونوں ہاتھوں کو جھاڑتے جاتے تھے۔

تشریح: وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْه: یہ باب بھی ایک غلط خیال رڈ کرنے کے لیے باندھا گیا ہے اور وہ یہ کہ غسل جنابت کا پانی جسم سے نہیں جھاڑنا چاہیے تا کہ اس کے ساتھ عبادت کا اثر نہ جھڑ جائے۔ (عمدۃ القاری جزء سوم صفحہ ۲۲۶) آپؐ نے ہاتھ جھاڑ کر پانی دور کیا اور کپڑے سے نہیں پونچھا۔ غالباً اس لیے کہ کپڑا صاف نہ ہوگا۔ یہ روایت متعدد بار آ چکی ہے اور ہر روایت میں بوجہ اختلافِ سند الفاظ میں کچھ نہ کچھ تغیر ہوا ہے، لیکن مفہوم قائم رہا ہے۔ باب ۷ روایت ۲۵۹ میں یہ الفاظ ہیں: ثُمَّ أُتِيَ بِمِنْدِيْلٍ فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا۔ باب ۱۱ روایت ۲۶۶ میں یہ ہیں: فَنَاوَلْتُهُ

خِرْقَةً فَقَالَ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَلَمْ يُرِدْهَا۔ باب۱۶روایت۲۷۴میں یہ ہیں: فَاَتَيْتُهُ بِخِرْقَةٍ فَلَمْ يُرِدْهَا فَجَعَلَ يَنْفُضُ الْمَآءَ بِيَدِهِ۔ باب۱۸روایت۲۷۶میں یہ ہیں: فَنَاوَلْتُهُ ثَوْبًا فَلَمْ يَأْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ۔ باب۱۱کی روایت فَقَالَ بِيَدِهِ هٰكَذَا کا وہی مفہوم ہے جو دوسری روایتوں میں فَجَعَلَ يَنْفُضُ الْمَآءَ بِيَدِهِ کا ہے۔

امام بخاریؒ کی کتاب کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ روایت دُہراتے ہوئے جہاں وہ نئے مسئلہ کا استنباط کرتے ہیں وہاں اس کی نئی سند بیان کر کے اس کو کمال صحت تک پہنچا دیتے ہیں جیسا کہ دیباچہ کتاب میں اس کی وضاحت کی جا چکی ہے نیز اس مثال سے یہ بھی واضح ہوگا کہ روایت باللفظ میں متشددین کا مذہب درست نہیں۔ اس قسم کا لفظی تغیر کہ جس سے معنی میں فرق نہ آئے ایک طبعی امر ہے جس سے کوئی چارہ نہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس قدر فرق کو قبول کیا ہے

بَاب ۱۹ : مَنْ بَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ فِي الْغُسْلِ

جو غسل میں اپنے سر کے دائیں حصہ سے شروع کرے

۲۷۷: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا إِذَا أَصَابَتْ إِحْدَانَا جَنَابَةٌ أَخَذَتْ بِيَدَيْهَا ثَلَاثًا فَوْقَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَأْخُذُ بِيَدِهَا عَلَى شِقِّهَا الْأَيْمَنِ وَبِيَدِهَا الْأُخْرَى عَلَى شِقِّهَا الْأَيْسَرِ.

۲۷۷: ہم سے خلّاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن نافع نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حسن بن مسلم سے۔ حسن نے صفیہ بنت شیبہ سے۔ صفیہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ ہم میں سے جب کوئی جنبی ہوتی تو وہ اپنے ہاتھوں سے تین بار پانی لے کر اپنے سر پر ڈالتی پھر اپنے ہاتھ سے اپنے داہنے حصہ پر ڈالتی اور دوسرے ہاتھ سے اپنے بائیں حصہ کو دھوتی۔

تشریح: مَنْ بَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْاَيْمَنِ فِي الْغُسْلِ: باب۶ میں بھی ان معنوں کی ایک روایت گذر چکی ہے۔ وہاں نبی ﷺ کی سنت کا ذکر ہے اور یہاں نبی ﷺ کی بیویوں کے عمل درآمد کا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کی عملی زندگی اپنے پاک نمونے کے سانچے میں ڈھال دی ہوئی تھی اور وہ بھی وہی کرتیں جو آپؐ کو کرتے دیکھتیں اور ان کے ذریعہ سے دیگر صحابہؓ کی عورتوں کی تربیت ہوئی۔ صحابہؓ اور تابعینؒ آنحضرت ﷺ کی حیاتِ منزلیہ کے متعلق آپؐ کی بیویوں سے پوچھتے پچھواتے۔ جن لوگوں کو مزید تحقیق کی ضرورت ہوتی وہ بعض معاملات کے متعلق خود بھی پوچھ لیتے۔ حضرت عائشہؓ سے یہ روایت کرنے والی شیبہ بن عثمان حجی قرشی کی بیٹی صفیہ ہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں چھوٹی تھیں۔ (عمدۃ القاری جزءسوم صفحہ ۲۲۷)

بَاب ۲۰: مَنِ اغْتَسَلَ عُرْيَانًا وَحْدَهُ فِي الْخَلْوَةِ وَمَنْ تَسَتَّرَ فَالتَّسَتُّرُ أَفْضَلُ

جو خلوت میں تنہا برہنہ نہائے اور جو پردہ کرے تو پردہ زیادہ اچھا ہے

وَقَالَ بَهْزُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهُ أَحَقُّ أَنْ يُّسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ.

اور بہز نے کہا کہ ان کے باپ سے مروی ہے، انہوں نے اپنے دادا سے، ان کے دادا نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ زیادہ حقدار ہے اس بات کا کہ لوگوں کی نسبت اس سے حیا کی جائے۔

۲۷۸: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيْلَ يَغْتَسِلُوْنَ عُرَاةً يَّنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ وَكَانَ مُوْسَى يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ فَقَالُوْا وَاللهِ مَا يَمْنَعُ مُوْسَى أَنْ يَّغْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهُ آدَرُ فَذَهَبَ مَرَّةً يَّغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهِ فَخَرَجَ[۱] مُوْسَى فِي إِثْرِهِ يَقُوْلُ ثَوْبِي يَا حَجَرُ {ثَوْبِي يَا حَجَرُ[۲]} حَتَّى نَظَرَتْ بَنُو إِسْرَائِيْلَ إِلَى مُوْسَى فَقَالُوْا وَاللهِ مَا بِمُوْسَى مِنْ بَأْسٍ وَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَطَفِقَ

۲۷۸: ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا: عبدالرزاق نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے معمر سے۔ معمر نے ہمام بن منبہ سے، ہمام نے حضرت ابوہریرہؓ سے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: بنی اسرائیل ننگے نہایا کرتے تھے (اور) وہ ایک دوسرے کو دیکھا کرتے تھے اور حضرت موسیٰؑ اکیلے نہایا کرتے تھے تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم موسیٰؑ کو ہمارے سامنے نہانے سے سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں روکتی کہ وہ فتق سے بیمار ہے۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰؑ نہانے کے لیے گئے اور اپنے کپڑے حجر کے پاس رکھے اور حجر آپؑ کے کپڑے لے کر بھاگ گیا تو حضرت موسیٰ اس کے پیچھے دوڑے[۱] اور یہ کہتے جاتے تھے: حجر! میرا کپڑا۔ {حجر! میرا کپڑا[۲]} آخر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ

---

[۱] لفظ "فَخَرَجَ" کی جگہ نسخہ بولاق میں "فَجَمَحَ" کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۵۰۰)

[۲] الفاظ "ثَوْبِیْ یَا حَجَرُ" نسخہ بولاق میں دو دفعہ ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۵۰۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بِالْحَجَرِ ضَرْبًا فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاللهِ إِنَّهُ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ سِتَّةٌ أَوْ سَبْعَةٌ ضَرْبًا بِالْحَجَرِ.

کو دیکھ لیا اور انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم موسیٰؑ کو تو کوئی بیماری نہیں. آپؑ نے اپنے کپڑے (اس سے) لے لیے اور حجر کو مارنے لگے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: اللہ کی قسم اس حجر پر چھ یا سات زخم کے نشان ہیں اس مار کی وجہ سے جو حجر کو پڑی۔

۲۷۹: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ أَيُّوْبُ يَحْتَثِيْ فِي ثَوْبِهِ فَنَادَاهُ رَبُّهُ يَا أَيُّوْبُ أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرَى قَالَ بَلَى وَعِزَّتِكَ وَلَكِنْ لَا غِنَى بِي عَنْ بَرَكَتِكَ وَرَوَاهُ إِبْرَاهِيْمُ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنَ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا.

۲۷۹: اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت ایوبؑ ننگے نہا رہے تھے کہ سونے کی ٹکڑیاں ان پر آ گریں اور حضرت ایوبؑ انہیں اپنے کپڑے میں لپیں بھر بھر کر ڈالنے لگے۔ اس پر ان کے ربّ نے انہیں پکارا: ایوب! کیا میں نے تجھے اس سے جس کو تو دیکھ رہا ہے، بے نیاز نہیں کر دیا؟ انہوں نے کہا: ہاں، بے شک تیری عزت کی قسم۔ لیکن مجھے تیری برکت سے بے نیازی نہیں ہے۔ یہ روایت ابراہیم نے موسیٰ بن عقبہ سے، موسیٰ نے صفوان بن سُلیم سے، صفوان نے عطاء بن یسار سے۔ عطاء نے حضرت ابوہریرہؓ سے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ انہوں نے یوں کہا: اسی اثناء میں کہ حضرت ایوبؑ ننگے نہا رہے تھے۔

تشریح: مَنِ اغْتَسَلَ عُرْيَانًا وَّحْدَهُ فِي الْخَلْوَةِ وَمَنْ تَسَتَّرَ: بیسویں باب میں دو مسئلوں کے متعلق عنوان قائم کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ تنہائی میں ننگے ہو کر غسل کرنا اور دوسرے تنہائی میں اپنا ننگ ڈھانپ کر نہانا۔ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور اکثر علماء نے خلوت میں ننگا ہو کر نہانا اگرچہ جائز قرار دیا ہے مگر پردہ کرنا ان کے نزدیک بہتر ہے۔ فقہاء میں سے بعض ننگا نہانا ہر حالت میں حرام سمجھتے ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء اول صفحہ ۵۰۰، عمدۃ القاری جزء سوم صفحہ ۲۲۸) اور یہ اپنی تائید میں بہز کی وہ روایت پیش کرتے ہیں جس کا حوالہ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں دیا ہے۔

ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے مشارالیہا روایت اپنی اپنی مسندوں میں نقل کی ہے۔ بہز بن حکیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ان کے دادا کہتے تھے: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِيْ مِنْهَا وَمَا نَذَرُ. قَالَ احْفَظْ عَوْرَاتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ قَالَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَّا تُرِيَهَا اَحَدًا فَلَا تُرِيَنَّهَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنْ كَانَ اَحَدُنَا خَالِيًا قَالَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُّسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ ۔ (ابن ماجہ۔ کتاب النکاح. باب التستر عند الجماع) یعنی میں نے کہا: یارسول اللہ! ہم اپنے ننگ کس سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں۔ آپؐ نے فرمایا: سوائے اپنی بیوی یا ملک یمین کے اور سب سے اپنے ننگ کی حفاظت کرو۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! اگر لوگ اکھٹے مل جل کر رہتے ہوں۔ فرمایا: جہاں تک ہو سکے کسی کے سامنے ننگ ظاہر نہ ہونے دو۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی تنہا ہو۔ فرمایا: تو پھر اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔

یہ وہ روایت ہے جو غلو کرنے والا فریق اپنے خیال کی تائید میں پیش کرتا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب میں جسے بطور حوالہ کے پیش کیا ہے تا مخالف نکتہ خیال بھی معلوم ہو جائے۔ شارحینؒ نے اس روایت پر جرح کرتے ہوئے یہ بات واضح کر دی ہے کہ بہز راوی بذاتِ خود ثقہ ہیں مگر جب وہ اپنے باپ سے دادا کا قول نقل کرتے ہیں تو ان کی روایت پایہ صحت سے کچھ گر جاتی ہے اور امام بخاریؒ کی شرطوں پر ٹھیک نہیں اُترتی۔ کیونکہ ان کے دادا کے قول کی تصدیق کسی اور صحابیؓ سے نہیں ہوتی۔ مگر دیگر محدثین نے یہ روایت صحیح قرار دی ہے۔ ان کے دادا کا نام حضرت معاویہؓ بن حیدہ ہے، جو ایک روایت کے مطابق صحابی اور ثقہ ہیں اور ان کے باپ کا نام حکیم ہے اور یہ بھی ثقہ تابعین میں سے شمار کئے گئے ہیں۔ شارحین کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں وَالتَّسَتُّرُ اَفْضَلُ کے بعد بہز کی روایت لا کر اس سے یہ مراد لی ہے کہ خلوت میں پردہ کر کے نہانا افضل ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۵۰۱۔ عمدۃ القاری جزء سوم صفحہ ۲۹۹) یعنی آنحضرت ﷺ نے جو جواب حضرت معاویہؓ بن حیدہ کو دیا ہے وہ اس روایت کے مخالف نہیں جو پہلے مسئلہ کی تائید میں پیش کی گئی ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تنہائی میں ننگا نہانے کی روایت کے اور شارحینؒ کا یہ خیال بالکل صحیح ہے۔ آنحضرت ﷺ اس وقت حضرت معاویہؓ بن حیدہ کو شرم و حیا کے متعلق تلقین فرما رہے تھے۔ سیاق کلام کا مقتضی یہی تھا کہ آپؐ ان کو یہی جواب دیتے خصوصاً جبکہ ان کا رجحانِ طبیعت اس طرف تھا کہ ننگا ہونے کے متعلق کچھ اور استثناء کر کے سہولت حاصل کی جائے۔ نبی ﷺ ان کو بیوی اور ملک یمین کے متعلق اجازت دے چکے تھے۔ وہ پوچھتے ہیں کہ جب لوگ اکٹھے مل جل کر رہتے ہوں تو شدت گرمی وغیرہ کی وجہ سے بعض وقت کپڑے اتارنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ایسے موقع پر احتیاط کرنی مشکل ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جہاں تک ہو سکے احتیاط کرو۔ پھر وہ خلوت کے متعلق تیسری دفعہ سوال کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ ان کو پہلے جواب دے چکے ہیں: اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۔ اس رجحانِ طبیعت کا اندازہ کر کے آپؐ نے کیا ہی پیارے الفاظ میں فرمایا: فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُّسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ ۔ اللہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ لوگوں کی نسبت اس سے شرم کی جائے۔ آپؐ نے اپنے مخاطب کی طبیعت کا صحیح اندازہ کر کے اس کو حیا

کی تلقین فرمائی اور حاذق طبیب کا یہی کام ہوتا ہے۔اس سے پہلے قارئین گم شدہ چیز کے متعلق فتویٰ پوچھنے والے کا واقعہ روایت نمبر۹۱ میں پڑھ چکے ہیں۔اس نے بھی ایسے طریق سے سوال کرنے شروع کر دیے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی چیزیں اپنے تصرف میں لانے کی راہیں تلاش کر رہا تھا۔جس پر آپؐ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

روایت نمبر۲۷۸ اور۲۷۹ کا جوتعلق نفس مسئلہ کے ساتھ ہے وہ ظاہر ہے۔قرآن مجید انبیائے بنی اسرائیل کا ذکر کر کے فرماتا ہے: فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام:۹۱) یعنی انبیاء سابقین کا رویہ اختیار کرو۔نبی ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کے ننگا نہانے کا ذکر کیا ہے۔اگر کسی صورت میں بھی ننگا نہانا خلافِ فطرت اور ناجائز امر ہوتا تو آپؐ ضرور اس کے متعلق صحابہؓ کو یہ واقعہ سناتے وقت تنبیہ فرما دیتے یا کم از کم اس واقعہ کے غلط ہونے کے متعلق کچھ فرماتے۔آپؐ کا خاموش رہنا بتلاتا ہے کہ آپؐ نے تنہائی میں ننگا ہوکر نہانا معیوب نہیں سمجھا۔شارحین کے نزدیک اس وجہ سے امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا روایتیں جو سند کے اعتبار سے صحیح ہیں عنوانِ باب میں مندرجہ دو مسئلوں میں سے پہلے مسئلہ کی تائید میں پیش کی ہیں۔(فتح الباری جزء اوّل صفحہ۵۰۱-عمدۃ القاری جزء سوم صفحہ۲۲۹)

جہاں تک ان روایتوں کا واقعات کے ساتھ تعلق ہے،اس کے متعلق تین باتیں یاد رکھنی چاہئیں۔ایک یہ کہ سلسلہ نقل کے اعتبار سے روایت نمبر۲۷۸ و۲۷۹ دونوں مستند اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ شروطِ صحت کے مطابق ہیں۔یعنی یہ ثابت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ روایتیں نبی ﷺ سے نقل کیں اور یہ کہ سلسلہ روایت میں کوئی ایسا راوی نہیں جس پر شک کیا جا سکے۔

فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهِ: دوسرا اَمر جو یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ خود ان روایتوں کے مضمون میں کوئی انوکھی بات نہیں۔الفاظ کے غلط معنی کرنے سے تو ہر بات ہی انوکھی بن سکتی ہے۔جن ممالک میں پتھر اور چٹان آدمیوں کے نام نہیں رکھے جاتے،ان کو تو حجر اور صخر پڑھ کر یقیناً تعجب ہوگا کہ یہ پتھر کیسا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگ گیا۔مگر جن ملکوں میں یہ نام آدمیوں کے رکھے جاتے ہیں،انہیں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ حجر اسی طرح ایک آدمی کا نام تھا جس طرح صخر جس کے لغوی معنی چٹان کے ہیں۔سامی النسل قوموں میں جمادات،نباتات اور حیوانات کے ناموں پر آدمیوں کے نام بکثرت رکھے جاتے تھے۔چنانچہ جَنْدَل، جَرْدل، صخر، حجر یہ عام نام ہیں جو زمانہ قدیم میں صحرائے عرب میں بکثرت مستعمل تھے۔امام ابن حجر علیہ الرحمۃ کی مثال لیجئے۔اوس بن حجر ایک مشہور شاعر گذرا ہے۔بعض قبیلوں کا نام بھی حجر تھا۔

جن شارحینؒ نے حجر کے معنی عام پتھر سمجھ کر واقعہ مذکورہ کو ایک اعجازی رنگ دیا ہے خود اُن کو بھی ایک تعجب ہوا ہے اور وہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو یَا حَجَرُ ، یَا حَجَرُ کہہ کر پکارتے ہیں۔(فتح الباری جزء اول صفحہ۵۰۱-عمدۃ القاری جزء سوم صفحہ۲۳۰) قواعدِ نحو کی رو سے یہ منادیٰ اسم علم ہے اور کسی شخص کا نام ہونا چاہیے۔اگر پتھر ہوتا تو اسے اَيُّهَا الْحَجَرُ کہہ کر پکارا جاتا۔شارحینؒ نے یہ سوال نہایت معقول اٹھایا ہے اور بجائے اس کے کہ اس کا یہ جواب دیتے کہ حجر واقعہ میں

کسی شخص کا نام تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے بھاگا تھا۔ انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ آدمیوں کی طرح اس کو اس لیے بلایا گیا تھا کہ اس نے آدمیوں کا سا کام کیا۔ مگر ان کا یہ جواب ان کے اپنے فرضی خیال کو توڑ دیتا ہے۔ اس لیے کہ اگر اس روایت سے معجزے ہی کا اظہار کرنا مقصود تھا تو بدرجہ اولیٰ بیان میں وہ طریق اختیار کرنا چاہیے تھا جس سے یہ معلوم ہو کہ کپڑے لے کر بھاگنے والا پتھر ہی تھا نہ کوئی شخص اور اس امر کے ظاہر کرنے کے لیے اَيُّهَا الْحَجَرُ کے الفاظ استعمال کئے جاتے تا ذہن شئ مقصود کی طرف بآسانی منتقل ہوتا نہ یہ کہ دل میں تو مراد پتھر تھی۔ مگر طرز بیان ایسا کہ جس سے کوئی شخص سمجھا جائے۔ منادیٰ دو صورتوں میں مرفوع ہوتا ہے۔ اسم علم ہونے کی صورت میں جیسے يَاعَبَّاسُ۔ یا اسم نکرہ ہونے کی صورت میں جبکہ مخاطب غیر معین شخص ہو، جیسے ایک اندھا ایک غیر معین شخص کو پکارے تو وہ یوں کہے گا: يَارَجُلُ خُذْ بِيَدِیْ. یعنی کوئی آدمی میرا ہاتھ پکڑے۔ فَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ میں اَلْحَجَرُ کو معرفہ قرار دیکر پھر يَا حَجَرُ کہہ کر پکارا ہے۔ اس لیے یہ تو ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی غیر معین پتھر کو بلا رہے تھے۔ وہ حجر معین اور مخصوص تھا۔ اب اس معین شئ کو عاقل شخصوں کی طرح بلانا ظاہر کرتا ہے کہ یہ درحقیقت کسی شخص کا نام تھا اور روایات میں نداء و منادیٰ کی یہ خاص شکل اس لیے اختیار کی گئی ہے تا پڑھنے والوں کو دھوکہ نہ لگے۔ مگر جس غلطی میں پڑنے سے بچایا گیا تھا اسی میں شارحینؒ پڑ گئے۔ بعض استثنائی صورتوں میں گو غیر جاندار شئ کو بھی پکارتے وقت مرفوع کیا جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں آتا ہے: يَا نَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ. (الانبیاء:۷۰) اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی ہو۔ یا جیسے یہ آیت يٰاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآئَكِ وَ يَاسَمَآءُ اَقْلِعِیْ. (ھود:۴۵) گو بعض اوقات بے جان چیزیں بھی بطور اشخاص بلائی جا سکتی ہیں اور ان کے آخر پر حرکت (ُ) آتی ہے۔ مگر یہ کبھی نہیں ہوتا کہ حرف نداء (يَا) ان سے محذوف کیا جائے۔ صرف اسم علم کے لیے یہ جائز ہے کہ اس کو يَاعَبَّاسُ کہہ کر پکارا جائے۔ یا صرف عَبَّاسُ کہہ کر۔ یعنی بغیر (يَا) حرف نداء کے۔ لیکن بے جان چیزوں سے حرفِ ندا کبھی محذوف نہیں کیا جاتا۔ نَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا، اَرْضُ ابْلَعِیْ، سَمَاءُ اَقْلِعِیْ کبھی نہیں کہیں گے۔ لیکن مذکورہ بالا روایت کی بعض سندوں میں ثَوْبِیْ حَجَرُ. ثَوْبِیْ حَجَرُ کے الفاظ ہیں۔ حجر سے حرفِ نداء محذوف ہے۔ (بخاری، کتاب الانبیاء، باب الخضر مع موسیٰ) یہ بات ہمارے سابقہ استدلال کو اور بھی زیادہ قوی کرتی ہے کہ کپڑے لے کر بھاگنے والا ایک آدمی تھا جس کا نام حجر تھا۔

وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ: اگر شارحینؒ روایت مذکورہ بالا کے ان الفاظ پر بھی غور کر لیتے: وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ تو ان کے لیے فیصلہ کرنے میں کوئی مشکل نہ رہتی۔ نَدَبٌ کے معنے زخم کا نشان۔ کہتے ہیں: ضَرَبَهٗ حَتّٰى اَنْدَبَهٗ یعنی اس کو اتنا مارا کہ اس کے جسم پر نشان پڑ گئے۔ مذکورہ بالا الفاظ (خواہ امام بخاریؒ کی طرف سے بطور تعلیق کے سمجھے جائیں جیسا کہ کرمانی علیہ الرحمۃ کا خیال ہے۔ (عمدۃ القاری جزء سوم صفحہ ۲۳۱) یا خود ہمام کی روایت کا حصہ ہوں) صاف بتلاتے ہیں کہ حجر آدمی تھا۔ جس کے جسم پر مارنے سے نشان پڑ گئے تھے۔ اگر پتھر کا بھاگنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خاطر معجزہ دکھانے کے لیے تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اس معجزے کی حقیقت سے واقف تھے، پتھر کو کیوں مارنے لگے۔ بعض شارحینؒ یہ معقول سوال اٹھا کر اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آ گیا تھا۔ (عمدۃ القاری جزء

سوم صفحہ۲۳۱) یہ جواب مضحکہ خیز ہے۔ پتھر کو بھاگتے دیکھ کر غصہ نہیں آیا کرتا بلکہ حیرت وتعجب ہوتا ہے۔غصہ کسی انسان یا حیوان پر آیا کرتا ہے۔

غرض اس روایت میں بظاہر کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے شارحینؒ کے خیال کی تصدیق ہوتی ہو، بلکہ اس میں ان کے اس خیال کی تردید کرنے والے قرائن کافی موجود ہیں اور ان میں سے بعض ایسے قرائن ہیں جو خود اُن کو بھی کھٹکے ہیں اور اس وجہ سے اپنی کمزوری محسوس کر کے انہوں نے اِدھر اُدھر کی بودی تاویلیں کرنی شروع کر دی ہیں۔ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى الْحَجَرِ کے الفاظ بھی ان کی تائید نہیں کرتے۔ عَلٰی بمعنی عِنْدَ عربی زبان میں استعمال ہوتا ہے اور اسی لیے ترجمہ متن میں لفظ عَلٰی کے معنے عِنْدَ (پاس) کئے گئے ہیں کہ انہوں نے اپنے کپڑے حَجَر کے پاس رکھے۔عَلٰی کے اس استعمال کی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔مزاحم عقیلی کا یہ مشہور شعر کتب معانی اور لسان العرب میں دیکھیں ؎

غَدَتْ مِنْ عَلَيْهِ بَعْدَ مَا تَمَّ ظِمْؤُهَا تَصِلُّ وَ عَنْ قَيْضٍ بِزِيْزَآءَ مَجْهَلٍ

اور کہتے ہیں نَهَضَ مِنْ عَلَيْهِ یعنی اس کے پاس سے اُٹھ کھڑا ہوا۔احادیثِ نبویہ میں بھی عَلٰی بمعنی عِنْدَ استعمال ہوا ہے۔حدیث میں آتا ہے: فَإِذَا انْقَطَعَ مَنْ عَلَيْهَا رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيْمَانُ .

(لسان العرب،زیر مادہ"علا"، فصل العین،حرف الواو والیاء،جزء:۱۹،صفحة ۳۲۱)

پس لفظ عَلٰی کی وجہ سے یہ کہنا کہ حَجَر پتھر ہی تھا کہ جس پر کپڑے رکھے گئے تھے،درست نہیں۔کیونکہ عَلٰی کے معنی عِنْدَ کے بھی ہیں۔علاوہ ازیں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ روایات میں الفاظ باوجود راویوں کی حد درجہ کوشش کے پورے طور پر محفوظ نہیں رہ سکے۔مترادف الفاظ تو کچھ نہ کچھ ضرور تبدیل ہو جاتے ہیں۔جیسا کہ اس کی ایک مثال ہم ابھی باب ۱۸ کی شرح میں واضح کر چکے ہیں اور اس لفظی تبدیلی میں جہاں راویوں کے حافظہ کا دخل ہے، وہاں ان کے خیالات کا بھی دخل ہے۔مثال کے لیے یہی روایت لے لیں۔جس راوی نے حَجَر کسی شخص کا نام سمجھا،اس نے خصوصیت سے اس طرف توجہ دلانے کے لیے ثَوْبِيْ حَجَرُ ثَوْبِيْ حَجَرُ کہا۔حرفِ ندا کو بالکل اُڑا دیا اور جس نے پتھر سمجھا اس نے يَا حَجَرُ روایت کیا۔چنانچہ بخاریؒ کے چار نسخوں کے سوا باقی جتنے نسخے ہیں اُن میں اس روایت کے یہ الفاظ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ اس طرح مروی ہیں: ثَوْبِيْ حَجَرُ .ثَوْبِيْ حَجَر۔ ایسا ہی ان نسخوں میں اس روایت کے اور الفاظ کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ فَقَالَ وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ ...... بعض نسخوں میں فَقَالَ کی جگہ قَالَ ہے جس کی وجہ سے کرمانی علیہ الرحمۃ نے یہ خیال کیا ہے کہ یہ امام بخاریؒ کی طرف سے تعلیق ہے۔

امام موصوفؒ کی کتاب کے اصل مسودہ میں جس سے مستملی اور سرخسی وغیرہ نساخ نے نقل کیا ہے،بعض جگہیں خالی بھی چھوڑی ہوئی تھیں،جو نساخ نے سیاق وسباق دیکھ کر اپنی طرف سے پُر کیں۔

پس دیگر قرائن کے ہوتے ہوئے کوئی وجہ نہیں کہ عَلٰی کے ایک معنی پر زور دیا جائے اور کہا جائے کہ یہی لفظ آنحضرت ﷺ کے منہ سے نکلا تھا اور یہ کہ آپؐ نے یہ لفظ اسی ایک معنی میں ہی استعمال کیا تھا۔ایسا ہی یہ کہنا بھی غلط ہے کہ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهِ میں حَجَر پہلے نکرہ استعمال ہوا ہے اور پھر اَلْ سے معرفہ کیا گیا ہے۔گویا اس

سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسمِ علم نہیں بلکہ اسمِ جنس ہے۔ کیونکہ بعض اسمِ علم اَلْ کے ساتھ بھی بولے جاتے ہیں اور اس کے بغیر بھی۔ مثلاً عبّاسُ بھی کہیں گے اور اَلْـعَبّاسُ بھی۔ فَضْلُ بھی اور اَلْـفَضْلُ بھی۔ ایک ہی جملہ میں ہم کہہ سکتے ہیں: نَادَيْتُ فَضْلاً فَلَمْ يُجِبْنِيْ الْفَضْلُ . بالفرض اگر الف لام کا قاعدہ ہمارے قیاس میں روک بن سکتا ہے تو پھر نداء ومنادیٰ کا مشہور ومعروف قاعدہ اس سے بڑھ کر روک ہے اس امر کے لیے کہ ثَوْبِیْ یَا حَجَرُ میں حَجَرُ کو اسمِ جنس سمجھا جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مخصوص طریقہ استدلال سے دوسری روایت حضرت ایوبؑ والی لا کر نداء ومناد ی کے اسی مشہور قاعدہ کی طرف اشارہ کیا ہے فَنَادٰ هُ رَبُّهُ یاَ یُّوْبُ میں اَیُّوْبُ منادیٰ ہے اور شخصِ معین کا نام ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ: نیز ان دونوں روایتوں کے آخر میں ایک اور سند کا ذکر کرتے ہوئے امام موصوفؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا پر ہی ختم کردی ہے۔ جس سے ایک تو یہ سمجھانا مقصود ہے کہ مذکورہ بالا روایت سے صرف اسی قدر مستنبط کیا جاسکتا ہے کہ ننگا نہانا بھی جائز ہے اور دوسرے یہ کہ مذکورہ بالا روایت ہر سند میں حضرت ابوہریرہؓ سے ہی مروی ہے۔ جن کا گو حافظہ مضبوط ہو مگر درایت میں وہ کمزور تھے اور انہی کا یہ خیال ہے کہ پتھر پر اب تک زخم ہیں۔ اس مخصوص طریق استدلال کی مثالیں پہلے بھی گذر چکی ہیں۔ (دیکھیں تشریح کتاب الغسل باب ۱۶، کتاب الحیض باب ۱۵) نیز ان دونوں روایتوں کو حرفِ عطف (واؤ) سے اکٹھا کر کے انہیں ایک دوسرے سے معناً مرتبط کر دیا ہے۔ یہ مخصوص تصرفات امام بخاریؒ کے مقصد کو پورے طور پر ظاہر کر رہے ہیں۔ عنوانِ باب میں ''خلوت میں برہنہ ہوکر نہانے'' کی تخصیص کر کے روایتوں کے غلط مفہوم لینے سے بچایا گیا ہے۔ عرب اور بعض دیگر قومیں لوگوں کے سامنے برہنہ نہانے سے عار نہیں کرتیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس بدعادت سے منع فرمایا۔

بَاب ۲۱ : اَلتَّسَتُّرُ فِي الْغُسْلِ عِنْدَ النَّاسِ

لوگوں کے قریب نہاتے وقت پردہ کرنا

۲۸۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ

۲۸۰: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے۔ مالک نے عمر بن عبیداللہ کے مولیٰ ابونضر سے روایت کی کہ ابوطالب کی بیٹی حضرت امّ ھانی ؓ کے مولیٰ ابومرۃ نے ان کو بتلایا کہ انہوں نے ابوطالب کی بیٹی حضرت امّ ھانیؓ سے سنا۔ وہ کہتی تھیں کہ جس سال مکہ فتح ہوا، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی اور میں نے آپؐ کو نہاتے پایا اور حضرت

فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ فَقَالَ مَنْ هَذِهِ فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ هَانِئٍ.

فاطمہؓ آپؐ کو پردہ کئے ہوئے تھیں۔ آپؐ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو میں نے کہا: ام ّھانی ہوں۔

۲۸۱: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَّيْمُوْنَةَ قَالَتْ سَتَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ صَبَّ بِيَمِيْنِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ ثُمَّ مَسَحَ بِيَدِهِ عَلَى الْحَائِطِ أَوِ الْأَرْضِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوئَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ الْمَاءَ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ تَابَعَهُ أَبُو عَوَانَةَ وَابْنُ فُضَيْلٍ فِي السَّتْرِ.

۲۸۱: ہم سے عبدان نے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: سفیان نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے اعمش سے۔ اعمش نے سالم بن ابی جعد سے۔ ابو جعد نے کریب سے۔ کریب نے حضرت ابن عباسؓ سے۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت میمونہؓ سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: میں نبی ﷺ کو پردہ کئے ہوئے تھی اور آپؐ غسل جنابت فرما رہے تھے۔ آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے پھر اپنے دائیں ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور اپنی شرم گاہ کو اور جو کچھ اسے لگا ہوا تھا اسکو دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ دیوار یا زمین پر ملا۔ پھر آپؐ نے وضو کیا جیسا کہ نماز کے لیے آپؐ وضو کیا کرتے تھے۔ آپؐ نے پاؤں نہیں دھوئے۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنے جسم پر پانی ڈالا۔ پھر ایک طرف ہو کر آپؐ نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ ابوعوانہ اور ابن فُضیل نے پردہ کرنے کے متعلق انہی کی طرح حدیث بیان کی۔

تشریح: **اَلتَّسَتُّرُ فِي الْغُسْلِ عِنْدَ النَّاسِ:** خلوت میں برہنہ نہانے کے متعلق جواز کی صورت بیان کرنے کے بعد اکیسواں باب باندھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر لوگوں کے قریب نہانے کے لیے مجبور ہو تو پردہ کر لیا جائے۔ شارع اسلام نے حیا کی صفت پیدا کرنے اور اس کو محفوظ رکھنے کے لیے بہت سی احتیاطیں اختیار کی ہیں جن میں سے ایک یہ احتیاط ہے: صرف بیوی کو مشروعہ تعلقات کی وجہ سے اجازت ہے کہ وہ اکھٹے نہا سکتے ہیں اور انہیں ایک دوسرے سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

روایت نمبر ۲۸۱: یہ روایت باب ۵ (اَلْغُسْلُ مَرَّةً وَّاحِدَةً) میں بھی آچکی ہے۔ الفاظ میں جزئی تغیر ہے۔

بَاب ۲۲ : إِذَا احْتَلَمَتِ الْمَرْأَةُ

جب عورت کواحتلام ہو

۲۸۲ :حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ امْرَأَةُ أَبِي طَلْحَةَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا هِيَ احْتَلَمَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ.

۲۸۲: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے۔ ہشام نے اپنے باپ سے۔ ان کے باپ نے حضرت ابوسلمہؓ کی بیٹی حضرت زینبؓ سے۔ حضرت زینبؓ نے امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہؓ سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: حضرت ابوطلحہؓ کی بیوی حضرت امّ سلیمؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتا۔ کیا عورت بھی نہائے جب اسے احتلام ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ جب پانی دیکھے۔

تشریح: اِذَا احْتَلَمَتِ الْمَرْأَةُ: بائیسواں باب باندھنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ بعض فقہاء کا خیال ہے کہ عورت کو احتلام نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ روایت مذکورہ بالا کو بھی صحیح نہیں سمجھتے مگر ان کا یہ خیال غلط ہے۔ امام بخاری اور مسلم رحمۃ اللہ علیہما دونوں اس کی صحت پر متفق ہیں اور دیگر محدثین نے بھی اسے نقل کیا ہے۔
(تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء اول صفحہ ۵۰۴-۵۰۵)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ کا مفہوم روایت نمبر ۱۲۶ میں دیکھا جائے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ حق سے تو نہیں شرماتا مگر ناحق سے شرماتا ہے بلکہ یہ معانی ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق بات پوچھنے میں شرم وحیا کو پسند نہیں کرتا۔
(فتح الباری جزء اول صفحہ ۵۰۴)

بَاب ۲۳ :عَرَقُ الْجُنُبِ وَأَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ

جنبی کا پسینہ اور یہ کہ مسلمان پلید نہیں ہوتا

۲۸۳ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ فِي بَعْضِ طَرِيْقِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ جُنُبٌ فَانْخَنَسْتُ مِنْهُ فَذَهَبَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ جُنُبًا فَكَرِهْتُ أَنْ أُجَالِسَكَ وَأَنَا عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ.

۲۸۳: ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: یحییٰ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: حُمید نے ہم سے بیان کیا، کہا: بکر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابورافع سے۔ ابورافع نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے راستے پر کسی جگہ پر انہیں ملے اور وہ جنبی تھے۔ (وہ کہتے تھے:) میں آپؐ سے جھجک کر پیچھے ہٹا اور پھر وہ گئے اور نہائے اور اس کے بعد آئے تو آپؐ نے فرمایا: ابوہریرہؓ! تم کہاں تھے؟ انہوں نے کہا کہ میں جنبی تھا اس لیے میں نے ناپسند کیا کہ میں آپؐ کے ساتھ بیٹھوں درآنحالانکہ میں ناپاک ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: سُبْحَانَ اللّٰهِ مومن تو ناپاک نہیں ہوتا۔

تشریح: اَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ: اس کتاب کے شروع میں مفصل بتایا جاچکا ہے کہ جنبی کے پلید ہونے کے متعلق کیا کیا خیالات پائے جاتے تھے جن کی اصلاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ امام بخاریؒ غسل جنابت کے متعلق احکامِ شریعت اور سنتِ نبویہ پیش کرنے کے بعد یہاں ان لغو خیالات کی تردید کرنا چاہتے ہیں۔ روایت نمبر ۲۸۳ سے بتلایا ہے کہ مومن بوجہ جنابت کے ناپاک نہیں ہوتا۔ کافر بھی بوجہ جنابت نہیں بلکہ گندے خیالات کی وجہ سے ناپاک ہوتا ہے۔ حدیث کے الفاظ میں پسینہ کا ذکر نہیں۔ مگر امام بخاریؒ نے ضمناً استدلال کرتے ہوئے رائج شدہ خیال کا رد کیا ہے۔ یعنی جب مومن پاک ہے تو پھر جنابت کی وجہ سے اس کا پسینہ بھی ناپاک نہ ہوگا۔ پسینے کی حالت جنابت میں بھی وہی رہتی ہے جو جنابت سے پہلے ہوتی ہے۔ روایت مذکورہ بالا میں لفظ فَانْخَنَسْتُ بعض نسخوں میں فَانْتَجَسْتُ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں: میں اپنے آپ کو ناپاک سمجھ کر الگ ہوگیا۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۵۰۶)

بَاب ٢٤ : اَلْجُنُبُ يَخْرُجُ وَيَمْشِي فِي السُّوْقِ وَغَيْرِهِ

جنبی بازار وغیرہ میں جائے اور چلے

وَقَالَ عَطَاءٌ يَحْتَجِمُ الْجُنُبُ وَيُقَلِّمُ أَظْفَارَهُ وَيَحْلِقُ رَأْسَهُ وَإِنْ لَّمْ يَتَوَضَّأْ.

اورعطاء نے کہا کہ جنبی پچھنے لگوائے، ناخن کٹوائے اور سر منڈوائے اگرچہ وضو نہ کیا ہو۔

٢٨٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطُوْفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعُ نِسْوَةٍ.

۲۸۴: ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، کہا: یزید بن زریع نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا: سعید نے قتادہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ حضرت انس بن مالکؓ نے ان سے بیان کیا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی رات میں اپنی بیویوں کے پاس ہو آتے تھے اور آپؐ کی اس زمانہ میں نو بیویاں تھیں۔

٢٨٥ : حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَخَذَ بِيَدِي فَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتَّى قَعَدَ فَانْسَلَلْتُ فَأَتَيْتُ الرَّحْلَ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا أَبَا هُرٍ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ.

۲۸۵: ہم سے عیاش نے بیان کیا، کہا: عبدالاعلیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ حُمید نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے بکر سے۔ بکر نے ابورافع سے۔ ابورافع نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے اور میں جنبی تھا۔ آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں آپؐ کے ساتھ چل پڑا، یہاں تک کہ آپؐ بیٹھ گئے تو میں کھسک کر چلا گیا اور ڈیرے میں آیا اور نہایا۔ اس کے بعد آیا اور آپؐ بیٹھے ہوئے تھے تو آپؐ نے فرمایا: ابوہریرہ! تم کہاں تھے؟ میں نے آپؐ کو بتلایا تو آپؐ نے کہا: سبحان اللہ، ابوہریرہ! مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

تشریح: **اَلْجُنُبُ يَخْرُجُ وَ يَمْشِيْ فِي السُّوْقِ:** چوبیسویں باب میں اس خیال کا رد کیا گیا ہے کہ جنبی جب تک نہا نہ لے، کوئی کام کاج نہ کرے۔ اسلام جنابت کو ایسی ناپاکی نہیں سمجھتا کہ جس کی وجہ سے دوسروں کو چھونا بھی جائز نہ ہو اور جو باہر چلنے پھرنے اور کام کاج کرنے سے مانع ہو۔ روایت نمبر ۲۸۴ کی شرح روایت نمبر ۲۶۷ میں دیکھیں۔ وہاں تفصیل سے بتلایا گیا ہے کہ طواف کرنے سے مراد صرف خبر گیری ہے اور یہ کہ صرف قیاس کیا گیا ہے کہ اس اثناء میں آپؐ نے کسی بیوی سے مباشرت بھی کی ہو۔ عنوانِ باب کے ماتحت یہ روایت اس لیے لائی گئی ہے کہ جنبی کے لیے کام کاج کرنا ممنوع نہیں اور باب میں عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ نقل کر کے یہ بتلایا گیا ہے کہ کام کاج کرنے کے لیے ضروری نہیں کہ وضو ہی کرے۔ حسن بصریؒ وغیرہ وضو کرنا مستحب سمجھتے تھے۔ (عمدۃ القاری جزء سوم صفحہ ۲۴۰) مگر حضرت انسؓ کی اس روایت میں وضو کا کہیں ذکر نہیں۔ روایت نمبر ۲۸۵ کا مضمون روایت نمبر ۲۸۳ میں گذر چکا ہے۔ بوجہ اختلاف سند کے کچھ لفظی تغیر ہے۔

بَاب ۲۵ : كَيْنُوْنَةُ الْجُنُبِ فِي الْبَيْتِ إِذَا تَوَضَّأَ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ

جنبی کا گھر میں ہونا جبکہ وہ نہانے سے پہلے وضو کر لے

۲۸۶: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَّ شَيْبَانُ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْقُدُ وَهُوَ جُنُبٌ قَالَتْ نَعَمْ وَيَتَوَضَّأُ.

۲۸۶: ابونُعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام اور شیبان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یحيٰ سے۔ یحيٰ نے ابوسلمہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں سویا کرتے تھے کہ آپؐ جنبی ہوں تو انہوں نے کہا: ہاں اور آپؐ وضو کر لیا کرتے تھے۔

تشریح: **كَيْنُوْنَةُ الْجُنُبِ فِي الْبَيْتِ:** اس باب کے باندھنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: **لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَّ لَا كَلْبٌ وَّلَا جُنُبٌ.** (ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی الصور) یعنی ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر یا جنبی ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ روایت کمزور ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۵۰۸) یہودیوں کے نزدیک وہ جگہ بھی ناپاک ہوتی تھی جہاں جنبی کھڑا ہوتا تھا۔ اس قسم کے خیالات عربوں میں بھی موجود تھے اور یہی وجہ ہے کہ ان میں اس قسم کی روایتیں پائی جاتی تھیں اور ایسے مسائل پوچھے جاتے تھے۔ روایت نمبر ۲۸۶ سے ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے متعلق پوچھا گیا تھا اور باب کا عنوان یہ قائم کیا گیا ہے: **كَيْنُوْنَةُ الْجُنُبِ فِي الْبَيْتِ.** **بَيْت** عربی میں

سونے کے کمرہ کو کہتے تھے اور دَار کا لفظ گھر کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب میں عمومیت کی صورت اسی مروجہ باطل خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے اختیار کی ہے۔سونے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضو ہمیشہ کیا کرتے تھے،خواہ حالت جنابت میں ہوں یا نہ ہوں۔

بَاب ۲٦ : نَوْمُ الْجُنُبِ

جنبی کا سونا

۲۸۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَرْقُدُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْقُدْ وَهُوَ جُنُبٌ.

۲۸۷: ہم سے قتیبہ نے بیان کیا،کہا:لیث نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے نافع سے۔نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا ہم میں سے کوئی اس حالت میں سو جائے کہ وہ جنبی ہو۔آپؐ نے فرمایا: ہاں۔جب تم میں سے کوئی وضو کر لے اور وہ جنبی ہو تو وہ سو سکتا ہے۔

تشریح: **نَوْمُ الْجُنُبِ:** صحابہؓ میں یہ خیال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے ماتحت پیدا شدہ معلوم ہوتا ہے جو کتاب الوضوء کے آخر میں مذکور ہے۔آپؐ نے فرمایا: وضو کر کے بحالت طہارت سویا جائے۔اس سے طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پھر جنبی بھی جب تک نہا نہ لے نہ سوئے۔آپؐ نے سہولت دی اور فرمایا: وضو کر کے سو جائے۔اس اجازت سے ظاہر ہے کہ جنابت اپنی ذات میں ایسی ناپاکی نہیں جو معنوی حالت طہارت کے منافی اور اسے زائل کرنے والی ہو، بلکہ وضو کرنے سے قائم رہے گی یہ نقطہ واضح کرنے کے لیے امام بخاریؒ نے **نَوْمُ الْجُنُبِ** کا عنوان علیحدہ قائم کیا ہے۔

بَاب ۲۷ : اَلْجُنُبُ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَنَامُ

جنبی وضو کرے پھر سوئے

۲۸۸: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ

۲۸۸: ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا،کہا:لیث نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے عبید اللہ بن ابی جعفر سے۔عبید اللہ نے محمد بن عبد الرحمان سے۔انہوں نے عروہ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ فَرْجَهُ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ.

سے۔عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر سونا چاہتے اور آپؐ جنبی ہوتے تو اپنی شرمگاہ کو دھوتے اور وضو کرتے جیسا نماز کے لیے کیا کرتے۔

٢٨٩: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ اسْتَفْتَى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ.

٢٨٩: ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا: جویریہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے نافع سے۔ نافع نے حضرت عبداللہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا: آیا ہم میں سے کوئی اس حالت میں کہ وہ جنبی ہو سو جائے۔ فرمایا: ہاں، جب وضو کرلے۔

٢٩٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ.

٢٩٠: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبداللہ بن دینار سے۔ ابن دینار نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: حضرت عمر بن خطابؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا کہ وہ رات کو جنبی ہو جاتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: وضو کرو اور اپنی شرم گاہ دھولو اور پھر سو جاؤ۔

تشریح: اَلْجُنُبُ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَنَامُ: ستائیسواں باب باندھا ہے جس کا مضمون بظاہر وہی ہے جو چھبیسویں باب کا۔ مگر اس میں ایک اختلافی مسئلہ مدنظر رکھ کر اس کا ازالہ کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کی بناء پر فقہاء نے یہ بحث اٹھائی ہے کہ آیا یہ وضو جنابت فرض ہے یا مستحب۔ ایک فریق نے تَوَضَّأْ سے جو صیغہ امر ہے وجوب فرض کا استدلال کیا ہے۔ ان کے نزدیک حکم کی تعمیل فرض ہوتی ہے۔ دوسرا فریق روایت کی بناء پر جس میں جملہ شرطیہ ہے وضو کرنا پسندیدہ فعل قرار دیتا ہے۔ ایک تیسرا فریق ہے جو لفظ تَوَضَّأَ مجرد دھونے کے معنوں میں لیتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تینوں فریقوں کا نقطہ نظر پیش کر کے مسئلہ مذکور حل کیا ہے۔ اس باب کی پہلی روایت میں نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف توجہ دلائی ہے دوسری روایت سے بتلایا ہے کہ یہ وضو وجوب سنت ہے نہ وجوب فرض۔ تیسری روایت آخر میں لاکر طحاوی وغیرہ علماء کا رد کیا ہے جو تَوَضَّأَ کے معانی محض صاف کرنے کے لیتے ہیں نہ کہ شرعی وضو۔ یہ علماء وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ کا جملہ تَوَضَّأَ کے لیے بطور تشریح کے سمجھتے ہیں۔ روایت نمبر ۲۹۰ میں درحقیقت تقدیم وتاخیر ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن یوسف کی اسی روایت کے مذکورہ بالا الفاظ ابونوح کی روایت میں تَوَضَّأَ سے پہلے ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۵۱۰-۵۱۱) اور اگر بعد میں بھی ہوں تو اس شاذ روایت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور سنت اور واضح ارشاد کے ماتحت رکھا جائے گا۔ آپؐ پہلے شرم گاہ دھوتے اور پھر (تَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ) اسی طرح وضو کرتے جو نماز کے لیے کیا جاتا ہے۔

(مذکورہ بالا اختلاف کی مفصل بحث فتح الباری جزء اول صفحہ ۵۱۰-۵۱۱ اور عمدۃ القاری جزء ۳ صفحہ ۲۴۵-۲۴۶ میں دیکھیں)

بَاب ۲۸: إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ

جب اعضائے تناسل (آپس میں) مل جائیں

حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ ح

۲۹۱: وَ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ تَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ مَرْزُوْقٍ عَنْ شُعْبَةَ مِثْلَهُ وَقَالَ مُوْسَى حَدَّثَنَا أَبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ مِثْلَهُ.

ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا، کہا: ہشام نے ہم سے بیان کیا۔

۲۹۱: نیز ہم سے ابونُعیم نے بیان کیا۔ انہوں نے ہشام سے۔ ہشام نے قتادہ سے۔ قتادہ نے حسن سے۔ حسن نے ابورافع سے۔ ابورافع نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جب عورت کے چوشانے پر بیٹھ جائے اور پھر اپنی ساری طاقت اس پر صرف کردے تو غسل واجب ہوجاتا ہے۔ عمرو بن مرزوق نے بھی ہشام کی طرح شعبہ سے یہی (بات) روایت کی اور موسیٰ نے کہا کہ ابان نے ہم سے بیان کیا، کہا: قتادہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ حسن نے اسی طرح ہمیں بتلایا۔

تشریح: اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَان: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور اختلافی مسئلہ کی وجہ سے دو باب یکے بعد دیگرے قائم کئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آیا محض مباشرت کی وجہ سے نہانا ضروری ہوتا ہے یا یہ کہ نہانے کے لیے انزال شرط ہے۔ اس فتویٰ کی رو سے جس کی تفصیل کتاب الوضو میں گذر چکی ہے؛ انزال نہ ہونے کی حالت میں صرف وضو کرنا ضروری ہے۔ (دیکھیں روایت نمبر ۱۷۹، ۱۸۰) اور حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت کی رو سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انزال ہونے یا نہ ہونے کی کوئی شرط نہیں بلکہ اعضائے تناسل کے ملنے سے نہانا واجب ہو جاتا ہے۔ جن علماء کا یہ مذہب ہے وہ حضرت ابو ہریرہؓ کی اس روایت کو مشار الیہا روایتوں کا ناسخ سمجھتے ہیں۔ مگر امام نوویؒ نے ثُمَّ جَهَدَهَا کے الفاظ سے انزال کا استدلال کیا ہے جو ایک معقول استدلال ہے اور اس طرح انہوں نے ان روایتوں کے ظاہری اختلاف کو حل کیا ہے۔ مشار الیہا روایتوں کو منسوخ سمجھنے والے فقہاء قتادہ کی اُس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو امام بیہقیؒ نے نقل کی ہے اور جس میں جَهَدَ هَا کے الفاظ نہیں بلکہ یہ الفاظ ہیں اِذَاالْتَقَى الْخِتَانَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ. (فتح الباری جزء اول صفحہ ۵۱۲-۵۱۳) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انہی علماء کے نقطہ نظر کی طرف متوجہ کرنے کے لیے عنوانِ باب میں اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ کے الفاظ اختیار کئے ہیں مگر اس کے ذیل میں روایت وہ پیش کی ہے جس میں ثُمَّ جَهَدَ هَا کے الفاظ ہیں اور وہ باعتبار سند کے زیادہ معتبر ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غسل کے لیے انزال ضروری ہے۔ روایت نمبر ۲۹۱ کے آخیر میں عمرو بن مرزوق کی متابعت کا ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انہوں نے بھی ہشام کی طرح جَهَدَ هَا کے الفاظ روایت کئے ہیں اور ان کی روایت بھی قتادہ سے ہے، نہ حسن سے براہ راست۔ موسیٰ بن اسماعیل کی روایت کی طرف اشارہ کر کے اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ قتادہ نے براہ راست حسن سے سنا تھا اور اس میں جَهَدَ هَا ہے۔ غرض ان حوالوں سے بیہقی کی روایت کو کمزور ثابت کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے: هٰذَا اَجْوَدُ وَّ مُؤَكَّدٌ یعنی ہشام کی مذکورہ بالا روایت عمدہ ہے اور اس میں التقاءِ ختانین کی تشریح ہے یعنی جب مباشرت میں انتہائی قوت صرف ہو جائے تو نہانا ضروری ہو جاتا ہے۔ وَ الْغُسْلُ اَحْوَطُ یعنی انزال نہ ہونے کی صورت میں نہانا بطور احتیاط کے ہے نہ اس لیے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی مذکورہ بالا روایت مستند روایتوں کی ناسخ ہے۔

بَاب ۲۹ : غَسْلُ مَا يُصِيْبُ مِنْ فَرْجِ الْمَرْأَةِ

عورت کی شرمگاہ سے جو رطوبت لگ جاتی ہے؛ اس کو دُھونا

۲۹۲ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ قَالَ يَحْيَى وَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ أَخْبَرَهُ

۲۹۲: ہم سے ابو معمر نے بیان کیا کہ عبدالوارث نے حسین سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ نے کہا: ابوسلمہ نے مجھے بتلایا کہ انہیں عطاء بن یسار نے خبر دی کہ زید بن خالد جہنی نے انہیں بتلایا

أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَلَمْ يُمْنِ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَ يَغْسِلُ ذَكَرَهُ قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَأَمَرُوْهُ بِذٰلِكَ قَالَ يَحْيَى وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا أَيُّوْبَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ ﷺ

کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے پوچھا، کہا: بھلا بتلائیں تو سہی، مرد جب اپنی عورت سے ہم صحبت ہو اور انزال نہ ہو؟ تو حضرت عثمانؓ نے کہا: وضو کرے جس طرح کہ نماز کے لیے وضو کرتا ہے اور اپنی شرم گاہ دھو لے۔ حضرت عثمانؓ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا۔ پھر میں نے اس کے متعلق حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت زبیرؓ بن عوام اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور حضرت ابی بن کعبؓ سے پوچھا تو انہوں نے ان کو بھی یہی حکم دیا۔ (یحییٰ کہتے تھے) ابوسلمہ نے مجھے بتایا کہ عروہ بن زبیر نے انہیں خبر دی کہ حضرت ابوایوبؓ نے انہیں بتلایا کہ انہوں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

۲۹۳: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو أَيُّوْبَ قَالَ أَخْبَرَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فَلَمْ يُنْزِلْ قَالَ يَغْسِلُ مَا مَسَّ الْمَرْأَةَ مِنْهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْغُسْلُ أَحْوَطُ وَ ذَاكَ الْآخِرُ وَ إِنَّمَا بَيَّنَّا لِاخْتِلَافِهِمْ.

۲۹۳: ہم سے مسدّد نے بیان کیا، کہا: یحییٰ نے ہشام بن عروہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ کہا: میرے باپ نے مجھے خبر دی۔ کہتے تھے کہ مجھے حضرت ابوایوبؓ نے خبر دی۔ انہوں نے کہا: حضرت اُبی بن کعبؓ نے مجھے بتلایا کہ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! جب مرد عورت سے ہم صحبت ہو اور اُسے انزال نہ ہو؟ تو آپؐ نے فرمایا: اس کے بدن کا جو حصہ عورت سے چھوا ہے اس کو دھو لے۔ پھر وضو کرے اور نماز پڑھے۔ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا کہ نہانے میں زیادہ احتیاط ہے۔ ہم نے یہ دوسری روایت ان کے اختلاف کی وجہ سے بیان کی ہے۔

تشریح: غُسْلُ مَا يُصِيبُ مِنْ فَرَجِ الْمَرْأَةِ: روایت نمبر۲۹۲ کا مضمون روایت نمبر۱۷۹ میں گذر چکا ہے۔ وہاں سعد بن حفص راوی ہیں اور یہاں ابو معمر۔ امام موصوفؒ نے سابقہ مسئلہ واضح کرنے کے لیے اس باب میں اس کا اعادہ کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی باب کے عنوان میں ایک نیا مسئلہ بھی استنباط کیا ہے۔ انزال نہ ہونے کی حالت میں زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا ہے کہ اندام نہانی سے کچھ آلائش لگ جاتی ہے۔ یہ باب بطور ایک مزید دلیل کے قائم کیا گیا ہے۔ اگر حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ناسخ ہوتی تو حضرت عثمان وحضرت علی وحضرت زبیر وحضرت طلحہ اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ اس نسخ سے ناواقف نہیں رہ سکتے تھے۔ اس باب میں حضرت اُبی بن کعبؓ کی بھی روایت نقل کر دی گئی ہے تا ان کے فتویٰ کے بناء واضح ہو جائے۔ زید بن خالد جہنی نے حضرت عثمانؓ وغیرہ سے یہ مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پوچھا تھا اور حضرت اُبی بن کعبؓ نے ان کے فتویٰ کی تصدیق کی کیونکہ انہوں نے خود یہ مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا۔ ان روایتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کسی طرح بھی ناسخ نہیں ہو سکتی۔ اور جَهَدَهَا کے وہی معنے کرنے پڑیں گے جو امام نوویؒ نے کئے ہیں اور امام بخاریؒ نے احتیاط کرنے کے متعلق جو رائے دی ہے وہ محض ایک اختلاف کی وجہ سے دی ہے نہ اس لیے کہ کوئی روایت ناسخ و منسوخ ہے۔ یہی مذہب جمہور کا ہے، جیسا کہ امام ابن رشد نے بدایۃ المجتہد میں اس اجماع کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(بداية المجتهد، كتاب الغسل، الباب الثانى فى معرفة النواقض لهٰذه الطهارة، المسئلة الاولىٰ)

حدیث میں آتا ہے کہ جو شبہات سے بچا اس نے اپنے دین کے لیے احتیاط کر لی۔ (روایت نمبر۵۲) بعض وقت انسان خیال کرتا ہے کہ انزال نہیں ہوا اور کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿
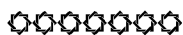
بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْحَيْضِ

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللهُ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (البقرة: ۲۲۳).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: اور تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہہ وہ ضرر دینے والی چیز ہے۔ حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور اس وقت تک کہ وہ پاک نہ ہوں، اُن کے قریب نہ جاؤ۔ جب اچھی طرح پاک صاف ہوجائیں تو اُن کے پاس آؤ ایسے طور سے جو اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اللہ یقیناً ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اپنے گناہوں سے پشیمان ہوکر اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جو صاف ستھرے رہتے ہیں۔

تشریح: حیض وہ خون ہے جو بحالتِ صحت بلوغت کے بعد بڑھاپے تک عورتوں کو ماہوار آتا ہے۔ ایامِ حیض میں شریعت کا حکم واضح ہے کہ جب تک حیض کا خون بند نہ ہو اور عورت نہا دھو کر صاف ستھری نہ ہوجائے، مرد اس کے قریب نہ جائے۔ قریب نہ جانے کی تشریح خود قرآن مجید نے اسی آیت میں کردی ہے: فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ. (البقرۃ: ۲۲۳) یعنی جب وہ نہا کر پاک وصاف ہوجائیں تو تم اُن کے پاس ایسے طور سے آؤ، جیسے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ وہ حکم یہ ہے: نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ. (البقرۃ: ۲۲۴) عورتیں تمہارے لیے کھیتی ہیں، اپنی کھیتی میں آؤ۔ یعنی ثمرہ حاصل کرنے کے لیے اُن سے جماع کرو۔ لفظ اِتْیَان کے محاورہ سے لَا تَقْرَبُوْهُنَّ کا مفہوم واضح ہوجاتا ہے۔ یعنی یہ کہ ایامِ حیض میں ان سے ہم صحبت نہ ہو۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ اُن کے پاس نہ بیٹھو، یا اُنہیں نہ چھوؤ۔

قُلْ هُوَ اَذًى کہہ کر جہاں مباشرت نہ کرنے کی وجہ بیان کی ہے، وہاں باطل خیالات کا بھی ردّ کردیا ہے۔ عرب بھی عورت کو ایامِ حیض میں اسی طرح ناپاک سمجھتے تھے جس طرح یہودی اور ہندو وغیرہ۔ یہود کے نزدیک حائضہ کو چھونے والا بھی اسی طرح ناپاک ہوجاتا ہے جس طرح جنبی کو چھونے والا۔ نیز اس کا بستر اور وہ جگہ بھی جہاں وہ سوتی یا بیٹھتی؛ ناپاک سمجھی جاتی تھی۔ بلکہ اس کی نشست گاہ کو چھونے والا بھی یہود کے نزدیک ناپاک ہوجاتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اگر اتفاق سے اُس کا کپڑا یا بستر کسی کو لگ جائے تو وہ بھی نجس قرار دیا جاتا ہے اور نہانے اور کپڑا دھونے کے باوجود بھی وہ

شامت کا مارا شام تک ناپاک رہتا ہے۔ (احبار باب ۱۵، آیت ۱۹-۳۰) ہندوؤں میں بھی اس قسم کی سختی برتی جاتی ہے۔ حائضہ کا کھانا اور پینا اور بیٹھنا اور سونا بالکل علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ وہ چوکے میں داخل نہیں ہوسکتی اور اس بیچاری کو اس طرح الگ تھلگ دن کاٹنے پڑتے ہیں جس طرح کہ ایک کوڑھی کو۔ گھر کے رہنے والے سب مرد وزن اس سے پرہیز کرتے ہیں۔

سب قوموں میں کم وبیش اسی قسم کا سلوک حائضہ سے کیا جاتا تھا۔ اسلام نے انسان پر رحم کیا اور جیسا کہ ''اس نبی'' کے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی کہ وہ آ کر بنی نوع انسان کو بندھنوں اور بیڑیوں سے چھٹکارا دلائے گا۔

اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ظالمانہ قیدوں سے اُن کو چھٹکارا دِلایا۔ آپؐ نے **قُلْ هُوَ اَذًى** کے ارشاد کے ماتحت اپنے عملی نمونہ سے جہالت میں مبتلا مخلوق کو سکھلایا کہ عورت سے ایام حیض میں پرہیز کرنے کا حکم محدود معنوں میں ہے اور یہ پرہیز اس کے ناپاک ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے ہے کہ حالتِ حیض میں جماع کرنے سے طرفین کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ **اَذًى** کے معانی ''وہ شئے جو نقصان یا ضرر دے''۔ ایسا ہی **اَذًى** کے معانی مجازاً گندگی کے بھی ہیں۔ کیونکہ وہ بھی انسان کو نقصان پہنچاتی ہے، اگر جسم سے اس کا ازالہ نہ کیا جائے۔ اسلام کا مقصد وضو، غسل وغیرہ کے احکام سے صرف یہ ہے کہ انسان کے اندر ظاہری پاکیزگی اور باطنی پاکیزگی دونوں کا اہتمام پیدا ہو۔ اسی مقصد کی طرف آیت مذکورہ بالا کے یہ آخری الفاظ اشارہ کرتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔

حیض کے متعلق احکام شریعت اور نبی صلی اللہ علیہ سلم کا اسوۂ حسنہ بیان کرنے کے لئے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے تئیس (۳۰) باب باندھے ہیں۔ ان میں سے بعض میں دوسری قوموں کے غلط خیالات کا ردّ کیا گیا ہے اور بعض میں اسلامی فقہاء کے استدلالات کا سقم واضح کر کے ان کی اصلاح کی گئی ہے۔

بَاب ۱ : كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْحَيْضِ

حیض کی ابتداء کس طرح ہوئی

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ أَوَّلُ مَا أُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ {قَالَ أَبُو عَبْد اللّٰهِ ☆} وَحَدِيْثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ یہ ایک ایسی بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی لڑکیوں کے لئے مقدر کر دی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے پہل جو حیض بھیجا گیا تو وہ بنی اسرائیل پر (بھیجا گیا) (ابوعبداللہ بخاریؒ نے کہا☆) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث عام ہے۔

☆ الفاظ '' قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ '' نسخہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۵۱۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

باب: اَلْاَمْرُ بِالنُّفَسَاءِ اِذَا نُفِسْنَ

نفساء کا معاملہ جب انہیں خونِ نفاس آئے

۲۹۴ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ خَرَجْنَا لَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِيْ قَالَ مَا لَكِ أَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّ هَذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ فَاقْضِيْ مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ قَالَتْ وَضَحَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِّسَائِهِ بِالْبَقَرِ.

۲۹۴: ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا، کہا: میں نے عبد الرحمٰن بن قاسم سے سُنا۔ انہوں نے کہا: میں نے قاسم سے سُنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت عائشہؓ سے سُنا۔ وہ کہتی تھیں کہ ہم (سفر پر) نکلے۔ ہم یہی سمجھتے تھے کہ حج کریں گے۔ جب ہم سَرِف مقام میں پہنچے تو مجھے حیض آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میں رَو رہی تھی۔ فرمایا: تمہیں کیا ہوا؟ کیا تمہیں حیض آیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: یہ ایک ایسا امر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی لڑکیوں کے لئے مقدر کیا ہے۔ پس تم جو کچھ حاجی کرتا ہے کرو، سوائے اس کے کہ بیت اللہ کا طواف نہ کرو۔ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

تشریح: اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ: پہلے باب میں حیض کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور حضرت ابن مسعودؓ (وَقَالَ بَعْضُهُمْ سے مراد حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے) کی روایت پہلو بہ پہلو رکھ کر یہ بتلایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کے مفہوم کے برخلاف تمام عورتوں پر حاوی ہے۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ۔ بنات آدم میں سب عورتیں شامل ہیں یعنی حیض بنی اسرائیل یا عرب کی عورتوں کے لئے ہی مخصوص نہیں بلکہ سب عورتوں کو آتا ہے۔

اَكْثَرُ کے معنے اَشْمَلُ وَاَعَمُّ یعنی عام ہے۔ نیز اس سے مراد (اَكْثَرُ شَوَاهِدَ اَوْ اَكْثَرُ قُوَّةً) بھی لئے گئے ہیں۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ بالا قول کیا باعتبار شواہد اور کیا باعتبار سند کے زیادہ قوی ہے۔ (فتح الباری جلد اوّل صفحہ ۵۱۹)

كَانَ اَوَّلُ مَااُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلٰى بَنِي اِسْرَائِيْلَ کی روایت اگر صحیح تسلیم کی جائے تو اس سے یہ مراد ہے کہ حیض کے متعلق احکام پہلے بنی اسرائیل میں بھیجے گئے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت مشارٌ الیہا کے الفاظ خود اس مفہوم کو واضح کرتے ہیں: فَاَلْقَى اللّٰهُ عَلَيْهِنَّ الْحَيْضَ وَمَنَعَهُنَّ الْمَسَاجِدَ (فتح الباری جلداوّل صفحہ ۵۱۹) یعنی اللہ نے حیض کا بار اُن پر ڈال دیا اوران کو عبادت خانوں میں داخل ہونے سے روکا۔ اس سے مراد وہ احکام شریعت ہیں جو حائضہ عورتوں کے لئے بنی اسرائیل کو دئے گئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روایت مذکورہ بالا پایۂ صحت سے ساقط ہے۔

سَرِفَ: مقام سَرِف مکہ مکرمہ سے آٹھ دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ (عمدۃ القاری جزءسوم صفحہ ۲۵۷)

بَاب ۲ : غَسْلُ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَتَرْجِيْلُهُ

حائضہ کا اپنے شوہر کا سر دھونا اور اس کو کنگھی کرنا

۲۹۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ.

۲۹۵: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ عروہ سے، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں کنگھی کیا کرتی تھی۔ حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔

۲۹٦: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامٌ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّهُ سُئِلَ أَتَخْدُمُنِي الْحَائِضُ أَوْ تَدْنُو مِنِّي الْمَرْأَةُ وَهِيَ جُنُبٌ فَقَالَ عُرْوَةُ كُلُّ ذَلِكَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَكُلُّ ذَلِكَ تَخْدُمُنِي وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ فِي ذَلِكَ بَأْسٌ

۲۹٦: ہم سے ابراہیم بن موسیٰ نے بیان کیا، کہا: ہشام بن یوسف نے ہمیں بتلایا کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی۔ وہ کہتے تھے کہ ہشام نے عروہ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا کہ ان سے کسی نے پوچھا: کیا حائضہ میری خدمت کرے یا کیا عورت میرے قریب آئے اس حالت میں کہ وہ جنبی ہو؟ تو عروہ نے کہا: یہ سب مجھ پر آسان ہے اور ہر ایک ان میں سے میری خدمت کرتی ہے اور کسی پر بھی اس میں

أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ تَعْنِي رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ يُدْنِي لَهَا رَأْسَهُ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا فَتُرَجِّلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ.

کوئی حرج نہیں۔ مجھے حضرت عائشہؓ نے بتلایا کہ وہ کنگھی کیا کرتی تھیں۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کو، حالانکہ وہ حائضہ ہوتیں اور رسول اللہ ﷺ اس وقت مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہوتے۔ آپؐ اپنے سر کو ان کے نزدیک کر دیتے اور وہ اپنی کوٹھڑی میں ہوتیں۔اور آپؐ کو کنگھی کرتیں حالانکہ وہ حائضہ ہوتیں۔

تشریح: یہ باب جس غرض کے لئے باندھا گیا ہے، وہ دوسری روایت یعنی نمبر ۲۹۶ کے ان الفاظ سے واضح ہے: اَتَخْدُمُنِی الْحَائِضُ اَوْتَدْنُومِنِّی الْمَرأَةُ وَهِیَ جُنُبٌ ... الخ۔ عروہؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا حائضہ میری خدمت کر سکتی ہے یا جنبی عورت میرے قریب آسکتی ہے؟ جس کا جواب انہوں نے یہ دیا: كُلُّ ذٰلِكَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۔ یہ سب باتیں مجھ پر آسان ہیں۔یعنی اس سے پہلے گراں گزرتی تھیں۔ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں میں کس قسم کا تشدد حائضہ یا جنبی کے متعلق پایا جاتا تھا۔

بَاب۳: قِرَاءَةُ الرَّجُلِ فِي حَجْرِ امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ

آدمی کا اپنی بیوی کی گود میں قرآن مجید پڑھنا جبکہ وہ حائضہ ہو

وَكَانَ أَبُو وَائِلٍ يُرْسِلُ خَادِمَهُ وَهِيَ حَائِضٌ إِلَى أَبِي رَزِيْنٍ فَتَأْتِيْهِ بِالْمُصْحَفِ فَتُمْسِكُهُ بِعِلَاقَتِهِ.

ابووائل اپنی خادمہ کو ابورزین کے پاس بھیجتے اور وہ حائضہ ہوتی تو وہ ان کو قرآن مجید لا کر دیتی اور وہ اس کے فیتے سے اس کو پکڑتی۔

۲۹۷: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ سَمِعَ زُهَيْرًا عَنْ مَّنْصُوْرِ بْنِ صَفِيَّةَ أَنَّ أُمَّهُ حَدَّثَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَّكِئُ فِي حَجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ.

۲۹۷: ہم سے ابونعیم فضل بن دُکین نے بیان کیا کہ انہوں نے زہیر سے سنا۔وہ منصور بن صفیہ سے روایت کرتے تھے کہ اُن کی ماں نے ان کو بتلایا کہ حضرت عائشہؓ نے ان سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں سر رکھ کر لیٹ جاتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔ پھر آپؐ قرآن مجید پڑھتے۔

تشریح: **قِرَأَةُ الرَّجُلِ فِيْ حَجْرِ .... الْحَائِضِ:** تیسرا باب بھی اسی وسعتِ خیال پر روشنی ڈالنے کے لئے باندھا گیا ہے، جسے مسلمانوں میں نبی ﷺ نے حائضہ عورتوں کے متعلق نفرت مٹا کر پیدا کیا تھا۔ اس سے پہلے بنی اسرائیل میں بھی اور عرب میں بھی حائضہ کے لئے کسی مقدس کتاب کو چھونا کیا؛ اس کے سُننے سُنانے کو بھی حرام سمجھا جاتا تھا۔ آپؐ نے اس قسم کے تمام نفرت آمیز احساسات اپنے پاک نمونہ سے مٹا دئے۔ آپؐ کے اس پاک نمونہ کا اثر تابعینؒ میں بھی قائم رہا۔ اس کے بعد پرانی حالت آہستہ آہستہ عود کر آئی۔ یہاں تک کہ اب پھر ویسے خیالات حائضہ کے متعلق مسلمانوں میں بھی پائے جاتے ہیں اور وہ قرآنِ مجید پڑھنا تو درکنار اس کا چھونا بھی حائضہ کے لئے ناجائز سمجھتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان باب میں دو مشہور تابعینؒ کا حوالہ اسی غرض سے دیا ہے کہ اس چھوت چھات کے مسئلہ کی غلطی واضح ہو۔ اس باب سے یہ بتلانا مقصود نہیں کہ لوگ اپنی بیوی کے پہلو پر سر رکھ کر قرآن مجید ضرور پڑھا کریں بلکہ صرف یہ ثابت کرنا مدنظر ہے کہ جمہور کا خیال غلط ہے کہ حائضہ ان معنوں میں ناپاک ہوتی ہے کہ وہ قرآن مجید کو بھی نہیں چھو سکتی۔ باب مذکور میں امام موصوفؒ نے مسلمانوں کے غلط خیال کی اصلاح کی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں آرام فرماتے۔ سرہانہ نہ ہوتا تو حضرت عائشہؓ کی گود میں سر رکھ لیتے اور کبھی اس حالت میں وہ حائضہ بھی ہوتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید پڑھنے سے دریغ نہ ہوتا۔ جس طرح حضرت عائشہؓ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حافظ قرآن مجید تھے سہارا دیئے رکھنا قرآن مجید کے ادب و حرمت کے خلاف نہ تھا اسی طرح حائضہ کے قرآن مجید اٹھانے سے بھی کتاب اللہ کی بے حرمتی نہیں ہوتی۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے؛ برخلاف دیگر فقہاء کے۔ (فتح الباری جلد اوّل صفحہ ۵۲۲)

اس جگہ یادر ہے کہ حضرت عائشہؓ اور دیگر ازواج مطہرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات منزلیہ کے واقعات جو بتلائے ہیں تو وہ محض اس لئے کہ تا زمانۂ جاہلیت کے ان لغو خیالات کی اصلاح ہو جو آپؐ کی وفات کے بعد بھی اپنا اثر کسی نہ کسی رنگ میں دکھلاتے رہتے تھے۔ جیسا کہ جنبی کے چھونے سے برتن کا ناپاک ہو جانا یا یہ کہ مرد و عورت کا اکٹھے ایک برتن سے نہانا اور نیز یہ مسئلہ جو زیر بحث ہے۔ صحابہؓ یا تابعینؒ ذرا سے اختلاف یا شک پر سنت نبویہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ بلاضرورت اور بلاوجہ آپؐ کی بیویاں ان باتوں کا کبھی اظہار نہ کرتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منزلی زندگی میں بھی ہم دونوں باتیں پہلو بہ پہلو دیکھتے ہیں۔ ایک طرف اپنی بیویوں سے جذبات محبت کا اظہار ہے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی محبت کا جذبہ بھی اپنا کام نمایاں طور پر کر رہا ہے۔ ہر انسان اپنی بیوی سے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ لیکن قابل غور امر یہ کہ لوگ عموماً ان جذبات میں ایسے طور سے اوندھے ہو جاتے ہیں کہ آسمان کی طرف ان کی نگاہ نہیں اُٹھتی۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات اس حالت میں بھی ذکر حبیب میں مشغول ہو جاتی ہے اور آپ اُس کے کلام میں اپنی اصلی راحت سمجھتے ہیں۔ (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَسَلِّمْ)

بَاب ٤ : مَنْ سَمَّى النِّفَاسَ حَيْضًا

جس نے حیض کا نام نفاس رکھا

۲۹۸: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةٌ فِي خَمِيْصَةٍ إِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيْضَتِي قَالَ أَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِي فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيْلَةِ.

۲۹۸: ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا: ہشام نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یحیٰی بن ابی کثیر سے، یحیٰی نے ابوسلمہ سے روایت کی کہ حضرت امّ سلمہؓ کی لڑکی زینب نے ان سے بیان کیا کہ حضرت امّ سلمہؓ نے انہیں بتایا۔ کہتی تھیں: ایک بار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ اتنے میں مجھے حیض آیا تو میں سرک گئی اور اپنے حیض کے کپڑے لئے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تجھے خونِ نفاس آیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو آپؐ نے مجھے بلایا اور میں اسی چادر میں آپؐ کے ساتھ لیٹ گئی۔

تشریح: مَنْ سَمَّى النِّفَاسَ حَيْضًا: باب۴ کا بھی وہی مضمون ہے جو پہلے بابوں کا ہے۔ حضرت اُمِّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا حیض آنے پر بستر سے اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ سمجھیں کہ کہیں چھونے سے آپؐ کا بدن ناپاک نہ ہوجائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ساتھ لیٹے رہنے کے لئے فرمایا۔ اگلے باب میں اس امر کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔ عنوان باب میں لفظ نفاس کی تشریح ضمناً کی گئی ہے۔

بَاب ٥ : مُبَاشَرَةُ الْحَائِضِ

حائضہ سے بدن لگانا

۲۹۹: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۲۹۹: ہم سے قبیصہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابرہیم سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ کہتی تھیں کہ میں اور نبی

وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ كِلَانَا جُنُبٌ.

صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے نہایا کرتے تھے اور ہم جنبی ہوتے۔

۳۰۰: وَكَانَ يَأْمُرُنِيْ فَأَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِيْ وَأَنَا حَائِضٌ.

۳۰۰: اور آپؐ مجھ سے فرماتے تو میں تہ بند باندھ لیتی اور آپؐ میرے ساتھ بدن سے بدن لگا کر لیٹ جاتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔

۳۰۱: وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ إِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

۳۰۱: اور آپؐ معتکف ہوتے اپنا سر میری طرف نکالتے تو میں اسے دھوتی حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔

۳۰۲: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ هُوَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا فَأَرَادَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّبَاشِرَهَا أَمَرَهَا أَنْ تَتَّزِرَ فِي فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا قَالَتْ وَأَيُّكُمْ يَمْلِكُ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ إِرْبَهُ تَابَعَهُ خَالِدٌ وَجَرِيْرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ.

۳۰۲: ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: علی بن مسہر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: ابواسحٰق شیبانی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عبدالرحمان بن اسود سے، عبدالرحمان نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھی: ہم میں سے جب کوئی حائضہ ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ بدن سے بدن لگا کر لیٹنا چاہتے تو آپؐ اس کو تہ بند باندھنے کے لئے فرماتے؛ درآنحالیکہ اس کا حیض جوش میں ہوتا۔ پھر اس کے ساتھ بدن لگا کر لیٹتے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: تم میں سے کون اپنی شہوت قابو میں رکھ سکتا ہے جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ اپنی شہوت کو قابو میں رکھتے۔ (علی بن مسہر کی طرح) خالد اور جریر نے بھی شیبانی سے اس حدیث کو روایت کیا۔

۳۰۳ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُوْنَةَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُبَاشِرَ امْرَأَةً مِّنْ نِّسَائِهِ أَمَرَهَا فَاتَّزَرَتْ وَهِيَ حَائِضٌ وَرَوَاهُ سُفْيَانُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ.

۳۰۳: ہم سے ابونعمان نے بیان کیا، کہا: عبدالواحد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: شیبانی نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: عبداللہ بن شدّاد نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت میمونہؓ سے سنا وہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی عورتوں میں سے کسی عورت کے ساتھ بدن سے بدن لگا کر لیٹنا چاہتے تو اسے فرماتے اور وہ تہ بند باندھ لیتیں حالانکہ وہ (اسوقت) حائضہ ہوتیں۔ اور سفیان نے بھی شیبانی سے یہ حدیث روایت کی۔

تشریح: مُبَاشَرَةُ الْحَائِضِ: اس مباشرت سے مراد جماع نہیں بلکہ بدن سے بدن لگا کر ساتھ لیٹنا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی یہ تصریح ہر ایک قسم کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے کافی ہے اور باوجود اس صراحت کے مباشرت کے معنے جماع کرنا نہایت ظلم ہوگا۔ یہ غور کرنے کی بات ہے کہ آٹھ نو بیویاں رکھتے ہوئے پھر حائضہ بیوی کے ساتھ بدن سے بدن لگانے اور یَـمْـلِكُ اِرْبَـهٗ کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ ساتویں ہجری میں حضرت میمونہؓ سے شادی ہوئی تھی اور اس عرصہ میں آپؐ کی نو بیویاں تھیں۔ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ کی روایتوں سے کم از کم اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کرتے وقت آپؐ کی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں۔ تو ایسی حالت میں دوسری بیویاں چھوڑ کر خاص حائضہ کے ساتھ لیٹنے میں سوائے اصلاح کے اور کچھ غرض نہ تھی۔ بنی اسرائیل میں حائضہ عورت کو سخت ناپاک سمجھا جاتا تھا۔ اگر مرد اپنی بیوی کے ساتھ اتفاق سے بھی لیٹ جاتا تو وہ سات دن تک ناپاک رہتا اور اس کا بستر بھی ناپاک ہوتا جس پر وہ لیٹتا۔ (احبار۔ باب:۱۵، آیت:۲۴)

ان خیالات کا ایک گہرا اثر عربوں پر بھی تھا خاص کر مدینہ اور اس کے مضافات کے عربوں پر جو یہودیوں کے درمیان رہتے تھے اور آپؐ کی یہ بیویاں بھی مدینہ میں ہی آپؐ کے گھر آئیں تھیں اور آپؐ کی مدنی زندگی کے حالات بیان کرتی تھیں۔ روایت نمبر ۲۹۸ کے مضمون پر غور کریں کہ حضرت ام سلمہؓ کو حیض آتا ہے **فَانْسَلَلْتُ** اور وہ آہستہ سے بستر سے سرک جاتی ہیں۔ وجہ معلوم ہونے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے ساتھ لیٹنے کے لئے فرماتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حیض کی وجہ سے اپنے آپ کو ناپاک سمجھتی تھیں۔ جیسا کہ دوسری روایتوں سے بھی عورتوں کے اس قسم کے خیالات کا پتہ چلتا ہے۔ ایک بار آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے کپڑا مانگا تو انہوں نے جواب دیا: میں حائضہ ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ (مسلم كتاب الحيض باب جواز غسل الحائض رأس زوجها) یعنی حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ان لغو خیالات کی اصلاح کی خاطر آپؐ اپنی بیویوں کو اپنے ساتھ لٹاتے تھے۔ بدن سے بدن

لگاتے اور اپنے جذبات محبت کا اظہار فرماتے۔جس میں شہوت کا کوئی دخل نہ تھا۔جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے جرأت کے ساتھ اس صداقت کا اظہار کیا ہے۔(حدیث:۳۰۲) آپؐ ان کو تہ بند باندھنے کے لئے فرماتے۔یہ الفاظ بھی مباشرت کے اُس معنی کو رد کرتے ہیں جس کی طرف بعض نابلد لوگوں کا خیال جاتا ہے۔چونکہ وہ خود اپنی شہوتوں میں اندھے ہوتے ہیں،اس لئے اپنی آنکھ سے مقدس انسانوں کو دیکھتے ہیں۔روایت نمبر ۲۹۸ کے الفاظ فَـاَخَـذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں میں ایام حیض کے لئے مخصوص کپڑے ہوتے تھے؛جن کو مَـحَـآيِـض کہتے تھے۔جس کی مفرد مَحِيْضَة ہے۔(لسان العرب. تحت لفظ حيض. المجلد الثاني. صفحه ۱۰۷۱)اوراب تک بھی عربی ممالک میں الگ کپڑا اس غرض کے لئے ہوتا ہے،لنگوٹ کی طرح مگر اس سے چوڑا۔ہرعورت اپنے پاس تین چار کپڑے رکھتی ہے۔ ازار یعنی تہ بند حیض کے کپڑے کے علاوہ باندھنے کے لئے فرمایا،تا خون وغیرہ سے محفوظ رہیں۔آپؐ کی یہ احتیاط بھی صاف بتلاتی ہے کہ یہ مباشرت محض حسن معاشرت اور خیالات فاسدہ کی اصلاح کی غرض سے تھی اور آپؐ کی بیویوں کا پاک نمونہ دیکھیں کہ وہ پوری جرأت سے صحابہؓ کے سامنے عندالاختلاف اپنا مشاہدہ بیان کرتی ہیں تا کہ وہ غلط خیالات سے نجات پائیں۔

جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کا بہت کچھ حصہ اہل کتاب سے لیا ہے وہ یہاں بھی دیکھ سکتے ہیں کہ کیا آپؐ ان سے لے رہے ہیں یا ان کے بیہودہ غلوآمیز خیالات کی اصلاح کر کے ان کو نئے نئے عملی سبق دے رہے ہیں جو بالآخر رسم ورواج اور لغو عادتوں کی قیدوں سے ان کی رہائی کا موجب ہوئے جیسا کہ قرآن کریم اس کی تصریح بایں الفاظ فرماتا ہے: وَيَـضَـعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الأعراف:۱۵۸) {ترجمہ:اوراُن سے اُن کے بوجھ اور طوق اُتار دیتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔}

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مُبَاشَرَةُ الْحَائِضِ کا عنوان قائم کر کے اُن فقیہوں کے خیالات کا بھی ردّ کیا ہے جو آیت قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَـزِلُـوْا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ کے الفاظ فِي الْمَحِيْضِ کے معنے ''جائے حیض'' کر کے لغو بحثوں اور مسائل کی موشگافیوں میں پڑ گئے ہیں۔(تفصیل کے لئے دیکھئے: بـداية المجتهد. كتاب الغسل. الباب الثالث في معرفة أحكام الحيض والاستحاضة. الجزء الاول. صفحه ۴۰-۴۱)

امام موصوفؒ نے غیر مستند اور شاذ روایتیں بالکل نظرانداز کر دی ہیں۔رَوَاهُ سُـفْيَـانُ عَنِ الشَّيْبَـانِـيِّ کہہ کر سند روایت کی وضاحت کر دی ہے یعنی عبدالواحد کی سند سے سفیان ثوری نے بھی یہی روایت بیان کی جیسا کہ خالد بن عبداللہ واسطی اور جریر بن عبدالحمید نے بھی شیبانی سے اسی طرح بیان کیا۔ (فتح الباری جلد اوّل صفحہ ۵۲۵) خلاصہ یہ کہ ان کی یہ روایتیں نہایت صحیح ہیں جو دوسری کمزور روایتوں کو رد کرتی ہیں۔

مباشرت کے لغوی معنے جسم سے جسم لگانا یا ساتھ لیٹنا یا مطلق چھونا۔لسان العرب نے تینوں معنے مثالوں سے واضح کئے ہیں۔ بَشَرَةٌ:بدن کا چمڑا۔ مُبَاشَرَةُ الرَّجُلِ الْمَرْأَةَ لِتَضَآمِّ اَبْشَارِهِمَا ۔ مرد وعورت کے بدنوں کا ایک دوسرے سے لگنے کی وجہ سے جماع کو مباشرت کہتے ہیں۔ بَـاشَـرَالـرَّجُـلُ امْـرَأَتَـهٗ مُبَاشَرَةً : كَانَ مَعَهَافِي ثَوْبٍ

وَّاحِدٍ ۔یعنی مرد کا اپنی بیوی سے مباشرت کرنے کے یہ معنی بھی ہیں کہ وہ اس کے ساتھ ایک ہی کپڑے میں لیٹا۔و مُبَاشَرَةُ الْمَرْأَةِ مُلَامَسَتُهَا یعنی مباشرت کے معنی مطلق چھونے کے بھی ہیں ۔لسان العرب نے یہ لغوی معنی دے کر اُس روایت کا حوالہ دیا ہے جس میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے مباشرت کرتے تھے اور اس کے معنے مطلق بدن سے بدن لگا کر لیٹنے یا گلے لگانے کے ہیں۔ وَ قَدْ يَرِدُ بِمَعْنَى الْوَطْءِ ۔یعنی کبھی یہ لفظ جماع کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور یہ استعمال مجازی ہے جس کے لئے قرینہ صارفہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

(لسان العرب. تحت لفظ بشر. المجلد الاول. صفحه۲۸۶-۲۸۷)

باب مذکور میں جو تین روایتیں لائی گئی ہیں ۔انہوں نے مباشرت کا مفہوم بالکل واضح کر دیا ہے۔ یہاں اس لفظ کا جماع معنی کرنا جیسا کہ بعض نادان دشمن کرتے ہیں نہ صرف شریعت اسلامیہ کے صریح منشاء کے خلاف ہے بلکہ خود ان روایتوں کے اصل مدعا و مضمون کے بھی خلاف ہے۔اس باب کی پہلی روایت کے سیاق وسباق سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ جنبی اور حائضہ کے متعلق چھوت چھات کا مسئلہ بیان کر رہی ہیں اور بتلا رہی ہیں کہ اعتکاف میں بھی جو کہ ایک عبادت کی حالت تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے سر دھلوایا کرتے تھے۔حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔حضرت عائشہؓ کے حجرے کا دروازہ مسجد نبوی میں کھلتا تھا۔آپؐ مسجد میں ہی رہتے اور اپنا سر آگے کر دیتے اور حضرت عائشہؓ پانی ڈال کر اس کو دھوتیں۔دوسری روایت میں حائضہ کے متعلق اسی مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتی ہیں: اَيُّكُمْ يَمْلِكُ اِرْبَهُ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْلِكُ اِرْبَهُ. یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جذبات پر پورا پورا قابو رکھتے تھے۔

بَاب ٦ : تَرْكُ الْحَائِضِ الصَّوْمَ

حائضہ کا روزہ چھوڑنا

٣٠٤ :حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي

۳۰۴: ہم سے سعید بن ابی مریم نے بیان کیا، کہا: محمد بن جعفر نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے کہا: زید بن اسلم نے مجھے بتلایا۔انہوں نے عیاض بن عبداللہ سے، عیاض نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی۔انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید اضحی یا عید فطر میں عیدگاہ کی طرف گئے اور عورتوں کے پاس سے گذرے اور فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! صدقہ دو۔کیونکہ دوزخیوں میں تم ہی مجھے زیادہ تعداد

أُرِيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَ بِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِيْنٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلُ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلَى قَالَ فَذَلِكِ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلَى قَالَ فَذَلِكِ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا.

میں دکھلائی گئی ہو تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کس وجہ سے؟ فرمایا: تم لعنت زیادہ کرتی ہو۔ اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے ناقص عقل اور ناقص دین اشخاص میں سے تم سے زیادہ کسی کو بھی دُوراندیش انسان کی عقل ضائع کرنے والا نہیں دیکھا۔ کہنے لگیں: یارسول اللہ! ہمارے دین اور عقل میں کیا نقص ہے؟ فرمایا: کیا عورت کی شہادت مرد کی شہادت کے نصف کے برابر نہیں۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: تو یہ اسکی عقل کی کمی ہے۔ کیا یہ نہیں ہے کہ جب اُسے حیض آئے تو وہ نماز نہیں پڑھتی اور روزہ نہیں رکھتی۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: یہی اس کے دین کی کمی ہے۔

تشریح: **تَرْکُ الْحَائِضِ الصَّوْمَ:** پہلے باب میں حضرت عائشہؓ کے واقعہ کا ذکر ہو چکا ہے۔ انہیں حج کو جاتے ہوئے سرف مقام میں حیض آ گیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا۔ فَاقْضِ مَا يَقْضِي الْحَآجُّ غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِي بِالْبَيْتِ ...الخ یعنی طواف بیت کے سوا حج کے باقی کام کرو۔ اس سے یہ مراد نہیں تھی کہ نماز بھی پڑھو اور روزہ بھی رکھو، کیونکہ یہ مستقل عبادتیں ہیں، ارکانِ حج میں سے نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں روزے کا ذکر خصوصیت سے اس لئے کیا ہے کہ نماز کے متعلق تو شریعت کا حکم واضح ہے۔ حَتّٰی يَطْهُرْنَ اور فَاِذَاتَطَهَّرْنَ سے ظاہر ہے کہ ایام حیض میں طہارت مفقود ہوتی ہے جو نماز کے لئے نہایت ضروری شرط ہے، مگر روزے کے لئے جسمانی پاکیزگی شرط نہیں۔ اس لئے طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ حائضہ روزہ رکھ سکتی ہے کہ نہیں؟ چونکہ نماز کا مسئلہ بالبداہت واضح تھا؛ اس لیے اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ مگر روزے کا مسئلہ محتاج وضاحت تھا اس لئے اس کے لئے علیحدہ عنوان قائم کیا ہے؛ حالانکہ حدیث میں دونوں باتوں کا ذکر ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی اس کتاب میں یہ مخصوص طریقہ استدلال بھی اختیار کیا ہے۔ (فتح الباری جلد اوّل صفحہ ۵۲۶) مذکورہ بالا حدیث کا مضمون حدیث نمبر ۲۸ میں اختصار کے ساتھ گذر چکا ہے۔ عنوان باب کے ساتھ اس حدیث کا جو تعلق ہے وہ واضح کر دیا گیا ہے۔ مگر چونکہ اس کا آگے کہیں ذکر نہیں ہوگا۔ اس لئے یہاں مخالفین اسلام کے ایک اعتراض کا مختصر جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے عورتوں کے متعلق جورائے ظاہر فرمائی ہے اسکی واقعات اور مشاہدات پورے طور پر تائید کرتے ہیں۔ ایک مرد جس کی معنویات شادی سے پہلے والدین اور بھائیوں وغیرہ کے متعلق افق اعلیٰ تک پرواز کر رہی ہوتی ہیں، بیوی کے آنے پر تحت الثریٰ میں غائب ہوجاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی قسم کے تغیر کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں۔ **اَلْعَشِیْرُ** کے معنی خاوند اور قریبی رشتہ دار دونوں ہیں۔(لسان العرب. تحت لفظ "عشر". المجلد الرابع. صفحه ۲۹۵۵)

نَاقِصَاتِ عَقْلٍ: عورتوں کا تجربہ بہ نسبت مردوں کے نہایت محدود ہوتا ہے۔اس لیے ان کی ذہنی نشو ونما بھی محدود اور ناقص ہوتی ہے۔ گھر کے گونا گوں جھمیلوں میں توجہ منقسم ہونے کی وجہ سے عموماً واقعہ یا بات کی تفصیلات نظر، کان اور حافظہ سے غائب ہوجاتی ہیں اور بوجہ کمی تربیت اور قلت تجربہ کے وہ خارجی واقعات کو اپنے ذہنوں میں کما حقہٗ اخذ بھی نہیں کرسکتی۔ اس لئے شریعت نے شہادت کے متعلق جہاں اور احتیاطیں اختیار کی ہیں، وہاں یہ احتیاط بھی اختیار کی ہے کہ اگر ایک مرد کی شہادت نہ ملے تو دو عورتوں کی شہادت لی جائے۔

نَاقِصَاتِ دِیْنٍ: دین کے نقص کا جو حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ اگرچہ طبعی نقص ہے اور مؤاخذہ کے نیچے نہیں مگر بہر حال وہ ایک نقص ہے جس کی وجہ سے عورت عبادت الٰہی سے کچھ دن کے لئے محروم ہوجاتی ہے۔ ثواب وعقاب سے قطع نظر یہ محرومی فی ذاتہٖ ایک ایسا نقص ہے جس کو عبادت کی لذت سے آشنا انسان تکلیف کے ساتھ محسوس کرتا ہے۔ علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں جہاں عورت کے نقصانِ عقل و دین کا ذکر ہے وہاں صرف ایک نسبتی نقص کا اظہار کیا گیا ہے اور اس میں ضمناً مردوں کے نقص کا بھی ذکر فرمایا ہے: مَارَأَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِیْنٍ اَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدَاكُنَّ. ناقصاتِ عقل و دین سے مراد صرف عورتوں کا گروہ نہیں بلکہ مطلق ناقص اشخاص ہیں، جن میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں۔ جمع مکسر خواہ مذکر ہی ہو، "ات" سے بکثرت آتی ہے۔ یہاں قلت وکثرت کا نسبتی سوال ہے۔ ورنہ بعض عورتیں بعض مردوں سے بدرجہا بہتر ہوتی ہیں۔ حضرت مریم صدیقہ کے متعلق خود قرآن مجید فرماتا ہے: لَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی (ال عمران: ۳۷)۔ باقی حصہ مضمون حدیث نمبر ۲۹ کی شرح میں دیکھا جائے۔

بَاب ۷: تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

حائضہ حج کی تمام عبادتیں ادا کرسکتی ہے سوائے بیت اللہ کے طواف کے

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ لَا بَأْسَ أَنْ تَقْرَأَ الْآيَةَ وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَأْسًا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللهَ فِي كُلِّ أَحْيَانِهِ

اور ابراہیم نے کہا: کوئی حرج نہیں کہ وہ کوئی آیت پڑھے اور حضرت ابن عباسؓ نے جنبی کے لئے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام حالتوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے

وَقَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ يَّخْرُجَ الْحُيَّضُ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ أَنَّ هِرَقْلَ دَعَا بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ فَإِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا إِلَى قَوْلِهِ مُسْلِمُوْنَ. (آل عمران: ٦٥)

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ حَاضَتْ عَائِشَةُ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَا تُصَلِّي وَقَالَ الْحَكَمُ إِنِّي لَأَذْبَحُ وَأَنَا جُنُبٌ وَقَالَ اللّٰهُ: وَ لَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ. (الأنعام: ١٢٢)

اور حضرت امّ عطیہؓ کہتی تھیں کہ ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ حائضہ عورتیں بھی باہر نکلیں اور لوگوں کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہیں اور دعا مانگیں اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ مجھے ابوسفیان نے بتلایا کہ ہرقل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط منگوایا اور اُسے پڑھا تو اس میں یہ تھا: رحمٰن رحیم اللہ کے نام سے، اے اہل کتاب! اُس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے وہ یہ کہ ہم اللہ ہی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہرائیں....یہ کہ ہم فرمانبردار ہیں۔ اور عطاء نے حضرت جابرؓ سے نقل کیا کہ حضرت عائشہؓ کو حیض آیا اور انہوں نے حج کی تمام عبادتیں ادا کیں سوائے بیت اللہ کے طواف کے اور نماز نہیں پڑھتی تھیں۔اور حکم نے کہا: میں تو ذبح بھی کرتا ہوں حالانکہ جنبی ہوتا ہوں اور اللہ (عزوجل) نے فرمایا: مت کھاؤ؛ ان چیزوں سے جن پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔

۳۰۵: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا جِئْنَا سَرِفَ طَمِثْتُ

۳۰۵: ہم سے ابونعیم نے بیان کیا، کہا: عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، عبدالرحمٰن نے قاسم بن محمد سے، قاسم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے اور ہم حج کا ہی ذکر کرتے تھے۔ جب ہم سرف مقام میں آئے تو مجھے حیض

فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِيْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ قُلْتُ لَوَدِدْتُ وَاللهِ أَنِّي لَمْ أَحُجَّ الْعَامَ قَالَ لَعَلَّكِ نُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ ذَلِكِ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ فَافْعَلِيْ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِيْ.

آ گیا۔ نبی ﷺ میرے پاس آئے اور میں رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں کیا بات رُلا رہی ہے؟ میں نے کہا: بخدا میری تو یہ آرزو ہے کہ اس سال حج کو نہ آئی ہوتی۔ فرمایا: شاید تمہیں حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: یہ تو ایک ایسی بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لئے مقدر کر دی ہے۔ اس لئے جو کام حاجی کرتا ہے وہ تم کرو، سوائے اس کے کہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا تاوقتیکہ خون بند ہو جائے۔

تشریح: **تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا اِلَّا الطَّوَافَ:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ساتویں باب میں جنبی اور حائضہ کے متعلق چند مسائل یکجا درج کر کے فقہاء کے اس نقطہ نظر کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی رو سے یہ دونوں حالتیں باعتبار شرعی احکام کے تقریباً ایک ہی حیثیت رکھتی ہیں۔ یعنی دونوں میں نماز کا پڑھنا جائز نہیں۔ ایسا ہی روزہ رکھنے اور ذکر کرنے اور قرآن مجید پڑھنے اور مسجد میں داخل ہونے وغیرہ کے جواز یا عدم جواز کے متعلق جو فتوے دئے گئے ہیں، ان کا تعلق کم وبیش جنابت وحیض دونوں حالتوں سے تقریباً یکساں ہے۔ اس لئے ان کو ایک ہی باب میں قصداً اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

باب مذکور میں بہت سے حوالے دینے کے بعد ایک ہی روایت پیش کی گئی ہے جس کے ایک تو یہ معنی ہیں کہ مسائل مختلف فیہا کے متعلق جتنی روایتیں فقہاء کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شروط کے مطابق مستند نہیں۔ (فتح الباری جلد اوّل صفحہ ۵۲۹) اور دوسرے اس کے یہ معنی ہیں کہ جن جزئی مسائل میں اختلاف کیا گیا ہے وہ سب حضرت عائشہؓ کی مستند روایت سے حل ہو جاتے ہیں۔

حج کی عبادت میں طواف بیت اللہ، لبیک، تہلیل وتکبیر اور ذکر الٰہی اور دعائیں شامل ہوتی ہیں۔ **فَافْعَلِي مَايَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَاَنْ لَّا تَطُوْفِي بِالْبَيتِ حَتّٰى تَطْهُرِي** کے ارشاد نبویؐ میں صرف طواف بیت اللہ کا استثناء کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حائضہ ذکر الٰہی اور دعائیں کر سکتی ہے۔ یہ اصل حکم ہے حائضہ کے متعلق۔ رہا یہ مسئلہ کہ آیا وہ قرآن مجید بھی پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم نخعی کا فتویٰ جواز نقل کر کے اس خیال کو ردّ کیا ہے کہ حائضہ کے قرآن مجید نہ پڑھنے کے بارے میں سب فقہاء متفق ہیں۔

جنبی کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل درآمد پیش کیا گیا ہے۔ حضرت امّ عطیہؓ کی روایت خود امام بخاریؒ نے **كتاب العيدين باب التكبير ايام منى و اذا غدا الى عرفة** میں موصولاً

بیان کی ہے۔ ہرقل کے واقعہ کی طرف اشارہ کر کے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو خط لکھا اور اس میں قرآن مجید کی آیتیں تھیں۔ جب ایک کافر کے لئے جس کو معنوی ناپاکی کی وجہ سے نجس کہا گیا ہے، قرآن مجید کی آیتیں پڑھنی جائز تھیں تو ایک مسلمان عورت کے لئے بوجہ عارضی ناپاکی کے اس کا پڑھنا کیونکر ناجائز ہوسکتا ہے۔ مگر یہ استدلال علماء جمہور نے قبول نہیں کیا، بوجہ اس کے کہ اس خط میں اور باتیں بھی تھیں اور وہ ایسی کتاب کی طرح ہے جس میں قرآن مجید کی آیتیں بھی ہوں مگر اس کو قرآن مجید نہیں کہہ سکتے۔ (جمہور کا یہ استدلال مفصل دیکھئے: بدایة المجتهد. کتاب الغسل. الباب الثالث فی أحکام هذین الحدثین أعنی الجنابة و الحیض. المسئلة الثالثة قرأة القرآن للجنب)
جمہور کی اس دلیل کو توڑنے کے لئے امام بخاریؒ نے حضرت جابرؓ کی روایت کا حوالہ دیا ہے جو کتاب الا حکام (کتاب التمنی. باب قول النبی ﷺ لو استقبلت من أمری ما استدبرت) میں مذکور ہے۔ اس میں **وَلَا تُصَلِّیْ** کہہ کر باقی تمام قسم کے ذکر الٰہی کی اجازت دی ہے جس میں تلاوتِ قرآن مجید بھی شامل ہے۔ اگر یہ ناجائز ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز وطواف کی طرح اس کو بھی مستثنیٰ فرماتے۔ ایسا ہی امام موصوفؒ نے جنبی کے متعلق حکم بن عتیبہ کا فتویٰ اور عمل درآمد پیش کیا ہے جو کوفہ کے فقیہ تھے۔ ذبح کرنے میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا پڑتا ہے ورنہ وہ ذبیحہ حرام ہوگا

امام ابن حجر رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان تمام حوالوں سے یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ علماء جمہور کی وہ دلیل کمزور ہے جو حضرت علیؓ کی روایت **کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا یَحْجُبُهٗ عَنِ الْقُرْاٰنِ شَیْئٌ لَیْسَ الْجَنَابَةَ** سے پکڑتے ہیں کیونکہ یہ روایت کمزور ہے اور اس کے مقابل پر حضرت عائشہؓ اور حضرت امّ عطیہؓ اور حضرت جابرؓ کی روایتیں اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کے اقوال قوی ہیں۔ (فتح الباری جلد اول صفحہ ۵۳۰)

عنوان باب کے الفاظ **وَکَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَذْکُرُ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِهٖ** بھی امام ابن حجرؒ کے خیال مذکور کی تائید کرتے ہیں۔ یہ روایت امام مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے موصولاً بیان کی ہے۔
(مسلم. کتاب الحیض. باب ذکر اللّٰہ تعالٰی فی حال الجنابة وغیرها)

بَاب ۸: اَلْاِسْتِحَاضَةُ

استحاضہ کے بیان میں

۳۰۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَیْشٍ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي

۳۰۶: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ ابوحُبیش کی لڑکی حضرت فاطمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا ذَلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي الصَّلَاةَ فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي.

سے کہا: یارسول اللہ! میرا تو خون بند نہیں ہوتا۔ کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو ایک رگ کا خون ہے۔ حیض نہیں۔ پس جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دو۔ جب اس کا مقررہ وقت گذر جائے تو اپنے (بدن) سے خون دھو ڈالو اور نماز پڑھو۔

تشریح: حائضہ کے ناپاک ہونے کے متعلق جو اوہام زمانہ جاہلیت سے چلے آتے تھے شارع اسلام ﷺ نے اپنے عملی نمونہ سے ان کی اصلاح فرمائی اور آپؐ کی بیویوں نے اس اصلاح میں اخلاقی جرأت سے کام لیتے ہوئے آپؐ کی پوری پوری مدد کی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مستند اور نہایت صحیح روایتوں کی بناء پر بالترتیب یکے بعد دیگرے باب قائم کرتے ہوئے آخری مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ حائضہ نماز و روزہ اور طوافِ بیت اللہ کے سوا؛ جو ایک معنی میں نماز ہے؛ باقی تمام قسم کی عبادتیں بجالاسکتی ہے۔ روزہ اس لئے مستثنیٰ کیا گیا ہے کہ تکلیف مالا یطاق سے بچے اور نماز اس لئے کہ اس حالت میں جسمانی طہارت مفقود ہوتی ہے۔ جولوگ مذاہب عالم سے واقف ہیں وہ اس سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو کس ذلت کے گڑھے سے نکال کر مرد کے پہلو بہ پہلو کھڑا کیا اور اس کے لئے بھی اسی طرح روحانی ترقیات میں آزادی کی راہ کھول دی ہے جس طرح مرد کے لئے۔ ورنہ اس سے قبل وہ سوائے آلہ شہوت رانی اور خدمت گذاری کے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔

حیض کے متعلق مسائل بیان کرنے کے بعد استحاضہ کے بارے میں آٹھواں باب باندھا گیا ہے۔

استحاضہ وہ خون ہے جو ایک بیماری کی وجہ سے بعض عورتوں کو ماہواری ایام کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی آتا ہے۔
(لسان العرب .تحت لفظ حیض .المجلد الثانی .صفحہ ۱۰۷۱)

تورات کے احکام استحاضہ کے متعلق بھی ویسے ہی سخت ہیں جیسے حیض کے متعلق۔ اس کی رُو سے عورت جب تک اس میں مبتلا رہے وہ ناپاک ہے۔ بلکہ خون استحاضہ بند ہونے کے بعد بھی وہ سات دن تک ناپاک رہتی ہے اور ہر شئے جس کو وہ چھوئے گی، ناپاک ہوگی بلکہ اس کو چھونے والا نہانے کے بعد بھی شام تک ناپاک رہتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: احبار باب: ۱۵، آیت: ۲۵) مگر اسلام نے استحاضہ کو ناپاکی کا موجب قرار نہیں دیا اور مستحاضہ کو نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ روایت نمبر ۳۰۶ کتاب الوضوء باب غسل الدم روایت نمبر ۲۲۸ میں گذر چکی ہے۔ وہاں اس مسئلہ کی تفصیل دیکھئے۔

بَاب ۹ : غَسْلُ دَمِ الْمَحِيْضِ

حیض کا خون دھونا

۳۰۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ سَأَلَتِ امْرَأَةٌ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِحْدَانَا إِذَا أَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ إِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ ثُمَّ لِتُصَلِّي فِيْهِ.

۳۰۷: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے منذر کی بیٹی فاطمہ سے، فاطمہ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! بتلائیں اگر ہم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو چاہیئے کہ وہ اس کو کھرچ ڈالے۔ پھر اس کو پانی سے اچھی طرح دھوڈالے۔ اس کے بعد اس میں نماز پڑھ لے۔

۳۰۸: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيْضُ ثُمَّ تَقْتَرِصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طُهْرِهَا فَتَغْسِلُهُ وَتَنْضَحُ عَلَى سَائِرِهِ ثُمَّ تُصَلِّي فِيْهِ.

۳۰۸: ہم سے اصبغ نے بیان کیا، کہا: ابن وہب نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے کہا: عمرو بن حارث نے عبدالرحمان بن قاسم سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے۔ اُن کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ کہتی تھیں کہ ہم میں سے ایک کو حیض آتا تو وہ حیض بند ہونے پر اپنے کپڑے سے خون کھرچ دیتی اور اسے دھوتی اور پھر سب پر پانی بہا کر اس کو جھاڑتی پھر اس میں نماز پڑھتی۔

تشریح: **غَسْلُ دَمِ الْمَحِيْضِ:** باب مذکور کی پہلی روایت کتاب الوضوء، باب غسل الدم میں بھی منقول ہے۔ دیکھئے روایت ۲۲۷۔ اس باب میں امام بخاریؒ نے دوسری روایت لاکر یہ اِشکال رفع کر دیا ہے کہ حیض کا خون کب دھویا جائے۔ **عِنْدَ طُهْرِهَا** یعنی حیض بند ہونے کے بعد **مَحِيْضَه** یعنی حیض کا خاص کپڑا باندھنے کے باوجود کبھی قمیص یا ازار کو خون کا داغ لگ جاتا تھا۔ ورنہ ویسے یہ کپڑے صاف ستھرے ہوتے، اس لیے آپؐ نے عورتوں کو اجازت دی کہ صرف وہی جگہ دھوئی جائے جہاں خون لگا ہے۔ باب ۹ کی پہلی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا اور دوسری روایت میں صحابیہ عورتوں کا اس ہدایت کے مطابق عمل درآمد کرنے کا ذکر ہے۔ یہودیوں کے نزدیک خون لگنا تو درکنار اگر کسی دوسرے شخص کا کپڑا اِتفاق سے حائضہ یا مستحاضہ سے چھو بھی جاتا تو وہ شخص مع اپنے کپڑوں کے ناپاک سمجھا جاتا تھا۔ (احبار: باب ۱۵۔ آیت ۱۹، ۲۴ تا ۲۷)

بَاب ١٠ : اِعْتِكَافُ الْمُسْتَحَاضَةِ

مستحاضہ کا اعتکاف بیٹھنا

٣٠٩: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اعْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ نِسَائِهِ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ تَرَى الدَّمَ فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطَّسْتَ تَحْتَهَا مِنَ الدَّمِ وَ زَعَمَ أَنَّ عَائِشَةَ رَأَتْ مَاءَ الْعُصْفُرِ فَقَالَتْ كَأَنَّ هَذَا شَيْءٌ كَانَتْ فُلَانَةٌ تَجِدُهُ.

۳۰۹: ہم سے اسحٰق نے بیان کیا، کہا: خالد بن عبداللہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے خالد (بن مہران) سے، خالد نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کی بیویوں میں سے کوئی اعتکاف بیٹھیں اور وہ استحاضہ سے بیمار تھیں۔ خون دیکھتیں بلکہ کبھی خون کی وجہ سے اپنے نیچے طشت رکھتیں۔ اور عکرمہ کا خیال ہے کہ عائشہؓ نے کُسُم ☆ کا پانی دیکھا تو کہا: گویا کہ یہ وہ چیز ہے جسے فلانی پایا کرتی تھی۔

٣١٠: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ

۳۱۰: ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا: یزید بن زریع نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے خالد سے، خالد نے

☆ کسم ایک پھول کو کہتے ہیں جس سے گہرا سرخ رنگ نکلتا ہے جس سے کپڑے بھی رنگے جاتے ہیں۔ نیز حیض کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ (اردو لغت۔ تحت لفظ کسم)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مِّنْ أَزْوَاجِهِ فَكَانَتْ تَرَى الدَّمَ وَالصُّفْرَةَ وَالطَّسْتُ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّي.

عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ کے ساتھ آپؐ کی بیویوں میں سے ایک بیوی اعتکاف بیٹھیں تو وہ خون اور زردی دیکھتیں تھیں اور طشت ان کے نیچے ہوتا اور وہ نماز پڑھتیں۔

۳۱۱: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ بَعْضَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ اعْتَكَفَتْ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ.

۳۱۱: ہم سے مسدّد نے بیان کیا، کہا: معتمر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے خالد سے، خالد نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ ایک ام المؤمنینؓ اعتکاف بیٹھیں اور وہ استحاضہ سے بیمار تھیں۔

تشریح: **اِعْتِكَافُ الْمُسْتَحَاضَةِ:** اعتکاف کے معنے تمام مشاغل سے فارغ البال ہو کر عبادت الٰہی میں مستغرق ہو جانا۔ (النهاية في غريب الحديث والاثر. تحت لفظ عكف)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخیر دھاکے میں مسجد میں معتکف ہوا کرتے تھے۔ مسائل اعتکاف بعد میں اپنے محل پر آئیں گے یہاں **باب کا مقصد** صرف یہ ہے کہ مستحاضہ اعتکاف بھی بیٹھ سکتی ہے۔ اس کے لئے اسے مسجد میں لازمی طور پر رہنا پڑتا ہے۔ غرض حالتِ استحاضہ اس کے لئے کسی قسم کی عبادت سے مانع نہیں ہوتی اور نہ مستحاضہ کے داخل ہونے سے مسجد ناپاک ہوتی ہے۔

روایت نمبر ۳۰۹ میں بَعْضُ نِسَائِه کا ترجمہ بجائے عورتوں کے بیویاں کیا گیا ہے۔ لفظ نِسَائِه سے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ آپ کی رشتہ دار عورتوں میں سے کوئی عورت اعتکاف بیٹھی تھی۔ جیسا کہ امام ابن جوزیؒ کو روایت مذکورہ بالا کے الفاظ سے غلطی لگی ہے۔ (فتح الباری جلد اول صفحہ ۵۳۳) امام بخاری نے بعد کی دو روایتوں سے اس شبہ کا ازالہ کر دیا ہے۔ ایک میں یہ الفاظ ہیں اِمْرَأَةٌ مِّنْ أَزْوَاجِه اور دوسری میں بَعْضَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی آپؐ کے ساتھ اعتکاف بیٹھنے والی عورت آپؐ کی ایک بیوی تھی۔ یہ سب روایتیں حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں۔

دوسری روایت کے الفاظ فَكَانَتْ تَرَى الدَّمَ وَالصُّفْرَةَ سے یہ شبہ پیدا ہوتا تھا کہ شاید یہ خون اعتکاف بیٹھنے کے بعد آیا ہو۔ مگر دوسری روایتوں کے الفاظ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ اس شبہ کا بھی ازالہ کرتے ہیں۔ یعنی وہ مستحاضہ ہوتیں اور باوجود اس کے اعتکاف بیٹھتیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب بھی کسی روایت کا تکرار کریں گے تو وہ کسی نہ کسی خاص مقصد کو مدنظر رکھ کر کریں گے اور پھر ساتھ ہی اس روایت کی نئی سے نئی سند پیش کرتے ہوئے اسے اور بھی زیادہ صحیح ثابت کرتے جائیں گے۔ شارحین نے یہاں یہ بحث اُٹھائی ہے کہ یہ کونسی بیوی تھی؟ امام بخاریؒ نے یہ بحث ادباً چھوڑ دی ہے اور نہ اس کے معلوم کرنے میں کوئی عملی فائدہ ہے۔ نیز ان تین روایتوں میں سے دو روایتوں میں اس

کا ذکر نہیں ہے کہ وہ بحالت نماز طشت رکھتیں۔ اس لئے امام موصوفؒ نے عنوانِ باب نیز روایتوں کی ترتیب سے اصل مسئلہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یعنی یہ کہ بحالت استحاضہ عورت معتکف ہوسکتی ہے۔

روایت نمبر ۳۱۱ کا بیان مختصراً اور پہلی روایت کے مطابق ہے۔ فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطَّسْتَ تَحْتَهَا سے مراد صرف یہ ہے کہ اپنے قریب نیچے طشت بوقت ضرورت استعمال کرنے کے لیے رکھ لیتیں تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَار میں لفظ تَحت انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

بَاب ۱۱: هَلْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي ثَوْبٍ حَاضَتْ فِيْهِ

کیا عورت اس کپڑے میں نماز پڑھے جس میں اسے حیض آیا ہو

۳۱۲: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا كَانَ لِإِحْدَانَا إِلَّا ثَوْبٌ وَّاحِدٌ تَحِيْضُ فِيْهِ فَإِذَا أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ قَالَتْ بِرِيْقِهَا فَقَصَعَتْهُ بِظُفْرِهَا.

۳۱۲: ہم سے ابونعیم نے بیان کیا کہا: ابراہیم بن نافع نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابن ابی نجیح سے۔ ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت عائشہؓ نے کہا: ہم میں سے کسی کے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا جس میں اسے حیض آتا۔ اگر اسے کچھ خون لگ جاتا تو اپنا تھوک لیتیں اور اپنے ناخن سے اُسے دور کر دیتیں۔

تشریح: هَلْ تُصَلِّی الْمَرْاَةُ فِیْ ثَوْبٍ حَاضَتْ فِیْهِ: نویں باب میں حیض کا خون دھونے کے متعلق مسئلہ گذر چکا ہے۔ یہاں حالت مجبوری کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی اگر کسی کے پاس ایک ہی کپڑا ہو اور اس میں ایام حیض گذارے تو کیا طہر کے بعد ایسے کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے یا یہ کہ جب تک اس کو دھو نہ لے نماز نہ پڑھے۔ امام موصوفؒ نے ایک انتہائی صورت کا حوالہ دے کر یہ بتلایا ہے کہ محض حیض کی وجہ سے کوئی کپڑا ناپاک نہیں ہو جاتا۔ عورتیں عموماً اس لباس میں نماز نہیں پڑھتیں جس میں ایام حیض گذارے ہوں۔ بحالت طہر نماز چھوڑنا جائز نہیں روایت میں ایک ہی کپڑے کے ہونے سے مراد حیض کا مخصوص کپڑا نہیں بلکہ مطلق لباس ہے۔ باوجود احتیاط کے اسے خون کا داغ لگ سکتا ہے۔ ایسی حالت میں نماز ترک کرنا جائز نہیں ہوگا۔ خشک داغ کھرچ کر دور کیا جاسکتا ہے۔ اگر کسی عورت کے پاس اور کپڑا نہ ہو اور اس داغ کو دھونے کا موقع بھی نہ ہو تو اسے چاہیے کہ جیسے بھی وہ داغ بآسانی دور کر سکتی ہے دور کرے اور نماز پڑھے۔ جس واقعہ کی طرف حضرت عائشہؓ نے اشارہ کیا ہے وہ ایک شاذ ہے۔ اس سے یہ سمجھنا کہ عموماً ایسا ہوا کرتا تھا صحیح نہیں۔ عنوانِ باب ایک عام وہم دور کرنے کے لئے باندھا گیا ہے۔ ابوداؤدؒ کی ایک روایت میں

خون کے ایک قطرہ لگنے کی صراحت ہے۔ (فتح الباری جلداوّل صفحہ ۵۳۵) غرض امام موصوفؒ نے ایک انتہائی صورت کا حوالہ دے کر اصل مسئلہ واضح کیا ہے۔

قَالَتْ بِرِيقِهَا فَمَصَعَتْهُ بِظُفُرِهَا: ان الفاظ سے گھن آتی ہے کہ وہ کیا نفاست طبع عورتیں تھیں کہ حیض کا خون تھوک سے صاف کرتی تھیں؛ پانی استعمال کرنے کی تکلیف بھی گوارہ نہ کرتیں۔ امام ابن حجرؒ نے یہ اشکال یوں حل کیا ہے کہ نویں باب کی دوسری روایت بھی حضرت عائشہؓ کی ہے جس میں وہ حیض کا نشان دھونے کے متعلق عام معمول بتلا رہی ہیں۔ (فتح الباری جلداول صفحہ ۵۳۵) اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت (مندرجہ روایت نمبر ۳۰۷) کے ماتحت کپڑے سے خون کے داغ کھرچ کر پانی سے اس کو دھو ڈالتی تھیں۔ یہاں حضرت عائشہؓ نے عام معمول کا نہیں بلکہ ایک استثنائی صورت کا ذکر کیا ہے جس کی بناء پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بطور استفتاء کے هَلْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ کا عنوان قائم کر کے اس وہم کو دور کیا ہے کہ عورت کا لباس محض اس لئے کہ اس نے اس میں ایام حیض گزارے ہیں ناپاک ہو جاتا ہے اور یہ کہ جب تک وہ اس لباس کو دھو نہ لے نماز چھوڑے رکھے۔ مذکورہ بالا روایت سے یہ سمجھنا کہ عورتیں عموماً ایسا کیا کرتی تھیں واقعات اور عام عمل درآمد کے صریح خلاف ہے۔ ابوداؤدؒ نے حضرت عائشہؓ کی یہی روایت عطاء سے نقل کی ہے اس میں شَيْءٌ مِنْ دَمٍ کی جگہ قَطْرَةٌ مِنْ دَمٍ ہے یعنی قطرہ خون لگ جاتا (سنن أبي داؤد. كتاب الطهارة. باب المرأة تغسل ثوبها الذي تلبسه في حيضها) فَمَصَعَتْهُ یعنی اس کے اثر کو غائب کر دیتی۔ ناخن کا استعمال کرنا ہی بتلاتا ہے کہ وہ اتنا خفیف اور خشک نشان ہوتا جو ناخن سے دور کیا جاتا۔ علاوہ ازیں کسی ایک عورت کا نماز بروقت پڑھنے کی خاطر اس طرح نشان کو عارضی طور پر دور کر دینے سے زیادہ سے زیادہ جو بات ثابت ہوتی ہے، وہ یہ کہ کسی خاص حالت میں جب کہ پانی پاس نہ ہو اور نماز کا وقت چلا جا رہا ہو ایک غریب عورت نے ایسا کیا تھا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُس نے بعد میں پانی سے اسے دھویا نہیں۔

یہ یاد رہے کہ امام موصوفؒ باب کے عنوان میں جہاں بھی هَلْ استعمال کریں گے تو وہاں جواز یا عدم جواز کی طرف اشارہ کریں گے ایسا ہی جہاں مَـــنْ رکھیں گے وہاں بعض لوگوں کے عمل درآمد یا خیال کی طرف اشارہ کر کے اس پر بحث کریں گے۔

بَاب ١٢ : اَلطِّيْبُ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ

غسلِ حیض کرتے وقت عورت کا خوشبو لگانا

٣١٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ ـ قَالَ أَبُو عَبْدِ

۳۱۳: ہم سے عبداللہ بن عبدالوہاب نے بیان کیا کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے حفصہ سے، ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے

اللهِ أَوْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ عَنْ حَفْصَةَ۔ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كُنَّا نُنْهَى أَنْ نُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَلَا نَكْتَحِلَ وَلَا نَتَطَيَّبَ وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَّصْبُوغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ إِذَا اغْتَسَلَتْ إِحْدَانَا مِنْ مَحِيْضِهَا فِيْ نُبْذَةٍ مِّنْ كُسْتِ أَظْفَارٍ وَكُنَّا نُنْهَى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ قَالَ وَرَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کہا: یا (ایوب نے) ہشام بن حسان سے، انہوں نے حفصہ سے، حفصہ نے حضرت ام عطیہؓ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ کہتی تھیں: ہمیں منع کیا جاتا تھا کہ ہم میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کریں مگر خاوند پر چار مہینے اور دس دن۔ اور نہ سرمہ لگائیں اور نہ خوشبو لگائیں اور نہ رنگا ہوا کپڑا پہنیں، سوائے اس کپڑے کے کہ جو بننے سے پہلے رنگا گیا ہو۔ اور طہر کے وقت جب ہم میں سے کوئی اپنے حیض سے فارغ ہونے پر نہائے تو ہمیں تھوڑی سی قُسط کی خوشبو لگانے کی اجازت دی گئی اور ہمیں جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کیا جاتا تھا۔ (ابوعبداللہ بخاری نے) کہا کہ اس کو ہشام بن حسان نے حفصہ سے روایت کیا۔ حفصہ نے حضرت ام عطیہؓ سے۔ حضرت ام عطیہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

تشریح: **اَلطِّيْبُ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا:** علاوہ اس مذکورہ بالا تصرف کے امام بخاریؒ نے یہاں بابوں کی ترتیب ایسے طور پر رکھی ہے کہ جس سے اس روایت کی اصل حقیقت خود بخود کھل جاتی ہے۔ اس باب سے پہلے غَسْلُ دَمِ الْحَيْضِ کا باب (نمبر ۹) قائم کر کے اصل مسئلہ جس پر عام عمل درآمد تھا واضح کیا ہے۔ پھر اس کے بعد یہ باب (نمبر ۱۱) قائم کیا ہے جس میں ایک رائج شدہ وہم کا ازالہ کیا ہے جس کی وجہ سے اکثر غریب عورتیں نماز جیسے اہم فریضہ کو چھوڑ دیتی ہیں۔ اس کے بعد چار باب قائم کئے ہیں جن میں حیض سے نہاتے وقت خوشبو استعمال کرنے اور بدن کو مل کر نہانے اور حیض کے خفیف سے خفیف اثر کو بھی دور کرنے اور اس جگہ مشک وغیرہ لگانے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا حوالہ دیا ہے۔ یہ ترتیب محض اس لئے قائم کی ہے کہ تا شارعِ اسلام کا اصل حکم اس ایک روایت کے مقابل پر واضح ہو جائے اور کسی استثنائی حالت یا شاذ واقعہ کا حوالہ دینے سے اصل مقصد سمجھنے میں غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ کیونکہ اصولی مسائل کی بناء شاذ حالتوں پر کبھی نہیں رکھی جاتی۔ خصوصاً جب کہ شارع علیہ السلام کا اس کے متعلق کوئی ارشاد نہیں، بلکہ کسی ایک فرد کا عمل ہو جو اُسے بوجہ مجبوری کرنا پڑا۔ اس سے پہلے كتاب الوضوء، باب البزاق والمخاط ونحوه في

الثوب میں بھی اسی قسم کی ترتیب ملحوظ رکھ کر مسئلہ زیر بحث حل کیا تھا۔(دیکھئے باب ۷۰)

باب ۱۲ میں جو روایت حضرت ام عطیہؓ کی پیش کی گئی ہے اس کا یہ خلاصہ ہے کہ ہمیں فلاں فلاں بات سے منع کیا جاتا تھا اور فلاں بات کی اجازت دی گئی تھی۔یعنی غسلِ حیض کے وقت خوشبو لگانے کی۔اس روایت کے آخر میں صرف عَنِ النَّبِيِّ ﷺ کہہ کر اس کا مضمون چھوڑ دیا ہے تا کہ اس امر کی طرف قارئین کو توجہ دلائیں کہ یہ مرفوع ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو فلاں بات سے منع کیا تھا اور فلاں بات کی اجازت دی تھی اور یہ کہ عورتیں طہر کے وقت آپؐ کی اجازت سے خوشبو استعمال کیا کرتی تھیں۔مگر سابقہ روایت میں آنحضرت ﷺ کی اجازت یا عدمِ اجازت کا کوئی ذکر نہیں۔

بَاب ۱۳: دَلْكُ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا إِذَا تَطَهَّرَتْ مِنَ الْمَحِيْضِ

عورت کا جب وہ حیض سے پاک ہو، اپنا بدن ملنا

وَكَيْفَ تَغْتَسِلُ وَتَأْخُذُ فِرْصَةً مُّمَسَّكَةً فَتَتَبَّعُ بِهَا أَثَرَ الدَّمِ.

اور یہ کہ وہ کیسے نہائے اور مشک لگی ہوئی اُون یا روئی کا پھایہ؛ جہاں جہاں خون کا نشان پائے وہاں اسے پہنچائے۔

۳۱۴: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَّنْصُوْرِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ فَأَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ قَالَ خُذِيْ فِرْصَةً مِّنْ مِّسْكٍ فَتَطَهَّرِيْ بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطَهَّرُ قَالَ تَطَهَّرِيْ بِهَا قَالَتْ كَيْفَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَطَهَّرِيْ فَاجْتَبَذْتُهَا إِلَيَّ فَقُلْتُ تَتَبَّعِيْ بِهَا أَثَرَ الدَّمِ.

۳۱۴: ہم سے یحییٰ نے بیان کیا کہا: ابن عیینہ نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے منصور بن صفیہ سے۔منصور نے اپنی ماں سے۔ان کی ماں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل حیض کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے اسے بتلایا کہ وہ کس طرح غسل کرے فرمایا کہ مشک کا ایک پھایہ لو اور اس سے پاک وصاف ہو جاؤ۔اس نے کہا کہ میں کیسے پاک وصاف ہو جاؤں؟ آپؐ نے فرمایا: اُس سے پاک و صاف ہو جاؤ۔کہنے لگی: کیسے؟ فرمایا: سُبْحَانَ اللّٰه. پاک صاف ہو جاؤ۔اس پر میں نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور میں نے کہا: جہاں جہاں خون کا نشان پائے، وہاں اسے پہنچائے۔

بَاب ١٤ : غَسْلُ الْمَحِيْضِ

حیض کی جگہ دھونا

٣١٥: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَغْتَسِلُ مِنَ الْمَحِيْضِ قَالَ خُذِيْ فِرْصَةً مُّمَسَّكَةً فَتَوَضَّئِيْ ثَلَاثًا ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَحْيَا فَأَعْرَضَ بِوَجْهِهِ أَوْ قَالَ تَوَضَّئِيْ بِهَا فَأَخَذْتُهَا فَجَذَبْتُهَا فَأَخْبَرْتُهَا بِمَا يُرِيْدُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۳۱۵: ہم سے مسلم نے بیان کیا کہا: وہیب نے ہم سے بیان کیا کہا: منصور نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اپنی ماں سے۔ اُن کی ماں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ انصار میں سے ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں غسل حیض کس طرح کیا کروں؟ فرمایا: مشک لگا ہوا ایک پھایہ لو اور تین دفعہ دھوؤ۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم شرمائے اور اپنا منہ پھیر لیا۔ یا فرمایا: اس سے صاف ستھری ہو جاؤ۔ اس پر میں نے اس کو پکڑ کر کھینچ لیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مراد تھی وہ اس کو بتلائی۔

تشریح: غَسْلُ الْمَحِيْضِ: باب ۱۳ میں غسل حیض کے بارے میں نبی ﷺ کا صریح ارشاد پیش کیا گیا ہے۔ جس میں بدن مل کر نہانے کے بعد ایک خاص قسم کی خوشبو لگا کر خون کے نشان اچھی طرح صاف کرنے کے متعلق آپؐ کی ہدایت کا ذکر ہے۔

کُسْت یا **قُسط** عود ہندی کو کہتے ہیں (النهاية. تحت لفظ قسط، كست. الجزء الرابع)

اور **اظفار** ساحلِ یمن پر مشہور شہر ہے اور سیاہ رنگ کی ایک خوشبو کا بھی نام ہے جو ناخن کی مانند ہوتی ہے۔ جسم صاف کرنے کے لیے یہ خوشبو استعمال کی جاتی ہے۔ (النهاية. تحت لفظ ظفر. الجزء الثالث)

تَطَهَّرِىْ بِهَا: امام موصوفؒ نے عنوان باب میں بدن مل کر نہانے کا جو مسئلہ بیان کیا ہے، وہ دراصل تَطَهَّرِىْ کے لفظ سے اخذ کیا ہے۔ باب تفعل جو اپنے اندر تکلف کا معنی رکھتا ہے۔ اس مفہوم کو ادا کرتا ہے۔ تَطَهَّرِىْ کے معنے اچھی طرح نہا دھو کر پاک صاف ہو جاؤ۔

علاوہ ازیں منصور بن صفیہ کی ابن عیینہ سے یہی روایت مسلمؒ نے بھی نقل کی ہے۔ نیز مسلم کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: فَقَالَ تَأْخُذُ اِحْدٰكُنَّ مَائَهَا وَسِدْرَتَهَا فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهٗ

دَلْكًا شَدِيْدًا حَتّٰى تَبْلُغَ شُؤُوْنَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَصُبُّ عَلَيْهَا الْمَآءَ ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً..... باب مذکور کا عنوان اسی روایت سے لیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ اس کی سند بوجہ اس کے کہ اس میں ایک راوی ابراہیم بن مہاجر ہیں، ان کی کڑی شرطوں کے مطابق نہیں۔ اس لیے روایت مشارٌ الیہا کا مضمون عنوان باب میں لے لیا ہے اور اس کی تائید میں اپنی شروط کے مطابق وہ روایت پیش کی ہے جو نہایت صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ (فتح الباری جلد اول صفحہ ۵۳۸) غرض باب ۱۳ کی روایت میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد خون حیض کے نشان دھو کر اس جگہ خوشبو لگانے کے متعلق واضح ہے۔

باب ۱۴ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی ارشاد ایک اور روایت سے ثابت کیا گیا ہے جس کے راوی مسلم بن ابراہیم ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض ان بابوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات کو حضرت عائشہؓ کی اس روایت کے بالمقابل پیش کرنا ہے جو باب هَلْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِيْ ثَوْبٍ حَاضَتْ فِيْهِ میں منقول ہے اور جس سے ایک اعتراض کی صورت پیدا ہوتی تھی۔

روایت نمبر ۳۱۴ و ۳۱۵ سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ عورتوں کے سامنے ایسے مسائل بیان کرنے سے شرماتے تھے۔ عورتوں کے متعلق احکام زیادہ تر آپؐ کی بیویوں کے ذریعہ ہم کو پہنچے ہیں۔ عند الضرورت اگر آنحضرت ﷺ کو کوئی ایسا مسئلہ بیان کرنا پڑتا تو آپؐ اشارہ و کنایہ سے کام لیتے۔ اس ضمن میں روایت نمبر ۱۳۰ کی شرح بھی ملاحظہ ہو۔

بَاب ۱۵: اِمْتِشَاطُ الْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ
عورت کا غسل حیض کے وقت کنگھی کرنا

۳۱۶: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَهْلَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَلَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا حَاضَتْ وَلَمْ تَطْهُرْ حَتَّى دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَذِهِ لَيْلَةُ عَرَفَةَ وَ إِنَّمَا كُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ

۳۱۶: ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا کہ ابراہیم نے ہمیں بتلایا۔ (انہوں نے کہا:) ابن شہاب نے ہم سے بیان کیا کہ عروہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں احرام باندھا اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے حج کے علاوہ عمرہ کا بھی احرام باندھا تھا اور قربانی آگے نہیں بھیجی تھی تو انہیں معلوم ہوا کہ انہیں حیض آیا ہے اور وہ نہائی نہیں یہاں تک کہ عَرَفَة کی رات آگئی تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ

فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْقُضِيْ رَأْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَ أَمْسِكِيْ عَنْ عُمْرَتِكِ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيْمِ مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي نَسَكْتُ.

عَـرَفَة کی رات ہےاور میں نے تو صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سر کے بال کھول دو اور کنگھی کرو اور عمرہ نہ کرو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب میں حج ادا کر چکی تو آپؐ نے عبدالرحمٰنؓ کو حَصبہ کی رات حکم دیا۔ اورانہوں نے تَـنْـعِيْم سے مجھے عمرہ کرایا جو کہ میرے اس عمرہ کی جا تھا جس کا میں نے احرام باندھا تھا۔

بَاب ١٦ : نَقْضُ الْمَرْأَةِ شَعَرَهَا عِنْدَ غُسْلِ الْمَحِيْضِ

غسل حیض کے وقت عورت کا اپنے بال کھول دینا

٣١٧: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهْلِلْ فَإِنِّيْ لَوْلَا أَنِّيْ أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِحَجٍّ وَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَأَدْرَكَنِيْ يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِيْ عُمْرَتَكِ وَانْقُضِيْ

۳۱۷: ہم سے عبید بن اسمٰعیل نے بیان کیا، کہا کہ ابو اسامہ نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: ہم ایسے وقت میں نکلے کے ذوالحج کا چاند چڑھنے کو ہی تھا۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پسند کرے کہ عمرہ کا احرام باندھےتو وہ (عمرہ کا) احرام باندھ لے۔ اگر میں نے قربانی کو آگے نہ بھیجا ہوتا تو میں بھی عمرہ کا ہی احرام باندھتا۔اس پر ان میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔عرفات کا دن سر پر آن پہنچا اور ابھی میں حائضہ ہی تھی۔ میں نے

رَأْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَأَهِلِّيْ بِحَجٍّ فَفَعَلْتُ حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِيْ أَخِيْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَخَرَجْتُ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِيْ قَالَ هِشَامٌ وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِّنْ ذَٰلِكَ هَدْيٌ وَلَا صَوْمٌ وَلَا صَدَقَةٌ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا: اپنا عمرہ چھوڑ دو اور اپنا سر کھول دو اور کنگھی کرلو اور حج کا احرام باندھو۔ چنانچہ میں نے (ایسا ہی) کیا۔ آخر جب حصبہ کی رات ہوئی تو آپؐ نے میرے ساتھ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھیجا اور میں تنعیم کو گئی اور اپنے عمرہ کے عوض میں دوسرے عمرہ کا احرام باندھا۔ ہشام نے کہا: ان میں سے کسی چیز میں بھی قربانی نہیں اور نہ روزہ اور نہ صدقہ۔

تشریح: نَقْضُ الْمَرْأَةِ شَعَرَهَا: سابقہ بابوں میں چونکہ غسل حیض کی کیفیت کا سوال تھا اس لئے باب نمبر ۱۵ و ۱۶ میں نہانے کے وقت بال کھولنے اور کنگھی کرنے کا ذکر ضمناً لے آئے ہیں۔ اور امام موصوفؒ نے ان بابوں کی ترتیب میں ایک تصرف کیا ہے۔ دونوں بابوں کی روایتیں ایک ہی واقعہ کے متعلق ہیں اور دونوں میں ارشاد نبویؐ کے یہ الفاظ ہیں: اُنْقُضِیْ رَاْسَکِ وَامْتَشِطِیْ یعنی سر کھولو اور کنگھی کرو۔ مگر باب قائم کرتے ہوئے پہلے کنگھی کرنے کا عنوان قائم کیا ہے اور اس کے بعد دوسرے باب میں سر کھولنے کا۔ حالانکہ طبعی ترتیب یہ چاہتی تھی کہ پہلے سر کھولنے کا اور پھر کنگھی کرنے کا باب باندھا جاتا۔ علاوہ ازیں جب کنگھی کرنے کا باب قائم کیا تھا تو پھر بال کھولنے کا ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ امام بخاریؒ نے طبعی ترتیب بدل کر بال کھولنے کا الگ باب اس اختلاف کی وجہ سے قائم کیا ہے جو حضرت امّ سلمہؓ کی روایت کی بناء پر بعض علماء کے درمیان ہوا ہے۔ حضرت امّ سلمہؓ اپنے بالوں کی مینڈھیاں گوندھا کرتی تھیں۔ غسل جنابت میں آنحضرت ﷺ نے ان کو اجازت دی کہ بغیر کھولنے کے سر دھولیا کریں۔ ایسا ہی مسلمؒ کی ایک اور روایت میں غسل حیض و جنابت دونوں کے لئے اس اجازت کا ذکر ہے۔ (مسلم. كتاب الحيض. باب حُكْمِ ضَفَائِرِ الْمغتسلة) اس بناء پر بعض علماء غسل حیض میں سر کے بال کھول کر دھونا ضروری نہیں سمجھتے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اُنْقُضِیْ رَاْسَکِ وَامْتَشِطِیْ کے صریح حکم سے اس کے وجوب کا استدلال کرتے ہیں۔

بَاب ۱۷: { قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ☆} مُخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ

اللہ عزوجل کا فرمانا: جسے خاص تخلیقی عمل یا عام تخلیقی عمل سے بنایا گیا (الحج:٦)

۳۱۸: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا يَقُوْلُ يَا رَبِّ نُطْفَةٌ يَا رَبِّ عَلَقَةٌ يَا رَبِّ مُضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثَى شَقِيٌّ أَمْ سَعِيْدٌ فَمَا الرِّزْقُ وَمَا الْأَجَلُ فَيُكْتَبُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ.

۳۱۸: ہم سے مسدّد نے بیان کیا، کہا: حماد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبیداللہ بن ابی بکر سے، عبیداللہ نے حضرت انسؓ بن مالک سے، حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جو کہتا ہے: اے رب (اب یہ) نطفہ ہے۔ اے رب علقہ ہے۔ اے رب مضغہ ہے۔ پس جب (اللہ تعالیٰ) ارادہ کر لیتا ہے کہ اس کی پیدائش کو مکمل کرے تو فرشتہ کہتا ہے: کیا نر ہو یا مادہ۔ بدبخت ہو یا نیک بخت۔ اور اس کی روزی کیا ہوگی اور مہلت کتنی۔ تو یہ سب کچھ اسی وقت لکھ دیا جاتا ہے کہ وہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے۔

تشریح: بعض نے باب ۱۵-۱۶ کے متعلق یہ اعتراض اُٹھایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو جو حکم دیا تھا تو وہ احرام کھولنے کی وجہ سے دیا تھا نہ کہ غسل حیض کی وجہ سے، کیونکہ اس وقت تک وہ حائضہ تھیں۔ ان کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت سے صحیح استدلال نہیں کیا۔ امام ابن حجرؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے تمتع کی نیت کی ہوئی تھی یعنی عمرہ اور حج کی۔ سَــرِف مقام پر اُن کو حیض آ گیا تھا، اس لیے عمرہ نہ کر سکیں یہاں تک کہ حج کا وقت آ گیا۔ دوسری روایت کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ یوم عرفہ تک وہ حائضہ تھیں، اس لئے انھوں نے شکایت کی کہ حج کا وقت آ گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: دَعِيْ عُمْرَتَكِ یعنی عمرہ رہنے دو اور سر کھول دو اور کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو۔ حج کا احرام باندھتے وقت نہانا بھی آداب احرام میں سے ایک مسنون ادب ہے۔ مسلمؒ نے بھی یہی واقعہ نقل کیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: فَاغْتَسِلِيْ ثُمَّ اهِلِّيْ بِالْحَجِّ.

(مسلم. كتاب الحج. باب بيان وجوه الأحرام: ۲۱۲۷)

گویا امام بخاریؒ نے عنوان باب میں اپنی عادت کے مطابق اس روایت کے الفاظ کی طرف اشارہ کر کے بتلایا ہے کہ وہ غسل حیض تھا۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ نے یوں استدلال کیا ہے کہ جب غسل احرام میں جو کہ واجب

☆ الفاظ "قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ" نسخہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۵۴۲)

نہیں؛ سر کھولنے کا حکم دیا تو غسل حیض میں جو کہ واجب ہے سر کھولنا بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔ (فتح الباری جلد اوّل صفحہ ۵۴۱)

پہلی روایت (نمبر ۳۱۶) کے الفاظ (وَلَمْ تَطْهُرْ حَتّٰى دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ) سے معلوم ہوتا ہے کہ عرفہ کی رات تک حضرت عائشہؓ نے حیض سے فراغت نہیں پائی تھی اور وہ حیض کا آخری دن معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ آٹھویں تاریخ منا کو جاتے ہیں اور نویں تاریخ عرفہ کو۔ مکہ معظمہ داخل ہونے سے پہلے حیض شروع ہوا تو قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ عرفہ کی رات انتہائی حد ہے۔ جیسا کہ زہری کی روایت (نمبر ۳۱۹) سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: فَلَمْ اَزَلْ حَائِضًا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ۔ مجاہد کے نزدیک بھی حیض کا آخری دن یہی تھا اور انہوں نے بجائے طَهُرَتْ کے تَطَهَّرَتْ کہا ہے۔ یعنی اس دن وہ غسل حیض سے پورے طور پر پاک ہوئیں۔ (زاد المعاد۔ تحت ذکر حجۃ الوداع. بحث عمرۃ عائشۃ من التنعیم بعد الحج. فصل موضع حیضھاو موضع طھرھا. الجزء الاول صفحہ ۲۸۱)

روایت نمبر ۳۱۹ کے الفاظ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ اور روایت نمبر ۳۱۷ کے الفاظ خَرَجْنَا مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ سے یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ آپؐ ذوالحجہ میں مدینہ سے نکلے تھے اور کم از کم آٹھ دن کا راستہ تھا تو آپؐ یوم عرفہ یعنی ۸ یا ۹ تاریخ تک مکہ مکرمہ پہنچے ہوں گے۔ پس اگر سَرِف میں حیض آیا ہو جو مکہ مکرمہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے جسے ایک دن میں بآسانی طے کیا جا سکتا ہے۔ اگر ۸، ۹ تاریخ آپؐ مکہ مکرمہ میں پہنچے ہوں تو ۷ یا ۸ تاریخ کو حضرت عائشہؓ کو حیض آیا ہوگا۔ اس لیے ایک دو دن پہلے حیض شروع ہو کر اس کا معًا دو دن کے اندر بند ہو جانا عام عادتِ حیض کے مخالف ہے۔ اس اعتراض کا ایک جواب تو یہ ہے کہ خَرَجْنَا فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ کے یہ معانی ہیں کہ حجۃ الوداع کے لیے نکلے۔ فِيْ بمعنے لِاَجْلِ ہے۔ یعنی خاطر۔ اور خَرَجْنَا مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ کے یہ معنے ہیں کہ ذوالحج کے قریب نکلے۔ دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے: لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ....الخ۔ یعنی پانچ دن باقی رہتے تھے، جب آپؐ مدینہ سے نکلے اور راستے میں آٹھ، نو دن ٹھہرے۔ (عمدة القاری جزء ۳ صفحہ ۲۹۰۔۲۹۱)☆

تو اس حساب سے آپؐ چوتھی تاریخ مکہ میں پہنچے ہیں اور حیض اس سے پہلے آیا تھا۔ صحت کی حالت اگر اچھی ہو تو چار پانچ دن میں حیض کا دورہ ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرا جواب امام بخاریؒ نے اگلے باب میں خود دیا ہے۔ آیت مُخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ (الحج:۶) اور روایت متعلقہ ۳۱۸ بحث مذکورہ بالا کے درمیان ضمنًا لا کر اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حمل کی حالت میں بھی کبھی حیض آتا ہے۔ جس کی مدت ایک دو دن بھی ہو سکتی ہے۔ یہ امر کہ باب مُخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ کا تعلق اسی مضمون کے ساتھ ہے، اس سے واضح ہے کہ اس باب کے بعد پھر وہی حضرت عائشہؓ کی روایت دُہرائی ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بعض دفعہ ایک ایسا باب قائم کر دیتے ہیں جس کا بظاہر پہلے باب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا مگر تیسرے باب میں وہی مضمون ہوتا ہے جو پہلے کا۔ اس تکرار سے وہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ان تینوں بابوں کا

☆ (المواھب اللدنیہ. تحت ذکر حجۃ الوداع. الجزء الرابع. صفحہ ۱۴۴-۱۴۵)

(زاد المعاد. تحت فصل ولما عزم رسول اللہ ﷺ علی الحج. الجزء الثانی. صفحہ ۲۰۰-۲۰۲)

آپس میں تعلق ہے۔ یہاں یہی طرز اختیار کی ہے۔اس درمیانی باب کا تعلق اس اعتبار سے بالکل ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال پر جو اعتراض کیا جاسکتا تھا اس کا جواب انہوں نے اصولی طور پر دیا ہے۔ بحالتِ جنین غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ یعنی حمل کی ابتدائی حالت میں بھی حیض کا آنا اور جلدی رُک جانا ممکن ہے۔ یہی روایت باب ۷ (نمبر ۳۰۵) میں گذر چکی ہے۔اس میں یوں ہے کہ مجھے خون آیا۔ وَاَنَا اَبْكِیْ ... الخ. اور میں رو رہی تھی اور میں نے آرزو کی کہ میں حج میں اس سال نہ آئی ہوتی۔ آپؐ نے فرمایا: لَعَلَّكِ نُفِسْتِ .... شاید تمہیں خون آ گیا ہے۔ نفاس وہ خون جو وضعگی کے وقت عورت کو آتا ہے۔ بطور نیک فال کے خونِ حیض کو بھی نفاس کہتے ہیں۔ (باب ۴ روایت نمبر ۲۹۸)

لَعَلَّكِ نُفِسْتِ یعنی امید کی جاتی ہے کہ یہ خونِ نفاس ہوگا جو بعض وقت حاملہ کو بھی آتا ہے۔ عربی زبان میں نُفَسَآءُ جننے والی کو اور مجازاً حاملہ کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی وجہ سے وہاں باب کا عنوان ان الفاظ سے قائم کیا ہے اَلْاَمْرُ بِالنُّفَسَآءِ اِذَا نُفِسْنَ. نفاس کا لفظ علی الاطلاق اختیار کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ خون دیکھ کر رونے لگیں۔ روایت ۳۱۶ کے الفاظ فَزَعَمَتْ اَنَّهَا حَاضَتْ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو تردد تھا کہ یہ حیض کا خون ہے۔ ہر امیدوار عورت کو حیض آنے پر صدمہ ہوتا ہے۔ ان روایتوں کو یکجا دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو دو وجہ سے تکلیف ہوئی۔ ایک ایام اُمید میں حیض آنے پر اور دوسرے حج کے ضائع ہونے پر۔ کم از کم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہی خیال ہے کہ وہ حاملہ تھیں اور خون کا آنا اور جلدی بند ہو جانا غیر طبعی نہ تھا۔ گو ہمیں پھر یہ ثابت کرنا ہوگا کہ بعد میں حضرت عائشہؓ کے ہاں ولادت ہوئی یا اسقاط ہوا تھا۔ تاریخ اسلامی میں ایسی روایتیں یقیناً پائی جاتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ حاملہ ہوئیں اور پھر اسقاط ہوا۔ (الاصابة .كتاب النساء. ذكر عائشةؓ)

(المواهب اللدنيه.الفصل الثالث في ذكر أزواجه.عائشةؓ .الجزء الرابع.صفحه ۳۹۲)

غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مُخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ سے صرف اس قدر بتلانا چاہتے ہیں کہ ایام حیض کا کم و بیش ہونا ایک قدرتی بات ہے۔ پس اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ ایام حج میں ہی ان کو حیض شروع ہوا تھا تو اس کا جلدی بند ہو جانا بھی قانونِ قدرت اور عام مشاہدہ کے خلاف نہیں۔ مگر جیسا کہ اس سفر کی تاریخ سے ابھی بتلایا جا چکا ہے کہ مکہ معظّمہ آپؐ چار یا پانچ تاریخ کو پہنچے اور سرف پر حضرت عائشہؓ کو شکایت ہوئی۔ یعنی تین یا چار تاریخ کو اور نو تاریخ کو عرفہ کے دن وہ نہائیں۔ اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال بہر صورت صحیح ہے کہ یہ غسل حیض تھا اور امام ابن حجرؒ کی توجیح دور کا قیاس ہے۔

بَاب۱۸ : كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

حائضہ حج اور عمرہ کا احرام کیونکر باندھے

۳۱۹: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ

۳۱۹: ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن

شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَقَدِمْنَا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيُحْلِلْ وَمَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَأَهْدَى فَلَا يُحِلُّ حَتَّى يُحِلَّ بِنَحْرِ هَدْيِهِ وَمَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهُ قَالَتْ فَحِضْتُ فَلَمْ أَزَلْ حَائِضًا حَتَّى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ أُهْلِلْ إِلَّا بِعُمْرَةٍ فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَنْقُضَ رَأْسِيْ وَأَمْتَشِطَ وَأُهِلَّ بِحَجٍّ وَأَتْرُكَ الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ حَتَّى قَضَيْتُ حَجِّيْ فَبَعَثَ مَعِيْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ وَأَمَرَنِيْ أَنْ أَعْتَمِرَ مَكَانَ عُمْرَتِيْ مِنْ التَّنْعِيْمِ.

شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں نکلے ہم میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض وہ تھے جنہوں نے حج کا احرام باندھا۔ پس ہم مکہ میں آئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور اس نے قربانی آگے نہیں بھیجی، چاہئے کہ وہ احرام کھول دے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور قربانی آگے بھیج دی ہے تو وہ احرام نہ کھولے یہاں تک کہ وہ اپنی قربانی ذبح کر کے احرام کی حالت سے باہر آجائے اور جس نے حج کا احرام باندھا ہے تو چاہئے کہ وہ اپنا حج پورا کر لے۔ وہ کہتی تھیں کہ مجھے حیض آ گیا اور میں حائضہ ہی رہی یہاں تک کہ عرفہ کا دن ہوا اور میں نے صرف عمرہ کا ہی احرام باندھا تھا۔ اس پر نبی ﷺ نے مجھے فرمایا کہ میں اپنے بال کھول دوں اور کنگھی کروں اور حج کا احرام باندھوں اور عمرہ چھوڑ دوں۔ سو میں نے ایسا ہی کیا آخر جب حج ادا کر چکی تو آپؐ نے میرے ساتھ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھیجا اور مجھے فرمایا کہ میں تنعیم سے اپنے عمرہ کے بدلہ میں عمرہ کر لوں۔

تشریح: كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ: عنوان باب سے مراد احرام باندھنے کی خاص کیفیت کا بیان کرنا نہیں بلکہ صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ حائضہ حج اور عمرہ کا احرام باندھ سکتی ہے اور اس کا

حج بھی ہوسکتا ہے اور عمرہ بھی اور یہ کہ وہ حج کو عمرہ پر مقدم کرے اور اگر موقع ملے تو عمرہ بھی کر لے۔ اس باب کا تعلق سابقہ بابوں سے ہے۔ اس میں جو روایت لائی گئی ہے اس کے الفاظ فَلَمْ اَزَلْ حَائِضًا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ حالتِ طہر کی تعیین کر کے اعتراض کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ یہاں حج وغیرہ کے مسائل بیان کرنا مقصود نہیں۔ ان کا ذکر آگے آئے گا۔

بَاب ۱۹ : إِقْبَالُ الْمَحِيْضِ وَإِدْبَارُهُ

حیض کا آنا اور جانا

وَكُنَّ نِسَاءٌ يَّبْعَثْنَ إِلَى عَائِشَةَ بِالدُّرَجَةِ فِيْهَا الْكُرْسُفُ فِيْهِ الصُّفْرَةُ فَتَقُوْلُ لَا تَعْجَلْنَ حَتَّى تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَاءَ تُرِيْدُ بِذَلِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ وَبَلَغَ بِنْتَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ نِسَاءً يَّدْعُوْنَ بِالْمَصَابِيْحِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ يَنْظُرْنَ إِلَى الطُّهْرِ فَقَالَتْ مَا كَانَ النِّسَاءُ يَصْنَعْنَ هٰذَا وَعَابَتْ عَلَيْهِنَّ.

اور عورتیں حضرت عائشہؓ کے پاس ڈبیا بھیجتیں اس میں روئی ہوتی۔ جس میں زردی ہوتی تو وہ کہتیں کہ جلدی مت کرو یہاں تک کہ سفید روئی دیکھو۔ اس سے مقصد حیض سے پاک ہونا تھا اور حضرت زید بن ثابتؓ کی بیٹی کو اطلاع پہنچی کہ عورتیں رات کے وقت چراغ منگواتیں، طہر کو دیکھتیں ہیں تو انہوں نے کہا کہ وہ عورتیں ایسا نہیں کیا کرتی تھیں اور اس نے ان کی یہ بات معیوب سمجھی۔

۳۲۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَلِكِ عِرْقٌ وَّلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ.

۳۲۰: ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ (عروہ) سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ ابوحبیش کی بیٹی فاطمہ کو خون استحاضہ آیا کرتا تھا تو اس نے نبی ﷺ سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ ایک رگ (کا خون) ہے۔ حیض نہیں۔ پس جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب بند ہو جائے تو نہائے اور نماز پڑھ لے۔

تشریح: **اِقْبَالُ الْمَحِيْضِ وَاِدْبَارُهُ:** امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر سابقہ اعتراض کا ایک تیسرا جواب دیا ہے۔ نیز ایک اختلافی مسئلہ بھی حل کیا ہے۔ ان کے نزدیک اس خیال کی تائید نبی ﷺ کے قول سے نہیں ہوتی کہ حالت طہر کے متعلق یقین حاصل کرنے کے لئے روئی کا پھایہ رکھ کر دیکھا جائے اور یہ کہ جب تک روئی بالکل بے داغ نہ ہو۔ حالت حیض ہی کا حکم قائم رہے گا۔ یہ ایک روایت ہے کہ عورتیں حضرت عائشہؓ کے پاس روئی کا پھایہ بھیجا کرتی تھیں اور وہ انہیں منع کرتیں کہ جلدی نہ کرو۔ جیسا کہ یہ بھی ایک روایت ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں عورتیں ایسا نہیں کیا کرتی تھیں کہ چراغ لے کر طہر کے متعلق یقین حاصل کریں۔ دونوں روایتیں مؤطا امام مالکؒ میں ہیں۔ (مؤطا امام مالک. کتاب الطهارة. باب طهر الحائض) امام بخاریؒ نے یہ روایتیں پہلو بہ پہلو رکھ کر نبی ﷺ کا ارشاد پیش کیا ہے جس میں کوئی خاص ہدایت نہیں بلکہ اس کے برخلاف یہ واضح حکم ہے کہ جب حیض بند ہو جائے تو نہائے اور نماز پڑھے۔ مذکورہ بالا روایتوں کے مقابل پر نبی ﷺ کا ارشاد پیش کر کے جہاں یہ اختلافی مسئلہ حل کیا ہے وہاں ساتھ ہی حضرت عائشہؓ کے واقعہ طہر و غسل پر جو ایک اور اعتراض تھا اس کا جواب بھی دیا ہے۔ نبی ﷺ کے زمانہ میں عورتیں طہر کی تحقیق میں اس قدر توہّم سے کام نہ لیتی تھیں کہ موہومہ طہر کے انتظار میں ارکانِ عبادت کے قیمتی اوقات ہی ضائع کر دیتیں۔ عنوان میں جو لفظ قَصَّةٌ ہے اس کے معنی روئی یا کپڑے کا ٹکڑا جو اندام نہانی میں رکھا جائے۔

بَاب ۲۰: لَا تَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ

حائضہ نماز نہ ادا کرے

وَقَالَ جَابِرٌ وَأَبُوسَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدَعُ الصَّلَاةَ.

اور حضرت جابر (بن عبداللہؓ) اور حضرت ابوسعیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ وہ نماز چھوڑ دے۔

۳۲۱: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَتْنِي مُعَاذَةُ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ أَتَجْزِيْ إِحْدَانَا صَلَاتُهَا إِذَا طَهُرَتْ فَقَالَتْ أَحَرُوْرِيَّةٌ أَنْتِ كُنَّا نَحِيْضُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَأْمُرُنَا بِهِ أَوْ قَالَتْ فَلَا نَفْعَلُهُ.

۳۲۱: ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا: ہمام نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: قتادہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: معاذہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے کہا: ہم میں سے کوئی جب پاک ہو تو کیا وہ (اپنی چھوڑی ہوئی) نماز کے عوض نماز پڑھے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: کیا تو حروریہ ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہم حائضہ ہوتیں تو آپؐ ہمیں اس کا حکم نہ فرماتے۔ یا انہوں نے کہا کہ ہم ایسا نہ کرتیں۔

تشریح: لَا تَقْضِيُ الْحَائِضُ الصَّلَاةَ: یہ بھی اختلاف تھا کہ کیا حائضہ ماہواری ایام پورا کرنے کے بعد چھوڑی ہوئی نماز پڑھے۔ خارجیوں میں سے ایک فرقہ اس کو ضروری قرار دیتا ہے۔ جمہور اِن کے خلاف ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پورے جزم کے ساتھ جمہور کے مذہب کی تائید کی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما دو صحابیوں کا جو حوالہ عنوان باب میں دیا ہے۔ اُن میں سے حضرت ابوسعیدؓ کی روایت تو باب ۶ میں گذر چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام حیض میں عورت نماز نہیں پڑھتی اور حضرت جابرؓ کا قول کتاب الاحکام (کتاب التمنی .باب قول النبی ﷺ لو استقبلت من أمری ما استدبرت) میں منقول ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: غَيْرَ اَنَّهَا لَا تَطُوْفُ وَلَا تُصَلِّي. یعنی حائضہ نہ نماز پڑھے اور نہ طواف کرے۔ ان حوالوں سے ایام حیض میں نماز نہ پڑھنے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور روایت نمبر ۳۲۱ سے ثابت کیا گیا ہے کہ وہ بعد میں بھی اس کو ادا نہ کرے۔ نیز روایت نمبر ۳۲۰ کے الفاظ دَعِيُ الصَّلٰوةَ (یعنی نماز چھوڑ دو) سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ پھر طہر میں بھی نماز نہ پڑھے۔

أَحَرُوْرِيَّةٌ أَنْتِ: حروری خارجیوں کو کہتے تھے۔ حروراء کوفہ سے دو میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ ہے۔ اسی مقام پر خارجیوں کے پہلے فرقہ نے حضرت علیؓ کے برخلاف اعلان بغاوت کیا تھا۔ اس لئے ان کو حروری کہا جاتا تھا۔ خارجی لوگ حدیث سے کوئی ایسا مسئلہ نہیں لیتے جس کی تائید قرآن مجید سے نہ ہو۔ ان کے نزدیک قرآن مجید نے بظاہر حائضہ کو نماز سے مستثنیٰ نہیں کیا، جیسا کہ جنبی کو کیا ہے مگر اس کے برخلاف اس امر کی تصریح ہے کہ وہ روزہ بعد میں رکھے اور نماز قضاء کرنے کی تصریح نہیں۔ (فتح الباری جلد اول صفحہ ۵۴۶-۵۴۷) (عمدۃ القاری جزء سوم صفحہ ۳۰۰-۳۰۱)

بَاب ۲۱: اَلنَّوْمُ مَعَ الْحَائِضِ وَهِيَ فِي ثِيَابِهَا

حائضہ کے ساتھ سونا جبکہ وہ اپنے کپڑوں میں ہی ہو

۳۲۲: حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ حِضْتُ وَأَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيْلَةِ فَانْسَلَلْتُ فَخَرَجْتُ مِنْهَا فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حِيْضَتِيْ فَلَبِسْتُهَا

۳۲۲: ہم سے سعد بن حفص نے بیان کیا، کہا: شیبان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یحییٰ سے، یحییٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے زینب بنت ابی سلمہ سے روایت کی کہ اس نے ان سے بیان کیا کہ حضرت امّ سلمہؓ نے کہا: مجھے حیض آیا اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چادر میں لیٹی ہوئی تھی تو میں کھسک کر اس سے نکل گئی اور اپنے حیض کے کپڑے لئے اور انہیں

فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِي فَأَدْخَلَنِي مَعَهُ فِي الْخَمِيْلَةِ قَالَتْ وَحَدَّثَتْنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِّنَ الْجَنَابَةِ.

پہنا۔اس پر رسول صلی اللہ علیہ سلم نے مجھے فرمایا: کیا تجھے حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔آپؐ نے مجھے بلایا اور اپنے ساتھ مجھے چادر میں لیا۔زینب کہتی تھیں: اور حضرت امّ سلمہؓ نے مجھے بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بوسہ دیا کرتے اور آپؐ روزہ دار ہوتے اور میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل جنابت کیا کرتے۔

تشریح: اَلنَّوْمُ مَعَ الْحَائِضِ: تورات کا حکم مسئلہ مذکورہ کے متعلق یہ ہے: ''اور اگر مرد اس کے ساتھ سوتا ہے اور اس کا نجس اس پر ہوتا ہے تو وہ سات دن تک ناپاک رہے گا۔اور ہر ایک بستر جس پر وہ مرد سوئے گا، ناپاک ہوگا'' (احبار باب ۱۵، آیت ۲۴) شریعت اسلامیہ کی رو سے اگر حائضہ کپڑے پہنے ہوئے ہو تو اس کے ساتھ سونے میں کوئی حرج نہیں۔حضرت امّ سلمہؓ کی یہ روایت باب ۴ میں بھی گذر چکی ہے۔کتاب الصوم. باب القبلة للصائم میں باقی مضمونِ روایت کے متعلق بحث دیکھئے۔روزہ اور جنابت کے متعلق حضرت امّ سلمہؓ کی روایت کا یہاں ذکر کرنے سے امام بخاریؒ کا مقصد اُسی مسئلہ چھوت کی طرف اشارہ کرنا ہے۔یعنی حائضہ کے ساتھ سونے والا ناپاک نہیں ہو جاتا، جیسا کہ جنبی کے چھونے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔یا بوسہ دینے سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

بَاب ۲۲: مَنِ اتَّخَذَ ثِيَابَ الْحَيْضِ سِوَى ثِيَابِ الطُّهْرِ

جس نے طہر کے کپڑوں سے سوا حیض کے کپڑے بنا رکھے ہوں

۳۲۳: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةٌ فِي خَمِيْلَةٍ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ

۳۲۳: ہم سے معاذ بن فضالہ نے بیان کیا کہا: ہشام نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے یحیٰ سے، یحیٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے زینب بنت ابوسلمہ سے، زینب نے حضرت امّ سلمہؓ سے روایت کی۔وہ کہتی تھیں کہ ایک دفعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا۔اس پر

حِيْضَتِيْ فَقَالَ أَنُفِسْتِ فَقُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِيْ فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيْلَةِ.

میں کھسک گئی اور اپنے حیض کے کپڑے لئے تو آپؐ نے فرمایا: کیا تجھے خون آ گیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔آپؐ نے مجھے بلایا اور میں آپؐ کے ساتھ اُسی چادر میں لیٹ گئی۔

تشریح: مَنِ اتَّخَذَ ثِيَابَ الْحَيْضِ سِوَى ثِيَابَ الطُّهْرِ: باب ۵ کی شرح میں حیض کے مخصوص کپڑوں کا ذکر گذر چکا ہے۔اس باب سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ عرب عورتیں حیض کے لئے الگ کپڑے رکھتی تھیں،اس لیے ان کے ساتھ سونے والا حیض کی نجاست سے محفوظ رہتا تھا۔تورات کے محولہ بالاحکم کا مفہوم یہ ہے کہ سونے والے کو اگر اس کی نجاست لگ جائے تو وہ سات دن تک ناپاک رہے گا۔اسلام نے اس بیجا سختی سے انسان کو آزاد کر دیا ہے۔نجاست جس وقت دور ہو جائے،انسان کا بدن پاک ہو جاتا ہے۔

بَاب ۲۳: شُهُوْدُ الْحَائِضِ الْعِيْدَيْنِ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ

حائضہ کا دونوں عیدوں میں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہونا

وَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلَّى.

اور وہ نماز گاہ سے الگ رہیں

۳۲۴: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَّخْرُجْنَ فِي الْعِيْدَيْنِ فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ فَحَدَّثَتْ عَنْ أُخْتِهَا وَكَانَ زَوْجُ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي سِتٍّ قَالَتْ كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمَى وَنَقُوْمُ عَلَى

۳۲۴: ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا،کہا: عبدالوہاب نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے ایوب سے۔ ایوب نے حفصہ سے روایت کی وہ کہتی تھی کہ ہم اپنی کنواریوں کو عیدوں میں نکلنے سے منع کیا کرتی تھیں۔ ایک عورت آئی اور بنوخلف کے محل میں اُتری اور اس نے اپنی بہن سے یہ روایت بیان کی اور اس کی بہن کا خاوند نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جنگوں میں گیا تھا۔(وہ کہتی تھی:) اور میری بہن چھ لڑائیوں میں اس کے ساتھ تھی۔وہ کہتی تھی کہ ہم زخمیوں کا علاج کیا کرتیں اور بیماروں کی خبر گیری کرتیں۔میری بہن

الْمَرْضَى فَسَأَلَتْ أُخْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَّهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَّا تَخْرُجَ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ سَأَلْتُهَا أَسَمِعْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بِأَبِي نَعَمْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهُ إِلَّا قَالَتْ بِأَبِي سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ أَوِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضُ وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى قَالَتْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ الْحُيَّضُ فَقَالَتْ أَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَكَذَا وَكَذَا.

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا ہمیں گناہ ہوگا کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس جلباب نہ ہو اور وہ نہ نکلے؟ فرمایا: اس کی ساتھن اس کو اپنے جلباب کا ایک حصہ اُوڑھا دے اور چاہیے کہ وہ بھلے کاموں اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہو۔ جب حضرت امّ عطیہؓ آئیں تو میں نے اُن سے پوچھا کیا آپؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ میرا باپ آپؐ پر قربان۔ اور جب بھی وہ آپؐ کا ذکر کرتیں تو کہتیں: میرا باپ آپؐ پر قربان ہو۔ میں نے آپؐ کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ کنواریاں اور پردہ والیاں۔ یا فرمایا: اور کنواری پردہ والیاں اور وہ عورتیں جنہیں حیض آیا ہو باہر نکلیں اور بھلے کاموں اور ایمان والوں کی دعا میں شریک ہوں اور حائضہ عورتیں نماز گاہ سے الگ رہیں۔ حفصہ کہتی تھیں: میں نے کہا، کیا حیض والی عورتیں بھی؟ تو انہوں نے کہا: کیا وہ (حج میں) عرفات اور فلاں فلاں مقام میں نہیں جایا کرتیں۔

تشریح: شُهُوْدُ الْحَائِضِ الْعِيْدَيْنِ: تورات کی رو سے حائضہ نہ معبد میں داخل ہوسکتی ہے اور نہ کسی عبادت وغیرہ میں شریک ہوسکتی ہے۔ (احبار باب ۱۵، آیت ۲۹) مگر شریعت اسلامیہ نے حائضہ کو بعض عبادتوں میں شامل ہونے کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ اس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ اس کے مسجد میں داخل ہونے کے متعلق بھی ویسا ہی اختلاف ہے جیسا جنبی کے متعلق۔ (بدایة المجتهد. کتاب الغسل. الباب الثالث فی احکام هذین الحدثین أعنی الجنابة والحیض. المسئلة الاولٰی اختلف العلماء فی دخول المسجد) امام نوویؒ نے حائضہ کے لیے ضروری نہیں قرار دیا کہ وہ نماز گاہ سے الگ رہے۔ (فتح الباری جلد اول صفحہ ۵۴۹) اور يَعْتَزِلْنَ الْمُصَلّٰى کی یہ تشریح کی ہے کہ نماز گاہ میں موجود ہوتے ہوئے حائضہ کا عبادت میں نہ شریک ہونا۔ ممکن ہے کہ اس سے اس کے نفس

میں اپنے متعلق ایک قسم کی خفت کا احساس پیدا ہو۔ اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ وہ نماز کے وقت الگ ہو جائے۔ **اَلْـمُـصَـلّٰی** مصدر میمی ہے اور ظرف زمان اور ظرف مکان دونوں کے معانی دیتا ہے۔ اس لیے نماز کا وقت بھی مراد ہو سکتا ہے اور جگہ بھی۔ روایت نمبر ۳۲۴ کا آخری حصہ اس اختلاف کو حل کر دیتا ہے۔ حفصہ؛ حضرت امّ عطیہؓ سے متعجب ہو کر پوچھتی ہیں کہ کیا حائضہ عورتیں بھی عیدگاہ میں جائیں تو انہوں نے جواب دیا: اس میں ان کے لیے کیا روک ہے؟ کیا عرفات، منٰی، اور مزدلفہ مقامات وغیرہ میں نہیں جاتیں۔ ان مقامات کا بھی تو عبادت سے تعلق ہے۔

قصر بنی خلف بصرہ میں تھا۔ یہ محل طلحہ بن عبداللہ بن خلف خزاعی کا تھا جو طلحۃ الطلحات کے لقب سے مشہور ہیں۔ روایت کرنے والی حفصہ بنت سیرین ہیں جو محمد بن سیرینؒ کی بہن تھیں۔ **قَدِمَتِ امْرَأَةٌ** اس عورت کا نام معلوم نہیں اور نہ ہی اس کے خاوند کا۔ **فَحَدَّثَتْ عَنْ أُخْتِهَا** اس نے اپنی بہن سے روایت کی۔ یعنی حضرت ام عطیہؓ سے۔
(فتح الباری جلد اول صفحہ ۵۴۹)

اسلام نے دیگر مذاہب کی طرح عورت کو حقیر سمجھ کر عبادتوں اور اجتماعی کاموں سے محروم نہیں رکھا بلکہ مردوں کے دوش بدوش اس کو کھڑا کیا ہے۔ حتی کہ حیض کی حالت میں بھی اسے اچھوت سمجھ کر عضو معطل نہیں قرار دیا۔ مسلمانوں کے درمیان بعد میں جو حائضہ کے متعلق نفرت آمیز خیالات پیدا ہوئے۔ وہ درحقیقت یہودیوں اور عیسائیوں اور مشرک اقوام کے خیالات تھے جن کے اثر کے ماتحت وہ رفتہ رفتہ اپنے مذہب کی حقیقت سے بھی ناآشنا ہو گئے۔

بَاب ٢٤ : إِذَا حَاضَتْ فِي شَهْرٍ ثَلَاثَ حِيَضٍ

جب عورت کو مہینہ میں تین حیض آئیں

وَّمَا يُصَدَّقُ النِّسَاءُ فِي الْحَيْضِ وَالْحَمْلِ فِيْمَا يُمْكِنُ مِنَ الْحَيْضِ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ (البقرة:٢٢٩) وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ وَشُرَيْحٍ إِنِ امْرَأَةٌ جَاءَتْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ بِطَانَةِ أَهْلِهَا مِمَّنْ يُّرْضَى دِيْنُهُ أَنَّهَا حَاضَتْ ثَلَاثًا فِي شَهْرٍ

حیض اور حمل کے بارہ میں عورتوں کی جو تصدیق کی جائے، اتنی مدت کے متعلق جو حیض کی ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ) یعنی ان کے لیے جائز نہیں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے اس کو چھپائیں اور حضرت علیؓ اور شریحؒ سے بیان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے گھر کے راز دار لوگوں میں سے ایسے شخص کی شہادت لائے جس کا دین پسندیدہ ہے کہ اسے مہینہ میں تین بار حیض آیا تھا تو اس کو سچا سمجھا جائے گا۔ اور

صُدِّقَتْ وَقَالَ عَطَاءٌ أَقْرَاؤُهَا مَا كَانَتْ وَ بِهِ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ وَقَالَ عَطَاءٌ الْحَيْضُ يَوْمٌ إِلَى خَمْسَةَ عَشْرَ وَقَالَ مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ سِيْرِيْنَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى الدَّمَ بَعْدَ قُرْئِهَا بِخَمْسَةِ أَيَّامٍ قَالَ النِّسَاءُ أَعْلَمُ بِذَلِكَ.

عطاء نے کہا کہ اس کے وہی حیض معتبر ہوں گے جو ہوا کرتے تھے۔اور ابراہیم نے بھی یہی کہا۔اور عطاء نے کہا کہ حیض ایک دن سے پندرہ دن تک ہوتا ہے۔اور معتمر نے کہا کہ ان کے باپ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے: میں نے ابن سیرین سے اس عورت کے متعلق پوچھا جو اپنے حیض سے پانچ دن بعد خون دیکھتی ہے تو انہوں نے کہا کہ عورتیں اس کے متعلق بہتر جانتی ہیں۔

۳۲۵:حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ لَا إِنَّ ذَلِكِ عِرْقٌ وَّلَكِنْ دَعِي الصَّلَاةَ قَدْرَ الْأَيَّامِ الَّتِي كُنْتِ تَحِيْضِيْنَ فِيْهَا ثُمَّ اغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ.

۳۲۵: ہم سے احمد بن ابی رجاء نے بیان کیا کہا: ابواُسامہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے ہشام بن عروہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا کہ ابوحُبیش کی بیٹی حضرت فاطمہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کہا کہ مجھے استحاضہ کا خون آتا ہے اور پاک ہونے کو نہیں آتی کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ یہ تو ایک رگ (کی بیماری) ہے۔ بلکہ جتنے دن تمہیں حیض آیا کرتا تھا۔اتنے دنوں تک نماز چھوڑ دو۔ پھر نہالو اور نماز پڑھو۔

تشریح: اِذَا حَاضَتْ فِيْ شَهْرٍ ثَلَاثَ حِيَضٍ: چوبیسویں باب کا تعلق مسئلہ طلاق کے ساتھ ہے جس کے واقع ہونے کے لیے تین حیض کی مدت قائم کی گئی ہے۔عنوانِ باب میں جس آیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ ط وَ لَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ .(البقرة: ۲۲۹) {ترجمہ: اور مطلّقہ عورتوں کو تین حیض کی مدت تک اپنے آپ کو روکے رکھنا ہوگا۔ اوران کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کر دی ہے۔} مطلقہ کو تین حیض انتظار کرنے سے یہی مطلوب ہے کہ اس اثناء میں حمل کا یقینی علم ہو جائے۔اس واضح مسئلہ کے متعلق بھی فقہاء نے بعض استثنائی

صورتیں لے کر مختلف بحثیں اُٹھائی ہیں۔جن میں سے ایک یہ ہے کہ اگر مہینہ میں تین بار حیض آئے اور حمل ظاہر نہ ہو تو پھر کیا مطلقہ دوسری جگہ نکاح کر لے۔اس مسئلہ کے بارہ میں مشہور مذہب تو یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مدت حیض معتبر ہوگی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ اور قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ نقل کیا گیا ہے کہ مطلقہ کے گھر کے اُن واقف حال لوگوں سے تحقیق کی جائے جو دین دار ہوں۔اُن کی شہادت مقبول ہوگی۔یعنی یہ شہادت کہ فی الواقع تین دفعہ حیض آیا تھا جس میں اس نے نماز چھوڑی تھی اور پھر حالت طہر میں نماز پڑھی تھی۔اس میں عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ جو حیض حسب عادت طلاق سے پہلے آیا کرتے تھے، اُن کی مدت معتبر ہوگی۔ابن نخعیؒ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔عطاءؒ کے نزدیک مدتِ حیض کم از کم ایک دن ہے اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن۔معتمر بن سلیمان تیمی کی روایت کی بناء پر ابن سیرین کا حوالہ دیا گیا ہے کہ مدت حیض کے متعلق عورتیں اپنی اپنی عادت کو سب سے بہتر جانتی ہیں۔اس لیے ہر ایک کی حالت کے مطابق معاملہ کیا جائے۔

مسئلہ مذکورہ کے متعلق یہ فتویٰ نقل کر کے امام موصوفؒ نے روایت نمبر ۳۲۵ کی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اصولی ارشاد پیش کیا ہے۔یعنی ہر عورت کے ایام حیض بالعموم مقرر ہوتے ہیں۔وہ کمی بیشی کو بھی جانتی ہے۔پس اگر کسی بیماری کی وجہ سے غیر معمولی طور پر خون آئے تو سابقہ عادت کے مطابق اندازہ کر لینا چاہیے اور اس خون کو حیض شمار نہیں کرنا چاہیے۔

بَاب ٢٥: اَلصُّفْرَةُ وَالْكُدْرَةُ فِي غَيْرِ أَيَّامِ الْحَيْضِ

ایام حیض کے علاوہ اور دنوں میں زردی اور گدلا پن

٣٢٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ شَيْئًا.

۳۲۶: ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا کہا: اسماعیل نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے ایوب سے، ایوب نے محمد سے، محمد نے حضرت امّ عطیہؓ سے روایت کی۔وہ کہتی تھیں: ہم گدلے پانی اور زردی کو کچھ بھی شمار نہ کرتی تھیں۔

تشریح: **اَلصُّفْرَةُ وَالْكُدْرَةُ فِيْ غَيْرِ اَيَّامِ الْحَيْضِ:** سابقہ مسئلہ کے متعلق جو استدلال امام موصوفؒ نے کیا تھا اس کی تائید میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔اس ضمن میں باب ۱۹ کی شرح بھی دیکھی جائے جس میں حضرت عائشہؓ کے قول حَتّٰى تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَآءَ پر جرح ہوئی ہے۔

كُنَّا لَا نَعُدُّ: یعنی ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زردی اور گدلہ پن کی پرواہ نہیں کیا کرتی تھیں۔امام شافعیؒ و امام ابوحنیفہؒ نے ایام حیض میں زردی مائل مادہ کو حیض شمار کیا ہے اور ایام حیض کے بعد حالت طہر میں اسے حیض نہیں قرار دیا۔حضرت عائشہؓ کی روایت مشارٌ الیہا ایام حیض کے لیے مخصوص ہے۔اور حضرت امّ عطیہؓ کی یہ روایت ایام حیض کے علاوہ دوسرے دنوں کے لیے۔حضرت امّ عطیہؓ سے روایت کرنے والے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

بَاب ٢٦ : عِرْقُ الْاِسْتِحَاضَةِ
خونِ استحاضہ کی رگ

٣٢٧: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّ حَبِيْبَةَ اسْتُحِيْضَتْ سَبْعَ سِنِيْنَ فَسَأَلَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ فَقَالَ هَذَا عِرْقٌ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ.

۳۲۷: ہم سے ابراہیم بن منذر (حزامی) نے بیان کیا کہا: معن نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا کہ ابن ابی ذئب نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے اور عمرہ سے، ان دونوں نے حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سے روایت کی کہ حضرت امّ حبیبہؓ سات سال تک استحاضہ سے بیمار رہیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ وہ نہا لیا کریں اور کہا کہ یہ ایک رگ (بیماری کی) ہے۔ اس لیے وہ ہر نماز کے لیے نہا لیا کرتی تھیں۔

تشریح: **عِرْقُ الْاِسْتِحَاضَةِ:** ہمارے زمانہ کی تحقیق بھی یہی بتلاتی ہے کہ استحاضہ شریانِ خون کی بیماری کا نتیجہ ہے اور اس کا موجودہ اصطلاحی نام میٹرورہیجیا (Metrorrhagia) ہے۔ خونِ استحاضہ حیض سے بالکل علیحدہ ہوتا ہے۔ دونوں کے اسباب الگ الگ ہیں۔

شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استحاضہ الگ بیماری قرار دے کر مستحاضہ عورت کو حیض کی پابندیوں سے مستثنیٰ فرمایا اور اسے اجازت دی ہے کہ نیا وضو کر کے نماز پڑھتی رہے اور خون نکلنے کی پرواہ نہ کرے اور اس فرق کو نمایاں کرنے کے لیے امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں استحاضہ کے اصل سبب کو نمایاں کیا ہے۔ اسلام نے عبادت روح کی غذا ٹھہرائی ہے۔ جسم کی بیماریوں کے سبب سے روح کو اس کی غذا سے کسی وقت بھی محروم نہیں کرنا چاہیے مگر تورات کے احکام مستحاضہ کے لیے بھی وہی ہیں جو حائضہ کے لیے اور ان دونوں حالتوں میں تمیز نہیں کی گئی۔ (احبار باب ۱۵، آیت ۲۵)

باب ۱۹ میں بھی روایت ۳۲۷ کا مضمون گذر چکا ہے۔ یہاں ایک اختلاف کی وجہ سے اس کا عنوان الگ قائم کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک فریق نے حیض سے فارغ ہونے کے بعد ایک دفعہ غسل کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ اس کے بعد حالت استحاضہ میں ہر نماز کے وقت وضو کرنا ضروری ہے۔ نہانا ضروری نہیں۔ یہ مذہب امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ اکثر علماء کا ہے۔ ان کے برخلاف ایک اور فریق ہے جو مستحاضہ کے لیے نہانا ہر نماز کے لیے ضروری قرار دیتا ہے۔

امام بخاریؒ نے اس باب میں جو روایت پیش کی ہے اس میں دونوں سندیں اکٹھی کر دی ہیں۔ایک وہ جو عروہ سے مروی ہے (نمبر ۳۲۰) اور ایک یہ جو عمرہ سے مروی ہے۔اول الذکر روایت میں ارشادِ نبوی کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ ذٰلِکَ عِرْقٌ وَّ لَیْسَتْ بِالْحَیْضَةِ، فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَیْضَةُ فَدَعِیْ الصَّلٰوةَ، وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِیْ وَصَلِّیْ. اس میں حیض بند ہونے پر نہانے کا حکم دیا گیا ہے، نہ کہ ہر نماز کے لیے۔مؤخر الذکر روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا ذکر نہیں بلکہ صیغہ غائب میں ان کا مفہوم ادا کیا گیا ہے اور وہ بھی واضح طور پر نہیں۔ فَاَمَرَهَا اَنْ تَغْتَسِلَ. یہ روایت عروہ کی روایت نمبر ۳۲۵ کے مقابل پر غیر معین ہے۔فَکَانَتْ تَغْتَسِلُ لِکُلِّ صَلٰوةٍ. وہ ہر نماز کے لیے نہایا کرتی تھیں اور یہ حضرت امّ حبیبہؓ کا اپنا فعل تھا۔

امام موصوفؒ نے اس طرح دونوں روایتیں ہمارے سامنے رکھ کر فیصلہ ہم پر چھوڑ دیا ہے جو بالکل واضح ہے۔یعنی یہ کہ جمہور کا مذہب صحیح ہے اور اگر کوئی خود نہانا پسند کرتا ہے تو کوئی مانع نہیں۔اس طرح انہوں نے یہ دونوں روایتیں واؤ حرف عاطف سے جمع کر کے بتلایا ہے کہ ان میں کوئی تناقض نہیں۔

بَاب ۲۷ : اَلْمَرْأَةُ تَحِيْضُ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ

عورت کو عرفات سے لوٹنے کے بعد حیض آئے

۳۲۸ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا أَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ فَقَالُوْا بَلَى قَالَ فَاخْرُجِيْ.

۳۲۸: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے، عبداللہ نے اپنے باپ سے، انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمان سے، عمرہ نے حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یارسول اللہ! حُیی کی بیٹی حضرت صفیہؓ کو حیض آ گیا ہے تو آپؐ نے فرمایا: شاید وہ ہمیں روک رکھے گی۔کیا اس نے تمہارے ساتھ طواف نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔فرمایا: پھر چلو۔

۳۲۹ : حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ

۳۲۹: ہم سے معلّٰی بن اسد نے بیان کیا۔انہوں نے

حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا حَاضَتْ

کہا: وہیب نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے عبداللہ بن طاؤس سے، عبداللہ نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حائضہ کو اجازت دی گئی ہے کہ اگر اسے حیض آئے تو وہ کوچ کرے۔

۳۳۰: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ فِي أَوَّلِ أَمْرِهِ إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ تَنْفِرُ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَخَّصَ لَهُنَّ.

۳۳۰: (ابن طاؤس نے کہا) اور حضرت ابن عمرؓ ابتداء میں کہا کرتے تھے کہ وہ کوچ نہ کرے۔ پھر میں نے ان کو کہتے سنا کہ وہ کوچ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اجازت دی ہے۔

تشریح: اَلْمَرْأَةُ تَحِيْضُ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ: باب ۲۷ کے عنوان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ اس سے یہ مسئلہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر طواف زیارت کر لیا جائے اور پھر عرفات سے لوٹنے کے بعد طوافِ وداع کرنے سے پہلے کسی عورت کو حیض آ جائے تو وہ بغیر طواف کیے چل پڑے، انتظار نہ کرے۔ مگر یہ مسئلہ ثابت کرنا ان کا مقصد نہیں۔ اس کا ذکر باب ۱۸ میں ہو چکا ہے اور کتاب الحج (کتاب المناسک) میں بھی اپنے محل پر آئے گا۔ یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ عمرہ بنت عبدالرحمان انصاریہ جن کی روایت سابقہ باب میں ہے اور بظاہر عروہؓ کی روایت کے خلاف ہے وہ نہ صرف ثقہ بلکہ احادیث نبویہؐ سے واقف بھی ہیں۔ چنانچہ مسئلہ مذکور کے متعلق حضرت ابن عمرؓ ایک مدت تک ناواقف رہے اور وہ اس کے خلاف اور فتویٰ دیا کرتے تھے۔ مگر بعد میں انہوں نے اپنی غلطی کی اصلاح کر لی۔ پہلے انہوں نے یا تو یہ روایت سنی نہ تھی یا بھول گئے تھے۔ ایک جلیل القدر صحابی کے بالمقابل عمرہؓ بنت عبدالرحمان مسئلہ مذکور کے بارہ میں اپنے علم کی بناء پر صائب رائے رکھتی تھیں۔ بوجہ اس کے کہ راویہ مذکورہ ثقہ ہیں اس لئے سابقہ باب میں حضرت امّ حبیبہؓ کے بارے میں ان کی روایت کے متعلق تاویل کی راہ اختیار کرنا ضروری تھا۔

بَاب ۲۸: إِذَا رَأَتِ الْمُسْتَحَاضَةُ الطُّهْرَ

جب مستحاضہ طہر دیکھے

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي وَلَوْ سَاعَةً وَيَأْتِيْهَا زَوْجُهَا إِذَا صَلَّتْ، اَلصَّلَاةُ أَعْظَمُ.

حضرت ابن عباسؓ نے کہا (کہ جب مستحاضہ طہر دیکھے تو) وہ نہائے اور نماز پڑھے۔ گو دن میں ایک گھنٹہ (ہی بند ہو) اور جب اس نے نماز پڑھ لی تو پھر اس کا خاوند بھی اس کے پاس آئے۔ نماز تو اس سے بڑھ کر ہے۔

۳۳۱: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّيْ.

۳۳۱: ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا (کہا:) ہمیں زہیر نے بتلایا۔ انہوں نے کہا: ہشام بن عروہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب بند ہو جائے تو اپنے بدن سے خون دھو ڈالو اور نماز پڑھو۔

تشریح: **اِذَا رَأَتِ الْمُسْتَحَاضَةُ الطُّهْرَ:** طہر سے خونِ حیض کا بند ہونا مراد ہے۔ یعنی یہ کہ وہ حیض اور خونِ استحاضہ کے درمیان تمیز کرلے۔ زمانہ حیض کے اعتبار سے زمانہ استحاضہ طہر قرار دیا گیا ہے۔

باب مذکور میں دو اختلافی مسئلوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ مستحاضہ کو نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے تو کیا یہ اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ وہ حالت طہر میں ہوتی ہے۔ یا اس اجازت میں محض رخصت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اکثر علماء نے اس کو طہر قرار دیا ہے اور اس لیے اس کے ساتھ جماع کرنا جائز سمجھا ہے۔ یہ فریق حضرت ابن عباسؓ کے فتویٰ سے حجت پکڑتے ہیں۔ ایک دوسرا فریق ہے جو حالت استحاضہ کو ناپاکی قرار دے کر نماز پڑھنے کو بطورِ رخصت کے سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک مستحاضہ سے جماع کرنا جائز نہیں۔ یہ فریق حضرت عائشہؓ کے فتویٰ سے حجت پکڑتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کے مذکورہ بالا حوالوں کی تفصیل فتح الباری جلد اول صفحہ ۵۵۵-۵۵۶ میں دیکھیں۔ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں اس اختلاف کی طرف اشارہ کر کے روایت ۳۳۱ کی بناء پر اس کا فیصلہ نہایت خوبی سے کیا ہے۔ یعنی یہ کہ ارشادِ نبوی حالت حیض کے متعلق واضح اور معین ہے۔ یعنی یہ کہ وہ طہر نہیں اور اس میں نماز چھوڑ دی جائے اور جب بند ہو تو نہا کر نماز پڑھے۔ استحاضہ کے متعلق یہ بحث کہ آیا وہ طہر ہے یا عدمِ طہر اور کیا اس میں جماع جائز ہے یا ناجائز۔ احادیث اگر چہ اس میں خاموش ہیں۔ (بداية المجتهد . كتاب الغسل. فى معرفة احكام الحيض والاستحاضة. المسئلة الخامسة فى اختلاف العلماء فى جواز وطئ المستحاضة. جزء اول صفحه ۴۶) مگر ہمارے پاس ایک معین اصل ہے جس کے ماتحت ہم فیصلہ کر سکتے ہیں اور وہ یہ کہ حیض کو حالت طہر کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی میں صرف حیض کے متعلق استثناء کی گئی ہے۔ ایک جواب یہ ہے اور دوسرا جواب اگلے باب میں دیا گیا ہے۔

بَاب ۲۹ : اَلصَّلَاةُ عَلَى النُّفَسَاءِ وَسُنَّتُهَا

جننے والی عورتوں کا نمازِ جنازہ اوراس کے پڑھنے کا طریقہ

۳۳۲: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ امْرَأَةً مَّاتَتْ فِي بَطْنٍ فَصَلَّى عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ وَسَطَهَا.

۳۳۲: ہم سے احمد بن ابی سُریج نے بیان کیا کہا: شبابہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ شعبہ نے حسین معلّم سے، حسین نے عبداللہ بن بریدہ سے، ابن بریدہ نے حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت کہ ایک عورت اسی حالت میں مرگئی کہ بچہ پیٹ میں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھا اور آپؐ اس کی کمر کے عین مقابل پر کھڑے ہوئے۔

باب ۳۰

۳۳۳: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ اسْمُهُ الْوَضَّاحُ مِنْ كِتَابِهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا كَانَتْ تَكُوْنُ حَائِضًا لَّا تُصَلِّي وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ بِحِذَاءِ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى خُمْرَتِهِ إِذَا سَجَدَ أَصَابَنِي بَعْضُ ثَوْبِهِ.

۳۳۳: ہم سے حسن بن مُدرک نے بیان کیا، کہا: یحییٰ بن حمّاد نے ہم سے بیان کیا کہا: ابوعوانہ نے جن کا نام وضّاح ہے اپنی کتاب سے (دیکھ کر) ہمیں بتلایا کہا کہ سلیمان شیبانی نے عبداللہ بن شداد سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ وہ کہتے تھے: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہؓ سے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں سنا کہ وہ حیض کی حالت میں ہوتیں، نماز نہ پڑھتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ گاہ کے سامنے لیٹی رہتیں اور آپؐ اپنی چٹائی پر ہی نماز پڑھتے۔ جب آپؐ سجدہ کرتے تو آپؐ کے کپڑے کا ایک حصہ مجھے لگتا۔

تشریح: مَا تَتْ فِيْ بَطْنٍ: بوجہ ولادت کے۔فِيْ کے معنی بسبب۔ کتاب الجنائز باب الصلاة علی النفساء اذا ماتت في نفاسها میں بھی یہ روایت نمبر۱۳۳۲ لائی گئی ہے۔اس میں یہ الفاظ ہیں: فِيْ نِفَاسِهَا. یعنی بوجہ زچگی کے۔ جننے کے وقت جو خون آتا ہے،اس کو نفاس کہتے ہیں۔اس میں بھی عورت کو نماز چھوڑنی پڑتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت کی نمازِ جنازہ پڑھی جو حالت نفاس میں مرگئی تھی۔امام بخاریؒ اس واقعہ سے ایک دقیق استدلال کررہے ہیں اور وہ یہ کہ نماز کے لوازمات میں سے یہ بات بھی ہے کہ جس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے،وہ پاکیزہ ہو،نجس نہ ہو۔حالت نفاس میں وفات شدہ عورت کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ کرکے اس کا جنازہ پڑھا۔اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ نجس نہ تھی۔امام موصوفؒ نے اس نکتہ کی طرف توجہ دلانے کے لیے عنوانِ باب ۲۹ میں یہ الفاظ بڑھائے ہیں: وَسُنَّتُهَا. یعنی نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ۔فَقَامَ فِيْ وَسَطِهَا: آپؐ اس کے عین درمیان میں کھڑے ہوئے۔

عنوانِ باب کے مذکورہ بالا الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایت نمبر۱۳۳۲ سے کسی ایسی بات کا استدلال کرنا چاہتے ہیں جس کا تعلق ایک اعتبار سے تو سابقہ باب کے مضمون کے ساتھ ہے۔یعنی حالت طہر کے ساتھ اور ایک اعتبار سے نماز میں قبلہ رُخ ہونے کے ساتھ۔یہ امر کہ اُنتیسویں باب کا یہی مقصد ہے جس کا ابھی ذکر کیا جاچکا ہے،اس سے بھی ظاہر ہے کہ تیسویں باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور اس میں صرف ایک روایت لائے ہیں،جس کا مضمون بھی یہی ہے کہ حائضہ اپنی ذات میں ناپاک نہیں ہوتی اور حضرت میمونہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حالت حیض میں آپؐ کے سامنے لیٹی ہوتیں اور آپؐ نماز پڑھ رہے ہوتے۔نہ صرف یہی بلکہ سجدہ کرتے وقت حضرت میمونہؓ کا کپڑا بھی آپؐ کو چھوتا تھا۔

ان دونوں بابوں سے ان علماء کے نقطہ خیال پر ایک تنقیدی جرح کی ہے جو مستحاضہ کے نجس ہونے یا نہ ہونے کے متعلق فضول بحثوں میں پڑ گئے ہیں۔حالت حیض ونفاس واستحاضہ میں طہارت ونجاست بالکل ایک نسبتی امر ہے۔مستحاضہ کو جو نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے۔اس سے یہ استدلال کرنا کہ نماز چونکہ اعلیٰ چیز ہے اس لیے جماع کی اجازت بدرجہ اولیٰ ہے،قیاس مع الفارق ہے۔ایک اعتبار سے عورت حالت نفاس میں ہوتے ہوئے بھی پاک ہے اور اس اعتبار سے حائضہ بھی پاک ہے۔مگر ایک خاص اعتبار سے پاک ہونے کے یہ معنے نہیں کہ وہ ہر اعتبار سے پاک ہے۔یہ وہ لطیف استدلال ہے جس کی طرف امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا بابوں میں توجہ منعطف کی ہے۔اس استدلال کے ایک حصہ کی طرف فتح الباری میں بھی بحوالہ ابن رشید اشارہ کیا گیا ہے۔(فتح الباری جلد اول صفحہ ۵۵۷)

ⲟⲟⲟⲟⲟⲟⲟⲟⲟⲟⲟⲟⲟⲟⲟ
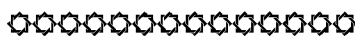
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ التَّيَمُّمِ

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ (المائدة:۷)

اوراللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً ... الآية یعنی پانی نہ پاؤ تو تم پاکیزہ مٹی تلاش کرو اور اس سے اپنے منہ اور ہاتھوں پر مسح کرو۔

باب ۱

۳۳٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِّي فَأَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوْا عَلَى مَاءٍ فَأَتَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ فَقَالُوْا أَلَا تَرَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ وَلَيْسُوْا عَلَى مَآءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَّاءٌ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَّرَسُوْلُ اللهِ

۳۳۴: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ ؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کے سفروں میں سے کسی ایک سفر میں نکلے۔ جب بَیْدَآء یا ذَاتُ الْجَیْش مقام میں پہنچے تو میرا ایک ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ڈھونڈنے کے لیے ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ ٹھہر گئے اور وہ پانی کے نزدیک نہ تھے۔ اس پر لوگ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپؓ نہیں دیکھتے کہ حضرت عائشہؓ نے کیا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو ٹھہرا دیا اور وہ پانی کے نزدیک نہیں ہیں اور نہ اُن کے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَّأْسَهُ عَلَى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلَى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَّاءٌ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ وَّقَالَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَّقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِيْ بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِيْ فَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِيْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوْا فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَأَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ.

ساتھ پانی ہے۔اس پر حضرت ابوبکرؓ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر میری ران پر رکھا ہوا تھا۔آپؐ سو گئے تھے۔کہنے لگے:تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو روک دیا ہے اور وہ پانی کے نزدیک نہیں ہیں اور نہ ان کے ساتھ پانی ہے۔حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ حضرت ابوبکرؓ مجھے ملامت کرنے لگے اور جو اللہ نے کہلانا چاہا،انہوں نے کہا۔ اور میرے پہلو میں اپنے ہاتھ سے مجھے چوک دینے لگے اور ہلنے جلنے سے صرف یہی بات مجھے روکتی تھی کہ نبی ﷺ میری ران پر آرام کر رہے تھے۔جب صبح ہوئی تو آپؐ اُٹھے مگر پانی نہ تھا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل کی اور لوگوں نے تیمّم کیا۔اُسَید بن حُضَیر نے کہا:اے ابوبکرؓ کی اولاد تمہاری برکتوں میں سے یہ کوئی پہلی برکت نہیں۔حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ ہم نے اس اُونٹ کو جو اُٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہم نے وہ ہار اُس کے نیچے پایا۔

۳۳۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ح قَالَ وَ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ النَّضْرِ قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ هُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ الْفَقِيْرُ قَالَ أَخْبَرَنَا جَابِرُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۳۳۵: ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا کہا: ہُشَیم نے ہم سے بیان کیا۔نیز (ابوعبداللہ ؒبخاری) نے کہا کہ مجھ سے سعید بن نضر نے بیان کیا کہا: ہُشَیم نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے کہا:ہمیں سیّار نے بتلایا کہا: یزید فقیر نے؛ جو کہ صُہَیب کے بیٹے ہیں؛ ہم سے بیان کیا کہتے تھے: حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے ہمیں

وَسَلَّمَ قَالَ أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَّمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَّ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَهُوْرًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَّ بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً.

بتلایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ ایسی باتیں مجھے دی گئی ہیں کہ مجھ سے پہلے وہ کسی کو بھی نہیں دی گئیں۔ رعب سے میری مدد کی گئی ہے جو مہینہ بھر کی مسافت تک اثر کرتا ہے اور ساری زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنائی گئی ہے۔ پس میری امت میں سے جس شخص کو بھی (جہاں بھی) نماز کا وقت آ جائے وہ وہیں پڑھ لے اور میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھیں اور مجھے سفارش کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور نبی پہلے محض اپنی قوم کی طرف ہی بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

تشریح: کتاب الوضوء باب ۲ کی شرح میں یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ تیمّم کن معنوں میں وضو کا قائم مقام ہے اور پاکیزہ مٹی کو پانی اور وضو کے ساتھ کیا نسبت ہے۔

روایت نمبر ۳۳۴ میں وہ ضرورت بیان کی گئی ہے کہ جس کی وجہ سے تیمّم کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ نیز وہ تاریخ بھی جب پہلے پہل اسلام میں تیمّم کی اجازت ہوئی۔ اس ضمن میں امام بخاریؒ دو روایتیں یکے بعد دیگرے لائے ہیں۔ پہلی روایت میں ہار گم ہونے کا ذکر ہے۔ یہ واقعہ اِفک کے واقعہ کے بعد کا ہے اور ان دونوں دفعہ ہار گم ہوا تھا، جیسا کہ حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ پہلے واقعہ کے سبب سے احکام اِفک نازل ہوئے تھے جو سورۂ نور میں ہیں اور اس موقع پر تیمّم کا حکم نازل ہوا تھا۔ **روایت نمبر ۳۳۶** میں حضرت اُسیدؓ کے الفاظ **مَا نَزَلَ بِكِ اَمْرٌ تَكْرَهِيْنَهٗ** قابل غور ہیں۔ جو سابقہ اِفک کے واقعہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے جو ناراضگی کا اظہار کیا ہے وہ بھی اسی وجہ سے کیا ہے کہ ایک دفعہ پہلے بھی حضرت عائشہؓ ہار گم کر چکی تھیں۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء اوّل صفحہ ۵۶۳-۵۶۴)

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ سے کون سی آیت مراد ہے آیا سورۂ نساء والی یا سورۂ مائدہ والی؟ عنوانِ باب میں امام بخاریؒ نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ سورۂ نساء کی ہے۔ جو یوں شروع ہوتی ہے: **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى ...** (النساء: ۴۴) اس میں صرف تیمّم کا ذکر ہے، وضو کا نہیں۔

بَيْدَآء اور **ذَاتُ الْجَيْش** دو مقام ہیں جو مدینہ طیبہ کے قریب اس راستے پر واقع ہیں جو مکہ معظّمہ کو جاتا ہے۔ **بَيْدَآء** یہی **ذُوالْحُلَيْفَه** ہے اور **ذَاتُ الْجَيْش** اس کے پرے ہے۔ (فتح الباری جزء اوّل صفحہ ۵۶۱)

حضرت اُسید بن حضیرؓ انصاری اوس عقبہ ثانیہ کے نقیبوں میں سے ایک نقیب تھے۔ انہیں ہار ڈھونڈنے والوں کا امیر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ (فتح الباری الجزء الاوّل صفحہ ۵۶۳) (عمدۃ القاری الجزء الرابع صفحہ ۵)

دوسری روایت (نمبر ۳۳۵) جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ خصوصیتیں مذکور ہیں اصل مضمون سے یہ تعلق رکھتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم برخلاف دیگر انبیاءؑ کے تمام بنی نوع انسان کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اس لئے آپؐ کو ایسے احکام دیے گئے ہیں جن میں مختلف حالات اور ضرورتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ آپؐ کی شریعت انسان کے لئے بارِ زحمت نہیں بلکہ رحمت ہے بوجہ ان سہولتوں کے جو اس میں ہیں۔ ان سہولتوں میں سے ایک سہولت یہ ہے: **جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَهُوْرًا.** طہور کے معنی پاک اور پاک کرنے والی یعنی وضو کا کام بھی دیتی ہے۔ زمین درحقیقت ہر گندگی کو اپنے اندر جذب کر کے اس کو پاک نباتاتی شکل دیتی ہے۔ (دیکھئے شرح کتاب الوضوء باب ۲) دیگر مذاہب میں عبادت کے لئے خاص معابد کا ہونا ضروری ہے۔ باقی تین خصوصیتوں کی تشریح مناسب موقع ومحل پر ہوگی۔

بَاب ۲ : إِذَا لَمْ يَجِدْ مَاءً وَلَا تُرَابًا

جب نہ پانی پائے اور نہ مٹی

۳۳۶ : حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَوَجَدَهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلَاةُ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَّاءٌ فَصَلَّوْا فَشَكَوْا ذَلِكَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ لِّعَائِشَةَ جَزَاكِ اللهُ خَيْرًا فَوَاللهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ تَكْرَهِيْنَهُ إِلَّا جَعَلَ اللهُ ذَلِكِ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ خَيْرًا.

۳۳۶: ہم سے زکریا بن یحییٰ نے بیان کیا کہا: عبداللہ بن نُمیر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ہشام بن عروہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت اسماءؓ سے گلے کا ہار عاریۃً لیا وہ (ہار) گم ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا اور اس نے وہ ڈھونڈ لیا۔ اسی اثناء میں ان کو نماز کا وقت بھی آ گیا اور ان کے ساتھ پانی نہ تھا۔ انہوں نے نماز پڑھ لی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کی شکایت کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی۔ اور اُسید بن حضیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا: اللہ آپؓ کو بہتر بدلہ دے۔ بخدا آپؓ کے ساتھ کوئی وقوعہ بھی ایسا نہیں ہوا؛ جسے آپؓ نے برا منایا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں آپؓ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے بھلائی نہ رکھی ہو۔

تشریح: روایت نمبر ۳۳۶ کا خلاصہ یہ ہے کہ پانی نہ ملنے پر صحابہؓ نے بغیر وضو کیے نماز پڑھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز دُہرانے کا حکم نہیں دیا۔ یعنی آپؐ نے وہ نماز جائز قرار دی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ سے یہ استنباط کرتے ہیں کہ جب مٹی بھی نہ ہو تو نماز پڑھ لے۔ نماز کا چھوڑنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں اور ان کا یہ استنباط اس قیاس پر مبنی ہے کہ اس وقت تک کہ جب تیمّم کا حکم نازل نہیں ہوا تھا شریعت کے اعتبار سے مٹی کا وجود کالعدم تھا۔ یعنی مشروعیت تیمّم سے قبل مٹی کا ہونا یا نہ ہونا کوئی معنی نہ رکھتا تھا۔ صحابہؓ نے جب پانی نہ ملنے پر نماز پڑھی ہے تو اس وقت گویا شریعت کی رو سے مٹی کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا۔ مٹی کی اس عدم موجودگی میں ان کی نماز جائز سمجھی گئی اور پھر باوجود تیمّم کا حکم نازل ہونے کے وہ نماز نہیں دُہرائی گئی اس لئے اگر مٹی نہ ملے تو اس وقت نماز پڑھنے کے متعلق وہی طریق اختیار کیا جائے گا جو صحابہؓ نے پانی نہ ملنے پر اختیار کیا تھا۔ یعنی نماز پڑھ لی جائے۔ یہ وہ باریک استدلال ہے جو امام موصوفؒ نے واقعہ مذکور سے کیا ہے۔

بَاب ۳: اَلتَّيَمُّمُ فِي الْحَضَرِ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَخَافَ فَوْتَ الصَّلَاةِ

حضر میں تیمّم کرنا اگر پانی نہ ملے اور نماز ضائع ہونے کا ڈر ہو۔

وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْمَرِيْضِ عِنْدَهُ الْمَاءُ وَلَا يَجِدُ مَنْ يُنَاوِلُهُ يَتَيَمَّمُ وَأَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ مِنْ أَرْضِهِ بِالْجُرُفِ فَحَضَرَتِ الْعَصْرُ بِمَرْبَدِ النَّعَمِ فَصَلَّى ثُمَّ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ فَلَمْ يُعِدْ.

عطاء نے بھی یہی کہا ہے اور حسن نے ایسے مریض کے متعلق جس کے پاس پانی تو ہو مگر وہ کسی ایسے شخص کو نہ پائے جو اُسے پانی پکڑائے یہی فتویٰ دیا ہے کہ وہ تیمّم کر لے اور حضرت ابن عمرؓ اپنی اس زمین سے آرہے تھے جو جُرُف میں تھی کہ مَرْبَدُ النَّعَم میں نماز عصر کا وقت ہو گیا تو انہوں نے نماز پڑھی اور پھر مدینہ میں داخل ہوئے اور سورج بلند تھا اور آپؓ نے نماز نہیں دُہرائی۔

۳۳۷: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَّوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَسَارٍ مَّوْلَى مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى

۳۳۷: ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے جعفر بن ربیعہ سے، جعفر نے اعرج سے روایت کی کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے غلام عمیر سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت میمونہؓ کے (آزاد کردہ) غلام عبداللہ بن یسار آئے اور ہم

أَبِي جُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَبُو الْجُهَيْمِ أَقْبَلَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ نَّحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

حضرت ابوجُہیمؓ بن حارث بن صمّہ انصاری کے پاس اندر گئے تو حضرت ابوجہیمؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیر جمل کی طرف سے آرہے تھے کہ ایک شخص آپؐ سے ملا اور اس نے آپؐ کو سلام کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب نہیں دیا۔ آپؐ سامنے دیوار کی طرف آئے اور اپنے منہ اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا اور پھر آپؐ نے اس کو سلام کا جواب دیا۔

تشریح: حضر میں تیمّم کرنا جائز ہے اگر پانی نہ ملے اور نماز ضائع ہونے کا خوف ہو۔ عطاء اور حسن کے محولہ بالا فتووں اور حضرت ابن عمرؓ کے عملدرآمد کی تفصیل فتح الباری میں دیکھی جائے۔

(فتح الباری جزء اوّل صفحہ ۵۷۱ - ۵۷۲)

جُرُف مدینہ طیبہ سے ایک فرسخ☆ ہے۔ (فتح الباری الجزء الاوّل صفحہ ۵۷۲) مدینہ سے کوچ کے وقت اس مقام پر لشکر کے اکٹھے ہونے کے لیے رُکا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ کے اتنے قریب کے فاصلہ پر تیمّم کر کے نماز پڑھنے سے ظاہر ہے کہ وہ بھی حضر میں تیمّم کرنا جائز سمجھتے تھے۔

فَحَضَرَتِ الْعَصْرُ بِمَرْبَدِ النَّعَمِ...: مَرْبَدِ نَعَم میں نماز عصر کا وقت ہو گیا اور انہوں نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی اور پھر مدینہ منورہ پہنچ کر وضو کے ساتھ نماز نہیں دُہرائی۔

وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ: اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس بات کا بھی خیال نہ کیا کہ نماز کا وقت کافی ہے۔ کیونکہ وہ مدینہ منورہ ایسے وقت میں داخل ہوئے ہیں کہ سورج کافی بلند تھا۔ امام بخاریؒ کو یہ باب باندھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ فقہاء کے درمیان یہ اختلاف ہوا ہے کہ آیت وَاِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰى اَوْعَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (المائدہ:۷) {ترجمہ: اور اگر تم مریض ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر آیا ہو۔ یا تم نے عورتوں سے تعلق قائم کیا ہو اور اس حالت میں تمہیں پانی نہ ملے تو خشک پاکیزہ مٹی کا تیمّم کرو۔} میں جو فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً یعنی پانی نہ ملنے کی شرط ہے آیا وہ صرف مسافروں کے لئے ہے یا بیماروں اور دوسروں کے لئے بھی ہے جو حالت حضر میں ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ہم خیال علماء کی یہ رائے ہے کہ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً میں صرف مسافر مخاطب کئے گئے ہیں کہ اگر وہ بے وضو یا جُنبی ہوں اور ان کو پانی نہ ملے تو وہ تیمّم کریں۔ نیز بیمار بھی مخاطب ہیں۔ امام مالکؒ و امام شافعیؒ کا یہ مذہب ہے کہ آیت مشار الیہا میں تین الگ الگ صورتیں ہیں۔ بیمار، مسافر، حاضر (یعنی وہ جو سفر میں نہیں) مسافر اور حاضر بے وضو ہوں اور انہیں پانی نہیں ملتا تو وہ تیمّم کر

☆ ایک فرسخ تقریباً تین میل کے برابر ہوتا ہے۔ (لغات الحدیث تحت لفظ فرسخ)

لیں اور بیمار جس کے پاس پانی تو ہے مگر اس کو استعمال نہیں کر سکتا۔ یا اُس سے اُس کو نقصان کا ڈر ہے تو وہ بھی تیمم کر لے کیونکہ اس کے لئے پانی کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور وہ بھی درحقیقت اس مسافر کی طرح ہے جس کو پانی نہیں ملتا۔
(بداية المجتهد. كتاب التيمم. الباب الثانی فی معرفة من تجوز له هذه الطهارة)
مذکورہ بالا اختلاف کی وجہ سے امام موصوفؒ نے یہ باب قائم کیا ہے۔

اس ضمن میں یہ بحث بھی اٹھائی گئی ہے کہ آیا تیمم پانی نہ ملنے پر اس وقت کیا جائے جب نماز کا وقت اپنی آخری حد کو پہنچنے لگے یا یہ کہ جب وہ شروع ہو جائے؟ اور یہ کے آیا پانی تلاش کرنا تیمم کے جائز ہونے یا نہ ہونے کے لئے شرط ہے؟ عنوان باب میں حضرت ابن عمرؓ کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ اسی اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے۔

فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ: امام موصوفؒ نے اختلافات مذکورہ بالا کی طرف اشارہ کر کے جو روایت پیش کی ہے اس سے غالباً یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جب ادنیٰ سی ضرورت پر جو بغیر وضو ادا کی جاسکتی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی نہ ملنے پر تیمم کیا تو نماز جیسی اہم ضرورت کے لئے کیوں تیمم نہ کیا جائے۔ خصوصاً جبکہ نماز کے ضائع ہونے کا خوف ہو۔ اس سے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا رد کرنا مقصود ہے۔ باقی اختلافات بوجہ مستند احادیث نہ ملنے کے نظر انداز کر دیے گئے ہیں۔ (ان فقہی اختلافات کی تفصیل کے لئے دیکھئے بداية المجتهد. كتاب التيمم. الباب الثانی فی معرفة من تجوز له هذه الطهارة) روایت نمبر ۳۳۷ میں سلام کرنے والے خود حضرت ابوجہیمؓ ہی ہیں۔
(فتح الباری جزء اوّل صفحہ ۵۷۳)

بَاب ٤ : اَلْمُتَيَمِّمُ هَلْ يَنْفُخُ فِيْهِمَا

کیا تیمم کرنے والا اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونک مارے

۳۳۸ : حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أُصِبِ الْمَاءَ فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَمَا تَذْكُرُ أَنَّا كُنَّا فِي سَفَرٍ أَنَا وَأَنْتَ فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ

۳۳۸: ہم سے آدم نے بیان کیا کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) حکم نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ذرّ سے، ذرّ نے سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں جنبی ہوں اور مجھے پانی نہیں ملا تو حضرت عمار بن یاسرؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا: کیا آپؓ کو یاد نہیں کہ ہم یعنی میں اور آپؓ ایک

فَصَلَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ☆ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْفِيْكَ هٰكَذَا فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ وَنَفَخَ فِيْهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ.

سفر میں تھے۔ آپؓ نے تو نماز نہ پڑھی اور میں تو مٹی میں (جانور کی طرح) لوٹا تھا اور نماز پڑھ لی تھی۔ میں نے نبی ﷺ کے پاس (اس کا☆) ذکر کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم کو صرف اس طرح کافی تھا اور آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر اُن میں پھونکا اور اپنے منہ اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔

تشریح: **تیمّم کرنے کا طریق:** تیمّم کرنے کے متعلق قرآن مجید کا حکم فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ (المائدة:٧) اپنے اندر ایک لفظی اشکال رکھتا تھا۔ یعنی آیا اَیدِیْ سے مراد کہنیوں تک یا مونڈھوں تک سارا بازو ہے یا یہ کہ صرف ہاتھ مراد ہیں۔ امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۳۳۸ کے الفاظ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ سے اصل مراد کی تعیین کی ہے۔ کَفٌّ کلائی سے لے کر ہاتھ کے اگلے حصہ کو کہتے ہیں۔ فقہاء نے اپنی عادت کے مطابق اس مسئلہ میں بھی چار اختلاف کئے ہیں۔ جس کی وجہ سے امام موصوفؒ کو یہ باب باندھنے کی ضرورت ہوئی۔ اَنْ تَمْسَحَ بِيَدَيْكَ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ۔ (بداية المجتهد. كتاب التيمم. الباب الرابع فی صفة هذه الطهارة. المسئلة الاولى اختلف الفقهاء فی حد الايدی) والی روایت امام بخاریؒ کی شروطِ صحت کے مطابق مستند نہیں۔ وَنَفَخَ فِيْهِمَا سے ظاہر ہے کہ چہرے اور ہاتھوں پر مٹی کا لگانا ضروری نہیں۔ عنوان باب هَلْ يَنْفُخُ جو کہا ہے تو اِن الفاظ سے اُسی اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے جو امام شافعیؒ نے دوسرے ائمہ سے کیا ہے۔ اِن کے نزدیک جسم سے مٹی لگانا ضروری ہے۔ امام بخاریؒ؛ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہم کی تائید کر رہے ہیں۔

(بداية المجتهد كتاب التيمم. الباب الرابع. المسئلة الثالثة اختلف الشافعی مع مالک)

حضرت عمرؓ نے سائل کو یہ جواب دیا تھا کہ جب تک پانی نہ ملے نماز نہ پڑھو۔ جس پر حضرت عمار بن یاسرؓ نے اپنا واقعہ سنایا۔ (فتح الباری الجزء الاوّل صفحہ ۵۷۵)

بَاب ٥: اَلتَّيَمُّمُ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ

منہ اور دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا

٣٣٩: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ

٣٣٩: ہم سے حجاج نے بیان کیا کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حکم سے، حکم نے ذرّ سے، ذرّ نے سعید بن عبدالرحمٰن بن اَبزیٰ سے، انہوں نے اپنے

☆ لفظ ''ذَلِکَ'' نسخہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۵۷۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عَمَّارٌ بِهٰذَا وَضَرَبَ شُعْبَةُ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ ثُمَّ أَدْنَاهُمَا مِنْ فِيْهِ ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ وَقَالَ النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ذَرًّا يَقُوْلُ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى قَالَ الْحَكَمُ وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِن ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰن عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ عَمَّارٌ{الصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وُضُوْءُ الْمُسْلِمِ يَكْفِيْهِ مِنَ الْمَاءِ. ☆}

باپ سے روایت کی کہ حضرت عمارؓ نے یہی کہا: اورشعبہ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور پھر اپنے منہ کے نزدیک کئے پھر اپنے منہ اور اپنے ہاتھوں کا مسح کیا۔ اورنضر کہتے تھے کہ شعبہ نے حکم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ کہا کہ میں نے ذرّ کو ابن عبدالرحمٰن بن اَبزیٰ سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ حَکَم کہتے تھے کہ میں نے ابن عبدالرحمان بن ابزیٰ سے سنا۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے تھے کہ حضرت عمارؓ نے کہا:{ (پاکیزہ مٹی) مسلمان کے لیے وضو(کی قائم مقام) ہے جو اُس کی پانی کی ضرورت کو پورا کر دیتی ہے۔☆}

۳۴۰: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ شَهِدَ عُمَرَ وَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ كُنَّا فِي سَرِيَّةٍ فَأَجْنَبْنَا وَقَالَ تَفَلَ فِيْهِمَا.

۳۴۰: ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حکم سے، حکم نے ذرّ سے، ذرّ نے ابن عبدالرحمان بن ابزیٰ سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے اور حضرت عمارؓ نے انہیں کہا: ہم ایک دستہ فوج میں تھے اور ہم جنبی ہوئے تھے اور انہوں نے بجائے "نَفَخَ فِيْهِمَا" کے "تَفَلَ فِيْهِمَا" کہا۔ یعنی (آپؐ نے) اُن دونوں (ہاتھوں) میں زُور سے پھونکا۔

۳۴۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ

۳۴۱: ہم سے محمد بن کثیر نے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حکم سے، حکم نے ذرّ سے، ذرّ نے ابن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے روایت کی۔ انہوں نے (اپنے باپ) عبدالرحمٰن سے، انہوں نے کہا کہ

☆الفاظ "اَلصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وُضُوْءُ الْمُسْلِمِ يَكْفِيْهِ مِنَ الْمَاءِ" عمدۃ القاری کے مطابق ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء چہارم صفحہ ۲۱)

تَمَعَّكْتُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَكْفِيْكَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ.

حضرت عمارؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں مٹی میں لوٹا تھا اور پھر نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا: منہ اور ہاتھوں کا مسح کرنا ہی تمہارے لئے کافی ہے۔

۳۴۲: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ شَهِدْتُّ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ.

۳۴۲: ہم سے مسلم (بن ابراہیم) نے بیان کیا (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حکم سے، حکم نے ذرّ سے، ذرّ نے ابن عبدالرحمٰن (بن ابزیٰ) سے، انہوں نے عبدالرحمٰن سے روایت کی۔ کہتے تھے کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا اور اُن کو حضرت عمارؓ نے کہا:..... اور پھر ساری حدیث بیان کی۔

۳۴۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ عَمَّارٌ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ.

۳۴۳: ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا کہا: غندر نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حکم سے، حکم نے ذرّ سے، ذرّ نے ابن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی۔ کہتے تھے کہ حضرت عمارؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر اپنا ہاتھ مارا اور پھر اپنے منہ اور اپنے دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔

تشریح: ایک مشہور اختلاف حل کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے پورے جزم وتاکید کے ساتھ باب کا عنوان قائم کیا ہے اور اس ضمن میں چھ راویوں کی سندیں پیش کی ہیں جو شعبہ سے روایت کرتے ہیں۔ تین تو موقوف ہیں اور تین مرفوع۔ پہلی پانچ روایتوں میں امام بخاریؒ اور شعبہ کے درمیان ایک راوی ہے اور چھٹی روایت میں دو۔ امام موصوفؒ کو اس قدر سندیں پیش کرنے کی اس لئے ضرورت پیش آئی ہے کہ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ حضرت عمارؓ کی یہ روایت اس قابل نہیں کہ اس سے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کرنے کا مسئلہ اخذ کیا جائے۔ کیونکہ انہی سے کہنیوں اور مونڈھوں اور بغلوں تک مسح کرنے کی روایتیں بھی نقل کی جاتی ہیں۔ ان کے نزدیک حضرت عمارؓ کی وہ روایت قابلِ اعتماد ہے جس میں اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ہے۔ اس لیے نہیں کہ اس کی سند مضبوط ہے بلکہ اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں بھی اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ آتا ہے۔

نیز قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ کہنیوں تک مسح ہو کیونکہ تیمّم وضو کا قائم مقام ہے اور وضو میں ہم ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوتے ہیں۔ یہ دلیل ہے اُن علماء کی جو کہنیوں تک مسح کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر باوجود اِن تمام باتوں کے امام بخاریؒ حضرت عمار بن یاسرؓ کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔ سابقہ باب میں یہ روایت بلحاظ مضمون کے ذرا تفصیل سے نقل کی گئی ہے اور اس باب میں اس کی چھ اور سندیں بیان کی گئی ہیں جن کا مضمون اس بارے میں متفق ہے کہ (یَكْفِيكَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّانِ) منہ اور ہاتھ کا مسح کرنا کافی ہے۔ دوسری روایت میں (جو نضر بن شمیل کے حوالہ سے منقول ہے) اس بات کی تصریح ہے کہ حکم نے نہ صرف ذرّ سے سنا بلکہ سعید بن عبدالرحمٰن سے بھی سنا۔ دوسری روایت میں یہ زیادتی ہے: اَلصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ يَكْفِيْهِ مِنَ الْمَآءِ.

روایت نمبر ۳۴۰ میں نَفَخَ فِيْهِمَا کی بجائے تَفَلَ فِيْهِمَا ہے۔ تَفَلَ بلحاظ معنی کے نَفَخَ سے ذرا زیادہ قوت رکھتا ہے۔ نَفَخَ، نَفَثَ، تَفَلَ اور بَزَقَ (نیز بَصَقَ ✿) کے الفاظ اپنے معانی میں ترتیب وار قوت رکھتے ہیں۔
(لسان العرب. تحت لفظ تفل)

غرض یہ سب روایتیں بعض جزوی اختلافات کے باوجود اس بات پر متفق ہیں کہ صرف چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔

بَاب ٦ : اَلصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ يَكْفِيْهِ مِنَ الْمَاءِ

پاکیزہ مٹی مسلمان کے لئے وضو کی قائم مقام ہے جو اُس کی پانی کی ضرورت کو پورا کر دیتی ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ يُجْزِئُهُ التَّيَمُّمُ مَا لَمْ يُحْدِثْ وَأَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّهُوَ مُتَيَمِّمٌ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ لَّا بَأْسَ بِالصَّلَاةِ عَلَى السَّبَخَةِ وَالتَّيَمُّمِ بِهَا.

حسن (بصری) نے کہا کہ تیمّم اس کو اس وقت تک کام دیتا ہے جب تک کہ بے وضو نہ ہو اور حضرت ابن عباسؓ نے امامت کی اور انہوں نے تیمّم کیا ہوا تھا۔ اور یحيٰی بن سعید نے کہا: شورہ زمین پر نماز پڑھنے اور اس سے تیمّم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

٣٤٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ قَالَ كُنَّا فِي سَفَرٍ مَّعَ النَّبِيِّ ﷺ وَ إِنَّآ أَسْرَيْنَا

۳۴۴: ہم سے مسدد نے بیان کیا کہا: یحيٰی بن سعید نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عوف نے ہم سے بیان کیا کہا: ابورجاء نے حضرت عمرانؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور ہم رات کو چلے۔ جب رات کا آخری حصہ ہوا

✿ لفظ بَصَقَ لغت میں بَزَقَ کے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (لسان العرب. تحت لفظ بصق)

حَتَّى إِذَا كُنَّا فِي آخِرِ اللَّيْلِ وَقَعْنَا وَقْعَةً وَّلَا وَقْعَةَ أَحْلَى عِنْدَ الْمُسَافِرِ مِنْهَا فَمَا أَيْقَظَنَا إِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ وَكَانَ أَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ يُسَمِّيْهِمْ أَبُو رَجَاءٍ فَنَسِيَ عَوْفٌ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الرَّابِعُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَامَ لَمْ يُوْقَظْ حَتَّى يَكُوْنَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ لِأَنَّا لَا نَدْرِيْ مَا يَحْدُثُ لَهُ فِي نَوْمِهِ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُمَرُ وَرَأَى مَا أَصَابَ النَّاسَ وَكَانَ رَجُلًا جَلِيْدًا فَكَبَّرَ وَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيْرِ فَمَا زَالَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيْرِ حَتَّى اسْتَيْقَظَ بِصَوْتِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ شَكَوْا إِلَيْهِ الَّذِي أَصَابَهُمْ قَالَ لَا ضَيْرَ أَوْ لَا يَضِيْرُ ارْتَحِلُوْا فَارْتَحَلَ فَسَارَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ نَزَلَ فَدَعَا بِالْوَضُوْءِ فَتَوَضَّأَ وَنُوْدِيَ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلَاتِهِ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُّعْتَزِلٍ لَّمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ

تو ہم ایسی نیند پڑ گئے کہ مسافر کے نزدیک اس سے زیادہ میٹھی اور کوئی نہ ہوگی۔ پھر ہمیں سورج کی گرمی ہی نے جگایا اور سب سے پہلے جو جاگا؛ فلاں تھا۔ پھر فلاں، پھر فلاں۔ ابورجاء ان کا نام لیتے تھے مگر عوف بھول گئے۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ چوتھے تھے اور نبی ﷺ کو جب آپؐ سوتے نہ جگایا جاتا۔ یہاں تک کہ آپؐ خود ہی جاگتے۔ کیونکہ ہمیں پتہ نہ ہوتا کہ آپؐ کی نیند میں آپؐ کو کیا کچھ پیش آ رہا ہے۔ جب حضرت عمرؓ جاگے اور انہوں نے جو کچھ لوگوں پر گذرا تھا دیکھا؛ اور وہ دلیر آدمی تھے۔ انہوں نے اَللّٰہُ أَكْبَرُ کہا اور تکبیر کے ساتھ اپنی آواز بلند کی اور وہ اَللّٰہُ أَكْبَرُ کہتے رہے اور تکبیر کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ نبی ﷺ اُن کی آواز سے جاگ پڑے۔ جب آپؐ جاگے تو لوگوں نے جو اُن کے ساتھ ہوا تھا اُس کی آپؐ کے پاس شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی ضرر نہیں۔ لَا ضَيْرَ فرمایا یا لَا يَضِيْرُ۔ کوچ کرو...اور آپؐ نے کوچ کیا۔ کچھ دُور نہیں گئے تھے کہ آپؐ اُترے اور وضو کا پانی منگوایا اور وضو کیا اور نماز کی منادی کی گئی اور آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب آپؐ اپنی نماز پڑھ کر پھرے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ہے جو الگ تھلگ بیٹھا ہے۔ اُس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: اے فلاں! لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس بات نے روکا ہے؟ اُس نے کہا کہ مجھے جنابت ہوگئی ہے اور پانی نہیں۔ فرمایا:

وَّلَا مَاءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيْكَ ثُمَّ سَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَكَى إِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ فَنَزَلَ فَدَعَا فُلَانًا كَانَ يُسَمِّيْهِ أَبُو رَجَاءٍ نَسِيَهُ عَوْفٌ وَّدَعَا عَلِيًّا فَقَالَ اذْهَبَا فَابْتَغِيَا الْمَاءَ فَانْطَلَقَا فَتَلَقَّيَا امْرَأَةً بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ أَوْ سَطِيْحَتَيْنِ مِنْ مَّاءٍ عَلَى بَعِيْرٍ لَّهَا فَقَالَا لَهَا أَيْنَ الْمَاءُ قَالَتْ عَهْدِي بِالْمَاءِ أَمْسِ هَذِهِ السَّاعَةَ وَنَفَرُنَا خُلُوْفًا قَالَا لَهَا انْطَلِقِي إِذًا قَالَتْ إِلَى أَيْنَ قَالَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّابِئُ قَالَا هُوَ الَّذِي تَعْنِيْنَ فَانْطَلِقِيْ فَجَاءَا بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَاهُ الْحَدِيْثَ قَالَ فَاسْتَنْزَلُوْهَا عَنْ بَعِيْرِهَا وَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِنَاءٍ فَفَرَّغَ فِيْهِ مِنْ أَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ أَوِ السَّطِيْحَتَيْنِ وَأَوْكَأَ أَفْوَاهَهُمَا وَأَطْلَقَ الْعَزَالِيَ وَنُوْدِيَ فِي النَّاسِ اسْقُوْا وَاسْتَقُوْا فَسَقَى مَنْ شَاءَ وَاسْتَقَى مَنْ شَاءَ وَكَانَ

مٹی کولو؛ وہ تمہیں کافی ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم چل پڑے اور لوگوں نے آپؐ کے پاس پیاس کی شکایت کی۔ آپؐ اُترے اور کسی شخص کو بلایا۔ ابورجاء اس کا نام لیتے تھے اور عوف بھول گئے۔ اور حضرت علیؓ کو بلایا اور فرمایا کہ تم دونوں جاؤ اور پانی ڈھونڈ کر لاؤ۔ اس پر وہ دونوں چل پڑے اور ایک عورت کو اپنے ایک اونٹ پر (سوار) پانی کے دو مشکیزوں یا دو پکھالوں کے درمیان (بیٹھے ہوئے) دیکھا۔ اور اُنھوں نے اس سے پوچھا: پانی کہاں ہے؟ اُس نے کہا: میں نے پانی کل اس وقت دیکھا تھا اور ہمارے آدمی پیچھے ہیں۔ ان دونوں نے اس سے کہا: چلو۔ اُس نے کہا: کہاں؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ اس نے کہا: وہی جسے صابی کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: وہی ہے جو تمہاری مراد ہے۔ پس چلو۔ وہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور آپؐ کو سارا واقعہ بتایا۔ حضرت عمرانؓ کہتے تھے کہ انہوں نے اس کو اُس کے اونٹ سے نیچے اُتارا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگوایا اور اس میں اُن دو مشکیزوں یا پکھالوں کے دہانوں سے پانی ڈالا اور ان کے اوپر کے دہانے تسمہ سے بند کر دیے اور نیچے کے دہانے چھوڑ دیئے اور لوگوں میں منادی کی گئی: پیو، پلاؤ اور پانی لے لو۔ پس جس نے چاہا پیا، پلایا اور جس نے چاہا پانی لیا اور آخر یہ ہوا کہ آپؐ نے اُس شخص کو پانی کا برتن دیا جسے جنابت ہوگئی تھی

آخِرَ ذَاكَ أَنْ أَعْطَى الَّذِيْ أَصَابَتْهُ الْجَنَابَةُ إِنَآءً مِّنْ مَّآءٍ قَالَ اذْهَبْ فَأَفْرِغْهُ عَلَيْكَ وَهِيَ قَائِمَةٌ تَنْظُرُ إِلَى مَا يُفْعَلُ بِمَآئِهَا وَايْمُ اللهِ لَقَدْ أُقْلِعَ عَنْهَا وَإِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْنَا أَنَّهَا أَشَدُّ مِلْأَةً مِّنْهَا حِيْنَ ابْتَدَأَ فِيْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوْا لَهَا فَجَمَعُوْا لَهَا مِنْ بَيْنِ عَجْوَةٍ وَّدَقِيْقَةٍ وَّسَوِيْقَةٍ حَتَّى جَمَعُوْا لَهَا طَعَامًا فَجَعَلُوْهَا فِي ثَوْبٍ وَّحَمَلُوْهَا عَلَى بَعِيْرِهَا وَوَضَعُوْا الثَّوْبَ بَيْنَ يَدَيْهَا قَالَ لَهَا تَعْلَمِيْنَ مَا رَزِئْنَا مِنْ مَّائِكِ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ اللهَ هُوَ الَّذِيْ أَسْقَانَا فَأَتَتْ أَهْلَهَا وَقَدِ احْتَبَسَتْ عَنْهُمْ قَالُوْا مَا حَبَسَكِ يَا فُلَانَةُ قَالَتِ الْعَجَبُ لَقِيَنِيْ رَجُلَانِ فَذَهَبَا بِي إِلَى هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ الصَّابِئُ فَفَعَلَ كَذَا وَكَذَا فَوَاللهِ إِنَّهُ لَأَسْحَرُ النَّاسِ مِنْ بَيْنِ هٰذِهِ وَهٰذِهِ وَقَالَتْ بِإِصْبَعَيْهَا الْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةِ فَرَفَعَتْهُمَا إِلَى السَّمَآءِ تَعْنِي السَّمَآءَ وَالْأَرْضَ أَوْ إِنَّهُ لَرَسُوْلُ اللهِ حَقًّا فَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ ذٰلِكَ يُغِيْرُوْنَ عَلَى مَنْ حَوْلَهَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَلَا يُصِيْبُوْنَ

اور فرمایا: جاؤ اور اِسے اپنے اُوپر ڈال لو اور وہ؛ جو کچھ اُس کے پانی کے ساتھ کیا جا رہا تھا؛ کھڑی دیکھ رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اُن پکھالوں سے لوگ ایسی حالت میں ہٹے کہ ہمیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس وقت سے بھی زیادہ بھری ہوئی ہیں کہ جب آپؐ نے ان سے پانی لینا شروع کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے کچھ اکٹھا کرو تو اس کے لیے کچھ خشک کھجوریں اور کچھ آٹا اور کچھ ستو اکٹھے کئے۔ یہاں تک کہ اس کے لیے بہت سی خوراک جمع کر دی اور ایک کپڑے میں ڈال کر اس عورت کو اس کے اونٹ پر سوار کیا اور وہ کپڑا اُس کے سامنے رکھ دیا۔ آپؐ نے فرمایا: تم جانتی ہو کہ ہم نے تمہارے پانی سے کچھ بھی کم نہیں کیا ہے۔ لیکن اللہ ہی ہے جس نے ہمیں پلایا ہے اس کے بعد وہ اپنے گھر والوں کے پاس آئی اور وہ اُن سے رُکی رہی تھی۔ کہنے لگے: اے فلانی! تجھے کس چیز نے روکا تھا۔ کہنے لگی: عجیب بات ہوئی۔ مجھے دو آدمی ملے اور وہ مجھ کو اُس (شخص) کے پاس لے گئے جسے صابی کہا جاتا ہے اور اُس نے اللہ کی قسم ایسا ایسا کیا اور وہ اِس اور اُس کے درمیان تمام لوگوں سے بڑھ کر جادوگر ہے اور اپنی درمیانی انگلی اور سَبَّابَہ یعنی انگوٹھے کے پاس والی انگلی سے نیچے کو اشارہ کیا اور پھر ان دونوں کو اوپر کو اُٹھایا اور اس کی مراد آسمان و زمین تھے۔ یا یہ کہ وہ یقیناً اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اس کے بعد مسلمان اس عورت کے اردگرد مشرکوں پر حملہ کرتے

الصِّرْمَ الَّذِيْ هِيَ مِنْهُ فَقَالَتْ يَوْمًا لِّقَوْمِهَا مَا أَرَى أَنَّ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ يَدْعُوْنَكُمْ عَمْدًا فَهَلْ لَّكُمْ فِي الْإِسْلَامِ فَأَطَاعُوْهَا فَدَخَلُوْا فِي الْإِسْلَامِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ صَبَأَ خَرَجَ مِنْ دِيْنٍ إِلَى غَيْرِهِ وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ الصَّابِئِيْنَ (البقرة: ٦٣) — وَفِي النُّسْخَةِ الصَّابِئُوْنَ — فِرْقَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ يَقْرَءُوْنَ الزَّبُوْرَ ، {☆ أَصْبُ (يوسف: ٣٤) أَمِلْ}.

اور جس قبیلہ سے وہ تھی اس کو نقصان نہ پہنچاتے۔ ایک دن اس نے اپنی قوم سے کہا: میں سمجھتی ہوں کہ یہ لوگ تم کو عمداً چھوڑتے ہیں۔ پس کیا تمہیں اسلام میں داخل ہونے کی خواہش ہے؟ اس پر انہوں نے اس کی بات مان لی اور وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ابوعبداللہؒ نے کہا: صَبَأَ کے معنی ہیں ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں چلا گیا اور ابوالعالیہ نے کہا: الصَّابِئِيْنَ اور ایک نسخہ کے مطابق الصَّابِؤُوْنَ کہا۔ اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پڑھا کرتے تھے۔ {☆ (سورۂ یوسف آیت ۳۴ میں جو) اَصْبُ (آیا ہے اس کے معنی ہیں) جھک جاؤں گا۔}

تشریح: اس باب میں چار مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلا یہ کہ صَعِيْدًا طَيِّبًا سے کیا مراد ہے آیا مطلق مٹی یا وہ تمام اشیاء بھی مراد ہیں جو زمین کے اجزاء ہیں جیسے پتھر، کنکریاں، ریت، چونا وغیرہ؟

دوسرا یہ کہ آیا کہ ہر نماز کے لئے تیمّم دُہرایا جائے یا جب تک بے وضو نہ ہو نمازیں ایک ہی وضو کے ساتھ پڑھ سکتا ہے؟

تیسرا یہ کہ کیا تیمّم کر کے امامت کر سکتا ہے؟

چوتھا یہ کہ صَعِيْد کے اگر لغوی معنی مراد لئے جائیں تو پھر شورہ زمین پر تیمّم کرنا جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ صَعِيْد اس زمین کو کہتے ہیں جس میں شورہ وغیرہ موادنہ ہوں۔ (لسان العرب. تحت لفظ صعد. المجلد الرابع. صفحه ۲۴۴۶)

چوتھے اور پانچویں باب میں حضرت عمارؓ کی روایت میں الفاظ فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِكَفَّيْهِ الْاَرْضَ لفظِ صَعِيْد کی تشریح کرتے ہیں کہ اس سے مراد مطلق سطحِ زمین ہے۔ نیز یہ حدیث (نمبر ۳۳۵) بھی اس کی تشریح کرتی ہے: جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا۔ امام شافعیؒ کے سوا باقی ائمہ اس مسئلہ میں وسعت سے کام لیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے تو چونے وغیرہ سے تیمّم کرنا بھی جائز قرار دیا ہے۔

(بداية المجتهد. كتاب التيمم. الباب الخامس فيما تصنع به هذه الطهارة. الجزء الاوّل. صفحه ٦٨)

دوسرے مسئلہ کے متعلق اس روایت (نمبر ۳۴۴) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ **پانی ملنے پر تیمّم باطل ہو جائے گا۔** جیسا کہ پانی ملنے پر آپؐ نے جنبی کو نہانے کے لئے فرمایا اور اگر پانی نہ ملتا تو تیمّم اس کے لئے ویسے ہی طہور تھا جیسے پانی۔

تیسرا مسئلہ بھی اسی سے اَخذ کیا ہے۔ یعنی جب تیمّم پانی کا قائم مقام ہے اور مسلمان کی وہی ضرورت پوری کرتا ہے جو پانی کرتا ہے تو پھر **امامت کرنی بھی جائز ہے** اور اس کے ذریعہ حالتِ جنابت میں بھی معنوی طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔

☆ الفاظ ''اَصْبُ — أَمِلْ'' نسخہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۵۸۱)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ چار مسائل اس اصل کے ماتحت حل کئے ہیں: اَلصَّعِيْدُ الطَّيِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ يَكْفِيْهِ مِنَ الْمَآءِ. چونکہ ترمذی کی مشار الیہا روایت ان کی شرط کے مطابق نہ تھی، اِس لئے یہ لمبی روایت لائے ہیں جس کے الفاظ عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيْكَ ترمذیؒ کی روایت کے ہم معنی ہیں۔ بعض علماء تیمّم کو وضو کا تو قائم مقام سمجھتے ہیں مگر غسل کا نہیں۔ سابقہ روایات میں اس بات کی طرف اشارہ گذر چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سائل کو جو جنبی تھا یہ فتویٰ دیا تھا کہ نماز نہ پڑھو اور حضرت عمارؓ نے ان کو اپنا واقعہ سنایا۔ حضرت عمرؓ بھی جنبی ہو گئے تھے اور انہوں نے تیمّم کر کے نماز نہیں پڑھی۔ (دیکھئے روایت نمبر ۳۳۸ نیز تشریح باب ۴) اس روایت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کر کے اس مذہب کی تائید کی ہے جس کی رو سے جنبی بھی تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔

بَاب ۷

إِذَا خَافَ الْجُنُبُ عَلَى نَفْسِهِ الْمَرَضَ أَوِ الْمَوْتَ أَوْ خَافَ الْعَطَشَ تَيَمَّمَ

جب جنبی اپنی جان پر بیماری یا موت سے ڈرے یا پیاس سے ڈرے تو وہ تیمّم کر لے

وَيُذْكَرُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ أَجْنَبَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فَتَيَمَّمَ وَتَلَا وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (النساء: ۳۰) **فَذُكِرَ {ذٰلِكَ [1]} لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ.**

اور بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ ایک ٹھنڈی رات میں جنبی ہوئے تو انہوں نے تیمّم کر لیا اور یہ آیت پڑھی: وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ ... یعنی اپنے آپ کو ہلاک مت کرو۔ اللہ تعالیٰ تم پر بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اس کا [1]) ذکر کیا گیا تو آپؐ نے انہیں ملامت نہیں کی۔

۳۴۵: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ أَبُو مُوْسَى لِعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ إِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ لَا يُصَلِّيْ قَالَ عَبْدُ اللهِ {نَعَمْ [2] إِنْ لَّمْ أَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا لَّمْ أُصَلِّ} لَوْ رَخَّصْتُ

۳۴۵: ہم سے بشر بن خالد نے بیان کیا کہا: محمد غندر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سلیمان سے، سلیمان نے ابووائل سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت ابوموسیٰؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ جب پانی نہ پائے تو نماز نہ پڑھے؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا: {ہاں۔ اگر میں مہینہ بھر پانی نہ پاؤں تو نماز نہ پڑھوں [2]} اگر میں انہیں اس کے

[1] لفظ "ذٰلِكَ"، نسخہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۵۸۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔
[2] الفاظ "نَعَمْ إِنْ لَّمْ أَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا لَّمْ أُصَلِّ"، نسخہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۵۸۹)

لَهُمْ فِي هَذَا كَانَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُهُمُ الْبَرْدَ قَالَ هَكَذَا يَعْنِيْ تَيَمَّمَ وَصَلَّى قَالَ قُلْتُ فَأَيْنَ قَوْلُ عَمَّارٍ لِعُمَرَ قَالَ إِنِّي لَمْ أَرَ عُمَرَ قَنِعَ بِقَوْلِ عَمَّارٍ.

متعلق اجازت دے دیتا تو نوبت یہاں تک پہنچتی کہ جب اِن میں سے کوئی سردی محسوس کرتا تو وہ اسی طرح کر لیتا یعنی تیمّم کرتا اور نماز پڑھ لیتا۔ حضرت ابوموسیٰؓ کہتے تھے کہ میں نے کہا کہ حضرت عمارؓ کی وہ بات کہاں جائے گی جو اُنہوں نے حضرت عمرؓ سے کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نہیں سمجھتا کہ حضرت عمارؓ کی بات پر وہ مطمئن ہو گئے۔

۳۴۶: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيْقَ بْنَ سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوْسَى فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوْسَى أَرَأَيْتَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِذَا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدْ مَاءً كَيْفَ يَصْنَعُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَا يُصَلِّيْ حَتَّى يَجِدَ الْمَاءَ فَقَالَ أَبُو مُوْسَى فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ حِيْنَ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْفِيْكَ قَالَ أَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِذَلِكَ فَقَالَ أَبُو مُوْسَى فَدَعْنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهَذِهِ الْآيَةِ فَمَا دَرَى عَبْدُ اللهِ مَا يَقُوْلُ فَقَالَ إِنَّا لَوْ رَخَّصْنَا لَهُمْ فِي هَذَا لَأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَى أَحَدِهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَدَعَهُ وَيَتَيَمَّمَ فَقُلْتُ لِشَقِيْقٍ

۳۴۶: ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا کہا: میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: اعمش نے ہمیں بتلایا۔ کہا: میں نے شقیق بن سلمہ سے سنا، کہتے تھے: میں حضرت عبداللہؓ اور حضرت ابوموسیٰؓ کے پاس تھا تو حضرت ابوموسیٰؓ نے ان سے کہا: عبدالرحمٰن کے باپ! بھلا بتائیں کہ جب جنبی ہو اور پانی نہ پائے تو وہ کیا کرے؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا: نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ پانی پالے۔ تو حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا: آپؓ حضرت عمارؓ کی بات کو کیا کریں گے؟ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہیں (تیمّم ہی) کافی تھا۔ انہوں نے کہا: کیا تم نے حضرت عمرؓ کو نہیں دیکھا کہ وہ اس بات پر مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا: حضرت عمارؓ کی بات رہنے دو۔ اس آیت کو تم کیا کرو گے؟ تو حضرت عبداللہؓ کو کچھ نہ سوجھا کہ کیا جواب دیں تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم ان کو اس کے متعلق اجازت دے دیں تو قریب ہے کہ جب کسی کو پانی ٹھنڈا لگے تو وہ اسے چھوڑ دے اور تیمّم کر

فَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُاللهِ لِهَذَا قَالَ نَعَمْ. لے۔اس پر میں نے شقیق سے کہا: تو پھر حضرت عبداللہؓ نے صرف اس وجہ سے ناپسند کیا؟ کہا: ہاں۔

تشریح: عنوان باب میں حضرت عمروؓ بن عاص کا جو حوالہ دیا ہے، وہ ابوداؤدؒ اور حاکمؒ وغیرہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔
(سنن ابی داؤد. كتاب الطهارة. باب اذا خاف الجنب البرد أيتيمم)
(مستدرک حاكم. كتاب الطهارة. باب عدم الغسل للجنابة فى شدة البرد)

ذات السلاسل کی لڑائی کے اثناء میں ایک سرد رات ان کو احتلام ہوا تو تیمّم کر کے انہوں نے نماز پڑھائی۔ ان کو ڈر ہوا کہ کہیں نہانے سے بیمار نہ ہو جائیں۔ ان کے ساتھیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے ان سے پوچھا: تو انہوں نے اپنا عذر پیش کرتے ہوئے یہ آیت پڑھی۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا. (النساء: ۳۰) نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور ان سے کچھ نہیں کہا۔ یہ واقعہ ہے جس کی طرف امام موصوفؒ نے عنوان باب میں اشارہ کر کے اس مسئلہ کی تائید میں دو روایتیں پیش کی ہیں جو دو مختلف فتووں پر مشتمل ہیں۔ ایک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتویٰ جو حالت جنابت میں تیمّم کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے اور دوسرا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا جو حضرت عمار بن یاسرؓ کی روایت کی بناء پر جنبی کے لئے تیمّم کرنا جائز سمجھتے تھے۔ اثناء بحث میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا. (المائدة: ۷) یعنی یہ آیت تو حدثِ اصغر یا حدثِ اکبر کی تخصیص نہیں کرتی بلکہ علی الاطلاق جنبی کو بھی پانی نہ ملنے پر تیمّم کی اجازت دیتی ہے۔ ایسا ہی بیمار اور مسافر کو بھی اور وہ شخص جس کو سرد پانی سے اپنے بیمار ہو جانے کا ڈر ہو وہ بھی قیاساً بیماروں میں ہی شامل ہے۔ نیز وہ شخص بھی جس کے پاس صرف پینے کے لئے پانی ہو اگر اُس سے وہ وضو کرتا ہے تو موت کا سامنا ہے۔ اگلے باب میں بھی اسی کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے جنبی کے متعلق سوال کیا تھا اور حضرت ابن مسعودؓ نے اس کے لئے تیمّم کرنے کی اجازت نہیں دی۔ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں جب یہ اختلاف پیدا ہوا تو وہ دو گروہ تھے۔ ایک حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کا اور دوسرا حضرت عمروؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت ابوموسیٰؓ کا۔ باعتبارِ استدلال کے ثانی الذکر گروہ کی رائے صائب معلوم ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے علمائے جمہور نے اسی گروہ کا فتویٰ قبول کیا ہے۔ حضرت عمرؓ واقعہ بھول گئے ہیں اور ان کا یہ بھولنا حجت نہیں ہو سکتی اور حضرت ابن مسعودؓ آیت وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (المائدة: ۷) {ترجمہ: اور اگر تم جنبی ہو تو (پورا غسل کر کے) اچھی طرح پاک صاف ہو جایا کرو۔ اور اگر تم مریض ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی حوائج ضروریہ سے فارغ ہو کر آیا ہو۔ یا تم نے عورتوں سے تعلق قائم کیا ہو اور اس حالت میں تمہیں پانی نہ ملے تو خشک پاکیزہ مٹی کا تیمّم کرو۔} سن کر لاجواب ہو گئے۔ کیونکہ اس آیت میں حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں حالتوں میں پانی نہ ملنے پر تیمّم کی اجازت دی گئی ہے۔ غرض امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر جہاں تیمّم کے متعلق دو نئے مسئلے بیان کیے ہیں وہاں سابقہ بابوں کے مضمون کی تائید میں مزید ثبوت بھی پیش کیا ہے۔

بَاب۸: اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ

تیمّم ایک ہی بار (ہاتھ) مارنے سے ہوجاتا ہے

۳٤۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَّعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوْسَى لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا أَمَا كَانَ يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّيْ فَكَيْفَ تَصْنَعُوْنَ بِهَذِهِ الْآيَةِ فِي سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (المائدة:۷) فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَوْ رُخِّصَ لَهُمْ فِي هَذَا لَأَوْشَكُوْا إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَّتَيَمَّمُوْا الصَّعِيْدَ قُلْتُ وَإِنَّمَا كَرِهْتُمْ هَذَا لِذَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ أَبُو مُوْسَى أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِّعُمَرَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيْدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ

۳۴۷: ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا کہا: ابومعاویہ نے ہمیں بتلایا انہوں نے اعمش سے، اعمش نے شقیق سے روایت کی کہ میں حضرت عبداللہؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوموسیٰؓ نے ان سے کہا: اگر ایک شخص جنبی ہو اور وہ مہینہ بھر پانی نہ پائے تو کیا وہ تیمّم نہیں کرے گا اور نماز نہیں پڑھے گا۔ پھر تم سورۂ مائدہ کی اس آیت کو کیا کرو گے (فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً) اور تم پانی نہ پاؤ تو پاکیزہ مٹی کا قصد کرو۔ اس پر حضرت عبداللہؓ نے کہا: اگر انہیں اس کی اجازت دی گئی تو قریب ہے کہ جب ان کو پانی ٹھنڈا لگے گا تو وہ مٹی کا ہی قصد کریں گے۔ میں نے کہا: تو آپؓ نے اس کو صرف اس لئے برا منایا ہے؟ جواب دیا: ہاں۔ اس پر حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا: کیا حضرت عمارؓ کی بات آپؓ نے نہیں سنی جو انہوں نے حضرت عمر (بن خطابؓ) سے کہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کام کے لیے بھیجا اور میں جنبی ہو گیا اور مجھے پانی نہ ملا۔ اس لئے میں مٹی میں لوٹا جیسا کہ چارپایہ لوٹتا ہے۔ پھر میں نے نبی ﷺ کے پاس اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: تمہارے لئے صرف یہی کافی تھا کہ تم اس طرح کرتے اور آپؐ نے اپنے دونوں

يَكْفِيْكَ أَنْ تَصْنَعَ هَكَذَا فَضَرَبَ بِكَفِّهِ☆ ضَرْبَةً عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا ظَهْرَ كَفِّهِ بِشِمَالِهِ أَوْ ظَهْرَ شِمَالِهِ بِكَفِّهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ أَفَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ وَّزَادَ يَعْلَى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوْسَى فَقَالَ أَبُو مُوْسَى أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِّعُمَرَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِيْ أَنَا وَأَنْتَ فَأَجْنَبْتُ فَتَمَعَّكْتُ بِالصَّعِيْدِ فَأَتَيْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هَكَذَا وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ وَاحِدَةً.

ہاتھ☆ زمین پر ایک بار مارے پھر انہیں جھاڑا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے مسح کیا، اپنے بائیں ہاتھ سے اپنی ہتھیلی کی پشت پر یا اپنی ہتھیلی سے اپنے بائیں ہاتھ کی پشت پر۔ پھر ان دونوں سے اپنے منہ پر مسح کیا؟ تو حضرت عبداللہؓ نے کہا: کیا آپؓ نے حضرت عمرؓ کو نہیں دیکھا کہ وہ حضرت عمارؓ کی بات سے مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ اور یعلی نے اعمش سے، اعمش نے شقیق سے روایت کرتے ہوئے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ میں حضرت عبداللہؓ اور حضرت ابوموسیٰؓ کے ساتھ تھا تو حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا: کیا آپؓ نے حضرت عمارؓ کو حضرت عمرؓ سے یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور آپؓ کو بھیجا تھا اور میں جنبی ہو گیا تھا تو میں مٹی میں لوٹا۔ پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے آپؐ کو یہ بات بتلائی تو آپؐ نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کافی تھا اور آپؐ نے اپنے منہ اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔

تشریح: آٹھویں باب کا عنوان بھی ایک اختلافی مسئلہ کی وجہ سے قائم کیا گیا ہے۔ جن علماء نے وضو پر تیمم کا قیاس کیا ہے انہوں نے دو بار زمین پر ہاتھ مارنا ضروری سمجھا ہے ایک بار منہ پر مسح کرنے کے لئے اور دوسری بار ہاتھوں پر۔ جمہور کا یہی مذہب ہے یعنی امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہم کا۔
(بداية المجتهد. كتاب التيمم. الباب الرابع. المسئلة الثانية اختلف العلماء في عدد الضربات)
مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فقہی قیاس پر حضرت عمارؓ کی حدیث کو ترجیح دی ہے کیونکہ اس میں ارشادِ نبویؐ اس بارے میں واضح ہے۔ امام موصوفؒ مسائل فقہیہ میں بموجب ارشاد نبوی يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا سہولت کو ترجیح دیتے ہیں اور یہی آنحضرت ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے ثابت ہے کہ آپؐ سہولت کے پہلو کو اختیار کیا کرتے تھے۔

☆ لفظ "بِكَفِّهِ" کے علاوہ "بِكَفَّيْهِ" کے الفاظ سے بھی یہ روایت آتی ہے۔ (عمدۃ القاری جزء چہارم صفحہ ۳۷) ترجمہ بِكَفَّيْهِ کے مطابق ہے۔

بَاب ۹

۳۴۸: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ الْخُزَاعِيُّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا مُّعْتَزِلًا لَّمْ يُصَلِّ فِي الْقَوْمِ فَقَالَ يَا فُلَانُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ فِي الْقَوْمِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَصَابَتْنِيْ جَنَابَةٌ وَّلَا مَاءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيْكَ.

۳۴۸: ہم سے عبدان نے بیان کیا کہا: عبداللہ نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے کہا: عوف نے ہمیں بتلایا کہ ابورجاء سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عمرانؓ بن حصین خزاعی نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو الگ تھلگ بیٹھے دیکھا، اس نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تو آپؐ نے کہا: اے فلاں! جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے تم کو کس بات نے روکا ہے؟ تو اس نے کہا: یارسول اللہ! میں جنبی ہوں اور پانی نہیں۔تو آپؐ نے فرمایا: مٹی لو، وہ تمہاری ضرورت کو پورا کردے گی۔

تشریح: امام بخاریؒ نے باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور اس میں وہی حضرت عمرانؓ بن حصین کی روایت نقل کی ہے جو باب ۶ میں گذر چکی ہے۔یہ اس لئے کیا ہے کہ تا یہ امر واضح کردیں کہ ساتویں اور آٹھویں باب کا تعلق درحقیقت اسی باب کے مضمون سے ہے اور یہ کہ حضرت عمرانؓ اور حضرت عمارؓ کی روایتیں باعتبارِ صحت نقلاً وعقلاً نہایت مستند اور ہر قسم کی جرح سے بالا ہیں۔مسئلہ زیرِ بحث کے متعلق فقہاء کے اختلافات کو اگر دیکھا جائے تو امام موصوفؒ کی جدو جہد کی حقیقت کا پورا پورا علم ہوسکتا ہے۔(تفصیل کے لئے دیکھئے: بـدايـة الـمـجتهـد. كتـاب التيـمم. الباب الرابع نیز الباب الخامس، الجزء الاوّل. صفحه۶۶- ۶۸)

باب ۶ میں ایک اصل قائم کرکے جن چار اختلافی مسائل کا ذکر کیا گیا تھا وہ مابعد کے بابوں میں پوری وضاحت اور ثبوت کے ساتھ حل کئے گئے ہیں۔آٹھویں باب کی روایت کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں: **قُلْتُ وَ اِنَّمَا كَرِهْتُمْ هٰذَا لِـذَا ؟ قَـالَ نَـعَمْ.** یعنی حضرت ابن مسعودؓ نے جنبی کا بغیر نہانے کے نماز پڑھنا اس لئے مکروہ سمجھا ہے کہ لوگ پھر تیمّم کرکے نماز پڑھا کریں گے۔یہ توجیہہ شرعی نہیں بلکہ محض ایک ذاتی خیال ہے جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ الصَّلٰوة

بَاب ۱ : كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلَوَاتُ فِي الْإِسْرَاءِ

نمازیں معراج میں کس طرح فرض کی گئیں؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ فِي حَدِيْثِ هِرَقْلَ فَقَالَ يَأْمُرُنَا - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ.

اورحضرت ابن عباسؓ نے کہا: ہرقل کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت ابوسفیانؓ نے مجھے بتلایا۔ کہا: ہمیں وہ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز اور سچائی اور بدی سے بچنے کا حکم دیتے ہیں۔

۳۴۹: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَبُو ذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُّمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّإِيْمَانًا فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ

۳۴۹: ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت ابوذرؓ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ میں ہی تھا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور جبرائیل اُترے اور انہوں نے میرے سینے کو کھولا۔ پھر اسے آب زمزم سے دھویا۔ پھر وہ ایک سونے کا طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا اور اس کو میرے سینہ میں انڈیل دیا۔ پھر اسے بند کر دیا پھر میرا ہاتھ لیا اور سب سے ورلے آسمان کی طرف مجھے اٹھا کر لے گئے جب میں ورلے آسمان پر پہنچا تو جبرائیلؑ نے آسمان کے محافظ سے کہا:

السَّمَاءِ افْتَحْ قَالَ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا جِبْرِيْلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَّعِيَ مُحَمَّدٌ ﷺ فَقَالَ أَأُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلَى يَمِيْنِهِ أَسْوِدَةٌ وَّعَلَى يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ إِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَسَارِهِ بَكَى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِجِبْرِيْلَ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا آدَمُ وَهَذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَّمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيْهِ فَأَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَّمِيْنِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى حَتَّى عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ فَفَتَحَ قَالَ أَنَسٌ فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمٰوَاتِ آدَمَ وَإِدْرِيْسَ وَمُوْسَى وَعِيْسَى وَإِبْرَاهِيْمَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيْمَ فِي

کھولو۔ تو اس نے پوچھا: کون ہے؟ کہا: جبرائیلؑ۔ اس نے کہا: کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ کہا: ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اس نے کہا: کیا ان کو بلوا بھیجا ہے؟ کہا: ہاں۔ پس جب اس نے کھولا تو ہم ورلے آسمان کے اوپر گئے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اس کے دائیں طرف بھی بہت سے آدمی ہیں اور بائیں طرف بھی بہت سے آدمی ہیں۔ جب وہ اپنے دائیں طرف دیکھتا تو ہنستا اور جب اپنے بائیں طرف دیکھتا تو روتا۔ اس نے کہا: اس نیک نبی اور اس نیک بیٹے کا آنا خوشی سے ہو۔ جبرائیلؑ سے میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آدمؑ ہیں اور یہ لوگ جو اس کے دائیں اور بائیں طرف ہیں یہ اس کی اولاد کی روحیں ہیں۔ ان میں سے دائیں طرف والے جنتی ہیں اور وہ لوگ جو اِن کی بائیں طرف ہیں دوزخی ہیں۔ جب وہ دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب وہ بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ اسی اثناء میں وہ مجھے دوسرے آسمان پر لے گئے اور اس کے محافظ سے کہا: کھولو۔ اور اس کے محافظ نے بھی اُن سے اسی طرح کہا جس طرح کہ پہلے نے کہا تھا۔ تب اس نے کھول دیا۔ حضرت انسؓ کہتے تھے کہ (حضرت ابوذرؓ نے) ذکر کیا کہ آپؐ نے آسمانوں میں حضرت آدمؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰۃ کو پایا۔ اور انہوں نے معین طور پر بیان نہیں کیا کہ ان کے مقامات کیسے تھے۔ سوائے اس کے کہ

السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيْلُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِدْرِيْسَ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا إِدْرِيْسُ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسَى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا مُوْسَى ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسَى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا عِيْسَى ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّأَبَا حَبَّةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَرَجَ بِي حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ فِيْهِ صَرِيْفَ الْأَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَّأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلَى أُمَّتِي خَمْسِيْنَ صَلَاةً فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى مَرَرْتُ عَلَى مُوْسَى فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَكَ عَلَى أُمَّتِكَ قُلْتُ

انہوں نے یہ ذکر کیا کہ آپؐ نے حضرت آدمؑ کو سب سے نچلے آسمان میں اور حضرت ابراہیمؑ کو چھٹے آسمان میں پایا۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ جب جبرائیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ادریسؑ کے پاس سے لے کر گزرے تو انہوں نے کہا: خوشی سے آئیں یہ نیک نبی اور نیک بھائی۔ تو میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ جبرائیلؑ نے کہا: یہ ادریسؑ ہیں۔ پھر میں حضرت موسیٰؑ کے پاس سے گزرا۔ اور انہوں نے کہا کہ خوشی سے آئیں یہ نیک نبی اور نیک بھائی۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: موسیٰؑ ہیں۔ پھر میں حضرت عیسیٰؑ کے پاس سے گزرا اور انہوں نے کہا: خوشی سے آئیں یہ نیک بھائی اور نیک نبی۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: عیسیٰؑ ہیں۔ پھر میں حضرت ابراہیمؑ کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے کہا: خوشی سے آئیں یہ نیک نبی اور نیک بیٹا۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ابن شہاب نے کہا: مجھے ابن حزم نے بتلایا کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوحبہ انصاریؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے اوپر لے گئے۔ اور آخر میں ایک بلند ہموار جگہ پر چڑھا جہاں میں قلموں کے لکھنے کی آواز سنتا تھا۔ ابن حزم اور حضرت انس بن مالکؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں مقرر کیں اور اس حکم کو لے کر میں واپس لوٹا۔ جب میں حضرت موسیٰؑ کے پاس سے گزرا تو اُنہوں نے پوچھا: آپؐ کی امت پر اللہ تعالیٰ

فَرَضَ خَمْسِيْنَ صَلَاةً قَالَ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذَلِكَ فَرَاجَعَنِيْ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوْسَى قُلْتُ وَضَعَ شَطْرَهَا فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذَلِكَ☆ فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذَلِكَ فَرَاجَعْتُهُ فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَّهِيَ خَمْسُوْنَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوْسَى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَّبِّيْ ثُمَّ انْطَلَقَ بِي حَتَّى انْتَهَى بِي إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لَّا أَدْرِيْ مَا هِيَ ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيْهَا حَبَايِلُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ.

نے آپؐ کے لیے کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ تو انہوں نے کہا: اپنے ربّ کے پاس لوٹ جائیں کیونکہ آپؐ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ اس پر میں نے واپس جا کر نظر ثانی کے لئے کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں سے نصف کم کر دیں اور میں حضرت موسیٰؑ کی طرف لوٹا اور میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے نصف کم کر دی ہیں تو انہوں نے کہا: اپنے ربّ سے جا کر دوبارہ کہیں کیونکہ آپؐ کی اُمت (اس کی ☆) طاقت نہیں رکھے گی۔ اس پر میں نے جا کر دوبارہ عرض کی تو اللہ تعالیٰ نے آدھی کم کر دیں۔ پھر میں ان کی طرف واپس آیا اور انہوں نے کہا: اپنے ربّ کے پاس واپس جائیں کیونکہ آپؐ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھے گی۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دوبارہ عرض کی تو فرمایا: وہ پانچ بھی ہیں اور پچاس بھی ہیں۔ میرے ہاں بات تبدیل نہیں ہوتی۔ تب میں حضرت موسیٰؑ کے پاس لوٹ آیا اور انہوں نے کہا: جائیں اپنے رب سے پھر کہیں۔ میں نے کہا: اب میں اپنے رب سے شرما گیا ہوں۔ پھر جبرائیلؑ مجھے لے کر چل پڑے اور آخر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے اور کئی رنگوں نے سدرہ المنتہیٰ کو ڈھانپا ہوا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز تھی؟ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں موتیوں کی لڑیاں ہیں اور کیا دیکھتا ہوں کہ اس کی مٹی کستوری ہے۔

☆ لفظ "ذَلِکَ" نسخہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۵۹۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلَوَاتُ:** کتاب الصلوٰۃ کسی آیت کا حوالہ دینے کے بغیر شروع کی گئی ہے جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ قرآن مجید میں کہیں ذکر نہیں کہ نماز کب اور کس طرح فرض کی گئی تھی۔ روایت مذکورہ بالا صرف مشروعیّت نماز کی تاریخ بتلانے کے لئے لائی گئی ہے۔ اسی لئے عنوانِ باب میں حضرت ابوسفیانؓ کی روایت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ قریش مکہ میں سے تھے اور کفر کی حالت میں ہرقل کے سامنے انہوں نے بیان کیا: **يَـأْمُـرُنَا بِالصَّلٰوةِ** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکی زندگی میں ہی نماز کا حکم نازل ہوا تھا۔ روایت نمبر ۳۴۹ کے الفاظ **وَاَنَا بِمَكَّةَ** بھی یہی ظاہر کرتے ہیں کہ یہ معراج جس میں مشروعیتِ نماز کی کیفیت مذکور ہے؛ آپؐ کو مکہ معظمہ میں ہوا تھا۔

مَرْحَباً بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ. بِالْإِبْنِ الصَّالِحِ . بِالْاَخِ الصَّالِحِ: قرآن مجید میں انبیاء کو صالح اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ حیاتِ اُخرویہ میں مزید ترقی کرنے کی پوری پوری صلاحیت اور قابلیت رکھتے ہیں۔ صالح کے معنے قابل، مناسب۔ (المنجد فی اللغة. تحت لفظ: صلح) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے: وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (البقرة: ۱۳۱) {اور یقیناً آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہوگا۔}

هِيَ خَمْسٌ وَّ هِيَ خَمْسُوْنَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ: یعنی نمازیں باعتبار عدد کے تو پانچ ہیں اور باعتبار ثواب کے پچاس۔ یہ اس آیت کی طرف اشارہ ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا. (الأنعام: ۱۶۱) {ترجمہ: جو نیکی کرے تو اس کے لیے اس کا دس گنا اجر ہے۔}

جس **سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى** تک آپؐ پہنچے ہیں اس کا ذکر سورۂ نجم میں بھی آتا ہے۔ روایت نمبر ۳۴۹ کے الفاظ **وَغَشِيَهَا اَلْوَانٌ لَآ اَدْرِيْ مَاهِيَ** اور **ثُمَّ اُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ** کا مقابلہ سورۂ نجم کے الفاظ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى. عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى. اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى (النجم: ۱۵-۱۷) {ترجمہ: آخری حدّ پر واقع بیری کے پاس۔ اس کے قریب ہی پناہ دینے والی جنت ہے۔ جب بیری کو اس نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا۔} سے کریں تو اِس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ معراج وہی ہے جس کی طرف سورۂ نجم کی ابتدائی آیتوں میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ آیت وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى (النجم: ۱۴-۱۵) {جبکہ وہ اسے ایک اور کیفیت میں بھی دیکھ چکا ہے۔ آخری حد پر واقع بیری کے پاس} بتلاتی ہے کہ یہ معراج دوسرا ہے اور جس معراج کا ذکر ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى. فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (النجم: ۹-۱۰) {پھر وہ نزدیک ہوا۔ پھر وہ نیچے اُتر آیا۔ پس وہ دو قوسوں کے وَتر کی طرح ہوگیا یا اس سے بھی قریب تر۔} میں کیا گیا ہے، وہ اور معراج ہے۔ ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ نجم کے نازل ہونے سے پہلے **سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى** والا معراج ہو چکا تھا اور یہ سورۃ ابتدائی زمانہ کی سورتوں میں سے ہے۔ اس میں بھی عبادت کی تاکید ان الفاظ میں کی گئی ہے: فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا (النجم: ۶۳) { پس اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤ اور عبادت کرو } غرض روایت مذکورہ بالا کو سورۂ نجم کے ساتھ ملا کر دیکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ **نماز کا حکم مکی زندگی کے ابتدائی حصہ میں نازل ہوا تھا۔**

اِسراء اور معراج الگ الگ واقعات ہیں: امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں اس معراج کے لئے اِسراء کا حوالہ

غالباً اس طرف اشارہ کرنے کے لئے دیا ہے کہ اسراء اور معراج ایک ہی ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل مکی زندگی کے آخری حصہ میں نازل ہوئی تھی اور نماز کا حکم اس سے بہت پہلے نازل ہو چکا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج متعدد بار ہوا ہے اور ان معراجوں کے متعلق روایات آگے آئیں گی۔ نیز ان کے متعلق بحث اپنے موقع ومحل پر ہوگی۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

یہاں روایت نمبر ۳۴۹ کا تعلق صرف نماز کی مشروعیت اور اس کی کیفیت بیان کرنے سے ہے۔ احادیث نبویہ میں نماز مومن کا معراج قرار دی گئی ہے۔ (دیکھئے شرح سنن لابن ماجه للسیوطی. کتاب الزهد. باب الامل والاجل) ابتدائی شرط ظاہری پاکیزگی ہے۔ اس روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ چاک کر کے اس کو پاک وصاف کیا گیا اور پھر اسے حکمت اور ایمان سے بھرا گیا۔ اس کے بعد آپؐ کی روحانی سیر شروع ہوتی ہے۔ گویا تزکیہ اس روحانی سیر کی پہلی منزل تھی۔ تمام انبیاء کو ان کی باطنی پاکیزگی اور حکمت وایمان کی وجہ سے تقریباً اسی قسم کا روحانی معراج نصیب ہوا۔ معراج کے معنے اوپر چڑھنا، ترقی کرنا۔ (لسان العرب تحت لفظ عرج)

اس روحانی ترقی میں ہر ایک نبی کا جدا جدا مقام ہے اور اللہ تعالیٰ کی تجلّی ہر نبی پر اس کے اپنے ہی مقام میں اس کے مناسب حال ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چھٹے آسمان پر حضرت ابراہیمؑ تھے اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کے بھی علیحدہ علیحدہ مقامات تھے جو راوی کو بھول گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اوپر حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ معراج تھا اور اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ ہم کلامی کا شرف پانے کے بعد جبرائیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی تک لے گئے۔

غَشِيَهَا اَلْوَانٌ: لَوْنٌ کے معنی ہیئت، نوعیت، کیفیت۔ (لسان العرب تحت لفظ لون) یعنی وہاں کچھ ایسی کیفیتیں تھیں کہ آپؐ کو **لَا اَدْرِیْ** کا اقرار کرنا پڑا۔ اور یہ وہ انتہائی مقامِ ترقی تھا جہاں پہنچ کر بشری طاقتیں جواب دے بیٹھتی ہیں اور عقل حیران ودنگ رہ جاتی ہے کہ یہ کیا شانِ الوہیت ہے۔ اسی وجہ سے اس مقام کو سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی کہا گیا ہے۔ **سِدْرٌ** کے معنی حیرانگی، نگاہ کا چکا چوند ہونا۔ (لسان العرب تحت لفظ سدر) گویا سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی انتہائی مشکلات کا مقامِ ابتلاء ہے جس کے ساتھ انتہائی ترقیات وابستہ ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ دوربین بوجہ اس کے کہ آپؐ کو شَدِيْدُ الْقُوٰی نے سکھلایا تھا، مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (النجم: ۱۸) اس مقام پر بھی اِدھر اُدھر نہیں ہوئی۔ اپنے مقصد اعلیٰ کو ایک ستارہ کی طرح چمکتے ہوئے سامنے دیکھتی رہی۔ آپؐ کی فطرت ساتویں آسمان یعنی اپنے مقامِ معراج پر پہنچ کر اس کے اُوپر بھی پرواز کرنے کی جدوجہد کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ یہ خلاصہ ہے اس روایت کا۔

آیا یہ نظارہ جسمانی تھا یا روحانی؟... اس کے متعلق آئندہ بحث کی جائے گی۔ یہاں قارئین کو ان الفاظ پر غور کرنا چاہئے کہ آپؐ نے دیکھا کہ آپؐ کے گھر کی چھت کھولی گئی۔ جب یہ نظارہ ختم ہوا تو کیا چھت فی الحقیقت کھولی ہوئی تھی؟ وہ طشت جو ایمان وحکمت سے بھرا گیا تھا کس قسم کا تھا؟ اور آیا ایمان اور حکمت روحانی چیزیں ہیں یا جسمانی؟

۳۵۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ فَرَضَ اللهُ الصَّلَاةَ حِيْنَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَزِيْدَ فِي صَلَاةِ الْحَضَرِ.

۳۵۰: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے صالح بن کیسان سے۔ صالح نے عروہ بن زبیر سے۔ عروہ نے حضرت عائشہؓ ام المؤمنین سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے نماز جب مقرر کی تو دو دو رکعتیں حضر اور سفر میں مقرر کی تھیں پھر سفر کی نماز برقرار رکھی گئی۔ اور حضر کی نماز بڑھائی گئی۔

تشریح: سابقہ روایت میں پانچ نمازوں کا ذکر ہے۔ یہ روایت بتلاتی ہے کہ نماز فریضہ دو دو رکعتیں تھیں اور پھر حضر میں نماز بڑھا دی گئی۔ مگر قرآن مجید اس کے برخلاف فرماتا ہے: فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ...(النساء:۱۰۲) یعنی حضر کی نماز بڑھائی نہیں گئی بلکہ وہ تو جیسی تھی ویسی رہی۔ البتہ سفر کی نماز کم کرنے کی اجازت دی گئی۔ حضرت یعلیٰؓ بن امیہ کی ایک روایت اس اعتراض کو اور بھی مضبوط کرتی ہے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے بھی تعجب ہوا تھا اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهٗ۔ (مسلم. كتاب صلاة المسافرين. باب صلاة المسافرين و قصرها:۱۱۰۸) یعنی یہ عطا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کی ہے۔ پس تم اللہ کی عطا کو قبول کرو۔

ایسا ہی ابوقلابہ کی بھی ایک روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَشَطْرَ الصَّلٰوةِ. (نسائی. كتاب الصيام. باب ذكر اختلاف معاوية بن سلام: ۲۲۳۹) یعنی اللہ تعالیٰ نے مسافر کو روزے اور آدھی نماز سے رخصت دی ہے۔

ان روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اصل نماز چار رکعتیں تھیں اور نماز سفر میں تخفیف کی گئی۔ بعض شارحینؒ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت مذکورہ بالا مرفوع نہیں اور جب نماز فرض کی گئی تو اس وقت وہ موجود نہ تھیں۔ نہ معلوم کسی سے انہوں نے سنا ہے یا خود قیاس کیا ہے جو صحیح نہیں۔ (فتح الباری۔ جزء اول صفحہ ۶۰۲) مگر یہ جواب خود غلط ہے۔ صحابی کی مرسل روایت بھی حجت سمجھی جاتی ہے۔ کتاب المناقب میں بھی حضرت عائشہؓ کی یہی روایت معمر اور زہری کی سند سے نقل کی گئی ہے۔ وہاں یہ الفاظ ہیں: فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ هَاجَرَ النَّبِيُّ ﷺ فَفُرِضَتْ أَرْبَعًا وَتُرِكَتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ عَلَى الْاُوْلٰى. (بخارى كتاب المناقب. باب التاريخ من اين أرخوا التاريخ: ۳۹۳۵) یعنی ہجرت سے پہلے نماز مفروضہ دو رکعت تھی۔ پھر ہجرت کے بعد چار رکعتیں ہوئی اور سفر کی نماز پہلی حالت پر رہنے دی گئی۔ اس

روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضر اور سفر کی نمازوں میں تمیز ہجرت کے بعد اُس وقت کی گئی کہ جب نماز چار رکعتیں فرض ہوئی۔ اس سے پہلے نماز میں حضر وسفر کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں تھا۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ قصرِ صلوٰۃ کا حکم چوتھی ہجری میں نازل ہوا تھا۔

ہجرت سے پہلے مکہ معظّمہ میں نماز دو دو رکعتیں پڑھی جاتی تھی جبکہ بیت المقدس قبلہ تھا۔ یہودیوں میں روزانہ دو ہی نمازیں تھیں؛ صبح اور شام۔ (بائبل:ا۔ تواریخ، باب ۲۳، آیت ۱۳) ان کی نماز زیادہ تر قربانی اور دعاؤں پر مشتمل تھی۔ نہ ان میں اسلامی رکوع ہوتا اور نہ سجدہ۔ کھڑے ہو کر اپنی عبادت ادا کرتے تھے اور درمیان میں کبھی کبھی سر اور سینہ خفیف سا جھکا لیتے تھے۔

مگر شارعِ اسلام نے ابتداء میں دو رکعتیں بمعہ رکوع اور سجود نماز پڑھنے کا ارشاد فرمایا اور یہ مخصوص طریقہ نماز آپؐ کو اسی معراج میں بتلایا گیا تھا۔

امام بخاریؒ کا مقصد اس روایت سے قصرِ صلوٰۃ کا مسئلہ بیان کرنا نہیں۔ اس کا ذکر ابواب القصر میں مفصل آئے گا۔ یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ پانچ نمازیں اور چار رکعتیں کب فرض ہوئیں۔

بَاب۲: وُجُوْبُ الصَّلَاةِ فِي الثِّيَابِ

کپڑوں میں نماز پڑھنا ضروری ہے

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الأعراف:۳۲) وَمَنْ صَلَّى مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَّيُذْكَرُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَزُرُّهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ ، فِي إِسْنَادِهِ نَظَرٌ وَّمَنْ صَلَّى فِي الثَّوْبِ الَّذِيْ يُجَامِعُ فِيْهِ مَالَمْ يَرَ {فِيْهِ[۲]} أَذًى وَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ لَّا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ یعنی ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لیا کرو اور جس نے ایک ہی کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھی اور حضرت سلمہؓ بن اکوع سے روایتاً بیان کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ اسے تکمہ[۱] لگا لیا کرے اگرچہ کانٹے سے ہی ہو۔ اور اِس کی سند میں قدرے شک ہے اور جو اُسی کپڑے میں نماز پڑھ لے جس میں اس نے جماع کیا ہے بشرطیکہ (اس میں[۲]) آلائش نہ دیکھے اور نبی ﷺ نے حکم دیا کہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

---

۱ تکمہ: 1. بٹن، بوتام، گھنڈی 2. کاج۔ (اُردو لغت۔ زیر لفظ تکمہ)

۲ لفظ "فِيْهِ" نسخہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۶۰۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

۳۵۱: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ قَالَتِ امْرَأَةٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ سِيْرِيْنَ حَدَّثَتْنَا أُمُّ عَطِيَّةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

۳۵۱: ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا: یزید بن ابراہیم نے ہمیں بتلایا۔ یزید نے محمد (بن سیرین) سے، انہوں نے حضرت ام عطیہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم حیض والیوں کو عیدوں کے روز نکالا کریں اور پردے والیوں کو بھی تا کہ وہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعا میں شریک ہوں۔ اور حیض والیاں اپنی نماز گاہ سے الگ رہتیں۔ ایک عورت نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں سے کسی ایک کے پاس جلباب نہ ہو (تو وہ کیا کرے؟) فرمایا: اس کو اس کی ساتھن اپنے جلباب کا ایک حصہ اوڑھائے۔ اور عبداللہ بن رجاء نے کہا: عمران نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن سیرینؒ نے ہمیں بتلایا کہ حضرت ام عطیہؓ نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ سے یہ سنا تھا۔

تشریح: **وُجُوْبُ الصَّلٰوةِ فِي الثِّيَابِ:** کتاب الصلوٰۃ کی ترتیب میں پہلے ستر العورۃ یعنی ننگ ڈھانپنے کے متعلق روایتیں بیان کی ہیں جیسا کہ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کے ارشاد سے ظاہر ہے کہ یہ حکم ایسا ہی ضروری ہے؛ جیسا أَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کا۔ اور اس کی تعمیل بھی ویسے ہی ضروری ہے جیسے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی۔ ننگ ڈھانپ کر نماز پڑھنے کے وجوب پر تو سب کو اتفاق ہے۔ لیکن اس امر کے متعلق اختلاف ہے کہ کیا یہ حکم احکام طہارت کی طرح صحت نماز کے لئے شرط ہے جو اگر ہو تو نماز درست ہے ورنہ نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک سنت۔

(البداية المجتهد. كتاب الصلوة. الباب الرابع من الجملة الثانية في الشروط. الفصل الأول في ستر العورة)

اسی اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عنوانِ باب میں امام بخاریؒ نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے کہ وہ واجب ہے۔

وَمَنْ صَلَّى مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ: دوسرا اختلاف لفظ زینت کی تشریح کے متعلق ہے۔ آیا ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنا زینت کے مفہوم کے منافی تو نہیں؟ عنوانِ باب میں حضرت سلمہؓ بن اکوع کا جو حوالہ دیا گیا ہے، اس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ زینت سے مراد مطلق لباس ہے جو بدن کا ننگ ڈھانپے۔ خواہ کانٹوں سے

ہی اس کے تکیے ہوں۔ حضرت سلمہؓ نے آپؐ سے پوچھا تھا کہ میں شکاری آدمی ہوں کیا میں صرف کُرتے میں ہی نماز پڑھ لیا کروں؟ تو آپؐ نے ان کو مذکورہ بالا جواب دیا۔ (فتح الباری جزء اوّل صفحہ ۶۰۳)

وَمَنْ صَلَّى فِي الثَّوْبِ الَّذِيْ يُجَامِعُ فِيْهِ: قدیم زمانے میں جنبی کا کپڑا بھی نجس سمجھا جاتا تھا؛ اس لئے اس کا یہاں بھی ضمناً ذکر کر دیا گیا ہے۔

عنوانِ باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کا بھی حوالہ دیا گیا ہے جو آپؐ نے حجِ اکبر میں کرایا تھا: **اَنْ لَّا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.** (بخاری کتاب الصلوٰة باب مایستر من العورة: ۳۶۹) امام موصوفؒ نے اس روایت سے یہ استدلال کیا ہے کہ بیت اللہ کا طواف بھی ایک قسم کی عبادت ہے جب یہ عبادت ننگا ہو کر ادا نہیں کی جاسکتی تو نماز میں تو بدرجہ اولیٰ ننگا ہونا جائز نہیں۔ (فتح الباری۔ جزء اوّل صفحہ ۶۰۴) آج کل بھی ہندوؤں میں بعض تیرتھوں ☆ کا طواف ننگے ہو کر کیا جاتا ہے۔

امام بخاریؒ نے **خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ** کے ارشادِ الٰہی کے مقابل پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح ممانعت پیش کی ہے۔ ایک میں کپڑے پہننے کا حکم ہے اور دوسرے میں ننگا ہونے کی ممانعت ہے اس سے **وُجُوْبُ الصَّلٰوةِ فِي الثِّيَابِ** پر استدلال کیا ہے اور درمیانی حوالے بھی اسی مسئلہ کی تائید میں پیش کئے ہیں۔

روایت نمبر ۳۵۱ کا تعلق باب سے واضح ہے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ ... کا حکم واجب نہیں بلکہ مستحب یعنی پسندیدہ ہے، ان کے نزدیک اگر کپڑا نہ ہو تو وہ نماز پڑھ لے۔ امام بخاریؒ اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پیش کرتے ہیں کہ اس کی ساتھی اس کو پہننے کے لئے دے تا وہ نماز پڑھ سکے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھنے والی کو یہ نہیں کہا کہ کپڑا نہ ہو تو گھر بیٹھی رہے اور عید میں شریک نہ ہو۔ یا یہ کہ وہ ننگے سر ہی چلی جائے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ کوئی دوسرا اس کو اپنا کپڑا اُوڑھنے کے لئے دے۔ یہ روایت پہلے کتاب الحيض باب شهود الحائض العيدين (نمبر ۳۲۴) میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ: روایت مذکورہ بالا کے آخر میں محمد بن سیرینؒ کا حوالہ اس غرض سے دیا ہے کہ ان لوگوں کی تردید کریں جو کہتے ہیں کہ محمد بن سیرینؒ نے اپنی بہن سے یہ روایت سنی تھی؛ نہ کہ حضرت ام عطیہؓ سے۔

☆ تیرتھ: ہندوؤں یا بدھوں وغیرہ کے عقیدہ میں مقدس عبادت گاہ کو کہتے ہیں۔ عموماً گنگا یا جمنا یا کسی مقدس دریا کا گھاٹ مراد ہوتا ہے۔ (اُردو لغت۔ زیر لفظ تیرتھ)

بَاب٣: عَقْدُ الْإِزَارِ عَلَى الْقَفَا فِي الصَّلَاةِ

نماز میں تہ بند گدی پر باندھنا

وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِيْ أُزُرِهِمْ عَلَى عَوَاتِقِهِمْ.

اور ابو حازم نے حضرت سہلؓ (بن سعد) سے نقل کیا کہ انہوں نے اپنا تہ بند کندھوں پر باندھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔

٣٥٢: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلَّى جَابِرٌ فِي إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهُ مَوْضُوْعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ قَالَ لَهُ قَائِلٌ تُصَلِّي فِي إِزَارٍ وَّاحِدٍ؟ فَقَالَ إِنَّمَا صَنَعْتُ ذَلِكَ لِيَرَانِي أَحْمَقُ مِثْلُكَ وَأَيُّنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ.

٣٥٢: ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا: عاصم ابن محمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: واقد بن محمد نے مجھے بتلایا کہ محمد بن منکدر سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت جابرؓ نے تہ بند میں نماز پڑھی جس کو انہوں نے اپنی گدی پر گرہ دی ہوئی تھی اور ان کے کپڑے کھونٹی پر دھرے ہوئے تھے۔ کسی کہنے والے نے ان سے کہا: کیا آپؓ صرف ایک تہ بند میں ہی نماز پڑھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں نے تو اسی لئے یہ کیا تھا کہ تجھ جیسا احمق مجھے دیکھے اور نبی ﷺ کے زمانہ میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے ہوتے؟

٣٥٣: حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ أَبُو مُصْعَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِيْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَّقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ.

٣٥٣: ہم سے مطرف ابومصعب نے بیان کیا، کہا: عبدالرحمٰن بن ابوالموالی نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے محمد بن منکدر سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کو ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اور (حضرت جابرؓ نے) کہا: میں نے نبی ﷺ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا۔

تشریح: چونکہ صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنا خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ کے ارشاد کے خلاف سمجھا جاتا تھا اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو دو روایتیں پیش کی ہیں ان سے زمانہ تنگدستی کے حالاتِ مجبوری کی طرف توجہ دلانا

مقصود ہے۔یعنی ایسی حالت میں ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَاقِدِیْ أُزُرِهِمْ عَلٰى عَوَاتِقِهِمْ: عنوانِ باب میں یہاں کندھوں پر تہ بند باندھ کر جن نماز پڑھنے والوں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ لوگ اصحابُ الصفہ تھے۔

(دیکھئے کتاب الصلوٰۃ. باب۵۸: نَوْمُ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ :۴۴۲)

روایت نمبر۳۵۲،۳۵۳: خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ کے ارشاد کے متعلق غلو سے کام لینے والوں کے خیال کی غلطی ثابت کرنے کے لئے حضرت جابرؓ نے باوجود دوسرے کپڑے ہونے کے ایک کپڑے میں نماز پڑھی۔(یہی مضمون روایت نمبر۳۷۰میں بھی ہے)

رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ: روایت نمبر۳۵۳ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھی۔پس خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ کا یہ مفہوم لینا کہ جب تک عمدہ کپڑے نہ پہنے جائیں نماز نہ ہوگی؛غلط ہے۔اسلام نے استثنائی صورتوں کو نظر انداز نہیں کیا۔

بَاب ٤ : اَلصَّلَاةُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ مُلْتَحِفًا بِهِ

ایک ہی کپڑے میں لپٹ کر نماز پڑھنا

قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي حَدِيْثِهِ الْمُلْتَحِفُ الْمُتَوَشِّحُ وَهُوَ الْمُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ وَهُوَ الِاشْتِمَالُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ قَالَ قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ الْتَحَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ وَخَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ.

زُہری نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ مُلْتَحِفٌ کے معانی مُتَوَشِّحٌ ہیں۔یعنی وہ(شخص)جس نے اپنے کپڑے کے دونوں کناروں کو مخالف سمت سے لاکر اپنے کندھوں پر باندھا ہوا ہو اور یہی (عربی میں) اِشْتِمَال ہوتا ہے۔اور حضرت ام ہانیؓ کہتی تھیں کہ نبی ﷺ نے ایک ہی کپڑے میں اپنے آپ کو لپیٹا اور دونوں کناروں کو مخالف سمت سے لاکر اپنے کندھوں پر ڈال دیا۔

٣٥٤: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ

۳۵۴: ہم سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا،کہا: ہشام بن عروہ نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے اپنے باپ سے،اُن کے باپ نے حضرت عمرؓ بن ابوسلمہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی کپڑے

قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

میں نماز ادا کی۔ آپؐ نے دونوں کناروں کو مخالف سمت سے لاکر ڈالا ہوا تھا۔

۳۵۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ وَقَدْ أَلْقَى طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ.

۳۵۵: ہم سے محمد بن مثنّٰی نے بیان کیا۔ کہا: یحيٰی نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: ہشام نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے حضرت عمرؓ بن ابی سلمہ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ حضرت اُم سلمہؓ کے گھر میں ایک ہی کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور آپؐ نے اس کے دونوں کناروں کو اپنے کندھے کے اوپر ڈالا ہوا تھا۔

۳۵۶: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ.

۳۵۶: ہم سے عبید بن اسماعیل نے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عمرؓ بن ابوسلمہ نے انہیں بتایا۔ کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت اُم سلمہؓ کے گھر میں ایک ہی کپڑا پہنے نماز پڑھتے دیکھا۔ آپؐ اس میں لپٹے ہوئے تھے اس کے دونوں کنارے اپنے کندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔

۳۵۷: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ

۳۵۷: ہم سے اسماعیل بن ابی اُوَیس نے بیان کیا۔ کہا: مالک بن انس نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے عمر بن عبیداللہ کے آزاد کردہ غلام ابونضر سے روایت کی کہ ابوطالب کی بیٹی حضرت اُم ہانیؓ کے آزاد کردہ غلام ابومُرّہ نے ان کو بتلایا کہ انہوں نے ابوطالب کی

أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ قَالَتْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هَذِهِ فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ زَعَمَ ابْنُ أُمِّي أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ أَجَرْتُهُ فُلَانَ ابْنَ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ وَذَاكَ ضُحًى.

بیٹی حضرت ام ہانیؓ سے سنا۔ کہتی تھیں کہ جس سال مکہ فتح ہوا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی تو معلوم ہوا کہ آپؐ نہا رہے ہیں۔ اور حضرت فاطمہؓ آپؐ کی بیٹی آپؐ کو پردہ کئے ہوئے تھیں (حضرت اُم ہانیؓ نے) کہا کہ میں نے آپؐ کو سلام کیا تو آپؐ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ابو طالب کی بیٹی اُم ہانی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: خوشی سے آئیں اُم ہانی۔ جب آپؐ اپنے غسل سے فارغ ہوئے تو آپؐ کھڑے ہوگئے اور آٹھ رکعت نماز ایک ہی کپڑے میں لپٹے ہوئے ادا کی۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میری ماں کا بیٹا (علیؓ) کہتا ہے کہ وہ فلاں شخص کو جو کہ ہبیرہ کا بیٹا ہے قتل کردے گا (اور) میں نے اُسے پناہ دی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ام ہانی! جس کو تو نے پناہ دی ہم نے بھی اس کو پناہ دی۔ حضرت اُم ہانیؓ نے کہا: اور یہ چاشت کا وقت تھا۔

۳۵۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ سَائِلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَ لِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ.

۳۵۸: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ کسی پوچھنے والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو دو کپڑے ہیں؟

تشریح: **اَلصَّلٰوةُ فِيْ الثَّوْبِ الْوَاحِدِ:** عنوانِ باب مصدر کے ساتھ قائم کیا گیا ہے اور اس ضمن میں پانچ روایتیں بیان کی ہیں۔ جن سے ثابت کیا ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے اور خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ کے مفہوم کے منافی نہیں۔

أَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَان: پانچویں روایت (یعنی نمبر ۳۵۸) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ أَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَان پیش کر کے اُس زمانہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب مسلمان نہایت غربت میں تھے۔ اکثر کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا۔ پس اگر خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ کے یہی معنے ہیں کہ جب تک پورا لباس زیب تن نہ ہو، نماز جائز نہیں تو صحابہ کرامؓ کے لئے اس زمانہ میں نماز پڑھنا مشکل ہو جاتا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ درحقیقت نماز پڑھنے والوں کے راستہ سے وہ مشکلات دور کر رہے ہیں جو بعض لوگوں نے پیدا کر دئے تھے۔ شارعِ اسلام ﷺ نے تو عملی سہولتیں پیدا کی تھیں مگر آپؐ کے بعد فقہاء کی باریکیوں نے ان سہولتوں کو پہاڑ بنا کر نماز پڑھنے والوں کے راستہ میں جا بجا رکاوٹیں ڈال دیں۔ اس ضرورت کی وجہ سے امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو لمبا کیا ہے۔

بَاب ٥: إِذَا صَلَّى فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلْيَجْعَلْ عَلَى عَاتِقَيْهِ.

جب ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھے تو اسے اپنے دونوں کندھوں پر ڈال لے

٣٥٩: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عَاتِقَيْهِ شَيْئٌ.

۳۵۹: ہم سے ابو عاصم نے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابو الزناد سے، ابو الزناد نے عبدالرحمٰن اعرج سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک ہی کپڑے میں نماز نہ پڑھے درآنحالیکہ اس کے کندھوں پر کچھ نہ ہو۔

٣٦٠: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَّحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ أَوْ كُنْتُ سَأَلْتُهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ أَشْهَدُ

۳۶۰: ہم سے ابو نعیم نے بیان کیا، کہا: شیبان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، یحییٰ نے عکرمہ سے روایت کی، کہا کہ میں نے ان سے سنا یا (کہا) میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں

أَنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

یہ شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ جو ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھے تو چاہئے کہ وہ مخالف سمت سے دونوں کناروں کو اُلٹ دے۔

تشریح: اس باب کے ذیل میں پہلی حدیث وہ لائی گئی ہے جس کی بناء پر بعض علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ پیٹھ اور پیٹ دونوں ستر ہیں بغیر ان کو ڈھانپے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ یہ فتویٰ ردّ کرنے کے لیے حضرت ابو ہریرہؓ کی مذکورہ بالا روایت کی ایک دوسری سند پیش کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: **مَنْ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.** اس میں ممانعت نہیں بلکہ صرف یہ ہدایت ہے کہ جو ایک کپڑے میں نماز پڑھے وہ اسے اس طرح باندھ لے۔ اس سے ننگا ہونے سے انسان بچ سکتا ہے۔ یہ ارشادِ نبویؐ بطور ایک حکم جازم کے نہیں۔

بَاب ٦: إِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا

جب کپڑا تنگ ہو

٣٦١: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فَجِئْتُ لَيْلَةً لِّبَعْضِ أَمْرِيْ فَوَجَدْتُّهُ يُصَلِّيْ وَعَلَيَّ ثَوْبٌ وَّاحِدٌ فَاشْتَمَلْتُ بِهِ وَصَلَّيْتُ إِلَى جَانِبِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَا السُّرَى يَا جَابِرُ فَأَخْبَرْتُهُ بِحَاجَتِي فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ مَا هَذَا الِاشْتِمَالُ الَّذِي رَأَيْتُ

٣٦١: ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا کہا: فلیح بن سلیمان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے سعید بن حارث سے روایت کی۔ کہا: ہم نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کے سفروں میں سے ایک سفر میں نکلا اور میں رات کو اپنے کسی کام کے لیے آیا تو آپؐ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ اور میرے بدن پر ایک ہی کپڑا تھا تو میں نے اپنے آپ کو اس میں لپیٹ لیا اور آپؐ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: اے جابر! یہ رات کا آنا کیسے؟ میں نے آپؐ کو اپنی ضرورت بتلائی۔ جب

قُلْتُ كَانَ ثَوْبٌ قَالَ فَإِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهِ وَإِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهِ.

میں نے بات ختم کی تو آپؐ نے فرمایا: یہ کپڑا لپیٹنا کیا ہے جو میں نے دیکھا؟ میں نے کہا: ایک ہی کپڑا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اگر فراخ ہو تو اس کو اپنے اردگرد لپیٹ لو اور اگر تنگ ہو تو اس سے تہ بند باندھو۔

۳۶۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِيْ أُزُرِهِمْ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ وَ قَالَ☆ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوْسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا.

۳۶۲: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: یحیٰی نے ہمیں بتلایا کہ سفیان سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ابوحازم نے مجھے بتلایا کہ حضرت سہلؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: کچھ لوگ بچوں کی طرح اپنی گردنوں پر اپنے تہ بند باندھے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور عورتوں سے کہا جاتا تھا☆ کہ اپنے سر اُس وقت تک نہ اٹھاؤ جب تک کہ لوگ سیدھے ہو کر نہ بیٹھ جائیں۔

تشریح: باب ۶ سابقہ مضمون کی تائید کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کو ہدایت کی کہ اگر کپڑا تنگ ہو تو تہ بند باندھو۔ فراخ ہو تو سارے جسم پر لپیٹ لو۔ اس سے ان لوگوں کا خیال غلط ثابت کیا ہے کہ مونڈھے اور پیٹھ وغیرہ عورت یعنی ننگ ہیں اور یہ کہ ان کو ڈھانپے بغیر نماز جائز نہیں۔

مَاهٰذَا الِاشْتِمَالُ الَّذِیْ رَأَيْتُ ؟ یہ استفہام انکاری ہے۔ آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا۔ کیونکہ اس سے نچلے حصہ کے ننگا ہونے کا احتمال ہے۔ امام موصوفؒ نے یہی بات مدنظر رکھتے ہوئے باب ۵ کا عنوان اِن الفاظ سے قائم کیا ہے: فَلْيَجْعَلْ عَلٰى عَاتِقَيْهِ۔

اس باب کی دوسری روایت سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ کچھ لوگ تھے جو بچوں کی طرح تہ بند کندھوں پر باندھ کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ کپڑا چھوٹا ہوتا؛ اس لئے سجدہ میں کبھی کوئی ننگا بھی ہو جاتا۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بھی انہیں میں سے ایک تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا۔ پس عَاقِدِیْ أُزُرِهِم سے مسئلہ اخذ کرنا درست نہیں۔ باب ۳ کا مضمون آخر میں دُہرا کر زیر بحث مسئلہ کی اصلیت واضح کر دی گئی ہے کہ اگر کپڑا فراخ ہو تو کندھوں سمیت سارے جسم کو ڈھانپ لے اور اگر تنگ ہو تو پھر بدن کے نچلے حصہ کو ڈھانپے۔ عَاقِدِیْ أُزُرِهِمْ کی روایت کے بموجب تقلید بہر کیف ضروری نہیں۔

☆ "قَالَ" کی جگہ نسخہ انصاریہ میں لفظ "يُقَالُ" درج ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۶۱۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب۷: اَلصَّلَاةُ فِي الْجُبَّةِ الشَّامِيَّةِ

شامی جبہ میں نماز پڑھنا

وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الثِّيَابِ يَنْسُجُهَا الْمَجُوْسِيُّ لَمْ يَرَ بِهَا بَأْسًا وَّقَالَ مَعْمَرٌ رَأَيْتُ الزُّهْرِيَّ يَلْبَسُ مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صُبِغَ بِالْبَوْلِ وَصَلَّى عَلِيٌّ فِي ثَوْبٍ غَيْرِ مَقْصُوْرٍ.

اور حسن نے ان کپڑوں کے متعلق فتویٰ دیا ہے جنہیں مجوسی بنتے ہیں۔ انہوں نے ان میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ اور معمر کہتے تھے کہ میں نے زہری کو یمن کے وہ کپڑے بھی پہنے دیکھا جو پیشاب سے رنگے ہوئے تھے۔ اور حضرت علیؓ نے نئے کپڑے میں جو کہ دھلا ہوا نہیں تھا نماز پڑھی۔

۳۶۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُّسْلِمٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ مُّغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ يَا مُغِيْرَةُ خُذِ الْإِدَاوَةَ فَأَخَذْتُهَا فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فَقَضَى حَاجَتَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهُ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَتَوَضَّأَ وُضُوْئَهُ لِلصَّلَاةِ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلَّى.

۳۶۳: ہم سے یحییٰ نے بیان کیا کہا: ابومعاویہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے مسلم سے، مسلم نے مسروق سے، مسروق نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ آپؐ نے فرمایا: مغیرہ! چھاگل لو۔ میں نے وہ لے لی اور رسول اللہ ﷺ چل پڑے۔ اتنی دور گئے کہ مجھ سے پوشیدہ ہو گئے۔ آپؐ نے قضائے حاجت کی اور آپؐ شامی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ اس کی آستین سے اپنا ہاتھ نکالنے لگے تو وہ تنگ تھی اس لئے آپؐ نے اپنے ہاتھ کو اس کے نیچے سے نکالا اور میں نے آپؐ پر پانی ڈالا۔ اور آپؐ نے اسی طرح وضو کیا جس طرح کہ نماز کے لیے کیا کرتے اور آپؐ نے موزوں پر مسح کیا۔ پھر آپؐ نے نماز پڑھی۔

تشریح: آجکل بھی لوگ کوٹ پتلون پہن کر نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بھی شامی جبہ وغیرہ میں نماز پڑھنا مکروہ سمجھا جاتا تھا، بوجہ اس کے کہ یہ رومیوں کا لباس تھا۔ روایت نمبر ۳۶۳ کا

ماحصل یہ ہے کہ آپؐ نے اس میں نماز پڑھی۔ ایسا ہی حسن بصریؒ کا فتویٰ نقل کر کے یہ بتلایا گیا ہے کہ کفار کے ہاتھ سے بُنے ہوئے کپڑے پہننا بھی جائز ہے۔ اسلام روحِ تسامح کی تعلیم دیتا ہے نہ تعصب اور تنگ دلی کی اور اقوامِ عالم میں تعاون کی بنیاد مضبوط کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ از روئے اسلام جسم اور لباس کی طہارت اور ننگ کا حسب استطاعت ڈھانپنا آدابِ صلوٰۃ میں سے بطور ایک ضروری ادب کے ہے۔

بَاب۸: كَرَاهِيَةُ التَّعَرِّي فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا

نماز وغیرہ میں ننگا ہونے کی کراہیت

٣٦٤: حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ يَاابْنَ أَخِي لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَهُ عَلَى مَنْكِبَيْكَ دُوْنَ الْحِجَارَةِ قَالَ فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ فَمَا رُؤِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ عُرْيَانًا.

۳۶۴: ہم سے مطر بن فضل نے بیان کیا کہا: روح نے ہمیں بتلایا۔ کہا: زکریا بن اسحاق نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو بن دینار نے ہم کو بتلایا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے سنا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے لئے ان کے ساتھ پتھر اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اور آپؐ تہ بند پہنے ہوئے تھے۔ اس پر آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے کہا: بھتیجے! اگر اپنا تہ بند کھول کر اسے اپنے کندھوں پر پتھروں کے نیچے رکھو (تو تمہیں تکلیف نہ ہو)۔ (حضرت جابرؓ) کہتے تھے کہ انہوں نے آپؐ کا تہ بند کھول کر آپؐ کے کندھوں پر ڈال دیا۔ اور آپؐ غش کھا کر گر پڑے۔ پھر اس کے بعد آپؐ کو کبھی ننگا نہ دیکھا گیا۔

تشریح: جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے، وہ روایت مذکورہ بالا سے واضح ہے۔ فَمَا رُؤِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ عُرْيَاناً اس کے بعد آپؐ کو کبھی ننگا نہیں دیکھا گیا۔ گویا آپؐ ننگا ہونا مکروہ سمجھتے تھے۔ جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے، حضرت جابرؓ کی اس روایت سے جو کتاب الحج (باب ۴۲: فضل مكة و بنيانها. روایت نمبر: ۱۵۸۲) میں مندرج ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ کعبہ کی ابتدائی تعمیر کے وقت ہوا تھا۔ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ ﷺ اجْعَلْ اِزَارَكَ عَلٰى رَقَبَتِكَ، فَخَرَّ اِلَى الْاَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ

أَرِنِـيْ إِزَارِيْ، فَشَدَّهُ عَلَيْهِ. {ترجمہ: جب کعبہ کی تعمیر کی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباسؓ (بھی) پتھر ڈھونے لگے۔ حضرت عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اپنا تہ بند اپنی گردن پر رکھ لیں۔ (ایسا کرنے سے) آپؐ زمین پر گر پڑے اور آپؐ کی آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھ گئیں۔ فرمایا: میرا تہ بند مجھے دو۔ اس پر (حضرت عباسؓ نے) وہ تہ بند آپؐ کو باندھ دیا۔}

تعمیر کعبہ کے زمانہ میں آپؐ کی عمر بعض روایات کی رو سے ۱۵ سال کی تھی اور بعض کی رو سے ۳۵ سال۔ اور شہاب الدین زہریؒ کے قول کے مطابق اس وقت آپؐ ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے (عمدۃ القاری جزء ۴ صفحہ ۱۷) اور یہ قول زیادہ قرین قیاس ہے۔ جیسا کہ کتاب الحج کی روایت کے الفاظ بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ آپؐ کے چچا نے آپؐ کا تہ بند باندھا تھا۔

یہ مختلف روایتیں متضاد نہیں بلکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تعمیر کعبہ کا کام مختلف وقتوں میں ہوا تھا۔ اس کا سامان اکٹھا کرنے کرانے میں ایک عرصہ صرف ہوا اور اس کے مختلف حصے مختلف اوقات میں تعمیر ہوئے۔ جب حجر اسود رکھنے کا واقعہ پیش آیا ہے تو اس وقت آپؐ کی عمر ۳۵ سال کے قریب تھی۔ ننگا ہونے کا واقعہ حجر اسود رکھے جانے کے زمانہ کا نہیں بلکہ اس سے بہت مدت پہلے کا ہے۔ یعنی اس زمانہ کا جب قریش نے تعمیر کعبہ کا فیصلہ کیا اور اس کے لئے پتھر ڈھونے کا انتظام شروع ہوا۔ یہ کام اس وقت لڑکوں سے بھی لیا گیا تھا۔ چنانچہ سیرۃ ابن اسحاق میں مذکورہ بالا واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے: لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ فِيْ غِلْمَانِ قُرَيْشٍ بِنَقْلِ الْحِجَارَةِ ..... كُلُّنَاقَدْ تَعَرّٰى وَأَخَذَ إِزَارَهُ وَجَعَلَ عَلٰى رَقَبَتِهٖ يَحْمِلُ عَلَيْهَا الْحِجَارَةَ ...(عمدۃ القاری جزء ۴ صفحہ ۱۷-۷۲) {ترجمہ: میں نے اپنے آپ کو قریش کے لڑکوں کے ساتھ پتھر ڈھوتے دیکھا ہے...... ہم سب (بچے) ننگے تھے۔ آپؐ نے اپنا تہ بند لیا اور اسے اپنی گردن پر رکھ کر پتھر ڈھونے لگے۔} اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام بچے اپنا تہ بند گردن پر رکھ کر پتھر ڈھوتے تھے۔ اور آپؐ نے بھی اپنے چچا کے کہنے پر ایسا کیا۔ زمانہ بچپن کے حالات اگرچہ مسائل شریعت کی بنیاد نہیں ہوسکتے۔ مگر امام بخاریؒ فَمَا رُؤِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ عُرْيَانًا سے مسئلہ اخذ کرنے کا جائز حق رکھتے ہیں۔

بَاب۹: اَلصَّلَاةُ فِي الْقَمِيْصِ وَالسَّرَاوِيْلِ وَالتُّبَّانِ وَالْقَبَآءِ

قمیص اور پاجامے اور جانگئے اور چوغے میں نماز پڑھنا

۳٦٥: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ

۳٦۵: ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے محمد سے، محمد نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اٹھ کر آیا۔ اور اُس نے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق آپؐ سے پوچھا: آپؐ نے

فَقَالَ أَوَكُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ ثُمَّ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ فَقَالَ إِذَا وَسَّعَ اللهُ فَأَوْسِعُوْا جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ صَلَّى رَجُلٌ فِي إِزَارٍ وَّرِدَاءٍ، فِي إِزَارٍ وَّقَمِيْصٍ، فِي إِزَارٍ وَّقَبَاءٍ، فِي سَرَاوِيْلَ وَرِدَاءٍ، فِي سَرَاوِيْلَ وَقَمِيْصٍ، فِي سَرَاوِيْلَ وَقَبَاءٍ، فِي تُبَّانٍ وَّقَبَاءٍ، فِي تُبَّانٍ وَّقَمِيْصٍ قَالَ وَأَحْسَبُهُ قَالَ فِي تُبَّانٍ وَّرِدَاءٍ.

فرمایا: کیا تم میں سے ہر ایک کو دو دو کپڑے مل جاتے ہیں؟ پھر ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: جب اللہ تعالیٰ کشائش کرے تو تم بھی کشائش سے کام لو۔ کوئی آدمی ایک سے زیادہ اکٹھے کپڑے پہن لے۔ کوئی آدمی تہ بند اور چادر میں نماز پڑھے۔ کوئی تہ بند اور قمیص میں، تہ بند اور چوغے میں، پاجامے اور چادر میں، پاجامے اور قمیص میں، پاجامے اور چوغے میں۔ جانگیے اور چوغے میں۔ جانگیے اور قمیص میں۔ (حضرت ابوہریرہؓ) کہتے تھے اور میرا خیال ہے انہوں نے یہ بھی کہا کہ جانگیے اور چادر میں۔

٣٦٦: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَّسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيْصَ وَلَا السَّرَاوِيْلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ وَلَا وَرْسٌ فَمَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُوْنَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَعَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

٣٦٦: ہم سے عاصم بن علی نے بیان کیا کہا: ابن ابی ذئب نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے سالم سے، سالم نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کہا: احرام باندھنے والا کیا پہنے؟ آپؐ نے فرمایا: قمیص نہ پہنے اور نہ پاجامہ اور نہ ہی کنٹوپ اور نہ ہی ایسا کپڑا جسے زعفران یا ورس لگا ہو اور جو شخص جوتا نہ پائے وہ موزے ہی پہن لے اور چاہئے کہ انہیں اتنا کاٹ لے کہ وہ ٹخنوں کے نیچے تک ہو جائیں اور نافع سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے۔ حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کی۔

تشریح: **تُبَّانٌ** چھوٹے پاجامے یا جانگیہ کو کہتے ہیں جو گھٹنوں کے اوپر تک ہوتا ہے۔ (لسان العرب۔ تحت لفظ تبن) آج کل نکر کا لفظ اس کا مترادف ہے۔ بعض کے نزدیک گھٹنے کے اوپر کا سارا حصہ عَوْرَة یعنی ستر ہے۔ اس

لئے ایسا لباس پہن کر جو گھٹنے کو نہ ڈھانپتا ہو نماز پڑھنا جائز نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس اختلافی مسئلہ کے متعلق ایک جامع باب باندھا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ لباس کے متعلق کوئی پابندی نہیں۔ سوائے اس کے جو حدیث نمبر ۳۶۶ میں مذکور ہے۔

مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب قابلِ غور ہے۔ سائل پوچھتا ہے کہ محرم کیا پہنے؟ آپؐ اپنے جواب میں پہننے کی اشیاء نہیں گنتے؛ کیونکہ وہ بے شمار ہیں۔ نہ پہننے کی چند چیزوں کا نام لیتے ہیں اور باقی کے متعلق خاموشی اختیار کر کے عام اجازت دیتے ہیں۔

بَاب ۱۰: مَا يَسْتُرُ مِنَ الْعَوْرَةِ

ننگ کا کونسا حصہ ڈھانپا جائے

۳۶۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَأَنْ يَّحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ.

۳۶۷: ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں) اشتمالِ صمّاء سے منع فرمایا ہے اور یہ کہ آدمی ایک ہی کپڑا پہنے ہوئے زانو اُٹھا کر اس طرح بیٹھے کہ اس کی شرمگاہ پر اس کپڑے میں سے کچھ نہ ہو۔

۳۶۸: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ وَأَنْ يَّشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ وَأَنْ يَّحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ.

۳۶۸: ہم سے قبیصہ بن عقبہ نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے دو قسم کی خرید و فروخت سے منع فرمایا ہے لِمَاس اور نِبَاذ سے۔ نیز اس سے منع فرمایا ہے کہ آدمی (نماز میں) کپڑے کو اس طرح پر لپیٹے کہ ہاتھ بغیر ننگا ہونے کے باہر نہ نکال سکے اور اس سے کہ ایک ہی کپڑے میں ہو اور وہ گھٹنے اُٹھا کر بیٹھے۔

۳۶۹: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِيْ أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي مُؤَذِّنِيْنَ يَوْمَ النَّحْرِ نُؤَذِّنُ بِمِنًى أَلَا لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ أَرْدَفَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مِنًى يَّوْمَ النَّحْرِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

۳۶۹: ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن شہاب کے بھتیجے نے اپنے چچا سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف نے مجھے بتلایا کہ حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ مجھے حضرت ابوبکرؓ نے اس حج میں قربانی کے دن مؤذنوں کے ساتھ بھیجا تا کہ ہم منٰی میں یہ اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی کوئی ننگا اس گھر کا طواف کرے۔ حمید بن عبدالرحمٰن کہتے تھے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ان کے پیچھے روانہ کیا اور ان سے فرمایا کہ وہ سورۂ براءۃ بلند آواز سے سنائیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ حضرت علیؓ نے بھی قربانی کے دن منٰی میں ہمارے ساتھ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی ننگا اس گھر کا طواف کرے گا۔

تشریح: اِشْتِمَالُ الصَّمَّآءِ: کپڑا اپنے جسم پر اس طرح لپیٹنا کہ ہاتھ وغیرہ اندر ہی رہیں اور جب ہاتھ نکالنے کی ضرورت ہو تو بغیر ننگا ہونے کے نہ نکل سکیں۔ (لسان العرب۔تحت لفظ شمل) اِحْتِبَاءٌ: گوٹھ مار کر بیٹھنا۔ (لسان العرب تحت لفظ حبو) دونوں صورتوں میں شرمگاہ ظاہر ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ باب۱۰ کا عنوان اپنے مفہوم میں واضح ہے۔ روایت نمبر ۳۶۷ سے امام موصوفؒ صرف اس قدر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ستر جس کا ڈھانپنا از بس ضروری ہے شرمگاہ ہے۔

بَاب۱۱: اَلصَّلَاةُ بِغَيْرِ رِدَاءٍ

بغیر چادر نماز پڑھنا

۳۷۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي الْمَوَالِيْ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَهُوَ يُصَلِّيْ فِي ثَوْبٍ مُّلْتَحِفًا بِهِ وَرِدَاؤُهُ مَوْضُوْعٌ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ تُصَلِّي وَ رِدَاؤُكَ مَوْضُوْعٌ قَالَ نَعَمْ أَحْبَبْتُ أَنْ يَّرَانِي الْجُهَّالُ مِثْلُكُمْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ هٰكَذَا.

۳۷۰: ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا کہا: ابوالموالی کے بیٹے نے محمد بن منکدر سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا۔ کہا: میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے پاس گیا اور وہ ایک ہی کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی چادر پاس رکھی ہوئی تھی۔ جب فارغ ہوئے تو ہم نے کہا: ابوعبداللہ! آپؓ نماز پڑھ رہے ہیں اور آپؓ کی چادر رکھی ہوئی ہے۔ کہا: ہاں۔ میں نے چاہا کہ آپ جیسے ناواقف مجھے دیکھیں۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پڑھتے دیکھا۔

تشریح: باب ۱۱ قائم کرکے یہ امر واضح کیا ہے کہ باب نمبر ۱۰ کی روایتوں سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اشتمالِ صمّاء وغیرہ کے جواز یا عدم جواز کا مسئلہ ثابت کرنا مقصود ہے۔نہیں۔ بلکہ اگر ستر ظاہر نہ ہوتا ہوتو ایک کپڑا لپیٹ کو نماز پڑھ سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے پڑھی ہے۔

بَاب۱۲: مَايُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ

ران کے متعلق جو بیان کیا جاتا ہے

وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَرْهَدٍ وَّمُحَمَّدِ ابْنِ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَخِذُ عَوْرَةٌ وَّقَالَ أَنَسٌ حَسَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَخِذِهِ

اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت جرہدؓ اور حضرت محمدؓ بن جحش سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ران بھی ستر ہے۔ اور حضرت انسؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران سے کپڑا اٹھایا۔ اور

وَحَدِيْثُ أَنَسٍ أَسْنَدُ وَحَدِيْثُ جَرْهَدٍ أَحْوَطُ حَتَّى يُخْرَجَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ وَقَالَ أَبُو مُوْسَى غَطَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهُ عَلَى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ.

حضرت انسؓ کی حدیث سند میں زیادہ قوی ہے اور حضرت جرھدؓ کی حدیث میں زیادہ احتیاط ہے۔ یہ اس لئے کہ تا ان کے اختلاف سے نکلا جائے۔ اور حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا: جب حضرت عثمانؓ اندر آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھٹنے ڈھانک لئے اور حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر (وحی) نازل کی اور آپؐ کی ران میری ران پر تھی۔ وہ اس قدر مجھ پر بوجھل ہوگئی کہ میں ڈرا کہ کہیں میری ران نہ ٹوٹ جائے۔

۳۷۱: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ فَرَكِبَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ وَأَنَا رَدِيْفُ أَبِي طَلْحَةَ فَأَجْرَى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ وَإِنَّ رُكْبَتِي لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَسَرَ الْإِزَارَ عَنْ فَخِذِهِ حَتَّى إِنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ

۳۷۱: ہم سے یعقوب بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا: اسماعیل بن علیہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر حملہ کیا اور ہم نے اس کے قریب جا کر صبح کی نماز پڑھی جبکہ ابھی اندھیرا ہی تھا۔ پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور حضرت ابوطلحہؓ بھی سوار ہوئے اور میں حضرت ابوطلحہؓ کے ساتھ پیچھے سوار تھا۔ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی گلی میں گھوڑا دوڑایا اور میرا گھٹنا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کے ساتھ چھو رہا تھا۔ پھر آپؐ نے اپنی ران سے تہ بند ہٹا دیا یہاں تک کہ میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ران کی سفیدی دیکھتا تھا۔ جب آپؐ گاؤں میں داخل ہوئے اور فرمایا: اللہ

الْقَرْيَةَ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ (الصافات:۱۷۸) قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ إِلَى أَعْمَالِهِمْ فَقَالُوْا مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا وَالْخَمِيْسُ يَعْنِي الْجَيْشَ قَالَ فَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً فَجُمِعَ السَّبْيُ فَجَاءَ دِحْيَةُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَعْطِنِيْ جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ قَالَ اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ قَالَ ادْعُوْهُ بِهَا فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا قَالَ فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ مَا أَصْدَقَهَا قَالَ نَفْسَهَا أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا حَتَّى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيْقِ جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ہی سب سے بڑا ہے۔ خیبر ویران ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کے آنگن میں ڈیرہ ڈالتے ہیں تو پھر ان لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے جن کو (قبل از وقت عذاب الٰہی سے) ڈرایا گیا ہو۔ یہ آپؐ نے تین بار کہا۔ (حضرت انسؓ) کہتے تھے کہ لوگ اپنے کاموں کے لئے باہر نکلے تو انہوں نے کہا: محمدؐ (آ گیا)۔ اور عبدالعزیز کہتے تھے کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے (محمدؐ کے ساتھ) خمیس کا لفظ بھی کہا تھا یعنی فوج۔ (حضرت انسؓ) کہتے تھے کہ ہم نے اسے لڑ کر فتح کیا تھا۔ اور قیدیوں کو اکٹھا کیا گیا تو دحیہ (کلبی) آئے اور کہا: نبی اللہ! مجھے ان قیدیوں میں سے ایک لونڈی دیجئے۔ فرمایا: جاؤ ایک لونڈی لے لو۔ انہوں نے حیی کی بیٹی صفیہ لی۔ اس پر ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: نبی اللہ! آپؐ نے دحیہ کو قریظہ اور نضیر کی سردار صفیہ بنت حیی دی ہے۔ وہ تو صرف آپؐ کے ہی لائق ہے۔ فرمایا: اسے بمعہ صفیہ بلا لاؤ۔ وہ صفیہ کو لے آئے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا: ان قیدیوں میں سے اس کے سوائے کوئی اور لونڈی تم لے لو۔ حضرت انسؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر دیا۔ اور پھر ان سے شادی کی۔ اس پر حضرت ثابتؓ نے (حضرت انسؓ) سے پوچھا کہ ابوحمزہؓ! (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے کیا مہر دیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ آپؐ نے اسی کو

وَسَلَّمَ عَرُوْسًا فَقَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ وَبَسَطَ نِطَعًا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالتَّمْرِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالسَّمْنِ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ السَّوِيْقَ قَالَ فَحَاسُوْا حَيْسًا فَكَانَتْ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

آزاد کر دیا تھا اور اس سے شادی کر لی۔ آخر جب آپؐ ابھی راستے میں ہی تھے تو حضرت ام سُلَیمؓ نے حضرت صفیہؓ کو آپؐ کی خاطر آراستہ کیا اور رات کو آپؐ کے پاس انہیں بھیج دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو دولہا تھے اور آپؐ نے فرمایا: جس کے پاس کوئی چیز ہو وہ اسے لے آئے اور آپؐ نے چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا تو کوئی شخص تو کھجوریں لانے لگا اور کوئی گھی۔ (عبدالعزیز نے) کہا: میرا خیال ہے کہ انہوں نے ستو کا بھی ذکر کیا تھا۔ کہتے تھے: پھر انہوں نے ان سب کو آپس میں ملا کر گوندھ دیا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

تشریح: **مَايُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ:** سوائے امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے باقی تین اماموں نے گھٹنوں سے لے کر ناف تک کا حصہ جسم اور ایک دوسرے گروہ نے صرف شرمگاہ اور مقعد ہی کو ستر قرار دیا ہے۔ (البداية المجتهد. كتاب الصلوة. الباب الرابع من الجملة الثانية فى الشروط. الفصل الأول فى ستر العورة. المسئلة الثانية فى حد العورة من الرجل) اس اختلاف کا سبب حضرت جرہدؓ اور حضرت انسؓ کی دو مختلف روایتیں ہیں۔ امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا طریق سے ان کے درمیان تطبیق کی ایک صورت واضح کی ہے۔ جب حضرت عثمانؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ نے بطور احتیاط کے ران ڈھانک لی۔ کتاب المناقب (كتاب فضائل الصحابه. باب مناقب عثمانؓ بن عفان: ۳۶۹۵) میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔ حضرت زیدؓ بن ثابت کا قول سورۂ نساء کی تفسیر (كتاب التفسير. باب۱۸: لايستوى القاعدون من المؤمنين و المجاهدون: ۴۵۹۲) میں منقول ہے۔ ان دونوں روایتوں کا حوالہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت نمبر ۳۷۱ باعتبار سند کے نہایت صحیح ہے اور اسے رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہاں **فخذ** سے مراد ران کا نچلا حصہ ہے جس سے بعض وقت شدت گرمی کی وجہ سے کپڑا اُٹھا دیا جاتا ہے۔ ران کا اوپر کا حصہ مراد نہیں۔

حَسَرَ الْإِزَارَ عَنْ فَخِذِهِ: سوار ہونے کے وقت جبکہ تہ بند باندھا ہو، ایسی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ روایت نمبر ۳۷۱ کے بقیہ ماندہ مضمون کی شرح کتاب المغازی اور کتاب النکاح میں دیکھیں۔

بَاب ۱۳: فِي كَمْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي الثِّيَابِ

کتنے کپڑوں میں عورت نماز پڑھے

وَقَالَ عِكْرِمَةُ لَوْ وَّارَتْ جَسَدَهَا فِي ثَوْبٍ لَأَجَزْتُهُ.

اور عکرمہ نے کہا کہ اگر وہ اپنا بدن ایک ہی کپڑے میں چھپالے تو میں اسے جائز قرار دوں گا۔

۳۷۲: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْفَجْرَ فَيَشْهَدُ مَعَهُ نِسَاءٌ مِّنَ الْمُؤْمِنَاتِ مُتَلَفِّعَاتٍ فِي مُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَرْجِعْنَ إِلَى بُيُوْتِهِنَّ مَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ.

۳۷۲: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا: شعیب نے زہری سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ کہا: عروہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھتے اور آپؐ کے ساتھ بعض مومن عورتیں بھی اپنی اوڑھنیوں میں منہ لپیٹے ہوئے نماز پڑھتیں۔ پھر وہ اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں۔ انہیں کوئی بھی نہ پہچانتا۔

تشریح: عنوان باب میں حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام عکرمہ کا حوالہ دے کر اس گروہ کی رائے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو عورت کے لئے لمبی قمیص اور دوپٹہ ضروری سمجھتے ہیں۔ (دیکھئے البدایۃ المجتھد۔ کتاب الصلوۃ۔ الجملۃ الثانیۃ فی الشروط۔ الباب الرابع۔ الفصل الثانی فیما یجزئ من اللباس فی الصلوٰۃ)

مستند روایات میں تعداد کی تعیین نہیں۔ جسم اور سر کا ڈھانپنا ضروری ہے۔ خواہ ایک ہی کپڑے سے جیسے ساڑھی سے بدن اور سر بآسانی ڈھانپا جا سکتا ہے۔

بَاب ۱٤: إِذَا صَلَّى فِي ثَوْبٍ لَّهُ أَعْلَامٌ وَنَظَرَ إِلَى عَلَمِهَا

جب ایسے کپڑے میں نماز پڑھے جس میں نقش ہوں اور وہ ان نقشوں کو دیکھے

۳۷۳: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي

۳۷۳: ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن سعد نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن شہاب نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

خَمِيْصَةٍ لَّهَا أَعْلَامٌ فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْهَبُوْا بِخَمِيْصَتِيْ هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأْتُوْنِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِي جَهْمٍ فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا عَنْ صَلَاتِي وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَى عَلَمِهَا وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَأَخَافُ أَنْ تَفْتِنَنِيْ.

نے ایک ایسی چادر میں نماز پڑھی جس میں نقش تھے۔ آپؐ نے اس کے نقشوں کو ایک نظر دیکھا۔ جب آپؐ فارغ ہوئے تو فرمایا: میری اس دھاری دار لوئی کو ابوجہمؓ کے پاس لے جاؤ اور ابوجہمؓ کی انجانی لوئی لے آؤ۔ کیونکہ اس نے ابھی مجھے میری نماز سے بےتوجہ کر دیا۔ اور ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے نقل کیا۔ ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس کے بیل بوٹے دیکھتا تھا اور میں نماز میں تھا اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ میری توجہ نہ ہٹائے۔

تشریح: اس باب کا مضمون یہ ہے کہ کپڑے سادہ ہوں۔ ان میں ایسی چمک دمک نہ ہو جو توجہ ہٹائے۔ ذہنی ارتقاء کے ساتھ انسان بالطبع سادگی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ آج کل بھی سلیم الذوق لوگ کپڑے کے انتخاب میں سادہ رنگ کو ترجیح دیتے ہیں۔ نماز میں استغراق کلی کی ضرورت ہے اس لئے شارع اسلام نے نمازی کے ماحول میں ہر ایسی چیز کے وجود کو ناپسند کیا ہے جو اس کی توجہ کو اپنی طرف کھینچے۔ امام بخاریؒ نے عنوان باب میں ایک خفیف سا تصرف کر کے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر کپڑے کے نقشوں پر نظر نہ پڑے تو پھر اس میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ مؤطا (امام مالک. كتاب النداء للصلاة. باب النظر فى الصلاة الى ما يشغلك عنها: ۲۰۵) میں حضرت عائشہؓ کی روایت منقول ہے کہ حضرت ابوجہمؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لوئی ہدیہ دی تھی جو آپؐ نے بجائے ردّ کرنے کے تبدیل کر لی۔ (فتح الباری۔ جزء اول صفحہ ۶۲۶)

بَاب ۱۵: إِنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ مُّصَلَّبٍ أَوْ تَصَاوِيْرَ هَلْ تَفْسُدُ صَلَاتُهُ وَمَا يُنْهَى عَنْ ذَلِكَ.

اگر ایسے کپڑے میں نماز پڑھے جس میں صلیب کی شکل یا تصویریں ہوں تو کیا اُس کی نماز ٹوٹ جائے گی اور اس سے جو ممانعت کی جاتی ہے

۳۷٤: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ

۳۷۴: ہم سے ابومعمر عبداللہ بن عمرو نے بیان کیا۔

عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ كَانَ قِرَامٌ لِّعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهِ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِيْطِيْ عَنَّا قِرَامَكِ هَذَا فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْرُهُ تَعْرِضُ فِي صَلَاتِيْ.

کہا: عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالعزیز ابن صہیب نے حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ حضرت عائشہؓ کا ایک پردہ تھا جس پر تصویریں تھیں۔ انہوں نے اس سے اپنے گھر کے ایک طرف پردہ کیا ہوا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے اس پردہ کو ہم سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصویریں میری نماز میں وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہتی ہیں۔

تشریح: یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے کہ آیا کسی چیز کا علی الاطلاق منع ہونا اس بات کا مستلزم ہے کہ صحتِ نماز کی خاطر اس سے اجتناب کیا جائے۔ مثلاً ریشمی کپڑا پہننا منع ہے۔ اگر اس کو پہن کر نماز پڑھی جائے تو کیا نماز درست ہوگی یا نہیں۔ ایسا ہی آپؐ نے تصویروں والا کپڑا ہٹانے کے لئے فرمایا تو کیا ایسے کپڑوں میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟

امام بخاریؒ نے نبی ﷺ کے الفاظ **لَا تَـزَالُ تَـصَاوِيْرُهُ تَعْرِضُ فِيْ صَلٰوتِي** سے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز نہیں ٹوٹتی۔ کیونکہ نماز پڑھتے ہوئے اس کپڑے کی تصویریں آپؐ کی آنکھوں کے سامنے آتی جاتی تھیں۔ آپؐ نماز پڑھتے رہے۔ فارغ ہونے کے بعد اس کے ہٹانے کے لئے فرمایا۔

جہاں تک نفسِ مسئلہ کا تعلق ہے سامنے لٹکا ہوا پردہ یا پہنا ہوا کپڑا دونوں برابر ہیں۔ اس لئے امام بخاریؒ نے مسئلہ استنباط کرتے وقت پہننے کے کپڑوں کا ذکر کیا ہے۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ **ثَوْبٌ مُّصَلَّبٌ** کے الفاظ اس روایت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اختیار کئے گئے ہیں جو کتاب اللباس (باب۹۰: نقض الصور. حدیث نمبر ۵۹۵۲) میں منقول ہے جس میں یہ ہے: لَمْ يَكُنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتْرُكُ فِيْ بَيْتِهِ شَيْئاً فِيْهِ تَصْلِيْبٌ إِلَّا نَقَضَهُ. (فتح الباری جزءاول صفحہ ۶۲۸) جس چیز میں بھی صلیب کی تصویر ہوتی اس کو آپؐ توڑ دیتے تھے۔ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ اگر نفس تصویر یا نقش میں کوئی ایسا معنی ہے جس کا تقاضا ممانعت ہو تو ایسے کپڑے میں نماز درست نہ ہوگی۔ (فتح الباری جزءاول صفحہ ۶۲۷)

وَ مَـا يُنْهٰى عَنْ ذٰلِكَ: امام موصوفؒ صحت یا عدمِ صحتِ نماز کے فتویٰ کو نظر انداز کرتے ہوئے اس امر کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ روایت مذکورہ بالا سے صرف اس قدر ممانعت معلوم ہوتی ہے کہ ایسے کپڑے کو استعمال نہ کیا جائے۔ لیکن اگر کوئی استعمال کرلے تو نماز فاسد ہونے کا مسئلہ اس سے جزم کے ساتھ مستنبط نہیں کیا جاسکتا۔

بَاب ١٦: مَنْ صَلَّى فِي فَرُّوْجِ حَرِيْرٍ ثُمَّ نَزَعَهُ

جو شخص ریشمی فراک (یا) کوٹ میں نماز پڑھے پھر اُسے اُتار دے

٣٧٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أُهْدِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ فَلَبِسَهُ فَصَلَّى فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيْدًا كَالْكَارِهِ لَهُ وَقَالَ لَا يَنْبَغِيْ هَذَا لِلْمُتَّقِيْنَ.

۳۷۵: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یزید سے۔ یزید نے ابوالخیر سے۔ ابوالخیر نے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ کو ایک ریشم کا فراک (یا) کوٹ ہدیہ دیا گیا۔ آپؐ نے اسے پہنا اور اسی میں نماز پڑھی۔ پھر فارغ ہوئے تو اسے جلدی سے اُتار دیا جیسے کہ آپؐ اس کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ متقیوں کے لائق نہیں ہے۔

تشریح: سولھویں باب کا مضمون بھی سابقہ باب کے مضمون کی تائید کرتا ہے۔ آپؐ نے نماز نہیں دہرائی اور فرمایا: لَا يَنْبَغِيْ هٰذَا لِلْمُتَّقِيْنَ۔ یہ متقیوں کے شایاں نہیں۔ امام بخاریؒ دو باتوں میں فرق کرتے ہیں۔ کسی خاص قسم کے کپڑا پہننے کی ناپسندیدگی اور نماز کا فاسد ہو جانا۔ ان میں سے ہر ایک اپنی نوعیت میں الگ ہے۔ ان کا آپس میں لازم وملزوم کا تعلق نہیں۔ یعنی جیسے طہارت نماز کے لئے شرطِ لازم کی طرح ہے، ویسے یہ باتیں نہیں۔

بَاب ١٧: اَلصَّلَاةُ فِي الثَّوْبِ الْأَحْمَرِ

سرخ کپڑے میں نماز

٣٧٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ وَّرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ

۳۷۶: ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا، کہا کہ عمر بن ابی زائدہ نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے عون بن ابی جحیفہ سے۔ عون نے اپنے باپ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چمڑے کے ایک سرخ خیمہ میں دیکھا اور حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ انہوں نے وہ پانی لیا جس سے رسول اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ ذَاكَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمِّرًا صَلَّى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّوْنَ مِنْ بَيْنِ يَدَيِ الْعَنْزَةِ.

صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تھا اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس وضو کے پانی کے لیے لپک رہے ہیں جس شخص کو اُس میں سے کچھ مل جاتا وہ اُسے اپنے بدن پر ملتا اور جس کو کچھ نہ ملتا وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری سے ہی کچھ لے لیتا۔ پھر میں نے حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک برچھی لی۔ اور اُسے زمین میں گاڑ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سرخ جوڑے میں آستین چڑھائے ہوئے نکلے اور اس برچھی کی طرف (منہ کرکے) لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور میں نے لوگوں اور چارپاؤں کو دیکھا کہ وہ اُس برچھی کے سامنے سے گزرتے تھے۔

تشریح: اگر محض انتشارِ خیالات اور توجہ کا بٹ جانا نماز کے ٹوٹ جانے کا موجب ہوتا تو پھر وہ تو ہر وقت ٹوٹتی رہتی ہے خواہ تصویریں نظر کے سامنے ہوں یا نہ ہوں۔ نبی ﷺ نے مسجد کو نقش و نگار کرنے اور تصویروں والے کپڑے پہننے سے صرف اس لئے منع فرمایا ہے کہ تا وہ انتشارِ خیالات کا مزید باعث نہ بنیں۔ مگر ریشمی کپڑا اس لئے ناپسند نہیں فرمایا کہ وہ نماز میں مخل تھا بلکہ کسی اور وجہ سے۔ ورنہ عورتوں کے لئے بھی منع ہوتا۔ احناف سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ امام موصوفؒ جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۶۲۹)

روایت نمبر ۳۷۶ میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ صلح حدیبیہ کے موقع کا ہے۔

بَاب۱۸: اَلصَّلَاةُ فِي السُّطُوْحِ وَالْمِنْبَرِ وَالْخَشَبِ

چھتوں اور منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُّصَلِّيَ عَلَى الْجَمْدِ وَالْقَنَاطِرِ وَإِنْ جَرَى تَحْتَهَا بَوْلٌ أَوْ فَوْقَهَا أَوْ أَمَامَهَا إِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ وَّصَلَّى أَبُوهُرَيْرَةَ

ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا کہ حسن بصریؒ حرج نہیں سمجھتے تھے کہ منجمد پانی اور پلوں پر نماز پڑھی جائے۔ خواہ ان کے نیچے یا اوپر یا سامنے پیشاب بہہ رہا ہو۔ بشرطیکہ ان کے درمیان اوٹ ہو اور حضرت ابوہریرہؓ

عَلَى سَقْفِ الْمَسْجِدِ بِصَلَاةِ الْإِمَامِ وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ عَلَى الثَّلْجِ.

نے مسجد کی چھت پر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی اور حضرت ابن عمرؓ نے برف پر نماز پڑھی۔

۳۷۷: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ قَالَ سَأَلُوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ مِّنْ أَيِّ شَيْءٍ الْمِنْبَرُ فَقَالَ مَا بَقِيَ فِي النَّاسِ أَعْلَمُ مِنِّي هُوَ مِنْ أَثْلِ الْغَابَةِ عَمِلَهُ فُلَانٌ مَّوْلَى فُلَانَةٍ لِّرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عُمِلَ وَوُضِعَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ كَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ فَقَرَأَ وَرَكَعَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى فَسَجَدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ عَادَ إِلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى حَتَّى سَجَدَ بِالْأَرْضِ فَهَذَا شَأْنُهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ سَأَلَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ اللهُ عَنْ هَذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَإِنَّمَا أَرَدْتُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَعْلَى مِنَ النَّاسِ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَّكُوْنَ الْإِمَامُ

۳۷۷: ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔ کہا: ابوحازم (بن دینار) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: لوگوں نے حضرت سہل بن سعدؓ سے پوچھا: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا) منبر کس چیز کا تھا؟ انہوں نے کہا: لوگوں میں اب کوئی باقی نہیں رہا جو مجھ سے زیادہ (اس کے متعلق) جاننے والا ہو۔ وہ غابہ کے جھاؤ کا تھا۔ فلاں عورت کے فلاں غلام نے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنایا تھا۔ جب وہ بنایا گیا اور رکھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے۔ آپؐ قبلہ رخ ہوئے اور تکبیر کہی اور لوگ آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے تلاوت کی اور رکوع کیا۔ اور لوگوں نے بھی آپؐ کے پیچھے رکوع کیا۔ پھر آپؐ نے اپنا سر اٹھایا اور پیچھے ہٹے اور زمین پر سجدہ کیا۔ پھر منبر پر واپس آ گئے۔ پھر رکوع کیا۔ پھر اپنا سر اُٹھایا۔ پھر پیچھے ہٹے اور زمین پر سجدہ کیا اور یہ ہے اس کا قصہ۔ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا کہ علی بن عبداللہ کہتے تھے کہ احمد بن حنبلؒ نے مجھ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو (علی بن عبداللہ) نے کہا: اس سے میری مراد صرف یہی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے اونچے تھے۔

أَعْلَى مِنَ النَّاسِ بِهَذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَقُلْتُ إِنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ كَانَ يُسْأَلُ عَنْ هَذَا كَثِيْرًا فَلَمْ تَسْمَعْهُ مِنْهُ قَالَ لَا.

اس حدیث سے پایا جاتا ہے کہ کوئی حرج نہیں کہ امام لوگوں سے اونچا ہو۔(علی بن عبداللہ) کہتے تھے۔ میں نے کہا: سفیان بن عیینہ سے اس حدیث کے متعلق بہت پوچھا جاتا تھا۔کیا آپ نے اِن سے نہیں سنا؟ کہا: نہیں۔

۳۷۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهِ فَجُحِشَتْ سَاقُهُ أَوْ كَتِفُهُ وَآلَى مِنْ نِّسَائِهِ شَهْرًا فَجَلَسَ فِي مَشْرُبَةٍ لَّهُ دَرَجَتُهَا مِنْ جُذُوْعِ {النَّخْلِ}☆ فَأَتَاهُ أَصْحَابُهُ يَعُوْدُوْنَهُ فَصَلَّى بِهِمْ جَالِسًا وَّهُمْ قِيَامٌ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَإِنْ صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَّنَزَلَ لِتِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّكَ آلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ.

۳۷۸: ہم سے محمد بن عبدالرحیم نے بیان کیا، کہا: یزید بن ہارون نے ہم سے بیان کیا، کہا: حمید طویل نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے سے گر پڑے۔ اور آپؐ کی پنڈلی یا کندھا چھل گیا۔ اور آپؐ نے ایک ماہ تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی۔ آپؐ اپنے بالاخانہ میں بیٹھ گئے۔ اس کی سیڑھی (کھجور کے☆) تنوں کی تھی۔ تو آپؐ کے صحابہؓ آپؐ کے پاس آپؐ کی عیادت کرنے کے لئے آئے تو آپؐ نے بیٹھے ہوئے اُن کو نماز پڑھائی اور وہ کھڑے ہی رہے۔ جب آپؐ نے السلام علیکم کہا تو فرمایا: امام تو اسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ پس جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب رکوع کرے تو رکوع کرو اور جب سجدہ کرے تو سجدہ کرو اور اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور انتیسویں دن آپؐ اترے تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ نے تو ایک مہینہ کی قسم کھائی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

☆ لفظ "النَّخْلِ" نسخہ انصاریہ کے مطابق ہے۔(فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۶۳۲) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: اِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ: اٹھارہویں باب کا تعلق جہاں تک فقہی مسائل سے ہے، واضح ہے۔ اس امر کے متعلق بھی اختلاف ہوا ہے کہ آیا جب مقتدی امام سے یا امام مقتدی سے اونچی جگہ پر نماز پڑھ رہا ہو تو کیا مقتدی کی نماز درست ہوگی۔ امام بخاریؒ روایت نمبر ۳۷۷ و ۳۷۸ کی بناء پر جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ بعض تابعین اور مالکی امام سے اونچا ہو کر اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۶۳۰) دوسری روایت سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ نماز میں امام کی اقتداء ارکانِ نماز تک محدود ہے نہ اونچائی اور نیچائی میں۔ امام موصوفؒ نے باب مذکورہ بالا یہاں قائم کر کے سابقہ بابوں کے مضمون پر بھی ضمناً استدلال کیا ہے۔

اَلْغَابَة کے معنی جنگل۔ اور غابہ اس جنگل کا نام بھی تھا جو مدینہ کے بلند مضافات میں تھا۔ (لسان العرب۔ تحت غیب) آپؐ نے منبر پر نماز تبرکاً پڑھی تھی۔ آپؐ کی عادت تھی کہ اگر نیا لباس یا نئی جوتی پہنتے تو دو نفل پڑھتے تا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت استعمال کرتے وقت پہلے اس کا شکریہ ادا کیا جائے (یہ روایت نمبر ۱۷۹۱ میں بھی دہرائی گئی ہے)

بَاب ۱۹: إِذَا أَصَابَ ثَوْبُ الْمُصَلِّيْ امْرَأَتَهُ إِذَا سَجَدَ

جب نمازی کا کپڑا سجدہ کرتے وقت اپنی بیوی کو لگے

۳۷۹: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ مَّيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا حِذَاءَهُ وَأَنَا حَائِضٌ وَّرُبَّمَا أَصَابَنِيْ ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ قَالَتْ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ.

۳۷۹: مسدد نے خالد سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ کہا: سلیمان شیبانی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عبداللہ بن شداد سے۔ عبداللہ نے حضرت میمونہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے اور میں آپؐ کے پہلو میں ہوتی اور میں حائضہ ہوتی۔ بلکہ آپؐ کا کپڑا مجھے لگتا جب آپؐ سجدہ کرتے۔ وہ کہتی تھیں: اور آپؐ چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: مسائل لباس کے ضمن میں اس مسئلہ کا اعادہ کیا گیا ہے جس کا مفصل ذکر کتاب الحیض (باب ۳۰۔ حدیث نمبر ۳۳۳) میں گزر چکا ہے۔ حائضہ اپنی ذات میں پاک ہے۔ اس کے چھونے سے کسی کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ ہر ایک چیز کی طہارت یا نجاست نسبتی امر ہے۔ ہر شئ کو اپنے اپنے اعتبار سے دیکھنا چاہئے۔

بَاب ۲۰: اَلصَّلَاةُ عَلَى الْحَصِيْرِ[1]

(ستیل[1] وغیرہ سے بنی ہوئی) چٹائی پر نماز پڑھنا

وَصَلَّى جَابِرٌ وَأَبُو سَعِيْدٍ فِي السَّفِيْنَةِ قَائِمًا وَّقَالَ الْحَسَنُ{تُصَلِّيْ}[2] قَائِمًا مَّا لَمْ تَشُقَّ عَلَى أَصْحَابِكَ تَدُوْرُ مَعَهَا وَإِلَّا فَقَاعِدًا.

اور حضرت جابر (بن عبداللہؓ) اور حضرت ابوسعیدؓ نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور حسن (بصری) نے کہا: کھڑے ہو کر (نماز پڑھو[2]) بشرطیکہ اپنے ساتھیوں کو تکلیف نہ دو۔ کشتی کے ساتھ ساتھ ہی گھومتے جاؤ۔ ورنہ بیٹھ کر۔

۳۸۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلِأُصَلِّ لَكُمْ قَالَ أَنَسٌ فَقُمْتُ إِلَى حَصِيْرٍ لَّنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ وَالْيَتِيْمَ وَرَاءَهُ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَائِنَا فَصَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ.

۳۸۰: ہم سے عبداللہ (بن یوسف) نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اسحاق بن عبداللہ ابن ابی طلحہ سے۔ اسحاق نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی کہ ان کی دادی مُلیکہ نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کے لیے بلایا جو کہ انہوں نے آپؐ کے لیے خصوصیت سے تیار کیا تھا۔ آپؐ نے اس میں سے کھایا پھر کہا: اُٹھو تا کہ میں تمہارے لئے دعا کروں۔ حضرت انسؓ کہتے تھے کہ میں اُٹھ کر اپنی ایک چٹائی کی طرف گیا جو کہ کثرت استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو گئی تھی۔ میں نے اسے پانی سے دھویا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے۔ میں نے ایک یتیم کے ساتھ آپؐ کے پیچھے صف باندھی۔ اور وہ بڑھیا ہمارے پیچھے تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعتیں نماز پڑھائی۔ پھر آپؐ چلے گئے۔

---

[1] اَلْحَصِيْر: کھجور کی شاخوں اور پتوں وغیرہ سے بنی ہوئی چٹائی کے لیے استعمال ہوتا ہے (فتح الباری جزء اول صفحہ ۶۳۳)

[2] لفظ ''تُصَلِّيْ'' نسخہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۶۳۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ۲۱: اَلصَّلَاةُ عَلَى الْخُمْرَةِ

کھجور کی چٹائی پر نماز پڑھنا

۳۸۱: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ مَّيْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلَى الْخُمْرَةِ.

۳۸۱: ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا: ہم سے شعبہ نے بیان کیا، کہا: سلیمان شیبانی نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبداللہ بن شداد سے۔ عبداللہ نے حضرت میمونہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

بَاب ۲۲: اَلصَّلَاةُ عَلَى الْفِرَاشِ

بچھونے پر نماز پڑھنا

وَصَلَّى أَنَسٌ عَلَى فِرَاشِهِ وَقَالَ أَنَسٌ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْجُدُ أَحَدُنَا عَلَى ثَوْبِهِ.

اورحضرت انسؓ (بن مالک) نے اپنے بچھونے پر نماز پڑھی اور حضرت انسؓ نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی اپنے کپڑے پر سجدہ کرتا۔

۳۸۲: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِي قِبْلَتِهِ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ فَإِذَا

۳۸۲: ہم سے اسماعیل نے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے عمر بن عبیداللہ کے آزاد کردہ غلام ابونضر سے۔ انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے۔ ابوسلمہ نے حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سویا کرتی اور میرے پاؤں آپؐ کے سامنے ہوتے۔ جب آپؐ سجدہ کرتے

قَامَ بَسَطْتُّهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ.

تو مجھے ہاتھ سے دباتے اور میں اپنے پاؤں سکیڑ لیتی۔ اور جب کھڑے ہوتے تو اُن کو پھیلا دیتی۔ کہتی تھیں کہ ان دِنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

٣٨٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ وَهِيَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ اعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ.

۳۸۳: ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے بتلایا کہ حضرت عائشہؓ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی کے بچھونے پر نماز پڑھا کرتے اور وہ آپؐ کے اور قبلہ کے درمیان آپؐ کے سامنے اس طرح پڑی ہوتیں جس طرح کہ جنازہ۔

٣٨٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَّزِيْدَ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ وَعَائِشَةُ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِيْ يَنَامَانِ عَلَيْهِ.

۳۸۴: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یزید سے، یزید نے عراک سے، عراک نے عروہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے۔ اور حضرت عائشہؓ آپؐ کے اور قبلہ کے درمیان اس بستر پر جس پر وہ دونوں سویا کرتے تھے چوڑائی کے رخ سامنے لیٹی ہوتیں۔

تشریح: باب ۲۰، ۲۱، ۲۲ باندھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زمین پر نماز پڑھنی چاہئے تا تواضع اور عاجزی کا پورے طور پر اظہار ہو۔ عمر بن عبدالعزیزؒ اس تواضع کے معنی کو قائم رکھنے میں حد سے زیادہ مبالغہ کرتے تھے۔ اپنی چٹائی پر سجدہ گاہ پر مٹی ڈال لیتے اور اس پر سجدہ کرتے۔ عروہؒ بن زبیر وغیرہ کے متعلق بھی یہی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ زمین کے سوا کسی اور چیز پر نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے (عمدۃ القاری جزء ۴۔ صفحہ ۱۰۹، ۱۱۲)

صَلَّى جَابِرٌ وَّأَبُوْسَعِيْدٍ فِي السَّفِيْنَةِ قَائِمًا: بیسویں باب کے عنوان میں کشتی میں نماز پڑھنے کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ بھی اسی وجہ سے ہے کہ بعض علماء کا خیال ہے کہ نماز میں جسم کے اعضاء مثلاً پیشانی وغیرہ کا زمین سے چھونا

ضروری ہے۔ان کے اس خیال کی بناءایک مشہور روایت ہے جو ترمذی نے نقل کی ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا: تَرِّبْ وَجْهَكَ. (ترمذی. کتاب الصلاة. باب ما جاء فی کراهیة النفخ فی الصلاة) یعنی اپنے منہ کو مٹی سے آلودہ کر۔اس لئے ابن سیرین اور عامر شعبی وغیرہ علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ اگر کشتی سے نکلنا ممکن ہو تو نکل کر زمین پر نماز پڑھے۔بعض لوگ تو کشتی میں سوار ہوتے وقت مٹی ساتھ لے لیا کرتے تھے۔حسن بصریؒ کی طرف بھی اسی قسم کا ایک فتویٰ منسوب کیا جاتا ہے جس کا رد امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں کیا ہے۔(فتح الباری جزء اول صفحہ ۶۳۴)

روایت نمبر ۳۸۰ پیش کر کے یہ بتلایا ہے کہ آپ ؐ نے چٹائی پر بھی نماز پڑھی اور اس میں جسم زمین سے براہِ راست نہیں چھوا۔اسی پر کشتی وغیرہ چیزوں کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔تکلیف مالا یطاق میں ڈالنا شریعت اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ اسلام سہولت کی تعلیم دیتا ہے۔حضرت جابرؓ، حضرت ابوسعیدؓ اور حسن بصریؒ کے حوالوں کی تفصیل عمدۃ القاری جزء ۴ صفحہ ۱۰۹ اور فتح الباری جزء اول صفحہ ۶۳۶ میں دیکھیں۔

بَاب ۲۳ : اَلسُّجُوْدُ عَلَى الثَّوْبِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

شدت گرمی کی وجہ سے کپڑے پر سجدہ کرنا

وَقَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُوْنَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِي كُمِّهِ.

اور حسنؒ (بصری) نے کہا کہ لوگ☆ پگڑی اور ٹوپی پر سجدہ کیا کرتے تھے۔اور ہر ایک کا ہاتھ اپنی آستین میں ہوتا۔

۳۸۵: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنِيْ غَالِبٌ الْقَطَّانُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ أَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ فِي مَكَانِ السُّجُوْدِ.

۳۸۵: ہم سے ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے بیان کیا، کہا: بشر بن مفضل نے ہم سے بیان کیا، کہا: غالب قطان نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے بکر بن عبداللہ سے، بکر نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی۔وہ کہتے تھے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے اور ہم میں سے کوئی شدتِ گرمی کی وجہ سے سجدہ کی جگہ میں کپڑے کا کنارہ رکھ لیتا۔

☆ كَانَ الْقَوْمُ......: لوگوں سے مراد صحابہ کرام ہیں۔

بَاب ٢٤: اَلصَّلَاةُ فِي النِّعَالِ

جوتوں سمیت نماز پڑھنا

٣٨٦: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مَسْلَمَةَ سَعِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ الْأَزْدِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِي نَعْلَيْهِ قَالَ نَعَمْ.

۳۸۶: ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابومسلمہ سعید بن یزید ازدی نے ہمیں بتلایا، کہا: میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتوں سمیت نماز پڑھا کرتے تھے؟ کہا: ہاں۔

بَاب ٢٥: اَلصَّلَاةُ فِي الْخِفَافِ

موزوں سمیت نماز پڑھنا

٣٨٧: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيْمَ يُحَدِّثُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ رَأَيْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى فَسُئِلَ فَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هَذَا قَالَ إِبْرَاهِيْمُ فَكَانَ يُعْجِبُهُمْ لِأَنَّ جَرِيْرًا كَانَ مِنْ آخِرِ مَنْ أَسْلَمَ.

۳۸۷: ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اعمش سے روایت کی۔ کہا: میں نے ابراہیم (نخعی) سے سُنا۔ وہ ہمام بن حارث سے روایت کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریرؓ بن عبداللہ کو دیکھا کہ انہوں نے پیشاب کیا۔ پھر وضو کیا اور اپنے دونوں موزوں پر مسح کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ آپؓ سے پوچھا گیا تو کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپؐ نے ایسا ہی کیا تھا۔ ابراہیم نے کہا: یہ حدیث ان کو اچھی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ حضرت جریرؓ اُن لوگوں میں سے تھے جو آخر میں مسلمان ہوئے۔

۳۸۸: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُّسْلِمٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ وَصَلَّى.

۳۸۸: ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا۔ کہا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے مسلم سے، مسلم نے مسروق سے، مسروق نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا۔ آپؐ نے اپنے دونوں موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی۔

تشریح: باب ۲۴، ۲۵ بھی ایک اختلافی مسئلہ حل کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ روایت نمبر ۳۸۷ میں ابراہیم نخعی کے قول فَكَانَ يُعْجِبُهُمْ سے مراد یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھی اس روایت کو سن کر خوش ہوتے تھے۔ (مسلم. كتاب الطهارة .باب المسح على الخفين) کیونکہ جو لوگ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں سمجھتے وہ یہ عذر پیش کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ مائدہ کے نازل ہونے سے پہلے مسح کیا کرتے تھے۔ مگر بعد میں جبکہ پاؤں دھونے کا حکم سورۂ مائدہ میں نازل ہوا تو آپؐ نے مسح نہیں کیا ہوگا۔ حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ آخر میں مسلمان ہوئے تھے جبکہ سورۂ مائدہ نازل ہو چکی تھی۔ ابوداؤد نے واقعہ مذکورہ بالا مفصل نقل کیا ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت جریرؓ نے لوگوں کو یہ جواب دیا: مَا اَسْلَمْتُ اِلَّا بَعْدَ نُزُوْلِ الْمَآئِدَةِ. (ابوداؤد. كتاب الطهارة. باب المسح على الخفين)

باب ۲۴، ۲۵ کا تعلق سابقہ بابوں سے ظاہر ہے کہ جوتا یا موزہ پہنے نماز پڑھنے میں بھی قدم زمین کو نہیں چھوتے۔ ان روایتوں سے اس خیال کی تغلیط ہوتی ہے کہ نماز میں جسم کا زمین سے بغیر کسی درمیانی روک کے چھونا ضروری ہے جوتوں سمیت نماز پڑھنے کے متعلق صحیح مذہب یہی ہے کہ اگر فرش بچھا ہو یا مسجد کا صحن یا نماز گاہ صاف ستھری ہو اور گرمی یا سردی کی تکلیف سے بچنے کا سامان بھی ہو تو پھر خواہ مخواہ جوتوں سمیت نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر مٹی سے پاؤں میلے ہوتے ہوں یا سخت سردی یا گرمی سے ننگے پاؤں نماز پڑھنا تکلیف دہ ہو تو اس وقت جوتے سمیت نماز پڑھے۔ ایسا ہی اگر فُل بوٹ یا سواری کے بوٹ اُتارنے میں دقت ہو اور اُن کے تلے صاف ستھرے ہوں تو اُن کے سمیت نماز پڑھ سکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں غلو کرنا ناجائز ہے۔ صحیح ضرورت کے تقاضا کے مطابق عمل کیا جائے۔

بَاب ۲۶: إِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُوْدَ

جب سجدہ پورے طور پر نہ کرے

۳۸۹: أَخْبَرَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا مَهْدِيٌّ عَنْ وَّاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَأَى رَجُلًا لَّا يُتِمُّ

۳۸۹: ہمیں صلت بن محمد نے بتایا کہ مہدی نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے واصل سے، واصل نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کی کہ

رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع پورے طور پر نہ کرتا اور نہ سجدے۔ جب وہ اپنی نماز ختم کر چکا تو حضرت حذیفہؓ نے اُسے کہا: تو نے نماز نہیں پڑھی۔ (ابووائل) کہتے تھے: میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا: اگر تو مرجائے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے سوا (کسی طریقہ پر) مرے گا۔

تشریح: امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کر کے ان لوگوں پر ایک اعتراض کیا ہے کہ اگر زمین سے پیشانی وغیرہ اعضاء کا چھونا ضروری ہے تو سابقہ مستند روایتوں کی بناء پر ماننا پڑے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی نماز میں زمین کو نہیں چھوئی۔ اس صورت میں حضرت حذیفہ بن یمانؓ کا فتویٰ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان لوگوں پر چسپاں کرنا پڑے گا جنہوں نے چٹائیوں وغیرہ پر نماز پڑھی۔

بَاب ۲۷: يُبْدِيْ ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِيْ {جَنْبَيْهِ}☆ فِي السُّجُوْدِ

(نمازی) سجدے میں اپنے بازوؤں کو کھلا رکھے اور (اپنے پہلوؤں سے☆) انہیں الگ رکھے

۳۹۰: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرٍ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ نَحْوَهُ.

۳۹۰: ہم سے یحییٰ بن بکیر نے بیان کیا، (کہا:) بکر بن مضر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے جعفر سے، جعفر نے ہرمز کے بیٹے سے، انہوں نے حضرت عبداللہؓ بن مالک بن بُحَینہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان اتنا فاصلہ رکھتے کہ آپؐ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی اور لیث نے کہا کہ جعفر بن ربیعہ نے بھی مجھے اسی طرح بتایا۔

تشریح: باب ۲۷ قائم کر کے سنتِ نبویہ کو پیش کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ آپؐ سجدہ میں اپنے بازو زمین سے اٹھائے رکھتے تھے۔ غرض نماز میں اپنے آپ کو زمین سے چپکانا ضروری نہیں۔

حَتّٰى يَبْدُ وَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ: امام کرمانیؒ کہتے ہیں کہ اس کی ایک توجیہہ یہ ہے کہ بغلوں پر کپڑا نہ ہوگا۔

☆ لفظ "جَنْبَيْهِ" نسخہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۶۴۲) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

(شرح البخاری للکرمانی. الجزء الرابع. صفحہ۵۳) اس مضمون کو ان روایات سے تقویت ملتی ہے جن میں حضرت عمر بن ابی سلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهٖ فِيْ بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ. (دیکھئے کتاب الصلوٰۃ. باب۴) ان روایات میں اگرچہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے مگر یہ آپؐ کا معمول نہیں تھا۔ بلکہ آپؐ کو لباس میں قمیص پسند تھی جیسا کہ حضرت امّ سلمہؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَلْبَسُهُ الْقَمِيْص. (شمائل المحمدية للترمذی. باب۸: ماجاء فی لباس رسول اللّٰهِ ﷺ. روایت نمبر ۵۷)

بَاب ۲۸: فَضْلُ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ

قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت

يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ {الْقِبْلَةَ}☆ قَالَهُ أَبُو حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اپنے پاؤں کی اُنگلیاں (قبلہ رخ☆) رکھے۔ ابوحمید نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے یہ بیان کیا۔

۳۹۱: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمَهْدِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مَّيْمُوْنِ بْنِ سِيَاهٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِيْ لَهُ ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهِ فَلَا تَخْفِرُوا اللهَ فِي ذِمَّتِهِ.

۳۹۱: ہم سے عمرو بن عباس نے بیان کیا، کہا: ابن مہدی نے ہم سے بیان کیا، کہا: منصور بن سعید نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے میمون بن سیاہ سے، انہوں نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہماری نماز کی طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبح کردہ جانور کھائے۔ پس یہ وہ مسلمان ہے جس کے لیے اللہ کی امان ہے اور اُس کے رسول کی امان ہے۔ سو اللہ سے عہد شکنی مت کرو؛ اُس امان کے متعلق جو اُس نے دی ہے۔

۳۹۲: حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۳۹۲: ہم سے نعیم نے بیان کیا، کہا: ابن مبارک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حمید الطّویل سے، حمید نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے:

☆ لفظ "الْقِبْلَةَ" نسخہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ۶۴۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُوْلُوْا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَإِذَا قَالُوْهَا وَصَلَّوْا صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا وَذَبَحُوْا ذَبِيْحَتَنَا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَآؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے مقابلہ کرتا رہوں تاوقتیکہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار نہ کریں۔ اگر وہ اس کا اقرار کرلیں اور ہماری طرح نماز پڑھیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہمارا ذبیحہ کھائیں تو پھر اُن کے خون اور اُن کے مال ہمارے لئے حرام قرار دئے گئے ہیں سوائے جہاں حقوق کا تقاضا ہو اور اُن کا حساب اللہ (تعالیٰ) پر ہوگا۔

۳۹۳: قَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلَ مَيْمُوْنُ بْنُ سِيَاهٍ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ يَا أَبَا حَمْزَةَ مَا يُحَرِّمُ دَمَ الْعَبْدِ وَمَالَهُ فَقَالَ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَصَلَّى صَلَاتَنَا وَأَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَهُوَ الْمُسْلِمُ لَهُ مَا لِلْمُسْلِمِ وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ.

۳۹۳: (اور) ابن ابی مریم نے کہا کہ یحییٰ (بن ایوب) نے ہمیں بتلایا کہ حمید نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ اور ایسا ہی علی بن عبداللہ نے کہا کہ خالد بن حارث نے ہم سے بیان کیا، کہا: حمید نے ہمیں بتلایا۔ کہا کہ میمون بن سیاہ نے حضرت انسؓ بن مالک سے پوچھا۔ کہا: ابوحمزہ! آدمی کے خون کو اور اُس کے مال کو کونسی چیز محفوظ کر دیتی ہے تو انہوں نے کہا: جو شخص یہ اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے پس وہ مسلمان ہے۔ اُس کے لیے وہی حقوق ہیں جو مسلمان کے لیے ہیں اور اس پر وہی ذمہ داریاں ہیں جو مسلمان پر ہیں۔

تشریح: **فَضْلُ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ**: قبلہ رخ ہونے کا فعل اپنے اندر دو غرضیں رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ افراد اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے میں اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہوں۔ ظاہری اعضاء کی یک جہتی معنوی یک جہتی پیدا کرنے کی محرک ہوتی ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کی تشریح میں یہ امر واضح کیا جا چکا ہے کہ جونہی انسان کسی مقصد کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس کے باقی افعال میں بھی طبعی طور پر کم وبیش ایک ایسی حالت پیدا ہوتی ہے جو اُن کی

جہت حرکت کو اس مقصد کی طرف پھیر دیتی ہے۔ دوسری وہ اجتماعی غرض ہے جس کی طرف امام موصوفؒ نے روایت نمبر ۳۹۱۔ ۳۹۳ لاکر اشارہ کیا ہے۔ یعنی قبلہ رخ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ تمام مسلمانوں میں اعتقادی اور عملی یک جہتی پیدا ہو اور اُن پر احکام شریعت کا نفاذ مساوی طور پر ہو سکے۔

قَالَهُ اَبُو حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: حضرت ابوحُمید ؓ کا قول نقل کر کے اٹھائیسویں باب کے مفہوم کی وضاحت کی ہے کہ نمازی کو اپنے تمام اعضاء کے ساتھ یک جہت ہو کر قبلہ رُخ کھڑا ہونا چاہئے۔ یہاں تک کہ پاؤں کی اُنگلیوں کا رُخ بھی قبلہ ہی کی طرف ہو۔ حضرت ابوحمیدؓ کی روایت کتاب الاذان. باب سنة الجلوس فی التشهد. نمبر ۸۲۸ میں دیکھئے۔

اس باب کے ضمن میں جو حدیثیں بیان کی گئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام مسلمانوں میں یک جہتی ہونی چاہئے۔ یک جہتی کے بغیر سلامتی اور امن نصیب نہیں ہوسکتا۔ یہ وہ اجتماعی اصل ہے جس کے بغیر کوئی جماعت بھی باامن نہیں رہ سکتی۔ بلکہ اس کے بغیر جماعت کا وجود ناممکن ہے۔ جماعت اس کا نام نہیں کہ چند افراد ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں۔ بلکہ ان افراد کے مجموعہ کا نام ہے جن کے درمیان مشترکہ اغراض نے ظاہری اور معنوی رابطہ پیدا کر کے انہیں ایک نظام سے وابستہ کر دیا ہو۔ قطع نظر اس سے کہ وہ ایک جگہ جمع ہوں یا مختلف جگہوں میں منتشر۔

روایت نمبر ۳۹۱ کے الفاظ **فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِيْ لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ** کے یہ معنی ہیں کہ یہ وہ مسلمان ہے جس کو شریعتِ اسلامیہ کے مطابق اجتماعی حقوق حاصل ہونگے۔ **فَلَا تَخْفِرُوا اللّٰهَ فِيْ ذِمَّتِهٖ**: اس لئے تم اللہ تعالیٰ کے اس امان کی خیانت مت کرو۔ یعنی مسلمان کی عزت، جان اور مال پر تعدی نہ ہو۔

روایت نمبر ۳۹۲ کے الفاظ **اِلَّا بِحَقِّهَا** روایت ۳۹۱ کے مضمون کی مزید تشریح کرتے ہیں۔ یعنی اگر مسلمان چوری یا خون کرے گا تو پھر اُس کی جان اور اُس کا مال امن میں نہ ہونگے۔ شریعتِ اسلامیہ کے مطابق اس سے قصاص لیا جائے گا۔ (دیکھئے کتاب العلم باب ۳۷)

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: حدیث نمبر ۳۹۲ کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار نہ کرے یا نماز نہ پڑھے وہ واجب القتل ہے اس کی بے حُرمتی کی جائے اور اس کا مال لوٹ لیا جائے۔ ایک بات کے نفی یا اثبات سے دوسری بات کی نفی یا اثبات لازم نہیں آتی۔ جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار نہیں کرتے ان کے متعلق الگ احکامِ شریعت ہیں جیسے جزیہ ادا کرنے پر وہ اسی طرح مامون و محفوظ ہیں جیسے ایک مسلمان۔ (دیکھئے کتاب الجزیۃ) بلکہ آیت وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ (الانفال: ۷۳) {ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے مگر انہوں نے ہجرت نہ کی، تمہارے لیے اُن سے دوستی کا کچھ جواز نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کر جائیں۔ ہاں اگر وہ دین کے معاملہ میں تم سے مدد چاہیں تو مدد کرنا تم پر فرض ہے، سوائے اس کے کہ کسی ایسی قوم کے خلاف (مدد کا سوال) ہو جس کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو چکا ہو۔} تو بعض مسلمانوں کو بھی ان حقوق سے محروم کرتی ہے جو ذمیوں کو اسلامی شریعت کی رو سے حاصل ہیں۔

غرض اس روایت میں تو صرف اس مسلمان کی تعریف ہے جو اسلامی سوسائٹی میں داخل ہونے کا اجتماعی حق رکھتا ہے اور جس پر شریعتِ اسلامیہ کے احکام عائد ہو سکتے ہیں۔ فَذٰلِکَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَ ذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ کی نحوی ترکیب اس اصطلاحی تعریف کو صاف واضح کر رہی ہے اور امام بخاریؒ کا روایت نمبر ۳۹۱ کے بعد أُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ کی روایت کو خصوصیت سے لانا بتلاتا ہے کہ وہ اس تعریف کو جنگی حالات کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں۔ یعنی وہ کافر جو مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہیں اسلامی سوسائٹی میں داخل ہونے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق تب ہی رکھ سکتے ہیں کہ جب وہ مسلمانوں کی طرح اسلامی اصول کے پابند ہوں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ ان اصول کے پابند ہو کر شریعت کی دوسری پابندیوں سے آزاد ہوں گے بلکہ اگر انہوں نے حقوق میں تعدی کی تو ان سے انتقام لیا جائے گا۔

أُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ کے متعلق جو اعتراض کیا جاتا ہے اس کا مفصل جواب کتاب الایمان باب ۱۷ روایت ۲۵ کی تشریح میں گزر چکا ہے جو لوگ اس روایت کی بناء پر غیر مسلم کی جان و مال لینا جائز سمجھتے ہیں ان کے نزدیک تارک الصلوٰۃ مسلمان کی جان و مال بھی محفوظ نہیں۔ اگر فقہی مسائل کے استنباط کرنے میں اس طرح وسعت سے کام لیا جائے تو گوشت نہ کھانے والا مسلمان بھی غنیمت کا شکار ہوگا۔ اندریں صورت مسلم اور غیر مسلم کا سوال باقی نہ رہے گا۔ سب سے پہلے تارک الصلوٰۃ واجب القتل ہوگا۔ علاوہ ازیں شارع اسلام پر بھی یہی اعتراض ہوگا کہ آپؐ نے واقعہ حدیبیہ میں کفار سے کیونکر صلح کی اور جزیہ لے کر ذمّیوں کو امن دینے کی کیوں تاکید فرمائی۔ مذکورہ بالا فتویٰ کے نیچے سب کافروں کو تہ تیغ کرنا چاہئے تھا۔ نیز کلمہ گو مسلمانوں کے لیے ذمّی کفار کے بالمقابل یہ کیوں جواب دیا: مَا لَكُمْ مِنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ. یعنی ہمارا تمہارے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔ درحقیقت یہ فتوے ایسے بودے اور شریعتِ حقہ سے اتنے دور ہیں کہ اسلام میں اِن پر کبھی عمل نہیں ہوا۔

امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۳۹۳ میں جہاں اس روایت میں تدلیس واقع ہونے کے شبہ کا ازالہ کیا ہے (فتح الباری جزء اوّل صفحہ ۶۴۵) وہاں انہوں نے اس کا مفہوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے الفاظ میں واضح کر دیا ہے فَهُوَ الْمُسْلِمُ لَهٗ مَا لِلْمُسْلِمِ وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ. یعنی اجتماعی حقوق اور احکام شریعت کے اجراء کے اعتبار سے مسلمان وہ شخص ہے جس میں مذکورہ بالا باتیں پائی جائیں۔

روایت ۳۹۱-۳۹۳ سے یہ استدلال کرنا بھی درست نہیں کہ تمام اہلِ قبلہ مسلمان ہیں خواہ ان میں سے بعض ارکانِ ایمان میں سے کسی رُکن کا انکار ہی کریں۔ مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی رسول کو نہ مانیں۔ پس جیسا کہ غیر مسلم یا تارک الصلوٰۃ کو واجب القتل ٹھہرانے والے زیر الزام ہیں کہ وہ اس حدیث کا مفہوم بغیر کسی قید و شرط کے لینے میں غلطی کرتے ہیں ایسا ہی وہ لوگ بھی زیر الزام ہیں جو اس حدیث کی بناء پر بغیر کسی قید و شرط کے ہر کلمہ گو، قبلہ رخ ہونے والے کو مسلمان قرار دیتے ہیں۔ دو باتیں ہیں جن کا حکم الگ الگ ہے۔ ایک یہ کہ توحید باری تعالیٰ اور رسالت کو مانتے ہوئے قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا وغیرہ۔ اور دوسری یہ کہ ان دو رُکنوں میں سے کسی ایک رُکن کا کسی پہلو سے انکار کرتے ہوئے قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا۔ اس آخری شق کے متعلق قرآن مجید کا صریح فتویٰ یہ ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ

أَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ أَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًاo أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا ...(النساء :۱۵۱-۱۵۲) {ترجمہ:یقیناً وہ لوگ جواللہ اوراس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اوراس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لائیں گے اور بعض کا انکار کردیں گے اور چاہتے ہیں کہ اس کے بیچ کی کوئی راہ اختیار کریں۔} یعنی اللہ کو ماننا اور رسولوں کو نہ ماننا یا بعض رسولوں کو ماننا اور بعض کا انکار کرنا یقیناً کفر ہے۔قرآن مجید کے اس صریح فتویٰ کو نظرانداز کرتے ہوئے مذکورہ بالا روایت کی بناء پر ہر کلمہ گو قبلہ رخ ہونے والے کو بغیر قیدو شرط و تخصیص کے مسلمان قرار دینا لوگوں کو صریح دھوکے میں ڈالنا ہے۔ خصوصاً جبکہ ان روایتوں میں اَلْمُسْلِمُ کی تخصیص اَلَّذِیْ سے کی گئی ہے۔یعنی یہ وہ مسلمان ہے جس کو اسلامی سوسائٹی کے وہ حقوق حاصل ہیں جو دوسرے مسلم افراد کو۔یعنی اس پر اسلامی قانون کا اجرا ہوگا۔اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ تمام اعتبارات کے لحاظ سے کامل مسلمان ہوگا خواہ وہ توحید یا رسالت کا انکار کرتا ہو۔بیشک ہم ایسے شخص کو اسلامی سوسائٹی کی طرف منسوب کریں گے اور اسلامی شریعت کے احکام بھی اس پر نافذ ہونگے مگر وہ مُسْلِم کی حقیقی تعریف کا مصداق نہیں ٹھہرے گا۔صرف ایک اصطلاحی مسلمان کہلائے گا۔ان روایتوں کا یہی اصل مفہوم ہے۔اس مفہوم کو بگاڑنا اور اس سے غلط استدلال کرنا صریح ظلم ہے۔

بَاب ۲۹:قِبْلَةُ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَأَهْلِ الشَّامِ وَالْمَشْرِقِ

مدینہ والوں کا اور شام اور مشرق والوں کا قبلہ

لَيْسَ فِي الْمَشْرِقِ وَلَا فِي الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ لِّقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَقْبِلُوْا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ وَّلٰكِنْ شَرِّقُوْا أَوْ غَرِّبُوْا.

اور قبلہ نہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پاخانہ یا پیشاب کرتے (وقت) قبلہ کی طرف منہ نہ کیا کرو۔مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف۔

٣٩٤:حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوْا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا

۳۹۴:ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: زہری نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے عطاء بن یزید سے، عطاء نے حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنگل جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو اور نہ ہی اُس کی طرف پیٹھ

وَلَكِنْ شَرِّقُوْا أَوْ غَرِّبُوْا قَالَ أَبُو أَيُّوْبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيْضَ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ وَنَسْتَغْفِرُ اللهَ تَعَالَى وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

کرو۔ بلکہ مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف۔ حضرت ابوایوبؓ کہتے تھے کہ ہم شام آئے تو ہم نے پاخانے قبلہ رُخ بنے ہوئے پائے۔ پس ہم ایک طرف کو مُڑ جاتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے۔ نیز زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے عطاء سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوایوبؓ کو نبی ﷺ سے اسی طرح روایت کرتے سنا.

تشریح: لَيْسَ فِيْ الْمَشْرِقِ وَلَا فِي الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ: یہ باب اس بات کی وضاحت کی لئے باندھا گیا ہے کہ جہات میں کوئی جہت بذاتِ خود قبلہ نہیں بلکہ قبلہ درحقیقت وہ مقام ابراہیم ہے جو بیت اللہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ أَمْنًا ط وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ط (البقرة :١٢٦){اور جب ہم نے (اپنے) گھر کولوگوں کے بار بار اکٹھا ہونے کی اور امن کی جگہ بنایا۔ اور ابراہیم کے مقام میں سے نماز کی جگہ پکڑو۔} چنانچہ اگلا باب اور اس کی روایتیں بھی اسی مضمون سے متعلق ہیں۔ طولِ تعامل کے مخفی اثر کے ماتحت عام طور پر لوگ ایک معین جہت کو قبلہ سمجھنے لگ گئے ہیں۔ امام بخاریؒ نے اسی غلط اثر کو مٹانے کی خاطر باب ہذا کا عنوان قِبْلَةُ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ.... باندھ کر اس کی نفی کی ہے کہ نہ مشرق میں قبلہ ہے اور نہ مغرب میں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا أَوْ غَرِّبُوْا سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر جہات میں سے کوئی جہت قبلہ ہوتی تو پھر مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنے کا حکم نہ دیتے۔

بَاب ٣٠: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى (البقرة: ١٢٦)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ تم مقامِ ابراہیم کو نماز گاہ بناؤ

٣٩٥: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَّجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ لِلْعُمْرَةِ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

٣٩٥: ہم سے حُمیدی نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عمرو بن دینار نے ہمیں بتلایا۔ کہا: ہم نے حضرت ابن عمرؓ سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا جو بیت اللہ کا طوافِ عمرہ تو کرے اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کرے تو کیا وہ اپنی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

بیوی کے پاس آسکتا ہے؟ اس پر انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور انہوں نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کیا۔ اور تمہارے لئے رسول اللہؐ میں نیک نمونہ ہے۔

۳۹۶:وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

۳۹۶: اور ہم نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: تاوقتیکہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کرے وہ اس کے قریب نہ جائے۔

۳۹۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سَيْفٍ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ فَقِيْلَ لَهُ هَذَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ وَأَجِدُ بِلَالًا قَائِمًا بَيْنَ الْبَابَيْنِ فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ قَالَ نَعَمْ رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلَى يَسَارِهِ إِذَا دَخَلْتَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ.

۳۹۷: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: یحیٰی نے سیف یعنی ابن سلیمان سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سُنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت ابن عمرؓ کے پاس کوئی آیا اور اُن سے کہنے لگا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کے اندر گئے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے تھے: یہ سن کر میں آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو باہر چلے گئے اور میں حضرت بلالؓ کو دونوں دروازوں کے درمیان کھڑا پاتا ہوں تو حضرت بلالؓ سے میں نے پوچھا۔ کہا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے؟ کہا: ہاں۔ دو رکعتیں ان دو عمودوں کے درمیان جو تمہارے بائیں طرف کو ہیں جب تم داخل ہو۔ پھر آپؐ باہر آئے اور کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی۔

۳۹۸: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ دَعَا فِي نَوَاحِيْهِ كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ حَتَّى خَرَجَ مِنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي قُبُلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ هَذِهِ الْقِبْلَةُ.

۳۹۸: ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا: عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج نے عطاء سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ کہا: میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے اُس کے تمام کونوں میں دُعا کی اور نماز نہیں پڑھی جب تک کہ بیت اللہ سے باہر نہیں آئے۔ جب آپؐ باہر آئے تو آپؐ نے کعبہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: یہ قبلہ ہے۔

تشریح: آیت مذکورہ بالا کا حوالہ دے کر تین روایتیں مقام ابراہیم کی تعیین نیز یہ ثابت کرنے کے لیے لائی گئی ہیں کہ مقامِ ابراہیم کو نماز گاہ بنانے سے مراد وہ خاص پتھر نہیں جو حضرت ابراہیمؑ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے بلکہ مطلق کعبہ ہے۔ پہلی روایت نمبر ۳۹۵ میں ہے: صَلّٰی خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ. یعنی اس مقام کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور روایت نمبر ۳۹۷ میں ہے کہ کعبہ کے اندر بھی پڑھی اور باہر نکل کر کعبہ کے سامنے بھی نماز پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى (البقرۃ: ۱۲۶) سے مقام ابراہیم کی طرف منہ کرنا مراد نہیں۔ بلکہ اس سے مطلق کعبہ مراد ہے۔

اور روایت نمبر ۳۹۸ حضرت ابن عباسؓ کی ہے۔ اگر چہ اس میں اندر نماز پڑھنے کا ذکر نہیں مگر تاہم ان کے الفاظ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي قُبُلِ الْكَعْبَةِ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے کعبہ کے سامنے دو رکعتیں نماز پڑھی اور کعبہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: هٰذِهِ الْقِبْلَةُ یہ قبلہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ چونکہ اس موقع پر موجود نہ تھے اس لئے حضرت بلالؓ کی روایت کہ آپؐ نے اندر اور باہر دونوں جگہ نماز پڑھی زیادہ قابلِ اعتبار ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کو صرف ایک بات کا علم ہوا ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ سب طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

بَاب۳۱: التَّوَجُّهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ

قبلہ کی طرف جہاں بھی ہو؛ منہ کرنا

وَقَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكَبِّرْ.

اورحضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبلہ کی طرف منہ کرو اور تکبیر کہو۔

۳۹۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَّكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُحِبُّ أَنْ يُّوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَأَنْزَلَ اللهُ قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ (البقرة: ١٤٥) فَتَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ وَقَالَ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ وَهُمُ الْيَهُوْدُ مَا وَلَّهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۭ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۭ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (البقرة: ١٤٣) فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلَّى فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ هُوَ

۳۹۹: ہم سے عبداللہ بن رجاء نے بیان کیا، کہا: اسرائیل نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابواسحاق سے، ابواسحاق نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف سولہ یا سترہ ماہ نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ کعبہ کی طرف آپؐ کا منہ ہو تو اللہ (عزوجل) نے یہ وحی کی۔ "قَدْنَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ" ہم دیکھ رہے ہیں کہ آسمان میں تیری توجہ بار بار لوٹ رہی ہے۔ پھر آپؐ نے کعبہ کی طرف منہ کیا اور لوگوں میں سے ناسمجھوں نے کہا اور وہ یہود تھے کہ ان کے اس قبلہ سے جس پر وہ تھے کس چیز نے انہیں پھیر دیا ہے تُو کہہ اللہ ہی کا مشرق اور مغرب ہے۔ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف اُس کی رہنمائی فرماتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص نے نماز پڑھی پھر وہ نماز پڑھنے کے بعد نکلا اور انصار کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا جو کہ بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے عصر کی نماز پڑھ رہی تھی تو اُس

يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَأَنَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ فَتَحَرَّفَ الْقَوْمُ حَتَّى تَوَجَّهُوْا نَحْوَ الْكَعْبَةِ.

نے کہا کہ وہ شہادت دیتا ہے کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور آپؐ نے کعبہ کی طرف منہ کیا۔ یہ سنتے ہی وہ لوگ ایک طرف کو سرک گئے، اتنا کہ جس سے وہ قبلہ رخ ہو گئے۔

٤٠٠: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّيْ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ فَإِذَا أَرَادَ الْفَرِيْضَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

۴۰۰: ہم سے مسلم نے بیان کیا، کہا: ہشام نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحییٰ بن ابی کثیر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن سے۔ انہوں نے حضرت جابر (بن عبداللہؓ) سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر جدھر کو اس کا منہ ہوتا نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب آپؐ فرض نماز کا ارادہ فرماتے تو آپؐ اُترتے اور قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

٤٠١: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ لَا أَدْرِيْ زَادَ أَوْ نَقَصَ فَلَمَّا سَلَّمَ قِيْلَ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَحَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا فَثَنَى رِجْلَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمَّا أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ لَنَبَّأْتُكُمْ بِهِ وَلَكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ

۴۰۱: ہم سے عثمان نے بیان کیا، کہا: جریر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابراہیم سے، ابراہیم نے علقمہ سے۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت عبداللہؓ (بن مسعود) نے کہا کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی۔ ابراہیم کہتے تھے: مجھے معلوم نہیں آیا آپؐ نے زیادہ پڑھی یا کم پڑھی۔ پس جب آپؐ نے سلام پھیرا تو آپؐ سے کہا گیا: یارسول اللہ! کیا نماز کے متعلق کوئی نئی بات ہوئی ہے؟ فرمایا: وہ کیا؟ لوگوں نے کہا: آپؐ نے اتنی اتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ اس پر آپؐ نے اپنے دونوں پاؤں موڑے اور قبلہ رخ ہوئے اور دو سجدے کئے۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا۔ جب ہماری طرف منہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: اگر نماز کے متعلق کوئی نئی

مِّثْلُكُمْ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَتَحَرَّى الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ.

بات ہوتی تو میں تمہیں اُس سے آگاہ کر دیتا۔ لیکن میں تو تمہاری طرح ہی بشر ہوں۔ بھولتا ہوں جیسا کہ تم بھولتے ہو۔ اس لئے جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔ اور اگر تم میں سے کوئی اپنی نماز کے متعلق شک میں پڑ جائے تو چاہئے کہ جو بات زیادہ ٹھیک معلوم ہو وہی اختیار کرے اور اس پر نماز پوری کرے اور پھر سلام پھیرے۔ پھر دو سجدے کرے۔

تشریح: **اَلتَّوَجُّهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ:** ایک نیا عنوان قائم کر کے سابقہ مسئلہ کی مزید تائید کی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کے جس قول کا حوالہ دیا ہے وہ کِتَابُ الْاِسْتِئْذَان، باب مَنْ رَدَّ فَقَالَ عَلَيْكَ السَّلَام: نمبر ۶۲۵۱ میں ہے۔ اس باب کے ذیل میں تین روایتیں لائے ہیں۔ پہلی روایت میں تحویل قبلہ کی تاریخ کی طرف اشارہ ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب الایمان. باب ۳۰: الصلاۃ من الایمان. روایت ۴۰ کی شرح۔

فَإِذَا أَرَادَ الْفَرِيْضَةَ نَزَلَ ...: دوسری روایت سے بتلایا کہ نماز فریضہ کی ادائیگی کے لئے قبلہ کی طرف منہ کرنا حتی الوسع ضروری ہے۔ نوافل میں اونٹنی یا سواری جدھر جا رہی ہو اُدھر منہ کر کے نماز پڑھ لینی چاہیے۔ باب ۲۰ کے عنوان میں کشتی میں نماز پڑھنے کے متعلق ایک فتویٰ نقل کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز فریضہ جدھر کشتی جا رہی ہو اُسی طرف منہ کر کے پڑھنی جائز ہے۔ اس پر ریل اور جہاز کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔ بحالتِ مجبوری اسلام نے سہولت دی ہے۔

تیسری روایت نمبر ۴۰۱ ایک اختلافی مسئلہ حل کرنے کے لئے لائے ہیں جس کا تعلق قبلہ کے ساتھ ہے اور وہ یہ کہ آیا قبلہ کی جہت معین کرنے میں اجتہاد کافی ہے یا یہ کہ اُس کی تعیین پوری صحت پر مبنی ہو؟ امام بخاریؒ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں اس کا ایک اصولی جواب دیا ہے: **إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاتِهِ فَلْيَتَحَرَّى الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ.** یعنی جو بات زیادہ ٹھیک معلوم ہوتی ہو اس پر اپنی نماز کی تکمیل کرے تکلیف مالا یطاق میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

قرآن مجید نے یہ امر واضح کر دیا ہے کہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنا فی ذاتہٖ نیکی نہیں ہے۔ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ... (البقرۃ: ۱۷۸) {نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے چہروں کو مشرق یا مغرب کی طرف پھیرو۔} شارع اسلامؐ نے بھی اس ارشاد کی عملاً تشریح فرما دی ہے تا کہ لوگ کہیں خود کعبہ کو پوجنے کی جگہ نہ تصور کر لیں جیسا کہ دوسری قوموں نے اپنی مقدس جگہوں کو پوجنا شروع کر دیا۔ کعبہ کو صرف اس لئے ترجیح دی ہے کہ وہ پہلا گھر ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے کھڑا کیا گیا تھا اور وہ اُس کامل عبودیت کا مجسمہ ہے جس کا نمونہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دکھایا۔ تا کہ لوگ اپنی عبادت میں حضرت ابراہیمؑ کے طریقِ حنیفیت کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ اسی نکتۂ جلیلہ کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى (البقرۃ: ۱۲۶) {اور ابراہیم کے مقام میں سے نماز کی جگہ پکڑو۔}

بَاب ۳۲: مَا جَاءَ فِي الْقِبْلَةِ

قبلہ کے متعلق جو روایتیں آئی ہیں

وَمَنْ لَّا يَرَى الْإِعَادَةَ عَلَى مَنْ سَهَا فَصَلَّى إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكْعَتَي الظُّهْرِ وَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ ثُمَّ أَتَمَّ مَا بَقِيَ.

اور جو نماز کو دُہرانا ضروری نہ سمجھے ایسے شخص کے لیے جس نے بھول کر قبلہ کے بجائے کسی اور طرف نماز پڑھی حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرا اور لوگوں کی طرف منہ کیا۔ پھر آپؐ نے جو باقی رہی تھیں انہیں پورا کیا۔

۴۰۲: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ رَبِّيْ فِي ثَلَاثٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى فَنَزَلَتْ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى (البقرة: ١٢٦) وَآيَةُ الْحِجَابِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ لَوْ أَمَرْتَ نِسَآءَكَ أَنْ يَّحْتَجِبْنَ فَإِنَّهُ يُكَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ (الأحزاب: ٦٠) وَاجْتَمَعَ نِسَآءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُنَّ عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُّبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (التحريم: ٦)

۴۰۲: ہم سے عمرو بن عون نے بیان کیا، کہا: ہشیم نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حُمید سے۔ حُمید نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ کہتے تھے: حضرت عمرؓ نے کہا: تین باتوں میں میری رائے میرے رب کے منشاء کے مطابق ہوئی۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! اگر ہم مقامِ ابراہیم کو نماز گاہ بنالیں تو آیت وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى نازل ہوئی۔ اور پردے کا حکم۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپؐ اپنی بیویوں کو پردہ کرنے کا حکم دیں۔ کیونکہ ان سے بھلے بھی اور بُرے بھی باتیں کرتے ہیں تو پردے کی آیت نازل ہوئی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے بوجہ غیرت آپؐ کے متعلق ایکہ کیا تو میں نے انہیں کہا: اگر تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دے دیں تو مجھے اُمید ہے کہ اُن کا ربّ تم سے بہتر بیویاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدلے میں دے گا۔ اس

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا بِهَذَا.

پر یہ آیت نازل ہوئی (عَسٰی رَبُّهٗ....الآیة) اور ابن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحییٰ بن ایوب نے ہمیں بتلایا، کہا: حمید نے مجھ سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت انسؓ سے یہ سنا۔

٤٠٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَآءٍ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ إِذْ جَآءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا إِلَى الْكَعْبَةِ.

۴۰۳: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک بن انس نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبداللہ بن دینار سے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی۔ کہا: ایک بار لوگ مسجد قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اُن کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی رات قرآن نازل کیا گیا ہے اور آپؐ کو حکم دیا گیا ہے کہ کعبہ کو قبلہ بنائیں تو انہوں نے اس کی طرف منہ کر لئے اور ان کے منہ شام کی طرف تھے۔ پھر وہ لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

٤٠٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ خَمْسًا فَقَالُوْا أَزِيْدَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ خَمْسًا فَثَنَى رِجْلَيْهِ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

۴۰۴: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: یحییٰ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے حَکَم سے، حَکَم نے ابراہیم سے، ابراہیم نے علقمہ سے، علقمہ نے حضرت عبداللہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں تو لوگوں نے کہا: کیا نماز میں زیادتی کی گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا ہوا؟ تو انہوں نے کہا: آپؐ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ اس پر آپؐ نے اپنے پاؤں موڑے اور دو سجدے کئے۔

تشریح: مَاجَاءَ فِي الْقِبْلَةِ: بتیسواں باب ایک اختلافی مسئلہ حل کرنے کے لئے باندھا گیا ہے۔یعنی اگر کوئی غلطی سے کسی اور طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور بعد میں معلوم ہو تو کیا وہ نماز دُہرائے۔امام مالکؒ اور زہریؒ وغیرہ کا یہ فتویٰ ہے کہ اگر نماز پڑھنے کے بعد اُسی وقت علم ہو جائے تو دُہرائے ورنہ نہیں۔امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ جب بھی غلطی معلوم ہو نماز دُہرائے۔امام بخاریؒ کا فتویٰ ان دونوں کے خلاف ہے۔عنوانِ باب میں امام بخاریؒ نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھ کر مُڑے اور لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے۔آپؐ درحقیقت نماز کی حالت میں تھے۔کیونکہ نماز آدھی پڑھی گئی تھی اور آدھی اُس وقت پڑھنی باقی تھی جو آپؐ نے بعد میں پڑھی۔اس وقفہ کے اثناء میں آپؐ کا قبلہ چھوڑ کر کسی اور طرف منہ کرنا بھی درحقیقت اسی طرح سہو ونسیان کی حالت میں تھا جس طرح نماز کی عدم تکمیل۔قبلہ رخ ہونا بھی تو نماز کا حصہ ہے مگر اس بھول کی وجہ سے آپؐ نے پہلی دو رکعتیں نہیں دُہرائیں۔امام موصوفؒ کا یہ باریک استدلال ہے جس کی تشریح امام ابن حجرؒ نے کی ہے۔(فتح الباری۔جزء اول صفحہ ۶۵۴) باقی سب روایتیں اسی استدلال کی تائید میں لائے ہیں۔

روایت نمبر ۴۰۲ کا مدعا یہ ہے کہ پہلی نمازیں دُہرائی نہیں گئیں۔یہ روایت ان لوگوں کا زُعمِ باطل رد کرنے کے لئے لائی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے جب بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تو مکہ مکرمہ میں کعبہ کو بھی اپنے سامنے رکھ لیتے تھے۔اس لئے ان نمازوں کے دُہرانے کی ضرورت نہ تھی۔ان لوگوں کا خیال ہے کہ مکہ میں کعبہ کی طرف بھی منہ کرنے کا حکم تھا۔پھر مدینہ میں یہ حکم منسوخ ہوا اور بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا۔پھر یہ حکم دوبارہ منسوخ ہوا اور اس طرح کعبہ آخری قبلہ ٹھہرا۔گویا ان کے نزدیک دو دفعہ نسخ ہوا ہے جو بالکل غلط ہے۔حضرت عمرؓ کی خواہش بتلاتی ہے کہ مقام ابراہیمؑ کے متعلق اس سے پہلے کوئی حکم الٰہی نازل نہیں ہوا تھا۔جس کو مدینہ میں پہلے منسوخ کیا گیا ہو۔سابقہ شریعت کے ماتحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم عملدرآمد کرتے تھے اور یہ آپؐ کا اجتہاد تھا۔نہ وحی الٰہی کا کوئی خاص حکم جو بعد میں منسوخ ہوا ہو۔

وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ ...: روایت نمبر ۳۹۲ کے آخر میں ابن ابی مریم کا حوالہ دینے سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ حضرت انسؓ سے حُمید کی سماعت ثابت ہے۔اس میں تدلیس واقع نہیں ہوئی (فتح الباری۔جزء اول صفحہ ۶۵۵) روایت نمبر ۴۰۳ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حالتِ نماز میں صحابہ مُڑ گئے اور انہوں نے پڑھی ہوئی نماز نہیں دُہرائی۔

بَاب ۳۳: حَكُّ الْبُزَاقِ بِالْيَدِ مِنَ الْمَسْجِدِ

مسجد سے اپنے ہاتھ سے تھوک کُھرچنا

۴۰۵: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۴۰۵: ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا: اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے حُمید سے۔حُمید نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ فَقَامَ فَحَكَّهُ بِيَدِهِ فَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِيْ رَبَّهُ أَوْ إِنَّ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا يَبْزُقَنَّ أَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَّسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِيْهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ فَقَالَ أَوْ يَفْعَلُ هَكَذَا.

نے سامنے (دیوار پر) کھنگار دیکھا تو آپؐ کو اتنا ناگوار معلوم ہوا کہ آپؐ کے چہرے میں اس کا اثر دکھلائی دیا۔ آپؐ اُٹھے اور اس کو اپنے ہاتھ سے کُھرچا اور فرمایا: تم میں سے کوئی جب اپنی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے ربّ سے راز و نیاز کی باتیں کر رہا ہوتا ہے۔ یا فرمایا کہ اس کا ربّ اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ اس لئے تم میں سے کوئی اپنے قبلہ کی طرف نہ تھوکے۔ البتہ اپنی بائیں طرف یا اپنے قدموں کے نیچے۔ پھر آپؐ نے اپنی چادر کا کنارہ لیا اور اُس میں تھوکا۔ پھر اُس کو تہ کر دیا اور فرمایا: یا یوں کر لے۔

٤٠٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى بُصَاقًا فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ فَحَكَّهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهِ فَإِنَّ اللهَ قِبَلَ وَجْهِهِ إِذَا صَلَّى.

۴۰۶: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی دیوار پر تھوک دیکھا تو اُسے کھرچ دیا۔ پھر آپؐ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو چاہیے کہ وہ اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے سامنے ہوتا ہے۔

٤٠٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى

۴۰۷: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت عائشہؓ اُمّ المؤمنین سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ

فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا أَوْ بُصَاقًا أَوْ نُخَامَةً فَحَكَّهُ.

علیہ وسلم نے قبلہ کی دیوار پر رینٹھ یا تھوک یا کھنگار دیکھا تو اُسے کھرچ دیا۔

تشریح: تینتیسویں (۳۳) باب سے لے کر چوالیسویں (۴۴) باب تک آدابِ مسجد کا ذکر ہے جن میں سے ایک یہ اَدب ہے کہ مسجد کی صفائی کے متعلق خاص اہتمام رکھا جائے اور اس میں تھوکا نہ جائے اور اگر رینٹھ وغیرہ دیکھے تو اس کو دُور کردے۔ نماز کا قیام ورکوع وسجود سب اسی مقصد کے لئے ہیں کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت پیدا ہو۔ نماز میں نمازی کی حالت اُس شخص کی سی ہوتی ہے جو بادشاہ کے دربار میں کھڑا کچھ عرض کر رہا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں تھوکنا مقامِ تعظیم کے خلاف ہے۔

ثُمَّ أَخَذَطَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصَقَ فِيْهِ: کپڑے میں تھوکنے کی جو اجازت دی گئی ہے وہ لاچاری کی حالت ہے جیسے کھانسی سے بیمار بعض وقت مجبور ہو جاتا ہے۔ شارعِ اسلامؐ نے استثنائی حالات میں سہولتیں دی ہیں۔ آپؐ نے اُنہیں کپڑے میں تھوک کر اور کپڑا لپیٹ کر بتلایا کہ یوں کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ان اُمیّوں کی عملی تربیت چھوٹی سے چھوٹی باتوں میں بھی فرمائی جیسے ایک مشفق محبت بھری ماں اپنے بچے کو سکھلاتی اور اُس کی تربیت کرتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔

بَاب ٣٤: حَكُّ الْمُخَاطِ بِالْحَصَى مِنَ الْمَسْجِدِ

رینٹھ کو مسجد سے کنکری کے ساتھ کُھرچ دینا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنْ وَّطِئْتَ عَلَى قَذَرٍ رَّطْبٍ فَاغْسِلْهُ وَإِنْ كَانَ يَابِسًا فَلَا.

اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: اگر تم گیلی گندگی پر پاؤں رکھو تو اُس کو دھولو اور اگر سوکھی ہو تو نہیں۔

٤٠٨–٤٠٩: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ أَخْبَرَنَاإِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيْدٍ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي جِدَارِ الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَ حَصَاةً فَحَكَّهَا فَقَالَ إِذَا تَنَخَّمَ

۴۰۸-۴۰۹: ہم سے موسیٰ بن اسمٰعیل نے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتلایا۔ کہا: ابن شہاب نے حُمید بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ دونوں نے انہیں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر کھنگار دیکھا تو آپؐ نے ایک کنکری لی اور اُسے کھرچ دیا اور فرمایا: اگر تم میں سے کوئی کھنگارے

أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَّمِيْنِهِ وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَّسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى.

تو اپنے منہ کے سامنے کھنگار نہ پھینکے اور نہ ہی اپنی دائیں طرف اور چاہیئے کہ وہ اپنی بائیں طرف یا اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔

تشریح: سابقہ باب میں بِيَدِهٖ کے الفاظ عنوان میں درج کر کے امام موصوفؒ نے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ روایت نمبر۴۰۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے رینٹھ کھرچی تھی۔ روایت نمبر۴۰۵ کے مقابل پر اُسی باب میں روایت نمبر ۴۰۶، ۴۰۷ لا کر یہ بتلایا کہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایتوں میں بِيَـــدِهٖ کے الفاظ نہیں۔ صرف فَحَكَّهُ ہے یعنی اُسے کھرچ ڈالا کیونکہ وہ خشک تھا۔

فَتَـنَاوَلَ حَصَاةً فَحَكَّهَا: چونتیسویں باب میں اسی روایت کی ایک اور سند نقل کی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اسے کنکری سے کھرچا تھا۔ بِيَدِهٖ سے مراد یہ نہیں کہ ناخن سے کھرچا بلکہ یہ مراد ہے کہ خود کیا تھا۔ یہ سند زیادہ قابلِ اعتبار ہے کیونکہ اس کے دو راوی ہیں؛ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ۔ اور ان کا بیان ایک ہے۔

باب کے عنوان میں حضرت ابن عباسؓ کا حوالہ دے کر ایک لطیف اشارہ کیا ہے کہ اگرچہ خشک رینٹھ ایسی ناپاک نہیں کہ ہاتھ لگنے سے ہاتھ ناپاک ہو جائے۔ رینٹھ چھوڑ خشک گوبر لگنے سے پاؤں ناپاک نہیں ہوتے۔ مگر روایت کے الفاظ صریح ہیں کہ کنکری سے آپؐ نے وہ رینٹھ دُور کی تھی اور اس خشک رینٹھ کے وجود کو بھی آپؐ نے مسجد کے آداب کے منافی سمجھا۔

بَاب ۳۵: لَا يَبْصُقْ عَنْ يَّمِيْنِهِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں اپنی دائیں طرف نہ تھوکے

۴۱۰-۴۱۱: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيْدٍ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي حَائِطِ الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَصَاةً فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ إِذَا تَنَخَّمَ

۴۱۰-۴۱۱: ہم سے یحیٰی بن بکیر نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عُقَیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حُمَید بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ دونوں نے انہیں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی چار دیواری میں کھنگار دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنکری لی اور اُسے کھرچ دیا۔ پھر فرمایا: جب تم میں سے کوئی

أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّمْ قِبَلَ وَجْهِهِ وَلَا عَنْ يَّمِيْنِهِ وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَّسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى.

کھنگارے تو اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے اور نہ ہی اپنے دائیں طرف۔ اور چاہئے کہ اپنے بائیں طرف یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔

٤١٢: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتْفِلَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَّمِيْنِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَّسَارِهِ أَوْ تَحْتَ رِجْلِهِ.

۴۱۲: ہم سے حفص بن عمر نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: قتادہ نے مجھے بتایا۔ کہا: میں نے حضرت انسؓ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی نہ اپنے سامنے اور نہ ہی اپنے دائیں طرف تھوکے۔ البتہ اپنی بائیں طرف یا اپنے پاؤں کے نیچے۔

تشریح: لَا يَبْصُقُ عَنْ يَّمِيْنِهِ فِي الصَّلٰوةِ: شارعِ اسلامؑ نے دائیں ہاتھ کو اچھے کاموں کے لئے مخصوص کیا ہے اور اس امر کی طرف توجہ دلانے اور اس کی ہمیشہ نگہداشت رکھنے کے لئے ہر مناسب موقع و محل کے مطابق ہدایت فرمائی ہے۔ جیسا کہ یہاں بھی بائیں طرف تھوکنے سے منع فرمایا۔ تا معنوی عزت وطہارت اور یُمن و برکت کا مفہوم ذہن میں قائم رہے۔ اس باب میں بھی وہی روایت ایک اور سند سے لائے ہیں اور اس میں بھی کنکری لینے اور کھرچنے کا ذکر ہے۔

ان روایتوں میں بائیں طرف یا پاؤں تلے تھوکنے کی جو اجازت دی گئی ہے۔ وہ حالت مجبوری کو مدنظر رکھ کر دی ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں فرش نہیں ہوتے تھے اس لئے پاؤں کے نیچے تھوک کر اُس کو زمین میں دفنا دینے کا حکم دیا گیا۔ اور یہ اجازت بحالتِ استثنائی ہے جیسا کہ اس کے متعلق اگلے بابوں کی روایتوں میں اس امر کی تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں تھوکنا گناہ قرار دیا ہے اور اگر کوئی غلطی یا بحالتِ مجبوری تھوکے تو وہ اُس کو دفنا دے۔ اس زمانہ میں پاؤں میں جوتیاں ہوتی تھیں☆ اس لیے یہ مسئلہ جوتی کے نیچے تھوک لینے کا ہے نہ کہ ننگے پاؤں کے نیچے۔

یَسَار کا لفظ قرآن کریم وحدیث کے محاورہ میں گندی جگہ یا نامناسب جگہ کے لیے بھی مستعمل ہے۔ لہٰذا اِس سے یہ مراد بھی ہوسکتا ہے کہ ایسی جگہ جو ان کاموں (یعنی تھوکنے وغیرہ) کے لیے مختص ہے۔ مثلاً طہارت خانے وغیرہ، وہاں تھوک لے۔ نیز تَحْتَ قَدَمِهٖ سے یہ مراد بھی ہوسکتا ہے کہ اس چیز میں تھوک لے جو اس کے تصرف میں ہے۔ مثلاً رومال وغیرہ۔ ان معنوں کو اس روایت سے بھی تقویت ملتی ہے، جس میں کپڑے کے پلو میں تھوکنے اور اسے دوہرا کر لینے کا ذکر ہے۔ (دیکھئے کتاب الصلوۃ. باب ۳۹)

☆ دیکھئے کتاب الصلوٰۃ. باب۲۴:الصلوٰۃ فی النعال. حدیث نمبر:۳۸۶

بَاب ٣٦: لِيَبْزُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى

چاہیے کہ اپنے بائیں طرف یا اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکے

٤١٣: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يُنَاجِيْ رَبَّهُ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ.

۴۱۳: ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: قتادہ نے ہمیں بتلایا۔ کہا: میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن جب نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے ربّ سے راز و نیاز کی باتیں کر رہا ہوتا ہے اس لئے وہ نہ اپنے سامنے اور نہ ہی اپنی دائیں طرف تھوکے لیکن اگر تھوکنا ہی ہو تو اپنی بائیں طرف یا اپنے پاؤں کے نیچے۔

٤١٤: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْصَرَ نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا بِحَصَاةٍ ثُمَّ نَهَى أَنْ يَبْزُقَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيْهِ أَوْ عَنْ يَمِيْنِهِ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى وَعَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ حُمَيْدًا عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ نَحْوَهُ.

۴۱۴: ہم سے علی نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) زہری نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حُمید بن عبدالرحمٰن سے۔ حُمید نے حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلہ میں کھنگار دیکھا تو آپؐ نے ایک کنکری سے اُسے کھرچ ڈالا۔ پھر آپؐ نے منع فرمایا کہ آدمی اپنے سامنے یا اپنی دائیں طرف تھوکے۔ البتہ اپنے بائیں طرف یا اپنے بائیں قدم کے نیچے (تھوک لے)۔ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے حُمید سے سنا۔ وہ حضرت ابوسعیدؓ (خدری) سے اسی طرح روایت کرتے تھے۔

بَاب ۳۷: كَفَّارَةُ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں تھوکنے کا کفارہ

٤١٥: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا.

۴۱۵: ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا کہا: قتادہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا غلطی ہے اور اس غلطی کا کفارہ اُس تھوک کو مٹی میں دبا دینا ہے۔

بَاب ۳۸: دَفْنُ النُّخَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں کھنگار کو مٹی میں دبا دینا

٤١٦: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا يَبْصُقْ أَمَامَهُ فَإِنَّمَا يُنَاجِي اللهَ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ وَلَا عَنْ يَّمِيْنِهِ فَإِنَّ عَنْ يَّمِيْنِهِ مَلَكًا وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَّسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ فَيَدْفِنُهَا.

۴۱۶: ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا، کہا: عبدالرزاق نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے معمر سے۔ معمر نے ہمّام سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے سنا۔ آپؐ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے۔ کیونکہ جب تک وہ اپنی نماز گاہ میں ہے اللہ تعالیٰ سے مناجات کر رہا ہوتا ہے اور نہ ہی اپنے دائیں طرف کیونکہ اُس کی دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے اور چاہیے کہ اپنی بائیں طرف یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوکے اور اُسے دفن کر دے۔

تشریح: اَلْبُزَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِیْئَۃٌ: حدیث نمبر ۴۱۵ سے ظاہر ہے کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے۔ باب نمبر ۳۸ میں بتلایا گیا ہے کہ اگر کوئی تھوک بیٹھے تو پھر وہ اُسے زمین میں دبا دے۔ اور اگر پکا فرش ہو یا جائے نماز وغیرہ نیچے ہو تو پھر چادر یا رومال میں تھوکے۔ جیسا کہ روایت نمبر ۴۱۷ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اس بارے میں واضح ہے۔ امام بخاریؒ کا اس روایت کو آخر میں لانا بتلاتا ہے کہ آپؐ کا آخری حکم یہی ہے۔ چنانچہ باب ۳۹

کے عنوان میں بھی ان مختلف روایتوں کے خلاصہ مفہوم کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ نماز میں تھوکنا منع ہے لیکن اگر تھوکنے کے لئے کوئی مجبور ہو جائے تو پھر کپڑے میں تھوک لے۔

روایت نمبر۴۱۶ میں جو یہ الفاظ ہیں: **فَإِنَّ عَنْ يَّمِيْنِهِ مَلَكًا** یعنی اس کے دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے۔ ملائکہ کے متعلق تفصیلی بحث آئینہ کمالات اسلام (روحانی خزائن۔ جلد۵۔ صفحہ۸۷تا۸۷) میں دیکھی جائے۔ جہاں نقلی اور عقلی دلائل سے اُن کے وجود پر بحث کی گئی ہے۔ اس تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے لئے ایک داعیٔ خیر اور ایک داعیٔ شر مقرر کیا گیا ہے۔ داعیٔ خیر کو اس روایت میں یَمِیْن یعنی دائیں طرف منسوب کیا گیا ہے۔ نماز میں انسان داعیٔ خیر کے پاکیزہ اثر کے ماتحت ہوتا ہے۔ اس کی نیک تحریک سے وہ نماز میں بادب کھڑا ہوتا ہے۔ چونکہ نماز مین تھوکنا مقامِ ادب کے خلاف ہے اور اس سے توجہ الی اللہ میں فرق آجاتا ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ دائیں طرف تھوکنے کی ممانعت اس وجہ سے نہیں کہ تھوک فرشتہ پر پڑے گا بلکہ اس لئے کہ نماز میں عبودیت کی جو مَلَکی کیفیتیں انسان میں پیدا ہو رہی ہوتی ہیں اُن میں خلل آنے کا احتمال ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ نماز میں تھوکنا علی الاطلاق منع ہے۔ نہ آگے، نہ دائیں، نہ بائیں۔ مگر بحالتِ مجبوری بائیں طرف تھوکنے کی اجازت دی گئی ہے اور یہ اجازت دیتے وقت اس تقدس واحترام اور یُمن و برکت کے تصور کو ضائع ہونے سے محفوظ کر لیا گیا ہے جو قبلہ سے اور دائیں ہاتھ سے وابستہ ہے۔ ورنہ دراصل اللہ تعالیٰ تو آگے بھی ہے اور پیچھے بھی اور مختلف ملائکہ اس کے پس وپیش اور چپ وراست اپنے اپنے فرائض ہمیشہ بجالا رہے ہوتے ہیں۔

بَاب ۳۹: إِذَا بَدَرَهُ الْبُزَاقُ فَلْيَأْخُذْ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ

جب اُسے تھوک جلدی سے آئے تو چاہیے کہ اپنے کپڑے کے کنارہ میں اُسے لے

۴۱۷: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَحَكَّهَا بِيَدِهِ وَرُئِيَ مِنْهُ كَرَاهِيَةٌ أَوْ رُئِيَ كَرَاهِيَتُهُ لِذَلِكَ وَشِدَّتُهُ عَلَيْهِ وَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ فَإِنَّمَا يُنَاجِيْ رَبَّهُ أَوْ رَبُّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قِبْلَتِهِ فَلَا يَبْزُقَنَّ فِي قِبْلَتِهِ

۴۱۷: ہم سے مالک بن اسمٰعیل نے بیان کیا، کہا: زُہَیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: حُمید نے حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ نبی ﷺ نے قبلہ میں کھنگار دیکھا تو آپؐ نے اس کو اپنے ہاتھ سے کھرچ ڈالا اور آپؐ (کے چہرہ پر) ناپسندیدگی نمایاں تھی یا کہا کہ دیکھا گیا کہ آپؐ نے اُسے ناپسند فرمایا ہے اور آپؐ کو یہ سخت ناگوار گزرا اور آپؐ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی اپنی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے ربّ سے مناجات کر رہا ہوتا ہے یا فرمایا: اُس کا ربّ اُس کے اور

وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَزَقَ فِيْهِ وَرَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ قَالَ أَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا.

اُس کے قبلہ کے درمیان ہوتا ہے اس لئے وہ اپنے قبلہ میں نہ تھوکے۔ البتہ اپنی بائیں طرف یا اپنے قدم کے نیچے۔ پھر آپؐ نے اپنی چادر کا کنارہ لیا اور اس میں تھوکا اور پھر اس کو تہ کر دیا۔ فرمایا: یا وہ اِس طرح کرے۔

تشریح: انتالیسویں باب کے عنوان کے الفاظ قابل غور ہیں۔ **اِذَا بَدَرَهُ الْبُزَاقُ** کا مفہوم روایت نمبر ۴۱۷ سے بظاہر نہیں نکلتا۔ یہ امام بخاریؒ کا اپنا استدلال ہے جو انہوں نے اس صریح ممانعت سے کیا ہے۔ جس کا ذکر نہ صرف اس روایت میں ہے بلکہ سابقہ تمام روایات میں بھی ہے یعنی جب آپؐ نے پوری تاکید سے نماز میں تھوکنا منع فرمایا ہے تو اس اجازت کے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ جب انسان تھوکنے کے لئے بے اختیار ہو جائے تو پھر وہ ایسا کر سکتا ہے۔

بَاب ٤٠: عِظَةُ الْإِمَامِ النَّاسَ فِي إِتْمَامِ الصَّلَاةِ وَذِكْرِ الْقِبْلَةِ

نماز پورے طور پر ادا کرنے کے متعلق امام کا لوگوں کو نصیحت کرنا اور قبلہ کا بیان

٤١٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا فَوَاللهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ.

۴۱۸: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا منہ اس طرف ہے۔ اللہ کی قسم مجھ پر تمہاری خشیت (گدازِ قلب) اور تمہارا رکوع پوشیدہ نہیں رہتا۔ میں تو تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھ رہا ہوتا ہوں۔

٤١٩: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةً ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ

۴۱۹: ہم سے یحییٰ بن صالح نے بیان کیا، کہا: فُلَیح بن سلیمان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہلال بن علی سے، ہلال نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر

فِي الصَّلَاةِ وَفِي الرُّكُوْعِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَّرَائِي كَمَا أَرَاكُمْ. چڑھے اور نماز اور رکوع کے متعلق نصیحت فرمائی کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھ رہا ہوتا ہوں؛ ایسا ہی جیسا کہ تمہیں اَب دیکھ رہا ہوں۔

تشریح: امام بخاریؒ نے قبلہ کے متعلق روایات کو ختم کرتے ہوئے ایک لطیف نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ یہ کہ قبلہ صرف اس کا نام نہیں کہ ایک خاص جہت کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا جائے اور رسمی طور پر بعض حرکات بجالائے بلکہ اس توجہ الی اللہ کا نام ہے جس میں سوز و گداز اور پورا اِنہاک فی اللہ ہوتا ہے جس کے بغیر بندے کی نماز تکمیل کو نہیں پہنچتی۔

امام موصوفؒ کا مقصد اس باب کے باندھنے سے یہ بتلانا ہے کہ ایک ظاہری قبلہ ہوتا ہے، تَـرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا۔ اور ایک روحانی قبلہ ہوتا ہے جس میں روح کی آنکھ اپنے ماحول کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہے اور امام جو کہ اپنے مقتدیوں کی روحانی اصلاح کا ذمہ وار ہوتا ہے۔ اس کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے قبلہ کی دو جہتیں رکھے۔ ایک جہت توجہ الی اللہ کی اور دوسری جہت اپنے مقتدیوں کی روحانی اصلاح کی۔ امام کا قبلہ ایسا وسیع ہونا چاہئے کہ اس میں وہ اپنے مقتدیوں کو سمیٹ کر اپنی روح کی سوز و گداز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور اُن کے لئے تڑپے۔

مَا يَخْفٰى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ: آپؐ کو پورا پورا اِحساس ہوتا کہ آپؐ کے پیچھے کھڑے ہونے والوں کی معنوی کیفیات اور ظاہری حرکات اپنے اندر کیا کچھ قوت رکھتی ہیں۔ امام کی مہم اسی قدر آسان ہوتی جاتی ہے جس قدر مدد اُس کو مقتدیوں کے معنویات سے ملتی جاتی ہے۔ اور آخر امام اور مقتدیوں، مرشد اور مریدوں، رہنما اور پیروؤں کے درمیان اس قسم کا رابطہ قائم ہو جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی معنویات سے ضرور متأثر ہوتے ہیں۔ ان کی حالت مرایا متقابلہ کی سی ہوتی ہے کہ ایک کا عکس دوسرے میں منعکس ہوتا ہے۔ اِنْ حَسَنٌ فَحَسَنًا وَاِنْ سَيِّئٌ فَسَيِّئًا۔

اِنِّيْ لَأَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَائِيْ كَمَا اَرَاكُمْ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اللہ تعالیٰ میں ہو کر ایک مصفّٰی شفاف آئینہ تھی جس میں آپؐ کے ساتھیوں کے معنوی حالات منعکس ہو کر اپنے مختلف اثرات کو محسوس کراتے رہتے تھے۔ آپؐ کا اِدراک ایسا لطیف ہو چکا تھا کہ اگر کسی مجلس میں آپؐ بیٹھتے تو مجلس والوں کے باطنی خیالات وافکار کو قوی طور پر محسوس کرتے جس کی وجہ سے آپؐ کثرت سے استغفار میں مشغول رہتے۔

بَاب ٤١: هَلْ يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِي فُلَانٍ؟

کیا یوں کہا جائے کہ فلاں لوگوں کی یہ مسجد ہے؟

٤٢٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ أُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ وَأَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ وَّأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ فِيْمَنْ سَابَقَ بِهَا.

۴۲۰: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حَفْیَاء سے اُن گھوڑوں کے درمیان گھڑ دوڑ کرائی جو تیار کیے گئے تھے اور اُن کی انتہائی حد ثَنِيَّةُ الْوَدَاع تھی اور ثنیہ سے بنی زُرَیق کی مسجد تک اُن گھوڑوں کے درمیان گھڑ دوڑ کرائی جو تیار نہیں کیے گئے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ان (گھوڑوں) پر گھڑ دوڑ کی۔

تشریح: يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِىْ فُلَانٍ: ابراہیم نخعی مسجدوں کو کسی شخص یا جماعت کی طرف منسوب کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۶۶۷) کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا (الجنّ:۱۹) باب کا عنوان هَلْ سے شروع کر کے اس مسئلہ کو بصورت استفتاء پیش کیا ہے اور جو روایت اس ضمن میں لائے ہیں اس سے بتلایا ہے کہ تمیز کرنے کے لئے جائز ہے کہ کسی مسجد کو کسی محلّہ یا قبیلہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ لیکن یہ وہ نسبت ملکیت نہیں جس کی وجہ سے آج مسلمانوں کی مسجد یں اللہ کی نہیں بلکہ مذہبی انشقاق کا گھر بن گئی ہیں۔ اس قسم کی مسجد یں اسلامی تعلیم کے مقتضاء کے خلاف ہیں۔ جس واقعہ کا ذکر روایت نمبر ۴۲۰ میں کیا گیا ہے وہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑ دوڑ ہوئی اور بنی فلاں کی مسجد تک ہم دوڑے تھے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نسبت کے متعلق کچھ مروی نہیں۔ اس لئے امام موصوفؒ نے سوال قائم کر کے اس کا جواب قارئین کی سمجھ پر چھوڑ دیا ہے۔

ثَنِيَّةُ الْوَدَاع مدینہ کے قریب ایک گھاٹی کا موڑ ہے جہاں مسافر کو الوداع کہنے کے لئے لوگ جایا کرتے تھے۔

حَفْيَاء مقام ثنیہ الوداع سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ہے۔

بَنُو زُرَيْق خزرج کا قبیلہ تھا۔ ان کی بستی کا نام بھی یہی ہے۔

بَاب ٤٢: اَلْقِسْمَةُ وَتَعْلِيْقُ الْقِنْوِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں مال تقسیم کرنا اور کھجوروں کے خوشے لٹکانا

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْقِنْوُ الْعِذْقُ وَالِاثْنَانِ قِنْوَانِ وَالْجَمَاعَةُ أَيْضًا قِنْوَانٌ مِثْلُ صِنْوٍ وَّصِنْوَانٍ.

ابوعبداللہ نے کہا: قِنْوٌ کے معنے کھجور کا خوشہ۔ قِنْوَان تثنیہ ہے اور جمع بھی جیسے صِنْوٌ صِنْوَان۔

٤٢١: وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ انْثُرُوْهُ فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ أَكْثَرَ مَالٍ أُتِيَ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ جَاءَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ فَمَا كَانَ يَرَى أَحَدًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَعْطِنِيْ فَإِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِيْ وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ فَحَثَا فِي ثَوْبِهِ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ

۴۲۱: اور ابراہیم نے عبدالعزیز بن صہیب سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اسے مسجد میں ڈال دو۔ یہ سب سے زیادہ مال تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے نکلے اور آپؐ نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ جب آپؐ نماز ختم کر چکے تو آ کر اس (مال) کے پاس گئے اور جس کسی کو بھی دیکھتے اس کو دیتے۔ اتنے میں آپؐ کے پاس حضرت عباسؓ آئے اور کہا: یارسول اللہ! مجھے بھی دیجئے کیونکہ میں نے (بدر کے دن) اپنا فدیہ دیا تھا اور عقیل کا بھی فدیہ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: لے لو تو انہوں نے دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر اپنے کپڑے میں ڈالا۔ پھر لگے اس کو اُٹھانے مگر نہ اُٹھا سکے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ان میں سے کسی کو حکم دیجئے کہ اس کو مجھے اُٹھوا دے۔ فرمایا: نہیں۔ انہوں نے کہا: پھر آپؐ ہی اُٹھا کر مجھ پر

فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ عَلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ احْتَمَلَهُ فَأَلْقَاهُ عَلَى كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ حَتَّى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَبًا مِّنْ حِرْصِهِ فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ.

رکھ دیں۔فرمایا: نہیں۔ اس پر انہوں نے اس میں سے کچھ نکال دیا۔ پھر اسے اُٹھانے لگے۔ (مگر اُٹھا نہ سکے) تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اِن میں سے کسی کو حکم دیجئے کہ اس کو مجھے اُٹھوا دے۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔انہوں نے کہا: پھر آپؐ ہی اُٹھا کر مجھ پر رکھ دیں۔فرمایا: نہیں۔اس پر انہوں نے اس میں سے کچھ (اور) نکال دیا۔ پھر اُسے اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھ لیا اور چل دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھ اُن سے نہیں ہٹائی۔ جب تک کہ وہ ہم سے اوجھل نہ ہو گئے۔ اُن کی حرص پر تعجب میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں اُٹھے یہاں تک کہ وہاں اس (مال) سے ایک درہم بھی نہ رہا۔

تشریح: **اَلْقِسْمَةُ وَتَعْلِيْقُ الْقِنْوِ فِيْ الْمَسْجِدِ:** آدابِ مسجد کے یہ خلاف سمجھا جاتا ہے کہ اس میں عبادت، ذکر اور وعظ کے سوا کوئی اور دنیا کا کام ہو۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسجد میں خرید وفروخت منع فرمائی ہے جیسا کہ آگے اس کا ذکر آئے گا۔ (دیکھئے تشریح باب ۷۰)

تَعْلِيْقُ الْقِنْوِ فِيْ الْمَسْجِدِ: امام موصوفؒ نے کھجور کے خوشے لٹکانے کا جو حوالہ دیا ہے وہ دراصل نسائی کی اس روایت کی طرف اشارہ ہے: خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَبِيَدِهِ عَصًا وَقَدْ عَلَّقَ رَجُلٌ قِنْوَ حَشَفٍ فَجَعَلَ يَطْعُنُ فِيْ ذٰلِكَ الْقِنْوِ فَقَالَ لَوْ شَآءَ رَبُّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ تَصَدَّقَ بِأَطْيَبَ مِنْ هٰذَا (نسائی. كتاب الزكاة. باب قوله عزوجل ولا تيمموا الخبيث منه) یعنی ایک شخص نے ردّی کھجوروں کے خوشے مسکینوں کے لیے مسجد میں لٹکا دیے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق ارشاد بھی تھا، تا حاجت مند بجائے مانگنے کے ان سے اپنی ضرورت پوری کریں۔ ردّی کھجوریں دیکھ کر آپؐ چھڑی سے اُن خوشوں کو کونچ مارنے لگے اور فرمانے لگے کہ اگر وہ صدقہ والا چاہتا تو اس سے بہتر کھجوریں صدقہ میں دے سکتا تھا۔ اس روایت کی طرف اشارہ کرکے امام موصوفؒ نے بتلایا ہے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم بھی نیک اعمال سے ہے اور مسجد میں اس قسم کے کام سرانجام دینا آدابِ مسجد کے منافی نہیں۔

أُتِيَ النَّبِيُّ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ: بحرین بصرہ اور عمان کے درمیان مشہور شہر ہے۔ یہ پہلا خراج تھا جو نبی ﷺ کے پاس آیا۔ ایک لاکھ درہم تھے جو حضرت علاءؓ بن حضرمی امیر بحرین نے بھیجے تھے۔

إِنِّيْ فَادَيْتُ نَفْسِيْ وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا: جس فدیہ کی طرف حضرت عباسؓ نے اشارہ کیا ہے وہ جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ قید ہو جانے کی وجہ سے اُن کو دینا پڑا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل کتاب المغازی (باب شھود الملائکۃ بدرًا: ۴۰۱۸) میں آئے گی۔

بَاب ۴۳: مَنْ دَعَا لِطَعَامٍ فِي الْمَسْجِدِ وَمَنْ أَجَابَ مِنْهُ

جو مسجد میں کھانے کی دعوت دے اور جو اُس کو قبول کرے

۴۲۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعَ أَنَسًا قَالَ وَجَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ مَعَهُ نَاسٌ فَقُمْتُ فَقَالَ لِي آرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِطَعَامٍ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِمَنْ مَّعَهُ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ.

۴۲۲: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہ مالک نے اسحاق بن عبداللہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حضرت انسؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں پایا اور آپؐ کے ساتھ کچھ لوگ تھے۔ میں کھڑا ہوا تو آپؐ نے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر فرمایا: کھانے کے لیے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ تو آپؐ نے اُن کو جو آپؐ کے ساتھ تھے فرمایا: اُٹھو۔ اور آپؐ چل پڑے اور میں ان کے آگے آگے چلا۔

بَاب ۴۴: اَلْقَضَاءُ وَاللِّعَانُ فِي الْمَسْجِدِ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

مردوں اور عورتوں کے درمیان مسجد میں فیصلہ کرنا اور لعان کروانا

۴۲۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا وَّجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ.

۴۲۳: ہم سے یحییٰ نے بیان کیا، کہا: عبدالرزاق نے ہمیں بتایا، کہا: ابن جریج نے ہمیں بتلایا، کہا: ابن شہاب نے حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! بھلا بتلائیں تو سہی کہ ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائے۔ آیا وہ اُسے قتل کر دے۔ تب (ان) دونوں (مرد و عورت) نے مسجد میں لعان کیا اور میں اس وقت حاضر تھا۔

تشریح: باب ۴۳-۴۴ کے ذیل میں امام بخاریؒ نے دو لمبی روایتیں جن کا مفصل ذکر آگے آئے گا مختصر نقل کر کے ذکر الٰہی کے سوا اور ایسی باتیں کرنے کا جواز ثابت کیا ہے جن کا تعلق اجتماعی مفاد کے ساتھ ہے۔ مثلاً دعوت کا پیغام دینا، جھگڑوں کا تصفیہ، نمائندوں وغیرہ کا استقبال کرنا۔ یہ باتیں آدابِ مسجد کے منافی نہیں۔ مسجد درحقیقت مسلمانوں کے لئے ایک اجتماعی مرکز ہے جہاں ان کے روحانی تزکیہ کے کام ہی نہیں بلکہ ان کے معاشرتی اور تمدنی ہر قسم کی بہتری کے کام کئے جاسکتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپؐ کے بعد مجلسِ شوریٰ کا انعقاد مسجد میں ہی ہوا کرتا تھا۔ بلکہ مسلمانوں نے بعد میں مسجدیں بطور دینی اور تبلیغی مرکز کے بھی استعمال کی ہیں۔ مسلمان اب اس امر سے غافل ہو گئے ہیں۔ انہیں پھر از سرِ نو ان قلعوں پر اپنا مستحکم قبضہ صحیح معنوں میں جمالینا چاہیے۔

روایت نمبر ۴۲۳ میں جس لعان کا ذکر ہے اس کی یہ صورت ہے کہ اگر مرد اپنی بیوی کو زنا سے متہم کرے اور اس کے پاس شہادت نہ ہو تو ہر ایک اپنی اپنی صداقت پر قسم کھا کر جھوٹے پر لعنت کرے۔ اس کی تفصیل کتاب اللعان (کتاب الطلاق. باب التلاعن فی المسجد: ۵۳۰۹) میں دیکھئے۔

بَاب ٤٥ :إِذَا دَخَلَ بَيْتًا يُصَلِّيْ حَيْثُ شَاءَ أَوْ حَيْثُ أُمِرَ وَلا يَتَجَسَّسُ

جب کوئی کسی گھر میں داخل ہو تو کیا جہاں چاہے نماز پڑھے یا جہاں اُسے کہا جائے اور تجسس نہ کرے؟

٤٢٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَّحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ فِي مَنْزِلِهِ فَقَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ لَكَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى مَكَانٍ فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

۴۲۴: ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے محمود بن ربیع سے، محمود نے حضرت عتبان بن مالکؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ اُس کے پاس اُس کے گھر میں آئے تو آپؐ نے فرمایا: تم کہاں چاہتے ہو کہ میں تمہارے گھر میں تمہارے لئے نماز پڑھوں۔ (عتبانؓ) کہتے تھے: میں نے آپؐ کو ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ اور نبی ﷺ نے تکبیر کہی اور ہم آپؐ کے پیچھے صف بستہ کھڑے ہو گئے۔ اور آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی۔

تشریح: بعض نسخوں میں عنوانِ باب ہمزہ استفہام سے شروع ہوتا ہے۔یعنی أَ يُصَلِّيْ حَيْثُ شَآءَ اَوْ حَيْثُ أُمِرَ. کبھی یہ ہمزہ محذوف بھی کر دیا جاتا ہے۔(عمدۃ القاری جزء۴ صفحہ ۱۶۵) اسی لیے ترجمہ میں اس کو واضح کر دیا گیا ہے۔مسئلہ اخذ کرنے کے لئے جو واقعہ پیش کیا گیا ہے وہ اگلی روایت میں بالتفصیل مذکور ہے۔چونکہ حضرت عتبانؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی لئے بلایا تھا کہ اُن کے گھر میں کسی جگہ تبرکاً نماز پڑھیں تا وہ بحالتِ مجبوری اپنے لوگوں کو وہیں نماز پڑھا دیا کریں اس لئے آپؐ نے اُن سے دریافت کیا۔امام موصوفؒ نے یہ واقعہ بیان کر کے قارئین کی عقل و سمجھ پر مسئلہ کا دارومدار رکھا ہے کہ وہ موقع و محل کے مطابق عمل کریں۔ممکن تھا کہ آپؐ کسی ایسی جگہ نماز پڑھتے جہاں لوگوں کے اکٹھا ہونے سے گھر کی عورتوں کو تکلیف ہوتی اس لئے آپؐ نے اہلِ خانہ سے دریافت کرنا مناسب سمجھا۔

بَاب ٤٦: اَلْمَسَاجِدُ فِي الْبُيُوْتِ

گھروں میں مسجدیں

وَصَلَّى الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فِي مَسْجِدِهِ فِي دَارِهِ جَمَاعَةً.

اور حضرت براء بن عازبؓ نے اپنے گھر کی مسجد میں باجماعت نماز پڑھی۔

٤٢٥: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِيْ وَأَنَا أُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ بِهِمْ

۴۲۵: ہم سے سعید بن عفیر نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ کہا: عُقَیل نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے مجھ کو بتلایا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت محمودؓ بن ربیع انصاری نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عتبانؓ بن مالک جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن انصاری صحابہ میں سے تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یا رسول اللہ! میری بینائی کمزور ہوگئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں۔ جب بارشیں ہوتی ہیں تو اس نالہ میں جو میرے اور اُن کے درمیان ہے سیلاب آجاتا ہے اور میں اُن کی مسجد میں آکر انہیں نماز نہیں پڑھا سکتا اور یا رسول اللہ! میری

وَوَدِدْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَّكَ تَأْتِيْنِيْ فَتُصَلِّيْ فِي بَيْتِيْ فَأَتَّخِذُهُ مُصَلًّى قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ حِيْنَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى☆ دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالَ وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيْرَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهُ قَالَ فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ ذَوُوْ عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوْا فَقَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِنِ أَوِ ابْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذَاكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذٰلِكَ أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ

خواہش ہے کہ آپؐ میرے پاس آئیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں اور میں اُسے مسجد بنالوں۔ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ نے چاہا تو آؤں گا۔ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ صبح جس وقت دن چڑھا؛ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مانگی۔ میں نے آپؐ کو اجازت دی۔ جب☆ گھر میں آئے آپؐ بیٹھے نہیں؛ فرمایا: تم اپنے گھر میں کہاں چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟ کہتے تھے: میں نے گھر کے ایک طرف اشارہ کر کے آپؐ کو بتایا۔ رسول اللہ ﷺ (نماز کے لئے) کھڑے ہو گئے اور تکبیر کہی اور ہم بھی کھڑے ہو گئے اور صف باندھ لی۔ آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیرا۔ کہتے تھے: ہم نے آپؐ کو حلیم کے لیے روک لیا جو ہم نے آپؐ کے لیے تیار کیا تھا۔ کہتے تھے: گھر میں محلّہ کے چند آدمی اِدھر اُدھر سے آ گئے۔ جب وہ اکٹھے ہو گئے تو اُن میں سے کسی کہنے والے نے کہا کہ مالک بن دُخَیْشِن یا ابن دُخْشُن کہاں ہے؟ تو اُن میں سے کسی نے کہا: وہ تو منافق ہے۔ اللہ اور اُس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مت کہو۔ کیا تم اُسے نہیں دیکھتے کہ اُس نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کیا ہے؟ اس سے اللہ کی رضامندی ہی

☆ فتح الباری کے بعض نسخوں میں اس جگہ حِیْنَ کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۶۷۲) یہ ترجمہ اس لفظ کے قریب ہے۔

وَجْهَ اللهِ قَالَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيْحَتَهُ إِلَى الْمُنَافِقِيْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ وَهُوَ أَحَدُ بَنِيْ سَالِمٍ وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيْثِ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ فَصَدَّقَهُ بِذٰلِكَ.

چاہتا ہے۔ اس نے کہا: اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ اُس نے کہا: ہم تو اُس کی توجہ اور اُس کی خیرخواہی منافقین کے لئے ہی دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یقیناً اُس شخص پر آگ حرام کردی ہے جس نے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کیا (بشرطیکہ) وہ اس اقرار سے اللہ کی رضامندی چاہتا ہو۔ ابن شہاب نے کہا: پھر میں نے حصین بن محمد انصاری سے جو کہ بنی سالم سے ایک شخص تھے اور اُن کے سرداروں میں سے تھے؛ حضرت محمودؓ بن ربیع کی حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس میں اُن کی تصدیق کی۔

تشریح: اَلْـمَسَاجِدُ فِيْ الْبُيُوْتِ: مجبوری کی حالت میں باجماعت نماز پڑھنے کے لئے گھر میں مسجد بنانا جائز ہے۔ اگر مجبوری نہ ہو تو محلّہ کی مسجد میں ہی نماز فریضہ پڑھنی چاہئے۔ ہاں نوافل اپنے گھر میں پڑھ سکتا ہے۔

حضرت مالک بن دُخَیْشِن یا ابن دُخْشُنؓ ان انصار میں سے تھے جو جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ منافقین کی مشہور مسجد ضرار جلانے کے لئے جو دو آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ٦٧٦) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں متہم کرنے والے کو منع فرمایا۔ کیونکہ آپؐ اُن کا اخلاص آزما چکے تھے۔ جس نے اُن کو متہم کیا ہے اس نے غالباً منافقوں کے ساتھ اُن کے ظاہری میل جول دیکھ کر جلد بازی سے کام لیا۔ اس لئے اس نے اپنی کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے معذرت کی جو مقامِ اَدب کے تقاضا کے عین مطابق ہے۔

قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ: اس سے صرف زبانی اقرار مراد نہیں بلکہ اس کے ساتھ دل کے اخلاص کی بھی ضرورت ہے۔ اسی اخلاص کی طرف جملہ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ اشارہ کرتا ہے۔ اخلاص پیدا ہونے کے بعد عمل خود بخود حیّز وجود میں آجاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مالکؓ بن دخشن کی طرف سے جو مدافعت فرمائی ہے وہ علی البصیرت اپنے تجربہ کی بناء پر ہے۔ آج کتنے مسلمان ہیں جن کا زبانی اقرار کلمہ شہادت خلوص قلب پر مبنی ہے اور جنہوں نے اپنی مختلف قسم کی قربانیوں سے اپنے اخلاص کا ثبوت دیا ہے۔ حضرت ابن دخشنؓ بدر وغیرہ میں بالفعل شریک ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سرٹیفکیٹ پانے کا ایک جائز حق رکھتے تھے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شایاں

تھا کہ وہ اپنے کسی صحابی کے متعلق اُس کی قربانی کو دیکھ کر یہ فتویٰ دیتے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جنھوں نے کلمہ شہادت کا اقرار اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کیا ہے اور جن پر آگ حرام ہو چکی ہے۔ مگر آج جب مسلمانوں کی حالت کیا بلحاظ عقائد اور کیا بلحاظ اعمال کے ناگفتہ بہ ہو رہی ہے آپؐ کے اس خاص اور مشروط فتویٰ کا بلا قید و شرط کے چسپاں کرنا کہاں تک درست ہے۔ خصوصًا جب واقعات اس فتویٰ کی پورے طور پر تکذیب کر رہے ہوں اور خود مسلمان اور ان کے نام نہاد راہنما بھی اعلان کر رہے ہوں کہ وہ مسلمان نہیں رہے۔ بیمار کو بیمار کہنا بہتر ہے تا وہ اپنی بیماری کے علاج کی فکر کرے۔ امت مرحومہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کون دردمند ہوگا۔ کیا آپؐ نے انہی نام نہاد مسلمانوں کے لیے نہیں فرمایا تھا: لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُہٗ ....(شعب الایمان للبیھقی. الثامن عشر. فصل قال و ینبغی لطالب العلم ان یکون تعلمہ للعالم ان یکون تعلیمہ لوجہ اللہ تعالٰی. جزء ۲. صفحہ ۳۱۱_نمبر ۱۹۰۸)

اس بحث کی تفصیل کے لیے شرح کتاب الایمان باب ۳۳، کتاب العلم باب ۳۳ اور ۴۹ دیکھئے۔

بَاب ٤٧: اَلتَّيَمُّنُ فِي دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهٖ

مسجد وغیرہ میں داخل ہوتے وقت دائیں طرف سے شروع کرنا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنَى فَإِذَا خَرَجَ بَدَأَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرَى.

اور حضرت ابن عمرؓ اپنے دائیں پاؤں کو پہلے اندر رکھتے اور نکلتے تو اپنے بائیں پاؤں کو پہلے باہر رکھتے۔

٤٢٦: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهٖ كُلِّهٖ فِي طُهُوْرِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ.

۴۲۶: ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اشعث بن سُلَیم سے، انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے مسروق سے۔ مسروق نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی وہ کہتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاں تک آپؐ سے ہوسکتا اپنے تمام کاموں میں یہی پسند کرتے کہ داہنی طرف سے پہل کی جائے؛ اپنے نہانے اور کنگھی کرنے اور جوتا پہننے میں۔

تشریح: حضرت عائشہؓ کی روایت مذکورہ بالا عمومیت کا رنگ رکھتی ہے۔ چونکہ حضرت ابن عمرؓ کے متعلق یہ مشہور ہے کہ ہر بات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا انہیں بے حد شوق تھا اس لئے عنوانِ باب میں ان کے فعل

سے استدلال کرتے ہوئے اس مسئلہ کی تخصیص کی ہے۔اور حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت انسؓ کی یہ جو روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ مسجد کے اندر جاتے وقت دایاں پاؤں پہلے داخل کرتے☆اس کو امام بخاریؒ نے بوجہ ان کی شرط کے موافق نہ ہونے کے نظر انداز کر دیا ہے۔(فتح الباری جزء اول صفحہ ۶۷۸)
یہ روایت اور اس کے ہم معنی روایتیں کتاب الوضوء میں گزر چکی ہیں۔دیکھئے روایت نمبر ۱۶۷، ۱۶۸۔

بَاب٤٨ :هَلْ تُنْبَشُ قُبُوْرُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ وَيُتَّخَذُ مَكَانُهَا مَسَاجِدَ

کیا زمانہ جاہلیت کے مشرکوں کی قبریں اُکھاڑ ڈالی جائیں اور اُن کی جگہ مسجدیں بنائی جائیں

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَّسَاجِدَ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ فِي الْقُبُوْرِ وَرَأَى عُمَرُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّيْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ الْقَبْرَ الْقَبْرَ وَلَمْ يَأْمُرْهُ بِالْإِعَادَةِ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ اُن یہودیوں کو اپنی رحمت سے دُور رکھے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبریں مسجدیں بنا دی ہیں اور قبروں میں نماز پڑھنا جو مکروہ ہے اور حضرت عمر (بن خطابؓ) نے حضرت انسؓ بن مالک کو قبر کے قریب نماز پڑھتے دیکھا تو کہا: دیکھنا قبر ہے، قبر۔ اور انہوں نے اُن کو نماز دُہرانے کے لیے نہیں کہا۔

٤٢٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيْبَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيْسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَذَكَرَتَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أُولَئِكَ إِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ

۴۲۷: ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا: یحییٰ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ حضرت اُمّ حبیبہؓ اور حضرت امّ سلمہؓ نے ایک گرجے کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔ اُس میں تصویریں تھیں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اس کا) ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ لوگ اگر ان

☆ دیکھئے المستدرک للحاکم. کتاب الإمامة (فی کتاب الصلوٰة). باب من السنة إذا دخلت المسجد أن تبدأ برجلک الیمنٰی. جزء اول صفحہ۲۱۸)

بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَّصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ فَأُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

میں کوئی نیک آدمی ہو اور وہ مر جائے تو اُس کی قبر پر عبادت گاہ بنا دیتے ہیں اور اُس میں یہ تصویریں بناتے ہیں۔ ایسے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوقات سے بدترین ہوں گے۔

٤٢٨: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ أَعْلَى الْمَدِيْنَةِ فِي حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَجَاؤُوْا مُتَقَلِّدِي السُّيُوْفِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَأَبُو بَكْرٍ رِّدْفُهُ وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتَّى أَلْقَى بِفِنَاءِ أَبِي أَيُّوْبَ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُصَلِّيَ حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ وَيُصَلِّيْ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَإِنَّهُ أَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَأَرْسَلَ إِلَى مَلَإٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِي بِحَائِطِكُمْ هَذَا قَالُوْا لَا

۴۲۸: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: عبدالوارث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابوتیاح سے۔ ابو تیاح نے حضرت انسؓ (بن مالک) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور مدینہ کے اوپر کے حصہ میں ایک قبیلہ میں جنہیں بنوعمرو بن عوف کہا جاتا تھا؛ اُترے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان میں چودہ راتیں ٹھہرے۔ پھر بنونجار کو بلا بھیجا۔ وہ تلواریں پہنے ہوئے آئے (اور یہ واقعہ مجھے ایسا یاد ہے) گویا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (اب بھی) اپنی سواری پر (سوار) دیکھ رہا ہوں اور حضرت ابو بکرؓ آپؐ کے پیچھے سوار تھے اور بنونجار کا جتھا آپؐ کے اِرد گرد تھا۔ آخر آپؐ نے حضرت ابوایوبؓ کے صحن میں ڈیرہ ڈالا اور آپؐ پسند کرتے تھے کہ جہاں آپؐ کو نماز کا وقت ہو جاتا وہیں نماز پڑھیں اور آپؐ (پہلے) بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھا کرتے تھے اور آپؐ نے مسجد کے بنانے کا حکم دیا۔ آپؐ نے بنونجار کے زعماء کو بلوایا اور فرمایا: بنی نجار! تم مجھ سے اپنی اس چاردیواری کی قیمت کرو۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ بخدا ہم اس کی قیمت کا مطالبہ اللہ ہی سے

وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ فَقَالَ أَنَسٌ فَكَانَ فِيْهِ مَا أَقُوْلُ لَكُمْ قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ وَفِيْهِ خَرِبٌ وَّفِيْهِ نَخْلٌ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوْا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ الْحِجَارَةَ وَجَعَلُوْا يَنْقُلُوْنَ الصَّخْرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُوْنَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ وَهُوَ يَقُوْلُ

اللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَهْ
فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَ الْمُهَاجِرَهْ

کریں گے۔ حضرت انسؓ نے کہا: جو بات میں تمہیں بتلاتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس میں مشرکوں کی قبریں تھیں اور اس میں کچھ کھنڈرات تھے اور اس میں کچھ کھجوریں تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی قبروں کے متعلق حکم دیا تو ان کو کھود کر ہڈیاں وغیرہ نکال دی گئیں۔ پھر کھنڈرات کے متعلق حکم دیا اور وہ برابر کر دیے گئے اور کھجوروں کے متعلق حکم دیا اور وہ کاٹی گئیں اور کھجوریں مسجد کے قبلہ کی طرف قطار میں کھڑی کر دیں اور اُس کی چوکھٹ پتھروں سے بنائی اور وہ پتھروں کو اُٹھا اُٹھا کر لانے لگے۔ اور وہ شعر پڑھتے تھے اور ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ آپؐ فرماتے تھے:

اے اللہ! بھلائی تو دراصل آخرت کی ہی بھلائی ہے
سو تو انصار اور مہاجروں کی کمزوریوں پر پردہ پوشی فرمائیو

تشریح: امام بخاریؒ نے ان بابوں میں ایک لطیف ترتیب مدنظر رکھی ہے۔ پہلے گھروں میں مسجدیں بنانے کا ذکر کیا ہے۔ پھر گھروں سے باہر اُن جگہوں کے انتخاب کا جو کھنڈرات اور ویرانے ہیں۔ مسجدوں کے ساتھ ہی مجتمع بشری کی آبادی ہے۔ شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں کے ویرانوں کو آباد کرنے آئے تھے۔ شرک سے آپؐ کو حد درجہ نفرت تھی اور یہی ایک بلاءِ عظیم تھی جس نے آپؐ کی قوم کو اُٹھنے سے روکا ہوا تھا۔ اس لئے آپؐ نے شرک کے تمام آثار ملیامیٹ کر دئے۔ یہودیوں کے متعلق بھی شدید نفرت کا اظہار اسی وجہ سے فرمایا۔ عیسائیوں میں بھی مردہ پرستی کی روح اب تک موجود ہے۔ آپؐ نے اپنی اُمت کو ہر قسم کے احتمال سے محفوظ رکھنے کے لئے احتیاطاً قبرستان میں نماز پڑھنے سے روک دیا ہے۔ اور آپؐ کی اس احتیاط کی مثالیں آگے بہت ملیں گی۔ کلمہ شہادت کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کا اقرار جو رکھ دیا ہے وہ محض اس لئے کہ آپؐ کو دیگر انبیاء کی طرح خدائی صفات نہ دے دی جائیں۔ بستر مرگ پر آپؐ نے اپنی اُمت کے متعلق جس خوف کا اظہار کیا تھا وہ یہی تھا کہ کہیں آپؐ کی امت بھی دوسری قوموں کی تقلید کر کے آپ کو پوجنا نہ شروع کر دے۔ (دیکھئے باب ۵۵ روایت نمبر ۴۳۵)

فَـأَمَرَ النَّبِيُّ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشارٌ الیہ قبرستان مالکوں کی اجازت سے مسجد کے لئے درست کروایا۔ عذابِ قبر کے متعلق روایت نمبر ۸۶ و ۲۱۶ میں بھی کچھ ذکر آ چکا ہے۔ اگر وہ روایتیں اس روایت کے ساتھ رکھ کر دیکھی جائیں تو واضح ہو جائے گا کہ عذابِ قبر کا جو ذکر احادیث میں آتا ہے اس سے مراد یہ قبریں نہیں۔ ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا ضرور خیال رکھتے کہ ان قبروں کے اکھاڑنے سے اِن میں سلسلہ عذاب منقطع ہو جائے گا۔ دراصل یہ خیال بے بنیاد ہے کہ ان قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے۔ عذاب کے لئے ایک اور عالم ہے جو عالم ارواح ہے۔ اور جب اہل اللہ کو اس عذاب کے نظارے دکھلائے جاتے ہیں تو وہ نظارے بھی اس دنیا کے ماحول کے ماتحت ہی ہوتے ہیں۔ ورنہ اُن کا تعلق دراصل ایک اور عالم سے ہوتا ہے مگر جب وہ کیفیات اس عالم میں منتقل ہوتی ہیں تو وہ اِس عالم کا لباس پہن لیتی ہیں۔ اور انسانی ذہن اور زبان کے لئے سوائے اس کے اور چارہ ہی نہیں کہ وہ اپنے تصورات کے لباس کے ماسوا اور اپنی مخصوص ادائے تعبیر کے بغیر کسی اور صورت و شکل میں اُن کیفیات کا تصور کر سکے یا اُن کو ادا کر سکے۔

وَالنَّبِيُّ ﷺ مَعَهُمْ: آپؐ نے جب بھی صحابہؓ کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیا تو خود اُن کے ساتھ ہو کر آپؐ نے وہ کام کیا۔ اس بارے میں آپؐ کا یہ عمل آپؐ کے اس ارشاد کے ساتھ ملاحظہ ہو جس کا ذکر روایت نمبر ۳۰ میں گزر چکا ہے۔ آپؐ کی حیثیت ایک سردار اور آقا کی تھی۔ مگر آپؐ نے ادنیٰ ادنیٰ کام کرنے سے بھی اپنے آپ کو کبھی بالا نہیں سمجھا۔ یہ وہ پاک نمونہ تھا جس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ آپؐ کے گرویدہ تھے۔

بَاب ٤٩ :اَلصَّلَاةُ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ

بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھنا

٤٢٩ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ ثُمَّ سَمِعْتُهُ بَعْدُ يَقُوْلُ كَانَ يُصَلِّيْ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَبْلَ أَنْ يُّبْنَى الْمَسْجِدُ.

۴۲۹: ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابو تیاح سے۔ ابوتیاح نے حضرت انس (بن مالکؓ) سے روایت کی۔ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر میں نے انہیں بعد میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ مسجد بنوائے جانے سے پہلے آپؐ بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: اس قسم کی روایتوں کی بناء پر یہ بحث اٹھانا کہ بکریوں کا پیشاب ناپاک ہے یا پاک؛ نہایت بھونڈا قیاس ہے اور علم فقہ کو اپنے اصل پایہ سے گرانا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت پاک تھی اور آپؐ پاکیزگی اور صفائی کا

ازحد خیال رکھتے تھے۔ بحالت مجبوری جب باڑہ میں آپؐ کو نماز پڑھنی پڑی تو یقیناً آپؐ نے وہاں صاف ستھری جگہ میں ہی پڑھی ہوگی۔ آپؐ کی عادت تھی کہ جہاں نماز کا وقت ہو جاتا آپؐ وہیں صاف جگہ دیکھ کر نماز پڑھ لیتے۔ امام شافعیؒ کا فتویٰ اس بارے میں ضرورت سے زیادہ سخت اور آسانی اور سہولت کے سدّ راہ ہے۔ وہ ان جگہوں کو بوجہ پیشاب اور گوبر سے ملوث ہونے کے احتمال کی بناء پر ناپاک قرار دیتے اور اس میں نماز پڑھنا ناجائز سمجھتے ہیں۔
(فتح الباری جزء اول صفحہ ٦٨٢)

بَاب ٥٠: اَلصَّلَاةُ فِي مَوَاضِعِ الْإِبِلِ

اونٹوں کی جگہ میں نماز پڑھنا

٤٣٠: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّيْ إِلَى بَعِيْرِهٖ وَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ.

۴۳۰: ہم سے صدقہ بن فضل نے بیان کیا، کہا: سلیمان بن حیان نے ہمیں بتلایا، کہا: عبیداللہ نے نافع سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت ابن عمرؓ کو اپنے اونٹ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسا کرتے دیکھا۔

تشریح: مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے اُونٹوں کے بیٹھنے وغیرہ کی جگہوں میں نماز پڑھنے کی ممانعت کے متعلق کچھ روایتیں نقل کی ہیں☆ اور اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اُونٹوں کو شیطان قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں حضرت عبداللہؓ بن مغفل کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: فَاِنَّهَا خُلِقَتْ مِنَ الشَّيٰطِيْنِ. (ابن ماجه. كتاب المساجد. باب الصلاة فى أعطان الإبل) امام بخاری اس باب کے ذیل میں جو روایت لائے ہیں اس کا مفہوم تو یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ کے سامنے نماز پڑھا کرتے تھے۔ مگر امام موصوفؒ اس سے ضمناً مشارٌ الیہا روایات کو رد کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ شیطان کو سامنے رکھ کر نماز نہیں پڑھی جاتی۔ چونکہ وہ روایتیں امام موصوفؒ کی شرائطِ صحت و اعتبار کے مطابق نہ تھیں۔ اس لیے انہیں نظر انداز کر دیا ہے۔ انہوں نے جہاں یہ روایتیں رد کی ہیں۔ وہاں ضمناً یہ بھی ثابت کیا ہے کہ اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ کتاب الوضوء باب ٦٦ روایت نمبر ۲۳۳، ۲۳۴ میں اس مسئلہ کی بحث گزر چکی ہے۔ اس لیے یہاں مختصراً اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

☆ (مسلم. كتاب الحيض. باب الوضوء من لحوم الإبل)
(ابوداؤد. كتاب الصلوٰة. باب النهي عن الصلاة فى مبارك الإبل)
(ترمذى. كتاب الصلاة. باب ماجاء فى الصلاة فى مرابض الغنم و أعطان الإبل)
(نسائى. كتاب المساجد. باب ذكر نهي النبيّ عن الصلاة فى أعطان الإبل)

بَاب۵۱: مَنْ صَلَّى وَقُدَّامَهُ تَنُّوْرٌ أَوْ نَارٌ أَوْ شَيْءٌ مِّمَّا يُعْبَدُ فَأَرَادَ بِهِ اللّٰهَ

جو شخص نماز پڑھے اور اس کے سامنے تنور یا آگ یا اُن چیزوں میں سے کوئی چیز ہو جن کی عبادت کی جاتی ہے اور وہ اپنی نماز سے اللہ (عزوجل کی ہی رضامندی) چاہے

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي أَنَسٌ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ وَأَنَا أُصَلِّيْ.

اور زہری کہتے تھے کہ حضرت انسؓ (بن مالک) نے مجھے بتایا۔ کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ میرے سامنے کی گئی اور میں نماز پڑھ رہا تھا۔

۴۳۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ أُرِيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ.

۴۳۱: ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا: انہوں نے مالک سے، مالک نے زید بن اسلم سے، زید نے عطاء بن یسار سے۔ عطاء نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: سورج گرہن ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ پھر فرمایا: مجھے آگ دکھائی گئی۔ میں نے آج جیسا بھیانک نظارہ کبھی نہیں دیکھا۔

تشریح: عنوانِ باب مَنْ سے شروع کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اتفاقاً اس کے سامنے آگ وغیرہ ایسی اشیاء ہوں جن کی عبادت کی جاتی ہے مگر نماز میں اُس کا دھیان محض اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو ایسی حالت میں اس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ اس باب کا مقصد مطلق فتویٰ جواز کی بحث نہیں بلکہ شخصی حالات کو مدنظر رکھ کر سوال اُٹھایا ہے۔ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں حضرت انسؓ کا حوالہ یہ شبہ دور کرنے کے لیے دیا ہے کہ آگ آپؐ کو نماز سے قبل یا بعد نہیں دکھائی گئی تھی بلکہ نماز پڑھنے کی حالت میں۔ الفاظ أُرِيْتُ النَّارَ کی بناء پر بعض نے کہا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ آپؐ نے آگ کا نظارہ عین سامنے دیکھا ہو۔ بلکہ دائیں یا بائیں دیکھنے کی وجہ سے بھی یہ جملہ بولا جاسکتا ہے۔ مگر عُرِضَتْ کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ نظارہ سامنے دیکھا گیا۔ نیز حضرت انس بن مالکؓ کی روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: فِيْ قِبْلَةِ هٰذَا الْجِدَارِ. (کتاب الأذان. باب ۹۱: رفع البصر الی الإمام فی الصلوٰة. نمبر ۷۴۹) یہی وجہ ہے کہ عنوانِ باب میں لفظ قُدَّامَهُ بطور تشریح اختیار کیا گیا ہے۔ کتاب العلم باب ۲۴: من اجاب الفتیا بإشارة. حدیث نمبر ۸۶ کی تشریح بھی دیکھئے۔

یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ نظارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کی بات نہ تھی کہ اس سے مذکورہ بالا استدلال کیا جا سکے۔ یہ درست ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام موصوفؒ نے اس سے استدلال کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص آگ یا مورتیوں وغیرہ کی طرف قصداً منہ کر کے نماز پڑھتا ہو تو اس کا یہ فعل کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہوگا۔ مذکورہ بالا باب کا مفہوم اور زیر بحث مسئلہ تب ہی واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ جب ایسے واقعہ سے استدلال کیا جائے جس سے اپنے ارادے اور اختیار کے ساتھ اُن چیزوں کی طرف منہ کرنے کا ثبوت نہ ملتا ہو۔ اس لیے شارحینؒ کے اعتراضات بودے ہیں۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ... یہ روایت کتاب مواقیت الصلوٰۃ. باب اا. نمبر ۵۴۰ میں ملاحظہ ہو۔ اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت نمبر ۴۳۱ کے لیے دیکھئے: کتاب الایمان. باب ۲۱: کفران العشیر. روایت نمبر ۲۹ نیز کتاب الاذان. باب ۹۱: رفع البصر الی الامام فی الصلوٰۃ. روایت نمبر ۷۴۸.

بَاب٥٢: كَرَاهِيَةُ الصَّلَاةِ فِي الْمَقَابِرِ

مقبروں میں نماز پڑھنے کی کراہیت

٤٣٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا فِي بُيُوْتِكُمْ مِّنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا.

۴۳۲: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: یحییٰ نے عبیداللہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: نافع نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: تم اپنے گھروں میں بھی کچھ نمازیں پڑھا کرو اور اُنہیں قبریں مت بناؤ۔

تشریح: روایت نمبر ۴۳۲ سے استدلال بالکل نئی طرز کا ہے۔ گھروں میں نماز نہ پڑھنا گویا انہیں مقبرہ بنانا ہے جہاں نمازیں نہیں پڑھی جاتیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد دراصل روحانی مُردگی کی طرف اشارہ کرنا ہے اور امام بخاریؒ نے بھی کراہیت کا لفظ بڑھا کر اپنے استدلال میں فقہی احتیاط سے کام لیا ہے اور جیسا کہ امام ابنِ حجرؒ کا خیال ہے کہ انہوں نے ترمذیؒ وغیرہ کی روایتوں کو مدنظر رکھ کر یہ باب قائم کیا ہے جن میں مقبرے اور حمام میں نماز پڑھنے کی ممانعت کا ذکر ہے۔ چونکہ وہ روایتیں امام موصوفؒ کی شرط کے مطابق نہ تھیں اس لیے اس حدیث سے یہ باریک استدلال کیا ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ٦٨٥)

بَاب۵۳: اَلصَّلَاةُ فِي مَوَاضِعِ الْخَسْفِ وَالْعَذَابِ

اُن جگہوں میں جہاں زمین دھنس گئی ہو اور عذاب نازل ہوا ہو، نماز پڑھنا

وَيُذْكَرُ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَرِهَ الصَّلَاةَ بِخَسْفِ بَابِلَ.

اور بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے بابل کے کھنڈرات میں نماز پڑھنا مکروہ سمجھا۔

۴۳۳: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا عَلَى هَؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِيْنَ إِلَّا أَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ لَا يُصِيْبُكُمْ مَا أَصَابَهُمْ.

۴۳۳: ہم سے اسماعیل بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: مالک نے عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ عبداللہ بن دینار نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سزا یافتوں کے پاس مت جاؤ مگر اس حالت میں کہ تم رو رہے ہو۔ اگر تم روتے نہیں تو ان کے پاس مت جاؤ۔ مبادا تمہیں بھی وہ مصیبت پہنچے جو اُنہیں پہنچی۔

تشریح: شارع اسلام ﷺ نے ہر ایسے موقع سے فائدہ اُٹھایا ہے جس سے تقوی اللہ کے احساسات پیدا ہوتے ہوں اور ایسی جگہوں میں نماز پڑھنے سے جو ممانعت فرمائی ہے وہ بھی درحقیقت عبرت ناک واقعات کے ساتھ ایک ذہنی تعلق پیدا کرنے کی غرض سے ہے۔ اگر اس قسم کی جگہوں میں جاتے ہوئے دل میں رقت وخشیت پیدا نہیں ہوتی تو پھر وہاں جانے سے منع کر دیا۔ قرآن مجید بھی ان برباد شدہ جگہوں کی طرف توجہ دلا کر فرماتا ہے: قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ (النمل: ۷۰) یعنی جاؤ زمین میں سیر و سیاحت کرو اور نگاہِ عبرت سے دیکھو کہ مجرموں کا کیا انجام ہوا۔ یہ حدیث اس آیت کے منشاء کے مخالف نہیں بلکہ مطابق ہے۔ هٰؤُلَآءِ الْمُعَذَّبِيْنَ کا اشارہ اہلِ حجر (قوم ثمود) کی طرف ہے جن کے پاس سے آپؐ گزرے تھے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۶۸۷)

تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب احادیث الانبیاء. باب ۱۷: قول اللّٰہ تعالٰی والٰی ثمود اخاھم صالحًا۔

بَاب ٥٤: اَلصَّلَاةُ فِي الْبِيْعَةِ
گرجے میں نماز پڑھنا

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِنَّا لَا نَدْخُلُ كَنَائِسَكُمْ مِنْ أَجْلِ التَّمَاثِيْلِ الَّتِي فِيْهَا الصُّوَرُ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُّصَلِّيْ فِي الْبِيْعَةِ إِلَّا بِيْعَةً فِيْهَا تَمَاثِيْلُ.

اورحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم تو تمہارے گرجوں میں اُن بتوں کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے جواُن میں ہیں یعنی تصویروں کی وجہ سے، اورحضرت ابن عباسؓ گرجا میں نماز پڑھ لیا کرتے سوائے اس گرجا کے جس میں بت ہوتے۔

٤٣٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنِيْسَةً رَّأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيْهَا مِنَ الصُّوَرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُولَئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَّصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ.

۴۳۴: ہم سے محمد (بن سلام) نے بیان کیا، کہا کہ عبدہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے۔ ہشام نے اپنے باپ سے۔اُن کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ حضرت امّ سلمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گرجے کا ذکر کیا جوانہوں نے حبشہ کے ملک میں دیکھا تھا۔اُسے ماریہ کہتے تھے اور انہوں نے آپؐ کے پاس اُن تصویروں کا ذکر کیا جوانہوں نے اس میں دیکھی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں نیک بندہ یا فرمایا نیک آدمی مر جاتا تو وہ اُس کی قبر پر عبادت گاہ بنا لیتے اور اس میں یہ تصویریں بناتے۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق سے بدترین ہیں۔

تشریح: روایت نمبر ۴۳۴ میں جن عیسائیوں کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ رومن کیتھولک ہیں۔ یہ اپنے گرجوں میں مسیح علیہ السلام اور حضرت مریم صدیقہ کے بت رکھتے ہیں۔ نیز اپنے قدوسیوں کی بھی ایک خاص رنگ میں عبادت کرتے ہیں۔ فلسطین میں خلیل الرحمان مقام میں ایک گرجہ روسیوں کا ہے اس میں عیسائی بزرگوں کی

ہڈیاں میں نے خود دیکھی ہیں اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں ان ہڈیوں سے بطور تبرک کے مدد لیتے تھے۔ سب سے بڑا گرجہ جو بیت المقدس میں ہے اور جسے کنیسۃ القیامۃ کہتے ہیں اس میں مسیح کی وہ قبر ہے جس میں ان کو تین دن رکھا گیا تھا اور یہی قبر عیسائیوں کی طواف گاہ ہے۔ ایام ایسٹر اور کرسمس میں اس کا باقاعدہ طواف کیا جاتا ہے اور وہاں حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت مریم صدیقہ کے نیز دوسرے قدوسیوں کے بت ہیں۔ جن کے سامنے سجدے بجالائے جاتے ہیں اور میں نے ان کی یہ عبادتیں خود دیکھی ہیں۔

یہودیوں میں بھی قبر پرستی کا وہی حال تھا جو آج کل مسلمانوں میں رائج ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ خدا تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ جس خوف اور گھبراہٹ کا اظہار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت نزع کی گھڑیوں میں فرمایا تھا آخر وہی ہوا۔ اس قسم کی انذاری تنبیہات کی وجہ سے صحابہ کرامؓ گرجوں میں نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ عنوانِ باب میں حضرت عمرؓ کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ دمشق کا واقعہ ہے۔ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کو قسطنطین نے جو عیسائی امراءِ شام میں سے تھا دعوت دی۔ حضرت عمرؓ نے گرجا میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۶۸۸)

حضرت عمرؓ کے بالمقابل حضرت ابن عباسؓ کے ایک عمل درآمد کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دونوں حوالے دے کر روایت نمبر ۴۳۴ پیش کی ہے اور بتلایا ہے کہ ان کے گرجے درحقیقت انسان پرستی کے گھر ہیں۔ اس سے کم از کم اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے گرجوں اور معبدوں کے متعلق نفرت کا اظہار فرمایا جن میں بزرگوں کی کسی نہ کسی رنگ میں پوجا کی جاتی ہو۔ حضرت عمرؓ کا فعل بھی اسی نفرت کے احساس کے ماتحت تھا۔

باب ۵۵

۴۳۵-۴۳۶: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَّهُ عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَّجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَآئِهِمْ

۴۳۵-۴۳۶: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے مجھ کو خبر دی کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ دونوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض الموت نے سخت حملہ کیا تو آپؐ اپنے منہ پر اپنی چادر ڈالتے اور جب آپؐ گھبراہٹ محسوس کرتے تو اپنے چہرے سے اس کو ہٹا دیتے اور آپؐ نے اسی حالت میں فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت۔ انہوں نے اپنے نبیوں

مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا.

کی قبریں مسجدیں بنالی ہیں۔ جوانہوں نے کیا اُس سے بچنے کے لئے متنبہ فرماتے تھے۔

٤٣٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.

۴۳۷: ہم سے عبداللہ بن مسلمہ نے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان یہودیوں کو ہلاک کرے۔ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔

تشریح: باب ۵۵ بغیر عنوان کے قائم کر کے حضرت عمرؓ کے عمل پر مزید روشنی ڈالی ہے اور وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں اس گھبراہٹ کا اظہار فرمایا تھا کہ کہیں مسلمان بھی قبر پرستی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اس لئے حضرت عمرؓ کا فعل بھی اسی خوف پر مبنی تھا اور اُن کا فرض تھا کہ احتیاط فرماتے۔ اس باب سے حضرت عمرؓ کے عمل کو ترجیح دی گئی ہے۔

نیز اس میں ایک اعتراض کا جواب بھی دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ عیسائی تو صرف حضرت مسیح علیہ السلام کے ہی قائل ہیں۔ انبیاء جو جمع کا صیغہ ہے اُن کی طرف کیوں منسوب کیا گیا۔ روایت نمبر ۴۳۷ لا کر بتلایا کہ اس سے مراد یہود کے انبیاء ہیں۔ پہلی روایت میں یہودیوں اور عیسائیوں کا اکٹھا ذکر کیا گیا ہے۔ گو عیسائیوں نے ایک ہی نبی پر گرجا کھڑا کیا ہو مگر یہاں چونکہ دونوں قوموں کے انبیاء کا ذکر تھا اس لئے قواعد کی رو سے جمع کا صیغہ ہی استعمال ہونا چاہئے تھا۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۶۸۹)

قَاتَلَ اللّٰهُ کا جملہ اظہارِ نفرت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی لَعَنَ اللّٰهُ اور وَيْلٌ لَّهٗ کے جملے بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے شرک کو گناہِ عظیم قرار دیا ہے بوجہ اس کے کہ وہ انسان کو اُس کے بلند مقام سے نیچے گراتا اور اسے رحمت الٰہی سے محروم کر دیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہارِ نفرت واقعات پر مبنی ہے۔ یہ قومیں روحانی نعمتوں سے اسی لئے محروم ہوگئیں کہ انہوں نے حقیقی معبود کو چھوڑ کر باطل معبودوں کی پوجا شروع کر دی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: (۲-سلاطین، باب: ۱۷) اور (Antiquities of the Jews جلد دوم فصل اول)

بَاب ٥٦: قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ ساری زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاکیزہ بنائی گئی ہے

٤٣٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ هُوَ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ الْفَقِيْرُ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيْتُ خَمْسًا لَّمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَّجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ أُمَّتِيْ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ.

۴۳۸: ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا: ہُشَیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: سیّار نے جو حَکَم کے باپ ہیں ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: یزید فقیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: حضرت جابر بن عبداللہؓ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی باتیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک مہینہ بھر کی مسافت تک رُعب سے میری مدد کی گئی ہے اور تمام زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاک بنائی گئی ہے۔ اس لئے میری اُمت میں سے جس شخص کو جہاں بھی نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لے اور میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں اور نبی خاص کر اپنی قوم کی طرف ہی بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور مجھے شفاعت کا اختیار دیا گیا ہے۔

تشریح: یعنی ان جگہوں کے علاوہ جن کا ذکر گزر چکا ہے باقی سب زمین ہی مسلمانوں کے لیے سجدہ گاہ ہے۔ طَهُوْرٌ: اَلطَّاهِرُ الْمُطَهِّرُ. خود بھی پاک اور دوسرے کو بھی پاک کرنے والی ہے۔ روایت مذکورہ بالا کتاب التیمم نمبر ۳۳۵ میں بھی گزر چکی ہے۔ یہاں اس غرض سے لائی گئی ہے کہ گرجاؤں وغیرہ میں نماز پڑھنے کی ممانعت کا جو مسئلہ ہے اس کا تعلق ان کی ظاہری ناپاکی سے نہیں بلکہ دیگر اعتبارات سے ہے۔

بَاب ٥٧ : نَوْمُ الْمَرْأَةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں عورت کا سونا

٤٣٩: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ وَلِيْدَةً كَانَتْ سَوْدَاءَ لِحَيٍّ مِّنَ الْعَرَبِ فَأَعْتَقُوْهَا فَكَانَتْ مَعَهُمْ قَالَتْ فَخَرَجَتْ صَبِيَّةٌ لَّهُمْ عَلَيْهَا وِشَاحٌ أَحْمَرُ مِنْ سُيُوْرٍ قَالَتْ فَوَضَعَتْهُ أَوْ وَقَعَ مِنْهَا فَمَرَّتْ بِهِ حُدَيَّاةٌ وَّهُوَ مُلْقًى فَحَسِبَتْهُ لَحْمًا فَخَطِفَتْهُ قَالَتْ فَالْتَمَسُوْهُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ قَالَتْ فَاتَّهَمُوْنِيْ بِهِ قَالَتْ فَطَفِقُوْا يُفَتِّشُوْنَ حَتَّى فَتَّشُوْا قُبُلَهَا قَالَتْ وَاللهِ إِنِّيْ لَقَائِمَةٌ مَّعَهُمْ إِذْ مَرَّتِ الْحُدَيَّاةُ فَأَلْقَتْهُ قَالَتْ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ قَالَتْ فَقُلْتُ هَذَا الَّذِي اتَّهَمْتُمُوْنِيْ بِهِ زَعَمْتُمْ وَأَنَا مِنْهُ بَرِيْئَةٌ وَّهُوَ ذَا هُوَ قَالَتْ فَجَاءَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَ لَهَا خِبَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ أَوْ حِفْشٌ قَالَتْ فَكَانَتْ تَأْتِيْنِي فَتَحَدَّثُ عِنْدِيْ قَالَتْ فَلَا تَجْلِسُ

۴۳۹: ہم سے عُبید بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا: ابواُسامہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ عرب کے کسی قبیلہ کی ایک لونڈی جو کالی تھی اور جسے انہوں نے آزاد کر دیا ہوا تھا اور وہ اُن کے ساتھ ہی رہتی تھی۔ کہتی تھی کہ اُن کی ایک لڑکی باہر گئی۔ موتیوں کا ایک سُرخ ہار اُس نے پہنا ہوا تھا جو تسموں کا تھا۔ کہتی تھی کہ اُس نے اُسے (کہیں) رکھ دیا یا اس سے گر پڑا اور ایک چیل جو اُس پر سے گزری اور وہ پڑا ہوا تھا اُس نے اسے گوشت خیال کیا اور اسے اُچک کر لے گئی۔ کہتی تھی کہ اُنہوں نے اُس کو ڈھونڈا لیکن اُسے نہ پایا۔ کہتی تھی کہ انہوں نے مجھ پر اُس کا الزام لگایا۔ کہتی تھی کہ اس پر وہ تلاشی لینے لگے یہاں تک کہ انہوں نے اس کی شرم گاہ کی بھی تلاشی لی۔ کہتی تھی کہ اللہ کی قسم کہ میں ابھی اُن کے ساتھ ہی کھڑی تھی کہ اتنے میں وہی چیل گزری اور اس نے وہ (وہاں) پھینک دیا۔ کہتی تھی کہ وہ اُن کے درمیان آ گرا۔ کہتی تھی: یہ ہے وہ جس کا تم نے مجھ پر الزام لگایا ہے۔ تم نے یونہی خیال کیا تھا، حالانکہ میں اس سے بَری تھی۔ وہ یہ ہے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور مسلمان ہوگئی۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: مسجد میں اُس کا ایک چھوٹا سا

عِنْدِيْ مَجْلِسًا إِلَّا قَالَتْ

خیمہ یا (کہا) جھونپڑی تھی۔ کہتی تھیں کہ میرے پاس وہ آیا کرتی اور باتیں کیا کرتی تھی۔ کہتی تھیں: جب بھی وہ میرے پاس بیٹھتی تو وہ (یہ شعر) ضرور پڑھتی:

وَيَوْمَ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيْبِ رَبِّنَا
أَلَا إِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ أَنْجَانِيْ

اور وہ ہار کا دن بھی ہمارے ربّ کے عجائبات میں سے ہے
دیکھئے تو اُس نے مجھے کفرستان سے نجات دے دی۔

قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا مَا شَأْنُكِ لَا تَقْعُدِيْنَ مَعِيْ مَقْعَدًا إِلَّا قُلْتِ هَذَا قَالَتْ فَحَدَّثَتْنِيْ بِهَذَا الْحَدِيْثِ.

حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ میں نے اُسے کہا کہ یہ کیا بات ہے تو جب بھی میرے پاس بیٹھتی ہے تو یہ شعر ضرور پڑھتی ہے؟ کہتی تھیں کہ تب اُس نے مجھ سے یہ بات بیان کی۔

تشریح: وِشَاحٌ اس ہار کو کہتے ہیں جو موتیوں یا قیمتی پتھروں کا ہو۔ دھاگوں میں پروئے ہوئے ہوں یا چمڑے کے تسموں سے جڑے ہوئے۔

باب ۵۷ و ۵۸ کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد یا عورتیں جو بے خان و مال ہوں مسجدوں میں سو سکتے ہیں۔ لیکن عورت کے متعلق علیحدہ باب قائم کرنے سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ عورت کی ذات یا اس کے ایام ماہواری اس امر کے مانع نہیں کہ وہ مسجد میں رہے اور وہاں سوئے۔ بشرطیکہ اس کے رہنے کے لیے اور کوئی جگہ نہ ہو اور وہ مسجد کی صفائی کا اہتمام رکھے۔

بَاب ۵۸ : نَوْمُ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں مردوں کا سونا

وَقَالَ أَبُو قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَدِمَ رَهْطٌ مِّنْ عُكْلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانُوْا فِي الصُّفَّةِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ كَانَ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءَ.

ابو قلابہ نے حضرت انس (بن مالکؓ) سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عُکل قبیلہ کے کچھ لوگ آئے اور وہ مسجد کے صُفّہ میں رہے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے کہا کہ اصحاب الصفہ غریب تھے۔

۴۴۰ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ أَنَّهُ كَانَ يَنَامُ وَهُوَ

۴۴۰: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: یحيٰ نے عبیداللہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ کہا: مجھ سے نافع نے بیان کیا، کہا: حضرت عبداللہ (بن عمرؓ)

شَابٌّ أَعْزَبُ لَا أَهْلَ لَهُ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے مجھے بتایا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں سویا کرتے تھے اور وہ نوجوان کنوارہ تھے۔ اُن کی بیوی نہ تھی۔

٤٤١: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ قَالَتْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِنْسَانٍ انْظُرْ أَيْنَ هُوَ فَجَاءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ وَأَصَابَهُ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُوْلُ قُمْ أَبَا تُرَابٍ قُمْ أَبَا تُرَابٍ.

۴۴۱: ہم سے قُتَیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا: عبدالعزیز بن ابی حازم نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابوحازم سے، ابوحازم نے سہل بن سعد سے روایت کی۔ کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے گھر آئے تو حضرت علیؓ کو گھر میں نہ پایا۔ آپؐ نے پوچھا: تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے کہا: میرے اور اُن کے درمیان کوئی بات ہوگئی تھی تو وہ مجھ سے ناراض ہوکر نکل گئے ہیں۔ میرے ہاں قیلولہ نہیں کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی سے کہا: دیکھو وہ کہاں ہیں؟ وہ آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور وہ لیٹے ہوئے تھے۔ ان کے پہلو سے ان کی چادر گری ہوئی تھی اور انہیں کچھ مٹی لگ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مٹی پونچھتے اور فرماتے تھے: اُٹھو ابوتراب۔ اُٹھو ابوتراب۔

٤٤٢: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ رَأَيْتُ سَبْعِيْنَ مِنْ

۴۴۲: ہم سے یوسف بن عیسیٰ نے بیان کیا، کہا: ابن فُضَیل نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے ابوحازم سے، ابوحازم نے

أَهْلِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ إِمَّا إِزَارٌ وَّإِمَّا كِسَاءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِي أَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرَى عَوْرَتُهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے اصحاب الصّفّہ میں سے ستر (صحابہ کرام) کو دیکھا۔ اُن میں سے ایک آدمی بھی تو نہیں تھا جس پر چادر ہو۔ یا تہ بند یا کمبل۔ اپنی گردنوں میں (یہ) باندھے ہوئے ہوتے۔ ان میں سے کوئی کپڑا اتنا تھا کہ آدمی کی پنڈلیوں تک پہنچتا اور کوئی ٹخنوں تک۔ وہ اُسے اپنے ہاتھ سے سنبھالتے۔ ناگوار گزرتا کہ کہیں اُن کا ننگ نہ دکھائی دے۔

تشریح: قَدِمَ رَهْطٌ مِّنْ عُكْلٍ ...فَكَانُوْا فِيْ الصُّفَّةِ: اس باب میں عُکل قبیلے کا جو حوالہ دیا گیا ہے اس کی تفصیل کتاب الوضوء باب ۶۶ روایت نمبر ۲۳۳ میں دیکھئے۔ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کی محولہ بالا روایت [كَانَ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَآءَ] آگے کتاب مواقیت الصلوٰة باب ۴۱: السمر مع الضیف. نمبر ۶۰۲ میں آئے گی۔ ان حوالوں سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ لوگ بے خان و مال تھے اور ان کے لیے سوائے مسجد کے اور کہیں ٹھکانا نہ تھا۔ آج کل مسجدوں میں سونا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے کہ مسجد میں سونا مکروہ ہے مگر جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اُن لوگوں کے لیے جائز نہیں جن کے گھر ہوں۔
(فتح الباری جزءاول صفحہ ۶۹۳)

امام بخاریؒ امام مالکؒ کی تائید میں معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ مابعد کے تین بابوں کی ترتیب سے ظاہر ہوتا ہے۔

أَبُو تُرَاب کے معنے خاکسار۔ أَبُو کا لفظ بمعنے ذُوْ استعمال ہوتا ہے۔ أَبُو اللِّحْيَة: داڑھی والا۔ أَبُو الْعَبَآء: چوغہ والا۔ أَبُو لَهَب: آگ والا۔ **قُمْ اَبَا تُرَاب:** یہ فقرہ شفقت پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت علیؓ ناراض ہو کر آئے تھے۔ آپؐ نے اُن کو منایا۔

مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَآءٌ: صحابہ کرام کی غربت اور محتاجی کا یہ حال تھا مگر جو حیرت انگیز کام انہوں نے اسی فقر اور فاقہ کی حالت میں کیا ہے وہ بےنظیر ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اس سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے ان خاکساروں میں اپنی قدسی روح کچھ ایسی پھونکی کہ اُن میں سے ہر ایک تمام دنیا کے لئے آسمانی بگل بن گیا کہ عظیم الشان انقلاب کے لئے تیار ہو جاؤ اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے خارق عادت طور پر دنیا میں حیرت انگیز اور عظیم الشان انقلاب پیدا کیا۔ انسان کی قدر و قیمت اس کے لباس میں نہیں بلکہ اُس پاک تغیر میں ہے جو وہ قوت قدسیہ کے ماتحت اپنے ماحول میں پیدا کرتا ہے۔ ایک طرف محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کی یہ ظاہری بے سروسامانی اور دوسری طرف ان کی کامیابی۔ دونوں میں کوئی نسبت نظر نہیں آتی۔

بَاب۵۹: اَلصَّلَاةُ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ

جب کسی سفر سے آئے تو اُس وقت نماز پڑھنا

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيْهِ.

اور حضرت کعبؓ بن مالک نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور اس میں نماز پڑھتے۔

٤٤٣: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ مِسْعَرٌ أُرَاهُ قَالَ ضُحًى فَقَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لِي عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ.

۴۴۳: ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا: مِسْعَر نے ہم سے بیان کیا، کہا: مُحارب بن دِثار نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا: وہ کہتے تھے: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ مسجد میں تھے۔ مِسْعَر نے کہا: میرا خیال ہے کہ محارب نے کہا: چاشت کے وقت آپؐ نے فرمایا: دو رکعتیں پڑھو آپؐ کے ذمہ میرا قرض تھا تو آپؐ نے مجھے وہ ادا کیا اور زیادہ دیا۔

تشریح: امام بخاریؒ باب قائم کرنے میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی ترتیب اور تعلق ملحوظ رکھتے ہیں۔ مگر یہاں بظاہر کوئی ترتیب نظر نہیں آتی۔ سوائے اس کے اس میں اُن فقہاء پر چوٹ کرنا مقصود ہو جو ضرورت سے زیادہ اس بحث میں پڑ گئے کہ مسجدوں میں سونا جائز ہے یا نہیں۔ مسجدیں دراصل عبادت کے لئے ہیں اس لئے اس غرض کو اور اُس ادب کو ملحوظ و مقدم رکھنا چاہیئے جو عبادت کے شایاں ہو۔ اضطراری حالت پر قیاس کر کے مسائل میں توسّع اختیار کرنا مناسب نہیں۔ عنوانِ باب کی نحوی ترکیب بھی اسی تقدیم کی طرف توجہ دلاتی ہے جیسا کہ مابعد کے تین باب بھی۔

عنوان باب میں حضرت کعبؓ بن مالک کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ کتاب المغازی (باب ۷۹: حدیث کعب بن مالک- نمبر ۴۴۱۸) میں مفصل آئے گا۔ اس حوالہ سے صرف یہ جتلانا مقصود ہے کہ آپؐ کا سفر سے واپسی پر یہ عمل درآمد تھا جیسا کہ روایت نمبر ۴۴۴ سے بتلایا کہ نہ صرف آپؐ کا ہی اپنا یہ عمل درآمد تھا بلکہ دوسروں کو بھی دو رکعتیں پڑھنے کا حکم فرماتے۔

أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ: حضرت جابر بن عبداللہؓ کا محولہ بالا واقعہ کتاب البیوع (۲۰۹۷)

کتاب الوکالۃ (۲۳۰۹) کتاب الشروط (۲۷۱۸) میں مفصل آئے گا۔ سفر میں آپؐ نے ان سے ان کا اونٹ خرید لیا تھا۔ اس کی قیمت لینے کے لئے وہ آئے۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے تو آپؐ نے دو رکعتیں پڑھنے کے لیے اُنہیں فرمایا۔ اس کے بعد ان کو قیمت ادا کی۔ یہی وہ قرض تھا جس کا ذکر اس روایت میں ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بھی سفر سے ہی آئے تھے۔

بَاب ٦٠: إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ

جب مسجد میں داخل ہو تو دو رکعتیں پڑھے

٤٤٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَّجْلِسَ.

۴۴۴: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے، انہوں نے عَمرو بن سُلَیم زُرَقی سے، عمرو نے ابوقتادہ سَلَمی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے۔

تشریح: یہاں مسجد میں مطلق داخل ہونے کا ذکر ہے۔ خواہ سفر سے آیا ہو یا اپنے گھر سے۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی پہلی دو سنتیں بھی مراد ہو سکتی ہیں۔ پنجگانہ نماز کے علاوہ اگر کسی اور وقت میں بھی مسجد میں داخل ہو تو دو رکعتیں پڑھے۔ یہ نوافل دخولِ مسجد کے آداب میں سے ہیں اور تحیۃ المسجد کہلاتے ہیں۔

بَاب ٦١: اَلْحَدَثُ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں بے وضو ہو جانا

٤٤٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلَائِكَةُ

۴۴۵: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ تم میں سے ایک کے لئے دعا مانگتے رہتے ہیں

تُصَلِّيْ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِيْ صَلَّى فِيْهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ تَقُوْلُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ.

جب تک کہ وہ اپنی نماز کی جگہ میں ٹھہرا رہتا ہے جس میں کہ اُس نے نماز پڑھی۔ بشرطیکہ وہ بے وضو نہ ہو جائے۔ (ملائکہ) کہتے ہیں: اے اللہ! اسے بخشیو، اے اللہ! اس پر رحم کیجیو۔

تشریح: اگر چہ مسجد میں سونے کی اجازت کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کوئی واضح سند پیش نہیں کر سکے اور اس وقت تک انہوں نے صرف استدلال ہی سے کام لیا ہے مگر ان کا مذہب اس بارے میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کی حرمت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کو اسی غرض کے لئے استعمال کرنا چاہئے جس غرض کے لئے وہ بنائی جاتی ہے اور اس میں نمازی کو حتیٰ الوسع با وضو رہنا چاہئے۔ ملائکہ اس کے لئے دعائے رحمت کریں گے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مساجد میں سونا اور بے وضو ہو جانا اس رحمت کو زائل کرنے والی باتیں ہیں۔ مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے۔ مجبوری کی حالتیں استثنائی ہیں جن پر عام اجازت کی بنیاد رکھنا درست نہیں۔ اس اختلافی مسئلہ کی بحث کے ضمن میں ان روایتوں کے لانے سے اُن کا یہی مقصد معلوم ہوتا ہے۔

اَلْمَلَا ئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى اَحَدِكُمْ: ملائکہ کے دعا دینے سے یہی مراد ہے کہ جب تک انسان اپنی نماز گاہ میں بحالتِ وضو بیٹھا رہتا ہے اس کے نفس میں ذکر الٰہی کے پاکیزہ اثرات قائم رہتے ہیں اور اس اثر کے ماتحت اس کے قویٰ بھی کم وبیش متأثر رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ مغفرت یعنی میلانِ گناہ کا دب جانا اور رحمت یعنی روحانی ترقی کے لئے استعداد کا پیدا ہونا ہے۔ **مَالَمْ يُحْدِثْ** کے ایک وہ معنی ہیں جو ترجمہ میں کئے گئے ہیں اور ایک یہ معنی ہیں کہ جب تک کوئی ناگوار بات نہ کرے۔ دونوں صورتوں میں اس کی توجہ الی اللہ میں فرق آئے گا اور روحانی کیفیات زائل ہو جائیں گی، بے وضو ہونے کی وجہ سے بھی اور دوسرے ناگوار امور کے پیدا ہونے کی وجہ سے بھی۔ اس لئے کہ باوضو ہونے کا تصور طہارت اور عبادت کے ساتھ بوجہ لازم وملزوم ہونے کے ذہن میں کچھ ایسا مستحکم ہو چکا ہوتا ہے کہ بے وضو ہونے کا خیال نمازی کی ساری معنویات کو مضطرب کر دیتا ہے جس سے پیدا شدہ مَلَکی تأثیرات منقطع ہو جاتی ہیں۔ اس مضمون کا تعلق زیادہ تر علم نفس کے ساتھ ہے۔ نفس ہی دراصل ملائکہ کی تجلی گاہ اور ان کے عمل کی آماجگاہ ہے۔

بَاب٦٢: بُنْيَانُ الْمَسْجِدِ

مسجد کا بنانا

وَقَالَ أَبُو سَعِيْدٍ كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ وَأَمَرَ عُمَرُ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ أَكِنَّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ

اور حضرت ابوسعیدؓ نے کہا کہ مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور حضرت عمرؓ نے مسجد کے بنانے کا حکم دیا اور کہا کہ لوگوں کو بارش سے بچاؤ اور دیکھنا سرخ یا زرد رنگ کی

وَإِيَّاكَ أَنْ تُحَمِّرَ أَوْ تُصَفِّرَ فَتَفْتِنَ النَّاسَ وَقَالَ أَنَسٌ يَتَبَاهَوْنَ بِهَا ثُمَّ لَا يَعْمُرُوْنَهَا إِلَّا قَلِيْلًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى.

نہ بنائیو ورنہ لوگوں کو ابتلاء میں ڈال دو گے اور حضرت انسؓ نے کہا: وہ ان (مسجدوں) کو خوبصورت سے خوبصورت بنا کر ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ پھر اُن کو بہت ہی کم آباد کریں گے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: ضرور تم بھی ان کو اسی طرح سجاؤ گے جس طرح کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے (ان کو) سجایا۔

٤٤٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيْدُ وَعَمَدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ فَلَمْ يَزِدْ فِيْهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا وَزَادَ فِيْهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بُنْيَانِهِ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيْدِ وَأَعَادَ عَمَدَهُ خَشَبًا ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيْهِ زِيَادَةً كَثِيْرَةً وَبَنَى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ وَالْقَصَّةِ وَجَعَلَ عَمَدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوْشَةٍ وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ.

۴۴۶: ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے صالح بن کَیسان سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا، کہا: نافع نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) نے انہیں بتلایا کہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی ٹہنیاں تھیں اور اُس کے ستون بھی کھجور کی لکڑیوں کے تھے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے اس میں کچھ نہیں بڑھایا اور حضرت عمرؓ نے اس میں بڑھایا اور اس کو کچی اینٹوں اور کھجور کی ٹہنیوں سے اسے اپنی بنیاد پر بنایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی اور نئی لکڑیوں کے ستون دوبارہ لگائے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اس کو بدل دیا اور اس میں بہت کچھ اضافہ کیا اور اس کی دیوار کو نقش دار پتھروں اور گچ سے بنایا اور اس کے ستون نقش دار پتھروں سے بنوائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی سے۔

تشریح: **بُنْيَانُ الْمَسْجِدِ:** باب۶۲ بھی اسی غرض کے لئے قائم کیا گیا ہے کہ مسجدیں سادہ بنائی جائیں۔ ان میں نقش ونگار نہ ہوں جو نمازی کی توجہ کو بٹائیں۔ انسان ظاہر پرستی پر جس قدر زیادہ زور دیتا ہے اسی نسبت سے اس کی توجہ باطن کی طرف سے مدھم پڑتی جاتی ہے۔ حضرت انسؓ کے محولہ بالا قول کا یہی مطلب ہے۔ ابوداؤدؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے بروایت حضرت انسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: **لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ.** [1] {یعنی ساعۃ (قیامت) قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ مساجد کے بنانے پر فخر کریں گے۔}

لَا يَعْمُرُوْنَهَا سے مراد یہ ہے کہ ان میں نماز نہیں پڑھیں گے۔ خانہ خدا خالی ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت بھی دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قول کی بناء پر ہے۔[2] (فتح الباری جزء اول صفحہ ۶۹۸-۶۹۹)

حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت عمرؓ کے حوالوں سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ مسجدیں سادہ ہونی چاہئیں تا کہ اسلامی عبادت کی سادگی اور اس کی اصل روح قائم رہے۔ دوسرے دو حوالوں سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ مسلمانوں کے متعلق بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انذاری پیشگوئی ہے کہ وہ اپنے عبادت خانوں کے بنانے میں یہودیوں اور عیسائیوں کا رنگ اختیار کریں گے۔ ظاہری نمود ونمائش کا شوق ہوگا اور روحِ حقیقت پرواز کر جائے گی۔ چنانچہ یہی فی الواقعہ ہوا۔

روایت نمبر ۴۴۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے بھی مسجد میں ایک تبدیلی کی جو مسجدوں کی مطلوبہ سادگی کے منافی نہ تھی۔ **اَلْحِجَارَةُ الْمَنْقُوْشَةُ** سے وہ پتھر مراد نہیں جن پر رنگ دار بیل بوٹوں کا کام کیا ہوتا ہے۔ بلکہ کھدوائی کا سادہ کام مراد ہے۔ اور یہ کام **لَتُزَخْرِفُنَّهَا** اور **اِيَّاكَ اَنْ تُحَمِّرَ اَوْتُصَفِّرَ** کا مصداق نہیں۔ گو بعض صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ کے اس عمل پر اعتراض کیا تھا جس کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ میں نے محض رضائے الٰہی کی خاطر مسجد بنوائی ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۴۵۰) یہ تعمیر ۳۰ھ میں ہوئی تھی جبکہ مسلمان دولت سے مالا مال تھے اور وہ پرانی طرز کے مکانوں کی جگہ عمدہ عمارتیں بنوانے لگ گئے تھے۔ اس وقت ایک نئی قسم کا تمدن قائم ہو چکا تھا۔ شہر کی خوبصورت عمارتوں کے درمیان مسجد کو حقیر حالت میں رہنے دینا مسجد کے آداب واحترام کے خلاف تھا۔ حضرت عثمانؓ نے نہ صرف اس لئے کہ اس وقت کے تمدن کا تقاضا تھا بلکہ اس لئے بھی کہ خود مسجد کا احترام بھی یہی تقاضا کرتا تھا کہ اس کو نسبتاً اچھی شکل وصورت میں اور وسیع پیمانہ پر بنایا جائے۔ ایک مومن کے جذبات اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے کہ خود تو اچھے مکان میں رہے اور مسجد کو حقیر حالت میں رہنے دے کہ جس میں نمازیوں کو تکلیف ہو اور اس کی مطلوبہ صفائی بھی خاطر خواہ نہ ہو سکے اور دیکھنے والوں پر بھی ایک بُرا اثر پڑے۔ شعائر اللہ کی واجبی تعظیم کو نظر انداز کرنے سے آخر نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں سے بھی جذباتِ احترام مٹ جاتے ہیں۔ یہی وہ اندیشہ اور خیال تھا جو حضرت عثمانؓ کے لئے محرک ہوا اور جس کا انہوں نے بایں الفاظ اظہار کیا کہ رضائے الٰہی کی خاطر یہ کام کیا گیا ہے۔ پس ان کی اپنی صراحت کے موجود ہوتے ہوئے اعتراض کرنا درست نہیں اور امام بخاریؒ نے اس باب میں دوسرے حوالوں کی طرف اشارہ کر کے خلفائے راشدین میں سے ایک خلیفہ کی اس

---

[1] (ابوداؤد۔ کتاب الصلوۃ۔ باب فی بناء المساجد۔ نمبر ۳۷۹) (نسائی۔ کتاب المساجد۔ باب المباہاۃ فی المساجد۔ نمبر ۶۸۲)
(ابن ماجہ۔ کتاب المساجد۔ باب تشیید المساجد۔ نمبر ۷۳۱)

[2] (ابوداؤد۔ کتاب الصلوۃ۔ باب فی بناء المساجد۔ نمبر ۳۷۸) (ابن ماجہ۔ کتاب المساجد۔ باب تشیید المساجد۔ نمبر ۷۳۲)

تبدیلی کا ذکر یہی بتلانے کے لئے کیا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت انسؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے اقوال اس امر کے منافی نہیں کہ اردگرد کے ماحول کو مدنظر رکھ کر مسجد کی عمارت میں ضروری تبدیلی کی جائے بلکہ بیل بوٹوں اور تصویروں اور خوشنما مناظر کی سج دھج سے منع کیا گیا ہے۔

بَاب٦٣: اَلتَّعَاوُنُ فِي بِنَاءِ الْمَسْجِدِ

مسجد کے بنانے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ط أُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ج وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ○ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى أُولٰٓئِكَ أَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ○ (التوبة:١٧-١٨)

(اوراللہ عزوجل کا یہ فرمانا: مَاكَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ....) مشرکوں کے شایاں نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ وہ خود اپنے برخلاف کفر کی شہادت دے رہے ہیں۔ ان کے عمل تو اکارت گئے اور آگ ہی میں وہ رہنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مسجدیں تو وہ آباد کیا کرتے ہیں جو اللہ اور یومِ آخرت کو مانیں اور نماز سنوار کر ادا کریں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ امید ہے کہ یہ ہدایت یافتوں میں سے ہوں۔

٤٤٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُخْتَارٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ انْطَلِقَا إِلَى أَبِي سَعِيْدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيْثِهِ فَانْطَلَقْنَا فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ يُصْلِحُهُ فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَاحْتَبَى ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا حَتَّى أَتَى عَلَى ذِكْرِ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً

۴۴۷: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: عبدالعزیز بن مختار نے ہم سے بیان کیا، کہا: خالد حذاء نے عکرمہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا (وہ کہتے تھے) کہ حضرت ابن عباسؓ نے مجھے اور اپنے بیٹے علی سے کہا: تم دونوں حضرت ابوسعیدؓ کے پاس جاؤ اور اُن کی باتیں سنو۔ اس پر ہم گئے تو ہم کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ایک باغ میں ہیں جس کو وہ درست کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی چادر لی اور گوٹھ مار کر بیٹھ گئے پھر ہم سے باتیں کرنے لگے۔ جب مسجد کے بنانے کا ذکر

وَّعَمَّارٌ لَّبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ وَيَقُوْلُ وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ يَدْعُوْهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُوْنَهُ إِلَى النَّارِ قَالَ يَقُوْلُ عَمَّارٌ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ.

آیا تو انہوں نے کہا: ہم ایک ایک اینٹ اُٹھاتے تھے اور حضرت عمارؓ دو دو اینٹیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا اور ان سے مٹی جھاڑتے جاتے تھے اور فرماتے تھے: آہ! عمار! اسے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ ان کو جنت کی طرف بلا رہا ہوگا اور وہ اس کو آگ کی طرف بلا رہے ہوں گے۔ حضرت عمارؓ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ میں فتنوں سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔

تشریح: اَلتَّعَاوُنُ فِيْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ: امام بخاریؒ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر صحابہ کرامؓ کی سادہ زندگی میں دکھلا کر یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ مسجدوں کی آبادی اوران کی زیب وزینت ان لوگوں سے تھی کہ جن کے نفسوں میں دنیا کے مال ودولت نے کوئی ایسا تغیر پیدا نہ کیا تھا جو اس آیت کے مضمون کے منافی ہو۔ وہ اپنی زندگیوں میں ویسے ہی سادہ تھے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں۔ وہ نمازوں کے بھی اسی طرح پابند تھے۔ زکوٰۃ بھی دیتے تھے۔ علمی مشاغل میں بھی ویسے ہی دلچسپی لیتے تھے۔ ان میں کوئی تکبر نہ تھا، غرور نہ تھا۔ سادگی ہی سادگی تھی۔ اپنے پاک نمونوں کے اس عملی تعاون سے وہ مسجدوں کی آبادی کے باعث تھے۔ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ (التوبة: ١٨) سے مراد ظاہری سجاوٹ نہیں جس سے مشرکوں کے عبادت خانے بہتر سے بہتر سجے ہوئے ہوتے ہیں۔ بلکہ اس سے وہ روحانی آبادی مراد ہے جس کا ایک نمونہ مسجد نبویؐ میں نظر آتا ہے جو کچی اینٹوں اور کھجور کی لکڑیوں سے بنی ہوئی تھی اور یہ آبادی اسی طرح تعاون کی محتاج ہے جس طرح اس کی ظاہری تعمیر۔ مذکورہ بالا آیت اور روایت کو پہلو بہ پہلو رکھ کر اگر دیکھا جائے تو عنوانِ باب کا مقصد از خود واضح ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر مسجد نبویؐ کو کھڑا کیا تھا ان میں سے حضرت ابوسعید خدریؓ بھی تھے جن کا حوالہ سابقہ باب کے عنوان میں ابھی گزر چکا ہے۔ یہ جلیل القدر صحابی تھے۔ عالم بھی تھے اور مالدار بھی۔ حضرت ابن عباسؓ ایک عرصہ تک بصرہ کے امیر رہے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے غلام عکرمہ بھی تھے۔ (عمدۃ القاری جزء۴ صفحہ ۲۰۸) حضرت ابن عباسؓ نے ان کو اور اپنے بیٹے علی کو ہدایت کی کہ وہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے نبی ﷺ کی باتیں سنا کریں۔ کیونکہ حضرت ابوسعیدؓ حضرت ابن عباسؓ کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے بہت زیادہ مستفیض تھے۔ وہ دونوں ان کے پاس جاتے۔ حضرت ابوسعیدؓ باوجود وفرتِ مال وعلم کے اپنے ہاتھوں سے باغ میں کام کرتے۔ یہ مثال ہے اس سادگی کی جس کا تعلق مسجدوں کی روحانی آبادی کے ساتھ اتنا ہی گہرا ہے جتنا کہ ظاہری تکلفات اور نمود ونمائش کا دنیاداری کے ساتھ۔

يَدْعُوْهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُوْنَهُ اِلَى النَّارِ: باب۶۳ میں حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کا جو ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بدن سے مٹی جھاڑتے تھے اور فرماتے تھے: وَيْحَ عَمَّارٍ يَدْعُوْهُمْ

اِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُوْنَهُ اِلَى النَّارِ. نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ سے کیا مراد ہے؟ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کن کو جنت کی طرف بلاتے تھے؟ بعض شارحین نے ان لوگوں سے کفارِ قریش مراد لئے ہیں (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۰۲) کیونکہ انہوں نے حضرت عمار بن یاسرؓ اوران کے والدین کو سخت سے سخت اذیتیں دی تھیں۔ انہیں نہایت بے رحمی اور شرمناک طریقوں سے قتل کیا تھا۔ (دیکھئے اصابہ تحت ذکر "یاسر")

بعض نے روایت کے الفاظ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ کی بناء پر ان لوگوں سے مراد معاویہ کا گروہ لیا ہے جس کے ہاتھ سے حضرت عمار بن یاسرؓ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

مگر بقول حمیدیؒ؛ امام بخاریؒ نے ان الفاظ کا قطعاً ذکر نہیں کیا جس کی وجہ یہ ہے کہ بزار کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوسعیدؓ بناء مسجد کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کرتے تھے: فَحَدَّثَنِيْ اَصْحَابِيْ وَلَمْ اَسْمَعْهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ قَالَ يَابْنَ سُمَيَّةَ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ. یعنی میں نے یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنے بلکہ میرے ساتھیوں نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا تھا۔ علامہ ابن حجرؒ نے (حمیدی کے قول کی تطبیق کرتے ہوئے) اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اسی وجہ سے امام بخاریؒ نے حضرت ابوسعیدؓ کی روایت بیان کرتے ہوئے مذکورہ بالا الفاظ نظر انداز کر دیے ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۰۲) بناء بریں بالوثوق نہیں کہا جاسکتا کہ آپؐ کے ان الفاظ سے مراد اہلِ صفین ہی ہیں۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ امام بخاریؒ نے یہ حذف اس خیال کی بناء پر کیا ہو کہ حضرت ابوسعیدؓ نے یہ الفاظ خود نہیں سنے۔ مگر ان کے اس بیان سے کہ حضرت عمارؓ فتنوں سے محفوظ رہنے کی دعا کیا کرتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنے متعلق کسی نہ کسی فتنہ کا اندیشہ ضرور تھا اور یہ کہ نبی ﷺ کے الفاظ کسی فتنہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

نیز صحابہؓ کی ایک جماعت کی روایات کی بناء پر اگر تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ کی روایت صحیح تسلیم کی جائے تو پھر اَلْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ سے مراد وہ لوگ ہیں جو معاویہ کی طرف سے حضرت علیؓ کے مقابل پر صفین مقام پر لڑنے آئے تھے۔ ان کو خلیفہ وقت کی نافرمانی کی وجہ سے باغی قرار دیا گیا ہے۔ ابن حجرؒ اور دیگر شارحینؒ اس صورت میں النَّار سے مراد خلیفہ کی نافرمانی اور جنت سے مراد اس کی اطاعت لیتے ہیں☆ اس لئے کہ ہر نیک کام جنت میں اور ہر بُرا کام جہنم میں داخل ہونے کا موجب ہوتا ہے اور خلیفہ وقت کی بغاوت تو قوم کے لئے تباہ کن نتائج رکھتی ہے۔ جیسا کہ اس کا ایک ہیبت ناک نمونہ مسلمانوں نے حضرت علیؓ اور معاویہ کی جنگوں میں دیکھا۔ ان جنگوں کے حالات پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ حضرت علیؓ کے پرجوش مددگاروں میں سے تھے۔ جنگ صفین میں عمرو بن عاص ان کے مقابل پر دو دفعہ لڑنے کے لئے نکلے۔ پہلے حملہ میں عمرو بن عاص نے سخت شکست کھائی اور دوسرے حملہ میں حضرت عمارؓ شہید ہو گئے۔ اس پر امیر معاویہ کے لشکر میں کہرام مچ گیا۔ یہاں تک کہ عمرو بن عاص بھی گھبرا گئے کہ پیشگوئی کے مطابق اَلْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ سے امیر معاویہ کا گروہ ثابت ہوتا ہے جس کے ہاتھ سے وہ قتل ہوئے۔ امیر معاویہ نے یہ کہہ کر عمرو بن عاص کی جھٹ تسلی کر دی کہ حضرت عمار بن یاسرؓ کے قتل کا اصل باعث حضرت علیؓ ہیں جو ان کو اس جنگ میں لائے ہیں اور جو حملہ آور ہیں؛ نہ کہ ہم جو مدافعت کر رہے ہیں۔

☆ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۰۱-۷۰۲) (عمدۃ القاری جزء چہارم صفحہ ۲۰۹)

بَاب٦٤:اَلْاِسْتِعَانَةُ بِالنَّجَّارِ وَالصُّنَّاعِ فِي أَعْوَادِ الْمِنْبَرِ وَالْمَسْجِدِ

مسجد اور منبر کی لکڑیوں کے بنوانے میں بڑھئیوں اور کاریگروں سے مدد لینا

٤٤٨ :حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى امْرَأَةٍ أَنْ مُّرِيْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ يَعْمَلْ لِّي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ.

۴۴۸: ہم سے قتیبہ (بن سعید) نے بیان کیا، کہا: عبدالعزیز نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت سہلؓ سے روایت کی۔ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو کہلا بھیجا کہ تم اپنے لڑکے بڑھئی کو کہہ دو کہ وہ میرے لئے لکڑیاں جوڑ (کر منبر بنا) دے جن کے اوپر میں بیٹھا کروں۔

٤٤٩: حَدَّثَنَا خَلَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ فَإِنَّ لِي غُلَامًا نَّجَّارًا قَالَ إِنْ شِئْتِ فَعَمِلَتِ الْمِنْبَرَ.

۴۴۹: ہم سے خلاد نے بیان کیا، کہا: عبدالواحد بن ایمن نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ ایک عورت نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپؐ کے لئے ایسی چیز نہ بنوا دوں کہ جس پر آپؐ بیٹھا کریں کیونکہ میرا ایک لڑکا بڑھئی ہے۔ فرمایا: اگر تم چاہو۔ اس پر اس نے منبر بنوا دیا۔

تشریح: باب۶۴ کے ذیل میں دو روایتیں ہیں جو بظاہر متضاد ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے خود فرمایا کہ مجھے ایک منبر بنوا دو۔ دوسری روایت میں ہے کہ اس عورت نے منبر بنوانے کی اجازت مانگی۔ شارحین نے اس اختلاف کو یوں حل کیا ہے کہ اس عورت نے پہلے تجویز کی تھی جو آپؐ نے منظور فرمائی۔ پھر آپؐ نے بطور یاد دہانی کے کہلا بھیجا۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۰۳-۷۰۴)

بَاب٦٥: مَنْ بَنَى مَسْجِدًا

جومسجد بنائے

٤٥٠: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللهِ الْخَوْلَانِيَّ أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُوْلُ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيْهِ حِيْنَ بَنَى مَسْجِدَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ أَكْثَرْتُمْ وَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا قَالَ بُكَيْرٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ يَبْتَغِيْ بِهِ وَجْهَ اللهِ بَنَى اللهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ.

۴۵۰: ہم سے یحیٰی بن سلیمان نے بیان کیا (انہوں نے کہا) ابن وہب نے مجھ سے بیان کیا کہ عمرو نے مجھے بتلایا کہ بُکیر نے ان سے بیان کیا کہ عاصم بن عمرو بن قتادہ نے انہیں بتلایا کہ انہوں نے عبیداللہ خولانی سے سنا کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد بنوائی اور لوگ ان کے متعلق چہ میگوئیاں کرنے لگے یہ کہتے ہوئے سنا: تم نے بہت باتیں کی ہیں اور حالانکہ میں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تھا کہ جس نے مسجد بنوائی۔ بُکیر نے کہا: میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ کہا اور وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس جیسی عمارت بنائے گا۔

تشریح: باب ٦٢، ٦٣، ٦٤ اور باب ٦٥ ایک خاص ترتیب مدنظر رکھ کر قائم کیے گئے ہیں۔ باب ٦٢ کے عنوان میں سب سے پہلے حضرت ابوسعید خدریؓ کا قول كَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ نقل کرنا اور باب ٦٥ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اسی تعمیر کا دوبارہ ذکر کرنا بتلاتا ہے کہ امام بخاریؒ اس اعتراض کا جواب ان بابوں کی ترتیب میں دے رہے ہیں جو حضرت عثمانؓ پر کیا گیا تھا۔ ایک ابتدائی حالت تھی کہ کھجور کی ٹہنیوں کی چھت تھی جو نمازیوں کو بارش سے نہیں بچا سکتی تھی۔ پھر حضرت عمرؓ کو ضرورت محسوس ہوئی کہ اس مسجد کی ایسی تعمیر کی جائے [وَقَالَ أَكِنَّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ] جو لوگوں کو بارش سے بچائے۔ پھر حضرت عثمانؓ کو ایک ضرورت محسوس ہوئی اور انہوں نے اس میں ضروری توسیع و تبدیلی کی۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی منبر بنوانے کی ضرورت پڑی اور آپؐ نے بڑھئی سے مدد لی۔ پس ضرورت کے مطابق مسجد بنوانا اور اس کی توسیع و تعمیر کی پختگی میں کاریگروں سے کام لینا اور روپیہ خرچ کرنا جائے اعتراض نہیں۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ (ابن ماجه. المقدمة. باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين)
پہلے تین بابوں کو بطور تمہید کے قائم کر کے باب ۶۵ میں حضرت عثمانؓ کی تعمیر کا واقعہ دہرانے سے امام بخاریؒ کی یہی غرض معلوم ہوتی ہے کہ وہ تعمیر ضرورت کے مطابق تھی اور لَتُزَخْرِفُنَّهَا کی انذاری پیشگوئی کی مصداق نہ تھی۔

بَاب٦٦: يَأْخُذُ بِنُصُوْلِ النَّبْلِ إِذَا مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں جب گزرے تو تیروں کے پھلوں کو پکڑ لے

٤٥١: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرٍو أَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ سِهَامٌ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكْ بِنِصَالِهَا.

۴۵۱: ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہم سے بیان کیا۔ کہتے تھے کہ میں نے عمرو سے کہا: کیا تم نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ کو یہ کہتے سنا تھا کہ ایک شخص مسجد میں سے گزر رہا تھا۔ اس کے پاس تیر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: ان کے پھلوں کو پکڑو۔

تشریح: عنوان باب بعض دیگر روایات کو جو نسائیؒ اور مسلمؒ نے نقل کی ہیں مدنظر رکھتے ہوئے قائم کیا گیا ہے۔ ان روایتوں میں یہ الفاظ ہیں: لِيَأْخُذْ بِنِصَالِهَا. فَلْيُمْسِكْ عَلٰى نِصَالِهَا بِكَفِّهِ اَنْ يُصِيْبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. (مسلم. كتاب البر والصلة. باب امر من مرّ بسلاح في المسجد. نمبر ۴۷۳۹، ۴۷۴۰، ۴۷۴۲)

یہ روایتیں امام بخاریؒ کی شروطِ صحت کے مطابق نہیں۔ اس لئے حضرت جابرؓ والی اسی روایت کو ایک نئی سند کے ساتھ دہرایا ہے۔ مگر اس سے کسی مسئلہ کے جواز یا عدم جواز کے متعلق کسی حتمی رائے کا استنباط نہیں کیا گیا۔ البتہ اس سے سابقہ باب میں عین موقع ومحل کے مطابق حضرت عثمانؓ پر طعنہ کرنے والوں کے خلاف ایک ضمنی استدلال ضرور کیا ہے۔ اسی لئے اس باب کو جس میں یہ استدلال مقدر ہے باب ٦٦ پر مقدم کیا ہے۔

یہاں روایت نمبر ۴۵۱ کی ایسی سند منتخب کی ہے جس میں وہ جواب محذوف ہے جو عمرو بن دینار نے سفیان بن عیینہ کو دیا۔ یہی روایت کتاب الفتن میں بجائے قتیبہ کے علی بن عبداللہ مدینی سے نقل کی گئی ہے اور اس کے آخر میں ہے: قَالَ نَعَمْ (بخاری كتاب الفتن باب قول النبیؐ من حمل علينا السلاح فليس منا. نمبر ۷۰۷۳) یعنی انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک اس روایت میں یہ جواب دراصل مقدر ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۰۷) مگر امام بخاریؒ کا اُس روایت کو چھوڑ کر اِس روایت کو یہاں اختیار کرنا بلا وجہ نہیں۔ یہاں انہوں نے دو قسم کا تصرف کیا ہے۔ ایک یہی انتخابِ روایت کا اور دوسرا یہ کہ باب ٦٥ اور باب ٦٦ میں تقدیم وتاخیر کر کے بابوں کی طبعی ترتیب کو بدل دیا ہے۔ امام بخاریؒ کے

عام دستور العمل کو دیکھ کر اس تصرف سے معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوفؒ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ پر جو اعتراض کیے گئے ہیں وہ ان کی حرمت کے اسی طرح خلاف ہیں جس طرح مسجد میں تیروں کے پھل بے احتیاطی سے باہر نکالے چلنا مسلمان کی حرمت کے خلاف ہے اور یہ کہ ان اعتراضوں کا جواب سابقہ بابوں کے عنوانوں اور ان کی ترتیب میں ویسے ہی مقدر ہے جیسے روایت نمبر ۴۵۱ میں ایک سوال کا جواب مقدر ہے۔ ہر مسئلہ کے متعلق امام موصوفؒ کسی نہ کسی تصرف سے اپنی رائے کا ضرور اظہار کرتے ہیں۔ اس لیے ان بابوں کی ترتیب وغیرہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا قرینِ قیاس ہے۔ ورنہ علی بن عبداللہ کی سند چھوڑ کر قتیبہ کی سند اختیار کرنا اور ان بابوں کی طبعی ترتیب کو بغیر وجہ کے آگے پیچھے کر دینا بے معنی ہوگا۔

بَاب ٦٧: اَلْمُرُوْرُ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں سے گزرنا

٤٥٢ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوبُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَابُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَّرَّ فِي شَيْءٍ مِّنْ مَّسَاجِدِنَا أَوْ أَسْوَاقِنَا بِنَبْلٍ فَلْيَأْخُذْ عَلَى نِصَالِهَا لَا يَعْقِرْ بِكَفِّهِ مُسْلِمًا.

۴۵۲: ہم سے موسیٰ بن اسمٰعیل نے بیان کیا، کہا: عبدالواحد نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوبردہ بن عبداللہ نے ہمیں بتلایا۔ کہتے تھے کہ میں نے ابوبردہ سے سنا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جو ہماری مسجدوں اور ہمارے بازاروں میں کسی جگہ تیر لے کر گزرے تو چاہئے کہ وہ ان کو پھلوں سے پکڑے اپنے ہاتھ سے کسی مسلمان کو زخمی نہ کردے۔

تشریح: روایت نمبر ۴۵۲ کے الفاظ **لَا يَعْقِرْ بِكَفِّهِ مُسْلِمًا** خاص کر قابل توجہ ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلم کی یہ تعریف کی ہے: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ. (دیکھئے کتاب الایمان باب ۴ روایت نمبر ۱۰، باب ۵ روایت نمبر ۱۱) اور اس اصل کے ماتحت آپؐ نے اپنے امر و نہی میں بھی ہر ایک قسم کی احتیاط اختیار کرنے کا ارشاد فرمایا۔ تا کہ اسلامی اجتماع میں افراد ایک دوسرے کی اذیت سے محفوظ رہیں۔ بیجا اعتراضات نہ صرف افراد کو دکھ دینے کا موجب ہوتے ہیں بلکہ بعض حالات میں تو ساری قوم کو فتنے میں ڈالنے کا موجب ہو جاتے ہیں۔ اسی قسم کی چہ میگوئیاں تھیں جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے برخلاف دلوں میں نفرت کے جذبات پیدا کر دیے تھے۔ اس کا جو خطرناک انجام ہوا وہ عالمِ اسلام سے مخفی نہیں۔ (اس ضمن میں دیکھئے کتاب الایمان باب ۴۲ شرح روایت نمبر ۵۸)

بَاب ٦٨ : اَلشِّعْرُ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں شعر پڑھنا

٤٥٣ :حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنْشُدُكَ اللهَ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَا حَسَّانُ أَجِبْ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعَمْ.

۴۵۳: ہم سے ابوالیمان حکم بن نافع نے بیان کیا، کہا: شعیب نے زہری سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ وہ کہتے تھے کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف نے مجھ کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت حسانؓ بن ثابت انصاری کو حضرت ابو ہریرہؓ سے شہادت طلب کرتے سنا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا: حسان! رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جواب دو۔ اے اللہ! روح القدس سے اس کی مدد کیجیو۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: ہاں۔

تشریح: حضرت عمرؓ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کے مسجد میں اشعار پڑھنے پر اعتراض کیا تھا جس کی بناء پر اُنہیں حضرت ابو ہریرہؓ سے شہادت لینے کی ضرورت پیش آئی۔ کتاب بدء الخلق میں ایک روایت سعید بن مسیّب کی آئے گی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ مسجد میں ہی تھے جب آپؐ نے حضرت حسانؓ سے فرمایا: أَجِبْ عَنِّيْ یعنی میری طرف سے کفار کو جواب دو اور انہوں نے مسجد میں ہی ان کی ہجو کا جواب دیا۔ (باب ٦: ذکر الملائکۃ۔ نمبر ۳۲۱۲)

ترمذی نے بھی حضرت عائشہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسانؓ کے لئے منبر رکھتے جس پر وہ کھڑے ہو کر کفارِ قریش کے ہجو یہ اشعار کا جواب دیتے۔ (کتاب الادب باب ماجاء فی انشاد الشعر)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا: اَللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسانؓ کے وہ اشعار اپنے اندر روح القدس کی تائید رکھتے تھے۔ اس لئے گویا ان کا مسجد میں پڑھنا جائز تھا۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۰۹) مگر جواز یا عدمِ جواز کا تعلق ضرورتِ حقہ اور موقع ومحل کے ساتھ ہے۔ ایک وقت یہ ہجو کرنا اور مسجد میں شعر پڑھنا جائز تھا اور دوسرے وقت میں جبکہ کفارِ قریش کی اولاد مسلمان ہو چکی تھی ان ہجو یہ اشعار کا دہرانا ان کے لئے اذیت کا موجب تھا اس لئے حضرت عمرؓ کا منع کرنا بغیر کسی وجہ کے نہیں اور حضرت حسانؓ کا کسی سابقہ اجازت سے علی الاطلاق حجت پکڑنا درست نہیں۔ اگلا باب قائم کر کے یہ بات حل کر دی گئی ہے۔

بَاب ٦٩: أَصْحَابُ الْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں برچھی باز

٤٥٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلَى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ.

۴۵۴: ہم سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے صالح سے۔ صالح نے ابن شہاب سے روایت کی، کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے خبر دی کہ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن اپنے حجرہ کے دروازہ کے پاس دیکھا اور حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر سے مجھے پردہ کئے ہوئے تھے۔ میں ان کی کھیلوں کو دیکھ رہی تھی۔

٤٥٥: زَادَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ بِحِرَابِهِمْ.

۴۵۵: ابراہیم بن منذر نے (اس حدیث میں اتنا) بڑھایا ہے کہ ہم سے ابن وہب نے بیان کیا کہ یونس نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حبشی اپنی سنگینوں سے کھیل رہے تھے۔

تشریح: مسجد میں تیر لے کر چلنے کی ممانعت کا ذکر ابھی گزر چکا ہے پس اگر اس ممانعت کی بناء پر یہ فتویٰ دیا جائے کہ مسجد میں ہتھیار ننگے کرنا علی الاطلاق منع ہے تو یہ غلط ہوگا۔ آپؐ نے حبشیوں کو مسجد میں ہتھیاروں سے کھیلنے کی اجازت دی کیونکہ اس میں کھیلنے اور دیکھنے والے دونوں چوکس رہتے ہیں مگر جب انسان مسجد میں سے گزر رہا ہو اور اس کے تیر ننگے ہوں تو اس وقت دوسروں کے زخمی ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ پس ان دو مختلف صورتوں نے مسئلہ کی نوعیت بدل دی ہے۔ مسجد کا احاطہ کافی وسیع تھا اور اس کے متصل آپؐ کے گھر تھے۔ اس لئے جنگی کرتب دیکھنے کے لئے آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو بلا لیا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب العیدین باب ۲: الحراب و الدرق یوم العید۔ نمبر ۹۵۰)

بعض مالکیوں کا خیال ہے کہ یہ کرتب مسجد کے باہر دکھلائے گئے تھے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۱۰) مگر باب کا عنوان أَصْحَابُ الْحِرَابِ فِي الْمَسْجِدِ پورے جزم کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسجد میں ہی یہ کرتب دکھلائے گئے تھے۔ مسجد کا صحن بھی مسجد کا ہی ایک حصہ ہوتا ہے۔

روایت نمبر ۴۵۵ میں اس کی ایک اور سند کا مختصر حوالہ دے کر عینی شہادت اور سنگینوں کے ننگا کیے جانے کی طرف توجہ منعطف کی ہے۔

بَاب ۷۰: ذِكْرُ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں منبر پر خرید و فروخت کا ذکر کرنا

٤٥٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَتَتْهَا بَرِيْرَةُ تَسْأَلُهَا فِي كِتَابَتِهَا فَقَالَتْ إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتُ أَهْلَكِ وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لِي وَقَالَ أَهْلُهَا إِنْ شِئْتِ أَعْطَيْتِهَا مَا بَقِيَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً إِنْ شِئْتِ أَعْتَقْتِهَا وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لَنَا فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَّرَتْهُ ذَلِكَ فَقَالَ ابْتَاعِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَصَعِدَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ

۴۵۶: ہم سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے یحیٰی سے، یحیٰی نے عمرہ سے، عمرہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ اُن کے پاس حضرت بریرہؓ آئیں۔ وہ اپنی آزادی حاصل کرنے کے لیے اُن سے روپیہ مانگتی تھیں تو اُنہوں نے کہا کہ اگر تو چاہے تو میں تیرے مالکوں کو (قیمت) دے دوں اور حق وراثت میرا ہوگا تو اُس کے مالکوں نے (حضرت عائشہؓ سے) کہا کہ اگر آپؓ چاہیں تو جو باقی ہے اس کو دے دیں۔ اور سفیان نے ایک دفعہ یوں بھی کہا کہ اگر آپؓ چاہیں تو اُسے آزاد کردیں مگر حق وراثت ہمارا ہوگا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے یہ ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اُسے خرید لو اور اُس کو آزاد کردو۔ کیونکہ حق وراثت اُسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور سفیان نے اپنی روایت میں کبھی یوں بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر

اللهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَّيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَلَيْسَ لَهُ وَ إِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ.

چڑھے اور فرمایا: اُن لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں ہیں اور جو شخص ایسی شرط کرتا ہے جو اللہ کی کتاب میں نہیں تو وہ شرط اس کے لیے نہیں ہوتی گو وہ سو بار شرط کرے۔

قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيَى وَعَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ يَّحْيَى عَنْ عَمْرَةَ. وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ يَّحْيَى قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ.

علی (بن عبداللہ) نے کہا: یحیٰی (بن سعید قطان) اور عبدالوہاب نے یحیٰی (بن سعید انصاری) سے، انہوں نے عمرہ سے (اسی طرح روایت کی) اور جعفر بن عون نے یحیٰی (بن سعید انصاری) سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے کہا: میں نے عمرہ سے سنا۔ وہ کہتی تھیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا۔

رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ عَمْرَةَ أَنَّ بَرِيْرَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ صَعِدَ الْمِنْبَرَ.

اور مالک نے یحیٰی سے، یحیٰی نے عمرہ سے یوں روایت کی کہ حضرت بریرہؓ .... اور اُنہوں نے یہ ذکر نہیں کیا: "صَعِدَ الْمِنْبَرَ" کہ وہ منبر پر چڑھے۔

تشریح: شارع اسلام ﷺ نے مسجد میں خرید وفروخت کرنا منع فرمایا ہے۔ مگر ایک موقع پر آپؐ نے منبر پر چڑھ کر ایک خرید کا ذکر فرمایا جس میں غیر مشروعہ شرطیں ناجائز قرار دے کر اصل بیع برقرار رکھی اور آپؐ کا یہ عمل اس ممانعت کے خلاف نہیں۔

کتابت اس کو کہتے ہیں کہ غلام یا لونڈی اپنی قیمت ٹھہرا کر آزادی حاصل کر لے۔ وہ قیمت یک مشت ادا کرے یا کما کر بعد میں باقساط دے۔ ایسے شخص کو مکاتب کہتے ہیں۔ حضرت بریرہؓ بھی مکاتب تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے ان کی قیمت دے کر ان کو آزاد کرالیا تھا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے **کتاب العتق باب۲۲-۲۵**)

روایت ۴۵٦ کے آخر میں مذکورہ بالا سندوں کا حوالہ دو[۲] وجہ سے دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ بعض روایتوں میں یحیٰی بن سعید انصاری کا عمرہ سے اور عمرہ کا حضرت عائشہؓ سے براہِ راست سننا ثابت نہیں۔ جب کوئی شخص کسی سے سن کر کسی کی روایت بیان کرے تو امام موصوفؒ عَنْ کا لفظ استعمال کریں گے۔ عَنْ عَمْرَةَ سے مراد ہے کہ عمرہ سے مروی ہے۔ اس لئے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ روایت کرنے والے نے یہ بات عمرہ سے خود سنی۔ ایسی روایتوں کو جن کا سلسلہ سماعت صحابہ کرام سے براہِ راست ثابت نہ ہو **مرسل** کہتے ہیں اور جس روایت کا سلسلہ سماعت صحابہ کرام تک ثابت ہوا سے **موصول** کہتے ہیں۔ علی بن عبداللہ نے امام موصوفؒ کو مذکورہ بالا حدیث چار شخصوں سے روایت کرتے ہوئے بتلائی ہے جو سب یحیٰی بن سعید انصاری سے روایت کرتے ہیں اور ان میں سے جعفر بن عون کی روایت میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ راوی

نے عمرہ سے یہ روایت سنی اور عمرہ نے حضرت عائشہؓ سے سنی۔ خلاصہ یہ کہ روایت مذکورہ بالا مرسل نہیں بلکہ موصول ہے۔
چونکہ بعض روایتوں میں منبر کا لفظ نہیں اس لئے عنوانِ باب کی مطابقت کی وجہ سے سفیان بن عیینہ کی روایت کو اس باب کے لئے منتخب کر کے آخر میں اس امر کی بھی تصریح کر دی ہے کہ امام مالکؒ اور یحییٰ بن سعید قطان کی روایت میں منبر پر چڑھنے کا ذکر نہیں۔

بَاب۷۱: التَّقَاضِيْ وَ الْمُلَازَمَةُ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں ایک دوسرے سے قرض کا تقاضا کرنا اور چمٹ جانا

۴۵۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ كَعْبٍ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ فَنَادَى يَا كَعْبُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هَذَا وَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَيِ الشَّطْرَ قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ قُمْ فَاقْضِهِ.

۴۵۷: ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، کہا: عثمان بن عمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: یونس نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عبداللہ بن کعب بن مالک سے، انہوں نے حضرت کعبؓ سے روایت کی کہ اُنہوں نے حضرت ابن ابی حَدْرَدؓ سے مسجد میں قرض کا تقاضا کیا جو اِن کا اُن کے ذمہ تھا۔ ان دونوں کی آوازیں اتنی بلند ہوئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیں۔ حالانکہ آپؐ اپنے گھر تھے۔ اس پر آپؐ ان کی طرف نکلے اور اپنے حجرہ کا پردہ ہٹایا اور پکارا۔ کعب! عرض کیا: حاضر یا رسول اللہ! فرمایا: اپنے اس قرض سے کچھ کم کر دو اور آپؐ نے ان کو اشارہ کیا یعنی نصف۔ حضرت کعبؓ نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کم کر دیا۔ آپؐ نے (حضرت ابن ابی حدردؓ کو) فرمایا: اُٹھو اور اسے (قرضہ) ادا کرو۔

تشریح: باب ۷۰ و باب ۷۱ میں جن دو واقعوں کا ذکر ہے ان کا تعلق لین دین کے ساتھ ہے۔ ان دونوں میں نبی ﷺ نے ایسے طور سے دخل دیا ہے جو ایک واعظانہ رنگ رکھتا ہے۔ پس مقام کی نوعیت نے مسئلہ کی نوعیت میں تبدیلی پیدا کر دی ہے اور جو باتیں عام طور پر مسجد کی حرمت کے خلاف سمجھی جاتی تھیں وہ ایک خاص حالت میں جائز ہو گئیں (نیز دیکھئے شرح باب ۸۱) حضرت عثمانؓ کا مسجد کو وسیع کرنا اور اس کو عمدہ اور پختہ بنانا بھی ایک ضرورتِ حقہ کے ماتحت تھا۔ اسی طرح ایک وقت خاص حالت میں اشعار کا پڑھنا مسجد کی حرمت کے خلاف نہ تھا اور دوسرے حالات میں یہ

امر بعض اعتبارات کے لحاظ سے خلافِ حرمت سمجھا گیا۔ پس مذکورہ بالا مسائل کے متعلق امام بخاریؒ نے بابوں کی ترتیب میں جو اصل پیش کیا ہے وہ ان مسائل کے حل کرنے کے لئے ایک بہترین اقلید ہے۔

بَاب ۷۲: كَنْسُ الْمَسْجِدِ وَالْتِقَاطُ الْخِرَقِ وَالْقَذَى وَالْعِيْدَانِ

مسجد میں جھاڑو دینا اور اُس میں سے دھجیاں اور کوڑا کرکٹ اور لکڑیاں اُٹھانا

٤٥٨: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا أَسْوَدَ أَوِ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ قَالَ أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِي بِهِ دُلُّوْنِي عَلَى قَبْرِهِ أَوْ قَالَ قَبْرِهَا فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

۴۵۸: ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ثابت سے، ثابت نے ابورافع سے، ابورافع نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ ایک کالا آدمی مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ یا کہا کالی عورت۔ پس وہ مرگیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ مرگیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: پھر کیا تم نے مجھے اس کی اطلاع نہ دینی تھی۔ مجھے اس مرد کی قبر کا پتہ دو یا فرمایا اس عورت کی قبر کا پتہ دو۔ آپؐ اس کی قبر پر آئے اور اس کا جنازہ پڑھا۔

تشریح: جس خادمہ مسجد کا ذکر روایت نمبر ۴۵۸ میں ہے اس کے متعلق ایک روایت میں آتا ہے: كَانَتْ تَلْتَقِطُ الْخِرَقَ وَالْعِيْدَانَ مِنَ الْمَسْجِدِ { کہ وہ مسجد سے کپڑوں کی دھجیاں اور لکڑیاں اُٹھایا کرتی تھی۔} اور ایک روایت میں آتا ہے: كَانَتْ مَوْلَعَةً بِلَقْطِ الْقَذٰى مِنَ الْمَسْجِدِ. {یعنی دھجیاں اور گندی مندی چیزیں وغیرہ ہٹایا کرتی تھی} (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۱۵) اس لئے عنوانِ باب میں كَنْسُ الْمَسْجِدِ کے بعد اَلْخِرَقُ وَالْقَذٰى وَالْعِيْدَانِ کا ذکر کر کے امام موصوفؒ نے ان روایتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مسجد کی صفائی کے متعلق جو اہتمام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ یہاں خادمہ مسجد کی وفات کا ذکر کر کے بتلایا کہ آپؐ کو اس وجہ سے کہ وہ مسجد کی صفائی کا خاص خیال رکھا کرتی تھی اس کا جنازہ نہ پڑھنے سے رنج پیدا ہوا۔ کتاب الجنائز میں یہی روایت دہرائی گئی ہے۔ اس میں آتا ہے: فَحَقَرُوْا شَأْنَهٗ یعنی صحابہؓ نے اس کو حقیر سمجھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے جنازے کے لئے بے وقت تکلیف دینا پسند نہ کیا۔ مگر آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا۔ (دیکھئے باب: الصلاة على القبر بعد ما يدفن۔ نمبر ۱۳۳۷)

بَاب ۷۳: تَحْرِيْمُ تِجَارَةِ الْخَمْرِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں شراب کی تجارت کا حرام کیا جانا

۴۵۹: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتِ الْآيَاتُ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ.

۴۵۹: ہم سے عبدان نے بیان کیا۔انہوں نے ابوحمزہ سے، ابوحمزہ نے اعمش سے، اعمش نے مسلم سے، مسلم نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ جب سود کے متعلق سورۂ بقرہ کی آیتیں نازل ہوئیں تو نبی ﷺ مسجد میں باہر آئے اور لوگوں کے سامنے وہ آیتیں پڑھیں۔ پھر آپؐ نے شراب کی تجارت حرام کی۔

تشریح: جن آیات کا روایت ۴۵۹ میں حوالہ دیا گیا ہے اُن میں تجارت کی حلت اور سود کی حُرمت کا ذکر ہے: وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرۃ:۲۷۶) ان آیات کے نازل ہونے سے پہلے شراب کی حُرمت کے متعلق حکم نازل ہو چکا تھا۔ مگر اس کی تجارت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اعلان نہیں فرمایا تھا۔ اب جبکہ ان آیات میں شراب کا کہیں ذکر نہیں اور تجارت بظاہر بغیر قید وشرط کے جائز قرار دی گئی ہے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اس وجہ سے کہ شراب حرام ہے اس کی تجارت بھی حرام کردی۔ حالانکہ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ میں تجارت کی مطلق اجازت دی گئی ہے۔ یہ دو واقعے پہلو بہ پہلو رکھ کر امام بخاریؒ نے جہاں دو ایسے مسئلوں کی طرف توجہ دلائی ہے جن کا تعلق آدابِ مسجد کے ساتھ ہے وہاں اس اصولی بات کی مزید مثالیں دی ہیں جس کا ذکر ابھی گزر چکا ہے۔ بعض وقت کسی نسبت سے کوئی حقیر شَے جیسے جھاڑو دینے کی خدمت قابلِ عزت ہو جاتی ہے اور جائز چیز حرام ہو جاتی ہے۔

بَاب ۷۴: الْخَدَمُ لِلْمَسْجِدِ

مسجد کے لئے خادم

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا (آل عمران:۳٦) **لِلْمَسْجِدِ يَخْدُمُهُ.**

اور حضرت ابن عباسؓ نے آیت نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا کے یہ معنی کئے ہیں کہ جو میرے پیٹ میں ہے میں نے اسے تیری نذر کر دیا ہے۔ وہ تمام دھندوں سے آزاد ہوگا یعنی مسجد کے لیے۔ اُس کی خدمت کرے گا۔

۴۶۰ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً أَوْ رَجُلًا كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ وَلَا أُرَاهُ إِلَّا امْرَأَةً فَذَكَرَ حَدِيْثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى قَبْرِهِ.

۴۶۰: ہم سے احمد بن واقد نے بیان کیا، کہا: حماد نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ثابت سے، ثابت نے ابورافع سے۔ ابورافع نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ ایک عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی یا کہا: ایک مرد۔ اور میرا خیال ہے کہ عورت ہی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ کا ذکر کیا کہ آپؐ نے اس کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی۔

تشریح: بنی اسرائیل کے لئے تورات میں یہ حکم تھا کہ پلوٹھا بچہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی خدمت کے لئے وقف ہو۔ اسی حکم کی تعمیل میں مریم صدیقہ کی والدہ نے یہ دعا کی تھی: رَبِّ اِنِّی نَذَرْتُ لَکَ مَافِی بَطْنِیْ مُحَرَّرًا. (ال عمران: ۳۶)

{اے میرے ربّ! جو کچھ بھی میرے پیٹ میں ہے، یقیناً وہ میں نے تیری نذر کردیا (دنیا کے جھمیلوں سے) آزاد کرتے ہوئے۔}

مُحَرَّرًا کے معنے آزاد کردہ یعنی تمام دنیا کے کاموں سے آزاد ہو کر مسجد کی خدمت کے لئے وقف۔ مذکورہ بالا آیت کا حوالہ دے کر خدمتِ مسجد کے لئے خاص آدمی وقف کرنے کی مشروعیت اور سابقہ روایت کا حوالہ دے کر سنتِ نبویہؐ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وہ عورت ہی تھی۔ وَلَا اَرَاہُ اِلَّا امْرَأَۃً. یہ الفاظ ابورافع کے ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۴ صفحہ ۲۳۳) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے آنے سے قبل یہ عورت فوت ہو چکی تھی۔ اس لیے اُنہیں بالضبط یاد نہیں رہا۔

ابورافع تابعی ہیں۔ بیہقی کی روایت میں اس عورت کا نام اُمِّ مِحْجَن بتلایا گیا ہے۔ ابن مندہ نے اس کا نام خَرْقَاء بتلایا ہے۔ (فتح الباری- شرح باب ۷۲ روایت نمبر ۴۵۸ جزء اول صفحہ ۷۱۵) غرض دوسری روایتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ عورت تھی۔

بَاب ۷۵: اَلْأَسِيْرُ أَوِ الْغَرِيْمُ يُرْبَطُ فِي الْمَسْجِدِ

قیدی یا قرضدار جو مسجد میں بندھوایا جائے

۴۶۱ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنَا رَوْحٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۴۶۱: ہم سے اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا: رَوح اور محمد بن جعفر نے ہمیں بتلایا، انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے محمد بن زیاد سے، محمد بن زیاد نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی

وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عِفْرِيْتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ أَوْ كَلِمَةً نَّحْوَهَا لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ فَأَمْكَنَنِي اللهُ مِنْهُ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ رَبِّ اغْفِرْلِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي(ص:٣٦) قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهُ خَاسِئًا.

اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ کل رات جنوں میں سے ایک عفریت مجھ پر ٹوٹ پڑا، یا ایسا ہی کوئی اور کلمہ (فرمایا) تا کہ میری نماز توڑ دے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا۔ میں نے چاہا کہ مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے اُسے باندھ دوں تا کہ تم صبح اٹھو اور سب اس کو دیکھو۔ پھر مجھے میرے بھائی سلیمانؑ کا قول یاد آیا: رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا ....الآیۃ. اے میرے ربّ مجھے بخش دے اور مجھے ایسی بادشاہت عطا کر جو میرے بعد کسی کو بھی سزاوار نہ ہو۔ رَوح کہتے تھے کہ آپؐ نے اسے دھتکار دیا۔

تشریح: عِفْرِیْتٌ کے معنی خبیث مکروہ شکل۔ رَجُلٌ عِفْرِیْتٌ: گھناؤنی شکل کا آدمی۔ لفظ جنّ بھی جنگلی وحشی آدمی پر بولا جاتا ہے۔ زید بن مقبل کی روایت میں جِنَّانُ الْجِبَالِ سے شَیَاطِیْنُ الْاِ نْس ہی مراد ہیں یعنی فسادی شریر طبع لوگ۔ (دیکھئے لسان العرب تحت لفظ جنن- نیز کتاب بدء الخلق شرح باب ذِکْرُ الْجِنّ)

سورۂ سبا آیت ۱۳-۱۵ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے جنوں کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی تشریح سورۂ صٓ میں بایں الفاظ کی گئی ہے: وَالشَّیٰطِیْنَ کُلَّ بَنَّاءٍ وَّ غَوَّاصٍ٥ وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّ نِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ٥(صٓ:۳۸-۳۹)
{اور شیاطین کو بھی (یعنی) ہر فنِ تعمیر کے ماہر اور غوطہ خور کو۔ اور (بعض) دوسروں کو بھی جنہیں زنجیروں میں جکڑا گیا تھا۔}

سورۃ الانبیاء: ۸۳ میں بھی یہی مضمون ہے اور ان شیطانوں سے مراد وہ شریر اور مفسد قومیں ہیں جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے مغلوب کر کے ان سے بیت المقدس کی تعمیر اور جہاز رانی وغیرہ کے کام لئے تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:۔
(۲- تواریخ باب ۲- آیت: ۱۴-۱۸)، (۱- سلاطین باب ۹- آیت: ۲۰-۲۸)، (تفسیر علامہ ابو مسعود)
(''انبیاء کی آسمانی بادشاہت اور اس کی تکمیل مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے'' مصنفہ حضرت سید زین العابدینؓ- صفحہ ۵۸-۶۷)

روایت نمبر ۴۶۱ میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ کشف ہے جو ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے اور پوری تفصیل کے ساتھ پورا ہو۔ حضرت ابودرداءؓ جو کہ باعتبارِ صحت روایت کے طبقہ اوّل میں ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی واقعہ بایں الفاظ بیان کرتے ہیں: اِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ اِبْلِیْسَ جَآءَ بِشِهَابٍ مِّنْ نَّارٍ لِّیَجْعَلَهٗ فِی وَجْهِیْ فَقُلْتُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ....ثُمَّ اَرَدْتُّ اَخْذَهٗ وَاللّٰهِ لَوْلَا دَعْوَةُ اَخِیْنَا سُلَیْمَانَ لَاَصْبَحَ مُوْثَقًا یَلْعَبُ بِهٖ وِلْدَانُ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ. (مسلم کتاب المساجد باب جواز لعن الشیطان فی اثناء الصلوٰة) یعنی اللہ کا دشمن ابلیس آگ کا

ایک شعلہ لے کر آیا تا وہ اس کو میرے منہ کے سامنے کرے۔ میں نے تین بار اس سے اللہ کی پناہ مانگی اور پھر اس کو قید کرنا چاہا۔ اگر ہمارے بھائی سلیمانؑ کی دعا نہ ہوتی تو وہ ایسا بندھا ہوا ہوتا کہ مدینہ کے بچے بھی اس کے ساتھ کھیلتے۔

اس روایت نے واضح کر دیا ہے کہ اِنَّ عِفْرِيْتًا مِّنَ الْجِنِّ سے کیا مراد ہے۔ وہ شیطان تھا اور ظاہر ہے کہ شیطان کا دیکھنا عالمِ کشف سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک تیسری روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو یہ نظارہ ایک رات مکہ معظّمہ میں بھی دکھایا گیا جب آپؐ کو معراج واسراء ہوا تھا۔ اس روایت کے یہ الفاظ ہیں: قَالَ (ﷺ) رَاَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ عِفْرِيْتًا مِّنَ الْجِنِّ يَطْلُبُنِيْ بِشُعْلَةٍ مِّنْ نَّارٍ كُلَّمَا الْتَفَتُّ اِلَيْهِ رَأَيْتُهُ. (عمدۃ القاری جزء ۴ صفحہ ۲۳۴) {ترجمہ: آپؐ نے فرمایا: جس رات مجھے اسراء کرایا گیا، میں نے جنوں میں سے ایک شیطان دیکھا، وہ آگ کا ایک شعلہ میرے سامنے کرتا، جب بھی میں اس کی طرف توجہ کرتا، اُسے دیکھ لیتا۔} رَاَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ کا قرینہ صاف بتلاتا ہے کہ یہ نظارہ اس قسم کے روحانی مشاہدات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جن میں سے اسراء کا مشہور ومعروف واقعہ بھی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابودرداءؓ کی روایتیں دو الگ الگ واقعات کے متعلق معلوم ہوتی ہیں جو مدینہ منورہ میں آپؐ کو بحالتِ نماز پیش آئے اور لَيْلَةُ الْاِسْرَاءِ کا واقعہ الگ ہے۔ اس واقعہ سے مدینہ منورہ والے دونوں واقعوں کی نوعیت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی اسی طرح از قبیل مکاشفات تھے۔ اگر لَيْلَةُ الْاِسْرَاءِ کے واقعہ کی روایت ہمارے سامنے نہ بھی ہو تب بھی ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ یہ نظارہ ایک کشف کی صورت میں دکھلایا گیا تھا۔ آپؐ کی زندگی میں اس کی مثالیں اور بھی ملتی ہیں۔ (دیکھئے شرح باب ۵۱: من صلّی و قدامه تنور أو نار۔ نمبر ۴۳۱)

اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ شیطان ارواح میں سے ہے۔ وہ جب بھی نظر آتا ہے تو کسی نہ کسی شکل میں متمثّل ہو کر نظر آتا ہے۔ بخاریؒ اور مسلمؒ کی مذکورہ بالا روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت گھنونی شکل کا تھا۔

غرض بیرونی شہادتوں سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ ایک کشف ہے جس کا تعلق مابعد کے واقعات کے ساتھ تھا اور یہ کہ وہ حرف بحرف پورا ہوا۔ خود اس روایت کے اندر بھی ایسے قرائن موجود ہیں جو اس کو کسی دوسرے واقعہ پر چسپاں کرنے سے روکتے ہیں۔ اِن قرائن میں سے مثلاً ایک بڑا قرینہ یہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا ہے جو آپؑ نے ایک عظیم الشان فتنے کے اثناء میں کی تھی۔ قرآن مجید اس فتنہ کی طرف اشارہ بایں الفاظ فرماتا ہے: وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ○ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا....(صٓ: ۳۵-۳۶)

{ترجمہ: اور یقیناً ہم نے سلیمان کو آزمایا اور ہم نے اس (کی سلطنت) کے تخت پر (عقل و شعور سے عاری) ایک جسد پھینک دیا۔ تب وہ (اللہ ہی کی طرف) جُھکا۔ (اور) کہا: اے میرے ربّ! مجھے بخش دے اور مجھے ایک ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد اُس پر اور کوئی نہ جچے۔}

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس فتنہ کا احساس اپنی زندگی میں ہی کر لیا تھا۔ یعنی یہ کہ آپؑ کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے ریشہ دوانیاں ہو رہی ہیں جس پر آپ نے اس فتنہ سے محفوظ رہنے کی دعا کی۔

(۱- سلاطین، باب ۱۱، آیت ۲۸ اور ۳۵)

آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ کا بیٹا ربعام تخت پر بیٹھا۔ یہ شخص جسم بلا روح تھا۔ اس کے زمانہ میں وہ تمام فتنے بڑے زور سے نمودار ہوگئے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں دبے رہے اور وہ سرکش اور اجنبی قومیں جن کو آپؑ نے غلام بنالیا تھا بنی اسرائیل کی غلامی سے نکل گئیں۔ (۱- سلاطین، باب ۹، آیت ۲۱)

مُلْكًا لَّا يَنْبَغِىْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِىْ کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ پھر ان کے بعد بنی اسرائیل کو وہ شان وشوکت کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ اس دعا کا خیالی جنوں کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں کہ یہ سمجھا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال پیدا ہوا کہ جنوں کو مسخر کرنا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے خاص تھا۔ مجھے جن کو مسخر نہیں کرنا چاہئے اور نہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے غیر مرئی جنوں کو لوہے کی زنجیروں میں کبھی جکڑا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کشف کے یہ معنے تھے کہ شیطان آپؐ کو آپؐ کے فرضِ منصبی سے روکنے کے لئے جنگ کی صورت میں عداوت کی آگ بھڑکائے گا اور آپؐ کے برخلاف سرکش اجڈ قبائل کو اُکسائے گا۔ **فَأَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ**: مگر آپؐ اس پر قابو پائیں گے۔ **فَرَدَّهٗ خَاسِئًا**: وہ اپنے اس حملہ سے ذلیل ہوکر لوٹے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مغلوب شدہ قوموں کو غلام بنالیا تھا جو آخر دم تک ان کی غلامی میں رہیں۔ یہ ایک حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیت تھی اور ان کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ ایسا کریں۔ کشفی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن مشیتِ الٰہی کے ماتحت اس طرف منتقل کیا گیا کہ آپؐ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم **فَدَتْهُ نَفْسِىْ** نے اپنے مغلوب دشمن کو کبھی غلام نہیں بنایا۔ اہل مکہ جو اپنی شدید ترین دشمنی اور بھیانک مظالم کی وجہ سے نیز جنگی قوانین کی رو سے اس غلامی کے مستحق تھے انہیں بھی **لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ** (یوسف: ۹۳) کہہ کر آزاد کردیا اور ان میں سے بعض تو اسلام میں داخل ہوگئے اور جو اپنے مذہب پر رہے اُن کو آزاد امن پسند رعایا کے حقوق عطا کئے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض انسان کو انسانوں کے بندھنوں سے چھڑانا تھی (الاعراف: ۱۵۸) مزید شرح کے لئے دیکھئے روایت نمبر ۱۲۱۰۔

یہ اصلیت اور حقیقت ہے اس روایت کی۔ امام بخاریؒ نے اس کشف پر مسئلہ معنونہ کی بنیاد رکھی ہے۔ فقہاء خواب یا کشف کی بناء پر فقہی مسئلہ کی بنیاد رکھنا جائز نہیں سمجھتے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوفؒ کے نزدیک ایسا جائز ہے۔ چنانچہ باب ۵۱ میں بھی انہوں نے کشفی نظارہ سے مسئلہ مستنبط کرنے میں مدد لی ہے اور یہ اس وقت جبکہ دیگر قرائن بھی مؤید ہیں۔

بَاب ٧٦: اَلْاِغْتِسَالُ إِذَا أَسْلَمَ وَرَبْطُ الْأَسِيْرِ أَيْضًا فِي الْمَسْجِدِ

جب اسلام میں داخل ہو تو غسل کرنا نیز مسجد میں قیدی کا باندھنا

وَكَانَ شُرَيْحٌ يَأْمُرُ الْغَرِيْمَ أَنْ يُحْبَسَ إِلَى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ.

اور شریح قرض دار کو مسجد کے ستون سے باندھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

٤٦٢ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ.

۴۶۲: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہم سے بیان کیا، کہا: سعید بن ابوسعید نے ہمیں بتلایا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے تو وہ بنوحنیفہ میں سے ایک شخص کو جسے ثمامہ بن اُثال کہا جاتا تھا (پکڑ کر) لے آئے اور اُسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس باہر آئے اور فرمایا: ثمامہ کو چھوڑ دو تو وہ مسجد کے قریب ہی کھجوروں کی طرف چلا گیا اور نہایا۔ پھر وہ مسجد میں آیا اور کہا: میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

تشریح: چونکہ سابقہ استدلال ایک اعتبار سے قابل اعتراض تھا اور واقعہ مذکور میں وہ وضاحت نہیں جو مسئلہ استنباط کرنے کے لئے ضروری ہے اس لئے امام بخاریؒ نے ایک الگ مستقل باب قائم کیا ہے اور اس کے ضمن میں ثمامہؓ بن اثال کا واقعہ مختصراً نقل کیا ہے۔ یہ شخص قبیلہ بنی حنیفہ کا سردار تھا اور آپؐ کا سخت دشمن تھا۔ لڑائی میں شکست کھا کر قید ہو گیا تھا۔ آپؐ نے مسجد میں اس کو چند دن قید رکھا۔ وہ نمازوں کی کیفیت دیکھتا رہا۔ قرآن مجید سننے کا بھی اُسے موقع ملا اور ایسا ہی آپؐ کے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بھی دیکھا۔ جس سے وہ متأثر ہوا آخر آزاد ہونے پر خود بخود اپنی مرضی سے مسلمان ہو گیا اور اُس کی قوم بھی مسلمان ہو گئی۔ کوئی دینی مصلحت یا اہم غرض مدنظر رکھتے ہوئے مسجد میں کسی کو نظر بند یا قید رکھنا مسجد کے آداب کے منافی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مصلحت کو مدنظر رکھ کر ثمامہؓ کو مسجد میں قید رکھا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کی عبادت کا نمونہ دیکھ کر وہ متأثر ہوئے۔ شارحین نے یہ استدلال کیا ہے کہ سابقہ باب میں جو اَسِیْر یا غَرِیْم باندھنے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ثمامہ بن اثال ہی ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء رابع صفحہ ۲۳۵) مگر جملہ رَبْطُ الْاَسِيْرِ أَيْضًا فِي الْمَسْجِدِ ان کے اس استدلال کے خلاف ہے۔ لفظ ایضاً اشارہ کرتا ہے کہ یہاں کسی اور قیدی کے باندھنے کا ذکر ہے اور یہ کہ کشفی نظارہ اور واقعہ مذکورہ دونوں مل کر فتویٰ کی تائید کرتے ہیں۔

بَاب۷۷: اَلْخَيْمَةُ فِي الْمَسْجِدِ لِلْمَرْضَى وَغَيْرِهِمْ

مسجد میں بیماروں وغیرہ کے لئے خیمہ لگانا

٤٦٣: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُصِيْبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُوْدَهُ مِنْ قَرِيْبٍ فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِّنْ بَنِي غِفَارٍ إِلَّا الدَّمُ يَسِيْلُ إِلَيْهِمْ فَقَالُوْا يَا أَهْلَ الْخَيْمَةِ مَا هَذَا الَّذِي يَأْتِيْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ فَإِذَا سَعْدٌ يَغْذُوْ جُرْحُهُ دَمًا فَمَاتَ فِيْهَا.

۴۶۳: ہم سے زکریا بن یحیٰی نے بیان کیا، کہا: عبداللہ بن نمیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ کہتی تھیں کہ حضرت سعدؓ کو خندق کے دن ہفت اندام میں زخم لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں خیمہ لگایا، تا کہ آپؐ قریب ہی سے ان کی عیادت کریں اور مسجد میں بنوغفار کا بھی خیمہ تھا۔ تو یکا یک خون نے ان کو گھبرا دیا جو کہ ان کی طرف بہہ کر آ رہا تھا۔ انہوں نے کہا: خیمہ والو! یہ کیا ہے جو تمہاری طرف سے ہمارے پاس آ رہا ہے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت سعدؓ ہیں۔ ان کا زخم خون سے بہہ رہا ہے اور وہ اسی سے فوت ہوئے۔

تشریح: جیسا کہ بتلایا جا چکا ہے کہ مسجد نبویؐ کا صحن وسیع تھا۔ حضرت سعد بن معاذؓ جنگ خندق میں زخمی ہو گئے تھے۔ یہ جلیل القدر صحابہؓ میں سے تھے۔ جنگ میں نمایاں کام کیا تھا۔ آپؐ نے مسجد کے صحن میں اُن کا خیمہ لگوا دیا تا کہ ان کی تیمارداری بخوبی ہو سکے۔ اس وقت اس غرض کے لئے علیحدہ کوئی عمارت نہ تھی۔ اس مجاہد کی تیمارداری کے لئے مسجد کے ایک حصہ کو بحالت مجبوری استعمال کیا گیا۔ مگر اس سے عام اجازت کا مسئلہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ مثالیں سابقہ مسئلہ کی وضاحت کے لئے دی جا رہی ہیں۔

بَاب ۷۸: إِدْخَالُ الْبَعِيْرِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ

کسی ضرورت کی وجہ سے اُونٹ مسجد میں لے آنا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعِيْرٍ.

اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے) اُونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔

٤٦٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَشْتَكِيْ قَالَ طُوْفِي مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ.

۴۶۴: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے محمد بن عبدالرحمان بن نوفل سے، انہوں نے عروہ (بن زبیر) سے، عروہ نے حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ سے، حضرت زینبؓ نے حضرت امّ سلمہؓ سے روایت کی۔ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے طواف کر لو۔ چنانچہ میں نے طواف کیا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؐ "وَالطُّوْرِ وَ كِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ" پڑھ رہے تھے۔

تشریح: عنوان باب میں حضرت ابن عباسؓ کا جو حوالہ نقل کیا گیا ہے وہ ابوداؤد کی ایک روایت سے لیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے۔ آپؐ کو بیماری کی تکلیف تھی تو آپؐ نے اپنی سواری پر ہی طواف حج کیا۔ (سنن ابی داؤد. کتاب المناسک. باب الطواف الواجب) مسلم کتاب الحج میں بھی اس کا ذکر ہے۔ وہاں حضرت جابرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی غرض یہ تھی کہ لوگ آپؐ کو دیکھ سکیں اور مسائل پوچھ سکیں۔
(مسلم. کتاب الحج. باب جواز الطواف علی بعیر)

امام بخاریؒ نے اسی وجہ سے عنوان باب میں لِلْعِلَّةِ کا جملہ اختیار کیا ہے جو بیماری پر بھی دلالت کرتا ہے اور اس کے علاوہ اور وجوہات پر بھی۔ طواف حج کے لئے مسجد حرام میں سے گزرنا پڑتا ہے اس سے بعض نے یہ استنباط کیا ہے کہ عندالضرورت مسجد میں سواری کو لے آنا آدابِ مسجد کے منافی نہیں مگر بعض علماء نے یہ شرط لگائی ہے کہ پیشاب وغیرہ سے مسجد کے ملوث ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

باب ۷۹

۴۶۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ {أَحَدُهُمَا عَبَّادُ ابْنُ بِشْرٍ وَ أَحْسِبُ الثَّانِيَ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ} فِي لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ وَّمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ يُضِيْئَانِ بَيْنَ أَيْدِيْهِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا وَاحِدٌ حَتَّى أَتَى أَهْلَهُ.

۴۶۵: ہم سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا: معاذ بن ہشام نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے قتادہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم سے حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے دو شخص ایک تاریک رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے۔ [☆ان میں سے ایک حضرت عباد بن بشرؓ تھے اور دوسرے میں سمجھتا ہوں حضرت اُسید بن حضیرؓ تھے] اور ان کے ساتھ دو چراغ جیسے تھے جو اُن کے سامنے روشنی کر رہے تھے۔ جب وہ دونوں جدا ہوئے تو اُن میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ ہو گیا آخر وہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ گئے۔

تشریح: باب ۷۹ بغیر عنوان کے باندھا گیا ہے۔ جب بھی امام بخاریؒ ایسا کرتے ہیں تو اس سے یہ سمجھانا مقصود ہوتا ہے کہ اس باب کا تعلق ماقبل اور مابعد کے بابوں کے ساتھ ہے۔ امام موصوفؒ نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ بغیر اس کے کہ اپنی طرف سے کوئی الفاظ بڑھائیں مسائل کے متعلق ان کی رائے بھی ساتھ ساتھ ظاہر ہوتی جائے۔ اس امر میں انہوں نے اس قدر احتیاط سے کام لیا ہے کہ باب کے جو عنوان قائم کیے ہیں، ان کے الفاظ بھی حتی الوسع روایات سے اخذ کئے ہیں اور بسا اوقات ابواب کو خاص ترتیب دے کر اپنا مقصد سمجھا گئے ہیں۔ اس کی مثالیں بہت گزر چکی ہیں۔ یہاں بھی اس قسم کے تصرف سے کام لیا گیا ہے۔

باب ۶۷ سے لے کر باب ۸۰ تک ایسے مسائل کا ذکر ہے جن کے جواز یا عدم جواز کا دارومدار خاص حالات و ضرورتِ وقت پر ہے۔ مثلاً ابتدائی زمانہ میں جب قیدیوں اور بیماروں کے لئے علیحدہ عمارتیں نہ تھیں اور بعض خاص آدمیوں کے حالات اس بات کا تقاضا کرتے تھے کہ ان کے لئے خاص اہتمام کیا جائے تو اس صورت میں مسجد کو ان کے لئے استعمال کیا گیا تھا۔ غرض ان تمام مسائل میں استثنائی صورت کی طرف توجہ دلانے کے لئے امام موصوفؒ نے ایک ایسا باب (۷۹) بلا عنوان قائم کیا ہے جس میں ایک خارق عادت امر کا ذکر ہے جو دو صحابیوں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ تاریک

☆ ناموں کی یہ وضاحت بعض دوسرے نسخوں میں ملتی ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری مطبوعہ قدیمی کتب خانہ۔ آرام باغ۔ کراچی)

رات کا وقت تھا۔روشنی کا کوئی سامان نہ تھا اور خارق عادت طور پر ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سلوک ہوا۔اس واقعہ کا ذکر کتاب المناقب (باب سؤال المشرکین ان یریهم النبیؐ آیة. نمبر۳۶۳۹،باب منقبة اسیدبن حضیر نمبر۳۸۰۵) میں بھی آئے گا اور وہاں اس کی نوعیت پر مزید روشنی ڈالی جائے گی۔یہ امر کہ اس باب کا تعلق یہاں صرف استثنائی حالتوں کی طرف توجہ دلانے کے ساتھ ہے اس بات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ باب مذکور کے معاً بعد پہلا باب جو قائم کیا گیا ہے اس میں پھر ایک استثنائی حالت کا ذکر ہے: لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ اَبِيْ بَكْرٍ (نمبر۴۶۶) مسجد میں کوئی دروازہ نہ رہنے دیا جائے بند کردیے جائیں سوائے حضرت ابوبکرؓ کے دروازہ کے۔سُدُّوْا عَنِّيْ كُلَّ خَوْخَةٍ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ اَبِيْ بَكْرٍ (نمبر۴۶۷) حضرت ابوبکرؓ کی کھڑکی کے سوا باقی سب کھڑکیاں مسجد میں بند کردی جائیں۔انہیں وہ خصوصیت اور امتیازی حیثیت حاصل تھی جو دوسروں کو نہ تھی۔اس لئے ان کے ساتھ خاص سلوک کیا گیا۔ ایسا ہی حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت ثمامہؓ بن اثال کے ساتھ بھی۔اس لئے ان کے واقعات کی بناء پر مسائل میں توسع اختیار کرنا جائز نہیں۔

بَاب ۸۰: اَلْخَوْخَةُ وَالْمَمَرُّ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں کھڑکی اور گزرگاہ (رکھنا)

۴۶۶: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُلْتُ فِي نَفْسِيْ مَا يُبْكِيْ هَذَا الشَّيْخَ إِنْ يَّكُنِ اللّٰهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۴۶۶: ہم سے محمد بن سنان نے بیان کیا، کہا: فُلیح نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابونضر نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے عُبَید بن حُنین سے، عُبَید نے بُسر بن سعید سے، بُسر نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں کو) مخاطب کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کو لے یا اس کو لے جو اللہ کے پاس ہے تو اس نے جو اللہ کے پاس ہے اس کو پسند کیا ہے۔اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے تو میں نے اپنے دل میں کہا: اس بزرگ کو کون سی بات رُلا رہی ہے۔اگر اللہ تعالیٰ نے بندے کو دُنیا یا جو اُس کے پاس ہے پسند کرنے کے متعلق اختیار دیا ہے اور پھر

هُوَ الْعَبْدُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَّا تَبْكِ إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ وَّلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا مِّنْ أُمَّتِيْ لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ.

اس نے جو اللہ (عزوجل) کے پاس ہے اسے پسند کر لیا ہے۔ (تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ بندے تھے اور حضرت ابوبکرؓ ہم سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر مت رو۔ یقیناً تمام لوگوں سے بڑھ کر مجھ پر احسان کرنے والا بلحاظ اپنی رفاقت اور اپنے مال کے ابوبکر ہی ہے۔ اگر میں نے اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو میں ابوبکر کو بناتا۔ لیکن اسلام کی برادری اور محبت ہی ہے۔ مسجد میں کوئی دروازہ نہ رہنے دیا جائے، بند کر دیے جائیں، سوائے ابوبکر کے دروازہ کے۔

٤٦٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ يَعْلَى بْنَ حَكِيْمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ عَاصِبًا رَّأْسَهُ بِخِرْقَةٍ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَمَنَّ عَلَيَّ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي قُحَافَةَ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنَ النَّاسِ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا

۴۶۷: ہم سے عبداللہ بن محمد جعفی نے بیان کیا، کہا: وہب بن جریر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھے بتلایا۔ کہا: میں نے یعلی بن حکیم سے سنا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بیماری میں کہ جس میں آپؐ فوت ہوئے تھے، باہر آئے۔ آپؐ نے اپنے سر کو (اپنے) کپڑے سے باندھا ہوا تھا۔ آپؐ منبر پر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف اور ستائش کی۔ پھر فرمایا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں جو بلحاظ اپنی جان اور مال کے مجھ پر ابوبکر بن ابوقحافہ سے بڑھ کر احسان کرنے والا ہو۔ اگر میں نے لوگوں میں سے

بَكْرٍ خَلِيْلًا وَّلَكِنَّ خُلَّةَ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ سُدُّوْا عَنِّيْ كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ.

کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ضرور ابوبکر کو ہی خلیل بناتا۔ لیکن اسلام کی دوستی سب سے افضل ہے۔ اس مسجد میں تمام کھڑکیوں کو میری طرف سے بند کر دو سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔

تشریح: باب مذکورہ بالا میں دو روایتیں لائی گئی ہیں۔ پہلی روایت (نمبر ۴۶۶) سے یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ خطبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کب اور کہاں پڑھا۔ دوسری روایت (نمبر ۴۶۷) سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے۔ کتاب المناقب (نمبر ۳۶۵۴، ۳۶۵۶، ۳۶۵۷) میں اس کی مزید تشریح دیکھئے۔

بَاب ۸۱: اَلْأَبْوَابُ وَالْغَلَقُ لِلْكَعْبَةِ وَالْمَسَاجِدِ

کعبہ اور مسجد کے دروازے اور تالے

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ لِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يَا عَبْدَ الْمَلِكِ لَوْ رَأَيْتَ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبْوَابَهَا.

ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: اور عبداللہ بن محمد نے مجھ سے کہا کہ سفیان نے ابن جریج سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا، کہا: ابن ابی مُلیکہ نے مجھ سے کہا: عبدالملک! کاش آپ حضرت ابن عباسؓ کی مسجدیں اور ان کے دروازے دیکھیں۔

۴۶۸: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ فَدَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ فَفَتَحَ الْبَابَ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلَالٌ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ ثُمَّ أَغْلَقَ الْبَابَ

۴۶۸: ہم سے ابونعمان اور قُتیبہ (بن سعید) نے بیان کیا۔ وہ دونوں کہتے تھے کہ حماد (بن زید) نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے اور حضرت عثمانؓ بن طلحہ کو بلایا۔ اُنہوں نے دروازہ کھولا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عثمانؓ بن طلحہ اندر گئے اور پھر دروازہ بند کر دیا

فَلَبِثَ فِيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَجُوْا قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَبَدَرْتُ فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقَالَ صَلَّى فِيْهِ فَقُلْتُ فِي أَيٍّ قَالَ بَيْنَ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَذَهَبَ عَلَيَّ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى.

اور آپؐ اس میں کچھ دیر ٹھہرے۔ پھر نکلے۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے تھے: میں جلدی سے آگے بڑھا اور حضرت بلالؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپؐ نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے۔ میں نے کہا: کس جگہ؟ کہا: ان ستونوں کے درمیان۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے تھے: مجھ سے رہ گیا کہ میں ان سے پوچھوں کہ آپؐ نے کتنی رکعتیں نماز پڑھی۔

تشریح: باب نمبر ۸۱ میں مسجد کے دروازوں اور تالوں وغیرہ کے متعلق اہتمام کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یعنی یہ نہ ہو کہ وہ چوپٹ کھلے رہیں جیسے اس کا کوئی والی وارث ہی نہیں ہے۔ عنوان باب کی اصل غرض وغایت واضح کرنے کے لئے ہی اس میں بطور تعلیق کے ابن ابی مُلیکہ کا حوالہ نقل کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی مسجد میں دروازے قابل دید چیز تھی وہ اُن کا خاص اہتمام رکھتے تھے۔ یعنی باعتبار صفائی کے اور باعتبار حفاظت کے۔ روایت نمبر ۴۶۸ میں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ فتح مکہ کے زمانہ کا ہے۔ اس کی تفصیل کتاب الحج (روایت نمبر ۱۵۹۸، ۱۵۹۹) میں بھی آئے گی۔ یہاں اس سے یہ استنباط کیا گیا ہے کہ مسجد کو بند کر کے رکھنا مسجد کے احترام کے خلاف نہیں بلکہ اس کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔

بَاب ۸۲: دُخُوْلُ الْمُشْرِكِ الْمَسْجِدَ

مشرک کا مسجد میں داخل ہونا

٤٦٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ.

۴۶۹: ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا: لیث نے سعید بن ابی سعید سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سوار نجد کی طرف بھیجے تو وہ بنو حنیفہ کے ایک آدمی کو (پکڑ کر) لے آئے۔ اسے ثمامہ بن اثال کہتے تھے۔ مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ انہوں نے اس کو باندھ دیا۔

تشریح: دُخُوْلُ الْمُشْرِكِ الْمَسْجِدَ: مسئلہ مذکور کے متعلق بہت اختلاف کیا گیا ہے جس کی بناء یہ آیت ہے: اِنَّمَاالْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (توبہ:۲۸) {ترجمہ: مشرکین تو ناپاک ہیں۔ پس وہ اپنے اِس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکیں۔} جن فقہاء نے نجس سے معنوی ناپاکی مراد لی ہے اور اس نص صریح کو بیت اللہ کے لئے ہی مخصوص سمجھا ہے۔ انہوں نے مشرک کا مسجد میں داخل ہونا جائز سمجھا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا یہی مذہب ہے اور مالکی مطلقاً ممنوع سمجھتے ہیں۔ شافعی فقہاء اس ممانعت کو بیت اللہ سے مخصوص سمجھتے ہیں۔ بعض نے کتابی مشرک اور غیر کتابی مشرک کے درمیان فرق کیا ہے۔ مگر ثمامہ بن اُثال جس کے واقعہ سے یہاں استدلال کیا گیا ہے اہل کتاب میں سے نہ تھا۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۲۷۴) امام بخاریؒ اس مسئلہ کے متعلق خاموش ہیں۔

بَاب ۸۳: رَفْعُ الصَّوْتِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں آواز بلند کرنا

٤٧٠ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْجُعَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا قَالَ مَنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۴۷۰: ہم سے علی بن عبداللہ (بن جعفر بن نجیح مدنی) نے بیان کیا، کہا: یحییٰ بن سعید (قطان) نے ہم سے بیان کیا، کہا: جُعَید بن عبدالرحمان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا کہ یزید بن خُصَیفہ نے حضرت سائبؓ بن یزید سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا۔ وہ کہتے تھے: میں مسجد میں کھڑا تھا کہ ایک شخص نے مجھے کنکری ماری۔ میں نے (اس کی طرف) نظر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر بن خطابؓ ہیں۔ انہوں نے کہا: جاؤ۔ ان دونوں کو میرے پاس لے آؤ۔ میں ان دونوں کو لے آیا۔ (حضرت عمرؓ نے) کہا: تم دونوں کون ہو؟ یا کہا: تم کہاں سے ہو؟ انہوں نے کہا کہ طائف کے باشندوں میں سے ہیں۔ کہا: اگر تم اس شہر کے باشندے ہوتے تو میں تمہاری دردیں نکالتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تم اپنی آوازیں بلند کرتے ہو۔

٤٧١ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ ابْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا لَهُ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ وَنَادَى يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، يَا كَعْبُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَاقْضِهِ.

۴۷۱: ہم سے احمد (بن صالح) نے بیان کیا، کہا: ابن وہب نے ہم سے بیان کیا، کہا: یونس بن یزید نے مجھے بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ عبداللہ بن کعب بن مالک نے مجھے بتلایا کہ حضرت کعبؓ بن مالک نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد میں حضرت ابن ابی حدردؓ سے اپنے ایک قرضہ کا جو کہ ان کے ذمہ تھا تقاضا کیا اور ان کی آوازیں اتنی بلند ہوگئیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیں۔ حالانکہ آپؐ اپنے گھر میں تھے تو آپؐ ان کی طرف باہر آئے اور اپنی کوٹھڑی کا پردہ ہٹایا اور پکارا: کعب بن مالک! اے کعب! کہا: حاضر یا رسول اللہ! تو آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اپنے قرضہ سے نصف کم کردو۔ حضرت کعبؓ نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٹھو اور اسے ادا کرو۔

تشریح: یہ باب بھی ایک اختلاف کی وجہ سے قائم کیا گیا ہے۔ امام مالکؒ مسجد میں اونچی آواز سے بولنا مطلقاً مکروہ سمجھتے ہیں۔ مگر بعض نے دینی معلومات حاصل کرنے یا دینے کے لئے مسجد میں بلند آواز سے بولنے کو مستثنیٰ کیا ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۲۵) ابن ماجہ نے بہت سی روایات جمع کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں بلند آواز سے بولنا ناپسندیدہ امر ہے۔ (ابن ماجه. كتاب المساجد. باب ما يكره في المساجد) اس باب کے ذیل میں دو روایتیں لاکر امام بخاریؒ ایک درمیانی راہ کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے واقعہ کی طرف توجہ دلا کر یہ بتلایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ کے عمل درآمد سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں اونچا بولنا ناجائز سمجھا جاتا تھا۔ اس کے لئے کوئی نہ کوئی معقول وجہ ان کے پاس ضرور ہوگی۔ نبی ﷺ نے بھی ایک موقع پر لین دین کا جھگڑا مسجد میں ناپسند فرمایا اور اس میں دخل دیا۔ حضرت کعب بن مالکؓ کو بلا کر اشارہ سے فرمایا کہ

آدھا قرضہ چھوڑ دو۔ گویا آپؐ نے جھگڑا ناپسند کیا اور اس میں دخل دیا جس کے لئے آپؐ کو آواز بلند کرنی پڑی مگر اسی حد تک جو اَز بس ضروری تھی اور جہاں اشارہ سے اپنے مافی الضمیر کو ادا کیا جا سکتا تھا وہاں اشارہ سے ادا کیا۔ خلاصہ یہ کہ مسجد میں عندالضرورۃ اونچا بولنا بھی جائز ہے۔ مسجدیں ذکر الٰہی کے لئے ہوتی ہیں اس لیے ہر ایسی بات سے منع کیا گیا ہے جو ذکر الٰہی میں مخل ہو۔

بَاب ٨٤ : اَلْحَلَقُ وَالْجُلُوْسُ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں حلقے باندھنا اور بیٹھنا

٤٧٢ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا تَرَى فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ قَالَ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيَ الصُّبْحَ صَلَّى وَاحِدَةً فَأَوْتَرَتْ لَهُ مَا صَلَّى وَإِنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِهِ.

۴۷۲: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: بشر بن مفضل نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور آپؐ منبر پر تھے کہ رات کی نماز کے متعلق آپؐ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا: دو دو (رکعتیں) اور جب صبح ہونے کا ڈر ہو تو ایک ہی رکعت پڑھ لے۔ یہ رکعت جو اُس نے پڑھی ہے اُسے وتر (یعنی طاق) کر دے گی۔ اور حضرت ابن عمرؓ کہا کرتے تھے کہ رات کے وقت اپنی آخری نماز کو طاق رکھو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔

٤٧٣ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ فَقَالَ كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ فَقَالَ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ تُوْتِرُ

۴۷۳: ہم سے ابونعمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ حماد (بن زید) نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ خطبہ پڑھ رہے تھے تو اس نے کہا: رات کی نماز کتنی ہو؟ تو آپؐ نے فرمایا: دو دو (رکعت) اور جب تمہیں صبح ہونے کا ڈر ہو تو ایک ہی

لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ قَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَجُلًا نَادَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ.

رکعت پڑھوتو جونماز تم پڑھ چکے ہو۔ یہ رکعت (اس کو) طاق کر دے گی۔ ولید بن کثیر نے کہا: عبیداللہ بن عبداللہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابن عمرؓ نے انہیں (اس طرح) بتایا کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا جبکہ آپؐ مسجد میں تھے۔

٤٧٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيْلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فَجَلَسَ وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ الثَّلَاثَةِ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللهِ فَآوَاهُ اللهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللهُ مِنْهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللهُ عَنْهُ.

۴۷۴: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت کی کہ حضرت عقیلؓ بن ابی طالب کے (آزادکردہ) غلام ابو مرہ نے حضرت ابوواقد لیثیؓ سے روایت کرتے ہوئے ان کو بتلایا کہ وہ کہتے تھے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے۔ تین شخص سامنے سے آئے۔ دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیدھے چلے آئے اور ایک چلا گیا ان دونوں میں سے ایک جو تھا اس نے (حلقہ میں) خالی جگہ دیکھی اور بیٹھ گیا اور جو دوسرا تھا وہ ان کے پیچھے بیٹھ گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کیا میں تمہیں تین آدمیوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ ان میں سے ایک جو تھا اُس نے اللہ تعالیٰ کے پاس جگہ لی اور اللہ تعالیٰ نے اسے جگہ دی اور جو دوسرا تھا اس نے حیا کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے حیا کی اور وہ جو تیسرا تھا اس نے اعراض کیا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض کیا۔

تشریح: **اَلْحَلَقُ وَالْجُلُوْسُ فِيْ الْمَسْجِدِ:** امام بخاریؒ نے عنوان باب میں حَلَقٌ (صیغہ جمع) کا لفظ اختیار کرنے اور اس کو لفظ جُـلُـوْس پر مقدم کرنے سے اپنے اس مقصد کو واضح کیا ہے جس کے لئے یہ باب باندھا گیا ہے۔ امام مسلمؒ نے حضرت جابرؓ بن سمرہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور لوگ ٹولیاں بن کر الگ الگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے ان کو اس متفرق حالت میں دیکھ کر فرمایا: مَا لِيْ أَرَاكُمْ عِزِيْنَ کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں ٹولیوں میں دیکھتا ہوں۔ (مسلم. كتاب الصلوٰة. باب الامر بالسكون فی الصلاة) یہ منظر اپنے اندر ایک اجتماعی تفرقہ کی صورت رکھتا تھا۔ آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۲۸) امام موصوفؒ نے عنوان باندھتے وقت اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے اور سب سے پہلے ایسی روایتیں لائے ہیں جن کا تعلق وحدت اور توحید کے ساتھ ہے۔ آپؐ کی فطرت کا خمیر توحید سے گندھا ہوا تھا۔ اس لئے آپؐ ہر بات میں وحدت دیکھنا چاہتے تھے اور آپؐ نے ہر مناسب موقع سے فائدہ اٹھایا ہے کہ جماعت کے اندر وحدت کی روح پیدا ہو اور وہ ایک وحدت بن کر منظم صورت میں نظر آئے۔ اس باب کی تینوں روایتوں سے یہی سمجھایا گیا ہے کہ مسجد میں سلیقہ سے بیٹھا جائے۔ خواہ امام وعظ ونصیحت کر رہا ہو یا نہ۔ وعظ ونصیحت سننے کی حالت میں تو اجتماعی صورت میں بیٹھنا از بس ضروری ہے۔ روایت نمبر ۴۷۴ پہلے بھی گزر چکی ہے۔ (دیکھئے كتاب العلم باب من قعد حيث ينتهي المجلس. روایت نمبر ۶۶) اس باب کی دوسری روایت کے آخر میں ولید بن کثیر کا جو حوالہ دیا گیا ہے اس کے متعلق شارحینؒ نے مختلف توجیہیں بیان کی ہیں کہ اس کے ذکر سے امام موصوفؒ کی کیا غرض ہے (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۲۷) بظاہر اس کا تعلق باب کے عنوان سے نہیں لیکن سابقہ باب کے مضمون پر نظر ڈالنے سے اس حوالہ کی غرض وغایت از خود واضح ہو جاتی ہے۔ ایسی مثالیں گزر چکی ہیں جن میں کسی روایت کو سَـمِعْتُ یا رَأَيْتُ پر ختم کیا گیا ہے بغیر اس کے کہ شنیدہ یا دیدہ بات کو بیان کیا گیا ہو۔ (دیکھئے کتاب الوضوء باب ۴۸: المسح على الخفين روایت نمبر ۲۰۵، باب ۷۰: البزاق والمخاط نمبر ۲۴۱ کتاب الحیض باب ۵: مباشرة الحائض) امام موصوفؒ نے اسی دستور کے مطابق یہاں بھی تصرف کیا ہے تا ضمناً رفع الصوت کے موقع ومحل کی طرف توجہ دلائی جائے۔

بَاب ۸۵ :اَلْاِسْتِلْقَاءُ فِي الْمَسْجِدِ وَمَدُّ الرِّجْلِ

مسجد میں چت لیٹنا اور پاؤں کو لمبا کرنا

۴۷۵ :حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ رَأَى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى

۴۷۵: ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عباد بن تمیم سے، عباد نے اپنے چچا سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا۔ آپؐ نے

الْأُخْرَى وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ كَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلَانِ ذَلِكَ.

ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا تھا۔ اور ابن شہاب سے مروی ہے کہ انہوں نے سعید بن مسیّب سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی ایسا کیا کرتے تھے۔

تشریح: ابوداؤد وغیرہ نے بعض ایسی روایتیں نقل کی ہیں جن سے مسجد میں ٹانگیں پسار کر چت لیٹنے کی ممانعت کا ذکر ہے۔ (کتاب الادب. باب فی الرجل یضع احدی رجلیه علی الأخری) اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ تہہ بند اِدھر اُدھر سرکنے سے ننگا ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ بیہقی اور بغوی وغیرہ محدثین نے اس کی وضاحت کی ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۲۸) اس روایت کے الفاظ وَاضِعًا اِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے یہ احتیاط کی ہوئی تھی کپڑا نہ سرک جائے۔ بعض کا خیال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسا کرنا جائز تھا دوسروں کے لئے جائز نہیں۔ مگر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین بھی کبھی اس طرح لیٹ جایا کرتے تھے۔ یہ امر مشہور و معروف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ مجلس میں آپؐ پورے وقار سے بیٹھا کرتے تھے مگر تنہائی میں نماز سے فارغ ہونے پر آرام کرنے کے لئے آپؐ کبھی لیٹ جاتے اور یہ آدابِ مسجد کے منافی نہیں۔ آدابِ مجلس واجتماع اور ہیں اور آدابِ مسجد اور۔ ان دونوں میں تمیز نہ کرنے کی وجہ سے اعتراض پیدا ہوا ہے۔ امام ابن حجرؒ نے اس فرق کی طرف توجہ دلائی ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۲۹)

بَاب ٨٦: اَلْمَسْجِدُ يَكُوْنُ فِي الطَّرِيْقِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ بِالنَّاسِ

مسجد راستے میں ہو۔ مگر لوگوں کو کوئی تکلیف نہ ہو

وَبِهِ قَالَ الْحَسَنُ وَأَيُّوْبُ وَمَالِكٌ.

حسن اور ایوب اور مالک نے یہی فتویٰ دیا ہے۔

٤٧٦: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا وَهُمَا

۴۷۶: ہم سے یحيٰ بن بکیر نے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عقیل سے۔ عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی۔ کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے بتلایا کہ حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کہتی تھیں کہ میرے والدین جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے دین (اسلام) کے پابند تھے۔ اور ہم پر

يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً ثُمَّ بَدَا لِأَبِي بَكْرٍ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَآءِ دَارِهِ فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَقِفُ عَلَيْهِ نِسَآءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَبْنَآؤُهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً لَّا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ.

کوئی بھی ایسا دن نہیں گزرا کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس دن کے دونوں وقتوں میں (یعنی) صبح شام نہ آئے ہوں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کو خیال آیا تو انہوں نے اپنی حویلی کے صحن میں ایک مسجد بنائی اور وہ اس میں نماز پڑھا کرتے تھے اور قرآن مجید بھی پڑھا کرتے تھے۔ ان کے پاس مشرکوں کی عورتیں اور ان کے لڑکے کھڑے ہوجاتے اور ان سے تعجب کرتے اور ان کی طرف دیکھتے رہتے اور حضرت ابوبکرؓ بہت ہی رونے والے آدمی تھے۔ جب قرآن پڑھتے تو اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکتے تھے تو اس بات نے مشرکین قریش کے بڑے آدمیوں کو گھبرا دیا۔

تشریح: عنوانِ باب میں حسن بصری اور ایوب سختیانی اور مالکؒ کے فتویٰ کا حوالہ دے کر اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے جو انہوں نے جمہور سے کیا ہے جن کے نزدیک شارع عام میں بھی مسجد بنانا جائز ہے۔ بشرطیکہ لوگوں کو تکلیف یا نقصان نہ پہنچے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۲۹) امام بخاریؒ نے اس اختلاف کے متعلق روایت نمبر ۴۷۶ کی بناء پر جو رائے ظاہر کی ہے وہ یہ ہے کہ مسجد راستے پر ایسے حصہ میں بنائی جائے جو اپنی ملک ہو اور جو لوگوں کی تکلیف یا نقصان کا باعث نہ ہو۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی تھی۔

فِنَاء اس جگہ کو کہتے ہیں جو گھر کے سامنے باہر مختلف اغراض کے لئے خالی چھوڑی جاتی ہے۔ ان کے گھر کے اس میدان کے پاس سے شارع عام گزرتا تھا۔ عورتیں اور بچے خود بخود کھڑے ہو جاتے اور قرآن مجید سن کر متاثر ہوتے جس سے کفار کو فکر پڑی۔ یہ واقعہ کتاب المناقب (باب هجرة النبیؐ. روایت نمبر ۳۹۰۶) میں مفصل مذکور ہے۔

بَاب ۸۷: اَلصَّلَاةُ فِي مَسْجِدِ السُّوْقِ

بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا

وَصَلَّى ابْنُ عَوْنٍ فِي مَسْجِدٍ فِي دَارٍ يُغْلَقُ عَلَيْهِمُ الْبَابُ.

اور ابن عون نے ایک مسجد میں نماز پڑھی جو حویلی میں تھی۔ دروازہ لوگوں کے لیے بند کر دیا جاتا تھا۔

٤٧٧ :حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَمِيْعِ تَزِيْدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَصَلَاتِهِ فِي سُوْقِهِ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وَأَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيْدُ إِلَّا الصَّلَاةَ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ خَطِيْئَةً حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتْ تَحْبِسُهُ وَتُصَلِّيْ يَعْنِي عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَمْ يُؤْذِ يُحْدِثُ فِيْهِ.

۴۷۷: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: ابومعاویہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابو ہریرہؓ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: باجماعت نماز پچیس درجے بڑھ کر ہے اس کی اس نماز سے جو وہ اپنے گھر میں پڑھے اور اس نماز سے جو بازار میں پڑھے۔ کیونکہ تم میں سے اگر کوئی جب وضو کرے اور اچھی طرح کرے اور مسجد میں آئے صرف نماز کا ہی ارادہ رکھتا ہو تو جو قدم بھی وہ اُٹھائے گا اللہ اس کی وجہ سے اس کا ایک ایک درجہ بلند کرتا اور اس کا ایک ایک گناہ اُتارتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہو اور جب مسجد کے اندر آ جائے تو وہ نماز میں ہوگا جب تک کہ نماز اسے روکے رکھے اور جب تک وہ اپنی اس بیٹھنے کی جگہ میں رہے جس میں کہ وہ نماز پڑھتا ہے تو ملائکہ اس کے لئے دُعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ! اسے بخش دے۔ اے اللہ! اس پر رحم کر۔ بشرطیکہ وہ مسجد میں تکلیف نہ دے (یعنی) بے وضو نہ ہو جائے۔

تشریح: کرمانیؒ کا خیال ہے کہ یہ باب اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ حنفی ایسے گھر میں مسجد بنانا جائز نہیں سمجھتے جہاں لوگ نہ پہنچ سکتے ہوں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۳۰) ابن عون کا حوالہ غالباً یہی غرض واضح کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔

يُغْلَقُ عَلَيْهِمُ الْبَابُ: یعنی لوگ اس مسجد میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے بوجہ مقفل رہنے کے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ صَلَاتِهٖ فِيْ سُوْقِهٖ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب بازار میں نماز پڑھنی ہے تو اگر وہاں اس غرض کے لئے مسجد بنائی جائے تو یہ بھی جائز ہوگا۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۳۰) کاروباری لوگوں کے لئے اس میں سہولت رہتی ہے کہ وہ

بجائے جامع مسجد میں جانے کے اپنے بازار کی مسجد میں ہی باجماعت نماز پڑھ لیں۔خصوصاً آجکل جبکہ شہر بہت وسیع ہو چکے ہیں۔ ہر بازار میں اور محلّہ بمحلہ مسجدیں بنانے کی ضرورت واضح ہے۔حنفی ایسی مسجدیں بنانا اوران میں نماز پڑھنا حرام نہیں بلکہ مکروہ اور جامع مسجد میں سب کا اکٹھے نماز پڑھنا ضروری گردانتے ہیں۔(فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۳۰)

بَاب۸۸: تَشْبِيْكُ الْأَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ

مسجد وغیرہ میں انگلیوں کو قینچی کرنا (یعنی انگلیوں کو ایک دوسرے سے پیوست کرنا)

٤٧٨-٤٧٩: حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ حَدَّثَنَا وَاقِدٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَوِ ابْنِ عَمْرٍو شَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَهُ.

۴۷۸-۴۷۹: حامد بن عمر نے بشر سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ عاصم نے بیان کیا کہ واقد نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے اپنے باپ سے،ان کے باپ نے حضرت ابن عمرؓ سے؛ یا ابن عمرو سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو قینچی کیا۔

٤٨٠: وَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعْتُ هَذَا الْحَدِيْثَ مِنْ أَبِي فَلَمْ أَحْفَظْهُ فَقَوَّمَهُ لِي وَاقِدٌ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي وَهُوَ يَقُوْلُ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو كَيْفَ بِكَ إِذَا بَقِيْتَ فِي حُثَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ بِهَذَا.

۴۸۰: اور عاصم بن علی نے کہا: ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث اپنے باپ سے سنی مگر میں نے اُسے یاد نہ رکھا تو واقد نے مجھ کو یہ حدیث صحیح صحیح بتائی۔انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی۔کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا اور وہ کہتے تھے: حضرت عبداللہؓ(بن عمرو) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ بن عمرو! تیرا کیا حال ہوگا جب تو اس (حدیث) کے ساتھ ناکارہ لوگوں میں رہ جائے گا۔

٤٨١: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ عَبْدِ

۴۸۱: ہم سے خلاد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے ابو بردہ بن عبداللہ بن ابی

اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي مُوْسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ.

بردہ سے، انہوں نے اپنے دادا سے، ان کے دادا نے حضرت ابوموسیٰؓ سے، حضرت ابوموسیٰؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ فرماتے تھے: مومن مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے۔ جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کئے رکھتا ہے۔ اور آپؐ نے اپنی انگلیوں کو قینچی کیا۔

٤٨٢ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ سَمَّاهَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلَكِنْ نَّسِيْتُ أَنَا قَالَ فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ إِلَى خَشَبَةٍ مَّعْرُوْضَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَاتَّكَأَ عَلَيْهَا كَأَنَّهُ غَضْبَانُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْأَيْمَنَ عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَخَرَجَتِ السُّرْعَانُ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا قُصِرَتِ الصَّلَاةُ وَفِي الْقَوْمِ أَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ فَهَابَا أَنْ يُّكَلِّمَاهُ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ فِي يَدَيْهِ طُوْلٌ يُّقَالُ

۴۸۲: ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا: ابن شمیل نے ہم سے بیان کیا (کہا) کہ ابن عون نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابن سیرین سے، ابن سیرین نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب وعشاء کی نمازوں میں سے ایک نماز ہمیں پڑھائی۔ ابن سیرین کہتے تھے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے اس کا نام لیا تھا لیکن میں بھول گیا۔ کہتے تھے: آپؐ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا اور ایک لکڑی کی طرف اُٹھ کر گئے جو مسجد میں رکھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے اس پر ٹیک لگائی۔ (ایسا معلوم ہوتا تھا) جیسے آپؐ ناراض ہیں اور آپؐ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا اور اپنی انگلیوں کو قینچی کیا اور اپنا دائیاں رخسار اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھا اور جلد باز لوگ مسجد کے دروازوں سے نکل گئے اور کہنے لگے: نماز کم ہوگئی ہے۔ اور لوگوں میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ مگر دونوں آپؐ سے بات کرنے میں ڈرے۔ اور لوگوں میں ایک آدمی تھا جس کے ہاتھ لمبے تھے۔ اسے ذُوالْيَدَيْن کہا جاتا تھا۔ تو اس نے کہا: یارسول اللہؐ! کیا

لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَنَسِيْتَ أَمْ قُصِرَتِ الصَّلَاةُ قَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ قَالَ أَكَمَا يَقُوْلُ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ فَرُبَّمَا سَأَلُوْهُ ثُمَّ سَلَّمَ فَيَقُوْلُ نُبِّئْتُ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ.

آپؐ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہوگئی ہے۔فرمایا: میں بھولا نہیں اور نہ کم کی گئی ہے۔پھر آپؐ نے فرمایا: کیا ایسا ہی ہے جیسا ذُوالْیَدَیْنِ کہتا ہے۔انہوں نے کہا: ہاں۔اس پر آپؐ آگے بڑھے اور جو (رکعت) آپؐ نے چھوڑی تھی، اسے پڑھا۔پھر آپؐ نے سلام پھیرا اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا اور جس طرح آپؐ سجدہ کیا کرتے تھے اسی طرح یا اس سے لمبا سجدہ کیا۔پھر آپؐ نے اپنا سر اُٹھایا اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا۔پھر آپؐ نے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا اور سجدہ کیا اسی طرح جس طرح آپؐ سجدہ کیا کرتے تھے یا اُس سے لمبا۔پھر آپؐ نے سر اُٹھایا اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا۔کئی بار لوگوں نے (ابن سیرین سے) پوچھا کہ کیا پھر آپؐ نے سلام پھیرا؟ تو وہ (یہی) کہتے: مجھے بتلایا گیا کہ حضرت عمرانؓ بن حصین نے کہا کہ پھر آپؐ نے سلام پھیرا۔

تشریح: بعض وقت امام بخاریؒ ایک باب کسی مسئلہ کے جواز یا عدمِ جواز ثابت کرنے کے لئے نہیں بلکہ کسی اور مضمون کی طرف توجہ دلانے کے لئے باندھتے ہیں۔جس کا تعلق نفسِ مضمون کے ساتھ اتنا نہیں ہوتا جتنا کہ سابقہ باب کے مضمون کے ساتھ ہوتا ہے۔اس میں شک نہیں کہ ابوداؤد وغیرہ نے بعض روایتیں ایسی نقل کی ہیں جو بلحاظ سند کمزور ہیں اور جن میں تَشْبِیک یعنی قینچی کرنے کی ممانعت کا ذکر ہے۔
(ابو داؤد. کتاب الصلاة. باب ماجاء فی الهدی فی المشی)

اور امام موصوفؒ نے بھی ضرور ان کمزور روایتوں کو رد کرنے کے لئے یہ باب باندھا ہے مگر وہ اس کے ساتھ اس تفرقہ اور اختلاف کی طرف بھی توجہ دلا رہے ہیں جو جگہ جگہ مسجدیں بنانے کی وجہ سے امت میں پیدا ہوگیا ہے۔اس باب کی دوسری روایت اس تَشْبِیک کی اصل حقیقت بیان کررہی ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کو قینچی کر کے بتلایا کہ مومنوں کی جماعت اس مضبوط عمارت کی طرح ہوتی ہے جس کی اینٹیں ایک دوسرے میں پیوست ہوکر اپنے وجود کو مضبوطی سے قائم رکھتی ہیں۔پہلی روایت کے الفاظ تَشْبِیک کا اور مفہوم ادا کرتے ہیں یعنی لوگ آپس میں گتھم گتھا ہوں گے۔ان کے درمیان تفرقہ پڑجائے گا۔كَيْفَ بِكَ اِذَا بَقِيْتَ فِىْ حُثَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ بِهٰذَا. یعنی جب تم ردی لوگوں میں باقی رہ جاؤ گے۔بِهٰذَا اس حدیث کے ساتھ۔یعنی ان کو یہ حدیث سناؤ گے۔حُثَالَةٌ کے معنی جَو یا گندم کا چوکھر جسے بھوسی یا چھان کہتے ہیں۔یہاں اس سے نکمے اور بودے لوگ مراد ہیں جن میں سے قوت حیویہ مفقود ہوتی ہے۔

ایک دوسری روایت میں مذکورہ بالا الفاظ کے بعد یہ فقرہ زائد ہے۔ قَدْ مُرِجَتْ عُهُوْدُهُمْ وَاَمَانَاتُهُمْ وَاخْتَلَفُوْا فَصَارُوْا هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ. (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۳۲) حضرت ابن عمرؓ ۸۴ھ میں عبدالملک کے عہد حکومت میں اور بعض روایتوں کے مطابق ۸۶ھ یعنی ولید بن عبدالملک کے عہد میں فوت ہوئے۔ انہوں نے ۷۴ برس کی عمر پائی۔ اس وقت مسلمانوں کی معنویات مضمحل ہو چکی تھیں اور صحابہؓ اکثر فوت ہو گئے تھے۔ آپؐ کی یہ پیشگوئی بکمال صحت پوری ہوئی۔ (دیکھئے کتاب الفتن باب قول النبیؐ الفتنة من قبل المشرق: ۷۰۹۵)

امام بخاری کے لطیف تصرفات میں سے ایک تصرف یہ بھی ہے کہ جس اہم مقصد کے لئے باب باندھنا ہوتا ہے عنوانِ باب میں اس سے متعلقہ روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ باب ۸۴ کا عنوان قائم کرنے میں انہوں نے اسی قسم کے تصرف سے کام لیا ہے۔ باب ہذا کے ماتحت روایتوں کی ترتیب میں بھی یہ تصرف کیا ہے کہ روایت ۴۸۰، ۴۸۱ کو جو وحدتِ جماعت پر دلالت کرتی ہیں روایت ۴۸۲ پر مقدم رکھا ہے۔ اس آخری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حالتِ غم میں اپنی انگلیاں قینچی کیں جیسا کہ ایک غمگین انسان بعض وقت ایسا کرتا ہے۔ غرض ابوداؤد وابن حبان وغیرہ کی مشارٌ الیہا روایتیں درخورِ اعتنا نہیں۔

بَاب ۸۹

اَلْمَسَاجِدُ الَّتِي عَلَى طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ وَالْمَوَاضِعُ الَّتِي صَلَّى فِيْهَا النَّبِيُّ ﷺ

وہ مسجدیں جو مدینہ کے راستوں میں ہیں اور وہ جگہیں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی

۴۸۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَتَحَرَّى أَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيْقِ فَيُصَلِّيْ فِيْهَا وَيُحَدِّثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْهَا وَأَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِي تِلْكَ الْأَمْكِنَةِ وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ فِي تِلْكَ

۴۸۳: ہم سے محمد بن ابی بکر مقدّمی نے بیان کیا، کہا: فضیل بن سلیمان نے ہمیں بتلایا۔ کہا: موسیٰ بن عقبہ نے ہم سے بیان کیا۔ کہا: میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ وہ راستے میں بعض مناسب جگہیں تلاش کرتے۔ پھر ان میں نماز پڑھتے اور بیان کرتے تھے کہ ان کے والد ان جگہوں میں نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان جگہوں میں نماز پڑھتے دیکھا اور نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا کہ وہ ان جگہوں میں نماز پڑھا کرتے تھے اور میں نے سالم

الْأَمْكِنَةِ وَسَأَلْتُ سَالِمًا فَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا وَافَقَ نَافِعًا فِي الْأَمْكِنَةِ كُلِّهَا إِلَّا أَنَّهُمَا اخْتَلَفَا فِي مَسْجِدٍ بِشَرَفِ الرَّوْحَآءِ.

سے پوچھا۔ سو میں یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے بھی ان تمام جگہوں کے متعلق نافع کے ساتھ ہی اتفاق کیا، سوائے اس کے کہ انہوں نے ایک مسجد کے متعلق اختلاف کیا جو شَرَفُ الرَّوْحَآءِ میں ہے۔

٤٨٤ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ يَعْتَمِرُ وَفِي حَجَّتِهِ حِيْنَ حَجَّ تَحْتَ سَمُرَةٍ فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَكَانَ إِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوٍ كَانَ فِي تِلْكَ الطَّرِيْقِ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ هَبَطَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ فَإِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ أَنَاخَ بِالْبَطْحَآءِ الَّتِي عَلَى شَفِيْرِ الْوَادِي الشَّرْقِيَّةِ فَعَرَّسَ ثَمَّ حَتَّى يُصْبِحَ لَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بِحِجَارَةٍ وَّلَا عَلَى الْأَكَمَةِ الَّتِي عَلَيْهَا الْمَسْجِدُ كَانَ ثَمَّ خَلِيْجٌ يُّصَلِّيْ عَبْدُ اللهِ عِنْدَهُ فِي بَطْنِهِ كُثُبٌ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَّ يُصَلِّيْ فَدَحَا السَّيْلُ فِيْهِ بِالْبَطْحَآءِ حَتَّى دَفَنَ ذَلِكَ

۴۸۴: ہم سے ابراہیم بن منذر (حزامی) نے بیان کیا، کہا: انس بن عیاض نے ہم سے بیان کیا، کہا: موسیٰ بن عقبہ نے نافع سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا کہ حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ کے لیے نکلتے تو ذُوالْحُلَيْفَه مقام میں ڈیرہ لگاتے اور اپنے حج میں تو ایک ببول کے درخت کے نیچے اُترے جو اس جگہ تھا جہاں وہ مسجد ہے جو ذُوالْحُلَيْفَه میں ہے اور جب کبھی آپ اس غزوہ سے جو اس راستہ میں ہوتا یا حج سے یا عمرہ سے لوٹتے تو وادی کے نشیب میں اُترتے اور جب نشیبِ وادی سے نکلتے تو آپؐ اس میدان میں اُونٹ بٹھاتے جو وادی کے شرقی کنارے پر ہے اور رات کے پچھلے پہر ڈیرہ لگا کر آرام کرتے یہاں تک کہ آپؐ کو وہیں صبح ہوتی اس مسجد کے پاس نہیں جو کہ پتھروں پر ہے اور نہ اس ٹیلے پر جس پر مسجد ہے۔ وہاں ایک جوہڑ تھا۔ حضرت عبداللہؓ اس کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس کے اندر ریت کے ٹبّے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں نماز پڑھا کرتے تھے۔ سیلاب بطحاء سے اس میں مٹی ڈالتا رہا۔

الْمَكَانَ الَّذِيْ كَانَ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّيْ فِيْهِ.

یہاں تک کہ اُس نے اُس جگہ کو دبا دیا جہاں حضرت عبداللہؓ نماز پڑھا کرتے تھے۔

٤٨٥: وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى حَيْثُ الْمَسْجِدُ الصَّغِيْرُ الَّذِيْ دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بِشَرَفِ الرَّوْحَآءِ وَقَدْ كَانَ عَبْدُ اللهِ يَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِيْ صَلَّى فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثَمَّ عَنْ يَّمِيْنِكَ حِيْنَ تَقُوْمُ فِي الْمَسْجِدِ تُصَلِّيْ وَذَلِكَ الْمَسْجِدُ عَلَى حَافَةِ الطَّرِيْقِ الْيُمْنَى وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الْأَكْبَرِ رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ أَوْ نَحْوُ ذَلِكَ.

۴۸۵: اور یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی نماز پڑھی، جہاں چھوٹی مسجد ہے۔ وہ جو کہ اس مسجد سے ورے ہے جو شَرَفُ الرَّوْحَآءِ میں ہے اور حضرت عبداللہؓ اس جگہ کا نشان دیتے تھے، جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ کہتے تھے کہ جب تم مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو تو (وہ جگہ) تمہارے دائیں طرف ہوتی ہے اور وہ (چھوٹی) مسجد تمہارے راستہ کے دائیں کنارے پر ہوگی جبکہ تم مکہ کی طرف جا رہے ہو۔ اس کے اور بڑی مسجد کے درمیان ایک پتھر کی مار یا اس کے قریب قریب فاصلہ ہے۔

٤٨٦: وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّيْ إِلَى الْعِرْقِ الَّذِيْ عِنْدَ مُنْصَرَفِ الرَّوْحَآءِ وَذَلِكَ الْعِرْقُ انْتِهَاءُ طَرَفِهِ عَلَى حَافَةِ الطَّرِيْقِ دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُنْصَرَفِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ وَقَدِ ابْتُنِيَ ثَمَّ مَسْجِدٌ فَلَمْ يَكُنْ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّيْ فِي ذَلِكَ الْمَسْجِدِ كَانَ يَتْرُكُهُ عَنْ يَّسَارِهِ

۴۸۶: اور حضرت ابن عمرؓ اس چھوٹی پہاڑی کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے جو رَوْحَآءِ کے موڑ کے پاس ہے اور اس پہاڑی کا سرا راستہ کے کنارہ پر ختم ہوتا ہے۔ اس مسجد سے ذرا ورے جو اس راستے اور موڑ کے درمیان ہے، جبکہ تم مکہ جا رہے ہو اور وہاں ایک مسجد بھی بنائی گئی ہے۔ حضرت عبداللہؓ اس مسجد میں نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اسے اپنے بائیں طرف اور پس پشت چھوڑ دیا کرتے تھے اور اس کے

وَوَرَآئَهُ وَيُصَلِّيْ أَمَامَهُ إِلَى الْعِرْقِ نَفْسِهِ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَرُوْحُ مِنَ الرَّوْحَآءِ فَلَا يُصَلِّيْ الظُّهْرَ حَتَّى يَأْتِيَ ذَلِكَ الْمَكَانَ فَيُصَلِّيَ فِيْهِ الظُّهْرَ وَإِذَا أَقْبَلَ مِنْ مَّكَّةَ فَإِنْ مَّرَّ بِهِ قَبْلَ الصُّبْحِ بِسَاعَةٍ أَوْ مِنْ آخِرِ السَّحَرِ عَرَّسَ حَتَّى يُصَلِّيَ بِهَا الصُّبْحَ.

آگے اسی چھوٹی پہاڑی کے قریب نماز پڑھا کرتے تھے اور حضرت عبداللہؓ رَوْحَآءِ سے چل پڑتے اور ظہر نہ پڑھتے جب تک اس جگہ نہ پہنچ جاتے۔ وہاں جا کر ظہر پڑھتے اور جب مکہ سے آتے تو اگر صبح سے ایک گھڑی پہلے یا سحری کے آخر میں اس جگہ سے گزرتے تو وہاں اُتر کر آرام کرتے۔ یہاں تک کہ وہیں صبح کی نماز پڑھتے۔

٤٨٧ : وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُوْنَ الرُّوَيْثَةِ عَنْ يَّمِيْنِ الطَّرِيْقِ وَوُجَاهَ الطَّرِيْقِ فِي مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ حَتَّى يُفْضِيَ مِنْ أَكَمَةٍ دُوَيْنَ بَرِيْدِ الرُّوَيْثَةِ بِمِيْلَيْنِ وَقَدِ انْكَسَرَ أَعْلَاهَا فَانْثَنَى فِي جَوْفِهَا وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلَى سَاقٍ وَّفِي سَاقِهَا كُثُبٌ كَثِيْرَةٌ.

۴۸۷: اور یہ کہ حضرت عبداللہؓ نے اُن سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم راستہ کے دائیں طرف رُوَیْثَہ کے ورے ایک بڑے درخت کے نیچے نرم ہموار جگہ میں اور راستہ کے عین مقابل پر ڈیرہ لگایا کرتے تھے۔ پھر آپؐ ٹیلہ سے جو کہ بَرِیْدُ الرُّوَیْثَہ سے دو میل ورے ہے، نکل کر کھلے میدان میں آتے اور اب اس درخت کا اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا ہے اور درمیان سے مُڑ کر دوہرا ہو گیا ہے اور وہ اپنے تنے پر کھڑا ہے اور اس کے تنے میں بہت سے ٹیے ہیں۔

٤٨٨ : وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي طَرَفِ تَلْعَةٍ مِّنْ وَّرَاءِ الْعَرْجِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى هَضْبَةٍ عِنْدَ ذَلِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ عَلَى الْقُبُوْرِ رَضْمٌ مِّنْ

۴۸۸: اور یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اُن سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹیلے کے کنارہ پر بھی نماز پڑھی ہے جو عَرْج کے پرے آتا ہے جبکہ تم پہاڑی کی طرف جا رہے ہو۔ اس مسجد کے قریب دو یا تین قبریں ہیں۔ اِن قبروں پر بڑے

حِجَارَةٍ عَنْ يَّمِيْنِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ سَلِمَاتِ الطَّرِيْقِ بَيْنَ أُولٰئِكَ السَّلِمَاتِ كَانَ عَبْدُ اللهِ يَرُوْحُ مِنَ الْعَرْجِ بَعْدَ أَنْ تَمِيْلَ الشَّمْسُ بِالْهَاجِرَةِ فَيُصَلِّي الظُّهْرَ فِي ذَلِكَ الْمَسْجِدِ.

بڑے پتھر ہیں۔ یہ راستہ کے دائیں طرف ہیں۔ راستے کے پتھروں کے پاس نماز پڑھتے۔ان پتھروں کے درمیان حضرت عبداللہؓ دوپہر کو سورج ڈھلنے کے بعد عَرْج سے چلا کرتے اور اس مسجد میں ظہر کی نماز پڑھتے۔

٤٨٩: وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عِنْدَ سَرَحَاتٍ عَنْ يَّسَارِ الطَّرِيْقِ فِي مَسِيْلٍ دُوْنَ هَرْشٰى ذَلِكَ الْمَسِيْلُ لَاصِقٌ بِكُرَاعِ هَرْشٰى بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ قَرِيْبٌ مِّنْ غَلْوَةٍ وَّكَانَ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّيْ إِلَى سَرْحَةٍ هِيَ أَقْرَبُ السَّرَحَاتِ إِلَى الطَّرِيْقِ وَهِيَ أَطْوَلُهُنَّ.

۴۸۹: اور یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستے کے بائیں طرف هَرْشٰی سے ورے نالے میں درختوں کے پاس اُترے۔ وہ نالہ هَرْشٰی کے کنارے سے ملا ہوا ہے۔ اس کے اور راستہ کے درمیان قریباً ایک تیر کی مار ہے اور حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) اس درخت کے قریب نماز پڑھا کرتے تھے جو کہ اُن درختوں میں سے راستے کے قریب ہے اور وہ ان سب سے لمبا ہے۔

٤٩٠: وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ فِي الْمَسِيْلِ الَّذِيْ فِي أَدْنَى مَرِّ الظَّهْرَانِ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ حِيْنَ يَهْبِطُ مِنَ الصَّفْرَاوَاتِ يَنْزِلُ فِي بَطْنِ ذَلِكَ الْمَسِيْلِ عَنْ يَّسَارِ الطَّرِيْقِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ لَيْسَ بَيْنَ مَنْزِلِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ إِلَّا رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ.

۴۹۰: اور یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اُن سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نالے میں اُترا کرتے تھے جو مَرُّ الظَّهْرَان کے قریب مدینہ کی طرف سے آتا ہے جب تم صَفْرَاوَات سے نیچے اُترتے ہو۔ آپؐ اسی نالے کی وادی میں اُترا کرتے تھے جو راستہ کے بائیں طرف آتا ہے جبکہ تم مکہ جا رہے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈیرے اور اس راستہ کے درمیان ایک پتھر کی مار ہے۔

۴۹۱ : وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي طُوًى وَّيَبِيْتُ حَتَّى يُصْبِحَ يُصَلِّيْ الصُّبْحَ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ وَمُصَلَّى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ذٰلِكَ عَلَى أَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ لَّيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بُنِيَ ثَمَّ وَلٰكِنْ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ عَلَى أَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ.

۴۹۱: اور یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کو آتے تو ذِی طُوٰی میں اُترا کرتے تھے اور (وہیں) رات گزارتے، یہاں تک کہ آپؐ کو صبح ہو جاتی اور آپؐ وہیں صبح کی نماز پڑھتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز گاہ ایک پتھریلے ٹیلے پر ہے۔ اس مسجد میں نہیں جو کہ وہاں بنائی گئی ہے بلکہ اس مسجد کے نیچے سخت ٹیلے پر۔

۴۹۲ : وَأَنَّ عَبْدَ اللهِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبَلَ فُرْضَتَيِ الْجَبَلِ الَّذِيْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَبَلِ الطَّوِيْلِ نَحْوَ الْكَعْبَةِ فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ الَّذِيْ بُنِيَ ثَمَّ يَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْأَكَمَةِ وَمُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْأَكَمَةِ السَّوْدَآءِ تَدَعُ مِنَ الْأَكَمَةِ عَشَرَةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ تُصَلِّيْ مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ.

۴۹۲: اور یہ کہ حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) نے اُن سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کرتے ہوئے اس پہاڑ کی دونوں چوٹیوں کو اپنے سامنے رکھا جو آپؐ کے اور لمبے پہاڑ کے درمیان تھی اور اس طرح اس مسجد کو جو وہاں بنائی گئی ہے اس مسجد کے بائیں طرف رکھا جو کہ ٹیلہ کے کنارہ پر ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز گاہ اس سے نیچے کالے ٹیلے پر ہے۔ تم دس ہاتھ یا اسی کے قریب اس ٹیلے سے چھوڑ دو پھر تم اس پہاڑ کی دونوں چوٹیوں کی طرف منہ کرتے ہوئے نماز پڑھو جو کہ تمہارے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

تشریح: یہ بات مشہور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو سنت نبوی کی اتباع کا از حد شوق تھا۔ اس لئے امام موصوفؒ نے مشارٌ الیہ مقامات کی تعیین و تخصیص کے متعلق انہی کی روایتیں نقل کی ہیں اور ان کا عمل درآمد پیش کیا ہے۔ سالم حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے اور نافع ان کے غلام تھے۔ دونوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ان مقامات میں نماز پڑھتے دیکھا اور دونوں بیان کرتے ہیں کہ وہ فلاں فلاں جگہ نماز پڑھا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں نماز پڑھتے دیکھا۔ ان مقامات کی تعیین کے متعلق دونوں کا بیان متفق ہے، سوائے شرف الروحاء کے۔ گویا

اس باب کی پہلی روایت (نمبر۴۸۳) بطور تمہید کے نقل کی گئی ہے۔ تا کہ ان مقامات کے متعلق روایت کا پایہ صحت واضح ہو جائے۔ بعد کی روایات میں آٹھ مقامات کا ذکر کیا گیا ہے اور جب کسی مقام کا ذکر شروع ہوا ہے تو الفاظ 'اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ یااَخْبَرَهُ دُہرائے گئے ہیں۔

پہلا مقام **ذُو الْحُلَيفه** ہے۔ جہاں ایک مسجد اب بھی قائم ہے۔ مدینہ سے چار میل ہے۔ هَبَطَ مِنْ وَادٍ: اس وادی کا نام وادی عقیق ہے۔ یہ وادی ذوالحلیفہ میں واقع ہے۔ یہی اہل عراق کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ہے۔

دوسرا مقام **وادی بنی سالم** میں ہے۔ مدینہ اور اس وادی کے درمیان ۳۶ میل کا فاصلہ ہے۔

تیسرا مقام **شرف الروحاء** گاؤں کے پاس تھا۔ ملل گاؤں مدینہ سے ایک رات کے فاصلہ پر آتا ہے۔ اس کے بعد شرف السیالہ۔ اس کے بعد شرف الروحاء۔ پھر عرق الطبیہ۔ اس پہاڑ پر آپؐ نے نماز پڑھی۔ یہی وہ پہاڑ ہے جو وادی الطبیہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

چوتھا مقام **رُوَيْثَه** نامی گاؤں ہے۔ یہاں بھی آپؐ نے قیام فرمایا اور نماز پڑھی ہے۔ مدینہ اور اس کے درمیان فاصلہ ۷ افرسخ ہے۔ رُوَيْثَه کے معنے ٹھہرنے کی جگہ۔ یہاں پانی بھی تھا۔ بَرِيْدُ الرُّوَيْثَه سرکاری ڈاک کا پڑاؤ بھی یہیں تھا۔ اس مقام کے نیچے دو میل ورے ایک ٹیلہ تھا۔ اس ٹیلہ کے دامن سے ہوتے ہوئے کھلے میدان میں آجاتے تھے جہاں سے قافلے گزرتے تھے۔

پانچواں مقام **عَرْج** کے پرے تھا۔ عرج ایک گاؤں کا نام ہے۔ یہیں سے تہامہ کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ مدینہ سے ۷۸ میل ہے۔ رُوَيْثَه سے ۱۳ یا ۱۴ میل کے فاصلہ پر ہے۔

چھٹا مقام ایک نالہ میں ہوا کرتا تھا۔ جو **هَرْشٰی** پہاڑ کے پہلو میں تھا۔ هَرْشٰی کے پاس مدینہ اور شام کے راستے ملتے ہیں۔ یہ جحفه مقام کے قریب ہے۔

ساتواں مقام **مَرُّ الظَّهْرَان** کے نالے میں ہوا کرتا تھا۔ جس کو بطن مر بھی کہا کرتے تھے۔ یہاں سے مکہ ۱۶ میل کے فاصلہ پر ہے۔ مرّ الظهران تہامہ میں ہے۔ صفراوات نامی مقام مرّ الظهران کے بعد آتا ہے۔

آٹھواں مقام **طُوٰی** نامی جگہ میں ہوتا تھا جو مکہ کے قریب ہے۔

اِن آٹھ مقامات میں سے ذوالحلیفہ کی مسجد مشہور ہے۔ باقی مساجد کے نشان کا پتہ نہیں۔ روحاء مقام کے لوگ بھی بعض جگہوں کا پتہ دیتے ہیں۔ جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں ۲۷۰ میل کا فاصلہ ہے۔ ان کے درمیان آٹھ پڑاؤ ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ روزانہ تیس میل سے کچھ زیادہ فاصلہ طے کرتے تھے۔ یہ مقامات اگر محفوظ رہتے تو اچھا ہوتا۔ ان جگہوں کی تلاش میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی جدوجہد دراصل اس معنوی رابطہ پیدا کرنے کی غرض سے ہوتی تھی جو بالطبع انسان کے دل میں ایسے مقامات پر پہنچ کر یادیں تازہ کرتے ہوئے پیدا ہوتا ہے۔

یہ جو روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو دیکھا کہ ایک مقام کی طرف جلدی جلدی جا رہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اور انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا: نماز کا وقت اگر

اس جگہ پہنچنے پر ہو جائے تو مسافر وہاں نماز پڑھ لے ورنہ اپنا سفر جاری رکھے۔ اہل کتاب اسی لئے ہلاک ہوئے کہ وہ اپنے نبیوں کے آثار کے پیچھے پڑ گئے۔ ان کو گرجے اور عبادت گاہیں بنا لیا۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۳۶) حضرت عمرؓ کی یہ تنبیہ بھی بہت قیمتی ہے۔ انہوں نے وہاں نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا بلکہ ان جگہوں کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دینے سے روکا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآءِ هِمْ مَسَاجِدًا (روایت نمبر ۴۲۷، ۴۳۵-۴۳۷) اس سے آپؐ کی نماز گاہوں کی بے حرمتی یا اُن سے بے اعتنائی برتنے کے متعلق استدلال نہیں کیا جا سکتا اور نہ حضرت عمرؓ کا یہ مقصد تھا۔ انسان جب بھی ان مقامات میں نماز پڑھے گا جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی وقت کھڑے ہو کر رب العالمین کے حضور سجدۂ نیاز بجا لائے تھے تو وہ یقیناً اپنے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معنویات کے ساتھ ایک گونہ معنوی ارتباط محسوس کرے گا اور اس کے نفس میں خشوع وخضوع کی کیفیات لامحالہ پیدا ہوں گی۔ اس کی روح اپنے آپ کو آستانہ الوہیت پر ایک نئے رنگ میں جھکے ہوئے پائے گی۔ ظواہر کے ساتھ اتصال پیدا کرنے سے معنویات میں ایک گونہ اتصال کی رَو پیدا ہو جاتی ہے۔ حج کی مشروعیت بھی اسی فلسفہ نفس کے ساتھ وابستہ ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے شرح کتاب الحج باب ۴۱)

حضرت عتبانؓ کا واقعہ روایت نمبر ۴۲۵ میں گزر چکا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست پر ان کے گھر میں ایک جگہ پر نماز پڑھی جو بعد میں تبرکاً مسجد بنائی گئی۔ اگر اس میں کوئی مشرکانہ رنگ ہوتا تو یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی درخواست قبول نہ فرماتے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد کو جو مدینہ میں ہے ایک خاص امتیاز دیا ہے۔ دنیا میں یادگاروں کی قیمت یہی ہے کہ وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے زمانہ ماضی کی معنویات زندہ رکھتی ہیں۔ ان کے بغیر ماضی كَانَ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا کا مصداق بن جاتا ہے۔ میرے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ عاشقانہ ادا قابل رشک ہے اور ان کی یہ روایتیں ہمارے لئے تحقیق وتنقیب کا کافی مواد رکھتی ہیں۔

حضرت عمرؓ کا منع کرنا بھی بے معنی نہیں۔ عوام الناس اپنے جذبات میں افراط وتفریط کی طرف نکل جاتے ہیں اور حد اوسط پر قائم رہنا ان کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت انہوں نے محسوس کیا کہ لوگ افراط کی طرف جا رہے ہیں اس لئے انہیں تنبیہ کی اور اُن کی یہ تنبیہ ہمارے لئے تا قیامت ایک تازیانہ کا کام دیتی رہے گی کہ ان مقامات کو حد سے زیادہ اہمیت دینا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپؐ کے منشاء کے خلاف ہے۔ اس بارے میں حد اوسط پر رہنا ہی امت کے لئے مبارک ہے۔

بَاب ۹۰: سُتْرَةُ الْإِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهُ

امام کا سُترہ اُن لوگوں کا سُترہ ہوتا ہے جو اُس کے پیچھے ہوتے ہیں

٤٩٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الِاحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ.

۴۹۳: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے، عبیداللہ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک گدھی پر آ رہا تھا اور میں اس وقت ابھی بلوغت کو پہنچا ہی تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منٰی میں لوگوں کو بغیر کسی دیوار کی طرف (منہ کئے) نماز پڑھا رہے تھے۔ پس میں صف کے ایک حصہ کے سامنے سے گزرا۔ پھر میں اُترا اور میں نے گدھی کو چھوڑ دیا کہ وہ چرے اور میں صف میں شامل ہو گیا۔ کسی نے بھی مجھ سے یہ بات بُری نہ منائی۔

٤٩٤: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّيْ إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَائَهُ وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السَّفَرِ فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَاءُ.

۴۹۴: ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا: عبداللہ بن نمیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبید اللہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے دن نکلتے تو برچھی گاڑنے کے لیے فرماتے اور وہ آپؐ کے سامنے گاڑ دی جاتی۔ آپؐ اس کی طرف (منہ کر کے) پڑھتے اور لوگ آپؐ کے پیچھے ہوتے اور سفر میں بھی آپؐ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ پھر یہیں سے امراء نے یہ سنت اختیار کر لی۔

٤٩٥ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ بِالْبَطْحَاءِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ تَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ.

۴۹۵: ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔انہوں نے عون بن ابی جحیفہ سے روایت کی۔انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا۔ (کہتے تھے) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بَطْحَآء میں ان کوظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی دو رکعتیں نماز پڑھائی اور آپؐ کے آگے برچھی تھی۔عورت بھی آپؐ کے سامنے سے گزرتی تھی اور گدھا بھی۔

تشریح: سُتْـرَہ: سترہ کے لغوی معنی پردہ، آڑ اور اصطلاحِ شریعت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو نمازی اپنے سامنے احتیاطاً رکھ لیتا ہے۔تا گزرنے والے اس کے پرے سے گزریں۔اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ نمازی اپنے سامنے بطور حد فاصل کے ایک چیز رکھ کر اپنی توجہ کو منتشر ہونے سے بچاتا ہے۔چھڑی یا کوئی اور ادنیٰ سی شئے کو سامنے رکھ لینا بظاہر ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے۔مگر ایک چھوٹی سی چیز بھی سالہا سال کے تعامل سے انسان کے ذہن میں ایسی کیفیات پیدا کرنے کا موجب ہوجاتی ہے۔جن سے توجہ کو قابو میں رکھنے کے لئے بڑی مدد مل سکتی ہے۔ شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معمولی سا فعل بھی حق وحکمت پر مبنی ہے۔سترۃ المصلّی کے متعلق باب قائم کرتے وقت امام کے سترے کی اجتماعی اہمیت مدنظر رکھتے ہوئے اس کو مقدم کیا ہے۔جماعت کے قیام اور اس کے نظم ونسق میں جس قدر اہمیت اسلام نے امام کو دی ہے اور کسی چیز کو نہیں دی۔جیسا کہ آئندہ یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گا۔اس باب کے ذیل میں تین روایتیں لائی گئی ہیں۔پہلی روایت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ کسی نے حضرت ابن عباسؓ کا گزرنا برا نہیں منایا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سترہ سب کے لئے کافی تھا۔چونکہ اس روایت اور استدلال میں پوری وضاحت نہ تھی اس لئے امام موصوفؒ دوسری روایت لائے ہیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل درآمد کا صراحتاً ذکر ہے۔تیسری روایت بتلاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے برچھی ہوتی اور عورتیں بھی گزرتیں اور گدھے بھی۔ان کے گزرنے سے کسی کی نماز نہ ٹوٹتی۔(مزید تفصیل کے لئے دیکھئے باب ۱۰۲ اروایت نمبر ۵۱۱)

صَلّٰی بِهِمْ بِالْبَطْحَاءِ (نمبر ۴۹۵): بطحاء سے مراد وادیٔ مکہ ہے۔وہاں دو دو رکعتیں بوجہ سفر پڑھی گئیں۔

بَاب٩١: قَدْرُ كَمْ يَنْبَغِيْ أَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَ الْمُصَلِّيْ وَالسُّتْرَةِ

نماز پڑھنے والے اور سُترہ کے درمیان کتنا اندازہ ہونا چاہیے

٤٩٦: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلَّى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ.

۴۹۶: ہم سے عمرو بن زُرارہ نے بیان کیا، کہا: عبدالعزیز بن ابی حازم نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت سہلؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز گاہ اور دیوار کے درمیان بکری کے گزرنے کی جگہ ہوتی۔

٤٩٧: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا كَادَتِ الشَّاةُ تَجُوْزُهَا.

۴۹۷: ہم سے مکی (بن ابراہیم) نے بیان کیا، کہا: یزید بن ابی عبید نے حضرت سلمہؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا کہ مسجد کی دیوار منبر کے اتنی قریب تھی کہ ایک بکری وہاں سے نہیں گزر سکتی تھی۔

تشریح: باب ۹۱ کی دونوں روایتوں میں اختلاف نہیں۔ پہلی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز گاہ سے مراد وہ ساری جگہ ہے جہاں آپؐ کھڑے ہوکر نماز پڑھتے۔ آپؐ کی نماز گاہ اور دیوار کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ وہاں سے بکری گزر سکتی تھی اور دوسری روایت میں منبر اور دیوار کے درمیان کا فاصلہ بتلایا گیا ہے۔ اس سے روایت نمبر ۳۷۷ کے مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس میں آتا ہے کہ آپؐ نے منبر پر کھڑے ہوکر نماز پڑھی اور سجدہ کرنے کے لئے نیچے اُترے اور منبر کے پائے کے قریب سجدہ کیا۔ اس سے بھی فاصلہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۴۳) ان روایتوں سے کم از کم فاصلہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ یہ فاصلہ اتنا زیادہ نہ ہو کہ سترہ کی غرض وغایت ہی مفقود ہوجائے۔

بَاب ۹۲: اَلصَّلَاةُ إِلَى الْحَرْبَةِ

برچھی کی طرف نماز پڑھنا

۴۹۸ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ تُرْكَزُ لَهُ الْحَرْبَةُ فَيُصَلِّيْ إِلَيْهَا.

۴۹۸: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: یحيٰی نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبید اللہ سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا) نافع نے حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے برچھی گاڑی جاتی تھی تو آپؐ اس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے۔

بَاب ۹۳ : اَلصَّلَاةُ إِلَى الْعَنَزَةِ

پھلدار چھڑی کے سامنے نماز پڑھنا

۴۹۹ : حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ فَأُتِيَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ فَصَلَّى بِنَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ وَّالْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ يَمُرُّوْنَ مِنْ وَّرَائِهَا.

۴۹۹: ہم سے آدم نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: عون بن ابی جحیفہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو ہمارے پاس باہر آئے۔ آپؐ کے لیے پانی لایا گیا تو آپؐ نے وضو کیا اور ظہر اور عصر کی نماز ہمیں پڑھائی اور آپؐ کے سامنے پھلدار چھڑی تھی اور عورتیں بھی اس کے پیچھے سے گزرتی تھیں اور گدھا بھی۔

۵۰۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

۵۰۰: ہم سے محمد بن حاتم بن بزیع نے بیان کیا، کہا: شاذان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے عطاء بن ابی میمونہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا۔ وہ

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ تَبِعْتُهُ أَنَا وَغُلَامٌ وَّمَعَنَا عُكَّازَةٌ أَوْ عَصًا أَوْ عَنَزَةٌ وَّمَعَنَا إِدَاوَةٌ فَإِذَا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ نَاوَلْنَاهُ الْإِدَاوَةَ.

کہتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب حاجت کے لیے نکلتے تو میں اور ایک لڑکا آپؐ کے پیچھے چلے جاتے۔ ہمارے ساتھ پھلدار سونٹی یا چھڑی یا چھوٹی برچھی ہوتی اور ہمارے ساتھ ایک چھاگل ہوتی۔ جب آپؐ اپنی حاجت سے فارغ ہوتے تو ہم آپؐ کو وہ چھاگل پکڑا دیتے۔

تشریح: باب ۹۲، ۹۳ میں برچھی اور پھل دار چھڑی کو بطور سترہ استعمال کرنے کا ذکر خصوصیت سے اس لئے نہیں کیا گیا کہ ان چیزوں کے سوا کوئی دوسری چیز سترہ نہیں بنائی جاسکتی۔ بلکہ اس سے صرف اس امر کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عموماً اپنے ساتھ برچھی یا پھل دار چھڑی رکھتے تھے۔ چنانچہ باب ۹۳ کی دوسری روایت میں اسی بات کی صراحت ہے۔ اس لئے عند الضرورت آپ انہی چیزوں میں سے کسی چیز کو سامنے گاڑ لیا کرتے تھے۔ مسلمان نبی ﷺ کی یہ سنت بھی بھول گئے ہیں۔ جس کی اتباع نہ صرف خود حفاظتی کے لئے ہی بلکہ اعتمادِ نفس اور حزم اور دور اندیشی جیسے اہم اخلاق پیدا کرنے کے لئے بھی ضروری ہے۔ اس قسم کے احتیاطی وسائل کا اپنے ساتھ رکھنا نتائج کے اعتبار سے ایک اہم بات ہے اور آپؐ کی اتباع کا سوال مسلمانوں کے لئے اصولِ دین میں سے ہے۔ اگر ہر بات کو معمولی سمجھ کر فہرست سے نکالنا شروع کر دیں تو ہماری معنویات کی دھجیاں اُڑ جائیں گی اور ہماری روحانیت بھی ساتھ ہی کالعدم ہو جائے گی۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی ہماری ہیئتِ اجتماعیہ کا وجود بھی خطرہ میں پڑ جائے گا۔ مسلمان اس سنت کے متعلق بھی تساہل سے کام لے کر جو نتیجہ بھگت رہے ہیں وہ ظاہر ہے۔ اُن کی تلواریں تو ان کے ہاتھ سے چھن گئیں۔ مگر اب ایک پھلدار چھڑی کے رکھنے کا دینی حق بھی ان کے لئے تسلیم نہیں کیا جاتا۔ محدثین کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے نمایاں عنوان باندھ کر ہمیں آگاہ کیا ہے کہ یہ ہمارا دینی حق ہے کہ اپنی خود حفاظتی کے وسائل ہر وقت اپنے پاس رکھیں۔ روایت نمبر ۴۹۹ میں عورتوں اور گدھوں کے گزرنے کا جو ذکر آیا ہے اس کی تشریح کے لئے دیکھئے باب ۱۰۱ روایت نمبر ۵۱۰۔

بَاب ٩٤: اَلسُّتْرَةُ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا

مکہ وغیرہ میں سُترہ کرنا

٥٠١: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى

۵۰۱: ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے حکم سے، حکم نے ابو جحیفہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ

اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ فَصَلَّى بِالْبَطْحَاءِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَنَصَبَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةً وَّتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِهِ.

صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو (ہمارے پاس) باہر آئے اور آپؐ نے بطحاء میں ظہر اور عصر کی نماز دو دو رکعتیں پڑھیں اور آپؐ نے اپنے سامنے ایک چھوٹی برچھی گاڑی۔ آپؐ نے وضو کیا تو لوگ آپؐ کے وضو کا پانی تبرکاً بدن پر ملنے لگے۔

تشریح: عبدالرزاق نے اپنی مسند میں ایک روایت باب لا یقطع الصلوٰۃ بمکۃ شیء میں نقل کی ہے جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ مکہ میں سترہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہاں قبلہ جو بیت اللہ ہے سامنے ہوتا ہے۔ اصحاب سنن نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ شاید سترہ قبلہ کا ہی قائم مقام ہو۔ یہ روایت بلحاظ سند کے کمزور ہے۔ امام بخاریؒ نے اس روایت کی کمزوری ثابت کرنے نیز مذکورہ بالا وہم کے ازالہ کے لئے یہ باب قائم کیا ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۴۵) سترہ قبلہ کا قائم مقام نہیں ہوتا۔ اگلے تین بابوں سے بھی امام موصوفؒ کے اس نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے۔

بَاب ۹۵: اَلصَّلَاةُ إِلَى الْأُسْطُوَانَةِ

ستون کے بالمقابل نماز پڑھنی

وَقَالَ عُمَرُ الْمُصَلُّوْنَ أَحَقُّ بِالسَّوَارِيْ مِنَ الْمُتَحَدِّثِيْنَ إِلَيْهَا وَرَأَى عُمَرُ رَجُلًا يُصَلِّيْ بَيْنَ أُسْطُوَانَتَيْنِ فَأَدْنَاهُ إِلَى سَارِيَةٍ فَقَالَ صَلِّ إِلَيْهَا.

اور حضرت عمرؓ نے کہا: جو نماز پڑھ رہے ہیں وہ ستونوں کے زیادہ مستحق ہیں، ان لوگوں سے جو ان کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں اور حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھتے دیکھا تو اس کو ایک ستون کے قریب کر دیا اور کہا کہ اس کے بالمقابل پڑھو۔

۵۰۲: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ كُنْتُ آتِي مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ أَرَاكَ

۵۰۲: ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، کہا: یزید بن ابی عُبَید نے ہمیں بتلایا۔ کہا کہ میں حضرت سلمہؓ بن اکوع کے ساتھ آیا کرتا تھا تو وہ اُس ستون کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے جو قرآن مجید رکھنے کی جگہ کے قریب ہے۔ اس پر میں نے کہا: ابومسلمؓ! میں آپؐ

تَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَ هَذِهِ الْأُسْطُوَانَةِ قَالَ فَإِنِّيْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَهَا.

کو دیکھتا ہوں کہ آپؓ اس ستون کے پاس قصداً نماز پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا: اس لیے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ اس کے پاس قصداً نماز پڑھا کرتے تھے۔

۵۰۳: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ كِبَارَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ وَزَادَ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَنَسٍ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۵۰۳: ہم سے قبیصہ نے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عمرو بن عامر سے، عمرو نے حضرت انسؓ (بن مالک) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہؓ سے ملا ہوں۔ وہ مغرب کے وقت ستونوں کی طرف جلدی سے لپک کر جاتے اور شعبہ نے عمرو سے اور عمرو نے حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہوئے اتنا بڑھایا: ''یہاں تک کہ نبی ﷺ باہر آتے۔''

تشریح: روایت نمبر ۵۰۲ میں یزید بن ابی عبید کے الفاظ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِيْ عِنْدَ الْمُصْحَفِ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ ستون کی طرف منہ کرکے نہیں بلکہ اس کے قریب نماز پڑھتے تھے۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے عنوان باب میں اَلصَّلٰوةُ اِلَى الْأُسْطُوَانَة کہہ کر حضرت عمرؓ کے قول اور عمل کا حوالہ دیا اور بتلایا ہے کہ لفظ عِنْدَ سے مراد اِلٰی ہے۔ روایت نمبر ۵۰۲ میں مصحف یعنی قرآن مجید رکھنے کی جس جگہ کا ذکر ہے مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک صندوق تھا۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۴۶) اس روایت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل درآمد کا پتہ چلتا ہے: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَهَا. تَحَرَّى کے معنی جستجو کرنا، کسی چیز کا قصد کرنا۔ دوسری روایت (نمبر ۵۰۳) سے یہ بتلایا گیا ہے کہ جلیل القدر صحابہؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ يَبْتَدِرُوْنَ اِلَى السَّوَارِيَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ. یعنی مغرب کی نماز کے وقت ان ستونوں کی طرف جلدی سے جاتے اور دو رکعت نفل پڑھتے۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر آنے سے اور امامت کرانے سے پہلے۔ جیسا کہ اس روایت کے آخری حوالہ بروایت شعبہ سے اس امر کی تصریح کی گئی ہے۔ آپؐ اس لئے ستون کو سامنے رکھ کر نماز پڑھتے تا آنے جانے والے لوگ ستونوں کے درمیان آسانی سے گزر سکیں اور نماز اطمینان سے پڑھی جاسکے۔

بَاب ٩٦:اَلصَّلَاةُ بَيْنَ السَّوَارِيْ فِي غَيْرِ جَمَاعَةٍ.

بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا

٥٠٤: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ وَبِلَالٌ فَأَطَالَ ثُمَّ خَرَجَ كُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ عَلَى أَثَرِهِ فَسَأَلْتُ بِلَالًا أَيْنَ صَلَّى قَالَ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ.

۵۰۴: ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، کہا: جویریہ نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت عثمانؓ بن طلحہ اور حضرت بلالؓ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ آپؐ وہاں بہت دیر ٹھہرے رہے۔ پھر آپؐ نکلے۔ میں لوگوں میں سے پہلا تھا جو آپؐ کے بعد داخل ہوا۔ میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ آپؐ نے کہاں نماز پڑھی۔ انہوں نے کہا: اگلے دو ستونوں کے درمیان۔

٥٠٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ وَمَكَثَ فِيْهَا فَسَأَلْتُ بِلَالًا حِيْنَ خَرَجَ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَعَلَ عَمُوْدًا عَنْ يَّسَارِهِ وَعَمُوْدًا عَنْ يَّمِيْنِهِ وَثَلَاثَةَ أَعْمِدَةٍ وَّرَائَهُ وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ ثُمَّ صَلَّى وَقَالَ

۵۰۵: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت اُسامہ بن زیدؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت عثمانؓ بن طلحہ حَجَبی کعبہ میں داخل ہوئے۔ (حضرت عثمانؓ نے) اس کا دروازہ بند کر دیا اور آپؐ اس میں ٹھہرے رہے۔ جب آپؐ نکلے تو میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ ایک ستون کو اپنی بائیں طرف رکھا اور ایک ستون کو دائیں طرف اور تین عمودوں کو اپنے پیچھے۔ اور بیت اللہ اس وقت چھ

لَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ وَّقَالَ عَمُوْدَيْنِ عَنْ يَّمِيْنِهِ.

ستونوں پر تھا۔ پھر آپؐ نے نماز پڑھی اور اسماعیل نے ہم سے کہا: مالک نے مجھ سے بیان کیا، کہا کہ آپؐ نے دوستونوں کو اپنی دائیں طرف رکھا۔

تشریح: اس باب کا مقصد ہے کہ سابقہ باب سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا جائز نہیں۔ آپ نے تنہائی کے وقت ان کے درمیان بھی نماز پڑھی۔ وہ احتیاط جس کا ذکر ابھی باب ۹۴ کے ضمن میں کیا گیا ہے۔ اس وقت کے لئے مخصوص ہے جب لوگ باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں جمع ہوں اور آنے جانے والے کے لئے گزرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر ستونوں کے درمیان کھڑے ہو کر نماز پڑھی جائے۔ نیز باجماعت نماز کی حالت میں اس سے صف بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ امام بخاریؒ کو اس باب کے قائم کرنے کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی ہے کہ بعض ایسی روایات مشہور ہو چکی تھیں۔ جن سے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے کی قطعی ممانعت پائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ بھی ایک روایت ہے کہ یہ ممانعت اس لئے تھی کہ ستونوں کے درمیان کی جگہ جنوں کی نماز گاہ ہے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۴۷) امام موصوفؒ کو ایسی روایتوں کا رد کرنا بھی مقصود ہے۔

روایت نمبر ۵۰۴ کے آخر میں امام مالکؒ کی روایت کے حوالہ سے اس اشکال کو دور کیا گیا ہے کہ جب بیت اللہ کے چھ ستون تھے تو آپؐ کے ایک طرف دو ستون ہونے چاہئیں نہ کہ ایک۔ روایت نمبر ۵۰۵ میں دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ تعداد شماری مقصود نہیں۔

باب ۹۷

٥٠٦: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قِبَلَ وَجْهِهِ حِيْنَ يَدْخُلُ وَجَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهِ فَمَشَى حَتَّى يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهِ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ صَلَّى يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِيْ أَخْبَرَهُ بِهِ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

۵۰۶: ہم سے ابراہیم بن منذر نے بیان کیا، کہا: ابوضمرہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: موسیٰ بن عقبہ نے نافع سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ حضرت عبداللہؓ جب کعبہ میں داخل ہوتے تو داخل ہوتے وقت سیدھے سامنے کو جاتے اور دروازے کو اپنی پیٹھ کے پیچھے رکھتے اور چلے جاتے، یہاں تک کہ اُن کے اور اس دیوار کے درمیان جو کہ ان کے منہ کے سامنے ہوتی تقریباً تین ہاتھ رہ جاتے؛ وہاں نماز پڑھتے۔ اسی جگہ کا قصداً رُخ کرتے جس کے متعلق حضرت

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيْهِ قَالَ وَلَيْسَ عَلَى أَحَدِنَا بَأْسٌ إِنْ صَلَّى فِي أَيِّ نَوَاحِيْ الْبَيْتِ شَاءَ.

بلالؓ نے انہیں خبر دی تھی کہ نبی ﷺ نے وہاں نماز پڑھی تھی۔ کہتے تھے کہ ہم میں سے کسی پر کوئی حرج نہیں کہ بیت اللہ میں جس طرف چاہے نماز پڑھے۔

تشریح: باب ۹۷ بلاعنوان ہے اور یہ ماقبل اور مابعد کے بابوں کے درمیان ایک کڑی ہے۔ اس کے ذریعہ سے ان چاروں بابوں کے مضمون کو ایک کر دیا گیا ہے۔ اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ بیت اللہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے اندر انسان جدھر چاہے منہ کر کے نماز پڑھے۔ مگر باوجود اس کے نبی ﷺ کا طریق عمل یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے دیوار سے تین ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑے ہو کر اور اِسے سامنے رکھ کر نماز پڑھی۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت اور ان کے عمل سے واضح ہوتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ اس خاص دیوار کو قبلہ سمجھتے تھے۔ ایسا ہی مدینہ میں بھی آپ ستون کے سامنے نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے نہیں کہ وہ ستون قبلہ کا قائم مقام تھا۔ غرض ان پانچوں بابوں سے عبدالرزاق کی روایت کا رد کرنا مقصود ہے۔ جیسا کہ روایت نمبر ٥٠٦ کے آخری الفاظ نفسِ مضمون پر بالتصریح دلالت کرتے ہیں۔

بَاب ۹۸: اَلصَّلَاةُ إِلَى الرَّاحِلَةِ وَالْبَعِيْرِ وَالشَّجَرِ وَالرَّحْلِ

سواری اور اُونٹ اور درخت اور کجاوے کی طرف نماز پڑھنا

٥٠٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُعَرِّضُ رَاحِلَتَهُ فَيُصَلِّيْ إِلَيْهَا قُلْتُ أَفَرَأَيْتَ إِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ قَالَ كَانَ يَأْخُذُ هَذَا الرَّحْلَ فَيُعَدِّلُهُ فَيُصَلِّيْ إِلَى آخِرَتِهِ أَوْ قَالَ مُؤَخَّرِهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَفْعَلُهُ.

٥٠٧: ہم سے محمد بن ابوبکر مقدمی (بصری) نے بیان کیا، (کہا) معتمر (بن سلیمان) نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عبیداللہ (بن عمر) سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی ﷺ کے متعلق بیان کیا کہ آپؐ اپنی سواری کو اپنے سامنے چوڑائی میں بٹھا لیتے اور پھر اس کے بالمقابل نماز پڑھتے۔ میں نے کہا: بھلا بتلائیں تو سہی جب سواری کھڑی ہو جاتی (تو کیا کرتے؟) انہوں نے کہا: کجاوے کو لیتے اور اُسے ٹھیک کر کے سامنے رکھ لیتے۔ پھر اس کی پچھلی لکڑی کی طرف یا کہا اس کے پچھلے سرے کی طرف نماز پڑھتے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

بَاب۹۹: اَلصَّلَاةُ إِلَى السَّرِيْرِ

چارپائی کے سامنے نماز پڑھنا

۵۰۸: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ مُضْطَجِعَةً عَلَى السَّرِيْرِ فَيَجِيءُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيْرَ فَيُصَلِّيْ فَأَكْرَهُ أَنْ أَسْنَحَهُ فَأَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ السَّرِيْرِ حَتَّى أَنْسَلَّ مِنْ لِّحَافِيْ.

۵۰۸: ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا: جریر نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے؟ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں چارپائی پر لیٹی ہوتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم آتے اور چارپائی کے سامنے درمیان میں کھڑے ہوتے اور نماز پڑھتے اور میں اسے ناپسند کرتی کہ آپؐ کے سامنے رہوں تو میں چارپائی کے پاؤں کی طرف سے سرک کر اپنے لحاف میں سے آہستہ سے نکل جاتی۔

تشریح: ستون، سواری، اونٹ، درخت، کجاوا اور چارپائی کو جو سترہ بنایا گیا تھا تو اس لئے نہیں کہ یہ چیزیں قبلہ کا قائم مقام تھیں۔ سترہ کی غرض وغایت ہی اور ہوتی ہے۔ باب ۹۸، ۹۹ کے قائم کرنے کی ضرورت اس لیے بھی پیش آئی ہے کہ ایسی روایتیں بھی نقل کی گئی ہیں جن سے اونٹ یا جانور یا عورت کے سامنے نماز پڑھنے کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے۔ مگر بعض حالات میں مجبوری ہوتی ہے کہ نماز اِدھر اُدھر ہو کر نہیں پڑھی جاسکتی۔ مثلاً کمرہ تنگ ہے یا چارپائی سامنے ہے جس پر بیوی لیٹی ہوئی ہے یا سفر کی حالت میں ہے۔ لوگوں کا اِدھر اُدھر سے گزر ہے تو کوئی حرج نہیں کہ اپنی سواری یا کسی درخت کی آڑ لے کر نماز پڑھی جائے۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۵۰-۷۵۱)

نیز اس ضمن میں دیکھئے باب ۱۰۴، ۱۰۵۔

بَاب ۱۰۰: يَرُدُّ الْمُصَلِّيْ مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ

نماز پڑھنے والا اس شخص کو ہٹا دے جو اس کے سامنے سے گزرے

وَرَدَّ ابْنُ عُمَرَ فِي التَّشَهُّدِ وَفِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ إِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ تُقَاتِلَهُ فَقَاتِلْهُ.

اور حضرت ابن عمرؓ نے التحیات میں اور خانہ کعبہ میں (آگے سے گزرنے والے کو) ہٹا دیا اور کہا: اگر وہ نہ مانے بغیر اس کے کہ تم اس سے مقابلہ کرو تو پھر اس سے مقابلہ کرو۔

۵۰۹: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَدَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ السَّمَّانُ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ يُّصَلِّيْ إِلَى شَيْءٍ يَّسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ شَابٌّ مِّنْ بَنِي أَبِي مُعَيْطٍ أَنْ يَّجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَدَفَعَ أَبُوسَعِيْدٍ فِي صَدْرِهِ فَنَظَرَ الشَّابُّ فَلَمْ يَجِدْ مَسَاغًا إِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ فَعَادَ لِيَجْتَازَ فَدَفَعَهُ أَبُوسَعِيْدٍ أَشَدَّ مِنَ الْأُوْلَى فَنَالَ مِنْ أَبِي سَعِيْدٍ ثُمَّ دَخَلَ عَلَى مَرْوَانَ فَشَكَا إِلَيْهِ

۵۰۹: ہم سے ابو معمر نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ عبدالوارث نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: یونس نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے حمید بن ہلال سے، حمید نے ابو صالح سے روایت کی کہ حضرت ابو سعیدؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... نیز ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا: سلیمان بن مغیرہ نے ہمیں بتلایا۔ کہا: حمید بن ہلال عدوی نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابو صالح سمان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو سعید خدریؓ کو جمعہ کے دن دیکھا کہ وہ ایک چیز کی طرف (منہ کئے ہوئے) نماز پڑھ رہے ہیں جس نے اُن کو لوگوں سے اوٹ میں کیا ہوا ہے۔ بنی ابی مُعَیط میں سے ایک نوجوان نے چاہا کہ آپ کے سامنے سے گزرے تو حضرت ابوسعیدؓ نے اُس کو ہٹایا۔ اس نوجوان نے دیکھا تو سوائے ان کے سامنے سے گزرنے کے کہیں گزرنے کی جگہ نہ پائی۔ پھر اس نے دوبارہ گزرنا چاہا تو حضرت ابوسعیدؓ نے پہلے کی نسبت سختی سے اس کو

مَا لَقِيَ مِنْ أَبِي سَعِيْدٍ وَدَخَلَ أَبُو سَعِيْدٍ خَلْفَهُ عَلَى مَرْوَانَ فَقَالَ مَا لَكَ وَلِابْنِ أَخِيْكَ يَا أَبَا سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَّسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَّجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ.

ہٹایا تو وہ حضرت ابوسعیدؓ کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ پھر وہ مروان کے پاس گیا اور جو تکلیف اُسے حضرت ابوسعیدؓ سے پہنچی تھی، اس کی ان کے پاس شکایت کی۔ حضرت ابوسعیدؓ اس کے پیچھے ہی مروان کے پاس اندر پہنچ گئے۔ مروان نے ان سے کہا: ابوسعیدؓ آپ کا اور آپ کے بھتیجے کا کیا معاملہ ہے؟ حضرت ابوسعیدؓ نے جواب دیا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا تھا کہ جب تم میں سے کوئی کسی چیز کے سامنے نماز پڑھ رہا ہو جو اس کو لوگوں سے اَوٹ میں رکھے اور پھر کوئی اس کے سامنے سے گزرنا چاہے تو چاہیے کہ اس کو ہٹا دے۔ اگر وہ انکار کرے تو پھر وہ اس کا مقابلہ کرے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

تشریح: سامنے سے گزرنے والے کو بحالت نماز ہی ہٹانے کا حکم ہے جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ کا حوالہ دے کر باب کا عنوان واضح کر دیا گیا ہے۔ اس حوالہ کی تفصیل فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۵۲ میں دیکھئے۔

فِيْ التَّشَهُّدِ وَفِيْ الْكَعْبَةِ: جملہ فِي التَّشَهُّدِ کی طرف متوجہ کر کے ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے۔ جن کا یہ خیال ہے کہ مقابلہ نماز سے فارغ ہو کر کرلے اور جملہ فِي الْكَعْبَةِ سے عبدالرزاق کی روایت لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ بِمَكَّةَ شَيْءٌ مدنظر رکھ کر اس خیال کی ضمناً تردید کی گئی ہے۔

اِنْ اَبٰى اِلَّا اَنْ تُقَاتِلَهُ فَقَاتِلْهُ: سے اُسے ہٹانا مراد ہے لڑنا مراد نہیں۔ لسان العرب نے لفظ قَتَلَ اور قِتَال کے لغوی معنوں کی تشریح کرتے ہوئے اس حدیث کا بھی حوالہ دیا ہے اور اس کے یہ معنے کئے ہیں: دَافِعْهُ عَنْ قِبْلَتِكَ وَلَيْسَ كُلُّ قِتَالٍ بِمَعْنَى الْقَتْلِ. (لسان العرب تحت لفظ "قتل") یعنی اس کو اپنے سامنے سے ہٹا دے اور قتال کے معنی مارنا ہی نہیں ہوا کرتا۔ اس باب میں دو روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ ایک یونس بن عبید کی اور دوسری سلیمان بن مغیرہ کی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کا سارا واقعہ سلیمان نے نقل کیا ہے۔ یونس کی روایت میں صرف اسی قدر ہے: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا صَلَّى اَحَدُكُمْ اِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ ...... فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ۔ اس روایت میں گزرنے والے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ نماز میں مخل ہوتا ہے اور روکنے سے نہیں رکتا۔ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اسی شخص کو کہا گیا ہے جو پہلی دفعہ روکنے سے نہیں رکتا۔ گویا وہ ایک رنگ میں تمرد اور سرکشی اختیار کرتا ہے۔ شیطان کے معنے

سرکش اور متمرد۔ باب ۱۰۱ میں اس گناہ کی اہمیت بتلائی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اطمینان سے نماز ادا کرنے اور اس اطمینان کے دور کرنے کو کتنا اہم سمجھتے تھے۔ جس قدر ضروری یہ ہے کہ نمازی حضور قلب اور پوری طمانیت کے ساتھ نماز پڑھے اسی قدر بڑا گناہ یہ ہے کہ اس حضور قلب اور طمانیت میں رخنہ ڈالا جائے۔ اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جن لوگوں کے اپنے خیالات مجسم شیطان بن بن کران کی نمازوں کے آڑے آرہے ہوتے ہیں ان کی نمازیں کیا قیمت رکھتی ہیں۔ (دیکھئے کتاب الوضوء باب ۲۴ :الوضوء ثلاثا ثلاثا. روایت نمبر۱۵۹) **فَلْيُقَاتِلْهُ** کا ارشاد یہاں بھی اسی طرح چسپاں ہوتا ہے جس طرح ایک گزرنے والے پر۔ عموماً لوگ ہاتھ کے اشارے سے ہٹ جاتے ہیں اور یہ شاذ ونادر ہی ہوتا ہے کہ کوئی آدمی پہلی دفعہ ہاتھ کے اشارہ سے نہ ہٹے۔ ایسی صورت میں نمازی کو اجازت ہے کہ وہ ایسے طریق سے ہاتھ سے ہٹا دے کہ گزرنے والے کو محسوس ہو کہ اس کے گزرنے کو ناپسند کیا جارہا ہے۔ کبھی مسجد میں غیر معمولی ازدحام ہونے کی وجہ سے آنے جانے والوں کو خیال نہیں رہتا کہ ان کے آگے کوئی نماز پڑھ رہا ہے اور ازدحام کی حالت میں اشارہ کرنے یا ہاتھ سے معمولی طور پر ہٹانے سے بھی بعض وقت گزرنے والے کو توجہ نہیں ہوسکتی۔ اس لئے ایسی صورت میں اجازت ہے کہ اس کو اتنے زور سے ہٹایا جائے کہ جس سے اس کو توجہ پیدا ہو۔ شریعت کے تمام احکام موقع ومحل کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ **وَفِي الْكَعْبَةِ** کا جملہ جو عنوان میں نمایاں کرکے دکھلایا گیا ہے اس سے یہ بتلانا بھی مقصود ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو ہٹانے کی جو ضرورت پیش آئی تھی وہ کعبہ میں آئی تھی۔ جہاں بڑا ہجوم تھا۔ غرض موقع ومحل کو مدنظر رکھتے ہوئے لفظ **قِتَال** دفاع کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ دونوں لفظوں کا مفہوم ہٹانا ہے۔ ہاتھ کے اشارہ سے بھی ہٹایا جاتا ہے اور ہاتھ کے ساتھ بھی۔ امام بخاریؒ نے **دفاع** اور **قتال** دونوں کا مفہوم **يَرُدُّ** کے لفظ سے ادا کیا ہے جس کے معنی مطلق لوٹانے کے ہیں اور اس مفہوم کی تائید میں حضرت ابن عمرؓ کا فعل ان کے اس قول کے ساتھ پیش کیا ہے: **اِنْ اَبٰى اِلَّا اَنْ تُقَاتِلَهُ فَقَاتِلْهُ** یعنی حضرت ابن عمرؓ کو بھی **فَلْيَدْفَعْهُ** کا ارشاد نبوی معلوم تھا اور انہوں نے جو عمل کیا ہے وہ صرف اسی قدر ہے کہ (**رَدَّهُ**) گزرنے والے کو ہٹا دیا ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے بھی جو ارشاد نبویؐ کے راوی ہیں زیادہ سے زیادہ جو کیا ہے وہ یہی ہے کہ پہلے معمولی طور پر ہٹایا ہے اور پھر نسبتاً سختی سے ہٹایا ہے۔ مُکّے وغیرہ نہیں مارے اور نہ دھکے دیے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ارشاد کے کیا معنی سمجھتے تھے۔ امام موصوفؒ نے اسی تشریح کی خاطر عنوان باب میں لفظ **يَرُدُّ** اختیار کیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حجرؒ نے امام موصوفؒ کے خیال کی تائید میں علامہ قرطبی کی یہ تشریح نقل کی ہے: **فَلْيَدْفَعْهُ اَىْ بِالْاِشَارَةِ وَلَطِيْفِ الْمَنْعِ** یعنی دفع سے مراد دھکا دینا نہیں بلکہ اشارہ اور نرمی اور مناسب طریق سے روکنا ہے۔ **فَلْيُقَاتِلْهُ اَىْ يَزِيْدَ فِيْ دَفْعِهِ الثَّانِيْ اَشَدَّ مِنَ الْاَوَّلِ** اور **قتال** سے مراد یہ ہے کہ پہلے کی نسبت ذرا سختی سے اس کو ہٹائے نہ یہ کہ دھکے دے کر ہنگامہ برپا کردے۔ جس سے نہ صرف غرض مقصود ہی باطل ہوجاتی ہے۔ بلکہ ایسا نمازی قانون شریعت کی خلاف ورزی کا مرتکب بن جاتا ہے۔

مذکورہ بالا ارشاد نبوی کا مقصد تو یہ ہے کہ کوئی گزرنے والا اس کی توجہ پراگندہ نہ کرے مگر غالباً گزرنے والے سے توجہ اتنی پراگندہ نہیں ہوتی جتنا کہ زور سے دھکا دینے یا ہاتھا پائی سے۔ کیونکہ زور سے دھکا دینا اور غصہ کے جذبہ کا اُبھرنا دونوں

آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ ایسی صورت میں طمانیت نفس اور خیالات کی یک جہتی کہاں قائم رہ سکتی ہے؟ فرض کرو کہ وہ دھکا دینے پر بھی باز نہ آئے تو کیا پھر فَلْيُقَاتِلْهُ کے ارشاد کی تعمیل میں اس کے ساتھ گتھم گتھا ہو جائے۔ اس سے نہ تو صرف اس کی نماز خراب ہوگی بلکہ مسجد میں ہنگامہ برپا کر کے دوسرے نمازیوں کی تشویش کا باعث بھی بنے گا اور اس کا یہ ہنگامہ خود مسجد کے احترام کے بھی خلاف ہوگا۔

علاوہ ازیں ارشادِ نبوی کا غلط مفہوم لینا شریعت کے بنیادی اصول کی بے حرمتی کرنا ہے۔ اسلام نے افراد کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ اسی واقعہ میں دیکھیں کہ حضرت ابوسعید خدریؓ بھی مروان کے پاس جاتے ہیں جو کہ ان دنوں امیر تھے۔ کیونکہ گزرنے والے نوجوان نے جو خود مروان کے خاندان سے تھا ان کے اس فعل سے اپنی ہتک سمجھ کر لوگوں میں ان کے متعلق نکتہ چینی کی تھی اور اس نوجوان نے حاکم وقت کے پاس شکایت کی اور حضرت ابوسعیدؓ بھی پہنچے۔ دونوں کا یہ عمل بتلاتا ہے کہ وہ بخوبی سمجھتے تھے کہ قانون ہاتھ میں لینا ان کا حق نہیں ہے۔ پس کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ اس ارشاد سے مراد دھکے دینا اور مارنا سمجھتے تھے۔ غرض قَاتَلَ کا لفظ زبان عربی میں دَفَعَ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے معنی دھکے دینا اور لڑنا کئے جائیں۔ صحابہ کرامؓ نے کبھی یہ مفہوم نہیں لیا اور نہ اس پر اس طرح کا عمل کیا جیسا کہ آج کل بعض اوقات دیکھنے میں آتا ہے۔ اس باب سے پہلے امام بخاریؒ باب ۹۵ میں اس فاصلہ کی تعیین کر چکے ہیں جو نمازی کے سُترہ کے لیے از بس ضروری ہے۔ پس اگر کوئی شخص اتنے فاصلہ سے گزر رہا ہو کہ نمازی کی توجہ نہیں ہٹتی تو آگے بڑھ کر اس کو ہٹانا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منشاء کے خلاف ہوگا۔ بسا اوقات انسان مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ باہر جائے اور پیچھے نمازی ہوتا ہے تو وہ اندازہ کر کے گزر سکتا ہے۔ سُترہ کے فاصلہ کی تعیین کرنے کے بعد باب مذکور قائم کرنے سے یہی سمجھانا مقصود ہے کہ حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ باب ۱۰۱ بھی یہی بات واضح کرنے کے لیے باندھا گیا ہے۔

بَاب ۱۰۱: إِثْمُ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ

نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنے والے کا گناہ

۵۱۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ يَّسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ قَالَ رَسُوْلُ

۵۱۰: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے عمر بن عبیداللہ کے مولیٰ ابونضر سے، ابونضر نے بُسر بن سعید سے روایت کی کہ حضرت زیدؓ بن خالد نے اس کو حضرت ابوجہیمؓ کے پاس بھیجا کہ وہ ان سے پوچھے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کے متعلق انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سُنا تھا۔ اس پر

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَّقِفَ أَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ أَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ أَبُو النَّضْرِ لَا أَدْرِي أَقَالَ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً.

حضرت ابوجہیمؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو علم ہو کہ اس پر کیا گناہ ہے تو چالیس ...کھڑا رہنا یہ اس کے لیے بہتر ہوتا بہ نسبت اس کے کہ وہ آگے سے گزر جائے۔ ابونضر نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ آیا آپؐ نے چالیس دن یا مہینے یا سال فرمایا۔

تشریح: اس حدیث سے یہ نہ سمجھا جائے کہ چونکہ نمازی کے سامنے سے گزرنے کا فعل بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے اور سابقہ حدیث میں اس کو شیطان کہا گیا ہے اس لیے فَلْيُقَاتِلْهُ کے ضرور یہی معنی ہونگے کہ اس سے لڑائی کی جائے۔ کسی گناہ کے بڑا ہونے پر شریعت نے افراد کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ اپنے ہاتھ سے سزا دے اور نہ یہ قیاس کہ وہ شیطان ہے اس بات کا مقتضی ہے کہ اس کے ساتھ گتھم گتھا ہونا چاہیے۔ شیطان کا مقابلہ کئی طرح سے ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہاتھا پائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ شکایت کر کے اس کو سزا دلوائے۔ اس کے ساتھ خود لپٹنے کی اجازت کسی فرد کو قطعاً نہیں دی گئی۔ مگر جیسا کہ سابقہ باب کی شرح میں واضح کیا گیا ہے کہ قِتال کے معنی دِفاع کے ہیں اور قرآن مجید نے اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کہہ کر دفاع کی صورت ونوعیت کی تعیین کر دی کہ وہ عمدگی سے ہو۔ بغیر موقع و محل کو مدنظر رکھنے اور ضروری قیود وشرائط کا لحاظ رکھنے کے گزرنے والوں کو دھکے دینا اور مکّے مارنا درندگی اور وحشت ہے جو اسلام کی تعلیم سلامت روی کے بالکل خلاف ہے۔ گزرنے والوں میں بعض بوڑھے، کمزور نظر اور اندھے بھی ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ ہٹانے سے سمجھ نہ آئے کہ ہٹانے والا کیا چاہتا ہے تو کیا ان کو دھکے دے کر زمین پر گرا دیا جائے۔ اس سے بڑھ کر شقاوتِ قلبی اور کیا ہوگی؟ (دیکھئے شرح باب ۱۰۹)

بَاب ۱۰۲: اِسْتِقْبَالُ الرَّجُلِ الرَّجُلَ وَهُوَ يُصَلِّيْ ☆

مرد کا جبکہ وہ نماز پڑھ رہا ہو مرد کی طرف منہ کرنا

وَكَرِهَ عُثْمَانُ أَنْ يُّسْتَقْبَلَ الرَّجُلُ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَإِنَّمَا هٰذَا إِذَا اشْتَغَلَ بِهِ فَأَمَّا إِذَا لَمْ يَشْتَغِلْ فَقَدْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَّا بَالَيْتُ إِنَّ الرَّجُلَ لَا يَقْطَعُ صَلَاةَ

اور حضرت عثمانؓ نے اس بات کو بُرا منایا کہ آدمی کے سامنے منہ کیا جائے جبکہ وہ نماز پڑھ رہا ہو اور یہ (کراہیت) صرف اسی وقت ہے جب وہ اس وجہ سے مشغول ہو جائے۔ لیکن جب مشغول نہ ہو تو

☆ یہ عنوانِ باب نسخہ مطبعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (دیکھئے فتح الباری جزء اول حاشیہ صفحہ ۷۵۸)

الرَّجُلِ.

حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا ہے کہ میں نے تو پرواہ نہیں کی کیونکہ آدمی آدمی کی نماز نہیں توڑتا۔

۵۱۱: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُّسْلِمٍ يَّعْنِي ابْنَ صُبَيْحٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ فَقَالُوْا يَقْطَعُهَا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ قَالَتْ لَقَدْ جَعَلْتُمُوْنَا كِلَابًا لَّقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَإِنِّي لَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ عَلَى السَّرِيْرِ فَتَكُوْنُ لِيَ الْحَاجَةُ فَأَكْرَهُ أَنْ أَسْتَقْبِلَهُ فَأَنْسَلُّ انْسِلَالًا وَّعَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ.

۵۱۱: ہم سے اسماعیل بن خلیل نے بیان کیا کہ ہمیں علی بن مسہر نے اعمش سے اور اعمش نے مسلم یعنی صبیح کے بیٹے سے۔ انہوں نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے بتلایا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس اُن چیزوں کا ذکر کیا گیا جو نماز کو توڑتی ہیں تو لوگوں نے کہا کہ اُسے کتا اور گدھا اور عورت توڑتے ہیں تو حضرت عائشہؓ نے کہا: تم نے تو ہمیں کتے بنا دیا۔ میں نے خود نبی علیہ السلام کو دیکھا کہ آپؐ نماز پڑھتے اور میں آپؐ کے اور قبلہ کے درمیان ہوتی اور چارپائی پر لیٹی ہوتی اور مجھے کوئی حاجت ہوتی تو میں ناپسند کرتی کہ آپؐ کے سامنے ہوں۔ اس لیے میں آہستگی سے سرک کر نکل جاتی۔ اور (علی بن مسہر نے) اعمش سے، اعمش نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہؓ سے اسی طرح روایت نقل کی۔

تشریح: باب مذکور یہ واضح کرنے کے لیے باندھا گیا ہے کہ آدمی کا نمازی کے سامنے ہونا فی ذاتہٖ کوئی بُری بات نہیں بلکہ کراہیت کی اصل وجہ یہ ہے کہ نمازی کے سامنے اس کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونے سے ممکن ہے کہ اس کی توجہ بٹ جائے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے قول کا حوالہ دے کر باب کا مقصد واضح کر دیا گیا ہے۔ حوالوں کی تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۵۸ اور عمدۃ القاری جزء ۴ صفحہ ۲۹۵۔

اِنَّ الرَّجُلَ لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الرَّجُلِ کا فتویٰ جنسِ اناث پر بھی حاوی ہے۔ جیسا کہ روایت نمبر ۵۱۱ میں اس کی صراحت ہے۔ عنوان باب میں لفظ رَجُل یعنی مرد استدلالاً اختیار کیا گیا ہے۔ یعنی جب عورت کے سامنے ہونے سے

نماز میں خلل نہیں آتا تو مرد کے سامنے ہونے سے بدرجہ اولیٰ اس میں خلل نہیں واقع ہوگا۔ پس کراہیت کی اصل بناء وہی ہے جس کا عنوان میں ذکر ہے۔ مسلمؒ، نسائیؒ، اور ابن ماجہؒ☆ وغیرہ نے عورت، گدھے اور کتے کے متعلق بعض کمزور روایتیں نقل کی ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں۔ (دیکھئے شرح باب ۱۰۵)

روایت نمبر ۵۱۱ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے خیالات رکھنے والے صحابہ کرامؓ میں بھی تھے جن کی تردید حضرت عائشہؓ نے کھلے الفاظ میں اسی وقت کر دی تھی۔

بَاب۱۰۳: اَلصَّلَاةُ خَلْفَ النَّائِمِ

سوئے ہوئے کے پیچھے نماز پڑھنا

۵۱۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُّعْتَرِضَةٌ عَلَى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُّوْتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ.

۵۱۲: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا: یحییٰ نے ہمیں بتلایا۔ کہا: ہشام نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتلایا۔ کہتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے اور میں آپؐ کے بستر پر چوڑائی میں لیٹے ہوئے سوئی ہوتی اور جب آپؐ وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے جگا دیتے تو میں بھی وتر پڑھتی۔

تشریح: اس باب میں ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ کی وہ روایتیں ردّ کی گئی ہیں جن میں سوئے ہوئے کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی ممانعت کا ذکر ہے۔ امام مالکؒ اور مجاہدؒ اور طاؤسؒ بھی سوئے ہوئے کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے ہیں۔ کسی حدیث کی بناء پر نہیں بلکہ اس خیال سے کہ مبادا سوئے ہوئے آدمی سے کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو نمازی کی توجہ کو پھیرنے والی ہو۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۵۹)

☆ (مسلم كتاب الصلاة باب قدر مايستر المصلي) (نسائي كتاب القبلة باب ذكر ما يقطع الصلاة) (ابن ماجه كتاب اقامة الصلاة باب ما يقطع الصلاة)

بَاب ١٠٤: اَلتَّطَوُّ عُ خَلْفَ الْمَرْأَةِ

عورت کے پیچھے نفل پڑھنا

٥١٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِي قِبْلَتِهِ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ فَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَّيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ.

۵۱۳: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: ہمیں مالک نے عمر بن عبیداللہ کے مولیٰ ابونضر سے، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، ابوسلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے بتلایا کہ وہ کہتی تھیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سویا کرتی تھی اور میری دونوں ٹانگیں آپؐ کے قبلہ میں ہوتیں۔ جب آپؐ سجدہ کرتے تو مجھے دبا دیتے اور میں اپنی ٹانگوں کو سکیڑ لیتی اور جب کھڑے ہوتے تو اُن کو پھیلا دیتی۔ کہتی تھیں کہ اِن دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے

تشریح: باب۱۰۲ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ سے نماز میں مرد کا مرد کے سامنے ہونے اور اس کی نماز میں خلل نہ آنے کے متعلق استدلال کیا گیا ہے۔ جس طریق سے وہ استدلال کیا گیا ہے اس سے یہ شبہ پیدا ہوسکتا تھا کہ اس بارے میں عورت اور مرد میں فرق ملحوظ رکھا گیا ہے۔ بحالتِ نماز مرد کا مرد کے سامنے ہونے سے مرد کے لیے ایک عادت اور معمول کی بات ہے۔ مگر عورت کا اس کے سامنے ہونا ایک غیر معمولی حالت پیدا کر دیتا ہے۔ اس لیے اس کے متعلق فتویٰ میں فرق ہونا چاہیے۔ یہ اعتراض مدنظر رکھ کر باب مذکور قائم کیا گیا ہے اور اس کا جواب اسی روایت میں ہے اور وہ یہ کہ اپنی بیوی کے سامنے ہونے سے غیر معمولی حالت پیدا نہیں ہوتی۔ اسی پر گھر کی محرم عورتوں کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔ **اَلتَّطَوُّعُ** کا لفظ عنوان میں اسی لئے نمایاں کیا گیا ہے کہ نوافل عموماً گھروں میں پڑھے جاتے ہیں جہاں محرم عورتوں کا نمازی کے آس پاس یا سامنے سے گزرنے کا احتمال ہوسکتا ہے۔ پس اگر اس سے توجہ نہیں بٹتی تو نماز پڑھتا رہے۔ ایسا ہی مرد کے سامنے آنے سے بھی توجہ بٹنے یا نہ بٹنے کا احتمال ہوسکتا ہے جیسا کہ عورت کے آنے سے۔ اس روایت سے یہ استدلال کرنا لغو ہے کہ ان دنوں چراغ نہیں ہوتے تھے۔ اس لیے اندھیرے میں توجہ بٹنے کا احتمال کم تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو اَرفع ہے۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ چراغ ہوتے ہوئے بلکہ دن کی روشنی میں عورتوں کے آس پاس یا سامنے گزرنے سے توجہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اگلے باب کا بھی یہی مضمون ہے۔

بَاب ۱۰۵: مَنْ قَالَ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ

جس نے کہا کہ نماز کوکوئی چیز نہیں توڑتی

٥١٤: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ ح قَالَ الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي مُسْلِمٌ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ شَبَّهْتُمُوْنَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلَابِ وَاللهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَإِنِّي عَلَى السَّرِيْرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةً فَتَبْدُوْ لِيَ الْحَاجَةُ فَأَكْرَهُ أَنْ أَجْلِسَ فَأُوْذِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ.

۵۱۴: ہم سے عمر بن حفص (بن غیاث) نے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے ہمیں بتلایا۔ کہا: اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم نے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ نیز اعمش نے کہا: اور مسلم نے مجھ سے بیان کیا کہ مسروق سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا کہ اُن کے پاس جو چیزیں نماز کو توڑتی ہیں ان کا ذکر کیا گیا؛ کتا اور گدھا اور عورت۔ تو انہوں نے کہا: تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں جیسا بنا دیا ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا اور میں چارپائی پر آپؐ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوئی ہوتی۔ مجھے کوئی حاجت پیش آتی تو میں بیٹھنا ناپسند کرتی؛ مبادا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دوں۔ اس لیے میں چارپائی کے پاؤں کی طرف سے کھسک جاتی۔

٥١٥: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ سَأَلَ عَمَّهُ عَنِ الصَّلَاةِ يَقْطَعُهَا شَيْءٌ فَقَالَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ

۵۱۵: ہم سے اسحاق (بن ابراہیم) نے بیان کیا، کہا: یعقوب بن ابراہیم نے ہمیں بتلایا۔ کہا: میرے بھائی ابن شہاب کے بیٹے نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے اپنے چچا سے نماز کے متعلق پوچھا کہ کیا کوئی چیز اُسے توڑ دیتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: اُسے

عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ وَإِنِّي لَمُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ.

کوئی چیز نہیں توڑتی۔ عروہ بن زبیر نے مجھے بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اُٹھ کر نماز پڑھتے اور میں آپؐ کی بیوی کے بستر پر آپؐ کے اور قبلہ کے درمیان چوڑائی میں پڑی ہوتی۔

تشریح: **لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ:** یہ الفاظ زہری کی روایت کے ہیں جو اسی باب میں نمبر ۵۱۵ میں بیان کی گئی ہے۔ امام مالکؒ نے بھی اپنی مؤطا میں زہری سے یہی الفاظ نقل کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۶۰)

پہلی روایت یعنی نمبر ۵۱۴ مسلمؒ نے بھی نقل کی ہے اور علامہ طحاویؒ نے بھی اسے سات صحیح مستند طریقوں سے نقل کیا ہے جن کا ذکر علامہ عینیؒ نے اپنی شرح میں بالتفصیل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء رابع صفحہ ۲۹۹) ان سب کا مفہوم یہی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے سوال مذکور پر نفرت کا اظہار کیا۔ ان کے الفاظ سے تو صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ خود ناپسند کرتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بحالتِ نماز بیٹھ کر یا چل پھر کر آپؐ کی توجہ بٹائیں۔ لیکن آپؐ نے اس امر کی پرواہ نہیں کی کہ آیا وہ سامنے ہیں یا اُن کا کپڑا یا بدن آپؐ کو چھو رہا ہے۔ دوسری روایت لا کر مسئلہ (لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ) کی عمومیت ثابت کی گئی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی ناپسندیدگی کا اظہار جنسِ اناث کے ساتھ ہی نہیں بلکہ نفسِ مسئلہ کے ساتھ من حیث العموم تعلق رکھتا ہے۔ باب ۱۰۰ میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوسعیدؓ کے حوالوں سے جو حدیثیں بیان کی گئی ہیں اُن کا مفہوم یہ ہے کہ نمازی کو بحالتِ نماز اجازت ہے کہ وہ اپنے سامنے سے گزرنے والے کو ہٹا دے اور یہ اجازت اس لیے نہیں دی گئی کہ اس کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ مسلمان کی نماز تو سوائے طہارت میں خلل آنے کے اور کسی چیز سے نہیں ٹوٹتی۔ امام بیہقیؒ نے عکرمہ کی یہ روایت نقل کی ہے: قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَتَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْمَرْأَةُ وَالْكَلْبُ وَالْحِمَارُ فَقَالَ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ فَمَا يَقْطَعُ هَذَا وَلٰكِنْ يُكْرَهُ. (عمدۃ القاری جزء رابع صفحہ ۳۰۰) یعنی حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا عورت اور کتا اور گدھا نماز توڑ دیتے ہیں؟ تو انہوں نے اس آیت کا حوالہ دے کر جواب دیا کہ نماز کا تعلق پاکیزہ معانی اور اس عملِ صالح کے ساتھ ہے جو ان معانی کو اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچاتے ہیں۔ اس شئ کو کون توڑ سکتا ہے۔ نمازی کے سامنے ان چیزوں کا ہونا صرف مکروہ ہے۔ بوجہ اس کے کہ ان سے اس کی توجہ بٹنے کا احتمال ہوتا ہے ورنہ حقیقی مسلمان کی نماز میں تو کوئی شئ بھی خلل انداز نہیں ہو سکتی۔ حضرت ابن عمرؓ سے بھی یہ سوال پوچھا گیا تھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا: لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الْمُسْلِمِ شَيْءٌ۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے عمدۃ القاری جزء رابع صفحہ ۲۹۹)

امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کر کے سابقہ بابوں پر مزید روشنی ڈالی ہے کہ سامنے سے گزرنے والے کے ہٹانے کے بارے میں اجازت اس لیے نہیں دی گئی کہ نمازی کی نماز اس سے ٹوٹ جاتی ہے بلکہ نماز کا احترام قائم کرنے اور نمازی کو

تشویش سے محفوظ رکھنے کے لیے۔ چونکہ گزرنے والا نماز کی حرمت کا پاس نہیں رکھتا اور نمازی کو نماز سے بے توجہ کرتا اور روکنے سے نہیں رُکتا۔ اس لیے اس بے حرمتی اور خلل اندازی کی وجہ سے اس کو شیطان قرار دے کر اس کے گناہ کی اہمیت ظاہر کر دی گئی ہے۔

بَاب ١٠٦: إِذَا حَمَلَ جَارِيَةً صَغِيْرَةً عَلَى عُنُقِهِ فِي الصَّلَاةِ

اگر نماز میں (کوئی) اپنی گردن پر چھوٹی لڑکی اُٹھائے

٥١٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِأَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا.

٥١٦: ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا، کہا: ہمیں مالک نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے، عامر نے عمرو بن سلیم زُرَقی سے، انہوں نے حضرت ابوقتادہ انصاریؓ سے روایت کرتے ہوئے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے اور حضرت اُمامہؓ کو اُٹھائے ہوئے ہوتے جو کہ آپؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی بیٹی تھیں جو ابوالعاص بن ربیعہ بن عبدالشمس سے تھیں۔ جب آپؐ سجدہ کرتے تو اُسے نیچے رکھ دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اُسے اٹھا لیتے

تشریح: اس باب میں ایک اور مثال دے کر یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ مسلم کی نماز کس قسم کی ہونی چاہیے۔ ایک چھوٹے بچے کو اُٹھا کر نماز پڑھنا اور اپنی نماز میں توجہ قائم رکھنا کوئی آسان کام نہیں۔ بچہ کبھی خاموش نہیں رہ سکتا۔ باوجود اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ آپؐ نماز میں ہی اس کو نیچے بھی رکھتے اور پھر کندھے پر اُٹھا بھی لیتے۔ مگر اس فعل سے آپؐ کی نماز میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ مسلمؒ اور ابوداؤدؒ دونوں کی روایت میں اس بات کی تصریح ہے کہ آپؐ اس وقت لوگوں کو نمازِ فریضہ پڑھا رہے تھے۔ (مسلم. كتاب المساجد. باب جواز حمل الصبيان في الصلاة) (ابوداؤد. كتاب الصلاة. باب العمل في الصلاة)

فقہاء نے عملِ قلیل اور عملِ کثیر کی شرطیں خواہ مخواہ قائم کر کے شریعت کو ایک گورکھ دھندہ بنا دیا ہے۔ یعنی یہ کہ اگر تھوڑا سا عمل ہو تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی اور بہت ہو تو ٹوٹ جاتی ہے۔ بعض مالکیوں کا خیال ہے کہ حضرت امامہؓ کا واقعہ آپؐ کے اس ارشاد سے پہلے کا ہے: اِنَّ فِیْ الصَّلٰوۃِ لَشُغْلًا. یعنی نماز میں بھی ایک بہت بڑی مشغولیت یعنی انہماک ہوتا ہے۔ مگر

محققین کی رائے ہے کہ یہ ارشاد ہجرت سے پہلے کا ہے اور حضرت امامہؓ کو اُٹھانا بہت بعد کا (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۶۵) دراصل نماز کی ایسی شان ہے کہ اس میں عملِ قلیل وکثیر وغیرہ قیود کی ضرورت نہیں۔ شریعت نے نہ انسان کی کمزوریوں اور ضرورتوں کو نظرانداز کیا ہے اور نہ اس کے نصب العین اور غایہ کمالی کو۔

عنوانِ باب میں عُنُقِهٖ کا لفظ نمایاں اسی لیے کیا گیا ہے کہ مسلم وغیرہ کی روایتوں میں عَاتِقِهٖ اور رَقَبَتِهٖ کے الفاظ آتے ہیں (فتح الباری جزء اول صفحہ ۷۶۳) کندھے پر اُٹھانے سے زیادہ توجہ خرچ کرنی پڑتی ہے بجائے وَلَدًا صَغِيرًا کے جَارِيَةً کا لفظ بھی غالباً اسی غلط مسئلہ کی طرف اشارہ کرنے کے لیے منتخب کیا گیا ہے یعنی یہ کہ عورت اگر سامنے سے گزرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اغلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کی اس نفرت کو مٹانے کے لیے ایسا کیا ہو جو انہیں لڑکیوں کے متعلق تھی۔ لڑکی کا پیدا ہونا ان کے لیے ایک ماتم ہوتا تھا۔

بَاب ۱۰۷: إِذَا صَلَّى إِلَى فِرَاشٍ فِيْهِ حَائِضٌ

جب کوئی ایسے بستر کی طرف (منہ کرکے) نماز پڑھے جس میں حائضہ ہو

۵۱۷: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ أَخْبَرَتْنِي خَالَتِي مَيْمُوْنَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ فِرَاشِيْ حِيَالَ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُبَّمَا وَقَعَ ثَوْبُهُ عَلَيَّ وَأَنَا عَلَى فِرَاشِيْ.

۵۱۷: ہم سے عمرو بن زُرارہ نے بیان کیا، کہا: ہمیں ہشیم نے شیبانی سے، شیبانی نے عبداللہ بن شداد بن ہاد سے روایت کرتے ہوئے بتلایا۔ کہا: میری خالہ حضرت میمونہؓ حارث کی بیٹی نے مجھے بتلایا۔ کہتی تھیں کہ میرا بستر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز گاہ کے قریب ہوتا۔ بسا اوقات آپؐ کا کپڑا مجھ پر آ پڑتا اور میں اپنے بستر میں ہوتی۔

۵۱۸: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُوْنَةَ تَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَأَنَا

۵۱۸: ہم سے ابونعمان نے بیان کیا، کہا: عبدالواحد ابن زیاد نے ہمیں بتلایا۔ کہا: شیبانی سلیمان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن شداد نے ہمیں بتلایا۔ کہا: میں نے حضرت میمونہؓ کو کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپؐ کے قریب

إِلَى جَنْبِهِ نَائِمَةٌ فَإِذَا سَجَدَ أَصَابَنِيْ ثَوْبُهُ وَأَنَا حَائِضٌ وَّزَادَ مُسَدَّدٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ وَأَنَا حَائِضٌ.

آپؐ کے پہلو میں سوئی ہوتی۔ جب آپؐ سجدہ کرتے تو مجھے آپؐ کا کپڑا لگتا۔ حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔ اور مسدد نے خالد سے روایت کرتے ہوئے یہ زائد کیا، کہا: ہم سے سلیمان شیبانی نے بیان کیا: ''حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔''

تشریح: جیسا کہ روایت نمبر ۲۹۶ کی شرح میں بتلایا جاچکا ہے کہ عربوں کے نزدیک حائضہ کا وجود ناپاک سمجھا جاتا تھا اس باب میں سابقہ مسئلہ پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے کہ بیرونی اشیاء بھی نمازی کی نماز پر اثر انداز نہیں ہوتیں خواہ وہ اپنے اندر ایک رنگ میں ناپاکی کا معنیٰ بھی رکھتی ہوں۔

بَاب۱۰۸: هَلْ يَغْمِزُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ عِنْدَ السُّجُوْدِ لِكَيْ يَسْجُدَ

کیا آدمی سجدہ کرتے وقت اپنی بیوی کو دبا دے تاکہ وہ سجدہ کرلے

۵۱۹: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ بِئْسَمَا عَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّسْجُدَ غَمَزَ رِجْلَيَّ فَقَبَضْتُهُمَا.

۵۱۹: ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، کہا: یحیٰ نے ہمیں بتلایا۔ کہا: عبیداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ کہتی تھیں: کیا ہی بُری بات ہے کہ تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے۔ میں نے خود اپنے آپ کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے اور میں آپؐ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوئی ہوتی۔ جب سجدہ کرنا چاہتے تو میرے پاؤں کو دبا دیتے تو میں اُن کو سکیڑ لیتی۔

تشریح: اس باب کے قائم کرنے سے یہ مسئلہ ثابت کرنا مقصود نہیں کہ آدمی نماز پڑھتے ہوئے اپنی بیوی کو دبائے یا نہ دبائے بلکہ سابقہ مسائل میں صرف استفتاء کی صورت کو واضح کرنا مدنظر ہے۔ حضرت امامہؓ کا اُٹھانا کسی خاص ضرورت کے ماتحت تھا۔ سو جیسے اس واقعہ میں مسئلہ کی نوعیت محدود صورت رکھتی ہے ایسا ہی دیگر امور میں بھی۔ نیز ایک اور مثال دی گئی ہے جس میں نماز پڑھنے والے کی توجہ میں کم وبیش فرق پڑ سکتا ہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے سامنے

سے لیٹا ہوا آدمی اپنے پاؤں سکیڑ لے تا وہ سجدہ کر سکے اور اس غرض کے لیے وہ اس کے پاؤں کو دباتا ہے اس کی توجہ ایک لحہ بھر کے لیے نماز سے ہٹے گی مگر باوجود اس کے اُس کی نماز میں فرق نہیں آتا۔

هَلْ يَغْمِزُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ عِنْدَ السُّجُوْدِ: باب کے عنوان کو استفتاء کی صورت میں پیش کر کے درحقیقت اُن فقہاء کو ایک جواب دیا ہے جو عملِ قلیل اور عملِ کثیر کی فضول بحثوں میں جا پڑے ہیں اور بات بات پر مسئلہ بنا دیا ہے۔

سابقہ باب میں حائضہ سے کپڑا چھونے اور نماز میں خلل نہ آنے کا ذکر تھا اور اس باب میں عورت کے بدن کو چھونے کا ذکر ہے۔ یعنی اس کے سامنے ہونے سے نماز کا ٹوٹنا تو درکنار، اس کو چھونے سے بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔ اس ضمن میں روایت نمبر ۵۱۹ کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں: قَالَتْ بِئْسَمَا عَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ. عورتوں کے متعلق یہی زعمِ باطل ردّ کرنے کی خاطر اس سے پہلے باب ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷ قائم کیے گئے ہیں۔

غَمْز کے معنے آنکھ سے اشارہ کرنا یا ہاتھ سے خفیف سا دبانا۔

بَاب ۱۰۹: اَلْمَرْأَةُ تَطْرَحُ عَنِ الْمُصَلِّيْ شَيْئًا مِنَ الْأَذٰى

عورت نماز پڑھنے والے سے پلیدی اُتار کر پھینک دے

۵۲۰: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ السُّرَّمَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَجَمْعُ قُرَيْشٍ فِي مَجَالِسِهِمْ إِذْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ أَلَا تَنْظُرُوْنَ إِلَى هَذَا الْمُرَائِيْ أَيُّكُمْ يَقُوْمُ إِلَى جَزُوْرِ آلِ فُلَانٍ فَيَعْمِدُ إِلَى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا فَيَجِيْءُ بِهِ ثُمَّ يُمْهِلُهُ حَتَّى إِذَا سَجَدَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ أَشْقَاهُمْ فَلَمَّا سَجَدَ رَسُوْلُ اللهِ

۵۲۰: ہم سے احمد بن اسحاق سرماری نے بیان کیا، کہا: عبیداللہ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: اسرائیل نے ابو اسحاق سے، ابو اسحاق نے عمرو بن میمون سے، عمرو نے حضرت عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتلایا۔ انہوں نے کہا: ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے قریب کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور قریش کا ایک گروہ مجلس لگائے ہوئے تھا۔ اتنے میں ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم اس ریا کار کو نہیں دیکھتے؟ تم میں سے کون آلِ فلاں کی قربانی کی اونٹنی کی طرف جائے اور اس کی لید اور خون اور اوجھڑی کو اکٹھا کر کے لے آوے۔ پھر اس کو اتنی ڈھیل دے کہ جب وہ سجدہ کرے تو اس کو اس کے دونوں کندھوں کے درمیان

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا فَضَحِكُوْا حَتَّى مَالَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ مِّنَ الضَّحِكِ فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ إِلَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَهِيَ جُوَيْرِيَةٌ فَأَقْبَلَتْ تَّسْعَى وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا حَتَّى أَلْقَتْهُ عَنْهُ وَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ فَلَمَّا قَضَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثُمَّ سَمَّى اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ وَّعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَّعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ وَّعُمَارَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَوَاللهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرْعَى يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ سُحِبُوْا إِلَى الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُتْبِعَ أَصْحَابُ الْقَلِيْبِ لَعْنَةً.

رکھ دے۔ اس پر اُن میں سے سب سے بدبخت جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اُسے آپؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں ہی پڑے رہے اور وہ ہنسے یہاں تک کہ ہنسی کے مارے وہ ایک دوسرے پر جھک جھک پڑتے تھے۔ (یہ دیکھ کر) کوئی جانے والا حضرت فاطمہ علیہا السلام کی طرف گیا اور وہ اس وقت چھوکری تھیں تو وہ بھاگتی ہوئی آئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں پڑے ہوئے تھے یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ نے آپؐ سے اس کو اُتار کر پھینک دیا۔ وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر اُن کو بُرا بھلا کہنے لگیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! تو ہی قریش سے سمجھ۔ اے اللہ! تو ہی قریش سے سمجھ۔ اے اللہ! تو ہی قریش سے سمجھ۔ پھر آپؐ نے نام لیا۔ اے اللہ! عمرو بن ہشام اور عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ اور امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید سے سمجھ۔ حضرت عبداللہؓ کہتے تھے: اللہ کی قسم! میں نے خود اُن کو بدر کے دن پچھڑے ہوئے دیکھا۔ پھر ان کو بدر کے کنوئیں میں گھسیٹ کر پھینکا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنوئیں والے لعنت کے نیچے ہیں۔

تشریح: اس باب میں ایک اور مثال دی گئی ہے جس میں مسئلہ کی پوری پوری وضاحت ہے۔آپؐ کی پیٹھ پر بچہ دان بمعہ گندگی رکھا ہوا ہے۔لوگ آس پاس قہقہے مارتے اور آپؐ پر پھبتیاں اُڑا رہے ہیں۔ایک لڑکی آ کر آپؐ کی پیٹھ سے وہ گندگی اُتارتی ہے جس کا کچھ اثر جسم پر بھی لگا رہتا ہے۔باوجود ان تمام باتوں کے آپؐ کی نماز اپنے اندر قبولیت کی تمام شروط رکھتی ہے اور وہ قبولیت ایسا نمایاں اثر دکھلاتی ہے کہ دیکھنے والے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں: **وَ لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرْعٰى يَوْمَ بَدْرٍ.** یہ واقعہ ایک زندہ مثال ہے اس عنوان کی: **لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الْمُسْلِمِ شَيْءٌ** ۔اور جن کی نماز نماز ہی نہیں اس کو تو ذرا سی بیرونی حرکت بھی توڑ دیتی ہے۔مسلمان کو اپنے نفس کے اندر ایسی معنوی کیفیت پیدا کرنی چاہیے کہ باہر کے حوادث اس پر اثر ہی نہ کریں۔**رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ** ۔(النور: ۳۸){یعنی: ایسے عظیم مرد جنہیں نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے یا نماز کے قیام سے یا زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل کرتی ہے۔}

۞۞۞۞۞۞۞

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كِتَابُ مَوَاقِيتِ الصَّلٰوةِ

بَاب ١ : مَوَاقِيْتُ الصَّلَاةِ وَفَضْلُهَا

نماز کے اوقات اور اس کی فضیلت

وَقَوْلُهُ تَعَالَى إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا (النساء:١٠٤) مُوَقَّتًا وَقَّتَهُ عَلَيْهِمْ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ نماز مومنوں کے لیے ایسا فرض ہے جو وقت کے ساتھ وابستہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیا ہے کہ پابندیٔ اوقات کی جائے۔

٥٢١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا وَهُوَ بِالْعِرَاقِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُو مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ مَا هَذَا يَا مُغِيْرَةُ أَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ جِبْرِيْلَ نَزَلَ فَصَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

۵۲۱: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے مالک کو پڑھ کر سنایا کہ ابن شہاب سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن نماز میں تاخیر کر دی تھی تو عروہ بن زبیر اُن کے پاس گئے اور انہیں بتایا کہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے جبکہ وہ عراق میں تھے ایک دن نماز میں تاخیر کر دی تو حضرت ابومسعود انصاریؓ ان کے پاس گئے اور کہا: مغیرہ! یہ کیا؟ کیا تمہیں علم نہیں کہ جبرائیل (علیہ السلام) اُترے اور انہوں نے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی۔ پھر اس کے بعد انہوں نے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا أُمِرْتُ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَةَ اعْلَمْ مَّا تُحَدِّثُ أَوَ إِنَّ جِبْرِيْلَ هُوَ أَقَامَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الصَّلَاةِ قَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ أَبِي مَسْعُوْدٍ يُّحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ.

پھرانہوں نے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی پھر انہوں نے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی۔ پھر انہوں نے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز پڑھی۔ پھر جبرائیل نے کہا: اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اس پر عمرؒ (بن عبدالعزیز) نے عروہ سے کہا: جو بات آپ بیان کرتے ہیں تحقیق کر لیں۔ کیا جبرائیل ہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز کے اوقات مقرر کئے تھے؟ عروہ نے کہا: بشیر بن ابی مسعود اسی طرح اپنے باپ سے روایت کرتے تھے۔

٥٢٢: قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ.

٥٢٢: عروہ نے کہا: حضرت عائشہؓ نے بھی مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور ابھی دھوپ آپ کی کوٹھڑی میں ہوتی۔ یعنی پیشتر اس کے کہ وہ دیوار پر چڑھتی۔

تشریح: **مَوَاقِيْتُ الصَّلٰوةِ وَفَضْلُهَا:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عنوان باب میں مذکورہ بالا آیت کا حوالہ دے کر روایت نمبر ٥٢١ سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نمازوں کے اوقات کی تعیین جبرائیلی تجلی کے تحت ہوئی تھی۔ دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃ الاسراء کے دوسرے روز سورج ڈھلنے پر جبرائیلؑ نازل ہوئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھائی۔ (دیکھئے فتح الباری جزء ٢ صفحہ ٧) لیث کی روایت میں (جو آگے آئے گی) یہ الفاظ ہیں: نَزَلَ جِبْرِيْلُ فَأَمَّنِيْ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ. (کتاب بدء الخلق. باب ذکر الملائکة. روایت نمبر ٣٢٢١) قرآن مجید میں بھی کئی جگہ اوقات مسنونہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورۂ روم میں جو کہ سورتوں میں سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ عَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝ (الروم: ١٨-١٩) یعنی اللہ کی تسبیح کرنی ہوگی اس وقت جب شام ہو اور جب تم صبح کے وقت اُٹھو اور اُسی کی ستائش ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور دن کے آخری حصے میں بھی اور اس وقت بھی جب ظہر ہو۔ **عَشِيًّا** دن کا آخری حصّہ۔

سورج ڈھلنے سے لے کر اُس کے ڈوبنے تک کو بھی عَشِيًّا کہتے ہیں۔ نماز صبح وعصر کی تصریح اس آیت میں بھی کی گئی ہے: سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ (قٓ :۴۰) علاوہ ازیں پانچوں اوقات کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۹ میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ط اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی گہری تاریکی تک نماز قائم کر اور صبح کے وقت قرآن پڑھنے کو بھی لازم رکھ کیونکہ صبح کو قرآن پڑھنا مقبول ہوتا ہے۔ دُلُوْكِ الشَّمْسِ: (سورج ڈھلنے) سے مراد ظہر کا وقت۔ دُلُوْک کے معنی زرد پڑ جانے کے بھی ہیں یعنی عصر کا وقت۔ دُلُوْک کے معنی غروب کے بھی ہیں یعنی شام کا وقت۔ غَسَق سے مراد ابتدائی تاریکی بھی ہے یعنی شام کی اور گہری تاریکی بھی یعنی عشاء کا وقت۔ اور قُرْاٰنَ الْفَجْرِ سے مراد صبح کی نماز۔ روایت مذکورہ بالا سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اوقاتِ نماز میں سے ہر وقتِ نماز کی تعیین علیحدہ علیحدہ جبرائیلی تجلی کے تحت ہوئی ہے اور یہ تعیین کہ کونسا حصّہ وقت کب شروع اور ختم ہوتا ہے اس کا بھی ذکر ضمناً قرآن مجید میں ہے۔ مثلاً تہجد اور فجر کا تعیّن آیت حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَ بْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرۃ:۱۸۸) سے ظاہر ہے۔ ظہر کا تعیّن سورج ڈھلنے سے۔ عصر کا تعیّن سورج کی روشنی میں زردی ظاہر ہونے سے۔

وحی متلو کا مفہوم جبرائیلؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے عملاً ایسا واضح کر دیا گیا ہے کہ کسی شبہ اور ابہام کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے جلیل القدر تابعین میں سے ہیں اور اپنے زمانہ کے مجدد بھی مانے گئے ہیں۔ ان کا عروہ بن زبیر سے یہ کہنا: اِعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ بِهٖ ☆ جو بات تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں علم حاصل کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک اوقاتِ مقررہ میں سے کسی وقت کے ابتدائی یا درمیانی یا آخری حصوں میں تعمیلِ حکم کی رو سے کوئی فرق نہیں۔ ظہر کی نماز خواہ ایک بجے یا دو بجے یا تین بجے پڑھی جائے، حکم کی تعمیل ہو جاتی ہے۔

عروہ نے بشیر بن ابی مسعود کی روایت سے استدلال چھوڑ کر حضرت عائشہؓ کا جو حوالہ دیا ہے اس سے نمازِ عصر کے وقت کی آخری حد بتانا مقصود ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہوتی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے جیسا کہ دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے عصر کی نماز میں دیر کر دی تھی۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶)

عروہ بن زبیر کی محولہ بالا روایت سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ اگرچہ مسئلہ زیر بحث ایک زمانہ میں اختلافی تھا۔ مگر صحابہ کرامؓ ان اوقات کی خصوصیت سے پابندی کیا کرتے تھے جن اوقات میں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تھا اور وہ یقین رکھتے تھے کہ ان اوقات کی تعیین جبرائیلی تجلی کے تحت مکہ مکرمہ میں ہی ہو گئی تھی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل روح القدس کی تجلی کے تحت تھا۔ یہاں تک کہ آپ کا بھولنا بھی۔ (تفصیلی بحث کے لیے دیکھئے ''آئینہ کمالاتِ اسلام'' روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۷ تا ۱۲۶) پس بظاہر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ مسنونہ اوقات کو

☆ یہ عبارت طبعة بولاق کے مطابق ہے۔ (دیکھئے فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۵)

مقدم نہ کیا جائے۔ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروری سمجھا وہاں خود اپنے قول اور عمل سے وسعت اور سہولت دی ہے۔ اس کی تفصیل آئندہ بابوں میں آئے گی۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق مشہور ہے کہ پھر انہوں نے کبھی کسی نماز میں دیر نہیں کی اور یہ روایت ملحوظ رکھی۔ (دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۹) جس زمانہ کا یہ واقعہ ہے اس وقت وہ ولید بن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے امیر تھے اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ امیر معاویہؓ کی طرف سے عراق کے امیر۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶)

بَاب ۲ : مُنِيْبِيْنَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَأَقِيْمُوْا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ(الروم: ۳۲)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اُسی کی طرف جھکتے ہوئے اور تم اس کو سپر بناؤ اور نماز سنوار کر ادا کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو

۵۲۳ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ هُوَ ابْنُ عَبَّادٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا إِنَّا مِنْ هَذَا الْحَيِّ مِنْ رَّبِيْعَةَ وَلَسْنَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَّأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُو إِلَيْهِ مَنْ وَّرَاءَنَا فَقَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيْمَانِ بِاللهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءُ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُؤَدُّوْا إِلَيَّ

۵۲۳: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: عباد نے جو عباد کے بیٹے ہیں ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابو جمرہ سے۔ ابو جمرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ کہتے تھے کہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انہوں نے کہا کہ ہم اس ربیعہ قبیلے سے ہیں اور ہم آپؐ کے پاس محرم کے مہینہ میں ہی پہنچ سکتے ہیں۔ آپؐ ہمیں کوئی ایسا حکم دیجئے کہ جو ہم آپؐ سے سیکھ لیں اور ہم ان لوگوں کو بھی اس کی طرف بلائیں جو ہمارے پیچھے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں تم کو چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے روکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا۔ پھر آپؐ نے ان سے کھول کر بیان کیا کہ اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور نماز ہمیشہ سنوار کر ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا۔ اور یہ کہ جو

خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهٰى☆ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَيَّرِ وَالنَّقِيْرِ.

مال تم حاصل کرو اُس کا پانچواں حصہ مجھے دینا اور میں (تم کو☆) کدو کے تونبے اور لاکھے برتن اور روغنی رال والے برتن اور چوبی برتن سے منع کرتا ہوں۔

تشریح: اَقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ: یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے خاص وقت مقرر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تمام اوقات عبادت کے لیے موزوں اور مناسب ہیں۔ انسان کا جب دل چاہے اس کی عبادت میں مشغول ہو جائے۔ یہ درست ہے بلکہ اُس کی یاد تو کسی وقت بھی نہیں بھولنی چاہیے۔ یہی منشاء اور حکم قرآنِ مجید کا ہے: وَمِنْ اٰنَآءِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ (طٰهٰ: ۱۳۱) رات کی گھڑیوں میں بھی اور دن کے مختلف حصوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو۔ اور فرماتا ہے: فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ (النساء: ۱۰۴) یعنی جب تم نماز پڑھ چکو تو پھر اللہ تعالیٰ کو اُٹھتے بیٹھتے اور اپنی کروٹوں کے بل یاد کرتے رہو۔ گویا نماز ذکرِ الٰہی کی دائمی کیفیات پیدا کرنے کے لیے بطور ایک مشق اور تمہید کے ہے۔ قرآنِ مجید میں کثرت سے ایسی آیتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انفرادی عبادت کے لیے جسے ذکرِ الٰہی کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے کوئی خاص وقت نہیں۔ بلکہ اس میں ہر وقت مشغول رہنے کی ہدایت اور ترغیب دی گئی ہے۔ مگر اجتماعی عبادت کے لیے جس کا نام اَلصَّلٰوة ہے خاص وقت مقرر کئے گئے ہیں جن کی پابندی کے بغیر یہ نماز مقبول نہیں ہوتی اور وقت کی پابندی کا حکم انسان کی فطرت کو ملحوظ رکھ کر دیا گیا ہے کیونکہ انسان بغیر پابندیٔ وقت عبادت کیا کوئی کام بھی سرانجام نہیں دے سکتا۔ شعبہ ہائے زندگی میں سے کسی شعبہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے انسان اس بات کا فطرتاً محتاج ہے کہ وہ قواعد اور وقت کی پابندی کرتے ہوئے اپنے آپ کو ایک معین راستے پر چلنے کے لیے مجبور کرے ورنہ وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

روحانی جادۂ ترقی پر گامزن ہونے کے لیے بھی ہم اسی قانون کے محتاج ہیں اس فطرتی تقاضا کو ملحوظ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبادت میں بھی اوقات کا پابند فرمایا ہے تا ہمارے اندر ذکرِ الٰہی کی لذت آمیز روحانی کیفیات دائمی طور پر پیدا ہو جائیں۔ جیسا کہ ارشاد اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ (طٰهٰ: ۱۵) سے واضح ہوتا ہے۔ اجتماعی عبادت کے ساتھ اوقات کی پابندی کی شرط اس لیے لگائی گئی ہے کہ تمام افرادِ اُمت کو ایک ہی وقت میں اپنی روحانی اور مادی اصلاح کے لیے ربّ العالمین کے حضور سوز و گداز سے مناجات کرنے کا موقع ملے اور ان کی مشترکہ دعا و ابتہال میں قوت و برکت پیدا ہو کر اس کو اللہ تعالیٰ کے حضور پذیرائی حاصل ہو اور اس سے افراد کی معنویات میں بھی اتحاد اور یک جہتی پیدا ہو جو عبادت کے لیے بھی ایسی ہی ضروری شے ہے جیسے ہر اجتماعی کام کے لیے۔ ہماری نماز بھی ایک اجتماعی عبادت ہے جیسا کہ اس کی دعا سورۂ فاتحہ کے صیغہ ہائے جمع اور ان کے معانی سے ظاہر ہے اور اگر اوقات کی پابندی نہ ہوتی تو یہ کام بھی اجتماعی شکل میں ظہور پذیر نہ ہو سکتا بلکہ ایک تفرقہ کی صورت نظر آتی۔

☆ نسخہ انصاریہ کے مطابق اس جگہ لفظ "اَنْهٰكُمْ" ہے۔ (فتح الباری جزءدوم حاشیہ صفحہ ۱۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اسلام ایک عملی دین ہے اوراس نے عملی سہولت پیدا کرنے کے لیے اپنے اصول کی بنیاد فطرتی تقاضے پر رکھی ہے۔ اسی مضمون کی طرف اشارہ کرنے کے لیے امام بخاریؒ نے کتاب مَوَاقِیْتُ الصَّلٰوۃِ کے دوسرے باب کا عنوان ایک جامع آیت سے قائم کیا ہے اوروہ یہ ہے: فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ط فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ط لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ o مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ o مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّ قُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ط كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ o(الروم:۳۱-۳۳)

{پس (اللہ کی طرف) ہمیشہ مائل رہتے ہوئے اپنی توجہ دین پر مرکوز رکھ۔ یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہ قائم رکھنے والا اور قائم رہنے والا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ہمیشہ اس کی طرف جھکتے ہوئے (چلو) اوراس کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور نماز کو قائم کرو۔ اور مشرکوں میں سے نہ ہو۔ (یعنی) اُن میں سے (نہ ہو) جنہوں نے اپنے دین کو تقسیم کردیا۔ اور وہ فرقہ فرقہ (ہو چکے) تھے۔ ہر گروہ (والے) جو اُن کے پاس تھا، اُس پر اترا رہے تھے۔}

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ کے الفاظ عنوان میں نمایاں کئے گئے ہیں تا اسلام کا مقصد اعلیٰ واضح طور پر سامنے آجائے۔ انابت الی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور بار بار جھکنا اور وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّ قُوْا دِيْنَهُمْ یعنی ہر قسم کے شرک اور تفرقہ سے خالی ہونا۔ **اَلصَّلٰوةُ** مشتق ہے صَلَايَة سے۔ جس کے معنی ہیں آگ میں پڑنا۔ اشتقاق کے لحاظ سے اَلصَّلٰوۃ کے معنے سوز وگداز کے ہیں۔ یہ لفظ دعا کے معنوں میں اسی لیے استعمال ہوتا ہے کہ دعا میں بھی سوز وگداز ہوتا ہے۔

اس عظیم الشان عنوانِ توحید اور وحدت کے مطابق جو حدیث پیش کی گئی ہے، اس میں ایمان باللہ کی تشریح ہے یعنی شرک باری تعالیٰ کی نفی، توحید باری تعالیٰ کا اقرار، ایمان بالرسول اور نماز کی پابندی اور زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی سب کو ایمان میں شامل کیا گیا ہے۔ گویا نماز کا قیام ایمان باللہ کی ضروری جزء ہے۔ کیونکہ ایمان باللہ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کو اپنا معبود یقین کرنا اور یہ یقین عبادت کو مستلزم ہے اور یہ عبادت انہی اصولوں کے مطابق قائم کی جانی چاہیئے جن کا تقاضا فطرت بشریہ کرتی ہے۔ غرض اسلام نے اپنے تمام احکام میں فطرت کے اصول ہی مدنظر رکھے ہیں۔

بَاب۳: اَلْبَيْعَةُ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ

نماز سنوار کر پڑھنے کا عہد لینا

۵۲٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

۵۲۴: محمد بن مثنّٰی نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحییٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: قیس نے حضرت جریرؓ بن عبداللہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز سنوار کر ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے اور ہر ایک مسلمان کے لیے خیر خواہی کرنے کا عہد کیا۔

تشریح: اَقَامَ یُقِیْمُ اِقَامَۃ کے معنی کسی کام کو ٹھیک طور پر کرنا اور ہمیشہ جاری رکھنا (لسان العرب تحت لفظ قوم) خود لفظ الصَّلوٰۃ کا اشتقاق جہاں سوز و گداز کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے وہاں دوام کا مفہوم بھی (لسان العرب تحت لفظ صلی) مبتدی کی نماز کمزور حالت میں ہوتی ہے۔ اسی کمزوری کو مدنظر رکھ کر اِقَامَۃُ الصَّلوٰۃ کے یہ معنی ہونگے کہ نماز ٹھیک طرح ادا کی جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبایعین سے توحید اور رسالت کا اقرار لینے کے بعد نماز سنوار کر پڑھنے کی بیعت لیا کرتے تھے۔

بَاب ٤ : اَلصَّلَاةُ كَفَّارَةٌ

نماز ایک کفارہ ہے

۵۲۵: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيْقٌ قَالَ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ

۵۲۵: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحییٰ نے ہمیں بتایا کہ اعمش سے روایت ہے۔ کہا: شقیق نے مجھ سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت حذیفہؓ سے سنا۔ انہوں نے کہا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: تم میں سے کون فتنہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات یاد رکھتا ہے؟ میں نے کہا: میں ویسے ہی جیسے کہ آپؐ نے

قُلْتُ أَنَا كَمَا قَالَهُ قَالَ إِنَّكَ عَلَيْهِ أَوْ عَلَيْهَا لَجَرِيءٌ قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ وَالنَّهْيُ قَالَ لَيْسَ هَذَا أُرِيْدُ وَلَكِنِ الْفِتْنَةُ الَّتِي تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُّغْلَقًا قَالَ أَيُكْسَرُ أَمْ يُفْتَحُ قَالَ يُكْسَرُ قَالَ إِذًا لَّا يُغْلَقُ أَبَدًا قُلْنَا أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ كَمَا أَنَّ دُوْنَ الْغَدِ اللَّيْلَةَ إِنِّي حَدَّثْتُهُ بِحَدِيْثٍ لَيْسَ بِالْأَغَالِيْطِ فَهِبْنَا أَنْ نَّسْأَلَ حُذَيْفَةَ فَأَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ.

فرمایا تھا تو حضرت عمرؓ نے کہا: تم تو آنحضرت ﷺ پر یا کہا روایت کرنے پر بہت ہی دلیر ہو۔ میں نے کہا: آدمی کو ابتلا اُس کی بیوی اور اُس کے مال اور اُس کی اولاد اور اُس کے پڑوسی کی وجہ سے آتا ہے۔ نماز، روزہ، صدقہ اور نیکیوں کا حکم کرنا اور بدیوں سے روکنا اس ابتلا کو دور کر دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا: میری مراد اس سے نہیں بلکہ اس فتنے سے ہے جو اس طرح موجیں لے گا جس طرح سمندر۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا: امیر المومنین! آپ کو اس سے کوئی خطرہ نہیں۔ کیونکہ آپ کے اور اس کے درمیان ایک بند کیا ہوا دروازہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: کیا وہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے؟ انہوں نے کہا: توڑا جائے گا تو حضرت عمرؓ نے کہا: تب تو کبھی بھی بند نہیں ہوگا۔ ہم نے کہا: کیا حضرت عمرؓ اس دروازے کو جانتے تھے؟ حضرت حذیفہؓ نے کہا: ہاں (وہ اُسے ایسا ہی جانتے تھے) جیسا یہ کہ کل سے پہلے رات ہے۔ میں نے ان سے ایک ایسی حدیث بیان کی تھی جو ہرگز غلط نہیں ہے۔ ہم جھجکے کہ حضرت حذیفہؓ سے پوچھیں۔ اس لیے ہم نے مسروق سے کہا اور انہوں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ دروازہ حضرت عمرؓ ہی تھے۔

٥٢٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ

۵۲۶: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سلیمان تیمی سے، سلیمان نے ابوعثمان نہدی سے، ابوعثمان نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ ایک آدمی نے کسی عورت

قُبْلَةً فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللهُ أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ(هود: ١١٥) فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلِي هَذَا قَالَ لِجَمِيْعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ.

کا بوسہ لیا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپؐ کو بتایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ. دن کے دونوں پہروں میں نماز سنوار کر ادا کرو اور رات کے بعض حصوں میں بھی۔ کیونکہ نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں تو اس آدمی نے پوچھا: کیا یہ میرے لیے ہے؟ فرمایا: میری ساری امت کے لیے۔

تشریح: کتاب الوضوء باب ۲۴ روایت نمبر ۱۵۹ کی تشریح دیکھئے۔ اُس میں اس کفارہ کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے کفارہ کے معنی وہ عمل جو گناہ کو چھپادے یا اس کو مٹادے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ط اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ط ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ (هود: ١١٥) یعنی دن کے دونوں ابتدائی اور آخری وقتوں میں نماز قائم کرو اور رات کے بعض حصوں میں بھی۔ کیونکہ نیکیاں بدیوں کو دور کرتی ہیں۔ یہ یاد رکھنے والوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔

فِتْنَةٌ کے لغوی معنی امتحان لینا، آزمانا، کُندن کرنا، کھرے کھوٹے میں تمیز کرنا اور اس بُرے نتیجہ کو بھی کہتے ہیں جو امتحان کے ذریعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ (لسان العرب تحت لفظ فتن) حدیث کے یہ معنی ہیں کہ ان چیزوں کی وجہ سے انسان معصیت کا مرتکب ہوتا ہے۔ (لسان العرب تحت لفظ حدث) لیکن نیکیوں کے ذریعے سے وہ گناہ کے اثرات کو مٹا سکتا ہے۔ توبہ اور استغفار کا بھی یہی مفہوم ہے۔ (دیکھئے کتاب الایمان شرح باب ۲۵: قيام ليلة القدر من الايمان روایت نمبر ۳۵) تبتّل محض یعنی دنیا کے ہر قسم کے تعلقات سے الگ ہو جانا نیکی نہیں بلکہ میدانِ عمل میں رہ کر پھر کڑی آزمائش کی کسوٹی پر درست اترنا نیکی ہے۔ حقوق النفس وحقوق العباد وحقوق اللہ کی کش مکش ہی ہے جس نے دنیا کی زندگی کو دار الابتلاء بنا دیا ہے۔ جو شخص ان مختلف حقوق میں توازن قائم رکھنے کے قابل ہو جاتا ہے وہی آزمائش میں پورا اُترتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ سے اس فتنہ کے متعلق ارشادِ نبویؐ سن کر فرمایا کہ میری مراد اس فتنہ سے نہیں۔ یہ امتحان اور آزمائش تو وہ فتنے ہیں جو روزمرہ ہوتے ہیں بلکہ میری مراد اس عظیم الشان فتنے سے ہے جو مسلمانوں میں سمندر کی طرح موجزن ہوگا اور یہ وہی فتنہ تھا جس کا ظہور حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت ہو کر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ایام میں اور پھر اُس کے بعد نہایت ہیبت ناک صورت اختیار کرتا چلا گیا۔ کتاب الزکاة باب ۲۳: الصدقة تكفر الخطيئة روایت نمبر ۱۴۳۵ میں بھی اس کا ذکر مفصل آئے گا۔ دروازہ توڑنے سے مراد حضرت عمرؓ کا شہید کیا جانا ہے۔ ان دو قسم کے فتنوں میں سے ایک کی تعیین کرنے کے لیے روایت نمبر ۵۲۶ لائی گئی ہے یعنی نماز بروقت اور کما حقہٗ نہ پڑھنے یا اس کو ضائع کر دینے کے ساتھ

جس فتنہ کا تعلق براہِ راست ہے وہ یہی بیوی بچوں اور مال وغیرہ کا فتنہ ہے۔ انہی کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے میں سُست اور غافل ہو جاتا ہے۔

روایت نمبر ٥٢٦ میں جس آیت کے نازل ہونے کا ذکر کیا گیا ہے وہ سورۂ ہود آیت نمبر ١١٥ ہے جو مکہ میں نازل ہوئی تھی مگر مذکورہ بالا واقعہ مدینہ کا ہے جیسا کہ ترمذیؒ وغیرہ کی روایتوں میں تصریح ہے۔ (ترمذی کتاب التفسیر باب ومن سورۃ ہود) اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ کے الفاظ بمعنی تطبیق استعمال کئے گئے ہیں یعنی آپؐ نے اس آیت کا حوالہ دے کر نیکیوں کی ترغیب دی۔

بَاب ٥: فَضْلُ الصَّلَاةِ لِوَقْتِهَا
اپنے وقت پر نماز پڑھنے کی فضیلت

٥٢٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ الْعَيْزَارِ أَخْبَرَنِي قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا صَاحِبُ هَذِهِ الدَّارِ وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي بِهِنَّ {رَسُوْلُ اللهِ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ☆}وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي.

٥٢٧: ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا: ولید بن عیزار نے مجھے بتایا۔ وہ کہتے تھے: میں نے ابوعمرو شیبانی کو یہ کہتے سنا کہ اس گھر والے نے ہمیں بتایا اور انہوں نے حضرت عبداللہؓ کے گھر کی طرف اشارہ کیا کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارا ہے؟ فرمایا: نماز وقت پر پڑھنا۔ انہوں نے کہا: پھر کونسا؟ فرمایا: پھر والدین سے اچھا سلوک کرنا۔ انہوں نے کہا: پھر کونسا؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (حضرت عبداللہؓ) نے کہا کہ (رسول اللہ ﷺ نے ☆) یہ (تین باتیں) مجھے بتائیں اور اگر میں آپؐ سے اور پوچھتا تو آپؐ مجھے اور بتاتے۔

تشریح: عنوان باب ٥ میں عَلٰی وَقْتِهَا کی جگہ لِوَقْتِهَا رکھا گیا ہے۔ تاضمناً اُس مضمون کی طرف توجہ دلائی جائے جو کتاب المواقیت کے پہلے باب میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی نماز پڑھنے کی فضیلت اس لیے ہے کہ وہ وقت پر

☆ الفاظ "رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" نسخہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ١٣) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

پڑھی جائے۔ وقت کے بعد نماز پڑھنے سے وہ مقصد غائب ہوجاتا ہے جس کو مدنظر رکھ کر وقت کی پابندی کی شرط لگائی گئی ہے۔

سوال اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ کا جواب جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے وہ سائل کو مدنظر رکھ کر دیا ہے۔ مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ سے یہ سوال مختلف لوگوں نے پوچھا اور آپؐ نے سوال کرنے والے کی حالت اور موقع و محل کی مناسبت سے اس کا جواب بھی مختلف دیا ہے۔ ابتدائے اسلام میں جہاد فی سبیل اللہ کی اشد ضرورت تھی تو اس وقت آپؐ نے جہاد کو افضل الاعمال قرار دیا۔ (بخاری کتاب العتق باب ایّ الرقاب افضل روایت نمبر ۲۵۱۸) نصوصِ صریحہ سے ثابت ہے کہ نماز صدقہ سے افضل ہے مگر ایک مضطر کے لیے صدقہ کا انتظام کرنا افضل ہوگا خواہ نماز میں کچھ تاخیر بھی ہو جائے۔ یہاں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص حالات مدنظر رکھ کر جواب دیا ہے یعنی حقوق اللہ میں نماز جو وقت پر پڑھی جائے سب سے پیارا عمل ہے۔ حقوق القربیٰ میں والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور حقوق العباد میں بندگانِ خدا کی روحانی اصلاح میں کوشاں رہنا۔

پوچھنے والے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ حضرت عبداللہؓ بغیر کنیت سے یہی مراد ہوتے ہیں۔

بَاب ٦ : اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ كَفَّارَةٌ {لِلْخَطَايَا☆ }

پانچ نمازیں (خطاؤں کا☆) کفارہ ہوتی ہیں

إِذَا صَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ فِي الْجَمَاعَةِ وَغَيْرِهَا.

جب انہیں اپنے وقت پر باجماعت اور بغیر جماعت پڑھے۔

٥٢٨: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُوْلُ ذٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ قَالُوْا لَا

۵۲۸: ابراہیم بن حمزہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن ابی حازم اور دراوردی نے مجھے بتایا۔ انہوں نے یزید سے، یزید نے محمد بن ابراہیم سے، انہوں نے ابوسلمہ بن عبد الرحمان سے۔ ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے۔ بھلا بتاؤ تو سہی کہ اگر تم میں سے کسی ایک کے دروازے کے پاس ندی ہو جس میں وہ ہر روز پانچ دفعہ نہائے۔ تمہارا کیا خیال ہے یہ (نہانا) اس کی کچھ میل باقی رہنے

☆ لفظ ''لِلْخَطَايَا'' نسخہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۱۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا قَالَ فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا.

دے گا؟ انہوں نے جواب دیا کہ کوئی میل بھی نہیں رہنے دے گا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ پانچوں نمازوں کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

تشریح: کسی ایک نماز کو باہمہ شروط پڑھ لینے اور باقی نمازوں میں سستی اور غفلت کرنے سے روحانی اصلاح کی تکمیل نہیں ہوتی۔ پانچوں نمازیں ہر روز اس طریق پر پڑھی جائیں جو پڑھنے کا حق ہے ورنہ مقصد حاصل نہ ہوگا۔ ہر مقصد کے حصول کے لیے عملِ پیہم اور التزام شرط ہے۔

بَاب۷: تَضْيِيْعُ الصَّلَاةِ عَنْ وَّقْتِهَا

نماز کو اپنے وقت سے ضائع کر دینا

۵۲۹: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ عَنْ غَيْلَانَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِّمَّا كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ الصَّلَاةُ قَالَ أَلَيْسَ صَنَعْتُمْ مَّا صَنَعْتُمْ فِيْهَا.

۵۲۹: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: مہدی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے غیلان سے، غیلان نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ان باتوں میں سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھیں میں اب کچھ بھی نہیں پہچانتا۔ کہا گیا: نماز (جو ہے) حضرت انسؓ نے کہا: کیا تم نے اس میں بھی وہ کچھ نہیں کیا جو کیا ہے۔

۵۳۰: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ وَاصِلٍ أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ أَخِي عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ وَهُوَ يَبْكِيْ فَقُلْتُ مَا

۵۳۰: عمرو بن زُرارہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالواحد بن واصل ابوعبیدہ حداد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عثمان بن ابی رواد؛ عبدالعزیز کے بھائی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے زہریؒ کو کہتے سنا کہ میں دمشق میں حضرت انسؓ بن مالک کے پاس آیا اور وہ رو رہے تھے۔ میں نے کہا: آپ کو کیا

يُبْكِيْكَ فَقَالَ لَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِّمَّا أَدْرَكْتُ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةَ وَهَذِهِ الصَّلَاةُ قَدْ ضُيِّعَتْ وَقَالَ بَكْرٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ نَحْوَهُ.

بات رُلا رہی ہے؟ تو انہوں نے کہا: جن باتوں کو میں نے پایا تھا اُن میں سے کسی بات کو بھی نہیں دیکھتا سوا اس نماز کے اور یہ نماز بھی ضائع کردی گئی ہے۔ اور بکر (بن خلف) نے کہا: ہم سے محمد بن بکر بُرسانی نے بیان کیا کہ عثمان بن ابی روّاد نے ہمیں اسی طرح بتایا۔

تشریح: نماز ضائع کرنے سے مراد نماز پڑھنے میں اتنی دیر کر دینا کہ اس کا وقت نکل جائے یا اس کے بعد پڑھنا۔ وقت کے بعد پڑھنا گویا اس کو ضائع کر دینا ہے: اَلَيْسَ صَنَعْتُمْ مَّا صَنَعْتُمْ فِيْهَا سے یہی مراد ہے کہ اس زمانہ میں امراء اسلام نے جو نماز کی حفاظت کے سب سے پہلے ذمہ دار تھے۔ اوقات نماز کی پابندی میں کمی کردی تھی۔ یہ ولید بن عبدالملک کا زمانہ امارت ہے یعنی پہلی صدی کا اخیر۔ جن واقعات کی بناء پر حضرت انس بن مالکؓ کو افسوس کا اظہار کرنا پڑا اُن کا مختصر ذکر علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری (جزء ثانی صفحہ ۱۹-۲۰) میں کیا ہے۔ ان روایتوں سے امراء کے بعض دفعہ نماز بہت دیر کر کے پڑھنے کا پتہ چلتا ہے۔ مگر اس دیر کے سبب کا کہیں بھی ذکر نہیں۔ اُس وقت خلیفہ یا امیر یا حاکم اعلیٰ ہی نماز پڑھایا کرتا تھا۔ باب ۳۶: مَن صلّى بالنّاس جماعةً بعد ذهاب الوقتِ روایت نمبر ۵۹۶ سے ظاہر ہے کہ بعض وقت تاخیر کے جائز وجوہ بھی پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔ ایسا ہی حضرت ابن عباسؓ کی روایت نمبر ۵۴۳ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض وقت نمازیں جمع کیں۔ مگر جس حالت کو دیکھ کر حضرت انسؓ رو پڑے ہیں وہ غیر معمولی معلوم ہوتی ہے اور احکامِ الٰہی کی پابندی کا جو شوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا وہ بعد کے زمانہ میں نہ رہا۔ بعض نسخوں میں صَنَعْتُمْ کی جگہ ضَيَّعْتُمْ ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۹)

بَاب ۸: اَلْمُصَلِّي يُنَاجِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

نماز پڑھنے والا اپنے ربّ عزوجل سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے

۵۳۱: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى يُنَاجِي رَبَّهُ فَلَا

۵۳۱: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے۔ قتادہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی جب نماز

يَتْفِلَنَّ عَنْ يَّمِيْنِهِ وَلَكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ لَا يَتْفِلُ قُدَّامَهُ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَكِنْ عَنْ يَّسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ وَقَالَ شُعْبَةُ لَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَّمِيْنِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَّسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْزُقْ فِي الْقِبْلَةِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَّسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ.

پڑھتا ہے تو وہ اپنے ربّ سے مناجات کرتا ہے۔ اس لیے چاہیئے کہ اپنی دائیں طرف نہ تھوکے بلکہ اپنے بائیں پاؤں کے نیچے۔ اور سعید نے کہا: قتادہ سے مروی ہے کہ اپنے آگے یا اپنے سامنے نہ تھوکے۔ بلکہ اپنے بائیں یا اپنے قدموں کے نیچے اور شعبہ نے کہا: اپنے آگے اور اپنی دائیں طرف نہ تھوکے بلکہ اپنی بائیں طرف یا اپنے پاؤں کے نیچے اور حُمید نے حضرت انسؓ سے، حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا: قبلہ کی طرف نہ تھوکے اور نہ اپنی دائیں طرف بلکہ اپنی بائیں طرف یا اپنے پاؤں کے نیچے۔

۵۳۲: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطْ ذِرَاعَيْهِ كَالْكَلْبِ وَإِذَا بَزَقَ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَّمِيْنِهِ فَإِنَّمَا يُنَاجِي رَبَّهُ.

۵۳۲: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: یزید بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: قتادہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت انسؓ سے، حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: سجدے میں اپنے جسم کو ٹھیک رکھو اور کتے کی طرح (کوئی) اپنے بازو نہ پھیلائے اور جب تھوکے تو اپنے سامنے نہ تھوکے اور نہ اپنی دائیں طرف کیونکہ وہ اپنے ربّ سے راز و نیاز کی باتوں میں مشغول ہوتا ہے۔

تشریح: نَاجِی يُنَاجِي مُنَاجَاةً وَّنِجَاءً کے معنی علیحدہ ہو کر راز کی بات کرنا۔ نماز میں یہی کیفیت ہوتی ہے۔ ایسا نمازی تمام دھندوں اور فکروں سے خالی الذہن ہو کر اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتا ہے۔

یہ باب قائم کرنے سے اس جذبہ شوق کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جو ایک مومن کے دل میں نماز کے لیے ہونا چاہیئے کیونکہ اس کو اس ذات کے ساتھ مخاطب ہونے کا موقع ملتا ہے جو رب العالمین ہے۔ کسی بڑے آدمی کی ملاقات کے

لیے گھنٹوں انتظار کیا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے شرف یاب ہونے کے لیے کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔

باب مذکورہ بالا کے ضمن میں فَلَا يَتْفُلَنَّ عَنْ يَمِيْنِه. قُدَّامَهُ. فِيْ الْقِبْلَةِ. اِعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ. وَلَا يَبْسُطُ ذِرَاعَيْهِ كَا لْكَلْبِ کے حوالے جو کثرت سے دیئے گئے ہیں۔ وہ اس لیے کہ تا یہ امر ذہن نشین کیا جائے کہ نماز میں مناجات مجازاً نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ نماز میں تھوکنے کی ممانعت اور بیٹھنے وغیرہ میں ظاہری آداب کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت بتاتی ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ سے شرف یابی اور مناجات اپنے ساتھ حقیقت رکھتی ہے۔ اس لیے اس مناجات کے آداب کا یہ تقاضا بھی ہے کہ انسان حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة کی تعمیل میں وقت پر حاضر ہو جائے۔

(مزید تشریح کے لیے دیکھئے کتاب الصلوٰۃ باب ۳۷-۳۸)

بَاب ۹: اَلْإِبْرَادُ بِالظُّهْرِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

گرمی کی شدت کی وجہ سے ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت پڑھنا

۵۳۳-۵۳۴: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ حَدَّثَنَا الْأَعْرَجُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَغَيْرُهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَنَافِعٌ مَّوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

۵۳۳-۵۳۴: ایوب بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوبکر نے ہمیں بتایا: سلیمان سے مروی ہے کہ صالح بن کیسان نے کہا: عبدالرحمٰن اعرج وغیرہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مولیٰ نافع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت نقل کی کہ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے اس کو بتایا کہ آپؐ نے فرمایا: جب گرمی شدت کی ہو تو نماز ٹھنڈے وقت پڑھ لیا کرو کیونکہ گرمی کی شدت بھی جہنم کی ایک لپٹ ہے۔

۵۳۵: حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ

۵۳۵: ابن بشار نے ہم سے بیان کیا، کہا: غُندر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا: مہاجر ابی حسن سے مروی ہے کہ انہوں نے زید بن

وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فَقَالَ أَبْرِدْ أَبْرِدْ أَوْ قَالَ انْتَظِرْ انْتَظِرْ وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ.

وہب کوحضرت ابوذرؓ سے روایت کرتے ہوئے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے ظہر کے وقت اذان دی تو آپؐ نے فرمایا: ٹھنڈ ہونے دو، ٹھنڈ ہونے دو۔ یا فرمایا: انتظار کرو، انتظار کرو۔ اور فرمایا کہ گرمی کی شدت بھی جہنم کی ایک لپٹ ہے جب گرمی شدت کی ہوتو نماز ٹھنڈے وقت پڑھو۔ (ہم نے انتظار کیا) یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔

٥٣٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

۵۳۶: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ہم نے زہریؒ سے یہ حدیث یاد رکھی ہے۔ وہ سعید بن مسیّب سے، سعید حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: جب گرمی سخت ہوتو نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھ لیا کرو۔ کیونکہ گرمی کی سختی بھی جہنم کی لپٹ ہے۔

٥٣٧: وَاشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ فَهُوَ أَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَأَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ.

۵۳۷: اور آگ نے اپنے ربّ کے پاس شکایت کی اور کہا: اے میرے ربّ میرا ایک حصہ دوسرے حصہ کو کھا گیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کو دو سانسوں کی اجازت دی۔ ایک سانس موسم سرما میں اور ایک سانس موسم گرما میں اور یہ سانس سخت ترین گرمی ہے جو تم محسوس کرتے ہو اور سخت ترین سردی ہے جو تم محسوس کرتے ہو۔

۵۳۸: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدُوْا بِالظُّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ تَابَعَهُ سُفْيَانُ وَيَحْيَى وَأَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ.

۵۳۸: ہم سے عمر بن حفص نے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے ہمیں بتایا، کہا: اعمش نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابو صالح نے ہمیں بتایا: حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت بھی جہنم کی ایک لپٹ ہے۔ اور سفیان اور یحییٰ اور ابوعوانہ نے بھی اعمش سے روایت کرتے ہوئے اسی طرح بیان کیا۔

تشریح: پابندیٔ اوقات سے متعلق تمہیدی ابواب قائم کرنے کے بعد استثنائی حالات کو لیا ہے جن میں نماز وقت کے اندر آخر وقت میں پڑھی جا سکتی ہے۔ اُن میں سے ایک استثنائی حالت شدت گرمی ہے۔ اس میں نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا ارشاد ہے کیونکہ سخت گرمی میں طبیعت پریشان و بے قرار ہوتی ہے اور ذہن میں وہ سکون و اطمینان نہیں ہوتا جو نماز کے لیے ضروری ہے۔

حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْئَ التُّلُوْلِ (روایت:۵۳۵): روایت نمبر ۵۳۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤذن نے حکم کی تعمیل میں کچھ دیر انتظار کیا اور ایک حد تک گرمی کی حدّت میں تخفیف دیکھ کر پھر آذان دینی چاہی تو آپؐ نے اُسے پھر روک دیا۔ جس پر اور انتظار کیا گیا۔ یہاں تک کہ ٹیلوں کے سائے دیکھے گئے۔ کتاب الاذان (باب الاذان للمسافر. روایت نمبر ۶۲۹) میں یہ روایت ایک اور سند سے بھی نقل کی گئی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: حَتّٰى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُوْلَ یعنی سائے ٹیلوں کے برابر ہوگئے۔ تَلٌّ ایسے ٹیلے کو کہتے ہیں جو زمین پر پھیلا ہوا ہو۔ اُس کی چوٹی اونچی نہیں ہوتی اس لیے اس کا سایہ جلدی ظاہر نہیں ہوتا۔ یہ روایت ٹھنڈے وقت کا ایک موٹا اندازہ بتانے کے لیے لائی گئی ہے۔ تین چار بجے کے درمیان کا وقت معلوم ہوتا ہے۔

روایت نمبر ۵۳۷ (فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ) کا مفہوم واضح کرنے کے لیے لائی گئی ہے۔ اس باب میں دو مختلف روایتیں (۵۳۶-۵۳۷) اکٹھی (ایک سند سے) نقل کی گئی ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے علیحدہ علیحدہ مروی ہیں۔ کتاب بدء الخلق. باب صفة النار روایت نمبر ۳۲۶۰ میں وَاشْتَكَتِ النَّارُ إِلٰى رَبِّهَا کی جو روایت حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کسی اور موقع پر فرمائی تھی۔ یہاں پر فَيْحِ جَهَنَّمَ کی وضاحت کرنے کے لیے بطور تعلیق (یعنی بطور حوالہ) نقل کی گئی ہے۔ جہنم کی تشریح اپنے موقع پر کی جائے گی۔ علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں آگ کے شکوہ سے متعلق مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے علامہ بیضاویؒ کی رائے کا

اظہار بایں الفاظ کیا ہے: رَجَّحَ الْبَیْضَاوِیُّ حَمْلَهٗ عَلَی الْمَجَازِ فَقَالَ شَكْوَاهَا مَجَازٌ عَنْ غَلَيَانِهَا وَاَكْلُهَا بَعْضُهَا بَعْضًا مَجَازٌ عَنِ ازْدِحَامِ اَجْزَائِهَا وَتَنَفُّسُهَا مَجَازٌ عَنْ خُرُوْجِ مَا يَبْرُزُ مِنْهَا. (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۲۶) یعنی مذکورہ بالا الفاظ میں حقیقت بصورت مجاز بیان کی گئی ہے۔ آگ کی شکایت سے مراد اس کا جوش وخروش ہے اور اس کے ایک حصہ کا دوسرے کو کھانے سے مراد وہ تلاطم ہے جو اس کے اجزاء میں پیدا ہوتا ہے اور سانس لینے سے مراد انتشارِ حرارت ہے۔ نَفَسَ کے معنی باہر پھینکنا۔ (لسان العرب۔ تحت لفظ نفس)

یہ تشریح بہت حد تک معقول ہے جو امر واقعہ پر مبنی ہے جس کا مشاہدہ ہم ہر روز کرتے ہیں۔ مجازی پیرایۂ بیان سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ حقیقت ہوتی ہے تو مجاز کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ سارا عالم ان عناصر کا ایک مظاہرہ ہے جو نہایت عظیم الشان طاقتیں ہیں۔ ان میں سے ہر عنصر بالطبع اپنے دائرہ حدود سے نکلنا چاہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان عناصر کی روک تھام کا کوئی انتظام نہ کرتا تو ایک آنکھ کی جھپک میں اَكَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا کا تماشا ہم دیکھ لیتے۔ ان عناصر کو بے حد طاقتیں بخش کر ربّ العالمین نے ان کے جکڑنے کا ایسا انتظام فرمادیا ہے کہ وہ مفید صورت میں کام کر رہی ہیں اور یہ قادرانہ تصرف ثبوت ہے رب العالمین کی ہستی کا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: (سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد ۲۔ صفحہ ۱۱۷ تا ۱۴۸) (اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد ۵۔ حاشیہ صفحہ ۸۵-۸۷)

عناصر میں سے آگ وہ عنصر ہے جس میں ہم سب سے زیادہ تلاطم پاتے ہیں۔ اس کا ایک مظہر تو ہماری مختلف قسم کی آگیں ہیں اور دوسرا مظہر یہ سورج ہے اور تیسرا مظہر وہ طبقۂ بشر ہے جسے جَآنّ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے: وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (الرحمٰن: ۱۶) یعنی جَآنّ کو آگ کے ایسے شعلے سے پیدا کیا ہے جو بھڑ کنے والا ہے یعنی اُن کی ایسی سرشت ہے جس میں مشتعل ہونے کا مادہ پایا جاتا ہے۔ اس طبقۂ ناری کی آگ کے مظاہر خود بنی نوعِ بشر میں موجود ہیں جن کی ناری سرشت نے آگ کی نہایت خطرناک صورتیں ظاہر کی ہیں اور آج ہمارے زمانے میں اس آگ کا ظہور اُن جنگوں میں ظاہر ہو چکا ہے جو آگ کے ذریعے سے لڑی جاتی ہیں اور اَكَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا کا مصداق ہیں۔ افرادِ بشری میں بھی جب قوتِ غضبیہ کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے تو اُن کا نفس بھی اَكَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا کا ایک نظارہ پیش کرتا ہے جب وہ غیظ وغضب میں غلطاں و پیچاں ہوتا ہے۔ ایک فرد کی یہ حالت بھی اَكَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا کا مصداق ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کی صداقت اِن مختلف مظاہر میں عیاں ہے۔ اس ہنگامہ آرا تلاطم کا ظہور سوائے اُس تصادم و انتشارِ حرارت کے اور ہمیں نظر نہیں آتا اور یہ ایک طبعی انتظام ہے جس کے ذریعہ سے حرارت اِدھر اُدھر تقسیم ہوتی رہتی ہے اور اس حکیمانہ تقسیم سے خالق نے مخلوق کو اُس کے مضرات سے محفوظ اور فوائد سے متمتع فرمایا ہے۔ اِس انتشار میں سے زیادہ سے زیادہ حصہ جو ہمیں ملتا ہے اس کا ایک ظہور تو موسمِ گرما میں ہوتا ہے جو بصورتِ افراط ظاہر ہوتا ہے اور ایک ظہور موسمِ سرما میں ہوتا ہے جو بصورتِ تفریط ظاہر ہوتا ہے جبکہ سورج کی گرمی کا انتشار ہماری طرف کم کر دیا جاتا ہے جس سے سخت سردی ہوتی ہے۔ یہ دونوں مظاہرے آگ کے عنصر کے ساتھ وابستہ ہیں جو ہمارا مشاہدہ ہے۔ اگر اس عنصر کے

انتشار کا یہ انتظام نہ ہوتا تو سارا عالم کُرّہ جہنم بن جاتا یا کُرّہ زمہریر۔ ہر افراط کا ایک اپنا ردِّ فعل ہوتا ہے جو خود عنصر کے وجود کو معرضِ اضمحلال میں ڈال دیتا ہے۔ اَكَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا کا جملہ افراط کے اسی طبعی میلان کی طرف اشارہ کرتا ہے جو ہر عنصر میں پایا جاتا ہے اور کسی مخلوق کو شکایت پیدا ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ طبعی اعتدال سے اِدھر اُدھر ہٹ رہی ہے۔

غرض امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اِس حدیث کا حوالہ برمحل دے کر ضمناً فَیْحِ جَهَنَّم کی تشریح کر دی ہے اور بتایا ہے کہ سخت گرمی کو جہنم کی لپٹ کہا ہے۔ یہاں آگ کو جہنم کا مظہرِ اکبر قرار دیا ہے اور قرآن مجید کی آیت حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں سخت گرمی اور سخت سردی کے دونوں مظاہرے پائے جاتے ہیں۔(النبأ:۲۶) ایک روایت میں آتا ہے: نَارُكُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ (بخاری کتاب بدء الخلق. با ب صفة النار وأنها مخلوقة: ۳۲۶۵) یعنی ہماری یہ آگ جہنم کا ستر واں (۱/۷۰) حصہ ہے۔ تفصیلی بحث کے لیے دیکھئے تشریح کتاب بدء الخلق. باب۱۰: صفة النار وأنها مخلوقة. روایت نمبر۳۲۶۵)

تَابَعَهُ سُفْيَانُ.... (نمبر۵۳۸): روایت نمبر۵۳۶-۵۳۷ کے الفاظ دیکھنے سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وَاشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا اس وقت فرمایا تھا جب آپؐ نماز ٹھنڈے وقت پڑھنے کی ہدایت فرما رہے تھے۔ اس غلط فہمی سے بچانے کے لیے اور یہ بتانے کے لیے کہ یہ الگ روایت ہے، روایت نمبر۵۳۸ کا اعادہ کر کے اس کے آخر میں سفیان ثوریؒ کا حوالہ دیا گیا ہے کیونکہ سابقہ روایت (نمبر۵۳۶) بھی انہی کی سند سے بیان کی گئی ہے۔ سفیان ثوریؒ کی روایت میں جو کہ کتاب بدء الخلق باب ۱۰: صفة النار وأنها مخلوقة. روایت نمبر۳۲۵۹ میں درج ہے، وَاشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا کے الفاظ نہیں۔

بَاب ۱۰: اَلْإِبْرَادُ بِالظُّهْرِ فِي السَّفَرِ

سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

۵۳۹: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُهَاجِرٌ أَبُو الْحَسَنِ مَوْلًى لِبَنِي تَيْمِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُّؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

۵۳۹: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: مہاجر ابوحسن نے جو کہ بنی تیم اللہ کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے۔ مؤذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی صلی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَتَفَيَّؤُا(النحل:۴۹) يَتَمَيَّلُ.

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھنڈا ہونے دو۔ پھر کچھ دیر بعد اس نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: ٹھنڈا ہونے دو۔ یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گرمی کی شدت بھی جہنم کی ایک لپٹ ہے۔ جب گرمی سخت ہو تو نماز ٹھنڈے وقت پر پڑھا کرو اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: یَتَفَیَّؤُا کے معنے یَتَمَیَّلُ کے ہیں یعنی سائے ڈھلتے ہیں۔

تشریح: باب ۱۰ روایت نمبر ۵۳۹ سے روایت نمبر ۵۳۵ کی مزید وضاحت کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر تاخیر جو نماز ظہر میں کی تو اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپؐ سفر میں تھے۔ گویا سفر بھی ایک استثنائی حالت ہے جسمیں نماز ابتدائی وقت میں یا آخر وقت میں پڑھی جاسکتی ہے۔ اس باب سے یہ نہ سمجھا جائے کہ گویا ٹھنڈے وقت کے انتظار کی خصوصیت سفر کے ساتھ ہی ہے۔ سابقہ روایتیں مطلق اجازت سے متعلق ہیں۔ الفاظ حَتّٰی رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس قدر دیر کردی تھی کہ یہ عصر کے قریب کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ امام موصوفؒ نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ آپؐ سفر میں تھے اور سفر میں نمازیں جمع کرلی جاتی تھیں۔ آیت يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ (النحل :۴۹) کی تفسیر کا حوالہ بھی اسی لئے دیا گیا ہے تا قارئین کو اصل مقصد کی طرف توجہ دلائیں۔ فَیْءٌ اُس سایہ کو کہتے ہیں جو سورج ڈھلنے کے ساتھ ایک جہت سے ہٹ کر دوسری جہت کی طرف پھیلتا ہے۔

بَاب ۱۱ : وَقْتُ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ

ظہر کا وقت سورج ڈھلنے پر ہوتا ہے

وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالْهَاجِرَةِ.

اور حضرت جابرؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت نماز پڑھا کرتے تھے۔

۵۴۰: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ

۵۴۰: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت انسؓ بن مالک نے مجھے بتایا کہ رسول

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ فَذَكَرَ أَنَّ فِيْهَا أُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ فَلَا تَسْأَلُوْنِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَّا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ وَأَكْثَرَ أَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِي فَقَامَ عَبْدُ اللهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ أَبِي قَالَ أَبُوْكَ حُذَافَةُ ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِي فَبَرَكَ عُمَرُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ آنِفًا فِي عُرْضِ هَذَا الْحَائِطِ فَلَمْ أَرَ كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ.

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھل گیا تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھی اور منبر پر کھڑے ہوئے اور موعودہ گھڑی کا ذکر کیا اور فرمایا: اس میں بڑے بڑے واقعات ہوں گے۔ پھر فرمایا: جو شخص کچھ پوچھنا چاہے تو پوچھ لے۔ تم جو کچھ بھی مجھ سے پوچھو گے میں تمہیں بتاؤں گا جب تک کہ میں اپنے اس مقام میں ہوں تو لوگ بہت روئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ فرمایا کہ مجھ سے پوچھو اس پر حضرت عبداللہؓ بن حذافہ سہمی اٹھے اور کہا: میرا باپ کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: حذافہ۔ پھر آپؐ نے بہت دفعہ فرمایا کہ مجھ سے پوچھو۔ اس پر حضرت عمرؓ اپنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوگئے اور کہا: ہم راضی ہیں کہ اللہ ہمارا ربّ اور اسلام ہمارا دین اور محمدؐ ہمارے نبی ہیں۔ آپؐ خاموش ہوگئے۔ پھر فرمایا: جنت اور آگ ابھی اس دیوار کی چوڑائی میں میرے سامنے پیش کی گئی تھیں تو میں نے ایسا خیر و شر کبھی بھی نہیں دیکھا۔

٥٤١: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَأَحَدُنَا يَعْرِفُ

۵۴۱: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابومنہال سے۔ ابومنہال نے حضرت ابوبرزہؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھا کرتے اور (حالت یہ ہوتی کہ) ہم میں سے ایک اپنے ساتھی کو پہچان سکتا اور آپؐ اس

جَلِيْسَهُ وَيَقْرَأُ فِيْهَا مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ وَيُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَأَحَدُنَا يَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَلَا يُبَالِيْ بِتَأْخِيْرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ ثُمَّ قَالَ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ لَقِيْتُهُ مَرَّةً فَقَالَ أَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ.

نماز میں ساٹھ سے لے کر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔ جب سورج ڈھل جاتا تو ظہر پڑھا کرتے اور اسی طرح عصر ایسے وقت میں پڑھتے کہ ہم میں سے کوئی (عصر پڑھ کر) مدینہ کے پرلے کنارے جاتا پھر وہ لوٹ آتا اور سورج ابھی روشن ہوتا اور میں بھول گیا ہوں جو (حضرت ابوبرزہؓ) نے مغرب سے متعلق کہا تھا اور آپؐ رات کی تہائی تک عشاء میں تاخیر کرنے کی پرواہ نہ کرتے۔ پھر (ابومنہال نے) کہا: رات کے نصف تک اور معاذ نے کہا: شعبہ کہتے تھے: میں اُن (ابومنہال) سے ایک دفعہ ملا تو انہوں نے کہا: رات کی تہائی تک۔

۵۴۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنِي غَالِبٌ الْقَطَّانُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَائِرِ سَجَدْنَا عَلَى ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ.

۵۴۲: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہمیں عبداللہ نے بتایا، کہا: خالد بن عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا کہ غالب قطان نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے بکر بن عبداللہ مزنی سے، بکر نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نمازیں پڑھتے تو ہم گرمی سے بچنے کے لئے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے۔

تشریح: استثنائی حالت بیان کرنے کے بعد ظہر کا ابتدائی وقت بتانے کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے کَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُصَلِّيْ بِا لْهَا جِرَةِ. اَلْهَاجِرَه دوپہر کو کہتے ہیں جب لوگ گرمی کی وجہ سے کام کاج چھوڑ کر آرام کرتے ہیں۔ عنوان باب میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کا حوالہ باب کا اصل مقصد واضح کرنے کے لیے دیا گیا ہے کہ عام حالات میں جبکہ گرمی معتدل ہو آپؐ کی عادت یہی تھی کہ آپؐ ظہر کے ابتدائی حصہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس حوالہ سے اُن فقہاءِ کوفہ کا ردّ کرنا مقصود ہے جن کا یہ خیال ہے کہ ظہر کی نماز اوّل وقت پڑھنی ضروری نہیں۔

حضرت جابرؓ کے مذکورہ بالا حوالہ کے لیے دیکھئے روایت نمبر ۵٦٠، ۵٦۵۔ روایت نمبر ۵٤٠ کے لیے کتاب العلم باب ۲۸: الغضب فی الموعظة. روایت نمبر ۹۲ کی تشریح دیکھئے۔ حضرت انسؓ کی اس روایت میں الفاظ حِیْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ زائد ہیں اور انہی الفاظ کا عنوان باب کے ساتھ تعلق ہے۔ زَاغ کے معنی مائل ہونا، ڈھلنا۔

عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ انِفًا: دیکھئے تشریح کتاب العلم باب ۲٤: من اجاب الفتيا بإشارة اليد والرأس روایت نمبر ۸۵۔

يُصَلِّيْ الظُّهْرَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ: روایت نمبر ۵٤١ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ سورج ڈھلنے پر آپؐ نمازِ ظہر پڑھا کرتے تھے۔ یہ روایت اس خیال کے ردّ کرنے کے لیے لائی گئی ہے کہ شاید ایامِ سرما میں سورج ڈھلنے پر نماز پڑھا کرتے ہوں۔ الفاظ سَجَدْنَا عَلٰى ثِيَابِنَا اتِّقَآءَ الْحَرِّ سے معلوم ہوتا ہے کہ گرمی کا موسم تھا۔ مگر اس سے أَلْإِبْرَادُ بِالظُّهْرِ کے خلاف ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اگر گرمی میں تین بجے بھی نماز پڑھی جائے تو اس وقت بھی فرش اتنا گرم ہوتا ہے کہ سجدہ کرنے کے لیے کپڑا رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان روایتوں میں تطبیق اسی طرح دی جاسکتی ہے کہ شدتِ گرمی کے سوا باقی موسموں میں ظہر اوّل وقت میں پڑھا کرتے تھے جبکہ دوپہر کو گرمی برداشت کی جاسکتی تھی اور عام طور پر آپؐ کی یہی سنت تھی۔ مگر شدتِ گرمی میں آپؐ ٹھنڈے وقت نمازِ ظہر پڑھتے۔

بَاب ١٢: تَأْخِيْرُ الظُّهْرِ إِلَى الْعَصْرِ

ظہر میں عصر تک تاخیر کرنا

٥٤٣: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِالْمَدِيْنَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فَقَالَ أَيُّوْبُ لَعَلَّهُ فِي لَيْلَةٍ مَّطِيْرَةٍ قَالَ عَسَى.

۵٤٣: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن دینار سے، عمرو نے جابر بن زید سے، جابر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں آٹھ رکعتیں نماز ظہر اور عصر کی اور سات رکعتیں مغرب وعشاء کی اکٹھی پڑھیں۔ اس پر ایوب نے کہا: شاید یہ برساتی رات میں ہو۔ کہا: ہوسکتا ہے۔

تشریح: بعض فقہاء نے اس مسئلہ میں یہ رائے قائم کی ہے کہ ظہر ایسے وقت میں پڑھی جائے کہ اس سے فارغ ہونے پر دوسری نماز کا وقت شروع ہوجائے اور یہ جمع تو کہلائے گی مگر باعتبارِ اوقات جمع نہیں بلکہ ہر نماز اپنے وقت میں ہوگی۔ لیکن عنوان باب کی نحوی ترکیب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کی نماز میں اس قدر دیر کرنا کہ عصر کا وقت

شروع ہوجائے اور پھر دونوں کو جمع کرنا۔حرف اِلٰی آخری وقت پر دلالت کرتا ہے۔

جس روایت سے مسئلہ مُعَنْوَنَہ کے بارے میں استدلال کیا گیا ہے وہ مسلمؒ ،نسائیؒ اور ابوداؤدؒ نے بھی بسند امام مالکؒ نقل کی ہے اور اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: فِيْ غَيْرِ خَوْفٍ وَّ لَاسَفَرٍ ☆..... قَالَ مَالِكٌ اَرَى ذٰلِكَ كَانَ فِي مَطَرٍ. (ابوداؤد۔کتاب الصلاۃ۔باب الجمع بین الصلا تین)یعنی نماز بغیر خوف یا سفر کے جمع کی گئی تھی۔امام مالکؒ نے کہا: میرا خیال ہے کہ یہ نمازیں بارش میں جمع کی گئی تھیں۔امام بخاریؒ کی اس روایت میں ایوب سختیانیؒ نے یہی احتمال پیش کیا ہے۔جس کا جواب بھی احتمال سے ہی دیا گیا ہے۔امام موصوفؒ نے مذکورہ بالا روایت کی بناء پر جوعنوان قائم کیا ہے،اس میں کسی قسم کی قید نہیں لگائی گئی؛نہ بارش کی؛نہ بیماری کی۔کیونکہ صرف احتمال پر مسئلہ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔مسلم کی ایک اور روایت میں تو اس بات کی بھی تصریح ہے: وَلَا مَطَرٍ. یعنی بغیر بارش کے۔(دیکھئے مسلم. کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا.باب الجمع بین الصلا تین فی الحضر)

آپؐ نے مدینہ میں نمازیں جمع کیں۔اس روایت کی بناء پر یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ بغیر ضرورت اور عذر کے وہ جمع کی گئی تھیں۔کیونکہ اوقات کی پابندی کے ساتھ نمازیں پڑھنے کا حکم صریح اور واضح ہے۔پس ضرور ہے کہ آپؐ نے کسی سبب سے نمازوں میں غیر معمولی تاخیر کی ہوگی۔اس لیے بغیر عذر نمازیں جمع کرنا قطعاً جائز نہیں۔اکثر ائمہ اور فقہاء کا یہی مذہب ہے۔البتہ عذر کی نوعیّت میں اختلاف ہے۔امام مالکؒ نے تو کیچڑ کی وجہ سے بھی رات کی نمازیں جمع کرنے کا فتویٰ دیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے جو اس روایت کے راوی ہیں،ایک دفعہ بصرہ میں نمازِ عصر کے بعد تقریر شروع کی جو مغرب کے بعد ختم ہوئی تو انہوں نے وہ نمازیں اکٹھی پڑھائیں تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بارہ میں عملی سہولت کی سنت کا اِحیاء ہو۔(مسلم. کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا.باب الجمع بین الصلا تین فی الحضر)

ایسا ہی حضرت ابن عمرؓ سے متعلق بھی مروی ہے کہ اگر اُنہیں حکام کو مغرب اور عشاء کے درمیان اکٹھا کرنے کا اتفاق ہوتا تو پھر نمازیں جمع کرتے۔اس لیے ائمہ کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا روایت کی بناء پر یہ فتویٰ دیا ہے کہ مطلق کسی صحیح ضرورت کے پیش آنے پر نمازیں حضر میں بھی جمع کی جاسکتی ہیں اور یہ فتویٰ اس عملی سہولت کے عین مطابق ہے جو شارع اسلام علیہ الصّلوٰۃ وَالسلام نے تمام احکامِ شریعت کے نفاذ میں ملحوظ رکھا ہے۔

یہ باب بھی امام بخاریؒ کے حسنِ تصرف کی ایک بیّن مثال ہے۔اس میں عنوانِ باب کو کسی عذر یا سبب سے مقید نہیں کیا ہے کیونکہ ضرورتوں اور مجبوریوں کی نوعیت مختلف حالات کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جمع کی صرف یہی صورت تسلیم کرتے ہیں کہ ظہر یا مغرب اپنے وقت کے آخری حصہ میں پڑھی جائے جبکہ ایک سے فارغ ہونے پر دوسری کا وقت شروع ہوجائے۔ان کے نزدیک یہ روایتیں صرف اس قدر بتاتی ہیں کہ آپؐ نے ایسا بھی کیا تھا مگر اس بارہ میں آپؐ کے صریح ارشاد کا پتہ نہیں۔ایک فعل کئی قسم کے احتمال اپنے ساتھ رکھ سکتا

☆ (مسلم. کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا.باب الجمع بین الصلا تین فی الحضر)
(نسائی. کتاب المواقیت. باب الجمع بین الصلا تین فی الحضر)

ہےاور وہ قول کی طرح ناطق نہیں ہوتا۔ اس لیے اُن کے نزدیک اوقات کی پابندی سے متعلق نصِ صریح کے ہوتے ہوئے نمازیں اپنے وقت پر نہ پڑھنا جائز نہیں، نہ سفر میں؛ نہ حضر میں۔ مگر یہ فتویٰ اپنے ساتھ عملی مشکلات رکھتا ہے۔ باقی ائمہ نے اُن کی یہ دلیل اور فتویٰ تسلیم نہیں کیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ثابت ہے اور اُس کے بعد صحابہ کرام ؓ کا عمل درآمد بھی ثابت ہے جو آپ ؐ کی سنت کو بہتر سمجھنے والے تھے تو احتمالات پیدا کر کے اپنے لیے خواہ مخواہ عملی مشکلات پیدا کر لینا اَلدِّیْنُ یُسْرٌ کی تعلیم کے مطابق نہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے:-

(فتح الباری. الجزء الثانی. صفحہ ۳۳) ، (عمدۃالقاری. الجزء الخامس. صفحہ ۳۱)
(بدایۃ المجتہد. کتاب الصلوٰۃ. الجملۃ الثالثۃ. الباب الرابع. الفصل الثانی فی الجمع)

بَاب ۱۳ : وَقْتُ الْعَصْرِ

عصر کا وقت

وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ مِنْ قَعْرِ حُجْرَتِهَا.

اور ابو اُسامہ نے کہا: ہشام سے مروی ہے کہ دھوپ ابھی حضرت عائشہ ؓ کے کمرے کے اندر ہی ہوتی۔

٥٤٤ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا.

۵۴۴: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، کہا: انس بن عیاض نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ ؓ فرماتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھا کرتے اور ابھی دھوپ ان کے کمرے کے اندر سے نہ نکلی ہوتی۔

٥٤٥ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا.

۵۴۵: ہم سے قتیبہ نے بیان کیا، کہا: ہمیں لیث نے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی اور دھوپ ابھی کمرہ ہی میں تھی اور سایہ ان کے کمرے سے نکل کر (دیوار پر) نہیں چڑھا تھا۔

٥٤٦: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاةَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِي حُجْرَتِي لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ وَقَالَ مَالِكٌ وَّيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَشُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِي حَفْصَةَ وَالشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ.

۵۴۶: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زُہری سے، زُہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ فرماتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے کہ دھوپ ابھی میرے کمرے میں ہوتی، سایہ ابھی نہ چڑھتا۔ اور مالک اور یحیٰی بن سعید اور شعیب اور ابن ابی حفصہ نے کہا: اور دھوپ (ان کے کمرے میں ہوتی) پیشتر اس کے کہ سایہ چڑھتا۔

٥٤٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبِي كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ الَّتِي تَدْعُوْنَهَا الْأُوْلَى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى رَحْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُّؤَخِّرَ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِي تَدْعُوْنَهَا

۵۴۷: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہمیں بتایا، کہا: عوف نے سیار بن سلامہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ کے ہاں گیا اور میرے باپ نے ان سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کیسے پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپؐ دوپہر کی نماز جس کو تم پیشیں کہتے ہو اس وقت پڑھا کرتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا اور عصر کی نماز (ایسے وقت میں) پڑھا کرتے تھے کہ پھر ہم میں سے ایک اپنے ٹھکانے میں جو کہ شہر کے سب سے دور حصے میں ہوتا واپس چلا جاتا اور سورج ابھی روشن ہوتا اور جو انہوں نے مغرب سے متعلق کہا تھا وہ میں بھول گیا اور آپؐ عشاء میں جسے تم

الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهُ وَيَقْرَأُ بِالسِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ.

عَتَمَه (اندھیر) کہتے ہو تاخیر پسند فرماتے تھے اور اس سے پہلے سونا اور اس کے بعد بات کرنا ناپسند فرماتے اور آپؐ صبح کی نماز سے ایسے وقت (فارغ ہوکر) پھرتے کہ جب آدمی اپنے ساتھی کو پہچان لیتا اور آپؐ ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھتے۔

٥٤٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَخْرُجُ الْإِنْسَانُ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُهُمْ يُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ.

۵۴۸: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے اسحاق بن عبداللہ ابن ابی طلحہ سے، انہوں نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ہم عصر پڑھتے پھر انسان بنی عمرو بن عوف کو جاتا تو اُنہیں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پاتا۔

٥٤٩: حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُوْلُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَقُلْتُ يَا عَمِّ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّيْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَهَذِهِ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي كُنَّا نُصَلِّي مَعَهُ.

۵۴۹: ابن مقاتل نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے ابوامامہ کو کہتے سنا کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر ہم نکل کر حضرت انسؓ بن مالک کے پاس آئے تو ہم نے انہیں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ میں نے کہا: چچا! یہ کیا نماز تھی جو آپ نے پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: عصر اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے جو ہم آپؐ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

٥٥٠:حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي فَيَأْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهِ.

٥٥٠: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت انسؓ بن مالک نے مجھے بتایا، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے اور سورج ابھی بلند اور روشن ہوتا اور جانے والا عوالی کو جاتا اور اُن کے پاس ایسے وقت پہنچتا کہ سورج ابھی بلند ہوتا اور مدینہ سے بعض عوالی چار میل یا اس کے قریب ہیں۔

٥٥١:حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا إِلَى قُبَاءٍ فَيَأْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ.

٥٥١: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم عصر کی نماز پڑھتے پھر ہم میں سے جانے والا قباء کی طرف جاتا وہ ان کے پاس آتا اور سورج ابھی بلند ہوتا۔

تشریح: مِنْ قَعْرِ حُجْرَتِهَا: میں جو ضمیر ہے وہ حضرت عائشہؓ کی طرف جاتی ہے۔ امام بخاریؒ کی یہ عادت ہے کہ کسی راوی کے لفظی اختلاف کو روایت کے بعد بطور تعلیق (حوالہ) نقل کرتے ہیں۔ مگر یہاں عنوانِ باب میں ابواسامہ کی روایت کا حوالہ دیتے ہوئے الفاظ مِنْ قَعْرِ حُجْرَتِهَا نمایاں کر کے دکھائے ہیں۔ ابواسامہ کی روایت میں وَالشَّمْسُ فِيْ قَعْرِ حُجْرَتِيْ ہے۔ (عمدۃالقاری۔الجزء الخامس۔صفحہ ٣٤)

قَعْرُ كُلِّ شَيْءٍ :اَقْصَاهُ۔ یعنی قَعْرٌ کسی چیز کی انتہائی حد کو کہتے ہیں۔ (لسان العرب تحت لفظ قعر) اس لیے الفاظ محولہ بالا کے یہ معنی ہونگے کہ دھوپ ان کے حجرہ میں انتہائی حد تک ہوتی۔ اس سے امام بخاریؒ روایت نمبر ٥٤٤، ٥٤٥ اور نمبر ٥٤٦ میں سورج کے حجرہ میں ہونے کا جو ذکر آیا ہے، اس کے مفہوم کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ ابھی سورج کافی اونچا ہوتا جب آپؐ عصر کی نماز سے فارغ ہوتے۔ کیونکہ دھوپ سے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ کمرے اور دروازے جتنے اونچے ہونگے؛ دیر تک دھوپ ان کے اندر رہے گی اور جتنے چھوٹے ہونگے اتنی جلدی دھوپ اُن کے اندر سے غائب

ہوجائے گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے گھر چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں تھیں۔عصر کی نماز پڑھنے کے بعد اُن کے اندر دھوپ کے موجود ہونے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابھی سورج اتنا اونچا ہوتا کہ دھوپ کمرے کے اندر آخری حد تک رہتی۔
(فتح الباری. الجزء الثانی. صفحہ ۳۴-۳۵)،(عمدۃالقاری. الجزء الخامس. صفحہ ۳۳-۳۴)

اگرچہ اس استدلال کی تائید روایت نمبر ۵۵۰ سے بالصراحت ہوتی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ. یعنی سورج اونچا اور خوب روشن ہوتا۔مگر میرا خیال ہے کہ یہ باب صرف اس قدر ظاہر کرنے کے لیے باندھا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عصر کی نماز کے وقت کا بھی ایک معین اندازہ تھا جس میں آپؐ یہ نماز پڑھا کرتے تھے اور اس اندازے کا اظہار حضرت عائشہ ؓ اپنے حجرے میں دھوپ کے ہونے سے کرتی ہیں۔ پہلی روایت کے الفاظ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا سے پتہ چلتا ہے کہ سورج ڈھلنے پر دھوپ آپؐ کی کوٹھڑی میں داخل ہوتی اور بڑھتے بڑھتے آخری حد تک پہنچنے کے بعد ابھی سایہ باہر نہ نکلتا کہ نماز عصر پڑھ لی جاتی۔اس باب کی دوسری اور تیسری روایت کے الفاظ لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت سایہ باہر نکل کر دیوار پر نہ چڑھتا۔دوسرا اندازہ مسافت کے ذریعہ سے کیا گیا ہے۔نماز پڑھ کر صحابہؓ مدینہ کے مضافات میں جاتے اور ابھی سورج روشن ہوتا اور اس میں زردی نمودار نہ ہوتی۔تیسرا اندازہ روایت نمبر ۵۴۹ میں ایک قیاس کی صورت میں پیش کیا گیا ہے یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں ظہر ایسے وقت میں پڑھی جاتی تھی کہ درحقیقت وہ عصر کا وقت ہوتا۔ان روایت شدہ اندازوں میں سے جو اندازہ سند کے اعتبار سے امام بخاریؒ کی شرائط کے مطابق ہے وہ وہ اندازہ ہے جس کا ذکر انہوں نے روایت نمبر ۵۵۰،۵۵۱ میں کیا ہے یعنی مسافت کا۔نماز عصر پڑھ کر انسان اپنے گھر کو جاتا جو تین چار میل کے فاصلہ پر ہوتا اور وہاں ایسے وقت پہنچتا کہ سورج ابھی اونچا ہوتا۔ان روایتوں سے کم از کم اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ عصر کی نماز جلد پڑھی جاتی۔ مسجد قباء بھی مدینہ سے ایک کوس تھی اور مدینہ کے اردگرد کی آبادی کچھ نجد کی طرف ہے جو بلندی پر ہے، اُسے عوالی کہتے ہیں اور کچھ تہامہ کی طرف ہے جو نیچے کی جانب ہے اسے سافلہ یعنی بیٹ کہتے ہیں۔قریب سے قریب بستی کا فاصلہ مدینہ سے دو میل اور دور سے دور چھ میل ہے(فتح الباری الجزء الثانی. صفحہ ۳۹)(عمدۃ القاری الجزء الخامس. صفحہ ۳۷)
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قریب کی بستیوں کے رہنے والے تھے۔

علامہ ابن حجرؒ اور عینیؒ کا یہ خیال ہے کہ امام بخاریؒ کو یا تو وہ روایتیں نہیں پہنچیں جن سے عصر کے ابتدائی وقت کا یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ جب کسی چیز کا سایہ اتنا یا اس سے دوگنا ہوجائے یا اگر وہ روایتیں ان کو پہنچی ہیں تو بوجہ اپنی شرطوں کے مطابق نہ پانے کے انہوں نے وہ ردّ کردی ہیں۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۵-۳۶)(عمدۃ القاری جزء خامس صفحہ ۳۳) روایت نمبر ۵۷۴ میں عصر کو ٹھنڈے وقت کی نماز سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہمارے ملک میں گرمی کے موسم میں پانچ بجے تک شدت کی گرمی کم ہوکر فضا میں خنکی پیدا ہوجاتی ہے اور سایہ بھی اس وقت دوگنا ہوجاتا ہے اور موسم سرما میں چار بجے فضا میں ٹھنڈک پیدا ہوجاتی ہے۔ان دونوں وقتوں میں آدمی نماز پڑھ کر دو تین میل کا فاصلہ سورج غروب ہونے سے پہلے طے کرسکتا ہے۔

بَاب ١٤: إِثْمُ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ

اس شخص کا گناہ جس کی نمازِ عصر جاتی رہے

٥٥٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِي تَفُوْتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ كَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ {☆قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ (محمد:٣٦) وَتَرْتُ الرَّجُلَ إِذَا قَتَلْتُ لَهُ قَتِيْلًا أَوْ أَخَذْتُ لَهُ مَالًا}.

۵۵۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے اور نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی نماز عصر جاتی رہی تو گویا اس کا گھربار اور مال لوٹ لیا گیا۔

☆ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ. وَتَرْتُ الرَّجُلَ جب میں اُس کا آدمی مارڈالوں یا اس کا مال لے لوں۔

بَاب١٥: مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ

جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی

٥٥٣: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِي غَزْوَةٍ فِي يَوْمٍ ذِي غَيْمٍ فَقَالَ بَكِّرُوْا بِصَلَاةِ الْعَصْرِ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ.

۵۵۳: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام نے بتایا، کہا: یحيٰ بن ابی کثیر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے ابوالملیح سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: ہم ایک لڑائی میں حضرت بریدہؓ کے ساتھ تھے۔ اس دن اَبر تھا۔ انہوں نے کہا: عصر کی نماز جلدی پڑھ لو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کا عمل اکارت گیا۔

☆ یہ عبارت بعض دیگر نسخوں کے مطابق ہے۔ (دیکھئے عمدۃ القاری الجزء الخامس صفحہ ۳۹)

تشریح: نمازِ عصر سے متعلق ایسی روایتیں پیش کرنے کے بعد جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز بھی مقررہ اندازے پر اور اس کی ابتدا ہی میں پڑھا کرتے تھے۔ تین باب یکے بعد دیگرے قائم کیے گئے ہیں۔ایک میں نمازِ عصر بلا قصد رہ جانے کا گناہ۔دوسرے میں اسے عمداً ترک کرنے کا گناہ۔تیسرے میں اس نماز کی اہمیت اور فضیلت۔ پہلے گناہ کی نسبت فرمایا: فَكَأَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهُ وَ مَالُهُ. وَتَرَ بمعنی نَقَصَ یعنی گھٹا دیا۔قرآن مجید میں آتا ہے: لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ. (محمد :۳۶) یعنی اللہ تمہارے اعمال میں تم سے ہرگز کمی نہیں کرے گا۔دراصل یہ لفظ جان یا مال کے ایسے نقصان پر بولا جاتا ہے کہ جس کا کوئی بدلہ یا معاوضہ نہ ہو۔ مَوْتُوْر: اس شخص کو کہتے ہیں جس کا کوئی آدمی قتل کیا جائے اور وہ بدلہ نہ لے سکے۔(المنجد فی اللغة. تحت لفظ وتر) ایسے شخص کا غم اور افسوس حد درجہ کا ہوتا ہے۔ جو شخص اپنے گھر بار یا اپنی تجارت کے دھندے میں ایسا مشغول ہو گیا ہو کہ اس کو عصر کی نماز پڑھنے کا بھی خیال نہ رہے۔اس کا افسوس کرنا ایسا ہی ہے جیسے اس شخص کا افسوس جس کا مال اور گھر بار لوٹ لیا جاتا ہے اور وہ اُن کو واپس لینے پر قدرت نہیں رکھتا۔غرض ایک تشبیہ سے اس گناہ کی نوعیت واضح کی گئی ہے کہ یہ چھنا ہوا متاع کسی طرح واپس نہیں مل سکتا۔

دوسرے گناہ کی نسبت فرمایا: حَبِطَ عَمَلُهُ. یعنی اُس کی محنت اکارت گئی۔یعنی اُس نے اپنے دنیا کے دھندے دینی کام پر مقدم رکھے ہیں۔اس لئے اس گناہ کی یہ سزا ہوگی کہ اس کی محنت بے برکت ہوگی۔

شام اور عشاء کے اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی کو اُن میں ایک گونہ کاروبار سے فراغت حاصل ہوتی ہے اور عصر کا ایک ایسا وقت ہے جس میں لین دین کا کاروبار ہوتا ہے اور اس وقت انسان کے اخلاصِ عمل کا امتحان ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ کس شخص نے باقی نمازیں پورے اخلاص اور شوق سے پڑھی تھیں اور کس نے رسمی طور پر۔ کیونکہ مخلصانہ روح کی بے قراری وشوق پر کوئی کاروبار غالب نہیں آسکتا۔پس جس شخص نے جانتے بوجھتے عصر کی نماز اپنی کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے ترک کردی، اُس نے یقیناً اس بات کا ثبوت دے دیا کہ وہ مخلصانہ روح سے خالی ہے اور اس کی باقی نمازیں بھی صرف رسم ورواج کا بے جان ڈھچر تھا۔فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ. اس لئے وہ اس بات کا مستحق ٹھہرا کہ اس کا پہلا عمل بھی رائیگاں جائے یہ مفہوم ہے اس حدیث کا اور آیت حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (البقرہ:۲۳۹) میں جو درمیانی نماز کی حفاظت کی بابت خاص تاکید کی گئی ہے یہ وہ نماز ہے جو مشاغلِ دنیا کے درمیان آجائے خواہ کوئی نماز ہو۔جس نماز کے ضائع ہونے کا خوف ہوگا اسی کی حفاظت سے متعلق یہ تاکید ہے۔

بَاب ١٦ : فَضْلُ صَلَاةِ الْعَصْرِ

نمازِ عصر کی فضیلت

٥٥٤: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

۵۵۴: حمیدی نے ہم سے بیان کیا، کہا: مروان بن معاویہ نے ہمیں بتایا۔کہا: اسماعیل نے ہم سے بیان

إِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً يَعْنِي الْبَدْرَ فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَأَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ (ق: ٤٠) قَالَ إِسْمَاعِيْلُ افْعَلُوْا لَا تَفُوْتَنَّكُمْ.

کیا۔انہوں نے قیس سے،قیس نے جریر سے روایت کی۔انہوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے پاس تھے کہ آپؐ نے ایک رات چاند دیکھا یعنی چودھویں رات کا چاند اور آپؐ نے فرمایا: تم ضرور اپنے ربّ کو اسی طرح دیکھو گے جس طرح کہ تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے کے لئے تمہیں اس بات کی ضرورت نہ ہوگی کہ ایک دوسرے سے لپٹ کر پوچھو کہ وہ کہاں ہے؟ پس اگر تم سے ہو سکے کہ تم اس نماز کے پڑھنے میں ہمت نہ ہارو جو سورج نکلنے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے ہے تو ایسا ہی کرو۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: ''تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے تسبیح کیا کر۔'' اسماعیل نے کہا: اِفْعَلُوْا کے معنی ہیں: تم سے یہ (نمازیں) نہ رہ جائیں۔

۵۵۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ

۵۵۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے۔ اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کچھ ملائکہ رات کو اور کچھ ملائکہ دن کو یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہیں اور فجر اور عصر کی نماز میں وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ ملائکہ جو تم میں رہے تھے، اوپر چلے جاتے ہیں اور ان سے (اللہ تعالیٰ) پوچھتا ہے، حالانکہ وہ ان کا حال بہتر جاننے والا ہے۔

فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ.

میرے بندوں کو تم نے کیسے چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اُن کو چھوڑا ہے ایسی حالت میں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم اُن کے پاس ایسی حالت میں آئے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

تشریح: احادیث نبویہ میں نمازِ عصر کو خصوصیت اس لئے دی گئی ہے کہ روزمرہ کے معمولی حالات میں یہی نماز ایسے وقت میں ہوتی ہے جب بازارِ تجارت گرم ہوتا ہے۔ اس لئے یہ باب نمازِ عصر پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں باندھا گیا ہے۔ اس باب کے ضمن میں جن دو روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے اُن میں نمازِ صبح کی بھی تاکید ہے۔ کیونکہ خوابِ غفلت میں اس نماز کے بھی ضائع ہونے کا خوف ہوتا ہے۔ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْهُ... سے ظاہر ہے کہ صبح اور عصر کی نمازیں ایسے اوقات میں واقع ہوئی ہیں جن میں نیند یا کاروبار کا غلبہ ہوتا ہے۔ دونوں حالتوں میں انسان کے غافل ہونے کا اندیشہ ہے۔ پس جو شخص عام موانع کا مقابلہ کر کے اللہ تعالیٰ کی مناجات کے لئے وقت پر حاضر ہو جاتا ہے وہ اپنے شوق و اخلاص کا ثبوت دیتا ہے۔ روزِ جزا کو اس مناجات کے بدلے میں اسے دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا۔

سورۂ قٓ کی جن آیات کا حوالہ روایت نمبر ۵۵۴ میں دیا گیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَهُمْ مَّا يَشَآؤُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ٥ (قٓ: ۳۶) لَدَيْنَا مَزِيْدٌ سے دیدارِ الٰہی مراد لیا گیا ہے۔ (حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ ۶ از یر آیت ہذا)

حدیث میں جو تشبیہ دی گئی ہے وہ رؤیت یعنی دیکھنے کی ہے نہ ذات باری تعالیٰ کی۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ: ۱۲) اُس کی مانند کوئی شئ نہیں اور اس رؤیت کا اِدراک اِس دنیا میں اور اِن آنکھوں سے کرنا ناممکن ہے تفصیل کے لئے دیکھئے:۔ **بخاری. کتاب التوحید. باب ۲۴ : قول اللّٰہ تعالٰی وجوہٌ یومئذ ناضرۃ الٰی ربھا ناظرۃ.**

لَا تُضَامُّوْنَ میم کی شدّ سے ہو تو مصدر ضَمٌّ سے ہے جس کے معنی اجتماع و ازدحام کے ہیں اور اگر میم پر شد نہ ہو تو ضَيْمٌ سے ہے جس کے معنے تکلیف کے ہیں یعنی جس طرح سورج کو دیکھنے سے آنکھوں کو تکلیف ہوتی ہے، دیدارِ الٰہی سے تکلیف نہ ہوگی۔

يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَّلٰئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلٰئِكَةٌ بِالنَّهَارِ ...: روایت نمبر ۵۵۵ میں صبح اور عصر کے اوقات کی ایک اور خصوصیت بتائی گئی ہے جس کا تعلق درحقیقت عالم روحانی کے ساتھ ہے۔ نظامِ عالم دو جہتیں رکھتا ہے جس کی مثال سینما کی سی ہے۔ اس کی ایک جہت میں دیکھنے کے لئے مختلف نظاروں کا لگاتار چکر چل رہا ہوتا ہے اور دوسری جہت میں پس پردہ بجلی کی مشین اور کچھ ہاتھ کام کر رہے ہوتے ہیں۔ ہو بہو یہی حال نظام عالم کا ہے۔ نظامِ مادی میں جو کچھ ظہور پذیر ہو رہا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ایک وسیع علم اور غیر محدود قدرت کے تحت عظیم الشان قوتوں کے ذریعے سے انجام پا رہا ہے۔ یہ قوتیں قرآنِ مجید کی اصطلاح میں ملائکہ کے نام سے موسوم کی گئی ہیں۔ رات دن کے ہر نئے تغیر کے پیچھے بھی

نظامِ عالم کی کَل چلانے والی ان روحانی ہستیوں کا ہاتھ کام کر رہا ہوتا ہے بلکہ کائناتِ عالم کا ذرہ ذرہ ان کے تصرف کے نیچے ہے۔ رات کے تغیرات اور نوعیت کے ہوتے ہیں اور دن کے اور نوعیت کے اور اُن کے ساتھ ملائکہ کا جو عملہ لگایا گیا ہے وہ بھی اپنی اپنی نوعیت میں جداگانہ حیثیت اور جداگانہ فرائض رکھتا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث نظامِ روحانی کے اسی قسم کے سلسلۂ تصرفات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ دن رات کے تغیرات میں صبح کا وقت اور عصر کا وقت ایک ایسا زمانہ ہے جو دراصل اِستحالہ یعنی ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونے کا نام ہے۔ تغیر وتبدل یوں تو ہر وقت اور ہر لحظہ میں ہی ہو رہا ہے۔ مگر ایک نمایاں تغیر کا آغاز اِن دو وقتوں میں محسوس طور پر ہوتا ہے۔ (دیکھیں روایت نمبر ۴۷۵)

پس اس ساعت استحالہ میں دونوں قسم کے ملائکہ کا اکٹھا ہونا ایک طبعی امر ہے بلکہ ہر استحالی زمانے کا ایک لازمی اور ضروری خاصہ ہے کہ بدل اور مبدل منہ کی کیفیات اور ان کے عوامل پہلو بہ پہلو جمع ہو کر کشمکش کی حالت میں ہوتے ہیں اور یہ بات یاد رہے کہ مـلائکۃ اللہ کا یہ اجتماع تمثّلی اور انعکاسی صورت میں ہوتا ہے جیسے ان کا نزول اور صعود۔ (دیکھئے کتاب الایمان تشریح باب ۳۷: سؤال جبریل النبیؐ روایت نمبر ۵۰) اور ایک ایک ذرۂ عالم جو حالت استحالہ کی کشمکش میں ہوتا ہے، ملائکہ کے اس اجتماع سے بحیثیت مجموعی متاثر ہوتا ہے۔ انسان کا نفس بھی اسی قانونِ استحالہ کے تحت ہوتا ہے۔ پس ان اوقاتِ مخصوصہ میں عبادت الٰہی میں مشغول ہونے کے لئے جہاں ایک طرف غافل کرنے والے اسباب کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے وہاں دوسری طرف انسان کے روحانی استحالہ کے لئے موافق حالات سے فائدہ اُٹھانے کے لئے جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ عبادتِ الٰہی کے لئے یہ جدوجہد بھی اُن موافق حالات میں سے ایک ایسا محرک بن جاتا ہے جو اُس کو روحانی جادۂ ترقی پر ایک دھکا دینے کا کام دیتی ہے۔ اس نازک گھڑی میں اگر انسان کی معنوی حالت عبودیت کی ہوگی تو اس معنوی حالت کا میلان یقیناً انسان کے قدم کو بہتر حالت کی طرف لے جانے والا ہوگا بشرطیکہ دوسرے غیر معمولی ناموافق حالات اِس میلان کو کسی اور طرف دھکا نہ دے دیں۔ کیونکہ ہر جدوجہد انسان کے نفس میں قوتِ فعّالہ پیدا کرنے کا باعث بن جاتی ہے اور اس کے راستے کو آسان سے آسان بنا دیتی ہے۔

كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ ؟ یہ سوال کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا ہے؟ بتاتا ہے کہ انسان کی حالت کا اصل موازنہ اس کے انجام سے ہوتا ہے۔ تمہارے چھوڑنے پر اُن کی کیا حالت تھی؟ یعنی ایسے وقت میں جبکہ اُن کا نفس ایک حالت سے دوسری میں منتقل ہو رہا تھا۔ ان کی مخصوص حالت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مابعد کی حالت کس نوعیت کی ہوگی۔ اگر زمانہ استحالہ میں معنوی حالت درست ہے تو پھر دوسری حالت کا آغاز بھی درست ہوگا۔ اس لئے انسان کو اپنی روحانی حالت کی نگرانی اس زمانہ میں خصوصیت سے کرنی چاہئے۔ کیونکہ زمانۂ استحالہ میں غفلت کرنے کے نتائج دور تک اپنا اثر ڈالتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض لوگ اس تشریح کو صرف خیالی ہی سمجھیں اور عملی زندگی میں ملائکہ کے تغیر وتبدل سے استحالہ کی کوئی کیفیت بھی محسوس نہ کریں۔ لیکن روحانی امور میں مشاہدہ کا سوال خود انسان کے نفس میں پہلے ایک عملی تغیر چاہتا ہے۔ وہ پہلے ان نمازوں سے متعلق خاص اہتمام کرے اور پھر مَلکی تغیرات کو خود دیکھ لے۔ جس شخص کے

حواسِ خمسہ پر مادی ماحول کا پورا پورا تسلط ہو اور وہ اس کی توجہ کو ایک آن کے لیے بھی روحانیت کی طرف پھرنے نہ دیتا ہو وہ عالَمِ روحانی سے کیسے اتصال پکڑ سکتا ہے! اس کے لیے تو ایک عملی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ خود مادی دنیا کے بہت سے حقائق ہیں جو ہمارے حواسِ خمسہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں مگر اُن میں بھی ہمارے یہ حواس دھوکہ کھاتے ہیں۔ حقائق اپنی اصلیت میں کچھ اور ہوتے ہیں مگر حواسِ خمسہ ان کے متعلق برعکس حکم دیتے ہیں۔ ہم بچپن سے سنتے چلے آئے ہیں کہ سورج نہیں بلکہ زمین گھومتی ہے مگر دیکھنے میں سورج نکلتا اور غروب ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے حواس اپنے ظاہری ماحول سے متاثر ہوتے ہیں۔

عالَمِ روحانی کی مخفی دَر مخفی کیفیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی طور پر مشاہدہ کرائی گئی تھیں اور لوگوں کی تعلیم و ہدایت کے لیے آپؐ نے ان کو ایسے پیرایہ میں بیان فرمایا ہے کہ جس سے عام لوگ بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم لفظی سوال و جواب کا محتاج نہیں جیسا کہ خود حدیث کے الفاظ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ ظاہر کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ طریقۂ بیان صرف لوگوں کے سمجھانے کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ ورنہ عالَمِ روحانی کی کیفیات مشاہدہ کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات جو ملائکہ کے ذریعے انسان کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں؛ وہ ایسی لطیف ہوتی ہیں کہ بغیر الفاظ کے سوالات بھی ہوتے ہیں اور جوابات بھی اور اس سوال و جواب میں کوئی وقت بھی خرچ نہیں ہوتا۔ ایک آن کی آن میں عجیب سی کیفیت بندھ جاتی ہے جس کے اندر یقینی معرفت کا خزینہ بھرا ہوتا ہے اور اُس کی ماہیت سوائے تمثیل اور الفاظ کے کسی اور طریق سے بیان کرنا بالکل ناممکن ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی ان خاص تجلیات کو جن کا تعلق براہِ راست ملائکہ کے ساتھ ہے، اپنی بول چال پر قیاس کرنا محض جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تجلیات جو انسانوں کے ساتھ مخصوص ہیں، وہ تو اِس وجہ سے کہ ہم انسان ہیں کچھ نہ کچھ تصور میں آسکتی ہیں۔ مگر اس کی وہ تجلیات جو صرف ملائکہ کے ساتھ مخصوص ہیں، اپنی اصل حقیقت و شان میں کیسے تصور میں لائی جاسکتی ہیں؟ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ خود اُن سے آگاہ فرمائے، جیسا کہ اُس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا ہے۔ مگر جب ہم اُن کو بیان کرتے ہیں تو اُن کی اصل ماہیت سے ہٹ کر اپنے طرزِ کلام ہی میں بیان کرتے ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔

بعض شارحین نے آیت وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ (الإنفطار: ۱۱-۱۲) کا حوالہ دیتے ہوئے مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سے وہ ملائکہ مراد لیے ہیں جو انسان کی حفاظت کے لیے مقرر کئے گئے ہیں۔ (دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۴۷۔ عمدۃ القاری جزء خامس صفحہ ۴۴) مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ وہ ایک لحظہ کے لیے بھی انسان سے جُدا نہیں ہوتے۔

شارحین کی طرف سے یہ اعتراض بھی اُٹھایا گیا ہے کہ صبح کے مقابل شام کا ذکر چاہیے تھا نہ کہ عصر کا؟ اور رات کے ملائکہ کے جانے اور اُن سے سوال کئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ دن کے ملائکہ سے سوال کرنے کا ذکر نہیں؟ اس اعتراض کے اُنہوں نے مختلف جواب دیے ہیں۔ بَاتَ کا لفظ كَانَ یعنی ہونے یا رہنے کے معنوں میں اکثر استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ صرف رات گذارنے کے لیے ہی مخصوص نہیں۔ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ سے دونوں قسم کے ملائکہ کا رہنا اور چڑھنا مراد ہے۔ (فتح الباری الجزء الثانی صفحہ ۴۸)

صبح کا وقت پو پھٹنے سے لے کر سورج نکلنے تک ہوتا ہے اور اُس کے مقابل عصر کا وقت ہے اور ملائکہ کا یہ نزول اور عروج تدریجی ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِأَمْرِ رَبِّکَ (مریم:۶۵) کے مضمون سے ظاہر ہے۔ تَنَزَّلُ جو باب تفعّل ہے، تدریج کا مفہوم بھی شامل رکھتا ہے۔ ایسا ہی لفظ عروج میں بھی معناً ایک قسم کا تسلسل پایا جاتا ہے۔

باطنی قویٰ و روحانی ملکات اور وہ استعدادات صالحہ بھی جو تسبیح و تقدیس کی برکت سے نفسِ بشریہ میں نشوونما پاتی ہیں۔ ملائکۃ اللہ کا مظہر بنتی اور کیفیاتِ ذکر الٰہی کے دوام کا بہت بڑا باعث ہوجاتی ہیں کہ ایک لمحہ کے لیے بھی مردانِ خدا کو اس سے غافل نہیں ہونے دیتیں۔ جیسا کہ سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يُسَبِّحُ لَهٗ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ....(النور:۳۷-۳۸) یہ مضمون ہے حدیث نمبر ۵۵۵ کا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس دائمی تسبیح سے تعلق رکھنے والے باطنی ملائکۃ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:-

”...سو ظاہری فرشتے تو معلوم ہی ہیں مگر پاک اخلاق اور پاکیزہ حالتیں اور شوق و ذوق و توکل و رضا و نیستی و فنا اور شورش ہائے عشقِ مولیٰ ایک قسم کے فرشتے ہی ہیں جو قادرِ مطلق نے اپنے اُس محبوب افضل الرسل کے وجود میں اکمل اور اتم طور پر پیدا کئے تھے اور پھر اُسی کے اتباع سے ہر یک مومنِ کامل کے دل میں بھی باذنہٖ تعالیٰ پیدا ہو جاتے ہیں۔...“ (مفصل دیکھئے سرمہ چشم آریہ حاشیہ صفحہ ۱۲- ۲۴، روحانی خزائن جلد ۲ حاشیہ صفحہ ۶۹-۷۲)

بَاب ۱۷: مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوْبِ

جس نے سورج ڈوبنے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی

۵۵۶: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَدْرَكَ أَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِّنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ.

۵۵۶: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ سے، یحيٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز میں سے ایک سجدہ پالے تو چاہیے کہ وہ اپنی نماز کو پورا کرے اور اگر سورج نکلنے سے پہلے صبح کی نماز سے ایک سجدہ پالے تو چاہیے کہ وہ بھی اپنی نماز پوری کرے۔

٥٥٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيْمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوْبِ الشَّمْسِ أُوْتِيَ أَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوْا حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوْا فَأُعْطُوْا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا ثُمَّ أُوتِيَ أَهْلُ الْإِنْجِيْلِ الْإِنْجِيْلَ فَعَمِلُوْا إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوْا فَأُعْطُوْا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا ثُمَّ أُوتِيْنَا الْقُرْآنَ فَعَمِلْنَا إِلَى غُرُوْبِ الشَّمْسِ فَأُعْطِيْنَا قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ أَيْ رَبَّنَا أَعْطَيْتَ هَؤُلَاءِ قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ وَأَعْطَيْتَنَا قِيْرَاطًا قِيْرَاطًا وَنَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ عَمَلًا قَالَ☆ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِّنْ أَجْرِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَهُوَ فَضْلِي أُوتِيْهِ مَنْ أَشَاءُ.

۵۵۷: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے اور ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے۔ سالم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ ان کے باپ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ تم سے پہلے جو اُمتیں گزر چکی ہیں؛ ان کے مقابل تمہاری بقائے حیات (کی مثال) ایسی ہے جیسے کہ نماز عصر سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک۔ اہل تورات کو تورات دی گئی اور وہ عمل کرتے رہے یہاں تک کہ جب آدھا دن ہوگیا تو وہ تھک کر رہ گئے اور اُن کو ایک ایک قیراط دیا گیا۔ پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی اور انہوں نے عصر کی نماز تک کام کیا۔ پھر رہ گئے اور اُن کو ایک ایک قیراط دیا گیا۔ پھر ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے سورج کے غروب ہونے تک کام کیا اور ہم کو دو دو قیراط دیئے گئے۔ اس پر ان دونوں کتاب والوں نے کہا: اے ہمارے ربّ! ان کو تو نے دو دو قیراط دیئے ہیں اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا ہے۔ حالانکہ ہم تو زیادہ کام کرنے والے تھے۔☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تم کو تمہاری مزدوری سے کم دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: پھر یہ تو میرا فضل ہے جسے چاہتا ہوں، دیتا ہوں۔

☆ طبعۃ بولاق کے مطابق اس جگہ "قَالَ" کا لفظ ایک بار ہی درج ہے۔ ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

۵۵۸: حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَّعْمَلُوْنَ لَهُ عَمَلًا إِلَى اللَّيْلِ فَعَمِلُوْا إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ فَاسْتَأْجَرَ آخَرِيْنَ فَقَالَ أَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمُ الَّذِي شَرَطْتُّ فَعَمِلُوْا حَتَّى إِذَا كَانَ حِيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالُوْا لَكَ مَا عَمِلْنَا فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا فَعَمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ وَاسْتَكْمَلُوْا أَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ.

۵۵۸: ابوکریب نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے بُرید سے، برید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے، حضرت ابوموسیٰؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ مسلمانوں اور یہودیوں اور عیسائیوں کی حالت اس شخص کی حالت کی مانند ہے جس نے کچھ لوگ مزدوری پر لگائے کہ وہ اس کے لئے رات تک کام کریں تو انہوں نے آدھا دن کام کیا اور کہا: ہمیں تیری مزدوری کی ضرورت نہیں۔ اس نے اَوروں کو مزدوری پر لگایا اور کہا کہ تم اپنا بقیہ دن پورا کرو اور تمہیں وہی مزدوری ملے گی جس کی میں نے شرط کی ہے۔ یہاں تک کہ جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو انہوں نے کہا: یہ لوسنبھالو جو ہم نے کیا ہے۔ اِس پر اُس نے کچھ اَور لوگ مزدوری پر لگائے اور وہ بقیہ دن کام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور انہوں نے دونوں گروہوں کی مزدوری پوری کی پوری لے لی۔

تشریح: بعض اس طرف گئے ہیں کہ حضرت عائشہؓ وغیرہ کی روایات سابقۃ الذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ عصر دیر کرکے پڑھنی چاہیے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۵۔ زیر تشریح باب ۱۳: وقت العصر) اوراس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ عصر کا ابتدائی وقت تب شروع ہوتا ہے جب کسی چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہوجائے۔ بعض ائمہ اس کے خلاف ہیں۔ (بداية المجتهد. كتاب الصلاة. الجملة الثانية. الباب الاول. الفصل الاول فى الاوقات. المسئلة الثانية اختلفوا من صلاة العصر فى موضعين)

سایہ دوگنا ہونے کے بعد (وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ) سورج روشن رہتا ہے اور مغرب تک اتنا وقت ہوتا ہے کہ انسان نمازِ عصر پڑھ کر دو تین میل تک جاسکے اور سورج ابھی اونچا ہی ہو۔ غرض نمازِ عصر جلدی پڑھنے سے یہی مراد ہے کہ اپنے وقت

کے ابتدائی حصہ میں پڑھے، نہ سورج ڈوبنے سے کچھ وقت پہلے؛ جیسا کہ آج کل دیکھا جاتا ہے کہ اکثر لوگ آخری وقت اِسے پڑھتے ہیں۔ اصل مسئلہ کے متعلق روایات پیش کرنے کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو باب ۱۷ قائم کیا ہے تو اس سے ایک استثنائی حالت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ بعض وقت انسان ایسا مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کو نماز پڑھنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ جیسا کہ جنگ احزاب میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہوا (دیکھئے روایت نمبر ۵۹۶) تو ایسی حالت میں مذکورہ بالا حکم ہے یعنی اِذَا اَدْرَکَ اَحَدُکُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ ....سجدہ سے مراد رکعت ہے۔ جیسا کہ روایت نمبر ۵۷۹ میں امام مالکؒ سے بجائے سَجْدَةً کے رَکْعَةً مروی ہے۔ اسی لئے عنوانِ باب میں رَکْعَةً کا لفظ بطور تشریح اختیار کیا گیا ہے۔ جو لوگ اس استثنائی حالت کی بناء پر نمازِ عصر میں تاخیر کرنے سے متعلق استدلال کرتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں۔ اس روایت سے بھی ان نمازوں کی اہمیت ہی ثابت ہوتی ہے۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان میں عمداً تاخیر کرنا جائز ہے۔ روایت نمبر ۵۵۷ بھی سابقہ مضمون کی تائید کرتی ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِخَوَاتِيْمِهَا۔☆ عمل کا انحصار خاتمہ پر ہے۔ ایک کام شروع کر کے اس کو درمیان میں چھوڑ دینا نتیجہ خیز نہیں ہوسکتا۔ عمل کی قیمت تکمیل عمل سے ہے۔ اس نکتۂ معرفت کو سمجھانے کے لئے جو مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے وہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی دی ہے۔ (دیکھئے: متی باب ۲۰، آیت: ۱ تا ۱۶)

فَهُوَ فَضْلِيْ اُوْتِيْهِ مَنْ اَشَاءُ: اللہ تعالیٰ کا فضل بھی تکمیل عمل پر ہوتا ہے نہ کثرت عمل پر۔ یہود و نصاریٰ نے کہا: نَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ عَمَلًا کہ ہم بہت عمل کرنے والے ہیں۔ مگر باوجود اس کے فضلِ الٰہی یہود و نصاریٰ کے شامل حال نہ ہوا۔ روایت نمبر ۵۵۸ میں اس امر کی مثال دی گئی ہے کہ بغیر عذر کے کام چھوڑ دینا انسان کو کسی ثواب کا مستحق نہیں ٹھہراتا۔ **فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا اِلٰى أَجْرِكَ.** یہود و نصاریٰ نے کہا: ہمیں تیری مزدوری کی ضرورت نہیں۔ یہ کہہ کر بغیر کسی معقول سبب کے کام چھوڑ دیا اور اپنا معاہدہ پورا نہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اجر سے محروم ہو گئے۔

روایت نمبر ۵۵۷ اور روایت نمبر ۵۵۸ دو مختلف مضمونوں سے متعلق ہیں۔ جو الگ الگ مثالوں سے واضح کئے گئے ہیں۔ پہلی مثال اس امر کی ہے کہ محض کثرتِ عمل کسی کو اللہ تعالیٰ کے فضل کا مستحق نہیں ٹھہراتا۔ دوسری مثال اس امر کی ہے کہ بغیر عذر کام چھوڑ دینا انسان کو اس کے حق سے محروم کر دیتا ہے۔ **مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ** ایک رکعت پڑھنے سے ساری نماز کا ثواب اُسی کو ملے گا جو کسی صحیح عذر اور مجبوری کی وجہ سے نماز کو وقت پر نہیں پڑھ سکا۔ اگر وہ درحقیقت مجبور تھا اور نماز پڑھنا چاہتا تھا۔ **فَعَجَزَ** مگر بے بس ہو گیا تو وہ پوری نماز کے ثواب کا مستحق ہوگا ورنہ نہیں۔

باب ۱۷ کے تعلق میں کتاب الاجارۃ باب ۸-۹ بھی دیکھئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس لطیف نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے باب ۱۷ میں دو مختلف المفہوم روایتیں لائے ہیں۔ یہ نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات فرمائی تھی جس کو راویوں کے فہم اور حافظہ نے معانی میں تغیر وتبدل

☆ اس روایت کے لیے دیکھئے: کتاب الرقاق. باب الاعمال بالخواتیم. روایت نمبر ۶۴۹۳۔

کر کے کچھ کا کچھ بنا دیا۔ یہ بات کئی مثالوں سے ثابت کی جا چکی ہے کہ صحیح اور مستند روایتوں میں بعض وقت جو لفظی اختلاف راویوں کی طرف سے ہوتا ہے، اُس سے اصل مفہوم میں فرق نہیں آتا۔ اس ضمن میں تشریح باب ۱۹، ۲۷، ۲۸، ۲۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۸ :وَقْتُ الْمَغْرِبِ

مغرب کا وقت

وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيْضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

اور عطاء نے کہا: بیمار مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھ لے۔

۵۵۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ هُوَ عَطَاءُ بْنُ صُهَيْبٍ مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ.

۵۵۹: محمد بن مہران نے ہم سے بیان کیا، کہا: ولید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: اوزاعی نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابونجاشی نے ہم سے بیان کیا اور وہ عطاء بن صہیب ہیں جو حضرت رافعؓ بن خدیج کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت رافعؓ بن خدیج سے سنا کہ وہ کہتے تھے: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھا کرتے تھے اور ہم میں سے ایک ایسے وقت میں لوٹتا کہ وہ اپنے تیر کے گرنے کی جگہ دیکھ سکتا۔

۵۶۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ

۵۶۰: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، کہا: محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ شعبہ نے سعد سے، سعد نے محمد بن عمرو بن حسنؓ بن علیؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حجاج آیا اور ہم نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے پوچھا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز تو دوپہر کے بعد پڑھا کرتے تھے اور عصر کی نماز ایسے وقت

وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ وَّالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا وَّ أَحْيَانًا إِذَا رَآهُمُ اجْتَمَعُوْا عَجَّلَ وَإِذَا رَآهُمْ أَبْطَؤُوْا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ كَانُوْا أَوْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهَا بِغَلَسٍ.

میں پڑھتے کہ سورج ابھی روشن ہوتا اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے جب وہ غروب ہوجاتا اور عشاء کبھی کسی وقت اور کبھی کسی وقت۔ جب اُن کو دیکھتے کہ وہ اکٹھے ہوگئے ہیں تو آپؐ جلدی کرتے اور جب اُن کو دیکھتے کہ اُنہوں نے دیر کی ہے تو آپؐ تاخیر فرماتے اور صبح کی نماز وہ (لوگ) یا کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں پڑھتے کہ ابھی اندھیرا ہوتا۔

٥٦١: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ.

۵۶۱: مکی بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: یزید ابن ابی عبید نے ہمیں بتایا: حضرت سلمہؓ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج پس پردہ ہوجاتا۔

٥٦٢: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا جَمِيْعًا وَثَمَانِيًا جَمِيْعًا.

۵۶۲: آدم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا: عمرو بن دینار نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے جابر بن زید سے سنا کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات رکعتیں اکٹھی اور آٹھ رکعتیں اکٹھی پڑھیں۔

تشریح: عنوانِ باب میں عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ اس امر کی طرف اشارہ کرنے کے لئے دیا گیا ہے کہ مغرب کا وقت ظہر اور عصر کی طرح ان اوقات میں سے ہے جو دوسری نماز کے وقت تک ممتد ہے۔ صبح کی طرح نہیں جو ظہر سے بہت فاصلہ رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے اس باب کی روایتوں کو حضرت ابن عباسؓ کی اُس روایت پر ختم کیا ہے۔ جس میں سات اور آٹھ رکعتوں کے جمع کرنے کا ذکر ہے۔ (فتح الباری الجزء الثانی صفحہ ۵۵)

جن نمازوں کے اوقات ایک دوسرے کے ساتھ پیوستہ ہیں وہی جمع کی جاسکتی ہیں۔اس لئے امام موصوفؒ نے یہ مسئلہ یہاں بھی دہرایا ہے۔روایت نمبر۵۵۹ سے یہ استدلال کیا ہے کہ نمازِ مغرب اول وقت پڑھا کرتے تھے۔امام احمد ابن حنبلؒ نے اپنی مسند میں علی بن بلالؒ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ انصارؓ میں سے کچھ لوگ مغرب کی نماز پڑھ کر گھروں کو لوٹتے اور راستے میں تیراندازی کرتے جاتے اور جہاں اُن کے تیر پڑتے دیکھ سکتے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل. اول مسند المدنيين. حديث رجال من الانصار. جلد۴ صفحہ۳۶)

امام بخاریؒ نے یہاں بھی ایک واقعہ سے استدلال کیا ہے اور نمبر۵۶۰ میں ایک ایسی روایت پیش کی ہے جس میں ضمناً ایک اختلافی صورت پیش کر کے مغرب کی تعین کی ہے۔۷۴ھ میں حجاج بن یوسف نے مدینہ پر حملہ کیا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شہید ہوئے۔عبدالملک بن مروان نے حجاج کو مدینہ کا امیر مقرر کیا۔وہ نمازوں میں دیر کرتا تھا۔جس سے لوگوں کو مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پیش آئی۔(فتح الباری الجزء الثانی صفحہ۵۶) حضرت جابر بن عبداللہؓ نے وہ اختلاف جواوقاتِ نماز کی نسبت تھا حل کیا ہے: وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ۔روایت نمبر۵۶۱ سے إِذَا وَجَبَتْ کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے: إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔یعنی جب سورج چھپ جاتا۔

بَاب۱۹: مَنْ كَرِهَ أَنْ يُقَالَ لِلْمَغْرِبِ الْعِشَاءُ

جس نے ناپسند کیا کہ مغرب کو عشاء کہا جائے

۵۶۳: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ هُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ الْمُزَنِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمُ الْمَغْرِبِ قَالَ وَتَقُوْلُ الْأَعْرَابُ هِيَ الْعِشَاءُ.

۵۶۳: ابومعمر نے جو کہ عبداللہ بن عمرو ہیں ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوارث نے ہمیں بتایا کہ حسین سے مروی ہے۔انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن بریدہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: حضرت عبداللہ مزنیؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل بادیہ تمہاری مغرب کی نماز میں تمہیں مغلوب نہ کردیں۔ (حضرت عبداللہ مزنیؓ نے) کہا: اہل بادیہ کہتے ہیں مغرب عشاء ہی ہے۔

تشریح: کسی شئے کو دوسری شئے کا نام دینے سے التباس واقع ہو جاتا ہے۔جس سے احتمال ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک شئے بوجہ وحدت تسمیہ معدوم ہو جائے۔مغرب وعشاء کی ہی مثال لے لیں۔اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تنبیہ نہ ہوتی تو اہل بادیہ مغرب کا نام عشاء ہی رکھتے۔نتیجہ یہ ہوتا کہ مغرب کا لفظ بالکل نظر انداز کر دیا جاتا اور اس

کے نظر انداز ہونے سے وہ مفہوم بھی ذہنوں سے غائب ہو جاتا جس پر لفظ مغرب دلالت کرتا ہے۔ یعنی ڈوبنے کا وقت۔ مغرب کے لفظ نے ذہنوں میں یہ بات اب تک قائم رکھی ہے کہ سورج غروب ہوتے ہی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ مگر صرف عشاء کا لفظ مغرب کا یہ مفہوم ذہنوں میں قائم نہ رکھتا۔ کیونکہ عشاء کا لفظ علی الاطلاق تاریکی پر دلالت کرتا ہے اور اگر یہ لفظ رواج پا جاتا تو ممکن تھا کہ پھر یہ بحثیں شروع ہو جاتیں کہ کتنی تاریکی ہو تو رات کی پہلی نماز پڑھی جائے اور کتنی ہو کہ دوسری پڑھی جائے۔ پس اصل مفہوم محفوظ رکھنے کے لئے آپؐ نے مذکورہ بالا ہدایت فرمائی ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۸)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باوجودیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ تنبیہ تھی عنوان باب مَنْ سے شروع کیا ہے۔ قطعی طور پر اس کراہت کی صراحت نہیں کی بلکہ احتیاط کا پہلو ملحوظ رکھا ہے۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مستند روایتوں میں نمازِ مغرب کا نام اَلْعِشَاءُ الْأُوْلٰی اور عشاء کا نام اَلْعِشَاءُ الْاٰخِرَۃ ہے۔ اگلے باب میں حضرت انسؓ کی روایت میں لفظ اَلْاٰخِرَۃ سے عشاء کی تعیین کی گئی ہے۔ ارشادِ نبویؐ لَا تَغْلِبَنَّكُمْ کی تعمیل ایک رنگ میں اس طرح بھی کی گئی ہے کہ الفاظ اَلْأُوْلٰی اور اَلْاٰخِرَۃ سے مغرب اور عشاء میں امتیاز کیا گیا ہے۔ صَلَّيْتُ الْعِشَائَيْنِ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس سے شبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ غرض اس باریک فرق کو مدنظر رکھتے ہوئے باب مذکورہ بالا میں جزم کا پہلو چھوڑ کر مَنْ سے اس کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام موصوفؒ نے بابوں کا عنوان قائم کرتے وقت باریک سے باریک فرق ملحوظ رکھے ہیں۔

بَاب ۲۰: ذِكْرُ الْعِشَاءِ وَالْعَتَمَةِ

عشاء اور عَتَمہ کا بیان

وَمَنْ رَّآهُ وَاسِعًا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَثْقَلُ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ الْعِشَاءُ وَالْفَجْرُ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَالِاخْتِيَارُ أَنْ يَّقُوْلَ الْعِشَاءُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ (النور: ۵۹) وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي مُوْسَى

اور جس نے اسے وسیع سمجھا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا: منافقوں پر سب سے گراں نماز عشاء اور فجر ہے اور فرمایا: کاش کہ وہ جانتے جو (ثواب) عشاء اور فجر کی نماز میں ہے۔ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: اور پسندیدہ یہ ہے کہ عشاء کہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ اور حضرت ابوموسیٰؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

قَالَ كُنَّا نَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فَأَعْتَمَ بِهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّعَائِشَةُ أَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَاءِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَائِشَةَ أَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ وَقَالَ أَبُو بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ وَقَالَ أَنَسٌ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو أَيُّوْبَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

عشاء کی نماز کے وقت باری باری جایا کرتے تھے اور آپؐ اسے اندھیرا کر کے پڑھتے اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں اندھیرا کر دیتے تھے اور ان میں سے بعض نے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عتمہ کی نماز میں اندھیرا کرتے تھے اور حضرت جابرؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء پڑھا کرتے تھے اور حضرت ابوبرزہؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء میں تاخیر کیا کرتے تھے اور حضرت انسؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشاء کی نماز میں تاخیر کیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوایوبؓ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء پڑھی۔

٥٦٤: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَاءِ وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ

۵۶۴: عبدان نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہمیں بتایا، کہا: یونس نے ہم سے بیان کیا۔ زہری سے مروی ہے کہ سالم نے کہا: عبداللہ نے مجھے بتایا، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء کی نماز ہمیں پڑھائی اور وہ وہی ہے جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھرے اور ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم نے اپنی اس

فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ.

رات کے بارے میں غور کیا ہے۔ اس سے ایک سو سال کے آخر تک ان میں سے جو زمین پر ہیں؛ کوئی باقی نہیں رہے گا۔

تشریح: اس باب میں چند اقوال کے حوالے دیتے ہوئے قرآن مجید کی آیت کی بناء پر ترجیح اس بات کو دی ہے کہ بجائے عتمہ کے عشاء کہا جائے۔ اقوال محولہ بالا مستند ہیں۔ جو امام بخاریؒ نے اس کتاب میں دوسری جگہ اسناد کے ساتھ نقل کئے ہیں۔ وہ اقوال جن میں اَعْتَمَ کا لفظ آتا ہے بتاتے ہیں کہ عَتَمَہ عشاء کو کیوں کہتے تھے۔ عَتَمَہ کے معنی تاریکی۔ اَعْتَمَ کے معنے اندھیرا کر دیا، دیر کر دی یا اندھیرا ہو گیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت أَثْقَلُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ الْعِشَاءُ وَالْفَجْرُ کے لیے دیکھئے کتاب الاذان باب ۳۴ نمبر ۶۵۷

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت لَوْيَعْلَمُوْنَ مَا فِيْ الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ کے لیے دیکھئے کتاب الاذان باب ۹ روایت نمبر ۶۱۵۔

حضرت ابوموسیٰؓ کی روایت كُنَّا نَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ کے لیے دیکھئے باب ۲۲ روایت نمبر ۵۶۷۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعِشَاء کے لیے دیکھئے باب ۲۴ روایت نمبر ۵۷۰۔

حضرت عائشہؓ کی روایت أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعِشَاء کے لیے دیکھئے باب ۲۴ روایت نمبر ۵۶۹۔

حضرت عائشہؓ کی روایت أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعَتَمَةِ کے لیے دیکھئے کتاب الاذان باب ۱۶۲ روایت نمبر ۸۶۴۔

حضرت جابرؓ کی روایت كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ الْعِشَاءَ کے لیے دیکھئے باب ۲۱ روایت نمبر ۵۶۵۔

حضرت ابو برزہؓ کی روایت كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ کے لیے دیکھئے باب ۱۳ روایت نمبر ۵۴۷۔

حضرت انسؓ کی روایت أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ کے لیے دیکھئے باب ۲۵ روایت نمبر ۵۷۲۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ کے لیے دیکھئے کتاب الحج باب ۹۳ روایت نمبر ۱۶۶۸ نیز کتاب الحج باب ۹۶ روایت نمبر ۱۶۷۳۔

حضرت ابو ایوبؓ کی روایت صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ کے لیے دیکھئے کتاب الحج باب ۹۶ روایت نمبر ۱۶۷۴۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ کے لیے دیکھئے باب ۲۴ روایت نمبر ۵۷۰۔

روایت نمبر ۵۴۷ کے الفاظ اَلَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ اور روایت نمبر ۵۶۴ کے الفاظ وَهِيَ اَلَّتِيْ يَدْعُوْالنَّاسُ الْعَتَمَةَ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عشاء کے وقت کو عتمہ کہتے تھے۔ پنجابی میں اسے خفتاں کہا جاتا ہے اور دودھ کا نام عتمہ تھا جو قحط سالی کے دنوں میں رات کو بہت دیر سے دوہا کرتے تھے، مبادا محتاج آ کر مانگیں۔ بدو مغرب کے بعد اپنے مویشی چراگاہ میں چھوڑ دیتے تھے۔ چرنے کے بعد انہیں اپنے تھانوں میں لے آتے اور دودھ اُترنے دیتے۔ اس کے بعد اُن کو دوہتے۔ اس دودھ کو بھی دیر سے دوہنے کی وجہ سے عتمہ کہتے تھے۔ چونکہ بدوی کام کاج سے فارغ ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے عشاء کی نماز کا نام صَلٰوةُ الْعَتَمَه رکھا۔ (فتح الباری الجزء الثانی صفحہ ۶۰)

روایت نمبر۵۶۴ کتاب العلم باب السمر فی العلم روایت نمبر۱۱۶ میں بھی گزر چکی ہے جو سالمؒ اور ابوبکرؒ بن عبدالرحمٰن سے ایک اور سند کے ساتھ مروی ہے۔ چونکہ اس میں تاخیر کا معنی مضمر تھا اس لئے یہ لفظ ترک کر دیا گیا تا یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اسے دیر سے ہی پڑھنا چاہیے۔ روایت نمبر۵۴۷ اور نمبر۵۶۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ نے آخر میں یہ نام چھوڑ دیا تھا اور کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لفظ استعمال فرمایا ہو۔ اس سے آپؐ کی دوراندیشی اور احتیاط کا پتہ چلتا ہے۔ آپؐ کی اصلاح زمانہ جاہلیت کے تار و پود اور اس کے رگ و ریشہ کی گہرائیوں تک اثر انداز تھی۔

بَاب ٢١ :وَقْتُ الْعِشَاءِ إِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ أَوْ تَأَخَّرُوْا

عشاء کا وقت جب لوگ اکٹھے ہو جائیں یا دیر کریں

٥٦٥: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو هُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَإِذَا قَلُّوْا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ.

۵۶۵: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعد بن ابراہیم سے، سعد نے محمد بن عمرو سے جو کہ حسن بن علی کے بیٹے ہیں روایت کی کہ وہ کہتے تھے: ہم نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا: آپؐ ظہر تو دوپہر کے بعد پڑھا کرتے تھے اور عصر ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ سورج ابھی روشن ہوتا اور مغرب ایسے وقت میں پڑھتے جب سورج غروب ہو جاتا اور عشاء جب لوگ زیادہ ہو جاتے تو جلدی پڑھتے اور جب کم ہوتے تو تاخیر فرماتے اور صبح اندھیرے میں پڑھتے۔

تشریح: بعض کا خیال ہے کہ اگر نماز اول وقت پڑھی جائے تو اس کو عشاء اور اگر دیر سے پڑھی جائے تو اس کو عتمہ کہتے ہیں۔ اس باب میں یہ خیال رد کیا گیا ہے۔ (فتح الباری الجزء الثانی صفحہ ۶۳)

اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کے اکٹھا ہونے کا بھی خیال رکھا جاتا تھا۔

بَاب ۲۲: فَضْلُ الْعِشَاءِ

نمازِ عشاء کی فضیلت

۵۶۶: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يَفْشُوَ الْإِسْلَامُ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى قَالَ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرُكُمْ.

۵۶۶: یحیٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عُقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہؓ نے انہیں خبر دی۔ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء کی نماز میں بہت دیر کردی اور یہ (واقعہ) اسلام پھیلنے سے پہلے کا ہے۔ آپؐ باہر نہیں آئے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے کہا: عورتیں اور بچے سوگئے ہیں۔ اس پر آپؐ باہر آئے اور مسجد والوں سے فرمایا کہ زمین کے باشندوں میں سے کوئی تمہارے سوا اِس کا انتظار نہیں کر رہا۔

۵۶۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى قَالَ كُنْتُ أَنَا وَأَصْحَابِي الَّذِيْنَ قَدِمُوْا مَعِي فِي السَّفِيْنَةِ نُزُوْلًا فِي بَقِيْعِ بُطْحَانَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَكَانَ يَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَّفَرٌ مِّنْهُمْ فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۵۶۷: محمد بن علاء نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے بُرَید سے، بُرید نے ابی بردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں اور میرے اُن ساتھیوں نے جو میرے ساتھ کشتی میں آئے تھے بطحان کے میدان میں ڈیرے لگائے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ ہر رات نمازِ عشاء کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باری باری جایا کرتے تھے۔ میں اور میرے

وَسَلَّمَ أَنَا وَأَصْحَابِي وَلَهُ بَعْضُ الشُّغْلِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ فَأَعْتَمَ بِالصَّلَاةِ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهُ عَلَى رِسْلِكُمْ أَبْشِرُوْا إِنَّ مِنْ نِّعْمَةِ اللهِ عَلَيْكُمْ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ أَوْ قَالَ مَا صَلَّى هَذِهِ السَّاعَةَ أَحَدٌ غَيْرُكُمْ لَا يَدْرِي أَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ ، قَالَ أَبُو مُوْسَى فَرَجَعْنَا فَفَرِحْنَا بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ساتھی اتفاقاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے وقت پہنچے کہ آپؐ اپنے کسی کام میں مشغول تھے۔ آپؐ نے نماز میں دیر کردی۔ یہاں تک کہ آدھی رات ہوگئی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپؐ نے نماز پڑھائی۔ جب آپؐ اپنی نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے اُن سے جو آپؐ کے پاس موجود تھے فرمایا: ذرا ٹھہرو! خوش ہو کہ تم پر یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، لوگوں میں سے تمہارے سوا کوئی بھی ایسا نہیں جو اِس وقت نماز پڑھ رہا ہو یا فرمایا کہ اس گھڑی تمہارے سوا کسی نے بھی نماز نہیں پڑھی۔ وہ نہیں جانتے کہ ان دو باتوں میں سے کون سی بات فرمائی۔ (ابو بردہ نے) کہا: حضرت ابوموسیٰ ؓ کہتے تھے: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر خوشی خوشی لوٹے۔

تشریح: شارحین نے یہاں یہ سوال اُٹھایا ہے کہ اس باب میں جو روایتیں لائی گئی ہیں ان سے نمازِ عشاء کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ (دیکھئے عمدۃ القاری الجزء الخامس صفحہ ۶۳۔ فتح الباری الجزء الثانی صفحہ ۶۳) مگر غور سے دیکھا جائے تو اس کی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے ظاہر ہے: **لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَلِّي هٰذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ** (روایت نمبر ۵۶۷) کہ یہ ایسا وقت ہے کہ تمام لوگ خوابِ غفلت میں پڑے سو رہے ہیں۔ مگر ایک چھوٹی سی جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجاآوری اور اُس کی عبادت کے شوق میں نیند کے حملوں کا مقابلہ کر رہی ہے۔ الفاظ **وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يَّفْشُوَ الْاِسْلَامُ** (روایت نمبر ۵۶۶) اسی قلت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس عجیب نظارے سے متاثر ہوئے اور صحابہؓ نے بھی اس کیفیت سے لطف اُٹھایا ہے اور اپنے گھروں کو خوشی خوشی لوٹے ہیں۔ اس اخلاص ومحبت کا یہ نظارہ ہر عاشق کو اَب بھی وجد میں لاتا ہے۔ **اِنَّ مِّنْ نِّعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ** (روایت نمبر ۵۶۷) محبت وعشق کی یہ نعمت اللہ تعالیٰ کے فضل ہی سے مل سکتی ہے۔ علاوہ ازیں مذاہب عالَم میں سے اسلام کے سوا کسی مذہب نے بھی اس وقت میں عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا اور یہ امتیاز جو صرف مسلمانوں کو حاصل ہے

ایک بہت بڑا امتیاز ہے۔ فجر، ظہر، عصر اور مغرب کے اوقات ایسے ہیں کہ جن میں مذاہب نے کسی نہ کسی رنگ میں اپنے پیروؤں کو عبادت کرنے کی تلقین کی ہے۔ مگر عشاء کا وقت اسلام ہی میں عبادت کے لئے خاص کیا گیا ہے۔

روایت نمبر ٥٦٦ کے الفاظ **مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ** کی تشریح دوسری روایت کے الفاظ **لَيْسَ أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَلِّيْ هٰذِهِ السَّاعَةَ** سے کر دی گئی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بغیر کسی وجہ کے روایت نہیں دُہراتے۔ صحیح بخاری کی تجرید کرنے والوں نے امام موصوف ؒ کی پُر حکمت ترتیب ملحوظ نہیں رکھی۔

بُطْحَان : مدینہ میں ایک وادی کا نام ہے۔ جس میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور اُن کے ساتھی خیمہ زَن تھے۔ (عمدۃ القاری جزء۵ صفحہ ٦٥) یہ زمانہ فتح خیبر کے قریب کا ہے۔

وَلَهُ بَعْضُ الشُّغُلِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ: علامہ ابن حجرؒ نے علامہ طبریؒ کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مصروفیت کی وضاحت کی ہے کہ آپؐ اس وقت ایک فوج کی تیاری میں مشغول تھے، اس لئے دیر سے نمازِ عشاء کے لئے باہر تشریف لائے۔ (فتح الباری الجزء الثانی صفحہ ٦٤)

بَاب ٢٣ : مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ

عشاء سے پہلے سونا جو ناپسند کیا جاتا ہے

٥٦٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا.

٥٦٨: محمد بن سلام نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوہاب ثقفی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: خالد حذاء نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابومنہال سے، ابومنہال نے ابو برزہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے پہلے سونا اور اس کے بعد بات کرنا ناپسند فرماتے تھے۔

بَاب ٢٤: اَلنَّوْمُ قَبْلَ الْعِشَاءِ لِمَنْ غُلِبَ

جس پر نیند غالب آ جائے اس کے لئے عشاء سے پہلے سونا

٥٦٩: حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ أَخْبَرَنِي ابْنُ

٥٦٩: ایوب بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوبکر نے مجھے بتایا۔ سلیمان سے مروی ہے کہ صالح بن کیسان نے کہا: ابن شہاب نے مجھے خبر دی۔ عروہ

شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلَاةَ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرُكُمْ قَالَ وَلَا يُصَلَّى يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ.

سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں اتنی دیر کردی کہ حضرت عمرؓ نے آپؐ کو آواز دی: نماز پڑھیئے، عورتیں اور بچے سو گئے۔ آپؐ باہر تشریف لائے اور فرمایا: زمین کے باشندوں میں سے تمہارے سوا کوئی بھی اس کے انتظار میں نہیں۔ (عروہ) کہتے تھے: اس زمانہ میں صرف مدینہ میں ہی نماز پڑھی جاتی تھی اور لوگ شفق غائب ہونے سے لے کر رات کی پہلی تہائی تک جو وقت ہے اس میں نماز (عشاء) پڑھا کرتے تھے۔

٥٧٠: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخَّرَهَا حَتَّى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُبَالِي أَقَدَّمَهَا أَوْ أَخَّرَهَا إِذَا كَانَ لَا يَخْشَى أَنْ يَّغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ

۵۷۰: محمود نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالرزاق نے ہمیں بتایا۔ کہا: ابن جُرَیج نے مجھے خبر دی۔ کہا: نافع نے مجھے بتایا، کہا: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات مصروفیت کی وجہ سے عشاء کو نہ آئے اور اس میں تاخیر کردی یہاں تک کہ ہم مسجد میں سو گئے۔ پھر ہم جاگے اور پھر سو گئے۔ پھر جاگے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا: زمین کے باشندوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے جو تمہارے سوا نماز کی انتظار میں ہو۔ اور حضرت ابن عمرؓ پرواہ نہیں کرتے تھے کہ اس کو پہلے پڑھیں یا پیچھے۔ اگر انہیں خوف نہ ہوتا کہ نیند اُن پر اس قدر غالب

وَّقْتِهَا وَكَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ

٥٧١: وَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ حَتَّى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوْا وَرَقَدُوْا وَاسْتَيْقَظُوْا فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ الصَّلَاةَ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَخَرَجَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ الْآنَ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَاضِعًا يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوْهَا هٰكَذَا فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ كَمَا أَنْبَأَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَبَدَّدَ لِيْ عَطَاءٌ بَيْنَ أَصَابِعِهِ شَيْئًا مِّنْ تَبْدِيْدٍ ثُمَّ وَضَعَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ عَلَى قَرْنِ الرَّأْسِ ثُمَّ ضَمَّهَا يُمِرُّهَا كَذٰلِكَ عَلَى الرَّأْسِ حَتَّى مَسَّتْ إِبْهَامُهُ طَرَفَ الْأُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ

ہو جائے گی کہ عشاء کا وقت جاتا رہے گا اور کبھی وہ عشاء سے پہلے بھی سو جاتے تھے۔ ابن جریج کہتے تھے: میں نے عطاء کو یہ بتایا۔

۵۷۱: تو انہوں نے کہا: میں نے بھی حضرت ابن عباسؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء میں اتنی دیر کر دی کہ لوگ سو گئے اور جاگے اور سو گئے اور جاگے۔ تب حضرت عمرؓ بن خطاب اُٹھے اور کہا: نماز پڑھائیں۔ عطاء کہتے تھے کہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ گویا میں آپؐ کو اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ آپؐ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا تھا اور آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں ضرور ان کو حکم دیتا کہ وہ اس کو ایسے ہی وقت میں پڑھا کریں۔ میں (ابن جریج) نے عطاء سے پختہ طور پر معلوم کرنے کے لئے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر پر ہاتھ کیسے رکھا ہوا تھا جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے ان کو بتایا تو عطاء نے اپنی انگلیاں تھوڑی سی کھولیں۔ پھر انہوں نے اپنی انگلیوں کے سروں کو سر کے سامنے کی طرف رکھا۔ پھر انہیں سر پر پھیرتے ہوئے اس طرح ملا دیا کہ اُن کا انگوٹھا کان کے اس کنارے کو چھوتا تھا جو چہرہ سے ملا ہوا کنپٹی اور داڑھی کے سرے پر ہے۔ (بالوں کو) نہ نچوڑ رہے

اللِّحْيَةِ لَا يُقَصِّرُ وَلَا يَبْطُشُ إِلَّا كَذَلِكَ وَقَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُّصَلُّوْا هَكَذَا.

تھے اور نہ پکڑ کر اکٹھا کیا ہوا تھا۔مگر کچھ ایسا ہی تھا۔اور فرمایا: اگر یہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں انہیں حکم دیتا کہ وہ ایسے وقت میں (یہ) نماز پڑھا کریں۔

تشریح: عشاء سے پہلے سونے کی اجازت صرف اس شخص کے لئے ہے (**لِمَنْ غُلِبُ**) جو نیند سے مغلوب ہو جائے۔ دو واقعات جو باب نمبر ۲۴ میں پیش کئے گئے ہیں۔ان سے ظاہر ہے کہ بوجہ دیر ہو جانے کے صحابہؓ نیند سے بے قرار تھے۔ بار بار سونے اور جاگنے کے یہی معنی ہیں کہ وہ نیند سے کشمکش کر رہے تھے۔ یہ حالت استثنائی ہے۔عنوانِ باب کے تحت حضرت ابن عمرؓ کے پرواہ نہ کرنے کا ذکر کرنے سے یہی سمجھانا مراد ہے کہ وہ بھی نیند کے غلبہ کی وجہ سے سونے کے لئے مجبور ہو جاتے تھے۔ایسی حالت میں سونے کا ہی حکم ہے۔بشرطیکہ اس امر کی احتیاط کی جائے کہ وقت نہ نکل جائے۔

كَأَنِّيْ أَنْظُرُ اِلَيْهِ الْاٰنَ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً : روایت نمبر ۵۷۱ میں حضرت ابن عباسؓ کے قول کا ایک حوالہ دیا گیا ہے۔اس واقعہ کے راوی حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بھی ہیں۔(روایت نمبر ۵۶۶، ۵۶۷)ان کی روایتوں میں اُس حصہ کا ذکر نہیں جو حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے۔یعنی یہ کہ آپؐ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔حضرت انسؓ سے بھی یہی واقعہ مروی ہے۔(روایت نمبر ۵۷۲)اس میں بھی یہ الفاظ نہیں۔حالانکہ وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ مجھے ایسا یاد ہے: كَأَنِّيْ أَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ لَيْلَتَئِذٍ گویا میں آپؐ کی انگوٹھی کی چمک جو اُس رات تھی اب بھی دیکھ رہا ہوں۔اس تاخیر کا سبب باب نمبر ۲۲ کے ذیل میں روایت نمبر ۵۶۷ کے الفاظ وَلَهُ بَعْضُ الشُّغْلِ کی تشریح میں بتایا جا چکا ہے۔كَأَنِّيْ أَنْظُرُ اِلَيْهِ الْاٰنَ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً کے الفاظ سے یہ سمجھ لینا کہ آپؐ اپنی بیبیوں کی صحبت میں مشغول رہے، نہایت دور کا خیال ہے۔سر سے پانی ٹپکنے کا ذکر اس روایت کی دوسری سندوں میں نہیں ہے۔حضرت ابن عباسؓ اس وقت خوردسال تھے ہوسکتا ہے اُنہیں غلط فہمی ہوئی ہو۔سر پر پانی ڈالنے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔دوسری روایتوں میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپؐ اس وقت فوج کی تیاری میں مشغول تھے(دیکھئے تشریح باب ۲۲)اور کیا دیر تک جاگنے اور کام کاج کی کوفت و پریشانی دور کرنے کے لئے ہم اپنے سر پر پانی ڈالا نہیں کرتے؟ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات تو الگ رہی؛ ہم انصافاً اپنے نفس پر ہی قیاس کریں کہ پاس ہی مسجد میں مرد، عورتیں اور بچے نماز کی انتظار میں اُونگھ رہے ہوں تو کیا یہ ممکن ہے کہ ہم میں سے کوئی اپنی بیبیوں میں بیٹھا رہے۔یہاں تک کہ آدھی رات ہو جائے اور اُسے ان عورتوں اور بچوں کا خیال تک نہ آئے خصوصاً جبکہ ایسا شخص ایک بہت بڑی ذمہ داری کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو اور مصروفیت جنگی نوعیت کی ہو؟ آپؐ کی نمازوں کی عابدانہ اور عاشقانہ کیفیت کی تھوڑی سی جھلک کتاب الاذان باب ۳۹، ۴۳، ۴۴ کی روایتوں میں دیکھی جائے اور پھر اپنے دل سے پوچھا جائے کہ محمد رسول اللہ ﷺ جیسے جلیل القدر انسان سے متعلق ایک روایت کے بعض الفاظ کی بناء پر بے موقع خیال گھڑنا کہاں تک انصاف ہے۔حالانکہ محض ان الفاظ سے بھی اس خیال کی کوئی تائید نہیں ہوتی۔

بَاب ۲۵: وَقْتُ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ

عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے

وَقَالَ أَبُوبَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ تَأْخِيْرَهَا.

اور حضرت ابو برزہؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تاخیر پسند فرماتے تھے۔

۵۷۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ صَلَّى ثُمَّ قَالَ قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوْا أَمَا إِنَّكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوْهَا وَزَادَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيْصِ خَاتَمِهِ لَيْلَتَئِذٍ.

۵۷۲: عبدالرحیم محاربی نے ہم سے بیان کیا، کہا: زائدہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُمید طویل سے، حُمید نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے عشاء کی نماز میں آدھی رات تک تاخیر کر دی۔ پھر آپؐ نے نماز پڑھی اور فرمایا: لوگ نماز پڑھ چکے اور سو گئے۔ مگر دیکھو تم لوگ تو نماز میں ہی تھے جب تک تم اس کی انتظار کرتے رہے اور ابن ابی مریم نے اس کے علاوہ یہ بیان کیا کہ یحییٰ بن ایوب نے ہمیں بتایا کہ حُمید نے مجھ سے بیان کیا اور انہوں نے حضرت انسؓ سے سنا: گویا کہ میں آپؐ کی انگوٹھی کی چمک اب بھی دیکھ رہا ہوں جو اُس رات تھی۔

تشریح: روایت نمبر ۵۶۹ میں إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْاَوَّلِ یعنی رات کی پہلی تہائی کا ذکر ہے۔ عام حالات میں صحابہ کرامؓ اس سے پہلے پہلے پڑھ لیتے تھے اور آخری حد جس کا پتہ مستند روایات سے چلتا ہے اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ یعنی آدھی رات تک ہے جو استثنائی حالت میں تھی۔ روایت نمبر ۵۶۷ میں ہے: اَعْتَمَ بِالصَّلٰوةِ حَتّٰى ابْهَارَّ اللَّيْلُ. بُهْرَةٌ کے معنے وسط یعنی آدھی رات ہوگئی۔ (لسان العرب تحت لفظ بھر) ان روایتوں کی بناء پر عنوانِ باب میں اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ آخری حد مقرر کی گئی ہے۔

حضرت ابو برزہؓ کا قول وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَحِبُّ تَأْخِيْرَهَا روایت نمبر ۵۴۷ میں دیکھئے۔ اس میں نِصْفِ اللَّيْل کی تصریح نہیں بلکہ مطلق تاخیر کا ذکر ہے جس کی آخری حد عام حالات میں پہلی تہائی رات کی ہے اور استثنائی حالات میں نِصْفِ اللَّيْل یعنی آدھی رات ہے۔ روایت نمبر ۵۷۱ کے الفاظ لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ أَنْ يُّصَلُّوْا

ھٰکَذَا سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی خواہش اور پسندیدگی کو امت کی مشقت پر مقدم نہیں کیا بلکہ اس کے لئے سہولت کی راہ اختیار کی ہے۔ اس لئے استثنائی واقعات کی بناء پر یہ فتویٰ دینا کہ نمازِ عشاء آخر وقت میں پڑھنی مستحب ہے صحیح نہیں۔ مستحب وہی فعل ہے جو آپؐ نے عام طور پر کیا۔ امام نوویؒ کا خیال ہے کہ نِصْفُ اللَّيْل کی حد تو وہ وقت ہے جس میں نماز پڑھنا پسندیدہ ہے ورنہ نمازِ فجر تک عشاء کا وقت ہے۔ عنوانِ باب میں اس خیال کا بھی رد کیا گیا ہے۔ علامہ ابن حجرؒ کو امام نوویؒ کے خیال کی تائید میں کوئی مستند روایت نہیں ملی۔ (فتح الباری الجزء الثانی صفحہ ٦٩) آدھی رات کے بعد تو تہجد کا وقت ہوتا ہے نہ عشاء کا۔ جمہور کا یہی مذہب ہے اور امام بخاریؒ بھی اس سے متفق ہیں۔

بَاب ٢٦ : فَضْلُ صَلَاةِ الْفَجْرِ

صبح کی نماز کی فضیلت

٥٧٣: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ لِيْ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا لَا تُضَامُّوْنَ أَوْ لَا تُضَاهُوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَالَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا (طٰهٰ: ١٣١) { ☆ قَالَ أَبُوعَبْدِاللهِ زَادَ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ

٥٧٣: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحییٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسماعیل سے روایت کی (کہا:) قیس نے ہمیں بتایا۔ حضرت جریرؓ بن عبداللہ نے مجھ سے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ اتنے میں آپؐ نے چودھویں کی رات چاند کو دیکھا اور فرمایا: سنو کہ تم یقیناً اپنے رب کو دیکھو گے اسی طرح جس طرح کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ تمہیں اس بات کی ضرورت نہ ہوگی کہ تم ایک دوسرے سے لپٹ کر پوچھو کہ دکھاؤ کہاں ہے؟ یا یہ فرمایا: تمہیں اس کے دیکھنے میں شبہ نہ ہوگا۔ پس اگر تم سے ہو سکے تم اس نماز کے پڑھنے میں مغلوب نہ ہونا جو سورج نکلنے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے ہے تو پھر ایسا ہی کرو۔ پھر آپؐ نے پڑھا: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ....اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج نکلنے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے تسبیح کیا کرو۔ ☆ ابوعبداللہ نے کہا:

☆ یہ فقرہ طبعة الأنصارية کے مطابق ہے۔ (دیکھئے فتح الباری الجزء الثانی حاشیہ صفحہ ٧٠)

إِسْمَاعِيْلَ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا . }

ابن شہاب نے اسمٰعیل سے روایت کرتے ہوئے یہ بڑھایا: حضرت جریرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ضرور تم اپنے رب کو کھلم کھلا دیکھو گے۔

٥٧٤ : حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوْسَى عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ قَالَ ابْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَهُ بِهٰذَا.

۵۷۴: ہُدبہ بن خالد نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہمام نے ہمیں بتایا کہ ابوجمرہ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوبکر بن ابی موسیٰ سے، ابوبکر نے اپنے باپ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دو ٹھنڈے وقتوں کی نماز پڑھی تو وہ جنت میں داخل ہوا اور ابن رجاء نے کہا: ہمام نے ہمیں بتایا۔ ابوجمرہ سے مروی ہے کہ ابوبکر بن عبداللہ بن قیس نے بھی ان کو یہی بتایا۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ عَنْ حَبَّانَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

اسحاق نے ہمیں بتایا۔ حبان سے مروی ہے کہ ہمام نے ہم سے بیان کیا۔ ابوجمرہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوبکر بن عبداللہ سے۔ انہوں نے اپنے باپ سے۔ ان کے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کی۔

تشریح: بعض نسخوں میں عنوانِ باب میں فَضْلُ صَلٰوةِ الْفَجْرِ کے بعد الفاظ وَالْحَدِيْث بھی ہیں۔ علامہ ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ جن نسخوں میں یہ الفاظ ہیں اُن میں تحریف معلوم ہوتی ہے۔ وَالْحَدِيْث کی بجائے وَالْعَصْرِ چاہیے۔ یعنی نمازِ عصر کی فضیلت۔ (فتح الباری الجزء الثانی صفحہ ٧٠)

اس حدیث کی تشریح کے لئے دیکھئے روایت نمبر ۵۵۴ اور اس باب کے ذیل میں روایت نمبر ۵۷۴۔ اس میں نمازِ عصر اور فجر کو بَرْدَیْن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ عصر کے وقت بھی گرمی کی شدت کم ہوکر فضا میں خنکی پیدا ہو جاتی ہے۔ مسلمؒ کی روایت میں اَلْبَرْدَیْن کی تصریح ان الفاظ میں کی گئی ہے: يَعْنِي الْعَصْرَ وَ الْفَجْرَ.

(مسلم. كتاب المساجد. باب فضل صلاتي الصبح والعصر)

اعمالِ صالحہ سب جنت میں لے جانے کا موجب ہوتے ہیں۔عصر وفجر کی تخصیص جیسا کہ پہلے مفصل بتایا جا چکا ہے اس لئے کی گئی ہے کہ ان اوقات میں مسلمان کو اپنے نفس سے خاص جدوجہد کر کے اپنے اخلاص کا ثبوت دینا پڑتا ہے۔اس تخصیص کے یہ معنے نہیں کہ ان کے سوا کوئی اور اعمال نہیں جو جنت میں داخل ہونے کا موجب ہوں۔اخلاص کی روح جب ایک دفعہ دل میں پیدا ہو جاتی ہے تو وہ اپنے لئے اعمالِ صالحہ کے امکان کی صورتیں اور حالات خود بخود پیدا کرتی جاتی ہے۔

بَاب ۲۷ : وَقْتُ الْفَجْرِ

صبح کا وقت

۵۷۵:حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ تَسَحَّرُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامُوْا إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ أَوْ سِتِّيْنَ يَعْنِي آيَةً.

۵۷۵: عمرو بن عاصم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہمام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ حضرت زیدؓ بن ثابت نے ان سے بیان کیا: انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر وہ نماز کے لئے اُٹھے۔ میں نے پوچھا کہ کھانے اور نماز کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ انہوں نے جواب دیا: بقدر پچاس یا ساٹھ آیت.

۵۷۶:حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَبَاحٍ سَمِعَ رَوْحًا حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللهِ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّيَا قُلْنَا لِأَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا وَ دُخُوْلِهِمَا فِي الصَّلَاةِ قَالَ قَدْرُ مَا

۵۷۶: حسن بن صباح نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے رَوح سے سنا۔(انہوں نے کہا:) سعید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زیدؓ بن ثابت نے سحری اکٹھی کھائی۔ جب دونوں اپنی سحری کھانے سے فارغ ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے اُٹھے اور دونوں نے نماز پڑھی۔ ہم نے حضرت انسؓ سے کہا: ان کے سحری سے فارغ ہونے اور نماز کے شروع

يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ آيَةً.

کرنے کے درمیان کتنا فاصلہ تھا۔ انہوں نے کہا: جتنی دیر میں آدمی پچاس آیتیں پڑھ لیتا ہے۔

۵۷۷: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ أَخِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَّقُوْلُ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ يَكُوْنُ سُرْعَةٌ بِي أَنْ أُدْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۵۷۷: اسماعیل بن ابی اویس نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے بھائی سے، ان کے بھائی نے سلیمان سے، سلیمان نے ابوحازم سے روایت کی کہ انہوں نے سہل بن سعد سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں اپنے کنبے کے ساتھ سحری کھایا کرتا تھا تو مجھے جلدی ہوتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پالوں۔

۵۷۸: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوْتِهِنَّ حِيْنَ يَقْضِيْنَ الصَّلَاةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ.

۵۷۸: یحییٰ بن بُکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا: حضرت عائشہؓ نے انہیں خبر دی۔ فرماتی تھیں: مومن عورتیں صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتی تھیں۔ اپنی اوڑھنیوں میں لپٹی ہوئی ہوتیں۔ پھر جب وہ نماز ادا کرچکتیں تو اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں۔ اندھیرے کی وجہ سے کوئی اُن کو نہ پہچانتا۔

تشریح: اس باب میں بھی امام بخاریؒ نے واقعات کی بناء پر صبح کے وقت کا ایک اندازہ بیان کیا ہے۔ پہلی تین روایتوں سے یہ بتایا ہے کہ نمازِ صبح کا وقت سحری سے فراغت پانے پر ہوجاتا ہے۔ سحری کھانے کی آخری حد فجر ہے۔ یعنی وہ وقت جب پوپھٹتی ہے۔ روایت نمبر ۵۷۷ کے الفاظ ثُمَّ يَكُوْنُ سُرْعَةٌ بِيْ أَنْ أُدْرِكَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سے ثابت ہوتا ہے کہ سحری کا وقت ختم ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

ان تین روایتوں سے احتمال پیدا ہوسکتا ہے کہ رمضان کی راتوں میں پچھلے وقت جاگنے کی وجہ سے یہ جلدی ہوتی تھی۔ اس لئے چوتھی روایت سے اس کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔ عورتیں نماز پڑھ کر ایسے وقت میں لوٹتی تھیں کہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔ روایت نمبر ۵۴۷ میں جو آیا ہے کہ آپؐ ایسے وقت میں صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے: حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهُ کہ آدمی اپنے ساتھی کو پہچان لیتا تھا۔ یہ روایت نمبر ۵۷۸ کے مفہوم کے خلاف نہیں۔ عورتیں بوجہ دور ہونے کے نہیں پہچانی جاتی تھیں۔ جبکہ ایک قریب کا شخص پہچانا جاتا تھا۔

روایت نمبر ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں بھی باجماعت نماز میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ عیدین میں بھی ان کی شرکت کا ذکر کتاب العلم باب ۳۲ روایت نمبر ۹۸ میں گزر چکا ہے۔

اس باب کے تعلق میں کتاب الصوم باب ۱۹ تشریح روایت نمبر ۱۹۲۱ بھی دیکھئے۔

بَاب ۲۸: مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً

جس نے فجر کی نماز سے ایک رکعت پائی

۵۷۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ وَعَنِ الْأَعْرَجِ يُحَدِّثُوْنَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ.

۵۷۹: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے زید بن اسلم سے، زید بن اسلم نے عطا بن یسار سے اور بسر بن سعید سے اور اعرج سے روایت کی کہ وہ (تینوں) اُن سے بیان کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورج نکلنے سے پہلے صبح کی نماز سے ایک رکعت پالی تو اُس نے صبح کی نماز پالی اور جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز سے ایک رکعت پالی تو اس نے عصر کی نماز پالی۔

تشریح: باب ۱۷ کی تشریح بھی دیکھئے۔ علامہ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کے ایک لطیف تصرف سے متعلق قابل قدر نکتہ اپنی شرح میں درج کیا ہے۔ باب نمبر ۱۷ میں جو روایت نقل کی ہے اُس میں نمازِ عصر کا ذکر پہلے ہے اس لئے وہ وہاں نقل کی۔ اِس میں صبح کی نماز کا پہلے ذکر ہے، اس لئے یہ یہاں نقل کی۔ (فتح الباری الجزء الثانی صفحہ ۷۵) دونوں

روایتوں کی سند مختلف ہے جس کی وجہ سے راویوں کے بیان میں یہ تقدیم وتاخیر واقع ہوئی ہے۔ امام موصوفؒ نے ترتیب ابواب میں یہ خفیف سا فرق بھی نظر انداز نہیں فرمایا۔

بَاب ۲۹: مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً

جس نے نماز سے ایک رکعت پالی

۵۸۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ.

۵۸۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز کی ایک رکعت پالی تو اُس نے نماز پالی۔

تشریح: باب نمبر ۱۷ میں روایت نمبر ۵۵۶ کی تشریح کرتے ہوئے بتایا جا چکا ہے کہ یہ اجازت استثنائی حالات کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اسی وجہ سے باب ۱۷ اور باب ۲۸ کو مَنْ سے شروع کر کے فتویٰ میں جواز کی صورت نمایاں کی گئی ہے۔

علامہ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کے ایک لطیف تصرف کی طرف توجہ دلائی ہے جو اُنہوں نے باب مذکور کے الفاظ میں کیا ہے۔ امام موصوفؒ کی یہ عادت ہے کہ عنوانِ باب میں جو الفاظ وہ اختیار کرتے ہیں وہ کسی نہ کسی روایت سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ عموماً وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں بڑھاتے۔ یہاں بظاہر مَنْ اَدْرَکَ مِنَ الصَّلٰوةِ رَكْعَةً رکھا ہے۔ جبکہ روایت نمبر ۵۸۰ کے الفاظ یہ ہیں: مَنْ اَدْرَکَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ. امام موصوفؒ عموماً عنوانِ باب میں بھی حدیث کے الفاظ کی پابندی کرتے ہیں۔ مگر یہاں یہ تصرف اس لئے کیا ہے کہ امام مالکؒ کی روایت میں جو بیہقیؒ نے نقل کی ہے الفاظ مِنَ الصَّلٰوةِ پہلے ہیں۔ (سنن الکبری للبیهقی. کتاب الجمعة باب من ادرک رکعة من الجمعة. جزء۳ صفحہ ۲۰۲) گویا عنوانِ باب میں اس روایت کا بھی حوالہ دیا گیا ہے اور یہ تصرف اُن کی وسعتِ اطلاع پر دلالت کرتا ہے۔

(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۷۶)

فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ سے مراد نماز کا وقت یا اس کا ثواب ہے یعنی باقی نماز جو پڑھے گا وہ وقت کے اندر ہی سمجھی جائے گی۔ فَلْيُتِمَّ صَلٰوتَهٗ (نمبر ۵۵۶) اپنی نماز پوری کرے۔ یہ مراد نہیں کہ ایک رکعت پڑھنے سے اُس کی نماز ہو جائے گی۔ باقی رکعتیں پڑھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

بَاب ۳۰ :اَلصَّلَاةُ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

فجر کے بعد سورج بلند ہونے تک نماز پڑھنا

۵۸۱ :حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عِنْدِيْ رِجَالٌ مَّرْضِيُّوْنَ وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِيْ عُمَرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَشْرُقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ.

۵۸۱: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے ابوالعالیہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: پسندیدہ آدمیوں نے میرے پاس بیان کیا۔ سب سے زیادہ پسندیدہ اُن میں میرے نزدیک حضرت عمرؓ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد تاوقتیکہ سورج خوب روشن نہ ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد تاوقتیکہ وہ ڈوب نہ جائے، نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي نَاسٌ بِهٰذَا.

مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحیٰ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے قتادہ سے روایت کی کہ میں نے ابوعالیہ سے سنا کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کچھ لوگوں نے یہی حدیث مجھ سے بیان کی۔

۵۸۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا

۵۸۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحیٰ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے روایت کی کہا: میرے باپ نے مجھے بتایا۔ کہا: حضرت ابن عمرؓ نے مجھ سے بیان کیا، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نماز کے لئے سورج نکلنے کی جستجو نہ کیا کرو اور نہ اس کے ڈوبنے کی۔

٥٨٣ : وَقَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوْا الصَّلَاةَ حَتَّى تَرْتَفِعَ وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوْا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيْبَ تَابَعَهُ عَبْدَةُ.

۵۸۳: اور انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کا کنارہ نکل آئے تو تم نماز میں تاخیر کرو۔ یہاں تک کہ سورج بلند ہوجائے اور جب سورج کا کنارہ غائب ہوجائے تو نماز میں تاخیر کرو۔ یہاں تک کہ سورج چھپ جائے۔ عبدہ نے بھی ان کی طرح یہی بیان کیا۔

٥٨٤ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ صَلَاتَيْنِ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَعَنِ الْاِحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ يُفْضِي بِفَرْجِهِ إِلَى السَّمَاءِ وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمُلَامَسَةِ.

۵۸۴: عبید بن اسمٰعیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابواسامہ سے، ابواسامہ نے عبیداللہ سے، عبیداللہ نے خبیب بن عبدالرحمٰن سے، خبیب نے حفص بن عاصم سے، حفص نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کی خرید و فروخت سے اور دو طرز کے لباس سے اور دو نمازوں سے منع فرمایا۔ آپؐ نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے اور بدن پر کپڑا اس طرح لپیٹنے سے کہ دونوں ہاتھ اندر لپٹے رہیں اور ایک ہی کپڑے میں گوٹھ مار کر زانو اٹھا کر اس طرح بیٹھنے سے کہ اپنی شرمگاہ کو اوپر کی طرف سے کھلا رکھے اور پھینک کر اور ہاتھ سے چھو کر خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا۔

تشریح: مذکورہ بالا باب کے ذیل میں جو روایتیں لائی گئی ہیں اُن میں عصر کے بعد بھی نماز پڑھنے کی ممانعت کا صریح ذکر ہے۔ مگر عنوانِ باب میں فجر کی تخصیص کی گئی ہے۔ جس کا سبب علامہ ابن حجرؒ یہ بتاتے ہیں کہ نبی ﷺ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے (فتح الباری الجزء الثانی صفحہ ۷۷) اور ایک دفعہ آپؐ نے ظہر کی آخری سنتیں بھی

نمازِ عصر کے بعد پڑھیں۔(دیکھئے باب ۳۳ نیز روایت نمبر ۵۹۰) اس لئے امام موصوفؒ نے احتیاط سے کام لیا ہے۔ اس احتیاط کا پتہ اگلے باب کے عنوان سے پایا جاتا ہے۔ باب ۳۰ کا عنوان مطلق رکھا ہے۔ اس میں کسی حکم کی طرف اشارہ نہیں کیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور ایک جماعت فقہاء نے ان اوقات میں ہر قسم کی نماز پڑھنی ناجائز قرار دی ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے سوائے فرائض کے باقی تمام نفلی نمازیں پڑھنی ناجائز سمجھی ہیں۔ امام شافعیؒ اور ایک جماعت نے ان کے برعکس نمازِ فریضہ جو وقت پر نہیں پڑھی گئی اور نفلی نمازیں جیسے مسجد میں داخل ہونے، عیدین، سورج گرہن اور جنازے کی نمازیں پڑھنا جائز قرار دی ہیں۔(فتح الباری الجزء الثانی صفحہ ۷۸)

فقہاء کا پہلا گروہ روایت نمبر ۵۸۱ سے استدلال کرتا ہے اور ان روایتوں سے استنباط کردہ حکم کو منسوخ سمجھتے ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عصر سنتیں پڑھنے اور وقت کے اندر ایک رکعت پڑھنے پر باقی نماز پوری کرنے کا ذکر آتا ہے۔ جبکہ دوسرا گروہ انہی ہدایات سے جواز کا استدلال کرتا ہے۔

بَاب ۳۱: لَا يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

سورج غروب ہونے سے پہلے نماز کی جستجو نہ کرے

۵۸۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَحَرَّى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا.

۵۸۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا: تم میں سے کوئی اس جستجو میں نہ رہے کہ سورج نکلنے کے وقت نماز پڑھے اور نہ اس کے غروب ہونے کے وقت۔

۵۸٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُنْدَعِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ

۵۸٦: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے صالح سے، صالح نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عطاء بن یزید جندعی نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے:

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيْبَ الشَّمْسُ.

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ صبح کے بعد سورج چڑھنے تک کوئی نماز نہیں ہوتی اور نہ عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز ہوتی ہے۔

۵۸۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ أَبَانٍ يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ إِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلَاةً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْنَاهُ يُصَلِّيْهَا وَلَقَدْ نَهَى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

۵۸۷: محمد بن ابان نے ہم سے بیان کیا، کہا: غندر نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ ابوتیاح سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حمران بن ابان سے سنا کہ حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: تم تو ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور ہم نے آپؐ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور آپؐ نے ان سے یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے سے منع فرمایا۔

۵۸۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

۵۸۸: محمد بن سلام نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے، عبیداللہ نے خبیب سے، خبیب نے حفص بن عاصم سے، حفص بن عاصم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک دو نمازوں سے منع فرمایا ہے۔

بَاب ۳۲: مَنْ لَّمْ يَكْرَهِ الصَّلَاةَ إِلَّا بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ

جس نے نماز ناپسند نہیں کی مگر عصر اور فجر کے بعد

رَوَاهُ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ وَأَبُو سَعِيْدٍ وَأَبُو هُرَيْرَةَ.

حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کی۔

۵۸۹: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أُصَلِّيْ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِيْ يُصَلُّوْنَ لَا أَنْهَى أَحَدًا يُصَلِّي بِلَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ مَّا شَاءَ غَيْرَ أَنْ لَّا تَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا.

۵۸۹: ابوالنعمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے نافع سے۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں اسی طرح نماز پڑھتا ہوں جس طرح میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ میں کسی کو منع نہیں کرتا کہ وہ رات اور دن کو جتنی چاہے نماز پڑھے مگر یہ کہ تم سورج کے نکلنے اور اس کے غروب ہونے کی عمدًا جستجو نہ کیا کرو۔

بَاب ۳۳: مَا يُصَلَّى بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْفَوَائِتِ وَنَحْوِهَا

جو نمازیں عصر کے بعد پڑھی جائیں۔ یعنی وہ جو رہ گئی ہوں اور ان جیسی

وَقَالَ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ شَغَلَنِيْ نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ.

اور کُرَیب نے کہا: حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا: عبدالقیس کے لوگوں نے مجھے ظہر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے نہیں دیں۔

۵۹۰: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ قَالَتْ وَالَّذِي

۵۹۰: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالواحد بن ایمن نے ہمیں بتایا۔ کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے سنا۔ کہتی

ذَهَبَ بِهِ مَا تَرَكَهُمَا حَتَّى لَقِيَ اللهَ وَمَا لَقِيَ اللهَ تَعَالَى حَتَّى ثَقُلَ عَنِ الصَّلَاةِ وَكَانَ يُصَلِّيْ كَثِيْرًا مِّنْ صَلَاتِهِ قَاعِدًا تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهِمَا وَلَا يُصَلِّيْهِمَا فِي الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ أَنْ يُّثْقِلَ عَلَى أُمَّتِهِ وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ.

تھیں: اُس کی قسم جو آپؐ کو لے گیا ہے، آپؐ نے وہ دو رکعتیں نہیں چھوڑیں یہاں تک کہ آپؐ اللہ تعالیٰ سے جا ملے اور آپؐ اللہ تعالیٰ سے نہیں ملے جب تک کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے مجبور نہیں ہو گئے اور آپؐ اپنی بہت سی نمازیں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ یعنی عصر کے بعد کی دو رکعتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پڑھا کرتے تھے۔ مسجد میں ان کو نہیں پڑھتے تھے، اس خوف سے کہ امت پر بوجھ ڈال دیں گے اور آپؐ وہ بات پسند کرتے تھے جو ان سے (بوجھ کو) ہلکا کرے۔

۵۹۱: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَتْ عَائِشَةُ ابْنَ أُخْتِيْ مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطُّ.

۵۹۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحیٰ نے ہمیں بتایا۔ کہا: ہشام نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھے بتایا کہ حضرت عائشہؓ نے کہا: اے میرے بھانجے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد دو سجدے میرے پاس کبھی ترک نہیں کئے۔

۵۹۲: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَّسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۵۹۲: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالواحد نے ہمیں بتایا، کہا: ہم سے شیبانی نے بیان کیا، کہا: عبدالرحمٰن بن اسود نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے اپنے باپ سے۔ ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ وہ کہتی تھیں: دو رکعتیں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پوشیدگی

يَدَعُهُمَا سِرًّا وَّ لَا عَلَانِيَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

میں چھوڑتے اور نہ اعلانیہ۔ دو رکعتیں صبح کی نماز سے پہلے اور دو رکعتیں عصر کے بعد۔

۵۹۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ وَ مَسْرُوْقًا شَهِدَا عَلَى عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْنِي فِي يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

۵۹۳: محمد بن عرعرہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا: ابواسحاق سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے اسود اور مسروق کو دیکھا کہ وہ دونوں حضرت عائشہؓ سے متعلق شہادت دیتے تھے کہ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی میرے پاس دن میں عصر کے بعد آیا کرتے تو ضرور آپؐ دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

تشریح: امام بخاریؒ نے ان ابواب کی جو ترتیب قائم کی ہے اُس سے اُن کی یہ رائے معلوم ہوتی ہے کہ جن نمازوں کی تخصیص مستند روایتوں کی رو سے واضح ہے اُن کا پڑھنا جائز ہے۔ مثلاً صبح کی یا ظہر کی سنتیں جو رہ گئی ہوں تو وہ سورج نکلنے یا غروب ہونے سے پہلے پہلے پڑھی جاسکتی ہیں۔ ایسا ہی روایت مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْفَجْرِ یا مِنَ الْعَصْرِ ... میں بھی ایک تخصیص کی گئی ہے۔ اس پر بھی عمل درآمد ہونا چاہیے۔ وَعَلٰى هٰذَا الْقِيَاس. جن نمازوں کا ذکر خاص طور پر احادیث میں آتا ہے۔ وہ بھی سورج نکلنے یا غروب ہونے سے پہلے پہلے پڑھنا جائز ہے۔ اگر اُن کے پڑھنے کا موقع نہ ملے تو پھر سورج نکلنے یا غروب ہونے کے بعد انہیں پڑھا جائے۔

چنانچہ امام موصوفؒ نے **باب ۳۰ کی پہلی روایت** میں صحابہؓ کی شہادت پیش کی ہے جو رِجَالٌ مَّرْضِيُّوْن یعنی پسندیدہ لوگوں کی شہادتیں ہیں؛ جس سے اس صریح ممانعت کا پتہ چلتا ہے۔ **دوسری روایت** میں آپؐ کے الفاظ لَا تَحَرَّوْا بِصَلٰوتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا نقل کئے ہیں۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ آدمی جان بوجھ کر صبح اور عصر میں اس قدر تاخیر نہ کردے کہ جب سورج نکلنے یا ڈوبنے لگے تو وہ نماز پڑھنے کے لئے اُٹھے۔ **تیسری روایت** میں آپؐ کا ارشاد زیادہ واضح ہے: فَأَخِّرُوْا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَرْتَفِعَ. **چوتھی روایت** میں پھر ایک صحابی کی شہادت پیش کی ہے۔

اس کے بعد **باب نمبر ۳۱ میں** مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کی ممانعت سے متعلق عنوان قائم کر کے مزید روایتیں پیش کی ہیں۔ اس کے بعد **باب نمبر ۳۲** قائم کیا ہے جس میں حضرت عمرؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی سابقہ روایات کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت ابن عمرؓ کا فقیہانہ قول نقل کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک صرف دو وقتوں میں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ اس وقت جبکہ سورج نکل رہا ہو یا ڈوب رہا ہو۔ لَا أَنْهٰى اَحَدًا يُّصَلِّيْ

بِلَیْلٍ اَوْ نَهَارٍ مَّا شَاءَ. (روایت نمبر۵۸۹☆) یعنی رات یا دن کی کسی گھڑی میں جس وقت چاہے اور جتنی چاہے نماز پڑھے مَیں اس سے کسی کو منع نہیں کرتا۔ یعنی اُن میں سے بعض اوقات میں اگر چہ نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر حرام نہیں جس کی وجہ سے مَیں لوگوں کو روکوں۔ اس باب میں کراہیت اور حرمت کے درمیان فرق دکھلا کر پہلے دو بابوں کی مندرجہ روایتوں کی تشریح کر دی ہے جن میں دو قسم کی ممانعت ہے۔ صریح ممانعتِ حرمت: لَا تَحَرَّوْا بِصَلٰوتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا (روایت نمبر۵۸۲) اور ممانعتِ کراہیت۔

ان تین بابوں کے بعد **باب نمبر۳۳** قائم کیا ہے۔ جس میں ان تخصیصات کا ذکر کیا ہے جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس لطیف ترتیب سے روایات کا اختلاف رفع کیا ہے۔ عصر کے بعد دو رکعتیں نبی ﷺ نے اپنے لئے خاص رکھی ہیں جو مسجد میں نہیں بلکہ گھر میں آپؐ پڑھا کرتے تھے۔ مَخَافَةَ اَنْ يُّثْقِلَ عَلٰی أُمَّتِهٖ وَكَانَ يُحِبُّ مَايُخَفِّفُ عَنْهُمْ (روایت نمبر۵۹۰) اس سے معلوم ہوا کہ عصر کے بعد نفلی نماز پڑھنا حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے اور اس کراہیت کی وجہ یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مشقت میں نہیں ڈالنا چاہا۔ پس نبی ﷺ اگر اچھی بات سے بھی روکیں تو ادب اسی میں ہے کہ انسان اس اچھی بات سے بھی رُک جائے۔ کیونکہ دین کی اصل روح اطاعت ہے نہ اعمال کی کثرت۔

اب رہا یہ سوال کہ **سورج نکلتے یا ڈوبتے وقت نماز پڑھنا کیوں حرام کیا گیا ہے؟** تو اس کا جواب یہ ہے کہ عربوں میں کواکب پرستی بھی رائج تھی۔ اُن میں سے بہت لوگ خصوصاً اہل بادیہ اور حِمْیَر کے قبائل خصوصیت سے سورج کی پرستش کرتے تھے۔ علامہ الوسی بغدادیؒ اپنی مشہور کتاب "بلوغ الارب فی معرفة أحوال العرب" میں عربوں کی مختلف عبادتوں کا ذکر کرتے ہوئے اُن کی سورج پرستی کی نسبت لکھتے ہیں: وَمِنْ شَرِيْعَتِهِمْ فِيْ عِبَادَتِهَا أَنَّهُمُ اتَّخَذُوْا لَهَا صَنَمًا بِيَدِهٖ جَوْهَرٌ عَلٰى لَوْنِ النَّارِ وَلَهٗ بَيْتٌ خَاصٌ قَدْ بَنَوْهُ بِاسْمِهٖ .... يُصَلُّوْنَ فِيْهِ لَهَا ثَلَاثَ كَرَّاتٍ فِي الْيَوْمِ.... وَهُمْ اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ سَجَدُوْا كُلُّهُمْ لَهَا وَإِذَا غَرَبَتْ وَإِذَا تَوَسَّطَتْ ....

(بلوغ الارب فی معرفة أحوال العرب. ذكر شئ من أخبار الأصنام. فمنهم عباد الشمس. جزء ثانی صفحہ۲۱۵-۲۱۶)

{**ترجمہ**: اور اُن کی شریعت کی عبادت میں سے یہ بھی تھا کہ انہوں نے (سورج) کی عبادت کے لیے ایک بت بنایا ہوا تھا۔ اُس کے ہاتھ پر آگ کے رنگ کا نشان تھا اور اس کے لیے مخصوص کمرہ ہوتا، جسے وہ اس کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اور اس میں (دن کے) تین اوقات میں اس کی پرستش کرتے تھے۔ جب سورج نکل رہا ہوتا اور جب غروب ہو رہا ہوتا اور جب نصف النہار پر ہوتا تو وہ سب اس کو سجدہ کرتے تھے۔}

لَات جس کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے سورج کا ہی ایک بت تھا۔

عربوں کی اس سورج پرستی ہی کی وجہ سے انہیں قرآن مجید نے بار بار منع کیا ہے: لَاتَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ (حٰمٓ السجدة:۳۸) {نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے اُنہیں پیدا کیا۔} اور مثالیں دے دے کر نہایت لطیف اور حکیمانہ پیرایہ میں سمجھایا ہے کہ یہ سورج اور ساری مادی کائنات صَرْحٌ

☆ روایت نمبر۵۸۹ کے یہ الفاظ طبعة الانصاریه کے مطابق ہیں۔ (دیکھئے حاشیہ فتح الباری جزء ثانی صفحہ۸۲)

مُمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ. (النمل:۴۵) {یعنی یہ تو ایک ایسا محل ہے جو شیشوں سے جڑا ہوا ہے} سے بڑھ کر حقیقت نہیں رکھتی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی۔ زیر عنوان ''ایک برتر ہستی کی تلاش'' صفحہ ۴۹۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۶۳)

بعض بدوی عربوں کے دلوں میں سورج پرستی نے ایسا گھر کر لیا تھا کہ اسلام پھیلنے کے بعد بھی صحرائے عرب کے دور دراز حصوں میں اس کا کچھ نہ کچھ اثر باقی رہا۔ اساطیر الاوّلین کا قابل مصنف بلغراف سیاح کے حوالے سے صفحہ ۲۹ پر لکھتا ہے: اِنَّ عِبَادَةَ الشَّمْسِ الَّتِيْ كَانَتْ شَائِعَةً فِي الْأَعْصُرِ الْغَابِرَةِ لَمْ تُمَحَ بَعْدُ مِنَ الْبَوَادِيْ الَّتِيْ تُحِيْطُ سُوْرِيَا فَإِنَّهُ عِنْدَمَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ مُنِيْرَةً شَهِدْتُّ مَشْهَدًا غَرِيْبًا مَّرَّاتٍ مُّتَوَالِيَةً وَهُوَ الْعِبَادَةُ الَّتِيْ يُقَدِّمُهَا الْبَدْوُ لِلشَّمْسِ فَلَمَّا ظَهَرَ قَوْصُهَا الْمُنِيْرُ فِي الْأُفُقِ حَوَّلَ الْقَوْمُ نَظْرَهُمْ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَأَخَذُوْا بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِ الْجِمَالِ يُجَاوِبُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلٰى اَنْ ظَهَرَ اِطَارُ الشَّمْسِ ظُهُوْرًا تَامًّا.

یعنی صحرائے شام میں مَیں نے کئی مرتبہ ایک عجیب منظر دیکھا کہ طلوعِ آفتاب کے وقت بدو اونٹوں پر سوار ہو کر مشرق کی طرف منہ کر کے دعا میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ایک بدوی پڑھتا اور دوسرے بدوی اس کے جواب میں پڑھتے یہاں تک کہ سورج پورے طور پر ظاہر ہو جاتا۔ قدیم سورج پرستی کے آثار اس وقت تک صحرا سے نہیں ہٹے۔

عربوں میں ابتداءً سورج پرستی بابلیوں، کلدانیوں اور اشوریوں کے اختلاط سے پھیلی۔ شام و عراق کے اردگرد کے علاقے ان قوموں کے وطن تھے۔ مذکورہ بالا شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بدوی قبائل میں سورج پرستی کا اثر اسلام کے بعد بھی ایک عرصہ تک باقی رہا۔ شارع اسلام علیہ السلام نے اپنی اصلاح میں جس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی شرک اور گناہ کے بواعث اور متعلقات سے بھی اپنے پیرؤوں کو روک دیا جن سے شرک اور گناہ کے لئے تحریک پیدا ہو سکتی تھی۔ مثلاً آپؐ نے عبدالقیس کے نمائندوں کو شراب کے برتن استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے تا برتن دیکھ کر شراب پینے کی تحریک پیدا نہ ہو۔ (کتاب الایمان باب نمبر ۴۰ روایت نمبر ۵۳) جن اوقات میں شراب پی جاتی تھی اُن میں عبادتیں رکھ دی گئیں تا شراب پینے کے وقتوں سے توجہ عبادت کی طرف منعطف ہو۔ اسی حکمت پر گھروں میں تصویریں اور مورتیں رکھنے کی ممانعت مبنی ہے۔ اس کی اور بہت سی مثالیں آگے آئیں گی۔ لَا تَحَرَّوْا بِصَلٰوتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا کا ارشاد بھی بتاتا ہے کہ عربوں کے دلوں سے سورج پرستی کا میلان کلی طور پر مٹانے کے لئے ان اوقات میں نماز حرام قرار دی گئی ہے جن میں وہ پہلے سورج کی عبادت کیا کرتے تھے۔

امام مسلمؒ کی روایتوں میں جو مستند ہیں دوپہر کے وقت میں بھی جبکہ سورج سر پر ہوتا ہے نماز پڑھنے کی حرمت کا ذکر آتا ہے۔ (مسلم۔ کتاب صلاۃ المسافرین. باب الاوقات التی نهی عن الصلاة فیها نیز باب اسلام عمرو بن عبسة) یہ تینوں اوقات سورج پرستی کے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تاکیدی ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ بعض زیر اصلاح لوگوں میں یہ میلان ضرور تھا کہ سورج نکلتے اور ڈوبتے وقت نماز پڑھیں جیسا کہ الفاظ لَا تَحَرَّوْا بِصَلٰوتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا دلالت کرتے ہیں۔ تَحَرّٰی کے معنے قصداً ایسی بات کی تلاش کی جو زیادہ مناسب ہو۔
(المنجد فی اللغة تحت لفظ حری)

اس سے اسی مشرکانہ میلانِ نفس کا قلع قمع کرنا مقصود ہے: وَمَنْ وَّقَعَ فِـی الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَّرْعَى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يُّوَاقِعَهٗ (دیکھئے کتاب الایمان باب ۳۹ روایت نمبر ۵۲){یعنی اور جوان مشتبہ امور میں جاپڑا تو وہ اس چرواہے کی مانند ہے جو اپنا ریوڑ رکھ کے آس پاس چرا رہا ہے۔قریب ہے کہ اس میں ریوڑ جا پڑے۔}

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں نمازِ عصر کے بعد نماز پڑھنے پر بعض دفعہ بدنی سزا دی تو اس سختی کی وجہ بھی یہی تھی۔مصنف عبدالرزاق میں مروی ہے کہ انہوں نے زید بن خالد کو عصر کے بعد نماز پڑھنے پر مارا اور فرمایا: يَا زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ لَوْ لَا اَنِّيْ اَخْشٰى اَنْ يَّتَّخِذَهَا النَّاسُ سُلَّمًا اِلَى الصَّلٰوةِ حَتّٰى اللَّيْلَ لَمْ اَضْرِبْ فِيْهِمَا.

(مصنف عبدالرزاق. كتاب الصلوٰة. باب الساعة التى يكره فيها الصلاة: ۳۹۷۲)

یعنی میں اس خوف سے بدنی سزا دیتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو ان دو رکعتوں کو لوگ غروب آفتاب تک نماز پڑھنے کا زینہ بنا لیں۔یحییٰ بن بکیر نے بھی یہی توجیہہ واضح الفاظ میں نقل کی ہے: وَلٰكِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يَّأْتِيَ بَعْدَكُمْ قَوْمٌ يُّصَلُّوْنَ مَا بَيْنَ الْعَصْرِ اِلَى الْمَغْرِبِ حَتّٰى يَمُرُّوْا بِالسَّاعَةِ الَّتِيْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُّصَلّٰى فِيْهَا. (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۸۶)ان حوالوں میں اس بات کی تصریح ہے کہ عصر کے بعد نماز پڑھنے سے اس لئے منع کیا جاتا ہے کہ لوگ رفتہ رفتہ اس وقت میں نماز پڑھنا شروع کر دیں گے جس سے روکا گیا تھا۔امیر معاویہؓ بھی بعض لوگوں کو عصر کے بعد نماز پڑھتے دیکھ کر تعجب ونفرت کا اظہار کرتے تھے۔(روایت نمبر ۵۸۷)

روایت نمبر ۵۸۸: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اَلصَّلٰوةُ بَعْدَ الْفَجْرِ (باب نمبر ۳۰) اور لَا يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ (باب نمبر ۳۱) کے عنوان سے دو باب قائم کر کے اُن کے ذیل میں دو قسم کی روایتیں یہی بتانے کے لئے لائے ہیں کہ بَعْدَ الْعَصْرِ اور بَعْدَ الْفَجْرِ نماز پڑھنے کی ممانعت کا تعلق دراصل (طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَمَغْرِبِهَا) سورج چڑھنے اور غروب ہونے کے ساتھ ہے اور تیسرے باب (نمبر ۳۲) میں حضرت ابن عمرؓ کے الفاظ لَا اَنْهٰى اَحَدًا يُّصَلِّيْ بِلَيْلٍ وَّلَا نَهَارٍ مَّا شَاءَ غَيْرَ اَنْ لَّا تَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا (روایت نمبر ۵۸۹) سے وجہ تحریم کی مزید وضاحت کر دی ہے۔باب ۳۱ و باب ۳۲ کے عنوان اور اس کی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ممانعت دو قسم کی ہے۔ممانعت حرمت اور ممانعتِ کراہیت۔یہ فرق بعض علماءِ سلف نے بھی ملحوظ رکھا ہے۔چنانچہ علامہ ابن حجرؒ نے ان کے اقوال کا حوالہ اپنی کتاب فتح الباری میں دیا ہے۔علماءِ سلف کی اصطلاح میں کراہیت تحریمہ اور کراہیت تنزیہہ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور انہوں نے تین اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت کراہیت تنزیہہ قرار دی ہے۔تنزیہہ نزاہت سے ہے۔نزاہت کے معنے پاکیزگی۔اقامت الصلوٰۃ کے وقت یعنی اس وقت جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو اور اس وقت جبکہ نماز باجماعت ہو رہی ہو نفلی نماز یعنی سنتیں پڑھنا جائز نہیں۔(تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۸۳-۸۴)

ان کے نزدیک عصر اور فجر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت بھی اسی قسم کی ہے۔کراہیت تحریم نہیں۔اسی فقیہانہ اختلاف کے پیش نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

بَاب ٣٤: اَلتَّبْكِيْرُ بِالصَّلَاةِ فِي يَوْمِ غَيْمٍ

بادل کے دن نماز اوّل وقت پڑھنا

٥٩٤: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَّحْيَى هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ أَبَا الْمَلِيْحِ حَدَّثَهُ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِي يَوْمٍ ذِي غَيْمٍ فَقَالَ بَكِّرُوْا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهُ.

۵۹۴: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے یحيٰ سے جو کہ ابوکثیر کے بیٹے تھے؛ یحيٰ نے ابوقلابہ سے روایت کی کہ ابوالملیح نے ان سے بیان کیا، کہا: ہم بادل والے دن حضرت بُریدہ کے ساتھ تھے تو انہوں نے کہا کہ نماز کو اوّل وقت پڑھو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے عصر کی نماز چھوڑی اس کا عمل اَکارت گیا۔

تشریح: سعید بن منصورؒ نے اپنی سنن میں عبدالعزیز بن رفیع ؒ کے حوالہ سے نبی ﷺ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: عَجِّلُوْا صَلٰوةَ الْعَصْر فِيْ يَوْمِ غَيْمٍ . (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۸۷-۸۸) اس روایت کی سند قوی ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں اپنی روایت کی بناء پر اس کوملحوظ رکھتے ہوئے بَكِّرُوْا کے الفاظ اختیار کئے ہیں۔

بَاب ٣٥: اَلْأَذَانُ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

وقت گزرجانے کے بعد اذان دینا

٥٩٥: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَخَافُ أَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلَاةِ

۵۹۵: عمران بن میسرہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: محمد بن فضیل نے ہمیں بتایا۔ کہا: حصین نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات سفر کیا۔ لوگوں میں سے کسی نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ ہمارے ساتھ ٹھہر کر تھوڑا سا سولیں تو آپؐ نے

قَالَ بِلَالٌ أَنَا أُوْقِظُكُمْ فَاضْطَجَعُوْا وَأَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهُ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا بِلَالُ أَيْنَ مَا قُلْتَ قَالَ مَا أُلْقِيَتْ عَلَيَّ نَوْمَةٌ مِثْلُهَا قَطُّ قَالَ إِنَّ اللهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِيْنَ شَاءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِيْنَ شَاءَ يَا بِلَالُ قُمْ فَأَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلَاةِ فَتَوَضَّأَ فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَآضَّتْ قَامَ فَصَلَّى.

فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ تم سوکر نماز ضائع کردو گے۔ حضرت بلالؓ نے کہا: میں آپؐ کو جگادوں گا۔اس پر وہ لیٹ گئے اور حضرت بلالؓ اپنی پیٹھ کو کجاوے سے لگا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں نیند کے غلبہ سے ان کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جاگے اور حالت یہ تھی کہ سورج کا کنارہ نکل چکا تھا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: بلال! کہاں ہے جو تم نے کہا تھا؟ جواب دیا کہ مجھے ایسی نیند کبھی نہیں آئی۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب چاہا۔تمہاری روحیں قبضہ میں رکھیں اور جب چاہا اُنہیں واپس کر دیا۔ بلال! اُٹھو اور لوگوں کو نماز کی اطلاع دو۔ آپؐ نے وضو کیا اور جب سورج بلند ہوا اور اچھی طرح روشن ہوگیا تو آپ اُٹھے اور آپؐ نے نماز پڑھی۔

تشریح: باب نمبر۳۴ میں ایک صحابی کی احتیاط کا ذکر ہے اور اس باب میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پیش کر کے دوسری مثال دی ہے۔ پہلی مثال سورج ڈوبنے سے متعلق ہے اور دوسری سورج نکلنے سے متعلق۔ دونوں وقتوں میں نماز پڑھنے سے احتیاطاً اجتناب کیا جاتا تھا۔ روایت نمبر ۵۹۵ اور نمبر ۵۹۶ میں نمازِ عصر اور فجر کا ذکر ہے۔ مگر عنوانِ باب (نمبر۳۴) میں مسئلہ کو وسعت دی ہے۔ ظہر کے وقت اَبر ہو تو اس سے متعلق احتیاط یہی ہے کہ اس کے پہلے وقت میں ذرا دیر کر کے پڑھ لی جائے اور مغرب وعشاء کے وقت بھی۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ ظہر میں تاخیر کر کے عصر کو اس کے ساتھ جمع کر لیا جائے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت مروی ہے: قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمُ غَيْمٍ فَأَخِّرُوْا الظُّهْرَ وَعَجِّلُوْا الْعَصْرَ. (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۸۸) {کہ آپؓ نے فرمایا: جس دن بادل ہوں تو ظہر میں تاخیر کرلو اور عصر کو (وقت سے) جلدی (اس کے ساتھ جمع) کرلو۔}

روایت نمبر ۵۹۵ میں جس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں یہ اختلاف ہوا ہے کہ آیا یہ غزوہ خیبر سے لوٹنے پر پیش آیا یا غزوہ حدیبیہ سے۔ مسلمؒ کی روایت سے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ فتح خیبر سے لوٹتے وقت یہ ہوا۔ (مسلم. کتاب المساجد. باب قضاء الصلاة الفائتة) مگر ابوداؤدؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے جو روایت نقل کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حدیبیہ سے لوٹتے وقت پیش آیا تھا۔ (ابو داؤد. کتاب الصلاة.

باب فی من نام عن الصلاۃ اونسیھا) زید بن اسلمؒ کی روایت سے جو مؤطا میں ہے، حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔(مؤطا امام مالک. کتاب وقوت الصلاۃ. باب النوم عن الصلاۃ) جو واقعہ کتاب التیمم باب ۶:الصعید الطیب وضوء المسلم روایت نمبر ۳۴۴ میں گزر چکا ہے، اس کے راوی حضرت عمران بن حصینؓ ہیں۔ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر میں جگانے کا ذکر ہے اور حضرت بلالؓ کا کہیں ذکر نہیں اور حضرت ابوقتادہؓ کی اس روایت میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ کا ذکر نہیں، حضرت بلالؓ کا ذکر ہے۔ اسی طرح اور بھی اختلافی امور ہیں جن کی بناء پر بعض محققین نے یہ رائے قائم کی ہے کہ یہ دو مختلف واقعے ہیں۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری کتاب التیمم. باب۶:الصعید الطیب وضوء المسلم شرح روایت نمبر ۳۴۴)

بَاب ۳۶:مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

جو شخص وقت گزر جانے کے بعد لوگوں کو باجماعت نماز پڑھائے

۵۹۶:حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا كِدْتُّ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا إِلَى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ.

۵۹۶: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ سے، یحییٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطابؓ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفارِ قریش کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے تو عصر کی نماز بھی نہیں ملی یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا میں نے بھی نہیں پڑھی۔ اس پر ہم اُٹھ کر بطحان کی طرف گئے اور آپؐ نے نماز کے لئے وضو کیا اور ہم نے بھی اس کے لئے وضو کیا اور سورج غروب ہونے کے بعد آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر آپؐ نے اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

تشریح: اس عنوان سے مراد گذشتہ فوت شدہ نمازیں نہیں بلکہ وہ ہیں جو بھول سے یا کسی مجبوری کی وجہ سے رہ جائیں اور پھر وقت کے بعد جلدی ہی پڑھ لی جائیں۔ جیسا کہ اگلے باب میں اس کی صراحت ہے۔ یَوْمَ الْخَنْدَقِ کی تفصیل کتاب المغازی باب غزوة الخندق میں آئے گی۔
مَاكِدْتُّ أُصَلِّيْ الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ کے الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سورج غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھ لی تھی۔ نماز باجماعت پڑھانے کا استدلال ان الفاظ سے کیا گیا ہے: **فَقُمْنَاإِلٰى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا فَصَلّٰى الْعَصْرَ.** وضو، قیام اور دونوں نمازیں پڑھنے میں سب شریک تھے۔ جو جماعت پر دلالت کرتا ہے۔ **بُطْحَانَ** مدینہ کی ایک وادی کا نام ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ۹۲)

بَاب ۳۷: مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ إِذَاذَكَرَهَاوَلَا يُعِيْدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ

جو شخص کوئی نماز بھول جائے تو چاہیے کہ وہ جب اُسے یاد آئے پڑھ لے اور صرف وہی نماز دُہرائے

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً وَّاحِدَةً عِشْرِيْنَ سَنَةً لَّمْ يُعِدْ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ الْوَاحِدَةَ.

اور ابراہیم (نخعی) نے کہا: جس نے ایک ہی نماز بیس سال تک نہیں پڑھی تو وہ صرف وہی ایک نماز دُہرائے۔

۵۹۷: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ وَمُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِلذِّكْرَى☆ قَالَ مُوْسَى قَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ بَعْدُ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِيْ (طٰهٰ: ۱۵) وَ قَالَ حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ

۵۹۷: ابونُعیم اور موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا۔ دونوں نے کہا: ہمام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انسؓ سے، حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جو ایک نماز بھول گیا تو چاہیے کہ جب اسے یاد آئے پڑھ لے۔ اس کا کفارہ صرف یہی ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِلذِّكْرٰى ☆ موسیٰ کہتے تھے: ہمام نے کہا: میں نے انہیں بعد میں اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ کہتے ہوئے سنا اور حبان کہتے تھے: ہمام نے ہم سے بیان

☆ الفاظ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (طٰہٰ:۱۵) کی یہ ترتیب عمدۃ القاری کے مطابق ہے۔
(دیکھئے عمدۃ القاری جزء خامس صفحہ۹۲-۹۴)

حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

کیا کہ قتادہ نے ہمیں بتایا کہ حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے اسی طرح ہمیں بتایا تھا۔

تشریح: ضائع شدہ نماز کا مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ہے۔جن میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ایک مشہور اختلاف یہ ہے کہ آیا عمداً ترک کرنے والا بھی بھولنے والے کی طرح ترک شدہ نماز پڑھ سکتا ہے یا قضاءِ صلوٰۃ کا مسئلہ صرف معذور انسان کے لئے مخصوص ہے۔یہاں عنوانِ باب میں نَاسِیْ یعنی بھولنے والے کی تخصیص کرکے عَامِد یعنی عمداً ترک کرنے والے کو نظر انداز کر دیا ہے۔اس سے پہلے باب میں حالاتِ بےبسی و مجبوری کی مثالیں گزر چکی ہیں۔یعنی نیند کی حالت اور جنگ کی حالت۔یہاں صرف ترکِ نسیان اور ترکِ عمد کا سوال ہے۔نسیان کی وجہ سے شریعت نے بھولنے والے کے ساتھ ایک رعایت برتی ہے۔جس کا عمداً ترک کرنے والا مستحق نہیں۔اس سے قضاءِ عمری کی بدعت ردّ ہوتی ہے جو ترکِ عمل کا ایک بہانہ ہے۔دوسرا اختلاف وہ ہے جو اس سوال سے پیدا ہوتا ہے کہ آیا ادا شدہ نمازوں کے ساتھ قابلِ ادا نمازوں کی ترتیب کا لحاظ رکھا جائے یا نہ۔مثلاً عصر کی نماز پڑھنے پر ظہر کی نماز یاد آ گئی تو کیا وہ ظہر ہی پڑھے یا اس کے بعد عصر کی نماز بھی دُہرائے۔امام مالکؒ کے نزدیک ترتیب ضروری ہے۔اس لئے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ بھی ضروری ہے۔امام ابوحنیفہؒ، امام ثوریؒ اور امام شافعیؒ بھولنے والے کے لئے ترتیب ضروری قرار نہیں دیتے۔امام بخاریؒ نے بھی یہی مذہب اختیار کیا ہے۔وَلَا يُعِيْدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ اور روایت نمبر ۵۹۷ کو مستند و صحیح قرار دے کر وہ ضعیف روایتیں نظر انداز کر دی ہیں۔جن میں اعادۂ صلوٰۃ کا ذکر آتا ہے۔تفصیل کے لئے دیکھئے:-

(بداية المجتهد. كتاب الصلاة. الجملة الرابعة. الباب الثانی فی القضاء)

(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۹۳-۹۵) (عمدة القاری جزء خامس صفحہ ۹۲-۹۴)

مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً وَّاحِدَةً عِشْرِيْنَ سَنَةً لَّمْ يُعِدْ إِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ الْوَاحِدَةَ:

عنوانِ باب میں ابراہیم نخعیؒ کا حوالہ اسی مذہب کی تائید میں پیش کیا ہے۔ عِشْرِيْنَ سَنَةً بطور مبالغہ کہا ہے۔یعنی بیس سال کے بعد بھی اگر یاد آ جائے تو اس پر کوئی کفارہ عائد نہیں ہوتا، سوائے اس کے کہ وہی نماز پڑھی جائے۔خود ثوریؒ نے اپنی جامع میں یہ حوالہ نقل کیا ہے۔اس سے ان لوگوں کا ردّ بھی مقصود ہے جو ایک ضعیف روایت کی بناء پر کہتے ہیں کہ ضائع شدہ نماز یاد آنے پر پڑھ لینے کے باوجود دوسرے دن جب اس کا وقت آئے تو اس کو دوبارہ پڑھے۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۹۴) بعض نے کفارہ کے لفظ سے دھوکہ کھا کر نَسِيَ کے معنوں میں ترکِ عمد کو بھی شامل رکھا ہے۔مگر کفارہ صرف عمداً گناہ کرنے ہی کا نہیں ہوا کرتا خطا کا بھی ہوتا ہے، جیسا کہ اس آیت میں: وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ .... (النساء:۹۳) {اور جو کوئی غلطی سے کسی مومن کو قتل کرے تو ایک مومن غلام کا آزاد کرنا ہے۔.....}

جو لوگ نماز عمداً ترک کرتے ہیں ان کے لئے احکامِ شریعت الگ ہیں۔قرآن مجید کی آیت أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (طٰہٰ: ۱۵) کا حوالہ بھی اسی غرض سے دیا گیا ہے کہ جب یاد آئے نماز پڑھ لی جائے۔

بَاب۳۸: قَضَاءُ الصَّلَوَاتِ الْأُوْلَى فَالْأُوْلَى

(ضائع شدہ) نمازیں ادا کرنا۔ پہلے پہلی ادا کرے

۵۹۸: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ كُفَّارَهُمْ وَقَالَ مَا كِدْتُّ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتَّى غَرَبَتْ قَالَ فَنَزَلْنَا بُطْحَانَ فَصَلَّى بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ.

۵۹۸: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحییٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے روایت کی۔ کہا: یحییٰ نے جو کہ ابوکثیر کے بیٹے ہیں ہم سے بیان کیا، کہا: انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت جابرؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عمرؓ خندق کے دن ان کافروں کو برا بھلا کہنے لگے اور کہا: مجھے عصر کی نماز نہیں ملی یہاں تک کہ (سورج) غروب ہوگیا۔ کہتے تھے: اس پر ہم بطحان میں اُتر کر گئے اور انہوں نے سورج غروب ہونے کے بعد نماز پڑھی۔ پھر انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی۔

تشریح: اگر ایک سے زیادہ نمازیں رہ گئی ہوں تو پھر ان کو ترتیب سے ادا کرے۔ بھولی ہوئی یا مجبوری کی وجہ سے رہی ہوئی نمازوں کا وقت وہی ہے جب وہ یاد آئیں یا ان کے پڑھنے کی توفیق ملے۔ اس وقت ان کو ترتیب سے پڑھے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پانچ سے زیادہ نمازیں رہ گئی ہوں تو ترتیب ضروری نہیں اور اس سے کم میں ضروری ہے۔ بشرطیکہ نسیان کی وجہ سے نہ رہ گئی ہوں یا موجودہ نماز کا وقت اس کے لئے تنگ نہ ہو۔ ورنہ موجودہ نماز پہلے ادا کرے۔

(بداية المجتهد. كتاب الصلاة. الجملة الرابعة. الباب الثانى فى القضاء. شروط القضاء ووقته)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب میں پانچ کی حد مقرر نہیں کی اور نہ اس مسئلہ پر باعتبار اُس نماز کے کوئی رائے ظاہر کی ہے جس کا وقت ہے۔

بَاب ۳۹: مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

عشاء کے بعد بات چیت ناپسندیدہ ہے

اَلسَّامِرُ مِنَ السَّمَرِ وَ الْجَمِيْعُ السُّمَّارُ وَالسَّامِرُ هَاهُنَا فِي مَوْضِعِ الْجَمْعِ وَأَصْلُ السَّمَرِ ضَوْءُ لَوْنِ الْقَمَرِ وَكَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فِيْهِ. ☆

{☆ سَامِر سَمَر سے ہے اور اس کی جمع سُمّار ہے اور سَامِر یہاں جمع کی جگہ ہے اور سَمَر وہ رنگ ہے جو چاند کی روشنی کا ہوتا ہے۔ چاندنی رات میں وہ باتیں کیا کرتے تھے۔}

۵۹۹: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمِنْهَالِ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي إِلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبِي حَدِّثْنَا كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ وَهِيَ الَّتِي تَدْعُوْنَهَا الْأُوْلَى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى أَهْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ قَالَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ

۵۹۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحییٰ نے ہمیں بتایا۔ کہا: عوف نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابومنہال نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ کے پاس گیا تو میرے باپ نے اُن سے کہا: ہمیں بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کب پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: دوپہر کی نماز آپؐ اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا اور اسی کو پیشیں کہتے ہو اور عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے کہ ہم میں سے ایک شہر کے انتہائی سرے پر اپنے بیوی بچوں کے پاس واپس جاتا اور سورج ابھی روشن ہوتا اور جو مغرب کے متعلق کہا تھا میں بھول گیا۔ انہوں نے کہا: آپؐ عشاء کی نماز میں تاخیر پسند فرماتے۔ کہا: اور اس سے پہلے سونا اور اس کے بعد باتیں کرنا ناپسند فرماتے اور صبح کی نماز سے

☆ یہ عبارت فتح الباری کی طبعة بولاق کے مطابق ہے۔ (دیکھئے فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۹۶)

صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيْسَهُ وَيَقْرَأُ مِنَ السِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ.

ایسے وقت میں فارغ ہو کر پھرتے کہ ہم میں سے ایک اپنے ساتھی کو پہچان لیتا اور آپؐ ساٹھ سے سو آیتیں پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: عنوانِ باب میں لفظ سَمَر کے لغوی معنی بتاتے ہوئے آیت سَـامِرًا تَهْجُرُوْنَ (المؤمنون :۶۸) کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ رات کے وقت تم بکواس کرتے رہتے ہو۔ آج کل بھی عربی ممالک میں رات کو دیر تک اکٹھے بیٹھ کر باتیں کرنے کا رواج عام ہے۔ جسے سھرہ کہتے ہیں۔ (لسان العرب تحت لفظ سھر) اس سھرہ کی وجہ سے اُن کی راتیں گوناگوں دلچسپیوں اور عیش پرستیوں کا تماشا گاہ بن جاتی ہیں اور یَا لَیْل کی سرین ایک مُغَنّی کی زبان سے عام حاضرین کو وجد و رقص میں لا کر عالَمِ محویت کا نمونہ دکھاتی ہیں۔ اُن کی راتیں الف لیلیٰ کے قصوں اور کہانیوں کی زندہ یادگاریں ہیں۔ رات کی یہ رنگینیاں قدیم زمانہ سے چلی آتی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک فطرت نے اُن کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا اور ایک مدتِ مدید تک وہ آپؐ کے اس حکم کی تعمیل کرتے رہے۔ مگر مرورِ زمانہ کے ساتھ طبیعتِ دیرینہ نے پھر عود کیا اور یورپ کی اندھا دُھند تقلید نے اُن کی اس طبیعت پر کچھ اور رنگ چڑھا دیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ تہجد اور صبح کی نمازیں تو الگ رہیں خود عشاء کی نماز بھی اُن لوگوں کو پڑھنے کی توفیق نہیں ملتی جنہیں تھوڑا بہت تعلق دین سے ہے۔ اسلام ہر کام میں پابندیٔ اوقات کی تاکید کرتا ہے اور نمازِ عشاء کے بعد بے کار بات کی ناپسندیدگی بھی اس تاکید کی ایک مثال ہے۔

اس تعلق میں کتاب العلم باب ۴۱: السمر بالعلم بھی دیکھئے۔

بَاب ٤٠: اَلسَّمَرُ فِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

عشاء کے بعد دینی علم اور نیک کاموں سے متعلق بات چیت کرنا

٦٠٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ انْتَظَرْنَا الْحَسَنَ وَ رَاثَ عَلَيْنَا حَتَّى قَرُبْنَا مِنْ وَقْتِ قِيَامِهِ فَجَاءَ فَقَالَ دَعَانَا جِيْرَانُنَا هَؤُلَاءِ ثُمَّ قَالَ قَالَ أَنَسٌ نَظَرْنَا النَّبِيَّ

۶۰۰: عبداللہ بن صباح نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوعلی حنفی نے ہمیں بتایا۔ قرّہ بن خالد نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہم نے حسن (بصری) کا انتظار کیا اور انہوں نے ہمارے پاس آنے میں دیر کر دی۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب وہ اٹھ کر (گھر) جایا کرتے تھے۔ تب وہ آئے اور کہا: ہمیں ہمارے ان

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتَّى كَانَ شَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهُ فَجَاءَ فَصَلَّى لَنَا ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوْا وَ إِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوْا فِي صَلَاةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ قَالَ الْحَسَنُ وَإِنَّ الْقَوْمَ لَا يَزَالُوْنَ بِخَيْرٍ مَّا انْتَظَرُوْا الْخَيْرَ قَالَ قُرَّةُ هُوَ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

پڑوسیوں نے بلایا تھا۔ پھر کہا: حضرت انسؓ کہتے تھے: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک رات اتنا انتظار کیا کہ آپؐ کو آدھی رات ہوگئی تب آپؐ آئے اور ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: دیکھو لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم نماز ہی میں رہے ہو جب تک کہ تم نے نماز کا انتظار کیا ہے۔ حسن نے کہا: لوگ ہمیشہ بھلائی میں ہی رہتے ہیں جب تک وہ بھلائی کا انتظار کرتے رہیں۔ قرّہ نے کہا: یہ حضرت انسؓ کی بات ہے جو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کی تھی۔

٦٠١: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةٍ لَّا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فَوَهِلَ النَّاسُ فِي مَقَالَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ

۶۰۱: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا کہ زُہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: سالم بن عبداللہ بن عمرؓ اور ابوبکر بن ابی حثمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز اپنی آخری زندگی میں پڑھی۔ جب آپؐ نے سلام پھیرا تو آپ اُٹھے اور فرمایا: کیا تم نے اپنی اس رات پر غور کیا ہے؟ صدی کے آخر تک ان میں سے جو آج سطح زمین پر ہیں ایک بھی باقی نہیں رہے گا تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کچھ کی کچھ سمجھ لی۔ یعنی وہی باتیں جو اِن حدیثوں کے بارہ میں وہ کیا کرتے ہیں جو سو

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَا يَتَحَدَّثُوْنَ مِنْ هَذِهِ الْأَحَادِيْثِ عَنْ مِّائَةِ سَنَةٍ وَّإِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ يُرِيْدُ بِذَلِكَ أَنَّهَا تَخْرِمُ ذَلِكَ الْقَرْنَ.

سال سے متعلق مروی ہیں۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہی فرمایا تھا: آج جو لوگ سطح زمین پر ہیں اُن میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔ اس سے آپؐ کی یہ مراد تھی کہ یہ صدی اس زمانہ کے لوگوں کو ختم کردے گی۔

تشریح: اسلام جس کی تعلیم اعتدال پر قائم ہے ہر عمل میں میانہ رَوِی اور ضرورتِ حقہ ملحوظ رکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو واقعات پیش کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ عشاء کے بعد بات چیت کرنے کی ممانعت کے معنے وہی ہیں جس کی طرف قرآن مجید کی آیت سَامِرًا تَهْجُرُوْنَ (المؤمنون:۶۸) اشارہ کرتی ہے۔ ورنہ بھلائی کی باتوں سے منع نہیں کیا گیا ہے۔ گذشتہ باب کا عنوان مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ ضمناً اسی جواز پر دلالت کرتا ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر فقیہہ ہیں۔ ان کی عادت تھی کہ رات کو مسجد میں بیٹھ جاتے اور لوگ ان سے علمی استفادہ کرتے۔ ایک رات پڑوسیوں کی خدمت میں مشغول تھے انہیں دیر ہوگئی اور شاگرد انتظار میں رہے۔ اس موقع پر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ کا حوالہ دیا جس کا ذکر روایت نمبر ۵۶۷ میں گزر چکا ہے۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک فوج کی تیاری میں مشغول تھے اور آپؐ نے نماز میں دیر کر دی۔ مگر ترمذی کی ایک مستند روایت سے جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ مسلمانوں کے دینی یا سیاسی امور سے متعلق رات کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے اہل الرائے صحابہ کرامؓ کے ساتھ باتیں کیا کرتے تھے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:-

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمُرُ مَعَ أَبِيْ بَكْرٍ فِيْ الْأَمْرِ مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَنَا مَعَهُمَا. (ترمذی. کتاب الصلاة. باب ما جاء فی الرخصة فی السمر بعد العشاء)

إِنَّ الْقَوْمَ لَايَزَالُوْنَ بِخَيْرٍ مَّا انْتَظَرُوْا الْخَيْرَ: یہ نہایت حکیمانہ قول ہے جس سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طرف نبی ﷺ کا اصل مقصد ایک سنہری اصل کی روشنی میں واضح کیا ہے اور دوسری طرف اپنے شاگردوں کو تسلی دی ہے کہ کوئی حرج نہیں جو تمہیں آج کا درس نصیب نہیں ہوا۔ یہ انتظار بھی تمہارے لئے بھلائی کا موجب ہوگا۔ بھلائی کا میلان جب تک کسی قوم میں موجود رہتا ہے اس کا رجحان بھلائی ہی کی طرف رہتا ہے اور جب قوم میں درس و تدریس اور نیک مشاغل سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے تو پھر اس کا منہ صراطِ مستقیم سے پھر جاتا ہے اور قدم اُلٹی راہ پر پڑتا ہے۔

فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةٍ لَّا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ أَحَدٌ: روایت نمبر ۶۰۱ میں عشاء کے بعد باتیں کرنے کی جو مثال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعاتِ زندگی سے دی گئی ہے اُس میں اس بات کی

صراحت ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد آپؐ نے گفتگو کی۔جس کا مفہوم بعد میں یہ سمجھ لیا گیا کہ تمام زمین پر یہ قیامت برپا ہو جائے گی۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ خیال ردّ کررہے ہیں کہ اس سے مراد قیامت نہیں بلکہ موجودنسل کا خاتمہ ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نظارہ کشفی طور پر دکھایا گیا تھا۔حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ آخری صحابی تھے جو ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۹۹)

بعض شارحین نے حضرت عیسیٰ اور خضر علیہما السلام کے فوت ہونے کا استدلال مذکورہ بالا حدیث سے کیا ہے(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۹۹) مگر یہ قصہ کہ وہ اس زمانہ تک زندہ تھے بے بنیاد ہے۔لہٰذا اُن کا یہ استدلال بھی ساقط الاعتبار ہے۔

بَاب ٤١ : اَلسَّمَرُ مَعَ الضَّيْفِ وَالْأَهْلِ

مہمان اور بیوی بچوں کے ساتھ رات کو بات چیت کرنا

٦٠٢ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ أَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا أُنَاسًا فُقَرَاءَ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَإِنْ أَرْبَعٌ فَخَامِسٌ أَوْ سَادِسٌ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ فَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ قَالَ فَهُوَ أَنَا وَأَبِي وَأُمِّي فَلَا أَدْرِي قَالَ وَامْرَأَتِي وَخَادِمٌ بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ تَعَشَّى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَيْثُ صُلِّيَتِ

۶۰۲: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا،کہا: معتمر بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔کہا: میرے باپ نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعثمان نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ اصحاب الصفہ محتاج لوگ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس دو کا کھانا ہو، وہ تیسرے کو (اپنے ساتھ) لے جائے۔اگر چار کا ہو تو پانچویں یا کہا: چھٹے کو (لے جائے) اور حضرت ابوبکرؓ تین کو لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس کو لے گئے۔حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا: میں اور میرا باپ اور میری ماں تھیں۔مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کہا: اور میری بی بی اور ایک نوکر جو ہمارے اور حضرت ابوبکرؓ کے گھر کے درمیان مشترک تھا اور حضرت ابوبکرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کا کھانا کھا چکے تھے اور پھر وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی گئی۔اس کے بعد وہ لوٹ گئے اور وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ

الْعِشَاءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتَّى تَعَشَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضَى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللهُ قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ وَمَا حَبَسَكَ عَنْ أَضْيَافِكَ أَوْ قَالَتْ ضَيْفِكَ قَالَ أَوَمَا عَشَّيْتِيهِمْ☆ قَالَتْ أَبَوْا حَتَّى تَجِيْءَ قَدْ عُرِضُوْا فَأَبَوْا قَالَ فَذَهَبْتُ أَنَا فَاخْتَبَأْتُ فَقَالَ يَا غُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ كُلُوْا لَا هَنِيْئًا فَقَالَ وَاللهِ لَا أَطْعَمُهُ أَبَدًا وَ أَيْمُ اللهِ مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ إِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا قَالَ يَعْنِي حَتَّى شَبِعُوْا وَصَارَتْ أَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذَلِكَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ فَإِذَا هِيَ كَمَا هِيَ أَوْ أَكْثَرُ مِنْهَا فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ مَا هَذَا قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ عَيْنِي لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذَلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ فَأَكَلَ مِنْهَا أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِي يَمِيْنَهُ ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى

علیہ وسلم نے عشاء کا کھانا کھایا۔ پھر جتنی دیر کہ اللہ نے چاہا کچھ رات گزرنے کے بعد وہ آئے۔ اُن کی بی بی نے اُن سے کہا: آپ کو کس نے اپنے مہمانوں سے یا کہا: اپنے مہمان سے روکے رکھا؟ انہوں نے جواب دیا: ☆ کیا تم نے انہیں کھانا نہیں کھلایا؟ انہوں نے کہا: مہمانوں نے آپ کے آنے تک (کھانا کھانے سے) انکار کر دیا۔ ان کے سامنے کھانا تو پیش کیا گیا تھا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا: میں چلا گیا اور چھپ گیا۔ یہ سن کر کہنے لگے: ارے بیوقوف نکٹے! اور اسی طرح برا بھلا کہا۔ اور (گھر والوں سے) کہا: کھاؤ تمہیں ہضم نہ ہو اور حضرت ابوبکرؓ نے کہا: اللہ کی قسم! میں ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ (حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے تھے:) اللہ کی قسم ہم لقمہ بھی لیتے تھے تو اس کے نیچے سے اس سے بھی زیادہ بڑھ جاتا۔ کہتے تھے: سب سیر ہو گئے اور وہ کھانا پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جو اس کو دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ویسے کا ویسا ہی ہے یا اس سے بھی زیادہ تو انہوں نے اپنی بی بی سے کہا: بنی فراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ قسم ہے مجھے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کی کہ وہ (کھانا) پہلے کی نسبت تین گنا زیادہ ہے۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے اس سے کھایا اور کہا: وہ قسم تو شیطان سے تھی۔ پھر اس میں

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ عَشَّيْتِهِمْ کا لفظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء خامس صفحہ ۹۸) یہ ترجمہ اسی لفظ کا ہے۔ جبکہ لفظ عَشَّيْتِيهِمْ میں حرف ''ی'' حرف ''ت'' کی زیر پڑھنے میں سہولت کی خاطر ہے۔ (عمدۃ القاری جزء خامس صفحہ ۹۹)

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فَمَضَى الْأَجَلُ فَفَرَّقْنَا☆ اثْنَى عَشَرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أُنَاسٌ اَللّٰهُ أَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَأَكَلُوْا مِنْهَا أَجْمَعُوْنَ أَوْ كَمَا قَالَ.

سے ایک لقمہ کھایا اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُٹھا کر لے گئے اور وہ (کھانا) آپؐ کے پاس صبح تک رہا اور ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا اور میعاد گزر گئی تھی تو ہم نے بارہ آدمیوں کو علیحدہ علیحدہ بٹھایا☆ اور ان میں سے ہر ایک آدمی کے ساتھ کچھ لوگ تھے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ کتنے تھے تو سبھی نے اس میں سے کھایا۔ ایسے ہی کچھ یا جیسے راوی نے بیان کیا۔

تشریح: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تیسرا باب قائم کر کے سابقہ مسئلہ میں مزید وسعت پیدا کی ہے۔ جس کا تعلق محض خانگی امور کے ساتھ ہے۔ عشاء کے بعد بول چال منع ہونے کے یہ معنی نہیں کہ قطعاً کسی قسم کی گفتگو نہ کی جائے خواہ کیسی ضرورت پیش آ جائے۔ واقعہ مذکور میں اگر حضرت ابوبکرؓ کھانے پینے کی اجازت نہ دیتے اور صرف اشاروں ہی اشاروں سے کام لیتے تو یہ واقعہ نہ صرف مضحکہ خیز منظر بن جاتا۔ بلکہ مہمان اور بیوی بچے سب رات بھر بھوکے رہتے۔ اس جگہ یہ روایت لا کر امام موصوفؒ مسئلہ مذکور کے بارے میں بعض فقہاء کا نقطۂ نظر پیش کر کے عشاء کے بعد باتیں کرنے کے جواز اور اُس کے محل و موقع کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ: حضرت ابوبکرؓ نے غصہ کی حالت میں قسم کھائی تھی کہ وہ نہیں کھائیں گے۔ مگر غصہ فرو ہونے پر اُن کو اپنی اس سختی پر افسوس آیا۔ چونکہ حالتِ غصہ کی قسم لغو ہوتی ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنے غصہ اور لغو قسم پر عمل نہ کیا۔ شیطان کا لفظ شَطَنَ سے بھی مشتق ہوسکتا ہے اور شَيْط سے بھی یعنی دور نکل جانا اور حدّ اعتدال پر قائم نہ رہنا (لسان العرب تحت لفظ شطن) اور دوسرے اشتقاق کی رو سے اس کے معنے ہیں جلنے والا (لسان العرب تحت لفظ شیط) اور شیطان اسم جمع ہے جو ہر بے اعتدالی پر اطلاق پاتا ہے اور شیطان اس آدمی کو بھی کہتے ہیں جس کی طبعی حالتیں حد اعتدال پر نہ ہوں۔ غصے کو بھی شیطان کہتے ہیں۔ وَلِيَهُ شَيْطَانَهُ یعنی غَضِبَ غصے میں آ گیا۔ (لسان العرب تحت لفظ شطن، شیط) روایت نمبر ۶۰۲ میں شیطان سے غصہ ہی مراد ہے۔ جو قسم کھانے اور سخت الفاظ استعمال کرنے کا محرک ہوا۔ حدیث میں آتا ہے: اَلْحَسَدُ شَيْطَانٌ وَالْغَضَبُ شَيْطَانٌ. یعنی حسد شیطان ہے اور غصہ شیطان ہے۔

کھانا کھانے کا واقعہ جو اوپر مروی ہے اس کے متعلق یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں ویسی اعجازی صورت پائی جاتی ہے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات میں۔ مفصل ذکر انشاء اللہ اپنے موقع پر آئے گا۔

☆ لفظ فَفَرَّقْنَا..... عمدۃ القاری کے مطابق ہے۔ (عمدۃ القاری جزء خامس صفحہ ۹۸) یہ ترجمہ اسی لفظ کا ہے۔

محولہ بالا روایت کے الفاظ میں اضطراب ہے۔مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جولوگ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے نفسوں میں خارق عادت تبدیلی پیدا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان کے لئے خارق عادت صفات کا اظہار فرماتا ہے۔جس کی کنہ تک مادہ پرست عقل نہیں پہنچ سکتی۔حضرت ابوبکرؓ جیسے عظیم الشان انسان کے ساتھ ایسے غیر معمولی واقعہ کا پیش آنا کوئی تعجب انگیز بات نہیں۔وہ اپنے تقویٰ اوراخلاص کی برکت سے مقامِ صدیقیت پر فائز تھے۔رات کواُن کا اپنے گھر سے دیرتک غائب ہونااس لئے تھا کہ مہمان تنہا آزادی سے سیر ہوکر کھائیں۔انہیں اندیشہ تھا کہ کھانا کم نہ ہواور یہ امر بھی ان کے حسنِ اخلاق کا آئینہ دار ہے۔گھر والوں پراُن کی ناراضگی کی وجہ بھی یہی تھی کہ تاکید کر گئے تھے کہ اُن کے لوٹنے سے پہلے مہمان کھانے سے فارغ کردیئے جائیں۔

مذکورہ بالا روایت کتاب المناقب باب علامات النبوۃ روایت نمبر ۳۵۸۱ میں بھی مذکور ہے۔دونوں روایتوں کے الفاظ میں اختلاف ہے۔خود اسی روایت میں راوی نے دو دفعہ بعض الفاظ سے متعلق شبہ کا اظہار کیا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ محفوظ نہیں رکھے گئے۔اس لئے یہ بھی احتمال ہے کہ کھانے کا یہ بڑھنا اپنے اندر غیر معمولی صورت نہ رکھتا ہو کیونکہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ مہمانوں کی خاطر حساس میزبان کو غیر معمولی تشویش ہوا کرتی ہے کہ کہیں کھانا کم نہ ہو۔خصوصاً جبکہ میزبان کی مالی حالت بھی ایسی ویسی ہو۔اس حالتِ تشویش میں کھانے کا جتنا بھی اندازہ ہوا کرتا ہے اس سے وہ تسلی نہیں پاتا اوراکثر ایسا ہوتا ہے کہ مہمان اپنی ضرورت کم وبیش پوری کر کے چلے جاتے ہیں اور بہت سا کھانا بچ رہتا ہے۔اس کے بعد نفس طبعاً اپنے اندر ایک راحت وخوشی اور تعجب محسوس کرتا ہے اوراس نئے احساس کے تحت اس کا زاویہ نگاہ بھی تبدیل ہوجاتا ہے۔وہ کھانا جسے کچھ عرصہ پہلے تھوڑا دیکھتا ہے بہت نظر آنے لگتا ہے اور بعض وقت گھر والوں کو برا بھلا بھی کہنا شروع کر دیتا ہے کہ کھانا اتنا ضائع کر دیا۔

یہ واقعات ہم ہمیشہ مشاہدہ کرتے ہیں اوران میں کھانے کی قلت وکثرت کا احساس محض ذہنی تاثرات کے نتیجے میں ہوتا ہے۔چونکہ راوی کے الفاظ میں اضطراب ہے اس لئے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ بھی اسی قسم کا ہو۔

سلسلہ سند کے اعتبار سے روایت کی صحت میں کوئی شبہ نہیں اور یہ اُس غرض کو خوبی سے پورا کرتی ہے جس کے لئے باب مذکور کے ضمن میں اس سے استدلال کیا گیا ہے۔اس کے اعجازی پہلو سے متعلق کتاب المناقب باب علامات النبوۃ میں مزید تشریح کی جائے گی۔ ان شاء اللّٰہ تعالیٰ.

✡✡✡✡✡✡✡

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اطراف الحدیث

حدیث نمبر	اطرافہ
	بَدْءُ الْوَحْیِ
۱:	۵۴، ۲۵۲۹، ۳۸۹۸، ۵۰۷۰، ۶۶۸۹، ۶۹۵۳۔
۲:	۳۲۱۵۔
۳:	۳۳۹۲، ۴۹۵۳، ۴۹۵۵، ۴۹۵۶، ۴۹۵۷، ۶۹۸۲۔
۴:	۳۲۳۸، ۴۹۲۲، ۴۹۲۳، ۴۹۲۴، ۴۹۲۵، ۴۹۲۶، ۴۹۵۴، ۶۲۱۴۔
۵:	۴۹۲۷، ۴۹۲۸، ۴۹۲۹، ۵۰۴۴، ۷۵۲۴۔
۶:	۱۹۰۲، ۳۲۲۰، ۳۵۵۴، ۴۹۹۷۔
۷:	۵۱، ۲۶۸۱، ۲۸۰۴، ۲۹۴۱، ۲۹۷۸، ۳۱۷۴، ۴۵۵۳، ۵۹۸۰، ۶۲۶۰، ۷۱۹۶، ۷۵۴۱۔

حدیث نمبر	اطرافہ
	کِتَابُ الْاِیْمَانِ
۸:	۴۵۱۴۔
۱۰:	۶۴۸۴۔
۱۲:	۲۸، ۶۲۳۶۔
۱۶:	۲۱، ۶۰۴۱، ۶۹۴۱۔
۱۷:	۳۷۸۴۔
۱۸:	۳۸۹۲، ۳۸۹۳، ۳۹۹۹، ۴۸۹۴، ۶۷۸۴، ۶۸۰۱، ۶۸۷۳، ۷۰۵۵، ۷۱۹۹، ۷۲۱۳، ۷۴۶۸۔
۱۹:	۳۳۰۰، ۳۶۰۰، ۶۴۹۵، ۷۰۸۸۔
۲۱:	۱۶، ۶۰۴۱، ۶۹۴۱۔
۲۲:	۴۵۸۱، ۴۹۱۹، ۶۵۶۰، ۶۵۷۴، ۷۴۳۸، ۷۴۳۹۔
۲۳:	۳۶۹۱، ۷۰۰۸، ۷۰۰۹۔
۲۴:	۶۱۱۸۔

حدیث نمبر	اطرافه
٢٦:	١٥١٩۔
٢٧:	١٤٧٨۔
٢٨:	١٢، ٦٢٣٦۔
٢٩:	٤٣١، ٧٤٨، ١٠٥٢، ٣٢٠٢، ٥١٩٧۔
٣٠:	٢٥٥٤، ٦٠٥٠۔
٣١:	٦٨٧٥، ٧٠٨٣۔
٣٢:	٣٣٦٠، ٣٤٢٨، ٣٤٢٩، ٤٦٢٩، ٤٧٧٦، ٦٩١٨، ٦٩٣٧۔
٣٣:	٢٦٨٢، ٢٧٤٩، ٦٠٩٥۔
٣٤:	٢٤٥٩، ٣١٧٨۔
٣٥:	٣٧، ٣٨، ١٩٠١، ٢٠٠٨، ٢٠٠٩، ٢٠١٤۔
٣٦:	٢٧٨٧، ٢٧٩٧، ٢٩٧٢، ٣١٢٣، ٧٢٢٦، ٧٢٢٧، ٧٤٥٧، ٧٤٦٣۔
٣٧:	٣٥، ٣٨، ١٩٠١، ٢٠٠٨، ٢٠٠٩، ٢٠١٤۔
٣٨:	٣٥، ٣٧، ١٩٠١، ٢٠٠٨، ٢٠٠٩، ٢٠١٤۔
٣٩:	٥٦٧٣، ٦٤٦٣، ٧٢٣٥۔
٤٠:	٣٩٩، ٤٤٨٦، ٤٤٩٢، ٧٢٥٢۔
٤٣:	١١٥١۔
٤٤:	٤٤٧٦، ٦٥٦٥، ٧٤١٠، ٧٤٤٠، ٧٥٠٩، ٧٥١٠، ٧٥١٦۔
٤٥:	٤٤٠٧، ٤٦٠٦، ٧٢٦٨۔

حدیث نمبر	اطرافه
٤٦:	١٨٩١، ٢٦٧٨، ٦٩٥٦۔
٤٧:	١٣٢٣، ١٣٢٥۔
٤٨:	٦٠٤٤، ٧٠٧٦۔
٤٩:	٢٠٢٣، ٦٠٤٩۔
٥٠:	٤٧٧٧۔
٥١:	٧، ٢٦٨١، ٢٨٠٤، ٢٩٤١، ٢٩٧٨، ٣١٧٤، ٤٥٥٣، ٥٩٨٠، ٦٢٦٠، ٧١٩٦، ٧٥٤١۔
٥٢:	٢٠٥١۔
٥٣:	٨٧، ٥٢٣، ١٣٩٨، ٣٠٩٥، ٣٥١٠، ٤٣٦٨، ٤٢٦٩، ٦١٧٦، ٧٢٦٦، ٧٥٥٦۔
٥٤:	١، ٢٥٢٩، ٣٨٩٨، ٥٠٧٠، ٦٦٨٩، ٦٩٥٣۔
٥٥:	٤٠٠٦، ٥٣٥١۔
٥٦:	١٢٩٥، ٢٧٤٢، ٢٧٤٤، ٣٩٣٦، ٤٤٠٩، ٥٣٥٤، ٥٦٥٩، ٥٦٦٨، ٦٣٧٣، ٦٧٣٣۔
٥٧:	٥٢٤، ١٤٠١، ٢١٥٧، ٢٧١٤، ٢٧١٥، ٧٢٠٤۔

کِتَابُ الْعِلْمِ

حدیث نمبر	اطرافه
٥٩:	٦٤٩٦۔
٦٠:	٩٦، ١٦٣۔
٦١:	٦٢، ٧٢، ١٣١، ٢٢٠٩، ٤٦٩٨، ٥٤٤٤، ٥٤٤٨، ٦١٢٢، ٦١٤٤۔

حدیث نمبر	اطرافه
٦٢:	٦١، ٧٢، ١٣١، ٢٢٠٩، ٤٦٩٨، ٥٤٤٤، ٥٤٤٨، ٦١٢٢، ٦١٤٤۔
٦٤:	٢٩٣٩، ٤٤٢٤، ٧٢٦٤۔
٦٥:	٢٩٣٨، ٥٨٧٠، ٥٨٧٦، ٥٨٧٤، ٥٨٧٥، ٥٨٧٧، ٧١٦٢۔
٦٦:	٤٧٤۔
٦٧:	١٠٥، ١٧٤١، ٣١٩٧، ٤٤٠٧، ٤٦٦٢، ٥٥٥٠، ٧٠٧٨، ٧٤٤٧۔
٦٨:	٧٠، ٦٤١١۔
٦٩:	٦١٢٥۔
٧٠:	٦٨، ٦٤١١۔
٧١:	٣١١٦، ٣٦٤١، ٧٣١٢، ٧٤٦٠۔
٧٢:	٦١، ٦٢، ١٣١، ٢٢٠٩، ٤٦٩٨، ٥٤٤٤، ٥٤٤٨، ٦١٢٢، ٦١٤٤۔
٧٣:	١٤٠٩، ٧١٤١، ٧٣١٦۔
٧٤:	٧٨، ١٢٢، ٢٢٦٧، ٢٧٢٨، ٣٢٧٨، ٣٤٠٠، ٣٤٠١، ٤٧٢٥، ٤٧٢٦، ٤٧٢٧، ٦٦٧٢، ٧٤٧٨۔
٧٥:	١٤٣، ٣٧٥٦، ٧٢٧٠۔
٧٦:	٤٩٣، ٨٦١، ١٨٥٧، ٤٤١٢۔
٧٧:	١٨٩، ٨٣٩، ١١٨٥، ٦٣٥٤، ٦٤٢٢۔
٧٨:	٧٤، ١٢٢، ٢٢٦٧، ٢٧٢٨، ٣٢٧٨، ٣٤٠٠، ٣٤٠١، ٤٧٢٥، ٤٧٢٦، ٤٧٢٧، ٦٦٧٢، ٧٤٧٨۔

حدیث نمبر	اطرافه
٨٠:	٨١، ٥٢٣١، ٥٥٧٧، ٦٨٠٨۔
٨١:	٨٠، ٥٢٣١، ٥٥٧٧، ٦٨٠٨۔
٨٢:	٣٦٨١، ٧٠٠٦، ٧٠٠٧، ٧٠٢٧، ٧٠٣٢۔
٨٣:	١٢٤، ١٧٣٦، ١٧٣٧، ١٧٣٨، ٦٦٦٥۔
٨٤:	١٧٢١، ١٧٢٢، ١٧٢٣، ١٧٣٤، ٦٦٦٦۔
٨٥:	١٠٣٦، ١٤١٢، ٣٦٠٨، ٤٦٣٥، ٤٦٣٦، ٦٠٣٧، ٦٥٠٦، ٦٩٣٥، ٧٠٦١، ٧١١٥، ٧١٢١۔
٨٦:	١٨٤، ٩٢٢، ١٠٥٣، ١٠٥٤، ١٠٦١، ١٢٣٥، ١٣٧٣، ٥٢١٩، ٢٥٢٠، ٧٢٨٧۔
٨٧:	٥٣، ٥٢٣، ١٣٩٨، ٣٠٩٥، ٣٥١٠، ٤٣٦٨، ٤٢٦٩، ٦١٧٦، ٧٢٦٦، ٧٥٥٦۔
٨٨:	٢٠٥٢، ٢٦٤٠، ٢٦٥٩، ٢٦٦٠، ٥١٠٤۔
٨٩:	٢٤٦٨، ٤٩١٣، ٤٩١٥، ٥١٩١، ٥٢١٨، ٥٨٤٣، ٧٢٥٦، ٧٢٦٣۔
٩٠:	٧٠٢، ٧٠٤، ٦١١٠، ٧١٥٩۔
٩١:	٢٣٧٢، ٢٤٢٧، ٢٤٢٨، ٢٤٢٩، ٢٤٣٦، ٢٤٣٨، ٥٢٩٢، ٦١١٢۔
٩٢:	٧٢٩١۔

حدیث نمبر	اطرافہ
٩٣	٥٤٠، ٧٤٩، ٤٦٢١، ٦٣٦٢، ٦٤٦٨، ٦٤٨٦، ٧٠٨٩، ٧٠٩٠، ٧٠٩١، ٧٢٩٤، ٧٢٩٥۔
٩٤	٩٥، ٦٢٤٤۔
٩٥	٩٤، ٦٢٤٤۔
٩٦	٦٠، ١٦٣۔
٩٧	٢٥٤٤، ٢٥٤٧، ٢٥٥١، ٣٠١١، ٣٤٤٦، ٥٠٨٣۔
٩٨	٨٦٣، ٩٦٢، ٩٦٤، ٩٧٥، ٩٧٧، ٩٧٩، ٩٨٩، ١٤٣١، ١٤٤٩، ٤٨٩٥، ٥٢٤٩، ٥٨٨٠، ٥٨٨١، ٥٨٨٣، ٧٣٢٥۔
٩٩	٦٥٧٠۔
١٠٠	٧٣٠٧۔
١٠١	١٢٤٩، ٧٣١٠۔
١٠٢	١٢٥٠۔
١٠٣	٤٩٣٩، ٦٥٣٦، ٦٥٣٧۔
١٠٤	١٨٣٢، ٤٢٩٥۔
١٠٥	٦٧، ١٧٤١، ٣١٩٧، ٤٤٠٧، ٤٦٦٢، ٥٥٥٠، ٧٠٧٨، ٧٤٤٧۔
١١٠	٣٥٣٩، ٦١٨٨، ٦١٩٧، ٦٩٩٣۔
١١١	١٨٧٠، ٣٠٤٧، ٣١٧٢، ٣١٧٩، ٦٧٥٥، ٦٩٠٣، ٦٩١٥، ٧٣٠٠۔
١١٢	٢٤٣٤، ٦٨٨٠۔

حدیث نمبر	اطرافہ
١١٤	٣٠٣٥، ٣١٦٨، ٤٤٣١، ٤٤٣٢، ٥٦٦٩، ٧٣٦٦۔
١١٥	١١٢٦، ٣٥٩٩، ٥٨٤٤، ٦٢١٨، ٧٠٦٩۔
١١٦	٥٦٤، ٦٠١۔
١١٧	١٣٨، ١٨٣، ٦٩٧، ٦٩٨، ٦٩٩، ٧٢٦، ٧٢٨، ٨٥٩، ١١٩٨، ٤٥٦٩، ٤٥٧٠، ٤٥٧١، ٤٥٧٢، ٥٩١٩، ٦٢١٥، ٦٢١٦، ٧٤٥٢۔
١١٨	١١٩، ٢٠٤٧، ٢٣٥٠، ٣٦٤٨، ٧٣٥٤۔
١١٩	١١٨، ٢٠٤٧، ٢٣٥٠، ٣٦٤٨، ٧٣٥٤۔
١٢١	٤٤٠٥، ٦٨٦٩، ٧٠٨٠۔
١٢٢	٧٤، ٧٨، ٢٢٦٧، ٢٧٢٨، ٣٢٧٨، ٣٤٠٠، ٣٤٠١، ٤٧٢٥، ٤٧٢٦، ٤٧٢٧، ٦٦٧٢، ٧٤٧٨۔
١٢٣	٢٨١٠، ٣١٢٦، ٧٤٥٨۔
١٢٤	٨٣، ١٧٣٦، ١٧٣٧، ١٧٣٨، ٦٦٦٥۔
١٢٥	٤٧٢١، ٧٢٩٧، ٧٤٥٦، ٧٤٦٢۔
١٢٦	١٥٨٣، ١٥٨٤، ١٥٨٥، ١٥٨٦، ٣٣٦٨، ٤٤٨٤، ٧٢٤٣۔
١٢٨	١٢٩۔
١٢٩	١٢٨۔

حدیث نمبر	اطرافه
۱۳۰:	۲۸۲، ۳۳۲۸، ۶۰۹۱، ۶۱۲۱۔
۱۳۱:	۶۱، ۶۲، ۷۲، ۲۲۰۹، ۴۶۹۸، ۵۴۴۴، ۵۴۴۸، ۶۱۲۲، ۶۱۴۴۔
۱۳۲:	۱۷۸، ۲۶۹۔
۱۳۳:	۱۵۲۲، ۱۵۲۵، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸۔
۱۳۴:	۳۶۶، ۱۵۴۲، ۱۸۳۸، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۴۷، ۵۸۵۲۔

کِتَابُ الْوُضُوْءِ

حدیث نمبر	اطرافه
۱۳۵:	۶۹۵۴۔
۱۳۷:	۱۷۷، ۲۰۵۶۔
۱۳۸:	۱۱۷، ۱۸۳، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۲۶، ۷۲۸، ۸۵۹، ۱۱۹۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۵۹۱۹، ۶۲۱۵، ۶۲۱۶، ۷۴۵۲۔
۱۳۹:	۱۸۱، ۱۶۶۷، ۱۶۶۹، ۱۶۷۲۔
۱۴۱:	۳۲۷۱، ۳۲۸۳، ۵۱۶۵، ۶۳۸۸، ۷۳۹۶۔
۱۴۲:	۶۳۲۲۔
۱۴۳:	۷۵، ۳۷۵۶، ۷۲۷۰۔
۱۴۴:	۳۹۴۔
۱۴۵:	۱۴۸، ۱۴۹، ۳۱۰۲۔
۱۴۶:	۱۴۷، ۴۷۹۵، ۵۲۳۷، ۶۲۴۰۔
۱۴۷:	۱۴۶، ۴۷۹۵، ۵۲۳۷، ۶۲۴۰۔

حدیث نمبر	اطرافه
۱۴۸:	۱۴۵، ۱۴۹، ۳۱۰۲۔
۱۴۹:	۱۴۵، ۱۴۸، ۳۱۰۲۔
۱۵۰:	۱۵۱، ۱۵۲، ۲۱۷، ۵۰۰
۱۵۱:	۱۵۰، ۱۵۲، ۲۱۷، ۵۰۰
۱۵۲:	۱۵۰، ۱۵۱، ۲۱۷، ۵۰۰
۱۵۳:	۱۵۴، ۵۶۳۰۔
۱۵۴:	۱۵۳، ۵۶۳۰۔
۱۵۵:	۳۸۶۰۔
۱۵۹:	۱۶۰، ۱۶۴، ۱۹۳۴، ۶۴۳۳۔
۱۶۰:	۱۵۹، ۱۶۴، ۱۹۳۴، ۶۴۳۳۔
۱۶۱:	۱۶۲۔
۱۶۲:	۱۶۱۔
۱۶۳:	۶۰، ۹۶۔
۱۶۴:	۱۵۹، ۱۶۰، ۱۹۳۴، ۶۴۳۳۔
۱۶۶:	۱۵۱۴، ۱۵۵۲، ۱۶۰۹، ۲۸۶۵، ۵۸۵۱۔
۱۶۷:	۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳۔
۱۶۸:	۴۲۶، ۵۳۸۰، ۵۸۵۴، ۵۹۲۶۔
۱۶۹:	۱۹۵، ۲۰۰، ۳۵۷۲، ۳۵۷۳، ۳۵۷۴، ۳۵۷۵۔
۱۷۰:	۱۷۱۔
۱۷۱:	۱۷۰۔

حدیث نمبر	اطرافه
۱۷۳:	۲۳۶۳، ۲۴۶۶، ۶۰۰۹۔
۱۷۵:	۲۰۵۴، ۵۴۷۵، ۵۴۷۶، ۵۴۷۷، ۵۴۸۳، ۵۴۸۴، ۵۴۸۵، ۵۴۸۶، ۵۴۸۷، ۷۳۹۷۔
۱۷۶:	۴۴۵، ۴۷۷، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۵۹، ۲۱۱۹، ۳۲۲۹، ۴۷۱۷۔
۱۷۷:	۱۳۷، ۲۰۵۶۔
۱۷۸:	۱۳۲، ۲۶۹۔
۱۷۹:	۲۹۲۔
۱۸۱:	۱۳۹، ۱۶۶۷، ۱۶۶۹، ۱۶۷۲۔
۱۸۲:	۲۰۳، ۲۰۶، ۳۶۳، ۳۸۸، ۲۹۱۸، ۴۴۲۱، ۵۷۹۸، ۵۷۹۹۔
۱۸۳:	۱۱۷، ۱۳۸، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۲۶، ۷۲۸، ۸۵۹، ۱۱۹۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۵۹۱۹، ۶۲۱۵، ۶۲۱۶، ۷۴۵۲۔
۱۸۴:	۸۶، ۹۲۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۶۱، ۱۲۳۵، ۱۳۷۳، ۵۲۱۹، ۲۵۲۰، ۷۲۸۷۔
۱۸۵:	۱۸۶، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۷، ۱۹۹۔
۱۸۶:	۱۸۵، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۷، ۱۹۹۔
۱۸۷:	۳۷۶، ۴۹۵، ۴۹۹، ۵۰۱، ۶۳۳، ۶۳۴، ۳۵۵۳، ۳۵۶۶، ۵۷۸۶، ۵۸۵۹۔
۱۸۸:	۱۹۶، ۴۳۲۸۔
۱۸۹:	۷۷، ۸۳۹، ۱۱۸۵، ۶۳۵۴، ۶۴۲۲۔
۱۹۰:	۳۵۴۰، ۳۵۴۱، ۵۶۷۰، ۶۳۵۲۔
۱۹۱:	۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۲، ۱۹۷، ۱۹۹۔
۱۹۲:	۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۱، ۱۹۷، ۱۹۹۔
۱۹۴:	۴۵۷۷، ۵۶۵۱، ۵۶۶۴، ۵۶۷۶، ۶۷۲۳، ۶۷۴۳، ۷۳۰۹۔
۱۹۵:	۱۶۹، ۲۰۰، ۳۵۷۲، ۳۵۷۳، ۳۵۷۴، ۳۵۷۵۔
۱۹۶:	۱۸۸، ۴۳۲۸۔
۱۹۷:	۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۹۔
۱۹۸:	۶۶۴، ۶۶۵، ۶۷۹، ۶۸۳، ۶۸۷، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۶، ۲۵۸۸، ۳۰۹۹، ۳۳۸۴، ۴۴۴۲، ۴۴۴۵، ۵۷۱۴، ۷۳۰۳۔
۱۹۹:	۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۷۔
۲۰۰:	۱۶۹، ۱۹۵، ۳۵۷۲، ۳۵۷۳، ۳۵۷۴، ۳۵۷۵۔
۲۰۳:	۱۸۲، ۲۰۶، ۳۶۳، ۳۸۸، ۲۹۱۸، ۴۴۲۱، ۵۷۹۸، ۵۷۹۹۔
۲۰۴:	۲۰۵۔
۲۰۵:	۲۰۴۔
۲۰۶:	۱۸۲، ۲۰۳، ۳۶۳، ۳۸۸، ۲۹۱۸، ۴۴۲۱، ۵۷۹۸، ۵۷۹۹۔
۲۰۷:	۵۴۰۴، ۵۴۰۵۔

حدیث نمبر	اطرافه
٢٠٨:	٦٧٥، ٢٩٢٣، ٥٤٠٨، ٥٤٢٢، ٥٤٦٢۔
٢٠٩:	٢١٥، ٢٩٨١، ٤١٧٥، ٤١٩٥، ٥٣٨٤، ٥٣٩٠، ٥٤٥٤، ٥٤٥٥۔
٢١١:	٥٦٠٩۔
٢١٥:	٢٠٩، ٢٩٨١، ٤١٧٥، ٤١٩٥، ٥٣٨٤، ٥٣٩٠، ٥٤٥٤، ٥٤٥٥۔
٢١٦:	٢١٨، ١٣٦١، ١٣٧٨، ٦٠٥٢، ٦٠٥٥۔
٢١٧:	١٥٠، ١٥١، ١٥٢، ٥٠٠۔
٢١٨:	٢١٦، ١٣٦١، ١٣٧٨، ٦٠٥٢، ٦٠٥٥۔
٢١٩:	٢٢١، ٦٠٢٥۔
٢٢٠:	٦١٢٨۔
٢٢١:	٢١٩، ٦٠٢٥۔
٢٢٢:	٥٤٦٨، ٦٠٠٢، ٦٣٥٥۔
٢٢٣:	٥٦٩٣۔
٢٢٤:	٢٢٥، ٢٢٦، ٢٤٧١۔
٢٢٥:	٢٢٤، ٢٢٦، ٢٤٧١۔
٢٢٦:	٢٢٤، ٢٢٥، ٢٤٧١۔
٢٢٧:	٣٠٧۔
٢٢٨:	٣٠٦، ٣٢٠، ٣٢٥، ٣٣١۔
٢٢٩:	٢٣٠، ٢٣١، ٢٣٢۔
٢٣٠:	٢٢٩، ٢٣١، ٢٣٢۔
٢٣١:	٢٢٩، ٢٣٠، ٢٣٢۔

حدیث نمبر	اطرافه
٢٣٢:	٢٢٩، ٢٣٠، ٢٣١۔
٢٣٣:	١٥٠١، ٣٠١٨، ٤١٩٢، ٤١٩٣، ٤٦١٠، ٥٦٨٥، ٥٦٨٦، ٢٧٥٧، ٦٨٠٢، ٦٨٠٣، ٦٨٠٤، ٦٨٠٥، ٦٨٩٩۔
٢٣٤	٤٢٨، ٤٢٩، ١٨٦٨، ٢١٠٦، ٢٧٧١، ٢٧٧٤، ٢٧٧٩، ٣٩٣٢۔
٢٣٥:	٢٣٦، ٥٥٣٨، ٥٥٣٩، ٥٥٤٠۔
٢٣٦:	٢٣٥، ٥٥٣٨، ٥٥٣٩، ٥٥٤٠۔
٢٣٧:	٢٨٠٣، ٥٥٣٣۔
٢٣٨:	٨٧٦، ٨٩٦، ٢٩٥٦، ٣٤٨٦، ٦٦٢٤، ٦٨٨٧، ٧٠٣٦، ٧٤٩٥۔
٢٤٠:	٥٢٠، ٢٩٣٤، ٣١٨٥، ٣٨٥٤، ٣٩٦٠۔
٢٤١:	٤٠٥، ٤١٢، ٤١٣، ٤١٧، ٥٣١، ٥٣٢، ١٢١٤۔
٢٤٢:	٥٥٨٥، ٥٥٨٦۔
٢٤٣:	٢٩٠٣، ٢٩١١، ٣٠٣٧، ٤٠٧٥، ٥٢٤٨، ٥٧٢٢۔
٢٤٥:	٨٨٩، ١١٣٦۔
٢٤٧:	٦٣١١، ٦٣١٣، ٦٣١٥، ٧٤٨٨۔

حدیث نمبر	اطرافه

كِتَابُ الْغُسْلِ

حدیث نمبر	اطرافه
۲۴۸:	۲۶۲، ۲۷۲۔
۲۴۹:	۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۴، ۲۷۶، ۲۸۱۔
۲۵۰:	۲۶۱، ۲۶۳، ۲۷۳، ۲۹۹، ۵۹۵۶، ۷۳۳۹۔
۲۵۲:	۲۵۵، ۲۵۶۔
۲۵۵:	۲۵۲، ۲۵۶۔
۲۵۶:	۲۵۲، ۲۵۵۔
۲۵۷:	۲۴۹، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۴، ۲۷۶، ۲۸۱۔
۲۵۹:	۲۴۹، ۲۵۷، ۲۶۰، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۴، ۲۷۶، ۲۸۱۔
۲۶۰:	۲۴۹، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۴، ۲۷۶، ۲۸۱۔
۲۶۱:	۲۵۰، ۲۶۳، ۲۷۳، ۲۹۹، ۵۹۵۶، ۷۳۳۹۔
۲۶۲:	۲۴۸، ۲۷۲۔
۲۶۳:	۲۵۰، ۲۶۱، ۲۷۳، ۲۹۹، ۵۹۵۶، ۷۳۳۹۔
۲۶۵:	۲۴۹، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۶، ۲۷۴، ۲۷۶، ۲۸۱۔
۲۶۶:	۲۴۹، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۵، ۲۷۴، ۲۷۶، ۲۸۱۔

حدیث نمبر	اطرافه
۲۶۷:	۲۷۰۔
۲۶۸:	۲۸۴، ۵۰۶۸، ۲۵۱۵۔
۲۶۹:	۱۳۲، ۱۷۸۔
۲۷۰:	۲۶۷۔
۲۷۱:	۱۵۳۸، ۵۹۱۸، ۵۹۲۳۔
۲۷۲:	۲۴۸، ۲۶۲۔
۲۷۳:	۲۵۰، ۲۶۱، ۲۶۳، ۲۹۹، ۵۹۵۶، ۷۳۳۹۔
۲۷۴:	۲۴۹، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۶، ۲۸۱۔
۲۷۵:	۶۳۹، ۶۴۰۔
۲۷۶:	۲۴۹، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۴، ۲۸۱۔
۲۷۸:	۳۴۰۴، ۴۷۹۹۔
۲۷۹:	۳۳۹۱، ۷۴۹۳۔
۲۸۰:	۳۵۷، ۳۱۷۱، ۶۱۵۸۔
۲۸۱:	۲۴۹، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۴، ۲۷۶۔
۲۸۲:	۱۳۰، ۳۳۲۸، ۶۰۹۱، ۶۱۲۱۔
۲۸۳:	۲۸۵۔
۲۸۴:	۲۶۸، ۵۰۶۸، ۲۵۱۵۔
۲۸۵:	۲۸۳۔
۲۸۶:	۲۸۸۔
۲۸۷:	۲۸۹، ۲۹۰۔
۲۸۸:	۲۸۶۔

كِتَابُ الْحَيْضِ

حدیث نمبر	اطرافہ
٣١٧	٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩۔
٣١٨	٣٣٣٣، ٦٥٩٥۔
٣١٩	٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩۔
٣٢٠	٢٢٨، ٣٠٦، ٣٢٥، ٣٣١۔
٣٢٢	٢٩٨، ٣٢٣، ١٩٢٩۔
٣٢٣	٢٩٨، ٣٢٢، ١٩٢٩۔
٣٢٤	٣٥١، ٩٧١، ٩٧٤، ٩٨٠، ٩٨١، ١٦٥٢۔
٣٢٥	٢٢٨، ٣٠٦، ٣٢٠، ٣٣١۔

حدیث نمبر	اطرافہ
٣٢٨	٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩۔
٣٢٩	١٧٥٥، ١٧٦٠۔
٣٣٠	١٧٦١۔
٣٣١	٢٢٨، ٣٠٦، ٣٢٠، ٣٢٥۔
٣٣٢	١٣٣١، ١٣٣٢۔
٣٣٣	٣٧٩، ٣٨١، ٥١٧، ٥١٨۔

كِتَابُ التَّيَمُّمِ

حدیث نمبر	اطرافہ
٣٣٤	٣٣٦، ٣٦٧٢، ٣٧٧٣، ٤٥٨٣، ٤٦٠٧، ٤٦٠٨، ٥١٦٤، ٥٢٥٠، ٥٨٨٢، ٦٨٤٤، ٦٨٤٥۔
٣٣٥	٤٣٨، ٣١٢٢۔
٣٣٦	٣٣٤، ٣٦٧٢، ٣٧٧٣، ٤٥٨٣، ٤٦٠٧، ٤٦٠٨، ٥١٦٤، ٥٢٥٠، ٥٨٨٢، ٦٨٤٤، ٦٨٤٥۔
٣٣٨	٣٣٩، ٣٤٠، ٣٤١، ٣٤٢، ٣٤٣، ٣٤٥، ٣٤٦، ٣٤٧۔

حدیث نمبر	اطرافه
٣٣٩:	٣٣٨، ٣٤٠، ٣٤١، ٣٤٢، ٣٤٣، ٣٤٥، ٣٤٦، ٣٤٧۔
٣٤٠:	٣٣٨، ٣٣٩، ٣٤١، ٣٤٢، ٣٤٣، ٣٤٥، ٣٤٦، ٣٤٧۔
٣٤١:	٣٣٨، ٣٣٩، ٣٤٠، ٣٤٢، ٣٤٣، ٣٤٥، ٣٤٦، ٣٤٧۔
٣٤٢:	٣٣٨، ٣٣٩، ٣٤٠، ٣٤١، ٣٤٣، ٣٤٥، ٣٤٦، ٣٤٧۔
٣٤٣:	٣٣٨، ٣٣٩، ٣٤٠، ٣٤١، ٣٤٢، ٣٤٥، ٣٤٦، ٣٤٧۔
٣٤٤:	٣٤٨، ٣٥٧١۔
٣٤٥:	٣٣٨، ٣٣٩، ٣٤٠، ٣٤١، ٣٤٢، ٣٤٣، ٣٤٦، ٣٤٧۔
٣٤٦:	٣٣٨، ٣٣٩، ٣٤٠، ٣٤١، ٣٤٢، ٣٤٣، ٣٤٥، ٣٤٧۔
٣٤٧:	٣٣٨، ٣٣٩، ٣٤٠، ٣٤١، ٣٤٢، ٣٤٣، ٣٤٥، ٣٤٦۔
٣٤٨:	٣٤٤، ٣٥٧١۔

کِتَابُ الصَّلٰوةِ

حدیث نمبر	اطرافه
٣٤٩:	١٦٣٦، ٣٣٤٢۔
٣٥٠:	١٠٩٠، ٣٩٣٥۔
٣٥١:	٣٢٤، ٩٧١، ٩٧٤، ٩٨٠، ٩٨١، ١٦٥٢۔
٣٥٢:	٣٥٣، ٣٦١، ٣٧٠۔
٣٥٣:	٣٥٢، ٣٦١، ٣٧٠۔
٣٥٤:	٣٥٥، ٣٥٦۔
٣٥٥:	٣٥٤، ٣٥٦۔
٣٥٦:	٣٥٤، ٣٥٥۔
٣٥٧:	٢٨٠، ٣١٧١، ٦١٥٨۔
٣٥٨:	٣٦٥۔
٣٥٩:	٣٦٠۔
٣٦٠:	٣٥٩۔
٣٦١:	٣٥٢، ٣٥٣، ٣٧٠۔
٣٦٢:	٨١٤، ١٢١٥۔
٣٦٣:	١٨٢، ٢٠٣، ٢٠٦، ٣٨٨، ٢٩١٨، ٤٤٢١، ٥٧٩٨، ٥٧٩٩۔
٣٦٤:	١٥٨٢، ٣٨٢٩۔
٣٦٥:	٣٥٨۔
٣٦٦:	١٣٤، ١٥٤٢، ١٨٣٨، ١٨٤٢، ٥٧٩٤، ٥٨٠٣، ٥٨٠٥، ٥٨٠٦، ٥٨٤٧، ٥٨٥٢۔
٣٦٧:	١٩٩١، ٢١٤٤، ٢١٤٧، ٥٨٢٠، ٥٨٢٢، ٦٢٨٤۔
٣٦٨:	٥٨٤، ٥٨٨، ١٩٩٣، ٢١٤٥، ٢١٤٦، ٥٨١٩، ٥٨٢١۔
٣٦٩:	١٦٢٢، ٣١٧٧، ٤٣٦٣، ٤٦٥٥، ٤٦٥٦، ٤٦٥٧۔
٣٧٠:	٣٥٢، ٣٥٣، ٣٦١۔

حدیث نمبر	اطرافه
٣٧١:	٦١٠، ٩٤٧، ٢٢٢٨، ٢٢٣٥، ٢٨٨٩، ٢٨٩٣، ٢٩٤٣، ٢٩٤٤، ٢٩٤٥، ٢٩٩١، ٣٠٨٥، ٣٠٨٦، ٣٣٦٧، ٣٦٤٧، ٤٠٨٣، ٤٠٨٤، ٤١٩٧، ٤١٩٨، ٤١٩٩، ٤٢٠٠، ٤٢٠١، ٤٢١١، ٤٢١٢، ٤٢١٣، ٥٠٨٥، ٥١٥٩، ٥١٦٩، ٥٣٨٧، ٥٤٢٥، ٥٥٢٨، ٥٩٦٨، ٦١٨٥، ٦٣٦٣، ٦٣٦٩، ٧٣٣٣۔
٣٧٢:	٥٧٨، ٨٦٧، ٨٧٢۔
٣٧٣:	٧٥٢، ٥٨١٧۔
٣٧٤:	٥٩٥٩۔
٣٧٥:	٥٨٠١۔
٣٧٦:	١٨٧، ٤٩٥، ٤٩٩، ٥٠١، ٦٣٣، ٦٣٤، ٣٥٥٣، ٣٥٦٦، ٥٧٨٦، ٥٨٥٩۔
٣٧٧:	٤٤٨، ٩١٧، ٢٠٩٤، ٢٥٦٩۔
٣٧٨:	٦٨٩، ٧٣٢، ٧٣٣، ٨٠٥، ١١١٤، ١٩١١، ٢٤٦٩، ٥٢٠١، ٥٢٧٩، ٦٦٨٤۔
٣٧٩:	٣٣٣، ٣٨١، ٥١٧، ٥١٨۔
٣٨٠:	٧٢٧، ٨٦٠، ٨٧١، ٨٧٤، ١١٦٤۔
٣٨١:	٣٣٣، ٣٧٩، ٥١٧، ٥١٨۔
٣٨٢:	٣٨٣، ٣٨٤، ٥٠٨، ٥١١، ٥١٢، ٥١٣، ٥١٤، ٥١٥، ٥١٩، ٩٩٧، ١٢٠٩، ٦٢٧٦۔

حدیث نمبر	اطرافه
٣٨٣:	٣٨٢، ٣٨٤، ٥٠٨، ٥١١، ٥١٢، ٥١٣، ٥١٤، ٥١٥، ٥١٩، ٩٩٧، ١٢٠٩، ٦٢٧٦۔
٣٨٤:	٣٨٢، ٣٨٣، ٥٠٨، ٥١١، ٥١٢، ٥١٣، ٥١٤، ٥١٥، ٥١٩، ٩٩٧، ١٢٠٩، ٦٢٧٦۔
٣٨٥:	٥٤٢، ١٢٠٨۔
٣٨٦:	٥٨٥٠۔
٣٨٨:	١٨٢، ٢٠٣، ٢٠٦، ٣٦٣، ٢٩١٨، ٤٤٢١، ٥٧٩٨، ٥٧٩٩۔
٣٨٩:	٧٩١، ٨٠٨۔
٣٩٠:	٨٠٧، ٣٥٦٤۔
٣٩١:	٣٩٢، ٣٩٣۔
٣٩٢:	٣٩١، ٣٩٣۔
٣٩٣:	٣٩١، ٣٩٢۔
٣٩٤:	١٤٤۔
٣٩٥:	١٦٢٣، ١٦٢٧، ١٦٤٥، ١٦٤٧، ١٧٩٣۔
٣٩٦:	١٦٢٤، ١٦٤٦، ١٧٩٤۔
٣٩٧:	٤٦٨، ٥٠٤، ٥٠٥، ٥٠٦، ١١٦٧، ١٥٩٨، ١٥٩٩، ٢٩٨٨، ٤٢٨٩، ٤٤٠٠۔
٣٩٨:	١٦٠١، ٣٣٥١، ٣٣٥٢، ٤٢٨٨۔
٣٩٩:	٤٠، ٤٤٨٦، ٤٤٩٢، ٧٢٥٢۔
٤٠٠:	١٠٩٤، ١٠٩٩، ٤١٤٠۔

حدیث نمبر	اطرافه
٤٠١	٤٠٤، ١٢٢٦، ٦٦٧١، ٧٢٤٩۔
٤٠٢	٤٤٨٣، ٤٧٩٠، ٤٩١٦۔
٤٠٣	٤٤٨٨، ٤٤٩٠، ٤٤٩١، ٤٤٩٣، ٤٤٩٤، ٧٢٥١۔
٤٠٤	٤٠١، ١٢٢٦، ٦٦٧١، ٧٢٤٩۔
٤٠٥	٢٤١، ٤١٢، ٤١٣، ٤١٧، ٥٣١، ٥٣٢، ١٢١٤۔
٤٠٦	٧٥٣، ١٢١٣، ٦١١١۔
٤٠٨	٤١٠، ٤١٦۔
٤٠٩	٤١١، ٤١٤۔
٤١٠	٤٠٨، ٤١٦
٤١١	٤٠٩، ٤١٤۔
٤١٢	٢٤١، ٤٠٥، ٤١٣، ٤١٧، ٥٣١، ٥٣٢، ١٢١٤۔
٤١٣	٢٤١، ٤٠٥، ٤١٢، ٤١٧، ٥٣١، ٥٣٢، ١٢١٤۔
٤١٤	٤٠٩، ٤١١۔
٤١٦	٤٠٨، ٤١٠۔
٤١٧	٢٤١، ٤٠٥، ٤١٢، ٤١٣، ٥٣١، ٥٣٢، ١٢١٤۔
٤١٨	٧٤١۔
٤١٩	٧٤٢، ٦٦٤٤۔
٤٢٠	٢٨٦٨، ٢٨٦٩، ٢٨٧٠، ٧٣٣٦۔
٤٢١	٣٠٤٩، ٣١٦٥۔
٤٢٢	٣٥٧٨، ٥٣٨١، ٥٤٥٠، ٦٦٨٨۔
٤٢٣	٤٧٤٥، ٤٧٤٦، ٥٢٥٩، ٥٣٠٨، ٥٣٠٩، ٦٨٥٤، ٧١٦٥، ٧١٦٦، ٧٣٠٤۔
٤٢٤	٤٢٥، ٦٦٧، ٦٨٦، ٨٣٨، ٨٤٠، ١١٨٦، ٤٠٠٩، ٤٠١٠، ٥٤٠١، ٦٤٢٣، ٦٩٣٨۔
٤٢٥	٤٢٤، ٦٦٧، ٦٨٦، ٨٣٨، ٨٤٠، ١١٨٦، ٤٠٠٩، ٤٠١٠، ٥٤٠١، ٦٤٢٣، ٦٩٣٨۔
٤٢٦	١٦٨، ٥٣٨٠، ٥٨٥٤، ٥٩٢٦۔
٤٢٧	٤٣٤، ١٣٤١، ٣٨٧٨۔
٤٢٨	٢٣٤، ٤٢٩، ١٨٦٨، ٢١٠٦، ٢٧٧١، ٢٧٧٤، ٢٧٧٩، ٣٩٣٢۔
٤٢٩	٢٣٤، ٤٢٨، ١٨٦٨، ٢١٠٦، ٢٧٧١، ٢٧٧٤، ٢٧٧٩، ٣٩٣٢۔
٤٣٠	٥٠٧۔
٤٣١	٢٩، ٧٤٨، ١٠٥٢، ٣٢٠٢، ٥١٩٧۔
٤٣٢	١١٨٧۔
٤٣٣	٣٣٨٠، ٣٣٨١، ٤٤١٩، ٤٤٢٠، ٤٧٠٢۔
٤٣٤	٤٢٧، ١٣٤١، ٣٨٧٨۔
٤٣٥	١٣٣٠، ١٣٩٠، ٣٤٥٣، ٤٤٤١، ٤٤٤٣، ٥٨١٥،
٤٣٦	٣٤٥٤، ٤٤٤٤، ٥٨١٦۔

حدیث نمبر	اطرافہ
٤٣٨	٣٣٥، ٣١٢٢۔
٤٣٩	٣٨٣٥۔
٤٤٠	١١٢١، ١١٥٦، ٣٧٣٨، ٣٧٤٠، ٧٠١٥، ٧٠٢٨، ٧٠٣٠۔
٤٤١	٣٧٠٣، ٦٢٠٤، ٦٢٨٠۔
٤٤٣	١٨٠١، ٢٠٩٧، ٢٣٠٩، ٢٣٨٥، ٢٣٩٤، ٢٤٠٦، ٢٤٧٠، ٢٦٠٣، ٢٦٠٤، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧۔
٤٤٤	١١٦٣۔
٤٤٥	١٧٦، ٤٧٧، ٦٤٧، ٦٤٨، ٦٥٩، ٢١١٩، ٣٢٢٩، ٤٧١٧۔
٤٤٧	٢٨١٢۔
٤٤٨	٣٧٧، ٩١٧، ٢٠٩٤، ٢٥٦٩۔
٤٤٩	٩١٨، ٢٠٩٥، ٣٥٨٤، ٣٥٨٥۔
٤٥١	٧٠٧٣، ٧٠٧٤۔
٤٥٢	٧٠٧٥۔
٤٥٣	٣٢١٢، ٦١٥٢۔
٤٥٤	٤٥٥، ٩٥٠، ٩٨٨، ٢٩٠٦، ٣٥٢٩، ٣٩٣١، ٥١٩٠، ٥٢٣٦۔
٤٥٥	٤٥٤، ٩٥٠، ٩٨٨، ٢٩٠٦، ٣٥٢٩، ٣٩٣١، ٥١٩٠، ٥٢٣٦۔

حدیث نمبر	اطرافہ
٤٥٦	١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨ ٦٧٦٠۔
٤٥٧	٤٧١، ٢٤١٨، ٢٤٢٤، ٢٧٠٦، ٢٧١٠۔
٤٥٨	٤٦٠، ١٣٣٧۔
٤٥٩	٢٠٨٤، ٢٢٢٦، ٤٥٤٠، ٤٥٤١، ٤٥٤٢، ٤٥٤٣۔
٤٦٠	٤٥٨، ١٣٣٧۔
٤٦١	١٢١٠، ٣٢٨٤، ٣٤٢٣، ٤٨٠٨۔
٤٦٢	٤٦٩، ٢٤٢٢، ٢٤٢٣، ٤٣٧٢۔
٤٦٣	٢٨١٣، ٣٩٠١، ٤١١٧، ٤١٢٢۔
٤٦٤	١٦١٩، ١٦٢٦، ١٦٣٣، ٤٨٥٣۔
٤٦٥	٣٦٣٩، ٣٨٠٥۔
٤٦٦	٣٦٥٤، ٣٩٠٤۔
٤٦٧	٣٦٥٦، ٣٦٥٧، ٦٧٣٨۔
٤٦٨	٣٩٧، ٥٠٤، ٥٠٥، ٥٠٦، ١١٦٧، ١٥٩٨، ١٥٩٩، ٢٩٨٨، ٤٢٨٩، ٤٤٠٠۔
٤٦٩	٤٦٢، ٢٤٢٢، ٢٤٢٣، ٤٣٧٢۔
٤٧١	٤٥٧، ٢٤١٨، ٢٤٢٤، ٢٧٠٦، ٢٧١٠۔

حدیث نمبر	اطرافه
٤٧٢	٤٧٣، ٩٩٠، ٩٩٣، ٩٩٥، ١١٣٧۔
٤٧٣	٤٧٢، ٩٩٠، ٩٩٣، ٩٩٥، ١١٣٧۔
٤٧٤	٦٦۔
٤٧٥	٥٩٦٩، ٦٢٨٧۔
٤٧٦	٢١٣٨، ٢٢٦٣، ٢٢٦٤، ٢٢٩٧، ٣٩٠٥، ٤٠٩٣، ٥٨٠٧، ٦٠٧٩۔
٤٧٧	١٧٦، ٤٤٥، ٦٤٧، ٦٤٨، ٦٥٩، ٢١١٩، ٣٢٢٩، ٤٧١٧۔
٤٧٩	٤٨٠۔
٤٨٠	٤٧٩۔
٤٨١	٢٤٤٦، ٦٠٢٦۔
٤٨٢	٧١٤، ٧١٥، ١٢٢٧، ١٢٢٨، ١٢٢٩، ٦٠٥١، ٧٢٥٠۔
٤٨٣	١٥٣٥، ٢٣٣٦، ٧٣٤٥۔
٤٨٤	١٥٣٢، ١٥٣٣، ١٧٩٩۔
٤٩١	١٧٦٧، ١٧٦٩۔
٤٩٣	٧٦، ٨٦١، ١٨٥٧، ٤٤١٢۔
٤٩٤	٤٩٨، ٩٧٢، ٩٧٣۔
٤٩٥	١٨٧، ٣٧٦، ٤٩٩، ٥٠١، ٦٣٣، ٦٣٤، ٣٥٥٣، ٣٥٦٦، ٥٧٨٦، ٥٨٥٩۔
٤٩٦	٧٣٣٤۔
٤٩٨	٤٩٤، ٩٧٢، ٩٧٣۔
٤٩٩	١٨٧، ٣٧٦، ٤٩٥، ٥٠١، ٦٣٣، ٦٣٤، ٣٥٥٣، ٣٥٦٦، ٥٧٨٦، ٥٨٥٩۔

حدیث نمبر	اطرافه
٥٠٠	١٥٠، ١٥١، ١٥٢، ٢١٧۔
٥٠١	١٨٧، ٣٧٦، ٤٩٥، ٤٩٩، ٦٣٣، ٦٣٤، ٣٥٥٣، ٣٥٦٦، ٥٧٨٦، ٥٨٥٩۔
٥٠٣	٦٢٥۔
٥٠٤	٣٩٧، ٤٦٨، ٥٠٥، ٥٠٦، ١١٦٧، ١٥٩٨، ١٥٩٩، ٢٩٨٨، ٤٢٨٩، ٤٤٠٠۔
٥٠٥	٣٩٧، ٤٦٨، ٥٠٤، ٥٠٦، ١١٦٧، ١٥٩٨، ١٥٩٩، ٢٩٨٨، ٤٢٨٩، ٤٤٠٠۔
٥٠٦	٣٩٧، ٤٦٨، ٥٠٤، ٥٠٥، ١١٦٧، ١٥٩٨، ١٥٩٩، ٢٩٨٨، ٤٢٨٩، ٤٤٠٠۔
٥٠٧	٤٣٠۔
٥٠٨	٣٨٢، ٣٨٣، ٣٨٤، ٥١١، ٥١٢، ٥١٣، ٥١٤، ٥١٥، ٥١٩، ٩٩٧، ١٢٠٩، ٦٢٧٦۔
٥٠٩	٣٢٧٤۔
٥١١	٣٨٢، ٣٨٣، ٣٨٤، ٥٠٨، ٥١٢، ٥١٣، ٥١٤، ٥١٥، ٥١٩، ٩٩٧، ١٢٠٩، ٦٢٧٦۔
٥١٢	٣٨٢، ٣٨٣، ٣٨٤، ٥٠٨، ٥١١، ٥١٣، ٥١٤، ٥١٥، ٥١٩، ٩٩٧، ١٢٠٩، ٦٢٧٦۔

حدیث نمبر	اطرافه
۵۱۳:	۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۵۰۸، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۹، ۹۹۷، ۱۲۰۹، ۶۲۷۶۔
۵۱۴:	۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۵۰۸، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۵، ۵۱۹، ۹۹۷، ۱۲۰۹، ۶۲۷۶۔
۵۱۵:	۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۵۰۸، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۹، ۹۹۷، ۱۲۰۹، ۶۲۷۶۔
۵۱۶:	۵۹۹۶۔
۵۱۷:	۳۳۳، ۳۷۹، ۳۸۱، ۵۱۸۔
۵۱۸:	۳۳۳، ۳۷۹، ۳۸۱، ۵۱۷۔
۵۱۹:	۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۵۰۸، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۹۹۷، ۱۲۰۹، ۶۲۷۶۔
۵۲۰:	۲۴۰، ۲۹۳۴، ۳۱۸۵، ۳۸۵۴، ۳۹۶۰۔

كِتَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ

حدیث نمبر	اطرافه
۵۲۱:	۳۲۲۱، ۴۰۰۷۔
۵۲۲:	۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۳۱۰۳۔
۵۲۳:	۵۳، ۸۷، ۱۳۹۸، ۳۰۹۵، ۳۵۱۰، ۴۳۶۸، ۴۲۶۹، ۶۱۷۶، ۷۲۶۶، ۷۵۵۶۔
۵۲۴:	۵۷، ۱۴۰۱، ۲۱۵۷، ۲۷۱۴، ۲۷۱۵، ۷۲۰۴۔
۵۲۵:	۱۴۳۵، ۱۸۹۵، ۳۵۸۶، ۷۰۹۶۔
۵۲۶:	۴۹۸۷۔
۵۲۷:	۲۷۸۲، ۵۹۷۰، ۷۵۳۴۔
۵۲۹:	۵۳۰۔
۵۳۰:	۵۲۹۔
۵۳۱:	۲۴۱، ۴۰۵، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۷، ۵۳۲، ۱۲۱۴۔
۵۳۲:	۲۴۱، ۴۰۵، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۷، ۵۳۱، ۱۲۱۴۔
۵۳۳:	۵۳۶۔
۵۳۵:	۵۳۹، ۶۲۹، ۳۲۵۸۔
۵۳۶:	۵۳۳۔
۵۳۷:	۳۲۶۰۔
۵۳۸:	۳۲۵۹۔
۵۳۹:	۵۳۵، ۶۲۹، ۳۲۵۸۔
۵۴۰:	۹۳، ۷۴۹، ۴۶۲۱، ۶۳۶۲، ۶۴۶۸، ۶۴۸۶، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۰۹۱، ۷۲۹۴، ۷۲۹۵۔
۵۴۱:	۵۴۷، ۵۶۸، ۵۹۹، ۷۷۱۔
۵۴۲:	۳۸۵، ۱۲۰۸۔
۵۴۳:	۵۶۲، ۱۱۷۴۔
۵۴۴:	۵۲۲، ۵۴۵، ۵۴۶، ۳۱۰۳۔
۵۴۵:	۵۲۲، ۵۴۴، ۵۴۶، ۳۱۰۳۔
۵۴۶:	۵۲۲، ۵۴۴، ۵۴۵، ۳۱۰۳۔
۵۴۷:	۵۴۱، ۵۶۸، ۵۹۹، ۷۷۱۔

حدیث نمبر	اطرافه
۵۴۸	۵۵۰، ۵۵۱، ۷۳۲۹۔
۵۵۰	۵۴۸، ۵۵۱، ۷۳۲۹۔
۵۵۱	۵۴۸، ۵۵۰، ۷۳۲۹۔
۵۵۳	۵۹۴۔
۵۵۴	۵۷۳، ۴۸۵۱، ۷۴۳۴، ۷۴۳۵، ۷۴۳۶۔
۵۵۵	۳۲۲۳، ۷۴۲۹، ۷۴۸۶۔
۵۵۶	۵۷۹، ۵۸۰۔
۵۵۷	۲۲۶۸، ۲۲۶۹، ۳۴۵۹، ۵۰۲۱، ۷۴۶۷، ۷۵۳۳۔
۵۵۸	۲۲۷۱۔
۵۶۰	۵۶۵۔
۵۶۲	۵۴۳، ۱۱۷۴۔
۵۶۴	۱۱۶، ۶۰۱۔
۵۶۵	۵۶۰۔
۵۶۶	۵۶۹، ۸۶۲، ۸۶۴۔
۵۶۸	۵۴۱، ۵۴۷، ۵۹۹، ۷۷۱۔
۵۶۹	۵۶۶، ۸۶۲، ۸۶۴۔
۵۷۱	۷۲۳۹۔
۵۷۲	۶۰۰، ۶۶۱، ۸۴۷، ۵۸۶۹۔
۵۷۳	۵۵۴، ۴۸۵۱، ۷۴۳۴، ۷۴۳۵، ۷۴۳۶۔
۵۷۵	۱۹۲۱۔
۵۷۶	۱۱۳۴۔
۵۷۷	۱۹۲۰۔

حدیث نمبر	اطرافه
۵۷۸	۳۷۲، ۸۶۷، ۸۷۲۔
۵۷۹	۵۵۶، ۵۸۰۔
۵۸۰	۵۵۶، ۵۷۹۔
۵۸۲	۵۸۵،۵۸۹،۱۱۹۲،۱۶۲۹، ۳۲۷۳۔
۵۸۳	۳۲۷۲۔
۵۸۴	۳۶۸، ۵۸۸، ۱۹۹۳، ۲۱۴۵، ۲۱۴۶، ۵۸۱۹، ۵۸۲۱۔
۵۸۵	۵۸۲،۵۸۹،۱۱۹۲،۱۶۲۹، ۳۲۷۳۔
۵۸۶	۱۱۸۸،۱۱۹۷،۱۸۶۴،۱۹۹۲،۱۹۹۵
۵۸۷	۳۷۶۶۔
۵۸۸	۳۶۸، ۵۸۴، ۱۹۹۳، ۲۱۴۵، ۲۱۴۶، ۵۸۱۹، ۵۸۲۱۔
۵۸۹	۵۸۲،۵۸۵،۱۱۹۲،۱۶۲۹، ۳۲۷۳۔
۵۹۰	۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۱۶۳۱۔
۵۹۱	۵۹۰، ۵۹۲، ۵۹۳، ۱۶۳۱۔
۵۹۲	۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۳، ۱۶۳۱۔
۵۹۳	۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۱۶۳۱۔
۵۹۴	۵۵۳
۵۹۵	۷۴۷۱۔
۵۹۶	۵۹۸، ۶۴۱، ۹۴۵، ۴۱۱۲۔
۵۹۸	۵۹۶، ۶۴۱، ۹۴۵، ۴۱۱۲۔
۵۹۹	۵۴۱، ۵۴۷، ۵۶۸، ۷۷۱۔
۶۰۰	۵۷۲، ۶۶۱، ۸۴۷، ۵۸۶۹۔
۶۰۱	۱۱۶، ۵۶۴۔
۶۰۲	۳۵۸۱، ۶۱۴۰، ۶۱۴۱۔

✿✿✿✿✿✿✿

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابیات

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

قرآن کریم

قرآن کریم : اُردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حقائق الفرقان: تفسیری نکات از حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ۔

تفسیر کبیر: مصنفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔

کتب لمتون الحدیث

صحیح البخاری: ۱. احمد بن علی بن حجر العسقلانی – **فتح الباری** –
مطبوعه دار السلام الرياض– الطبعة الاولیٰ –۲۰۰۰ء

۲. احمد بن علی بن حجر العسقلانی – **فتح الباری** –
المطبعة الأميرية ببولاق بمصر– ۱۳۰۱ھ

۳. محمد بن اسماعيل بخاری– **صحیح البخاری**–
قدیمی کتب خانه آرام باغ کراچی۔۱۳۵۷ھ

۴. بدر الدين ابو محمد محمود بن احمد العینی – **عمدة القاری**–
داراحياء التراث العربی بیروت لبنان

صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشيری النيسابوری –
دارالسلام۔ الرياض۔ الطبعة الاولیٰ۔۱۹۹۸ء

جامع ترمذی: ابو عیسیٰ محمد بن عيسى بن سورة الترمذی–
دار السلام۔ الرياض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء

سنن ابی داؤد: ابو داؤد سليمان بن الأشعث السجستانی الأزدی–
دار السلام ۔ الرياض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء

سنن نسائی: ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعيب بن علی النسائی–
دارالسلام ۔ الرياض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء

سنن ابن ما جه: ابو عبد اللّٰه محمد بن یزید القروینی–
دار السلام- الریاض- الطبعة الاولٰی- ۱۹۹۹ء

مؤطا امام مالک: مالك بن انس–
دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء

مسند احمد بن حنبل: احمد بن حنبل–
دار الفکر العربی

المستدرک علی الصحیحین: ابو عبد اللّٰه الحاکم النیسابوری–
دارالمعرفة بیروت-لبنان- الطبعة الاولٰی ۱۹۸۶ء

مصنف ابن ابی شیبه: ابو بکر عبد اللّٰه بن محمد بن ابی شیبة الکوفی–
مکتبة الرشید الریاض، الطبعة الاولٰی، ۱۴۰۹ھ

مصنف عبدالرزاق: ابو بکرعبد الرزاق بن ہمام الصنعانی–
المکتب الاسلامی بیروت-الطبعة الثانیة، ۱۴۰۳ھ

مسند ابوداؤد الطیالسی: سلیمان بن داود الفارسی البصری الطیالسی–
دار المعرفة بیروت- لبنان-

المراسیل لابی داؤد: سلیمان بن الأشعث السجستانی ابو داود–
مؤسسة الرسالة بیروت، الطبعة الاولٰی۱۴۰۸ھ

المقاصد الحسنة: محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی–
دارالکتب العلمیة بیروت- الطبعة الاولٰی، ۱۳۹۹ھ– ۱۹۷۹ء

شمائل المحمدیة والخصائل المصطفویه: ابو عیسیٰ محمد بن عیسی الترمذی–
مکتبة نزار مصطفیٰ الباز- الریاض- الطبعة الثانیة- ۱۹۹۸ء

شعب الایمان: ابو بکر احمد بن الحسین البیهقی –
دار الکتب العلمیه بیروت، الطبعة الاولٰی، ۱۴۱۰ھ

سنن الکبریٰ: احمد بن الحسین بن علی بن موسی ابو بکر البیهقی–
مکتبة دارالباز مکة المکرمة، ۱۹۹۴ء

کتب لشرح الحدیث وعلوم الحدیث

ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری: احمد بن علی بن حجر العسقلانی–
مطبوعہ دارالسلام الریاض، الطبعۃ الاولیٰ –۲۰۰۰ء
فتح الباری شرح صحیح البخاری: احمد بن علی بن حجر العسقلانی–
مطبوعہ دارالسلام الریاض، الطبعۃ الاولیٰ –۲۰۰۰ء
فتح الباری : احمد بن علی بن حجر العسقلانی–
المطبعۃ الأمیریۃ ببولاق بمصر– ۱۳۰۱ھ
عمدۃ القاری: بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی–
داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان
شرح صحیح البخاری للکرمانی: محمد بن یوسف بن علی الکرمانی–
المطبعۃ المصریۃ ۔ الطبعۃ الاولیٰ۔ ۱۹۳۲ء
ارشاد الساری: شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی–
المطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ ببولاق مصر۔الطبعۃ السادسۃ ۱۳۰۴ھ
رسالہ شرح تراجم ابواب صحیح البخاری: شاہ ولی اللّٰہ محدّث دہلوی–(فی بدء صحیح البخاری)
قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔۱۳۵۷ھ
شرح سنن لابن ماجہ: جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی– (فی حاشیۃ سنن ابن ماجہ)
المطبع العلیمی بدہلی۔
التقریب للنووی: محي الدین یحي بن شرف النووی– (فی متن تدریب الراوی)
المکتبۃ العلمیہ بالمدینۃ المنورۃ، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۷۲ء
تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی: جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی–
المکتبۃ العلمیہ بالمدینۃ المنورۃ، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۷۲ء
الإصابہ فی تمییز الصحابہ: احمد بن علی بن حجر العسقلانی–
دار الجیل۔ بیروت۔ الطبعۃ الاولیٰ۔۱۹۹۲ء۔
اسد الغابۃ: علی بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبد الکریم المعروف بابن الأثیر–
دار أحیاء التراث العربی۔ بیروت لبنان۔

کتب و ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

براہینِ احمدیہ حصہ دوم: روحانی خزائن-جلد۱ | سرمہ چشم آریہ: روحانی خزائن-جلد۲
آئینہ کمالاتِ اسلام: روحانی خزائن-جلد۵ | اسلامی اصول کی فلاسفی: روحانی خزائن-جلد۱۰
تحفہ گولڑویہ: روحانی خزائن-جلد۱۷ | کشتی نوح: روحانی خزائن-جلد۱۹
حقیقۃ الوحی: روحانی خزائن-جلد۲۲ | ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام:

الکتب الأخریٰ

فصل الخطاب: حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ-

اسلام میں اختلافات کا آغاز: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ-انوار العلوم جلد۴

سیرۃ المہدی: حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ (ایم اے)-بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان-ایڈیشن اول -1939ء

تاریخ احمدیت: مولانا دوست محمد شاہد صاحب- ادارۃ المصنفین ربوہ-۱۹۶۵ء

حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحبؓ: احمد طاہر مرزا- طبع اول-

انبیاء کی آسمانی بادشاہت اور اس کی تکمیل مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے: تقریر حضرت سیّد زین العابدینؓ (جلسہ سالانہ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۱ء)

کتب الفقه و التاريخ و اللغات

بداية المجتهد ونهاية المقتصد: محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد-
فاران اکیڈمی- اردو بازار لاہور-

الطبقات الكبرىٰ: محمد بن سعد بن منيع الزہری-
دار احياء التراث العربي بيروت لبنان-الطبعة الاولىٰ- ۱۹۹۶ء

تاريخ الامم والملوك: ابو جعفر محمد بن جرير الطبری-
دار الفكر بيروت- لبنان- الطبعة الاولىٰ- ۱۹۸۷ء

زاد المعاد: لابن قيم- (بهامش شرح الزرقانی لمواهب اللدنية)
دار المعرفة بيروت لبنان- ۱۹۹۳ء

المواهب اللدنيه بالمنح المحمدية: احمد بن محمد القسطلانی-
المكتب الاسلامی- الطبعة الاولىٰ- ۱۹۹۱ء

بلوغ الارب فی معرفة أحوال العرب: محمود شكری الالوسی البغدادی-
دار الكتب العربی بمصر- الطبعة الثالثه-

النهاية فی غريب الحديث والأثر: المبارك بن محمد بن محمد بن عبد الكريم المعروف بابن الأثير-
دار احياء التراث العربی- بيروت لبنان- الطبعة الاولىٰ- ۲۰۰۱ء

لسان العرب: محمد بن مکرم بن علی بن احمد جمال الدین ابو الفضل الشہیر بابن المنطور)
۱- دار احیاء التراث العربی- الطبعة الاولیٰ -۱۹۸۸ء
۲- الدار المصریة بالقاہرہ-

اقرب الموارد: سعید الخوری الشرتونی اللبنانی–
منشورات مکتبة آیة اللّٰہ العظمی- ایران-

المنجد فی اللغة: الاب لویس معلوف الیسوعی.
المطبعة الکاثولیکیة بیروت-الطبعة الخامسة عشرة- ۱۹۵۶ء

المنجد مترجم: باہتمام خلیل اشرف عثمانی-
دارالاشاعت- مولوی مسافر خانہ کراچی نمبرا- طبع یازدہم-۱۹۹۴ء

لغات الحدیث: علامہ وحید الزمان-
نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب- آرام باغ کراچی-

اردو لغت: اردو لغت بورڈ- کراچی- ایڈیشن اول-

متفرق کتب

بائبل: ۱- کتاب مقدس (یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ) برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی- انارکلی لاہور- ۱۹۲۲ء
۲- کتاب مقدس (یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ) پاکستان بائبل سوسائٹی- انارکلی لاہور- ۱۹۹۳ء

History of the Decline and the fall of the Roman Empire
Author:Edward Gibbon, Esq. With notes by the Rev. H. H. Milman
1845 (Revised Edition)

Encyclopedia of Religion and Ethics
Edited by: James Hastings. Vol:8 1974 AD
publish by: T&T Clark Limited Edinburgh.
printed by: T&A Constable Limited Great Britain

Islam to Christianity
Author: John Machleisen Arnald D.O.
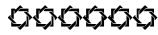
✿✿✿✿✿✿

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

صَحِيحُ الْبُخَارِي

مؤلّفه

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

ترجمہ و شرح

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ

تحقیق و تفحص

جناب شبیر احمد صاحب ثاقب

جلد دوم

نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

www.alislam.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ ثم الحمدللہ بخاری ترجمہ وشرح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ کی دوسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ بہت سے احباب جماعت بلکہ بعض علمی ذوق رکھنے والے غیراز جماعت بھی اس خواہش کا بار بار اعادہ کر چکے ہیں کہ جماعت احمدیہ کا ترجمہ کتب احادیث آنا چاہئے۔اس دور میں حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے علم پا کرقرآن کریم اور حدیث کا جونور دنیا کے سامنے پیش فرمایا ہے، اس کی روشنی میں صحیح بخاری پر جوکام ہمارے بزرگ علماء نے کیا وہ اب بعض معمولی مگرضروری ترامیم اور مفید اضافوں کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔

اس جلد کی تیاری میں متخصص فی الحدیث مکرم سید عطاء اللہ مجیب صاحب مربی سلسلہ، مکرم جاوید اقبال یوسف صاحب مربی سلسلہ اور مکرم کلیم احمد طاہر صاحب مربی سلسلہ کی عرق ریزی اور محنت کا بہت حصہ ہے۔احباب جماعت ان خادموں کو اپنی دعاؤں میں یادرکھیں۔اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس مبارک کام کی تکمیل کی توفیق عطافرمائے۔(آمین)

صحاح ستہ کی دیگر کتب پرنور فاؤنڈیشن کے تحت ترجمہ کا کام بڑے منضبط طریق اور سرعت سے ہورہا ہے۔انشاءاللہ جلدان کتب کے تراجم بھی احباب کودستیاب ہوں گے **وما توفيقنا الا باللّٰه**۔

والسلام

سید عبدالحی

ناظر اشاعت صدرانجمن احمدیہ۔ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست

۱۰۔ کِتَابُ الۡأَذَان ۱

أَبۡوَابُ صَلَاةِ الۡجَمَاعَةِ وَالۡاِقَامَةِ

اَبْوَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ ۱۳۳

۱۱- کِتَابُ الْجُمُعَۃِ ۲۷۲

۱۲۔ كِتَابُ الْخَوْفِ ۳۳۷

۱۳۔ كِتَابُ الْعِيْدَيْنِ ۳۴۸

۱۴۔ كِتَابُ الْوِتْر ۳۸۷

۱۵۔ كِتَابُ الْاِسْتِسْقَاء ۴۰۰

۱۶۔کِتَابُ الْکُسُوْفِ ۴۳۹

۱۷۔کِتَابُ سُجُوْدِ الْقُرْآنِ

۱۸-كِتَابُ تَقْصِيْرِ الصَّلَاةِ

۱۹۔كِتَابُ التَّهَجُّد ۵۱۰

أَبْوَابُ التَّطَوُّعِ ۵۵۳

۲۰۔ كِتَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ

۲۱۔ كِتَابُ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ

۲۲۔ كِتَابُ السَّهْوِ ۶۰۳

۲۳۔ كِتَابُ الْجَنَائِزِ ۶۱۸

۞۞۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١٠- كِتَابُ الأَذَانِ

بَاب ١ : بَدْءُ الْأَذَانِ

اذان کی ابتداء

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ط ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ (المائدة: ٥٩) وَقَوْلُهُ: إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ. (الجمعة: ١٠)

اور اللہ عزوجل کا فرمانا: وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ ...... یعنی جب تم نماز کی طرف بلاتے ہو تو وہ اسے ہنسی اور کھیل سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں عقل نہیں۔ اور اس کا فرمانا: اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ ...... جب جمعہ کے دن کے ایک حصہ میں نماز کے لیے بلایا جائے۔

٦٠٣: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: ذَكَرُوْا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوْا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى، فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُّوْتِرَ الْإِقَامَةَ.

اطرافه: ٦٠٥، ٦٠٦، ٦٠٧، ٣٤٥٧.

۶۰۳: عمران بن میسرہ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوارث نے ہمیں بتایا کہ خالد حذّاء نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: لوگوں نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا اور یہود ونصاریٰ کا۔ پھر حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان دیں (الفاظِ اذان) دو دفعہ کہیں اور اقامت (میں) ایک ہی دفعہ۔

٦٠٤: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ

۶۰۴: محمود بن غیلان نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن جُریج نے ہمیں بتایا۔ کہا: نافع نے مجھے بتایا: حضرت ابن عمرؓ

عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلَاةَ لَيْسَ يُنَادَى لَهَا فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِي ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ أَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلَاةِ.

کہتے تھے: مسلمان جب مدینہ میں آئے تو اکٹھے ہوا کرتے تھے اور نماز کے وقت کا اندازہ کرلیا کرتے تھے۔ اس کے لئے اذان نہیں دی جاتی تھی۔ تو انہوں نے ایک دن اس سے متعلق بات چیت کی۔ ان میں سے بعض نے کہا: عیسائیوں کے ناقوس کی طرح ایک ناقوس بنالو اور بعض نے کہا: نہیں۔ بلکہ یہودیوں کے ناقوس کی طرح۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: کیوں نہ تم کسی آدمی کو مقرر کرلو کہ (وہ جاکر) نماز کے لئے بلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال! اُٹھو نماز کے لئے بلاؤ۔

تشریح: بَدْءُ الْأَذَانِ: بعض روایتیں ایسی ہیں جو اذان کی ابتداء مکی زندگی کے ساتھ وابستہ کرتی ہیں۔ مگر وہ بہت کمزور ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۰۴) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی مدنی آیتوں کا حوالہ دیتے ہوئے دو مستند روایتوں سے وہ کمزور روایتیں ردّ کر دی ہیں۔ کسی مکی آیت میں نماز کے لئے بلانے کا ذکر نہیں، بلکہ مدنی آیتوں میں ہے۔ روایت نمبر ۶۰۳، ۶۰۴ سے واضح ہوتا ہے کہ مدینہ میں لوگ اس بات کی ضرورت محسوس کرتے تھے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح اطلاعِ عام کے لئے گھنٹہ یا ناقوس بجایا جائے اور پہلے وہ اندازۂ وقت پر ہی مسجد میں اکٹھے ہوا کرتے تھے۔ اس کے بعد اذان مقرر کی گئی۔ یہ زمانہ ایک اور دو ہجری کے درمیان معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ سورۂ جمعہ جس میں اذان دیئے جانے کا ذکر ہے؛ ۲ھ میں نازل ہوئی تھی اور حضرت انس بن مالکؓ اس مشورہ کے وقت موجود تھے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہجرت کے بعد پہلے سال میں ہی حاضر ہو گئے تھے۔

(الاصابہ–تحت ذکر انس بن مالکؓ) (اسدالغابہ–تحت ذکر انس بن مالکؓ)

روایت نمبر ۶۰۳ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے مشورے پر حضرت بلالؓ کو فوراً حکم دیا کہ وہ نماز کے لئے لوگوں کو بلائیں۔ مگر ایسا نہیں۔ عرب لوگ حذف واختصار کے عادی ہیں۔ اس کی مثالیں پہلے بھی گزر چکی ہیں۔ (روایت نمبر ۴۲۸) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تمام روایتیں نظر انداز کردی ہیں۔ جن میں حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور حضرت عمرؓ کو خواب میں طریقہ اذان دکھلائے جانے کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ وہ روایتیں ان کی شرائط کے مطابق نہیں اور دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک اصل بنائے اذان وحی الٰہی ہے نہ کسی شخص کی خواب۔ دوسروں کی خوابیں بطور ایک تائید کے ہوسکتی ہیں۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا تھا وہ وحی الٰہی کے مطابق

تھا۔خواہ آپؐ کی یہ وحی جلی ہو یا خفی۔شریعت کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض کسی کی رائے یا خواب پر کوئی حکم نہیں دیا کرتے تھے۔چنانچہ حضرت عمرؓ نے حجاب سے متعلق بالتکرار عرض کیا۔مگر جب تک آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صریح حکم نہیں ملا، آپؐ نے حجاب کے بارے میں کوئی پابندی عائد نہیں فرمائی۔پس یہ ممکن ہے کہ دوسروں کو بھی خوابیں آئی ہوں۔مگر آپؐ کا اذان کے لئے حکم دینا وحی الٰہی پر مبنی تھا۔جس کی تائید حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ صحابہ کی خوابوں سے بھی ہوئی ہے۔چنانچہ عبدالرزاق[۱] وابوداؤدؒ نے ایک روایت بھی نقل کی ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے حضرت بلالؓ کی اذان سنی تو وہ آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی خواب کا ذکر کیا۔تو آپؐ نے فرمایا: سَبَقَکَ بِذٰلِکَ الْوَحْیُ یعنی آپؐ سے پہلے وحی اس کی بابت ہو چکی ہے۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۰۹) مفصل بحث کے لئے دیکھئے: شرح الزرقانی علی مؤطا إمام مالک. کتاب النداء للصلاة (فی کتاب الطهارة). باب ماجاء فی النداء للصلاة– جزء اول صفحہ ۱۹۸۔

خود اذان کے الفاظ بھی ایک ابلغ ترتیب اور جامع مضمون اپنے اندر رکھتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ یہ انسانی دماغ کا اختراع نہیں۔اس کا مختصر ذکر باب نمبر ۹ (کتاب الاذان) میں ہوگا۔

بَاب ۲ : اَلْأَذَانُ مَثْنَى مَثْنَى

اذان کے الفاظ دو دو بار

٦٠٥ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُوْتِرَ الْإِقَامَةَ إِلَّا الْإِقَامَةَ.

۶۰۵: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔انہوں نے سماک بن عطیہ سے، سماک نے ایوب سے، ایوب نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔کہا: حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ وہ الفاظِ اذان دو دو بار کہیں اور اقامت میں ایک ہی بار، سوائے الفاظ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کے۔

اطرافه: ۶۰۳، ۶۰۶، ۶۰۷، ۳۴۵۷۔

٦٠٦ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ { الثَّقَفِيُّ [۲] }

۶۰۶: محمد بن سلام نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عبدالوہاب (ثقفی[۲]) نے ہمیں بتایا۔کہا: خالد حذاء

---

۱ (مصنف عبد الرزاق. کتاب الصلاة. باب بدء الأذان. روایت نمبر ۱۷۷۵)
(المراسیل لأبی داؤد. ما جاء فی الأذان. روایت نمبر ۲۰)

۲ لفظ "الثَّقَفِيُّ" فتح الباری کی طبعۂ بولاق اور انصاریہ کے مطابق ہے۔(فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۱۰۹)

قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ قَالَ ذَكَرُوْا أَنْ يَّعْلَمُوْا وَقْتَ الصَّلَاةِ بِشَيْءٍ يَعْرِفُوْنَهُ فَذَكَرُوْا أَنْ يُّوْرُوْا نَارًا أَوْ يَضْرِبُوْا نَاقُوْسًا فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُّوْتِرَ الْإِقَامَةَ.

نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جب لوگ زیادہ ہوگئے، لوگوں نے ذکر کیا کہ وہ اوقاتِ نماز کے لئے کوئی نشان مقرر کرلیں۔ جس سے وہ وقت معلوم کریں۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ آگ جلائیں یا ناقوس بجائیں۔ تو حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ وہ الفاظِ اذان دو دفعہ کہیں اور اقامت میں ایک ہی بار۔

اطرافه: ٦٠٣، ٦٠٥، ٦٠٧، ٣٤٥٧۔

بَاب٣: اَلْإِقَامَةُ وَاحِدَةً إِلَّا قَوْلَهُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ

اقامت ایک ہی بار ہے۔ سوائے الفاظ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کے

٦٠٧: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُّوْتِرَ الْإِقَامَةَ. قَالَ إِسْمَاعِيْلُ فَذَكَرْتُ لِأَيُّوْبَ فَقَالَ: إِلَّا الْإِقَامَةَ.

٦٠٧: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ خالد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ وہ الفاظِ اذان دہرائیں اور اقامت ایک ہی بار کہیں۔ اسماعیل نے کہا کہ پھر میں نے ایوب سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: سوائے الفاظ اِقامت کے۔

اطرافه: ٦٠٣، ٦٠٥، ٦٠٦، ٣٤٥٧۔

تشریح: **اَلْأَذَانُ مَثْنٰى مَثْنٰى:** اذان لوگوں کو بلانے کے لئے ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں آواز بلند کرنے اور الفاظ دہرانے کا حکم ہے اور تکبیر اقامت سے جمع شدہ نمازیوں کو باجماعت نماز پڑھنے کی اطلاع دی جاتی ہے۔ اس لئے اس میں آواز بلند کرنے اور الفاظ دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ سوائے الفاظ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کے جنہیں دہرانے کا حکم ہے۔ کیونکہ یہی اطلاعی کلمات مقصود بالذات ہیں۔ جنہیں سن کر ہر قسم کی نفلی نماز اور کام کاج کو چھوڑنا ہوتا ہے۔

بَاب ٤ : فَضْلُ التَّأْذِيْنِ

اذان دینے کی فضیلت

٦٠٨ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِيْنَ فَإِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُوْلُ اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى.

٦٠٨: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا انہوں نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لئے پکارا جاتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز مارتے ہوئے چلا جاتا ہے۔ تاکہ وہ اذان نہ سنے۔ جب اذان ہو چکتی ہے تو وہ پھر سامنے آ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جاتی ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے۔ آخر جب تکبیر ختم کی جاتی ہے تو پھر وہ سامنے آ جاتا ہے۔ تاکہ آدمی اور اس کے نفس کے درمیان خیالات ڈالے۔ کہتا ہے یہ یاد کر۔ وہ یاد کر۔ اور ایسی ایسی باتیں جو اس کو یاد نہیں ہوتیں۔ یہاں تک کہ آدمی ایسا ہو جاتا ہے کہ اسے پتہ نہیں رہتا کہ کتنی نماز پڑھی ہے۔

اطرافه: ١٢٢٢، ١٢٣١، ١٢٣٢، ٣٢٨٥۔

تشریح: **اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّیْطٰنُ:** روایت نمبر ۶۰۲ کی تشریح میں شیطان کے لغوی معنی بتائے جا چکے ہیں۔ روایت نمبر ۶۰۸ میں شیطان سے مراد وسواسِ خناس ہے، جو انسان کے دل میں مختلف شبہات ڈال کر اس کی توجہ ہٹاتا اور نماز میں مخل ہوتا ہے۔ اس کی سب سے پہلی کوشش یہی ہوتی ہے کہ نیکی کی آواز انسان کے کانوں تک نہ پہنچنے پائے اور اگر کسی کے کان نیکی سے آشنا ہو چکے ہوں تو اس کی دوسری کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہنسی مذاق اور شبہات سے اس کا نیک اثر پیدا نہ ہونے دے اور اگر وہ اس میں بھی کامیاب نہ ہو تو پھر اس کی تیسری کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ باریک راہوں سے وسوسوں کی صورت میں انسان کے دل و دماغ میں چکر لگاتا اور قدم قدم پر اس کی توجہ اللہ تعالیٰ سے ہٹاتا ہے۔ شیطان کی کوشش کے یہ تین مرحلے ہیں، جن کی طرف مذکورہ بالا حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے اور جن کا

سدّ باب اسلام نے اذان اور نماز سے کیا ہے۔ اذان جیسا کہ آگے بتایا جائے گا، اسلام کے اصولی مقاصد کا ایک کامل اور واضح اعلان ہے۔ پس خبیث روح کی یہ کوشش کہ نیکی کی آواز لوگوں کے کانوں میں نہ پڑے، اس اعلان کے ساتھ ملیا میٹ ہو جاتی ہے۔ یہی مراد ہے شیطان کے بھاگنے سے۔ اس کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ انبیاء کی آواز کسی نہ کسی طرح مدھم ہو جائے اور وہ اس میں کامیاب بھی ہوتا رہا ہے۔ فَرَدُّوْا اَيْدِيَهُمْ فِيْ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهٖ. (سورۃ ابراہیم:۱۰) {تو انہوں نے تکبر کرتے ہوئے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں رکھ لئے اور کہا: یقیناً ہم اس چیز کا جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو، انکار کرتے ہیں۔} مگر جو آواز رسول اللہ ﷺ نے اُٹھائی ہے وہ شیطانی کوششوں سے مدھم ہونے والی نہیں۔ بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لئے فضائے عالم میں گونجنے والی ہے۔ ہر دفعہ جب مؤذن اللہ تعالیٰ کی توحید اور عظمت کا اعلان کرتا ہے تو اس کا یہ اعلان حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاْذِيْنَ سے متعلق شیطانی جدوجہد کو خس وخاشاک کر دیتا ہے۔ وَلَهٗ ضُرَاطٌ یعنی اس پاک اعلان کے بالمقابل سوائے بیہودہ بکواس کے اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اس امر کی بایں الفاظ تصریح فرماتا ہے: وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا (سورۃ المائدہ:۵۹) یعنی جب تم نماز کے لئے بلاتے ہو تو وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے کھیل سمجھتے ہیں۔ مذکورہ بالا جملہ ایک تمثیل ہے۔ جیسا کہ علامہ عینیؒ نے بھی اپنی شرح میں لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۵ صفحہ۱۱۱) لفظ ضُرَاطٌ یا گوز کے مترادفات انگریزی، فارسی اور دوسری زبانوں میں بھی بطور استعارہ استعمال ہوتے ہیں۔ کابکرے جو انگریزی زبان کا مشہور اَدیب ہے اس نے شیطان کے لئے یہی محاورہ گھبراہٹ، پریشانی اور ناکامی کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔

(The Oxford English Dictionary, under word:Break ,Wind)

علامہ عینی نے بھی سخت خوف اور گھبراہٹ کے معنوں میں ہی مذکورہ بالا محاورہ کی تشریح کی ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۵ صفحہ۱۱۱) غرض ایسے محاوروں کا بو اور ناک کے ساتھ تعلق نہیں، بلکہ کانوں کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ خود الفاظ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاْذِيْنَ اسی پر دلالت کرتے ہیں اور یہ حق کے دشمن اب تک اس آواز کو سن کر ہنسی مخول اور بکواس سے کام لیتے ہیں۔ مگر اذان کا آوازۂ توحید چہار دانگِ عالم میں دن بدن بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ شیطانی فوجیں اس کے سامنے پسپا ہو رہی ہیں۔

دوسری کوشش شیطان کی یہ تھی کہ واحد و یگانہ کی پرستش سے لوگوں کو روکے اور ان کی گردنوں سے غیر اللہ کا جوا نہ اترنے پائے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةِ کا اعلان بھی اس کے لئے کاری حربہ ہے۔ اس اعلان پر لاکھوں نارونا قوس اور بتوں سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور صف بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہر دفعہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ کا اعلان ہوتا ہے تو شیطان اپنی ناکامی دیکھتا ہے۔

تیسری کوشش اس کی وساوس کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ جس کا علاج نماز میں رکھا گیا ہے۔ دیکھئے کتاب الوضوء تشریح روایت نمبر ۱۶۰۔ امام بخاریؒ نے یہ روایت نمبر ۱۲۲۲ میں بھی دہرائی ہے اور وہاں باب کا عنوان وساوس سے متعلق باندھا ہے۔ بوجہ اس کے کہ ضُرَاطٌ کا تعلق وساوس اور شبہات کے ساتھ ہے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ ان تین قسم کی کوششوں

میں شیطان کے مظہر تین قسم کے ہیں۔ **شیطان** اسم جنس ہے۔ جو اپنے اندر کلی مفہوم رکھتا ہے۔ انبیاء کی دعوت کو روکنے کے لئے پہلا **شیطانی** گروہ وہ دشمنانِ حق ہیں جو ہر نبی کے زمانہ میں ان کی مخالفت کے لئے کھڑے ہوتے رہے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا.** (سورۃ الانعام:۱۱۳) {اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے جنّ و اِنس کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا۔ ان میں سے بعض بعض کی طرف ملمّع کی ہوئی باتیں دھوکہ دیتے ہوئے وحی کرتے ہیں۔}

بعض شارحین نے ضَرَطَ بِهٖ وَ اَضْرَطَ بِهٖ کے معنی استخفاف اور تحقیر کے کئے ہیں اور اس کے لئے ایک حدیث کا حوالہ بھی دیا ہے جو دراصل حدیث نہیں۔ بلکہ حضرت علیؓ کا ایک قول ہے۔ کسی پوچھنے والے نے ایک احمقانہ سوال کیا تو آپؓ نے اس سوال کو بنظر استخفاف دیکھا۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: فَاَضْرَطَ بِالسَّائِلِ. یعنی اِسْتَخَفَّ بِهٖ وَاَنْكَرَ قَوْلَهٗ. (تاج العروس۔ تحت لفظ ضرط)

غرض امام بخاریؒ نے باب التاذین کے تحت مذکورہ بالا حدیث لا کر یہ بتایا ہے کہ پہلے مذاہب کی ندائیں شیطانی لوگوں کی بیہودہ سرائیوں سے مدھم پڑ گئیں۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کھلم کھلا اعلانِ توحید اپنے ساتھ امتیاز رکھتا ہے کہ شیطان اس کے ذریعہ سے شکست کھائے گا۔ گھڑیالوں کی ٹن ٹن اور نرسنگوں کی بھوں بھوں گونگی بے معنی آوازیں تھیں۔ جنہیں شیطان اپنے ڈھب پر لے آیا۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بولتی چالتی گرجتی گونجتی آواز کے سامنے وہ تابِ مقاومت نہ لا سکے گا اور یہی وہ فوقیت ہے جو اسلامی اذان کو دیگر مذاہب کی نداؤں پر حاصل ہے۔

بَاب ٥: رَفْعُ الصَّوْتِ بِالنِّدَاءِ

اذان کے لیے آواز بلند کرنا

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ: أَذِّنْ أَذَانًا سَمْحًا وَإِلَّا فَاعْتَزِلْنَا.

اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا: اذان صاف سیدھی دیا کرو۔ ورنہ ہم سے الگ ہو جاؤ۔

٦٠٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْأَنْصَارِيِّ ثُمَّ الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهُ: إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ

۶۰۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ انصاری مازنی سے روایت کی۔ عبدالرحمٰن نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے بتایا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے ان سے کہا: میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں اور جنگل کو پسند کرتے ہو۔

فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ أَوْ بَادِيَتِكَ فَأَذَّنْتَ بِالصَّلَاةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ إِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ أَبُو سَعِيْدٍ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ ﷺ.

پس تم اپنی بکریوں یا اپنے جنگل میں ہوتو نماز کی اذان دو اور اپنی آواز اذان کے ساتھ بلند کیا کرو۔ کیونکہ جہاں تک مؤذن کی آواز پہنچے، جنّ وانسان اور جو کوئی بھی اسے سنے گا تو وہ ضرور اس کے لئے قیامت کے روز شہادت دے گا۔ حضرت ابوسعیدؓ نے کہا: میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

اطرافه: ٣٢٩٦، ٧٥٤٨۔

تشریح: **رَفْعُ الصَّوْتِ بِالنِّدَاءِ:** تبلیغی اہمیت کی وجہ ہی سے آواز دُور تک پہنچانے کا حکم ہے۔ مدینہ میں جبکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ امیر تھے تو ایک مؤذّن ترنّم سے اذان دے رہا تھا تو انہوں نے اسے منع کیا۔ کیونکہ گانے میں آواز دھیمی ہو جاتی ہے اور خشوع کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۱۶)

شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اسلام نے کائناتِ عالم کے ذرہ ذرہ میں زندگی اور اس کے خصائص مثلاً فعل اور ردِّ فعل اور احساس وادراک وغیرہ کا وجود تسلیم کیا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ. (سورۃ بنی اسرائیل: ۴۵) ہر شئی اللہ تعالیٰ کی حمد میں سراپا ناز ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: کشتی نوح- روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۳۲)

اس لئے کائناتِ عالم میں جس جس قسم کے مظاہرِ حیات پائے جاتے ہیں اور جو جو کیفیات ہر مخلوق کے احساس وادراک کی ہیں؛ ہر ایک کی شہادت کی نوعیت بھی انہی کے مطابق ہوگی۔ ہم اگر چہ مخلوقات کی زبان نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن ہر مخلوق کی تسبیح سے کسی نہ کسی طرح متاثر ہو کر اپنے رنگ میں شہادت دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہی ہے اور عقل باور نہیں کر سکتی کہ دوسری چیزیں ہماری تسبیح سے اپنے رنگ میں متاثر ہو کر اپنی طبیعت کے مطابق شہادت نہ دیتی ہوں۔ کیونکہ تمام مخلوقات فعل اور ردِّ فعل کی کڑیوں میں ایک دوسرے سے جکڑی ہوئی ہیں۔ علم النباتات نے ثابت کر دیا ہے کہ پودے انسان کے لمس بلکہ اس کی آواز سے بھی متاثر ہوتے ہیں اور کائنات کی طبعی شہادت کے لئے کسی ظاہری نطق واستنطاق کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو علیم ہے، وہ ان تاثرات کو خوب جانتا ہے جو ہماری تسبیح فضائے عالم میں پیدا کرتی ہے اور قیامت کے روز یہ تاثرات اسی طرح عالم وجود میں متمثل ہوں گے جس طرح ہمارے ہاتھ پاؤں کی شہادتیں۔ یعنی ہمارے اعمال۔ (مزید تشریح کے لئے دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی، پہلا دقیقہ معرفت- روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۰ تا ۴۰۸)

جنّ سے مراد وہ مخلوقات ہیں جو انسان کی نظر سے پوشیدہ ہیں۔ جنگل کے درندوں اور حشرات الارض سانپ وغیرہ کو بھی جنّ کہتے ہیں۔ لفظ جنّ کے معنی پوشیدہ کے ہیں۔ (لسان العرب۔ تحت لفظ جنن)

فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ: مسلمان کا ایک بڑا اور اہم فرض تبلیغ بھی ہے۔ اگر وہ لق ودق بیابان میں بھی ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنے ہادی و مرشد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو بلند آواز سے چاروں طرف پہنچائے۔ خواہ کوئی سننے والا ہو یا نہ ہو۔ صحراء کے درختوں اور ریگستانوں کے ذرّوں کو ہی مخاطب کرے اور اس فرض پر ان کو گواہ ٹھہرائے۔ اس تاکیدی حکم میں کوتاہی یا غفلت سے کام لینا اسی طرح قابل مؤاخذہ ہے۔ جس طرح دوسرے احکامِ شریعت میں اور جو اذان کے بارے میں مداخلت کرتے ہیں، وہ درحقیقت مسلمانوں کے ایسے مذہبی امر میں مداخلتِ بے جا کرتے ہیں جو اسلام میں فرضِ اوّلین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بخاریؒ کی روایت نمبر ۶۰۹ میں یہ الفاظ بڑھائے گئے ہیں: قَالَ اَبُو سَعِيدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ. یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ جو میں نے آپؐ سے سنا۔ میرا اپنا اجتہاد نہیں جو نظر انداز کر دیا جائے۔ اگر کوئی مسلمان کسی ایسی قوم میں رہتا ہو جو اذان کے معنی سے بے خبر ہے اور وہ مناسب موقع پر اس قوم کے افراد کو ان معنی سے آگاہ نہیں کرتا تو وہ بھی درحقیقت اپنے فرض منصبی سے غافل اور قابل مؤاخذہ ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے گردوپیش کے لوگوں کو کلماتِ اذان کے مفہوم سے اچھی طرح واقف کرے۔ اذان کی وجہ سے بعض وقت ہمسایہ قوموں کی طرف سے جو ہنگامہ آرائیاں ہو جاتی ہیں، اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ اس کے معنی سے بے خبر ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا نام سن کر اہل مذاہب میں سے کون ایسا بے وقوف ہوگا جو برافروختہ ہو۔

بَاب ٦ : مَا يُحْقَنُ بِالْأَذَانِ مِنَ الدِّمَاءِ

اذان کے ذریعے سے جو خون بچائے جاتے ہیں

٦١٠: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَّمْ يَكُنْ يَغْزُو بِنَا حَتَّى يُصْبِحَ وَيَنْظُرَ فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ وَإِنْ لَّمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ عَلَيْهِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا إِلَى خَيْبَرَ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ لَيْلًا فَلَمَّا أَصْبَحَ

۶۱۰: قُتَیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُمید سے، حُمید نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمیں ساتھ لے کر کسی قوم پر چڑھائی کرتے تو آپؐ تاوقتیکہ صبح نہ ہو جائے، ہمیں حملے کا حکم نہ دیتے اور انتظار فرماتے۔ اگر آپؐ اذان سنتے تو ان سے رُک جاتے۔ اگر اذان نہ سنتے تو ان پر حملہ کر دیتے۔ حضرت انسؓ کہتے تھے: ہم خیبر کی طرف نکلے تو ہم ان کے پاس رات کو پہنچے۔ جب

وَلَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ أَبِي طَلْحَةَ وَإِنَّ قَدَمِي لَتَمَسُّ قَدَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَرَجُوْا إِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيْهِمْ فَلَمَّا رَأَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّاللهِ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ قَالَ فَلَمَّا رَآهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ. (الصافات:۱۷۸)

آپؐ صبح کو اُٹھے اور اذان نہ سنی تو آپؐ سوار ہوئے اور میں حضرت ابوطلحہؓ کے پیچھے سوار ہوگیا اور میرا پاؤں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں سے چھوتا تھا۔ کہتے تھے: وہ باہر نکلے۔ اپنی ٹوکریاں اور کدالیں لئے ہوئے ہماری طرف چلے آرہے تھے۔ جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو انہوں نے کہا: محمدؐ ہیں۔ اللہ کی قسم محمدؐ اور فوج۔ (حضرت انسؓ) کہتے تھے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو آپؐ نے اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہا اور فرمایا: خیبر برباد ہوگیا۔ جب ہم کسی قوم کے آنگن میں ڈیرہ لگاتے ہیں تو پھر ان لوگوں کی صبح بہت بُری ہوتی ہے جو قبل از وقت خطرے سے آگاہ کردیئے گئے ہوں۔

اطرافه: ۳۷۱، ۹۴۷، ۲۲۲۸، ۲۲۳۵، ۲۸۸۹، ۲۸۹۳، ۲۹۴۳، ۲۹۴۴، ۲۹۴۵، ۲۹۹۱، ۳۰۸۵، ۳۰۸۶، ۳۳۶۷، ۳۶۴۷، ۴۰۸۳، ۴۰۸۴، ۴۱۹۷، ۴۱۹۸، ۴۱۹۹، ۴۲۰۰، ۴۲۰۱، ۴۲۱۱، ۴۲۱۲، ۴۲۱۳، ۵۰۸۵، ۵۱۵۹، ۵۱۶۹، ۵۳۸۷، ۵۴۲۵، ۵۵۲۸، ۵۹۶۸، ۶۱۸۵، ۶۳۶۳.

تشریح: **فَإِنْ سَمِعَ اَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ:** روایت نمبر ۶۱۰ سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے نہایت گہرا عشق تھا۔ دعویٰ نبوت سے پہلے قریش میں یہی چرچا تھا کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَّبَّهٗ۔ محمدؐ اپنے ربّ کا عاشق ہوگیا ہے۔ اسی عشق نے آپؐ کو نعرہ تکبیر بلند کرنے پر مجبور کردیا تھا اور تادمِ واپسیں اللہ تعالیٰ کے عشق نے آپؐ کو بے قرار رکھا اور آپؐ کی یہی خواہش رہی کہ تمام لوگ اسی عشق میں آپؐ کے شریک ہوں اور ان کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا گھر نہ کرے۔ بوقتِ وفات آپؐ اسی خیال سے سخت گھبراہٹ میں تھے کہ کہیں مسلمان خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر آپؐ کی قبر پوجنا شروع نہ کردیں۔ (کتاب الجنائز- روایت نمبر ۱۳۳۰، ۱۳۹۰)

یہ عشق الٰہی کا وہ جذبہ ہے کہ جس کی مثال ہمیں کسی نبی کی تاریخ زندگی میں نہیں ملتی۔ اذان کو سن کر آپؐ دشمن پر حملہ کرنے سے رُک جاتے ہیں۔ کیونکہ اذان کے کلمات اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت کے جذبات کو اُبھارنے والے ہیں اور ایک وقت میں دو قسم کے متضاد جذبات جمع نہیں ہوسکتے۔ اگرچہ بمصداق آیت اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (الأنعام: ۱۶۳) {میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔} آپؐ کا لڑنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے تھا۔ مگر اس کی محبت اور اس کے نام کی عزت کا یہی تقاضا تھا

کہ اس خاص گھڑی میں ہتھیار روک لئے جائیں۔ آپؐ کا یہ عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کی لڑائی کسی نفسانی غرض کے لئے ہرگز نہ تھی۔ کیونکہ نفسانی غرض سے لڑنے والے کسی حرمت کی پاسداری نہیں کیا کرتے۔ آئے دن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ غیر مسلم اقوام دعویٰ تو یہ کرتی ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے سچی محبت ہے اور حال یہ ہے کہ ایک مسلم کو اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے سن کر ان کی آنکھوں میں خون اُتر آتا ہے۔ کیا محبت الٰہی کا تقاضا یہی ہوا کرتا ہے؟

اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ۔ (یہ حصہ سورۃ الصافات، آیت: ۱۷۸ سے ماخوذ ہے) جب ہم کسی قوم کے آنگن میں ڈیرہ لگاتے ہیں تو پھر ان لوگوں کی صبح بہت ہی بُری ہوتی ہے جو قبل از وقت خطرے سے آگاہ کر دیئے گئے ہوں۔

بَاب ۷: مَا يَقُوْلُ إِذَا سَمِعَ الْمُنَادِي

جب اذان دینے والے کو سنے تو کیا کہے

٦١١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ.

۶۱۱: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عطاء بن یزید لیثی سے، عطاء نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اذان سنو تو جس طرح مؤذّن کہتا ہے، کہا کرو۔

٦١٢: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنِي عِيْسَى بْنُ طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَوْمًا فَقَالَ مِثْلَهُ إِلَى قَوْلِهِ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ.

۶۱۲: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ سے، یحيٰ نے محمد بن ابراہیم بن حارث سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ عیسیٰ بن طلحہ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے ایک دن حضرت معاویہؓ سے سنا کہ وہ (اذان کے الفاظ) اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک اسی طرح کہتے جاتے تھے۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَّحْيَى نَحْوَهُ.

اطرافه: ٦١٣، ٩١٤.

اسحاق بن راہویہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: وہب بن جریر نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام نے یحییٰ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ یحییٰ سے اسی طرح مروی ہے۔ ....

٦١٣: قَالَ يَحْيَى وَحَدَّثَنِي بَعْضُ إِخْوَانِنَا أَنَّهُ قَالَ لَمَّا قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ وَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْنَا نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ.

اطرافه: ٦١٢، ٩١٤.

۶۱۳: یحییٰ نے کہا: اور ہمارے بعض بھائیوں نے مجھ سے بیان کیا کہ (عیسیٰ بن طلحہ) کہتے تھے: جب (مؤذّن نے) کہا: حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة تو (حضرت معاویہؓ نے) کہا: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. اور انہوں نے کہا: ہم نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے سنا۔

تشریح: **مَا يَقُوْلُ اِذَا سَمِعَ الْمُنَادِيَ:** اس باب میں تین روایتیں ہیں جو مل کر ایک مکمل حکم اپنے اندر رکھتی ہیں، جس پر جمہور کا اتفاق ہے اور وہ یہ کہ مؤذّن کے ساتھ اذان سننے والا کلمات اذان دہرائے۔ سوائے حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے۔ ان الفاظ کو سن کر لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہنا چاہیے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۲۰)

حَوْلٌ کے معنی پھرنا، ایک طرف ہونا۔ نیز حَوْلٌ کے معنی حیلہ یعنی چارہ۔ (لسان العرب. تحت لفظ حول) لَاحَوْلَ کے یہ معنی ہیں کہ بدیوں سے بچنے کا کوئی حیلہ یا چارہ نہیں، اِلَّا بِاللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ ہی کے ذریعہ سے۔ قُوَّةٌ کے معنی کام کرنے کی طاقت۔ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے یہ معنی ہیں کہ نیکی کرنے کی طاقت نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ہی کے ذریعہ سے۔ چونکہ کلمات حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اطاعت الٰہی اور کامیابی کی راہوں کی طرف بلاتے ہیں، اس لئے شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حکم ہے کہ اس وقت انسان الفاظ مذکورہ بالا میں دُعا کرے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کا طالب ہو۔ مقامِ غور ہے کہ مؤذّن کے ساتھ جب مسلمان- مرد، عورت، بڑے، چھوٹے- سبھی اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے الفاظ دہرائیں گے تو کیا ہی عجیب نظارہ ہوگا کہ پانچ بار ایک ہی وقت میں سب لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جائیں گے اور دَر و دیوار اور فضائے عالم ذکر الٰہی کی صدا سے گونج اُٹھے گی۔

بَاب۸: اَلدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ

اذان کے وقت دعا کرنا

٦١٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَّهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

۶۱۴: علی بن عیاش نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب بن ابی حمزہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن منکدر سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اذان سننے کے وقت یہ دعا کی کہ اے اللہ! جو اس دعوۃِ تامّہ اور اس قائم ہونے والی نماز کا ربّ ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کی کامیابی کا ذریعہ عطا فرما اور ہر طرح کی برتری عطا فرما اور انہیں مقامِ محمود پر پہنچا، جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے تو قیامت کے دن میری سفارش اس کے لئے واجب ہوگئی۔

اطرافہ: ٤٧١٩۔

تشریح: **اَلدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ:** دعائے مذکورہ بالا میں اذان ایک دعوتِ تامّہ قرار دی گئی ہے۔ یعنی ایک ایسی دعوت جو اصولِ دین کے لحاظ سے اپنی ذات میں مکمل ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعلان ہے۔ یہ ایک حقیقتِ بیّنہ ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ انسان ایک انسان کے سامنے سر اُٹھا سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا یہ تقاضا ہے کہ سب کے سر اُس کے حضور اور اس کی اطاعت میں جھک جائیں۔ مذہب کی بنیاد یہی اصل ہے۔ اس کے مطابق انسان کا فرض ہے کہ وہ پہلے اپنے تمام باطل معبودوں کا انکار کرے خواہ یہ معبود آسمان کے فرشتے ہوں یا اس کے خودساختہ زمینی دیوتا اور بت یا اس کے اپنے نفس کا شیطان جو اس کو صراطِ مستقیم سے اِدھر اُدھر نکلنے کی تحریک کرتا ہے۔ یہ پہلا اعلان ہے جس سے اسلام اور تمام انبیاء اور اہل اللہ کی ہدایت شروع ہوتی ہے۔ جب تک باطل نہ مٹے حق کی جگہ پیدا نہیں ہوسکتی۔ کلمہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ (یعنی میں اقرار کرتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں) میں باطل معبودوں کی نفی ہے اور کلمہ اِلَّا اللّٰهُ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے ساتھ محبت کے تعلقات قائم کرنے کا اقرار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے معنی وہ ذات جو اپنے کمالات کی وجہ سے محبت و اطاعت کی سزاوار ہے۔ شہادت کے معنی علم کی بناء پر دل

کے یقین سے کسی بات کا اقرار واعلان کرنا۔ اسلام کی تعلیم کی رو سے محض اقرار کچھ چیز نہیں بلکہ اقرار درحقیقت وہ ہے جو مشاہدہ کا درجہ رکھتا ہو۔ یہ مشاہدہ تجلیاتِ الٰہیہ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ صرف چند ہی الفاظ میں کس خوبی کے ساتھ دین کے اصل الاصول کا علمی و عملی پہلو واضح کر کے دکھایا گیا ہے۔ دنیا میں سوائے اسلام کے کسی مذہب کو بھی یہ فخر حاصل نہیں کہ اس نے نہایت ضبط اور یقین کے ساتھ ایسے جامع ومانع الفاظ میں اپنے اصل الاصول کو پیش کیا ہو۔ اگر مذاہب نے ایسا کیا ہوتا تو نہ مشرکانہ خیالات کبھی ان کی اصولی تعلیم کو مسخ کرتے اور نہ وہ ایک زمانہ کے بعد انسانوں کو خدا بنا بیٹھتے۔ محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے تمام دعوتیں اپنی اسی خامی کی وجہ سے ناقص اور ناکام رہیں۔ مگر آپؐ نے اپنے تبلیغی اعلان میں صرف اسی امر پر ہی بس نہیں کیا کہ اپنے دین کے اصل الاصول کو واضح الفاظ میں پیش فرمایا۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی احتیاطاً اپنے منصب سے متعلق اس اعلان کی بھی ضرورت سمجھی کہ الفاظ **اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ** کو بھی بار بار دہرایا جائے۔ (یعنی) میں اقرار کرتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کا پیغام پہنچانے والے ہیں۔ تا گذشتہ قوموں کی طرح غلطی سے پیغامبر ہی کو خدا نہ سمجھ لیا جائے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغام پہنچانے والے ہیں اور جس خوبی سے آپؐ نے پیغامِ توحید پہنچایا، وہ آپ ہی اپنی مثال ہے۔ یہ کلمات سنتے ہوئے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ اعلان دعوتِ تامّہ کہلانے کا مستحق نہیں۔ کلمہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** میں نفی واثبات سے کامل توحید پیش کی گئی ہے اور اس کے ساتھ کلمہ **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** میں پیغمبر کے درجہ کو واضح کیا گیا ہے تا آپؐ کے پیغام میں ابہام کا کوئی شائبہ باقی نہ رہے۔ پس اسلام کی تعلیم کا بنیادی اصل؛ اذان کے مذکورہ بالا کلمات میں بأتمّ وجوہ موجود ہے اور اس کی تعلیم کا جو عملی حصہ ہے، وہ **حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ** کے الفاظ ہیں۔ وہ نماز کیا ہے جس کی طرف پیغمبر اسلام کی نداء تیرہ سو سال سے بندگانِ خدا کو شب وروز بلا رہی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور ندامت و پشیمانی اور محبت و شوق کی آگ ہے، جو شہواتِ نفس کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ جیسا کہ **اَلصَّلٰوة** کا مأخذ واشتقاق اسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔ نماز دل کا ایک گداز ہے جس کا اثر بدن کے روئیں روئیں میں سرایت کرتا اور انسان کو خشوع وخضوع اور استغراق ومحویت کے مقام پر پہنچاتا ہے۔ **تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ** ....(الزمر:۲۴) {ترجمہ: جس سے ان لوگوں کی جِلدیں جو اپنے ربّ کا خوف رکھتے ہیں، لرزنے لگتی ہیں۔ پھر ان کی جلدیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف (مائل ہوتے ہوئے) نرم پڑ جاتے ہیں.....} سورۃ مائدہ آیت ۷ میں جو مضمون اٹھایا گیا ہے اس کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کی محبت کا نہایت شیریں اور مصفّٰی پانی ہے جو نفس کی کدورتوں کو دھو کر انسان کو پاک وصاف کر دیتا ہے۔ نماز انسانی روح کا وہ معراج ہے جس کے ذریعے سے انسان کامل عبودیت میں اپنے تئیں کھو کر اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے۔ **صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۡ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ** (البقرۃ:۱۳۹) {ترجمہ: اللہ کا رنگ پکڑو۔ اور رنگ میں اللہ سے بہتر اور کون ہوسکتا ہے اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔} تفصیل کے لیے دیکھئے:

(کشتی نوح- ''نماز کیا چیز ہے''- روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۶۸ تا ۷۲)

(اسلامی اصول کی فلاسفی- ''تیسرا سوال''- روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۱۴ تا ۴۲۲)

غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ندائے حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة آپؐ کی دعوت کے عملی پہلو کا اعلان کرتے ہوئے تمام بنی نوع انسان کو رات دن اس کامل عبودیت کی طرف بلا رہی ہے، جس میں انسانی کمالات کا راز پنہاں ہے۔
(دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی-''چوتھا سوال'' - روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ۴۲۲ تا ۴۳۰)

حَيَّ کے معنی آؤ، بڑھو اور لپکو۔ عَلَى الصَّلٰوةِ اس نماز کی طرف جس کی کامل تشریح قرآن مجید میں کی گئی ہے۔
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کی نداء میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کے عملی نتائج کی طرف توجہ دلائی ہے۔
اَلْفَلَاح کے معنی مکمل کامیابی۔ ال استغراق کا ہے، جو ہر قسم کی دینی و دنیاوی کامیابی پر دلالت کرتا ہے۔ اسلام سے پہلے مذاہب عالم کی دعوت کا سارا انحصار نجات پر تھا۔ یعنی غموں اور دکھوں سے رہائی پانا۔ قرآنِ مجید نے بھی لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرۃ:٦٣) {یعنی ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غم کریں گے۔} کہہ کر اس کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ اَلْفَلَاح کا ابتدائی مرحلہ ہے اور اسے فَوْزٌ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یعنی دنیاوی اور روحانی نعمتوں کا وارث ہو جانا ہے۔ کیونکہ گناہ یا دکھ درد سے صرف رہائی گو اچھی بات ہے مگر یہ منتہائے مقصود نہیں۔ قرآنِ مجید نے جہاں نجات کا ذکر فرمایا ہے؛ وہاں ایک خصوصیت بیان کر کے اسلامی نجات کو دوسرے مذاہب کی نجاتِ موہومہ پر ایک خاص امتیاز بخشا ہے۔ فرماتا ہے: اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝ حَدَائِقَ وَاَعْنَابًا ۝ (سورۃ النباء: ۳۲-۳۳) {یقیناً متقیوں کے لیے ایک بہت بڑی کامیابی (مقدر) ہے۔ باغات ہیں اور انگوروں کی بیلیں۔} یعنی ان نجات یافتوں کو قرآن مجید کے ذریعے سے وہ نجات ملے گی جو مثبت رنگ میں ہوگی۔ دنیا کی ہر قسم کی نعمتوں کے بھی وارث ہوں گے۔ جس کے ساتھ کوئی لغو بات نہ ہوگی۔ نجات کا یہ درجہ اسلامی تعلیم کی رو سے ایک ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے اوپر فلاح کا مقام ہے، جو انسان کو روحانی نعمتوں کا وارث ٹھہراتا ہے اور یہاں پہنچ کر انسان تجلیات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے۔ اسلامی نماز کا لازمی نتیجہ یہی فلاح ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝...(سورۃ المؤمنون:۲ تا ۱۲) {یقیناً مومن کامیاب ہو گئے۔ وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔....} مفصل تشریح کے لئے دیکھئے:-
(براہین احمدیہ حصہ پنجم-ضمیمہ-''روحانی مراتبِ ستہ'' - روحانی خزائن جلد۲۱-صفحہ۱۸۶ تا ۲۴۳)

غرض حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے کلمات میں اسلام کے عملی نتائج کی طرف توجہ دلا کر لوگوں کو دعوت دی گئی ہے اور اس کے بعد پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اعادہ کیا گیا ہے جو انسان کا نصب العین اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا لُبِ لباب ہے۔ اس اجمال سے ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا دعا میں اذان کے لئے دعوتِ تامّہ کے الفاظ کیوں استعمال کئے گئے ہیں۔ کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے متعلق شہادت دینا ہر مسلمان کا فرض قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (البقرۃ:۱۴۴) {اور اسی طرح ہم نے تمہیں وسطی اُمت بنا دیا، تا کہ تم لوگوں پر نگران ہو جاؤ اور رسول تم پر نگران ہو جائے} اس شہادت کا جو اصل موضوع ہے، وہ چونکہ کلماتِ اذان میں بوجہ اَتم بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے اذان دعوتِ تامّہ کے نام

سے موسوم کی گئی ہے۔ اس لئے نہیں کہ اس میں تمام ارکانِ اسلام کا ذکر ہے۔ جیسا کہ بعض نے اس طرف اشارہ کر کے بے تعلق بحثیں چھیڑ دی ہیں۔ کیونکہ اسلام کی بناء تو پانچ ارکان پر ہے۔ جن میں سے تین کا ذکر اذان میں قطعاً نہیں۔ ایسا ہی ارکانِ ایمان میں ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، ایمان بالرسل اور ایمان بالآخرت بھی ہے۔ مگر اذان میں ان میں سے کسی کا ذکر نہیں، تو کیا اذان اس وجہ سے دعوتِ ناقصہ کہلائے گی؟ ہرگز نہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان والی دعوت اگرچہ من حیث الاجمال اپنی ذات میں کامل ہے۔ لیکن بلحاظ تفصیل اور نشر واشاعت وغلبہ کے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی اسی طرح محتاج ہے جس طرح ایک بیج۔ رَبّ کے معنی وہ ذات جو ادنیٰ حالت سے تدریجاً ترقی دیتے ہوئے کمال تک پہنچا دے۔ اس لئے اُمتِ اسلامیہ کے ہر فرد کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اذان سن کر اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ .... کے الفاظ سے صفتِ ربوبیت سے مخاطب ہو اور اس پیغامِ حق کی کامل ترقی کے لئے دعا کرے، جس کا نتیجہ یہ ہو کہ تمام قومیں وحدت کی لڑی میں منسلک ہو کر اپنی وہ نماز قائم کریں، جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔ اَلْقَآئِمَۃِ کے معنی ہیں ''صحیح''، جس میں کوئی نقص نہ ہو۔

اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا....:

اَلْوَسِیْلَۃ سے اگرچہ ہر قسم کے اسباب مراد ہو سکتے ہیں جو دعوتِ تامّہ اور صلوٰۃِ قائمہ کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں۔ لیکن چونکہ اَلْوَسِیْلَۃ کا ال تعیین وتخصیص کے لئے بھی ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں اَلْوَسِیْلَۃ سے مراد وہ مسیح موعود ہے جس کی بعثت کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وعدہ دیا گیا ہے اور جس کے متعلق یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ اس کے ذریعے سے آپؐ کی دعوت کو تمام ادیان پر برتری حاصل ہوگی اور دنیا کی تمام قومیں اقرار کریں گی کہ مقامِ محمود پر کھڑا ہونے کا حق صرف ایک ہی انسان کو ہے اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (فَدَتْہُ نَفْسِیْ) اَلْفَضِیْلَۃ کا لفظ اُسی موعودہ برتری کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کا ذکر قرآنِ مجید میں بایں الفاظ وارد ہوا ہے: ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ہ (الصّفّ:۱۰) {وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تا کہ وہ اُسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیۃً غالب کردے، خواہ مشرک بُرا منائیں۔} اور مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ غلبہ اور برتری کی یہ پیشگوئی مسیح موعود کے ذریعے سے پوری ہوگی۔ (دیکھئے تفسیر طبری-تحت ہذہ الآیۃ)

(نیز دیکھئے: تریاق القلوب-روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۳۲)

پس اَلْفَضِیْلَۃ اور مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ کے دو قرینے پوری وضاحت کے ساتھ اَلْوَسِیْلَۃ کے مفہوم کی تعیین کرتے ہیں کہ اس سے مراد کون سا وسیلہ ہے جس کے ذریعے سے آپؐ کی دعوت پایہ تکمیل کو پہنچنے والی ہے۔ قرآنِ مجید میں جہاں اللہ تعالیٰ نے عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ہ (بنی اسرائیل:۸۰) کہہ کر مقامِ محمود پر آپؐ کو فائز کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہاں اس کے ساتھ ہی یہ دعا بھی مانگنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے: وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ہ (بنی اسرائیل:۸۱) میرے لئے اپنے حضور سے ایک ایسا سلطان مبعوث کر جو ہر معنی میں پورا

پورا مددگار ثابت ہو۔ سُلْطَان کے معنی کامل غلبہ۔ یہاں یہ مصدر بمعنی اسم فاعل ہے جیسے عِلْم کے معنی عَالِم اور سُلْطَان کے معنی خلیفہ اور جانشین کے بھی ہیں۔ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا کے معنی ہوئے ایسا خلیفہ جو کامل طور پر مددگار رہو۔ یہ سلطانِ نصیر وہ مسیح موعود ہے جس کے متعلق تمام علماءِ سلف کو اتفاق ہے کہ اس کے ہاتھوں سے اسلام کو کل ادیان پر غلبہ حاصل ہوگا۔ وہ اُمتی بھی ہوگا اور نبی بھی۔ مِنْ لَّدُنْکَ کی ممتاز حیثیت اسے حاصل ہوگی۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوگا۔ دوسرے الفاظ میں وہ سلطانِ نصیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مظہر ہوگا۔ ایسے سلطانِ نصیر کی بعثت کو ختم نبوت کے منافی سمجھنا بڑی کوتاہ نظری ہے۔ مذکورہ بالا ہمارا استنباط سیاقِ کلام سے واضح ہے اور سلف صالحہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ امت محمدیہ کے اولیاء کو بھی یہ مقامِ محمود حاصل ہوتا ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں: وَهُوَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِىْ لَا يُشَارِكُهُ فِيْهِ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ اِلَّا اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ. (یعنی) مقامِ محمود میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ کوئی نبی و رسول شریک نہیں، ہاں آپؐ کی اُمت کے اولیاء شریک ہیں۔ (ہدیہ مجددیہ صفحہ ۷۰)

اور حضرت شیخ عبدالرزاق کاشانیؒ نے الفاظ فَلَهُ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ سے صراحت کی ہے کہ مقامِ محمود مہدی موعود کے لئے مقدر ہے اور لکھا ہے کہ وہ احکامِ شرعیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہوگا۔ وَلَا يُنَاقِضُ مَا ذَكَرْنَاهُ لِأَنَّ بَاطِنَهُ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ ﷺ. اور ہماری یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے نقیض نہیں۔ کیونکہ مہدی موعود کا باطن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا باطن ہوگا۔ (شرح فصوص الحکم صفحہ ۵۱ تا ۵۳ مطبوعہ مصر)

غرض الفاظ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ سے یہ استدلال کہ چونکہ اذان ایک کامل دعوت ہے، اس لئے کسی نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت نہیں۔ نہ صرف غلط استدلال ہے بلکہ سلطانِ نصیر کی بعثت، دعوت تامّہ کی تکمیل، موعودہ غلبہ کے کے لئے دعائے مسنونہ اور فیوضِ ربانیہ کا راستہ بند کرنے والا استدلال ہے۔

بَاب ۹: اَلْاِسْتِهَامُ فِي الْأَذَانِ

اذان دینے کے لئے قرعہ ڈالنا

وَيُذْكَرُ أَنَّ أَقْوَامًا اخْتَلَفُوْا فِي الْأَذَانِ فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ.

اور بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ لوگوں نے اذان دینے سے متعلق آپس میں اختلاف کیا تو ان کے درمیان حضرت سعدؓ نے قرعہ ڈالا

۶۱۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَّوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ

۶۱۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سُمَیّ سے، جو کہ حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ سُمَیّ نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہؓ سے

يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا إِلَّا أَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگ جانتے کہ اذان میں اور پہلی صف میں کیا (ثواب) ہے اور پھر سوائے قرعہ ڈالنے کے کچھ چارہ نہ پاتے تو وہ ضرور ہی قرعہ ڈالتے اور اگر وہ جانتے کہ اوّل وقت ظہر پڑھنے میں کیا (ثواب) ہے تو وہ بے تحاشہ اس کی طرف دوڑتے اور اگر وہ جانتے کہ عشاء اور فجر کی نماز میں کیا (ثواب) ہے تو وہ آتے خواہ گھسٹتے ہوئے ہی آنا پڑتا۔

اطرافه: ٦٥٤، ٧٢١، ٢٦٨٩.

تشریح: **اِخْتَلَفُوْا فِي الْأَذَانِ**: عنوانِ باب میں جس جھگڑے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ مقامِ قادسیہ پر ہوا تھا۔ جہاں حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بقیادت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ قادسیوں کو شکست فاش دی گئی تھی۔ اس جنگ میں مؤذن زخمی ہوگیا جس پر اذان دینے کا منصب حاصل کرنے کے لئے کچھ لوگوں نے اختلاف کیا جس کا فیصلہ قرعہ سے کیا گیا۔ روایت نمبر ۶۱۵ سے اس اختلاف کا سبب واضح ہے۔ آج مسلمان جس طرح دوسرے نیک کاموں سے رُکتے ہیں، اسی طرح اذان دینے سے بھی وہ شرماتے ہیں۔ بحالیکہ نبی ﷺ نے اذان دینے کے ثواب کو بہت بڑی اہمیت دے کر اس کی طرف خاص طور پر ترغیب دلائی ہے اور یہ اہمیت حالات کے اختلاف کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ ظہر کے وقت سخت گرمی سے گھبراہٹ اور آرام کرنے کی خواہش اور رات کے وقت سخت تاریکی یا نیند کا غلبہ وغیرہ ایسے حالات ہیں کہ جو ان کا مقابلہ کر کے نماز باجماعت پڑھنے کے لئے مسجد میں آئے، اس کو ثواب کا مستحق ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے تقرر اوقاتِ نماز میں بھی ایک امتحان مدنظر رکھا ہے۔ (دیکھئے تشریح کتاب مواقیت الصلوٰۃ۔ باب ۲۲،۱۶)
(نیز کشتی نوح - روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۶۹-۷۰، ''پنجگانہ نمازیں.... تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے۔'')

بَاب ١٠ :اَلْكَلَامُ فِي الْأَذَانِ

اذان کے اثناء میں گفتگو کرنا

وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِي أَذَانِهِ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يَّضْحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيْمُ.

اور سلیمان بن صُرَد اپنی اذان میں بولے اور حسن نے کہا: کوئی حرج نہیں کہ اذان دیتے ہوئے یا اقامت کہتے ہوئے ہنس پڑے۔

٦١٦: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ وَعَبْدِ الْحَمِيْدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ وَعَاصِمِ الْأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ رَدْغٍ فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ فَأَمَرَهُ أَنْ يُّنَادِيَ: اَلصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَالَ فَعَلَ هَذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ.

اطرافه: ٦٦٨، ٩٠١.

۶۱۶: مُسدّد نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب اور عبدالحمید رفیقِ زیادی اور عاصم احول سے۔ انہوں نے عبداللہ بن حارث سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباسؓ نے بارش اور کیچڑ والے دن ہمیں خطبہ دیا۔ جب مؤذن حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة پر پہنچا تو انہوں نے اسے حکم دیا کہ وہ یہ پکارے: اَلصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ کہ نماز اپنی اپنی جگہ پر پڑھ لی جائے۔ اس پر لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ اس ذات نے کیا تھا جو اس سے بہتر تھی اور نماز جمعہ واجب ہے۔

تشریح: **اَلْكَلَامُ فِي الْاَذَانِ:** یہ باب بعض اختلافی مسائل حل کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ فقہاء کے ایک گروہ نے اذان کو نماز پر قیاس کر کے اس میں بولنا اور ہنسنا ناجائز قرار دیا ہے۔ ایک دوسرے گروہ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ عنوانِ باب میں دو حوالے اسی اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے دئے گئے ہیں۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۲۸-۱۲۹) (عمدۃ القاری جزء ۵ صفحہ ۱۲۸)

تَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِيْ اَذَانِهٖ: سلیمان بن صُرَد لشکر میں اذان دے رہے تھے کہ اتنے میں انہیں کوئی بات یاد آئی تو انہوں نے دورانِ اذان اپنے غلام کے کان میں کوئی بات کہی۔ امام بخاریؒ نے جو مستند حدیث پیش کی ہے اس سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ مؤذن سے ایسی بات کرنی جائز ہے۔ جس کا تعلق نفس نماز کے ساتھ ہو۔ جیسے نماز سے متعلق کوئی خاص اعلان کرنے کی ضرورت ہو اور یہ اجازت بھی استثنائی حالت میں ہے۔ ورنہ دورانِ اذان باتیں کرنے اور ہنسنے کا جواز امام موصوفؒ کے نزدیک مستند روایات سے ثابت نہیں۔

خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍؓ: حضرت ابن عباسؓ نے ہمیں مخاطب کیا۔ یعنی خطبہ پڑھا۔ اس سے امام ابن جوزیؒ نے استدلال کیا ہے کہ یہ جمعہ کا دن تھا۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۲۹)

وَاِنَّهَا عَزْمَةٌ: لفظ عَزْمَةٌ رخصت کے مقابل پر ہے۔ یعنی واجب۔ هَا کی ضمیر صلوٰۃِ جمعہ کی طرف عود کرتی ہے۔ یعنی اگر اَلصَّلٰوةُ فِيْ رِحَالِكُمْ کی اجازت نہ دی جاتی تو لوگوں کو آنے میں تکلیف ہوتی اور بعض نہ آ سکتے اور جمعہ

چھوڑنے کی وجہ سے گنہگار ہوتے۔ کیونکہ اس کے متعلق صریح حکم ہے۔ باب نمبر ۴۱ میں امام بخاریؒ نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ یہ اجازت کہ بارش کے دن گھروں میں نماز جمعہ پڑھ لو، بطور رخصت (سہولت) ہے، مندوب نہیں۔

(دیکھئے کتاب الاذان باب ۴۱: **هل يصلى الامام بمن حضر**)

ابن خزیمہ کی روایت میں حضرت ابن عباسؓ کے یہ الفاظ مروی ہیں: اَنْ اَخْرُجَ النَّاسَ وَأُكَلِّفَهُمْ اَنْ يَّحْمِلُوا الْخُبْثَ مِنْ طُرُقِهِمْ اِلٰى مَسْجِدِكُمْ۔ یعنی (میں نے ناپسند کیا کہ) میں لوگوں کو (گھروں سے جمعہ کے لیے) باہر نکالوں اور انہیں تکلیف میں ڈال دوں کہ وہ گندگی کو اپنے راستوں سے لے کر تمہاری مسجد میں ڈال دیں۔

(صحيح لابن خُزَيمه، كتاب الجمعة، باب امر الامام المؤذن فى اذان الجمعة بالنداء ان الصلوة فى البيوت)

کتاب الجمعہ میں بھی اس کا مفصل ذکر آئے گا۔ (دیکھئے: کتاب الجمعہ - باب ۱۴ - روایت نمبر ۹۰۱)

مَنْ هُوَ خَيْرٌ سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

بَاب ۱۱: أَذَانُ الْأَعْمَى إِذَا كَانَ لَهُ مَنْ يُّخْبِرُهُ

اندھے کا اذان دینا، بشرطیکہ اس کو کوئی بتانے والا ہو

٦١٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ بِلَالًا يُّؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ ثُمَّ قَالَ وَكَانَ رَجُلًا أَعْمَى لَا يُنَادِي حَتَّى يُقَالَ لَهُ أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ.

۶۱۷: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی رات ہوتی ہے کہ بلالؓ اذان دیتا ہے۔ سو تم کھاؤ اور پیو؛ یہاں تک کہ ابن اُمِ مکتومؓ اذان دے۔ کہتے تھے: حضرت ابن اُمّ مکتومؓ نابینا تھے۔ وہ اذان نہیں دیا کرتے تھے، جب تک ان سے کہا نہ جائے کہ تم نے صبح کر دی۔

اطرافه: ٦٢٠، ٦٢٣، ١٩١٨، ٢٦٥٦، ٧٢٤٨۔

تشریح: **اِنَّ بِلَالًا يُّؤَذِّنُ بِلَيْلٍ**: حضرت بلالؓ نبی ﷺ کے مستقل مؤذن تھے اور وہ صبح سے کچھ پہلے اذان دیا کرتے تھے۔ تا جو تہجد پڑھ رہے ہوں یا جو ابھی اُٹھے نہیں، سحری کھا لیں۔ (دیکھئے روایت نمبر ۶۲۱)

بَاب ۱۲ : اَلْأَذَانُ بَعْدَ الْفَجْرِ

فجر کے بعد اذان دینا

۶۱۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَتْنِي حَفْصَةُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تُقَامَ الصَّلَاةُ.

اطرافه: ۱۱۷۳، ۱۱۸۱۔

۶۱۸: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت حفصہؓ نے مجھے بتایا کہ جب مؤذن صبح کی اذان دے کر بیٹھ جاتا اور صبح نمودار ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہلکی سی دو رکعتیں پڑھتے، پیشتر اس کے کہ باجماعت نماز شروع کی جاتی۔

۶۱۹: حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ.

اطرافه: ۱۱۵۹، ۱۱۶۴۔

۶۱۹: ابونُعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ سے، یحيٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں اذان اور اقامت کے درمیان ہلکی سی دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

۶۲۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ بِلَالًا يُنَادِيْ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ.

اطرافه: ۶۱۷، ۶۲۳، ۱۹۱۸، ۲۶۵۶، ۷۲۴۸۔

۶۲۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن دینار سے، عبداللہ بن دینار نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی رات ہوتی ہے کہ بلالؓ اذان دیتا ہے۔ تم کھاؤ اور پیو؛ یہاں تک کہ ابن ام مکتومؓ اذان دیں۔

تشریح: اَلْاَذَانُ بَعْدَ الْفَجْرِ: باب۱۲، ۱۳ ایک اختلاف کی وجہ سے قائم کئے گئے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ جو امام فقہاءِ کوفہ ہیں؛ قبل از وقت اذان دینا مطلقاً جائز نہیں سمجھتے اور امام مالکؒ جو امام فقہاءِ حجاز ہیں اور امام شافعیؒ فجر سے پہلے اذان دینا جائز سمجھتے ہیں۔ جس کی وجہ مذکورہ بالا مستند روایت ہے۔ فقہاءِ کوفہ حضرت ابن عمرؓ کی وہ روایت پیش کرتے ہیں جس میں حضرت بلالؓ کے فجر ہونے سے پہلے اذان دینے کا ذکر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ اعلان کردو: اَلَا اِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ بندہ سو چکا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: بداية المجتهد. كتاب الصلوٰة. الباب الثاني في معرفة الأذان. الفصل الاول. القسم الثالث في وقت الأذان) اہل تحقیق کے نزدیک وہ روایتیں زیادہ صحیح اور مستند ہیں جن میں صبح سے پہلے ایک ضرورت کی بناء پر اذان میں بولنے کی اجازت دی تھی۔ امام موصوفؒ نے روایت نمبر ۶۲۰ سے یہ ضرورت واضح کر کے دکھائی ہے۔ اس روایت میں مذکورہ بالا الفاظ نہیں۔ حدیث مذکور کی مختلف سندیں پیش کر کے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ فجر سے پہلے اذان دینا ثابت شدہ امر ہے۔

بَاب ۱۳: اَلْأَذَانُ قَبْلَ الْفَجْرِ

فجر سے پہلے اذان دینا

٦٢١: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ أَوْ أَحَدًا مِّنْكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِّنْ سَحُوْرِهِ فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ أَوْ يُنَادِيْ بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ وَلَيْسَ أَنْ يَّقُوْلَ الْفَجْرُ أَوِ الصُّبْحُ وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ وَرَفَعَهَا إِلَى فَوْقُ☆ وَطَأْطَأَ إِلَى أَسْفَلُ☆

۶۲۱: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا، کہا: زُہیر نے ہمیں بتایا، کہا: سلیمان تیمی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوعثمان نہدی سے، ابوعثمان نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: لَا يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ یا فرمایا: اَحَدًا مِّنْكُمْ یعنی تم میں سے کسی کو بلالؓ کی اذان سحری کے کھانے سے نہ روکے۔ کیونکہ وہ رات کو اذان دیتا ہے یا فرمایا: پکارتا ہے، تا تم میں سے جو کھڑا نمازِ تہجد پڑھ رہا ہو اسے گھر کو واپس کر دے اور تم میں سے جو سویا ہوا ہو اُسے جگا دے اور فجر یا (فرمایا:) صبح یوں ظاہر نہیں ہوتی اور آپؐ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا اور ان کو اوپر اُٹھایا اور نیچے کی

☆ إِلٰى فَوْقُ بِالضَّمِّ عَلَى الْبِنَاءِ وَكَذَا أَسْفَلُ. (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۳۸)

حَتَّى يَقُوْلَ هٰكَذَا وَقَالَ زُهَيْرٌ بِسَبَّابَتَيْهِ إِحْدَاهُمَا فَوْقَ الْأُخْرَى ثُمَّ مَدَّهُمَا عَنْ يَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ.

اطرافه: ٥٢٩٨، ٧٢٤٧.

طرف جھکایا؛ یہاں تک کہ اس طرح ہو جائے اور زُہَیر نے اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں سے اشارہ کیا۔ ان میں سے ایک دوسری کے اوپر تھی۔ پھر ہر ایک کو اس نے اپنی دائیں طرف اور بائیں طرف کھینچا۔

٦٢٢-٦٢٣: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ح.

٦٢٢-٦٢٣: اسحاق (واسطی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابواُسامہ نے ہمیں بتایا، کہا: عبیداللہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) انہوں نے قاسم بن محمد سے، قاسم نے حضرت عائشہؓ اور نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...........

وَحَدَّثَنِي يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى الْمَرْوَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ بِلَالًا يُّؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ.

اور مجھ سے یوسف بن عیسیٰ مروزی نے بھی بیان کیا، کہا: فضل نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبیداللہ بن عمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قاسم بن محمد سے اور قاسم نے حضرت عائشہؓ سے، حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: بلالؓ تو رات کو اذان دیتا ہے۔ اس لئے تم کھاؤ اور پیو؛ یہاں تک کہ ابن ام مکتومؓ اذان دے۔

اطرافه: ٦١٧، ٦٢٠، ١٩١٨، ٢٦٥٦، ٧٢٤٨.

تشریح: **لَيْسَ اَنْ يَّقُوْلَ الْفَجْرُ .....:** قَالَ اور اس کے صیغے مطلق فعل کے معنوں میں بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔ یہاں بمعنی يَظْهَرُ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو اوپر نیچے کر کے یہ بتایا ہے کہ وہ سفیدی جو نیچے سے اوپر کو اُٹھی ہوئی ہوتی ہے، وہ فجر نہیں بلکہ روشنی ہے؛ صبح کاذب کی۔

حَتَّى يَقُوْلَ هٰكَذَا: صبح نہیں ہوتی۔ جب تک اس طرح نہ ہو جائے یعنی وہ روشنی آسمان پر چوڑائی میں پھیل جائے۔ شہادت کی دونوں انگلیوں کے اِدھر اُدھر حرکت دینے سے یہی مراد ہے کہ صبح کی روشنی دائیں بائیں بھی پھیل جاتی ہے۔

بَاب ١٤ : كَمْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَمَنْ يَّنْتَظِرُ الْإِقَامَةَ

اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہونا چاہیے اور جو اقامت کا انتظار کرے

٦٢٤: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ -ثَلَاثًا- لِمَنْ شَاءَ.

اطرافه: ٦٢٧.

۶۲۴: اسحاق واسطی نے ہم سے بیان کیا، کہا: خالد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے جُریری سے۔ جُریری نے ابن بُریدہ سے، ابن بریدہ نے حضرت عبداللہ بن مُغَفَّلؓ مُزَنی سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ یہ تین دفعہ فرمایا (اور پھر فرمایا:) اس شخص کے لئے جو چاہے۔

٦٢٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيَّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُمْ كَذَلِكَ يُصَلُّوْنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ قَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيْلٌ.

اطرافه: ٥٠٣.

۶۲۵: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، کہا: غُندر نے ہمیں بتایا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے عمرو بن عامر انصاری سے سنا کہ وہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: مؤذن جب اذان دیا کرتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگ جلدی سے ستونوں کی طرف جا کر نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے؛ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور اسی طرح وہ مغرب سے پہلے بھی دو رکعتیں پڑھتے۔ بحالیکہ اذان اور اقامت کے درمیان بہت وقت نہ ہوتا۔ عثمان بن جبلہ اور ابوداؤد نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے کہا: ان کے درمیان تھوڑا سا وقفہ ہوتا۔

تشریح: **کَمْ بَیْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ:** امام ابن محمد کا خیال ہے کہ یہ باب ان کمزور روایتوں کو رد کرنے کے لئے باندھا گیا ہے جن میں اذان اور اقامت کے درمیانی وقفہ کا اندازہ ان الفاظ میں مذکور ہے: قَدْرَ مَا یَفْرُغُ الْآکِلُ مِنْ اَکْلِهٖ وَالشَّارِبُ مِنْ شُرْبِهٖ وَالْمُعْتَصِرُ اِذَا دَخَلَ لِقَضَاءِ حَاجَتِهٖ.

(ترمذی. کتاب الصلوٰة. باب ما جاء فی الترسل فی الأذان)

(المستدرک علی الصحیحین. کتاب الصلوٰة. ابواب الأذان. اذا أذنت فترسل. الجزء الاول. صفحہ۲۰۴)

ترجمہ: دونوں اذانوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا کہ کھانے والا اپنے کھانے اور پینے والا پینے سے فارغ ہوجاتا اور ضرورت مند قضائے حاجت سے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک کوئی ایسی مستند روایت نہیں جس میں اس وقفے کی تعیین کی گئی ہو۔ یہ وقت کی وسعت اور تنگی اور نمازیوں کے اکٹھا ہونے اور دیگر مقامی حالات پر منحصر ہے۔

بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوةٌ: یعنی اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے۔ لِمَنْ شَاءَ اس کے لئے جو چاہے یعنی یہ نماز نفلی ہوگی۔ جو چاہے پڑھے۔ نبی ﷺ کی سنت نے اس نفلی نماز کو ایک طرح وجوب کی حیثیت دے دی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان باب میں ایک لطیف تصرف کیا ہے: وَمَنْ یَّنْتَظِرُ الْاِقَامَةَ کہہ کر اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ نماز کی انتظار کرنے والا ابھی نماز میں ہوتا ہے۔

(بخاری - کتاب الوضوء - باب من لم یر الوضوء الّا من المخرجین۔ حدیث نمبر۱۷۶)

اس اعتبار سے اذان اور اقامت کے درمیان انتظار کرنے والے کی حالت گویا نمازی ہی کی ہوتی ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ بعض دفعہ زیادہ انتظار کرنا پڑتا تھا۔ مغرب سے پہلے نفل پڑھنے سے متعلق اختلاف کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

روایت نمبر۶۲۵ ابواب سترة المُصلّی میں گزر چکی ہے۔ وہاں بجائے نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ کے یہ الفاظ ہیں: کِبَارَ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ. (دیکھئے کتاب الصلوٰۃ - باب۹۵ - روایت نمبر۵۰۳)

بَاب ۱۵ : مَنِ انْتَظَرَ الْإِقَامَةَ

جس نے اقامت کا انتظار کیا

۶۲۶: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْأُوْلٰى مِنْ

۶۲۶: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے بتایا کہ حضرت عائشہ ؓ کہتی تھیں: جب مؤذن نمازِ فجر کی پہلی اذان دے کر خاموش ہوجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَاةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بَعْدَ أَنْ يَّسْتَبِيْنَ الْفَجْرُ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ.

کھڑے ہوجاتے۔ نماز فجر سے پہلے صبح پوری طرح ظاہر ہوجانے کے بعد ہلکی سی دو رکعتیں پڑھتے۔ پھر آپؐ اپنی دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔ یہاں تک کہ مؤذن اقامت کے لئے آپؐ کے پاس آتا۔

اطرافه: ۹۹۴، ۱۱۲۳، ۱۱۶۰، ۱۱۷۰، ۶۳۱۰۔

تشریح: مَنِ انْتَظَرَ الْإِقَامَةَ: عنوانِ باب میں الفاظ مَنِ انْتَظَرَ الْإِقَامَةَ سے مستقل باب قائم کر کے امام موصوف نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سابقہ باب میں مَنْ يَّنْتَظِرُ الْإِقَامَةَ سے ان کی کچھ اور غرض تھی۔ اس ضمن میں جو روایت لائی گئی ہے اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ روایتیں جن میں اذان اور اقامت کے درمیان اندازہ بتایا گیا ہے کمزور ہیں۔ فجر کی اذان کے بعد آپؐ دو رکعتیں پڑھ کر لیٹ جاتے تھے۔ اس سے ایک غرض تو یہ تھی کہ کچھ آرام فرما لیں۔ کیونکہ تہجد کی نماز میں دیر تک مشغول رہنے سے گونہ کوفت ہوتی اور دوسری غرض یہ تھی کہ لوگ اکٹھے ہوجائیں۔ چنانچہ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ آپؐ مسجد میں تشریف لائے اور نمازی تھوڑے تھے تو آپؐ بیٹھ گئے اور نمازیوں کا انتظار فرمایا۔ (سنن الكبرى للبيهقي، ابواب صفة الصلوٰة، باب الإمام يخرج فإن رأى الجماعة اقام الصلوٰة وإلّا جلس حتّى يرى منهم جماعة اذا كان في الوقت سعةً) تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۴۴۔

بَاب ۱٦: بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ لِّمَنْ شَاءَ

دو اذانوں کے درمیان نماز ہے اس شخص کے لئے جو (پڑھنی) چاہے

٦٢٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ- ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ- لِمَنْ شَاءَ.

۶۲۷: عبداللہ بن یزید نے ہم سے بیان کیا، کہا: کہمس بن حسن نے ہمیں بتایا۔ کہمس نے عبداللہ بن بریدہ سے، ابن بریدہ نے حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ پھر تیسری بار آپؐ نے فرمایا: اس کے لیے جو (پڑھنی) چاہے۔

اطرافه: ٦٢٤۔

تشریح: **بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ:** دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے۔ جیسا کہ روایت نمبر ۶۲۴ کی تشریح میں بتایا جا چکا ہے اور بعض روایتوں میں بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ[1] اور بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ[2] کے الفاظ ہیں۔ صبح سے پہلے دو نفل رکعتیں ایسی ہیں کہ جن کی نسبت احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ وہ ضرور پڑھا کرتے تھے۔[2] اور ان کے متعلق ترغیب بھی دی اور آپؐ نے قضاء ہونے پر سورج نکلنے کے بعد بھی وہ پڑھی ہیں۔ (مسلم - كتاب المساجد - باب قضاء الصلوٰة الفائتة) باقی نوافل کے متعلق آپ کا عمل درآمد مختلف تھا۔ امام مالکؒ و شافعیؒ نے دن رات کے نوافل سے متعلق یہی رائے قائم کی ہے کہ دو دو رکعتیں پڑھی جائیں اور امام ابوحنیفہؒ نے کوئی تعیین نہیں کی، خواہ دو پڑھی جائیں یا چار۔

(بداية المجتهد- كتاب الصلوٰة الثانى - الباب الثالث فى النوافل)

مغرب سے پہلے نفل پڑھنے کی بابت اختلاف ہوا ہے۔ روایت نمبر ۶۲۵ سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ مغرب کی اذان پر دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہی حدیث معلوم ہوتی ہے۔ یعنی بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ثابت نہیں کہ آپؐ نے یہ نفل بھی پڑھے ہوں۔

(فتح البارى- فى شرح الحديث ۶۲۵- جزء ثانى- صفحہ ۱۴۲)

بَاب ۱۷: مَنْ قَالَ: لِيُؤَذِّنْ فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ وَاحِدٌ

جس نے کہا: سفر میں ایک ہی مؤذن اذان دے

۶۲۸: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِيْ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّكَانَ رَحِيْمًا رَّفِيْقًا فَلَمَّا رَأَى شَوْقَنَا إِلَى

۶۲۸: معلٰی بن اسد نے ہم سے بیان کیا، کہا: وُہیب نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے مالک بن حویرث سے روایت کی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ آیا اور ہم آپؐ کے پاس بیس راتیں رہے اور آپؐ بہت مہربان اور نرم دل تھے۔ جب آپؐ نے دیکھا کہ

---

[1] (ترمذی- كتاب الصلوٰة- باب ما جاء فى الصلوٰة قبل المغرب)

[2] (بخارى - كتاب الاذان - باب الاذان بعد الفجر - روایت نمبر ۶۱۹)

أَهَالِيْنَا قَالَ ارْجِعُوْا فَكُوْنُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَصَلُّوْا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

ہمیں اپنے گھر والوں سے ملنے کی خواہش ہے تو آپؐ نے فرمایا: واپس جاؤ اور ان میں رہو۔ انہیں تعلیم دو اور نماز پڑھو اور جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک تمہارے لئے اذان دے اور چاہیے کہ تم میں سے بڑا تمہارا امام ہو۔

اطرافه: ٦٣٠، ٦٣١، ٦٥٨، ٦٨٥، ٨١٩، ٢٨٤٨، ٦٠٠٨، ٧٢٤٦۔

تشریح: لِيُؤَذِّنْ فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ وَّاحِدٌ: مشارالیہ قول مسند عبدالرزاق میں مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سفر میں صبح کی دو اذانیں دلوائیں۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلوٰة، باب الاذان فی السفر، جزء اول صفحہ۴۹۲، روایت نمبر ۱۸۹۷)

روایت مندرجہ باب سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں سفر وحضر کی اذان میں فرق نہیں کیا گیا۔ مشارالیہا روایت مصنف عبدالرزاق، امام بخاری کی شرائط کے مطابق نہیں۔ سفر میں اگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دو دفعہ اذان دلوائی ہے تو اہل قافلہ کے متفرق ڈیروں کی وجہ سے دلوائی ہوگی۔ اسی طرح اگر مسجد میں ہو تو ایک وقت میں ہر مینار پر مؤذن اذان دے سکتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک پسندیدہ امر یہ ہے کہ مؤذن ایسی صورت میں یکے بعد دیگرے اذان دیں۔ (فتح الباری- جزء ثانی- صفحہ۱۴۵) (عمدۃ القاری- جزء۵- صفحہ۱۴۲)

امام بخاریؒ نے جملہ موصولہ نامکمل رہنے دیا ہے۔ ایک یا ایک سے زیادہ مؤذنوں کا ایک وقت میں اکٹھے یا الگ الگ اذان دینا حالات سے تعلق رکھتا ہے۔

بَاب١٨: اَلْأَذَانُ لِلْمُسَافِرِيْنَ إِذَا كَانُوْا جَمَاعَةً وَّالْإِقَامَةُ

مسافروں کے لئے اذان دینا اور اقامت کہنا جب وہ جماعت ہوں

وَكَذٰلِكَ بِعَرَفَةَ وَجَمْعٍ وَّقَوْلُ الْمُؤَذِّنِ: اَلصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيْرَةِ.

اور ایسا ہی عرفہ اور مزدلفہ میں بھی۔ اور مؤذّن کا ٹھنڈی یا بارش والی رات میں یہ کہنا کہ نماز اپنی اپنی جگہوں پر پڑھ لی جائے۔

٦٢٩: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي

۶۲۹: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مہاجر ابوحسن سے،

الْحَسَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ حَتَّى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُوْلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

مہاجر نے زید بن وہب سے، زید نے حضرت ابوذرؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ مؤذّن نے اذان دینی چاہی تو آپؐ نے فرمایا: ٹھنڈا ہونے دو۔ پھر اس نے اذان دینی چاہی تو آپؐ نے فرمایا: ٹھنڈا ہونے دو۔ پھر اس نے اذان دینی چاہی تو آپؐ نے فرمایا: ٹھنڈا ہونے دو۔ یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گرمی کی شدت بھی جہنم کی لپٹ ہوتی ہے۔

اطرافہ: ۵۳۵، ۵۳۹، ۳۲۵۸۔

٦٣٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ ﷺ يُرِيْدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَأَذِّنَا ثُمَّ أَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا.

۶۳۰: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد حذاء سے اور خالد نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: دو آدمی نبی ﷺ کے پاس آئے۔ سفر کرنا چاہتے تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم سفر پر جاؤ تو اذان دے کر تکبیر کہنا۔ پھر تم میں سے جو بڑا ہو تمہارا امام ہو۔

اطرافہ: ٦٢٨، ٦٣١، ٦٥٨، ٦٨٥، ٨١٩، ٢٨٤٨، ٦٠٠٨، ٧٢٤٦۔

٦٣١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ: أَتَيْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۶۳۱: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا، کہا: ایوب نے ہمیں بتایا۔ ابوقلابہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت مالکؓ نے ہم سے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُّتَقَارِبُوْنَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ يَوْمًا وَّلَيْلَةً وَّكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا أَوْ قَدِ اشْتَقْنَا سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَأَخْبَرْنَاهُ قَالَ ارْجِعُوْا إِلَى أَهْلِيْكُمْ فَأَقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ وَمُرُوْهُمْ -وَذَكَرَ أَشْيَاءَ أَحْفَظُهَا أَوْ لَا أَحْفَظُهَا - وَصَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّيْ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَّكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

کے پاس آئے اور ہم تقریباً ایک ہی عمر کے جوان تھے۔ ہم آپ کے پاس بیس دن اور راتیں رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی مہربان اور نرم دل تھے۔ جب آپ سمجھے کہ ہمیں اپنے گھر والوں سے ملنے کی خواہش ہے یا کہا: ہم مشتاق ہیں؛ تو آپؐ نے ان لوگوں کی بابت ہم سے پوچھا جن کو ہم اپنے پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ ہم نے آپؐ کو بتایا۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان میں رہو، اُنہیں تعلیم دو اور انہیں نیک باتیں بتاؤ۔ آپؐ نے بعض باتوں کا ذکر کیا جنہیں میں یاد رکھتا ہوں یا یہ کہا: میں یاد نہیں رکھتا اور فرمایا: تم اسی طرح نماز پڑھنا، جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک تمہارے لیے اذان دے اور چاہیے کہ تم میں سے بڑا تمہارا امام ہو۔

اطرافه: ٦٢٨، ٦٣٠، ٦٥٨، ٦٨٥، ٨١٩، ٢٨٤٨، ٦٠٠٨، ٧٢٤٦۔

٦٣٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ أَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوْا فِي رِحَالِكُمْ فَأَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ مُؤَذِّنًا يُّؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُوْلُ عَلَى إِثْرِهِ: أَلَا صَلُّوْا فِي

۶۳۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ بن عمر سے روایت کی، کہا: نافع نے مجھ سے بیان کیا، کہا: حضرت ابن عمرؓ نے ایک ٹھنڈی رات (مقام) ضجنان میں اذان دی۔ پھر کہا: اپنی اپنی جگہوں میں ہی نماز پڑھ لو اور ہمیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں مؤذن کو ٹھنڈی رات یا بارش والی رات میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ

الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيْرَةِ فِي السَّفَرِ.

اطرافه: ٦٦٦۔

اذان دے۔ پھر اس کے بعد یہ کہے: أَلا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ یعنی اپنی جگہوں میں نماز پڑھ لو۔

٦٣٣: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَبْطَحِ فَجَاءَهُ بِلَالٌ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بِالْعَنَزَةِ حَتَّى رَكَزَهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَبْطَحِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ.

۶۳۳: اسحاق نے ہم سے بیان کیا، کہا: جعفر بن عون نے ہمیں بتایا، کہا: ابوالعمیس نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے عون بن ابی جحیفہ سے، عون نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابطح میں دیکھا۔ آپؐ کے پاس حضرت بلالؓ آئے اور نماز کی اطلاع دی۔ پھر حضرت بلالؓ برچھی لے کر باہر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابطح میں اسے گاڑ دیا اور نماز کے لئے تکبیر اقامت کہی۔

اطرافه: ١٨٧، ٣٧٦، ٤٩٥، ٤٩٩، ٥٠١، ٦٣٤، ٣٥٥٣، ٣٥٦٦، ٥٧٨٦، ٥٨٥٩۔

تشریح: **اَلْاَذَانُ لِلْمُسَافِرِيْنَ:** یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے کہ اذان تنہا آدمی کے لئے بھی ضروری ہے یا نہیں۔ بعض نے اذان کو باجماعت نماز کے لئے مشروط کیا ہے۔ خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں کیونکہ ان کے نزدیک اذان سے مدعا لوگوں کو نماز کے لئے اطلاع دینا اور اکٹھا کرنا ہے۔ لیکن اکثر فقہاء نے اس کو سنت مؤکدہ قرار دے کر ایک فرد کے لئے بھی ضروری قرار دیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور سفیان ثوریؒ کا یہی مذہب ہے۔ کیونکہ اذان کی غرض صرف نمازیوں کو بلانا نہیں بلکہ اعلان حق بھی ہے۔ دیکھئے تشریح باب ۵۔ جس میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ اگر تم بیابان میں بھی ہو، تب بھی بلند آواز سے اذان دو۔ (روایت نمبر ۶۰۹) اقامت سے متعلق بھی اکثر کا یہی مذہب ہے، بلکہ فقہاء نے اس کو اذان سے بڑھ کر سنت مؤکدہ قرار دیا ہے۔

(فتح الباری۔ جزء ثانی صفحہ ۱۴۶-۱۴۷)

عنوانِ باب کی ذیل میں پانچ روایتیں لائی گئی ہیں۔ پہلی مطلق سفر میں اذان دے کر باجماعت نماز پڑھنے سے متعلق بطور حوالہ پیش کی گئی ہے۔ تا سنت نبوی کا علم ہو۔ دوسری اور تیسری لفظ جماعت کی تعریف کرتی ہے۔ یعنی دو یا دو سے زیادہ آدمی جماعت کے حکم میں ہیں۔ دو میں سے ایک مقتدی ہو اور دوسرا امام اور وہ اذان اور اقامت کے ساتھ باجماعت نماز ادا کریں۔ چوتھی روایت اس غرض سے پیش کی ہے کہ اذان محض لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لئے نہیں ہوتی۔ جیسا کہ

بعض فقہاء کا خیال ہے۔ ٹھنڈی یا بارش والی رات میں باوجود اس کے کہ گھروں میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے اذان دی جاتی ہے۔

ثُمَّ يَقُوْلُ عَلٰى اِثْرِهٖ: ان الفاظ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ کے الفاظ اذان مسنونہ ختم کرنے کے بعد کہے جائیں نہ کہ درمیان میں۔

پانچویں روایت تکبیر اقامت سے متعلق مسئلہ بیان کرنے کی غرض سے لائی گئی ہے کہ حضر ہو یا سفر، اقامت بھی ایسی ہی ضروری ہے جیسے اذان۔

امام بخاریؒ کے تصرفات لطیفہ میں سے یہ بھی ایک لطیف تصرف ہے کہ بعض وقت روایت ایسے لفظ پر ختم کر دیتے ہیں جو زیر بحث مسئلہ کے ساتھ خاص تعلق رکھتا ہے۔ یہاں تکبیر اقامت کی طرف توجہ مبذول کرنے کے لئے اَقَامَ الصَّلٰوةَ پر روایت ختم کر دی ہے۔ حالانکہ یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ کتاب الصلوٰۃ باب۹۰: سُتْرَةُ الْإِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهٗ (روایت نمبر۴۹۵) میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: تَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ۔

عنوان باب (نمبر۱۸) میں مسافر کا ذکر جو خصوصیت سے کیا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مندرجہ تمام روایتیں حالت سفر کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ ضجنان کے ذکر سے بھی یہی بتانا مقصود ہے کہ یہ دوران سفر کی بات ہو رہی ہے۔

ضجنان ایک مقام کا نام ہے، جو مکہ سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر ہے (فتح الباری- جزء ثانی صفحہ۱۴۸) اور ابطح یا بطحاء بھی مکہ سے باہر مشہور جگہ ہے۔ آپؐ ان جگہوں میں مسافر ہی تھے۔ عنوان باب میں عرفہ اور مزدلفہ کا ذکر بھی اس وجہ سے کیا ہے کہ ان مقامات سے متعلق مستند روایتوں میں صریح مذکور ہے کہ عرفہ میں حضرت بلالؓ نے اذان دی اور تکبیر اقامت کہی اور آپؐ نے ظہر اور عصر کی نماز جمع کی۔ (مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی) اور مزدلفہ میں آپؐ نے اذان اور اقامت کے ساتھ مغرب بھی پڑھی اور ایسا ہی عشاء بھی۔ (بخاری، کتاب الحج، باب من اذّن واقام لکل واحدة منهما، روایت نمبر۱۶۷۵)

یہاں علامہ ابن حجرؒ نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ عنوان باب اور اس کی روایت نمبر۶۳۲ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف سفر میں یہ اجازت ہے کہ اگر بارش یا ٹھنڈی رات ہو تو گھر میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ حالانکہ جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضر میں بھی ایسا کرنا جائز ہے۔ اس کی وجہ نہ صرف قیاس ہے جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ۱۴۹) بلکہ یہ وجہ بھی ہے کہ حالت حضر سے متعلق بھی ایسی روایتیں موجود ہیں۔ (روایت نمبر۶۱۶)

بَاب ۱۹

هَلْ يَتَتَبَّعُ الْمُؤَذِّنُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِي الْأَذَانِ

کیا مؤذّن اذان دیتے وقت اپنا منہ (اذان کے ساتھ) اِدھر اُدھر کرے اور کیا وہ اِدھر اُدھر مڑے

وَيُذْكَرُ عَنْ بِلَالٍ أَنَّهٗ جَعَلَ إِصْبَعَيْهِ فِي اور حضرت بلالؓ سے بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے

أُذُنَيْهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ لَا بَأْسَ أَنْ يُؤَذِّنَ عَلَى غَيْرِ وُضُوْءٍ وَّقَالَ عَطَاءٌ الْوُضُوْءُ حَقٌّ وَسُنَّةٌ وَقَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ.

اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالیں اور حضرت ابن عمرؓ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں نہیں ڈالا کرتے تھے اور ابراہیم نے کہا: کوئی حرج نہیں کہ بغیر وضو کے اذان دے اور عطاء نے کہا: وضو ضروری ہے اور سنت ہے اور حضرت عائشہؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

٦٣٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ رَأَى بِلَالًا يُؤَذِّنُ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا بِالْأَذَانِ.

۶۳۴: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عون بن ابی جحیفہ سے، عون نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ اذان دے رہے ہیں تو میں بھی اذان کے ساتھ ان کی طرح اِدھر اُدھر منہ پھیرنے لگا۔

اطرافہ: ۱۸۷، ۳۷۶، ۴۹۵، ۴۹۹، ۵۰۱، ۶۳۳، ۳۵۵۳، ۳۵۶۶، ۵۷۸۶، ۵۸۵۹۔

تشریح: هَلْ يَتَتَبَّعُ الْمُؤَذِّنُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا: امام بخاریؒ نے حرف استفہام سے عنوان باب قائم کر کے اس میں بعض فقہاء کے چند اختلافی مسائل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو چنداں اہمیت نہیں رکھتے۔ اس لئے جواب میں بھی اشارے اور اختصار سے کام لیا ہے۔ پہلا مسئلہ اذان میں اِدھر اُدھر منہ کرنا، خصوصاً حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاح کہتے وقت۔ حضرت بلالؓ ایسا کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ فائدہ ہے۔ اِدھر اُدھر لوگوں کو آواز پہنچ جائے گی۔ دوسرا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔ تیسرا مسئلہ کانوں میں انگلیاں ڈالنا، اگر کوئی اپنے کان کو آواز کے صدمہ سے محفوظ رکھنے یا آواز بلند کرنے کی غرض سے ایسا کرتا ہے تو اچھا ہے اور اگر نہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ مسائل ارکان میں سے نہیں ہیں۔ چوتھا مسئلہ بے وضو یا باوضو ہونے کی حالت میں اذان دینے سے متعلق ہے۔ ابراہیم نخعیؒ اور عطاءؒ کے فتووں کا ذکر کر کے حضرت عائشہؓ کا ایک حوالہ دیا ہے۔ جس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ اذان ارکان صلوٰۃ میں سے نہیں۔ بلکہ از قبیل ذکر الٰہی ہے جو ہر حالت میں جائز ہے۔ ان مسائل سے متعلق اختلافات بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ باب کا عنوان هَلْ کے ساتھ قائم کر کے جواب اشاروں میں دیا ہے۔

بَاب ٢٠ : قَوْلُ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلَاةُ

آدمی کا یہ کہنا کہ نماز ہم سے چھوٹ گئی

وَكَرِهَ ابْنُ سِيْرِيْنَ أَنْ يَّقُوْلَ فَاتَتْنَا الصَّلَاةُ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَمْ نُدْرِكْ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَحُّ.

اور ابن سیرینؒ نے یہ کہنا بھی ناپسند کیا کہ نماز ہم سے چھوٹ گئی بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ہم نے نماز نہیں پائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا بالکل بجا ہے۔

٦٣٥ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَّحْيَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمِعَ جَلَبَةَ رِجَالٍ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ مَا شَأْنُكُمْ قَالُوْا اسْتَعْجَلْنَا إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا. إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا.

۶۳۵: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰی سے، یحيٰی نے عبداللہ بن ابوقتادہ سے، عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: اس اثناء میں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؐ نے کچھ آدمیوں کا شور سنا۔ جب آپؐ نماز پڑھ چکے تو فرمایا: تمہیں کیا ہوگیا تھا؟ انہوں نے کہا: ہم نماز کے لئے جلدی جلدی آ رہے تھے۔ فرمایا: ایسا نہ کیا کرو جب تم نماز کو آؤ تو تمہیں آرام سے آنا چاہیے۔ جو تم پالو اسے پڑھو اور جو تم سے رہ جائے اسے پورا کرو۔

تشریح: قَوْلُ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلٰوةُ: علماءِ سلف نے مسائل میں یونہی موشگافیاں کی ہیں۔ جن کی مثال اس باب میں بھی دی گئی ہے۔ وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ اَصَحُّ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فوت (یعنی جاتے رہنے) کا لفظ لَمْ تُدْرِکْ یعنی نہ پانے کے مفہوم میں استعمال کیا ہے اور فَاتَ کا یہ استعمال بالکل درست ہے خلاف ادب نہیں۔

بَاب ۲۱ : لَا يَسْعَى إِلَى الصَّلَاةِ وَلْيَأْتِ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ

نماز کی طرف دوڑ کر نہ آئے بلکہ سکینت اور وقار سے آئے

وَقَالَ مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا وَقَالَهُ أَبُو قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور فرمایا: جو رکعت تم پالو اسے پڑھو اور جو تم سے رہ جائے وہ پوری کرلو۔ حضرت ابوقتادہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

٦٣٦ : حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۶۳۶: آدم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن ابی ذئب نے ہم سے بیان کیا، کہا: زہری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی...

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ الْإِقَامَةَ فَامْشُوْا إِلَى الصَّلَاةِ وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ وَلَا تُسْرِعُوْا فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا.

اور زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جب تم تکبیر اقامت سنو تو نماز کے لئے چلے آؤ اور اطمینان اور وقار کو اپنا شیوہ بناؤ اور تم جلدی نہ کیا کرو۔ جو رکعت تم پالو وہ پڑھ لو اور جو تم سے رہ جائے اسے پورا کرلو۔

اطرافه: ۹۰۸۔

تشریح: وَالْيَأْتِ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ: لفظ سکینت کا تعلق اعضاءِ جسم کے حرکات وافعال باطمینان ظاہر ہونے سے ہے اور وقار کا تعلق ہیئت اور وضع سے۔ مثلاً غض بصر یعنی خوابیدہ نگاہی، غض صوت یعنی نرم آہنگی وغیرہ۔ انسان کے ظاہری حرکات اور اس کی وضع قطع اس کے روحانی حالات پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ اس لئے شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جسمانی حرکات میں ضبط واحتیاط کی تاکید فرمائی ہے۔ جو شخص ایک رکعت پانے کے لئے جلدی جلدی وضو کرے گا یا تیزی سے چلے گا۔ اس کے اندر سکون واطمینان کی حالت نہیں رہے گی۔

بلکہ اس میں اضطراب و پریشانی کی حالت پیدا ہوکر نماز کا لطف جاتا رہے گا۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ۲ تا ۱۰۔ روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ۳۱۶ تا ۳۲۴)

قَالَهُ اَبُوْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: حضرت ابوقتادہؓ کی روایت میں اِذَا سَمِعْتُمُ الْإِقَامَةَ کی بجائے اِذَا اَتَيْتُمُ الصَّلٰوةَ کے الفاظ ہیں۔ (روایت نمبر ۶۳۵) امام بخاریؒ نے حضرت ابوقتادہؓ کی روایت کا عنوان باب میں حوالہ دے کر روایت وہ پیش کی ہے جس کے الفاظ باعتبار مفہوم ارشاد نبویؐ کے زیادہ موافق ہیں اور چونکہ اقامت کو سننے والا چلنے میں طبعاً جلدی کرے گا۔ کیونکہ اسے ابتدائی حصے میں شریک نہ ہونے کا خوف ہوگا۔ مگر اس کو بھی یہی حکم ہے کہ وہ چلنے میں جلدی نہ کرے۔

بَاب ۲۲: مَتَى يَقُوْمُ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْإِمَامَ عِنْدَ الْإِقَامَةِ

لوگ جب اقامت کے وقت امام کو دیکھیں تو کب کھڑے ہوں؟

٦٣٧: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتَّى تَرَوْنِيْ.

۶۳۷: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام نے ہمیں بتایا، کہا: یحيٰ (ابن ابی کثیر) نے مجھے لکھا: عبداللہ بن ابی قتادہ سے مروی ہے۔ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تکبیر اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک کہ مجھے نہ دیکھو؛ کھڑے نہ ہو۔

اطرافه: ٦٣٨، ٩٠٩۔

تشریح: مَتٰى يَقُوْمُ النَّاسُ: لوگوں کی اب بھی یہی عادت ہے کہ تکبیر اقامت کے الفاظ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ سنتے ہی کھڑے ہوجاتے ہیں، امام کھڑا ہو یا نہ ہو۔ یہ آداب اقتداء کے خلاف ہے۔ اِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ۔ (کتاب الاذان باب نمبر۵۱) امام تو اسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے تا افراد کے اندر اجتماعی کیفیت پیدا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر کہ لوگوں کے کھڑے ہونے کی کوئی انتظامی صورت نہیں۔ بعض اَللّٰهُ اَكْبَرُ سنتے ہی کھڑے ہوجاتے ہیں اور بعض حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ سن کر۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ کے تشریف لانے سے پہلے لوگ کھڑے ہوکر آپؐ کا انتظار کرتے ہیں۔ یہ بے ترتیبی دیکھ کر آپؐ نے فرمایا: اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ (قُمْتُ) جب تک مجھے نہ دیکھو کہ میں کھڑا ہو گیا ہوں تم بھی کھڑے نہ ہو۔ نماز کا آغاز دراصل قیام سے ہوتا ہے۔ پس اس قیام میں بھی اتباع ضروری ہے۔

بَاب ۲۳
لَا يَسْعٰى☆ إِلَى الصَّلَاةِ مُسْتَعْجِلًا وَلْيَقُمْ بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ
نماز کے لئے جلدی کرتے ہوئے نہ اُٹھے☆ اور چاہیے کہ اطمینان ووقار سے کھڑا ہو

۶۳۸: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتَّى تَرَوْنِيْ وَعَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ.

تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ.

اطرافه: ۶۳۷، ۹۰۹۔

۶۳۸: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ سے، یحيٰ نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تکبیرِ اقامت کہی جائے تو کھڑے نہ ہو۔ یہاں تک کہ تم مجھے دیکھو کہ میں کھڑا ہوگیا ہوں اور تمہیں اطمینان اپنا شیوہ بنانا چاہیے۔

علی بن مبارک نے بھی (یحيٰ سے اسی طرح) بیان کیا۔

تشریح: **وَلْيَقُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَار:** یہ مضمون باب ۲۱ کی تشریح میں گزر چکا ہے۔ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکینت اور وقار سے متعلق بہت تاکید فرمائی ہے اور جلد بازی اور شتاب کاری کو اس قدر مذموم سمجھا ہے کہ نماز کے لئے اُٹھنے میں بھی اسے ناپسند فرمایا ہے اور صحابہ کرامؓ کو حکماً اس سے روکا۔ اس ممانعت سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نماز میں طمانیت ومتانت کس قدر ضروری ہے۔ جو لوگ اپنی نماز میں مرغ کی طرح ٹھونگیں مارتے ہیں ان کی نماز کہاں تک نماز کہلانے کا حق رکھتی ہے۔ صرف وہی نماز اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد: ۲۹) کی مصداق ہو سکتی ہے۔ جو اپنی تمام شرائط وآداب اور متانت ووقار کے ساتھ ادا کی جائے۔

بَاب ۲۴: هَلْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعِلَّةٍ
کیا بسبب کسی ضرورت کے مسجد سے نکلے؟

۶۳۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ

۶۳۹: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے صالح

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لَا يَسْعٰى کی بجائے لَا يَقُوْمُ کا لفظ ہے (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۱۵۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَقَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ حَتَّى إِذَا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ انْتَظَرْنَا أَنْ يُّكَبِّرَ انْصَرَفَ قَالَ عَلَى مَكَانِكُمْ فَمَكَثْنَا عَلَى هَيْئَتِنَا حَتَّى خَرَجَ إِلَيْنَا يَنْطِفُ رَأْسُهُ مَاءً وَقَدِ اغْتَسَلَ.

بن کیسان سے، صالح نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور تکبیر اقامت ہو چکی تھی اور صفیں برابر کی گئی تھیں۔ یہاں تک کہ جب آپؐ اپنی نماز گاہ میں کھڑے ہو گئے تو ہم انتظار میں تھے کہ آپؐ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہیں گے۔ اتنے میں آپؐ مڑے، فرمایا: اپنی جگہ پر ہی رہو۔ ہم جیسے تھے ٹھہرے رہے۔ آخر آپؐ ہمارے پاس باہر آئے۔ آپؐ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا اور آپؐ نے غسل کیا تھا۔

اطرافہ: ۲۷۵، ۶۴۰۔

تشریح: **هَلْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعِلَّةٍ:** مسلم اور ابوداؤد☆ وغیرہ نے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ آذان سن کر مسجد سے چلا گیا تو انہوں نے ناپسند فرمایا۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۲۱) طبرانی نے بھی حضرت ابوہریرہؓ سے اسی مفہوم کی ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: لَا يَسْمَعُ النِّدَاءَ فِيْ مَسْجِدِيْ ثُمَّ يَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا لِحَاجَةٍ ثُمَّ لَا يَرْجِعُ اِلَيْهِ اِلَّا مُنَافِقٌ۔ (المعجم الاوسط، من اسمه علی، روایت نمبر ۳۸۴۲، جزء ۴، صفحہ ۱۵۰) یعنی میری مسجد سے اذان سن کر جو بغیر ضرورت کے باہر نکل جاتا ہے اور واپس نہیں آتا تو وہ منافق ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بلا وجہ باب قائم نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے زمانے کے فتووں اور مسئلوں میں شدت غیر مشروعہ کو روکنے کے لئے باب قائم کرتے ہیں۔ جنابت و حَدَث کی معذوریاں ایسی ہیں جن کی وجہ سے انسان باہر جا سکتا ہے۔

مسلمؒ، ابوداؤدؒ وغیرہ محدثین نے ابوشعثاء کی سند سے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ اذان ہونے پر ایک شخص مسجد سے باہر گیا تو حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ ☆۔ اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔ امام موصوفؒ نے اس قسم کی روایتوں اور مسئلوں میں تشدد کی صورت دیکھ کر مندرجہ بالا باب قائم کیا ہے۔ اگر مشار الیہ روایت درست ہو تو صرف اس قدر ثابت ہوگا کہ جس شخص کے جانے کو آپؐ نے ناپسند فرمایا، وہ بغیر ضرورت کے گیا ہوگا۔ (فتح الباری- جزء ثانی صفحہ ۱۵۹) یہ روایت چونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق نہیں اس لئے اسے قبول نہیں کیا اور نہ ایسی شاذ روایتوں پر فتویٰ کی بناء رکھی جا سکتی ہے۔

☆ (مسلم. كتاب المساجد. باب النهى عن الخروج من المسجد اذا اذّن المؤذن)
(ابو داؤد. كتاب الصلوٰة. باب الخروج من المسجد بعد الاذان)

بَاب ۲۵ : إِذَا قَالَ الْإِمَامُ مَكَانَكُمْ حَتَّى {أَرْجِعَ☆} انْتَظِرُوْهُ

جب امام کہے: اپنی جگہ پر رہو یہاں تک کہ ہم☆ لوٹ آئیں تو وہ اس کا انتظار کریں

٦٤٠: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَسَوَّى النَّاسُ صُفُوْفَهُمْ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمَ وَهُوَ جُنُبٌ ثُمَّ قَالَ عَلَى مَكَانِكُمْ فَرَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مَاءً فَصَلَّى بِهِمْ.

۶۴۰: اسحٰق نے ہم سے بیان کیا، کہا: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: اوزاعی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نماز کے لئے تکبیر کہی گئی اور لوگوں نے صفیں درست کیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آگے بڑھے اور آپؐ جنبی تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو اور آپؐ لوٹ گئے اور نہائے۔ پھر باہر آئے اور آپؐ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا اور آپؐ نے ان کو نماز پڑھائی۔

اطرافه: ۲۷۵، ٦٣٩۔

تشریح: **اِذَا قَالَ الْإِمَامُ مَكَانَكُمْ حَتَّى اَرْجِعَ انْتَظِرُوْهُ:** اسلام نے امام کو مطاع کا درجہ دیا ہے۔ اس لئے مقتدیوں کا حق نہیں کہ وہ امام سے متعلق رائے زنی کریں۔ خواہ وہ دیر سے آئے یا اقامت کے بعد کسی کام میں مشغول ہو جائے اور ان کو کھڑا ہونے کے لیے حکم دے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ اطمینان سے اس کا انتظار کریں۔ وہ اس انتظار میں بھی حالت نماز میں ہی ہوں گے۔ یہ ایک نہایت ہی اہم اجتماعی نکتہ ہے۔ جس کو اگر مقتدی نظر انداز کریں گے تو پھر انہیں یقین کر لینا چاہیے کہ ان کے اجتماع کی پراگندگی کا آغاز ہو گیا ہے اور انہوں نے اس راستے پر قدم رکھ دیا ہے جو ان کو اجتماعی برکات سے محروم کرنے والا ہے۔ ہماری نماز ایک اجتماعی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کی پہلی کڑی امام ہے۔ اس کے ذریعے سے افراد اجتماع کی صورت و شکل اختیار کرتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابواب کی ترتیب میں کمال معرفت کا اظہار کیا ہے۔ تکبیر اقامت پر افراد کا تعلق امام سے شروع ہوتا ہے۔ اس وقت ان کی فردیت امام کی شخصیت میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اس لئے انہوں نے یہاں اس ادب کا ذکر کیا ہے جو امام کی شخصیت کو محفوظ رکھنے

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ اَرْجِعُ کی بجائے نَرْجِعُ ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۱۶۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

کے لئے ازبس ضروری ہے۔ باب ۱۹ سے باب ۲۵ تک اسی اہم ادب کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ باب ۲۳ میں ضمناً ایک اورامر کا بھی ذکر کیا ہے جو باب ۱۷ میں بھی گزر چکا ہے۔ مگر اس کا تعلق بالواسطہ انہی باتوں کے مضمون سے ہے۔ جیسا کہ ابھی اس تعلق کی وضاحت کی جائے گی۔

وَهُوَ جُنُبٌ: روایت نمبر ۶۳۹ میں یہ الفاظ نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیاس کیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے ان سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ عنوان باب ۲۴ میں لِعِلَّةٍ کہہ کر توجہ دلائی ہے کہ مسجد سے نکلنے کا سبب غیر معین ہے۔ بلکہ باب ۲۵ کے عنوان میں الفاظ لِعِلَّةٍ، لِحَاجَةٍ، وَهُوَ جُنُبٌ نظر انداز کئے گئے ہیں۔ امام موصوفؒ کا یہ تصرف بلا وجہ نہیں۔ مذکورہ بالا دونوں ابواب کے بعد جو باب (نمبر ۲۷) قائم کیا ہے۔ اس میں اَلْحَاجَةُ کا لفظ جو معرفہ ہے اختیار کر کے بتایا ہے کہ جہاں وجہ معلوم ہو وہاں تو وہ وجہ بیان کی جاسکتی ہے۔ مگر جہاں وجہ کا علم نہ دیا گیا ہو وہاں آراء کا قیاس درست نہیں۔ چاروں ابواب ایک ترتیب میں ہیں۔ باب ۲۴، ۲۶ ضمنی ہیں۔

بَاب ٢٦: قَوْلُ الرَّجُلِ مَا صَلَّيْنَا

آدمی کا یہ کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی

٦٤١: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُوْلُ أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَاللهِ مَا كِدْتُّ أَنْ أُصَلِّيَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا أَفْطَرَ الصَّائِمُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بُطْحَانَ وَأَنَا مَعَهُ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى يَعْنِي

۶۴۱: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شیبان نے ہمیں بتایا۔ یحییٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت جابر بن عبداللہؓ نے ہمیں بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عمر بن خطابؓ خندق کے دن آئے اور کہا: یارسول اللہ! بخدا مجھے تو نماز بھی نہ ملی۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا اور اور یہ اس وقت کے بعد کا وقت تھا جب روزہ دار نے روزہ افطار کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا! میں نے بھی نہیں پڑھی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بطحان کی طرف اتر گئے اور میں آپؐ کے ساتھ تھا۔ آپؐ نے وضو کیا۔ پھر

الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ.

سورج غروب ہونے کے بعد نماز پڑھی۔ یعنی عصر کی۔ پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

اطرافه: ٥٩٦، ٥٩٨، ٩٤٥، ٤١١٢۔

تشریح: قَوْلُ الرَّجُلِ مَا صَلَّيْنَا: جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ لوگ یا تو افراط کی طرف نکل جاتے ہیں یا تفریط کی طرف اور حد اعتدال پر قائم رہنا ان کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ مسائل فقہیہ میں بھی اسی قسم کے افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے۔ بجائے اس کے کہ عملی باتوں پر زور دیا جاتا، لفظی بحثوں پر بہت زور دیا گیا۔ اس افراط کی ایک مثال یہ ہے کہ بعض لوگ اس کو سوءِ ادب سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ مَا صَلَّيْنَا ہم نے نماز نہیں پڑھی۔ یعنی اپنی طرف نماز نہ پڑھنے کا فعل منسوب کرنا گویا ایک مکروہ بات ہے۔ ایک طرف تو یہ ان کا افراط اور دوسری طرف آداب امام سے متعلق سہل انگاری۔ بعض کا تو یہ رویہ ہے کہ وہ اس کی تاخیر پر شور مچانا شروع کر دیتے ہیں۔ بحالیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مُنْتَظِرُ الصَّلٰوةِ فِي صَلٰوةٍ (مسند احمد بن حنبل، مسند الأنصار، حديث عبدالله بن سلام، روایت نمبر ٢٢٦٦٣، جزء ۵، صفحہ ۴۵٠) یعنی نماز کا انتظار کرنے والا نماز ہی میں ہوتا ہے۔ پس اگر امام کو کسی وجہ سے دیر ہو جائے تو مقامِ ادب یہی چاہتا ہے کہ اطمینان سے اس کا انتظار کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی ضرورتیں پیش آئیں اور آپؐ نے تکبیر اقامت کہے جانے کے بعد بھی گفتگو فرمائی۔ یہاں تک کہ آپؐ مقتدیوں کو صف بستہ چھوڑ کر اندر غسل کے لئے تشریف لے گئے ہیں اور ان سے فرمایا کہ وہ جیسے کھڑے ہیں کھڑے رہیں اور صحابہ کرامؓ اطمینان سے کھڑے انتظار کرتے رہے۔ (روایت نمبر ۶۳۹-۶۴٠) اور یہ انتظار بھی ان کی ایک قسم کی عبادت تھی۔ امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونہ اور صحابہ کرامؓ کے سوانح حیات سے ایک انتہائی صورت پیش کر کے اسی نکتہ جلیلہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ منصب امامت مقتدیوں سے نہایت درجہ ادب و احترام کا تقاضا کرتا ہے۔

بَاب ٢٧: اَلْإِمَامُ تَعْرِضُ لَهُ الْحَاجَةُ بَعْدَ الْإِقَامَةِ

اقامت کے بعد امام کو حاجت پیش آ جائے

٦٤٢: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَالنَّبِيُّ

۶۴۲: ابومعمر عبداللہ بن عمرو نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالعزیز بن صُہَیب نے ہمیں بتایا کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے تھے: نماز کے لئے تکبیر کہی گئی اور نبی

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِي رَجُلًا فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ فَمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ.

صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی ایک طرف کسی آدمی سے علیحدگی میں کچھ فرما رہے تھے اور آپؐ اس وقت تک نماز کے لئے کھڑے نہیں ہوئے کہ لوگ سونے لگے۔

اطرافه: ٦٤٣، ٦٢٩٢۔

بَاب ٢٨ : اَلْكَلَامُ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ

اس وقت باتیں کرنا جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے

٦٤٣ : حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلَاةُ فَحَدَّثَنِي عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَعَرَضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ.☆

۶۴۳: عیاش بن ولید نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالاعلیٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: حُمید نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے ثابت بُنانی سے اس آدمی کی بابت پوچھا، جو تکبیر اقامت کے بعد بات کرے تو انہوں نے مجھے بتایا: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نماز کے لئے تکبیر کہی گئی اور ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور اس نے آپؐ کو روک لیا؛ جبکہ نماز کے لئے تکبیر اقامت کہی جا چکی تھی۔

اطرافه: ٦٤٢، ٦٢٩٢۔

☆ حدیث کے یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (دیکھئے فتح الباری، زیر باب ہذا، مطبوعہ بولاق حاشیہ صفحہ ۱۰۳-۱۰۴)

اَبْوَابُ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ وَالْاِمَامَةِ☆

بَاب ۲۹: وُجُوْبُ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

نماز باجماعت پڑھنے کا وجوب

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ مَّنَعَتْهُ أُمُّهُ عَنِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَّمْ يُطِعْهَا.

حسن (بصریؒ) نے کہا: اگر اس کی ماں ہمدردی سے عشاء کی نماز باجماعت پڑھنے سے روکے تو وہ نہ مانے۔

٦٤٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِحَطَبٍ فَيُحْطَبَ ثُمَّ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِيْنًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ.

اطرافه: ٦٥٧، ٢٤٢٠، ٧٢٢٤.

۶۴۴: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میرے دل میں آیا کہ میں کہوں: لکڑیاں اکٹھی کی جائیں اور کہوں کہ اذان دی جائے۔ پھر کسی آدمی سے کہوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور وہیں ان کو چھوڑ کر ان آدمیوں کے پاس جاؤں جو نہیں آئے۔ ان کے گھروں کو مع ان کے جلادوں اور قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر ان میں سے کسی کو علم ہوتا کہ اسے گوشت کی ایک موٹی ہڈی یا دو اچھے پائے ملیں گے تو وہ (اس کے لئے) عشاء کی نماز میں ضرور موجود ہوتا۔

☆ یہ عنوان ابونعیم کی کتاب المستخرج کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۶۴)

تشریح: **وُجُوبُ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ:** علماء نے یہ بحث اٹھائی ہے کہ آیا باجماعت نماز پڑھنا فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ کیا ہر فرد کا اس میں شامل ہونا ضروری ہے یا نماز جنازہ کی طرح بعض کا شامل ہونا؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان باب میں حسن بصریؒ کا جو حوالہ دیا ہے اس سے نوعیت وجوب بتانی مراد ہے۔ کیونکہ حسن بصریؒ کے نزدیک باجماعت نماز فرض عین ہے۔ جو والدہ کے کہنے سے بھی چھوڑا نہیں جاسکتا۔ حسن بصریؒ کے اس فتویٰ کی تفصیل کے لئے فتح الباری (جزء ثانی صفحہ ۱۶۵) دیکھئے۔ حدیث نبوی سے جو زیر نمبر ۶۴۴ منقول ہے، باجماعت نماز کی فرضیت عین ہی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر باجماعت نماز پڑھنا ہی فرض کفایہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو سراسر رحمت تھے اور اعمال میں ہمیشہ سہولت پسند فرماتے تھے باجماعت نماز میں شریک نہ ہونے والوں پر اتنی ناراضگی کا اظہار نہ فرماتے۔

کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب نمبر۲ میں یہ امر واضح کیا جاچکا ہے کہ نماز فریضہ درحقیقت ایک اجتماعی نماز ہے، جو جماعت کے ساتھ ہی ادا ہونی چاہیے اور اوقات کی پابندی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اجتماعی نماز ہے۔ روایت ۷۳۱ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں گھروں میں نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے، وہاں اِلَّا الْمَكْتُوبَةَ کہہ کر اس کو مستثنٰی فرما دیا ہے۔

أُخَالِفُ اِلٰى رِجَالٍ: لفظ خَالَفَ کئی مفاہیم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک استعمال یہ ہے کہ وہ ان کے پاس آیا جایا کرتا ہے۔ دوسرا استعمال لفظ خَالَفَ کا یہ ہے کہ جب کوئی کسی کے پاس نہ آئے تو کہتے ہیں خَالَفَ اِلٰى فُلَانٍ کہ وہ فلاں کے پاس نہیں گیا۔ تیسرا استعمال یہ ہے کہ جس کام کے کرنے کا ارادہ کیا گیا ہو اس کو چھوڑ کر اور کام کرنا۔ (لسان العرب-تحت لفظ خلف) ترجمہ میں دونوں مفہوم جمع کر دیئے گئے ہیں۔

عَرْقًا سَمِينًا اَوْمِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ: جن شارحین نے مِرْمَاةٌ کے معنی کھیل یا تیر کے لئے ہیں انہوں نے بلاغت کلام کی طرف توجہ نہیں کی۔ یہاں کھانے کی چیز مراد ہے نہ کوئی کھیل۔ گو مِرْمَاةٌ اس کھیل کو کہتے ہیں جس میں مٹی کا ایک ڈھیر بنا کر اس پر تیر اندازی کی مشق کی جاتی ہے۔ جس کا تیر اندر گھس جائے وہ غالب سمجھا جاتا ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۶۹) مگر اس کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے مِرْمَاةٌ سے مراد عَرْقٌ سَمِينٌ کا قرینہ ہونے کی وجہ سے ''کُھر'' ہی ہے۔ ان الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل دنیا کی حرص کا اظہار فرمایا ہے کہ کھانے کی چیز کتنی معمولی ہو اس کے لئے لوگ دور تک چلے جائیں گے اور نماز جیسی اہم شئے کے لئے دو قدم چلنا دو بھر ہوگا۔

بَاب ۳۰: فَضْلُ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

باجماعت نماز پڑھنے کی فضیلت

وَكَانَ الْأَسْوَدُ إِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ اور جب اَسْوَد سے نماز باجماعت رہ جاتی تو وہ ایک **ذَهَبَ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ وَجَاءَ أَنَسٌ** اور مسجد کی طرف جاتے اور حضرت انسؓ مسجد کو آئے،

إِلَى مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيْهِ فَأَذَّنَ وَأَقَامَ وَصَلَّى جَمَاعَةً.

جہاں نماز پڑھی جاچکی تھی تو انہوں نے اذان دی اور تکبیر اقامت کہی اور باجماعت نماز پڑھی۔

٦٤٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

اطرافه: ٦٤٩۔

۶۴۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باجماعت نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجے بڑھ کر ہوتی ہے۔

٦٤٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

۶۴۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا) لیث نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا: یزید) ابن الہاد نے مجھ سے بیان کیا کہ عبداللہ بن خباب سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: باجماعت نماز اکیلے کی نماز سے پچیس درجے بڑھ کر ہوتی ہے۔

٦٤٧: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَفِي سُوْقِهِ خَمْسًا

۶۴۷: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالواحد نے ہمیں بتایا، کہا: اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے ابوصالح سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کی نماز باجماعت اس کی اس نماز سے پچیس گنا بہتر ہے جو وہ اپنے گھر یا اپنے بازار میں پڑھے اور یہ اس لئے کہ جب وہ وضو

وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفاً وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ اَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللَّهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلَاةَ.

کرے اور اچھی طرح وضو کرے۔ پھر وہ مسجد کی طرف نکلے۔ بحالیکہ اسے صرف نماز ہی نکال رہی ہو تو جو قدم بھی وہ اٹھائے گا، اس ایک قدم پر اس کا ایک درجہ بلند اور ایک گناہ دور کر دیا جائے گا اور جب وہ نماز پڑھے گا تو جب تک وہ اپنی نماز گاہ میں رہے گا، ملائکہ اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہیں گے۔ (کہیں گے:) اے اللہ! اس پر خاص رحمت فرما۔ اس پر رحم فرما اور تم میں سے ایک آدمی نماز ہی میں ہوتا ہے جب تک وہ نماز کا انتظار کرے۔

اطرافه: ١٧٦، ٤٤٥، ٤٧٧، ٦٤٨، ٦٥٩، ٢١١٩، ٣٢٢٩، ٤٧١٧۔

تشریح: وَكَانَ الْاَسْوَدُ اِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ اِلٰى مَسْجِدٍ اٰخَرَ:

عنوان باب میں اسود (بن یزید نخعیؒ) اور حضرت انسؓ کے جو حوالے دیئے ہیں ان سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ صحابہؓ اور تابعین باجماعت نماز کو کس قدر ضروری سمجھتے تھے۔

اول الذکر مشہور تابعین کبار میں سے ہیں۔ ان حوالوں کی تفصیل فتح الباری (جزء ثانی صفحہ ۱۷۱ تا ۱۷۲) میں دیکھئے۔

روایت نمبر ۶۴۵ میں باجماعت نماز کی فضیلت ستائیس درجے بتائی گئی ہے اور روایت نمبر ۶۴۶، ۶۴۷ میں پچیس کا ذکر ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ترتیب میں پہلے نقل کی گئی ہے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ تقدیم اس لئے ہے کہ بلحاظ ضبط وصحت کے ان کو حضرت ابوسعیدؓ اور حضرت ابوہریرہؓ پر ترجیح ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے دونوں قسم کی روایتیں صحیح مان کر ستائیس درجے والی حدیث صَلٰوةٌ بِالْجَهْرِ کے لئے مخصوص کی ہے اور اس کے لئے ستائیس وجوہ گنے ہیں۔ جن کی وجہ سے باجماعت نماز میں زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ (۱) مؤذن کی دعوت سن کر نیت کرنا۔ (۲) اول وقت جانا۔ (۳) آرام واطمینان سے چلنا۔ (۴) مسجد میں دعا کرتے ہوئے داخل ہونا۔ (۵) مسجد میں داخل ہونے پر دوگانہ نوافل ادا کرنا۔ (۶) جماعت کا انتظار کرنا۔ (۷) ملائکۃ اللّٰہ کا اس کے لئے دعائے رحمت کرنا۔ (۸) اور اس کا شاہد حال ہونا۔ (۹) قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة کی تعمیل کا موقع پانا۔ (۱۰) شیطان سے محفوظ رہنا۔ (۱۱) امام کی تکبیر کا انتظار کرنا۔ (۱۲) صفوں کی درستگی میں شریک ہونا۔ (۱۳) امام کی اطاعت اور اس کی ضرورت کی حقیقت سے آگاہ ہونا۔ (۱۴) امام کی وجہ سے عموماً بھول سے محفوظ رہنا۔ (۱۵) امام کو بھولنے پر سُبْحَانَ اللّٰہ کہہ کر آگاہ کرنا۔

(۱۶) خشوع وخضوع سے حصہ پانا۔ (۱۷) اور جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے اپنے لباس اور وضع قطع کے اچھے رکھنے کا اہتمام کرنا۔ (۱۸) ملائکہ کا قرب حاصل ہونا۔ (۱۹) ملائکہ کا قرأت سے استفادہ کرنا۔ (۲۰) شعار اسلام کے ظاہری طور پر قائم کرنے کا موقع ملنا۔ (۲۱) شیطانی جدوجہد کا مقابلہ کرنا اور دوسروں کے لئے ترغیب کا باعث بننا۔ (۲۲) نفاق سے محفوظ ہوجانا۔ (۲۳) دوسروں کی بدظنی سے بچنا۔ (۲۴) جماعت کی آمین اور ملائکہ کی آمین میں شریک ہونا۔(۲۵) جماعت کی مجموعی دعا اور برکت سے فائدہ اٹھانا۔ (۲۶) نظام جماعت کے قیام میں ممد ہونا۔ (۲۷) ایک دوسرے کے ساتھ الفت اور موانست پیدا کرنے اور افراد جماعت کی خبر گیری کا موقع پانا۔

(ماخوذ از فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۷۳-۱۷۴)

ان میں سے دو یعنی نمبر۱۹، ۲۴ وہ فضیلتیں ہیں جو ظہر اور عصر کی نماز میں بوجہ قرأت بالجہر نہ ہونے کے حاصل نہیں ہوتیں۔ علامہ ابن حجرؒ کی یہ تشریح نہایت قابل قدر ہے۔ جس کی تائید روایت نمبر۶۴۷ کے آخری الفاظ سے بھی ہوتی ہے اور دیگر احادیث میں بھی ان امور کا ذکر آتا ہے۔

صَلٰوۃُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ: اس باب سے متعلق یہ اعتراض اٹھایا گیا ہے کہ جب سابقہ باب کا موضوع یہ ہے کہ باجماعت نماز فرض عین ہے تو پھر اکیلے نماز پڑھنے پر نماز باجماعت کی فضیلت کے کیا معنی؟ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تنہا آدمی کی نمازِ فریضہ ہوجاتی ہے حالانکہ نمازِ فریضہ سے متعلق یہ مسئلہ ہے کہ وہ ایسی نماز ہے جو جماعت کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسا کہ باب نمبر۳۰ کے مندرجہ حوالوں کا بھی یہی مفہوم ہے۔ اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ الفاظ تُضَعَّفُ عَلٰی صَلٰوتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ وَفِیْ سُوْقِهٖ سے بھی مراد وہ نماز ہے جو گھر یا بازار میں باجماعت پڑھی جاتی ہے اور جو نماز اس سے ستائیس یا پچیس گنا افضل قرار دی گئی ہے۔ وہ جامع مسجد کی باجماعت نماز ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان باب میں جو حوالہ حضرت انسؓ کی روایت کا دیا ہے وہ یہی بات سمجھانے کے لئے ہے کیونکہ حضرت انسؓ نے باجماعت نماز نہ ملنے پر نماز ادا کی تو اذان اور تکبیر اقامت کے ساتھ ادا کی، جو جماعت کا حکم رکھتی ہے۔ جو شخص کسی معذوری سے باجماعت نماز نہ پاسکے اس کے لئے یہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ وہ اذان دے اور تکبیر اقامت کہے اور نماز ادا کرے۔ ورنہ اس کی نماز فریضہ نہیں بلکہ نفل ہوگی۔ چنانچہ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ اِسْمَعْ وَاَطِعْ وَلَوْلِعَبْدٍ مُجَدَّعِ الْاَطْرَافِ وَاِذَا صَنَعْتَ مَرَقَةً فَاَکْثِرْ مَاءَ هَا ثُمَّ انْظُرْ اَهْلَ بَیْتٍ مِنْ جِیْرَانِکَ فَاَصِبْهُمْ مِنْهُ بِمَعْرُوْفٍ وَصَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ وَّجَدْتَّ الْاِمَامَ قَدْ صَلّٰی فَقَدْ اَحْرَزْتَ صَلٰوتَکَ وَاِلَّا فَهِیَ نَافِلَةٌ (الادب المفرد- باب یکثر ماء المرق فیقسم فی الجیران. روایت نمبر۱۱۳) میرے جانی دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی مجھے تاکید فرمائی۔ امیر کی بات سن اور اطاعت کر۔ خواہ اپاہج غلام ہی ہو اور اگر شوربہ تیار کرے تو پانی زیادہ ڈال۔ پھر اپنے کسی پڑوسی کو دیکھ اور اسے دے کر بھلائی کر اور وقت پر نماز پڑھ اور اگر امام کو پالے جس نے نماز پڑھائی ہے (یعنی تو اس میں شامل ہوگیا ہو) تو تُو نے نماز محفوظ کرلی۔ ورنہ وہ نماز نفل نماز ہوگی۔

بَاب ٣١: فَضْلُ صَلَاةِ الْفَجْرِ فِي جَمَاعَةٍ

نمازِ فجر باجماعت پڑھنے کی فضیلت

٦٤٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَفْضُلُ صَلَاةُ الْجَمِيْعِ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا وَّتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُو هُرَيْرَةَ فَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ: إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا. (بني اسرائيل: ٧٩)

۶۴۸: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: سعید بن مسیّب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے پچیس حصے بڑھ کر ہے اور رات کے ملائکہ اور دن کے ملائکہ فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے: اگر تم چاہو تو (قرآن مجید میں) پڑھ لو: اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ قرآن بوقت فجر ایسا ہے کہ اس کے ساتھ شہادتیں قائم ہوں گی۔

اطرافه: ١٧٦، ٤٤٥، ٤٧٧، ٦٤٧، ٦٥٩، ٢١١٩، ٣٢٢٩، ٤٧١٧،

٦٤٩: قَالَ شُعَيْبٌ وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً.

۶۴۹: شعیب نے کہا: اور نافع نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے تھے: اس سے ستائیس درجے بڑھ کر یہ نماز ہوتی ہے۔

اطرافه: ٦٤٥۔

٦٥٠: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ

۶۵۰: عمر بن حفص نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے ہمیں بتایا، کہا: اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے سالم سے سنا۔ انہوں نے کہا:

الدَّرْدَاءِ تَقُوْلُ دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ مَا أَغْضَبَكَ فَقَالَ وَاللهِ مَا أَعْرِفُ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا.

میں نے ام درداء سے سنا۔ وہ کہتی تھیں کہ حضرت ابودرداءؓ میرے پاس آئے اور وہ غصے میں تھے۔ میں نے کہا: تمہیں کس بات نے برہم کیا ہے۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کی کوئی بات بھی نہیں دیکھتا۔ سوائے اس کے کہ وہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں۔

۶۵۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَبْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشًى وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِّنَ الَّذِي يُصَلِّيْ ثُمَّ يَنَامُ.

۶۵۱: محمد بن علاء نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابواسامہ نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے برید بن عبداللہ سے، برید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے نماز کا سب سے بڑا ثواب حاصل کرنے والے وہ لوگ ہیں جو دور سے چل کر آتے ہیں۔ پھر وہ ہیں جو ان سے زیادہ دور سے آنے والے ہیں اور جو شخص نماز کا انتظار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ امام کے ساتھ پڑھتا ہے۔ وہ اس شخص سے زیادہ ثواب حاصل کرنے والا ہوگا جو نماز پڑھ کر سو جاتا ہے۔

تشریح: تَفْضُلُ صَلٰوةُ الْجَمِيْعِ صَلَاةَ اَحَدِكُمْ وَحْدَهٗ: اس باب کی پہلی روایت میں امام بخاریؒ نے دو مختلف حوالے دے کر پچیس اور ستائیس درجے کے درمیان وہی فرق نمایاں کیا ہے جس کا سابقہ باب میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ تَفْضُلُ صَلٰوةُ الْجَمِيْعِ صَلَاةَ اَحَدِكُمْ وَحْدَهٗ کی روایت نقل کر کے صبح کی نماز کی دو خصوصیتیں بیان کی ہیں۔ ایک دن رات کے ملائکہ کا اکٹھا ہونا اور دوسرا قراءت فجر کا مشہود ہونا۔ اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے: تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَّ عِشْرِيْنَ دَرَجَةً اس سے یہی سمجھانا مقصود ہے کہ ستائیس درجے والی روایت بھی صحیح ہے اور اس کا تعلق نماز فجر سے ہے۔ جس میں ملائکہ کا اجتماع ہوتا ہے اور قراءت بالجہر ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے تشریح کتاب مواقیت الصلوٰۃ۔ باب ۱۶ اور کتاب الاذان باب ۳۰۔

مَا اَعْرِفُ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ: امت محمدؐ سے یہاں مراد زمانہ نبویؐ بھی ہوسکتا ہے اور شریعت بھی۔ حضرت ابودرداءؓ اس دور کا نقشہ کھینچ رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے اعمال میں بلحاظ روحانیت بہت کچھ تغیر واقع ہو چکا تھا۔ بحالیکہ وہ باجماعت نماز پڑھتے تھے اور اس کی یہی وجہ تھی کہ یہ مسئلہ عام لوگوں کے نزدیک متفق علیہ تھا کہ نماز فریضہ باجماعت ہی ہوتی ہے اور نماز فریضہ کا جماعت کے ساتھ مشروط ہونا ہی دراصل وہ مزیّت ہے جو اس نماز کو اکیلے کی نماز پر فضیلت دے رہی ہے۔ یہ وہ نکتہ ہے جس کو امام موصوف اس باب میں واضح کرنا چاہتے ہیں۔ اس مزیت کی وجہ سے جو جو خصوصیتیں کسی نماز کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں ان خصوصیتوں کی نسبت سے اس نماز کا ثواب بھی بڑھتا رہے گا۔ جیسے فجر کی نماز میں ملائکہ کی حاضری اور قرأت کی خاص تاکید اور نماز کے لئے دور سے چل کر آنا وغیرہ امور ایسے ہیں جو ثواب کو بڑھاتے ہیں۔ جیسا کہ اس دور میں لوگوں کی نمازیں سوائے باجماعت پڑھے جانے کے باقی خشوع وخضوع وغیرہ سے خالی ہوگئیں تھیں اور ان کا ثواب بھی ویسے ہی کم ہوگیا تھا۔

بَاب ۳۲: فَضْلُ التَّهْجِيْرِ إِلَى الظُّهْرِ

نماز ظہر کے لئے اوّل وقت جانے کی فضیلت

٦٥٢: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيْقٍ وَّجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَأَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ.

اطرافه: ۲۴۷۲۔

۶۵۲: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے سُمَیّ سے؛ جو کہ ابوبکر (بن عبدالرحمٰن) کے آزاد کردہ غلام تھے، سُمَیّ نے ابوصالح سمان سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی اثناء میں کہ ایک شخص راستے پر چلا جارہا تھا۔ اس نے کانٹوں والی شاخ راستے پر پائی وہ اس نے ہٹادی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر کی اور اس کے گناہ معاف کردیئے۔

٦٥٣: ثُمَّ قَالَ الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ. اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِيْقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيْدُ فِي سَبِيْلِ

۶۵۳: پھر آپؐ نے فرمایا: شہید پانچ ہیں۔ طاعون سے مرنے والا اور پیٹ کے عارضے سے مرنے والا اور ڈوب کر مرنے والا اور مکان کے گرنے

اللهِ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا إِلَّا أَنْ يَّسْتَهِمُوْا لَاسْتَهَمُوْا عَلَيْهِ.

سے دب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ میں مرنے والا اور فرمایا:: اگر لوگ جانتے کہ اذان میں اور پہلی صف میں کیا ثواب ہے اور پھر اس کے لئے قرعہ ڈالنے کے سوا کوئی چارہ نہ پاتے، تو اس کے لئے ضرور قرعہ ڈالتے۔

اطرافہ: ۷۲۰، ۲۸۲۹، ۵۷۳۳

٦٥٤: وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

۶۵۴: اور اگر وہ جانتے کہ ظہر کی نماز کے لئے اوّل وقت جانے میں کیا ثواب ہے تو وہ اس کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے اور اگر وہ جانتے کہ عشاء اور صبح کی نماز میں کیا ثواب ہے تو وہ ان میں آتے، اگرچہ گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے آتے۔

اطرافہ: ۶۱۵، ۷۲۱، ۲۶۸۹۔

تشریح: فَضْلُ التَّهْجِيْرِ: اس باب میں بھی سابقہ مضمون پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں تین باتیں جمع کی گئی ہیں؛ جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں۔ کانٹوں کے اٹھانے سے مغفرت کا حاصل کرنا۔ شہادت کی موتیں اور اذان دینے اور پہلی صف میں شامل ہونے کا ثواب۔ علامہ ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ یہ روایتیں قتیبہؒ نے امام مالکؒ سے اسی طرح اکٹھی روایت کی ہیں۔ امام بخاریؒ نے یہ تصرف نہیں کیا۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ۱۸۱) لیکن امام موصوفؒ نے اس مجموعہ سے عین محل وموقع پر فائدہ اٹھایا ہے۔ وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ایک چھوٹا سا عمل بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا جاذب ہوتا ہے۔ بلکہ بعض حالات میں عمل نہ بھی ہو صرف نیت ہو اور ناگہانی موت اس نیک نیت کو حیّزِ عمل میں لانے کا موقع نہ دے۔ تب بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت انسان کے شامل حال ہو جاتی ہے اور اس کو شہادت کا وہ درجہ دے دیتی ہے۔ جو مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے مخصوص ہے۔ چنانچہ حدیث میں جن چار موتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں انسان ناگہانی صدمہ سے مر جاتا ہے۔ طاعون، ہیضہ، ڈوبنے اور مکان گرنے سے آدمی کو بہت کم مہلت ملتی ہے کہ وہ اپنے نیک ارادوں کو عملی صورت دے سکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس کی اس بے بسی کا اپنی رحمت سے تدارک کرتا اور اس کو ان لوگوں میں شمار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ہوں۔ مذکورہ بالا موتوں سے مرنے والے وہ مومن مراد ہیں جن کو اپنے نیک ارادوں کے مطابق عمل کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ اب اس روایت کے آخری حصہ کا تعلق اور عنوان باب کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ (مزید تشریح کے لئے دیکھئے روایت ۷۲۱)

بَاب ۳۳: اِحْتِسَابُ الْآثَارِ

نشاناتِ قدم پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہنا

٦٥٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي سَلِمَةَ أَلَا تَحْتَسِبُوْنَ آثَارَكُمْ.

٦٥٥: محمد بن عبداللہ بن حوشب نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوھاب نے ہم سے بیان کیا، کہا: حمید نے حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنی سلمہ! کیا تم اپنے آثار (نشان قدم) پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی نہیں چاہتے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فِي قَوْلِهِ: وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ (یٰس:۱۳) قَالَ خُطَاهُمْ

اور مجاہد نے اللہ تعالیٰ کے قول وَ نَكْتُبُ مَاقَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ (ان کے آثار) سے ان کے قدموں کے نشان مراد لئے ہیں۔

اطرافه: ٦٥٦، ١٨٨٧۔

٦٥٦: وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ بَنِي سَلِمَةَ أَرَادُوْا أَنْ يَّتَحَوَّلُوْا عَنْ مَّنَازِلِهِمْ فَيَنْزِلُوْا قَرِيْبًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّعْرُوا الْمَدِيْنَةَ☆ فَقَالَ أَلَا تَحْتَسِبُوْنَ آثَارَكُمْ.

٦٥٦: اور ابن ابی مریم نے کہا: یحيٰ بن ایوب نے ہمیں بتایا کہ حمید نے مجھ سے بیان کیا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ بنو سلمہ نے چاہا کہ اپنے گھروں سے منتقل ہوکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ رہیں۔ حضرت انسؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا کہ وہ اپنے گھروں☆ کو خالی کردیں اور فرمایا: کیا تم اپنے قدموں پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی نہیں چاہتے؟

قَالَ مُجَاهِدٌ خُطَاهُمْ آثَارُهُمْ

اور مجاہد نے کہا: ان کے آثار سے ان کے

☆ کشمیہنی کی روایت میں اَنْ يُّعْرُوا الْمَدِيْنَةَ کی بجائے اَنْ يُّعْرُوْا مَنَازِلَهُمْ ہے (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۸۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَالْمَشْيُ فِي الْأَرْضِ بِأَرْجُلِهِمْ. قدموں کے نشان مراد ہیں اور زمین پر پیدل چلنا مراد ہے۔

اطرافه: ٦٥٥، ١٨٨٧۔

تشریح: **اِحتِسَابُ الْاٰثَارِ:** اَثَرٌ کے معنی بَقِيَّةُ شَئٍ یعنی کسی چیز کا باقی ماندہ نشان۔ کسی عمل کا ردعمل جو نفس کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ اس کو بھی اثر کہتے ہیں۔ جیسا کہ اس باب کی پہلی روایت میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس سے یہی ردعمل مراد ہے۔ یعنی اعمال کے مخفی اثرات جو نفس میں محفوظ رہتے ہیں اور ان اعمال کے نتائج وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ (سورۃ یٰسین: ۱۳) یعنی ہم ان کے وہ اعمال جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں اور ان کے اعمال کے اثرات اور نتائج سب محفوظ رکھیں گے۔ ایسا ہی اثر کے معنی قدم کا نشان جو زمین پر پڑتا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کا ردّعمل ہی ہوتا ہے۔ احتساب کے معنی کسی فعل میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے ثواب کو مدنظر رکھنا۔

عنوان باب کو مطلق رکھ کر اعمال کے نتائج کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر کئے جائیں اور جس روایت کا حوالہ دیا ہے۔ اس میں ثواب کا ذکر ہے جو نمازی کو مسجد تک چلنے میں قدم قدم پر ملتا ہے۔ قبیلہ بنوسلمہ کے گھر مسجد نبوی سے دور تھے۔ بعض کا فاصلہ ایک میل سے بھی زیادہ تھا۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۸۳) اور ان کو باجماعت نماز کے لئے دور سے آنا پڑتا تھا تو انہوں نے چاہا کہ مسجد کے قرب و جوار میں مکان خرید لیں۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت نہ دی۔ جس کی وجہ روایت مذکورہ بالا کی دوسری سند (نمبر ٦٥٦) میں بتائی گئی ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں: فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْرُوا الْمَدِيْنَةَ... یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے ناپسند فرمایا کہ ان کا اپنی بستیوں کو چھوڑ کر چلا آنا مدینہ کو غیر محفوظ کر دے گا۔ آپؐ نے فرمایا: اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ نبی ﷺ نے ان کو اس خطرہ کی طرف توجہ نہیں دلائی جو ایک اعتبار سے ثانوی حیثیت رکھتا تھا بلکہ رضاءِ الٰہی کی طرف متوجہ فرمایا۔ انبیاء کی نظر درحقیقت اسباب سے ماوراء اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتی ہے۔ عالم اسباب میں رہ کر اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب سے فائدہ اٹھاتے ہیں مگر ان پر بھروسہ نہیں کرتے۔ اس لئے آپؐ نے بنی سلمہ کے لوگوں کی توجہ مرکزی نقطۂ عمل کی طرف محبت بھرے الفاظ سے منعطف کی ہے۔ یعنی برضائے الٰہی جس کا دارومدار نیت پر ہے اور اس جدوجہد پر جو انسان کو اعمال کی نگہداشت میں صرف کرنی پڑتی ہے۔ اس روایت سے امام موصوفؒ نے باجماعت نماز کی پچیس یا ستائیس درجے فضیلت کی حقیقت آشکار کر دی ہے۔ یعنی رضائے الٰہی کی نیت رکھنے کے ساتھ ایک چھوٹی سے چھوٹی حرکت بھی انسان کو قدردانی کا مستحق بنا دیتی ہے اور جو قدم بھی وہ نیکی کے لئے اٹھاتا ہے۔ اس کے لئے ثواب کا موجب ہوتا ہے۔ صحیح مسلم کی روایت میں اس فضیلت کی بایں الفاظ صراحت کی گئی ہے: اِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ خُطْوَةٍ دَرَجَةً۔ تمہارے لئے ہر قدم پر ایک درجہ ہے۔ (مسلم - كتاب المساجد - باب فضل كثرة الخطا الى المساجد)

بَاب ٣٤: فَضْلُ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ

عشاء کی نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت

٦٥٧: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ صَلَاةٌ أَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُقِيْمَ ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا يَّؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ آخُذَ شُعَلًا مِنْ نَّارٍ فَأُحَرِّقَ عَلَى مَنْ لَّا يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ.

اطرافه: ٦٤٤، ٢٤٢٠، ٧٢٢٤.

۶۵۷: عمر بن حفص نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے ہمیں بتایا، کہا: اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوصالح نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ بوجھل اور کوئی نماز نہیں اور اگر وہ جانتے کہ ان میں کیا ثواب ہے تو وہ ان نمازوں میں آتے۔ اگرچہ گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے ہی۔ میرے دل میں آیا کہ میں مؤذن سے کہوں کہ وہ نماز کے لئے اقامت کی تکبیر کہے۔ پھر میں ایک شخص سے کہوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے۔ پھر میں انگارے لوں اور ان کے مکانوں کو آگ لگا دوں جو ابھی تک نماز کے لئے نہیں نکلے۔

تشریح: **فَضْلُ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ:** نماز عشاء باجماعت پڑھنے کی فضیلت اس سے عیاں ہے کہ وہ مومن اور منافق کے درمیان فرق ظاہر کرتی ہے۔ منافقوں کی نسبت قرآن مجید فرماتا ہے: وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى (النساء:۱۴۳) یعنی نماز ان کے لئے دوبھر ہوتی ہے۔ جب نماز کے لئے اٹھتے ہیں تو سستی سے اٹھتے ہیں۔ لیکن فجر اور عشاء کی نمازیں ایسے اوقات میں ہیں کہ وہ اپنی سستی کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور ان کا نفاق ان کے تقاضائے ایمان پر غالب آجاتا ہے۔

لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا: اگر وہ جانتے کہ یہ دونوں نمازیں بوجہ اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے کے کتنی بڑی رضائے الٰہی کا موجب ہیں تو اگر وہ اپاہج بھی ہوتے تب بھی گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے چل کر ان نمازوں میں شامل ہوتے۔

لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ الْمُؤَذِّنَ: باب۲۹یعنی وُجُوبُ صَلٰوةِ الجَمَاعَةِ کا مضمون یہاں ختم ہے۔ باب ۲۹ میں بھی یہی حدیث ہے اور یہ باب بھی اس حدیث پر ختم ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک نماز فریضہ کی فضیلت کا اصل سبب یہی ہے کہ جماعت کے ساتھ اس کی ادائیگی لازمی ہے۔ اسی لئے انہوں نے ابواب کے عنوان قائم کرنے میں لطیف تصرفات سے کام لیا ہے۔ مثلاً باب۳۱: فَضْلُ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فِيْ جَمَاعَةٍ اور باب۳۴: فَضْلُ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ ان دو ابواب کے درمیان باب ۳۲: فَضْلُ التَّهْجِيْرِ اِلَى الظُّهْرِ رکھ کر اس ضمن میں یہ حدیث بیان کی ہے: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ...... (روایت نمبر ۶۵۳)

حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ کی نداء سے بھی جو ایک حکم ہے اسی امر کی تائید ہوتی ہے کہ نماز فریضہ وہ نماز ہے جو باجماعت پڑھی جانی چاہیے۔ حکم وَاَقِيْمُو الصَّلٰوةَ اور حکم وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ (البقرہ:۴۴) بھی اسی مفہوم کی تائید کرتے ہیں۔

بَاب ۳۵: اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ

دو یا دو سے زیادہ جماعت ہوتی ہے

۶۵۸: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَذِّنَا وَأَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا.

۶۵۸: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یزید بن زُریع نے ہم سے بیان کیا، کہا: خالد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت مالکؓ بن حویرث سے، حضرت مالکؓ بن حویرث نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جب نماز کا وقت آئے؛ تم دونوں اذان دو اور تکبیر اقامت کہو۔ پھر تم دونوں میں سے جو بڑا ہو؛ امام ہو۔

اطرافہ: ۶۲۸، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۵۸، ۶۸۵، ۸۱۹، ۲۸۴۸، ۶۰۰۸، ۷۲۴۶۔

تشریح: اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ: نماز باجماعت پڑھنے کی فرضیت ثابت کرنے کے بعد باجماعت کی تعریف کی ہے۔ اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ. اگر دو شخص بھی امام اور مقتدی بن کر اکٹھے نماز پڑھیں تو ان کی نماز باجماعت کہلائے گی اور سمجھا جائے گا کہ انہوں نے فریضہ نماز ادا کر دیا؛ خواہ مسجد میں یا مسجد کے باہر کسی اور جگہ جبکہ معذوری لاحق ہو۔ جیسا کہ حضرت عتبانؓ بن مالک کو جو نابینا تھے، اپنے گھر میں نماز پڑھانے کی اجازت بوجہ معذوری دی گئی۔ وہ نہ صرف اندھے تھے بلکہ ان کے لئے یہ بھی مشکل تھی کہ ان کے راستے میں سیلابی نالہ تھا جو بارشوں میں ناقابل عبور ہو جاتا۔ ایسی معذوری کی حالت میں بھی انہیں گھر پر تنہا نماز پڑھنے کی اجازت نہ دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فریضہ سے متعلق یہی سمجھتے تھے کہ وہ باجماعت ہی ادا ہونی چاہیے اور اس میں آپؐ نے حضرت عتبانؓ کو یہ سہولت دی کہ وہ گھر پر ہی باجماعت نماز پڑھ لیا کریں۔ (روایت نمبر ۴۲۴، ۴۲۵)

بَاب ٣٦

مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَفَضْلُ الْمَسَاجِدِ

جو مسجد میں نماز کی انتظار کے لئے بیٹھے اور مسجدوں کی فضیلت

٦٥٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ لَايَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا دَامَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَّنْقَلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ.

۶۵۹: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملائکہ تم میں سے ایک کے لئے جب تک کہ وہ اپنی جائے نماز میں ہے، دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ بے وضو نہ ہو جائے۔ (کہتے ہیں:) اے اللہ! اسے معاف کر اے اللہ! اس پر رحم کر۔ تم میں سے ایک شخص نماز ہی میں ہوتا ہے جب تک کہ نماز کی وجہ سے وہ رکا رہے۔ سوائے نماز کے اور کسی بات نے اس کو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹنے سے نہ روکا ہو۔

اطرافه: ١٧٦، ٤٤٥، ٤٧٧، ٦٤٧، ٦٤٨، ٢١١٩، ٣٢٢٩، ٤٧١٧.

٦٦٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

۶۶۰: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحیٰ نے ہمیں بتایا، (کہا:) عبیداللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: خُبَیب بن عبدالرحمٰن نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے حفص بن عاصم سے۔ حفص نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُّظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ، اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفَى حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن کہ جب اس کے سائے کے سوا کسی اور کا سایہ نہ ہوگا، اپنے سائے میں رکھے گا۔ انصاف کرنے والا امام اور وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں پلا ہو اور وہ شخص جس کا دل مسجدوں سے وابستہ رہے اور وہ دو شخص جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کی اور پھر وہ اسی پر قائم رہے اور اسی پر جدا ہوئے اور وہ شخص جس کو ایک معزز اور خوبصورت عورت بلائے اور وہ کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے یہاں تک کہ اس کے بائیں کو بھی علم نہیں کہ اس کا دایاں کیا خرچ کرتا ہے اور وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ تنہائی میں یاد آئے اور اس کے آنسو بہنے لگیں۔

اطرافه: ١٤٢٣، ٦٤٧٩، ٦٨٠٦۔

٦٦١: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ هَلِ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ خَاتَمًا فَقَالَ نَعَمْ أَخَّرَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ بَعْدَ مَا صَلَّى فَقَالَ صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوْا وَلَمْ تَزَالُوْا فِي صَلَاةٍ مُنْذُ انْتَظَرْتُمُوْهَا قَالَ

٦٦١: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے حمید سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا، کہا: حضرت انسؓ سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی پہنی تھی؟ تو انہوں نے کہا: ہاں ایک رات آپؐ نے عشاء کی نماز میں آدھی رات تک دیر کردی۔ پھر آپؐ نماز پڑھنے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: لوگ نماز پڑھ چکے اور سو گئے ہیں اور تم نماز میں ہی رہے۔ جب تک تم نے اس کا

فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيْصِ خَاتَمِهِ.

انتظار کیا ہے۔ کہتے تھے (کہ یہ واقعہ مجھے ایسا یاد ہے کہ) میں اب بھی آپؐ کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں۔

اطرافه: ۵۷۲، ۶۰۰، ۸۴۷، ۵۸۶۹۔

تشریح: مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ: باب مذکور کی پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ کا استغفار اور دعائے رحمت خاص کر ان لوگوں کے لئے ہے جو مسجد میں نمازِ فریضہ کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ جملہ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ میں اَلصَّلٰوة سے مراد نماز فریضہ ہی ہے۔ قرآن مجید کی آیت وَالْمَلٰئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ (الشوریٰ: ۶) {اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ (اس کی) تسبیح کر رہے ہوں اور وہ ان کے لیے جو زمین میں ہیں بخشش طلب کر رہے ہوں} سے ایک عام استغفار کا پتہ چلتا ہے۔ جو تمام مخلوقات کے لئے ہے۔ مگر یہاں وہ دعائے رحمت و مغفرت مراد ہے جو مسجد میں انتظار کرنے والوں کے لئے مخصوص ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب بداء الخلق باب۶: ذکر الملائکة)

فَضْلُ الْمَسَاجِدِ: یہاں یہ یاد رہے کہ ذکر الٰہی کی کیفیات کے ساتھ ملائکۃ اللہ کا نزول یقینی ہے۔ پس مسجدوں میں بیٹھ کر ہماری انتظار نماز باجماعت کی گھڑیاں بھی ذکر الٰہی میں صرف ہونی چاہیں، نہ ادھر ادھر کی باتوں میں۔ دوسرا امتیاز جو مسجدوں کو دوسری جگہوں پر حاصل ہے یہ ہے کہ ان میں نماز پڑھنے والے اس مصیبت کی گھڑی میں جبکہ کسی کی پناہ کام نہیں دے گی، اللہ تعالیٰ کی خاص پناہ میں ہوں گے۔ تیسرا امتیاز یہ ہے کہ مسجد میں نماز کا انتظار کرنے والا نہ صرف ملائکہ کی دعاؤں کا مستحق ہوتا ہے بلکہ اس کی یہ انتظار خود ایک عبادت ہو جاتی ہے۔ یہ تین امتیاز ہیں جو مسجدوں کو دوسری جگہوں پر حاصل ہیں۔

سَبْعَةٌ يُّظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهٖ: متذکرہ بالا سات امور میں سے چھ وہ باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت اور اس سے پورا اخلاص رکھنے پر دلالت کرتی ہیں اور ان میں سے ایک وہ ہے جس کا تعلق ایک طرف خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے اور دوسری طرف لوگوں کی رہنمائی اور ان کے حقوق کی نگرانی کے ساتھ یعنی امامت و عدل۔ امام کے لفظی معنی پیش رَو، رہنما اور بادشاہ کے ہیں۔ سات کا عدد حصر کے لئے استعمال نہیں کیا گیا۔ کیونکہ ان کے علاوہ اور بھی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سایہ میں ہوں گے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا[۱]، قرض خواہ جو اپنے تنگ دست مقروض کو مہلت دیتا ہے[۲]، مکاتب یعنی غلام یا لونڈی کو مدد دیکر آزاد کرنے والا[۳]، دیانتدار سچا تاجر اور اعلیٰ اخلاق رکھنے والا۔ امام ابن حجرؒ نے وہ تمام روایتیں اکٹھی کی ہیں جن میں ان باتوں کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے سایہ میں پناہ ملنے کا موجب ہوں گی۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۸۷)

مذکورہ بالا حدیث میں جن سات باتوں کا ذکر ہے وہ اپنے اندر ایک ایسے جامع معانی رکھتی ہیں۔ جن کے تحت تمام

---

[۱] مسند احمد بن حنبل — مسند العشرة المبشرة — مسند عمر بن الخطاب — جزء اول صفحہ ۵۳

[۲] مسلم — كتاب الزهد — باب حديث جابر الطويل وقصة ابی اليسر

[۳] مسند احمد بن حنبل — مسند المكيين — حديث سهل بن حنيف — جزء سوم صفحہ ۴۸۷

نیکیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً مسجدوں سے انہی لوگوں کے دل وابستہ ہوں گے جن کے دلوں میں محبت الٰہی کی سچی تڑپ ہو اور جو اللہ کی یاد کے لئے بے قرار رہیں، نہ وہ جو مسجدوں میں بیٹھ کر بھی ذکر الٰہی سے غافل، دنیا کی زق زق بک بک میں رہتے ہیں۔ مسجدوں سے دل بستگی اور ملائکۃ اللہ کے استغفار کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ نیکیوں کی توفیق ملتی اور بدیوں سے نفرت ہوتی ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الزکوٰۃ - روایت نمبر۱۴۲۴ زیر باب ۱۶۔

بَاب ۳۷: فَضْلُ مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَّاحَ

اس شخص کی فضیلت جو مسجد میں صبح وشام جائے

٦٦٢: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ وَرَاحَ أَعَدَّ اللهُ لَهُ نُزُلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ.

۶۶۲: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: یزید بن ہارون نے ہمیں بتایا، کہا: محمد بن مطرف نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جو مسجد کو صبح شام جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں اپنی مہمان نوازی کا سامان تیار کرتا ہے۔

تشریح: **مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَّاحَ:** **غَدُوٌّ**: صبح کے وقت جانا۔ **رَوْحٌ**: زوال کے بعد جانا، جس کو ترجمہ میں شام کے وقت جانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان دو لفظوں سے مطلق مسجد میں آنا جانا بھی مراد لیا جاتا ہے اور یہاں بھی مطلق آنا جانا ہی مراد ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر۶۶۲ کے آخری الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اسی حدیث کا مضمون كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ ان واضح الفاظ میں بیان ہوا ہے: اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَايَسْتَكْبِرُوْنَ ○ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ز وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ط لَا يَسْتَوٗنَ ○ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ز نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (السجدة:۱۶تا۲۰) {یقیناً ہماری آیات پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان (آیات) کے ذریعہ انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ (اس کی) تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں

(جبکہ) وہ اپنے رب کو خوف اور طمع کی حالت میں پکار رہے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی ذی روح نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔ اس کی جزا کے طور پر جو وہ کیا کرتے تھے۔ پس کیا جو مومن ہو اس جیسا ہو سکتا ہے جو فاسق ہو؟ وہ کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ جہاں تک ان کا تعلق ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے تو ان کے لیے (ان کے شایانِ شان) قیام کے باغات ہوں گے مہمانی کے طور پر، بسبب اس کے جو وہ کیا کرتے تھے۔} نُزُلٌ کے معنی مہمان نوازی، رزقِ کریم، عطا، فضل اور برکت۔

ان آیات کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام سن کر سجدوں میں گرنے والوں اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنے والوں کے لئے ایسی ایسی نعمتیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں کہ ان کے خیال میں بھی نہیں آ سکتیں۔ وہ ایک ایسی مہمانی ہے جو ان کے ایمان و عمل کی وجہ سے ان کے سامنے پیش کی جائے گی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے اسلامی اصول کی فلاسفی - دوسرا سوال - روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۶ تا ۴۰۰ و سرمہ چشمہ آریہ - روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ تا ۱۶۲)

بَاب ۳۸ : إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ

جب نماز کی تکبیر اقامت کہی جائے تو کوئی نماز نہ پڑھی جائے سوائے فرض نماز کے

٦٦٣ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ.

۶۶۳: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حفص بن عاصم سے، حفص نے حضرت عبداللہ بن مالک ابن بُحَینہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے۔

قَالَ وَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا مِّنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ مَالِكُ ابْنُ بُحَيْنَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

(عبدالعزیز نے) کہا: عبدالرحمٰن نے بھی مجھ سے بیان کیا، کہا: بہز بن اسد نے ہمیں بتایا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: سعد بن ابراہیم نے مجھے بتایا، کہا: میں نے حفص بن عاصم سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے اَزد کے ایک آدمی سے سنا۔ جو حضرت مالک بن بُحَینہؓ کہلاتے تھے کہ رسول اللہ

وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلاً وَقَدْ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاثَ بِهِ النَّاسُ وَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آلصُّبْحَ أَرْبَعًا؟ آلصُّبْحَ أَرْبَعًا؟

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ دو رکعتیں پڑھ رہا ہے۔ حالانکہ نماز کی تکبیر ہو چکی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر ٹھہرے تو لوگوں نے اسے گھیر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا صبح کی چار رکعتیں پڑھتے ہو؟ کیا صبح کی چار رکعتیں پڑھتے ہو؟

تَابَعَهُ غُنْدَرٌ وَمُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَالِكٍ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ حَفْصٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ وَقَالَ حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا سَعْدٌ عَنْ حَفْصٍ عَنْ مَّالِكٍ.

غندر اور معاذ نے شعبہ سے، شعبہ نے حضرت مالک (بن بُحَینہؓ سے) روایت کرتے ہوئے ابن اسحاق کی طرح بیان کیا۔ اور ابن اسحاق نے سعد سے، سعد نے حفص سے، حفص نے حضرت عبداللہ ابن بُحَینہؓ سے نقل کیا اور حماد نے کہا کہ سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حفص سے، حفص نے حضرت مالک (ابن بُحَینہؓ) سے روایت کی۔

تشریح: **اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَاصَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ:** عنوان باب کے الفاظ حدیث نبویؐ کے ہیں۔ جو امام مسلمؒ اور اصحاب سننؒ☆ نے نقل کی ہے۔ چونکہ اس کے موضوع یا موقوف ہونے کی نسبت اختلاف ہے اس لئے امام بخاریؒ نے اس کو بطور عنوان باب کے لکھ کر روایت نمبر۶۶۳ سے استدلال کیا ہے۔ جس میں صرف نماز صبح کا ذکر ہے کہ تکبیر اقامت کے بعد حضرت مالک ابن بحینہؓ دو سنتیں پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۹۵) جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تکبیر اقامت کے بعد تو دو رکعتیں ہی ہوتی ہیں نہ کہ چار۔ یعنی سنتیں ایک نفلی نماز ہے۔ اس کو فرض کی حیثیت نہیں دینی چاہیے۔ جب نماز فریضہ ادا کرنے کے لئے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کا اعلان ہو جائے تو پھر اور کوئی نماز جائز نہیں۔ جمہور کا یہی مذہب ہے کہ نوافل چھوڑ کر جماعت کے ساتھ شامل ہو جائے اور ان کو بعد میں بطور قضاء پڑھ لے اور جو فقہاء قضاء کے قائل نہیں ان کی رائے ہے کہ اگر اسے یقین ہو کہ وہ پہلی رکعت میں شامل ہو جائے گا تو پھر وہ نوافل کو جو پڑھ رہا ہے ختم کر لے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اس بارے میں واضح ہے۔

☆ مسلم. كتاب صلاة المسافرين وقصرها. باب كراهية الشروع فى النافلة بعد شروع الموذن.
ترمذى. كتاب الصلاة. باب ماجاء اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة.
نسائى. كتاب الامامة. باب ما يكره من الصلاة عند الاقامة.

يُقَالُ لَهُ مَالِكُ ابْنُ بُحَيْنَةَ: مذکورہ بالا روایت کے آخر میں حضرت ابن بحینہؓ کے نام کی نسبت اختلاف کا ذکر کیا گیا ہے کہ آیا مالک ہے یا عبداللہ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دوسندیں پیش کر کے ترجیح اسی امر کو دی ہے کہ ان کا نام حضرت مالکؓ ہے۔

بَاب ٣٩: حَدُّ الْمَرِيْضِ أَنْ يَّشْهَدَ الْجَمَاعَةَ

بیمار کے لئے جماعت میں حاضر ہو کر نماز پڑھنے کی حد

٦٦٤: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ الْأَسْوَدُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَذَكَرْنَا الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلَاةِ وَالتَّعْظِيْمَ لَهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأُذِّنَ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيْفٌ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَأَعَادَ فَأَعَادُوْا لَهُ فَأَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَابَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى فَوَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَّفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ يُهَادٰى

۶۶۴: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا، کہا: اعمش نے ہمیں بتایا۔ ابراہیم سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: اسود کہتے تھے: ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے کہ ہم نے نماز کی پابندی اور اس کی تعظیم کا ذکر کیا تو (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپؐ فوت ہوگئے تھے نماز کا وقت ہوا اور اذان دی گئی۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تو آپؐ سے عرض کیا گیا کہ ابوبکرؓ دل کے بہت نرم آدمی ہیں اگر آپؐ کی جگہ کھڑے ہوئے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپؐ نے دوبارہ فرمایا: آپؐ سے پھر وہی عرض کیا گیا تو آپؐ نے تیسری بار پھر فرمایا: اور کہا: تم تو یوسف والی عورتیں ہو۔ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تب حضرت ابوبکرؓ نکلے اور نماز پڑھائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ میں کچھ تخفیف محسوس کی تو آپؐ دو آدمیوں کے ساتھ سہارا لئے ہوئے نکلے۔ (مجھے یہ ایسا ہی یاد ہے) گویا کہ میں

بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَأَنِّي أَنْظُرُ رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ☆ مِنَ الْوَجَعِ فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَّتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَّكَانَكَ ثُمَّ أُتِيَ بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ.

اب بھی دیکھ رہی ہوں کہ آپؐ کے پاؤں بوجہ بیماری کی تکلیف کے {زمین پر لکیریں ☆} ڈالتے ہوئے جارہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں مگر نبی کریم ﷺ نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر ہی رہیں۔ پھر آپؐ کو لایا گیا۔ آخر آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔

قِيْلَ لِلْأَعْمَشِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَبُوبَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلَاتِهِ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ بِرَأْسِهِ نَعَمْ.

اعمش سے کہا گیا اور کیا حضرت ابوبکرؓ آپؐ کی نماز کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی نماز کی اقتداء میں پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے اپنے سر کو ہلا کر بتایا: ہاں۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بَعْضَهُ وَزَادَ أَبُو مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ أَبِي بَكْرٍ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُّصَلِّي قَائِمًا.

اس حدیث کا ایک حصہ ابوداؤد نے بھی شعبہ سے بروایت اعمش بیان کیا اور ابومعاویہ نے اس روایت میں یہ بڑھایا ہے کہ آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے بائیں طرف بیٹھے اور حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوکر ہی نماز پڑھتے رہے۔

اطرافه: ۱۹۸، ۶۶۵، ۶۷۹، ۶۸۳، ۶۸۷،۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۶، ۲۵۸۸، ۳۰۹۹، ۳۳۸۴، ۴۴۴۲، ۴۴۴۵، ۵۷۱۴، ۷۳۰۳۔

۶۶۵: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَمَّا

۶۶۵: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام بن یوسف نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے زہری سے روایت کرتے ہوئے بتایا، کہا: عبیداللہ بن عبداللہ نے مجھے بتایا، کہا: حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کہتی تھیں: جب نبی ﷺ کے

☆ لفظ تَخُطَّانِ کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں الفاظ يَخُطَّانِ الْأَرْضَ ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۱۹۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَرَجُلٍ آخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِي وَهَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.

لیے چلنا پھرنا دوبھر ہو گیا اور آپؐ کی بیماری بڑھ گئی تو آپؐ نے اپنی ازواج سے اجازت لی کہ میرے گھر میں ہی آپؐ کی تیمارداری کی جائے۔ تو آپؐ کو انہوں نے اجازت دی۔ اس پر آپؐ دو آدمیوں کے درمیان نکلے۔ آپؐ کے پاؤں زمین پر لکیریں ڈال رہے تھے اور آپؐ حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے آدمی کے درمیان تھے۔ عبیداللہ کہتے تھے کہ میں نے اس کا ذکر حضرت ابن عباسؓ کے پاس جس طرح کہ حضرت عائشہؓ نے کہا تھا کیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: کیا تم جانتے ہو وہ کون آدمی ہے جس کا حضرت عائشہؓ نے نام نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ تو انہوں نے کہا: وہ حضرت علیؓ بن ابی طالب ہیں۔

اطرافه: ۱۹۸، ۶۶۴، ۶۷۹، ۶۸۳، ۶۸۷، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۶، ۲۵۸۸، ۳۰۹۹، ۳۳۸۴، ۴۴۴۲، ۴۴۴۵، ۵۷۱۴، ۷۳۰۳۔

تشریح: حَدُّ الْمَرِيضِ اَنْ يَّشْهَدَ الْجَمَاعَةَ: باب کے عنوان اور روایت محولہ بالا سے امام بخاریؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہر بیماری نماز فریضہ سے غیر حاضری کا عذر نہیں ہوسکتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا تھے۔ چلنے کی طاقت نہ تھی۔ ذرا سا افاقہ آپؐ نے محسوس کیا اور دو آدمیوں کے کندھوں پر سہارا لئے پاؤں گھسیٹتے ہوئے مسجد میں آ کر باجماعت نماز میں شریک ہوئے۔ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (الشوریٰ:۱۶){پس اسی بناء پر چاہیے کہ تو انہیں دعوت دے اور مضبوطی سے اپنے موقف پر قائم ہو جا جیسے تجھے حکم دیا جاتا ہے۔} جس امر کی دعوت دینے کا آپؐ کو جس طرح حکم ہوا اسی طرح آپؐ نے بلندیوں سے پکار پکار کر بیانگ بلند تمام جہان کو دعوت دی اور اس دعوت کے مطابق خود بھی اس خوبی سے عمل کیا ہے کہ اس کی نظیر داعیان حق کی زندگیوں میں ملنی ناممکن ہے۔ شدت بیماری میں بھی چلنے کی طاقت نہ پاکر حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة کی آواز پر گھسٹتے ہوئے آپؐ مسجد میں پہنچے اور نماز فریضہ باجماعت ادا کی۔ یہ وہ دعوت تامہ اور صلوٰۃ قائمہ ہے جس کا پاک نمونہ ہم اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پاتے ہیں اور جس وقت مسلمان اس پر کاربند تھے انہوں نے ایک دنیا کی کایا پلٹ دی۔ اب بھی ان کی کامیابی کا راز یہی دو چیزیں ہیں۔ تبلیغ کماحقہ اور پابندیٔ نماز کماحقہ۔ دونوں باتیں اسلام اور مسلمانوں کی جان ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان باب حَدُّ الْمَرِيْضِ اَنْ يَّشْهَدَ الْجَمَاعَةَ مطلق رکھا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بطور مثال پیش کی ہے۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ ہر ایک انسان کے اپنے مخصوص حالات پر اس کا دارو مدار ہے۔ امام موصوفؒ عنوان کی تحدید و تعیین کرنے کے لئے یہ روایت نہیں لائے جیسا کہ اگلے باب سے واضح ہوتا ہے۔ جس میں بارش وغیرہ کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت کا ذکر ہے۔

فَقِيْلَ لِلْاَعْمَشِ: یہ ٹکڑا اس روایت کا حصہ نہیں ہے۔ جس کے اعمش خود راوی ہیں۔ بلکہ ابوداودؒ (الطیالسی) کی روایت میں یہ ذکر آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے امام تھے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۲۰۱) اسی طرح ابومعاویہؒ کی روایت میں جو امام بخاریؒ نے اعمش سے نقل کی ہے۔ اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپؐ حضرت ابوبکرؓ کی بائیں جانب بیٹھے تھے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپؐ امام تھے۔

آپؐ کے بیماری میں تخفیف محسوس کرنے اور حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھنے کا واقعہ پہلے کا ہے اور پردہ اٹھا کر دیکھنے کا بعد کا۔ (دیکھئے روایت نمبر ۶۸۰، ۶۸۱) روایت نمبر ۶۶۵ یہ واضح کرنے کے لئے لائی گئی ہے کہ آپؐ اسی وقت نماز باجماعت ادا کرنے سے رکے - لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ - جب آپؐ چلنے پھرنے سے قاصر ہو گئے اور بیماری کی تکلیف سخت ہو گئی۔ (باقی تشریح کے لئے دیکھئے باب ۴۶)

بَاب ٤٠: اَلرُّخْصَةُ فِي الْمَطَرِ وَالْعِلَّةِ أَنْ يُّصَلِّيَ فِي رَحْلِهِ

بارش یا کسی اور سبب سے اپنے اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھنے کی اجازت

٦٦٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَذَّنَ بِالصَّلَاةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَّرِيْحٍ ثُمَّ قَالَ أَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَّمَطَرٍ يَقُوْلُ أَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ.

اطرافه: ٦٣٢۔

۶۶۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے روایت کی کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک سردی اور آندھی والی رات میں نماز کے لیے اذان دی۔ پھر انہوں نے کہا: اپنے اپنے ٹھکانوں میں ہی نماز پڑھ لو۔ اور انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سردی اور بارش والی رات ہوتی تو مؤذن سے فرمایا کرتے اور وہ کہتا: اپنے اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھ لو۔

٦٦٧: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَّحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَؤُمُّ قَوْمَهُ وَهُوَ أَعْمَى وَأَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّهَا تَكُوْنُ الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ وَأَنَا رَجُلٌ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ فَصَلِّ يَا رَسُوْلَ اللهِ فِي بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَجَاءَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَصَلَّى فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ.

٦٦٧: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے محمود بن ربیع انصاری سے روایت کی کہ حضرت عتبان بن مالکؓ اپنی قوم کی امامت کیا کرتے تھے اور وہ نابینا تھے اور یہ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! اندھیرا اور سیلاب ہوتا ہے اور میں نابینا ہوں۔ اس لئے یا رسول اللہ میرے گھر میں نماز پڑھئے۔ جسے میں نماز گاہ بناؤں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور پوچھا تم کہاں پسند کرتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟ تو انہوں نے گھر میں ایک طرف اشارہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس جگہ) نماز پڑھی۔

اطرافه: ٤٢٤، ٤٢٥، ٦٨٦، ٨٣٨، ٨٤٠، ١١٨٦، ٤٠٠٩، ٤٠١٠، ٥٤٠١، ٦٤٢٣، ٦٩٣٨۔

تشریح: اَلرُّخْصَةُ فِي الْمَطَرِ وَ الْعِلَّةِ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ رَحْلِهِ: امام موصوفؒ معذوری کے وہ حالات پیش کررہے ہیں۔ جن میں باجماعت نماز پڑھنے سے مستثنٰی کیا جانا چاہیے تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی گھر میں تنہا نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ حالانکہ آپؐ ہمیشہ حتی الامکان احکام کے نفاذ میں سہولت مدنظر رکھتے تھے۔ حضرت عتبانؓ نابینا ہیں۔ راستے میں نالہ بہتا ہے اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ انہوں نے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے انہیں اجازت دی مگر باجماعت نماز پڑھنے کی صورت میں۔ اگر نماز فریضہ تنہا پڑھی جاسکتی تھی تو آپؐ حضرت عتبانؓ کو معذور سمجھ کر گھر میں تنہا نماز پڑھنے کی ضرور اجازت دیتے۔

بَاب ٤١ : هَلْ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِمَنْ حَضَرَ

کیاامام جولوگ حاضر ہو گئے ہوں ان کو نماز پڑھائے

وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ.

اور کیا بارش میں جمعہ کے دن خطبہ پڑھے؟

٦٦٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ ذِي رَدْغٍ فَأَمَرَ الْمُؤَذِّنَ لَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ قُلِ الصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَكَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوْا فَقَالَ كَأَنَّكُمْ أَنْكَرْتُمْ هٰذَا إِنَّ هٰذَا فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا عَزْمَةٌ وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ

٦٦٨: عبداللہ بن عبدالوهاب نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتایا، کہا: عبدالحمید صاحب زیادی نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے عبداللہ بن حارث سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت ابن عباسؓ ایک بارش اور کیچڑ والے دن میں ہم سے مخاطب ہوئے اور مؤذن کو جب وہ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة پر پہنچا، کہا: کہو نماز اپنی اپنی جگہ پر پڑھی جائے۔ اس پر انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، جیسے کہ اسے انوکھا خیال کیا تو انہوں نے کہا: یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم اسے انوکھا سمجھتے ہو۔ یہ تو انہوں نے بھی کہا تھا جو مجھ سے بہتر ہیں۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جمعہ واجب ہے مگر میں نے ناپسند کیا کہ میں تم کو تکلیف میں ڈالوں۔

وَعَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كَرِهْتُ أَنْ أُؤَثِّمَكُمْ فَتَجِيْئُوْنَ تَدُوْسُوْنَ الطِّيْنَ إِلَى رُكَبِكُمْ.

نیز حماد نے عاصم سے، عاصم نے عبداللہ بن حارث سے اور عبداللہ بن حارث نے حضرت ابن عباسؓ سے اس طرح بیان کیا۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے یہ کہا کہ میں نے ناپسند کیا کہ تم گنہگار ٹھہرو اور تم کیچڑ اپنے گھٹنوں تک ساندتے ہوئے آؤ۔

اطرافه: ٦١٦، ٩٠١.

٦٦٩: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ جَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ السَّقْفُ وَكَانَ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ فَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِي جَبْهَتِهِ.

٦٦٩: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ سے، یحيٰ نے ابوسلمہ سے روایت کی ۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے پوچھا: تو انہوں نے کہا کہ ایک ابر کا ٹکڑا آیا اور وہ برسا یہاں تک چھت بہنے لگی اور وہ کھجوروں کی ٹہنیوں کی تھی۔ نماز کے لئے تکبیر اقامت ہوئی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ پانی اور کیچڑ میں سجدہ کرتے۔ یہاں تک کہ میں نے آپؐ کی پیشانی میں کیچڑ کا نشان دیکھا۔

اطرافه: ٨١٣، ٨٣٦، ٢٠١٦، ٢٠١٨، ٢٠٢٧، ٢٠٣٦، ٢٠٤٠۔

٦٧٠: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَّقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ إِنِّي لَا أَسْتَطِيْعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ وَكَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى مَنْزِلِهِ فَبَسَطَ لَهُ حَصِيْرًا وَنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِيْرِ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ آلِ الْجَارُوْدِ لِأَنَسٍ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

٦٧٠: آدم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا: انس بن سیرین نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت انسؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ انصار میں سے ایک آدمی نے کہا کہ میں آپؐ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا اور وہ شخص بھاری بھرکم تھا۔ تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور آپؐ کو اپنے گھر بلایا اور آپؐ کے لئے ایک چٹائی بچھا دی اور چٹائی کا ایک حصہ دھویا تو آپؐ نے اس پر دو رکعتیں پڑھیں۔ آل جارود میں سے ایک آدمی نے حضرت انسؓ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى قَالَ مَا رَأَيْتُهُ صَلَّاهَا إِلَّا يَوْمَئِذٍ.

چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے آپؐ کو اسی دن پڑھتے ہوئے دیکھا۔

اطرافہ: ۱۱۷۹، ۶۰۸۰۔

تشریح: هَلْ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِمَنْ حَضَرَ: باب ۴۱ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ اجازت کہ بارش کے دن گھروں میں نماز جمعہ پڑھ لو۔ بطور رخصت (سہولت) ہے مندوب نہیں۔ چنانچہ روایت نمبر ۶۶۸ میں اس اجازت کا ذکر کر کے روایت نمبر ۶۶۹ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پیش کیا ہے کہ آپؐ بارش میں مسجد میں آ کر ان لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں جو حاضر ہوتے ہیں۔ حکم اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ صرف ایک سہولت ہے۔ جس سے اگر کوئی فائدہ اٹھانا چاہے تو اٹھا سکتا ہے ضروری نہیں۔ روایت نمبر ۶۶۸ کی تشریح کے لئے دیکھئے روایت نمبر ۶۱۶۔

روایت نمبر ۶۷۰ سے ایک اور معذوری کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یعنی موٹاپے کی وجہ سے جو چل نہ سکے؛ وہ بھی اپنے گھر میں باجماعت نماز پڑھنے کا انتظام کر سکتا ہے۔ اس پر اور معذوریوں کا بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حضرت عتبانؓ بن مالک ہی ہیں جن کا ذکر روایت نمبر ۶۶۷ میں ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ وہاں اور وجہ بیان کی گئی ہے اور یہاں اور۔

بَاب ٤٢: إِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ

جب کھانا حاضر ہو اور نماز کے لئے تکبیر اقامت ہو جائے

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِالْعَشَاءِ وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ إِقْبَالُهُ عَلَى حَاجَتِهِ حَتَّى يُقْبِلَ عَلَى صَلَاتِهِ وَقَلْبُهُ فَارِغٌ.

اور حضرت ابن عمرؓ شام کا کھانا پہلے شروع کرتے اور حضرت ابو الدرداءؓ نے کہا: آدمی کی فقاہت پر ہے کہ پہلے وہ اپنی حاجت کی طرف متوجہ ہو۔ تا جب وہ نماز کے لئے آئے تو اس کا دل مطمئن ہو۔

٦٧١: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا وُضِعَ الْعَشَاءُ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ.

۶۷۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ نے ہمیں بتایا۔ ہشام سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی تھیں کہ آپؐ نے فرمایا: جب شام کا کھانا رکھ دیا جائے اور نماز کھڑی ہو تو پہلے شام کا کھانا کھاؤ۔

اطرافہ: ٥٤٦٥۔

٦٧٢: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ إِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَءُوْا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوْا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ.

اطرافہ: ٥٤٦٣۔

۶۷۲: یحییٰ بن بُکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شام کا کھانا سامنے رکھا جائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے اس کو شروع کرو اور کھانا چھوڑ کر نماز کے لئے جلدی نہ کرو۔

٦٧٣: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلَاةُ فَلَا يَأْتِيْهَا حَتَّى يَفْرُغَ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِ مَامِ .

اطرافہ: ٦٧٤، ٥٤٦٤۔

۶۷۳: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابواسامہ سے، ابواسامہ نے عبیداللہ سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے لئے شام کا کھانا رکھا جائے اور نماز کی تکبیر اقامت ہو چکی ہو تو پہلے کھانا کھائے اور جلدی نہ کرے۔ اس سے پہلے فارغ ہو جائے اور حضرت ابن عمرؓ کے سامنے کھانا رکھا جاتا اور تکبیر اقامت ہو رہی ہوتی تو آپ نماز میں نہ آتے۔ جب تک کہ کھانا نہ کھا لیتے۔ حالانکہ وہ امام کی قرأت بھی سن رہے ہوتے۔

٦٧٤: وَقَالَ زُهَيْرٌ وَوَهْبُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

۶۷۴: اور زُہَیر اور وہب بن عثمان نے موسیٰ بن عقبہ سے، موسیٰ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت نقل کی۔ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَعْجَلْ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ وَإِنْ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ

رَوَاهُ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ وَهْبِ ابْنِ عُثْمَانَ وَوَهْبٌ مَدِيْنِيٌّ.

فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانے پر بیٹھا ہو تو جلدی نہ کرے۔ اپنی ضرورت پوری کر کے اس سے فارغ ہو۔ خواہ نماز کی تکبیرِ اقامت ہو چکی ہو۔

ابراہیم بن منذر نے وہب بن عثمان سے یہ روایت کی ہے اور یہ وہب مدنی تھے۔

اطرافہ: ٥٤٦٤، ٦٧٣۔

تشریح: **فِقْهُ الْمَرْءِ:** فقہ کے لغوی معنی معرفت، سمجھ، دانائی اور اصطلاح میں شریعت کی واقفیت اور دینی معرفت کے ہیں۔ یہ اسلامی اصطلاح بھی بوجہ سوء استعمال اپنی اصلی شکل کھو چکی ہے۔ شریعت کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ انسان محض حرکات بجالائے اور ظواہر کی حرف بحرف پابندی کرے۔ خواہ مغزیات کی کیفیت کچھ ہو۔ ظواہر کی پابندی بے شک فی حد ذاتہ ضروری اور پسندیدہ بات ہے۔ مگر روح کی حفاظت اس سے کہیں بڑھ کر ضروری ہے اور درحقیقت اسی کی حفاظت کے لئے ظواہر کا ڈھانچہ قائم کیا گیا ہے۔ ظواہر کی پابندی بھی اسی وقت مفید ہو سکتی ہے۔ جب ان کے پیچھے ان کی موافقت میں معنوی حالات کام کر رہے ہوں۔

یہ باب اپنے مطالب کے لحاظ سے عملی شریعت کی ایک جان ہے۔ نماز وہی ہے جو کامل اطمینان وسکون کی حالت میں ادا کی جائے۔ جس میں خیالات کا انتشار نہ ہو۔ بھوک لگی ہے، کھانا رکھا ہے تو اس حالت میں انسان اپنے اندر ایک اضطراب محسوس کرے گا۔ اگر کوئی شخص اپنی بھوک کا مقابلہ کر کے اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے تو دراصل اس کی قوت توجہ بھی تقسیم ہو جاتی ہے۔ کچھ بھوک کے احساس و تقاضا کا منہ بند کرنے کے لئے اور کچھ اپنی نماز کے لئے۔ اس لیے شارع اسلام علیہ الصلوۃ والسلام نے بجز استثنائی حالات کے یہی پسند فرمایا ہے کہ کھانے پینے وغیرہ کی ضروریات طبعیہ سے فارغ ہو کر نماز میں آئے۔ تا اطمینان وحضورِ قلب جو نماز کے لئے از بس ضروری ہے میسر ہوں۔ حق اللہ کو جو ایک اہم چیز ہے محفوظ رکھنے کے لئے حق النفس کو مقدم کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن اگر حق النفس کے مقدم کرنے میں حق اللہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس وقت حق النفس ہی کو قربان کرنا ضروری ہے۔ نماز کی ادائیگی میں حق اللہ یہ نہیں کہ اول وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور چند کلمات دہرا کر رکوع سجود کر لئے جائیں۔ بلکہ یہ ہے کہ پوری توجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کی جائے۔ نیند کے غلبہ کی حالت میں بھی اسی وجہ سے سونے کی اجازت دی گئی ہے۔ (کتاب الوضوء باب نمبر۵۳ روایت نمبر۲۱۲، ۲۱۳) اس ضمن میں باب نمبر۴۰ بھی دیکھئے۔

بَاب ٤٣ : إِذَا دُعِيَ الْإِ مَامُ إِلَى الصَّلَاةِ وَبِيَدِهِ مَا يَأْكُلُ

جب امام نماز کے لئے بلایا جائے اوراس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہو جسے وہ کھا رہا ہو

٦٧٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ ذِرَاعًا يَحْتَزُّ مِنْهَا فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّيْنَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۶۷۵: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے صالح سے، صالح نے ابن شہاب سے روایت کی، کہا: جعفر بن عمرو بن امیہ نے مجھے بتایا کہ ان کے باپ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ (بکری کے) بازو سے کاٹ کر کھا رہے ہیں۔ اتنے میں نماز کے لئے بلائے گئے۔ تو آپؐ اٹھے اور چھری پھینک دی اور آپؐ نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

اطرافه: ۲۰۸، ۲۹۲۳، ۵۴۰۸، ۵۴۲۲، ۵۴۶۲۔

تشریح: اِذَا دُعِيَ الْاِمَا مُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَ بِيَدِهٖ مَا يَاْكُلُ: امام بخاریؒ نے عنوان باب اِذَا سے شروع کر کے اس کا جواب حذف کر دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روحانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ کر انسان ذکر الٰہی ہی میں اپنی زندگی کی غذا پاتا ہے اور کھانے کی موجودگی یا غیر موجودگی اس کی طبیعت میں قطعاً تشویش پیدا نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی یاد ہی اس کی غذا ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال اگلے دو بابوں کے ذیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے دی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہنا، آپؐ کی فطرتی محبت کا طبعی تقاضا تھا اور تمام اہل اللہ کا یہی حال ہوتا ہے۔ مگر امام بخاریؒ نے عنوان باب میں امام کا ذکر جو خاص طور پر کیا ہے تو اس کی یہی وجہ ہے کہ آدابِ امامت کا یہی تقاضا ہے کہ وہ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة پر سب سے پہلے جواب دینے والا ہو۔ کیونکہ اس کے نمونہ کے ساتھ مقتدیوں کی اصلاح اور ان کی روحانی ترقی وابستہ ہے اور مقتدیوں کے مسجد میں جمع ہونے پر انہیں زیادہ انتظار میں نہیں رکھنا چاہیے۔ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَ السَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ.... وَذَاالْحَاجَةِ (روایت نمبر ۷۰۳، ۷۰۴) امام موصوفؒ نے باب نمبر ۴۲ کا عنوان بھی اِذَا سے قائم کیا ہے۔ کیونکہ ان مسائل کا تعلق ہر شخص کے مخصوص حالات سے ہے۔ باب نمبر ۴۰، ۴۱ میں بھی ایک رخصت کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل درآمد یہی تھا کہ آپؐ نے اس رخصت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

اِذَا دُعِـیَ الْاِمَامُ لِلصَّلٰوةِ: اس سے مراد اذان نہیں۔ بلکہ مقتدیوں کے جمع ہونے کی اطلاع ہے۔ آپؐ نے نماز عشاء میں جو ایک دفعہ تاخیر کر دی تھی تو اس کی وجہ کھانا پینا یا اور کوئی ذاتی کام نہ تھا؛ بلکہ جہاد کی تیاری تھی۔
(کتاب مواقیت الصلوة باب ۲۴ روایت نمبر ۵۷۰)

گھر کا کام کاج کرتے وقت اگر نماز کا وقت ہو جاتا تو آپؐ کی یہی سنت تھی کہ سب کام چھوڑ کر فوراً نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ بیماری میں بھی جب تک چلنے پھرنے کی طاقت رہی نماز باجماعت ادا کرتے رہے اور مسجد کی حاضری صرف اسی وقت چھوڑی جب چلنے پھرنے سے قاصر ہو گئے۔ اور اس وقت بھی تخفیف ہونے پر بیماری کی معذوری سے اپنے لئے فائدہ نہیں اٹھایا۔ (روایت نمبر ۶۶۴) فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ (ھود: ۱۱۳) {پس جیسے تجھے حکم دیا جاتا ہے (اس پر) مضبوطی سے قائم ہو جا} کی تعمیل اپنی انتہائی کوشش کے ساتھ کی۔

بَاب ٤٤ : مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَهْلِهِ فَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَخَرَجَ

جو شخص اپنے گھر کے کام کاج میں مشغول ہو اور نماز کے لئے تکبیر اقامت کہی جائے تو وہ نکل کھڑا ہو

٦٧٦: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ قَالَتْ كَانَ يَكُوْنُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

اطرافه: ٥٣٦٣، ٦٠٣٩۔

۶۷۶: آدم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: حکم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اسود سے روایت کی، کہا: میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کیا کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپؐ اپنے گھر والوں کے کام کاج میں رہتے تھے۔ یعنی ان کے کاموں میں مدد دیا کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو آپؐ نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

بَاب ٤٥

مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ وَهُوَ لَا يُرِيْدُ إِلَّا أَنْ يُّعَلِّمَهُمْ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ وَ سُنَّتَهُ

جولوگوں کونماز پڑھائے۔اس کاارادہ صرف یہی ہو کہ ان کو نبی ﷺ کی نماز اور آپؐ کا طریقہ سکھائے

٦٧٧: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فِي مَسْجِدِنَا هٰذَا فَقَالَ إِنِّي لَأُصَلِّي بِكُمْ وَمَا أُرِيْدُ الصَّلَاةَ أُصَلِّي كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَقُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ كَيْفَ كَانَ يُصَلِّي قَالَ مِثْلَ شَيْخِنَا هٰذَا قَالَ وَكَانَ شَيْخًا يَّجْلِسُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ قَبْلَ أَنْ يَّنْهَضَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلَى.

٦٧٧: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: وُہَیب نے ہم سے بیان کیا، کہا: ایوب نے ابوقلابہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس حضرت مالک بن حویرثؓ ہماری اس مسجد میں آئے اور کہا: میں تمہیں نماز پڑھاتا ہوں۔ میرا مقصود نماز پڑھنا نہیں بلکہ میں اس طرح نماز پڑھوں گا جس طرح کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے دیکھا۔ میں نے ابوقلابہ سے کہا کہ حضرت مالکؓ کیسے نماز پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ہمارے اس بزرگ کی طرح۔ جب پہلی رکعت میں سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تو اٹھنے سے پہلے بیٹھ جاتے۔

اطرافہ: ۸۰۲، ۸۱۸، ۸۲٤۔

تشریح: **اُصَلِّیْ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ يُصَلِّیْ:** نماز پڑھنے کا طریقہ ہمیں تواترِ عمل کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے۔ عملی نمونہ سے ہی لوگوں کو سکھایا جائے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی طریقہ نماز سکھانے کے لئے اوقات نماز کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں لوگوں کو نماز پڑھائے۔ مذکورہ بالا مسجد بصرہ کی جامع مسجد ہے اور شیخ سے مراد حضرت عمرو بن سلمہؓ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۵ صفحہ ۲۰۱) نیز دیکھئے روایت نمبر ۸۱۹۔

بَاب ٤٦ : أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ

اہلِ علم وفضل امامت کے زیادہ حق دار ہیں

٦٧٨: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّهُ رَجُلٌ رَقِيْقٌ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ قَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِيْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ فَأَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ.

اطرافه: ٣٣٨٥۔

٦٧٨: اسحٰق بن نصر نے ہم سے بیان کیا، کہا: حسین نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زائدہ سے، زائدہ نے عبدالملک بن عُمَیر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ابوبردہ نے مجھے بتایا۔ حضرت ابوموسیٰؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپؐ کی بیماری بڑھ گئی تو آپؐ نے فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: وہ تو نرم دل آدمی ہیں۔ جب آپؐ کی جگہ ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھاسکیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے پھر وہی بات دہرائی۔ تو آپؐ نے فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تم تو یوسف والی عورتیں ہو۔ اس پر پیغام لانے والا ان کے پاس آیا تو انہوں نے لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نماز پڑھائی۔

٦٧٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ

٦٧٩: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهُ إِنَّ أَبَابَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ إِنَّكُنَّ لَأَ نْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُ صِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا.

کی۔وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔حضرت عائشہؓ نے کہا، میں نے عرض کیا: حضرت ابوبکرؓ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہ سکیں گے۔اس لئے آپؐ حضرت عمرؓ کو کہیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں نے حضرت حفصہؓ سے کہا: آپؐ سے کہیں کہ حضرت ابوبکرؓ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہیں سکیں گے۔اس لئے آپؐ حضرت عمرؓ سے کہیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔حضرت حفصہؓ نے ایسا ہی کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خاموش رہو۔تم تو یوسف والی عورتیں ہو۔ابوبکرؓ سے کہو، وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔اس پر حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ میں تو تم سے کبھی بھلائی پانے کی نہیں۔

اطرافه: ١٩٨، ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٨٣، ٦٨٧، ٧١٢، ٧١٣، ٧١٦، ٢٥٨٨، ٣٠٩٩، ٣٣٨٤، ٤٤٤٢، ٤٤٤٥، ٥٧١٤، ٧٣٠٣.

٦٨٠: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَدَمَهُ وَصَحِبَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فِي وَجَعِ النَّبِيِّ صَلَّى

٦٨٠: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے۔انہوں نے کہا: حضرت انس بن مالکؓ انصاری نے مجھے بتایا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اور خدمت کی اور آپؐ کے ساتھ رہے (بتایا) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری میں

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْإِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوْفٌ فِي الصَّلَاةِ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَأَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَهَمَمْنَا أَنْ نَّفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَشَارَ إِلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ أَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ وَأَرْخَى السِّتْرَ فَتُوُفِّيَ مِنْ يَّوْمِهِ.

اطرافہ: ٦٨١، ٧٥٤، ١٢٠٥، ٤٤٤٨۔

جس میں آپؐ نے وفات پائی۔حضرت ابوبکرؓ انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔آخر جب پیر کا دن ہوا اور وہ صف بستہ تھے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا۔آپؐ کھڑے ہوکر ہمیں دیکھنے لگے۔گویا کہ آپؐ کا چہرہ قرآن مجید کا ورق تھا۔ پھر آپؐ نے تبسم فرمایا۔قریب تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی خوشی کے مارے ہم از خود رفتہ ہوجائیں۔اتنے میں حضرت ابوبکرؓ اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹے تا وہ صف میں مل جائیں اور وہ سمجھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائیں گے۔مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ گرا دیا اور آپؐ اسی دن فوت ہوئے۔

٦٨١: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ

٦٨١: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، کہا: عبدالعزیز نے حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین روز نہیں نکلے۔نماز کی تکبیر اقامت ہوئی اور حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھنے لگے۔اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ پکڑا اور اٹھایا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمکا تو ہم نے کوئی منظر

أَعْجَبَ إِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا فَأَوْمَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَّتَقَدَّمَ وَأَرْخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ.

اطرافه: ٦٨٠، ٧٥٤، ١٢٠٥، ٤٤٤٨۔

نہیں دیکھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے زیادہ خوشکن ہوتا جب وہ چمکتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے حضرت ابوبکرؓ کو اشارہ فرمایا کہ وہ آگے ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ڈال دیا۔ پھر فوت ہونے تک ہمیں آپؐ کو دیکھنے کا موقع نصیب نہ ہوا۔

٦٨٢: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قِيْلَ لَهُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيْقٌ إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ قَالَ مُرُوْهُ فَيُصَلِّي فَعَاوَدَتْهُ قَالَ مُرُوْهُ فَيُصَلِّي إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ.

۶۸۲: یحيٰ بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن وہب نے ہم سے بیان کیا، کہا: یونس نے مجھے بتایا انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حمزہ بن عبداللہ سے روایت کی۔ حمزہ نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے انہیں خبر دی، کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپؐ کی بیماری سخت ہوگئی۔ آپؐ کو نماز کے لئے کہا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: حضرت ابوبکرؓ تو نرم دل آدمی ہیں۔ جب وہ قرأت کریں گے تو رونا انہیں بے بس کردے گا۔ آپؐ نے فرمایا: ان سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ پھر حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے دوبارہ کہا تو آپؐ نے فرمایا: ان سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ تم تو یوسف والی عورتیں ہو۔

تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ وَإِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى الْكَلْبِيُّ عَنِ

زبیدی اور زہری کے بھتیجے اور اسحٰق بن یحيٰ کلبی نے زہری سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث یونس کی

الزُّهْرِيّ وَقَالَ عُقَيْلٌ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. طرح بیان کی اور عقیل اور معمر نے بھی زہری سے بروایت حمزہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے روایت کیا۔

تشریح: **اَهْلُ الْعِلْمِ وَ الْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ:** شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مذکورہ بالا انتخاب کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کے انتخاب کو دیکھو کہ ان دونوں کے درمیان بُعد المشرقین ہے۔ ان کے امام آج کل وہی ہستیاں جن کے نام کھڑ کنے، قل اعوذ یے اور ملاں ملونٹے اور جمعرات کی گوگیاں رکھے جاتے ہیں۔ ان کی ساری فضیلت ان ناموں کے نیچے اوندھی پڑی ہے۔ مسجدوں کی ویرانی اور مسلمانوں کی تباہی کا سارا سبب خود ان کا یہ انتخاب ہے۔ امام درحقیقت جماعت کا دل و دماغ ہوتا ہے۔ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ۔
(بخاری کتاب الایمان باب ۳۹ روایت نمبر ۵۲)

امامت کے ساتھ ہماری نمازوں کی صحت اور ہماری روحانی تندرستی وابستہ ہے۔ اس لئے شریعت اسلامیہ نے اس کے انتخاب کو بھی رکن اوّل قرار دیا ہے۔

فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ : عزیز مصر کی بیوی اور اس کی سہیلیاں حضرت یوسف علیہ السلام سے وہ بات چاہتی تھیں جو اللہ تعالیٰ کے منشاء اور حضرت یوسف علیہ السلام کی مرضی کے خلاف تھی۔ اس نازک گھڑی میں بھی یہی کیفیت تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے سوا کسی اور کو امام بنانا اللہ تعالیٰ کی مشیت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے خلاف تھا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرفان کے اس انتہائی مقام پر تھے۔ جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کا ارادہ متحد ہو جاتا ہے۔ بندہ ارادہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کے ارادہ سے موافق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایک بات کا ارادہ کرتا ہے اور اس کا بندہ اس کے ارادہ کے ساتھ موافقت کرتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس کا ذکر سورہ کہف کی آیات ۶۶ تا ۸۳ میں ہے۔ جن میں اس مقامِ عرفان کا مفصل بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ مسکینوں کی کشتی غصب ہونے سے محفوظ ہو اور عبدِ عارف نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ معلوم ہونے پر اسے محفوظ کر دیا اور ناخلف لڑکے کی سرکشی اور کفر کے بدنتائج سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ اور عبدِ عارف کا ارادہ متحد ہو گیا۔ اسی طرح یتیموں کی گری دیوار کو کھڑا کرنے میں عبدِ عارف نے اللہ تعالیٰ کے ارادے کے ساتھ موافقت کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا واقعہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقامِ عرفان نمایاں ہے۔ جیسا کہ بعد کے واقعات نے تصدیق کی کہ وہی خلافت و امامت کے مستحقِ اوّل تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ آپؐ دنیا سے عنقریب رخصت ہونے والے ہیں۔ اس وقت آپؐ کا کسی کو اپنی جگہ امام مقرر کرنا بعد کے انتخاب پر اثر ڈالنے والا ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں لوگ غلطی کر بیٹھیں۔ آپؐ نے اپنے اس عمل سے ایک طرف تو شریعت کا احترام ملحوظ رکھا۔ یعنی خلافت و امامت کا انتخاب جو لوگوں کا حق ہے اسے ان کے لئے آزاد رہنے دیا اور اس میں دخل نہیں دیا اور یہ نہیں کہا کہ ابوبکرؓ میرے بعد میرے جانشین ہوں گے۔ مگر چونکہ آپؐ علیٰ وجہ البصیرت تھے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی سب سے زیادہ قابل ہیں۔اس لئے ساتھ ہی دوسری طرف اشارہ سے اپنی رائے کا بھی اظہار فرمادیا۔اگر اس وقت کوئی اور شخص امام ہوجاتا تب بھی لوگ آپؐ کی خاموشی سے یہی استدلال کرتے کہ خلافت کا بھی وہی شخص اہل ہے جس نے آپؐ کی جگہ نماز پڑھائی ہے۔غرض امامت کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ شخص مقرر کیا جائے جو علم وعمل اور تقویٰ وطہارت میں افضل ہو۔

مذکورہ بالا پانچ روایتیں ایک دوسرے کے مضمون کی تکمیل کرنے کے لئے لائی گئی ہیں۔مثلاً پہلی روایت میں حضرت عائشہؓ کی حضرت عمرؓ کے امام بنائے جانے کی تجویز اور دوسری میں حضرت حفصہؓ کے مشورہ دینے کا ذکر ہے۔تیسری میں آپؐ کا پردہ اٹھا کر دیکھنے کا اور یہ اس دن کا واقعہ ہے جس دن کہ آپؐ فوت ہوئے۔چوتھی میں یہ ہے کہ یہ پردہ اٹھانے کا واقعہ اُس دن کے بعد کا ہے جس میں آپؐ دو آدمیوں کا سہارا لیتے ہوئے تشریف لائے اور نماز باجماعت میں شریک ہوئے اور جس کے بعد تین دن تک آپؐ باہر تشریف فرما نہیں ہوئے۔

بَاب ٤٧ : مَنْ قَامَ إِلَى جَنْبِ الْإِ مَامِ لِعِلَّةٍ

جو امام کے پہلو میں کسی وجہ سے کھڑا ہو

٦٨٣: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ يَّؤُمُّ النَّاسَ فَلَمَّا رَآهُ أَبُوبَكْرٍ اسْتَأْخَرَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ كَمَا أَنْتَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

۶۸۳: زکریا بن یحییٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن نُمیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام بن عروہ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس لئے وہ انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔عروہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں کچھ تخفیف محسوس کی تو آپؐ باہر تشریف لائے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ آگے کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔جب حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِذَاءَ أَبِي بَكْرٍ إِلَى جَنْبِهِ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ.

کو دیکھا تو پیچھے ہٹے۔ اس پر آپؐ نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ ہی رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے برابر ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے۔

اطرافہ: ۱۹۸، ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٧٩، ٧١٢،٦٨٧، ٧١٣، ٧١٦، ٢٥٨٨، ٣٠٩٩، ٣٣٨٤، ٤٤٤٢، ٤٤٤٥، ٥٧١٤، ٧٣٠٣۔

تشریح: **مَنْ قَامَ اِلٰى جَنْبِ الْاِمَامِ لِعِلَّةٍ:** روایت نمبر ٦٦۴ کی تشریح میں بتایا جاچکا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ تادّباً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے امام نہیں بنیں گے۔ (روایت نمبر ٦٨۴، ٦٨٥) اس لئے آپؐ بائیں طرف بیٹھ گئے۔ علاوہ ازیں چونکہ بائیں جانب امام کے لئے مخصوص ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی درحقیقت اپنی زندگی کے آخری لمحات تک امام تھے۔ آپؐ نے وہی جگہ اختیار فرمائی جو امام کے لئے مخصوص تھی۔

جس مسئلہ کا یہاں تعلق ہے وہ صرف اتنا ہے کہ مقتدی امام کے پہلو میں کسی مجبوری کی وجہ سے کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ پیچھے جگہ نہ ہو اور اِدھر اُدھر ہونے سے نمازیوں کی توجہ بٹتی ہو۔ یا بطور محافظ امام کے پہلو میں کھڑا ہونا پڑے۔ روایت نمبر ٦٨٣ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں یا دائیں بیٹھنے کا ذکر نہیں۔ صرف یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔ لیکن روایت نمبر ٦٦۴ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھنے کا ذکر ہے۔

بَاب ٤٨: مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ فَجَاءَ الْإِمَامُ الْأَوَّلُ فَتَأَخَّرَ الْأَوَّلُ أَوْ لَمْ يَتَأَخَّرْ جَازَتْ صَلَاتُهُ

جو شخص لوگوں کو نماز پڑھانا شروع کردے اور امام اوّل آجائے تو یہ امام ہٹے یا نہ ہٹے اس کی نماز جائز ہوگی

فِيْهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

اس بارہ میں حضرت عائشہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔

٦٨٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ

٦٨۴: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا،

قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَتُصَلِّي لِلنَّاسِ فَأُقِيْمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ فَرَأَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ

کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحازم بن دینار سے، ابو حازم نے سہل بن سعد ساعدی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنوعمرو بن عوف کے پاس گئے تا ان کے درمیان صلح کرادیں۔ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا اور مؤذن حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا: کیا آپؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے؟ میں تکبیرِ اقامت کہوں۔ انہوں نے کہا: ہاں ۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ابھی لوگ نماز میں ہی تھے کہ آپؐ صفوں میں سے ہوتے ہوئے (پہلی) صف میں جا کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے تالی بجائی اور حضرت ابوبکرؓ اپنی نماز میں اِدھر اُدھر دھیان نہیں کیا کرتے تھے۔ جب لوگوں نے کثرت سے تالیاں بجائیں وہ مڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ سے یہ فرمایا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ آہستہ سے پیچھے ہٹے، یہاں تک کہ پہلی صف میں جا کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور آپؐ نے نماز پڑھائی۔ پس جب آپؐ نماز سے فارغ

يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيْقَ مَنْ رَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ وَإِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ.

ہوکر مڑے تو آپؐ نے فرمایا: ابوبکرؓ جب میں نے تمہیں حکم دیا تھا تو تمہیں اپنی جگہ ٹھہرا رہنے سے کس بات نے روکا؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کو شایاں نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا ہوکر نماز پڑھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں سے) فرمایا: کس لئے تم نے بہت تالیاں بجائیں؟ جس شخص کو اس کی نماز میں کوئی بات پیش آئے تو چاہیے کہ وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہے۔ کیونکہ جب وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہے گا تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی۔ تالی بجانا تو عورتوں کے لئے ہے۔

اطرافہ: ۱۲۰۱، ۱۲۰٤، ۱۲۱۸، ۱۲۳٤، ۲٦۹۰، ۲٦۹۳، ۷۱۹۰۔

تشریح: **مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ فَجَاءَ الْإِمَامُ الْأَوَّلُ:** امام بخاریؒ نے عنوان باب میں مَنْ اور دَخَلَ کے الفاظ اختیار کر کے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ فقہاء نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے کہ اگر نائب امام مقتدیوں کو ایک دو رکعت پڑھا چکا ہو اور اصل امام آ کر آگے کھڑا ہو تو کیا مقتدی اس کے ساتھ پوری نماز پڑھیں گے؟ اتباعِ امامت کا تقاضا تو یہی ہے۔ مگر مسئلہ معنونہ اس حالت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے کہ نائب امام نے نماز ابھی شروع ہی کی ہو۔ یہی مفہوم ہے جملہ مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ کا۔

فَتَأَخَّرَ الْأَوَّلُ أَوْ لَمْ يَتَأَخَّرْ: دونوں مسئلے واقعہ مذکور سے اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے نماز جاری رکھنے کے لئے فرمایا۔ یعنی آپؐ نے یہ جائز قرار دیا۔ مگر وہ شرمائے اور پیچھے ہٹ گئے اور آپؐ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ آپؐ نے اسے بھی جائز قرار دیا۔

أَتُصَلِّيْ لِلنَّاسِ: امام کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا امام نہیں ہوسکتا۔ جمہور کے نزدیک یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ حضرت بلالؓ کا حضرت ابوبکرؓ سے نماز پڑھانے کی درخواست کرنا اور ان کا قبول کرنا بلاوجہ نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ، ابوداؤدؒ اور ابن حبانؒ نے بروایت حمادؒ☆ نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جاتے وقت حضرت بلالؓ سے فرما گئے تھے کہ اگر

☆(ابوداؤد. كتاب الصلاة. باب التصفيق في الصلاة) (مسند احمد بن حنبل. مسند الانصار. حديث ابی مالک سهل بن سعد الساعدی. جلد ۵ صفحه ۳۳۲) (صحيح ابن حبان. كتاب الصلاة. باب ما يكره للمصلی وما لايكره. ذكر البيان بان بلالا قدم ابابكر ليصلی بهم هذه الصلاة بامر. جزء٦ صفحه ۳۹. روایت نمبر ۲۲٦۱)

عصر کا وقت ہو جائے اور میں نہ آؤں تو ابوبکرؓ سے کہنا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۲۱۸)
بنوعمرو بن عوف کی لڑائی کا ذکر کتاب الصلح میں آئے گا۔ (دیکھئے روایت نمبر ۲۶۹۰، ۲۶۹۳)

بَاب ٤٩: إِذَا اسْتَوَوْا فِي الْقِرَاءَةِ فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ

جب کئی آدمی قرآن مجید پڑھنے میں یکساں ہوں تو چاہیے کہ اُن میں سے بڑا اُن کا امام ہو

٦٨٥: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ نَحْوًا مِنْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ رَحِيْمًا فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى بِلَادِكُمْ فَعَلَّمْتُمُوْهُمْ مُرُوْهُمْ فَلْيُصَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا وَصَلَاةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَّكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

٦٨٥: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم جوان تھے۔ آپؐ کے پاس تقریباً بیس راتیں رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت مہربان تھے۔ آپؐ نے ہمیں فرمایا: بہتر ہو کہ تم اپنے شہروں کو لوٹ جاؤ اور ان کو سکھاؤ۔ انہیں کہو کہ وہ فلاں نماز فلاں وقت پڑھیں اور فلاں نماز فلاں وقت۔ پس جب نماز کا وقت آ جائے تو چاہیے کہ تم میں سے ایک تمہارے لئے اذان دے اور تم میں سے بڑا تمہارا امام ہو۔

اطرافه: ٦٢٨، ٦٣٠، ٦٣١، ٦٥٨، ٨١٩، ٢٨٤٨، ٦٠٠٨، ٧٢٤٦.

تشریح: وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُم: امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا روایت سے مسئلہ کا استنباط قرینہ کی بناء پر کیا ہے۔ بنولیث (بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ[1]) کے کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دین سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے آئے تھے اور اسی لئے وہ آپؐ کے پاس بیس روز ٹھہرے تھے۔ باب نمبر ۴۶ میں امامت کے لئے علم وتقویٰ وغیرہ اوصاف میں افضل ہونا شرط قرار دی گئی ہے۔ مسلمؒ کی روایت يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ[2]

[1] فتح الباری۔ شرح کتاب الاذان۔ باب ۱۷۔ روایت نمبر ۶۲۸۔ جزء ثانی۔ صفحہ ۱۴۵

[2] مسلم. كتاب المساجد. باب من احق بالامامة.

{قوم کی امامت وہ شخص کروائے جو کتاب اللہ کا زیادہ علم رکھتا ہے} سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں اَکْبَرُ کُمْ کی تخصیص سے یہی مراد لینی پڑے گی کہ وہ بلحاظ واقفیت دین وقراءت کے سب برابر تھے۔ عقلاً بھی یہی تسلیم کرنا پڑے گا کہ امامت کے لئے محض بڑی عمر کا ہونا ضروری نہیں۔ آگے ایسی روایتیں آتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک لڑکا چونکہ قرآن مجید سب سے عمدہ جانتا اور پڑھتا تھا، بڑوں کو نماز پڑھایا کرتا تھا۔ (دیکھئے روایت نمبر ۴۳۰۲)

بَاب ٥٠: إِذَا زَارَ الْإِمَامُ قَوْمًا فَأَمَّهُمْ

اگر امام بعض لوگوں کو ملنے جائے اور وہ ان کا امام بنے

٦٨٦: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ اسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَقَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا.

٦٨٦: معاذ بن اسد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ نے ہمیں خبر دی کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے۔ وہ کہتے تھے: محمود بن ربیع نے مجھے بتایا، کہا: میں نے حضرت عتبانؓ بن مالک انصاری سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب فرمائی اور میں نے اجازت دی۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کہاں پسند کرتے ہو کہ میں نماز پڑھوں تو میں نے اُس جگہ کی طرف اشارہ کیا جس کو میں پسند کرتا تھا۔ تب آپؐ کھڑے ہوئے اور ہم نے آپؐ کے پیچھے صفیں باندھیں۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا اور ہم نے بھی سلام پھیرا۔

اطرافه: ٤٢٤، ٤٢٥، ٦٦٧، ٨٣٨، ٨٤٠، ١١٨٦، ٤٠٠٩، ٤٠١٠، ٥٤٠١، ٦٤٢٣، ٦٩٣٨.

تشریح: اِذَا زَارَ الْاِمَامُ قَوْمًا فَاَمَّهُمْ: ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے ایک مستند حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَؤُمَّهُمْ وَلْيَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِّنْهُمْ. (ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی من زار قوما لا یصلی بھم) (ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب امامة الزائر) یعنی ''جو بعض لوگوں سے ملنے جائے تو وہ ان کا امام نہ بنے اور چاہیے کہ انہی میں سے کوئی شخص امام ہو''۔ امام بخاریؒ نے اَلْاِمَامُ کہہ کر اُس امام کو مستثنیٰ کیا ہے جو

بادشاہ یا خلیفہ وقت یا امامِ اعظم کی حیثیت رکھتا ہو۔ایسا ہی وہ لوگ بھی قیاساً مستثنیٰ ہوں گے جو اپنے علم وفضل اور تقویٰ کے لحاظ سے قوم میں ایک نمایاں امتیاز رکھتے ہیں۔اگر یہ لوگ امام ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مذکورہ بالا کے خلاف نہیں مگر ایسے لوگوں کا نماز پڑھانا بھی درحقیقت مقامی امام کی اجازت کے ساتھ ہی درست ہوگا یہ نہیں کہ وہ خود بخود اس کے حق امامت میں تصرف کریں۔حضرت عتبان بن مالک ؓ کا مذکورہ بالا واقعہ پہلے مفصل گزر چکا ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ حضرت عتبانؓ نے خوددرخواست کی تھی۔(دیکھئے کتاب الصلوٰۃ۔باب ۴۶۔روایت نمبر ۴۲۵)

شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مذکورہ بالا حکم بھی اجتماعی نظم ونسق کو محفوظ رکھنے کے لئے کمال حکمت پر مبنی ہے اور بتاتا ہے کہ علم سیاست میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نہایت باریک بین نظر عطا فرمائی تھی۔اس کی مثالیں آگے بہت سی آئیں گی۔

بَاب ٥١ : إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ

امام تو صرف اِسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے

وَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيْهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ إِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْإِمَامِ يَعُوْدُ فَيَمْكُثُ بِقَدْرِ مَا رَفَعَ ثُمَّ يَتْبَعُ الْإِمَامَ وَقَالَ الْحَسَنُ فِيْمَنْ يَرْكَعُ مَعَ الْإِمَامِ رَكْعَتَيْنِ وَلَا يَقْدِرُ عَلَى السُّجُوْدِ يَسْجُدُ لِلرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَقْضِي الرَّكْعَةَ الْأُولَى بِسُجُوْدِهَا وَفِيْمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتَّى قَامَ يَسْجُدُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُس بیماری میں جس میں آپؐ فوت ہوئے لوگوں کو اس حالت میں نماز پڑھائی کہ آپؐ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابن مسعودؓ نے کہا کہ جب امام سے پہلے سر اٹھائے تو وہ پھر لوٹے اور اسی قدر ٹھہرا رہے جس قدر سر اٹھایا تھا۔پھر امام کی پیروی کرے اور حسن (بصری) نے اس شخص کے بارے میں کہا: جو امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور سجدہ نہ کرسکے کہ وہ آخری رکعت پر دو سجدے کرے اور پھر پہلی رکعت مع سجدہ ادا کرے اور اس شخص سے متعلق بھی کہا: جو ایک سجدہ بھول جائے اور کھڑا ہو جائے کہ وہ ایک سجدہ کرے۔

۶۸۷: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ مُّوْسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ أَلَا تُحَدِّثِيْنِي عَنْ مَّرَضِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلَى ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ قَالَ ضَعُوْا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ ضَعُوْا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ ضَعُوْا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوْءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ فَقُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَالنَّاسُ

۶۸۷: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا، کہا: زائدہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے، موسیٰ نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا اور میں نے کہا: کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے واقعات مجھے بتائیں گی؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟ ہم نے کہا: نہیں۔ وہ تو یا رسول اللہ! آپؐ کی انتظار میں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میرے لئے ایک لگن میں پانی رکھ دو۔ کہتی تھیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا۔ آپؐ نہائے۔ پھر آپؐ اٹھنے لگے۔ تو آپؐ بے ہوش ہوگئے۔ پھر ہوش میں آئے اور فرمایا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟ ہم نے کہا: نہیں یا رسول اللہ! وہ آپؐ کی انتظار میں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میرے لیے لگن میں پانی رکھ دو۔ کہتی تھیں: آپؐ نے بیٹھ کر غسل کیا۔ پھر اٹھنے لگے تو بے ہوش ہوگئے۔ پھر ہوش آئی تو کہا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟ ہم نے کہا: نہیں یارسول! وہ آپؐ کی انتظار میں ہیں۔ فرمایا: لگن میں میرے نہانے کے لئے پانی رکھ دو۔ پھر آپؐ بیٹھے اور غسل کیا۔ پھر اٹھنا چاہا تو پھر بے ہوش ہوگئے۔ پھر ہوش آیا تو فرمایا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم

عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ بِأَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَأَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ رَجُلًا رَقِيْقًا يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ أَنْتَ أَحَقُّ بِذَلِكَ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَّفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلَاةِ الظُّهْرِ وَأَبُوبَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَآهُ أَبُوبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْ لَّا يَتَأَخَّرَ قَالَ أَجْلِسَانِي إِلَى جَنْبِهِ فَأَجْلَسَاهُ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ فَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ يُّصَلِّيْ وَهُوَ يَأْتَمُّ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى

نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! وہ آپؐ کی انتظار میں ہیں اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ مسجد میں اکٹھے بیٹھے عشاء کی نماز کے لئے نبی علیہ السلام کا انتظار کر رہے تھے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو کہلا بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ان کے پاس پیغامبر آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آپؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا؛ اور وہ نرم دل آدمی تھے: عمرؓ لوگوں کو نماز پڑھا دو تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: آپؓ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ اِن دنوں میں نماز پڑھاتے رہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں تخفیف محسوس کی اور آپؐ دو آدمیوں کے درمیان ظہر کی نماز کے لئے نکلے۔ ان میں سے ایک حضرت عباسؓ تھے اور حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو اشارہ کیا کہ پیچھے نہ ہٹیں اور فرمایا: مجھے ان کے پہلو میں بٹھا دو۔ تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں آپؐ کو بٹھا دیا۔ (عبیداللہ کہتے تھے:) حضرت ابوبکرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھانے لگے اور وہ کھڑے☆ تھے اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی اقتداء

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں یَأْتَمُّ کی بجائے قَائِمٌ کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۲۲۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَدَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهُ أَلَا أَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ عَنْ مَرَضِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ هَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيْثَهَا فَمَا أَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيٌّ.

کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ عبیداللہ نے کہا: میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس گیا اور میں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سے متعلق جو بات حضرت عائشہؓ نے مجھے بتائی ہے کیا وہ میں آپؐ کے سامنے بیان نہ کروں؟ انہوں نے کہا: کہیے تو میں نے حضرت عائشہؓ کی بات ان کے سامنے بیان کی تو انہوں نے اس میں سے کسی بات کا بھی انکار نہیں کیا۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا: کیا انہوں نے تمہیں اس شخص کا نام بتایا تھا جو حضرت عباسؓ کے ساتھ تھا؟ میں نے کہا: نہیں۔ کہا: وہ حضرت علیؓ تھے۔

اطرافہ: ۱۹۸، ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٧٩، ٦٨٣، ٧١٢، ٧١٣، ٧١٦، ٢٥٨٨، ٣٠٩٩، ٣٣٨٤، ٤٤٤٢، ٤٤٤٥، ٥٧١٤، ٧٣٠٣۔

٦٨٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلَّى جَالِسًا وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا صَلَّى

٦٨٨: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہؓ ام المؤمنین سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں نماز پڑھی۔ جبکہ آپؐ تکلیف میں تھے۔ آپؐ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور کچھ لوگوں نے آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ آپؐ نے ان کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ جب آپؐ فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: امام تو اسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ پس

جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا.

جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

اطرافه: ١١١٣، ١٢٣٦، ٥٦٥٨۔

٦٨٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَصَلَّى صَلَاةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُوْدًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ.

٦٨٩: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپؐ اس سے گر پڑے اور آپؐ کا دایاں پہلو چھل گیا۔ آپؐ نے نمازوں میں سے ایک نماز پڑھی اور آپؐ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے بھی آپؐ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب نماز پڑھ کر پھرے تو آپؐ نے فرمایا: امام تو صرف اسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھو۔ جب وہ رکوع کرے، تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے، تم بھی اٹھاؤ اور جب یہ کہے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ تم کہو: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. اور جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب بیٹھ کر ہی نماز پڑھو۔

قَالَ أَبُوعَبْد اللهِ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ قَوْلُهُ إِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا هُوَ فِي مَرَضِهِ الْقَدِيْمِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامًا لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُوْدِ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ فَالْآخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ.

ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا کہ حمیدی کہتے تھے کہ یہ جو آپؐ نے فرمایا ہے کہ جب وہ بیٹھے ہوئے نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر ہی نماز پڑھو۔ آپؐ نے یہ اپنی پہلی مرض میں فرمایا تھا۔ پھر اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپؐ کے پیچھے کھڑے تھے اور آپؐ نے ان کو بیٹھنے کے لئے نہیں فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کو لیا جائے گا جو سب سے آخری ہو۔

اطرافہ: ۳۷۸، ۷۳۲، ۷۳۳، ۸۰۵، ۱۱۱۴، ۱۹۱۱، ۲۴۶۹، ۵۲۰۱، ۵۲۸۹، ۶۶۸۴۔

تشریح: **اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ:** اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ کے مفہوم کی تعیین وتخصیص کرنے کے لئے تین حوالے عنوان باب میں نقل کئے گئے ہیں۔ ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھ کر نماز پڑھانا جبکہ لوگ کھڑے تھے۔ دوسرا حضرت ابن مسعودؓ کا جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے: لَا تُبَادِرُوْا اَئِمَّتَكُمْ بِالرُّكُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَاِذَا رَفَعَ اَحَدُكُمْ رَأْسَهٗ وَالْاِمَامُ سَاجِدٌ فَلْيَسْجُدْ ثُمَّ لِيَمْكُثْ قَدْرَ مَا سَبَقَ بِهِ الْاِمَامُ. (مصنف ابن ابی شیبہ –کتاب الصلوات– باب الرجل یرفع رأسه قبل الامام– روایت نمبر۴۶۲۰) یعنی رکوع اور سجدہ اپنے ائمہ (کے کرنے) سے پہلے نہ کیا کرو اور اگر کوئی (سجدہ سے) اپنا سر اٹھا لے جبکہ امام سجدہ ہی میں ہو تو چاہیے کہ وہ امام کے سر اٹھانے کے بعد سجدے میں اتنی دیر رہے جتنی دیر اس نے امام سے پہلے سر اٹھایا تھا۔

مَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا (روایت نمبر ۶۳۵، ۶۳۶) ایک تیسری صورت عدم اتباع کی یہ ہے کہ امام کے ساتھ سجدہ نہیں کر سکا۔ جیسے نماز جمعہ میں بوجہ ازدحام کے اور اس کی رکعت نہیں ہوئی تو وہ امام کے فارغ ہونے پر ان چھوڑے ہوئے دو سجدوں کی جگہ دو سجدے کرے اور پھر ایک رکعت پڑھے۔ چوتھی صورت عدم اتباع کی یہ ہے کہ بھول کر سجدہ نہیں کیا تو امام کے فارغ ہونے پر ایک سجدہ کر لے۔ ان دو آخری صورتوں میں مَافَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا کے ارشاد کی تعمیل نماز فریضہ کے اختتام پر کی جائے گی۔ غرض امام موصوفؒ نے یہ چار صورتیں بیان کی ہیں۔ جن سے اتباعِ امام کی مشروعیت اور اس کی نوعیتِ وجوب واضح ہوتی ہے۔

صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ جَالِسًا وَالنَّاسُ خَلْفَهٗ قِيَامًا: روایت نمبر۶۸۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رکوع اور سجدہ کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی اور صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایسا ادب کی وجہ سے کیا تھا۔ جیسا کہ ایک پہلے موقع پر

جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں عصر کی نماز پڑھانے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو وہ پیچھے ہٹ گئے اور حضورؐ کے دریافت کرنے پر عرض کیا: مَا كَانَ لِابْنِ اَبِیْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّیَ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ (روایت نمبر ۶۸۴) مگر یہاں صرف یہی ادب کا پاس رکھنے والی صورت نہیں، بلکہ آنحضرت ﷺ خود حضرت ابوبکرؓ کے بائیں طرف بیٹھے ہیں؛ جہاں امام کھڑا ہوتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اپنی امت کو عملاً یہ سبق دیا ہے کہ آپؐ کے جانشین درحقیقت آپؐ کی اقتداء کرنے والے ہوں گے اور مقتدی جو اِن خلفاء راشدین کی اقتدا کریں گے؛ وہ بھی درحقیقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اقتداء کریں گے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاقؒ کا یہ مذہب ہے کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھیں۔ یہی فقہاء روایت نمبر ۶۸۸، ۶۸۹ میں وارد شدہ نص صریح کو حضرت عائشہؓ کی روایت پر ترجیح دیتے ہیں اور اس کو منسوخ نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک حضرت عائشہؓ کی روایت اس بارے میں مضطرب ہے کہ امام حضرت ابوبکرؓ تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: بداية المجتهد– الجملة الثالثة من كتاب الصلوٰة– الباب الثانی– الفصل الرابع فی معرفة مايجب علی المأموم ان يتبع فيه الامام– المسئلة الثانية وهی صلوٰة القائم خلف القاعد۔

بَاب ۵۲ : مَتَى يَسْجُدُ مَنْ خَلْفَ الْإِمَامِ

جو امام کے پیچھے ہو وہ کب سجدہ کرے؟

قَالَ أَنَسٌ فَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا

حضرت انسؓ نے کہا: جب وہ سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو۔

۶۹۰ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَقَعَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَهُ

۶۹۰: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ بن سعید نے سفیان سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ابواسحاق نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عبداللہ بن یزید نے مجھے بتایا کہا کہ حضرت براءؓ نے مجھ سے بیان کیا اور وہ غلط نہیں کہتے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے تو ہم میں سے کوئی بھی اس وقت تک اپنی پیٹھ نہ جھکاتا، جب تک کہ آپؐ سجدہ نہ کرتے۔ پھر ہم آپؐ کے بعد سجدہ کرتے۔

حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ نَحْوَهُ بِهٰذَا.

ابونعیم نے بھی ہم سے بیان کیا کہ ہم سے سفیان نے بروایت ابواسحاق اسی طرح بیان کیا۔

اطرافه: ۷۴۷، ۸۱۱۔

تشریح: قَالَ اَنَسٌ فَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا: ایک نسخے میں قَالَ اَنَسٌ کے بعد عَنِ النَّبِی ﷺ ہے۔(فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۲۳۴) اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ کے ارشاد کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔ مقتدی رکوع وسجدہ امام سے پہلے بجانہ لائے بلکہ اس کے بعد کرے۔

بَاب ۵۳: إِثْمُ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ

اس شخص کا گناہ جس نے امام سے پہلے اپنا سر اٹھایا

۶۹۱: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَمَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ أَوْ لَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهُ صُوْرَةَ حِمَارٍ.

۶۹۱: حجاج بن منہال نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا کہ محمد بن زیاد سے مروی ہے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی جب وہ اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے؟ یا (فرمایا:) اللہ تعالیٰ اس کی شکل گدھے کی شکل بنا دے۔

تشریح: اِثْمُ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ: اس باب میں بھی گذشتہ ابواب کی طرح امام کی اقتداء کا مضمون ہے۔ گدھا بلادت طبع، حماقت اور خودسری میں ضرب المثل ہے۔ قرآن مجید نے بھی اس مثال کو بیان فرمایا ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (الجمعة:۶) یعنی جن لوگوں پر توراۃ کی ذمہ داری ڈالی گئی اور وہ اس کو اُٹھانے سے قاصر ہیں۔ ان کی مثال گدھے کی ہے جو کتابیں اٹھاتا ہے مگر سمجھتا نہیں۔ پس ان مقتدیوں کو بھی گدھے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو بظاہر اپنا امام مقرر کرتے ہیں تا اس کی اتباع کریں۔ مگر عملاً اس کی اتباع نہیں کرتے۔ ایسے شخص کا سر گدھے ہی کا سر ہے۔ ہمارے اعمال اور ان کی معنویات آخرت میں مناسب شکلوں میں متمثل ہوں گی۔ اس دنیا میں ہم ان تمثیلات کی اصل ماہیت سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے وہ تمثیلات میں بیان کی گئی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی- دوسرا دقیقہ معرفت- روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۸ تا ۴۱۳۔

امام بخاریؒ نے اِثْمٌ یعنی گناہ کا لفظ اختیار کر کے اس فعل کی برائی کی طرف توجہ دلائی ہے، سزا کی طرف نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ ایک تشبیہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبلؒ واہل ظاہر ایسے شخص کی نماز فاسد سمجھتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک نماز تو ہو جائے گی مگر وہ بہت گناہگار ہوگا۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۲۳۸)

بَاب ٥٤: إِمَامَةُ الْعَبْدِ وَالْمَوْلَى

غلام اور آزاد شدہ غلام کی امامت

وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ وَوَلَدِ الْبَغِيِّ وَالْأَعْرَابِيِّ وَالْغُلَامِ الَّذِي لَمْ يَحْتَلِمْ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّهُمْ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ {وَلَا يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلَّةٍ☆}

حضرت عائشہؓ کی امامت اُن کا غلام ذکوان قرآن شریف سے دیکھ کر کیا کرتا تھا اور فاحشہ کے لڑکے اور گنوار اور اُس لڑکے کی امامت جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی امامت وہ کرے جو اُن میں سے کتاب اللہ کا زیادہ قاری ہو۔ {اور غلام بغیر کسی سبب کے باجماعت نماز سے نہ روکا جائے۔☆}

٦٩٢: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعٌ بِقُبَاءَ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُولِ اللهِ ﷺ كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ وَكَانَ أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا.

اطرافه: ۷۱۷۵۔

۶۹۲: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، کہا: انس بن عیاض نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ کے آنے سے پیشتر جب پہلے مہاجر عصبہ میں آئے، جو قبا میں ایک مقام ہے؛ حضرت ابوحذیفہؓ کے آزاد شدہ غلام حضرت سالمؓ ان کی امامت کیا کرتے تھے اور انہیں سب سے زیادہ قرآن یاد تھا۔

☆ الفاظ ''وَلَا يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلَّةٍ'' فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۲۳۹)

٦٩٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيْبَةٌ.

۶۹۳: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحیٰی نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے کہ ابوتیاح نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت انس (بن مالکؓ) سے، حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: سنو اور فرمانبرداری کرو۔ خواہ ایک ایسا حبشی ہی حاکم بنایا جائے؛ جس کا سر گویا منقّی کا دانہ ہے۔

اطرافہ: ٦٩٦، ٧١٤٢۔

تشریح: **يَؤُمُّهُمْ اَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ:** شرافت وفضیلت کا اصل معیار تقوی اللہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات: ۱۴) بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ دراصل عمل ہی معیار ہے؛ جس سے انسان کی قدر و قیمت پرکھی جاتی ہے۔ باب نمبر ۴۶ میں گزر چکا ہے کہ امامت کی شرط علم وفضل ہے۔ اس باب میں وہی مضمون دہراتے ہوئے یہ بحث اُٹھائی ہے کہ آیا غلام، آزادشدہ غلام، ولد الحرام، گنوار اور نابالغ کا امام ہونا جائز ہے؟ فقہاء نے اس مسئلہ میں جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ بشرطیکہ امامت کی شرائط اُن میں پائی جاتی ہوں۔ اَقْرَءُ هُمْ کے معنی ہیں اَفْقَهُهُمْ یعنی سب سے زیادہ سمجھنے والا۔ اعمال کی صحت سچی معرفت کے ساتھ وابستہ ہے۔ امامت کے لئے لفظی قرأت سے زیادہ فہم معانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ امام شافعیؒ نے اَقْرَءُ کے معنی اَفْقَهُ لئے ہیں۔ یعنی زیادہ فہیم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے۔ يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ سے یہ مراد لینا کہ امامت کے لئے قرأتِ لفظی کے سوا اور کوئی شرط ہی نہیں، صریح غلطی ہے۔

(بداية المجتهد- الجملة الثالثة من كتاب الصلاة- الباب الثانى-الفصل الثانى فى معرفة شروط الإمامة)

امام بخاریؒ کو یہ باب باندھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ان لوگوں کا امام بننا مکروہ ہے، جو بعض نقائص کی وجہ سے عام طور پر بنظر حقارت دیکھے جاتے ہیں۔ جیسے ولد الحرام۔ ان ائمہ کے نزدیک جمعہ جیسے اجتماعی موقعوں پر تو ان کی امامت مکروہ ہی نہیں بلکہ ناجائز ہے۔ غالباً ان کی یہ رائے مقام تقویٰ کی وسیع احتیاط کو ملحوظ رکھ کر ہے نہ مطلق بصورت فتویٰ اور اولوالامر کے لئے بطور ایک مشورہ ہے۔ تاکہ وہ کسی کو امام مقرر کرنے میں مقتدیوں کے جذبات واحساسات کا لحاظ رکھیں اور ایسے اماموں کو بھی انگشت نمائی سے بچائیں۔ ورنہ اسلام کی تعلیم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اس امر میں واضح ہے۔ اسلام نے ادنیٰ اور کمزور لوگوں کو اُٹھنے اور بڑھنے کے ویسے ہی مواقع دیئے ہیں جیسے اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو۔ ایسا ہی بچے اور بوڑھے بھی مقامِ امامت پر کھڑے ہونے سے نہیں روکے گئے۔

اسلام کے طفیل اس ادنیٰ طبقہ کے لوگوں نے بھی دنیاوی و دینی ترقیاں حاصل کی ہیں، جو آج طبقہ رذیلہ یا اچھوت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

وَلَدُ الْبَغِيِّ: ولدالحرام کا احادیث میں کوئی ذکر نہیں۔ یہ مسئلہ بھی قیاسی ہے۔ اس کو اپنے اسباب پیدائش سے متعلق کوئی اختیار نہیں۔ اگر وہ نیک اور صاحب علم وفضل ہے تو اس کی امامت درست ہے جہاں تک ظاہری فتویٰ کا تعلق ہے۔ لیکن تقویٰ کچھ اور احتیاطیں بھی چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت بھی جو نبیوں کے انتخاب سے متعلق ہے یہی ظاہر کرتی ہے: اَلرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ نَسَبِ قَوْمِهَا (روایت نمبر ۶) کہ ان کی بعثت قوم کے شریف خاندان میں سے ہوتی ہے۔

اِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ: اگر حبشی بھی امیر بنایا جائے تو تم اس کی اطاعت کرو۔ اس سے امامت کا استدلال قیاساً کیا گیا ہے۔ خلیفہ وقت ہی اصل میں امام ہوتا ہے۔ پس اس کی طرف سے امیر مقرر کئے جانے کے بعد اس کی اطاعت لازمی ہو جاتی ہے۔

وَلَا يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلَّةٍ: عنوانِ باب میں غلام سے متعلق یہ شرط لگائی گئی ہے کہ وہ بغیر کسی وجہ سے باجماعت نماز سے نہ روکا جائے۔ باجماعت نماز پڑھنا فرض ہے اور حقوق اللہ کو مقدم رکھنا ضروری۔ سوائے اس کے کہ ضرورتِ حقہ اس کو گھر رہنے پر مجبور کرے۔ مثلاً مالک کا گھر ایسے مقام پر واقع ہو جہاں خدشہ ہو، مالک کی غیر حاضری میں غلام یا خادم کے لئے جائز نہیں کہ گھر خالی چھوڑ کر جماعت میں شریک ہونے کے لئے مسجد کو چلا جائے۔ ایسے مخصوص حالات مجبوری میں مالک اس کو روک سکتا ہے ورنہ نہیں۔

بَاب ۵۵: إِذَا لَمْ يُتِمَّ الْإِمَامُ وَأَتَمَّ مَنْ خَلْفَهُ

جب امام اپنی نماز پوری نہ کرے اور وہ جو اُس کے پیچھے ہوں پوری کر لیں

۶۹۴: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْيَبُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُصَلُّوْنَ لَكُمْ فَإِنْ أَصَابُوْا فَلَكُمْ وَإِنْ أَخْطَئُوْا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ.

۶۹۴: فضل بن سہل نے ہم سے بیان کیا، کہا: حسن بن موسیٰ اَشیَب نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (یہ امام) تم کو نماز پڑھاتے ہیں۔ اگر ٹھیک پڑھیں گے تو تمہیں ثواب ہوگا اور اگر غلطی کریں گے تو بھی تمہیں ثواب ہوگا اور اُن کو وبال۔

تشریح: اِذَا لَمْ يُتِمَّ الْاِمَامُ: یعنی اگر کسی وجہ سے امام کی نماز ناقص ہو تو کیا مقتدیوں کی نماز بھی بسبب اس نقص کے فاسد ہوگی۔ امام کی نماز میں نقص پیدا ہونے کا فیصلہ شریعت نے امام پر چھوڑا ہے نہ کہ مقتدیوں پر۔ مقتدیوں کے سمجھنے اور کہنے کے باوجود اگر وہ فیصلہ کرتا ہے کہ اس میں نقص پیدا نہیں ہوا تو ان کا فرض ہے کہ وہ اس کی اقتدا کریں۔ حَدَثِ اَصْغَر (یعنی خروجِ ریح و بول و براز) سے وضو ٹوٹنے پر سب کا اتفاق ہے کہ امام نماز توڑ دے۔ مقتدی نماز پڑھتے رہیں۔ ان کی نماز درست ہوگی اور امام نماز دوبارہ پڑھے۔ حَدَثِ اَكْبَر (جنابت) سے متعلق تین مذاہب ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز درست نہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک درست ہے جبکہ وہ بھول جائے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مطلق درست ہے، خواہ امام بھولے یا اُسے یاد ہو۔

فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَكُمْ وَلَهُمْ وَاِنْ اَخْطَأُوْا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ (مسند احمد بن حنبل- مسند ابی ہریرۃ- جزء۲-صفحہ۳۵۵) اگر ائمہ راستی پر ہوئے تو اس کا ثواب تم کو اور انہیں ہوگا اور اگر انہوں نے خطا کی تو تمہیں ثواب اور ان پر وبال۔ اس مسئلہ کے اختلافی ہونے کی طرف توجہ دلانے کے لئے باب کا عنوان اِذَا سے شروع کیا گیا ہے، جو شرطیہ ہے۔ امام شافعیؒ نے روایت نمبر ۶۳۹ سے بھی استدلال کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کرنے پر (فَمَكَثْنَا عَلٰى هَيْئَتِنَا) ہم جیسے تھے کھڑے رہے۔ یعنی نماز نہیں چھوڑی۔ تکبیر اقامت ہو چکی تھی لوگ صفیں باندھ کر کھڑے تھے۔ اس روایت کی بعض سندوں میں آتا ہے کہ تکبیر تحریمہ بھی ہو چکی تھی۔ یہ سب نماز کے ابتدائی ارکان ہیں۔ روایت نمبر ۶۹۴ سے بھی امام موصوف نے یہی استدلال کیا ہے۔ اگرچہ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ اِنْ اَخْطَأُوْا میں خطاءِ نسیان ہے نہ خطاءِ عمد۔ مگر روایت کے الفاظ مطلق ہیں اور ایسے امور میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ آیا امام عمداً غلطی پر اصرار کر رہا ہے یا بھول کر اور احتیاط اسی بات میں ہے کہ مقتدیوں کو امام کے برخلاف بدظنیوں اور فتنہ و فساد کا موقع نہ دیا جائے۔ ایسے امور میں شریعت کے فتویٰ کی بنیاد ظاہری حالات پر رکھنا مناسب ہے۔ اس میں کسی کو بھی کلام نہیں کہ امام و مقتدی کی معنویات کے درمیان ایک صحیح رابطہ کی ضرورت ہے۔ جس سے ان کی معنویات ایک دوسرے سے متاثر ہوتی ہیں۔ اسلام امامت کا نصب العین اِن الفاظ میں قرار دیتا ہے: وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا. (الفرقان: ۷۵) یعنی (اے ہمارے رب!) ہمیں متقیوں کا امام بنا۔ یعنی ہمیں تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر رکھیو۔ متقیوں کا امام تقویٰ میں بھی اُن کا امام ہونا چاہیے۔ یہ وہ مقصد اعلیٰ ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے امام کو دعا مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ مقتدیوں کا کام نہیں کہ وہ امام کے تقویٰ کو اپنی جرح و قدح اور بحث و تمحیص کا موضوع بنائیں۔ ان کا کام شریعت حقہ میں اس کی اقتداء کرنا ہے۔ یہ مفہوم ہے مذکورہ بالا ارشادِ نبویؐ کا اور اس ہدایت کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے۔

بَاب ٥٦ : إِمَامَةُ الْمَفْتُوْنِ وَالْمُبْتَدِعِ
فتنہ انگیز اور بدعتی کا امام ہونا

وَقَالَ الْحَسَنُ صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ

اور حسن (بصریؒ) نے کہا: تم نماز پڑھ لو اور اس کی بدعت کا وبال اس پر ہوگا۔

٦٩٥: قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ خِيَارٍ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ إِنَّكَ إِمَامُ عَامَّةٍ وَنَزَلَ بِكَ مَا نَرَى وَيُصَلِّي لَنَا إِمَامُ فِتْنَةٍ وَنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ فَأَحْسِنْ مَعَهُمْ وَإِذَا أَسَاءُوْا فَاجْتَنِبْ إِسَاءَتَهُمْ .

٦٩٥: ابوعبداللہ نے کہا اور محمد بن یوسف نے ہم سے کہا اور اَوزاعی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) زُہری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُمَید بن عبدالرحمٰن سے، حمید نے عبیداللہ بن عدی بن خیار سے روایت کی کہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور وہ محصور تھے اور کہا کہ آپؓ تو مسلمانوں کے امام ہیں اور جو مصیبت آپؓ پر آپڑی ہے وہ ہم دیکھ رہے ہیں اور فتنہ کا سرغنہ ہمیں نماز پڑھاتا ہے اور یہ ہم پر شاق ہے تو انہوں نے کہا: نماز ہی سب سے بہتر عمل ہے جو لوگ کرتے ہیں۔ اس لئے جب لوگ اچھا کام کریں تو تم بھی ان کے ساتھ اچھا کام کرو اور جب وہ برا کام کریں تو تم ان کی برائی سے الگ رہو۔

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا نَرَى أَنْ يُّصَلَّى خَلْفَ الْمُخَنَّثِ إِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةٍ لَّا بُدَّ مِنْهَا.

اور زبیدی نے کہا: زہری کہتے تھے کہ ہماری رائے نہیں کہ ہیجڑے کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ سوائے اس کے کہ کوئی ایسی مجبوری ہو کہ جس سے کوئی چارہ نہیں۔

٦٩٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ

٦٩٦: محمد بن ابان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) غندر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے

أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي ذَرٍّ اسْمَعْ وَأَطِعْ وَلَوْ لِحَبَشِيٍّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيْبَةٌ.

ابوتیاح سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا: سنو اور فرمانبرداری کرو۔ خواہ حبشی کی ہو جس کا سر گویا منقیٰ کا دانہ ہے۔

اطرافه: ٦٩٣، ٧١٤٢.

تشریح: اِسْمَعْ وَاَطِعْ وَلَوْ لِحَبَشِيٍّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيْبَةٌ: سابقہ مسئلہ پر یہ سوال اُٹھتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص امامت کرتا ہو جو جماعت میں تفرقہ کا موجب بن رہا ہے یا کسی بدعت کا موجد ہے تو کیا اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے؟ اس مسئلہ میں بھی دو آراء ہیں۔ جن کی طرف عنوانِ باب میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک حسن بصریؒ کی رائے ہے جس کی تائید حضرت عثمانؓ کے عمل وقول سے ہوتی ہے اور ایک امام زُہریؒ کی۔ اُن کی رائے میں ہیجڑے کے پیچھے نماز جائز نہیں؛ جو اس وجہ سے فتنہ کا موجب بن سکتا ہے کہ وہ جنس لطیف کی صورت وشکل رکھتا ہے۔ یہ دونوں نکتۂ خیال افراط وتفریط کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اس بارے میں امام بخاریؒ نے ایک لطیف فیصلہ فرمایا ہے اور وہ یہ کہ حضرت عثمانؓ نے جو خلیفہ وقت تھے، عبیداللہ بن عدی بن خیار کو اجازت دی تھی کہ وہ نماز باغی امام کے پیچھے پڑھتے رہیں۔ ان کی یہ نماز جائز ومقبول ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ امامِ وقت کی اطاعت میں پڑھی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ارشاد اِسْمَعْ وَاَطِعْ وَلَوْ لِحَبَشِيٍّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيْبَةٌ سے یہی مراد ہے کہ اگر خلیفہ وقت کی ممانعت ہوتی تو اس صورت میں اقتداء قطعاً جائز نہ ہوتی۔ مقتدی خود اپنی مرضی سے امام جماعت کے پیچھے نماز پڑھنا نہ چھوڑیں۔ خواہ ان کی رائے کیسی ہی مخالف کیوں نہ ہو۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کو اموال وغیرہ امور میں حضرت معاویہؓ سے اختلافِ رائے ہوا اور جب نہ سمجھے تو وہ مدینہ بھیجے گئے۔ حضرت عثمانؓ کے سمجھانے پر بھی نہ سمجھے تو انہوں نے خلیفہ وقت سے اجازت لی کہ رَبذہ مقام کو چلے جائیں۔ (بخاری- کتاب الزکاۃ- باب ما ادّی زکاته فلیس بکنز -روایت نمبر ۱۴۰۶)

انہیں یاد آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا کہ جب سلع پہاڑ تک مدینہ پھیل جائے تو پھر مدینہ میں نہ رہنا۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں اجازت دی اور کہا کہ مدینہ میں وقتاً فوقتاً آتے رہنا۔ جس کی انہوں نے تعمیل کی۔

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ باوجود اختلاف رکھتے ہوئے انہوں نے اطاعت سے سر نہ پھیرا۔ لیکن جب امام وقت کسی کی اقتداء سے ممانعت فرماوے تو وہ امام خواہ کیسا ہی مدعی اسلام ہو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اگر خلیفہ وقت اس امام کے خلاف جہاد کا بھی حکم دے تو مقتدیوں پر اس سے جہاد فرض ہو جائے گا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔

مسلمانوں کے شدید تفرقہ کے زمانے میں ایک امام کے مبعوث ہونے کی پیشگوئی کی گئی ہے جو حَکَم عَدَل کے لقب سے موسوم کیا گیا ہے۔ (بخاری- کتاب الانبیاء- باب نزول عیسی ابن مریم - روایت نمبر ۳۴۴۸) اس کے

یہی معنی ہیں کہ اس کا فیصلہ ناطق اور اس کی اتباع لازمی ہوگی۔ کیونکہ اس کی اتباع کے بغیر مسلمانوں کے درمیان تفرقہ مٹنے کی کوئی اور صورت نہیں۔ وہ حَکَم ہوکر ہر فرقہ کی مرضی کے مطابق یہ فیصلہ نہیں کرے گا کہ وہ سب مسلمان ہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صریح فتویٰ کا اعلان کرے گا کہ كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً. (ترمذی- كتاب الإيمان- باب ما جاء في افتراق هذه الأمة) آگ سے نجات پانے والا گروہ وہی ہوگا جو اپنی خواہشات کی اتباع چھوڑ کر اس حَكَم عَدَل کی آواز پر لبیک کہے گا اور امام کی اس اطاعت واتباع کی وجہ سے جماعت کی تعریف میں شامل ہوگا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وَهِيَ الْجَمَاعَةُ (ابو داؤد- كتاب السنة- باب شرح السنة) فرما کر اس ناجی فرقہ کو اِس مبارک نام سے یاد فرمایا ہے۔ غرض اسلام نے امام جماعت کی مبارک شخصیت کو افراد کے رحم پر نہیں چھوڑا۔ ورنہ روزانہ امام معطل ہوتے رہتے اور افراد کی باغیانہ طبیعت ہر روز ایک نیا امام اپنے لئے تجویز کرتی۔ اسی لئے اسلامی جماعتوں کو تفرقہ اور فتنہ وفساد سے باز رکھنے کے لئے تمام ائمہ مساجد بھی امام الوقت کے تحت رکھے گئے ہیں۔ یہ خلاصہ ہے عنوانِ باب کا۔ یعنی اِسْمَعْ وَاَطِعْ وَلَوْ لِحَبَشِيٍّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيْبَةٌ.

بَاب ٥٧ يَقُوْمُ عَنْ يَّمِيْنِ الْإِمَامِ بِحِذَائِهِ سَوَاءً إِذَا كَانَا اثْنَيْنِ

جب دو ہی ہوں تو (مقتدی) امام کے دائیں طرف اس کے پہلو میں برابر کھڑا ہو

٦٩٧: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ فَصَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهِ فَجَعَلَنِي عَنْ يَّمِيْنِهِ فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ

۶۹۷: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے حکم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا، کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا۔ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: میں اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے گھر میں ایک رات سویا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر آئے اور چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر آپؐ سو گئے۔ پھر اس کے بعد اٹھے۔ میں بھی آیا اور آپؐ کے بائیں طرف کھڑا ہوگیا۔ آپؐ نے مجھے اپنی دائیں طرف کر دیا۔ آپؐ نے پانچ رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر سو گئے۔ یہاں تک کہ میں

غَطِيْطَهُ أَوْ قَالَ خَطِيْطَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ.

نے آپؐ کا خراٹہ سنا۔ راوی نے لفظ غَطِيْطَهُ یا خَطِيْطَهُ کہا: اس کے بعد آپؐ نماز کے لئے نکلے۔

اطرافہ: ۱۱۷، ۱۳۸، ۱۸۳، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۲۶ ۷۲۸، ۸۵۹، ۹۹۲، ۱۱۳۸، ۱۱۹۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۵۹۱۹، ۶۲۱۵، ۶۳۱۶، ۷۴۵۲۔

تشریح: **يَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْإِمَامِ بِحِذَائِهٖ سَوَاءً إِذَا كَانَا اثْنَيْنِ:** باب ۵۷، ۵۸ میں مقتدی کے مقام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ شریعت اسلامیہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر دو نمازی ہوں تو مقتدی امام کے بائیں طرف نہیں بلکہ دائیں طرف کھڑا ہو۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ جو کہ بچے تھے۔ وہ ایک رات تہجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہوگئے۔ آپؐ نے نماز کی حالت میں ہی ان کو اپنی دائیں طرف کرلیا۔ شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل درحقیقت مقتدی کے مقام کی نوعیت واضح کرتا ہے۔ یعنی مقتدی کو امام کے داہنی جانب کھڑا ہونا چاہیے۔ جو بائیں جانب کھڑا ہونے کے مقابلہ میں زیادہ عزت کا مقام ہے۔ امام کا فرض ہے کہ وہ مقتدی کو اپنے قریب اچھی جگہ دے۔ حضورؐ کے اس عمل سے امام اور مقتدی دونوں پر اپنے اپنے فرض کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

بَاب ۵۸

إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الْإِمَامِ فَحَوَّلَهُ الْإِمَامُ إِلَى يَمِيْنِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُمَا

جب آدمی امام کے بائیں طرف کھڑا ہو اور امام اس کو پھیر کر دائیں طرف لے آئے تو ان دونوں کی نماز فاسد نہیں ہوگی

۶۹۸: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ

۶۹۸: احمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن وہب نے ہم سے بیان کیا، کہا: عمرو نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے عبدِ رَبِّہٖ ابن سعید سے، انہوں نے مخرمہ بن سلیمان سے، مخرمہ نے حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام کُریب سے، کُریب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ میں (اپنی خالہ) حضرت میمونہؓ کے پاس سویا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم

يُصَلِّي فَقُمْتُ عَلَى يَسَارِهِ فَأَخَذَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَّمِيْنِهِ فَصَلَّى ثَلاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ عَمْرٌو فَحَدَّثْتُ بِهِ بُكَيْرًا فَقَالَ حَدَّثَنِي كُرَيْبٌ بِذَلِكَ.

اس رات ان کے ہاں تھے۔ آپؐ نے وضو کیا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور میں بھی آپؐ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں طرف کیا اور آپؐ نے تیرہ رکعتیں پڑھیں۔ پھر سو گئے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے سانس لی اور جب سوتے تو گہری سانس لیتے۔ پھر آپؐ کے پاس مؤذن آیا اور آپؐ نے باہر جا کر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ عمرو نے کہا کہ میں نے بکیر سے یہ بیان کیا تو انہوں نے کہا: مجھ سے کریب نے اسی طرح بیان کیا تھا۔

اطرافہ: ۱۱۷، ۱۳۸، ۱۸۳، ۶۹۷، ۶۹۹، ۷۲۶ ۷۲۸، ۸۵۹، ۹۹۲، ۱۱۳۸، ۱۱۹۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۵۹۱۹، ۶۲۱۵، ۶۳۱۶، ۷۴۵۲۔

تشریح: فَصَلَّى ثَلاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد سات رکعتوں سے لے کر گیارہ رکعتوں تک پڑھا کرتے تھے۔ جہاں تیرہ رکعتوں کا ذکر آتا ہے وہاں فجر کی دو سنتیں نماز تہجد میں شمار کی گئی ہیں۔ ان کی تعداد کے متعلق تفصیلی بحث کتاب التہجد باب ۱۰ میں مذکور ہے۔

بَاب ٥٩: إِذَا لَمْ يَنْوِ الْإِمَامُ أَنْ يَّؤُمَّ ثُمَّ جَاءَ قَوْمٌ فَأَمَّهُمْ

امام کی نیت نہ ہو کہ امامت کرے۔ پھر کچھ لوگ آجائیں تو وہ ان کا امام ہو جائے

٦٩٩: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ أُصَلِّي مَعَهُ فَقُمْتُ عَنْ

۶۹۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: اسماعیل بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے عبداللہ بن سعید بن جبیر سے، عبداللہ نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے ہاں ایک رات سویا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر نماز پڑھنے لگے تو میں بھی اُٹھ کر آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے لگا اور آپؐ کے

يَّسَارِهِ فَأَخَذَ بِرَأْسِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَّمِيْنِه.

بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے مجھے سر سے پکڑا اور مجھ کو اپنی دائیں جانب کھڑا کر لیا۔

اطرافہ: ۱۱۷، ۱۳۸، ۱۸۳، ٦۹۷، ٦۹۸، ۷۲٦ ۷۲۸، ۸۵۹، ۹۹۲، ۱۱۳۸، ۱۱۹۸، ٤٥٦۹، ٤٥۷۰، ٤٥۷۱، ٤٥۷۲، ٥۹۱۹، ٦۲۱٥، ٦۳۱٦، ۷٤٥۲۔

تشریح: **اِذَا لَمْ يَنْوِ الْاِمَامُ اَنْ يَّؤُمَّ ثُمَّ جَاءَ قَوْمٌ فَاَمَّهُمْ:** امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز فریضہ میں امامت کی نیت کرے۔ مگر نوافل میں نیت کرنی ضروری نہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۲۴۹) امام بخاریؒ نے باب کا عنوان اِذَا سے شروع کر کے اس مسئلہ کو احتمالی قرار دیا ہے۔ کیونکہ واقعہ مذکورہ سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کی نیت کی تھی یا نہیں۔ ہاں آپؐ کے اس فعل سے کہ آپؐ نے حضرت ابن عباسؓ کو دائیں طرف کر لیا تھا۔ احتمال ہے کہ امامت کی نیت کر لی ہو۔

بَاب ٦٠: إِذَا طَوَّلَ الْإِمَامُ وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ فَخَرَجَ فَصَلَّى

جب امام لمبی سورۃ شروع کر دے اور آدمی کو کوئی حاجت ہو تو وہ باہر چلا جائے اور نماز پڑھے

۷۰۰: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ.

۷۰۰: مسلم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو سے، عمرو نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر واپس جا کر اپنی قوم کی امامت کیا کرتے۔

اطرافہ: ۷۰۱، ۷۰٥، ۷۱۱، ٦۱۰٦۔

۷۰۱: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُّصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ

۷۰۱: اور محمد بن بشار نے بھی مجھ سے بیان کیا، کہا: غندر نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا کہ عمرو سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے سنا۔ انہوں نے کہا: حضرت معاذ بن جبلؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر واپس جا کر وہ اپنی قوم کی امامت کرتے۔ انہوں نے

فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ فَكَأَنَّ مُعَاذًا تَنَاوَلَ مِنْهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَتَّانٌ فَتَّانٌ فَتَّانٌ ثَلَاثَ مِرَارٍ أَوْ قَالَ فَاتِنًا فَاتِنًا فَاتِنًا وَأَمَرَهُ بِسُوْرَتَيْنِ مِنْ أَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ قَالَ عَمْرٌو لَا أَحْفَظُهُمَا.

عشاء کی نماز پڑھی اور سورہ بقرہ پڑھی۔ ایک شخص چلا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ ؓ نے اس کے متعلق بُرا منایا۔ یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے تین دفعہ فرمایا: تم بہت ہی ابتلاء میں ڈالنے والے ہو۔ تم بہت ہی ابتلا میں ڈالنے والے ہو۔ تم تو بہت ہی ابتلا میں ڈالنے والے ہو۔ فَتَّانًا فرمایا، یا فَاتِنًا اور آپؐ نے انہیں مفصل سورتوں میں سے دو درمیانی سورتیں پڑھنے کے لئے فرمایا۔ عمرو کہتے تھے: مجھے وہ دو سورتیں یاد نہیں رہیں۔

اطرافه: ۷۰۰، ۷۰۵، ۷۱۱، ٦١٠٦۔

تشریح: اِذَا طَوَّلَ الْاِمَامُ وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ فَخَرَجَ فَصَلّٰى:

امام شافعیؒ روایت مذکورہ بالا سے استدلال کرتے ہیں کہ مقتدی کے لئے جائز ہے کہ حالت اضطراری میں امام کی اقتدا چھوڑ کر الگ نماز پڑھے۔ جیسا کہ اسی روایت میں ابن عیینہ کی سند کے ان الفاظ سے ظاہر ہے: فَتَنَحّٰى رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِهٖ فَصَلّٰى وَحْدَهٗ. (فتح الباری جزء ثانی صفحہ۲۵۲) ایک شخص نے امام کے پیچھے سے ہٹ کر ایک طرف تنہا نماز پڑھ لی۔ لیکن روایت مذکورہ کے الفاظ فَانْصَرَفَ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ چلا گیا تھا۔ مسلم کی روایت میں ہے: فَانْحَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى وَحْدَهٗ۔ (مسلم - کتاب الصلاۃ - باب القراءۃ فی العشاء) ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نماز چھوڑ دی تھی اور الگ ہو کر اکیلے نماز پڑھ لی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اس شخص پر ناراض نہیں ہوئے کیونکہ وہ مضطر تھا۔ (دیکھئے روایت نمبر۷۰۵)

اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ ناچاری کی حالت میں یہ جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو ہدایت دے کر مقتدیوں کی اس قسم کی مشکلات کا سدّ باب فرما دیا ہے۔ باب نمبر۶۰، ۶۱، ۶۲ میں مثالوں سے واضح کیا گیا کہ امام کو اپنے مقتدیوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ اَمَرَهٗ بِسُوْرَتَيْنِ مِنْ اَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ. سورۃ الحجرات یا سورۃ قٓ سے مفصل سورتیں شروع ہوتی ہیں۔ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ تک مفصل طوال کہلاتی ہیں اور اس کے بعد وَالضُّحٰى تک مفصل اوسط کہلاتی ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۵ صفحہ۲۳۸ تا ۲۳۹)

بَاب ٦١ : تَخْفِيْفُ الْإِمَامِ فِي الْقِيَامِ وَإِتْمَامُ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

قیام میں امام کا اختصار سے کام لینا اور رکوع وسجود اطمینان کے ساتھ ادا کرنا

۷۰۲: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُومَسْعُوْدٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَأَيُّكُمْ مَا صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

اطرافه: ۹۰، ۷۰٤، ٦١١٠، ۷۱٥۹.

۷۰۲: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا، کہا: زُہیر نے ہمیں بتایا، کہا: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے قیس سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت ابومسعودؓ نے مجھے بتایا کہ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! بخدا میں صبح کی نماز سے فلاں شخص کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ ہمیں نماز لمبی پڑھاتا ہے۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نصیحت میں اس دن سے زیادہ غصے میں نہیں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں بعض نفرت دلانے والے ہیں۔ پس تم میں سے جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو چاہیے کہ وہ نماز مختصر پڑھے۔ کیونکہ ان میں کمزور بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے بھی اور حاجت مند بھی۔

تشریح: تَخْفِيفُ الْإِمَامِ فِي الْقِيَامِ: عنوانِ باب قائم کرنے میں امام بخاریؒ نے لطیف استدلال سے کام لیا ہے۔ روایت نمبر ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴ کے الفاظ فَلْيُخَفِّفْ اور فَلْيَتَجَوَّزْ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ساری نماز ہلکی پڑھے۔ یعنی قرأت میں بھی اور رکوع وسجود اور دیگر ارکان میں بھی اختصار ہو۔ مگر حضرت معاذؓ کے واقعہ والی روایت نمبر ۷۰۱ سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے لمبی قرأت پر ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔ اس لئے روایت نمبر ۷۰۲ تا ۷۰۴ کے مذکورہ بالا الفاظ کو واضح کرنے کے لئے امام موصوفؒ نے عنوانِ باب میں اس بات کی تعیین کر دی ہے کہ فَلْيَتَجَوَّزْ سے مراد قیام میں تخفیف کرنا ہے نہ رکوع وسجود میں۔ ان میں خشوع وخضوع کی کیفیات پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ حالت نیتِ نفس، توجہ اور وقت چاہتی ہے۔ روایت نمبر ۷۰۲، ۷۰۴ کا تعلق الگ واقعہ کے ساتھ ہے۔ ان میں صبح کی نماز کا ذکر ہے اور حضرت معاذؓ کا واقعہ الگ ہے۔ ان کے خلاف شکایت عشاء کی نماز کے متعلق کی گئی تھی۔ (دیکھئے روایت نمبر ۷۰۱)

بَاب ٦٢ : إِذَا صَلَّى لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ

جب تنہا نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی کرے

٧٠٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ مِنْهُمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ.

۷۰۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو چاہیے کہ وہ ہلکی پڑھے کیونکہ ان میں کمزور اور بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی تنہا نماز پڑھے تو جتنا چاہے لمبی کرے۔

تشریح: **فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ:** یعنی وقت نماز کے اندر۔ یہ نہ ہو کہ نماز کا وقت ہی ختم ہو جائے۔ باجماعت نماز دراصل قوم میں یک جہتی اور محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اس لیے جو امام اس روح کو نقصان پہنچاتا ہے وہ آنحضور ﷺ کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے کیونکہ آپؐ کی عارفانہ نظر کا ادراک اُس گہرائی تک تھا، جہاں عام انسان کی رسائی نہیں۔ آپؐ جانتے تھے کہ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیا کیا انتظامات فرمائے ہیں۔ اس لیے آپؐ نے اجتماعیت اور یک جہتی کو قائم رکھنے میں کبھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے دیا۔ لیکن اس نکتہ کو بھی آپؐ کی بصیرت نے فراموش نہیں ہونے دیا کہ عبادت تو بندے اور اس کے خالق کا معاملہ ہے اس لیے آپؐ نے بتایا کہ بندہ اپنی مناجات اور راز و نیاز اپنے مولا سے انفرادی نماز میں جس قدر چاہے کرے۔

بَاب ٦٣ : مَنْ شَكَا إِمَامَهُ إِذَا طَوَّلَ

جو اپنے امام کی جب وہ نماز لمبی کرے؛ شکایت کرے

وَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ طَوَّلْتَ بِنَا يَا بُنَيَّ.

اور ابواُسید نے کہا: میرے بیٹے تم نے نماز لمبی کر کے ہم پر دوبھر کر دی۔

٧٠٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِي

۷۰۴: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسماعیل بن ابی

خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْفَجْرِ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فُلَانٌ فِيْهَا فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُهُ غَضِبَ فِي مَوْضِعٍ كَانَ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَمَنْ أَمَّ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

اطرافه: ٩٠، ٧٠٢، ٦١١٠، ٧١٥٩.

خالد سے، اسماعیل نے قیس بن ابی حازم سے، قیس نے حضرت ابومسعودؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک آدمی نے کہا: یارسول اللہ! میں تو صبح کی نماز میں اس لئے پیچھے رہتا ہوں کہ فلاں اُسے لمبی کر کے ہم پر دوبھر کر دیتا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا غصہ آیا کہ میں نے آپؐ کو کسی نصیحت میں بھی اس دن سے بڑھ کر غصہ میں نہیں دیکھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! تم میں سے ایسے ہیں جو لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں۔ پس جو شخص لوگوں کا امام بنے تو چاہیے کہ وہ نماز مختصر پڑھے۔ کیونکہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔

٧٠٥: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ أَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاضِحَيْنِ وَقَدْ جَنَحَ اللَّيْلُ فَوَافَقَ مُعَاذًا يُصَلِّي فَتَرَكَ☆ نَاضِحَهُ وَأَقْبَلَ إِلَى مُعَاذٍ فَقَرَأَ بِسُوْرَةِ الْبَقَرَةِ أَوِ النِّسَاءِ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ وَبَلَغَهُ أَنَّ مُعَاذًا نَالَ مِنْهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَا إِلَيْهِ مُعَاذًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ أَفَتَّانٌ أَنْتَ أَوْ أَفَاتِنٌ

٧٠٥: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا: محارب بن دثار نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ سامنے سے ایک آدمی پانی اُٹھانے والے دو اونٹ لئے آ رہا تھا اور رات ہو چکی تھی اور اس نے اتفاق سے حضرت معاذؓ کو نماز پڑھتے پایا تو اُس نے اپنے اونٹ بٹھا☆ دئے اور حضرت معاذؓ کی طرف چلا آیا۔ حضرت معاذؓ نے سورۂ بقرہ یا سورۂ نساء پڑھی تو وہ (نماز چھوڑ کر) چلا گیا۔ اسے خبر پہنچی کہ حضرت معاذؓ نے اس کو برا منایا ہے۔ تو وہ نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ کے پاس حضرت معاذؓ کی شکایت کی تو نبی ﷺ نے تین بار فرمایا: اے معاذؓ

☆ لفظ فَتَرَکَ کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں ”فَبَرَّکَ“ کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ٢٥٩) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

ثَلَاثَ مِرَارٍ فَلَوْلَا صَلَّيْتَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ ، وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا، وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى فَإِنَّهُ يُصَلِّي وَرَاءَكَ الْكَبِيْرُ وَالضَّعِيْفُ وَذُو الْحَاجَةِ أَحْسِبُ هَذَا فِي الْحَدِيْثِ.

تم تو بہت ہی ابتلاء میں ڈالنے والے ہو۔ یا فرمایا: ابتلاء میں ڈالنے والے ہو۔ کیوں نہ تم نے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی، وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا، وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی پڑھی۔ کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے، کمزور اور حاجت مند بھی نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ (شعبہ کہتے ہیں:) میرا خیال ہے کہ یہ جملہ (فَاِنَّهٗ یُصَلِّیْ وَرَاءَکَ) حدیث میں (داخل) ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَتَابَعَهُ سَعِيْدُ بْنُ مَسْرُوْقٍ وَمِسْعَرٌ وَالشَّيْبَانِيُّ قَالَ عَمْرٌو وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ مِقْسَمٍ وَأَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَرَأَ مُعَاذٌ فِي الْعِشَاءِ بِالْبَقَرَةِ وَتَابَعَهُ الْأَعْمَشُ عَنْ مُّحَارِبٍ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اور (اس حدیث کے بیان کرنے میں) سعید بن مسروق، مسعر اور شیبانی نے اس کی (یعنی شعبہ کی) پیروی کی ہے اور عمرو اور عبیداللہ بن مقسم اور ابوالزبیر نے حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت معاذؓ نے عشاء کی نماز میں (سورۃ) بقرہ پڑھی تھی اور شعبہ کی طرح اعمش نے بھی محارب سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی ہے۔

اطرافه: ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۱۱، ٦١٠٦۔

تشریح: **مَنْ شَكَا اِمَامَهٗ اِذَا طَوَّلَ:** سابقہ بابوں میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ امام مقتدیوں کو ابتلاء میں نہ ڈالیں۔ اسے ان کا من حیث المجموع خیال رکھنا چاہیے اور اس باب میں مقتدیوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جب انہیں اپنے امام کے خلاف شکایت پیدا ہو تو وہ خود بخود اس کا ازالہ نہ کریں۔ بلکہ امامِ وقت کے سامنے اسے پیش کریں۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو مختلف موقعوں پر مقامی امام کی شکایت کی گئی اور آپؐ نے اس کا تدارک فرمایا۔ حضرت معاذؓ کا واقعہ روایت نمبر ۷۰۵ میں مفصل بیان کیا گیا ہے اور اس شخص کی مجبوری کا بھی ذکر ہے کہ وہ دن بھر کے کام کاج سے تھکا ماندہ تھا۔

بَاب ٦٤ :اَلْإِيْجَازُفِي الصَّلَاةِ وَإِكْمَالُهَا

نماز مختصر اور اسے اچھی طرح پڑھنا

٧٠٦: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُوْجِزُ الصَّلَاةَ وَيُكْمِلُهَا.

۷۰۶: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبدالعزیز نے ہمیں بتایا۔ وہ حضرت انسؓ (بن مالک) سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو مختصر کرتے اور اس کو اچھی طرح پڑھتے۔

اطرافہ: ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰۔

تشریح: **اَلْإِيْجَازُ فِي الصَّلَاةِ وَإِكْمَالُهَا:** یعنی رکوع وسجود وقومہ وجلسہ اور تسبیح وتکبیر وغیرہ جملہ ارکانِ نماز اطمینان سے ادا کرنا۔ مگر قرأت کو مختصر کرنا۔ جیسا کہ باب نمبر ۶۱ میں واضح کیا جا چکا ہے۔ لیکن یہ اختصار وتخفیف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص وجہ سے کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ اس کی تصریح اگلے باب میں کی گئی ہے۔

بَاب ٦٥ : مَنْ أَخَفَّ الصَّلَاةَ عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِيِّ

جس نے بچے کے رونے پر نماز ہلکی کردی

٧٠٧: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَأَقُوْمُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيْدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيْهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ.

۷۰۷: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ولید (بن مسلم) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ اوزاعی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، یحییٰ نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، عبداللہ نے اپنے باپ ابوقتادہ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: میں نماز میں یہ ارادہ کر کے کھڑا ہوتا ہوں کہ اسے لمبا کروں گا۔ اتنے میں بچے کا رونا سنتا ہوں تو میں اپنی نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ میں ناپسند کرتا ہوں کہ اس کی ماں کو تکلیف میں ڈالوں۔

تَابَعَهُ بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَبَقِيَّةُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ.

(ولید بن مسلم) کی طرح بشر بن بکر، ابن مبارک اور بقیہ نے بھی اوزاعی سے روایت کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے۔

اطرافه: ٨٦٨.

٧٠٨: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلَاةً وَلَا أَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَ أُمُّهُ.

۷۰۸: خالد بن مخلد نے ہم سے بیان کیا، کہا: سلیمان بن بلال نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: شریک بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انسؓ بن مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے کبھی کسی امام کے پیچھے نبی ﷺ سے زیادہ ہلکی اور اچھی نماز نہیں پڑھی اگر آپؐ بچے کا رونا سنتے تو معاً نماز ہلکی کر دیتے۔ اس خوف سے کہ اس کی ماں پریشان ہوگی۔

اطرافه: ٧٠٦، ٧٠٩، ٧١٠.

٧٠٩: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيْدُ إِطَالَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ.

۷۰۹: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: یزید بن زُرَیع نے ہم سے بیان کیا، کہا: سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: قتادہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ بن مالک نے انہیں بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نماز لمبی پڑھنے کے ارادہ سے شروع کرتا ہوں اور اتنے میں بچے کا رونا سنتا ہوں تو میں نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ اس لئے کہ میں اس تکلیف کو جانتا ہوں جو اس کی ماں کو اپنے بچے کے رونے سے پہنچتی ہے۔

اطرافه: ٧٠٦، ٧٠٨، ٧١٠.

٧١٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ فَأُرِيْدُ إِطَالَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ مِمَّا أَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ.

۷۱۰: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوعدی کے بیٹے نے ہمیں بتایا۔ انہوں سعید سے، سعید نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انسؓ بن مالک سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: میں تو نماز شروع کرتا ہوں اور اسے لمبا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں کہ اتنے میں بچے کا رونا سنتا ہوں تو میں اسے مختصر کر دیتا ہوں۔ اس لئے کہ میں اس تکلیف کو جانتا ہوں، جو ماں کو بچے کے رونے سے پہنچتی ہے۔

وَقَالَ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

اور موسیٰ نے کہا: ابان نے ہم سے بیان کیا۔ قتادہ نے ہمیں بتایا (کہا:) حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں اسی طرح بتایا۔

اطرافه: ٧٠٦، ٧٠٨، ٧٠٩.

تشریح: **مَنْ أَخَفَّ الصَّلَاةَ عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِيِّ:** یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ نماز میں سب سے بڑا جہاد توجہ قائم رکھنی اور خشوع وخضوع کی حالت پیدا کرنی ہے۔ ورنہ کچھ فائدہ نہیں۔ (باب نمبر ۴۲،۲۱) اسی مقصد کے فوت ہونے کا خوف تھا۔ جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز مختصر کر دیا کرتے تھے۔ ابن ابی شیبہؒ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے پہلی رکعت میں لمبی سورۃ پڑھی۔ دوسری میں بچے کے رونے کی آواز سن کر صرف تین آیتیں پڑھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبه. كتاب الصلوات. باب من كان يخفف الصلاة لبكاء الصبي يسمعه) یہ مثال ہے اس نازک احساس کی جو آپؐ مقتدیوں سے متعلق رکھتے تھے۔ (اس ضمن میں دیکھئے باب ۴۰، ۴۱، ۶۰، ۶۱) یعنی ایسا شفیقانہ خیال جو ماں کو اپنے بچے سے متعلق ہوتا ہے۔ اسی کی طرف توجہ دلانے کے لئے ایک خاص ترتیب کے ساتھ مضمون روایت نمبر ۷۰۹، ۷۱۰ پر ختم کیا گیا ہے۔

فَاَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهٖ: مذکورہ بالا روایتوں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ عورتیں بھی باجماعت نماز میں شامل ہوتی تھیں اور وہ بچوں کو عموماً گھروں میں چھوڑ آتیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے کسی پاس کے گھر سے بچے کے رونے کی آواز سنی یا مسجد میں سے ہی۔ باب مذکور کے ذیل میں چار روایتیں لائی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی روایت میں یہ ذکر ہے: كَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمِّهٖ دوسری میں یہ الفاظ ہیں: مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّهٗ۔

تیسری میں ہے: مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهٖ مِنْ بُكَاءِهٖ - چوتھی کے الفاظ بھی تقریباً یہی ہیں۔ مفہوم سب کا ایک ہی ہے۔ یعنی آپؐ اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں غایت درجہ حساس تھے۔ اس کے مقابل ایک وہ گروہ ہے جو اپنی قرأت، خوش الحانی یا کسی دوسرے جذبہ سے مقتدیوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ ایسے لوگ اپنے نفس کے مغلوب ہوتے ہیں اور اپنے آقا کے نمونہ کو بھول جاتے ہیں۔

ان روایتوں کے لانے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ نماز آپؐ کے لئے (قرۃ العین) آنکھوں کی ٹھنڈک تھی اور باوجود اس امر کے کہ آپؐ کی خواہش ہوتی کہ اسے لمبی کریں۔ عندالضرورت آپؐ اسے مختصر کر دیتے تھے اور آپؐ کی یہ مختصر نماز باوجود ہلکی ہونے کے کامل ہوتی تھی۔ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةٍ وَلَا اَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ. (روایت نمبر ۷۰۸) نماز لمبی یا ہلکی کرنے سے قرأت لمبی یا چھوٹی کرنی مراد ہے۔ روایت نمبر ۷۰۸ کی شہادت سے عیاں ہے کہ فطرتِ انسانی غایت درجہ حد اعتدال پر واقع ہے۔

قرأت کے لمبا یا مختصر پڑھنے سے متعلق ایک اختلاف کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے مسئلہ کا عنوان لفظ مَنْ کے ساتھ شروع کیا ہے۔ یعنی اگر مقتدی لمبی قرأت پسند کریں تو قرأت لمبی کرنا جائز ہے یا نہیں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بعد میں ایسے لوگ شامل ہوں جو پسند نہ کرتے ہوں۔ (دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۲۶۳)

بَاب ٦٦ : إِذَا صَلَّى ثُمَّ أَمَّ قَوْمًا

جب نماز پڑھ چکے اور پھر لوگوں کا امام بنے

٧١١: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو النُّعْمَانِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُّصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ.

۷۱۱: سلیمان بن حرب اور ابونعمان نے ہم سے بیان کیا۔ دونوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے عمرو بن دینار سے، انہوں نے حضرت جابرؓ سے روایت کی۔ کہا: حضرت معاذؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر وہ اپنے لوگوں کے پاس آتے اور انہیں نماز پڑھاتے۔

اطرافه: ٧٠٠، ٧٠١، ٧٠٥، ٦١٠٦.

بَاب٦٧ : مَنْ أَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيْرَ الْإِمَامِ

جولوگوں کوامام کی تکبیر سنائے

٧١٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ أَتَاهُ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ {بِالنَّاسِ☆} قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيْفٌ إِنْ يَّقُمْ مَّقَامَكَ يَبْكِي فَلَا يَقْدِرُ عَلَى الْقِرَاءَةِ قَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ فَقُلْتُ مِثْلَهُ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِالرَّابِعَةِ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ فَصَلَّى وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَخُطُّ بِرِجْلَيْهِ الْأَرْضَ فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ صَلِّ فَتَأَخَّرَ أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه وَقَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنْبِهِ

۷۱۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ بن داوٗد نے ہمیں بتایا، کہا: اعمش نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بیماری ہوئی جس میں آپؐ فوت ہوئے۔ آپؐ کے پاس حضرت بلالؓ آئے کہ آپؐ کو نماز کی اطلاع دیں۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ (لوگوں کو☆) نماز پڑھائیں۔ میں نے کہا: حضرت ابوبکرؓ نرم دل آدمی ہیں۔ جلدی غمگین ہو جاتے ہیں۔ اگر آپؐ کی جگہ کھڑے ہوئے تو وہ رو پڑیں گے اور قرآن نہیں پڑھ سکیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ اس پر میں نے وہی کہا۔ آپؐ نے تیسری یا چوتھی دفعہ فرمایا: تم تو یوسف والی عورتیں ہو۔ ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپؐ دو آدمیوں کے درمیان سہارا لئے ہوئے (آہستہ آہستہ) چلتے تھے۔ گویا کہ اب بھی آپؐ کو دیکھ رہی ہوں کہ آپؐ اپنے دونوں پاؤں سے زمین پر لکیر ڈالتے جا رہے ہیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کو دیکھا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔

☆ لفظ "بِالنَّاسِ"، فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۲۶۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ التَّكْبِيْرَ.

آپؐ نے اُنہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہیں لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، پیچھے ہٹ گئے اور نبی ﷺ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو آپؐ کی تکبیر سناتے تھے۔

تَابَعَهُ مُحَاضِرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ.

(عبداللہ بن داؤد کی طرح) محاضر نے بھی یہ حدیث اعمش سے روایت کی ہے۔

اطرافہ: ۱۹۸، ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٧٩، ٦٨٣، ٦٨٧، ٧١٣، ٧١٦، ٢٥٨٨، ٣٠٩٩، ٣٣٨٤، ٤٤٤٢، ٤٤٤٥، ٥٧١٤، ٧٣٠٣.

تشریح: **إِذَا صَلَّى ثُمَّ أَمَّ قَوْمًا:** یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے۔جیسا کہ عنوانِ باب سے ظاہر ہے۔حضرت معاذ بن جبلؓ کی دوسری نماز نفل کی حیثیت رکھتی تھی نہ کہ فرض کی۔مگر مقتدیوں کی نماز فریضہ ہوتی تھی۔ جیسا کہ بعض مستند روایتوں میں یہ الفاظ ہیں: هِيَ لَهُ تَطَوُّعٌ وَلَهُمْ فَرِيْضَةٌ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۲۵۴) نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والوں کی نماز کیسے ہوسکتی ہے۔اس سوال کی تفصیلی بحث فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۲۵۴ (زیرِ شرح باب ۶۰) میں دیکھی جائے۔گو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت لَا تُصَلُّوْا الصَّلٰوةَ فِي الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ۔اس کے خلاف نقل کی جاتی ہے۔لیکن برخلاف اس کے یہ پیش کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں سے جنہوں نے آپؐ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی، فرمایا تھا: اِذَا صَلَّيْتُمَا فِيْ رِحَالِكُمَا ثُمَّ اَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَاِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ (ترمذی – كتاب الصلاة– باب ما جاء في الرجل يصلي وحده ثم يدرك الجماعة) {جب تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ چکو پھر جماعت کی مسجد میں آؤ تو ان کے ساتھ نماز پڑھ لو۔وہ تمہاری نفل نماز ہے۔} اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز نفل اور دوسری نماز فریضہ تھی۔امام بخاریؒ نے اسی لئے عنوانِ باب میں یہ مسئلہ درج کر کے اِذَا کا جواب مقدر کر دیا ہے اور اس کے بعد دو اور ابواب قائم کئے ہیں جن میں ایک ہی واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ابواب کے عنوان مختلف ہیں۔مگر دونوں کا مفہوم ایک ہے کہ جب امام کی آواز مقتدیوں کو نہ پہنچ سکتی ہو تو ایک مقتدی امام کی تکبیر پر بلند آواز سے تکبیر کہے اور دوسرے اس کی اقتداء میں نماز کے ارکان بجالائیں۔اسی طرح وہ شخص جو ایک جگہ نماز باجماعت پڑھ چکا ہو دوسری جگہ کے لوگوں کی امامت کر سکتا ہے اور اس صورت میں اس کی حیثیت وہی ہوگی جو حضرت ابوبکرؓ کی تھی۔ جبکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں دوسروں کو نماز پڑھائی تھی۔غالباً یہی مماثلت مدنظر رکھتے ہوئے باب نمبر ٦٦ کے بعد باب نمبر ٦٧، ٦٨ قائم کئے گئے ہیں اور دوسرے باب میں جواز کی صورت واضح کرنے کے لئے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت کا حوالہ دیا ہے، جو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں نقل کی ہے۔

امام بخاری جب کوئی باب اِذَا سے قائم کر کے اس کا جواب مقدر کرتے ہیں تو اس میں احتیاط کا پہلو مدنظر رکھ کر ترتیب ابواب میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں۔جو حصہ نماز صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی اقتداء میں پڑھا تھا اور جو نماز

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھی گئی وہ نماز فریضہ اسی پر قیاس کی جاسکتی ہے۔اس شخص کی نماز بھی جو باجماعت پڑھ لینے کے بعد پھر وہی نماز دوسرے لوگوں کو پڑھاتا ہے۔حضرت معاذ بن جبلؓ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ کر اپنی بستی میں جاتے اور وہاں لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو جائز قرار دیا ہے۔پہلی نماز میں اس نیت کی وجہ سے کہ میں یہاں سے جاکر دوسرے لوگوں کو نماز پڑھاؤں گا۔ان کی پہلی نماز نفل تھی اور دوسری نماز فریضہ۔

بَاب٦٨ : اَلرَّجُلُ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَيَأْتَمُّ النَّاسُ بِالْمَأْمُوْمِ

ایک شخص امام کی اقتداء کرے اور لوگ اس مقتدی کی اقتداء کریں

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ائْتَمُّوْا بِي وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایتاً ذکر کیا جاتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: تم میری پیروی کرو اور جو تمہارے پیچھے ہیں وہ تمہاری پیروی کریں۔

٧١٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى مَا يَقُمْ مَّقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِي لَهُ إِنَّ أَبَابَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيْفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُمْ مَّقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ

۷۱۳: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہمیں ابومعاویہ نے بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔وہ کہتی تھیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہوئے تو حضرت بلالؓ آپؐ کو نماز کی اطلاع دینے کے لئے آئے۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔تو میں نے کہا: یارسول اللہ! حضرت ابوبکرؓ تو نرم دل آدمی ہیں۔جلدی ہی غمگین ہوجاتے ہیں اور وہ تو جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو کچھ سنائیں گے نہیں۔اس لئے اگر آپؐ حضرت عمرؓ کو فرمائیں۔اس پر آپؐ نے فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو لوگوں

عُمَرَ قَالَ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي نَفْسِهِ خِفَّةً فَقَامَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا سَمِعَ أَبُوبَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَّتَأَخَّرُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَّسَارِ أَبِي بَكْرٍ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُّصَلِّي قَائِمًا وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَاعِدًا، يَقْتَدِي أَبُو بَكْرٍ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مُقْتَدُوْنَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ رضی اللہ عنہ.

کونماز پڑھائیں۔ میں نے حفصہؓ سے کہا کہ آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں کہ حضرت ابوبکرؓ دردمند آدمی ہیں۔ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے،لوگوں کو سنا نہیں سکیں گے۔آپؐ حضرت عمرؓ سے کہیں۔آپؐ نے فرمایا: تم تو یوسف والی عورتیں ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب انہوں نے نماز شروع کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپؐ میں افاقہ محسوس کیا اور آپؐ اُٹھ کر دو آدمیوں کے درمیان ٹیک لگائے آہستہ آہستہ چلے۔ یہاں تک کہ آپؐ مسجد میں داخل ہوئے۔آپؐ کے دونوں پاؤں زمین پر لکیر ڈال رہے تھے۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کی آہٹ سنی تو حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹنے لگے۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں اشارہ کیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور حضرت ابوبکرؓ کے بائیں طرف بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر پڑھتے تھے۔حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرتے۔

اطرافه: ۱۹۸، ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٧٩، ٦٨٣، ٦٨٧، ٧١٢، ٧١٦، ٢٥٨٨، ٣٠٩٩، ٣٣٨٤، ٤٤٤٢، ٤٤٤٥، ٥٧١٤، ٧٣٠٣.

تشریح: **اِئْتَمُّوْا بِيْ وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ:** مذکورہ بالا حوالہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث کا ہے جو مسلمؒ نے ان الفاظ میں نقل کی ہے: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى فِيْ اَصْحَابِهٖ تَأَخُّرًا فَقَالَ

لَهُمْ تَقَدَّمُوْا فَاتَمُّوْا بِيْ وَلْيَأتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ. (مسلم. كتاب الصلاة. باب تسوية الصفوف واقامتها) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپؐ کے صحابہؓ فاصلہ پر ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ رکوع وسجود میں آپ کی اتباع نہ کرسکیں۔ اس لئے آپؐ نے فرمایا: آگے ہو جاؤ اور تم میری اتباع کرو اور تمہاری اتباع وہ کریں جو تمہارے پیچھے ہیں۔ امام بخاریؒ نے جس روایت سے استدلال کیا ہے وہ روایت نمبر ۶۶۴، ۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔ ان کی تشریح دیکھی جائے، وہاں بتایا جا چکا ہے کہ افاقہ محسوس کرنے کا واقعہ آخری واقعہ (یعنی پردہ اُٹھا کر دیکھنے کے واقعہ) سے پہلے کا ہے۔

بَاب ٦٩: هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ

جب امام کو شک ہو تو کیا وہ لوگوں کے کہنے پر عمل کرے؟

٧١٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ أَبِي تَمِيْمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ.

۷۱۴: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک بن انس سے، مالک نے ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی سے، ایوب نے محمد بن سیرین سے، ابن سیرین نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہی رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ تو ذوالیدین نے آپؐ سے کہا: یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپؐ بھول گئے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا ذوالیدین نے ٹھیک کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور آخری دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا۔ اس کے بعد اَللّٰـهُ اَكْبَرُ کہا اور سجدہ کیا اسی طرح کہ جس طرح آپؐ نے پہلا سجدہ کیا تھا یا اس سے کسی قدر لمبا۔

اطرافه: ٤٨٢، ٧١٥، ١٢٢٧، ١٢٢٨، ١٢٢٩، ٦٠٥١، ٧٢٥٠.

٧١٥: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْيدِ☆ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ فَقِيْلَ صَلَّيْتَ رَكْعَتَيْنِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

۷۱۵: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعد☆ بن ابراہیم سے، سعد نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی۔ تو آپؐ سے عرض کیا گیا کہ آپؐ نے دو ہی رکعتیں پڑھی ہیں۔ تو آپؐ نے دو رکعتیں اور پڑھیں اور پھر آپؐ نے سلام پھیرا۔ اس کے بعد آپؐ نے دو سجدے کئے۔

اطرافه: ٤٨٢، ٧١٤، ١٢٢٧، ١٢٢٨، ١٢٢٩، ٦٠٥١، ٧٢٥٠.

تشریح: **هَل يَاْخُذُ الْاِمَامُ اِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ:** فقہاء کے درمیان یہ بھی اختلاف ہے کہ امام سجدہ محض شک پر کرے یا یقین ہونے کے بعد۔ امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ یقین ہونے پر۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اسی وقت دہرائی جب لوگوں کی تصدیق پر آپؐ کو یقین ہو گیا تھا۔ ابوداؤدؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: وَلَمْ يَسْجُدْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ حَتَّى يَقَّنَهُ اللّٰهُ ذٰلِكَ.

(ابو داؤد– كتاب الصلوٰة– باب السهو فى السجدتين)

آپؐ نے اس وقت تک سہو کے دو سجدے نہیں کئے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو یقینی علم نہیں دیا کہ آپؐ بھول گئے ہیں۔ غرض محض شک پر سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں۔ امام موصوفؒ نے مسئلہ کے اختلافی ہونے کی وجہ سے استفتاء کا جواب حذف کر دیا ہے۔

بَاب ٧٠: إِذَا بَكَى الْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ

جب امام نماز میں روئے

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ وَأَنَا فِي آخِرِ الصُّفُوْفِ يَقْرَأُ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِيْ إِلَى اللّٰهِ.

اور عبداللہ بن شداد کہتے تھے: میں نے حضرت عمرؓ کی ہچکیاں سنیں اور میں آخری صف میں تھا۔ انہوں نے یہ پڑھا تھا: اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّىْ وَحُزْنِىْ اِلَى اللّٰهِ.

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں سعید کی جگہ سعد مذکور ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ٢٦٦) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَحُزْنِي إِلَى اللهِ. (یوسف: ۸۷)

{میں تو اپنے رنج والم کی صرف اللہ کے حضور فریاد کرتا ہوں۔}

۷۱۶: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ { بِالنَّاسِ[۱] } فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ {فَقُلْتُ[۲]} لِحَفْصَةَ قُوْلِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ قَالَتْ حَفْصَةُ

۷۱۶: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک بن انس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے۔ ان کے باپ نے حضرت عائشہ ام المومنینؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ میں نے آپؐ سے کہا کہ اگر حضرت ابوبکرؓ آپؐ کی جگہ کھڑے ہوئے تو وہ بسبب رونے کے لوگوں کو نہ سنا سکیں گے۔ اس لئے آپؐ حضرت عمرؓ سے فرمائیں کہ وہ (لوگوں کو[۱]) نماز پڑھائیں۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں[۲] نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ حضرت ابوبکرؓ اگر آپؐ کی جگہ کھڑے ہوئے تو بوجہ رونے کے لوگوں کو نہیں سنا سکیں گے۔ اس لئے آپؐ حضرت عمرؓ سے فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چپ رہو۔ تم تو

---

[۱] لفظ ''بِالنَّاسِ'' فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۲۶۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[۲] لفظ ''فَقُلْتُ'' فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۲۶۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لأُصِيْبَ مِنْكِ خَيْرًا.

یوسف والی عورتیں ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا: میں تو تم سے کبھی بھلائی پانے کی نہیں۔

اطرافہ: ١٩٨، ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٧٩، ٦٨٣، ٦٨٧، ٧١٢، ٧١٣، ٢٥٨٨، ٣٠٩٩، ٣٣٨٤، ٤٤٤٢، ٤٤٤٥، ٥٧١٤، ٧٣٠٣۔

تشریح: اِذَا بَكَى الْاِمَامُ فِي الصَّلٰوةِ: یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے کہ آیا نماز رونے سے فاسد ہو جاتی ہے۔ امام موصوفؒ نے روایت نمبر ٧١٦ سے استدلال کیا ہے کہ فاسد نہیں ہوتی۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نماز میں اتنا روتے ہیں کہ ان کے لئے قرآن مجید پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے اور باوجود اس علم کے آپؐ نے انہیں کو امام مقرر فرمایا۔ ایسا ہی حضرت عمرؓ سے متعلق بھی یہی بیان کیا جاتا ہے کہ آپؓ مذکورہ بالا آیت پر بے اختیار رو پڑے۔ یہاں تک کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ حوالہ مذکور کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ٢٦٧۔ پوری آیت یہ ہے: قَالَ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ یوسف: ٨٦) اس کا ترجمہ یہ ہے: حضرت یعقوبؑ نے کہا: میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد صرف اللہ ہی کے حضور کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔

بَاب ٧١: تَسْوِيَةُ الصُّفُوْفِ عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا

تکبیر اقامت کے وقت اور اس کے بعد صفیں سیدھی کرنا

٧١٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ.

٧١٧: ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا، کہا عمرو بن مرہ نے مجھے بتایا کہ میں نے سالم بن ابی جعد سے سنا۔ سالم نے کہا: میں نے حضرت نعمانؓ بن بشیر کو یہ کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی صفیں ضرور سیدھی رکھا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے منہ ایک دوسرے سے پھیر دے گا۔

۷۱۸: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيْمُوْا الصُّفُوْفَ فَإِنِّي أَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِيْ.

۷۱۸: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوارث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالعزیز (بن صہیب) سے، عبدالعزیز نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفیں ٹھیک رکھو۔ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے دیکھتا ہوں۔

اطرافہ: ۴۱۹، ۷۱۹، ۷۲۳، ۷۲۵، ۷۴۲، ۶۶۴۴۔

تشریح: تَسْوِيَةُ الصُّفُوْفِ: یہ ایک نہایت ضروری امر ہے۔ مگر آج کل مسلمان اس ارشاد کی تعمیل نہیں کرتے۔ ظاہری نظم ونسق اور ربط وضبط معنوی اتحاد وتقویت کا موجب ہوتا ہے۔ ظاہر و باطن جیسا کہ تشریح روایت نمبر ۶۳۶ میں بتایا جا چکا ہے۔ پہلو بہ پہلو کام کرتے اور ایک دوسرے سے متأثر ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکیمانہ نظر اس اہم نکتہ کا خیال چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی ملحوظ رکھتی تھی۔

اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ: اس امر کو نظر انداز کرنے سے جو برے نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ ان کی طرف آپؐ نے اپنے ان الفاظ میں توجہ دلائی ہے کہ اگر تم نے اس کا خیال نہ رکھا۔ تو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ ایک دوسرے کے خلاف کر دے گا۔ یعنی بجائے استقامت واتحاد کے تمہارے درمیان تفرقہ اور انشقاق پیدا ہو جائے گا۔

یہ فقرہ بطور ایک محاورہ ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ منہ ایک دوسرے سے پھر جائیں گے۔ علامہ ابن حجرؒ نے امام نوویؒ کے حوالہ سے یہ مفہوم لیا ہے: يُوْقِعُ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ وَاخْتِلَافَ الْقُلُوْبِ۔ یعنی اللہ تمہارے درمیان عداوت وبغض ڈال دے گا اور دل ایک دوسرے کے خلاف ہو جائیں گے۔ ایسے ہی کہتے ہیں کہ تَغَيَّرَ وَجْهُ فُلَانٍ عَلَيَّ۔ اس کا منہ مجھ سے متغیر ہو گیا۔ امام ابن جوزیؒ نے محاورہ کی بناء پر آیت مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰى اَدْبَارِهَا۔ (النساء: ۴۸) کے یہی معنی کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۲۶۹) روایت نمبر ۷۱۸ میں مذکورہ بالا حکم کی وجہ بیان کی گئی ہے: فَاِنِّيْ اَرٰكُمْ خَلْفَ ظَهْرِيْ۔

مزید تشریح کے لئے دیکھئے کتاب الصلوۃ باب ۴۰ روایت نمبر ۴۱۹، کتاب الاذان باب ۷۴، باب ۸۸۔

بَاب ٧٢: إِقْبَالُ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ

صفیں سیدھی کرتے وقت امام کا لوگوں کی طرف متوجہ ہونا

٧١٩: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ قَالَ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ أَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِي.

۷۱۹: احمد بن ابی رجاء نے ہم سے بیان کیا، کہا: معاویہ بن عمرو نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: زائدہ بن قدامہ نے ہم سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ حمید طویل نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) حضرت انسؓ (بن مالک) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: نماز کے لئے تکبیر اقامت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اپنی صفیں ٹھیک کرو اور ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہو۔ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

اطرافه: ٤١٩، ٧١٨، ٧٢٣، ٧٢٥، ٧٤٢، ٦٦٤٤.

تشریح: اِقْبَالُ الْاِمَامِ عَلَى النَّاسِ عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ: یعنی امام کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی نگرانی میں صفیں درست کرائے اور نظام اجتماعی کما حقہ قائم رکھے۔ ہماری نماز درحقیقت ایک مشق ہے۔ جس میں عملاً ہماری معنویات کی تربیت کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں باب نمبر ۸۸ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ٧٣: اَلصَّفُّ الْأَوَّلُ

پہلی صف

٧٢٠: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّهَدَاءُ الْغَرِقُ وَالْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْهَدِمُ.

۷۲۰: ابوعاصم نے ہمیں بتایا کہ مالک سے مروی ہے۔ انہوں نے سمی سے، سمی نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (یہ بھی) شہید ہیں: ڈوب کر مرنے والے، طاعون سے مرنے والے اور پیٹ کی بیماری سے مرنے والے اور وہ جو کسی چیز کے گرنے سے دب کر مریں۔

اطرافه: ٦٥٣، ٢٨٢٩، ٥٧٣٣

۷۲۱: وَقَالَ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَاسْتَهَمُوْا.

اطرافه: ٦١٥، ٦٥٤، ٢٦٨٩۔

۷۲۱: اور آپؐ نے فرمایا: اگر لوگ جانتے کہ نماز کے لئے اول وقت آنے میں کیا ثواب ہے تو وہ اس کے لئے دوڑ کر ایک دوسرے سے آگے بڑھتے اور اگر وہ جانتے جو (ثواب) عشاء اور صبح کی نماز میں ہے تو وہ ان میں ضرور آتے۔ خواہ گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے اور اگر وہ (جانتے) جو (ثواب) اگلی صف میں ہے تو وہ (اس کے لئے) قرعہ ڈالتے۔

تشریح: اَلصَّفُّ الْاَوَّلُ: پہلی صف میں شریک ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ شریک ہونے والا اللہ تعالیٰ کی آواز پر پہلے لبیک کہتا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اس کے حضور سب سے پہلے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ (مزید تشریح کے لئے دیکھئے۔ روایت نمبر ۶۵۲)

بَاب ٧٤: إِقَامَةُ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ

صف کی درستی بھی ان باتوں میں سے ہے جو نماز کو مکمل کرتی ہیں

۷۲۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَيْهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَإِذَا

۷۲۲: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا، کہا: معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہمام سے، ہمام نے حضرت ابو ہریرہؓ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: امام تو اسی لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ سو تم اس کے خلاف نہ کرو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم کہو

صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ وَأَقِيْمُوْا الصَّفَّ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ إِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلَاةِ.

رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب بیٹھ کر نماز پڑھو اور نماز میں صف سیدھی رکھو۔ کیونکہ صف کی درستی نماز کی خوبصورتی ہے۔

اطرافہ: ۷۳٤۔

۷۲۳: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ.

۷۲۳: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انسؓ سے، حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اپنی صفیں سیدھی رکھو۔ کیونکہ صفوں کی درستی بھی اقامت صلوٰۃ کے حکم میں شامل ہے۔

اطرافہ: ٤١٩، ٧١٨، ٧١٩، ٧٢٥، ٧٤٢، ٦٦٤٤۔

تشریح: **اِقَامَةُ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ:** اسلامی نماز کا ایک ایک جزو اور اس کی ہر حرکت وسکون ایک ایسا ضروری رکن ہے جو کسی نہ کسی حکیمانہ مقصد کو اپنے ساتھ شامل رکھتا ہے اور شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقصد کی طرف خود توجہ دلائی ہے۔ اقامت صلوٰۃ قرآن مجید کا وہ حکم ہے جو پچاس دفعہ مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ کے یہ معنی ہیں کہ نماز سنوار کر اور صحیح طریق سے ادا کی جائے اور اس میں کسی قسم کا نقص نہ ہو۔ اس کا قیام بھی ارشاد قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (البقرہ:۲۳۹) کے مطابق ہو۔ یعنی اللہ کے لئے کامل فرمانبردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔ اگر ہمارا یہ قیام ناقص ہوگا تو ہماری عبادت اور ہماری اطاعت ناقص ہوگی اور اگر اس قیام میں درستی مدنظر رہی تو پھر ہماری عبادت اور ہماری فرمانبرداری بھی صحیح اور درست ہوگی۔ اسلام انسان کی جسمانی حرکات کی درستی پر اسی لئے زور دیتا ہے کہ اس کا اثر معنوی درستی پر پڑنا ضروری ہے۔

دیکھئے روایات نمبر ۷۱۸، ۸۱۴، ۸۱۵ اور تشریح کتاب الصلوٰۃ باب ۴۰، کتاب الاذان باب ۷۱۔

بَاب ٧٥: إِثْمُ مَنْ لَّمْ يُتِمَّ الصُّفُوْفَ

اس شخص کا گناہ جو صفیں مکمل نہ کرے

٧٢٤: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسَى قَالَ أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّائِيُّ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَقِيْلَ لَهُ مَا أَنْكَرْتَ مِنَّا مُنْذُ يَوْمِ عَهِدْتَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَنْكَرْتُ شَيْئًا إِلَّا أَنَّكُمْ لَا تُقِيْمُوْنَ الصُّفُوْفَ.

۷۲۴: معاذ بن اسد نے ہم سے بیان کیا، کہا: فضل بن موسیٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: سعید بن عبید طائی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے بشیر بن یسار انصاری سے، بشیر نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی کہ وہ مدینہ میں آئے اور ان سے دریافت کیا گیا کہ جس زمانہ میں آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا اس سے کون سی نئی بات آپؓ ہم میں پاتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے کوئی نئی بات نہیں پائی سوائے اس کے کہ تم صفیں ٹھیک نہیں رکھتے۔

وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ قَدِمَ عَلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْمَدِيْنَةَ بِهٰذَا.

عقبہ بن عبید نے بُشیر بن یسار سے روایت کی کہ حضرت انسؓ بن مالک اس (روایت) کے ساتھ ہمارے پاس مدینہ میں آئے۔

تشریح: **اِثْمُ مَنْ لَّمْ يُتِمَّ الصُّفُوْفَ:** جو روایت مسئلہ معنونہ سے استنباط کرنے کے لئے لائی گئی ہے۔اس میں نوعیت گناہ کی صراحت نہیں۔صرف اسی قدر بتایا گیا ہے کہ حضرت انسؓ جب دمشق سے ایک مدت کے بعد مدینہ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ اہل مدینہ صفیں سیدھی نہیں رکھتے۔یعنی صف بندی میں سنت نبویؐ پر قائم نہیں رہے۔اس سے گناہ کی نوعیت ظاہر ہے۔قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ○ (آل عمران: ۳۲،۳۳) {تو کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔تو کہہ دے اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی؛ پس اگر وہ پھر جائیں تو یقیناً اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔} یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اللہ تعالیٰ کی محبت اور گناہوں کی مغفرت کا موجب ہوتی ہے اور اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے روگردانی کفر کا سبب ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی محبت و اطاعت جب

کسی جماعت کے شامل حال ہوتو ہر فرد اپنی استعداد کے مطابق الٰہی محبت کی تجلی گاہ بنتا ہے اور پھر افراد ایک دوسرے سے متاثر ہوکر اللہ تعالیٰ کی صفات سے رنگین ہوجاتے ہیں۔ اس تعلق میں دیکھئے باب ۸۷،۸۹۔ برخلاف اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور آپؐ کی سنت کی مخالفت نتیجۃً افراد کو غضب الٰہی کا مورد بنا دیتی ہے۔ جو بعد میں بغض وعناد اور فتنہ وفساد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (النور:۶۴) یعنی چاہیے کہ جو اس رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اس سے ڈریں کہ ان کو اللہ کی طرف سے کوئی آفت یا دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔ یہ نتیجہ اس گناہ کی انتہائی حد ہے اور ہر حکم کی خلاف ورزی خواہ وہ کیسا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو نتیجہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہتی اور اس طرح چھوٹی چھوٹی خلاف ورزیاں مل کر ایک پہاڑ بن جاتی ہیں۔

روایت نمبر ۵۲۹، ۵۳۰ میں دمشق کی حالت سے متعلق حضرت انسؓ کا قول گزر چکا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی کے اخیر میں بھی اہل مدینہ کی ظاہری حالت بہت حد تک درست تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونوں کا پاک اثر مدینہ میں قائم تھا۔ اگلے دونوں بابوں میں بتایا گیا ہے کہ صفیں سیدھی رکھنے کے کیا معنی ہیں۔

بَاب ٧٦: إِلْزَاقُ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ فِي الصَّفِّ

صف میں مونڈھے سے مونڈھا اور قدم سے قدم ملانا

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ.

اور حضرت نعمانؓ بن بشیر نے کہا: میں نے دیکھا کہ ہم میں سے ایک آدمی اپنے ساتھی کے ٹخنے سے اپنا ٹخنہ ملاتا تھا۔

٧٢٥: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِي وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ.

۷۲۵: عمرو بن خالد نے ہم سے بیان کیا، کہا: زہیر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حمید سے، حمید نے حضرت انسؓ سے، حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: کہ اپنی صفیں ٹھیک کرو۔ میں تو تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ ہم میں سے ایک اپنے ساتھی کے کندھے سے اپنا کندھا اور اس کے قدم سے اپنا قدم ملایا کرتا تھا۔

اطرافه: ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۳، ۷۴۲، ۶۶۴۴۔

بَاب ۷۷

إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِ الْإِمَامِ وَحَوَّلَهُ الْإِمَامُ خَلْفَهُ إِلَى يَمِيْنِهِ تَمَّتْ صَلَاتُهُ

اگر کوئی شخص امام کے بائیں کھڑا ہوا اور امام اس کو اپنے پیچھے سے پھیر کر اپنے دائیں کر دے تو اس کی نماز مکمل ہوگئی (یعنی اس کی نماز میں کمی نہ ہوگی)

۷۲٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهِ فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسِي مِنْ وَّرَائِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَّمِيْنِهِ فَصَلَّى وَرَقَدَ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

۷۲٦: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: داؤد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن دینار سے، عمرو نے کریب سے جو کہ حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ کریب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور میں آپؐ کے بائیں طرف کھڑا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے مرا سر پکڑا اور مجھے اپنی دائیں طرف کر لیا اور آپؐ نے نماز پڑھی اور سو گئے۔ اس کے بعد مؤذن آپؐ کے پاس آیا۔ آپؐ اٹھے اور نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

اطرافه: ۱۱۷، ۱۳۸، ۱۸۳، ٦۹۷، ٦۹۸، ٦۹۹، ۷۲۸، ۸۵۹، ۹۹۲، ۱۱۳۸، ۱۱۹۸، ٤٥٦۹، ٤٥۷۰، ٤٥۷۱، ٤٥۷۲، ٥۹۱۹، ٦۲۱٥، ٦۳۱٦، ۷٤٥۲.

تشریح: اِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَّسَارِ الْاِمَامِ وَحَوَّلَهُ الْاِمَامُ: باب نمبر ۵۸ کا عنوان الفاظ لَمْ تَفْسُدْ صَلٰوتُهُمَا ہے۔ یعنی ان دونوں امام ومقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوئی اور یہاں یہ عنوان ہے: تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ یعنی مقتدی کی نماز پوری ہوگئی۔ اس خفیف سے تصرف کے ساتھ مذکورہ بالا روایت دہرانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پہلے عنوان کا یہ مضمون ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ ہٹانے سے ان دونوں کی نماز میں کوئی رخنہ واقع نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس میں نماز کے ایک اہم رکن کی درستی مقصود ہے۔ باجماعت نماز تب درست ہوتی ہے جب امام اور مقتدی اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہوں۔ جونہی وہ اس مقررہ مقام سے ادھر ادھر ہوں گے ان کی نماز ناقص ہوگی۔ پس ایسا عمل جو ان کی نماز کی صحت اور درستی کا موجب ہو نماز کو فاسد بنانے والا نہیں کہلائے گا اور باب ۷۴ کا یہ مضمون

ہے کہ اگر کوئی مقتدی بھولے سے اپنا مقام چھوڑ کر دوسرے مقام پر کھڑا ہو تو کیا اس کی نماز کامل ہوگی اور آیا اس کا یہ عمل اِقَامَتُ الصَّلٰوۃِ کا مفہوم باطل تو نہیں کرے گا؟ اِقَامَةُ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوۃِ (باب نمبر ۷۴) جماعت کی صف بندی تبھی صف بندی کہلائے گی جب امام اپنے مقام پر ہو اور مقتدی اپنے مقام پر۔ غرض باب نمبر ۷۶، ۷۷ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اِقَامَتُ الصَّفِّ کے کیا معنی ہیں۔ مقتدی کے دو مقام ہیں۔ ایک مقام اس کا مقتدیوں کے اعتبار سے ہے۔ یعنی ان کے ساتھ دوش بدوش قدم کے ساتھ قدم ملا کر مشترکہ غرض۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کھڑا ہونا اور اس کا دوسرا مقام منصب امام کے اعتبار سے۔ یعنی مقام اقتداء واطاعت۔ ان دونوں مقاموں کی حفاظت ہی سے جماعت کی صف بندی صحیح معنوں میں قائم ہوسکتی ہے۔ اسی باریک تعلق کو مدنظر رکھتے ہوئے باب ۷۴ کے بعد تین باب نمبر ۷۵ سے لے کر نمبر ۷۷ تک یکے بعد دیگرے باندھے گئے ہیں۔

بَاب ۷۸: اَلْمَرْأَةُ وَحْدَهَا تَكُوْنُ صَفًّا

عورت اکیلی ہی صف ہوتی ہے

۷۲۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيْمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمِّي أُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا.

۷۲۷: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسحاق سے، اسحاق نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے اور ایک یتیم لڑکے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اپنے گھر میں نماز پڑھی اور میری ماں حضرت ام سلیمؓ ہمارے پیچھے تھیں۔

اطرافه: ۳۸۰، ۸۶۰، ۸۷۱، ۸۷۴، ۱۱٦٤۔

تشریح: اَلْمَرْأَةُ وَحْدَهَا تَكُوْنُ صَفًّا: باب کا عنوان ایک حدیث کے الفاظ میں ہے جو حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔ اَلْمَرْءَةُ وَحْدَهَا صَفٌّ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۲۷۵) روایت نمبر ۷۲۷؛ روایت نمبر ۳۸۰ میں بھی گزر چکی ہے۔ وہاں بجائے اُمِّی کے عَجُوْزٌ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے مسئلہ مذکورہ کے لئے استدلال کیا گیا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت اَخِّرُوْهُنَّ حَيْثُ اَخَّرَ هُنَّ اللّٰهُ (مصنف عبد الرزاق. كتاب الصلاة. باب شهود النساء الجماعة) کے یہی معنی ہیں کہ انہیں پیچھے رکھو؛ جہاں اللہ نے ان کو پیچھے رکھا ہے۔ یعنی اس موقع پر جہاں انہیں پیچھے رکھنا حالات کا تقاضا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر جگہ ہی عورت کو پیچھے رکھنا چاہیے۔ عورت کے لئے سہولت دی گئی ہے کہ اگر وہ اکیلی ہے تو تکمیل صف بندی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ کسی مرد کے ساتھ کھڑی ہو۔

بَاب ۷۹: مَيْمَنَةُ الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامِ

مسجد اور امام کی داہنی جانب

۷۲۸: حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قُمْتُ لَيْلَةً أُصَلِّي عَنْ يَّسَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ بِيَدِي أَوْ بِعَضُدِيْ حَتَّى أَقَامَنِي عَنْ يَّمِيْنِهِ وَقَالَ بِيَدِهِ مِنْ وَّرَائِي.

۷۲۸: موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ثابت بن یزید نے ہم سے بیان کیا۔ (ثابت نے کہا) کہ عاصم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبی سے، شعبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک رات اٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب نماز پڑھنے لگا تو آپؐ نے میرا ہاتھ یا بازو پکڑ کر مجھے اپنی داہنی طرف کھڑا کردیا۔ آپؐ نے مجھے اشارہ فرمایا کہ میرے پیچھے سے گھوم آ۔

اطرافه: ۱۱۷، ۱۳۸، ۱۸۳، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۲۶ ۸۵۹، ۹۹۲، ۱۱۳۸، ۱۱۹۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۵۹۱۹، ۶۲۱۵، ۶۳۱۶، ۷۴۵۲۔

تشریح: مَيْمَنَةُ الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامِ: مسلم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت براء بن عازبؓ کی روایت نقل کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم پسند کرتے کہ آپؐ کے دائیں جانب ہوں۔ (مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب يمين الامام) غالباً اس قسم کی روایات کو مدنظر رکھ کر باب مذکور قائم کیا گیا ہے۔ عنوان باب کا مقصد یہ ہے کہ مسجد کا یمین و یسار وہی ہے جو امام کا ہے۔

بَاب ۸۰: إِذَا كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَبَيْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ أَوْ سُتْرَةٌ

جب امام اور لوگوں کے درمیان دیوار یا اوٹ ہو

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ تُصَلِّيَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ نَهْرٌ وَقَالَ أَبُو مِجْلَزٍ يَّأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيْقٌ أَوْ جِدَارٌ إِذَا سَمِعَ تَكْبِيْرَ الْإِمَامِ.

اور حسن (بصریؒ) نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم نماز پڑھو جبکہ تمہارے اور امام کے درمیان دریا ہو اور ابومجلز نے کہا: امام کی اقتداء کرے خواہ ان دونوں کے درمیان راستہ یا دیوار ہو۔ بشرطیکہ امام کی تکبیر سنے۔

۷۲۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فِي حُجْرَتِهِ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ أُنَاسٌ يُّصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهِ فَأَصْبَحُوْا فَتَحَدَّثُوْا بِذَلِكَ فَقَامَ لَيْلَةَ الثَّانِيَةِ فَقَامَ مَعَهُ أُنَاسٌ يُّصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهِ صَنَعُوْا ذَلِكَ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَكَرَ ذَلِكَ النَّاسُ فَقَالَ إِنِّي خَشِيْتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ.

۷۲۹: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ بن سعید انصاری سے، یحییٰ نے عمرہ سے، عمرہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے حجرہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور حجرہ کی دیوار پست تھی۔ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اور کچھ لوگ کھڑے ہو کر آپؐ کی نماز کی اقتداء میں پڑھنے لگے اور انہوں نے صبح کو اس سے متعلق ذکر کیا۔ دوسری رات بھی آپؐ تہجد پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپؐ کے ساتھ کچھ لوگ کھڑے ہو گئے۔ آپؐ کی نماز کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے۔ دو یا تین راتیں انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد جب (نماز کا وقت) ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے رہے اور نماز کے لئے نہیں نکلے۔ جب آپؐ صبح کو باہر گئے تو لوگوں نے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا: میں ڈر گیا کہ تم پر رات کی نماز فرض ہو جائے گی۔

اطرافه: ۷۳۰، ۹۲۴، ۱۱۲۹، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، ۵۸٦۱۔

تشریح: اِذَا كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَبَيْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ: یہ ایک مشہور اختلافی مسئلہ ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک کوئی حرج نہیں اگر امام اور مقتدی کے درمیان اوٹ ہو۔ (عمدۃ القاری جزء۵ صفحہ۲٦۲ تا۲٦۳)

سعید بن منصورؒ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ امام کے پیچھے چھت پر اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اسی صورت میں نماز جائز سمجھتے ہیں جب صفیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوں اور شعبی اور ابراہیم نخعیؒ نے راستہ کا درمیان ہونا مکروہ سمجھا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۵ صفحہ۲٦۲،۲٦۳) حسن بصریؒ امام مالک کی رائے سے متفق ہیں۔ ابومجلزؒ کے نزدیک جو ایک مشہور تابعی ہیں تکبیر سننا شرط ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی رائے کا اظہار صراحتاً نہیں کیا۔

اگلے باب میں اس بات کی تشریح کر دی ہے کہ اس حجرے سے کیا مراد ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔ حَصِيرٌ يَّبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهُ بِاللَّيْلِ۔(روایت نمبر ۷۳۰) چٹائی جسے دن کے وقت بچھاتے تھے اور رات کو اس سے حجرہ بنا لیتے تھے۔ یہ اوٹ ایسی نہیں کہ جس سے یہ استدلال کیا جا سکے کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان دریا یا راستہ حائل ہو یا وہ گھر میں بیٹھا ہو تو اس کی نماز جائز ہوگی۔ امام موصوفؒ نے اگلے باب کا عنوان صَلٰوةُ اللَّيْلِ قائم کر کے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ ایک نفلی نماز تھی۔ یعنی تہجد۔ نماز فریضہ کا اس پر قیاس کرنا درست نہیں۔ اسی بات کی طرف توجہ دلانے کے لئے روایت نمبر ۷۳۱ لائے ہیں جس کے یہ الفاظ ہیں: فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ. یعنی نماز فریضہ کے سوا باقی نمازیں گھروں میں پڑھو۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ نماز فریضہ مسجد میں پڑھنی چاہیے۔ گھروں وغیرہ مقامات میں نماز فریضہ کی ادائیگی کا نفلی نماز پر قیاس کرنا جبکہ امام اور مقتدی کے درمیان اوٹ حائل ہو درست نہیں۔ خواہ تکبیر کی آواز کیوں نہ سنائی دے۔ معذوری کے حالات تو ہمیشہ مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ مگر بغیر عذر کے امام اور صف سے علیحدہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔ جہاں تک نماز کسی وقت یا جگہ میں با جماعت پڑھنے کے جواز یا عدم جواز کا تعلق ہے مسئلہ واضح ہے۔ علاوہ ازیں حسن بصریؒ کے فتویٰ سے جماعت کی تعریف کا بھی علم ہوتا ہے۔ جماعت محض آدمیوں کے ایک جگہ اکٹھا ہونے کا نام نہیں۔ بلکہ عقیدہ اور عمل میں یگانگت اور یک جہتی کا نام جماعت ہے۔ جماعت کا یہ تصور حدود مکان و زمان سے وسیع تر ہے۔

بَاب ۸۱: صَلَاةُ اللَّيْلِ
رات کی نماز

۷۳۰: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْفُدَيْكِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُ حَصِيْرٌ يَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهُ بِاللَّيْلِ فَثَابَ إِلَيْهِ نَاسٌ فَصَلَّوْا وَرَاءَهُ.

۷۳۰: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن ابی فدیک نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مقبری سے، مقبری نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک چٹائی تھی؛ جسے آپؐ دن کو بچھایا کرتے تھے اور رات کو اس کا حجرہ بنا لیتے۔ کچھ لوگ آپؐ کے پاس اِدھر اُدھر سے اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔

اطرافه: ۷۲۹، ۹۲٤، ۱۱۲۹، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، ۵۸٦۱۔

٧٣١: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ حُجْرَةً قَالَ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مِنْ حَصِيْرٍ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى فِيْهَا لَيَالِيَ فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتُ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ فَصَلُّوْا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوْتِكُمْ فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ.

۷۳۱: عبدالاعلیٰ بن حماد نے ہم سے بیان کیا، کہا: وہیب نے ہم سے بیان کیا، کہا: موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سالم ابوالنضر سے، سالم نے بسر بن سعید سے، بُسر نے حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حجرہ بنالیا۔ بسر کہتے تھے کہ میرا خیال ہے زید کا قول ہے: ایک چٹائی کا حجرہ رمضان میں بنایا آپؐ نے کئی راتیں اس میں نماز پڑھی اور آپؐ کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے آپؐ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ جب آپؐ کو ان کے متعلق علم ہوا تو آپؐ بیٹھے رہے۔ پھر آپؐ ان کے پاس باہر تشریف لے گئے اور فرمایا: مجھے پتہ لگ گیا تمہاری اس کاروائی کا جو میں نے دیکھی۔ سو تم اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو۔ کیونکہ بہترین نماز آدمی کی وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھتا ہے سوائے فرض نماز کے۔

قَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مُوسَى سَمِعْتُ أَبَا النَّضْرِ عَنْ بُسْرٍ عَنْ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عفان نے کہا: وہیب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) موسیٰ نے ہمیں بتایا کہ میں نے ابوالنضر سے سنا۔ انہوں نے بسر سے، بسر نے حضرت زیدؓ سے، حضرت زیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (یہ روایت کی۔)

اطرافه: ٦١١٣، ٧٢٩٠.

تشریح: كَانَ لَهُ حَصِيْرٌ يَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهُ بِاللَّيْلِ: عنوانِ باب صلوٰۃ اللیل کی بحث یہاں مقصود بالذات نہیں بلکہ سابقہ باب سے متعلق صرف اپنا نقطۂ نگاہ واضح کرنا ہے۔ جیسے اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَبْوَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ☆

بَاب ۸۲: إِيْجَابُ التَّكْبِيْرِ وَافْتِتَاحُ الصَّلَاةِ

تکبیر (تحریمہ) کا واجب ہونا اور نماز کا شروع کرنا

۷۳۲: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَصَلَّى لَنَا يَوْمَئِذٍ صَلَاةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُوْدًا ثُمَّ قَالَ لَمَّا سَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

۷۳۲: ابو یمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت انسؓ بن مالک انصاری نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپؐ کا داہنا پہلو چھل گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے تھے: اس وجہ سے آپؐ نے اس دن ہمیں نمازوں میں سے ایک نماز بیٹھ کر پڑھائی اور ہم نے بھی آپؐ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ پھر جب سلام پھیرا تو آپؐ نے فرمایا: امام تو اسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ سو جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب کہے: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ تو تم کہو: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

اطرافه: ۳۷۸، ۶۸۹، ۷۳۳، ۸۰۵، ۱۱۱۴، ۱۹۱۱، ۲۴۶۹، ۵۲۰۱، ۵۲۸۹، ۶۶۸۴۔

☆ الفاظ "ابواب صفة الصلاة"، فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۲۸۰)

٧٣٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ خَرَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ فَصَلَّى لَنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُوْدًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ إِنَّمَا الْإِمَامُ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا.

۷۳۳: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سے گر پڑے اور آپؐ کا جسم چھل گیا۔ اس لئے آپؐ نے بیٹھ کر ہمیں نماز پڑھائی اور ہم نے آپؐ کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی۔ پھر (نماز سے) فارغ ہوئے اور آپؐ نے فرمایا: امام تو اس لئے ہے یا (یہ فرمایا کہ) امام تو اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ پس جب وہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے تو تم بھی اَللّٰہُ اَکْبَر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ کہے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ تو تم کہو رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

اطرافه: ٣٧٨، ٦٨٩، ٧٣٢، ٨٠٥، ١١١٤، ١٩١١، ٢٤٦٩، ٥٢٠١، ٥٢٨٩، ٦٦٨٤.

٧٣٤: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا

۷۳۴: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ابوزناد نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی۔ (حضرت ابوہریرہؓ) نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: امام تو اسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ پس جب وہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے تو تم بھی اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور

سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا أَجْمَعُوْنَ.

جب کہے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ تو تم کہو رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

اطرافہ: ۷۲۲۔

تشریح: **اِیْجَابُ التَّکْبِیْرِ:** مسئلہ معنونہ روایت نمبر۷۳۲ سے استدلالاً اخذ کیا گیا ہے۔ کیونکہ امام نماز کی ابتداء اَللّٰہُ اَکْبَر سے کرتا ہے اور چونکہ اس کی اتباع واجب ہے اس لئے ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ سے نماز شروع کی جائے۔ روایت نمبر۷۳۳ میں اس امر کی تصریح ہے کہ اَللّٰہُ اَکْبَر سے جب امام نماز شروع کرے تو تم بھی اسی طرح اَللّٰہُ اَکْبَر سے نماز شروع کرو۔ امام کے ساتھ باجماعت نماز شروع کرنے سے پہلے نمازی حالتِ تفرقہ میں ہوتے ہیں۔ کسی کا منہ اِدھر اور کسی کا اُدھر۔ کوئی قیام کی حالت میں ہوتا ہے اور کوئی رکوع میں اور کوئی سجود میں اور بعض بیٹھے ہوئے دعائے اَلتَّحِیَّاتُ میں مشغول اور بعض سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہو رہے ہوتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو باتوں میں مشغول۔ غرض ایک شدید اختلاف کا نظارہ ہوتا ہے۔ مگر امام کے کھڑا ہونے کے ساتھ اَللّٰہُ اَکْبَر۔ اَللّٰہُ اَکْبَر کے نام پر یہ حالت تفرقہ فوراً صفِ اتحاد کی صورت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَر کی آواز بلند ہوتے ہی کیا امام اور کیا مقتدی اللہ تعالیٰ کو اپنا قبلہ رخ بنا کر سنجیدگی و فروتنی سے اقرارِ عبودیت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر اسی اَللّٰہُ اَکْبَر کی آواز پر ان کا رکوع و سجود اور ان کا قیام و قعود ہوتا ہے۔ اس نظام سے ظاہر ہے کہ تمام نمازیوں نے تکبیر تحریمہ سنتے ہی اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے تمام اختلافات مٹا کر یکسانیت پیدا کر لی ہے۔ تکبیر جس کے ساتھ نماز شروع کی جاتی ہے۔ تکبیر تحریمہ کہلاتی ہے۔ کیونکہ اَللّٰہُ اَکْبَر کی آواز پر تمام اغراض نفسانیہ اور مقاصد و علائق دنیاویہ حرام ہو جاتے ہیں اور اس تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانے میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور دوم یہ کہ ہم تمام علائق سے دست بردار ہو کر اس کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس تکبیر تحریمہ کے وجوب پر سوائے چند فقہاء کے جمہور کا اتفاق ہے۔ کسی مذہب کی عبادت میں وہ فلسفیانہ حقیقت نہیں پائی جاتی جو اسلامی عبادت میں ہے۔

بَاب ۸۳: رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيْرَةِ الْأُولَى مَعَ الْاِفْتِتَاحِ سَوَاءً

نماز شروع کرتے ہی پہلی تکبیر میں دونوں ہاتھوں کا ایک ساتھ اٹھانا

۷۳۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

۷۳۵: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے، سالم نے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ أَيْضًا وَقَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ.

اپنے باپ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھاتے اور اس وقت بھی اٹھاتے جب آپؐ رکوع کے لئے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے اور فرماتے: سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ اور سجدوں میں آپؐ ایسا نہ کرتے۔

اطرافه: ۷۳٦، ۷۳۸، ۷۳۹۔

تشریح: رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيْرَةِ الْأُوْلٰى مَعَ الْاِفْتِتَاحِ سَوَاءً: مسئلہ مذکور میں علماء میں تقدیم وتاخیر سے متعلق جزئی اختلاف ہے۔ مگر ترجیح اس بات کو ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰہُ اَکْبَر کے ساتھ ہی دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور مستند روایتیں اسی کی تائید میں ہیں۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ رفع یدین فرض ہے یا سنت؟ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ وہ سنت ہے۔ اس بارہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تو ثابت ہے۔ مگر صریح ارشاد مروی نہیں۔ تیسرا اختلاف یہ ہے کہ کس وقت ہاتھ اٹھائے جائیں؟ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین پر تو سب کو اتفاق ہے مگر رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت سوائے علماءِ کوفہ (یعنی ابوحنیفہؒ) اور سفیان ثوریؒ وغیرہ کے باقی سب ائمہ اور جمہور اہل حدیث رفع یدین پر متفق ہیں۔ روایت نمبر ۷۳۵ اسی مذہب کی تائید کرتی ہے اور سجدہ میں جاتے وقت اور اس سے سر اٹھانے پر آپؐ ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

بَاب ۸٤: رَفْعُ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ

دونوں ہاتھ اٹھانا

اس وقت کہ جب اللہ اکبر کہے اور جب رکوع کرے اور جب (رکوع سے) اُٹھے

۷۳٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ

۷۳٦: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ یونس نے ہمیں خبر دی کہ زہری سے مروی ہے کہ سالم بن عبداللہ نے مجھے بتایا کہ (ان کے باپ)

عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُوْنَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوْعِ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَيَقُوْلُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُوْدِ.

اطرافه: ۷۳۵، ۷۳۸، ۷۳۹۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپؐ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اس قدر اٹھاتے کہ آپؐ کے مونڈھوں کے برابر ہو جاتے اور جب آپؐ رکوع کے لئے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے تو بھی ایسا کرتے اور رکوع سے جب سر اٹھاتے تب بھی ایسا کرتے اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے اور آپؐ سجدوں میں ایسا نہ کرتے۔

۷۳۷: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلَّى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ هَكَذَا.

۷۳۷: اسحاق واسطی نے ہم سے بیان کیا، کہا: خالد بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد سے، خالد نے ابوقلابہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت مالکؓ بن حویرث کو دیکھا کہ جب وہ نماز شروع کرتے تو اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب وہ رکوع کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو بھی اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا۔

تشریح: رَفْعُ الْيَدَيْنِ اِذَا كَبَّرَ وَاِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ: بعض اہل حدیث کے نزدیک سجدہ میں بھی ہاتھ اٹھانے چاہئیں۔ امام بخاریؒ نے باب نمبر ۸۴ کے عنوان میں تین موقعوں پر رفع یدین کا ذکر کیا ہے اور پھر اس کے بعد دو باب رفع یدین کے متعلق اور قائم کئے ہیں۔ لیکن ان کی روایتوں میں بھی سجدہ سے سر اٹھانے پر رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔

بَاب ٨٥: إِلَى أَيْنَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ
اپنے ہاتھوں کو کہاں تک اٹھائے؟

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ.

اور ابوحمید (ساعدیؓ) نے اپنے ساتھیوں کے سامنے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔

٧٣٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ التَّكْبِيْرَ فِي الصَّلَاةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ يُكَبِّرُ حَتَّى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ فَعَلَ مِثْلَهُ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَعَلَ مِثْلَهُ وَقَالَ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَلاَ يَفْعَلُ ذَلِكَ حِيْنَ يَسْجُدُ وَلاَ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ.

۷۳۸: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: سالم بن عبداللہ (بن عمرؓ) نے ہمیں بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپؐ نے نماز اَللّٰهُ اَكْبَر سے شروع کی اور جب آپؐ اَللّٰهُ اَكْبَر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ انہیں اپنے دونوں مونڈھوں کے برابر کرتے اور جب آپؐ رکوع کے لئے اللہ اکبر کہتے تو اسی طرح کرتے اور جب آپؐ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے تو بھی اسی طرح کرتے اور آپؐ کہتے: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اور آپؐ جب سجدہ کرتے تو ایسا نہ کرتے اور نہ اس وقت کہ جب سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے۔

اطرافه: ٧٣٥، ٧٣٦، ٧٣٩.

تشریح: اِلَى اَيْنَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ: رفع یدین سے متعلق چوتھا اختلاف یہ ہے کہ ہاتھ کہاں تک اٹھائے، مونڈھوں تک یا کانوں تک؟ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مونڈھوں تک اٹھائے جائیں اور زیادہ تر یہی ثابت ہے۔ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه: سن لی اللہ نے اس کی جس نے اس کی ستائش کی۔ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْد: اے ہمارے رب! تیرے ہی لئے تمام خوبیاں ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے جس نے سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کا دوسرا نام احمدؐ ہے۔ یعنی سب سے بڑھ کر تعریف کرنے والا اور ان میں سے جس نبی کی سب سے زیادہ دعائیں معجزنما صورت میں قبول ہوئی ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مذکورہ بالا فقرے سے ہر نمازی

اس امر کا اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے: رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد پس جو چاہتا ہو کہ اس کی دعائیں بھی سنی جائیں اس کا فرض ہے کہ وہ حمدِ باری تعالیٰ میں اسی طرح مشغول ہو، جس طرح رسول اللہ ﷺ ہوئے۔ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد کے یہ معنی ہیں کہ اے ہمارے رب! تیرے لئے ہی تمام کی تمام خوبیاں ہیں۔ محامدِ الٰہیہ کے بارے میں علیٰ وجہ البصیرت ہونے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن مجید سمجھ کر پڑھا جائے۔ اس میں صفاتِ الٰہیہ کا کھلا کھلا بیان ہے اور سیرتِ نبویہؐ آئینۂ حق نما۔ اسی عظیم الشان تجلی صفاتِ حمد کا اعلان صبح و شام مساجد میں ہوتا ہے۔ آپ محمد بھی ہیں اور احمد بھی اور شاہد ومشہود بھی صلی اللہ علیہ وسلم۔

بَاب ٨٦: رَفْعُ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ

جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑا ہو تو اس وقت دونوں ہاتھ اٹھانا

٧٣٩: حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۷۳۹: عیاش (بن ولید) نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالاعلیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ نے ہمیں بتایا کہ نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب نماز شروع کرتے تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے تو بھی اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے تب بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے اور حضرت ابن عمرؓ نے یہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً بیان کیا۔

رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوبَ وَمُوسَى بْنِ عُقْبَةَ مُخْتَصَرًا.

اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے ایوب سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (مرفوعاً) روایت کیا اور ابن طہمان نے بھی ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے اختصار کے ساتھ یہ روایت کی۔

اطرافه: ٧٣٥، ٧٣٦، ٧٣٨.

تشریح: **رَفْعُ الْيَدَيْنِ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ:** یعنی التحیات کے بعد کھڑا ہونے پر روایت نمبر ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۸ جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں۔ ان میں یہ ذکر نہیں کہ دو رکعتیں پڑھ کر جب آپؐ کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھاتے۔ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز شروع کرتے وقت آپؐ ایسا کیا کرتے تھے۔ مگر نافع کی روایت (نمبر ۷۳۹) میں دو رکعتوں کے بعد ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ بلکہ یہ ایک زائد بات ہے جو حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام نافع سے مروی ہے اور ان کے بیٹے سالم سے بھی ایک سند میں یہی مروی ہے۔ (دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۲۸۸)

باب نمبر ۸۳ سے باب نمبر ۸۶ تک جو احادیث بیان ہوئی ہیں، اُن میں اس بات کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ، رکوع اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت ہاتھ اُٹھائے۔ اس بارے میں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ جب یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے تو نمازوں میں ایسا کیوں نہیں کیا جاتا؟ سو اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق جو آخری کیفیت بیان کی گئی ہے، اس میں رفع یدین کا کہیں بھی ذکر نہیں اور نہ یہ حکم مذکور ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت ہاتھ اُٹھائے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت صحابہؓ میں جس طرح جاری ہوئی انہوں نے من وعن تابعین تک پہنچائی اور بڑی وضاحت سے بتایا کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی۔ اس میں ہم نے کوئی کمی وبیشی نہیں کی۔ مثلاً حضرت علیؓ نے نماز پڑھ کر دکھائی اور فرمایا یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی۔ اس میں انہوں نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔ (روایت نمبر ۷۸۴، ۷۸۶) اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ نے نماز پڑھ کر دکھائی اور انہوں نے بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی جگہ رفع یدین نہیں کیا اور بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی۔ (روایت نمبر ۷۸۵، ۸۰۳) حضرت مالکؓ بن حویرث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہہ نماز پڑھ کر دکھائی۔ (روایت نمبر ۸۰۲) اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جنہوں نے صراحت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے:-

قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى وَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِي اَوَّلِ مَرَّةٍ. {حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز نہ پڑھاؤں۔ پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور رفع یدین صرف ایک ہی (پہلی) دفعہ کیا۔} **عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَلَا يَعُوْدُ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ.** {حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے آغاز کے سوا رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور اس کو (یعنی رفع یدین کو) دُہراتے نہ تھے۔}

☆ (ترمذی. کتاب الصلاة. باب ما جاء ان النبی ﷺ لم یرفع الّا فی اول مرة)
(ابوداؤد. کتاب الصلاة. باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع)
(نسائی. کتاب التطبیق. باب الرخصة فی ترک ذلک)

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَاَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعُوْا اَيْدِيَهُمْ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ. (سنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب من لم يذكر الرفع الا عند الافتتاح، جزء۲صفحہ۷۹روایت نمبر۲۳۶۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، لیکن انہوں نے رفع یدین صرف نماز کے آغاز میں کیا۔ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُ فِيْ شَيْءٍ مِنْهَا (سنن الكبرى للبيهقي. كتاب الصلاة. باب من لم يذكر الرفع الا عند الافتتاح ـ جزء ثانی صفحہ۸۰، روایت نمبر۲۳۶۷) یعنی عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ رفع یدین صرف نماز کی پہلی تکبیر میں ہی کیا کرتے تھے اور (نماز) کی کسی اور حرکت پر (ہاتھ) نہیں اٹھاتے تھے۔ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ كَانَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ. ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھی صرف نماز کے آغاز میں ہی رفع یدین کرتے تھے۔ قَالَ النُّمَيْرِيُّ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مُخْتَلِفُوْنَ فِي هٰذَا الْبَابِ وَاَمَّا الْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَةُ فَلَمْ يَثْبُتْ عَنْهُمْ رَفْعُ الْاَيْدِيْ فِي غَيْرِ تَكْبِيْرَةِ الْاِحْرَامِ. نمیری بیان کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد آنے والے تو اس بات کے بارے میں اختلاف رکھتے تھے۔ لیکن خلفاء اربعہؓ سے صرف تکبیر تحریمہ میں ہی رفع یدین ثابت ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ الْعَشَرَةُ الَّذِيْنَ شَهِدَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْجَنَّةِ مَا كَانُوْا يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلَّا فِي افْتِتَاحِ. حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ دس صحابہؓ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی، وہ صرف (نماز کے) آغاز میں ہی رفع یدین کرتے تھے۔

اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں عمل ثابت ہیں؛ رفع یدین و ترکِ رفع یدین لیکن دوام ترکِ رفع یدین پر ہی ہے۔ اس بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

> ''اس میں چنداں حرج معلوم نہیں ہوتا، خواہ کوئی کرے یا نہ کرے۔ احادیث میں بھی اس کا ذکر دونوں طرح پر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت رفع یدین کیا بعد ازاں ترک کر دیا۔'' (فتاوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ۴۵)

اسی طرح ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا رفع یدین ضروری ہے؟ آپؑ نے فرمایا:-

> ''ضروری نہیں۔ جو کرے تو جائز ہے۔'' (البدر ۳۱/اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ۷)

بَاب٨٧: وَضْعُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى {فِي الصَّلَاةِ☆}

(نماز میں☆) داہنا ہاتھ بائیں بازو پر رکھنا

٧٤٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ قَالَ أَبُو حَازِمٍ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا يَنْمِي ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِسْمَاعِيْلُ يُنْمَى ذَلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يَنْمِي.

۷۴۰: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابوحازم سے، ابوحازم نے سہل بن سعد سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ہر آدمی نماز میں داہنا ہاتھ اپنے بائیں بازو پر رکھے۔ (اور) ابوحازم کہتے تھے: میں تو یہی جانتا ہوں کہ وہ (یعنی سہل) اس بات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اسماعیل نے کہا: انہوں نے لفظ یَنْمِیْ نہیں کہا: بلکہ یُنْمٰی ذٰلِکَ کہا۔ یعنی اسے منسوب کیا جاتا تھا۔

تشریح: **وَضْعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ:** ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہونے کا طریقہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ جو اطاعت شعاری اور فرمانبرداری پر دلالت کرتا ہے۔ ترکی اقوام میں اظہارِ ادب کے لئے ہاتھ باندھے جاتے ہیں اور ایرانی اقوام میں ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا ادب کی علامت ہے۔ مغربی اقوام میں گھٹنوں کے بل بیٹھنا اور ہندوؤں وغیرہ قوموں میں جھکنا اور افریقہ کی اقوام میں سجدے میں گر جانا ادب وفرمانبرداری کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عبادت میں ہر طریقہ اختیار کیا ہے۔ جس سے نفس میں خشوع و خضوع اور اطاعت ومحبت کے جذبات پیدا ہوں۔ باب نمبر ۸۷ و باب نمبر ۸۸ پہلو بہ پہلو رکھنے سے اسی نکتہ کی طرف توجہ دلانی مقصود ہے۔ ہاتھ باندھنے سے متعلق اختلاف کہ کہاں باندھے اور کس طرح باندھے؛ یہ اختلاف کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اسی وجہ سے امام بخاریؒ نے اس کی طرف التفات نہیں کیا۔

☆ الفاظ ''فِي الصَّلَاةِ'' فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۲۹۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب۸۸: اَلْخُشُوْعُ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں خشوع

۷٤۱: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَا هُنَا وَاللهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ وَإِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِي.

اطرافه: ٤١٨۔

۷۴۱: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا منہ اِدھر ہوتا ہے۔ بخدا مجھ پر تو نہ تمہارا رکوع پوشیدہ رہتا ہے اور نہ خشوع۔ میں تو تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

۷٤۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيْمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُّمْ.

۷۴۲: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، کہا: غندر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے قتادہ سے سنا۔ وہ حضرت انسؓ بن مالک سے، حضرت انسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: رکوع اور سجدہ ٹھیک طور سے کیا کرو۔ بخدا جب تم رکوع اور سجدہ کرتے ہو تو میں تمہیں اپنے پیچھے سے یا فرمایا: اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

اطرافه: ٤١٩، ٧١٨، ٧١٩، ٧٢٣، ٧٢٥، ٦٦٤٤۔

تشریح: **اَلْخُشُوْعُ فِي الصَّلَاةِ:** اس باب کی دوسری روایت کے الفاظ اَقِيْمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ کے یہی معنی ہیں کہ ان میں خشوع وخضوع کا پورا حق ادا کیا جائے۔ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا یا ہاتھ چھوڑنا' گھٹنوں کے بل جھکنا اور سربسجود ہونا وغیرہ ارکان نماز میں سے وہ ظواہر ہیں جن کا تعلق قلبی حالت پیدا کرنے سے ہے اور یہ

بنیاد ہے۔ اس مقام ادب وتربیت کی جس پر شریعت اسلام کا دارومدار ہے۔تفصیل کے لئے دیکھئے اسلامی اصول کی فلاسفی-تیسری حالت نفس مطمئنہ-صفحہ۹۴ تا ۱۰۱- روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ ۳۱۸ تا ۳۲۴۔

بَاب ۸۹: مَا يَقُوْلُ بَعْدَ التَّكْبِيْرِ

تکبیر کے بعد کیا کہے

۷۴۳: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلَاةَ بِ "الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ."

۷۴۳: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے شروع کرتے تھے۔

۷۴۴: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ إِسْكَاتَةً قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ هُنَيَّةً فَقُلْتُ بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُوْلَ اللهِ إِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَةِ مَا تَقُوْلُ قَالَ أَقُوْلُ اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا

۷۴۴: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالواحد بن زیاد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: عمارہ بن قعقاع نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہم سے ابوزرعہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: حضرت ابوہریرہؓ نے ہمیں بتایا، کہا: رسول اللہ ﷺ تکبیر اور اقامت کے درمیان کچھ خاموش رہتے۔ (ابوزرعہ) کہتے تھے: میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا: تھوڑی دیر تک۔ تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ (آپؐ پر) قربان۔ تکبیر اور قرأت کے درمیان آپؐ جو خاموش رہتے ہیں آپؐ کیا پڑھتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: میں کہتا ہوں: الٰہی میرے اور میری خطاؤں کے درمیان

بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ.

اتنی دوری ڈال دے جتنی دوری تو نے مشرق اور مغرب میں ڈالی ہے۔ الٰہی مجھے خطاؤں سے ایسا پاک وصاف کردے۔ جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے پاک وصاف کردیا جاتا ہے۔ الٰہی میری خطائیں پانی اور برف اور اولوں سے دھوڈال۔

تشریح: **مَايَقُوْلُ بَعْدَ التَّكْبِيْرِ:** اس باب کی پہلی روایت کے الفاظ كَانُوْا يَفْتَتِحُوْنَ الصَّلَاةَ سے مراد ابتدائے قرأت ہے اور دوسری روایت کے الفاظ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَأَةِ میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر کہنے کے بعد اور سورۂ فاتحہ پڑھنے سے پہلے مذکورہ بالا دعا مانگا کرتے تھے۔ اس دعا کے الفاظ اس سچی تڑپ اور شدید بے قراری پر دلالت کرتے ہیں؛ جو آپؐ کے دل میں کامل پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے تھی۔ دعا دراصل انسان کی خواہشات اور آرزوؤں کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ دعا سے پتہ چلتا ہے کہ دعا کرنے والے کی قلبی حالت اور مطمحِ نظر کیا ہے۔ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں اسی پر اکتفا نہیں کی کہ خطائیں آپؐ سے ایسی دور کردی جائیں جیسے مشرق سے مغرب اور نہ اس پر اکتفا کی ہے کہ آپؐ کا نفس تمام کدورتوں سے دھل کر ایسا سفید ہوجائے جیسے کپڑا میل سے، بلکہ یہ چاہا ہے کہ برف اور اولوں سے بھی دھویا جائے۔ تا مخفی سے مخفی جراثیم بھی اگر ہوں تو وہ بھی باقی نہ رہیں۔ کپڑے برف اور اولوں سے نہیں دھوئے جاتے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا تزکیۂ نفس کے لئے آپؐ کی انتہائی تڑپ کے نتیجہ میں فیوض تجلیاتِ رحیمیہ نے آپؐ کو سکھائی ہے اور آج لمبی تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ برف سے بعض لاعلاج پھوڑوں کا علاج کیا جاتا ہے اور اطباء اس کو بطور Antiseptic یعنی کرم کُش استعمال کرتے ہیں۔ آپؐ کے دعائیہ الفاظ میں ایک طبعی طلب مخفی ہے جو اپنی انتہا تک پہنچی ہوئی ہے۔ آپؐ کی ساری دعائیں ایک خاص رنگ رکھتی ہیں۔ اس ضمن میں یہ یاد رہے کہ نماز کی اصل غرض یہ ہے کہ انسان کامل پاکیزگی حاصل کرکے اس خدائے قدوس کے رنگ میں رنگین ہوجائے جو سراسر پاک ہے۔

بَاب ۹۰

٧٤٥: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۷۴۵: ابن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا، کہا: نافع بن عمر نے ہمیں بتایا، کہا: ابومُلَیکہ کے بیٹے نے مجھے خبر دی۔ حضرت اسماء بنتِ ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز پڑھی۔

صَلَّى صَلاَةَ الْكُسُوْفِ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ قَدْ دَنَتْ مِنِّي الْجَنَّةُ حَتَّى لَو اجْتَرَأْتُ عَلَيْهَا لَجِئْتُكُمْ بِقِطَافٍ مِنْ قِطَافِهَا وَدَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتَّى قُلْتُ أَيْ رَبِّ وَأَنَا مَعَهُمْ فَإِذَا امْرَأَةٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ قُلْتُ مَا شَأْنُ هَذِهِ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوْعًا لَا أَطْعَمَتْهَا وَلَا أَرْسَلَتْهَا تَأْكُلُ.

آپؐ کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا اور دیر تک رکوع میں رہے۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا اور دیر تک رکوع میں رہے۔ پھر آپؐ نے سر اٹھایا۔ اس کے بعد سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر آپؐ نے سر اٹھایا۔ اس کے بعد سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ پھر رکوع کیا اور دیر تک رکوع میں رہے۔ پھر سر اٹھایا اور دیر تک کھڑے رہے۔ پھر رکوع کیا اور دیر تک رکوع میں رہے۔ پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر سر اٹھایا۔ پھر سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر (نماز سے) فارغ ہوئے اور فرمایا: جنت میرے اتنی قریب ہوگئی تھی کہ اگر میں جرأت کرتا تو اس کے خوشوں میں سے ایک خوشہ تمہیں لا دیتا اور آگ بھی میرے اتنے قریب کی گئی کہ میں پکار اٹھا کہ اے میرے رب! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہی ہوں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت ہے۔ (نافع کہتے تھے:) میرا خیال ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اس کو بلی نوچ رہی تھی۔ میں نے پوچھا: اس عورت کی یہ حالت کیوں ہے؟ انہوں نے کہا: اس نے اس کو روکے رکھا تھا۔ یہاں تک وہ بھوکی مرگئی۔ نہ اسے کھلاتی نہ اسے چھوڑتی کہ وہ کھائے۔

قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مِنْ خَشِيْشِ أَوْ خَشَاشِ الْأَرْضِ.

نافع کہتے تھے: میرا خیال ہے۔(ابن ابی ملیکہ نے) کہا: زمین کے کیڑے مکوڑے خَشِيْشِ (الْاَرْضِ) فرمایا یا خَشَاشِ الْاَرْضِ۔

اطرافہ: ۲۳٦٤۔

تشریح: **مَـا يَقُوْلُ بَعْدَ التَّكْبِيْرِ:** امام موصوفؒ نے یہاں باب کا عنوان قائم نہیں کیا کیونکہ یہ مستقل نیا مضمون نہیں۔ بلکہ اس کا تعلق باب ماقبل (نمبر۸۹) سے ہے۔ باب ۸۸ کا عنوان ہے، نماز میں خشوع اور باب ۸۹ کا عنوان ہے، تکبیر کے بعد کیا کہے اور اس کے ذیل میں آپ ﷺ کی دعا کا ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ جو اسلامی نماز کا صحیح عنوان ہے اور خشوع قلبی کی ایک ناطق مثال ہے۔ ہماری نماز کی دعائیں خصوصاً سورۂ فاتحہ اپنے اندر وہ معانی رکھتی ہے جو نفس میں خشوع وخضوع کے جذبات پیدا کرنے والے ہیں۔ سورۂ فاتحہ کے متعلق خود قرآن مجید فرماتا ہے: مَثَـانِيَ تَـقْشَـعِـرُّ مِـنْـهُ جُـلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰه (الزمر:۲۴) یعنی یہ (سات آیتیں) ایسی کیفیت انگیز ہیں کہ اس سے مومنوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل رقت سے بھر جاتا ہے۔ مَثَانِي کے معنی مِنْ اَوتَـادِ الْـعُوْدِ الَّذِیْ بَعْدَ الْاَوَّلِ سارنگی یا بربط...اور مَثَـانِـي الشَّـيْءِ قُـوَاهُ وَطَاقَاتُهٗ یعنی تاریں۔ (لسان العرب تحت لفظ ثـنـی) آیات کو ساز موسیقی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ سورۂ فاتحہ اور اس کے علاوہ جتنی بھی مسنونہ دعائیں ہیں ان سب میں یہی اثر بھرا ہوا ہے۔ امام موصوفؒ نے اسی ضمن میں باب ۹۰ قائم کر کے اشارہ ظاہر کیا ہے کہ تکبیر کے بعد خشوع وخضوع سے بہت دعائیں کی جائیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے موقع پر کیں اور یہ بھی بتایا ہے کہ جب انسان پر خشوع کی حالت طاری ہوتی ہے تو وہ اس عالم میں نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک اور عالم میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ نماز کسوف کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ظاہر کر رہی ہے.... سورج گرہن ہوا اور اس طبعی نظارے نے آپ ﷺ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اس کی خشیت کے جذبات ابھار دیئے۔ جس سے آپ ﷺ نماز میں خشوع وخضوع کا مجسمہ بن گئے۔ رکوع میں جھکتے ہیں تو گویا کھڑا ہونا بھول گئے ہیں اور سجدہ میں گرتے ہیں تو سر ہی نہیں اٹھاتے، کھڑے ہوئے تو دیر تک کھڑے رہے۔ غرض استغراق کلی اور محویت کا ایک نقشہ جما ہوا تھا اور آپ ﷺ اس عالم میں نہیں بلکہ دوسرے عالم میں تھے۔ جس کا تعلق جنت اور جہنم کے ساتھ ہے۔ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی، جس کی کیفیات اپنے اندر پیدا کرنے کی ہمیں ہدایت کی گئی ہے۔ جُـلُـوْدُ هُـمْ وَ قُلُوْبُهُمْ ظاہر وباطن دونوں عظمت وجلال الٰہی کی جلوہ گاہ بن جائیں۔ خشوع واستغراق تام نماز کی جان ہے اور تزکیہ نفس اس کا ثمرۂ شیریں، جو انسان کو جنت الفردوس کا وارث بناتا ہے۔

قَدْ دَنَتْ مِنِّى الْجَنَّةُ ....: عالم روحانی کا جو نظارہ آپ ﷺ نے دیکھا ہے وہ کوئی وہم نہ تھا...... ایسی باتوں کی

تصدیق خارجی واقعات نہیں کیا کرتے۔ مگر آپؐ نے بحالت نماز ایک ایسا نظارہ دیکھا ہے جس کا تعلق آپؐ کی امت کے مستقبل سے تھا جو پورا ہوا۔ مَامِنْ شَیْءٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُهُ اِلَّا رَأَیْتُهُ فِیْ مَقَامِیْ ۔ (کتاب العلم باب۲۴ روایت نمبر ۸۶) روایت نمبر ۷۴۸ میں خوشہ لینے کے بارے میں یہ الفاظ ہیں: فَتَنَا وَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهُ لَاَكَلْتُمْ مِّنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا ۔ اگر میں وہ خوشہ لے آتا تو جب تک دنیا رہتی تم اس سے کھاتے رہتے۔ مگر میں نے اس کو نہیں لیا۔ الفاظ لَاَكَلْتُمْ مِّنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا سے ظاہر ہے کہ اس خوشے کا جو بحالت کشف دیکھا گیا دنیا سے تعلق ہے اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپؐ کی امت کے لئے مقدر ہے کہ دنیاوی نعمتیں ہمیشہ اس کے ساتھ نہ رہیں۔ بلکہ زمانہ عُسر بھی اس پر آتا رہے۔ قُلْتُ اَیْ رَبِّ وَاَنَا مَعَهُمْ یعنی اے رب! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ جہنم قریب ہونے اور آپؐ کو یہ خیال گزرنے کے یہ معنی ہیں کہ آپؐ کی امت کے لئے خطرناک ابتلاء مقدر ہے جس کی تکمیل دجال کے ہاتھوں سے ہوگی۔ اس واقعہ کا ذکر کتاب العلم باب ۲۴ میں گزر چکا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں تُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِكُمْ ... فِتْنَةَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ ۔ یعنی فتنہ دجال کے ذریعہ سے قبروں میں تمہاری آزمائش کی جائے گی۔ یہ فتنہ وہی فتنہ محیا و ممات ہے جس سے پناہ مانگنے کے لئے ہمیں دعا سکھائی گئی ہے۔ یعنی اس کے ذریعے سے ایک ایسا فتنہ برپا ہوگا جس کا تعلق لوگوں کی زندگی اور موت کے ساتھ ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں جہنم ہوگا جو اس کی نہ مانے گا وہ اس میں اس کو جھونکے گا۔ یہی وہ جہنم ہے جو آپؐ کو خسوف شمس کے وقت بحالت نماز دکھایا گیا تھا۔ اَیْ رَبِّ وَاَنَا مَعَهُمْ کے الفاظ مفہوماً وہی الفاظ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منہ سے بوقت زلزلہ نکلے اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ (الاعراف:۱۵۶) {کیا تو ہمیں اس فعل کی بنا پر جو ہمارے بیوقوفوں سے سرزد ہوا ہلاک کر دے گا۔ یقیناً یہ تیری طرف سے ایک آزمائش ہے۔} دونوں جگہ امت کی ہلاکت اپنی ہلاکت سے تعبیر کی گئی ہے۔ اس کے بعد معاً تیسرا نظارہ جو آپؐ کی آنکھوں کے سامنے آیا ہے، وہ جہنم میں ایک عورت کو بلی کے نوچنے کا نظارہ ہے۔ اس سے بتایا گیا ہے کہ جہنم کے سزاوار وہ ظالم لوگ ہیں جو مخلوق خدا کی آزادی چھین کر اسے زندگی کے سامانوں سے محروم کرتے اور اسے موت کے گھاٹ اتارتے ہیں۔ اس نظارہ میں دجالی فتنہ محیا و ممات کے انجام کی طرف بھی اشارہ ہے کہ بالآخر مظلوم مخلوق کو دجال کے نوچنے کا موقع دیا جائے گا اور پھر وہ اپنے بھڑکائے ہوئے جہنم کا مزہ چکھے گا۔ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَاكُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (الزمر:۲۵) {اور ظالموں سے کہا جائے گا کہ چکھو جو تم کسب کرتے ہو} غرض اس کشف سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح صاف بتاتی ہے کہ کسوف شمس کے موقع پر جو نظارہ آپؐ کو دکھایا گیا تھا، اس کا تعلق آپؐ کی امت اور فتنہ دجال سے تھا۔ جو ظہور میں آ گیا ہے اور یہ نظارہ وہم نہ تھا کیونکہ وہم کی تصدیق واقعات نہیں کرتے۔ حضرت دانیال علیہ السلام کی دجال سے متعلق جو پیشگوئی ہے اس میں بھی یہی الفاظ ہیں کہ بہتوں کو آزمائش میں ڈالا جائے گا۔ (دیکھئے دانیال باب۱۲) عبرانی کے الفاظ کا مذکورہ بالا لفظی ترجمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۰۱ تا ۲۰۸ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۸۷ تا ۲۹۴ پر نقل کیا گیا ہے۔ موجودہ اردو تراجم میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

بَاب ٩١: رَفْعُ الْبَصَرِ إِلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں امام کی طرف آنکھ اٹھانا

وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْكُسُوْفِ فَرَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِي تَأَخَّرْتُ.

اور حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز کے متعلق فرمایا: جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں پیچھے ہٹا ہوں تو اس وقت میں نے دوزخ کو دیکھا۔ اس کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا تھا۔

٧٤٦: حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ أَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ ذَاكَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

اطرافه: ٧٦٠، ٧٦١، ٧٧٧۔

۷۴۶: موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالواحد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: اعمش نے ہمیں بتایا۔ اعمش نے عمارہ بن عمیر سے، عمارہ نے ابومعمر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے حضرت خبابؓ سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ ہم نے کہا: تم کس طرح یہ معلوم کرتے تھے؟ کہا: آپؐ کی ریش (مبارک) کے ہلنے سے۔

٧٤٧: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيْدَ يَخْطُبُ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ وَكَانَ غَيْرَ كَذُوْبٍ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامُوْا

۷۴۷: حجاج نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابواسحاق نے ہمیں بتایا۔ کہتے تھے: میں نے عبداللہ بن یزید کو خطبہ پڑھتے سنا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت براءؓ نے ہم سے بیان کیا اور وہ غلط نہ کہتے تھے کہ وہ جب نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے اور آپؐ رکوع سے سر اٹھاتے تو وہ

قِيَامًا حَتَّى يَرَوْنَهُ قَدْ سَجَدَ.

کھڑے رہتے۔ یہاں تک کہ دیکھ لیتے کہ آپؐ سجدہ میں گئے ہیں۔

اطرافہ: ٦٩٠، ٨١١۔

٧٤٨: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلُ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ قَالَ إِنِّي أُرِيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا.

۷۴۸: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا اور آپؐ نے نماز پڑھائی۔صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے کسی چیز کو لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہے۔ پھر ہم نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ پیچھے ہٹے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی تھی۔ اور میں اس میں سے ایک خوشہ لینے کو بڑھا تھا اور اگر وہ لے لیتا تو تم جب تک دنیا رہتی اس میں سے کھاتے رہتے۔

اطرافہ: ١٠٥٢، ٥١٩٧۔

٧٤٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَقَا الْمِنْبَرَ فَأَشَارَ بِيَدَيْهِ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الْآنَ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلَاةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِي

۷۴۹: محمد بن سنان نے ہم سے بیان کیا، کہا: فلیح نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: ہلال بن علی نے ہمیں بتایا کہ حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر آپؐ منبر پر کھڑے ہوئے اور آپؐ نے مسجد کے قبلہ کی جانب دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا اور فرمایا: میں نے ابھی جبکہ تمہیں نماز پڑھائی

قِبْلَةِ هَذَا الْجِدَارِ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ثَلَاثًا.

جنت ودوزخ دیکھیں جواس دیوار پر متمثل تھیں۔ میں نے خیر وشر میں آج کے دن کی طرح کوئی دن نہیں دیکھا۔ تین بار آپؐ نے ایسا فرمایا۔

اطرافه: ۹۳، ۵٤۰، ۷٤۹، ٤٦۲۱، ٦٣٦۲، ٦٤٦۸، ٦٤۸٦، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰، ۷۰۹۱، ۷۲۹٤، ۷۲۹٥.

تشریح: رَفْعُ الْبَصَرِ اِلَی الْاِمَامِ فِی الصَّلٰوةِ: باب مذکور ایک فقہی اختلاف مدنظر رکھ کر باندھا گیا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک نمازی کی نگاہ قبلہ کی طرف ہونی چاہیے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سجدہ گاہ میں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۰۱)

امام بخاریؒ نے ان کے اختلاف سے متعلق یہ فیصلہ دیا ہے کہ مقتدیوں کی نظر امام کی حرکات وسکنات کی طرف ہونی چاہیے۔ عنوان باب میں الفاظ رَأَيْتُمُوْنِيْ تَأَخَّرْتُ نقل کر کے اسی اہم نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے پہلی روایت سے یہ بتایا ہے کہ صحابہ کرامؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکات کی طرف اس قدر دھیان رکھتے تھے کہ داڑھی کے ملنے نہ ملنے سے معلوم کر لیتے تھے کہ آپؐ چپ چاپ کھڑے ہیں یا کچھ پڑھ رہے ہیں۔ یہ موقع پہلی صف کے لوگوں کو ہی مل سکتا تھا۔ مگر دوسری روایت میں مکرر یہ بتایا گیا ہے کہ باقی مقتدیوں سے متعلق بھی یہی بات ثابت ہے (قَامُوْا قِيَامًا حَتّٰى يَرَوْهُ قَدْ سَجَدَ) کہ وہ کھڑے رہتے اور سجدہ نہ کرتے۔ جب تک آپؐ کو سجدہ میں نہ دیکھ لیتے۔ تیسری روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں آپؐ کی معمولی سی حرکت بھی صحابہ کی نظر سے مخفی نہ رہتی۔ چوتھی روایت سے یہ بتایا گیا ہے کہ نماز میں آپؐ کی نگاہ کس طرف ہوتی۔ فِيْ قِبْلَةِ هٰذَا الْجِدَارِ۔ (یعنی قبلہ کی طرف سامنے نہ کہ سجدہ گاہ میں) جیسا کہ امام شافعیؒ کا خیال ہے۔

فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّر (روایت نمبر ۷۴۹): جنت وجہنم، خیر وشر کا مظہر اتم ہیں۔ یہ نظارہ الگ ہے اور کسوف شمس کا نظارہ الگ۔ (دیکھئے روایت نمبر ۴۳۱ و روایت نمبر ۵۴۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت نماز یا معراج اس قسم کے نظارے مختلف صورتوں میں متعدد بار دیکھے ہیں۔ تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گی۔

بَاب ۹۲: رَفْعُ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں آسمان کی طرف آنکھ اُٹھانا

۷۵۰: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

۷۵۰: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحییٰ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن ابی عروبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ قتادہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ بن مالک نے انہیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُوْنَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذَلِكَ حَتَّى قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ.

بتایا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کو کیا ہوا ہے جو نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں؟ آپؐ نے اس کے متعلق سخت ارشاد فرمایا: یہاں تک فرمایا کہ انہیں اس سے باز رہنا ہوگا۔ ورنہ ان کی بینائیاں اُچک لی جائیں گی۔

تشریح: **رَفْعُ الْبَصَرِ اِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلٰوةِ:** لوگ غلطی سے اللہ تعالیٰ کی جائے قرار صرف آسمان میں سمجھے بیٹھے ہیں۔ اس لئے دعاؤں میں وہ اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ پس ان کی اس غلطی کا ازالہ اسلام نے بڑی وضاحت سے کیا ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کو بلندیوں کا بھی اسی طرح خالق ورب قرار دیتا ہے جس طرح پستیوں کا۔ وہ اس زمین میں بھی جلوہ گر ہے اور آسمان میں بھی۔ اس کی ذات پاک کون ومکان اور کیف وکم سے بالا ہے۔ سُبْحَا نَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ O .... وَهُوَ الَّذِىْ فِى السَّمَاءِ اِلٰهٌ وَّفِى الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ O وَتَبَارَكَ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ (الزخرف:۸۳، ۸۵-۸۶) { پاک ہے آسمانوں اور زمین کا رب، رب العرش، اُس سے جو وہ بیان کرتے ہیں ......اور وہی ہے جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہ بہت حکمت والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے اور ایک وہی برکت والا ثابت ہوا جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بادشاہت ہے۔} جو لوگ اللہ تعالیٰ کو کسی خاص جگہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ وہ سچی معرفت سے محروم ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے کشتی نوح صفحہ ۳۴ تا ۴۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۳۲ تا ۴۲) بینائی اُچک لینے کے یہی معنی ہیں کہ حقیقی عرفان انہیں حاصل نہیں ہوگا۔ لوگوں کے غلط خیال مٹانے کے لئے شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سختی سے مسلمانوں کو نماز یا دعا میں آسمان کی طرف آنکھ اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔

بَاب ۹۳: اَلْاِلْتِفَاتُ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں ادھر ادھر دیکھنا

۷۵۱: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى

۷۵۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوالاحوص نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اشعث بن سُلیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہؓ سے روایت

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ.

کی۔ وہ کہتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: یہ شیطان کی ایک جھپٹ ہے جو بندے کی نماز پر مارتا ہے اور اس میں سے کچھ لے لیتا ہے۔

اطرافہ: ۳۲۹۱۔

۷۵۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي خَمِيْصَةٍ لَّهَا أَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَتْنِي أَعْلَامُ هَذِهِ اذْهَبُوْا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأْتُوْنِي بِأَنْبِجَانِيَّةٍ.

۷۵۲: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دھاری دار سیاہ لوئی میں نماز پڑھی۔ اس پر بیل بوٹے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اس کے نقش و نگار نے میری توجہ ہٹا دی۔ یہ ابوجہمؓ کے پاس لے جاؤ اور اس کی سادہ لوئی مجھے لا دو۔

اطرافہ: ۳۷۳، ۵۸۱۷۔

تشریح: **اَلِالْتِفَاتُ فِی الصَّلَاةِ:** اس باب کی پہلی روایت میں آپؐ کا ارشاد اور دوسری میں آپ کا عمل پیش کیا گیا ہے۔

يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ: شیطان کی جھپٹ سے یہی مراد ہے کہ وہ عبادت سے توجہ ہٹا دیتا ہے۔ یہ ایک استعارہ ہے۔ انسان دو قسم کے جذبوں کی کشمکش میں ہے۔ ایک لمّہٗ ملکیہ اور دوسرا لمّہٗ شیطانیہ۔ پہلا انسان کو نیکی کی طرف کھینچنا چاہتا ہے اور دوسرا بدی کی طرف۔ اس کشمکش کو مدنظر رکھ کر اختلاس یعنی جھپٹ مارنے کا لفظ استعارۃً استعمال کیا گیا ہے۔ نماز میں توجہ قائم رکھنے کے لئے بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے اور اسی پر خشوع خضوع وغیرہ قلبی حالتوں کے پیدا ہونے کا دارومدار ہے۔ اسی لئے خیالات کو منتشر کرنے والے اسباب سے روکا گیا ہے۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب الصلوۃ باب ۱۰۰ تا ۱۰۹ اروایت نمبر ۵۰۹ تا ۵۲۰)

اِذْهَبُوْا بِهَا اِلٰى اَبِىْ جَهْمٍ وَاْتُوْنِىْ بِاَنْبِجَانِيَّةٍ: مؤطا امام مالک میں حضرت عائشہؓ کی روایت منقول ہے کہ حضرت ابوجہمؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لوئی ہدیہ دی تھی جو آپؐ نے بجائے ردّ کرنے کے تبدیل کر لی۔

(مؤطا امام مالک . کتاب النداء للصلاة . باب النظر فی الصلاة)

بَاب ٩٤ :هَلْ يَلْتَفِتُ لِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ أَوْ يَرَى شَيْئًا أَوْ بُصَاقًا فِي الْقِبْلَةِ

کسی حادثہ کی وجہ سے جو اس کو پیش آئے یا کوئی چیز یا قبلہ کی دیوار پر تھوک دیکھے تو کیا وہ مڑ کر دیکھے

وَقَالَ سَهْلٌ الْتَفَتَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَرَأَى النَّبِيَّ ﷺ.

اور سہل (بن سعد) نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مڑے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔

٧٥٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ وَهُوَ يُصَلِّي بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ حِيْنَ انْصَرَفَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللَّهَ قِبَلَ وَجْهِهِ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ أَحَدٌ قِبَلَ وَجْهِهِ فِي الصَّلَاةِ.

۷۵۳: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ مسجد (کی دیوار) پر بلغم دیکھا اور آپؐ لوگوں کے آگے (کھڑے) نماز پڑھا رہے تھے۔ آپؐ نے اسے کھرچ ڈالا۔ پھر جب نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز میں ہوتا ہے تو اللہ کے سامنے ہوتا ہے۔ اس لئے نماز میں کوئی اپنے سامنے نہ تھوکے۔

رَوَاهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ وَابْنُ أَبِي رَوَّادٍ عَنْ نَّافِعٍ.

یہ حدیث موسیٰ بن عقبہ اور (عبدالعزیز) بن ابی رواد نے نافع سے روایت کی ہے۔

اطرافه: ٤٠٦، ١٢١٣، ٦١١١۔

٧٥٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسٌ قَالَ بَيْنَمَا الْمُسْلِمُوْنَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۷۵۴: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت انسؓ (بن مالک) نے مجھے بتایا۔ وہ کہتے تھے: اسی اثناء میں کہ مسلمان فجر کی نماز میں تھے،

وَسَلَّمَ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوْفٌ فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ وَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ لَهُ الصَّفَّ فَظَنَّ أَنَّهُ يُرِيْدُ الْخُرُوْجَ وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ أَنْ يَفْتَتِنُوْا فِي صَلَاتِهِمْ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ فَأَرْخَى السِّتْرَ وَتُوُفِّيَ مِنْ آخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے حجرے کا پردہ اُٹھایا اور ان کی طرف دیکھا۔ وہ صفیں باندھے ہوئے تھے۔ آپؐ مسکرائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹے تا آپؐ کے (آنے کی صورت) میں وہ صف میں جا ملیں وہ سمجھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر آنا چاہتے ہیں اور مسلمان دورانِ نماز آزمائش میں پڑنے لگے کہ آپؐ نے انہیں اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور آپؐ نے پردہ نیچے ڈال دیا اور اسی دن کے آخری وقت میں آپؐ نے وفات پائی۔

اطرافه: ٦٨٠، ٦٨١، ١٢٠٥، ٤٤٤٨.

تشریح: هَلْ يَلْتَفِتُ لِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ أَوْ يَرَى شَيْئًا: عنوان باب استفتاء کی صورت قائم کرکے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عمل کا حوالہ دیا گیا ہے۔ آپ نے دیوار پر سامنے بلغم دیکھا، جو کراہت پیدا کرتا تھا اور نماز سے توجہ ہٹانے کا باعث تھا۔ یہ واقعہ کتاب الصلوٰۃ باب ۳۳، ۳۴ میں بھی مذکور ہے۔ ان میں وَهُوَ يُصَلِّيْ کے الفاظ نہیں۔ روایت نمبر ۷۵۳ کے الفاظ میں کچھ ابہام ہے۔ الفاظ فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ حِيْنَ انْصَرَفَ سے ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ گویا آپؐ نے نماز ہی میں اسے کھرچا ہے۔ اسی غلط فہمی سے بچانے کے لئے امام بخاریؒ نے عنوان باب میں اَوْ يَرَى شَيْئًا اَوْ بُصَاقًا فِي الْقِبْلَةِ کہہ کر بتایا ہے کہ آپؐ نے نماز پڑھتے وقت تھوک دیکھا تھا نہ کہ کھرچا تھا جو کہ اس روایت کی دوسری سندوں سے واضح ہوتا ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۰۵)

امام موصوفؒ نے مذکورہ بالا استفتاء کا جواب حذف کر دیا ہے۔ وجہ یہ کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ نماز میں دیوار سے کھرچا ہے اور نہ حضرت ابوبکرؓ مڑے ہیں۔ کیونکہ روایت مندرجہ بالا (نمبر ۷۵۴) میں ان کے مڑنے کا ذکر نہیں، بلکہ اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹنے کا ذکر ہے۔

بَاب ۹۵: وُجُوبُ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُوْمِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ

تمام نمازوں میں امام اور مقتدی کے لئے قرآن پڑھنا واجب ہے حضر میں بھی اور سفر میں بھی

وَمَا يُجْهَرُ فِيْهَا وَمَا يُخَافَتُ

اور اُن نمازوں میں بھی جن میں بلند آواز سے پڑھا جائے اور اُن میں بھی جو خاموشی سے پڑھی جائیں۔

۷۵۵: حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ شَكَا أَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا فَشَكَوْا حَتَّى ذَكَرُوْا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ إِنَّ هَؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ أَمَّا أَنَا وَاللّٰهِ فَإِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْرِمُ عَنْهَا أُصَلِّي صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ قَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا أَوْ رِجَالًا إِلَى الْكُوْفَةِ فَسَأَلَ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوْفَةِ وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلَّا

۷۵۵: موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوعوانہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبدالملک بن عمیر نے ہمیں بتایا کہ حضرت جابرؓ بن سمرہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے تھے: کوفہ والوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت سعدؓ کی شکایت کی تو انہوں نے ان کو معزول کردیا اور حضرت عمارؓ کو ان کا عامل (حاکم) مقرر کیا۔ کوفہ والوں نے حضرت سعدؓ کے متعلق شکایات میں یہ بھی کہا کہ وہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے تو حضرت عمرؓ نے ان کو بلا بھیجا اور کہا: اے ابواسحاق! یہ (لوگ) تو کہتے ہیں کہ آپؓ اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھاتے۔ ابواسحاق نے کہا: میں تو بخدا انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھایا کرتا تھا۔ اس میں ذرہ بھی کم نہیں کرتا تھا۔ عشاء کی نماز پڑھاتا تو پہلی دو رکعتیں لمبی اور پچھلی دو رکعتیں ہلکی پڑھتا تھا۔ تب حضرت عمرؓ نے کہا: ابواسحاق! آپؓ کے متعلق یہی خیال تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ ایک آدمی یا چند آدمی کوفہ روانہ کئے تا ان

سَأَلَ عَنْهُ وَيُثْنُوْنَ {عَلَيْهِ ☆} مَعْرُوْفًا حَتَّى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكْنَى أَبَا سَعْدَةَ قَالَ أَمَّا إِذْ نَشَدْتَّنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ قَالَ سَعْدٌ أَمَا وَاللهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هَذَا كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَّسُمْعَةً فَأَطِلْ عُمْرَهُ وَأَطِلْ فَقْرَهُ وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُوْلُ شَيْخٌ كَبِيْرٌ مَفْتُوْنٌ أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ.

اطرافه: ٧٥٨، ٧٧٠۔

کے بارے میں کوفہ والوں سے پوچھیں۔ انہوں نے کوئی مسجد بھی نہ چھوڑی جہاں حضرت سعدؓ کے متعلق نہ پوچھا ہو اور لوگ (ان کی ☆) اچھی تعریف کرتے تھے۔ آخر وہ قبیلہ بنی عبس کی مسجد میں گئے۔ ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اسے اسامہ بن قتادہ کہتے تھے اور ابوسعدہ اس کی کنیت تھی۔ اس نے کہا: چونکہ تم نے ہمیں قسم دی ہے۔ اس لئے اصل بات یہ ہے کہ سعدؓ فوج کے ساتھ نہیں جایا کرتے تھے اور نہ برابر تقسیم کرتے تھے اور نہ فیصلہ میں انصاف کرتے تھے۔ حضرت سعدؓ نے کہا: دیکھو اللہ کی قسم! میں تین دعائیں کرتا ہوں۔ اے میرے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور ریاء اور شہرت کی غرض سے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کی محتاجی کو بڑھا اور اسے مصیبتوں کا تختۂ مشق بنا۔ اس کے بعد جب کوئی اس کا حال پوچھتا تو وہ کہتا پیر فرتوت ہوں۔ مصیبت زدہ ہوں۔ حضرت سعدؓ کی بددعا مجھے لگ گئی۔ عبدالملک کہتے تھے: میں نے اس کے بعد اسے دیکھا ہے کہ حالت یہ تھی کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھویں اس کی دونوں آنکھوں پر آپڑی تھیں اور تعجب ہے کہ وہ راستوں میں چھوکریوں کو چھیڑتا اور چشمک کرتا۔

☆ لفظ عَلَيْهِ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ٣٠٦) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

۷۵۶: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ مَّحْمُودِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

۷۵۶: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہم سے بیان کیا، کہا: زُہری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت محمودؓ بن ربیع سے، حضرت محمودؓ نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی۔

۷۵۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ يُصَلِّي كَمَا صَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ فَعَلِّمْنِي فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْدِلَ

۷۵۷: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ نے ہمیں بتایا کہ عبیداللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: سعید بن ابی سعید نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی۔ پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: واپس جاؤ اور نماز پڑھو۔ کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ چنانچہ وہ لوٹ گیا۔ پھر اس نے اسی طرح ہی نماز پڑھی جس طرح (پہلے) پڑھی تھی۔ پھر وہ آیا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپؐ نے فرمایا: واپس جاؤ اور نماز پڑھو۔ کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ آپؐ نے تین بار ایسا ہی فرمایا۔ اس نے کہا: اس ذات کی قسم ہے جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس لئے آپؐ

قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَافْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا.

مجھے سکھائیں۔ آپؐ نے فرمایا: جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہو۔ پھر قرآن میں سے جو میسر ہو، پڑھو۔ پھر رکوع کرو۔ یہاں تک کہ رکوع میں تمہیں اطمینان ہو جائے۔ پھر سر اٹھاؤ۔ یہاں تک کہ اطمینان سے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو۔ یہاں تک کہ سجدہ میں تمہیں اطمینان ہو جائے ۔ پھر سر اٹھاؤ۔ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ الغرض اپنی ساری نماز میں اسی طرح کرو۔

اطرافہ: ۷۹۳، ٦٢٥١، ٦٢٥٢، ٦٦٦٧۔

٧٥٨: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ سَعْدٌ كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ لَا أَخْرِمُ عَنْهَا أَرْكُدُ فِي الْأُوْلَيَيْنِ وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ.

۷۵۸: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالملک بن عُمیر سے، عبدالملک نے حضرت جابرؓ بن سمرہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت سعدؓ کہتے تھے: میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح ہی ظہر اور عصر☆ کی نماز پڑھایا کرتا تھا۔ میں آپؐ کی نماز سے ذرہ بھی فرق نہیں کرتا تھا۔ پہلی دو رکعتوں کو لمبی کرتا اور پچھلی دو رکعتوں کو ہلکی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا آپؐ کے متعلق یہی خیال ہے۔

اطرافہ: ۷۵۵، ۷۷۰۔

تشریح: **وُجُوبُ الْقِرَاءَةِ**: یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے علاوہ قرآن مجید سے جو میسر ہو پڑھا جائے اور باقی ایک دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ان میں بھی سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن مجید پڑھا جائے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آپ کا ارشاد اِقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ اپنے مفہوم میں مطلق ہے۔ یعنی سورہ فاتحہ کے ساتھ مقیّد نہیں۔ قرآن مجید میں سے جو بھی یاد

☆ صَلَاةَ الْعَشِيِّ: زوالِ شمس سے غروبِ شمس تک کا وقت عَشِيّ کہلاتا ہے۔ (لسان العرب تحت لفظ عشي) بعض شارحین نے اس جگہ لفظِ عَشِيّ سے ظہر اور عصر کی نمازیں مراد لی ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۰۹)

ہو۔اس کے پڑھنے سے نماز ہوجائے گی۔ان کی رائے ہے کہ سورہ فاتحہ کے پڑھنے کے متعلق آپؐ کا جوارشاد حدیث نمبر ۷۵۶ میں مندرج ہے۔اس سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے، بلکہ اگر صرف ایک رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھ لی جائے تو آپؐ کے ارشاد کی تعمیل ہوجائے گی۔چنانچہ ان کے نزدیک آخری رکعتوں میں اگر کوئی سورہ فاتحہ وغیرہ نہ پڑھے اور صرف تسبیح وتحمید پر اکتفا کرے تو اس کی نماز ہوجائے گی۔ (بداية المجتهد) یعنی جہاں تک فرض کا تعلق ہے فریضہ نماز ادا سمجھا جائے گا۔وہ سورہ فاتحہ کی ہر رکعت میں پڑھے جانے کی بابت صرف سنت سے استدلال کرتے ہیں نہ کسی حکم کی اتباع پر۔اس لئے ان کے نزدیک اس کا پڑھنا واجب ہے نہ کہ فرض۔غرض یہ فقہی اختلاف مدنظر رکھ کر مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے اور اس مسئلہ میں امام بخاریؒ کا حتمی فیصلہ یہ ہے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنی فرض ہے۔چنانچہ انہوں نے تین روایتوں سے تین استدلال کئے ہیں۔چار رکعتوں میں پڑھنے کی نسبت روایت نمبر ۷۵۵ سے استدلال کیا گیا ہے۔فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأَخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ لمبی اور ہلکی رکعتیں پڑھنے سے مراد قرأت ہی کا چھوٹا لمبا ہونا ہے۔دیکھئے روایت نمبر ۷۵۸، ۷۵۹۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا تھا کہ وہ دو رکعتیں لمبی پڑھتے ہیں اور باقی دو چھوٹی۔گویا اعتراض کرنے والوں کے نزدیک رکعتوں میں یہ تفاوت جائز نہ تھا۔حضرت عمرؓ نے کوفہ والوں کی شکایت سے متعلق تحقیق کرنے کے لئے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بھیجا۔جو عمّال یعنی والیانِ علاقہ جات کے افسر تھے۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۱۰) (تفصیل کے لئے دیکھئے طبری جز ۵ صفحہ ۲۶۰۷ مطبوعہ مصر ۲۱ھ) غرض اس روایت سے ہر رکعت میں قرأت کے بارے میں استنباط کیا گیا ہے۔

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَءُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ: دوسری روایت سے یہ استدلال کیا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں۔ایک رکعت بھی نماز ہے جیسا کہ وتر۔پس جو رکعت بھی سورہ فاتحہ سے خالی ہوگی وہ نماز نہیں کہلا سکتی۔اس روایت سے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے جو درست ہے۔تیسری روایت نمبر ۷۵۷ وہ روایت ہے جس کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوا ہے۔

اِقْرَأْ مَاتَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ: یہ ارشاد اپنے اندر عمومیت رکھتا ہے اور سابقہ حدیث اور یہ حدیث دونوں کو پہلو بہ پہلو رکھ کر اگر غور کیا جائے تو صاف واضح ہوجائے گا کہ یہ روایت آپس میں مخالف نہیں بلکہ خصوص وعموم کی نسبت رکھتی ہیں۔ایک میں سورہ فاتحہ سے متعلق تخصیص ہے۔یعنی اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔کم از کم عبادت جس پر لفظ صَلٰوة اطلاق پاسکتا ہے،ایک رکعت ہے اور دوسری روایت میں عمومیت ہے۔یعنی سورہ فاتحہ کا پڑھنا تو فرض اور نماز کی تکمیل کے لئے شرط ہے اور اس کے علاوہ قرآن مجید سے جو یاد ہو پڑھے۔چونکہ کسی مستند روایت سے معلوم نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر وحضر یا امام ومقتدی سے متعلق کوئی تخصیص فرمائی ہو، اس لئے امام بخاریؒ نے عنوان باب میں امام ومقتدی دونوں کی قرأت کا ذکر کیا ہے۔مطلق حکم کو مقید کرنے کے لئے کوئی وجہ ہونی چاہیے۔اگلے آٹھ بابوں میں امام موصوفؒ نے اسی مسئلہ قرأت کے بارے میں مفصل بحث کی ہے۔

بَاب ٩٦ : اَلْقِرَاءَةُ فِي الظُّهْرِ

ظہر کی نماز میں قرآن مجید پڑھنا

٧٥٩: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيُسْمِعُ الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ { وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى☆} وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ.

اطرافه: ٧٦٢، ٧٧٦، ٧٧٨، ٧٧٩۔

۷۵۹: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحیٰی سے، یحیٰی نے حضرت عبداللہؓ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں (قرأت) لمبی کرتے اور دوسری میں چھوٹی اور کبھی کبھی کوئی آیت ہم کو سنا بھی دیتے اور عصر میں بھی سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ { پہلی رکعت میں (قرأت) لمبی کرتے☆} اور آپؐ نماز صبح کی پہلی رکعت میں بھی (قرأت) لمبی کرتے تھے اور دوسری میں چھوٹی۔

٧٦٠: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ سَأَلْنَا خَبَّابًا أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ قَالَ

۷۶۰: عمر بن حفص نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: اعمش نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عمارہ نے مجھے بتایا کہ ابومعمر سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ہم نے حضرت خبابؓ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ ظہر اور عصر کی نمازوں میں (قرآن مجید) پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا:

☆ الفاظ وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُوْلٰى عمدۃ القاری کے مطابق ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۶ صفحہ۲۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

ہاں۔ ہم نے کہا: آپ لوگوں کو کیسے معلوم ہوتا تھا؟ کہا: حضورؐ کی ریش مبارک کے ہلنے سے۔

اطرافہ: ٧٤٦، ٧٦١، ٧٧٧۔

تشریح: **اَلْقِرَاءَةُ فِي الظُّهْرِ:** باب نمبر۹۶ سے باب نمبر۱۰۴ تک پانچ نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے سے متعلق روایتیں پیش کی گئی ہیں اور سابقہ باب کے مضمون پر بالتفصیل بحث ہے۔ چنانچہ پانچویں نماز صبح سے متعلق بھی باب ۱۰۴، ۱۰۵ جو قائم کئے ہیں ان میں سورۂ فاتحہ اور قرآن مجید پڑھنے یا نہ پڑھنے کا سوال روایتاً اور درایتاً حل کر کے یہ مضمون اس طرح ختم کیا ہے کہ پہلے ایسی مستند روایتیں پیش کی ہیں؛ جن سے بالوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر میں بھی اور مغرب وعشاء اور صبح میں بھی قران مجید پڑھا کرتے تھے۔ ظہر اور عصر سے متعلق صحابہؓ کا صرف قیاس ہی نہیں پیش کیا بلکہ ان کی سماعی شہادت بھی ان الفاظ میں پیش کی ہے: وَيُسْمِعُ الْآيَةَ أَحْيَانًا ...... ظہر میں بھی اور عصر میں بھی۔ (دیکھئے روایت نمبر۷۵۹، ۷۶۲) اور باقی نمازوں میں قرآن مجید پڑھنے سے متعلق تو کوئی شبہ ہی نہیں۔ یہ متواتر شہادتیں پیش کرنے کے بعد آخر میں روایت نمبر۷۷۴ حضرت ابن عباسؓ کی شاذ اور مجمل روایت پیش کر کے ان کے اپنے ہی الفاظ میں مضمون ختم کیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب:۲۲) یعنی اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل درآمد واضح ہے اور مختلف شہادتوں سے ثابت ہے کہ آپؐ سورۂ فاتحہ اور اس کے علاوہ (مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ) اور سورتیں بھی پڑھتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ بعض نمازوں میں خاموش رہتے تھے۔ محض خاموشی سے استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ آپؐ کچھ بھی نہ پڑھتے تھے۔ اس کے مقابل میں دس سے زیادہ وہ مستند روایتیں ہیں جن سے آپؐ کے پڑھنے کی بابت شہادت ملتی ہے۔ پس جو بات ثابت شدہ ہے اس کو اس روایت پر ترجیح دی جائے گی۔ جس میں نفی کا پہلو کمزور ہو۔ یہ وہ حل ہے جو امام موصوفؒ نے ان ابواب میں پیش کیا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آیا آخری رکعتوں میں بھی آپؐ قرآن پڑھا کرتے تھے؟ روایت نمبر۷۵۸ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی شہادت دوبارہ پیش کی ہے۔ أَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ سے مراد قرأت ترک کرنا نہیں بلکہ اختصار کرنا ہے۔ روایت نمبر۷۵۵ کے الفاظ یہ ہیں: أَخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ یعنی میں آخری رکعتیں ہلکی پڑھتا ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان میں آپؐ خاموش نہیں کھڑے رہتے تھے بلکہ پڑھتے تھے۔ یہ سوال کہ آپؐ کیا پڑھتے تھے؟ اس کا جواب حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات نمبر۷۷۲ و ۷۷۶ میں ہے۔ یعنی آپؐ آخری رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ یہی مذہب امام مالکؒ اور جمہور کا ہے، جو امام بخاریؒ نے بھی اختیار کیا ہے۔ روایت نمبر۷۵۵، ۷۵۸، ۷۷۰ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے الفاظ أَخِفُّ یا أَحْذِفُ سے تو یہ تعیین نہیں ہوتی کہ آپؐ آخری رکعتیں کتنی ہلکی پڑھتے تھے۔ مگر روایت نمبر۷۷۶ میں اس کی تعیین ہے کہ آپؐ صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔

بَاب ۹۷: اَلْقِرَاءَةُ فِي الْعَصْرِ

عصر کی نماز میں قرآن مجید پڑھنا

۷۶۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قُلْتُ لِخَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ قِرَاءَتَهُ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

۷۶۱: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے عمارہ بن عُمیر سے، عمارہ نے ابومعمر سے روایت کی کہا: میں نے حضرت خبابؓ بن ارتّ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: حضورؐ کے پڑھنے کا علم آپؐ کو کیسے ہوتا؟ کہا: حضورؐ کی ریشِ مبارک کے ہلنے سے۔

اطرافه: ۷٤٦، ۷٦۰، ۷۷۷۔

۷۶۲: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ سُورَةٍ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا.

۷۶۲: مکی بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے یحيٰ بن ابی کثیر سے، یحيٰ نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور ایک اور سورۃ پڑھا کرتے تھے اور کبھی ہمیں بھی کوئی آیت سنا دیتے۔

اطرافه: ۷٥۹، ۷۷٦، ۷۷۸، ۷۷۹۔

بَاب۹۸ : اَلْقِرَاءَةُ فِي الْمَغْرِبِ

مغرب کی نماز میں قرآن مجید پڑھنا

٧٦٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ وَاللهِ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَاءَتِكَ هَذِهِ السُّوْرَةَ إِنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ.

اطرافه: ٤٤٢٩.

۷۶۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے۔ ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے، عبیداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ (ان کی والدہ) ام الفضل نے ان کو وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا پڑھتے سنا تو کہا: میرے بیٹے بخدا! تم نے تو یہ سورۃ پڑھ کر مجھے یاد دِلا دیا ہے کہ یہ آخری سورۃ تھی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی۔ آپؐ مغرب کی نماز میں یہ پڑھ رہے تھے۔

٧٦٤: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ مَّرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارٍ وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِطُولَى الطُّوْلَيَيْنِ.

۷۶۴: ابوعاصم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے۔ ابن جریج نے ابن ابی ملیکہ سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے مروان بن حکم سے روایت کی وہ کہتے تھے: حضرت زیدؓ بن ثابت نے مجھ سے کہا: تمہیں کیا ہے کہ مغرب کی نماز میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے ہو۔ حالانکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لمبی سے لمبی دوسورتیں پڑھتے سنا۔

بَاب ۹۹: اَلْجَهْرُ فِي الْمَغْرِب

مغرب کی نماز میں بلند آواز (سے قرأت) کرنا

۷۶۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ.

۷۶۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے محمد بن جبیر بن مطعم سے، ابن جبیر نے اپنے باپ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ نے مغرب کی نماز میں سورۃ وَالطُّوْرِ پڑھی۔

اطرافہ: ۳۰۵۰، ۴۰۲۳، ۴۸۵۴۔

بَاب ۱۰۰: اَلْجَهْرُ فِي الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز میں بلند آواز (سے قرأت) کرنا

۷۶۶: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ لَهُ قَالَ سَجَدْتُّ خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتَّى أَلْقَاهُ.

۷۶۶: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: معتمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے بکر سے، بکر نے ابورافع سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو انہوں نے سورۃ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ پڑھی اور سجدہ (تلاوت) کیا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالقاسم ﷺ کے پیچھے سجدہ کیا تھا۔ اس لئے میں ہمیشہ اس میں سجدہ کروں گا۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ سے جاملوں۔

اطرافہ: ۷۶۸، ۱۰۷۴، ۱۰۷۸۔

٧٦٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ.

٧٦٧: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا کہ عدی سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت براءؓ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے۔ آپؐ نے عشاء کے وقت ایک رکعت میں سورۃ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ پڑھی۔

اطرافہ: ٧٦٩، ٤٩٥٢، ٧٥٤٦۔

بَاب ١٠١: اَلْقِرَاءَةُ فِي الْعِشَاءِ بِالسَّجْدَةِ

عشاء کی نماز میں سجدہ والی سورۃ پڑھنا

٧٦٨: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنِي التَّيْمِيُّ {عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ ☆} قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَا هَذِهِ قَالَ سَجَدْتُّ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتَّى أَلْقَاهُ.

٧٦٨: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یزید بن زریع نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ تیمی نے مجھے بتایا۔ {انہوں نے بکر سے، بکر نے ابورافع سے روایت کی۔☆} انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو انہوں نے سورۃ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ پڑھی اور سجدہ کیا۔ میں نے کہا: یہ سجدہ کیسا؟ انہوں نے کہا: میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس سورۃ میں سجدہ کیا تھا۔ اس لئے میں ہمیشہ ہی اس میں سجدہ کروں گا۔ یہاں تک کہ آپؐ سے جاملوں۔

اطرافہ: ٧٦٦، ١٠٧٤، ١٠٧٨۔

☆ الفاظ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۳۲۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ١٠٢: اَلْقِرَاءَةُ فِي الْعِشَاءِ
عشاء کی نماز میں قرآن پڑھنا

٧٦٩: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ فِي الْعِشَاءِ وَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ أَوْ قِرَاءَةً.

۷۶۹: خلاد بن یحيٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ مسعر نے ہمیں بتایا، کہا: عدی بن ثابت نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء کی نماز میں سورہٴ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے کسی کو بھی نہیں سنا جو بلحاظ آواز یا قرأت کے آپؐ سے اچھا پڑھنے والا ہو۔

اطرافه: ٧٦٧، ٤٩٥٢، ٧٥٤٦۔

بَاب ١٠٣: يُطَوِّلُ فِي الْأُوْلَيَيْنِ وَيَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ
پہلی دو رکعتوں میں قرأت لمبی کرے اور پچھلی دو رکعتوں میں مختصر کرے

٧٧٠: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عَوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ لَقَدْ شَكَوْكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الصَّلَاةِ قَالَ أَمَّا أَنَا فَأَمُدُّ فِي الْأُوْلَيَيْنِ وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ وَلَا آلُوْ مَا اقْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَدَقْتَ ذَاكَ

۷۷۰: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ ابوعون سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابرؓ بن سمرہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ (بن ابی وقاص) سے کہا: لوگوں نے تو ہر بات میں آپ کی شکایت کی ہے۔ یہاں تک کہ نماز میں بھی۔ حضرت سعدؓ نے کہا: میں تو پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھاتا ہوں اور پچھلی دو چھوٹی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی پیروی کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ

الظَّنُّ بِكَ أَوْ ظَنِّي بِكَ.

نے کہا: آپؐ نے سچ کہا ہے۔ آپؐ کے متعلق میرا یہی خیال تھا یا کہا: آپؐ پر میرا یہی گمان تھا۔

اطرافہ: ۷۵۵، ۷۵۸۔

بَاب ۱۰۴ :اَلْقِرَاءَةُ فِي الْفَجْرِ
صبح کی نماز میں قرأت

وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِالطُّورِ.

اور حضرت ام سلمہؓ کہتی تھیں: نبی ﷺ نے سورۂ طور پڑھی۔

۷۷۱: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِب وَلَا يُبَالِي بِتَأْخِيْرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيْسَهُ وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ أَوْ إِحْدَاهُمَا مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ.

۷۷۱: آدم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہم سے شعبہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ سیار بن سلامہ نے ہمیں بتایا، کہا: میں اور میرے والد حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ کے پاس گئے اور ہم نے ان سے نمازوں کے اوقات پوچھے تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سورج ڈھلنے پر پڑھا کرتے تھے اور نماز عصر ایسے وقت پڑھتے کہ آدمی (نماز پڑھ کر) شہر کے آخری حصہ میں واپس چلا جاتا اور سورج ابھی روشن ہوتا اور مغرب کا وقت جو انہوں نے بتایا تھا میں بھول گیا اور آپؐ عشاء کے لئے ایک تہائی رات تک دیر کرنے میں پرواہ نہ کرتے۔ اس سے پہلے سونا اور اس کے بعد باتیں کرنا پسند نہ فرماتے اور صبح کی نماز (ایسے وقت) پڑھتے کہ آدمی (نماز سے) فارغ ہوکر اپنے پاس بیٹھنے والوں کو پہچان لیتا اور صبح کی دونوں رکعتوں میں یا ایک رکعت میں ساٹھ آیتوں سے لے کر سو آیات تک پڑھا کرتے تھے۔

اطرافہ: ۵۴۱، ۵۴۷، ۵۶۸، ۵۹۹۔

۷۷۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا أَخْفَى عَنَّا أَخْفَيْنَا عَنْكُمْ وَإِنْ لَّمْ تَزِدْ عَلَى أُمِّ الْقُرْآنِ أَجْزَأَتْ وَإِنْ زِدْتَّ فَهُوَ خَيْرٌ.

۷۷۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: اسماعیل بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابن جریج نے ہمیں بتایا، کہا: عطاء نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ہمیں سنایا، ہم نے وہ تم کو سنایا اور جو آپؐ نے ہم سے نہیں فرمایا، ہم نے تم سے نہیں کہا۔ اگر تم امّ القرآن (سورہ فاتحہ) سے زائد نہ پڑھو تو وہی کافی ہے اور اگر زائد پڑھو تو بہتر ہے۔

بَاب ۱۰۵: اَلْجَهْرُ بِقِرَاءَةِ صَلَاةِ الْفَجْرِ

نمازِ فجر میں بلند آواز سے قرأت کرنا

وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ طُفْتُ وَرَاءَ النَّاسِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَيَقْرَأُ بِالطُّوْرِ.

اور حضرت امّ سلمہؓ کہتی تھیں: میں نے لوگوں کے پرے ہو کر (بیت اللہ کا) طواف کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور (اس وقت) سورۂ طور پڑھ رہے تھے۔

۷۷۳: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ عَامِدِيْنَ إِلَى سُوْقِ عُكَاظَ وَقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ

۷۷۳: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوبشر سے، ابوبشر نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ایک گروہ سمیت عکاظ منڈی کا قصد کرتے ہوئے چل پڑے جبکہ آسمان کی خبر اور شیطانوں کے درمیان روک ڈال دی گئی تھی اور ان پر شعلے چھوڑ دیئے گئے تھے۔ یہ شیطان اپنی قوم کی

وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا مَا لَكُمْ فَقَالُوْا حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالُوْا مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ إِلَّا شَيْءٌ حَدَثَ فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هَذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَانْصَرَفَ أُولَئِكَ الَّذِينَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدِيْنَ إِلَى سُوْقِ عُكَاظَ وَهُوَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوْا الْقُرْآنَ اسْتَمَعُوْا لَهُ فَقَالُوا هَذَا وَاللهِ الَّذِي حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَهُنَالِكَ حِيْنَ رَجَعُوْا إِلَى قَوْمِهِمْ وَقَالُوْا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَّهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا (الجنّ:۳،٤) فَأَنْزَلَ اللهُ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ (الجن:۲) وَإِنَّمَا أُوْحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ.

اطرافه: ٤٩٢١۔

طرف لوٹ کر آئے تو لوگوں نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان روک ڈال دی گئی ہے اور ہم پر شعلے پھینکے گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا: ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان روک ہوگئی ہے۔ اس لئے زمین کے مشرق اور مغرب میں پھر کر دیکھو کہ یہ کیا بات ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان روک ہے؟ چنانچہ وہ لوگ جو تہامہ کی طرف نکلے تھے؛ پھرتے پھراتے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبکہ آپؐ نخلہ (مقام) میں تھے؛ عکاظ منڈی کا قصد کرتے ہوئے آپہنچے۔ آپؐ اپنے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب ان لوگوں نے قرآن سنا تو اس کو غور سے سننے لگے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! یہ ہے وہ جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان روک ہے۔ پس اس موقع پر جبکہ وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ کر گئے تھے۔ انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! ہم نے تو عجیب قرآن سنا ہے۔ جو بھلائی کی طرف ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ ہم تو اسے مان چکے ہیں۔ اب ہم اپنے ربّ کے ساتھ ہرگز کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ تب اللہ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ سورۃ اُتاری: قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ. اور جنّوں نے جو بات (اپنی قوم سے) کہی تھی؛ وہی آپؐ پر وحی کی گئی۔

٧٧٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا أُمِرَ وَسَكَتَ فِيْمَا أُمِرَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (مريم:٦٥) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الاحزاب:٢٢)

۷۷۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ایوب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: نبی ﷺ کو جس (نماز) میں (پڑھنے کا) حکم ہوا اس میں آپؐ نے پڑھا اور جس میں (خاموش رہنے کا) حکم ہوا، اس میں آپؐ خاموش رہے اور تیرا ربّ بھولنے والا نہیں اور یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں اچھا نمونہ ہے۔

تشریح: اَلْجَهْرُ بِقِرَأَةِ صَلَاةِ الْفَجْرِ: حضرت ام سلمہؓ کی روایت کتاب الحج باب طواف النساء مع الرجال میں مفصل مذکور ہے۔ (روایت نمبر ۱۶۱۹) وہاں ایک اور روایت (نمبر ۱۶۲۶) میں تصریح ہے کہ یہ صبح کی نماز تھی۔ اس باب کی روایت (نمبر ۷۷۳) سے صرف اس قدر ثابت کرنا مقصود ہے کہ آپؐ صبح کی نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ وَهُوَ يُصَلِّيْ بِأَصْحَابِهِ صَلٰوةَ الْفَجْرِ.

عُکَاظ نخلہ اور طائف کے درمیان ایک مشہور مقام ہے۔ یہاں میلہ لگا کرتا تھا۔ طائف سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۶ صفحہ ۳۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میلے میں بغرض تبلیغ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ واقعہ مذکور مکی زندگی کا ہے۔ سورۂ جن ہجرت سے دو سال قبل نازل ہوئی اور اس وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک سال کے تھے۔ اس لئے یہ امر یقینی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے واقعہ مذکور کسی سے سن کر بیان کیا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت نمبر ۷۷۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اونچی آواز سے یا دل میں پڑھنا حکم الٰہی کے مطابق تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَاتَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ (الاعراف:۲۰۶) {اور تو اپنے رب کو اپنے دل میں کبھی گڑگڑاتے ہوئے اور کبھی ڈرتے ڈرتے اور بغیر اونچی آواز کیے صبحوں اور شاموں کے وقت یاد کیا کر اور غافلوں میں سے نہ ہو۔} اور فرماتا ہے۔ وَلَاتَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَاتُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل:۱۱۱) {اور اپنی نماز نہ بہت اونچی آواز میں پڑھ اور نہ اسے بہت دھیما کر۔ اور ان کے درمیان کی راہ اختیار کر۔} ان دونوں آیتوں کو پہلو بہ پہلو رکھنے سے دُوْنَ الْجَهْرِ کا مفہوم واضح ہوجاتا ہے۔ جَهْرٌ کے معنے ہیں؛ آواز خوب بلند کرنا۔ بِصَوْتٍ لَهٗ جَهْوَرِيٌّ اَىْ شَدِيْدٍ عَالٍ (لسان العرب تحت لفظ جهر) یعنی بہت بلند آواز۔ دُوْنَ الْجَهْرِ کے معنی ہوئے بلند آواز سے کم یعنی درمیانی آواز۔ اٰصَالٌ کے معنی ہیں اوقاتِ شام یعنی مغرب وعشاء۔ اس لئے پہلی آیت کے یہ معنی ہیں: اپنے ربّ کو اپنے دل میں یاد کر؛ عاجزی اور خوف سے

اور پکار کر بھی؛ بہت اونچی آواز نہ ہو؛ صبح بھی اور شام بھی۔ قواعد علم المعانی کی رو سے دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ کا تعلق بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ کے ساتھ ہے اور اس فقرے کا تقابل الفاظ فِيْ نَفْسِكَ سے ہے۔ یعنی مغرب، عشاء اور فجر میں ذکر الٰہی بلند آواز سے بھی ہو اور جملہ وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيْفَةً کا تعلق ہر نماز کے ساتھ ہے۔ یعنی تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً کا ایک عام حکم دے کر اس کے ساتھ مغرب وعشاء اور فجر کی نمازوں کی کچھ رکعتوں میں بلند آواز سے پڑھنے کی تخصیص فرمائی ہے۔ یہ امر کہ دُوْنَ الْجَهْرِ سے بلند آواز سے پڑھنا مراد ہے، آیت وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل:۱۱۱) سے بھی ثابت ہے۔ غرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اونچی آواز یا خاموشی سے پڑھنا اللہ تعالیٰ کے صریح ارشاد کے مطابق تھا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں اس کی صراحت ہے اور ان آیات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آہستہ پڑھنے والی رکعت میں بھی پڑھا جائے۔ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کے معنی ہیں، اپنی نماز میں بالکل گنگ نہ ہو جاؤ۔ خَفُوْتًا کے معنی ہیں سکون، انقطاعِ کلام، سکوتِ تام (لسان العرب زیر لفظ خفت) لَا تُخَافِتْ بِهَا یعنی خاموشی میں بھی ذکر الٰہی منقطع نہ ہو۔

بَاب ١٠٦: اَلْجَمْعُ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ فِي الرَّكْعَةِ

ایک رکعت میں دو سورتوں کا پڑھنا

وَالْقِرَاءَةُ بِالْخَوَاتِيْمِ وَبِسُوْرَةٍ قَبْلَ سُوْرَةٍ وَبِأَوَّلِ سُوْرَةٍ وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمُؤْمِنُوْنَ، فِي الصُّبْحِ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوْسَى وَهَارُوْنَ أَوْ ذِكْرُ عِيْسَى أَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ وَقَرَأَ عُمَرُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلَى بِمِائَةٍ وَّعِشْرِيْنَ آيَةً مِنَ الْبَقَرَةِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِنَ الْمَثَانِي وَقَرَأَ الْأَحْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْأُوْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوْسُفَ أَوْ يُوْنُسَ وَذَكَرَ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ

اور سورۃ کی آخری آیتیں پڑھنا۔ ترتیب کے خلاف پڑھنا۔ اور سورۃ کی ابتدائی آیتیں پڑھنا اور عبداللہ بن سائب سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں سورۃ المؤمنون پڑھی۔ یہاں تک کہ جب آپؐ حضرت موسیٰؑ وحضرت ہارونؑ کے ذکر تک پہنچے، یا حضرت عیسیٰؑ کے ذکر تک تو آپؐ کو خفیف سی کھانسی ہوئی اور آپؐ نے رکوع کیا اور حضرت عمرؓ نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی ایک سو بیس آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں مثانی میں سے ایک سورۃ پڑھی اور احنف نے پہلی رکعت میں سورۂ کہف پڑھی اور دوسری میں سورۂ یوسف یا سورۂ یونس اور بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الصُّبْحَ بِهِمَا وَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُودٍ بِأَرْبَعِيْنَ آيَةً مِّنَ الْأَنْفَالِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ وَقَالَ قَتَادَةُ فِيْمَنْ يَقْرَأُ سُوْرَةً وَاحِدَةً فِي رَكْعَتَيْنِ أَوْ يُرَدِّدُ سُوْرَةً وَاحِدَةً فِي رَكْعَتَيْنِ كُلٌّ كِتَابُ اللهِ.

ساتھ صبح کی نماز پڑھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی دو سورتیں پڑھیں اور حضرت ابن مسعودؓ نے انفال کی چالیس آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں مفصل میں سے ایک سورۃ پڑھی اور قتادہ نے ایسے شخص سے متعلق جواز کا فتویٰ دیا ہے جو ایک ہی سورۃ دو رکعتوں میں (تقسیم کر کے) پڑھے یا دو رکعتوں میں ایک ہی سورۃ دُہرائے۔ (کہا:) سب اللہ کی کتاب ہے۔

٧٧٤م: وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ وَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُوْرَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلَاةِ مِمَّا يَقْرَأُ بِهِ افْتَتَحَ بِ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ (الاخلاص:۲) حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا ثُمَّ يَقْرَأُ سُوْرَةً أُخْرَى مَعَهَا وَكَانَ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ فَقَالُوْا إِنَّكَ تَفْتَتِحُ بِهَذِهِ السُّوْرَةِ ثُمَّ لَا تَرَى أَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتَّى تَقْرَأَ بِأُخْرَى فَإِمَّا اَنْ تَقْرَأَ بِهَا وَإِمَّا أَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِأُخْرَى فَقَالَ مَا أَنَا بِتَارِكِهَا إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أَؤُمَّكُمْ بِذَلِكَ فَعَلْتُ وَإِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ وَكَانُوْا

۷۷۴م: اور عبیداللہ بن عمر نے ثابت سے، ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک انصاری آدمی مسجد قباء میں ان کی امامت کیا کرتا تھا۔ وہ جب کبھی ان سورتوں میں سے جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں، کوئی سورۃ شروع کرتا تو پہلے قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھتا۔ جب اسے پڑھ لیتا تو پھر اس کے ساتھ کوئی اور سورۃ پڑھتا اور ہر رکعت میں ایسا ہی کرتا۔ اس کے ساتھیوں نے اس بارہ میں اس سے بات کی اور کہا: تم اس سورۃ سے شروع کرتے ہو اور پھر نہیں سمجھتے کہ یہ سورۃ تمہیں کافی ہوگی۔ بلکہ ایک اور سورۃ بھی پڑھتے ہو تو تم اسی کو پڑھا کرو۔ یا اس کو چھوڑ دو اور کوئی دوسری سورۃ پڑھو۔ اس نے کہا: میں تو اسے ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ اگر تم پسند کرتے ہو کہ میں اسی طرح تمہاری امامت کروں تو میں تمہارا امام رہوں گا اور اگر تمہیں یہ پسند نہیں تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا اور وہ لوگ اس کو

يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْ أَفْضَلِهِمْ وَكَرِهُوْا أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوْهُ الْخَبَرَ فَقَالَ يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلَى لُزُوْمِ هَذِهِ السُّوْرَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّهَا فَقَالَ حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ.

اپنے میں سب سے بہتر سمجھتے تھے اور انہوں نے پسند نہ کیا کہ اس کے سوا کوئی اور ان کا امام ہو۔ جب نبی ﷺ ان کے پاس آئے تو انہوں نے آپؐ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا: اے فلاں! جو بات تمہارے ساتھی تم سے کہتے ہیں، تمہیں اس فعل سے کون سی بات روکتی ہے؟ اور کیا وجہ ہے کہ تم نے یہ سورۃ ہر رکعت میں لازم کرلی ہے؟ اُس نے کہا: یہ سورۃ مجھے بہت پیاری ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی محبت نے تمہیں جنت میں داخل کر دیا۔

۷۷۵: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ فِي رَكْعَةٍ فَقَالَ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ فَذَكَرَ عِشْرِيْنَ سُوْرَةً مِّنَ الْمُفَصَّلِ سُوْرَتَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ.

۷۷۵: آدم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا کہ عمرو بن مرّہ سے روایت ہے، کہا: میں نے ابووائل سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ایک آدمی حضرت (عبداللہ) بن مسعودؓ کے پاس آیا۔ اس نے کہا: میں نے آج رات ایک رکعت میں ساری مفصل پڑھی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا: جلدی جلدی جیسے شعر پڑھے جاتے ہیں۔ میں وہ ہم مشابہ سورتیں جانتا ہوں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھا کرتے تھے۔ پھر حضرت عبداللہؓ نے مفصل کی بیس سورتوں کا ذکر کیا۔ ہر رکعت میں دو دو سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

اطرافه: ٤٩٩٦، ٥٠٤٣۔

تشریح: **اَلْجَمْعُ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ:** اس باب میں چار مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔ پہلا مسئلہ ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنے سے متعلق ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک حوالہ حضرت انسؓ کا دیا گیا ہے۔ (نمبر۷۷۴م) اور دوسرا حوالہ حضرت ابن مسعودؓ کا۔ (نمبر۷۷۵) دوسرا مسئلہ سورۃ کی آخری آیتیں پڑھنے سے متعلق ہے۔ اس بارہ میں

حضرت عمرؓ اور قتادہ کا حوالہ دیا ہے۔ تیسرا مسئلہ تقدیم و تاخیر سے متعلق؛ احنف بن قیس اور ایک انصاری کا حوالہ دیا ہے۔ چوتھا مسئلہ ابتدائی حصہ سورۃ سے متعلق عبداللہ بن سائب کا حوالہ دیا ہے۔ ان حوالوں کی تفصیل فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۳۱ تا ۳۳۷ میں دیکھی جائے۔

مثانی پہلی سات سورتیں چھوڑ کر مفصل تک یعنی سورۂ قٓ تک۔ **مفصل** سورتیں سورۂ قٓ سے لے کر آخر تک ہیں۔

غرض مذکورہ بالا طریقوں میں سے جس طریقہ سے بھی قرآن مجید پڑھا جائے جائز ہوگا۔ **كُلٌّ كِتَابُ اللّٰهِ** یعنی ان میں سے ہر ایک سورۃ کتاب اللہ ہے۔ روایت نمبر ۷۷۴م میں جس شخص کے سورۂ اخلاص پڑھنے کے متعلق ذکر ہے؛ بعض روایات کے مطابق وہ حضرت کلثوم بن الہدمؓ ہیں۔ روایت نمبر ۷۷۵ میں مذکور ہے کہ ایک شخص (جن کا نام مسلم کی روایت کے مطابق نہیک بن سنان ہے) زیادہ تلاوت کرنے کو خوبی سمجھا (خواہ جلدی جلدی ہی) حضرت ابن مسعودؓ نے اس طرح پڑھنا ناپسند کیا۔ ان کے نزدیک یہ طریقہ ارشاد الٰہی وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (المزمل:۵) {اور قرآن کو خوب نکھار کر پڑھا کر۔} کے خلاف ہے۔ زیادہ پڑھنا کوئی خوبی نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے کا حوالہ دے کر بتایا گیا ہے کہ آپؐ نماز تہجد میں عموماً مفصل سورتیں جو سورۃ قٓ سے آخر تک ہیں، پڑھا کرتے تھے۔

بَاب ۱۰۷: يَقْرَأُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

پچھلی دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے

۷۷۶: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُوْلَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُوْرَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ وَيُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلَى مَا لَا يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَهٰكَذَا فِي الْعَصْرِ وَهٰكَذَا فِي الصُّبْحِ.

۷۷۶: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہمام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ سے، یحيٰ نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھا کرتے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ ہی پڑھتے اور کوئی آیت ہمیں سنا بھی دیا کرتے اور جتنی لمبی قرأت پہلی رکعت میں کرتے اتنی دوسری رکعت میں نہ کرتے اور اسی طرح عصر کی نماز میں بھی کرتے اور صبح کی نماز میں بھی۔

اطرافہ: ۷۵۹، ۷۶۲، ۷۷۸، ۷۷۹۔

بَاب۱۰۸ : مَنْ خَافَتَ الْقِرَاءَةَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

جس نے ظہر اور عصر کی قرأت دل میں پڑھی

۷۷۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قُلْتُ☆ لِخَبَّابٍ أَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ.

۷۷۷: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے عمارہ بن عمیر سے، عمارہ نے ابومعمر سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: ہم نے☆ حضرت خبابؓ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں (قرآن مجید) پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ ہم نے کہا: آپؐ کو کیسے علم ہوتا؟ تو انہوں نے کہا: حضورؐ کی ریش مبارک کے ہلنے سے۔

اطرافه: ۷۴۶، ۷۶۰، ۷۶۱۔

تشریح: مَنْ خَافَتِ الْقِرَأَةَ : خَافَتَ کے معنی ہیں: اَخْفٰی پوشیدہ رکھا۔ یعنی دل میں پڑھا۔ ریش مبارک ہلنے سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کی زبان اور لب کو جنبش ہوتی تھی۔ اس سے آپؐ کے پڑھنے کی بابت استدلال کیا گیا ہے۔ مسئلہ قرأت مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے باب کا عنوان مَنْ سے قائم کیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور فقہاءِ کوفہ کے نزدیک پڑھنا ضروری نہیں۔ (بداية المجتهد)

خاموشی کی حالت میں پڑھنے یا نہ پڑھنے دونوں کی نسبت احتمال ہو سکتا تھا۔ مگر روایت نمبر ۷۷۷ جس میں ریش مبارک ہلنے کا ذکر ہے؛ دوسرے احتمال کا ردّ کرتی ہے۔

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں قُلْتُ کی بجائے الفاظ "قَالَ قُلْنَا" ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۳۳۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ۱۰۹ : إِذَا أَسْمَعَ الْإِمَامُ الْآيَةَ

اگر امام کوئی آیت سنائے

۷۷۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ مَّعَهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يُطِيلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى.

۷۷۸: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اوزاعی نے ہمیں بتایا (کہا:) یحيٰ بن ابی کثیر نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ بن ابی قتادہ نے مجھے بتایا۔ ان کے باپ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ ایک اور سورۃ پڑھا کرتے تھے اور کبھی کبھی کوئی آیت بھی ہمیں سنا دیتے اور پہلی رکعت میں قرأت لمبی کرتے تھے۔

اطرافہ: ۷۵۹، ۷۶۲، ۷۷۶، ۷۷۹۔

تشریح: اِذَا اَسْمَعَ الْاِمَامُ الْاٰيَةَ: باب ۱۰۵ روایت نمبر ۷۷۴ میں گزر چکا ہے کہ آپؐ کا خاموش ہو کر پڑھنا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تھا۔ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر امام ظہر وعصر کی نماز میں کوئی آیت آواز سے پڑھ دے تو کیا یہ فعل حکم الٰہی کے خلاف ہوگا؟ روایت نمبر ۷۷۸ سے اس کا جواب ظاہر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً (الاعراف:۲۰۶) میں کوئی تحدید نہیں بلکہ عمومیت ہے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ تو اپنے نفس میں اپنے رب کو عجز اور خوف کے ساتھ یاد کیا کر۔

بَاب ۱۱۰ : يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى

پہلی رکعت میں قرأت لمبی کرنا

۷۷۹: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ

۷۷۹: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ بن ابی کثیر سے، یحيٰ نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر

الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ.

کی پہلی رکعت میں قرأت لمبی کیا کرتے تھے اور دوسری رکعت میں چھوٹی اور صبح کی نماز میں بھی ایسا ہی کرتے۔

اطرافہ: ۷۵۹، ۷۶۲، ۷۷۶، ۷۷۸۔

تشریح: يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى: بعض فقہاء کا یہ خیال ہے کہ پہلی رکعت اس لئے لمبی کی جاتی تھی کہ لوگ نماز میں شامل ہو جائیں اور یہ خیال معقول ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۳۹)

بَاب ۱۱۱: جَهْرُ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِينِ

امام کا بآواز آمین کہنا

وَقَالَ عَطَاءٌ آمِيْنَ دُعَاءٌ أَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَاءَهُ حَتَّى إِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُنَادِي الْإِمَامَ لَا تُفُتْنِي بِآمِيْنَ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدَعُهُ وَيَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِي ذَلِكَ خَيْرًا.☆

اور عطاء کہتے تھے: آمین دعا ہے۔ (حضرت عبداللہ) بن زبیرؓ نے اور جو اُن کے پیچھے تھے۔ اس زور سے آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی اور حضرت ابو ہریرہؓ امام کو آواز دیتے: (دیکھنا) میری آمین نہ جاتی رہے اور نافع کہتے تھے: حضرت ابن عمرؓ آمین نہیں چھوڑتے تھے اور لوگوں کو ترغیب دیتے کہ آمین کہا کرو اور میں نے ان سے اس کے متعلق ایک حدیث☆ بھی سنی ہے۔

۷۸۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِيْنُهُ

۷۸۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سعید بن مسیّب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ ان دونوں نے ابن شہاب کو بتایا: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام آمین کہے تو تم

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں لفظ خَیْرًا کی جگہ خَبَرًا ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۳۳۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تَأْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ آمِيْنَ.

بھی آمین کہو۔ کیونکہ جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوگی۔ اس کے جو گناہ پہلے ہو چکے ہوں ان کی مغفرت کی جائے گی۔ ابن شہاب نے کہا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آمین کہتے تھے۔

اطرافه: ٦٤٠٢۔

تشریح: جَهْرُ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِيْنِ: آمین کے معنی ہیں الٰہی قبول فرمایا ایسا ہی ہو۔ یہ بھی دعائیہ کلمہ ہے۔ مالکیوں کا خیال ہے کہ مقتدی ہی کو آمین کہنی چاہیے۔ امام کو نہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ٣٤٠) یہ خیال ردّ کرنے کے لئے مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔ عطاءؒ کا حوالہ دے کر بتایا ہے کہ آمین دعا ہے، جو امام بھی کر سکتا ہے اور مقتدی بھی۔ اور صحابہؓ اس کو ضروری سمجھتے تھے اور اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے۔ جس کی تعمیل ضروری ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ملائکہ کی آمین کہنے سے قبولیت دعا کا جو موقع مقتدیوں کو مل سکتا ہے۔ اس سے امام محروم رکھا جائے۔ جب بندہ الحاح وزاری اور دل کی بے قراری کے ساتھ دعا کرتا ہے تو اس کی آمین کو شرفِ قبولیت بخشا جاتا ہے اور جونہی اللہ تعالیٰ کے حضور دعا قبول ہوتی ہے تو معاً مشیت ایزدی ملائکہ پر اپنا پرتو ڈالتی ہے اور پھر ملکی تحریکوں کے تحت تمام متعلقہ اسباب کا رخ مقصد دعا کی طرف پھر جاتا ہے اس کے خاص فضل سے انسان کی معنویات میں انقلاب آنا شروع ہو جاتا ہے۔ جس کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ سابقہ گناہوں کے اثرات مٹا دیئے جاتے ہیں اور میلان گناہ کے سامنے ایک اور روک پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ یکسو ہو کر نیکی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے لفظ مغفرت کی اور ملائکہ کے آمین کہنے اور نمازیوں کی آمین کے ان کی آمین سے موافق ہو جانے کی۔ تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب بدء الخلق باب نمبر ٥، ٦۔ جہاں مشیت الٰہی کے جبرائیلی انعکاس کی بحث کی گئی ہے۔

بَاب ١١٢: فَضْلُ التَّأْمِيْنِ

آمین کہنے کی فضیلت

٧٨١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِيْنَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ

٧٨١: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی آمین کہے اور آسمان پر ملائکہ بھی آمین

فِي السَّمَاءِ آمِيْنَ فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

کہیں اور پھر وہ ایک دوسرے کے مطابق ہو جائیں تو جو گناہ اس سے پہلے ہو چکے ہوں ان کی مغفرت کی جائے گی۔

تشریح: فَضْلُ التَّأْمِيْنِ: باب ۱۱۱، ۱۱۳ کے درمیان باب ۱۱۲ قائم کرنے سے یہی مقصود ہے کہ فضیلت سے ایک کو محروم رکھنا اور دوسرے کو مستفید کرنا معقول بات نہیں۔ پہلی روایت (نمبر ۷۸۰) میں امام کے آمین کہنے کا صریح ذکر ہے اور دوسری روایت (نمبر ۷۸۱) میں ہر نمازی کے آمین کہنے کا۔ پس بغیر کسی خاص وجہ کے ایک روایت کو اختیار کرنا ترجیح بلا مرجح ہے۔

بَاب ۱۱۳: جَهْرُ الْمَأْمُوْمِ بِالتَّأْمِيْنِ

مقتدی کا آواز آمین کہنا

۷۸۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ (الفاتحة:۷) فَقُوْلُوْا آمِيْنَ فَإِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

۷۸۲: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے سمی ابوبکر (بن عبدالرحمٰن) کے آزاد کردہ غلام سے، سمی نے ابوصالح (سمان) سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو۔ جس کا قول ملائکہ کے قول کے موافق ہو گیا، اس کے جو گناہ پہلے ہو چکے ہوں ان کی مغفرت کی جائے گی۔

تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنُعَيْمٌ الْمُجْمِرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

(سمی کی طرح) محمد بن عمرو نے بھی ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی اور نعیم مجمر نے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہوئے) روایت کی۔

اطرافه: ٤٤٧٥۔

تشریح: جَهْرُ الْمَأْمُوْمِ بِالتَّأْمِيْنِ : مقتدی کے بآ وازآمین کہنے سے متعلق بھی اختلاف کیا گیا ہے۔ امام بخاریؒ نے باب ۱۱۳ میں جَهْرُ الْمَأْمُوْمِ بِالتَّأْمِيْنِ کا عنوان قائم کرکے اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔محولہ بالا حدیث نمبر ۷۸۲ میں مقتدی کے بآ واز آمین کہنے کا ذکر نہیں۔امام موصوف نے روایت نمبر ۷۸۰ سے ضمناً استدلال کیا ہے: اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا. یعنی جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔جب تک امام بآ واز آمین نہیں کہے گا مقتدیوں کو علم نہیں ہوسکتا۔چونکہ مقتدیوں پر امام کی اتباع ضروری ہے، اس لئے اس کو بھی آمین بالجہر کہنا ہوگا۔غالباً اس استدلال پر مذکورہ بالا عنوان قائم کیا گیا ہے۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۴۵) جس کی تائید دوسرے حوالوں سے بھی کی گئی ہے۔محمد بن عمرو اور نعیم کے حوالوں کی تفصیل فتح الباری جزء ثانی صفحہ نمبر ۳۴۵ تا ۳۴۶ میں دیکھئے۔

دل میں یا بآ واز آمین کہنے کی بحث جو بعض لوگوں کی طرف سے اٹھائی گئی ہے فضول ہے۔کوئی آمین بالجہر پر زور دیتا ہے اور کوئی آمین بالخفاء پر۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں باتیں ثابت ہیں۔آپؐ نے دل میں بھی آمین کہی اور بآ واز بھی۔موقع ومحل کی مناسبت اور معنویات کے طبعی تقاضا سے آپؐ نے ایسا کیا۔دعا میں انسان بعض وقت بے قراراور جزع فزع میں بے اختیار ہوتا ہے۔ایسی حالت میں اس کی آواز بلند ہوجاتی ہے اور بعض وقت سکون وطمانینت کا پیکر بن جاتا ہے۔زبان تک نہیں ہلتی۔ایک پر کیف عالم میں وہ مست والست کھڑا ہوتا ہے۔رؤاں رؤاں اس کا دعا ہوتا ہے۔اس حالت میں آمین بلند آواز سے کہنا طبعی تقاضا کے خلاف ہوگا۔پہلے اپنے اندر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی معنویات پیدا کرواور پھر چاہے آمین بالجھر کہو یا بالخفاء ۔کامل مسلمان وہی ہے جو اپنے اندر اپنے امام ومقتداء کی مختلف نفسی کیفیات پیدا کرکے جیسا تقاضائے حالت ہو آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع کرے۔جھوٹی نقل نہ ہو نہ آمین بالجھر میں اور نہ آمین بالخفاء میں۔

بَاب ١١٤ : إِذَا رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ

اگر صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع کر دے

٧٨٣ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنِ الْأَعْلَمِ وَهُوَ زِيَادٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى الصَّفِّ

۷۸۳: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہمام نے ہمیں بتایا۔انہوں نے اعلم سے جو زیاد (بن حسان) ہیں۔اعلم نے حسن سے،حسن نے حضرت ابوبکرہؓ سے روایت کی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت پہنچے جب آپؐ رکوع میں تھے تو انہوں نے صف میں شامل ہونے سے پہلے رکوع

فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ.

کر دیا اور اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ آپؐ کو نیکی کی حرص اور زیادہ دے۔ پھر ایسا نہ کرنا۔

تشریح: **اِذَا رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ:** مسئلہ معنونہ بھی اختلافی ہے۔ امام مالکؒ اور بہت سے دیگر فقہاء جائز سمجھتے ہیں کہ اگر مسجد میں داخل ہونے والا سمجھے کہ صف میں شامل ہونے تک امام رکوع سے کھڑا ہو جائے گا تو وہ جہاں ہے وہیں رکوع کر لے اور پھر ایسی حالت میں صف کے ساتھ جا ملے۔ امام شافعیؒ اس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اکیلے شخص کے لیے مکروہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ان کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے۔ محولہ بالا حدیث سے امام شافعی کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرہؓ کے شوق کو سراہا اور دعا دی۔ مگر آئندہ کے لئے ممانعت فرمادی۔ نماز میں طمانینت ووقار ومتانت کی اشد ضرورت ہے اور یہ فعل ان باتوں کے منافی ہے۔

بَاب ١١٥ : إِتْمَامُ التَّكْبِيْرِ فِي الرُّكُوْعِ

اللہ اکبر کو رکوع میں پورا کرنا

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَفِيْهِ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ.

حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نقل کی اور حضرت مالکؓ بن حویرث نے بھی اس بارہ میں روایت کی ہے۔

٧٨٤: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ صَلَّى مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ ذَكَّرَنَا هَذَا الرَّجُلُ صَلَاةً كُنَّا نُصَلِّيْهَا مَعَ رَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا وَضَعَ.

اطرافہ: ٧٨٦، ٨٢٦۔

۷۸۴: اسحاق (بن شاہین) واسطی نے ہم سے بیان کیا، کہا: خالد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے جریری سے، جریری نے ابوالعلاء سے، ابوالعلاء نے مطرف سے، مطرف نے حضرت عمرانؓ بن حصین سے روایت کی، کہا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ میں نماز پڑھی تو انہوں نے کہا: اس شخص نے ہمیں وہ نماز یاد دلا دی ہے جو ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سر جھکاتے یا اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔

۷۸۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۷۸۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ وہ (لوگوں کو) نماز پڑھایا کرتے تھے۔ تو جب سر جھکاتے اور اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب نماز سے فارغ ہوئے تو کہا: تمہاری (نماز کی) نسبت میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ ملتی جلتی ہے۔

اطرافہ: ۷۸۹، ۷۹۵، ۸۰۳۔

تشریح: اِتْمَامُ التَّكْبِيرِ فِي الرُّكُوعِ: باب ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷ تکبیروں سے متعلق قائم کئے گئے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے کہ کون سی تکبیر واجب ہے اور کون سی غیر واجب۔ بعض نے کہا ہے کہ نماز کی تمام تکبیریں واجب ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ کوئی تکبیر واجب نہیں۔ یہ مذہب شاذ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ ہی واجب ہے۔ یہ مذہب جمہور کا ہے۔ انہوں نے روایت نمبر ۷۵۷ سے اس کا استدلال کیا ہے۔ كَبِّرْ ثُمَّ اقْرَءْ یہ حکم صرف تکبیر تحریمہ کی نسبت ہے۔ غرض اس اختلاف کی وجہ سے مشار الیہ باب قائم کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پیش کیا ہے۔ (روایت نمبر ۷۸۴، ۷۸۵)

بَاب ۱۱۶: إِتْمَامُ التَّكْبِيرِ فِي السُّجُوْدِ

اللہ اکبر کو سجدہ میں پورا کرنا

۷۸۶: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ وَإِذَا نَهَضَ مِنَ

۷۸۶: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے غیلان بن جریر سے، غیلان نے مطرف بن عبداللہ سے روایت کی کہ میں نے اور حضرت عمرانؓ بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپؓ سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب سجدہ سے سر

الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ أَخَذَ بِيَدِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ قَدْ ذَكَّرَنِي هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ أَوْ قَالَ لَقَدْ صَلَّى بِنَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ.

اطرافہ: ۷۸٤، ۸۲٦۔

اٹھاتے۔تب بھی اللہ اکبر کہتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے تو بھی اللہ اکبر کہتے۔ جب آپؐ نماز پڑھ چکے تو حضرت عمرانؓ بن حصین نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا: انہوں نے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز مجھے یاد دِلا دی ہے۔ یا کہا: لاریب انہوں نے تو ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھائی ہے۔

۷۸۷: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْمَقَامِ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ وَإِذَا قَامَ وَإِذَا وَضَعَ فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَوَلَيْسَ تِلْكَ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ لَا أُمَّ لَكَ.

اطرافہ: ۷۸۸۔

۷۸۷: عمرو بن عون نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہُشَیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوبشر سے، ابوبشر نے عکرمہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں نے ایک شخص کو مقامِ (ابراہیم) کے نزدیک دیکھا۔ وہ ہر دفعہ سر جھکانے اور اٹھانے پر اللہ اکبر کہتا اور اس وقت بھی جب وہ کھڑا ہوتا اور جب سجدہ میں جاتا۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ تو انہوں نے کہا: بے مادر! کیا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہیں؟

بَاب ۱۱۷: اَلتَّكْبِيرُ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُوْدِ

تکبیر کہنا جب سجدہ سے کھڑا ہو

۷۸۸: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِيْنَ تَكْبِيْرَةً فَقُلْتُ لِابْنِ

۷۸۸: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہمام نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے عکرمہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں نے مکہ میں ایک بزرگ کے پیچھے نماز پڑھی۔ انہوں نے بائیس تکبیریں کہیں۔ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ یہ

عَبَّاسٍ إِنَّهُ أَحْمَقُ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ وَقَالَ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ.

اطرافہ: ۷۸۷۔

بے وقوف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: تیری ماں تجھے کھوئے۔ یہ تو ابوالقاسم ﷺ کی سنت ہے۔ موسیٰ نے کہا: ابان نے یہ حدیث ہم سے یوں روایت کی ہے: ہم سے قتادہ نے بیان کیا۔ ہمیں عکرمہ نے بتایا۔

۷۸۹: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِيْنَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَهْوِي ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوْسِ.

اطرافہ: ۷۸۵، ۷۹۵، ۸۰۳۔

۷۸۹: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتایا۔ عقیل سے روایت ہے۔ عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی۔ ابن شہاب کہتے تھے: ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اس وقت اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب رکوع کرتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب رکوع سے اپنی پیٹھ سیدھی کرتے تو کہتے: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ۔ پھر رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہتے اور اس وقت آپؐ کھڑے ہی ہوتے۔ (اور) عبداللہ بن صالح نے لیث سے روایت کرتے ہوئے یوں کہا: وَلَکَ الْحَمْدُ. پھر اللہ اکبر کہتے جب آپؐ (سجدہ کے لئے) جھکتے۔ پھر اللہ اکبر کہتے جب آپؐ اپنا سر اُٹھاتے پھر اللہ اکبر کہتے جب سجدہ کرتے پھر اللہ اکبر کہتے جب اپنا سر اٹھاتے۔ پھر آپؐ ساری نماز میں اسی طرح تکبیریں کہتے جاتے۔ یہاں تک کہ اسے ختم کرتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھنے کے بعد اٹھتے تو اس وقت بھی اللہ اکبر کہتے۔

تشریح: **اَلتَّكْبِيْرُ اِذَا قَامَ مِنَ السُّجُوْدِ**: روایت نمبر۷۸۷ کے یہ الفاظ اَوَلَیْسَ تِلْکَ صَلٰوۃَ النَّبِیِّ ﷺ بھی اسی سنت کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ **لَااُمَّ لَکَ** کا محاورہ قلّت تربیت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ ہلکی سی تنبیہ بھی ہے۔ روایت نمبر۷۸۸ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تنبیہ کیوں کی گئی۔ عکرمہ نے اس امام کو بیوقوف کہا تھا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بوڑھے حضرت ابوہریرہؓ تھے اور ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے بائیس تکبیریں کہیں ہر رکعت میں پانچ تکبیریں اور ان کے علاوہ دو تکبیریں، تکبیر تحریمہ اور پہلی التحیات سے اٹھنے کی تکبیر۔ یہ کل بائیس ہوئیں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ۳۵۲) روایت نمبر۷۸۹ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ نیز اس ضمن میں تشریح باب۱۲۲ بھی دیکھئے۔

بَاب١١٨: وَضْعُ الْأَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ فِي الرُّكُوْعِ

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ أَمْكَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ.

اور ابوحُمید نے اپنے ساتھیوں کے سامنے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ گھٹنوں پر جما کر رکھتے تھے۔

٧٩٠: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي يَعْفُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ يَقُوْلُ صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّيَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَيَّ فَنَهَانِي أَبِي وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهُ فَنُهِيْنَا عَنْهُ وَأُمِرْنَا أَنْ نَّضَعَ أَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ.

۷۹۰: ابوالولید (ہشام بن عبدالملک) نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ ابویعفور (وقدان اکبر) سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے مصعب بن سعد سے سنا۔ کہتے تھے: میں نے اپنے باپ کے پہلو میں نماز پڑھی۔ میں نے (رکوع میں) دونوں ہتھیلیاں ملا دیں۔ پھر رانوں کے درمیان رکھیں۔ میرے باپ نے مجھے منع کیا اور کہا کہ ہم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ پھر ہمیں روک دیا گیا اور ہمیں حکم ہوا کہ ہم اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھا کریں۔

تشریح: **وَضْعُ الْاَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ**: ہاتھ ملا کر رانوں کے درمیان رکھنے سے متعلق شاذ روایتیں مسلم و ترمذی میں منقول ہیں۔ مگر جیسا کہ ابن منذرؒ نے قوی سند سے حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ہی دفعہ ایسا کیا تھا اور ابن خزیمہؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ ہم پہلے ایسا

کیا کرتے تھے مگر بعد میں ہم روک دیئے گئے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۵۴) یہی اشکال دور کرنے کے لئے مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔ضبطِ حرکات میں بہت تساہل سے کام لیا جاتا ہے۔ بحالیکہ نماز میں جسمانی اعضاء کے برمحل رکھنے اور رکوع وسجود و دیگر ارکان میں تنظیم وتعدیل اور ضبطِ حرکات وسکنات سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام اور اس بارے میں آپؐ کے تاکیدی ارشادات بڑی حکمت پرمبنی ہیں۔جسمانی حرکات کا اعتدال وانضباط توجہ اور جدوجہد چاہتا ہے اور بالتکسر ارتدریجاً قوتِ ارادیہ کے نشو ونما اور اس کی تقویت میں مد ہو جاتا ہے۔قوت ارادہ کی مضبوطی یا کمزوری اخلاقی تربیت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ارادہ کی مضبوطی ہی سے ضبط نفس پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔اور اعضاء کی تمام حرکات وسکنات میں اعتدال نفسانی وروحانی حالات پر نہایت گہرا اثر پیدا کرنے کا موجب ہے۔اس تعلق میں دیکھئے اسلامی اصول کی فلاسفی-سوال اول کا جواب-تیسری حالت نفس مطمئنہ صفحہ ۴ تا ۲۳-روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۹ تا ۳۳۷۔

بَاب ۱۱۹ : إِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوْعَ

اگر رکوع پورے طور پر نہ کرے

۷۹۱: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ رَأَى حُذَيْفَةُ رَجُلًا لَا يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ قَالَ مَا صَلَّيْتَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۷۹۱: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔سلیمان سے مروی ہے۔انہوں نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا۔وہ کہتے تھے کہ حضرت حذیفہؓ نے ایک آدمی کو دیکھا جو رکوع اور سجدے پورے طور پر نہیں کرتا تھا۔تو انہوں نے کہا: تم نے نماز نہیں پڑھی۔اگر تم مر جاؤ تو تم ایسی فطرت پر مرو گے جو اس فطرت کے خلاف ہے، جس پر اللہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔

اطرافه: ۳۸۹، ۸۰۸۔

تشریح: اِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوْعَ : باب نمبر ۱۲۲ میں بھی یہی مضمون ہے۔اور اس میں اِذَا کا جواب وضاحت سے دیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو جو رکوع پورے طور پر نہیں کرتا تھا، نماز دہرانے کا حکم دیا۔یہاں جواب مقدر کیا گیا ہے لیکن محولہ بالا روایت نمبر ۷۹۳ میں حکم واضح ہے۔

مُتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ : فطرت سے مراد سنت (طریق) ہے۔یہ روایت باب نمبر ۱۳۲: اِذَا لَمْ يُتِمَّ

السُّجُوْدَ میں آئے گی۔وہاں یہ الفاظ ہیں: مُتَّ عَلٰی غَیْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ. (اس تعلق میں دیکھئے باب نمبر ۱۳۲ روایت نمبر ۸۰۸) اب امام بخاریؒ نماز کے ظاہری ارکان میں سے ایک ایک کی کیفیت یا ترتیب بیان کر کے بتائیں گے کہ نماز کیونکر پڑھی جائے۔

بَاب ۱۲۰: اِسْتِوَاءُ الظَّهْرِ فِي الرُّكُوْعِ

رکوع میں پیٹھ کو برابر رکھنا

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ رَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ.

اور حضرت ابوحمیدؓ نے اپنے ساتھیوں کی موجودگی میں کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا اور اپنی پیٹھ جھکا دی۔

بَاب ۱۲۱: حَدُّ إِتْمَامِ الرُّكُوْعِ وَالْاِعْتِدَالِ فِيْهِ وَالْإِطْمَأْنِينَةِ

رکوع کو اعتدال اور اطمینان سے پورا کرنے کی حدّ

۷۹۲: حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رُكُوْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُهُ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوْعِ مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِيْبًا مِنَ السَّوَاءِ.

۷۹۲: بدل بن محبر نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: حکم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن ابی لیلیٰ سے، انہوں نے حضرت براءؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور آپؐ کا سجود اور دونوں سجدوں کے درمیان قعود (بیٹھنا) اور رکوع کے بعد قیام یہ تقریباً برابر ہوتے تھے۔ سوائے قیام اور قعود کے۔

اطرافه: ۸۰۱، ۸۲۰۔

تشریح: حَدُّ اِتْمَامِ الرُّكُوْعِ وَالْاِعْتِدَالِ فِيْهِ: اس باب میں تکمیل رکوع سے متعلق تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اول: پیٹھ برابر رکھنا۔ یعنی سیدھی نہ نیچی نہ اونچی۔ اس کے لئے حضرت ابوحمیدؓ ساعدی کی روایت کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ (روایت نمبر ۸۲۸) دوم: رکوع میں اعتدال۔ اس بارے میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت پیش کی گئی ہے۔ (روایت نمبر ۷۹۲) سوم: رکوع میں اطمینان کا ہونا۔ اعتدال اور اطمینان سے متعلق روایت نمبر ۷۹۳ بھی دیکھئے۔

ارکانِ نماز کا مفصل بیان دیکھا جائے تفسیر کبیر مصنفہ حاجی الحرمین حضرت مصلح موعودؓ تفسیر سورۃ البقرہ آیت ۴ جلد اول صفحہ ۱۰۹ تا ۱۲۰۔

بَاب ۱۲۲: أَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِي لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ بِالْإِعَادَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شخص کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دینا جو پورا رکوع نہیں کرتا تھا

۷۹۳: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ فَمَا أُحْسِنُ غَيْرَهُ فَعَلِّمْنِي قَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ

۷۹۳: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحییٰ بن سعید نے مجھے بتایا۔ عبیداللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: سعید مقبری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی۔ پھر آیا اور آپؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: واپس جاؤ اور نماز پڑھو۔ کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ چنانچہ اس نے نماز پڑھی اور پھر آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپؐ نے فرمایا: واپس جاؤ اور نماز پڑھو۔ کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ چنانچہ اس نے نماز پڑھی اور پھر آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: واپس جاؤ اور نماز پڑھو۔ کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ آپؐ نے اس طرح تین بار اسے لوٹایا۔ تو اس نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپؐ مجھے سکھائیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو۔ پھر قرآن سے جو کچھ تمہیں میسر ہو پڑھو۔ پھر رکوع کرو یہاں تک کہ تمہیں رکوع میں اطمینان ہو جائے۔ پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں تمہیں

حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا.

اطمینان ہو جائے۔ پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ تم اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں تمہیں اطمینان ہو جائے۔ پھر اسی طرح ساری نماز میں کرو۔

اطرافہ: ٧٥٧، ٦٢٥١، ٦٢٥٢، ٦٦٦٧۔

تشریح: **اَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِىْ لَايُتِمُّ رُكُوْعَهُ بِالْإِعَادَةِ:** باب۱۱۵، ۱۱۶ کا مضمون ضروری تفصیل کے بعد یہاں مکمل کیا گیا ہے۔ اگر رکوع وسجود اپنی تین شرطوں کے ساتھ نہ کئے جائیں تو نماز نہیں ہوتی۔ اس میں ان لوگوں کے لئے سبق ہے۔ جن کی نمازیں سوائے اٹھنے بیٹھنے کے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ بہت سے ہیں کہ ابھی رکوع میں پوری طرح جھک نہیں پاتے کہ کھڑا ہونا چاہتے ہیں اور کھڑے نہیں ہو پاتے کہ سجدہ میں چلے جاتے ہیں۔ یہی حال ان کی ساری نماز کا ہوتا ہے۔ تکبیر بھی تکمیلِ رکوع کا حصہ ہے۔ تکبیر کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر خوبی میں سب سے بالا ہے۔

بَاب ١٢٣ : اَلدُّعَاءُ فِي الرُّكُوْعِ

رکوع میں دعا کرنا

٧٩٤: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَّنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي رُكُوْعِهِ وَسُجُوْدِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي.

۷۹۴: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع وسجود میں یہ دعا کیا کرتے تھے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ پاک ذات ہے تیری اے اللہ جو ہمارا رب ہے اور تو اپنی خوبیوں کے ساتھ ہے۔ اے اللہ تو میری مغفرت فرما۔

اطرافہ: ٨١٧، ٤٢٩٣، ٤٩٦٧، ٤٩٦٨۔

تشریح: **اَلدُّعَاءُ فِى الرُّكُوْعِ:** اس باب میں ان فقہاء کا رد ہے جو ایک روایت کی بنا پر رکوع میں دعا جائز نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ امام مالکؒ سے یہ روایت صحیح مسلم میں ان الفاظ میں منقول ہے: فَاَمَّا الرُّكُوْعُ

فَعَظِّمُوْا فِيْهِ الرَّبَّ عَزَّ وَجَلَّ وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِيْ الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ ـ (مسلم. كتاب الصلٰوة. باب النهى عن قرأة القرآن فى الركوع والسجود) یعنی رکوع میں تو تم رب کی عظمت بیان کرو اور سجدوں میں دعاؤں پر زور دو۔سجدہ کی دعائیں قبول ہونے کے لائق ہیں۔مگر اس حدیث میں تعظیم کا ذکر ہے۔دعا کی ممانعت نہیں۔تسبیح وتحمید وتعظیم دعا کے ساتھ جمع ہوسکتی ہیں۔جیسا کہ امام موصوفؒ نے مذکورہ بالا روایت پیش کرکے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔امام مسلم کی حدیث سے دعا نہ کرنے سے متعلق استدلال نہیں کیا جاسکتا۔قیام ورکوع وسجود وجلسہ وغیرہ ہر رکن میں دعا کی جاسکتی ہے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا پاک ذات ہے تیری اے اللہ! جو ہمارا رب ہے۔ وَبِحَمْدِكَ اور تو اپنی خوبیوں کے ساتھ ہے۔اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ اے اللہ تو میری مغفرت فرما۔یہ تسبیح وتحمید واستغفار قرآن مجید کے اس حکم کے مطابق ہے: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (المؤمن:۵۶) {اور اپنی بھول چوک کے تعلق میں استغفار کر اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ شام کو بھی تسبیح کر اور صبح بھی۔}

قرآن مجید میں جہاں بھی تسبیح کا حکم دیا گیا ہے وہاں بِحَمْدِ رَبِّكَ فرما کر تحمید کا بھی حکم دیا ہے۔تسبیح کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک اور ہر عیب سے منزہ ومبراء ہے اور تحمید کے معنی ہیں کہ وہ تمام اعلیٰ صفات سے متصف ہے۔تسبیح میں نفی کا پہلو ہے اور تحمید میں اثبات کا۔محض نقائص کی نفی کوئی خوبی نہیں، جبکہ اس کے ساتھ صفاتِ عالیہ کا بھی اظہار نہ ہو۔ قرآن مجید فرماتا ہے: وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (بنی اسرائیل:۴۵) ہر شئے اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کررہی ہے۔(اس تسبیح کی تفصیل کے لئے دیکھئے کشتی نوح-صفحہ۳۴ تا۴۷-روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ۳۲ تا۴۵)

انسان سے جو بالا رادہ کام کرنے والی ہستی ہے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ بھی اور مخلوق کی طرح تسبیح وتحمید میں مشغول ہو۔مگر وہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کے لائق نہیں ہوتا۔جب تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہوکر آئینہ دار موردِ تجلیاتِ الٰہیہ نہیں ہوجاتا۔یہی وجہ ہے کہ اس کو تسبیح وتحمید کے ساتھ ہی استغفار کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

انسان کو ایسی فطرت دی گئی ہے کہ وہ تزکیہ نفس حاصل کرکے صفاتِ الٰہیہ کا آئینہ بنے اور اس کا وجود تسبیح وتحمید کا مظہر ہو۔ فَاجْتَهِدُوْا فِيْ الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُم رکوع اور سجود میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمُ اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کا ورد نمازی کی زبان سے اس لئے دہرایا جاتا ہے کہ اس کو توجہ دلائی جائے کہ وہ اپنے رب کی تسبیح اور تحمید کے اقرار میں اسی وقت راستباز ٹھہرے گا جب وہ اپنے نفس کے اندر اسی قسم کی سبوحیت پیدا کرے جو ہر مخلوق میں ظاہر ہے۔ ہر شئے اپنی زبانِ حال سے شہادت دے رہی ہے کہ اس کا خالق سبوح وقدوس اور تمام محامد سے متصف ہے۔مگر انسان ابھی تک اس امر میں بہت ہی قاصر ہے اور اس قصور کی وجہ سے ہی ملائکۃ اللہ کو کہنا پڑا کہ اس سفاک ومفسد انسان کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

بَاب ١٢٤: مَا يَقُوْلُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ

امام اور وہ جو اُس کے پیچھے ہوں جب رکوع سے سر اُٹھائیں تو کیا کہیں

٧٩٥: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ يُكَبِّرُ وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ قَالَ اللهُ أَكْبَرُ.

۷۹۵: آدم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید مقبری سے، سعید نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے تو اس کے بعد یہ پڑھتے اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے اور جب سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب دونوں سجدوں سے کھڑے ہوتے تب بھی اللہ اکبر کہتے۔

اطرافہ: ۷۸۵، ۷۸۹، ۸۰۳۔

تشریح: اسلامی نماز کے اس حصے کی جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے تین شقیں ہیں: تسبیح، تحمید اور تکبیر۔ تسبیح نقائص سے پاک ٹھہرانا۔ تحمید صفات اعلیٰ سے متصف قرار دینا۔ تکبیر سب سے بڑا یقین کرنا۔

بَاب ١٢٥: فَضْلُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنے کی فضیلت

٧٩٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ

۷۹۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سمی سے، سمی نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم کہو اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ کیونکہ جس کا قول

الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. ملائکہ کے قول کے مطابق ہو جائے گا اس کے جو گناہ پہلے ہو چکے ہیں ان کی مغفرت کی جائے گی۔

اطرافہ: ۳۲۲۸۔

تشریح: فَضْلُ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه۔ یعنی سن لی اللہ نے اس شخص کی جس نے اس کی حمد کی۔ امام کے یہ الفاظ مقتدیوں کے لئے ترغیبی اعلان ہیں۔ اس امر کا کہ وہ سجدوں میں جی کھول کر دعا کریں۔ کیونکہ اس اعلان میں سَمِعَ اللّٰهُ کہہ کر اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور بحالت سجود قبولیت دعا کا موقع بھی زیادہ ہوتا ہے۔ فَقَمِنٌ اَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ ۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے تشریح روایت نمبر ۷۹۴۔

سورۂ فاتحہ کا پہلا نصف حصہ اللہ تعالیٰ کی حمد پر مشتمل ہے اور رکوع میں بھی اسی حمد کا اعادہ کیا گیا ہے اور امام کے اس اعلان پر بھی تمام مقتدی رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (یعنی اے ہمارے رب تیری ہی حمد ہے) کہتے ہیں۔ گویہ اقرار ایک نمازی کے لئے الف ب پڑھنے کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر راہِ سلوک پر چلنے کے لئے اس ابتدائی مرحلے سے گزرنا ضروری ہے۔ مومن کا ایک یہ اقرار حمد ہے جو وہ ابتدائی حالت میں کرتا ہے اور ایک وہ اقرار حمد ہے جو وہ اپنے روحانی ارتقاء کے اوج پر پہنچ کر کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے: وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ (یونس:۱۱) { اور ان کا آخری اعلان یہ ہوگا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔} ان دونوں اقراروں میں بڑا فرق ہے۔ پہلا اقرار ایمان بالغیب پر مبنی ہے اور دوسرا اقرار علیٰ وجہ البصیرت۔ دونوں حالتوں میں یہ اقرار حمد ہی کہلاتا ہے۔ لیکن ترقی پذیر حمد حقیقت پر مبنی ہوتی ہے اور اپنے آثار میں نرالی شان رکھتی ہے۔ جیسے جیسے انسان صفات الٰہیہ سے متعلق عرفان حاصل کرتا جاتا ہے ویسے ویسے میلانِ گناہ اس کے نفس سے دور ہوتا جاتا ہے۔ یہ مفہوم ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ کا۔ کیونکہ ملائکہ کا اقرارِ تسبیح وتحمید کامل تزکیہ نفس کو چاہتا ہے اور حضورؐ کا یہ ارشاد کامل معرفت کے حصول کی بھی ترغیب دیتا ہے۔ کیونکہ ملائکہ کا اقرار؛ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (البقرہ:۳۱) یعنی ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تقدیس کرتے ہیں؛ تحدّی کے رنگ میں ہے جو معرفتِ کاملہ پر دلالت کرتا ہے۔ ان کی فطرتیں بے اختیار تسبیح وتقدیس کر رہی ہیں۔ پس جب انسان کی تسبیح وتحمید ملائکہ کی تسبیح وتحمید کے موافق ومشابہ ہو جائے تو اس کے یہی معنی ہیں کہ اس کا تزکیہ کما حقہ ہو اور اس کی معرفت بھی ان کی معرفت سے مشابہ ہو جائے۔ معرفت کے بغیر گناہ سے نجات نہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے کشتی نوح صفحہ ۷۰- روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۶۸)

سُبْحَانَ مصدر ہے جس کا نہ کوئی فاعل معین ہے اور یہ نہ زمانہ سے محدود ہے اور نہ اس میں کوئی قلت وکثرت کا مفہوم ہے۔ بلکہ جامع ہے سب معانی کا۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ میں تسبیح وتحمید کو اس لئے مطلق رکھا گیا ہے کہ ابتدائی حالت میں انسان کا یہ کہنا کہ میں تیری حمد کرتا ہوں بلحاظ حقیقت کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مگر ملائکہ کا یہ دعویٰ کہ نَحْنُ نُسَبِّحُ

بِحَمْدِكَ... اپنے اندر پوری حقیقت رکھتا ہے۔اس لئے مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ ...... سے یہی مراد ہے کہ وہ اپنے اس اقرار میں ترقی کرتے کرتے اس مقام معرفت پر پہنچ جائے کہ اس کا یہ اقرارِ حمد ملائکہ کی حمد کی طرح ہو جائے اور خالق کا ارادہ اس کا ارادہ ہو جائے اور اس کے افعال نفس کے ارادے سے نہیں بلکہ ملائکہ کی طرح يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (التحریم:۷) {اور وہی کرتے ہیں جو وہ حکم دیے جاتے ہیں۔} کا مصداق ہوں۔سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ جب انسان اس مقامِ حمد پر پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہے اور اس سے ہم کلام ہوتا اور کہتا ہے: لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَا اَسْمَعُ وَ اَرٰى (طٰهٰ:۴۷) { تم ڈرو نہیں۔یقیناً میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔} سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ میں مَنْ سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان میں سے جس نبی نے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑھ کر حمد کی اور جس کی سب سے زیادہ سنی گئی وہ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور امام اپنی نمازوں میں بار بار مقتدیوں کو آپؐ کی حمد اور آپؐ کی استجابت دعا کی طرف ان الفاظ سے متوجہ کرتا ہے کہ وہ آپؐ کی طرح حمد کریں، تا ان کی دعائیں بھی مستجاب ہوں۔

بعض کہتے ہیں: اسلام کا خدا چاپلوسی پسند کرتا ہے اور جب تک اس کی تعریف اور چاپلوسی نہ کی جائے وہ کسی کی نہیں سنتا۔(نعوذ باللہ من ذلک) ایسے لوگ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کا مفہوم سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں اور حمد کی حقیقت سے نا آشنا ہیں۔وہ ذات جو سراسر حمد ہے اس کی صفات کا طبعی تقاضا یہی ہے کہ اس کی حمد ہو۔جیسا کہ فی الواقعہ اس کی حمد آسمانوں میں بھی ہو رہی ہے۔زمین میں بھی ہو رہی ہے۔ ہر ایک مخلوق زبان حال سے اس کی ستائش کر رہی ہے۔پس انسان اس بات میں ممتاز ہے کہ وہ بالا رادہ کام کرنے والا وجود بنایا گیا ہے۔اگر یہ مطالبہ اس سے بھی ہو کہ وہ علیٰ وجہ البصیرت حال و قال دونوں سے اللہ تعالیٰ کی حمد کا اقرار و اعلان کرے تو یہ مطالبہ چاپلوسی پر نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے اور خود اس کی حیثیت کو ممتاز بنانے والا ہے۔انسان میں یہ طاقت رکھی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے رنگین ہو۔ان کا شاہدِ ناطق ٹھہرے۔ یہی نہیں بلکہ وہ ایک مستنطق کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔جو تمام مخلوقات کی شہادتیں قلم بند کر کے ان کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید پر بطور شاہد کے پیش کرتا چلا جا رہا ہے۔یہ سارا جہان اسی انسانی مستنطق کی وجہ سے ہی عالَم یعنی اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کی تجلی گاہ کی حیثیت سے نمایاں ہو رہا ہے۔غرض نادان ہے وہ انسان جو اعتراض کرتا ہے کہ اسلام کا خدا چاپلوسی کی خاطر اپنے متبعین سے چاہتا ہے کہ اس کی ستائش کی جائے۔اسلام کا خدا وہ خدا ہے جو اپنی ذات کی نسبت اپنے کلام میں فرماتا ہے: وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ (التغابن:۷) کہ وہ تمام صفاتِ محمودہ سے متصف ہے اور لوگوں کی ستائش سے بے نیاز۔اور فرماتا ہے: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَيُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (الانعام:۱۰۴) یہ بینائیاں اس کی کنہ تک نہیں پہنچ سکتیں۔وہ خود ان بینائیوں کی اس کمزوری کا تدارک کرتا اور اُن تک آپ پہنچتا اور صفاتی تجلی سے ان کو اپنی معرفت عطا کرتا ہے۔تب زبان اس کی حمد کے ساتھ گویا ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ مخلوق اس کی حمد کر رہی ہے۔ مخلوق اپنے خالق کی جو حمد بھی کرے گی وہ ایک نسبتی تشبیہی اور تنزیہی رنگ میں ہوگی۔ اس لئے اس نے اپنی ذاتی حمد کبھی کسی مخلوق کی طرف منسوب نہیں کی۔ بلکہ جب بھی اس نے قرآن مجید میں اپنی حمد کا ذکر فرمایا ہے تو ان الفاظ میں فرمایا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الفاتحہ:۲) {تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔} فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (الجاثيه:۳۷) {پس اللہ ہی کی سب تعریف ہے جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب ہے (یعنی وہی) جو تمام جہانوں کا رب ہے۔} لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ (القصص:۷۱) {ابتداء اور آخرت (دونوں) میں تعریف اسی کی ہے۔} وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الروم:۱۹) {اور سب تعریف اسی کی ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی۔} تمام قرآن مجید پڑھ کر دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتی حمد کا ذکر علی الاطلاق کیا ہے۔ کسی فاعل یا زمانہ سے اس کو مقید نہیں کیا۔ ہاں اپنی تسبیح اپنی مخلوق کی طرف منسوب فرمائی ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ ہر مخلوق اپنی فطرت نوعی سے اس کی تسبیح کر رہی ہے۔ اس لئے ہماری حمد کی ماہیت بھی صرف تنزیہی ہے۔ یعنی ہم اس کی جو حمد کرتے ہیں اپنی حالت صفاتی پر قیاس کر کے کرتے ہیں، نہ کہ اس کی صفاتِ کاملہ کے لحاظ سے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنی حمد کو کسی مخلوق کی طرف منسوب کیا ہے تو يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ کہہ کر منسوب کیا ہے۔ یعنی ایسی حمد جو تسبیحی ہے اور ہر شئے کی مخصوص حالت کے مناسبِ حال ہے۔ جب کسی اپنی حمد کا ذکر فرمایا تو ایسے الفاظ میں فرمایا جو ہر شئے کی حالت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مادی اشیا سے متعلقہ تصورات ذہنی کبھی مطابق واقعہ نہیں ہوئے تو وراء الوراء ہستی کا تصور مطابق واقعہ کہاں ہوسکتا ہے۔ کیا اچھا فرمایا ہے امیر مینائی نے ؎

زاہد سے یہ کہہ دو جو ترے فہم میں آئے وہ سب ہے ترا وہم خدا اور ہی کچھ ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ. وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ . اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا.(بنی اسرائیل:۴۵) {اُسی کی تسبیح کر رہے ہیں سات آسمان اور زمین اور جو کچھ اُن میں ہے اور کوئی چیز نہیں مگر وہ اُس کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہی ہے۔ لیکن حال یہ ہے کہ تم اُن کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔ وہ یقیناً بہت بُردبار اور بہت بخشنے والا ہے۔}

بَاب ۱۲۶

۷۹۷: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَأُقَرِّبَنَّ صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقْنُتُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرَى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَصَلَاةِ الْعِشَاءِ وَصَلَاةِ الصُّبْحِ بَعْدَ مَا يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَيَدْعُوْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ.

۷۹۷: معاذ بن فضالہ نے ہمیں بتایا انہوں نے کہا: ہشام نے ہمیں بتایا۔ ہشام نے یحيٰ سے، یحيٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں (تمہاری نماز) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے قریب کردوں گا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ظہر اور عشاء اور صبح کی نمازوں کی آخری رکعت میں سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہنے کے بعد کھڑے ہو کر عاجزی سے دعا کیا کرتے تھے۔ مومنوں کے لئے دعا کرتے اور کافروں کے لئے بددعا۔

اطرافه: ۸۰۴، ۱۰۰۶، ۲۹۳۲، ۴۵۶۰، ۴۵۹۸، ۶۲۰۰، ۶۳۹۳، ۶۹۴۰۔

۷۹۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ الْقُنُوْتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ.

۷۹۸: عبداللہ بن ابی الاسود نے ہم سے بیان کیا، کہا: اسماعیل نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے خالد حذاء سے، خالد نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: دعائے قنوت مغرب اور فجر کی نماز میں ہوا کرتی تھی۔

۷۹۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّي وَرَاءَ

۷۹۹: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے نعیم بن عبداللہ مجمر سے، نعیم نے علی بن یحيٰ بن خلاد زُرَقی سے۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت رفاعہ بن رافع زرقیؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ قَالَ أَنَا قَالَ رَأَيْتُ بِضْعَةً وَثَلَاثِيْنَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ.

پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپؐ نے رکوع سے سر اٹھایا تو آپؐ نے فرمایا: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ایک شخص (حضرت رفاعہؓ) نے آپ کے پیچھے سے کہا: رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: بولنے والا کون ہے؟ اس نے کہا: میں۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان الفاظ کی طرف لپک رہے تھے کہ کون پہلے انہیں لکھتا ہے۔

تشریح: بلحاظ مضمون یہ باب پہلے باب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس وجہ سے اس کا نیا عنوان قائم نہیں کیا گیا اور وہ تعلق یہ ہے کہ امام کے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہنے کے بعد مقتدیوں کو حمدِ الٰہی اور دعا میں مشغول ہو جانا چاہیے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس اعلان کے بعد دعائیں کرتے تھے۔ روایت نمبر ۷۹۷، ۷۹۸ کا ذکر کرنے سے یہی مراد ہے اور نمبر ۷۹۹ میں یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ حمد کا اقرار قلبی جذبے کے تحت ہو نہ صرف الفاظ سے۔ یہی حمد درحقیقت قابلِ قدر ہوتی ہے، جسے ملائکہ محفوظ رکھتے ہیں۔ ملائکہ کے لکھنے کے یہی معنے ہیں کہ ایسی دعا قابلِ قدر ہے۔

يَلْعَنُ الْكُفَّارَ: روایت نمبر ۷۹۷ میں لعنت یا بد دعا کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے لوگوں کو عملاً سمجھانا چاہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کے بعد کس طرح دعا کیا کرتے تھے۔ لَأُقَرِّبَنَّ صَلٰوةَ النَّبِيِّ ﷺ کا یہی مفہوم ہے اور اس میں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعائے قنوت دہرائی ہے جو آپؐ نے ان کفار مضر کے لئے کی تھی۔ جنہوں نے ستر قاریوں کو نہایت بے رحمی سے قتل کر ڈالا تھا۔ اس وجہ سے آپ نے ان ظالموں کے لئے بد دعا کی۔ نبی رحمۃ للعالمین ہوتے ہیں اور فاسد حصے کا کاٹ ڈالنا بعض وقت عین رحمت ہوتا ہے اور نبی اپنی مرضی وخواہش سے کبھی کسی پر لعنت نہیں کرتے۔ ان کا غضب الٰہی غضب کی تجلی کا ایک عکس ونمونہ ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت دعا یا بد دعا کرتے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے اسلامی اصول کی فلاسفی۔ زیرِ عنوان "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کی غرض"، صفحہ ۱۳۶ تا ۱۳۸۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۵۰ تا ۴۵۲۔

روایت نمبر ۷۹۷، ۷۹۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعائے قنوت کسی خاص نماز کے ساتھ مقید نہ تھی۔ ظہر، عشاء، فجر، مغرب جب کوئی چاہے دعا کرے۔

بَاب ١٢٧: اَلْإِطْمَأْنِيْنَةُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ

اطمینان سے کھڑا ہونا، جب رکوع سے سر اٹھائے

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَاسْتَوَى حَتَّى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَّكَانَهُ.

اور حضرت ابوحمیدؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنا سر) اٹھایا اور سیدھے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ پیٹھ کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ گیا۔

٨٠٠: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ أَنَسٌ يَنْعَتُ لَنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يُصَلِّي وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتَّى نَقُوْلَ قَدْ نَسِيَ.

٨٠٠: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ثابت سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت انسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت ہمیں بتا رہے تھے۔ چنانچہ وہ نماز پڑھتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو کھڑے رہتے۔ یہاں تک کہ ہم خیال کرتے کہ حضرت انسؓ بھول گئے۔

اطرافه: ٨٢١۔

٨٠١: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رُكُوْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُهُ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيْبًا مِنَ السَّوَاءِ.

٨٠١: ابوالولید (ہشام بن عبدالملک) نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حکم سے، حکم نے ابن ابی لیلیٰ سے، انہوں نے حضرت براء (بن عازب) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور سجدہ اور رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے رہنا اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا یہ تقریباً برابر ہوتا۔

اطرافه: ٧٩٢، ٨٢٠۔

٨٠٢: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ

٨٠٢: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے،

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يُرِينَا كَيْفَ كَانَ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَاكَ فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلَاةٍ فَقَامَ فَأَمْكَنَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَمْكَنَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَنْصَتَ هُنَيَّةً قَالَ فَصَلَّى بِنَا صَلَاةَ شَيْخِنَا هَذَا أَبِي بُرَيْدٍ وَكَانَ أَبُو بُرَيْدٍ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ اسْتَوَى قَاعِدًا ثُمَّ نَهَضَ.

اطرافہ: ٦٧٧، ٨١٨، ٨٢٤.

ایوب نے ابوقلابہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت مالکؓ بن حویرث ہمیں دکھاتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی اور نماز کے وقت یہ نہیں دکھایا (یعنی وہ کسی نماز کا وقت نہیں تھا) وہ اٹھے اور اچھی طرح کھڑے رہے۔ پھر رکوع کیا اور اچھی طرح رکوع کیا۔ پھر سر اٹھایا اور تھوڑی دیر تک سیدھے کھڑے رہے۔ (ابوقلابہ) کہتے تھے کہ انہوں نے ہمارے اس شیخ ابوبُرید کی طرح نماز پڑھی ہے اور ابوبُرید جب (آخری) سجدہ سے سر اٹھاتے تو سیدھے بیٹھ جاتے اور پھر اٹھتے۔

تشریح: **اَلْاِطْمَأْنِيْنَةُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ:** نماز کی ہر حرکت وسکون میں اطمینان شرط ہے۔ جیسا کہ حضرت مالکؓ بن حویرث نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر دکھائی تو اس کی ہر حرکت میں اطمینان کا پہلو نمایاں تھا۔ (روایت نمبر ۸۰۲) اسی طرح اطمینان وسکون اور وقار کو مدنظر رکھتے ہوئے آپؐ نے راستے میں رکوع کرنے سے منع فرمایا خواہ رکعت ہی نکل جائے۔ (روایت نمبر ۷۸۳) اور ایسے شخص کو نماز دہرانے کا حکم دیا جو رکوع پورے طور پر نہیں کرتا تھا۔ (روایت نمبر ۷۹۳)

بَاب ۱۲۸: يَهْوِي بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ يَسْجُدُ

جب سجدہ کرے تو اللہ اکبر کہتا ہوا جھکے

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ (سجدہ کرتے وقت) اپنے گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھ نیچے رکھتے۔

۸۰۳: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ

۸۰۳: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے خبر دی کہ حضرت

الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ فَيُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يَقُوْلُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَّسْجُدَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ أَكْبَرُ حِيْنَ يَهْوِيْ سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الْجُلُوْسِ فِي الْاِثْنَتَيْنِ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَقُوْلُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَتْ هٰذِهِ لَصَلَاتَهُ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا.

اطرافه: ۷۸۵، ۷۸۹، ۷۹۵.

ابو ہریرہؓ رمضان میں اور رمضان کے علاوہ دوسرے وقتوں میں بھی ہر نماز میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے۔ نمازِ فریضہ میں بھی اور اس کے سوا اور نمازوں میں بھی۔ جب وہ کھڑے ہوتے تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے اور پھر جب رکوع کرتے تب بھی اَللّٰهُ اَكْبَر کہتے۔ پھر کہتے: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ۔ پھر سجدہ کرنے سے پہلے رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہتے۔ پھر جب سجدہ میں جاتے تو اَللّٰهُ اَكْبَر کہتے۔ پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب سجدہ کرتے تو اَللّٰهُ اَكْبَر کہتے۔ پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اَللّٰهُ اَكْبَر کہتے۔ پھر جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھ کر اٹھتے تو اَللّٰهُ اَكْبَر کہتے اور اسی طرح ہر رکعت میں کیا کرتے۔ یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ پھر جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو کہتے: قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم لوگوں کی نسبت میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہے۔ یہی آپؐ کی نماز تھی یہاں تک کہ دنیا سے آپؐ جدا ہوئے۔

۸۰۴: قَالَا وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ

۸۰۴: (ابوبکر اور ابوسلمہ) کہتے تھے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سر اٹھاتے تو کہتے: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ

لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَدْعُوْ لِرِجَالٍ فَيُسَمِّيْهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَيَقُوْلُ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيْعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِي يُوْسُفَ وَأَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِّنْ مُّضَرَ مُخَالِفُوْنَ لَهُ.

حَمِدَهٗ . رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد ۔کئی آدمیوں کے لئے دعا کرتے اور ان کا نام لیتے۔ چنانچہ آپؐ فرماتے: یا اللہ! ولیدؓ بن ولید کونجات دے اور سلمہؓ بن ہشام اور عیاشؓ بن ابی ربیعہ کو اور مومنوں میں سے جو کمزور سمجھے جاتے ہیں ان کونجات دے۔ یا اللہ! مضر (قبیلہ) کو سختی سے پکڑ اور ان پر ایسی قحط سالیاں بھیج جو یوسف کی قحط سالیوں جیسی ہوں اور اس زمانے میں مضریوں میں سے مشرق والے آپؐ کے مخالف تھے۔

اطرافہ: ۷۹۷، ۱۰۰۶، ۲۹۳۲، ۴۵۶۰، ۴۵۹۸، ۶۲۰۰، ۶۳۹۳، ۶۹۴۰۔

٨٠٥: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَّقُوْلُ سَقَطَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ مِنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِنَا قَاعِدًا وَقَعَدْنَا وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً صَلَّيْنَا قُعُوْدًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا

۸۰۵: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے زہری سے کئی بار روایت کرتے ہوئے بتایا کہ (زہری نے) کہا: میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سے گر پڑے اور کبھی سفیان نے (عَنْ فَرَسٍ کی جگہ) مِنْ فَرَسٍ کہا۔ اس سے آپؐ کا داہنا پہلو چھل گیا۔ ہم آپؐ کے پاس گئے کہ آپؐ کی عیادت کریں۔ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا۔ آپؐ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ہم بھی بیٹھ گئے اور ایک بار سفیان نے (بیٹھ گئے کی جگہ) کہا: ہم نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھی۔ جب آپؐ نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے فرمایا: امام تو اسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی

قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا

اقتدا کی جائے۔پس جب وہ تکبیر کہے۔تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اُٹھائے تو تم بھی سر اُٹھاؤ اور جب وہ کہے: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ تو تم کہو رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

قَالَ سُفْيَانُ كَذَا جَاءَ بِهِ مَعْمَرٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَقَدْ حَفِظَ كَذَا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَكَ الْحَمْدُ حَفِظْتُ مِنْ شِقِّهِ الْأَيْمَنِ فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّهْرِيِّ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَنَا عِنْدَهُ فَجُحِشَ سَاقُهُ الْأَيْمَنُ.

سفیان نے (علی بن مدینی سے) پوچھا: کیا معمر نے یہ حدیث اسی طرح بیان کی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔سفیان نے کہا: معمر نے واقعی اسی طرح یاد رکھا۔زہری نے وَلَکَ الْحَمْد ہی کہا۔(سفیان نے یہ بھی کہا) مجھے یاد ہے کہ زہری نے یوں کہا: مِنْ شِقِّهِ الْاَيْمَنِ. جب ہم زہری کے پاس سے نکلے تو ابن جریج نے کہا: میں ان کے پاس موجود تھا اور انہوں نے فَجُحِشَ سَاقُهُ الْاَيْمَنُ کہا تھا۔

اطرافہ: ۳۷۸، ٦٨٩، ۷۳۲، ۷۳۳، ۱۱۱٤، ۱۹۱۱، ۲٤٦۹، ۵۲۰۱، ۵۲۸۹، ٦٦٨٤۔

تشریح: يَهْوِيْ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ يَسْجُدُ: اس باب کا اصل مدعا یہ ہے کہ سجدہ میں جانے کے وقت اللہ اکبر کہے۔جو روایت نمبر ۸۰۳ سے واضح ہے اور روایت نمبر ۸۰۴ کے لانے سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اللہ اکبر کہنے کی کیفیت حضرت ابو ہریرہؓ کی حلفی شہادت سے ظاہر ہے۔پس اس میں آنحضرت ﷺ کی اقتداء کرنی ضروری ہے۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ: باب مذکورہ میں حضرت ابن عمرؓ کا حوالہ ایک اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ انسان سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے زمین پر ٹیکے اور پھر ہاتھ رکھے۔مگر امام مالکؒ کی رائے اس کے برعکس ہے۔یہ ایک جزئی اختلاف ہے۔خود امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ بھی اس کو ایک اختیاری بات سمجھتے ہیں۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۷٦) امام بخاریؒ نے بھی اس مسئلہ میں خاموشی اختیار کی ہے۔

جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا: یہ بحث اٹھانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ اس میں بھی بعض لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ ان کے نزدیک جب تک سجدہ سے سر اُٹھا کر نہ بیٹھ جائے یا بالکل سجدہ میں نہ جھک جائے اللہ اکبر نہ کہے۔ (فتح الباری جزء۲ صفحہ ۳۷۷)

روایت نمبر ۸۰۵ کے آخر میں ایک لفظی بحث یہ امر واضح کرنے کے لئے اٹھائی گئی ہے کہ آیا **رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ** ہے جیسا کہ لیث وغیرہ نے زہری سے روایت کی ہے (نمبر ۷۳۳) یا **رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ** ہے جیسا کہ سفیان نے زہری سے روایت کی۔ (نمبر ۸۰۵) اس امر میں لیث کی نسبت سفیان کا حافظہ زیادہ قابلِ اعتبار ہے یعنی **وَلَكَ الْحَمْدُ**۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۷۷)

بَاب ۱۲۹: فَضْلُ السُّجُوْدِ

سجدے کی فضیلت

۸۰۶: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ هَلْ تُمَارُوْنَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُوْنَهُ سَحَابٌ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ فَهَلْ تُمَارُوْنَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذٰلِكَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّتَّبِعُ الشَّمْسَ وَمِنْهُمْ مَنْ

۸۰۶: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: سعید بن مسیّب اور عطاء بن یزید لیثی نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے انہیں بتایا۔ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے ربّ کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: کیا تم چودھویں کی رات چاند میں شک کرسکتے ہو جبکہ اس کے سامنے بادل نہ ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم سورج میں شک کرتے ہو جبکہ اس کے سامنے بادل نہ ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: (لاریب) تم بھی اس (یعنی اللہ تعالیٰ) کو اسی طرح دیکھو گے۔ لوگ قیامت کے دن اکٹھے کئے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کہے گا: جو شخص جس چیز کو پوجتا تھا وہ اس کے پیچھے ہولے۔ پس ان میں سے کوئی سورج کے پیچھے ہوجائے

يَتَّبِعُ الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الطَّوَاغِيْتَ وَتَبْقَى هَذِهِ الْأُمَّةُ فِيْهَا مُنَافِقُوْهَا فَيَأْتِيْهِمُ اللهُ فَيَقُوْلُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ هَذَا مَكَانُنَا حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيْهِمُ اللهُ فَيَقُوْلُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَدْعُوْهُمْ فَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يَّجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهِ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ إِلَّا الرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللَّهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِي جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْبَقُ بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُو حَتَّى إِذَا أَرَادَ اللهُ رَحْمَةَ مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمَرَ اللهُ الْمَلَائِكَةَ أَنْ يُخْرِجُوْا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِآثَارِ السُّجُوْدِ وَحَرَّمَ اللهُ عَلَى النَّارِ أَنْ

گا اور کوئی چاند کے اور کوئی بتوں اور سرداروں کے اور یہ امت رہ جائے گی۔ اس میں منافق بھی ہوں گے۔ ان کے پاس اللہ آئے گا اور کہے گا: میں تمہارا ربّ ہوں۔ تو وہ کہیں گے: ہم یہیں اپنی جگہ رہیں گے، جب تک کہ ہمارا ربّ آ جائے۔ جب ہمارا رب آئے گا ہم اس کو پہچان لیں گے۔ چنانچہ اللہ (عزوجل) ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا: میں تمہارا ربّ ہوں۔ تو وہ کہیں گے: (بے شک) تو ہمارا ربّ ہے۔ پھر وہ ان کو بلائے گا اور جہنم کے درمیان راستہ بنایا جائے گا۔ پیغمبروں میں سے میں پہلا شخص ہوں گا جو اپنی امت کو لے کر پار ہوگا اور اس دن سوائے پیغمبروں کے اور کوئی کلام نہیں کرے گا اور پیغمبر بھی اس دن یہی کہیں گے: اے اللہ بچائیو! بچائیو! اور جہنم میں اونٹ کٹارے کے کانٹوں کی مانند آنکڑے ہوں گے۔ کیا تم نے اونٹ کٹارے کے کانٹے دیکھے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: وہ ہوں گے تو اونٹ کٹارے کے کانٹے کی طرح مگر اللہ ہی جانتا ہے کتنے بڑے ہوں گے۔ وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اچک لیں گے۔ پس کوئی تو اپنے عمل کی وجہ سے بالکل ہلاک ہو جائے گا اور کوئی چکنا چور ہو کر پھر بچ جائے گا۔ یہاں تک کہ جب اللہ دوزخیوں میں سے بعض پر رحم کرنا چاہے گا تو ملائکہ کو حکم دے گا کہ جو اللہ کو پوجتا تھا، اسے نکالو۔ چنانچہ وہ ان کو نکالیں گے اور سجدہ کے نشانوں

تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُوْدِ فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ فَكُلُّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُهُ النَّارُ إِلَّا أَثَرَ السُّجُوْدِ فَيَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوْا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيْلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَفْرُغُ اللهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَيَبْقَى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ النَّارِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهِ قِبَلَ النَّارِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ قَدْ قَشَبَنِي رِيْحُهَا وَأَحْرَقَنِي ذَكَاؤُهَا فَيَقُوْلُ هَلْ عَسَيْتَ إِنْ فُعِلَ ذَلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَ ذَلِكَ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِي اللَّهَ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ فَإِذَا أَقْبَلَ بِهِ عَلَى الْجَنَّةِ رَأَى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَّسْكُتَ ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ قَدِّمْنِي عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اللهُ لَهُ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيثَاقَ أَنْ لَّا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنْتَ سَأَلْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ لَا أَكُونُ أَشْقَى خَلْقِكَ

سے ان کو پہچانیں گے اور اللہ نے دوزخ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ سجدے کے نشان کو کھا سکے۔ چنانچہ آگ آدمی کا سارا جسم کھا جائے گی سوائے نشان سجدہ کے۔ وہ آگ سے ایسی حالت میں نکالے جائیں گے کہ کوئلہ کی طرح جلے ہوئے ہوں گے۔ ان پر زندگی کا پانی ڈالا جائے گا تو وہ اسی طرح پھر اُبھر آئیں گے جس طرح دانہ سیلاب کے پھینکے ہوئے کوڑے کرکٹ میں ابھر آتا ہے۔ پھر اللہ بندوں کا فیصلہ کرنے سے فارغ ہوگا اور ایک شخص دوزخ اور جنت کے درمیان رہ جائے گا اور وہ سب دوزخیوں کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا اور وہ کہے گا: اے میرے رب! آگ سے میرا منہ پھیر دے۔ اس کی لپٹ نے تو مجھے نڈھال کر دیا ہے اور اس کی تیزی نے مجھے جلا دیا ہے۔ اللہ فرمائے گا: کیا یہ تو نہیں ہوگا کہ تجھ سے یہ سلوک کئے جانے پر کوئی اور درخواست کرے؟ وہ کہے گا: نہیں تیری عزت کی قسم! اور اللہ عزوجل سے جیسے جیسے وہ چاہے گا عہد و پیمان کرے گا۔ تب اللہ اس کے منہ کو آگ سے پھیر دے گا۔ پس جب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا تو اس کی بہار دیکھے گا۔ جتنی دیر اللہ چاہے گا، وہ خاموش رہے گا۔ پھر کہے گا: اے میرے رب! مجھے جنت کے دروازے پر پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ اسے کہے گا: کیا تو نے عہد و پیمان نہیں کئے تھے کہ جو تو مانگ چکا ہے۔ اس کے علاوہ اور نہ

فَيَقُوْلُ فَمَا عَسَيْتَ إِنْ أُعْطِيتَ ذَلِكَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُ غَيْرَ ذَلِكَ فَيُعْطِي رَبَّهُ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَمِيثَاقٍ فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَأَى زَهْرَتَهَا وَمَا فِيْهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُوْرِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَّسْكُتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اللهُ وَيْحَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ أَنْ لَّا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي أُعْطِيْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِي أَشْقَى خَلْقِكَ فَيَضْحَكُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُ ثُمَّ يَأْذَنُ لَهُ فِي دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ تَمَنَّ فَيَتَمَنَّى حَتَّى إِذَا انْقَطَعَ أُمْنِيَّتُهُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا أَقْبَلَ يُذَكِّرُهُ رَبُّهُ حَتَّى إِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ اللهُ تَعَالَى لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ.

مانگے گا؟ تو وہ کہے گا: اے میرے رب! کیا تیری مخلوق میں صرف میں ہی بدبخت ہوں؟ اس پر اللہ کہے گا: اچھا! اگر میں تیری یہ درخواست بھی منظور کرلوں تو پھر تو کچھ اور تو نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا: ہرگز نہیں۔ تیری ہی عزت کی قسم! میں (تجھ سے) اور کچھ نہیں مانگوں گا اور وہ اس پر جو بھی قول واقرار اللہ چاہے گا پیش کرے گا اور اللہ اس کو جنت کے دروازے تک پہنچا دے گا۔ جب وہ اس کے دروازے پر پہنچے گا تو وہاں کی بہاریں اور اس میں جو تازگی وفرحت ہوگی دیکھے گا اور جتنی دیر اللہ چاہے گا خاموش رہے گا۔ پھر کہے گا: اے میرے رب! مجھے جنت میں داخل کردے۔ اس پر اللہ عزوجل کہے گا: آدم کے بیٹے! تو کیسا بدعہد ہے؟ کیا تو نے عہد و پیمان نہیں کئے تھے کہ جو تجھے دیا جائے گا اس کے سوا کچھ اور نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! ساری مخلوق میں مجھے ہی بے نصیب نہ بنا۔ اللہ عزوجل یہ سن کر خوش ہوگا۔ پھر اس جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے گا اور کہے گا: اچھا خواہش کر اور وہ تمنائیں کرے گا۔ یہاں تک کہ جب اس کی تمنائیں ختم ہوجائیں گی تو اللہ عزوجل فرمائے گا: یہ بھی تو مانگ یہ بھی تو مانگ۔ اس کا رب اس کو خود یاد دلاتا جائے گا۔ یہاں تک کہ ساری تمنائیں ختم ہوجائیں گی۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ سب کچھ تمہارے لیے ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی۔

قَالَ أَبُو سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ لِأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللهُ لَكَ ذَلِكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَمْ أَحْفَظْ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَوْلَهُ لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو سَعِيْدٍ إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ ذَلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ.

اطرافہ: ۶۵۷۳، ۷۴۳۷۔

(اور) حضرت ابوسعید خدری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے کہا: (کیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس حدیث میں) یوں فرمایا تھا کہ اللہ (عزوجل) فرمائے گا: یہ سب تیرے لیے اور اس کا دس گنا اور بھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے تو یہی یاد ہے کہ آپؐ نے فرمایا تھا: یہ سب تیرے لیے اور اس کے ساتھ اتنی ہی اور بھی۔ حضرت ابوسعیدؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تھا: یہ سب تیرے لیے اور اس کا دس گنا اور بھی۔

تشریح: **فَضْلُ السُّجُوْدِ:** باب ۱۲۹ کے ساتھ روایت نمبر ۸۰۶ کا جو تعلق ہے وہ ان الفاظ سے واضح ہے: حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ اَنْ تَأْكُلَ اَثَرَ السُّجُوْدِ ۔یعنی سجدہ کے نشان کو آگ نہیں جلا سکے گی۔اس سے یہ وہم گزرتا ہے کہ سجدہ کرنے والے کے باقی جسم کو آگ جلا دے گی۔جیسا کہ الفاظ اَنْ يُّخْرِجُوْا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِأَثَارِ السُّجُوْدِ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبادت کرنے والے بھی جہنم میں جائیں گے۔ درحقیقت یہ منافق لوگ ہیں۔جیسا کہ اسی حدیث کے الفاظ وَفِيْهَا مُنَافِقُوْهَا بتا رہے ہیں اور حدیث نمبر ۲۲ سے بھی واضح ہوتا ہے۔جس کے یہ الفاظ ہیں: اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَيُخْرِجُوْنَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوْا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيٰوةِ. (دیکھئے تشریح کتاب الایمان روایت نمبر ۲۲ زیر باب ۱۵) امام بخاریؒ اس سے یہاں ایک لطیف استدلال کر رہے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ لوگ منافق ہوں گے اور ان کے دلوں میں ایمان رائی کے برابر ہی ہوگا۔پھر بھی ان کے ظاہری سجود کا یہ اثر ہوگا کہ آخر وہ اس کی وجہ سے نجات پائیں گے۔اس سے حقیقی سجدہ کی فضیلت عیاں ہے۔وہ حقیقی سجدہ جس کے متعلق قرآن مجید ان الفاظ میں ارشاد فرماتا ہے: رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا. سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح:۳۰) {(اور) آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے۔تو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا۔وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔سجدوں کے اثر سے اُن کے چہروں پر اُن کی نشانی ہے۔} اور فرماتا ہے: يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا. وَيَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا. وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ

خُشُوْعًا ۔(بنی اسرائیل:۱۰۸تا۱۱۰) {وہ ٹھوڑیوں کے بَل سجدہ ریز ہوتے ہوئے گر جاتے تھے۔ اور وہ کہتے تھے ہمارا رب پاک ہے یقیناً ہمارے رب کا وعدہ تو بہر حال پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گرجاتے تھے اور یہ انہیں انکساری میں بڑھا دیتا تھا۔}

خلاصہ ان آیات کا یہ ہے کہ ان کے سجدوں کا اثر اُن کے چہروں پر نمایاں ہوگا اور ان کی نیتوں میں بھی اور ان کے اعمال میں بھی۔ ان کے دل یقین سے بھرے ہوئے ہیں اور خشوع ان پر طاری ہوتا ہے۔ وہ سجدوں میں پڑے روتے ہیں۔ ایسا سجدہ کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کے جسم کا ذرہ ذرہ جنابِ الٰہی میں اس طرح سربسجود ہے جس طرح تمام کائنات۔ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَايَسْتَكْبِرُوْنَ. يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ. (النحل:۵۰،۵۱) {اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو بھی آسمانوں میں اور زمین میں جاندار ہیں اور تمام فرشتے بھی اور وہ استکبار نہیں کرتے۔ وہ اپنے اوپر غالب رب سے ڈرتے ہیں اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔} ایسے لوگوں کے جسموں کو جہنم کی آنچ تک نہیں پہنچے گی۔ مگر وہ لوگ جو منافق ہوتے ہیں اور جن کا اثر سجود صرف داغ پیشانی تک محدود ہوتا ہے۔ ان کا سارا جسم سوائے داغ سجدہ کے جل کر کوئلہ ہو جائے گا۔ یہ مفہوم ہے اس حدیث کا جس سے سجدہ کی فضیلت عیاں ہے۔ وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ پہلی بار تجلّی کرے گا منافق ہوں گے۔ جنہوں نے دنیا میں باوجود اللہ تعالیٰ کا کلام سننے کے پھر اس کو نہیں پہچانا تھا۔ فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا وہ کہیں گے: ہم اسی جگہ رہیں گے۔ اس سے آگے نہیں بڑھیں گے۔ یہ لوگ جہنم میں رہ جائیں گے اور وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع اور فرمانبردار ہوں گے پل صراط سے گزر جائیں گے۔ بغیر اس کے کہ آگ ان پر اثر کرے۔ جہنم کے اُن نظاروں کے متعلق تفصیل کے لئے دیکھئے اسلامی اصول کی فلاسفی- دوسرا سوال- صفحہ۹۲ تا۹۶- روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ۴۰۶ تا۴۱۰۔ نیز چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد۲۳ صفحہ۶۲ تا۶۳۔

اس روایت کے شروع میں دیدار الٰہی کا جو ذکر ہے اس کے متعلق ملاحظہ ہو کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب ۱۶ روایت نمبر۵۵۵۔ روایت نمبر۸۰۶ کے آخری حصہ سے بھی اسلامی جہنم کی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔ جہنم کی سزا بطور تمہید ہے، ان ترقیات کے لئے جن کی انسان خواہش کرسکتا ہے اور ان ترقیات کے لئے بھی جو انسان کے تصور سے بالاتر ہیں۔ آیت کریمہ وَيَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا. (بنی اسرائیل :۱۰۹) { اور وہ کہتے تھے ہمارا ربّ پاک ہے۔ یقیناً ہمارے ربّ کا وعدہ تو بہر حال پورا ہو کر رہنے والا ہے۔} اس میں اسی شانِ ربوبیت کا اقرار کیا گیا ہے۔ اسلام ایسی جہنم سے انکار کرتا ہے جو رحمت سے معرّا اور شان ربوبیت کے منافی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی حقیقت اور انسان کی آرزو مند فطرت اور شانِ ربوبیت اور اس کی بے پایاں رحمت تمثیلی پیرایہ میں واضح فرمائی ہے۔ حیاتِ اخرویہ کے حالات سوائے اس پیرایۂ بیان کے اور کسی پیرائے میں بیان نہیں کئے جاسکتے۔ اس ضمن میں دیکھئے تشریح کتاب الایمان- روایت نمبر۲۲ زیر باب ۱۵ ۔

ذٰلِکَ لَکَ وَ عَشَرَةُ اَمْثَالِهِ : مذکورہ بالا روایت کے آخر میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت کے حوالہ سے عنوانِ باب کے اصل مقصود کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ روایت طویل ہے۔ مگر اس موقع پر امام بخاریؒ نے اس میں سے صرف وہ حصہ لیا ہے؛ جس میں دس گنا ثواب کا ذکر ہے۔ سجدہ کی فضیلت اس کے نتائج کے ذریعہ سے ظاہر کی گئی ہے۔

بَاب ۱۳۰ : يُبْدِي ضَبْعَيْهِ وَيُجَافِي فِي السُّجُوْدِ

سجدہ میں اپنے دونوں بازو کھلے رکھے اور سجدہ میں (پیٹ کو رانوں سے) الگ رکھے

۸۰۷: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرٍ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ.

۸۰۷: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: بکر بن مضر نے مجھے بتایا کہ انہوں نے جعفر (بن ربیعہ) سے، جعفر نے ابن ہرمز سے، ابن ہرمز نے حضرت عبداللہؓ بن مالک بن بُحَینہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو آپؐ دونوں ہاتھ (پہلو) سے الگ رکھتے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ نَحْوَهُ.

اور لیث (بن سلام) نے کہا کہ جعفر بن ربیعہ نے مجھ سے بھی اسی طرح بیان کیا۔

اطرافه: ۳۹۰، ۳۵٦٤۔

تشریح: يُبْدِئُ ضَبْعَيْهِ وَ يُجَافِئُ فِي السُّجُوْدِ: مذکورہ بالا عنوان کتاب الصلوٰۃ باب ۲۷ میں ایک اور غرض کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ سجدہ میں ایسی وضع اختیار کرے۔ جس سے غفلت اور سستی پیدا نہ ہو اور جسم کا بوجھ ہر عضو پر تقسیم ہو جائے۔ اس ضمن میں کتاب الصلوٰۃ باب ۲۳ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۳۱ : يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ

(سجدہ میں) اپنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ رکھے۔

قَالَهُ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسے حضرت ابوحمیدؓ الساعدی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔

تشریح: يَسْتَقْبِلُ بِاَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ: یہی عنوان کتاب الصلوٰۃ باب ۲۸ میں بھی رکھا گیا ہے۔ وہاں کچھ اور غرض ہے اور یہاں کچھ اور۔ اس جگہ اس عنوان کا صرف جسمانی وضع کے ساتھ تعلق ہے۔ اس باب کے ذیل میں کوئی روایت بیان نہیں کی گئی۔ صرف ایک روایت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جو آگے باب ۱۴۵ میں منقول ہے۔ (روایت نمبر ۸۲۸) اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ کرتے وقت پاؤں انگلیوں کے بل کھڑے ہوں اور ایڑیاں اونچی ہوں۔ انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو۔ سجدے کی اس مخصوص ہیئت میں سر، بازو، پاؤں، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں سب کا رخ ایک ہی طرف ہوگا۔ یکسوئی صرف افراد کی صف بندی میں ہی نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ ہر فرد کے اپنے ظاہر و باطن میں بھی۔

بَاب ۱۳۲ : إِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُوْدَ

اگر سجدہ پورا نہ کرے

۸۰۸: حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ عَنْ وَّاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَأَى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافہ: ۳۸۹، ۷۹۱۔

۸۰۸: صلت بن محمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: مہدی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے واصل سے، واصل نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا؛ جو رکوع اور سجدہ پوری طرح نہیں کرتا تھا۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو حضرت حذیفہؓ نے اس سے کہا: تم نے نماز نہیں پڑھی۔ (ابووائل) کہتے تھے اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر تم (اب) مرجاؤ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر نہیں مروگے۔

تشریح: **اِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُوْدَ:** کتاب الصلوٰۃ باب ۲۶ کا بھی یہی عنوان ہے۔مگر وہاں مضمون کچھ اور ہے اور یہاں اور۔اس جگہ سجدہ سے متعلق وہی امر واضح کرنا مدنظر ہے جو رکوع سے متعلق باب نمبر ۱۱۹ میں تھا۔ یعنی مَاصَلَّيْتَ تم نے نماز نہیں پڑھی۔دونوں ابواب میں ایک ہی روایت لائی گئی ہے۔

بَاب ۱۳۳ : اَلسُّجُوْدُ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ

سات ہڈیوں پر سجدہ کرنا

۸۰۹: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ وَلَا يَكُفَّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا الْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ.

اطرافه: ۸۱۰، ۸۱۲، ۸۱۵، ۸۱۶۔

۸۰۹: قبیصہ نے ہم سے بیان کیا،کہا: سفیان نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے عمرو بن دینار سے، عمرو بن دینار نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ سات اعضاء پر سجدہ کریں۔یعنی پیشانی اور دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر اور بال نہ سمیٹیں، نہ کپڑا۔

۸۱۰: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْنَا أَنْ نَّسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا نَكُفَّ ثَوْبًا وَلَا شَعَرًا.

اطرافه: ۸۰۹، ۸۱۲، ۸۱۵، ۸۱۶۔

۸۱۰: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے عمرو سے، عمرو نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ہمیں حکم ہوا ہے کہ ہم سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ کپڑا سمیٹیں، نہ بال۔

۸۱۱: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيْدَ

۸۱۱: آدم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اسرائیل نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے ابواسحاق سے، ابواسحاق

الْخَطْمِيِّ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ.

نے عبداللہ بن یزید خطمی سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) حضرت براء بن عازبؓ نے ہم سے بیان کیا اور وہ غلط نہ کہتے تھے۔ کہتے تھے: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب آپؐ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے تو ہم میں سے کوئی اپنی پیٹھ نہ جھکاتا، جب تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر اپنی پیشانی نہ رکھ دیتے۔

اطرافہ: ۶۹۰، ۷۴۷۔

تشریح: **اَلسُّجُوْدُ عَلٰی سَبْعَةِ اَعْظُمٍ:** آدابِ عبادت کے اظہار میں ہر مذہب وملت نے کوئی نہ کوئی طریقہ مقرر کر رکھا ہے۔ مگر اسلام نے جو طریقہ جاری کیا ہے، وہ ایک جامع طریقہ ہے۔ اس میں تعظیم کی تمام شائستہ ہیئتیں شامل ہیں۔ ہاتھ باندھ کر ادب سے کھڑا ہونا، جھکنا، سجدہ کرنا، دوزانو ہو کر بیٹھنا۔ سجدہ کی مذکورہ بالا صورت سب سے بہتر ہے۔ کیا بلحاظ جسمانی ہیئت اور کیا بلحاظ عبودیت کا انتہائی درجہ نمایاں ہونے کے انسان میں خشوع خضوع کی کیفیات اس وضعیت سے بالطبع پیدا ہوتی ہیں۔

لَا نَكُفُّ ثَوْبًا وَّلَا شَعَرًا : کپڑے اور بال سمیٹنے سے اسی لئے منع فرمایا ہے کہ توجہ بٹتی اور اصل مقصود فوت ہوتا ہے۔ جو شخص اپنے کپڑوں یا بالوں کے خراب ہونے کی فکر میں ہوگا اس میں توجہ الی اللہ اور عاجزی وزاری کہاں پیدا ہوگی؟ سجدہ کی حالت تو خودی ملیامیٹ کرتی ہے۔ خودی اور سجدہ ضدّین ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ پیشانی کا زمین سے چھونا ہی واجب ہے، دوسرے اعضاء کا نہیں۔ یعنی ان کی شمولیت بطور وجوب کے نہیں، بلکہ علیٰ سبیلِ استعانت ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نمبر ۸۰۹، ۸۱۰ پیش کر کے مذکورہ بالا اعضاء کی شمولیت کے وجوب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جیسا کہ الفاظ اُمِرْنَا اَنْ نَّسْجُدَ عَلٰی سَبْعَةِ اَعْظُمٍ اس وجوب پر دلالت کرتے ہیں۔ ورنہ پھر میز کرسی پر بیٹھ کر سجدہ کرنا بھی جائز سمجھا جائے گا۔ روایت نمبر ۸۱۱ میں اختصار ہے اور پہلی روایت میں تفصیل اور یہ روایتیں ایک دوسرے کے مخالف نہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۸۴) یہ سوال کہ ان اعضاء کے بل سجدہ کرنے کا حکم کہاں ہے؟ اس کے جواب میں بعض علماء نے یہ آیت پیش کی ہے: وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۔ (الجن :۱۹) {اور یقیناً مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔} مؤلف لسان العرب نے مساجد کے معنوں میں جسم کے وہ اعضاء بھی شامل کئے ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے۔
(لسان العرب۔ زیر لفظ سَجَدَ)

بَاب ۱۳۴: اَلسُّجُوْدُ عَلَى الْأَنْفِ

ناک پر سجدہ کرنا

۸۱۲: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلَى أَنْفِهِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعَرَ.

۸۱۲: معلّی بن اسد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن طاؤس سے، عبداللہ نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم ہوا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی پر اور ہاتھ سے اشارہ کیا اپنے ناک پر اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر اور نہ ہم کپڑے سمیٹیں نہ بال۔

اطرافہ: ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۵، ۸۱٦۔

تشریح: **اَلسُّجُوْدُ عَلَى الْاَ نْفِ**: باب مذکور یہ بتانے کے لئے قائم کیا گیا ہے کہ پیشانی اور ناک آپس میں متصل ہونے کی وجہ سے ایک ہی ہڈی شمار کی گئی ہے۔ چنانچہ آپؐ نے پیشانی کا نام لے کر ہاتھ سے ناک کی طرف بھی اشارہ فرمایا۔ اور پیشانی پر سجدہ تب ہی اچھی طرح کیا جا سکتا ہے جب ناک زمین سے لگے۔ بعض نے ناک کو سجدہ میں شامل رکھنا ضروری نہیں سمجھا۔ امام بخاریؒ کی رائے اس کے خلاف ہے۔ جیسا کہ انہوں نے اگلا باب اپنی یہ رائے واضح کرنے کے لئے باندھا ہے۔ یعنی سجدہ میں اگر ناک کو پیشانی کے ساتھ شامل رکھنا ضروری نہیں تو پھر عندالضرورت جائز ہوگا کہ اس کو خاک آلود نہ کیا جائے۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شدید ضرورت پیش آنے کے باوجود بھی ناک پر سجدہ کیا۔ یعنی کیچڑ اور پانی سے اس کو نہیں بچایا۔ لوگ اپنی ناک کی بہت عزت کرتے ہیں اور اس کی لاج رکھنے کے لئے احکام الٰہی کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے۔ کہتے ہیں ناک نہ کٹے۔ غرض سجدہ کی اصل حقیقت تب ہی جا کر پورے طور پر متمثل ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ساری عزتیں قربان کر دی جائیں۔ یہی نکتہ مدنظر رکھتے ہوئے امام بخاریؒ نے تکمیل سجدہ کی بحث باب ۱۳۵ پر ختم کی ہے اور سجدہ میں ناک کو پیشانی کے ساتھ بطور وجوب شامل رکھا ہے۔

فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا اَحْسَنَ الْجَزَاءِ وَشَكَرَ سَعْيَهٗ

بَاب ۱۳۵: اَلسُّجُوْدُ عَلَى الْأَنْفِ وَالسُّجُوْدُ عَلَى الطِّيْنِ

کیچڑ میں بھی ناک پر سجدہ کرنا

۸۱۳: حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلَى أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ فَقُلْتُ أَلَا تَخْرُجُ بِنَا إِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ فَخَرَجَ فَقَالَ قُلْتُ حَدِّثْنِي مَا سَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَشْرَ الْأُوَلِ مِنْ رَّمَضَانَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ إِنَّ الَّذِي تَطْلُبُ أَمَامَكَ فَاعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ فَأَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ إِنَّ الَّذِي تَطْلُبُ أَمَامَكَ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ خَطِيْبًا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ مِنْ رَّمَضَانَ فَقَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ فَإِنِّي أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي نُسِّيْتُهَا وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ وَإِنِّي رَأَيْتُ كَأَنِّي أَسْجُدُ فِي طِيْنٍ وَّمَاءٍ وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيْدَ النَّخْلِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ شَيْئًا فَجَاءَتْ قَزْعَةٌ فَأُمْطِرْنَا فَصَلَّى بِنَا

۸۱۳: موسیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ سے، یحییٰ نے ابوسلمہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں حضرت ابوسعید خدریؓ کے پاس گیا اور میں نے کہا: کیا نخلستان کی طرف نہ چلیں؟ آپس میں باتیں کریں گے۔ اس پر وہ نکلے۔ (ابوسلمہ) کہتے ہیں کہ میں نے کہا: آپؓ نے نبی ﷺ سے لیلۃ القدر کے متعلق جو سنا ہے مجھے بتائیں۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ رمضان کے پہلے دہاکے میں اعتکاف بیٹھے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ اعتکاف بیٹھے۔ آپؐ کے پاس جبرائیل آئے اور انہوں نے کہا: جو چیز آپؐ چاہتے ہیں وہ آگے ہے۔ پھر آپؐ درمیانی دہاکے میں اعتکاف بیٹھے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ اعتکاف بیٹھے۔ جبرائیلؑ آپؐ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: جو چیز آپؐ چاہتے ہیں وہ آگے ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ رمضان کی بیسویں کی صبح کو کھڑے ہوئے اور ہمیں مخاطب کیا اور فرمایا: جو شخص نبی ﷺ کے ساتھ اعتکاف بیٹھا تھا وہ پھر اعتکاف میں بیٹھے۔ کیونکہ مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی ہے اور میں اسے بھول گیا ہوں اور وہ آخری دہاکے کی طاق راتوں میں ہے اور میں نے دیکھا جیسے میں کیچڑ اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں اور مسجد کی چھت کھجور کی ڈالیوں کی تھی اور ہم آسمان پر کچھ بھی نہ دیکھتے تھے۔

النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ وَالْمَاءِ عَلَى جَبْهَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْنَبَتِهِ تَصْدِيْقَ رُؤْيَاهُ.

اتنے میں ایک پتلا سا بادل آیا اور ہم پر برسا۔ نبی ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی پیشانی اور بینی ☆ پر کیچڑ اور پانی کا نشان بھی دیکھ لیا اور آپؐ کا خواب سچا ہوا۔

اطرافه: ٦٦٩، ٨٣٦، ٢٠١٦، ٢٠١٨، ٢٠٢٧، ٢٠٣٦، ٢٠٤٠۔

بَاب ١٣٦ : عَقْدُ الثِّيَابِ وَشَدُّهَا

(نماز میں) کپڑوں کو گرہ لگانا اور ان کو باندھنا

وَمَنْ ضَمَّ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِذَا خَافَ أَنْ تَنْكَشِفَ عَوْرَتُهُ.

اور اگر کسی کو خوف ہو کہ اس کا ننگ ظاہر ہو جائے گا، وہ اپنے کپڑے کو اپنے جسم کے ساتھ لگا کر تھامے رکھے۔

٨١٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ عَاقِدُوْا أُزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلَى رِقَابِهِمْ فَقِيْلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُءُوْسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا.

۸۱۴: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحازم سے، ابوحازم نے سہل بن سعد سے روایت کی، کہا: لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے اور وہ اپنے تہ بندوں کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے ان کو اپنی گردنوں پر باندھتے اور عورتوں سے کہہ دیا گیا تھا کہ تم اپنے سر اس وقت تک نہ اٹھاؤ جب تک مرد سیدھے ہو کر نہ بیٹھ جائیں۔

اطرافه: ٣٦٢، ١٢١٥۔

تشریح: **عَقْدُ الثِّيَابِ وَشَدُّهَا**: باب۱۳۳ کی پہلی دو روایتوں میں کپڑا اکٹھا کرنے کی ممانعت کا ذکر گذر چکا ہے۔ یہاں اس استثنائی صورت کا ذکر کیا گیا ہے جس میں کپڑا چھوٹا ہونے کی وجہ سے ننگا ہونے کا ڈر ہو تو ایسی صورت میں ہاتھوں سے اس کو سنبھال کر رکھنا جائز ہوگا۔ لیکن بالوں سے متعلق کوئی استثناء نہیں۔ جیسا کہ اس کی وضاحت اگلے باب میں کر دی گئی ہے۔ اس ضمن میں کتاب الصلوٰۃ باب ۶ کی تشریح دیکھئے۔

☆ بینی: ناک (فیروز اللغات)

بَاب ۱۳۷: لَا یَکُفُّ شَعَرًا

اپنے بالوں کو نہ سمیٹے

۸۱۵: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا يَكُفَّ ثَوْبَهُ وَلَا شَعَرَهُ.

۸۱۵: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ حماد جو ابنِ زید ہیں، نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن دینار سے، ابن دینار نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نہ اپنے کپڑے سمیٹیں اور نہ بال۔

اطرافه: ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۲، ۸۱۶۔

تشریح: لَا یَکُفُّ شَعَرًا: اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ (الحجر:۹۹) یعنی تو اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے اس کی تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو۔ اسی طرح سورۂ دہر میں فرماتا ہے: وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَیْلًا طَوِیْلًا (الدھر:۲۷) یعنی رات کے وقت بھی اس کے سامنے سجدہ کیا کر اور رات کو دیر تک اس کی تسبیح کیا کر۔ پھر سورۂ علق میں فرماتا ہے: کَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق:۲۰) یعنی اے نبی! تو کافر کی اطاعت نہ کر اور صرف اپنے رب کے حضور میں سجدہ کر اور اس سجدہ کے نتیجہ میں اپنے رب کے قریب تر ہو جا۔ اسی طرح بیسیوں جگہ سجدہ کا حکم دہرایا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے سجدہ کی کیفیت واضح فرمائی ہے کہ سات اعضاء اس میں شامل ہوں۔ پیشانی بنی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔ یعنی کل سات اعضاء۔ خود قرآن مجید سے بھی سجدہ کی اس مخصوص کیفیت کا علم ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے: سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح:۳۰) یعنی ان کی شناخت ان کے چہروں پر سجدہ کے نشانات سے ہوتی ہے۔ چہرہ میں ماتھا اور ناک شامل ہے۔ اسی طرح فرماتا ہے: وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا (بنی اسرائیل:۱۱۰) یعنی وہ اَذْقَانٌ کے بل روتے ہوئے گرتے ہیں اور دعا انہیں خشوع (فروتنی) میں بڑھاتی ہے اَذْقَانٌ، ذَقَنٌ کی جمع ہے اور ذَقَنٌ کے معنی ہیں جبڑوں کا جوڑ یعنی ٹھوڑی۔ چنانچہ کہتے ہیں: ذَقَنَ عَلٰی یَدِهٖ اَوْ عَصَاهُ. یعنی اپنے ہاتھ یا چھڑی پر ٹھوڑی رکھ کر سہارا لیا۔ اَذْقَانٌ آیت میں بطور استعارہ استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد ماتھا، ہاتھ، گھٹنے، پاؤں سبھی ہیں۔ جن کے بل سجدہ میں گرا جاتا ہے۔ ان کے بغیر سجدہ مکمل نہیں ہوتا۔

بَاب ۱۳۸: لَا يَكُفُّ ثَوْبَهُ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں اپنے کپڑے نہ سمیٹے

۸۱۶: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةٍ لَا أَكُفُّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا.

۸۱۶: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو سے، عمرو نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے حکم ہوا ہے کہ سات (ہڈیوں) پر سجدہ کروں اور نہ بالوں کو سمیٹوں اور نہ کپڑے کو۔

اطرافہ: ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۲، ۸۱۵۔

تشریح: لَا يَكُفُّ ثَوْبَهُ فِي الصَّلَاةِ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو الگ عنوان میں واضح کر کے یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ استثنائی صورت میں کسی مجبوری کی وجہ سے کوئی اجازت دینے کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ اصل حکم منسوخ ہے۔ وہ برقرار رہے گا اور عام حالات میں اس پر عمل کیا جائے گا۔ عنوان باب میں فِي الصَّلَاةِ کے الفاظ سے امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اس حکم کی وجہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس سے نماز میں بے توجہی پیدا ہو سکتی ہے۔

(دیکھئے تشریح کتاب الاذان باب ۱۳۳)

بَاب ۱۳۹: اَلتَّسْبِيحُ وَالدُّعَاءُ فِي السُّجُودِ

سجدہ میں دعا اور تسبیح کرنا

۸۱۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ

۸۱۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحیٰ نے ہمیں بتایا۔ سفیان سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: منصور نے مجھے بتایا۔ انہوں نے مسلم سے، مسلم نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ میں اکثر یہ کہا کرتے تھے: سُبْحٰنَکَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا

اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ.

وَبِحَمْدِکَ اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ: پاک ذات ہے تیری اے اللہ! جو ہمارا رب ہے اور تو اپنی خوبیوں کے ساتھ ہے۔ اے اللہ! تو میری مغفرت فرما۔ آپؐ اس دعا کو قرآن مجید سے استنباط فرماتے تھے۔

اطرافہ: ۷۹۴، ۴۲۹۳، ۴۹۶۷، ۴۹۶۸۔

تشریح: اَلتَّسْبِیْحُ وَالدُّعَاءُ فِی السُّجُوْدِ: مذکورہ بالا دعا کی تشریح کے لئے دیکھئے باب ۱۲۳ کی تشریح یَتَاَوَّلُ الْقُرْآنَ کے معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کو قرآن مجید سے استنباط کیا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا۔ (النصر :۴) یعنی اے نبی! تو اپنے رب کی تعریف کے ساتھ ساتھ اس کی پاکیزگی بیان کرنے میں مشغول ہو جا اور مسلمانوں کی تربیت جن دعاؤں کی محتاج ہے، وہ دعائیں کر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کی تعمیل میں کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری دعا

بَاب ۱۴۰: اَلْمُكْثُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

۸۱۸: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لِأَصْحَابِهِ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَذَاكَ فِي غَيْرِ حِيْنِ صَلَاةٍ فَقَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَامَ هُنَيَّةً ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيَّةً فَصَلَّى صَلَاةَ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ شَيْخِنَا هٰذَا قَالَ أَيُّوبُ كَانَ

يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُوْنَهُ كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ.

اور تھوڑی دیر ٹھہرے۔ غرض انہوں نے ہمارے اس شیخ عمرو بن سلمہ کی نماز کی طرح نماز پڑھی۔ ایوب نے کہا عمرو بن سلمہ ایسی بات کیا کرتے تھے جو میں نے لوگوں کو کرتے نہیں دیکھا۔ وہ تیسری یا چوتھی رکعت میں بیٹھا کرتے تھے۔

اطرافه: ٦٧٧، ٨٠٢، ٨٢٤.

٨١٩: قَالَ فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى أَهْلِيْكُمْ صَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا صَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

۸۱۹: (حضرت مالکؓ بن حویرث نے) کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ کے پاس ٹھہرے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم اپنے لوگوں کے پاس واپس جاؤ تو یہ نماز فلاں وقت پڑھنا اور یہ نماز فلاں وقت پڑھنا۔ جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے ایک اذان دے اور تم میں جو بڑا ہو، وہ (آگے ہو کر) نماز پڑھائے۔

اطرافه: ٦٢٨، ٦٣٠، ٦٣١، ٦٥٨، ٦٨٥، ٢٨٤٨، ٦٠٠٨، ٧٢٤٦.

٨٢٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ سُجُوْدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُكُوْعُهُ وَقُعُوْدُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ.

۸۲۰: محمد بن عبدالرحیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابواحمد محمد بن عبداللہ زبیری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مسعر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حکم سے، حکم نے عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ سے، عبدالرحمٰن نے حضرت براءؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ اور آپؐ کا رکوع اور آپؐ کا دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا تقریباً برابر ہی ہوتا۔

اطرافه: ٧٩٢، ٨٠١.

٨٢١: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِت عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ إِنِّي لَا آلُو أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا قَالَ ثَابِتٌ كَانَ أَنَسٌ يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَكُمْ تَصْنَعُونَهُ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتَّى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى يَقُوْلَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ.

اطرافہ: ۸۰۰۔

۸۲۱: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ثابت سے، ثابت نے حضرت انس (بن مالک) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں تو پوری کوشش کرتا ہوں کہ تمہیں اسی طرح نماز پڑھاؤں جس طرح میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیں نماز پڑھاتے دیکھا تھا۔ ثابت کہتے تھے کہ حضرت انسؓ (بن مالک) ایک ایسی بات کیا کرتے تھے جو میں تمہیں کرتے نہیں دیکھتا۔ جب وہ رکوع سے سر اٹھاتے تو وہ اتنی دیر کھڑے رہتے کہ کہنے والا کہتا کہ وہ بھول گئے ہیں۔ اسی طرح دو سجدوں کے درمیان بھی اتنی دیر بیٹھتے کہ کہنے والا کہتا کہ بھول گئے ہیں۔

تشریح: **اَلْمُكْثُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ:** باب مذکور کی پہلی روایت میں كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ کے جو الفاظ ہیں یہ راوی کا شک ہے اور اس سے مراد جلسہ استراحت ہے جو دو سجدوں کے درمیان ہوتا ہے۔ یہ شک روایت نمبر ۸۲۰، ۸۲۱ سے دور کیا گیا ہے۔ ایک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور دوسری میں صحابی کے عمل درآمد کا ذکر ہے۔ بعض لوگ اس جلسہ کو ضروری نہیں سمجھتے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان کا ردّ کر رہے ہیں۔ اس مضمون کی ایک روایت پہلے بھی گذر چکی ہے۔ وہاں یہ الفاظ ہیں: مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَاءِ (دیکھئے باب ۱۲۱ روایت نمبر ۷۹۲) یعنی آپؐ کا سجود اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا اور رکوع کے بعد قیام یہ تقریباً برابر ہوتے تھے۔ سوائے قیام اور قعود کے۔ اس باب کے عنوان سے واضح ہوتا ہے کہ ان وقفوں سے یہ غرض تھی کہ اطمینان کی حالت برقرار رہے اور دعا کی جائے۔ جو لوگ بغیر وقفۂ استراحت سجدہ پر سجدہ کرتے چلے جاتے ہیں وہ یقیناً اس حالت اطمینان سے بے بہرہ رہتے ہیں جو نماز کی صحت کے لئے ضروری شرط ہے اور اس دعا سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان وقفوں میں کیا کرتے تھے۔

بَاب ١٤١ : لَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهِ فِي السُّجُوْدِ

سجدہ میں اپنی دونوں باہیں نہ بچھائے

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا.

حضرت ابوحمیدؓ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ (زمین پر) رکھے نہ انہیں بچھایا تھا اور نہ انہیں سمیٹا تھا۔

٨٢٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اعْتَدِلُوا فِي السُّجُوْدِ وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ.

۸۲۲: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، کہا: محمد بن جعفر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے قتادہ سے سنا۔ انہوں نے حضرت انسؓ بن مالک سے، حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: سجدہ میں اعتدال سے کام لو اور تم میں سے کوئی اپنی باہیں اس طرح نہ پھیلاوے جس طرح کتّا پھیلاتا ہے۔

اطرافہ: ۲۴۱، ۴۰۵، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۷، ۵۳۱، ۵۳۲، ۱۲۱۴۔

تشریح: **لَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعَيْهِ فِي السُّجُوْدِ:** عنوان باب کے الفاظ دوسری روایتوں سے لئے گئے ہیں، جو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین نے اپنی مسندوں میں درج کی ہیں۔ (صحیح مسلم. کتاب الصلوة، باب ما یجمع صفة الصلوة) نیز دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۹۰ اور حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کا حوالہ روایت نمبر ۸۲۸ میں دیکھئے۔ مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے حدیث کے الفاظ اِعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ کی وضاحت کی گئی ہے۔ مذکورہ بالا مخصوص ہیئت میں سجدہ کرنے سے کسل پیدا ہوتا ہے۔

تمام وہ احادیث جن میں جسمانی وضع اور حرکات وسکنات ضبط میں رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے، اس حکمت پر مبنی ہیں کہ ہمارے ظاہر کا باطن سے گہرا تعلق ہے۔ اس امر کی تفصیلی بحث جو نہایت دلچسپ اور مفید ہے؛ کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' زیرِ عنوان ''سوال اول کا جواب: انسان کی جسمانی' اخلاقی اور روحانی حالتیں'' صفحہ ۲ تا ۸۲- روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۶ تا ۳۹۶ میں دیکھئے۔

بَاب ۱۴۲ : مَنِ اسْتَوَى قَاعِدًا فِي وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ ثُمَّ نَهَضَ

جو اپنی نماز کی طاق رکعتوں میں سیدھا بیٹھ جائے اور پھر اٹھے

۸۲۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيُّ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَإِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا.

۸۲۳: محمد بن صباح نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشیم نے ہمیں بتایا، کہا: خالد حذاء نے ہم سے بیان کیا۔ ابوقلابہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت مالکؓ بن حویرث لیثی نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔ جب آپؐ نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تو آپؐ نہ اٹھتے جب تک کہ سیدھے ہوکر نہ بیٹھ جاتے۔

تشریح: مَنِ اسْتَوٰى قَاعِدًا فِيْ وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهٖ ثُمَّ نَهَضَ: پہلی اور تیسری رکعت سے اٹھتے وقت پہلے بیٹھ جائے اور پھر جلسہ استراحت (آرام کرنے) کے بعد اٹھے۔ یعنی تھوڑے سے وقفے کے بعد اٹھ کر کھڑا ہونا چاہیے۔ اختلافی مسئلہ ہونے کی وجہ سے باب کا عنوان اسم موصولہ مَنْ سے قائم کیا گیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جلسۂ استراحت ضروری ہے۔ حضرت مالکؓ بن حویرث لیثی کی مذکورہ بالا روایت سے متعلق یہ احتمال پیش کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے جلسۂ استراحت کیا ہوگا۔ مگر راوی جو کہ اپنی عینی شہادت پیش کر رہا ہے وہ اس امر سے زیادہ واقف ہوسکتا تھا۔ محض خیالی احتمال کی بناء پر اثباتی پہلو کو سلبی پہلو کی خاطر ترک نہیں کیا جاتا۔ حدیث صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ (نمبر ۶۳۱) کے راوی بھی حضرت مالک بن حویرثؓ ہیں اور اس بارہ میں ان کا قول زیادہ قابلِ اعتماد ہے (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۹۱)

علاوہ ازیں ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ وقار واطمینان کی حالت جو ہماری نماز کے لئے ضروری ہے۔ اس کا کیا تقاضا ہے۔ احناف حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت بطور دلیل پیش کرتے ہیں: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْهَضُ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ. (ترمذی۔ کتاب الصلاة. باب بعد باب ما جاء كيف النهوض من السجود) نیز تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۹۲۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں قدموں کے اگلے حصے کے بل اٹھا کرتے تھے۔ یہ روایت جلسۂ استراحت کے مخالف نہیں کیونکہ اس میں یہ ذکر نہیں کہ سجدے کے معاً بعد اٹھتے تھے۔ بلکہ یہ ذکر ہے کہ جب آپؐ قیام کے لئے اٹھتے تو پاؤں کی انگلیوں پر سہارا لے کر اٹھتے اور یہ صورت جلسۂ استراحت کے مخالف نہیں۔

بَاب۱۴۳: كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْأَرْضِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ

جب رکعت سے اٹھے تو زمین پر کس طرح سہارا لے

۸۲٤: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلَّى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ إِنِّي لَأُصَلِّي بِكُمْ وَمَا أُرِيْدُ الصَّلَاةَ وَلَكِنْ أُرِيْدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَالَ أَيُّوبُ فَقُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلَاتُهُ قَالَ مِثْلَ صَلَاةِ شَيْخِنَا هَذَا يَعْنِي عَمْرَو بْنَ سَلِمَةَ قَالَ أَيُّوبُ وَكَانَ ذَلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيْرَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ قَامَ.

اطرافه: ٦٧٧، ٨٠٢، ٨١٨.

۸۲۴: معلیٰ بن اسد نے ہم سے بیان کیا، کہا: وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے ابوقلابہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ہمارے پاس حضرت مالکؓ بن حویرث آئے اور انہوں نے ہماری اس مسجد میں ہمیں نماز پڑھائی اور کہا: میں تمہیں نماز پڑھاتا ہوں اور میرا ارادہ نماز کا نہیں۔ بلکہ میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے نماز پڑھتے دیکھا۔ ایوب کہتے تھے: میں نے ابوقلابہ سے پوچھا: حضرت مالکؓ کی نماز کیسی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: ہمارے اس شیخ کی نماز کی طرح تھی۔ اس سے ان کی مراد عمرو بن سلمہ تھے۔ ایوب کہتے تھے اور وہ شیخ تکبیریں پوری کہتے تھے اور جب وہ دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر سہارا لے کر پھر کھڑے ہوتے۔

تشریح كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْاَرْضِ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ: سجدے سے دو طرح اٹھا جاسکتا ہے۔ بغیر بیٹھنے کے اپنے بازوؤں کے بل جہاں سجدے میں تھا وہیں سے اٹھا جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے بیٹھے اور پھر ہاتھوں کے بل سہارا لیتے ہوئے اٹھے۔ سابقہ باب میں بتایا گیا ہے کہ بیٹھ کر اُٹھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس باب میں امام بخاریؒ ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو سجدے سے ہاتھوں کے بل بغیر جلسۂ استراحت کئے اٹھنا پسند کرتے ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۹۲)

بَاب ١٤٤ : يُكَبِّرُ وَهُوَ يَنْهَضُ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ

الله اکبر اس وقت کہے جب وہ دو رکعتیں پڑھ کر اٹھ رہا ہو

وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُكَبِّرُ فِي نَهْضَتِهِ.

اور ابن زبیر دوران قیام اللہ اکبر کہتے۔

٨٢٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيْدٍ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ وَحِيْنَ سَجَدَ وَحِيْنَ رَفَعَ وَحِيْنَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۸۲۵: یحییٰ بن صالح نے ہم سے بیان کیا، کہا: فلیح بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید بن حارث سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت ابوسعیدؓ نے ہمیں نماز پڑھائی تو انہوں نے جس وقت سجدہ سے سر اٹھایا، بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور پھر اس وقت بھی جب (دوسرا) سجدہ کیا اور پھر جب سجدہ سے سر اٹھایا اور اس وقت بھی جب وہ دو رکعتیں پڑھ کر اٹھے اور انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی (کرتے) دیکھا تھا۔

٨٢٦: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَعِمْرَانُ صَلَاةً خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَفَعَ كَبَّرَ وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا سَلَّمَ أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِي فَقَالَ لَقَدْ صَلَّى بِنَا هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ لَقَدْ ذَكَّرَنِي هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافه: ٧٨٤، ٧٨٦۔

۸۲۶: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہم سے بیان کیا، کہا: غیلان بن جریر نے ہمیں بتایا کہ مطرف سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے اور حضرت عمرانؓ (بن حصین) نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے جب سجدہ کیا تو اللہ اکبر کہا اور جب سجدے سے سر اُٹھایا تو پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا اور جب دو رکعتیں پڑھ کر اُٹھے تب بھی اَللّٰہُ اَکْبَر کہا: جب انہوں نے سلام پھیرا تو حضرت عمرانؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: انہوں نے تو ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سی نماز پڑھائی ہے یا کہا: انہوں نے تو مجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلا دی ہے۔

تشریح: **يُكَبِّرُ وَهُوَ يَنْهَضُ:** اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ رکوع اور سجود کے وقت جھکنے یا اُٹھنے سے قبل اللہ اکبر کہا جائے۔ مگر امام مالکؒ نے اس بارے میں یہ اختلاف کیا ہے کہ تشہد سے اٹھنے پر اللہ اکبر اس وقت کہے جب وہ کھڑا ہو رہا ہو۔ یعنی دورانِ قیام میں اور ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ کا یہ مذہب بھی مروی ہے کہ سیدھا کھڑا ہونے یا بیٹھنے پر اللہ اکبر کہے۔ سوائے شروع کی تکبیر کے جو کھڑا ہونے کے بعد کہی جاتی ہے۔ غرض یہ اختلاف مدنظر رکھ کر مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۳۹۳)

كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُكَبِّرُ فِيْ نَهْضَتِهٖ: ابن زبیر کا حوالہ ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح نقل کیا ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات با ب من كان يتم التكبير و لا ينقصه فی كل رفع و خفض. روایت نمبر ۲۴۸۹)

بَاب ١٤٥: سُنَّةُ الْجُلُوْسِ فِي التَّشَهُّدِ
تشہد میں بیٹھنے کا طریق

وَكَانَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِي صَلَاتِهَا جِلْسَةَ الرَّجُلِ وَكَانَتْ فَقِيْهَةً.

اور ام درداء نماز میں مرد کی طرح (دوزانو ہو کر) بیٹھتی تھیں اور وہ عالمہ فقیہ تھیں۔

٨٢٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَرَى عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا جَلَسَ فَفَعَلْتُهُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ فَنَهَانِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى وَتَثْنِيَ الْيُسْرَى فَقُلْتُ إِنَّكَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّ رِجْلَيَّ لَا تَحْمِلَانِي.

۸۲۷: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، عبدالرحمٰن نے عبداللہ بن عبداللہ سے روایت کی کہ انہوں نے (اپنے بیٹے) سے ذکر کیا کہ وہ (اپنے باپ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھتے تھے کہ نماز میں جب وہ بیٹھتے تو چار زانو ہو کر بیٹھتے۔ چنانچہ میں بھی اسی طرح بیٹھا۔ ان دنوں میں کم سِن تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے روکا اور کہا: نماز میں بیٹھنے کا طریق تو یہی ہے کہ تو اپنا دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں کو موڑ دے۔ میں نے کہا: آپؓ بھی تو اسی طرح بیٹھتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اُٹھا سکتے۔

۸۲۸: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ.

وَحَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ وَيَزِيْدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَا كُنْتُ أَحْفَظَكُمْ لِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حِذَاءَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهُ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى وَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ

۸۲۸: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد سے، خالد نے سعید سے، سعید نے محمد بن عمرو بن حلحلہ سے، انہوں نے محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت کی۔

(یحییٰ نے کہا:) اور لیث نے یہ بھی ہمیں بتایا کہ یزید بن ابی حبیب اور یزید بن محمد سے مروی ہے کہ ان دونوں نے محمد بن عمرو بن حلحلہ سے، انہوں نے محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت کی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر کیا تو حضرت ابوحمیدؓ ساعدی نے کہا: میں تم سب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو زیادہ اچھی طرح یاد رکھنے والا ہوں۔ میں نے آپؐ کو دیکھا کہ جب آپؐ اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر لاتے اور جب آپؐ رکوع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر مضبوطی سے رکھتے۔ پھر اپنی پیٹھ جھکا دیتے اور جب سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی ریڑھ کی ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ جاتی اور جب آپؐ سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو نیچے رکھتے نہ انہیں بچھاتے اور نہ ہی انہیں سکیڑ کر پہلو سے لگاتے اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کی نوکیں قبلہ کی طرف رکھتے جب آپؐ دو

رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْأُخْرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ.

رکعتیں پڑھ کر بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور جب آخری رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھتے تو بایاں پاؤں آگے کرتے اور دوسرے کو کھڑا رکھتے اور سرین کے بل بیٹھتے۔

وَسَمِعَ اللَّيْثُ يَزِيْدَ بْنَ أَبِي حَبِيْبٍ وَيَزِيْدُ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَلْحَلَةَ وَابْنُ حَلْحَلَةَ مِنَ ابْنِ عَطَاءٍ قَالَ أَبُو صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ كُلُّ فَقَارٍ وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ أَبِي حَبِيْبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ ابْنَ عَمْرٍو حَدَّثَهُ كُلُّ فَقَارٍ.

اور یہ حدیث لیث نے یزید بن ابی حبیب سے سنی۔ اور یزید نے محمد بن حلحلہ سے اور محمد بن حلحلہ نے ابن عطاء سے اور ابوصالح نے لیث سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: كُلُّ فَقَارٍ یعنی ریڑھ کی ہڈی (اپنی جگہ پر آ جاتی ہے) اور ابن مبارک نے یحییٰ بن ایوب سے یوں نقل کیا ہے: یزید بن ابی حبیب نے مجھ سے بیان کیا کہ محمد بن عمرو (بن حلحلہ) نے ان سے یہ الفاظ نقل کئے: كُلُّ فَقَارٍ.

تشریح: **سُنَّةُ الْجُلُوسِ فِي التَّشَهُّدِ:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مدنظر ایک اختلاف کا حل ہے، جو نماز میں مرد اور عورت کے بیٹھنے کے طریق سے متعلق ہے۔ ان کے نزدیک مرد اور عورت کے بیٹھنے میں کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہ امام مالکؒ کی رائے ہے۔ وہ خود دونوں جلسوں میں ایک ہی طریق سے بیٹھا کرتے تھے۔ یعنی سرین کے بل بائیں پاؤں کا سہارا لیتے ہوئے اور دایاں پاؤں موڑ کر اسے کھڑا رکھتے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ساتھیوں کے نزدیک سُرین کے بل بیٹھنا درست نہیں بلکہ بائیں پاؤں پر بیٹھنا چاہیے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک پہلے جلسے میں اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوسرے جلسے میں امام مالکؒ کے طریق پر بیٹھنا چاہیے۔ (بدایة المجتهد) بیٹھنے سے متعلق صحیح مذہب وہی ہے جس کا اظہار امام بخاریؒ نے کیا ہے اور وہ یہ کہ نمازی کو اس مسئلہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ملحوظ رکھنی چاہیے۔ سوائے اس کے کہ کوئی مجبوری ہو (روایت نمبر ٨٢٧) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے جلسہ تشہد میں اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دائیں پاؤں کو موڑ کر کھڑا رکھتے اور دوسرے میں سرین کے بل بیٹھتے تا آسانی سے بیٹھ کر دیر تک دعا کی جا سکے (روایت نمبر ٨٢٨) اور آپؐ دونوں طریق سے بیٹھتے اور اس مسئلہ میں جمع اور تخییر کا مذہب ہی صحیح ہے۔ یعنی اختیاری بات ہے۔ دونوں طرح بیٹھا جا سکتا ہے۔

كَانَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِي صَلَاتِهَا جِلْسَةَ الرَّجُلِ: ام درداءؓ جن کا عنوان باب میں حوالہ دیا گیا ہے؛ وہ تابعیہ تھیں، نہ کہ صحابیہ۔ اس کنیت کی دو عورتیں ہیں۔ ایک ام الدرداء الکبریٰ ہیں جو صحابیہ تھیں اور دوسری ام الدرداء الصغریٰ ہیں جو تابعیہ تھیں جن سے مکحول نے روایت کی ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ٣٩٥)

بَاب ١٤٦ : مَنْ لَمْ يَرَ التَّشَهُّدَ الْأَوَّلَ وَاجِبًا

جو پہلے تشہد کو فرض نہ سمجھے

لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھ کر اُٹھے اور پھر بیٹھے نہیں۔

٨٢٩: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ مَوْلَى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَقَالَ مَرَّةً مَوْلَى رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ بُحَيْنَةَ وَهُوَ مِنْ أَزْدِ شَنُوْءَةَ وَهُوَ حَلِيْفٌ لِبَنِي عَبْدِ مَنَافٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ حَتَّى إِذَا قَضَى الصَّلَاةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيْمَهُ كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُّسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ.

۸۲۹: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: بنی عبدالمطلب کے آزاد کردہ غلام عبدالرحمٰن بن ہرمز نے بیان کیا اور ایک دفعہ کہا: ربیعہ بن حارث کے آزاد کردہ غلام نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہؓ بن بحینہ نے جو قبیلہ ازدشنوءۃ میں سے تھے اور بنی عبد مناف کے حلیف تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے، (کہا:) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ظہر کی نماز پڑھائی اور آپؐ پہلی دو رکعتوں میں کھڑے ہو گئے، بیٹھے نہیں اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ کھڑے ہو گئے جب آپؐ نماز پڑھ چکے اور لوگ انتظار کرتے تھے کہ آپؐ سلام پھیریں گے تو آپؐ نے اسی حالت میں کہ آپؐ بیٹھے ہوئے تھے، اَللّٰہُ اَکْبَر کہا اور سلام سے پہلے دو سجدے کئے۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا۔

اطرافه: ٨٣٠، ١٢٢٤، ١٢٢٥، ١٢٣٠، ٦٦٧٠۔

تشریح: مَنْ لَّمْ يَرَ التَّشَهُّدَ الْاَوَّلَ وَاجِبًا: اکثر فقہاء کا یہ خیال ہے کہ پہلا تشہد سنت ہے، فرض نہیں۔ اس کی دلیل ان کے نزدیک یہ ہے کہ سجدہ سہو سے فرض ساقط نہیں ہوتا بلکہ سنت ساقط ہوتی ہے۔ مثلاً

رکعت فرض ہے، یاد آنے پر وہ ضرور پڑھی جائے گی صرف سجدۂ سہو کافی نہیں۔ حضرت ابن بحسینہ رضی اللہ عنہ کی روایت مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ پہلے تشہد کے لئے بیٹھنا بھول گئے اور آخر میں آپؐ نے تشہد نہیں پڑھا بلکہ صرف سجدہ سہو پر سلام پھیر کر نماز ختم کر دی۔ مگر جو دوسرا تشہد تھا وہ دونوں جلسوں کے تشہد پر شامل ہو گیا بوجہ اس کے کہ سلام پھیرنے سے قبل سجدہ سہو کیا گیا۔ اگر سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ سجدہ سہو بھولے ہوئے تشہد کے قائم مقام تھا۔

بَاب ۱٤۷: اَلتَّشَهُّدُ فِي الْأُولَى

پہلے (جلسہ) میں تشہد پڑھنا

۸۳۰: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فَقَامَ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ فَلَمَّا كَانَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ.

۸۳۰: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: بکر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے جعفر بن ربیعہ سے، جعفر نے اعرج سے، اعرج نے حضرت عبداللہؓ بن مالک بن بحینہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ہمیں پڑھائی اور آپؐ کھڑے ہو گئے جبکہ آپؐ کو بیٹھنا تھا۔ جب آپؐ نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے اسی حالت میں کہ بیٹھے تھے؛ دو سجدے کئے۔

اطرافه: ۸۲۹، ۱۲۲٤، ۱۲۲٥، ۱۲۳۰، ٦٦۷۰۔

تشریح: **اَلتَّشَهُّدُ فِي الْاُوْلٰى:** مذکورہ بالا باب میں اس خیال کا رد کیا گیا ہے کہ سابقہ باب سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ عدم وجوب سے یہ مراد ہے کہ اگر نماز میں سے کوئی حصہ چھوٹ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ الفاظ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ سے پہلے تشہد کی مشروعیت بیان کی گئی ہے۔ احادیث میں جب لفظ ''جُلُوْسٌ'' علی الاطلاق استعمال ہو تو اس سے جلسہ تشہد ہی مراد ہوتا ہے۔ اگلے باب میں اس تشہد کی تشریح دیکھئے۔

بَاب ١٤٨ : اَلتَّشَهُّدُ فِي الْآخِرَةِ

دوسرے (جلسہ) میں تشہد پڑھنا

٨٣١ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى جِبْرِيْلَ وَمِيكَائِيْلَ السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.

۸۳۱: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: اعمش نے ہمیں بتایا۔ شقیق بن سلمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہؓ کہتے تھے: ہم جب نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو یہ کہتے: جبریل اور میکائیل پر سلامتی ہو فلاں اور فلاں پر سلامتی ہو۔ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی تو سلام ہے۔ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو چاہیے کہ یوں دعا کرے یعنی زبان سے متعلقہ تمام عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور بدنی عبادتیں اور مالی عبادتیں بھی (اللہ ہی کے لیے ہیں) اے نبی تجھ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں اور سلامتی ہو ہم پر بھی اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی۔ کیونکہ جب تم یہ کہو گے تو آسمان اور زمین میں اللہ کے ہر نیک بندے کو دعا پہنچے گی۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. یعنی میں گواہی دیتا ہوں (یا علی الصدق اقرار کرتا ہوں) کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اطرافه: ٨٣٥، ١٢٠٢، ٦٢٣٠، ٦٢٦٥، ٦٣٢٨، ٧٣٨١.

تشریح: اَلتَّشَهُّدُ فِي الْاٰخِرَةِ: بعض لوگ اپنی مذکورہ بالا دعا میں اللہ تعالیٰ کو بھی شامل کر لیتے تھے اور یہ کہتے: اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلامتی ہو۔ اس سے مشرک اقوام کے نقطۂ نظر کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے خداؤں کو بھی اپنی سلامتی کا محتاج سمجھتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

سن کر صحابہؓ کو اس سے روک دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تو خود سراسر سلامتی ہے۔ وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کا محتاج نہیں۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے پھر کبھی یہ دعا نہیں کی۔ شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے الفاظِ دعا اور اس کا طریق اپنے متبعین کو اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور روح القدس کی خاص تجلی سے خود سکھایا ہے تا وہ کوئی غلط راہ اختیار نہ کرلیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا دعا اَلتَّحِیَّاتُ بھی ایک نمونہ ہے، آپؐ کی دعاؤں کا۔

اَلتَّحِيَّاتُ جمع ہے اَلتَّحِيَّةُ کی۔ تَحِيَّةٌ وہ کلماتِ تعظیم ہیں جن کے ساتھ بادشاہوں کو مخاطب کیا جاتا تھا اور اس تحیۃ میں نہ صرف حمد وثناء کے القاب وخطابات ہی ہوتے تھے، بلکہ بادشاہوں کی سلامتی اور وقار کی دعائیں بھی شامل ہوتی تھیں۔ جس کی وجہ سے تحیۃ کا لفظ جو کہ حیات سے مشتق ہے اختیار کیا گیا ہے۔ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ کے یہ معنی ہیں کہ تمام کے تمام وہ القابِ تعظیم اور کلماتِ ثناء وحمد اور دعائیں جن کے ساتھ دنیا کے بادشاہ ومعبود مخاطب کئے جاتے ہیں؛ صرف اللہ ہی ان کا حق دار ہے۔ یعنی وہ عبادتیں جن کا تعلق زبان سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی مخصوص ہیں۔ اس اقرار کے بعد ایک سچا عابد اپنے لئے کسی لقب کا بھی متمنی نہیں ہوتا اور اسی مفہوم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام الہاماً مخاطب کئے گئے ہیں: قُلْ هٰذَا فَضْلُ رَبِّیْ وَاِنِّیْ اُجَرِّدُ نَفْسِیْ مِنْ ضُرُوْبِ الْخِطَابِ. (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۳۷۳، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۳۷۳) "یعنی کہہ دو کہ یہ میرے ربّ کا فضل ہے اور میں اپنے نفس کو ہر قسم کے القاب سے الگ رکھتا ہوں" مگر آج علماء کا نفس راضی نہیں ہوتا جب تک مولانا وغیرہ کے القاب سے مخاطب نہ کئے جائیں۔ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ کے بعد یہ الفاظ ہیں: وَالصَّلَوَاتُ یعنی تمام قسم کی نمازیں بھی اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اَلصَّلٰوةُ سے مراد وہ عبادت ہے جس کا تعلق بدن کے تمام اعضاء اور ان کی اطاعت کے ساتھ ہے۔ وَالطَّيِّبَاتُ یعنی تمام مالی عبادتیں جو طَيِّبٌ یعنی ہر قسم کے مشرکانہ خیالات اور حرام اور ناجائز کمائی سے پاک اور خالص کسبِ حلال کا نتیجہ ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں۔ ال (الف۔لام) استغراق کا ہے جس کی وجہ سے اردو ترجمہ میں تمام کا لفظ اختیار کیا گیا ہے۔

یہ تشہد یعنی اقرارِ عبودیت مسلمان کی تمام عبادتوں کا خلاصہ ہے۔ جو وہ بیٹھ کر اطمینانِ قلب اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور بار بار کرتا ہے اور یہ عطر ہے اس عبودیت کا جس کا عہد وہ الفاظ اِيَّاكَ نَعْبُدُ سے کھڑے ہو کر کرتا ہے۔ اسی عبودیت کے نتیجے میں عابد کو تین چیزوں کے وارث ہونے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اول: سلامتی یعنی ہر بلاء وشر سے محفوظ رہنا۔ دوم: رحمت الٰہی جو مختلف قسم کی نعمتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ سوم: برکت یعنی غیر معمولی ترقی۔ اس وعدے کے پیشِ نظر ایک عابد مسلمان کے منہ سے یہ دعا بھی بحالتِ تشہد کرائی جاتی ہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ. یعنی اے نبی! تجھ پر سلامتی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں۔ سب سے پہلے اس جامع دعا کے مستحق سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جنہوں نے مذکورہ بالا تینوں قسم کی عبادتوں میں اعلیٰ درجہ کا اسوۂ حسنہ پیش کیا۔ یہ جملہ علاوہ دعا کے ایک پیشگوئی بھی ہے جو قرآن مجید کی آیات سے اخذ کی گئی ہے۔ دیکھئے: سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (یٰسٓ: ۵۹) {"سلام" کہا جائے گا ربِّ رحیم کی طرف سے۔} وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ (الصافات: ۱۸۲) {اور سلام ہو سب مُرسَلین پر۔} وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ (الزمر: ۷۴) {تب اس کے داروغے ان سے

کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔} تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ (ابراھیم: ۲۴) {ان کا تحفہ ان (جنتوں) میں سلام ہوگا۔} قِيلَ يَانُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا(ھود: ۴۹){(تب) کہا گیا اے نوح! تو ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اُتر۔}

اس کے بعد یہ دعا ہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ: یعنی ہم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی۔ یہ حصہ دعا بھی قرآن مجید سے ماخوذ ہے وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (الزمر:۷۴) {اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔} سلامتی اور رحمت کی دعا تمام لوگوں کے لئے بھی کی جاتی ہے جب دائیں بائیں سلام پھیرا جاتا ہے۔ (دیکھئے تشریح باب ۱۵۲، ۱۵۳)

بَاب ۱۴۹ : اَلدُّعَاءُ قَبْلَ السَّلَامِ

سلام پھیرنے سے پہلے دعا

۸۳۲: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلَاةِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ

۸۳۲: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عروہ بن زبیر نے نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی کہ انہوں نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں (تشہد کے بعد) یہ دعا کیا کرتے تھے۔...یعنی اے اللہ! قبر کے عذاب سے میں تیری پناہ لیتا ہوں۔ مسیح دجال کے فتنے سے بھی تیری پناہ لیتا ہوں اور موت اور زندگی کے فتنے سے بھی تیری پناہ لیتا ہوں۔ اے اللہ! گناہ اور قرض سے بھی تیری پناہ لیتا ہوں۔ کسی کہنے والے نے آپؐ سے کہا: تعجب ہے کہ آپؐ قرض داری سے اکثر پناہ مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: جب آدمی قرضدار ہوتا ہے تو اپنی بات میں جھوٹا ہو جاتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔

{قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ سَمِعْتُ خَلَفَ بْنَ عَامِرٍ يَقُوْلُ فِي الْمَسِيْحِ وَالْمِسِّيْحِ مُشَدَّدٌ لَيْسَ بَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَهُمَا وَاحِدٌ اَحَدُهُمَا عِيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْآخَرُ الدَّجَّالُ.☆}

{اور محمد بن یوسف نے کہا: میں نے خلف بن عامر سے سنا مَسِیح اور مِسِّیح کے متعلق کہتے تھے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں دونوں لفظ ایک ہی ہیں۔ ان میں سے (یعنی مَسِیح) تو حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام ہیں اور دوسرا (یعنی مِسِّیح) دجال ہے۔☆}

اطرافه: ٨٣٣، ٢٣٩٧، ٦٣٦٨، ٦٣٧٥، ٦٣٧٦، ٦٣٧٧، ٧١٢٩۔

٨٣٣: وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِيْذُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ.

۸۳۳: اور زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ نماز میں فتنہ دجال سے پناہ مانگتے تھے۔

اطرافه: ٨٣٢، ٢٣٩٧، ٦٣٦٨، ٦٣٧٥، ٦٣٧٦، ٦٣٧٧، ٧١٢٩۔

٨٣٤: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رضي الله عنه أَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُوْ بِهِ فِي صَلَاتِي قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ.

۸۳۴: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید بن ابوحبیب سے، یزید نے ابوالخیر سے، ابوالخیر نے عبداللہ بن عمرو سے، عبداللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپؐ مجھے دعا سکھائیں جو میں نماز میں کیا کروں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ دعا کیا کرو۔ اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرے سوا کوئی بھی گناہوں کی مغفرت کرنے والا نہیں ہے۔ سو اپنی جناب سے میری مغفرت فرما اور مجھے رحمت سے نواز۔ یقیناً تو ہی غفور و رحیم ہے۔

اطرافه: ٦٣٢٦، ٧٣٨٨۔

☆ یہ حصہ عمدۃ القاری کے مطابق ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ٦ صفحہ ١١٦)

تشریح: **اَلدُّعَاءُ قَبْلَ السَّلَامِ:** نماز کے اختتام پر سلام پھیرنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی دعائیں کیا کرتے تھے۔ان میں مذکورہ بالا دعا بھی ہے۔جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔اے اللہ قبر کے عذاب سے میں تیری پناہ لیتا ہوں مسیح دجال کے فتنے سے بھی تیری پناہ لیتا ہوں اور موت اور زندگی کے فتنے سے بھی تیری پناہ لیتا ہوں۔اے اللہ گناہ اور قرض سے بھی تیری پناہ لیتا ہوں۔

اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ: عذاب قبر سے متعلق دیکھئے تشریح کتاب الصلوٰۃ باب ۴۸ روایت نمبر ۴۲۸۔اور موت کے بعد بھی برے اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی۔اس سے پناہ مانگی گئی ہے۔اخروی زندگی میں سزا و جزا کے متعلق تفصیلی معلومات کے لیے دیکھئے اسلامی اصول کی فلاسفی -''دوسرا سوال'' صفحہ ۸۲ تا ۹۹- روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۶ تا ۴۱۳۔

اَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ: احادیث سے ظاہر ہے کہ فتنہ دجال کو سب سے بڑا فتنہ قرار دیا گیا ہے اور یہ وہ آخری فتنہ ہے جو قیامت سے پہلے زمین پر برپا ہونے والا تھا۔قرآن مجید کی آخری دو سورتوں میں بھی اسی فتنہ کا ذکر ہے۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر تفسیر سورۃ الفلق والناس جلد ۱۰)

اَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ فِتْنَةِ الْمَمَاتِ : موت اور زندگی کے فتنہ کا تعلق فتنہ دجال سے ہے۔جیسا کہ احادیث میں اس کے متعلق ذکر ہے کہ دجال کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی۔جو اس کو مانیں گے وہ جنت میں ہوں گے اور اس کو نہ ماننے والے دوزخ میں۔(اس تعلق میں دیکھئے: بخاری۔کتاب الفتن۔باب ذکر الدجال۔روایت نمبر ۷۱۳۰) درحقیقت موت و زندگی کا فتنہ اقتصادی بدحالی اور فقر و فاقہ کا فتنہ ہے اور چونکہ مذکورہ بالا دعا میں فتنہ محیا و ممات کا ذکر فتنۂ دجال کے بعد ہے اس لئے اس سے اس طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ فتنۂ دجال کا تعلق بلحاظ عقیدہ عیسائی مذہب سے ہے، جس کی بنیاد کفارہ پر ہے۔عیسائی یقین رکھتے ہیں کہ مسیح ان کے گناہوں کی خاطر صلیب پر مرا اور پھر زندہ ہوا۔قرآن مجید میں مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ. کہہ کر جس شر سے پناہ مانگنے کا ارشاد ہوا ہے وہ یہی فتنہ دجال ہے۔

چونکہ دجالی فتنہ سے مسلمانوں کے لئے خاص طور پر اور تمام قوموں کے لئے عام طور پر زندگی اور موت کا شدید خطرہ پیدا ہونے والا تھا۔اس لئے دجال کے فتنے کے تعلق میں فِتْنَةُ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ سے پناہ مانگنے کی دعا کے ساتھ ہی فِتْنَةُ الْمَحْيَا اور فِتْنَةُ الْمَمَاتِ سے پناہ مانگنے کی دعا ہمیں سکھائی گئی ہے۔یہ کتنا بڑا احسان ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امت پر۔چنانچہ آج وہ فتنہ اپنے زوروں پر ہے۔اس دعا سے جس کی تائید واقعات کر رہے ہیں، یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ کی تعلیم کردہ دعائیں درحقیقت وحیٔ الٰہی کی خاص تجلیات کے تحت تھیں۔

دجال کے معنے ہیں جھوٹا، دھوکا دینے والا، بات کو بظاہر خوبصورت کر کے دکھانے والا، ملمع ساز۔اسی طرح دجال کے یہ معنی بھی ہیں: اَلرُّفْقَةُ الْعَظِيْمَةُ تُغَطِّي الْاَرْضَ بِاَهْلِهَا.تَحْمِلُ الْمَتَاعَ لِلتِّجَارَةِ (لسان العرب. تحت لفظ دجل) یعنی ایک بہت بڑی تجارتی کمپنی یا جماعت جو زمین پر اپنے ہم خیال لوگوں کے ساتھ چھا جائے گی۔جگہ جگہ تجارت کا سامان اُٹھائے پھرے گی۔

اسی نقل مکانی کی قدرت کے پیشِ نظر اس کو مِسِّیح کا لقب دیا گیا ہے۔ کیونکہ مِسِّیح کے معنی ہیں بہت سیاحت کرنے والا۔(لسان العرب زیر لفظ مسح)امام بخاریؒ نے روایت کے آخر میں ایک حوالہ نقل کرکے مَسِیحٌ اور مِسِّیحٌ کا اشتقاق معنوں کے لحاظ سے ایک ہی قرار دیا ہے۔ پہلا لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے جس کے معنے مبارک کے بھی ہیں اور سیاحت کرنے والے کے بھی مگر لفظ مِسِّیح دجال کے لئے مخصوص ہے۔ یعنی بہت سیاحت کرنے والا اور مٹانے والا۔ (لسان العرب زیر لفظ مسح) یہاں دجال بطور اسمِ جنس استعمال ہوا ہے۔ اس سے ایک فرد مراد نہیں بلکہ ایک قوم مراد ہے۔ جیسا کہ لسان العرب نے اس کی وضاحت کی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۲۵۶ تا ۲۷۰- روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۳۵۶ تا ۳۷۰۔ نیز دیکھئے کتاب الاذان تشریح باب ۹۰۔

اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِی: ظلم کے معنے ہیں کمی کرنا، حد اعتدال سے نکلنا۔ اپنی جان پر ظلم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جو مواقع انسان کو دنیاوی اور دینی ترقیات حاصل کرنے کے میسر ہیں ان سے اپنے آپ کو محروم رکھنا۔ نہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق استوار کرے اور نہ بندوں کے ساتھ اور نہ اپنے نفس کو حقیقی سعادت سے متمتع ہونے دیا جائے۔ مغفرت کی وضاحت کتاب الایمان باب ۲۵ کی تشریح میں گذر چکی ہے۔ مغفرت کے بعد جب تک رحمت نہ ہو کوئی کامیابی حقیقی نہیں۔ کیونکہ مغفرت کا مفہوم سلبی ہے یعنی گناہ کے اثر کا ازالہ اور یہ ایک منفی حیثیت رکھتی ہے۔ مگر رحمت مثبت ہے جو بصورت انعامات نازل ہوتی ہے۔ غفور :بہت مغفرت کرنے والا۔ رحیم : سچی محنت کا بدلہ رحمت سے بار بار دینے والا۔

مغفرت اور رحیمیت کی دونوں صفات پہلو بہ پہلو کام کرتی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ دونوں صفات اکٹھی رکھی گئی ہیں جس سے ظاہر ہے کہ مغفرت کے حصول کے لئے اعمالِ صالحہ کی ضرورت ہے جو جاذبِ رحیمیت ہیں۔

رحمٰن کے معنے بلا عمل ومحنت رحمت کے سامان بہم پہنچانے والا۔ قرآن مجید میں غفور کے ساتھ صفت رحمٰن کا کہیں ذکر نہیں آیا۔ حدیث نمبر ۸۳۴ میں جو دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی ہے مذکورہ بالا معانی کے پیشِ نظر بوقت التحیات دہرائی جائے۔ دعاؤں میں جب تک اصلی مفہوم مدنظر نہیں ہوگا وہ بلا مغز چھلکا ہوں گی جو ردی سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے۔

بَاب ۱۵۰ :مَا يُتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ بَعْدَ التَّشَهُّدِ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ

تشہد کے بعد جو دعا اختیار کی جائے اور وہ دعا واجب نہیں

۸۳۵: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ عَنْ

۸۳۵: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ نے ہمیں بتایا۔ اعمش سے مروی ہے کہ مجھے شقیق نے

عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهِ السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَّفُلَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْلُوْا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِي السَّمَاءِ أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُوْ.

بتایا۔ انہوں نے حضرت عبد اللہؓ (بن مسعود) سے روایت کی۔ آپؓ نے بیان کیا: جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں ہوتے تو ہم یوں کہا کرتے تھے: اللہ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلامتی ہو اور فلاں فلاں شخص پر سلامتی ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مت کہو۔ کیونکہ اللہ ہی تو سلام ہے۔ بلکہ یہ کہا کرو: زبان سے متعلقہ تمام عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور بدنی عبادتیں اور مالی عبادتیں بھی (اللہ ہی کے لئے ہیں) اے نبی تجھ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں اور سلامتی ہو ہم پر بھی اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی۔ کیونکہ جب تم (یہ) کہو گے تو آسمان میں یا (فرمایا:) آسمان و زمین کے درمیان ہر بندے کو (تمہاری دعا) پہنچے گی (اس کے بعد یہ کہو) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ پھر دعاؤں میں سے جو دعا بھی اس کو پسند ہو وہ مانگے۔

اطرافہ: ۸۳۱، ۱۲۰۲، ۶۲۳۰، ۶۲۶۵، ۶۳۲۸، ۷۳۸۱۔

تشریح: **مَا يُتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ بَعْدَ التَّشَهُّدِ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ:** اس باب کا مقصد یہ ہے کہ سلام پھیرنے سے پہلے جو بھی دعا پسند ہو، کی جائے۔ گو سورۃ فاتحہ کی طرح یہ مسنونہ دعائیں وجوب کی حیثیت نہیں رکھتیں۔ مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعائیں کیا کرتے تھے۔ اس لئے آپؐ کی سنت کی اتباع ضروری ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۲) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

بَاب ۱۵۱ : مَنْ لَمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهُ وَأَنْفَهُ حَتَّى صَلَّى

جو اپنی پیشانی اور ناک نہ پونچھے یہاں تک کہ نماز پڑھ لے

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ رَأَيْتُ الْحُمَيْدِيَّ يَحْتَجُّ بِهَذَا الْحَدِيْثِ أَنْ لَّا يَمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِي الصَّلَاةِ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا کہ میں نے (عبداللہ بن زبیر) حمیدی کو دیکھا کہ وہ اس حدیث سے یہ دلیل لیتے تھے کہ نماز میں پیشانی نہ پونچھے۔

۸۳۶: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِي جَبْهَتِهِ.

۸۳۶: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ سے، یحییٰ نے ابوسلمہ (بن عبدالرحمٰن) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعیدؓ خدری سے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ یہاں تک کہ میں نے آپؐ کی پیشانی میں کیچڑ کا نشان بھی دیکھا۔

اطرافه: ٦٦٩، ٨١٣، ٢٠١٦، ٢٠١٨، ٢٠٢٧، ٢٠٣٦، ٢٠٤٠۔

تشریح: **مَنْ لَّمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهُ وَأَنْفَهُ حَتَّى صَلَّى:** عبداللہ بن زبیر حمیدیؒ؛ امام شافعیؒ کے شاگرد اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں۔ عنوانِ باب میں ان کا حوالہ نقل کر کے اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ روایت نمبر ۸۳۶ سے مذکورہ بالا استدلال صرف ایک قیاس ہے۔ ہوسکتا ہے کہ پیشانی سے کیچڑ پونچھا ہوا اور اس کا اثر باقی رہ گیا ہو۔ جیسا کہ راوی کا بیان ہے۔ رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ یا یہ کہ آپؐ کو خیال نہ آیا ہو۔ اس قسم کے احتمالات کی وجہ سے امام بخاریؒ نے باب کا عنوان ''مَنْ'' سے قائم کر کے یہ مسئلہ اجتہادی قرار دیا ہے اور پڑھنے والے کی مرضی پر اسے چھوڑا ہے۔

بَاب ۱۵۲ : اَلتَّسْلِيْمُ

سلام پھیرنا (یعنی سلامتی کی مسنون دعا کرنا)

۸۳۷: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا

۸۳۷: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابراہیم بن سعد نے ہم سے بیان کیا۔

الزُّهْرِيُّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِي تَسْلِيْمَهُ وَمَكَثَ يَسِيْرًا قَبْلَ أَنْ يَّقُوْمَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأُرَى وَاللهُ أَعْلَمُ أَنَّ مُكْثَهُ لِكَيْ يَنْفُذَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ مَنِ انْصَرَفَ مِنَ الْقَوْمِ.

(انہوں نے کہا:) زہری نے ہمیں بتایا۔ ہند بنت حارث سے مروی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو عورتیں جونہی آپؐ سلام پھیرتے کھڑی ہو جاتیں اور آپؐ اٹھنے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہر جاتے۔ ابن شہاب نے کہا: میں سمجھتا ہوں اور پورا علم تو اللہ ہی کو ہے کہ آپؐ کا یہ ٹھہرنا اس لئے تھا کہ عورتیں نکل جائیں۔ پیشتر اس کے کہ جو لوگ نماز سے فارغ ہو گئے ہوں ان کو پائیں۔

اطرافہ: ۸۴۹، ۸۵۰۔

تشریح: اَلتَّسْلِيْمُ: نماز کے اختتام پر دائیں اور بائیں طرف منہ کر کے نمازیوں کے لئے اور تمام جہان کے لئے سلامتی کی دعا ہر نماز فریضہ وغیر فریضہ میں کی جاتی ہے۔ اس دعا کو تسلیم کہتے ہیں۔ اردو میں اس کا ترجمہ سلام پھیرنا کیا جاتا ہے جو اصطلاحاً تو ٹھیک ہے مگر اصل مفہوم واضح نہیں کرتا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ تم پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

اسلام سلامتی کا دین ہے جیسا کہ خود اس پر دلالت کرتا ہے۔ جس ذاتِ باری تعالیٰ نے یہ دین نازل کیا ہے۔ اس کا نام بھی اَلسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ ہے۔ (الحشر:۲۴) یعنی سلامتی اور امن دینے والا اور حفاظت کرنے والا۔ جس رسولؐ پر یہ دین نازل ہوا ہے۔ اس رسول کا نام بھی امین ہے۔ جو امن سے مشتق ہے۔ اس دین کی مقدس کتاب کا نام بھی قُرْآنٌ اور مُهَيْمِنٌ ہے۔ دونوں لفظوں کے معنی ہیں بہترین تعلیموں کا مجموعہ اور ان کا محافظ اور اس کتاب کی غرض اور غایت یہ بتائی گئی ہے: يَهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ (المائدہ:۱۷) یعنی سلامتی کی راہوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اس شخص کی جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا خواہاں ہے۔ وہ منزل مقصود جس کی طرف یہ دین دعوت دیتا ہے اس کا نام دَارُ السَّلَامِ ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے: وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ (یونس:۲۶) { اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔} وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ (یونس:۱۱) اور وہاں ایک دوسرے سے متعلق جذبات اور تمنائیں بھی سلامتی کی ہوں گی اور سلامتی کی روح غالب ہونے کی وجہ سے اسلام کے پیروؤں کا نام مسلم رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (الحج:۷۹) اور ان کے ہاتھ میں سلامتی کا ایک کامل دستور العمل دے کر انہیں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ لوگ اگر تمہارے دشمن ہوں تو ہوں تمہاری دشمنی اور دوستی اپنے نفس کی خاطر کبھی نہ ہو۔ (کتاب الایمان باب ۶، ۷)

بلکہ تمام جہان کے لئے صبح وشام تمہاری طرف سے سلامتی کی دعا ہوتی رہے اور پیغام پہنچایا جایا کرے۔ دائیں جانب بھی، بائیں جانب بھی۔ بھلوں کو بھی اور بروں کو بھی، کیا ہی مبارک تعلیم ہے اور کیا ہی مبارک وہ دین ہے جس کی عبادت کا خاتمہ اس قسم کی تسلیم پر ہو اور کیا ہی مبارک وہ ہادی اور رسول ہے جس کا نام رحمۃ للعالمینؐ ہے۔ یعنی ساری قوموں کے لئے رحمت۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ. آیا مسلمانوں نے تسلیم کا مذکورہ بالا مفہوم اپنی اصل حقیقت میں سمجھا اور عملاً اس کو اپنایا تھا، یا یہ تبصرہ محض شارح کی خوش فہمی ہے؟ یہ بات ان واقعات سے ظاہر ہے جس کا اقرار غیر مسلم انصاف پسند مصنفین نے بھی کھلے کھلے الفاظ میں کیا ہے صرف ایک دو حوالے کافی ہوں گے۔ تا نمازی اپنے ذہن ودل میں اپنی نماز کی حقیقت پھر پیدا کریں اور اسے صحیح معنوں میں قائم کرنے والے ہوں۔

ایک ہندو مصنف ایم۔این۔رائے اپنی مشہور کتاب Historical Role fo Islam کے صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں:-

"The creed of Mohammad made peace at home, and the martial valour of the saracans conferred the same blessing on the people inhabiting the vast territories from Samarcand Spain"

(The Historical Role of Islam, Chapter 2:The Mission of Islam, Page:20)

یعنی عقیدہ اسلام نے اپنے وطن میں امن قائم کیا اور عربوں کی سپاہیانہ قابلیت نے سمرقند سے سپین تک وسیع علاقوں میں آباد قوموں کو وہی امن کی برکت عطا کی جو عربوں کی قوم کو۔

اور صفحہ ۱۹ پر اسلام کا بایں الفاظ ذکر کیا ہے:-

"...to make peace with God by doing homage to his Oneness,repudiating the fraudulent divinity of idols which had usurped His sole claime to the devotion of man and to make peace on earth through the union of Arabian tribes. The peace on earth was of immediate importance......

(The Historical Role of Islam, Chapter 2:The Mission of Islam, Page:19)

یعنی اسلام نام ہے اللہ تعالیٰ سے صلح، اس کی واحدانیت کے اقرار اس کی عبادت کے ذریعہ سے بتوں کی فریب دہ ملمع ساز خدائی سے انکار کا، جس نے انسان کی ساری عبودیت غصب کر لی تھی اور اسلام نام ہے زمین پر امن اور آشتی قائم کرنے کا بذریعہ اس اتحاد کے جو عربی قبائل میں پیدا کیا گیا۔ کیونکہ زمین کا امن ایک فوری ضرورت تھی کہ اسے بحال کیا جاتا۔ اور لکھتے ہیں کہ اسلامی جنگ جو محدود عرصہ تک کے لئے تھی وقت کی ضرورتِ حقہ تھی۔

اپنی اس رائے کی تائید میں مشہور انگریز مؤرخ گبن وغیرہ عیسائی مصنفین کے حوالے دیئے ہیں۔ جن میں سے ایک قابلِ قدر حقیقت نما فقرہ یہ ہے:-

"Since decayed states and degenerated religions bred the germs of continued wars and perennial revolts their destruction was a condition for peace "

(The Historical Role of Islam, Chapter 2:The Mission of Islam, Page:19)

یعنی چونکہ مضمحل اورزوال پذیر ریاستوں اور حاسد مذاہب نے مسلسل جنگوں اور دائمی بغاوتوں کے جراثیم کی پرورش کی ہوئی تھی۔اس لئے ان کی ہلاکت امن قائم کرنے کے لئے ایک شرط تھی۔مسلمانوں کی سلامت روی اوران کے امن پرور سلوک ہی کی وجہ سے ہرملک میں پامالِ جوروظلم اقوام کی طرف سے بخوشی ان کا استقبال کیا گیا۔

چنانچہ اس بارہ میں ان کے الفاظ یہ ہیں۔

"Everywhere the Saracen invaders were welcome as deliverers by peoples oppressed tyrannised and tormented by Byzantine corruption. Persiaon despotism and Christian superstition."

(The Historical Role of Islam, Chapter 2:The Mission of Islam, Page:14)

یعنی جہاں بھی غازیانِ عرب گئے انہیں بطور نجاتِ دہندہ ان اقوام کی طرف سے خوش آمدید کہا گیا جو رومانی حکومت کے فسادِ اخلاق کی تختۂ مشق ایرانی مطلق العنانی سے پامال اور عیسائیت کے توہمات سے ستائی ہوئی تھیں۔

گبن نے اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ اسی امرِ واقعہ کا اعتراف کیا ہے۔ملاحظہ ہوان کی مشہور کتاب

History of the Decline and the fall of the Roman Empire

تطہیر وتزکیۂ نفس ہماری نماز کی اصل غرض ہے کہ اپنے معبودِ سبوح وقدوس کے ساتھ تعلقِ یگانگت پیدا ہوکر ہم اس کی ربوبیت سے مستفید اور اس کے صفاتِ حسنہ سے متصف ہوسکیں۔اسلامی نماز وضو سے شروع ہوتی ہے۔جو تطہیر وتزکیہ کی پہلی بنیاد ہے(دیکھئے کتاب الوضوء تشریح باب۲ وباب۷۵)اس کے بعد ہر رکن نماز، قیام وقعود اور رکوع وسجود کا مدعا اور لب لباب یہی تزکیۂ نفس اور تخلق باللہ ہے۔جس کا دوسرا نام عبودیت ہے۔حتیٰ کہ کلمات تسبیح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ ' سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی. بھی دراصل دعائیہ ہیں جن سے ایک نمازی اپنے رب عظیم ورب اعلیٰ کو پکارتا،اس کی سبوحیت اور عظیم الشان وعلوِ مرتبت ربوبیت کے وسیلہ سے دعا کرتا اور اپنے نفس کو مقصودِ حقیقی کی طرف بار بار توجہ دلاتا ہے۔ظاہر ہے کہ ایک عابد اپنے قول سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی میں کیونکر صادق ٹھہر سکتا ہے جبکہ وہ پاکیزہ اخلاق نہ ہو۔ایک عیب دار ناقص وجود تو کہتے شرماتا ہے کہ میری پرورش کرنے والا سبوّح ہے۔بلکہ ایسا وجود تو ملائکۃ اللہ کے قول مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِکُ الدِّمَاءَ (البقرہ:۳۱) کا مصداق ہوگا نہ کہ اپنے خالق سبوحیت وقدوسیت کا مصداق! وہی دعا مقبول ہوتی ہے جس کے ساتھ خشوع وخضوع،ارادہ وعزم،عمل صالح اور سعی پیہم ہو۔

بَاب ١٥٣ : يُسَلِّمُ حِيْنَ يُسَلِّمُ الْإِمَامُ

جب امام سلام پھیرے تو مقتدی بھی سلام پھیریں

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَسْتَحِبُّ إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ أَنْ يُسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پسند کرتے تھے کہ جب امام سلام پھیرے تو جو لوگ اس کے پیچھے ہیں وہ بھی سلام پھیریں۔

٨٣٨: حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عِتْبَانَ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ.

۸۳۸: حبان بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: معمر (بن راشد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے حضرت محمودؓ بن ربیع سے، حضرت محمودؓ نے حضرت عتبانؓ (بن مالک) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور جب آپؐ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیرا۔

اطرافه: ٤٢٤، ٤٢٥، ٦٦٧، ٦٨٦، ٨٤٠، ١١٨٦، ٤٠٠٩، ٤٠١٠، ٥٤٠١، ٦٤٢٣، ٦٩٣٨۔

بَاب ١٥٤

مَنْ لَّمْ يَرَ رَدَّ السَّلَامِ عَلَى الْإِمَامِ وَاكْتَفَى بِتَسْلِيْمِ الصَّلَاةِ

جس نے امام کو سلام کا جواب نہ دیا☆ اور نماز کا سلام ہی کافی سمجھا

٨٣٩: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ وَزَعَمَ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۸۳۹: عبدان نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: معمر نے ہم سے بیان کیا۔ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت محمودؓ بن ربیع نے مجھے بتایا اور ان کا خیال تھا کہ ان کو

☆ عمدۃ القاری میں عنوانِ باب کے یہ الفاظ ہیں: "مَنْ لَّمْ يَرُدَّ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ"۔ (عمدۃ القاری جزء۶ صفحہ۱۲۳) ترجمہ ان الفاظ کے مطابق ہے۔

وَسَلَّمَ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا مِنْ دَلْوٍ كَانَ فِي دَارِهِمْ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے دور) کا ہوش ہے اور انہیں وہ کلی بھی یاد ہے جو آپؐ نے ایک ڈول سے جو کہ ان کے گھر میں تھا، لے کر ان پر ڈالی تھی۔

اطرافہ: ۷۷، ۱۸۹، ۱۱۸۵، ٦٣٥٤، ٦٤٢٢۔

۸٤٠: قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الأَنْصَارِيَّ ثُمَّ أَحَدَ بَنِي سَالِمٍ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِي وَإِنَّ السُّيُوْلَ تَحُوْلُ بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي فَوَدِدْتُ أَنَّكَ جِئْتَ فَصَلَّيْتَ فِي بَيْتِي مَكَانًا حَتَّى أَتَّخِذَهُ مَسْجِدًا فَقَالَ أَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللهُ فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي أَحَبَّ أَنْ يُصَلِّيَ فِيْهِ فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ.

۸۴۰: (حضرت محمودؓ بن ربیع) کہتے تھے کہ میں نے حضرت عتبانؓ بن مالک انصاری سے جو (قبیلہ) بنی سالم میں سے ایک شخص تھے، سنا۔ انہوں نے کہا: میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھایا کرتا تھا۔ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور میں نے کہا: میری بینائی کمزور ہوگئی ہے اور پانی کے سیلاب میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان روک ہو جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپؐ آئیں اور میرے گھر میں ایسی جگہ نماز پڑھیں جسے میں مسجد بنالوں۔ آپؐ نے فرمایا: انشاء اللہ میں آؤں گا۔ پھر صبح کو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور حضرت ابوبکرؓ آپ کے ساتھ تھے۔ دن اچھی طرح چڑھ چکا تھا۔ نبی ﷺ نے اندر آنے کی اجازت چاہی میں نے آپؐ کو اجازت دی۔ آپؐ بیٹھے نہیں کہ آپؐ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کہاں پسند کرتے ہو کہ میں نماز پڑھوں۔ انہوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں وہ چاہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نماز پڑھیں۔ آپؐ کھڑے ہوگئے اور ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھ لی۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا اور جس وقت آپؐ نے سلام پھیرا تو ہم نے بھی سلام پھیرا۔ (یعنی سلامتی کی دعائے مسنون کی۔)

اطرافہ: ٤٢٤، ٤٢٥، ٦٦٧، ٦٨٦، ٨٣٨، ١١٨٦، ٤٠٠٩، ٤٠١٠، ٥٤٠١، ٦٤٢٣، ٦٩٣٨۔

تشریح: مَنْ لَّمْ يَرُدَّ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ وَاكْتَفٰى بِتَسْلِيْمِ الصَّلٰوةِ: مالکی دوسلاموں کے درمیان ایک تیسرے سلام کے قائل ہیں جو امام کے سلام کا جواب ہے۔ اس خیال کو ردّ کرنے کے لئے یہ باب باندھا گیا ہے (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۴۱۸) حضرت عتبانؓ کے الفاظ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ. (یعنی پھر آپؐ نے سلام پھیرا اور ہم نے سلام پھیرا جب آپؐ نے سلام پھیرا یعنی سلامتی کی دعا کی) سے تیسرے سلام کا پتہ نہیں چلتا۔ سابقہ باب کے عنوان اور تشریح میں بتایا جا چکا ہے کہ مقتدیوں کا سلام امام کے سلام کا جواب نہیں بلکہ ایک مستقل دعا ہے جو اگر نمازی اکیلا بھی ہو تب بھی کی جاتی ہے۔ امام بخاریؒ نے اس امر کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے باب ۱۵۳ کو باب ۱۵۴ پر مقدم رکھا ہے۔ جس میں سلام کا جواب دینے کی نفی ہے۔

بَاب ١٥٥: اَلذِّكْرُ بَعْدَ الصَّلَاةِ
نماز کے بعد ذکر الٰہی

٨٤١: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ أَبَا مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِكَ إِذَا سَمِعْتُهُ.

۸۴۱: اسحٰق بن نصر نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ کہا: عمرو نے مجھے بتایا کہ حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام ابومعبد نے انہیں بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ جب لوگ نمازِ فریضہ سے فارغ ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ذکرِ الٰہی بلند آواز میں کیا جاتا اور حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے کہ جب میں اس ذکر کو سنتا تو مجھے علم ہو جاتا کہ لوگ اس وقت فارغ ہو گئے ہیں۔

اطرافه: ٨٤٢.

٨٤٢: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ

۸۴۲: علی بن عبداللہ (مدنی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ عمرو نے ہمیں بتایا، کہا کہ ابومعبد نے حضرت ابن عباس

اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيْرِ {قَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ كَانَ أَبُو مَعْبَدٍ أَصْدَقَ مَوَالِي ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ عَلِيٌّ وَاسْمُهُ نَافِذٌ.☆}

اطرافه: ۸۴۱۔

رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا، کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ختم ہونے کو اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے پہچانا کرتا۔{علی کہتے تھے کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ عمرو (بن دینار) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلاموں میں سب سے سچے ابومعبد تھے۔ علی کہتے تھے: اوران کا نام نافذ تھا۔☆}

۸۴۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ الْفُقَرَاءُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُوْرِ مِنَ الْأَمْوَالِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلَى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَلَهُمْ فَضْلٌ مِنْ أَمْوَالٍ يَحُجُّوْنَ بِهَا وَيَعْتَمِرُوْنَ وَيُجَاهِدُوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ قَالَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِأَمْرٍ إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ أَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ وَلَمْ يُدْرِكْكُمْ أَحَدٌ بَعْدَكُمْ وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ أَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِ إِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهُ تُسَبِّحُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ

۸۴۳: محمد بن ابی بکر نے ہم سے بیان کیا، کہا: معتمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے، عبیداللہ نے سمی سے، سمی نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس محتاج لوگ آئے اور انہوں نے کہا کہ دولت مند لوگ تو اموال کے ذریعہ بلند درجے اور ہمیشہ کی نعمت لے گئے۔ جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں۔ جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں۔ ان کے پاس مال بھی بڑھ کر ہیں جس کے ذریعہ سے حج کرتے ہیں اور عمرہ کرتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں کہ جس پر تم عمل کرو تو تم ان کو پالو جو تم سے آگے نکل گئے اور پیچھے سے تم کو کوئی بھی نہ مل سکے اور تم ان سب لوگوں سے اچھے رہو، جن کے درمیان تم رہتے ہو،

☆ یہ حصہ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۴۱۹)

وَتُكَبِّرُوْنَ خَلْفَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ فَاخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا فَقَالَ بَعْضُنَا نُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَنَحْمَدُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَنُكَبِّرُ أَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ تَقُوْلُ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللهُ أَكْبَرُ حَتَّى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلِّهِنَّ ثَلَاثًا وَّثَلَاثُوْنَ.

اطرافه: ٦٣٢٩۔

سوا ان کے جو اس طرح کریں۔ ہر نماز کے بعد تم تینتیس دفعہ تسبیح وتحمید اور تکبیر سے ذکرِ الٰہی کیا کرو۔ پھر ہم نے آپس میں اختلاف کیا۔ بعض نے کہا: تینتیس بار سُبْحَانَ اللّٰهِ کہا کریں گے۔ تینتیس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور چونتیس بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ تو میں ابوصالح کے پاس واپس گیا تو انہوں نے کہا: تم سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰه ' اَللّٰهُ اَكْبَر کہا کرو۔ یہاں تک کہ وہ سب مل کر تینتیس بار ہو جائیں۔

٨٤٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ أَمْلَى عَلَيَّ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِي كِتَابٍ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَّكْتُوْبَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ.

۸۴۴: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتایا۔ عبدالملک بن عمیر سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے کاتب ورّاد سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے مجھ سے ایک خط لکھوایا جو حضرت معاویہؓ کی طرف تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز فریضہ کے بعد کہا کرتے تھے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہت ہے۔ اور اسی کی تمام تعریفیں ہیں۔ اور وہ ہر بات پر بڑا ہی قادر ہے۔ اے اللہ کوئی روکنے والا نہیں جو تو دے اور کوئی دینے والا نہیں جو تو روک دے۔ کسی صاحب حیثیت (مال، حسب ونسب وغیرہ) کو اس کی حیثیت تیرے مقابل پر فائدہ نہیں دے گی۔

وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بِهَذَا عَنِ

اور شعبہ نے کہا: عبدالملک سے یہ حدیث مروی ہے۔

الْحَكَمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ عَنْ وَرَّادٍ بِهٰذَا وَقَالَ الْحَسَنُ الْجَدُّ غِنًى.

انہوں نے حکم سے، حکم نے قاسم بن مخیمرہ سے اور انہوں نے ورّاد سے یہ روایت کی ہے اور حسن (بصریؒ) نے کہا: جدّ کے معانی ہیں دولتمندی۔

اطرافہ: ۱٤۷۷، ۲٤۰۸، ۵۹۷۵، ٦۳۳۰، ٦٤۷۳، ٦٦۱۵، ۷۲۹۲۔

تشریح: **اَلذِّكْرُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ:** پہلے بتایا جاچکا ہے کہ ہماری اجتماعی نماز کے اغراض میں سے ایک غرض یہ بھی ہے کہ انسان کے اندر ذکر الٰہی کی کیفیات دائمی طور پر پیدا ہوں۔ چنانچہ نماز فریضہ ختم ہونے کے بعد بھی قرآن مجید نے یہ ذکر جاری رکھنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے۔ فرماتا ہے: فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (النساء:۱۰۴) {پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے ہونے کی حالت میں بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں پر بھی۔} (اس تعلق میں کتاب مواقیت الصلاۃ باب نمبر۲ کی تشریح بھی دیکھئے) اس باب میں بتایا گیا ہے کہ ذکر الٰہی کس طرح کیا جاتا تھا جس کے لئے پانچ روایتیں درج کی گئی ہیں۔ روایت نمبر ۸۴۱، ۸۴۲ کا مضمون تقریباً ایک ہی ہے۔ یعنی یہ کہ صحابہ کرامؓ نماز کے بعد جو ذکر کرتے وہ سنائی دیتا اور اس سے معلوم ہوجاتا کہ اب نماز ختم ہوگئی ہے۔ روایت نمبر۸۴۳ میں یہ تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو مالی اور جانی خدمات کرنے کی توفیق نہیں وہ ذکر الٰہی میں مشغول رہیں اور اس ذکر کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس کے تین حصے ہیں۔ تسبیح، تحمید اور تکبیر

تَسْبِيْح: اللہ تعالیٰ کو ہر نقص سے پاک ٹھہرانا۔

تَحْمِيْد: ذات باری تعالیٰ کو باہمہ صفت متصف یقین کرکے اس کی حمد کا اقرار کرنا۔

تَكْبِيْر: الٰہی عظمت و بڑائی کا اعلان کرنا۔

ذکرِ الٰہی کے یہ تین حصے ہیں؛ جو جامع ہیں ساری صفات حُسن واحسان وعظمت و کبریائی کے اور جو حقیقی باعث ہیں ان جذبات محبت و اطاعت کو نفس میں پیدا کرنے کے جو ذکر الٰہی کی روحِ رواں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذکر کے قائم کرنے والوں کے بارے میں فرمایا: إِنْ أَخَذْتُمْ بِهٖ اَدْرَكْتُمْ مَّنْ سَبَقَكُمْ وَلَمْ يُدْرِكْكُمْ اَحَدٌ بَعْدَكُمْ وَكُنْتُمْ خَيْرَ مَنْ اَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِ. (روایت ۸۴۳) اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی جہاد اور اس کے سوا دیگر اعمال صالحہ کا اصل مدعا اور منشاء کیا ہے۔ بنی نوع انسان میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور اس کی عظمت و کبریائی حقیقی معنوں میں قائم کرنا۔ جہاد اور صوم و صلوٰۃ وغیرہ اعمال صالح یہ سب وسائل و ذرائع ہیں اور ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ روحانی کیفیات ان سے بالا ہیں۔ ان کیفیتوں میں سے ذکر الٰہی بھی ایک کیفیت ہے، جس کا تعلق روح کے تزکیہ سے ہے۔ نماز کے بعد ذکر الٰہی کے تعلق میں دونوں طرح کی روایات آئی ہیں۔ تسبیح و تحمید و تکبیر میں سے ہر ایک تینتیس بار یا تینوں مل کر تینتیس بار۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک حالات کے مطابق تعداد کم و بیش ہوسکتی ہے۔ حَتّٰى يَكُوْنَ مِنْهُنَّ كُلِّهِنَّ ثَلَاثًا

وَثَلاثِیْنَ سے یہ مراد بھی ہے کہ ہر ذکر تینتیس بار ہو یا تینوں ذکر (تسبیح وتحمید وتکبیر) مل کر تینتیس بار، دونوں صورتیں جائز ہیں (فتح الباری جزء ثانی صفحہ۴۲۵) روایت نمبر۸۴۴ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جس ورد کا ذکر ہے، اس کے یہ معنے ہیں لَا اِلٰـهَ کوئی معبود نہیں' اِلَّا اللّٰهُ مگر اللہ (تعالیٰ) وَحْدَهٗ :اکیلا، لَا شَرِیْکَ لَهٗ :اس کا کوئی شریک نہیں' لَهُ الْمُلْکُ :اسی کی بادشاہت ہے' وَلَـهُ الْحَمْدُ :اور اسی کی تمام تعریفیں ہیں' وَهُوَ عَـلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر :اور ہر بات پر بڑا ہی قادر ہے' اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ :اے اللہ کوئی روکنے والا نہیں' لِـمَا اَعْطَیْتَ :جو تو دے' وَلَا مُعْطِیَ :اور کوئی دینے والا نہیں' لِمَا مَنَعْتَ :جو تو روک دے' وَلَا یَنْفَعُ :اور نہیں نفع دیتا' ذَالْمَجْدِ :مالدار (یا صاحب حسب ونسب) کو، مِنْکَ :تجھ سے' اَلْجَدُّ :مال (یا حسب نسب) لفظ جد کے معنے مال حسب ونسب وجاہت اور رعب ودبدبہ۔ بعض روایتوں میں وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ کے بعد یہ الفاظ ہیں وَلَا رَآدَّ لما قَضَیْتَ اور کوئی رد کرنے والا نہیں جو تو فیصلہ کر دے۔
(فتح الباری جزء ثانی صفحہ۴۲۹)

بَاب ١٥٦ : يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ

جب سلام پھیر لے تو امام لوگوں کی طرف منہ کرے

٨٤٥: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ.

۸۴۵: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ کہا: ابو رجاء نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت کی۔ کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ چکتے تو ہماری طرف منہ کر لیتے۔

اطرافه: ١١٤٣، ١٣٨٦، ٢٠٨٥، ٢٧٩١، ٣٢٣٦، ٣٣٥٤، ٤٦٧٤، ٦٠٩٦، ٧٠٤٧.

٨٤٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۸۴۶: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے صالح بن کیسان سے، صالح نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے، عبیداللہ نے حضرت زید بن خالد جہنیؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَى أَثَرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْا اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

اطرافه: ١٠٣٨، ٤١٤٧، ٧٥٠٣.

ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز بارش کے بعد جورات کو ہوئی تھی پڑھائی۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف منہ کیا اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب عزوجل نے کیا فرمایا ہے۔ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: میرے بندوں میں سے آج صبح بعض مجھ پر ایمان لانے والے ہوئے اور بعض میرا انکار کرنے والے۔ جس نے تو یہ کہا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی ہے وہ میرا مومن ہے اور ستاروں کا کافر۔ اور جس نے کہا کہ ہم پر (بارش) فلاں فلاں (ستارے کے نکلنے کی) وجہ سے ہوئی ہے وہ میرا کافر اور ستاروں کا مومن ہے۔

٨٤٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ سَمِعَ يَزِيْدَ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَخَّرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَلَمَّا صَلَّى أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَرَقَدُوْا وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ.

اطرافه: ٥٧٢، ٦٠٠، ٦٦١، ٥٨٦٩.

۸۴۷: عبداللہ (بن منیر) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے یزید (بن ہارون) سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ حُمید نے ہمیں بتایا کہ حضرت انسؓ (بن مالک) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ایک رات آنحضرت ﷺ نے نماز میں آدھی رات تک دیر کردی۔ پھر ہمارے پاس تشریف لائے۔ جب آپؐ نماز پڑھا چکے تو آپؐ نے ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: لوگ تو نماز پڑھ چکے ہیں اور سو رہے ہیں اور تمہاری یہ حالت ہے کہ جب تک تم نماز کی انتظار کرتے رہے نماز ہی میں رہے۔

تشریح: يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ: باب مذکورہ یہ بتانے کے لئے قائم کیا گیا ہے کہ منصب امامت کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے اجتماع سے فائدہ اٹھائے اوران سے ایسی باتیں کرے جو ان کی اصلاح کا موجب ہوں۔ چنانچہ باب کی پہلی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا ذکر کیا گیا ہے اور باقی دو روایتوں میں آپؐ کے وعظ ونصیحت کرنے کا۔

إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ: امام بخاریؒ مندرجہ روایتوں سے یہی سمجھانا چاہتے ہیں کہ امام کا مڑنا اور مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جانا فی ذاتہ قابلِ التفات مسئلہ نہیں، جبکہ اس غرض وغایت سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے، جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے۔ حضرت سمرہؓ بن جندب کی روایت نمبر ۸۴۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ ہمیشہ نماز کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے: إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ. ہر امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کی صحیح معنوں میں اتباع کرے۔ آپؐ نے ان کے مشرکانہ توہمات مٹا کر ان کی جگہ خالص توحید کی روح ان کے اندر پھونک دی اور ان کو یقین دلایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی منبع فیوض وبرکات ہے۔ دعا اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ کا یہی مفہوم ہے۔

أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ: عرب لوگ مشرک اقوام کی طرح ستاروں کی بھی پرستش کیا کرتے تھے اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ ان کی قسمتیں ان سے براہِ راست وابستہ ہیں۔ زرخیزی، قحط سالی اور برسات کا ہونا یا نہ ہونا اور خوش بختی اور بدبختی ان کے اختیار وقبضہ میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع ومحل کی مناسبت سے ان کے اس عقیدۂ باطل کی بیخ کنی فرمائی۔

مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا سے یہ مراد ہے کہ فلاں ستارے کی مہربانی سے بارش ہوئی ہے۔ روایت نمبر ۸۴۶ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مومن اور کافر نسبتی الفاظ ہیں۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا واقعہ میں یہ دونوں لفظ ستاروں کی تاثیرات ماننے والوں یا ان کا انکار کرنے والوں کے حق میں استعمال فرمائے ہیں۔ اس تعلق میں دیکھئے: کتاب المغازی باب ۳۵ غزوہ حدیبیہ۔

بَاب ۱۵۷: مُكْثُ الْإِمَامِ فِي مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ

سلام کے بعد امام کا اپنی نماز کی جگہ میں ٹھہرنا

۸۴۸: وَقَالَ لَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْفَرِيْضَةَ وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ وَيُذْكَرُ عَنْ

۸۴۸: اور آدم نے ہم سے کہا۔ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے نافع سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت ابن عمرؓ (نوافل) اسی جگہ پڑھا کرتے تھے جس جگہ نماز فریضہ پڑھتے

أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ لَا يَتَطَوَّعُ الْإِمَامُ فِي مَكَانِهِ وَلَمْ يَصِحَّ.

اور قاسم (بن محمد بن ابی بکر) بھی ایسا ہی کرتے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً بیان کیا جاتا ہے کہ امام اپنی جگہ میں نفل نہ پڑھے اور یہ صحیح نہیں۔

٨٤٩: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَلَّمَ يَمْكُثُ فِي مَكَانِهِ يَسِيْرًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَنُرَى وَاللهُ أَعْلَمُ لِكَيْ يَنْفُذَ مَنْ يَّنْصَرِفُ مِنَ النِّسَاءِ.

اطرافه: ٨٣٧، ٨٥٠.

۸۴۹: ابوالولید (ہشام بن عبدالملک) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابراہیم بن سعد نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) زہری نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے ہند بنت حارث سے، ہند نے حضرت امّ سلمہؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوتے تو تھوڑی دیر اپنی جگہ ٹھہرے رہتے۔ ابن شہاب کہتے تھے: ہم یہ سمجھتے ہیں اور بہتر تو اللہ ہی جانتا ہے (آپؐ اس لئے ٹھہرتے) کہ جو عورتیں نماز سے فارغ ہو چکی ہوں وہ نکل جائیں۔

٨٥٠: وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَتَبَ إِلَيْهِ قَالَ حَدَّثَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ الْفِرَاسِيَّةُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مِنْ صَوَاحِبَاتِهَا قَالَتْ كَانَ يُسَلِّمُ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ فَيَدْخُلْنَ بُيُوْتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَّنْصَرِفَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۸۵۰: اور (سعید) بن ابی مریم کہتے تھے: نافع بن یزید نے ہمیں بتایا، کہا: جعفر بن ربیعہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن شہاب نے انہیں لکھا، کہا: ہند بنت حارث فراسیہ نے نبی ﷺ کی زوجہ حضرت امّ سلمہؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا اور یہ (ہند) ان کی سہیلیوں میں سے تھیں۔ وہ کہتی تھیں کہ آنحضرت ﷺ سلام پھیرتے تو عورتیں چلی جاتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوٹنے سے پہلے وہ اپنے گھروں میں داخل ہو جاتیں۔

وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَتْنِي هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِي هِنْدُ الْفِرَاسِيَّةُ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ الْحَارِثِ الْقُرَشِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ وَكَانَتْ تَحْتَ مَعْبَدِ بْنِ الْمِقْدَادِ وَهُوَ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ وَكَانَتْ تَدْخُلُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِي هِنْدُ الْقُرَشِيَّةُ وَقَالَ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ الْفِرَاسِيَّةِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ حَدَّثَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اور ابن وہب نے یونس سے نقل کیا انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ ہند فراسیہ نے مجھے بتایا اور عثمان بن عمر نے کہا: یونس نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ہند فراسیہ نے مجھے بتایا اور (محمد بن ولید) زبیدی نے کہا: مجھ کو زہری نے بتایا کہ ہند بنت حارث قرشیہ نے انہیں خبر دی اور وہ معبد بن مقداد کی بیوی تھیں اور یہ بنی زہرہ کے حلیف تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس جایا کرتی تھیں اور شعیب نے زہری سے نقل کیا کہ ہند قرشیہ نے مجھ سے بیان کیا۔ اور ابن ابی عتیق (محمد بن عبداللہ) نے بھی زہری سے نقل کیا اور زہری نے ہند فراسیہ سے روایت کی۔ اور لیث نے کہا: یحيٰ بن سعید نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن شہاب نے انہیں بتایا کہ قریش کی ایک عورت سے مروی ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ان سے بیان کیا۔

اطرافہ: ۸۳۷، ۸۴۹۔

تشریح: مُكْثُ الْاِمَامِ فِى مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ: جس مقصد کے لئے یہ باب قائم کیا گیا ہے عنوان باب میں درج کردہ روایت سے حوالہ واضح ہے۔ بعض فقہاء اس جگہ نوافل پڑھنا مستحب سمجھتے ہیں، جہاں نماز فریضہ پڑھی ہو اور بعض نہیں۔ چنانچہ ابوداؤدؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت اس بارہ میں نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: أَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَتَقَدَّمَ اَوْيَتَاخَّرَ اَوْعَنْ يَمِينِهِ اَوْ عَنْ شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ يَعْنِيُ فِي السُّبْحَةِ (ابوداؤد. كتاب الصلاة. باب فى الرجل يتطوع فى مكانه الذى صلى فيه المكتوبة) یعنی کیا تم میں سے کوئی اتنا عاجز ہے کہ نفل نماز پڑھنے کے لئے آگے یا پیچھے، دائیں یا بائیں ہوجائے۔ امام بیہقیؒ نے یہ روایت بھی ذکر کی ہے: اِذَا اَرَادَ أَحَدُكُمْ اَنْ يَّتَطَوَّعَ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ فَلْيَتَقَدَّمْ اَوْ لِيَتَاَخَّرْ اَوْ عَنْ يَّمِيْنِهِ اَوْ عَنْ شِمَالِهِ (السنن الكبرىٰ للبيهقى. جزء ثانى. كتاب الصلاة. باب الامام يتحول عن مكانه اذا اراد ان يتطوع فى المسجد. روايت نمبر ۲۸۶۵) یعنی تم میں سے کوئی نمازِ فریضہ کے بعد نفل پڑھنا چاہے تو آگے ہوجائے یا پیچھے۔ یا اپنے دائیں جانب ہوجائے یا اپنی بائیں جانب۔ اور

ابوداؤد نے مغیرہ بن شعبہ سے یا یں الفاظ نقل کیا ہے: لَا يُصَلِّي الْإِمَامُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِيْ صَلَّى فِيْهِ حَتَّى يَتَحَوَّلَ (ابو داؤد . کتاب الصلاة. باب الامام يتطوع في مكانه) یعنی امام اس جگہ نفل نہ پڑھے جہاں اس نے فرض نماز پڑھی ہے بلکہ ایک طرف ہٹ کر پڑھے۔ مگر یہ روایت جیسا کہ عنوانِ باب میں بتایا گیا ہے، صحیح نہیں جہاں چاہے نفل پڑھ سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ آپؐ نفل عموماً گھر میں پڑھا کرتے تھے اور اس بارے میں آپؐ کا ایک ارشاد بھی روایت نمبر ۴۳۲ میں گذر چکا ہے۔ یہاں پر احناف، حنابل اور شوافع نے بھی ایک اختلاف اٹھایا ہے اور یہ کہ آیا ذکر الٰہی نوافل پڑھ کر کرے یا ذکر الٰہی کے بعد نوافل پڑھے۔ ارشاد تُسَبِّحُوْنَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ (نمبر ۶۳۲۹) کی بناء پر جمہور کا یہ مذہب ہے کہ نماز فریضہ کے بعد ذکر الٰہی کرے اور پھر نفل پڑھے۔ یہ اختلاف یونہی ہے۔ نماز فریضہ کے بعد بھی ذکر الٰہی کر سکتا ہے اور نوافل کے بعد بھی۔ جیسا کہ خَلْفَ كُلِّ صَلَاةٍ (نمبر ۸۴۳) کا مفہوم ہے۔ كُلِّ صَلٰوةٍ سے ہر قسم کی نماز مراد ہو سکتی ہے، یعنی فرائض و نوافل۔

اِمْرَاَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ: روایت نمبر ۸۴۹ کے آخر میں ہند خاتون سے متعلق یہ بحث جو اٹھائی گئی ہے کہ آیا وہ فراسیہ ہے یا قرشیہ؟ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ دونوں نسبتیں درست ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ قبیلہ بنی فراس میں سے ہونے کی وجہ سے ہند کو فراسیہ کہتے تھے اور پھر یہ لفظ بگڑ کر قرشیہ ہو گیا۔ امام موصوفؒ نے لیث کی روایت کا حوالہ دے کر یہ خیال ردّ کیا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۴۳۴)

بَاب ۱۵۸: مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَذَكَرَ حَاجَةً فَتَخَطَّاهُمْ

جو لوگوں کو نماز پڑھا چکے اور پھر اس کو کوئی ضروری کام یاد آئے اور وہ لوگوں سے گذر کر چلا جائے

۸۵۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَأَى أَنَّهُمْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهِ فَقَالَ ذَكَرْتُ

۸۵۱: محمد بن عبید نے ہم سے بیان کیا، کہا: عیسیٰ بن یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمر بن سعید سے روایت کی، کہا: ابن ابی مُلیکہ نے مجھے بتایا۔ عقبہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مدینہ میں عصر کی نماز پڑھی۔ آپؐ نے سلام پھیرا اور جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنوں سے گذرتے ہوئے اپنی بیبیوں کے ایک حجرہ کی طرف گئے۔ لوگ آپؐ کی اس جلدی سے گھبرا گئے۔ پھر آپؐ ان کے پاس باہر آئے اور دیکھا کہ وہ آپؐ کی اس جلدی

شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يَحْبِسَنِي فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ.

سے تعجب میں ہیں۔آپؐ نے فرمایا: میرے پاس کچھ سونا تھا جو مجھے یاد آیا اور میں نے پسند نہ کیا کہ وہ میری توجہ کو (ذکرالٰہی سے) روکے رکھے۔اس لئے میں نے اسے تقسیم کرنے کے لئے کہہ دیا ہے۔

اطرافه: ۱۲۲۱، ۱۴۳۰، ۶۲۷۵۔

تشریح: مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَذَكَرَ حَاجَةً فَتَخَطَّاهُمْ: باب ۱۵۶ کے بعد باب ۱۵۷ اور باب ۱۵۸ قائم کر کے امام بخاریؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز فریضہ کے بعد اپنی نماز کی جگہ میں تھوڑی دیر کے لئے بیٹھنا یا وہاں سے چلے جانا مختلف حالات کے تحت ہوا کرتا تھا۔یہی بات ذہن نشین کرانے کے لئے مشارالیہ بابوں کے بعد باب ۱۵۸ علی الترتیب قائم کیا ہے۔روایت نمبر ۸۵۱ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی عادت تھی کہ نماز فریضہ کے بعد مسجد میں کچھ دیر ٹھہرتے۔ذکر الٰہی کرتے کبھی نفل پڑھتے اور کبھی لوگوں سے باتیں فرماتے۔ اس روایت کے الفاظ فَكَرِهْتُ اَنْ يَّحْبِسَنِيْ کا مطلب بیان کرتے ہوئے امام ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ میں نے ناپسند کیا کہ سونے کی ڈلی کا خیال مجھے توجہ الی اللہ سے روکے۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۴۳۵) آپؐ کی عادت تھی کہ کسی قسم کا مال اپنے پاس نہیں رہنے دیتے تھے۔جو کچھ آتا وہ فی سبیل اللہ خرچ کر دیتے تھے۔جس سونے کی ڈلی کا یہاں ذکر ہے وہ آپؐ تقسیم کرنا بھول گئے تھے۔اسلئے آپؐ کو فکر ہوئی اور آپ نے اس کے تقسیم کرنے میں جلدی کی۔اس واقعہ سے امام موصوفؒ دو باتیں ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں۔**اول**: یہ کہ نماز ایسی حالت میں ادا کی جائے جس میں یکسوئی ہو۔**دوم**: نماز فریضہ کے بعد ذکر الٰہی کا وجوب اور یہ بھی ایسی حالت میں جس میں ذہن دیگر خیالات سے خالی ہو۔اس بار بار کے ذکر الٰہی سے نفس میں ذکر الٰہی کی دائمی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔جس سے بالآخر عبادت گذار لوگ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ دَائِمُوْنَ (المعارج:۲۴) {وہ لوگ جو اپنی نماز پر دوام اختیار کرنے والے ہیں} کا مصداق ہو جاتے ہیں۔

بَاب ۱۵۹: اَلْاِنْفِتَالُ وَالْاِنْصِرَافُ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشِّمَالِ

دائیں اور بائیں سے مڑ کر بیٹھنا یا پھرنا

وَكَانَ أَنَسٌ يَنْفَتِلُ عَنْ يَّمِينِهِ وَعَنْ يَّسَارِهِ وَيَعِيبُ عَلَى مَنْ يَّتَوَخَّى أَوْ مَنْ يَّعْمِدُ الْاِنْفِتَالَ عَنْ يَّمِينِهِ.

اور حضرت انسؓ (بن مالک) دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی مڑ کر بیٹھتے تھے اور اس شخص پر اعتراض کیا کرتے تھے جو عمداً داہنی طرف سے مڑ کر بیٹھنے کا قصد کیا کرتا۔

۸۵۲: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ عَبْدُاللهِ لَا يَجْعَلْ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِنْ صَلَاتِهِ يَرَى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَنْصَرِفَ إِلَّا عَنْ يَّمِيْنِهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرًا يَنْصَرِفُ عَنْ يَّسَارِهِ.

۸۵۲: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سلیمان سے، سلیمان نے عمارہ بن عمیر سے، عمارہ نے اسود سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہؓ بن مسعود کہتے تھے کہ تم میں سے کوئی بھی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنائے (خواہ مخواہ) یہ خیال کرے کہ اس کے لئے ضروری ہے داہنی طرف سے ہی مڑ کر بیٹھے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دفعہ دیکھا کہ آپؐ بائیں طرف سے بھی مڑتے۔

تشریح: اَلْاِنْفِتَالُ وَالْاِنْصِرَافُ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشِّمَالِ: یہ باب درحقیقت خاتمہ ہے سابقہ تین ابواب کا جن میں ان اختلافات کا حل کیا گیا ہے جو بے معنی اور بے مقصد ہیں۔ لَا يَجْعَلْ اَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ شَيْئًا مِنْ صَلَاتِهٖ. بلاضرورت مسائل در مسائل پیدا کرنا اور ان پر زور دینا شیطانی وساوس کا نتیجہ ہے اور امت میں اختلافات بڑھانے کا راستہ کھولنا ہے۔ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَى اللّٰهِ الْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ۔ یعنی اللہ کو سب سے پیارا دین یہ ہے کہ انسان سیدھا بر جوع الی اللہ ہو۔ ہر ایک ٹیڑھے پن سے مبرا ہو اور اعمال کو آسانی سے بجالانے والا ہو۔ اس تعلق میں کتاب الایمان باب ۲۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۶۰: مَا جَاءَ فِي الثُّوْمِ النِّيِّ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ

کچے لہسن اور پیاز اور گندنا سے متعلق جو وارد ہوا ہے

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ الثُّوْمَ أَوِ الْبَصَلَ مِنَ الْجُوْعِ أَوْ غَيْرِهِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ جو بھوک یا کسی اور وجہ سے لہسن یا پیاز کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

۸۵۳: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ

۸۵۳: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ نے ہمیں بتایا۔ عبیداللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّومَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا.

نافع نے مجھ سے بیان کیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں فرمایا: جس نے اس پودے سے کھایا، یعنی لہسن سے، وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

اطرافہ: ۴۲۱۵، ۴۲۱۷، ۴۲۱۸، ۵۵۲۱، ۵۵۲۲۔

۸۵۴: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ يُرِيْدُ الثُّوْمَ فَلَا يَغْشَانَا فِي مَسَاجِدِنَا قُلْتُ مَا يَعْنِي بِهِ قَالَ مَا أُرَاهُ يَعْنِي إِلَّا نِيئَهُ وَقَالَ مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ إِلَّا نَتْنَهُ.

۸۵۴: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوعاصم (بن ضحاک) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ کہا: عطاء نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اس پودے سے کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے۔ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا: اس سے آپؐ کی کیا مراد تھی؟ انہوں نے جواب دیا: میرا تو یہی خیال ہے کہ اس سے آپؐ کی مراد کچا لہسن تھا اور مخلد بن یزید نے ابن جریج سے روایت کرتے ہوئے کہا: اس کی بدبو مراد تھی۔

اطرافہ: ۸۵۵، ۵۴۵۲، ۷۳۵۹۔

۸۵۵: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ زَعَمَ عَطَاءٌ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ زَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ ثُوْمًا أَوْ بَصَلًا

۸۵۵: سعید بن عفیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن وہب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس (بن یزید) سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی کہ عطاء کا خیال ہے کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ کا خیال ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے

فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ قَالَ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِقِدْرٍ فِيْهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُوْلٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيْحًا فَسَأَلَ فَأُخْبِرَ بِمَا فِيْهَا مِنَ الْبُقُوْلِ فَقَالَ قَرِّبُوهَا إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا قَالَ كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لَّا تُنَاجِي .

لہسن یا پیاز کھایا ہو وہ ہم سے الگ رہے یا فرمایا: ہماری مسجد سے الگ رہے اور چاہیے کہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور نبی ﷺ کے پاس ایک ہانڈی لائی گئی جس میں ہری ترکاریاں تھیں۔ آپؐ نے اس میں بو پائی اور دریافت کیا۔ آپؐ کو جو جو اس میں ترکاریاں تھیں بتائی گئیں۔ آپؐ نے فرمایا: فلاں صحابی کے پاس لے جاؤ جو آپؐ کے ساتھ تھا۔ جب آپؐ نے اسے دیکھا کہ اس نے بھی کھانا ناپسند کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم کھاؤ، میں تو اس سے مناجات کرتا ہوں جس سے تم مناجات نہیں کرتے۔

وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ أُتِيَ بِبَدْرٍ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِي طَبَقًا فِيْهِ خَضِرَاتٌ وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَأَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُوْنُسَ قِصَّةَ الْقِدْرِ فَلَا أَدْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ فِي الْحَدِيثِ.

اور احمد بن صالح نے ابن وہب سے روایت کرتے ہوئے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: اُتِـيَ بِبَـدْرٍ (بجائے اُتِـيَ بِقِدْرٍ) ابن وہب نے کہا: یعنی تھالی جس میں ہری ترکاریاں تھیں اور لیث اور ابوصفوان نے یونس سے ہانڈی کا واقعہ نہیں بیان کیا۔ (امام بخاریؒ کہتے ہیں:) اس لئے میں نہیں جانتا کہ یہ زہری کا قول ہے یا حدیث میں ہی ایسا آیا ہے۔

اطرافه: ۸۵٤، ٥٤٥٢، ۷۳٥۹۔

۸۵٦: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا مَا سَمِعْتَ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي الثُّوْمِ فَقَالَ قَالَ

۸۵٦: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوارث نے ہمیں بتایا۔ عبدالعزیز سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ایک شخص نے حضرت انسؓ (بن مالک) سے پوچھا کہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لہسن کے

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبْنَا أَوْ لَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا.

اطرافه: ۵۴۵۱۔

بارے میں کیا سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: جو اس پودے سے کھائے وہ ہمارے قریب نہ آئے یا ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔

تشریح: **مَا جَآءَ فِي الثُّوْمِ النَّيِّ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ:** عنوان باب میں مسجد کے قریب نہ آنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ روایت نمبر ۸۵۶ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ ہیں: لَا يَقْرَبُنَا اَوْلَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا۔ ہمارے قریب نہ آئے اور ہمارے ساتھ نمازوں میں شریک نہ ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کے ارشاد کی تعمیل کا تعلق مسجد میں آنے اور باجماعت نماز پڑھنے سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ آپؐ کے نزدیک نماز اور پاکیزگی آپس میں لازم ملزوم ہیں اور یہ کہ جب لوگ اکٹھے ہوں تو اس وقت انسان کو طہارت ونفاست کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے۔ جو لوگ میلے کچیلے کپڑوں میں نماز پڑھتے ہیں اور مسجدوں میں داخل ہوتے وقت یہ خیال نہیں رکھتے کہ ان کے منہ اور بدن اور کپڑوں کی بدبو دوسروں کے لئے سانس لینا دشوار کر دے گی، وہ غور کریں کہ ان کی طرف سے مذکورہ بالا حکم کی کہاں تک تعمیل کی جاتی ہے۔

کُرَّاثٌ اور مِنَ الْجُوْعِ اَوْ غَيْرِهِ کے الفاظ جو عنوان باب میں ہیں۔ وہ صحیح بخاری کی روایتوں میں نہیں۔ بعض دوسری روایتوں میں ہیں۔ لہسن پیاز اور ہر دوسری بدبودار شے کا استعمال بھی مکروہ ہے۔ بھوک وغیرہ کی کوئی قید نہیں بلکہ بدبودار اشیاء کھا کر نماز میں شریک ہونے کی تخصیص ہے۔ روایت نمبر ۸۵۴ کے آخر میں روای کے شک کا ذکر ہے کہ آیا کچا لہسن مراد ہے یا مطلق اس کی بدبو جو پکنے کے بعد بھی آتی ہے۔ عنوان باب میں امام بخاریؒ نے کچا لہسن کہہ کر اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لہسن اور پیاز ہانڈی میں بھی ڈالے جاتے ہیں اور پکنے پر اس کی بو کم ہو جاتی ہے۔ اس سے آپؐ نے منع نہیں فرمایا۔ روایت نمبر ۸۵۵ بھی اس بات کی طرف توجہ دلانے کے لئے لائی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ایک صحابی نے بھی کھانے سے انکار کیا اور آپؐ نے فرمایا: كُلْ فَاِنِّيْ اُنَاجِيْ مَنْ لَّا تُنَاجِيْ تم کھالو کیونکہ میں اس سے مناجات کرتا ہوں جس سے تم مناجات نہیں کرتے۔ مَنْ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات بھی ہے اور ملائکہ بھی۔ روحانیت میں جس قدر طہارت ولطافت پیدا ہوتی ہے اسی قدر زیادہ گہرا تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کراہیت ایک حقیقت پر مبنی تھی۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ سے شرف مکالمہ ومخاطبہ حاصل تھا اور روح القدس اور ملائکۃ اللہ کی تجلیات آپؐ پر ہر آن ہوتی تھیں اور آپؐ کے احساسات حد درجہ لطیف تھے۔ پس آپؐ کا نہ کھانا معنے رکھتا ہے۔ دوسرے کو اجازت دینے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ چیزیں استعمال کرنا جائز ہیں لیکن ایسی حالت میں بغیر منہ صاف کئے مسجد (یا مجلس) میں نہیں آنا چاہیے، تا دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے۔ اس تعلق میں ملاحظہ ہو کتاب الصلاۃ، ابواب آداب مسجد باب ۶۶، باب ۶۷، باب ۸۳، باب ۸۴۔

مذکورہ بالا واقعہ سے امام موصوف نے کچے اور پکے ہوئے لہسن پیاز اور گندنے سے متعلق استدلال کیا ہے اور حسب

عادت روایت نمبر ۸۵۴ کے آخر میں ابن جریج کے حوالے میں الفاظ اِلَّا نَتْنَہٗ پر ہی اکتفاء کیا ہے تا قارئین کی توجہ پرہیز کے اصل سبب کی طرف منعطف کریں۔ غذاؤں سے روح انسانی میں لطافت یا کثافت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام نے غذا کے بارے میں پابندیاں عائد کی ہیں۔ اس دلچسپ مضمون کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اسلامی اصول کی فلاسفی۔ سوال اول کا جواب۔ تیسری حالت نفسِ مطمئنہ صفحہ ۴ تا ۱۰۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۸ تا ۳۲۴۔

بَاب ١٦١ : وُضُوءُ الصِّبْيَانِ وَمَتَى يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَالطُّهُوْرُ

لڑکوں کا وضو کرنا اور نہانا اور پاک وصاف رہنا کب واجب ہوتا ہے؟

وَحُضُوْرُهُمُ الْجَمَاعَةَ وَالْعِيْدَيْنِ وَالْجَنَائِزَ وَصُفُوْفُهُمْ

اور ان کا جماعت، عیدین اور جنازوں میں حاضر ہونا اور ان کی صفیں۔

٨٥٧: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيَّ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ مَّنْبُوْذٍ فَأَمَّهُمْ وَصَفُّوْا عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

۸۵۷: (محمد) بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہم سے غندر (محمد بن جعفر) نے بیان کیا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے سلیمان شیبانی سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے شعبی سے سنا۔ انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک الگ تھلگ اکیلی قبر کے پاس سے گذرا تھا۔ آپؐ لوگوں کے آگے کھڑے ہو گئے اور لوگوں نے قبر کے سامنے صف باندھی۔ میں نے (شعبی سے) پوچھا: اے ابوعمرو! آپؒ کو کس نے بتایا؟ انہوں نے جواب دیا: حضرت ابن عباسؓ نے۔

اطرافہ: ۱۲۴۷، ۱۳۱۹، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۶، ۱۳۳۶، ۱۳۴۰۔

٨٥٨: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

۸۵۸: علی بن عبداللہ (مدنی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: صفوان بن سُلیم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابوسعید خدریؓ

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

اطرافه: ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۹۵، ۲۶۶۵.

سے، حضرت ابوسعیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جمعہ کے روز ہر جوان آدمی پر نہانا واجب ہے۔

۸۵۹: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً فَقَامَ☆ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوْءًا خَفِيْفًا يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ جِدًّا ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِيْنِهِ ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ فَأَتَاهُ الْمُنَادِي يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قُلْنَا لِعَمْرٍو إِنَّ نَاسًا يَقُوْلُوْنَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُوْلُ إِنَّ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ ثُمَّ قَرَأَ إِنِّي أَرَى فِي

۸۵۹: علی بن عبداللہ (مدنی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتایا۔ عمرو (بن دینار) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: کریب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ کہا: میں اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے پاس ایک رات سویا۔ نبی ﷺ سو گئے۔☆ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو رسول اللہ ﷺ اُٹھے اور ایک پرانے مشکیزہ سے جو لٹک رہا تھا ہلکا سا وضو کیا۔ عمرو بن دینار اسے بہت ہی ہلکا بتاتے تھے۔ پھر آپؐ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ میں بھی اٹھا اور آپؐ ہی کی طرح (ہلکا سا) وضو کیا۔ پھر آ کر آپؐ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے مجھ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر اپنے دائیں طرف کر لیا۔ پھر آپؐ نے جتنی اللہ نے چاہا نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپؐ لیٹ گئے اور سو گئے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے گہرا سانس لیا۔ پھر مؤذن آپؐ کو نماز کی اطلاع دینے کے لئے آپؐ کے پاس آیا۔ آپؐ اٹھے اور اس کے ساتھ نماز کے لئے گئے اور نماز پڑھائی اور آپؐ نے وضو نہیں کیا۔ (سفیان کہتے ہیں) ہم نے عمرو (بن دینار) سے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی آنکھیں تو سوتی تھیں اور آپؐ کا دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو (بن دینار) نے کہا: میں نے عبید بن عمیر کو کہتے سنا ہے کہ انبیاء کی رؤیا وحی ہوتی ہے (اور یہ

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں "فَقَامَ" کی بجائے "فَنَامَ" کا لفظ ہے (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۴۴۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ (الصافات:۱۰۲).

کہہ کر) عبید نے یہ آیت پڑھی: {یقیناً میں سوتے میں دیکھا کرتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔}

اطرافه: ۱۱۷، ۱۳۸، ۱۸۳، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۲۶ ۷۲۸، ۹۹۲، ۱۱۳۸، ۱۱۹۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۵۹۱۹، ۶۲۱۵، ۶۳۱۶، ۵۴۵۲.

۸۶۰: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَأَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ قُوْمُوْا فَلِأُصَلِّيَ بِكُمْ فَقُمْتُ إِلَى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِثَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْيَتِيْمُ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَائِنَا فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ.

۸۶۰: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے، اسحٰق نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی کہ اسحاق کی دادی حضرت مُلیکہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو انہوں نے (آپؐ کے لئے) تیار کر رکھا تھا۔ آپؐ نے اس سے کھایا اور فرمایا: کھڑے ہو جایئے تاکہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں۔ میں نے اٹھ کر اپنی ایک چٹائی لی جو مدت تک استعمال میں رہنے سے سیاہ ہوگئی تھی۔ پانی سے میں نے اسے دھو ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور ایک یتیم لڑکا (ضمیرہ بن سعد) بھی (میرے ساتھ تھا) اور بڑھیا ہمارے پیچھے تھیں۔ آپؐ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں۔

اطرافه: ۳۸۰، ۷۲۷، ۸۷۱، ۸۷۴، ۱۱۶۴.

۸۶۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ

۸۶۱: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے، انہوں نے حضرت (عبداللہ) بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا اور ان دنوں میں بلوغت کے قریب پہنچ چکا تھا اور (اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے۔ آپؐ کے سامنے کوئی دیوار نہ تھی۔ میں صف کے ایک

وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ.

اطرافه: ٧٦، ٤٩٣، ١٨٥٧، ٤٤١٢۔

حصے کے سامنے سے گذر گیا پھر نیچے اتر آیا اور گدھی کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور صف میں شریک ہوگیا اور کسی نے بھی میری بات بری نہیں مانی۔

٨٦٢: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۸۶۲: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا کہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی تھیں: رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں دیر کردی۔

وَقَالَ عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ قَدْ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يُصَلِّي هٰذِهِ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ وَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَوْمَئِذٍ يُصَلِّي غَيْرَ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ.

اطرافه: ٥٦٦، ٥٦٩، ٨٦٤۔

اور عیاش نے کہا کہ عبدالاعلیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا) معمر نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء میں دیر کر دی۔ آخر حضرت عمرؓ نے آپؐ کو آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے ہیں۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں:) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور فرمایا: اہل زمین میں سے کوئی بھی سوائے تمہارے اس نماز کو نہیں پڑھتا اور ان دنوں سوائے اہل مدینہ کے اور کوئی بھی نماز نہیں پڑھتا تھا۔

٨٦٣: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

۸۶۳: عمرو بن علی (فلاس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتایا، (کہا:) عبدالرحمٰن بن عابس نے مجھ سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

قَالَ لَهُ رَجُلٌ شَهِدْتَّ الْخُرُوْجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَكَانِي مِنْهُ مَا شَهِدْتُّهُ يَعْنِي مِنْ صِغَرِهِ أَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُهْوِي بِيَدِهَا إِلَى حَلْقِهَا تُلْقِي فِي ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ أَتَى هُوَ وَبِلَالٌ الْبَيْتَ.

سے سنا۔ان سے ایک شخص نے پوچھا: کیا آپؓ بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں شریک ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں: اگر میرا آپؐ سے تعلق نہ ہوتا تو میں شریک نہ ہوتا۔اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ان کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے (انہیں یہ موقع ملا) آنحضرت ﷺ اس نشان کے قریب آئے جو کہ حضرت کثیر بن صلتؓ کے گھر کے قریب تھا اور (صحابہ کو) مخاطب فرمایا۔ پھر آپؐ عورتوں کے پاس آئے اور انہیں وعظ ونصیحت کی اور انہیں صدقہ دینے کے لئے فرمایا تو عورتیں اپنے ہاتھوں کو جھکا جھکا کر اپنی انگوٹھیاں اتارتیں اور حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالتی جاتی تھیں۔اس کے بعد آپؐ اور حضرت بلالؓ گھر آئے۔

اطرافہ: ۹۸، ۹۶۲، ۹۶٤، ۹۷۵، ۹۷۷، ۹۷۹، ۹۸۹، ۱٤۳۱، ۱٤٤۹، ٤۸۹۵، ۵۲٤۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۷۳۲۵۔

تشریح: **وُضُوْءُ الصِّبْيَانِ .... وَحُضُوْرُهُمُ الْجَمَاعَةَ:** باب ۱۶۰ میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ایک خاص وجہ سے باجماعت نماز میں شریک ہونے سے روکے گئے ہیں اور اس باب میں اور اگلے بابوں میں بچوں اور عورتوں سے متعلق مخصوص احکام بیان کئے گئے ہیں۔امام ابن حجرؒ نے سابقہ باب کی تشریح میں اپنے خیال کا اظہار کیا ہے جو صحیح معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ نے کتاب الصلوٰۃ کو ایسے ابواب پر ختم کیا ہے جن میں احکام مساجد کا ذکر ہے۔حالانکہ ان ابواب سے پہلے نماز کی کیفیت اور اس کے طریقہ وغیرہ کا بیان ہے۔اس ترتیب میں انہوں نے صرف نماز فریضہ یعنی باجماعت نماز کو ملحوظ رکھا ہے۔کتاب الاذان کے بعد اب تک انہوں نے کوئی نئی کتاب شروع نہیں کی بلکہ اقامت وامامت،صف بندی، باجماعت نماز کی ادائیگی اور اس کی کیفیت سے متعلق ہی احکام بیان کئے ہیں اور اس نماز فریضہ ہی کے احکام کو مدنظر رکھ کر آخر میں ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے جو کسی نہ کسی وجہ سے باجماعت نماز میں حاضر ہونے سے روکے جاسکتے ہیں یا جن سے متعلق بعض قیود واستثنائی صورتیں ہیں۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۴۳۸ زیر تشریح باب ۱۶۰) امام ابن حجرؒ کے اس ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے ابواب، احادیث اور روایات اور ان سے متعلقہ کتب کو ایک خاص ترتیب دی ہے یہ ایک بے تعلق مجموعہ نہیں ہیں۔

فقہاء اسلام نے بچوں کی نسبت یہ سوال اٹھایا ہے کہ کس عمر میں انہیں وضو وغیرہ سکھایا جائے اور کب ان پر نماز واجب ہوتی ہے۔اس مسئلہ میں تو جمہور متفق ہیں کہ بالغ مسلمان پر نماز واجب ہوجاتی ہے اور ایسا ہی غسل بھی۔(روایت نمبر ۸۵۸)

اوراس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ بچہ مرفوع القلم ہوتا ہے رُفِعَ الْقَلَمُ عَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ (مسند احمد بن حنبل جزء۶ صفحہ۱۰۱ روایت نمبر۲۴۱۸۲) فقہاء میں ایک اختلاف اس روایت کی بناء پر ہوا ہے جو ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، ابن خزیمہؒ اور حاکمؒ نے اپنی مسندوں میں نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلٰوةَ ابْنَ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرٍ ☆ بچے کو نماز سکھاؤ جب کہ وہ سات سال کا ہو اور اسے نماز ترک کرنے کی وجہ سے پیٹو جب وہ دس سال کا ہو۔ اس لئے بعض اہل ظاہر دس سال کے بچے پر بھی نماز فرض قرار دیتے ہیں اور اگر وہ تارک صلوٰۃ ہو تو ان کے نزدیک اسے بدنی سزا دی جائے۔ جمہور اس رائے کے خلاف ہیں۔ ان کے نزدیک بالغ ہونے پر اس کے لئے نماز فرض ہوتی ہے۔ امام بیہقیؒ اس حدیث کو سابقہ حدیث یعنی رُفِعَ الْقَلَمُ کی بناء پر منسوخ سمجھتے ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ۴۴۶) امام بخاریؒ نے سزا والی روایت نظر انداز کر دی ہے۔ ان کے نزدیک یہ روایت مستند نہیں اور اس بارے میں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو دستور تھا اس کی طرف توجہ دلائی ہے کہ چھوٹے بچے بھی نماز جنازہ اور عیدین میں شامل ہوا کرتے تھے۔ رشتہ داران کو اپنے ساتھ مسجد میں لے جاتے تھے۔ خواہ وہ نابالغ ہوں یا بالغ اور اس طرح بچپن ہی سے ان کو نماز کی نیک عادت ہو جاتی تھی اور بچوں کو سزا دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ روایت نمبر ۸۵۷ میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ جو کہ کم سن تھے جنازے میں شریک ہوئے۔ روایت نمبر ۶۹۷ سے بھی ان کا کم سن ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ نبی ﷺ ان کے ساتھ محبت سے پیش آتے۔ اس عمر میں بچے قیود سے آزاد ہوتے ہیں۔ ان کی اس آزادی کی حد بلوغت ہے۔ جیسا کہ روایت نمبر ۸۵۸ کا مفہوم ہے۔ مگر اس آزادی کے یہ معنے نہیں کہ وہ سکھائے نہ جائیں۔ حضرت ابن عباسؓ بجائے دائیں کے بائیں طرف کھڑے ہوئے اور آنحضرت ﷺ نے ان کو دائیں جانب کر دیا (روایت نمبر۸۵۹) نمازوں میں حضرت ابن عباسؓ کے سوا دیگر بچوں کی شمولیت بھی ثابت ہوتی ہے (روایت نمبر۸۶۰، ۸۶۱) باب مذکور میں حضرت ابن عباسؓ کی چار روایتیں آئی ہیں۔ یعنی نمبر ۸۵۷ بمتعلق شمولیت جنازہ، نمبر ۸۵۹ بمتعلق شمولیت نماز تہجد، نمبر ۸۶۱ بمتعلق شمولیت حج، نمبر ۸۶۳ بمتعلق شمولیت عید۔ روایت ۸۵۹ کی وضاحت کے لیے کتاب الوضوء باب نمبر ۵ بھی دیکھئے۔

آنحضرت ﷺ جب فوت ہوئے ہیں تو حضرت ابن عباسؓ کی عمر تیرہ سال تھی۔ (اسد الغابہ۔ ذکر عبداللہ بن عباسؓ) خلاصہ یہ کہ عہد نبویؐ میں نابالغ بچوں کی شمولیت کا ذکر کر کے مسئلہ معنونہ ایک معقول صورت میں پیش کیا گیا ہے کہ بجائے بدنی سزا کے بچوں کی تربیت کی طرف توجہ کی جائے۔ روایت نمبر ۸۵۹ کے آخر میں قرآن مجید کی آیت اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ (الصّٰفّٰت: ۱۰۳) کا جو حوالہ دیا گیا ہے۔ اس آیت میں بھی اس اعلیٰ درجے کی تربیت کا ذکر ہے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسے باپ کی زیر نگرانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہوئی کہ باپ کے ذکر کرنے پر کہ میں نے ایسا ایسا خواب دیکھا ہے تو انہوں نے بے ساختہ جواب دیا يٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ. (الصّٰفّٰت: ۱۰۳) اے میرے باپ! جو آپ کو حکم ہوا ہے وہی کریں آپ مجھے انشاء اللہ مستقل مزاج پائیں گے۔

☆ (ترمذی. كتاب الصلاة. باب ماجاء متى يؤمر الصبي بالصلاة)
(ابو داؤد. كتاب الصلاة. باب متى يؤمر الغلام بالصلاة)
(صحيح ابن خزيمه. كتاب الصلاة. باب بالصلاة وضربهم على تركها قبل البلوغ. روایت نمبر۱۰۰۲)
(المستدرک على الصحيحين. كتاب الصلاة. باب علموا الصبي الصلاة ابن سبع)

بَاب ١٦٢: خُرُوْجُ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ

عورتوں کا رات کو اور اندھیرے میں مسجدوں کی طرف نکل کر جانا

٨٦٤: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ غَيْرُكُمْ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا يُصَلَّى يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعَتَمَةَ فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَغِيْبَ الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ.

اطرافه: ٥٦٦، ٥٦٩، ٨٦٢۔

۸۶۴: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ آپؓ بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں دیر کردی یہاں تک کہ آپؐ کو حضرت عمرؓ نے آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے ہیں۔ اس پر آپؐ باہر آئے اور فرمایا: اہل زمین میں سے کوئی بھی سوائے تمہارے اس (نماز) کا انتظار نہیں کر رہا اور ان دنوں مدینہ میں ہی نماز پڑھی جایا کرتی تھی اور عشاء کی نماز شفق ڈوبنے کے بعد سے رات کی پہلی تہائی تک پڑھا کرتے تھے۔

٨٦٥: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ حَنْظَلَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَاؤُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأْذَنُوْا لَهُنَّ.

۸۶۵: عبیداللہ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے حنظلہ سے، حنظلہ نے سالم بن عبداللہ (بن عمر) سے، سالم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کے لئے تم سے اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دو۔

تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافه: ۸۷۳، ۸۹۹، ۹۰۰، ۵۲۳۸۔

عبید اللہ کی طرح اس روایت کو شعبہ نے بھی نقل کیا ہے۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے مجاہد سے، مجاہد نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔

بَاب ۱۶۳: اِنْتِظَارُ النَّاسِ قِيَامَ الْإِمَامِ الْعَالِمِ

لوگوں کا عالم امام کے قیام کا انتظار کرنا

۸۶۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ النِّسَاءَ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ إِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ قُمْنَ وَثَبَتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلَّى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللهُ فَإِذَا قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ الرِّجَالُ.

۸۶۶: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عثمان بن عمر نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) یونس (بن یزید) نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ہند بنت حارث نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہؓ نے انہیں بتایا کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب نماز فریضہ سے سلام پھیر کر (یعنی سلامتی کی دعا کر کے) فارغ ہوتیں تو وہ کھڑی ہو جاتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز وہ مرد جو نماز پڑھ چکتے جب تک اللہ چاہتا ٹھہرے رہتے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے تو مرد بھی اٹھتے۔

۸۶۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ ح و حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ

۸۶۷: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا کہ مالک سے مروی ہے...... اور عبداللہ بن یوسف نے بھی ہم سے بیان کیا، کہا کہ مالک نے ہمیں بتایا کہ یحیٰ بن سعید سے روایت ہے۔ انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے، عمرہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ وہ کہتی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ.

اطرافہ: ۳۷۲، ۵۷۸، ۸۷۲۔

تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ لیتے تو عورتیں اپنی اوڑھنیوں میں لپٹی لپٹائی لوٹ جاتیں۔ اندھیرے کی وجہ سے وہ پہچانی نہ جاتیں۔

۸۶۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَقُوْمُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيْهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ.

اطرافہ: ۷۰۷۔

۸۶۸: محمد بن مسکین نے ہم سے بیان کیا، کہا: بشر (بن بکر) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) اوزاعی نے ہمیں بتایا۔ (وہ کہتے تھے:) یحيٰ بن ابی کثیر نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ انصاری سے، عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تو نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اور میں اسے لمبا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اتنے میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے ناپسند ہوتا ہے کہ میں اس کی ماں کو تکلیف دوں۔

۸۶۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَوْ أَدْرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ {الْمَسْجِدَ}☆ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيْلَ قُلْتُ لِعَمْرَةَ أَوَمُنِعْنَ قَالَتْ نَعَمْ.

۸۶۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ بن سعید سے، یحيٰ نے عمرہ سے، عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی ہیں: اگر رسول اللہ ﷺ ان بدعتوں کو پاتے جو عورتیں کرتی ہیں تو آپؐ ان کو یقیناً مسجد☆ میں آنے سے روک دیتے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئیں اس پر میں نے عمرہ سے پوچھا: کیا بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئی تھیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔

☆ لفظ "الْمَسْجِدَ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۴۵۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: خُرُوْجُ النِّسَاءِ اِلَی الْمَسَاجِدِ بِاللَّیْلِ وَالْغَلَسِ: باب۱۶۲، ۱۶۳ قائم کرنے کی یہ ضرورت پیش آئی ہے کہ مسند ابوداؤد' مسند ابن خزیمہ' مسند احمد بن حنبل اور طبرانی وغیرہ میں ایسی روایتیں آئی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے لئے اپنے گھر میں ہی نماز پڑھنا بہتر سمجھا ہے۔ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں: لَا تَمْنَعُوْا نِسَائَکُمْ مَسَاجِدَ وَ بُیُوْتُھُنَّ خَیْرٌ لَّھُنَّ (ابوداؤد. کتاب الصلاۃ. باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد) اپنی عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو اوران کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔ایک دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں: صَلٰوتُکِ فِیْ دَارِکِ خَیْرٌ لَکِ مِنْ صَلٰوتِکِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِکِ (مسند احمد بن حنبل۔ جزء۶۔صفحہ۳۷۱)(صحیح ابن خزیمہ. کتاب الامامۃ فی الصلاۃ. باب اختیار صلاۃ المرأۃ فی حجرتھا علی صلاتھا فی دارھا) اپنے گھر میں تیری نماز اس نماز سے بہتر ہے جو تو کسی مسجد میں پڑھے۔
(تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ۴۵۱)

ان روایتوں کے پیش نظر بعض فقہاء نے عورتوں کے لئے کئی ایک شرطیں عائد کی ہیں۔مثلاً اندھیرا ہو، کپڑوں میں لپٹی ہوں، تا کہ پہچانی نہ جاسکیں، بناؤ سنگھار کر کے نہ جائیں، خوشبو نہ لگائیں، نوجوان عورتیں نہ ہوں، وغیرہ۔امام بخاریؒ نے فقہاء کے اس خیال کی طرف اشارہ کرنے کے لئے عنوانِ باب کو الفاظ ''رات کے وقت'' اور ''اندھیرے'' سے مقید کیا ہے۔حالانکہ اس باب کی بعض روایتیں ایسی بھی ہیں جن میں رات کا مطلق ذکر نہیں۔(دیکھئے روایت نمبر۸۶۶، ۸۶۸)

اِذَا اسْتَاْذَنَکُمْ نِسَآءُ کُمْ بِاللَّیْلِ: اس سے بعض شارحین یہ سمجھے ہیں کہ امام بخاریؒ نے ان روایات کو جن میں رات یا تاریکی کا ذکر نہیں، ان روایات پر قیاس کیا ہے جن میں اس کا ذکر ہے۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ۴۴۸) مگر یہ صحیح نہیں۔روایت نمبر۸۶۳ میں ابھی گذر چکا ہے کہ عورتیں عیدین کے لئے دن کے وقت باہر جایا کرتی تھیں۔علاوہ ازیں بوقت شب اور اندھیرے میں عورتوں کا مسجدوں میں جانا زیادہ فتنے کا موجب ہوسکتا ہے بہ نسبت دن کے۔کیونکہ دن میں وہ پہچانی جاسکتی ہیں خواہ ان کے چہرے ڈھکے ہی کیوں نہ ہوں۔لباس، قد وقامت، ڈیل ڈول اور رفتار سے پہچاننا آسان ہوتا ہے۔مگر باوجود اس کے کہ رات کو فتنے کا زیادہ احتمال ہوتا ہے۔عورتوں کو اس وقت بھی نکلنے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ فرمایا کہ اُن کو رات کے وقت بھی نکلنے کی اجازت دو۔(روایت نمبر۸۶۵) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھ کر بیٹھے رہنا اور عورتوں کے چلے جانے کا انتظار کرنا بھی بتاتا ہے کہ وہ وقت دن کا ہوتا اور آپؐ انتظار فرماتے کہ عورتیں بآرام مردوں سے قبل چلی جائیں۔(روایت نمبر۸۶۶) روایت نمبر۸۶۹ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں دن کو مسجدوں میں آیا کرتی تھیں۔امام موصوفؒ نے ایسی روایتیں بھی پیش کی ہیں جن میں دن کے وقت عورتوں کے نکلنے کا ذکر ہے اور ایسی بھی جن میں رات کے وقت کا۔غرض دونوں باتیں ثابت ہیں۔

لَوْ اَدْرَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَحْدَثَ النِّسَآءُ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے ہے کہ آپؐ نے اُن کو اس لئے نہیں روکا کہ ان میں بناؤ سنگار اور زینت کا اظہار اور خودنمائی جیسی باتیں نہیں پائی جاتی تھیں۔اگر پائی جاتیں تو آپؐ ان کو روک دیتے۔یہاں نہ دن کا سوال ہے نہ رات کا بلکہ اس روایت سے ضمناً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ موجباتِ فساد دور کئے جائیں نہ یہ کہ نیک کاموں میں عورتوں کی شمولیت قابل اصلاح امور کی وجہ سے روک دی جائے۔کلام اللہ میں

کہیں بھی اس قسم کی ممانعت کا ذکر نہیں۔ بلکہ یہ فرمایا ہے: وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ (الاحزاب:۳۴) {اور اپنے گھروں میں ہی رہا کرو اور گذری ہوئی جاہلیت کے سنگھار جیسے سنگھار کی نمائش نہ کیا کرو اور نماز کو قائم کرو} اس آیت میں تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ اور اِدھر اُدھر بلاضرورت پھرنے سے منع فرمایا ہے اور باجماعت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (روایت نمبر ۸۶۵، ۸۶۶) اِقَامَةُ الصَّلٰوةِ کے معنے ہیں باجماعت نماز پڑھنا۔

ارشاد قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ کی تشریح لَا تَبَرَّجْنَ سے کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ قَرَارٌ فِی الْبُیُتِ کے یہ معنی نہیں کہ عورتیں گھر سے کبھی باہر نہ نکلیں۔ بلکہ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ سے مراد ہے آوارگی، مخرب اخلاق، عریانی اور بے راہ روی جو عربوں میں اسی طرح رائج تھی جیسے آج کل یورپ میں۔ روایت نمبر ۸۶۶، ۸۶۷ میں دو الگ الگ صورتیں بیان ہوئی ہیں۔ ان کا آپس میں اختلاف نہیں۔ ایک میں عورتوں کا مطلق نمازوں میں شریک ہونے کا ذکر ہے اور دوسری میں صبح کے وقت ان کی نماز باجماعت میں شمولیت اور گھروں کو جلد واپسی کا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت نمبر ۸۶۷ سے متعلق باب نمبر ۱۶۴ میں الگ مستقل عنوان قائم کر کے اس کے مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس تعلق میں روایت نمبر ۸۷۲ بھی دیکھئے۔

روایت نمبر ۸۶۴ کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب نمبر ۲۲ و ۲۴ میں بھی گذر چکی ہے مگر اور عنوان کے ساتھ۔ امام موصوفؒ کے مختلف استدلالات ان کے حسن تصرف پر دلالت کرتے ہیں۔

بَاب ١٦٤ : صَلَاةُ النِّسَاءِ خَلْفَ الرِّجَالِ

مردوں کے پیچھے عورتوں کا نماز پڑھنا

٨٧٠ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِي تَسْلِيْمَهُ وَيَمْكُثُ هُوَ فِي مَقَامِهِ يَسِيْرًا قَبْلَ أَنْ يَقُوْمَ قَالَ نَرَى وَاللهُ أَعْلَمُ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ لِكَيْ يَنْصَرِفَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ.

۸۷۰: یحيٰ بن قزعہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے ہند بنت حارث سے، ہند نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے (یعنی سلامتی کی دعا کرتے) تو جونہی آپؐ سلام ختم کرتے عورتیں اُٹھ کھڑی ہوتیں اور آپؐ اپنی جگہ کچھ دیر ٹھہرے رہتے۔ ابن شہاب نے کہا: ہم سمجھتے ہیں اور بہتر تو اللہ ہی جانتا ہے کہ آپؐ کا یہ ٹھہرنا اس لئے تھا تا عورتیں پیشتر اس کے کہ اُن کو آدمیوں میں سے کوئی پا سکے؛ لوٹ جائیں۔

۸۷۱: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ فَقُمْتُ وَيَتِيمٌ خَلْفَهُ وَأُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا.

اطرافہ: ۳۸۰، ۷۲۷، ۸۷٤، ۱۱٦٤۔

۸۷۱: ابونعیم (فضل بن دکین) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسحٰق سے، اسحٰق نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امّ سلیمؓ کے گھر میں نماز پڑھی اور میں آپؐ کے پیچھے مع ایک یتیم کے کھڑا ہو گیا اور حضرت ام سلیمؓ ہمارے پیچھے تھیں۔

بَاب ١٦٥ : سُرْعَةُ انْصِرَافِ النِّسَاءِ مِنَ الصُّبْحِ وَقِلَّةُ مَقَامِهِنَّ فِي الْمَسْجِدِ

صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی واپس ہو جانا اور اُن کا مسجد میں بہت کم ٹھہرنا

۸۷۲: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بِغَلَسٍ فَيَنْصَرِفْنَ نِسَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ أَوْ لَا يَعْرِفُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا.

۸۷۲: یحيٰ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سعید بن منصور نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) فلیح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ابھی اندھیرا ہی ہوتا پڑھا کرتے اور مومنوں کی عورتیں واپس ہو جاتیں۔ بوجہ اندھیرے کے پہچانی نہ جاتیں یا (کہا:) وہ ایک دوسرے کو نہ پہچانتیں۔

بَاب ١٦٦ : اِسْتِئْذَانُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِالْخُرُوْجِ إِلَى الْمَسْجِدِ

عورت کا اپنے خاوند سے مسجد جانے کے لئے اجازت مانگنا

٨٧٣: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ أَحَدِكُمْ فَلَا يَمْنَعْهَا.

۸۷۳: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے زُہری سے، زُہری نے سالم بن عبداللہ (بن عمر) سے، انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ (آپؐ نے فرمایا:) جب تم میں سے کسی کی عورت (مسجد جانے کی) اجازت مانگے تو وہ اُسے نہ روکے۔

تشریح: اسْتِئْذَانُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِالْخُرُوْجِ اِلَى الْمَسْجِدِ: ان تین ابواب (نمبر۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶) میں بھی یہی مضمون واضح کیا گیا ہے اور آیت قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ کا مفہوم متعین کیا ہے۔ قَرْنَ وقار مصدر سے متعلق ہے۔ باوقار اپنے گھروں میں رہیں اور جاہلیت والی نمود و نمائش سے بچیں۔ یہ روایتیں بتاتی ہیں کہ عہد نبوی میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرتی تھیں۔ مؤخر الذکر باب (نمبر۱۶۶) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ عورتیں نماز کے لئے مسجد جانے سے نہ روکی جائیں قطع نظر اس سے کہ دن کا وقت ہو یا رات کا۔ روایت نمبر۸۷۳ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرد اور عورت دونوں پابند کئے گئے ہیں۔ عورت کے لئے خاوند سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے اور مرد کا اسے اجازت دینا بھی۔ مگر امام بخاریؒ نے اس روایت سے متعلق جو عنوانِ باب (نمبر۱۶۶) قائم کیا ہے۔ اس میں اس اجازت کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کے ساتھ مقید کر دیا ہے۔ کیونکہ حکم اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ کی وجہ سے عورت بھی باجماعت نماز پڑھنے کی اُسی طرح پابند ہے جس طرح مرد۔ اس لئے مرد کو چاہیے کہ وہ فریضہ نماز کی ادائیگی میں حائل نہ ہو۔ روایت نمبر۸۷۳ کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ عورتیں جہاں بھی جانے کی اجازت مانگیں خاوند اُنہیں اجازت دے۔ اس غلط فہمی سے بچانے کے لئے باب نمبر۱۶۶ کے عنوان ہی میں روایت کا اصل مفہوم واضح کیا گیا ہے۔ باب نمبر۱۶۴ میں صحابہ کرامؓ کے نیک نمونے کی طرف توجہ دلا کر یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد عورتوں کو چاہیے کہ وہ فوراً اپنے گھروں کو لوٹیں۔ مسجد میں اُنہیں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔ سوا اِس کے کہ نماز کے بعد امام وعظ و نصیحت یا کسی اور اجتماعی کام کے لئے تحریک کرنے کی غرض سے مقتدیوں کو ٹھہرنے کے لئے کہے۔ تعلقاتِ زوجین کی بنیاد اعتماد و حسن معاشرت پر ہو۔

بَابٌ صَلَاةُ النِّسَاءِ خَلْفَ الرِّجَالِ

مردوں کے پیچھے عورتوں کا نماز پڑھنا

٨٧٤: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ فَقُمْتُ وَيَتِيمٌ خَلْفَهُ وَأُمُّ سُلَيْمٍ خَلْفَنَا.

اطرافه: ٣٨٠، ٧٢٧، ٨٧١، ١١٦٤.

۸۷۴: ابونعیم (فضل بن دکین) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسحٰق سے، اسحٰق نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امّ سلیمؓ کے گھر میں نماز پڑھی اور میں آپؐ کے پیچھے مع ایک یتیم کے کھڑا ہو گیا اور حضرت ام سلیمؓ ہمارے پیچھے تھیں۔

٨٧٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِيْنَ يَقْضِي تَسْلِيْمَهُ وَهُوَ يَمْكُثُ فِي مَقَامِهِ يَسِيْرًا قَبْلَ أَنْ يَّقُوْمَ قَالَتْ نُرَى وَاللهُ أَعْلَمُ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ لِكَيْ يَنْصَرِفَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُّدْرِكَهُنَّ الرِّجَالُ.

۸۷۵: یحییٰ بن قزعہ نے ہم سے بیان کیا۔ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے ہند بنت حارث سے، ہند نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: جب رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے (یعنی سلامتی کی دعا کرتے) تو جونہی آپؐ سلام ختم کرتے؛ عورتیں اُٹھ کھڑی ہوتیں اور آپؐ اُٹھنے سے پہلے اپنی جگہ کچھ دیر ٹھہرے رہتے۔ انہوں نے کہا: ہم سمجھتے ہیں اور بہتر تو اللہ ہی جانتا ہے کہ آپؐ کا یہ ٹھہرنا اس لئے تھا تا عورتیں پیشتر اس کے کہ اُن کو آدمیوں میں سے کوئی پا سکے؛ لوٹ جائیں۔

☆ یہ عنوانِ باب اور اس کی احادیث انہی الفاظ کے ساتھ باب ۱۶۴ روایات نمبر ۸۷۱، ۸۷۰ میں بھی مذکور ہیں۔
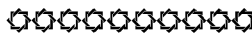
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۱- كِتَابُ الْجُمُعَةِ

بَاب ۱ : فَرْضُ الْجُمُعَةِ

جمعہ کا فرض ہونا

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (الجمعة: ۱۰) {فَاسْعَوْا فَامْضُوْا☆}.

اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق: جب جمعہ کے روز نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کے لئے چل پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم جانو۔ فَاسْعَوْا کے معنی ہیں چل پڑو۔☆

۸۷۶: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ مَوْلَى رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا ثُمَّ هَذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَهَدَانَا اللهُ لَهُ فَالنَّاسُ لَنَا فِيْهِ تَبَعٌ الْيَهُوْدُ غَدًا

۸۷۶: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا، کہا: ابوالزناد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے ان کو بتایا۔ جو کہ ربیعہ بن حارث کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ہم سب سے پیچھے آنے والے ہیں۔ قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ ان کو ہم سے پہلے کتاب ملی۔ پھر یہی ان کا وہ دن ہے جو ان پر فرض کیا گیا تھا۔ تو انہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں ہماری

☆ الفاظ "فَاسْعَوْا فَامْضُوْا" حموی کی روایت میں ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۴۵۶)

وَالنَّصَارٰی بَعْدَ غَدٍ. رہنمائی فرمائی۔ پس لوگ اس میں ہمارے پیچھے ہیں۔ یہود کا دن کل ہے اور نصاریٰ کا پرسوں۔

اطرافه: ٢٣٨، ٨٩٦، ٢٩٥٦، ٣٤٨٦، ٦٦٢٤، ٦٨٨٧، ٧٠٣٦، ٧٤٩٥۔

تشریح: **فَرْضُ الْجُمُعَةِ:** جمعہ کی فرضیت کے متعلق یہ باب اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ بعض فقہاء نے اس کو عیدین کی طرح فرض کفایہ گردانا ہے۔ (بداية المجتهد. كتاب الصلاة. الجملة الثالثة. الباب الثالث. الفصل الاول في وجوب الصلاة) ان کا حدیث اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ عِيْدًا (مصنف عبد الرزاق. كتاب الجمعة. باب الغسل يوم الجمعة. جزء٣ صفحہ١٩٧) {کہ یہ وہ دن ہے جسے اللہ نے عید بنایا ہے۔} سے یہ مسئلہ استنباط کرنا قرآن مجید کے مذکورہ بالا حکم کی موجودگی میں ساقط الاعتبار ہے۔ ارشاد فَاسْعَوْا کی تفصیل سے درحقیقت صیغہ امر کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اس استدلال کی تائید میں حدیث نمبر ٨٧٦ سے بھی استنباط کیا گیا ہے: هٰذَا يَوْمُهُمُ الَّذِیْ فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ لَهٗ . ان الفاظ میں جمعہ کی فرضیت کا صراحتاً ذکر ہے۔ جمعہ کو عید قرار دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عیدین کے تمام احکام بھی اس پر عائد ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کی نسبت فرمایا ہے: لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِيْدًا. (مسند احمد بن حنبل جزء٢ صفحہ٣٦٧- حدیث نمبر٨٥٨٦) میری قبر کو عید نہ بنانا۔ اس سے آپؐ کی مراد یہ ہے کہ بت پرستوں کی تقلید میں اس کی پوجا نہ کی جائے۔

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ ....: بعض نے مذکورہ بالا آیت سے جو مدنی سورۃ کی ہے یہ اخذ کیا ہے کہ جمعہ پہلے پہل مدینہ میں فرض ہوا تھا۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ٤٥٦) مگر آیت کے الفاظ اس کے متحمل نہیں بلکہ اس کے برعکس سیاق کلام سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جمعہ اس سورۃ کے نازل ہونے سے پہلے بھی پڑھا جاتا تھا اور بعض لوگ اس میں سستی کرتے تھے۔ اس لئے اس میں تاکیدًا نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اذان سن کر فوراً حاضر ہو جایا کریں۔ آیت اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ میں الصلوٰۃ کا الف لام عہدی کا ہے جو معہود ذہنی پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی وہ نماز جو لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہے اور وہ اسے اچھی طرح جانتے ہیں کہ جمعہ کے دن کون سی نماز ہے جس میں مستعدی کے ساتھ حاضر ہونے کے لئے تاکید کی گئی ہے۔ حضرت کعبؓ بن مالک سے مروی ہے کہ حضرت اسدؓ بن زرارہ نے ہجرت سے پہلے انصارؓ کو اکٹھا کر کے نماز جمعہ پڑھائی۔ (ابن ماجه. كتاب اقامة الصلاة. باب في فرض الجمعة) تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح الباری جزء ثانی صفحہ ٤٥٨۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت سے پہلے بھی جمعہ پڑھا جاتا تھا۔ مؤرخین اسلام نے صراحت سے ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ کی طرف آرہے تھے تو راستے میں ہی جمعہ آگیا اور آپؐ نے بنی سالم بن عوف کی بستی میں جمعہ پڑھایا۔ (تاريخ طبری. ذكر ما كان من الامور المذكورة فی اول سنة من الهجرة جزء ثانی صفحہ٧) اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ جمعہ کے نزول سے بہت پہلے آپؐ کو نماز جمعہ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا

تھا۔ مکہ مکرمہ میں مسلمان جبر وتشدد کا تختۂ مشق تھے اور مدینہ منورہ میں وہ آزاد تھے۔ آپؐ نے حالات کو مدنظر رکھا اور چونکہ اس وقت تک فَاسْعَوْا کا حکم بالصراحت نازل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے مکہ مکرمہ میں تکلیف مالا یطاق میں نہیں ڈالا گیا۔ رہا یہ سوال کہ مکی سورتوں میں نماز جمعہ کی نسبت کہاں حکم ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جمعہ دراصل ظہر ہی کی نماز ہے۔ پانچ نمازوں کے علاوہ کوئی اور نماز نہیں اور ان پانچ نمازوں کی فرضیت قرآن مجید سے واضح ہے۔ نماز جمعہ کی باقی خصوصیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح قرآن مجید سے مستنبط فرمائیں یا وحی خفی کی تجلی سے آپؐ کو معلوم ہوئیں۔ جس طرح کہ پانچ نمازوں سے متعلق دوسرے احکام۔ یہ خیال صحیح نہیں کہ مدینہ والوں نے خود بخود اپنے اجتہاد سے عروبہ کے دن نماز جمعہ تجویز کر لی تھی اور ان کی تجویز کے مطابق حضرت اسدؓ بن زرارہ جیسے جلیل القدر صحابی نے جمعہ پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ صحابہ کرامؓ تو معمولی معمولی باتوں میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھے بغیر قدم نہ اٹھاتے تھے۔ چہ جائیکہ شریعت کے احکام میں کمی یا زیادتی۔ (مثال کے لئے دیکھئے: کتاب الغسل - روایات باب ۲۲، ۲۶)

روایت نمبر ۸۹۲ سے یہ استدلال کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا جمعہ مدینہ منورہ میں پڑھایا تھا صحیح نہیں۔ اس میں تو مسجد نبوی میں جمعہ پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ مطلق پہلے جمعہ کا۔ بلکہ الفاظ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سے مسجد نبوی میں جمعہ کی تخصیص ضمناً یہ اشارہ کرتی ہے کہ اس مسجد کے سوا اور بھی کہیں جمعے پڑھے گئے تھے۔

(دیکھئے کتاب الجمعة تشریح باب ۱۱ روایت نمبر ۸۹۲)

غرض صلوٰۃ جمعہ کی فرضیت مذکورہ بالا آیت سے عیاں ہے اور یہی بات باب کا اصل مضمون ہے۔ آیت اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ کے معنی یہ ہیں کہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کی ندا سن کر اس کا عملی جواب دینا فرض ہے۔ فَاسْعَوْا کا ارشاد اس فریضہ کی تعمیل کے بارہ میں تاکید مزید ہے۔ لفظ اَلسَّعْیُ کے معنی ہیں کام کاج، کاروبار میں مشغولیت اور جدوجہد۔ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ کا یہ مفہوم ہے کہ جیسا دنیوی مشاغل کے لئے اہتمام اور جدوجہد ہو ویسا ہی اہتمام اور جدوجہد نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے ہونا چاہیے۔

سبت کے لغوی معنی ہیں کام کاج چھوڑ کر آرام کرنا۔ (لسان العرب۔ تحت لفظ سبت) اور اصطلاحی معنے یہ ہیں کہ مشاغل سے کلیۃً منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جانا۔ ایک روز عبادت میں سارا دن مشغول رہنے کا حکم بنی اسرائیل میں مخصوص تھا۔ (خروج باب ۳۱ آیت ۱۴ تا ۱۶۔ خروج باب ۳۵ آیت ۳۔ احبار باب ۲۳) جس کی انہوں نے آخر کار خلاف ورزی کی۔ جمعہ کے روز مسلمانوں کے لئے ایسی کوئی پابندی نہیں جیسی بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اس خصوصیت کا ذکر بایں الفاظ فرماتا ہے: اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (النحل: ۱۲۵) سبت یعنی مشاغل دنیا سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہنے کا حکم انہی لوگوں کے لئے مخصوص تھا جنہوں نے اس کی خلاف ورزی کی۔ اس آیت کے یہ معنی نہیں کہ ساتواں دن ان کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اگر عیسائی زمانہ کی رَو میں بہہ کر بجائے ہفتہ، اتوار کو عبادت کا دن مناسکتے ہیں تو یہودیوں کا ایسا کرنا بعید از قیاس نہیں جیسا کہ تاریخی واقعات اور قرائن اس

امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہود نے بھی اپنی جلاوطنی کے ایام میں بابلیوں اور فارسیوں کے درمیان مدت تک بودوباش رکھنے کی وجہ سے ان کے مشرکانہ عقائد و رسوم کو اپنا لیا تھا اور ان مشرک اقوام کے زیر اثر انہوں نے اپنے مذہب کے اصول میں بھی تغیر و تبدل کیا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:-

Antiquities of The Jews, by William Brown D.D

جمعہ کے دن کو بھی قدیم یہودیوں کے نزدیک تقدس حاصل تھا۔ چنانچہ رومانی احکام اور فیصلہ جات جو مؤرخ یوسیفس نے اپنی مشہور تاریخ میں نقل کئے ہیں۔ ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ اور ہفتہ دونوں دنوں میں اس بات کی قانوناً ممانعت تھی کہ کوئی یہودی کسی مقدمہ میں مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہونے کے لئے بلایا جائے (۶:۱۵)

جمعہ کا نام ہی عبرانی میں عُرَیب هَشَّابات رکھا گیا تھا اور سبت کی تیاری چھٹے دن یعنی جمعہ کے روز آٹھویں گھڑی میں تقریباً اڑھائی بجے شروع ہوتی۔ جبکہ قربانی کی جاتی اور نویں گھڑی تقریباً ساڑھے تین بجے ختم ہوتی جبکہ سوختنی قربانی چڑھائی جاتی تھی اور اس کے بعد یہودی کام کاج سے فارغ ہو کر نہا دھو کر صاف کپڑے پہن کر شاہ سبت یعنی ہفتہ کا استقبال کرتے۔ اس تسمیہ سے ظاہر ہے کہ جمعہ بھی ان کے نزدیک ایک گونہ سبت کا حکم رکھتا تھا۔ اس لئے اسلامی مؤرخین کی یہ روایتیں اپنے اندر صداقت رکھتی ہیں کہ جمعہ کے دن کا نام عروبہ جو قدیم عربوں میں مشہور تھا۔ وہ دراصل اہل کتاب سے لیا گیا تھا۔ اس سے پہلے اس دن کا نام کچھ اور تھا۔ (بلوغ الارب فی معرفة احوال العرب. مجتمعات العرب فی جاهليتهم. جزء اول صفحہ ۲۷۲ تا ۲۷۵) غالباً یہی وجہ ہے کہ اہل لغت نے (بوجہ عجمہ و تانیث) اس کو غیر منصرف قرار دیا ہے۔ (لسان العرب تحت لفظ جمع) روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کعب بن لوئی بن غالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کچھ مدت پہلے اس دن کا عربی نام جمعہ رکھا کیونکہ وہ قریش کو اس دن اکٹھا کر کے وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۴۵۶)

غرض عروبہ نام کا ماٗخذ یہودیوں کے درمیان اب تک پایا جاتا ہے اور سبت کی عبادت بھی جمعہ کے دن ہی شروع ہوتی ہے اور یہ دونوں شہادتیں اصل حقیقت کی غماز ہیں۔ عالمگیر جنگ اول کے اثناء میں جب میں بیت المقدس میں مقیم تھا تو یہود جمعہ کے دن دو بجے کے قریب بیت المقدس کی قدیم فصیل کے پاس جمع ہو کر اپنی کھوئی ہوئی شوکت پر روتے اور تورات و زبور وغیرہ کی دعائیں پڑھا کرتے تھے اور پھر اس سے فارغ ہو کر سبت کی تیاری میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اردو میں اس فصیل کا نام ''دیوارِ گریہ'' ہے اور یہ امر بھی یقینی ہے کہ یہود نے احکام سبت کے بارہ میں شدید سے شدید خلاف ورزیاں کیں بلکہ ان کے بعض انبیاء نے تو ان کی ذلت وادبار کا سارا موجب سبت کی بے حرمتی قرار دیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہ پیشگوئی کی تھی کہ سبت کی بے حرمتی بنی اسرائیل کی تباہی کا موجب ہوگی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب استثناء باب ۲۸ آیت ۶۴، ۶۵ اور یرمیاہ باب ۲۲ آیت ۸، ۹) یہ سب شواہد و قرائن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد کی تصدیق کرتے ہیں۔

بَاب ۲ : فَضْلُ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
جمعہ کے دن نہانے کی فضیلت

وَهَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شُهُوْدُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَوْ عَلَى النِّسَاءِ

اور کیا بچوں یا عورتوں پر جمعہ کے دن (نماز میں) آنا فرض ہے؟

۸۷۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ.

اطرافه: ۸۹٤، ۹۱۹۔

۸۷۷: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن آئے تو چاہیے کہ وہ نہالے۔

۸۷۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ قَالَ أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَاهُ عُمَرُ أَيَّةُ سَاعَةٍ هَذِهِ قَالَ إِنِّي شُغِلْتُ فَلَمْ أَنْقَلِبْ إِلَى أَهْلِي حَتَّى سَمِعْتُ التَّأْذِيْنَ فَلَمْ أَزِدْ أَنْ تَوَضَّأْتُ فَقَالَ وَالْوُضُوْءُ أَيْضًا وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُوْلَ

۸۷۸: عبداللہ بن محمد بن اسماء نے ہم سے بیان کیا، کہا: جویریہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے زُہری سے، زُہری نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت عمرؓ بن خطاب جمعہ کے دن خطبہ میں کھڑے تھے۔ اتنے میں نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص آیا جو اوّل مہاجرین میں سے تھا؛ حضرت عمرؓ نے ان کو آواز دے کر پوچھا: یہ کون سا وقت ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں (ایک کام میں) مشغول ہوگیا تھا اور میں ابھی اپنے گھر والوں کے پاس بھی نہیں گیا۔ میں نے اذان سنی تو اور کچھ نہیں کیا۔ صرف وضو ہی کیا ہے (اور نماز جمعہ میں شامل ہونے کے لئے آ گیا ہوں۔ حضرت عمرؓ) نے کہا:

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ.

اطرافه: ۸۸۲۔

صرف وضو ہی کیا ہے حالانکہ آپؓ خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

۸۷۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ **أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ** صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.**

اطرافه: ۸۵۸، ۸۸۰، ۸۹۵، ۲۶۶۵۔

۸۷۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے صفوان بن سلیم سے، صفوان نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن نہانا ہر بالغ پر واجب ہے۔

تشریح: **فَضْلُ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ:** جمعہ کے دن نہانے کے بارے میں جمہور کا مذہب تو یہ ہے کہ وہ سنت ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک واجب کہ اس کے بغیر نماز جمعہ نہیں ہوتی۔ (**بداية المجتهد. كتاب الصلاة. الجملة الثالثه. الباب الثالث. الفصل الرابع فى احكام الجمعة. المسألة الاولىٰ فى حكم طهر الجمعة**) یہ اختلاف مدنظر رکھ کر عنوان باب میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جمعہ کے دن نہانا افضل ہے۔ یہ نہیں کہ اگر نہ نہائے تو نماز نہیں ہوتی۔ اس رائے کی تائید حدیث نمبر ۸۷۸ سے ہوتی ہے۔

دَخَلَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: بعض روایات کے مطابق یہ حضرت عثمانؓ تھے۔ (مسلم كتاب الجمعة باب ۱) تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۴۶۳۔ حضرت عمرؓ کی یاددہانی کے باوجود حضرت عثمانؓ نے غسل نہیں کیا اور وضو ہی کافی سمجھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بصورت وجوب نہیں تھا بلکہ بطور مستحب۔ یہی مفہوم واضح کرنے کے لئے روایت نمبر ۸۷۷ مقدم کی گئی ہے۔ اس کے الفاظ فَلْيَغْتَسِلْ مذکورہ بالا رائے کی تائید کرتے ہیں۔ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ کے الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ جو حکایۃً بیان ہوئے ہیں اور فَلْيَغْتَسِلْ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں۔ جو امر وجوب پر دلالت نہیں کرتے۔ تیسری روایت جو حضرت ابوسعید خدریؓ کی ہے اور جس سے مؤیدین وجوب غسل نے استدلال کیا ہے۔ مذکورہ بالا دو روایتوں کے بعد نقل کی گئی ہے۔ اس تقدیم و تاخیر سے امام بخاری رحمہ اللہ علیہ یہی سمجھانا چاہتے ہیں کہ اس روایت کے الفاظ سے بھی وجوب کا وہی مفہوم نکلتا ہے جو كَانَ يَأْمُرُ اور فَلْيَغْتَسِلْ میں مضمر ہے۔ یعنی وجوب اختیاری نہ کہ وجوب فرض۔ جیسا کہ امام شافعیؒ نے اس امر کی تصریح کی ہے۔ خطبہ جمعہ کے وقت صحابہ رضوان اللہ علیہم کی

بھری مجلس میں حضرت عمرؓ کا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی یاد دہانی کرانا، حضرت عثمانؓ کا بغیر غسل کے نماز پڑھ لینا اور صحابہ کرامؓ کا اعتراض نہ کرنا یہ اجماع کا حکم رکھتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ غسل کا حکم صفائی وغیرہ کی غرض سے تھا نہ اس لئے کہ وہ صحت نماز جمعہ کے لئے بطور شرط ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۹۰۲)

هَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شُهُوْدُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ اَوْعَلَى النِّسَاءِ : عنوان باب میں ایک اور مسئلہ کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی بچوں اور عورتوں کا جمعہ میں شریک ہونا۔ ابوداؤدؒ وغیرہ کی روایات میں بالصراحت آتا ہے **اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ اِلَّا اَرْبَعَةً عَبْدٌ مَّمْلُوْكٌ اَوِ امْرَاَةٌ اَوْ صَبِيٌّ اَوْ مَرِيْضٌ.** (ابو داؤد. كتاب الصلاة. باب الجمعة للملوك والمراة) {جمعہ ہر مسلمان پر با جماعت ادا کرنا واجب ہے۔ سوائے چار اشخاص کے یعنی غلام، عورت، بچے اور مریض کے۔} یہ روایت امام بخاریؒ کی شروط کے مطابق نہیں۔ اسی وجہ سے روایت نمبر ۸۷۹ کے الفاظ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ کی بناء پر مسئلہ مذکورہ کی طرف اشارہ کر کے جواب مقدر رکھا ہے۔

احتلام مردوں کی بلوغت پر اور حیض عورتوں کی بلوغت پر دلالت کرتا ہے جس کی وجہ سے شریعت کے احکام ان پر واجب ہوتے ہیں۔ لفظ مُحْتَلِمٍ سے امام بخاریؒ کا نقطۂ نظر ظاہر ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۴۶۵)

بَاب۳ : اَلطِّيْبُ لِلْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن خوشبو لگانا

۸۸۰: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ سُلَيْمٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَأَنْ يَّسْتَنَّ وَأَنْ يَّمَسَّ طِيْبًا إِنْ وَّجَدَ قَالَ عَمْرٌو أَمَّا الْغُسْلُ فَأَشْهَدُ أَنَّهُ وَاجِبٌ وَأَمَّا الْاِسْتِنَانُ وَالطِّيْبُ فَاللّٰهُ

۸۸۰: علی (بن عبداللہ بن جعفر) نے ہم سے بیان کیا، کہا: حرمی بن عمارہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ ابوبکر بن منکدر سے مروی ہے کہ ابوبکر نے کہا: عمرو بن سلیم انصاری نے مجھ سے بیان کیا کہا: میں ابوسعید (خدریؓ) کی نسبت گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے فرمایا: ہر جوان پر جمعہ کے دن نہانا واجب ہے اور یہ کہ وہ مسواک بھی کیا کرے اور خوشبو بھی لگائے اگر مل جائے۔

عمرو (بن سلیم) کہتے تھے: غسل کے بارہ میں تو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ واجب ہے اور مسواک کرنا اور خوشبو لگانا

أَعْلَمُ أَوَاجِبٌ هُوَ أَمْ لاَ وَلَكِنْ هَكَذَا فِي الْحَدِيْثِ قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ هُوَ أَخُو مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَلَمْ يُسَمَّ أَبُو بَكْرٍ هَذَا رَوَاهُ عَنْهُ بُكَيْرُ بْنُ الْأَشَجِّ وَسَعِيْدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ وَعِدَّةٌ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ يُكْنَى بِأَبِي بَكْرٍ وَأَبِي عَبْدِ اللهِ.

جو ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ آیا یہ واجب ہے یا نہیں۔ لیکن حدیث میں اسی طرح ہے۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: ابوبکر بن منکدر، محمد بن منکدر کے بھائی ہیں۔ ابوبکر کا نام نہیں بتایا گیا۔ (صرف کنیت ملتی ہے) ان سے بُکَیر بن اَشجّ اور سعید بن ابی ہلال اور چند اور لوگوں نے روایتیں نقل کی ہیں اور محمد بن منکدر کی کنیت ابوبکر اور ابوعبداللہ تھی۔

اطرافہ: ۸۵۸، ۸۷۹، ۸۹۵، ۲۶۶۵۔

تشریح: **اَلطِّيْبُ لِلْجُمُعَةِ:** لفظ وجوب کا سابقہ مفہوم مزید مثالوں سے واضح کیا گیا ہے، یعنی باعتبار افضلیت جمعہ کے دن غسل واجب ہے۔ اسی طرح مسواک کرنا اور خوشبو لگانا بھی۔ یہ سب باتیں بطور افضل ہونے کے ضروری ہیں۔ مگر فرض نہیں کہ بغیر ان کے نماز ہی نہ ہو۔

ابوبکر بن المنکدر: باب۳ کی روایت نمبر۸۸۰ کے آخر میں ایک شبہ کا ازالہ بھی کیا ہے۔ جس کا تعلق سند روایت سے ہے۔ منکدرؒ کے دو بیٹے تھے اور دونوں کی کنیت ابوبکر تھی۔ یہاں مراد محمد بن منکدر نہیں جن کی کنیت ابوعبداللہ بھی تھی اور اپنے نام محمد سے مشہور تھے بلکہ ان کے بھائی ہیں جو ابوبکر کی کنیت سے مشہور تھے۔ یہ راوی مدنی اور تابعی ہیں۔ شعبہؒ کے علاوہ دوسروں نے ان سے روائتیں کی ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جلد جزء ثانی صفحہ ۴۷۰)

بَاب ٤ : فَضْلُ الْجُمُعَةِ

جمعہ کی فضیلت

۸۸۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ

۸۸۱: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہمیں مالک نے بتایا۔ انہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے آزاد کردہ غلام سمی سے، سمی نے ابوصالح سمان سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جمعہ کے دن نہایا اسی طرح جس طرح جنابت میں نہایا

رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ.

جاتا ہے اور پھر (جمعہ کے لیے) چل پڑا۔ اس نے گویا ایک اونٹ کی قربانی کی اور جو دوسری گھڑی میں چلا، اُس نے گویا ایک گائے کی قربانی کی اور جو تیسری گھڑی میں چلا، اُس نے گویا ایک سینگوں والا مینڈھا قربان کیا اور جو چوتھی گھڑی میں چلا تو اس نے گویا ایک مرغی کی قربانی کی اور جو پانچویں گھڑی میں چلا تو اس نے گویا ایک انڈا قربانی میں دیا۔ جب امام نکلتا ہے تو فرشتے وعظ ونصیحت سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔

تشریح: **فَضْلُ الْجُمُعَةِ:** حدیث نمبر ۸۸۱ سے مراد یہی ہے کہ اعمال کے تفاوت کی بناء پر ہر شخص کو کم وبیش ثواب ہوگا۔ یہ حدیث بھی اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (روایت نمبر ۱) کی تشریح ہے۔ جس کو جمعہ کا زیادہ اہتمام ہوگا، وہ اسی قدر جلدی آئے گا اور جس کو کم اہتمام ہوگا وہ دیر سے آئے گا۔ اسی تفاوت کی بناء پر انسان کا قدم قربِ الٰہی میں آگے یا پیچھے ہوتا ہے۔ قربانی کی تمثیل سے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود بالذات ہے۔ مال، راحت، وقت اور ہر پیاری چیز کی قربانی ہی اللہ تعالیٰ کے قرب کا باعث ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں اونٹ وغیرہ کی قربانی کا ذکر تمثیلاً ہے، جیسا کہ فَكَأَنَّمَا کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ اس تعلق میں تشریح باب ۳۱ بھی دیکھئے۔ غُسْلُ الْجَنَابَةِ یعنی اچھی طرح نہائے۔ جس طرح جنابت میں انسان اپنے بدن کو اچھی طرح صاف کرتا ہے اس بات کی وضاحت روایت نمبر ۸۸۳ کے الفاظ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ سے بھی ہوتی ہے۔ یہ نہ کرے کہ سر پر پانی انڈیل لے۔

حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ: ملائکہ چونکہ محرک نیکی ہیں اس لئے وعظ ونصیحت اور دعاؤں کے اوقات میں ان کی موجودگی سے یہ مراد ہے کہ اس وقت انسان کے لئے موقع ہوتا ہے کہ وہ ان کی تحریکوں سے فائدہ اٹھائے۔ ملائکہ کے ذکرِ الٰہی اور وعظ میں شریک ہونے سے یہی مراد ہے کہ اس وقت وہ نیک دلوں کو متوجہ رکھتے ہیں۔ وعظ ونصیحت سے جو ذکرِ الٰہی کی کیفیات دل میں پیدا ہوتی ہیں، وہ ان ملکی قویٰ کا نتیجہ ہیں جو انسان کے اندر رکھے گئے ہیں۔ تفصیل کے لئے توضیح مرام صفحہ ۳۷ تا ۵۰- روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۸۵ تا ۹۸، آئینہ کمالات اسلام- روحانی خزائن جلد ۵ حاشیہ صفحہ ۱۸۱ تا ۲۱۴ بھی دیکھئے۔

بَاب ٥

۸۸۲: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى {هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيْرٍ☆} عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ لِمَ تَحْتَبِسُوْنَ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ فَتَوَضَّأْتُ فَقَالَ أَلَمْ تَسْمَعُوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَاحَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ.

۸۸۲: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ سے (جو ابوکثیر کے بیٹے ہیں۔☆) یحییٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی کہ حضرت عمر (بن خطاب) رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن لوگوں سے مخاطب تھے کہ اسی اثناء میں ایک آدمی آیا۔ حضرت عمر (بن خطابؓ) نے پوچھا: تم لوگ نماز سے کیوں رک جاتے ہو؟ اس شخص نے کہا: کوئی اتنی دیر نہیں ہوئی اذان سنی ہے اور وضو کیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا: کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لئے نکلے تو چاہیے کہ وہ نہالے۔

اطرافه: ۸۷۸۔

تشریح: اِذَا رَاحَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ: باب ۳، ۴، ۵، ۶ میں دراصل لفظ وجوب کا سابقہ مفہوم مزید مثالوں سے واضح کیا گیا ہے۔ یعنی جمعہ کے دن غسل کرنا مسواک کرنا اور خوشبو لگانا بطور افضل ہونے کے ضروری ہیں مگر فرض نہیں کہ بغیر ان کے نماز ہی نہ ہو۔ سابقہ مضمون کا تسلسل قائم رکھنے کے لئے باب ۲ میں جمعہ کے دن نہانے کی فضیلت کا اعادہ باب ۴ میں کیا گیا ہے اور باب ۵ کا کوئی نیا عنوان نہیں۔ بلکہ اس میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا واقعہ ایک اور سند سے دہرایا گیا ہے۔ باب نمبر ۶ کی روایت نمبر ۸۸۴ میں خوشبو لگانے کی نسبت بھی اسی طرح امر کا صیغہ مروی ہے جس طرح غسل کے لئے۔ ان ابواب میں امام بخاریؒ نے جہاں جمعہ کے دن صفائی و پاکیزگی سے متعلق اسلامی آداب بیان کئے ہیں وہاں مسئلہ وجوب اور عدم وجوب پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

☆ الفاظ "هُوَ ابْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۴۷۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ٦ : اَلدُّهْنُ لِلْجُمُعَةِ

جمعہ کی وجہ سے تیل لگانا

٨٨٣: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنِ ابْنِ وَدِيْعَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لاَ يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلاَ يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى.

اطرافہ: ۹۱۰۔

۸۸۳: آدم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن ابی ذئب نے سعید مقبری سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے بتایا کہ انہوں نے ابن ودیعہ سے، ابن ودیعہ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن نہاتا ہے اور جہاں تک اس کے لئے پاک وصاف ہونا ممکن ہے پاک وصاف ہوتا ہے اور اپنے تیل میں سے تیل لگاتا ہے یا اپنے گھر کی خوشبو میں سے خوشبو لگاتا ہے۔ پھر نکلتا ہے اور دو آدمیوں کے درمیان گھس کر ان کو الگ نہیں کرتا۔ پھر نماز پڑھتا ہے جتنی اس کے لئے مقدر ہو۔ اس کے بعد جب امام لوگوں سے مخاطب ہوتا ہے تو وہ خاموشی سے سنتا ہے تو اس کے جو بھی گناہ اس جمعہ سے لے کر اگلے جمعہ تک ہوں گے ان سے اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

٨٨٤: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ طَاوُسٌ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ ذَكَرُوْا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اغْتَسِلُوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْسِلُوْا رُءُوْسَكُمْ وَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا جُنُبًا

۸۸۴: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے کہ طاؤس (بن کیسان) نے کہا: میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا: لوگ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کے دن نہایا کرو اور اپنا سر دھویا کرو خواہ جنبی نہ بھی ہو اور خوشبو بھی لگاؤ۔ حضرت

وَأَصِيبُوْا مِنَ الطِّيْبِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَمَّا الْغُسْلُ فَنَعَمْ وَأَمَّا الطِّيْبُ فَلاَ أَدْرِي.

ابن عباسؓ نے جواب دیا غسل سے متعلق جو روایت ہے وہ درست ہے اور خوشبو کی نسبت میں نہیں جانتا۔

اطرافه: ۸۸۵۔

۸۸۵: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ أَيَمَسُّ طِيْبًا أَوْ دُهْنًا إِنْ كَانَ عِنْدَ أَهْلِهِ فَقَالَ لاَ أَعْلَمُهُ.

۸۸۵: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام (بن یوسف) نے ہمیں بتایا کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی۔ کہا: ابراہیم بن میسرہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا ذکر کیا جو جمعہ کے روز نہانے سے متعلق ہے تو میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا: آیا خوشبو یا تیل بھی لگائے۔ اگر اس کے گھر والوں کے پاس ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔

اطرافه: ۸۸٤۔

تشریح: **اَلدُّھْنُ لِلْجُمُعَةِ:** اس باب کی روایت نمبر ۸۸۳ میں یہ جو تخصیص ہے اپنے تیل یا اپنے گھر کی خوشبو میں سے لگاتا ہے۔ اس سے یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ انسان اپنی ضروریات کو اپنے پاس مہیا رکھے۔ یہ نہ ہو کہ یہ چیزیں معمولی سمجھ کر لوگوں سے مانگتا پھرے۔ گھر سے مراد بیوی ہے۔ جیسا کہ دوسری مستند روایتوں میں ان الفاظ سے تصریح ہے وَمَسَّ مِنْ طِيْبِ امْرَأَتِهِ اِنْ كَانَ لَهَا. (ابوداؤد- کتاب الطهارة- باب فی الغسل یوم الجمعة) یعنی وہ اپنی بیوی سے خوشبو لے کر لگائے اگر اس کے پاس ہو۔

غُفِرَلَهُ مَابَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى: مغفرت کے معنے پہلے واضح کئے جاچکے ہیں۔ (دیکھئے کتاب الایمان- تشریح روایت نمبر ۳۵ زیر باب ۲۵) اور زیر روایت نمبر ا یہ امر بھی واضح کیا جاچکا ہے کہ نیتوں میں جس قدر قوت ہوگی اسی قدر قوت اعمال میں بھی ہوگی۔ پس جو شخص نماز جمعہ کے لئے نہانے، دھونے، صاف ستھرا لباس پہننے، خوشبو لگانے اور مسجد میں اول وقت پہنچنے میں خاص اہتمام کرے گا اور لوگوں کو تکلیف دینے سے یہاں تک احتیاط کرے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشاد کی تعمیل میں لوگوں میں نہیں گھستا اور نفل پڑھ کر امام کے انتظار میں خاموش بیٹھ جاتا ہے اور پھر پوری توجہ سے ہمہ تن گوش ہوکر خطبہ سنتا ہے تو ایسے شخص کے اندر ان چھوٹے چھوٹے امور کا اہتمام کرنے کی وجہ سے

بالطبع ایک ایسی ذہنی کیفیت پیدا ہوگی جس کی برکت سے اس کے گناہ یکے بعد دیگرے پوشیدہ ہوتے جائیں گے۔ سیرت صالحہ جس کا آج کل متعارف نام کیریکٹر یا کردار ہے دراصل چھوٹے چھوٹے امور میں نفس کی نگہداشت سے ہی بنتی ہے۔ ادیب درحقیقت وہ شخص ہے جسے اپنے حرکات وسکنات پر پورا پورا ضبط حاصل ہو۔ مسجد درحقیقت بہت بڑی اسلامی تربیت گاہ ہے۔ اس میں نماز سمجھ کر اور پوری شرائط کے ساتھ ادا کی جائے تو یہ تزکیہ نفس کا باعث ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جاذب۔ ہر جمعہ میں امام نماز کی غرض وغایت کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہے اور اس طرح اس مسلسل وعظ ونصیحت کو توجہ سے سننے والے اور اس کے مطابق عمل کرنے والے مغفرت اور رحمت کا مورد بنتے ہیں۔ یہی مفہوم ہے **غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى** کا۔ اس جملہ سے یہ مراد نہیں کہ انسان ہفتہ بھر گناہ کرتا جائے اور پھر جمعہ کے دن مذکورہ بالا باتوں پر عمل کرنے سے وہ بخش دیا جائے گا۔ مسلمانوں میں جو آج پاکیزگی کی روح سرد ہوگئی ہے اگرچہ وہ نماز جمعہ میں شریک ہوتے ہیں اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ ان کے اعمال محض ایک رسم ورواج کی صورت وشکل اختیار کر گئے ہیں۔ ذہنیتیں مردہ اور خطبے بے جان۔ جن کو نہ خطبے پڑھنے والے سمجھتے ہیں اور نہ سننے والے۔ ورنہ جمعہ کا اجتماعی نظام ایک بہترین نظام ہے جو مسلمانوں میں پاکیزہ زندگی کی روح قائم رکھنے کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔

بَاب ۷: يَلْبَسُ أَحْسَنَ مَا يَجِدُ

عمدہ سے عمدہ لباس جو مل سکے پہنے

۸۸۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ لَوِ اشْتَرَيْتَ هٰذِهِ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوْا عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ ثُمَّ جَاءَتْ رَسُوْلَ اللهِ

۸۸۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مسجد کے دروازے کے پاس ایک ریشمی جوڑا دیکھا تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپؐ اسے خرید لیں اور جمعہ کے روز پہنا کریں اور نمائندوں کی ملاقات کے وقت بھی جب وہ آپؐ کے پاس آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تو وہی شخص پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس اسی قسم کے کچھ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ فَأَعْطَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللهِ كَسَوْتَنِيهَا وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ أَخًا لَهُ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا.

جوڑے آئے تو آپؐ نے ان میں سے ایک جوڑا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ نے مجھے یہ پہننے کو دیا ہے حالانکہ آپؐ عطارد کے جوڑے کی نسبت فرما چکے ہیں، جو فرما چکے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے تمہیں اس لئے نہیں دیا تھا کہ اسے خود پہنو۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مشرک بھائی کو پہننے کے لئے دے دیا جو مکہ میں تھا۔

اطرافہ: ۹۴۸، ۲۱۰۴، ۲۶۱۲، ۲۶۱۹، ۳۰۵۴، ۵۸۴۱، ۵۹۸۱، ۶۰۸۱۔

تشریح: **يَلْبَسُ اَحْسَنَ مَا يَجِدُ:** یہ عنوان باب دوسری روایتوں سے لیا گیا ہے۔ جن میں لَبِسَ مِنْ اَحْسَنِ ثِيَابِهِ. (ابوداؤد. كتاب الطهارة. باب في الغسل يوم الجمعة) لَبِسَ مِنْ خَيْرِ ثِيَابِهِ. (صحيح ابن خزيمه. كتاب الجمعة. باب النهى عن التفريق بين الناس فى الجمعة){یعنی اس نے اپنے عمدہ ترین لباس میں سے پہنا} کے الفاظ مروی ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح الباری جزء۲ صفحہ ۴۸۱) روایت ۸۸۶ زیر باب ہذا میں عمدہ لباس پہننے کا ذکر نہیں بلکہ بظاہر ممانعت کا ذکر ہے اور امام بخاریؒ نے اس ممانعت سے ایک لطیف استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صرف ریشمی لباس پہننے سے روکا ہے نہ کہ مطلق عمدہ لباس سے۔ جیسا کہ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهٖ کے الفاظ اس تخصیص پر دلالت کرتے ہیں۔ آپؐ نے جمعہ کے روز اور وفدوں کی ملاقات کے وقت عمدہ لباس پہننے کی ضرورت سے انکار نہیں کیا۔ حلّت وحرمت، جائز وناجائز سے متعلق احکام اسی اصل پر مبنی ہیں کہ ممنوعہ اشیاء کا ذکر کر کے باقی کے بارہ میں وسعت دے دی ہے۔ جیسا کہ محرم کے لئے لباس پہننے کی نسبت دریافت کرنے پر فرمایا کہ فلاں فلاں لباس نہ پہنا جائے۔ (دیکھئے کتاب الصلوٰۃ، باب ۹، روایت نمبر ۳۶۶) اسی طرح کھانے پینے کی اشیاء کے حلال وحرام سے متعلق بھی ہیں۔

ابوداؤد اور ابن خزیمہؒ کی روایتیں عمدہ لباس پہننے کے بارے میں واضح ہیں۔ مگر چونکہ امام بخاریؒ کی شرطوں کے مطابق نہیں، اس لئے اس لطیف استدلال کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔

بَاب۸: اَلسِّوَاكُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
جمعہ کے روز مسواک کرنا

وَقَالَ أَبُو سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنُّ.

اور حضرت ابوسعیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں روایت کی ہے کہ مسواک کرے۔

۸۸۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ {لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ ☆} عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ.

۸۸۷: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اس کا خیال نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو تکلیف میں ڈال دوں گا یا یہ فرمایا کہ اگر لوگوں کی تکلیف کا مجھے خیال نہ ہوتا☆ تو میں انہیں ضرور ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔

اطرافه: ۷۲۴۰۔

۸۸۸: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ الْحَبْحَابِ حَدَّثَنَا أَنَسٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السِّوَاكِ.

۸۸۸: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوارث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: شعیب بن حبحاب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہم سے حضرت انسؓ نے بیان کیا، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مسواک کے بارہ میں تمہیں بارہا تاکید کی ہے۔

۸۸۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ وَحُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ

۸۸۹: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور (ابن معمر اور حصین (بن عبدالرحمٰن) سے، ان دونوں نے

☆ الفاظ "لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۴۸۱)

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنْ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ.

ابووائل (بن شفیق) سے۔ ابووائل نے حضرت حذیفہؓ (بن یمان) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تو آپؐ اپنے دانت مسواک سے رگڑ کر صاف کرتے۔

اطرافہ: ۲۴۵، ۱۱۳۶۔

تشریح: اَلسِّوَاکُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ: عنوان باب میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی جس روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ نمبر ۸۸۰ میں گذر چکی ہے۔ اس روایت کا حوالہ دینے سے امام بخاریؒ کا مقصد غالباً اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے جو حضرت ابوسعیدؓ کے الفاظ کی بناء پر مسواک کے واجب ہونے یا نہ ہونے کی نسبت فقہاء کے درمیان پیدا ہوا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۴۸۳۔ مشار الیہ روایت کے الفاظ میں وجوب کا ذکر ہے۔

اس باب کی تینوں روایتوں سے صاف ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کرنے کی نسبت جو صیغہ امر میں حکم دیا ہے۔ یہ حکم فرض و جوب نہیں۔ جیسا کہ وضو جو صحت نماز کے لئے بطور شرط ضروری ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس میں شک نہیں کہ آپؐ نے مسواک کے بارہ میں ازبس تاکید فرمائی اور اپنے قول و فعل سے اپنی امت کو اس کے وجوب کی طرف توجہ دلائی ہے۔

روایت نمبر ۸۸۷، ۸۸۸ میں آپؐ کی قولی تاکید کا ذکر ہے اور نمبر ۸۸۹ میں آپؐ کے عملی التزام و اہتمام کا۔ آخری بیماری میں بھی آپؐ غایت درجہ کمزور ہو چکے تھے۔ آپؐ نے مسواک کی لیکن افسوس ہے کہ جس قدر تاکید آپؐ نے مسواک کے بارہ میں فرمائی تھی اسی قدر مسلمانوں نے آج تساہل سے کام لیا ہے۔ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سارے احکام بنی نوع انسان کے لئے موجب رحمت ہیں اور علمی انکشافات ان احکام کی حقیقت واضح سے واضح کرتے چلے جا رہے ہیں۔ جدید طب نے تو فیصلہ کر دیا ہے کہ نہ صرف مسوڑھوں، دانتوں اور گلے بلکہ معدہ اور متعلقہ اندرونی اعضاء جگر و طحال وغیرہ کی بہت سی بیماریوں کا اصل سبب دانتوں کی عدم صفائی ہے۔ جس کی وجہ سے جراثیم پیدا ہوتے ہیں اور جسم کے اندر زہریلے مرکز بناتے ہیں۔

محولہ بالا روایتوں میں جمعہ کے دن مسواک کرنے کا ذکر نہیں بلکہ علی الاطلاق تاکید ہے۔ لیکن جمعہ کا دن بطریق اولیٰ اس میں شامل ہے۔ مذکورہ بالا روایت کے انتخاب سے امام موصوفؒ درحقیقت اسی تاکید کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرنے کے بارہ میں عام طور پر فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ مابعد کا باب قائم کر کے مسواک کی اہمیت پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تھی۔

بَاب ۹ : مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهِ

جو دوسرے کی مسواک استعمال کرے

۸۹۰: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ أَعْطِنِي هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَأَعْطَانِيْهِ فَقَصَمْتُهُ ثُمَّ مَضَغْتُهُ فَأَعْطَيْتُهُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهِ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى صَدْرِي.

۸۹۰: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: سلیمان بن بلال نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: ہشام بن عروہ کہتے تھے: میرے والد نے مجھے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ کہتی تھیں: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ آئے اور ان کے پاس ایک مسواک تھی جس سے وہ دانت صاف کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا۔ میں نے ان سے کہا: عبدالرحمٰن یہ مسواک مجھے دے دو۔ انہوں نے مجھے وہ دے دی۔ میں نے اسے توڑا پھر میں نے دانتوں سے چبائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ آپؐ نے اس سے دانت صاف کئے اور آپؐ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

اطرافه: ۱۳۸۹، ۳۱۰۰، ۳۷۷٤، ٤٤٣٨، ٤٤٤٦، ٤٤٤٩، ٤٤٥٠، ٤٤٥١، ٥٢١٧، ٦٥١٠۔

تشریح: **مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهِ:** روایت نمبر ۸۹۰ کا واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری کے ایام کا ہے۔ آپؐ بیماری سے نڈھال ہیں۔ ہاتھوں میں سکت نہیں گویائی کی طاقت نہیں۔ ایسی نازک حالت میں مسواک پر معنی خیز نظر پڑتی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی اس نظر کو سمجھ جاتیں ہیں اور پوچھتی ہیں کہ مسواک چاہیے؟ آپؐ اشارے سے جواب دیتے ہیں کہ ہاں۔ مگر مسواک کو چبا کر نرم کرنے کی طاقت نہیں۔ حضرت عائشہؓ اس کو چبا کر نرم کرتی ہیں اور پھر آپؐ کے استعمال میں آئی۔ یہ واقعہ پیش کر کے امام بخاریؒ نے سابقہ مضمون کی اہمیت واضح کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محض تاکید پر اکتفا کرنا اور اس کو فرضیت کی صورت نہ دینا بتاتا ہے کہ آپؐ شریعت کے احکام نافذ کرنے میں جہاں تک گنجائش ہوتی امت کے لئے سہولت اختیار کرتے سوائے ان امور کے جن کی فرضیت کی بابت اللہ تعالیٰ کا صریح حکم تھا جیسے نماز فریضہ کا باجماعت ادا کرنا، اس میں آپؐ نے اکیلے انسان کو بھی جنگل میں

سہولت نہیں دی کہ وہ اکیلا نماز پڑھے بلکہ فرمایا کہ وہاں بھی وہ اذان دے کر با جماعت نماز کی نیت کر کے خود امام ہو اور نماز فریضہ ادا کرے۔ (اس تعلق میں دیکھئے روایت نمبر ۶۰۹) مسلمان کے ذہن کو اس تصور سے ایک لمحہ کے لئے بھی خالی نہیں رہنے دیا کہ وہ جماعت سے الگ رہ کر نماز فریضہ ادا کر سکتا ہے۔ (دیکھئے کتاب الاذان تشریح باب ۲۹ تا باب ۴۱)

بَاب ١٠ : مَا يُقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے روز صبح کی نماز میں کون سی (سورۃ) پڑھی جائے؟

٨٩١: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ الٓمّٓ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةَ وَهَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ.

۸۹۱: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعد بن ابراہیم سے، سعد نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز صبح کی نماز میں الٓمّٓ تَنْزِيْلُ السجدہ اور هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ پڑھا کرتے تھے۔

اطرافه: ١٠٦٨.

تشریح: مَایُقْرَءُ فِیْ صَلَاةِ الْفَجْرِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ: فقہاء نے جمعہ کے دن سورۃ الم السجدہ پڑھنے کی نسبت اختلاف کیا ہے۔ بعض مالکی تو مطلق نماز فریضہ میں ایسی سورۃ پڑھنا مکروہ سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے مقررہ سجدوں سے زائد سجدہ کرنا پڑے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۴۸۶) مگر امام بخاریؒ کے نزدیک مذکورہ بالا روایت باعتبار سند صحیح ہے اور سورہ السجدہ وغیرہ پڑھنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنا ایسا ضروری ہے جیسا کہ جمعہ کے دن نہانا، خوشبو لگانا اور مسواک کرنا وغیرہ، قطع نظر اس سے کہ یہ باتیں فرض و جوب ہیں یا مستحب و مندوب۔

بَاب ١١ : اَلْجُمُعَةُ فِي الْقُرَى وَالْمُدُنِ

گاؤں اور شہروں میں جمعہ پڑھنا

٨٩٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ

۸۹۲: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابو عامر عقدی نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن طہمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابو جمرہ (نضر بن

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثَى مِنَ الْبَحْرَيْنِ.

اطرافه: ۴۳۷۱۔

عبدالرحمٰن) ضبعی سے، ابوجمرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ۔ انہوں نے کہا کہ پہلا جمعہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد والے جمعہ کے بعد ہوا، وہ بحرین کے علاقہ جواثی میں عبدالقیس کی مسجد میں ہوا۔

۸۹۳: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ☆ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ يُوْنُسُ كَتَبَ رُزَيْقُ بْنُ حُكَيْمٍ إِلَى ابْنِ شِهَابٍ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِوَادِي الْقُرَى هَلْ تَرَى أَنْ أُجَمِّعَ وَرُزَيْقٌ عَامِلٌ عَلَى أَرْضٍ يَعْمَلُهَا وَفِيْهَا جَمَاعَةٌ مِنَ السُّوْدَانِ وَغَيْرِهِمْ وَرُزَيْقٌ يَوْمَئِذٍ عَلَى أَيْلَةَ فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَنَا أَسْمَعُ يَأْمُرُهُ أَنْ يُجَمِّعَ يُخْبِرُهُ أَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۸۹۳: بشر بن محمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا، کہا: یونس نے زہری سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا، (کہا:) ہمیں سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔{☆انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔} آپؐ فرماتے تھے: تم میں سے ہر ایک پاسبان ہے۔ لیث (بن سعد) نے اپنی روایت میں اتنا زیادہ کیا۔ یونس نے کہا: رُزَیق بن حُکیم نے ابن شہاب کو لکھا جبکہ میں ان دِنوں وادی القریٰ میں ابن شہاب کے پاس تھا۔ کیا آپ کی رائے ہے کہ میں جمعہ پڑھاؤں اور اس وقت رُزَیق اپنی زمین میں کھیتی کر رہے تھے۔ وہاں کچھ حبشی وغیرہ بھی تھے اور رزیق ایلہ کے حاکم تھے۔ ابن شہاب نے لکھا کہ جمعہ پڑھایا کریں اور میں سن رہا تھا۔ یہ بھی بتایا کہ سالم نے ان سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تم میں سے ہر ایک پاسبان ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کی

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "اَنَّ" کی بجائے "قَالَ سَمِعْتُ" کے الفاظ ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۴۸۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيْهِ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

نسبت پوچھا جائے گا۔ بادشاہ بھی پاسبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پرسش ہوگی اور مرد بھی اپنے گھر والوں کا پاسبان ہے اور اس سے بھی اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور عورت بھی اپنے خاوند کے گھر کی پاسبان ہے۔ اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ نوکر بھی اپنے آقا کے مال کا پاسبان ہے۔ اس سے بھی اس کی رعیت کے بارے میں پرسش ہوگی (سالم) کہتے تھے اور میرا خیال ہے کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا: اور مرد اپنے باپ کے مال کا پاسبان ہے اور وہ بھی اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور تم میں سے ہر ایک پاسبان ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اطرافه: ۲٤۰۹، ۲٥٥٤، ۲٥٥٨، ۲۷٥١، ٥١٨٨، ٥٢٠٠، ٧١٣٨۔

تشریح: **اَلْجُمُعَةُ فِي الْقُرٰى وَالْمُدُن:** یہ باب بھی ایک اختلاف کا فیصلہ کرنے کے لئے باندھا گیا ہے۔ احناف برخلاف امام مالکؒ کے نماز جمعہ کی صحت و وجوب کے لئے شہر کی شرط عائد کرتے ہیں اور دیہات میں جمعہ پڑھانا جائز نہیں سمجھتے اور اس رائے کی تائید میں حضرت علیؓ اور حضرت حذیفہؓ کی سند پیش کی جاتی ہے۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں دیہات میں بھی جمعہ پڑھایا جاتا تھا اور اول الذکر خلیفہ نے بحرین والوں کو حکم دیا تھا کہ جہاں کہیں بھی تم ہو جمعہ پڑھو (فتح الباری جزء ثانی صفحہ۴۸۸) (عمدۃ القاری جزء۶ صفحہ۱۸۷۔۱۸۸) صحابہ کرامؓ کی روایت میں اگر اختلاف ہو تو ترجیح مرفوع روایت کو ہوگی۔ امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا اختلاف حل کرنے کے لئے روایت نمبر۸۹۲ پیش کی۔

مَسْجِدُ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثٰى مِنَ الْبَحْرَيْنِ: جواثی بحرین میں عبدالقیس کی ایک بستی تھی اور اہل دیہات میں سے عبدالقیس سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور مسجد نبوی کے معاً بعد ان کی مسجد میں پہلا جمعہ پڑھا گیا تھا اور ظاہر ہے کہ ان کا یہ فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں ہی تھا۔ صحابہ کرامؓ کوئی کام اپنی مرضی سے نہ کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کو اسلام میں سبقت حاصل ہے اور ان کا فعل حجت ہے۔ کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دین سیکھنے کے لئے آئے اور اس غرض کے لئے مدینہ میں کچھ عرصہ قیام

بھی کیا تھا۔(کتاب العلم روایت نمبر۸۷) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ کا عمل اوران کے اس عمل کے برخلاف ممانعت کا مروی نہ ہونا احناف کی رائے کو کمزور ثابت کرتا ہے۔

ابن ابی شیبہ ابن خزیمہ،بیہقی اور عبدالرزاقؒ نے اپنی اپنی شروط کے مطابق سندوں کے ساتھ کچھ روایتیں نقل کی ہیں جو امام مالکؒ کے مذہب کی تائید کرتی ہیں کہ جہاں بھی باجماعت نماز ادا کی جائے وہاں نماز جمعہ پڑھنا بھی واجب ہے۔(مصنف ابن ابی شیبہ– کتاب الجمعة – باب من كان يرى الجمعة فى القرى وغيرها– جزءاول صفحہ۴۴۰ روایت۵۰۶۸) (سنن الكبرىٰ للبيهقى– كتاب الجمعة–باب العدد الذين اذا كانوا فى قرية وجبت عليهم الجمعة) (مصنف عبدالرزاق –كتاب الجمعة باب القرى الصغار جزء۳صفحہ۱۷۰روایت نمبر۵۱۸۵) (فتح الباری جزءثانی صفحہ۴۸۸،۴۸۹)

امام بخاریؒ نے دوسری روایت نمبر۸۹۳ نقل کی ہے۔اس میں ابن شہاب زہریؒ کا صریح فتویٰ مذکورہ ہے۔رزیق جنہوں نے ان سے فتویٰ پوچھا ہے،حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرف سے مقام ایلہ کے حاکم تھے جو بحیرہ قلزم کے ساحل پر مدینہ اور مصر کے دمیان واقع ہے اور وہ اس وقت شہر سے باہر کھیتوں میں تھے۔(فتح الباری جزءثانی صفحہ۴۹۰) ابن شہابؒ نے فتویٰ دیتے ہوئے حدیث كُلُّكُمْ رَاعٍ سے بھی استدلال کیا ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ پاسبان کے جملہ فرائض میں سے یہ فرض بھی ہے کہ وہ اپنی رعیت کی ہر پہلو سے نگہداشت رکھے اور جمعہ سے بہتر اور کوئی موقع نہیں کہ جس میں لوگوں کی تعلیم وتربیت کا فریضہ بہتر صورت میں ادا کیا جاسکے۔اس لئے جہاں بھی نماز باجماعت ہوگی وہاں فریضہ جمعہ کو نظرانداز نہیں کیا جائے گا،خواہ شہر میں ہو یا جنگل میں۔احناف نے جمعہ کے لئے نہ صرف شہر کی شرط عائد کی ہے بلکہ ان کا یہ مذہب بھی ہے کہ بغیر اجازت سلطان یا خلیفہ وقت جمعہ نہیں پڑھا جاسکتا۔مگر مذکورہ بالا روایت سے ظاہر ہے کہ رزیقؒ نے بجائے خلیفہ وقت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ابن شہابؒ سے فتویٰ طلب کیا ہے۔اس سے اس مخصوص اجازت کا بھی رد پایا جاتا ہے۔(فتح الباری جزءثانی صفحہ۴۹۰) ہر ایک فرد کسی نہ کسی اعتبار سے اپنے حلقہ اثر میں نگران اعلیٰ کی حیثیت رکھتا ہے۔مزید تفصیل کے لیے دیکھئے بداية المجتهد. كتاب الصلاة. الباب الثالث من الجملة الثالثة. الفصل الثانى فى شروط الجمعة

بَاب ۱۲ : هَلْ عَلَى مَنْ لَّمْ يَشْهَدِ الْجُمُعَةَ غُسْلٌ مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ

جو عورتیں بچے وغیرہ جمعہ میں حاضر نہ ہوں کیا ان کے لئے نہانا واجب ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِنَّمَا الْغُسْلُ عَلَى مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ.

حضرت ابن عمرؓ کہتے تھے کہ نہانا صرف انہی کے لئے واجب ہے جن پر جمعہ واجب ہے۔

٨٩٤: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ

۸۹۴: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔زہری سے مروی ہے کہ انہوں

بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ.

اطرافہ: ۸۷۷، ۹۱۹۔

نے کہا: سالم بن عبداللہ (بن عمر) نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا: کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جو تم میں سے جمعہ میں آئے چاہیے کہ وہ نہالے۔

۸۹۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

اطرافہ: ۸۵۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۲۶۶۵۔

۸۹۵: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے صفوان بن سلیم سے، صفوان نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن نہانا ہر ایک بالغ پر واجب ہے۔

۸۹۶: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَهَدَانَا اللهُ فَغَدًا لِلْيَهُوْدِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارَى فَسَكَتَ.

۸۹۶: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: (عبداللہ) بن طاؤس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ہم سب سے پیچھے آنے والے ہیں ...... قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے۔ (ہاں اتنی بات ہے کہ) ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد دی گئی۔ سو یہ وہ دن ہے جس کے بارے میں انہوں نے اختلاف کیا اور اللہ تعالیٰ نے (اس میں) ہماری رہنمائی فرمائی۔ سو کل یہود کا دن ہے اور پرسوں عیسائیوں کا۔ پھر آپؐ خاموش ہو گئے۔

اطرافہ: ۲۳۸، ۸۷۶، ۲۹۵۶، ۳۴۸۶، ۶۶۲۴، ۶۸۸۷، ۷۰۳۶، ۷۴۹۵۔

٨٩٧: ثُمَّ قَالَ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا يَغْسِلُ فِيْهِ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ.

اطرافه: ٨٩٨، ٣٤٨٧

۸۹۷: پھر آپؐ نے فرمایا: ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ سات دنوں میں ایک دن نہائے۔ اس میں اپنے سر اور اپنے بدن کو دھوئے۔

٨٩٨: رَوَاهُ أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلَّهِ تَعَالَى عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ أَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا.

اطرافه: ٨٩٧، ٣٤٨٧

۸۹۸: یہ حدیث ابان بن صالح نے بھی روایت کی۔ انہوں نے مجاہد سے، مجاہد نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ سات دنوں میں سے ایک دن نہائے۔

بَاب ۱۳

٨٩٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ عَمْرِو ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ائْذَنُوا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ.

اطرافه: ٨٦٥، ٨٧٣، ٩٠٠، ٥٢٣٨.

۸۹۹: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شبابہ نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ورقاء نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن دینار سے، عمرو نے مجاہد سے، مجاہد نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: عورتوں کو رات کو مسجد میں جانے کی اجازت دو۔

٩٠٠: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتِ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلَاةَ الصُّبْحِ

۹۰۰: یوسف بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابواسامہ (حماد بن اسامہ) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) عبیداللہ بن عمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ

وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ فَقِيْلَ لَهَا لِمَ تَخْرُجِيْنَ وَقَدْ تَعْلَمِيْنَ أَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ ذَلِكَ وَيَغَارُ قَالَتْ وَمَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَّنْهَانِي قَالَ يَمْنَعُهُ قَوْلُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوْا إِمَاءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ.

سے روایت کہ وہ کہتے تھے: حضرت عمرؓ کی ایک بیوی تھیں جو مسجد میں صبح اور عشاء کی نماز باجماعت پڑھا کرتی تھیں۔ اس پر ان سے کہا گیا کہ تم کیوں باہر نکلتی ہو۔ حالانکہ تم جانتی ہو کہ حضرت عمرؓ اسے ناپسند کرتے ہیں اور وہ غیرت کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: پھر انہیں کیا رکاوٹ ہے کہ مجھے روک دیں۔ انہوں نے کہا: انہیں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان روکتا ہے کہ مسجد میں اللہ کی باندیوں کو آنے سے مت روکو۔

اطرافه: ٨٦٥، ٨٧٣، ٨٩٩، ٥٢٣٨۔

تشریح: **هَلْ عَلٰى مَنْ لَّا يَشْهَدُ الْجُمُعَةَ غُسْلٌ مِنَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ وَغَيْرِهِمْ:** عنوان باب قائم کرتے ہوئے حضرت ابن عمرؓ کے اس قول کا حوالہ دیا ہے جو امام بیہقیؒ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الجمعة، باب من أتى الجمعة من أبعد من ذالك، جزء٣ صفحه١٧٥ روایت نمبر ٥٣٨٨) فقہاء کے نزدیک عورتوں، بچوں اور بیماروں پر جمعہ واجب نہیں۔ (بداية المجتهد. كتاب الصلاة. الباب الثالث من الجملة الثالثة. الفصل الاوّل فى وجوب الجمعة و من تجب عليه) لیکن اگر وہ جمعہ میں شریک ہوں تو ان پر صفائی سے متعلق احکام جمعہ عائد ہوں گے۔ روایت نمبر ٨٩٩ اور نمبر ٩٠٠ اس امر کی طرف توجہ دلانے کے لئے نقل کی گئی ہیں۔ روایت نمبر ٨٩٩ کے الفاظ اِئْذَنُوْا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ اِلَى الْمَسَاجِدِ جو شبہ ڈالتے ہیں، وہ مابعد کی روایت سے حل ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ دن کو اجازت نہ دو۔ دن کو تو انہیں کوئی روک نہ تھی بلکہ رات کو انہیں باہر نکلنے سے روکا جاتا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ عورتوں کو نماز میں شریک ہونے کے لئے رات کو اجازت دو۔ یہ اجازت دن کی اجازت پر بدرجہ اولیٰ دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں صبح اور عشاء کے وقت عوالی بستی سے جو مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھی۔ مسجد نبوی میں آکر باجماعت نماز ادا کیا کرتی تھیں (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ٤٩٣) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو سخت غیور تھے ان کو منع نہیں کیا کرتے تھے۔ پس اگر رات کی تخصیص کا یہ مفہوم ہوتا کہ عورتیں دن کو باہر نہیں جاسکتیں تو جمعہ چونکہ دن کے وقت ہوتا ہے، اس لئے جمعہ میں ان کی شرکت بھی ممنوع قرار دی جائے گی۔ جو درست استدلال نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں حضرت عمرؓ کو حق پہنچتا تھا کہ وہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کو صبح کی نماز میں شریک ہونے سے بھی روک دیتے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ ارشاد نبوی لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ ان کے مدنظر تھا۔

مسند عبدالرزاقؒ اور مسند احمد بن حنبلؒ کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عاتکہؓ دوسری نمازیں بھی مسجد نبوی میں پڑھتی تھیں۔(مصنف عبد الرزاق. کتاب الصلاۃ. باب شھود النساء والجماعۃ. جلد۳ صفحہ۱۴۸ روایت نمبر۵۱۱۱) (مسند احمد بن حنبل جزء اول صفحہ۴۰ روایت نمبر۲۸۵) مگر ان دو وقتوں میں خاص کر آنے کی تخصیص کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ عوالی میں رہتی تھیں اور یہ فراغت کے اوقات تھے۔اس لئے یہ خیال صحیح نہیں کہ امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۹۰۰ جو مطلق ہے روایت نمبر ۸۹۹ پر جورات کے وقت سے مقید ہے محمول کیا ہے۔اس صورت میں امام موصوفؒ کے عام اصول کے تحت ترتیب میں محمول علیہا روایت نمبر ۹۰۰ پہلے ہونی چاہیے تھی اور محمولہ روایت نمبر ۸۹۹ اس کے بعد۔مگر ایسا نہیں اس لئے امام بخاریؒ کا منشاء یہی معلوم ہوتا ہے کہ باللیل کی تخصیص درحقیقت اس لئے تھی کہ صحابہ کرامؓ اپنی بیویوں کو دن کے وقت باہر جانے سے نہیں روکتے تھے۔مسلمؒ کی روایت کے الفاظ یَتَّخِذْنَهُ دَغَلًا بھی اسی بات کی تائید کرتے ہیں۔(مسلم. کتاب الصلاۃ. باب خروج النساء الی المساجد) علاوہ ازیں یہ امر بالتحقیق ثابت ہے کہ عورتیں دن کے وقت بھی نمازوں میں شریک ہوا کرتی تھیں۔(دیکھئے روایت نمبر۹۲۲) کتاب الاذان میں امام بخاریؒ اس مسئلہ میں اپنی رائے وضاحت سے بیان کر چکے ہیں جو مذکورہ بالا قیاس کی تائید کرتی ہے(دیکھئے تشریح کتاب الاذان باب۱۶۲ تا باب ۱۶۶؛ جن میں عورتوں کے لئے صریح حکم کا ذکر ہے کہ وہ مسلمانوں کے دینی اجتماعات میں شریک ہوا کریں۔) جمعہ سے بڑھ کر اور کون سا مبارک اجتماع ہوسکتا ہے، جس کی مشروعیت محض تزکیہ نفس کے لئے ہو۔عورتوں کی گھریلو زندگی اور ان کا رسومات و توہمات میں خاص طور پر مبتلا ہونا یہ دونوں باتیں ان کے لئے اور بھی زیادہ ضروری قرار دیتی ہیں کہ وہ جمعہ کے دن وعظ و نصیحت سے فائدہ اٹھائیں۔

باب نمبر۱۲، ۱۳ کا اصل مضمون روایت نمبر ۸۹۸ سے واضح ہے کہ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی رو سے ہر مسلمان پر خواہ وہ نوعمر ہی ہو ہفتہ میں ایک دن نہانا ضروری ہے۔جمعہ کے تقدس اور یہود کے اختلاف کا ذکر کر کے پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ذکر کرنے سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ جمعہ کے دن اس حکم کی تعمیل زیادہ مناسب ہے۔قطع نظر اس سے کہ جمعہ پڑھنا کسی کے لئے واجب ہو یا نہ ہو، اسلام ظاہری صفائی اور طہارت کو بلوغت یا غیر بلوغت سے مشروط نہیں کرتا۔روایت نمبر ۸۹۸ یعنی ابانؒ کی سند کا حوالہ دینے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ روایت مرفوع ہے۔

بَاب ١٤ : اَلرُّخْصَةُ إِنْ لَّمْ يَحْضُرِ الْجُمُعَةَ فِي الْمَطَرِ

اجازت ہے اگر بوجہ بارش جمعہ میں حاضر نہ ہو

٩٠١ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيْدِ

۹۰۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: اسماعیل (بن علیہ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا:

صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ ابْنُ عَمِّ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِمُؤَذِّنِهِ فِي يَوْمٍ مَطِيْرٍ إِذَا قُلْتَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ فَلَا تَقُلْ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قُلْ صَلُّوْا فِي بُيُوْتِكُمْ فَكَأَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوْا قَالَ فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي إِنَّ الْجُمْعَةَ عَزْمَةٌ وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ فَتَمْشُوْنَ فِي الطِّيْنِ وَالدَّحَضِ.

عبدالحمید صاحب الزیادی نے مجھے بتایا، کہا: عبداللہ بن حارث نے جو محمد بن سیرین کے چچا کے بیٹے تھے ہم سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباسؓ نے برسات کے دن اپنے مؤذن سے کہا: جب تم کہو: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ (اس کے بعد) یہ نہ کہو: نماز کے لئے آؤ۔ (بلکہ) کہو: اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔ لوگوں نے اس بات کو اوپرا سمجھا۔ انہوں نے کہا: یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا تھا۔ جو مجھ سے بہتر ہیں۔ دیکھو جمعہ فرض ہے اور میں نے ناپسند کیا کہ تم کو کیچڑ اور پھسلنے کی جگہوں میں چلنا پڑے۔

اطرافه: ٦١٦، ٦٦٨۔

تشریح: اَلرُّخْصَةُ اِنْ لَّمْ يَحْضُرِ الْجُمُعَةَ فِي الْمَطَرِ: امام مالکؒ اس فتویٰ کے خلاف ہیں اور جمہور اس کی تائید میں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۴۹۴) اعلان صَلُّوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ سے حضرت ابن عباسؓ کی یہ مراد نہ تھی کہ جمعہ ترک کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز جمعہ ایسا فریضہ ہے جو ترک نہیں کیا جاسکتا چونکہ حی علی الصلوۃ کی ندا سن کر اس کی تعمیل کرنا فرض ہے، اس لئے ان الفاظ کی جگہ صَلُّوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ کا حکم ایک الگ نوعیت رکھتا ہے اور اس حکم کی تعمیل بھی اطاعت الٰہی میں شامل ہے۔ کیونکہ یہ سہولت بھی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دی گئی ہے۔ مسلمان نہ اپنی مرضی سے جمعہ کے لئے مسجد میں آتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے بارش کے وقت گھر میں نماز پڑھتا ہے وہ حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ جیسا بھی ہو اس لئے وہ دوسری حالت میں بھی فریضہ کو ترک نہیں کر رہا ہوتا۔ کیونکہ صَلُّوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ کے الفاظ اس کو مسجد میں حاضر ہونے کی دعوت نہیں دے رہے ہوتے۔ جس سے اس کو ترک فریضہ کا مرتکب سمجھا جائے بلکہ کہو اُسے کہا گیا ہے کہ اپنے گھر میں نماز پڑھ لے۔

بَاب ۱۵: مِنْ أَيْنَ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ وَعَلَى مَنْ تَجِبُ

کہاں سے جمعہ میں آیا جائے اور کس پر جمعہ واجب ہوتا ہے؟

لِقَوْلِ اللهِ جَلَّ وَعَزَّ إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ {☆ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ}. (الجمعة: ۱۰)

کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ ...... ☆ جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے چل پڑو۔

وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا كُنْتَ فِي قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ فَنُودِيَ بِالصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقٌّ عَلَيْكَ أَنْ تَشْهَدَهَا سَمِعْتَ النِّدَاءَ أَوْ لَمْ تَسْمَعْهُ وَكَانَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي قَصْرِهِ أَحْيَانًا يُجَمِّعُ وَأَحْيَانًا لَا يُجَمِّعُ وَهُوَ بِالزَّاوِيَةِ عَلَى فَرْسَخَيْنِ.

اور عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: جب تم ایسی بستی میں ہو جس میں جمعہ ہوتا ہو اور وہاں جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم جمعہ میں حاضر ہو۔ اذان کو تم نے سنا ہو یا نہ سنا ہو اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کبھی اپنے گھر میں بھی جمعہ پڑھتے اور کبھی نہ پڑھتے۔ حالانکہ ان کا گھر زاویہ میں تھا جو بصرہ سے دو فرسخ (چھ میل) تھا۔

۹۰۲: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ مَّنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِيِّ فَيَأْتُوْنَ فِي الْغُبَارِ يُصِيْبُهُمُ

۹۰۲: احمد (بن صالح) نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ بن وہب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عمرو بن حارث نے مجھے بتایا۔ عبیداللہ بن ابوجعفر (بن زبیر) سے مروی ہے کہ محمد بن جعفر بن زبیر نے ان کو بتایا۔ انہوں نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: لوگ اپنے ڈیروں اور عوالی (مضافات مدینہ) سے باری باری جمعہ میں آتے تھے۔ راستے میں

☆ الفاظ "فَاسْعَوْا اِلَى ذِكْرِ اللهِ"، فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۴۹۴)

الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَأَتَى رَسُوْلَ اللهِ ﷺ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هَذَا.

ان پر گرد پڑتی۔ پسینہ آ جاتا اور ان سے پسینہ کی بو آتی۔ ان میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ میرے پاس ہی تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ (اچھا ہو) اگر تم اس دن نہا دھو کر صاف ستھرے ہو جایا کرو۔

تشریح: مِنْ اَيْنَ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ وَعَلٰى مَنْ تَجِبُ: اس باب سے بھی ایک اختلاف حل کرنا مقصود ہے۔ جیسا کہ عنوان باب ہی میں عطاء بن ابی رباحؒ کا فتویٰ اور حضرت انس بن مالکؓ کے عمل درآمد کا حوالہ دے کر اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر انسان اتنے فاصلے پر ہو کہ اذان سنائی دے تو اس پر جمعہ واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن ارشاد باری تعالیٰ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ میں اذان دیئے جانے کا ذکر ہے۔ سننے یا نہ سننے کا ذکر نہیں۔ اذان کا علم بغیر سننے کے بھی ہو سکتا ہے۔ فقہاء کوفہ کا مذہب تو یہ ہے کہ شہر سے باہر ہو تو جمعہ واجب نہیں ہوتا اور انہوں نے حضرت عائشہؓ کی روایت نمبر ۹۰۲ سے استدلال کیا ہے، جس میں آتا ہے کہ عوالی کے رہنے والے باری باری مسجد نبوی میں جمعہ کے لئے آیا کرتے تھے۔ اگر جمعہ ہر ایک کے لئے واجب ہوتا تو وہ یہ باریاں مقرر نہ کرتے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۴۹۶) مگر یہ امر ان سے نظر انداز ہو گیا ہے کہ یہ باریاں ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے مقرر کی گئی تھیں۔ کیونکہ عوالی کی بستیاں مختلف فاصلوں پر اسی طرح واقع تھیں جس طرح پہاڑی علاقوں میں موہڑے ہوتے ہیں۔ ان کا مردوں سے خالی رہنا مسلمان عورتوں کے لئے خطرہ کا باعث تھا۔ نزدیک سے نزدیک بستی کا فاصلہ تین چار میل سے کم نہ تھا۔ باشندگان عوالی کا جمعہ کے لئے مدینہ پہنچنا بتاتا ہے کہ وجوب جمعہ کے لئے اذان سننے کی شرط نہیں۔

حضرت انسؓ کا اپنے گاؤں زاویہ آ کر جمعہ پڑھنا اور کبھی بصرہ میں آ کر پڑھنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ جمعہ ترک نہ کرتے تھے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۴۹۵، ۴۹۶) امام بخاریؒ نے عنوانِ باب صیغۂ استفہام قائم کر کے اپنی رائے ظاہر نہیں کی۔ ہاں قرآن مجید کی آیت کی طرف اشارہ کر کے تعمیل حکم کے واجب ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ خواہ جمعہ اسی گاؤں میں ہی پڑھ لے جس کا وہ باشندہ ہے یا اس جگہ آ جائے جہاں جمعہ ہوتا ہے۔

بَاب ۱٦ : وَقْتُ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتْ الشَّمْسُ

جمعہ کا وقت جب سورج ڈھل جائے

وَكَذَلِكَ يُرْوَى عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ وَعَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

اور اسی طرح حضرت عمر، حضرت علی، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

۹۰۳: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ أَنَّهُ سَأَلَ عَمْرَةَ عَنِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَ النَّاسُ مَهَنَةَ أَنْفُسِهِمْ وَكَانُوا إِذَا رَاحُوْا إِلَى الْجُمُعَةِ رَاحُوْا فِي هَيْئَتِهِمْ فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ.

اطرافه: ۲۰۷۱۔

۹۰۳: عبدان نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: یحییٰ بن سعید نے ہم کو بتایا کہ انہوں نے عمرۃ (بنت عبدالرحمٰن) سے جمعہ کے روز نہانے کی بابت پوچھا: تو انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: لوگ اپنے کام کاج آپ کیا کرتے تھے اور جب جمعہ کے لئے جاتے تو وہ اپنی اسی ہیئت میں جاتے اور ان سے کہا گیا: (اچھا ہو) اگر تم نہالیا کرو۔

۹۰۴: حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ.

۹۰۴: سریج بن نعمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: فلیح بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عثمان بن عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی سے، عثمان نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اس وقت پڑھا کرتے تھے جب سورج ڈھل جاتا۔

۹۰۵: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَ نَقِيلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

اطرافه: ۹۴۰۔

۹۰۵: عبدان نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: حمید نے ہمیں بتایا۔ حضرت انس (بن مالکؓ) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم جمعہ اول وقت پڑھتے اور جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے۔

تشریح: وَقْتُ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ: امام احمد بن حنبلؒ کی رائے میں زوال سے پہلے بھی جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک جمعہ چونکہ ظہر کا قائم مقام ہے، اس لئے زوال کے بعد ہی اس کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ یہی مذہب امام بخاریؒ کا بھی ہے اور اس کی تائید میں انہوں نے عنوان باب میں بعض صحابہؓ کے عمل درآمد کا حوالہ دیا ہے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ مذکورہ بالا صحابہ کرام کا حوالہ اس لئے دیا گیا ہے کہ بعض روایتیں

ایسی بھی منقول ہیں جن میں ان کے عمل کے خلاف بھی منسوب کیا گیا ہے جو صحیح نہیں بلکہ مستند روایتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ صحابہؓ بھی نماز جمعہ زوال کے بعد ہی پڑھا کرتے تھے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جز ثانی صفحہ ۴۹۷)

امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا عنوان باب قائم کرنے کے بعد پہلا استدلال روایت نمبر ۹۰۳ سے کیا ہے۔ جس میں لفظ رَاحُوْا آتا ہے۔ لفظ رَوَاحٌ کے معنے ہیں زوال کے بعد جانا۔ دوسری روایت (نمبر ۹۰۴) واضح ہے اور آنحضرت ﷺ کی سنت مستمرہ پر دلالت کرتی ہے۔ کَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ. (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) جمعہ اُس وقت پڑھا کرتے تھے جب سورج ڈھل جاتا۔ روایت مَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدَّى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ (روایت نمبر ۹۳۹) یعنی ہم جمعہ کے بعد ہی قیلولہ بھی کرتے اور کھانا بھی کھاتے تھے۔ اور روایت كَانُوا يُصَلُّونَ وَ يَنْصَرِفُونَ وَمَا لِلْجُدْرَانِ اَظْلَالٌ. (بدایة المجتهد، كتاب الصلاة، الباب الثالث من الجملة الثالثة، الفصل الثانی فی شروط الجمعة) وہ نماز پڑھتے اور واپس (ایسی حالت میں) لوٹتے کہ دیواروں کے سایے نہ ہوتے تھے۔ صرف یہ ظاہر کرتی ہے کہ جمعہ جلدی پڑھا جاتا ہے۔ یہی مفہوم واضح کرنے کی غرض سے روایت نمبر ۹۰۴، ۹۰۵ لائی گئی ہیں، جن میں زوال کے وقت نماز جمعہ پڑھنے کی صراحت ہے۔

بَاب ۱۷ : إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے روز اگر سخت گرمی ہو

۹۰۶: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ هُوَ خَالِدُ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اشْتَدَّ الْبَرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلَاةِ وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ أَبْرَدَ بِالصَّلَاةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ قَالَ يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ أَخْبَرَنَا أَبُو خَلْدَةَ فَقَالَ بِالصَّلَاةِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ وَقَالَ بِشْرُ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا

۹۰۶: محمد بن ابی بکر المقدمی نے ہم سے بیان کیا، کہا: حرمی بن عمارہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابوخلدہ خالد بن دینار نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سخت سردی ہوتی تو نماز سویرے پڑھ لیتے اور اگر سخت گرمی ہوتی تو نماز ٹھنڈے وقت پڑھتے یعنی جمعہ کی نماز۔ یونس بن بکیر نے کہا: ابوخلدہ نے ہمیں بھی بتایا اور انہوں نے نماز کا تو ذکر کیا مگر جمعہ کا ذکر نہیں کیا اور بشیر بن ثابت نے کہا: ہم سے ابوخلدہ نے بیان کیا۔ انہوں

أَمِيْرٌ الْجُمُعَةَ ثُمَّ قَالَ لِأَنَسٍ رضی اللہ عنہ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ.

نے کہا کہ ایک امیر نے ہمیں نماز جمعہ پڑھائی۔ پھر انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کس وقت پڑھتے تھے۔

تشریح: **اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ:** عنوان باب میں جملہ شرطیہ کا جواب اثبات یا نفی میں نہیں دیا گیا جس کی وجہ یہ ہے جو روایت حضرت انسؓ سے نمبر ۹۰۶ میں مروی ہے۔ اس میں قیاس سے کام لیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت کا ذکر کیا ہے اور راوی نے نماز جمعہ کو نماز ظہر پر قیاس کیا ہے کہ اگر سخت گرمی ہو تو وہ بھی ٹھنڈے وقت پڑھنی چاہیے۔ چنانچہ یونس بکیرؒ نے ابوخلدہؒ کی یہی روایت نقل کی ہے اور اس میں جمعہ کا لفظ نہیں اور اس قیاس کی ایک معقول وجہ بھی ہے جو امام بخاریؒ نے بشر بن ثابت کے حوالے سے واضح کی ہے۔ جمعہ پڑھانے والے امیر حکمؒ بن ابی عقیل تھے وہ بصرہ میں اپنے چچازاد بھائی حجاج بن یوسف کے نائب تھے۔ یہ دونوں بالعموم خطبہ لمبا پڑھا کرتے تھے۔ ایک موقعہ پر خطبہ معمول سے لمبا ہو گیا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو وقت نکل جانے کا خوف ہوا۔ یزید ضبی نے حکم بن ابی عقیلؒ کو توجہ دلائی جس پر انہوں نے حضرت انسؓ سے پوچھا اور حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا حوالہ دیا اور بتایا کہ گرمیوں میں ٹھنڈے وقت میں آپؐ نماز پڑھا کرتے تھے۔

(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۰۰، ۵۰۱) (عمدۃ القاری جزء ۶ صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳)

امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ کے اس قول سے سابقہ باب کے مضمون پر مزید روشنی ڈالی ہے کہ اگر نماز جمعہ زوال سے پہلے پڑھنی جائز ہوتی تو پھر گرمی کی وجہ سے ٹھنڈے وقت تک نماز میں تاخیر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ شدت گرمی کی وجہ سے بجائے تاخیر کرنے کے زوال سے پہلے جمعہ پڑھ لیا جاتا۔ حنابلہ جو کہ جمعہ زوال سے پہلے پڑھنے کے قائل ہیں ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جمعہ کو عید کہا گیا ہے اور عید کی نماز زوال سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔

(بداية المجتهد –كتاب الصلاة–باب الثالث من الجملة الثالثة–الفصل الثانی فی شروط الجمعة)

مگر تشریح باب نمبر ا میں بتایا جا چکا ہے کہ اس تشبیہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ عید کے احکام بھی کلیۃً جمعہ پر عائد ہوتے ہوں۔ عیدین میں روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ جمعہ کے دن روزہ رکھا جا سکتا ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ مسائل میں اس قسم کی سختی اختیار نہیں کرتے تھے جو بعد میں کی گئی۔ وہاں یہ امر بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو امیر کی عزت کا پورا پورا احساس تھا اور ان پر اعتراض کرنا خلاف ادب جانتے تھے۔ حضرت انسؓ کے جواب میں در پردہ یہی روح تھی اور یزید ضبی کے اعتراض کرنے پر یہ جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ٹھنڈے وقت تک نماز میں تاخیر فرمایا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کا تزکیہ نفس جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تربیت سے ہوا ان کے تمام حرکات وسکنات سے نمایاں ہے۔

بَاب١٨ : اَلْمَشْيُ إِلَى الْجُمُعَةِ
جمعہ کی نماز کے لئے چل کر آنا

وَقَوْلُ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ (الجمعة: ١٠) وَمَنْ قَالَ السَّعْيُ الْعَمَلُ وَالذَّهَابُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا (بنی اسرائیل: ٢٠) وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَحْرُمُ الْبَيْعُ حِيْنَئِذٍ وَقَالَ عَطَاءٌ تَحْرُمُ الصِّنَاعَاتُ كُلُّهَا وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَعَلَيْهِ أَنْ يَّشْهَدَ.

اور اللہ عزوجل کا فرمانا فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ اور جس نے کہا: سَعْیٌ کے معنے عمل کرنا اور جانا ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَسَعٰی لَهَا سَعْيَهَا اور اس کے لئے سعی کی ایسی سعی جو اس کا حق ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جمعہ کے وقت خرید و فروخت حرام ہے اور عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: اس وقت تمام کام حرام ہوتے ہیں اور ابراہیم بن سعد نے کہا: زہری سے مروی ہے کہ جب مؤذن جمعہ کے روز اذان دے اور وہ سفر میں جارہا ہو تو اسے چاہیے کہ جمعہ میں آئے۔

٩٠٧: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ قَالَ أَدْرَكَنِي أَبُو عَبْسٍ وَأَنَا أَذْهَبُ إِلَى الْجُمُعَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ.

اطرافه: ٢٨١١۔

٩٠٧: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ولید بن مسلم نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا: یزید بن ابی مریم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ عبایہ بن رفاعہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں جمعہ کو جارہا تھا کہ مجھے حضرت ابوعبس (عبدالرحمٰن بن جبر رضی اللہ عنہ) آملے اور انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کے پاؤں اللہ کی راہ میں گردآلود ہوں اس کو اللہ نے آگ پر حرام کر دیا ہے۔

٩٠٨: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدٍ

٩٠٨: آدم نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبدالرحمٰن) بن ابی ذئب نے ہم سے بیان کیا۔ ابن ابی ذئب نے

وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ {ح} وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوْهَا تَسْعَوْنَ وَأْتُوْهَا تَمْشُوْنَ عَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا.

اطرافه: ٦٣٦۔

کہا: زہری نے (ہمیں) بتایا۔ انہوں نے سعید اور ابوسلمہ سے، ان دونوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی اور ابوالیمان نے بھی ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے: جب تکبیر اقامت ہو تو نماز کے لئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ معمول کی رفتار سے چل کر آؤ اور تم سکون کو اپنا وطیرہ بناؤ۔ جتنی نماز تم پالو پڑھ لو جو تم سے رہ جائے اسے پورا کرلو۔

٩٠٩: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو قُتَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَقُوْمُوْا حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ.

اطرافه: ٦٣٧، ٦٣٨۔

۹۰۹: عمرو بن علی نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوقتیبہ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: علی بن مبارک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، یحییٰ نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، (انہوں نے کہا:) میں یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جب تک مجھے (اٹھتے) نہ دیکھو نہ اٹھا کرو اور تمہیں چاہیے کہ آرام سے اٹھو۔

تشریح: **اَلْمَشْيُ اِلَى الْجُمُعَةِ**: کتاب الاذان باب ۲۱ و باب ۲۳ کی روایتوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گذر چکا ہے کہ نماز کے لئے اطمینان سے آنا چاہیے۔ پس فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ کا مفہوم یہ نہیں کہ دوڑتے ہوئے آؤ یا تیز قدم آؤ جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ امام بخاریؒ نے سَعْیٌ کے معنے عملی جدوجہد کے کئے ہیں اور اس کے لئے

محولہ بالا آیت کا حوالہ دیا ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ اَرَادَالْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا (بنی اسرائیل:۲۰) یعنی جس نے آخرت کے لئے ایسی کوشش کی جیسا کہ اس کے لئے ہونی چاہیے۔پس ان کے استدلال کے مطابق فَاسْعَوْا کا مفہوم دوڑنا نہیں بلکہ کوشش ہے۔حضرت ابن عباسؓ، عطارؒ اور ابراہیم نخعیؒ کے فتوے نقل کرنے سے امام موصوف کا اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ جمعہ کی اذان سننے پر دنیا کے کاروبار حرام ہوجاتے ہیں۔حتیٰ کہ اس وقت سفر کرنا بھی جائز نہیں۔مسلمان کا فرض ہے کہ پورے اہتمام اور کوشش کے ساتھ ذکر الٰہی کے لئے حاضر ہوجائے یہ مقصود ہے۔فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ کے ارشاد سے (مذکورہ بالا فتووں کی تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۰۲، ۵۰۳) (عمدۃ القاری: جزء ۶ صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۴) جمہور کا ان پر اتفاق ہے۔

اَلسَّعْيُ الْعَمَلُ وَالذَّهَابُ : امام موصوف کی تشریح کے مطابق لفظ سَعْیٌ میں ہر متعلقہ عمل شامل ہے حتی کہ چلنا بھی اور اس چلنے کی نوعیت، کیفیت اور اہتمام بھی۔جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اس آیت کے معانی میں لفظ فَاسْعَوْا سے چلنا مراد لیا ہے۔(مؤطا امام مالک. کتاب النداء للصلاۃ. باب ما جاء فی السعي يوم الجمعة) اور امام مالک نے سَعْیٌ کے معانی عمل بھی بتائے ہیں۔(مؤطا امام مالک. کتاب النداء للصلاۃ. باب ما جاء فی السعي يوم الجمعة) تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۰۲۔

روایات نمبر ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹ سے واضح ہے۔اگر انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے قدموں کی بھی نگہداشت رکھے اور اس کے فرستادہ کی ہدایت کے مطابق چلے تو وہ یقیناً آگ سے نجات پائے گا۔اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ظاہر ہے کہ جلد بازی میں اور افراتفری سے چلنے یا کوئی اور کام کرنے میں جسمانی اور ذہنی قوت ضرورت سے زیادہ صرف ہوتی ہے۔اس کی کمیت و کیفیت پر فزیالوجی (Physiology) اور سائیکالوجی (Psychology) یعنی علم الاعضاء اور علم النفس نے اچھی طرح روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح جسم کے ذرات جلتے اور ان میں انحلال واضمحلال واقع ہوکر نفسی کیفیات پر اثر انداز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہونے والے قدم ہر قسم کی آگ سے محفوظ رہتے ہیں۔سکون واطمینان اور وقار واعتدال ان کے شامل حال ہوتا ہے۔خواہ وہ قدم جنگ کی گھمسان میں اٹھ رہے ہوں۔جلد بازی اور اوچھا پن ایسے لوگوں میں نہیں ہوتا اور حالتِ اعتدال ان کے تمام کاموں میں پائی جاتی ہے۔اسی طرح جو لوگ احکامِ الٰہی کی بجا آوری کا احساس نہیں رکھتے، ان کی حرکات وسکنات میں سستی پائی جاتی ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ منافقوں کے متعلق فرماتا ہے: وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى (النساء:۱۴۳) یعنی جب وہ نماز کی طرف جانے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ان کا نفسِ امارہ احکامِ الٰہی کو معمولی معمولی عذروں سے ٹال دینے کا عادی ہوتا ہے۔

بَاب ۱۹ : لَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن دوآدمیوں کے درمیان نہ گھسے

۹۱۰ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ وَدِيْعَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ ثُمَّ ادَّهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طِيْبٍ ثُمَّ رَاحَ فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَصَلَّى مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى.

۹۱۰: عبدان نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید مقبری سے، سعید نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے (عبداللہ) بن ودیعہ سے، ابن ودیعہ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن نہاتا ہے اور جہاں تک ہوسکتا ہے نہا دھوکر پاک وصاف ہوجاتا ہے اور تیل یا خوشبو لگاتا ہے۔ پھر جمعہ کو جاتا ہے اور دو آدمیوں کے درمیان نہیں گھستا اور جس قدر اس کے لئے مقدر ہے نماز پڑھتا ہے۔ پھر اس کے بعد جب امام نکلتا ہے تو وہ خاموشی سے سنتا ہے تو جو گناہ اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک ہوں گے ان کی مغفرت کی جائے گی۔

اطرافه: ۸۸۳۔

تشریح: لَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ: مذکورہ بالا ادب، آداب مجالس میں سے ایک ضروری ادب ہے، جس کا جمعہ کے دن جبکہ لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے ملحوظ رکھنا ازبس لازم ہے۔ دائرہ اجتماع میں داخل ہوکر انسان اپنی نقل وحرکت میں آزاد نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اس کو قواعد کا پابند ہونا پڑتا ہے اور شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی ہدایت کے مطابق اپنی ہر تعلیم میں اس اصل کو مدنظر رکھا ہے اور معاشرہ اسلامیہ کے لئے ایک بہترین ضابطہ ادب تجویز فرمایا ہے۔ اگلے باب میں بھی اسی قسم کا ایک اور ادب سکھایا گیا ہے۔

غُفِرَ لَهُ : مغفرت کی تشریح کتاب الجمعۃ باب ۶ کی تشریح میں دیکھئے۔

بَاب ۲۰: لاَ يُقِيْمُ الرَّجُلُ أَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِي مَكَانِهِ

جمعہ کے دن آدمی اپنے بھائی کو نہ اٹھائے اور نہ کسی کی جگہ پر بیٹھے

۹۱۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقِيْمَ الرَّجُلُ أَخَاهُ مِنْ مَقْعَدِهِ وَيَجْلِسَ فِيْهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ الْجُمُعَةَ قَالَ الْجُمُعَةَ وَغَيْرَهَا.

۹۱۱: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مخلد بن یزید نے ہمیں بتایا، کہا: ابن جریج نے ہمیں خبر دی کہا: میں نے نافع سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو اس کے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھا کر خود وہاں بیٹھے۔ (ابن جریج کہتے ہیں:) میں نے نافع سے پوچھا: (کیا) جمعہ میں؟ انہوں نے جواب دیا: جمعہ میں اور اس کے علاوہ بھی۔

اطرافه: ۶۲۶۹، ۶۲۷۰۔

تشریح: لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ اَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِيْ مَكَانِهٖ: روایت نمبر ۹۱۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آداب صرف جمعہ کے لئے مخصوص نہیں۔ بلکہ ہر اجتماع کے لئے ہیں۔

بَاب ۲۱: اَلْأَذَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن اذان

۹۱۲: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ النِّدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوَّلُهُ إِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا كَانَ

۹۱۲: آدم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن ابی ذئب (محمد بن عبدالرحمٰن) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے سائب بن یزید سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جمعہ کے دن پہلی اذان نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اس وقت ہوا کرتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا۔

عُثْمَانُ رضی اللہ عنہ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّالِثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ {قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الزَّوْرَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوقِ بِالْمَدِينَةِ.☆}

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہوا اور لوگ بہت ہوگئے تو انہوں نے زوراء میں تیسری اذان بڑھا دی۔ { ابوعبداللہ نے کہا: زوراء مدینہ کے بازار میں ایک مقام ہے☆۔}

اطرافه: ٩١٣، ٩١٥، ٩١٦.

تشریح: **اَلْاَذَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ :** تکبیر اقامت کو اذان کہا گیا ہے۔(دیکھئے کتاب الاذان باب۱۴ و باب ۱۶ نیز روایت نمبر۹۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صرف دو اذانیں ہی ہوا کرتی تھیں۔ پہلی اذان اور تکبیر اقامت کی اذان۔ پہلی اذان کے بعد خطبہ دیا جاتا تھا (دیکھئے روایت نمبر۹۱۳، ۹۱۴) حضرت عثمانؓ نے اس سے پہلے ایک اذان اور بڑھا دی تا کہ لوگ جمعہ کے لئے آنے کی تیاری کرسکیں اور انہیں خطبہ سننے کا پورا موقع ملے۔

بَاب ٢٢ : اَلْمُؤَذِّنُ الْوَاحِدُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن ایک مؤذن ہونا

٩١٣: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُوْنُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّ الَّذِي زَادَ التَّأْذِينَ الثَّالِثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ حِيْنَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مُؤَذِّنٌ غَيْرَ وَاحِدٍ وَكَانَ التَّأْذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَعْنِي عَلَى الْمِنْبَرِ.

۹۱۳: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالعزیز بن ابی سلمہ ماجشون نے ہمیں بتایا۔انہوں نے زہری سے، زہری نے سائب بن یزید سے روایت کی کہ یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے جمعہ کے دن تیسری اذان بڑھائی تھی۔ اس وقت مدینہ کے باشندے زیادہ ہوگئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک ہی مؤذن تھا اور جمعہ کے دن اذان اس وقت ہوتی جب امام بیٹھتا یعنی منبر پر۔

اطرافه: ٩١٢، ٩١٥، ٩١٦.

☆ یہ عبارت "قَالَ اَبُوْعَبْدِاللهِ الزَوْرَاءُ ...." فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔(فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۵۰۶)

تشریح: **اَلْمُؤَذِّنُ الْوَاحِدُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ:** نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ہی مؤذن ہوتا جو اذان بھی کہتا اور تکبیرا قامت بھی کہتا۔ اس باب سے ابن حبیب کی روایت کا رد کرنا مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر بیٹھتے تو تین مؤذن یکے بعد دیگرے اذان دیتے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۰۸)

بَاب۲۳ : يُجِيْبُ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ

امام منبر پر بیٹھے ہوئے جب اذان سنے تو اس کا جواب دے

٩١٤: حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ قَالَ مُعَاوِيَةُ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَأَنَا فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَأَنَا فَلَمَّا أَنْ قَضَى التَّأْذِيْنَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَلَى هَذَا الْمَجْلِسِ حِيْنَ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَقُوْلُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّي مِنْ مَّقَالَتِي.

اطرافه: ٦١٢، ٦١٣۔

۹۱۴: (محمد) بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ نے ہمیں بتایا، کہا: ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف نے ہمیں بتایا۔ ابوامامہ بن سہل بن حنیف سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے جب کہ وہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے سنا۔ مؤذن نے اذان دی اور کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر۔ حضرت معاویہؓ نے بھی کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر مؤذن نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت معاویہؓ نے کہا: میں بھی گواہی دیتا ہوں۔ مؤذن نے کہا: میں گواہ ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے کہا اور میں بھی۔ جب مؤذن اذان کہہ چکا تو حضرت معاویہؓ نے کہا: لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی جگہ بیٹھے ہوئے جس وقت مؤذن نے اذان دی وہی کہتے سنا تھا جو تم نے مجھے کہتے سنا ہے۔

تشریح: **يُجِيْبُ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ:** مسئلہ معنونہ پر سب کو اتفاق ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہر مسلمان کے لئے ہے امام کا ایسے وقت میں کلمات اذان دہرانا دوسروں کے لئے یاددہانی ہے۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ نے اسی مقصد کے مدنظر کلمات اذان دہرائے۔

بَاب ٢٤ : اَلْجُلُوْسُ عَلَى الْمِنبَرِ عِنْدَ التَّأْذِيْنِ

اذان دیئے جانے کے وقت (امام کا) منبر پر بیٹھنا

٩١٥ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ أَخْبَرَهُ أَنَّ التَّأْذِيْنَ الثَّانِيَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمَرَ بِهِ عُثْمَانُ حِيْنَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ التَّأْذِيْنُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِيْنَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ.

اطرافه: ٩١٢، ٩١٣، ٩١٦.

۹۱۵: یحيٰی بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقیل سے، عُقیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ سائب بن یزید نے انہیں بتایا: جمعہ کے دن دوسری اذان دینے کا حکم حضرت عثمانؓ نے دیا تھا، جب مسجد میں آنے والے لوگ بہت ہوگئے تھے اور جمعہ کے دن اذان اس وقت دی جاتی ہے جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔

تشریح: اَلْجُلُوْسُ عَلَى الْمِنبَرِ عِنْدَ التَّاْذِيْنِ: بعض فقہاء کوفہ مسئلہ معنونہ کو سنت نبوی نہیں مانتے۔ مگر امام مالکؒ، شافعیؒ اور جمہور کے نزدیک یہ بھی سنت ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۱۰) روایت نمبر ۹۱۵ کے الفاظ حِيْنَ يَجْلِسُ میں گو منبر پر بیٹھنے کا ذکر نہیں۔ مگر اس سے مراد یہی ہے کہ منبر پر ایسے وقت میں بیٹھے جب اذان ہو رہی ہو۔ جیسا کہ اگلی روایت میں اس کی صراحت ہے۔ یہ دونوں روایتیں ایک ہی ہیں۔ سند کے اختلاف کی وجہ سے ایک مجمل ہے اور دوسری مفصل۔

امام کا یہ عمل حکمت پر مبنی ہے۔ اس کو منبر پر بیٹھے دیکھ کر لوگ بالطبع خاموش ہو جائیں گے اور خطبہ سننے کے لئے ان میں تیاری کا احساس پیدا ہوگا اور کلمات اذان سے نفوس ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۱۰)

باب نمبر ۲۶ کے تحت روایت نمبر ۹۱۷ بیان کر کے امام بخاریؒ نے بھی اسی غرض و غایت کی طرف اشارہ کیا ہے: اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَأْتَمُّوْبِیْ. میں نے یہ صرف اس لئے کیا ہے کہ تم میری اقتداء کرو۔

بَاب ٢٥ : اَلتَّأْذِيْنُ عِنْدَ الْخُطْبَةِ

خطبہ کے وقت اذان دینا

٩١٦ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ

۹۱۶: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا:

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ إِنَّ الْأَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ أَوَّلُهُ حِيْنَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا كَانَ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ وَكَثُرُوْا أَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْأَذَانِ الثَّالِثِ فَأُذِّنَ بِهِ عَلَى الزَّوْرَاءِ فَثَبَتَ الْأَمْرُ عَلَى ذٰلِكَ.

یونس (بن یزید) نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے سائب بن یزید کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کے دن پہلی اذان تب ہوا کرتی تھی جب امام جمعہ کے دن منبر پر بیٹھتا ۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہوا اور لوگ زیادہ ہوگئے تو حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا حکم دیا اور وہ زوراء مقام پر دی گئی۔ پھر یہی دستور رہا۔

اطرافہ: ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۵۔

تشریح: اَلتَّاْذِيْنُ عِنْدَ الْخُطْبَةِ: جب امام خطبہ کا ارادہ کرے تو اس وقت اذان دی جائے۔ سائب بن یزید کی یہ روایت ابھی گذر چکی ہے۔

بَاب ۲٦ : اَلْخُطْبَةُ عَلَى الْمِنْبَرِ

منبر پر (کھڑے ہوکر لوگوں سے) مخاطب ہونا

وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر (کھڑے ہوکر لوگوں سے) مخاطب ہوئے۔

۹۱۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيُّ الْقُرَشِيُّ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمِ بْنُ دِيْنَارٍ أَنَّ رِجَالًا أَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ وَقَدِ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ

۹۱۷: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: یعقوب بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن عبد قاری قرشی اسکندرانی نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوحازم بن دینار نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ کے پاس آئے اور ان کا منبر کے متعلق اختلاف تھا کہ اس کی لکڑی کس (درخت) کی تھی۔ انہوں نے

مِمَّ عُوْدُهُ فَسَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ وَاللهِ إِنِّي لَأَعْرِفُ مِمَّا هُوَ وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَوَّلَ يَوْمٍ وُضِعَ وَأَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى فُلَانَةِ امْرَأَةٍ {مِنَ الْأَنْصَارِ[1]} قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ مُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ أَنْ يَّعْمَلَ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ فَأَمَرَتْهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ هَا هُنَا ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرَى فَسَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا صَنَعْتُ هَذَا لِتَأْتَمُّوا {بِيْ[2]} وَلِتَعَلَّمُوْا صَلَاتِي.

اطرافه: ۳۷۷، ۴۴۸، ۲۰۹۴، ۲۵۶۹۔

حضرت سہلؓ سے اس کی بابت پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: بخدا میں خوب جانتا ہوں کہ وہ کس کی تھی۔ میں نے خود دیکھا تھا جبکہ وہ پہلے دن رکھا گیا اور جب پہلے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھے تھے۔ آپؐ نے (انصاریوں میں سے[1]) فلاں عورت کو کہلا بھیجا اور حضرت سہلؓ نے اس کا نام بھی لیا، اپنے غلام سے جو بڑھئی ہے، کہو کہ وہ میرے لئے ایسی لکڑیوں سے بنادے کہ جس پر؛ جب میں لوگوں سے گفتگو کروں؛ بیٹھا کروں۔ تب اس نے اس کو حکم دیا اور اس غلام نے غابہ کے جھاؤ سے اس کو بنایا۔ پھر انہیں لے آیا اور اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ بھیج دیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا (کہ وہ یہاں رکھی جائیں) اور وہ یہاں رکھی گئیں۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے اس منبر پر نماز پڑھی اور اللہ اکبر کہا۔ پھر رکوع کیا اس وقت آپؐ اسی پر تھے۔ پھر اُلٹے پاؤں نیچے اترے اور منبر کے پائیدان کے پاس سجدہ کیا پھر (وہیں) لوٹ گئے۔ جب فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: لوگو! میں نے یہ اسی لئے کیا ہے کہ تم (میری[2]) پیروی کرو اور میری نماز سیکھو۔

---

[1] الفاظ "مِنَ الْاَنْصَارِ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۵۱۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] لفظ "بِیْ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۵۱۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

٩١٨: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَنَسٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتَّى نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ.

۹۱۸: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا، کہا: محمد بن جعفر (بن ابی کثیر) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: یحیٰ بن سعید نے مجھے بتایا، کہا: (عبداللہ) بن انس نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ (انصاری) سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ کھجور کا تنا تھا جس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوا کرتے تھے۔ جب آپؐ کے لئے منبر رکھا گیا۔ تو ہم نے اس تنے سے ایسی آوازیں سنیں جو دس مہینے کی گابھن اونٹنی کی آواز کی مانند تھیں اور آخر نبی ﷺ نیچے اتر آئے اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا۔

قَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ يَحْيَى أَخْبَرَنِي حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا.

(اور) سلیمان نے یحیٰ سے یوں روایت کی ہے کہ حفص بن عبید اللہ بن انس نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت جابرؓ سے سنا۔

اطرافه: ٤٤٩، ٢٠٩٥، ٣٥٨٤، ٣٥٨٥۔

٩١٩: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ.

۹۱۹: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ منبر پر (کھڑے) لوگوں سے مخاطب تھے۔ آپؐ نے فرمایا: جو جمعہ میں آئے چاہیے کہ وہ نہالے۔

اطرافه: ٨٧٧، ٨٩٤۔

تشریح: اَلْخُطْبَةُ عَلَى الْمِنْبَرِ: کتاب الصلوٰۃ باب ۱۸ روایت نمبر ۳۷۷ میں ابوحازم بن دینار کی مذکورہ بالا روایت ایک اور سند سے خفیف سے لفظی تغیر کے ساتھ گذر چکی ہے۔ وہاں باب کا اَور عنوان ہے اور

یہاں اَور۔اس میں الفاظ: اِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَأْتَمُّوْا بِيْ اورالفاظ لِتَعَلَّمُوْا صَلٰوتِيْ نہیں ہیں۔امام بخاریؒ کا اس سند کی روایت سے یہاں نیا استدلال کرنا ان کے حسنِ انتخاب وتصرف پر دلالت کرتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال ہمارے لئے قابل اقتداء ہیں۔پس آپؐ کا اذان کے وقت منبر پر بیٹھنا اوراس پر کھڑے ہوکر وعظ ونصیحت کرنا بھی سنت نبویہ ہے۔جن کی اتباع بمقتضائے آیت اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:۳۲) {تو کہہ دے اگرتم اللہ سے محبت کرتے ہوتو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔} ضروری ہے۔روایت نمبر ۳۷۷ میں طُرْفَاءُ الْغَابَةِ کی جگہ اَثْلُ الْغَابَةِ ہے۔دونوں لفظوں کے معنی جھاؤ کے ہیں۔اس تعلق میں کتاب الصلاۃ باب ۶۴ کی تشریح بھی دیکھئے۔روایت نمبر ۹۱۷، ۹۱۸ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضرورت حقہ کے تحت منبر بنوایا تھا۔اس سے پہلے آپؐ ایک کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر تقریر فرمایا کرتے تھے۔امام اورلوگوں کے لئے وہی ضرورت اب بھی قائم ہے کہ تمام لوگ امام کو دیکھ سکیں اور وہ بھی ان کو روبرو مخاطب کرتے ہوئے تلقین کر سکے، جیسا کہ آپؐ نے منبر پر کھڑے ہوئے لوگوں کو مخاطب کیا اورفرمایا: مَنْ جَاءَ اِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ (روایت نمبر ۹۱۹) جو جمعہ میں آئے اسے نہانا چاہیے۔مندرجہ حوالوں سے فقہائے کوفہ کی رائے رد کرنا مقصود ہے کہ منبر پر کھڑا ہو کر لوگوں سے مخاطب ہونا سنت نبوی نہیں۔روایت نمبر ۹۱۸ کی تشریح کے لئے کتاب البیوع باب ۳۲ روایت نمبر ۲۰۹۵ بھی دیکھئے۔وہاں روایت میں معصوم بچے کی طرح تنے کے رونے کا ذکر ہے اور یہاں گابھن اونٹنی کے رونے کی مثال دی گئی ہے۔

بَاب ۲۷ : اَلْخُطْبَةُ قَائِمًا

خطبہ کھڑے ہو کر دینا

وَقَالَ أَنَسٌ بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا.

حضرت انسؓ نے کہا: اسی اثناء میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے (لوگوں سے) مخاطب تھے۔

۹۲۰: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُوْمُ كَمَا تَفْعَلُوْنَ الْآنَ.

اطرافه: ۹۲۸۔

۹۲۰: عبیداللہ بن عمر قواریری نے ہم سے بیان کیا، کہا: خالد بن حارث نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: عبیداللہ (بن عمر) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر تقریر فرماتے ۔ پھر بیٹھ جاتے۔ پھر کھڑے ہو جاتے اسی طرح جس طرح تم کرتے ہو۔

تشریح: **اَلْخُطْبَةُ قَائِمًا:** فقہاء کے درمیان اس امر میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ کیا منبر پر کھڑے ہوکر خطاب کرنا سنت ہے یا واجب؟ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ سنت ہے واجب نہیں۔ مگر امام مالکؒ نے خطبہ جمعہ کے لئے قیام کو واجب قرار دیا ہے۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۱۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عادت تھی، روایت نمبر ۹۲۰ سے واضح ہے۔ امام مسلمؒ نے بھی حضرت جابر بن سمرةؓ کی روایت نقل کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ نَبَّأَكَ اَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ.

(مسلم .كتاب الجمعة – باب ذكر الخطبتين قبل الصلاة وما فيهما من الجلسة)

(ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرماتے۔ پھر بیٹھ جاتے۔ پھر کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرماتے۔ اگر کوئی تمہیں کہے کہ آپؐ بیٹھ کر خطاب فرماتے تھے تو اس نے غلط کہا ہے۔) آپؐ کا بیٹھ کر پھر اٹھنا اور دوبارہ خطبہ شروع کرنا بتاتا ہے کہ آپؐ کھڑے ہوکر خطاب کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ ورنہ بیٹھ کر ہی تقریر فرماتے۔ جن لوگوں نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت سے جو اگلے باب میں آتی ہے بیٹھ کر خطاب کرنے کے جواز کا استدلال کیا ہے انہوں نے غلطی کھائی ہے۔ وہ خطبہ جمعہ کا موقع نہ تھا بلکہ عام گفتگو تھی۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۱۶)

وَقَالَ اَنَسٌ ...: عنوان باب میں حضرت انسؓ کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ کتاب الاستسقاء باب ۶ روایت نمبر ۱۰۱۳ میں دیکھئے۔

بَاب ۲۸: يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ الْقَوْمَ وَاسْتِقْبَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ إِذَا خَطَبَ

امام کا لوگوں کی طرف منہ کرنا اور لوگوں کا امام کی طرف منہ کرنا جب وہ (ان سے) مخاطب ہو

وَاسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمُ الْإِمَامَ.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے امام کی طرف منہ کیا۔

۹۲۱: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُوْنَةَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ.

اطرافه: ۱٤٦٥، ۲۸٤۲، ٦٤۲۷۔

۹۲۱: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ (بن کثیر) سے، یحيٰ نے ہلال بن ابی میمونہ سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) عطاء بن یسار نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر پر بیٹھے اور ہم آپؐ کے اردگرد بیٹھے۔

تشریح: **اِسْتِقْبَالُ النَّاسِ الْإِمَامَ:** امام جب گفتگو کررہا ہوتو اس کی مجلس میں بیٹھ کر ادھر ادھر دیکھنا ناپسندیدہ فعل ہے۔ آدابِ مجلس میں سے ایک ضروری ادب یہ بھی ہے کہ امام کی طرف متوجہ ہوکر اس کی بات سنی جائے۔ عنوانِ باب میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت انسؓ کے حوالے دیئے گئے ہیں کہ ان دونوں کی یہ عادت تھی کہ امام جب خطبہ کے لیے کھڑا ہوتا تو وہ اس کی طرف منہ کر کے متوجہ ہو جاتے۔ حضرت ابن عمرؓ سے متعلق روایت بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو انہوں نے بسند ابن عجلان اور انہوں نے نافع سے نقل کی ہے اور حضرت انسؓ سے نعیم بن حماد کی۔

(سنن الکبریٰ للبیهقی كتاب الجمعة باب يحول الناس وجوههم الى الامام جزء ۳ صفحه ۱۹۹)

امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۹۲۱ پیش کر کے صحابہؓ کے عمل کی طرف توجہ دلائی ہے۔ روایت نمبر ۹۲۱ ایک لمبی روایت کا ٹکڑا ہے جو کتاب الزکوٰۃ میں مروی ہے۔ دیکھئے کتاب الزکوۃ باب ۴۷: الصدقة على اليتامىٰ روایت نمبر ۱۴۶۵۔

بَاب ۲۹ : مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَاءِ أَمَّا بَعْدُ

حمد وثناء کے بعد خطبہ میں جو شخص کہے: اَمَّا بَعْدُ

رَوَاهُ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی۔ حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

۹۲۲: وَقَالَ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ قُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ آيَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ قَالَتْ فَأَطَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِدًّا حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ وَإِلَى جَنْبِي قِرْبَةٌ فِيهَا مَاءٌ فَفَتَحْتُهَا فَجَعَلْتُ أَصُبُّ مِنْهَا

۹۲۲: اور محمود نے کہا کہ ابواسامہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہم کو ہشام بن عروہ نے بتایا، کہا: فاطمہ بنت منذر نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا: لوگوں کی یہ کیا حالت ہے؟ انہوں نے اپنے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا: کیا کوئی نشانِ الٰہی ہے؟ تو انہوں نے اپنے سر سے اشارہ کیا۔ یعنی ہاں۔ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت لمبی (نماز) پڑھائی۔ یہاں تک کہ مجھ پر غشی طاری ہوگئی اور میرے قریب ایک مشک تھی جس میں کچھ پانی تھا۔ میں نے وہ کھولی اور اس سے اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی اتنے میں

عَلَى رَأْسِي فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ وَحَمِدَ اللهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ قَالَتْ وَلَغَطَ نِسْوَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَانْكَفَأْتُ إِلَيْهِنَّ لِأُسَكِّتَهُنَّ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ قَالَتْ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيْتُهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَإِنَّهُ قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ أَوْ قَرِيْبَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوْ قَالَ الْمُوْقِنُ شَكَّ هِشَامٌ فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللهِ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَآمَنَّا وَأَجَبْنَا وَاتَّبَعْنَا وَصَدَّقْنَا فَيُقَالُ لَهُ نَمْ صَالِحًا قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ إِنْ كُنْتَ لَتُؤْمِنُ بِهِ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوْ قَالَ الْمُرْتَابُ شَكَّ هِشَامٌ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُ قَالَ هِشَامٌ فَلَقَدْ قَالَتْ لِي فَاطِمَةُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے اور سورج ظاہر ہو چکا تھا۔ آپؐ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جس کا کہ وہ اہل ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اما بعد۔ کہتی تھیں: اور انصار کی چند عورتوں نے شور وغل شروع کر دیا۔ میں ان کی طرف لپکی تا کہ میں انہیں خاموش کروں۔ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: آپؐ نے فرمایا ہے: کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو مجھ کو پہلے نہیں دکھلائی گئی تھی۔ مگر میں نے اسے اپنی اس جگہ میں دیکھ لیا ہے۔ یہاں تک کہ جنت و نار بھی اور مجھے وحی کی گئی ہے کہ تم قبروں میں مسیح دجال کی آزمائش کی طرح یا اس کے قریب قریب آزمائے جاؤ گے۔ تم میں سے ایک کے پاس فرشتہ آئے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ اس شخص کی نسبت تمہیں کیا علم ہے؟ جو ماننے والا یا فرمایا یقین کرنے والا ہے۔ ہشام نے شک کیا (کہ ان دونوں میں سے کونسا لفظ تھا) تو وہ کہے گا: وہ اللہ کے رسول ہیں۔ وہ محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس کھلے کھلے دلائل اور ہدایت کی باتیں لائے۔ ہم نے مان لیا اور قبول کیا اور ہم نے فرمانبرداری کی اور ہم نے سچا جانا۔ تو اس سے کہا جائے گا: آرام سے سو جا۔ ہم تو جانتے ہی تھے کہ تو ان کو ماننے والا ہے اور جو منافق ہوگا یا فرمایا شک کرنے والا ہوگا ہشام نے شک کیا (کہ ان دونوں لفظوں میں سے کون سا لفظ تھا) تو اس سے پوچھا جائے گا: اس شخص کے متعلق تمہیں کیا علم ہے؟ وہ کہے گا: میں نہیں جانتا۔ میں

فَأَوْعَيْتُهُ غَيْرَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ مَا يُغَلَّظُ عَلَيْهِ.

نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا، میں نے بھی کہہ دیا۔ ہشام کہتے تھے: فاطمہ نے جو کچھ مجھ سے کہا، میں نے اسے یاد رکھا ہے۔ مگر انہوں نے کچھ ذکر کیا تھا کہ اس منافق پر سختی کی جائے گی (وہ مجھے یاد نہیں رہا)۔

أطرافه: ٨٦، ١٨٤، ١٠٥٣، ١٠٥٤، ١٠٦١، ١٢٣٥، ١٣٧٣، ٢٥١٩، ٢٥٢٠، ٧٢٨٧.

٩٢٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِمَالٍ أَوْ{سَبْيٍ[1]} فَقَسَمَهُ فَأَعْطَى رِجَالًا وَتَرَكَ رِجَالًا فَبَلَغَهُ أَنَّ الَّذِيْنَ تَرَكَ عَتَبُوْا فَحَمِدَ اللهَ ثُمَّ أَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَوَاللهِ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ {وَأَدَعُ الرَّجُلَ[2]} وَالَّذِي أَدَعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي أُعْطِي وَلَكِنْ أُعْطِي أَقْوَامًا لِمَا أَرَى فِي قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ وَأَكِلُ أَقْوَامًا إِلَى مَا جَعَلَ اللهُ فِي قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْغِنَى وَالْخَيْرِ فِيْهِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ

۹۲۳: محمد بن معمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابو عاصم نے جریر بن حازم سے روایت کی انہوں نے کہا: میں نے حسن (بصری) سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ہم سے حضرت عمرو بنت تغلبؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مال یا کوئی چیز[1] لائی گئی۔ آپؐ نے وہ بانٹ دی۔ آپؐ نے بعض آدمیوں کو دیا اور بعض کو نہ دیا۔ پھر آپؐ کو یہ خبر پہنچی کہ جن لوگوں کو آپؐ نے چھوڑ دیا تھا۔ وہ کچھ ناراض ہیں۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور اس کی تعریف کی۔ پھر فرمایا: اما بعد۔ اللہ کی قسم! میں ایک شخص کو دیتا ہوں (اور ایک شخص کو چھوڑ دیتا ہوں[2]) اور حالانکہ جسے چھوڑتا ہوں۔ وہ مجھ کو زیادہ پیارا ہوتا ہے بہ نسبت اس کے جسے میں دیتا ہوں۔ لیکن میں بعض لوگوں کو اس لئے دیتا ہوں کہ ان کے دلوں میں بے چینی اور بے صبری دیکھتا ہوں اور بعض لوگوں کو اس سیر چشمی اور بھلائی کے حوالہ کر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ

[1] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں "سَبْيٍ" کی بجائے "بِشَيْءٍ" کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۵۱۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] الفاظ "وَأَدَعُ الرَّجُلَ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۵۱۸)

فَوَاللهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ تَابَعَهُ يُوْنُسُ.

اطرافه: ۳۱٤٥، ۷٥۳٥.

نے ان کے دلوں میں پیدا کی ہوتی ہے۔ انہی لوگوں میں عمرو بن تغلبؓ بھی ہیں (یہ کہتے تھے:) بخدا! میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کے مقابل میں مجھے سرخ اونٹ ملتے۔ یونس (بن عبید) نے بھی یہی روایت بیان کی ہے۔

٩٢٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ فَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّوْا مَعَهُ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ

۹۲۴: یحيٰی بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل (بن خالد) سے عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عروہ نے مجھے بتایا کہ حضرت عائشہؓ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ آدھی رات کو باہر گئے اور مسجد میں نماز پڑھی اور لوگوں نے بھی آپؐ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ لوگ صبح اٹھے انہوں نے (نماز پڑھنے والوں سے سن کر) آپس میں (اس کے متعلق) بات چیت کی (دوسری رات) پہلے سے بھی زیادہ لوگ اکٹھے ہوگئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ لوگ صبح اٹھے اور آپس میں باتیں کیں۔ تیسری رات مسجد کے لوگ اور زیادہ ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ باہر آئے اور لوگوں نے آپؐ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ جب چوتھی رات ہوئی تو مسجد لوگوں کو سمیٹ نہ سکی (لیکن آپؐ گھر سے باہر تشریف نہ لائے) آخر جب صبح کی نماز کے لئے آپؐ آئے اور فجر پڑھا چکے تو لوگوں کی طرف آپؐ متوجہ ہوئے اور کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر فرمایا: **اما بعد**— مجھ سے پوشیدہ نہ تھا کہ تم لوگ مسجد میں ہو لیکن میں ڈر گیا۔ مبادا تم پر یہ

مَكَانُكُمْ لَكِنِّي خَشِيْتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا تَابَعَهُ يُوْنُسُ.

نماز فرض ہو جائے اور تم اس سے عاجز آ جاؤ۔ (عقیل کی طرح) یونس (بن یزید) نے بھی یہی روایت بیان کی ہے۔

اطرافه: ۷۲۹، ۷۳۰، ۱۱۲۹، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، ۵۸٦۱۔

۹۲۵: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَشِيَّةً بَعْدَ الصَّلَاةِ فَتَشَهَّدَ وَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ.

۹۲۵: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عروہ نے مجھے بتایا۔ حضرت ابوحمیدؓ ساعدی سے مروی ہے کہ انہوں نے ان کو بتایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات (عشاء کی) نماز کے بعد کھڑے ہوئے اور کلمہ شہادت پڑھا اور جس تعریف کے اللہ تعالیٰ لائق ہے آپ نے اس کی تعریف کی۔ پھر فرمایا: **اما بعد** .

تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَّا بَعْدُ تَابَعَهُ الْعَدَنِيُّ عَنْ سُفْيَانَ فِي أَمَّا بَعْدُ.

(زہری کی طرح) ابو معاویہ اور ابو اسامہ نے بھی ہشام (بن عروہ) سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ابی حمید سے، حضرت ابوحمیدؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اما بعد۔ اور (ابوالیمان کی طرح محمد بن یحیٰ) عدنی نے سفیان سے اما بعد سے متعلق روایت کی۔

اطرافه: ۱۵۰۰، ۲۵۹۷، ٦٦۳٦، ٦۹۷۹، ۷۱۷٤، ۷۱۹۷۔

۹۲٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ حِيْنَ تَشَهَّدَ

۹۲٦: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: علی بن حسین نے مجھے بتایا۔ مسور بن مخرمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور جب آپؐ نے

يَقُوْلُ أَمَّا بَعْدُ تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

کلمہ شہادت پڑھا۔ آپؐ کو میں نے یہ کہتے سنا: اما بعد (محمد بن ولید) زبیدی نے بھی زہری سے (شعیب کی طرح) روایت کی ہے۔

اطرافه: ۳۱۱۰، ۳۷۱٤، ۳۷۲۹، ۳۷٦۷، ۵۲۳۰، ۵۲۷۸۔

۹۲۷: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيْلِ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ وَكَانَ آخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَهُ مُتَعَطِّفًا مِّلْحَفَةً عَلَى مَنْكِبَيْهِ قَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ بِعِصَابَةٍ دَسِمَةٍ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِلَيَّ فَثَابُوْا إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنَ الْأَنْصَارِ يَقِلُّوْنَ وَيَكْثُرُ النَّاسُ فَمَنْ وَلِيَ شَيْئًا مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَطَاعَ أَنْ يَّضُرَّ فِيْهِ أَحَدًا أَوْ يَنْفَعَ فِيْهِ أَحَدًا فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُّسِيْئِهِمْ.

۹۲۷: اسماعیل بن ابان نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبدالرحمٰن) ابن الغسیل (بن سلیمان) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عکرمہ نے ہمیں بتایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور یہ آپؐ کا آخری بیٹھنا تھا جو آپؐ (منبر پر) بیٹھے۔ آپؐ نے مونڈھوں پر ایک چادر لپیٹی ہوئی تھی اور اپنا سر ایک سیاہ پٹی سے باندھا ہوا تھا۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر فرمایا: لوگو! میرے قریب آجاؤ۔ تو لوگ آپؐ کے پاس اکٹھے ہوگئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اما بعد یہ انصار کا قبیلہ کم ہوتا جائے گا اور دوسرے لوگ زیادہ ہوجائیں گے۔ پس جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں امارت کا والی ہو اور اس وجہ سے اسے طاقت ہو کہ وہ کسی کو نقصان اور نفع پہنچا سکے تو چاہیے کہ وہ ان میں سے نیک کی نیکی کو قبول کرے اور ان کی ناگوار بات سے درگذر کرے۔

اطرافه: ۳٦۲۸، ۳۸۰۰۔

تشریح: مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَاءِ اَمَّابَعْدُ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رَسُولٌ اور مُطَاعٌ فرما کر آپؐ کی نسبت یہ عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ آپؐ وہ رسول ہیں جن کی اطاعت کی جائے (التکویر :۲۲) اور صحابہ کرامؓ نے اطاعت شعاری میں عاشق ومعشوق کا سا قابل رشک نمونہ دکھایا ہے کہ لامحالہ اقرار کرنا

پڑتا ہے کہ جس عظمت کے ساتھ یہ پیشگوئی آپؐ کے حق میں پوری ہوئی وہ بے مثل ہے۔ کہنے سننے میں تو اما بعد تمہیدی الفاظ ہیں، جو مضمون شروع کرنے سے پہلے توجہ کھینچنے کے لئے بولے گئے۔ مگر پس پردۂ حقیقت وہ روحِ عشق ومحبت ہے جس نے صحابہؓ کو آپ کا پروانہ بنایا ہوا تھا۔ باب ۲۶، ۲۷، ۲۸ کی تشریح میں گذر چکا ہے کہ فلاں بات کی جائے یا نہ کی جائے اور فلاں بات سنت ہے یا واجب؟ دراصل اس قسم کے افعال ضرورت کے تحت کئے گئے اوران کی ضرورت اب بھی قائم ہے۔ علاوہ ازیں روح اطاعت ومحبت کا تقاضا ہے کہ ہم رسولِ مطاع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رنگ میں رنگین ہوں تا مقصود حقیقی ہمیں حاصل ہو۔ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:۳۲) {تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔}

امام بخاریؒ نے عنوان باب مَنْ سے قائم کرکے اس کا جواب ہر شخص کے ذوق پر چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ یہ ایسی باتیں ہیں جو حدود فتویٰ سے بالا ہیں، بہ نسبت فقہی مسائل کے جذبات نفس کے ساتھ ان کا زیادہ تعلق ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: عنوان باب میں حضرت ابن عباسؓ کا جو حوالہ بروایت عکرمہ دیا گیا ہے وہ اس باب کی روایت نمبر ۹۲۷ میں مذکور ہے۔ آخری لمحات عمر میں آپؐ نے انصارؓ کا اسی لئے خاص طور پر خیال ملحوظ رکھا کہ انہوں نے آپؐ کی اطاعت میں اپنی محبت وجانفشانی کے اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھلائے تھے اور اس وجہ سے انہیں یہ ممتاز حیثیت حاصل ہوئی کہ آپؐ نے ان کے حق میں سفارش فرمائی کہ ان میں سے کمزوروں کی چشم پوشی کی جائے کیونکہ ان کی نیکیاں زیادہ اور نمایاں تھیں۔ سنت اللہ بھی یہی ہے۔ فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ (ہود:۱۱۵) نیکیاں بدیوں کو دور کردیتی ہیں۔ باب مذکور میں چھ روایتیں مستقل ہیں۔ ان سب میں اَمَّا بَعْدُ سے خطبہ جمعہ یا کوئی اور گفتگو شروع کرنے کا ذکر ہے۔ اس چھوٹے سے مسئلے کے بارے میں جتنی مستند روایتیں امام بخاریؒ کو مل سکی ہیں وہ یہاں جمع کردی گئی ہیں۔ اس سے امام موصوفؒ کی اپنی محبانہ معنویات کا بھی پتہ چلتا ہے۔ امام موصوفؒ کا یہ اہتمام ہمارے لئے سبق آموز ہے۔ جب سچی محبت ہوتی ہے۔ تو اس کا اظہار بھی کسی نہ کسی رنگ میں ہوجاتا ہے۔ ان کے اس اہتمام کا تعلق باب ۲۷، ۲۸ سے بھی ہے۔ جن فقہاء کے اختلاف کا ذکر گذر چکا ہے کہ افعال میں سے کون سا فعل واجب ہے اور کون سا نہیں۔ اس تعلق میں باب ۲۵ و باب ۲۶ کی تشریح دیکھئے۔

روایت نمبر ۹۲۲ زیر باب ۲۹، کتاب العلم روایت نمبر ۸۶ اور کتاب الوضوء روایت نمبر ۱۸۴ میں گذر چکی ہے اور کتاب الکسوف باب ۱۰ روایت نمبر ۱۰۵۳ میں بھی آئے گی۔ جہاں اس کی مزید تشریح دیکھی جائے۔

وَلَغَطَ نِسْوَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَانْكَفَأْتُ اِلَیْهِنَّ لِاُسَكِّتَهُنَّ: یعنی انصار کی عورتوں نے شوروغل شروع کردیا۔ تو میں ان کی طرف لپکی کہ انہیں خاموش کروں........... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں نوافل میں بھی شریک جماعت ہوا کرتی تھیں۔ باب ۱۳ روایت نمبر ۸۹۹ کی تشریح میں حضرت اسماءؓ کے انہی الفاظ کی بناء پر روایت نمبر ۹۲۲ کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ عورتیں دن کو بھی نماز میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ رات کی نمازوں تک ہی ان کی شمولیت محدود نہ تھی۔

فَاَعْطٰی رِجَالًا وَ تَرَکَ رِجَالًا: روایت نمبر۹۲۳، کتاب فرض الخمس باب ۱۹ روایت نمبر۳۱۴۵ میں بھی آئے گی۔ وہاں یہ ذکر ہے کہ آپ نے بعض کو تالیف قلب کی غرض سے دیا اور بعض کو نہیں دیا۔ جس سے آپ کے اختیار و تصرف کی وسعت اور بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔ وہاں اس کی مزید تشریح دیکھئے۔

روایت نمبر۹۲۴ کے لیے کتاب صلاۃ التراویح تشریح باب ا روایت نمبر۲۰۱۲ بھی دیکھئے۔ اور روایت نمبر۹۲۵ کے تعلق میں قارئین کئی جگہ آنحضرت ﷺ کے خطبات میں فقرہ اما بعد دیکھیں گے۔ روایت نمبر۹۲۶ کے لئے دیکھئے کتاب النکاح باب ۱۰۹ روایت نمبر۵۲۳۰، جہاں حضرت علیؓ کے ابوجہل کی بیٹی سے ارادۂ نکاح کا ذکر ہے۔ روایت نمبر۹۲۷ کے لئے دیکھئے کتاب مناقب الانصار باب ۱۱ روایت نمبر۳۸۰۰۔ یہاں یہ روایتیں مجمل ہیں، لیکن مذکورہ بالا ابواب میں مفصل۔

ان تمام روایات سے پایا جاتا ہے کہ الفاظ **اما بعد** خطبہ جمعہ کے ساتھ مخصوص نہ تھے۔ شاہان روم و فارس کو جو خطوط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائے۔ ان میں بھی یہ الفاظ استعمال کئے گئے۔ (دیکھئے روایت نمبر۷)

بَاب ۳۰: اَلْقَعْدَةُ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا

۹۲۸: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا.

۹۲۸: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: بشر بن مفضل نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ (عمری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے پڑھتے۔ جن کے درمیان آپؐ بیٹھتے۔

اطرافه: ۹۲۰۔

تشریح

اَلْقَعْدَةُ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ: یہ وقفہ نہ صرف ستانے کی غرض سے بلکہ سننے والوں کے ذہن کو بھی آرام دینے کے لئے ضروری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل حق و حکمت پر مبنی تھا۔ انسان دیر تک توجہ قائم نہیں رکھ سکتا اور خطبہ جمعہ کو توجہ سے سننے کی تاکید کی گئی ہے۔ جیسا کہ اگلے باب کے عنوان سے واضح ہے۔ امام بخاریؒ نے ان دو ابواب کی ترتیب میں غالباً یہی امر ملحوظ رکھا ہے۔

بَاب ۳۱: اَلْاِسْتِمَاعُ إِلَى الْخُطْبَةِ

خطبہ غور سے سننا

۹۲۹: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُوْنَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي بَدَنَةً ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ.

اطرافہ: ۳۲۱۱۔

۹۲۹: آدم نے ہم سے بیان کیا، کہا: (محمد بن عبدالرحمٰن) بن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے ابوعبداللہ اغر (سلمان) سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو ملائکہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوکر لکھتے ہیں جو پہلے آتا ہے، اس کا پہلے اور سویرے جانے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اونٹ کی قربانی کرتا ہے۔ پھر اس شخص کی جو ایک گائے کی اور پھر اس کی جو ایک مینڈھے کی۔ پھر اس کی جو مرغی کی قربانی کرتا ہے۔ پھر اس کی جو انڈے کی قربانی کرتا ہے۔ پھر جب امام نکلتا ہے تو وہ اپنے کاغذ لپیٹ لیتے ہیں اور غور سے نصیحت سنتے ہیں۔

تشریح: طَوَوْا صُحُفَهُمْ: ملائکہ کے لکھنے اور کاغذات لپیٹنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ بھی ہماری طرح قلم، دوات اور کاغذات کے محتاج ہیں۔ یہ الفاظ اس لئے اختیار کئے گئے ہیں کہ عالم روحانی کی کیفیات بیان کرنے کے لئے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم اپنے الفاظ میں انہیں بیان کریں۔ مادی دنیا کے حادثات کا اثر ان کی اپنی اپنی نوعیت کے مطابق ملائکۃ اللہ کے ذریعے سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے آئینہ کمالات اسلام- روحانی خزائن جلد۵ صفحہ:۷۹، ۸۰) الفاظ طَوَوْا صُحُفَهُمْ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ جمعہ شروع ہونے سے پہلے آنے والوں کے لئے وہ ثواب مقدر ہے جس کی مثال مختلف قسم کی قربانی سے دی گئی ہے۔

(اس تعلق میں تشریح باب ۴ بھی دیکھئے)

بَاب ۳۲

إِذَا رَأَى الْإِمَامُ رَجُلًا جَاءَ وَهُوَ يَخْطُبُ أَمَرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ

جب امام کسی شخص کو دیکھے کہ اس وقت آیا ہے کہ جب وہ لوگوں سے مخاطب ہے تو اسے کہے کہ وہ دو رکعتیں پڑھ لے

۹۳۰: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْكَعْ.

۹۳۰: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن دینار سے، عمرو نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک شخص آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن لوگوں سے مخاطب تھے۔ آپؐ نے فرمایا: فلاں کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ فرمایا: اٹھو اور نماز پڑھو۔

اطرافه: ۹۳۱، ۱۱۶۶۔

تشریح: اَمَرَهُ اَنْ يُّصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ: جمعہ کے اثناء میں بولنا منع ہے۔ یہاں تک کہ کسی کو چپ کرنے کے لئے کہنا بھی جائز نہیں (روایت نمبر ۹۳۴) مگر یہ ممانعت سامعین کے لئے مخصوص ہے۔ خطیب اس کا پابند نہیں کیونکہ وہ تو بول ہی رہا ہے۔ اس کو اجازت ہے کہ عند الضرورت خطبہ کے اثناء میں کسی سے مخاطب ہو۔ یہ باب ایک اختلافی مسئلہ مدنظر رکھ کر قائم کیا گیا ہے۔ جو اگلے باب کے لئے ایک تمہید ہے۔

بَاب ۳۳: مَنْ جَاءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ

جو اس وقت مسجد میں آئے جب امام لوگوں سے مخاطب ہو تو وہ دو ہلکی رکعتیں پڑھے

۹۳۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ

۹۳۱: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ عمرو سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت جابرؓ سے سنا۔ حضرت جابرؓ نے کہا: ایک شخص جمعہ کے دن (مسجد میں) آیا اور نبی ﷺ تقریر

فَقَالَ أَصَلَّيْتَ قَالَ لَا قَالَ {قُمْ☆} فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

کر رہے تھے۔آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: (اٹھو☆) اور دو رکعتیں پڑھو۔

اطرافہ: ۹۳۰، ۱۱۶۶۔

تشریح: مَنْ جَاءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ: امام مالکؒ کے نزدیک جائز نہیں کہ خطبہ کے دوران میں کوئی نفل پڑھے۔ بلکہ خطبہ سننے کے حکم کی تعمیل نوافل کی ادائیگی پر مقدم ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۲۸) لیکن حدیث: اِذَا دَخَلَ اَحَدُ كُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ متفق علیہ ہے۔ (بخاری- کتاب التهجد- باب ۲۵ ماجاء فی التطوع مثنیٰ مثنیٰ روایت نمبر ۱۱۶۷)
(مسلم- کتاب صلاة المسافرین- باب استحباب تحیة المسجد بر کعتین)

اگر تحیۂ مسجد سے متعلقہ یہ نفل ایسے ہی ہوتے ہیں کہ خطبہ کا سننا ان پر مقدم ہے۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے اثناء میں حضرت سُلَیک غطفانیؓ سے کیوں فرماتے کہ دو نفل پڑھ لیں۔ آپؐ کا یہ ارشاد بتاتا ہے کہ دونوں حکم اپنی اپنی جگہ واجب التعمیل ہیں۔ ان میں کوئی تعارض نہیں۔ خطبہ کے دوران میں آنے والا اس وقت سامعین میں سے شمار ہوگا۔ جب وہ پہلے تحیۂ مسجد پڑھنے کے حکم کی تعمیل کرلے۔ مالکیوں کا سب سے بڑا اعتماد اہل مدینہ کے اس عمل پر ہے۔ جو امام مالکؒ کے زمانہ میں تھا۔ وہ خطبہ کے اثناء میں نفل نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اس سے وہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اہل مدینہ نے سلف صالح سے ہی اخذ کیا ہوگا۔ مگر حضرت ابوسعید خدریؓ کی نسبت یہ ثابت ہے کہ وہ یہ نفل پڑھا کرتے تھے۔ (ترمذی۔ کتاب الجمعۃ۔ باب ما جاء فی الرکعتین اذا جاء الرجل والامام یخطب) اور وہ اہل مدینہ کے مشہور فقہاء میں سے تھے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۲۸)

بَاب ٣٤: رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ

خطبہ میں دونوں ہاتھ اٹھانا

٩٣٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ وَعَنْ يُونُسَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۹۳۲: مسدد (ابن مسرھد) نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالعزیز سے، عبدالعزیز نے حضرت انسؓ سے روایت کی اور (حماد نے ہی) یونس سے، یونس نے ثابت سے، ثابت نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔

☆ لفظ "قُمْ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۵۲۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ الْكُرَاعُ وَهَلَكَ الشَّاءُ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّسْقِيَنَا فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا.

انہوں نے کہا: اس اثناء میں کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن (لوگوں سے) مخاطب تھے ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا: یارسول اللہ گھوڑے تباہ ہو گئے، بکریاں مرگئی ہیں۔ آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مینہ برسائے۔ آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور دعا کی۔

اطرافہ: ۹۳۳، ۱۰۱۳، ۱۰۱۹، ۱۰۲۱، ۱۰۲۹، ۱۰۳۳، ۳۵۸۲، ۶۰۹۳، ۶۳۴۲۔

بَاب ۳۵: اَلْاِسْتِسْقَاءُ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دن خطبہ میں بارش کے لئے دعا مانگنا

۹۳۳: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا وَضَعَهَا حَتَّى ثَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ

۹۳۳: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، کہا: ولید (بن مسلم) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابوعمرو (اوزاعی) نے ہمیں بتایا کہا: اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے مجھے بتایا کہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کو قحط کی مصیبت پڑی۔ اسی اثناء میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن لوگوں سے مخاطب تھے ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! جانور مر گئے ہیں اور بال بچے بھوکے ہیں۔ آپؐ اللہ سے ہمارے لئے دعا کریں۔ تب آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور حالت یہ تھی کہ آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا بھی ہمیں نظر نہ آتا تھا۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ آپؐ نے ہاتھ نیچے نہیں کئے تھے کہ بادل پہاڑوں کی طرح اُمڈ آئے اور منبر سے آپؐ اس وقت

يَتحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذَلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَبَعْدَ الْغَدِ وَالَّذِي يَلِيْهِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى وَقَامَ ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ قَالَ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا يُشِيْرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّحَابِ إِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِي قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ يَجِئْ أَحَدٌ مِّنْ نَّاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

تک نہیں اترے جب تک میں نے مینہ کے قطرے آپؐ کی داڑھی پر سے ٹپکتے نہ دیکھے۔ غرض اس روز دن بھر ہم پر بارش ہوتی رہی اور اگلے دن بھی اور اس سے اگلے دن بھی اور اس کے بعد کے دنوں میں بھی دوسرے جمعہ تک۔ پھر وہی دیہاتی یا (راوی نے یہ) کہا: کوئی اور شخص اٹھا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! عمارتیں گر گئیں اور جانور ڈوب گئے۔ آپؐ اللہ سے ہمارے لئے دعا کریں۔ تب آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا: اے اللہ! ہمارے اردگرد (ہو) اور ہم پر نہ ہو۔ آپ ابر کے جس کنارے کی طرف بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے وہ پھٹ جاتا اور مدینہ تالاب سا بن گیا تھا اور قنات کا نالہ مہینہ بھر بہتا رہا۔ اور جس طرف سے بھی کوئی آتا کثرت باراں کا ہی ذکر کرتا۔

اطرافه: ۹۳۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۹، ۱۰۲۱، ۱۰۲۹، ۱۰۳۳، ۳۵۸۲، ۶۰۹۳، ۶۳۴۲۔

تشریح: **اَلْاِسْتِسْقَاءُ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ:** امام مسلمؒ نے حضرت عمارہ بن رُوَیبہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں ہے کہ اثناء خطبہ میں ہاتھ اٹھانا مکروہ ہے۔ (مسلم. کتاب الجمعة. باب تخفيف الصلاة والخطبة) امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے یہ بتایا ہے کہ رفع الیدین سے یہاں وہ مراد نہیں جو تکبیر کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ دعا کے لئے ہاتھ پھیلانا مراد ہے۔ فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا روایت نمبر ۹۳۲؛ روایت نمبر ۹۳۳ میں بھی ایک دوسری سند سے نقل کی گئی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: فَرَفَعَ يَدَيْهِ : یہاں رفع بمعنے مَدَّ یعنی ہاتھ پھیلایا۔ کتاب المناقب باب علامات النبوۃ روایت نمبر ۳۵۸۲ اور کتاب الاستسقاء میں بھی روایت مندرجہ باب ۳۴ و باب ۳۵ مفصل بیان کی گئی ہے۔ اس روایت کی بناء پر مذکورہ دو باب یہ بتانے کے لئے قائم کئے گئے ہیں کہ خطبہ میں نہ بولنے کا حکم درحقیقت سامعین سے تعلق رکھتا ہے۔ خاص استثنائی حالات میں سامعین میں سے بعض نے بات کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہیں روکا۔ بلکہ ان کی درخواست دعا قبول فرمائی اور آپؐ خطبہ کے اثناء میں ہی دعا میں مشغول ہو گئے۔ پس مسائل کی بنیاد استثنائی واقعات پر قائم کرنا درست نہیں۔

بَاب ٣٦: اَلْإِنْصَاتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ

جمعہ کے دن جب کہ امام لوگوں سے مخاطب ہو خاموش ہو کر سننا

وَإِذَا قَالَ لِصَاحِبِهِ أَنْصِتْ فَقَدْ لَغَا وَقَالَ سَلْمَانُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ.

اور اگر کسی نے اپنے ساتھی سے کہا: چپ رہو تو اس نے بھی لغو بات کی اور حضرت سلمانؓ (فارسی) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جب امام بولے تو سامع چپ ہو کر سنے۔

٩٣٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ.

۹۳۴: یحیٰی بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہمیں لیث نے بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: سعید بن مسیّب نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اپنے ساتھی سے جمعہ کے وقت جبکہ امام لوگوں سے مخاطب ہو کہو چپ رہو تو تم نے بھی لغو بات کی۔

تشریح: أَلْاِنْصَاتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ: عام حالات میں تو یہی حکم ہے کہ انسان خطبہ خاموشی سے سنے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بولنا نفل پڑھنے والے کا نفل پڑھنا، دیہاتی کا درخواست کرنا اور آپ کا خطبہ کے اثناء دعا میں مشغول ہو جانا۔ (روایات مندرجہ باب ۳۲ تا ۳۵) یہ سب استثنائی حالات ہیں۔ مخصوص حالات کے تحت مخصوص تعامل کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ امام بخاریؒ نے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے سابقہ ابواب کو ایک خاص ترتیب میں رکھ کر باب ۳۶ میں وہ حکم جس کا تعلق عام حالات سے ہے دہرایا ہے۔

بَاب ٣٧: اَلسَّاعَةُ الَّتِي فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ

وہ قبولیت کی گھڑی جو جمعہ کے دن میں ہے

٩٣٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ

۹۳۵: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت

رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيْهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللهَ تَعَالَى شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا.

کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا اور فرمایا: اس میں ایک گھڑی ہے جو مسلمان بندہ اس گھڑی کو ایسی حالت میں پائے گا کہ وہ (اس میں) کھڑا نماز پڑھ رہا ہوگا تو وہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے گا وہ اس کو ضرور دے گا اور آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ گھڑی تھوڑی سی ہے۔

اطرافه: ۵۲۹۴، ۶٤۰۰۔

تشریح: **اَلسَّاعَةُ الَّتِيْ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ:** باب ۳۷ میں قبولیت کی خاص گھڑی کا ذکر کر کے یہ اشارہ بھی کر دیا ہے کہ بالکل ممکن بلکہ قرین قیاس ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الٰہی کی تجلی سے انکشاف ہو گیا ہو کہ یہ قبولیت کی گھڑی ہے۔ چنانچہ دعا کرنے کے معاً بعد اسی وقت بارش کا شروع ہو جانا، اس خاص قبولیت پر ایک شاہد ناطق ہے۔

قبولیت کی اس گھڑی کی تعیین میں بیالیس اقوال مروی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ صحیح حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ قبولیت کی گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے اور نماز سے فارغ ہونے کے درمیان ہے۔ (مسلم- كتاب الجمعة- باب فی الساعة التی فی یوم الجمعة) اور اس بارہ میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی روایت بھی بہت مشہور ہے کہ وہ گھڑی عصر کے بعد سورج ڈوبنے تک ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے ان پر اعتراض کیا ہے کہ اس وقت تو نماز جائز نہیں اور ان کی محولہ بالا روایت میں ہے۔ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ یعنی وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہو۔ عبداللہ بن سلامؓ نے اس کا یہ جواب دیا کہ نماز کا انتظار کرنے والا بھی نماز میں ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۴۰) اس سے بعض نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ روایتیں جن میں حدیث نبوی کے الفاظ سے قَائِمٌ کا لفظ محذوف ہے۔ باعتبار لفظی صحت زیادہ صحیح ہیں۔ ورنہ حضرت ابوہریرہؓ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو لفظ قَائِمٌ کی طرف توجہ دلاتے۔ کیونکہ کھڑے ہو کر نماز کا انتظار کرنا کوئی معنے نہیں رکھتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے نزدیک یہ لفظ ثابت شدہ نہیں اور نماز کی انتظار کرنے والا عموماً بیٹھا ہوتا ہے۔ اس لئے صلوٰة سے **مطلق دعا اور نماز کی حالت مراد ہے۔** عبداللہ بن سلامؓ کی روایت بھی صحیح ہے۔ قَائِمٌ يُصَلِّيْ کے الفاظ کی وجہ سے ان کی روایت باعتبار سند کمزور نہیں۔ کیونکہ لفظ ''قیام'' مجازاً مداومت کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ قَائِمٌ يُصَلِّيْ کے معنے ہوں گے دعا کرتا رہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۳۴)

امام ابن حجر عسقلانیؒ نے مختلف اقوال پر جرح وقدح کر کے آخر میں اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ قبولیت کی گھڑی کا تعلق درحقیقت ہر نمازی کی اپنی معنویات سے ہے جو مختلف اوقات میں فیوض ربانیہ کا مورد بن کر استجابت دعا کی

مستحق ہوتی ہیں۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ۵۴۲، ۵۴۳) یہ مذہب صحیح ہے اور اسی کو امام غزالیؒ اور دیگر اہل اللہ نے قبول کیا ہے۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ۵۳۶) قرآن مجید میں اس مبارک گھڑی کو انابت الی اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔انابت کے معنی جھکاؤ۔اس میں مضطرب انسان استجابت دعا سے نوازا جاتا ہے۔ (الزمر:۹اور الروم:۳۴)اور انابت کی ایک حالت دائمی ہے جس سے انبیاء و اولیاء اللہ علیٰ قدر مراتب مخصوص ہیں۔ان کا قلبِ منیب لوگوں کے دکھوں سے مضطر ہو کر آستانہ الٰہی پر جھکتا اور دعا کرتا ہے اور یہ دعا آناً فاناً سنی جاتی ہے۔جیسا کہ مذکورہ بالا واقعہ میں ہوا ہے۔

يَسْـأَ لُ اللّٰهَ شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ : مذکورہ بالا حدیث میں ہے کہ اس مبارک گھڑی میں جو کچھ بھی دعا کرنے والا مانگے گا وہ اسے دیا جائے گا۔اس سے مراد یہی ہے کہ ان قوانین الٰہیہ کے تحت جو اللہ تعالیٰ نے قبولیت دعا کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوگی۔(تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب برکات الدعا- روحانی خزائن جلد۶) (قبولیت دعا کے طریق انوار العلوم جلد۳ صفحہ۴۸۳ مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) ان دونوں کتابوں میں تفصیلاً مشار الیہ قوانین الٰہیہ کا ذکر ہے۔

بَاب ۳۸ : إِذَا نَفَرَ النَّاسُ عَنِ الْإِمَامِ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَصَلَاةُ الْإِمَامِ وَمَنْ بَقِيَ جَائِزَةٌ

اگر جمعہ کی نماز میں لوگ امام کو چھوڑ کر ادھر ادھر چل دیں تو امام کی اور ان لوگوں کی نماز جو باقی رہ گئے ہیں جائز ہوگی

۹۳۶: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَتْ عِيْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوْا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلاً فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا

۹۳۶: معاویہ بن عمرو نے ہم سے بیان کیا، کہا: زائدہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حصین سے، حصین نے سالم بن ابی جعد سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: حضرت جابر بن عبداللہؓ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک قافلہ غلہ اٹھائے ہوئے سامنے آ گیا تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوا بارہ آدمیوں کے اور کوئی نہ رہا۔تب یہ آیت نازل ہوئی: وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً

وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا (الجمعة: ۱۱). ...... یعنی جب وہ تجارت یا کھیل دیکھیں تو اس پر ٹوٹ پڑیں اور تجھے کھڑا چھوڑ دیں۔

اطرافہ: ۲۰۵۸، ۲۰۶٤، ٤۸۹۹۔

تشریح: **اِذَا نَفَرَ النَّاس فَصَلَاةُ الْاِمَامِ وَمَنْ بَقِيَ جَائِزَةٌ :** فقہاء کے درمیان یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے کہ کتنے نمازی ہوں تو جمعہ پڑھنا واجب ہوجاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ مقتدی اور امام ہو۔ بعض کے نزدیک کم از کم تین ہوں۔ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں امام کے سوا تین نمازیوں کا ہونا ضروری ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک چالیس۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۴۳۔ نیز دیکھئے: بداية المجتهد. كتاب الصلاة. الباب الثالث من الجملة الثالثة - الفصل الثانی فی شروط الجمعة جزء اول. امام بخاریؒ کے نزدیک تعداد کی کوئی تعیین نہیں۔ جیسا کہ عنوان باب سے ظاہر ہے کہ امام کے ساتھ اگر ایک بھی رہ جائے تو ان کا جمعہ جائز ہوگا۔ جواز یا عدم جواز میں کسی تعداد کی شرط نہیں۔

فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: فتح الباری میں چار پانچ واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن میں لوگ نماز چھوڑ کر گئے ہیں اور ہر واقعہ میں آیت محولہ بالا کے شان نزول کا انہی الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ (دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۴۵، ۵۴۶) نَزَلَتْ سے یہ بھی ثابت کیا جاچکا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محاورہ کلام میں لفظ نَزَلَتْ سے تطبیق مراد تھی نہ یہ کہ سورۃ جمعہ کی آیات کا ہر دفعہ نزول۔

یہ سورۃ درحقیقت شروع سے لے کر آخر تک ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے پوری ہوئی اور یہ سورۃ آئندہ کے واقعات سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ کے تعلق میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ (بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله و آخرين منهم لما يلحقوا بهم روایت نمبر ۴۸۹۸) {اگر ایمان ثریا سے معلق ہوگا (ثریا ستارہ پر پہنچ جائے گا) تو ایک یا ایک سے زائد مرد اسے پالیں گے۔} اس میں زمانہ کی طرف اشارہ ہے جب مسلمان محض رسمی اور نام کے رہ جائیں گے اور عملاً اپنے نبی متبوع کو چھوڑ چکے ہوں گے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ امام (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کا روحانی وجود تو ہمیشہ قائم رہے گا اس پر مرورِ زمانہ سے کوئی ضعف نہ آئے گا ہاں مسلمانوں میں کمزوری آجائے گی۔ خلاصہ یہ کہ کسی ایک واقعہ سے اس کے نزول کا مخصوص کرنا اس سورۃ کے منشاء کے خلاف ہے اور ایسا ہی روایات کے مفہوم کے خلاف بھی۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا : سورۂ جمعہ ہجرت سے دوسرے سال نازل ہوئی۔ اس وقت مہاجرینؓ اور انصارؓ کی تعداد کافی تھی اور ان مخلص نفوس قدسیہ کی نسبت جنہوں نے اپنے عزیزوں اور جائیدادوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑا، یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ ایک قافلہ کی آمد سن کر خطبہ جمعہ یا دوران نماز ہی بھاگ پڑے ہوں اور ان میں سے کل بارہ رہ گئے ہوں۔ وہ صحابہ جن کے متعلق آسمانی گواہی یہ ہے: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ

الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ {ایسے عظیم مرد جنہیں نہ کوئی تجارت اور نہ کوئی خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے یا نماز کے قیام سے یا زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل کرتی ہے۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل (خوف سے) الٹ پلٹ ہو رہے ہوں گے اور آنکھیں بھی۔} حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت دحیہ کلبیؓ کے جس قافلے کا شام سے لوٹنے کا روایات میں ذکر آتا ہے۔ وہ سورۃ جمعہ نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔ (دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۴۴، ۵۴۵) اس لئے از روئے دِرایت لفظ فَنَزَلَتْ درحقیقت تطبیق دینے کے معنے میں ہی استعمال کیا گیا ہے اور جمعہ چھوڑ کر بھاگنے والے مخلص مہاجرینؓ اور انصارؓ نہ تھے بلکہ منافقین تھے۔ جن کا ذکر صیغہ مخاطب میں نہیں بلکہ صیغہ غائب سے ازراہ تحقیر کیا گیا ہے۔ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا جب وہ تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ یہ تجارت یا تماشہ دیکھنے والے ایسے ہی لوگ تھے۔ ۲ھ اور ۳ھ کا عرصہ خاص طور پر جنگوں کا تھا۔ صرف ۲ھ میں سات چھوٹے بڑے حملے ہوئے۔ پس اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کسی خاص واقعہ کی بناء پر مذکورہ بالا تنبیہ نازل ہوئی تھی اور اس قسم کے واقعہ کا ابتدائی زمانہ میں رونما ہونا طبعی امر تھا تو نماز سے کھسکنے والے یقیناً ایسے ہی کمزور طبع لوگ تھے جو مدینہ میں ہی رہے اور جنہیں جنگی دستوں کے ساتھ احتیاطاً نہیں بھیجا گیا تھا کہ میدان جنگ میں گڑبڑ پیدا نہ کریں۔ بارہ کی تعداد سے نہ روایۃً نہ درایۃً ثابت ہے کہ تمام انصار و مہاجرین مشار الیہ واقعہ کے وقت جمعہ میں موجود تھے، جو قافلے کی خبر سن کر بھاگ پڑے اور آپؐ کو تنہا چھوڑ دیا ہو بلکہ زیادہ سے زیادہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ بھاگنے والے منافقین تھے نہ کہ جاں نثار انصار و مہاجرین۔

بَاب ۳۹: اَلصَّلَاةُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَقَبْلَهَا

جمعہ کے بعد اور اس سے پہلے نماز پڑھنا

۹۳۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ.

اطرافه: ۱۱۶۵، ۱۱۷۲، ۱۱۸۰۔

۹۳۷: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں اور مغرب کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور جمعہ کے بعد (مسجد میں) نہیں پڑھتے تھے۔ جب گھر لوٹ کر جاتے تو دو رکعتیں پڑھتے۔

تشریح: **اَلصَّلَاةُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَقَبْلَهَا:** روایت نمبر ۹۳۷ میں نماز جمعہ سے پہلے نفل پڑھنے کا ذکر نہیں۔ عنوان باب میں اس کا ذکر روایت نمبر ۹۳۱ کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے۔ قیاس بھی اس امر کی تائید کرتا ہے کہ نماز جمعہ سے پہلے دو رکعت نفل پڑھے جائیں۔ کیونکہ نماز ظہر سے پہلے بھی آپؐ دو رکعت پڑھا کرتے تھے اور نماز جمعہ ظہر کی قائم مقام ہے۔ روایت مذکورہ بالا میں جمعہ کے بعد نفل پڑھنے کی صراحت ہے۔ اس لئے عنوان باب میں بھی ان کا ذکر پہلے کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز فریضہ سے پہلے اور اس کے بعد نفل پڑھنا بھی حکمت پر مبنی تھا۔ مشاغل دنیا کے اثر سے بالکل خالی الذہن ہونے کے لئے پہلے ایک تیاری کی ضرورت ہے۔ جو پہلی سنتوں کے ذریعہ سے پوری کی گئی ہے اور نماز فریضہ کی ادائیگی کی حالت میں انسان اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ دنیاوی کاروبار اس کی توجہ نہ کھینچے جس کی روک تھام بعد کی سنتوں سے کی گئی ہے۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (البقرہ:۲۳۹) {اپنی نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص مرکزی نماز کی اور اللہ کے حضور فرمانبرداری کرتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ۔}

وُسْطٰى کا وصف جہاں اس نماز پر اطلاق پاتا ہے جو مشاغل دنیا کے وسط میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کے ضائع ہونے کا خوف ہو۔ اسی طرح اس لفظ کے معنے اعلیٰ درجے کے بھی ہیں اور یہ اعلیٰ درجے کی نماز نماز فریضہ ہے جو نوافل کے درمیان رکھی گئی ہے تا کہ اسے شروع کرنے سے پہلے ذہن مشاغل دنیا کے اثرات سے خالی ہو اور بعد میں بھی جب اسے پڑھا جائے تو کسی قسم کی جلدی اس میں رخنہ انداز نہ ہو اور وہ اطمینان وسکون سے ادا کی جائے۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ کے ارشاد سے عام نمازوں کی نگرانی کی تاکید ہے اور وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰى سے خاص نمازوں کی نگرانی کا ارشاد ہے جن کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب مواقیت الصلاۃ تشریح باب ۱۴، ۱۵۔

بَاب ٤٠ : قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللهِ (الجمعة:١٦)

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل کی جستجو کرو

٩٣٨: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوحَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَتْ فِيْنَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبِعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ تَنْزِعُ أُصُوْلَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ ثُمَّ

۹۳۸: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوغسان نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوحازم نے مجھے بتایا کہ حضرت سہلؓ (بن سعد ساعدی) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم میں ایک عورت تھی وہ اپنی کھیتی کی نالیوں پر چقندر بویا کرتی تھی۔ جب جمعہ کا دن ہوتا تو وہ چقندر کی جڑیں نکال کر ایک ہانڈی میں ڈالتی

تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيْرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُوْنُ أُصُوْلُ السِّلْقِ عَرْقَهُ وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَرِّبُ ذٰلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَنَلْعَقُهُ وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ.

اور اس کے اوپر مٹھی بھر جو کا آٹا پیس کر ڈالتی۔ گویا چقندر کی جڑیں اس میں بوٹیاں ہوتیں۔ ہم جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر لوٹتے اور اس کو سلام کرتے اور وہ یہ کھانا ہمارے سامنے رکھتی اور ہم اس کو چاٹ لیتے اور اس کے اس کھانے پر ہمیں جمعہ کے دن کی آرزو رہتی۔

اطرافه: ۹۳۹، ۹۴۱، ۲۳۴۹، ۵۴۰۳، ۶۲۴۸، ۶۲۷۹۔

۹۳۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ بِهٰذَا وَقَالَ مَا كُنَّا نَقِيْلُ وَلَا نَتَغَدَّى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

۹۳۹: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبدالعزیز) بن ابی حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت سہلؓ (بن سعد) سے روایت کرتے ہوئے یہی بیان کیا اور کہا: ہم جمعہ کے بعد ہی قیلولہ بھی کرتے اور کھانا بھی کھاتے تھے۔

اطرافه: ۹۳۸، ۹۴۱، ۲۳۴۹، ۵۴۰۳، ۶۲۴۸، ۶۲۷۹۔

تشریح: **وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ**: شروع میں بتایا جا چکا ہے کہ جمعہ کا دن احکام سبت کی پابندیوں سے آزاد ہے۔ اس دن فریضہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے اوقات مخصوصہ میں کاروبار منع ہے۔ اس کے پہلے یا بعد مسلمان کو اجازت ہے کہ کاروبار کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے۔ یہود، عیسائی عائد کردہ پابندیوں کی نگہداشت نہ رکھ سکے۔ ایک نے عملاً سرکشی کی اور دوسرے نے کہہ دیا کہ بار شریعت انسان کے لئے لعنت ہے جو اٹھایا ہی نہیں جا سکتا اور اس نے خون مسیح کے کفارہ کی پناہ لی۔ اسلام نے بڑا احسان کیا کہ نفس کو اس کا حق دیا اور خالق کو اس کا حق اور ہدایت کی کہ روح کو روح کی غذا دو اور جسم کو جسم کی غذا اور اسطرح دونوں کی راحت سے فائدہ اٹھاؤ۔ فرماتا ہے: فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ (الجمعہ: ۱۱) {پس جب نماز ادا کی جا چکی ہو تو زمین میں منتشر ہو جاؤ۔} روایت نمبر ۹۳۸ میں جس عورت کا ذکر کیا گیا ہے وہ ایک دوکاندار تھی۔ جو جمعہ کے دن کھانے پینے کی چیزیں اپنے ہاں تیار کرتی اور جمعہ سے فارغ ہو کر صحابہ کرامؓ جو مضافات سے آتے اس سے خوردنی اشیاء لیتے اور اس کے عوض کسی کے پاس جو میسر ہوتا اسے دیتا۔ اس سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے تجارت کرنا منع نہ تھا وہاں صحابہ کرام کے شوق نماز اور قناعت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

كُنَّا نَتَمَنّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ: اس عورت کے کھانے پر ہمیں جمعہ کی آرزو رہتی۔ ایک موقع پر جمعہ کے اثناء میں بھاگنے والوں سے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ مہاجرین یا انصار تھے صریح غلطی ہے۔ ابتدائی مدنی زمانہ میں جو لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ ان میں کمزور بھی تھے اور منافق بھی اور کمزور نفوس میں زمانہ جاہلیت کا اثر باقی تھا۔ ایسے کمزور یا منافق طبع لوگوں سے ایسی حرکات کا سرزد ہونا ایک طبعی امر تھا۔ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انہی کمزور لوگوں کی تربیت میں بے نظیر کامیابی حاصل ہوئی۔

بَاب ٤١ : اَلْقَائِلَةُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا

٩٤٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ كُنَّا نُبَكِّرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ نَقِيْلُ.

۹۴۰: محمد بن عقبہ شیبانی نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابواسحٰق فزاری نے ہمیں بتایا کہ حمید (طویل) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انسؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: جمعہ کے دن ہم سویرے نماز پڑھ لیتے تھے۔ پھر قیلولہ کرتے۔

اطرافه: ٩٠٥۔

٩٤١: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ تَكُوْنُ الْقَائِلَةُ.

۹۴۱: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہا: ابوغسان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابوحازم نے مجھے بتایا۔ حضرت سہلؓ (بن سعد) سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھتے اور پھر قیلولہ ہوتا۔

اطرافه: ٩٣٨، ٩٣٩، ٢٣٤٩، ٥٤٠٣، ٦٢٤٨، ٦٢٧٩۔

تشریح: **اَلْقَائِلَةُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ:** اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ نماز جمعہ صحابہ اول وقت میں پڑھتے اور اس کے بعد کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے۔ باب ۴۰، ۴۱ کی روایتوں سے واضح ہوتا ہے کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان رچا ہوا تھا جمعہ سے متعلق اس قدر اہتمام دکھلاتے تھے کہ نہ کھانے کی پرواہ کرتے اور نہ نیند کی اور میلوں چل کر جمعہ کی خاطر آتے تھے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿
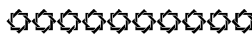
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

١٢- كِتَابُ الْخَوْفِ

بَاب ١ : صَلَاةُ الْخَوْفِ

نمازِ خوف سے متعلق

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالٰى: وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۖ إِنَّ الْكَافِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا○ وَ إِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا أَسْلِحَتَهُمْ ۖ فَإِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَائِكُمْ ۖ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۗ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّنْ مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَّرْضَى أَنْ تَضَعُوْا أَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللهَ

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تمہیں کوئی گناہ نہیں کہ نماز قصر کرو۔ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں دکھ میں ڈالیں گے۔ {یقیناً کافر تمہارے کھلے کھلے دشمن ہیں اور جب تو بھی اُن میں ہو اور تو اُنہیں نماز پڑھائے تو ان میں سے ایک گروہ (نماز کے لیے) تیرے ساتھ کھڑا ہو جائے اور چاہیے کہ وہ (مجاہدین) اپنا اسلحہ ساتھ رکھیں۔ پس جب وہ سجدہ کر لیں تو وہ تمہارے پیچھے ہو جائیں اور دوسرا گروہ آ جائے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی پھر وہ تیرے ساتھ نماز پڑھیں اور وہ اپنے بچاؤ کے سامان اور ہتھیار ساتھ رکھیں۔ جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ چاہتے ہیں کہ کاش تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ دفعۃً تم پر ٹوٹ پڑیں اور اگر تمہیں بارش کی وجہ سے کوئی مشکل ہو یا تم بیمار ہو؛ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے ہتھیار اُتار دو اور اپنا بچاؤ (بہرحال) اختیار کیے رکھو۔ یقیناً اللہ نے

أَعَدَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا۝
(النساء: ۱۰۲-۱۰۳)

کافروں کے لیے بہت رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔}

۹٤۲: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي صَلَاةَ الْخَوْفِ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهُ تُصَلِّيْ وَأَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ وَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَعَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِي لَمْ تُصَلِّ فَجَاءُوْا فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهِ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

۹۴۲: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے زُہری سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا، کہا: میں نے (زہری) سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ نماز پڑھی یعنی نمازِ خوف؟ تو انہوں نے کہا: سالم نے مجھے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نجد کی طرف لڑائی کے لئے گیا۔ ہم دشمن کے مدّ مقابل کھڑے ہوگئے اور اُن کے سامنے صفیں باندھ لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ ایک گروہ آپؐ کے ساتھ کھڑا نماز پڑھتا رہا اور ایک گروہ دشمن کی طرف منہ کئے رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مع ان کے جو آپؐ کے ساتھ تھے رکوع کیا اور دو سجدے کئے۔ پھر یہ لوگ اس گروہ کی جگہ پر لوٹ آئے جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی تھی اور وہ آ گئے۔ آپؐ نے ان کو بھی ایک رکعت پڑھائی اور دو سجدے کئے۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا۔ پھر اُن میں سے ہر ایک کھڑا ہو گیا اور اپنے طور پر اُس نے ایک رکعت پڑھ کر رکوع کیا اور دو سجدے کئے۔

اطرافه: ۹٤۳، ٤١٣٢، ٤١٣٣، ٤٥٣٥.

تشریح: **صَلَاةُ الْخَوْفِ:** صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں سورۂ نساء کی محولہ بالا آیت (نمبر۱۰۲) ساری نقل کی گئی ہے اور بعض میں اختصار کے ساتھ۔ قرآن مجید میں دو جگہ صلوٰۃ خوف کا ذکر آیا ہے۔ دوسری آیت کی طرف اگلے باب میں اشارہ کیا گیا ہے۔ **فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ** (البقرہ:۲۴۰) اور اگر تمہیں اندیشہ ہو تو پیدل یا سوار ہونے کی حالت میں ہی نماز پڑھ لو۔ پھر جب تمہیں امن حاصل ہو جائے تو اللہ کو یاد کرو کیونکہ اس نے تمہیں وہ کچھ سکھایا ہے جو تم پہلے نہ جانتے تھے۔ سورۂ نساء کی محولہ بالا آیت میں وہ حالت بیان کی گئی ہے جس میں باجماعت نماز پڑھی جا سکتی ہے اور سورۂ بقرہ میں اس حالت کا ذکر ہے جب جنگ کی وجہ سے باجماعت نماز پڑھنے کا موقع نہ ملے۔ اس صورت میں اجازت ہے کہ اپنی اپنی جگہ پر جس حالت میں کوئی ہو اور جس طرح ممکن ہو نماز پڑھ لے۔ ان دو مختلف حکموں کو واضح کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے دونوں آیتوں کا مفہوم مدّنظر رکھ کر اس کے مطابق دو الگ الگ روایتیں نقل کی ہیں، یعنی نمبر۹۴۲، ۹۴۳۔

بَاب ۲ : صَلَاةُ الْخَوْفِ رِجَالًا وَرُكْبَانًا رَاجِلٌ قَائِمٌ

خوف کی نماز پاپیادہ اور سواری پر (رِجَالٌ: رَاجِلٌ کی جمع ہے) یعنی کھڑے کھڑے پاپیادہ

۹۴۳ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوًا مِنْ قَوْلِ مُجَاهِدٍ إِذَا اخْتَلَطُوْا قِيَامًا وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ كَانُوْا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَلْيُصَلُّوْا قِيَامًا وَرُكْبَانًا.

۹۴۳: سعید بن یحيٰ بن سعید قرشی نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے، موسیٰ نے نافع سے، نافع نے حضرت (عبداللہ) بن عمرؓ سے مجاہد کے قول کی طرح روایت کی کہ جب وہ (لڑائی میں) آپس میں مل جل جائیں تو کھڑے ہی (نماز پڑھ لیں) حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے اتنا اور بڑھایا ہے کہ اگر (دشمن) زیادہ ہوں تو وہ کھڑے یا سوار ہی نماز پڑھ لیں۔

اطرافه: ۹۴۲، ۴۱۳۲، ۴۱۳۳، ۴۵۳۵۔

تشریح: **صَلَاةُ الْخَوْفِ رِجَالًا وَّرُكْبَانًا:** باب کے عنوان میں رِجَالًا کے معنے قِيَامًا کئے گئے ہیں۔ رَاجِلٌ کے معنی پاپیادہ چلنے والا اور کھڑا دونوں ہیں۔ بعض روایات میں قِيَامًا وَرُكْبَانًا آتا ہے، یعنی خواہ

پاؤں پر کھڑے ہوں یا سواری پر بیٹھے ہوں۔ **رِجَالًا** کے معنوں کی تخصیص کر کے یہ سمجھا گیا ہے کہ یہاں پیدل چلنے کی حالت میں نماز پڑھنا مراد نہیں۔ بلکہ وہ صورت مراد ہے جس کی صراحت مجاہدؒ اور حضرت ابن عمرؓ کی محولہ بالا روایتوں نے کی ہے اور جو آگے آئیں گی۔ روایت نمبر۹۴۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حالتِ خوف میں مقتدی کی باجماعت نماز ایک ایک رکعت ہوگی اور امام کی دو رکعتیں۔ لیکن وہ سفر جو جنگی خطروں سے خالی ہو، اُس میں باجماعت نماز امام اور مقتدیوں کی دو رکعت ہی ہوگی، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور احادیث و آثار سے ثابت ہے۔ ارشاد اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ سے مطلق سفر مراد نہیں بلکہ وہ سفر مراد ہے جس کا تعلق آیت اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کا مصداق ہو۔ اسی فرق کی طرف توجہ دلانے کے لئے امام بخاریؒ ابواب صلوٰۃ الخوف کا عنوان قائم کر کے اس کے مناسب حال روایتیں لائے ہیں۔
ابوداؤدؒ، نسائیؒ اور امام مسلمؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی جو روایت اس بارہ میں نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ فِي الْحَضَرِ اَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً۔ ☆ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حضر میں چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت نماز مقرر کی ہے۔ اس سے یہی باجماعت نماز مراد ہے جو مقتدیوں کو خوف کی حالت میں امام کے پیچھے پڑھنی ہوتی ہے۔ روایت نمبر۹۴۳ کے آخری الفاظ اِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ سے یہ مراد ہے کہ اگر دشمن زیادہ ہوں اور خطرہ بہت ہو تو پھر انہیں اجازت ہے کہ اپنی اپنی جگہ پر جس حالت میں بھی ہوں اور جس طرح ہو سکے نماز پڑھ لی جائے۔ مجاہدؒ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: اِذَا اخْتَلَفُوْا فَاِنَّمَا هُوَ الْاِشَارَةُ بِالرَّاْسِ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۵۶) جب مٹھ بھیڑ ہو اور وہ مل جل جائیں تو پھر (ذکر الٰہی اور) سر کے اشارے سے ہی نماز ادا کی جائے۔ نافعؒ نے اپنی روایت کی سند میں "اِبْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ" کے الفاظ زیادہ کئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ نافع کی روایت مرفوع ہے، برخلاف مجاہدؒ کی روایت کے جو موقوف ہے۔ اس روایت میں دوسری زیادتی یہ ہے: وَاِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اگر دشمن تعداد میں زیادہ ہو اور خطرہ بڑھ جائے۔ امام مسلمؒ نے بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت نمبر۹۴۲ نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: فَاِذَا كَانَ خَوْفٌ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَصَلِّ رَاكِبًا اَوْ قَائِمًا تُوْمِئُ اِيْمَاءً۔ (مسلم. کتاب صلاۃ المسافرین. باب صلاۃ الخوف) اگر خوف اس سے زیادہ ہو تو سواری کی حالت میں یا کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھ لے۔
امام بخاریؒ نے عنوانِ باب۲ میں اور متعلقہ روایت کے ضمن میں بھی ان حوالوں کی طرف اشارہ کر کے انتہائی خوف کی حالت میں اشارے سے نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نماز فریضہ کی ادائیگی حالتِ خوف میں بھی باجماعت ہونی چاہیے۔ بجز اس کے کہ خطرہ کی وجہ سے یہ ناممکن ہو تو ایسی حالت میں قضاء نہیں کرنی چاہیے؛ بلکہ اپنی جگہ سواری پر یا کھڑے ہی اسے پڑھ لیا جائے۔ اگر بوجہ شدتِ خوف یہ بھی ناممکن ہو تو پھر ذکر الٰہی اور اشارے سے نماز پڑھ لے۔ قضاء نہ ہونے دے۔

☆(ابوداؤد. کتاب الصلاة. باب من قال يصلي بكل طائفة ركعة ولا يقضونه)(نسائی. کتاب صلاة الخوف. باب۱)
(مسلم. کتاب صلاة المسافرين وقصرها. باب صلاة المسافرين وقصرها)

بَاب۳: يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ

خوف کی نماز میں ایک، دوسرے کی حفاظت کرے

۹۴۴: حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَكَبَّرَ وَكَبَّرُوْا مَعَهُ وَرَكَعَ وَرَكَعَ نَاسٌ مِنْهُمْ ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوْا مَعَهُ ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِيْنَ سَجَدُوْا وَحَرَسُوْا إِخْوَانَهُمْ وَأَتَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَرَكَعُوْا وَسَجَدُوْا مَعَهُ وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِي صَلَاةٍ وَلَكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا.

۹۴۴: حَیوَہ بن شُرَیح نے ہم سے بیان کیا، کہا: محمد بن حرب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زبیدی سے، زبیدی نے زہری سے، زہری نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ (بن مسعود) سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ اللہ اکبر کہا۔ آپؐ نے رکوع کیا اور اُن میں سے کچھ لوگوں نے رکوع کیا۔ پھر آپؐ نے سجدہ کیا اور لوگوں نے آپؐ کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر آپؐ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے اور جنہوں نے سجدہ کیا تھا وہ بھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنے بھائیوں کی حفاظت کی اور دوسرا گروہ آیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا اور سب لوگ نماز میں ہی رہے لیکن ایک دوسرے کی حفاظت کرتے رہے۔

تشریح: **يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ:** حضرت ابن عباسؓ کی محولہ بالا روایت نمبر۹۴۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں گروہ باجماعت نماز کی نیت کر کے کھڑے ہوں گے۔ ایک گروہ امام کے ساتھ نماز پڑھنے والا اور دوسرا گروہ بطور محافظ۔ ایک گروہ جب ایک رکعت پڑھ لے تو محافظ گروہ کی جگہ پر آ جائے گا اور یہ دوسرا گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے گا۔ اس طرح دونوں گروہ باری باری ایک دوسرے کی حفاظت بھی کریں گے اور نماز کی حالت میں بھی رہیں گے۔ اس روایت میں دوسری رکعت پڑھنے یا نہ پڑھنے کا ذکر نہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت (نمبر۹۴۲) میں ہے کہ انہوں نے دوسری رکعت ادا کی۔ نسائیؒ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ اس میں ان الفاظ سے تصریح ہے: وَلَمْ يَقْضُوْا. (نسائی۔ صلاۃ الخوف باب ۱) یعنی اُنہوں نے دوسری رکعت نہیں پڑھی۔ مسلمؒ،

ابوداؤدؒ اور نسائیؒ کی روایت فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ فِي الْحَضَرِ اَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً بھی اسی امر کی تائید کرتی ہے۔(مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها) (ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب من قال يصلى بكل طائفة ركعة ولا يقضونه) (نسائی، کتاب صلاة الخوف، باب ۱) اور یہ روایت بھی حضرت ابن عباسؓ ہی کی ہے۔ دونوں روایتیں متناقض نہیں۔ بعض وقت شدتِ خوف میں ایسا بھی کیا گیا ہے کہ صرف ایک رکعت پڑھی گئی ہے اور یہ ادائیگی نمازِ خوف کی مختلف صورتیں ہیں جو بوجہ اختلافِ حالات اختیار کی گئی ہیں۔

بَاب ٤ : اَلصَّلَاةُ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ الْحُصُوْنِ وَلِقَاءِ الْعَدُوِّ

قلعوں پر چڑھائی اور دشمن سے مٹھ بھیڑ کے وقت نماز پڑھنا

وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ إِنْ كَانَ تَهَيَّأَ الْفَتْحُ وَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلَاةِ صَلَّوْا إِيْمَاءً كُلُّ امْرِئٍ لِنَفْسِهِ فَإِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْإِيْمَاءِ أَخَّرُوْا الصَّلَاةَ حَتَّى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ أَوْ يَأْمَنُوْا فَيُصَلُّوْا رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا صَلَّوْا رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ {فَإِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا فَلَا☆} يُجْزِئُهُمُ التَّكْبِيْرُ وَيُؤَخِّرُوْهَا حَتَّى يَأْمَنُوْا وَبِهِ قَالَ مَكْحُوْلٌ وَقَالَ أَنَسٌ حَضَرْتُ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ حِصْنِ تُسْتَرَ عِنْدَ إِضَاءَةِ الْفَجْرِ وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ الْقِتَالِ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلَاةِ فَلَمْ نُصَلِّ إِلَّا بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَصَلَّيْنَاهَا وَنَحْنُ مَعَ أَبِي مُوسَى فَفُتِحَ لَنَا وَقَالَ أَنَسٌ وَمَا

اور اوزاعی نے کہا: اگر فتح کی صورت قریب ہو اور لوگ پوری طرح سب ارکان ادا کر کے نماز نہ پڑھ سکیں تو وہ اشارہ سے ہی پڑھ لیں۔ ہر شخص اپنے اپنے طور پر اور اگر اشارہ بھی نہ کر سکتے ہوں تو وہ نماز ملتوی کر دیں۔ یہاں تک کہ جنگ کا نتیجہ ظاہر ہو یا وہ امن میں ہو جائیں تو وہ دو رکعتیں پڑھ لیں اگر نہ پڑھ سکتے ہوں تو ایک ہی رکعت دو سجدوں کے ساتھ پڑھ لیں (اور اگر یہ بھی نہ کر سکیں تو☆) صرف اللہ اکبر کہنا کافی نہیں ہوگا اور وہ اسے ملتوی رکھیں۔ یہاں تک کہ وہ امن میں ہو جائیں اور مکحول (تابعی) کا بھی یہی قول ہے اور حضرت انسؓ (بن مالک) نے کہا کہ میں تُستَر کے قلعہ کی چڑھائی میں موجود تھا جو صبح کی روشنی میں ہوئی۔ لڑائی خوب گرم ہوئی اور لوگ نماز نہ پڑھ سکے اور ہم نے دن چڑھنے کے بعد ہی نماز پڑھی۔ ہم نے نماز پڑھ لی اور اس وقت ہم حضرت ابوموسیٰ (اشعریؓ) کے ساتھ تھے (قلعہ) ہمارے لئے فتح ہو گیا۔ حضرت انسؓ

☆ الفاظ "فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا فَلَا يُجْزِئُهُمْ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۵۵۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

يَسُرُّنِي بِتِلْكَ الصَّلَاةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

(بن مالک) کہتے تھے کہ اس نماز کے عوض میں دنیا اور جو بھی نعمتیں اس میں ہیں مجھے خوش نہیں کرسکتیں۔

۹۴۵: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُبَارَكٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ جَاءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغِيْبَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَاللهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدُ قَالَ فَنَزَلَ إِلَى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا.

۹۴۵: یحییٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: وکیع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے علی بن مبارک سے، علی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، یحییٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ (انصاری) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عمرؓ خندق کے دن آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ مگر اس وقت کہ جب سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے بھی بخدا ابھی تک نہیں پڑھی۔ (حضرت جابرؓ) کہتے تھے: آپؐ بطحان (کے میدان) میں گئے اور آپؐ نے وضو کیا اور عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی۔ پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

اطرافہ: ۵۹٦، ۵۹۸، ٦٤١، ٤١١٢۔

تشریح: **اَخَّرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ:** جنگ کا وقت نہایت نازک ہوتا ہے۔ ایک لمحہ بھر کی غفلت حاصل کردہ فتوحات کو شکست میں آناً فاناً تبدیل کرسکتی ہے۔ ایسی نازک حالت میں نبی ﷺ نے نماز میں تاخیر کی اور جہاد کو نماز پر مقدم فرمایا اور صحابہ کرامؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ عہد نبوی اور مابعد کے مختلف فتوے عنوانِ باب میں نقل کر کے حضرت انسؓ کی روایت کا حوالہ دیا ہے۔ اس حوالہ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ صحابہ کرامؓ کا نقطۂ نظر مفتیوں کے نقطۂ نظر سے جدا ہے۔ ایسی نماز جو بوجہ نزاکت موقع بعد از وقت پڑھی گئی؛ صحابہ کرامؓ کے نزدیک دنیا کی تمام نعمتوں سے محبوب ترین تھی۔ کیونکہ وہ فتح کے بعد پڑھی گئی اور شکریہ کے سارے جذبات سے پُر تھی۔ نماز میں مشارالیہ تاخیر عمداً نہیں کی گئی تھی۔ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ ان کے لئے نماز پڑھنا ممکن نہ تھا۔ شدت جنگ کی وجہ سے باوجود کوشش کے نماز پڑھنے کا موقع نہ ملا۔ عمل صالح وہ عمل ہے جو باقتضائے حال و وقت برمحل وموقع ہو۔

تُسْتَر: اَہواز کے شہروں میں سے ایک شہر ہے جو ۲۰ھ میں بعہد خلافت ثانیہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں فتح ہوا تھا۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۶۰، ۵۶۱) فوج کے امیر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ تھے اور حضرت انسؓ مقدمۃ الجیش کے افسر تھے۔ تُسْتَر میں ہرمزان نے اپنے آپ کو حضرت انسؓ کے امان دینے پر مسلمانوں کے حوالے کر دیا تھا اور پھر حضرت عمرؓ کے پاس جا کر انہوں نے اسلام قبول کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبه، کتاب التاریخ، تتمة باب رقم ما ذکر فی تستر، جزء ۷ صفحہ ۳)

بَاب ۵: صَلَاةُ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ رَاكِبًا وَإِيْمَاءً

جو کوئی دشمن کے پیچھے لگا ہو یا دشمن اس کے پیچھے لگا ہو، سوار رہ کر اور اشارے سے نماز پڑھنا

وَقَالَ الْوَلِيْدُ ذَكَرْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ صَلَاةَ شُرَحْبِيْلَ بْنِ السِّمْطِ وَأَصْحَابِهِ عَلَى ظَهْرِ الدَّابَّةِ فَقَالَ كَذَلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا إِذَا تُخُوِّفَ الْفَوْتُ وَاحْتَجَّ الْوَلِيْدُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ.

اور ولید (بن مسلم) نے کہا: میں نے اوزاعی سے شُرحبیل بن سمط اور ان کے ساتھیوں کا سواری کی پیٹھ پر نماز پڑھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ہمارا بھی یہی مذہب ہے۔ بشرطیکہ وقت نکل جانے کا خوف ہو اور ولید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ کوئی تم میں سے عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں۔

٩٤٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْأَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي لَمْ يُرَدْ مِنَّا ذَلِكَ فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۹۴۶: عبداللہ بن محمد بن اسماء نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ جویریہ (بنت اسماء) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے (حضرت عبداللہ) بن عمرؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپؐ جنگ احزاب سے لوٹے؛ ہم سے فرمایا: کوئی بھی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں۔ پھر بعض کو عصر کا وقت راستے میں ہی آ گیا اور بعض نے کہا: ہم وہاں پہنچ کر ہی نماز پڑھیں گے۔ بعضوں نے (مجھ سے) کہا: نہیں بلکہ ہم نماز پڑھ لیتے ہیں۔ آپؐ کا یہ مطلب نہیں تھا۔

وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِنْهُمْ.

(اس کا) ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیا گیا تو آپؐ نے ان میں سے کسی کو ملامت نہیں کی۔

اطرافه: ۴۱۱۹۔

تشریح: صَلَاةُ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ رَاكِبًا وَّ اِيمَآءً: یہ دونوں موقعے نازک ہوتے ہیں لیکن جس کا پیچھا کیا جارہا ہو وہ عموماً بہ نسبت حملہ آوروں کے زیادہ خطرے میں ہوتا ہے۔ شرحبیل نے جس کا ذکر عنوانِ باب میں کیا گیا ہے، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں خالد بن ولیدؓ کی زیر قیادت حمص فتح کیا تھا۔ شرحبیل نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا تھا کہ صبح کی نماز سواری پر ہی ادا کی جائے مگر اشتر نخعی نے سواری سے اُتر کر نماز پڑھی۔ شرحبیل نے اسے برا مانا اور کہا: مُخَالِفٌ خَالَفَ اللّٰهَ بِهِ. خلاف ورزی کرنے والا۔ اس نے اللہ کے حکم کی بھی خلاف ورزی کی ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۶۳) ولید بن مسلم نے اوزاعیؒ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے جواز کا فتویٰ دیا۔ مگر اسے مشروط کر دیا ہے یعنی اگر نماز کا وقت یا دشمن کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہو تو سواری پر ہی اشارہ سے نماز پڑھ لی جائے۔ مسلم بن ولیدؒ نے اس فتویٰ کی تائید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد سے استدلال کیا ہے۔ غزوہ احزاب سے فارغ ہونے پر بنو قریظہ کی سرکوبی کے لئے آپؐ نے ان پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ اس یہودی قبیلہ نے جنگ کے اثناء میں عہد شکنی کی۔ قریش اور قبائل کو اُکسایا اور مسلمانوں کے خلاف اسلام کے دشمنوں کو ساز وسامان سے مدد دی۔ آپؐ نے منادی کی کہ عصر کی نماز بنو قریظہ میں پڑھی جائے گی۔ راستے میں سورج غروب ہونے لگا تو بعض نے اس حکم کا احترام کیا اور نماز نہیں پڑھی اور بعض نے سواری پر ہی نماز پڑھ لی۔ آپؐ نے کسی کو ملامت نہیں کی۔ اس واقعہ سے دونوں صورتیں جواز کی ثابت ہوتی ہیں۔ اِذَا تَخَوَّفَ الْفَوْتَ کے یہ معنے بھی ہیں کہ جب دشمن کے ہاتھ سے نکل جانے کا ڈر ہو تو سواری پر ہی نماز پڑھ لی جائے یا بعد از وقت قضاء پڑھ لے۔ مگر قضاء کی صورت اسی وقت جائز ہوگی کہ جب امام کا صریح حکم ہو جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم تھا: لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ. ورنہ دراصل مسئلہ یہی ہے کہ سواری پر ہی اشارہ سے پڑھ لے۔ اگر نماز کے وقت کا یا دشمن کے ہاتھ سے نکل جانے کا ڈر ہو تو حکم کی تعمیل لازمی ہے۔

امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شرحبیل کے دو مختلف حکموں کا حوالہ دے کر اطاعت کی طرف توجہ دلائی ہے جو اسلام کا اصل مغز ہے۔ اجتہاد ہر ایک کا کام نہیں۔ سواری پر نماز پڑھنے کی حالت میں بھی ممکن ہے کہ ذرا سی ڈھیل میں دشمن ہاتھ سے نکل جائے۔ ایسے نازک موقعوں پر امیر کے صریح حکم کی پابندی لازم ہے۔ اسی وجہ سے شرحبیل نے نخعی کو باوجود نماز ادا کرنے کے اللہ تعالیٰ کی خلاف ورزی کرنے والا ٹھہرایا ہے۔ کیونکہ نازک وقت میں حکم کی تعمیل ضروری ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فوت ہو جانے پر بوجہ تعمیل حکم ملامت نہیں کی۔ جہاں امام یا امیر کا صریح حکم نہ ہو اور اپنے اختیار کی بات ہو تو وہاں اجتہاد میں موازنہ سے کام لے سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے جنگ احزاب میں کیا۔ (روایت نمبر ۹۴۵) یعنی حالات کا جو مناسب تقاضا ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

بَاب ٦ : اَلتَّبْكِيْرُ وَالْغَلَسُ بِالصُّبْحِ وَالصَّلَاةُ عِنْدَ الْإِغَارَةِ وَالْحَرْبِ

حملہ کے وقت نماز اول وقت پڑھنا اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھنا

٩٤٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ وَثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصُّبْحَ بِغَلَسٍ ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ اللهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ فَخَرَجُوْا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ وَيَقُوْلُوْنَ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ قَالَ وَالْخَمِيْسُ الْجَيْشُ فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذَّرَارِيَّ فَصَارَتْ صَفِيَّةُ لِدِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَصَارَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عِتْقَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ لِثَابِتٍ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أَنْتَ سَأَلْتَ أَنَسًا مَا أَمْهَرَهَا فَقَالَ أَمْهَرَهَا نَفْسَهَا فَتَبَسَّمَ.

۹۴۷: مسدد (بن مسرہد) نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالعزیز بن صہیب اور ثابت بنانی سے، ان دونوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی اندھیرا ہی تھا، صبح کی نماز پڑھی۔ پھر آپؐ سوار ہوئے اور فرمایا: اللہ اکبر، خیبر برباد ہوگیا۔ ہم جب کسی قوم کے آنگن میں ڈیرہ لگاتے ہیں تو پھر اُن لوگوں کی صبح بہت ہی بری ہوتی ہے جو قبل از وقت خطرے سے ڈرائے گئے ہوں۔ یہودی گلی کوچوں میں دوڑتے ہوئے نکلے اور وہ کہہ رہے تھے: محمد اور لشکر۔ راوی نے کہا: خمیس کے معنے لشکر کے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر غالب آگئے۔ آپؐ نے لڑنے والوں کو قتل کیا اور عورتیں اور بچے قید کر لئے۔ پہلے حضرت صفیہؓ حضرت دحیہ کلبیؓ کے حصے میں آئیں اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگئیں۔ تو آپؐ نے ان سے نکاح کر لیا اور آپؐ نے اُن کا مہر اُن کی آزادی کو ہی ٹھہرایا۔ عبدالعزیز نے ثابت سے پوچھا: ابومحمد کیا تم نے حضرت انسؓ سے پوچھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کیا مہر دیا؟ انہوں نے جواب میں کہا: خود انہیں کو ان کے مہر میں دیا۔ (کہتے تھے:) یہ کہہ کر وہ مسکرائے۔

اطرافه: ٣٧١، ٦١٠، ٩٤٧، ٢٢٢٨، ٢٢٣٥، ٢٨٨٩، ٢٨٩٣، ٢٩٤٣، ٢٩٤٤، ٢٩٤٥، ٢٩٩١، ٣٠٨٥، ٣٠٨٦، ٣٣٦٧، ٣٦٤٧، ٤٠٨٣، ٤٠٨٤، ٤١٩٧، ٤١٩٨، ٤١٩٩، ٤٢٠٠، ٤٢٠١، ٤٢١١، ٤٢١٢، ٤٢١٣، ٥٠٨٥، ٥١٥٩، ٥١٦٩، ٥٣٨٧، ٥٤٢٥، ٥٥٢٨، ٥٩٦٨، ٦١٨٥، ٦٣٦٣۔

تشریح: اَلتَّكْبِيرُ وَالْغَلَسُ بِالصُّبْحِ وَالصَّلَاةُ عِنْدَ الْإِغَارَةِ وَالْحَرْبِ:
اس باب کا مقصد یہ ہے کہ لڑائی میں ہمیشہ ضروری نہیں کہ نماز میں تاخیر کی جائے، یا سواری پر پڑھی جائے، بلکہ یہ حکم درحقیقت خاص موقعوں کے لیے ہے۔ دھاوا بولنے اور لڑائی شروع کرنے سے پہلے نماز اوّل وقت بھی پڑھی جاسکتی ہے۔جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر حملہ کرنے سے پہلے پڑھی۔روایت نمبر ۹۴۷ کتاب الصلاۃ، باب ما یذکر فی الفخذ، روایت نمبر ۳۷۱ میں تفصیل سے گذر چکی ہے۔نیز کتاب المغازی، روایت نمبر ۴۲۱۱ اور کتاب النکاح روایت نمبر ۵۱۵۹ میں بھی آئے گی۔ان روایتوں میں مفصل ذکر ہے کہ بی بی صفیہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیسے آئیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡
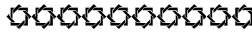
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۱۳- كِتَابُ الْعِيدَيْنِ

بَاب ۱ : فِي الْعِيدَيْنِ وَالتَّجَمُّلِ فِيْهِ☆

عیدین اوران میں☆ زیبائش کرنے کی بابت

٩٤٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوقِ فَأَخَذَهَا فَأَتَى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ابْتَعْ هَذِهِ تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيْدِ وَالْوُفُوْدِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهُ فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَّلْبَثَ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبَّةِ دِيْبَاجٍ فَأَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ فَأَتَى بِهَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّكَ قُلْتَ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَّا

۹۴۸: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: سالم بن عبداللہ نے مجھے بتایا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے: حضرت عمرؓ نے ایک گاڑھے ریشمی کپڑے کا چوغہ جو بازار میں بک رہا تھا، لیا اور (اسے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور کہا: یا رسول اللہ! آپؐ اسے لے لیں۔ عید کے دن اور قاصدوں کی ملاقات کے لئے اسے زیب تن فرمایا کریں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: یہ لباس تو ان لوگوں کا ہے جو (آخرت میں) بےنصیب ہیں۔ (یہ سن کر) حضرت عمرؓ جب تک بھی اللہ نے چاہا ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی چوغہ ان کو بھیجا۔ حضرت عمرؓ اس کو لے کر رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! آپؐ نے تو فرمایا تھا: یہ ان

☆ کشمیھنی کے مطابق اس جگہ "فِیْهِ" کی بجائے "فِیْهِمَا" کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۶۶)

خَلَاقَ لَهُ وَأَرْسَلْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ الْجُبَّةِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبِيْعُهَا أَوْ تُصِيْبُ بِهَا حَاجَتَكَ.

کا لباس ہے جو (آخرت میں) بے نصیب ہیں اور آپؐ نے مجھے یہ چوغہ بھیج دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: آپؓ اس کو بیچ دیں اور اس کی قیمت سے اپنی ضرورت پوری کر لیں۔

اطرافہ: ٨٨٦، ٢١٠٤، ٢٦١٢، ٢٦١٩، ٣٠٥٤، ٥٨٤١، ٥٩٨١، ٦٠٨١۔

بَاب ٢: اَلْحِرَابُ وَالدَّرَقُ يَوْمَ الْعِيْدِ

عید کے دن برچھیوں اور ڈھالوں سے کھیلنا

٩٤٩: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَسَدِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ وَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ دَعْهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا.

۹۴۹: احمد (بن عیسیٰ) نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبداللہ) بن وہب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عمرو (بن حارث) نے ہمیں بتایا کہ محمد بن عبدالرحمٰن اسدی نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نبی ﷺ میرے پاس آئے اور اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں تھیں جو بعاث کی لڑائی کے گیت گا رہی تھیں۔ آپؐ بچھونے پر لیٹ گئے اور اپنا منہ ایک طرف کر لیا اور حضرت ابوبکرؓ اندر آئے۔ تو انہوں نے مجھ کو جھڑکا اور کہا: شیطان کی بانسریاں نبی ﷺ کے پاس! رسول اللہ علیہ السلام ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: انہیں رہنے دو۔ جب آپ کی توجہ ہٹ گئی تو میں نے ان دونوں کو اشارہ کیا۔ وہ باہر چلی گئیں۔

اطرافہ: ٩٥٢، ٩٨٧، ٢٩٠٧، ٣٥٣٠، ٣٩٣١

٩٥٠: وَكَانَ يَوْمَ عِيْدٍ يَلْعَبُ فِيْهِ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَإِمَّا سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۹۵۰: اور یہ عید کا دن تھا۔ اس دن حبشی لوگ ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے۔ یا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا خود آپؐ نے

وَإِمَّا قَالَ تَشْتَهِيْنَ تَنْظُرِيْنَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ خَدِّي عَلَى خَدِّهِ وَهُوَ يَقُوْلُ دُوْنَكُمْ يَا بَنِي أَرْفِدَةَ حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ قَالَ حَسْبُكِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبِي.

فرمایا: تم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔ میرا رخسار آپؐ کے رخسار سے ملا ہوا تھا۔ اور آپؐ کہہ رہے تھے: اے بنی ارفدہ کھیلو۔ آخر جب میں اکتا گئی تو آپؐ نے (مجھ سے) پوچھا: بس۔ میں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: جاؤ۔

اطرافہ: ٤٥٤، ٤٥٥، ٩٨٨، ٢٩٠٦، ٣٥٢٩، ٣٩٣١، ٥١٩٠، ٥٢٣٦۔

بَاب۳: سُنَّةُ الْعِيْدَيْنِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ

عیدین میں اہل اسلام کا طریق عمل

٩٥١: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي زُبَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا.

۹۵۱: حجاج (بن منہال) نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ زبید (بن حارث) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے شعبی سے سنا کہ حضرت براءؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا: پہلا کام جو ہم اپنے اس تہوار میں کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ پھر ہم واپس آکر قربانی کرتے ہیں۔ پس جس نے ایسا کیا تو اس نے ٹھیک ہماری سنت کے مطابق کیا۔

اطرافہ: ٩٥٥، ٩٦٥، ٩٦٨، ٩٧٦، ٩٨٣، ٥٥٤٥، ٥٥٥٦، ٥٥٥٧، ٥٥٦٠، ٥٥٦٣، ٦٦٧٣۔

٩٥٢: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ

۹۵۲: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: حضرت ابوبکرؓ اندر آئے۔ اس وقت میرے پاس انصار کی لڑکیوں میں

الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثَ قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ أَمَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَلِكَ فِي يَوْمِ عِيْدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَهَذَا عِيدُنَا.

سے دولڑکیاں تھیں،وہ گا رہی تھیں جو اشعار بعاث کی جنگ میں انصار نے کہے تھے۔کہتی تھیں: وہ کوئی ڈومنیاں نہ تھیں۔تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ کے گھر میں شیطان کی بانسریاں (لے کر بیٹھی ہو؟)اور یہ واقعہ عید کے دن کا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکرؓ! ہر ایک قوم کی عید ہوا کرتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

اطرافہ: ۹٤۹، ۹۸۷، ۲۹۰۷، ۳۵۳۰، ۳۹۳۱

تشریح: **سُنَّةُ الْعِيدَيْنِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ:** (تشریح باب ۱،۲،۳) امام بخاریؒ نے باب ۱،۲ کے تحت ایسی روایتیں نقل کی ہیں جن سے ضمناً یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کا اپنے تہواروں میں کیا دستور تھا۔حضرت عمرؓ کے الفاظ **تَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيدِ** سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں میں خوبصورت لباس پہنے جاتے تھے اور لڑکیوں کے گانے اور حبشیوں کے کھیلنے سے ظاہر ہے کہ ان دنوں میں گایا بجایا اور کھیلا بھی جاتا تھا اور اب بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ان دو ابواب کے بعد تیسرا باب **سَنَّةُ الْعِيدَيْنِ لِاَهْلِ الْإِسْلَامِ** قائم کرنے سے امام موصوفؒ کا مقصد اس امتیاز کی طرف توجہ دلانا ہے جو اسلامی تہواروں کو دوسرے لوگوں کے تہواروں سے حاصل ہے۔یعنی پہلی اور مقدم غرض تو عبادت ہے اور دوسرے درجہ پر یہ غرض ہے کہ انسان جائز طور پر اپنے نفس کی بھی خوشی پوری کرے۔تیسرے باب کے تحت دو روایتیں (نمبر ۹۵۱، ۹۵۲) انہی دو غرضوں کی طرف توجہ دلانے کے لئے بطور استدلال لائی گئی ہیں۔

اسلام نے افراط و تفریط کے درمیان راہ متوسط اختیار کر کے انسان کی خوشیوں کے موقعوں کو عبادت کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔اگر اطاعت الٰہی نہیں تو دنیا کی کوئی نعمت اس کو خوش نہیں کر سکتی۔پس خوشی کے موقعوں پر جب کہ غفلت کا زیادہ احتمال ہوتا ہے سب سے پہلے عام مسلمانوں کو اکٹھے ہو کر عبادت الٰہی بجالانے کا حکم دیا گیا ہے۔تا اصل مدعائے زندگی ان کی نظر سے اوجھل نہ ہونے پائے اور ہمیشہ یہ ذہن نشین رہے کہ تمام افراد جب تک اطاعت الٰہی میں داخل نہ ہو جائیں اور جب تک ایک وسرے کی خوشی میں شریک نہ ہوں کوئی قوم سچی عید نہیں منا سکتی۔

سچی عید یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں ہو کر انسان اپنے نفس کی خواہشات پوری کرے۔جو لوگ لذات نفس میں اندھا دھند منہمک ہو جاتے ہیں وہ بھی حد اعتدال سے نکل جاتے ہیں اور جو ان سے اپنے آپ کو محروم رکھتے ہیں وہ بھی جادہ استقامت پر نہیں ہوتے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیانی راہ پر چل کر بنی نوع انسان کی صحیح رہنمائی فرمائی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے جیسا کہ ایک موقع پر حضرت ابوبکرؓ کو لڑکیوں کے گانے پر ناراضگی کا اظہار کرنے سے روکا۔(روایت نمبر ۹٤۹) ایک دوسرے موقع پر حضرت عمرؓ کو بھی روکا (روایت نمبر ۹۸۸) عورتیں بھی مردوں کی طرح انسان

ہیں اور طبعی تقاضوں کو پورا کرنے کی انہیں بھی ویسی ہی خواہش ہے جیسی مردوں کو۔ اسلامی پردہ عورتوں کی جائز تفریحات میں حائل نہیں ہوتا۔ روایت نمبر ۹۸۸ میں حضرت عائشہؓ کے پردہ کرنے کا جو ذکر ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حبشیوں کی کھیلیں دیکھنے کے واقعہ سے پہلے پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ یہ جنگی کرتب تھے جو گتکا کی طرز پر کھیلے جاتے تھے۔

بِغِنَاءِ بُعَاثَ: محولہ بالا روایت میں بعاث کے گیتوں کا ذکر آتا ہے۔ **بعاث** قبیلہ اوس کے ایک قلعہ کا نام ہے جو مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ قبائل اوس وخزرج کے درمیان خون ریز لڑائیاں ہوئی ہیں جو ایک سو بیس سال تک ہوتی رہیں۔ آخری معرکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تین سال قبل بعاث مقام پر ہوا تھا۔ اس وجہ سے اس کا نام یوم بعاث مشہور ہوا۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۶۹) وہ لڑکیاں جنگی گیت گا رہی تھیں۔ پس ایسی کھیلیں اور اس قسم کے گیت حرام نہیں بلکہ قوم میں شجاعت اور بہادری جیسی صفات پیدا کرنے کے لئے ازبس ضروری ہیں۔

بَاب ٤ : اَلْأَكْلُ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوْجِ

عید الفطر کے دن باہر جانے سے پہلے کچھ کھانا

۹۵۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ وَقَالَ مُرَجَّأُ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَأْكُلُهُنَّ وِتْرًا.

۹۵۳: محمد بن عبدالرحیم نے ہم سے بیان کیا کہ سعید بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ہشیم (بن بشیر) نے ہمیں خبر دی، کہا: عبیداللہ بن ابی بکر بن انس نے ہمیں بتایا۔ حضرت انسؓ (بن مالک) سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن نہ نکلتے۔ جب تک کچھ کھجوریں نہ کھا لیتے۔ مرجّا بن رجاء نے کہا: عبیداللہ (بن ابی بکر) نے مجھ سے بیان کیا، کہا: حضرت انسؓ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بھی یہی بتایا (اور کہا:) اور آپؐ انہیں طاق صورت میں کھاتے۔

تشریح: **اَلْاَكْلُ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوْجِ:** عید اسلام میں خوشی کا دن ہے جب کہ مسلمان اس ریاضت سے فارغ ہوتا ہے۔ جس کا تعلق ضبط شہوات نفس سے ہے یعنی رمضان کے روزوں میں ایک مسلمان اپنے اسلام یعنی فرمانبردار ہونے کا عملی ثبوت پیش کرتا ہے۔ رمضان کے خاتمہ پر عید کی صبح کو عیدگاہ کی طرف نکلنے سے پہلے ناشتہ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس دن خالی پیٹ روزہ کی حالت میں جانا عید کے اس مفہوم کے منافی ہے جو اسلام ہمارے

ذہن نشین کرانا چاہتا ہے۔اپنے نفس کی خواہش سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق اپنی خواہشات پوری کی جائیں۔ یہ وہ اصل الاصول ہے جس پر اسلام کی تعلیمات کی عمارت قائم ہے اور اسی میں انسان کی اصل عید ہے۔عیدالاضحیٰ کی صبح کو نماز پڑھنے اور قربانی کرنے کے بعد کھانا کھایا جاتا ہے۔جیسا کہ ترمذیؒ اور حاکمؒ وغیرہ کی روایتوں میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور ناشتہ فرماتے تھے۔(ترمذی، کتاب الجمعة، ابواب العیدین، باب ما جاء في الاكل يوم الفطر قبل الخروج) (المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب الصلاةالعیدین، باب لا یخرج یوم الفطر حتی یطعم و لا یطعم یوم النحر حتی یرجع) دونوں موقعوں پر آپؐ کا مختلف طریق عمل اختیار کرنا بتاتا ہے کہ آپؐ ہم سے کیا چاہتے تھے۔یہی کہ پہلے اپنی عبودیت اور قربانی کا عملی ثبوت پیش کریں پھر وہ عید منائیں اس کے بغیر کوئی عید عید نہیں۔

بَاب ٥ : اَلْأَكْلُ يَوْمَ النَّحْرِ

عیدالاضحیٰ کے دن کھانا کھانا

٩٥٤ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ هَذَا يَوْمٌ يُشْتَهَى فِيْهِ اللَّحْمُ وَذَكَرَ مِنْ جِيْرَانِهِ فَكَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَّقَهُ قَالَ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَدْرِيْ أَبَلَغَتِ الرُّخْصَةُ مَنْ سِوَاهُ أَمْ لَا.

اطرافه: ٩٨٤، ٥٥٤٦، ٥٥٤٩، ٥٥٦١.

۹۵۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: اسماعیل نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے محمد (بن سیرین) سے، انہوں نے حضرت انسؓ (بن مالک) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا، چاہیے کہ وہ دوبارہ ذبح کرے۔ اس پر ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا: یہ دن ہے جس میں گوشت کی خواہش ہوتی ہے اور اس نے اپنے پڑوسیوں کی محتاجی کا حال بیان کیا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی۔اس نے کہا اور میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے جو گوشت والی دو بکریوں سے مجھے بہت زیادہ پسند ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت دی۔ میں نہیں جانتا آیا یہ اجازت کسی اور کو بھی ہوئی یا نہیں۔

٩٥٥ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ

۹۵۵: عثمان (بن ابی شیبہ) نے ہم سے بیان کیا، کہا: جریر نے ہمیں بتایا۔انہوں نے منصور سے، منصور نے

الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَضْحَى بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا نُسُكَ لَهُ فَقَالَ أَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ خَالُ الْبَرَاءِ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَإِنِّي نَسَكْتُ شَاتِي قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَكُوْنَ شَاتِي أَوَّلَ مَا يُذْبَحُ فِي بَيْتِي فَذَبَحْتُ شَاتِي وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ أَنْ آتِيَ الصَّلَاةَ قَالَ شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَإِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَنَا جَذَعَةً هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْنِ أَفَتَجْزِي عَنِّي قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

شعبی سے، شعبی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے کہا: عیدالاضحیٰ کے دن نماز کے بعد نبی ﷺ نے ہمیں مخاطب کیا۔فرمایا: جس نے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی۔ تو اس نے ٹھیک قربانی کی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی چونکہ وہ نماز سے پہلے ہوئی اس کی کوئی قربانی نہیں۔ اس پر حضرت ابو بردہ بن نیارؓ نے جو حضرت براء (بن عازبؓ) کے ماموں تھے، کہا: یا رسول اللہ! میں نے تو اپنی بکری نماز سے پہلے ذبح کر لی تھی۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ آج کھانے پینے کا دن ہے اور میں نے چاہا کہ پہلی بکری جو ذبح ہو وہ میرے ہی گھر میں ہو اس لئے میں نے اپنی بکری ذبح کر دی اور نماز کو آنے سے پہلے ناشتہ کیا۔آپؐ نے فرمایا: تمہاری بکری تو گوشت کی بکری ہوئی اس نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے جو مجھے دو بکریوں سے بھی زیادہ پیاری ہے۔کیا وہ میری طرف سے بطور قربانی کافی ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔تمہارے بعد کسی کو بطور قربانی کام نہ آئے گی۔

اطرافہ: ۹۵۱، ۹۶۵، ۹۶۸، ۹۷۶، ۹۸۳، ۵۵۴۵، ۵۵۵۶، ۵۵۵۷، ۵۵۶۰، ۵۵۶۳، ۶۶۷۳۔

تشریح: **اَلْاَكْلُ يَوْمَ النَّحْرِ:** امام بخاریؒ نے باب ۳،۴ کے بعد باب ۵ بھی درحقیقت مذکورہ بالا غرض ملحوظ رکھتے ہوئے قائم کیا ہے۔ باب ۵ میں ترمذیؒ اور حاکمؒ کی مشار الیہا روایات کی کمزوری ثابت کرنا مقصود نہیں۔جیسا کہ بعض شارحین کا خیال ہے (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۷۸) بلکہ اسلام کی سنت بیان کرنا مطلوب ہے کیونکہ حضرت ابو بُردہ بن نیارؓ اپنی خواہش کے مطابق نماز سے پہلے ذبح کر کے کھانے پینے سے فارغ ہو گئے تھے۔اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ. (روایت نمبر ۹۵۵) مسلمانوں کے کام اپنی خواہش کے تحت نہ ہونے

چاہئیں۔ان کے اعمال کا عنوان تو یہ آیت ہے: قُلْ اِنَّ صَلاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن. (الانعام:۱۶۳) کہہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب رب العالمین کے لئے ہیں۔

اس باب کا عنوان قائم کرنے میں یہ احتیاط کی گئی ہے کہ اس میں نفس مسئلہ کو مبہم رکھا گیا ہے۔نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے یا بعد کھانا کھانے کا ذکر نہیں کیا گیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی شرائط کے مطابق روایات میں نماز سے پہلے کھانے کی پوری صراحت نہیں۔ذبح کرنے کی صراحت تو ہے لیکن گوشت کھانے کی صراحت نہیں۔ترمذیؒ وغیرہ کی روایتوں کو مدنظر رکھ کر نیز حضرت ابن نیارؓ کے قول: تَغَدَّیْتُ قَبْلَ اَنْ آتِیَ الصَّلاۃَ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے کھانے کا استدلال کیا گیا ہے۔زیر روایت نمبر ۹۵۱ حضرت براء بن عازبؓ کی یہی روایت مختصراً گذر چکی ہے۔اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ منقول ہیں: اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَءُ بِهٖ فِیْ یَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُصَلِّیَ ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَنْحَرُ اس سے بھی ظاہر ہے کہ عیدالاضحی کے دن پہلا کام نماز تھا نہ کہ کھانا کھانا۔حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے بھی اسی امر کی تائید ہوتی ہے۔دیکھئے اگلا باب اور اس کی روایت نمبر ۹۵۶ اس کے ساتھ باب ۲۲ کی تشریح بھی دیکھی جائے۔

بَاب ٦ : اَلْخُرُوْجُ إِلَى الْمُصَلَّى بِغَيْرِ مِنْبَرٍ

عیدگاہ میں (خالی جانا) منبر نہ لے جانا

٩٥٦ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلَى صُفُوْفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوصِيْهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ فَإِنْ كَانَ يُرِيْدُ أَنْ يَّقْطَعَ بَعْثًا

۹۵۶: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا، کہا: محمد بن جعفر نے ہم سے بیان کیا، کہا: زید (بن اسلم) نے مجھے بتایا۔انہوں نے عیاض بن عبداللہ بن ابی سرح سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں عیدگاہ کو جاتے تو پہلا کام جس سے آپؐ ابتداء کرتے وہ نماز ہوتی۔پھر فارغ ہوکر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے۔آپؐ ان کو وعظ و نصیحت کرتے اور احکام سے آگاہ فرماتے۔پھر اگر کوئی فوج بھیجنا چاہتے تو اس کا فیصلہ کرتے یا کوئی اور حکم دینا ہوتا تو وہ دیتے۔پھر لوٹ جاتے۔حضرت ابوسعیدؓ کہتے تھے: لوگ ہمیشہ

قَطَعَهُ أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ عَلَى ذٰلِكَ حَتَّى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ أَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمُصَلَّى إِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيْرُ بْنُ الصَّلْتِ فَإِذَا مَرْوَانُ يُرِيْدُ أَنْ يَّرْتَقِيَهُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهِ فَجَبَذَنِي فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقُلْتُ لَهُ غَيَّرْتُمْ وَاللهِ فَقَالَ أَبَا سَعِيْدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ فَقُلْتُ مَا أَعْلَمُ وَاللهِ خَيْرٌ مِمَّا لَا أَعْلَمُ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوا يَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ.

اسی طرح کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں مروان کے ساتھ جو مدینہ کا حاکم تھا؛ عیدالاضحی یا عیدالفطر کے لئے نکلا۔ جب ہم عید گاہ میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک منبر ہے جس کو کثیر بن صلت نے بنوایا تھا اور (کہا:) مروان اس پر نماز پڑھنے سے پہلے چڑھنا چاہتا ہے۔ میں نے اس کو کپڑے سے کھینچا تو اس نے مجھے کھینچ لیا اور منبر پر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ پڑھا۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے (سنت کو) بدل ڈالا۔ اس نے جواب دیا: ابوسعیدؓ اب وہ (زمانہ) گذر گیا جس کو تم جانتے ہو۔ میں نے کہا: بخدا جس زمانہ کو میں جانتا ہوں۔ وہ اس زمانہ سے بہتر ہے جس کو میں نہیں جانتا۔ انہوں نے کہا: بات یہ ہے کہ لوگ نماز کے بعد ہمارے لیے بیٹھتے نہیں۔ اس لئے میں نے خطبہ نماز سے پہلے کر دیا ہے۔

اطرافه: ۳۰۴، ۱٤٦۲، ۱۹۵۱، ۲٦۵۸۔

تشریح: **اَلْخُرُوْجُ اِلَى الْمُصَلَّى بِغَيْرِ مِنْبَرٍ:** روایت نمبر ۹۵۶ سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے منبر کے ہونے یا نہ ہونے پر اعتراض نہیں کیا بلکہ نمازِ عید سے پہلے خطبہ پڑھنے کو قابلِ اعتراض سمجھا ہے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک نہ صرف مروان بن حکم کا مذکورہ بالا عمل ہی بلکہ منبر کا عید گاہ میں رکھا جانا بھی خلافِ سنت ہے۔ نیز یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عید گاہ میں منبر نہ ہوتا تھا یہ بھی بعد میں شروع ہوا اگر چہ اس کا تعلق احکامِ شریعت سے نہیں اس لحاظ سے بدعت قرار نہیں پاتا۔ گویا عباداتِ مشروعہ میں کسی قسم کا تصرف ان کے نزدیک جائز نہیں۔ سابقہ دو ابواب کے تسلسل میں یہ باب قائم کیا گیا ہے اور اس سے یہ سمجھنا مطلوب ہے کہ دینی امور میں اپنی مرضی سے کوئی تصرف نہ ہو۔ اگر عباداتِ مشروعہ میں آزادی رائے کی تھوڑی سی گنجائش دی جائے تو وہ عبادتیں تھوڑے ہی عرصے میں کچھ کی کچھ بن جائیں گی۔ امام شافعیؒ نے اس تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے بعض روایات کی بناء پر یہ بیان کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے عید کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھا تھا۔ مروان چونکہ ان کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا اس لئے اس نے بھی ایسا ہی کیا۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۸۲ زیر تشریح باب ۷) ان لوگوں کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اصل مقصود لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا ہے۔ خواہ پہلے ہو یا بعد اور اس تبدیلی کی ضرورت ان کو اس لئے پیش آئی تھی کہ ان کے خطبوں

میں حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں پر طعن وتشنیع ہوتی۔ نماز ختم ہوتے ہی لوگ منتشر ہوجاتے تھے۔ سبب کچھ بھی ہو یہ ان امراء کی کمزوری تھی۔ اس کی وجہ سے سنت نبویہ میں معمولی سا تغیر وتبدل کرنا بھی امام بخاریؒ کے نزدیک جائز نہیں۔

عید کھلے میدانوں میں پڑھی جاتی تھی۔ منبر اٹھوا کر عیدگاہ میں پہنچانا یا منبر بنوانا اور اس کی حفاظت کرنا یہ باتیں تکلیف کا موجب ہیں۔ منبر ایسی شئے نہیں کہ وہ عبادت کے لئے لازمی قرار دیا جائے۔

بَاب ٧: اَلْمَشْيُ وَالرُّكُوْبُ إِلَى الْعِيْدِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ

عید کو چل کر اور سوار ہو کر جانا بغیر اس کے کہ اذان یا تکبیر اقامت ہو

٩٥٧: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ.

اطرافه: ٩٦٣۔

٩٥٧: ابراہیم بن منذر (حزامی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: انس (بن عیاض) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں (پہلے) نماز پڑھتے اور پھر نماز کے بعد لوگوں سے مخاطب ہوتے۔

٩٥٨: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

اطرافه: ٩٦١، ٩٧٨۔

٩٥٨: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام نے ہمیں بتایا کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی۔ وہ کہتے تھے: عطاء نے مجھے بتایا۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ (انصاری) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ان سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے، خطبے سے پہلے نماز پڑھی۔

٩٥٩: قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي أَوَّلِ مَا بُوْيِعَ لَهُ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ بِالصَّلَاةِ

٩٥٩: (ابن جریج) کہتے تھے: اور عطاء نے مجھے بتایا کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابن زبیرؓ کو جب ان کی بیعت کی گئی کہلا بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کے

يَوْمَ الْفِطْرِ وَ إِنَّمَا الْخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلَاةِ.

زمانہ میں عید الفطر کے دن اذان نہیں دی جاتی تھی اور خطبہ نماز کے بعد ہی ہوتا۔

٩٦٠: وَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَا لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَضْحَى.

۹۶۰: (ابن جریج کہتے ہیں:) اور عطاء نے حضرت ابن عباسؓ سے اور حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ دونوں نے کہا: عید الفطر میں اذان نہیں دی جاتی تھی اور عید الاضحیٰ میں بھی۔

٩٦١: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدُ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ يُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ صَدَقَةً قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَتَرَى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ الْآنَ أَنْ يَّأْتِيَ النِّسَاءَ فَيُذَكِّرَهُنَّ حِيْنَ يَفْرُغُ قَالَ إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ أَنْ لَّا يَفْعَلُوْا.

اطرافه: ٩٥٨، ٩٧٨.

۹۶۱: اور انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے بھی یہ روایت نقل کی کہ انہوں نے کہا: میں نے ان سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ اٹھے اور نماز سے آغاز کیا۔ پھر بعد اس کے لوگوں سے مخاطب ہوئے جب نبی ﷺ خطبہ سے فارغ ہوئے تو آپؐ نیچے اترے اور عورتوں کے پاس آئے اور ان کو نصیحت کی اور آپؐ حضرت بلالؓ کے ہاتھ پر سہارا لئے ہوئے تھے اور حضرت بلالؓ اپنے کپڑے کو پھیلائے ہوئے تھے عورتیں اس میں صدقہ ڈالتیں۔ (ابن جریج کہتے تھے:) میں نے عطاء سے کہا: آپ کا کیا خیال ہے اب بھی امام کے لئے ضروری ہے کہ عورتوں کے پاس آئے اور انہیں نصیحت کرے جب وہ خطبہ سے فارغ ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا: یقیناً یہ ان کے لئے ضروری ہے اور انہیں کیا روک ہے کہ وہ ایسا کریں۔

تشریح: **اَلْمَشْيُ وَالرَّكُوبُ اِلَى الْعِيدِ:** ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ کی روایتوں میں آتا ہے کہ نبی ﷺ عید کے لئے پیدل چل کر گئے۔ (ترمذی، کتاب الجمعه، ابواب العیدین، باب ماجاء فی المشی یوم العید) (ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة، باب ما جاء فی الخروج الی العید ماشیا) امام بخاریؒ کے نزدیک تخصیص بلاوجہ ہے۔ روایات سے اس کا ثبوت نہیں ملتا سوار ہو کر یا چل کر جیسی ضرورت ہو دونوں طرح عید کے لئے جانا جائز ہے۔ اگر اس طرح مسائل بنانے کا دروازہ کھولا جائے گا تو یہ مسئلہ بھی اخذ کرنا ہوگا کہ نماز سے فارغ ہو کر کسی کا سہارا لے کر چلا

جائے شارحین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام بخاریؒ نے اس باب میں ترمذی وغیرہ کی روایتیں رد کی ہیں جن میں عید کے لئے چل کر جانے کا ذکر ہے۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ۵۸۲)

بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ: دوسرا مسئلہ اس باب میں اذان اور تکبیر اقامت کے بغیر نماز پڑھنے کا ہے جو روایت نمبر ۹۵۹، ۹۶۰ سے واضح ہے۔ دیگر محدثین کی روایتوں میں بھی اس کی صراحت ہے۔ امام مسلمؒ نے حضرت جابرؓ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ (مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، باب ۱) تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ۵۸۳۔ امام شافعیؒ نے زہریؒ سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ کہہ کر اعلان کر دیا جاتا تھا مگر یہ روایت مرسل ہے۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ۵۸۳)

امام مالکؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ عیدین کی نماز بغیر اذان اور اقامت کا مسئلہ تواتر سے ثابت شدہ ہے۔ (مؤطأ امام مالک، کتاب النداء للصلاة، باب العمل فی غسل العیدین والنداء فیهما) روایات اس بارہ میں مختلف ہیں کہ کس نے عید میں اذان دینے کا حکم دیا؟ ابن ابی شیبہؒ کی مستند روایت حضرت امیر معاویہؓ کی طرف منسوب ہے اور ابن منذرؒ کی روایت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف۔ دونوں کی روایتیں صحیح ہوسکتی ہیں۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت ۶۴ھ ہجری میں یزید بن معاویہ کے مرنے پر کی گئی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کی تقلید میں عیدین میں اذان دینے کا رواج ہو گیا ہو۔ چنانچہ روایات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ زیاد نے بصرہ اور مروان نے مدینہ میں اذان دلوائی جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی ابتدائے خلافت میں نمازِ عید کے لیے اذان دلوائی تو حضرت ابن عباسؓ نے ان کو کہلا بھیجا کہ یہ طریق درست نہیں۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ۵۸۳) باب مذکورہ بالا قائم کر کے امام بخاریؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مشروعہ عبادات میں شخصی رائے کو آزادی دی جائے گی تو نہ صرف یہ کہ غیر ضروری مسائل شریعت میں داخل ہو جائیں گے۔ جیسے چل کر جانے سے متعلق مسئلہ بنالیا گیا۔ بلکہ نبی ﷺ کے جاری کردہ طریق عمل میں بھی ردوبدل شروع ہو جائے گا۔

بَاب۸ : اَلْخُطْبَةُ بَعْدَ الْعِيْدِ

عید کے بعد خطبہ

٩٦٢: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ

۹۶۲: (ضحاک بن مخلد) ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: حسن بن مسلم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم

فَكُلُّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

کے ساتھ عیدین پڑھی ہیں۔ یہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھا کرتے تھے۔

اطرافہ: ۹۸، ۸۶۳، ۹۶۴، ۹۷۵، ۹۷۷، ۹۷۹، ۹۸۹، ۱۴۳۱، ۱۴۴۹، ۴۸۹۵، ۵۲۴۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۷۳۲۵۔

۹۶۳: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُصَلُّوْنَ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

اطرافہ: ۹۵۷

۹۶۳: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابواسامہ (حماد بن اسامہ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ (عمری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں عیدوں (کی نماز) خطبہ سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

۹۶۴: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلْنَ يُلْقِيْنَ تُلْقِي الْمَرْأَةُ خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا.

۹۶۴: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عدی بن ثابت سے، عدی نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن دو رکعتیں پڑھیں اور آپؐ نے نہ اس سے پہلے کوئی (نفل) پڑھے اور نہ اس کے بعد۔ پھر آپؐ عورتوں کے پاس آئے اور حضرت بلالؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے عورتوں کو صدقہ کا حکم دیا تو وہ صدقہ دینے لگیں۔ کوئی عورت اپنی بالی پھینکتی اور کوئی اپنا ہار۔

اطرافہ: ۹۸، ۸۶۳، ۹۶۲، ۹۷۵، ۹۷۷، ۹۷۹، ۹۸۹، ۱۴۳۱، ۱۴۴۹، ۴۸۹۵، ۵۲۴۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۵۸۸۳، ۷۳۲۵۔

۹۶۵: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ

۹۶۵: آدم (بن ابی عیاس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: زبید (بن حارث) نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے شعبی سے سنا

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُّصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسْكِ فِي شَيْءٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْتُ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُّسِنَّةٍ فَقَالَ اجْعَلْهُ مَكَانَهُ وَلَنْ تُوفِيَ أَوْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

کہ حضرت براء بن عازب سے مروی ہے۔انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: پہلا کام جو ہم اپنے اس تہوار میں کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں پھر ہم لوٹ جاتے ہیں اور قربانی کرتے ہیں۔ پس جس نے ایسا کیا وہ ٹھیک ہمارے طریق پر چلا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا وہ صرف گوشت ہی ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا ہے۔قربانی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔اس پر انصار میں سے ایک شخص نے جن کو حضرت ابو بردہ بن نیارؓ کہتے تھے، کہا: یارسول اللہ! میں تو ذبح کر چکا ہوں۔اب میرے پاس ایک برس کی پٹھیا ہے جو دو سال کی بکری سے بہتر ہے۔آپؐ نے فرمایا: اس کی جگہ اس کو ذبح کر دو۔تمہارے بعد کسی کو یہ اجازت کام نہ دے گی۔

اطرافه: ٩٥١، ٩٥٥، ٩٦٨، ٩٧٦، ٩٨٣، ٥٥٤٥، ٥٥٥٦، ٥٥٥٧، ٥٥٦٠، ٥٥٦٣، ٦٦٧٣.

تشریح: **اَلْخُطْبَةُ بَعْدَ الْعِيْدِ:** حضرت معاویہؓ وغیرہ نے مذکورہ بالا سنت بدل ڈالی تھی جیسا کہ روایت نمبر ۹۵۶ میں اس کا ذکر گذر چکا ہے۔اس باب کے تحت چار روائتیں لائی گئی ہیں۔پہلی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے طریق عمل کا حوالہ دیا گیا ہے۔حضرت عثمانؓ کے متعلق بھی حسن بصریؒ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ پہلے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی سنت کے مطابق خطبہ نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے مگر جب دیکھا کہ بعض لوگ نماز باجماعت نہیں پا سکتے تو خطبہ پہلے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۸۲) گویا انہوں نے نماز باجماعت پڑھنے کو خطبہ سننے پر ترجیح دی۔یہ ممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ نے بعض وقت ایسا کیا ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عدم مداومت کی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ نے ان کا نام عمداً نظر انداز کر دیا ہو۔(روایت نمبر ۹۶۳)

روایت نمبر ۹۶۵ سے یہ دلیل رد کی گئی ہے کہ جمعہ کا دن عید قرار دیئے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے احکام عیدین پر جاری ہوں یعنی ان میں بھی جمعہ کی طرح خطبہ نماز سے پہلے پڑھا جائے اور اذان دی جائے۔

جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد نوافل پڑھتے ہیں مگر عیدین میں نہیں۔(دیکھئے روایت نمبر ۹۶۴) روایت نمبر ۹۶۵ میں پھر حضرت براء بن عازبؓ کی روایت ایک اور سند سے نقل کر کے الفاظ اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهٖ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے یعنی پہلے نماز پڑھی جاتی تھی۔ایک سال کی پٹھیا ذبح کرنے کی اجازت حضرت ابو بردہؓ کے لئے خاص ہے۔

بَاب ٩ : مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمْلِ السِّلَاحِ فِي الْعِيْدِ وَالْحَرَمِ

عید میں اور حرم کے اندر ہتھیار لے جانا مکروہ ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ نُهُوْا أَنْ يَّحْمِلُوا السِّلَاحَ يَوْمَ عِيدٍ إِلَّا أَنْ يَّخَافُوْا عَدُوًّا

اور حسن (بصریؒ) نے کہا: عید کے دن لوگوں کو ہتھیار لے جانے سے منع کیا گیا تھا، بجز اس کے کہ انہیں دشمن کا ڈر ہو۔

٩٦٦: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى أَبُو السُّكَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوْقَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِيْنَ أَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمْحِ فِي أَخْمَصِ قَدَمِهِ فَلَزِقَتْ قَدَمُهُ بِالرِّكَابِ فَنَزَلْتُ فَنَزَعْتُهَا وَذَلِكَ بِمِنًى فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ فَجَعَلَ يَعُوْدُهُ فَقَالَ الْحَجَّاجُ لَوْ نَعْلَمُ مَنْ أَصَابَكَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَنْتَ أَصَبْتَنِي قَالَ وَكَيْفَ قَالَ حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِي يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيْهِ وَأَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ الْحَرَمَ.

اطرافہ: ٩٦٧۔

٩٦٦: زکریا بن یحییٰ ابوسُکَین نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبدالرحمٰن) محاربی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: محمد بن سوقہ نے ہمیں بتایا کہ حضرت سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے۔ وہ کہتے تھے: میں (حج میں) حضرت (عبداللہ) بن عمرؓ کے ساتھ تھا۔ جب کہ ان کے پاؤں کے تلوے میں نیزے کی انّی لگی اور ان کا پاؤں رکاب سے چمٹ گیا تو میں اترا اور نیزہ ان کے پاؤں سے کھینچ کر نکالا اور یہ واقعہ منیٰ میں ہوا۔ حجاج کو یہ خبر پہنچی تو وہ ان کی بیمار پرسی کو آئے۔ حجاج نے کہا: کاش ہمیں یہ معلوم ہو کہ کس نے یہ نیزہ آپؓ کو مارا۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا: تم ہی نے مجھے نیزہ مارا ہے۔ حجاج نے کہا: یہ کیسے؟ تو انہوں نے کہا: تم نے ایسے دن میں ہتھیار اٹھوائے ہیں جس دن ان کو اٹھوایا نہیں جاتا تھا۔ اور حرم میں تم نے ہتھیار داخل کئے حالانکہ حرم کے اندر ہتھیار نہیں لائے جاتے تھے۔

٩٦٧: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوْبَ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ عَنْ أَبِيْهِ

٩٦٧: احمد بن یعقوب نے ہم سے بیان کیا، کہا: اسحٰق بن سعید بن عمرو بن سعید بن عاص نے مجھے بتایا کہ ان کے باپ (سعید) سے مروی ہے۔ ان کے باپ نے کہا:

قَالَ دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَأَنَا عِنْدَهُ فَقَالَ كَيْفَ هُوَ فَقَالَ صَالِحٌ فَقَالَ مَنْ أَصَابَكَ قَالَ أَصَابَنِي مَنْ أَمَرَ بِحَمْلِ السِّلَاحِ فِي يَوْمٍ لَا يَحِلُّ فِيهِ حَمْلُهُ يَعْنِي الْحَجَّاجَ.

حجاج حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے اور میں ان کے پاس تھا۔حجاج نے پوچھا: یہ(زخم) کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: اچھا ہے۔حجاج نے کہا: آپؓ کو کس نے مارا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: مجھے اس نے مارا ہے جس نے ایسے دن ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا ہے، جس میں اس کا اُٹھانا جائز نہیں اور اس سے ان کی مراد حجاج تھا۔

اطرافہ: ٩٦٦۔

تشریح: مَا يُكْرَهُ مِنْ حَمْلِ السِّلَاحِ، فِي الْعِيدِ وَالْحَرَمِ : باب۲ میں حبشیوں کا عید کے دن مسجد میں برچھیوں سے کھیلنے کا ذکر گذر چکا ہے مگر یہ کھیل عید کے بعد اور ایسی حالت میں ہوا کہ تماشہ دیکھنے والے محفوظ تھے لیکن عید گاہ اور حرم میں حج کے موقع پر لوگ اس طرح ملے جلے ہوتے ہیں کہ وہاں ہتھیار اٹھائے پھرنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔اس لئے عام حالات میں ان کا اٹھانا مناسب نہیں۔عنوان باب میں حسن بصریؒ کا فتویٰ نقل کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے جواب لَا يَحِلُّ فِيهِ حَمْلَهُ سے مترشح ہوتا ہے کہ عید کے دن ہتھیار اٹھانا مطلق ناجائز ہے۔فتویٰ مذکور کی تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۸۶ نیز باب ۱۳، ۱۴ بھی دیکھئے۔جن میں جواز کی دوصورتیں مذکور ہیں۔حضرت ابن عمرؓ کے زخمی ہونے کا واقعہ حضرت ابن زبیرؓ کی شہادت کے بعد کا ہے۔ان دنوں حجاج بن یوسف ثقفی حجاج کے امیر تھے اور خانہ جنگیوں کی وجہ سے حج کے موقع پر بھی حرم میں حجاج اپنے سپاہیوں سمیت ہتھیار باندھے تھا۔بعض کا خیال ہے کہ چونکہ عبدالملک نے حجاج کو حضرت ابن عمرؓ کی مخالفت سے حکماً روکا تھا، اس لئے اس نے اپنے ایک آدمی کے ذریعے سے ان کو زہر آلود بھالے سے عمداً زخمی کروایا تھا۔وہ اس زخم کی وجہ سے ۷۴ھ میں فوت ہوئے۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۸۷) مگر یہ خیال غلط ہے کیونکہ حجاج بن یوسف ایک عالم دین اور مسائل سے پوری واقفیت رکھنے والے تھے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ حجاج نے اس اجازت میں ضروری احتیاط نہیں کی جس سے حرم کی حرمت قائم نہیں رہی۔

بَاب ١٠ : اَلتَّبْكِيرُ إِلَى الْعِيدِ

عید کے لئے سویرے جانا

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ بُسْرٍ إِنْ كُنَّا فَرَغْنَا فِي هَذِهِ السَّاعَةِ وَذَلِكَ حِينَ التَّسْبِيحِ.

حضرت عبداللہ بن بُسرؓ نے کہا: ہم تو اس وقت فارغ بھی ہو جاتے تھے اور یہ وہ وقت ہے جب کہ (صبح کی نماز کے بعد) نفل پڑھے جاتے ہیں۔

٩٦٨: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ فَقَامَ خَالِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَنَا ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ قَالَ اجْعَلْهَا مَكَانَهَا أَوْ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

٩٦٨: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زبید سے، زبید نے شعبی سے، شعبی نے حضرت براء (بن عازبؓ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: عیدالاضحیٰ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: پہلا کام جو ہم اپنے اس دن میں کرتے ہیں وہ نماز ہے۔ پھر واپس جا کر ہم قربانی کرتے ہیں۔ پس جس نے ایسا کیا تو اس نے ٹھیک ہمارا طریق اختیار کیا اور جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر لیا وہ صرف گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لئے جلدی سے کر لیا۔ قربانی سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ اس پر میرے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیارؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے تو نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر لیا ہے اور میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے جو دو سال والی بکری سے بہتر ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تم اس کو اس کی جگہ قربانی میں دے دو یا فرمایا: اس کو ذبح کر دو اور تمہارے بعد کسی کو بھی ایک سال کی پٹھیا کام نہ دے گی۔

اطرافه: ٩٥١، ٩٥٥، ٩٦٥، ٩٧٦، ٩٨٣، ٥٥٤٥، ٥٥٥٦، ٥٥٥٧، ٥٥٦٠، ٥٥٦٣، ٦٦٧٣.

تشریح: **اَلتَّبْكِيْرُ اِلَى الْعِيْدِ:** فقہاء اس بات پر تو متفق ہیں کہ سورج نکلنے سے پہلے یا نکلتے وقت عید کی نماز پڑھنا جائز نہیں لیکن اس امر میں ان کا اختلاف ہے کہ آیا عید زوال تک پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں۔ عنوان باب میں حضرت عبداللہ بن بُسرؓ کے قول کا حوالہ دے کر روایت نمبر ۹۶۸ کے الفاظ اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهٖ فِيْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُصَلِّيَ سے امام بخاریؒ نے استدلال کیا ہے کہ عید کے دن سب سے پہلا اہتمام نماز کی ادائیگی کا ہونا چاہیے یعنی وہ اول وقت میں پڑھی جائے۔ اس کے بعد دوسرے کام ہوں۔ حضرت ابن بسرؓ کا یہ قول ابوداؤد نے بروایت امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ (ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب وقت الخروج الی العید) کسی عید کے موقع پر امام نے آنے میں دیر کر دی تو انہوں نے اسے ناپسند کیا اور مذکورہ بالا الفاظ کہے جس سے مراد نمازِ اشراق کا وقت تھا۔
(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۸۸)

بَاب ۱۱ : فَضْلُ الْعَمَلِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ

ایامِ تشریق میں اعمال کی فضیلت

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ (الحج: ۲۹) أَيَّامُ الْعَشْرِ وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيْقِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوْقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيْرِهِمَا وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ.

اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ (قرآن مجید میں یہ جو آیا ہے:) وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ. ان سے (ذوالحج کے) دس دن مراد ہیں اور اَيَّامٍ مَعْدُوْدَاتٍ سے مراد ایام تشریق ہیں اور حضرت (عبداللہ) بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ ان دس دنوں میں بازار کو اللہ اکبر کہتے ہوئے جاتے اور لوگ بھی ان کی تکبیر کے ساتھ اللہ اکبر کہتے اور (امام باقر) محمد بن علی نفلوں کے بعد تکبیریں پڑھتے۔

۹۶۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِيْنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ أَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِي هَذِهِ قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ.

۹۶۹: محمد بن عرعرہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سلیمان (بن اعمش) سے، سلیمان نے مسلم البطین سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباسؓ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی عمل بھی جو دوسرے دنوں میں کیا جائے ان دس دنوں کے عمل سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔ لوگوں نے کہا: کیا جہاد بھی نہیں؟ آپؐ نے فرمایا: جہاد بھی نہیں۔ مگر ہاں وہ شخص جو اپنی جان و مال خطرے میں ڈالتے ہوئے نکلے اور پھر کوئی چیز بھی واپس نہ لائے۔

تشریح: فَضْلُ الْعَمَلِ فِيْ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ: تشریق کے معنے کاٹنا اور دھوپ سے خشک کرنا۔ ایام حج میں قربانی کے لئے چار دن ہوتے ہیں۔ عید کا دن اور اس کے بعد تین دن۔ ان دنوں میں قربانی کی جاتی ہے اور ضرورت سے زیادہ گوشت ہونے کی وجہ سے اس کو مصالحہ جات لگا کر دھوپ میں خشک کر لیا جاتا ہے۔ اس لئے ان دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ سورۂ حج میں آتا ہے: وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ (الحج:۲۹) حضرت

ابن عباسؓ کے نزدیک اَیَّامٍ مَعْلُوْمَاتٍ سے مراد ذوالحج مہینے کے دس دن ہیں اور سورۃ البقرۃ میں ہے: وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ (البقرۃ:۲۰۴) یہاں بھی احکام حج کا بیان ہے اور اس میں اَيَّامٍ مَعْدُوْدَات یعنی چند گنتی کے دنوں سے مراد ایام تشریق ہیں۔عنوان باب میں مذکور روایات کے حوالوں کی تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۵۹۰۔

محمد بن علیؒ امام باقر ہیں جو ایام تشریق میں نفلوں کے بعد اللّٰه اکبر کہتے ہوئے ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے تھے۔ یہ حوالے فقہاء کا اختلاف مدنظر رکھ کر دیئے گئے ہیں۔تفصیل کے لئے بداية المجتهد، كتاب الصلاة الثانی، الباب الثامن فی صلاة العيدين۔

امام بخاریؒ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے سوا اور کچھ ثابت نہیں کہ حج کے دس دن من حیث العموم اور قربانی کے ایام من حیث الخصوص مبارک ہیں۔ان میں ذکر الٰہی جس وقت جس طرح بھی ہو، افضل ہی افضل ہے۔ مذکورہ بالا آیتوں میں نہ اس کی تخصیص کی گئی ہے کہ عرفہ کی صبح کو ذکر الٰہی ہو یا ظہر کو، نہ اس کی کہ نماز فریضہ کے بعد ہو یا نوافل کے بعد اور نہ مبارک ایام میں سے کسی دن یا وقت کی ذکر الٰہی کے لئے خصوصیت ہے۔

حدیث نمبر ۹۶۹ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی ایک خاص حالت کو مستثنیٰ فرما کر اسلامی حج کی ماہیت آشکار کردی ہے۔حج دنیا میں عبودیت وعبادت کا معراج ہے اس میں انسان کے ذہن نشین یہ کیا جاتا ہے کہ دنیاوی علائق سے بالکل منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے آ کھڑا ہونا اور پھر وہاں سے اپنا تن من دھن اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے لوٹنا اصل عبودیت ہے اور اس کا نام حج ہے۔یہ حج اور اس قسم کا جہاد دونوں برابر ہیں۔

بَاب ۱۲ : اَلتَّكْبِيْرُ أَيَّامَ مِنًى وَإِذَا غَدَا إِلَى عَرَفَةَ

منیٰ کے دنوں میں تکبیر کہنا اور جب (نویں تاریخ) صبح کو عرفات جائے

وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي قُبَّتِهِ بِمِنًى فَيَسْمَعُهُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُونَ وَيُكَبِّرُ أَهْلُ الْأَسْوَاقِ حَتَّى تَرْتَجَّ مِنًى تَكْبِيْرًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمِنًى تِلْكَ الْأَيَّامَ وَخَلْفَ الصَّلَوَاتِ وَعَلَى فِرَاشِهِ وَفِي فُسْطَاطِهِ وَمَجْلِسِهِ وَمَمْشَاهُ تِلْكَ الْأَيَّامَ جَمِيْعًا وَكَانَتْ مَيْمُوْنَةُ تُكَبِّرُ يَوْمَ النَّحْرِ وَكُنَّ النِّسَاءُ يُكَبِّرْنَ خَلْفَ أَبَانَ بْنِ

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں ہی اپنے خیمہ میں تکبیر کہتے تھے اور مسجد والے ان کی تکبیر سن کر تکبیر کہتے اور بازاروں والے بھی تکبیریں کہنے لگ جاتے۔ یہاں تک کہ فضاءِ منیٰ تکبیروں سے گونج اُٹھتی اور ان دنوں حضرت ابن عمرؓ منیٰ میں اور نمازوں کے بعد اور اپنے بستر پر اور اپنے خیمہ میں اور اپنی مجلس میں اور راستے میں چلتے ہوئے اور ان تمام دنوں میں تکبیریں کہتے اور حضرت میمونہؓ (دسویں تاریخ) قربانی کے دن

عُثْمَانَ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَيَالِيَ التَّشْرِيْقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ.

تکبیریں کہتیں اور عورتیں مسجد میں مردوں کے ساتھ تشریق کی راتوں میں ابان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے پیچھے تکبیریں کہتی تھیں۔

۹۷۰: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَاتٍ عَنِ التَّلْبِيَةِ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ يُلَبِّي الْمُلَبِّي لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ.

اطرافه: ۱۶۵۹۔

۹۷۰: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک بن انس نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: محمد بن ابی بکر ثقفی نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس (بن مالکؓ) سے، جبکہ ہم دونوں صبح کو منٰی سے عرفات کو جا رہے تھے، لبیک کی بابت پوچھا کہ آپ نبی ﷺ کے ساتھ کیسے کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: لبیک کہنے والا لبیک کہتا اور اس پر کوئی اعتراض نہ کرتا اور تکبیریں کہنے والا تکبیر کہتا۔ اس پر بھی کوئی اعتراض نہ کرتا۔

۹۷۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَاصِمٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيْدِ حَتَّى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا حَتَّى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُوْنَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهُ.

۹۷۱: محمد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہم سے عمر بن حفص (بن غیاث) نے، انہوں نے کہا: میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عاصم (بن سلیمان) سے، عاصم نے حفصہ (بنت سیرین) سے، حفصہ نے حضرت ام عطیہؓ سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: ہمیں عید کے دن نکلنے کے لئے کہا جاتا۔ ہم کنواریوں کو بھی ان کے پردے سے نکالتیں بلکہ حائضہ کو بھی نکالتیں اور عورتیں لوگوں کے پیچھے رہتیں اور مردوں کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہتیں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا کرتیں۔ اس دن کی برکت اور پاکیزگی کی امید رکھتیں۔

اطرافه: ۳۲٤، ۳۵۱، ۹۷٤، ۹۸۰، ۹۸۱، ۱۶۵۲۔

تشریح: **اَلتَّکْبِیْرُ اَیَّامَ مِنًی وَ اِذَا غَدَا اِلَی عَرَفَةَ:** ایام منٰی تشریق کے چار دن ہیں۔حاجی عرفات کو نویں تاریخ کی صبح کو جاتے ہیں۔دسویں تاریخ کو منٰی میں قربانی کرتے ہیں اور تیرہ تاریخ تک وہاں ٹھہرتے ہیں۔گویا یہ کل پانچ دن ہیں۔اس میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ آیا اَیَّامٍ مَعْدُوْدَاتٍ میں عرفہ کا دن بھی شامل ہے؟ امام احمد بن حنبلؒ اور سفیان ثوریؒ کا یہ مذہب ہے کہ یوم عرفہ کی نماز فجر پڑھنے کے بعد سے ایام تشریق کے آخری دن یعنی تیرھویں تاریخ عصر تک تکبیریں کہی جائیں اور امام مالکؒ وامام شافعیؒ کا یہ مذہب ہے کہ قربانی کے دن نماز ظہر کے بعد سے تیرھویں تاریخ فجر تک تکبیریں کہی جائیں۔(بدایة المجتهد، کتاب الصلاة الثانی،الباب الثامن فی صلاة العیدین) اور فقہاء میں یہ بھی اختلاف ہے کہ آیا حکم لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ (الحج:۳۸) حج کرنے والوں کے لئے مخصوص ہے یا عام۔امام بخاریؒ کے نزدیک یہ عام حکم ہے۔عرفات اور منٰی دونوں جگہوں میں اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اعلان ہونا چاہیے۔خواہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر یا اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے ہوئے۔

خَلْفَ الصَّلَوَاتِ وَعَلَى فِرَاشِهٖ وَفِيْ فُسْطَاطِهٖ وَمَجْلِسِهٖ وَمَمْشَاهُ تِلْكَ الْاَيَّامِ جَمِيْعًا: یعنی نمازوں کے بعد اور بستر میں اور خیمہ میں اور بیٹھنے کی جگہ اور چلتے وقت اور ان تمام ایام میں ذکر الٰہی جاری رہے۔اس میں نہ نماز فریضہ کی تخصیص ہے نہ نوافل کی، نہ مسجد کی نہ بیٹھنے کی، نہ مرد یا عورت کی۔اکثر اوقات ذکر الٰہی میں ہی گذرنے چاہییں؛عرفات میں بھی اور منٰی میں بھی۔زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ ان دنوں منٰی میں اپنے بتوں کے نام پر قربانی کیا کرتے تھے۔اسلام نے اس کو منسوخ کیا اور قربانی اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار اَز سرِنو تازہ کر دی۔عارق طائی جو زمانہ جاہلیت کا شاعر ہے،وہ عمرو بن ہند مَلِک کو مخاطب کرتا اور کہتا ہے:-

حَلَفْتُ بِهَدْيٍ مُشْعَرٍ بَكَرَاتُهُ
يَخِبُّ بِصَحْرَآءِ الْغَبِيْطِ دَرَادِقُهُ

لَئِنْ لَّمْ تُغَيِّرْ بَعْضَ مَا قَدْ صَنَعْتُمْ
لَاَنْتَحِيَنَّ الْعَظْمَ ذُوْاَنَا عَارِقُهُ

یعنی میں نے جوان اونٹوں کی قسم کھائی ہے جو نشان شدہ ہیں کہ یہ بیت اللہ کی قربانیاں ہیں۔جن کے پلوٹھے آزادی سے صحراء غبیط میں کودتے چلے آرہے ہیں۔اگر تو نے اپنی ظالمانہ کرتوتوں میں سے کسی کا بھی تدارک نہ کیا تو میں گوشت کے ساتھ ہڈیاں تک چبا جاؤں گا۔

علاوہ ازیں بڑے آدمی کی قبر پر گھوڑا ذبح کرنے کی بھی رسم تھی جو منسوخ کر دی گئی۔تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب ادیان العرب فی الجاهلية-صفحہ۹۹تا۱۰۹ مصنفہ محمد نعمان الجارم طبع اول۔

بَاب ۱۳ : اَلصَّلَاةُ إِلَى الْحَرْبَةِ يَوْمَ الْعِيْدِ

عید کے دن برچھی کے سامنے نماز پڑھنا

۹۷۲ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ تُرْكَزُ الْحَرْبَةُ قُدَّامَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ ثُمَّ يُصَلِّي.

أطرافه: ٤٩٤، ٤٩٨، ٩٧٣۔

۹۷۲: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوہاب (ثقفی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ (عمری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عیدالفطر اور عیدالاضحیہ کے دن برچھی گاڑی جاتی۔ پھر آپؐ نماز پڑھتے۔

بَاب ۱٤ : حَمْلُ الْعَنَزَةِ أَوِ الْحَرْبَةِ بَيْنَ يَدَيِ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيْدِ

سم دار چھڑی یا برچھی عید کے دن امام کے آگے لے کر چلنا

۹۷۳ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْدُوْ إِلَى الْمُصَلَّى وَالْعَنَزَةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلَّى بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا.

أطرافه: ٤٩٤، ٤٩٨، ٩٧٢۔

۹۷۳: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، کہا: ولید (بن مسلم) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ہم سے ابی عمرو (اوزاعی) نے بیان کیا، کہا: نافع نے مجھے بتایا۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو عیدگاہ جاتے اور برچھی آپؐ کے آگے آگے اُٹھا کر لے جائی جاتی اور عیدگاہ میں آپؐ کے سامنے گاڑ دی جاتی۔ آپؐ اس کے سامنے نماز پڑھتے۔

تشریح: حَمْلُ الْعَنَزَةِ اَوِ الْحَرْبَةِ بَيْنَ يَدَىِ الْاِمَامِ يَوْمَ الْعِيْدِ: باب ۹ میں گذر چکا ہے کہ عیدگاہ میں ہتھیار اُٹھانا ممنوع ہے۔ مگر سُترہ کے لئے اور خطرہ کی حالت میں امام کی حفاظت کی غرض سے ہتھیار اُٹھا کر اس کے آگے چلنا جائز ہے۔

بَاب ١٥ : خُرُوْجُ النِّسَاءِ وَالْحُيَّضِ إِلَى الْمُصَلَّى

عیدگاہ میں عورتوں اورحیض والیوں کا جانا

٩٧٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أُمِرْنَا أَنْ نُّخْرِجَ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَعَنْ أَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ بِنَحْوِهِ وَزَادَ فِي حَدِيْثِ حَفْصَةَ قَالَ أَوْ قَالَتِ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَيَعْتَزِلْنَ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى.

۹۷۴: عبداللہ بن عبدالوھاب نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے محمد (بن سیرین) سے، محمد نے حضرت ام عطیہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ ہمیں حکم ہوا ہے کہ ہم پردہ دار جوان عورتوں کو بھی (عید کے دن) لے کر جایا کریں اور ایوب سے مروی ہے کہ انہوں نے حفصہ سے بھی ایسی ہی روایت نقل کی۔ حفصہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ ایوب نے یا حفصہ نے کہا: جوان عورتوں اور پردہ نشینوں کو بھی اور حیض والیاں نماز گاہ سے علیحدہ رہتیں۔

اطرافه: ٣٢٤، ٣٥١، ٩٧١، ٩٨٠، ٩٨١، ١٦٥٢۔

تشریح: خُرُوْجُ النِّسَاءِ وَالْحُيَّضِ اِلَى الْمُصَلَّى: باب۱۵ وباب۱۶ یہ بتانے کے لیے قائم کیے گئے ہیں کہ عورتیں اور بچے بھی عید میں شریک ہوں اور حائضہ بھی؛ اگر چہ وہ نماز پڑھنے سے معذور ہیں مگر ذکر الٰہی اور دعاؤں میں شریک ہوسکتی ہیں اور خطبہ عید سے بھی فائدہ اُٹھاسکتی ہیں۔ بچے بھی شریک ہوں تا جتنا فائدہ اٹھاسکتے ہوں اٹھائیں۔ اگر وہ کچھ سمجھ نہیں سکتے تو کم از کم یہ تو ہوگا کہ دیکھنے سے عمدہ باتوں کے اخذ کرنے کی استعداد پیدا ہوکر اُن کے اندر ابتدائی بنیاد قائم ہوجائے گی۔ اسلام عورتوں کی تربیت سے متعلق اتنا ہی اہتمام کرتا ہے جتنا مردوں کے لئے۔ پردہ اس راہ میں قطعاً روک نہیں۔ جیسا کہ آج کل مسلمانوں نے اپنی ناسمجھی سے اس کو روک سمجھ رکھا ہے۔ اس تعلق میں باب ۱۹ اور باب ۲۰ بھی دیکھئے۔

بَاب ١٦ : خُرُوْجُ الصِّبْيَانِ إِلَى الْمُصَلَّى

بچوں کا عیدگاہ کو جانا

٩٧٥ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ.

۹۷۵: عمرو بن عباس نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالرحمٰن نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) سفیان نے ہمیں بتایا۔ عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ میں نبی ﷺ کے ساتھ نکلا۔ آپؐ نے نماز پڑھائی اور پھر آپؐ لوگوں سے مخاطب ہوئے اس کے بعد عورتوں کے پاس تشریف لائے اور انہیں وعظ کیا اور نصیحت کی اور صدقہ دینے کے لئے فرمایا۔

أطرافه: ٩٨، ٨٦٣، ٩٦٢، ٩٦٤، ٩٧٧، ٩٧٩، ٩٨٩، ١٤٣١، ١٤٤٩، ٤٨٩٥، ٥٢٤٩، ٥٨٨٠، ٥٨٨١، ٥٨٨٣، ٧٣٢٥.

بَاب ١٧ : اِسْتِقْبَالُ الْإِمَامِ النَّاسَ فِي خُطْبَةِ الْعِيْدِ

عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونا

قَالَ أَبُو سَعِيْدٍ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَابِلَ النَّاسِ.

حضرت ابوسعیدؓ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے۔

٩٧٦ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَضْحٰى إِلَى

۹۷۶: ابونعیم (فضل بن دکین) نے ہم سے بیان کیا، کہا: محمد بن طلحہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زبید سے، زبید نے شعبی سے، شعبی نے حضرت براءؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ عید الاضحیٰ کے

الْبَقِيعِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ وَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نَّبْدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذَلِكَ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي ذَبَحْتُ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُّسِنَّةٍ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَا تَفِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

دن بقیع کی طرف نکلے۔آپؐ نے دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر آپؐ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ہماری پہلی عبادت اس دن یہ ہوگی کہ ہم نماز پہلے پڑھیں۔ پھر لوٹ کر قربانی کریں۔جس نے ایسا کیا تو اس نے ٹھیک ہماری سنت کے موافق کیا اور جس نے اس سے پہلے ذبح کیا تو اُس نے صرف اپنے گھر والوں کے لئے جلدی کی۔وہ قربانی نہیں ہے۔اس پر ایک شخص اُٹھا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میں تو ذبح کر چکا ہوں۔اب میرے پاس ایک پٹھیا ہے جو دوسالہ بکری سے بھی اچھی ہے۔آپؐ نے فرمایا: اس کو ذبح کرلو اور تمہارے بعد پھر کسی اور کی (یہ غرض) پوری نہیں کرے گی۔

اطرافہ: ۹۵۱، ۹۵۵، ۹۶۵، ۹۶۸، ۹۸۳، ۵۵۴۵، ۵۵۵۶، ۵۵۵۷، ۵۵۶۰، ۵۵۶۳، ۶۶۷۳۔

تشریح: **اِسْتِقْبَالُ الْإِمَامِ النَّاسَ فِيْ خُطْبَةِ الْعِيْدِ:** عنوانِ باب میں حضرت ابوسعید خدریؓ کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ باب ۶ روایت نمبر ۹۵۶ میں گذر چکا ہے۔کتاب الجمعہ باب ۲۸ کے عنوان میں لوگوں کے متوجہ ہونے کو نمایاں کیا گیا ہے۔اس کو دہرانے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عیدین میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریق تھا کہ لوگوں کی طرف روئے سخن ہوتا۔بعض کے نزدیک قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ سمجھا جاتا ہے۔مگر ایسے موقعوں پر امام اور لوگوں کا آمنے سامنے ہونا ضروری ہے۔خواہ ان میں سے کسی کی پیٹھ قبلہ کی سمت ہو۔

بَاب ۱۸: اَلْعَلَمُ الَّذِي بِالْمُصَلَّى

نشان جو عیدگاہ میں لگایا جائے

۹۷۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ

۹۷۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ نے ہمیں بتایا۔سفیان (ثوری) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن عابس نے مجھ سے بیان کیا، کہا: میں نے

عَبَّاسٍ قِيْلَ لَهُ أَشَهِدْتَ الْعِيْدَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَكَانِي مِنَ الصِّغَرِ مَا شَهِدْتُهُ حَتَّى أَتَى الْعَلَمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيْرِ بْنِ الصَّلْتِ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَأَيْتُهُنَّ يُهْوِيْنَ بِأَيْدِيْهِنَّ يَقْذِفْنَهُ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلَى بَيْتِهِ.

حضرت ابن عباسؓ سے سنا۔ ان سے پوچھا گیا: کیا آپؐ نبی ﷺ کے ساتھ عید کی نماز میں موجود تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ بچپن کی وجہ سے اگر مجھے خصوصیت حاصل نہ ہوتی تو میں عید میں آپؐ کے ساتھ نہ ہوتا۔ آپؐ اُس نشان کے پاس آئے جو کثیر بن صلت کے گھر کے پاس تھا۔ آپؐ نے نماز پڑھی۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہوئے۔ اس کے بعد عورتوں کے پاس آئے اور آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ تھے۔ آپؐ نے وعظ کیا اور نصیحت کی اور صدقہ کا انہیں حکم دیا۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ ہاتھ پھیلا پھیلا کر حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالتی جاتی تھیں۔ پھر آپؐ حضرت بلالؓ سمیت گھر کو چلے گئے۔

أطرافه: ۹۸، ۸٦۳، ۹٦۲، ۹٦٤، ۹۷٥، ۹۷۹، ۹۸۹، ۱٤۳۱، ۱٤٤۹، ٤۸۹٥، ٥۲٤۹، ٥۸۸۰، ٥۸۸۱، ٥۸۸۳، ۷۳۲٥۔

تشریح: **اَلْعَلَمُ بِالْمُصَلَّى:** کثیر بن صلت کا مکان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بنا تھا۔ اس کے قریب عیدگاہ تھی وہاں ایک نشان تھا، جس سے عیدگاہ کی حد محفوظ تھی اور باب اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ شہر کے باہر نمازِ عید پڑھنا مستحب ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہاں کوئی جگہ معین نہ ہو۔ نبی ﷺ کی عیدگاہ معین تھی۔

بَاب ۱۹: مَوْعِظَةُ الْإِمَامِ النِّسَاءَ يَوْمَ الْعِيْدِ

عید کے دن امام کا عورتوں کو وعظ کرنا

۹۷۸: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ

۹۷۸: اسحق بن ابراہیم بن نصر نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہم کو ابن جریج نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں: مجھ کو عطاء (بن ابی رباح) نے بتایا۔ حضرت جابر بن عبداللہ (انصاریؓ) سے مروی ہے

قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ يُلْقِي فِيْهِ النِّسَاءُ الصَّدَقَةَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ زَكَاةَ يَوْمِ الْفِطْرِ قَالَ لَا وَلَكِنْ صَدَقَةً يَتَصَدَّقْنَ حِيْنَئِذٍ تُلْقِي فَتَخَهَا وَيُلْقِيْنَ قُلْتُ أَتُرَى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ ذَلِكَ وَيُذَكِّرُهُنَّ قَالَ إِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ لَا يَفْعَلُوْنَهُ.

اطرافه: ۹۵۸، ۹۶۱۔

کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابرؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: عیدالفطر کے دن نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور پہلے نماز پڑھائی۔ پھر آپؐ نے خطبہ پڑھا۔ جب آپؐ فارغ ہوگئے تو عورتوں کے پاس نیچے آئے اور انہیں نصیحت کی۔ آپؐ حضرت بلالؓ کے ہاتھ پر سہارا لئے ہوئے تھے اور حضرت بلالؓ اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے۔ اس میں عورتیں صدقہ ڈال رہی تھیں۔ (ابن جریج کہتے ہیں:) میں نے عطاء سے پوچھا۔ صدقہ فطر دے رہی تھیں؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ صدقہ تھا جو اس وقت دے رہی تھیں۔ کوئی عورت تو اپنے چھلے ڈال رہی تھی۔ دوسری عورتیں بھی کچھ ڈالتی تھیں۔ (ابن جریج کہتے تھے:) میں نے (عطاء سے) پوچھا کہ کیا اَب امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ انہیں نصیحت کرے؟ انہوں نے جواب دیا: بے شک ان پر یہ فرض ہے اور انہیں کیا ہے کہ ایسا نہ کریں۔

۹۷۹: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ شَهِدْتُ الْفِطْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ يُصَلُّوْنَهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يُخْطَبُ بَعْدُ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِيْنَ

۹۷۹: ابن جریج کہتے ہیں کہ حسن بن مسلم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ عیدالفطر پڑھی ہے۔ خطبہ سے پہلے نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد خطبہ ہوتا۔ نبی ﷺ نکلے۔ (یہ مجھے ایسا یاد ہے) جیسے میں (اب بھی) آپؐ کو دیکھ رہا ہوں۔ جب آپؐ اپنے ہاتھ سے لوگوں کو بٹھاتے تھے۔

يُجَلِّسُ بِيَدِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتَّى جَاءَ النِّسَاءَ مَعَهُ بِلَالٌ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ الْآيَةَ (الممتحنة: ۱۳) ثُمَّ قَالَ حِيْنَ فَرَغَ مِنْهَا آنْتُنَّ عَلَى ذَلِكِ قَالَتِ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا نَعَمْ لَا يَدْرِي حَسَنٌ مَنْ هِيَ قَالَ فَتَصَدَّقْنَ فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهُ ثُمَّ قَالَ هَلُمَّ لَكُنَّ فِدَاءٌ أَبِي وَأُمِّي فَيُلْقِيْنَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيْمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ الْفَتَخُ الْخَوَاتِيْمُ الْعِظَامُ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

آپؐ صفوں کو چیرتے ہوئے عورتوں کے پاس آئے۔ حضرت بلالؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے (سورۃ ممتحنہ کی یہ آیتیں) پڑھیں: {اے نبی! جب مومن عورتیں تیرے پاس آئیں (اور) اس (امر) پر تیری بیعت کریں۔......} جب آپؐ ان آیات کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: کیا تم ان باتوں پر قائم ہو؟ اس پر اُن میں سے ایک عورت نے کہا: ہاں۔ دوسری عورتوں نے آپؐ کو جواب نہیں دیا۔ حسن (بن مسلم) نہیں جانتے کہ وہ کون تھی۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا صدقہ دو۔ حضرت بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلا دیا اور کہا: لاؤ ڈالو۔ میرے ماں باپ تم پر قربان اور وہ چھلے اور انگوٹھیاں حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالتی جاتی تھیں۔ عبدالرزاق نے کہا: فَتَخ کے معنی بڑی انگوٹھیوں کے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں ہوا کرتی تھیں۔

اطرافہ: ۹۸، ۸۶۳، ۹۶۲، ۹۶٤، ۹۷۵، ۹۷۷، ۹۸۹، ۱٤۳۱، ۱٤٤۹، ٤۸۹۵، ۵۲٤۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۵۸۸۳، ۷۳۲۵۔

تشریح: **مَوْعِظَةُ الْإِمَامِ النِّسَاءَ:** جس وجہ سے یہ باب قائم کیا گیا ہے وہ روایت نمبر ۹۷۸ کے مضمون سے واضح ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بعد ایک ایسا زمانہ آیا جس میں عورتوں کی شرکت اجتماعی کاموں میں معیوب سمجھی جانے لگی اور پھر آہستہ آہستہ بیرونی دنیا سے ان کے تعلقات کالعدم ہو گئے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپؐ کے بعد بھی وہ مردوں کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری کرتی تھیں۔ (دیکھئے روایت نمبر ۹۸۰) اسلام نے پردہ ان معنوں میں ہرگز جاری نہیں کیا تھا جن معنوں میں آجکل مسلمانوں میں رواج دیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو جو الگ نصیحت کرنے گئے ہیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آپؐ کی آواز نہیں سن سکتی تھیں، نشیب میں بیٹھی ہوئی تھیں جیسا کہ لفظ نَزَلَ سے ظاہر ہے۔

بَاب ٢٠ : إِذَا لَمْ يَكُنْ لَّهَا جِلْبَابٌ فِي الْعِيْدِ

عید میں جب عورت کے پاس جلباب نہ ہو (تو کیا کرے؟)

٩٨٠ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِيَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيْدِ فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ فَأَتَيْتُهَا فَحَدَّثَتْ أَنَّ زَوْجَ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً فَكَانَتْ أُخْتُهَا مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ فَقَالَتْ فَكُنَّا نَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضَى وَنُدَاوِي الْكَلْمَى فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ{ أَعَلَى☆} إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَّهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَّا تَخْرُجَ فَقَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا فَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ حَفْصَةُ فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ أَتَيْتُهَا فَسَأَلْتُهَا أَسَمِعْتِ فِي كَذَا وَكَذَا قَالَتْ نَعَمْ بِأَبِي وَقَلَّمَا ذَكَرَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلاَّ قَالَتْ بِأَبِي

۹۸۰: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ایوب نے ہمیں بتایا۔ حفصہ بنت سیرین سے مروی ہے کہ وہ کہتی تھیں: ہم اپنی لڑکیوں کو عید کے دن باہر نکلنے سے منع کیا کرتی تھیں۔ ایک عورت آئی۔ وہ بنی خلف کے محل میں اتری (جو بصرہ میں تھا) میں اس کے پاس آئی۔ اس نے بیان کیا کہ اس کے بہنوئی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات کئے تھے اور چھ غزوات میں اس کی بہن بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ اس نے کہا: ہم بیماروں کی خدمت کیا کرتیں اور زخمیوں کا علاج معالجہ کرتیں اور اس نے پوچھا: یارسول اللہ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس جلباب نہ ہو اور وہ عید کے دن نہ نکلے۔ تو کیا☆ کوئی حرج ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اس کی ساتھن اپنے جلباب کا ایک حصہ اسے اوڑھا دے اور چاہیے کہ عورتیں نیک کاموں میں اور مومنوں کی دعا میں شریک ہوا کریں۔ حفصہ کہتی تھیں۔ جب حضرت ام عطیہؓ (بصرہ میں) آئیں تو میں ان کے پاس آئی اور ان سے پوچھا: کیا آپؓ نے فلاں فلاں بات کے متعلق سنا ہے؟

☆ لفظ "أَعَلَى" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۶۰۴)

قَالَ لِيَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ أَوْ قَالَ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ شَكَّ أَيُّوبُ وَالْحُيَّضُ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ فَقُلْتُ لَهَا آلْحُيَّضُ قَالَتْ نَعَمْ أَلَيْسَ الْحَائِضُ تَشْهَدُ عَرَفَاتٍ وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا.

انہوں نے کہا: ہاں۔ میرا باپ آپؐ پر قربان اور جب بھی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتیں تو کہتیں میرا باپ آپؐ پر قربان ہو۔ آپؐ نے فرمایا: پردہ دار جوان عورتیں یا فرمایا: چاہیے جوان عورتیں اور پردہ نشین بھی نکلیں؟ ایوب نے شک کیا (کہ ان دونوں میں سے کونسے الفاظ تھے) اور حیض والیاں بھی نکلا کریں مگر حیض والیاں نماز گاہ سے الگ رہیں اور نیک کاموں اور مومنوں کی دعا میں شریک ہوں۔ (حفصہ) کہتی تھیں کہ میں نے ان سے کہا: کیا حیض والیاں بھی نکلیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ کیا حائضہ (حج کے موقع) پر عرفات میں موجود نہیں ہوتی اور فلاں فلاں مقام میں بھی حاضر نہیں ہوتی؟

اطرافه: ۳۲٤، ۳٥۱، ۹۷۱، ۹۷٤، ۹۸۱، ۱٦٥۲۔

تشریح: **اِذَا لَمْ يَكُنْ لَّهَا جِلْبَابٌ فِي الْعِيْدِ:** جلباب عربی زبان میں وہ کپڑا ہے جو بدن کے کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے اور عباء کی طرح سلا ہوا ہوتا ہے اور فراخ ہوتا ہے۔ کندھوں پر ڈال لیا جاتا ہے۔ جیسے عباء پہنی جاتی ہے اور اس سے بدن کے کپڑے سینہ اور ہاتھ چھپ جاتے ہیں۔ اگر اس کو سر پر لے لیا جائے تو اوڑھنی کا کام بھی دیتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عورتیں نمائش کی عادی تھیں وہ اپنے جلباب کے سامنے کا حصہ کھلا چھوڑ دیتی تھیں جس سے چھاتی وغیرہ کا سامنے کا حصہ ظاہر ہو جاتا۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں ان کو حکم ہوا: يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ. (الاحزاب:٦٠) اپنے جلباب (بڑی چادریں) سرکا کر نیچے لے آئیں تا آسانی سے پہچانی جائیں (کہ وہ مسلمان عورتیں ہیں) اور انہیں تکلیف نہ دی جائے۔

۱۹۱۴ء اور پھر ۱۹۲۵ء میں مجھے عراق، عرب اور بغداد میں رہنے کا موقع ملا اور اثنائے قیام میں شہروں اور بدوی قبائل میں بھی جانے کا موقع ملا اور میں نے قبائل میں دیکھا اور حمص اور بغداد میں عرب عیسائی اور یہودی عورتوں کو بھی دیکھا کہ وہ جلباب پہن کر باہر نکلتیں اور سامنے سے اسے کھلا چھوڑ دیتیں۔ مردوں کو دیکھ کر وہ جلباب کا وہ حصہ جو سر پر ہوتا اسے سرکا کر اپنے چہرے کو چھپا لیتیں جیسے پنجاب میں عورتیں گھونگھٹ سے اپنا چہرہ چھپاتی ہیں اور اسی طرح جلباب کو سامنے سے بھی سمیٹ کر اس کے دونوں حصوں کو قریب کر لیتیں اور اس طرح ان کا سینہ بھی چھپ جاتا۔ جس سے میں یہ سمجھا کہ حکم يُدْنِيْنَ

مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ میں ستر کی یہی صورت بیان کی گئی ہے۔موجودہ برقعہ بہت بعد کی ایجاد ہے۔

باب نمبر۲۰اور۲۱ کے عناوین اور روایت نمبر۹۸۰،۹۸۱ سے ظاہر ہے کہ عید میں عورتوں کا شریک ہونا ضروری ہے۔ جلباب وغیرہ کا نہ ہونا ان کو معذور نہیں ٹھہراتا۔جلباب چونکہ بدن کی پوشاک ڈھانکنے کیلئے ہوتا تھا۔اس لئے وہ اتنا فراخ ہوتا کہ دو عورتیں اکٹھی چلتے ہوئے اس کو پردے کی غرض سے استعمال کرسکتی تھیں۔بڑی چادر ہوتو وہ بھی دوسری عورت کو اوڑھائی جاسکتی ہے۔

بَاب ۲۱ : اِعْتِزَالُ الْحُيَّضِ الْمُصَلَّى

حیض والیوں کا نماز کی جگہ سے الگ رہنا

۹۸۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ أُمِرْنَا أَنْ نَّخْرُجَ فَنُخْرِجَ الْحُيَّضَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ أَوِ الْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ.

۹۸۱: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا،کہا:(محمد بن ابراہیم) بن ابی عدی نے ہمیں بتایا۔انہوں نے (عبداللہ) بن عون سے، انہوں نے محمد (بن سیرین) سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے:حضرت ام عطیہؓ نے کہا:ہمیں حکم ہوا کہ ہم (عید کے دن) نکلیں تو ہم حیض والیوں اور جوان عورتوں اور پردہ نشینوں کو بھی باہر لے جائیں۔ابن عون کہتے تھے: یا (یوں کہا:) پردہ نشین جوان عورتوں کو اور جو حائضہ ہوں وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعا میں شریک ہوں۔مگر ان کی نماز کی جگہ سے الگ رہیں۔

اطرافه: ۳۲۴، ۳۵۱، ۹۷۱، ۹۷۴، ۹۸۰، ۱۶۵۲۔

تشریح: **اِعْتِزَالُ الْحُيَّضِ الْمُصَلَّى:** عورتوں کو حائضہ ہونے کی حالت میں نماز گاہ سے الگ رہنے کا حکم اس لئے ہے کہ عورتوں کی صف بندی میں خلل نہ آئے کیونکہ وہ نماز نہیں پڑھ سکتیں اور یہ پابندی اس لئے نہیں کہ نماز گاہ اور مقامات مقدسہ ان کی موجودگی سے ناپاک ہوجاتے ہیں۔اس تعلق میں روایت نمبر۹۸۰ کا آخری حصہ بھی دیکھئے جس میں حضرت ام عطیہؓ وضاحت سے حفصہؒ کے شبہ کا ازالہ کرتی ہیں اور دیکھئے کتاب الحیض باب ۳۰ روایت نمبر۳۳۳۔

اَلْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ: عواتق جمع ہے عاتق کی بمعنے دوشیزہ جو بلوغت کو پہنچ گئی ہو۔ (لسان العرب تحت لفظ عتق) ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ سے مراد پردہ دار جوان عورتیں ہیں۔ خِدْرٌ کے معنی ہیں پردہ یا وہ حصہ مکان جو لڑکیوں کی سکونت کے لئے مخصوص ہو۔ (لسان العرب تحت لفظ خدر)

بَاب ۲۲: اَلنَّحْرُ وَالذَّبْحُ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُصَلَّى

عیدالاضحیہ کے دن عیدگاہ میں (اونٹ اور دیگر جانوروں) کا ذبح کرنا

۹۸۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي كَثِيْرُ بْنُ فَرْقَدٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْحَرُ أَوْ يَذْبَحُ بِالْمُصَلَّى.

۹۸۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: کثیر بن فرقد نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں اونٹ کی یا دوسرے جانور کی قربانی کرتے۔

اطرافه: ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۵۵۵۱، ۵۵۵۲۔

تشریح: **اَلنَّحْرُ وَالذَّبْحُ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُصَلَّى:** ان جانوروں کا شہر سے باہر ذبح کرنا قواعدِ طبیہ کے لحاظ سے بھی پسندیدہ بات ہے۔ عیدالاضحیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کرنے کے بعد گھر لوٹتے اور کھانا تناول فرماتے اسی وجہ سے امام موصوفؒ نے باب ۵ قائم کر کے استدلالاً اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس دن کھانا نماز اور قربانی کے بعد کھانا مسنون ہے۔

بَاب ۲۳: كَلَامُ الْإِمَامِ وَالنَّاسِ فِي خُطْبَةِ الْعِيْدِ وَإِذَا سُئِلَ الْإِمَامُ عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ يَخْطُبُ

عید کے خطبے میں امام اور لوگوں کا کلام کرنا

اور اگر امام سے کچھ پوچھا جائے جبکہ وہ خطبہ دے رہا ہو

۹۸۳: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا

۹۸۳: مسدد (بن مسرہد) نے ہم سے بیان کیا، کہا:

أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَتِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَاللهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ فَتَعَجَّلْتُ وَأَكَلْتُ وَأَطْعَمْتُ أَهْلِي وَجِيْرَانِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ قَالَ فَإِنَّ عِنْدِي عَنَاقَ جَذَعَةٍ هِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَهَلْ تَجْزِي عَنِّي قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

ابوالاحوص (سلام بن سلیم) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: منصور بن معتمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (عامر) شعبی سے، شعبی نے حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیہ کے دن نماز کے بعد ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: جس نے ہماری نماز جیسی نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی تو اس نے ٹھیک قربانی کی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کرلی وہ بکری گوشت ہی کے لئے ہوئی۔ اس پر حضرت ابو بردہ بن نیارؓ اُٹھے اور کہا: یارسول اللہ! میں نے تو بخدا نماز کے لئے نکلنے سے پہلے ہی قربانی کرلی ہے اور میں یہ سمجھا تھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا ہے۔ اس لئے میں نے جلدی کی خود بھی کھایا اور اپنے گھر والوں اور پڑوسیوں کو بھی کھلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بکری تو گوشت ہی کے لئے ہوئی۔ (حضرت ابو بردہؓ نے) کہا: میرے پاس ایک سال کی پٹھیا بھی ہے۔ وہ گوشت کی دو بکریوں سے بہتر ہے۔ کیا یہ میری طرف سے کافی ہوگی؟ فرمایا: ہاں مگر تمہارے بعد کسی کو کافی نہ ہوگی۔

اطرافه: ٩٥١، ٩٥٥، ٩٦٥، ٩٦٨، ٩٧٦، ٥٥٤٥، ٥٥٥٦، ٥٥٥٧، ٥٥٦٠، ٥٥٦٣، ٦٦٧٣.

٩٨٤: حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ

۹۸۴: حامد بن عمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حماد بن زید سے، حماد نے ایوب سے، ایوب نے محمد سے

أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ فَأَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَنْ يُّعِيدَ ذَبْحَهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ جِيْرَانٌ لِي إِمَّا قَالَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَإِمَّا قَالَ فَقْرٌ وَإِنِّي ذَبَحْتُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعِنْدِي عَنَاقٌ لِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَرَخَّصَ لَهُ فِيهَا.

اطرافه: ٩٥٥، ٥٥٤٦، ٥٥٤٩، ٥٥٦١۔

روایت کی کہ حضرت انس بن مالکؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالاضحیہ کے دن نماز پڑھائی۔ پھر آپؐ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کرلیا تھا آپؐ نے اس سے فرمایا کہ وہ دوبارہ ذبح کرے۔ اس پر انصار میں سے ایک شخص اٹھا اور کہا: یارسول اللہ! میرے کچھ ہمسایہ ہیں، یا کہا: انہیں بھوک کی تکلیف رہتی ہے۔ یا کہا: (انہیں) محتاجی رہتی ہے اور میں نے نماز سے پہلے ذبح کرلیا اور اب میرے پاس ایک سال کی پٹھیا ہے جو مجھے گوشت کی دو بکریوں سے زیادہ پیاری ہے۔ آپؐ نے اسے ذبح کرنے کی اجازت دی۔

٩٨٥: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ جُنْدَبٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ وَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُّصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ أُخْرَى مَكَانَهَا وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللهِ.

۹۸۵: مسلم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسود (بن قیس) سے، اسود نے حضرت جندبؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالاضحیہ کے دن نماز پڑھائی۔ خطبہ پڑھا۔ اس کے بعد آپؐ نے ذبح کیا اور فرمایا: جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس کی جگہ ایک اور جانور ذبح کرے اور جس نے ابھی ذبح نہ کیا ہو وہ بھی اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔

اطرافه: ٥٥٠٠، ٥٥٦٢، ٦٦٧٤، ٧٤٠٠۔

تشریح: **كَلَامُ الْإِمَامِ وَالنَّاسِ فِيْ خُطْبَةُ الْعِيْدِ**: خطبہ جمعہ میں باتیں کرنا منع ہے۔ (دیکھئے کتاب الجمعة باب ٣٦) سوائے خاص استثنائی حالات کے جن کا ذکر کتاب الجمعة باب

نمبر۳۲،۳۳،۳۴،۳۵ میں گذر چکا ہے۔ خطبہ عید میں بھی بلکہ ہر متکلم کی گفتگو کے اثناء میں بولنا منع ہے۔ (دیکھئے کتاب العلم، باب۲، روایت نمبر۵۹) امام بخاریؒ نے عنوان باب صیغہ مصدر سے قائم کر کے اس مسئلہ کے جواز یا عدم جواز کی صورت مقرر کر دی ہے اور اس کے ساتھ وَاِذَا سُئِلَ الْاِمَامُ کی شرط بڑھا کر اشارہ کیا ہے کہ کسی کا امام سے مسئلہ پوچھنا اور امام کا اس کو جواب دینا منع نہیں۔ عام باتیں کرنا منع ہے۔ امام موصوفؒ نے مسئلہ معنونہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر نہیں کی لیکن جس واقعہ سے جواز کی صورت استنباط کی جاسکتی ہے اس کو تین سندوں سے پیش کیا ہے۔ آخری سند یعنی روایت نمبر۹۸۵ کے الفاظ ثُمَّ ذَبَحَ وَقَالَ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ نے خطبہ پڑھنے اور قربانی کرنے کے بعد وہ بات فرمائی تھی جس پر حضرت ابوبردہ بن نیارؓ کو مسئلہ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی۔ سامعین کو اثنائے خطبہ پوچھنے کی اجازت دینا درحقیقت خطیب کے لئے مشکلات پیدا کرنا ہے۔ اس لئے امام موصوفؒ نے یہ روایت تینوں سندوں سے پیش کر کے سکوت سے کام لیا ہے۔

بَاب ٢٤: مَنْ خَالَفَ الطَّرِيْقَ إِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيْدِ

جو شخص دوسرے رستہ سے آئے، جب وہ عید کے دن لوٹے

٩٨٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ تَابَعَهُ يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ فُلَيْحٍ {عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ☆} وَحَدِيثُ جَابِرٍ أَصَحُّ.

٩٨٦: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوتُمیلہ یحيٰ بن واضح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے فلیح بن سلیمان سے، فلیح نے سعید بن حارث سے، سعید نے حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کا دن ہوتا تو ایک راستے سے جاتے اور دوسرے راستے سے آتے۔ (ابوتُمیلہ کی طرح) یونس بن محمد نے بھی فلیح سے، فلیح نے سعید سے، سعید نے حضرت ابوہریرہؓ☆ سے یہ روایت نقل کی ہے اور حضرت جابر کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

☆ الفاظ "عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ" ابن السکن کی روایت کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۱۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **مَنْ خَالَفَ الطَّرِيْقَ اِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيْدِ:** امام بخاریؒ نے اس باب کا عنوان قائم کرنے میں بھی احتیاط سے کام لیا ہے اور جملہ شرطیہ کا جواب مقدر کر دیا ہے۔ اکثر علماء نے اس سنت کی اتباع مستحب سمجھی ہے اور اس کی مختلف توجیہیں بیان کیا ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس طرح سارے شہر میں چکر لگانے کا موقع ملتا ہے۔ جس سے دوسرے لوگوں کو بھی اسلامی جمیعت اور اس کی ترقی کا اندازہ لگ جاتا ہے۔ مگر چونکہ اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد منقول نہیں۔ اس لئے احتیاطاً خاموشی اختیار کی گئی ہے۔

تَابَعَهُ يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ فُلَيْحٍ: روایت نمبر ۹۸۶ کے آخر میں یونس بن محمد کی سند کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس سند میں بجائے حضرت جابرؓ کے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ اس کی تفصیلی بحث کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۱۰۔

بَاب ۲۵ : إِذَا فَاتَهُ الْعِيْدُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ

اگر عید کی نماز نہ ملے تو دو رکعتیں اکیلے ہی پڑھ لے

وَكَذَلِكَ النِّسَاءُ وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوْتِ وَالْقُرَى لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا عِيدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَأَمَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ مَوْلَاهُمْ ابْنَ أَبِي عُتْبَةَ بِالزَّاوِيَةِ فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَبَنِيْهِ وَصَلَّى كَصَلَاةِ أَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيْرِهِمْ وَقَالَ عِكْرِمَةُ أَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُوْنَ فِي الْعِيْدِ يُصَلُّوْنَ رَكْعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا فَاتَهُ الْعِيْدُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

اور اسی طرح عورتیں بھی اور وہ لوگ بھی جو گھروں اور گاؤں میں ہوں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے) اہل اسلام ! یہ ہماری عید ہے اور حضرت انس بن مالکؓ نے اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو جو زاویہ میں تھے حکم دیا تو انہوں نے اپنے گھر والوں اور بیٹوں کو جمع کیا اور شہر والوں کی طرح عید کی نماز پڑھائی۔ ویسی ہی تکبیریں کہیں اور عکرمہ کہتے تھے: دیہات والے بھی عید کے دن اکٹھے ہوں دو رکعتیں پڑھیں۔ جس طرح کہ امام پڑھتا ہے اور عطاء بن ابی رباح نے کہا: اگر عید کی نماز اسے نہ ملے تو دو رکعتیں پڑھ لے۔

۹۸۷: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ

۹۸۷: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ لیث (بن سعید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل

شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنًى تُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ فَانْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ أَيَّامُ مِنًى.

سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منیٰ کے دنوں میں ان کے ہاں آئے اور ان کے پاس دو لڑکیاں تھیں، جو دَف بجا رہی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کپڑا اپنے اوپر لئے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو جھڑکا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا: ابوبکرؓ! انہیں رہنے دو یہ تو عید کے دن ہیں اور یہ دن منیٰ کے دن تھے۔

اطرافه: ۹٤۹، ۹٥۲، ۲۹۰۷، ۳٥۳۰، ۳۹۳۱

۹۸۸: وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمْ أَمْنًا بَنِي أَرْفِدَةَ يَعْنِي مِنَ الْأَمْنِ.

۹۸۸: حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ نے مجھے پردہ کیا ہوا تھا اور میں حبشیوں کو دیکھتی تھی جب کہ وہ مسجد میں کھیل رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ڈانٹا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں رہنے دو۔ بنی ارفدہ! امن سے یعنی بے فکر ہو کر کھیلو۔

اطرافه: ٤٥٤، ٤٥٥، ۹٥۰، ۲۹۰٦، ۳٥۲۹، ۳۹۳۱، ٥۱۹۰، ٥۲۳٦۔

تشریح: اِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ: اس مسئلہ میں پانچ مختلف آراء ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب ہے کہ چار رکعتیں پڑھے جس طرح جمعہ میں شریک نہ ہونے والا چار رکعتیں پڑھتا ہے مگر ان کا یہ قیاس درست نہیں۔ امام شافعی کا مذہب ہے کہ دو رکعتیں قضا پڑھی جائیں۔ امام مالکؒ کا قول ہے کچھ نہ پڑھے۔ کیونکہ یہ ایسی نماز ہے جس کے لئے جماعت کا ہونا شرط ہے اور اس کے علاوہ جمعہ جو پانچ نمازوں میں سے ظہر کا بدل ہے، اس کی قضا لازم ہوتی ہے مگر عید کسی نماز فریضہ کا بدل نہیں کہ قضاء لازم ہو۔ یہ دلیل بھی درست نہیں کیونکہ جمعہ نہ ملنے کی صورت میں ظہر کا پڑھنا درحقیقت قضا نہیں بلکہ اصل فرض کی ادائیگی ہے پس اگر جمعہ جو ایک بدل ہے نہ پڑھا جا سکے تو اصل فریضہ کا ادا

کرنا لازم ہوتا ہے لیکن عید کی نماز ایک مستقل عبادت ہے۔اس کو اسی طرح قضاء پڑھا جائے جس طرح کہ امام نے اس کو ادا کیا ہے اور قضاء میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔پس امام شافعیؒ کا مذہب صحیح ہے۔تفصیل کے لئے دیکھئے بدایة المجتهد، کتاب الصلاة الثانی، الباب الثامن فی صلاة العیدین۔ امام بخاریؒ نے بھی اسی مذہب کی تائید میں عنوان باب میں پہلا حوالہ جو دیا ہے اس کا مضمون روایت نمبر۹۵۲ اور ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی کراهية الصوم فی ایام التشریق سے ماخوذ ہے۔ هٰذَا عِيْدُنَا اَهْلَ الْاِسْلَامِ سے یہ استنباط کیا گیا ہے کہ تمام اہل اسلام اس میں شریک ہوں اور عید میں پہلا کام دو رکعت نماز ہے۔باقی حوالوں کی تفصیل فتح الباری جزء ثانی صفحہ۶۱۲،۶۱۳ میں دیکھئے۔

شہر اور دیہات میں کوئی امتیاز نہیں جہاں موقع ملے سب پر واجب ہے کہ اس دن فریضہ عید ادا کریں۔امام بخاریؒ نے روایت نمبر۹۸۷،۹۸۸ نقل کر کے عید کی ایک ادنیٰ صورت خوشی منانے کی پیش کی ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن اس ادنیٰ صورت میں روک بھی پیدا ہونے کو پسند نہیں فرمایا، چہ جائیکہ عید کی اعلیٰ صورت میں جو کہ روحانی ہے کسی فتویٰ سے روک پیدا کر دی جائے۔اگر کوئی با جماعت نماز میں شریک نہیں ہو سکا تو اس کو قضا کر لینی چاہیے تا وہ بھی روحانی طور پر عید میں شریک ہو جائے۔

تِلْكَ الْاَيَّامُ اَيَّامُ مِنًى: یعنی عید الاضحیہ کے دن تھے۔

بَاب ۲۶: اَلصَّلَاةُ قَبْلَ الْعِيْدِ وَبَعْدَهَا

عید سے پہلے اور اس کے بعد نفل پڑھنا

وَقَالَ أَبُو الْمُعَلَّى سَمِعْتُ سَعِيْدًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَرِهَ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْعِيْدِ.

اور ابو معلّٰی (یحيٰ بن میمون) کہتے تھے: میں نے سعید (بن جبیر) سے سنا۔ وہ حضرت ابن عباسؓ کے متعلق بیان کرتے تھے کہ انہوں نے عید سے پہلے نماز پڑھنا مکروہ جانا ہے۔

۹۸۹: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى

۹۸۹: ہم سے ابوالولید نے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: عدی بن ثابت نے مجھے بتایا، کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نکلے اور آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں

رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَمَعَهُ بِلَالٌ. نہ ان سے پہلے نماز پڑھی نہ بعد میں اور آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی تھے۔

اطرافه: ۹۸، ۸٦۳، ۹٦۲، ۹٦٤، ۹۷۵، ۹۷۷، ۹۷۹، ۱٤۳۱، ۱٤٤۹، ٤۸۹۵، ۵۲٤۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۵۸۸۳، ۷۳۲۵۔

تشریح: **اَلصَّلَاةُ قَبْلَ الْعِيْدِ وَبَعْدَهَا:** اس مسئلہ میں بعض علماء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔جمہور کا مذہب یہی ہے کہ نماز عید سے نہ پہلے نفل پڑھے جائیں اور نہ ہی بعد میں۔امام شافعیؒ عید سے پہلے اور بعد اور امام ابوحنیفہؒ نماز عید کے بعد نفل جائز سمجھتے ہیں۔امام مالکؒ گھر میں نفل پڑھنا جائز سمجھتے ہیں۔عید گاہ میں نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے **بداية المجتهد، كتاب الصلاة الثاني، الباب الثامن فی صلاة العيدين** نیز دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ۶۱۳، ۶۱۴۔امام بخاریؒ جمہور کے مذہب کی تائید میں ہیں۔جو روایت یہاں پیش کی گئی ہے وہ نمبر ۹٦۴ میں گذر چکی ہے۔اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اس عید میں آپؐ نے نفل نہیں پڑھے۔اس لئے عنوان باب احتیاطاً مصدر سے قائم کیا گیا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
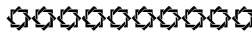
بسم اللہ الرحمن الرحیم

١٤- كِتَابُ الْوِتْرِ

بَاب ١ : مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ

جو(احکام)وتر سے متعلق آئے ہیں

٩٩٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى.

۹۹۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع اور عبداللہ بن دینار سے، ان دونوں نے حضرت (عبداللہ) بن عمرؓ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے رات کی نماز سے متعلق پوچھا۔ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں۔ پھر جب تم میں سے کسی کو خوف ہو کہ صبح ہو جائے گی تو ایک رکعت پڑھ لے وہ اس کی ساری نماز کو طاق بنا دے گی جو وہ پڑھ چکا ہے۔

اطرافه: ٤٧٢، ٤٧٣، ٩٩٣، ٩٩٥، ١١٣٧۔

٩٩١: وَعَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِتْرِ حَتَّى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهِ.

۹۹۱: اور نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وتروں میں دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر کر ایک پڑھتے حتی کہ اپنی کسی ضرورت سے متعلق بھی کہہ دیا کرتے۔

۹۹۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ مَّخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ وِسَادَةٍ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُوْلِهَا فَنَامَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَرِيْبًا مِنْهُ فَاسْتَيْقَظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَّجْهِهِ ثُمَّ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَصَنَعْتُ مِثْلَهُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي يَفْتِلُهَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

۹۹۲: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک سے مروی ہے۔ انہوں نے مخرمہ بن سلیمان سے، مخرمہ نے کریب سے روایت کی کہ حضرت ابن عباسؓ نے انہیں بتایا کہ وہ حضرت میمونہؓ کے پاس رات رہے اور وہ ان کی خالہ تھیں (کہا:) میں بچھونے کی چوڑان میں لیٹا اور رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کی اہلیہ اس کی لمبائی میں لیٹے۔ آپؐ سو گئے، یہاں تک کہ جب آدھی رات ہوئی یا اس کے لگ بھگ تو آپؐ جاگے اپنے چہرہ پر ہاتھ پھیر کر نیند دور کرنے لگے۔ پھر آپؐ نے سورۂ آل عمران کی دس آیتیں پڑھیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اُٹھ کر ایک مشکیزے کی طرف گئے جو لٹک رہا تھا۔ آپؐ نے وضو کیا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ میں نے بھی آپؐ ہی کی طرح کیا اور آپؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا کان پکڑ کر ملنے لگے۔ پھر آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر ایک رکعت پڑھی۔ اس کے بعد آپؐ لیٹ گئے۔ آخر مؤذن آپؐ کے پاس آیا۔ آپؐ نے اُٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں، پھر آپؐ نے باہر جا کر صبح کی نماز پڑھائی۔

أطرافه: ١١٧، ١٣٨، ١٨٣، ٦٩٧، ٦٩٨، ٦٩٩، ٧٢٦ ٧٢٨، ٨٥٩، ١١٣٨، ١١٩٨، ٤٥٦٩، ٤٥٧٠، ٤٥٧١، ٤٥٧٢، ٥٩١٩، ٦٢١٥، ٦٣١٦، ٥٤٥٢.

٩٩٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا أَرَدْتَّ أَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً تُوْتِرُ لَكَ مَا صَلَّيْتَ قَالَ الْقَاسِمُ وَرَأَيْنَا أُنَاسًا مُنْذُ أَدْرَكْنَا يُوْتِرُوْنَ بِثَلَاثٍ وَإِنَّ كُلًّا لَوَاسِعٌ أَرْجُو أَنْ لَّا يَكُوْنَ بِشَيْءٍ مِنْهُ بَأْسٌ.

۹۹۳: یحيٰی بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبداللہ) بن وہب نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عمرو (بن حارث) نے مجھے بتایا کہ عبدالرحمٰن بن قاسم نے ان کو بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں، پس جب تم نماز سے فارغ ہونا چاہو تو ایک رکعت پڑھ لو، وہ تمہاری اس نماز کو جو تم نے پڑھی ہے طاق کر دے گی۔ قاسم کہتے تھے: جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے لوگوں کو تین رکعت ہی وتر پڑھتے دیکھا ہے اور ہر طرح ہی جائز ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ کسی میں بھی حرج نہیں۔

اطرافه: ٤٧٢، ٤٧٣، ٩٩٠، ٩٩٥، ١١٣٧۔

٩٩٤: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَتْ تِلْكَ صَلَاتَهُ تَعْنِي بِاللَّيْلِ فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَّرْفَعَ رَأْسَهُ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ

۹۹۴: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے عروہ (بن زبیر) سے روایت کی کہ حضرت عائشہؓ نے انہیں بتایا۔ رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ یہی آپؐ کی نماز تھی۔ اس سے حضرت عائشہؓ کی مراد رات کی نماز ہے۔ اس نماز میں آپؐ اتنی دیر سجدہ کرتے کہ آپؐ کے سر اُٹھانے سے پہلے تم میں سے کوئی پچاس آیتیں پڑھ لے اور فجر کی نماز سے پہلے آپؐ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ پھر آپؐ

حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلصَّلَاةِ. اپنی داہنی کروٹ لیٹ جاتے، یہاں تک کہ مؤذن نماز کے لئے بلانے کو آپؐ کے پاس آتا۔

اطرافہ: ٦٢٦، ١١٢٣، ١١٦٠، ١١٧٠، ٦٣١٠

تشریح: **مَا جَاءَ فِي الْوِتْرِ:** نماز وتر کے واجب ہونے یا نہ ہونے کی نسبت بھی اختلاف ہوا ہے۔احناف نے اسے پانچ نمازوں کی طرح واجب قرار دیا ہے اوراس کی تائید میں حضرت عمرو بن شعیبؓ کی یہ روایت پیش کی ہے: اِنَّ اللّٰهَ قَدْ زَادَكُمْ صَلَاةً وَهِيَ الْوِتْرُ فَحَافِظُوْا عَلَيْهَا. (بداية المجتهد. كتاب الصلاة. الجملة الاولى. المسئلة الثانية) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک اور نماز بڑھادی ہے اور وہ وتر ہے۔اس کی حفاظت کرو۔لیکن حضرت خارجہ بن حذافہؓ کی روایت خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَمَرَكُمْ بِصَلَاةٍ هِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ حُمْرِ النَّعَمِ الْوِتْرُ جَعَلَهُ اللّٰهُ لَكُمْ فِيْمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ اِلَى اَنْ يَّطْلَعَ الْفَجْرُ. (التاريخ الكبير للبخاری، باب خارجة، روایت نمبر ۶۹۵ جزء۳ صفحہ ۲۰۳) یہ حدیث تشریح کرتی ہے کہ اس سے مراد وہ نماز ہے جو ساری نماز کو طاق بنادیتی ہے۔خواہ عشاء کے بعد یا صبح سے پہلے پڑھی جائے۔اس روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ عزوجل نے تمہیں ایک ایسی نماز کا حکم دیا ہے جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ وتر ہے اور نمازِ عشاء اور طلوع فجر کے درمیان اسے تمہارے لئے مقرر کیا ہے۔امام بخاریؒ نے بھی روایت نمبر ۹۹۰ سے اسی وتر نماز کی طرف توجہ دلائی ہے۔وتر کے معنے طاق عدد کے ہیں اور یہ نماز فرض نہیں بلکہ نوافل میں سے ہے۔جیسا کہ امام مالکؒ و امام شافعیؒ اور اکثر علماء کا مذہب ہے۔صرف پانچ نمازیں ہی فرض ہیں۔(بداية المجتهد. كتا ب الصلاة. الجملة الاولى. المسئلة الثانية) نیز دیکھئے كتاب الصلوٰة، باب ا روایت نمبر ۳۴۹۔حدیث الاسراء اوراس کے یہ الفاظ هِيَ خَمْسٌ وَ هِيَ خَمْسُوْنَ لَايُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ. (یہ پانچ ہی پچاس ہیں۔میرے حضور قول بدلتا نہیں۔)

صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوْتِرُ لَهُ: نمازِ وتر سے متعلق دوسرا اختلاف یہ ہے کہ کس طرح پڑھی جائے؟ آیا دو رکعتوں کے ساتھ اکٹھی یا الگ۔امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وتر کی نماز تین رکعتیں بغیر سلام پھیرنے کے ہیں۔امام مالکؒ دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرنا اور پھر ایک رکعت پڑھنا مستحب سمجھتے ہیں۔ان کا استدلال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عملدرآمد سے ہے کہ آپؐ دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرتے اور پھر ایک رکعت سے دوگانہ کو طاق کردیا کرتے تھے۔امام شافعیؒ کا مذہب بھی تقریباً یہی ہے۔ان کے نزدیک نمازِ وتر درحقیقت ایک رکعت ہی ہے۔ (بداية المجتهد. كتاب الصلاة الثاني. الباب الاول القول في الوتر) روایت نمبر ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳ سے بھی اسی امر کی تائید ہوتی ہے۔

صَلَاةُ اللَّيْلِ: ان روایتوں میں صَلَاةُ اللَّيْلِ سے مراد نمازِ تہجد ہے۔امام بخاریؒ نے نمازِ وتر اور نمازِ تہجد کے درمیان فرق کیا ہے اور ہر نماز کے الگ الگ باب باندھے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وتر سونے سے پہلے بھی پڑھے

جاسکتے ہیں۔مگر تہجد رات کے سونے کے بعد اُٹھ کر عبادت کرنے کا نام ہے۔روایت نمبر۹۹۲ میں حضرت ابن عباسؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچھونے پر سونے کا ذکر ہے۔اس زمانہ میں اوراَب بھی عرب فرش زمین پر ہی توشک یا گدّا بچھاتے اوراس پر لیٹتے ہیں۔یہ گدّا کافی چوڑا ہوتا ہے۔روایت نمبر۹۹۴ اسی فرق کی طرف اشارہ کرنے کے لئے نقل کی ہے۔اس میں رات کی نماز دس رکعت قرار دی گئی ہے۔جس کے یہ معنی ہیں کہ وتر کی نماز ایک الگ رکعت ہے۔روایت نمبر۹۹۰ کی بنا پر حنفیوں کی دلیل یہ ہے کہ ایک رکعت نماز صبح ہو جانے کے خوف سے مشروط ہے۔اس کا جواب روایت نمبر۹۹۳ کے الفاظ فَإِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَنْصَرِفَ فَارْكَعْ رَكْعَةً سے دیا ہے۔دونوں روایتیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہیں اور دونوں کا مقصد یہ ہے کہ تہجد کی نماز کو ایک رکعت پڑھ کر طاق بنا دینا چاہیے۔

لَا يَكُوْنُ بِشَيْءٍ مِنْهُ بَأْسٌ : قاسم (بن محمد بن ابی بکر) جو راوی ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا یہی مفہوم سمجھتے ہیں کہ وتر الگ پڑھا جائے مگر ان کے زمانے میں لوگ وتر تین رکعتیں ہی پڑھتے تھے۔اس لئے ان کی رائے میں دونوں طرح جائز ہے۔یہ وہ زمانہ ہے جب لوگ تہجد میں سست ہو گئے تھے۔روایت نمبر۹۹۳ کے آخر میں مذکورہ بالا سند سے قاسم کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ ابونعیمؒ نے نقل کیا ہے۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ٦٢٥)

بَاب ۲ : سَاعَاتُ الْوِتْرِ

وتر پڑھنے کے اوقات

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَوْصَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوِتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ.

حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی تاکید کی۔

۹۹۵: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيرِيْنَ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ أَرَأَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ أُطِيْلُ فِيْهِمَا الْقِرَاءَةَ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ وَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَكَأَنَّ الْأَذَانَ بِأُذُنَيْهِ

۹۹۵: ابوالنعمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: انس بن سیرین نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے حضرت (عبداللہ) بن عمرؓ سے پوچھا کہ آپؓ کا کیا خیال ہے کہ میں صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتوں میں قرأت لمبی کیا کروں۔انہوں نے جواب دیا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور ایک رکعت پڑھ کر اُن کو طاق کر لیتے۔صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں اس طرح

قَالَ حَمَّادٌ أَيْ بِسُرْعَةٍ.

پڑھتے کہ گویا تکبیر کی آواز آپؐ کے کان میں پڑ رہی ہے۔ حماد نے کہا: یعنی جلدی سے۔

اطرافہ: ٤٧٢، ٤٧٣، ٩٩٠، ٩٩٣، ١١٣٧۔

٩٩٦: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَهَى وِتْرُهُ إِلَى السَّحَرِ.

٩٩٦: عمر بن حفص (بن غیاث) نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: اعمش نے ہمیں بتایا کہا: مسلم (بن کیسان) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں اور آخر عمر میں آپؐ سحری کے وقت وتر پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: سَاعَاتُ الْوِتْرِ: چوتھا اختلاف یہ ہے کہ آیا سونے سے پہلے وتر نماز پڑھی جائے یا سونے کے بعد۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز عشاء کے بعد طلوع فجر تک نماز وتر پڑھی جا سکتی ہے۔ روایت نمبر ٩٩٥، ٩٩٦ سے اس مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عملدرآمد یہی تھا کہ آپؐ نماز تہجد کے ساتھ وتر پڑھتے۔ پس ترجیح آپؐ کے آخری عمل کو ہے۔ جیسا کہ اگلے باب سے بھی واضح ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کو جو تاکید کی گئی تھی تو وہ ان کے لئے خاص تھی۔ جیسا کہ اَوْصَانِيْ کے لفظ دلالت کرتے ہیں۔ رات کو ان کی آنکھ نہ کھلتی۔ پس جن کی آنکھ نہ کھلتی ہو ان کے لئے نماز عشاء کے بعد ہی وتر پڑھ لینا بہتر ہے۔

یہ سوال بھی اٹھایا گیا ہے کہ طلوع فجر کے بعد وتر پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے سوا باقی تین آئمہ نے صبح کی نماز سے پہلے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ مگر یہ بطور قضا کے ہوگا۔

(بداية المجتهد، كتاب الصلاة الثانی، الباب الاول القول فی الوتر – وقته)

بَاب۳ : إِيقَاظُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَهُ بِالْوِتْرِ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے گھر والوں کو وتر کے لئے جگانا

۹۹۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةً عَلَى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوْتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ.

۹۹۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحییٰ (قطان) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ہشام نے ہمیں بتایا، کہا: میرے باپ (عروہ بن زبیر) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے اور میں آپؐ کے بچھونے پر آڑی سورہی ہوتی۔ جب آپؐ وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے جگا دیتے تو میں بھی وتر پڑھتی۔

اطرافه: ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸٤، ۵۰۸، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱٤، ۵۱۵، ۵۱۹، ۱۲۰۹، ٦۲۷٦.

تشریح: اِيْقَاظُ النَّبِيِّ ﷺ اَهْلَهُ بِالْوِتْرِ: پانچواں اختلاف یہ ہے کہ آیا تہجد پڑھنے والوں کے لئے یہ خصوصیت ہے کہ وہ وتر تہجد کے ساتھ پڑھیں؟ اس کا جواب روایت نمبر ۹۹۷ سے دیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کے الفاظ فَاَوْتَرْتُ سے علماء نے یہ استنباط کیا ہے کہ وتر کے لئے ضروری نہیں کہ اس سے پہلے دوگانہ رکعتیں پڑھی جائیں۔ حضرت عائشہؓ کا وتر کو پہلے حصہ شب میں چھوڑنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو اس کے لئے آخر شب میں جگانا بتاتا ہے کہ مستحب یہی ہے کہ آخری حصہ شب میں نماز وتر پڑھی جائے۔

بَاب ٤ : لِيَجْعَلْ آخِرَ صَلَاتِهِ وِتْرًا
چاہیے کہ وتر کو اپنی نماز کے آخر میں رکھے

۹۹۸: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا.

۹۹۸: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحییٰ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ عبیداللہ (عمری) سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) نافع نے مجھے بتایا۔ حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) سے روایت ہے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: رات کو اپنی آخری نماز وتر رکھا کرو۔

تشریح: لِيَجْعَلْ اٰخِرَ صَلَاتِهٖ وِتْرًا: اس باب سے بھی باب۲ کے مضمون کی تائید ہوتی ہے۔حدیث نمبر ۹۹۸ کے الفاظ صَلَاتُكُمْ بِاللَّيْلِ سے مراد تہجد کی نماز ہے۔اِجْعَلُوْا جو صیغہ امر ہے اس سے امر وجوب مراد نہیں کیونکہ نماز تہجد نفل نماز ہے نہ کہ فرض۔جیسا کہ آیت وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (بنی اسرائیل:۸۰) سے ظاہر ہے یعنی رات کو بھی بیدار ہو کر اس قرآن کے ذریعے سے عبادت کر جو تیرے لئے بطور زائد انعام ہے۔عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (بنی اسرائیل:۸۰) امید ہے کہ تیرا رب تجھے سراپا حمد والے مقام پر کھڑا کر دے۔امام بخاریؒ نے بھی عنوان باب میں وتر پڑھنے سے متعلق لِيَجْعَلْ کا فقرہ بطور تشریح اختیار کیا ہے۔لام امر وجوب اختیاری پر دلالت کرتا ہے اور زیادہ پسندیدہ یہی ہے کہ وتر تہجد کی نماز کے آخر میں پڑھا جائے۔

بَاب ٥ : اَلْوِتْرُ عَلَى الدَّابَّةِ

جانور پر سوار رہ کر وتر پڑھنا

٩٩٩: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ أَسِيْرُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَقَالَ سَعِيْدٌ فَلَمَّا خَشِيْتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ ثُمَّ لَحِقْتُهُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَيْنَ كُنْتَ فَقُلْتُ خَشِيْتُ الصُّبْحَ فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَقُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ قَالَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ عَلَى الْبَعِيْرِ.

٩٩٩: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔انہوں نے ابوبکر بن عمر بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر بن خطاب سے، انہوں نے سعید بن یسار سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ مکہ کے راستہ میں سفر کرتا تھا۔سعید نے کہا: جب مجھے صبح ہونے کا اندیشہ ہوا تو میں نے (سواری سے) اُتر کر نماز وتر پڑھی۔پھر ان سے جا ملا۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا: آپ کہاں تھے۔میں نے کہا: صبح ہونے کا مجھے اندیشہ ہوا تو میں نے اتر کر نماز وتر پڑھی۔حضرت عبداللہؓ نے کہا: کیا تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں اسوۂ حسنہ نہیں ہے۔میں نے کہا: بخدا کیوں نہیں۔انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اونٹ پر سوار رہ کر وتر پڑھ لیا کرتے تھے۔

اطرافه: ١٠٠٠، ١٠٩٥، ١٠٩٦، ١٠٩٨، ١١٠٥۔

تشریح: **اَلْوِتْرُ عَلَى الدَّآبَّةِ:** احناف وتر کو نماز فریضہ قرار دیتے ہیں۔اس لئے سواری پر اسے پڑھنا جائز نہیں سمجھتے۔ (بداية المجتهد. كتاب الصلاة الثاني. الباب الاول القول في الوتر. صلاة الوتر على الراحلة) اس باب سے ان کا یہ خیال ردّ کرنا مقصود ہے۔

بَاب ٦ : اَلْوِتْرُ فِي السَّفَرِ

سفر میں وتر پڑھنا

١٠٠٠: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ يُوْمِئُ إِيْمَاءً صَلَاةَ اللَّيْلِ إِلَّا الْفَرَائِضَ وَيُوْتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ.

١٠٠٠: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: جویریہ بن اسماء نے ہمیں بتایا۔انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اپنی سواری پر ہی رات کی نماز پڑھا کرتے تھے۔آپؐ کا منہ اسی طرف ہوتا جدھر وہ آپؐ کو لے جا رہی ہوتی۔آپؐ اشارہ سے ہی (سجدہ ورکوع) کرتے، سوائے فرض نمازوں کے اور اپنی سواری پر ہی وتر پڑھتے۔

اطرافہ: ٩٩٩، ١٠٩٥، ١٠٩٦، ١٠٩٨، ١١٠٥۔

تشریح: **اَلْوِتْرُ فِي السَّفَرِ:** سفر میں نوافل نہیں پڑھے جاتے۔اس لئے فقہاء کے درمیان یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ اگر وتر نفل ہیں تو پھر یہ سفر میں ترک کر دینے چاہئیں۔مگر ان کا سفر میں بھی پڑھنا ضروری ہے۔ احناف نے اس سے استدلال کیا ہے کہ وہ بھی نماز فریضہ ہے یہ صحیح نہیں۔صبح کی نماز سے پہلے دو نفل بھی آپؐ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور وہ فرض نہیں۔روایت نمبر ۱۰۰۰ کے الفاظ اِلَّا الْفَرَائِضَ سے ظاہر ہے کہ وتر فرائض میں شامل نہیں۔سفر میں وتر پڑھے جانے سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ صبح کی سنتوں کی طرح وتر سنت مؤکدہ ہیں۔تمام نمازوں کو وتر میں تبدیل کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان نقطۂ توحید کو کسی حالت میں بھی نظر سے اوجھل نہ ہونے دے۔اس کی عبادت محض اللہ وحدہٗ لاشریک کے لئے ہونی چاہیے۔دوئی اس کی عبادت کے کسی پہلو میں بھی نہ پائی جائے۔یہی وجہ ہے کہ دن کی نمازوں کو مغرب کے وقت طاق کے ساتھ ختم کیا ہے اور رات کی نمازیں بھی وتر پڑھ کر طاق کر دی گئی ہیں اور اسی طرح یہ اہم مقصد سفر میں بھی نظر انداز نہیں ہونے دیا۔

بَاب ۷: اَلْقُنُوْتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَبَعْدَهُ

قنوت رکوع سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی ہوتا ہے

۱۰۰۱: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ أَقَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهُ أَوَقَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَسِيْرًا.

۱۰۰۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے محمد (بن سیرین) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت انسؓ (بن مالکؓ) سے پوچھا گیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں کھڑے ہوکر دعا کی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ پھر ان سے پوچھا گیا: کیا آپؐ نے رکوع سے پہلے دعا کی تھی؟ انہوں نے کہا: رکوع کے بعد لیکن تھوڑے دنوں تک۔

اطرافہ: ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۳۰۰، ۲۸۰۱، ۲۸۱۴، ۳۰۶۴، ۳۱۷۰، ۴۰۸۸، ۴۰۸۹، ۴۰۹۰، ۴۰۹۲، ۴۰۹۴، ۴۰۹۶، ۶۳۹۴، ۷۳۴۱۔

۱۰۰۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوْتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ قَالَ فَإِنَّ فُلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ كَذَبَ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا أُرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ زُهَاءَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا

۱۰۰۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالواحد (بن زیاد) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عاصم (بن سلیمان) نے ہمیں بتایا۔ کہا: میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے قنوت کی بابت پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا: قنوت ہوا کرتا تھا۔ میں نے کہا: رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد؟ انہوں نے کہا: رکوع سے پہلے۔ کہتے تھے: (میں نے کہا:) فلاں شخص نے آپؐ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ آپؐ نے کہا ہے: رکوع کے بعد ہوتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا: اس نے غلط کہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع

إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ دُوْنَ أُولَئِكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَيْهِمْ.

کے بعد تو کھڑے ہو کر ایک مہینہ دعا کی تھی۔ میرا خیال ہے کہ آپؐ نے جو ستر کے قریب آدمی جو قاری کہلاتے تھے؛ مشرکوں کی ایک قوم (بنی عامر) کی طرف بھیجے، یہ وہ نہ تھے اور ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عہد تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ ان پر بددعا کی۔

اطرافه: ١٠٠١، ١٠٠٣، ١٣٠٠، ٢٨٠١، ٢٨١٤، ٣٠٦٤، ٣١٧٠، ٤٠٨٨، ٤٠٨٩، ٤٠٩٠، ٤٠٩٢، ٤٠٩٤، ٤٠٩٦، ٦٣٩٤، ٧٣٤١.

١٠٠٣: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ.

۱۰۰۳: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا، کہا: زائدہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (سلیمان) تیمی سے، تیمی نے ابومجلز سے، انہوں نے حضرت انسؓ (بن مالک) سے روایت کی، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رِعل اور ذکوان قبیلوں پر ایک ماہ تک بددعا کی۔

اطرافه: ١٠٠١، ١٠٠٢، ١٣٠٠، ٢٨٠١، ٢٨١٤، ٣٠٦٤، ٣١٧٠، ٤٠٨٨، ٤٠٨٩، ٤٠٩٠، ٤٠٩٢، ٤٠٩٤، ٤٠٩٦، ٦٣٩٤، ٧٣٤١.

١٠٠٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ الْقُنُوْتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ.

۱۰۰۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: اسماعیل (بن علیّہ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: خالد (حذّاء) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انس (بن مالکؓ) سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: قنوت مغرب اور فجر کی نمازوں میں ہوا کرتا تھا۔

تشریح: **اَلْقُنُوْتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ وَبَعْدَهُ:** قنوت کے لغوی معنی ہیں کھڑے ہو کر عاجزی اور گدازِ قلب سے اپنی عبودیت کا اقرار کرتے ہوئے دعا کرنا اور یہاں وہ دعا مراد ہے جو نماز میں رکوع سے پہلے یا بعد کھڑے ہو کر کی جاتی ہے۔ اس بارے میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کے سوا باقی ائمہ نے وتر نماز

میں دعائے قنوت جائز سمجھی ہے۔امام مالکؒ صرف نماز صبح میں دعائے قنوت مستحب سمجھتے ہیں۔امام ابوحنیفہؒ نے اس کو وتر کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔بعض نے علی الاطلاق ہر نماز میں اس کی اجازت دی ہے اور بعض نے اس کو بدعت قرار دیا ہے۔ یہ مذہب یحیٰ بن یحیٰ کا ہے۔ان لوگوں کا خیال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رِعل وذکوان قبیلے پر ایک مہینہ تک بددعا کی تھی۔مگر جب یہ آیت نازل ہوئی: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ. (ال عمران :۱۲۹) {تیرے پاس کچھ اختیار نہیں۔خواہ وہ ان پر توبہ قبول کرتے ہوئے جھک جائے یا انہیں عذاب دے، وہ بہرحال ظالم لوگ ہیں۔} تو آپؐ نے دعائے قنوت چھوڑ دی اور اس کی تائید میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کا حوالہ بھی دیا ہے۔(تفصیل کے لیے دیکھئے:بداية المجتهد،الجملة الثالثة من كتاب الصلاة،الباب الاول، الفصل الاول، المسئلة التاسعة اختلفوا فى القنوت) مگر اس سے مراد بددعا کا ترک کرنا ہوسکتا ہے نہ کہ مطلق دعا۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الاستسقاء باب۲۔

امام بخاریؒ ان لوگوں کا جو اس کو بدعت قرار دیتے ہیں رد کرنا چاہتے ہیں اور ان لوگوں کا بھی جو قنوت کو صبح کی نماز کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں،خواہ رکوع سے پہلے یا اس کے بعد اور امام بخاریؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کی روایت چار سندوں سے نقل کر کے ان میں سے دوسری سند والی روایت کو باقی روایتوں پر ترجیح دی ہے جو اَز قبیل احاد ہیں۔روایت نمبر۱۰۰۲ کے الفاظ قَدْ كَانَ الْقُنُوْتُ قابل توجہ ہیں۔اس کے یہ معنی ہیں کہ یقیناً دعائے قنوت ہوا کرتی تھی۔یہ بدعت نہیں۔روایت نمبر۱۰۰۱ سے امام ابوحنیفہؒ کی رائے رد کی ہے۔ان کے نزدیک صبح میں قنوت جائز نہیں۔امام مالکؒ وتر میں دعائے قنوت جائز نہیں سمجھتے۔ان کا بھی ردّ کیا ہے کہ دعائے قنوت وتر نماز میں بھی ہوا کرتی تھی۔جیسے مغرب کی نماز میں اور صبح کی نماز میں بھی (روایت نمبر۱۰۰۴) اس روایت میں صبح اور مغرب کی تخصیص ہے۔مگر امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں یہ تخصیص تسلیم نہیں کی بلکہ اسے مطلق رکھا ہے۔اس سے ان کا اپنا مذہب ظاہر ہے۔روایت نمبر۱۰۰۱،۱۰۰۲ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ گویا آپؐ نے رکوع کے بعد تھوڑی دیر یعنی ایک مہینہ دعا کی تھی اور دریں اثناء قنوت اکثر رکوع سے پہلے ہوتا۔مگر امام بخاریؒ نے اس روایت پر مسئلہ کی بنیاد نہیں رکھی اور عنوان باب میں رکوع سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی دعائے قنوت کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔روایت نمبر۱۰۰۳ میں اس امر کی تصریح ہے کہ وہ دعا جو مہینہ بھر رکوع کے بعد کی گئی تھی رِعل وذکوان قبائل سے متعلق تھی۔ابو براء عامر بن مالک بن جعفر کلابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ ان کے ساتھ کچھ صحابہؓ بھیج دیئے جائیں جو مشرکین نجد کو دعوتِ اسلام دیں۔آپؐ نے ستر قاری بھیجے۔راستے میں رِعل وذکوان کے قبیلے تھے۔جن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد تھا۔انہوں نے غداری کی اور بئر معونہ کے مقام پر جب قاریوں کا قافلہ اُترا تو ان قبائل نے ان پر چھاپہ مارا اور انہیں ہلاک کردیا۔ فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلَيْهِمْ تو آپؐ نے مہینہ بھر ان کے خلاف دعا کی۔اس واقعہ کی تفصیل کتاب المغازی باب۲۸ میں دیکھئے۔ امام بخاریؒ نے رکوع کے بعد کھڑے ہوکر دعا کرنے کا جواز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قنوت سے مستنبط کیا ہے جو مہینہ بھر ہوتا رہا۔آپؐ

روح القدس سے ہرلحظہ مستفیض ہوتے تھے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ مہینہ بھر آپؐ ایسی بات پر قائم رہتے جو نماز میں جائز نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عنوان باب میں دونوں صورتوں کا جواز نمایاں کر کے دکھایا گیا ہے۔ روایت نمبر۱۰۰۱، ۱۰۰۲ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت انسؓ کے زمانہ میں یہ اختلاف تو نہ تھا کہ قنوت جائز ہے یا ناجائز۔ وتر میں پڑھی جائے یا صبح کو بلکہ یہ اختلاف تھا کہ رکوع سے پہلے ہو یا بعد۔ اسی اختلاف کو مدنظر رکھ کر حضرت انسؓ نے جواب دیا کہ رکوع کے بعد کم ہوا ہے۔

فَقَالَ كَذَبَ: کذب عمداً جھوٹ بولنے کو کہتے ہیں۔ ایسا ہی غلط بیانی کو بھی۔ اصحاب السنن نے حضرت حسن بن علیؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چند کلمات سکھائے اور فرمایا کہ میں ان کو وتر کی دعائے قنوت میں پڑھا کروں۔ وہ کلمات یہ ہیں: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّمَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَايُقْضٰى عَلَيْكَ وَاِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ. ☆ الٰہی جن لوگوں کی تو نے رہنمائی فرمائی ہے، ان کے ساتھ میری بھی رہنمائی فرما اور جنہیں تو نے عافیت میں رکھا ہے ان کے ساتھ مجھے بھی عافیت میں رکھ اور جن کا تو کارساز ہوا ہے، ان کے ساتھ میرا بھی کارساز ہو اور جو کچھ تو نے مجھے عنایت کیا ہے، اس میں برکت دے اور جس بات کا تو نے فیصلہ کیا ہے، اس کے شر سے مجھے بچا۔ تو ہی فیصلہ کرتا ہے اور تیری مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں ہوتا اور جس کا تو والی ہو وہ ذلیل نہیں ہوتا اور جس کا تو مخالف ہوا، وہ عزت نہیں پاتا۔ تو بہت برکتوں والا ہے اور تو عالی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فضل نازل فرمائے۔ (آمین)

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
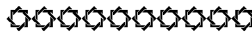
☆(ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب القنوت فی الوتر)(ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی القنوت فی الوتر)
(النسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النهار، باب الدعاء فی الوتر)
(ابن ماجه، کتاب الاقامة الصلاة، باب ما جاء فی القنوت فی الوتر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

١٥- كِتَابُ الْاِسْتِسْقَاءِ

بَاب ١ : اَلْاِسْتِسْقَاءُ وَخُرُوْجُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

مینہ برسنے کی دعا مانگنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استسقاء کے لئے باہر جانا

١٠٠٥ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِي وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ.

۱۰۰۵: ابونعیم (فضل بن دکین) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر سے، عبداللہ نے عباد بن تمیم سے، عباد نے اپنے چچا (حضرت عبداللہ بن زیدؓ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارش کے لئے دعا مانگنے نکلے اور آپؐ نے (دعا مانگتے ہوئے) اپنی چادر اُلٹائی۔

اطرافه: ١٠١١، ١٠١٢، ١٠٢٣، ١٠٢٤، ١٠٢٥، ١٠٢٦، ١٠٢٧، ١٠٢٨، ٦٣٤٣۔

تشریح: **اَلْاِسْتِسْقَآءُ:** استسقاء کے لغوی معنی ہیں پانی مانگنا اور اصطلاحی معنی ہیں مینہ برسنے کے لئے سنت نبوی کے مطابق دعا کرنا۔ جس طرح عیدین کی نماز کے لئے لوگ بستی سے باہر جا کر عید گاہ میں نماز پڑھتے ہیں۔ اسی طرح جب بارش نہ ہونے کی وجہ سے ملک میں قحط اور مصیبت ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے کہ اس وقت باہر جا کر دو رکعت نماز پڑھ کر بارش کے لئے عاجزی سے دعائیں کی جائیں۔

بَاب ٢ : دُعَاءُ النَّبِيِّ ﷺ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِي يُوْسُفَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعا کرنا کہ ان پر ایسے سال کر دے جیسے یوسف کے سال

١٠٠٦ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

۱۰۰۶: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ يَقُوْلُ اللَّهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيْعَةَ اللَّهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِي يُوْسُفَ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غِفَارُ غَفَرَ اللهُ لَهَا وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللهُ قَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيْهِ هٰذَا كُلُّهُ فِي الصُّبْحِ.

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب آخری رکوع سے سر اُٹھاتے تو یوں کہتے: یا اللہ! عیاشؓ بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔ یا اللہ! سلمہؓ بن ہشام کو نجات دے۔ یا اللہ! ولیدؓ بن ولید کو نجات دے۔ اے اللہ! ناتواں مسلمانوں کو چھڑوا دے۔ اے اللہ! مضر کو سختی سے لتاڑ۔ ان کے سالوں کو حضرت یوسفؑ کے سالوں کی طرح کر دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ قبیلہ غفار کی مغفرت کرے اور قبیلہ اسلم کو اللہ سلامتی میں رکھے۔ ابوزناد کے بیٹے نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہا: یہ ساری دعائیں صبح کی نماز میں کی تھیں۔

اطرافہ: ۷۹۷، ۸۰٤، ۲۹۳۲، ۳۳۸٦، ٤٥٦٠، ٤٥۹۸، ٦۲۰۰، ٦۳۹۳، ٦۹٤۰.

{حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ح☆}

{حمیدی نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہمیں سفیان (ثوری) نے بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے۔☆}

۱۰۰۷: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ

۱۰۰۷: اور عثمان بن ابی شیبہ نے بھی ہم سے بیان کیا، کہا: جریر (بن عبدالحمید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے روایت کی کہ انہوں نے کہا:

☆ یہ حصہ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۶۵۳)

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَى مِنَ النَّاسِ إِدْبَارًا قَالَ اللَّهُمَّ سَبْعٌ كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى أَكَلُوْا الْجُلُوْدَ وَالْمَيْتَةَ وَالْجِيَفَ وَيَنْظُرَ أَحَدُهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى الدُّخَانَ مِنَ الْجُوْعِ فَأَتَاهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللهَ لَهُمْ قَالَ اللهُ تَعَالَى فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِيْنٍ إِلَى قَوْلِهِ إِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى (الدخان: ۱۱-۱۷) فَالْبَطْشَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَقَدْ مَضَتِ الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ وَآيَةُ الرُّوْمِ.

ہم حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) کے پاس تھے۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ لوگ روگردانی کر رہے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! سات سالہ قحط۔ جیسا حضرت یوسفؑ کے وقت میں سات سالہ قحط ڈالا تھا، (ان پر ڈال) سواُن پر ایسا قحط پڑا، جس نے ہر ایک چیز کو فنا کر دیا۔ یہاں تک کہ آخر انہوں نے کھال اور مردار اور بدبودار لاشیں بھی کھائیں اور ان میں سے کوئی جو آسمان کی طرف نظر کرتا تو بھوک کے مارے اسے دھواں ہی نظر آتا۔ ابوسفیان آپؐ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: محمد! آپؐ تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور صلہ رحمی کا حکم کرتے ہیں اور یہ دیکھو آپ کی قوم ہلاک ہوگئی ہے۔ اللہ سے ان کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: {پس انتظار کر اُس دن کا جب آسمان ایک واضح دھواں لائے گا۔ ضرور تم (انہی باتوں کا) اعادہ کرنے والے ہو۔} جس دن ہم بڑی گرفت کریں گے۔ پس یہ بڑی گرفت بدر کے دن ہوئی۔ چنانچہ دھوئیں کا عذاب اور سخت گرفت اور لزاماً والی پیشگوئی اور روم کی پیشگوئی یہ سب باتیں ہوچکیں۔

اطرافه: ۱۰۲۰، ٤٦٩٣، ٤٧٦٧، ٤٧٧٤، ٤٨٠٩، ٤٨٢٠، ٤٨٢١، ٤٨٢٢، ٤٨٢٣، ٤٨٢٤، ٤٨٢٥۔

تشریح: دُعَآءُ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم: امام بخاریؒ نے باب نمبر۲ کا عنوان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس جملہ سے قائم کیا ہے جس کا تعلق قحط سالی کے ساتھ ہے۔ اس عنوان کے تحت دو روایتیں نقل کی ہیں جن میں دو مختلف دعاؤں کا ذکر ہے۔ پہلی روایت میں بعض لوگوں کے لئے نجات اور سلامتی کی دعا ہے اور بعض کے لئے تباہی کی اور دوسری روایت میں قحط پڑنے کی اور پھر اس قحط کے دور ہونے کی دعا مذکور ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دو مختلف دعائیں اپنے

اپنے وقت پر قبول ہوئیں۔امام موصوفؒ نے ان دعاؤں کو جمع کر کے ایک لطیف تمہید قائم کی ہے جس کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں سے ہے جو خارق عادت طور پر قبول ہوئیں۔ایجابی اور سلبی دونوں طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ حضرت عیاش بن ابی ربیعہؓ مصیبت سے رہائی پائیں اور انہوں نے رہائی پائی اور آپؐ نے دعا کی کہ قبیلہ مضر کو لتاڑ اور اس کو ہلاک کر اور یہ قبیلہ قحط سالی سے بری طرح ہلاک ہوا۔آپؐ نے دعا کی کہ قحط پڑے اور وہ پڑا۔پھر آپؐ نے دعا کی: قحط ہٹ جائے اور وہ ہٹ گیا۔یہ ایجابی اور سلبی دعاؤں کی قبولیت بتاتی ہے کہ مذکورہ بالا واقعات اتفاقی نہ تھے۔کامل قدرت یہ ہے کہ انہونی کو کہے ہو اور وہ ہو جائے اور ہونی کو کہے نہ ہو اور وہ نہ ہو۔مثلاً اولاد ہوتی ہے تو کہے کہ نہ ہو اور ابتر رہے یا اولاد نہ ہوتی ہو اور کہے اولاد ہو اور ہو جائے تو ہم کہیں گے کہ فلاں دعا کرنے والے کی دعا مشیت الٰہی کی قادرانہ تجلّی سے قبول ہوئی ہے۔یہ مقام استجابت ایک خاص مقام ہے جو اولیاء اللہ کے لئے مخصوص ہے۔اس ایجابی اور سلبی شہادت کی طرف توجہ دلانے کے لئے باب ۲ قائم کر کے روایت نمبر ۱۰۰۶، ۱۰۰۷ نقل کی گئی ہے۔

غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ: روایت نمبر ۱۰۰۶ میں غفار اور اسلم کے لئے جس دعا کا ذکر ہے وہ بھی اپنے اندر ایک خارق عادت صورت رکھتی ہے۔قبیلہ غفار بہت پہلے اسلام لا چکا تھا اور قبیلہ اسلم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصالحت کی تھی۔آپؐ نے ان کے لئے دعا کی اور یہ دونوں قبیلے قحط کی مصیبت سے بچے رہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۳۶)

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ: آیت محولہ بالا سورہ دخان کی ہے، جس میں قحط کی پیشگوئی کا ذکر ہے۔یہ سورۃ درمیانی مکی زمانہ سے تعلق رکھتی ہے۔(الدر المنثور تفسیر سورة الدخان) ہجرت سے پہلے قحط شروع ہو گیا تھا۔قرین قیاس ہے کہ مکی زمانہ کے آخر یا ابتدائی مدنی زمانہ میں ابوسفیان آپؐ کے پاس آئے ہوں گے کیونکہ قحط کے ہٹائے جانے کا جو وعدہ اس آیت میں ہے، اسی کے ساتھ کفار قریش کے دوبارہ سرکشی کرنے اور پھر ایک بڑے عذاب یعنی جنگ بدر میں گرفتار ہونے کی پیشگوئی ہے۔ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ. رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ...... اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ. يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ. (الدخان: ۱۱ تا ۱۷) سو انتظار کر اس دن کا جب آسمان کھلا کھلا دھواں لائے گا۔ (کہیں گے) یہ تو دردناک عذاب ہے۔اے رب ہمارے یہ عذاب ہم سے ہٹا دے ہم مومن ہیں۔.......... (فرمائے گا) ہم اس عذاب کو ہٹانے والے ہیں مگر پھر تم ویسے کے ویسے ہو جاؤ گے جس دن ہم ایسی پکڑ پکڑیں گے جو بڑی سخت ہو گی، ہم انتقام لیں گے۔

لِزَامٌ: پیشگوئی سے مراد فتح مکہ ہے جس نے مشرکین کی طاقت ختم کر دی تھی۔اس کا ذکر دو جگہ ہے: وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى ○ (طٰهٰ: ۱۳۰) {اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک قول اور ایک مقررہ میعاد طے نہ ہو چکے ہوتے تو وہ ایک چمٹ رہنے والا (عذاب) بن جاتا۔} قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْ لَا

دُعَآؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَاماً (الفرقان:۷۸) {تو کہہ دے کہ اگر تمہاری دعا نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری کوئی پرواہ نہ کرتا۔ پس تم اسے جھٹلا چکے ہو سو ضرور اس کا وبال تم سے چمٹ جانے والا ہے۔} یہ دونوں سورتیں بھی درمیانی زمانہ مکی میں نازل ہوئی تھیں۔ غرض چاروں ں مذکورہ بالا پیشگوئیاں مکہ میں ایسے وقت میں کی گئی تھیں کہ جب مسلمان انتہائی درجہ کی کمزوری اور بے بسی میں تھے اور وہ پیشگوئیاں خارق عادت طریق سے پوری ہوئیں۔

روم کی پیشگوئی سے متعلق دیکھئے کتاب التفسیر سورۃ الدخان روایت نمبر ۴۸۲۰ اور جنگ بدر اور فتح مکہ سے متعلق دیکھئے کتاب المغازی زیر ابواب نمبر ۳ و نمبر ۵ و باب ۴۷ غزوۃ الفتح۔

بَاب۳: سُؤَالُ النَّاسِ الْإِمَامَ الْاِسْتِسْقَاءَ إِذَا قَحَطُوْا

لوگوں کا امام سے مینہ کے لیے دعا مانگنے کی درخواست کرنا جب وہ قحط میں مبتلا ہوں

۱۰۰۸: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ أَبِي طَالِبٍ

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ

ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

اطرافه: ۱۰۰۹۔

۱۰۰۸: عمرو بن علی نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوقتیبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے ہمیں بتایا۔ ان کے باپ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ابوطالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا:

اور وہ خوبرو جس کے منہ کے طفیل مینہ برسایا جاتا ہے

جو یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کی ڈھارس ہے

۱۰۰۹: وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ أَبِيْهِ رُبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ الشَّاعِرِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ فَمَا يَنْزِلُ حَتَّى يَجِيْشَ كُلُّ مِيْزَابٍ

۱۰۰۹: اور عمر بن حمزہ کہتے تھے: سالم نے ہمیں بتایا کہ ان کے باپ سے مروی ہے کہ بسا اوقات میں کہنے والے کا یہ قول یاد کرتا اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو دیکھتا۔ جبکہ آپؐ برسات کے لئے دعا کرتے۔ آپؐ (منبر سے) نہ اترتے تا وقتیکہ پرنالے زور سے بہنے نہ لگ جاتے۔

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ
وَهُوَ قَوْلُ أَبِي طَالِبٍ.
اطرافه: ۱۰۰۸۔

اور وہ خوبرو جس کے منہ کے طفیل مینہ برسایا جاتا ہے
جو یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کی ڈھارس ہے
اور یہ ابوطالب کا شعر ہے۔

۱۰۱۰: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوْا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ.
اطرافه: ۳۷۱۰۔

۱۰۱۰: حسن بن محمد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن عبداللہ (بن مثنیٰ) انصاری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مجھے میرے باپ عبداللہ بن مثنیٰ نے بتایا۔ انہوں نے ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے، ثمامہ نے حضرت انسؓ (بن مالک) سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (کے زمانہ میں) جب لوگوں میں قحط پڑتا تو حضرت عباس بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے اور کہتے: اے اللہ! ہم تجھ تک اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے پہنچا کرتے تھے اور تو ہمیں پانی پلاتا تھا۔ اب ہم اپنے نبیؐ کے چچا کے وسیلہ سے تجھ تک پہنچتے ہیں۔ ہمارے لئے مینہ برسا اور ہمیں پانی پلا۔ راوی کہتا تھا: ان کے لئے برسایا جاتا تھا۔

تشریح: اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا: روایت نمبر ۱۰۱۰ میں حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے دعا کرنے کا جو ذکر آتا ہے، امام بخاری نے باب نمبر ۳ کے عنوان میں اس کی وضاحت کردی ہے یعنی یہ کہ ان کو امامِ دعا بنایا جاتا تھا۔ وہ آگے کھڑے ہو کر دعا کیا کرتے تھے۔ الفاظ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا سے بھی یہی مراد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست دعا کی جاتی اور آپؐ دعا کرتے اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ دعا کرتے۔ ان معنوں میں یہاں وسیلہ مراد نہیں جو آج کل مشہور ہیں جو سراسر شرک ہے۔ صحابہؓ کا اور خصوصاً حضرت عمرؓ جیسے موحد صحابی کا یہ قطعاً اعتقاد نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی سنتا نہیں، اس لئے حضرت عباسؓ کا واسطہ دے کر اس سے مانگا جائے۔ چونکہ نماز استسقاء کے لئے کسی نہ کسی کو امام بنانا تھا اس لئے حضرت عباسؓ بوجہ قرابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم امام

بنائے گئے۔ایسا درحقیقت اس یقین اور عشق کی وجہ سے کیا گیا تھا جو صحابہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تھا۔ یہ امر کہ حضرت عمرؓ نے بھی حضرت عباسؓ کو نماز استسقاء میں امام بنایا، دوسری روایتوں سے واضح ہوجاتا ہے جن میں سے حضرت ابن عباسؓ کی وہ روایت بھی ہے جو عبدالرزاق نے اپنی مسند میں نقل کی ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں: اَنَّ عُمَرَ اسْتَسْقٰى بِالْمُصَلّٰى فَقَالَ لِلْعَبَّاسِ قُمْ فَاسْتَسْقِ فَقَامَ الْعَبَّاسُ (مصنف عبد الرزاق. كتاب الصلاة. باب الاستسقاء. روايت نمبر ۴۹۱۳. جزء ۳ صفحه ۹۲، ۹۳) یعنی حضرت عمرؓ نے نماز گاہ میں حضرت عباسؓ سے کہا: اُٹھیں اور نماز استسقاء پڑھائیں تو حضرت عباسؓ کھڑے ہوئے۔

باب۳ کا مقصد یہ ہے کہ قحط باراں میں امام کے ذریعے دعا قابل اعتراض بات نہیں بلکہ سنت نبوی ہے۔لوگ آپؐ سے درخواست کرتے اور آپؐ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے اور لوگ بھی ساتھ دعا کرتے۔اس قسم کا توسل اسلام میں جائز ہے اور یہ دعا اجتماعی ہے۔

روایت نمبر ۱۰۰۸ میں جس شعر کا حوالہ دیا ہے وہ ابوطالب کے اشعار میں سے ہے جو انہوں نے اس وقت کہے تھے جب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف ایکا کیا اور چاہا تھا کہ آپؐ کے چچا ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے کردیں۔ثِمَال کے معنی ہیں: رکن، پناہ، فریادرس، مددگار، کفیل۔اس سے پہلے یہ شعر ہے:

وَمَا تَرَکَ قَوْمٌ لَا اَبَا لَکَ سَیِّدًا

یَحُوْطُ الذِّمَارَبَیْنَ بَکْرِبْنِ وَائِلٖ

اس شعر کا ترجمہ یہ ہے: اے بے پدر! کسی قوم نے ایسے سردار کو نہیں چھوڑا جو قبیلہ بنی بکر کے حقوق کی حفاظت کرتا ہو۔سیرت ابن اسحاق میں یہ سارا قصیدہ منقول ہے۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۳۹، ۶۴۰)

بَاب ٤ : تَحْوِيْلُ الرِّدَاءِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

استسقاء میں چادر اُلٹنا

١٠١١: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى فَقَلَبَ رِدَاءَهُ.

۱۰۱۱: اسحٰق نے ہم سے بیان کیا، کہا: وہب (بن جریر) نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے محمد بن ابوبکر سے، محمد بن ابوبکر نے عباد بن تمیم سے، عباد نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لئے دعا مانگی اور اپنی چادر اُلٹائی۔

اطرافه: ١٠٠٥، ١٠١٢، ١٠٢٣، ١٠٢٤، ١٠٢٥، ١٠٢٦، ١٠٢٧، ١٠٢٨، ٦٣٤٣

۱۰۱۲: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ اِنَّهُ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيْمٍ يُحَدِّثُ أَبَاهُ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ هُوَ صَاحِبُ الْأَذَانِ وَلَكِنَّهُ وَهِمَ لِأَنَّ هَذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيُّ مَازِنُ الْأَنْصَارِ.

۱۰۱۲: علی بن عبداللہ (مدنی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا کہ عبداللہ بن ابی بکر نے کہا کہ انہوں نے عباد بن تمیم سے سنا۔ وہ اپنے باپ کو اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت کرتے ہوئے بتا رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف گئے اور بارش کے لئے دعا کی اور آپؐ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور اپنی چادر الٹائی اور دو رکعتیں پڑھیں۔ ابوعبداللہ نے کہا: (سفیان) بن عیینہ کہتے تھے: (حضرت عبداللہ بن زیدؓ) وہی ہیں جنہوں نے (خواب میں) اذان دیکھی تھی لیکن یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ یہ عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی ہیں۔ یعنی قبیلۂ مازنِ انصار۔

اطرافه: ۱۰۰۵، ۱۰۱۱، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ٦٣٤٣۔

تشریح: تَحْوِيْلُ الرِّدَآءِ فِي الْاِسْتِسْقَآءِ: عنوان باب کو مصدر یہ رکھ کر اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ یہ امر دراصل ایسا نہیں کہ جس کو نماز استسقاء کا جزء قرار دیا جائے گو جمہور کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں چادر الٹانا مستحب ہے خواہ کسی وجہ سے آپؐ نے الٹائی ہو بلکہ امام شافعیؒ نے یہاں تک کہا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ دائیں حصہ کو بائیں کندھے پر اور بائیں حصہ کو دائیں کندھے پر کر دیا جائے بلکہ بعض روایات میں جو آتا ہے کہ آپؐ نے پہلے چادر کے نچلے کنارے کو پکڑ کر دائیں بائیں کرنا چاہا جب نہ کر سکے تو پھر اوپر کے کناروں سے ہی پکڑ کر اس کو الٹا دیا۔ اس لئے ہمیں اس فعل کی اتباع بھی کرنی چاہیے۔ جس کا آپؐ نے ارادہ فرمایا تھا مگر کسی وجہ سے نہ کر سکے۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایسی اتباع مستحب نہیں (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۴۲، ۶۴۳) اور نہ آپؐ کا یہ فعل سنت کہلا سکتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اپنی چادریں نہیں الٹائیں۔ کسی خاص وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ایسا کیا اور صحابہ کرامؓ کو نہ کرنے پر ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فعل نماز استسقاء کا جزو نہیں۔ یہ مذہب معقول ہے۔ کئی ہوں گے جن کے پاس چادر نہیں ہوتی۔ خصوصاً آج کل جبکہ پوشاک کی حالت بالکل بدل گئی ہے۔

امام موصوفؒ نے عنوان باب باندھتے وقت احتیاط سے کام لیا ہے کیونکہ کسی خصوصیت پر عام مسائل کی بنیاد نہیں

رکھی جاتی۔ نماز میں رونا ایک مستحب فعل ہے۔ بشرطیکہ خوف الٰہی یا گناہ کی ندامت یا محبت الٰہی اس کا باعث ہو لیکن اگر یہ نہیں اور تکلف سے رویا جا رہا ہے تو ایسی نماز باطل ہوگی۔ اسی طرح اگر نماز استسقاء میں چادر کا الٹانا کسی حقیقت کے ساتھ وابستہ نہیں اور محض ایک نقل ہے تو یہ فعل بھی عبث ہوگا۔ ابن العربیؒ کا خیال ہے کہ یہ ایک علامت ہے کہ حالت تبدیل ہو جائے گی جس کا انکشاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تجلی الٰہی کے تحت ہوا اور آپؐ نے اسی وقت نماز کی حالت میں اس کا اظہار فرمایا۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۴۳) یہ قیاس صحیح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے وقت میں استسقاء کی دعا کرتے ہوئے اپنی چادر نہیں الٹائی (باب ۷ روایت نمبر ۱۰۱۴)

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمِ الْمَازِنِيُّ: روایت نمبر ۱۰۱۲ کے راوی حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے متعلق شبہ تھا کہ آیا یہ وہی ہیں جن کو خواب میں اذان دکھائی گئی تھی یا کوئی اور۔ از روئے تحقیق امام بخاریؒ وہ اور ہیں۔ نیز مازن کے نام سے کئی اور قبیلے بھی ہیں مثلاً مازن تمیم، مازن قیس، مازن ضبه اور مازن شیبان۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۴۵)

بَاب ۵

اِنْتِقَامُ الرَّبِّ جَلَّ وَعَزَّ مِنْ خَلْقِهِ بِالْقَحْطِ اِذَا انْتُهِكَتْ مَحَارِمُ اللّٰهِ

رب عز و جل کا اپنی مخلوق کو قحط کے ذریعے سزا دینا جب اللہ کے محارم کی ہتک کی جائے

تشریح: **اِنْتِقَامُ الرَّبِّ جَلَّ وَعَزَّ مِنْ خَلْقِهِ بِالْقَحْطِ:** انتقام کے معنے ہیں: ناراضگی کا اظہار کرنا اور سزا دینا۔ (لسان العرب تحت لفظ نَقَمَ) محرم وہ بات ہے جس کی ممانعت کی گئی ہو۔ (لسان العرب تحت لفظ حرم) جب بدکاری پھیل جاتی اور ظلم کا غلبہ ہو جاتا ہے تو تقدیر الٰہی کی گرفت قسم قسم کے عذابوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور اس وقت رحمت اسی میں ہوتی ہے کہ جزوِ فاسد دور کر کے نوع انسان کو اس کے بد اثر سے بچایا جائے۔ قحط بھی ان عذابوں میں سے ایک عذاب الیم ہے۔ باب ۲ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت نمبر ۱۰۰۷ گذر چکی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ عذاب ہیبت ناک شکل میں ظاہر ہوا۔ باب مذکور صرف حموی کے نسخہ صحیح بخاری میں ہے۔ شارحین کی رائے ہے کہ روایت نمبر ۱۰۰۷ اس باب کے مطابق تھی مگر چونکہ امام بخاریؒ کو کسی اور سند سے یہ روایت نہیں ملی اس لئے اس کو درج باب نہیں کیا۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۴۵، ۶۴۶)

امام موصوفؒ کی عادت ہے کہ جب ایک روایت کسی نئے مسئلے کے لئے دہراتے ہیں تو اس کو نئی سند سے نقل کرتے ہیں۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الاستسقاء تشریح باب ۶، ۷ مع متعلقہ روایات اور باب ۱۰، ۱۱ مع روایات۔ جن لوگوں نے صحیح بخاری کی مکرر روایات حذف کر کے اس کی جگہ تجرید بخاری کتاب وضع کی ہے انہوں نے غلطی کی ہے اور امام موصوفؒ کی قدر و قیمت نہیں پہچانی۔

بَاب ٦ : اَلْاِسْتِسْقَاءُ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ

جامع مسجد میں بارش کے لئے دعا کرنا

١٠١٣ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وِجَاهَ الْمِنْبَرِ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِي☆ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ يُغِيْثُنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اسْقِنَا اللَّهُمَّ اسْقِنَا اللَّهُمَّ اسْقِنَا قَالَ أَنَسٌ لَا وَاللهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَةً وَلَا شَيْئًا وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَّرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ قَالَ وَاللهِ مَا رَأَيْنَا

۱۰۱۳: محمد (بن سلام بیکندی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوضمرہ انس بن عیاض نے ہم سے بیان کیا، کہا: شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا کہ وہ ذکر کر رہے تھے کہ ایک شخص جمعہ کے دن مسجد نبوی کے اس دروازے سے داخل ہوا جو منبر کے سامنے تھا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ وہ کھڑے کھڑے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: یا رسول اللہ! مال☆ مویشی مر گئے اور راستے بند ہو گئے اس لیے آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ ہم پر مینہ برسائے۔ (حضرت انسؓ) کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا: اے اللہ! ہمیں پانی پلا۔ اے اللہ! ہمیں پانی پلا۔ اے اللہ! ہمیں پانی پلا۔ حضرت انسؓ کہتے تھے: اللہ کی قسم ہم آسمان میں نہ بادل دیکھتے تھے نہ بادل کا کوئی ٹکڑا اور نہ کوئی اور چیز اور نہ ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی گھر یا مکان تھا (کہ آسمان اوٹ میں ہو) کہتے تھے: اتنے میں اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک بدلی نمودار ہوئی، ڈھال کے برابر تھی۔ جب وہ

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "اَلْمَوَاشِيَ" کی بجائے "اَلْاَمْوَالُ" ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۶۴۶)

الشَّمْسَ سِتًّا[1] ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ يُمْسِكْهَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللَّهُمَّ عَلَى الْآكَامِ {وَالْجِبَالِ[2]} وَالظِّرَابِ وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ قَالَ شَرِيْكٌ فَسَأَلْتُ أَنَسًا أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ قَالَ لَا أَدْرِي.

آسمان کے وسط میں آئی تو پھیل گئی۔ پھر برسنے لگی۔ کہتے تھے: اللہ کی قسم! ہم نے ہفتہ[1] بھر سورج نہ دیکھا۔ پھر آئندہ جمعہ کو ایک شخص اسی دروازہ سے مسجد میں آیا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے۔ وہ کھڑے کھڑے آپؐ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: یا رسول اللہ! مال مویشی مر گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ بارش روک لے۔ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا: یا اللہ! ہمارے اردگرد بارش ہو اور ہم پر نہ ہو۔ یا اللہ! ٹیلوں اور پہاڑوں[2] اور ٹیکروں اور وادیوں اور درخت اگنے کے مقامات پر بارش ہو۔ (حضرت انسؓ کہتے تھے) اتنے میں بارش بند ہو گئی۔ اور ہم نکلے، دھوپ میں چلنے پھرنے لگے۔ شریک کہتے تھے کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا: کیا یہ پہلا شخص ہی تھا؟ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا۔

اطرافہ: ۹۳۲، ۹۳۳، ۱۰۱۹، ۱۰۲۱، ۱۰۲۹، ۱۰۳۳، ۳۵۸۲، ۶۰۹۳، ۶۳۴۲۔

تشریح: اَلْإِسْتِسْقَآءُ فِی الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ: جمہور کا مذہب ہے کہ بارش کی دعا کے لئے بستی سے باہر جانا شرط ہے۔ (بدایۃ المجتهد. کتاب الصلاۃ الثانی. الباب السابع فی الاستسقاء) امام بخاریؒ کے نزدیک یہ شرط نہیں۔ بلکہ لوگوں کا اکٹھا ہونا شرط ہے۔ دعائے استسقاء مسجد جامع میں بھی ہو سکتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جامع مسجد میں جمعہ کے دن منبر پر کھڑے کھڑے دعا کی جو قبول ہوئی۔

---

[1] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "سِتًّا" کی بجائے "سَبْتًا" ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۶۴۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] لفظ "وَالْجِبَالُ"، فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۶۴۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب۷: اَلْاِسْتِسْقَاءُ فِي خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ

خطبہ جمعہ میں بارش کی دعا مانگنا بغیر اس کے کہ قبلہ رخ ہو

١٠١٤: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ جُمُعَةٍ مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ بَابِ دَارِ الْقَضَاءِ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعْتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ يُغِيْثُنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ أَغِثْنَا اللَّهُمَّ أَغِثْنَا اللَّهُمَّ أَغِثْنَا قَالَ أَنَسٌ وَلَا وَاللهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَةً وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَّرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ فَلَا وَاللهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا☆

۱۰۱۴: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شریک سے، شریک نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ ایک شخص جمعہ کے دن اس دروازے سے مسجد میں داخل ہوا جو دارالقضاء کی طرف تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ فرمارہے تھے۔ وہ شخص کھڑے کھڑے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: یا رسول اللہ! مال مویشی ہلاک ہوگئے اور راستے بند ہوگئے۔ آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ ہم پر مینہ برسائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا: اے اللہ! ہم پر بارش برسا۔ اے اللہ! ہم پر بارش برسا۔ اے اللہ! ہم پر بارش برسا۔ حضرت انسؓ کہتے تھے: اللہ کی قسم ہم آسمان میں نہ ابر دیکھتے تھے نہ ابر کا ٹکڑا اور سلع پہاڑ اور ہمارے درمیان نہ کوئی گھر تھا، نہ مکان۔ کہتے تھے: اتنے میں پہاڑ کے پیچھے سے ایک بدلی ڈھال کے برابر نمودار ہوئی۔ جب وہ آسمان کے درمیان آئی تو پھیل گئی اور برسنے لگی۔ بخدا ہم نے سورج ہفتہ ☆ بھر نہیں دیکھا۔ پھر جمعہ کے دن اسی دروازہ

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "سِتًّا" کی بجائے "سَبْتًا" ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۶۵۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ ذَلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُمْسِكْهَا عَنَّا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللَّهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَأَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِيْ فِي الشَّمْسِ قَالَ شَرِيْكٌ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ فَقَالَ مَا أَدْرِيْ.

سے ایک شخص داخل ہوا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ فرمار ہے تھے۔اس نے کھڑے کھڑے آپؐ کی طرف منہ کیا اور کہا: یارسول اللہ! مال مویشی تباہ ہوگئے اور راستے کٹ گئے۔ آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ بارش ہم سے روک لے۔ حضرت انسؓ نے کہا: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا: اے اللہ! ہمارے گردا گرد ہو اور ہم پر نہ ہو۔ اے اللہ! ٹیلوں اور ٹیکریوں اور وادیوں کے نشیبوں میں اور درخت اگنے کی جگہوں میں برسے۔ حضرت انسؓ کہتے تھے: اتنے میں بادل پھٹ گیا اور ہم نکلے، دھوپ میں چلنے پھرنے لگے۔ شریک کہتے تھے: میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا: کیا یہ پہلا ہی شخص تھا؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں نہیں جانتا۔

اطرافه: ٩٣٢، ٩٣٣، ١٠١٣، ١٠١٤، ١٠١٥، ١٠١٦، ١٠١٧، ١٠١٨، ١٠١٩، ١٠٢١، ١٠٢٩، ١٠٣٣، ٣٥٨٢، ٦٠٩٣، ٦٣٤٢۔

تشریح: **اَلْاِسْتِسْقَآءُ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ:** جمہور نے دعاءِ استسقاء کے لئے یہ بھی شرط قرار دی ہے کہ امام قبلہ رخ کھڑا ہو کر دعا کرے اور اسے سنت قرار دیا ہے۔(بداية المجتهد، كتاب الصلاة الثانى الباب السابع فى الاستسقاء) امام بخاریؒ کے نزدیک دعاءِ استسقاء کسی حالت میں بھی کی جاسکتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف بھی ثابت ہے البتہ جب باجماعت نماز کی صورت ہوگی تو پھر قبلہ رخ ہونا ضروری ہے۔

نَحْوَ بَابِ دَارِ الْقَضَآءِ: روایت نمبر ۱۰۱۴ میں جس دار القضاء کا ذکر ہے وہ حضرت عمرؓ نے بنوایا تھا اور ان کی وصیت کے مطابق اسے فروخت کر کے ان کا قرضہ ادا کیا گیا۔

بَاب ۸: اَلْاِسْتِسْقَاءُ عَلَى الْمِنْبَرِ
منبر پر برسات کے لئے دعا کرنا

۱۰۱۵: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَحَطَ الْمَطَرُ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّسْقِيَنَا فَدَعَا فَمُطِرْنَا فَمَا كِدْنَا أَنْ نَّصِلَ إِلَى مَنَازِلِنَا فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ قَالَ فَقَامَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّصْرِفَهُ عَنَّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ السَّحَابَ يَتَقَطَّعُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا يُمْطَرُوْنَ وَلَا يُمْطَرُ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ.

۱۰۱۵: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انسؓ (بن مالک) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: اس اثناء میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن لوگوں سے مخاطب تھے کہ ایک شخص آپؐ کے پاس آیا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! بارش نہیں ہوئی۔ آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ ہم پر مینہ برسائے۔ آپؐ نے دعا کی اور بارش ہوئی اور اتنی ہوئی کہ ہمارے لئے اپنے گھروں کو جانا مشکل ہوگیا۔ آئندہ جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ (حضرت انسؓ) کہتے تھے: وہی شخص یا کوئی اور کھڑا ہوا اور کہا: یا رسول اللہ! آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ اب اس کو ہم سے ہٹا دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے اردگرد ہو اور ہم پر نہ ہو۔ (حضرت انسؓ) کہتے تھے: میں نے دیکھا کہ بادل پھٹتے ہوئے دائیں اور بائیں طرف جا رہے ہیں۔ لوگوں پر تو بارش ہوتی تھی مگر مدینہ والوں پر نہ ہوتی تھی۔

اطرافه: ۹۳۲، ۹۳۳، ۱۰۱۳، ۱۰۱٤، ۱۰۱٦، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۱، ۱۰۲۹، ۱۰۳۳، ۳۵۸۲، ٦۰۹۳، ٦۳٤۲۔

تشریح: **اَلْاِسْتِسْقَآءُ عَلَى الْمِنْبَرِ:** بعض لوگ دعا کے لئے مخصوص جگہ کی شرط عائد کرتے ہیں جو صحیح نہیں۔ جس حالت میں انسان ہو اور جہاں ہو دعا کر سکتا ہے۔ خواہ منبر پر کھڑا لوگوں سے مخاطب ہو۔ دعا اور اس کی قبولیت کا انحصار زیادہ تر قلبی کیفیات پر ہے جو مکان و زمان کی قیود سے آزاد ہیں۔

بَاب ۹ : مَنِ اكْتَفَى بِصَلَاةِ الْجُمُعَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

جو بارش کی دعا کے لئے جمعہ کی نماز ہی کافی سمجھے

۱۰۱۶ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَدَعَا فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ فَادْعُ اللهَ يُمْسِكْهَا فَقَامَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللَّهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ.

۱۰۱۶: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے شریک بن عبداللہ (بن ابی نمر) سے، شریک نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: مویشی مر گئے اور راستے بند ہوگئے ہیں۔ آپؐ نے دعا کی اور اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ہم پر بارش ہوتی رہی۔ پھر وہ آیا اور اس نے کہا: گھر گر گئے اور راستے بند ہوگئے اور مویشی مر گئے۔ آپ اللہ سے دعا کریں کہ بارش ہم سے روک لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپؐ نے دعا کی: اے اللہ! ٹیلوں پر اور پہاڑیوں پر اور نالوں پر اور درختوں کے اُگنے کی جگہ پر مینہ برسا چنانچہ مدینہ سے بادل کپڑے کی طرح پھٹ گئے۔

اطرافه: ۹۳۲، ۹۳۳، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۱، ۱۰۲۹، ۱۰۳۳، ۳۵۸۲، ۶۰۹۳، ۶۳۴۲۔

تشریح: **مَنِ اكْتَفٰى بِصَلَاةِ الْجُمُعَةِ فِى الْاِسْتِسْقَآءِ:** جمہور کے نزدیک نماز استسقاء میں دو رکعت نفل بطور شرط ضروری ہے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ضروری نہیں۔ (بداية المجتهد. كتاب الصلاة الثاني. الباب السابع فى الاستسقاء) اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت نمبر ۱۰۱۶ میں صرف دعا کا ذکر ہے۔ ایسا ہی حضرت عبداللہ بن زیدؓ مازنی کی روایت نمبر ۱۰۱۱ میں بھی نماز پڑھنے کا ذکر نہیں گو دوسری سند کی اسی روایت نمبر ۱۰۱۲ میں نماز کا ذکر ہے۔ اس لئے جمہور کی دلیل یہ ہے کہ کسی روایت میں نماز کا ذکر نہ ہونا حجت نہیں بلکہ جس روایت میں ذکر ہے وہ حجت ہے جو درست استدلال ہے۔ حضرت انسؓ کی مذکورہ بالا روایت کی بناء پر بعض کا یہ خیال ہے کہ جمعہ کی نماز ہی کافی سمجھی گئی تھی۔ اس لئے الگ دو رکعتیں نہیں پڑھی گئیں۔ امام بخاریؒ نے عنوان باب مصدر یہ رکھ کر علی الاطلاق دونوں صورتیں ہی جائز قرار دی ہیں، مطلق دعا یا دوگانہ نفل۔

بَاب ۱۰: اَلدُّعَاءُ إِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ

دعا کرنا جب کثرت باراں سے راستے بند ہو جائیں

۱۰۱۷: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُطِرُوْا مِنْ جُمُعَةٍ إِلَى جُمُعَةٍ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ عَلَى رُءُوْسِ الْجِبَالِ وَالْآكَامِ وَبُطُوْنِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ.

۱۰۱۷: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر سے، شریک نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! مویشی مر گئے۔ راستے بند ہو گئے۔ آپؐ اللہ سے دعا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور ان پر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! گھر گر گئے، راستے بند ہو گئے اور مویشی مر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: یا اللہ! پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور ٹیلوں پر اور نالوں کے نشیبوں میں اور درخت اُگنے کی جگہوں میں بارش ہو۔ اس پر بادل مدینہ سے کپڑے کی طرح پھٹ گئے۔

اطرافہ: ۹۳۲، ۹۳۳، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۱، ۱۰۲۹، ۱۰۳۳، ۳۵۸۲، ۶۰۹۳، ۶۳۴۲۔

تشریح: **اَلدُّعَاءُ إِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ:** عدم باراں اور کثرت باراں دونوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے دعا مانگی جائے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی اور وہ قبول ہوئی۔

ہر شئے میں خیر و برکت ہے لیکن وہ انسان کے سوءِ تصرف سے شر کا باعث بھی ہوسکتی ہے۔ سورۃ الفلق میں اسی شر سے پناہ مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ فرمایا ہے: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ کہ میں مخلوقات کے رب کی پناہ لیتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے تفسیر کبیر مصنفہ حضرت مصلح موعودؓ، تفسیر سورۃ الفلق، جلد ۱۰ صفحہ ۵۵۶ تا ۵۶۶ جہاں بسط سے اس لطیف مضمون پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس عالم میں خیر و شر کا ظہور تقدیر الٰہی کے تحت ہوتا رہتا ہے اور یہ خالق کائنات کے وجود پر محکم دلیل ہے۔

بَاب ۱۱

مَا قِيلَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يُحَوِّلْ رِدَاءَهُ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

یہ جو کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن بارش کی دعا کرتے وقت اپنی چادر نہیں اُلٹائی

۱۰۱۸: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَافَى بْنُ عِمْرَانَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا شَكَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَاكَ الْمَالِ وَجَهْدَ الْعِيَالِ فَدَعَا اللهَ يَسْتَسْقِي وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ حَوَّلَ رِدَاءَهُ وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

۱۰۱۸: حسن بن بشر نے ہم سے بیان کیا، کہا: معافیٰ ابن عمران نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اوزاعی سے، اوزاعی نے اسحٰق بن عبداللہ (بن ابی طلحہ) سے، اسحٰق نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جانور مرجانے اور بال بچوں کے تکلیف اٹھانے کی شکایت کی تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے بارش کے لئے دعا کی اور اس نے یہ ذکر نہیں کیا کہ آپؐ نے چادر اُلٹائی اور نہ یہ بتایا کہ آپؐ قبلہ رخ ہوئے۔

اطرافہ: ۹۳۲، ۹۳۳، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۹، ۱۰۲۱، ۱۰۲۹، ۱۰۳۳، ۳۵۸۲، ۶۰۹۳، ۶۳۴۲۔

تشریح: لَمْ يُحَوِّلْ رِدَآءَهُ: روایت نمبر ۱۰۱۸ کئی راویوں سے مروی ہے۔ دیکھئے روایت نمبر ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۹۔ اور اسی وجہ سے علماء نے تحویل رداء کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص حالت کے ساتھ وابستہ سمجھا ہے اور صحت نماز کے لئے اسے بطور شرط نہیں گردانا۔

بَاب ۱۲ : إِذَا اسْتَشْفَعُوْا إِلَى الْإِمَامِ لِيَسْتَسْقِيَ لَهُمْ لَمْ يَرُدَّهُمْ

جب لوگ امام سے سفارش کریں کہ وہ ان کے لئے بارش کی دعا کرے تو وہ ردّ نہ کرے

۱۰۱۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ فَدَعَا اللهَ فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ عَلَى ظُهُوْرِ الْجِبَالِ وَالْآكَامِ وَبُطُوْنِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ.

۱۰۱۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر سے، شریک نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! مویشی مر گئے اور راستے بند ہو گئے۔ آپؐ اللہ سے دعا کریں۔ اس پر آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ہم پر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! گھر گر گئے، راستے بند ہو گئے اور مویشی مر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! پہاڑوں اور ٹیلوں کی پشتوں پر اور وادیوں کے نشیبوں اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں پر برسا۔ چنانچہ مدینہ سے بادل کپڑے کی طرح پھٹ گئے۔

اطرافہ: ۹۳۲، ۹۳۳، ۱۰۱۳، ۱۰۱٤، ۱۰۱٥، ۱۰۱٦، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۲۱، ۱۰۲۹، ۱۰۳۳، ۳٥۸۲، ٦۰۹۳، ٦۳٤۲۔

تشریح: **اِذَا اسْتَشْفَعُوْا اِلَى الْاِمَامِ لِيَسْتَسْقِيَ لَهُمْ لَمْ يَرُدَّهُمْ:** باب۳ میں یہ بتایا گیا ہے کہ لوگوں کو قحط باراں میں کیا کرنا چاہیے اور اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ امام کا کیا فرض ہے جب لوگ اس کے توسط سے دعا کی تمنا کریں۔

بَاب١٣: إِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ عِنْدَ الْقَحْطِ

اگر مشرک مسلمانوں سے قحط کے وقت دعا چاہیں

١٠٢٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ وَالْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ أَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ إِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَئُوْا عَنِ الْإِسْلَامِ فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوْا فِيْهَا وَأَكَلُوْا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ فَجَاءَهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَأْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ هَلَكُوْا فَادْعُ اللهَ فَقَرَأَ: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ (الدخان:١١) ثُمَّ عَادُوْا إِلَى كُفْرِهِمْ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى (الدخان:١٧) يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ وَزَادَ أَسْبَاطُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُقُوْا الْغَيْثَ فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا وَشَكَا النَّاسُ كَثْرَةَ الْمَطَرِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَانْحَدَرَتِ السَّحَابَةُ

١٠٢٠: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: منصور اور اعمش نے ابوالضحیٰ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ مسروق سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں حضرت ابن مسعودؓ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: قریش نے اسلام قبول کرنے میں توقف کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی تو قحط سالی نے انہیں ایسا پکڑا کہ وہ اس میں ہلاک ہوگئے اور انہوں نے مردے اور ہڈیاں کھائیں۔ ابوسفیان آپؐ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: اے محمدؐ! آپؐ تو صلہ رحمی کا حکم کرنے کے لئے آئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ آپؐ کی قوم ہلاک ہوگئی ہے۔ اللہ (عزوجل) سے دعا مانگیں۔ آپؐ نے یہ آیت پڑھی: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ. (خیر آپؐ نے دعا کی اور بارش ہوئی۔ قحط جاتا رہا۔) مگر پھر وہ ویسے ہی منکر ہوگئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: (یعنی) جس دن ہم بہت بڑی گرفت کریں گے یعنی بدر کے دن۔ (ابوعبداللہ نے) کہا: اور اسباط (بن محمد) نے منصور سے روایت کرتے ہوئے یہ بات زائد کہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور ان پر بارش ہوئی اور سات روز تک بادل ان پر چھایا رہا اور لوگوں نے کثرتِ باراں کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا: اے اللہ ہمارے آس پاس ہو

عَنْ رَأْسِهِ فَسُقُوْا النَّاسُ حَوْلَهُمْ. ہم پر نہ ہو تو بدلی آپؐ کے سر سے پھٹ گئی اور ان کے اردگرد لوگوں پر بارش ہونے لگی۔

اطرافہ: ۱۰۰۷، ٤٦٩٣، ٤٧٦٧، ٤٧٧٤، ٤٨٠٩، ٤٨٢٠، ٤٨٢١، ٤٨٢٢، ٤٨٢٣، ٤٨٢٤، ٤٨٢٥۔

تشریح: اِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُوْنَ: اگرچہ قحط اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قسم کی سزا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ دعاؤں کے ذریعہ سے یہ سزا ہٹانے کی کوشش نہ کی جائے۔ اسلام اس امر میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممانعت ہو جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا: وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (ہود:۳۸) تو ظالموں کے بارے میں مجھے مخاطب نہ کر۔ وہ غرق کئے جائیں گے۔ ابوسفیان نے صلہ رحمی اور کریمانہ اخلاق کا واسطہ دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ دشمنانِ ایمان وجان اور عزت وآبرو گھبرا کر دعا کے لئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ نے ان کے لئے دعا کی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خود آپؐ کے دشمنوں کو بھی آپؐ کے کریمانہ اخلاق پر اعتماد تھا کہ ان کی درخواست ردّ نہ ہوگی اور یہ کہ آپؐ کی دعا قبول ہوگی۔ امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۱۰۲۰ میں ابوسفیان کی درخواست دعا کا واقعہ اور سات دن کی متواتر بارش کا واقعہ اکٹھا کر دیا ہے۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ الگ الگ واقعات ہیں مگر یہ اعتراض صحیح نہیں۔ روایت نمبر ۱۰۰۶ میں گزر چکا ہے کہ آپؐ نے قبیلہ مضر کے لئے بددعا کی اور روایت نمبر ۱۰۰۷ میں ذکر ہے کہ ابوسفیان نے آپؐ سے دعا کی درخواست کی۔ قحط اسی وقت شروع ہو گیا تھا جب آپؐ مکہ میں تھے اور قبیلہ مضر کے لوگ اس میں سب سے زیادہ ہلاک ہوئے۔ دیکھئے روایت ابومعاویہ اور کتاب التفسیر صحیح بخاری تفسیر سورۃ الدخان روایت نمبر ۴۸۲۱۔ اس وقت ابوسفیان مع چند اور لوگوں کے آپؐ کے پاس مدینہ میں آئے۔ اس دفعہ ان میں حضرت کعب بن مرہؓ بھی تھے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ اور حاکمؒ نے عمرو بن مرہ کی سند سے حضرت کعبؓ کی یہ روایت نقل کی ہے: قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى مُضَرَ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ نَصَرَكَ وَاَعْطَاكَ وَاسْتَجَابَ لَكَ اِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا (مسند احمد بن حنبل جزء ۴ صفحہ ۲۳۵) (المستدرک علی الصحیحین، کتاب الاستسقاء، باب دعا الاستسقاء وصلاته) حضرت کعبؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مضر پر بددعا کی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ نے آپؐ کی نصرت فرمائی اور آپؐ کو عطا کیا جو آپؐ نے طلب کیا اور آپؐ کی دعائیں قبول کیں۔ آپؐ کی قوم ہلاک ہوگئی ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: لِمُضَرَ؟ اِنَّكَ لَجَرِيْءٌ فَاسْتَسْقٰى لَهُمْ فَسُقُوْا. (روایت نمبر ۴۸۲۱) آپ نے فرمایا: کیا مضر کے لئے؟ تم تو بڑے جری ہو۔ چنانچہ آپؐ نے بارش کے لئے دعا کی اور ان کے لئے برسائی گئی۔

عمرو بن مرہ کی محولہ بالا روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جب بارش بہت ہوگئی تو دوسرے جمعہ آپؐ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا (مسند احمد بن حنبل جزء ۴ صفحہ ۲۳۶) یعنی اے اللہ بارش ہمارے اردگرد ہو، ہم پر نہ ہو۔ اسی طرح بیہقیؒ کی

کتاب الدلائل میں عمرو بن مرہ کی سند سے حضرت کعب بن مرہؓ کی یہ روایت نقل کی گئی ہے: قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى مُضَرَ فَاَتَاهُ اَبُوْ سُفْيَانَ فَقَالَ ادْعُ لِقَوْمِكَ فَاِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا...... ابن ماجہ میں بھی اسی راوی سے یہی روایت ہے مگر اس میں ابوسفیان کا ذکر نہیں۔ اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَسْقِ اللّٰهَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مَرِيْئًا ...... (ابن ماجه. كتاب اقامة الصلوات، باب ما جاء في الدعاء في الاستسقاء) سندوں اور راویوں کے اختلاف کے باوجود ان روایتوں کے الفاظ بلحاظ مفہوم ایک ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان اور حضرت کعبؓ بن مرہ مع چند اور لوگوں کے مدینہ میں پہنچے اور ان دونوں نے آپؐ سے درخواست کی اور خطبہ جمعہ کے وقت ایک دیہاتی نے آپؐ سے درخواست کی، جیسا کہ ابوسفیان وغیرہ نے بھی، جس پر آپؐ نے دعا کی۔ (روایت نمبر ۱۰۱۶، ۱۰۱۷) پس اسباط بن محمد کا منصور سے مذکورہ بالا سند کے ساتھ دونوں واقعات اکٹھے بیان کرنا قابل اعتراض نہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۵۹، ۶۶۰)

بَاب ١٤ : اَلدُّعَاءُ إِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا

جب بارش زیادہ ہو تو یہ دعا کرنا ہمارے اردگرد برسے ہم پر نہ برسے

١٠٢١ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ فَقَامَ النَّاسُ فَصَاحُوْا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ قَحَطَ الْمَطَرُ وَاحْمَرَّتِ الشَّجَرُ وَهَلَكَتِ الْبَهَائِمُ فَادْعُ اللهَ يَسْقِيْنَا فَقَالَ اللَّهُمَّ اسْقِنَا مَرَّتَيْنِ وَايْمُ اللهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً مِنْ سَحَابٍ فَنَشَأَتْ سَحَابَةٌ وَأَمْطَرَتْ وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ لَمْ تَزَلْ تُمْطِرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيْهَا فَلَمَّا قَامَ

۱۰۲۱: محمد بن ابی بکر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) معتمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے، عبیداللہ نے ثابت سے، ثابت نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن (لوگوں سے) مخاطب تھے تو لوگ کھڑے ہو گئے اور چلائے اور کہا: یا رسول اللہ! بارش نہیں ہوتی اور درخت پیلے ہو گئے اور جانور تباہ ہو گئے۔ آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ ہم پر بارش برسائے۔ آپؐ نے دعا کی۔ اے اللہ! ہمیں پانی پلا۔ دو دفعہ (آپؐ نے یہ کہا) اور اللہ کی قسم ہم آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ اتنے میں ایک بدلی اٹھی اور برسنے لگی۔ آپؐ منبر سے اُتر آئے اور نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو بارش برابر

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ صَاحُوْا إِلَيْهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يَحْبِسْهَا عَنَّا فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَكَشَطَتِ الْمَدِيْنَةُ فَجَعَلَتْ تُمْطِرُ حَوْلَهَا وَلَا تُمْطِرُ بِالْمَدِيْنَةِ قَطْرَةً فَنَظَرْتُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ وَإِنَّهَا لَفِي مِثْلِ الْإِكْلِيْلِ.

ہو رہی تھی اور آئندہ جمعہ تک ہوتی رہی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے تو لوگ پھر آپؐ کے سامنے چلائے۔ گھر گر گئے اور راستے کٹ گئے۔ اس لئے آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہم سے بارش روک لے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور کہا: اے اللہ! ہمارے گرداگرد برسے ہم پر نہ برسے۔ مدینہ سے (بادل) پھٹ گئے اور اردگرد بارش ہونے لگی۔ مدینہ میں ایک قطرہ بھی نہیں برستا تھا۔ میں نے مدینہ کو دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا کہ وہ (چاروں طرف پانی کی وجہ سے) تاج جیسی چیز میں رکھا ہوا ہے۔

اطرافہ: ۹۳۲، ۹۳۳، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۹، ۱۰۳۳، ۳۵۸۲، ۶۰۹۳، ۶۳۴۲۔

تشریح: حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا: اپنی دعاؤں میں انسان ادب ملحوظ رکھے۔ بارش اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور اگر وہ خود اس کا محتاج نہیں رہا تو اس کے سوا اور بہت سے لوگ ہیں جو اس کے محتاج ہوں گے۔ اس لئے رحمت کا دروازہ دوسروں کے لئے کھلا رہنے کی درخواست کرنی چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے مدینہ میں بارش بند ہونے کی دعا کے ساتھ اردگرد بارش جاری رہنے کی دعا بھی کی۔

بَاب ۱۵: اَلدُّعَاءُ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ قَائِمًا

نماز استسقاء میں کھڑے ہو کر دعا کرنا

۱۰۲۲: وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْأَنْصَارِيُّ وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَاسْتَسْقَى فَقَامَ بِهِمْ عَلَى رِجْلَيْهِ

۱۰۲۲: اور ابونعیم نے ہمیں بتایا اور انہوں نے زُہیر سے، زہیر نے ابواسحٰق سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) حضرت عبداللہ بن یزید انصاری نکلے اور ان کے ساتھ حضرت براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم بھی نکلے۔ انہوں نے بارش کے لئے دعا کی۔ وہ

عَلَى غَيْرِ مِنْبَرٍ فَاسْتَغْفَرَ☆ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ وَلَمْ يُؤَذِّنْ وَلَمْ يُقِمْ قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ وَرَأَى عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ان کو لے کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے منبر پر نہیں اور بارش☆ کے لئے دعا کی۔ پھر بلند آواز سے تلاوت کرتے ہوئے دو رکعتیں پڑھیں۔ نہ اذان دی اور نہ اقامت کہی۔ ابواسحٰق کہتے تھے: حضرت عبداللہ بن یزید (انصاریؓ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔

۱۰۲۳: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ تَمِيمٍ أَنَّ عَمَّهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِيْ لَهُمْ فَقَامَ فَدَعَا اللهَ قَائِمًا ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَ الْقِبْلَةِ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ فَأُسْقُوْا.

۱۰۲۳: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عباد بن تمیم نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کے چچا نے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے، ان کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو باہر لے گئے تا ان کے لئے مینہ برسنے کی دعا کریں۔ آپؐ کھڑے ہوئے اور کھڑے ہی کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ پھر قبلہ کی طرف منہ کیا اور اپنی چادر اُلٹائی اور اُن پر بارش ہوئی۔

اطرافه: ۱۰۰۵، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۲٤، ۱۰۲٥، ۱۰۲٦، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ٦۳٤۳۔

تشریح: **اَلدُّعَآءُ فِي الْاِسْتِسْقَآءِ قَائِمًا:** نماز استسقاء میں کھڑے ہو کر دعا کرنا سنت نبویہ قرار دی گئی ہے۔ روایت نمبر۱۰۲۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن یزید انصاریؓ نے بارش کے لئے دعا کر کے دو رکعت نماز پڑھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بھی اسی طرح مروی ہے۔ (روایت نمبر۱۰۱۲، ۱۰۱۴، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵)

بَاب ١٦ : اَلْجَهْرُ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

نماز استسقاء میں بلند آواز سے تلاوت کرنا

١٠٢٤: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ

۱۰۲۴: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا: عبداللہ) بن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "فَاسْتَغْفَرَ" کی بجائے "فَاسْتَسْقٰی" ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ٦٦١) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَسْقِيْ فَتَوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُو وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيْهِمَا بِالْقِرَاءَةِ.

نے عباد بن تمیم سے، عباد نے اپنے چچا (حضرت عبداللہ بن زیدؓ) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نماز استسقاء کے لئے نکلے اور قبلہ رخ ہوکر دعا کرتے رہے اور آپؐ نے اپنی چادر اُلٹائی۔ پھر آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ ان میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا۔

اطرافه: ۱۰۰۵، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۶۳۴۳۔

تشریح: اَلْجَهْرُ بِالْقِرَآءَةِ فِي الْاِسْتِسْقَآءِ: اس مسئلہ پر سب کا اتفاق ہے۔
(بداية المجتهد. كتاب الصلاة الثانى. الباب السابع فى الاستسقاء) (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۶۳)

بَاب ۱۷ : كَيْفَ حَوَّلَ النَّبِيُّ ﷺ ظَهْرَهُ إِلَى النَّاسِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیٹھ لوگوں کی طرف کیسے پھیری؟

۱۰۲۵: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا☆ خَرَجَ يَسْتَسْقِيْ قَالَ فَحَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُو ثُمَّ حَوَّلَ رِدَاءَهُ ثُمَّ صَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيْهِمَا بِالْقِرَاءَةِ.

۱۰۲۵: آدم (ابن ابی عیاض) نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبداللہ) ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عباد بن تمیم سے، عباد بن تمیم نے اپنے چچا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (اس دن☆) دیکھا تھا (جس دن) آپؐ بارش کی دعا مانگنے کے لئے نکلے۔ کہا: آپؐ نے لوگوں کی طرف پیٹھ پھیری اور قبلہ رخ ہوکر دعا کرتے رہے۔ پھر آپؐ نے اپنی چادر اُلٹائی۔ پھر ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں۔ ان میں آپؐ نے بلند آواز سے قرآن کریم پڑھا۔

اطرافه: ۱۰۰۵، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۶۳۴۳۔

تشریح: كَيْفَ حَوَّلَ النَّبِيُّ ﷺ ظَهْرَهُ اِلَى النَّاسِ: بعض فقہاء چھوٹی چھوٹی بحثوں میں چلے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بحث بھی ہے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا پیٹھ پھیرنے

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "لَمَّا" کی بجائے "يَوْمَ" ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۶۶۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

سے پہلے کی یا پیٹھ پھیرنے کے بعد۔(فتح الباری جزء ثانی صفحہ ٦٦٣) سابقہ باب کی روایت نمبر ۱۰۲۴ کے یہ الفاظ ہیں: فَتَوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُوْ. يَدْعُوْ حال ہے اوراس کے یہ معنی ہیں کہ آپؐ دعا کرتے ہوئے قبلہ رخ ہوئے۔مگر روایت نمبر ۱۰۲۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ایسا نہیں کیا بلکہ پیٹھ پھیر کر قبلہ رخ ہونے کے بعد دعا شروع کی۔ روایت نمبر ۱۰۲۴ سے جو غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے اس سے بچانے کے لئے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

بَاب ١٨ : صَلَاةُ الْاِسْتِسْقَاءِ رَكْعَتَيْنِ

استسقاء کی نماز دو رکعتیں پڑھنا

١٠٢٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقَى فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ.

۱۰۲۶: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر سے،عبداللہ نے عباد بن تمیم سے،عباد نے اپنے چچا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے لئے دعا مانگی اور آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں اور اپنی چادر اُلٹائی۔

اطرافه: ١٠٠٥، ١٠١١، ١٠١٢، ١٠٢٣، ١٠٢٤، ١٠٢٥، ١٠٢٧، ١٠٢٨، ٦٣٤٣

تشریح: صَلَاةُ الْاِسْتِسْقَاءِ رَكْعَتَيْنِ: بعض روایات میں آتا ہے کہ آپؐ نے بارش کے لئے دعا کی اور دو رکعتیں نماز پڑھی اور بعض میں صرف دعا کرنے کا ذکر ہے۔اس لئے بعض فقہاء نے استسقاء میں نماز کے مسنون ہونے سے انکار کر دیا ہے۔اس بارے میں صحیح مذہب یہ ہے کہ دعائے استسقاء کے لئے نماز بطور شرط نہیں مگر سنت ضرور ہے۔جیسا کہ روایت مذکورہ بالا سے واضح ہے۔یہ روایت نمبر ۱۰۱۲ میں بھی گزر چکی ہے۔اس تعلق میں باب ۹ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ١٩ : اَلْاِسْتِسْقَاءُ فِي الْمُصَلَّى

عیدگاہ میں بارش کے لئے دعا مانگنا

١٠٢٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ

۱۰۲۷: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔عبداللہ بن ابی بکر سے مروی ہے کہ عبداللہ نے عباد بن تمیم سے سنا۔

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلَّى يَسْتَسْقِيْ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ قَالَ سُفْيَانُ فَأَخْبَرَنِي الْمَسْعُوْدِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ جَعَلَ الْيَمِيْنَ عَلَى الشِّمَالِ.

عباد نے اپنے چچا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کو نماز استسقاء کے لئے نکلے اور قبلہ رخ ہوکر آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں اور چادر اُلٹائی۔ سفیان کہتے تھے: مسعودی (بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ) نے ابوبکر سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا، کہا: دائیں طرف کو بائیں طرف کیا۔

اطرافه: ١٠٠٥، ١٠١١، ١٠١٢، ١٠٢٣، ١٠٢٤، ١٠٢٥، ١٠٢٦، ١٠٢٨، ٦٣٤٣

تشریح: **اَلْاِسْتِسْقَآءُ فِي الْمُصَلَّى:** روایت ۱۰۲۷ اس سے پہلے چھ سندوں سے نقل کی جا چکی ہے۔ دیکھئے روایت نمبر ۱۰۰۵، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶۔ ہر سند کی روایت میں کچھ نہ کچھ اختلاف ہے۔ روایت نمبر ۱۰۰۵ میں صرف بارش کے لئے دعا مانگنے، اس کے لئے باہر جانے اور چادر اُلٹانے کا ذکر ہے اور وہاں عنوان باب یہ قائم کیا گیا ہے: اَلْاِسْتِسْقَاءُ وَخُرُوْجُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْاِسْتِسْقَآءِ. روایت نمبر ۱۰۱۱ میں اختصار ہے اور روایت نمبر ۱۰۱۲ میں تفصیل ہے اور وہاں باب کا عنوان تَحْوِيْلُ الرِّدَآءِ فِي الْاِسْتِسْقَآءِ ہے اور باب نمبر ۱۸ بھی مختصر ہے اور اس میں عنوان صَلَاةُ الْاِسْتِسْقَآءِ رَكْعَتَانِ کی جگہ رَكْعَتَيْنِ ہے۔ باب نمبر ۱۹ کا عنوان جملہ مصدریہ ہے۔

یہ صورت عنوان اس وقت اختیار کی جاتی ہے جب مسائل زیر عنوان سے متعلق اپنی رائے کسی نہ کسی وجہ سے ظاہر نہ کرنا چاہتے ہوں یا ان کو ایسے امور میں سے نہ سمجھتے ہوں کہ جن میں اختلاف کرنے کی واقعی ضرورت ہو۔ اگر باب ۱۸ کا عنوان یوں باندھا جاتا: صَلَاةُ الْاِسْتِسْقَآءِ رَكْعَتَانِ تو سمجھا جا سکتا تھا کہ بعض ایسی بھی صورتیں ہوں گی جن کی وجہ سے بعض لوگ دو سے زیادہ رکعتیں پڑھنے کے قائل ہیں اور امام موصوفؒ ان کے خلاف اپنی تحقیق بالجزم پیش کر رہے ہیں۔ باب ۱۹ کا معنونہ مسئلہ بھی درحقیقت ایسا ہی مسئلہ ہے جس کے متعلق تخصیص نہیں کی جا سکتی کہ ضرور ہی عیدگاہ میں جا کر دعا مانگی جائے ورنہ مقبول نہ ہوگی۔ اگرچہ عیدگاہ میں جا کر بارش کی دعا کرنا سنت نبویہ ہے اور لوگوں کا اس غرض کے لئے مخصوص طور پر باہر جا کر اکٹھے ہونا ایک ایسا نظارہ ہے کہ جو دلوں میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کا زیادہ محرک ہو سکتا ہے۔ تاہم یہ ان مسائل میں سے نہیں کہ استسقاء کے لئے یہ ضروری شرط قرار دی جائے۔

بَاب ۲۰ : اِسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

نمازاستسقاء میں قبلے کی طرف منہ کرنا

۱۰۲۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ عَبَّادَ بْنَ تَمِيْمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى يُصَلِّيْ وَأَنَّهُ لَمَّا دَعَا أَوْ أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ

۱۰۲۸: محمد (بن سلام بیکندی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوہاب (ثقفی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ یحيٰ بن سعید (انصاری) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوبکر بن محمد (بن عمرو بن حزم) نے مجھے بتایا۔ عباد بن تمیم نے انہیں خبر دی۔ حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ نے ان کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف نماز کے لئے نکلے اور آپؐ نے جب دعا کی یا دعا کرنا چاہی تو آپؐ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور اپنی چادر اُلٹائی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: ابْنُ زَيْدٍ هَذَا مَازِنِيٌّ وَالْأَوَّلُ كُوفِيٌّ هُوَ ابْنُ يَزِيْدَ.

ابوعبداللہ نے کہا: یہ (حضرت عبداللہ) بن زید مازنیؓ ہیں اور پہلے کوفی جو یزید کے بیٹے ہیں۔

اطرافه: ۱۰۰۵، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲٤، ۱۰۲٥، ۱۰۲٦، ۱۰۲۷، ٦۳٤۳۔

تشریح: اِسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ فِي الْاِسْتِسْقَآءِ: اس باب کا معنونہ مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کیونکہ روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ نے بغیر قبلہ رخ ہونے کے دعائے استسقاء کی۔ (باب ۷ روایت ۱۰۱۴)

گزشتہ باب کی تشریح میں ایسی روایات کے حوالے دیئے جا چکے ہیں جو مختلف سندوں سے مروی ہیں اور نفس مضمون میں اختصار و بسط اور اجمال و تفصیل وجدّت ہے اور وہ مضمون میں متقارب و متفق ہیں۔ جس سے ان کی صحت اور ثقہ ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ امام بخاریؒ کی اس کتاب کی یہ وہ خصوصیت ہے جس نے اسے اصحّ الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیا ہے۔ تکرارِ روایت میں کئی باتیں ملحوظ ہیں۔ تجرید سے یہ امتیاز ختم ہو جاتا ہے۔

وَالْاَوَّلُ كُوفِيٌّ هُوَ ابْنُ يَزِيْدَ: وَالْاَوَّلُ سے مراد عبداللہ بن یزید ہیں جن کا ذکر باب نمبر ۱۵ روایت نمبر ۱۰۲۲ میں ہے۔

بَاب ۲۱ : رَفْعُ النَّاسِ أَيْدِيَهُمْ مَعَ الْإِمَامِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

لوگوں کا دعائے استسقاء میں امام کے ساتھ اپنے ہاتھ اُٹھانا

۱۰۲۹ : قَالَ أَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ أَتَى رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْبَدْوِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ هَلَكَ الْعِيَالُ هَلَكَ النَّاسُ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ يَدْعُو وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَعَهُ يَدْعُوْنَ قَالَ فَمَا خَرَجْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى مُطِرْنَا فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ حَتَّى كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْأُخْرَى فَأَتَى الرَّجُلُ إِلَى نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ بَشِقَ الْمُسَافِرُ وَمُنِعَ الطَّرِيْقُ. {بَشِقَ اَیْ مَلَّ☆}

۱۰۲۹: (اور) ایوب بن سلیمان نے کہا: ابوبکر بن ابی اویس نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سلیمان بن بلال سے روایت کی کہ یحيٰ بن سعید نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا۔ انہوں نے کہا: اہل بادیہ میں سے ایک بدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمعہ کے دن آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! مویشی مرگئے، بال بچے ہلاک ہوگئے اور لوگ مرگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرنے کے لئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور لوگوں نے بھی دعا کے لئے آپؐ کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھائے۔ حضرت انسؓ کہتے تھے کہ ہم مسجد سے نکلے نہیں تھے کہ ہم پر بارش ہونے لگی اور دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر وہی شخص نبی ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! مسافر اُکتا گئے، راستے رُک گئے۔ بَشِقَ☆ کے معنے ہیں گھبرا گیا۔

اطرافه: ۹۳۲، ۹۳۳، ۱۰۱۳، ۱۰۱٤، ۱۰۱٥، ۱۰۱٦، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۱، ۱۰۳۳، ۳٥۸۲، ٦۰۹۳، ٦۳٤۲۔

۱۰۳۰ : وَقَالَ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ

۱۰۳۰: اور (عبدالعزیز) اویسی نے کہا: محمد بن جعفر نے یحيٰ بن سعید اور شریک سے روایت کرتے ہوئے

☆ الفاظ "بَشِقَ اَیْ مَلَّ" عمدۃ القاری کے مطابق ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۷ صفحہ ۵۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَشَرِيْكٍ سَمِعَا أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ.

مجھے بتایا۔ ان دونوں نے حضرت انسؓ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سنا کہ آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ میں نے آپؐ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

اطرافه: ۱۰۳۱، ۳۵۶۵، ۶۳۴۱۔

بَاب ۲۲ : رَفْعُ الْإِمَامِ يَدَهُ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

امام کا دعائے استسقاء میں ہاتھ اٹھانا

۱۰۳۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ دُعَائِهِ إِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَاءِ وَإِنَّهُ يَرْفَعُ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ.

۱۰۳۱: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحيٰ (بن سعید قطان) اور (محمد بن ابراہیم) بن ابی عدی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید (بن ابی عروبہ) سے، سعید نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی دعا میں بھی اپنے دونوں ہاتھ (اتنے اونچے) نہیں اٹھایا کرتے تھے سوائے دعائے استسقاء کے اور آپؐ یہاں تک انہیں اٹھاتے کہ آپؐ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔

اطرافه: ۱۰۳۰، ۳۵۶۵، ۶۳۴۱۔

تشریح: رَفْعُ النَّاسِ اَيْدِيَهُمْ مَعَ الْاِمَامِ فِي الْاِسْتِسْقَآءِ: اس باب کا عنوان بھی جملہ مصدریہ سے باندھا گیا ہے حالانکہ جمہور کے نزدیک اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ جب امام دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو لوگ بھی ہاتھ اٹھائیں اور ان کو دعا میں شریک ہونا چاہیے۔ (بداية المجتهد. كتاب الصلاة الثاني. الباب السابع في الاستسقاء) امام بخاریؒ نے عنوان جملہ مصدریہ رکھنے میں احتیاط کا پہلو اس لئے اختیار کیا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت نمبر ۱۰۳۱ مندرجہ باب ۲۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا یہ ہاتھ اٹھانا دعائے استسقاء سے ہی مخصوص تھا۔ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِّنْ دُعَآئِهِ اِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَآءِ لیکن بظاہر یہ واقعہ کے خلاف ہے کیونکہ کتاب الدعوات میں امام موصوفؒ نے چند روایتیں نقل کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ دوسری دعاؤں میں بھی ہاتھ اٹھایا کرتے تھے اور اُس کتاب کے باب ۲۳ رَفْعُ الْاَيْدِيْ فِي الدُّعَآءِ میں اویس اور شریک کی حضرت انسؓ سے یہی روایت نقل کی گئی ہے اور یہاں روایت نمبر ۱۰۳۰ میں بھی

عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی کی روایت ہی کا حوالہ منقول ہے اور اگلے باب کی روایت نمبر۱۰۳۱ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ ان روایتوں میں کوئی تضاد نہیں بلکہ حضرت انسؓ کی مراد یہ ہے کہ بوقتِ دعائے استسقاء ہاتھ زیادہ اونچا کر کے دعا کرتے جو تضرع کی علامت تھی۔ دعائے استسقاء کے ساتھ رفع الیدین کی مذکورہ بالا خصوصیت انہی معنوں میں ہے۔

بَاب ۲۳: مَا يُقَالُ إِذَا أَمْطَرَتْ

مینہ برستے وقت کیا کہا جائے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَصَيِّبٍ الْمَطَرُ وَقَالَ غَيْرُهُ صَابَ وَأَصَابَ يَصُوْبُ.

حضرت ابن عباسؓ نے کہا: کَصَیِّبٍ میں صَیِّبٍ کے معنے ہیں: بارش، اور دوسرے لوگوں نے کہا: صَیِّبٌ صَابَ یَصُوْبُ سے ہے اور اسی سے اَصَابَ ہے۔

۱۰۳۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ قَالَ {اللَّهُمَّ ☆} صَيِّبًا نَافِعًا تَابَعَهُ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ وَعُقَيْلٌ عَنْ نَّافِعٍ.

۱۰۳۲: محمد جو کہ ابن مقاتل ابوالحسن المروزی ہیں، نے ہم سے بیان کیا۔ کہا: عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ (عمری) نے ہمیں خبر دی۔ عبیداللہ نے نافع سے اور نافع نے قاسم بن محمد سے، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مینہ برستا دیکھتے تو یہ دعا کرتے یعنی اے اللہ☆ مفید بارش ہو۔ محمد بن مقاتل کی طرح قاسم بن یحیٰ نے بھی عبیداللہ (عمری) سے یہی روایت کی ہے اور اوزاعی اور عقیل نے بھی نافع سے نقل کی۔

تشریح: مَا يُقَالُ إِذَا مَطَرَتْ: عنوان باب میں قرآن مجید کی آیت كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمَاتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ (البقرہ:۲۰) کی تفسیر اور لغوی بحث کا حوالہ دیتے ہوئے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ بارش کبھی ہلاکت کا موجب بھی ہوتی ہے۔ اس لئے صَيِّبًا نَافِعًا کی دعا مانگنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق آتا ہے کہ بارش کے وقت آپؐ کا چہرہ متغیر ہو جاتا اور آپؐ اِدھر اُدھر ٹہلنا شروع کر دیتے اور فرماتے وَمَا اَدْرِیْ

☆ لفظ "اَللّٰهُمَّ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۶۶۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

لَعَلَّهُ كَمَا قَالَ قَوْمٌ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ. (کتاب بدء الخلق باب ۵ روایت نمبر ۳۲۰۶) میں نہیں جانتا کہ کہیں یہ بادل ایسے نہ ہوں جو عذاب پر مشتمل ہوں جیسا کہ قوم (عاد) نے سمجھا تھا کہ ہم پر بادل بارش برسانے والے ہیں حالانکہ وہی ان کے لئے عذاب کا موجب بن گئے۔ مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے بھی انہی معنوں میں روایتیں نقل کی ہیں۔(مسلم. كتاب صلاة الاستسقاء. باب التعوذ عند رؤية الريح والغيم)(ابوداؤد. كتاب الادب. باب مايقول اذا هاجت الريح) (نسائی. كتاب الاستسقاء. باب القول عند المطر)

صَابَ کے معنے نَزَلَ یعنی اُترا (لسان العرب تحت لفظ صوب) اور يَصُوْبُ مضارع ہے اور صَوْبًا اس کا مصدر ہے۔

بَاب ٢٤ : مَنْ تَمَطَّرَ فِي الْمَطَرِ حَتَّى يَتَحَادَرَ عَلَى لِحْيَتِهِ

جو مینہ کے انتظار میں یہاں تک کھڑا رہے کہ اس کی داڑھی سے قطرے ٹپکنے لگیں

١٠٣٣ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللهَ لَنَا أَنْ يَّسْقِيَنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَزَعَةٌ قَالَ فَثَارَ سَحَابٌ أَمْثَالُ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ

۱۰۳۳: محمد (بن مقاتل) نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے بتایا۔ انہوں نے کہا کہ اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحہ انصاری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: حضرت انس بن مالکؓ نے مجھے بتایا، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں میں قحط پڑا۔ اس اثناء میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر لوگوں سے مخاطب تھے۔ ایک بدوی نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! جانور مر گئے، بال بچے بھوکے ہیں۔ آپؐ ہمارے لئے اللہ سے دعا کریں کہ وہ بارش برسائے۔ راوی کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور اس وقت آسمان میں ابر کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا۔ کہتے تھے کہ اتنے میں پہاڑوں کی طرح بادل اُمڈ آئے

يَنْزِلْ عَنْ مِّنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ قَالَ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذَلِكَ وَفِي الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِي يَلِيْهِ إِلَى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى فَقَامَ ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ رَجُلٌ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللهَ لَنَا فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَمَا جَعَلَ يُشِيْرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ السَّمَاءِ إِلَّا تَفَرَّجَتْ حَتَّى صَارَتِ الْمَدِيْنَةُ فِي مِثْلِ الْجَوْبَةِ حَتَّى سَالَ الْوَادِي وَادِي قَنَاةَ شَهْرًا قَالَ فَلَمْ يَجِئْ أَحَدٌ مِّنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ.

اور ابھی آپؐ اپنے منبر سے اُترے نہ تھے کہ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی داڑھی سے بارش کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ کہتے تھے کہ ہم پر سارا دن بارش ہوتی رہی اور اس کے دوسرے دن بھی، پھر دوسرے دن کے بعد بھی اور ان دنوں میں بھی جو بعد تھے، دوسرے جمعہ تک۔ پھر وہی بدوی یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! عمارتیں گر گئیں، جانور ڈوب گئے۔ آپؐ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا: اے اللہ! ہمارے آس پاس برسے اور ہم پر نہ برسے۔ حضرت انسؓ کہتے تھے: چنانچہ آپؐ آسمان کے جس طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے، ادھر سے بادل پھٹ جاتے یہاں تک کہ مدینہ یوں ہو گیا جیسے حوض میں ہے اور مینہ اتنا برسا کہ قنات نالہ ایک ماہ تک بہتا رہا۔ کہتے تھے: جو کوئی بھی کسی طرف سے آتا تو وہ کثرت باراں ہی کا ذکر کرتا۔

اطرافه: ۹۳۲، ۹۳۳، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۱، ۱۰۲۹، ۳۵۸۲، ۶۰۹۳، ۶۳۴۲۔

تشریح: مَنْ تَمَطَّرَ فِي الْمَطَرِ حَتَّى يَتَحَادَرَ عَلٰى لِحْيَتِهِ: امام بخاریؒ یہ باب قائم کر کے روایت نمبر ۱۰۳۳ کے اس حصہ کی طرف خاص توجہ دلانا چاہتے ہیں جو اپنے اندر خارق عادت کیفیت رکھتا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بارش کے لئے دعا کرنا اور بارش شروع ہو جانے تک منبر سے نہ اترنا بتاتا ہے کہ آپؐ قصداً کھڑے رہے اور سمجھتے تھے کہ آپؐ نے قبولیت کی گھڑی پا لی اور اس یقین سے دعا کرتے رہے کہ قبول ہو کر رہے گی۔ اس تعلق میں کتاب الجمعہ تشریح باب ۳۷، روایت نمبر ۹۳۵ بھی دیکھئے۔ دعا کی معنوی کیفیات میں سے ایک خاص کیفیت یہ بھی ہے کہ بسا اوقات دعا کرنے والے کو دعا کرنے کے اثناء میں ہی وجدانی طور پر قوی احساس ہو جاتا ہے کہ یہ دعا قبول ہو گئی۔ اس کیفیت میں فرحت وانبساط اور یقین کی آمیزش ہوتی ہے۔ دعا خود بخود دل کی گہرائیوں سے نکلتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ دل پر بڑا بھاری بوجھ تھا جو یک دم اٹھ گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت ایک بے پایاں سمندر ہے

اس کی کیفیات کا احاطہ وادراک کرنا ہمارے لئے ناممکن ہے۔ہم آپؐ کی دعا کے معجزانہ رنگ میں قبول ہونے سے صرف استدلال کر سکتے ہیں۔ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَّوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ (روایت نمبر ۲۷۰۳) اللہ کے بندوں میں سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو اگر اللہ کو قسم دیں تو وہ ان کی قسم پوری کر دے۔ صحیح مسلم میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا واقعہ منقول ہے۔اس میں یہ الفاظ ہیں: عَنْ اَنَسٍ .... قَالَ فَحَسَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَصَابَهٗ مِنَ الْمَطَرِ...... قَالَ لِاَنَّهٗ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِرَبِّهٖ (مسلم. كتاب صلاة الاستسقاء. باب الدعاء في الاستسقاء) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا ہٹا کر سر کھول دیا۔ پانی کے قطرے آپؐ پر پڑے تو آپؐ نے فرمایا: یہ پانی ابھی ابھی اپنے رب سے مل کر آیا ہے۔(تازہ ملاقات کر کے اور تازہ خبر لے کر) اس جملے کے یہ دونوں ہی مفہوم ہیں: یعنی شان ربوبیت اس کی آمد سے ہویدا ہے۔ یہ فقرہ محبت کے گہرے جذبات میں ڈوبا ہوا ہے۔ لِاَنَّهٗ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِرَبِّهٖ کمال بلاغت سے معمور ہے۔ اللہ تعالیٰ سے آپؐ کا جو عاشقانہ تعلق تھا وہ آپؐ کے ان الفاظ سے عیاں ہے۔ بارش شروع ہونے پر آپؐ نے خطبہ بند نہیں کیا بلکہ جاری رکھا یہاں تک کہ اس زور سے بارش ہوئی کہ چھت ٹپکنے لگی جس سے آپؐ کی داڑھی پر بھی قطرے پڑے اور آپؐ نے سر سے چادر اُتار کر عاشقانہ انداز میں شکریہ ومحبت کے جذبات کا اظہار فرمایا۔ لِاَنَّهٗ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِرَبِّهٖ عربی علم وادب سے واقف اصحاب اس فقرے کی روح اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اردو زبان اس کی ترجمانی سے قاصر ہے۔ مفہوم اس کا یہ ہے کہ اسے اختیار ہے کہ داڑھی پر پڑے یا سر پر۔ دعا کی قبولیت کا تازہ نشان ہے اور ایک ایسا مہمان ہے جو ابھی اپنے رب سے ملاقات کر کے آیا ہے۔ اس لئے یہ پانی پیارا ہے۔ اس کی خبر درست ہے اس کے ذریعے سے شانِ ربوبیت ظاہر ہوئی ہے۔ آسمان پر کچھ نہ تھا اور آن واحد میں سب کچھ ہو گیا۔

بَاب ۲۵ : إِذَا هَبَّتِ الرِّيْحُ

جب آندھی چلتی (یا چلے تو کیا کرنا چاہیے)

۱۰۳٤ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُوْلُ كَانَتِ الرِّيْحُ الشَّدِيْدَةُ إِذَا هَبَّتْ عُرِفَ ذَلِكَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۰۳۴: سعید بن ابن مریم نے ہم سے بیان کیا، کہا: محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: حمید (طویل) نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے حضرت انسؓ (بن مالک) سے سنا۔ وہ کہتے تھے: جب زور کی آندھی چلتی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر اس کا اثر معلوم ہوتا۔

تشریح: اِذَا هَبَّتِ الرِّيْحُ: بعض مستند روایات میں آتا ہے کہ جب آندھی چلتی تو آپؐ یہ دعا کرتے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَيْرِ مَا اَمَرْتَ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اَمَرْتَ بِهٖ (مسند ابی یعلی۔ مسند انسؓ۔ جزء۵ صفحہ ۲۸۴۔ روایت نمبر ۲۹۰۵)

{اے اللہ میں تجھ سے اس کی خیر چاہتا ہوں جو تو نے اس میں رکھی ہے۔ اور جو شر (کا پہلو) اس میں ہے اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔} دنیا کی ہر شے انسان کے لیے نفع بخش بھی ہو سکتی ہے اور نقصان رساں بھی اور انسان غفلت کی گھڑیوں میں نہیں جانتا کہ اس کے لئے کیا مقدر ہے، اس لئے اسے چاہیے کہ دنیا کے ہر تغیر کا بیدار مغزی اور ایسے دل سے استقبال کرے جو امید و بیم کے جذبات لئے ہوئے ہو۔

بَاب ٢٦ : قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ نُصِرْتُ بِالصَّبَا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا: مشرقی ہوا سے میری مدد کی گئی

١٠٣٥ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ.

۱۰۳۵: مسلم (بن ابراہیم) نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حکم سے، حکم نے مجاہد سے، مجاہد نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بادِ صبا سے میری مدد کی گئی اور بادِ دبور سے عاد ہلاک کئے گئے۔

اطرافه: ٣٢٠٥، ٣٣٤٣، ٤١٠٥.

تشریح: نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ: بادِ صبا شرقی ہوا اور بادِ دبور غربی ہوا کو کہتے ہیں۔ جنگ احزاب میں مشرکین کی آگ شرقی ہوا کے چلنے سے رات کو بجھ گئی تھی جس سے انہوں نے برا شگون لیا اور اتنے گھبرائے کہ اپنے خیمے لپیٹ کر راتوں رات بھاگ گئے۔ نُصِرْتُ بِالصَّبَا سے اسی نصرت الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ جنگ بدر میں بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ یہ باب قائم کر کے اماموصوفؒ نے سابقہ باب کا مضمون واضح کیا ہے کہ کس طرح ایک چیز ایک ہی وقت میں مفید اور مضر ہو سکتی ہے۔ اس تعلق میں کتاب المغازی تشریح باب نمبر ۲۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ٢٧ : مَا قِيْلَ فِي الزَّلَازِلِ وَالْآيَاتِ

جو زلزلوں اور نشانوں سے متعلق بیان کیا گیا ہے

١٠٣٦ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۱۰۳۶: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ابوالزناد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن (بن ہرمز) اعرج سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی

وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ.

کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ساعت برپا نہ ہوگی مگر اس وقت کہ جب علم سمیٹ لیا جائے گا اور بھونچال بہت ہوں گے اور زمانہ جلدی جلدی گزرے گا اور فتنوں کا غلبہ ہوگا اور مار دھاڑ بہت ہوگی۔ ھرج کے معنی ہیں قتل اور جب دولت تم میں اتنی بڑھ جائے گی کہ سیلاب کی طرح بہے گی۔

اطرافه: ٨٥، ١٤١٢، ٣٦٠٨، ٤٦٣٥، ٤٦٣٦، ٦٠٣٧، ٦٥٠٦، ٦٩٣٥، ٧٠٦١، ٧١١٥، ٧١٢١.

١٠٣٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمَنِنَا قَالَ قَالُوْا وَفِي نَجْدِنَا قَالَ قَالَ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

١٠٣٧: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: حسین بن حسن نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابن عون نے ہمیں بتایا۔ ابن عون نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی۔ (نافع نے کہا:) انہوں نے (یوں) دُعا کی: اے اللہ! ہمارے (ملک) شام میں اور ہمارے یمن میں برکت دے۔ (نافع) کہتے تھے: لوگوں نے کہا اور ہمارے نجد میں بھی۔ (نافع) کہتے تھے: تو انہوں نے جواب دیا: وہاں تو زلزلے اور فساد ہوں گے۔ وہیں سے شیطان کا گروہ نکلے گا۔

اطرافه: ٧٠٩٤.

تشریح: **مَا قِيْلَ فِي الزَّلَازِلِ وَالْاٰيَاتِ:** بعض روایات میں آتا ہے: صَلَاةُ الْاٰيَاتِ سِتُّ رَكْعَاتٍ وَّ اَرْبَعُ سَجْدَاتٍ (صحيح ابن حبان. ذكر وصف صلاة الآيات. جزء۷ صفحہ۰۷، روایت نمبر۲۸۳۰) یعنی سورج گرہن وغیرہ جیسے حوادث کی مناسبت سے نماز چھ رکوع اور چار سجدوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ آیا زلزلے بھی انہیں آیات میں سے ہیں، جن کے ظاہر ہونے پر نماز پڑھنے اور دعا کرنے کا حکم ہے۔ عبدالرزاق اور ابن حبان نے ایسی روایتیں نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ بھی انہی آیات میں سے ہے اور بعض علماء نے اس میں نماز پڑھنے کا فتویٰ دیا ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ۶۷۲-۶۷۳) امام بخاریؒ نے عنوان باب میں ان علماء کے فتوے کی طرف اشارہ کر کے اس کے

ذیل میں مذکورہ بالا دو روایتیں نقل کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زلزلوں کو بھی عذاب الٰہی قرار دیا ہے۔ سابقہ تین بابوں پر قیاس کر کے زلزلہ آنے پر نماز پڑھنے کے لئے جواز کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ گو امام موصوفؒ کے نزدیک وہ روایات اس پایۂ صحت کی نہیں کہ وہ مستند قرار دی جائیں۔ روایت نمبر ۱۰۳۶، ۱۰۳۷ کتاب الفتن میں بھی آئیں گی اور اس تعلق میں کتاب الکسوف تشریح باب ابھی دیکھئے۔ روایت نمبر ۱۰۳۷ یہاں موقوف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں مگر کتاب الفتن میں ازہر السمان کی روایت موصول ہے۔ دیکھئے کتاب الفتن روایت نمبر ۷۰۹۴۔

بَاب ۲۸

قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ (الواقعة: ۸۳)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: اورتم ذریعۂ معاش بناتے ہو اس بات کو کہ تم تکذیب کرتے ہو

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شُكْرَكُمْ

حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ اس آیت میں رزق سے مراد شکر ہے۔

۱۰۳۸: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ

۱۰۳۸: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے صالح بن کیسان سے، صالح نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے، عبیداللہ نے حضرت زید بن خالد جہنیؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز بارش کے بعد پڑھائی جو رات سے شروع تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ (آپؐ نے فرمایا:) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آج صبح میرے بندوں میں سے کوئی میرا مومن ہے اور کوئی

وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

(میرا) کافر۔ سو جس نے کہا: ہم پر اللہ کے فضل اور رحم سے بارش ہوئی تو وہ میرا مومن ہے اور ستاروں کا منکر اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں ستارے کے فلاں فلاں جگہ آنے سے ہم پر بارش ہوئی ہے تو وہ میرا منکر ہے اور ستاروں کا مومن۔

اطرافه: ٨٤٦، ٤١٤٧، ٧٥٠٣.

تشریح: وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ: محولہ بالا آیت کا ترجمہ یہ ہے: اورتم ذریعہ معاش بناتے ہواس بات کو کہ تم تکذیب کرتے ہواور حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق اس کا ترجمہ یہ ہوگا: کیا تم یہ شکر کرتے ہو کہ تم جھٹلاتے ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے متعلق ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ مذکورہ بالا آیت میں رِزْقَكُمْ کی بجائے شُكْرَكُمْ پڑھا کرتے تھے مگر عنوان باب سے ظاہر ہے کہ امام موصوفؒ کے نزدیک یہ ان کی قرأت نہیں بلکہ تفسیر آیت ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۷۴) ورنہ قَالَ کی جگہ قَرَأَ ہوتا اور سیاق کلام سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ شُكْرَكُمْ رِزْقَكُمْ کا مفہوم ہے نہ کہ قرأت۔ امام موصوفؒ نے اس آیت کے ساتھ روایت نمبر ۱۰۳۸ نقل کر کے شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم پیش کی ہے اور اس اہم اصلاح کی طرف اشارہ کیا ہے جو آپؐ کے ذریعہ سے عربوں کے خیالات میں ہوئی۔ عرب لوگ بارش وغیرہ تغیرات کو ستاروں کی تاثیرات کے ساتھ وابستہ سمجھتے اور اس لئے ان کی پرستش کرتے تھے۔ روایت نمبر ۱۰۳۸ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لفظ کافر یا مومن اپنے مفہوم میں نسبتی ہے۔ الگ مستقل اصطلاح نہیں، یہ بعد کی وضع ہے۔ ایک شخص کو ایک ہی وقت میں دو مختلف اعتباروں سے مومن اور کافر کہہ سکتے ہیں۔ اس تعلق میں کتاب الایمان باب ۲۱ روایت نمبر ۲۹ کی تشریح بھی دیکھئے۔ روایت ۱۰۳۷ میں فتنہ وفساد کے ظہور اور شیطانی گروہ کے نکلنے کی پیشگوئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے وہ مسیلمہ کذاب اور عبداللہ بن سبا کے ذریعہ پوری ہوئی۔ تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب الفتن باب ۱۶۔

بَاب ۲۹: لَا يَدْرِي مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ إِلَّا اللهُ

کوئی نہیں جانتا کہ مینہ کب آئے گا مگر اللہ (عزوجل)

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ

اور حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: پانچ باتیں ہیں جنہیں کوئی نہیں جانتا مگر اللہ۔

۱۰۳۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللهُ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُوْنُ فِي غَدٍ وَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُوْنُ فِي الْأَرْحَامِ وَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ وَمَا يَدْرِيْ أَحَدٌ مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ.

۱۰۳۹: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن دینار سے، ابن دینار نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیب کی چابیاں پانچ ہیں؛ صرف اللہ انہیں جانتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور کوئی نہیں جانتا، رحموں میں کیا ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ وہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ وہ کس ملک میں مرے گی اور کوئی نہیں جانتا مینہ کب برسے گا۔

اطرافہ: ۴۶۲۷، ۴۶۹۷، ۴۷۷۸، ۷۳۷۹۔

تشریح: **لَا يَدْرِیْ مَتٰی يَجِیْءُ الْمَطَرُ اِلَّا اللّٰهُ:** باوجود اس کے کہ علم بہت کچھ ترقی کر چکا ہے اور تغیرات سماویہ کو قبل از وقت معلوم کرنے کے لئے بہتر سے بہتر آلات بھی ایجاد ہو چکے ہیں مگر ابھی تک انسان قادر نہیں ہو سکا کہ بارش کے متعلق یقینی طور پر کہہ سکے کہ وہ کب ہوگی؟ مطلق وقت کا پتہ ان سے لگ جاتا ہے۔ زمانہ قدیم میں بادلوں کا رُخ، بجلی کی چمک دیکھ کر اور ہوا کی خنکی یا گرمی محسوس کر کے قیاس کیا جاتا تھا کہ عنقریب بارش ہوگی۔ اب اس سے زیادہ ترقی ہوئی ہے اور آلات کے ذریعہ سے ان تغیرات سماویہ کا علم حاصل کر کے پتہ لگا لیا جاتا ہے جو سمندروں یا پہاڑوں میں بطور اسبابِ اولیٰ کے مینہ برسانے کے لئے کام کرتے ہیں مگر باوجود اس کے یقینی علم کی چابی انسان کو ابھی تک نہیں ملی۔ اسی طرح علم جنین میں بھی اس کے معلومات ترقی کر رہے ہیں جو ابھی تک بہت ناقص ہیں مگر تین میدان اس کے لئے بالکل مقفل پڑے ہیں۔ سوائے اس کے کہ وجدانی طور پر یا قیافہ سے یا خواب و کشف کے ذریعہ سے کسی پر کوئی بات ظاہر ہو جائے تو یہ الگ بات ہے۔ قرآن مجید کی آیت اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (البقرہ:۳۴) {کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ یقیناً میں ہی آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہوں اور میں وہ (بھی) جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور وہ (بھی) جو تم چھپاتے ہو۔} سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی پیدائش میں منشاءِ الٰہی یہ بھی ہے کہ وہ زمین و آسمان کے بہت سے غیوب سے مطلع کیا جائے اور اس کے ذریعہ سے علمِ الٰہی اور قدرتِ الٰہی کا وہ انکشاف ہو جو پردہ غیب میں ہے۔ انسان دنیا میں مستنطق و ناطق کی حیثیت رکھتا

ہے جوکسی اورمخلوق کوحاصل نہیں۔آیت اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ سےصاف طور پرمعلوم ہوتا ہے کہ ملائکۃ اللہ بھی اتنا ہی جانتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ علم دیتا ہےاورزمین وآسمان کےغیب کاایک حصہ ان سے پوشیدہ ہے اور پیدائش انسان کی غرض یہ ہے کہ صفاتِ الٰہیہ سے متعلق مخفی امور کا انکشاف کرے اور وہ اپنا یہ فرض آہستہ آہستہ ادا کررہا ہے۔اس آیت کا فقرہ فَلَمَّا اَنْبَاَهُمْ اسی رازکوآشکارکررہا ہے کہ ایک وقت مقدر ہے جب انسان کے ذریعہ سے مشارالیہ مشیتِ الٰہی پوری ہوگی۔غرض محولہ بالانفی کاتعلق حال سے ہے۔اس کا یہ مفہوم نہیں کہ انسان کوغیب کی مذکورہ بالا پانچ باتوں کاعلم نہیں دیا جائے گا کیونکہ ایسا مفہوم خلافِ واقعہ ہے۔ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ بذریعہ خواب یا کشف یا وحی وغیرہ انسان کوان باتوں پرصحیح صحیح اطلاع مل جاتی ہےاورعلم کے ذریعہ سےقدرت کے رازہائے سربستہ منکشف کرنے پراسےقدرت حاصل ہورہی ہے۔

قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: عنوانِ باب میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کا جوحوالہ دیا گیا ہے وہ کتاب الایمان باب ۳۷ روایت نمبر ۵۰ میں گذرچکی ہے۔امام بخاریؒ نے عین مناسب موقع سےمحولہ بالا حدیث کی طرف توجہ منعطف کی ہے تا اس کے غلط مفہوم سے بچایا جائے۔کیونکہ گذشتہ ابواب میں ایسی روایات گذر چکی ہیں جوعلم غیب پر مشتمل ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
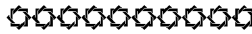
بسم اللہ الرحمن الرحیم

١٦- كِتَابُ الْكُسُوْفِ

بَاب ١ : اَلصَّلَاةُ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ

سورج گرہن کے وقت نماز پڑھنا

١٠٤٠ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَا فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ حَتَّى انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا وَادْعُوا حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ.

۱۰۴۰: عمرو بن عون نے ہم سے بیان کیا، کہا: خالد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے حسن (بصری) سے، حسن نے حضرت ابوبکرہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ سورج گرہن ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے جلدی سے اٹھے اور مسجد میں آئے۔ ہم بھی (مسجد میں) گئے اور آپؐ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی یہاں تک کہ سورج صاف ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو کسی کے مرنے سے گرہن نہیں لگتا اور جب تم ان دونوں کو (گرہن) دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو یہاں تک کہ گرہن کھل جائے۔

اطرافه: ١٠٤٨، ١٠٦٢، ١٠٦٣، ٥٧٨٥.

١٠٤١ : حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ

۱۰۴۱: شہاب بن عباد نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن حمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسماعیل سے، اسماعیل نے قیس سے روایت کی کہ انہوں نے

أَبَامَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا.

کہا: میں نے حضرت ابومسعودؓ (انصاری) سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کو لوگوں میں سے کسی کی موت کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے دو نشان ہیں۔ پس جب تم انہیں دیکھو تو تم اُٹھو اور نماز پڑھو۔

اطرافه: ۱۰۵۷، ۳۲۰۴۔

۱۰۴۲: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا.

۱۰۴۲: ہم سے اصبغ نے بیان کیا، کہا: ابن وہب نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: عمرو (بن حارث) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، ابن قاسم نے اپنے باپ (قاسم بن محمد) سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بتا رہے تھے کہ سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا اور نہ کسی کی زندگی کی وجہ سے بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے دو نشان ہیں۔ سو جب تم انہیں دیکھو تو نماز پڑھو۔

اطرافه: ۳۲۰۱۔

۱۰۴۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ

۱۰۴۳: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہاشم بن قاسم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: شیبان ابومعاویہ (نحوی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زیاد بن علاقہ سے، زیاد نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ فَصَلُّوْا وَادْعُوا اللهَ.

کے زمانہ میں سورج گرہن اس روز ہوا جس روز ابراہیم فوت ہوئے۔لوگوں نے کہا: ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے نہیں گہناتے۔ جب تم (گرہن) دیکھو تو تم نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو۔

اطرافہ: ۱۰۶۰، ۶۱۹۹۔

تشریح: **اَلصَّلَاةُ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ:** سورج گرہن ہونے پر نماز پڑھنے کی مشروعیت سے متعلق یہ باب قائم کیا گیا ہے اور اس ضمن میں چار روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ ہر روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فَصَلُّوْا مذکور ہے۔جس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اس کی مشروعیت کی حجت شرعی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور آپؐ کی سنت ہے۔قرآن مجید میں اس کا حکم صراحتاً نہیں۔ان چاروں روایتوں سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ کسوف سنت نبویہ ہے وہاں اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ نے نماز باجماعت پڑھی۔اس نماز کے مسنون ہونے اور باجماعت پڑھے جانے کے بارے میں سب ائمہ اور فقہاء کا اتفاق ہے اور اس بات پر بھی وہ متفق ہیں کہ آپؐ کا ہر حکم وحیٔ الٰہی پر مبنی ہے۔بعض احکام میں وحیٔ الٰہی جلی اور صریح ہے اور بعض میں خفی ہے اور استنباط سے کام لیا گیا ہے چنانچہ ہر ایسے نشان پر جس سے اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت اور عظمت کا پتہ چلتا ہو، جناب الٰہی میں جھکنے کا ارشاد ہے: وَكَأَيِّنْ مِنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ (یوسف:۱۰۶) اور کتنے ہی نشان ہیں آسمانوں اور زمین میں جن کے پاس سے ایسی حالت میں گذرتے ہیں کہ وہ ان نشانوں کو معمولی سمجھ کر ان سے اعراض کرتے ہیں۔

شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے دل میں محبت وعظمت الٰہی کے جذبات پیدا کرنے کی غرض سے ہر موقع سے فائدہ اٹھایا ہے اور مادی مملکت کے تغیرات کو ملکوتِ روحانی کے تغیرات کے ساتھ وابستہ کیا ہے تا انسان کسی وقت بھی نہ بھولے کہ اس کا قبلہ اور اس کا ملجاء وماوٰی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔قحطِ باراں ہو تو اس کی طرف جھکو، حادثہ زلزلہ ہو تو اس کی جناب میں سربسجود ہو، سورج یا چاند گرہن ہو تو اس کے حضور دعائیں کرو تا وہ تمہیں ہر نقصان سے محفوظ رکھے۔ ہماری پانچ نمازوں کے اوقات بھی کسی نہ کسی ایسے اہم تغیر زمانی کے ساتھ وابستہ ہیں جس کے بالمشابہ تغیرات انسان کی روحانی زندگی میں پائے جاتے ہیں۔اس لئے ان واقعات مخصوصہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے کا ارشاد ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: کشتی نوح صفحہ۷۱ تا۷۲۔روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ۶۹، ۷۰)

بَاب ۲: اَلصَّدَقَةُ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گرہن میں صدقہ دینا

۱۰۴۴: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الْأُوْلٰى ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللهُ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا ثُمَّ قَالَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللهِ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ أَنْ يَّزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ يَا أُمَّةَ

۱۰۴۴: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ (عروہ بن زبیر) سے، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج کو گرہن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ آپؐ کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا اور دیر تک رکوع میں رہے، پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ آپؐ کا یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا اور دیر تک رکوع میں رہے اور یہ رکوع پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر آپؐ نے سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر دوسری رکعت میں بھی آپؐ نے ایسا ہی کیا جیسے پہلی (رکعت) میں کیا تھا۔ پھر آپؐ فارغ ہوئے اور سورج صاف ہو چکا تھا۔ آپؐ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے دو نشان ہیں۔ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے وہ نہیں گہناتے۔ پس جب تم گرہن دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو اور اس کی کبریائی بیان کرو اور نماز پڑھو اور صدقہ دو۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے محمدؐ کی امت! بخدا اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی غیور نہیں

مُحَمَّدٍ {وَاللّٰهِ☆} لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا.

کہ اس کا بندہ یا اس کی باندی زنا کرے۔ اے محمد کی امت! {اللہ کی قسم☆!} اگر تمہیں معلوم ہو جو مجھے معلوم ہے تو تم لوگ یقیناً ہنستے کم اور روتے بہت۔

اطرافه: ١٠٤٦، ١٠٤٧، ١٠٥٠، ١٠٥٦، ١٠٥٨، ١٠٦٤، ١٠٦٥، ١٠٦٦، ١٢١٢، ٣٢٠٣، ٤٦٢٤، ٥٢٢١، ٦٦٣١۔

تشریح: اَلصَّدَقَةُ فِي الْكُسُوفِ: جس طرح مادی مملکت کا سورج تاریک ہو جاتا ہے اسی طرح روحانی مملکت میں انسان کی عقل و دانش پر بھی تاریکی چھا جاتی ہے جس سے تمیز کی قابلیت بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔ یہ تاریکی غلبۂ شہواتِ نفس کے وقت ہوتی ہے جبکہ انسان بالکل اندھا ہو جاتا ہے۔ اسی مناسبت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے وقت اپنی امت کو ان الفاظ میں مخاطب فرمایا: يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَامِنْ اَحَدٍ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ اَوْتَزْنِيَ اَمَتُهُ. غلبۂ شہوات کی گھڑی میں عقل پر تاریکی چھانے اور اس روحانی اندھے پن کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے آپؐ نے کیا ہی درد بھرے الفاظ سے اپنی امت کو نصیحت فرمائی ہے۔ اے محمد کی امت! تم میں سے کسی کا غلام یا لونڈی زنا کرے تو تمہیں غیرت محسوس ہوتی ہے۔ اللہ کی قسم! اللہ تم سے بڑھ کر غیرت مند ہے، اپنے بندوں کی بابت جب ان میں سے کوئی بدکاری کا ارتکاب کرتا ہے۔

فَادْعُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوا وَصَلُّوا وَتَصَدَّقُوا: سورج گرہن پر دعائیں کرنے، نمازیں پڑھنے اور صدقہ دینے کا حکم دیا ہے کیونکہ صدقہ سے بھی تزکیۂ نفس ہوتا ہے، جیسے نمازوں اور دعاؤں سے۔ دیکھئے کتاب الزکوٰۃ تشریح باب نمبر۱، ۲۳، ۲۷۔ روایت نمبر۱۰۴۴ مختلف سندوں سے مروی ہے۔ صدقہ کا حکم اور آخری الفاظ ہشام بن عروہ کی روایت میں ہیں۔ اسی وجہ سے باب نمبر۲ میں ان کی سند پیش کی گئی ہے تا شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ مقصد واضح ہو جو اس نماز کی مشروعیت کا اصل باعث ہے۔ لَوْ تَعْلَمُونَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا. ان الفاظ سے بھی واضح ہے کہ آپؐ کسوفِ شمس کے وقت امت کے تزکیۂ نفس کی کتنی آرزو رکھتے تھے اور کیسے درد انگیز الفاظ میں سورج کی تاریکی سے اس روحانی تاریکی کی طرف ذہنوں کو منتقل فرمایا ہے جو آپؐ کے زمانہ میں تمام جہان پر چھائی ہوئی تھی۔

بَاب۳: اَلنِّدَاءُ بِ "الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ" فِي الْكُسُوْفِ

نماز کے لئے (یوں) پکار کر بلانا: گرہن میں نماز باجماعت ہوگی

١٠٤٥: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا

۱۰۴۵: اسحق نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ بن صالح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: معاویہ بن

☆ لفظ "وَاللّٰهِ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۶۸۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامِ بْنِ أَبِي سَلَّامٍ الْحَبَشِيُّ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ نُوْدِيَ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ.

سلام بن ابی سلام حبشی دمشقی نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحیٰی بن ابی کثیر نے ہمیں بتایا، کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما (ابن عاص) سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو لوگوں کو یوں آواز دی گئی: اِنَّ الصَّلٰوۃَ جَامِعَۃٌ یعنی نماز باجماعت ہوگی۔

اطرافہ: ۱۰۵۱۔

تشریح: اَلنِّدَاءُ بِ "الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ": اگرچہ یہ مسئلہ بالاتفاق مسلم ہے کہ نمازِ کسوف کے لئے نہ اذان ہے اور نہ تکبیرِ اقامت مگر روایت نمبر ۱۰۴۵ کی بناء پر بعض نے یہ مستحب سمجھا ہے کہ لوگوں کو پکار کر اطلاع دے دی جائے کہ نمازِ کسوف باجماعت ہوگی۔

بَاب ٤ : خُطْبَةُ الْإِمَامِ فِي الْكُسُوْفِ

امام کا سورج گرہن میں (لوگوں سے) مخاطب ہونا

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ (بنت ابی بکرؓ) نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورج گرہن کے وقت) خطبہ پڑھا۔

١٠٤٦: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح و حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ عَنْ

۱۰۴۶: یحیٰی بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی۔ نیز احمد بن صالح نے مجھے بتایا، کہا: عنبسہ (بن خالد) نے بھی ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: یونس (بن یزید) نے ہمیں بتایا۔

عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَكَبَّرَ فَاقْتَرَأَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلاً ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً هِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُوْلَى ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ فَاسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَّنْصَرِفَ ثُمَّ قَامَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ هُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِه فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَافْزَعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ وَكَانَ يُحَدِّثُ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ

ابن شہاب سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) عروہ نے حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ وہ کہتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سورج گرہن ہوا۔ آپؐ مسجد میں گئے۔ لوگ آپؐ کے پیچھے صف بستہ کھڑے ہوگئے۔ آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور بہت لمبی قرأت کی۔ پھر تکبیر کہی اور بڑا لمبا رکوع کیا۔ پھر آپؐ نے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہا اور کھڑے ہوگئے اور سجدہ نہیں کیا اور لمبی قرأت کی جو کہ پہلی قرأت سے کم تھی۔ پھر آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر آپؐ نے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہا۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کیا۔ اس طرح آپؐ نے (دو رکعتوں میں) چار رکوع اور چار سجدے کئے اور سورج نماز سے فارغ ہونے سے پہلے پہلے ظاہر ہوگیا تھا۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی جس تعریف کے وہ لائق ہے، تعریف کی اور فرمایا: چاند اور سورج اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے دو نشان ہیں۔ کسی کی موت کی وجہ سے انہیں گرہن نہیں لگتا اور نہ کسی کی زندگی کی وجہ سے، سو جب سورج اور چاند کو تم گرہن لگا ہوا دیکھو تو نماز کے لئے مضطرب ہوکر لپکو اور کثیر بن عباس بیان کرتے تھے کہ (ان کے بھائی) حضرت عبداللہ بن عباس

يُحَدِّثُ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ إِنَّ أَخَاكَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِيْنَةِ لَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ قَالَ أَجَلْ لِأَنَّهُ أَخْطَأَ السُّنَّةَ.

رضی اللہ عنہما سورج گرہن کی حدیث اسی طرح بیان کرتے تھے۔ جیسے عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ (زہری کہتے تھے:) میں نے عروہ سے کہا: آپ کے بھائی نے جس دن مدینہ میں سورج گرہن ہوا دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھیں جیسے صبح کی نماز ہوتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ اس لیے کہ وہ سنت سے چوک گئے۔

اطرافه: ١٠٤٤ ١٠٤٧، ١٠٥٠، ١٠٥٦، ١٠٥٨، ١٠٦٤، ١٠٦٥، ١٠٦٦، ١٢١٢، ٣٢٠٣، ٤٦٢٤، ٥٢٢١، ٦٦٣١.

تشریح: **خُطْبَةُ الْإِمَامِ فِي الْكُسُوْفِ:** مسئلہ معنونہ کے متعلق اختلاف ہوا ہے۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ نماز کسوف میں خطبہ کے قائل نہیں مگر امام شافعیؒ کے نزدیک خطبہ اس نماز میں بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح عیدین میں۔ اول الذکر امامینؒ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب محض اس غلط فہمی کے دور کرنے کے لئے تھا جو لوگوں کو ہوئی کہ سورج گرہن آپؐ کے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کی موت کی وجہ سے ہوا ہے۔

(بداية المجتهد كتاب الصلاة الثاني، الباب السادس في صلاة الكسوف، المسئلة الرابعة: هل من شرطها الخطبة)

امام بخاریؒ کا مذہب اس بارے میں وہی معلوم ہوتا ہے جو امام شافعیؒ کا ہے۔ عنوان باب میں روایت نمبر ۱۰۴۴، ۱۰۶۱ کا حوالہ بطور تائید و تشریح دیا ہے۔ ان میں خطبہ کا صریح ذکر ہے۔ ابن شہاب کی اس روایت یعنی نمبر ۱۰۴۶ میں حمد و ثنا کرنے کا ذکر ہے لفظ خَطَبَ نہیں۔ مگر مراد ایک ہی ہے۔

اِنَّ اَخَاكَ...... اَخْطَأَ السُّنَّةَ: روایت نمبر ۱۰۴۶ کے آخر میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے سنت سے چوک جانے کا حوالہ یہی غرض واضح کرنے کے لئے دیا گیا ہے کہ سنت نبویہ کی اتباع میں قیاس و احتمالات جائز نہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب شام کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کر رہے تھے اور ابھی مدینہ میں ہی تھے تو سورج گرہن ہوا اور انہوں نے صرف دو رکعتیں پڑھیں جو بقول راوی غلطی تھی۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۹۰) اس تعلق میں روایت نمبر ۱۰۶۵ بھی دیکھئے۔

بَاب ۵: هَلْ يَقُوْلُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ اَوْ خَسَفَتْ

کیا یہ کہے کہ سورج کا کسوف ہوا یا خسوف

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَخَسَفَ الْقَمَرُ. (القيامة: ٩)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: چاند کو گرہن ہوا (یعنی خَسَفَتْ کا لفظ استعمال کیا۔)

١٠٤٧: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَكَبَّرَ فَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَقَامَ كَمَا هُوَ ثُمَّ قَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُولَى ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْزَعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ.

۱۰۴۷: سعید بن عُفیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عقیل نے مجھے بتایا۔ ابن شہاب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا کہ حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ نے ان کو بتایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورج کو کسوف ہوا، نماز پڑھائی۔ آپؐ کھڑے ہوئے۔ اللہ اکبر کہا اور پھر بہت لمبی قرأت کی۔ پھر آپؐ نے بہت لمبا رکوع کیا پھر آپؐ نے سر اُٹھایا اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہا۔ پھر جیسے تھے اسی طرح کھڑے رہے پھر لمبی قرأت کی اور وہ پہلی قرأت سے کم تھی پھر ایک لمبا رکوع کیا، جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر آپؐ نے لمبا سجدہ کیا۔ پھر دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کیا۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا اور سورج ظاہر ہو چکا تھا۔ پھر آپؐ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور سورج اور چاند کے کسوف کی بابت فرمایا کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے دو نشان ہیں۔ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے انہیں گرہن نہیں ہوتا۔ جب تم انہیں دیکھو تو نماز کے لئے مضطرب ہو کر لپکو۔

اطرافہ: ١٠٤٤، ١٠٤٦، ١٠٥٠، ١٠٥٦، ١٠٥٨، ١٠٦٤، ١٠٦٥، ١٠٦٦، ١٢١٢، ٣٢٠٣، ٤٦٢٤، ٥٢٢١، ٦٦٣١۔

تشریح: هَلْ يَقُوْلُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ اَوْ خَسَفَتْ: سفیان ابن عیینہؒ نے زہری سے عروہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔ لَا تَقُوْلُوْا كَسَفَتِ الشَّمْسُ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا خُسِفَتْ. (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۹۰) امام بخاریؒ کے نزدیک دونوں طرح جائز ہے جیسا کہ روایت نمبر ۱۰۴۷ میں دونوں لفظ سورج گرہن کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ خَسَفَتِ الشَّمْسُ...... فَقَالَ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ۔ خسوف سورج گرہن کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے لیکن اس استعمال کے یہ معنی نہیں کہ خسوف اپنے خاص معنی میں استعمال نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید نے خَسَفَ الْقَمَرُ کہہ کر اس کو چاند گرہن کے لئے مخصوص کیا ہے مگر اس تخصیص کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ لفظ سورج گرہن کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔

بَاب ٦ : قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ يُخَوِّفُ اللّٰهُ عِبَادَهُ بِالْكُسُوْفِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا: گرہن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے

قَالَهُ أَبُو مُوْسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوموسیٰ (اشعریؓ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل کیا ہے۔

١٠٤٨ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَارِثِ وَشُعْبَةُ وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يُوْنُسَ يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ وَتَابَعَهُ أَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ وَتَابَعَهُ مُوسَى عَنْ مُبَارَكٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ

۱۰۴۸: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے حسن (بصری) سے، انہوں نے حضرت ابوبکرہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے دو نشان ہیں۔ یہ کسی کی موت کی وجہ سے نہیں گہنایا کرتے۔ ہاں اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے۔ اور ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: عبدالوارث، شعبہ، خالد بن عبداللہ اور حماد بن سلمہ نے یونس سے، یہ يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ کا فقرہ بیان نہیں کیا۔ اور یونس کے ساتھ اس حدیث کو اشعث بن عبدالملک نے بھی حسن (بصری) سے روایت کیا۔ اور یونس کی طرح اس

أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ تَعَالَى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ.

حدیث کو موسیٰ نے مبارک سے اور مبارک نے حسن بصری سے روایت کرتے ہوئے بتایا۔ انہوں نے کہا: حضرت ابوبکرہؓ نے مجھے بتایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو گہنا کر اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے۔

اطرافہ: ۱۰۴۰، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۵۷۸۵۔

تشریح: يُخَوِّفُ اللّٰهُ عِبَادَهُ : عنوان باب میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت کا جو حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ نمبر۱۰۵۹ میں مفصل دیکھئے۔ حضرت ابوبکرہؓ کی روایت نمبر۱۰۴۸ کئی لوگوں سے مروی ہے اور اکثر کی روایت میں الفاظ يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ نہیں۔ امام بخاریؒ نے اس روایت کے آخر میں پانچ حفاظ حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ جنہوں نے یونسؒ سے بغیر ان الفاظ کے مذکورہ بالا روایت نقل کی ہے۔ عبدالوارثؒ کی روایت کے لیے دیکھئے روایت نمبر۱۰۶۳۔ شعبہ کی روایت کے لیے دیکھئے روایت نمبر۱۰۶۲ اور خالد کی روایت کے لیے دیکھئے روایت نمبر۱۰۴۰ اور حماد کی روایت طبرانی نے نقل کی ہے جو لفظاً و معناً خالد کی روایت نمبر۱۰۴۰ کی طرح ہے۔ یعنی فَصَلُّوْا وَادْعُوْا ۔ اشعث کی روایت میں یہ الفاظ نہیں۔ اشعثؒ سے نسائی اور ابن حبانؒ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ (نسائی. کتاب الکسوف. باب الامر بالصلاۃ عند الکسوف حتی لا تنجلی) (صحیح ابن حبان، باب صلاۃ الکسوف، ذکر خبر اوهم عالما من الناس ان صلاۃ الکسوف کسائر الصلوات سواء، روایت نمبر ۲۸۳۷، جزء ۷ صفحہ ۷۸) (تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ۶۹۲) مگر موسیٰ بن اسمٰعیلؒ نے مبارک سے حضرت ابوبکرہؓ کی جو روایت نقل کی ہے اس میں منقولہ الفاظ ہیں جو اکثر سندوں میں نہیں صرف دو سندوں میں ہیں۔ امام بخاریؒ نے ان دو سندوں کے الفاظ کی تائید میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت نمبر۱۰۵۹ پیش کی ہے جو مستقل روایت ہے۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھبرا کر باہر نکلنے کا ذکر بھی ہے اور آپؐ کا یہ ارشاد بھی کہ جب کسوف دیکھو تو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دعاؤں اور استغفار کے لئے مضطرب ہو کر اس کے حضور جھکو۔ ان الفاظ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپؐ اس تغیر پر جو بظاہر ہیبت ناک منظر پیش کرتا ہے، دلوں میں تقویٰ اللہ کے جذبات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰـهَ تَعَالٰى يُخَوِّفُ بِهِمَا عِبَادَهُ . کسی امر کی علت غائی ایک سے زیادہ بھی ہوسکتی ہے۔ علم الافلاک کے ماہرین اگر اس تعلق کی علت غائی یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے انسانوں کو دوران شمسی کی کیفیات اور سورج، چاند اور زمین کے آپس کے تعلقات کا علم ہو جائے تو ماہرین علم روحانیت کا حق ہے کہ وہ اپنے مناسب حال ایک الگ علت غائی تجویز کریں۔ دونوں علتیں آپس میں ٹکراتی نہیں۔ یہ فلکی تغیرات انسانی زندگی میں کئی قسم کی مفید تاثیرات پیدا کر سکتے ہیں۔ ان تاثیروں میں ایک تاثیر علمی ہے جو انسان کے ذہن میں پیدا ہوتی ہے اور ایک تاثیر روحانی ہے جو اہل اللہ اپنے نفسوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں اور ان تاثیروں کے حصول کے لئے صرف انتقال فکری کی ضرورت ہے۔ اس قسم کی روحانی تاثیرات کی ایک اور مثال اگلے باب میں دی گئی ہے۔

بَاب ٧: اَلتَّعَوُّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گرہن کے وقت عذاب قبر سے پناہ مانگنا

١٠٤٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ يَهُوْدِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكِ اللهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُوْرِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَائِذًا بِاللهِ مِنْ ذٰلِكَ.

اطرافه: ١٠٥٥، ١٣٧٢، ٦٣٦٦۔

١٠٤٩: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے یحيٰ بن سعید سے، یحيٰ نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سے روایت کی کہ ایک یہودی عورت (حضرت عائشہؓ) سے کچھ مانگنے آئی۔ اس نے اُن کو یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عذابِ قبر سے پناہ میں رکھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا لوگوں کو اُن کی قبروں میں عذاب دیا جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی پناہ اس سے۔

١٠٥٠: ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضُحًى فَمَرَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ الْحُجَرِ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ

١٠٥٠: پھر ایک صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار ہوئے۔ اسی روز سورج گرہن لگا۔ آپؐ چاشت کے وقت لوٹ آئے اور (اپنی ازواج کے) حجروں سے ہوتے ہوئے گزرے۔ پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے اور لوگ بھی آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوگئے اور بہت دیر تک کھڑے رہے پھر آپؐ نے ایک لمبا رکوع کیا پھر سر اٹھایا اور پھر دیر تک کھڑے رہے اور یہ قیام پہلے سے کم تھا اور پھر آپؐ نے ایک لمبا رکوع کیا اور یہ رکوع پہلے سے کم تھا۔ پھر سر اٹھایا اور سجدہ کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور

دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُونَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلًا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانْصَرَفَ فَقَالَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

دیر تک کھڑے رہے اور یہ پہلے قیام سے کم تھا اور پھر ایک لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے اور یہ پہلے قیام سے کم تھا اور پھر ایک لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سر اٹھایا اور سجدہ کیا اور (نماز سے) فارغ ہو گئے۔ پھر جو کچھ اللہ نے کہلانا چاہا کہا۔ پھر آپؐ نے ان سے فرمایا: عذابِ قبر سے پناہ مانگا کریں۔

اطرافه: ۱۰۴۴، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۵۶، ۱۰۵۸، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۲۱۲، ۳۲۰۳، ۴۶۲۴، ۵۲۲۱، ۶۶۳۱۔

تشریح: **اَلتَّعَوُّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فِی الْكُسُوْفِ:** قرآن مجید میں قبر کی حالت برزخ سے موسوم کی گئی ہے۔ برزخ کے معنے ہیں: اکتساب نیکی کا زمانہ منقطع ہو چکا۔ زمانہ برزخ میں انسان کی روح کچھ مدت کے لئے تعطّل اور سکون میں رہتی ہے۔ سورج یا چاند گرہن میں بھی فیضان نور عارضی طور پر معرضِ التوا میں ہو جاتا ہے۔ اس توقف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن روح کے عارضی تعطّل کی طرف منتقل ہوا ہے۔ جو عالمِ برزخ میں اس پر طاری ہو کر نورِ زندگی کو پردہ غیب واخفا میں ڈال دیتا ہے۔ نہایت لطیف مناسبت کی وجہ سے آپؐ نے اس موقع پر عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کا ارشاد فرمایا۔ اتفاق سے اس دن آپؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ بھی فوت ہو گئے تھے اور آپؐ ان کو دفن کرنے کے لئے سوار ہو کر باہر تشریف لے گئے (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۷۰۲ تحت روایت نمبر ۱۰۵۶) اور پھر وہاں سے لوٹ کر سورج گرہن کی نماز پڑھی۔ جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے۔ عذابِ قبر اور عالم برزخ کی کیفیات کی تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' سوال دوم کا جواب زیر عنوان ''تین عالم'' روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۳ تا ۴۰۸۔

بَاب ۸: طُوْلُ السُّجُوْدِ فِي الْكُسُوْفِ

گرہن کی نماز میں لمبا سجدہ کرنا

۱۰۵۱: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ قَالَ لَمَّا

۱۰۵۱: ابونعیم (فضل) نے ہم سے بیان کیا، کہا: شیبان (نحوی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ (بن ابی کثیر) سے، یحییٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے

كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِيَ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ فَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ ثُمَّ جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مَا سَجَدْتُ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ أَطْوَلَ مِنْهَا.

حضرت عبداللہؓ بن عمرو سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو لوگوں کو یہ اطلاع دی گئی کہ نماز باجماعت ہوگی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی رکعت میں دو رکوع کئے۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور ایک رکعت میں دو رکوع کئے۔ پھر آپؐ بیٹھے اور سورج سے تاریکی دور ہوگئی تھی۔ (حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے) کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: میں نے کسی نماز میں اتنا لمبا سجدہ نہیں کیا جتنا اس نماز میں۔

اطرافه: ۱۰۴۵.

تشریح: طُوْلُ السُّجُوْدِ فِي الْكُسُوْفِ: اس باب سے مالکیوں کا خیال رد کرنا مقصود ہے جو لمبا سجدہ کرنے کی نفی کرتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قیام اور رکوع لمبے کئے گئے تھے اور ان کے لمبا کئے جانے سے متعلق بالتکرار ذکر ہے مگر سجدہ کے بارہ میں ذکر نہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۹۵) یہ دلیل صحیح نہیں۔ سجدہ کی بابت صریح روایتیں ہیں۔ مثلاً ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ (روایت نمبر ۱۰۴۴) پھر آپؐ نے سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے مَاسَجَدْتُ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ اَطْوَلَ مِنْهَا (روایت نمبر ۱۰۵۱) یعنی میں نے کسی نماز میں اتنا لمبا سجدہ نہیں کیا، جتنا اس نماز میں۔ فَصَلّٰى بِاَطْوَلِ قِيَامٍ وَّ رُكُوْعٍ وَّسُجُوْدٍ رَاَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ. (روایت نمبر ۱۰۵۹) یعنی آپؐ نے اتنے لمبے قیام اور رکوع اور سجدے کے ساتھ نماز پڑھی کہ میں نے کبھی ایسا آپؐ کو کرتے دیکھا تھا۔ اس نص صریح کے مقابل میں مالکیوں کا استدلال نہ صرف روایۃً کمزور ہے بلکہ درایۃً بھی اس حالت خشوع کے منافی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دلوں میں اس مخصوص گھڑی کے وقت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق: ۲۰) سجدہ کر اور قریب سے قریب تر ہوتا جا۔ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ. اس جملے سے یہ مراد نہیں کہ صرف ایک ہی سجدہ کیا بلکہ پوری رکعت مع دو سجدوں کے۔ دیکھئے باب ۴ جہاں تفصیل سے دو رکعتوں میں چار سجدے کرنے کا ذکر ہے: فَاسْتَكْمَلَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِىْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ یعنی آپؐ نے دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کیے۔ (روایت نمبر ۱۰۴۶)

بَاب ٩ : صَلَاةُ الْكُسُوْفِ جَمَاعَةً

گرہن کی نماز باجماعت پڑھنا

وَصَلَّى ابْنُ عَبَّاسٍ لَهُمْ فِي صُفَّةِ زَمْزَمَ وَجَمَعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ.

اور حضرت ابن عباسؓ نے زمزم کے سائبان میں انہیں نماز پڑھائی اور علی بن عبداللہ بن عباس نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور حضرت ابن عمرؓ نے انہیں گرہن کی نماز پڑھائی۔

١٠٥٢ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلاً نَحْوًا مِنْ قِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلاً ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ

۱۰۵۲: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے زید بن اسلم سے، زید نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گرہن ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ آپؐ اتنی دیر تک کھڑے رہے جتنی دیر میں سورۃ بقرہ پڑھی جاسکتی ہے۔ پھر آپؐ نے لمبا رکوع کیا اور سر اٹھایا اور دیر تک کھڑے رہے اور یہ قیام پہلے سے کم تھا۔ پھر آپؐ نے لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر آپؐ نے سجدہ کیا۔ پھر دیر تک کھڑے رہے۔ یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر ایک لمبا رکوع کیا اور یہ رکوع پہلے سے کم تھا۔ پھر آپؐ نے سر اٹھایا اور دیر تک کھڑے رہے اور یہ قیام پہلے سے کم تھا۔ پھر ایک لمبا رکوع کیا اور یہ رکوع پہلے سے کم تھا۔ پھر آپؐ نے سجدہ کیا اور پھر (نماز سے) فارغ ہوئے اور سورج ظاہر ہو چکا تھا۔ آپ

رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ كَعْكَعْتَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُوْدًا وَلَوْ أَصَبْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا وَأُرِيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ قَالُوْا بِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيْلَ يَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهُ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ.

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے دونشان ہیں۔ کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے نہیں گہناتے۔ سو جب تم گرہن دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ نے اپنی جگہ کھڑے کھڑے کوئی چیز پکڑی ہے پھر ہم نے دیکھا آپؐ پیچھے کو ہٹے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا تھا اور ایک خوشہ لینے کو ہاتھ بڑھایا اور اگر وہ لے لیتا تو جب تک دنیا قائم رہتی تم ا

عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے باجماعت نماز پڑھانے کا حوالہ یہی ثابت کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔ ان حوالوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۹۷۔ روایت نمبر ۱۰۵۲ پیش کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کتاب الکسوف باب نمبر ۱ میں بھی یہی مضمون مذکور ہے۔

فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُودًا: روایت نمبر ۱۰۵۲ کے آخر میں خوشہ لینے کے لئے آگے بڑھنے کا جو واقعہ مذکور ہے وہ بحالت کشف ہوا۔ آپؐ کو مبشر اور منذر دونوں نظارے دکھائے گئے تھے۔ لَوْ اَصَبْتُهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا ان الفاظ سے خوشہ انگور کی تعبیر واضح ہے کہ اس سے نعمتیں مراد ہیں۔ اس نظارے سے آپؐ پر ظاہر کیا گیا تھا کہ مسلمانوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ دنیا کی نعمتوں سے محروم کئے جائیں گے اور زندگی ان کے لئے جہنم ہو جائے گی اور یہ سب ان کی اپنی ناشکری کی وجہ سے ہوگا۔ ان کی بدعملی سے اسلام کا سورج تاریک ہو جائے گا اور وہ اپنی روشنی نہیں دے گا۔ اس گرہن کو دیکھ کر آپؐ کے اضطراب اور طویل دعائیں کرنے اور آپؐ کی اس کشفی حالت سے اور آج آپؐ کے کشف کے ہو بہو پورا ہونے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان تمام باتوں کے درمیان ایک طبعی اور گہرا تعلق تھا۔ ان میں کوئی تصنع اور بناوٹ نہ تھی اور نہ وہ دعائیں کسی وہم کا نتیجہ تھیں۔ اگر تصنع و توہم پرستی کا ذرہ بھر بھی شائبہ آپؐ میں ہوتا تو جب لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ آپؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے سورج تاریک ہو گیا ہے تو آپؐ ان کی بات ردّ نہ کرتے، یا خاموش رہتے۔

بَاب ۱۰: صَلَاةُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْكُسُوْفِ

گرہن میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا نماز پڑھنا

۱۰۵۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنِ امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّوْنَ وَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّيْ فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ

۱۰۵۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنی بی بی فاطمہ بنت منذر سے، فاطمہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی۔ وہ کہتی تھیں: جب سورج گرہن ہوا تو میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کے پاس آئی۔ میں نے کیا دیکھا کہ لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت عائشہؓ بھی کھڑی نماز پڑھ رہی ہیں۔ میں نے کہا: لوگوں کو کیا ہوا؟ انہوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ

فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللهِ فَقُلْتُ آيَةٌ فَأَشَارَتْ أَيْ نَعَمْ قَالَتْ فَقُمْتُ حَتَّى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ فَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوْقَ رَأْسِي الْمَاءَ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ أَوْ قَرِيْبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ لَا أَدْرِيْ أَيَّتَهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوْ الْمُوْقِنُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَأَجَبْنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا فَيُقَالُ لَهُ نَمْ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِيْ أَيَّتَهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ.

کیا اور سبحان اللہ کہا۔ میں نے پوچھا: کیا کوئی نشان ہے؟ انہوں نے اشارہ کیا یعنی ہاں۔ کہتی تھیں: میں بھی کھڑی ہوگئی۔ یہاں تک کہ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی۔ میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: کوئی بھی ایسی چیز نہیں کہ میں نے نہ دیکھی ہو مگر میں نے (آج) اپنے اس مقام میں دیکھ لی ہے۔ یہاں تک کہ جنت اور آگ کو بھی اور مجھے یہ وحی کی گئی ہے کہ قبروں میں تمہاری اسی طرح آزمائش کی جائے گی جیسا کہ دجال کے فتنہ کے ذریعہ سے یا اس کے قریب قریب؛ میں نہیں جانتی کہ حضرت اسماءؓ نے ان دونوں لفظوں میں سے کون سا لفظ کہا تھا۔ تم میں سے ایک کے پاس (فرشتہ) آئے گا اور کہے گا: اس شخص کی بابت تمہیں کیا علم ہے جو ماننے والا ہے؟ یا فرمایا: یقین کرنے والا۔ میں نہیں جانتی، حضرت اسماءؓ نے ان دونوں لفظوں میں سے کون سا لفظ کہا۔ تو وہ کہے گا: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ہمارے پاس کھلے کھلے دلائل اور ہدایت کی باتیں لے کر آئے۔ ہم نے ان کو مانا اور ایمان لے آئے اور ان کی پیروی کی۔ اسے کہا جائے گا: آرام سے سوجا۔ ہم تو جانتے ہی تھے کہ تُو تو یقین کرنے والا ہی ہے اور جو منافق ہوگا یا شک کرنے والا، میں نہیں جانتی، ان میں سے حضرت اسماءؓ نے کون سا لفظ کہا تھا تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا۔ لوگوں کو میں نے کچھ کہتے سنا۔ میں نے بھی کہہ دیا۔

اطرافه: ٨٦، ١٨٤، ١٠٥٤، ١٢٣٥، ١٣٧٣، ٢٥١٩، ٢٥٢٠، ٧٢٨٧.

تشریح: **اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ :** اس روایت کے الفاظ **وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ** سے مندرجہ بالا کشف کے مضمون کی مزید تائید ہوتی ہے۔ بحالتِ نمازِ خسوف آپؐ کو جنت وجہنم کا کشفی نظارہ دکھایا جانا اور پھر آپؐ کو وحی ہونا کہ تیری امت کے لئے جس فتنہ دجال میں مبتلا ہونا مقدر ہے، اس فتنے کے قریب قریب قبروں میں بھی ایک آزمائش ہو گی۔ جس سے مومن ومنافق کے درمیان تمیز ہو جائے گی۔ اگرچہ دونوں آزمائشیں نتیجۃً اپنی نوعیت میں ایک ہیں مگر جداگانہ صورت وشکل رکھتی ہیں۔ دجال کے زمانہ میں مسلمان جسمانی وروحانی نعمتوں سے بوجہ ان کی ناشکری کے محروم کر دیئے جائیں گے۔ دجال ان کے سامنے اپنی ایک جنت پیش کرے گا جو حقیقت میں دوزخ ہوگی اور انہیں دوزخ کی دھمکی دے گا جو درحقیقت جنت ہوگی۔ اس وقت صرف مومن ہی اس کڑی آزمائش میں پورا اُترے گا۔ دنیا کی اس آزمائش پر قبروں والی آزمائش کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ دجالی آزمائش کا تلخ تجربہ کیا جاچکا ہے۔ اس تعلق میں باب نمبر۱۴ کی تشریح بھی دیکھئے نیز ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ دوسرے سوال کا جواب صفحہ۸۲ تا۹۸۔ روحانی خزائن جلد۱۰، صفحہ۳۹۶ تا۴۱۲ بھی دیکھئے۔

يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ : عورتوں کی ناشکری کی وجہ سے ان کے دوزخ میں سزا پانے سے متعلق دیکھئے کتاب الایمان تشریح باب ۲۱ روایت نمبر۲۹۔

صَلَاةُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْكُسُوْفِ : سفیان ثوریؒ اور بعض کوفیوں کا یہ مذہب ہے کہ عورتیں گرہن کے وقت اپنے طور پر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں۔ مدوّنہ میں لکھا ہے: **تُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِيْ بَيْتِهَا وَتَخْرُجُ الْمُتَجَالَةُ** عورت اپنے گھر میں نماز پڑھے اور پردہ دار مسجد میں جاسکتی ہے۔ امام شافعیؒ کا قول ہے: **يَخْرُجُ الْجَمِيْعُ اِلَّا مَنْ كَانَتْ بَارِعَةَ الْجَمَالِ** یعنی عورتیں گرہن کی نماز کے وقت مسجد جاسکتی ہیں سوائے حسین عورت کے۔
(فتح الباری جزء ثانی صفحہ۷۰۱)

باب مذکور میں اس خیال کا رد کرنا مقصود ہے کہ عورتیں بلا استثناء مسلمانوں کی مشترکہ عبادات اور ان کے اجتماعی کاموں میں شریک ہوا کرتی تھیں اور مسئلہ حجاب ان کے لیے روک نہ تھا۔ اس سے پہلے بھی یہ امر واضح کیا جاچکا ہے۔ دیکھئے تشریح کتاب الجمعۃ باب ۲۹ اور تشریح باب۱۲ نیز کتاب العیدین باب ۱۵ و۱۶۔ اس موقع پر صرف حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ ہی باجماعت میں شریک نہیں ہوئیں بلکہ اور عورتیں بھی تھیں اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجروں میں نماز نہیں پڑھی بلکہ مسجد میں پڑھی تھی۔ دیکھئے تشریح باب۱۲۔

بَاب ۱۱: مَنْ أَحَبَّ الْعَتَاقَةَ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ

جس نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنا پسند کیا

۱۰۵۴: حَدَّثَنَا رَبِيْعُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ لَقَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ.

۱۰۵۴: ربیع بن یحيٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: زائدہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام (بن عروہ) سے، ہشام نے فاطمہ (بنت منذر) سے، فاطمہ نے حضرت اسماءؓ سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔

اطرافه: ۸۶، ۱۸۴، ۱۰۵۳، ۱۲۳۵، ۱۳۷۳، ۲۵۱۹، ۲۵۲۰، ۷۲۸۷۔

تشریح: مَنْ اَحَبَّ الْعَتَاقَةَ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ: روایت نمبر ۱۰۵۴ کتاب العتق میں بھی ایک دوسری سند سے مروی ہے۔ وہاں یہ الفاظ ہیں: كُنَّا نُؤْمَرُ عِنْدَ الْخُسُوْفِ بِالْعَتَاقَةِ (روایت نمبر ۲۵۲۰) یعنی ہمیں گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے آزاد کرنے میں کسی جبری قانون سے کام نہیں لیا۔ بلکہ مناسب موقع پر ترغیب وتحریص سے غلاموں کو آزادی دلوائی ہے۔ زمانۂ قدیم میں شخصی ملکیت کا معتد بہ حصہ غلام تھے۔ آپؐ نے کسی فوری تبدیلی سے اعراض کیا اور لوگوں کی ملکیت اور اموال میں ایسے طور سے دخل دیا کہ اقتصادی توازن میں خلل واقعہ ہونے کے بغیر اجتماعی اصلاحات میں کامیاب ہوئے اور انسان کو انسان کی ظالمانہ غلامی سے آزاد فرمایا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب العتق۔

بَاب ۱۲: صَلَاةُ الْكُسُوْفِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں کسوف کی نماز پڑھنا

۱۰۵۵: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ يَهُوْدِيَّةً جَاءَتْ

۱۰۵۵: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے یحيٰ بن سعید سے، یحيٰ نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک

تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ أَعَاذَكِ اللهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُوْرِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِذًا بِاللهِ مِنْ ذٰلِكَ.

اطرافه: ۱۰۴۹، ۱۳۷۲، ۶۳۶۶۔

یہودی عورت مانگتی ہوئی ان کے پاس آئی اور انہیں یہ دعا دی: اللہ تجھے قبر کے عذاب سے پناہ دے۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا لوگوں کو قبروں میں عذاب ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس سے پناہ میں رکھے۔

۱۰۵۶: ثُمَّ رَكِبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضُحًى فَمَرَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ الْحُجَرِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلاً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلاً ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلاً ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلاً وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ

۱۰۵۶: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو سواری پر سوار ہوئے (اس دن) سورج گرہن ہوا۔ آپؐ چاشت کے وقت لوٹے اور (اپنی ازواج کے) حجروں میں سے گذرے۔ پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھائی اور لوگ بھی آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوگئے۔ آپؐ بڑی دیر تک کھڑے رہے۔ پھر ایک لمبا رکوع کیا۔ پھر آپؐ نے سر اٹھایا اور دیر تک کھڑے رہے اور یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر آپؐ نے ایک لمبا رکوع کیا اور یہ رکوع پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر آپؐ نے سر اٹھایا اور پھر لمبا سجدہ کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے اور یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر ایک لمبا رکوع کیا اور یہ رکوع پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے۔ دیر تک کھڑے رہے اور یہ پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر آپؐ نے ایک لمبا رکوع کیا اور وہ پہلے رکوع سے کم تھا۔ اور

الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ وَهُوَ دُوْنَ السُّجُوْدِ الْأَوَّلِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَّتَعَوَّذُوْا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

پھر سجدہ کیا اور یہ پہلے سجدہ سے کم تھا۔ پھر (نماز سے) فارغ ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ نے کہلانا چاہا، کہا۔ پھر آپؐ نے ان سے فرمایا کہ وہ عذابِ قبر سے پناہ مانگا کریں۔

اطرافه: ۱۰۴۴، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۵۰، ۱۰۵۸، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۲۱۲، ۳۲۰۳، ۴۶۲۴، ۵۲۲۱، ۶۶۳۱۔

تشریح: صَلَاةُ الْكُسُوْفِ فِي الْمَسْجِدِ: عیدین اور استسقاء کے لئے باہر جا کر نماز پڑھنا آپ کی سنت سے ثابت ہے لیکن گرہن کی نماز کے لئے آپؐ کے باہر جانے کا ذکر نہیں ملتا بلکہ آپؐ نے مسجد میں ہی نماز پڑھائی۔ جیسا کہ روایت نمبر ۱۰۵۵ میں اس کی تصریح ہے۔ عمرہ بنت عبدالرحمٰن کی یہی روایت نمبر ۱۰۴۹ میں گذر چکی ہے۔ ان کی روایت میں تصریح نہیں بلکہ اس سے استدلالاً معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے مسجد میں یہ نماز پڑھی تھی۔ باہر سے آنے اور حجروں میں سے گذرنے اور لوگوں کو نماز پڑھانے کا ذکر ہے اور یہ حجرے مسجد سے ملحق تھے۔ امام مسلم کی عمرہ سے روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ فَخَرَجْتُ فِيْ نِسْوَةٍ بَيْنَ ظَهْرَيِ الْحُجَرِ فِي الْمَسْجِدِ (مسلم. كتاب الكسوف. باب ذكر عذاب القبر فی صلاة الخسوف) یعنی میں کچھ عورتوں سمیت حجروں میں سے ہوتے ہوئے مسجد میں گئی۔

بَاب۱۳: لَا تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ

کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے سورج گرہن نہیں ہوا کرتا

رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ وَالْمُغِيْرَةُ وَأَبُو مُوسَى وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

حضرت ابوبکرہ، حضرت مغیرہ، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے یہ حدیث بیان کی۔

۱۰۵۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

۱۰۵۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ (قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسماعیل (بن ابی خالد) سے روایت کی، کہا: قیس نے مجھے بتایا۔ حضرت ابومسعود (عقبہ بن عمرو انصاریؓ) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی

لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا.

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوا کرتے بلکہ وہ اللہ کے نشانوں میں سے دونشان ہیں سو جب تم انہیں گہناتے دیکھوتو نماز پڑھو۔

اطرافه: ۱۰۴۱، ۳۲۰۴۔

۱۰۵۸: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَهِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ وَهِيَ دُوْنَ قِرَاءَتِهِ الْأُوْلَى ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ دُوْنَ رُكُوْعِهِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ يُرِيْهِمَا عِبَادَهُ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَافْزَعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ.

۱۰۵۸: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام (بن یوسف) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری اور ہشام بن عروہ سے، ان دونوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور لمبی قرأت کی۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا اور بہت لمبا رکوع کیا۔ پھر سر اٹھایا۔ پھر لمبی قرأت کی اور یہ آپؐ کی پہلی قرأت سے کم تھی۔ پھر رکوع کیا اور دیر تک رکوع میں رہے اور (یہ) آپ کے پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر آپؐ نے سر اٹھایا اور دو سجدے کئے۔ پھر آپؐ اٹھے اور دوسری رکعت میں بھی آپؐ نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور فرمایا: سورج اور چاند کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے نہیں گہناتے بلکہ وہ اللہ کے نشانوں میں سے دو نشان ہیں۔ جو وہ اپنے بندوں کو دکھاتا ہے۔ سو جب تم گرہن دیکھوتو مضطرب ہو کر نماز کے لئے لپکو۔

اطـرافـه: ۱۰۴۴، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۵۰، ۱۰۵۶، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۲۱۲، ۳۲۰۳، ۴۶۲۴، ۵۲۲۱، ۶۶۳۱۔

تشریح: **لَاتَنكَسِفُ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ:** مشرک اقوام میں اس قسم کے اوہام اب تک بھی پائے جاتے ہیں۔عربوں میں بھی تھے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاس قدسیہ نے ان کی توہم پرستی کلیۃً مٹادی۔اس روایت سے آپؐ کی پاکیزہ معنویات کی عظمت کا پتہ چلتا ہے جن لوگوں کو شوق ہوتا ہے کہ ان کے مرید حسنِ اعتقاد میں کسی طرح کی کمی نہ کریں۔وہ نہ صرف یہ کہ اس قسم کی خوش اعتقادی دیکھ کر اور پھولتے ہیں اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اپنے مریدوں کے منہ سے اپنے متعلق عقیدت مندی کی جھوٹی باتیں سن کر اپنے چہروں پر متانت اور سنجیدگی کا رنگ چڑھاتے اور فنِ سکوت سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔یہ ریاکاری خلافِ تعلیمِ اسلام ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سننا بھی کہ گرہن آپؐ کے بیٹے حضرت ابراہیمؓ کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے، برداشت نہ کیا اور فوراً ان کی توہم پرستی کا ازالہ فرمایا۔مذکورہ واقعہ کو پایۂ یقین تک پہنچانے کے لئے امام بخاریؒ نے باب ۱۳ کے ذیل میں سات روایتوں کا ذکر کیا ہے۔جن میں سے پانچ روایتیں حوالۂ عنوان باب میں مذکور ہیں۔حضرت ابوبکرہؓ کی روایت نمبر ۱۰۴۰ میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت نمبر ۱۰۴۲ میں حضرت مغیرہؓ کی روایت نمبر ۱۰۴۳ میں اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت نمبر ۱۰۵۲ میں گذر چکی ہے اور حضرت ابوموسیٰؓ کی نمبر ۱۰۵۹ میں دیکھئے۔

بَاب ۱۴ : اَلذِّكْرُ فِي الْكُسُوْفِ

سورج گرہن کے وقت ذکر الٰہی کرنا

رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ روایت نقل کی۔

۱۰۵۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا يَخْشَى أَنْ تَكُوْنَ السَّاعَةُ فَأَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلَّى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ رَأَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ وَقَالَ هَذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللهُ لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنْ يُخَوِّفُ اللهُ بِهَا عِبَادَهُ فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا

۱۰۵۹: محمد بن علاء نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا کہ ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے بُرید بن عبداللہ سے، برید نے ابو بردہ سے، ابو بردہ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: سورج گرہن ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مضطرب ہو کر اٹھے۔آپؐ ڈرے، کہیں وہ گھڑی نہ ہو۔آپؐ مسجد میں آئے اور اتنے لمبے قیام اور رکوع اور سجدے کے ساتھ نماز پڑھی کہ میں نے کبھی ایسا آپؐ کو کرتے دیکھا تھا اور فرمایا: یہ نشان جو اللہ عزّ وجل بھیجتا ہے، کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے نہیں ہوتے بلکہ

مِنْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا إِلَى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ.

اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے۔ پس تم جب ایسا دیکھو تو (اللہ تعالیٰ کے) ذکر کرنے اور اس سے دعا مانگنے اور مغفرت چاہنے کے لئے مضطرب ہو کر لپکو۔

تشریح: يَخْشٰى اَنْ تَكُوْنَ السَّاعَةُ: روایت نمبر ۱۰۵۹ میں جو یہ آیا ہے کہ آپؐ ڈرے کہیں وہ گھڑی نہ ہو اس گھڑی سے مراد قیامت نہیں جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ بعض علماء کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اَنَّ الْمُرَادَ بِالسَّاعَةِ غَيْرُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَى السَّاعَةُ الَّتِيْ جُعِلَتْ عَلَامَةً عَلٰى اَمْرٍ مِّنَ الْاُمُوْرِ ......فَلَعَلَّهُ خَشِيَ اَنْ يَكُوْنَ الْكُسُوْفُ مُقَدَّمَةً لِبَعْضِ الْاَشْرَاطِ كَطُلُوْعِ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا. (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۶۰۷)
{یہ کہ ساعة سے یہاں مراد یوم قیامت نہیں ہے بلکہ بعض امور کے ظہور کی علامت مراد ہے۔......شاید آپؐ کو خوف ہوا کہ یہ کسوف بعض اشراط ساعة کا آغاز ہے جیسا کہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔}

صحف قدیمہ خصوصاً اناجیل میں سورج کے تاریک ہونے اور ستاروں کے ماند پڑنے کی ایک مشہور پیشگوئی ہے (متی باب ۲۴) سورۂ تکویر میں آفتاب انوار اسلامیہ کے عارضی طور پر پوشیدہ ہونے اور پھر اس کے طلوع کی ایک مفصل پیشگوئی مع متعلقہ علامات مذکور ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر کبیر مؤلفہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تفسیر سورہ کہف زیر آیت ماأظن الساعة قائمة. جلد۴ صفحہ ۴۵۱ وسورۃ التکویر زیر آیت اذاالشمس کورت جلد۸ صفحہ ۱۹۸)

احادیث نبویہ میں بھی یہ پیشگوئی مختلف پیرائیوں میں بیان کی گئی ہے اور جیسا کہ انجیل کی محولہ بالا پیشگوئی سے ظاہر ہے کہ السـاعة والی پیشگوئی کا تعلق مطابق پیشگوئی حضرت دانیال علیہ السلام دجال کے ظہور سے ہے۔ ایسا ہی قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے اس زمانہ کو جب یہ حادثہ رونما ہوگا شب تاریک سے تشبیہ دی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ازالہ اوہام۔ صفحہ ۱۹۹ تا ۲۱۵ طبع پنجم نیز روزنامہ الفضل قادیان مؤرخہ ۱۸ جنوری ۱۹۳۸ء صفحہ ۴ تا ۶ جلد ۲۶ نمبر ۱۴۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج گرہن دیکھ کر مضطرب ہونا اور یہ خوف کہ کہیں وہ گھڑی نہ ہو، اس لئے تھا کہ آپؐ کا ذہن محولہ بالا پیشگوئی کی طرف گیا جو دجال کی وجہ سے مسلمانوں کی تباہی سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجرؒ نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ جو کشف آپؐ نے دیکھا اور تقریر فرمائی۔ اس سے السـاعة کی تشریح ہوتی ہے اور اس سبب کا پتہ چلتا ہے جس کی وجہ سے آپؐ کو تشویش ہوئی۔ اس تعلق میں باب نمبر۹ اور نمبر۱۰ کی تشریح بھی دیکھئے نیز عنوان باب میں مذکور حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے لیے روایت نمبر ۱۰۵۲ دیکھئے۔

بَاب ۱۵ : اَلدُّعَاءُ فِي الْخُسُوْفِ

سورج گرہن کے وقت دعا کرنا

قَالَهُ أَبُو مُوسَى وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوموسیٰ (اشعری) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل کیا ہے۔

۱۰۶۰: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُوْلُ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ النَّاسُ انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَادْعُوا اللهَ وَصَلُّوْا حَتَّى يَنْجَلِيَ.

۱۰۶۰: ابوولید (طیالسی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: زائدہ (بن قدامہ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: زیاد بن علاقہ نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو کہتے سنا کہ جس دن حضرت ابراہیمؑ فوت ہوئے، سورج گرہن ہوا۔ لوگوں نے کہا: حضرت ابراہیمؑ کی موت کی وجہ سے (سورج) گرہن ہوا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے دو نشان ہیں۔ کسی کے مرنے اور جینے سے یہ گرہن نہیں ہوا کرتے۔ سو جب تم گرہن دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو اور نماز پڑھو یہاں تک کہ (گرہن) دور ہو جائے۔

اطرافه: ۱۰۴۳، ۶۱۹۹۔

تشریح: **اَلدُّعَاءُ فِى الْخُسُوْفِ** : یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ آیا یہ ذکر اور دعائیں نماز سے علاوہ ہیں؟ روایت نمبر ۱۰۴۴ میں جو کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ نماز پڑھنے اور دعا کرنے کا الگ الگ ذکر ہے۔ جبکہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت نمبر ۱۰۵۹ میں استدلالاً ذکر ہے۔ انہی روایتوں کی طرف عنوان باب میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اسلام کا آفتاب جو ایک زمانہ سے حالتِ کسوف میں ہے۔ اس کا گرہن دور ہونے کے لئے بھی تمام مسلمانوں کو خصوصیت سے دعائیں کرنی چاہئیں۔

بَاب ١٦ : قَوْلُ الْإِمَامِ فِي خُطْبَةِ الْكُسُوْفِ أَمَّا بَعْدُ

سورج گرہن کے خطبہ میں امام کا اَمَّا بَعْدُ کہنا

١٠٦١ : وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ.

۱۰۶۱: اور ابواسامہ نے کہا: ہشام (بن عروہ) نے ہم سے بیان کیا، کہا: فاطمہ بنت منذر (ان کی بی بی) نے حضرت اسماءؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز سے) فارغ ہوئے اور سورج روشن ہو گیا تھا۔ آپؐ (لوگوں سے) مخاطب ہوئے اور جس تعریف کا وہ سزاوار ہے ویسی اللہ کی تعریف کی پھر فرمایا: اَمَّا بَعْدُ.

اطرافه: ٨٦، ١٨٤، ١٠٥٣، ١٠٥٤، ١٢٣٥، ١٣٧٣، ٢٥١٩، ٢٥٢٠، ٧٢٨٧.

تشریح: قَوْلُ الْاِمَامِ فِیْ خُطْبَةِ الْكُسُوْفِ اَمَّا بَعْدُ: ائمہ مذاہب کے درمیان نماز کسوف کے خطبہ کی بابت جو اختلاف ہے وہ باب ۴ کی تشریح میں بیان کیا جا چکا ہے اور اَمَّا بَعْدُ کے استعمال کرنے یا نہ کرنے سے متعلق کتاب الجمعۃ باب ۲۹ کی تشریح میں امام بخاریؒ کی رائے گذر چکی ہے۔

بَاب ١٧ : اَلصَّلَاةُ فِي كُسُوْفِ الْقَمَرِ

چاند گرہن میں نماز پڑھنا

١٠٦٢ : حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

۱۰۶۲: محمود (بن غیلان) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سعید بن عامر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے یونس سے، یونس نے حسن (بصری) سے، انہوں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گرہن ہوا اور آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں۔

اطرافه: ١٠٤٠، ١٠٤٨، ١٠٦٣، ٥٧٨٥.

۱۰۶۳: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى الْمَسْجِدِ وَثَابَ النَّاسُ إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ فَانْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ وَإِنَّهُمَا لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَإِذَا كَانَ ذَاكَ فَصَلُّوْا وَادْعُوْا حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ وَذَاكَ أَنَّ ابْنًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ النَّاسُ فِي ذَاكَ.

۱۰۶۳: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے بتایا۔ حسن (بصری) سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکرہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج گرہن ہوا۔ آپؐ چادر گھسیٹتے ہوئے باہر آئے۔ مسجد میں پہنچے اور لوگ بھی ادھر ادھر سے آپؐ کے پاس جمع ہوگئے۔ آپؐ نے ان کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ اتنے میں سورج روشن ہوگیا۔ آپؐ نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے دو نشان ہیں اور وہ کسی کی موت کی وجہ سے نہیں گہناتے۔ سو جب یہ ہو تو نماز پڑھو، دعائیں کرو۔ یہاں تک کہ وہ حالت جو تم پر طاری ہے دور ہوجائے۔ یہ اس لئے فرمایا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بیٹا فوت ہوگیا تھا جسے ابراہیمؑ کہتے تھے۔ لوگ کہنے لگے: ان کی (وفات کی) وجہ سے (گرہن ہوا ہے۔)

اطرافه: ۱۰۴۰، ۱۰۴۸، ۱۰۶۲، ۵۷۸۵۔

تشریح: اَلصَّلَاةُ فِيْ كُسُوْفِ الْقَمَرِ: چاند گرہن میں نماز پڑھنے کی نسبت فقہاء میں اختلاف ہوا ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اس میں اسی طرح باجماعت نماز پڑھی جانی چاہیے۔ جس طرح سورج گرہن میں اور امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا یہ مذہب ہے کہ باجماعت نہیں بلکہ الگ الگ نمازیں پڑھی جائیں کیونکہ چاند گرہن کی نماز باجماعت پڑھنے کے بارے میں کوئی حدیث مروی نہیں۔ (بداية المجتهد. كتاب الصلاة الثاني. الباب السادس في صلاة الكسوف. المسئلة الخامسة في كسوف القمر) حالانکہ بسبب دورانِ قمری خسوف زیادہ ہوتا ہے اور قیاس ہے کہ چاند گرہن بھی آپؐ کے زمانے میں ہوا ہو اور آپؐ کے حکم کی تعمیل کہ سورج اور چاند گرہن میں نماز پڑھی جائے جو کم از کم صورت میں یعنی نفل بغیر جماعت سے بھی ہوجاتی ہے۔

امام بخاریؒ، امام شافعیؒ کے مذہب کی تائید میں معلوم ہوتے ہیں۔ سورج گرہن سے متعلق تو ثابت ہے کہ آپؐ نے

باجماعت نماز پڑھی۔ دیکھئے روایت نمبر۱۰۴۴، ۱۰۶۲۔ آپؐ نے اس موقع پر خطبہ میں دونوں گرہنوں میں نماز پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے: وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا . (روایت نمبر۱۰۴۱) روایت نمبر۱۰۶۳ میں بھی یہی مضمون ہے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں: اِذَا كَانَ ذَاكَ فَصَلُّوْا وَادْعُوْا . گرہن کی نماز پڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دکھایا کہ وہ کس طرح پڑھی جاتی ہے۔ آپؐ نے یہ تخصیص نہیں کی کہ سورج گرہن کی نماز باجماعت پڑھی جائے اور چاند کی اکیلے۔

{ بَاب: صَبُّ الْمَرْاَةِ عَلَي رَاْسِهَا الْمَاءَ اِذَا اَطَالَ الْاِمَامُ الْقِيَامَ فِى الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى☆ }

{جب امام پہلی رکعت میں دیر تک کھڑا رہے عورت کا اپنے سر پر پانی ڈالنا☆}

بَاب۱۸ : اَلرَّكْعَةُ الْأُولَى فِي الْكُسُوْفِ أَطْوَلُ

گرہن کی نماز میں پہلی رکعت کو زیادہ لمبا کرنا

۱۰٦٤: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَّحْيَى عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمْ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي سَجْدَتَيْنِ الْأَوَّلُ الْأَوَّلُ أَطْوَلُ.

۱۰۶۴: محمود (بن غیلان) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابواحمد (محمد بن عبداللہ) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ سے، یحيٰ نے عمرہ سے، عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سورج گرہن کے وقت چار رکوع دو سجدوں کے ساتھ (یعنی دو رکعت) نماز پڑھائی۔ پہلی رکعت زیادہ لمبی تھی۔

اطرافه: ۱۰٤٤، ۱۰٤٦، ۱۰٤٧، ۱۰٥۰، ۱۰٥٦، ۱۰٥٨، ۱۰٦٥، ۱۰٦٦، ۱۲۱۲، ۳۲۰۳، ٤٦٢٤، ٥٢۲۱، ٦٦٣۱۔

تشریح: اَلرَّكْعَةُ الْاُوْلٰى فِى الْكُسُوْفِ اَطْوَلُ: باب نمبر۱۸ سے پچھلے عنوان باب کی ذیل میں کوئی روایت نہیں لائی گئی جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت اسماءؓ کی روایت نمبر۱۰۵۳ باب نمبر۱۸ سے ماقبل باب کے مطابق تھی مگر کوئی دوسری سند نہ ملنے کی وجہ سے اسے بغیر روایت رہنے دیا گیا ہے نیز ان دونوں عناوین کا مضمون ایک ہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی رکعت لمبی پڑھی تھی۔ اس کی لمبائی کی مقدار کی طرف توجہ دلانے کے لئے

☆ یہ عنوان باب مستملی کی روایت کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۷۰۷)

حضرت اسماءؓ کی روایت کا حوالہ دے کر اکتفاء کیا گیا ہے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ اصل مسودہ کتاب میں یہ جگہ خالی چھوڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ کوئی مناسب روایت ملنے پر پُر کی جائے۔ نسّاخین (کاتبوں) میں سے صرف مستملی نے پہلا عنوان باب اپنے نسخہ میں دکھلایا ہے اور باب نمبر۱۸ کو چھوڑ دیا ہے جبکہ باقی نساخین نے دوسرا باب لیا ہے اور پہلے کو چھوڑ دیا ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۷۰۷) دونوں نے غلطی کی ہے۔ نقل اصل کے مطابق ہونی چاہیے۔

باب ۱۹: اَلْجَهْرُ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْكُسُوْفِ

گرہن کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنا

۱۰۶۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ نَمِرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا جَهَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَاءَتِهِ فَإِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَتِهِ كَبَّرَ فَرَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُعَاوِدُ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاةِ الْكُسُوْفِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ.

۱۰۶۵: محمد بن مہران نے ہم سے بیان کیا، کہا: ولید (بن مسلم) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: (عبدالرحمٰن) بن نمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابنِ شہاب سے سنا۔ انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ (وہ کہتی تھیں) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خسوف کی نماز میں قرأت بلند آواز سے کی۔ جب آپؐ قرأت سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا۔ اور جب رکوع سے (سر) اٹھایا تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہا۔ پھر آپؐ نے دوبارہ قرأت شروع کردی۔ کسوف کی نماز میں آپؐ نے دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کئے۔

اطرافه: ۱۰۴۴، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۵۰، ۱۰۵۶، ۱۰۵۸، ۱۰۶۴، ۱۰۶۶، ۱۲۱۲، ۳۲۰۳، ۴۶۲۴، ۵۲۲۱، ۶۶۳۱۔

۱۰۶۶: وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَغَيْرُهُ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلَى

۱۰۶۶: اور اَوزاعی وغیرہ نے کہا: میں نے زہری سے سنا۔ وہ عروہ سے، عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ مُنَادِيًا بِالصَّلَاةُ جَامِعَةٌ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ مِثْلَهُ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ مَا صَنَعَ أَخُوكَ ذَلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مَا صَلّٰى إِلَّا رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ إِذْ صَلّٰى بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ أَجَلْ إِنَّهُ أَخْطَأَ السُّنَّةَ تَابَعَهُ سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي الْجَهْرِ.

میں سورج گرہن ہوا۔ آپؐ نے منادی کو بھیجا (کہ لوگوں میں اعلان کرے) نماز باجماعت ہوگی۔ پھر آپؐ آگے بڑھے اور دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کئے۔ (ولید بن مسلم نے کہا:) عبد الرحمٰن بن نمر نے مجھے بتایا کہ انہوں نے ابن شہاب سے ایسے ہی سنا۔ (ابن شہاب) زہری کہتے تھے: میں نے (عروہ سے) کہا: تمہارے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کیا کیا؟ انہوں نے جب مدینہ میں نماز پڑھائی تو صبح کی طرح صرف دو رکعتیں ہی پڑھیں۔ (عروہ نے) کہا: ہاں وہ سنت سے چوک گئے۔ (عبدالرحمٰن بن نمر کی طرح) سفیان بن حسین اور سلیمان بن کثیر نے بھی بلند آواز قرأت کی بابت زہری سے روایت کی۔

اطرافه: ١٠٤٦، ١٠٤٧، ١٠٥٠، ١٠٥٦، ١٠٥٨، ١٠٦٤، ١٠٦٥، ١٠٦٦، ١٢١٢، ٣٢٠٣، ٤٦٢٤، ٥٢٢١، ٦٦٣١.

تشریح: اَلْجَهْرُ بِالْقِرَأَةِ فِي الْكُسُوْفِ: اس مسئلے میں بھی اختلاف ہوا ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ دونوں کا یہ مذہب ہے کہ قرأت خاموشی سے ہو اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابو یوسفؒ وغیرہ قرأت بالجہر کے قائل ہیں۔ اس اختلاف کی تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے: بداية المجتهد. كتاب الصلاة الثانى . الباب السادس فى صلاة الكسوف . المسئلة الثانية فى قرأة فيها. امام بخاریؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کی تائید میں ہیں جسے انہوں نے نہایت مستند روایات سے ثابت کیا ہے۔ یہ نماز بھی نمازِ جمعہ اور عیدین اور استسقاء کی طرح ہے۔ اس میں خطبہ بھی پڑھا گیا ہے اور قرأت بالجہر بھی۔ امام شافعیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے قول قَرَأَ نَحْوًا مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر بلند آواز سے پڑھی ہوتی تو اس اندازے کے کوئی معنے نہیں رہتے۔ یہ استنباط نص صریح کے مقابل ساقط الاعتبار ہے۔

قَالَ الْاَوْزَاعِيُّ وَغَيْرُهُ: اس روایت کا مضمون روایت نمبر۱۰۵۱ میں گذر چکا ہے۔ امام اوزاعی کی روایت امام مسلمؒ اور ابوداؤدؒ وغیرہ نے بھی نقل کی ہے۔ (مسلم. كتاب الكسوف. باب صلاة الكسوف) (ابو داؤد. كتاب الصلاة. باب من قال اربع ركعات) باقی حوالوں کی تفصیل فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۷۰۹ میں دیکھئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

١٧- كِتَابُ سُجُوْدِ الْقُرْآنِ

باب ١ :مَا جَاءَ فِي سُجُوْدِ الْقُرْآنِ وَسُنَّتِهَا

سجدہ تلاوت اور اس کا مسنون ہونا

١٠٦٧ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْأَسْوَدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجْمَ بِمَكَّةَ فَسَجَدَ فِيْهَا وَسَجَدَ مَنْ مَّعَهُ غَيْرَ شَيْخٍ أَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ وَقَالَ يَكْفِيْنِي هَذَا فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ قُتِلَ كَافِرًا.

۱۰۶۷: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، کہا: غندر (محمد بن جعفر) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: شعبہ نے ابواسحٰق سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا، کہا: میں نے اسود (بن یزید) کو حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سورۂ نجم پڑھی اور اس میں سجدہ کیا اور جو آپؐ کے ساتھ تھے انہوں نے بھی سجدہ کیا، سوائے ایک بوڑھے کے۔ (یہ امیہ بن خلف تھا۔) اس نے ایک مٹھی بھر کنکریاں یا مٹی لی اور پیشانی تک اسے اٹھایا اور کہا: مجھے یہی کافی ہے۔ اس کے بعد میں نے اس کو دیکھا وہ بحالت کفر ہی قتل ہوا۔

اطرافه: ١٠٧٠، ٣٨٥٣، ٣٩٧٢، ٤٨٦٣۔

تشریح: **مَاجَاءَ فِی سُجُوْدِ الْقُرْآن:** قرآن مجید کی بعض سورتوں میں سجدہ کرنے کا حکم بصیغہ امر وارد ہے۔ ایسے موقعوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت تھی کہ آپؐ حکم الٰہی سن کر سربسجود ہو جاتے۔ اس سجدہ کو سجدۂ تلاوت کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ہم مذہب اس سجدہ کو واجب قرار دیتے ہیں۔ حکم کی تعمیل لازمی ہوتی ہے مگر امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ سجدہ مسنون ہے، واجب نہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ صحابہؓ اوامر شرعیہ کے واجب ہونے یا نہ

ہونے کی نسبت زیادہ سمجھ رکھتے تھے۔(بدایۃ المجتہد. کتاب الصلاۃ الثانی . الباب التاسع فی سجود القرآن. فصل حکم سجود التلاوۃ) حضرت عمرؓ نے خطبہ جمعہ میں جبکہ صحابہؓ موجود تھے، اعلان کیا کہ یہ واجب نہیں (روایت نمبر ۱۰۷۷) اور حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سجدہ نہ بھی کرتے تھے۔(روایت نمبر ۱۰۷۳) امام بخاریؒ نے اس امر میں اپنی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ عنوان باب مصدر یہ رکھا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد اس بارے میں مروی نہیں، صرف عمل ثابت ہے یعنی کبھی آپؐ نے سجدہ کیا اور کبھی نہ کیا۔ اس کی تفصیل باب ۳ کی تشریح میں آ رہی ہے۔

بَاب ۲ : سَجْدَةُ ''تَنْزِيْلُ السَّجْدَةَ''

سورہ اَلٓمٓ تَنْزِیْل میں سجدہ کرنا

۱۰۶۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ الٓمٓ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةَ وَهَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ.

اطرافہ: ۸۹۱۔

۱۰۶۸: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعد بن ابراہیم سے، سعد نے عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں اَلٓمّٓ تَنْزِیْلُ السَّجْدَۃ اور هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ پڑھا کرتے تھے۔

بَاب ۳ : سَجْدَةُ صٓ

سورۃ ص میں سجدہ کرنا

۱۰۶۹ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو النُّعْمَانِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ ص لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ

۱۰۶۹: سلیمان بن حرب اور ابو نعمان (محمد بن فضل) نے ہم سے بیان کیا۔ دونوں نے کہا: حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ سورۃ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْهَا.

ص (کا سجدہ) ان سجدوں میں سے نہیں ہے جن کے بارے میں تاکید ہے مگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

اطرافه: ٣٤٢٢۔

تشریح: سَجْدَةُ تَنْزِيْلُ السَّجْدَةِ وَسَجْدَةُ ص: سجدہ تلاوت سے متعلق دوسری بحث یہ ہے کہ آیا ان آیات کی تلاوت سے متعلق بھی سجدہ کرنا مسنون ہے جو بصیغہ امر نہیں بلکہ بطور جملہ خبریہ ہے۔ مثلاً الم تنزیل میں یہ آیت ہے: اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (الم سجده:١٦) {یقیناً ہماری آیات پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان (آیات) کے ذریعہ انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ (اس کی) تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔} اسی طرح سورۃ ص میں یہ آیت ہے: فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ (ص:٢۵) {پس اس نے اپنے رب سے بخشش مانگی اور عجز کرتے ہوئے گر پڑا اور توبہ کی۔} ایسے سجداتِ تلاوت ان سجدوں میں سے نہیں جن کی بابت تاکید ہے۔ (روایت نمبر ۱۰۶۹) اس لئے کبھی آپؐ نے ایسی آیات پر سجدہ کیا اور کبھی نہیں کیا۔ روایت نمبر ۱۰۷۲ میں بھی سجدہ کرنے کا ذکر نہیں۔

بَاب ٤: سَجْدَةُ النَّجْمِ

سورۃ النجم میں سجدہ کرنا

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے نقل کیا ہے۔

١٠٧٠: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ سُوْرَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ إِلَّا سَجَدَ فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ

۱۰۷۰: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابواسحٰق سے، ابواسحٰق نے اسود سے، اسود نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم پڑھی اور اس میں سجدہ کیا۔ لوگوں میں سے کوئی باقی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو۔ ان میں سے

كَفًّا مِنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى وَجْهِهِ وَقَالَ يَكْفِيْنِيْ هٰذَا {قَالَ عَبْدُ اللهِ[1]} فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا.

ایک آدمی نے کنکروں کی یا مٹی کی مٹھی لی اور اسے اپنے منہ تک اٹھا کر لایا اور کہا: میرے لئے یہی کافی ہے۔ (عبداللہ کہتے تھے:)[1] میں نے اسے بعد میں دیکھا کہ وہ بحالت کفر مارا گیا۔

اطرافہ: ۱۰۶۷، ۳۸۵۳، ۳۹۷۲، ۴۸۶۳۔

تشریح: سَجْدَةُ النَّجْمِ: سورۃ النجم کی آیت فَاسْجُدُوْ لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا بصیغہ امر ہے اور یہ مقام بھی تاکیدی سجدوں میں شمار کیا جاتا ہے اور یہ پہلا موقع تھا، جس پر سجدہ کیا گیا۔ (روایت نمبر ۴۸۶۳) گو سورۃ اِقْـرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ میں بھی سجدہ کا حکم ہے جو پہلی سورۃ ہے۔ اس کے آخر میں فرماتا ہے: وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ بعض کا خیال ہے کہ یہ آیت سورۃ النجم کے بعد نازل ہوئی ہوگی یا یہ کہ سجدہ کرنے کا خیال آپؐ کو نہ آیا ہو یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چونکہ اس آیت پر سورۃ ختم ہوتی ہے اور اس کے معاً بعد رکوع و سجود ہوتا ہے۔ اسی پر اکتفاء کیا گیا۔ بہرحال یہ ثابت شدہ امر ہے کہ پہلا سجدہ آپؐ نے سورۃ النجم کی تلاوت پر ہی کیا تھا۔ جسے سن کر مشرکین بھی اس قدر متاثر تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کرنے پر انہوں نے بھی صحابہ کرامؓ کے ساتھ ہی سجدہ کیا، سوائے امیہ بن خلف کے۔
(تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۷۱۲)

وہ روایتیں بالکل بے بنیاد ہیں جن میں یہ آیا ہے: اَفَرَأَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى کی آیت کے بعد الفاظ تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْاُوْلٰى سے لات اور عزی وغیرہ بتوں کی تعریف کی گئی تھی اس واسطے مشرکین قریش نے سجدہ کیا تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: صحیح بخاری. کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ النجم.

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: عنوان باب میں حضرت ابن عباسؓ کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ روایت نمبر ۱۰۷۱ میں تفصیلاً دیکھئے۔

بَابٌ ٥: سُجُوْدُ الْمُسْلِمِيْنَ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ

مسلمانوں کا مشرکوں کے ساتھ سجدہ کرنا

وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ لَيْسَ لَهُ وُضُوْءٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَسْجُدُ عَلَى {غَيْرِ[2]} وُضُوْءٍ.

حالانکہ مشرک ناپاک ہوتا ہے اس کا وضو نہیں ہوتا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بغیر[2] وضو کے بھی سجدہ کرلیا کرتے تھے۔

[1] الفاظ ''قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ'' فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۷۱۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔
[2] لفظ ''غَيْرِ'' فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۷۱۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

١٠٧١ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَيُّوْبَ.

۱۰۷۱: مسدد (بن مسرہد) نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ایوب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ نجم میں سجدہ کیا اور آپؐ کے ساتھ مسلمانوں اور مشرکوں، بڑوں اور چھوٹوں سب نے سجدہ کیا۔ اس حدیث کو (ابراہیم) بن طہمان نے بھی ایوب سے روایت کیا۔

اطرافه: ٤٨٦٢۔

تشریح: يَسْجُدُ عَلَى غَيْرِ وُضُوْءٍ: امام بیہقیؒ نے حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت لیثؒ سے نقل کی ہے: لَا يَسْجُدُ الرَّجُلُ اِلَّا وَهُوَ طَاهِرٌ (سنن الکبریٰ للبیهقی. کتاب الطهارة. باب استحباب الطهر للذکر والقراءة) کوئی آدمی بغیر وضو سجدہ نہ کرے۔ امام بخاریؒ نے ابن ابی شیبہ کی روایت کا حوالہ دے کر حضرت ابن عمرؓ کے فعل سے یہ خیال رد کیا ہے (مصنف ابن ابی شیبه . کتاب الصلوات. باب فی الرجل یسجد السجدة وهو علی غیر وضوء) اور اس کی تائید اس واقعہ سے بھی کی ہے کہ جس میں مسلمانوں اور مشرکوں نے اکٹھے سجدہ کیا تھا۔ اس وقت سب کا باوضو ہونا بعید از خیال ہے۔ خصوصاً مشرکین جو اسلامی احکام طہارت سے ناآشنا محض تھے۔ جب قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر الٰہی بغیر وضو جائز ہے تو تلاوت کے وقت سجدہ کرنا ناجائز کیوں؟

سَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ: روایت نمبر ۱۰۷۱ کے آخری حصہ میں جن وانس کا ترجمہ بڑے اور چھوٹے کیا گیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ جن کا لفظ جب انس کے ساتھ بولا جاتا ہے تو وہاں بڑے طبقہ کے لوگ مراد ہوتے ہیں نہ کہ وہ مخلوقات جو نظر نہیں آتی۔ ان کا سجدہ کرنا کیسے دیکھا جا سکتا تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: تفسیر کبیر، تفسیر سورۃ الناس، آیت نمبر ۷، جلد نمبر ۱۰ صفحہ ۵۸۹۔

بَاب ٦ : مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَسْجُدْ

جس نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدہ نہ کیا

١٠٧٢ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ

۱۰۷۲: سلیمان بن داؤد ابوربیع نے ہم سے بیان کیا، کہا: اسماعیل بن جعفر نے ہم سے بیان کیا۔

جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَزَعَمَ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا.

انہوں نے کہا: یزید بن خصیفہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن قسیط سے، انہوں نے عطاء بن یسار سے روایت کی کہ عطاء بن یسار نے انہیں خبر دی۔ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ النجم پڑھ کر سنائی تو آپؐ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

اطرافہ: ۱۰۷۳۔

۱۰۷۳: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيْهَا

۱۰۷۳: ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا: ہم سے ابن ابی ذئب نے بیان کیا، کہا: ہمیں یزید بن عبداللہ بن قسیط نے بتایا۔ انہوں نے عطاء بن یسار سے، انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۃ والنجم پڑھی۔ آپؐ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

اطرافہ: ۱۰۷۲۔

تشریح: مَنْ قَرَءَ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَسْجُدْ: سورۃ النجم مفصل سورتوں میں سے ہے۔ روایت نمبر ۱۰۷۲ کی بناء پر مالکی مفصل سورتوں میں سجدہ تلاوت کے قائل نہیں۔ (بداية المجتهد . كتاب الصلاة الثاني. الباب التاسع فی سجود القرآن. فصل عدد عزائم سجود القرآن) مگر ان کا یہ استدلال درست نہیں۔ ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کسی وجہ سے سجدہ نہ کیا ہو۔ مثلاً یہی بتانا مقصود ہو کہ یہ سجدہ واجب نہیں۔ جیسا کہ امام شافعیؒ نے اس سے یہ استدلال کیا ہے (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۷۱۶) اور یہ استدلال قرینِ قیاس ہے کیونکہ آپؐ نے ایک دوسرے موقع پر سورۃ والنجم پڑھتے ہوئے سجدہ کیا تھا۔ (روایت نمبر ۱۰۷۰، ۱۰۷۱) اس باب میں مالکیوں کا رد ہے۔ مفصل سورتوں میں سجدۂ تلاوت اسی طرح مسنون ہے، جس طرح دوسری سورتوں میں۔

بَاب ۷: سَجْدَةُ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ میں سجدہ کرنا

۱۰۷۴: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ وَمُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَا أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ (الإنشقاق: ۲) فَسَجَدَ بِهَا فَقُلْتُ يَا أَبَاهُرَيْرَةَ أَلَمْ أَرَكَ تَسْجُدُ قَالَ لَوْ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ لَمْ أَسْجُدْ.

۱۰۷۴: مسلم (بن ابراہیم) اور معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا۔ دونوں نے کہا: ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ سے، یحییٰ نے ابوسلمہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے سورۃ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھی اور اس میں سجدہ کیا۔ میں نے کہا: ابوہریرہؓ کیا میں نے آپؓ کو اس سورۃ میں سجدہ کرتے نہیں دیکھا؟ انہوں نے کہا: اگر میں اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے نہ دیکھتا تو میں بھی سجدہ نہ کرتا۔

تشریح: سَجْدَةُ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ: امام مالکؒ کے نزدیک گیارہ سورتیں ایسی ہیں جن میں تاکیدی سجدے ہیں۔ الاعراف، الرعد، النحل، بنی اسرائیل، مریم، الحج، الفرقان، النمل، الم تنزیل، ص اور حم سجدہ۔ امام شافعیؒ کے نزدیک چودہ ہیں: ان میں سے تین مفصل سورتیں ہیں: الانشقاق، النجم، سورۃ العلق۔ سورۃ الانشقاق کی نسبت ابوسلمہ کی مذکورہ بالا روایت سے تائید ہوتی ہے۔ ابورافع نے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔ (روایت نمبر ۱۰۷۸) تفصیل کے لیے دیکھئے: بداية المجتهد. كتاب الصلاة الثانى. الباب التاسع فى سجود القرآن. فصل عدد عزائم سجود القرآن.

بَاب ۸: مَنْ سَجَدَ لِسُجُوْدِ الْقَارِئِ

جو پڑھنے والے کے سجدہ کرنے پر سجدہ کرے

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لِتَمِيْمِ بْنِ حَذْلَمَ وَهُوَ غُلَامٌ فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً فَقَالَ اسْجُدْ فَأَنْتَ إِمَامُنَا فِيْهَا.

حضرت (عبداللہ) بن مسعودؓ نے تمیم بن حذلم سے کہا اور وہ ابھی لڑکے ہی تھے۔ انہوں نے ان کے (ابن مسعودؓ) کے پاس سجدے کی آیات پڑھیں تو انہوں نے کہا: سجدہ کرو کیونکہ تم ہمارے امام ہو۔

۱۰۷۵: حَدَّثنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّوْرَةَ فِيْهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَوْضِعَ جَبْهَتِهِ.

۱۰۷۵: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحیٰی نے ہم سے بیان کیا۔ عبیداللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: نافع نے مجھے بتایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو وہ سورۃ پڑھ کر سناتے جس میں سجدہ ہوتا۔ آپؐ بھی سجدہ کرتے اور ہم بھی سجدہ کرتے ۔ یہاں تک کہ ہم میں سے کسی کو اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ نہ ملتی۔

اطرافه: ۱۰۷٦، ۱۰۷۹۔

تشریح: مَنْ سَجَدَ لِسُجُوْدِ الْقَارِئِ: امام ابوحنیفہؒ سننے والے کے لئے بھی سجدہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔ امام مالکؒ نے دوشرطیں عائد کی ہیں: ایک یہ کہ وہ سننے کی غرض سے بیٹھا ہوا اور دوسرے یہ کہ قاری سجدہ کرے ورنہ نہیں۔(بداية المجتهد . كتاب الصلاة الثانی . الباب التاسع فی سجود القرآن. فصل علی من يتوجه حكمها) اس باب سے ان کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

بَاب ۹: اِزْدِحَامُ النَّاسِ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ السَّجْدَةَ

لوگوں کا ہجوم جب امام سجدہ کی سورۃ پڑھے

۱۰۷٦: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ فَنَزْدَحِمُ حَتَّى مَا يَجِدُ

۱۰۷٦: بشر بن آدم نے ہم سے بیان کیا، کہا: علی بن مسہر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ (عمری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے کی آیات پڑھتے اور ہم آپؐ کے پاس ہوتے۔ آپؐ سجدہ کرتے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ سجدہ کرتے اور اتنی بھیڑ ہوتی کہ ہم

أَحَدُنَا لِجَبْهَتِهِ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ.

میں سے کوئی سجدے کے لئے اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ نہ پاتا جس پر وہ سجدہ کرتا۔

اطرافه: ۱۰۷۵، ۱۰۷۹۔

تشریح: **اِزْدِحَامُ النَّاسِ اِذَا قَرَءَ الْاِمَامُ السَّجْدَةَ:** باوجوداس کے کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں مگر صحابہؓ کا شوق اس سے ظاہر ہے کہ مسجد میں اتنا ازدہام کہ بعض کو سجدہ کرنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔

حَدَّثَنَا بِشْرُ ابْنُ آدَمَ: بشر بن آدم راوی بغدادی ہیں۔ صحیح بخاری میں ان کی یہی ایک روایت ہے۔ ابن عدی کا خیال ہے کہ بشر بن آدم یزید بصری کے بیٹے ہیں جو ازہر السمان کے نواسے (ابن بنت ازہر) کی کنیت سے مشہور ہیں نہ کہ بغدادی سے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۷۱۹)

بَاب ۱۰: مَنْ رَّأَى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُوْجِبِ السُّجُوْدَ

جس کی یہ رائے ہو کہ اللہ عزوجل نے سجدۂ تلاوت واجب نہیں کیا

وَقِيْلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ الرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا كَأَنَّهُ لَا يُوجِبُهُ عَلَيْهِ وَقَالَ سَلْمَانُ مَا لِهٰذَا غَدَوْنَا وَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّمَا السَّجْدَةُ عَلَى مَنِ اسْتَمَعَهَا وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا يَسْجُدُ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ طَاهِرًا فَإِذَا سَجَدْتَّ وَأَنْتَ فِي حَضَرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَإِنْ كُنْتَ رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهُكَ وَكَانَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ لَا يَسْجُدُ لِسُجُوْدِ الْقَاصِّ.

اور حضرت عمران بن حصینؓ سے کہا گیا کہ ایک شخص سجدے کی آیت سنتا ہے اور وہ اس کے سننے کی نیت سے نہیں بیٹھا تھا (کیا اس کے لئے سجدہ کرنا ضروری ہے؟) انہوں نے کہا: بھلا اس نیت سے بیٹھا بھی ہو (تو کیا ہے؟) گویا وہ اس کے لئے سجدہ ضروری قرار نہیں دیتے تھے اور حضرت سلمان (فارسیؓ) نے کہا: ہم اس لئے نہیں آئے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سجدہ صرف اسی پر لازم ہے جو ارادۃً اسے سنے اور زہری نے کہا: سجدہ تلاوت نہ کرے مگر اس حالت میں کہ وہ باوضو ہو اور جب تم سجدہ کرو اور تم مقیم ہو تو قبلہ کی طرف منہ کرو اور اگر سوار ہو تو کوئی حرج نہیں، جدھر تمہارا منہ ہو اور سائب بن یزید قصہ خواں کے سجدہ کرنے پر سجدہ نہیں کیا کرتے تھے۔

١٠٧٧ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ رَّبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهُدَيْرِ التَّيْمِيِّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ رَبِيْعَةُ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ عَمَّا حَضَرَ رَبِيْعَةُ مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَرَأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ بِسُوْرَةِ النَّحْلِ حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ حَتَّى إِذَا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةُ قَرَأَ بِهَا حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا نَمُرُّ بِالسُّجُوْدِ فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ وَمَنْ لَّمْ يَسْجُدْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَزَادَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِنَّ اللهَ لَمْ يَفْرِضِ السُّجُوْدَ إِلَّا أَنْ نَّشَاءَ.

۱۰۷۷: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام بن یوسف نے ہمیں بتایا کہ (عبدالمالک) بن جریج نے ان کو خبر دی، کہا: ابوبکر (عبداللہ) بن ابی ملیکہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عثمان بن عبدالرحمٰن تیمی سے، عثمان نے ربیعہ بن عبداللہ بن ہدیر تیمی سے روایت کی کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اور ربیعہ اچھے لوگوں میں سے تھے۔ (انہوں نے قصہ بیان کیا) جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (کی مجلس) میں ربیعہ نے دیکھا تھا۔ (حضرت عمرؓ) نے جمعہ کے دن منبر پر کھڑے ہوکر سورہ النحل پڑھی۔ جب سجدہ کی آیات پر پہنچے تو وہ اترے اور انہوں نے سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ جب دوسرا جمعہ ہوا تو حضرت عمرؓ نے وہی سورۃ پڑھی۔ جب سجدہ کی آیات پر پہنچے تو انہوں نے کہا: لوگو! ہم سجدہ کی آیات سے گذرتے ہیں۔ سو جس نے سجدہ کیا اس نے اچھا کیا اور جس نے سجدہ نہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے اتنا زیادہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدۂ تلاوت فرض نہیں کیا۔ ہاں اگر ہم چاہیں (تو سجدہ کرلیں۔)

تشریح: **مَنْ رَّآى اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يُوْجِبِ السُّجُوْدَ :** سجدۂ تلاوت واجب یا مسنون ہونے کے متعلق ائمہ کی رائے باب نمبر۱ کی تشریح میں گذر چکی ہے۔ اس میں اسی مسئلہ کا خصوصیت سے ذکر

کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت عثمانؓ کے جو حوالے دیئے گئے ہیں۔ ان کی تفصیل فتح الباری جزء ثانی صفحہ۷۲۰ وعمدۃ القاری جزء۷ صفحہ۱۰۸ میں ہے۔ حضرت عمرانؓ تو آیاتِ سجدہ سننے پر بھی سجدہ کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت سلمانؓ اور حضرت عثمانؓ کے نزدیک ارادہ ونیت کا پایا جانا ضروری ہے یعنی اگر تلاوت سننے کی نیت سے بیٹھے تو سجدہ کرے۔ زہریؒ کے نزدیک باوضو ہونا شرط ہے مگر جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اس میں وسعت ہے۔ زہریؒ کے نزدیک یہ بھی واجب نہیں بلکہ اختیاری ہے اور اس لئے انہوں نے نوافل پر قیاس کر کے سفر میں سواری پر بھی سجدۂ تلاوت کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔ روایت نمبر ۱۰۷۷ اُن فقہاء کی تائید کرتی ہے جو سجدہ تلاوت واجب نہیں سمجھتے۔

بَاب ۱۱: مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ فِي الصَّلَاةِ فَسَجَدَ بِهَا

جس نے نماز میں سجدہ کی آیات پڑھیں اور پھر ان میں سجدہ کیا

۱۰۷۸: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرٌ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَا هَذِهِ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ فِيهَا حَتَّى أَلْقَاهُ.

۱۰۷۸: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: معتمر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا۔ انہوں نے کہا: بکر نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابورافع سے روایت کی، کہا: میں نے حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو انہوں نے سورۂ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھی اور سجدہ کیا۔ میں نے کہا: یہ سجدہ کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے اس سورۃ میں ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا تھا۔ پس میں اس میں ہمیشہ سجدہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ آپؐ سے مل جاؤں۔

اطرافہ: ٧٦٦، ٧٦٨.

تشریح: مَنْ قَرَءَ السَّجْدَةَ فِي الصَّلَاةِ فَسَجَدَ بِهَا: امام مالکؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ نماز میں آیاتِ سجدہ پڑھنی مکروہ سمجھتے تھے۔ بعض حنفیوں کا بھی یہی مذہب ہے۔ ان کے ردّ میں یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ۷۲۲)

بَاب ۱۲ : مَنْ لَّمْ يَجِدْ مَوْضِعًا لِلسُّجُوْدِ مِنَ الزِّحَامِ

جس نے ہجوم کی وجہ سے سجدہ کے لئے جگہ نہ پائی

۱۰۷۹ : حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السُّوْرَةَ الَّتِي فِيْهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهِ.

۱۰۷۹: صدقہ (بن فضل) نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ (بن سعید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب وہ سورۃ پڑھتے جس میں سجدہ ہوتا، آپؐ سجدہ کرتے اور ہم بھی سجدہ کرتے یہاں تک کہ ہم میں سے کسی کو اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ نہ ملتی۔

اطرافه: ۱۰۷۵، ۱۰۷٦۔

تشریح: **مَنْ لَّمْ يَجِدْ مَوْضِعًا لِلسُّجُوْدِ:** ہجوم کی وجہ سے اگر کوئی سجدہ نہ کر سکے تو بعض نے اجازت دی ہے کہ لوگوں کے سر اُٹھانے پر سجدہ کرے اور بعض نے کہا: کسی کی پیٹھ پر ہی کر لے۔ ان کی یہ رائے سجدہ فریضہ سے متعلق ہے۔ امام بخاریؒ ان کے مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ضمناً اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ سجدہ تلاوت میں بھی صحابہ کرامؓ کو بوجہ تنگیٔ مکان بعض اوقات دقت پیش آتی تھی۔ اس سے ان کے شوق کا پتہ چلتا ہے۔ مسائل سابقہ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ انسان آیات سجدہ سن کر لاپرواہی سے کام لے بلکہ صحابہ کرامؓ کا سا شوق رکھنا چاہیے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
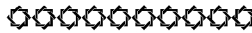
بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۸- كِتَابُ تَقْصِيرِ الصَّلَاةِ

بَابِ ۱ : مَا جَاءَ فِي التَّقْصِيْرِ وَكَمْ يُقِيْمُ حَتَّى يَقْصُرَ

نماز قصر کرنے کے بارہ میں جو روایتیں آئی ہیں اور کتنی دیر مقیم رہے کہ قصر کرے

۱۰۸۰: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ وَحُصَيْنٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَقْصُرُ فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَرْنَا وَإِنْ زِدْنَا أَتْمَمْنَا.

۱۰۸۰: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عاصم اور حُصین سے، ان دونوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم انیس دن (فتح مکہ کے ایام میں) ٹھہرے تھے، نماز قصر کرتے رہے۔ اس لئے ہم اگر سفر میں انیس دن رہیں تو قصر کرتے ہیں اور اگر اس سے زیادہ ہو تو پوری نماز پڑھتے ہیں۔

اطرافه: ۴۲۹۸، ۴۲۹۹۔

۱۰۸۱: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلَى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتَّى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ قُلْتُ أَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا

۱۰۸۱: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: یحيٰ بن ابی اسحاق نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حجۃ الوداع میں) مدینہ سے مکہ جانے کے لئے نکلے۔ آپؐ دو دو رکعتیں پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم مدینہ واپس آگئے۔ میں نے پوچھا: کیا

قَالَ أَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا. آپ لوگ مکہ میں کچھ ٹھہرے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم وہاں دس روز ٹھہرے تھے۔

اطرافہ: ٤٢٩٧۔

تشریح: **كَمْ يُقِيمُ حَتَّى يَقْصُرَ**: امام بخاریؒ نے صلوٰۃ الخوف اور صلوٰۃ القصر کے علیحدہ علیحدہ باب قائم کرکے ان میں تمیز کی ہے۔ حضرت عائشہؓ کے سوا سب کا اتفاق ہے کہ مسافر کو نماز قصر پڑھنی چاہیے۔ یہ مسئلہ کہ سفر میں زیادہ سے زیادہ کتنی دیر تک اقامت میں مسافر قصر کرسکتا ہے، اختلافی ہے۔ شریعت میں کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔ فقہاء نے صرف قیاس سے کام لیا ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا یہ مذہب ہے کہ اگر مسافر چار دن تک کسی جگہ ٹھہرے تو پوری نماز پڑھے اور امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ نے پندرہ دن کی حد مقرر کی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک چار دن سے زائد ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پوری پڑھے۔ (بداية المجتهد . كتاب الصلاة . الجملة الثالثة . الباب الرابع . الفصل الاول في القصر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے ایام میں جب تک مکہ مکرمہ میں رہے نماز قصر کرتے رہے۔ یہ مدت پندرہ دن سے لے کر انیس دن تک تھی۔ امام ابوحنیفہؒ نے کم از کم مدت سے استدلال کیا ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۷۲۵) امام بخاریؒ انیس دن کی مدت کو ترجیح دیتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ (روایت نمبر ۱۰۸۰)

حضرت انسؓ کی روایت میں حجۃ الوداع کے موقع کا ذکر ہے۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار دن مکہ میں ٹھہرے تھے اور چھ دن مضافات میں۔ ان دنوں میں بھی آپؐ نماز قصر کرتے تھے۔ روایت نمبر ۱۰۸۰ کے الفاظ: **فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصَرْنَا** کے یہ معنے ہیں کہ جب ہم انیس دن سفر کریں تو قصر کرتے ہیں۔ اس سے مراد قیامِ سفر ہے کیونکہ دیگر روایات میں قیامِ سفر کی صراحت ہے۔ **اِذَا سَافَرْنَا فَاَقَمْنَا {فِيْ مَوْضِعٍ} تِسْعَةَ عَشَرَ** (مسند ابی یعلٰی. مسند ابن عباسؓ. جزء ۴ صفحہ ۲۵۔ روایت نمبر ۲۳۶۸) جب ہم سفر کریں اور (کسی جگہ) اُنیس دن ٹھہریں تو ہم قصر کرتے ہیں۔ امام ترمذیؒ کی روایت سے بھی اسی امر کی تائید ہوتی ہے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں: **فَاِذَا اَقَمْنَا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ** (ترمذی. کتاب الجمعة. باب ماجاء فی کم تقصر الصلاۃ.) یعنی جب ہم اس سے زیادہ ٹھہریں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۷۲۶)

بَاب ۲ : اَلصَّلَاةُ بِمِنًى

منٰی میں نماز پڑھنا

۱۰۸۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ

۱۰۸۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نافع نے مجھے خبر دی۔ حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِنْ إِمَارَتِهِ ثُمَّ أَتَمَّهَا.

انہوں نے کہا: میں نے منیٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ بھی ان کی خلافت کے شروع میں دو رکعت ہی نماز پڑھی۔ حضرت عثمانؓ بعد میں پوری نماز پڑھا کرتے تھے۔

اطرافه: ١٦٥٥۔

١٠٨٣: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنَ مَا كَانَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ.

١٠٨٣: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابواسحٰق (عمرو بن عبداللہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حارثہ بن وہب سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ آپؐ ہر طرح امن میں تھے، منیٰ میں دو رکعت ہمیں نماز پڑھائی۔

اطرافه: ١٦٥٦۔

١٠٨٤: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ صَلَّى بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقِيْلَ ذٰلِكَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ

١٠٨٤: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں بتایا کہ اعمش سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ابراہیم (نخعی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن یزید سے سنا۔ کہتے تھے: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں ہمیں چار رکعتیں پڑھائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کے متعلق بتایا گیا تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں اور حضرت ابوبکر (صدیق) رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَظِّيْ مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ.

کے ساتھ بھی منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں۔ کاش! مجھے ان چار رکعتوں کے بدلے میں دو مقبول رکعتیں نصیب ہوں۔

اطرافه: ١٦٥٧۔

تشریح: اَلصَّلَاةُ بِمِنًى: مقام منیٰ میں قصر کرنے کی نسبت اختلاف ہوا ہے۔ آیا یہ قصر سفر کی وجہ سے ہے یا قربانی کی وجہ سے؟ امام مالکؒ اور امام اوزاعی کا مذہب ہے کہ قصر قربانی کی وجہ سے تھی اور اسی لئے منیٰ کے رہنے والے بھی قصر کریں اور اہل مکہ بھی۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ وہاں کے باشندوں کے لئے قصر جائز نہیں سمجھتے بلکہ انہیں پوری نماز پڑھنی چاہیے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۴۷۷) (عمدۃ القاری جزء ۷ صفحہ ۱۱۸۔۱۱۹) حضرت عثمانؓ کی بابت روایت نمبر ۱۰۸۲، ۱۰۸۴ میں یہ جو مروی ہے کہ وہ چار رکعتیں پڑھتے تھے، بعض کے نزدیک اس کا تعلق اقامت سے ہے۔ جب وہ مناسکِ حج سے فارغ ہونے کے بعد مقام منیٰ میں مقیم ہوتے تو پوری نماز پڑھتے۔ روایت نمبر ۱۰۹۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے نزدیک سفر میں قصر ضروری نہیں بلکہ بطور وسعت واجازت ہے اور یہی مذہب حضرت عثمانؓ کا تھا۔ مزید تشریح کے لیے دیکھئے کتاب الحج باب ۸۴۔

بَاب ۳: كَمْ أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّتِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں کتنے دن قیام کیا؟

١٠٨٥: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِصُبْحِ رَابِعَةٍ يُلَبُّوْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ مَّعَهُ الْهَدْيُ تَابَعَهُ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ.

۱۰۸۵: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: وُہیب (بن خالد) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ایوب (سختیانی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالعالیہ براء سے، براء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ چوتھی ذوالحج کی صبح کو حج کے لئے لبیک پکارتے ہوئے آئے اور آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ (حج) کو عمرہ کر دیں سوائے اس شخص کے جس کے ساتھ قربانی ہو۔ (ابوالعالیہ کی طرح) عطاء (بن ابی رباح) نے بھی حضرت جابرؓ سے یہ روایت کی ہے۔

اطرافه: ١٥٦٤، ٢٥٠٥، ٣٨٣٢۔

تشریح: **کَمْ اَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ حَجَّتِہٖ:** نبی صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی تاریخ ذوالحج کو مکہ میں پہنچے اور آٹھویں تاریخ وہاں سے منیٰ کی طرف گئے۔ روایت نمبر ۱۰۸۱ میں جو دس دن ٹھہرنے کا ذکر ہے وہ ساری مدت قیام ہے جو واپسی تک وہاں ٹھہرنے کی تھی۔ امام شافعیؒ نے انہی چار دنوں کی اقامت پر قیاس کرتے ہوئے اپنے فتویٰ کی بنیاد رکھی ہے۔(بداية المجتهد. كتاب الصلاة. الجملة الثالثة. الباب الرابع. الفصل الاول فى القصر)

بَاب ٤ : فِي كَمْ يَقْصُرُ الصَّلَاةَ

کتنی مسافت میں نماز قصر کرے؟

وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَلَيْلَةً سَفَرًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ يَقْصُرَانِ وَيُفْطِرَانِ فِي أَرْبَعَةِ بُرُدٍ وَهِيَ سِتَّةَ عَشَرَ فَرْسَخًا.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن کی مسافت کو بھی سفر قرار دیا ہے اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم چار برید کے سفر میں بھی قصر اور افطار کرتے تھے اور یہ سولہ فرسخ (یعنی ۴۸ میل) ہوتے ہیں۔

١٠٨٦ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ.

اطرافه: ١٠٨٧.

۱۰۸۶: اسحٰق بن ابراہیم حنظلی نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے ابواسامہ سے کہا: عبیداللہ (عمری) نے آپ کو بتایا۔ انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت تین دن کا سفر بغیر اپنے محرم رشتہ دار نہ کرے۔

١٠٨٧ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ

۱۰۸۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ (بن سعید قطان) نے ہمیں بتایا۔ عبیداللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے نافع سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی

ثَلَاثًا إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ.

کہ آپؐ نے فرمایا: کوئی عورت تین دن کا سفر نہ کرے سوائے اس کے کہ اس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار ہو۔

تَابَعَهُ أَحْمَدُ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(مسدد کی طرح) احمد (بن محمد مروزی) نے (عبداللہ) بن مبارک سے، انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی روایت کی۔

اطرافه: ١٠٨٦۔

١٠٨٨: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ.

١٠٨٨: آدم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن ابی ذئب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: سعید مقبری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتی ہو، جائز نہیں کہ وہ ایسی حالت میں ایک رات دن کی مسافت کا سفر کرے کہ اس کے ساتھ کوئی محرم رشتہ دار نہ ہو۔

تَابَعَهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ وَسُهَيْلٌ وَمَالِكٌ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

(ابن ابی ذئب کی طرح) یحیٰ ابن ابی کثیر، سہیل اور مالک نے بھی مقبری سے، اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔

تشریح: **فِي كَمْ يَقْصُرُ الصَّلَاةَ:** مسئلہ مذکورہ بالا میں بہت اختلاف ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت نے چار برید یعنی ۴٨ میل کو ایسا سفر قرار دیا ہے جس میں نماز قصر کی جا سکتی ہے۔ یہ مذہب حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ وغیرہ نے تین دن کی مسافت کو سفر قرار دیا ہے۔ (بداية المجتهد. كتاب الصلاة. الجملة الثالثة. الباب الرابع. الفصل الاول في القصر) یہ مذہب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عثمانؓ کا ہے۔ مگر شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بارہ میں کوئی تخصیص مروی نہیں۔

مذکورہ بالا حدیں صرف قیاس پر مبنی ہیں۔اس لئے فقہاء کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ سفر نزدیک کا ہو یا دور کا، نماز قصر کی جائے۔جیسا کہ سفر میں روزہ چھوڑنا ضروری ہے خواہ مشقت ہو یا نہ ہو۔

سَمَّى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَلَيْلَةً سَفَرًا: عنوان باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جس ارشاد کا حوالہ دیا گیا ہے وہ روایت نمبر ۱۰۸۸ میں دیکھئے۔ باب ۴ کی تینوں روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن مسافت کو بھی سفر کہا ہے اور ایک دن کو بھی۔اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کم مسافت سفر نہیں اور ایک دن کی تخصیص میں درحقیقت عورتوں کے ناموس کی حفاظت مدنظر ہے نہ کہ سفر کی تعریف۔اس بارہ میں فقہاء کے پاس کوئی نص صریح نہیں صرف قیاس ہے۔

بَاب ٥ : يَقْصُرُ إِذَا خَرَجَ مِنْ مَّوْضِعِهِ

جب اپنی جگہ سے (بہ نیت سفر) نکلے تو قصر کرلے

وَخَرَجَ عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ فَقَصَرَ وَهُوَ يَرَى الْبُيُوْتَ فَلَمَّا رَجَعَ قِيْلَ لَهُ هَذِهِ الْكُوْفَةُ قَالَ لَا حَتَّى نَدْخُلَهَا.

اور حضرت علی (بن ابی طالب) رضی اللہ عنہ (کوفہ سے) نکلے تو انہوں نے (نماز) قصر کی تھی۔بحالیکہ وہ گھروں کو دیکھ رہے تھے۔ جب لوٹ کر آئے (تو بھی قصر کی۔) ان سے کہا گیا: یہ کوفہ آ گیا ہے تو انہوں نے کہا: نہیں جب تک کوفہ میں داخل نہ ہوں۔

١٠٨٩ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَإِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ الظُّهْرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا وَبِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ.

۱۰۸۹: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن منکدر اور ابراہیم بن میسرہ سے، ان دونوں نے حضرت انس (بن مالک) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی چار رکعتیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں پڑھیں۔

اطرافہ: ١٥٤٦، ١٥٤٧، ١٥٤٨، ١٥٥١، ١٧١٢، ١٧١٤، ١٧١٥، ٢٩٥١، ٢٩٨٦۔

١٠٩٠ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

۱۰۹۰: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتایا۔انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

قَالَتِ الصَّلَاةُ أَوَّلُ مَا فُرِضَتْ رَكْعَتَيْنِ فَأُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَأُتِمَّتْ صَلَاةُ الْحَضَرِ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ قَالَ تَأَوَّلَتْ مَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ.

اطرافہ: ۳۵۰، ۳۹۳۵۔

سے روایت کی کہ پہلے پہل جو نماز فرض کی گئی دو رکعتیں تھیں۔ سفر کی نماز تو برقرار رکھی گئی اور حضر کی نماز (بڑھا کر) مکمل کر دی گئی۔ زہری کہتے تھے: میں نے عروہ سے پوچھا کہ حضرت عائشہؓ کیوں سفر میں پوری نماز پڑھتی تھیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: انہوں نے بھی وہی تاویل کی جو حضرت عثمانؓ نے کی تھی۔

تشریح: يَقْصُرُ إِذَا خَرَجَ مِنْ مَّوْضِعِهٖ: اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ اپنے شہر سے کتنی مسافت پر پہنچ کر نماز قصر کرے۔ بعض فقہاءِ کوفہ کا مذہب ہے کہ جب سفر کا ارادہ ہو تو گھر ہی میں قصر کرسکتا ہے لیکن جمہور کا یہ مذہب ہے کہ جب بستی کے تمام گھروں سے گذر جائے تو قصر کرسکتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۷۳۵)

قَصَرَ وَهُوَ يَرَى الْبُيُوْتَ: عنوان باب میں حضرت علیؓ کے عمل کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ حاکمؒ اور بیہقی نے نقل کیا ہے۔ (سنن الکبریٰ للبیهقی . کتاب الصلاة. جماع ابواب صلاة المسافر. باب لا يقصر الذی يريد السفر حتی يخرج من بيوت القرية روایت نمبر ۵۲۳۳ جزء ۳ صفحہ ۱۴۶) تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۷۳۵۔
شہر سے نکل کر اور شہر میں داخل ہونے سے پہلے حضرت علیؓ نے نماز قصر کی، جبکہ شہر نظر آ رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بھی اسی امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ ذوالحلیفہ مدینہ سے ۶ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی حالت میں مسافت کے کم و بیش کا کوئی سوال نہیں اور قصر کے لئے یہ ملحوظ ہے کہ خوف ہو تو نماز قصر کی جائے۔

تَأَوَّلَتْ مَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ: روایت نمبر ۱۰۹۰ میں حضرت عائشہؓ اور حضرت عثمانؓ کی جس تاویل کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ درحقیقت یہی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی سہولت کے لئے قصر کی تھی۔ جب سفر میں مقیم ہو تو پھر چار ہی پڑھے، یہ ان کا اجتہاد تھا۔

بَاب ٦ : يُصَلِّيْ الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا فِي السَّفَرِ

سفر میں مغرب کی نماز تین رکعتیں پڑھے

١٠٩١ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ

۱۰۹۱: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہمیں شعیب نے بتایا۔ شعیب نے زہری سے روایت کی۔

أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ.

زہری نے کہا کہ مجھے سالم نے بتایا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سفر میں آپؐ کو جلدی چلنا ہوتا تو آپؐ مغرب کی نماز میں تاخیر کرتے اور مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھتے۔ سالم نے کہا کہ حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، جب انہیں جلدی سفر کرنا ہوتا۔

اطرافه: ۱۰۹۲، ۱۱۰۶، ۱۱۰۹، ۱٦٦٨، ۱٦٧٣، ۱۸۰۵، ۳۰۰۰

۱۰۹۲: وَزَادَ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ قَالَ سَالِمٌ وَأَخَّرَ ابْنُ عُمَرَ الْمَغْرِبَ وَكَانَ اسْتُصْرِخَ عَلَى امْرَأَتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةَ فَقَالَ سِرْ فَقُلْتُ الصَّلَاةَ فَقَالَ سِرْ حَتَّى سَارَ مِيْلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَقَالَ عَبْدُ اللهِ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ يُؤَخِّرُ

۱۰۹۲: اور لیث (بن سعد) نے مزید یہ بڑھایا، کہا: یونس نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ سالم نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مزدلفہ میں مغرب اور عشاء جمع کیا کرتے تھے۔ سالم نے کہا: حضرت ابن عمرؓ نے مغرب کی نماز میں تاخیر کی اور وہ اپنی اہلیہ صفیہ بنت ابی عبید کے علیل ہونے کی وجہ سے بلائے گئے تھے۔ تو میں نے ان سے کہا: نماز؟ انہوں نے کہا: چلے چلو۔ پھر میں نے کہا: نماز۔ انہوں نے کہا: چلے چلو یہاں تک کہ دو یا تین میل تک نکل گئے پھر وہ اترے اور نماز پڑھی۔ پھر انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا، جب آپؐ کو چلنے کی جلدی ہوتی۔ اور حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا

الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيْهَا ثَلاَثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتَّى يُقِيْمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيْهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ حَتَّى يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ.

جب آپؐ کو جلدی سفر کرنا ہوتا تو نماز مغرب میں تاخیر کرتے اور تین رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیتے۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر عشاء کی نماز کے لئے اقامت کہلواتے اور اس کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیتے اور عشاء کے بعد نفل نہ پڑھتے۔ پھر آدھی رات کو اٹھتے۔

اطرافه: ۱۰۹۱، ۱۱۰٦، ۱۱۰۹، ۱٦٦٨، ۱٦٧٣، ۱۸۰٥، ۳۰۰۰۔

تشریح: يُصَلِّي الْمَغْرِبَ ثَلاَثًا فِي السَّفَرِ: روایت نمبر ۱۰۸۱ میں گذر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز دو دو رکعت پڑھتے تھے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ ساری نمازیں دو دو رکعت پڑھی جاتی تھیں۔ مسند احمد بن حنبلؒ میں حضرت ابن عمرؓ کا جو قول مروی ہے اس میں اِلَّا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ کی استثناء کا صریح ذکر ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جزء ثانی صفحہ ۸۳) یعنی نماز مغرب کے سوا باقی نمازیں دو دو رکعت پڑھتے تھے۔ عنوان باب میں یہی غلط فہمی دور کی گئی ہے۔

بَاب ۷: صَلَاةُ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّوَّابِ☆ وَحَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ

سواری پر نفل کی نماز پڑھنا، اس کا منہ جس طرف بھی ہو

۱۰۹۳: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ.

۱۰۹۳: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالاعلیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عبداللہ بن عامر سے، انہوں نے اپنے باپ (حضرت عامر بن ربیعہؓ) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ اپنی اونٹنی پر ادھر ہی منہ کئے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے جدھر وہ آپؐ کو لئے جا رہی تھی۔

اطرافه: ۱۰۹۷، ۱۱۰٤۔

۱۰۹٤: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

۱۰۹۴: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: شیبان (نحوی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ سے، یحيٰ نے

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "اَلدَّوَّابِ" کی بجائے "اَلدَّابَّةِ" ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی حاشیہ صفحہ ۷۴۰)

عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِي غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ (انصاری) نے انہیں خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نفل پڑھتے تھے، جبکہ آپؐ سوار ہوتے، قبلہ رُخ نہ ہوتے۔

اطرافہ: ۴۰۰، ۱۰۹۹، ۴۱۴۰۔

۱۰۹۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُصَلِّيْ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَيُوْتِرُ عَلَيْهَا وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ.

۱۰۹۵: ہم سے عبدالاعلیٰ بن حماد نے بیان کیا، کہا: وہیب (بن خالد) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ نافع سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی اونٹنی پر نفل پڑھا کرتے اور اسی پر وتر پڑھتے اور بتاتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

اطرافہ: ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۹۶، ۱۰۹۸، ۱۱۰۵۔

تشریح: صَلَاةُ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّوَآبِّ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ: سفر میں نماز قصر کرنے کا حکم ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ نفل بھی نہ پڑھے جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اپنی سواری کی پیٹھ پر نفل پڑھا کرتے تھے۔ قصر کا تعلق صرف نماز فرض کے ساتھ ہے، نفل پڑھنے یا نہ پڑھنے میں انسان مختار ہے۔

بَاب۸: اَلْإِيْمَاءُ عَلَى الدَّابَّةِ

سواری پر اشارے سے نماز پڑھنا

۱۰۹۶: حَدَّثَنَا مُوْسَى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

۱۰۹۶: موسیٰ (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالعزیز بن مسلم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبداللہ بن دینار نے ہمیں بتایا، کہا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں اپنی اونٹنی پر نماز

يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ أَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ يُومِئُ وَذَكَرَ عَبْدُ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهُ.

پڑھتے خواہ وہ کسی طرف انہیں لے جا رہی ہوتی۔ رکوع اور سجدہ اشارہ سے کرتے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

اطرافہ: ٩٩٩، ١٠٠٠، ١٠٩٥، ١٠٩٨، ١١٠٥۔

تشریح: اَلْاِيْمَاءُ عَلَى الدَّآبَّةِ: جمہور کا یہی مذہب ہے کہ سواری پر رکوع وسجدہ اشارے سے ہی کرے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۱۴۷) اسلام تکلیف مالایطاق میں نہیں ڈالتا۔ بلکہ اس نے مختلف حالات کی رعایت رکھتے ہوئے سہولتیں دی ہیں اور عبادت کی قلبی کیفیت پیدا کرنے کے لئے انسان کو ہر حالت میں جسمانی حرکات کا پابند نہیں کیا بلکہ اسے بعض حالات میں جسمانی حرکات کی پابندی سے ایک حد تک آزاد کر کے سراسر معنوی کیفیات کے ساتھ اس کی روح کو جناب الٰہی میں جھکنے کا بھی موقع دیا ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۹۴۳)

بَاب ٩: يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوْبَةِ

فرض نماز کے لئے سواری سے اُتر پڑے

١٠٩٧: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ أَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِيْعَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ يُوْمِئُ بِرَأْسِهِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ.

١٠٩٧: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت کی کہ حضرت عامر بن ربیعہؓ نے انہیں خبر دی، کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ اپنی اونٹنی پر نفل پڑھ رہے تھے۔ (رکوع اور سجدہ) اپنے سر کے اشارے سے کرتے۔ آپؐ کا منہ اسی طرف ہوتا جدھر اس کا منہ ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز میں ایسا نہ کرتے۔

اطرافہ: ١٠٩٣، ١١٠٤۔

۱۰۹۸: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ سَالِمٌ كَانَ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّيْ عَلَى دَابَّتِهِ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُسَافِرٌ مَا يُبَالِيْ حَيْثُ مَا كَانَ وَجْهُهُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَيُوْتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّيْ عَلَيْهَا الْمَكْتُوْبَةَ.

۱۰۹۸: اورلیث نے کہا: یونس نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا، کہا: سالم کہتے تھے: حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) اپنی سواری پر رات کو نماز پڑھتے اور آپؓ مسافر ہوتے، پرواہ نہ کرتے جدھر بھی اس کا منہ ہوتا۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے تھے: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اونٹنی پر نفل پڑھتے۔ آپؐ ادھر ہی منہ کئے ہوتے جدھر اونٹنی کا منہ ہوتا اور اسی پر وتر پڑھتے مگر آپؐ اس پر فرض نماز نہ پڑھتے۔

اطرافه: ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۱۰۵۔

۱۰۹۹: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ الْمَكْتُوْبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ.

۱۰۹۹: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام (دستوائی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ سے، یحيٰ نے محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ (انصاری) نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر مشرق کی طرف (بھی) نماز پڑھا کرتے تھے اور جب نماز فریضہ پڑھنا چاہتے تو آپؐ اترتے اور قبلہ کی طرف منہ کرتے۔

اطرافه: ۴۰۰، ۱۰۹۴، ۴۱۴۰۔

تشریح: يَنْزِلُ لِلْمَكْتُوْبَةِ: خطرے کی حالت میں نماز فریضہ سواری پر پڑھنے کی اجازت ہے (روایت نمبر ۹۴۳) لیکن سفر کے عام حالات میں اجازت نہیں کہ وہ سواری پر ادا کی جائے۔ روایت نمبر ۱۰۹۹ سے بھی معنونہ مسئلہ کی تائید ہوتی ہے۔ روایت نمبر ۱۰۹۸ میں حضرت ابن عمرؓ کے عمل کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ امر مشہور ہے کہ وہ سنت نبویہ کی اتباع کا خاص اہتمام رکھتے تھے۔

بَاب ۱۰ : صَلَاةُ التَّطَوُّعِ عَلَى الْحِمَارِ

گدھے پر نفل نماز پڑھنا

۱۱۰۰: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ قَالَ اسْتَقْبَلْنَا أَنَسًا حِيْنَ قَدِمَ مِنَ الشَّأْمِ فَلَقِيْنَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّيْ عَلَى حِمَارٍ وَوَجْهُهُ مِنْ ذَا الْجَانِبِ يَعْنِي عَنْ يَّسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ رَأَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَقَالَ لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ لَمْ أَفْعَلْهُ رَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۱۰۰: احمد بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: حبان (بن ہلال) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ہم سے ہمام (بن یحیٰ) نے بیان کیا۔ کہتے تھے: انس بن سیرین نے ہمیں بتایا۔ کہا: ہم حضرت انسؓ (بن مالک) کے استقبال کو نکلے، جب وہ شام سے (لوٹ کر) آئے تھے۔ ہم ان سے عین التمر میں ملے۔ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ گدھے پر (سوار) نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کا منہ قبلہ سے بائیں طرف تھا۔ میں نے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ آپؓ قبلہ کی طرف نہیں بلکہ اور طرف نماز پڑھ رہے تھے، تو انہوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں ایسا نہ کرتا۔ اس حدیث کو (ابراہیم) بن طہمان نے بھی حجاج سے بروایت انس بن سیرین بیان کیا۔ انس بن سیرین نے حضرت انس (بن مالک) رضی اللہ عنہ سے اور حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔

تشریح: صَلَاةُ التَّطَوُّعِ عَلَى الْحِمَارِ: فقہاء نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ آیا اس سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے جس کا گوشت حرام ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۷ صفحہ ۱۴۱) امام بخاریؒ نے جس روایت کو پیش کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ کو اس قسم کے لغو مسائل کی طرف توجہ نہ تھی۔

اونٹ ریگستان میں سواری اور باربرداری کا جانور ہے اور گدھا میدانی اور پہاڑی علاقہ میں اس غرض کے لئے بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ عرب میں امیر وغریب سب گدھے کو سواری کے لئے استعمال کرتے تھے۔ گذشتہ ابواب سواری پر نماز پڑھنے کے مسائل سے متعلق تھے۔ اسی تسلسل میں یہ باب بھی ہے۔

بَاب ۱۱ :مَنْ لَّمْ يَتَطَوَّعْ فِي السَّفَرِ دُبُرَ الصَّلَاةِ وَقَبْلَهَا

جوسفر میں (فرض) نماز کے بعد یا پہلے سنتیں نہ پڑھے

۱۱۰۱: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ قَالَ سَافَرَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَرَهُ يُسَبِّحُ فِي السَّفَرِ وَقَالَ اللّٰهُ جَلَّ ذِكْرُهُ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الأحزاب: ۲۲).

۱۱۰۱: ہم سے یحيٰ بن سلیمان (کوفی) نے بیان کیا، کہا: ابن وہب نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عمر بن محمد (بن زید) نے مجھ سے بیان کیا کہ حفص بن عاصم نے کہا: حضرت (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما نے سفر کیا تو انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔ میں نے تو آپؐ کو سفر میں سنتیں پڑھتے نہیں دیکھا اور اللہ جل ذکرہٗ نے فرمایا ہے: یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نیک نمونہ ہے۔

۱۱۰۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عِيْسَى بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ لَا يَزِيْدُ فِي السَّفَرِ عَلَى رَكْعَتَيْنِ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَذَلِكَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

۱۱۰۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ نے ہمیں بتایا کہ عیسیٰ بن حفص بن عاصم سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کو یہ کہتے سنا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں آپؐ سفر میں دو (فرض) رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم (کے ساتھ بھی رہا) وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اطرافه: ۱۰۸۲، ۱۶۵۵۔

تشریح: **لَايَزِيْدُ فِى السَّفَرِ عَلَى رَكْعَتَيْنِ:** شریعت جب کسی امر میں سہولت دے تو اس سہولت کو قبول کرنا ہی دراصل شریعت کا احترام ہے۔ مسلمان اپنے نفس کی خواہش سے کوئی عمل نہیں بجالاتا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عبادت میں جس قدر سختی اپنے نفس پر کی جائے اسی قدر زیادہ ثواب ہے۔ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے جس

کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ کا دائرہ خود بخود تنگ ہوجاتا ہے۔ ثواب دراصل اطاعت الٰہی میں ہے۔

امام مسلمؒ کی روایت میں حضرت ابن عمرؓ کے اس سفر کا واقعہ حفص بن عاصم سے بایں الفاظ منقول ہے: صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِيْ طَرِيْقِ مَكَّةَ فَصَلَّى لَنَا الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَقْبَلَ وَاَقْبَلْنَا مَعَهُ حَتَّى جَآءَ رَحْلَهُ وَجَلَسَ وَجَلَسْنَا مَعَهُ فَحَانَتْ مِنْهُ اِلْتِفَاتَةٌ .... فَرَاٰى نَاسًا قِيَامًا فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَآءِ قُلْتُ يُسَبِّحُوْنَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا لَاَتْمَمْتُ صَلَاتِيْ (مسلم كتاب صلوٰة المسافرين وقصرها . باب صلاة المسافرين وقصرها) یعنی میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ مکہ کے ایک سفر میں تھا تو انہوں نے ہمیں ظہر دو رکعت پڑھائی۔ پھر وہ آئے اور ہم بھی ان کے ساتھ آئے یہاں تک کہ وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچے اور ہم ان کے ساتھ بیٹھے انہوں نے مڑ کر جو دیکھا تو کچھ لوگوں کو بحالتِ قیام پایا اور پوچھا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: نفل پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: اگر میں (بحالتِ سفر) نفل ضروری سمجھتا تو یقیناً (انہیں پڑھ کر) نماز پوری کرتا۔

بَاب ١٢: مَنْ تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ فِي غَيْرِ دُبُرِ الصَّلَوَاتِ وَقَبْلَهَا

جس نے سفر میں فرض نمازوں کے بعد اور ان سے پہلے کے علاوہ کسی وقت میں نفل پڑھے

وَرَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي السَّفَرِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں فجر کی دو سنتیں بھی پڑھیں۔

١١٠٣: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ مَا أَنْبَأَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الضُّحَى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ ذَكَرَتْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا فَصَلَّى ثَمَانِ رَكَعَاتٍ فَمَا رَأَيْتُهُ صَلَّى صَلَاةً أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُوْدَ.

اطرافه: ١١٧٦، ٤٢٩٢.

۱۱۰۳: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن مرہ) سے، عمرو نے ابن ابی لیلیٰ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ہمیں کسی نے نہیں بتایا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہو، سوائے حضرت امّ ہانیؓ کے جو ذکر کرتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اُن کے گھر غسل فرمایا اور آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ میں نے آپؐ کو کبھی نہیں دیکھا کہ اس سے ہلکی نماز پڑھی ہو مگر آپؐ رکوع اور سجود پورا کرتے۔

١١٠٤: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَامِرٍ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ.

اطرافه: ١٠٩٣، ١٠٩٧.

۱۱۰۴: اور لیث (بن سعد) نے کہا: یونس نے مجھے بتایا کہ ابن شہاب سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عبداللہ بن عامر (بن ربیعہ) نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کے باپ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے سفر میں اپنی اونٹنی کی پیٹھ پر رات کو نفل پڑھے۔ آپؐ اسی طرف منہ کئے ہوئے تھے جدھر اونٹنی آپؐ کو لئے جا رہی تھی۔

١١٠٥: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَبِّحُ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ يُوْمِئُ بِرَأْسِهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

اطرافه: ٩٩٩، ١٠٠٠، ١٠٩٥، ١٠٩٦، ١٠٩٨.

۱۱۰۵: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: سالم بن عبداللہ (بن عمر) نے مجھے بتایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی کی پیٹھ پر نفل پڑھا کرتے تھے، جدھر بھی آپؐ کا منہ ہوتا۔ (رکوع اور سجدہ) سر کے اشارے سے کرتے اور حضرت ابن عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے

تشریح: مَنْ تَطَوَّعَ فِي السَّفَرِ فِيْ غَيْرِ دُبُرِ الصَّلَوَاتِ وَ قَبْلَهَا: سابقہ باب میں جن نوافل کے پڑھنے کی ممانعت ہے۔ وہ نماز فریضہ سے پہلے اور اس کے بعد کی سنتیں ہیں۔ تہجد، چاشت اور وتر کے نوافل کی ممانعت نہیں۔ نفل پڑھنے سے متعلق تین مذہب ہیں۔ بعض فقہاء نے مطلق منع کیا ہے اور بعض نے علی الاطلاق جواز کا فتویٰ دیا ہے اور کہا ہے کہ نوافل پڑھنا اختیاری امر ہے اور بعض نے نماز فریضہ کے نوافل اور دیگر نوافل کے درمیان فرق کیا ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۷۴۷)

بَاب ۱۳: اَلْجَمْعُ فِي السَّفَرِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

سفر میں مغرب اور عشاء جمع کرنا

۱۱۰۶: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ.

۱۱۰۶: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا۔ وہ سالم سے، سالم اپنے باپ سے روایت کرتے تھے۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ آپؐ کو سفر کی جلدی ہوتی، تو مغرب اور عشاء جمع کرتے۔

اطرافہ: ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۱۰۹، ۱۶۶۸، ۱۶۷۳، ۱۸۰۵، ۳۰۰۰۔

۱۱۰۷: وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ يَّحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَيْرٍ وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

۱۱۰۷: اور ابراہیم بن طہمان نے کہا: حسین معلم سے روایت ہے۔ انہوں نے یحيٰ بن ابی کثیر سے، یحيٰ نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کر رہے ہوتے تو ظہر اور عصر جمع کرتے اور مغرب اور عشاء بھی جمع کرتے۔

۱۱۰۸: وَعَنْ حُسَيْنٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فِي السَّفَرِ وَتَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ

۱۱۰۸: اور (ابراہیم بن طہمان نے) حسین (معلّم) سے، حسین نے یحيٰ بن ابی کثیر سے، یحيٰ نے حفص بن عبید اللہ بن انس سے، حفص نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں مغرب اور عشاء کی نماز جمع کرتے۔ (حسین معلم کی) طرح علی بن مبارک اور حرب نے یحيٰ

الْمُبَارَكِ وَحَرْبٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ حَفْصٍ عَنْ أَنَسٍ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سے، یحيٰی نے حفص سے، حفص نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (نمازیں) اکٹھی پڑھیں۔

اطرافه: ۱۱۱۰۔

تشریح: **اَلْجَمْعُ فِي السَّفَرِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ:** اس باب میں تین روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ دو حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی جو مقید ہیں یعنی جب آپؐ کو سفر کی جلدی ہوتی یا بحالتِ سفر ہوتے تو جمع کرتے۔ تیسری روایت حضرت انسؓ کی ہے جو مطلق ہے۔ امام بخاریؒ نے عنوان باب کو مطلق رکھ کر اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ کو آپؐ کے ساتھ سفروں میں رہنے کا زیادہ موقع ملا ہے اس لیے ان کی روایت کو ترجیح دی گئی ہے۔ یہی مذہب اکثر صحابہؓ، تابعین اور فقہاء کا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ہم خیال سوائے عرفات اور مزدلفہ کے باقی جگہوں میں جمع کے قائل نہیں خواہ سفر کی حالت کیسی ہو۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۷۴۸)

بَاب ١٤ :هَلْ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيْمُ إِذَا جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ

اگر مغرب اور عشاء کو جمع کرے تو کیا اذان دے یا تکبیرِ اقامت ہی کہے

١١٠٩: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَفْعَلُهُ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّيْرُ وَيُقِيْمُ الْمَغْرِبَ فَيُصَلِّيْهَا ثَلَاثًا ثُمَّ يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَا يَلْبَثُ حَتَّى يُقِيْمَ الْعِشَاءَ فَيُصَلِّيْهَا رَكْعَتَيْنِ

۱۱۰۹: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: سالم نے مجھے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپؐ کو سفر میں جلدی چلنا ہوتا تو مغرب کی نماز میں تاخیر کرتے تا کہ مغرب اور عشاء کو جمع کریں۔ سالم کہتے تھے: حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) بھی ایسا ہی کرتے جب انہیں چلنے کی جلدی ہوتی تو مغرب کی تکبیرِ اقامت کہلواتے اور تین رکعت پڑھ کا سلام پھیرتے۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہر کر عشاء کی تکبیرِ اقامت کہلواتے اور دو

ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَيْنَهُمَا بِرَكْعَةٍ وَلَا بَعْدَ الْعِشَاءِ بِسَجْدَةٍ حَتَّى يَقُوْمَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ.

رکعتیں (نماز) پڑھ کر سلام پھیرتے اور نہ ان کے درمیان کوئی رکعت نفل پڑھتے اور نہ عشاء کے بعد کوئی سجدہ کرتے۔ پھر آدھی رات کو اٹھتے۔

اطرافه: ١٠٩١، ١٠٩٢، ١١٠٦، ١٦٦٨، ١٦٧٣، ١٨٠٥، ٣٠٠٠۔

١١١٠: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا حَرْبٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ فِي السَّفَرِ يَعْنِي الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

۱۱۱۰: اسحق (بن منصور) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالصمد (بن عبدالوارث) نے ہمیں بتایا۔ (کہا:) حرب (بن شداد) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) یحيٰ (بن ابی کثیر) نے ہم سے بیان کیا، کہا: حفص بن عبیداللہ بن انس نے مجھے بتایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں یہ دونوں نمازیں جمع کیا کرتے تھے یعنی مغرب اور عشاء۔

اطرافه: ١١٠٨۔

تشریح: هَلْ يُؤَذِّنُ اَوْ يُقِيْمُ اِذَا جَمَعَ: دارقطنی نے حضرت ابن عمرؓ کے متعلق ایک روایت نقل کی ہے کہ وہ سفر میں تھے۔ سواری سے اتر کر تکبیر اقامت کہی اور مغرب اور عشاء جمع کی۔ وَكَانَ لَا يُنَادِيْ لِشَيْءٍ مِّنَ الصَّلَاةِ فِي السَّفَرِ. (سنن الدار قطنی. کتاب الصلاة. باب الجمع بین الصلاتین فی السفر. جزء اول صفحہ ۳۹۰) یعنی سفر میں کسی نماز کے لئے اذان نہ دیتے تھے۔ اس روایت کو مدّ نظر رکھ کر عنوان باب میں سوال اٹھایا گیا ہے: هَلْ يُؤَذِّنُ اَوْ يُقِيْمُ. روایت نمبر ۱۱۰۹ میں اقامت کی وضاحت تو ہے، اذان کی نہیں۔ مگر روایت نمبر ۱۱۱۰ میں نہ اقامت کا ذکر ہے نہ اذان کا۔ مطلق نماز جمع کرنے کا ذکر ہے جس سے بعض نے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز اپنے ارکان وشروط کے ساتھ ہی پڑھی جاسکتی ہے۔ (فتح الباری جزء ثانی صفحہ ۷۵۰)

بَاب ۱۵

يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى الْعَصْرِ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ

جب سورج ڈھلنے سے پہلے سفر کرے تو ظہر میں عصر تک تاخیر کرے۔

فِيْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی۔

۱۱۱۱: حَدَّثَنَا حَسَّانُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَإِذَا زَاغَتْ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

۱۱۱۱: حسان واسطی نے ہم سے بیان کیا، کہا: مفضل بن فضالہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل (بن خالد) سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے پہلے سفر کرتے تو ظہر کی نماز میں عصر کے وقت تک تاخیر کرتے۔ پھر ان دونوں کو جمع کرتے اور اگر سورج ڈھل گیا ہوتا تو پھر ظہر پڑھتے۔ پھر سوار ہوتے۔

اطرافه: ۱۱۱۲۔

تشریح: اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ: عنوانِ باب میں حضرت ابن عباسؓ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا۔ وہ روایت نمبر ۱۱۰۷ میں دیکھئے۔ اس میں انہوں نے جمع کرنے کے لئے یہ قید لگائی ہے: اِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ سَيْرٍ. جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر سے پہلے اگر کوچ ہوتا تو سفر میں ظہر اور عصر جمع کیا کرتے۔

بَاب ١٦

إِذَا ارْتَحَلَ بَعْدَ مَا زَاغَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ

سورج ڈھلنے کے بعد جب کوچ کرے تو ظہر پڑھ لے۔ پھر سوار ہو

١١١٢: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيْغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَّرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

۱۱۱۲: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مفضل بن فضالہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوچ کرتے تو ظہر میں عصر کے وقت تک تاخیر کرتے۔ پھر اُتر کر دونوں جمع کرتے اور اگر کوچ کرنے سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر پڑھتے پھر سوار ہوتے۔

اطرافه: ١١١١.

تشریح: اِذَاارْتَحَلَ بَعْدَ مَا زَاغَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ: حضرت انس بن مالکؓ کی مذکورہ بالا روایت نمبر۱۱۱۱ میں ابھی گذر چکی ہے، دونوں صورتیں جائز ہیں۔ ظہر میں عصر تک تاخیر کر کے یا عصر اپنے وقت سے پہلے ظہر کے ساتھ۔ یہ نمازیں دونوں طرح جمع کی جا سکتی ہیں۔ ایسا ہی مغرب اور عشاء بھی۔ (دیکھئے روایات نمبر ۱۱۰۶ تا ۱۱۰۹)

بَاب ١٧: صَلَاةُ الْقَاعِدِ

بیٹھے ہوئے کی نماز

١١١٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ

۱۱۱۳: قتیبہ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلَّى جَالِسًا وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا.

اطرافه: ٦٨٨، ١٢٣٦، ٥٦٥٨.

وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں نماز پڑھی جبکہ آپؐ بیمار تھے۔ آپؐ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگوں نے آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو کر۔ آپؐ نے انہیں اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ جب (نماز سے) فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: امام تو صرف اس لئے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ (سر) اُٹھائے تو تم بھی (سر) اُٹھاؤ۔

١١١٤: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَقَطَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَرَسٍ فَخُدِشَ أَوْ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوْدُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا قُعُوْدًا وَقَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

١١١۴: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: (سفیان) بن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے حضرت انس (بن مالک) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سے گر پڑے تو آپؐ کا داہنا پہلو چھل گیا یا خراش آئی۔ ہم آپؐ کے پاس آپؐ کی عیادت کے لئے آئے۔ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا تو آپؐ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ ہم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپؐ نے فرمایا: امام تو اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ سو جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔ جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب (سر) اُٹھائے تو تم بھی (سر) اُٹھاؤ اور جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم کہو: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ۔

اطرافه: ٣٧٨، ٦٨٩، ٧٣٢، ٧٣٣، ٨٠٥، ١٩١١، ٢٤٦٩، ٥٢٠١، ٥٢٨٩، ٦٦٨٤.

۱۱۱۵ :حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وَ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ عَنْ أَبِي بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ وَكَانَ مَبْسُوْرًا قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا فَقَالَ إِنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ.

۱۱۱۵: اسحٰق بن منصور نے ہم سے بیان کیا، کہا: روح بن عبادہ نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) حسین (معلّم) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن بریدہ سے، عبداللہ نے حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت کی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

اور اسحاق (بن منصور) نے بھی ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالصمد نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے اپنے باپ (عبدالوارث) سے سنا۔ انہوں نے کہا: حسین (معلّم) نے ہمیں بتایا کہ ابنِ بریدہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عمران بن حُصین نے مجھ سے بیان کیا۔ اور ان کو بواسیر تھی۔ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آدمی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی نسبت پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: اگر کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو بہتر ہے اور اگر بیٹھ کر پڑھے تو اس کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے کی نسبت آدھا اجر ملے گا اور جس نے لیٹ کر نماز پڑھی۔ اس کو بیٹھنے والے کی نسبت آدھا اجر ملے گا۔

اطرافه: ۱۱۱۶، ۱۱۱۷۔

تشریح: صَلَاةُ الْقَاعِدِ : عنوان باب مطلق رکھا گیا ہے۔ جس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا امام اور مقتدی دونوں کے لئے معذوری کی حالت میں جائز ہے۔ جیسا کہ روایت نمبر ۱۱۱۳ کے آخری حصہ سے ظاہر ہے۔ اگر معذور بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو کمیٔ ثواب کی کوئی وجہ نہیں۔ ثواب میں کمی اسی وقت متصور ہو سکتی ہے جب انسان بغیر عذر بیٹھ کر نماز پڑھے۔ مذکورہ بالا واقعہ میں اطاعتِ امام کی وجہ سے ثواب متحقق ہے۔ روایت نمبر ۱۱۱۵ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے پایا جاتا ہے کہ آپؐ کے فتوے کا تعلق ایسے شخص کے بیٹھ کر نماز پڑھنے سے ہے جو کھڑا ہو سکتا ہے اور پھر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق فتویٰ بیان کر دیا ہے۔ اُس کے مطابق ہر شخص اپنی استطاعت یا عدمِ استطاعت کا بہتر اندازہ کر سکتا ہے۔

بَاب۱۸ : صَلَاةُ الْقَاعِدِ بِالْإِيْمَاءِ

بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھنا

۱۱۱٦: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ وَكَانَ رَجُلًا مَبْسُوْرًا. وَقَالَ أَبُو مَعْمَرٍ مَرَّةً عَنْ عِمْرَانَ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ مَنْ صَلَّى قَائِمًا فَهُوَ أَفْضَلُ وَمَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ وَمَنْ صَلَّى نَائِمًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ قَالَ أَبُو عَبْد اللهِ نَائِمًا عِنْدِيْ مُضْطَجِعًا هَا هُنَا.

اطرافہ: ۱۱۱۵، ۱۱۱۷۔

۱۱۱٦: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: حسین (معلّم) نے ہمیں بتایا کہ عبداللہ بن بریدہ سے مروی ہے کہ حضرت عمران بن حصینؓ نے اور انہیں بواسیر تھی اور ابو معمر راوی نے کبھی یوں کہا: حضرت عمرانؓ (بن حصین) سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آدمی کی نماز کے متعلق پوچھا جبکہ وہ بیٹھا ہوا ہو تو آپؐ نے فرمایا: جو کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو یہ زیادہ بہتر ہے اور جس نے بیٹھ کر نماز پڑھی اس کو کھڑے ہونے والے کے ثواب سے آدھا ملے گا اور جس نے لیٹ کر نماز پڑھی، اس کو بیٹھنے والے کے ثواب سے آدھا ملے گا۔ ابوعبد اللہ (بخاریؒ) نے کہا: اس جگہ لفظ نَائِمًا میرے نزدیک مُضْطَجِعًا یعنی لیٹے ہوئے کے معانی میں ہے۔

تشریح: صَلَاةُ الْقَاعِدِ بِالْإِيُمَاءِ : باب مذکور کے ضمن میں حضرت عمران بن حصینؓ کی سابقہ روایت کا اعادہ کیا گیا ہے اور اس میں اشارہ سے نماز پڑھنے کا ذکر نہیں۔ لیٹ کر نماز پڑھنے کے جواز سے ضمناً استنباط کیا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی بیٹھ کر دردِ سر یا دردِ چشم کی وجہ سے رکوع و سجود نہ کر سکے تو اس کو بھی اشارہ سے نماز پڑھنے کی اسی طرح اجازت ہے جس طرح لیٹ کر پڑھنے والے کو۔

بَاب ۱۹ : إِذَا لَمْ يُطِقْ قَاعِدًا صَلَّى عَلَى جَنْبٍ

جب بیٹھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو کروٹ پر ہی نماز پڑھ لے

وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ لَّمْ يَقْدِرْ أَنْ يَّتَحَوَّلَ إِلَى الْقِبْلَةِ صَلَّى حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ.

اور عطاء کہتے تھے: اگر قبلے کی طرف منہ پھیرنے کی طاقت نہ ہو۔ پھر جدھر بھی اس کا منہ ہو، نماز پڑھ لے۔

۱۱۱۷ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ طَهْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِي بَوَاسِيْرُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ.

۱۱۱۷: عبدان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ سے، عبداللہ نے ابراہیم بن طہمان سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حسین نے جو (بچوں کو) لکھنا پڑھنا سکھاتے تھے، مجھے بتایا: انہوں نے ابن بریدہ سے، ابن بریدہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: مجھے بواسیر تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے متعلق پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر کھڑے نہ ہو سکو تو بیٹھے ہی سہی اور اگر بیٹھ بھی نہ سکو تو کروٹ پر ہی۔

اطرافه: ۱۱۱۵، ۱۱۱٦۔

تشریح: إِذَا لَمْ يُطِقْ ...... صَلَّى حَيْثُ كَانَ وَجْهُهُ: اسلام نے عبادات کے بجالانے میں ہر ممکن سے ممکن سہولت دی ہے مگر کسی حالت میں بھی انہیں نظر انداز کرنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ عبادت روح کی زندگی اور نشو ونما کے لئے بطور غذا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فتویٰ دیا ہے وہ اصولاً ایسا فتویٰ ہے جو مجاہدانہ زندگی کے عین مناسب حال ہے اور اس فتویٰ سے استفادہ ہر شخص کے اپنے اندازۂ استطاعت پر چھوڑ دیا ہے۔

بَاب ۲۰: إِذَا صَلَّى قَاعِدًا ثُمَّ صَحَّ أَوْ وَجَدَ خِفَّةً تَمَّمَ مَا بَقِيَ

اگر بیٹھ کر نماز پڑھے، پھر تندرست ہو جائے یا بیماری میں کمی محسوس کرے

تو جتنی (نماز) باقی ہو وہ کھڑے ہو کر پوری کرے

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ شَاءَ الْمَرِيْضُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَائِمًا وَرَكْعَتَيْنِ قَاعِدًا.

اور حسن (بصری) کہتے تھے: بیمار اگر چاہے تو دو رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھ لے اور دو بیٹھ کر۔

۱۱۱۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا لَمْ تَرَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلَاةَ اللَّيْلِ قَاعِدًا قَطُّ حَتَّى أَسَنَّ فَكَانَ يَقْرَأُ قَاعِدًا حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ قَامَ فَقَرَأَ نَحْوًا مِنْ ثَلَاثِيْنَ آيَةً أَوْ أَرْبَعِيْنَ آيَةً ثُمَّ رَكَعَ.

۱۱۱۸: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا امّ المومنین سے روایت کی۔ انہوں نے ان کو بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کی نماز بیٹھ کر پڑھتے کبھی نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ جب آپؐ بوڑھے ہو گئے تو آپؐ بیٹھ کر نماز پڑھتے۔ جب رکوع کرنا چاہتے تو کھڑے ہو جاتے۔ تیس چالیس کے قریب آیات پڑھتے، پھر رکوع کرتے۔

اطرافه: ۱۱۱۹، ۱۱۴۸، ۱۱۶۱، ۱۱۶۸، ۴۸۳۷۔

۱۱۱۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيْدَ وَأَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

۱۱۱۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن یزید اور ابوالنضر سے، جو عمر بن عبیداللہ کے آزاد کردہ غلام تھے؛ روایت کی۔ یہ دونوں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، ابوسلمہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز

يُصَلِّيْ جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ نَحْوٌ مِنْ ثَلاثِيْنَ أَوْ أَرْبَعِيْنَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ يَرْكَعُ ثُمَّ سَجَدَ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ فَإِذَا قَضَى صَلاَتَهُ نَظَرَ فَإِنْ كُنْتُ يَقْظَى تَحَدَّثَ مَعِيْ وَإِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اضْطَجَعَ.

(تہجد) بیٹھ کر پڑھتے۔ آپ بیٹھ کر ہی (قرآن مجید) پڑھتے رہتے۔ جب آپؐ کی قرأت سے تیس چالیس کے قریب آیتیں رہتیں تو آپؐ کھڑے ہوجاتے اور کھڑے ہوکر پڑھتے۔ پھر رکوع کرتے۔ پھر سجدہ کرتے۔ دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کرتے۔ جب نماز پڑھ چکتے تو دیکھتے۔ اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے اگر میں سو رہی ہوتی تو لیٹ جاتے۔

اطرافہ: ١١١٨، ١١٤٨، ١١٦١، ١١٦٨، ٤٨٣٧۔

تشریح: وَجَدَ خِفَّةً تَمَّمَ مَا بَقِيَ: شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خوبی کے ساتھ احکام شریعت پر عمل کیا ہے اس کی ایک مثال اس باب کی روایتوں میں بھی ملتی ہے۔ بڑھاپے اور کمزوری میں بھی اَقِيْمُوا الصَّلَاةَ کے حکم کی تعمیل انہی شروط کے مطابق کی ہے جو اسلام نے عبادت کے لئے مقرر کی ہیں۔ قیام وقعود اور رکوع وسجود میں سے ہر ایک اپنے اندر ایک خاص مقصد رکھتا ہے۔ نماز میں قیام درحقیقت قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (البقرہ:۲۳۹) کی صحیح تصویر ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ مسلمان اطاعت الٰہی میں ادب سے کمر بستہ کھڑا رہے اور سجدہ یہ غرض رکھتا ہے کہ انسان الٰہی حکم کے سامنے جھکا رہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کی تعمیل اپنی پوری طاقت کے ساتھ کر کے ایک بے نظیر نمونہ ہماری راہنمائی کے لئے چھوڑا ہے۔ شریعت نے جو سہولت دی ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ معمولی معمولی عذروں پر انسان بیٹھ کر دو چار سجدے کر کے فریضۂ عبادت سے سبکدوش ہوجائے۔ مذکورہ بالا باب قائم کر کے امام بخاریؒ یہی بات ذہن نشین کروانا چاہتے ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡
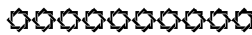
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۹- كِتَابُ التَّهَجُّدِ

بَاب ۱ : اَلتَّهَجُّدُ بِاللَّيْلِ

رات کو تہجد پڑھنا

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ. (بني إسرائيل: ٨٠)

اور اللہ عز وجل کا یہ فرمانا: رات کو بھی بیدار ہو کر نماز پڑھ جو تیرے لیے بطور نفل ہوگی۔

١١٢٠ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ {وَمَنْ فِيهِنَّ ☆} وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ

۱۱۲۰: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: سلیمان بن ابی مسلم نے ہمیں بتایا۔ طاؤس سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ جب رات کو تہجد پڑھنے کے لئے اٹھتے تو فرماتے: اے اللہ سب خوبیاں تیرے لئے ہیں تو آسمانوں اور زمین کا قائم رکھنے والا ہے اور ان کا بھی جو اُن میں موجود ہیں اور سب خوبیاں تیرے ہی لئے ہیں۔ تیرے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور جو کچھ ان میں ہے (اس کی بھی) اور تمام خوبیاں تیرے ہی لیے ہیں۔ تو آسمانوں کا نور ہے اور زمین کا نور اور سب خوبیاں تیرے ہی لئے ہیں تو آسمانوں کا بادشاہ ہے اور زمین کا اور اُن کا بھی جو ان میں موجود ہیں اور سب خوبیاں تیرے ہی لئے ہیں۔ تو ہی برحق ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تیری ملاقات بھی ضرور ہوگی اور تیری باتیں سچی ہیں اور جنت بھی حق ہے اور دوزخ بھی حق ہے اور تمام نبی

☆ الفاظ "وَمَنْ فِيهِنَّ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ثالث حاشیہ صفحہ ۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَوْ لَا إِلَهَ غَيْرُكَ .

سچے ہیں اور حضرت محمد ﷺ بھی سچے ہیں اور قیامت کی گھڑی بھی برحق ہے۔ اے اللہ میں نے تیرے حضور اپنی گردن ڈال دی ہے اور تجھ پر ایمان لایا ہوں اور تجھی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف میں جھکا ہوں اور تیری ہی خاطر میں نے یہ جھگڑا اُٹھایا ہے اور تیرے ہی حضور فیصلہ چاہا ہے۔ میری مغفرت فرما، اس تقدیم وتاخیر میں جو میں نے کی ہے اور اس میں بھی جسے میں نے پوشیدہ رکھا اور جس کا میں نے اظہار کیا۔ تو ہی مقدّم کرنے والا اور تو ہی مؤخّر کرنے والا ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر تو ہی یا (فرماتے:) تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

قَالَ سُفْيَانُ وَزَادَ عَبْدُ الْكَرِيْمِ أَبُو أُمَيَّةَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ سَمِعَهُ مِنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سفیان کہتے تھے اور ابوامیہ عبدالکریم (ابن ابی المخارق) نے یہ بڑھایا۔ نہ بدی سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت۔ مگر اللہ ہی کی مدد سے۔ سفیان کہتے تھے کہ سلیمان بن ابی مسلم نے کہا: انہوں نے یہ بات طاؤس سے سنی۔ طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

اطرافه: ٦٣١٧، ٧٣٨٥، ٧٤٤٢، ٧٤٩٩.

تشریح: **اَلتَّهَجُّدُ** :هجود کے معنی ہیں نیند اور تہجد کے معنی ہیں نیند دور کرنا۔ (لسان العرب۔ تحت لفظ هجد) پچھلی رات جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کو تہجد اسی لئے کہتے ہیں کہ بیدار ہونے اور اس کو ادا کرنے کے لئے مشقت اُٹھانی پڑتی ہے۔ تہجد باب تفعّل سے ہے جو تکلف پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی طبیعت پر بوجھ ڈال کر کام کرنا۔ یہ نماز اگرچہ نفل ہے فرض نہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور پر مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رات کو بھی بیدار ہو کر نماز پڑھ جو تیرے لئے بطور نفل ہوگی۔ اس لئے آپؐ نمازِ تہجد خاص اہتمام سے ادا فرمایا کرتے تھے۔ بیماری میں کبھی ترک بھی کی ہے۔ (روایت نمبر ۱۲۲۴) مبادا اُمت اسے نماز فریضہ سمجھ لے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۱۲۸)

اَلتَّهَجُّدُ بِاللَّيْلِ: امام بخاریؒ نے کتاب التہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا دعا سے شروع کی ہے

جس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ رات کا وقت دعا کے لئے نہایت مناسب ہے۔اس وقت انسان یکسو ہو کر جنابِ الٰہی کے حضور اپنی مناجات میں دل کی گہرائیوں سے راز و نیاز کی باتیں کرنے میں آزاد ہوتا ہے۔رات کے سنسان عالم میں جبکہ سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور کوئی دیکھنے، سننے والا نہیں؛ آپؐ کا مذکورہ بالا دعا کرنا بتاتا ہے کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال پر، اس کی قدرت کاملہ پر، اس کے وعدوں کے سچا ہونے پر، اس کی جزا و سزا پر، اس کے تمام انبیاء کی صداقت پر اور اپنی رسالت پر کامل یقین تھا۔انسان لوگوں کے سامنے اپنے متعلق تکلف سے بہت کچھ مظاہرہ کرسکتا ہے۔مگر اس تنہائی کی گھڑی میں جب ساری دنیا سوئی پڑی ہو، خیالات کے جذبات میں تبدیل ہو کر بے ساختہ زبان سے جاری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپؐ کا دل محبت و یقین سے معمور تھا۔مذکورہ بالا دعا آپؐ کی مقدس زندگی کی مخفی کیفیاتِ قلبی کا ایک روشن نمونہ ہے۔کیونکہ انسان کی دعائیں دراصل اس کے خیالات وجذبات کی حقیقی ترجمان ہوتی ہیں۔

بَاب ۲ : فَضْلُ قِيَامِ اللَّيْلِ
شب بیداری کی فضیلت

۱۱۲۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَ حَدَّثَنِي مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرَى رُؤْيَا فَأَقُصَّهَا عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ

۱۱۲۱: ہم سے عبداللہ بن محمد (مسندی) نے بیان کیا، کہا: ہشام (بن یوسف صنعانی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: معمر نے ہمیں بتایا۔......اور محمود (بن غیلان) نے بھی مجھ سے بیان کیا، کہا: عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: معمر نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے۔انہوں نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ کی زندگی میں جب کوئی شخص خواب دیکھتا تو وہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتا۔میں نے بھی خواہش کی کہ کوئی خواب دیکھوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کروں۔میں نوجوان تھا اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں سویا کرتا تھا۔میں نے خواب میں دیکھا جیسے دو فرشتوں نے مجھے پکڑ لیا ہے اور وہ مجھے دوزخ کی طرف لے گئے ہیں۔میں کیا دیکھتا ہوں کہ

مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي فَذَهَبَا بِي إِلَى النَّارِ فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ وَإِذَا فِيهَا أُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ قَالَ فَلَقِيَنَا مَلَكٌ آخَرُ فَقَالَ لِي لَمْ تُرَعْ.

کنوئیں کی طرح وہ اندر سے بنا ہوا ہے اور اس کے دو کولے (ستون) ہیں اور کیا دیکھتا ہوں۔ اس میں کچھ لوگ ہیں جنہیں میں نے پہچان لیا ہے۔ (یہ دیکھ کر) میں نے کہنا شروع کیا: میں آگ سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔ کہتے تھے: پھر ہمیں ایک اور فرشتہ ملا اور اس نے مجھ سے کہا: ڈرو نہیں۔

اطرافه: ٤٤٠، ١١٥٦، ٣٧٣٨، ٣٧٤٠، ٧٠١٥، ٧٠٢٨، ٧٠٣٠.

۱۱۲۲: فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيْلًا.

۱۱۲۲: میں نے یہ خواب حضرت حفصہؓ سے بیان کیا۔ حضرت حفصہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: عبداللہؓ اچھا آدمی ہے، کاش رات کو تہجد کی نماز بھی پڑھا کرتا۔ اور اس کے بعد وہ رات کو کم ہی سویا کرتے تھے۔

اطرافه: ١١٥٧، ٣٧٣٩، ٣٧٤١، ٧٠١٦، ٧٠٢٩، ٧٠٣١.

تشریح: فَضْلُ قِيَامِ اللَّيْلِ: قیام اللیل سے مراد تہجد ہے۔ قرآن مجید مومن کے ایمان کی یہ علامت قرار دیتا ہے: يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا (الفرقان:۶۵) یعنی مومن اپنے رب کے حضور سجدوں میں اور کھڑے ہو کر رات گزارتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا (السجدہ:۱۷) یعنی ان کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں۔ وہ امید وبیم میں اپنے رب سے دعائیں کرتے ہیں اور اِن مومنوں کی صفت بیان فرماتا ہے کہ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ. (الذاریات :۱۸) یعنی رات کو بہت تھوڑا سویا کرتے تھے۔ محولہ بالا روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے خواب کا ذکر ہے۔ جسے سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا کہ ان میں کوئی کمزوری ہے، جس کی وجہ سے ان کو جہنم کی طرف لے جا کر اس کا نظارہ دکھایا گیا ہے۔ اس لئے آپؐ نے تہجد پڑھنے کے لئے فرمایا، تا اس سے ان کی کمزوری دور ہو جائے اور یہی وہ فضیلت ہے نماز تہجد کی؛ جس کے لئے عنوان باب قائم کیا گیا ہے یعنی اس نماز سے تزکیہ نفس کامل طور پر ہوتا ہے۔

جب تک اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان اور اس سے سچی محبت نہ ہو، تب تک انسان اپنی آرام کی گھڑیاں چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یہ ایمان اور محبت اور دعائیں آخر اس کے تزکیہ کا باعث بن جاتی ہیں۔ اس تعلق میں کتاب التہجد باب نمبر۱۴ روایت نمبر۱۱۴۵ بھی ملاحظہ ہو۔

بَاب۳: طُوْلُ السُّجُوْدِ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ

رات کی نماز میں سجدہ لمبا کرنا

۱۱۲۳: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً كَانَتْ تِلْكَ صَلَاتَهُ يَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذَلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ أَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ آيَةً قَبْلَ أَنْ يَّرْفَعَ رَأْسَهُ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَضْطَجِعُ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُنَادِيْ لِلصَّلَاةِ.

۱۱۲۳: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: عروہ نے مجھے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ یہی آپؐ کی تہجد کی نماز ہوتی۔ اس میں آپؐ سجدہ اتنا (لمبا) کرتے کہ جتنے میں تم میں سے کوئی پچاس آیتیں آپؐ کے سر اُٹھانے سے پہلے پڑھ لے۔ صبح کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے پھر آپؐ اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے۔ یہاں تک کہ مؤذن آپؐ کے پاس نماز کے لئے آتا۔

اطرافه: ٦٢٦، ٩٩٤، ١١٣٩، ١١٤٠، ١١٦٠، ١١٧٠، ٦٣١٠۔

تشریح: طُوْلُ السُّجُوْدِ فِيْ قِيَامِ اللَّيْلِ: بحالت سجدہ علاوہ تسبیح وتحمید کے آپؐ دعائیں بھی کرتے تھے۔ اس لئے سجدے غیر معمولی لمبے ہوتے۔ پچاس آیتیں پڑھنے کا اندازہ صرف قیاساً ہے۔ بعض وقت اس سے بھی زیادہ عرصہ تک سجدہ میں رہتے۔ کتاب الأذان باب ۱۳۹ میں گذر چکا ہے کہ آپؐ سجدہ میں تسبیح کس طرح کیا کرتے تھے۔

بَاب ٤: تَرْكُ الْقِيَامِ لِلْمَرِيْضِ

بیمار کا تہجد ترک کرنا

١١٢٤: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا

۱۱۲۴: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسود سے روایت

يَقُوْلُ اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ.

اطرافه: ۱۱۲۵، ۴۹۵۰، ۴۹۵۱، ۴۹۸۳۔

کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت جندبؓ (بن عبداللہ بجلی) سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپؐ ایک یا دو راتیں نہیں اُٹھے۔

۱۱۲۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ احْتَبَسَ جِبْرِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَبْطَأَ عَلَيْهِ شَيْطَانُهُ فَنَزَلَتْ: وَالضُّحٰى ○ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ○ (الضحی: ۲-۴)

اطرافه: ۱۱۲۴، ۴۹۵۰، ۴۹۵۱، ۴۹۸۳۔

۱۱۲۵: محمد بن کثیر نے (بھی) ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسود بن قیس سے، اسود نے حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جبرائیل صلی اللہ علیہ وسلم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے (کچھ مدت) رُکے رہے تو قریش کی ایک عورت نے کہا: اس کے شیطان نے اس کے پاس آنے میں دیر کر دی ہے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں: وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى. یعنی دن کی روشنی کی قسم! اور رات کی جب وہ پُرسکون ہو۔ تیرے رب نے نہ تو تجھے چھوڑا ہے اور نہ وہ ناراض ہوا ہے۔

تشریح: تَرْكُ الْقِيَامِ لِلْمَرِيْضِ: فرض نماز بیماری میں بھی ترک نہیں کی جاتی۔ مگر تہجد چونکہ فرض نہیں، اس لئے بیماری میں ترک کی جاسکتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شاذ و نادر ہی ایسا کیا۔ تا نماز فریضہ اور تہجد میں امتیاز قائم رہے۔ باب ۴ یہی بات ذہن نشین کروانے کے لئے باندھا گیا ہے۔ باوجود اس کے کہ نماز تہجد فرض نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ التزام کے ساتھ ادا کی ہے۔ ایک یا دو دفعہ چھوڑنے سے یہ مراد نہیں کہ وہ کسی صورت میں بھی ادا نہیں کی۔ نماز خاموشی سے لیٹے لیٹے بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ (دیکھئے کتاب تقصیر الصلاۃ تشریح باب ۱۹) اسی طرح لوگ سمجھتے تھے کہ جبریلؑ نے آپؐ کو چھوڑ دیا ہے مگر درحقیقت اس نے آپؐ کو چھوڑا نہیں تھا۔ اس کا آپؐ سے دائمی تعلق تھا۔ گو آپؐ کبھی بیماری کی وجہ سے اُٹھ نہ سکے ہوں۔ مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ آپؐ نے لیٹ کر بھی نماز تہجد نہیں پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو تلقین فرمائی تھی کہ اُس شخص کی طرح نہ ہونا؛ جو رات کو اُٹھا کرتا تھا۔ پھر اُس نے رات کو اُٹھنا چھوڑ دیا۔ (روایت نمبر ۱۱۵۲) نماز تو آپؐ کی روحِ رواں ہو چکی

تھی۔جس طرح آپؐ سے روح القدس کا دائمی تعلق تھا جو ایک لحظہ کے لئے بھی آپؐ سے علیحدہ نہ ہوتا، اسی طرح آپؐ کا دل ذکرِ الٰہی کی وجد آمیز کیفیات سے ہمیشہ معمور رہتا تھا۔ امام موصوفؒ نے اسی غرض سے حضرت جندبؓ کی دوسری روایت نمبر ۱۱۲۵ بھی اسی باب میں شامل کر دی ہے۔ معذور کا لیٹے لیٹے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور دعائیں کر لینا اس کے لئے تہجد کا قائم مقام ہے۔ سورۂ والضحٰی کی آیات اسی دائمی تعلق کو ظاہر کرتی ہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے آئینہ کمالات اسلام- روحانی خزائن جلد ۵- صفحہ ۱۶۹ تا ۱۷۳)

بَاب ٥

تَحْرِيضُ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ وَالنَّوَافِلِ مِنْ غَيْرِ إِيْجَابٍ

نبی ﷺ کا تہجد اور نفلوں کے لئے ترغیب دینا بغیر انہیں واجب قرار دینے کے

وَطَرَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ وَعَلِيًّا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَيْلَةً لِلصَّلَاةِ.

نبی ﷺ ایک رات حضرت فاطمہ اور حضرت علی علیہما السلام کے پاس نماز کے لئے (انہیں جگانے) آئے۔

١١٢٦: حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ بِنْتِ الْحَارِثِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَيْقَظَ لَيْلَةً فَقَالَ: سُبْحَانَ اللهِ مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ، مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ، مَنْ يُوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ؟ يَا رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٍ فِي الْآخِرَةِ.

۱۱۲۶: (محمد) بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) معمر نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے۔ زہری نے ہند بنت حارث سے۔ ہند نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات جاگے اور آپؐ نے فرمایا: سبحان اللہ! آج رات کیا کچھ بلائیں اُتاری گئیں اور کیا کیا خزانے اُتارے گئے۔ ان حجرے والیوں کو کون جگائے؟ بہت سی ہیں جو دنیا میں کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ آخرت میں ننگی ہونگی۔

اطرافه: ١١٥، ٣٥٩٩، ٥٨٤٤، ٦٢١٨، ٧٠٦٩.

١١٢٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ

۱۱۲۷: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا:

أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْلَةً فَقَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ؟ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَّبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِيْنَ قُلْتُ ذَلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ: وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا. (الكهف:٥٥)

اطرافه: ٤٧٢٤، ٧٣٤٧، ٧٤٦٥۔

علی بن حسین (امام زین العابدین) نے مجھے خبر دی کہ حسین بن علی نے ان سے بیان کیا کہ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے ان کو بتایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات ان کے اور حضرت فاطمہؓ کے پاس جو نبی علیہ السلام کی بیٹی تھیں، آئے اور فرمایا: کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھو گے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ جب ہمیں اُٹھانا چاہے ہمیں اُٹھاتا ہے۔ جب میں نے یہ کہا: تو آپؐ لوٹ گئے اور مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر میں نے جبکہ آپؐ پیٹھ موڑ کر جا رہے تھے، سنا۔ اپنی ران پر ہاتھ مارتے تھے۔ آپؐ کہہ رہے تھے: انسان اکثر باتوں میں جھگڑا کرتا ہے۔

١١٢٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ أَنْ يَّعْمَلَ بِهِ خَشْيَةَ أَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ وَمَا سَبَّحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَةَ الضُّحَى قَطُّ وَإِنِّي لَأُسَبِّحُهَا.

اطرفه: ١١٧٧۔

۱۱۲۸: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ ﷺ کسی کام کو چھوڑ بھی دیتے تھے۔ حالانکہ آپؐ دل سے چاہتے کہ اسے کریں، اس خوف سے کہ کہیں لوگ اس پر کاربند ہوں اور وہ ان پر فرض ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی چاشت کی نفلی نماز نہیں پڑھی اور میں تو اسے پڑھتی ہوں۔

۱۱۲۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ ثُمَّ صَلَّى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ وَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوْجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا أَنِّي خَشِيْتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ.

۱۱۲۹: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی۔ لوگوں نے بھی آپؐ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ پھر آپؐ نے دوسری رات بھی پڑھی اور لوگ بہت ہوگئے۔ پھر تیسری یا چوتھی رات کو بھی اکٹھے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس باہر نہیں گئے۔ جب صبح ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: میں نے دیکھ لیا تھا جو تم کرتے تھے اور مجھے تمہارے پاس باہر آنے سے اسی بات نے روکا ہے کہ میں ڈر گیا مبادا تم پر (تہجد) فرض ہوجائے اور یہ واقعہ رمضان میں ہوا۔

اطرافہ: ۷۲۹، ۷۳۰، ۹۲۴، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، ۵۸۶۱۔

تشریح. تَحْرِيْضُ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ وَالنَّوَافِلِ مِنْ غَيْرِ إِيْجَابٍ: باب ۵ میں اور چار روایتیں لائی گئی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ نمازِ تہجد آپؐ کے نزدیک فرض نہیں تھی اور آپؐ نے لوگوں پر اپنے قول و فعل سے واضح کیا کہ یہ نماز فرض نہیں۔ پھر بھی آپؐ کی خواہش یہ تھی کہ لوگ اپنی خوشیٔ نفس سے تہجد پڑھا کریں۔

اَنْفُسُنَا بِيَدِ اللهِ: عنوانِ باب میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ روایت نمبر ۱۱۲۷ میں مذکور ہے۔ حضرت علیؓ کے عذر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم متأثر ہوکر واپس نہیں ہوئے بلکہ اس ادب کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کا آپؐ کے دل میں تھا۔ اللہ تعالیٰ کا نام سن کر آپؐ رُک گئے اور انہیں کچھ نہیں کہا۔ اگر حضرت علیؓ کی معذرت میں معقولیت ہوتی تو آپؐ یہ نہ فرماتے۔ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا. (الکہف: ۵۵) {جبکہ انسان ہر

چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے۔} آپؐ کا ران پر ہاتھ مارنا بھی درحقیقت افسوس کا اظہار تھا اور حضرت علیؓ کا جواب قطعاً درست نہ تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی سلاتا اور جگاتا ہے۔ مگر اس نے نیت وعزم جیسی قوتیں بھی انسان کو عنایت کی ہیں۔ جن سے اگر وہ کام لے تو دنیا میں کونسی مشکل ہے جو حل نہیں ہوسکتی۔ فطرتی قوتوں سے کام لینا بھی تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں شامل ہے۔ تقدیر کے یہ معنے نہیں کہ انسان جو بُرا کام کرے یا غفلت اس سے سرزد ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے منشاء سے ہوتی ہے۔ منشاءِ الٰہی تو یہ ہے کہ غفلت نہ ہو۔

مَنْ يُّوْقِظُ صَوَاحِبَ الْحُجُرَاتِ: مذکورہ بالا باب کی روایتوں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اپنے عزیزوں کی اصلاحِ نفس کا بھی اہتمام فرماتے اور نماز کو تزکیہ نفس کا بہت بڑا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اپنی بیبیوں کو بھی تہجد کی ترغیب دیتے تھے۔ (روایت نمبر ۱۱۲۶) اسی طرح اپنے دوسرے رشتہ داروں کو بھی۔ آپؐ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ انسان کی ساری رات غفلت میں گذرے۔ (۱۱۲۷) لیکن باوجود اس اہتمام وفکر کے آپؐ نے ساتھ ہی یہ احتیاط بھی فرمائی کہ لوگ کہیں نوافل کو فریضہ نہ سمجھ لیں اور ان پر تہجد کی نماز دوبھر ہو جائے۔ آپؐ کے دل میں دونوں قسم کے جذبات پہلو بہ پہلو کام کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ تزکیہ نفس کا اہتمام بھی اور اپنی اُمت کی مشقت کا احساس بھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مقامِ اعتدال پر قائم کیا تھا اور ایک ایسی وسیع اور باریک نظر عطا کی تھی کہ احکامِ شریعت کی پابندی میں ہر پہلو ملحوظ رکھتے تھے۔

بَاب ٦: قِيَامُ النَّبِيِّ ﷺ اللَّيْلَ {حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ☆}

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کو اتنی دیر کھڑا رہنا کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے☆

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ يَقُوْمُ حَتَّى تَفَطَّرَ قَدَمَاهُ وَالْفُطُوْرُ الشُّقُوْقُ انْفَطَرَتْ انْشَقَّتْ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ آپؐ کے پاؤں پھوٹ جاتے۔ فَطَرَ کے معنے پھوٹنا۔ اِنْفَطَرَتْ پھوٹ گئے۔

۱۱۳۰: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَقُوْمُ اَوْ لَيُصَلِّيَ حَتَّى تَرِمَ

۱۱۳۰: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: مسعر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زیاد (بن علاقہ) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت مغیرہؓ کو کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنا کھڑے رہتے (یا کہا:)

☆ الفاظ "حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ثالث حاشیہ صفحہ ۲۰)

قَدَمَاهُ أَوْ سَاقَاهُ فَيُقَالُ لَهُ فَيَقُوْلُ أَفَلَا أَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا.

اطرافه: ٤٨٣٦، ٦٤٧١۔

اتنی دیر تک نماز پڑھتے رہتے کہ آپؐ کے پاؤں (یا کہا:) آپؐ کی پنڈلیاں سوج جاتیں۔ آپؐ سے کہا جاتا تو آپؐ فرماتے: کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔

تشریح: قِيَامُ النَّبِيِّ ﷺ اللَّيْلَ: حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ معنویات کا احاطہ کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ عشق الٰہی کا کیا ہی بے پناہ جذبہ تھا؛ جو گھنٹوں آپؐ کو لذتِ عبادت میں سرشار کھڑا رکھتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے مناجاتِ الٰہی سے آپؐ کا دل سیر نہیں ہوتا تھا اور غایت درجہ لذت کی وجہ سے آپؐ کی طبیعت میں اُکتاہٹ نہیں ہوتی تھی۔ آپؐ کی عبادت تھی یا آبشارِ محبت کا مسلسل بہاؤ۔ آپؐ کا قول قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ.☆ {میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے} آپؐ کے عمل کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔

بَاب ۷: مَنْ نَامَ عِنْدَ السَّحَرِ

جو صبح کے وقت سو جائے

۱۱۳۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللهِ صِيَامُ دَاوُدَ وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا.

۱۱۳۱: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عمرو بن دینار نے ہمیں بتایا کہ عمرو بن اوس نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو نہایت ہی پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور اللہ تعالیٰ کو نہایت پسندیدہ روزے حضرت داؤدؑ کے روزے ہیں۔ وہ آدھی رات تک سوتے اور تہائی رات تک عبادت کرتے اور چھٹے حصے میں سوتے۔ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔

اطرافه: ١١٥٢، ١١٥٣، ١٩٧٤، ١٩٧٥، ١٩٧٦، ١٩٧٧، ١٩٧٨، ١٩٧٩، ١٩٨٠، ٣٤١٨، ٣٤١٩، ٣٤٢٠، ٥٠٥٢، ٥٠٥٣، ٥٠٥٤، ٥١٩٩، ٦١٣٤، ٦٢٧٧۔

☆ (سنن نسائی، کتاب عشرة النساء، باب حبّ النساء)

١١٣٢ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَشْعَثَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَمِعْتُ مَسْرُوْقًا قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الدَّائِمُ قُلْتُ مَتَى كَانَ يَقُوْمُ؟ قَالَتْ يَقُوْمُ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ.

۱۱۳۲: عبدان نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ (عثمان بن جبلہ) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے اشعث سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنے باپ (سلیم بن اسود) سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی ﷺ کو کونسا کام سب سے زیادہ پسند تھا؟ انہوں نے جواب دیا: وہ جو ہمیشہ ہوتا رہے۔ میں نے کہا: آپؐ کس وقت تہجد کے لئے اٹھتے؟ انہوں نے کہا: جب مرغ کی آواز سنتے تو آپؐ اٹھتے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَشْعَثِ قَالَ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلَّى.

محمد بن سلام نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوالاحوص (سلام بن سلیم) نے ہمیں بتایا۔ اشعث سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب آپؐ مرغ کی آواز سنتے تو اُٹھ کر نماز پڑھتے۔

اطرافه: ٦٤٦١، ٦٤٦٢۔

١١٣٣ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ ذَكَرَ أَبِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا أَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِيْ إِلَّا نَائِمًا تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۱۳۳: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن سعد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ (سعد بن ابراہیم) نے ذکر کیا کہ ابوسلمہ سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: میں تو آپؐ کو سحری کے وقت سوئے ہوئے پاتی، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

تشریح: **مَنْ نَامَ عِنْدَ السَّحَرِ** : اس باب میں تین روایتیں ہیں۔ پہلی میں حضرت داؤدؑ کی سنت بیان کی گئی ہے کہ وہ رات کو تیسرے پہر عبادت کرتے اور صبح کے قریب سو جاتے۔ دوسری روایت میں نبی ﷺ

کی سنت کا ذکر ہے کہ آپؐ تیسرے پہر عبادت کے لئے اُٹھتے۔ مرغ آدھی رات کے بعد آذان دیتا ہے اور یہ وقت آپؐ کے اٹھنے کا تھا۔ تیسری روایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپؐ صبح سے کچھ پہلے سو جاتے۔

مَا اَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِیْ اِلَّا نَائِمًا: حضرت عائشہؓ کے قول مَا اَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِیْ اِلَّا نَائِمًا میں سحری سے مراد یہ نہیں ہوسکتی کہ آپؐ تہجد کے وقت سوئے ہوتے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ کا بیان ۱۱۳۲ میں گذر چکا ہے کہ تہجد کے لئے آپؐ آدھی رات کو اُٹھتے اور آپؐ کا دستور تھا کہ جو کام شروع کرتے اسے ہمیشہ کرتے۔ پس سحری سے وہی وقت مراد ہے جو پو پھٹنے سے پہلے ہوتا ہے۔ اسی امر کی تشریح عنوانِ باب کے الفاظ سے کی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی فطرت اعتدال پر واقع تھی۔ جیسا آپؐ اپنی روح کو عبادت کے ذریعہ سے راحت پہنچاتے (یعنی قُرَّةُ عَيْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ) ایسا ہی اپنے جسم کو بھی اس کے ضروری آرام سے محروم نہ رکھتے۔ علمی تحقیق نے آج ثابت کر دیا ہے کہ نیند کی مقدار جو صحتِ جسم کے لئے ضروری ہے، وہ بہت تھوڑا عرصہ ہے۔ زیادہ نیند جسم کے اضمحلال کا باعث ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی کم خوابی اور آپؐ کی صحتِ جسمانی دونوں اس جدید تحقیق کی مؤید ہیں۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ نیند کی ایک جھپک سے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اپنی راحت پوری کر لیتا تھا مگر آپؐ کی روح گھنٹوں کی عبادت سے بھی سیر نہ ہوتی تھی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ قول سچ ہے: ''روح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے۔'' (متی باب ۲۶ آیت ۴۲)

بَاب۸: مَنْ تَسَحَّرَ فَلَمْ يَنَمْ حَتَّى صَلَّى الصُّبْحَ

جو سحری کا کھانا کھائے اور پھر نہ سوئے جب تک کہ صبح کی نماز نہ پڑھ لے

۱۱۳٤: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى قُلْنَا لِأَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِي الصَّلَاةِ قَالَ كَقَدْرِ مَا

۱۱۳۴: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: روح (بن عبادہ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: سعید (بن ابی عروبہ) نے ہمیں بتایا۔ سعید نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کھائی۔ جب دونوں سحری سے فارغ ہوئے تو نبی ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور دونوں نے نماز پڑھی۔ (قتادہ کہتے تھے:) ہم نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا: سحری اور فجر کی نماز میں کتنا فاصلہ تھا۔ انہوں نے

يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ آيَةً.

کہا: اتنا جتنا کہ آدمی پچاس آیات پڑھ لے۔

اطرافه: ٥٧٦.

تشریح: مَنْ تَسَحَّرَ فَلَمْ يَنَمْ حَتّٰى صَلَّى الصُّبْحَ : سحری کے وقت کی تشریح وتعین کے لئے یہ باب قائم کیا گیا ہے تا حضرت عائشہؓ کے قول سے جو غلط فہمی پیدا ہوتی ہے، دور ہو جائے۔ اگلا باب بھی یہی ثابت کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے کہ آپؐ تہجد کے وقت دیر تک کھڑے رہ کر عبادتِ الٰہی بجالاتے تھے۔ جس سے آپؐ کو تھکان ہو جاتی اور آپؐ کچھ آرام کر کے اسے دور کرتے اور پھر تازہ دم ہو کر نماز فریضہ کی ادائیگی کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ مگر رمضان میں ایسا نہ کرتے۔ چونکہ کھانے کے بعد گہری نیند سو جانے کا احتمال ہوتا ہے۔ اس لئے احتیاط فرماتے اور کھانا آخر وقت میں تناول فرماتے تھے، جبکہ فجر نمودار ہونے کے قریب ہوتی۔

بَاب ٩ : طُوْلُ الْقِيَامِ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ

رات کی نماز میں دیر تک کھڑے رہنا

١١٣٥ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سَوْءٍ قُلْنَا وَمَا هَمَمْتَ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَذَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۱۳۵: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابی وائل سے، انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (بن مسعود) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ایک رات میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپؐ اتنا کھڑے رہے کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کیا۔ ہم نے کہا: آپؓ نے کیا ارادہ کیا؟ جواب دیا کہ میں نے ارادہ کیا کہ بیٹھ جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دوں۔

١١٣٦ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۱۱۳۶: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، کہا: خالد بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حصین (بن عبدالرحمٰن) سے، حصین نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت

وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ.

کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لئے اُٹھتے تو مسواک سے دانت رگڑ کر اپنا منہ صاف کرتے۔

اطرافہ: ۲٤٥، ۸۸۹۔

تشریح: **هَمَمْتُ بِاَمْرِ سَوْءٍ:** اس باب سے ضمناً اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ صحابہؓ کے اندر نیکی اور بدی کا شعور کس قدر لطیف تھا۔ نبی ﷺ کا آخر تک ساتھ نہ دینے کو برا سمجھا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نوجوان تھے، مگر پھر بھی انہیں قیام کی اتنی طاقت نہ تھی، جتنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ روح کی طاقت سے ناتواں جسم بھی طاقت حاصل کر لیتا ہے۔ جماعت کی برکات میں سے ایک یہ برکت بھی ہے جس سے کمزور افراد بھی مستفید ہوتے ہیں۔ روایت نمبر ۱۱۳۶ کا تعلق عنوانِ باب کے ساتھ کیا ہے؟ اس کے متعلق شارحین نے مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۲۶۔

بَاب ۱۰: كَيْفَ كَانَ صَلَاةُ النَّبِيِّ ﷺ

نبی ﷺ (رات کو) نماز کس طریق پر ادا فرماتے

وَكَمْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ؟

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کتنی (رکعت) نماز ادا فرماتے؟

۱۱۳۷: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ صَلَاةُ اللَّيْلِ قَالَ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ.

۱۱۳۷: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعیب نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: سالم بن عبداللہ نے مجھے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے: ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! رات کی نماز کس طرح پڑھی جائے؟ آپؐ نے فرمایا: دو دو رکعت۔ جب تمہیں صبح ہونے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت سے طاق کر دو۔

اطرافہ: ٤٧٢، ٤٧٣، ٩٩٠، ٩٩٣، ٩٩٥، ٩٩٨۔

۱۱۳۸: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يَعْنِي بِاللَّيْلِ.

۱۱۳۸: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحیٰی نے مجھے بتایا کہ شعبہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ابوجمرہ نے ہمیں بتایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تیرہ رکعتیں ہوتی، یعنی رات کو۔

اطرافه: ۱۱۷، ۱۳۸، ۱۸۳، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۲۶ ۷۲۸، ۸۵۹، ۹۹۲، ۱۱۹۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۵۹۱۹، ۶۲۱۵، ۶۳۱۶، ۵۴۵۲.

۱۱۳۹: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ وَثَّابٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ سَبْعٌ وَّتِسْعٌ وَإِحْدَى عَشْرَةَ سِوَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

۱۱۳۹: اسحٰق (بن راہویہ) نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبیداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: اسرائیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحصین سے، ابوحصین نے یحیٰی بن وثاب سے، یحیٰی نے مسروق سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: (کبھی) سات رکعتیں اور (کبھی) نو رکعتیں اور (کبھی) گیارہ رکعتیں سوائے فجر کی دو رکعات کے۔

أطرافه: ٦٢٦، ٩٩٤، ١١٢٣، ١١٤٠، ١١٦٠، ١١٧٠، ٦٣١٠.

١١٤٠: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِّنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ.

۱۱۴۰: عبیداللہ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: حنظلہ (بن ابی سفیان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قاسم بن محمد سے، قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ انہی میں وتر اور فجر کی دو سنتیں بھی شامل ہوتیں۔

أطرافه: ٦٢٦، ٩٩٤، ١١٢٣، ١١٤٠، ١١٦٠، ١١٧٠، ٦٣١٠.

تشریح: **كَيْفَ كَانَ صَلَاةُ النَّبِيِّ ﷺ وَكَمْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ:** عنوانِ باب میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔ایک یہ کہ نماز تہجد کس طرح پڑھی جائے؟اس کا جواب یہ ہے کہ دو دو رکعتیں پڑھی جائیں۔دوسرا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کل کتنی رکعتیں پڑھا کرتے تھے؟اس کا جواب یہ ہے کہ سات سے لے کر گیارہ رکعتوں تک پڑھتے تھے۔جہاں تیرہ رکعتوں کا ذکر آتا ہے وہاں فجر کی دو سنتیں نماز تہجد میں شمار کی گئی ہیں۔ مسروق اور قاسم نے جو روایتیں حضرت عائشہؓ سے نقل کی ہیں۔وہ آپس میں متفق ہیں۔(دیکھئے روایت نمبر ۱۱۴۷) مگر عروہ نے جو روایت ان سے نقل کی ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی سنتوں کے علاوہ تیرہ رکعتیں تہجد پڑھتے تھے۔(روایت نمبر ۱۱۷۰) بعض شارحین کا خیال ہے کہ نبی ﷺ تہجد کی نماز دو ہلکی رکعتوں سے شروع کرتے۔مسلم کی روایت میں اس کی صراحت ہے کہ صبح کی دو رکعتیں نفل میں شامل کرنے سے تیرہ رکعتیں ہوتی ہیں۔(مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب صلاة الليل وعدد ركعات) اس طرح ان روایتوں کے ظاہری اختلاف کا حل ہو جاتا ہے۔تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۲۷، ۲۸۔

بَاب ١١ : قِيَامُ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ وَنَوْمُهُ

نبی ﷺ کا رات کو نماز پڑھنا اور آپؐ کا سونا

وَمَا نُسِخَ مِنْ قِيَامِ اللَّيْلِ وَقَوْلُهُ تَعَالَىٰ: يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيْلًا○ نِّصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا○ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا○ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا○ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَّأَقْوَمُ قِيْلًا○ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا○ (المزمل: ۲-۸) وَقَوْلُهُ: عَلِمَ أَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضَىٰ

اور رات کی عبادت سے جو کچھ منسوخ کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: {اے اچھی طرح چادر میں لپٹنے والے! رات کو قیام کیا کر مگر تھوڑا۔ اس کا نصف یا اس میں سے کچھ تھوڑا سا کم کر دے۔یا اس پر (کچھ) زیادہ کر دے اور قرآن کو خوب نکھار کر پڑھا کر۔یقیناً ہم تجھ پر ایک بھاری فرمان اتاریں گے۔رات کا اٹھنا یقیناً (نفس کو) پاؤں تلے کچلنے کے لیے زیادہ شدید اور قول کے لحاظ سے زیادہ مضبوط ہے۔یقیناً تیرے لیے دن کو بہت لمبا کام ہوتا ہے۔} اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: {اور وہ جانتا ہے کہ تم ہرگز اس (طریق) کو

وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللهِ وَآخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَأَقْرِضُوا اللهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِأَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللهِ هُوَ خَيْرًا وَّأَعْظَمَ أَجْرًا (المزمل: ٢١) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا نَشَأَ قَامَ بِالْحَبَشِيَّةِ وِطَاءً قَالَ مُوَاطَأَةُ لِلْقُرْآنِ أَشَدُّ مُوَافَقَةً لِسَمْعِهِ وَبَصَرِهِ وَقَلْبِهِ لِيُوَاطِئُوْا لِيُوَافِقُوْا.

نبھا نہیں سکو گے۔ پس وہ تم پر عفو کے ساتھ جھک گیا ہے۔ پس قرآن میں سے جتنا میسر ہو پڑھ لیا کرو۔ وہ جانتا ہے کہ تم میں سے مریض بھی ہوں گے اور دوسرے بھی جو زمین میں اللہ کا فضل چاہتے ہوئے سفر کرتے ہیں اور کچھ اور بھی جو خدا کی راہ میں قتال کریں گے۔ پس اس میں سے جو بھی میسر آئے پڑھ لیا کرو اور نماز کو قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ کو قرضہ حسنہ دو اور اچھی چیزوں میں سے جو بھی تم خود اپنی خاطر آگے بھیجو گے تو وہ ہے جسے تم اللہ کے حضور بہتر اور اجر کے لحاظ سے عظیم تر پاؤ گے۔} حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: (اس سورہ میں نَاشِئَةَ اللَّيْلِ جو ہے) وہ نَشَأَ سے ہے۔ اس کے معنے حبشی زبان میں ''کھڑا ہوا'' ہیں اور وِطَاءً کے معنی ''موافق ہونا'' (یعنی رات کو قرآن پڑھنا) پڑھنے والے کے کان، آنکھ اور دل کے بہت ہی موافق ہوتا ہے اور سورہ براءۃ میں جو لِيُوَاطِئُوْا ہے اس کے معنی لِيُوَافِقُوْا ہیں یعنی وہ موافقت کریں۔

١١٤١: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ وَيَصُوْمُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ.

۱۱۴۱: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: محمد بن جعفر نے مجھے بتایا۔ حمید سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا، کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے روزے ترک کر دیتے۔ یہاں تک کہ ہم سمجھتے کہ اس مہینے میں آپؐ روزہ رکھیں گے ہی نہیں اور (کبھی) اتنے روزے رکھتے کہ ہم سمجھتے اس میں آپؐ روزہ نہیں چھوڑیں گے اور آپؐ کی یہ حالت تھی کہ جب تم یہ خیال بھی نہیں کرتے ہو گے کہ آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھو، مگر اس وقت بھی آپؐ کو نماز پڑھتے ہی دیکھو گے۔ یا یہ کہ سوئے ہوئے دیکھو تو آپؐ کو سوئے ہوئے پاؤ گے۔

تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ وَأَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ. محمد بن جعفر کی طرح سلیمان اور ابو خالد احمر نے بھی حمید سے یہ روایت نقل کی ہے۔

اطرافه: ۱۹۷۲، ۱۹۷۳۔

تشریح: **قِيَامُ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ وَنَوْمُهُ:** امام مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ مزمل کے شروع میں نمازِ تہجد فرض قرار دی تھی جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ ایک سال تک عمل پیرا رہے۔ مگر جب تخفیف اور آسانی کا حکم نازل ہوا تو پھر نمازِ تہجد بطور نفل کے پڑھی جاتی اور اس کی فرضیت کا حکم منسوخ سمجھا گیا۔ (صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل ومن نام عنه او مرض) یہ روایت امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں۔ اس لئے انہوں نے اسے نظرانداز کر دیا ہے۔ سورۃ مزمل ساری کی ساری مکی ہے اور یہ صحیح نہیں کہ اس کی آخری آیت اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ مدینہ میں نازل ہوئی۔ وہ روایتیں جن میں اس کے مدینہ میں نازل ہونے کا ذکر ہے۔ بلحاظِ سند ساقط الاعتبار ہیں۔ اکثریت کا اسی بات پر اتفاق ہے کہ سورۃ مزمل ساری مکی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۲۹-۳۰) پس یہ کہنا کہ نمازِ تہجد پہلے فرض تھی، بعد میں اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی بے بنیاد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو علیم و حکیم ہے، حکم دیتے وقت استثنائی حالات کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔ یہ نہیں کہ حالات تبدیل ہونے پر ترمیم و تنسیخ کی ضرورت پیش آئی اور احکام منسوخ کئے گئے۔ قرآن مجید کے تمام احکام میں استثنائی صورتیں اور ان کے متعلق ضروری ہدایات نزول وحی کے وقت ذکر کر دی گئی ہیں۔ آیت عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (المزمل:۲۱) {اور وہ جانتا ہے کہ تم ہرگز اس (طریق) کو نبھا نہیں سکو گے۔ پس وہ تم پر عفو کے ساتھ جھک گیا ہے۔ پس قرآن میں سے جتنا میسر ہو پڑھ لیا کرو۔} میں جو سہولت دی گئی ہے وہ تلاوتِ قرآن مجید سے متعلق ہے، نہ یہ کہ حکم قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ (المزمل:۳،۴) {رات کو قیام کیا کر مگر تھوڑا۔ اس کا نصف یا اس میں سے کچھ تھوڑا سا کم کر دے۔} اس آخری آیت سے منسوخ ہوا ہے۔ بلکہ اس رکوع میں مذکورہ بالا حکم کی مزید وضاحت ہے کہ شب بیداری کا حکم بطور فرض کے نہیں۔

امام بخاریؒ نے اس ضمن میں جس روایت سے استدلال کیا ہے۔ اس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ نبی ﷺ اس حکم پر معناً و لفظاً پوری طرح عمل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ تہجد کے لئے رات کا کوئی حصہ معین نہ تھا اور نہ سونے کے لئے۔ حکم قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا (المزمل:۳) کی تعمیل میں کبھی تقریباً ساری رات ہی عبادت میں مشغول رہتے۔ کبھی آدھی رات کو اُٹھ کھڑے ہوتے اور کبھی اس کے بعد۔ غرض رات کے اوقات میں سے کوئی خاص وقت مقرر نہ تھا۔ امام موصوفؒ نے الفاظ نَاشِئَةَ الَّيْلِ کے معنی قِيَامُ اللَّيْلِ (یعنی شب بیداری) بتا کر ہماری توجہ اس تاکید کی طرف پھیری ہے، جو اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّ أَقْوَمُ قِيْلًا (المزمل:۷) میں مضمر ہے۔ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ رات کو اُٹھ کر عبادت کرنا اور دعائیں مانگنا، نفس انسانی کی تربیت اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے مناسب ہے۔ اَشَدُّ وَطْأً کا تعلق نفس کی

تربیت وتزکیہ اور أَقْـوَمُ قِيْلًا کا دعاؤں کی قبولیت اور تلاوت آیات کی پاکیزہ تاثیر سے ہے۔غرض محولہ بالا آیات سے نسخ حکم کا استدلال درست نہیں۔روایت نمبر ۱۱۴۱ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر معمولی طریق عمل کا جو ذکر کیا گیا ہے، وہ صرف قیام اللیل سے ہی مخصوص نہ تھا، بلکہ روزہ رکھنے کے متعلق بھی اسی قسم کی روایتیں مروی ہیں (دیکھئے کتاب الصوم، باب ۵۳) اس سے ظاہر ہے کہ قیام وصیام میں آپؐ کی کیفیاتِ عبودیت اپنی نوعیت میں خارق عادت تھیں۔

بَاب ۱۲ عَقْدُ الشَّيْطَانِ عَلَى قَافِيَةِ الرَّأْسِ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ

شیطان کا سر کی گدی پر گرہ لگانا جب رات کو آدمی نماز نہ پڑھے

۱۱۴۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عَلَى مَكَانِ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَأَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ.

اطرافه: ۳۲۶۹۔

۱۱۴۲: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان تم میں ایک کی گدی پر جب وہ سوتا ہے۔تین گرہیں دیتا ہے۔ہر گرہ مضبوطی سے لگاتا ہے۔(کہتا ہے:) ابھی تیرے لئے بڑی رات ہے، سوئے رہو۔پھر اگر وہ جاگ پڑے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وہ وضو کر لے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے اور اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔پھر تو وہ صبح کو تازہ دم خوش مزاج ہوتا ہے۔ورنہ سُست بدمزاج رہے گا۔

۱۱۴۳: حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا

۱۱۴۳: مؤمل بن ہشام نے ہم سے بیان کیا، کہا: اسماعیل (بن علیہ) نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: ہم سے عوف (اعرابی) نے بیان کیا، کہا: ابورجاء

سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّؤْيَا قَالَ أَمَّا الَّذِي يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفِضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ.

نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے خواب کی بابت ہم سے بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ شخص جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا، یہ ایسے شخص کا حال ہے جو قرآن کریم کو سیکھتا ہے اور پھر اسے چھوڑ دیتا ہے اور نماز فریضہ پڑھے بغیر سو جاتا ہے۔

اطرافه: ۸٤٥، ۱۳۸٦، ۲۰۸٥، ۲۷۹۱، ۳۲۳٦، ۳۳٥٤، ٤٦٧٤، ٦۰۹٦، ۷۰٤۷.

تشریح: عَقْدُ الشَّيْطَانِ عَلٰى قَافِيَةِ الرَّأْسِ: مذکورہ بالا باب میں دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک میں غافل شخص کی حالت بیان کی گئی ہے۔ تین گرہیں باندھنے سے مراد گہری نیند سلانا ہے۔ یہ تشبیہ ہے۔ اَلْمُرَادُ تَثْقِيلُهُ فِي النَّوْمِ وَ اِطَالَتَهُ فَكَأَنَّهُ قَدْ شُدَّ عَلَيْهِ شَدًّا وَعَقَدَ عَلَيْهِ عُقَدًا. (عمدۃ القاری جزء ۷ صفحہ ۱۹۳) یعنی اس تشبیہ سے مراد ہے کہ شیطان اس کو گہری نیند سلا دیتا ہے، جس سے وہ دیر تک سویا رہتا ہے۔ گویا نیند کی گرہیں نہایت مضبوطی سے باندھی گئی ہیں جیسے رسی کی تین گرہیں نہایت مضبوط ہوتی ہیں۔ انسان کا ہر فعل بلحاظ اپنے عمل و کیفیات و نتائج کے دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو رحمانی ہے، یعنی کرنے والے کو اپنے فعل میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے قوانین ملحوظ ہوتے ہیں اور دوسرے شیطانی یعنی کرنے والا اپنے فعل میں اپنی شہواتِ نفس مدنظر رکھتا ہے۔ مثلاً کھانے میں وہ قواعد ملحوظ نہیں رکھتا جو جسمانی و روحانی صحت کے لئے ضروری ہیں۔ کھانے کا یہ فعل اس کا شیطانی ہوگا۔ اس لئے اس کی نیند بھی اس طرح شیطانی اثر کے تحت ہوگی۔ انسان کے تمام افعال ایک دوسرے سے ایسے طور پر وابستہ ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی کیفیات سے ضرور متأثر ہوتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے لئے جن کی نیند شیطانی اثرات کے تحت ہو، ایک علاج بتایا ہے کہ اگر اُن کی آنکھ کھل جائے تو شیطانی وساوس کا مقابلہ کرنے کے لئے بہتر طریق یہ ہے کہ وہ تسبیح و تحمید میں مشغول ہو جائے۔ اس سے غفلت ایک گونہ دور ہو جائے گی اور اگر وضو کر کے نماز پڑھے تو نیند کا غلبہ دور ہو کر طبیعت میں کامل انبساط اور نشاط پیدا ہو جائے گا۔ روایت نمبر ۱۱۴۳ یہاں مختصر منقول ہے۔ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیا میں مختلف عذابوں کا مشاہدہ کرایا گیا تھا۔ یہاں جو ٹکڑا روایت مشارالیہا کا نقل کیا گیا ہے، اس میں بے عمل عالم قرآن اور عشاء کی نماز میں غفلت کرنے والے کی سزا کا ذکر ہے۔ امام بخاریؒ نے اس روایت کا حوالہ دے کر سابقہ باب کے مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عالمِ قرآن اگر تہجد گذار نہیں تو گویا وہ تارک قرآن ہے اور اس کی سزا یہی ہے کہ اس کا سر کچلا جائے۔ کیونکہ اس نے اپنے دماغ سے جو علم کا محل ہے کام لے کر عمل نہیں کیا اور جو شخص درحقیقت نیند کے غلبہ کی وجہ سے رات کو نہیں اُٹھتا تو گویا وہ شیطان کے زیر اثر ہے۔ اس قسم کے استعارہ کی مثالیں پہلے بھی گذر چکی ہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب الاذان باب ۴ روایت نمبر ۶۰۸۔ مشارالیہ خواب مفصل دیکھئے: کتاب الزکوٰۃ، باب ۹۳ روایت نمبر ۱۳۸۶۔

بَاب۱۳: إِذَا نَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ

اگر سو جائے اور نماز نہ پڑھی ہو تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے

۱۱۴۴: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقِيْلَ مَا زَالَ نَائِمًا حَتَّى أَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ

۱۱۴۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوالاحوص (سلام بن سلیم) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: منصور نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی شخص کا ذکر ہوا اور کہا گیا: وہ سوتا رہا یہاں تک کہ اسے صبح ہوگئی وہ نماز کے لئے نہیں اُٹھا۔ آپؐ نے فرمایا: شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا تھا۔

اطرافه: ۳۲۷۰۔

تشریح: اِذَانَامَ وَلَمْ يُصَلِّ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنِهٖ: روایت نمبر ۱۱۴۴ میں بھی مجاز و استعارہ ہے۔ عرب لوگ خرابی و فساد کو پیشاب سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ شراب اگر بگڑ جائے تو کہتے ہیں: بَالَ سُهَيْلٌ فِي الْفَضِيْخِ فَفَسَدَ. (لسان العرب- تحت لفظ بول) سہیل (ستارہ) نے کھجور کی شراب میں پیشاب کر دیا، جس سے وہ بگڑ گئی ہے۔ چونکہ کان میں بیداری کا احساس قوی ہوتا ہے، اس لئے اگر کوئی شخص مرغ وغیرہ پرندوں کی آواز نہیں سنتا اور بستر خواب سے نہیں اُٹھتا تو گویا شیطان نے کان میں ایک قسم کی خرابی پیدا کر دی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ بوجھل ہوگئے ہیں اور شنوائی کا کام نہیں دیتی۔

بَاب ۱۴: اَلدُّعَاءُ وَالصَّلَاةُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ

پچھلی رات میں دعائیں کرنا اور نماز پڑھنا

وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ أَيْ مَا يَنَامُوْنَ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ.

(الذاريات: ۱۸-۱۹)

اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: وہ رات کو بہت کم سوتے ہیں۔ یعنی وہ سوتے ہی نہیں۔ {اور صبحوں کے وقت بھی وہ استغفار میں لگے رہتے ہیں۔}

۱۱۴۵ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَأَبِي عَبْدِ اللهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ يَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِي فَأَسْتَجِيْبَ لَهُ مَنْ يَّسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ.

اطرافه: ۶۳۲۱، ۷۴۹۴.

۱۱۴۵: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوسلمہ (بن عبدالرحمٰن) اور ابوعبداللہ الاغر سے، ان دونوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا ربّ جو بہت برکتوں والا اور عظیم الشان ہے، ہر رات جبکہ آخری تہائی رہ جاتی ہے، قریب ترین آسمان پر اترتا ہے۔فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں قبول کروں۔کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے دوں۔کون میری مغفرت کا طالب ہے کہ میں اسے مغفرت سے نوازوں۔

تشریح: **اَلدُّعَاءُ وَالصَّلَاةُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ**: یہ باب بھی باب نمبر ۱۱ کے تعلق کی وجہ سے ہی قائم کیا گیا ہے۔امام موصوفؒ نے عنوانِ باب میں آیت کا حوالہ دے کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ متقیوں کی یہ علامت ہے کہ وہ رات کو کم سوتے ہیں۔اس آیت کے تحت روایت نمبر ۱۱۴۵ لا کر یہ سمجھایا ہے کہ آخری تہائی رات میں دعا خصوصیت سے قبول ہوتی ہے۔مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ کسی اور وقت قبول نہیں ہوتی بلکہ بعض روایات میں پہلی تہائی اور آدھی رات کا بھی ذکر آتا ہے اور بعض میں رات کے کسی خاص حصے کا نہیں، بلکہ بالعموم رات کو جنابِ الٰہی کے نزول اور دعاؤں کی قبولیت کا وقت بتایا گیا ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۰) قرآنِ مجید ایک جگہ متقیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (الذاریات:۱۹) یعنی وہ جو سحری کے اوقات میں مغفرت طلب کرتے ہیں۔جیسے اس وقت اُٹھ کر عبادت کرنا مشکل ہے، ویسے ہی یہ وقت استجابتِ دعا میں اسی نسبت سے خصوصیت رکھتا ہے۔اس امر میں بہت اختلاف ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ترین آسمان پر نازل ہونے کے کیا معنے ہیں۔جبکہ حرکت وسکون جسم کی صفات ہیں اور اللہ تعالیٰ جسمانیت سے پاک ہے۔ابن العربیؒ اس اعتراض کا ایک معقول جواب دیتے ہیں کہ لفظِ نزول جس طرح اجسام پر اطلاق پاتا ہے، ویسے ہی معانی پر بھی پاتا ہے اور یہاں اس کی ذات کا اُترنا مراد نہیں۔بلکہ اس کے افعال کا اُترنا مراد ہے۔یعنی وہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ ایک عابد کی دعاؤں کے سننے کے لئے وہ نہایت قریب ہو جاتا ہے۔امام بخاریؒ نے اس سے پہلے دو بابوں میں جو روایتیں نقل کی ہیں، وہ بطور تمہید کے ہیں اور ان سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عربی زبان کس قسم کے استعارہ اور مجاز کی متحمل ہے۔دراصل ہر زبان میں ہی ایسے استعارات وتمثیلات استعمال ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کا قریب ترین آسمان پر اُترنا بھی درحقیقت ایک استعاہ اور مجاز ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۳۹، ۴۰)

بَاب ۱۵ : مَنْ نَامَ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَأَحْيَا آخِرَهُ

جو رات کے پہلے (حصے) میں سوئے اور اس کے آخری (حصے) میں جاگے

وَقَالَ سَلْمَانُ لِأَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ قُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ.

اور حضرت سلمانؓ (فارسی) نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما سے کہا: سو جاؤ۔ جب پچھلی رات ہوئی تو کہا: اٹھو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے درست کہا۔

۱۱۴۶ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ – و حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَيْفَ صَلَاةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ أَوَّلَهُ وَيَقُوْمُ آخِرَهُ فَيُصَلِّي ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ فَإِنْ كَانَتْ بِهِ حَاجَةٌ اغْتَسَلَ وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ.

۱۱۴۶: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔...... اور سلیمان (بن حرب) نے بھی مجھ سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابواسحق سے، ابواسحق نے اسود سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کس طرح نماز پڑھتے؟ انہوں نے جواب دیا: آپؐ پہلی رات سو جاتے اور پچھلی رات اُٹھتے اور نماز پڑھ کر پھر اپنے بچھونے پر آ جاتے اور جب مؤذن اذان دیتا تو جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوتے۔ اگر آپؐ کو ضرورت ہوتی تو نہاتے ورنہ وضو کرتے اور باہر چلے جاتے۔

تشریح: مَنْ نَامَ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَاَحْىٰ اٰخِرَهٗ : رات کا کون سا حصہ عبادت کے لیے افضل ہے؟ اس کے جواب میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ سب اوقات یکساں ہیں۔ اس بارہ میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت نمبر ۱۱۴۵ صحیح ترین ہے۔ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابودرداءؓ کی گفتگو کی طرف اشارہ کر کے ان کی روایت کی تصدیق کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انصارؓ اور مہاجرینؓ کے درمیان مؤاخاۃ قائم کی تو ان کو آپس میں بھائی بھائی بنایا تھا اور حضرت ابودرداءؓ ایک زاہد اور عابد شخص تھے۔ ساری رات

نماز میں گذار دیتے۔حضرت سلمانؓ نے ان کو منع کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا: سلمانؓ ٹھیک کہتے ہیں۔امام بخاریؒ نے اس واقعہ سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل درآمد سے روایت نمبر ۱۱۴۵ کی تائید میں استدلال کیا ہے۔

بَاب ١٦ : قِيَامُ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ

رمضان وغیرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رات کو نماز پڑھنا

١١٤٧ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي.

اطرافه: ۲۰۱۳، ۳۵۶۹.

۱۱۴۷: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید بن ابی سعید مقبری سے، سعید نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ ابوسلمہ نے ان کو خبر دی۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی؟ حضرت عائشہؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ چار رکعتیں پڑھتے اور ان کی خوبی اور لمبائی نہ پوچھئے۔ پھر چار رکعتیں پڑھتے اور ان کی خوبی اور لمبائی نہ پوچھئے۔ پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا آپؐ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: عائشہؓ میری آنکھیں تو سو جاتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔

١١٤٨ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ

۱۱۴۸: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحيٰ بن سعید (قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام (بن عروہ)

أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ جَالِسًا حَتَّى إِذَا كَبِرَ قَرَأَ جَالِسًا فَإِذَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنَ السُّوْرَةِ ثَلَاثُوْنَ أَوْ أَرْبَعُوْنَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهُنَّ ثُمَّ رَكَعَ.

سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میرے باپ (عروہ) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو رات کی کسی نماز میں بھی بیٹھ کر قرآن پڑھتے نہیں دیکھا۔ مگر جب آپؐ بوڑھے ہوگئے تو بیٹھ کر پڑھتے اور جب سورۃ میں سے تیس یا چالیس آیتیں باقی رہتیں تو آپؐ کھڑے ہو جاتے اور انہیں پڑھ کر رکوع کرتے۔

اطرافہ: ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۶۱، ۱۱۶۸، ۴۸۳۷۔

تشریح: قِيَامُ النَّبِيِّ ﷺ بِاللَّيْلِ: عنوانِ باب سے ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد کم وکیف میں ہمیشہ یکساں ہوتی۔ باب ۱۰ میں گذر چکا ہے کہ آپؐ نمازِ تہجد دو دو رکعت کر کے پڑھا کرتے تھے۔ مگر یہاں بظاہر اس کے خلاف ہے۔ بعض نے اس اختلاف کو یوں دور کیا ہے کہ کبھی آپؐ نے چار چار کر کے بھی نماز تہجد پڑھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے برخلاف امام ابوحنیفہؒ کا یہ مذہب ہے کہ خواہ دو دو پڑھے خواہ چار چار یا تین تین یا چھ چھ کر کے پڑھے سب جائز ہے۔ اول الذکر دونوں امام صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى سے استدلال کرتے ہیں۔ گیارہ کی تعداد ہی صحیح معلوم ہوتی ہے جو آپؐ بالعموم دو دو کر کے پڑھتے اور آخر میں ایک وتر الگ پڑھتے۔ یہاں چار چار سے بھی مراد غالباً یہ ہے کہ دو دو کر کے دو سیٹ بناتے۔ یعنی دو رکعات پڑھیں پھر دو پڑھیں پھر کچھ توقف کیا اور پھر دو دو کر کے چار پڑھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا جواب سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ وتر پڑھے بغیر سونا نہیں چاہیے۔ کیونکہ نیند میں قلبی بیداری کی حالت دوسروں کو میسر نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۳)

بَاب ۱۷ : فَضْلُ الطُّهُوْرِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

رات دن باوضو رہنے کی فضیلت

وَفَضْلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ.

اور وضو کے بعد؛ خواہ رات کو کیا ہو خواہ دن کو؛ (نفل) نماز پڑھنے کی فضیلت۔

۱۱۴۹ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ

۱۱۴۹: اسحٰق بن نصر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحیان سے،

أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجَى عِنْدِي أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طَهُوْرًا فِي سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الطُّهُوْرِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ دَفَّ نَعْلَيْكَ يَعْنِي تَحْرِيْكَ.

ابوحیان نے ابوزُرعہ سے، ابوزُرعہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے حضرت بلالؓ سے صبح کی نماز کے وقت فرمایا: بلال! مجھے بتاؤ جو عمل سب سے زیادہ امید والا تم نے اسلام میں کیا ہو۔ کیونکہ میں نے بہشت میں اپنے آگے تمہارے پاؤں کی چاپ سنی ہے۔ حضرت بلالؓ نے کہا: اپنے نزدیک میں نے اس سے زیادہ امید والا عمل اور کوئی نہیں کیا کہ جب بھی میں نے رات کو یا دن کو کسی وقت وضو کیا تو میں نے اس وضو کے ساتھ نماز ضرور پڑھی ہے، جتنی بھی میرے لئے پڑھنا مقدر تھی۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: پاؤں کی چاپ سے مراد (اُن کا) حرکت کرنا ہے۔

تشریح: فَضْلُ الطُّهُوْرِ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ: روایت نمبر ۱۱۴۹ کا واقعہ ایک رؤیا ہے۔ جس میں نبی ﷺ کو حضرت بلالؓ کی روحانی حالت عالم مثال میں دکھلائی گئی۔ حضرت بلالؓ کے جواب سے معنونہ مسئلہ استنباط کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو افضل الاعمال قرار دیا ہے اور نمازوں میں سے وہ نماز اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیاری ہے جو پوشیدہ پڑھی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کو حضرت بلالؓ کی روحانی حالت کا مشاہدہ کرایا گیا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے پہلے جنت میں داخل ہوئے۔

بَاب ١٨ : مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّشْدِيْدِ فِي الْعِبَادَةِ

عبادت میں سختی جو ناپسندیدہ ہے

١١٥٠: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَيْنَ

۱۱۵۰: ابومعمر (عبداللہ بن عمرو) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبدالعزیز بن صہیب نے ہمیں بتایا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ کیا دیکھتے

السَّارِيَتَيْنِ فَقَالَ مَا هَذَا الْحَبْلُ قَالُوْا هَذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ فَإِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ.

ہیں کہ ایک رسی دوستونوں کے درمیان تنی ہوئی ہے۔ آپؐ نے پوچھا: یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ حضرت زینبؓ کی رسی ہے۔ جب تھک جاتی ہیں تو اس سے سہارا لیتی ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ اسے کھول دو۔ چاہیے کہ ہر شخص تم میں سے جب تک دل لگا رہے، نماز پڑھے۔ جب تھک جائے تو بیٹھ جائے۔

١١٥١: قَالَ وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِيْ امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ هَذِهِ قُلْتُ فُلَانَةٌ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا فَقَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ مَا تُطِيْقُوْنَ مِنَ الْأَعْمَالِ فَإِنَّ اللهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوْا.

اطرافه: ٤٣۔

۱۱۵۱: (اور امام بخاریؒ نے) کہا: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے کہا: انہوں نے مالک سے، مالک نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: بنی اسد (قبیلہ) کی ایک عورت (جس کا نام خولہ بنت تویت تھا) میرے پاس (بیٹھی ہوئی) تھی۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپؐ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: وہ عورت جو رات بھر نہیں سوتی اور اس کی نماز کا حال بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: بس چپ رہو۔ اتنا ہی عمل کرو جتنا تم کر سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تو نہیں اُکتاتا۔ مگر تم اُکتا جاؤ گے۔

تشریح: مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّشْدِيْدِ فِي الْعِبَادَةِ: اسلام ہر عمل میں افراط وتفریط ناپسند کرتا ہے اور اس روحِ اخلاص کو پیدا کرنا چاہتا ہے جو درحقیقت اعمالِ صالحہ کی جان ہے۔ تسبیحات اور نوافل کی گنتی پوری کر لینا کوئی بڑا مجاہدہ نہیں اور نہ ایسی عبادتیں کوئی قیمت رکھتی ہیں جن میں جذبات محبت اور ذوق وشوق موجزن نہ ہوں۔ اس حدیث کے تعلق میں دیکھیں تشریح کتاب الایمان باب ۲۹، روایت نمبر ۳۹ و باب ۳۲ روایت نمبر ۴۳۔

بَاب ۱۹ : مَا يُكْرَهُ مِنْ تَرْكِ قِيَامِ اللَّيْلِ لِمَنْ كَانَ يَقُوْمُهُ

ایسے شخص کا رات کی عبادت ترک کر دینا ناپسندیدہ ہے جو (پہلے) رات کو عبادت کیا کرتا تھا

۱۱۵۲ : حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ – وَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ وَقَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْعِشْرِيْنَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بِهَذَا مِثْلَهُ وَتَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ.

۱۱۵۲: عباس بن حسین نے ہم سے بیان کیا، کہا: مبشر (بن اسماعیل کلبی) نے ہمیں بتایا کہ اوزاعی سے مروی ہے۔ اور محمد بن مقاتل ابوالحسن نے بھی مجھ سے بیان کیا، کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: اوزاعی نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحییٰ بن ابی کثیر نے ہمیں بتایا، کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے مجھ سے بیان کیا، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: عبداللہ! اس شخص کی طرح نہ ہونا جو رات کو اُٹھا کرتا تھا۔ پھر اس نے رات کو اُٹھنا چھوڑ دیا۔ اور ہشام (بن عمار) نے کہا۔ (عبدالحمید) بن ابی العشرین نے ہم سے بیان کیا، کہا اورزاعی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: یحییٰ (بن ابی کثیر) نے ہمیں بتایا۔ عمر بن حکم بن ثوبان سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ابوسلمہ (بن عبدالرحمٰن) نے مجھ سے یہی حدیث بیان کی اور (ابن ابی العشرین کی طرح) عمرو بن ابی سلمہ نے بھی اوزاعی سے روایت کرتے ہوئے یہ بیان کیا۔

اطرافہ: ۱۱۳۱، ۱۱۵۳، ۱۹۷٤، ۱۹۷٥، ۱۹۷٦، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۳٤۱۸، ۳٤۱۹، ۳٤۲۰، ٥۰٥۲، ٥۰٥۳، ٥۰٥٤، ٥۱۹۹، ٦۱۳٤، ٦۲۷۷۔

تشریح: **مَا يُكْرَهُ مِنْ تَرْكِ قِيَامِ اللَّيْلِ:** جس طرح اعمال میں اپنے نفس وجسم کو بلاضرورت مشقت میں ڈالنا ناپسندیدہ فعل ہے۔ اسی طرح یہ بھی ناپسندیدہ ہے کہ نیکی کی راہ پر گامزن ہونے کے بعد پھر رُک

جائے۔کم ہیں جو صراط مستقیم پر ثابت قدم ہوکر چلیں۔لوگ یا افراط کی طرف نکل جاتے ہیں یا تفریط کی طرف۔ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ نمازیں پڑھنی شروع کیں تو کوئی حدّ وحساب نہیں اور جب غفلت وسہل انگاری سے کام لینے لگے تو پھر یاد ہی نہیں کہ نماز کیا ہے یہ دونوں باتیں مذموم ہیں۔

بَاب ۲۰

۱۱۵۳: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ وَتَصُوْمُ النَّهَارَ قُلْتُ إِنِّي أَفْعَلُ ذٰلِكَ قَالَ فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ عَيْنُكَ وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا وَلِأَهْلِكَ حَقًّا فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ.

۱۱۵۳: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے، عمرو نے ابوالعباس (سائب بن فروخ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو (بن العاص) رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا مجھے تمہارے ہی متعلق نہیں بتایا گیا کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور دن کو روزہ رکھتے ہو؟ میں نے کہا: میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری آنکھیں بیٹھ جائیں گی اور تمہاری جان تھک کر رہ جائے گی اور دیکھو تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ عبادت بھی کرو اور آرام بھی۔

اطـراف: ۱۱۳۱، ۱۱۵۲، ۱۹۷٤، ۱۹۷۵، ۱۹۷٦، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۳٤۱۸، ۳٤۱۹، ۳٤۲۰، ۵۰۵۲، ۵۰۵۳، ۵۰۵٤، ۵۱۹۹، ٦۱۳٤، ٦۲۷۷۔

تشریح: **اِنَّ لِنَفْسِکَ حَقًّا وَلِاَهْلِکَ حَقًّا:** اس باب کا تعلق باب ۱۸؍۱۹ سے ہے۔اس لئے علیحدہ کوئی عنوان قائم نہیں کیا گیا۔ بنو اسد کی عورت کا ذکر جو رات بھر عبادت کرتی تھی؛ سن کر فرمایا: مَهْ عَلَيْكُم مَا تُطِيْقُوْنَ مِنَ الْاَعْمَالِ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا. (روایت نمبر ۱۱۵۱) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو بھی یہی نصیحت فرمائی۔ جس پر انہوں نے پورے طور پر عمل نہ کیا اور آخر نتیجہ وہی ہوا جس سے آپؐ نے ان کو بایں الفاظ آگاہ کیا تھا۔ یعنی هَجَمَتْ عَيْنُکَ وَ نَفِهَتْ نَفْسُکَ. آخری عمر میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی بینائی جاتی رہی اور کمزوری کی وجہ سے یہاں تک نوبت پہنچی کہ فرض نماز پڑھنے میں بھی دوسرے کے محتاج تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد کرکے رویا کرتے تھے۔ امام موصوفؒ نے ایک لطیف تعلق کی وجہ سے اس باب کا عنوان ترک کر دیا ہے۔ عبادت کرنے سے انسان دو سبب سے محروم ہوسکتا ہے۔ ایک سُستی کی وجہ سے جس کی مثال

باب ۱۹ میں ہے اور ایک اس وجہ سے کہ پہلے عبادت میں حد سے زیادہ اپنے نفس پر تشدد کرتا ہے اور آخر میں رہ جاتا ہے۔ غرض نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ہر امر میں اعتدال کی حالت پر کھڑا کرنا چاہا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرة:۱۴۴) {اور اسی طرح ہم نے تمہیں وسطی امت بنا دیا تا کہ تم لوگوں پر نگران ہو جاؤ اور رسول تم پر نگران ہو۔} درمیانی راہ اختیار کرنے سے ہی انسان کسی کام کی ہمیشہ پابندی کرنے پر قادر ہو سکتا ہے۔ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَامَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ. یعنی سب سے زیادہ پیارا عمل اُسے وہی ہے جسے کرنے والا ہمیشہ کرتا رہے۔ (کتاب الایمان باب ۳۲ روایت نمبر ۴۳) مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: کتاب الصوم باب ۵۱، روایت نمبر ۱۹۶۸۔

بَاب ۲۱ : فَضْلُ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى

ایسے شخص کی فضیلت جو رات کو بے خوابی سے بے قرار ہو اور پھر وہ (اُٹھ کر) نماز پڑھے

۱۱۵۴: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ حَدَّثَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي أَوْ دَعَا اسْتُجِيْبَ فَإِنْ تَوَضَّأَ {وَصَلَّى☆} قُبِلَتْ صَلَاتُهُ.

۱۱۵۴: صدقہ بن فضل نے ہم سے بیان کیا، کہا: ولید نے جو مسلم کے بیٹے ہیں، ہمیں خبر دی کہ اوزاعی سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عمیر بن ہانی نے مجھ سے بیان کیا، کہا: جنادہ بن ابی امیہ نے مجھ سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) حضرت عبادہؓ بن صامت نے مجھے بتایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جو رات کو بے خوابی سے بے قرار ہو اور کہے: کوئی معبود نہیں مگر ایک اللہ۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کی حمد اور وہ ہر شئے پر قادر ہے۔ سب حمد اللہ کے لئے ہے اور پاک ہے اللہ۔ اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اللہ سب سے بڑا ہے نہ بدیوں سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قدرت مگر اللہ ہی کی مدد سے۔ پھر کہے: اے اللہ! مغفرت سے مجھے نواز یا دعا کرے تو اس کی قبول ہوگی اور اگر وہ وضو بھی کرے اور نماز پڑھے۔☆ تو اس کی نماز قبول ہوگی۔

☆ لفظ ''وَصَلَّى'' فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثالث حاشیہ صفحہ ۵۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

١١٥٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي الْهَيْثَمُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ يَقْصُصُ فِي قَصَصِه وَهُوَ يَذْكُرُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَخًا لَّكُمْ لَا يَقُوْلُ الرَّفَثَ يَعْنِي بِذٰلِكَ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ:

وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللهِ يَتْلُوْ كِتَابَهُ
إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ
أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوْبُنَا
بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ
يَبِيْتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ
إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ

تَابَعَهُ عُقَيْلٌ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدٍ وَالْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

اطرافه: ٦١٥١۔

۱۱۵۵: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) ہیثم بن ابی سنان نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ اپنے واقعات سنا رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں بیان کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا: تمہارے ہی ایک بھائی ہیں۔ وہ کوئی بے جا تو نہیں کہتے۔ اس سے ان کی مراد حضرت عبداللہؓ بن رواحہ سے تھی۔ (جنہوں نے عربی میں یہ شعر کہے ہیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے)

اور ہمیں میں ہیں اللہ کے رسولؐ جو کتاب اللہ ایسے وقت میں کہ جب صبح کو پو پھٹتی ہے، پڑھ کر سناتے ہیں۔ انہوں نے ہمیں اندھے پن کے بعد راست روی دکھائی۔ جس سے ہمارے دل یقین کئے ہوئے ہیں کہ جو کچھ بھی آپؐ نے فرمایا تھا وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ آپؐ رات اس طرح کاٹتے ہیں کہ بستر پر آرام کی کروٹ نہیں لیتے۔ جبکہ مشرکوں کے بستر خوابِ غفلت سے بوجھل ہوتے ہیں۔

(یونس کی طرح) اس روایت کو عقیل نے بھی زہری سے روایت کیا۔ اور زبیدی نے یوں کہا: زہری نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سعید (بن مسیّب) اور اعرج سے، ان (دونوں) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

١١٥٦ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ بِيَدِيْ قِطْعَةَ إِسْتَبْرَقٍ فَكَأَنِّي لَا أُرِيْدُ مَكَانًا مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ إِلَيْهِ وَرَأَيْتُ كَأَنَّ اثْنَيْنِ أَتَيَانِي أَرَادَا أَنْ يَّذْهَبَا بِي إِلَى النَّارِ فَتَلَقَّاهُمَا مَلَكٌ فَقَالَ لَمْ تُرَعْ خَلِّيَا عَنْهُ.

۱۱۵۶: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خواب دیکھا کہ گویا میرے ہاتھ میں گاڑھے ریشمی کپڑے کا ٹکڑا ہے اور جنت میں جس جگہ چاہتا ہوں وہیں وہ مجھے اُڑا کر لے جاتا ہے اور میں نے دیکھا جیسے دو شخص میرے پاس آئے ہیں۔ چاہتے تھے کہ مجھ کو جہنم کی طرف لے جائیں۔ ایک فرشتہ اُن سے ملا اور اس نے کہا: تو ڈر نہیں (اور ان سے کہا:) اسے چھوڑ دو۔

اطرافه: ٤٤٠، ١١٢١، ٣٧٣٨، ٣٧٤٠، ٧٠١٥، ٧٠٢٨، ٧٠٣٠۔

١١٥٧ : فَقَصَّتْ حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى رُؤْيَايَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ.

۱۱۵۷: حضرت حفصہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا یہ خواب بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا: عبداللہ اچھا آدمی ہے، اگر رات کو نماز بھی پڑھا کرتا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رات کو نماز پڑھتے تھے۔

اطرافه: ١١٢٢، ٣٧٣٩، ٣٧٤١، ٧٠١٦، ٧٠٢٩، ٧٠٣١۔

١١٥٨ : وَكَانُوْا لَا يَزَالُوْنَ يَقُصُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الرُّؤْيَا أَنَّهَا فِي اللَّيْلَةِ السَّابِعَةِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا

۱۱۵۸: اور صحابہ ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوابیں بیان کیا کرتے کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ کی ساتویں رات میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں، تمہاری خوابیں آخری عشرہ سے متعلق متفق ہوگئی ہیں۔ سو جو شخص اس کا متلاشی

فَلْيَتَحَرَّهَا مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ. ہوتو وہ آخری عشرے میں ہی اسے ڈھونڈے۔

اطرافه: ۲۰۱۵، ۶۹۹۱۔

تشریح: **فَضْلُ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى:** اس باب کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو بے خوابی سے بے قرار ہوتو اس کے لئے یہی اچھا ہے کہ وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہو جائے اور اگر اُٹھ کر نماز پڑھے تو یہ سب سے بہتر بات ہے اور اس کی پریشانی دور کرنے کا موجب ہوگا۔ اگر کوئی کسی معذوری کی وجہ سے اُٹھ نہیں سکتا تو اس کا ذکر الٰہی کرنا ہی تہجد کا قائم مقام ہوگا۔

روایت نمبر ۱۱۵۵ میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ صحابی کے اشعار کا ذکر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ کہنا درست ہے کہ شاعر نے بے جا تعریف نہیں کی بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حالت بیان کی ہے۔ يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ . آپؐ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ایک عاشق کی طرح تھے، جو اپنے معشوق کے لئے بے قرار رہتا ہے اور بستر پر آرام کی کروٹ نہیں لیتا۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں آپؐ کی یہ حالت شب بیداری تھی۔ ایک مفتری یا طالبِ عیش سے یہ ناممکن ہے کہ ساری عمر تصنع اور تکلف سے اس کا یہ رویہ رہے۔ قرآن کریم اگر نعوذ باللہ آپؐ کا افتراء ہوتا تو اس کی تلاوت میں آپؐ کو اس قدر حظ نہ آتا کہ پاؤں سوج جائیں اور کھڑے اسے ذوق وشوق سے پڑھتے چلے جائیں۔ (باب نمبر ۶، روایت نمبر ۱۱۳۰) اس تعلق میں روایت نمبر ۱۱۱۸، ۱۱۳۵ بھی دیکھئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عاشقانہ حالت حیرت انگیز ہے۔ ان اشعار میں آپؐ کی مدح کرتے ہوئے مشرکوں کی حالت کا نقشہ بھی کھینچا گیا ہے کہ اُن کی نیندیں بھاری ہوتی ہیں۔ رات کو عبادت کے لئے نہیں اُٹھ سکتے۔ مگر وہ جن کو اللہ تعالیٰ سے سچی محبت ہو، ان کے لئے اُٹھنا آسان ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایات (نمبر ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸) یہاں یہ ذہن نشین کروانے کے لئے لائی گئی ہیں کہ جہنم سے نجات کی راہ دل میں محبت الٰہی پیدا کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں تمام دشواریاں آسان کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دوری ہی سب سے بڑا جہنم ہے اور لیلۃ القدر وہی ہے جس میں یہ دوری ہٹ جائے۔ اس مضمون کے تعلق میں دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی۔ جواب سوال پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۱۔

بَاب ۲۲ : اَلْمُدَاوَمَةُ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

فجر کی دو رکعتیں ہمیشہ پڑھنا

۱۱۵۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ

۱۱۵۹: عبداللہ بن یزید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سعید بن ابی ایوب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: جعفر بن ربیعہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عراک

مَالِكٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِ رَكَعَاتٍ وَرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا وَرَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءَيْنِ وَلَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا أَبَدًا.

بن مالک سے، عراک نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی اور آٹھ رکعتیں (تہجد کی) پڑھیں اور دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھیں اور پھر دو رکعتیں اذان اور تکبیر کے درمیان پڑھیں اور یہ آپؐ کبھی ترک نہ کرتے تھے۔

اطرافہ: ۶۱۹، ۱۱۶۴۔

تشریح: اَلْمُدَاوَمَةُ عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: کتاب التہجد میں خصوصیت سے اس ذکر کی وجہ یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ یہ دو رکعتیں صبح کی نماز فریضہ ادا کرنے سے پہلے ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور باقی نوافل کی نسبت ان دونفلوں کو خاص پابندی کے ساتھ ادا فرماتے۔ یہاں تک کہ جب ایک دفعہ سفر میں سورج نکل آیا تو فرض نماز ادا کرنے سے پہلے دو رکعتیں بھی آپؐ نے پڑھیں۔ امام بخاری فجر کی دو رکعات پر مداومت کے ذکر سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ دو رکعات اگرچہ نوافل ہیں مگر حضر میں بھی اور سفر میں بھی ان کا ادا کرنا ضروری ہے۔ نیز چونکہ ان کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کے ساتھ ہی ذکر آ رہا ہے کہ آپؐ نماز تہجد کے بعد ہلکے سے وقفے کے بعد یہ دو رکعات ادا فرماتے۔ اس لیے امام بخاری بھی اسے کتاب التہجد کے خاتمہ پر لائے ہیں۔

روایت نمبر ۱۱۵۹ میں وتروں کا ذکر نہیں مگر لیث کی روایت میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: كَانَ يُصَلِّيْ بِثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً تِسْعًا قَائِمًا وَرَكْعَتَيْنِ جَالِسًا تیرہ رکعت پڑھتے تھے نو کھڑے ہو کر اور دو رکعت بیٹھ کر۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نویں رکعت وتر تھی۔ وتر کے بعد دو رکعتیں صبح کی نماز سے قبل پڑھیں۔ یہ بات یہاں قابل ذکر ہے کہ امام بخاریؒ نے ان رکعتوں کو جو ہم بطور سنت فرض نماز سے پہلے یا بعد پڑھتے ہیں، صلوٰۃ التطوع یعنی نفل نماز میں شمار کیا ہے۔

بَاب ۲۳: اَلضِّجْعَةُ عَلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

فجر کی دو رکعتوں کے بعد داہنی کروٹ پر لیٹ جانا

۱۱۶۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ

۱۱۶۰: عبداللہ بن یزید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سعید بن ابی ایوب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابوالاسود نے مجھے بتایا۔ انہوں نے

الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ.

عروہ بن زبیر سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعتیں (سنت) پڑھ لیتے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے۔

اطرافه: ٦٢٦، ٩٩٤، ١١٢٣، ١١٣٩، ١١٤٠، ١١٧٠، ٦٣١٠۔

تشریح: اَلضَّجْعَةُ عَلَى الشِّقِّ الْاَيْمَنِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: امام موصوفؒ کو یہ باب قائم کرنے کی اس لئے ضرورت پیش آئی ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اس امر سے انکار کیا ہے اور ابراہیم نخعی نے اس کو شیطان کا لیٹنا قرار دیا ہے۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کو یہ روایت نہیں پہنچی۔ حضرت ابن عمرؓ نے بھی اس کو بدعت قرار دیا ہے۔ بعض نے لیٹنا ضروری سمجھا ہے۔ تا صلوٰۃ اللیل اور صلوٰۃ الصبح کے درمیان اس وقفہ استراحت سے ایک حدِّ فاصل قائم ہو جائے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۶، ۵۷) مگر یہ دونوں فریق بے وجہ آپس میں اختلاف کرتے ہیں۔ امام موصوفؒ نے باب ۲۳ و باب ۲۴ قائم کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی آرام کرنے کے لئے لیٹ بھی جاتے اور کبھی نہ لیٹتے۔

بَاب ٢٤: مَنْ تَحَدَّثَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَضْطَجِعْ

جو فجر کی دو رکعتوں کے بعد باتیں کرے اور نہ لیٹے

١١٦١: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى سُنَّةَ الْفَجْرِ فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ حَتَّى يُؤَذَّنَ بِالصَّلَاةِ.

۱۱۶۱: بشر بن حکم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: سالم ابونضر نے ابوسلمہ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی سنتیں پڑھ چکتے تو اگر میں جاگتی ہوتی تو آپؐ مجھ سے باتیں کرتے، ورنہ لیٹ جاتے۔ یہاں تک کہ آپؐ کو نماز کے متعلق اطلاع دی جاتی۔

أطرافه: ١١١٩، ١١٦٨۔

بَاب ۲۵: مَا جَاءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنَى مَثْنَى

دو دو رکعتیں نفل پڑھنے کے متعلق جو (روایتیں) وارد ہوئی ہیں

قَالَ مُحَمَّدٌ[1] وَيُذْكَرُ ذَلِكَ عَنْ عَمَّارٍ وَأَبِي ذَرٍّ وَأَنَسٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَعِكْرِمَةَ وَالزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ مَا أَدْرَكْتُ فُقَهَاءَ أَرْضِنَا إِلَّا يُسَلِّمُوْنَ فِي كُلِّ اثْنَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ.

محمد (بن اسماعیل امام بخاریؒ) نے کہا:[1] حضرت عمارؓ، حضرت ابوذرؓ، اور حضرت انسؓ، (صحابیوں) اور جابر بن زیدؒ، عکرمہؒ اور زہریؒ (تابعیوں) سے یہی منقول ہے اور یحیٰ بن سعید انصاری نے کہا: میں نے اپنے ملک (مدینہ) کے فقیہوں کو دن کے (نوافل میں) ہر دو رکعت کے بعد ہی سلام پھیرتے پایا۔

۱۱۶۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الْاسْتِخَارَةَ فِي الْأُمُوْرِ {كُلِّهَا[2]} كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ يَقُوْلُ إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ لِيَقُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ

۱۱۶۲: قُتَيبہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالرحمٰن بن ابی الموالی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن منکدر سے، محمد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما (انصاری) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام[2] کاموں کے متعلق استخارہ کرنے کی تعلیم دیا کرتے تھے، اسی طرح جس طرح قرآن کریم کی سورۃ کی تعلیم دیتے۔ فرماتے: جب تم میں سے ایک شخص کوئی کام کرنے لگے تو نفل کے طور پر دو رکعتیں پڑھ لے۔ پھر وہ (اس طرح) دعا کرے: اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے طفیل بہتری چاہتا ہوں اور تیری قدرت کی بدولت طاقت چاہتا ہوں اور تیرے بہت ہی بڑے فضلوں کا تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ تجھ کو قدرت ہے مجھے قدرت نہیں اور تجھ کو علم ہے مجھے علم نہیں اور تو پوشیدہ

---

[1] الفاظ "قَالَ مُحَمَّدٌ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ثالث حاشیہ صفحہ ۶۲)

[2] لفظ "كُلِّهَا" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثالث حاشیہ صفحہ ۶۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِيْنِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاقْدُرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيْهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِيْنِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي أَوْ قَالَ فِي عَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ قَالَ وَيُسَمِّي حَاجَتَهُ.

اطرافه: ٦٣٨٢، ٧٣٩٠۔

باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اے میرے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے دین میں اور میری روزی میں اور میرے اس کام کے انجام کے لحاظ سے بہتر ہے یا فرمایا: اس وقت یا آئندہ کے لئے بہتر ہے تو مجھے یہ نصیب کر اور اس کو میرے لئے آسان کردے اور پھر اس میں میرے لئے برکت ڈال اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے میرے دین میں اور میری روزی میں اور میرے اس کام کے انجام کے لحاظ سے نقصان دہ ہے یا فرمایا: اس وقت اور آئندہ کے لیے نقصان دہ ہے تو اس کو مجھ سے ہٹا دے اور مجھے بھی اس سے ہٹا دے اور جہاں میرے لئے بھلائی مقدر ہو، وہاں مجھ کو عطا کر۔ پھر مجھے اس پر راضی رکھ اور (دعا میں) اپنے کام کا نام لے۔

١١٦٣ : حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ الْأَنْصَارِيَّ رضي الله عنه قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ.

اطرافه: ٤٤٤۔

۱۱۶۳: مکی بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن سعید سے، عبداللہ نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے، انہوں نے عمرو بن سلیم زرقی سے روایت کی کہ انہوں نے ابوقتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے، نہ بیٹھے۔

١١٦٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ.

۱۱۶۴: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے، اسحق نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ پھر واپس چلے گئے۔

اطرافه: ٣٨٠، ٧٢٧، ٨٦٠، ٨٧١، ٨٧٤.

١١٦٥ : حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ.

۱۱۶۵: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: سالم نے مجھے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر کے بعد اور دو رکعتیں نماز جمعہ کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد پڑھیں۔

اطرافه: ٩٣٧، ١١٧٢، ١١٨٠.

١١٦٦ : حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ إِذَا جَاءَ

۱۱۶۶: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) عمرو بن دینار نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ خطبہ دیتے ہوئے

أَحَدُكُمْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ أَوْ قَدْ خَرَجَ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

فرمایا: جب تم میں سے کوئی (مسجد میں) آئے اور امام لوگوں سے مخاطب ہو یا وہ (خطبہ کے لئے) نکل چکا ہو تو چاہیے کہ وہ دو رکعتیں نماز پڑھ لے۔

اطرافہ: ۹۳۰، ۹۳۱۔

١١٦٧: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَكِيُّ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ فَقِيْلَ لَهُ هَذَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَخَلَ الْكَعْبَةَ قَالَ فَأَقْبَلْتُ فَأَجِدُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ وَأَجِدُ بِلَالًا عِنْدَ الْبَابِ قَائِمًا فَقُلْتُ يَا بِلَالُ {أَ☆}صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَأَيْنَ قَالَ بَيْنَ هَاتَيْنِ الْأُسْطُوَانَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ.

۱۱۶۷: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: سیف بن سلیمان مکی نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے مجاہد سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس اُن کے گھر میں کسی نے آ کر ان سے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تو آ گئے) ہیں۔ آپؐ تو کعبہ میں داخل بھی ہو گئے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ کہتے تھے: میں آیا اور کیا دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کعبہ سے) نکل آئے ہیں اور حضرت بلالؓ کو دروازہ کے پاس کھڑا پایا۔ میں نے کہا: بلال! (کیا☆) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے میں نماز پڑھی ہے؟ حضرت بلالؓ نے جواب دیا: ہاں۔ میں نے پوچھا: کہاں؟ انہوں نے کہا: ان دو ستونوں کے درمیان۔ اس کے بعد باہر آ کر آپؐ نے کعبے کے دروازے کے سامنے دو رکعتیں پڑھیں۔

أطرافه: ۳۹۷، ٤٦٨، ٥٠٤، ٥٠٥، ٥٠٦، ١١٧١، ١٥٩٨، ١٥٩٩، ٢٩٨٨، ٤٤٠٠۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَوْصَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چاشت کی

☆ لفظ "اَصَلَّی" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ثالث حاشیہ صفحہ ۶۴)

بِرَكْعَتَيِ الضُّحَى وَقَالَ عِتْبَانُ غَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعْدَ مَا امْتَدَّ النَّهَارُ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ.

دو رکعتیں پڑھنے کی تاکید فرمائی اور حضرت عتبان بن مالکؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صبح کو جبکہ دن کافی چڑھ چکا تھا، میرے پاس آئے اور ہم آپؐ کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے دو رکعتیں پڑھائیں۔

تشریح: مَا جَاءَ فِي التَّطَوُّعِ مَثْنٰى مَثْنٰى: باب۱۰ میں گذر چکا ہے کہ رات کی نماز یعنی تہجد دو دو رکعت کر کے پڑھی جائے۔ اس سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ دن کے نوافل چار چار رکعتیں کر کے پڑھے جائیں۔ اس خیال کو ردّ کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کیا ہے اور عنوانِ باب کو مطلق رکھ کر رات اور دن کی خصوصیت اُڑا دی ہے اور اس میں بعض صحابہ اور تابعین کے عمل درآمد کا حوالہ دیا ہے۔ حضرت عمارؓ، حضرت ابوذرؓ اور عکرمہ سے متعلق ابن ابی شیبہ نے روایت نقل کی ہے (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوات، باب من کان یقول اذا دخلت المسجد فصل رکعتین، جزء اول صفحہ۲۹۹، روایت نمبر۳۴۲۱، ۳۴۲۴، ۳۴۲۶) اور حضرت انسؓ کا حوالہ اس باب کی روایت نمبر۱۱۶۴ میں مختصر اور کتاب الصلوٰۃ، باب۲۰ روایت نمبر ۳۸۰ میں مفصل مذکور ہے۔ نیز اس باب میں آٹھ روایتیں مرفوعاً نقل کی ہیں، جن میں سے چھ موصول ہیں (روایات نمبر۱۱۶۲ تا ۱۱۶۷) اور آخری دو معلق (تحت روایت نمبر۱۱۶۷) امام ابوحنیفہ کا مذہب مسئلہ معنونہ کے بارہ میں یہ ہے کہ دن کے نوافل خواہ دو دو خواہ چار چار کر کے پڑھے جائیں، نمازی کو اختیار ہے۔ مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ نوافل خواہ رات کو پڑھے جائیں یا دن کو، پسندیدہ بات یہی ہے کہ دو دو کر کے پڑھے جائیں۔ امام بخاریؒ ان تمام مستند حوالوں سے یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کتاب تقصیر الصلاۃ باب۱۲ میں حضرت ام ہانیؓ کی روایت (نمبر۱۱۰۳) بھی اس تعلق میں ملاحظہ ہو۔

بَاب ٢٦ : اَلْحَدِيْثُ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ

فجر کی دو رکعتوں کے بعد باتیں کرنا

١١٦٨ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ كُنْتُ

۱۱۶۸: ہم سے علی بن عبداللہ (مدینی) نے بیان کیا، کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابونضر نے کہا: میرے باپ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھتے۔ پھر اگر

مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ قُلْتُ لِسُفْيَانَ فَإِنَّ بَعْضَهُمْ يَرْوِيْهِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَالَ سُفْيَانُ هُوَ ذَاكَ.

میں جاگتی ہوتی تو آپؐ مجھ سے باتیں کرتے، ورنہ لیٹ جاتے۔(علی بن مدینی کہتے تھے:) میں نے سفیان سے کہا: بعض یوں روایت کرتے ہیں: فجر کی دو رکعتیں پڑھتے۔ سفیان نے جواب دیا: وہی تو ہیں۔

اطرافہ: ۱۱۱۹، ۱۱۶۱۔

تشریح: **اَلْحَدِيْثُ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ**: ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ فجر کی سنتوں کے بعد کلام کرنا مکروہ ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۸)

بَاب ۲۷ : تَعَاهُدُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَمَنْ سَمَّاهُمَا تَطَوُّعًا

فجر کی دو رکعتیں التزام سے پڑھنا اور جس نے ان کا نام نفل رکھا

۱۱۶۹: حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا **قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ** صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.**

۱۱۶۹: بیان بن عمرو نے ہمیں بتایا، (کہا:) یحيٰ بن سعید (قطان) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عطاء سے، عطاء نے عبید بن عمیر سے، عبید نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: نبی ﷺ نفلوں میں سے کسی کی اتنی سختی سے پابندی نہیں کرتے تھے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی۔

تشریح: **تَعَاهُدُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَمَنْ سَمَّاهُمَا تَطَوُّعاً**: یہ رکعتیں باوجود نفل ہونے کے نبی ﷺ پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ مسند بیہقی میں ابن جریج کی یہ روایت ہے: قُلْتُ لِعَطَاءٍ اَوَاجِبَةٌ رَكْعَتَا الْفَجْرِ اَوْ هِيَ مِنَ التَّطَوُّعِ. میں نے عطاء سے پوچھا: آیا فجر کی رکعتیں واجب ہیں یا نفل؟ تو انہوں نے مذکورہ بالا روایت (نمبر ۱۱۶۹) کا حوالہ دیا جس میں وہ نفل قرار دی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں اس تعلق میں کتاب التہجد باب ۲۲ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ۲۸ : مَا يُقْرَأُ فِي رَكْعَتَي الْفَجْرِ

فجر کی دو رکعتوں میں قراءت کیسی ہو؟

۱۱۷۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّي إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

اطرافه: ٦٢٦، ٩٩٤، ١١٢٣، ١١٣٩، ١١٤٠، ١١٦٠، ٦٣١٠

۱۱۷۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ پھر جب صبح کو اذان سنتے تو دو ہلکی ہلکی رکعتیں پڑھتے۔

۱۱۷۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمَّتِهِ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۱۷۱: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، کہا: محمد بن جعفر نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن سے، محمد نے اپنی پھوپھی عمرہ سے، عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم......

ح و حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى إِنِّي لَأَقُولُ هَلْ قَرَأَ بِأُمِّ الْكِتَابِ.

اور ہم سے احمد بن یونس نے بھی بیان کیا، (کہا:) زہیر نے ہم سے بیان کیا (انہوں نے کہا:) یحيٰ بن سعید (انصاری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن سے، محمد نے عمرہ سے، عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو رکعتیں جو صبح کی نماز سے پہلے ہیں، اتنی ہلکی پڑھا کرتے تھے کہ میں خیال کرتی: آیا آپؐ نے سورہ فاتحہ بھی پڑھی ہے؟

تشریح: **مَا يُقْرَءُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی یہ دو رکعتیں ہلکی پڑھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ دیکھنے والے کو خیال پیدا ہوتا کہ آیا آپؐ نے سورۂ فاتحہ بھی پڑھی ہے یا نہیں۔ اس سے فقہاء نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس میں قرأت اونچی آواز سے نہ پڑھی جائے اور امام مالکؒ نے صرف سورہ فاتحہ پڑھنا مستحب قرار دیا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک کوئی حرج نہیں اگر چھوٹی سی سورۃ بھی پڑھ لی جائے۔ امام ابوحنیفہؒ نے قرأت وعدم قرأت سے متعلق مطلق اجازت دی ہے۔ غرض یہ اختلاف مدنظر رکھ کر مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔ ابن ماجہ نے حضرت عائشہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ آپؐ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ پڑھا کرتے تھے۔

(سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة، باب ما جاء فيما يقرأ في الركعتين قبل الفجر)

جس فریق کی یہ رائے ہے کہ تعیین کی ضرورت نہیں، اس نے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ سے استدلال کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی کوئی تخصیص نہیں کی۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۱، ۶۲۔

{أَبْوَابُ التَّطَوُّعِ}[1]

بَاب ۲۹: اَلتَّطَوُّعُ بَعْدَ الْمَكْتُوْبَةِ

فرضوں کے بعد اپنی خوشی سے نماز پڑھنا

{۱۱۷۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَسَجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَأَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ فَفِي بَيْتِهِ.[2]}

۱۱۷۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ بن سعید (قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نافع نے مجھے بتایا کہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں نماز جمعہ کے بعد پڑھیں۔ مغرب اور عشاء کی رکعتیں تو آپؐ اپنے گھر میں پڑھتے تھے۔[2]

اطرافه: ۹۳۷، ۱۱۶۵، ۱۱۸۰۔

---

[1] عنوان "أبواب التّطوُّع" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۶۵)

[2] یہ الفاظِ حدیث فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۶۵)

١١٧٣ : وَحَدَّثَتْنِي أُخْتِي حَفْصَةُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَعْدَ مَا يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَكَانَتْ سَاعَةً لَا أَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيْهَا. تَابَعَهُ كَثِيْرُ بْنُ فَرْقَدٍ وَأَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ وَقَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي أَهْلِهِ.

اطرافه: ٦١٨، ١١٨١.

۱۱۷۳: اور میری بہن حفصہؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طلوعِ فجر کے بعد دو ہلکی ہلکی رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور وہ ایسا وقت تھا کہ میں اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جاتا تھا۔

(عبید اللہ کی طرح) یہ بات کثیر بن فرقد اور ایوب نے بھی نافع سے روایت کی اور ابن ابی زناد نے بھی اس کو موسیٰ بن عقبہ سے بروایت نافع نقل کیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: عشاء کے بعد اپنے کنبے میں۔

تشریح: اَلتَّطَوُّعُ بَعْدَ الْمَكْتُوْبَةِ: جس روایت کا حوالہ باب مذکور کے ذیل میں دیا گیا ہے، اس میں ظہر کے سوا باقی تین نمازوں میں نفل بعد نماز فریضہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ اس لئے عنوانِ باب بھی بَعْدَ الْمَكْتُوْبَةِ کے الفاظ سے قائم کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب اور عشاء کے نفل گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سے یہ مراد نہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے یہ نوافل آپؐ کے ساتھ باجماعت پڑھے بلکہ یہ مراد ہے کہ آپؐ نے بھی پڑھے اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بھی۔

بَاب ٣٠ : مَنْ لَّمْ يَتَطَوَّعْ بَعْدَ الْمَكْتُوْبَةِ

جو فرضوں کے بعد نفل نہ پڑھے

١١٧٤ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الشَّعْثَاءِ جَابِرًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيْعًا وَسَبْعًا جَمِيْعًا قُلْتُ يَا أَبَا الشَّعْثَاءِ أَظُنُّهُ أَخَّرَ

۱۱۷۴: علی بن عبد اللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے ابو الشعثاء جابر (بن زید) سے سنا۔ کہتے تھے: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ رکعتیں اور سات رکعتیں جمع کر کے پڑھیں۔ (عمرو کہتے تھے:) میں نے کہا: ابو الشعثاء!

الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ قَالَ وَأَنَا أَظُنُّهُ.

میرا خیال ہے۔ آپؐ نے ظہر تو دیر سے اور عصر جلدی پڑھی ہوگی اور عشاء جلدی اور مغرب دیر سے پڑھی ہوگی۔ ابوالشعثاء نے کہا: میں بھی یہی خیال کرتا ہوں۔

اطرافه: ٥٤٣، ٥٦٢۔

تشریح: مَنْ لَّمْ يَتَطَوَّعْ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ: یعنی جب دو نمازیں جمع کرے تو پھر نفل نہ پڑھے۔ حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت کتاب المواقیت میں گذر چکی ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۵۴۳)

بَاب ٣١: صَلَاةُ الضُّحَى فِي السَّفَرِ

سفر میں چاشت کی نماز پڑھنا

١١٧٥: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ تَوْبَةَ عَنْ مُوَرِّقٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَتُصَلِّي الضُّحَى قَالَ لَا قُلْتُ فَعُمَرُ قَالَ لَا قُلْتُ فَأَبُو بَكْرٍ قَالَ لَا قُلْتُ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا إِخَالُهُ.

۱۱۷۵: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ (بن سعید قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے توبہ (بن کیسان) سے، توبہ نے مورّق (بن مشمرج) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آپؓ ضحیٰ کی نماز پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ میں نے پوچھا: حضرت عمرؓ؟ کہا: نہیں۔ میں نے پوچھا: حضرت ابوبکرؓ؟ کہا: نہیں۔ میں نے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ کہا: میرا خیال ہے نہیں۔

١١٧٦: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى يَقُولُ مَا حَدَّثَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ فَإِنَّهَا قَالَتْ

۱۱۷۶: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ (کہا:) عمرو بن مرہ نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا۔ کہتے تھے: ہم سے سوائے حضرت امّ ہانیؓ کے کسی نے بیان نہیں کیا کہ انہوں نے نبی

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ وَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ فَلَمْ أَرَ صَلَاةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ.

صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا۔ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن ان کے گھر میں آئے اور آپؐ نے غسل کیا اور آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ میں نے اس سے زیادہ ہلکی نماز کبھی نہیں دیکھی مگر آپؐ پوری طرح رکوع اور سجدہ کرتے تھے۔

اطرافه: ۱۱۰۳، ۴۲۹۲۔

تشریح: **صَلٰوةُ الضُّحٰی فِی السَّفَرِ**: روایت نمبر ۱۱۷۲ میں طلوع فجر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کا حوالہ گذر چکا ہے۔ امام بخاریؒ یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سفر میں آپ نے چاشت کے نفل نہیں پڑھے۔ سوائے فتح مکہ کے دن۔ (نمبر ۱۱۰۳، ۱۱۷۶) روایت نمبر ۱۱۷۵ میں بھی حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپؐ چاشت کی نماز نہ پڑھتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہؓ کا قول بطور حوالہ روایت نمبر ۱۱۶۷ میں ابھی گذر چکا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو چاشت کے وقت دو رکعتیں پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی یہی روایت باب نمبر ۳۳ میں بھی درج کی گئی ہے، جس کا عنوان صَلٰوةُ الضُّحٰی فِی الْحَضَرِ ہے۔ مگر یہاں صَلٰوةُ الضُّحٰی فِی السَّفَرِ ہے۔ محولہ بالا روایتوں کے پیش نظر مختلف عنوان قائم کر کے امام موصوفؒ نے ان کے مابین جو اختلاف نظر آتا ہے اسے دور کیا ہے۔ یعنی یہ کہ جہاں چاشت نہ پڑھنے کا ذکر ہے وہ بحالت سفر ہے اور جہاں پڑھنے کا ذکر ہے وہ بحالت حضر ہے۔

بَاب ۳۲: مَنْ لَّمْ يُصَلِّ الضُّحَى وَرَآهُ وَاسِعًا

جو چاشت کی نماز نہ پڑھے اور اس میں وسعت سمجھے

۱۱۷۷: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحَى وَإِنِّي لَأُسَبِّحُهَا.

۱۱۷۷: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپؐ نے چاشت کی نماز پڑھی ہو اور میں تو اسے پڑھتی ہوں۔

اطرافه: ۱۱۲۸۔

بَاب ۳۳ : صَلَاةُ الضُّحَى فِي الْحَضَرِ

حضر میں چاشت کی نماز پڑھنا

قَالَهُ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اسے حضرت عتبانؓ (بن مالک) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

۱۱۷۸ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْجُرَيْرِيُّ هُوَ ابْنُ فَرُّوْخَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيْلِي بِثَلَاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ حَتَّى أَمُوْتَ صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَصَلَاةِ الضُّحَى وَنَوْمٍ عَلَى وِتْرٍ.

اطرافه: ۱۹۸۱۔

۱۱۷۸: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) عباس جریری جو ابن فروح ہیں، نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوعثمان نہدی سے، ابوعثمان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میرے جانی دوست (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے تین باتوں کی تاکید فرمائی۔ مرنے تک میں انہیں نہیں چھوڑوں گا۔ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنا اور چاشت کی نماز پڑھنا اور وتر پڑھ کر سونا۔

۱۱۷۹ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَكَانَ ضَخْمًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا أَسْتَطِيْعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ وَنَضَحَ لَهُ طَرَفَ حَصِيْرٍ بِمَاءٍ

۱۱۷۹: علی بن جعد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے انس بن سیرین سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک انصاریؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ایک انصاری شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اور وہ بھاری بھرکم تھا، میں آپؐ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا۔ پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کروایا اور آپؐ کو اپنے گھر پر بلایا اور آپؐ کے لئے چٹائی کا ایک ٹکڑا پانی ڈال

فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ فُلَانُ بْنُ فُلَانِ بْنِ جَارُوْدٍ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى فَقَالَ مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى غَيْرَ ذَلِكَ الْيَوْمِ.

کر دھویا۔ آپؐ نے اس پر دو رکعتیں پڑھیں اور فلاں (یعنی عبدالحمید) جو کہ فلاں ابن جارود (یعنی ابن منذر) کے بیٹے تھے، نے حضرت انس (بن مالک) رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے آپؐ کو سوائے اس دن کے پڑھتے نہیں دیکھا۔

اطرافه: ٦٧٠، ٦٠٨٠۔

تشریح: **صَلَاةُ الضُّحٰى فِي الْحَضَرِ:** بعض فقہاء کا خیال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن سفر کی حالت میں جو چاشت کے وقت نماز پڑھی تھی وہ بطور شکرانہ تھی۔ ایسا ہی بدر کے دن بھی جب آپؐ کو ابوجہل کے قتل کی خبر پہنچی تو چاشت کے وقت نماز پڑھی۔ حضرت عتبانؓ کے گھر جا کر جب آپؐ نے دو نفل پڑھے تھے تو وہ وقت اتفاق سے چاشت کا تھا۔ غرض اُن کے نزدیک یہ نماز مستقل طور پر مسنون نہیں۔ بلکہ کسی نہ کسی وجہ سے پڑھی گئی۔ مثلاً جب آپؐ سفر سے واپس آتے تو دن کے پہلے حصہ میں شہر میں داخل ہوتے اور اسی وقت مسجد میں جا کر دو رکعتیں پڑھتے اور یہ وقت بھی چاشت کا ہوتا۔ بنابریں حضرت عائشہؓ کے قول: مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحٰى سے یہ مراد معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ نے پابندی کے ساتھ ہمیشہ اسے نہیں پڑھا۔ وَإِنِّيْ لَأُسَبِّحُهَا اور میں تو اسے ہمیشہ پڑھتی ہوں۔ امام مسلمؒ کی ایک روایت سے بھی اسی مفہوم کی تصدیق ہوتی ہے۔ انہوں نے عبداللہ بن شقیق کی یہ روایت نقل کی ہے: قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ الضُّحٰى قَالَتْ لَا إِلَّا أَنْ يَّجِيْءَ مِنْ مُغِيْبِهٖ. (مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها. باب استحباب الصلاة الضحى) {میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: کیا نبی ﷺ چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ سوائے اس کے کہ آپؐ سفر سے واپس آتے (تو پڑھتے تھے)}

اگلے باب کی روایتیں بھی اس امر کی تصدیق کرتی ہیں کہ جنہوں نے انکار کیا ہے، انہوں نے درحقیقت صرف اس بات سے انکار کیا ہے کہ چاشت کی نماز معین صورت میں مقررہ تعداد رکعات کے ساتھ اور بطور مداومت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے نہیں دیکھا گیا۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۷۲، ۷۳)

بَاب ٣٤ : اَلرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ

ظہر سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا۔

١١٨٠ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلاةِ الصُّبْحِ وَكَانَتْ سَاعَةً لَا يُدْخَلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا.

اطرافه: ٩٣٧، ١١٦٥، ١١٧٢۔

۱۱۸۰: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے دس رکعتیں یاد رکھی ہیں۔ دو ظہر سے پہلے اور دو اس کے بعد اور دو مغرب کے بعد، یہ اپنے گھر میں پڑھتے تھے اور دو عشاء کے بعد، یہ بھی اپنے گھر میں پڑھتے تھے اور دو رکعتیں صبح کی نماز سے پہلے اور یہ وہ وقت تھا کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی بھی نہیں جاتا تھا۔

١١٨١ : حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَطَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

اطرافه: ٦١٨، ١١٧٣۔

۱۱۸۱: حضرت حفصہؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مؤذن اذان دیتا اور پوپھٹتی آپؐ دو رکعتیں پڑھتے۔

١١٨٢ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ

۱۱۸۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ (بن سعید قطان) نے ہم سے بیان کیا۔ شعبہ سے مروی ہے۔ (انہوں نے کہا:) ابراہیم بن محمد بن منتشر سے روایت ہے۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی

الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَعَمْرٌو عَنْ شُعْبَةَ.

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعت ظہر سے پہلے نہیں چھوڑا کرتے تھے اور دو رکعتیں صبح سے پہلے۔

تشریح: اَلرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ: باب نمبر۲۹ میں فرضوں کے بعد نفل پڑھنے کا ذکر ہے۔ یہاں نماز فریضہ سے پہلے پڑھنے کا ذکر ہے۔ ظہر اور فجر سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں نفل پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ نمبر۱۱۷۲، ۱۱۷۳ میں اس کے متعلق روایات گذر چکی ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کے بیانات میں جو اختلاف ہے، اس کی یہ تاویل کی گئی ہے کہ گھر میں ظہر سے پہلے آپؐ چار رکعتیں پڑھتے اور مسجد میں دو رکعتیں۔ امام احمد بن حنبل اور ابوداؤد رحمہم اللہ نے حضرت عائشہؓ سے جو روایت نقل کی ہے اس سے گھر میں چار رکعتیں پڑھنے کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں: كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا فِيْ بَيْتِي ثُمَّ يَخْرُجُ. (ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب تفریع ابواب التطوع) (مسند احمد بن حنبل جزء۶ صفحہ۲۳۹) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں چار رکعت ظہر سے پہلے پڑھتے پھر باہر جاتے۔ یہ وہی چار رکعتیں ہیں، جو بطور سنت ظہر سے قبل پڑھی جاتی ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۶۔

بَاب ۳۵: اَلصَّلَاةُ قَبْلَ الْمَغْرِبِ

مغرب سے پہلے نماز پڑھنا

۱۱۸۳: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ الْمُزَنِيُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوْا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً.

اطرافه: ۷۳۶۸۔

۱۱۸۳: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوارث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حسین (معلّم) سے، حسین نے (عبداللہ) بن بریدہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عبداللہ (بن مغفل) مزنی نے مجھے بتایا کہ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مغرب کی نماز سے پہلے بھی پڑھو۔ تیسری بار یوں فرمایا: یہ اس کے لئے ہے جو (پڑھنا) چاہے۔ اس لئے کہ آپؐ ناپسند فرماتے تھے کہ کہیں لوگ اسے سنت (مؤکدہ) نہ قرار دے لیں۔

۱۱۸۴: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي أَيُّوْبَ قَالَ

۱۱۸۴: عبداللہ بن یزید نے ہم سے بیان کیا، کہا: سعید بن ابی ایوب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے

حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ أَبِي حَبِيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَرْثَدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْيَزَنِيَّ قَالَ أَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ فَقُلْتُ أَلَا أُعْجِبُكَ مِنْ أَبِي تَمِيْمٍ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْآنَ قَالَ الشُّغْلُ.

کہا: یزید بن ابی حبیب نے مجھ سے بیان کیا، کہا: میں نے مرثد بن عبداللہ یزنی سے سنا۔ کہتے تھے: میں حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ (صحابی) کے پاس آیا اور میں نے کہا: کیا میں آپ کو ابوتمیم (حضرت عبداللہؓ بن مالک) کی عجیب بات نہ بتاؤں؟ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں۔ عقبہ نے کہا: ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ میں نے کہا: تو اب آپ کو کیا روک ہے؟ انہوں نے جواب دیا: مصروفیت۔

تشریح: اَلصَّلَاةُ قَبْلَ الْمَغْرِبِ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں یہ چاہتے تھے کہ لوگ بطیب خاطر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہیں۔ وہاں اس بات کو بھی ملحوظ رکھتے تھے کہ عبادت لوگوں پر بوجھ نہ ہو۔ مغرب سے پہلے دو رکعتیں بھی ان نوافل میں سے ہیں، جن کا پڑھنا یا نہ پڑھنا نمازی کے اختیار پر ہے اور یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہمیشہ نہیں پڑھیں۔

امام احمد بن حنبلؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ اور ابن حبانؒ نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے جانے کی نسبت بعض روایتیں نقل کی ہیں۔☆ جو امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں، اس لئے انہیں نظر انداز کر دیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۷)

بَاب ٣٦: صَلَاةُ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً

نفل باجماعت پڑھنا

ذَكَرَهُ أَنَسٌ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے نقل کیا۔

١١٨٥: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَحْمُوْدُ بْنُ

۱۱۸۵: اسحق (بن راہویہ) نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) میرے باپ نے

☆(ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب الصلوٰۃ قبل العصر) (ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی الاربع قبل العصر)

الرَّبِيْعِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِهِ مِنْ بِئْرٍ كَانَتْ فِي دَارِهِمْ.

ہمیں بتایا۔ ابن شہاب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت محمود بن ربیع انصاریؓ نے مجھے بتایا کہ انہیں رسول اللہ ﷺ کا ہوش ہے اور انہیں وہ کلی بھی یاد ہے جو آپؐ نے ان کے منہ پر اس کنوئیں سے لے کر ڈالی؛ جو اُن کے گھر میں تھا۔

أطرافه: ٧٧، ١٨٩، ٨٣٩، ٦٣٥٤، ٦٤٢٢.

١١٨٦: فَزَعَمَ مَحْمُوْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُنْتُ أُصَلِّي لِقَوْمِي بِبَنِي سَالِمٍ وَكَانَ يَحُوْلُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَادٍ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ قِبَلَ مَسْجِدِهِمْ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصَرِيْ وَإِنَّ الْوَادِيَ الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَ قَوْمِي يَسِيْلُ إِذَا جَاءَتِ الْأَمْطَارُ فَيَشُقُّ عَلَيَّ اجْتِيَازُهُ فَوَدِدْتُ أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّي مِنْ بَيْتِي مَكَانًا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَفْعَلُ فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

۱۱۸۶: حضرت محمودؓ کا خیال ہے کہ انہوں نے حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں میں موجود تھے۔ کہتے تھے: میں اپنی قوم بنی سالم کو نماز پڑھایا کرتا تھا اور میرے اور ان کے درمیان نالہ تھا۔ جب بارشیں ہوتیں تو ان کی مسجد کی طرف عبور کر کے جانا میرے لئے مشکل ہوتا۔ اس لئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپؐ سے عرض کیا کہ میں اپنی بینائی کمزور پاتا ہوں اور وہ نالہ جو میرے اور میری قوم کے درمیان ہے، جب بارشیں آتی ہیں، بہنے لگتا ہے اور میرے لئے وہ عبور کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے میری خواہش ہے کہ آپؐ آئیں اور میرے گھر میں ایسی جگہ نماز پڑھیں جسے میں نماز کی جگہ بنالوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آؤں گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دن چڑھے میرے پاس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بَعْدَ مَا اشْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فِيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ وَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ فَحَبَسْتُهُ عَلَى خَزِيْرٍ يُصْنَعُ لَهُ فَسَمِعَ أَهْلُ الدَّارِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي فَثَابَ رِجَالٌ مِّنْهُمْ حَتَّى كَثُرَ الرِّجَالُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ مَا فَعَلَ مَالِكٌ لَا أَرَاهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ ذَاكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذَاكَ أَلَا تَرَاهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللهِ فَقَالَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ أَمَّا نَحْنُ فَوَاللهِ مَا نَرَى وُدَّهُ وَلَا حَدِيْثَهُ إِلَّا إِلَى الْمُنَافِقِيْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ

نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے اجازت دی۔ آپؐ بیٹھے نہیں اور آپؐ نے فرمایا: آپؓ اپنے گھر میں سے کون سی جگہ پسند کرتے ہیں کہ میں وہاں نماز پڑھوں۔ میں نے آپؐ کو اس جگہ کی طرف اشارہ کیا، جہاں میں چاہتا تھا کہ آپؐ نماز پڑھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور اللہ اکبر کہا اور ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی۔ آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا اور جس وقت آپؐ نے سلام پھیرا ہم نے بھی سلام پھیرا اور میں نے آپؐ کو حلیم کھانے کے لئے روک لیا جو آپؐ کے لئے تیار ہو رہا تھا۔ محلّہ والوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ بھاگے آئے یہاں تک کہ گھر میں بہت آدمی ہو گئے۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا: مالک (بن دخشن) کہاں ہے؟ میں اسے نہیں دیکھتا۔ تو کسی نے کہا: وہ تو منافق ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے اس کو محبت نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا مت کہو۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ اس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کیا ہے، وہ اس (اقرار) سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتا ہے۔ اس نے کہا: اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ ہم تو بخدا اس کی دوستی اور اس کی باتیں منافقوں ہی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آگ اس شخص پر حرام کر دی ہے۔ جس نے لا اِلٰـهَ کا ایسا

إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ مَحْمُوْدٌ فَحَدَّثْتُهَا قَوْمًا فِيْهِمْ أَبُو أَيُّوْبَ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَتِهِ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيْهَا وَيَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَلَيْهِمْ بِأَرْضِ الرُّوْمِ فَأَنْكَرَهَا عَلَيَّ أَبُو أَيُّوْبَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا أَظُنُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتَ قَطُّ فَكَبُرَ ذَلِكَ عَلَيَّ فَجَعَلْتُ لِلّٰهِ عَلَيَّ إِنْ سَلَّمَنِي حَتَّى أَقْفُلَ مِنْ غَزْوَتِي أَنْ أَسْأَلَ عَنْهَا عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنْ وَّجَدْتُهُ حَيًّا فِي مَسْجِدِ قَوْمِهِ فَقَفَلْتُ فَأَهْلَلْتُ بِحَجَّةٍ أَوْ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ سِرْتُ حَتَّى قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَأَتَيْتُ بَنِي سَالِمٍ فَإِذَا عِتْبَانُ شَيْخٌ أَعْمَى يُصَلِّي لِقَوْمِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ مِنْ الصَّلَاةِ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَأَخْبَرْتُهُ مَنْ أَنَا ثُمَّ سَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ الْحَدِيْثِ فَحَدَّثَنِيْهِ كَمَا حَدَّثَنِيْهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ.

اقرار کیا۔ جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتا ہو۔ حضرت محمودؓ (بن ربیع) کہتے تھے: میں نے یہ بات کچھ اور لوگوں سے بیان کی، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی حضرت ابو ایوبؓ (انصاری) بھی تھے، جو اس جنگ میں تھے جس میں وہ ملکِ روم میں فوت ہوئے اور یزید بن معاویہ ان کے سردار تھے تو حضرت ابو ایوبؓ نے میری بات کا انکار کیا اور کہا بخدا میں نہیں سمجھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسا کہا ہو جو تم نے بیان کیا ہے۔ یہ بات مجھ پر بہت گراں گزری تو میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے اوپر منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے سلامت رکھا اور اس جنگ سے واپس لوٹا تو یہ بات حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھوں گا۔ بشرطیکہ میں نے ان کی قوم کی مسجد میں ان کو زندہ پایا۔ چنانچہ میں لوٹا اور حج یا عمرہ کا احرام باندھا۔ پھر میں چل پڑا۔ یہاں تک کہ مدینہ آیا اور بنی سالم کے محلّہ میں گیا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عتبانؓ بوڑھے ہو گئے ہیں اور آپؓ کی بینائی جاتی رہی ہے۔ آپؓ اپنی قوم کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے انہیں سلام کیا اور انہیں بتایا کہ میں کون ہوں۔ پھر میں نے ان سے وہ بات پوچھی تو انہوں نے اس کو اسی طرح بیان کیا، جس طرح کہ پہلی دفعہ مجھ سے بیان کیا تھا۔

اطرافہ: ٤٢٤، ٤٢٥، ٦٦٧، ٦٨٦، ٨٣٨، ٨٤٠، ٤٠١٠، ٥٤٠١، ٦٤٢٣، ٦٩٣٨۔

تشریح: صَلَاةُ النَّوَافِلِ جَمَاعَةً: عنوانِ باب میں جن دوروایتوں کے حوالے دیئے گئے ہیں، وہ نمبر ۳۸۰ اور نمبر ۱۱۲۹ میں گذر چکی ہیں۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے چاشت اور تہجد کے نفل باجماعت پڑھائے۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ: حضرت ابوایوب انصاریؓ خالد بن زید ہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپؐ ان کے ہاں مہمان ہوئے تھے۔ حضرت معاویہؓ کے عہدِ خلافت ۵۰ھ میں جب رومیوں کے ساتھ جنگ ہوئی تو اس میں حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی شریک تھے اور یزید سپہ سالار تھا۔ قسطنطنیہ کے محاصرہ میں یہ شہید ہوئے۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ گھوڑوں کے سموں کے نیچے انہیں دفن کیا جائے اور قبر کا نشان نہ رہے۔ مگر انہیں قسطنطنیہ کی فصیل کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اسی اثناء میں حضرت محمودؓ بن ربیع سے جب انہوں نے یہ روایت سنی تو انہوں نے انکار کیا۔ بعض کا خیال ہے کہ ان کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ خالی لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار آگ سے محفوظ نہیں رکھ سکتا، جب تک اعمالِ صالحہ اس کے ساتھ نہ ہوں یہ ثابت شدہ اسلامی مسئلہ ہے۔ (دیکھئے کتاب الایمان) مگر یَبْتَغِيْ بِذَالِکَ وَجْهَ اللّٰهِ کا جملہ بتا رہا ہے کہ یہ اقرارِ توحید کس قسم کا ہے۔ حضرت محمودؓ نے دوبارہ تحقیق اس خیال سے کی ہے کہ شاید وہ بعض الفاظ ضبط نہ کر سکے ہوں۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۱۸۰)

کسی کے ایمان یا نفاق سے متعلق لوگوں کے سامنے اظہارِ رائے نامناسب ہے۔ اس ضمن میں دیکھئے تشریح کتاب الایمان، روایت نمبر ۲۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ابن دخشن کی نسبت نکتہ چینی ناپسند فرمائی۔ اس قسم کی نکتہ چینی بجائے اصلاح کے فتنہ وفساد کا موجب ہوتی ہے۔

بَاب ۳۷: اَلتَّطَوُّعُ فِي الْبَيْتِ

گھر میں نفل پڑھنا

۱۱۸۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوْبَ وَعُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْا فِي بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا تَابَعَهُ

۱۱۸۷: عبدالاعلیٰ بن حماد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب اور عبیداللہ (بن عمر) سے، انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں میں بھی کچھ نمازیں پڑھا کرو

عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوْبَ.

اور ان کو قبریں نہ بناؤ۔ وہیب کی طرح عبدالوہاب نے بھی ایوب سے یہ حدیث نقل کی۔

اطرافه: ٤٣٢.

تشریح: اَلتَّطَوُّعُ فِي الْبَيْتِ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھروں کو عبادتِ الٰہی سے معمور رکھنے کی جو تاکید فرمایا کرتے تھے، وہ قرآن مجید کے اس ارشاد کے مطابق تھی: فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ٥ (النور:٣٧). {ایسے گھروں میں جن کے متعلق اللہ نے اِذن دیا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے، ان میں صبح وشام تسبیح کرتے ہیں۔} آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج اور اپنے دیگر رشتہ داروں کو بھی ترغیب دیا کرتے تھے کہ وہ اپنے گھروں میں غفلت کی نیند نہ سویا کریں۔ وہ گھر جو ذکرِ الٰہی سے خالی ہے، ویرانہ ہے۔ نوافل گھروں میں ہی پڑھے جانے چاہیں، جیسا کہ فرائض مساجد میں۔

(دیکھئے روایت نمبر ۶۴۴، ۷۳۱، ۱۱۸۲)

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
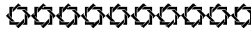
بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۰-کِتَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ فِيْ مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ

بَاب ۱ : فَضْلُ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ

مکہ و مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت

۱۱۸۸ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ قَزَعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَرْبَعًا قَالَ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً.

۱۱۸۸: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: عبدالملک نے قزعہ (بن یحییٰ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے چار باتیں سنیں۔ وہ کہتے تھے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اور وہ نبی ﷺ کے ساتھ بارہ جنگوں میں گئے تھے۔

اطرافہ: ۵۸٦، ۱۱۹۷، ۱۸٦٤، ۱۹۹۲، ۱۹۹۵۔

۱۱۸۹ : حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى

۱۱۸۹: علی (بن مدینی) نے (بھی) ہم سے بیان کیا۔ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے سعید سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: کجاوے نہ باندھے جائیں۔ مگر تین مسجدوں ہی کی طرف (جانے کے لئے۔) مسجد حرام، مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد اقصیٰ۔

۱۱۹۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَعُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِيْ هَذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيْمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

۱۱۹۰: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زید بن رباح اور عبیداللہ بن ابی عبداللہ اغر سے، انہوں نے ابوعبداللہ (سلمان) اغر سے، ابوعبداللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **میری اس مسجد میں ایک نماز ان ہزار نمازوں سے بہتر ہے جو اور جگہ پڑھی جائیں۔** سوائے مسجد حرام کے۔

تشریح: **فَضْلُ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ:** امام بخاریؒ نے ابواب التطوع کے ساتھ ہی مذکورہ بالا مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت سے متعلق روایات شامل کی ہیں۔ جس سے غالباً یہ سمجھانا مقصود ہے کہ ان مساجد کی زیارت کرنا بھی تطوع کی قسم سے ہے۔ لَا تَشُدُّ الرِّحَالَ اِلَّا لِثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ حصر بعض وقت ایک چیز کی عظمت کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ یہاں بھی یہی مراد ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ دیگر مقاماتِ مقدسہ اور آثار قیّمہ نہ دیکھے جائیں۔ بلکہ یہ مقصود ہے کہ ایسا سفر جس میں عبادت کا رنگ ہو۔ صرف ان تین مقامات کے لئے ہی مخصوص ہے۔ مذکورہ بالا مقامات شعائر اللہ میں سے ہیں۔ جو ابدی شاہد ہیں، اس بات پر کہ توحید انسان کا قبلۂ آمال ہے اور یہ کہ انبیاءؑ نے بنی نوع انسان کا غیر اللہ کی طرف سے منہ پھیرنے اور ان کو ایک نقطۂ وحدت پر جمع کرنے کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ انبیاء کی اس مقدس جدوجہد کی تاریخ محفوظ رکھنے اور ان کے نصب العین کو مسلمانوں کے ذہن میں تازہ کرنے کی غرض سے شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ترغیب دی ہے کہ وہ ان مسجدوں کی زیارت کیا کریں اور وہاں جا کر سر بسجود ہوں اور گواہ ٹھہریں کہ انبیاءؑ کا مقصد اعلیٰ دنیا سے مٹنے والا نہیں۔ بلکہ اسلام کے ذریعہ سے کمال کو پہنچے گا۔

مسجد حرام توحید کا پہلا گھر ہے۔ جس کی بنیادیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے ذریعہ سے دوبارہ اٹھائی گئیں اور مسجد نبوی مدینہ کی وہ مسجد ہے جس کی بنیاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے رکھی گئی اور جس کے ساتھ انبیاءؑ کے مقصد کی تکمیل وابستہ ہے۔ یہ طبعی امر ہے کہ انسان کی معنویات اپنے محیط کی نوعیت و کیفیت سے متأثر ہوتی ہیں۔

نِعْمَ مَا قِيْلَ ۔

اِلَـى الْآنِ اَنْـوَارُ بِبُـرْقَةِ يَثْـرِبَ نُشَـاهِـدُ فِيْهَـا كُلَّ يَوْمٍ تَـجَـدُّدَا

فَوَجْهُ الْمَدِيْنَةِ صَارَ مِنْهُ مُنَوَّرًا وَبَارَكَ حُرَّا الرَّمْلِ وَطْئًا وَّقَرْدَدَا
حَفَافَيْ جَنَانِيْ نُوْرًا مِنْ ضِيَاءِ هٖ فَأَصْبَحْتُ ذَا فَهْمٍ سَلِيْمٍ وَّذَاالْهُدٰى

(کرامات الصادقین "القصيدة الثالثة" صفحہ ۵۰- روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۹۲)

اب تک یثرب کی پتھریلی زمین میں انوار موجود ہیں۔ جن میں ہم ہر روز ایک نئی شان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ کیونکہ مدینہ کا چہرہ آپؐ کے وجود سے منور ہو گیا اور آپؐ نے وہاں کی ریتلی اور پتھریلی زمین کو برکت دی۔ آپؐ کے نور سے میرے دل کے پہلو پر نور ہو گئے۔ جس سے مجھے فہم سلیم اور راہنمائی حاصل ہوئی۔

وہ شخص جو ارشادِ نبویؐ کے ماتحت ان مساجد میں جا کر نماز پڑھے گا۔ ضرور ہے کہ اس کی نماز بھی پر کیف ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کو ہزار نمازوں سے بہتر قرار دیا ہے۔ باجماعت نماز کو اکیلے کی نماز پر ستائیس گنا زیادہ جو فضیلت ہے، اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ باجماعت نماز ادا کرنے میں خشوع خضوع پیدا ہونے کا زیادہ موقع ہوتا ہے۔ پس اصل اہمیت تو ان معنوی کیفیات کے ساتھ ہے جو دل میں ان مقدس جگہوں کے تعلق کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ایک منافق ریا کار بھی اگر وہاں نماز پڑھ لے تو اس کو بھی ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا۔ روایت نمبر ۱۱۸۹ میں مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس کا بھی ذکر ہے۔ مگر عنوانِ باب میں اسے چھوڑ دیا ہے۔ امام بخاریؒ نے ترتیب میں تاریخی یا ضمنی تقدیم و تاخیر ملحوظ نہیں رکھی۔ بلکہ اسلامی نقطۂ نظر کو مدنظر رکھ کر پہلے ان مساجد کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق براہِ راست اسلام سے ہے اور جن کو تمام مساجد پر اس لئے فوقیت ہے کہ یہ مسجدیں عمارتِ توحید کی تکمیل کے لئے وہ کونے کا پتھر ہیں "جس پتھر کو معماروں نے رد کیا۔ وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔" (متی باب ۲۱ آیت ۴۲)

بَاب ۲ : مَسْجِدُ قُبَاءٍ
مسجد قباء

۱۱۹۱ : حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا أَيُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ لَا يُصَلِّي مِنَ الضُّحَى إِلَّا فِي يَوْمَيْنِ يَوْمَ يَقْدَمُ مَكَّةَ فَإِنَّهُ كَانَ يَقْدَمُهَا ضُحًى فَيَطُوْفُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْمَقَامِ وَيَوْمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ

۱۱۹۱: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، (انہوں نے کہا: اسماعیل) بن علیہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ایوب نے ہمیں بتایا۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صرف دو دن ہی چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک تو جس دن مکہ میں آتے۔ کیونکہ وہ چاشت کے وقت مکہ میں آتے تھے تو وہ بیت اللہ کا طواف کرتے اور پھر

فَإِنَّهُ كَانَ يَأْتِيْهِ كُلَّ سَبْتٍ فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَرِهَ أَنْ يَّخْرُجَ مِنْهُ حَتَّى يُصَلِّيَ فِيْهِ قَالَ وَكَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُوْرُهُ رَاكِبًا وَمَاشِيًا.

مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھتے اور دوسرے اس دن جب مسجد قباء میں آتے اس میں ہر ہفتہ آیا کرتے تھے۔ جب مسجد میں داخل ہوتے تو ناپسند کرتے کہ اس سے نکلیں تاوقتیکہ اس میں نماز نہ پڑھ لیں۔ نافع نے کہا اور حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد قباء کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ سواری پر بھی اور پیدل چل کر بھی۔

اطرافہ: ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۷۳۲۶۔

۱۱۹۲: قَالَ وَكَانَ يَقُوْلُ إِنَّمَا أَصْنَعُ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يَصْنَعُوْنَ وَلَا أَمْنَعُ أَحَدًا أَنْ يُصَلِّيَ فِي أَيِّ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ غَيْرَ أَنْ لَّا تَتَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا.

۱۱۹۲: (نافع نے یہ بھی) کہا اور (حضرت ابن عمرؓ) کہتے تھے: میں بھی اسی طرح کرتا ہوں جس طرح میں نے اپنے ساتھیوں کو کرتے دیکھا اور میں کسی کو منع نہیں کرتا۔ رات کو یا دن کو، جس وقت چاہے نماز پڑھے۔ مگر قصد کر کے سورج نکلنے اور اس کے ڈوبنے کے وقت نماز نہ پڑھے۔

اطرافہ: ۵۸۲، ۵۸۵، ۵۸۹، ۱۶۲۹، ۳۲۷۳۔

تشریح: **مَسْجِدُ قُبَآءٍ:** مسجدِ قباء مدینہ سے دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر بنی عمرو بن عوف کی بستی میں واقع ہے۔ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مہاجرین نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ مسجد پہلی اسلامی یادگار ہے۔ اس بستی میں مسلمانوں کی ایک جماعت تھی جس سے ملنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ میں ایک بار تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کی مسجد میں نماز پڑھتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے نہایت متبع تھے۔ وہ بھی قباء جایا کرتے تھے۔ وہاں ایک کنواں تھا جس کا نام بھی قباء تھا۔ اسی کے نام سے یہ مسجد مشہور ہوگئی تھی۔
(فتح الباری جزء۳ صفحہ۸۹)

بَاب۳: مَنْ أَتَى مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ

جومسجد قباء میں ہر ہفتے جائے

۱۱۹۳: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا وَكَانَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَفْعَلُهُ

اطرافہ: ۱۱۹۱، ۱۱۹۴، ۷۳۲٦۔

۱۱۹۳: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالعزیز بن مسلم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن دینار سے، عبداللہ بن دینار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ مسجد قباء ہر ہفتہ جایا کرتے تھے۔ پیدل بھی اور سوار ہو کر بھی اور حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

بَاب ٤: إِتْيَانُ مَسْجِدِ قُبَاءٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا

مسجد قباء میں چل کر اور سوار ہو کر آنا

۱۱۹٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي قُبَاءَ رَاكِبًا وَمَاشِيًا زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ فَيُصَلِّيْ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ.

اطرافہ: ۱۱۹۱، ۱۱۹۳، ۷۳۲٦۔

۱۱۹۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نافع نے مجھے بتایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ (مسجد) قباء میں آیا کرتے تھے؛ سوار ہو کر بھی اور چل کر بھی۔ (عبداللہ) بن نمیر نے اتنا اور بڑھایا۔ (کہا:) عبیداللہ نے ہمیں بتایا کہ نافع سے مروی ہے۔ پھر اس میں آپؐ دو رکعتیں پڑھتے۔

تشریح: **اِتْيَانُ مَسْجِدِ قُبَاءٍ مَاشِيًا وَّرَاكِبًا:** عمرو بن شیبہؒ نے صحیح سند سے سعدؓ بن ابی وقاص کا یہ قول نقل کیا ہے: لَاَنْ اُصَلِّيَ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ رَكْعَتَيْنِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اٰتِيَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ

مَرَّتَيْنِ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْ قُبَاءٍ لَضَرَبُوْا اِلَيْهِ اَكْبَادَ الْاِبِلِ (فتح الباری جزء۳صفحہ۹۰) یعنی یہ کہ مسجدِ قباء میں دو رکعت نماز مجھے زیادہ پیاری ہے۔اس بات سے کہ میں بیت المقدس دو دفعہ جاؤں۔ اگر انہیں معلوم ہو کہ مسجدِ قبا میں آنے کا کیا ثواب ہے تو دور دراز مقامات سے اونٹوں پر سوار ہو کر آنے کے لئے جدوجہد کریں۔

امام بخاریؒ نے غالباً اس روایت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے یہ باب قائم کیا ہے۔اہل قباء بھی مدینہ جا کر جمعہ مسجدِ نبوی میں پڑھا کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز قباء میں جاتے۔تا وہاں کے انصارؓ کی خبر گیری کر کے ان کے ساتھ تعلقات کا حق ادا فرماویں اور ان لوگوں کا حال پوچھیں جو جمعہ میں کسی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے۔آپؐ نے جو چھوٹے سے چھوٹا کام بھی ایک بار کیا، اس پر استقلال کے ساتھ مداومت فرمائی۔

بَاب ٥ : فَضْلُ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنبَرِ

اس جگہ کی فضیلت جو قبر اور منبر کے درمیان ہے

١١٩٥ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ

۱۱۹۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر سے،عبداللہ نے عباد بن تمیم سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے گلستانوں میں سے ایک گلستان ہے۔

١١٩٦ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ

۱۱۹۶: مسدد نے ہمیں بتایا۔انہوں نے یحيٰ سے، یحيٰ نے عبید اللہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: خبیب بن عبدالرحمٰن نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حفص بن عاصم سے، حفص نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: میرے گھر اور منبر کے

وَمِنْبَرِيْ عَلَى حَوْضِيْ. درمیان جنت کے گلستانوں میں سے ایک گلستان ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

اطرافه: ۱۸۸۸، ٦٥٨٨، ۷۳۳۵۔

تشریح: **فَضْلُ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنبَرِ**: حدیث کے الفاظ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِی ہیں اور عنوانِ باب میں مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمَنبَر کے الفاظ اختیار کر کے امام بخاریؒ غالباً اس امر کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ فضیلت اب بھی قائم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان کے ایک حجرہ میں ہی دفن کیے گئے تھے۔ جس سے اس مکان کی فضیلت بڑھ گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں صحابہؓ پر ذکر الٰہی کی جو کیفیات طاری ہوتی تھیں اُن کا تو تصور بھی ہمارے لئے ممکن نہیں۔ مگر انسان اس مقام پر کھڑا ہو کر ان فیوض سے کچھ نہ کچھ حصہ پا سکتا ہے۔ ذوق و شوق کی انہی معنوی کیفیات کو مدنظر رکھتے ہوئے بطور تشبیہ اسی مقام کو رَوْضَةٌ مِنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ کہا گیا ہے۔ نبی ﷺ کا حوض کیا ہے؟ وہ روحانی فیضان ہے جو تا قیامت جاری رہے گا اور آپؐ کا منبر بھی اس حوض پر تا قیامت برقرار رہے گا۔ یعنی ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز دنیا کو پہنچانے والے ہوں گے۔ گویا آپؐ کا یہ منبر آپؐ کے روحانی فیوض کے حوض سے تشنگانِ روحانیت کی پیاس بجھانے کے لئے ہمیشہ کام دیتا رہے گا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے روحانی فیض کے دوام کا نظارہ خواب میں یا کشف میں دکھایا گیا تھا۔ بلکہ قرآن مجید میں آپؐ کی جاودانی فیض رسانی کے بارہ میں متعدد جگہ تصریحات موجود ہیں۔ جیسے سورۂ کوثر میں اور سورۂ انبیاء میں کفار کو روزمرہ کے مشاہدہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جب تک آسمان کا پیوند زمین کے ساتھ قائم رہتا ہے اس کی زندگی بھی قائم رہتی ہے اور اگر اس کا پیوند زمین سے ٹوٹ جائے تو وہ مرجاتی ہے۔ کفار دیکھ چکے ہیں کہ پانی سے ہر شئی زندہ ہے اور زمینی زندگی کے بقاو دوام کے لئے خالق نے ایک مادی نظام بنایا ہے۔ اسی قسم کا ایک نظام انسانی روح کی بقاء کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بطور آفتاب ہے اور مجددین بطور ماہتاب ہیں۔

دونوں نظام جسمانی اور روحانی انسانی زندگی کے بقا کے لئے ضروری ہیں۔ روزمرہ کے مشاہدہ کی طرف توجہ منعطف کرانے کے بعد فرماتا ہے: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ . (الانبیاء:۳۵) تجھ سے پہلے ہم نے کسی بشر کے لئے دائمی زندگی مقدر نہیں کی۔ یعنی تقدیر الٰہی نے صرف تیرے لئے ہی فیصلہ کیا ہے کہ تو ہمیشہ زندہ رہے۔ پس اگر تو مرجائے تو کیا وہ زندہ رہ سکتے ہیں؟ نہیں۔ سورۂ انبیاء کا (ذِكْرٍ مُحْدَثٍ) یہی نیا مضمون ہے کہ انبیاء کا سلسلہ فیض رسانی ختم ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آبِ حیات نظامِ روحانی جاودانی ہے۔ اس عظیم الشان دعوے کو سن کر کفار نے مذاق اُڑایا جس کا ذکر سورۂ انبیاء آیت ۳۵ تا ۴۰ میں مع جواب مذکور ہے اور اس سیاق کلام میں یاجوج ماجوج کے عروج اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاودانی فیوض کی برکت سے ان کا فتنہ وشر مٹانے کی پیشگوئی کی گئی ہے جس کے پورا ہونے پر آپؐ کے منبر اور حوض کی شان اصلی صورت وشکل میں اَز خود نمایاں ہو جائے گی اور اب ہم اس موعودہ زمانہ کے دروازے پر ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر کبیر مؤلفہ حضرت مصلح موعودؓ، تفسیر سورۃ الانبیاء جلد۵ صفحہ ۵۱۴ تا ۵۱۸ نیز تفسیر سورۃ الکوثر جلد۱۰ صفحہ ۲۳۳ تا ۳۸۲۔

بَاب ٦ : مَسْجِدُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ

بیت المقدس کی مسجد

۱۱۹۷ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ سَمِعْتُ قَزَعَةَ مَوْلَى زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ بِأَرْبَعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُومَحْرَمٍ وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِيْ.

۱۱۹۷: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا کہ عبدالملک (بن عمیر) سے روایت ہے۔ (کہا:) میں نے زیاد کے آزاد کردہ غلام قزعہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار باتیں بیان کرتے سنا۔ جو مجھے پسند آئیں اور پاکیزہ معلوم ہوئیں۔ آپؐ نے فرمایا: عورت دو دن کا سفر اسی صورت میں کرے کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند یا محرم رشتہ دار ہو اور دو دِنوں میں روزہ نہیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں اور دو نمازوں کے بعد کوئی نماز نہیں، صبح کے بعد سورج چڑھنے تک اور عصر کے بعد (سورج) ڈوبنے تک اور کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین مسجدوں کی طرف؛ مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ اور میری مسجد۔

اطرافه: ٥٨٦، ١١٨٨، ١٨٦٤، ١٩٩٢، ١٩٩٥۔

تشریح: مَسْجِدُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ: بیت المقدس کی مسجد موسوی شریعت کی یادگار ہے۔ اس لئے اس کی زیارت بھی اپنے اندر ایک مقدس غرض پنہاں رکھتی ہے۔

✧✧✧✧✧✧✧✧✧✧✧

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

۲۱- كِتَابُ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

بَاب ١ : اسْتِعَانَةُ الْيَدِ فِي الصَّلَاةِ إِذَا كَانَ مِنْ أَمْرِ الصَّلَاةِ

نماز میں ہاتھ سے کوئی کام لینا بشرطیکہ نماز ہی کا کام ہو

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَسْتَعِيْنُ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ جَسَدِهِ بِمَا شَاءَ وَوَضَعَ أَبُو إِسْحَاقَ قَلَنْسُوَتَهُ فِي الصَّلَاةِ وَرَفَعَهَا وَوَضَعَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَفَّهُ عَلَى رُسْغِهِ الْأَيْسَرِ إِلَّا أَنْ يَّحُكَّ جِلْدًا أَوْ يُصْلِحَ ثَوْبًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آدمی اپنی نماز میں اپنے بدن کے جس حصہ سے چاہے کام لے اور ابو اسحاق (سبیعی تابعی) نے نماز میں اپنی ٹوپی اُتار دی اور اسے اُٹھایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ہتھیلی اپنے بائیں پہونچے پر رکھی مگر اس لئے کہ بدن کو کھجلائیں یا کپڑا درست کریں۔

١١٩٨ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مَّخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهِيَ خَالَتُهُ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ عَلَى عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُوْلِهَا فَنَامَ

١١٩٨: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مخرمہ بن سلیمان سے، مخرمہ نے حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام کریب سے روایت کی کہ انہوں نے ان کو بتایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات رہے اور یہ ان کی خالہ تھیں۔ کہتے تھے: میں بچھونے کی چوڑائی میں لیٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی زوجہ اس کی لمبائی میں لیٹے۔ رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ فَمَسَحَ النَّوْمَ عَنْ وَّجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا بِيَدِهِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

ﷺ سو رہے۔ یہاں تک کہ آدھی رات گذر گئی یا اس سے کچھ پہلے کا وقت ہوگا یا بعد کا کہ رسول اللہ ﷺ جاگے اور اُٹھ بیٹھے اور اپنے منہ پر اپنے ہاتھ پھیر کر نیند دور کرنے لگے۔ پھر آپؐ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں۔ پھر اُٹھ کر ایک مشکیزہ لیا جو لٹک رہا تھا۔ اور اس سے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا۔ پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے: میں اُٹھا اور میں نے بھی ویسے ہی کیا جیسے آپؐ نے کیا تھا۔ پھر میں جا کر آپؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا دایاں کان اپنے ہاتھ سے مسلنے لگے۔ آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر ایک وتر پڑھا۔ اس کے بعد آپؐ لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ مؤذن آپؐ کے پاس آیا اور آپؐ اُٹھے اور دو ہلکی رکعتیں پڑھیں۔ پھر باہر گئے اور فجر کی نماز پڑھائی۔

اطرافہ: ۱۱۷، ۱۳۸، ۱۸۳، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۲۶ ۷۲۸، ۸۵۹، ۹۹۲، ۱۱۳۸، ۴۵۶۹، ۴۵۷۰، ۴۵۷۱، ۴۵۷۲، ۵۹۱۹، ۶۲۱۵، ۶۳۱۶، ۵۴۵۲۔

تشریح: **اِسْتِعَانَةُ الْيَدِ فِي الصَّلَاةِ اِذَا كَانَ مِنْ اَمْرِ الصَّلَاةِ:** بعض فقہاء نے نماز پوری توجہ کے ساتھ ادا کرنے پر زور دیا ہے۔ یہاں تک کہ معمولی سی حرکت اور بے توجہی بھی نماز باطل کرنے کا

موجب قرار دی ہے۔اس غلو کے پیش نظر مذکورہ بالاعنوان قائم کر کے اس باب میں ایسی مثالیں بیان کی گئی ہیں جن سے نماز باطل نہیں ہوتی۔مثلاً سر درد ہے یا ٹوپی گر گئی ہے یا خارش ہے تو جائز ہے کہ ٹوپی اُتارے یا اس کو اُٹھا کر پہن لے یا سر کھجلائے۔(اِلَّا اَنْ یَّحُکَّ جِلْدًا اَوْ یُصْلِحَ ثَوْبًا) اس استثناء کا تعلق دراصل حضرت علیؓ کے ساتھ ہے۔مسلم بن ابراہیم نے ابن جریر ضبی کی روایت حضرت علیؓ سے متعلق نقل کی ہے کہ ان کی عادت تھی کہ نماز کے لئے جب کھڑے ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں کلائی پر رکھتے اور اس ہیئت میں رہتے یہاں تک کہ رکوع کرتے۔سوائے اس کے کہ بدن کھجلانا ہو یا کپڑا لینا ہو۔یعنی مثلاً چادر کندھے سے گر گئی ہو تو اس کو پہننے کے لئے حرکت کرتے ورنہ سکون کے ساتھ اس ہیئت میں کھڑے رہتے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۹۴)

مسئلہ معنونہ سے متعلق امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۱۱۹۸ سے استدلال کیا ہے۔نبی ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کو بائیں جانب سے پھیر کر دائیں جانب کھڑا کیا اور وہ ابھی بچے تھے آپؐ نے ان کو گھماتے وقت ان کا کان از راہِ شفقت اور آگاہ کرنے کے لئے مسلا۔مقتدی کا مقام امام کے دائیں جانب ہے۔صحتِ نماز کی خاطر حضرت ابن عباسؓ کو اپنے پیچھے سے گھما کر دائیں طرف لائے۔جب کان مسلنے سے حضرت ابن عباسؓ نہیں سمجھے کہ آنحضرت ﷺ کیا چاہتے ہیں تو آپؐ نے گھما کر دائیں طرف کر دیا۔باب کا مقصد الفاظ اِذَا کَانَ مِنْ اَمْرِ الصَّلٰوۃِ سے واضح ہے۔یعنی ایسی حرکت جس کا تعلق نماز سے ہے بحالت نماز جائز ہے۔اس تعلق میں کتاب الصلوٰۃ باب نمبر ۱۰۰، ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۰۸ بھی دیکھئے۔

بَاب ۲ : مَا يُنْهَى مِنَ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں بات کرنا ممنوع ہے

۱۱۹۹ : حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا.

اطرافہ: ۱۲۱۶، ۳۸۷۵۔

۱۱۹۹:(محمد بن عبداللہ) بن نمیر نے ہم سے بیان کیا،کہا: (محمد) بن فضیل نے ہم سے بیان کیا۔اعمش نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ابراہیم سے، ابراہیم نے علقمہ سے، علقمہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتے تھے۔بحالیکہ آپؐ نماز میں ہوتے اور آپؐ ہمیں جواب دیا کرتے۔جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے۔ہم نے آپؐ کو سلام کیا تو آپؐ نے ہمیں جواب نہ دیا اور آپؐ نے (نماز کے بعد) فرمایا: نماز میں بھی ایک بڑی مصروفیت ہوتی ہے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

(محمد بن عبداللہ) بن نمیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اسحٰق بن منصور (سلولی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ہُریم بن سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے علقمہ سے، علقمہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کی۔

۱۲۰۰: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا عِيْسَى عَنْ إِسْمَاعِيْلَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ إِنْ كُنَّا لَنَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ أَحَدُنَا صَاحِبَهُ بِحَاجَتِهِ حَتَّى نَزَلَتْ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ (البقرة: ۲۳۹) فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ.

۱۲۰۰: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عیسیٰ (بن یونس) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسماعیل (بن ابی خالد) سے، اسماعیل نے حارث بن شبیل سے، حارث نے ابوعمرو (سعد بن ابی ایاس) شیبانی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت زید بن ارقمؓ نے مجھ سے کہا: ہم نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں باتیں کیا کرتے تھے۔ ہم میں سے کوئی اپنے ساتھی سے اپنے کام کے متعلق باتیں کرتا۔ آخر یہ آیت نازل ہوئی۔ نمازوں کی حفاظت کرو (اور اس نماز کی جو کاروبار کے درمیان ہو اور اللہ کے لیے فرمانبردار ہو کر کھڑے ہو جاؤ۔) پھر ہمیں خاموش رہنے کا حکم ہوا۔

اطرافه: ٤٥٣٤۔

تشریح: مَا يُنْهٰى مِنَ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ: روایت نمبر ۱۱۹۹ سے ظاہر ہے کہ ابتداء میں نبی ﷺ نماز میں السلام علیکم کا جواب دے دیا کرتے تھے اور آپؐ نے بعد میں اسے ترک کر دیا۔ یہاں شارحین نے ناسخ ومنسوخ کی بحث اُٹھائی ہے جو بے محل ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں کوئی ایسا حکم نہیں جس سے بات کرنے کی اجازت پائی جاتی ہو، تا یہ کہا جا سکے کہ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ کا حکم پہلے حکم کو منسوخ کرتا ہے۔ علاوہ ازیں ایک اور امر بھی یہاں قابل غور ہے کہ آیت قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْن مدنی ہے۔ اس سے یہ ماننا پڑے گا کہ گویا بولنے کی ممانعت کا حکم مدینہ میں دیا گیا نہ کہ مکہ مکرمہ میں جو خلافِ واقعہ ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب ہم حبشہ سے لوٹے تو ہم نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب نہیں دیتے تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ ان مہاجرین سابقین میں سے تھے جنہوں نے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ میں ہی تھے، جب وہ حبشہ سے لوٹ آئے۔ اس سے بعض علماء نے یہ نتیجہ نکالا کہ مکہ میں ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کلام کرنا منع فرمایا تھا اور قُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْن کا حکم بعد میں نازل ہوا ہے جو اپنے معنوں میں عمومیت کا رنگ رکھتا ہے اور خاموش رہنے کے مفہوم پر بھی۔ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ نبی اپنے اجتہاد کی بناء پر کوئی بات مناسب سمجھتا ہے اور اس کے اجتہاد کے مطابق حکم نازل ہوتا ہے۔

حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت نمبر ۱۲۰۰ سے متعلق ان علماء نے یہ تاویل کی ہے کہ ان کی قوم ہجرت سے پہلے مدینہ میں جبکہ حضرت مصعب بن عمیرؓ ان کو نماز پڑھایا کرتے تھے، نماز میں بات کرلیا کرتے تھے اور ان کو نبی ﷺ کی ممانعت کا علم نہ تھا، بعد میں علم ہوا اور قرآن مجید میں تصریح وارد ہوئی۔ علماء کا ایک اور فریق ہے۔ جس کی یہ رائے ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے حبشہ کی طرف دو دفعہ ہجرت کی تھی۔ دوسری ہجرت سے اس وقت واپس آئے تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ جاچکے تھے اور بدر کی لڑائی شروع ہوئی تھی۔ حضرت ابن مسعودؓ بھی اس جنگ میں شریک ہوئے تھے اور اس وقت قُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْن کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ ۹۶، ۹۷) جونسی بھی صورت لی جائے۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ آیت کسی پہلے حکم کی ناسخ ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں لوگوں کو کبھی سلام کا جواب دیا۔ پھر رک گئے۔ خواہ اس وجہ سے کہ آپؐ نے خود مناسب نہ سمجھا۔ یا اس لئے کہ قرآن مجید کا حکم نازل ہوا تھا۔

روایات کی ترتیب سے امام موصوفؒ کی یہ رائے معلوم ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے نماز میں بولنا پسند نہیں کیا۔ بعد میں حکم قُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْن نازل ہوا۔

بَاب۳ : مَا يَجُوْزُ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالْحَمْدِ فِي الصَّلَاةِ لِلرِّجَالِ

مردوں کے لئے نماز میں جو تسبیح وتحمید کرنا جائز ہے

۱۲۰۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ

۱۲۰۱: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالعزیز بن ابی حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت سہلؓ (بن سعد) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف کے درمیان صلح

وَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَاءَ بِلَالٌ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ حُبِسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَؤُمُّ النَّاسَ قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتُمْ فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ فَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَصَلَّى فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَأَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيْحِ قَالَ سَهْلٌ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا التَّصْفِيْحُ هُوَ التَّصْفِيْقُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ فَلَمَّا أَكْثَرُوْا الْتَفَتَ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّفِّ فَأَشَارَ إِلَيْهِ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُوبَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى.

کرانے کے لئے باہر گئے ہوئے تھے اور نماز کا وقت آ گیا۔ حضرت بلال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہا: نبی ﷺ تو رک گئے ہیں۔ اس لئے آپ لوگوں کی امامت فرمائیں۔ انہوں نے کہا: اچھا اگر تم ایسا ہی چاہتے ہو۔ حضرت بلالؓ نے نماز کے لیے تکبیر اقامت کہی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نماز شروع کی۔ اتنے میں نبی ﷺ صفوں کو چیرتے ہوئے تشریف لے آئے۔ یہاں تک کہ پہلی صف میں آپؐ کھڑے ہوگئے اور لوگوں نے تصفیح شروع کردی۔ حضرت سہل نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں تصفیح کیا ہوتی ہے؟ تالی بجانا اور حضرت ابوبکرؓ نماز میں کسی اور طرف دھیان نہیں کرتے تھے۔ جب لوگوں نے بہت تالیاں بجائیں تو انہوں نے مڑ کر دیکھا۔ تو کیا دیکھتے ہیں: نبی ﷺ صف میں ہیں۔ آپؐ نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ کھڑے رہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ پھر اُلٹے پاؤں پیچھے کو ہٹے اور نبی ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔

اطرافه: ٦٨٤، ١٢٠٤، ١٢١٨، ١٢٣٤، ٢٦٩٠، ٢٦٩٣، ٧١٩٠.

تشریح: **مَا يَجُوْزُ مِنَ التَّسْبِيْحِ وَالْحَمْدِ فِي الصَّلَاةِ لِلرِّجَالِ:** باب ۵ کی روایتوں میں اس بات کی تصریح ہے کہ عورتیں اگر امام کو بھولنے پر توجہ دلانا چاہیں تو وہ تالی بجا کر توجہ دلا سکتی ہیں۔ اس وجہ سے اس عنوانِ باب میں مردوں کی تخصیص کی گئی ہے۔ جس واقعہ سے تسبیح وتحمید کا استدلال کیا گیا ہے وہ روایت نمبر ۶۸۴ میں گذر چکا ہے۔ اس میں تحمید وتسبیح دونوں کا ذکر ہے۔

بَاب ٤

مَنْ سَمَّى قَوْمًا أَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى غَيْرِهِ مُوَاجَهَةً وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

جس نے نماز میں کسی قوم کا نام لیا یا (کسی کو) سلام کیا بغیر اس کے کہ سامنے ہو اور اسے علم بھی نہ ہو

١٢٠٢: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ التَّحِيَّةُ فِي الصَّلَاةِ وَنُسَمِّيْ وَيُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ فَسَمِعَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ قُوْلُوْا التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ فَإِنَّكُمْ إِنْ فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ.

۱۲۰۲: عمرو بن عیسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوعبدالصمد عبدالعزیز بن عبدالصمد نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) حصین بن عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم نماز میں التحیات پڑھا کرتے تھے اور (لوگوں کا) نام لیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا: یوں کہا کرو: زبان سے متعلقہ تمام عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور بدنی عبادتیں اور مالی عبادتیں بھی (اللہ ہی کے لئے ہیں) اے نبی تجھ پر سلامتی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں اور سلامتی ہو ہم پر بھی اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ کیونکہ جب تم نے یہ کہا تو تم نے اللہ تعالیٰ کے ہر نیک بندے کو جو زمین و آسمان میں ہے سلامتی کی دعا دی۔

اطرافه: ۸۳۱، ۸۳۵، ۶۲۳۰، ٦٢٦٥، ٦٣٢٨، ۷۳۸۱۔

تشریح: مَنْ سَمّٰى قَوْمًا اَوْ سَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ: کسی کو مخاطب کرتے ہوئے نماز میں سلام کرنا جائز نہیں۔ التحیات میں جو دعا کی جاتی ہے وہی کافی ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے تشریح روایت نمبر ۸۳۱، ۱۲۲۱۔

بَاب ٥ : اَلتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ

تالی بجانا عورتوں کے لئے ہے

١٢٠٣ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ.

۱۲۰۳: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) زہری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: سبحان اللہ کہنا مردوں کے لیے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے لئے۔

١٢٠٤ : حَدَّثَنَا يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ.

۱۲۰۴: یحيٰ (بن جعفر) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وکیع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سفیان (ثوری) سے، سفیان نے ابوحازم (سلمہ بن دینار) سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ کہنا مردوں کے لئے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے لئے۔

اطرافه: ٦٨٤، ١٢٠١، ١٢١٨، ١٢٣٤، ٢٦٩٠، ٢٦٩٣، ٧١٩٠۔

تشریح: اَلتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ : اس مسئلہ میں امام مالک اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ امام کے بھولنے پر مرد اور عورتیں دونوں کو سبحان اللہ کہنا چاہیے اور آنحضرت ﷺ کا قول: اِنَّمَا اَلتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ مذمت کے معنوں میں ہے۔ یعنی تالی بجانا عورتوں کا کام ہے۔ جب صحابہ کرامؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ کو توجہ دلانے کے لئے تالیاں بکثرت بجائیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ان کا یہ فعل ناپسند کیا اور فرمایا: مَنْ نَّابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ جسے اس کی نماز میں کوئی بات پیش آئے تو چاہیے کہ وہ سبحان اللہ کہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۲۱۸) امام شافعیؒ کا یہ مذہب ہے کہ عورت کے لئے تسبیح و تصفیق میں جو امتیاز ملحوظ رکھا گیا ہے، اس پر عمل کرنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری- جزء ۷ صفحہ ۲۷۹) امام بخاریؒ نے باب ۳ و باب ۵ کا علیحدہ علیحدہ عنوان قائم کرکے امام موصوفؒ کی تائید کی ہے۔

بَاب ٦ : مَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرَى فِي صَلَاتِهِ أَوْ تَقَدَّمَ بِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ

جو اپنی نماز میں الٹے پاؤں پیچھے ہٹے یا آگے بڑھے ایسے امر کی وجہ سے جو اسے پیش آئے

رَوَاهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت سہل بن سعدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی۔

١٢٠٥: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ يُونُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ بَيْنَا هُمْ فِي الْفَجْرِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُصَلِّيْ بِهِمْ فَفَجَأَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوْفٌ فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَظَنَّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ أَنْ يَّخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ أَنْ يَّفْتَتِنُوْا فِي صَلَاتِهِمْ فَرَحًا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَأَوْهُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ أَتِمُّوْا ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَتُوُفِّيَ ذَلِكَ الْيَوْمَ.

اطرافه: ٦٨٠، ٦٨١، ٧٥٤، ٤٤٤٨.

۱۲۰۵: بشر بن محمد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: یونس (بن یزید) نے ہم سے بیان کیا کہ زہری نے کہا: حضرت انس بن مالکؓ نے مجھے بتایا۔ پیر کے دن جبکہ مسلمان فجر کی نماز میں تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے آئے۔ آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ اٹھا کر انہیں دیکھا اور وہ صف بستہ کھڑے تھے۔ آپؐ مسکرائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹے اور خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے آنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو خوشی کے مارے اپنی نمازیں توڑنے کو ہی تھے کہ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ نماز پوری کرو۔ پھر آپؐ حجرہ میں چلے گئے اور پردہ نیچے ڈال دیا اور اسی دن آپؐ نے وفات پائی۔

تشریح: مَنْ رَّجَعَ الْقَهْقَرٰى فِيْ صَلَاتِهٖ اَوْ تَقَدَّمَ بِاَمْرٍ يَّنْزِلُ بِهٖ : عندالضرورت نماز میں پیچھے یا آگے بڑھنا جائز ہے۔ مثلاً اگلی صف میں کسی نمازی کے جانے کی وجہ سے جگہ خالی ہوگئی ہو تو چاہیے کہ وہ آگے بڑھ کر خالی جگہ پُر کرے۔ یا یہ کہ امام کے دائیں کھڑا ہے اتنے میں ایک اور نمازی آ کر امام کے پیچھے کھڑا ہو جاتا ہے تو چاہیے کہ پیچھے ہٹ کر اکیلے آدمی کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور صف مکمل کرے۔ عنوانِ باب میں حضرت سہل بن سعدؓ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ نمبر ۱۲۰۱ میں ابھی گذر چکی ہے۔ ان کی ایک اور روایت (نمبر ۹۱۷) ہے۔ اس سے بھی یہ مسئلہ مستنبط کیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس روایت کی طرف بھی اشارہ ہو۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۱۰۱)

بَاب ۷: إِذَا دَعَتِ الْأُمُّ وَلَدَهَا فِي الصَّلَاةِ

اگر ماں اپنے بیٹے کو نماز میں بلائے

١٢٠٦: قَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادَتِ امْرَأَةٌ ابْنَهَا وَهُوَ فِي صَوْمَعَتِهِ قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي قَالَتْ يَا جُرَيْجُ قَالَ اللَّهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي قَالَتِ اللَّهُمَّ لَا يَمُوْتُ جُرَيْجٌ حَتَّى يَنْظُرَ فِي وُجُوْهِ الْمَيَامِيْسِ وَكَانَتْ تَأْوِي إِلَى صَوْمَعَتِهِ رَاعِيَةٌ تَرْعَى الْغَنَمَ فَوَلَدَتْ فَقِيْلَ لَهَا مِمَّنْ هَذَا الْوَلَدُ قَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهِ قَالَ جُرَيْجٌ أَيْنَ هَذِهِ الَّتِي

۱۲۰۶: لیث (بن سعد) نے کہا: جعفر (بن ربیعہ) نے مجھے بتایا۔ عبدالرحمٰن بن ہرمز سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت نے اپنے بیٹے کو آواز دی جبکہ وہ اپنے عبادت خانہ میں تھا۔ کہنے لگی: اے جریج! تو اس نے کہا: اے میرے اللہ! میں اپنی ماں کو جواب دوں یا نماز پڑھوں؟ پھر اس عورت نے (آواز دی اور) کہا: اے جریج! تو اس نے کہا: اے میرے اللہ! اپنی ماں کو جواب دوں یا نماز پڑھوں؟ پھر (تیسری بار) اس عورت نے (آواز دی اور) کہا؟ اے جریج! تو اس نے کہا: اے میرے اللہ! اپنی ماں کو جواب دوں یا نماز پڑھوں؟ ماں نے بددعا کی۔ اے اللہ! جریج نہ مرے جب تک کہ وہ کنچنیوں کا منہ نہ دیکھ لے اور اس کے عبادت خانہ میں ایک گڈرنی آیا کرتی تھی جو بکریاں چرایا کرتی۔ وہ بچہ جنی تو اس سے پوچھا گیا کہ یہ بچہ کس کا

تَزْعُمُ أَنَّ وَلَدَهَا لِي قَالَ يَا بَابُوْسُ مَنْ أَبُوْكَ قَالَ رَاعِي الْغَنَمِ.

ہے؟اس نے کہا: جریج کا جو اپنے عبادت خانہ سے اُتر کر میرے پاس آیا کرتا تھا۔ جریج نے کہا: یہ عورت کہاں ہے جو کہتی ہے کہ اس کا بچہ میرا بچہ ہے؟ (جب بچہ ان کے پاس لایا گیا) تو انہوں نے (بچے سے) پوچھا؟ بچے! تیرا باپ کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا۔ بکریوں کا چرواہا۔

اطرافہ: ۲۴۸۲، ۳۴۳۶، ۳۴۶۶۔

تشریح: اِذَا دَعَتِ الْاُمُّ وَلَدَهَا فِي الصَّلَاةِ: آیا نماز میں اپنی ماں کو جواب دے یا خاموش رہے یا اگر جواب دے تو کیا اس کی نماز باطل ہو جائے گی؟ اس مسئلے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک سوائے مذکورہ بالا روایت کے اور کوئی روایت نہیں اور یہ روایت بھی بنی اسرائیل کا ایک قصہ ہے۔ جس سے شرعی مسئلہ کا استنباط نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے امام موصوفؒ نے عنوانِ باب میں جملہ شرطیہ کا جواب حذف کر دیا ہے۔

بَاب۸: مَسْحُ الْحَصَى فِي الصَّلَاةِ

نماز میں کنکریاں ہٹانا

۱۲۰۷: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُعَيْقِيبٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ إِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً.

۱۲۰۷: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ (بن ابی کثیر) سے، یحییٰ نے ابوسلمہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: معَیقیب (بن ابی فاطمہ) نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق؛ جو جہاں سجدہ کرتا، وہاں سے مٹی برابر کرتا؛ فرمایا: اگر تم نے کرنا ہی ہے تو ایک ہی بار کرو۔

تشریح: مَسْحُ الْحَصٰى فِي الصَّلَاةِ: روایت نمبر ۱۲۰۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا کہ انسان سجدہ کرتے وقت زمین سے مٹی وغیرہ دور کرے جو حالت خشوع وخضوع کے منافی ہے اور توجہ الی اللہ کے خلاف ہے۔ بلکہ اس سے سجدہ کی غرض ہی کالعدم ہو جاتی ہے۔ سجدہ کا تو یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیشانی خاک آلود ہوتی ہو تو ہو اور اس کی راہ میں ساری آبروئیں جاتی رہیں تو جائیں۔ ماتھے پر تلک کا ٹیکہ لگا کر وہ انکساری اور عاجزی اور فناء فی اللہ کی حالت دل میں پیدا نہیں ہو سکتی، جو اسلامی سجدہ اور اس کی تسبیح وتحمید اور ان دعاؤں سے

پیدا ہوتی ہے جو اس میں کی جاتی ہیں۔ سجدہ کا حقیقی مفہوم محفوظ رکھنے کے لئے شارعِ اسلام علیہ السلام نے بار بار مٹی ہٹانے کو ناپسند فرمایا ہے۔ بسا اوقات جگہ ایسی ہوتی ہے کہ سجدہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں کنکریاں وغیرہ پرے ہٹا سکتا ہے مگر اس کام میں لگا نہ رہے، ایک دفعہ ہاتھ سے ہٹا دے۔

بَاب ۹: بَسْطُ الثَّوْبِ فِي الصَّلَاةِ لِلسُّجُوْدِ

سجدہ کرنے کے لئے نماز میں کپڑا بچھانا۔

۱۲۰۸: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ حَدَّثَنَا غَالِبٌ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُّمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ.

اطرافه: ۳۸۵، ۵۴۲۔

۱۲۰۸: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: بشر (بن مفضل) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) غالب (قطان) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے بکر بن عبداللہ (مزنی) سے، بکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم گرمی کی شدت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ اگر ہم میں سے کوئی زمین پر اپنی پیشانی نہ لگا سکتا تو وہ اپنا کپڑا بچھاتا اور اس پر سجدہ کرتا۔

تشریح: **بَسْطُ الثَّوْبِ فِي الصَّلَاةِ لِلسُّجُوْدِ:** اس مسئلہ میں بھی بعض فقہاء نے اختلاف کیا ہے مگر گرمی کی شدت میں طبیعت کی پریشانی اور گھبراہٹ دور کرنے کے لئے کوئی حرج نہیں کہ کپڑا بچھا لیا جائے۔ اس تعلق میں کتاب مواقیت الصلوٰۃ، روایت نمبر ۵۴۲ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۰: مَا يَجُوْزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ

جو کام نماز میں کرنا جائز ہے

۱۲۰۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَمُدُّ رِجْلِيْ فِي قِبْلَةِ النَّبِيِّ

۱۲۰۹: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابونضر سے، ابونضر نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَرَفَعْتُهَا فَإِذَا قَامَ مَدَدْتُّهَا.

میں اپنے پاؤں دراز کئے ہوتی اور آپؐ نماز پڑھ رہے ہوتے۔ جب آپؐ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ سے دبا دیتے اور میں پاؤں سمیٹ لیتی۔ جب آپؐ کھڑے ہوتے تو میں پاؤں لمبا کر لیتی۔

اطرافہ: ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۵۰۸، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۹، ۹۹۷، ۶۲۷۶۔

{۱۲۱۰: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةً قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِي فَشَدَّ عَلَيَّ لِيَقْطَعَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ فَذَعَتُّهُ وَلَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُوْثِقَهُ إِلَى سَارِيَةٍ حَتَّى تُصْبِحُوْا فَتَنْظُرُوْا إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ قَوْلَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي (صٓ: ۳۶) فَرَدَّهُ اللّٰهُ خَاسِيًا.☆}

۱۲۱۰: محمود (بن غیلان) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شبابہ (بن سوار) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن زیاد سے، محمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے ایک دفعہ نماز پڑھی اور فرمایا: شیطان میرے سامنے آیا اور اُس نے مجھ پر زور سے حملہ کیا تا کہ میری نماز توڑ دے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دیا اور میں نے اس کا گلا گھونٹ کر اسے زمین پر پٹخا اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کو ستون سے باندھ دوں تا کہ صبح تم اسے دیکھو۔ مگر مجھے سلیمان علیہ السلام کا یہ قول یاد آیا: {اے میرے ربّ! مجھے ایک ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد اُس پر اور کوئی نہ جچے۔} پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو ذلیل و خوار کر کے لوٹا دیا۔☆

اطرافہ: ۴۶۱، ۳۲۸۴، ۳۴۲۳، ۴۸۰۸۔

تشریح: مَا يَجُوْزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ: سابقہ تمام ابواب یہ بتانے کے لئے باندھے گئے ہیں کہ کس قسم کا فعل نماز میں بحالت مجبوری جائز ہے؟ اس باب میں دو موقعوں کا ذکر ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت نماز ہاتھ سے کوئی کام کیا ہے۔ ایک تو حضرت عائشہؓ کو جو سامنے سوئی ہوئی تھیں؛ ہاتھ کے

☆ حدیث کے یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۱۰۵)

اشارہ سے پاؤں سمیٹنے کے لیے کہا۔ دوسرے بحالت کشف...... جس کی تفصیل روایت نمبر ۴۶۱ میں بھی گذر چکی ہے اور وہاں بتایا گیا ہے کہ امام بخاریؒ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف سے جو ایک روحانی نظارہ ہے؛ مسئلہ مستنبط کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ آپؐ کو اس قسم کا مکاشفہ دو دفعہ ہوا۔ ایک بار مکہ میں اور ایک بار مدینہ میں۔ آپؐ نے یہ پیشگوئی بھی کی ہے: سَيَعُوْدُ (الْإِسْلَامُ) كَمَا بَدَأَ. (مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان ان الإسلام بدء غريبا وسيعود غريبا) ایک زمانہ آئے گا جب اسلام کی پھر ویسی حالت ہو جائے گی جیسی شروع میں تھی۔ یعنی مکی زندگی کی سی۔ جبکہ مسلمان مشرکوں کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے اور آپؐ کے دو مشاہدوں سے ظاہر ہے کہ شیطان اسلام کو مٹانے کے لئے دو دفعہ حملہ کرے گا اور آخری حملے میں بھی وہ اسلام کے مٹانے کے لئے آگ سے کام لے گا۔ جس کی وجہ سے قرآن کریم کے خاتمہ پر اس کا نام ابولہب رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ وہ موجد ہوگا ایسی جنگ کا جس میں آگ ہی آگ استعمال کی جائے گی۔ تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ۔ (اللھب:۲) یہ آخری ابولہب اسلام کے مقابلہ میں خود بھی تباہ ہوگا اور اس کی ساری کوششیں بھی رائیگاں جائیں گی اور اس کا ساختہ و پرداختہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ یہ تفسیر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کشف کی۔ (اس تعلق میں دیکھئے کتاب الصلوٰۃ تشریح باب ۷۵ روایت نمبر ۴۶۱) اور اس سورۃ کے بعد سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہمیں تلقین کرتی ہے کہ اس آخری ابولہب یعنی دجال کے زمانہ میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی پناہ نہ ہوگی اور مسلمانوں کا فرض ہوگا کہ توحید باری تعالیٰ کا اعلان کریں اور مسیحی مذہب کے فتنہ کا قلع قمع کریں۔ یہی ایک ذریعہ ہے اس آخری ابولہب کے فتنہ سے نجات پانے کا۔ جس کا نام قدیم سے نوشتوں میں دجال اکبر رکھا گیا ہے اور جس کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ اس کے ایک ہاتھ میں جہنم ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں جنت۔ (ابن ماجه، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال) نیز تفصیل کے لیے دیکھئے: تفسیر کبیر مؤلفہ حضرت مصلح موعودؓ- تفسیر سورۃ اللھب-جلد ۱۰ صفحہ ۵۰۲ تا ۵۱۵۔

بَاب ۱۱: إِذَا انْفَلَتَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلَاةِ

نماز پڑھتے اگر جانور چھوٹ جائے

وَقَالَ قَتَادَةُ إِنْ أُخِذَ ثَوْبُهُ يَتْبَعُ السَّارِقَ وَيَدَعُ الصَّلَاةَ.

اور قتادہ نے کہا: اگر اس کا کپڑا چرایا جائے تو وہ چور کا پیچھا کرے اور نماز چھوڑ دے۔

۱۲۱۱: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْأَزْرَقُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نُقَاتِلُ الْحَرُوْرِيَّةَ فَبَيْنَا أَنَا

۱۲۱۱: آدم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ازرق بن قیس نے ہمیں بتایا، کہا: ہم اہوز میں خارجیوں سے لڑ رہے

عَلَى جُرُفِ نَهَرٍ إِذَا {جَاءَ ☆} رَجُلٌ يُصَلِّيْ وَإِذَا لِجَامُ دَابَّتِهِ بِيَدِهِ فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَازِعُهُ وَجَعَلَ يَتْبَعُهَا قَالَ شُعْبَةُ هُوَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ يَقُوْلُ اللَّهُمَّ افْعَلْ بِهَذَا الشَّيْخِ فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ وَإِنِّي غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ غَزَوَاتٍ أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَثَمَانِيًا وَشَهِدْتُ تَيْسِيْرَهُ وَإِنِّي إِنْ كُنْتُ أَنْ أَرْجِعَ مَعَ دَابَّتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدَعَهَا تَرْجِعُ إِلَى مَأْلَفِهَا فَيَشُقَّ عَلَيَّ.

اطرافه: ٦١٢٧۔

تھے اور میں ایک نہر کے کنارے بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا☆ اور نماز پڑھنے لگا اور اس وقت جانور کی لگام اس کے ہاتھ میں تھی۔ جانور اس کو کھینچنے لگا اور وہ اس کے پیچھے چلتا گیا۔ شعبہ کہتے تھے: یہ حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ تھے تو خارجیوں میں سے ایک شخص کہنے لگا: اے اللہ! اس بوڑھے کا ناس کر۔ جب وہ بوڑھا نماز سے فارغ ہوا تو اس نے کہا: میں نے تمہاری بات سن لی ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں چھ سات یا آٹھ جنگیں کی ہیں اور میں دیکھ چکا ہوں جو آسانی آپؐ دیا کرتے تھے اور مجھے تو یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے جانور کو لے کر واپس آؤں بہ نسبت اس کے کہ اسے چھوڑ دوں کہ وہ اپنی چراگاہ میں چلا جائے اور پھر یہ بات مجھے تکلیف دیتی رہے۔

١٢١٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ سُوْرَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ

١٢١٢: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: سورج گرہن ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم (نماز کے لئے) کھڑے ہوئے۔

☆ لفظ "جَاءَ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء٣ حاشیہ صفحہ١٠٦) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اسْتَفْتَحَ بِسُوْرَةٍ أُخْرَى ثُمَّ رَكَعَ حَتَّى قَضَاهَا وَسَجَدَ ثُمَّ فَعَلَ ذَلِكَ فِي الثَّانِيَةِ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَصَلُّوْا حَتَّى يُفْرَجَ عَنْكُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ فِي مَقَامِي هَذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُّهُ حَتَّى لَقَدْ رَأَيْتُنِي أُرِيْدُ أَنْ آخُذَ قِطْفًا مِنَ الْجَنَّةِ حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِي جَعَلْتُ أَتَقَدَّمُ وَلَقَدْ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِي تَأَخَّرْتُ وَرَأَيْتُ فِيْهَا عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ وَهُوَ الَّذِي سَيَّبَ السَّوَائِبَ.

آپؐ نے ایک لمبی سورۃ پڑھی۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا اور دیر تک رکوع میں رہے۔ اس کے بعد آپؐ نے سر اٹھایا اور پھر ایک دوسری سورۃ شروع کی۔ پھر آپؐ نے رکوع کر کے یہ رکعت ختم کی اور سجدہ میں گئے۔ پھر آپؐ نے دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کیا۔ (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) آپؐ نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے دو نشان ہیں۔ سو جب تم گرہن دیکھو تو نماز پڑھو۔ یہاں تک کہ گرہن تم سے ہٹا دیا جائے۔ میں نے اپنے اس مقام میں ہر وہ شئی دیکھ لی ہے جس کا مجھے وعدہ دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں جنت کا ایک خوشہ لینا چاہتا ہوں۔ یہ اس وقت کہ جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں آگے بڑھنے لگا ہوں اور جب تم نے مجھے دیکھا کہ پیچھے کو ہٹا ہوں تو اس وقت میں نے جہنم کو دیکھا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو بھسم کر رہا ہے اور اِس میں مَیں نے عمرو بن لحی کو دیکھا اور اسی نے سائبہ بنانے کی رسم ڈالی تھی۔☆

اطرافہ: ۱۰۴۴، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۵۰، ۱۰۵۶، ۱۰۵۸، ۱۰۶۴، ۱۰۶۶، ۱۳۷۲، ۳۲۰۳، ۴۶۲۴، ۵۲۲۱، ۶۶۳۱۔

تشریح: اِذَا انْفَلَتَتِ الدَّابَّةُ فِي الصَّلَاةِ: بلا ضرورت نماز میں ہلنا یا ہاتھ اٹھانا جائز نہیں۔ بلکہ فقہاء نے اسے قطعاً ناجائز سمجھا اور بالاتفاق یہ فتویٰ دیا ہے کہ زیادہ حرکت کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور یہ صحیح فتویٰ ہے۔ حضرت ابو برزہؓ کا جو واقعہ باب ۱۱ کے ذیل میں درج ہے، وہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے نماز پڑھتے وقت گھوڑے کی لگام بطور احتیاط کے اپنے ہاتھ میں تھامی ہوئی تھی کہ اتنے میں گھوڑا بدکا اور انہوں نے اس کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ

☆ اَلسَّائِبَةُ: وہ اونٹنی جو چراگاہ میں کھلی چھوڑ دی جائے۔ نہ پانی کے حوض سے اسے روکا جائے اور نہ چارے سے اور جاہلیت میں یہ اس وقت کرتے تھے جب کوئی اونٹنی پانچ بچے دے دیتی (تفسیر صغیر سورۃ المائدۃ - آیت ۱۰۴ حاشیہ صفحہ ۱۵۹)

ذرا آگے بڑھ کر اس کو قابو میں رکھا ہے۔ ان کے اس فعل پر ایک خارجی نے اعتراض کیا۔ جس پر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلوک کا حوالہ دیا۔ یعنی یہ کہ آپؐ مسائل میں شدت نہیں بلکہ سہولت کی راہ اختیار کرتے تھے اور کہا یہ مناسب نہیں کہ میدانِ جہاد میں گھوڑے کو چھوڑ کر ایک طرف تو میں بے سروسامان ہو جاؤں اور اس کی تلاش میں مارا مارا پھروں اور دوسری طرف نماز میں تشویش رہے کہ وہ کہاں چلا گیا ہے؟ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ میں ایک قدم آگے بڑھ کر اس کو ٹھہرالوں۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی نظر مسائل میں وسیع تھی۔ امام بخاریؒ نے دوسری روایت سے حضرت ابو برزہؓ کی رائے سے اتفاق کیا ہے کہ تھوڑی حرکت سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحالت کشف آگے بڑھے اور پیچھے ہٹے اور اس سے آپؐ کی نماز میں کوئی فرق نہیں آیا۔ عنوانِ باب میں قتادہ کے فتویٰ کا جو حوالہ دیا گیا ہے، وہ مسند عبدالرزاق میں منقول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اگر کنوئیں پر بچہ دیکھے تو نماز چھوڑ کر بچے کو سنبھالے۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلاۃ، باب الرجل یکون فی الصلاۃ فیخشی ان یذهب دابته او یری الذی یخافه، روایت نمبر ۳۲۹۰ جزء ۲ صفحہ ۲۶۲) تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۱۰۶۔

عمرو بن لحی: یہ خزاعہ قبیلے کا سردار تھا جو پہلے علاقہ یمن میں آباد تھے۔ لیکن سیلِ اِرَم کے بعد اس قبیلہ نے وہاں سے ہجرت کی اور حجاز میں آ گئے۔ یہاں جرہم قبیلہ بہت کمزور ہو چکا تھا اور تاریخ قدیم سے پایا جاتا ہے کہ انہوں نے بیت اللہ کی حرمت کا پاس نہیں رکھا اور ظلم و تعدی میں حد سے بڑھ گئے۔ خزاعہ قبیلہ ان پر غالب آیا اور ان کا سردار عمرو بن لحی بیت اللہ کا متولی ہوا اور قبائل عرب نے جو جرہم قبیلے کے ظلموں سے تنگ آ چکے تھے؛ بخوشی اس کی اطاعت قبول کی اور اس کے لنگر سے حاجی کھانا کھاتے اور تاریخ سے ثابت ہے کہ اسی شخص نے بیت اللہ میں بت رکھوائے اور بت پرستی جاری کی اور بتوں کے نام پر سانڈ چھوڑے۔ تاریخ میں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ عمرو بن لحی اپنی شدید بیماری کے علاج کے لئے بعض لوگوں کے مشورے کے مطابق شام کی بلقاء وادی میں گیا۔ جہاں ایک گرم چشمہ تھا۔ جس میں نہانے سے بیمار شفایاب ہوتے، اسے بھی شفاء ہوئی اور وہاں اس نے بعض بت دیکھے جن کی عبادت کی جاتی تھی۔ وہیں سے وہ بعض بت لے آیا اور خانہ کعبہ میں لا کر رکھے اور لوگوں کو ان کی عبادت کی ترغیب دلائی۔ شعراءِ جاہلیت میں سے بعض نے بھی اپنے شعروں میں اس امر کا ذکر کیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے شہرستانی کی کتاب الملل و النحل. بلوغ الارب فی تاریخ العرب. ادیان العرب فی الجاهلیہ مؤلفہ محمد نعمان الجارم۔

بَاب ۱۲ : مَا يَجُوْزُ مِنَ الْبُصَاقِ وَالنَّفْخِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں تھوکنا اور پھونکنا کہاں تک جائز ہے؟

وَيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو نَفَخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سُجُوْدِهِ فِي كُسُوْفٍ.

اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسوف کی نماز میں بحالت سجدہ اُف اُف کیا۔

۱۲۱۳ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَتَغَيَّظَ عَلَى أَهْلِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ إِنَّ اللهَ قِبَلَ أَحَدِكُمْ فَإِذَا كَانَ فِي صَلَاتِهِ فَلَا يَبْزُقَنَّ أَوْ قَالَ لَا يَتَنَخَّمَنَّ ثُمَّ نَزَلَ فَحَتَّهَا بِيَدِهِ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا بَزَقَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْزُقْ عَلَى يَسَارِهِ.

اطرافہ: ۴۰۶، ۷۵۳، ۶۱۱۱۔

۱۲۱۳: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلہ میں رینٹھ (ریزشِ بینی) کو دیکھا تو آپؐ مسجد والوں سے ناراض ہوئے اور فرمایا: اللہ تم میں سے ایک کے سامنے ہوتا ہے جب وہ نماز میں ہوتا ہے۔ اس لئے وہ نہ تھوکے اور نہ ہی بلغم نکالے۔ پھر آپؐ نیچے آئے اور اپنے ہاتھ سے اسے کھرچ ڈالا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے: جب تم میں سے کوئی تھوکے تو چاہیے کہ وہ اپنی بائیں طرف تھوکے۔

۱۲۱۴ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ يُنَاجِيْ رَبَّهُ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ

۱۲۱۴: محمد (بن بشار) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) غندر نے ہم سے بیان کیا۔ کہ شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے قتادہ سے سنا۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، حضرت انسؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی جب نماز

يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ وَلٰكِنْ عَنْ شِمَالِهِ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى.

میں ہوتا ہے تو وہ اپنے ربّ سے مناجات کر رہا ہوتا ہے۔ اس لئے نہ اپنے سامنے تھوکے اور نہ اپنی داہنی طرف، بلکہ اپنی بائیں طرف یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے۔

اطرافہ: ۲۴۱، ۴۰۵، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۷، ۵۳۱، ۵۳۲، ۸۲۲۔

تشریح: **مَايَجُوْزُ مِنَ الْبُصَاقِ وَالنَّفْخِ فِي الصَّلَاةِ:** نماز میں تھوکنے کی اجازت تو بحالتِ مجبوری ہے۔ اس سے متعلق بہت سی روایتیں پہلے گذر چکی ہیں۔ (دیکھئے کتاب الصلوٰۃ باب ۳۵ تا باب ۳۹) اور پھونکنے کی تشریح عنوانِ باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک واقعہ کا حوالہ دے کر کی گئی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ، ابن خزیمہؒ، طبریؒ اور ابن حبانؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسوف کی نماز پڑھائی۔ وَجَعَلَ يَنْفُخُ فِي الْاَرْضِ وَيَبْكِيْ وَهُوَسَاجِدٌ. (مسند احمد بن حنبل، جزء۲ صفحہ۱۵۹) سجدہ میں آپؐ کا سانس پھول گیا اور ہچکیاں بندھ گئیں۔ یہ مراد ہے نفخ سے اور یہ حالتِ بے اختیاری میں ہوا۔ تفصیل کے لیے فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۱۰ دیکھئے۔

بَاب ۱۳

مَنْ صَفَّقَ جَاهِلًا مِنَ الرِّجَالِ فِي صَلَاتِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُ

مردوں میں سے جو ناواقفی سے تالی بجائے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی

فِيهِ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس بارے میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

تشریح: **مَنْ صَفَّقَ جَاهِلًا مِّنَ الرِّجَالِ فِيْ صَلَاتِهِ:** عنوانِ باب میں حضرت سہلؓ کی جس روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ نمبر ۱۲۱۸ میں منقول ہے۔ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو توجہ دلانے کے لئے تالیاں بجائیں اور ان کو یہ علم نہ تھا کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آگاہ کیا تو ان کو نماز دوبارہ پڑھنے کے لئے نہیں فرمایا۔ مسائل میں بعض فقہاء نے غلو و تشدد سے کام لیا ہے۔ جس کی وجہ سے امام بخاریؒ کو یہ باب قائم کرنے پڑے ہیں۔

باب ۱۳ کے ذیل میں الگ روایت درج نہیں کی گئی؛ صرف حوالہ پر اکتفاء کیا ہے۔ جس کی غالبًا یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی نئی سند سے محولہ روایت نہیں ملی اور نہ کوئی دوسری روایت۔

بَاب ١٤ : إِذَا قِيْلَ لِلْمُصَلِّيْ تَقَدَّمْ أَوِ انْتَظِرْ فَانْتَظَرَ فَلا بَأْسَ

اگرنمازی سے کہا جائے آگے بڑھو یا انتظار کرو اور وہ (آگے بڑھے یا) انتظار کرے تو کوئی حرج نہیں

١٢١٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ عَاقِدُوْ أُزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلَى رِقَابِهِمْ فَقِيْلَ لِلنِّسَاءِ لَاتَرْفَعْنَ رُؤُوْسَكُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا.

۱۲۱۵: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے اور وہ اپنے تہ بندوں کو بوجہ چھوٹے ہونے کے اپنی گردنوں پر باندھے ہوئے ہوتے اور عورتوں کو کہہ دیا جاتا کہ تم اپنے سر نہ اُٹھانا جب تک لوگ سیدھے ہو کر نہ بیٹھ جائیں۔

اطرافه: ٣٦٢، ٨١٤.

تشریح: اِذَا قِيْلَ لِلْمُصَلِّيْ تَقَدَّمْ اَوِ انْتَظِرْ : عورتوں سے کہا جاتا کہ باجماعت نماز میں سجدہ سے سر اُٹھانے میں کچھ انتظار کیا کریں۔اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مردوں کو اجازت تھی کہ وہ پہلے سر اُٹھایا کریں۔ امام بخاریؒ نے اس سے معنونہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ خاص حالات میں آگے پیچھے سر اُٹھانا جائز ہے۔بشرطیکہ امام کی طرف سے اس کے متعلق ایسا حکم ہو۔صحابہؓ کی غربت کا اندازہ ان کی تن پوشی کی حالت سے بآسانی کیا جاسکتا ہے۔اگر بدن کے اوپر کا حصہ ڈھانپنے کے لئے کپڑا ہے تو نیچے کے لئے نہیں اور اگر نیچے کے لئے ہے تو اوپر کے لئے نہیں۔اس انتہائی غربت کی حالت میں ان کا احکام پر عمل اور فرائض منصبی کی ادائیگی اور دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کردینا سبق آموز ہے۔آج اس کے بالمقابل یہ حالت ہے کہ عذر ہو یا نہ ہو نماز جیسا اہم فریضہ ترک کردیا جاتا ہے۔

بَاب ١٥ : لَا يَرُدُّ السَّلَامَ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں سلام کا جواب نہ دیں

١٢١٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ

۱۲۱۶: عبداللہ بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا: محمد) بن فضیل نے ہمیں بتایا۔انہوں نے اعمش

عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنْتُ أُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَرُدُّ عَلَيَّ فَلَمَّا رَجَعْنَا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغُلًا.

اطرافہ: ۱۱۹۹، ۳۸۷۵۔

سے، اعمش نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے علقمہ سے، علقمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جبکہ آپؐ نماز میں ہوتے سلام کیا کرتا تھا اور آپؐ مجھے جواب دیتے تھے۔ جب ہم لوٹ کر آئے تو میں نے آپؐ کو سلام کیا۔ آپؐ نے جواب نہ دیا اور (بعد میں) فرمایا: نماز میں بھی ایک مصروفیت ہوتی ہے۔

۱۲۱۷: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ شِنْظِيرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ لَهُ فَانْطَلَقْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ وَقَدْ قَضَيْتُهَا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَوَقَعَ فِي قَلْبِي مَا اللهُ أَعْلَمُ بِهِ فَقُلْتُ فِي نَفْسِيْ لَعَلَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلَيَّ أَنِّي أَبْطَأْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَوَقَعَ فِي قَلْبِي أَشَدُّ مِنَ الْمَرَّةِ الْأُوْلَى ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ فَقَالَ إِنَّمَا مَنَعَنِي أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ أَنِّي كُنْتُ أُصَلِّي

۱۲۱۷: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) کثیر بن شنظیر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عطاء بن رباح سے، عطاء نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اپنے کسی کام کے لئے مجھے بھیجا۔ میں چلا گیا۔ پھر میں وہ کام پورا کر کے واپس لوٹا۔ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ کو سلام کیا۔ تو آپؐ نے مجھے جواب نہ دیا۔ میرے دل میں جو خیال آئے انہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ میں نے اپنے جی میں کہا: شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ناراض ہیں۔ اس لئے کہ میں نے دیر کر دی ہے۔ پھر میں نے آپؐ کو سلام کیا تو آپؐ نے مجھے جواب نہیں دیا۔ اس پر میرے دل کو پہلے سے بھی زیادہ صدمہ ہوا۔ پھر میں نے آپؐ کو سلام کیا تو آپؐ نے مجھے جواب دیا اور فرمایا: میں نماز

وَكَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ مُتَوَجِّهًا إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ.

پڑھ رہا تھا اور اسی نے مجھے جواب دینے سے روکا اور آپؐ اس وقت اپنی اونٹنی پر (سوار) تھے۔ آپؐ کا منہ قبلہ کی طرف نہیں کسی اور طرف تھا۔

تشریح: لَايَرُدُّ السَّلَامَ فِي الصَّلَاةِ: بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ سلام کا جواب دعائیہ رنگ میں اپنے دل میں دے دے؛ بغیر اس کے کہ منہ سے الفاظ وعلیکم السلام نکالے، یا یہ کہ اشارہ سے جواب دے۔ یہ رائے امام بخاریؒ نے قطعی طور پر ردّ کی ہے۔ روایت نمبر ۱۲۱۶، ۱۲۱۷ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر سلام کا جواب دیا ہے۔ یہی جمہور کا مذہب ہے۔

بَاب ۱٦: رَفْعُ الْأَيْدِيْ فِي الصَّلَاةِ لِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ

نماز میں کسی سبب سے جو پیش آئے ہاتھ اُٹھانا

۱۲۱۸: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِقُبَاءٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ فَخَرَجَ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ حَانَتِ الصَّلَاةُ فَهَلْ لَكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ فَأَقَامَ بِلَالٌ الصَّلَاةَ

۱۲۱۸: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالعزیز (بن ابی حازم) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحازم (سلمہ بن دینار) سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان قباء میں کچھ جھگڑا ہے تو آپؐ اپنے صحابہؓ میں سے کچھ آدمیوں سمیت ان کے درمیان صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں رک گئے اور نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ حضرت بلالؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ابوبکرؓ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے ہیں اور نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ کیا آپؓ لوگوں کی امامت کریں گے؟ انہوں

وَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ فِي الصُّفُوْفِ يَشُقُّهَا شَقًّا حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْحِ قَالَ سَهْلٌ التَّصْفِيْحُ هُوَ التَّصْفِيْقُ قَالَ وَكَانَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ يَأْمُرُهُ أَنْ يُّصَلِّيَ فَرَفَعَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَدَهُ فَحَمِدَ اللهَ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيْحِ إِنَّمَا التَّصْفِيْحُ لِلنِّسَاءِ مَنْ نَّابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللهِ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِيْنَ أَشَرْتُ

نے کہا: اچھا اگر تم چاہتے ہو۔ حضرت بلالؓ نے نماز کے لئے تکبیرِ اقامت کہی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور لوگوں کے لئے اللہ اکبر کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صفوں کو چیرتے ہوئے آئے۔ یہاں تک کہ پہلی صف میں کھڑے ہوگئے۔ لوگوں نے تصفیح شروع کردی۔ حضرت سہلؓ کہتے تھے: تصفیح کے معنے تالی بجانا۔ راوی نے کہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی نماز میں اِدھر اُدھر متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ جب لوگوں نے بہت تالیاں بجائیں تو وہ مڑکر کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ نے انہیں اشارہ فرمایا کہ نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ پھر اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹے۔ یہاں تک کہ صف میں کھڑے ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: لوگو! تمہیں کیا ہوگیا؟ جب تمہیں نماز میں کوئی بات پیش آتی ہے تو تم تالیاں بجانے لگتے ہو۔ تالی بجانا عورتوں کا فعل ہے۔ جسے نماز میں کوئی بات پیش آئے تو چاہیے کہ وہ سبحان اللہ کہے۔ پھر آپؐ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ابوبکرؓ! جب میں نے اشارہ کیا تھا تو تمہیں لوگوں کو

إِلَيْكَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نماز پڑھانے سے کس بات نے روکا؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا: ابوقحافہ کے بیٹے کے شایاں نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہوکر نماز پڑھائے۔

اطرافہ: ٦٨٤، ١٢٠١، ١٢٠٤، ١٢٣٤، ٢٦٩٠، ٢٦٩٣، ٧١٩٠۔

تشریح: رَفْعُ الْاَیْدِیْ فِی الصَّلَاۃِ:

عندالضرورت نماز میں ہاتھ اُٹھانا جائز ہے۔اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

بَاب ١٧ : اَلْخَصْرُ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا

١٢١٩ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ نُهِيَ عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ هِشَامٌ وَأَبُو هِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم.

۱۲۱۹: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے محمد (بن سیرین) سے، محمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے سے روکا گیا ہے۔

اطرافہ: ١٢٢٠۔

١٢٢٠ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نُهِيَ أَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا.

۱۲۲۰: عمرو بن علی (فلاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحيٰ (بن سعید قطان) نے ہمیں بتایا کہ ہشام نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) محمد (بن سیرین) نے ہمیں بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ☆ نے منع فرمایا ہے کہ آدمی کمر پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھے۔

اطرافہ: ١٢١٩۔

☆ کشمیھنی کی روایت کے مطابق "نُهِيَ اَنْ يُّصَلِّي" کی بجائے "نَهَى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ يُّصَلِّيَ" کے الفاظ ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۱۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **اَلْخَصْرُ فِی الصَّلَاۃِ:** یہ ہیئت قیام ووقوف شائستگی ومتانت اور انکساری کے خلاف ہے۔اس لئے اس سے منع کیا گیا ہے۔نماز تو عبادت ہے۔تقریر کرنے کی حالت میں بھی کمر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا معیوب سمجھا جاتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری حالات کی استقامت وتہذیب میں ظاہری اطوار اور اوضاع کے ضبط وتعدیل کا خاص اہتمام رکھا ہے(تفصیل کے لئے دیکھئے۔اسلامی اصول کی فلاسفی- جواب سوال اول از صفحہ۴ تا۱۱)

نماز میں اسی حد تک ہاتھ سے کام لینے کی اجازت دی گئی ہے جہاں نماز پڑھنے والا اضطراری حالت میں ہو۔مثلاً کمر میں درد ہے اور وہ نماز میں ہے تو اسے اجازت ہوگی کہ کمر پر ہاتھ رکھ کر شدتِ درد کا احساس کم کرے۔ ہشام نے ابن سیرین سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰی عَنِ الْاِخْتِصَارِ فِی الصَّلَاۃِ اختصار کے لفظ سے بعض کو یہ شبہ ہوا ہے کہ اس سے قرأت مختصر کرنا یا نماز مختصر پڑھنا مراد ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۱۵، ۱۱۶) امام بخاریؒ نے اس شبہ کا ازالہ کرنے کی غرض سے عنوانِ باب میں بجائے اختصار خصر کا لفظ رکھا ہے تا یہ اَمر ظاہر ہو جائے کہ قرأت یا نماز مختصر کرنا مراد نہیں جیسا کہ بعض سمجھتے ہیں اور اس روایت کی سندیں بھی پیش کی ہیں جن میں بجائے اختصار کے لفظ خَصْر اور مُخْتَصِرًا آیا ہے اور یہ دونوں الفاظ اپنے مفہوم میں واضح ہیں۔

بَاب ۱۸ : يُفْكِرُ الرَّجُلُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ

آدمی نماز میں کسی بات کے متعلق غور وفکر کرے

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنِّي لَأُجَهِّزُ جَيْشِيْ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو اپنی فوج تیار کیا کرتا ہوں بحالیکہ میں نماز میں ہوتا ہوں۔

۱۲۲۱ :حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا عُمَرُ هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ سَرِيْعًا دَخَلَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ ثُمَّ خَرَجَ وَرَأَى مَا فِي وُجُوْهِ الْقَوْمِ مِنْ تَعَجُّبِهِمْ لِسُرْعَتِهِ

۱۲۲۱: اسحاق بن منصور نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) روح (بن عبادہ) نے ہم سے بیان کیا۔(انہوں نے کہا:) عمر بن سعید نے ہمیں بتایا، کہا: ابن ابی ملیکہ نے مجھے خبر دی کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔جب آپؐ نے سلام پھیرا تو جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی ایک زوجہ کے پاس گئے۔پھر باہر آئے اور آپؐ نے اس تعجب کو دیکھا

فَقَالَ ذَكَرْتُ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ تِبْرًا عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ أَنْ يُمْسِيَ أَوْ يَبِيْتَ عِنْدَنَا فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ.

جو لوگوں کے چہروں پر آپؐ کے جلدی جانے کی وجہ سے تھا تو آپؐ نے فرمایا: میں نماز میں ہی تھا کہ مجھے سونے کی ایک ڈلی یاد آئی جو ہمارے پاس تھی۔ میں نے نہ چاہا کہ وہ گھر میں شام تک یا فرمایا رات تک رہے۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ وہ تقسیم کر دی جائے۔

اطرافہ: ۸۵۱، ۱۴۳۰، ۶۲۷۵۔

۱۲۲۲: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرٍ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُذِّنَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِيْنَ فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ أَدْبَرَ فَإِذَا سَكَتَ أَقْبَلَ فَلَا يَزَالُ بِالْمَرْءِ يَقُوْلُ لَهُ اذْكُرْ مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى لَا يَدْرِيَ كَمْ صَلَّى قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ إِذَا فَعَلَ أَحَدُكُمْ ذَلِكَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ وَسَمِعَهُ أَبُو سَلَمَةَ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

۱۲۲۲: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے جعفر سے، جعفر نے اعرج سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ موڑ کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے۔ تا کہ وہ اذان نہ سنے اور جب مؤذن خاموش ہو جاتا ہے تو پھر آ جاتا ہے۔ جب تکبیر ہوتی ہے تو پھر پیٹھ موڑ کر چلا جاتا ہے۔ جب وہ خاموش ہوتا ہے تو پھر آ جاتا ہے۔ آدمی کو مشغول رکھتا ہے اور اسے وہ وہ باتیں یاد کرنے کے لئے کہتا ہے جو کبھی یاد نہ کرتا۔ یہاں تک کہ اسے پتہ نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھیں۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے تھے: اگر کسی کو ایسا ہو تو وہ بیٹھے بیٹھے دو سجدے کرے۔ یہ بات ابوسلمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنی۔

اطرافہ: ۶۰۸، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۳۲۸۵۔

۱۲۲۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ النَّاسُ أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَلَقِيْتُ رَجُلًا فَقُلْتُ بِمَا قَرَأَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ فِي الْعَتَمَةِ فَقَالَ لَا أَدْرِي فَقُلْتُ لَمْ تَشْهَدْهَا قَالَ بَلَى قُلْتُ لَكِنْ أَنَا أَدْرِي قَرَأَ سُوْرَةَ كَذَا وَكَذَا.

۱۲۲۳: محمد بن مثنی نے ہم سے بیان کیا (کہا:) عثمان بن عمر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابن ابی ذئب نے مجھے بتایا کہ سعید مقبری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے: لوگ کہتے ہیں: ابو ہریرہؓ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے تو میں ایک شخص کو ملا اور اس سے پوچھا: کل رات عشاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سی سورۃ پڑھی تھی؟ تو اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ میں نے کہا: کیا تم نماز میں موجود نہ تھے؟ کہنے لگا تھا تو سہی۔ میں نے کہا: مجھے تو یاد ہے۔ آپؐ نے فلاں فلاں سورتیں پڑھی تھیں۔

تشریح: یُفَكِّرُ الرَّجُلَ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ: یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ جب خیالات کی پراگندگی وغیرہ سے نمازی کو یاد نہ رہے کہ اس نے کیا کچھ پڑھا ہے تو آیا وہ نماز کا اعادہ کرے یا رہنے دے؟ ابن التین کی رائے ہے کہ اگر خیالات کم آتے ہوں تو نماز نہ دہرائی جائے اور اگر ان کا ایسا غلبہ ہو کہ پتہ نہیں کہ کیا پڑھا ہے تو نماز دوبارہ پڑھے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۱۱۷) لیکن یہ فتویٰ علی الاطلاق صحیح نہیں۔ کیونکہ خیالات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو صلحاء کے ذہن میں آتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز ختم کرتے ہی گھر جا کر سونے کی ڈلی تقسیم کرنے کا حکم دینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کا ذہن اثناءِ قرأت میں اس طرف منتقل ہو۔ روایت نمبر ۱۲۲۱ پہلے بھی گذر چکی ہے۔ (دیکھئے کتاب الاذان روایت نمبر ۸۵۱) یا جیسا کہ حضرت عمرؓ کے ذہن میں آیا کہ فلاں لڑائی میں فوجی ترتیب و تیاری اس طرح ہو۔ پس اگر ایسے نیک خیالات آئیں اور توجہ الی اللہ بحال ہو جائے تو اعادۂ نماز کی ضرورت نہیں۔ بعض وقت ہجومِ افکار سے بے خودی کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا بھی بھول جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے مغرب کی نماز پڑھائی مگر قرأت نہیں کی تو کہا گیا: آپؓ نے قرأت نہیں کی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بھی تصدیق کی تو حضرت عمرؓ نے دوبارہ نماز پڑھائی اور بتایا کہ وہ ملک شام کے لئے ایک فوج تیار کرنے میں مشغول ہو گئے اور فرمایا: بغیر قرأت نماز نہیں ہوتی۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۱۱۷)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عدمِ قرأت کی وجہ سے نماز دہرائی تھی، نہ اس لئے کہ تفکرات میں مستغرق تھے۔ حضرت عمرؓ کے متعلق اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ پہلی رکعت میں قرأت بھول گئے تھے تو دوسری رکعت میں

دودفعہ سورہ فاتحہ پڑھی اور پھر آخر میں سجدہ سہو کیا۔(فتح الباری جلد۳ صفحہ ۱۱۷) روایت نمبر ۱۲۲۲ لانے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خیالات کی پراگندگی میں سجدہ سہو کرنا کافی ہے۔ **قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِذَا فَعَلَ اَحَدُكُمْ ذٰلِكَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ قَاعِدٌ** روایت کے ان الفاظ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سجدہ سہو کافی ہے۔

أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ: شیطان کے گوز مارنے سے مراد بے ہودہ بکواس ہے جو اذان سننے پر کفار کے منہ سے نکلتی تھی اور عین اذان کے وقت ناقوس (سنکھ) کی آواز بھی یہی معنی رکھتی ہے۔ گوزِ شیطان سے وہ ناقص وساوس بھی مراد ہیں جو دلوں میں اُٹھتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب الصلوٰۃ باب ۴ روایت نمبر ۶۰۸۔ روایت نمبر ۱۲۲۳ میں توجہ بٹنے کی ایک اور مثال دی گئی ہے۔ یعنی اس شخص کی جو بھول گیا ہے کہ کونسی سورۃ پڑھی گئی تھی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٢٢- كِتَابُ السَّهْوِ

بَاب ١ : مَا جَاءَ فِي السَّهْوِ إِذَا قَامَ مِنْ رَكْعَتَيِ الْفَرِيْضَةِ

سہو کے متعلق جو حکم آیا ہے جب فرضوں کی دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھے بغیر کھڑا ہو جائے

١٢٢٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيْمَهُ كَبَّرَ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ سَلَّمَ

۱۲۲۴: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک بن انس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبدالرحمٰن اعرج سے، اعرج نے حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کسی نماز میں دو رکعتیں پڑھا کر پھر کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں۔ لوگ بھی آپؐ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپؐ نے نماز ختم کی اور ہم آپؐ کے سلام کے منتظر تھے تو آپؐ نے سلام سے پہلے اللہ اکبر کہا اور بیٹھے بیٹھے دو سجدے کئے۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا۔

اطرافہ: ٨٢٩، ٨٣٠، ١٢٢٥، ١٢٣٠، ٦٦٧٠۔

١٢٢٥ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ

۱۲۲۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ بن سعید (انصاری) سے، یحییٰ نے عبدالرحمٰن اعرج سے، عبدالرحمٰن نے حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ

رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اثْنَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ لَمْ يَجْلِسْ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ

سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ ظہر کی دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے اور درمیان میں بیٹھے نہیں۔ جب آپؐ نماز ختم کر چکے تو آپؐ نے دو سجدے کئے۔ پھر اس کے بعد سلام پھیرا۔

اطرافه: ٨٢٩، ٨٣٠، ١٢٢٤، ١٢٣٠، ٦٦٧٠۔

تشریح: **مَا جَاءَ فِي السَّهْوِ:** سہو کے معنے چوکنا، بھولنا (لسان العرب تحت لفظ سهو) ارکانِ نماز میں بھولے سے اگر کمی بیشی ہو جائے تو حکم ہے کہ دو سجدے کرے اور استغفار کرے۔ فقہاء کے درمیان یہ بحث ہوئی ہے کہ آیا سجدہ سہو سلام پھیرنے کے بعد کیا جائے یا پہلے؟ امام شافعیؒ کے نزدیک سلام پھیرنے سے قبل کرنا چاہیے جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سلام پھیرنے کے بعد اور امام مالکؒ کے نزدیک اگر نماز میں کوئی کمی ہوئی ہو تو اس کمی کو پورا کر کے سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کیا جائے اور اگر کوئی زیادتی ہوئی ہے یعنی بجائے چار کے پانچ رکعتیں پڑھی ہوں تو سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔

(بداية المجتهد، كتاب الصلاة، الباب الثالث من الجملة الرابعة فى سجود السهو، الفصل الثانى فى مواضع سجود السهو)

اس باب میں جن واقعات کی مثالیں دی گئی ہیں۔ ان میں التحیات کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بیٹھے اور اس طرح نماز میں کمی ہوئی جس کی وجہ سے آپؐ نے سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کیا۔ دوسرے باب میں جو واقعہ مذکور ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے چار کے پانچ رکعتیں پڑھیں اور آپؐ نے سلام کے بعد سجدہ سہو کیا۔ اس سے امام مالکؒ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ ان کی رائے معقول وجہ پر مبنی ہے۔ بعض کے نزدیک کمی کا تدارک بذریعہ سجدہ سہو تکمیل کے بعد اور سلام پھیرنے سے پہلے ہونا چاہیے اور زیادتی کا تدارک سلام کے بعد سوائے سجدہ سہو کے ممکن نہیں۔ سلام کا اصل محل چوتھی رکعت کے اختتام پر ہے جو بوجہ سہو پانچویں رکعت کے بعد ہوگا۔ اب اگر سجدۂ سہو کے بعد سلام کو رکھا جائے تو وہ اپنے اصل محل سے اور زیادہ ہٹ جائے گا۔ روایت نمبر ١٢٢۴، ١٢٢۵ ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ پہلی روایت میں کسی نماز کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں نمازِ ظہر کی صراحت ہے۔ دونوں روایتیں سجدۂ سہو کی صورت مکمل طور پر پیش کرتی ہیں۔ یعنی سجدہ کرنے سے پہلے اللہ اکبر کہا جائے۔ باب ٢ کی روایت نمبر ١٢٢٦ کا تعلق ایک اور واقعہ سے ہے؛ جس میں ظہر کی نماز بجائے چار کے پانچ رکعتیں پڑھی گئی۔

بَاب ۲ : إِذَا صَلَّى خَمْسًا
اگر پانچ رکعتیں پڑھے

۱۲۲٦ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَقِيْلَ لَهُ أَزِيْدَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ

۱۲۲٦: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حکم بن (عتیبہ) سے، حکم نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے علقمہ سے، علقمہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھیں تو آپؐ سے پوچھا گیا: کیا نماز میں زیادتی ہوئی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں، کیا بات ہے؟ تو ایک نے کہا: آپؐ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ تب آپؐ نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کیے۔

اطرافه: ٤٠١، ٤٠٤، ٦٦٧١، ٧٢٤٩.

بَاب ۳ : إِذَا سَلَّمَ فِي رَكْعَتَيْنِ أَوْ فِي ثَلَاثٍ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ مِثْلَ سُجُوْدِ الصَّلَاةِ أَوْ أَطْوَلَ
جب دو یا تین رکعتوں میں سلام پھیر دے تو سجدۂ نماز کی طرح یا اس سے بھی لمبے دو سجدے کرے

۱۲۲۷ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۲۲۷: آدم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعد بن ابراہیم سے، سعد نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم

الظُّهْرَ أَوِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ الصَّلَاةُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَنَقَصَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ أَحَقٌّ مَا يَقُوْلُ قَالُوْا نَعَمْ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَالَ سَعْدٌ وَرَأَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فَسَلَّمَ وَتَكَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى مَا بَقِيَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَقَالَ هٰكَذَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے ہمیں ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اور سلام پھیرا تو ذوالیدین نے آپؐ سے کہا: یا رسول اللہ! کیا نماز کچھ کم ہوگئی ہے؟ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے پوچھا: کیا صحیح ہے جو یہ کہتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ تب آپؐ نے دو رکعتیں اور پڑھیں۔ پھر آپؐ نے دو سجدے کئے۔ سعد کہتے تھے: اور میں نے حضرت عروہ بن زبیرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے مغرب کی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرا اور باتیں بھی کیں۔ پھر جو (رکعت) باقی رہ گئی تھی۔ وہ پڑھی اور دو سجدے کئے اور کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا۔

اطرافه: ٤٨٢، ٧١٤، ٧١٥، ١٢٢٨، ١٢٢٩، ٦٠٥١، ٧٢٥٠۔

تشریح: سَجْدَةُ السَّهْوِ: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سجدۂ سہو صحت نماز کے لئے بطور شرط واجب ہے۔ مگر امام شافعیؒ کے نزدیک ایسا نہیں، بلکہ مندوبات میں سے ہے۔ امام مالکؒ نے درمیانی راہ اختیار کی ہے۔ ان کے نزدیک کمی کی حالت میں تو سجدۂ سہو واجب ہے اور زیادتی میں مندوب یعنی مستحسن ہے اور بطور استغفار ہے۔ اگر نہ کیا جاوے تو صحت نماز میں کوئی فرق نہیں آتا۔ امام بخاریؒ وجوب سجدۂ سہو کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔

(بداية المجتهد، كتاب الصلاة، الباب الثالث من الجملة الرابعة فى سجود السهو، الفصل الأول)

بَاب ٤ : مَنْ لَّمْ يَتَشَهَّدْ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

جو سہو کے دو سجدوں کے بعد تشہد نہ پڑھے

وَسَلَّمَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَلَمْ يَتَشَهَّدَا وَقَالَ قَتَادَةُ لَا يَتَشَهَّدُ

اور حضرت انسؓ و حسن بصریؒ نے سلام پھرا اور تشہد نہیں پڑھا اور قتادہ نے کہا: تشہد نہ پڑھے۔

١٢٢٨ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ

۱۲۲۸: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک بن انس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے

أَبِي تَمِيْمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنَ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ

ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی سے، ایوب نے محمد بن سیرین سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں پڑھ کر نماز سے فارغ ہو گئے تو آپؐ سے ذوالیدین نے کہا: یا رسول اللہ! نماز کم ہوگئی ہے یا آپؐ بھول گئے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا؟ کیا ذوالیدین سچ کہتا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: ہاں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں اور پڑھائیں۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا۔ پھر اللہ اکبر کہا اور سجدہ کیا جیسے آپؐ سجدہ کیا کرتے تھے یا اس سے لمبا۔ پھر آپؐ نے سر اٹھایا۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ تَشَهُّدٌ قَالَ لَيْسَ فِي حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ

سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد (بن یزید) نے ہمیں بتایا کہ سلمہ بن علقمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے محمد (بن سیرین) سے پوچھا: کیا سہو کے دو سجدوں میں تشہد ہوتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: از روئے حدیث حضرت ابو ہریرہؓ تشہد نہیں ہوتا۔

اطرافه: ۴۸۲، ۷۱۴، ۷۱۵، ۱۲۲۷، ۱۲۲۹، ۶۰۵۱، ۷۲۵۰۔

تشریح: **مَنْ لَّمْ يَتَشَهَّدْ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ:** باب مذکورہ بالا ایک ایسا مسئلہ مدنظر رکھ کر قائم کیا گیا ہے جس کے متعلق چھ اختلاف ہوئے ہیں۔ ایک فریق سجدۂ سہو کے بعد نہ التحیات کا قائل ہے اور نہ سلام پھیرنے کا۔ یہ مذہب حضرت انس بن مالکؓ اور حسن بصریؒ اور عطاء کا ہے۔ اس کے برخلاف امام ابوحنیفہؒ التحیات اور سلام دونوں باتوں کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک سلام سے فارغ ہونے پر سجدہ سہو کیا جائے اور جب سجدۂ سہو سے سر اُٹھائے تو پھر اپنی نماز معمول کے مطابق ختم کرے، یعنی التحیات وغیرہ پڑھ کر۔ امام مالکؒ بھی اس رائے کے صرف انہی

صورتوں میں مؤید ہیں جہاں سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کیا جاتا ہے، یعنی زیادتی کے وقت اگر سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کیا جائے، تو التحیات کا اعادہ ضروری نہیں۔ یہی مذہب امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور کا ہے۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سجدہ سہو کے بعد صرف سلام پھیرے اور بعض نے اسے نمازی پر چھوڑا ہے۔ خواہ سجدۂ سہو کے بعد التحیات پڑھ کر سلام پھیرے خواہ التحیات پڑھے بغیر۔ اس قسم کے اختلاف کی وجہ سے عنوانِ باب میں دو روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ روایت نمبر ۱۲۲۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام کے بعد نبی ﷺ سجدۂ سہو کر کے نماز سے فارغ ہو گئے نہ التحیات پڑھی اور نہ سلام پھیرا۔ اسی طرح سلمہ بن علقمہ کی روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سجدۂ سہو کے بعد التحیات نہیں پڑھی گئی۔ مگر ان کے علاوہ اور لوگوں کی روایتیں ہیں جن کی رو سے التحیات کا پڑھنا ثابت ہے۔ ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، ابن حبانؒ اور حاکم ☆ نے حضرت عمرانؓ بن حصین کی ایک روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نماز میں بھول گئے تو آپ نے دو سجدۂ سہو کیے۔ پھر التحیات پڑھی اور اس کے بعد سلام پھیرا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۱۲۸، ۱۲۹) یہ روایتیں امام بخاریؒ کی شرائط کے مطابق نہیں۔

بَاب ٥ : مَنْ يُّكَبِّرُ فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ

جو سہو کے دو سجدوں میں اللہ اکبر کہے

١٢٢٩ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ إِحْدَى صَلَاتَيِ الْعَشِيِّ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَكْثَرُ ظَنِّيْ أَنَّهَا الْعَصْرُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى خَشَبَةٍ فِي مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا وَفِيْهِمْ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَهَابَا أَنْ يُّكَلِّمَاهُ وَخَرَجَ سَرَعَانُ

۱۲۲۹: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یزید بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد (بن سیرین) سے، محمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوپہر کی دو نمازوں میں سے ایک نماز میں دو رکعتیں پڑھیں۔ محمد بن (سیرین) کہتے تھے: اور میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ عصر کی نماز تھی۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا۔ اس کے بعد آپؐ ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے جو مسجد کے سامنے تھی۔ آپؐ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا اور لوگوں میں حضرت ابوبکر اور حضرت

☆ (ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی التشهد فی سجدتی السهو) (ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب سجدتی السهو فيهما تشهد والتسليم) (المستدرک علی الصحیحین، کتاب السهو، روایت نمبر ۱۲۰۷، جزء اول، صفحہ ۴۶۹) (صحیح ابن حبان، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، ذكر البيان بأن الساجد سجدتى السهو بعد السلام عليه ان يتشهد ثم يسلم ثانيا، روایت نمبر ۲۶۷۰، جزء ۶ صفحہ ۳۹۲)

النَّاسِ فَقَالُوْا أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ وَرَجُلٌ يَدْعُوْهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ أَنَسِيْتَ أَمْ قَصُرَتْ فَقَالَ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ قَالَ بَلَى قَدْ نَسِيْتَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَكَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ.

عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ یہ دونوں آپؐ سے بات کرنے میں ہچکچاتے تھے اور لوگوں میں سے جلد باز مسجد سے نکل گئے اور انہوں نے کہا: کیا نماز کم ہوگئی ہے؟ اور ایک شخص نے؛ جسے رسول اللہ ﷺ ذوالیدین فرمایا کرتے تھے؛ کہا: کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہوگئی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہ میں بھولا ہوں نہ نماز کم ہوئی ہے۔ تو اس نے کہا: نہیں بلکہ آپؐ بھول گئے ہیں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر اس کے بعد سلام پھیرا۔ پھر اللہ اکبر کہا اور سجدہ کیا، جیسے آپؐ سجدہ کیا کرتے تھے یا اس سے لمبا۔ پھر آپؐ نے سر اُٹھایا اور اللہ اکبر کہا۔

اطرافه: ٤٨٢، ٧١٤، ٧١٥، ١٢٢٧، ١٢٢٨، ٦٠٥١، ٧٢٥٠.

١٢٣٠: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسْدِيِّ حَلِيْفِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ فَلَمَّا أَتَمَّ صَلَاتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ فَكَبَّرَ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوْسِ تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ فِي التَّكْبِيْرِ

١٢٣٠: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے اعرج سے، اعرج نے حضرت عبداللہ بن بُحینہ اسدیؓ سے جو بنی عبدالمطلب کے حلیف تھے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں کھڑے ہوگئے جبکہ آپؐ کو بیٹھنا چاہیے تھا۔ جب آپؐ نماز پوری کر چکے تو آپؐ نے سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے۔ ہر سجدہ میں اللہ اکبر کہتے اور آپؐ بیٹھے ہوئے تھے اور لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ یہ دو سجدے کئے۔ اس بیٹھنے کے بدلے جو آپؐ بھول گئے تھے۔ لیث کی طرح ابن جریج نے بھی ابن شہاب سے اللہ اکبر کہنے کے متعلق روایت کی ہے۔

اطرافه: ٨٢٩، ٨٣٠، ١٢٢٤، ١٢٢٥، ٦٦٧٠.

تشریح: مَنْ يُّكَبِّرُ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ: بعض فقہاء کے درمیان یہ بھی اختلاف ہے کہ آیا سلام کے بعد سجدۂ سہو کی نیت سے تکبیر کہے یا سجدہ کی عام تکبیر ہی پر اکتفاء کرے؟ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ صرف سجدہ کرتے وقت ہی اللہ اکبر کہے اور یہی مستند احادیث سے ثابت ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۲۹)

بَاب ٦

إِذَا لَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ

جب یہ پتہ نہ رہے کہ کتنی نماز پڑھی ہے تین رکعتیں یا چار تو بیٹھے بیٹھے دو سجدے کرے

١٢٣١: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَّحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ الْأَذَانَ فَإِذَا قُضِيَ الْأَذَانُ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ فَإِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُوْلُ اذْكُرْ كَذَا وَكَذَا مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ إِنْ يَّدْرِي كَمْ صَلَّى فَإِذَا لَمْ يَدْرِ أَحَدُكُمْ كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ

اطرافہ: ٦٠٨، ١٢٢٢، ١٢٣٢، ٣٢٨٥۔

۱۲۳۱: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہشام بن ابی عبداللہ دستوائی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحیٰی بن کثیر سے، یحیٰی نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لئے پکارا جاتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا چلا جاتا ہے تاکہ وہ اذان نہ سنے۔ جب اذان ختم ہوتی ہے تو وہ آجاتا ہے۔ پھر جب تکبیرا قامت پر صفیں درست کی جاتی ہیں تو پیٹھ موڑ کر چل دیتا ہے۔ پھر جب نمازی قبلہ رخ ہو کر نماز شروع کرتا ہے تو وہ آجاتا ہے تا آدمی اور اس کے نفس کے درمیان وسوسے ڈالے۔ کہتا ہے: یہ بات یاد کر وہ یاد کر اور اسے وہ وہ باتیں یاد دِلاتا ہے جو وہ کبھی یاد کرنے کو نہیں تھا۔ آخر آدمی کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ نہیں جانتا کتنی رکعتیں پڑھی ہیں؟ اگر تم میں سے کسی کو پتہ نہ رہے کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں، تین یا چار؟ تو وہ بیٹھے بیٹھے سجدے کرلے۔

تشریح: **اِذَا لَمْ يَدْرِ كُمْ صَلَّى ثَلاثًا اَوْ اَرْبَعًا:** شبہ کی حالت میں بھی اسی طرح دو سجدے کئے جائیں جس طرح بھولنے کی حالت میں اور شبہ کی بناء پر نہ کوئی رکعت پڑھی جائے اور نہ کسی فعل کا اعادہ کیا جائے۔ جس کے متعلق شک ہو صرف یقین کی بناء پر کمی پورا کرنے کی اجازت ہے۔

شیطان کے گوز مارنے کی تشریح روایت نمبر۱۲۲۲ کے ذیل میں گذر چکی ہے۔

بَاب۷: اَلسَّهْوُ فِي الْفَرْضِ وَالتَّطَوُّعِ

فرضوں اور نفلوں میں بھول جانا

وَسَجَدَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ وِتْرِهِ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وتر کے بعد دو سجدے کئے۔

۱۲۳۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّيْ جَاءَ الشَّيْطَانُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتَّى لَا يَدْرِيَ كَمْ صَلَّى فَإِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ

۱۲۳۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگے تو شیطان آتا ہے اور اس کے لئے نماز مشتبہ کر دیتا ہے، یہاں تک کہ اسے پتہ نہیں رہتا کہ کتنی رکعتیں پڑھیں؟ پس جب تم میں سے کسی کو ایسا اتفاق ہو تو چاہیے کہ وہ بیٹھے بیٹھے دو سجدے کرے۔

اطرافه: ٦٠٨، ١٢٢٢، ١٢٣١، ٣٢٨٥۔

تشریح: **اَلسَّهْوُ فِي الْفَرْضِ وَالتَّطَوُّعِ:** بعض فقہاء نے فرائض اور نوافل کے درمیان سجدہ سہو کرنے یا نہ کرنے سے متعلق ایک فرق ملحوظ رکھا ہے خواہ نفل از قبیلِ سنن ہوں۔ مثلاً امام مالکؒ کہتے ہیں کہ وتر میں اگر دعائے قنوت رہ جائے تو سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ قنوت ان کے نزدیک مستحب ہے، واجب نہیں۔ امام شافعیؒ اس کو سنت قرار دیتے ہوئے اس کے ترک کرنے پر سجدہ سہو ضروری قرار دیتے ہیں لیکن اگر ارکانِ نماز میں سے کوئی

فریضہ رہ جائے تو اس کی ادائیگی اور سجدہ سہو دونوں ضروری ہیں۔فقہاء نے اس مسئلے میں کئی اختلافی شقیں پیدا کی ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: بداية المجتهد، كتاب الصلاة، الباب الثالث من الجملة الرابعة فی سجود السهو، الفصل الثالث. نیز دیکھئے: فتح الباری جزء۳صفحہ۱۳۵، ۱۳۶۔عمدۃ القاری جزء۷صفحہ۳۱۴۔

امام بخاریؒ نے ان سب اختلافات کو نظر انداز کر کے اصل مسئلہ اپنی سادہ صورت میں پیش کیا ہے۔سجدہ سہو کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا تعلق مطلق نماز کے ساتھ ہے۔الفاظ اِذَا قَامَ يُصَلِّي میں نہ نماز فریضہ کی تخصیص ہے اور نہ نوافل کی اور نہ اس امر کی کہ نماز کے کون سے افعال ترک کرنے پر سجدہ سہو کیا جائے۔

بَاب۸: إِذَا كُلِّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَأَشَارَ بِيَدِهِ وَاسْتَمَعَ

اگر کسی سے بات کی جائے جبکہ وہ نماز پڑھ رہا ہو اور وہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے اور بات سنے

۱۲۳۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَزْهَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَرْسَلُوْهُ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالُوْا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيْعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَّهَا إِنَّا أُخْبِرْنَا عَنْكِ أَنَّكِ تُصَلِّيْنَهُمَا وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ

۱۲۳۳: یحییٰ بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبداللہ) بن وہب نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عمرو (بن حارث) نے بکیر سے، بکیر نے کریب سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت ابن عباس، حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہم نے ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا: ہم سب کی طرف سے ان کو سلام کہیں اور ان سے عصر کی نماز کے بعد دو رکعتوں کی بابت پوچھیں اور ان سے کہیں: ہمیں بتایا گیا ہے کہ آپ پڑھا کرتی ہیں۔حالانکہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے روکا تھا اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہو کر لوگوں کو مار مار کر اِن سے

الْخَطَّابِ عَنْهَا قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُوْنِي فَقَالَتْ سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِمْ فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا فَرَدُّوْنِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُوْنِي بِهِ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهَا ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيْهِمَا حِيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِيْ نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُوْمِيْ بِجَنْبِهِ فَقُوْلِي لَهُ تَقُوْلُ لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللهِ سَمِعْتُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِيْ عَنْهُ فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِالْقَيْسِ

روکا کرتا تھا۔ کریب نے کہا: میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا اور میں نے انہیں وہ پیغام پہنچایا جس کے لئے مجھے بھیجا تھا۔ تو انہوں نے کہا: حضرت ام سلمہؓ سے پوچھو: میں ان (لوگوں) کے پاس واپس گیا اور حضرت عائشہؓ نے جو کہا تھا۔ میں نے انہیں بتایا تو انہوں نے اسی پیغام کے ساتھ مجھے حضرت ام سلمہؓ کی طرف لوٹایا؛ جس کے ساتھ مجھے حضرت عائشہؓ کی طرف بھیجا تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع کرتے ہوئے سنا تھا۔ پھر میں نے آپؐ کو دیکھا کہ جب آپؐ نے عصر کی نماز پڑھ لی تو آپؐ نے یہ دو رکعتیں بھی پڑھیں۔ پھر آپؐ میرے ہاں آئے، تو اس وقت انصار میں سے بنی حرام قبیلہ کی کچھ عورتیں میرے پاس تھیں۔ میں نے آپؐ کے پاس ایک لڑکی کو بھیجا اور کہا: تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر آپؐ سے کہنا: ام سلمہؓ آپ سے پوچھتی ہے: یا رسول اللہ! میں نے آپؐ کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے ہوئے سنا تھا اور اب میں دیکھتی ہوں کہ آپؐ یہ پڑھ رہے ہیں۔ اگر آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو پیچھے ہٹ جانا۔ لڑکی نے جا کر ایسا ہی کیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ پیچھے ہٹ گئی۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: ابوامیہ کی بیٹی! تو نے نماز عصر کے بعد کی دو

فَشَغَلُوْنِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ.

رکعتوں کی بابت پوچھا ہے اور بات یہ ہے کہ عبدالقیس کے کچھ لوگ میرے پاس آئے تھے۔انہوں نے مجھے مشغول رکھا۔ دو رکعتیں نہیں پڑھنے دیں جو کہ ظہر کے بعد ہوتی ہیں سو یہ وہی دو رکعتیں ہیں۔

اطرافه: ۴۳۷۰۔

تشریح: اِذَا كَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ وَاسْتَمَعَ: نمازی سے اگر کوئی دوسرا شخص بات کرے تو کیا نماز فاسد ہوجائے گی؟ جمہور نے روایت نمبر۱۲۳۳ سے استدلال کرتے ہوئے یہی فتویٰ دیا ہے کہ فاسد نہیں ہوگی۔امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں جواب محذوف کرکے اپنی رائے یہاں ظاہر نہیں کی۔اگلے باب کے عنوان میں حضرت کریبؓ کی اسی روایت کا حوالہ دیتے ہوئے نماز میں اشارہ کرنے سے متعلق کئی روایتیں نقل کی ہیں۔ حضرت کریبؓ کی مذکورہ بالا روایت سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفل پڑھنے کی حالت میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے سائل کو ٹھہرنے کے لئے اشارہ فرمایا اور روایت نمبر۱۲۳۴ سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں شامل نہیں تھے اور حضرت ابوبکرؓ نمازِ فریضہ پڑھا رہے تھے تو آپؐ نے ان کو اشارہ کیا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں اور روایت نمبر۱۲۳۵ سے ظاہر ہے کہ حضرت عائشہؓ نوافل پڑھ رہی تھیں کہ حضرت اسماءؓ نے ان سے دریافت کیا اور روایت نمبر۱۲۳۶ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ فریضہ کی حالت میں اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جائیں۔اس روایت کے آخر میں الفاظ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ خاص طور پر قابل غور ہیں۔جب بحالتِ نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کرنے یا آپؐ سے بات کرنے سے نماز میں خلل واقع نہیں ہوا تو بعض فقہاء کا نماز کے فاسد ہونے سے متعلق فتویٰ دینا درست نہیں۔امام موصوفؒ نے باب نمبر۸ کا عنوان ''اِذَا'' سے قائم کرکے جواب مابعد کے باب اور اس کی روایات کی ترتیب میں مقدر کردیا ہے۔

بَاب ۹: اَلْإِشَارَةُ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں اشارہ کرنا

قَالَهُ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اسے حضرت کریبؓ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت ام سلمہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔

۱۲۳۴: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ

۱۲۳۴: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یعقوب بن عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا۔انہوں

أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بَلَغَهُ أَنَّ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ كَانَ بَيْنَهُمْ شَيْءٌ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ فِي أُنَاسٍ مَعَهُ فَحُبِسَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَاءَ بِلَالٌ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حُبِسَ وَقَدْ حَانَتِ الصَّلَاةُ فَهَلْ لَّكَ أَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ فَأَقَامَ بِلَالٌ وَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ لِلنَّاسِ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَمْشِي فِي الصُّفُوْفِ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ فَأَخَذَ النَّاسُ فِي التَّصْفِيْقِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ الْتَفَتَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُهُ أَنْ يُّصَلِّيَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ رضی اللہ عنہ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللهَ وَرَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَصَلَّى لِلنَّاسِ فَلَمَّا

نے ابوحازم (سلمہ بن دینار) سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان کچھ جھگڑا ہوا ہے۔ آپؐ اپنے ساتھ بعض صحابہؓ کو لے کر ان میں صلح کرانے کے لئے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (وہاں) رک گئے اور نماز کا وقت آ پہنچا۔ حضرت بلالؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: ابوبکر! رسول اللہ ﷺ تو رک گئے اور نماز کا وقت بھی ہو گیا ہے۔ کیا آپ لوگوں کی امامت کریں گے؟ انہوں نے کہا: اچھا اگر تم چاہتے ہو۔ حضرت بلالؓ نے تکبیرِ اقامت کہی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور لوگوں کے لئے اللہ اکبر کہا اور رسول اللہ ﷺ بھی صفوں میں سے چلتے ہوئے آ گئے اور پہلی صف میں کھڑے ہو گئے اور لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں اِدھر اُدھر دھیان نہیں کرتے تھے۔ جب لوگوں نے بہت تالیاں بجائیں تو انہوں نے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ موجود ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاؤ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹے۔ یہاں تک کہ صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے

فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَا لَكُمْ حِيْنَ نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ أَخَذْتُمْ فِي التَّصْفِيْقِ إِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ مَنْ نَّابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللهِ فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ حِيْنَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ اللهِ إِلَّا الْتَفَتَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ لِلنَّاسِ حِيْنَ أَشَرْتُ إِلَيْكَ فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَا كَانَ يَنْبَغِي لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ.

اور آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب آپؐ فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا: لوگو! تمہیں نماز میں کوئی امر پیش آئے تو تم تالیاں بجانے لگتے ہو۔ تالی بجانا تو عورتوں کے لئے ہے۔ جسے نماز میں کوئی بات پیش آئے تو چاہیے کہ سبحان اللہ کہے۔ جس وقت سبحان اللہ کہے گا تو جو بھی سنے گا اس کی طرف متوجہ ہوگا۔ ابوبکرؓ! جب میں نے تمہیں اشارہ کیا تھا تو تمہیں کس بات نے روکا کہ لوگوں کو نماز پڑھاتے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لئے یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہو کر نماز پڑھائے۔

اطرافه: ٦٨٤، ١٢٠١، ١٢٠٤، ١٢١٨، ٢٦٩٠، ٢٦٩٣، ٧١٩٠.

١٢٣٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَهِيَ تُصَلِّي قَائِمَةً وَالنَّاسُ قِيَامٌ فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ آيَةٌ فَقَالَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ

١٢٣٥: یحيٰ بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبداللہ) بن وہب نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) (سفیان) ثوری نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے فاطمہ (بنت منذر) سے، فاطمہ نے حضرت اسماءؓ سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور وہ کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں اور لوگ بھی کھڑے تھے۔ میں نے کہا: لوگوں کی کیا حالت ہے؟ تو اُنہوں نے اپنے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا: کیا کوئی نشان ہے؟ تو انہوں نے سر سے اشارہ کیا۔ یعنی ہاں۔

اطرافه: ٨٦، ١٨٤، ٩٢٢، ١٠٥٣، ١٠٥٤، ١٠٦١، ١٣٧٣، ٢٥١٩، ٢٥٢٠، ٧٢٨٧.

١٢٣٦: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ جَالِسًا وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا.

اطرافه: ٦٨٨، ١١١٣، ٥٦٥٨۔

۱۲۳۶: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ (عروہ بن زبیر) سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نبی ﷺ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپؐ بیمار تھے اور کچھ لوگوں نے بھی آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھی۔ آپؐ نے انہیں اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا: امام تو اس لئے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس لئے جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اُٹھائے تم بھی سر اُٹھاؤ۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
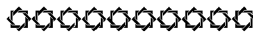
بسم اللہ الرحمن الرحیم

٢٣- كِتَابُ الْجَنَائِز

بَاب ١ : فِي الْجَنَائِزِ

جوحکم جنازوں کے بارے میں آیا ہے

وَمَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَقِيْلَ لِوَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَلَيْسَ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ إِلَّا لَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَإِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ.

اور وہ شخص جس کا آخری سخن لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ ہو اور وہب بن منبہ سے کہا گیا: کیا لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ جنت کی چابی نہیں ہے؟ تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں، لیکن کوئی بھی ایسی چابی نہیں جس کے دندانے نہ ہوں۔ سو اگر تم ایسی چابی لاؤ گے جس کے دندانے ہیں تو تمہارے لئے کھل جائے گا ورنہ نہیں کھلے گا۔

١٢٣٧: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ عَنِ الْمَعْرُوْرِ ابْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي آتٍ مِنْ رَّبِّي فَأَخْبَرَنِي أَوْ قَالَ بَشَّرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَّاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ.

۱۲۳۷: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہم سے مہدی بن میمون نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) واصل (بن حیان) احدب نے ہمیں بتایا۔ واصل نے معرور بن سوید سے، معرور نے حضرت ابوذر (غفاری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے مجھے بتایا یا آپ نے فرمایا اس نے مجھے بشارت دی کہ جو میری امت سے ایسی حالت میں مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا: گو اس نے زنا کیا ہو، گو اس نے چوری کی ہو؟ فرمایا: گو اس نے زنا کیا ہو، گو اس نے چوری کی ہو۔

اطرافه: ١٤٠٨، ٢٣٨٨، ٣٢٢٢، ٥٨٢٧، ٦٢٦٨، ٦٤٤٣، ٦٤٤٤، ٧٤٨٧.

۱۲۳۸ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيْقٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

۱۲۳۸: عمر بن حفص نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) اعمش نے ہمیں بتایا، (کہا:) شقیق (بن سلمہ) نے ہمیں بتایا کہ حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک ٹھہراتے ہوئے مرے گا وہ آگ میں داخل ہوگا اور میں (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) کہتا ہوں: جو شخص ایسی حالت میں مرے کہ وہ کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراتا ہو تو جنت میں داخل ہوگا۔

اطرافه: ٤٤٩٧، ٦٦٨٣.

تشریح: **مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ:** عنوانِ باب میں ان روایتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جنہیں ابوداؤدؒ اور حاکمؒ نے اپنی مسندوں میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے نقل کیا ہے اور جن میں یہ الفاظ آتے ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب فی التلقین) (المستدرک علی الصحیحین. کتاب الجنائز. باب من کان آخر کلامه لااله الا الله دخل الجنة) امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ کر اس کا جواب حذف کر دیا ہے اور وہب بن منبہ کی تاویل درج کر کے اس کا مفہوم واضح کیا ہے۔ کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ چابی تو ہے بشرطیکہ اس چابی کے کام کرنے والے اجزاء بھی موجود ہوں یعنی اقرارِ توحید کے ساتھ اقرارِ رسالت و اعمال صالحہ بھی ہوں تب جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔ بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں جہاں حضرت معاذ بن جبلؓ کی مشارالیہا روایت نقل کی ہے، وہاں یہ الفاظ بھی بیان کئے ہیں: وَلٰكِنْ مِفْتَاحٌ بِلَا اَسْنَانٍ فَاِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهٗ اَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَاِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ ۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۱۴۲) اس ضمن میں دیکھئے کتاب الایمان تشریح باب ۱۵ تا باب ۱۸، باب ۲۲، باب ۲۵، باب ۳۳۔

وَاِنْ زَنَا وَاِنْ سَرَقَ: حضرت ابوذر غفاریؓ نے تعجب سے جو یہ دریافت کیا کہ خواہ وہ چوری کرے اور خواہ وہ زنا کرے تو اس کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد تھا: لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ (بخاری، کتاب الحدود، باب السارق حين يسرق، روایت نمبر ۶۷۸۲) یعنی انسان مومن ہو کر زنا نہیں کرتا۔ اقرار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے دراصل یہ معنی ہیں کہ اقرار کرنے والے نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابل پر اپنے نفس اور اس کی شہوات کو مغلوب کر لیا ہے: مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا کا یہی مفہوم ہے کہ اس کے نفس میں موت کے وقت دوئی کا شائبہ نہیں رہا اور یہ کہ وہ کامل توحید پر قائم تھا۔ ایسے شخص کے سابقہ گناہ خواہ زنا اور چوری سے تعلق رکھتے ہوں یقیناً بے اثر ہوں گے، یعنی توحید پر قائم ہونے کے ساتھ انسان کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کے اور جنت کے درمیان حائل نہیں ہوتے۔ اس تعلق میں مزید دیکھئے کتاب المظالم تشریح باب نمبر ۱۔

بَاب ۲ : اَلْأَمْرُ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ
جنازوں کے ساتھ جانے کا حکم

۱۲۳۹ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ أَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَإِجَابَةِ الدَّاعِيْ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَإِبْرَارِ الْقَسَمِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَنَهَانَا عَنْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَخَاتَمِ الذَّهَبِ وَالْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَالْقَسِّيِّ وَالْإِسْتَبْرَقِ.

۱۲۳۹: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اشعث (ابن ابی شعثاء) سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے معاویہ بن سوید بن مقرن کو حضرت براء (بن عازب) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ وہ کہتے تھے: ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتیں کرنے کا حکم دیا اور سات ہی باتوں سے ہمیں روکا۔ ہمیں حکم دیا کہ ہم جنازوں کے ساتھ جایا کریں، بیمار کی عیادت کریں، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کریں، مظلوم کی مدد کریں، قسم کو پورا کریں، سلام کا جواب دیا کریں، چھینکنے والے کو دعا دیں اور چاندی کے برتن، سونے کی انگوٹھی، ریشمی کپڑے اور دیباج اور قسی اور استبرق (پہننے) سے ہمیں منع فرمایا۔

اطرافه: ٢٤٤٥، ٥١٧٥، ٥٦٣٥، ٥٦٥٠، ٥٨٣٨، ٥٨٤٩، ٥٨٦٣، ٦٢٢٢، ٦٢٣٥، ٦٦٥٤۔

۱۲۴۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

۱۲۴۰: محمد (ذہلی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عمرو بن ابی سلمہ (تنیسی) نے ہمیں بتایا۔ اوزاعی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ابن شہاب نے ہمیں خبر دی، کہا: سعید بن مسیّب نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَ تَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَرَوَاهُ سَلَامَةُ عَنْ عُقَيْلٍ.

کو یہ فرماتے سنا: مسلمان پر مسلمان کے حق پانچ ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کو دعا دینا۔ (عمرو بن ابی سلمہ کی طرح) عبدالرزاق نے (بھی) اس (حدیث) کو بیان کیا، کہا: معمر نے ہمیں بتایا اور سلامہ نے عقیل سے سن کر اس کو روایت کیا۔

تشریح: اَلْاَمْرُ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ: باب۲ کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک جنازہ کے ساتھ جانا واجب ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک اَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ میں امر بمعنی حکم نہیں بلکہ بمعنے قول ہے۔ لیکن دوسری روایت کے الفاظ (حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ) وجوب جنازہ پر دلالت کرتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے تشریح باب ۵۷و۵۸۔

بَاب۳: اَلدُّخُوْلُ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ الْمَوْتِ إِذَا أُدْرِجَ فِي أَكْفَانِهِ

میت کے پاس مرنے کے بعد جانا جبکہ اسے کفن میں لپیٹا ہوا ہو۔

۱۲۴۱-۱۲۴۲: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ وَيُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى فَرَسِهِ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۱۲۴۱، ۱۲۴۲: بشر بن محمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: معمر اور یونس نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے۔ وہ کہتے تھے: ابوسلمہ نے مجھے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ نے ان سے بیان کیا۔ کہتی تھیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے مکان سے جو سُنح میں تھا گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور اتر کر مسجد میں گئے اور لوگوں سے بات نہیں کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اندر آئے اور سیدھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گئے اور آپؐ کو

وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَّجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ ثُمَّ بَكَى فَقَالَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا نَبِيَّ اللهِ لَا يَجْمَعُ اللهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا قَالَ أَبُو سَلَمَةَ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اجْلِسْ فَأَبَى فَقَالَ اجْلِسْ فَأَبَى فَتَشَهَّدَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَمَالَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَتَرَكُوْا عُمَرَ فَقَالَ أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ قَالَ اللهُ تَعَالَى: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ ط وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللهَ شَيْئًا ط وَسَيَجْزِي اللهُ الشَّاكِرِيْنَ

(آل عمران: ۱۴۵)

دھاریوں والی چادر سے ڈھانپا ہوا تھا۔ (حضرت ابوبکرؓ) نے آپؐ کے منہ سے کپڑا ہٹایا۔ پھر آپؐ پر جھکے اور آپؐ کا بوسہ لیا اور پھر رو پڑے اور کہا: اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ اللہ تعالیٰ آپؐ پر دو موتیں اکٹھی نہیں کرے گا۔ وہ موت جو اللہ تعالیٰ ☆ نے آپؐ کے لئے مقدر کی ہوئی تھی آپؐ پر وارد ہو چکی ہے۔ ابوسلمہ کہتے تھے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باہر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ (حضرت ابوبکرؓ) نے کہا: بیٹھو۔ وہ نہ مانے۔ پھر کہا: بیٹھو وہ نہ مانے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کلمۂ شہادت پڑھا اور لوگ ان کی طرف بڑھے اور حضرت عمرؓ کو چھوڑ دیا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا: اما بعد۔ اگر تم میں سے کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا تو یہ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں اور جو اللہ کی پرستش کرتا تھا اسے یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ زندہ ہے وہ کبھی مرنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور محمدؐ تو ایک پیغمبر ہی ہے اس سے پہلے بھی پیغمبر فوت ہو چکے ہیں۔ {پس کیا اگر یہ بھی وفات پا جائے یا قتل ہو جائے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو بھی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا تو وہ ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اور اللہ یقیناً شکر گزاروں کو جزا دے گا۔}

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں "كُتِبَتْ عَلَيْكَ" کی بجائے "كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكَ" کے الفاظ ہیں۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۱۴۷)

فَوَاللّٰهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الْآيَةَ حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ إِلَّا يَتْلُوْهَا.

اللہ کی قسم! ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے لوگ اس وقت تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے پڑھا، جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل کی تھی اور گویا لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے اس آیت کا علم حاصل کیا ہے، پھر تو جس انسان کو سنو وہ یہی آیت پڑھ رہا تھا۔

اطراف الحدیث۱۲۴۱: ۳۶۶۷، ۳۶۶۹، ۴۴۵۲، ۴۴۵۵، ۵۷۱۰۔
اطراف الحدیث۱۲۴۲: ۳۶۶۸، ۳۶۷۰، ۴۴۵۳، ۴۴۵۴، ۴۴۵۷، ۵۷۱۱۔

۱۲۴۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ اقْتُسِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ قُرْعَةً فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ فَأَنْزَلْنَاهُ فِي أَبْيَاتِنَا فَوَجِعَ وَجَعَهُ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَلَمَّا تُوُفِّيَ وَغُسِّلَ وَكُفِّنَ فِي أَثْوَابِهِ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْكِ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَكْرَمَهُ فَقُلْتُ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللّٰهُ فَقَالَ أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ

۱۲۴۳: یحیٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: خارجہ بن زید بن ثابت نے مجھے بتایا کہ حضرت امّ العلاءؓ نے جو ایک انصاری عورت تھیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہوئی تھی، انہیں بتایا۔ مہاجرین قرعہ ڈال کر تقسیم کر دیئے گئے۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ ہمارے حصہ میں آئے اور ہم نے ان کو اپنے گھروں میں مہمان رکھا۔ پھر وہ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں انہوں نے وفات پائی۔ جب وہ فوت ہوئے اور انہیں غسل دیا گیا اور وہ اپنے ہی کپڑوں میں کفنائے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر آئے۔ میں نے کہا: اے ابوالسائب (عثمان بن مظعونؓ)! تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ تمہاری نسبت میری گواہی ہے کہ ضرور ہی اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت دی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت دی ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ آپؐ پر قربان۔ پھر اللہ اور کس کو عزت دے گا؟ تو آپؐ نے فرمایا: اس کی تو یہ حالت ہے کہ اس پر موت وارد ہو چکی ہے اور بخدا میں اس کے لئے بھلائی ہی کی امید رکھتا

الْيَقِيْنُ وَاللهِ إِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ وَاللهِ مَا أَدْرِيْ وَأَنَا رَسُوْلُ اللهِ مَا يُفْعَلُ بِي قَالَتْ فَوَاللَّهِ لَا أُزَكِّي أَحَدًا بَعْدَهُ أَبَدًا.

ہوں اور اللہ کی قسم مجھے بھی معلوم نہیں حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا گزرے گی۔ حضرت امّ العلاءؓ کہتی تھیں: بخدا اس کے بعد تو میں کسی کی نسبت کبھی نہیں کہوں گی کہ وہ پاک ہے۔

حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ مِثْلَهُ وَقَالَ نَافِعُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ عُقَيْلٍ مَا يُفْعَلُ بِهِ وَتَابَعَهُ شُعَيْبٌ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَمَعْمَرٌ.

سعید بن عُفیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے ہمیں اس طرح بتایا اور نافع بن یزید نے عقیل سے روایت کرتے ہوئے یہ الفاظ نقل کئے (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) میں نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور (عقیل کی طرح) شعیب اور عمرو بن دینار اور معمر نے بھی یہ حدیث بیان کی۔

اطرافه: ٢٦٨٧، ٣٩٢٩، ٧٠٠٣، ٧٠٠٤، ٧٠١٨.

١٢٤٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَّجْهِهِ أَبْكِيْ وَيَنْهَوْنِيْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْهَانِي فَجَعَلَتْ عَمَّتِي فَاطِمَةُ تَبْكِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْكِيْنَ أَوْ لَا تَبْكِيْنَ مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رَفَعْتُمُوْهُ تَابَعَهُ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرًا رضي الله عنه

۱۲۴۴: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) غندر نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے محمد بن منکدر سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا: جب میرے باپ کو شہید کیا گیا تو میں ان کے چہرے سے کپڑا اُتار کر رونے لگا اور لوگ مجھے روکتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نہیں روکتے تھے۔ میری پھوپھی حضرت فاطمہؓ بھی رونے لگیں۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم روئے یا نہ روئے؛ اس وقت تک کہ تم نے اس کو اُٹھایا ملائکہ اپنے پروں سے اس پر سایہ کئے رہے ہیں۔ (شعبہ کی طرح) ابن جریج نے بھی یہ روایت بیان کی۔ (محمد) بن منکدر نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا۔

اطرافه: ١٢٩٣، ٢٨١٦، ٤٠٨٠.

تشریح: **اَلدُّخُولُ عَلَى الْمَيِّتِ بَعْدَ الْمَوْتِ إِذَا أُدْرِجَ فِي أَكْفَانِهِ:** نخعیؒ وغیرہ کا خیال ہے کہ میت کو سوائے نہلانے والے اور اس کے رشتہ داروں کے اور کوئی نہ دیکھے۔ اس قسم کے خیالات کے ردّ میں مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۱۴۸) حضرت عائشہؓ، حضرت امّ العلاءؓ اور حضرت جابرؓ کی روایتوں سے استدلال کیا گیا ہے کہ مرنے کے بعد میت کو جا کر دیکھنا نبی ﷺ کی عادت تھی۔ روایت نمبر ۱۲۴۱، ۱۲۴۲ میں حضرت ابوبکرؓ کے الفاظ لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ سے یہ مراد لی گئی ہے کہ یہ نہیں ہوگا کہ زندہ کر کے پھر آپؐ پر موت وارد کی جائے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ وغیرہ کا خیال تھا کہ آپؐ تھوڑے عرصہ کے لئے فوت ہوئے ہیں دوبارہ زندہ ہو کر منافقین کا قلع قمع کریں گے اور دوسرے یہ کہ جہاں تک آپؐ کی جسمانی وفات کا تعلق ہے وہ تو ہو چکی مگر آپؐ کی روحانی موت کبھی نہ ہوگی آپؐ روحانی طور پر ہمیشہ کے لیے زندہ رسول ہیں اور آپؐ کی تعلیم بھی ہمیشہ کے لیے ہے، اس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔

فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ: حضرت ابوبکرؓ نے وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ. (آل عمران: ۱۴۵) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر استدلال کیا ہے کہ یہ کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں، آپؐ بھی فوت ہو جائیں گے۔ قَدْ خَلَتْ کے معانی ہیں گزر گئے۔ ان کا یہ گزرنا موت ہی کے ذریعہ سے ہوا ہے جیسا کہ آیت کے اگلے حصہ میں أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ کے الفاظ سے اس جگہ مرنے کی تشریح کر دی گئی ہے۔ یعنی کیا اگر یہ مر جائے یا قتل کیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔ اس سے پہلے بھی نبی گزر گئے کوئی طبعی موت سے اور کوئی غیر طبعی موت یعنی قتل وغیرہ سے۔ قَدْ خَلَتْ کے بعد مَاتَ اور قُتِلَ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ خلت سے وہی گزرنا مراد ہے جو طبعی یا غیر طبعی موت سے ہوا کرتا ہے۔ اس مضمون کی تفصیل کے لیے دیکھئے: تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷ صفحہ ۹۳۔ نیز تحفہ غزنویہ، روحانی خزائن جلد نمبر ۱۵ صفحہ ۵۸۲)

وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُولُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِي: یہ بات آنحضرت ﷺ نے سورۂ احقاف کی اس آیت کے مطابق فرمائی ہے: قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ (الاحقاف: ۱۰) {تو کہہ دے میں رسولوں میں سے پہلا تو نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ مجھ سے اور تم سے کیا سلوک کیا جائے گا۔} یہ سورۃ مکی ہے اور اس کے بعد کی سورۃ فتح میں جو مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (الفتح: ۳) {تا کہ اللہ تجھے تیری ہر سابقہ اور ہر آئندہ ہونے والی لغزش بخش دے۔} اس آیت میں آپؐ کو کامل مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔ اس لئے بعض شارحین کا خیال ہے کہ اس کے بعد آپؐ نے اپنے اور بعض اور صحابہؓ کے متعلق یقینی طور پر اطلاع دی کہ آپؐ اور وہ جنت میں داخل ہوں گے (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۱۴۹) باوجود اس یقینی بشارت کے آیت فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ (السجدہ: ۱۸) کے مطابق تفصیلی طور پر کسی کو علم نہیں کہ حیاتِ آخرت میں کیا کیا نعمتیں اور کیا کیا ترقیاں مقدر ہیں۔ اجمالی علم اور تفصیلی علم کے درمیان بڑا فرق ہے۔ آنحضرت ﷺ سے متعلق مغفرت کی بشارت جو سورۂ فتح میں وارد ہوئی ہے۔ اس کی تشریح کے لئے دیکھئے کتاب التفسیر، سورۃ الفتح، باب لیغفر لک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک۔

بَاب ٤ : اَلرَّجُلُ يَنْعَى إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِهِ

جو آدمی میت والوں کو موت کی خبر خود دے

١٢٤٥ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

۱۲۴۵: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سعید بن میبّب سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشیؒ کے مرنے کی خبر اُسی دن دی تھی جس دن وہ فوت ہوا۔ آپؐ عیدگاہ کو گئے اور لوگوں کو صفیں بندھوائیں اور چار تکبیریں کہیں۔

اطرافه: ١٣١٨، ١٣٢٧، ١٣٢٨، ١٣٣٣، ٣٨٨٠، ٣٨٨١.

١٢٤٦ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيْبَ ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيْبَ ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيْبَ وَإِنَّ عَيْنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَذْرِفَانِ ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهُ.

۱۲۴۶: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ایوب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حمید بن ہلال سے، حمید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: زیدؓ نے جھنڈا لیا۔ وہ شہید ہوئے۔ پھر جعفرؓ نے اسے لیا۔ وہ بھی شہید ہوئے۔ پھر عبداللہ بن رواحہؓ نے اسے لیا۔ وہ بھی شہید ہوئے۔ (آپؐ یہ فرماتے جاتے تھے) اور حالت یہ تھی کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ پھر حضرت خالدؓ بن ولید نے اسے بغیر سردار ہونے کے لیا اور انہیں فتح ہوئی۔

اطرافه: ٢٧٩٨، ٣٠٦٣، ٣٦٣٠، ٣٧٥٧، ٤٢٦٢.

تشریح. **اَلرَّجُلُ یَنعٰی اِلٰی اَھْلِ الْمَیِّتِ بِنَفْسِہٖ:** زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ موت کی خبر کا اعلان کرنے کے لئے ایک سوار بھیجا جاتا تھا، جو گھر گھر اور بازاروں میں منادی کرتا اور جس قدر اجتماع کسی کی موت پر ہوتا اسی قدر فخر کیا جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے اعلانوں اور اجتماعوں سے روک دیا۔ ابن ماجہؒ اور ترمذی نے حضرت حذیفہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے: **اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ بِاُذُنَیَّ ھَاتَیْنِ یَنْھٰی عَنِ النَّعِیِ.** (ابن ماجه. کتاب ما جاء فی الجنائز. باب ما جاء فی النهی عن النعی) (ترمذی. کتاب الجنائز. باب ما جاء فی کراهیة النعی) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں کانوں سے اعلانِ موت کرنے سے روکتے سنا اور اسی وجہ سے اگر حضرت حذیفہؓ کے ہاں کوئی موت کا واقعہ ہو جاتا، تو وہ اطلاع دینے سے روک دیتے اور کہتے: **اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّکُوْنَ نَعْیًا** میں ڈرتا ہوں کہ یہ اطلاع اعلانِ موت نہ ہو جائے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۱۵۱) مگر جیسے زمانہ جاہلیت کا طریق از قبیل افراط تھا یہ طریق تفریط ہے۔

اسلام نے خویش و اقرباء کو اطلاع دینے سے نہیں روکا بلکہ اس سے روکا ہے کہ لوگوں کو تشویش میں ڈالے۔ فلسفہ موت پر غور کرنے سے مشیئتِ الٰہی یہی معلوم ہوتی ہے کہ موت اپنا کام ایسے طریق سے کرے کہ اس کا المناک اثر ایک خاص دائرہ میں محدود رہے اور باقی دنیا اطمینان سے اپنا کام کرتی رہے۔ غرض موت کی خبر دینا فی ذاتہٖ معیوب نہیں بلکہ وہ طریق معیوب ہے جو ایسے موقعوں پر مشرک اقوام میں رائج تھا اور اب بھی بعض جگہ ہے۔ امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۱۲۴۵، ۱۲۴۶ سے مسئلہ مذکور کے جواز کا استدلال کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ اطلاعیں خارجی ذرائع کی بنا پر نہ تھیں بلکہ اَز قبیل مکاشفہ یا رؤیا تھیں جو پوری ہوئیں۔ یہ واقعات کتاب الجنائز اور کتاب المغازی میں مفصل مذکور ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ جب نجاشیؓ کی موت کا آپؐ نے اعلان فرمایا تو اس وقت مدینہ میں اس کے رشتہ داروں میں سے مخمر بن اخی النجاشی موجود تھے جو حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے ساتھ مدینہ میں آئے تھے۔ اس مناسبت سے اور اس لئے کہ مسلمان ہی درحقیقت نجاشیؓ کا جو مسلمان ہو چکے تھے جنازہ پڑھنے کے اہل تھے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۱۵۱)

روایت نمبر ۱۲۴۶ میں جنگ موتہ کی طرف اشارہ ہے جو شام کی سرحد پر ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت زید بن حارثہؓ سپہ سالار مقرر ہوئے تھے جو آزاد شدہ غلام تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفرؓ اور یہ شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سپہ سالار ہوں گے۔ مسلمانوں کی طرف سے تین ہزار فوج تھی اور دشمن کا لشکر ایک لاکھ کے قریب تھا۔ یہ تین جلیل القدر صحابیؓ یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں کام آئے۔ آخر حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ مذکورہ بالا تینوں صحابہ کی شہادت کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ کشف یا وحی علم پا کر قبل از وقت دی۔ ان قابل قدر اور مخلص ساتھیوں کی جدائی کے خیال پر آپؐ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔

عنوانِ باب میں فقرہ بِنَفْسِہٖ سے جہاں معنونہ مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے وہاں اس رائے کا بھی اظہار کیا گیا ہے کہ یہ اطلاع آپؐ نے خود دی تھی۔ میدان جنگ سے اس کے متعلق اطلاع نہیں پہنچی تھی۔

بَاب ٥: اَلْإِذْنُ بِالْجَنَازَةِ
جنازہ کی اطلاع

وَقَالَ أَبُو رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَّا كُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِي.

اور ابورافع نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی؟

١٢٤٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ مَاتَ إِنْسَانٌ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ فَمَاتَ بِاللَّيْلِ فَدَفَنُوْهُ لَيْلًا فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرُوْهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تُعْلِمُوْنِي قَالُوْا كَانَ اللَّيْلُ فَكَرِهْنَا وَكَانَتْ ظُلْمَةٌ أَنْ نَشُقَّ عَلَيْكَ فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

۱۲۴۷: محمد (بن سلام بیکندی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابومعاویہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابواسحٰق شیبانی سے، شیبانی نے شعبی سے، شعبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ایک آدمی فوت ہو گیا، جس کی عیادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ وہ رات کو فوت ہوا تو لوگوں نے اسے رات کو ہی دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے آپؐ کو خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں کس نے روکا تھا کہ مجھے اطلاع دے دیتے۔ انہوں نے کہا: رات تھی اور اندھیرا تھا اس لیے ہم نے ناپسند کیا کہ آپؐ کو تکلیف دیں۔ آپؐ اس کی قبر پر آئے اور نماز (جنازہ) پڑھی۔

اطرافه: ٨٥٧، ١٣١٩، ١٣٢١، ١٣٢٢، ١٣٢٦، ١٣٣٦، ١٣٤٠.

تشریح: **اَلْاِذْنُ بِالْجَنَازَةِ:** عنوانِ باب میں حضرت ابو ہریرہؓ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کتاب الصلوٰۃ باب ۷۲ روایت نمبر ۴۵۸ و باب ۷۴ روایت نمبر ۴۶۰ میں دیکھئے۔ مرنے والی امّ مِحجنؓ تھیں اور وہ شخص جس کا ذکر روایت نمبر ۱۲۴۷ میں کیا گیا ہے، حضرت طلحہ بن براءؓ تھے۔ موت کی خبر دینے سے جنازے کی منادی نہیں ہو جاتی۔ اس لئے چاہیے کہ اس کی عام اطلاع کی جائے تا لوگ جنازے میں شامل ہو سکیں۔

بَاب ٦ : فَضْلُ مَنْ مَاتَ لَهُ وَلَدٌ فَاحْتَسَبَ

اس شخص کی فضیلت جس کا بچہ مر جائے اور وہ اللہ کی رضا جوئی کے لئے صبر کرے

وَقَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ. (البقرة:١٥٦)

اور اللہ عز وجل کا فرمانا: (وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ) یعنی صبر کرنے والوں کو بشارت دو۔

١٢٤٨ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مِنْ مُّسْلِمٍ يُتَوَفَّى لَهُ ثَلاثٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ.

اطرافہ: ۱۳۸۱۔

۱۲۴۸: ابو معمر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) عبدالعزیز نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: نبی ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں سے جس مسلمان کے تین بچے مر جائیں جنہیں ابھی نیکی بدی کی تمیز نہیں ہوئی تو ضرور اللہ تعالیٰ اپنی اس رحمت کے طفیل جو اُن کے لئے ہے، اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

١٢٤٩ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النِّسَاءَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ لَنَا يَوْمًا فَوَعَظَهُنَّ وَقَالَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَ لَهَا ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ كَانُوْا لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ قَالَتِ امْرَأَةٌ وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ

اطرافہ: ۱۰۱، ۷۳۱۰۔

۱۲۴۹: مسلم (بن ابراہیم) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ہم سے عبدالرحمٰن (بن عبداللہ) اصبہانی نے بیان کیا۔ انہوں نے ذکوان سے، ذکوان نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہمارے لئے بھی ایک دن مقرر فرمائیں۔ چنانچہ آپؐ نے انہیں وعظ کیا۔ فرمایا: جس عورت کے تین بچے مر جائیں وہ اس کے لئے آگ سے پناہ ہوں گے۔ اس پر ایک عورت نے کہا: اگر دو (مر جائیں؟) آپؐ نے فرمایا: تو بھی۔

۱۲۵۰: وَقَالَ شَرِيْكٌ عَنِ ابْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَمْ يَبْلُغُوْا الْحِنْثَ.

اطرافه: ۱۰۲۔

۱۲۵۰: اورشریک نے ابن اصبہانی سے یوں روایت کی ہے۔ ابوصالح (ذکوان) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے یہ بھی کہا کہ جو نیکی و بدی کی تمیز کی عمر تک نہ پہنچے ہوں۔

۱۲۵۱: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ فَيَلِجَ النَّارَ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا (مریم: ۷۲)

اطرافه: ٦٦٥٦۔

۱۲۵۱: علی (بن مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا کہ سعید بن مسیّب سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جس مسلمان کے تین بچے مرجائیں تو وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا، مگر قسم پورا کرنے کے لیے۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے یہ آیت پڑھی: اور تم (ظالموں) میں سے کوئی نہیں مگر وہ ضرور اُس (جہنم) میں اُترنے والا ہے۔

تشریح: فَضْلُ مَنْ مَّاتَ لَهُ وَلَدٌ فَاحْتَسَبَ: امام بخاریؒ نے ابواب کو ایک خاص ترتیب میں رکھا ہے یہ نہیں کہ جیسے روایتیں سامنے آئیں، انہیں اکٹھا کرتے چلے گئے۔ گزشتہ پانچوں ابواب طبعی ترتیب کے ساتھ ہیں۔ یہ باب ایک معصوم بچے کی موت پر صبر کرنے سے متعلق ہے۔ معصوم بچوں سے والدین کو بڑی محبت ہوتی ہے اس لئے ان کی جدائی سے ان کو صدمہ بھی انتہائی ہوتا ہے اور اسی نسبت سے والدین کو ثواب کا موقع ملتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے صبر کریں اور شکوہ وشکایت کا خیال دل میں نہ لائیں اور یہ مقام صبر اپنے نفس کے ساتھ ایک بڑا مجاہدہ کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ کی مرفوع روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ منقول ہیں: مَنْ دَفَنَ ثَلَاثَةً فَصَبَرَ عَلَيْهِمْ وَاحْتَسَبَهُمْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَتْ أُمُّ أَيْمَنَ أَوِاثْنَيْنِ فَقَالَ مَنْ دَفَنَ اثْنَيْنِ فَصَبَرَ عَلَيْهِمَا وَاحْتَسَبَهُمَا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَتْ أُمُّ أَيْمَنَ وَوَاحِدًا فَسَكَتَ وَأَمْسَكَ ثُمَّ قَالَ يَاأُمَّ أَيْمَنَ مَنْ دَفَنَ وَاحِدًا فَصَبَرَ عَلَيْهِ وَاحْتَسَبَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ.

(المعجم الاوسط للطبرانی. باب من اسمه ابراهیم. حدثنا ابومسلم، روایت نمبر ۲۴۸۹ جزء ۳ صفحہ ۶۳)

اسی مفہوم کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع روایت ہے جو امام بخاریؒ نے کتاب الرقاق میں نقل کی ہے: يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا لِعَبْدِي الْمُؤْمِنِ عِنْدِيْ جَزَآءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ إِلَّا الْجَنَّةُ (بخاری، کتاب الرقاق، باب العمل الذی یبتغی به وجه اللّٰه، روایت نمبر ۶۴۲۴) یہ روایت نہایت صحیح ہے اور تین کی تخصیص اُڑاتی ہے۔ اسی عدم تخصیص کی طرف توجہ منعطف کرانے کے لئے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاثْنَانِ: حضرت انسؓ کی والدہ حضرت ام سلیم انصاریہؓ کے پوچھنے پر آپؐ نے فرمایا اور اگر دو بچے مریں تو تب بھی جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت ام سلیمؓ اس پر خاموش ہو گئیں اور آپؐ کا منشاء مبارک سمجھ کر ایک کی نسبت نہ پوچھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص شخص کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو تسلی دینے کے لئے ایسا فرمایا۔ بعض مرفوع اور صحیح روایتیں پائی جاتی ہیں جن میں ایک کا بھی ذکر ہے اور بعض روایتوں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ صرف عورتوں ہی کے لئے یہ بشارت نہیں۔ جیسا کہ روایت نمبر ۱۲۴۸ اور نمبر ۱۲۵۱ کے الفاظ سے واضح ہے۔ اور روایت نمبر ۱۲۴۹ کے الفاظ أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَّاتَ لَهَا ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ ...... بھی یہی مفہوم رکھتے ہیں کہ یہ بشارت والدین کے لئے علی الاطلاق ہے۔ بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر صبر سے کام لیں اسی اہم شرط اور عمومیت کی طرف توجہ دلانے کے لئے امام موصوفؒ نے عنوانِ باب میں قرآن مجید کی اس آیت کا حوالہ دیا ہے: وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ٥ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ٥ أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ٥ (البقرۃ:۱۵۶ تا ۱۵۸) {اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ ان لوگوں کو جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے ربّ کی طرف سے برکتیں ہیں اور رحمت ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔} خواہ مرد ہوں یا عورتیں خواہ ایک کی موت کا صدمہ ہو یا دو کا؛ صبر کرنے پر انہیں بشارت ہے کہ وہ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دکھ اور درد کی آگ سے محفوظ و مامون ہو کر اپنے آپ کو جنت میں پائیں گے۔ اسلام کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ نے مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے موت کا تصور ہر پہلو سے جنت کے تصور میں تبدیل کر دیا تھا۔ روایت نمبر ۱۲۴۸ کے الفاظ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ کی تشریح دوسری روایت (نمبر ۱۲۴۹) کے الفاظ كَانُوْا لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے حسرتوں کو بھی آگ سے تعبیر فرمایا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے: وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُ وْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ . وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ النَّارِ (البقرہ:۱۶۸) {اور وہ لوگ جنہوں نے پیروی کی کہیں گے کاش! ہمیں ایک اور موقع ملتا تو ہم ان سے اسی طرح بیزاری کا اظہار کرتے جس طرح انہوں نے ہم سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ اسی طرح اللہ انہیں ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ (اس) آگ سے نکل نہیں سکیں گے۔}

اِلَّا تَحِلَّةُ الْقَسَمِ: یہ اشارہ ہے قرآن مجید کی اس آیت کی طرف وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (مریم:۷۲،۷۳) {اورتم (ظالموں) میں سے کوئی نہیں مگر وہ ضرور اس پر اُترنے والا ہے۔ یہ تیرے ربّ پر ایک طے شدہ فیصلہ کے طور پر فرض ہے۔ پھر ہم ان کو بچا لیں گے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور ہم ظالموں کو اُس میں گھٹنوں کے بَل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔} اس آیت کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

یعنی اے بُرو اور اے نیکو! تم میں سے کوئی بھی نہیں جو جہنم کی آگ پر گزر نہ کرے مگر وہ جو خدا کے لئے اس آگ میں پڑتے ہیں وہ نجات دیئے جائیں گے لیکن وہ جو اپنے نفس امارہ کے لئے آگ پر چلتا ہے وہ آگ اسے کھا جائے گی۔ پس مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں اور بدبخت وہ جو اپنے نفس کے لئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں اور اس سے موافقت نہیں کرتے۔

(کشتی نوحؑ صفحہ ۲۷۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۵)

اور بہشت اور دوزخ کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ

بہشت اور دوزخ کی جڑھ اسی دنیا سے شروع ہوتی ہے جیسا کہ دوزخ کے باب میں ایک اور جگہ فرماتا ہے: نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ. (الھمزہ:۷،۸) یعنی دوزخ وہ آگ ہے جو خدا کا غضب اس کا منبع ہے اور گناہ سے بھڑکتی ہے اور پہلے دل پر غالب ہوتی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کی اس آگ کی اصل جڑھ وہ غم اور حسرتیں اور درد ہیں جو دل کو پکڑتے ہیں کیونکہ تمام روحانی عذاب پہلے دل سے ہی شروع ہوتے ہیں اور پھر تمام بدن پر محیط ہو جاتے ہیں۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۷۹۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۳)

نیز اس تعلق میں مفصل دیکھیں ''آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۴۲ تا ۱۵۷'' اور ''تفسیر کبیر مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، تفسیر سورۃ مریم آیت نمبر ۷۲، جلد ۵ صفحہ ۳۳۵ تا ۳۳۸''۔

بَاب۷: قَوْلُ الرَّجُلِ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ الْقَبْرِ اصْبِرِيْ

آدمی کا عورت سے قبر کے پاس کہنا کہ صبر کر

۱۲۵۲: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ عِنْدَ قَبْرٍ وَهِيَ تَبْكِيْ فَقَالَ اتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِي.

۱۲۵۲: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ثابت نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر کے پاس (بیٹھی) رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کو سپر بنا اور صبر کر۔

اطرافه: ۱۲۸۳، ۱۳۰۲، ۷۱۵۴۔

تشریح: اِتَّقِ اللّٰهَ وَاصْبِرِیْ : سب سے زیادہ جزع وفزع عورتیں کیا کرتی ہیں۔ اس لئے مرد کو چاہیے کہ ان کو صبر کی تلقین کرے۔ قبروں پر جا کر واویلا کرنا شعار اسلام کے منافی ہے۔ سابقہ باب میں صبر کرنے والوں کے لئے بشارت کا ذکر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر عورتوں کو دی تھی۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر نہ کرنا تقویٰ کے خلاف ہے۔

بَاب۸: غُسْلُ الْمَيِّتِ وَوُضُوْءُهُ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ

میت کو پانی اور بیری کے پتوں سے نہلانا اور وضو کرانا

وَحَنَّطَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ابْنًا لِسَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ وَحَمَلَهُ وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الْمُسْلِمُ لَا يَنْجُسُ حَيًّا وَلَا مَيِّتًا وَقَالَ سَعْدٌ لَوْ كَانَ نَجِسًا مَا مَسَسْتُهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ.

اور (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما نے سعید بن زید کے ایک بیٹے کو حنوط لگایا اور اس کو اٹھا کر لے گئے اور جنازہ پڑھا اور وضو نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے: مسلمان نہ زندگی میں ناپاک ہوتا ہے نہ مر کر اور حضرت سعد (بن ابی وقاصؓ) کہتے تھے: اگر مردہ نجس ہوتا تو میں اس کو ہرگز نہ چھوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

١٢٥٣ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَتِ ابْنَتُهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُوْرًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَعْطَانَا حِقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ تَعْنِي إِزَارَهُ.

۱۲۵۳: اسماعیل بن عبداللہ (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ایوب سختیانی سے، ایوب نے محمد بن سیرین سے، انہوں نے حضرت امّ عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکی فوت ہوگئیں تو آپؐ ہمارے پاس آئے اور فرمایا: اس کو تین یا پانچ بار پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ یا اس سے زیادہ بار اگر تم مناسب سمجھو اور آخری بار میں کافور ڈال دو یا فرمایا: کچھ کافور ڈال دو۔ جب تم فارغ ہو چکو تو مجھے اطلاع دو۔ سو جب ہم فارغ ہوئیں تو ہم نے آپؐ کو اطلاع دی۔ آپؐ نے اپنا تہ بند ہمیں دیا اور فرمایا: یہ اس پر لپیٹ دو۔ یعنی آپؐ کے تہ بند کو۔

اطرافه: ١٦٧، ١٢٥٤، ١٢٥٥، ١٢٥٦، ١٢٥٧، ١٢٥٨، ١٢٥٩، ١٢٦٠، ١٢٦١، ١٢٦٢، ١٢٦٣۔

تشریح: غُسْلُ الْمَيِّتِ وَوُضُوْءُهُ: ایک فقہی اختلاف مدنظر رکھتے ہوئے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ میت کو غسل دینا واجب ہے یا سنت اور آیا اسے وضو کرانا بھی ضروری ہے، جبکہ عبادت کا حکم اس سے ساقط ہے؟ اسی اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے عنوانِ باب میں متعدد اقوال کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ابوداؤدؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے: مَنْ غَسَّلَ الْمَيِّتَ فَلْيَغْتَسِلْ وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ (ابو داؤد. كتاب الجنائز. باب فى الغسل من غسل الميت) جو میت کو نہلائے وہ خود بھی نہائے اور اسے اٹھانے والا وضو کرے۔ یہ روایت کمزور ہے اور اس سے پایا جاتا ہے کہ گویا مردہ نجس ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کے جس قول کا حوالہ عنوانِ باب میں دیا گیا ہے اس کے یہ الفاظ ہیں: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا تُنَجِّسُوْا مَوْتَاكُمْ فَإِنَّ الْمُسْلِمَ لَيْسَ بِنَجَسٍ حَيًّا وَلَا مَيِّتًا. (سنن الدار قطني. كتاب الجنائز. باب المسلم ليس بنجس) حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مردوں کو ناپاک نہ قرار دو کیونکہ مسلمان ناپاک نہیں ہوتا نہ زندگی میں اور نہ مرکر۔ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کتاب الغسل میں گزر چکا ہے۔ (دیکھئے کتاب الغسل تشریح

روایات باب ۲۳ تا باب ۲۵) موت سے صفت ایمان مفقود نہیں ہوجاتی۔ یہودیوں کا اعتقاد تھا کہ مردے کو نہلانے اور تجہیز و تکفین کرنے والا سات دن تک ناپاک رہتا ہے۔ اسلام نے ان کے اس خیال کی اصلاح کی اور عربوں پر یہودیوں کے اس وہم کا جو اثر تھا اس کا ازالہ فرمایا۔ مشرک اقوام میں یہ وہم زیادہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ہندوؤں میں بھی یہی خیال موجود ہے۔ مردے کو نہلانے کے متعلق جمہور کا یہ مذہب ہے کہ واجب ہے اور مالکیوں کے نزدیک سنت۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۶۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نہلانے میں اس کے طاہر یا نجس ہونے کا سوال ہی نہیں بلکہ بدن کی صفائی مقصود ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت زینبؓ کے نہلانے پر ارشاد فرمایا: تین یا پانچ یا اس سے زیادہ بار اس کو نہلاؤ یہاں تک کہ بدن کی میل دور ہوجائے۔ کافور اور حنوط بھی اسی غرض کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کا سعید بن زید کے بیٹے کو حنوط لگانے اور اس کا جنازہ اٹھانے اور پھر وضو نہ کرنے کا ذکر امام مالکؒ نے اپنی مؤطا میں بروایت نافع کیا ہے۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الطهارة، باب ما لا يجب منه الوضوء) اور حضرت سعدؓ کا قول ابن ابی شیبہؒ نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت سعید بن زیدؓ کو نہلایا اور کفنایا اور پھر جب وہ جنازے اور دفنانے سے فارغ ہو کر گھر آئے تو انہوں نے غسل کیا اور کہا: لَمْ اَغْتَسِلُ مِنْ غَسْلِهٖ وَلَوْ كَانَ نَجِسًا مَا مَسَسْتُهُ وَلٰكِنِّي اغْتَسَلْتُ مِنَ الْحَرِّ. (مصنف ابن ابی شیبه. کتاب الجنائز. باب من قال ليس على غاسل الميت غسل. جزء۲ صفحہ۴۶۹ روایت نمبر ۱۱۱۳۹) یعنی میں میت کو غسل دینے کی وجہ سے نہیں بلکہ گرمی کی وجہ سے نہایا ہوں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جلد۳ صفحہ۱۶۳۔

بَاب ۹: مَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يُّغْسَلَ وِتْرًا

طاق بار نہلانا جو پسندیدہ ہے

۱۲۵۴: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُوْرًا فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي فَلَمَّا

۱۲۵۴: محمد (بن مثنیٰ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوهاب ثقفی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے محمد (بن سیرین) سے، انہوں نے حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے اور ہم آپؐ کی لڑکی کو نہلا رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا: اسے تین یا پانچ دفعہ یا اس سے زیادہ دفعہ پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ اور آخری دفعہ میں کافور ڈال دو اور جب تم فارغ ہوجاؤ تو مجھے اطلاع دو۔ جب ہم فارغ ہوئیں تو

فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ فَقَالَ أَيُّوْبُ وَحَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مُحَمَّدٍ وَكَانَ فِي حَدِيْثِ حَفْصَةَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا وَكَانَ فِيْهِ ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا وَكَانَ فِيْهِ أَنَّهُ قَالَ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا وَكَانَ فِيْهِ أَنَّ أُمَّ عَطِيَّةَ قَالَتْ وَمَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

آپؐ کو اطلاع دی۔ آپؐ نے ہماری طرف اپنا تہ بند پھینک دیا اور فرمایا: یہ اس پر لپیٹ دو۔ ایوب کہتے تھے کہ حفصہ نے بھی محمد (بن سیرین) کی روایت کی طرح مجھ سے روایت کی اور حفصہ کی روایت میں یہ الفاظ تھے کہ اسے طاق بار نہلاؤ اور اس میں یہ بھی تھا: تین یا پانچ یا سات بار اور اس میں یہ بھی تھا کہ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے داہنی اطراف اور وضو کے اعضاء پہلے دھو اور اس میں یہ بھی تھا کہ حضرت امّ عطیہؓ نے کہا: ہم نے اسے کنگھی کر کے اس کی تین لٹیں کر دیں۔

اطرافه: ١٦٧، ١٢٥٣، ١٢٥٥، ١٢٥٦، ١٢٥٧، ١٢٥٨، ١٢٥٩، ١٢٦٠، ١٢٦١، ١٢٦٢، ١٢٦٣۔

تشریح: **مَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يُّغْسَلَ وِتْرًا**: روایت نمبر ۱۲۵۴ میں تین یا پانچ یا سات کے عدد کا ذکر ہے مگر حفصہ کی روایت میں طاق کا لفظ ہے۔ طاق عدد کے متعلق دیکھئے کتاب الوضوء، باب نمبر ۲۶، روایت نمبر ۱۶۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت ام کلثومؓ فوت ہوئیں تو انہیں پانچ کپڑوں میں کفنایا گیا تھا۔ صرف ایک چادر میں نہیں لپیٹا۔ دیکھیں تشریح باب ۱۵۔

بَاب ١٠: يُبْدَأُ بِمَيَامِنِ الْمَيِّتِ

(نہلانے کے وقت) میت کے داہنی طرف سے ابتداء کی جائے

١٢٥٥: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَسْلِ ابْنَتِهِ ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا.

۱۲۵۵: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اسماعیل بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) خالد (حذاء) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حفصہ بنت سیرین سے، حفصہ نے حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو غسل دینے سے متعلق فرمایا۔ اس کی داہنی طرفوں اور اس کے وضو کرنے کی جگہوں سے شروع کرو۔

اطرافه: ١٦٧، ١٢٥٣، ١٢٥٤، ١٢٥٦، ١٢٥٧، ١٢٥٨، ١٢٥٩، ١٢٦٠، ١٢٦١، ١٢٦٢، ١٢٦٣۔

تشریح: **يُبْدَأُ بِمَيَامِنِ الْمَيِّتِ:** ابوقلابہؒ کا قول ہے کہ میت کو غسل دیتے وقت پہلے اس کے سر سے ابتداء کی جائے۔ اس کے بعد داڑھی دھوئی جائے۔ اس قسم کے اختلاف کو مدنظر رکھ کر مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۶۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر کام میں ایک معین طریقہ تھا۔ ان ابواب کی روایات سے بالوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غسل میں کیا عادت تھی اور آپؐ ہمیشہ دائیں طرف سے شروع کرتے۔ ذہنی تصورات اور معنوی رجحانات کا ہیولیٰ ظاہری افعال سے ہی تیار ہوتا ہے۔ طاق عدد کو ملحوظ رکھنے کی تعلیم بھی دراصل اسی نقطہ پر مبنی ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الوضوء تشریح باب ۲۴۔

بَاب ۱۱ : مَوَاضِعُ الْوُضُوْءِ مِنَ الْمَيِّتِ

میت کے وضو کرنے کی جگہیں

۱۲۵۶: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا غَسَّلْنَا بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا ابْدَءُ وْا بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ.

۱۲۵۶: یحيٰ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وکیع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سفیان (ثوری) سے، سفیان نے خالد حذاء سے، خالد نے حفصہ بنت سیرین سے، حفصہ نے حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: جب ہم نبی ﷺ کی بیٹی کو نہلانے لگیں تو آپؐ نے ہمیں جبکہ ابھی ہم نہلا رہی تھیں، فرمایا: اس کے داہنے حصوں اور وضو کی جگہوں سے پہلے شروع کرو۔

اطرافه: ۱۶۷، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳۔

تشریح: **مَوَاضِعُ الْوُضُوْءِ مِنَ الْمَيِّتِ:** احناف کے نزدیک میت کو وضو کرانا مستحب نہیں۔ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں روایت کے وہ الفاظ نمایاں کئے ہیں جن سے وضو کرنے کا استدلال کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوذرؓ کے نزدیک اسے کلی بھی کرانی چاہیے اور اس کے ناک میں پانی ڈال کر اُسے صاف کرنا چاہیے۔
(فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۶۸)

بَاب ۱۲ : هَلْ تُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِي إِزَارِ الرَّجُلِ

کیا عورت مرد کے تہ بند میں کفنائی جائے؟

۱۲۵۷ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَنَزَعَ مِنْ حِقْوِهِ إِزَارَهُ وَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ.

۱۲۵۷: عبدالرحمٰن بن حماد نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبداللہ) بن عون نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد (بن سیرین) سے، انہوں نے حضرت ام عطیہؓ سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فوت ہوئیں تو آپؐ نے ہم سے فرمایا: اسے تین یا پانچ بار نہلاؤ یا اس سے زیادہ اگر تم مناسب سمجھو۔ جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دو۔ جب ہم فارغ ہوئیں تو ہم نے آپؐ کو اطلاع دی تو آپؐ نے اپنا تہ بند اپنی کمر سے اتار کر دیا اور فرمایا: اسے اس پر لپیٹ دو۔

اطرافه: ۱۶۷، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳۔

تشریح: هَلْ تُكَفَّنُ الْمَرْأَةُ فِي إِزَارِ الرَّجُلِ: ابن بطالؒ سے منقول ہے کہ اس مسئلے پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ محرم عورت محرم مرد کے پہنے ہوئے کپڑے میں کفنائی جاسکتی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۶۹) مگر باوجود اس اتفاق کے امام بخاریؒ نے عنوان باب ھَلْ سے شروع کر کے جواب محذوف کر دیا ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ مسئلہ مذکورہ بالا صرف ایک فتویٰ کی صورت رکھتا ہے۔ بوقت معذوری مرد کا کپڑا عورت کے لئے استعمال کیا سکتا ہے۔ عربوں پر یہودیوں اور مشرکین کے رسوم وعادات کا اثر غالب تھا۔ جس کا کچھ ذکر باب ۸ کی تشریح میں گذر چکا ہے۔ اسے دور کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر ہدایات دی ہیں۔ نیز اس تعلق میں باب ۱۳ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۳ : يُجْعَلُ الْكَافُوْرُ فِي الْأَخِيْرَةِ

آخری (غسل) میں کافور ملا دیا جائے

۱۲۵۸ : حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ

۱۲۵۸: حامد بن عمر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے

مُّحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُوْرًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ وَعَنْ أَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِنَحْوِهِ.

محمد (بن سیرین) سے، انہوں نے حضرت امّ عطیہؓ سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی فوت ہوگئیں۔ آپؐ باہر آئے اور فرمایا: اسے تین یا پانچ بار پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ یا اس سے زیادہ دفعہ اگر تم مناسب سمجھو اور آخری (غسل) میں کافور۔ یا فرمایا: کچھ کافور بھی ملا لو اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دو۔ کہتی تھیں: جب ہم فارغ ہوئیں تو آپؐ کو اطلاع دی۔ آپؐ نے اپنا تہ بند ہمیں دیا اور فرمایا: اسے اس پر لپیٹ دو اور ایوب سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ایوب نے حفصہ سے، حفصہ نے حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی۔

اطرافہ: ١٦٧، ١٢٥٣، ١٢٥٤، ١٢٥٥، ١٢٥٦، ١٢٥٧، ١٢٥٩، ١٢٦٠، ١٢٦١، ١٢٦٢، ١٢٦٣۔

١٢٥٩: وَقَالَتْ إِنَّهُ قَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ سَبْعًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَجَعَلْنَا رَأْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

۱۲۵۹: اور وہ کہتی تھیں: آپؐ نے فرمایا: اسے تین یا پانچ یا سات بار نہلاؤ یا اس سے زیادہ اگر تم مناسب سمجھو۔ حفصہ کہتی تھیں کہ حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہم نے اس کے سر کے بالوں کی تین لٹیں کر دیں۔

اطرافہ: ١٦٧، ١٢٥٣، ١٢٥٤، ١٢٥٥، ١٢٥٦، ١٢٥٧ ١٢٥٨، ١٢٦٠، ١٢٦١، ١٢٦٢، ١٢٦٣۔

تشریح: **يُجْعَلُ الْكَافُوْرُ فِي الْاٰخِيْرَةِ:** یہودیوں کے ہاں میت کو خوشبودار مصالحہ جات سے غسل دیا جاتا تھا جس کے لئے بہت اخراجات برداشت کرنے پڑتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجہیز و تکفین میں سادگی اختیار کرنے کی ہدایت فرما کر تکلّفات سے نجات دلائی۔ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلَالَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف:۱۵۸) { اور ان سے ان کے بوجھ اور طوق اتار دیتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔} امام اوزاعیؒ اور بعض احناف سے اس بارے میں ایک اختلافی قول مروی ہے کہ کافور پانی میں نہ ملایا جائے بلکہ نہلانے کے بعد حنوط

(خوشبودار مصالحہ) استعمال کیا جائے۔ باب ہذا میں اس اختلاف کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جمہور کا یہی مذہب ہے کہ پانی میں کافور ملا لیا جائے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۶۹)

بَاب ١٤ : نَقْضُ شَعَرِ الْمَرْأَةِ
عورت کے بال کھولنا

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَأْسَ أَنْ يُّنْقَضَ شَعَرُ الْمَيِّتِ☆.

اور ابن سیرین نے کہا: کوئی حرج نہیں اگر عورت☆ کے بال کھول دیئے جائیں۔

١٢٦٠ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَيُّوْبُ وَسَمِعْتُ حَفْصَةَ بِنْتَ سِيْرِيْنَ قَالَتْ حَدَّثَتْنَا أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهُنَّ جَعَلْنَ رَأْسَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ نَقَضْنَهُ ثُمَّ غَسَلْنَهُ ثُمَّ جَعَلْنَهُ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

۱۲۶۰: احمد (بن صالح) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ بن وہب نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابن جریج نے ہمیں بتایا کہ ایوب کہتے تھے: میں نے حفصہ بنت سیرین سے سنا۔ کہتی تھیں: حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے سر کے بالوں کی تین لٹیں کر دیں۔ انہیں پہلے کھولا پھر انہیں دھویا۔ پھر ان کی تین لٹیں کیں۔

اطرافه: ١٦٧، ١٢٥٣، ١٢٥٤، ١٢٥٥، ١٢٥٦، ١٢٥٧، ١٢٥٨، ١٢٥٩، ١٢٦١، ١٢٦٢، ١٢٦٣.

تشریح: **نَقْضُ شَعَرِ الْمَرْأَةِ:** روایت نمبر۱۲۶۰ کے الفاظ جَعَلْنَ رَأْسَ بِنْتِ النَّبِيِّ ﷺ ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ سے مراد سر کے بال ہیں جیسا کہ عنوانِ باب میں تشریح کی گئی ہے۔ ابن سیرینؒ کے فتویٰ کا حوالہ ان لوگوں کو مدنظر رکھ کر دیا گیا ہے جو بال کھولنا یا کنگھی کرنا اس لئے مکروہ جانتے ہیں کہ کہیں بال ٹوٹ نہ جائیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۷۰) یہ وہم ہے۔

بَاب ١٥ : كَيْفَ الْإِشْعَارُ لِلْمَيِّتِ
میت (کے بدن) پر کپڑا کیسے لپیٹا جائے؟

وَقَالَ الْحَسَنُ الْخِرْقَةُ الْخَامِسَةُ يَشُدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرِكَيْنِ تَحْتَ الدِّرْعِ.

اور حسن (بصری) نے کہا: (عورت کے لئے) پانچواں کپڑا بھی چاہیے۔ جس سے قمیص کے نیچے رانیں اور سرین باندھے جائیں۔

☆ عمدۃ القاری میں لفظ "اَلْمَيِّتِ" کی بجائے "اَلْمَرْأَةِ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۸ صفحہ۴۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

١٢٦١ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سِيرِيْنَ يَقُوْلُ جَاءَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنَ اللَّاتِي بَايَعْنَ قَدِمَتِ الْبَصْرَةَ تُبَادِرُ ابْنًا لَهَا فَلَمْ تُدْرِكْهُ فَحَدَّثَتْنَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكِ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُوْرًا فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي قَالَتْ فَلَمَّا فَرَغْنَا أَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ وَلَا أَدْرِي أَيُّ بَنَاتِهِ وَزَعَمَ أَنَّ الْإِشْعَارَ الْفُفْنَهَا فِيْهِ وَكَذَلِكَ كَانَ ابْنُ سِيرِيْنَ يَأْمُرُ بِالْمَرْأَةِ أَنْ تُشْعَرَ وَلَا تُؤْزَرَ.

۱۲۶۱: احمد (بن صالح) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ بن وہب نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابن جریج نے ہمیں بتایا کہ ایوب نے ان کو بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے ابن سیرین سے سنا۔ کہتے تھے: ایک انصاری عورت حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا جو اُن عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی) بیعت کی تھی، بصرہ آئیں تا اپنے بیٹے کو مرنے سے پہلے دیکھ لیں مگر نہ دیکھ سکیں۔ انہوں نے ہم سے بیان کیا۔ کہتی تھیں: نبی ﷺ ہمارے پاس آئے۔ ہم آپؐ کی بیٹی کو نہلا رہی تھیں اور آپؐ نے فرمایا کہ اسے پانی اور بیری کے پتوں سے تین یا پانچ بار یا اس سے زیادہ اگر تم مناسب سمجھو نہلاؤ اور آخری دفعہ کافور بھی ملا دو اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دو۔ کہتی تھیں: جب ہم فارغ ہوئیں تو آپؐ نے اپنا تہ بند ہمیں دیا اور فرمایا: یہ اس کے بدن پر لپیٹ دو اور (حضرت امّ عطیہؓ نے) اس سے زیادہ نہیں بیان کیا اور میں نہیں جانتا کہ یہ آپؐ کی بیٹیوں میں سے کون سی تھی اور (ایوب کا) خیال ہے کہ اشعار سے مراد یہ ہے کہ اس کو اس میں لپیٹ دو اور اسی طرح ابن سیرین عورت سے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ وہ لپیٹ دی جائے اور اسے تہ بند نہ پہنایا جائے۔

اطرافہ: ١٦٧، ١٢٥٣، ١٢٥٤، ١٢٥٥، ١٢٥٦، ١٢٥٧، ١٢٥٨، ١٢٥٩، ١٢٦٠، ١٢٦٢، ١٢٦٣۔

تشریح: **كَيْفَ الْإِشْعَارُ لِلْمَيِّتِ:** کفن سے متعلق فقہاء میں اختلاف ہوا ہے کہ کتنے کپڑوں پر مشتمل ہو؟ امام مالکؒ کے نزدیک ایک کپڑا بھی کافی ہے اور امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے مرد کو تین اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا سنت قرار دیا ہے۔ (بدایۃ المجتہد. کتاب احکام المیت. الباب الثالث فی الاکفان) کیونکہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید کپڑوں میں کفنایا گیا (روایت نمبر۱۲۶۴) اور آپؐ نے اپنی بیٹی حضرت ام کلثومؓ کو پانچ کپڑوں میں کفنایا جیسا کہ ابوداؤدؒ نے حضرت لیلیٰ بنت قائف ثقفیہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ وہ بھی ان عورتوں میں سے تھیں، جنہوں نے حضرت امّ کلثومؓ کو نہلایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دروازے کے قریب کفن لئے بیٹھے تھے۔ سب سے پہلے آپؐ نے ان کو تہ بند دیا پھر لمبی قمیص پھر اوڑھنی پھر لپیٹنے کو چادر دی اور اس کے بعد پھر ایک اور کپڑا دیا جو اُن تمام کپڑوں کے اوپر لپیٹا گیا۔ (ابو داؤد. كتاب الجنائز. باب فی كفن المرأة) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت کے لئے تین اور مرد کے لئے دو کپڑے بھی کافی ہیں۔ گو مسنون پانچ اور تین ہی ہیں اور اگر نہ ملے تو ایک ہی۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیرؓ جنگ احد میں ایک ہی کپڑے میں کفنائے گئے تھے جو اتنا چھوٹا تھا کہ اگر سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ آخر اُن کے پاؤں پر اذخر گھاس ڈالی گئی۔ (بخاری. كتاب الجنائز. باب اذالم يجد كفناً الا ما يوارى رأسه او قدميه. روایت نمبر۱۲۷۶) (بداية المجتهد. كتاب احكام الميت. الباب الثالث فى الاكفان) کپڑوں کی کمی بیشی کا تعلق حالات کے ساتھ ہے۔

بَاب ١٦ : يُجْعَلُ شَعَرُ الْمَرْأَةِ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ

عورت کے بالوں کی تین لٹیں کی جائیں

١٢٦٢ : حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ ضَفَرْنَا شَعَرَ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ وَقَالَ وَكِيْعٌ قَالَ سُفْيَانُ نَاصِيَتَهَا وَقَرْنَيْهَا.

۱۲۶۲: قبیصہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام (بن حسان) سے، ہشام نے ام ہذیل (حفصہ بنت سیرین) سے، ام ہذیل نے حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے بالوں کو گوندھ کر ان کی تین چوٹیاں کر دیں اور وکیع نے کہا: سفیان ثوری نے بیان کیا: اس کی پیشانی کے بالوں کی چوٹی اور (دو چوٹیاں) اِدھر اُدھر کی۔

اطرافه: ١٦٧، ١٢٥٣، ١٢٥٤، ١٢٥٥، ١٢٥٦، ١٢٥٧، ١٢٥٨، ١٢٥٩، ١٢٦٠، ١٢٦١، ١٢٦٣.

تشریح: **يُجْعَلُ شَعَرُ الْمَرْأَةِ ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ:** حضرت امّ عطیہؓ نے حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کے بالوں کی تین لٹیں کیں۔ اس پر فقہاء نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے ایسا کیا گیا تھا یا بغیر علم یا حضرت امّ عطیہؓ نے بطور خود۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۷۲) بجز اس تحقیق کے اس مسئلہ کو شرعی صورت نہیں دی جا سکتی۔ کیونکہ دونوں احتمال ہیں۔ اس لئے امام بخاریؒ نے ادباً اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا اور فتویٰ بغیر جواب کے چھوڑا ہے۔ یہ مسئلہ ایسے مسائل میں سے ہے جنہیں شریعت میں اہمیت حاصل نہیں۔ حنفی بال پیچھے اور چہرے پر کھلے چھوڑ دیتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۷۲)

بَاب ١٧ : يُلْقَى شَعَرُ الْمَرْأَةِ خَلْفَهَا {ثَلاثَةَ قُرُوْنٍ☆}

عورت کے بالوں کی {تین لٹیں کرکے☆} اس کے پیچھے کی طرف ڈال دی جائیں

١٢٦٣ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ حَدَّثَتْنَا حَفْصَةُ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَتْ إِحْدَى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا بِالسِّدْرِ وِتْرًا ثَلاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكِ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُوْرًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَضَفَرْنَا شَعَرَهَا ثَلاثَةَ قُرُوْنٍ وَأَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا.

۱۲۶۳: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحییٰ بن سعید (قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن حسان سے روایت کی، کہا: حفصہ (بنت سیرین) نے ہمیں بتایا۔ حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ کہتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی فوت ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ اسے بیری کے پتوں سے طاق (ہونے کی حالت میں) یعنی تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا اس سے زیادہ اگر مناسب سمجھو نہلاؤ اور آخری بار میں کافور ڈالو۔ یا فرمایا: کچھ کافور ڈالو۔ جب تم فارغ ہوجاؤ تو مجھے خبر دو۔ جب ہم فارغ ہوئیں تو ہم نے آپؐ کو اطلاع دی اور آپؐ نے اپنا تہ بند ہمیں دیا۔ ہم نے اس کے بالوں کی تین چوٹیاں گوندھیں اور وہ اس کے پیچھے ڈال دیں۔

اطرافه: ١٦٧، ١٢٥٣، ١٢٥٤، ١٢٥٥، ١٢٥٦، ١٢٥٧، ١٢٥٨، ١٢٥٩، ١٢٦٠، ١٢٦١، ١٢٦٢۔

تشریح: **يُلْقَى شَعَرُ الْمَرْأَةِ خَلْفَهَا:** بالوں کی لٹیں کرنے سے مقصود یہ ہے کہ بال پراگندہ نہ ہوں۔ بعض کا خیال ہے کہ بغیر گوندھنے کے کچھ بال پیچھے ڈال دئے جائیں اور کچھ آگے۔ کنگھی کرنا بھی ان کے نزدیک مناسب نہیں۔ باب ۱۶ کی تشریح میں بتایا جاچکا ہے کہ احناف بالوں کو کھلا چھوڑتے ہیں۔

☆ الفاظ "ثَلاثَةَ قُرُوْنٍ" حموی کے نسخہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۷۲) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ۱۸ : اَلثِّيَابُ الْبِيْضُ لِلْكَفَنِ

کفن کے لئے سفید کپڑے

۱۲٦٤ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهِنَّ قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

۱۲۶۴: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ ہشام بن عروہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین یمنی سفید سوتی دھلے ہوئے کپڑوں میں کفنایا گیا نہ ان میں قمیص تھی نہ دستار۔

اطرافه: ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۸۷۔

تشریح: اَلثِّيَابُ الْبِيْضُ لِلْكَفَنِ: اصحاب السنن نے حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے: اِلْبَسُوْا ثِيَابَ الْبَيَاضِ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ. ترمذی نے یہ روایت صحیح قرار دی ہے۔ (ترمذی، كتاب الادب، باب ما جاء في لبس البياض) یعنی سفید کپڑے پہنو، یہ زیادہ پاک اور طیب ہیں اور ان میں ہی اپنے مُردوں کو کفن دو۔ امام بخاریؒ کو سوائے روایت نمبر ۱۲۶۴ کے اس مسئلہ میں اور کوئی روایت نہیں ملی۔

بَاب ۱۹ : اَلْكَفَنُ فِي ثَوْبَيْنِ

دو کپڑوں میں کفنانا

۱۲٦٥ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَّاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَوْقَصَتْهُ قَالَ

۱۲۶۵: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک شخص عرفات میں کھڑا تھا کہ وہ اپنی اونٹنی پر سے گر

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

پڑا اور اس نے اس کی گردن توڑ دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ اور دو کپڑوں میں کفناؤ اور اسے حنوط نہ لگاؤ اور نہ اس کے منہ کو ڈھانپو کیونکہ وہ قیامت کے دن اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتا ہوا اُٹھے گا۔

اطرافہ: ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱۔

تشریح: اَلْكَفَنُ فِيْ ثَوْبَيْنِ: اس باب کی روایت سے امام ابوحنیفہؒ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ مرد کو دو کپڑوں میں بھی کفنایا جا سکتا ہے اور یہ کہ تین کپڑوں میں کفنانا مسنون ہے، واجب نہیں۔

حج کے ایام میں جو شخص اونٹنی سے گرنے پر فوت ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اس کو اس کے احرام کی دونوں چادروں میں کفنایا گیا۔ آپ کے ارشاد فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا سے ظاہر ہے کہ جس حالت میں کسی کا خاتمہ ہوتا ہے اسی پر اس کی اخروی بعثت ہوتی ہے۔

حنوط اس خوشبو کو کہتے ہیں جو میت کو بگڑنے سے محفوظ رکھنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ کافور، صندل، مشک، عود ہندی وغیرہ دیگر مصالحہ جات سے تیار ہوتی ہے۔

بَاب ۲۰: اَلْحَنُوْطُ لِلْمَيِّتِ

میت کو خوشبو لگانا

۱۲۶۶: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَأَقْصَعَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَقْعَصَتْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِي

۱۲۶۶: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں کھڑا تھا کہ اتنے میں وہ اپنی سواری سے گر پڑا اور اس نے اس کو پاؤں سے کچل ڈالا۔ یا کہا: وہیں مار ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو پانی اور بیری کے

ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

پتوں سے نہلاؤ اور اسے دو کپڑوں میں کفنا دو اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو روزِ قیامت لبیک کہتے ہوئے اٹھائے گا۔

اطرافہ: ۱۲۶۵، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱۔

تشریح: **اَلْحُنُوطُ لِلْمَيِّتِ:** احرام کی حالت میں خوشبو لگانا بھی منع ہے اور محرم سر سے ننگے ہوتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے احرام کی حالت تبدیل کرنے سے منع فرمایا کیونکہ یہ اس کی موت کا امتیازی نشان تھا۔ امام بخاریؒ نے اسی سے مسئلہ زیر عنوان اخذ کیا ہے یعنی میت کو نہلانے کے بعد خوشبو لگائی جائے لیکن آپؐ نے محرم میت کو خوشبو لگانے سے منع فرمایا۔ مالکی فقہاء نے اسی دلیل سے استدلال کیا ہے کہ محرم کے خوشبو لگائی جاسکتی ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک احرام کی حالت موت کے ساتھ منقطع ہو جاتی ہے۔ اس لئے محرم میت کو اسی طرح خوشبو لگائی جائے جس طرح کہ غیر محرم میت کو اور بعض احناف کی رائے ہے کہ نبی ﷺ کا قول کہ وہ قیامت کے دن لبیک کہتے ہوئے اٹھایا جائے گا، اسی شخص کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے ان کا بھی یہی فتویٰ ہے جو امام مالکؒ کا، جس کی بناء پر نبی ﷺ کا عام حکم ہے یعنی یہ کہ میت کو نہلا کر خوشبو لگاؤ مگر اس کے برخلاف امام شافعیؒ کا یہ استدلال ہے کہ نبی ﷺ نے شہدائے اُحد سے متعلق یہ حکم دیا تھا زَمِّلُوْهُمْ بِدِمَآءِهِمْ. (نسائی، کتاب الجنائز، باب مواراة الشهيد فی دمه) نیز فرمایا: وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِهٖ یعنی ان کو ان کے خونوں میں لپیٹو۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہے۔ شہیدوں کے لئے آپؐ کا حکم عام ہے کہ وہ بغیر غسل انہی کپڑوں میں دفنائے جائیں جن میں وہ شہید ہوئے ہیں۔ اس لئے قیاس چاہتا ہے کہ ہر محرم پر یہی حکم عائد کیا جائے جو آنحضرت ﷺ نے واقعہ مذکورہ میں دیا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۷۵) غرض اس قسم کا فقہی اختلاف مدنظر رکھ کر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ روایت زیر باب ۲۰ کے لیے دیکھئے: روایات نمبر ۱۲۶۵، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸۔

بَاب ٢١ : كَيْفَ يُكَفَّنُ الْمُحْرِمُ

محرم کس طرح کفنایا جائے؟

١٢٦٧ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا وَقَصَهُ بَعِيْرُهُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

۱۲۶۷: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابوبشر سے، ابوبشر نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص کی گردن اس کے اونٹ نے توڑ دی اور ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور وہ احرام میں تھا تو

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُمِسُّوْهُ طِيْبًا وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

نبی ﷺ نے فرمایا: اسے پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ اور دو کپڑوں میں کفناؤ اور اس کو خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت لبیک کہتے ہوئے اٹھائے گا۔

اطرافہ: ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱۔

۱۲۶۸: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو وَأَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ كَانَ رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَوَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ قَالَ أَيُّوْبُ فَوَقَصَتْهُ وَقَالَ عَمْرٌو فَأَقْصَعَتْهُ فَمَاتَ فَقَالَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَيُّوْبُ يُلَبِّيْ وَقَالَ عَمْرٌو مُلَبِّيًا.

۱۲۶۸: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) اور ایوب (سختیانی) سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرا ہوا تھا کہ وہ اونٹنی پر سے گر پڑا۔ ایوب نے یہ لفظ کہے: اونٹنی نے اس کی گردن توڑ ڈالی اور عمرو نے کہا: اونٹنی نے اس کو گرتے ہی وہیں مار ڈالا اور وہ مر گیا تو آپؐ نے فرمایا: اسے پانی اور بیری کے پتوں سے نہلاؤ اور دو کپڑوں میں کفناؤ اور اُسے حنوط نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو کیونکہ وہ قیامت کے دن لبیک کہتے ہوئے اُٹھے گا۔ ایوب نے مضارع کا صیغہ یُلَبِّیْ نقل کیا ہے اور عمرو نے اسم فاعل کا صیغہ مُلَبِّيًا نقل کیا ہے۔

اطرافہ: ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۸۳۹، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱۔

تشریح: **كَيْفَ يُكَفَّنُ الْمُحْرِمُ:** باب ۲۰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ، امام شافعیؒ کی رائے سے اتفاق کرتے ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک محرم میت کو نہ خوشبو لگائی جائے اور نہ ہی اس کا سر ڈھانپا جائے۔ (بداية المجتهد. كتاب احكام الميت. الباب الثالث فى الاكفان)

امام بخاری نے واضح واقعہ بیان کرنے کے باوجود باب نمبر ۲۱ کو عام رکھا ہے۔ باب ۲۰ کا عنوان قائم کرتے وقت انہوں نے اسی قسم کا تصرف کیا ہے یعنی محرم میت کو خوشبو نہ لگانے سے غیر محرم میت کو خوشبو لگانے سے متعلق استدلال کیا ہے۔

بَاب ۲۲ :اَلْكَفَنُ فِي الْقَمِيْصِ الَّذِي يُكَفُّ أَوْ لَا يُكَفُّ وَمَنْ كُفِّنَ بِغَيْرِ قَمِيْصٍ

اس قمیص میں کفنانا جس کا حاشیہ سلا ہو یا نہ سلا ہو اور جسے بغیر قمیص کفنایا جائے

١٢٦٩ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ لَمَّا تُوُفِّيَ جَاءَ ابْنُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَعْطِنِي قَمِيْصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيْهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ فَأَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْصَهُ فَقَالَ آذِنِّي أُصَلِّي عَلَيْهِ فَآذَنَهُ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيْهِ جَذَبَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ أَلَيْسَ اللهُ قَدْ نَهَاكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ فَقَالَ أَنَا بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ قَالَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللهُ لَهُمْ(التوبة: ٨٠) فَصَلَّى عَلَيْهِ فَنَزَلَتْ وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا(التوبة: ٨٤) { وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهٖ☆ }.

اطرافه: ٤٦٧٠، ٤٦٧٢، ٥٧٩٦۔

۱۲۶۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحیٰ بن سعید (قطان) نے ہمیں بتایا۔ یحیٰ نے عبیداللہ (عمری) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نافع نے مجھے بتایا۔ حضرت (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عبداللہ بن اُبَیّ جب مر گیا تو اس کا بیٹا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ مجھے اپنی قمیص دیں تا میں اس میں اس کو کفناؤں اور آپؐ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں اور اس کی مغفرت کی دعا کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی قمیص دی اور فرمایا: (جب جنازہ تیار ہو تو) مجھے اطلاع دینا۔ اس کا جنازہ میں پڑھوں گا۔ چنانچہ اس نے آپؐ کو اطلاع دی۔ جب آپؐ نے اس کا جنازہ پڑھنا چاہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کو کھینچ لیا اور کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو منافقوں کا جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا۔ آپؐ نے جواب دیا: مجھے دو باتوں کا اختیار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان کے لئے مغفرت کی دعا کر یا نہ کر اگر ستر بار بھی ان کے لئے مغفرت کی دعا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ چنانچہ آپؐ نے اس کا جنازہ پڑھا تو یہ آیت نازل ہوئی: ☆ یعنی ان میں سے جو کوئی مرجائے تو اس کا جنازہ کبھی نہ پڑھ اور اس کی قبر پر کھڑا بھی نہ ہو۔

☆ الفاظ "وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهٖ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۱۷۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

۱۲۷۰: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا دُفِنَ فَأَخْرَجَهُ فَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِّيْقِهِ وَأَلْبَسَهُ قَمِيْصَهُ.

۱۲۷۰: مالک بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا: سفیان) بن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کے پاس اس کے دفن کئے جانے کے بعد آئے۔ آپؐ نے اس کو باہر نکلوایا اور اپنا لعاب دہن اس پر ڈالا اور اپنا کُرتہ اس کو پہنایا۔

اطرافہ: ۱۳۵۰، ۳۰۰۸، ۵۷۹۵۔

تشریح: اَلْكَفَنُ فِي الْقَمِيْصِ الَّذِيْ يُكَفُّ اَوْلَا يُكَفُّ وَمَنْ كُفِّنَ بِغَيْرِ قَمِيْصٍ: بعض کے نزدیک آستینوں والی قمیص میں کفنانا مکروہ ہے۔ اس باب سے ان کی رائے کا رد ہوتا ہے۔ باب ۲۲ کا تعلق سابقہ باب سے بھی ہے اور اس میں اس اصل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کو عطر لگانا اور اس کا سرڈھانپنا منع فرمایا۔ یعنی اس امید پر کہ محرم میت قیامت کے روز اپنے احرام کی حالت میں مبعوث ہوگا۔ آپؐ نے ایک مشہور منافق کا جنازہ بھی ایک اُمید کی بناء پر پڑھایا۔ حالانکہ ایسے لوگوں سے متعلق آیت اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْلَهُمْ. اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (التوبہ:۸۰) {تو ان کے لیے مغفرت طلب کر یا ان کے لیے مغفرت طلب نہ کر۔ اگر تو ان کے لیے ستر مرتبہ بھی مغفرت مانگے تب بھی اللہ ہرگز انہیں معاف نہیں کرے گا۔} سے بظاہر مغفرت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رحمت مجسم تھے ایک باریک استدلال سے اس کے لئے امید کا دروازہ کھلا پایا۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ محرم میت کے لئے ظاہری حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی اخروی بعثت کے بارے میں نیک امید نہ رکھی جائے۔ آپ نے حضرت عمرؓ کو جواب دیا کہ میں ستر بار سے زیادہ اس کے لئے مغفرت طلب کروں گا۔ (روایت نمبر ۴۶۷۰)

علاوہ ازیں شریعت کے احکام کا تعلق ظاہری حالات سے ہے۔ عبداللہ بن ابی گو منافق تھا مگر بظاہر مسلمانوں کے ساتھ تھا۔ اس کے بیٹے نے جو بہت مخلص تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا جنازہ پڑھنے کی درخواست کی اور آپؐ کی قمیص اس کے کفنانے لیے تبرکاً مانگی جو آپؐ نے دی۔ یہ بھی ایک نیک امید کا مظاہرہ تھا۔ روایت نمبر ۱۲۶۹ میں ہے فَاَعْطَاهُ اور روایت نمبر ۱۲۷۰ میں ہے: فَاَلْبَسَهُ. نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قمیص پہنانے کے لیے دی۔ فَاَعْطَاهُ سے مراد قمیص دینے کا وعدہ ہے جو آپؐ نے بعد میں پورا فرمایا۔

روایت نمبر ۱۲۷۰ میں عبداللہ بن ابی کی نسبت جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ دفن کیے جانے کے بعد وہ نکالا گیا۔اس سے مراد یہ ہے کہ وہ قبر میں اتارا گیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیا گیا۔آپؐ کو فاصلہ سے چل کر آنا تھا۔اس لیے آپؐ کی تکلیف کا خیال کر کے لوگ اس کو دفنانے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔اتنے میں آپؐ تشریف لے آئے۔

بَاب ۲۳ : اَلْكَفَنُ بِغَيْرِ قَمِيْصٍ

بغیر قمیص کفنانا

١٢٧١ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كُفِّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سُحُوْلٍ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

۱۲۷۱: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام (بن عروہ) سے، ہشام نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید دُھلے ہوئے سوتی کپڑوں میں دفنایا گیا۔ان میں نہ قمیص تھی نہ دستار۔

اطرافه: ١٢٦٤، ١٢٧٢، ١٢٧٣، ١٢٨٧۔

١٢٧٢ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ {قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : أَبُو نُعَيْمٍ لَا يَقُوْلُ ثَلَاثَةِ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ سُفْيَانَ يَقُوْلُ ثَلَاثَةِ☆}.

۱۲۷۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحیٰی (ابن سعید قطان) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ہشام سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) مجھے میرے باپ عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین کپڑوں میں دفنائے گئے۔ان میں نہ قمیص تھی نہ دستار۔{ ابوعبداللہ نے کہا: ابونعیم نے تین کا لفظ روایت نہیں کیا اور عبداللہ بن ولید نے سفیان سے تین کا لفظ نقل کیا ہے۔☆}

اطرافه: ١٢٦٤، ١٢٧١، ١٢٧٣، ١٢٨٧۔

☆ یہ حصہ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں ہے۔(فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۱۷۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **اَلْكَفَنُ بِغَيْرِ قَمِيْصٍ:** آیا قمیص میں کفنانا مستحب ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق بعض احناف نے اختلاف کیا ہے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مستحب نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۷۹)

بَاب ٢٤ : اَلْكَفَنُ بِلَا عِمَامَةٍ

بغیر دستار کفنانا

١٢٧٣ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ.

۱۲۷۳: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین دھلے ہوئے سفید کپڑوں میں کفنایا گیا۔ ان میں نہ قمیص تھی نہ دستار۔

اطرافه: ١٢٦٤، ١٢٧١، ١٢٧٢، ١٢٨٧۔

تشریح: **اَلْكَفَنُ بِلَا عِمَامَةٍ:** قدیم زمانہ میں میت کو اس کا پورا لباس پہنایا جاتا تھا۔ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے تمام تکلفات سے اپنے متبعین کو رہائی دی۔ بعض کا خیال ہے کہ حضرت عائشہؓ کے قول **لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَّلَا عِمَامَةٌ** سے مراد یہ ہے کہ تین کپڑوں میں یہ دو کپڑے شامل نہیں۔
(فتح الباری۔ تشریح باب۲۳ جزء۳ صفحہ۱۷۹)

اس خیال کے ازالہ کے لئے یہ باب الگ قائم کیا گیا ہے۔ یہاں سابقہ سند روایت کو مزید تقویت دی ہے۔ باوجود اس صراحت کے بلاد عربیہ میں تابوت کے سرہانے پر دستار رکھی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ میں نے بعض مزاروں میں بزرگوں کی قبروں کے سرہانے دستار موجود دیکھی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دستار باندھنے کا رواج قدیم زمانہ میں تھا۔ چنانچہ قدیم مصر میں یہ رواج حد درجہ کی غلو کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ ہندو بھی بڑی تزک وشان سے ارتھی کو مرگھٹ میں آگ کے سپرد کرنے کے لئے لے جاتے ہیں۔

بَاب ۲۵ : اَلْكَفَنُ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ

کفن سارے مال سے ہو

وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَالزُّهْرِيُّ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَقَتَادَةُ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ الْحَنُوْطُ مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ يُبْدَأُ بِالْكَفَنِ ثُمَّ بِالدَّيْنِ ثُمَّ بِالْوَصِيَّةِ وَقَالَ سُفْيَانُ أَجْرُ الْقَبْرِ وَالْغَسْلِ هُوَ مِنَ الْكَفَنِ.

اور عطاء، زہری، عمرو بن دینار اور قتادہ نے یہی فتویٰ دیا ہے اور عمرو بن دینار نے کہا: حنوط بھی سارے مال سے ہو اور ابراہیم (نخعی) نے کہا: کفن کی پہلے تیاری کی جائے، پھر قرض ادا کیا جائے۔ پھر وصیت پر عمل ہو اور سفیان (ثوری) نے کہا: قبر کھودنے اور نہلانے کی اجرت بھی کفن میں شامل ہے۔

۱۲۷٤ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أُتِيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمًا بِطَعَامِهِ فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَكَانَ خَيْرًا مِنِّي فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ وَقُتِلَ حَمْزَةُ أَوْ رَجُلٌ آخَرُ خَيْرٌ مِنِّي فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَقَدْ خَشِيْتُ أَنْ يَّكُوْنَ قَدْ عُجِّلَتْ لَنَا طَيِّبَاتُنَا فِي حَيَاتِنَا الدُّنْيَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي.

۱۲۷۴: احمد بن محمد مکی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعد سے اور سعد نے اپنے باپ (ابراہیم بن عبدالرحمٰن) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک دن کھانا لایا گیا تو انہوں نے کہا: مصعب بن عمیرؓ شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ ان کے لئے سوائے ایک چادر کے کچھ نہیں ملا جس میں انہیں کفنایا جاتا۔ اور حمزہؓ بھی شہید ہوئے یا کہا: کوئی دوسرا شخص جو مجھ سے بہتر تھا، اس کے لئے بھی سوائے ایک چادر کے کچھ نہیں ملا جس میں انہیں کفنایا جاتا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہمارے آرام کے سامان ہمیں اس دنیا میں ہی نہ دے دیئے گئے ہوں۔ (یہ کہہ کر) پھر آپؓ رونے لگے۔

اطرافہ: ۱۲۷۵، ٤٠٤٥۔

تشریح: **اَلْكَفَنُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ:** میت کے متروکہ مال میں سے سب سے پہلے اس کی تجہیز وتکفین کا خرچ ادا کیا جائے۔ یہی فتویٰ جمہور کا ہے اور اسی میں خوشبو کا خرچ بھی شامل ہے۔ خلاس بن عمروؒ اور طاؤسؒ کا فتویٰ ہے کہ ایک تہائی سے یہ خرچ ادا کیا جائے۔ یہی اختلاف مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ بالا مفتیوں کے فتووں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ ۱۸۰۔ یہ فتوے خوشحالی کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں ورنہ موقع کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ روایت نمبر ۱۲۷۴ سے یہی سمجھانا مقصود ہے۔

بَاب ۲٦ : إِذَا لَمْ يُوجَدْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ

اگر ایک ہی کپڑا ملے

۱۲۷۵ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِيْهِ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي كُفِّنَ فِي بُرْدَةٍ إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَإِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ وَأُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ أَوْ قَالَ أُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِيْنَا وَقَدْ خَشِيْنَا أَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ.

اطرافه: ۱۲۷٤، ٤٠٤٥۔

۱۲۷۵: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) شعبہ نے ہمیں خبر دی کہ انہوں نے سعد بن ابراہیم سے، سعد نے اپنے باپ ابراہیم سے روایت کی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے (بوقت افطار) کھانا لایا گیا اور وہ روزہ دار تھے۔ وہ کہنے لگے: مصعب بن عمیرؓ شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ وہ ایک ہی چادر میں کفنائے گئے۔ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پاؤں کھل جاتے۔ اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا۔ میں سمجھتا ہوں، یہ بھی کہا: حمزہؓ شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ پھر (ان کے بعد) ہمیں دنیا کی وہ کشائش ہوئی جو ہوئی یا یوں کہا: ہمیں دنیا سے وہ کچھ دیا گیا جو دیا گیا اور ہمیں تو ڈر ہے کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ جلدی ہی نہ مل گیا ہو۔ پھر وہ رونے لگے یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔

تشریح: **اِذَا لَمْ یُوْجَدْ اِلَّا ثَوْبٌ وَّاحِدٌ:** رسم ورواج کا پابند انسان اپنے آپ کو یونہی پابندیوں میں جکڑ کر تباہ ہوجاتا ہے۔ اسلام نے تکفین وتدفین میں کسی قسم کی قید نہیں لگائی مگر مسلمانوں نے مشرک اقوام کی ریس کر کے آزاد ہونے کے بعد پھر اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لی ہیں اور وہ آج کل مرنے پر قسما قسم کے اخراجات کرنے کے لئے قرض کی بھیک مانگتے اور اپنا دیوالیہ نکال کر بیٹھ جاتے ہیں۔ قرآن مجید نے تکلیف مالا یطاق سے روکا ہے۔ فرمایا: لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ:۲۸۷) {اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔} نیز فرمایا: قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ (ص:۸۶) یعنی تو کہہ دے کہ میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف سے بات کرنے کا عادی ہوں۔ روایت نمبر ۱۲۷۵ سے اسی مضمون کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔

بَاب ۲۷

إِذَا لَمْ يَجِدْ كَفَنًا إِلَّا مَا يُوَارِيْ رَأْسَهُ أَوْ قَدَمَيْهِ {غُطِّيَ بِهِ رَأْسُهُ☆}

اگر کسی کو کفن اتنا ہی ملے جو اس کے سر یا پاؤں کو ڈھانپے {تو اس سے اس کا سر ڈھانپ دیا جائے☆}

۱۲۷۶ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيقٌ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللهِ فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ فَمِنَّا مَنْ مَّاتَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهُ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ

۱۲۷۶: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) اعمش نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شقیق نے ہمیں بتایا۔ (کہا:) حضرت خباب (بن ارت) رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ وطن چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی رضامندی ہم چاہتے تھے اور ہمارا بدلہ اللہ کے ذمہ ہوگیا۔ ہم میں سے ایسے بھی ہیں جو مر گئے اور انہوں نے اپنے بدلہ سے کچھ نہیں کھایا۔ انہیں میں سے حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی ہیں اور ہم میں ایسے بھی ہیں جن کا میوہ پک گیا اور وہ اس میوہ کو چن رہے ہیں۔ حضرت مصعبؓ احد کے دن شہید ہوئے تھے اور ہمیں صرف ایک ہی چادر ملی تھی کہ جس سے ہم ان کو کفناتے۔ جب ہم اس سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پاؤں کھل جاتے

☆ ”غُطِّيَ بِهِ رَأْسُهُ“ کے الفاظ عمدۃ القاری کے مطابق ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۸ صفحہ۶۰)

فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ وَأَنْ نَّجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ.

اوراگران کے پاؤں ڈھانپتے توان کا سر کھل جاتا تو نبی ﷺ نے ہمیں فرمایا: ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اوران کے پاؤں پر اذخر (خوشبودار گھاس) ڈال دیں۔

اطرافه: ٣٨٩٧، ٣٩١٣، ٣٩١٤، ٤٠٤٧، ٤٠٨٢، ٦٤٣٢، ٦٤٤٨۔

تشریح: **اِذَا لَمْ يَجِدْ كَفَنًا اِلَّا مَا يُوَارِیْ رَاْسَهٗ اَوْ قَدَمَيْهِ غُطِّیَ بِهٖ رَاْسُهٗ:** سرمع بدن جہاں تک ڈھانپا جاسکے ڈھانپ دیا جائے۔ باقی جو کھلا رہے گھاس سے ڈھانپا جائے اوراگر کفن نہ ملے تو پھر گھاس وغیرہ استعمال کی جائے۔ عرب لوگ اذخر اس غرض کے لئے استعمال کیا کرتے تھے۔ (روایت نمبر ۱۱۲)

بَاب ۲۸

مَنِ اسْتَعَدَّ الْكَفَنَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ

جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کفن تیار کیا اوراس کا یہ فعل برا نہیں سمجھا گیا

۱۲۷۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً جَاءَ تِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَّنْسُوْجَةٍ فِيْهَا حَاشِيَتُهَا أَتَدْرُوْنَ مَا الْبُرْدَةُ قَالُوْا الشَّمْلَةُ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ نَسَجْتُهَا بِيَدِي فَجِئْتُ لِأَكْسُوَكَهَا فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ فَحَسَّنَهَا فُلَانٌ فَقَالَ اكْسُنِيْهَا مَا أَحْسَنَهَا قَالَ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا

۱۲۷۷: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا: عبدالعزیز) بن ابی حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بُنی ہوئی چادر لائی جس میں حاشیہ تھا۔ تم جانتے ہو بردہ کیا ہوتی ہے؟ لوگوں نے کہا: بُردار چادر۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ کہتی تھیں: میں اس کو اپنے ہاتھ سے بُن کر اس لئے لائی ہوں کہ میں آپؐ کو یہ پہننے کے لئے دوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لے لی۔ آپؐ کو اس کی ضرورت تھی۔ آپؐ باہر نکلے اور وہ چادر آپؐ کا تہ بند تھی۔ ایک شخص نے اس کی تعریف کی اور کہا: مجھے پہننے کے لئے دے دیجئے۔ یہ کیا ہی عمدہ ہے۔ لوگوں نے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پہنی

إِلَيْهَا ثُمَّ سَأَلْتَهُ وَعَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ قَالَ إِنِّي وَاللهِ مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهُ إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

ہے۔ ایسی حالت میں کہ آپؐ کو اس کی ضرورت تھی۔ پھر باوجود اس کے تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگی ہے اور تمہیں علم ہے کہ آپؐ سوال ردّ نہیں کیا کرتے۔ اس نے جواب دیا: میں نے اللہ کی قسم اس لئے نہیں مانگی کہ اسے پہنوں بلکہ اس لئے مانگی ہے کہ تا وہ میرا کفن ہو۔ حضرت سہلؓ نے کہا: چنانچہ وہ (چادر) اُن کا کفن ہوئی۔

اطرافه: ۲۰۹۳، ۵۸۱۰، ۶۰۳۶.

تشریح: مَنِ اسْتَعَدَّ الْكَفَنَ فَلَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ: روایت نمبر ۱۲۷۷ میں جو واقعہ درج ہے۔ اس سے عنوان باب اخذ کیا گیا ہے۔ صحابہؓ نے اس کے مانگنے کو برا سمجھا۔ لیکن یہ سن کر کہ وہ اس چادر کو بطور اپنے کفن کے استعمال کرے گا وہ خاموش ہو گئے اور کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ مانگنے والے کا نام نہیں بتایا گیا۔ صحابہ کرامؓ میں بہت سی خوبیاں تھیں اور عظیم الشان قربانیوں کی وجہ سے انہیں مقام عزت حاصل ہے۔ اس قسم کی معمولی کمزوریوں کے ذکر میں نام عمداً مخفی رکھا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے کہ آپؐ کو ضرورت تھی وہ چادر اس سائل کو دے دی اور اس طرح يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ کی پاک مثال قائم کی۔ (الحشر: ۱۰) {اور خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے باوجود اس کے کہ انہیں خود تنگی در پیش تھی۔}

بَاب ۲۹: اِتِّبَاعُ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ☆
عورتوں کا جنازہ☆ کے ساتھ جانا

۱۲۷۸: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أُمِّ الْهُذَيْلِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ نُهِيْنَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا.

۱۲۷۸: قبیصہ بن عقبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد (حذاء) سے، خالد نے ام ہذیل (حفصہ بنت سیرین) سے، امّ ہذیل نے حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: جنازوں کے ساتھ جانے سے ہم روکی گئی تھیں مگر ہمیں تاکیدی حکم نہیں دیا گیا تھا۔

اطرافه: ۳۱۳، ۱۲۷۹، ۵۳۴۰، ۵۳۴۱، ۵۳۴۲، ۵۳۴۳.

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں لفظ "اَلْجَنَائِزَ" کی بجائے "اَلْجَنَازَةَ" ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۱۸۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: اِتِّبَاعُ النِّسَآءِ الْجَنَازَةَ: فقہاء نے اختلاف کیا ہے کہ آیا عورتوں کے لئے یہ ممانعت بطور تحریم ہے یا بطور کراہیت۔ ایک فریق نے اسے مطلق حرام قرار دیا ہے اور ایک نے مکروہ۔ حضرت ام عطیہؓ کے الفاظ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ممانعت تاکیدی نہ تھی۔ جمہور کا یہی مذہب ہے۔ امام مالکؒ نے عورتوں کے لئے جنازے کے ساتھ جانا جائز قرار دیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۸۵،۱۸۶) امام بخاریؒ نے اپنی رائے محفوظ رکھی ہے۔ ابن ابی شیبہؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے اور یہ معتبر ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو جنازہ کے ساتھ دیکھا اور اسے منع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روکا۔ فرمایا: اسے رہنے دو۔☆

عورتوں کی عادت تھی کہ وہ جنازہ کے ساتھ روتی پیٹتی جایا کرتی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنازہ کے ساتھ جانے سے روک دیا مگر دوسرے وقت میں ایک عورت کو جنازہ کے ساتھ کسی مصلحت کی وجہ سے رہنے دیا۔ اس مسئلہ کا تعلق حالات کے ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے مختلف حالات مدنظر رکھ کر کراہیت اور جواز کے فتوے دیئے ہیں۔

بَاب ٣٠: إِحْدَادُ الْمَرْأَةِ عَلَى غَيْرِ زَوْجِهَا

عورت کا اپنے خاوند کے سوا اور کسی پر سوگ کرنا

١٢٧٩: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ تُوُفِّيَ ابْنٌ لِأُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ دَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَتَمَسَّحَتْ بِهِ وَقَالَتْ نُهِيْنَا أَنْ نُحِدَّ أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثٍ إِلَّا بِزَوْجٍ.

۱۲۷۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) بشر بن مفضل نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) سلمہ بن علقمہ نے ہمیں بتایا۔ محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا ایک بیٹا فوت ہوگیا۔ جب تیسرا دن ہوا تو انہوں نے زرد خوشبو منگوائی اور اپنے بدن پر لگائی اور کہنے لگیں: ہمیں منع کیا گیا ہے کہ ہم خاوند کے سوا اور کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ کریں۔

اطرافه: ٣١٣، ١٢٧٨، ٥٣٤٠، ٥٣٤١، ٥٣٤٢، ٥٣٤٣۔

١٢٨٠: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ بْنُ مُوْسَى قَالَ

۱۲۸۰: (عبداللہ بن زبیر) حمیدی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے

☆ (ابن ماجه. كتاب الجنائز. باب ماجاء في البكاء على الميت)
(سنن نسائی. كتاب الجنائز. باب الرخصة فى البكاء على الميت)
(مصنف ابن ابی شیبه. كتاب الجنائز. باب من رخص ان تكون المرأة مع الجنازة)

أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا جَاءَ نَعْيُ أَبِي سُفْيَانَ مِنَ الشَّأْمِ دَعَتْ أُمُّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِصُفْرَةٍ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ فَمَسَحَتْ عَارِضَيْهَا وَذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ إِنِّي كُنْتُ عَنْ هَذَا لَغَنِيَّةً لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.

بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ایوب بن موسیٰ نے ہمیں بتایا۔کہا: حمید بن نافع نے مجھے بتایا۔حضرت زینب بنت ابی سلمہ سے مروی ہے کہ وہ کہتی تھیں: جب شام سے حضرت ابوسفیانؓ کے مرنے کی خبر آئی تو حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے تیسرے دن زرد خوشبو منگوائی اور اپنے رخساروں اور باہوں پر ملی اور کہنے لگیں: اگر چہ مجھے اس کی کوئی اور حاجت نہیں (اور کبھی نہ لگاتی) اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا کہ کسی عورت کے لئے بھی جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ وہ خاوند کے سوا میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔البتہ خاوند کے لئے چار ماہ دس دن سوگ کرنا چاہیے۔

اطرافه: ۱۲۸۱، ۵۳۳۴، ۵۳۳۹، ۵۳۴۵۔

١٢٨١: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.

۱۲۸۱: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے، عبداللہ نے حمید بن نافع سے، حمید نے زینب بنت ابی سلمہ سے روایت کی کہ حضرت زینبؓ نے انہیں خبر دی۔ کہتی تھیں: میں نبی ﷺ کی زوجہ حضرت امّ حبیبہؓ کے پاس گئی تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ کسی عورت کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے مگر خاوند پر چار ماہ اور دس دن۔

اطرافه: ۱۲۸۰، ۵۳۳۴، ۵۳۳۹، ۵۳۴۵۔

۱۲۸۲: ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِيْنَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فَمَسَّتْ ثُمَّ قَالَتْ مَا لِي بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُحِدُّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.

۱۲۸۲: پھر میں حضرت زینب بنت جحشؓ کے پاس گئی۔ جب ان کے بھائی فوت ہو گئے تو انہوں نے خوشبو منگوائی اور (اسے) لگایا اور پھر کہنے لگیں: مجھے تو خوشبو کی حاجت نہیں مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ کسی عورت کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو جائز نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے مگر خاوند پر چار ماہ دس دن۔

اطرافہ: ۵۳۳۵۔

تشریح: اِحْدَادُ الْمَرْأَةِ عَلٰى غَيْرِ زَوْجِهَا: زمانہ جاہلیت میں مرنے والا اپنے گھر والوں کو وصیت کر جایا کرتا تھا کہ وہ اس کے لئے فلاں فلاں عرصہ تک روتے رہیں۔ اس رواج کے مطابق عرب کا مشہور شاعر طرفہ بن العبد اپنی بیوی کو بایں الفاظ وصیت کرتا ہے: ؎

اِذَا مِتُّ فَانْعِيْنِيْ بِمَآ اَنَا اَهْلُهٗ وَشُقِّيْ عَلَيَّ الْجَيْبَ يَا ابْنَةَ مَعْبَدٖ

(فتح الباری تشریح باب ۳۲ جزء ۳ صفحہ ۱۹۷)

یعنی اے معبد کی بیٹی! جب میں مر جاؤں تو جن باتوں کا میں اہل ہوں گا ان کا ذکر کر کے میرا سوگ کرنا اور میرے مرنے پر گریبان چاک کرنا۔

اکثر عورتیں سال بھر بین کرتی رہتی تھیں۔ ہندوستان کی مشرک بلکہ بعض غیر مشرک اقوام میں یہی رسم اب تک موجود ہے۔ ان کا گھر مدتوں ماتم کدہ بنا رہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان خصوصاً جنس لطیف پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ رونے پیٹنے اور بین کرنے سے روک دیا اور فرمایا: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ (نمبر ۱۲۹۴) وہ ہم میں سے نہیں جس نے منہ پیٹا اور گریبان پھاڑا اور جاہلیت کی چیخ و پکار کی اور آپؐ نے صالقہ یعنی بین کرنے والی عورتوں سے بیزاری اور مقاطعہ کا اعلان فرمایا۔ (مسلم. کتاب الایمان. باب تحریم ضرب الخدود وشق الجیوب) یہودیوں میں اجرت پر بین کرنے والیاں مہیا کی جاتی تھیں جو جنازے کے ساتھ ساتھ بین کرتی جاتی تھیں نیز موسیقار بھی بلوائے جاتے تھے اور ان کے درمیان یہ بھی رسم تھی کہ مرنے پر رشتہ دار اپنا اوپر کا چوغا پھاڑ ڈالتے اور دوسرے لوگ صرف ایک بالشت۔ عربوں میں بھی گریبان چاک کرنے کی رسم پائی جاتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان تمام لغویات سے رہائی دی۔ روایت نمبر۱۲۸۱ میں خاوند کے مرنے پر سوگ کرنے کی مدت چار ماہ دس دن ہے۔ اِحداد کے معنی زیب وزینت اور خوشبو وغیرہ سے رکنا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۸۷) بیوی کے لئے دراصل یہ مدت عدت کی ہے۔ جس میں مدتِ حمل اور عدم حمل سے متعلق پتہ لگ سکتا ہے۔ اگر وہ شادی کرنا چاہے تو کم از کم چار ماہ دس دن تک انتظار کرے اور زیب وزینت میں احتیاط کرے۔ انہی معنوں میں اِحداد کا ترجمہ لفظ سوگ سے کیا گیا ہے نہ رونے پیٹنے کے معنوں میں۔

حضرت ابوسفیانؓ حضرت امّ حبیبہؓ کے والد تھے اور پہلے خاوند حضرت عبیداللہؓ کے حبشہ میں فوت ہونے پر نبی ﷺ نے حضرت امّ حبیبہؓ سے شادی کر لی تھی اور انہوں نے مختلف ابتلاء کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ کے لیے نیک نمونہ قائم کیا۔

بَاب ۳۱: زِيَارَةُ الْقُبُوْرِ

قبروں پر جانا

۱۲۸۳: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِيْ قَالَتْ إِلَيْكَ عَنِّي فَإِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِي وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيْلَ لَهَا إِنَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَتْ {بَابَ☆} النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِيْنَ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلَى.

اطرافه: ۱۲۵۲، ۱۳۰۲، ۷۱۵۴۔

۱۲۸۳: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہمیں ثابت نے بتایا۔ ثابت نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے قریب سے گزرے جو قبر کے پاس رو رہی تھی تو آپ نے فرمایا: اللہ کو سپر بناؤ اور صبر کرو۔ وہ کہنے لگی: مجھ سے دور ہو۔ تمہیں میرے جیسی مصیبت نہیں پہنچی۔ اس نے آپؐ کو پہچانا نہیں تھا۔ اسے کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے☆ پر آئی اور آپؐ کے پاس کوئی دربان نہ پایا۔ کہنے لگی: میں نے آپؐ کو پہچانا نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا: صبر تو پہلے صدمہ کے وقت میں ہوتا ہے۔

☆ لفظ "بَاب"، فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۱۹۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **زِيَارَةُ الْقُبُوْرِ:** مسئلہ معنونہ سے متعلق بھی فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔امام بخاریؒ کوان کی شروط کے مطابق کوئی قابل اعتماد روایت نہیں ملی جس سے قبروں پر جانا اور دعا کرنا ثابت ہوتا ہو۔روایت محولہ بالا سے اس مسئلہ کی مشروعیت اور جواز کا یقینی طور پر استدلال نہیں کیا جاسکتا سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صبر کرنے کی تلقین کی تھی۔قبر پر آنے جانے سے اس کونہیں روکا۔ابراہیم نخعیؒ،ابن سیرینؒ اور شعبی عامرؒ نے تو اسے مطلق مکروہ قرار دیا ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۱۹۰) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو وہ روایت نہیں پہنچی جو مسلم وغیرہ نے نقل کی ہے یعنی نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا. (مسلم. کتاب الجنائز. باب استئذان النبی ربه فی زیارة قبر امه) میں نے تمہیں قبروں پر جانے سے منع کیا تھا اب تم جاسکتی ہو۔مسند ابوداؤدؒ و نسائیؒ میں یہ الفاظ ہیں: فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ(نسائی. کتاب الضحایا. باب الاذن فی ذلک) یہ(قبریں) آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔(ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی زیارة القبور) حاکم نے بھی اس کے ہم معنی ایک روایت حضرت عائشہؓ سے متعلق بیان کی ہے کہ وہ اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ کی قبر پر گئیں۔لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو انہوں نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے روکا تھا پھر اجازت دے دی تھی۔چونکہ قبر پرستی مشرکین عرب میں رائج تھی اور اندیشہ تھا کہ نئے ایمان لانے والے جو ابھی تعلیم اسلام سے واقف نہیں ہوئے کہیں اس میں پھر مبتلا نہ ہوجائیں۔لیکن جب یہ تعلیم عام ہوگئی کہ قبر پرستی ممنوع ہے تو پھر قبروں پر جانے کی اجازت دے دی گئی کہ تا قبریں دیکھنے والوں کو اپنی موت یاد رہے۔قبروں کی زیارت جس صورت وشکل میں ممنوع ہے اس کا ذکر روایت نمبر ۱۲۷۸ میں گزر چکا ہے۔

بَاب ۳۲: قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے سزا دی جاتی ہے جبکہ رونا پیٹنا اس کے خاندان کی رسم ہو

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا(التحریم:۷) وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ سُنَّتِهِ فَهُوَ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَى(فاطر:۱۹) وَهُوَ

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور (ہر ایک کو) اس کی رعیت سے متعلق پرسش ہوگی اور اگر اس کے خاندان کی رسم نہ ہو تو اس کا رونا ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کوئی بوجھ

كَقَوْلِهِ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ ذُنُوْبًا إِلَى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ (فاطر: ١٩) وَمَا يُرَخَّصُ مِنَ الْبُكَاءِ مِنْ غَيْرِ نَوْحٍ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور وہ رونا ایسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کو بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے گی تو اس بوجھ سے کچھ بھی نہیں اٹھایا جائے گا اور بغیر بین کرنے کے جو رونے کی اجازت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نفس بھی ناحق قتل کیا جاتا ہے تو اس کے خون کے وبال کا کچھ حصہ آدم کے پہلے بیٹے کے ذمہ بھی ہوتا ہے اور یہ اس لئے کہ وہی تو پہلا شخص ہے جس نے قتل کی رسم جاری کی۔

١٢٨٤: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ وَمُحَمَّدٌ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَرْسَلَتْ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ إِنَّ ابْنًا لِي قُبِضَ فَأْتِنَا فَأَرْسَلَ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرِجَالٌ فَرُفِعَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۱۲۸۴: عبدان اور محمد (بن مقاتل) نے ہم سے بیان کیا۔ ان دونوں نے کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عاصم بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ ابوعثمان (عبدالرحمٰن نہدی) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے مجھ سے بیان کیا، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی نے آپؐ کو کہلا بھیجا کہ میرا بچہ حالتِ نزع میں ہے، ہمارے پاس آئیں تو آپؐ نے کہلا بھیجا اور فرمایا: اللہ ہی کا ہے جو لے لے اور اسی کا ہے جو عنایت کرے اور ہر بات کا اس کے ہاں ایک وقت مقرر ہے۔ اس لئے تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہو۔ انہوں نے پھر آپؐ کو بلا بھیجا اور آپؐ کو قسم دی کہ ان کے پاس ضرور آئیں۔ آپؐ اٹھے اور آپؐ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ،

وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ قَالَ حَسِبْتُهُ أَنَّهُ قَالَ كَأَنَّهَا شَنٌّ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا هَذَا فَقَالَ هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللهُ فِي قُلُوْبِ عِبَادِهِ وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ.

حضرت زید بن ثابتؓ اور کئی آدمی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچہ اٹھا کر لایا گیا اور وہ دم توڑ رہا تھا (اور ایسی آواز آرہی تھی) عثمان کہتے تھے میرا خیال ہے اسامہ نے کہا: جیسے پرانی مشک (ٹھکرانے سے آواز دیتی ہے۔) آپؐ کے آنسو بہنے لگے۔ حضرت سعدؓ نے کہا: یارسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آپؐ نے جواب دیا: یہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کی ہے اور اللہ بھی اپنے بندوں میں سے اُنہی پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔

اطرافه: ٥٦٥٥، ٦٦٠٢، ٦٦٥٥، ٧٣٧٧، ٧٤٤٨.

١٢٨٥ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتًا لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ قَالَ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ قَالَ فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَنَا قَالَ فَانْزِلْ قَالَ فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا.

١٢٨٥: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابو عامر (عقدی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) فلیح بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہلال بن علی سے، ہلال نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے (جنازہ) میں موجود تھے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہا: میں نے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ کہتے تھے: آپؐ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ہے جو آج رات اپنی بیوی کے پاس نہ گیا ہو۔ حضرت ابوطلحہؓ نے کہا: میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اُترو۔ کہا: تو وہ ان کی قبر میں اترے۔

اطرافه: ١٣٤٢.

١٢٨٦ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتْ ابْنَةٌ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمَكَّةَ وَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا أَوْ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى أَحَدِهِمَا ثُمَّ جَاءَ الْآخَرُ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ أَلَا تَنْهَى عَنِ الْبُكَاءِ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ.

۱۲۸۶: عبدان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (ابن مبارک) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ کہتے تھے: عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی مکہ میں فوت ہوگئی اور ہم اس کے جنازے میں شریک ہونے کے لئے آئے۔ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی اس کے جنازے میں شریک ہوئے اور میں ان دونوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا یا کہا: ان دونوں میں سے ایک کے پاس بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا اور وہ میرے پاس بیٹھ گیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمرو بن عثمانؓ سے کہا: کیا آپؐ رونے سے (عورتوں کو) منع نہیں کرتے؟ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت کو بھی اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔

١٢٨٧ : فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَدْ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ بَعْضَ ذَلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ قَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ مَكَّةَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هَؤُلَاءِ الرَّكْبُ قَالَ فَنَظَرْتُ

۱۲۸۷: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کچھ ایسا ہی کہا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے واپس آیا۔ یہاں تک کہ ہم بیداء میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ چند سوار ببول کے سائے میں بیٹھے ہیں تو انہوں نے مجھ سے کہا: جاؤ دیکھو یہ سوار کون ہیں؟ کہتے تھے: میں نے دیکھا تو وہ حضرت صہیبؓ ہیں۔ میں نے

فَإِذَا صُهَيْبٌ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ادْعُهُ لِي فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ فَالْحَقْ بِأَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَمَّا أُصِيْبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِيْ يَقُوْلُ وَا أَخَاهُ وَا صَاحِبَاهُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِي عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ.

اطرافہ: ۱۲۹۰، ۱۲۹۲۔

(حضرت عمرؓ) کو بتایا تو انہوں نے کہا: ان کو میرے پاس بلالاؤ۔ میں حضرت صہیبؓ کے پاس گیا اور میں نے کہا: چلئے امیر المؤمنین سے ملئے۔ جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو حضرت صہیبؓ روتے ہوئے ان کے پاس آئے اور یہ کہہ رہے تھے: ہائے میرے بھائی۔ ہائے میرے دوست۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: صہیب! کیا آپ مجھ پر روتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: اہل میت کے بعض قسم کے رونے کی وجہ سے میت کو بھی عذاب ہوتا ہے۔

۱۲۸۸: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ رَحِمَ اللّٰهُ عُمَرَ وَاللّٰهِ مَا حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللّٰهَ لَيُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَلَكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَيَزِيْدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَقَالَتْ حَسْبُكُمُ الْقُرْآنُ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَى (فاطر: ۱۹) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عِنْدَ ذَلِكَ وَاللّٰهُ هُوَ أَضْحَكَ

۱۲۸۸: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا: اللہ حضرت عمرؓ پر رحم کرے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں بیان کیا تھا کہ اللہ مومن کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیتا ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ کافر کے گھر والے جب اس پر روتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کافر کو اور زیادہ عذاب دیتا ہے اور کہنے لگیں: تمہارے لئے قرآن کافی ہے: کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: (یہ جو آیت ہے کہ) وہی

وَأَبْكَى (النجم: ٤٤) قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ وَاللهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا شَيْئًا.

اطرافه: ١٢٨٩، ٣٩٧٨۔

ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ بخدا حضرت ابن عباسؓ کی یہ بات سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ نہیں کہا۔

١٢٨٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى يَهُوْدِيَّةٍ يَبْكِي عَلَيْهَا أَهْلُهَا فَقَالَ إِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا.

اطرافه: ١٢٨٨، ٣٩٧٨۔

۱۲۸۹: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر (بن محمد بن عمرو بن حزم) سے، عبداللہ نے اپنے والد سے، انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ عمرہ نے انہیں بتایا کہ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سے سنا۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک یہودی عورت کے پاس سے گزرے تھے۔ جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے، تو آپؐ نے فرمایا: یہ تو اس پر رو رہے ہیں اور اس کی حالت یہ ہے کہ اس کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

١٢٩٠: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ وَهُوَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا أُصِيبَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَعَلَ صُهَيْبٌ يَقُوْلُ وَا أَخَاهُ فَقَالَ عُمَرُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ

۱۲۹۰: اسماعیل بن خلیل نے ہم سے بیان کیا کہ علی بن مسہر نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابواسحٰق شیبانی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے اپنے باپ (حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو حضرت صہیبؓ رونے لگے۔ ہائے بھائی ہائے بھائی تو حضرت عمرؓ نے کہا:

بِبُكَاءِ الْحَيِّ. کیا تمہیں علم نہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: میت کو بھی زندہ کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

اطرافه: ۱۲۸۷، ۱۲۹۲۔

تشریح: اِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِهِ: تشریح باب ۳۰ میں بتایا جا چکا ہے کہ یہودیوں اور عربوں میں میت پر رونے کی کیا رسم تھی۔ اسی کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے اور اگر مرنے والا رونے والے کے لئے وصیت کر جائے جیسا کہ عرب کیا کرتے تھے وہ بھی سزا کا مستحق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُوْآ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم: ۷) اپنے آپ کو اور اپنے اہل بیت کو آگ سے بچاؤ۔ اس آیت میں تمام مومنوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کا فرض قرار دیا ہے کہ وہ نہ صرف اپنے آپ کو ہی بلکہ اپنے افرادِ خاندان کو بھی نارِ جہنم سے بچائے۔ ہر شخص نگہبان ہے اور جواب دہ ہے اور اگر خاندان میں رونے پیٹنے کی رسم نہ ہو تو پھر مرنے والے کو کوئی سزا نہیں مگر رسم ہونے کی حالت میں ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اس کا تدارک کرے۔ جیسا کہ بعض وصیت کر دیتے ہیں کہ ان کے مرنے پر رویا نہ جائے۔ امام بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ کے استدلال کی تائید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول: لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا جو نقل کیا ہے اس کی وضاحت کے لئے دیکھئے روایت نمبر ۱۲۸۶، ۱۲۸۹۔

جس خاندان میں رونے اور بین کرنے کی رسم موجود ہو اس کے سارے افراد جواب دہ ہیں، اگر اصلاح نہیں کرتے۔ اس لئے کہ وہ اس رسم کے جاری رہنے میں معاون اور مؤید ہیں۔ روایت نمبر ۱۲۸۴ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے پیغام بھیجنے کا جو ذکر ہے اس بارے میں دو طرح کی روایتیں ہیں۔ ایک میں صَبِيٌّ (یعنی بچہ) مروی ہے۔ یہ محسن بن علی بن ابی طالبؓ ہیں اور پیغام بھیجنے والی حضرت فاطمہؓ ہیں اور دوسری میں صَبِيَّةٌ (یعنی بچی) ہے۔ یہ حضرت زینبؓ کی بیٹی حضرت امامہؓ تھیں جو خطرناک بیمار ہو گئی تھیں۔ ان سے متعلق بھی بعض روایتوں میں یہ الفاظ آتے ہیں: نَفَسُهَا تَقَعْقَعُ كَاَنَّهَا فِيْ شَنٍّ (مسند احمد بن حنبل جزء ۵ صفحہ ۲۰۷۔ روایت نمبر ۲۱۲۹۲) {اس کا سانس اُکھڑنے لگا اور اس طرح آواز آنے لگی جیسے کسی پرانی مشک کی۔} اور یہ کہ انہیں دیکھ کر آپؐ کے آنسو بہنے لگے۔ حضرت امامہؓ کی بابت مروی ہے کہ اس کا سانس اکھڑنے لگا اور اس طرح آواز آنے لگی جیسے کسی مشک کی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہیں اور حضرت علیؓ سے ان کا نکاح ہوا۔ بعض نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ وہ شفا پا گئی تھیں۔ علامہ ابن حجرؒ کی تحقیق میں وہ بچی حضرت امامہؓ تھیں جو فوت ہوئیں۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دفعہ بلانے پر جو نہیں گئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؐ صحابہؓ سے ایک مشورہ میں مشغول تھے۔ آپؐ نے یہ دیکھا کہ لوگ مشورہ کے لئے جمع ہیں اور مشورہ نا تمام چھوڑنا مناسب نہیں۔ اس لئے اپنی بیٹی کو صبر کی تلقین فرمائی لیکن جب آپؐ کی صاحبزادی بچے کی نازک حالت دیکھ کر گھبرا گئیں اور قسم دے کر بلا بھیجا تو آپؐ گئے۔

آنسوؤں کے جاری ہونے سے ظاہر ہے کہ آپؐ کیسے رحیم تھے اور آپؐ کا دل کیسا رقیق تھا۔ امام بخاریؒ نے اس واقعہ سے ایک لطیف استدلال کیا ہے اور وہ یہ کہ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں میت پر نوحہ کرنے سے منع فرمایا

ہے اور صبر کی تلقین کی ہے وہاں یہ سبق بھی دیا ہے کہ اس ممانعت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ انسان جذبات شفقت و رحمت سے خالی ہو جائے۔ اسلام کی تعلیم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ دونوں افراط و تفریط سے پاک اور حد اعتدال پر واقع ہیں۔

اِنَّ ابْنًا لِّیْ قُبِضَ: اس روایت میں یہ جو آیا ہے کہ اِنَّ ابْنًا لِّیْ قُبِضَ اس کا مفہوم قَارَبَ اَنْ یُّقْبَضَ یعنی مرنے کے قریب ہے۔ جن روایتوں میں امامہؓ کی بیماری کا ذکر ہے۔ اس میں قُبِضَ کی جگہ اُسْتُعِزَّ بِاُمَامَةَ ہے۔ یعنی آپؐ کو خبر دی گئی کہ امامہؓ جان کنی کی حالت میں ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۰۰)

شَهِدْنَا بِنْتًا لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: روایت نمبر۱۲۸۵ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس بیٹی کے فوت ہو جانے کا ذکر ہے وہ حضرت امّ کلثومؓ ہیں جو حضرت عثمانؓ کی بیوی تھیں۔ مزید تشریح کے لئے دیکھئے کتاب الجنائز باب نمبر۷۱۔ یہ روایت اور اس سے اگلی روائتیں نمبر۱۲۸۶ تا ۱۲۹۰ یہ بتانے کے لئے لائی گئی ہیں کہ رحمت و شفقت کے جذبہ کے ماتحت آنسوؤں کا بے اختیار جاری ہو جانا قابل اعتراض نہیں۔ بے قراری اور جزع و فزع کا اظہار معیوب اور منع ہے۔ روایت نمبر۱۲۹۱ لا کر حضرت عائشہؓ کی رائے مندرجہ روایت نمبر۱۲۸۹ کی تائید کی ہے کہ عذاب ان کافروں کو ہوتا ہے جن کے ہاں رونا پیٹنا بطور رسم و رواج کے ہو۔ جیسے یہودی اور مشرکین کے ہاں تھا۔ آنسو بہنے کی وجہ سے کسی کو سزا نہیں ملتی۔ حضرت ابن عباسؓ نے آیت هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى (النجم:۴۴) {اور یہ کہ وہی ہے جو ہنساتا ہے اور رُلاتا بھی ہے۔} کا حوالہ دے کر حضرت عائشہؓ کی روایت کی تائید کی ہے کہ رونا ہنسنے کی طرح ایک طبعی امر ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر پیدا کیا ہے۔ بشرطیکہ انسان سے برمحل صادر ہو۔ کفار کی فریاد و بکا پر اسے محمول کرنا درست نہیں۔ (روایت نمبر۱۲۸۸) روایت نمبر۱۲۸۹ میں یہودی عورت کے واقعہ کا حوالہ دے کر واضح کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا تعلق ایک مخصوص میت کے عذاب سے ہے، عام نہیں۔ امام بخاریؒ نے ترتیب روایات سے مسئلہ معنونہ کی اصلیت واضح کر دی ہے۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا اَحْسَنَ الْجَزَآءِ.

بَاب ۳۳: مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ

میت پر بین کرنا جو مکروہ ہے

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعْهُنَّ يَبْكِيْنَ عَلَى أَبِي سُلَيْمَانَ مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعٌ أَوْ لَقْلَقَةٌ وَالنَّقْعُ التُّرَابُ عَلَى الرَّأْسِ وَاللَّقْلَقَةُ الصَّوْتُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: انہیں ابوسلیمان (خالد بن ولید) پر رونے دو۔ جب تک کہ (وہ اپنے سروں پر) خاک نہ ڈالنے لگیں۔ یا نالہ و فریاد نہ کی جائے۔ نقع عربی زبان میں سر پر مٹی ڈالنے کو کہتے ہیں اور لقلقہ چلانے کو۔

۱۲۹۱: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ

۱۲۹۱: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سعید بن عبید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے علی بن ربیعہ سے،

الْمُغِيْرَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نِيْحَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ.

علی نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں۔ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، وہ پھر آگ میں ہی اپنا ٹھکانا بنائے (اور) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جس پر بین کئے جاتے ہیں اس کو ان بینوں کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔

١٢٩٢: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ.

۱۲۹۲: عبدان نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے قتادہ سے، قتادہ نے سعید بن مسیّب سے، انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے اپنے باپ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: میت کو بوجہ ان بینوں کے جو اس پر کئے گئے اس کی قبر میں عذاب ہوتا ہے۔

تَابَعَهُ عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ وَقَالَ آدَمُ عَنْ شُعْبَةَ الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ.

عبدان کی طرح عبدالاعلیٰ نے بھی یہی روایت بیان کی ہے۔ (انہوں نے کہا:) یزید بن زریع نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سعید (بن ابی عروبہ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) قتادہ نے ہمیں بتایا۔ (یعنی سعید بن مسیّب سے روایت کرتے ہوئے) آدم (ابن ابی ایاس) نے شعبہ سے یوں روایت کی۔ مردوں کو زندوں کے ان پر رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔

اطرافه: ١٢٨٧، ١٢٩٠۔

تشریح: **مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ** : ابن قدامہ نے امام احمد بن حنبلؒ سے یہ روایت کی ہے کہ نوحہ علی الاطلاق ممنوع نہیں بلکہ بعض وقت جائز ہے اور ان کی طرف سے دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ

حضرت جابرؓ کی چچی نے احد میں اپنے بھائی کے شہید ہونے پر بین کئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں روکا۔ان کا یہ استدلال صحیح نہیں۔احد کے واقعات کی بناء پر ہی آپؐ نے بین کرنے سے منع فرمایا تھا۔تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۰۶۔یہی اختلاف مدنظر رکھ کر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

مَا لَمْ يَكُنْ نَقْعٌ اَوْ لَقْلَقَةٌ: حضرت عمرؓ کا یہ حوالہ عنوانِ باب میں دیا گیا ہے جو حضرت خالد بن ولیدؓ کی وفات سے تعلق رکھتا ہے۔ان کی چچازاد بہنیں رونے لگیں۔کسی نے حضرت عمرؓ سے کہا: ان کو روک دیں تو انہوں نے کہا: جب تک پیٹنے اور بال نوچنے اور سر پر خاک ڈالنے کی نوبت نہ آئے،منع کرنے کی ضرورت نہیں۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۰۶)

نَقْعٌ اور لَقْلَقَةٌ کی تشریح اس لئے کی گئی ہے کہ اہل لغت نے نَقْعٌ کے معنے گریبان پھاڑنے اور لَقْلَقَةٌ کے معنے نوحہ کی آواز دہرانے کے بھی کئے ہیں۔الفاظ مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ سے یہ بات واضح کرنا مقصود ہے کہ نوحہ کی کراہیت کس قسم کی ہے۔آیا کراہیت تحریم ہے یا مطلق کراہیت۔

بَاب ٣٤

١٢٩٣: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ جِيْءَ بِأَبِي يَوْمَ أُحُدٍ قَدْ مُثِّلَ بِهِ حَتَّى وُضِعَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سُجِّيَ ثَوْبًا فَذَهَبْتُ أُرِيْدُ أَنْ أَكْشِفَ عَنْهُ فَنَهَانِي قَوْمِي ثُمَّ ذَهَبْتُ أَكْشِفُ عَنْهُ فَنَهَانِي قَوْمِي فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُفِعَ فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ فَقَالَ مَنْ هَذِهِ فَقَالُوا ابْنَةُ عَمْرٍو أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو قَالَ فَلِمَ تَبْكِي أَوْ لَا تَبْكِي فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ

۱۲۹۳: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا۔(انہوں نے کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا۔(انہوں نے کہا: محمد) بن منکدر نے ہمیں بتایا۔کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔وہ کہتے تھے: میرے والد اُحد کے دن لائے گئے۔ان کے ناک، کان کاٹ ڈالے گئے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھے گئے اور انہیں ایک کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا۔میں (لاش کے پاس) گیا۔چاہتا تھا کہ اس سے کپڑا اہٹاؤں۔لوگوں نے مجھے منع کیا۔پھر میں (لاش کے پاس) گیا۔اس سے کپڑا ہٹانے لگا تو لوگوں نے مجھے منع کیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور لاش اٹھائی گئی۔اتنے میں آپؐ نے ایک چلانے والی کی آواز سنی تو آپؐ نے فرمایا: یہ کون عورت ہے؟ لوگوں نے کہا: عمرو کی بیٹی۔یا کہا: عمرو کی بہن تو آپؐ نے فرمایا: کیوں

بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رُفِعَ.

اطرافہ: ۱۲۴۴، ۲۸۱۶، ۴۰۸۰۔

روتی ہے؟ یا فرمایا: مت رو۔ فرشتے اپنے پروں سے ان پر سایہ کئے رہے یہاں تک کہ ان کا جنازہ اٹھایا گیا۔

تشریح: روایت نمبر۱۲۹۳ سے نہ صرف بین کرنے بلکہ چلانے کی بھی ممانعت واضح ہوتی ہے۔ اسی طرف توجہ دلانے کے لئے امام بخاریؒ نے باب ۳۴ کا کوئی نیا عنوان نہیں قائم کیا۔ کیونکہ دونوں ابواب کا ایک ہی مضمون ہے۔
(فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۰۶)

اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَآءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ: اس بارہ میں عبدانؒ کی روایت نمبر ۱۲۸۶ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں: اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَآءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ اور دوسری روایت نمبر۱۲۹۲ ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ اور آدم بن ابی ایاسؒ نے بروایت شعبہؒ (نمبر۱۲۹۲) یہ الفاظ نقل کئے ہیں: اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَآءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ. روایت نمبر۱۲۹۰ میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے بحوالہ حضرت عمرؓ یہ الفاظ نقل کئے ہیں: اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَآءِ الْحَيِّ. امام بخاریؒ نے مختلف سندوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کی تعیین کرنے کی جو کوشش کی ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عمرۃؓ کی روایت نمبر ۱۲۸۹ سے جو بحوالہ حضرت عائشہؓ منقول ہے، معلوم ہوتا ہے کہ قبر میں عذاب دیئے جانے کا واقعہ مخصوص ہے۔ اس خیال کو دور کرنے کے لئے مختلف سندوں سے یہ امر بپایہ ثبوت پہنچایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا تھا اور باب نمبر۳۳ کے عنوان میں امام موصوفؒ نے اس امر کی وضاحت کردی ہے کہ کس قسم کی گریہ وزاری ممنوع ہے۔ باب ۳۴ میں اس کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔

بَاب ۳۵: لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوْبَ

جنہوں نے اپنے گریبان پھاڑے وہ ہم میں سے نہیں

۱۲۹۴: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ الْيَامِيُّ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

اطرافہ: ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۳۵۱۹۔

۱۲۹۴: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (ثوری) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) زبید یامی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو اپنا منہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی چیخ وپکار کرے۔

تشریح: لَيْسَ مِنَّا مَنْ شَقَّ الْجُيُوْبَ: یعنی اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ فقرہ بیزاری اور بے تعلقی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے تا لوگ جاہلیت کی رسم سے باز آ جائیں۔ اس تعلق میں باب ۳۰ اور باب ۳۹ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ٣٦: رِثَاءُ النَّبِيِّ ﷺ سَعْدَ بْنَ خَوْلَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سعدؓ بن خولہ کے مرنے پر افسوس کرنا

١٢٩٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِي عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اشْتَدَّ بِي فَقُلْتُ إِنِّي قَدْ بَلَغَ بِي مِنَ الْوَجَعِ وَأَنَا ذُو مَالٍ وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَةٌ أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي قَالَ لَا فَقُلْتُ بِالشَّطْرِ فَقَالَ لَا ثُمَّ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَبِيْرٌ أَوْ كَثِيْرٌ إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللهِ إِلَّا أُجِرْتَ بِهَا حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أُخَلَّفُ بَعْدَ أَصْحَابِي قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا إِلَّا

۱۲۹۵: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے، عامر نے اپنے باپ (حضرت سعد) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ جس سال حجۃ الوداع ہوا، میری بیمار پرسی کے لئے آیا کرتے تھے۔ کیونکہ میری بیماری بڑھ گئی تھی۔ میں نے کہا: میری بیماری آخری حد تک پہنچ گئی ہے اور میں مالدار ہوں اور سوائے (میری) ایک لڑکی کے اور کوئی میرا وارث نہیں۔ کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: تو آدھا؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تہائی بلکہ تہائی بھی بڑا ہے یا فرمایا: بہت ہے اور یہ کہ تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑو، بہتر ہے اس سے کہ تم ان کو محتاج چھوڑ جاؤ، لوگوں کے سامنے وہ ہاتھ پھیلاتے پھریں اور جو تم ایسا خرچ کرو گے کہ جس سے اللہ کی رضامندی چاہتے ہو تو ضرور ہی اس پر تمہیں ثواب دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس لقمہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ!

ازْدَدْتَ بِهِ دَرَجَةً وَرِفْعَةً ثُمَّ لَعَلَّكَ أَنْ تُخَلَّفَ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُوْنَ اللَّهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ لَكِنِ الْبَائِسَ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِي لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ.

میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے (مکہ میں) رہ جاؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا: تم کبھی پیچھے نہیں رہو گے۔ جو نیک کام بھی کرو گے، تم اس کے ذریعہ سے درجہ اور بلندی میں بڑھو گے۔ مزید برآں امید ہے کہ تم پیچھے رکھے جاؤ گے تا تمہارے ذریعہ بہت سی قومیں نفع حاصل کریں اور بعض کو تمہارے ذریعہ نقصان پہنچے۔ اے میرے اللہ! میرے ساتھیوں کے لئے ان کی ہجرت پوری کر اور ان کو ان کی ایڑیوں کے بل نہ لوٹائیو۔ لیکن بیچارے سعد بن خولہؓ ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افسوس ہی کیا کرتے تھے کہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے۔

تشریح: رِثَاءُ النَّبِيِّ ﷺ سَعْدَ بْنَ خَوْلَةَ: نوحہ منع ہے جیسا باب نمبر۳۳ تا باب نمبر۳۹ کی روایات سے نیز امام احمد بن حنبلؒ، ابن ماجہؒ، حاکم اور ابن ابی شیبہؒ کی روایتوں سے واضح ہوتا ہے۔
(فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۱۰)

اور یہاں رِثَاءٌ بمعنی افسوس کرنا ہے۔ کہتے ہیں: رَثَى لَهُ یعنی رَقَّ وَتَوَجَّعَ (لسان العرب تحت لفظ رثی) غمگین اور دردمند ہوا، غمگین ہونا، افسوس اور ہمدردی کا اظہار کرنا نہ صرف یہ کہ ممنوع نہیں بلکہ ضروری ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مہاجرین میں سے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک تھے۔ بیماری میں وہ ڈرے کہ کہیں مکہ میں فوت نہ ہو جائیں اور ان کی ہجرت ناتمام رہ جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور انہیں تسلی دی کہ بیماری کی وجہ سے اگر ان کو مکہ میں پیچھے ٹھہرنا پڑا تو نیکی کرنے کے مواقع انسان کے لئے ہر جگہ موجود ہوتے ہیں جو اس کی ترقی کا موجب ہو سکتے ہیں۔ اِنَّکَ لَنْ تُخَلَّفَ مومن تو کہیں بھی پیچھے نہیں رہتا۔ لَعَلَّکَ اَنْ تُخَلَّفَ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی خارق عادت طور پر پوری ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دیر تک زندہ رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو عراق اور ایران میں حیرت انگیز فتوحات سے سرفراز فرمایا۔ حضرت سعد بن خولہؓ بھی مہاجرین میں سے تھے جو اپنے وطن مکہ میں فوت ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس وفات پر افسوس کیا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنا واقعہ بیان کر کے حضرت سعد بن خولہؓ کا بھی ضمناً ذکر کیا۔

بَاب ۳۷: مَا يُنْهَى عَنِ الْحَلْقِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ

مصیبت کے وقت بال منڈوانا منع ہے

۱۲۹۶: وَقَالَ الْحَكَمُ بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَيْمِرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ وَجِعَ أَبُو مُوْسَى وَجَعًا فَغُشِيَ عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي حَجْرِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهَا شَيْئًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَنَا بَرِيْءٌ مِمَّنْ بَرِئَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ.

۱۲۹۶: حکم بن موسیٰ نے کہا: یحيٰ بن حمزہ نے ہمیں بتایا۔ عبدالرحمٰن بن جابر سے مروی ہے کہ قاسم بن مخیمرہ نے ان سے بیان کیا، کہا: حضرت ابوبردہ بن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا۔ کہتے تھے: حضرت ابوموسیٰؓ بیمار ہوئے اور ایسے بیمار ہوئے کہ اُن پر غشی طاری ہوگئی۔ ان کا سر ان کے گھر والوں میں سے ایک عورت کی گود میں تھا۔ (وہ چیخ مار کر رونے لگی۔) حضرت ابوموسیٰؓ اس کو کچھ نہ کہہ سکے۔ جب ہوش سنبھالا تو انہوں نے کہا: میں اس سے بیزار ہوں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیزار ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چلانے والی اور بال منڈوانے والی اور کپڑے پھاڑنے والی سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔

تشریح: مَا يُنْهٰى عَنِ الْحَلْقِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ: حادثہ موت کے وقت بال منڈوانے کی رسم زمانہ جاہلیت میں رائج تھی۔ جواب تک ہندوؤں میں موجود ہے۔ وہ سر کے بال، داڑھی، مونچھیں اور بدن کے بال منڈوا دیتے ہیں۔ یہودی بھی سر منڈوا کر بال مردے کے جسم یا اس کی قبر پر بکھیر دیتے تھے۔ یہ رسم انہوں نے قدیم اقوام مشرکہ سے اخذ کی تھی اور وہ راکھ پر بیٹھ جاتے تھے اور سر پر راکھ ڈالتے اور ان میں سے بعض ہتھیاروں سے اپنے آپ کو زخمی کرتے تھے۔ ان کے ہاں بال نوچنے، گریبان چاک کرنے، ٹاٹ پہننے، ننگے سر اور ننگے پاؤں چلنے کا بھی رواج تھا۔ اسلام نے آکر یہ سب رسوم مٹا کر بنی نوع انسان پر بڑا رحم فرمایا ہے۔

بَاب ۳۸: لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ

ہم میں سے نہیں ہے وہ جو منہ پیٹے

۱۲۹۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

اطرافه: ۱۲۹٤، ۱۲۹۸، ۳۵۱۹۔

۱۲۹۷: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا۔ عبدالرحمٰن (بن مہدی) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، انہوں نے عبداللہ بن مرہ سے، عبداللہ نے مسروق سے، انہوں نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے، حضرت عبداللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ہم میں سے نہیں ہے جو منہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی طرح چلائے۔

بَاب ۳۹: مَا يُنْهَى مِنَ الْوَيْلِ وَدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ

مصیبت کے وقت واویلا اور جاہلیت کی چیخ و پکار جو منع ہے

۱۲۹۸: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

اطرافه: ۱۲۹٤، ۱۲۹۷، ۳۵۱۹۔

۱۲۹۸: عمر بن حفص (بن غیاث) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) میرے والد نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن مرہ سے، عبداللہ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم میں سے نہیں جو منہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی چیخ پکار کرے۔

تشریح: **مَا يُنْهٰى مِنَ الْوَيْلِ وَدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ:** جاہلیت کی چیخ وپکار سے مراد بین کرنا، کپڑے پھاڑنا، بال نوچنا وغیرہ ہے۔ ابن ماجہ اور ابن حبانؒ نے ابوامامہ کی یہ روایت صحیح سند کے ساتھ نقل کی ہے: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ الْخَامِشَةَ وَجْهَهَا وَالشَّاقَّةَ جَيْبَهَا وَالدَّاعِيَةَ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ۔☆ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ نوچنے، گریبان پھاڑنے اور چیخ وپکار کرنے والی کو ملعون ٹھہرایا۔

بَاب ٤٠ : مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ

جو مصیبت کے وقت بیٹھ جائے غمگین معلوم ہو

١٢٩٩ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَّنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِعْنَهُ فَقَالَ انْهَهُنَّ فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ قَالَ وَاللّٰهِ غَلَبْنَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَزَعَمَتْ أَنَّهُ قَالَ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ

۱۲۹۹: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوھاب (ثقفی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے یحيٰ (بن سعید انصاری) سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ عمرہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ وہ کہتی تھیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت (زید) بن حارثہؓ، حضرت جعفر (بن ابی طالبؓ) اور حضرت (عبداللہ) بن رواحہؓ کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو آپؐ بیٹھ گئے۔ غم آپؐ کے چہرے سے نمایاں تھا اور میں دروازہ کی درز سے دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں ایک شخص آپؐ کے پاس آیا اور اس نے کہا: یہ دیکھیں جعفرؓ (کے گھر) کی عورتیں اور اس نے ان کے رونے پیٹنے کا ذکر کیا تو آپؐ نے اس سے فرمایا کہ وہ ان کو روکے۔ چنانچہ وہ گیا۔ پھر آپؐ کے پاس دوبارہ آیا (کہ) انہوں نے اس کا کہا نہیں مانا۔ آپؐ نے فرمایا: انہیں روکو اور وہ تیسری دفعہ

☆ (سنن ابن ماجه . كتاب ما جاء في الجنائز . باب ما جاء في النهي من ضرب الخدود وشق الجيوب) (صحيح ابن حبان. كتاب الجنائز. فصل في النياحة ونحوها. ذكر وصف البكاء الذى نهى النساء عن استعماله عند المصائب روایت نمبر ۳۱۵۶۔ جزء ۷ صفحہ ۴۲۷)

فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللهُ أَنْفَكَ لَمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُكْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ.

آیا۔ کہنے لگا: اللہ کی قسم! یارسول اللہ! انہوں نے ہمیں بے بس کردیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کا خیال ہے کہ آپؐ نے فرمایا: (اگر نہیں رُکتیں) تو ان کے منہ پر خاک ڈالو۔ میں نے اس سے کہا: اللہ تمہاری ناک خاک آلودہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں حکم دیا تھا۔ تم نے وہ بھی نہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تکلیف دینے سے باز نہ آئے۔

اطرافہ: ۱۳۰۵، ۴۲۶۳۔

۱۳۰۰: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا حِيْنَ قُتِلَ الْقُرَّاءُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِنَ حُزْنًا قَطُّ أَشَدَّ مِنْهُ.

۱۳۰۰: عمرو بن علی (فلاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن فضیل نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) عاصم احول نے ہمیں بتایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب قاری (لوگ) شہید کئے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ بھر کھڑے ہوکر عاجزی سے دعا کی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپؐ نے کبھی اس سے بڑھ کر غم کیا ہو۔

اطرافہ: ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۲۸۰۱، ۲۸۱۴، ۳۰۶۴، ۳۱۷۰، ۴۰۸۸، ۴۰۸۹، ۴۰۹۰، ۴۰۹۲، ۴۰۹۴، ۴۰۹۶، ۶۳۹۴، ۷۳۴۱۔

تشریح: **مَنْ جَلَسَ عِنْدَا لْمُصِيْبَةِ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ:** غمناک خبر کا صدمہ بعض وقت ایسا سخت ہوتا ہے کہ انسان کھڑا نہیں رہ سکتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے جلیل القدر صحابیوں کی شہادت سے متعلق اچانک خبر سن کر سخت صدمہ ہوا۔ آپؐ بیٹھ گئے۔ جذبات غم واندوہ کو اندر ہی دبائے رکھا۔ یہ صبر کا اعلیٰ نمونہ ہے جو حد اعتدال پر واقعہ ہے۔ غم کے مارے نہ اتنا بے قرار ہو کہ آپے سے باہر ہوکر پیٹنا شروع کردے اور نہ دل کو پتھر بنائے کہ احساس ہی باقی نہ رہے۔ غم کا زیادہ سے زیادہ اظہار جو آپؐ نے کیا ہے، وہ دعاؤں کے ذریعے کیا ہے۔ (روایت نمبر ۱۳۰۰) آپؐ کو ان کی شہادت کا واقعہ قبل از وقت کشفاً یا بذریعہ رؤیا معلوم ہوا تھا اور تصدیق بعد میں ہوئی تھی۔

بَاب ٤١ : مَنْ لَّمْ يُظْهِرْ حُزْنَهُ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ
جومصیبت کے وقت اپنے غم کا اظہار نہ کرے

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ الْجَزَعُ الْقَوْلُ السَّيِّئُ وَالظَّنُّ السَّيِّئُ وَقَالَ يَعْقُوْبُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللهِ (يوسف:٨٧).

اور محمد بن کعب قرظی نے کہا: جزع کے معنے بری بات کہنا اور بدظنی کرنا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا: میں اپنی بےقراری اور غم کا اللہ سے ہی شکوہ کرتا ہوں۔

١٣٠١: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اشْتَكَى ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ قَالَ فَمَاتَ وَأَبُو طَلْحَةَ خَارِجٌ فَلَمَّا رَأَتِ امْرَأَتُهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ هَيَّأَتْ شَيْئًا وَنَحَّتْهُ فِي جَانِبِ الْبَيْتِ فَلَمَّا جَاءَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ كَيْفَ الْغُلَامُ قَالَتْ قَدْ هَدَأَتْ نَفْسُهُ وَأَرْجُو أَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اسْتَرَاحَ وَظَنَّ أَبُو طَلْحَةَ أَنَّهَا صَادِقَةٌ قَالَ فَبَاتَ فَلَمَّا أَصْبَحَ اغْتَسَلَ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَّخْرُجَ أَعْلَمَتْهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا كَانَ

١٣٠١: بشر بن حکم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان بن عیینہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے بتایا کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت ابوطلحہؓ کا ایک بیٹا بیمار رہا۔ کہا: پھر وہ فوت ہوگیا۔ حضرت ابوطلحہؓ باہر تھے۔ جب ان کی بیوی نے دیکھا کہ وہ فوت ہوگیا ہے تو انہوں نے کچھ کھانا تیار کیا اور بچے کو گھر میں ایک طرف رکھ دیا۔ جب حضرت ابوطلحہؓ آئے تو انہوں نے پوچھا: لڑکا کیسا ہے؟ تو ان کی بیوی نے جواب دیا: ٹک گیا ہے اور میں امید کرتی ہوں کہ اس کو آرام ہوگیا ہوگا اور حضرت ابوطلحہؓ سمجھے کہ وہ سچ کہہ رہی ہے۔ (حضرت انسؓ) کہتے تھے: (حضرت ابوطلحہؓ) نے رات بسر کی اور صبح اٹھے تو انہوں نے غسل کیا۔ جب وہ باہر جانے لگے تو ان کی بیوی نے انہیں بتایا کہ بچہ فوت ہوگیا

مِنْهُمَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يُبَارِكَ لَكُمَا فِي لَيْلَتِكُمَا قَالَ سُفْيَانُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَرَأَيْتُ لَهُمَا تِسْعَةَ أَوْلَادٍ كُلُّهُمْ قَدْ قَرَأَ الْقُرْآنَ.

اطرافه: ٥٤٧٠.

ہے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کا ماجرا بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ رات تمہارے لیے مبارک کرے۔ سفیان کہتے تھے: انصار میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے ان کے نو بچے دیکھے تھے۔ سب قرآن کے قاری تھے۔

تشریح: اَلظَّنُّ السَّيِّ ءُ: بدظنی سے مراد یہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی ہے۔ مَنْ لَّمْ يُظْهِرْ حُزْنَهُ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ غم ظاہر نہ کرنے کا مفہوم عنوانِ باب میں واضح کیا گیا ہے کہ لوگوں پر غم ظاہر کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہوئے اس کے حضور دعا کی جائے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی۔ والدہ حضرت انسؓ اور حضرت ابوطلحہؓ کا واقعہ اس قسم کے صبر کی نہایت عمدہ مثال ہے۔ ان کے صابرانہ ومتوکلانہ نمونہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت کو برکت دی۔

فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ: مشارالیہ راوی عبایہ بن رفاعہ انصاری ہیں۔ اولاد سے مراد پوتے ہیں۔ یعنی ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو، جس کے نو بچے تھے جو حافظ قرآن تھے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۲۱۸، ۲۱۹)

بَاب ٤٢ : اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰى

صبر وہی ہے جو صدمے کے وقت شروع میں ہو

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نِعْمَ الْعِدْلَانِ وَنِعْمَ الْعِلَاوَةُ، الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ○ أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ○ (البقرة:١٥٧-١٥٨)

اور حضرت عمرؓ نے کہا: دونوں طرف کے برابر کے بوجھ کیا ہی اچھے ہیں اور درمیان کا بوجھ بھی بہت ہی اچھا ہے۔ وہ جنہیں مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں: ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی خاص نوازشیں ہوں گی اور اس کی رحمت ہوگی اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ (البقرة:٤٦).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: استقلال سے اور دعا کے ذریعے (اللہ سے) مدد مانگتے رہو۔ اگر چہ یہ بات بڑی مشکل ہے مگر خشوع کرنے والوں پر نہیں۔

١٣٠٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى.

اطرافه: ١٢٥٢، ١٢٨٣، ٧١٥٤۔

۱۳۰۲: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) غندر (محمد بن جعفر) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا کہ ثابت سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: صبر وہی ہے جو صدمہ کی ابتداء میں ہو۔

تشریح: **اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰی:** انسان رونے پیٹنے کے بعد بھی صبر تو کرتا ہی ہے لیکن یہ درحقیقت صبر نہیں۔ یہ تو صرف تھک کر رہ جانا ہے۔ روایت نمبر ۱۳۰۲ کے لئے دیکھئے روایت نمبر ۱۲۸۳۔

نِعْمَ الْعِدْلَانِ وَ نِعْمَ الْعِلَاوَةُ: عنوان باب میں حضرت عمرؓ کے جس قول کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ حاکم نے اپنی مستدرک میں نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۲۰) مذکورہ بالا تمثیل سے یہ امر ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ انسان اس اونٹنی کی طرح ہے جو بھاری بوجھ اٹھا کر منزل مقصود کی طرف جارہی ہو۔ اس کے بوجھ کو اعتدال میں رکھنے والی دو چیزیں ہیں۔ ایک تو دونوں طرف کے وزنوں کا برابر ہونا اور دوسرے رحمتِ الٰہی، جس سے اعمال کے نقائص کا تدارک ہوتا ہے۔ ہدایت پانا یعنی عرفان حاصل ہونا۔ یہ بطور اس درمیانی بوجھ کے ہے کہ جو نہ ہو تو انسان کے قدم اکھڑ جائیں۔ قرآن کریم کی آیت سے حضرت عمرؓ کا مقصد واضح ہوتا ہے۔ مصیبتوں میں جہاں انسان کو اپنے وفادارانہ سلوک کا علم ہوتا ہے، وہاں اللہ تعالیٰ کے سلوک اور اس کی صفات ربانیہ کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ ابتلاء کے بغیر نہ اپنے ایمان کا صحیح علم ہوتا ہے اور نہ عرفان الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی، پانچویں سوال کا جواب، ''تیسرا علم کا ذریعہ'' صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۲۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۴ تا ۴۴۶۔

بَاب۴۳ : قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُوْنُوْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا: ہم تیری وجہ سے غمگین ہیں

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ.

اور حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے۔

۱۳۰۳: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا قُرَيْشٌ هُوَ ابْنُ حَيَّانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَيْفٍ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيْمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِبْرَاهِيْمُ يَجُوْدُ بِنَفْسِهِ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرَى فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضَى

۱۳۰۳: حسن بن عبدالعزیز نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحيٰ بن حسان نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) قریش بن حیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ثابت سے، ثابت نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسیف لوہار کے پاس گئے اور وہ ابراہیم علیہ السلام کی انا کے شوہر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو لیا۔ ان کو بوسہ دیا اور پیار کیا۔ پھر اس کے بعد ہم (ابوسیف) کے پاس گئے اور ابراہیمؑ نزع کی حالت میں تھے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے کہا: یارسول اللہ! آپؐ بھی؟ آپؐ نے فرمایا: عوفؓ کے بیٹے یہ تو رحمت ہے۔ پھر آپؐ نے آنسو بہائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم کچھ نہیں کہتے مگر وہی جو

رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ.

ہمارے ربّ کو پسند ہواور ہم اے ابراہیم ! تیری جدائی سے یقیناً غمگین ہیں۔

رَوَاهُ مُوسَى عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

موسیٰ (بن اسماعیل) نے سلیمان بن مغیرہ سے، سلیمان نے ثابت سے، ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔

تشریح: اِنَّا بِکَ لَمَحْزُوْنُوْنَ: دل کا غمگین ہونا اور آنسوؤں کا بہنا برا نہیں۔ برا یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی قضاوقدر کے ظاہر ہونے پر ناراض ہو۔ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سبق صحابہ کرامؓ کو سکھایا۔

بَاب ٤٤ : اَلْبُكَاءُ عِنْدَ الْمَرِيْضِ

بیمار کے پاس رونا

١٣٠٤: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اشْتَكَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوَى لَهُ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ فَوَجَدَهُ فِي غَاشِيَةِ أَهْلِهِ فَقَالَ قَدْ قَضَى قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۱۳۰۴: اصبغ (بن فرج) نے ہمیں بتایا۔ ابن وہب سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عمرو (بن حارث) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سعید بن حارث انصاری سے، سعید نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت سعد بن عبادہؓ کو کسی بیماری کی شکایت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ لے کر ان کی بیمار پرسی کے لئے گئے۔ جب ان کے پاس پہنچے تو آپؐ نے ان کو گھر والوں کے جمگھٹ میں پایا۔ آپؐ نے فرمایا: کیا فوت ہوگئے ہیں؟

وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا فَقَالَ أَلَا تَسْمَعُوْنَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ أَوْ يَرْحَمُ وَإِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَضْرِبُ فِيْهِ بِالْعَصَا وَيَرْمِي بِالْحِجَارَةِ وَيَحْثِي بِالتُّرَابِ.

انہوں نے کہا: نہیں یا رسول اللہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے۔ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھا تو وہ بھی روئے۔ آپؐ نے فرمایا: سنتے نہیں۔ دیکھو اللہ آنکھ کے آنسو نکلنے سے عذاب نہیں دیتا اور نہ دل کے غمگین ہونے پر۔ بلکہ اس کی وجہ سے سزا دے گا یا رحم کرے گا اور آپؐ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا اور میت کو بھی اس کے گھر والوں کے اس پر نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بناء پر چھڑی سے مارا کرتے تھے اور پتھر بھی پھینکتے تھے اور خاک بھی ڈالا کرتے تھے۔

تشریح: **فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَآءَ النَّبِيِّ ﷺ بَكَوْا:** حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کی تدفین کے وقت موجود تھے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو جاری دیکھ کر تعجب سے پوچھا تھا کہ آپؐ بھی اشکبار ہیں۔ حضرت سعد بن عبادہؓ کے واقعہ میں بھی وہ موجود تھے اور انہوں نے آپؐ کے آنسو بہنے پر تعجب نہیں کیا۔ اس سے بعض علماء نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ واقعہ بعد کا ہے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو علم ہو چکا تھا کہ آنسوؤں سے دردِ دل کا اظہار ممنوع نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۲۴) اس تقدم وتاخر کو ملحوظ رکھتے ہوئے باب ۴۳، ۴۴ یکے بعد دیگرے قائم کئے گئے ہیں۔

بَاب ٤٥ : مَا يُنْهَى مِنَ النَّوْحِ وَالْبُكَاءِ وَالزَّجْرِ عَنْ ذٰلِكَ

بین کرنے اور رونے سے منع کرنا اور زور کے ساتھ روکنا

۱۳۰۵ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ

۱۳۰۵: محمد بن عبداللہ بن حوشب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوہاب (ثقفی) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) یحيٰ بن سعید (انصاری) نے ہم سے بیان کیا، کہا: عمرہ (بنت عبدالرحمٰن) نے مجھے بتایا۔ کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔

وَجَعْفَرٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ وَأَنَا أَطَّلِعُ مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَ هُنَّ فَأَمَرَهُ بِأَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ وَذَكَرَ أَنَّهُنَّ لَمْ يُطِعْنَهُ فَأَمَرَهُ الثَّانِيَةَ أَنْ يَّنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَى فَقَالَ وَاللهِ لَقَدْ غَلَبْنَنِي أَوْ غَلَبْنَنَا الشَّكُّ مِنْ مُّحَمَّدِ بْنِ حَوْشَبٍ فَزَعَمَتْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاحْثُ فِي أَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَقُلْتُ أَرْغَمَ اللهُ أَنْفَكَ فَوَاللهِ مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ وَمَا تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ.

اطرافه: ١٢٩٩، ٤٢٦٣۔

وہ کہتی تھیں: جب حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت جعفر (بن ابی طالبؓ) اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے شہید ہونے کی خبر آئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ آپؐ کے چہرہ سے غم ظاہر تھا اور میں دروازے کی درز سے جھانک رہی تھی۔ اتنے میں آپؐ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ دیکھیں جعفرؓ کی عورتیں اور پھر ان کے رونے کا ذکر کیا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا: انہیں منع کرے۔ وہ شخص گیا۔ پھر واپس آیا اور اس نے کہا: میں نے انہیں منع کیا ہے اور بیان کیا کہ وہ تو اس کی نہیں مانتیں۔ آپؐ نے دوبارہ اسے فرمایا کہ منع کرے۔ وہ گیا۔ پھر آیا اور کہنے لگا: اللہ کی قسم! وہ میرے قابو سے باہر ہیں یا کہا: ہمارے قابو سے باہر ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے متعلق شک محمد بن حوشب کی طرف سے ہے۔ (حضرت عائشہؓ) کہتی تھیں: کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ان کے منہ پر مٹی ڈالو۔ میں نے کہا: اللہ تیری ناک خاک آلود کرے۔ بخدا نہ تو تم کچھ کر سکے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے سے باز آئے۔

١٣٠٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ أَخَذَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى

١٣٠٦: عبداللہ بن عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہم سے حماد بن زید نے بیان کیا، (کہا:) ہم سے ایوب (سختیانی) نے بیان کیا۔ انہوں نے محمد بن سیرین سے، انہوں نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَّا نَنُوْحَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَأَةٌ غَيْرَ خَمْسِ نِسْوَةٍ أُمِّ سُلَيْمٍ وَأُمِّ الْعَلَاءِ وَابْنَةِ أَبِي سَبْرَةَ امْرَأَةِ مُعَاذٍ وَامْرَأَتَيْنِ أَوْ ابْنَةِ أَبِي سَبْرَةَ وَامْرَأَةِ مُعَاذٍ وَامْرَأَةٍ أُخْرَى.

اطرافه: ۴۸۹۲، ۷۲۱۵۔

سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نبی ﷺ نے ہم سے بیعت کے وقت یہ عہد لیا تھا کہ ہم بین نہیں کریں گی۔ ہم میں سے سوائے پانچ عورتوں کے کسی عورت نے بھی اس کو نہ نبھایا۔ حضرت امّ سلیمؓ، حضرت امّ العلاءؓ اور حضرت ابوسبرہؓ کی بیٹی جو حضرت معاذ بن جبلؓ کی اہلیہ تھیں اور دو اور عورتیں یا یوں کہا: ابوسبرہ کی بیٹی اور حضرت معاذؓ کی اہلیہ تھیں اور ایک دوسری عورت۔

تشریح: **فَاحْثُ فِيْ اَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ:** باب ۳۳ میں بین کرنے کی کراہیت کا ذکر ہے۔ یہاں اس سے منع کرنے اور روکنے کا۔ فَاحْثُ فِيْ اَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ محاورہ ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کے منہ پر مٹی ڈالو۔ بلکہ سختی سے منع کرنا مراد ہے۔ اسی مفہوم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے عنوان باب میں اَلزَّجْرُ عَنْ ذَالِکَ کے الفاظ بڑھائے گئے ہیں۔ عمرہ کی روایت نمبر ۱۲۹۹ میں بھی گزر چکی ہے۔

فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَأَةٌ غَيْرَ خَمْسِ نِسْوَةٍ: روایت نمبر ۱۳۰۶ میں جن پانچ عورتوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک حدیث کی راویہ حضرت امّ عطیہؓ بھی ہیں۔ طبرانی نے ان کی روایت نقل کرتے ہوئے ان کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں: فَمَا وَفَتْ غَيْرِيْ وَغَيْرُ اُمِّ سُلَيْمٍ (المعجم الکبیر للطبرانی، مااسندت امّ عطیة، روایت نمبر ۱۳۵۔ جزء ۲۵ صفحہ ۵۹) کہ میرے اور ام سلیم کے سوا کسی نے عہد نہ نبھایا۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ پانچ عورتیں ہی اپنے عہد کی پابند رہیں، باقی نہ تھیں۔ بلکہ یہ بتایا ہے کہ اس وقت بیعت میں جو عورتیں شامل تھیں، ان میں سے ان پانچ نے اس عہد بیعت کو خوب نبھایا اور اس کا حق ادا کر دیا۔ ایک فریق کی خوبی کے بیان سے دوسرے فریق کی خامی مستلزم نہیں ہوتی۔ یہاں بھی عہد نبھانے والی پانچ خواتین کا ذکر کرنا مقصود ہے، نہ کہ ان کا جو اس عہد کو کماحقہٗ نہ نبھا سکیں۔

بَاب ٤٦ : اَلْقِيَامُ لِلْجَنَازَةِ

جنازہ کے لئے کھڑا ہونا

۱۳۰۷ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ

۱۳۰۷: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) زہری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سالم سے، سالم

النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنِ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ الْحُمَيْدِيُّ حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوْضَعَ.

اطرافه: ۱۳۰۸۔

نے اپنے باپ (عبداللہ بن عمرو) سے، انہوں نے عامر بن ربیعہ سے، عامر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جب تم جنازہ دیکھوتو کھڑے ہوجاؤ۔ یہاں تک کہ جنازہ تم سے آگے نکل جائے۔ سفیان نے یوں نقل کیا۔ زہری نے کہا: سالم نے مجھے بتایا کہ ان کے باپ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت عامر بن ربیعہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ حمیدی نے اپنی روایت میں یہ زیادہ کیا: یہاں تک کہ وہ تم سے آگے نکل جائے یا نیچے رکھ دیا جائے۔

تشریح: **اَلْقِيَامُ لِلْجَنَازَةِ:** نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونے کے لئے جو ارشاد فرمایا یہ میت کی تعظیم کے لئے ہے اور اہل میت کے ساتھ اظہار ہمدردی ہے۔ اکثر صحابہؓ وتابعینؒ نے اس فعل کو مستحب قرار دیا ہے نہ کہ واجب۔ جیسا کہ بعض کی رائے ہے۔ اس کی تائید میں نہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا ارشاد پیش کیا ہے جو بصیغہ امر ہے۔ بلکہ حضرت جابر بن عبداللہؓ کے واقعہ سے بھی استدلال شامل ہے۔ (باب ۴۹ روایت نمبر ۱۳۱۱)

امام بخاریؒ نے باب ۴۶ تا ۴۹ مختلف عنوانوں کے ماتحت اور متعدد سندوں کی بناء پر یکے بعد دیگرے اس لئے قائم کئے ہیں کہ اس مسئلہ کی اہمیت پر مزید روشنی پڑے۔ کھڑا ہونے والا اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ جنازہ نہ گزر جائے یا اس کے قریب رکھ نہ دیا جائے۔ ایسا ہی جنازہ کے ساتھ جانے والا بھی نہ بیٹھے تاوقتیکہ وہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے۔ اس قدر تاکید وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ (باب ۴۷، ۴۸) علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل درآمد بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ ایک یہودی کے جنازہ کے لئے آپؐ کھڑے ہوگئے۔ صحابہؓ نے بھی آپ کی اتباع کی اور ایک مشرک کے جنازہ کی تعظیم میں بھی وہ کھڑے ہوئے۔ (باب ۴۹) اسلام کا تمدن وسیع بنیاد پر قائم ہے اور معاشرہ سے متعلق اس کی تعلیم ادب واخلاق فاضلہ پر مبنی ہے جو مجموعہ بشری کی سلامتی واستواری کے لئے از بس ضروری ہیں۔ یہ ادب انسان کے جسمانی ونفسانی حرکات کے ربط وضبط سے تعلق رکھتا ہے اور پہلا قدم ہے، انسان کی روحانی تربیت کا اور اسلامی نماز میں اس ادب کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ایک یہودی کے جنازہ کا احترام اسی روحانی تربیت سے تعلق رکھتا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: اسلامی اصول کی فلاسفی زیرعنوان ''اصلاح کے تین طریق'' صفحہ ۱۳ تا ۲۵۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۷ تا ۳۲۹۔

بَاب ٤٧ : مَتَى يَقْعُدُ إِذَا قَامَ لِلْجَنَازَةِ

اگر جنازے کے لیے کھڑا ہو تو کب بیٹھے؟

١٣٠٨ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ جَنَازَةً فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ مَّاشِيًا مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتَّى يُخَلِّفَهَا أَوْ تُخَلِّفَهُ أَوْ تُوْضَعَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُخَلِّفَهُ.

اطرافه: ١٣٠٧۔

۱۳۰۸: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت عامرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی جنازہ دیکھے، اگر اس کے ساتھ چلے نہیں تو کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ وہ اس کے پیچھے رہ جائے۔ یا (فرمایا:) جنازہ اس سے آگے نکل جائے یا آگے جانے سے پہلے ہی نیچے رکھ دیا جائے۔

١٣٠٩ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فَأَخَذَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِيَدِ مَرْوَانَ فَجَلَسَا قَبْلَ أَنْ تُوْضَعَ فَجَاءَ أَبُو سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَخَذَ بِيَدِ مَرْوَانَ فَقَالَ قُمْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ هٰذَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ صَدَقَ.

اطرافه: ١٣١٠۔

۱۳۰۹: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوذئب کے بیٹے نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید مقبری سے، سعید نے اپنے باپ (کیسان) سے، انہوں نے کہا: ہم ایک جنازے میں تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا اور دونوں بیٹھ گئے، پیشتر اس سے کہ جنازہ نیچے رکھا جاتا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ آئے اور مروان کا ہاتھ پکڑ کر کہا: کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم! ان کو یقیناً علم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع کیا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: سچ کہا ہے۔

بَاب ٤٨ : مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَا يَقْعُدُ حَتَّى تُوْضَعَ عَنْ مَّنَاكِبِ الرِّجَالِ فَإِنْ قَعَدَ أُمِرَ بِالْقِيَامِ

جو جنازہ کے پیچھے چلے وہ نہ بیٹھے تاوقتیکہ لوگوں کے کندھوں سے اتار کر نیچے نہ رکھ دیا جائے

اگر بیٹھ جائے تو اس سے کھڑے ہونے کے لئے کہا جائے

١٣١٠ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَقْعُدْ حَتَّى تُوْضَعَ.

اطرافه: ١٣٠٩۔

۱۳۱۰: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ ہشام (دستوائی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: یحیٰ (بن ابی کثیر) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ جو جنازہ کے پیچھے چلے وہ نہ بیٹھے جب تک کہ نیچے رکھ نہ دیا جائے۔

بَاب ٤٩ : مَنْ قَامَ لِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ

جو یہودی کے جنازہ کے لئے کھڑا ہو

١٣١١ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَرَّ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْنَا بِهِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا.

۱۳۱۱: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہشام (دستوائی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحیٰ (بن ابی کثیر) سے، یحیٰ نے عبیداللہ بن مقسم سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے کھڑے ہو گئے اور ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ ہم نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔

١٣١٢: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرُّوْا عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِيْلَ لَهُمَا إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَيْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهِ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّهَا جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَالَ أَلَيْسَتْ نَفْسًا.

۱۳۱۲: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) عمرو بن مرہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا۔ کہتے تھے: حضرت سہلؓ بن حنیف اور حضرت قیسؓ بن سعد دونوں قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ان کے پاس سے جنازہ لے کر گزرے۔ وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان سے کہا گیا: یہ جنازہ اس ملک کے باشندوں یعنی ذمیوں میں سے ہے۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا اور آپؐ کھڑے ہوگئے تو آپؐ سے کہا گیا: یہ یہودی کا جنازہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا یہ ذی روح نہیں؟

١٣١٣: وَقَالَ أَبُو حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ كُنْتُ مَعَ قَيْسٍ وَسَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ زَكَرِيَّاءُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى كَانَ أَبُو مَسْعُوْدٍ وَقَيْسٌ يَقُوْمَانِ لِلْجَنَازَةِ.

۱۳۱۳: اور ابوحمزہ (بن میمون) نے اعمش سے، اعمش نے عمرو (بن مرہ) سے، عمرو نے (عبدالرحمٰن) بن ابی لیلیٰ سے یوں نقل کیا۔ انہوں نے کہا: میں حضرت قیس اور حضرت سہل رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ ان دونوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور زکریا نے شعبی سے، شعبی نے ابن ابی لیلیٰ سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) ابومسعود (عقبہ بن عمرو) اور قیس (بن سعد) دونوں جنازے کے لیے کھڑے ہوجاتے تھے۔

بَاب ٥٠ : حَمْلُ الرِّجَالِ الْجَنَازَةَ دُوْنَ النِّسَاءِ
جنازہ مرد اٹھائیں نہ کہ عورتیں

١٣١٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ وَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا أَيْنَ يَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهُ صَعِقَ.

۱۳۱۴: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید مقبری سے، سعید نے اپنے باپ (کیسان) سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنازہ رکھ دیا جائے اور مرد اپنے کندھوں پر اٹھالیں تو وہ اگر نیک (روح) ہوئی تو وہ کہے گی مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ نیک نہ ہوئی تو وہ کہے گی: وائے مصیبت۔ تم اسے کہاں لئے جارہے ہو۔ اس کی آواز سوائے انسان کے ہر چیز سنے گی۔ اگر وہ سن پائے تو بے ہوش ہو کر گر جائے۔

اطرافه: ١٣١٦، ١٣٨٠۔

تشریح: حَمْلُ الرِّجَالِ الْجَنَازَةَ دُوْنَ النِّسَآءِ: روایت نمبر ۱۳۱۴ سے جو استدلال ضمناً کیا گیا ہے اس میں صرف مردوں کے اٹھانے کا ذکر ہے یہ تخصیص بتاتی ہے کہ عورتیں نہیں اٹھایا کرتی تھیں۔ ابویعلی نے حضرت انسؓ کی یہ روایت نقل کی ہے: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَاٰى نِسْوَةً فَقَالَ اَتَحْمِلْنَهُ فَقُلْنَ لَا قَالَ اَتَدْفُنَّهُ قُلْنَ لَا قَالَ فَارْجِعْنَ مَاْ زُوْرَاتٍ غَيْرَ مَاْجُوْرَاتٍ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۳۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک جنازہ میں نکلے تو آپؐ نے کچھ عورتیں دیکھیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم اسے اٹھاؤ گی؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: کیا اسے دفن کرو گی؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: تو لوٹ جاؤ۔ عورتوں کا دائرہ عمل مردوں کے دائرہ عمل سے بوجہ تفاوت قویٰ و وظائف اعضاء جدا جدا ہے۔ مشقت طلب کاموں سے نہ صرف جنس لطیف کو ہی بلکہ کمزور مردوں کو بھی مستثنیٰ رکھا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ (النساء:۹۹) {سوائے ان مردوں اور عورتوں کے جنہیں کمزور بنا دیا گیا تھا۔} مزید تشریح کے لئے دیکھئے باب ۵۲ روایت نمبر ۱۳۱۶۔

يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ: میت کی گفتگو جسمانی نہیں جسم تو معطل ہو چکا ہے۔ اس کا تعلق عالم روحانی سے ہے۔ سننے والی کائنات بھی اسی عالم کی ہے۔ اولیاء اللہ کو اس کا مشاہدہ دنیا میں بھی کرایا جاتا ہے۔

بَاب ۵۱ : اَلسُّرْعَةُ بِالْجَنَازَةِ

جنازے کو جلدی لے چلنا

وَقَالَ أَنَسٌ رضی اللہ عنہ أَنْتُمْ مُشَيِّعُوْنَ وَامْشِ بَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا وَعَنْ يَّمِيْنِهَا وَعَنْ شِمَالِهَا وَقَالَ غَيْرُهُ قَرِيْبًا مِنْهَا.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: تم الوداع کہنے کے لیے ساتھ جا رہے ہو۔ اس لیے اس کے آگے اور پیچھے اور اس کے دائیں اور اس کے بائیں چلو اور (حضرت انسؓ) کے سوا دوسروں نے کہا ہے کہ اس کے قریب چلیں۔

۱۳۱۵ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَيْهِ وَإِنْ يَّكُ سِوَى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ.

۱۳۱۵: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ہم نے زہری سے یہ حدیث یاد رکھی ہے۔ انہوں نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جنازہ جلدی لے جایا کرو۔ اگر نیک (روح) ہوئی تو تم اچھی چیز آگے لے جا رہے ہو اور اگر نیک نہ ہوئی تو وہ بری ہوگی۔ جسے تم اپنی گردنوں سے اتار دو گے۔

تشریح: **اَلسُّرْعَةُ بِالْجَنَازَةِ:** اس عنوان سے کیا مراد ہے، آیا جنازہ کو اٹھا کر جلدی چلنا یا جنازہ کے لئے میت کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا؟ امام بخاریؒ نے عنوان باب میں اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ کا مفہوم اَلْمَشْيُ یعنی مطلق چلنے سے ادا کیا ہے اور اس کے لئے حضرت انسؓ وغیرہ کے قول کا حوالہ دیا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن قرظؓ نے ایک جنازہ دیکھا۔ کچھ لوگ آگے نکل گئے تھے اور کچھ پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے جنازہ نیچے رکھوایا اور ان سب کو اکٹھا کیا اور کہا: اِمْشُوْا بَيْنَ يَدَيْهَا وَخَلْفَهَا وَعَنْ يَّمِيْنِهَا وَعَنْ شِمَالِهَا علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کا خیال ہے کہ الفاظ اَلْمَشْيُ وغیرہ سے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۳۴) اور عنوان باب میں وَامْشِ سے یہ بات نمایاں کی گئی ہے۔

غرض مذکورہ بالا واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ سے جلدی جلدی چلنا مراد نہیں، ورنہ جو لوگ آگے نکل گئے تھے ان کو واپس بلانے کی ضرورت نہ تھی۔ اسی مفہوم کی تائید دوسری روایتیں بھی کرتی ہیں۔ مثلاً حضرت

ابن عمرؓ کی یہ روایت: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوْهُ وَأَسْرِعُوْا بِهِ إِلٰى قَبْرِهِ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۳۵) اور یہ روایت: لَا يَنْبَغِيْ لِجِيْفَةِ مُسْلِمٍ أَنْ تَبْقٰى بَيْنَ ظَهْرَانِيْ أَهْلِهِ یعنی مسلمان کی میت اس کے اہل وعیال میں دیر تک نہیں رہنی چاہیے۔ چلنے سے متعلق یہی حکم ہے کہ وقار کے ساتھ درمیانی روش اختیار کی جائے۔ عبدالرحمٰن بن ابزیٰ نے حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا ہے: اَلْمَشْيُ خَلْفَهَا أَفْضَلُ مِنَ الْمَشْيِ أَمَامَهَا كَفَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ عَلٰى صَلَاةِ الْفَذِّ. یعنی جنازہ کے پیچھے چلنا اس کے آگے چلنے سے بہتر ہے جس طرح باجماعت نماز اکیلے کی نماز سے بہتر ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۳۴، ۲۳۵)

بَاب ۵۲: قَوْلُ الْمَيِّتِ وَهُوَ عَلَى الْجَنَازَةِ قَدِّمُوْنِي

میت کا جب کہ وہ چارپائی پر ہو یہ کہنا کہ مجھے آگے لے چلو

۱۳۱۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِأَهْلِهَا يَا وَيْلَهَا أَيْنَ يَذْهَبُوْنَ☆ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ.

اطرافه: ۱۳۱۴، ۱۳۸۰۔

۱۳۱۶: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) سعید نے ہمیں بتایا انہوں نے اپنے باپ (کیسان) سے روایت کی۔ ان کے باپ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: جب میت (چارپائی پر) رکھ دی جائے اور لوگ اسے اپنی گردن پر اٹھائیں تو اگر نیک (روح) ہوئی تو وہ کہے گی: مجھے آگے لے چلو اور نیک نہ ہوئی تو وہ اپنے لوگوں سے کہے گی: ہائے مصیبت! تم☆ اسے کہاں لئے جا رہے ہو؟ ہر چیز سوائے انسان کے اس کی آواز سنتی ہے اور اگر انسان سنتا تو بے ہوش ہو کر گر پڑتا۔

تشریح: قَوْلُ الْمَيِّتِ: دنیا میں ہر آن ہزاروں تغیرات ایسے ہو رہے ہیں جو فضاء میں اسی طرح لہریں پیدا کر رہے ہیں۔ جس طرح ہماری زبان کی حرکت سے لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ مگر ان کے ادراک سے انسان کی شنوائی محروم رکھی گئی ہے۔ اگر اس کو ان کے سننے کی طاقت دی جاتی تو دنیا میں اس کے لئے ایک لمحہ بھر رہنا دشوار ہو جاتا۔ وہ

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں ''يَذْهَبُوْنَ'' کی بجائے ''تَذْهَبُوْنَ'' کا ہے (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۲۳۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

دنیا کی فضاء میں اتنا شور پاتا کہ اپنی آواز دوسروں کو سنانا تو درکنار وہ خود بھی اسے سن نہ سکتا، بلکہ محققین کا اندازہ ہے کہ اس کے کان کے پردے پھٹ جاتے۔ مثال کے طور پر گھاس کی سبز ننھی پتیوں کو لو ان میں سے ہر ایک پتی اپنی نشونما میں جب اس کے باریک ذرات کی تقسیم اور اس کے انفصال (ایک دوسرے سے جدا ہونے) کا عمل ہوتا ہے تو وہ ہنگامہ خیز محشر کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ کروڑ ہا خلیہ کے مجموعہ کی وہ ایک پتی ہے، مگر اس کا ہر خلیہ ہر لحظہ میں اسی طرح پھٹتا ہے۔ جس طرح ایک بارود سے بھرا ہوا گولہ۔ کروڑ ہا خلیوں کے پھٹنے کی آوازیں اگر ہم سن پائیں تو یوں معلوم ہوگا کہ یہ خاموش عالم نبات عالم نبات نہیں بلکہ بارود کا ایک عظیم کارخانہ ہے۔ جس میں گولے لحظہ بہ لحظہ پھٹ رہے ہیں۔ اس ایک مادی تغیر کی وسعت وعظمت کا صحیح تصور کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ چہ جائیکہ عالم روحانی کی کیفیت وکمیت کا ادراک کرسکیں۔ میت کا یہ قول کہ مجھے آگے لے چلو بصورت زبان حال ہے جو ہر شئے کے لئے جدا جدا صورت رکھتی ہے۔ کنوئیں میں ایک ڈول کی مخصوص آواز سے ہم بغیر دیکھے سمجھ جاتے ہیں کہ وہ بھر گیا ہے۔ خالق کونین نے ہر چیز کو ایک زبان عطا کی ہے۔ جس سے وہ اپنی مخفی کیفیت وصفات کا اظہار کرتی ہے۔ فرماتا ہے: قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ. (حم سجدہ:۲۲) { وہ جواب دیں گے کہ اللہ نے ہمیں بولنے کی توفیق دی جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی ہے اور وہی ہے جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔} اور فرماتا ہے: تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ ط وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا (بنی اسرائیل:۴۵) {اسی کی تسبیح کر رہے ہیں سات آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہے۔ اور کوئی چیز نہیں مگر وہ اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہی ہے۔ لیکن حال یہ ہے کہ تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔ وہ یقیناً بہت بُردبار (اور) بہت بخشنے والا ہے۔} اور عارف کو وہ آنکھیں اور کان عطاء کئے گئے ہیں جو زبان حال کی قیل وقال اور زمین وآسمان کی تسبیح وتحمید سمجھتے ہیں۔ غرض اس مادی دنیا میں بھی ہمارے پاس پس وپیش سینکڑوں تغیرات ایسے ہو رہے ہیں جن کے نتیجے میں آوازیں اور گونجیں پیدا ہوتی ہیں اور انسان انہیں نہیں سمجھتے۔

بَاب۵۳: مَنْ صَفَّ صَفَّیْنِ أَوْ ثَلَاثَةً عَلَى الْجَنَازَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ

جو امام کے پیچھے جنازے کے سامنے دو یا تین صفیں باندھیں

۱۳۱۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلَّى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي أَوِ الثَّالِثِ.

۱۳۱۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوعوانہ سے، انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے عطاء سے، عطاء نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشیؒ کا جنازہ پڑھا۔ میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

اطرافہ: ۱۳۲۰، ۱۳۳٤، ۳۸۷۷، ۳۸۷۸، ۳۸۷۹۔

تشریح: مَنْ صَفَّ صَفَّيْنِ اَوْ ثَلاثَةً عَلَى الْجَنَازَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ : شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی اجتماعی کام میں بدنظمی گوارا نہیں فرمائی بلکہ اس میں حسن انتظام کی صورت ضروری سمجھی۔ دعائے جنازہ کے وقت صفوں کا بنانا اسی طرح ضروری ہے جس طرح نماز میں۔ باب ۵۴، ۵۵ میں عطاء کے فتویٰ کا ردّ مقصود ہے۔ ان کے نزدیک جنازہ پڑھنے کے لئے صفیں باندھنا شرعی حکم نہیں۔ (فتح الباری تحت تشریح باب ۵۴ جزء۳ صفحہ ۲۳۸) امام مالکؒ سے متعلق مروی ہے کہ وہ جنازہ میں ایک صف باندھنا مستحب سمجھتے تھے۔ (فتح الباری تحت تشریح باب ۵۶ جزء۳ صفحہ ۲۴۵) امام بخاریؒ کی رائے اس کے خلاف ہے۔ جس کا اظہار انہوں نے باب ۵۶ کے عنوان میں بھی فِيْهِ صُفُوْفٌ وَّ اِمَامٌ کہہ کر کیا ہے۔

بَاب ٥٤ : اَلصُّفُوْفُ عَلَى الْجَنَازَةِ

جنازہ کے سامنے صفیں باندھنا

١٣١٨ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَصْحَابِهِ النَّجَاشِيَّ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوْا خَلْفَهُ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

۱۳۱۸: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یزید بن زریع نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے سعید (بن مسیّب) سے، سعید نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نجاشیؒ کے فوت ہونے کی خبر دی۔ پھر آپؐ آگے بڑھے اور انہوں نے آپؐ کے پیچھے صفیں باندھیں اور آپؐ نے چار تکبیریں کہیں۔

اطرافه: ١٢٤٥، ١٣٢٧، ١٣٢٨، ١٣٣٣، ٣٨٨٠، ٣٨٨١.

١٣١٩ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَتَى عَلَى قَبْرٍ مَّنْبُوْذٍ فَصَفَّهُمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا قُلْتُ يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

۱۳۱۹: مسلم (بن ابراہیم) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ (سلیمان) شیبانی نے ہمیں بتایا۔ شعبی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: اس شخص نے مجھے بتایا۔ جو نبی ﷺ کے ساتھ تھا کہ آپؐ ایک الگ تھلگ قبر پر آئے۔ آپؐ نے لوگوں کی صفیں بندھوائیں اور چار تکبیریں کہیں۔ میں نے کہا: اے ابوعمرو! آپ کو کس نے بتایا؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے۔

اطرافه: ٨٥٧، ١٢٤٧، ١٣٢١، ١٣٢٢، ١٣٢٦، ١٣٣٦، ١٣٤٠.

١٣٢٠: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تُوُفِّيَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنَ الْحَبَشِ فَهَلُمَّ فَصَلُّوْا عَلَيْهِ قَالَ فَصَفَفْنَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَنَحْنُ صُفُوْفٌ قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِي.

۱۳۲۰: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہشام بن یوسف نے ہمیں بتایا کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: عطاء نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج حبشیوں میں سے ایک نیک آدمی فوت ہوگیا ہے۔ آؤ اس کا جنازہ پڑھیں۔ (حضرت جابرؓ) کہتے تھے: ہم نے صفیں باندھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ جب کہ ہم صف بستہ تھے اور ابوزبیر نے حضرت جابرؓ سے یوں نقل کیا: میں دوسری صف میں تھا۔

اطرافه: ١٣٢٠، ١٣٣٤، ٣٨٧٧، ٣٨٧٨، ٣٨٧٩۔

تشریح: **اَلصُّفُوْفُ عَلَى الْجَنَازَةِ:** جہاں تک صف بندی کے مسئلہ کا تعلق ہے وہ اس باب اور مابعد کے باب کی روایتوں سے واضح ہے۔

نَعَى النَّبِيُّ ﷺ اِلَى اَصْحَابِهِ النَّجَاشِيَّ: جس دن نجاشیؓ فوت ہوئے، اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی موت کی خبر دینا از قبیلِ علم غیب ہے، جس کی ایک مثال اس سے پہلے روایت نمبر ۱۲۹۹ میں گزر چکی ہے۔ جس کی آنکھ عالم غیب کے مشاہدات سے بہرہ ور ہو۔ اس کے کان اس عالم کی مخصوص آوازوں کے بھی شنوا ہوتے ہیں۔

بَاب ٥٥: صُفُوْفُ الصِّبْيَانِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْجَنَائِزِ

جنازوں میں مردوں کے ساتھ بچوں کا صفیں باندھنا

١٣٢١: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى

۱۳۲۱: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالواحد (بن زیاد) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) شیبانی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عامر (شعبی) سے، عامر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ

اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ قَدْ دُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ مَتَى دُفِنَ هَذَا قَالُوْا الْبَارِحَةَ قَالَ أَفَلَا آذَنْتُمُوْنِي قَالُوْا دَفَنَّاهُ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا أَنْ نُّوْقِظَكَ فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَا فِيْهِمْ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر پر سے گزرے جس میں رات کو میّت دفن کی گئی تھی۔ آپؐ نے پوچھا: یہ کب دفن ہوئی؟ لوگوں نے کہا: گزشتہ رات ۔ تو آپؐ نے فرمایا: کیوں مجھے اطلاع نہ دی۔ انہوں نے کہا: ہم نے رات کی تاریکی میں اس کو دفنایا ہے اور ہم نے پسند نہ کیا کہ آپؐ کو جگائیں۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور ہم نے آپؐ کے پیچھے صفیں باندھیں۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے: میں بھی ان میں تھا۔ پھر آپؐ نے اس کا جنازہ پڑھا۔

اطرافہ: ۸۵۷، ۱۲۴۷، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۶، ۱۳۳۶، ۱۳۴۰۔

تشریح: صُفُوْفُ الصِّبْيَانِ مَعَ الرِّجَالِ عَلَى الْجَنَائِزِ: اجتماعی کاموں میں بچوں کی شمولیت اسلام نے منع نہیں کی بلکہ حق تو یہ ہے کہ بچپن کے زمانہ ہی سے ان کی تربیت کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ امام بخاریؒ نے اس سے قبل عیدین وغیرہ کے مواقع پر بھی بچوں کی شرکت ثابت کی ہے۔ دیکھئے کتاب العیدین باب ۱۶۔ بوقتِ نماز صف بندی کے مسئلہ کے بارے میں روایت نمبر ۱۳۲۱ سے مزید تائید ہوتی ہے۔

بَاب ٥٦: سُنَّةُ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ
جنازوں کے لئے دعا کرنے کا مسنون طریقہ

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَى الْجَنَازَةِ وَقَالَ صَلُّوْا عَلَى صَاحِبِكُمْ وَقَالَ صَلُّوْا عَلَى النَّجَاشِيِّ سَمَّاهَا صَلَاةً لَيْسَ فِيْهَا رُكُوْعٌ وَلَا سُجُوْدٌ وَلَا يُتَكَلَّمُ فِيْهَا وَفِيْهَا تَكْبِيْرٌ وَتَسْلِيْمٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُصَلِّيْ إِلَّا طَاهِرًا وَلَا يُصَلِّي عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبِهَا وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ وَقَالَ الْحَسَنُ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جنازہ کے لئے دعا مغفرت ورحمت کی اور فرمایا: اپنے ساتھی کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کرو۔ نیز فرمایا: نجاشی کے لیے دعائے مغفرت ورحمت کرو۔ آپؐ نے اس دعائے مغفرت ورحمت کا نام نماز رکھا ہے۔ اس میں نہ رکوع ہوتا ہے نہ سجدہ اور نہ اس میں بات کی جاتی ہے اور اس میں تکبیر وتسلیم ہوتی ہے اور حضرت ابن عمرؓ یہ نماز باوضو ہی پڑھا کرتے تھے اور سورج نکلنے کے وقت نہ پڑھتے، نہ ڈوبنے کے وقت۔ اور (تکبیر کے

أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَأَحَقُّهُمْ عَلَى جَنَائِزِهِمْ مَنْ رَضُوْهُمْ☆ لِفَرَائِضِهِمْ وَإِذَا أَحْدَثَ يَوْمَ الْعِيْدِ أَوْ عِنْدَ الْجَنَازَةِ يَطْلُبُ الْمَاءَ وَلَا يَتَيَمَّمُ وَإِذَا انْتَهَى إِلَى الْجَنَازَةِ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ يَدْخُلُ مَعَهُمْ بِتَكْبِيْرَةٍ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ يُكَبِّرُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالسَّفَرِ وَالْحَضَرِ أَرْبَعًا وَقَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَّكْبِيْرَةُ الْوَاحِدَةُ اسْتِفْتَاحُ الصَّلَاةِ وَقَالَ وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا(التوبة: ٨٤) وَفِيْهِ صُفُوْفٌ وَإِمَامٌ.

وقت) اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور حسن (بصری) نے کہا: میں نے (صحابہ اور تابعین میں سے) بعض لوگوں کو پایا ہے کہ ان کے جنازوں (کی امامت) کے لئے ان میں سے زیادہ مناسب وہی شخص ہوتا☆ جس کو وہ اپنی فرض نمازوں کے لئے پسند کرتے۔ اور اگر عید کے دن یا جنازہ کے وقت بے وضو ہو تو پانی کی تلاش کرے اور تیمّم نہ کرے اور اگر جنازہ میں ایسے وقت میں پہنچے کہ وہ نماز جنازہ پڑھ رہے ہوں تو اللہ اکبر کہہ کر ان کے ساتھ شریک ہو جائے اور (سعید) بن مسیّب نے کہا: رات کو یا دن کو سفر میں یا حضر میں (جنازہ کی) چار ہی تکبیریں کہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: پہلی تکبیر نماز شروع کرنے کی ہے اور (اللہ عزوجل) نے فرمایا ہے: ان منافقوں میں سے کسی کے لئے بھی جو مر جائے کبھی دعائے مغفرت نہ کر اور اس نماز میں بھی صفیں باندھی جائیں اور امام بھی ہو۔

١٣٢٢: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَّرَّ مَعَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ مَّنْبُوْذٍ فَأَمَّنَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ فَقُلْنَا يَا أَبَا عَمْرٍو مَنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

۱۳۲۲: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (سلیمان) شیبانی سے، شیبانی نے شعبی سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: اس شخص نے مجھے بتایا۔ جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک الگ سی قبر پر سے گزرا تھا کہ آپؐ ہمارے امام ہوئے اور ہم نے آپؐ کے پیچھے صفیں باندھیں۔ ہم نے (شعبی سے) پوچھا: ابوعمرو! آپ کو کس نے بتایا تو انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

اطرافہ: ٨٥٧، ١٢٤٧، ١٣١٩، ١٣٢١، ١٣٢٦، ١٣٣٦، ١٣٤٠۔

☆ لفظ "رَضَوْهُمْ" کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں "رَضَوْهُ" کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۲۴۲)

تشریح: **سُنَّةُ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ:** عنوان باب میں تین حوالے دے کر بتایا گیا ہے کہ جنازہ کے لئے جو دعا مانگی جاتی ہے۔اس کا نام بھی صلوٰۃ ہی رکھا گیا ہے، حالانکہ اس میں رکوع اور سجدہ نہیں ہوتا۔ صلوٰۃ اسلامی اصطلاح میں مغفرت اور رحمت کی دعا مانگنا ہے۔اسی طرح عبادت کا نام بھی صلوٰۃ ہے کہ اس میں دعائیں کی جاتی ہیں اور ان دعاؤں کی وجہ سے دعائے جنازہ کا نام بھی صلوٰۃ رکھا گیا ہے کہ وہ درحقیقت میت کے لئے دعائے مغفرت ورحمت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ نے جنازہ میں قرأت جائز نہیں سمجھی اور نہ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے۔مگر مؤخر الذکر امامین نے اس میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری قرار دیا ہے۔(بداية المجتهد. كتاب احكام الميت . الباب الخامس في صلاة الجنازة. الفصل الاوّل. المسئلة الثانية. اختلف الناس في القراة في صلاة الجنازة) اور گو یہ دعا ہے مگر اس میں نماز کے بعض احکام مثل وضو، صف بندی، قبلہ روئی، قیام، سکوت اور تکبیر وتسلیم ضروری قرار دئے گئے ہیں۔ایسا ہی سورج کے طلوع وغروب کی حالت میں نماز جنازہ پڑھنا بھی مکروہ ہے۔اس میں مشابہت کی وجہ سے بعض فقہاء نے امام جنازہ کے لئے بھی وہی شرط لگائی ہے جو امام الصلوٰۃ کے لئے ہے۔یعنی اَحَقُّهُمْ عَلَى جَنَائِزِهِمْ مَنْ رَّضَوْهُ لِفَرَائِضِهِمْ نماز جنازہ میں امامت کے لئے وہی زیادہ لائق ہے جو نماز فریضہ کی امامت کے لئے پسندیدہ ہو۔اس مسئلے میں یہ اختلاف ہے کہ آیا قریبی رشتہ دار جنازہ پڑھائے یا خلیفہ وقت یا اس کا نائب؟ امام شافعیؒ وامام یوسفؒ وغیرہ کے نزدیک قریبی رشتہ دار زیادہ مناسب ہیں۔امام مالکؒ، امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کے نزدیک خلیفہ وقت یا اس کا نائب۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۴۴)

یہ سوال بھی اٹھایا گیا ہے کہ اگر نماز جنازہ سے رہ جانے کا اندیشہ ہو تو کیا تیمّم کیا جاسکتا ہے؟ اس بارے میں حسن بصریؒ سے دو فتوے منقول ہیں۔ایک یہ کہ تیمّم ناجائز ہے اور دوسرا یہ کہ جائز ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۴۴) دراصل ائمہ سے دونوں فتوے ہی مروی ہیں، جنہوں نے جواز کا فتویٰ دیا ہے انہوں نے دعائے جنازہ کو نماز پر قیاس کیا ہے اور ان میں سے جن کے نزدیک یہ فرض کفایہ یا سنت کفایہ ہے جس کا پڑھنا ہر ایک کے لئے ضروری نہیں تیمّم کی اجازت نہیں دی۔ اَلدِّيْنُ يُسْرٌ ، اِخْتِلَافُ أُمَّتِيْ رَحْمَةٌ۔

علامہ شعبی اور طبرانیؒ کے نزدیک دعائے جنازہ پر صلوٰۃ کا لفظ قطعاً اطلاق نہیں پاتا۔اس لئے وضو یا تیمّم کرنا ضروری نہیں۔یہ مذہب شاذ ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۴۵) اور یہی مذہب ردّ کرنے کی غرض سے عنوانِ باب میں کئی ایک حوالے دئے گئے ہیں اور امام بخاریؒ کا استدلال یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر جنازہ میں صرف دعا ہی کرنا مقصود تھی اور صلوٰۃ فریضہ کے ساتھ اس کو کوئی نسبت نہیں اور بغیر قیود وشروط کے ہی اسے ادا کیا جاتا تو اسے صلوٰۃ کے نام سے موسوم کرنے کی کیا ضرورت تھی اور اس میں صفیں بندھوانے اور امام مقرر کئے جانے کی کیا حاجت؟ اس تعلق میں باب۵۴ کی تشریح بھی دیکھئے۔امام بخاریؒ کی غرض اس ساری بحث سے یہ ہے کہ دعائے جنازہ بھی اسی طرح تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے جس طرح اور نمازیں۔مذکورہ بالا حوالوں کی تفصیل کے لئے عمدۃ القاری جزء۸ صفحہ۱۲۲ تا ۱۲۴ دیکھئے۔

بَاب٥٧ : فَضْلُ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ

جنازوں کے ساتھ جانے کی فضیلت

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذَا صَلَّيْتَ فَقَدْ قَضَيْتَ الَّذِي عَلَيْكَ وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ مَا عَلِمْنَا عَلَى الْجَنَازَةِ إِذْنًا وَلَكِنْ مَنْ صَلَّى ثُمَّ رَجَعَ فَلَهُ قِيْرَاطٌ.

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم نے نماز پڑھ لی تو جو (حق) تم پر تھا وہ تم ادا کر چکے اور حمید بن ہلال (تابعی) نے کہا: نماز جنازہ پڑھنے کے بعد اجازت لینے کا ہمیں علم نہیں۔ لیکن جو نماز پڑھ لے پھر لوٹ جائے تو اس کے لئے ایک قیراط (ثواب) ہوگا۔

١٣٢٣ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُوْلُ حُدِّثَ ابْنُ عُمَرَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ يَقُوْلُ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيْرَاطٌ فَقَالَ أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَيْنَا.

اطرافه: ٤٧، ١٣٢٥۔

۱۳۲۳: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) جریر بن حازم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا گیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے: جو جنازے کے ساتھ گیا اس کے لئے ایک قیراط (ثواب) ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت ابو ہریرہؓ نے ہم سے بہت باتیں بیان کی ہیں۔

١٣٢٤ : فَصَدَّقَتْ يَعْنِي عَائِشَةَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُهُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيْطَ كَثِيْرَةٍ فَرَّطْتُ ضَيَّعْتُ مِنْ أَمْرِ اللهِ.

۱۳۲۴: تو حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی تصدیق کی اور کہا: میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی فرماتے سنا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: تو پھر ہم نے بہت سے قیراط ضائع کر دیئے ہیں۔ فَرَّطْتُ کے معنی ہیں؛ اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کر دیا۔

تشریح: **فَضْلُ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ:** عبدالرزاقؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسندوں میں کچھ روایتیں نقل کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جنازہ پڑھنے کے بعد اہل میت سے اجازت لے کر رخصت ہونا چاہیے۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الجنائز، باب انصراف الناس من الجنازة قبل ان یؤذن لھم، جزء۳ صفحہ۵۱۴ روایت ۶۵۲۳) (مسند احمد بن حنبل جزء۲ صفحہ۳۲۱) کیونکہ جنازے میں شریک ہونا بطور ایک اجتماعی حق کے ہے۔ اس طرح امام مالکؒ سے یہ قول مروی ہے: لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ یعنی بغیر اجازت نہ لوٹے۔ امام بخاریؒ کی شرائط کے مطابق ایسی روایتیں کمزور ہیں اور معنونہ باب سے ان کا ردّ کرنا مقصود ہے اور بتایا گیا ہے کہ جنازے میں رضائے الٰہی کی غرض سے شریک ہونا چاہیے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وہ حق ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کیا ہے۔ اکثر ائمہ کا بھی یہی فتویٰ ہے جو حمید بن ہلالؒ کا، یعنی جنازے سے لوٹنے کے لئے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۴۷)

أَكْثَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَيْنَا: حضرت ابن عمرؓ نے یہ طنز کی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کا کیا کہنا۔ انہوں نے تو بہت سی باتیں بیان کی ہیں۔ جن سے ہمارے لئے مشکلات پیدا ہوگئی ہیں۔ مذکورہ بالا فقرہ سے ظاہر ہے کہ اس وقت بھی حضرت ابوہریرہؓ کی بعض روایتیں درایتاً قابلِ نظر سمجھی جاتی تھیں۔ یعنی جہاں الفاظ کے معانی سمجھ کر انہوں نے کسی ارشاد نبوی کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے وہاں صحابہؓ کو تردد ہوا۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ کو یقین نہیں آیا جب تک کہ حضرت عائشہؓ نے تصدیق نہیں فرمائی۔ مزید تشریح کے لیے دیکھئے: باب نمبر ۵۸ نیز کتاب الایمان باب ۳۵ بھی دیکھئے۔

بَاب ۵۸: مَنِ انْتَظَرَ حَتَّى تُدْفَنَ

انتظار کرے یہاں تک دفنا دیا جائے

۱۳۲۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۳۲۵: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے ابن ابی ذئب کے سامنے پڑھا۔ سعید بن ابی سعید مقبری سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

{ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي

{اور عبداللہ بن محمد (مسندی) نے بھی مجھ سے بیان کیا، کہا: ہم سے ہشام (بن یوسف) نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے (سعید) بن میسّب سے، انہوں نے حضرت

هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.☆}

ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔☆}

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ فَلَهُ قِيْرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَ حَتَّى تُدْفَنَ كَانَ لَهُ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ وَمَا الْقِيْرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ.

(اور) احمد بن شبیب بن سعید نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا، کہا: یونس (بن یزید) نے ہمیں بتایا کہ ابن شہاب نے کہا اور عبدالرحمٰن اعرج نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جنازے میں اس وقت تک شریک رہے کہ اس کے لئے نمازِ جنازہ پڑھ لی جائے تو اس کو ایک قیراط (ثواب) ہوگا اور جو دفنانے تک شریک رہے، اس کو دو قیراط۔ پوچھا گیا: یہ دو قیراط کتنے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: دو بڑے پہاڑوں کی طرح۔

اطرافہ: ۴۷، ۱۳۲۳۔

تشریح: مَنِ انْتَظَرَ حَتَّى تُدْفَنَ: اس باب کا تعلق بھی سابقہ باب سے ہے۔ روایت نمبر ۱۳۲۵ میں یہ الفاظ ہیں: مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلِّيَ ...... وَمَنْ شَهِدَ حَتَّى تُدْفَنَ ...... شہود سے مراد شرکت بالفعل ہے۔ یعنی مدد جو جنازے کے اٹھانے وغیرہ میں اہل میت کو دی جائے۔ لیکن عنوان باب میں لفظ اِنْتَظَرَ اختیار کر کے ان لوگوں کو بھی شریک کیا ہے جو دفنانے کے منتظر ہیں۔ یہ تصرف امام بخاریؒ نے ان روایتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا ہے۔ جن میں الفاظ مَنِ انْتَظَرَ وارد ہوئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۲۵۱)

اَلْقِيرَاطَانِ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ: قیراط دینار کا چوبیسواں حصہ ہے۔ عمل کو ایک قیراط برابر تصور کر کے نتائج کے لحاظ سے اس کے ثواب کو ایک بڑے پہاڑ کی مثال دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں ہے۔ اس لئے رتی برابر ثواب انسان کے لئے پہاڑ جیسی عظمت رکھتا ہے۔ یہ نسبت دو مختلف اعتباروں سے ہے۔ مقدارِ عمل کے لحاظ سے تو وہ قیراط ہے اور نتائج کے لحاظ سے پہاڑ، ثوابِ الٰہی کی حقیقت وعظمت ذہن نشین کرانے کے لیے یہ تمثیلی بیان ہے۔ رحمتِ الٰہی کی ایک خفیف سی تجلی بسا اوقات بڑی بڑی نعمتوں کا موجب ہوتی ہے اور ایک مخلص انسان کو ہر کام میں رضائے الٰہی مدنظر رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے جو سب سے بڑی نعمت ہے۔ اس ضمن میں دیکھئے کتاب الایمان تشریح روایت نمبر ۳۷، ۴۲، ۴۷، ۵۰۔

☆ یہ حصہ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۲۵۰)

بَاب ٥٩ : صَلاَةُ الصِّبْيَانِ مَعَ النَّاسِ عَلَى الْجَنَائِزِ

لوگوں کے ساتھ بچوں کا جنازوں کی نماز پڑھنا

١٣٢٦ :حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَتَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرًا فَقَالُوْا هَذَا دُفِنَ أَوْ دُفِنَتِ الْبَارِحَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا.

۱۳۲۶: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحيٰ بن ابی بکیر نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) زائد (بن قدامہ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابواسحق شیبانی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عامر (شعبی) سے، عامر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر پر آئے۔ لوگوں نے کہا: یہ کل رات دفنایا گیا ہے یا کہا: دفنائی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے: ہم نے آپؐ کے پیچھے صفیں باندھ لیں اور پھر آپؐ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

اطرافہ: ۸۵۷، ۱۲۴۷، ۱۳۱۹، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۳۶، ۱۳۴۰۔

تشریح: صَلاَةِ الصِّبْيَانِ مَعَ النَّاسِ عَلَى الْجَنَائِزِ: باب ۵۵ میں بچوں کا بھی مردوں کے ساتھ صف باندھ کر کھڑے ہونے کا ذکر تھا اور یہاں یہ ذکر ہے کہ نمازِ جنازہ میں بھی وہ شریک ہو سکتے ہیں۔

بَاب ٦٠ : اَلصَّلاَةُ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلَّى وَالْمَسْجِدِ

عیدگاہ اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا

١٣٢٧ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَعَى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

۱۳۲۷: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سعید بن مسیّب اور ابوسلمہ سے روایت کی۔ ان دونوں نے (ابن شہاب) کو بتایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ يَوْمَ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِأَخِيْكُمْ.

انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشیوں کے بادشاہ نجاشیؒ کے فوت ہونے کی خبر ہمیں اسی دن دی جس دن کہ وہ فوت ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت مانگو۔

اطرافه: ١٢٤٥، ١٣١٨، ١٣٢٨، ١٣٣٣، ٣٨٨٠، ٣٨٨١۔

١٣٢٨ : وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ بِالْمُصَلَّى فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا

۱۳۲۸: اور ابن شہاب سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: سعید بن مسیّب نے مجھے بتایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید گاہ میں صفیں بندھوائیں اور ان کے لئے چار تکبیریں کہیں۔ (یعنی چار تکبیروں کے ساتھ ان کا جنازہ پڑھا)۔

اطرافه: ١٢٤٥، ١٣١٨، ١٣٢٧، ١٣٣٣، ٣٨٨٠، ٣٨٨١۔

١٣٢٩ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ الْيَهُوْدَ جَاءُوْا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيْبًا مِنْ مَّوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ

۱۳۲۹: ابراہیم بن منذر (حزامی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوضمرہ (انس بن عیاض) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے ایک آدمی اور ایک عورت کو لائے۔ جنہوں نے زنا کیا تھا۔ آپؐ نے ان سے متعلق حکم دیا اور وہ دونوں مسجد کے پاس جنازہ رکھنے کی جگہ کے نزدیک سنگسار کئے گئے۔

اطرافه: ٣٦٣٥، ٤٥٥٦، ٦٨١٩، ٦٨٤١، ٧٣٣٢، ٧٥٤٣۔

تشریح: **اَلصَّلَاةُ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلَّى وَالْمَسْجِدِ:** یہ بتایا جا چکا ہے کہ یہودیوں میں میت کو نجس سمجھ کر اس سے پرہیز کیا جاتا تھا۔ اسلامی نقطہ نظر ان کے اس وہم کے خلاف ہے اور مسجد میں بھی استثنائی حالات میں بطور شاذ و نادر جنازہ پڑھا گیا۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت منقول ہے کہ سہیل بن بیضاءؓ کا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ہی پڑھا تھا۔ (مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد) جمہور نے اس بارہ میں جواز کا فتویٰ دیا ہے مگر امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ نے اسے مکروہ جانا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا جنازہ بھی مسجد میں ہی پڑھا گیا تھا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۲۵۴-۲۵۵)

نجاشی کا جنازہ درحقیقت اس بصیرت کی وجہ سے پڑھا گیا تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی الٰہی سے ہوئی تھی کہ وہ اپنے ایمان میں صادق اور مخلص تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی وفات کی خبر دیئے جانے کا بھی یہی منشاء معلوم ہوتا ہے جس کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔ یعنی آپؐ نے ان کا جنازہ پڑھا اور یہ ایک خاص سلوک ہے جو منشاء الٰہی سے صادر ہوا۔ اس سے علی الاطلاق فتویٰ استنباط نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے چچا ابوطالب کا جنازہ نہیں پڑھا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا نیک سلوک اس سلوک سے بدرجہا بڑھ کر تھا جو نجاشی نے مسلمان مہاجرین کے ساتھ کیا تھا۔

بَاب ٦١: مَا يُكْرَهُ مِنِ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَى الْقُبُوْرِ

قبروں پر مسجدیں بنانا جو مکروہ ہے

وَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ ضَرَبَتِ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى قَبْرِهِ سَنَةً ثُمَّ رُفِعَتْ فَسَمِعُوْا صَائِحًا يَقُوْلُ أَلَا هَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا فَأَجَابَهُ الْآخَرُ بَلْ يَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا

اور جب حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم فوت ہوئے تو ان کی بی بی (فاطمہ بنت حسین) نے ان کی قبر پر ایک سال تک خیمہ لگائے رکھا۔ پھر انہوں نے اٹھا لیا۔ لوگوں نے ایک پکارنے والے کو کہتے سنا: ارے کیا ان لوگوں نے جس کو کھویا تھا پا لیا؟ تو اس کو دوسرے نے جواب دیا: نہیں، بلکہ مایوس ہو گئے اور لوٹ گئے۔

١٣٣٠: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ هِلَالٍ هُوَ الْوَزَّانُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

۱۳۳۰: عبیداللہ بن موسیٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شیبان سے، شیبان نے ہلال وزان سے، ہلال نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ لَعَنَ اللهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا قَالَتْ وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَأَبْرَزُوْا قَبْرَهُ☆ غَيْرَ أَنِّي أَخْشَى أَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا

سے، حضرت عائشہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے اس بیماری میں کہ جس میں آپؐ فوت ہوئے، فرمایا: اللہ ان یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنی رحمت سے دور رکھے۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا ہے۔ کہتی تھیں: آپؐ نے یہ نہ فرمایا ہوتا تو آپؐ کی قبر کھلی رکھی جاتی ☆ مگر میں ڈرتی ہوں کہ کہیں وہ بھی مسجد نہ بنالی جائے۔

اطرافہ: ٤٣٥، ١٣٩٠، ٣٤٥٤، ٤٤٤١، ٤٤٤٣، ٥٨١٥۔

تشریح: **مَا يُكْرَهُ مِنِ اتِّخَاذِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقُبُوْرِ:** باب ۷۰ کا عنوان بِنَاءُ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقَبرِ ہے۔ یعنی قبر پر مسجد تعمیر کرنا اور یہاں عنوان میں بجائے لفظ بِناء کے اِتِّخَاذُ ہے، جس کا مفہوم عبادت گاہ ٹھہرانا ہے۔ چنانچہ باب ۶۱ میں فاطمہ بنت حسین کا واقعہ بیان کرکے دونوں لفظوں کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ ۹۷ھ میں حسن بن حسنؒ جو تابعین میں سے ہیں فوت ہوئے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۲۵۵) تو ان کی بی بی فاطمہ بنت حسین نے دعائیں وغیرہ کرنے کی غرض سے ان کی قبر کے نزدیک خیمہ لگایا اور سال بھر تک وہیں رہیں۔ جس پر ہاتف غیبی نے تنبیہ کی۔ امام بخاریؒ نے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ قبروں پر اس طرح بیٹھنا مسجد بنانے کے مترادف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف ہے۔ لفظ اِتِّخَاذُ اختیار کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ اگرچہ مذکورہ بالا واقعہ میں اس قسم کی نیت نہ تھی مگر بعض وقت ایک معمولی فعل بھی بڑے گناہ کا موجب ہوسکتا ہے۔ روایت نمبر ۱۳۳۰ میں حضرت عائشہؓ کی احتیاط کا بھی ذکر ہے کہ انہوں نے اس حجرے کے سامنے دیوار کھنچوا کر اسے بند کروادیا۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدفون تھے تاکہ لوگ شرک سے محفوظ رہیں۔ محبت میں غلو بھی شرک ہے۔

☆ ''لَاَبْرَزُوْا قَبْرَهٗ'' کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں ''لَاُبْرِزَ قَبْرُهٗ'' کے الفاظ ہیں (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۲۵۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ٦٢ : اَلصَّلَاةُ عَلَى النُّفَسَاءِ إِذَا مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا

زچہ کی نمازِ جنازہ پڑھنا؛ اگر وہ زچگی میں فوت ہوجائے

۱۳۳۱ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا.

اطرافه: ۳۳۲، ۱۳۳۲۔

۱۳۳۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یزید بن زریع نے ہم سے بیان کیا، (انہوں نے کہا:) حسین (معلم) نے ہم سے بیان کیا۔ (کہا:) عبداللہ بن بریدہ نے ہمیں بتایا کہ حضرت سمرہ (بن جندب) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت کا جنازہ پڑھا۔ جو نفاس کی حالت میں فوت ہوئی۔ آپؐ اس کے سامنے وسط میں کھڑے ہوئے۔

تشریح: اَلصَّلَاةُ عَلَى النُّفَسَآءِ اِذَا مَاتَتُ فِيُ نِفَاسِهَا: زچگی میں موت اگرچہ شہادت کا درجہ رکھتی ہے تاہم اسے شہیدوں کی طرح جنازہ سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ اسی لئے عنوان باب میں جنازہ پڑھنے کی تصریح ہے۔

بَاب ٦٣ : أَيْنَ يَقُوْمُ مِنَ الْمَرْأَةِ وَالرَّجُلِ

عورت اور مرد کے سامنے کہاں کھڑا ہو؟

۱۳۳۲ : حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا وَسَطَهَا.

اطرافه: ۳۳۲، ۱۳۳۱۔

۱۳۳۲: عمران بن میسرہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حسین (معلم) نے ہمیں بتایا کہ (عبداللہ) بن بریدہ سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت کا جنازہ پڑھا جو نفاس میں فوت ہوگئی تھی۔ آپؐ اس کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

تشریح: **اَیْنَ یَقُوْمُ مِنَ الْمَرْاَةِ وَالرَّجُلِ:** ابوداؤدؒاور ترمذیؒ نے بعض روائتیں نقل کی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرد کا جنازہ اس کے سر کے مقابل اور عورت کا اس کے وسط کے مقابل کھڑا ہوکر پڑھا جائے۔ (ترمذی. کتاب الجنائز. باب ماجاء این یقوم الامام من الرجل والمراة) (ابوداؤد. کتاب الجنائز. باب این یقوم الامام من المیت اذا صلی علیه) یہ روایتیں بلحاظ سند کمزور ہیں۔ جس کی وجہ سے امام بخاریؒ نے انہیں نظر انداز کیا ہے۔ عنوان باب میں بصیغہ استفہام ہے۔ اس کے تحت جو روایت نقل کی گئی ہے اس میں صرف حاملہ عورت کا جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ گویا امام موصوفؒ کے نزدیک مرد اور عورت کے جنازہ پڑھنے میں محل قیام کی کوئی تخصیص نہیں۔ جمہور کا بھی یہی مذہب ہے کہ میت خواہ مرد کی ہو یا عورت کی بہرصورت امام وسط میں کھڑا ہو۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک بھی تخصیص نہیں۔ (بدایة المجتهد. کتاب احکام المیت. الباب الخامس فی صلاة الجنازة. الفصل الاول. المسئلة الرابعة این یقوم الامام من الجنازة)

بَاب ٦٤ : اَلتَّكْبِيْرُ عَلَى الْجَنَازَةِ أَرْبَعًا

جنازے میں تکبیریں چار ہیں

وَقَالَ حُمَيْدٌ صَلَّى بِنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ سَلَّمَ فَقِيْلَ لَهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ كَبَّرَ الرَّابِعَةَ ثُمَّ سَلَّمَ

اور حمید (طویل) نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز جنازہ پڑھائی اور انہوں نے تین تکبیریں کہیں اور اس کے بعد سلام پھیرا۔ ان سے کہا گیا تو انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کیا۔ پھر چوتھی تکبیر کہی پھر سلام پھیرا۔

١٣٣٣ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ

۱۳۳۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشیؒ کے فوت ہونے کی خبر اُسی روز دی تھی جس روز وہ فوت ہوئے تھے اور آپؐ ان (لوگوں) کے ساتھ عید گاہ کو گئے اور ان کی صفیں بندھوائیں اور ان کے لئے چار تکبیریں کہیں۔

اطرافہ: ١٢٤٥، ١٣١٨، ١٣٢٧، ١٣٢٨، ٣٨٨٠، ٣٨٨١۔

١٣٣٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا سَلِيْمُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَعَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ سَلِيْمٍ أَصْحَمَةَ وَتَابَعَهُ عَبْدُ الصَّمَدِ.

۱۳۳۴: محمد بن سنان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سلیم بن حیان نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) سعید بن میناء نے ہمیں بتایا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشیؒ کا جنازہ پڑھا۔ تو چار تکبیریں کہیں اور یزید بن ہارون (واسطی) اور عبدالصمد نے کہا: سلیم سے (نجاشی کا نام) اصحمہ مروی ہے۔ نیز عبدالصمد نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔

اطرافہ: ۱۳۱۷، ۱۳۲۰، ۳۸۷۷، ۳۸۷۸، ۳۸۷۹۔

تشریح: **اَلتَّكْبِيرُ عَلَى الْجَنَازَةِ اَرْبَعًا:** تکبیروں کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تکبیریں پڑھیں اور کبھی چار یا پانچ یا چھ یا سات یا آٹھ تکبیروں کے ساتھ بھی نماز جنازہ پڑھائی ہے۔ ابوخیثمہ نے اپنے باپ سے یہ روایت نقل کی ہے: قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُكَبِّرُ عَلَى الْجَنَائِزِ اَرْبَعًا وَّ خَمْسًا وَّ سِتًّا وَّ سَبْعًا وَّ ثَمَانِيًا حَتّٰى مَاتَ النَّجَاشِيُّ فَصَفَّ النَّاسُ وَرَآءَهٗ وَ كَبَّرَ اَرْبَعًا ثُمَّ ثَبَتَ عَلَى اَرْبَعٍ حَتَّ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ جمہور نے آپؐ کے آخری عمل کو حجت قرار دیا ہے اور اسی پر اکثر فقہاء کا اتفاق ہے۔ (بداية المجتهد. كتاب احكام الميت. الباب الخامس. الفصل الاول. المسئلة الاولى) یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے عنوان باب قطعی فیصلے کے ساتھ قائم کیا ہے اور عنوان باب میں حضرت انسؓ کے بھولنے اور یاد دلانے پر چوتھی تکبیر کہنے کا جو واقعہ نقل کیا ہے۔ اس سے بھی یہی مقصود ہے کہ صحابہؓ اسی پر عامل تھے۔ جن روایتوں میں تین تکبیروں کا ذکر آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر استفتاح شمار نہیں کی گئی۔ اس سمیت چار ہی تکبیریں ہوتی ہیں۔ اس تعلق میں باب نمبر ۶۵ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ٦٥: قِرَاءَةُ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى الْجَنَازَةِ

جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا

وَقَالَ الْحَسَنُ يَقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيَقُوْلُ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَسَلَفًا وَأَجْرًا

اور حسن (بصری) نے کہا: بچے کے لئے بھی سورۂ فاتحہ پڑھی جائے اور یہ کہے: یعنی اے میرے اللہ! اسے ہمارے لئے بہتر سامان بنا اور ہمارے اعمالِ صالحہ کے لئے اس کو بطور پیش خیمہ کر اور اسے ہمارے لئے موجب اجر بنا۔

۱۳۳۵ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ طَلْحَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ لِتَعْلَمُوْا أَنَّهَا سُنَّةٌ

۱۳۳۵: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) غندر (محمد بن جعفر) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعد (بن ابراہیم) سے، سعد نے طلحہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی اور محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعد بن ابراہیم سے، سعد نے طلحہ بن عبداللہ بن عوف سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے (ایک میت کی) جنازہ کی نماز پڑھی تو انہوں نے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی اور کہا: یہ اس لئے تا معلوم ہو کہ یہ بھی سنت ہے۔

تشریح: **قِرَاءَةُ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى الْجَنَازَةِ:** امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ تو نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں۔ ان کے نزدیک نمازِ جنازہ محض دعا ہے۔ پہلی تکبیر اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد اللہ اکبر کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر میت کے لیے دعا کی جائے۔ پھر چوتھی بار اللہ اکبر کہہ کر سلام پھیر دیا جائے۔ مگر امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک تکبیر استفتاح (یعنی پہلی تکبیر) کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ بموجب ارشاد نبوی لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ. اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر درود پڑھا جائے۔ نیز میت کے لئے دعا کی جائے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۶۰) (عمدۃ القاری جزء۸ صفحہ۱۳۹)

اس مسئلہ میں روایت نمبر۱۳۳۵ واضح ہے کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا مسنون ہے۔

بَاب ٦٦ : اَلصَّلَاةُ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ

دفنائے جانے کے بعد قبر پر نماز جنازہ

۱۳۳٦ : حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ قَالَ

۱۳۳۶: حجاج بن منہال نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سلیمان شیبانی نے مجھ سے بیان کیا، کہا: میں نے

أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَأَمَّهُمْ وَصَلَّوْا خَلْفَهُ قُلْتُ مَنْ حَدَّثَكَ هٰذَا يَا أَبَا عَمْرٍو قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

شعبی سے سنا۔ انہوں نے کہا: مجھے اس نے بتایا۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک الگ قبر پر سے گزر را تھا اور آپؐ ان کے امام ہوئے اور انہوں نے آپؐ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ میں نے کہا: ابوعمرو! آپ کو یہ کس نے بتایا؟ کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔

اطرافه: ۸۵۷، ۱۲٤۷، ۱۳۱۹، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲٦، ۱۳٤۰۔

۱۳۳۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ أَسْوَدَ رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً كَانَ { يَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ☆} يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ وَلَمْ يَعْلَمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَوْتِهِ فَذَكَرَهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ مَا فَعَلَ ذٰلِكَ الْإِنْسَانُ قَالُوْا مَاتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ أَفَلَا آذَنْتُمُوْنِي فَقَالُوْا إِنَّهُ كَانَ كَذَا وَكَذَا قِصَّتُهُ قَالَ فَحَقَرُوْا شَأْنَهُ قَالَ فَدُلُّوْنِي عَلَى قَبْرِهِ فَأَتَى قَبْرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ

۱۳۳۷: محمد بن فضل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ثابت سے، ثابت نے ابورافع سے، ابورافع نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک کالا مرد یا کہا، کالی عورت {جس کا قیام مسجد میں تھا☆} مسجد میں جھاڑو دینا اس کا کام تھا فوت ہو گیا اور اس کے فوت ہو جانے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دی گئی۔ ایک روز آپؐ نے اس کو یاد کیا اور فرمایا: اس کا کیا ہوا؟ لوگوں نے اس کے فوت ہونے کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ آپؐ نے فرمایا: تم نے مجھے اس کی خبر کیوں نہ دی؟ انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ (حضرت ابوہریرہؓ) کہتے تھے: لوگوں نے اس کی حالت حقیر سمجھی۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے اس کی قبر کا پتہ بتا دو۔ (حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے:) پھر آپؐ اس کی قبر پر آئے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

اطرافه: ٤٥۸، ٤٦۰۔

☆ الفاظ "يَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ" صحیح بخاری مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی کے مطابق ہیں۔ (صحیح البخاری، المجلد الاول صفحہ۱۷۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **اَلصَّلَاةُ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ:** مسئلہ معنونہ بھی ان مسائل میں سے ہے جن میں اختلاف ہے۔ جمہور نے مطلق جواز کا فتویٰ دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے مگر امام مالکؒ اور نخعیؒ کے نزدیک یہ جائز نہیں۔ سوائے اس صورت میں کہ کوئی بغیر جنازہ دفنایا گیا ہو۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے صرف وارث اور ان لوگوں کے لئے جو اس کے قریبی رشتہ دار ہیں جائز قرار دیا ہے کیونکہ جنازہ میں شریک ہونا ان پر بطور حق واجب ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۶۱-۲۶۲) (بداية المجتهد، كتاب احكام الميت، الباب الخامس، الفصل الاول، المسئلة السابعة اختلفوا فى الصلاة على القبر)

باب کا عنوان جملہ اسمیہ سے قائم کیا گیا ہے جس سے امام موصوفؒ کا رجحان بھی بمطابق فتویٰ امام مالکؒ جواز کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ جس کی تائید میں نجاشی کے جنازہ کا واقعہ ہے۔ نیز روایت نمبر۱۳۳۷ میں روایت کردہ واقعہ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

بَاب ٦٧ : اَلْمَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ

مردہ جوتوں کے چلنے کی آواز سنتا ہے

١٣٣٨ : حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ وَقَالَ لِي خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهُ فَيُقَالُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ مَقْعَدًا

۱۳۳۸: عیاش (بن ولید) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالاعلیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) سعید (بن ابی عروبہ) نے ہمیں بتایا اور خلیفہ (بن خیاط) نے مجھ سے کہا: ہم سے (یزید) بن زریع نے بیان کیا، (کہا:) سعید (بن ابی عروبہ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: بندہ جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز تک بھی سنتا ہے۔ دو فرشتے اس کے پاس آتے اور اس کو بٹھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں: تمہارا اس شخص محمدؐ کے متعلق کیا خیال ہے؟ وہ کہتا ہے: میں تو یہی شہادت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے تو

مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ

اطرافه: ۱۳۷۴۔

اسے کہا جاتا ہے: آگ میں اپنے ٹھکانے کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے (تیری اس شہادت کے) بدلے میں جنت میں تیرا ٹھکانہ بنادیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے دونوں ٹھکانے دیکھتا ہے اور جو کافر یا منافق ہے وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا جو کچھ لوگ کہتے تھے وہی میں بھی کہتا تھا۔ تب اسے کہا جاتا ہے: نہ تو خود سمجھا اور نہ کسی کی پیروی کی۔ پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کی گرز سے ضرب لگائی جاتی ہے۔ وہ ایک چیخ مارتا ہے جسے جو بھی اس کے آس پاس ہیں سنتے ہیں۔ سوائے ثقلین (جن وانس) کے۔

تشریح: **اَلْمَيِّتُ يَسْمَعُ خَفْقَ النِّعَالِ**: روایت نمبر ۱۳۳۸ میں الفاظ ہیں: حَتّٰى اِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ. مگر عنوان باب میں خَفْقَ النِّعَالِ ہے۔ شارحین کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ کی روایت میں جو احمد بن حنبلؒ اور ابوداؤدؒ نے نقل کی ہے یہ الفاظ ہیں: وَاِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ. (ابوداؤد، کتاب السنة، باب فی المسئلة فی القبر وعذاب القبر) (مسند احمد بن حنبل، جزء ۲ صفحہ ۳۴۷) بزار اور ابن حبان وغیرہ کی روایتوں میں بھی بحوالہ حضرت ابوہریرہؓ یہی الفاظ منقول ہیں۔ چونکہ یہ روایتیں امام بخاریؒ کی شرائط صحت کے مطابق نہیں۔ اس لئے انہیں ترک کر کے لفظ قَرْعَ کی تشریح میں لفظ خَفْقَ کو نمایاں کیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۲۶۲-۲۶۳) دراصل امام بخاریؒ نے یہاں سے آدابِ دفن بیان کرنے شروع کیے ہے۔ جیسا کہ زین بن منیرؒ کا خیال ہے اور ان میں سب سے پہلا ادب یہ ہے کہ قبر کے پاس شور وغل نہ ہو۔ بلکہ وقار ومتانت' خاموشی اور آہستگی اختیار کی جائے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۲۶۲) اس تعلق میں دیکھئے تشریح باب ۵۲۔ نیز دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی- پہلا دقیقہ معرفت- صفحہ ۸۶ تا ۹۴، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۰ تا ۴۰۸۔

بَاب ٦٨: مَنْ أَحَبَّ الدَّفْنَ فِي الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ أَوْ نَحْوِهَا

جو بیت المقدس یا اس جیسی زمین میں دفن ہونے کی خواہش کرے

١٣٣٩: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

۱۳۳۹: محمود نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (عبداللہ) بن طاؤس سے، عبداللہ نے اپنے

قَالَ أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوْسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ☆ فَرَجَعَ إِلَى رَبِّهِ فَقَالَ أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ فَرَدَّ اللهُ عَلَيْهِ عَيْنَهُ وَقَالَ ارْجِعْ فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهِ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ أَيْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْآنَ فَسَأَلَ اللهَ أَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ

باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت بھیجا گیا۔ جب وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس کو ایک تھپڑ مارا (اور اس کی آنکھ پھوڑ ڈالی ☆) اس پر وہ اپنے ربّ کی طرف لوٹا اور کہا: تو نے مجھے ایک ایسے بندے کی طرف بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ پھر ویسی کردی اور فرمایا: پھر جاؤ اور موسیٰؑ سے کہو کہ وہ ایک بیل کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھے تو اسے اتنی ہی عمر دی جائے گی جتنے کو اس کا ہاتھ ڈھانپ لے۔ ہر ایک بال کے بدلے ایک سال۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا: اے میرے رب! اس کے بعد کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر موت۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا: تو پھر ابھی سہی۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ اس کو بیت المقدس سے ایک پتھر کی مار (فاصلہ) جتنا نزدیک کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو میں تم کو موسیٰؑ کی قبر لال ٹیلے کے پاس راستہ کے قریب دکھا دیتا۔

تشریح: مَنْ اَحَبَّ الدَّفْنَ فِي الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ اَوْ نَحْوِهَا: روایت کا تعلق مسئلہ زیرعنوان سے واضح ہے۔ فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے کہ آیا میت ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا کر دفن کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بعض اسے مکروہ سمجھتے ہیں اور بعض مستحب۔ لیکن اس مسئلہ میں فتوے کا دارومدار حالات پر ہے۔ مستحب بھی ہوسکتا ہے اگر منتقل کرنے سے فائدہ متصور ہو اور مکروہ بھی اگر کوئی فائدہ نہ ہو۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۶۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خواہش کرنا ایک مقدس جذبہ ہے۔ آپؑ اپنے آپ کو اس ارض مقدسہ کے پہلو میں دیکھنا چاہتے تھے۔ جو آپؑ کی پیشگوئی اور آپؑ کی جدوجہد کا قبلہ مقصود تھا اور بنی اسرائیل کے لئے آئندہ ترقیوں کی موعودہ زمین۔ چنانچہ کتاب استثناء باب۳۴:۴ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے اریحا

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں اس جگہ "فَقَأَ عَيْنَهُ" کے الفاظ بھی ہیں۔ (فتح الباری جزء ثالث، حاشیہ صفحہ۲۶۳)

کے قریب ایک پہاڑی کی چوٹی سے ارضِ مقدسہ دکھلا کر انہیں تسلی دی کہ وعدے کے مطابق وہ ضرور ان کی نسل کو دی جائے گی، مگر وہ خود وہاں داخل نہیں ہوں گے۔ محولہ بالا روایت کا تعلق جو نقل یا درایت سے ہے۔ وہ واضح ہے کیونکہ یہ ان قصص میں سے ہے جو عام طور پر زبان زدِ خلائق ہوتے ہیں اور جن سے کوئی نہ کوئی دانائی کی بات سکھانا مقصود ہوتا ہے۔ ایسے قصص کے متعلق یہ سوال نہیں اٹھایا جاتا کہ وہ اصل واقعات کے ساتھ اپنی تفصیلات میں کہاں تک مطابق ہیں۔ آج تک عقلمند سے عقلمند انسان بھی بات واضح اور ذہن نشین کرانے کے لئے مشہور کہاوتوں سے فائدہ اٹھاتے چلے آئے ہیں اور یہ ضرورت نہیں سمجھی جاتی کہ ان کے صدق و بطلان کے بارہ میں تحقیق بھی کی جائے بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایسے قصوں میں پوشیدہ حکمت کہاں تک درست ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق حضرت ابو ہریرہؓ نے جو قصہ بیان کیا ہے۔ اس میں دو باتیں ہیں۔ ایک ارض مقدسہ میں پہنچنے یا کم از کم دفن ہونے کی خواہش اور دوسری یہ کہ موت سے کوئی چارہ نہیں، خواہ عمر کتنی بھی لمبی کیوں نہ ہو جائے۔ یہ دونوں باتیں حق ہیں۔ رہا ملک الموت کا آنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھپڑ مارنا اور ملک الموت کا اللہ تعالیٰ سے شکایت کرنا۔ اس کی ذمہ داری ان یہودی راویوں پر ہے جنہوں نے اس قصے کو شہرت دی۔ البتہ اس ضمن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جو کہ امام بخاریؒ نے شرعی مسئلہ استنباط کرنے میں اسرائیلی روایت سے استدلال کیوں کیا ہے جبکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے **مرفوعاً مروی نہیں** اور جبکہ آپؐ نے یہ فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کے قصے سن کر نہ ان کی تصدیق کی جاوے اور نہ تکذیب۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام موصوفؒ نے عنوان باب کو مَنْ سے قائم کر کے اس کا جواب نظر انداز کر دیا ہے۔ اس لطیف تصرف سے ان کا مقصد اُن فقہاء کی طرف اشارہ کرنا ہے جنہوں نے کسی مقدس زمین میں میّت دفن کرنے کو ترجیح دی ہے۔ جیسا کہ امام ابن حجر نے امام شافعیؒ سے متعلق لکھا ہے: "نَصَّ الشَّافِعِيُّ عَلَى اسْتِحْبَابِ نَقْلِ الْمَيِّتِ إِلَى الْأَرْضِ الْفَاضِلَةِ كَمَكَّةَ وَغَيْرِهَا" (فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۶۴) ایسے فقہاء کے فتووں کو مدنظر رکھتے ہوئے باب کا عنوان بڑی احتیاط سے قائم کیا ہے اور اس ضمن میں صرف ایک ہی روایت پیش کی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے اور اسے حدیث الانبیاء میں نقل کر کے اس کو انبیاء کے قصوں میں شمار کیا ہے۔ کسی مسئلہ کی بنیاد اس قصہ پر نہیں رکھی گئی اور ظاہر ہے کہ اسے مستند احادیث کا درجہ حاصل نہیں۔ یہ امام موصوفؒ کی تحقیق کا خلاصہ ہے۔ اس سے انہوں نے اپنا فرض بطور ایک محقق ادا کر دیا ہے۔ یعنی یہ کہ مسئلہ معنونہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً کوئی روایت ثابت نہیں۔

رَمْيَةً بِحَجَرٍ: پتھر پھینکنے کے فاصلے پر۔ اس بارے میں بعض شارحین نے لکھا ہے کہ ارض مقدسہ کی حدود کے قریب سلطان صلاح الدین ایوبی نے علماء کے ذریعہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کی نشان دہی کی ہے۔ میں نے یہ قبر دیکھی ہے۔ یہودی اور مسلمان ہر سال وہاں زیارت کے لئے ان دنوں میں جب کہ میں بیت المقدس میں تھا مقررہ دنوں میں جاتے تھے اور یہ دن وہی ہوتے جن دنوں میں عیسائی اپنے مشہور تہوار ایسٹر کے موقع پر دور دراز ملکوں سے جمع ہوتے جس سے ظاہر ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی مذکورہ بالا تحقیق ایک سیاسی غرض سے تھی تا عیسائیوں کے ناگہاں حملہ کا سدّ باب ہو سکے۔ ایسے موقع پر میں نے دیکھا ہے کہ مسلمان جنگی فنون کا بھی مظاہرہ کیا کرتے تھے۔

بَاب ٦٩ : اَلدَّفْنُ بِاللَّيْلِ وَدُفِنَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيْلًا

رات کو دفنانا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی رات کو ہی دفنائے گئے

١٣٤٠ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ بِلَيْلَةٍ قَامَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ وَكَانَ سَأَلَ عَنْهُ فَقَالَ مَنْ هَذَا فَقَالُوْا فُلَانٌ دُفِنَ الْبَارِحَةَ فَصَلَّوْا عَلَيْهِ

۱۳۴۰: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شیبانی سے، شیبانی نے شعبی سے، شعبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی نمازِ جنازہ اس کے دفنائے جانے کے ایک رات بعد پڑھی۔ آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کھڑے ہوئے اور آپؐ نے پوچھا: یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے کہا: فلاں کی قبر ہے۔ کل رات دفن کیا گیا تھا۔ آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اطرافہ: ۸۵۷، ۱۲۴۷، ۱۳۱۹، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۶، ۱۳۳۶۔

تشریح: **اَلدَّفْنُ بِاللَّيْلِ وَدُفِنَ اَبُوْبَكْرٍ لَّيْلًا:** حضرت جابرؓ کی روایت کی بناء پر جو ابن حبان نے نقل کی ہے بعض نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ رات کو دفنانا منع ہے۔ ابن حبان کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَجَرَ اَنْ يُّقْبَرَ رَجُلٌ لَيْلًا اِلَّا اَنْ يُّضْطَرَّ اِلٰى ذٰلِكَ. (فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۶۵) یعنی آپؐ نے منع فرمایا کہ سوائے اضطراری حالت کے میت رات دفن کی جائے۔ بعض فقہاء نے اس روایت کی بناء پر یہ فتویٰ دیا ہے کہ رات کو تدفین منع ہے۔ یہ فتوے ردّ کرنے کی غرض سے باب ۶۹ قائم کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۶۵) امام مسلمؒ نے بھی ایک شخص کے رات کو دفنائے جانے کے بارہ میں ایک روایت نقل کی ہے اس میں بھی یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ہدایت کی کہ اِذَا كَفَّنَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفْنَهٗ. (مسلم، کتاب الجنائز، باب فی تحسین کفن المیت) جب تم میں سے کسی کے سپرد اپنے بھائی کی تجہیز و تکفین ہو تو اچھی طرح تجہیز و تکفین کرے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ناراضگی کی وجہ ناقص تکفین تھی۔ روایت نمبر ۱۳۴۰ سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اسے ایک معمولی شخص سمجھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی تدفین کے لئے بوقت شب تکلیف دینا مناسب خیال نہیں کیا۔ یہ امر آپؐ کو گوارا نہ ہوا۔ اس واقعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کی شان نمایاں ہے کہ ایک معمولی سا خادم بھی آپؐ کی نظر میں زندگی اور موت دونوں حالت میں بڑی قدر و قیمت رکھتا تھا۔

بَاب ٧٠: بِنَاءُ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقَبْرِ

قبر پر مسجد بنانا

١٣٤١: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ بَعْضُ نِسَائِهِ كَنِيْسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيْرَ فِيْهَا فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ أُولَئِكَ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوْرَةَ أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ

اطرافه: ٤٢٧، ٤٣٤۔

۱۳۴۱: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ہشام (بن عروہ) سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپؐ کی اَزواج میں سے بعض نے ایک گرجے کا ذکر کیا، جو انہوں نے حبشہ کے ملک میں دیکھا تھا۔ جسے ماریہ کہتے تھے۔ اور حضرت امّ سلمہ اور حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہما حبش کے ملک میں گئی تھیں اور انہوں نے اس کی خوبصورتی اور تصویروں کا حال بیان کیا۔ آپؐ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: وہ لوگ جب ان میں سے کوئی نیک شخص مرجائے تو اس کی قبر پر مسجد بنادیتے ہیں۔ پھر اس میں تصویریں بناتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

تشریح: **بِنَآءُ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقَبْرِ:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید تنبیہ اور آخری وصیت کے باوجود ہر اسلامی ملک میں اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ کی قبریں مسلمانوں کی سجدہ گاہ بنی ہوئی ہیں۔ یہ دیکھ کر دل کڑھتا ہے اور آنکھیں پُرنم ہوتی ہیں۔ بے شک مسجد بنانے والوں کی نیت نیک ہوگی مگر ان کے بعد آنے والی نسلوں نے مشرکانہ رسوم سے وہاں کچھ کا کچھ بنادیا ہے۔ اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ایسی نیکی جس کے ساتھ بدی کے احتمالات ہوں اجتناب کئے جانے کے لائق ہے۔ اسی بناء پر علماء میں سے ایک فریق نے بغیر کسی استثناء یا شرط کے قبروں سے بالکل ملحق مسجد بنانا یا قبرستان میں نماز پڑھنا مطلق منع قرار دیا ہے۔ محولہ باب سے بھی یہی سمجھانا مقصود ہے۔ اس تعلق میں باب نمبر ۶۱ کی تشریح بھی ملاحظہ ہو۔

بَاب ٧١: مَنْ يَّدْخُلُ قَبْرَ الْمَرْأَةِ
عورت کی قبر میں کون اترے

١٣٤٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِنْ أَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَنَا قَالَ فَانْزِلْ فِي قَبْرِهَا فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا فَقَبَرَهَا قَالَ ابْنُ مُبَارَكٍ قَالَ فُلَيْحٌ أُرَاهُ يَعْنِي الذَّنْبَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ لِيَقْتَرِفُوْا (الانعام: ١١٤) أَيْ لِيَكْتَسِبُوْا
اطرافه: ١٢٨٥۔

۱۳۴۲: محمد بن سنان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) فلیح بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ہلال بن علی نے ہمیں بتایا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کے جنازہ میں موجود تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ قبر کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپؐ کی آنکھوں کو دیکھا کہ آنسو بہا رہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ہے جو آج رات بیوی کے پاس نہ گیا ہو۔ حضرت ابوطلحہؓ نے کہا: میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی قبر میں اترو۔ (حضرت انسؓ) کہتے تھے: تب (حضرت ابوطلحہؓ) اس کی قبر میں اترے۔ (عبداللہ) بن مبارک نے کہا: فلیح کہتے تھے: میرا خیال ہے کہ آپؐ کی مراد اس سے ارتکاب گناہ تھا اور ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: لِيَقْتَرِفُوْا کے معنی ہیں: کمائیں۔

تشریح: مَنْ يَّدْخُلُ قَبْرَ الْمَرْأَةِ: باب۳۲ میں بھی روایت نمبر۱۲۸۵ گزر چکی ہے جہاں تک مسئلہ معنونہ کا تعلق ہے اس بارہ میں یہ شرط نہیں کہ عورت کو لحد میں رکھنے کے لئے وہ شخص قبر میں اترے جو اپنی بیوی سے اس رات ہم بستر نہ ہوا ہو۔ اسی خاص موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ عنوان باب استفہامیہ ہے، مگر اس کا جواب محذوف ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ محولہ بالا روایت کو استنباط مسئلہ کے لئے کافی نہیں سمجھتے۔

قَالَ فُلَيْحٌ أُرَاهُ يَعْنِي الذَّنْبَ: لَمْ يُقَارِفْ کے معنے فلیح نے یہ کئے ہیں کہ جس نے گناہ نہ کیا ہو، مگر امام بخاریؒ نے ان معنوں کی تردید کی ہے۔ قَرَفَ جب باب افتعال سے ہو تو اس کے معنے اکتساب کے ہوتے ہیں۔ گناہ کمانے کے مفہوم میں بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُقْتَرِفُوْنَ (الانعام:۱۱۴) {اور تا کہ وہ (بُرے اعمال) کرتے رہیں جو وہ کرتے ہی رہتے ہیں۔} لیکن قَارَفَ الشَّيْءَ کے معنی

ہیں وہ اس چیز کے قریب ہوا اور جب اسے علی الاطلاق استعمال کیا جائے تو اس سے مراد مباشرت ہوتی ہے۔ عنوان باب کو استفہامیہ رکھ کر مسئلہ زیرِ عنوان کے متعلق جواب حذف کردیا گیا ہے۔

بَاب ۷۲: اَلصَّلَاةُ عَلَى الشَّهِيْدِ

شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنا

۱۳۴۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ

۱۳۴۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابن شہاب نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے، عبدالرحمٰن نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگ اُحد کے مقتولوں (یعنی شہداء) میں سے دو دو آدمیوں کو ایک ہی کپڑے میں اکٹھا رکھتے۔ پھر پوچھتے ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد تھا؟ جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپؐ اس کو لحد میں پہلے رکھتے اور فرماتے: میں قیامت کے دن ان لوگوں کا گواہ ہوں اور ان کو ان کے خونوں میں ہی دفن کرنے کا حکم دیتے۔ نہ ان کو نہلایا جاتا اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی۔

اطرافه: ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۵۳، ۴۰۷۹۔

۱۳۴۴: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ أَبِي حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ

۱۳۴۴: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) یزید بن ابی حبیب نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوالخیر (یزید بن عبداللہ) سے، ابوالخیر نے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے اور

صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ إِنِّي فَرَطٌ لَكُمْ وَأَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي وَاللهِ لَأَنْظُرُ إِلَى حَوْضِي الْآنَ وَإِنِّي أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِيْحَ الْأَرْضِ وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِي وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا

آپؐ نے اُحد والوں کے لئے اسی طرح دعا کی جس طرح میت کے لئے کیا کرتے تھے۔ پھر آپؐ منبر کی طرف مڑ گئے اور فرمایا: دیکھو میں تمہارا پیش خیمہ ہوں اور میں تمہارے لئے گواہ ہوں اور میں اللہ کی قسم! اپنے حوض کو اِس وقت دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں یا فرمایا: زمین کی چابیاں دی گئی ہیں اور مجھے بخدا تمہارے متعلق خوف نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہوجاؤ گے، بلکہ مجھے تمہارے متعلق یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں لگ جاؤ گے۔

اطرافہ: ٣٥٩٦، ٤٠٤٢، ٤٠٨٥، ٦٤٢٦، ٦٥٩٠۔

تشریح: **اَلصَّلَاةُ عَلَى الشَّهِيْدِ:** مذکورہ بالا باب کے ذیل میں دو روایتیں نقل کی گئی ہیں جو بظاہر متضاد ہیں۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے شہیدوں کا جنازہ نہیں پڑھا اور دوسری میں ہے کہ آپؐ نے پڑھا۔ اسی ظاہری اختلاف کی وجہ سے مسئلہ معنونہ میں دو گروہ ہیں۔ علمائے کوفہ شہید کا جنازہ پڑھنے کے حق میں ہیں اور علمائے مدینہ اس کے خلاف۔ جن کی تائید میں امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ بھی ہیں۔ چنانچہ اوّل الذکر امام اپنی مشہور کتاب اُمّ میں فرماتے ہیں کہ صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ آپؐ نے شہدائے اُحد کا جنازہ نہیں پڑھا اور یہ روایت کہ ان کا جنازہ پڑھا گیا تھا اور حضرت حمزہؓ کے جنازہ میں ستر تکبیریں کہیں، غلط ہے۔ امام شافعیؒ نے لفظ صَلَّى کی توجیہہ یہ کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد کے تقریباً آٹھ سال بعد جب آپؐ کی وفات کا وقت قریب ہوا، شہدائے اُحد کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کی جو بطور الوداعی دعا کے تھی۔ امام نوویؒ نے بھی صَلَّى کے معنی یہاں مطلق دعا کے کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۲۶۷، ۲۶۹)

بَاب۷۳: دَفْنُ الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فِي قَبْرٍ {وَاحِدٍ☆}

ایک☆ قبر میں دو یا تین آدمیوں کو دفن کرنا

١٣٤٥: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ

۱۳۴۵: سعید بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہم سے بیان کیا کہ

☆ لفظ "وَاحِدٍ"، فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۲۶۹)

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ

ابنِ شہاب نے ہمیں بتایا۔عبدالرحمٰن بن کعب سے مروی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے موقع پر شہیدوں کو دو دو کر کے دفن کیا۔

اطرافہ: ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۵۳، ۴۰۷۹۔

تشریح: **دَفْنُ الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ:** روایت نمبر ۱۳۴۵ میں صرف دو کو اکٹھا کرنے کا ذکر ہے، مگر عنوان میں دو یا تین مذکور ہیں۔ آیا یہ قیاساً کیا گیا ہے یا بعض دیگر روایات کی بناء پر؟ شارحین کا خیال ہے کہ یہ تصرف اصحاب سنن کی ایک روایت کی بناء پر ہے۔ جو ہشام بن عامر انصاری سے مروی ہے کہ انصار نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ اُحد میں عرض کیا کہ ہمارے شہیدوں اور قلت سامان کا یہ حال ہے تو آپؐ نے فرمایا: قبریں کھلی بنائی جائیں اور دو دو اور تین تین ایک قبر میں دفنائے جائیں۔(ترمذی. كتاب الجهاد. باب ما جاء فی دفن الشهداء) (نسائی. كتاب الجنائز. باب ما يستحب من توسيع القبر) (ابوداؤد. كتاب الجنائز. باب فی تعميق القبر) ترمذی کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے۔ (فتح الباری جزء۳صفحہ ۲۷۰)

بَاب ٧٤: مَنْ لَّمْ يَرَ غَسْلَ الشُّهَدَاءِ

جو شہیدوں کو نہلانا ضروری نہ سمجھے

١٣٤٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْفِنُوْهُمْ فِي دِمَائِهِمْ يَعْنِي يَوْمَ أُحُدٍ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ

۱۳۴۶: ابوالولید (طیاسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ابن شہاب سے،ابن شہاب نے عبدالرحمٰن بن کعب (بن مالک) سے،عبدالرحمٰن نے حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں ان کے خونوں سمیت دفن کرو،یعنی غزوہ اُحد کے موقع پر۔اور انہیں غسل نہیں دیا۔

اطرافہ: ۱۳۴۳، ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۵۳، ۴۰۷۹۔

تشریح: مَنْ لَّمْ يَرَ غَسْلَ الشُّهَدَآءِ: یہ باب بھی ایک اختلاف کے پیش نظر قائم کیا گیا ہے۔ابن منذرؒ نے سعید بن مسیّب سے روایت کی ہے کہ شہید کوغسل دیا جائے اور حسن بصری کا بھی یہی فتویٰ ہے، مگر بعض فقہاء نے اس فتوے سے اسی صورت میں اتفاق کیا ہے کہ شہادت جنبی ہونے کی حالت میں ہوئی ہو۔ اس بارہ میں ابن منذرؒ نے ابن اسحٰق ؒ وغیرہ کی ایک روایت سے جو کمزور ہے استدلال کیا ہے کہ فلاں فلاں صحابی غزوہ اُحد میں بحالتِ جنابت شہید ہوئے اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کو نہلا رہے ہیں۔ یہ روایت پایۂ صحت سے ساقط ہے۔(فتح الباری جزء۳صفحہ۲۷۰) باب مذکور میں ایسے ہی فتووں اور روایتوں کا ردّ مقصود ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کا نہلانا ضروری نہیں سمجھا۔ قطع نظر اس بحث سے کہ شہادت کس حالت میں واقع ہوئی۔

بَاب ۷۵: مَنْ يُّقَدَّمُ فِي اللَّحْدِ

لحد میں کون پہلے رکھا جائے

وَسُمِّيَ اللَّحْدَ لِأَنَّهُ فِي نَاحِيَةٍ وَكُلُّ جَائِرٍ مُلْحِدٌ مُلْتَحَدًا (الكهف:۲۸) مَعْدِلًا وَلَوْ كَانَ مُسْتَقِيْمًا كَانَ ضَرِيْحًا.

(ابوعبداللہ نے کہا:) لحد اس لئے نام رکھا گیا کہ وہ کونے میں ہوتی ہے۔مُلْتَحَدًا کے معنی ہیں: جائے پناہ۔ اگر لحد سیدھی ہو تو ضَرِيْحٌ کہتے ہیں،یعنی صندوقی قبر جس میں صندوق رکھا جائے۔

۱۳۴۷: حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا

۱۳۴۷: (محمد) بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔(انہوں نے کہا:) لیث بن سعد نے ہمیں بتایا۔(لیث نے کہا:) ابن شہاب نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن مالک بن کعب سے،عبدالرحمٰن نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے شہیدوں میں سے دو دو مردوں کی ایک ہی کپڑے میں تکفین کرتے۔ پھر پوچھتے: اِن میں سے قرآن کس کو زیادہ یاد تھا؟ جب آپؐ کو ان

قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ وَقَالَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ

میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے بتایا جاتا تو آپؐ اسے لحد میں پہلے اتارتے اور فرماتے: میں ان کا گواہ ہوں اور آپؐ نے ان کو خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا اور ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی نہ انہیں غسل دیا۔

اطرافہ: ۱۳۴۳، ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶، ۱۳۴۸، ۱۳۵۳، ۴۰۷۹۔

۱۳۴۸: وَأَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِقَتْلَى أُحُدٍ أَيُّ هَؤُلَاءِ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلَى رَجُلٍ قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ قَبْلَ صَاحِبِهِ وَقَالَ جَابِرٌ فَكُفِّنَ أَبِي وَعَمِّي فِي نَمِرَةٍ وَاحِدَةٍ.

۱۳۴۸: (عبداللہ بن مبارک نے کہا:) اوزاعی نے بھی ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے شہیدوں کی نسبت پوچھتے: ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد تھا؟ جب آپؐ کو کسی ایک آدمی کی طرف اشارہ کر کے بتایا جاتا تو آپؐ اس کو اس کے ساتھی سے پہلے لحد میں اتارتے۔ حضرت جابرؓ کہتے تھے: میرے والد اور میرے چچا ایک ہی کمبل میں کفنائے گئے۔

وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

سلیمان بن کثیر نے یوں کہا: زہری نے مجھے بتایا۔ (کہا:) اس شخص نے مجھ سے بیان کیا جس نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا۔

اطرافہ: ۱۳۴۳، ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۵۳، ۴۰۷۹۔

تشریح: **مَنْ يُّقَدَّمُ فِي اللَّحْدِ**: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل علم وفضل کا امتیاز کسی حالت میں بھی نظر انداز نہیں فرمایا اور صحابہ کرامؓ کی تربیت ہر موقع پر مدّنظر رکھی ہے، یہاں تک کہ اس وقت بھی جب موت سب کو برابر پیوند خاک کر دیتی ہے اور اس طرح اپنے قول وفعل سے ہمارے لئے اعلیٰ اسوۂ حسنہ پیش فرمایا ہے۔ باب مذکورہ میں حضرت جابرؓ کی روایت دوبار لائی گئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی منقطع ہے اور دوسری متصل۔ ایک میں ابن شہاب زہریؒ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت بواسطہ عبدالرحمٰن بیان کی ہے اور دوسری میں براہ راست حضرت جابرؓ

سے۔ایک کانقص دوسری سے دُور کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں دوسری روایت میں بلحاظ مضمون کچھ زیادتی ہے۔اس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت جابرؓ کے باپ اور چچا کو اکٹھا دفن کیا گیا تھا۔

بَاب ٧٦: اَلْإِذْخِرُ وَالْحَشِيْشُ فِي الْقَبْرِ

قبر میں اذخر اور سوکھی گھاس بچھانا

١٣٤٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَرَّمَ اللهُ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ.

۱۳۴۹: محمد بن عبداللہ بن حوشب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوھاب نے ہم سے بیان کیا۔(انہوں نے کہا:) خالد (حذاء) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکّہ کو حرم قرار دیا ہے۔ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے اس کی بے حرمتی روا رکھی اور نہ میرے بعد۔ میرے لئے بھی دن کی صرف ایک گھڑی کے لئے ہی (جنگ) روا رکھی۔ نہ اس کی گھاس کاٹی جائے اور نہ اس کے درخت اور نہ اس کا شکار پریشان کیا جائے۔ اور نہ اس کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے، مگر شناخت کرانے والے کے لئے۔

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اذخر بھی ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے لئے۔ آپؐ نے فرمایا: مگر اذخر۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں نقل کیا: ہماری قبروں اور گھروں کے لئے۔

وَقَالَ أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ

اور ابان بن صالح نے حسن بن مسلم سے نقل کیا کہ حضرت صفیہؓ بنت شیبہ سے مروی ہے کہ (وہ کہتی

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لِقَيْنِهِمْ وَبُيُوْتِهِمْ

تھیں:) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا۔اور مجاہد نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں روایت کی: ان کے لوہاروں اور گھروں کے لئے۔

اطرافہ: ۱۵۸۷، ۱۸۳۳، ۱۸۳٤، ۲۰۹۰، ۲٤۳۳، ۲۷۸۳، ۲۸۲٥، ۳۰۷۷، ۳۱۸۹، ٤۳۱۳۔

تشریح: **اَلْاِذْخَرُ وَالْحَشِيْشُ فِي الْقَبَرِ:** روایت نمبر ۱۳۴۹ کے آخر میں جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کتاب العلم میں گزر چکی ہے۔دیکھئے کتاب العلم روایت نمبر ۱۱۲۔اور ابان بن صالح کی روایت ابن ماجہؒ نے نقل کی ہے۔جس کے یہ الفاظ ہیں: اِلَّا الْاِذْخَرَ فَاِنَّهُ لِلْبُيُوْتِ وَالْقُبُوْرِ (ابن ماجه. كتاب المناسك. باب فضل مكة) اور مجاہدؒ کی روایت کتاب الحج میں دیکھئے روایت نمبر ۱۸۳۴۔اس میں لِقُبُوْرِهِمْ کی جگہ لِقَيْنِهِمْ ہے۔یعنی ان کے لوہاروں کے لئے۔حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت صفیہؓ کی مشار الیہ روائتیں روایت نمبر ۱۳۴۹ کی تائید کرتی ہیں اور تینوں روایتوں میں گھاس بچھانے کا ذکر ہے۔

بَاب۷۷: هَلْ يُخْرَجُ الْمَيِّتُ مِنَ الْقَبْرِ وَاللَّحْدِ لِعِلَّةٍ

کیا میت کسی وجہ سے قبر اور لحد سے نکالی جائے

۱۳۵۰: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ أَتَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ حُفْرَتَهُ فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ فَوَضَعَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيْقِهِ وَأَلْبَسَهُ قَمِيْصَهُ فَاللهُ أَعْلَمُ وَكَانَ كَسَا عَبَّاسًا قَمِيْصًا قَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ أَبُو هَارُوْنَ

۱۳۵۰: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا کہ عمرو (بن دینار) نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ؛ عبداللہ بن اُبیّ (کی قبر) پر آئے، جبکہ وہ اپنے گڑھے میں رکھ دیا گیا تھا۔آپؐ نے اس (کو نکالنے) کے لئے فرمایا اور وہ نکالا گیا۔آپؐ نے اس کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھا اور اس (کے منہ) میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور اس کو اپنا کُرتہ پہنایا۔اللہ ہی بہتر جانتا ہے (ایسا کیوں کیا؟) اور اس نے حضرت عباسؓ کو اپنا

وَكَانَ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْصَانِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلْبِسْ أَبِي قَمِيْصَكَ الَّذِي يَلِيْ جِلْدَكَ قَالَ سُفْيَانُ فَيُرَوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْبَسَ عَبْدَ اللهِ قَمِيْصَهُ مُكَافَأَةً لِمَا صَنَعَ

اطرافہ: ۱۲۷۰، ۳۰۰۸، ۵۷۹۵۔

کُرتہ پہنایا تھا۔سفیان (بن عیینہ) نے کہا: اور ابوہارون کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو کُرتے پہنے ہوئے تھے۔عبداللہ کے بیٹے نے آپؐ سے کہا: یا رسول اللہ! میرے باپ کو اپنا وہ کُرتہ پہنائیں جو آپؐ کے جسم سے لگا ہوا ہے۔سفیان کہتے تھے: لوگ سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کو اپنا کُرتہ اس احسان کے عوض پہنایا تھا جو اس نے کیا تھا۔

١٣٥١: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا حَضَرَ أُحُدٌ دَعَانِي أَبِي مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ مَا أُرَانِي إِلَّا مَقْتُوْلًا فِي أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّي لَا أَتْرُكُ بَعْدِيْ أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِكَ خَيْرًا فَأَصْبَحْنَا فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيْلٍ وَدُفِنَ☆ مَعَهُ آخَرُ فِي قَبْرٍ ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِي أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ الْآخَرِ فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ

۱۳۵۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) بشر بن مفضل نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) حسین معلم نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عطاء (بن ابی رباح) سے، عطاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب اُحد کی لڑائی ہوئی۔تو میرے باپ نے رات کو مجھے بلایا اور کہا: مجھے یہی معلوم ہوتا ہے کہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ساتھیوں کے ساتھ مارا جاؤں گا جو پہلے شہید ہوں گے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے سوا اپنے بعد تجھ سے زیادہ عزیز اپنے لئے کسی کو نہیں چھوڑ رہا اور مجھ پر قرض ہے اسے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں سے اچھا سلوک رکھنا۔ہم صبح اٹھے تو میرے باپ ہی پہلے شہید ہوئے اور میں نے☆ ان کو قبر میں دفن کیا۔ان کے ساتھ ایک اور بھی تھا۔اس کے بعد میرے نفس نے گوارا نہ کیا کہ میں دوسرے کے ساتھ اُن کو رہنے دوں۔اس لئے میں نے ان کو چھ ماہ کے بعد نکالا تو کیا دیکھتا ہوں وہ ویسے

☆ لفظ "دُفِنَ" کی بجائے فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں "وَدَفَنْتُ" ہے۔(فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۲۷۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً غَيْرَ أُذُنِهِ

ہی ہیں جیسے اُس دن تھے کہ جس دن میں نے ان کو رکھا تھا۔ سوائے خفیف سے تغیر کے جو اُن کے کان میں تھا۔

اطرافه: ۱۳۵۲۔

۱۳۵۲: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٌ فَلَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ حَتَّى أَخْرَجْتُهُ فَجَعَلْتُهُ فِي قَبْرٍ عَلَى حِدَةٍ

اطرافه: ۱۳۵۱۔

۱۳۵۲: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سعید بن عامر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے ابی نجیح کے بیٹے سے، انہوں نے عطاء (بن ابی رباح) سے، عطاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میرے باپ کے ساتھ ایک آدمی دفنایا گیا۔ میرے نفس کو چین نہ آیا، یہاں تک کہ میں نے ان کو نکالا اور ان کو ایک الگ قبر میں رکھا۔

تشریح: هَلْ يُخْرَجُ الْمَيِّتُ مِنَ الْقَبْرِ وَاللَّحْدِ لِعِلَّةٍ: عنوان باب کو استفتاء کی صورت دی ہے۔ عبداللہ بن اُبَیّ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک بطور استثناء کے تھا اور حضرت جابرؓ کا فعل شخصی ہے، یعنی اپنے ذاتی جذبات کی نوعیت رکھتا ہے۔ (روایت نمبر ۱۳۵۱) اس لئے فتویٰ کی بناء اس پر نہیں رکھی جا سکتی۔ بعض فقہاء نے میت کا قبر سے دفنانے کے بعد نکالنا علی الاطلاق منع کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۲۷۴) امام بخاریؒ اس فتویٰ کی تائید میں نہیں۔ روایت نمبر ۱۳۵۱ کے الفاظ: فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ هُنَيَّةً غَيْرَ أُذُنِهِ اصل میں یوں ہیں: غَيْرَ هُنَيَّةٍ فِيْ أُذُنِهِ. یہ الفاظ ابن السکن اور نسفی کے نسخوں میں ملتے ہیں اور انہی الفاظ کو مدّنظر رکھتے ہوئے اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ ۲۷۶)

بَاب۷۸: اَللَّحْدُ وَالشَّقُّ فِي الْقَبْرِ

قبر میں لحد اور شگاف

۱۳۵۳: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ

۱۳۵۳: عبدان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) لیث بن سعد نے ہمیں بتایا۔ (لیث نے کہا:)

كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ فَإِذَا أُشِيْرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ فَقَالَ أَنَا شَهِيْدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُغَسِّلْهُمْ

ابن شہاب نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے، عبدالرحمٰن نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے مقتولین میں سے دو دو آدمیوں کو اکٹھا کرتے اور پھر پوچھتے: ان میں سے کس نے قرآن زیادہ یاد کیا تھا۔ جب آپؐ کو ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپؐ اس کو لحد میں پہلے رکھتے اور آپؐ نے فرمایا: قیامت کے دن میں ان کا شاہد ہوں اور ان کو ان کے خون سمیت ہی دفن کرنے کے لئے فرمایا اور انہیں نہلایا نہیں۔

اطرافہ: ۱۳۴۳، ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۴۰۷۹۔

تشریح: اَللَّحْدُ وَالشَّقُّ فِي الْقَبْرِ: اُحد کی جنگ میں ایک شہید لحد کے اندر اور دوسرا قبر کے گڑھے میں دفن کیا گیا تھا۔ اسی واقعہ کی بناء پر عنوان باب قائم کیا گیا ہے اور ابوداؤدؒ وغیرہ کی روایت کا ردّ مقصود ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں: اَللَّحْدُ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا. (ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب في اللحد) لحد ہمارے لئے ہے اور شگاف دوسروں کے لئے۔ لحد اور صندوقی قبر دونوں میں دفن کرنا جائز ہے۔ شَقٌّ کا اردو ترجمہ شگاف کیا گیا ہے۔ اس سے مراد قبر کی خالی جگہ ہے۔ اگر لحد نہ ہو تو صندوق رکھا جاتا ہے۔ بغیر لحد کے قبر کو پنجاب میں صندوقی اور کشمیر میں موسائی قبر کہتے ہیں۔ کشمیر میں اس قبر کی شکل یہودیوں کی قدیم قبروں سے ملتی جلتی ہے۔

بَاب ۷۹: إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ هَلْ يُصَلَّى عَلَيْهِ

اگر بچہ اسلام لائے اور وہ مر جائے تو کیا اس کے لئے نماز جنازہ پڑھی جائے؟

وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الْإِسْلَامُ وَقَالَ الْحَسَنُ وَشُرَيْحٌ وَإِبْرَاهِيْمُ وَقَتَادَةُ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُهُمَا فَالْوَلَدُ مَعَ

اور کیا بچے کے سامنے اسلام پیش کیا جائے؟ اور حسن (بصری) اور شریح اور ابراہیم (نخعی) اور قتادہ نے کہا: جب (ماں باپ) میں سے کوئی مسلمان ہو جائے تو

الْمُسْلِمِ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَعَ أُمِّهِ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَلَمْ يَكُنْ مَعَ أَبِيْهِ عَلَى دِيْنِ قَوْمِهِ وَقَالَ الْإِسْلَامُ يَعْلُو وَلَا يُعْلَى

بچہ مسلمان کے پاس رہے گا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی ماں کے ساتھ تھے، جوان لوگوں میں سے تھیں جو کمزور سمجھے جاتے تھے اور وہ اپنے والد کے ساتھ اپنی قوم کے دین پر نہیں تھے اور آپؐ نے فرمایا: اسلام غالب رہتا ہے اور مغلوب نہیں ہوتا۔

١٣٥٤ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ تَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ الْأُمِّيِّيْنَ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ فَرَفَضَهُ وَقَالَ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرُسُلِهِ فَقَالَ لَهُ مَاذَا تَرَى قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ

۱۳۵۴: عبدان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: سالم بن عبداللہ (بن عمر) نے مجھے بتایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کچھ لوگوں کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے تو اسے بنی مغالہ کے مکانوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے پایا اور ابن صیاد بلوغت کے قریب تھا۔ اسے معلوم نہ ہوا، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اسے تھپکا اور اس کے بعد ابن صیاد سے پوچھا: کیا تو شہادت دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس پر ابن صیاد نے آپؐ کی طرف دیکھا اور کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ اُمیّوں کے رسول ہیں۔ پھر ابن صیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپؐ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ تو آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا اور فرمایا: میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں۔ پھر آپؐ نے اس سے پوچھا تو کیا کچھ

يَأْتِينِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِّطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيْئًا فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ فَقَالَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَعْنِي يَا رَسُوْلَ اللهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَّكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ

اطرافه: ۳۰۵۵، ۶۱۷۳، ۶۶۱۸۔

دیکھتا ہے؟ ابن صیاد نے کہا: مجھے سچی اور جھوٹی خبریں آتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصل حقیقت تجھ پر مشتبہ کردی گئی ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: میں نے تیرے لئے ایک بات دل میں پوشیدہ رکھی۔ تو ابن صیاد نے کہا: وہ دُخ ہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: چل دور ہو۔ تو اپنی بساط سے کبھی آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اس کی گردن اڑانے دیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو یہ وہی (دجّال) ہے تو تم کو اس پر کبھی غلبہ نہیں دیا جائے گا اور اگر وہ نہ ہوا تو تمہارے لئے اس کے مارڈالنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

۱۳۵۵: وَقَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ انْطَلَقَ بَعْدَ ذَلِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ إِلَى النَّخْلِ الَّتِي فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَّرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ يَعْنِي فِي قَطِيْفَةٍ لَهُ فِيْهَا رَمْزَةٌ أَوْ زَمْرَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۳۵۵: اور سالم نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابی بن کعبؓ اس نخلستان کی طرف گئے جس میں ابن صیاد تھا۔ اور آپؐ یہ کوشش کررہے تھے کہ پیشتر اس کے کہ ابن صیاد آپؐ کو دیکھ پائے۔ ابن صیاد سے آپؐ کچھ سن لیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ لیا اور وہ ایک چادر اوڑھے لیٹا ہوا تھا۔ چادر میں اس کے گنگنانے یا بھنبھنانے کی آواز تھی تو ابن صیاد کی ماں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا جبکہ آپؐ کھجوروں کے تنوں

وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ يَا صَافِ وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ هَذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ وَقَالَ شُعَيْبٌ فِي حَدِيْثِهِ فَرَفَصَهُ رَمْرَمَةٌ أَوْ زَمْزَمَةٌ وَقَالَ إِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ وَعُقَيْلٌ رَمْرَمَةٌ وَقَالَ مَعْمَرٌ رَمْزَةٌ

کی آڑ لیے ہوئے بچتے جا رہے تھے۔ اس نے ابن صیاد سے کہا: صآف! اور یہ ابن صیاد کا نام تھا۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو ابن صیاد جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر (ماں) اسے رہنے دیتی تو وہ اپنا حال ظاہر کر دیتا۔ اور شعیب نے اپنی روایت میں (بجائے رَمْزُه یازمُرہ) رَمْرَمه یازمزمه نقل کیا ہے اور (رَفَضَهٗ کی بجائے) رَفَصَهٗ کہا۔ یعنی اسے لات ماری اور اسحاق کلبی اور عقیل نے رَمْرَمَة کہا اور معمر نے رَمْزَه کہا یعنی ستار کی آواز۔

اطرافه: ۲٦۳۸، ۳۰۳۳، ۳۰٥٦، ٦۱۷٤۔

۱۳٥٦ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ أَسْلِمْ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيْهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ

۱۳٥٦: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ثابت سے، ثابت نے حضرت انس (بن مالک) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ایک یہودی لڑکا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوگیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بیمار پرسی کے لئے اس کے پاس آئے۔ آپؐ اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اس سے کہا: اسلام قبول کرلو۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور وہ اس کے پاس ہی تھا۔ تو اس نے اسے کہا: ابوالقاسم کی بات مانو۔ سو اس نے اسلام قبول کیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور آپؐ یہ کہہ رہے تھے: اللہ ہی کی حمد ہے جس نے اس کو آگ سے بچالیا ہے۔

اطرافه: ٥٦٥۷۔

۱۳۵۷ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ أَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ وَأُمِّي مِنَ النِّسَاءِ.

اطرافہ: ۴۵۸۷، ۴۵۸۸، ۴۵۹۷۔

۱۳۵۷: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا۔ کہتے تھے: عبیداللہ (بن ابی یزید) نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہتے سنا: میں اور میری ماں کمزوروں میں سے تھے۔ میں بچوں میں اور میری ماں عورتوں میں۔

۱۳۵۸ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ يُصَلَّى عَلَى كُلِّ مَوْلُوْدٍ مُتَوَفًّى وَإِنْ كَانَ لِغَيَّةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ يَدَّعِي أَبَوَاهُ الْإِسْلَامَ أَوْ أَبُوْهُ خَاصَّةً وَإِنْ كَانَتْ أُمُّهُ عَلَى غَيْرِ الْإِسْلَامِ إِذَا اسْتَهَلَّ صَارِخًا صُلِّيَ عَلَيْهِ وَلَا يُصَلَّى عَلَى مَنْ لَّا يَسْتَهِلُّ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ سِقْطٌ فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

۱۳۵۸: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب نے ہمیں بتایا۔ ابن شہاب کہتے تھے: ہر بچے کے لئے جو مر جائے نماز جنازہ پڑھی جائے گو وہ حرام کا ہی ہو۔ اس لئے کہ وہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوا ہے۔ اس کے ماں باپ اسلام کا دعویٰ رکھتے ہوں یا صرف اس کا باپ ہی (اسلام پر) ہو۔ خواہ اس کی ماں اسلام پر نہ ہو۔ جب وہ پیدا ہوتے وقت چلائے (اور پھر مر جائے) تو اس کے لئے نماز جنازہ پڑھی جائے اور جو نہیں چلاتا، اس کے لئے نماز نہ پڑھی جائے۔ اس لئے کہ وہ ناتمام بچہ ہے جو گر گیا ہے۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی ایسا بچہ نہیں جو فطرت پر نہ پیدا ہوتا ہو۔ اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے چوپائے جانور صحیح سالم چوپائے جانور ہی جنتے ہیں۔

فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا الْآيَةَ (الروم: ۳۱)

کیا تم نے ان میں کوئی کن کٹا بھی پایا ہے؟ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آیت پڑھتے : یعنی اللہ کی فطرت جس پر کہ اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔

اطرافه: ۱۳۵۹، ۱۳۸۵، ۴۷۷۵، ۶۵۹۹۔

۱۳۵۹ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللهِ ذَلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ. (الروم: ۳۱)

۱۳۵۹: عبدان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) یونس نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بچہ نہیں جو فطرت پر پیدا نہ ہوتا ہو۔ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بناتے ہیں۔ جیسے چوپائے جانور صحیح سالم چوپائے جانور جنتے ہیں۔ کیا تم ان میں کن کٹا پاتے ہو؟ (یہ حدیث بیان کر کے) حضرت ابوہریرہؓ یہ آیت پڑھتے یعنی اللہ کی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی پیدائش میں کوئی تبدیلی نہیں چاہیے۔ یہی صحیح دین ہے۔

اطرافه: ۱۳۵۸، ۱۳۸۵، ۴۷۷۵، ۶۵۹۹۔

تشریح: اِذَا اَسْلَمَ الصَّبِیُّ فَمَاتَ هَلْ يُصَلَّى عَلَيْهِ وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الْإِسْلَامُ: یہ سوال کہ بچہ اگر مسلمان ہو جائے اور بلوغت سے قبل مر جائے تو آیا اس کا اسلام درست ہوگا اور یہ کہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اور نابالغ بچے کو اسلام کی دعوت دی جائے گی یا نہیں؟ اگر اس کو اسلام میں لے آنا درست ہے تو پھر اس کا جنازہ پڑھنا بھی درست ہوگا۔ اس مسئلہ میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا یہ مذہب ہے کہ اگر مسلمان کا بچہ پیدا ہوتے وقت چلائے اور پھر فوت ہو جائے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا اور امام ابوحنیفہؒ اور ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک جب جنین میں حرکت پیدا ہو یعنی چار ماہ یا اس سے زیادہ کا ہو اور وہ مر جائے تو اس کی بھی نماز جنازہ

پڑھی جائے گی۔ مفصل بحث کے لئے دیکھئے بدایة المجتهد، کتاب احکام المیت، الباب الخامس فی صلاة الجنازة،الفصل الثانی فیمن یصلی علیه ومن اولٰی بالتقدیم. اس بارہ میں ایک شاذ رائے یہ بھی ہے کہ بچوں کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔اس تعلق میں یہ بھی سوال اٹھایا گیا ہے کہ آیا غیر مسلم نابالغ بچے کا بھی جنازہ پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ امام مالکؒ کے نزدیک یہ ممنوع ہے،خواہ وہ حربی کالڑکا ہو یا جنگی قیدی کا،سوائے اس کے کہ وہ خود اسلام کو سمجھتا ہو یا اس کا والد مسلمان ہوجائے۔امام شافعیؒ کے نزدیک اس بارے میں والد کی کوئی تخصیص نہیں، بلکہ ماں باپ میں سے کوئی مسلمان ہوجائے تو بچے کا مذہب اس کے مذہب پر قیاس کیا جائے گا۔امام ابوحنیفہؒ نے بچوں کے جنازہ سے متعلق یہ فتویٰ دیا ہے کہ قید کرنے والے کے مذہب پر قیاس کیا جائے۔غرض اس مسئلہ میں یہاں تک تو سب کو اتفاق ہے کہ اگر بچہ اپنے اسیر والدین کے ساتھ ہے جو مسلمانوں کے مملوک نہیں اور نہ ان میں سے کوئی مسلمان ہوا ہے تو اس بچے کے مرجانے پر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔اس قسم کے اختلافات کے پیشِ نظر مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے اور عنوان میں چند اقوال کا حوالہ بھی دیا ہے مثلاً اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی. یہ قول حضرت ابن عباسؓ کا ہے۔علامہ ابن حزم نے اپنی کتاب المحلّٰی میں اس کا بایں الفاظ ذکر کیا ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِذَا اَسْلَمَتِ الْیَهُوْدِیَّةُ اَوِ النَّصْرَانِیَّةُ تَحْتَ الْیَهُوْدِیِّ اَوِ النَّصْرَانِیِّ یُفَرَّقُ بَیْنَهُمَا اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی یعنی حضرت ابن عباسؓ سے ان کا یہ قول مروی ہے کہ یہودی یا عیسائی کی بیوی اسلام قبول کرلے تو خاوند بیوی کو ایک دوسرے سے علیحدہ کیا جائے گا۔اسلام غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ ۲۸۰)

امام بخاریؒ نے اس اختلاف کے تعلق میں جو روایتیں درج کی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ بچے کا اسلام قبول کرنا درست ہے۔مثلاً ابن صیاد اور حضرت ابن عباسؓ کا بچپن میں اسلام قبول کرنا اصولاً بچوں کے دین کا ماں باپ میں سے کسی ایک کے دین پر قیاس کیا جائے گا،یعنی وہ والدین میں سے جس کسی کے زیرِ تربیت ہوں۔عام حالات میں یہی قیاس ہوسکتا ہے کہ بچے اس کے مذہبی خیالات سے اثر پذیر ہوں گے۔(روایت نمبر ۱۳۵۸، ۱۳۵۹)

جنازہ کی دعا اپنی معین ومخصوص صورت میں ایک مسلمان کا اجتماعی حق ہے، بوجہ اس کے کہ وہ اسلامی جماعت کا فرد ہے اس لئے اس خاص اجتماعی حق میں غیر مسلم شریک نہیں کیا جائے گا؛ قطع نظر اس سے کہ چھوٹا ہو یا بڑا۔حقوق کی نوعیت اور ان کا دائرہ اثر جدا جدا ہے۔خاوند کا حق بیوی کے لئے اور بیوی کا حق خاوند کے لئے مخصوص ہے۔ماں کا حق بیوی کو اور بیوی کا حق ماں کو نہیں دیا جاسکتا۔وعلیٰ ھذا القیاس بیٹوں اور بہن بھائیوں وغیرہ اقرباء میں سے ہر ایک کے حقوق کی نوعیت اور حیثیت جداگانہ ہے۔ان مخصوص حقوق کو آپس میں خلط ملط کرنا درست نہیں بلکہ انہیں اپنی اپنی معین حدود کے اندر رکھنا ضروری ہے تا کہ معاشرے میں صورتِ اعتدال قائم رہے۔ہر فرد کو اپنا مخصوص حق ملنے ہی سے نظامِ معاشرہ قائم رہ سکتا ہے۔حدیث نمبر ۱۳۵۸ اسی بات کو ذہن نشین کرانے کے لئے لائی گئی ہے۔غیر مسلم کی نماز جنازہ نہ پڑھنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ جذبۂ ہمدردی کے خلاف ہے۔اسلامی تعلیم کے پیشِ نظر ہر ملت ومذہب والے انسان کے ساتھ ہمدردی کرنا

فرض ہے اور ہمدردی کی بیسیوں اور صورتیں بھی ہوسکتی ہیں۔ صرف ایک جنازہ ہی کی صورت تو نہیں۔ پس یہ سمجھنا کہ دعائے جنازہ سے غیر مسلم کے بچوں کو جو فطرت پر ہیں، محروم رکھنا تنگدلی ہے صحیح نہیں بلکہ اجتماعی حقوق کی نگہداشت اور امتیازات ملحوظ رکھنے میں ہی معاشرہ کی سلامتی اور استواری کا راز مضمر ہے۔ اس اصل کے پیش نظر نماز جنازہ میں مسلم اور غیر مسلم، مومن اور کافر کے درمیان فرق رکھا گیا ہے۔ **فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ** (الروم:۳۱) {یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہ قائم رکھنے اور قائم رہنے والا دین ہے۔} یہ وہ اصل ہے جس کے تحت تمام قومیں اپنے فطرتی تقاضے سے کاربند ہیں۔ یعنی ہر ایک نے اپنے اجتماعی حیز کو محفوظ اور ممتاز رکھنے کے لئے اپنے افراد کو بعض معین حقوق سے مخصوص کر دیا ہے۔ جن میں غیروں کو شریک نہیں کرتیں۔ البتہ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ہدایات میں جہاں یہ اجتماعی اصل مدنظر رکھا ہے وہاں یہ احتیاط کی ہے کہ غیروں کے حقوق بھی ملحوظ رکھے ہیں اور اس تخصیص میں ان کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچنے دیا۔ نہ ان کے لئے مطلق دعا کرنے کا راستہ بند کیا ہے بلکہ **اَلتَّحِيَّاتُ** میں **رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ** کی دعا سکھا کر والدین کے لئے سلسلہ دعا جاری رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ ایک نو مسلم بھی اپنے والدین کے لئے یہی دعا کرتا ہے اور نماز کے آخر میں سلامتی کی دعا کو دائیں اور بائیں طرف بطور صلائے عام جاری فرمایا ہے۔ (ملاحظہ ہو تشریح کتاب الاذان باب ۱۵۲) اگلے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا اسوۂ حسنہ پیش کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں دیکھئے تشریح باب ۸۴ روایت نمبر ۱۳۶۶، جہاں مسلمانوں میں سے منافقین و مشرکین کے جنازہ کی کراہت کا ذکر ہے۔

بَاب ٨٠: إِذَا قَالَ الْمُشْرِكُ عِنْدَ الْمَوْتِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ

اگر مشرک مرتے وقت لا الٰہ الا اللہ کہے

١٣٦٠: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ

۱۳۶۰: اسحق (بن راہویہ) نے ہم سے بیان کیا، کہا: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے صالح (بن کیسان) سے، صالح نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: سعید بن مسیّب نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ ان کے باپ نے ان سے بیان کیا۔ جب ابوطالب فوت ہونے لگے تو رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي طَالِبٍ يَا عَمِّ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيَعُوْدَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَبَى أَنْ يَقُوْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى فِيْهِ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ الْآيَةَ

(التوبة:۱۱۳)

آئے اور ان کے پاس ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے کہا: چچا اقرار کریں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ ایسا اقرار ہوگا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کے لئے اس کی شہادت دوں گا۔ تو ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا: ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کے دین سے روگردانی کروگے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے سامنے یہی بات پیش کرتے رہے اور وہ دونوں وہی بات کہتے رہے۔ یہاں تک کہ ابوطالب نے آخری بات جو اُن سے کی وہ یہ تھی کہ وہ عبدالمطلب کے ہی دین پر قائم رہیں گے اور انہوں نے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کہنے سے انکار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا اللہ کی قسم! میں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میں اس سے روک نہ دیا جاؤں۔ چنانچہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل کی۔ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ...

اطرافه: ۳۸۸٤، ٤٦٧٥، ٤٧٧٢، ٥٦٥٧، ٦٦٨١۔

تشریح: **اِذَا قَالَ الْمُشْرِكُ عِنْدَ الْمَوْتِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ:** عنوان باب جملہ شرطیہ سے قائم کیا گیا ہے اور اس کا جواب محذوف رکھا ہے کیونکہ روایت نمبر ۱۳۶۰ سے یقینی طور پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ ہر مشرک کا ایمان بوقتِ موت قبول ہوگا یا نہیں۔ فرعون نے ڈوبتے وقت اٰمَنْتُ کہا تھا مگر اللہ تعالیٰ بطور عام قاعدہ فرماتا ہے: وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ (النساء:۱۹) اور توبہ (کے قبول ہونے کا حق) ان کے لئے نہیں جو بدیاں کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت کی گھڑی آجاتی ہے تو کہتا ہے کہ میں نے اب یقیناً توبہ

کر لی ہے۔ اور نہ ان لوگوں کے لئے ہے جو کفر (ہی) کی حالت میں مرجاتے ہیں۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ موت کے وقت عقیدہ کی تبدیلی یا توبہ ایک عارضی اثر کے تحت تو ہوسکتی ہے۔ اگر موت واقع نہ ہوا اور حالت صحت عود کر آئے تو ممکن ہے کہ ایسا توبہ کرنے والا پھر بدعقیدہ یا بدعمل ہو جائے۔ جیسا کہ قرآن مجید ایک دوسری جگہ فرماتا ہے: حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ. لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ. (المومنون:۱۰۰-۱۰۱) اور اس وقت جب ان میں سے کسی کی موت آجائے گی وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے واپس لوٹا دے تا میں عمل صالح بجالاؤں جو میں نے چھوڑے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ صرف ایک منہ کی بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک پردہ ہے اس وقت تک کہ وہ دوبارہ اُٹھائے جائیں۔ روایت نمبر ۱۳۶۰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ آپؐ اپنے چچا ابوطالب کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہیں گے تاوقتیکہ آپؐ روک نہ دیئے جائیں۔ یہ صرف انہی کی خصوصیت تھی۔ اس دلیرانہ دفاع کی وجہ سے جو وہ ساری عمر آپؐ سے متعلق کرتے رہے۔ بعض شارحین نے بھی اس خصوصیت کا ذکر کیا ہے اور ان کی رائے میں امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا احتمالات کے پیش نظر جملہ شرطیہ کا جواب حذف یا مقدر کر دیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۲۸۲)

مذکورہ بالا روایت کے آخر میں جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے: مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ (التوبہ:۱۱۳) نبی اور مومنوں کی شان کے خلاف تھا کہ مشرکوں کے لئے استغفار کرتے خواہ وہ قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوں۔ بعد اس کے کہ ان پر ظاہر ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں۔ اس آیت میں استغفار سے بایں شرط منع کیا گیا ہے کہ مشرکین کے متعلق واضح طور پر یقینی علم ہو جائے کہ وہ جہنمی ہیں۔ اس حوالہ سے یہ پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا ابوطالب سے متعلق یہ علم تھا کہ وہ ایسے نہیں۔

بَاب ۸۱: اَلْجَرِيْدَةُ عَلَى الْقَبْرِ

قبر پر کھجور کی شاخ

وَأَوْصَى بُرَيْدَةُ الْأَسْلَمِيُّ أَنْ يُّجْعَلَ فِي قَبْرِهِ جَرِيْدَتَانِ وَرَأَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فُسْطَاطًا عَلَى قَبْرِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَقَالَ انْزِعْهُ يَا غُلَامُ فَإِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ

اور حضرت بریدہ اسلمیؓ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عبدالرحمٰن (بن ابی بکرؓ) کی قبر پر ایک بڑا خیمہ دیکھا تو انہوں نے کہا: لڑکے اس کو اُکھیڑ ڈال۔ اس پر تو اس کا عمل ہی سایہ کرے گا۔

وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ رَأَيْتُنِي وَنَحْنُ شُبَّانٌ فِي زَمَنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَإِنَّ أَشَدَّنَا وَثْبَةً الَّذِي يَثِبُ قَبْرَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ حَتَّى يُجَاوِزَهُ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ أَخَذَ بِيَدِي خَارِجَةُ فَأَجْلَسَنِي عَلَى قَبْرٍ وَأَخْبَرَنِي عَنْ عَمِّهِ يَزِيْدَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ إِنَّمَا كُرِهَ ذَلِكَ لِمَنْ أَحْدَثَ عَلَيْهِ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَجْلِسُ عَلَى الْقُبُوْرِ

اور خارجہ بن زید کہتے تھے: مجھے اپنا وہ وقت یاد ہے کہ جب ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جوان تھے اور ہم میں سے کلانچ لگانے میں وہی شخص زیادہ مضبوط سمجھا جاتا تھا جو حضرت عثمان بن مظعونؓ کی قبر کو کلانچ لگا کر پار ہو جاتا اور عثمان بن حکیم نے کہا: خارجہ (بن زید) نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک قبر پر بٹھایا اور اپنے چچا حضرت یزیدؓ بن ثابت سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ انہوں نے کہا: قبر پر بیٹھنا اس شخص کے لئے ناپسندیدہ ہے جو وہاں بے ہودگی کرے۔ اور نافع نے کہا: حضرت (عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھا کرتے تھے۔

۱۳۶۱: حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ

۱۳۶۱: یحییٰ (بن جعفر بیکندی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابو معاویہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے مجاہد سے، مجاہد نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گذرے جن کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: انہیں تو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا۔ ان میں سے ایک جو ہے تو وہ پیشاب سے بچاؤ نہیں کرتا تھا اور جو دوسرا ہے وہ چغلی کھاتا تھا۔ پھر آپؐ نے کھجور کی تازہ شاخ لی اور چیر کر دو ٹکڑے کئے۔ پھر ہر قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ نے یہ کیوں کیا؟ آپؐ نے

أَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا فرمایا: امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں سوکھیں ان سے (عذاب میں) تخفیف کی جائے۔

اطرافہ: ۲۱۶، ۲۱۸، ۱۳۷۸، ۶۰۵۲، ۶۰۵۵۔

تشریح: اَلْجَرِيْدُ عَلَى الْقَبْرِ: حضرت بریدہ بن اسلمیؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ فعل کو عام معنوں میں سمجھتے ہوئے مرنے سے پہلے وصیت کی کہ ان کی قبر پر بھی کھجور کی شاخیں گاڑی جائیں۔اس خیال سے کہ شاید اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحم فرمائے۔امام بخاریؒ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فعل خاص تھا۔اسی وجہ سے عنوانِ باب میں الفاظ اَلْجَرِيْدَةُ عَلَى الْقَبْرِ اختیار کر کے اس کی خبر حذف کر دی ہے اور اپنی اس رائے کی تائید میں حضرت ابن عمرؓ کا قول فَاِنَّمَا يُظِلُّهُ عَمَلُهُ پیش کیا ہے جو ابن سعدؒ نے بحوالہ ایوب بن عبداللہ بن یسارؒ نقل کیا ہے۔ذی طویٰ مقام میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ دفن کئے گئے اور حضرت عائشہؓ نے ایک بڑا خیمہ وہاں ان کی قبر پر نصب کروایا اور ایک شخص وہاں چھوڑ کر چلی گئیں۔ جسے حضرت ابن عمرؓ نے اکھاڑنے کے لئے کہا۔اس شخص نے معذرت کی کہ اس کی آقا اس کو سزا دیں گی تو انہوں نے کہا: نہیں، سزا نہیں دیں گی۔جس پر اس نے وہ خیمہ اُٹھالیا۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۸۴) خارجہ بن زید بن ثابت انصاریؒ ثقہ تابعی ہیں اور اہل مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے شمار کئے جاتے تھے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۸۴) مذکورہ بالا حوالوں سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ قبروں کی ظاہری تعظیم میت کو بڑا نہیں بنا سکتی اور نہ ان کی تحقیر اس کی ذلت کا باعث ہوسکتی ہے۔امام موصوفؒ نے افراط وتفریط کے چند حوالہ جات عنوانِ باب میں نقل کر کے اس کے ذیل میں جو حدیث درج کی ہے، اس سے یہ سمجھایا ہے کہ قبرستان عبرت اور خشیت الٰہی کی جگہ ہے۔ چنانچہ اس مقصد کی طرف توجہ دلانے کی غرض سے اس کے مناسبِ حال باب۸۲ قائم کیا ہے جس میں قرآن مجید کی تین آیتوں کا حوالہ دیا ہے جن کا اس مضمون کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

خارجہؒ نے عثمان بن حکیمؒ کو حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ مشہور قول یاد دلایا: لَاَنْ اَجْلِسَ عَلٰى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ مَا دُوْنَ لَحْمِيْ حَتّٰى تَفْضِيَ اِلَيَّ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَجْلِسَ عَلٰى قَبْرٍ ...... اِنَّمَا كَرِهَ ذٰلِكَ لِمَنْ اَحْدَثَ عَلَيْهِ. یعنی حضرت ابو ہریرہؓ کو قبروں پر بیٹھنا سخت ناپسند تھا۔ایسا اس لیے تھا کہ لوگ وہاں بدعتیں اور بے ہودہ باتیں کرتے ہیں، بلکہ بعض قضائے حاجت سے بھی نہیں شرماتے تھے۔لفظ اَحْدَثَ کے دونوں معنی ہیں۔آجکل بھی یہی نظارہ دیکھنے میں آتا ہے، بلکہ قبرستان میں جا کر لوگ تاش، شطرنج، گنجفہ اور چوسر وغیرہ تک کھیلتے دیکھے گئے ہیں جو غایت درجہ شقاوتِ قلبی کی علامت ہے۔اس تعلق میں دیکھئے تشریح باب ۳۱۔ نیز مذکورہ بالا حوالہ جات کی تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ۲۸۳، ۲۸۴۔عمدۃ القاری جزء۸ صفحہ۱۸۳-۱۸۴۔

بَاب ۸۲

مَوْعِظَةُ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ وَقُعُوْدُ أَصْحَابِهِ حَوْلَهُ

قبر کے پاس محدث کا وعظ کرنا اور اس کے ساتھیوں کا اس کے اردگرد بیٹھنا

يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْأَجْدَاثِ(المعارج:٤٤) اَلْأَجْدَاثُ الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ(الانفطار:٥) أُثِيْرَتْ بَعْثَرْتُ حَوْضِي أَيْ جَعَلْتُ أَسْفَلَهُ أَعْلَاهُ الْإِيْفَاضُ الْإِسْرَاعُ وَقَرَأَ الْأَعْمَشُ إِلَى نُصُبٍ (المعارج:٤٤) إِلَى شَيْءٍ مَنْصُوْبٍ يَسْتَبِقُوْنَ إِلَيْهِ وَالنُّصْبُ وَاحِدٌ وَالنَّصْبُ مَصْدَرٌ يَوْمُ الْخُرُوْجِ (ق:٤٣) مِنَ الْقُبُوْرِ يَنْسِلُوْنَ(يس:٥٢) يَخْرُجُوْنَ.

يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ میں اَلْاَجْدَاث کے معنی ہیں: قبریں۔ بُعْثِرَتْ کے معنی ہیں اٹھائے گئے۔ بَعْثَرْتُ حَوْضِىْ کے معنے ہیں: میں نے اپنے حوض کو ہلا کر اس کے پانی کو اوپر تلے کر دیا۔ اَلْاِيْفَاضُ کے معنی جلدی چلنا اور اعمش نے آیت یوں پڑھی: اِلٰى نُصُبٍ یعنی نصب کردہ شے کی طرف دوڑے چلے جا رہے اور اَلنُّصْبُ مفرد ہے اور اَلنَّصْبُ مصدر ہے۔ يَوْمُ الْخُرُوْجِ سے مراد قبروں سے نکلنے کا دن ہے۔ يَنْسِلُوْنَ کے معنی ہیں نکل چلیں گے۔

١٣٦٢: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ فَأَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ مَا مِنْ نَّفْسٍ مَّنْفُوْسَةٍ إِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ

۱۳۶۲: عثمان (بن ابی شیبہ) نے ہم سے بیان کیا، کہا: جریر نے مجھے بتایا۔ انہوں نے منصور (بن معتمر) سے، منصور نے سعد بن عبیدہ سے، سعد نے ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن حبیب) سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم بقیع غرقد میں ایک جنازے کے ساتھ تھے۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے۔ آپؐ بیٹھ گئے اور ہم آپؐ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپؐ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپؐ نے سر جھکا لیا اور چھڑی سے

الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَإِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيْدَةً فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيْرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيْرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ قَالَ أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى الْآيَةَ (الليل: ٦).

زمین کریدنے لگے۔ پھر فرمایا: تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں یا فرمایا: کوئی ایسی زندہ جان نہیں مگر اس کا ٹھکانہ جنت اور آگ میں مقرر ہو چکا ہے اور اس کے لئے فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ بد بخت ہے یا نیک بخت۔ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے اس نوشتہ پر بھروسہ نہ کرلیں اور عمل چھوڑ دیں؟ کیونکہ ہم میں سے جو نیک بختوں میں سے ہوگا تو وہ ضرور نیک بختوں کے کام کی طرف رجوع کرے گا اور ہم میں سے جو بدبختوں میں سے ہوگا وہ بدبختوں کے کام کی طرف جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا: جو نیک بخت ہیں، انہیں نیکی کرنے کی سہولتیں دی جائیں گی اور جو بد بخت ہیں انہیں بدی کرنے کی سہولتیں دی جائیں گی۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى....

اطرافہ: ٤٩٤٥، ٤٩٤٦، ٤٩٤٧، ٤٩٤٨، ٤٩٤٩، ٦٢١٧، ٦٦٠٥، ٧٥٥٢۔

تشریح: مَوْعِظَةُ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ وَقُعُوْدُ اَصْحَابِهٖ حَوْلَهٗ: عنوانِ باب میں چند آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پہلی آیت یہ ہے: فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ يُوْعَدُوْنَ o يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ o (المعارج:۴۳-۴۴) {پس اُنہیں چھوڑ دے، وہ فضول باتوں میں غرق رہیں اور کھیلیں کھیلتے رہیں یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن کو دیکھ لیں جس کا اُنہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ جس دن وہ قبروں سے تیزی کرتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ قربان گاہوں کی طرف دوڑے جارہے ہوں۔} دوسری آیت: وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ o عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ o (الانفطار:٥،٦) {اور جب قبریں اُکھیڑی جائیں گی، ہر نفس کو علم ہو جائے گا کہ اس نے کیا آگے بھیجا ہے اور کیا پیچھے چھوڑا ہے۔} تیسری آیت: وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ o يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ط ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ o (قٓ:٤٢-٤٣) {اور غور سے سن! جس دن ایک پکارنے والا قریب کے مقام سے پکارے گا۔ جس دن وہ ایک ہولناک برحق آواز سنیں گے۔ یہ نکل کھڑے ہونے کا دن ہے۔} چوتھی آیت: وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ o قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ o (یٰسٓ:٥٢،٥٣)

{اور بگل میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ قبروں سے نکل کر اپنے ربّ کی طرف دوڑنے لگیں گے۔ وہ کہیں گے اے وائے ہماری ہلاکت! کس نے ہمیں ہماری آرام گاہ سے اُٹھایا۔ یہی تو ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور مرسلین سچ ہی کہتے تھے۔}

ان آیات کا تعلق قبروں، حیاۃ اخرویہ اور اعمال کی جزا و سزا کے ساتھ ہے۔ اس ضمن میں روایت نمبر ۱۳۶۲ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پیش کیا گیا ہے کہ آپؐ نے قبرستان میں صحابہ کرامؓ کو انسان کے انجام کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نیز قضاء وقدر کا مسئلہ نہایت عمدگی سے واضح فرمایا ہے کہ جس طرح یہ تقدیر ہے کہ بد بخت جہنم میں جائے گا۔ اسی طرح یہ بھی تقدیر ہے کہ اس کی بدبختی کا سبب اس کی بدعملی ہے۔ گویا بدعملی کی بدبختی جہنم کا موجب ہے۔

قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً اَوْ سَعِيْدَةً: قضاء وقدر کیا ہے۔ ایک سلسلہ علّت ومعلول ہے۔ جس کے دائرہ اثر سے کوئی وجود باہر نہیں۔ مَا مِنْ نَّفْسٍ مَّنْفُوْسَةٍ اِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَاِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً اَوْ سَعِيْدَةً یہ نوشتہ شقاء وسعادت بھی اسی سلسلہ علت ومعلول کے تحت روزِ اوّل سے ہر ایک انسان کے لئے ثبت ہو چکا ہے اور علم الٰہی احاطہ کر چکا ہے کہ فلاں اس کے احکام کی خلاف ورزی کر کے بد بخت ہوگا اور فلاں اطاعت کی وجہ سے نیک بخت۔ اس بارہ میں صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، انسان کو نہیں۔ اس لئے اس کا اپنے متعلق یہ فیصلہ کرنا کہ چونکہ وہ بد بخت ازلی اور جہنمی ہے، اسے بدعملی سے باز نہیں آنا چاہیے۔ اس کی یہ منطق درست نہیں۔ اگر بالفرض اس کا یہ قیاس اپنے متعلق صحیح بھی ہوتو اس کو توبہ کر کے نیک عمل بجالانے چاہئیں، نہ کہ اپنی بدعملی پر اصرار۔ آیت فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝ (اللیل: ۶ تا ۱۱)

{پس وہ جس نے (راہِ حق میں) دیا اور تقویٰ اختیار کیا۔ اور بہترین نیکی کی تصدیق کی تو ہم اُسے ضرور کشادگی عطا کریں گے اور جہاں تک اس کا تعلق ہے جس نے بخل کیا اور بے پروائی کی اور بہترین نیکی کی تکذیب کی تو ہم اُسے ضرور تنگی میں ڈال دیں گے۔} میں عمل کے انہی طبعی نتائج کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور یہ ایک ایسا قانون ہے جس کے ذریعے سے ہر قسم کی تقدیر انجام پاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے والے حضرت عمرؓ ہیں۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۲۸۸) اور آپ نے اسی آیت کا حوالہ دے کر ان کو ایک اہم نکتہ معرفت سمجھایا ہے۔

بَاب ۸۳: مَا جَاءَ فِي قَاتِلِ النَّفْسِ

قاتل نفس کے متعلق جو کچھ آیا ہے

۱۳۶۳: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا

۱۳۶۳: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یزید بن زریع نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) خالد (حذاء) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے، حضرت ثابتؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص اسلام کے سوا اور کسی

مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ

دین کی جانتے بوجھتے ہوئے قسم کھائے تو وہ ویسے ہی ہوگا جیسا اس نے کہا اور جو اپنے آپ کو ہتھیار سے مار ڈالے اسے جہنم کی آگ میں اسی ہتھیار سے سزا دی جائے گی۔

اطرافه: ٤١٧١، ٤٨٤٣، ٦٠٤٧، ٦١٠٥، ٦٦٥٢۔

١٣٦٤ : وَقَالَ حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا جُنْدَبٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ فَمَا نَسِيْنَا وَمَا نَخَافُ أَنْ يَّكْذِبَ جُنْدَبٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ اللهُ بَدَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

۱۳۶۴: اور حجاج بن منہال نے کہا: جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ حسن سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے اسی مسجد (بصرہ) میں ہم سے بیان کیا اور ہم یہ نہیں بھولے اور نہ ہمیں اندیشہ ہے کہ حضرت جندبؓ نبی ﷺ کی نسبت جھوٹ بولیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ایک شخص کو زخم ہوا تو اس نے اپنے آپ کو مار ڈالا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان سے متعلق مجھ سے جلدی کی ہے۔ میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔

اطرافه: ٣٤٦٣۔

١٣٦٥ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ وَالَّذِي يَطْعُنُهَا يَطْعُنُهَا فِي النَّارِ

۱۳۶۵: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہم سے شعیب نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابوالزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے آپ کو گلا گھونٹ کر مارتا ہے۔ وہ آگ میں بھی اپنا گلا گھونٹے گا۔ جو اپنے آپ کو زخمی کر کے مارتا ہے وہ آگ میں بھی اپنے آپ کو زخمی کر کے مارتا رہے گا۔

اطرافه: ٥٧٧٨۔

تشریح: **مَا جَآءَ فِیْ قَاتِلِ النَّفْسِ:** باب کا عنوان اسم موصول "مَا" سے قائم کر کے ان روایتوں کی چھان بین کی ہے جو قاتل نفس کی سزا یا اس کے جنازہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت نمبر ۱۳۶۵ جو امام مسلمؒ نے بھی نقل کی ہے، اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: فَهُوَ .... فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا (مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسه) یعنی اسے جہنم کی ابدی سزا ملے گی۔ معتزلہ وغیرہ دائمی سزا سے متعلق اپنے عقیدہ کی تائید میں یہی روایت پیش کرتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۲۸۹) مگر امام موصوفؒ کی تحقیق کی رو سے اس روایت میں یہ الفاظ نہیں۔ اصحاب السنن نے حضرت جابر بن سمرہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص کا جنازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا جس نے خودکشی کی تھی تو آپؐ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ (ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فیمن قتل نفسه لم یصل علیه) (ابن ماجه، کتاب ماجاء فی الجنائز، باب فی الصلاة علی اهل القبلة) نسائی کے یہ الفاظ ہیں: اَمَّا اَنَا فَلا اُصَلِّيْ عَلَيْهِ (نسائی، کتاب الجنائز، باب ترک الصلاة علی من قتل نفسه) یعنی میں تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ اس سے آپؐ نے دوسروں کو منع نہیں فرمایا۔ روایت مذکورہ کی بناء پر فقہاء کے دو فریق ہیں۔ ایک نے یہ روایت صحیح قرار دے کر نماز جنازہ نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ نے امام وقت کے لئے ایسے قاتل کا نماز جنازہ پڑھنا مکروہ قرار دیا ہے جو بطور سزا قتل کیا جائے۔ ان کے نزدیک قاتلِ نفس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۲۸۸-۲۸۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کی نماز جنازہ خود نہیں پڑھی اور نہ لوگوں کو منع فرمایا۔ (ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب الصلاة علی من قتلته الحدود) دوسرے فریق نے حضرت جابرؓ بن سمرہ کی روایت صحیح نہیں سمجھی اور قاتل کی نماز جنازہ پڑھنے کا فتویٰ دیا ہے۔ خواہ وہ عنداللہ اہل النار ہی کیوں نہ ہو۔ اس ضمن میں جو مستند روایتیں زیر باب نقل کی گئی ہیں۔ ان سے خودکشی کرنے والے کا جہنمی ہونا ثابت ہے۔ اس لئے بعض فقہاء کے نزدیک اس کی نمازِ جنازہ پڑھنا قطعی حرام ہے مگر خلود کا لفظ دوام پر دلالت نہیں کرتا۔ جیسا کہ علماء نے اس لفظ کی تشریح بایں الفاظ کی ہے: اَلْمُرَادُ بِالْخُلُوْدِ طُوْلُ الْمُدَّةِ لَا حَقِيْقَةُ الدَّوَامِ. (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۲۸۹) یعنی اس سے لمبا عرصہ مراد ہے اور حُرِّمَتْ عَلَيْهِ الْجَنَّةُ سے بھی مراد عارضی محرومی لی گئی ہے۔ علاوہ ازیں صحیح روایات سے ثابت ہے کہ اہل نار کو دوزخ سے آخر نجات ہوگی۔ (کتاب الاذان، باب ۱۲۹، روایت نمبر ۸۰۶)

امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں الفاظ قَاتِلُ نَفْسِهِ کی جگہ قَاتِلُ النَّفْسِ رکھ کر مطلق قاتل مراد لیا ہے۔ خواہ اپنی جان کا قاتل ہو یا غیر کا؛ دونوں کی ایک ہی حیثیت ہے۔

بَاب ٨٤

مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ وَالِاسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِيْنَ

منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنا اور مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کرنا مکروہ ہے

رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔

١٣٦٦: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ دُعِيَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتُصَلِّيْ عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِيْنَ يُغْفَرُ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا قَالَ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيْرًا حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةٌ وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا إِلَى وَهُمْ فَاسِقُوْنَ (التوبة: ٨٤) قَالَ

١٣٦٦: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ سے، عبیداللہ نے حضرت ابن عباس سے، حضرت ابن عباس نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب عبداللہ بن ابی بن سلول مر گیا تو رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا کہ آپؐ اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو میں آپؐ کی طرف لپکا اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپؐ ابن اُبی کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور اس نے تو فلاں دن یہ بات کہی تھی اور فلاں دن یہ بات کہی تھی۔ میں اس کے خلاف اس کی باتیں گننے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: عمرؓ ہٹ جاؤ۔ جب میں نے آپؐ سے بہت اصرار کیا تو آپؐ نے فرمایا: مجھے تو اختیار دیا گیا ہے۔ سو میں نے اختیار کر لیا ہے اور اگر میں یہ جانوں کہ میں ستر بار سے زیادہ اس کے لئے دعائے مغفرت کروں اور وہ بخشا جائے گا تو میں ضرور اس سے بھی زیادہ کروں۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے: چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی پھر آپؐ لوٹ آئے اور تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ سورۂ برآءۃ کی یہ دو آیتیں نازل ہوئیں یعنی تو ان میں سے کسی کی بھی جو مر جائے کبھی نماز جنازہ نہ پڑھ اور تو اس کی قبر پر بھی کھڑا نہ ہو کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ

فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِي عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ وَاللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ

اور اس کے رسول کا انکار کیا اور وہ ایسی حالت میں مر گئے کہ وہ بدعہد تھے۔ (حضرت عمرؓ) کہتے تھے: اس کے بعد میں نے اپنی جسارت پر تعجب کیا جو میں نے اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دکھائی تھی اور اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

اطرافه: ٤٦٧١۔

تشریح: مَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْاِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِيْنَ: مشرکین کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنے سے متعلق فقہاء کے درمیان اتفاق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بالصراحت منع فرمایا ہے۔ (التوبہ: ۸۴) جیسا کہ سابقہ باب میں بتایا جا چکا ہے کہ نماز جنازہ ایک اجتماعی حق ہے جو شریعت اسلامی نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے کو دیا ہے۔ مشرک کے لئے نماز جنازہ پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے عنوان باب میں اس کے لئے لفظ استغفار رکھا گیا ہے اور یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ آیا اس کے لئے دعائے مغفرت بھی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس کے لئے تشریح باب ۷۹ بھی دیکھئے۔ منافق گو دائرہ اسلام سے خارج نہ ہو مگر چونکہ اس کا وجود معاشرہ کے لئے خطرناک ہے کہ وہ بظاہر فردِ جماعت بن کر اس کے اندر رہتا ہے اور نہ صرف دوسرے افراد کو اپنے فساد سے متأثر کرتا بلکہ غیروں کے ساتھ مل کر ریشہ دوانیاں بھی کرتا ہے۔ اس لئے وہ قطعی طور پر اس حق سے محروم کیا گیا ہے۔ دیکھئے فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۱۱۸۔ کافر اپنے کھلے کھلے کفر کی وجہ سے معاشرہ سے الگ تھلگ ہے۔ اس کا وجود اتنا نقصان دہ نہیں جتنا کہ منافق کا۔ اس لئے شریعت اسلامی نے بھی دونوں کے درمیان فرق ملحوظ رکھا ہے۔ یعنی منافق کے لئے دعائے رحمت بھی نہیں کی جاسکتی۔ عنوان باب میں مشرکین کا جو لفظ وارد ہوا ہے اس سے مراد بت پرست قوم ہے۔ یہاں لفظ مشرکین اپنے وسیع معنوں کے لحاظ سے مراد نہیں۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ اس بات کا فیصلہ کہ فلاں منافق ہے اور یہ کہ اس کے ساتھ اجتماعی مقاطعہ ہونا چاہیے، ایک نبی یا امام وقت سے تعلق رکھتا ہے۔ ہر فرد کا حق نہیں کہ وہ کسی کے منافق ہونے کا فیصلہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ آیت وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں اور روایت نمبر ۱۳۶۶ میں حضرت عمرؓ نے بھی اپنی غلط فہمی کا اقرار کرتے ہوئے کہا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ.

بَاب ٨٥: ثَنَاءُ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ
لوگوں کا میت کی تعریف کرنا

١٣٦٧: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَا وَجَبَتْ قَالَ هَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ

اطرافه: ٢٦٤٢۔

۱۳۶۷: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ (کہا:) عبدالعزیز بن صہیب نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: لوگ ایک جنازے کے پاس سے گذرے اور انہوں نے اس کی اچھی تعریف کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ پھر ایک اور جنازے کے پاس سے گذرے۔ انہوں نے اس کی مذمت کی۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپؐ نے فرمایا: جس کی تم نے اچھی تعریف کی، اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے مذمت کی ہے، اس کے لئے آگ واجب ہوگئی۔ تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

١٣٦٨: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَمَرَّتْ بِهِمْ

۱۳۶۸: عفان بن مسلم (جو صفّار ہیں) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) داؤد بن ابی فرات نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبد اللہ بن بریدہ سے، عبداللہ نے ابوالاسود سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں مدینہ میں آیا اور وہاں بیماری پھیلی ہوئی تھی۔ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا۔ ان کے

جَنَازَةٌ فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَجَبَتْ ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأُثْنِيَ عَلَى صَاحِبِهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ أَبُو الْأَسْوَدِ فَقُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ فَقُلْنَا وَثَلَاثَةٌ قَالَ وَثَلَاثَةٌ فَقُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ

اطرافه: ٢٦٤٣۔

پاس سے ایک جنازہ گذرا تو اس جنازے والے کی اچھی تعریف کی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واجب ہوگئی۔ ایک اور جنازہ گذرا اس کی بھی اچھی تعریف کی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ ایک تیسرا جنازہ گذرا۔ اس کی مذمت ہوئی۔ (حضرت عمرؓ) نے کہا: واجب ہوگئی۔ ابوالاسود کہتے تھے: میں نے کہا: یا امیرالمومنین! کیا چیز واجب ہوگئی؟ کہنے لگے: میں نے وہی کہا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا۔ جس مسلمان کی بھی چار مسلمان اچھی شہادت دے دیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ ہم نے کہا: اگر تین گواہی دیں؟ آپؐ نے فرمایا: تین بھی۔ ہم نے کہا: اگر دو گواہی دیں؟ آپؐ نے فرمایا: دو بھی۔ پھر ہم نے آپؐ سے ایک کی شہادت کے بارے میں نہیں پوچھا۔

تشریح: ثَنَآءُ النَّاسِ عَلَى الْمَيِّتِ: زندہ آدمی کے سامنے اس کی تعریف کرنے سے منع کیا گیا ہے مگر میت کی خوبیاں بیان کرنا پسندیدہ امر ہے۔ سوائے اس کے کہ تعریف خلاف واقعہ ہو۔ اگر نیک لوگ بالاتفاق فوت ہونے والے کی تعریف کریں تو غالب قیاس یہی ہے کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہوگا اور اگر ان کی رائے اچھی نہ ہو تو اس کے بارہ میں غالب قیاس یہ ہے کہ وہ رحمت الٰہی کا مستحق نہ ہوگا۔ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ سے مراد صحابہ کرامؓ اور ان جیسے متقی انسان ہیں؛ نہ کہ ہر کس وناکس۔ ورنہ خبیث الطبع لوگ تو اپنے جیسوں ہی کی تعریف کیا کرتے ہیں۔

امام بخاریؒ نے؛ باوجودیکہ روایت نمبر ۱۳۶۸ میں دو شخصوں کی شہادت قابل اعتبار قرار دی گئی ہے؛ عنوان باب میں ثَنَآءُ النَّاسِ کے الفاظ اختیار کئے ہیں۔ جس سے غالباً یہ بتانا مقصود ہے کہ اس امر میں وہی شہادت قابل اعتبار ہوگی جو عمومیت کے ساتھ ہو۔ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ کا قول؛ روایت نمبر ۱۳۶۷ میں مروی ہے اور حضرت عمرؓ کا قول

اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهٗ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ ان کا اپنا اجتہاد ہے۔جس کے لئے انہوں نے ارشادِ نبویؐ سے استدلال کیا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَنْتُمْ شُهَدَاءُ لِلّٰهِ فِي الْاَرْضِ فرما کر ایک جماعت کی شہادت معتبر قرار دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے تعداد کی تخصیص میں اصولِ عدل مدنظر رکھا ہے۔جس سے امام بخاریؒ مذکورہ بالا نوعیت کی شہادت میں متفق نہیں معلوم ہوتے۔حضرت انسؓ صحابی ہیں اور ابوالاسودؒ تابعی۔اس لئے ایک صحابی کی روایت زیادہ معتبر ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ، ابن حبانؒ اور حاکم نے حماد بن سلمہؒ کی سند سے حضرت انسؓ کی ایک روایت مرفوعاً نقل کی ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَشْهَدُ لَهٗ اَرْبَعَةٌ اَهْلُ اَبْيَاتٍ مِّنْ جِيْرَانِهِ الْاَدْنَيْنَ اَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ مِنْهُ اِلَّا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ قَبِلْتُ قَوْلَكُمْ وَغَفَرْتُ لَهٗ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ. (المستدرک علی الصحیحین، کتاب الجنائز، باب المغفرة بشهادة الجيران) (مسند احمد بن حنبل، جزء ۳ صفحه ۲۴۲) (صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، فصل في الموت، ذکر مغفرة الله جل و علا ذنوب من شهد له جيرانه بالخير)

امام بخاریؒ کے نزدیک یہ روایت مستند نہیں اور جو روایت ثابت ہے وہ حضرت عمرؓ کا قول ہے۔غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ایک قومی محرک ہے، انسان کے لئے کہ وہ اپنے تعلقات لوگوں کے ساتھ اچھے رکھے۔سورۂ بلد میں یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی ہدایت فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ. اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ (البلد:۱۸،۱۹) {پھر وہ اُن میں سے ہو جائے جو ایمان لے آئے اور صبر پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرتے ہیں اور رحم پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے کو رحم کی نصیحت کرتے ہیں۔یہی ہیں دائیں طرف والے۔} یعنی خلق خدا کے ساتھ نیک سلوک کرنا روحانیت میں پہلا زینہ ہے۔جس کے بعد ایمان نتیجہ خیز ہوتا ہے اور انسان اپنی روحانی سیر شروع کرتا ہے۔

بَاب ۸٦: مَا جَاءَ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ

عذاب قبر کے متعلق جو کچھ آیا ہے

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: إِذِ الظَّالِمُوْنَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيْهِمْ أَخْرِجُوْا أَنْفُسَكُمْ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ (الأنعام: ٩٤)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: یعنی ظالم موت کے بھنوروں میں ہوں گے اور ملائکہ اپنے ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے ہوں گے کہ اپنی جانیں نکالو۔آج تمہیں رسوائی کے عذاب کی سزا دی جائے گی۔

{قَالَ أَبُوعَبْدُ اللهِ الْهُوْنُ} هُوَ الْهَوَانُ وَالْهَوْنُ الرِّفْقُ وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ:

{ابوعبداللہ بخاریؒ نے کہا: اَلْهُوْن☆} هَوَانٌ کے معنوں میں ہے؛ یعنی ذلت اور رسوائی۔اور هَوْنٌ کے معنے

☆ الفاظ "قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْهُوْنُ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔(فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۲۹۴)

سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيْمٍ (التوبة:١٠١) وَقَوْلُهُ تَعَالَى: وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوْءُ الْعَذَابِ النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ (المؤمن:٤٦-٤٧).

ہیں نرمی۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: ہم انہیں دو دفعہ عذاب دیں گے، پھر وہ ایک بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: اور آل فرعون کو ایک بڑے عذاب نے گھیر لیا۔ صبح و شام اس آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور قیامت کے دن بھی اس کے سامنے پیش کئے جاویں گے (اور کہا جائے گا) آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں جھونک دو۔

١٣٦٩: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ أُتِيَ ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ.

(إبراهيم:٢٨)

۱۳۶۹: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے علقمہ بن مرثد سے، علقمہ نے سعد بن عبیدہ سے، سعد نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے، حضرت براءؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب مومن کو اس کی قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے تو اس کے پاس (آنے والے) آتے ہیں۔ پھر وہ یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور یہی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو مومن ہیں مضبوط بات کے ذریعے سے دنیا کی زندگی اور آخرت میں مضبوطی سے قائم رکھتا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا وَزَادَ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ

اطرافه: ٤٦٩٩۔

محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) غندر نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) شعبہ نے ہم سے یہی بیان کیا اور اسے اتنا بڑھایا: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قبر کے عذاب کی نسبت نازل ہوئی۔

١٣٧٠ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ الْقَلِيْبِ فَقَالَ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا فَقِيْلَ لَهُ تَدْعُو[1] أَمْوَاتًا فَقَالَ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلَكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ

اطرافہ: ۳۹۸۰، ۴۰۲۶۔

۱۳۷۰: علی بن عبداللہ مدینی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) میرے باپ نے مجھے بتایا۔ صالح (بن کیسان) سے مروی ہے کہ نافع نے مجھ سے بیان کیا۔ حضرت (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیب (کنوئیں) والوں کو اوپر سے جھانک کر دیکھا اور فرمایا: تمہارے ربّ نے (تم سے) جو وعدہ کیا تھا؛ کیا تم نے اسے سچا پالیا؟ آپؐ سے کہا گیا: کیا[1] آپؐ ان مردوں کو پکارتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: تم ان سے زیادہ نہیں سنتے، البتہ وہ جواب نہیں دیتے۔

١٣٧١ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ الْآنَ أَنَّ مَا كُنْتُ أَقُوْلُ[2] حَقٌّ وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى: إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى(النمل: ۸۱).

اطرافہ: ۳۹۷۹، ۳۹۸۱۔

۱۳۷۱: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ اب وہ ضرور جانتے ہیں کہ جو کچھ میں {ان سے[2]} کہتا تھا؛ سچ ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تو مردوں کو نہیں سناتا۔

١٣٧٢ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ سَمِعْتُ الْأَشْعَثَ عَنْ أَبِيْهِ

۱۳۷۲: عبدان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ (عثمان) نے مجھے بتایا۔ شعبہ سے مروی ہے کہ

---

[1] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "تَدْعُو" کی بجائے "اَتَدْعُو" ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۲۹۵)
[2] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "اَقُوْلُ" کی بجائے "اَقُوْلُ لَهُمْ" ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۲۹۵)

عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ يَهُوْدِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلَّى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ زَادَ غُنْدَرٌ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ

(انہوں نے کہا:) میں نے اشعث سے سنا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی اور اس نے قبر کے عذاب کا ذکر کیا اور ان سے کہا: اللہ تجھے عذابِ قبر سے بچائے رکھے۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذابِ قبر کی نسبت پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: ہاں عذابِ قبر (ضرور) ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: اس کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپؐ نے کوئی نماز پڑھی ہو اور (اس میں) عذابِ قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔ غندر نے اپنی روایت میں اتنا بڑھایا: عذابِ قبر حق ہے۔

۱۳۷۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَقُوْلُ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِي يَفْتَتِنُ فِيْهَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّةً

۱۳۷۳: یحییٰ بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) (عبداللہ) بن وہب نے ہم سے بیان کیا، کہا: یونس نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے سنا۔ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور خطیب کھڑے ہوئے اور آپؐ نے قبر کے اس امتحان کا ذکر کیا، جس میں آدمی پرکھا جاتا ہے۔ جب آپؐ نے اس کا ذکر کیا تو مسلمانوں نے گھبرا کر (آہ و بکا سے) شور بپا کر دیا۔

اطرافه: ٨٦، ١٨٤، ٩٢٢، ١٠٥٣، ١٠٥٤، ١٠٦١، ١٢٣٥، ٢٥١٩، ٢٥٢٠، ٧٢٨٧.

١٣٧٤ : حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا قَالَ قَتَادَةُ وَذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى حَدِيْثِ أَنَسٍ قَالَ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ

اطرافہ: ١٣٣٨۔

١٣٧٤: عیاش بن ولید نے ہم سے بیان کیا،(کہا:) عبدالاعلیٰ نے ہم سے بیان کیا۔(انہوں نے کہا:) سعید(بن ابی عروبہ) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے قتادہ سے،قتادہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت انسؓ نے ان سے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہےاور اس کے ساتھی اس سے لوٹ جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں: تو اس شخص محمدؐ کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ پس جو مومن ہے وہ کہے گا: میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں تو اس سے کہا جائے گا: آگ میں اپنا ٹھکانا دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے اس کی جگہ جنت میں ٹھکانا بنا دیا ہے۔تو وہ ان دونوں کو ہی اکٹھا دیکھے گا۔قتادہ نے کہا: اور ہم سے یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس کی قبر میں اس کے لئے کشادگی کر دی جائے گی۔ پھر قتادہ نے حضرت انسؓ کی یہ حدیث بیان کرنا شروع کی۔ کہا: لیکن جو منافق یا کافر ہے۔اس سے پوچھا جائے گا: اس شخص (محمدؐ) کی نسبت تمہارا کیا اعتقاد تھا؟ تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا۔ میں وہی کچھ کہتا تھا، جو لوگ کہتے تھے۔تو اُس سے کہا جائے گا: نہ تو خود سمجھا اور نہ تو نے (سمجھنے والے کی) پیروی کی اور اس پر لوہے کے گرزوں کی مار پڑے گی اور وہ زور سے چلائے گا۔ جو بھی اس کے آس پاس ہوں گے سوائے آدمیوں اور جنوں کے سب سنیں گے۔

تشریح: مَا جَآءَ فِیْ عَذَابِ الْقَبْرِ : معتزلہ میں سے ایک فریق نے عذابِ قبر کا انکار کیا ہے۔(فتح الباری جزء۳صفحہ۲۹۶) یہ باب قائم کر کے امام بخاریؒ نے مستند روایتوں سے اس مسئلہ کے صحیح ہونے کا ثبوت دیا ہے۔قطع نظر اس بحث سے کہ آیا وہ عذاب روح پر وارد ہوگا یا جسم پر اور یہ کہ قبر سے مراد آیا یہی زمینی قبر ہے یا وہ مقام ہے جو موت کے بعد روح کا ٹھکانا ہے۔جہاں (بمصداق) آیت فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَآ شَآءَ اَنْشَرَهٗ. اللہ تعالیٰ اس کو ٹھہراتا ہے اور وہیں سے اس کا نشر یعنی دوبارہ زندگی شروع ہوتی ہے۔اِقْبَارٌ کے معنی ہیں: اَنْ یُّنْزِلَهٗ مَنْزِلَهٗ. (لسان العرب تحت لفظ قبر) یعنی اس کو اپنے منزل مقصود پر اُتارنا۔بعض قومیں اپنے مردوں کو جلاتی ہیں۔قبروں میں دفن ہونے والوں کی تعداد ان کے بالمقابل محدود ہے اور ایسے مردے کروڑوں کی تعداد میں ہیں اور لاکھوں انسان درندوں اور پرندوں کی خوراک ہوتے ہیں اور ہزاروں ڈوب کر مرتے ہیں۔موت کے بعد سبھی سے سوال و جواب ہوگا۔خواہ قبر میں مدفون ہو یا جلایا گیا ہو یا غرق ہو یا پرندوں نے اسے نوچا ہو یا درندوں نے کھا لیا ہو۔چونکہ موت کے بعد کسی مردہ جسم کو نہ بٹھایا جاتا ہے نہ مردہ جسم میں کوئی حالت پیدا ہوتی ہے جس سے پتہ لگے کہ وہ کس قسم کی پرسش یا گرفت میں ہے۔نہ قبر میں تنگی یا کشادگی کی صورت واقع ہوتی ہے۔اس لئے بعض علماء نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ عذابِ قبر سے مراد اس قبر کا عذاب نہیں بلکہ یہ عذاب برزخی قبر سے متعلق ہے۔قرآن مجید کے الفاظ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ سے نیز کتاب الجنائز باب ۲۷، کتاب الصلوۃ باب ۴۸ سے بھی ان علماء کے خیال کی تائید ہوتی ہے۔اگر اسی ظاہری قبر میں اور خاکی جسم کے ساتھ عذاب کا سلسلہ محدود ہوتا تو ایک ہی گڑھے میں ایک سے زیادہ مردوں کو اکٹھا دفن نہ کیا جاتا اور نہ مشرکین کی قبریں کھولی جاتیں۔آیت محولہ بالا سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ اسے ٹھہراتا ہے، وہیں سے اس کا نشور بھی کرتا ہے۔امام بخاریؒ نے عذابِ قبر کا عنوان قائم کر کے جن آیات کا حوالہ دیا ہے اُن سب سے موت کے بعد ہی سلسلہ عذاب کا شروع ہو جانا ثابت ہے۔گویا امام موصوفؒ نے روایات محولہ بالا میں وارد شدہ سزا کی تشریح ان آیات کی روشنی میں کی ہے اور ظاہر ہے کہ ان میں عذاب قبر کا ذکر نہیں بلکہ مطلق عذاب کا ذکر ہے جو تین زمانوں میں ممتد ہے۔ایک بوقت نزع یعنی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ (الانعام:۹۴) دوسرا بحالتِ برزخ یعنی یُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا (المؤمن:۴۷) اور تیسرا عذاب یعنی یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (المؤمن:۴۷) ان آیات کا حوالہ دے کر عذاب قبر کی وضاحت کی گئی ہے۔امام بخاریؒ کا مذہب یہ ہے کہ حدیث قرآن مجید کے تابع اور اس کی شارح ہے۔عذاب قبر اُن کے نزدیک وہ عذاب برزخ ہے جس کا ذکر آیت یُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا میں کیا گیا ہے۔اسی آیت پر محولہ بالا روایتیں محمول کی جائیں گی۔

غرض موت کے بعد سلسلہ حیات ایک ہی ہے اور وہ بلا انقطاع ہے۔خواہ عالم برزخ میں ہو، خواہ عالم بعث میں۔ مزید تشریح کے لئے دیکھئے کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی، دوسرے سوال کا جواب، صفحہ ۸۲تا۹۹، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۶ تا ۴۱۳۔عذابِ قبر سے متعلق بہت سی روایتیں مشہور تھیں جنہیں امام موصوفؒ نے بوجہ غیر معتبر ہونے کے ردّ کر دیا

ہےاور مَا جَآءَ فِیْ عَذَابِ الْقَبْرِ کاعنوان قائم کرکےان تمام روایتوں میں سےصرف چندایک مستندروایتیں قبول کی ہیں۔ان میں سےایک روایت حضرت عائشہؓ کی ہے۔(روایت نمبر۱۳۷۱) حضرت عائشہؓ نہ صرف چوٹی کے محدثین میں سے ہیں بلکہ نہایت ثقہ اوراعلیٰ درجہ کی فقیہہ بھی۔ چنانچہ انہوں نے قرآن کریم کی آیت کا حوالہ دے کر حدیث کے غلط مفہوم سے بچایا ہے۔سب سے آخر میں قتادہ کی روایت کا ذکر کیا گیا ہے۔(نمبر۱۳۷۴) جس میں قبر کشادہ کرنے اور لوہے کی گرز سے سزا ملنے کا ذکر ہے۔ یہ روایت نمبر۱۳۳۸ میں گذر چکی ہے۔دونوں کے الفاظ اور مفہوم میں فرق ہے۔ قتادہ خودتو نہایت ثقہ ہیں مگر ضبط الفاظ میں ان کا حافظہ قوی نہ تھا۔علاوہ ازیں اس روایت کی سند سابقہ سند سے مختلف ہے۔ جس کی وجہ سے الفاظ میں اختلاف ہے۔قتادہ کی یہی روایت صحیح مسلم،صحیح ابن حبان اور ترمذی وغیرہ میں بھی منقول ہے جس میں قبر کے ستر گز فراخ ہونے کا ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ وہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ (مسلم،کتاب الجنۃوصفۃ نعیمھا واھلھا، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ او النار علیہ) (ترمذی،کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر) (صحیح ابن حبان،کتاب الجنائز، فصل فی احوال المیت فی قبرہ، ذکر الاخبار عن وصف التنین الذی یسلط علی الکافر فی قبرہ) تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۳صفحہ۳۰۲۔

غرض اس مختصر تبصرہ سے ظاہر ہے کہ اس روایت سے متعلق بیانات مخدوش ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اسے سب سے آخر میں رکھا گیا ہےاور حضرت براء بن عازبؓ کی روایت کو مقدم کیا گیا ہے جس کا مضمون مختصر اور جس کی تائید مابعد کی روایتوں سے ہوتی ہے۔اس تقدیم وتاخیر میں امام موصوفؒ کی رائے مضمر ہے۔روایت نمبر۱۳۷۴ میں قتادہؒ کا یہ قول کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ قبر کشادہ کر دی جائے گی،اس سے ان روایات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جن کے بیانات سخت مضطرب اور مختلف ہیں۔ جہاں بھی قتادہؒ کی روایت سے متعلق امام موصوفؒ کو ضبط الفاظ کے بارے میں تردّد ہوا ہے وہاں اس سقم کا تدارک کسی نہ کسی طریق سے کیا ہے۔(اس تعلق میں دیکھئے کتاب الحرث والمزارعۃ، باب ا، تشریح روایت نمبر۲۳۲۰) روایت نمبر۱۳۷۰ سے استدلال کیا جاسکتا تھا کہ مردے کو انسان اپنی بات سنا سکتا ہے۔مگر روایت نمبر۱۳۷۱ میں آیت اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی سے اس کا ردّ کیا مگر اس کے باوجود حضرت عائشہؓ نے عذابِ قبر تسلیم کیا ہے۔ان کی ہمشیرہ حضرت اسماءؓ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔(روایت نمبر۱۳۷۳) وہ بھی اس وقت موجود تھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذابِ قبر کا ذکر کرکے صحابہؓ کو اس سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی اور اس عذاب کی نوعیت وہی ہے جس کا ذکر آیت اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا میں وارد ہوا ہے۔روایت نمبر۱۳۷۳ میں قبر کے جس امتحان کا ذکر وارد ہوا ہے، اس کے متعلق دیکھئے کتاب الکسوف تشریح باب نمبر۹ وباب۱۴۔

وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا: روایت نمبر۱۳۷۰ میں مشرکین مکہ کے مقتولوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال اور صحابہ کرامؓ کے آپؐ سے دریافت کرنے کا ذکر ہے کہ کیا آپؐ مردوں کو بلاتے ہیں؟ جس پر آپؐ نے فرمایا: مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَّا یُجِیْبُوْنَ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔البتہ وہ جواب نہیں دیتے۔ یہ سوال

استحضارِاَرواح کی قسم کا نہیں۔ روحوں کی حاضری اوران کی ملاقات اوران سے سوال وجواب کاتعلق محض قوتِ متخیلہ سے تعلق رکھتا ہےاور یہ صورت مکاشفہ کی ہے۔ یہ ایک الگ مضمون ہےجس کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔اس تعلق میں دیکھئے آنحضرت ﷺ کے مکاشفات زیر روایت متعلق وفاتِ نجاشی، شہداءِ جنگ تبوک، شہادت حضرت عبداللہ ابوجابرؓ۔ اہل اللہ نے بحالتِ کشف آنحضرت ﷺ سے بارہاملاقات کی۔حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بحالت کشف کئی بار ملاقات کی جس کا ذکر آپؑ ایک قصیدہ میں بایں الفاظ فرماتے ہیں:

وَاللّٰہِ اِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ جَمَالَہٗ بِعُیُوْنِ جِسْمِیْ قَاعِدًا بِمَکَانِیْ
وَرَاَیْتُ فِیْ رَیْعَانِ عُمْرِیْ وَجْھَہٗ ثُمَّ النَّبِیُّ بِیَقْظَتِیْ لَاقَانِیْ

(آئینہ کمالات اسلام۔روحانی خزائن جلد۵صفحہ۵۹۳)

یعنی خدا کی قسم! میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کےحسن وجمال کواپنے اس جسم کی آنکھوں کے ساتھ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے دیکھا ہےاور میں نے آغازِ جوانی میں بھی آپؐ کے روئے مبارک کا دیدار کیا۔پھرایک موقع پر عین بیداری کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ملاقات کا شرف بخشا۔

اورحضرت عیسیٰؑ کی ملاقات سے متعلق فرماتے ہیں: میری بارہا کشفی حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی ہے اورانہوں نے ایک ہی دسترخوان پر میرے ساتھ کھانا کھایا ہے۔اولیاءاللہ کی یہ ملاقاتیں مکاشفے سے تعلق رکھتی ہیں۔سپرچولزم spiritualism (استحضارالارواح) سے ایسے نظاروں کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ایسے نظاروں کے دیکھنے سے انسان کے ارادے کا کوئی تعلق ہے۔اخروی زندگی میں بھی جن ارواح کواس دنیا کے متعلق علم دیا جاتا ہے، اس کاتعلق بھی اسی قسم کے مکاشفہ سے ہے جو ملائکہ کے توسط اوراذنِ الٰہی سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔اس اخروی مکاشفے کا اس دنیوی مکاشفہ پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

بَاب ۸۷: اَلتَّعَوُّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

عذابِ قبر سے پناہ مانگنا

۱۳۷۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَجَبَتِ الشَّمْسُ

۱۳۷۵: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا،(کہا:) یحيٰ (بن سعید قطان) نے ہم سے بیان کیا۔(انہوں نے کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا،کہا: عون بن ابی جُحَیفہ نے مجھے بتایا۔انہوں نے اپنے باپ سے،ان کے باپ نے حضرت براء بن عازبؓ سے،حضرت براءؓ نے حضرت ابوایوب (انصاری) رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے۔سورج غروب ہو چکا تھا۔آپؐ نے ایک آواز سنی تو فرمایا:

فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ يَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِي قُبُوْرِهَا وَقَالَ النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَوْنٌ سَمِعْتُ أَبِي سَمِعْتُ الْبَرَاءَ عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہود ہیں۔ انہیں قبروں میں سزا دی جا رہی ہے۔ اور نضر (بن شمیل) نے کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ (کہا:) عون نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے اپنے باپ (ابوجُحَیفہ) سے سنا۔ (وہ کہتے تھے:) میں نے حضرت براءؓ سے سنا۔ حضرت براء نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابوایوبؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔

١٣٧٦: حَدَّثَنَا مُعَلًّى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَتْنِي ابْنَةُ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

اطرافه: ٦٣٦٤۔

۱۳۷۶: معلّٰی (بن اسد) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب نے ہمیں بتایا کہ موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: خالد بن سعید بن عاص کی بیٹی (حضرت امّ خالدؓ) نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے نبی ﷺ سے سنا کہ آپؐ قبر کے عذاب سے پناہ مانگ رہے تھے۔

١٣٧٧: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ.

۱۳۷۷: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہشام (دستوائی) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) یحیٰ (بن ابی کثیر) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوسلمٰی سے، ابوسلمٰی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے: اے میرے اللہ! قبر کے عذاب سے میں تیری پناہ لیتا ہوں اور (ایسا ہی) آگ کے عذاب سے، اور زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح الدجّال کے فتنہ سے۔

تشریح: **اَلتَّعَوُّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ:** اس باب کا تعلق بھی سابقہ باب سے ہے یعنی اگر عذابِ قبر کا وجود نہیں تو اس سے پناہ مانگنے کے کیا معنی؟ جن لوگوں نے انکار کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قبر سے

مراد زمینی قبر ہی ہے۔جیسا کہ سابقہ باب میں بیان کیا جاچکا ہے۔روایت نمبر ۱۳۷۵ میں جو آواز سننے کا واقعہ مروی ہے وہ بحالتِ کشف ہے۔اس تعلق میں دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی، پہلا اور دوسرا دقیقۂ معرفت صفحہ ۸۶ تا ۹۷، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۰ تا ۴۱۱۔

بَاب۸۸: عَذَابُ الْقَبْرِ مِنَ الْغِيْبَةِ وَالْبَوْلِ

غیبت اور پیشاب کی وجہ سے قبر کا عذاب ہوگا

۱۳۷۸: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلَى أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعَى بِالنَّمِيْمَةِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ قَالَ ثُمَّ أَخَذَ عُوْدًا رَطْبًا فَكَسَرَهُ بِاثْنَتَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى قَبْرٍ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا.

۱۳۷۸: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے مجاہد سے، مجاہد نے طاؤس سے روایت کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گذرے۔ آپؐ نے فرمایا: ان کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: البتہ ان میں سے ایک جو ہے تو وہ غیبت کرتا پھرتا تھا اور دوسرا جو ہے، وہ پیشاب سے بچاؤ نہیں کرتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: پھر آپؐ نے ایک سبز ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے کئے۔ پھر اُن میں سے ہر ایک ٹکڑے کو ہر ایک قبر پر گاڑ دیا۔ پھر فرمایا: امید ہے کہ جب تک یہ سوکھیں نہیں اُن کے عذاب میں تخفیف کی جائے۔

اطرافه: ۲۱۶، ۲۱۸، ۱۳۶۱، ۶۰۵۲، ۶۰۵۵۔

تشریح: عَذَابُ الْقَبْرِ مِنَ الْغِيْبَةِ وَالْبَوْلِ: باب مذکورہ بالا کے تعلق میں دیکھئے کتاب الوضوء باب نمبر ۵۵، روایت نمبر ۲۱۶۔

بَاب ۸۹: اَلْمَيِّتُ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

میت کو صبح شام اس کا ٹھکانہ اس کے سامنے پیش کر کے دکھایا جاتا ہے

۱۳۷۹: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَبْعَثَكَ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

۱۳۷۹: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو صبح وشام اس کا ٹھکانہ (جنت یا دوزخ والا) اس کے سامنے پیش کر کے اسے دکھایا جاتا ہے۔ اگر جنتیوں میں سے ہوا تو جنتیوں میں اور اگر دوزخیوں میں سے ہوا تو دوزخیوں میں اور اسے کہا جاتا ہے: یہ ہے تیرا ٹھکانہ۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن اُٹھائے۔

اطرافه: ۳۲٤۰، ٦٥١٥۔

تشریح: اَلْمَيِّتُ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ: نیک وبداعمال جس طرح اس دنیا میں اپنے برے بھلے نتائج کا عکس ڈالتے ہیں اور ان کے ظہور سے پہلے انسان اپنے نفس میں افسردگی یا انبساط محسوس کرتا ہے اسی طرح عالم برزخ میں بھی ہوگا اور انسانی روح کو واضح طور پر مشاہدہ کرایا جائے گا کہ آیا اس کا ٹھکانہ جنت میں ہے یا جہنم میں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے اسلامی اصول کی فلاسفی۔ ''دوسرا دقیقہ معرفت''۔ صفحہ ۹۴ تا ۹۷، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۸ تا ۴۱۱۔

معتزلہ وغیرہ کے انکار کی وجہ سے امام موصوفؒ کو علیحدہ علیحدہ یہ عنوان قائم کرنے پڑے ہیں۔ دنیا کے صبح وشام جن معنوں میں ہمارے لئے ہیں مُردوں کے لئے نہیں۔ صرف سمجھانے کی غرض سے طرزِ بیان میں اس مادی دنیا کی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔ جیسا کہ اگلا باب بھی یہی بات ذہن نشین کرانے کے لئے قائم کیا گیا ہے کہ ان امور کا تعلق اس کی روح کے ساتھ ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۳۰۸)

بَاب ۹۰ : كَلَامُ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ

چارپائی پر میت کا بات کرنا

۱۳۸۰ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِي قَدِّمُوْنِي وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ يَا وَيْلَهَا أَيْنَ يَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلَّا الْإِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَهَا الْإِنْسَانُ لَصَعِقَ

۱۳۸۰: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید بن ابی سعید سے، سعید نے اپنے باپ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کی چارپائی رکھ دی جاتی ہے اور پھر لوگ اسے اپنی گردنوں پر اُٹھا لیتے ہیں تو اگر وہ نیک (روح) ہوئی تو وہ کہتی ہے: مجھے آگے لے چلو، مجھے آگے لے چلو۔ اور اگر نیک نہ ہوئی تو وہ کہتی ہے: ہائے مصیبت! یہ اسے کہاں لے جا رہے ہیں؟ انسان کے سوا ہر چیز اس کی آواز سنتی ہے۔ اگر انسان اسے سن پائے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

اطرافه: ۱۳۱٤، ۱۳۱٦۔

تشریح: كَلَامُ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ: باب۵۲ کا عنوان یہاں خفیف سے لفظی تغیر کے ساتھ دُہرایا گیا ہے اور روایت نمبر ۱۳۱٦ کے دوبارہ ذکر کرنے سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ انسانی روح کو یہ احساس کہ اس کا انجام نیک ہے یا بد؛ موت کے بعد معاً شروع ہو جاتا ہے۔ نیز دیکھئے تشریح باب ۵۲۔

بَاب ۹۱ : مَا قِيْلَ فِي أَوْلَادِ الْمُسْلِمِيْنَ

مسلمانوں کے بچوں سے متعلق جو بیان کیا گیا ہے

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا: جس کے تین ایسے

لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانَ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ

بچے مرجائیں جو ابھی سن تمیز کو نہیں پہنچے تو ان کا مرنا اس کے لئے آگ سے روک ہوگا یا فرمایا: وہ جنت میں داخل ہوگا۔

١٣٨١: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ يَمُوْتُ لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ

اطرافه: ١٢٤٨۔

۱۳۸۱: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابن عُلَیّہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالعزیز بن صہیب سے، عبدالعزیز نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں جس مسلمان کے تین ایسے بچے مرجائیں جو ابھی سنِ تمیز کو نہ پہنچے ہوں تو اللہ اسے ضرور ہی اپنی اس رحمت کے طفیل جنت میں داخل کرے گا جو اسے ان کے ساتھ ہے۔

١٣٨٢: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ

اطرافه: ٣٢٥٥، ٦١٩٥۔

۱۳۸۲: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا۔ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ عدی بن ثابت سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت براء (بن عازب) رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: جب ابراہیم علیہ السلام فوت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔

تشریح: **مَا قِيْلَ فِيْ أَوْلَادِ الْمُسْلِمِيْنَ**: باب ٦ میں مذکورہ بالا باب کا مضمون گذر چکا ہے مگر یہاں اس کا اعادہ ایک اختلافی مسئلے کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے۔ ائمہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مسلمان کا بچہ جنت میں جائے گا مگر ایک فریق نے یہ رائے تسلیم نہیں کی جس کی وجہ حضرت عائشہؓ کی وہ حدیث ہے جو مسلم نے نقل کی ہے کہ انہوں نے انصار کے ایک بچے کے فوت ہونے پر کہا: طُوْبٰى لَهُ لَمْ يَعْمَلِ السُّوْءَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ. یعنی وہ خوش قسمت ہے کہ اس نے کوئی بدی نہیں کی نہ بدی کی عمر پائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ

خَلَقَ لِلْجَنَّةِ اَهْلًا. (مسلم، كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة وحكم موت الأطفال) یعنی یا اس کے سوا اور بات! اے عائشہ! جنت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے اہل پیدا کئے ہیں۔ اس حدیث کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ آپؐ نے اخروی امور میں قطعی رائے ظاہر فرمانے کو ناپسند فرمایا ہے۔ امام بخاریؒ نے مندرجہ روایتوں سے استدلال کیا ہے کہ اگر بچہ والدین کے لئے نجات کا موجب ہوگا تو بدرجہ اولیٰ خود بھی آگ سے بچایا جائے گا۔

روایت نمبر ۱۳۸۲ سے ظاہر ہے کہ بچے جو فوت ہو جاتے ہیں، ان کی تربیت کا سلسلہ مابعد الموت جاری رہے گا۔

بَاب ٩٢ : مَا قِيْلَ فِي أَوْلَادِ الْمُشْرِكِيْنَ

مشرکوں کی اولاد سے متعلق جو بیان کیا گیا ہے

١٣٨٣ : حَدَّثَنَا حِبَّانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَوْلَادِ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ اللهُ إِذْ خَلَقَهُمْ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ.

اطرافه: ٦٥٩٧۔

۱۳۸۳: حبان (بن موسیٰ مروزی) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) عبد اللہ نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابو بشر (جعفر) سے، ابو بشر نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت (عبداللہ) بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کی اولاد کی بابت پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب انہیں پیدا کیا تھا، خوب جانتا تھا کہ وہ کیا کچھ کرنے والے ہیں۔

١٣٨٤ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ اللهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ

اطرافه: ٦٥٩٨، ٦٦٠٠

۱۳۸۴: ابوالیمان (حکم بن نافع) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: عطاء بن یزید لیثی نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کی اولاد کی بابت پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ ہی خوب جانتا ہے، وہ کیا کچھ کرنے والے تھے۔

۱۳۸۵ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَثَلِ الْبَهِيْمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةَ هَلْ تَرَى فِيْهَا جَدْعَاءَ

۱۳۸۵: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، ابوسلمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے جانور جانور ہی جنتے ہیں۔ کیا تم ان میں کن کٹا بھی دیکھتے ہو؟

اطرافه: ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ٤٧٧٥، ٦٥٩٩۔

تشریح: مَا قِيْلَ فِيْ اَوْلَادِ الْمُشْرِكِيْنَ: امام بخاریؒ نے دو باب یعنی نمبر ۹۲، ۹۳ یکے بعد دیگرے قائم کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ مشرکوں کے بچے مرنے کے بعد جنت میں ہوں گے۔ باب ۹۲ کی روایتوں سے ظاہر ہے کہ بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے۔ بعد کو اس کا ماحول اس میں تبدیلی پیدا کرتا ہے اور اگر وہ بچپن ہی میں فوت ہو جائیں تو بالطبع وہ فطرت پر مریں گے۔ دوسرے باب کی روایت میں وضاحت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اردگرد جو بچے تھے وہ لوگوں کے تھے۔ یعنی مشرکوں، کافروں اور مسلمانوں کے۔

باب ۹۳ کا نیا عنوان اس لئے قائم نہیں کیا کہ اس کا تعلق بلحاظ نفس مضمون باب ۹۲ سے ہے۔ غیر مسلم بچے کا جنازہ پڑھنے یا نہ پڑھنے سے متعلق باب ۷۹ میں مسئلہ کی اصل نوعیت اور اس سے متعلق فقہاء کی رائے کا ذکر گزر چکا ہے۔ یہاں اس کے جنتی یا جہنمی ہونے کے بارے میں بحث ہے۔ کتاب الوضو باب ۷۴ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خواب کے ضمن میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ شرعی مسائل کا استنباط خواب سے نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی وہ مسائل جن کا تعلق عملی شریعت سے ہے۔ یہاں ایک ایسے عقیدہ سے متعلق رائے کا اظہار ہے جس کی تائید ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے ہوتی ہے اور دوسری طرف عالم اَرواح کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشاہدہ سے جو آپؐ کو بذریعہ خواب ہوا۔ اس وجہ سے باب ۹۲ کو باب ۹۳ پر مقدم کیا ہے۔ (اس ضمن میں دیکھئے تشریح باب نمبر ۹۱)

بَاب۹۳

۱۳۸۶: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ مَنْ رَّأَى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ فَإِنْ رَأَى أَحَدٌ قَصَّهَا فَيَقُوْلُ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَسَأَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ رُؤْيَا قُلْنَا لَا قَالَ لَكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخَذَا بِيَدِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهِ كَلُّوْبٌ مِنْ حَدِيْدٍ قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ مُّوْسَى كَلُّوْبٌ مِنْ حَدِيْدٍ يُدْخِلُهُ فِي شِدْقِهِ حَتَّى يَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخَرِ مِثْلَ ذَلِكَ وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهُ هَذَا فَيَعُوْدُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ قُلْتُ مَا هَذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلَى قَفَاهُ وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِهِ بِفِهْرٍ أَوْ صَخْرَةٍ فَيَشْدَخُ بِهِ

۱۳۸۶: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) جریر بن حازم نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابورجاء (عمران بن تیم) نے ہمیں بتایا کہ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ چکتے تو ہماری طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے: آج رات تم میں سے کس نے خواب دیکھا؟ (حضرت سمرہؓ) کہتے تھے: اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو وہ بیان کرتا۔ پھر جو اللہ چاہتا، آپؐ تعبیر فرماتے۔ ایک دن آپؐ نے ہم سے پوچھا، فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: مگر میں نے تو آج رات دو شخص دیکھے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ارضِ مقدسہ کی طرف لے گئے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا اور ایک شخص کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا ہے۔ ہمارے بعض ساتھیوں نے موسیٰ (بن اسماعیل) سے یوں نقل کیا: لوہے کا آنکڑا ہے، جو وہ اس کے گلپھڑے میں گھسیڑتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کی گدی تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر دوسرے گلپھڑے میں بھی اسی طرح کرتا ہے اور پہلا گلپھڑا جڑ جاتا ہے اور وہ بار بار اسی طرح کرتا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا: یہ کیا؟ ان دونوں نے کہا: آگے چلیں۔ ہم چل پڑے۔ یہاں تک کہ ہم ایک ایسے شخص کے پاس آئے جو اپنی گدی کے

رَأْسَهُ فَإِذَا ضَرَبَهُ تَدَهْدَهَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهُ فَلَا يَرْجِعُ إِلَى هَذَا حَتَّى يَلْتَئِمَ رَأْسُهُ وَعَادَ رَأْسُهُ كَمَا هُوَ فَعَادَ إِلَيْهِ فَضَرَبَهُ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا إِلَى ثَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوْا حَتَّى كَادَ أَنْ يَّخْرُجُوْا فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِيْهَا وَفِيْهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلَى وَسَطِ النَّهَرِ، رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ قَالَ يَزِيْدُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ جَرِيْرِ ابْنِ حَازِمٍ وَعَلَى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيْهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هَذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى رَوْضَةٍ

بل لیٹا ہوا تھا اور ایک آدمی اس کے سر پر سل بٹہ یا کہا پتھر لئے کھڑا ہے اور اس سے اس کا سر پھوڑ رہا ہے۔ جب اسے مارتا ہے تو پتھر لڑھک جاتا ہے۔ پھر وہ اس کو لینے جاتا ہے۔ ابھی اس کی طرف نہیں لوٹتا کہ اس کا سر جڑ جاتا ہے اور پھر ویسے ہی ہوجاتا ہے جیسے پہلے تھا۔ پھر وہ اس کی طرف دوبارہ لپکتا ہے اور اسے مارتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ ان دونوں نے کہا: آگے چلیں۔ تو ہم ایک گڑھے کی طرف گئے جو تنور کی طرح تھا۔ اوپر سے تنگ تھا اور نیچے سے کشادہ۔ اس کے اندر آگ سلگ رہی تھی۔ جب آگ کی لپٹ کنارے تک آتی تو وہ لوگ بھی اوپر اُٹھ آتے، یہاں تک کہ وہ نکلنے کے قریب ہوتے۔ جب دھیمی ہوتی تو وہ بھی اس میں لوٹ جاتے اور اس میں کئی عورتیں اور مرد ننگے تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون؟ دونوں نے کہا: آگے چلیں۔ ہم چل پڑے۔ یہاں تک کہ ہم ایک خون کی ندی پر آئے، اس میں ایک آدمی کھڑا تھا اور وہ ندی کے درمیان میں تھا۔ اور ایک (اور) آدمی تھا جس کے سامنے پتھر تھے۔ یزید (بن ہارون) اور وہب بن جریر نے جریر بن حازم سے یوں روایت کی: کیا دیکھتے ہیں کہ ندی کے کنارے پر ایک شخص ہے۔ (جس کے سامنے پتھر ہیں۔) اتنے میں وہ شخص جو ندی کے اندر تھا، آگے کو بڑھا۔ جب اس نے نکلنے کا ارادہ کیا تو دوسرے آدمی نے اس کے منہ پر پتھر مارا اور اسے وہیں لوٹا دیا؛ جہاں تھا۔ پھر ایسا ہی کرتا ہے جب کبھی وہ نکلنے کے لئے آتا

خَضْرَاءَ فِيْهَا شَجَرَةٌ عَظِيْمَةٌ وَفِي أَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِبْيَانٌ وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيْبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوْقِدُهَا فَصَعِدَا بِي فِي الشَّجَرَةِ وَأَدْخَلَانِي دَارًا لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصِبْيَانٌ ثُمَّ أَخْرَجَانِي مِنْهَا فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِي دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ فِيْهَا شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ قُلْتُ طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ فَأَخْبِرَانِي عَمَّا رَأَيْتُ قَالَا نَعَمْ أَمَّا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الْآفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهِ مَا رَأَيْتَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالَّذِي رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللهُ الْقُرْآنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي الثَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ آكِلُوا الرِّبَا وَالشَّيْخُ فِي أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهُ أَوْلَادُ النَّاسِ وَالَّذِي

تو اس کے منہ پر پتھر مارتا اور وہ جہاں ہوتا وہاں لوٹ جاتا۔ میں نے کہا: یہ کیا؟ دونوں نے کہا: آگے چلیں۔ ہم چل پڑے۔ یہاں تک کہ ایک سرسبز باغ میں آئے، جس میں ایک بہت ہی بڑا درخت تھا۔ اس کی جڑ کے پاس ایک بوڑھا اور کچھ بچے تھے اور دیکھا کہ ایک شخص درخت کے قریب ہے۔ اس کے سامنے آگ ہے، جسے وہ جلا رہا ہے۔ وہ دونوں مجھے لے کر درخت پر چڑھ گئے اور مجھے ایسے گھر میں لے گئے کہ میں نے اس سے اچھا (اور اس سے بہتر) گھر کبھی نہیں دیکھا۔ اس میں بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے ہیں۔ پھر انہوں نے مجھے وہاں سے نکالا اور درخت پر چڑھا لے گئے اور مجھے ایک ایسے گھر کے اندر لے گئے جو پہلے گھر سے بھی زیادہ خوبصورت اور بہتر تھا۔ اس میں بوڑھے اور جوان ہیں۔ میں نے کہا: تم نے مجھے آج رات خوب گھمایا ہے جو میں نے دیکھا ہے اس کے متعلق مجھے بتلاؤ تو سہی۔ ان دونوں نے کہا: اچھا وہ جو تم نے دیکھا تھا کہ اس کا گلپھڑ اچیرا جارہا ہے، وہ بڑا جھوٹا شخص ہے جو جھوٹی بات بیان کرتا۔ لوگ اسے سن کر ادھر اُدھر لے جاتے، یہاں تک کہ چاروں طرف وہ بات پہنچ جاتی۔ اس لئے اس کے ساتھ بھی قیامت کے دن یہی معاملہ ہوتا رہے گا جو تم نے دیکھا اور جسے تم نے دیکھا کہ اس کا سر پھوڑا جا رہا ہے، وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا تھا تو وہ رات کو تو اس سے غافل سوتا رہا اور دن کو اس پر عمل نہ کیا۔ اس کے ساتھ بھی قیامت کے دن تک یہی ہوتا رہے گا اور وہ لوگ جو تم نے گڑھے میں دیکھے تو وہ زانی ہیں اور جس کو تم نے نہر میں دیکھا، اس سے مراد سود خور ہیں اور وہ

يُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُ الْأُوْلَى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ وَأَنَا جِبْرِيْلُ وَهَذَا مِيْكَائِيْلُ فَارْفَعْ رَأْسَكَ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابِ قَالَا ذَاكَ مَنْزِلُكَ قُلْتُ دَعَانِي أَدْخُلْ مَنْزِلِي قَالَا إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ

بوڑھا شخص جوتم نے درخت کی جڑ میں دیکھا تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور بچے جواُن کے اردگرد تھے تو وہ لوگوں کے بچے ہیں اور وہ جو آگ جلا رہا ہے تو وہ مالک فرشتہ ہے جو دوزخ کا داروغہ ہے اور وہ پہلا گھر جس کے اندر تم گئے تھے وہ عام مومنوں کا گھر ہے اور یہ جو دوسرا گھر ہے تو وہ شہیدوں کا گھر ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہے۔ اپنا سر اٹھاؤ۔ میں نے اپنا سر اُٹھایا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اوپر اَبر کی طرح کوئی چیز ہے۔ ان دونوں نے کہا: وہ تمہارا مقام ہے۔ میں نے کہا: مجھے چھوڑو کہ میں اپنے مقام میں جاؤں تو ان دونوں نے کہا: ابھی تمہاری عمر باقی ہے جو تم نے پوری نہیں کی۔ اگر تم پوری کر چکے ہوتے تو تم اپنے مقام میں پہنچ جاتے۔

اطرافه: ۸٤٥، ۱۱٤۳، ۲۰۸٥، ۲۷۹۱، ۳۲۳٦، ۳۳٥٤، ٤٦٧٤، ٦۰۹٦، ۷۰٤۷۔

بَاب ۹٤: مَوْتُ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

پیر کے دن فوت ہونا

۱۳۸۷: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ فِي كَمْ كَفَّنْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ وَقَالَ لَهَا فِي أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

۱۳۸۷: معلّی بن اسد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام (بن عروہ) سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس (عیادت کے لئے گئی) تو انہوں نے پوچھا: آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا تھا؟ حضرت عائشہؓ نے کہا: تین دُھلے ہوئے سفید سوتی کپڑوں میں۔ ان میں نہ کُرتا تھا نہ پگڑی اور انہوں نے حضرت عائشہؓ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا قَالَتْ يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ قَالَ أَرْجُو فِيْمَا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيْلِ فَنَظَرَ إِلَى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيْهِ بِهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ اغْسِلُوْا ثَوْبِي هَذَا وَزِيْدُوْا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ فَكَفِّنُوْنِي فِيْهَا قُلْتُ إِنَّ هَذَا خَلَقٌ قَالَ إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيْدِ مِنَ الْمَيِّتِ إِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ فَلَمْ يُتَوَفَّ حَتَّى أَمْسَى مِنْ لَيْلَةِ الثُّلَاثَاءِ وَدُفِنَ قَبْلَ أَنْ يُّصْبِحَ

سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس دن فوت ہوئے؟ انہوں نے کہا: پیر کے دن۔ انہوں نے کہا: تو آج کون سا دن ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا: پیر کا دن۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: میں امید کرتا ہوں کہ اس وقت سے رات تک۔ پھر انہوں نے اپنے کپڑے پر نگاہ ڈالی جو بیماری میں پہنے تھے۔ اس پر زعفران کا دھبہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: میرا یہ کپڑا دھو دو اور دو کپڑے اور لے لینا اور مجھے ان میں کفنانا۔ میں نے کہا: یہ تو پرانا ہے۔ فرمایا: زندہ آدمی بہ نسبت مردہ کے نئے کپڑے کا زیادہ مستحق ہے۔ کفن تو (مردے کی) پیپ کے لئے ہی ہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ اس روز فوت نہ ہوئے، یہاں تک کہ منگل کی رات آ گئی اور صبح سے پہلے دفن کئے گئے۔

تشریح: **مَوْتُ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ:** ترمذیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ روایت نقل کی ہے: مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ (ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فيمن مات يوم الجمعة) یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے۔ مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے جہاں جمعہ کے روز فوتیدگی کی فضیلت کے بارہ میں روایتوں کی کمزوری کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ وہاں یہ بتانا بھی مدّنظر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ یعنی پیر کو فوت ہوئے تھے۔ اس لئے فتنہ قبر سے محفوظ رہنے کی خصوصیت کسی خاص دن سے وابستہ نہیں۔ دوشنبہ کا دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے ایک امتیاز رکھ سکتا تھا۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے باوجود اس خواہش کے کہ وہ دوشنبہ کو فوت ہوں، سہ شنبہ یعنی منگل کی رات کو فوت ہوئے۔

بعض روایات کی بناء پر جو غیر مستند ہیں بعض دنوں کو فضیلت دی گئی ہے۔ مثلاً جمعہ کے دن فوت ہونا بہت مبارک سمجھا گیا ہے۔ اسی طرح پیر کے دن فوت ہونا موجبِ نجات خیال کیا گیا ہے۔ عنوان باب میں يَوْمُ الْاِثْنَيْنِ کا فقرہ ناتمام چھوڑ کر اس بارے میں کسی فضیلت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ مرنا کسی کے اپنے اختیار میں نہیں اور جہاں اختیار نہیں وہاں ثواب و فضیلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت ابوبکرؓ کی خواہش دراصل اس عشق کی وجہ سے تھی جو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا اور اس اعتبار سے ان کی یہ خواہش ضرور قابلِ قدر ہے۔ امام بخاریؒ کا جمعہ کے دن فوت ہونے کا عنوان ترک کرنا اور پیر کے دن مرنے کا عنوان ناتمام چھوڑنا اور اس ضمن میں منگل کے دن فوت ہونے سے متعلق ایک مستند روایت پیش کرنا اُن تصرفاتِ لطیفہ میں سے ہے جن کی طرف قارئین کی توجہ جابجا منعطف کی جا چکی ہے۔ یہی

طریق استدلال اس کتاب کی ترتیب میں کئی جگہ اختیار کیا گیا ہے۔ روایت مذکورہ بالا میں جو سبق ہمارے لئے ہے وہ حضرت ابوبکرؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور ان کی بےنفسی اور بنی نوع انسان کی غایت درجہ ہمدردی ہے۔ انہوں نے اپنے آپ کو پرانے کپڑوں میں کفنانے میں ترجیح دی، تا نئے کپڑوں سے زندہ لوگ فائدہ اُٹھائیں۔ کسی عمل کی قدر و قیمت اور ثواب کا دارومدار نیت اور ذہنی وقلبی رجحانات پر ہے۔ اگر کسی کی خواہش جمعہ کے دن فوت ہونے کے بارے میں اس لئے ہے کہ اس دن مومنوں کی جماعت کا بیشتر حصہ نمازِ جنازہ میں شامل ہو کر اس کے لئے مغفرت کی دعا کریں تو اس لحاظ سے یہ خواہش قابلِ قدر ہے اور اسی قسم کے اعتبارات سے خاص ایام و اوقات میں فوت ہونے کی خواہش نیک خواہش ہے۔ ورنہ فی ذاتہٖ کسی دن کو دوسرے دن پر کوئی فضیلت نہیں، سب ایام اللہ کے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ کو ہوئی۔ پندرہ دن بیمار رہے۔ (اسد الغابة. تحت ذکر عبد الله بن عثمان بن عامر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات سے متعلق محققین نے تحقیق کی ہے اور اکثر کا یکم ربیع الاول ۱۱ھ پر اتفاق ہے۔ جو ۲۶ مئی ۶۳۲ء کے مطابق ہے۔ اس تاریخ کی تعیین میں محمود پاشا فلکی نے قابلِ قدر محنت کی ہے اور اپنی تحقیق کی بنیاد حجۃ الوداع کی نویں تاریخ پر رکھی ہے۔ اس بارہ میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے کہ سود کے متعلق سورۂ بقرہ کی آیت ۲۸۱ حجۃ الوداع کے روز نازل ہوئی اور اس کے بعد ۸۱ دن آپؐ زندہ رہے۔ ۹ ذوالحجہ ۱۰ھ سے ۸۱ دن یکم ربیع الاول ۱۱ھ کو ہوتے ہیں۔ آپؐ کی پیدائش کے دن سے متعلق بھی قیاس آرائی سے کام لیا گیا ہے۔ یعنی ۸ ربیع الاول بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء جو محمود پاشا فلکی کے حساب سے ہے۔

بَاب ۹۵ : مَوْتُ الْفُجَأَةِ الْبَغْتَةِ

اچانک ناگہانی موت

۱۳۸۸ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ.

اطرافه: ۲۷٦۰.

۱۳۸۸: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن جعفر (بن ابی کثیر) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ہشام (بن عروہ) نے مجھے بتایا۔ ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میری ماں کی اچانک جان نکل گئی ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر وہ بات کرنے پاتی تو وہ خیرات کرتی۔ سو کیا اسے ثواب ہوگا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کردوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔

تشریح: **مَوْتُ الْفُجَأَةِ الْبُغْتَةِ:** ابوداوُدؒ نے ایک روایت نقل کی ہے جس سے ناگہانی موت کی کراہیت ثابت ہوتی ہے۔اس کے یہ الفاظ ہیں: مَوْتُ الْفَجَآءَ ةِ اَخْذَةُ اَسَفٍ. (ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب موت الفجأة) ناگہانی موت افسوس ناک موت ہے اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیوار کے پاس سے گزرے جو گرنے کو تھی۔ آپؐ تیز قدم چلے اور فرمایا: اَكْرَهُ مَوْتَ الْفَوَاتِ (مسند احمد بن حنبل، جزء ثاني، صفحه ۳۵۶) ایسی موت ناپسند کرتا ہوں، جس میں نہ تیاری ہو اور نہ وصیت کی جاسکے۔امام بخاریؒ کے نزدیک یہ روایتیں ضعیف ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتویٰ پوچھنے والے کا واقعہ سن کر برا نہیں مانا۔ پوچھنے والے حضرت سعد بن عبادہؓ ہیں اور ان کی والدہ کا نام حضرت عمرہؓ ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۳۲۳)

بَاب ۹٦

مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں سے متعلق جو روایتیں وارد ہوئی ہیں

فَأَقْبَرَهُ (عبس: ۲۲) أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ إِذَا جَعَلْتُ لَهُ قَبْرًا وَقَبَرْتُهُ دَفَنْتُهُ كِفَاتًا (المرسلات: ۲٦) يَكُوْنُوْنَ فِيْهَا أَحْيَاءً وَيُدْفَنُوْنَ فِيْهَا أَمْوَاتًا

(یہ جو قرآن میں آیا ہے) فَاَقْبَرَهٗ اس کے معنی ہیں: خداتعالیٰ نے اس کے لئے قبر بنائی (اور جب کوئی) اَقْبَرْتُ الرَّجُلَ (کہے تو اس کے) معنے ہوں گے: میں نے اس کے لئے قبر بنائی اور (جب) قَبَرْتُهٗ (کہے تو معنے ہوں گے) میں نے اسے دفن کیا اور كِفَاتًا کے معنی ہیں: زمین میں زندگی بسر کرنے اور مرنے کے بعد اس میں دفن کئے جاتے ہیں۔

۱۳۸۹: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ هِشَامٍ ح و حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّاءَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۳۸۹: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ سلیمان نے مجھے بتایا۔ ہشام سے مروی ہے اور محمد بن حرب نے بھی مجھ سے بیان کیا، (کہا:) ابومروان (یحیٰ بن ابی زکریا) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے عروہ (بن زبیر) سے، عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیماری

لَيَتَعَذَّرُ فِي مَرَضِهِ أَيْنَ أَنَا الْيَوْمَ أَيْنَ أَنَا غَدًا اسْتِبْطَاءً لِيَوْمِ عَائِشَةَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي قَبَضَهُ اللهُ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَدُفِنَ فِي بَيْتِي

میں (ایک گھر سے دوسرے گھر میں جانے سے) تکلیف ہوا کرتی تھی۔ (آپؐ فرماتے:) میں آج کہاں ہوں گا؟ کل کہاں ہوں گا؟ حضرت عائشہؓ کی باری دیر کے بعد آتے ہوئے دیکھ کر فرماتے جب میری باری ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو میرے گلے اور میرے سینے کے درمیان اُٹھایا اور آپؐ میرے گھر میں دفن ہوئے۔

اطرافہ: ۸۹۰، ۳۱۰۰، ۳۷۷۴، ۴۴۳۸، ۴۴۴۶، ۴۴۴۹، ۴۴۵۰، ۴۴۵۱، ۵۲۱۷، ۶۵۱۰۔

۱۳۹۰: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ لَوْلَا ذَلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ أَوْ خُشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا وَعَنْ هِلَالٍ قَالَ كَنَّانِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَلَمْ يُوْلَدْ لِي.

۱۳۹۰: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہلال (بن حمید) سے، ہلال نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس سے آپؐ اُٹھ نہیں سکے، فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنی رحمت سے دور رکھے۔ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا ہے۔ اگر آپؐ یہ نہ فرماتے تو آپؐ کی قبر کھلی رکھی جاتی، مگر آپؐ ڈرے یا کہا: لوگوں کو ڈر رہا کہ کہیں وہ مسجد (یعنی سجدہ گاہ) نہ بنالی جائے اور ہلال سے روایت کرتے ہوئے راوی نے کہا: عروہ بن زبیر نے میری کنیت رکھ دی، حالانکہ میری کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی۔

اطرافہ: ۴۳۵، ۱۳۳۰، ۳۴۵۳، ۴۴۴۱، ۴۴۴۳، ۵۸۱۵۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمًا

محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ابوبکر بن عیاش نے ہمیں بتایا کہ سفیان (بن دینار) تمّار (کھجور فروش) سے مروی ہے۔ سفیان نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر دیکھی کہ وہ اونٹ کے کوہان کی طرح اونچی بنی ہوئی تھی۔

حَدَّثَنَا فَرْوَةُ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِي زَمَانِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَخَذُوْا فِي بِنَائِهِ فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ فَفَزِعُوْا وَظَنُّوْا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا وَجَدُوْا أَحَدًا يَعْلَمُ ذَلِكَ حَتَّى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا وَاللهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

فروہ (بن ابی مغراء) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) علی (بن مسہر) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے روایت کی کہ ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں جب حضرت عائشہؓ کے حجرہ کی دیوار لوگوں پر گری تو وہ بنانے لگے۔ اسی اثناء میں ان کو ایک پاؤں دکھائی دیا تو وہ گھبرا گئے اور خیال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں ہے تو انہوں نے کسی کو بھی نہ پایا جو اس کو پہچانتا ہو، یہاں تک کہ عروہ (بن زبیر) نے کہا: ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں نہیں، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں ہے۔

۱۳۹۱: وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا أَوْصَتْ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَا تَدْفِنِّي مَعَهُمْ وَادْفِنِّي مَعَ صَوَاحِبِي بِالْبَقِيْعِ لَا أُزَكَّى بِهِ أَبَدًا

اطرافه: ۷۳۲۷۔

۱۳۹۱: نیز ہشام سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو وصیت کی تھی کہ مجھے ان کے ساتھ دفن نہ کرنا اور بقیع میں میری ہم نشینوں کے ساتھ دفن کرنا تا اس (حجرہ) میں دفن ہونے کی وجہ سے میری تعریف نہ ہو۔

١٣٩٢ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ الْأَوْدِيِّ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ اذْهَبْ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقُلْ يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامَ ثُمَّ سَلْهَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ قَالَتْ كُنْتُ أُرِيْدُهُ لِنَفْسِي فَلَأُوْثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي فَلَمَّا أَقْبَلَ قَالَ لَهُ مَا لَدَيْكَ قَالَ أَذِنَتْ لَكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ الْمَضْجَعِ فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُوْنِي ثُمَّ سَلِّمُوْا ثُمَّ قُلْ يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَادْفِنُوْنِي وَإِلَّا فَرُدُّوْنِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْ هَؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَمَنِ اسْتَخْلَفُوْا بَعْدِي فَهُوَ الْخَلِيْفَةُ

١٣٩٢: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) جریر بن عبدالحمید نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) حصین بن عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا کہ عمرو بن میمون اودی سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو (اس وقت) دیکھا (جب وہ زخمی ہوئے) تو انہوں نے کہا: عبداللہ بن عمرؓ! امّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور کہو: عمر بن خطابؓ آپؓ کو سلام کہتا ہے۔ پھر ان سے دو ساتھیوں کے ساتھ مجھے دفنائے جانے کی بابت ان سے اجازت مانگو۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: میں یہ جگہ اپنے لئے چاہتی تھی، مگر آج میں ان کو اپنے نفس پر مقدم کروں گی۔ جب حضرت عبداللہؓ آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا: کیا خبر ہے؟ تو انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! انہوں نے آپؓ کے لئے اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: مجھے جس قدر اس ٹھکانے کا فکر تھا اتنا اور کسی بات کا نہ تھا۔ جب میں مر جاؤں تو مجھے اُٹھا کر لے جائیو۔ پھر حضرت عائشہؓ کو سلام کہنا اور پوچھنا: عمر بن خطاب اجازت مانگتا ہے۔ اگر انہوں نے مجھے اجازت دے دی تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ مسلمانوں کے مقبرہ میں لے جانا۔ دیکھو اس خلافت کا حق دار میں ان چند لوگوں سے بڑھ کر کسی اور کو نہیں سمجھتا، جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت تک خوش رہے۔ سو جس کو یہ لوگ میرے

فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيْعُوْا فَسَمَّى عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ وَوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَبْشِرْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِبُشْرَى اللهِ كَانَ لَكَ مِنَ الْقَدَمِ فِي الْإِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ الشَّهَادَةُ بَعْدَ هَذَا كُلِّهِ فَقَالَ لَيْتَنِي يَا ابْنَ أَخِي وَذَلِكَ كَفَافًا لَا عَلَيَّ وَلَا لِي أُوصِيْ الْخَلِيْفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ خَيْرًا أَنْ يَّعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَأَنْ يَّحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ وَأُوْصِيْهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِيْنَ تَبَوَّءُوْا الدَّارَ وَالإِيْمَانَ أَنْ يُّقْبَلَ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَيُعْفَى عَنْ مُّسِيْئِهِمْ وَأُوصِيْهِ بِذِمَّةِ اللهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّوْفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَأَنْ يُّقَاتَلَ مِنْ وَّرَائِهِمْ وَأَنْ لَّا يُكَلَّفُوْا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ

بعد خلیفہ بنائیں، وہی خلیفہ ہے۔اس کی سننا اور اسی کو ماننا۔ تب حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا نام لیا اور ایک انصاری جوان آپؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے امیر المومنین! اللہ (عزوجل) کی بشارت پر خوش ہوں۔ اسلام میں آپؓ کا جو درجہ تھا وہ آپؓ جانتے ہی ہیں۔ پھر اس کے بعد آپؓ خلیفہ ہوئے تو آپؓ نے انصاف کیا۔ پھر ان سب باتوں کے بعد شہادت ملی۔ حضرت عمر نے کہا: اے میرے بھتیجے میری تو یہ آرزو ہے کہ یہ خلافت برابر ہی اُترے۔ نہ مجھے وبال ہو اور نہ مجھے ثواب ملے۔ میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ آغاز کے مہاجرین سے بھلائی کرے، ان کا حق پہچانے، ان کی عزت کا خیال رکھے۔ اور میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصار کے ساتھ بھی بھلائی کرے۔ جو مدینہ میں پہلے سے رہتے تھے اور (مہاجرین کے آنے سے پہلے ایمان قبول کر چکے تھے۔) ان میں سے جو نیک ہوں ان کی نیکی قبول کرے اور جو قصوروار ہوں ان سے درگزر کرے اور میں اسے یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ کی ذمہ داری اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری کا خیال رکھے۔ ان (ذمیوں) کے لئے ان کے عہد کی پوری پوری وفاداری کرے اور ان کی حفاظت کے لئے (ان کے دشمن سے) جنگ کی جائے اور ان کی طاقت سے بڑھ کر ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے۔

اطرافہ: ۳۰۵۲، ۳۱۶۲، ۳۷۰۰، ٤٨٨٨، ۷۲۰۷۔

تشریح: **مَاجَآءَ فِیْ قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ:** امام بخاریؒ نے اس باب کے عنوان میں ایک لطیف تصرف سے کام لیا ہے۔قرآن مجید کی دوآیتوں کا حوالہ دے کر ہر انسان کی دو قبریں ثابت کی ہیں۔ایک وہ قبر ہے جس کو اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور جس کا ذکر ان آیات میں ہے۔فرمایا: **فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ** (عبس:۲۰تا۲۲)یعنی انسان کو اللہ نے پیدا کیا پھر اس کے لئے ترقی کا ایک اندازہ مقرر کیا۔پھر اس کے راستہ کو آسان بنایا۔پھر عمر طبعی کے بعد اسے مار دیا۔پھر اسے موعود قبر میں رکھا۔پھر جب چاہے گا اسے دوبارہ اٹھا کر کھڑا کر دے گا اور ایک وہ قبر جو انسانوں کے ہاتھوں سے بنائی جاتی ہے۔جس کے لئے لفظ **کِفَاتًا** سے آیت **اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا اَحْیَآءً وَّ اَمْوَاتًا** (المرسلات:۲۷) کا حوالہ دیا ہے۔اس آیت میں زمین کو **کِفَاتًا** یعنی زندوں اور مُردوں دونوں کو سنبھالنے اور سمیٹنے والا قرار دیا گیا ہے۔روایت نمبر۱۳۹۰تا۱۳۹۲ میں زمینی قبروں کا ذکر ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر دیوار کھینچ کر بند کر دی گئی تھی۔ولید بن عبدالملک نے مدینہ کے امیر عمر بن عبدالعزیزؒ کو لکھا کہ پرانی عمارت جو بوسیدہ ہوگئی ہے گرا کر قبریں درست کر دی جائیں۔وہ زمین سے پیوست تھیں۔ان کو زمین سے اٹھایا گیا۔اسی اثنا میں کہ عمارت گرا کر از سر نو بنائی جارہی تھی۔ایک پاؤں پنڈلی سمیت ظاہر ہوا جس پر عمر بن عبدالعزیزؒ گھبرائے اور رو پڑے کہ کہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قدمِ مبارک نہ ہو۔مگر عروہ بن زبیر نے شناخت کیا کہ وہ حضرت عمرؓ کا پاؤں ہے اور انہیں تسلی ہوئی۔
(فتح الباری جزء۳صفحہ۳۲۶)

روایت نمبر۱۳۹۰ میں جس قبر کے دیکھنے کا ذکر سفیان تمّار نے کیا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی قبر ہے جو عمر بن عبدالعزیزؒ نے تجدید عمارت کے وقت اونچی کر کے بنوائی تھی۔روایت نمبر۱۳۹۰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہود و نصاریٰ کی قبر پرستی کے بارے میں وارد ہوا ہے۔اس سے درحقیقت مسلمانوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے۔مگر حبّ پیمبر اور اطاعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کرنے والوں نے آپؐ کی اس تنبیہ سے جو آخری وصیت کی حیثیت رکھتی ہے کم فائدہ اُٹھایا ہے۔اسلام کے نام لیواؤں کا جو حال ہے وہ ظاہر ہے۔قبر سے مقبرے،مقبرے سے زیارت گاہ،زیارت گاہ سے درگاہیں بن گئیں۔پھر قل،عرس،چادر،گاگر،صندل اور طوائف کے مجرے۔خدا تعالیٰ جانے کس کس شکل میں اُن پر جبینہ سائی ہونے لگی!عبرت کا مقام ہے!اخلاق سوزی و فحاشی اس کے علاوہ باعث ماتم!

کَنَّانِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ: مذکورہ بالا سند سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا کہ عروہ بن زبیر نے ان کی کنیت رکھی۔حالانکہ ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔ان کی کنیت جو مشہور ہے ابو عمرو ہے۔(فتح الباری جزء۳صفحہ۳۲۵)

وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ: یعنی مذکورہ بالا سند سے۔

لَا اُزَکّٰی بِهٖ اَبَدًا: یعنی **لَا یُثْنٰی عَلَیَّ بِسَبَبِهٖ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہونے کی وجہ سے مجھے آپؐ کی دوسری ازواج پر طبعًا امتیاز ہوگا۔جس سے لوگ میری تعریف کریں گے۔اس لئے مجھے میری سہیلیوں میں ہی دفن کرنا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کی تاثیر قدسی کی برکت سے آپؐ کی ازواج اور آپؐ کے دوسرے ساتھیوں کو تزکیۂ نفس کامل طور پر حاصل تھا اور ان کی بصیرتیں ایسی روشن اور تیز ہو چکی تھیں کہ انہیں اپنے نفس کی مخفی سے مخفی خواہش کا

احساس ہو جاتا اور پھر اس خواہش کو قابو میں رکھنے کی انہیں قدرتِ تامہ حاصل تھی۔ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اقرار کے ساتھ خواہشاتِ نفس جمع نہیں ہو سکتیں۔ حضرت عائشہؓ باوجود اس کے کہ تقویٰ اور فضیلت کے اعلیٰ مقام پر تھیں اور حق رکھتی تھیں کہ اپنے گھر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ دفن ہوں۔ مگر مذکورہ بالا خیال سے آپؓ نے اپنے نفس کو اس کی خواہش سے محروم کر دیا اور جس چیز کو انہوں نے چھوڑا تھا آخر وہ ان کو ہمیشہ کے لئے ملی اور ان کی تعریف ہوئی۔ رضائے الٰہی کی خاطر خواہشاتِ نفس کی قربانی میں انسان درحقیقت کوئی چیز نہیں کھوتا بلکہ اس کے بدلہ میں ایک دائمی نعمت سے متمتع ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے فعل میں عاشقانہ مظاہرہ ہے اور حضرت عائشہؓ کے فعل میں غایت درجہ بے نفسی کا۔

فَسَمّٰى عُثْمَانَ وَ عَلِيًّا وَطَلْحَةَ......: مشورہ کے لئے جن اصحاب کو حضرت عمرؓ نے نامزد کیا ہے۔ وہ ایسے اہل الرائے صحابہ ہیں جن پر ہر لحاظ سے اعتماد کیا جا سکتا تھا۔ انتخاب خلافت دونوں ہی طریقوں سے ہوا ہے۔ خاص مشورہ سے بھی اور عام مشورہ سے بھی۔ مذکورہ بالا صحابہ کرامؓ کے انتخاب کو اکثریت کے قبول کر لینے سے ظاہر ہو گیا کہ اسے جمہوری تائید حاصل ہے۔ خاص اور محدود مشورہ کی ضرورت ایسے حالات میں ہوتی ہے کہ جب عام مشورہ سے فتنہ وفساد کا خوف ہو۔

بَاب ۹۷: مَا يُنْهَى مِنْ سَبِّ الْأَمْوَاتِ

مُردوں کو بُرا کہنے کی ممانعت

۱۳۹۳: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوْا وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الْأَعْمَشِ تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ وَابْنُ عَرْعَرَةَ وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ.

اطرافه: ٦٥١٦۔

۱۳۹۳: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے مجاہد سے، مجاہد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مُردوں کو گالی نہ دو کیونکہ وہ اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ اور عبداللہ بن عبدالقدوس نے بھی اور محمد بن انس نے بھی اعمش سے روایت کی۔ (آدم کی طرح) علی بن جعد اور (محمد) بن عرعرہ اور ابن ابی عدی نے بھی شعبہ سے یہ روایت کی۔

بَاب ٩٨: ذِكْرُ شِرَارِ الْمَوْتَى

بُرے مُردوں کی (بُرائی) بیان کرنا

١٣٩٤: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ عَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (اللهب: ٢).

۱۳۹۴: عمر بن حفص نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ اعمش نے ہم سے بیان کیا کہ (انہوں نے کہا:) عمرو بن مرہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ابولہب ملعون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آج سارا دن تیرے لئے بربادی رہے۔ تب یہ آیت اتری: یعنی ابولہب کے دونوں ہاتھ برباد ہو گئے اور وہ خود بھی برباد ہو گیا۔

اطرافه: ٣٥٢٥، ٣٥٢٦، ٤٧٧٠، ٤٨٠١، ٤٩٧١، ٤٩٧٢، ٤٩٧٣۔

تشریح: **مَا يُنْهٰى مِنْ سَبِّ الْاَمْوَاتِ:** گالی دینے اور امر واقعہ بیان کرنے میں فرق ہے۔ گالی میں جھوٹ بھی شامل ہوتا ہے۔ یہی فرق ملحوظ رکھتے ہوئے دو باب مختلف عناوین سے قائم کیے گئے ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں پرلے درجہ کی گری ہوئی فطرت کا اظہار کیا، قطعاً گالی نہیں بلکہ امر واقعہ ہے۔ ایسا ہی تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ بھی گالی نہیں، بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔ لوگوں کی عادت تبرّا بازی مدّنظر رکھتے ہوئے یہ دونوں باب قائم کئے گئے ہیں۔

اس مضمون کے تعلق میں دیکھئے: ازالہ اَوہام، صفحہ ۸ تا ۲۰، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۰۸ تا ۱۲۰۔

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡
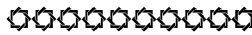
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتابیات
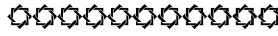
قرآن کریم

قرآن کریم : ا۔تفسیر صغیر از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔
۲-اُردو ترجمہ از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ۔

تفسیر کبیر: مصنفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔

تفسیر الطبری: محمد بن جریر بن یزید بن خالد الطبری ابوجعفر–
دار الفکر بیروت–۱۴۰۵ھ

الدر المنثور: عبد الرحمٰن بن الکمال جلال الدین السیوطی–
دار الفکر بیروت۔ ۱۹۹۳ء

کتب لمتون الحدیث

صحیح البخاری: محمد بن اسماعیل بخاری–
۱– **فتح الباری** – احمد بن علی بن حجر العسقلانی–
مطبوعہ دار السلام الریاض– الطبعة الاولیٰ –۲۰۰۰ء
۲. **فتح الباری** –احمد بن علی بن حجر العسقلانی–
المطبعة الأميرية ببولاق بمصر– ۱۳۰۱ھ
۳. **صحیح البخاری**–قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔۱۳۵۷ھ
۴. **عمدة القاری**–بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی–
داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان

صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری –
دارالسلام۔ الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔۱۹۹۸ء

جامع ترمذی: ابو عیسیٰ محمد بن عیسی بن سورة الترمذی–
دار السلام۔ الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء

سنن ابی داؤد: ابو داؤد سلیمان بن الأشعث السجستانی الأزدی–
دار السلام - الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء
سنن نسائی: ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی–
دارالسلام - الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء
سنن ابن ما جه: ابو عبد اللّٰہ محمد بن یزید القروینی–
دار السلام۔ الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء
مؤطا امام مالک: مالک بن انس–
دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء
مسند احمد بن حنبل: احمد بن محمد بن حنبل ابو عبد اللّٰہ الشیبانی–
دار الفکر العربی ، المکتب الاسلامی بیروت۔
الأدب المفرد: محمد بن اسماعیل ابو عبد اللّٰہ البخاری الجعفی–
دار البشائر الإسلامیة بیروت۔ الطبعة الثالثة۔۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء
التاریخ الکبیر: محمد بن اسماعیل ابو عبد اللّٰہ البخاری الجعفی–
دار الفکر۔
صحیح ابن خزیمة: محمد بن إسحاق بن خزیمة ابو بکر السلمی النیسابوری–
المکتب الإسلامی بیروت– ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء
صحیح ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم التمیمی–
مؤسسة الرسالة بیروت۔ الطبعة الثانیة۔ ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء
المستدرک علی الصحیحین: ابو عبد اللّٰہ الحاکم النیسابوری–
دارالمعرفة بیروت۔لبنان۔ الطبعة الاولیٰ ۱۹۸۶ء
مصنف ابن ابی شیبه: ابو بکر عبد اللّٰہ بن محمد بن ابی شیبة الکوفی–
مکتبة الرشید الریاض، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۰۹ھ
مصنف عبدالرزاق: ابو بکرعبد الرزاق بن ہمام الصنعانی–
المکتب الاسلامی بیروت۔الطبعة الثانیة، ۱۴۰۳ھ
سنن الدارقطنی: علی بن عمر ابو الحسن الدار قطنی البغدادی–
دار المحاسن القاہرة، دار المعرفة بیروت۔ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء
مسند أبی یعلی احمد بن علی بن المثنی ابو یعلی الموصلی التمیمی–
دار المأمون للتراث دمشق۔ الطبعة الاولیٰ۔۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

المراسيل لابی داؤد: سليمان بن الأشعث السجستانی ابو داود–
مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

سنن الکبریٰ: احمد بن الحسين بن علی بن موسى ابو بكر البيهقی–
مكتبة دارالباز مكة المكرمة، ۱۹۹۴ء

المعجم الكبير: ابو القاسم سليمان بن احمد بن ايوب الطبرانی–
مكتبة العلوم والحكم الموصل۔ الطبعة الثانية۔ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء

المعجم الأوسط: ابو القاسم سليمان بن احمد الطبرانی–
دار الحرمين القاہرة– ۱۴۱۵ھ

کتب لشرح الحديث وعلوم الحديث

فتح الباری : احمد بن علی بن حجر العسقلانی–
مطبوعه دارالسلام الرياض، الطبعة الاولیٰ –۲۰۰۰ء

عمدة القاری: بدر الدين ابو محمد محمود بن احمد العينی–
داراحياء التراث العربی بيروت لبنان

شرح الزرقانی علی مؤطا الإمام مالک: محمد بن عبد الباقی بن يوسف الزرقانی–
دار الكتب العلمية بيروت– الطبعة الأولی– ۱۴۱۱ھ

الإصابه فی تمييز الصحابه: احمد بن علی بن حجر العسقلانی–
دار الجيل۔ بيروت۔ الطبعة الاولیٰ۔۱۹۹۲ء۔

اسد الغابة: علی بن ابی الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم المعروف بابن الأثير–
دار أحياء التراث العربی۔ بيروت لبنان۔

کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سرمہ چشم آریہ:	روحانی خزائن–جلد۲	ازالہ اوہام:	روحانی خزائن–جلد۳
آئینہ کمالاتِ اسلام:	روحانی خزائن–جلد۵	برکات الدعاء:	روحانی خزائن–جلد۶
کرامات الصادقین:	روحانی خزائن–جلد۷	اسلامی اصول کی فلاسفی:	روحانی خزائن–جلد۱۰
تریاق القلوب:	روحانی خزائن–جلد۱۵	تحفہ غزنویہ:	روحانی خزائن–جلد۱۵
تحفہ گولڑویہ:	روحانی خزائن–جلد۱۷	کشتی نوح:	روحانی خزائن–جلد۱۹
براہین احمدیہ حصہ پنجم:	روحانی خزائن–جلد۲۱	چشمہ معرفت	روحانی خزائن–جلد۲۳

کتب الفقه و التاریخ و اللغات

بدایة المجتهد و نهایة المقتصد: محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد۔
فاران اکیڈمی۔ اردو بازار لاہور۔

تاریخ الامم والملوک: ابو جعفر محمد بن جریر الطبری۔
دار الفکر بیروت لبنان۔ الطبعة الاولیٰ ۱۹۸۷ء ، دار الکتب العلمیة بیروت۔ الطبعة الاولیٰ ۱۴۰۷ھ

بلوغ الارب فی معرفة أحوال العرب: محمود شکری الالوسی البغدادی۔
دار الکتب العربی بمصر۔ الطبعة الثالثه۔

تاج العروس: ابو فیض محمد مرتضیٰ الحسینی الواسطی الزبیری الحنفی۔
دارالفکر بیروت، الطبعة الاولیٰ ۔ ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

لسان العرب: محمد بن مکرم بن علی بن احمد جمال الدین ابو الفضل الشہیر بابن المنطور)
دار احیاء التراث العربی۔ الطبعة الاولیٰ ۔۱۹۸۸ء

فیروز اللغات: باہتمام عبدالسلام خان۔ مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ۔لاہور۔ایڈیشن ششم۔۱۹۷۶ء

الکتب الأخریٰ

فتاویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام: اللہ بخش پرنٹنگ پریس قادیان-۱۹۳۵ء

قبولیت دعا کے طریق: مصنفہ حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ-(انوار العلوم جلد ۳) فضل عمر فاؤنڈیشن۔

البدر: ایڈیٹر محمد صادق- بدر پریس قادیان-۳۱/اکتوبر ۱۹۰۷ء۔

بائیبل: ۱۔ کتاب مقدس (یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ) برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی-انارکلی لاہور- ۱۹۲۲ء
۲۔کتاب مقدس (یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ) پاکستان بائبل سوسائٹی-انارکلی لاہور- ۱۹۹۳ء

The Historical Role of Islam Author: M.N.Roy
published by: Vora & Co. Ltd Bombay
printed at: The Akhand Bharat Mudranalaya Fort Bombay
third edition 1938.

History of the Decline and the fall of the Roman Empire
Author:Edward Gibbon, Esq. With notes by the Rev. H. H. Milman
1845 (RevisedEdition)

۞۞۞۞۞۞

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

صَحِيحُ الْبُخَارِي

مؤلّفہ

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

ترجمہ و شرح

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ

تحقیق و تفحص

جناب شبیر احمد صاحب ثاقب

صدر شعبہ حدیث جامعہ احمدیہ ربوہ

جلد سوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ ثم الحمدللہ بخاری ترجمہ وشرح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ کی تیسری جلد تیار ہوکر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ مبارک کام جہاں مفید اور علمی و روحانی سیرابی کا باعث ہے وہاں اپنے علمی مواد اور دقیق مباحث کے لیے گہری تحقیق اور تفحص کا بھی متقاضی ہے اور اپنی وسعت و ہمہ جہتی کے لحاظ سے کسی ایک شخص کا رہین محنت نہیں ہے۔ ہماری ٹیم میں میرے ساتھ علمی وتحقیقی معاونت اور کمپیوٹر setting وغیرہ میں مکرم محترم سید عطاء اللہ مجیب صاحب مربی سلسلہ متخصص فی الحدیث اور مکرم محترم جاوید اقبال یوسف صاحب مربی سلسلہ کی محنت، شوق اور عرق ریزی کا بہت حصہ ہے۔ مکرم ومحترم کلیم احمد صاحب طاہر مربی سلسلہ نے اس کی کمپوزنگ کی ذمہ داری سرانجام دی۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔

اس مجموعہ کا مطالعہ کرنے والے جملہ افراد سے اس مبارک کام کی تکمیل اور نافع الناس بننے کیلئے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔ نیز حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ اور اُن کے ساتھ کام کرنے والے افراد کو بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو قبول فرما کر ان کو اس دنیا اور اگلے جہان میں احسن جزا عطاء فرمائے۔ (آمین)

والسلام

خاکسار

شبیر احمد ثاقب

صدر شعبہ حدیث جامعہ احمدیہ ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست

۞۞۞۞۞۞۞

٢٤- كِتَابُ الزَّكَاةِ ١

أَبْوَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

۲۵- كِتَابُ الْحَجِّ ۱۶۹

۲۶- كِتَابُ الْعُمْرَةِ ٤٤٤

۲۷-کِتَابُ الْمُحْصَرِ ۴۷۵

۲۸-کِتَابُ جَزَاءِ الصَّيْدِ ۴۹۲

۲۹- كِتَابُ فَضَائِلِ الْمَدِيْنَةِ ۵۳۶

۳۰- كِتَابُ الصَّوْمِ ۵۵۶

✿✿✿✿✿✿✿

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٢٤- كِتَابُ الزَّكَاة

ترتیبِ ابواب پر ایک نظر: کتاب الزکوٰۃ میں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سابقہ طریق ملحوظ رکھا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کو شرعی احکام کی اصل بنیاد قرار دے کر مستند احادیث کے ذریعہ سے ان کی تشریح کی ہے اور ضمناً ائمہ وفقہاء کے اختلاف پر تبصرہ کر کے اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے۔ قارئین اس کتاب کے شروع سے آخر تک دیکھیں گے کہ موقع ومحل کی مناسبت سے ایک خاص ترتیب میں باب کا عنوان کسی نہ کسی آیت سے قائم کیا گیا ہے جو بطور اصل الاصول ہے اور پھر اس کے تحت روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

بالعموم ایسے اصولی ابواب میں بعض اوقات صرف آیت کے اندراج پر ہی اکتفا ہے۔ شارحین کا خیال ہے کہ ایسے ابواب کے ضمن میں کسی روایت کا درج نہ کرنا اس لئے ہے کہ امام موصوفؒ کو آیت مندرجہ کی تائید میں کوئی مستند روایت دستیاب نہیں ہوئی۔ مگر شرح کرتے ہوئے جا بجا ان کے اس خیال کا درست نہ ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ درحقیقت ایسے باب بطور اصل ہیں اور پھر اس کے تحت ضمنی ابواب قائم کر کے وضاحت کے لئے متعلقہ احادیث لائی گئی ہیں۔ مثلاً ''باب ١'' سے باب ۵ تک وجوب زکوٰۃ کا مضمون ہے اور باب نمبر ٦، ٧ میں مسئلہ صدقہ وزکوٰۃ سے متعلق سلبی پہلو سے بحث کی گئی ہے۔ یعنی ان میں ایسے امور کا ذکر کیا گیا ہے جو صدقہ وزکوٰۃ کو باطل کر دیتے ہیں۔ جیسے حرام کے مال یا ریاکاری کی نیت سے صدقہ دینا۔ یہ سلبی صورت پیش کرنے کے بعد باب نمبر ٨ میں صدقہ وزکوٰۃ کی مثبت اور مقبول صورت پیش کی گئی ہے۔ اس مضمون سے متعلق باب نمبر ٩ تا ١١ تک کے عنوان اور حوالہ جات ہیں۔ پھر ایک اور اصولی آیت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو علیحدہ علیحدہ باب (صدقة الاعلانية اور صدقة السرّ) قائم کئے ہیں اور ان میں کسی الگ آیت کا حوالہ نہیں دیا۔ لیکن مابعد کے ابواب اور روایتوں کو ترتیب دے کر یہ مضمون باب نمبر ١٩ پر ختم کیا ہے اور پھر باب نمبر ٢١ تا ٢٧ میں صدقہ سے متعلق متفرق ہدایات بیان کرنے کے بعد ایک عنوان بحوالہ آیت کریمہ وحدیث قائم کر کے سابقہ ابواب کے مضمون انفاق فی سبیل اللہ کو نمایاں کر دیا ہے۔ اس کے بعد پھر ایک اور اہم عنوان سے باب نمبر ٢٩ قائم کیا ہے۔ جس کا تعلق اصولی طور پر مصادرِ زکوٰۃ وصدقہ سے ہے۔ اس میں بھی صرف ایک آیت درج کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ لیکن اس کے بعد باب ٣١ سے ٤٤ تک کا تعلق واضح طور پر نفس مضمون سے ہے اور باب ٤٥، ٤٦ میں جاندار مملوکہ اشیاء میں سے غلام اور گھوڑوں کا ذکر ہے کہ وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ باب نمبر ٤٩ میں پھر آیت درج کر کے باب ۵٣ تک مصارفِ زکوٰۃ وصدقہ میں قرآنی احکام کی وضاحت کی گئی ہے اور اس کے بعد باب نمبر ۵٤ میں زرعی پیداوار پر زکوٰۃ کا مضمون بیان کیا ہے۔

غرض اسی ترتیب سے شرعی احکام کی بنیاد آیات قرآنیہ پر قائم کی ہے اور پھر ان کے تحت صحیح احادیث کا اندراج بطور تشریح کیا ہے اور ائمہ وفقہاء کے اختلافات بھی ضمناً حل کئے ہیں جن سے اسلام میں اجتہاد کی وسعت اور قدر و قیمت کا پتہ چلتا ہے۔

اسلامی نظامِ زکوٰۃ وصدقات کی خصوصیات:

دوسرا امر جو قارئین کی خاص توجہ کے لائق ہے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے کتاب الزکوٰۃ کے شروع میں اور موقع ومحل کی مناسبت سے جابجا ان امور کا نمایاں طور پر ذکر کیا ہے جو اسلامی نظامِ مالیات (زکوٰۃ وصدقات) کے لئے بطور ممیّزات ہیں۔یعنی وہ ایسی خصوصیات ہیں جو حکومتوں کے مالی نظامِ تحصیل سے اسلامی نظام کو اپنی وضع وشکل اور غرض وغایت میں ممتاز کردیتی ہیں۔یہ ممیّزات مجملاً حسب ذیل ہیں:-

اول: زکوٰۃ وصدقہ ان امور میں شامل کئے گئے ہیں جو تعبدی ہیں۔یعنی بطور عبادت اور جن میں رضا وقربِ الٰہی کا حصول مدنظر ہے۔(کتاب الایمان باب ۳۴، کتاب الزکوٰۃ باب ۲۷)

دوم: زکوٰۃ حقوق العباد میں سے واجب الادا حق شرعی قرار دیا گیا ہے اور اس کی غرض وغایت علاوہ اقتصادی اصلاح کے تزکیہ نفس بھی ہے۔زکوٰۃ کی مشروعیت میں اخلاقی اور روحانی اعتبارات کو بالخصوص اہمیت دی گئی ہے۔یہاں تک کہ اگر قوم میں ایک فرد بھی غریب نہ ہوتا تو بھی صاحبِ نصاب پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازمی ہوتی۔(باب نمبر ۱۶، ۲۳، ۳۰)

سوم: مختلف قسم کے اموال پر زکوٰۃ عائد کرنے کی غرض سے آمد کی ایک حد مقرر کی گئی ہے۔جس کے نیچے مال زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔شرعی اصطلاح میں اس حد کا نام نصاب ہے۔مال جب اس مقررہ حد تک یا اس سے زیادہ ہو تو وہ خاص نسبت سے قابلِ زکوٰۃ ہوگا ورنہ نہیں۔نصاب کی تعیین میں صاحبِ نصاب افراد کی اپنی ضروریاتِ زندگی کا تحفظ ویسا ہی ملحوظ رکھا گیا ہے جیسا کہ زکوٰۃ عائد کرنے میں غریب طبقہ کے افراد کی ضروریاتِ زندگی کا تحفظ۔مثلاً غلہ جات کا نصاب پانچ وسق ہے جو کم از کم اکیس من کے برابر ہوتا ہے۔کسی ایک قسم کے اناج کی یہ مقدار ایک کنبے کے لئے بالعموم کافی ہے۔وعلیٰ ھٰذا القیاس دیگر اموال ظاہرہ کا نصاب بھی اس طرح پر مقرر کیا گیا ہے۔(دیکھئے ابوابِ نصاب ۳۱ سے ۵۸ تک)

چہارم: اسلامی نظام صدقات وزکوٰۃ اپنے اندر بڑی وسعت اور لچک رکھتا ہے۔کیا بلحاظ استفادہ یعنی قابل زکوٰۃ اموال کے اعتبار سے جو اسلامی نظام مالیات کے لئے بطور سرچشمہ ہیں اور کیا بلحاظ افادہ یعنی مواقع صَرف وانفاق فی سبیل اللہ کے۔ (باب نمبر ۲۹، ۴۹)

پنجم: مصارف زکوٰۃ کی آٹھ قسمیں مقرر کی گئی ہیں۔جن میں سے پہلی قسم محتاج افراد کو ابتدائی ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے سے متعلق ہے اور آخری قسم انفاق فی سبیل اللہ ہے جو اجتماعی ملی وملکی ضروریات پر حاوی ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں ابواب ۱۴ تا ۱۶، ۱۸، ۲۴، ۴۹)

سرکاری لگان اور ٹیکس وغیرہ کی ادائیگی کے باوجود زکوٰۃ کی ادائیگی کی ضرورت

زکوٰۃ کے تعلق میں یہ سوال بھی اٹھایا گیا ہے کہ جب افراد کو سرکاری لگان اور ٹیکس دینے پڑتے ہیں تو پھر زکوٰۃ ادا کرنے کی کیا وجہ باقی رہ جاتی ہے؟ اس کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ مذکورہ بالا شرائط دنیاوی نظاموں میں نہیں پائی جاتیں۔ اسی لئے ان کے تحت مالی ادائیگیاں زکوٰۃ کا قائم مقام نہیں ہوسکتیں۔ سوائے اس ایک صورت کے کہ صاحب نصاب عنداللہ زکوٰۃ کے بارہ میں رکن اسلام کا پابند قرار پائے۔ اس کے لئے یہ راستہ کھلا ہے کہ اپنی نیت درست کرے اور نصاب کی رو سے اپنی آمد کا جائزہ لے اور دیکھے کہ جو ٹیکس اور لگان وغیرہ دنیوی نظام کے تحت دیئے گئے ہیں۔ اگر وہ واجب الادا زکوٰۃ سے کم ہیں تو باقی ماندہ زکوٰۃ اپنی آمد سے سال گزرنے پر یا بوقت فصل کٹائی نکالے اور اگر اس کی طرف سے زیادہ ادا ہوا ہو تو یہ زیادتی بطور صدقہ تصور کرے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کیونکہ اسلام کے نزدیک اعمال کی صحت وسقم کا دارومدار نیت وارادہ اور محاسبہ نفس پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لقمہ کو بھی صدقہ قرار دیا ہے جو رضاءِ الٰہی کی خاطر خاوند اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے (روایت نمبر ٥٦) اور آپؐ نے صدقہ کی تعریف بہت وسیع معنوں میں فرمائی ہے۔ (باب نمبر ۳۰) مذکورہ بالا فتویٰ کا اطلاق صرف اموالِ ظاہرہ پر ہوگا نہ اموالِ باطنہ پر؛ جن کی زکوٰۃ لگان یا ٹیکس کی ادائیگی کے باوجود صاحب نصاب پر بہرحال واجب ہوگی۔ اس تعلق میں ملاحظہ ہو روایت نمبر ۱۴۲۰ نیز باب ۱۲، ۱۳، ۴۹۔

ملی و مُلکی اغراض کے لئے نظام مالیات کی بنیاد اور اس میں وسعت:

علاوہ ازیں اسلام نے انفاق فی سبیل اللہ کو صرف زکوٰۃ پر ہی منحصر نہیں رکھا۔ بلکہ طوعی صدقات کا وسیع دروازہ بھی کھولا ہے۔ جیسا کہ قارئین پر کتاب الزکوٰۃ کے مطالعہ سے یہ امر خود بخود ظاہر ہوجائے گا۔ دراصل زکوٰۃ کا تعلق عام حالات سے ہے۔ استثنائی حالات کی نزاکت کے پیش نظر اسلام نے ایک اور قانون جاری فرمایا ہے۔ جس کا منشاء ومقصد نفس نفیس کی زیادہ سے زیادہ قربانی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (التوبة :۱۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس وعدہ کے ساتھ خرید لئے ہیں کہ انہیں اس کے بدلے میں جنت ملے گی۔ اس قسم کی غیر معمولی قربانی کی تلقین قرآن مجید میں جابجا کی گئی ہے اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اس انتہائی قربانی کا نمونہ پیش فرمایا جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی اور علماء نے اپنی تشریحات میں اسلام کے اس استثنائی قانونِ انفاق کو صراحت سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ جو اپنے زمانہ کے مجدد تھے فرماتے ہیں کہ غیر معمولی حوادث کے تدارک کے لئے ضروری ہے کہ علاوہ زکوٰۃ کے انفاق فی سبیل اللہ کا انتظام کیا جائے اور آپؒ نے اس کی وجہ ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:-

اَلسِّرُّ فِي ذٰلِكَ اَنَّ الْحَاجَاتِ غَيْرُ مَحْصُوْرَةٍ وَلَيْسَ فِي بَيْتِ الْمَالِ فِي الْبِلَادِ الْخَالِصَةِ لِلْمُسْلِمِيْنَ غَيْرَ الزَّكٰوةِ كَثِيْرُ مَالٍ فَلَا بُدَّ مِنْ تَوَسُّعِهٖ لِتَكْفِيَ نَوَائِبَ الْمُدَنِيَّةِ. (حجة الله البالغة، من ابواب الزكاة، جزء ٢)

یعنی تمدنی ضرورتیں غیر محدود ہیں جنہیں زکوۃ پورا نہیں کر سکتی۔ اس کے لئے وسیع انتظام لازمی ہے۔ اس قسم کی غیر معمولی ضرورتوں کا فیصلہ امامِ وقت اور اولی الامر کی مرضی اور رائے پر چھوڑا گیا ہے۔ اجتہاد کا دروازہ اسلام میں ہمیشہ کے لئے کھلا ہے جو زمانی اور مکانی مشکلات حل کرنے کے لئے بطور کلید ہے۔

حالاتِ حاضرہ کی شراکت کا تقاضا: آج فتنہ دجال اور فتنہ یاجوج و ماجوج کی وجہ سے عالمِ اسلامی کو زندگی و موت کا جو خطرہ درپیش ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں اور اس فتنہ کے دفاع میں امتِ اسلامیہ پر ایک بہت بڑی مالی قربانی کا فرض قائم ہوتا ہے۔ جس کا تعلق اسلام کے دوسرے قانون سے ہے جو ہم سے نفس نفیس کی انتہائی قربانی کا تقاضا کرتا ہے اور جیسا کہ باب نمبر ۴۹ کتاب الزکوۃ کی تشریح میں وضاحت کی گئی ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کے مفہوم میں غایت درجہ وسعت ہے اور اس کا تعلق جہاد یعنی دفاع سے ہے، ملت و ملک اور تبلیغ و حفاظت دین سے ہے۔ اس لئے اگر زکوۃ کی آمد سے یہ اہم دفاعی اور حفاظتی غرض پوری نہ ہو سکے تو لازمی طور پر مطلوبہ اخراجات کے لئے علاوہ زکوۃ کے صدقات کی غیر معمولی صورتیں اختیار کرنی پڑیں گی۔ ان حالات میں تقاضائے مصلحت کے قطعاً خلاف ہوگا کہ سرکاری ٹیکس جو محض دنیوی اغراض کے لئے ہیں زکوۃ و صدقات کی حد میں شمار ہونے لگیں۔ بلکہ ایسا کرنا منشائے شریعت کے خلاف ہے۔ سبیل اللہ اور حدود اللہ کی حفاظت کا فکر رکھنے والا اور رضائے الٰہی کا پیاسا انسان تو نہ صرف یہ کہ اپنے محاسبۂ اعمال کی میزان میں پورا اُترتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر قربانی کرتا ہے۔

(اس تعلق میں دیکھئے کتاب الزکوۃ باب نمبر ۱۸، ۲۱، ۲۲، ۲۷)

اس استثنائی قانون اور عام قانونِ زکوۃ و صدقات میں کوئی تناقض نہیں۔ ایک کا تعلق غیر معمولی حالات سے ہے اور دوسرے کا معمولی سے۔

عیسائی مستشرقین کا ایک اعتراض اور اس کا جواب: اسلامی نظام زکوۃ و صدقات کے بارہ میں مذکورہ بالا وضاحت کے بعد بعض عیسائی مستشرقین کے اس لچر و پوچ اعتراض کا بودہ پن خود بخود نمایاں ہو جاتا ہے کہ اسلام نے زکوۃ کا جو حکم دیا ہے وہ اپنی وضع و شکل میں تمدنِ بشری کے ابتدائی دَور سے مخصوص ہے جبکہ انسان زراعت اور مواشی پر گزارہ کیا کرتا تھا اور یہ زکوۃ و صدقہ کا اسلامی طریق غیر ترقی یافتہ طبقہ معاشرہ کے زیادہ مناسب حال ہے؛ بہ نسبت اس کے کہ وہ آج کے ترقی یافتہ نظاموں کی گوناگوں ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہو۔ اسلامی قانون تحصیل اموال و انفاق میں جو لچک اور وسعت ہے، اس کا دامن بلحاظ مصادر و موارد تحصیل اور بلحاظ مواقع صَرف و انفاق دینی اور دنیاوی ہر قسم کی ضرورتوں پر حاوی و ممتد ہے۔ اسلامی حکومتیں مشرق و مغرب میں پھیلیں اور جہاں جہاں وہ قائم ہوئیں، ان کے زیرِ سایہ رعایا کی تنگدستی خوشحالی سے تبدیل ہوگئی۔ یہاں تک کہ جیسا کہا گیا تھا۔ صدقہ قبول کرنے والا ان میں باقی نہ رہا۔ مگر اس نظام سے باہر مختلف ممالک میں جو حالت فقر و فاقہ، اخلاقی تنزل اور زبوں حالی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں اور جس نامرادی اور خستہ حالی کی وہ عکاسی کرتی ہے وہ ظاہر و باہر ہے۔ (اس تعلق میں دیکھئے روایات ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۶)

نظامِ زکٰوۃ کا مجمل خاکہ: ذیل میں اسلامی نظامِ زکٰوۃ کا خاکہ مجملاً پیش کیا جاتا ہے تا قارئین کے ذہن میں بوقت مطالعہ اس کتاب کی صورت وشکل متحضر رہے۔اس خاکے سے اس کی حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے گی کہ آیا وہ احکام ابتدائی حالات معاشرۂ تمدن کے تقاضوں کی ایجاد ہے یا خالق بشر کی مشعل راہنمائی۔ قابلِ زکٰوۃ اموال کی اقسام حسب ذیل ہیں:-

اوّل: بے کار دولت جو کسی شکل میں بطور اندوختہ ہو جو نقد کی صورت میں یا سونا چاندی یا ہمارے بنکوں کے مروّجہ نوٹوں وغیرہ کی صورت۔اس کا نصاب سکہ نقرئی کے اعتبار سے پانچ اوقیہ یا ساڑھے باون تولہ؛ اکیس اونس چاندی اور بلحاظِ کرنسی اتنی چاندی کی رائج الوقت قیمت کے مطابق؛ اس قدر یا اس سے زیادہ جمع شدہ دولت پر اڑھائی فیصد کے حساب سے زکٰوۃ عائد ہوگی۔سونے کی صورت میں اس کا قیاس چاندی کے معیار پر ہوگا۔یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے جس قدر سونا تبادلہ میں حاصل ہو، وہ سونے کا نصاب متصور ہوگا۔نرخ چونکہ بدلتا رہتا ہے، اس لئے حساب میں بھی کم وبیش ہوتا رہتا ہے۔اس لئے اڑھائی فیصدی کی ہی نسبت سے زکٰوۃ نکالی جائے گی۔ایسی بے کار دولت سال گزرنے پر اور قرضہ جات منہا کرنے کے بعد قابل زکٰوۃ ہوگی۔

دوم: زرعی پیداوار یعنی اجناس کا نصاب بلحاظِ وزن پانچ وسق ہے جو حجازی تول کی رو سے ۲٦ من دس سیر اور عراقی تول کی رو سے ۲۱ من کے قریب ہوتا ہے۔زرعی پیداوار میں سال گزرنے کی شرط نہیں۔ بلکہ ہر فصل پر اگر پیداوار مذکورہ بالا مقدار میں یا اس سے زیادہ ہو تو زکٰوۃ بلحاظِ نوعیت آبپاشی اراضی مختلف ہوگی۔یعنی پیداوار کا دسواں حصہ بصورتِ بارانی، بیسواں حصہ بصورت چاہی یا نہری وغیرہ۔(دیکھئے باب نمبر ۵۵، ۵۸)

سوم: معدنیات یا اموالِ دفینہ کا نصاب اخراجات کان کنی وغیرہ منہا کرنے کے بعد حاصل شدہ مال پر خمس یعنی پانچواں حصہ زکٰوۃ عائد ہوگی۔قطع نظر اس سے کہ وہ افراد کی ملکیت ہوں یا حکومت کی۔دونوں صورتوں میں ایسے اموال قابل زکٰوۃ ہوں گے اور ان کی آمدنی آٹھ مصارف کے لئے مخصوص ہوگی۔بعض فقہاء نے جواہر وسوائل (یعنی معدنی تیل وغیرہ) کو بھی معدنیات کی جنس میں شمار کیا ہے۔(دیکھئے باب نمبر ٦۵، ٦٦)

چہارم: کاروباری سرمایہ جو بصورت تجارت یا صنعت وحرفت سال بھر لگا رہے۔اس کی زکٰوۃ بھی رائج الوقت سکہ کی رو سے اڑھائی فیصدی ہوگی۔تجارتی یا صنعتی کاروبار کا حساب کرتے وقت دکانوں اور کارخانوں کی عمارتیں، مشینری، آلات اور متعلقہ ساز وسامان وغیرہ محسوب نہ ہوں گے۔

پنجم: مواشی اگر کسب معاش کا ذریعہ ہوں تو ہر ایک جنس کا نصاب الگ الگ معین ہے۔مثلاً پانچ سے نو اونٹ تک ایک بکری۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں ابواب ۳٦ تا ۴۳۔

بطور قاعدہ کلیہ وہ اشیاء جو انسان کی حاجاتِ ضروریہ یا ذاتی استعمال کی ہیں؛ مثلاً رہائشی مکان، اثاث البیت ولباس، خانگی ضرورت کے لئے مال ومواشی اور آلات صنعت وزراعت وغیرہ اشیاء زکٰوۃ سے مستثنٰی ہیں۔علی ہٰذا القیاس وہ زیور بھی جو زیر استعمال ہیں۔

مذکورہ بالا نصاب کی تعیین میں بھی افراد کی معاشی ضرورت کا تحفظ مقدم رکھا گیا ہے۔تزکیہ نفس یا اخلاقی و روحانی اعتبارات میں بھی دراصل افراد اور سوسائٹی کا تحفظ اور اس کی اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی مقصود بالذات ہے۔ بے کار جمع شدہ دولت جو نصاب کی حد مقدار یا اس سے زیادہ ہو؛ اس پر جو زکوٰۃ عائد کی گئی ہے؛ اس کی علت غائی بھی یہی ہے کہ ایسی بے کار دولت والا انسان جو اسلامی معاشرہ کا فرد ہے اور اس کے نظام کی برکات سے متمتع ہے؛ اپنا سرمایہ زرعی، تجارتی یا صنعتی کاروبار پر لگائے۔ ورنہ سالانہ زکوٰۃ نکالتے رہنے پر اس کے سرمایہ کا خاتمہ ہو جائے گا۔

دولت کے متعلق اسلامی نظریہ: دولت کے متعلق اسلامی نظریہ یہ ہے کہ وہ طیباتِ اکل و شرب وغیرہ حوائج ضروریہ پر خرچ ہو یا پھر سامانِ زیست کی پیداوار میں نتیجہ خیز طریق پر لگائی جائے۔ جس کے لئے عقل و عمل درکار ہے۔ سیم و زر جو درحقیقت تبادلۂ اشیاء کا ذریعہ ہیں، وہ سود سے کسبِ معاش کا ذریعہ نہ بنائے جائیں۔ اسلام میں چونکہ سودی کاروبار حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے اسلامی نظام کے ماتحت ایک فرد اپنی دولت سے متعلق مذکورہ بالا دو راستوں میں سے ایک راہ اختیار کر سکتا ہے۔ زکوٰۃ تو اس کو دونوں صورتوں میں دینا پڑے گی۔ پہلی صورت میں تجارتی حساب سے اور دوسری صورت میں اصل سرمایہ سے اور دونوں کا فرق ظاہر ہے۔ اسلامی نظام کی بنیاد رحم و شفقت و نیک تعاون اور تقویٰ پر ہے اور اس میں ایمان و عمل صالح اور محنت برمحل ہی قابل معاوضہ قرار دیئے گئے ہیں۔ اس لئے سود کی لین دین حرام کی گئی ہے کہ وہ روحِ اسلامی کے منافی ہے اور معاشرہ اسلامیہ میں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں کہ وہ اس کے تقاضاؤں کے خلاف ہے۔ یہ مجمل خاکہ ہے اسلامی نظام مالیات کا۔

اس تعلق میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے ملک میں جس کی آبادی مخلوط ہو؛ مسلم اور غیر مسلم؛ دونوں کسب معاش کے ذرائع سے مستفید ہونے میں قانوناً آزاد ہوں، ایک مسلمان کاروباری جسے اپنے اموال پر زکوٰۃ ادا کرنی پڑتی ہے اور اس کے بالمقابل ایک غیر مسلم جو اس سے آزاد ہے وہ منڈی میں جہاں آزادانہ مقابلہ ہے؛ اپنی پونجی یا تو سستے داموں نکالے گا یا اگر نرخ کا تقرر مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے تو خواہ دونوں کی پونجی کا نکاس ایک نرخ پر ہو؛ حاصل کرنے میں غیر مسلم کا پلّہ بھاری رہے گا۔ کیونکہ زکوٰۃ کے بار سے وہ سبکدوش ہے اور آج جبکہ ساری دنیا ایک مشترکہ منڈی کی حالت میں ہے اور اقوامِ عالم پوری شدت سے مقابلہ میں سرگرم ہیں، مسلمان کے لئے جو زکوٰۃ ادا کرتا ہے دولت بڑھانے کے مواقع بظاہر سازگار نہیں معلوم ہوتے۔ خصوصاً جبکہ وہ قومیں سودی کاروبار سے بھی اپنی تجارت کو فروغ دینے میں مطلق العنان ہیں۔ جب صورت حال یہ ہے تو اسلام نے اپنے نظامِ مالیات میں اس کے تدارک کی کیا تجویز کی ہے؟

موجودہ موضوع یعنی زکوٰۃ کے تعلق میں اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف (باب نمبر۱۴ تا ۱۸) کی غرض و غایت میں اس کا تدارک مضمر ہے۔ یعنی کمزور اور بے کار طبقہ کی ضروریاتِ زندگی کا تحفظ اس لئے کیا گیا ہے کہ اس کو بجائے عضوِ معطل کے کارآمد وجود بنایا جائے۔ یہ نظام اگر معقول اور منظم طریق سے مضبوط بنیاد پر قائم کیا جائے تو یہی کمزور طبقہ قومی دولت بڑھانے کا سبب بن سکتا ہے۔ اس کے برعکس سودخور نظاموں میں افراد کی دولت لوٹ پوٹ کر چند ہاتھوں میں آتی رہتی ہے۔ جس سے سینکڑوں افراد سرمایہ داری کی زنجیروں میں جکڑ کر رہ جاتے ہیں۔

ہماری موجودہ مشکل اوراس کے حل کا صحیح طریق: یہ حصہ مضمون الگ تفصیل کامحتاج ہے جو اپنی جگہ پر بیان ہوگا۔ اس میں شبہ نہیں کہ موجودہ حالات میں عالم اسلامی کے سامنے ایک حقیقی مشکل درپیش ہے۔ جس کا حل دشوار نہیں۔ اگر اسلامی ممالک میں اولوالامر اسلام کی اصولی تعلیم مدنظر رکھتے ہوئے اپنے اجتہاد کو بروئے کار لائیں، جیسا کہ پہلے لایا گیا ہے۔ اگر ایسا کیا جائے تو یقیناً کئی راستے موجودہ مشکلات حل کرنے کے نکل سکتے ہیں۔ مگر اس کا طریق یہ نہیں کہ سودی کاروبار کرنے والے ممالک کی تقلید کی جائے۔ بلکہ وہ پاکیزہ طریق ہے جس کی طرف اسلام نے نظامِ زکوٰۃ میں ہماری راہنمائی فرمائی ہے اور جس کی بنیاد شفقت علیٰ خلق اللہ اور تعاون بالبر اور تقویٰ پر ہے۔ دونوں طریق یعنی زکوٰۃ اور سود آپس میں ضدین ہیں۔ سودی کاروبار میں ساہوکار افراد کا روپیہ اپنے پاس سمیٹتا اور ان کو تہی دست کرتا چلا جاتا ہے اور زکوٰۃ میں روپیہ کمزور افراد کو دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو معاشرہ کے کارآمد وجود بنا سکیں۔ صرف ضرورت ہے دانشمندانہ تنظیم کی اور ضرورت ہے اس دانشمندانہ اجتہاد کی جو موافق اور مخالف حالات کا جائزہ لے کر قوم کی خوابیدہ طاقتوں کو مثبت اور منفی جہتوں میں بیدار کرتا ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل مسلمانوں نے اپنی قوتِ اجتہاد کو بروئے کار لا کر رومانی اور ایرانی قیاصرہ اور خستہ حال قوموں کی اصلاح کی۔ جس کا اقرار کئی غیر مسلم مصنفین کو بھی ہے؛ جیسا کہ M.N.Roy لکھتے ہیں:-

"The creed of Mohammad made peace at home, and the martial valour of the saracans conferred the same blessing on the people inhabiting the vast territories from Samarcand to Spain".

(The Historical Role of Islam, Chapter 2:The Mission of Islam, Page:20)

یعنی عقیدہ اسلام نے اپنے وطن میں امن قائم کیا اور عربوں کی سپاہیانہ قابلیت نے سمرقند سے سپین تک وسیع علاقوں میں آباد قوموں کو وہی امن کی برکت عطا کی جو عربوں کی قوم کو۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الاذان تشریح باب ۱۵۲۔

۞۞۞۞۞

بَاب ۱ :وُجُوْبُ الزَّكَاةِ

زکوٰۃ کا فرض ہونا

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالٰى: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقرة:٤٤) وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَذَكَرَ حَدِيْثَ

اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اور نماز کو تمام شروط کے ساتھ سنوار کر ادا کرو اور زکوٰۃ دو اور حضرت (عبداللہ) بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے: ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا اور انہوں نے

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ بیان کیا۔ کہا: آپؐ ہمیں نماز اور زکوٰۃ اور صلہ رحمی اور پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں۔

١٣٩٥: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ ابْنُ مَخْلَدٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ.

١٣٩٥: ابوعاصم ضحاک بن مخلد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زکریا بن اسحاق سے، زکریا نے یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی سے، یحییٰ نے ابومعبد سے، ابومعبد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا: انہیں اس شہادت کی طرف دعوت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پس اگر وہ یہ مان لیں تو پھر انہیں (یہ) بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے رات دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو بھی مان لیں، پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر اُن کے مالوں میں صدقہ بھی فرض کیا ہے جو اُن کے مالداروں سے لیا اور اُن کے محتاجوں کی طرف لوٹایا جائے گا۔

اطرافه: ١٤٥٨، ١٤٩٦، ٢٤٤٨، ٤٣٤٧، ٧٣٧١، ٧٣٧٢.

١٣٩٦: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ مُّوسَى بْنِ طَلْحَةَ

١٣٩٦: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (محمد) بن عثمان بن عبداللہ بن موہب سے، محمد بن عثمان نے موسیٰ بن طلحہ

عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ مَا لَهُ مَا لَهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَبٌ مَا لَهُ تَعْبُدُ اللهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَقَالَ بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عُثْمَانَ وَأَبُوهُ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ أَخْشَى أَنْ يَكُوْنَ مُحَمَّدٌ غَيْرَ مَحْفُوْظٍ إِنَّمَا هُوَ عَمْرٌو.

اطرافه: ۵۹۸۲، ۵۹۸۳۔

سے، موسیٰ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: مجھے کوئی ایسا کام بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ لوگوں نے کہا: اسے کیا ہوا ہے؟ اسے کیا ہوا ہے؟ (یعنی اس کے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت بڑی ضرورت ہے۔ (تمہیں چاہیے کہ) اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز سنوار کر ادا کرو اور زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو اور بہز (بن اسد) نے یوں نقل کیا: شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن عثمان اور ان کے باپ عثمان بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ ان دونوں نے موسیٰ بن طلحہ سے سنا۔ موسیٰ نے حضرت ابوایوبؓ سے، حضرت ابوایوبؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی روایت کی۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: مجھے اندیشہ ہے کہ محمد (بن عثمان) صحیح نام نہ ہو بلکہ عمرو (بن عثمان) ہو۔

١٣٩٧: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ

۱۳۹۷: محمد بن عبدالرحیم نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) عفان بن مسلم نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحیٰی بن سعید بن حیان سے، یحیٰی نے ابوزُرعہ سے۔ ابوزُرعہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک بدوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: مجھے ایسے کام کا پتہ دیجئے

إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيْدُ عَلَى هَذَا فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَّنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا

کہ جب میں وہ کرلوں تو جنت میں چلا جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو۔ اس میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نمازِ فریضہ سنوار کر پڑھو اور مقررہ زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اس نے کہا: اسی ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں اس سے زیادہ نہیں کروں گا۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر چلا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی خوشی ہو کہ جنتیوں میں سے کسی آدمی کو دیکھے تو وہ اِسے دیکھ لے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي حَيَّانَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو زُرْعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا

مسدد (بن مسرہد) نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ (بن سعید قطان) سے مروی ہے۔ انہوں نے ابوحیان سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ابوزُرعہ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے مجھے یہی بتایا۔

١٣٩٨: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنْ رَّبِيْعَةَ قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ وَلَسْنَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَّأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُو إِلَيْهِ

۱۳۹۸: حجاج (بن منہال) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد بن زید نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابوجمرہ (نصر بن عمران ضبعی) نے ہمیں بتایا۔ کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: قبیلہ عبدالقیس کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ (ہمارے) قبیلہ ربیعہ سے ہے۔ ہمارے اور آپؐ کے درمیان کفارِ مضر (روک) ہیں۔ ہم سوائے محرم مہینوں کے آپؐ کے پاس سلامتی سے نہیں پہنچ سکتے۔ پس آپؐ ہمیں ایسی بات فرمائیں کہ ہم آپؐ سے اسے سیکھ لیں

مَنْ وَرَاءَنَا قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيْمَانِ بِاللهِ وَشَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَعَقَدَ بِيَدِهِ هَكَذَا وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُؤَدُّوْا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقَالَ سُلَيْمَانُ وَأَبُو النُّعْمَانِ عَنْ حَمَّادٍ الْإِيْمَانِ بِاللهِ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ.

اور پھر جو ہمارے پیچھے ہیں ان کو اس کی طرف دعوت دیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں تم کو چار باتیں کرنے کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے روکتا ہوں۔ اللہ پر ایمان لانا اور یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی انگلی کو کھڑا کر کے اس طرح اشارہ کیا۔ (یعنی ایک کام) اور نماز کو سنوار کر پڑھنا اور زکوٰۃ دینا اور یہ کہ جو مالِ غنیمت تمہیں حاصل ہو؛ اس کا پانچواں حصہ ادا کرنا اور میں تمہیں کدو کے تونبے اور سبز لاکھی مرتبان اور کریدی ہوئی لکڑی کے باسن اور روغنی برتن سے منع کرتا ہوں اور سلیمان (بن حرب) اور ابونعمان نے حماد سے روایت کرتے ہوئے (یوں) کہا: اللہ پر ایمان لانا اور گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اطرافه: ٥٣، ٨٧، ٥٢٣، ٣٠٩٥، ٣٥١٠، ٤٣٦٨، ٤٣٦٩، ٦١٧٦، ٧٢٦٦، ٧٥٥٦.

١٣٩٩ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ ابْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ

۱۳۹۹: ابوالیمان حکم بن نافع نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب بن ابی حمزہ نے ہمیں بتایا کہ زُہری سے روایت ہے کہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور عربوں میں سے جنہوں نے انکار کرنا تھا، انکار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپؓ لوگوں سے کیسے لڑیں گے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں؛ اس وقت

النَّاسَ حَتَّى يَقُوْلُوْا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ.

اطرافه: ١٤٥٧، ٦٩٢٤، ٧٢٨٤.

تک کہ وہ یہ اقرار کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس جس نے یہ کلمہ کہا، اس نے مجھ سے اپنا مال اور جان بچالی۔ سوائے اس کے کہ جہاں حقوق کا تعلق ہو اور اس کا حساب اللہ پر رہے گا۔

١٤٠٠: فَقَالَ وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللهِ لَوْ مَنَعُوْنِي عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَوَاللهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ قَدْ شَرَحَ اللهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

اطرافه: ١٤٥٦، ٦٩٢٥، ٧٢٨٥.

۱۴۰۰: اس پر (حضرت ابوبکرؓ نے) کہا: اللہ کی قسم! میں (ان سے) ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوۃ کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھے بکری کا ایک بچہ بھی نہ دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں وہ نہ دینے پر ان (لوگوں) سے ضرور لڑوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: اللہ کی قسم! یہ اسی لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔

تشریح: **وُجُوْبُ الزَّكٰوةِ:** اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے۔ (کتاب الایمان باب نمبر۲ روایت نمبر۸) ان میں سے پہلا رُکن کلمۂ شہادت ہے۔ اس کے بعد چار رُکن ہیں۔ نماز، زکوۃ، حج اور رمضان کے روزے۔ جن کا تعلق عبادت سے ہے۔ اسلامی عبادت کی اصولاً چار قسمیں ہیں۔ اوّل قسم اظہارِ عبودیت یعنی ذاتِ باری تعالیٰ سے محبت واطاعت کا اظہار جو ذکر ومناجات سے کیا جاتا ہے۔ اس کا نام اسلامی اصطلاح میں اَلتَّحِيَّات ہے۔ التحیات تَحِيَّة کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ القاب ہیں، جن سے ایک بادشاہ مخاطب کیا جاتا ہے۔ دوسری قسم عبادت کی وہ اظہارِ محبت واطاعت ہے جس کا تعلق اعضاء وجوارح سے ہے۔ اس کا نام اسلامی اصطلاح میں اَلصَّلَوَات ہے۔ اس عبادت کی مشق پنجگانہ نماز اور صیامِ رمضان سے کی جاتی ہے۔ تیسری قسم عبادت کی مالی قربانی ہے جس کا نام اسلامی اصطلاح میں اَلطَّيِّبَات ہے۔ چوتھی قسم عبادت کی نفس کی قربانی ہے۔ جس کا نام حج ہے اور اس جانی قربانی کی وجہ سے حج جہاد میں شمار کیا گیا ہے۔ حج درحقیقت حاوی ہے تمام اقسامِ عبادت پر اور حقیقت عبودیت کے اعتبار سے جامع ہے؛ شانِ ابراہیمی اور ہمہ گیر مرکزیت کا۔ اس کی تفصیل کتاب الحج میں آئے گی۔

باب اول کا عنوان زکوٰۃ کے وجوب پر قائم کیا گیا ہے اور امام بخاری نے اس تعلق میں زکوٰۃ کے معانی کی طرف توجہ دلانے کی غرض سے ابوسفیانؓ کے قول کا حوالہ دیا ہے جو لفظوں کے کچھ فرق کے ساتھ کتاب بدء الوحی روایت نمبر ۷ میں بھی مذکور ہے۔ زکوٰۃ کے لغوی معنی ہیں نشو ونما، حالت رفاہیت و آسائش اور پاکیزہ خلق اور شرعی اصطلاح میں زکوٰۃ کے معنی ہیں اپنے مال و دولت سے نصاب کے مطابق غرباء کی بہبودی کے لئے صدقہ نکالنا۔ صدقہ کے معنی ہیں وہ عمل جو خالص رضاءِ الٰہی کے لئے کیا جائے۔

امام موصوفؒ نے زکوٰۃ کو صدقات میں شامل رکھا ہے اور جیسا کہ آئندہ ابواب میں آئے گا کہ نماز کی طرح مالی عبادت یعنی صدقات کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک فرض اور دوسرا طوعی۔ باب اول کی چھ روایتوں سے زکوٰۃ کے واجب ہونے کی بابت استدلال کیا گیا ہے اور اس کی غرض وغایت یہ بتائی گئی ہے: تُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ۔ یعنی قوم کے محتاجوں کو لوٹائی جائے گی۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ معاشرہ میں جو اقتصادی تفاوت ہے کوئی امیر ہے کوئی غریب، وہ بذریعہ زکوٰۃ دور کیا جائے گا۔ زکوٰۃ سے مقصود اجتماعی مضبوطی اور استواری ہے اور اس لحاظ سے یہ اسلامی نظامِ معیشت کا ایک اہم رکن ہے۔ اس باب کی پہلی روایت میں لفظ صَدَقه سے مراد زکوٰۃ ہے۔ دوسری روایت میں زکوٰۃ جنت میں جانے کا سبب قرار دی گئی ہے۔ یعنی نہ دینے والا جہنم کی سزا کا مورد ہوگا اور یہ امر اس کے وجوب پر دال ہے۔ روایت نمبر ۱۳۹۶، ۱۳۹۷ ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ مگر دوسری روایت پہلی کے لئے بطور تشریح لائی گئی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: تُقِيمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوضَةَ. روایت نمبر ۱۳۹۸، ۱۳۹۹ بھی اسی وجوب کی تائید میں ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عمل سے بھی یہی استدلال کیا گیا ہے۔ یعنی اگر وہ زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہ سمجھتے تو منکرین زکوٰۃ سے جنگ کیوں کرتے؟ ان کے نزدیک زکوٰۃ حقوق العباد میں سے ایک مالی حق ہے جس کا ادا کرنا لازمی ہے۔

روایت نمبر ۱۳۹۸ میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ کتاب الایمان زیر باب ۴۰ روایت نمبر ۵۳ نیز کتاب العلم زیر باب ۲۵ روایت نمبر ۸۷ میں بھی گذر چکا ہے۔ فتح مکہ کے بعد جو وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں آئے۔ ان میں سے پہلا وفد عبدالقیس کا تھا۔ یہ وفد بقیادت منذر بن اشج ۸ھ میں آیا تھا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیام کر کے دین سیکھا اور واپس جا کر اپنی قوم کی ہدایت کا سبب ہوا؛ جس نے انشراحِ صدر سے اسلام قبول کیا۔ بنوسعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فتح مکہ کے بعد بھیجا تھا۔ انہوں نے بھی قسم دے کر آپؐ سے یہی سوالات کئے تھے۔ دیکھئے کتاب العلم باب ۶ روایت نمبر ۶۳۔

لفظِ زکوٰۃ کی وجہ تسمیہ خود قرآن مجید میں تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا (التوبة: ۱۰۳) کے الفاظ سے بیان فرمائی گئی ہے۔ یہ تطہیر و تزکیہ تین صورتوں میں ہوتا ہے۔ اخلاقی، اقتصادی اور اجتماعی۔ اخلاقی طور پر اس سے بخل، خود غرضی، حرص و لالچ، اسراف، استبداد، حب تملّق اور قساوتِ قلبی جیسے اخلاق دنیّہ کا تزکیہ ہوتا ہے اور اس کے مقابلہ میں ایثار، رحم، سخاوتِ نفس اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے اوصافِ حمیدہ سے متصف ہونے کی توفیق ملتی ہے۔ اقتصادی تزکیہ غریب طبقے کی ابتدائی ضروریاتِ زندگی کا تحفظ ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔ جب افراد کے کھانے پینے کی ضرورتیں مہیا ہوں تو وہ عام طور

پر اخلاقِ رزیلہ چوری، جھوٹ، فریب دہی وغیرہ کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ یہ پست اخلاق فقر وفاقہ کا نتیجہ ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا (مسند الشهاب، الباب الثالث الجزء الخامس، باب كاد الفقر ان يكون كفرا، روایت نمبر۵۸۶) لفظ کفر جامع ہے اور اس میں بداعتقادی اور بدخلقی دونوں شامل ہیں۔

اجتماعی تزکیہ جو نظامِ زکوٰۃ سے معاشرے کو حاصل ہوتا ہے، اس کی صورت بھی واضح ہے کہ اس سے قوم میں اقتصادی نشیب وفراز ہموار کرنے کے مواقع بہم پہنچائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں خود دولت کا تزکیہ بھی تین طرح ہوتا ہے۔

اوّل: ذخیرہ اندوزی کا میلان جو دولت اور دولت مندوں میں ہے اس کی روک تھام ہوتی ہے۔

دوم: زکوٰۃ بے کار دولت کو کارآمد مصرف میں لانے کے لئے بطور مہمیز ہے جس سے افزائش دولت کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔

سوم: غریب طبقے کے افراد کی ابتدائی ضروریات جب مہیا ہوں گی تو وہ کسب معاش کے لائق ہو کر ملک کی مجموعی دولت بڑھانے کا موجب ہوں گے۔ لیکن وہ قوم جس کی اکثریت بھوکی، ننگی، بیمار، جاہل اور تہیدست ہے اور جس کی قدرتِ پیداوار محدود؛ وہ معاشرے کے لئے مفید ہونا تو کیا خود اپنے آپ کو بھی نہیں سنبھال سکتی۔ غرض زکوٰۃ اپنے وسیع معانی کے لحاظ سے معاشرے کے لئے بہت سی برکتوں کا موجب ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام نے اس رکن کو بطور ایک فرض لازمی قرار دیا ہے۔ زکوٰۃ اس لحاظ سے بھی انسان کے روحانی تزکیہ اور ترقی کا باعث ہے کہ جب محض رضاءِ الٰہی کی خاطر ادا کی جائے تو تعلق باللہ پیدا ہوگا جو گناہ سے بچائے گا۔ کیونکہ اسی تعلق میں انسان کے روحانی معراج کی تکمیل ہے۔

عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ اِلَّا بِحَقِّهٖ: افرادِ اُمت کی سلامتی کا دارومدار حقوق کی ادائیگی ہی پر ہے۔ جس طرح ٹیکس کی عدم ادائیگی بغاوت اور مستوجب سزا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی عدم ادائیگی بھی۔ حضرت عمرؓ نے پہلے حضرت ابوبکرؓ سے اتفاق نہیں کیا۔ مگر جب اِلَّا بِحَقِّهٖ کے الفاظ سے اُن کا استدلال سنا تو اُن کی رائے تسلیم کی۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ صرف زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہہ دینا عمل صالح نہ ہونے کی حالت میں قطعاً کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ (اس ضمن میں دیکھئے تشریح روایات نمبر۲۲، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۴۳، ۴۹) اس تعلق میں کتاب الایمان روایت نمبر۲۵ زیر باب ۱۷ خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ اس باب کا عنوان یہ آیت ہے: فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ (التوبة: ۵) اس صورت میں مذکورہ بالا آیت کا مضمون دہراتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ. (التوبة: ۱۱) یعنی اگر توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات ترک کرنے والا مسلمان نہیں۔ اسلام کے پانچوں ارکان کی پابندی فرض ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اِلَّا بِحَقِّهٖ فرما کر انفاق فی سبیل اللہ کو معاشرہ کے کمزور طبقے کا حق قرار دیا ہے۔ (دیکھئے کتاب الزکوٰۃ باب نمبر۴۸) یعنی ذی استطاعت لوگوں کا فرض ہے کہ احکامِ اسلامی کی پابندی کریں اور جو مالی حق ان پر عائد کیا گیا ہے وہ ادا کریں۔ اس صورت میں ان کے حقوق بھی محفوظ رہیں گے۔

اِلَّا بِحَقِّہٖ کے الفاظ سے حضرت ابوبکرؓ کا استدلال عمیق اور وسیع نظر پر دلالت کرتا ہے۔فریضہ زکوٰۃ کی بنیاد اس ارشادِ باری تعالیٰ پر مبنی ہے:وَفِی اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات:۲۰) یعنی مالداروں کے مالوں میں محتاجوں اور محروم طبقہ کا حق ہے۔ذرائع پیداوار زمین اور جو کچھ کہ اس میں ہے،خداتعالیٰ نے سب انسانوں کے لئے پیدا کئے ہیں۔فرماتا ہے: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (البقرۃ:۳۰) یعنی وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کا سب پیدا کیا جو زمین میں ہے۔بعض انسان موافق حالات میں ان اشیاء سے فائدہ اُٹھا کر دولت پیدا کرتے ہیں۔جبکہ بعض ناموافق حالات کی وجہ سے محروم رہ جاتے ہیں۔سرمایہ دار طبقہ جن لوگوں کی محنت سے دولت کمانے میں کام لیتا ہے جو معاوضہ اُن کو دیتا ہے وہ کسی صحیح معیار پر نہیں ہوتا۔بلکہ مزدور کی کمزوری اس کو مجبور کرتی ہے کہ سرمایہ دار کی پیش کردہ شرائط منظور کر کے محنت کرے اور اس کی محنت کا جو معاوضہ دیا جاتا ہے وہ پورا معاوضہ نہیں ہوتا۔اس کی محنت کے نتیجہ میں جو پیداوار ہوتی ہے،اس میں مزدور کا حق واجب باقی رہ جاتا ہے،جو اُسے کسی نہ کسی صورت میں ملنا چاہیے۔ علاوہ ازیں معاشرے کا ایک طبقہ طبعی حالات کی وجہ سے کام کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔اس لئے یہ طبقہ مَا فِی الْاَرْضِ یعنی ذرائع پیداوار سے اپنی معاش کی صورت پیدا کرنے کے طبعی حق سے محروم رہ جاتا ہے۔دونوں قسم کے کمزور طبقوں کا طبعی حق دلانے اور اس طبعی کمزوری کی تلافی کی غرض سے فریضہ زکوٰۃ مالداروں پر بطور حق واجب عائد کیا گیا ہے اور جیسا کہ بتایا جاچکا ہے حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک زکوٰۃ کی عدم ادائیگی بغاوت ہے اور زکوٰۃ نہ دینے والا معاشرہ اسلامیہ کا فرد نہیں رہتا اور یہ کہ اُس کی اِس بغاوت پر اُس سے جنگ کرنا ضروری ہے۔بےشک اسلام نے لَا اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ {دین میں کوئی جبر نہیں} (البقرۃ:۲۵۷) کے ارشاد سے دین کے بارے میں آزادی دی ہے۔مگر جو فرد بظاہر اسلام کا دعوے دار ہے اور اسلامی سوسائٹی میں شامل ہو کر اس کی پناہ میں ہے اور اس کی برکات سے مستفید اور اپنے اجتماعی حقوق سے پورے طور پر متمتع ہے۔مگر جو فرائض اور واجبات اسلام نے بحیثیت اسلامی معاشرہ کے فرد ہونے کی حیثیت سے اُس پر عائد کئے ہیں اُن کو وہ ادا نہیں کرتا؛ ایسا فرد اجتماعی حفاظت اور پناہ کا حق نہیں رکھتا۔دنیا میں کوئی حکومت بھی قانون شکن اور باغی افراد کو برداشت نہیں کرتی۔اسلامی نظامِ زکوٰۃ وصدقات کا تعلق دراصل معاشرہ سے ہے نہ کسی ایک فرد سے اور اس کے نتائج اور اثرات کا تعلق بھی معاشرہ ہی سے ہے فرد سے نہیں۔

غرض اسلام میں فریضہ زکوٰۃ کی بنیاد اوّلاً افراد بشر کے اس خداداد طبعی حق پر رکھی ہے جو ذرائع پیداوار میں اُن کو حاصل ہے۔ثانیاً ملکیت کے نظریہ پر؛ یعنی موافق حالات کے تحت جائز طور پر جو فرد ذرائع پیداوار پر قابض ہے وہ اُن کا مالک ہے۔اُن سے استفادہ کا اوّل حق مالک کو ہے۔فِی اَمْوَالِهِمْ فرما کر اُن کا حق ملکیت وتصرف تسلیم کیا گیا ہے۔کیونکہ رضاءِ الٰہی اور ثواب کے حصول کا انحصار اس امر پر ہے کہ کوئی فرد اموال کا مالک ہو اور اپنے مالوں میں تصرف کرنے پر قادر۔اگر اس کی یہ مِلکیت اور قدرت تسلیم نہ کی جائے تو وہ کسی ثواب کا مستحق نہیں رہتا۔کیونکہ وہ اپنے اختیار سے زکوٰۃ وصدقات وغیرہ اعمالِ صالحہ بجانہیں لاسکتا۔انسان اور حیوان میں یہی مابہ الامتیاز ہے کہ اوّل الذکر بالارادہ

مختار فی التصرف ہے۔ انسان کے اس طبعی امتیاز ہی پر نیک و بداعمال اور ثواب وعقاب کا دارومدار ہے۔ انفرادی مِلکیت اور آزادی تصرف وعمل کا یہ حق اسلام تمام افراد بشر کے لئے تسلیم کرتا ہے اور اس تعلیم میں وہ شیوعیت (کیمونزم) وغیرہ فلسفی نظریاتِ فکر سے اختلاف رکھتا ہے جوافراد کواس طبعی حق سے بذریعہ جبرواکراہ محروم کرتے ہیں۔ اسلام کی تعلیم حد اعتدال پر واقع ہے۔ ایک طرف وہ کمزور طبقہ کا طبعی حق محفوظ رکھتا ہے اور افراد کو اُٹھنے، پنپنے اور کارآمد وجود بننے کے مواقع بذریعہ قانون بہم پہنچاتا ہے اور دوسری طرف بذریعہ قانون ہی اُن کا فطرتی حق خود ارادیت اور اختیارِ تصرف محفوظ رکھتا ہے اور مسلمہ قانون کے تحت جو سب کے لئے یکساں ہے۔ جہاں جبرواکراہ کی ضرورت ہو وہاں اس سے کام لینے کی اجازت دیتا ہے۔

اس تعلق میں تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو''اسلام کا اقتصادی نظام'' مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ صفحہ ۲۲ تا ۳۷۔

بَاب ۲ : اَلْبَيْعَةُ عَلَى إِيْتَاءِ الزَّكَاةِ

زکوٰۃ دینے کی بیعت

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ (التوبة: ۱۱)

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) اگر وہ توبہ کریں اور نماز سنوار کر پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دین میں بھائی ہیں۔

۱٤۰۱: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

۱۴۰۱: (محمد بن عبداللہ) بن نمیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) اسماعیل (بن ابی خالد) نے ہمیں بتایا کہ قیس (بن حازم) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت جریر بن عبداللہؓ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت نماز سنوار کر پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور ہر ایک مسلمان کی خیرخواہی کرنے پر کی۔

اطرافه: ٥٧، ٥٢٤، ٢١٥٧، ٢٧١٤، ٢٧١٥، ٧٢٠٤۔

تشریح: اَلْبَيْعَةُ عَلٰى اِيْتَاءِ الزَّكَاةِ: سابقہ باب کے مضمون کی مزید تائید میں یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح نماز پڑھنے کی بیعت لی، اسی طرح زکوٰۃ ادا کرنے کی بھی۔ اور یہ عہد لینا اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور یہ معاہدہ پورا کرنا ضروری ہے۔ اس کا توڑنا مستوجب سزا ہے؛ دنیا

میں بھی اور آخرت میں بھی۔عنوانِ باب میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ تب ہی صحیح ہوتی ہے جب دونوں ارکان یعنی نماز و زکوٰۃ کی پابندی کی جائے۔حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ کی روایت اس سے قبل کتاب الایمان زیر باب ۴۲ روایت نمبر ۵۷ میں گزر چکی ہے۔

بَاب٣: إِثْمُ مَانِعِ الزَّكَاةِ

زکوٰۃ نہ دینے والے کا گناہ

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣٤﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿٣٥﴾ (التوبة: ٣٤-٣٥)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: جو سونا اور چاندی اکٹھا کر کے چھپا رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں انہیں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دیدے۔جس دن جہنم کی آگ اُس (سونے چاندی) پر بھڑکائی جائے گی۔پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور اُن کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔(تو کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے اپنی جانوں کے لیے جمع کیا تھا۔سو اِس کا مزا چکھو جو تم اکٹھا کر کے چھپا رکھتے تھے۔

١٤٠٢: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ هُرْمُزَ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَأْتِي الْإِبِلُ عَلَى صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ إِذَا هُوَ لَمْ يُعْطِ فِيْهَا حَقَّهَا تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَأْتِي الْغَنَمُ عَلَى صَاحِبِهَا عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ إِذَا لَمْ يُعْطِ فِيْهَا

۱۴۰۲: (ابوالیمان) حکم بن نافع نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب (بن ابی حمزہ) نے ہمیں بتایا۔(انہوں نے کہا:) ابوالزناد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج نے اسے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن) اونٹ اپنے مالک کے پاس اچھی حالت میں آئیں گے؛ جیسے وہ تھے تو اگر اس نے ان کا وہ حق جو اُن سے متعلق ہے نہ دیا ہوگا تو وہ اس کو اپنے پاؤں سے

حَقَّهَا تَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُوْنِهَا وَقَالَ وَمِنْ حَقِّهَا أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ قَالَ وَلَا يَأْتِي أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلَى رَقَبَتِهِ لَهَا يُعَارٌ فَيَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ وَلَا يَأْتِي بِبَعِيْرٍ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ لَهُ رُغَاءٌ فَيَقُوْلُ يَا مُحَمَّدُ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَّغْتُ.

روندیں گے اور بکریاں بھی اپنے مالک کے پاس اچھی حالت میں آئیں گی جیسے وہ تھیں۔ اگر اس نے ان کا وہ حق جو اُن سے متعلق ہے نہ دیا ہوگا تو وہ اپنے کُھروں سے اس کو روندیں گی اور سینگوں سے ماریں گی۔ آپؐ نے فرمایا: بکریوں کا حق یہ بھی ہے کہ پانی پر پہنچ کر اُنہیں دوہا جائے۔ فرمایا: تم میں سے کوئی قیامت کے دن ایسی حالت میں نہ آئے کہ بکری کو اس نے اپنی گردن پر اُٹھایا ہوا ہو اور وہ بھائیں بھائیں کر رہی ہو۔ پھر وہ پکارے: محمد! میں کہوں گا: میں تمہارے لئے کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے تو (پیغامِ حق) پوری طرح پہنچا دیا تھا اور نہ کوئی اپنی گردن پر اونٹ کو اُٹھائے ہوئے آئے کہ وہ بڑبڑ کر رہا ہو اور پھر وہ کہے: محمد! میں کہوں گا: میں تمہارے لئے کچھ نہیں کرسکتا۔ میں نے تو (اللہ کا پیغام) اچھی طرح پہنچا دیا تھا۔

اطرافه: ٢٣٧٨، ٣٠٧٣، ٦٩٥٨.

١٤٠٣: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا :

۱۴۰۳: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہاشم بن قاسم نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ابوصالح روغن فروش سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن (اس کا مال) اس گنجے سانپ کی شکل میں پیش کیا جائے گا جس کی آنکھوں پر اُبھرے ہوئے داغ ہوتے ہیں۔ وہ قیامت کے دن اس کے

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ { بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ ☆} الآيَةَ.
(آل عمران: ۱۸۱)

گلے کا ہار ہوگا۔ پھر وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا۔ پھر کہے گا: میں تیرا مال ہوں۔ میں تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت پڑھی کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا ہوا اور وہ اس میں بُخل کریں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ بُخل ان کے لئے بہتر ہے۔ نہیں بلکہ وہ ان کے لئے بہت ہی بُرا ہے۔ عنقریب قیامت کے دن وہ مال جس سے متعلق انہوں نے بُخل کیا ان کے گلے کا ہار بنایا جائے گا☆

اطرافه: ٤٥٦٥، ٤٦٥٩، ٦٩٥٧۔

تشریح: **اِثْمُ مَانِعِ الزَّكَاةِ:** احکام کی اہمیت اور عدم اہمیت کا پتہ اس جزا و سزا سے چلتا ہے جو اعمال کے بجا لانے یا نہ بجالانے پر مرتب ہوتی ہے۔ یہی اصل مدنظر رکھ کر باب۳ قائم کیا گیا ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ تارک زکوٰۃ کس قسم کی خطرناک سزا کا مستحق ہوگا۔ اس لئے قرآن مجید میں اس کی نوعیت دردناک بتائی گئی ہے۔ یہی جمع کردہ سونا چاندی جہنم کی آگ میں گرم کر کے اس سے ان کی پیشانیاں، پیٹھیں اور ان کے پہلو داغے جائیں گے۔ روایت نمبر۱۴۰۳ میں جس سزا کا ذکر کیا گیا ہے وہ بیانِ حقیقت ہے۔ عالمِ آخرت میں اعمال کس طرح مختلف شکلوں میں متمثل ہوں گے؟ اس کے مفصل بیان کے لیے دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی۔ ''دوسرا دقیقہ معرفت'' صفحہ۹۴ تا۹۸، روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ۴۰۸ تا۴۱۲۔

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: روایت نمبر۱۴۰۳ میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس کے مفہوم کی نسبت علماء کے درمیان اختلاف ہوا ہے کہ آیا سچ مچ ان کا مال گردن کا ہار بنے گا یا استعارہ ہے جس سے یہ مراد ہے کہ وہ اُن کے لئے وبالِ جان ہوگا۔ حیاتِ آخرت کے جتنے حالات ہیں ان کو ہم دنیا کی زندگی کے واقعات پر ہی قیاس کر کے سمجھ سکتے ہیں۔ ان کے سمجھنے کا اس کے سوا اور کوئی طریق نہیں۔ ان کی اصل حقیقت ہم سے مخفی ہے۔ **فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ** (حم السجدة:۱۸){پس کوئی ذی روح نہیں جانتا کہ اُن کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔} تفصیل کے لئے دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی۔ ''موت کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے؟'' صفحہ۸۲، روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ۳۹۶۔ امام بخاریؒ نے بھی اس بیان کو تشبیہ قرار دے کر قرآنِ مجید کی ایک آیت کے حوالہ سے اس کا مفہوم واضح کیا ہے۔ (دیکھئے کتاب الزکوٰۃ، باب نمبر۴۳) محولہ بالا آیت سے ظاہر ہے کہ اسلام نے ذخیرہ اندوزی ممنوع قرار دی ہے۔ مال کسب معاش کا ذریعہ ہے اور اسے بے کار محفوظ رکھنا گناہ۔ اس صورت میں اس کی زکوٰۃ بہر حال ادا ہوگی۔ اس طرح زکوٰۃ بڑا محرک ہے؛ کسب و اکتساب کے دائرہ کی توسیع اور ملکی ثروت کے

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۳۳۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

نشوونما کا۔ یہ تیسرا حکم ہے اسلامی تعلیم کے ان احکام میں سے جن کا تعلق اقتصادی اصلاح اور اجتماعی بہبود سے ہے۔
بخیل انسان سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے اس کے مال میں کمی آجائے گی۔ لیکن اس کا یہ خیال غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَآ آتَيْتُمْ مِنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ (الروم: ۴۰) یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر دی ہوئی زکوٰۃ مال بڑھانے کا موجب ہوتی ہے۔ اس ضمن میں کتاب الزکوٰۃ کے باب نمبر ۱۰، ۱۱، ۲۷، ۲۸ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ٤ : مَا أُدِّيَ زَكَاتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ

جس مال کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ کنز (یعنی مال قابل زکوٰۃ) نہیں رہتا

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اوقیہ سے کم (چاندی) میں زکوٰۃ نہیں۔

١٤٠٤: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. (التوبة: ٣٤) قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَنْ كَنَزَهَا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا فَوَيْلٌ لَّهُ إِنَّمَا كَانَ هٰذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللّٰهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ.

اطرافه: ٤٦٦١.

۱۴۰۴: احمد بن شبیب بن سعید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے خالد بن اسلم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکلے تو ایک بدوی نے پوچھا: مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے معنے بتایئے: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جس نے (سونے چاندی کو) جمع کر رکھا اور اس کی زکوٰۃ نہ دی۔ اس کے لئے ہلاکت ہے اور یہ آیت زکوٰۃ کا حکم نازل کئے جانے سے پہلے کی ہے۔ جب زکوٰۃ فرض ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مالوں کے پاک کرنے کا ذریعہ بنا دیا۔

١٤٠٥: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيْدَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيْهِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ.

اطرافه: ١٤٤٧، ١٤٥٩، ١٤٨٤۔

۱۴۰۵: اسحاق بن یزید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب بن اسحاق نے ہمیں بتایا۔ اوزاعی نے کہا: یحیٰ بن ابی کثیر نے مجھے بتایا کہ عمرو بن یحیٰ بن عمارہ نے ان سے بیان کیا۔ ان کے باپ یحیٰ بن عمارہ بن ابی حسن سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اوقیہ سے کم (چاندی) میں صدقہ نہیں اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ ہے اور نہ پانچ وسق (کھجور) سے کم میں زکوٰۃ ہے۔

١٤٠٦: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ سَمِعَ هُشَيْمًا أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ مَرَرْتُ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا أَنَا بِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقُلْتُ لَهُ مَا أَنْزَلَكَ مَنْزِلَكَ هٰذَا قَالَ كُنْتُ بِالشَّأْمِ فَاخْتَلَفْتُ أَنَا وَمُعَاوِيَةُ فِي: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ. (التوبة:٣٤) قَالَ مُعَاوِيَةُ نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ فَقُلْتُ نَزَلَتْ فِيْنَا وَفِيْهِمْ فَكَانَ بَيْنِي

۱۴۰۶: علی (بن ابی ہاشم) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ہشیم سے سنا۔ (ہشیم نے کہا:) حصین نے ہمیں بتایا کہ زید بن وہب سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں (مقام) ربذہ سے گزرا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہاں ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا: آپؓ کا ڈیرہ یہاں کس نے لگا دیا ہے؟ کہنے لگے: میں شام میں تھا۔ میرا اور معاویہؓ کا اس آیت سے متعلق اختلاف ہوگیا وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ. {اور جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے} معاویہ نے کہا: یہ اہل کتاب کے حق میں

وَبَيْنَهُ فِي ذَاكَ وَكَتَبَ إِلَى عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَشْكُوْنِي فَكَتَبَ إِلَيَّ عُثْمَانُ أَنِ اقْدَمِ الْمَدِيْنَةَ فَقَدِمْتُهَا فَكَثُرَ عَلَيَّ النَّاسُ حَتَّى كَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْنِي قَبْلَ ذَلِكَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لِي إِنْ شِئْتَ تَنَحَّيْتَ فَكُنْتَ قَرِيْبًا فَذَاكَ الَّذِي أَنْزَلَنِي هَذَا الْمَنْزِلَ وَلَوْ أَمَّرُوْا عَلَيَّ حَبَشِيًّا لَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ.

اطرافه: ٤٦٦٠.

نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا: یہ ہمارے اوران کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس وجہ سے میرے اوران کے درمیان بحث چھڑ گئی۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ میری شکایت کی۔ حضرت عثمانؓ نے مجھے لکھا کہ میں مدینہ چلا آؤں۔ چنانچہ میں مدینہ آیا۔ میرے پاس لوگ کثرت سے آنے لگے۔ جیسے انہوں نے مجھے اس سے پہلے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔ میں نے حضرت عثمانؓ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: اگر تم چاہو تو الگ ایک طرف رہو اور قریب ہی رہو۔ یہ بات ہے جس کی وجہ سے میں نے یہاں ڈیرہ لگایا ہے اور اگر مجھ پر حبشی کو بھی سردار بنا دیں تو میں اس کی بات سنوں گا اور اس کا کہا مانوں گا۔

١٤٠٧: حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ جَلَسْتُ. وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ بْنُ الشِّخِّيْرِ أَنَّ الْأَحْنَفَ ابْنَ قَيْسٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى مَلَإٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَجَاءَ رَجُلٌ خَشِنُ الشَّعَرِ وَالثِّيَابِ وَالْهَيْئَةِ حَتَّى قَامَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بَشِّرْ الْكَانِزِيْنَ

١٤٠٧: عیاش (بن ولید) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالاعلیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا: سعید) جُرَیری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالعلاء (یزید) سے، ابوالعلاء نے احنف بن قیس سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: میں بیٹھا تھا اور اسحاق بن منصور نے بھی مجھ سے بیان کیا، (کہا:) عبدالصمد (بن عبدالوارث) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ (کہتے تھے:) ہم سے (سعید) جریری نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابوالعلاء بن شخیر نے ہم سے بیان کیا کہ احنف بن قیس نے انہیں بتایا، کہا: میں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس کے بال سخت، کپڑے موٹے اور شکل بھدی؛

بِرَضْفٍ يُحْمَى عَلَيْهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ثُمَّ يُوْضَعُ عَلَى حَلَمَةِ ثَدْيِ أَحَدِهِمْ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ نُغْضِ كَتِفِهِ وَيُوْضَعُ عَلَى نُغْضِ كَتِفِهِ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيِهِ يَتَزَلْزَلُ ثُمَّ وَلَّى فَجَلَسَ إِلَى سَارِيَةٍ وَتَبِعْتُهُ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ وَأَنَا لَا أَدْرِي مَنْ هُوَ فَقُلْتُ لَهُ لَا أُرَى الْقَوْمَ إِلَّا قَدْ كَرِهُوْا الَّذِي قُلْتَ قَالَ إِنَّهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا.

وہ ان کے پاس کھڑا ہو گیا اور السلام علیکم کہا۔ پھر کہا: مال جمع کرنے والوں کو اس پتھر کی بشارت دے جو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ پھر ان میں سے ایک کے پستان کی بھٹنی پر رکھا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ ان کے مونڈھے کی اوپر والی ہڈی سے نکل جائے گا اور ان کے مونڈھے کی اوپر والی ہڈی پر رکھا جائے گا تو وہ ان کے پستان کی بھٹنی سے نکل آئے گا۔ اسی طرح وہ پتھر ڈھلکتا رہے گا۔ (یہ کہا) اور پیٹھ پھیر کر چل دیا اور ایک ستون کے پاس جا بیٹھا اور میں اس کے پیچھے گیا اور اس کے پاس جا بیٹھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے۔ میں نے اس سے کہا: میں سمجھتا ہوں جو بات آپ نے کہی ہے اسے (لوگوں نے) بُرا مانا ہے۔ اس نے کہا: یہ لوگ تو نہیں سمجھتے۔

١٤٠٨: قَالَ لِي خَلِيْلِي قَالَ قُلْتُ مَنْ خَلِيْلُكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَتُبْصِرُ أُحُدًا قَالَ فَنَظَرْتُ إِلَى الشَّمْسِ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ وَأَنَا أُرَى أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرْسِلُنِي فِي حَاجَةٍ لَهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا أُحِبُّ أَنَّ لِي مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا أُنْفِقُهُ كُلَّهُ إِلَّا ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ وَإِنَّ هَؤُلَاءِ لَا يَعْقِلُوْنَ إِنَّمَا يَجْمَعُوْنَ الدُّنْيَا لَا وَاللهِ لَا أَسْأَلُهُمْ دُنْيَا وَلَا أَسْتَفْتِيْهِمْ

۱۴۰۸: میرے جانی دوست نے مجھ سے کہا: (احنف) کہتے تھے: میں نے پوچھا آپ کا جانی دوست کون ہے؟ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (آپؐ نے فرمایا:) ابوذر! کیا تم اُحد پہاڑ کو دیکھتے ہو؟ کہتے تھے: اس پر میں نے سورج کو دیکھا کہ کتنا دن باقی ہے اور میں سمجھتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ مجھے کسی کام کے لئے بھیج رہے ہیں۔ میں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ میرے پاس اُحد پہاڑ برابر سونا ہو۔ اگر ہو تو میں سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں تین اشرفیوں کے سوا۔ (پھر حضرت ابوذرؓ نے کہا:) اور یہ لوگ تو کچھ نہیں سمجھتے۔ بس دنیا ہی اکٹھی کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! نہ مَیں ان سے دنیا کا سوال کروں گا

عَنْ دِيْنٍ حَتَّى أَلْقَى اللهَ. اور نہ دین سے متعلق فتویٰ دریافت کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ سے جاملوں۔

اطرافه: ١٢٣٧، ٢٣٨٨، ٣٢٢٢، ٥٨٢٧، ٦٢٦٨، ٦٤٤٣، ٦٤٤٤، ٧٤٨٧.

تشریح: **مَا اُدِّيَ زَكَاتُهُ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ:** حضرت ابوذرؓ وغیرہ جیسے زاہدین نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ ہر مال جو کھانے پینے پہننے وغیرہ حاجاتِ ضروریہ سے بچ رہے، کَنْز یعنی جمع شدہ مال کہلائے گا اور ایسا مال آیت وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (التوبة :۳۴) کی رو سے موجب عذاب ہوگا۔ جمہور صحابہ کرامؓ ان کے اس فتویٰ کے خلاف تھے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعیین فرمادی کہ پانچ اوقیہ چاندی پانچ اونٹ یا پانچ وسق کھجور سے زائد مال اگر ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس لئے ادائیگی زکوٰۃ کے بعد بچا ہوا مال کَـنْـز کی تعریف سے باہر ہوگا اور اس پابندی کی وجہ سے صاحب مال نفع بخش کاروبار تجارت یا صنعت وحرفت میں اسے لگانے پر مجبور ہوگا۔ ورنہ اس کا سارا مال رفتہ رفتہ ختم ہوجائے گا۔ بدوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ کیا اس کے علاوہ مجھ پر کوئی اور بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ فرمایا: نہیں۔ (روایت نمبر ۴۶) عنوانِ باب ایک مشہور اختلاف کی وجہ سے قائم کیا گیا ہے۔ بعض فقہاء نے ادائیگی زکوٰۃ کے بعد بھی مال کو جمع رکھنا مطلق حرام قرار دیا ہے جو درست نہیں۔ ورنہ اس مال پر بھی ادائیگی زکوٰۃ جاری رہتی۔ اسی بات کی طرف توجہ منعطف کرانے کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

روایت نمبر ۱۴۰۵ میں جن ذرائع پیداوار پر نصاب زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے وہ مجمل اور اصولی ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے:

(۱) باب ۳۱ سے باب ۶۲ تک: نقدی کا نصاب زکوٰۃ پانچ اوقیہ (200 درہم یا ساڑھے باون تولہ) چاندی جس کی قیمت رائج الوقت سکے کے مطابق ہوگی۔ اس سے کم مال پر زکوٰۃ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور اب تک بھی مبادلہ اشیاء کا معیار چاندی کے سکے پر رہا ہے۔ چاندی کے نصاب پر سونے کا نصاب مبنی ہے۔ یعنی جتنی قیمت کسی وقت پانچ اوقیہ چاندی کی ہوگی؛ اسی قیمت سے جتنا سونا خریدا جاسکتا ہے۔ اس مقدار سے زائد سونا ہو تو وہ قابل زکوٰۃ ہوگا۔

(۲) باب ۳۶ تا باب ۴۳: ہر مویشی کا نصاب علیحدہ ہے۔ مثلاً اونٹوں کا نصاب پانچ ہے۔ ان پر زکوٰۃ نہیں اس سے زیادہ ہوں تو وہ قابل زکوٰۃ ہوں گے۔

(۳) باب ۵۴ تا باب ۵۸: زرعی پیداوار غلہ جات اور قابل ذخیرہ پھلوں کا نصاب ۵ وسق ہے۔ یعنی 2/3 ٹن بمطابق اندازہ حجاز اور ایک ٹن بمطابق اندازۂ عراق۔ وسق ۶۰ صاع اور ایک صاع قریباً ایک پونڈ یا پونے تین پاؤ تقریباً۔ پانچ وسق (ایک ٹن یا چھبیس من دس سیر) غلہ ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں اور اس سے زیادہ پر مقررہ نسبت سے عائد ہوگی۔

فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهَا: اگر مال جمع کرنا مطلق حرام ہوتا تو زکوٰۃ کا حکم عبث تھا۔ اسی بات کی طرف توجہ دلانے کی غرض سے حضرت ابن عمرؓ کے قول کا حوالہ دیا گیا ہے۔ (روایت نمبر ۱۴۰۴) جملہ قَبْلَ اَنْ تُنَزَّلَ الزَّكَاةُ سے نصاب زکوٰۃ اور متعلقہ احکام کا بیان مراد ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۳۴۵) روایت نمبر ۱۴۰۶ میں ایک ابہام ہے جس کی وضاحت

روایت نمبر ۱۴۰۷ اسے کی گئی ہے۔ پہلی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے بکثرت آنے جانے کی وجہ سے حضرت ابوذرؓ کو مقام ربذہ میں چلے جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ لیکن دوسری روایت میں اس امر کی تصریح ہے کہ وہ لوگوں میں مال جمع کرنے والوں کے خلاف نفرت کے جذبات اُبھارتے تھے اور اپنی رائے پر مصر تھے اور ایسے طریق سے اپنی رائے پیش کرتے تھے کہ فتنے کا اندیشہ ہوا۔ اس لئے انہیں مدینہ سے باہر جانے کا مشورہ دیا گیا۔ (اس تعلق میں کتاب العلم باب ۱۰ کی تشریح بھی ملاحظہ ہو)

کَنْز کیا ہے اور کس قدر مال پر اطلاق پاتا ہے؟ فقہاء کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہوا ہے اور اس اختلاف کی بناء پر مسائل کے استنباط میں بھی ان کی رائے مختلف ہے۔ اس تعلق میں باب ۲۳ و ۲۸ کی تشریح بھی دیکھئے۔ روپیہ جمع کرنے والے کی نسبت آیت محولہ بالا میں یہ جو تخصیص کی گئی ہے: وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا کہ مال جمع کر رکھا ہے اور وہ اسے خرچ نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی سزا اس آیت میں سخت بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے اس سزا کی سختی کو تمثیلاً بیان کیا ہے۔ درحقیقت یہ بُخل وحرص ہی ہے کہ جو نہ صرف جمع کرنے والے انسان کی خداداد قوتِ عمل معطل کر دیتی ہے بلکہ دوسروں کو بھی بے کار جمع شدہ مال کے استفادہ سے محروم رکھتی ہے۔ بلکہ ساری قوم کی حالت اقتصادیہ کو منجمد کر کے اس کو کئی قسم کے خطرات میں ڈالنے کا موجب بنتی ہے۔ یہ نتائج ہر کس و ناکس کی سمجھ میں نہیں آتے۔ اس لئے اس مخصوص گناہ کے بھیانک نتائج سمجھانے اور واضح کرنے کے لئے اس کی سزا تمثیلاً بیان کی گئی ہے۔ مِلکیت اور انفاق معاشرہ کے دو اہم رکن ہیں۔ اگر مِلکیت سے کَنْز یعنی سرمایہ اندوزی کی صورت پیدا ہوتی ہے تو سرمایہ اندوز کا انجام بد محولہ بالا آیت میں واضح طور پر بتایا گیا ہے۔ لیکن اگر سرمایہ اندوزی کے ساتھ ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کی مختلف صورتیں قائم رہیں تو پھر ملکیت مبارک اور اقتصادیات کی ترقی کے لئے ایک اہم رکن بن جاتی ہے۔ زکوٰۃ کی شرعی علت غائی درحقیقت تزکیہ نفس ہے۔ دولت مند میں ذخیرہ اندوزی کا ایک طبعی میلان ہوتا ہے۔ جتنا روپیہ کسی کے پاس جمع ہو؛ اتنا ہی وہ حریص اور مزید جمع کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ زکوٰۃ سے اس مخصوص طبعی میلان کی اصلاح بھی ہوتی ہے۔ ایک مسلمان دولت مند جو احکامِ اسلام کا پابند ہے، اپنی بے کار دولت سے متعلق دو راہوں میں سے ایک راہ اختیار کرنے پر مجبور ہے یا وہ اس کی زکوٰۃ نکالے گا۔ ورنہ اسے کاروبار میں لگائے گا۔ اس طرح دونوں صورتوں میں ہی اس کے اندوختہ سرمائے کا تزکیہ ہوتا رہتا ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے باب نمبر ۱۱، ۲۳، ۲۸۔

بَاب ٥ : إِنْفَاقُ الْمَالِ فِي حَقِّهِ

مال خرچ کرنا جہاں خرچ کرنے کا حق ہے

١٤٠٩ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ

۱۴۰۹: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحيٰ نے ہمیں بتایا کہ اسماعیل (بن ابی خالد) سے مروی

حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٍ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٍ آتَاهُ اللهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا.

ہے۔ (انہوں نے کہا:) قیس (بن ابی حازم) نے مجھے بتایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: رشک نہیں کرنا چاہیے مگر دو ہی (آدمیوں) پر۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہوا اور پھر اس کو برمحل خرچ کرنے کی توفیق دے اور وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے صحیح علم دیا ہوا اور وہ خود بھی اس پر عمل کرتا ہے اور لوگوں کو بھی سکھاتا ہے۔

اطرافہ: ٧٣، ٧١٤١، ٧٣١٦۔

تشریح: **اِنْفَاقُ الْمَالِ فِي حَقِّهٖ:** عمل صالح کی تعریف اسلامی نقطہ نگاہ سے یہی ہے کہ برمحل ہو۔ قرآن مجید کا حکم اس بارے میں صریح ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ بنی اسرائیل میں جہاں فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے، وہاں اسراف سے روکتے ہوئے اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی بعض کو رزق کشادگی سے دیتا ہے اور بعض پر اس کے راستے تنگ کر دیتا ہے اور اس کا ہر فعل اس کی دو صفتوں خَبِيْرٌ اور بَصِيْرٌ سے صادر ہوتا ہے۔ خَبِيْرٌ کے معنی اندرونی حال سے واقف اور بَصِيْرٌ کے معنی دور کے نتائج کو دیکھنے والا ہیں۔ انفاق میں انہی دو صفتوں کو اپنانے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ فرماتا ہے: اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۳۱) تیرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو وسیع کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ وہ یقیناً اپنے بندوں (کے حالات) سے خوب واقف اور خوب دیکھنے والا ہے۔ برمحل خرچ کرنے کی مثالوں کے لئے دیکھئے باب۱۴ و باب۱۵۔

بَاب ٦: اَلرِّيَاءُ فِي الصَّدَقَةِ

صدقہ میں ریاکاری

لِقَوْلِهٖ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ إِلَى قَوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (البقرة: ٢٦٥)

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مومنو! اپنے صدقوں کو احسان جتا کر اور ایذا دہی سے برباد نہ کیا کرو۔ اس شخص کی طرح جو لوگوں کے دکھاوے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر یقین نہیں رکھتا اور اللہ ناشکر گزاروں کی راہنمائی نہیں کیا کرتا۔

وَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا صَلْدًا لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَ قَالَ عِكْرِمَةُ وَابِلٌ مَطَرٌ شَدِيْدٌ وَ الطَّلُّ النَّدَى.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: صَلْدًا کے معنی ہیں اس پر کچھ نہیں، صاف، چٹیل اور عکرمہ نے کہا: وَابِلٌ کے معنی زوردار مینہ اور طَلٌّ کے معنی شبنم۔

تشریح: **اَلرِّيَاءُ فِي الصَّدَقَةِ**: اس باب کا عنوان بحوالہ آیت قائم کیا گیا ہے تا صدقہ کا سلبی پہلو نمایاں طور پر مدنظر رہے۔ صدقہ مشتق ہے صَدَقَ سے؛ جس کے معنی ہیں خالص عمل۔ (لسان العرب تحت لفظ صدق) باب ۶ و ۷ میں صدقہ کی وہ صورتیں بیان کی گئی ہیں جن سے صدقہ کا مفہوم باطل ہو جاتا ہے۔

باب ۶ و ۷ کے تحت کوئی روایت نہیں لائی گئی۔ اس بارہ میں بعض شارحین کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ کو اپنی شرائط صحت کے مطابق کوئی روایت نہیں ملی؛ مگر ایسا نہیں۔ روایتیں تو موجود ہیں۔ دیکھئے روایت نمبر ۱۴۱۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۴ وغیرہ۔ دراصل ان دونوں ابواب میں صدقہ کا مفہوم منفی جہت سے واضح کرنا مقصود ہے کہ کن حالات میں اس کا صحیح مفہوم قائم نہیں رہتا اور وہ باطل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ باب ۶ کے آخر میں الفاظ صَلْدًا اور وَابِلٌ کی تشریح اسی غرض سے کی گئی ہے کہ صدقہ اسی وقت تک صدقہ ہے جب اپنی حقیقت پر مبنی ہو۔ دل کی زمین اگر اچھی ہو تو وہ اُگائے گی خواہ بارش کم ہو یا زیادہ۔

بَاب ۷: لَا يَقْبَلُ اللهُ صَدَقَةً مِنْ غُلُوْلٍ

اللہ تعالیٰ چوری، خیانت اور رشوت کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا

وَ لَا يَقْبَلُ إِلَّا مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ لِقَوْلِهِ: قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۴﴾ (البقرة: ٢٦٤)

اور صرف پاکیزہ کمائی ہی سے قبول کرتا ہے۔ کیونکہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے: بھلی بات کہنا اور مغفرت بہتر ہیں اس صدقے سے جس کے بعد ایذا رسانی ہو اور اللہ بے نیاز، بردبار ہے۔

تشریح: **لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَدَقَةً مِّنْ غُلُوْلٍ**: یہ عنوانِ باب ایک مرفوع حدیث کا حصہ ہے جو امام مسلم نے نقل کی ہے: لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُوْلٍ. (مسلم، كتاب الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة) غُلُوْلٌ کے معنی خیانت کرنا، چوری کرنا، رشوت دینا اور غُلُوْلٌ اس مال کو بھی کہتے ہیں جو ناجائز ذرائع سے حاصل کیا جائے۔ صدقہ مقبول ہونے کے لئے جیسا یہ ضروری ہے کہ اُس میں ریاء، طعنہ اور ایذاء دہی کا شائبہ نہ ہو۔ ایسا ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسب حلال سے ہو۔ مذکورہ بالا آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب صدقہ احسان جتانے سے جو ایک ادنیٰ ایذاء دہی ہے باطل ہو جاتا ہے تو چوری، رشوت اور خیانت (جو کہ بہت بڑی ایذاء دہی کا

موجب ہیں) کے ذریعہ سے حاصل کردہ مال میں سے صدقہ کیونکر قبول ہوسکتا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام زکوٰۃ کے بارے میں تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"بعض لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں مگر اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ یہ روپیہ حلال کی کمائی سے ہے یا حرام کی کمائی سے ہے۔ دیکھو اگر ایک کتا ذبح کیا جائے اور اس کے ذبح کرنے کے وقت اللہ اکبر بھی کہا جائے۔ ایسا ہی ایک سؤر لوازماتِ ذبح کے ساتھ مارا جائے تو وہ کتا یا سؤر کیا حلال ہوجائے گا؟ وہ تو بہرحال حرام ہی ہے۔ زکوٰۃ تو تزکیہ سے نکلی ہے۔ اس کے ذریعے سے مال پاک ہوجاتا ہے کہ انسان حلال کی روزی حاصل کرتا ہے اور پھر اس کو دین کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ انسانوں میں اس قسم کی غلطیاں ہیں کہ اصل حقیقت کو نہیں پہچانتے۔ ایسی باتوں سے دست بردار ہونا چاہیے۔ ارکانِ اسلام نجات دینے کے واسطے ہیں۔ مگر ان غلطیوں سے لوگ کہیں کے کہیں چلے جاتے ہیں۔"

(تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۶ دسمبر ۱۹۰۶ء- البدر ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء، صفحہ ۱۵ جلد ۶ نمبر ۱، ۲)

بَاب۸: اَلصَّدَقَةُ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ

پاکیزہ کمائی سے صدقہ دینا

لِقَوْلِهِ:{[۱] يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا} وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۷﴾ {[۲] اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ} وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۸﴾ (البقرة: ۲۷۷-۲۷۸)

کیونکہ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے: {اللہ سود کو گھٹاتا ہے[۱]} اور صدقوں کو بڑھاتا ہے اور کسی ناشکر گزار بدکار کو پسند نہیں کرتا {جو لوگ مومن ہیں اور انہوں نے صلاحیت کے کام کئے ہیں اور نماز سنوار کر ادا کی ہے اور زکوٰۃ دی ہے؛ جس اجر کے وہ مستحق ہیں وہ ان کے لئے ان کے ربّ کے پاس موجود ہے[۲]} اور نہ اُن کو (آئندہ کا) خوف ہوگا اور نہ وہ (گزشتہ پر) غم کھائیں گے۔

١٤١٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ

۱۴۱۰: عبداللہ بن منیر نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا۔ ابوالنضر سے سنا۔ (وہ کہتے تھے:)

[۱] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری مطبوعہ انصاریہ- دہلی، جزء ۶ صفحہ ۱۷)

[۲] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۳۵۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا الطَّيِّبَ فَإِنَّ اللهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهِ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ حَتَّى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ. تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ وَقَالَ وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ مُسْلِمُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ وَسُهَيْلٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافه: ۷٤۳۰.

عبدالرحمٰن نے جو کہ عبداللہ بن دینار کے بیٹے ہیں ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پاکیزہ کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ دیا اور اللہ پاکیزہ چیز ہی قبول کرتا ہے اور اللہ اس صدقہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔ پھر صدقہ دینے والے کے لئے اس کو بڑھاتا ہے؛ اسی طرح جس طرح کہ تم میں سے کوئی اپنا بچھیرا پالتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ (صدقہ) پہاڑ برابر ہو جاتا ہے۔ (عبدالرحمٰن کی طرح) سلیمان (بن بلال) نے بھی (عبداللہ) بن دینار سے یہ حدیث روایت کی اور ورقاء نے بھی (عبداللہ) بن دینار سے روایت کی۔ انہوں نے سعید بن یسار سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے...... اور مسلم بن ابی مریم اور زید بن اسلم اور سہیل نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی۔

تشریح: اَلصَّدَقَةُ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ: باب۶، ۷ میں سلبی پہلو مدنظر رکھ کر صدقہ کے بارے میں شریعت اسلامیہ کی تعلیم پیش کی گئی ہے۔ یعنی صدقہ میں نہ ریاء ہو، نہ اظہارِ احسان اور نہ کسی قسم کی ایذادہی اور صدقہ چوری، رشوت اور خیانت وغیرہ کے مال سے نہ دیا جائے۔ صدقہ مشتق ہے صِدق سے۔ صدق کے معنی ہیں خالص۔

باب نمبر۸ میں صدقہ سے متعلق مثبت پہلو بیان کیا گیا ہے۔ یَـمِیْـن (دایاں ہاتھ) عربی زبان میں خیر و برکت اور قدرت وطاقت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں اس کا وہی مفہوم ہے جو آیت فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا. (ال عمران:۳۸) یعنی اچھی طرح قبول کرے گا اور بڑھائے گا۔ عرب لوگ عموماً یَمِین کا لفظ اسی

قسم کے محاورہ میں استعمال کرتے ہیں۔ جیسے شماخ شاعر عرابہ کی تعریف میں کہتا ہے:-

اِذَا مَا رَايَةٌ رُفِعَتْ لِمَجْدٍ ۞ تَلَقَّاهَا عُرَابَةُ بِالْيَمِيْنِ

(لسان العرب تحت لفظ یمن)

یعنی جب بڑائی کے لئے جھنڈا بلند کیا جاتا ہے تو عرابہ دائیں ہاتھ سے اُسے لیتا ہے۔ یعنی مضبوطی اور یمن و برکت سے۔

كَمَا يُرَبِّي اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ: عرب اپنے گھوڑوں خصوصاً بچھیروں کی محبت اور پرورش میں مشہور ہیں۔ اس لئے ان کو سمجھانے کی غرض سے بچھیرے کی مثال دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں دیکھتا کہ کھجور کا صرف ایک ہی دانہ صدقہ دیا گیا ہے۔ بلکہ یہ دیکھتا ہے کہ صدقے کی شرطیں اس میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ اگر پائی جاتی ہوں تو وہ اسی ایک دانہ کو اتنی برکت دینے کا وعدہ فرماتا ہے کہ انسان اس کا قیاس بھی نہیں کرسکتا۔ اُحد پہاڑ کی مثال بھی یہی سمجھانے کے لئے دی گئی ہے۔ اس تعلق میں کتاب الایمان روایت نمبر ۴۷ بھی دیکھئے۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے: حَتّٰى تَكُوْنَ اَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ (مسلم، كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها) اور ایک روایت میں وَهِيَ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ کے الفاظ ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۳۵۴) انفاق فی سبیل اللہ ان اسلامی احکام میں سے ہے جن کا تعلق قوم کی اقتصادی بہبود و ترقی سے ہے اور صدقہ اسلامی تعلیم کا ایک اہم رکن ہے کہ اس سے غریب طبقہ جو بوجہ تہی دستی معطل ہے، کارآمد وجود بننے کا موقع پاتا ہے۔ اگر مالی امداد سے وہ کام کرنے کے قابل ہوگا تو وہ قومی ثروت بڑھانے کا موجب ہوگا۔ علاوہ ازیں جو شخص اپنے مال سے فی سبیل اللہ صدقہ نکالتا ہے؛ خود اس کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کا مال کم نہیں ہوگا بلکہ بڑھتا رہے گا۔ فرماتا ہے: قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ (سبا:۴۰) يُخْلِفُهٗ کے معنے ہیں انفاق سے جو کمی ہوتی ہے وہ کمی پوری کرے گا۔ اَخْلَفَ الشَّجَرَةَ اس نے درخت کو پیوند لگایا تا اچھے پھل دے اور سلسلہ بارآوری قائم رہے۔ (دیکھئے تشریح باب ۱۰ و ۲۸)

عنوانِ باب میں آیت محولہ بالا کا انتخاب بھی اس جہت سے قابل قدر ہے کہ اس میں سود کا ذکر ہے جو عین ضد ہے زکوٰۃ وصدقات کی کہ اس میں سودی کاروبار کرنے والا محتاج افراد سے ان کے اموال اس غرض سے اپنے پاس سمیٹتا ہے کہ اپنی دولت بڑھائے۔ جبکہ زکوٰۃ میں ان کو مال دیا جاتا ہے کہ وہ اُٹھیں اور بڑھیں۔ زکوٰۃ اور ربا نتائج کے لحاظ سے بھی ضدین ہیں۔ مَحَقَ کے معنی ہیں باطل کردینا۔ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا۔ اللہ سود کی غرض باطل کردیتا ہے۔ یعنی اس کا مال نہیں بڑھتا اور اس میں برکت نہیں ہوتی۔ (اس تعلق میں دیکھئے تشریح کتاب البیوع ابواب الربا، باب ۲۸) اِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ. اللہ دائیں ہاتھ سے اس کو قبول کرتا ہے یعنی اسے برکت دیتا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسان سے پوچھے گا کہ میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانے کو نہ دیا۔ انسان تعجب سے پوچھے گا کہ آپ کب بھوکے تھے؟ فرمائے گا: میرا بندہ بھوکا تھا اور تو نے اسے نہ دیا۔ (مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل عيادة المريض) حدیث مذکورہ بالا میں بھی صدقہ لینے والے کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ قرار دیا گیا ہے۔

بَاب ٩ : اَلصَّدَقَةُ قَبْلَ الرَّدِّ

ردّ کئے جانے سے پہلے صدقہ دینا

١٤١١ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا فَإِنَّهُ يَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَلَا يَجِدُ مَنْ يَّقْبَلُهَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي بِهَا.

اطرافه: ١٤٢٤، ٧١٢٠.

۱۴۱۱: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) معبد بن خالد نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے حارثہ بن وہب سے سنا کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: صدقہ کرو۔ کیونکہ تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے صدقہ کو لئے پھرے گا اور وہ کسی کو نہیں پائے گا جو اسے قبول کرے۔ آدمی کہے گا: اگر تو اسے کل لاتا تو میں اسے لے لیتا۔ مگر آج تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

١٤١٢ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ حَتَّى يَهُمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ يَّقْبَلُ صَدَقَتَهُ وَحَتَّى يَعْرِضَهُ فَيَقُوْلَ الَّذِي يَعْرِضُهُ عَلَيْهِ لَا أَرَبَ لِي.

۱۴۱۲: ابوالیمان (حکم بن نافع) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابوالزناد (ذکوان) نے عبدالرحمٰن (بن ہرمز اعرج) سے، عبدالرحمان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: وہ گھڑی اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ تم میں مال اس قدر زیادہ نہ ہو جائے کہ سیلاب کی طرح بہہ پڑے۔ یہاں تک کہ مال دار کو ایسے شخص کی تلاش ہو گی جو اس کا صدقہ قبول کرے اور یہاں تک کہ جس کے سامنے پیش کرے گا وہ کہے گا: مجھے کوئی ضرورت نہیں۔

اطرافه: ٨٥، ١٠٣٦، ٣٦٠٨، ٤٦٣٥، ٤٦٣٦، ٦٠٣٧، ٦٥٠٦، ٦٩٣٥، ٧٠٦١، ٧١١٥، ٧١٢١.

١٤١٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيْلُ أَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُجَاهِدٍ حَدَّثَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيْفَةَ الطَّائِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَهُ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا يَشْكُو الْعَيْلَةَ وَالْآخَرُ يَشْكُو قَطْعَ السَّبِيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا قَطْعُ السَّبِيْلِ فَإِنَّهُ لَا يَأْتِي عَلَيْكَ إِلَّا قَلِيْلٌ حَتَّى تَخْرُجَ الْعِيْرُ إِلَى مَكَّةَ بِغَيْرِ خَفِيْرٍ وَأَمَّا الْعَيْلَةُ فَإِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ حَتَّى يَطُوْفَ أَحَدُكُمْ بِصَدَقَتِهِ لَا يَجِدُ مَنْ يَّقْبَلُهَا مِنْهُ ثُمَّ لَيَقِفَنَّ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيِ اللهِ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ حِجَابٌ وَلَا تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ لَهُ أَلَمْ أُوتِكَ مَالًا فَلَيَقُوْلَنَّ بَلَى ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ أَلَمْ أُرْسِلْ إِلَيْكَ رَسُوْلًا فَلَيَقُوْلَنَّ بَلَى فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِيْنِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ ثُمَّ يَنْظُرُ عَنْ شِمَالِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا النَّارَ فَلْيَتَّقِيَنَّ أَحَدُكُمُ النَّارَ وَلَوْ

۱۴۱۳: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوعاصم نبیل نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) سعدان بن بشر نے ہمیں بتایا (کہا:) ابومجاہد (سعد طائی) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) مُحِل بن خلیفہ طائی نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ اتنے میں دو شخص آپؐ کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک اپنی محتاجی کا شکوہ کرتا تھا اور دوسرا رہزنی کا شکوہ کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہزنی جو ہے تو اس کے متعلق یاد رکھو کہ تھوڑی دیر گزرے گی کہ جب قافلہ بغیر کسی محافظ کے مکہ کو جایا کرے گا اور جو محتاجی ہے تو وہ گھڑی اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک تم میں سے کوئی اپنے صدقہ کو لئے گھومتا نہ پھرے اور وہ کسی کو نہ پائے جو اس سے صدقہ قبول کرے۔ پھر اس کے بعد تم میں سے ایک ضرور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا۔ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان نہ کوئی پردہ ہوگا اور نہ کوئی ترجمان جو اس کے لئے ترجمانی کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے کہے گا: کیا میں نے تجھ کو مال نہیں دیا تھا؟ تو وہ جواب دے گا: کیوں نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کہے گا: کیا میں نے تیرے پاس رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں۔ پھر وہ اپنی دائیں طرف نظر کرے گا تو آگ ہی آگ دیکھے گا اور پھر بائیں طرف نظر کرے گا تو آگ ہی آگ دیکھے گا۔ اس لئے چاہیے کہ تم میں سے ہر ایک آگ سے بچاؤ کا سامان کرے۔ خواہ

بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.

کھجور کے ایک ٹکڑہ ہی سے ہو۔ اگر یہ بھی نہ پائے تو اچھی بات سے ہی۔

اطرافه: ١٤١٧، ٣٥٩٥، ٦٠٢٣، ٦٥٣٩، ٦٥٤٠، ٧٤٤٣، ٧٥١٢.

١٤١٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوْفُ الرَّجُلُ فِيْهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ أَرْبَعُوْنَ امْرَأَةً يَلُذْنَ بِهِ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ.

۱۴۱۴: محمد بن علاء نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابواسامہ (حماد بن اسامہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے برید (بن عبداللہ) سے، برید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوموسیٰؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا جس میں آدمی سونے کا صدقہ لئے چکر لگائے گا۔ پھر بھی کسی کو نہیں پائے گا کہ جو اس سے وہ صدقہ لے اور ایک شخص دکھائی دے گا کہ اس کے پیچھے چالیس عورتیں ہوں گی۔ مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت کی وجہ سے اس کی پناہ لے رہی ہوں گی۔

تشریح: اَلصَّدَقَةُ قَبْلَ الرَّدِّ: مختلف حالات کے تحت نیکی و بدی اور جائز و ناجائز اعمال کا تصور قائم ہوتا ہے۔ نماز جو ایک نیک عمل ہے بوقت جہاد جبکہ دشمن حملہ آور ہو عمل صالح نہیں کہلائے گی۔ اسی طرح باقی اعمال کی قدر و قیمت اور ثواب و عقاب میں کمی بیشی حالات پر منحصر ہے اور تنگی و کشائش کے وقت میں صدقہ کی قدر و قیمت بھی مختلف ہوگی۔ ایک تنگدست جو دو پیسے صدقہ دیتا ہے اور ایک دولت مند جو سینکڑوں روپے صدقہ کرتا ہے ہوسکتا ہے کہ دونوں ثواب میں برابر ہوں یا ایک روپیہ صدقہ دینے والا دولت مند سے ثواب میں بڑھ جائے اور اس کا صدقہ قبول ہو اور دوسرے کا ردّ، اگر وہ ریا کاری سے دیا گیا ہو۔ اسی نقطہ نظر کی طرف توجہ دلانے کے لئے یہ باب اور بعد کے ابواب نمبر ۱۰ تا ۱۴ قائم کئے گئے ہیں۔ یہ مضمون بطور تمہید کے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جب مسلمانوں میں کوئی محتاج نہیں رہے گا اور سب دولت مند ہو جائیں گے اور اس وقت صدقہ کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اَلسَّاعَة سے مراد مسلمانوں کی تباہی کی گھڑی ہے۔ دیکھئے کتاب الایمان تشریح روایت نمبر ۵۰۔ روایت نمبر ۱۴۱۳ میں مذکور دونوں پیشگوئیاں حیرت انگیز صورت میں پوری ہوئیں۔ نیز ایک پیشگوئی کا ایک سے زائد مواقع اور مختلف زمانوں اور متنوع صورتوں میں پورا ہونا بھی ممکن ہے۔

بَاب ١٠ : اِتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ

آگ سے بچو اگرچہ ایک ٹکڑا کھجور کے ذریعہ سے ہی

وَالْقَلِيْلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ الْآيَةَ وَإِلَى قَوْلِهِ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ. (البقرة: ٢٦٦-٢٦٧)

اور تھوڑا سا صدقہ دینا۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) اور ان کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے اور اپنے آپ کو مضبوط بنانے کی غرض سے خرچ کرتے ہیں (اس باغ کی ہے جو ایک ٹیلے پر ہو......) اس کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہوں۔

١٤١٥ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الصَّدَقَةِ كُنَّا نُحَامِلُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِشَيْءٍ كَثِيْرٍ فَقَالُوْا مُرَائِي وَجَاءَ رَجُلٌ فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَاعِ هٰذَا فَنَزَلَتْ: اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ الْآيَةَ. (التوبة: ٧٩)

اطرافه: ١٤١٦، ٤٦٦٨، ٤٦٦٩۔

۱۴۱۵: (ابوقدامہ) عبیداللہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابونعمان حکم جو عبداللہ بصری کے بیٹے ہیں نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) شعبہ (بن حجاج) نے ہمیں بتایا کہ سلیمان سے مروی ہے۔ انہوں نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت ابومسعود (انصاری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب صدقہ کی آیت نازل ہوئی؛ ہم بوجھ اُٹھایا کرتے تھے ایک شخص (حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ) آیا اور اس نے بہت سا صدقہ دیا۔ لوگوں نے کہا: ریاکار ہے اور ایک اور شخص (حضرت ابوعقیلؓ) آیا تو اس نے ایک صاع (کھجور) صدقہ میں دی تو لوگوں نے کہا: اللہ ایک صاع کا محتاج نہیں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ جو مومنوں میں سے بخوشی صدقہ دینے والوں کو صدقات کے بارے میں طعنہ دیتے ہیں اور ان کو جو اپنے مقدور کے سوا نہیں پاتے....۔

١٤١٦ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ

۱۴۱۶: سعید بن یحییٰ نے ہم سے بیان کیا۔ (کہا:) میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:)

عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوْقِ فَتَحَامَلَ فَيُصِيْبُ الْمُدَّ وَإِنَّ لِبَعْضِهِمُ الْيَوْمَ لَمِائَةَ أَلْفٍ.

اطرافه: ١٤١٥، ٤٦٦٨، ٤٦٦٩.

اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شقیق سے، شقیق نے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمیں صدقہ کا حکم دیتے تو ہم میں سے کوئی بازار جاتا اور (وہاں مزدوری پر) بوجھ اُٹھاتا اور ایک مُدّ (غلہ) حاصل کرتا اور آج یہ حالت ہے کہ ان میں سے بعض کے پاس تو ایک ایک لاکھ (دینار) ہیں۔

١٤١٧: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ.

۱۴۱۷: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا کہ ابواسحاق (عمرو بن عبداللہ سبیعی) سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن معقل سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ آگ سے بچو خواہ ایک ٹکڑا کھجور کا دے کر۔

اطرافه: ١٤١٣، ٣٥٩٥، ٦٠٢٣، ٦٥٣٩، ٦٥٤٠، ٧٤٤٣، ٧٥١٢.

١٤١٨: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتِ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي

۱۴۱۸: بشر بن محمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) معمر نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے بتایا۔ انہوں نے عروہ (بن زبیر) سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی

شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ.

تھیں: ایک عورت آئی۔ اس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں۔ وہ مانگ رہی تھی۔ میرے پاس اس نے سوائے ایک کھجور کے اور کچھ نہ پایا۔ میں نے اسے وہ کھجور دے دی اور اس نے اپنی دو لڑکیوں کے درمیان اسے بانٹ دیا اور خود اُسے نہ کھایا۔ پھر اٹھی اور باہر چلی گئی اور نبی ﷺ ہمارے پاس آئے اور میں نے آپؐ کو یہ واقعہ بتایا۔ آپؐ نے فرمایا: جو اِن بیٹیوں کی وجہ سے کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو وہ اس کے لئے آگ سے آڑ ہوں گی۔

اطرافه: ٥٩٩٥.

تشریح: اَلْقَلِيْلُ مِنَ الصَّدَقَةِ: اس باب کا مفہوم واضح ہے۔ صدقہ خواہ تھوڑا ہو، انسان کے لئے موجب رحمت ہوتا ہے اور تھوڑا سمجھ کر دینے سے شرمانا نہیں چاہیے اور کسی کے طعن وتشنیع کی پرواہ نہ کی جائے۔
عنوان باب میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یہ ہے: وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (البقرة: ٢٦٦) جو لوگ اپنے مال اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنے آپ کو مضبوط بنانے کے لئے خرچ کرتے ہیں ان (کے خرچ) کی حالت اُس باغ کی حالت کے مشابہ ہے جو اونچی جگہ پر ہو (اور) اُس پر تیز بارش ہوئی ہو جس (کی وجہ) سے وہ اپنا پھل دو چند لایا ہو اور اُس کی یہ کیفیت ہو کہ اگر اُس پر زور کی بارش نہ پڑے تو تھوڑی سی بارش ہی (اُس کے لئے کافی ہو جائے) اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔ اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ نتائج کا دارومدار اعلیٰ اور خالص نیت پر ہے، نہ کمیت پر۔ اگر دل کی زمین محبت الٰہی سے گداز ہو اور انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کرے تو خواہ وہ تھوڑا ہی ہو، اس کا نتیجہ بابرکت ہوگا۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اللہ تعالیٰ کی نظر اعمال کی باطنی کیفیت پر ہوتی ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الایمان تشریح باب ۴۱۔

جب انسان اپنے اعمال کی غرض وغایت بلند رکھتا ہو تو اس کی بلندی تمام چھوٹے بڑے فوائد ومنافع پر حاوی ہو جاتی ہے۔ جب رضاءِ الٰہی کے لئے کوئی کام کیا جاتا ہے تو دنیاوی مفاد بھی از خود اس کے اندر شامل ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے اعمال صالح کی مثال جس کا نصب العین اعلیٰ ہو جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ سے دے کر اس کے نتائج (ضِعْفَيْنِ) دوہرے بتائے ہیں۔ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (حصولِ رضاءِ الٰہی) اور تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (اپنی مضبوطی) یہ وہ دوہرے اجر ہیں جن کی طرف ضِعْفَيْنِ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ رضائے الٰہی کا حصول روحانی فائدہ ہے اور اپنی مضبوطی سے مراد قومی تقویت ہے کہ صدقات کے ذریعہ سے غریب طبقہ کو اُٹھنے اور ترقی کرنے کا موقع ملتا ہے اور فقرہ مِنْ كُلِّ

الثَّمَرَاتِ سے مزید وضاحت کی گئی ہے کہ صدقہ وزکوٰۃ کے ذریعہ سے قوم کو ہر قسم کے روحانی اور جسمانی ثمرات سے بہرہ ور کیا جائے گا۔

روایت نمبر ۱۴۱۵ مقدار عمل کو اور روایت نمبر ۱۴۱۶ اِس کے نتائج کو واضح کرتی ہیں۔ روایت نمبر ۱۴۱۷ سے ارشادِ نبوی اور روایت نمبر ۱۴۱۸ سے صحابہ کرامؓ کے اس پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور روایت نمبر ۱۴۱۵ میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے، اس میں بھی یہی سبق ہے کہ جتنی بھی توفیق ہو؛ رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ مشار الیہا آیت سے پہلے ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ کشائش ہونے پر وہ صدقہ دیں گے۔ مگر جب ان کی حالت اچھی ہو جاتی ہے تو وہ اپنے عہد سے پھر جاتے ہیں۔ ایسے لوگ منافق ہیں۔ ان کے دلوں میں صدق و اخلاص نہیں ہوتا۔ اس لئے مال دار ہوتے ہوئے بھی خرچ نہیں کرتے اور جن کے اندر اخلاص ہوتا ہے وہ تنگدستی میں بھی خرچ کرتے ہیں۔ اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ o اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ o (التوبة: ۷۸-۷۹) کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ ان کے مخفی مشوروں کو بھی جانتا ہے اور ان کے کھلے مشوروں کو بھی۔ یہ (منافق ہی) ہیں جو مومنوں میں سے خوشی سے بڑھ چڑھ کر صدقہ دینے والوں پر طنز کرتے ہیں (کہ وہ ریاکار ہیں) اور ان پر بھی جو سوائے اپنی محنت کی کمائی کے کوئی طاقت نہیں رکھتے۔ سو (باوجود اس قربانی کے) یہ اُن پر ہنسی کرتے ہیں۔ اللہ اُن کو ہنسی کی سزا دے گا اور ان کو دردناک عذاب ہوگا۔

ایک وہ وقت تھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم محنت مزدوری کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے خرچ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے صدقات کو قبول کرتے ہوئے بہت برکت دی اور آج یہ زمانہ ہے کہ مسلمانوں میں بعض لکھ پتی ہیں اور انہیں برمحل صدقات میں حصہ لینے کی توفیق نہیں ملتی۔ مواقع نمود و ریاء پر کھلے ہاتھوں خرچ کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے قفسِ نفس سے روحِ اخلاص پرواز کر چکی ہے۔

روایت نمبر ۱۴۱۵ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت ابوعقیلؓ کا ذکر ہے۔ اوّل الذکر مالدار تاجر تھے اور انہوں نے چار یا آٹھ ہزار درہم کا صدقہ دیا تھا اور ثانی الذکر نے کنوئیں سے پانی نکالنے پر مزدوری حاصل کر کے ایک صاع (پونے تین سیر) کھجور حاصل کی تھی جو انہوں نے صدقہ میں دے دی۔ منافقوں نے دونوں کو نشانہ طعن و تشنیع بنایا اور یہی حال اُن کا ہمیشہ ہے۔ وہ نہ خود نیکی کرتے ہیں اور نہ دوسروں کی نیکی ان کو ایک آنکھ بھاتی ہے بلکہ اسے بُرا مانتے ہیں۔ روایت نمبر ۱۴۱۶ کے لئے دیکھئے کتاب الاجارۃ باب ۱۲، ۱۳۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ اسلامی تربیت سے انسان کا نفس کس قسم کے روحانی تزکیہ سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ بغیر وسائل جبر و اکراہ کے وہ خوشی نفس سے نیک اعمال بجالانے میں اعلیٰ سے اعلیٰ قربانی کے لئے اپنے آپ کو مستعد پاتا ہے۔ نظریہ شیوعیت (کیمونزم) غافل ہے نفس بشری کے اس روشن پہلو سے اور وہ انسان کو اس کے مابہ الامتیاز سے تہی دست کر کے ایک حیوان کی سطح پر لے آتا ہے۔

بَاب ۱۱ : فَضْلُ صَدَقَةِ الشَّحِيْحِ الصَّحِيْحِ

بخیل حریص جو تندرست ہو اُس کے صدقہ دینے کی فضیلت

لِقَوْلِهِ: وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (المنافقون: ۱۱) اَلْآيَةَ.

(اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے: جو کچھ بھی ہم نے تم کو دیا ہے، اس سے خرچ کرو۔ پیشتر اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت کا وقت آ جائے۔

وَقَوْلِهِ: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ (البقرة: ۲۵۵) اَلْآيَةَ.

نیز (اللہ تعالیٰ کا) یہ قول کہ اے مومنو! جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے، اس سے خرچ کرو پیشتر اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی (اور نہ دوستی اور نہ سفارش)

۱٤۱۹: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا قَالَ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيْحٌ شَحِيْحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى وَلَا تُمْهِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ.

اطرافه: ۲۷٤۸۔

۱۴۱۹: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالواحد (بن زیاد) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) عمارہ بن قعقاع نے ہمیں بتایا (کہا:) ابوزرعہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ہم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! ثواب میں کونسا صدقہ بڑھ کر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تو صدقہ کرے جب تو تندرست ہو۔ مال حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہو اور بخیل ہو۔ محتاجی سے ڈرے اور مالدار ہونے کی امید رکھتا ہو اور اتنی دیر نہ کر کہ جان حلق میں آ پہنچے اور تو کہے کہ فلاں کو اتنا دینا۔ فلاں کو اتنا دینا۔ حالانکہ فلاں کا تو ہو ہی چکا ہے۔

بَاب

١٤٢٠: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحُوْقًا قَالَ أَطْوَلُكُنَّ يَدًا فَأَخَذُوْا قَصَبَةً يَذْرَعُوْنَهَا فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا كَانَتْ طُوْلَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ وَكَانَتْ أَسْرَعَنَا لُحُوْقًا بِهِ وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ.

۱۴۲۰: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوعوانہ (وضاح یشکری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے فراس (بن یحیٰ) سے، فراس نے شعبی سے، شعبی نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی ﷺ کی بعض ازواج نے نبی ﷺ سے کہا: ہم میں سے کون سب سے جلدی آپؐ سے ملے گی؟ آپؐ نے فرمایا: جس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں تو ایک لکڑی لے کر وہ اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں۔ حضرت سودہؓ کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا تھا۔ ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد تو صدقہ تھا اور ہم میں سے وہ زوجہ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ سے ملیں جو صدقہ کو بہت پسند کرتی تھیں۔

تشریح: **فَضْلُ صَدَقَةِ الشَّحِيْحِ الصَّحِيْحِ**: بیماری میں انسان صدقہ کرنے پر راغب ہو جاتا ہے خصوصاً جب موت نظر آ رہی ہو۔ یہ صدقہ اس صدقہ کی مانند نہیں جس کا ذکر سابقہ باب (نمبر۱۰) میں گزر چکا ہے۔ ایسا ہی ایک سخی انسان بھی بالطبع سخاوت کرتا ہے۔ لیکن اگر بخیل ہو اور مال جمع کرنے کی حرص بھی رکھتا ہو۔ بیماری وغیرہ کی مصیبت میں بھی مبتلا نہ ہو اور صدقہ کرے تو وہ صدقہ زیادہ قابل قدر ہوگا۔ کیونکہ اس نے ان وجوہ کی موجودگی میں جو صدقہ کے مانع ہو سکتے تھے؛ اپنے نفس کا مقابلہ کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا ہے۔ اس میں اسے اپنے نفس سے ایک بڑا اجہاد کرنا پڑا ہے۔ عنوانِ باب میں جن دو آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کا بھی یہی مفہوم ہے کہ صدقہ کا محرک موت وغیرہ کا خیال نہ ہو۔ ان میں سے پہلی آیت یہ ہے: وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّأْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَا اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (المنافقون:۱۱) {اور خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے پیشتر اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو وہ کہے: اے میرے ربّ! کاش تو نے مجھے تھوڑی سی مدت تک مہلت دی ہوتی تو میں ضرور صدقات دیتا اور نیکوکاروں میں سے ہو جاتا۔} اور دوسری آیت یہ ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرة:۲۵۵) {اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے پیشتر اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی شفاعت۔ اور کافر ہی ہیں جو ظلم کرنے والے

ہیں۔} امام بخاریؒ نے ان آیتوں کا حوالہ دے کر روایت نمبر ۱۴۱۹ کے ذریعہ یہی نکتہ واضح کیا ہے کہ مختلف حالات میں صدقہ کی نوعیت اور اس کی قدر و قیمت بدل جاتی ہے۔ وَالْكَافِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْن. یعنی ان حق وحکمت کی باتوں کا انکار کرنے والے درحقیقت خود اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اعمال صالحہ کے نیک اور شیریں ثمرات سے محروم کر لیتے ہیں۔ نہ خرچ کرنا اس لحاظ سے بھی ظلم ہے کہ مال کو جو در اصل خرچ کرنے کے لئے ہے روک کر اسے بے کار حالت میں رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنی قیمت اور افادیت سے محروم ہو جائے۔ ظلم کے معنی کسی کا حق چھیننا۔ مال کا حق یہ ہے کہ وہ ضرورتِ حقہ پر خرچ کیا جائے۔ اقتصادیات سے تعلق رکھنے والے اسلام میں دو عنصر ہیں؛ ملکیت اور انفاق فی سبیل اللہ۔ زکوۃ وصدقہ تہی دست افرادِ قوم کے اُٹھنے اور بڑھنے کا موقع بہم پہنچانے میں مد ہوتے ہیں۔ اسی اعتبار سے اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ کے حکم پر عمل نہ کرنا ظلم ہوگا کہ اس بخل سے غریب طبقہ اپنی خداداد قوتوں کو بروئے کار لانے سے محروم رہے گا۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ اقتصادی بدحالی؛ اخلاقی پستی اور قومی زوال۔ زکوۃ کے ذریعے سے جہاں قوم کی اقتصادی حالت کا تزکیہ اسی جہت سے ہوتا ہے کہ افراد کو کارآمد وجود بننے کا موقع ملتا ہے۔ وہاں افراد کا تزکیہ اس جہت سے بھی ہوتا ہے کہ بخل وحرص اور خودغرضی جیسے اخلاقِ رزیلہ کی اصلاح ہوتی ہے اور شفقت علیٰ خلق اللہ وغیرہ اخلاقِ فاضلہ کا نشو ونما ہوتا ہے۔ اس تعلق میں باب نمبر ۳۰ بھی دیکھئے۔

اَطْوَلُكُنَّ يَدًا: حضرت عائشہؓ کی مذکورہ بالا روایت میں حضرت زینبؓ کا نام نظرانداز ہے۔ مورخین اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد آپؐ کی ازواج میں سے حضرت زینبؓ پہلے فوت ہوئیں اور وہ بہت خیرات کیا کرتی تھیں اور قد وقامت کی بھی چھوٹی تھیں۔ حضرت زینبؓ کی وفات حضرت عمرؓ کی خلافت میں ہوئی اور حضرت سودہؓ کی وفات جن کے ہاتھ بظاہر لمبے تھے معاویہؓ کے دور میں ہوئی۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۳۶۲-۳۶۳) مذکورہ بالا روایت کے الفاظ فَعَلِمْنَا بَعْدُ اِنَّمَا كَانَتْ طُوْلَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج پر ان کی غلط فہمی بعد میں ظاہر ہوئی۔ پہلے وہ سمجھتی تھیں کہ حضرت سودہؓ سب سے پہلے فوت ہوں گی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ ہاتھوں کی ظاہری لمبائی مراد نہیں بلکہ مراد سخاوت تھی۔ حضرت عائشہؓ کی دوسری روایتوں میں حضرت زینب بنت جحشؓ کا نام صراحتاً لیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ انہوں نے بوجہ شہرت حضرت زینبؓ کا نام نہیں لیا۔ امام بیہقیؒ نے کتاب دلائل میں شعبی کی یہی روایت بغیر مسروق اور حضرت عائشہؓ کا ذکر کرنے کے ان الفاظ میں نقل کی ہے: قُلْنَ النِّسْوَةُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَيُّنَا اَسْرَعُ لَحُوْقًا بِكَ قَالَ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا فَأَخَذْنَ يَتَذَارَعْنَ اَيَّتُهُنَّ اَطْوَلُ يَدًا فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ زَيْنَبُ عَلِمْنَ اَنَّهَا كَانَتْ اَطْوَلَهُنَّ يَدًا فِي الْخَيْرِ وَالصَّدَقَةِ. (دلائل النبوة للبيهقي، جماع ابواب إخبار النبیؐ بالكوائن بعده، باب ما جاء في إخبار النبیؐ بمن يكون أسرع لحوقا به من زوجاته، جزء۶ صفحہ ۳۷۱) (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۳۶۳) یعنی عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہم میں سے کون سب سے جلدی آپؐ سے ملے گی؟ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے جس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں۔ اس پر وہ ناپنے لگیں کہ ان میں سے کون لمبے ہاتھ والی ہے۔ پھر جب حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی تو انہوں نے جان لیا کہ وہ صدقہ وخیرات میں ان میں سے لمبے ہاتھ والی تھیں۔

حاکم نے بھی کتاب المناقب میں یہی روایت (بسند یحیٰی بن سعید عن عمرة عن عائشہ) نقل کی ہے۔ (المستدرک

على الصحيحين، كتاب المناقب من كتاب معرفة الصحابة ،باب ذكر زينب بنت جحشؓ،روایت نمبر٦٧٧٦)
بخاری کے بعض نسخوں کے مطابق روایت نمبر۱۴۲۰ باب ۱۱ کے تحت ہے جبکہ بعض نسخوں کے مطابق الگ باب کے تحت ہے لیکن ان میں بھی اس باب کو عنوان کے بغیر قائم کیا گیا ہے جس کی وجہ یہی ہے کہ سابقہ باب سے اس کا تعلق ہے جس میں صدقے کی فضیلت کا ذکر آیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود صدقات میں سب پر سبقت رکھتے تھے۔ (روایت نمبر٦) اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ساتھ ملنے کا موقع بھی سب سے پہلے حضرت زینبؓ ہی کو دیا جو سخی تھیں۔

بَاب ١٢ : صَدَقَةُ الْعَلَانِيَةِ

اعلانیہ صدقہ کرنا

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً إِلَى قَوْلِهِ: وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ (البقرة: ٢٧٥)

اور اللہ عزوجل کا یہ فرمانا: جو اپنے مالوں کو رات اور دن چھپا کر اور کھلم کھلا خرچ کرتے ہیں۔ (جس اجر کے وہ مستحق ہیں وہ ان کے لئے ان کے ربّ کے پاس ہے نہ انہیں آئندہ کا خوف ہوگا) اور نہ وہ گزشتہ پر غم کریں گے۔

بَاب١٣ : صَدَقَةُ السِّرِّ

چُھپ کر خیرات کرنا

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا صَنَعَتْ[1] يَمِيْنُهُ وَقَوْلُهُ تَعَالَىٰ: {[2] اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ} وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ {وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۲﴾[3]} اَلْآيَةَ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا: اور ایک وہ آدمی ہے کہ جس نے صدقہ کیا اور اسے اتنا چھپایا کہ اس کا دایاں ہاتھ جو خرچ[1] کرتا ہے اس کے بائیں کو خبر نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: {اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو یہ بھی اچھا ہے[2]} اور اگر تم ان کو چھپاؤ اور محتاجوں کو دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے {[3] اور اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری برائیاں (نیکیوں کے ذریعے) دور کر دے گا اور اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو اس سے خوب واقف ہے۔} (البقرة: ٢٧٢)

---

[1] فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں صَنَعَتْ کی جگہ تُنْفِقُ کا لفظ ہے (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۳۶۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔
[2] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۳۶۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔
[3] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں (فتح الباری مطبوعہ انصاریہ دہلی جزء٦ صفحہ۲۲) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: يُنفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً: باب۱۲، ۱۳ کے عناوین کے تحت کوئی روایت درج نہیں کی گئی۔ شارحین کا خیال ہے کہ ان کے مطابق کوئی مستند روایت امام بخاریؒ کو نہیں ملی۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۳۶۵) یہ خیال درست نہیں کیونکہ اس مفہوم کی کئی ایک روایتیں کتاب الزکوٰۃ میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر روایت نمبر۱۴۲۰، ۱۴۲۵ دیکھئے۔ دراصل ان ابواب میں جن آیات کا حوالہ دیا گیا ہے ان میں دو قسم کے صدقات کا ذکر ہے۔ ایک اعلانیہ جس کا دیا جانا صاحبِ نصاب پر فرض ہے اور بیت المال کے لئے محصلین کے ذریعہ سے وصول کیا جاتا ہے اور دوسری قسم طوعی یعنی اختیاری اور بطور نفل۔ اس کے لئے پسندیدہ یہ ہے کہ اس میں اخفاء سے کام لیا جائے اور محتاجوں کو براہِ راست دیا جائے۔ آیت محولہ میں سِرًّا کے بعد فرمایا: وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ (البقرۃ:۲۷۲) یعنی اگر تم صدقوں کو چھپاؤ اور محتاجوں کو دو، اس فرق کے پیش نظر ایک ہی آیت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو الگ الگ عنوان قائم کئے گئے ہیں تا صدقات کی دونوں قسموں کی طرف توجہ منعطف کی جائے۔ صَدَقَةُ السِّرّ کا تعلق اموالِ باطنیہ سے ہے۔ یعنی ایسے مالوں سے جن کی نگرانی اور حساب کتاب کرنا مشکل ہے۔ جیسے جمع زیورات اور اندوختہ نقد مال، عطیہ جات، ہدیئے اور نذرانے وغیرہ۔ ایسا مال اگر نصاب سے زیادہ ہو تو اس پر زکوٰۃ عائد ہوگی اور افراد اپنے طور پر زکوٰۃ نکالیں گے اور مستحق محتاج کو کسی ایسے ذریعہ سے دیدیں گے کہ اسے پتہ نہ لگے؛ یہ کس کی طرف سے ہے اور اعلانیہ صدقہ کا تعلق اموال ظاہرہ یعنی پیداوار زمین، مواشی، تجارت وغیرہ پر واجب الاداء زکوٰۃ سے ہے جو بیت المال کا حق ہے اور یہ زکوٰۃ از خود صَرف نہیں کی جاسکتی۔ ان دو ابواب کے قائم کرنے میں امام بخاریؒ نے جس لطیف تصرف سے کام لیا ہے اس کی مثال ملاحظہ ہو باب نمبر۳۴ و۳۵ میں جہاں ایک حدیث کے دو حصے ایک فقہی اختلاف حل کرنے کی غرض سے کئے ہیں۔

بَاب ١٤ : إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى غَنِيٍّ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ

اگر مالدار کو صدقہ دے اور اسے معلوم نہ ہو

١٤٢١ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلَى

۱۴۲۱: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابوزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے کہا: (آج) میں صدقہ ضرور کروں گا۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک چور کے ہاتھ میں اسے رکھ

سَارِقٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدِ زَانِيَةٍ فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ لَأَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَهَا فِي يَدَيْ غَنِيٍّ فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلَى غَنِيٍّ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ وَعَلَى زَانِيَةٍ وَعَلَى غَنِيٍّ فَأُتِيَ فَقِيْلَ لَهُ أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلَى سَارِقٍ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَّسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا أَنْ تَسْتَعِفَّ عَنْ زِنَاهَا وَأَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ أَنْ يَّعْتَبِرَ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللهُ.

دیا۔ صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ چور کو صدقہ دیا گیا۔ (یہ سن کر) اس نے کہا: اے اللہ! تیرے لیے سب حمد ہے۔ میں اور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک کنچنی کے ہاتھ میں اس نے رکھ دیا۔ صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات کنچنی کو صدقہ دیا گیا۔ اس پر اس نے کہا: اے اللہ! تیرے لئے ہی سب حمد ہے کہ کنچنی کو صدقہ ملا۔ میں اور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک مالدار کے ہاتھوں میں اسے رکھ دیا۔ صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے کہ غنی کو صدقہ دیا گیا تو اس نے کہا: اے اللہ! تیرے لئے ہی سب حمد ہے جو چور، کنچنی اور مالدار کو صدقہ دیا گیا۔ پھر اس کے پاس کوئی آیا اور اس نے اسے کہا کہ چور کو جو تو نے صدقہ دیا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ چوری سے باز رہے اور جو کنچنی کو دیا ہے؛ ہوسکتا ہے کہ وہ زنا سے پرہیز کرے اور جو مالدار کو دیا ہے؛ ہوسکتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کرے اور وہ مال جو اللہ نے اسے دیا ہے اس میں سے خرچ کرے۔

تشریح: اِذَا تَصَدَّقَ عَلٰى غَنِيٍّ: یہ باب بھی سابقہ ابواب کے تعلق میں ایک فقہی اختلاف کے پیش نظر قائم کیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے جہاں افراد کا یہ حق تسلیم کیا ہے وہ زکوٰۃ اپنے طور پر بھی محتاج کو بلا واسطۂ بیت المال دے سکتے ہیں، وہاں انہوں نے یہ پابندی بھی عائد کی ہے کہ والدین یا دادا یا بیٹے اور پوتے کو نہیں دی جاسکتی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے باقی ائمہ کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے یہاں تک فتویٰ دیا ہے کہ ایک فرد ایک جماعت کو اور جماعت فرد کو بغیر توسط بیت المال زکوٰۃ دینے کے مجاز ہیں۔ (كتاب الفقه على المذاهب الاربعة، باب مصرف الزكوة)

امام بخاریؒ جمہور کی رائے سے متفق معلوم ہوتے ہیں۔ یعنی زکوٰۃ اموالِ باطنہ پر جواز قسم صَدَقَةُ السِّرّ ہیں محتاج کو براہِ راست دی جاسکتی ہے۔ البتہ وہ زکوٰۃ جو اموالِ ظاہرہ پر عائد ہوتی ہے وہ بیت المال ہی کو دی جانی چاہیے۔ سابقہ ابواب میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے؛ اس میں تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاءَ کا ارشاد سِرًّا کے ساتھ وابستہ ہے اور اعلانیہ صدقہ کا

ارشاد فَنِعِمَّا هِيَ پر ختم ہے جس سے ظاہر ہے کہ افراد کو خود دینے کی اجازت کا تعلق زکوۃ السرّ سے ہے۔ اگلا باب ۱۵ بھی مذکورہ بالا اختلاف کے پیش نظر قائم کیا گیا ہے۔ قرآنِ حکیم نے صدقات کی ادائیگی میں پرحکمت صورت اختیار کی ہے۔ ایک معین نظام کے تحت صدقات کی ادائیگی افراد کا تعلق محتاجوں سے منقطع کر دیتی ہے۔ جس سے شفقت و رحمت کے جذبات مدھم پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ صدقات اعلانیہ دینے میں جبر و اکراہ اور احسان مندی کی صورت پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ اس لئے اسلام نے دونوں طریق اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی تعلیم کی رو سے جہاں سوال کرنا ممنوع ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ وقارِ نفس قائم رکھا جائے اور انسان احساس کمتری سے محفوظ رہے۔ احوالِ ظاہرہ پر زکوۃ عائد کی گئی ہے جو صدقہ اعلانیہ ہے اس میں اجتماعی تحفظ کی یقینی صورت ہے جو افراد کی مرضی اور ان کے طوعی صدقات پر ترک نہیں کی جاسکتی اور نہ حکومت کے لئے ممکن ہے کہ وہ ہر طبقہ کے افراد کی ضرورتوں کا پورا علم رکھ سکے اور افراد ہی کو یہ علم ہوسکتا ہے کہ ان کے عزیز و اقارب اور دور و نزدیک کے افراد میں سے کون اور کس حالت محتاجی میں ہیں۔ اس لئے اسلام نے اجتماعی اور انفرادی ضرورتوں کے تحفظ کی صورتیں اپنے احکام میں ملحوظ رکھی ہیں۔

بَاب ١٥ : إِذَا تَصَدَّقَ عَلَى ابْنِهِ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

اگر اپنے بیٹے کو صدقہ دے جبکہ اسے معلوم نہ ہو

١٤٢٢ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ حَدَّثَنَا أَبُو الْجُوَيْرِيَةِ أَنَّ مَعْنَ بْنَ يَزِيْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَبِي وَجَدِّي وَخَطَبَ عَلَيَّ فَأَنْكَحَنِي وَخَاصَمْتُ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبِي يَزِيْدُ أَخْرَجَ دَنَانِيْرَ يَتَصَدَّقُ بِهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ فَجِئْتُ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ وَاللهِ مَا إِيَّاكَ أَرَدْتُّ فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَكَ مَا

۱۴۲۲: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا (کہا) اسرائیل (بن یونس) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابوالجویریہ (حطان بن خفاف) نے ہمیں بتایا۔ حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا، (کہا:) رسول اللہ ﷺ سے میں نے اور میرے باپ (حضرت یزیدؓ) اور میرے دادا (حضرت اخنس بن حبیبؓ) نے بیعت کی اور آپؐ نے میرا رشتہ تجویز کیا اور نکاح پڑھایا اور میں آپؐ کے پاس ایک مقدمہ لے کر گیا۔ میرے باپ حضرت یزیدؓ نے کچھ اشرفیاں خیرات کرنے کے لئے نکالیں اور مسجد میں ایک آدمی کے پاس رکھ دیں۔ میں اس کے پاس آیا اور میں نے وہ اشرفیاں لے لیں اور اپنے باپ کے پاس لے آیا۔ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں تجھے دینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر میں نے ان کے خلاف رسول اللہ ﷺ کے

نَوَيْتَ يَا يَزِيْدُ وَ لَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ.

پاس یہ قضیہ پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا: یزید! تیرے لئے وہی ہے جس کی تو نے نیت کی اور معن! تیرے لئے ہے جو تو نے لے لیا۔

تشریح: اِذَا تَصَدَّقَ عَلَى ابْنِهِ: باب۱۴، ۱۵ صدقہ اعلانیہ وصدقۃ السر میں فرق بتانے کی غرض سے قائم کئے گئے ہیں نیز فقہی اختلاف کا حل بھی ان میں مدنظر ہے۔ مگر جس آیت کریمہ کا حوالہ باب۱۲، ۱۳ میں دیا گیا ہے، اس کے آخری حصہ کی وضاحت بھی ضمناً مقصود ہے اور وہ حصہ آیت یہ ہے: لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ ...... لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (البقرۃ:۲۷۵) یعنی صدقہ کے مستحق وہ محتاج نہیں جو لوگوں سے لپٹ کر مانگتے پھرتے ہیں۔ اس قسم کی دریوزہ گری اسلام میں سخت ممنوع ہے۔ (باب ۵۰ تا ۵۳) بلکہ ایک امیر بھی محتاج ہوسکتا ہے۔ عزیز و اقارب میں سے ایک بیٹا بھی محتاج ہوسکتا ہے۔ ایک چور اور زانیہ کو بھی صدقہ دیا جاسکتا ہے۔ تا وہ کسب حرام سے باز آئیں۔ پس محتاج کی تعریف کسی ایک قسم کے فرد یا طبقہ سے محدود کرنا مناسب نہیں؛ جیسا کہ بعض فقہاء نے کیا ہے۔ مذکورہ بالا مثالیں حاجت روائی کے موقع ومحل کی موٹی مثالیں ہیں۔ جن کا تعلق عموماً صدقۃ السرّ کے مواقع سے ہے۔ افراد کو اپنے اردگرد کے حالات کا بہتر علم ہوسکتا ہے۔ اس لئے انہیں اجازت دی گئی ہے کہ وہ اموال باطنہ سے جو زکوۃ نکالیں، وہ براہِ راست محتاجوں کی حاجت روائی میں خرچ کریں۔ اسلام نے اعلانیہ صدقہ کا بھی حکم دیا ہے جو بطور فرضِ واجب ہے اور ہر فرد صاحب نصاب پر عائد ہوتا ہے حتیٰ کہ ایک یتیم نابالغ پر بھی اگر اس کا مال نصاب سے زیادہ ہو، تا ملک کے اجتماعی استحکام کا تحفظ ہوسکے اور پوشیدہ طوعی صدقہ کا بھی دروازہ کھلا رکھا ہے تا مختلف طبقات کے افراد کی حاجت روائی کی صورت قائم رہنے کے علاوہ افراد کا تزکیہ نفس بھی ہوتا رہے جو زکوۃ کی اغراض میں سے ایک اہم غرض ہے۔

انجیل نے یہودیوں کی ریاکاری کے علاج کی غرض سے انفاق کی صرف ایک ہی صورت پر زور دیا ہے۔ یعنی صدقۃ السرّ (متی باب ۶ آیت ۵ تا ۱۱) مگر اسلام نے اپنی کامل تعلیم میں دونوں صورتیں ملحوظ رکھی ہیں۔

بَاب ١٦ : اَلصَّدَقَةُ بِالْيَمِيْنِ

داہنے ہاتھ سے صدقہ دینا

١٤٢٣: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ ابْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

۱۴۲۳: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحيٰ (بن سعید قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے روایت کی۔ کہا: خُبَیب بن عبدالرحمٰن نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حفص بن عاصم سے، حفص

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمْ اللهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ إِمَامٌ عَدْلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.

نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ عادل بادشاہ اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو اور وہ آدمی جس کا دل سجدوں میں لگا ہوا ہے اور وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھی اور اس پر اکٹھے رہے اور اس پر جدا ہوئے اور وہ مرد جس کو عالی مرتبہ خوبصورت عورت نے بلایا ہو اور وہ (اسے) کہے: میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص جو صدقہ کرے اور اسے ایسا چھپائے کہ اس کے بائیں کو علم نہ ہو کہ اس کے دائیں نے کیا خرچ کیا ہے اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کے آنسو بہہ پڑیں۔

اطرافه: ٦٦٠، ٦٤٧٩، ٦٨٠٦۔

١٤٢٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا فَسَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يَمْشِي الرَّجُلُ بِصَدَقَتِهِ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ

۱۴۲۴: علی بن جعد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: مجھے معبد بن خالد نے بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: صدقہ کرو کیونکہ عنقریب تم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے صدقہ کو لے کر پھرے گا تو دوسرا آدمی (اسے)

جِئْتَ بِهَا بِالْأَمْسِ لَقَبِلْتُهَا مِنْكَ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا حَاجَةَ لِي فِيْهَا. کہے گا: اگر تو کل لاتا تو میں تجھ سے اسے ضرور قبول کر لیتا مگر آج مجھے اس کی حاجت نہیں۔

اطرافه: ١٤١١، ٧١٢٠۔

تشریح: اَلصَّدَقَةُ بِالْيَمِيْنِ: انجیل میں بھی آتا ہے:-

''خبردار اپنے راستبازی کے کام آدمیوں کے سامنے دکھانے کے لئے نہ کرو۔ نہیں تو تمہارے باپ کے پاس جو آسمان پر ہے تمہارے لئے کچھ اجر نہیں...... بلکہ جب تو خیرات کرے تو جو تیرا داہنا ہاتھ کرتا ہے اُسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے۔ تا کہ تیری خیرات پوشیدہ رہے۔ اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا۔'' (متی باب ۶ آیت ۱ تا ۵)

مگر صدقہ کے بارے میں وہ تفصیلات جو قرآن مجید نے بیان فرمائی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہیں قولاً اور عملاً ہمارے لئے واضح کیا ہے وہ ہر پہلو سے کامل تعلیم پر مبنی ہے۔ ہر قسم کی عبادت میں اعلانیہ اور پوشیدہ دونوں صورتیں جاری کی گئی ہیں تا ظاہری عبادت سے لوگوں کے لئے تعلیم کا قابل تقلید نمونہ قائم ہو اور پوشیدہ عبادت سے خلوص عمل کی روح نشوونما پاتی رہے۔

مذکورہ بالا عنوان کی وضاحت کے لئے دو روایتیں لائی گئی ہیں۔ روایت نمبر ۱۴۲۳ کا تعلق تو پوشیدہ صدقے سے ہے اور روایت نمبر ۱۴۲۴ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ صحیح صدقہ وہ ہے جو برمحل اور تقاضائے حالات کے تحت ہو خواہ وہ ظاہر طریقہ سے ہو یا مخفی طریقہ سے۔

لَا تَعْلَم شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ: لفظ یَمِیْن جیسا کہ باب ۸ میں بتایا جا چکا ہے اسی پر دلالت کرتا ہے۔ حدیث کے اس فقرے سے کہ بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو یہ مراد نہیں کہ قطعاً کسی کو علم نہ ہو یا صدقہ دینے والے کے نفس کو بھی احساس نہ ہو۔ بلکہ نیکی بدی کا دارومدار شعور واحساس ہی پر ہے۔ اسی غلط فہمی سے محفوظ رکھنے کے لئے امام موصوفؒ نے روایت نمبر ۱۴۲۳ و ۱۴۲۴ کو ایک ہی عنوان کے تحت جمع کر دیا ہے۔ غرض دونوں قسم کے صدقات میں حالات کا مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ وہی اس کی قدر و قیمت کم و بیش کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ روایت نمبر ۱۴۲۳ کی مزید وضاحت کے لیے دیکھئے کتاب الاذان روایت نمبر ۶۶۰۔

بَاب ١٧ : مَنْ أَمَرَ خَادِمَهُ بِالصَّدَقَةِ وَلَمْ يُنَاوِلْ بِنَفْسِهِ

اگر کوئی شخص اپنے خادم کو صدقہ دینے کا حکم کرے اور خود اپنے ہاتھ سے نہ دے

وَقَالَ أَبُو مُوْسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ.

اور حضرت ابوموسیٰ (اشعریؓ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یوں کہا: وہ (نوکر) بھی صدقہ دینے والوں سے ایک ہوگا۔

١٤٢٥: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا.

۱۴۲۵: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے شقیق سے، شقیق نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت جب اپنے گھر کے کھانے سے کچھ خیرات کرے بشرطیکہ بگاڑنے والی نہ ہوتو اس کو اس کا اجر ملے گا۔ اس لئے کہ اس نے خرچ کیا اور اس کے خاوند کو بھی اجر ملے گا۔ اس لیے کہ اس نے کمایا اور خزانچی کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا اور ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب کو کچھ بھی کم نہیں کرے گا۔

اطرافه: ١٤٣٧، ١٤٣٩، ١٤٤٠، ١٤٤١، ٢٠٦٥.

تشریح: هُوَ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ: عنوان مذکورہ بالا میں صدقہ دینے سے متعلق عدم احساس کی ایک اور صورت پیش کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ بالواسطہ صدقہ دے۔ مثلاً کارندے کو ہدایت کرے کہ فصل کی پیداوار میں سے مساکین اور محتاجوں کو اس قدر دیا جائے یا کارپرداز سے کہا جائے کہ ماہانہ ملنے پر اس قدر رقم بطور صدقہ دی جائے۔

بَاب١٨ : لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى

صدقہ نہیں ہوتا مگر اسی وقت کہ خود محتاج نہ ہو

وَمَنْ تَصَدَّقَ وَهُوَ مُحْتَاجٌ أَوْ أَهْلُهُ مُحْتَاجٌ أَوْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَالدَّيْنُ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْعِتْقِ وَالْهِبَةِ وَهُوَ رَدٌّ عَلَيْهِ لَيْسَ لَهُ أَنْ يُتْلِفَ أَمْوَالَ النَّاسِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللهُ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ مَعْرُوْفًا بِالصَّبْرِ فَيُؤْثِرَ عَلَى نَفْسِهِ وَلَوْ كَانَ بِهِ خَصَاصَةٌ كَفِعْلِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِيْنَ تَصَدَّقَ بِمَالِهِ وَكَذٰلِكَ آثَرَ الْأَنْصَارُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُّضَيِّعَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِعِلَّةِ الصَّدَقَةِ وَقَالَ كَعْبٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِي صَدَقَةً إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي

اور جس نے صدقہ دیا حالانکہ خود محتاج ہے یا اس کے بال بچے محتاج ہیں یا اس پر قرض ہے تو قرضہ ادا کرنا بہ نسبت صدقہ دینے، غلام آزاد کرنے اور ہبہ کرنے کے زیادہ ضروری ہے اور یہ صدقہ وغیرہ اس کو واپس ہوگا۔ اسے حق نہیں کہ لوگوں کا مال تلف کرے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جو لوگوں کے مال اس طرح برباد کرنا چاہتا ہے تو اللہ اُسے برباد کر دے گا۔ ہاں اگر وہ تکلیف برداشت کرنے میں مشہور ہے اور اپنے نفس پر (دوسروں کو) مقدم کرتا ہے۔ خواہ اسے احتیاج ہی ہو۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ جب انہوں نے اپنا (سارا) مال صدقہ میں دے دیا اور اسی طرح انصار نے مہاجرین کو مقدم کیا اور نبی ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے حق نہیں کہ لوگوں کا مال صدقہ کے بہانہ سے ضائع کرے اور حضرت کعب (بن مالک) رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! میری توبہ یہ بھی ہوگی کہ میں اپنے سارے مال سے دست بردار ہو کر اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صدقہ کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے لئے اپنے مال سے کچھ رکھ لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے کہا: پھر

الَّذِي بِخَيْبَرَ.

میں اپنے اس حصے کو جو خیبر میں ہے رکھ لیتا ہوں۔

١٤٢٦: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ.

اطرافه: ١٤٢٨، ٥٣٥٥، ٥٣٥٦.

۱۴۲۶: عبدان نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: مجھے سعید بن میسّب نے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: بہتر صدقہ وہی ہے جو حاجت پوری کرنے کے بعد ہو اور پہلے ان لوگوں سے شروع کرو جن کی روزی کے تم کفیل ہو۔

١٤٢٧: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلَى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَخَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ.

۱۴۲۷: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ہشام (بن عروہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے، حضرت حکیمؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے اور پہلے ان کو دو جن کی تم پرورش کرتے ہو اور بہتر صدقہ وہی ہے جو ضرورت پوری کرنے کے بعد ہو اور جو سوال سے بچنا چاہے گا اللہ اسے بچائے گا اور جو غنا حاصل کرنا چاہے گا۔ اللہ اُسے غنی کر دے گا۔

١٤٢٨: وَعَنْ وُهَيْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِهَذَا.

اطرافه: ١٤٢٦، ٥٣٥٥، ٥٣٥٦.

۱۴۲۸: اور وہیب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، (حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے) اسی طرح بیان کیا۔

١٤٢٩ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۴۲۹: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

ح وَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ وَالْمَسْأَلَةَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى فَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ.

اور عبداللہ بن مسلمہ نے بھی ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے؛ جبکہ آپؐ منبر پر تھے اور آپؐ نے صدقہ کرنے اور سوال سے بچنے اور سوال کرنے کا ذکر کیا؛ فرمایا: اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ اونچا ہاتھ تو وہی ہے جو خرچ کر رہا ہو اور نیچا ہاتھ وہ ہے جو سوال کر رہا ہو۔

تشریح: **لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى:** فقہاء کے درمیان اس بارے میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ آیا محتاج یا مقروض ہونے کی حالت میں صدقہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ باب کا عنوان حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت سے لیا گیا ہے جو نمبر ۱۴۲۶ کے تحت درج ہے۔ اس عنوان سے اسی اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی یہ روایت بایں الفاظ نقل کی ہے: خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى. (مسند احمد بن حنبل، جزء۲ صفحہ ۲۷۸) عنوانِ باب ہی میں ایک دوسری حدیث سے وضاحت کی گئی ہے کہ احتیاج سے مراد اپنی اور اپنے کنبے کی احتیاج اور مقروض ہونا ہے اور یہ کہ صدقہ میں زکوٰۃ اور عتق (یعنی غلاموں کی آزادی) اور ہبہ شامل ہیں۔ وَهُوَ رَدٌّ عَلَيْهِ یعنی اگر قرض خواہ دعویٰ کرے تو شریعت قاضی کو اختیار دیتی ہے کہ اس کا صدقہ واپس کر دے۔ تا کہ وہ پہلے قرض ادا کرے۔ کیونکہ قرضے کا حق صدقہ کے حق پر مقدم ہے۔ جن فقہاء نے صدقے کو حق اللہ یعنی عبادت قرار دیا ہے وہ قرض کی حالت میں بھی صدقہ دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

عنوان باب میں تین روایتیں نقل کر کے امام بخاریؒ نے لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى کے مفہوم کو مقید کر دیا ہے اور حضرت ابوبکرؓ اور انصارؓ کی مثال دے کر واضح کیا ہے کہ قناعت اور صبر کے ساتھ بھوک اور تنگ دستی کی تکلیفوں کو برداشت

کرنے والے بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو مخصوص حالات میں اپنا سارا مال بہ تقاضائے حالات اللہ تعالیٰ کے راستے میں پیش کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی قربانی ایک اعلیٰ درجہ کا اسوۂ حسنہ ہے کسی قسم کے ابتلاء کا خوف ان کو اور ان کے اہل وعیال کو نہیں ہوتا۔ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا. (البقرہ:۲۳۴) {کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔} ایسے لوگوں کے نفوس کی وسعت اپنی اپنی ہمت عالیہ کے مطابق ہی ہوتی ہے لیکن اگر یہ روحِ ایثار نہیں تو پھر عام قاعدہ لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى ہی ہے کہ ضروری حاجات پوری کرنے کے بعد ہی صدقہ دیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ اور انصارؓ کے صدقات بھی درحقیقت ایک طرح عَنْ ظَهْرِ غِنًى یعنی استغنائے نفس کی وجہ ہی سے تھے۔ علاوہ ازیں دوسرے لوگوں کے اموال ضائع کرنے کا تعلق بھی ان کے صدقات کے ساتھ نہ تھا۔ عنوانِ باب کے تحت چار روایتیں جو ایک ہی معنی میں ہیں نقل کر کے حدیث لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى کے مفہوم کو اور زیادہ واضح کر دیا ہے۔ سب کچھ دے کر پھر لوگوں سے اپنی ضرورتیں پورا کرنے کے لئے سوال شروع کر دینا اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ ایسے صدقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا ہے۔ بلکہ بعض نے جب پیش کیا تو آپؐ نے نہیں لیا۔ لیکن اگر کسی کو یقین ہو کہ وہ اپنے ذرائع معاش سے اپنا قرضہ چکا دے گا اور محتاج کی حاجت روائی کرنا یا زکوۃ دینا ضرورتِ حقہ ہے تو یہ فعل پسندیدہ ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے متعلق مشہور ہے کہ وہ محتاج کی ضرورت قرض لے کر بھی پوری کرتی تھیں اور قرآن مجید کا ارشاد اس بارہ میں صریح ہے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:۱۰){اور خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں باوجود اس کے کہ انہیں خود تنگی درپیش تھی۔} یعنی مومن اپنی ذاتی ضرورتوں پر دوسروں کی ضرورت مقدم کرتے ہیں۔ اسی امر کی طرف توجہ منعطف کرانے کے لئے عنوانِ باب میں اس آیت کا نیز صحابہ کرامؓ کے اسوۂ حسنہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں مسئلہ معنونہ کی بابت اصولی اور جامع تعلیم دی گئی ہے۔ فرماتا ہے: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۗ قُلِ الْعَفْوَ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (البقرۃ:۲۲۰) تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کیا اور کتنا خرچ کریں۔ کہو: اَلْعَفْو۔ عفو کے تین معانی ہیں۔ (۱) بہترین اور پسندیدہ شَی۔ (۲) جو ضرورت سے زائد ہو۔ (۳) بغیر سوال ومطالبہ دینا۔ انفاق کے ان تینوں معانی کی تفصیل اور ان کے محل وموقع کی تشریح پوری وضاحت سے کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے اسوہ حسنہ سے بھی۔ (اس تعلق میں دیکھئے باب ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۵۱، ۵۲) اس ضمن میں یہ یاد رہے کہ قرآنِ مجید نے زکوۃ وصدقہ فطر وغیرہ کے احکام عام حالات کے لئے صادر فرمائے ہیں مگر غیر معمولی حالات میں نفس نفیس کی انتہائی قربانی سے متعلق ہدایات بیان کی ہیں۔ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۗ .... (التوبۃ:۱۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس وعدہ پر خرید لیے ہیں کہ انہیں اس کے بدلہ میں جنت ملے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے دونوں قسم کی ہدایات کے مطابق اعلیٰ درجہ کا نمونہ قربانی دکھایا۔

بَاب ١٩ : اَلْمَنَّانُ بِمَا أَعْطَى

جو دیا ہے اس پر احسان جتانے والا ہو

لِقَوْلِهِ: اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى (البقرة:٢٦٣) اَلْآيَةَ.

کیونکہ (اللہ عزوجل) فرماتا ہے: جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر جو انہوں نے خرچ کیا ہوتا ہے، اس کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ ایذاء دیتے ہیں۔

تشریح: اَلْمَنَّانُ بِمَا اَعْطٰی: امام شہاب الدین احمد عسقلانیؒ کا یہ خیال ہے کہ امام بخاریؒ کو باب ہذا کے مطابق کوئی مستند حدیث نہیں ملی۔ اس لئے انہوں نے آیت نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے اور عنوانِ باب میں ضمناً حضرت ابوذرؓ کی روایت سے اشارہ کر دیا ہے جو امام مسلمؒ نے بایں الفاظ نقل کی ہے: ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمَنَّانُ الَّذِيْ لَا يُعْطِيْ شَيْئًا اِلَّا مَنَّهُ. (مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمنّ بالعطية) تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا۔ ایک وہ جو دے کر احسان جتاتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ ۳۷۷۔

باب ٦، ٧ میں مذکورہ بالا آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس کے تحت بھی کوئی روایت درج نہیں کی گئی۔ صدقات سے متعلق امام موصوفؒ نے جب ایک اہم عنوان قائم کیا ہے تو کتاب اللہ سے کسی ایک آیت کا حوالہ دے کر اسی پر اکتفاء کیا ہے اور اس تعلق میں دیگر ابواب قائم کر کے روایات سے مختلف مسائل کی تشریح فرمائی ہے۔ اس کی مثالیں پہلے بھی گزر چکی ہیں۔ آئندہ بھی آئیں گی۔

بَاب ٢٠ : مَنْ أَحَبَّ تَعْجِيْلَ الصَّدَقَةِ مِنْ يَّوْمِهَا

جو صدقہ جلدی دینا پسند کرے، اسی روز (جس روز صدقے والا مال آئے)

١٤٣٠: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَأَسْرَعَ ثُمَّ دَخَلَ

۱۴۳۰: ابوعاصم (نبیل) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عمر بن سعید سے، عمر نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی تو جلدی سے گھر گئے اور پھر باہر

الْبَيْتَ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ خَرَجَ فَقُلْتُ أَوْ قِيْلَ لَهُ فَقَالَ كُنْتُ خَلَّفْتُ فِي الْبَيْتِ تِبْرًا مِنَ الصَّدَقَةِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ فَقَسَمْتُهُ.

آ گئے۔ میں نے پوچھا یا (کہا) آپؐ سے پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: میں گھر میں صدقہ کے مال سے سونے کی ایک ڈلی چھوڑ آیا تھا۔ میں نے پسند نہ کیا کہ وہ رات بھر میرے پاس رہے۔اس لئے میں نے اُسے تقسیم کردیا۔

اطرافہ: ۸۵۱، ۱۲۲۱، ٦٢٧٥۔

تشریح: مَنْ اَحَبَّ تَعْجِيلَ الصَّدَقَةِ: اس باب کا مقصد واضح ہے۔جب میسر ہو تو اسی وقت صدقہ دینا پسندیدہ ہے۔یہ نہ ہو کہ اسے رکھ چھوڑے اور آج کل کرتے ہوئے موقع ہاتھ سے گنوادے۔کیونکہ ممکن ہے کہ کل کا دن اپنے ساتھ ایسی ضرورتیں لائے جو صدقہ دینے میں حائل ہوں۔روایت نمبر ۱۴۳۰؛ کتاب الاذان روایت نمبر ۸۵۱ میں بھی گزر چکی ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○ (الانفال:۲۵) اے وہ جو مومن ہو اللہ اور اس کے رسول کی بات قبول کرو جب وہ تمہیں اس بات کی دعوت دے جو تمہیں زندہ کرے گی اور جان لو کہ اللہ؛ انسان اور اس کے دل کے درمیان روک پیدا کردیا کرتا ہے اور تم اسی کی طرف زندہ کرکے لوٹائے جاؤ گے۔ بسا اوقات نیکی کی تحریک دل میں شدت سے پیدا ہوتی ہے۔اگر وہ اس وقت نہ کی جائے تو پھر وہ تحریک مدھم بلکہ مردہ ہوجاتی ہے اور پھر توفیق نہیں ملتی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اس بارہ میں پیش کیا گیا ہے کہ آپؐ نے صبح ہونے کا انتظار نہ فرمایا بلکہ جو گھر میں باقی تھا،اسے رات ہی میں مستحق کو بھیج دیا۔

بَاب ٢١: اَلتَّحْرِيْضُ عَلَى الصَّدَقَةِ وَالشَّفَاعَةُ فِيْهَا

صدقے سے متعلق لوگوں کو تحریک کرنا اور سفارش کرنا

١٤٣١: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَدِيٌّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيْدٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ ثُمَّ مَالَ عَلَى النِّسَاءِ وَمَعَهُ بِلَالٌ

۱۴۳۱: مسلم (بن ابراہیم) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔(انہوں نے کہا:) عدی (بن ثابت) نے ہمیں خبر دی۔انہوں نے سعید بن جبیر سے،سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن باہر آئے اور دو رکعتیں پڑھائیں۔نہ ان سے پہلے

فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُلْبَ وَالْخُرْصَ.

نماز پڑھی اور نہ بعد۔ پھر عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ تھے۔ آپؐ نے انہیں نصیحت کی اور فرمایا کہ وہ صدقہ دیں تو کوئی عورت اپنا کنگن پھینکنے لگی اور کوئی بالی۔

اطرافه: ۹۸، ۸٦۳، ۹٦۲، ۹٦٤، ۹۷۵، ۹۷۷، ۹۷۹، ۹۸۹، ۱٤٤۹، ٤۸۹۵، ۵۲٤۹، ۵۸۸۰، ۵۸۸۱، ۵۸۸۳، ۷۳۲۵۔

١٤٣٢: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوْسَى عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَهُ السَّائِلُ أَوْ طُلِبَتْ إِلَيْهِ حَاجَةٌ قَالَ اشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا وَيَقْضِي اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ.

۱۴۳۲: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ابوبردہ بن عبداللہ بن ابی بردہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوبردہ بن ابی موسیٰ نے اپنے باپ (حضرت ابوموسیٰ اشعری) رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب سائل آتا یا آپؐ کے پاس کوئی ضرورت پیش کی جاتی تو آپؐ (لوگوں سے) فرماتے: تم بھی سفارش کرو۔ تمہیں ثواب ملے گا اور اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جتنی چاہے گا؛ حاجت پوری کردے گا۔

اطرافه: ٦٠٢٧، ٦٠٢٨، ٧٤٧٦۔

١٤٣٣: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُوْكِي فَيُوْكَى عَلَيْكِ.

۱۴۳۳: صدقہ بن فضل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے فاطمہ (بنت منذر) سے، فاطمہ نے بروایت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہمیں بتایا، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: باندھ کر نہ رکھا کرو۔ (کھولو) ورنہ تم سے روک لیا جائے گا۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَبْدَةَ وَقَالَ لَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ.

عثمان بن ابی شیبہ نے عبدہ سے روایت کرتے ہوئے یہی حدیث ہم سے بیان کی اور یہ الفاظ کہے: گنتے نہ رہا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر ہی دے گا۔

اطرافه: ١٤٣٤، ٢٥٩٠، ٢٥٩١۔

تشریح: اَلتَّحرِيضُ عَلٰى الصَّدَقَةِ وَالشَّفَاعَةُ فِيهَا: تحریض اور شفاعت میں یہ فرق ہے کہ اوّل الذکر کے معنی ہیں صدقہ کی خوبیاں بیان کر کے ترغیب دلانا اور شفاعت کے معنی ہیں کسی سائل کی حاجت براری کے لئے سفارش کرنا۔ دونوں طرح سے انسان محتاجوں کی راحت کا ذریعہ بن کر صدقہ کا ثواب حاصل کرسکتا ہے۔ اس باب کے ضمن میں تین روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی روایت کتاب العیدین میں مفصل گزر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب العیدین باب ۱۸ روایت نمبر ۹۷۷۔ دوسری روایت کتاب الادب زیر روایت نمبر ۶۰۲۷ میں مفصل آئے گی۔ تیسری روایت سے بتایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یہ کہ عام وعظ میں صدقہ کے بارے میں نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ حسب موقع فرداً فرداً بھی مؤثر پیرایہ میں تحریک فرماتے۔ جیسا کہ حضرت اسماءؓ کو آپؐ نے تحریک فرمائی۔ نیک تحریک سے قوم میں بیداری پیدا ہوتی ہے اور غافل انسان بھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ صدقات سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل نہایت ضروری ہے۔ آپؐ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ نیک تحریک بھی صدقہ ہی کی ایک قسم ہے۔ (باب ۳۰ روایت نمبر ۱۴۴۵) جس میں بھلی بات بھی صدقہ کی طرح کفارۂ گناہ قرار دی گئی ہے۔ وعظ ونصیحت اور نیک کاموں کی تلقین قوم میں نیک روح پیدا کرنے اور اسے قائم رکھنے میں مد ہوتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماءؓ کو نصیحت فرمائی اور وہ ان مشہور خواتین میں سے ہوئیں جو محتاجوں کی حاجت روائی میں ایک اعلیٰ نمونہ تھیں۔ اگر ان کے پاس نہ ہوتا تو قرض لے کر بھی حاجت مند کی حاجت پوی کرتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد میں ان لوگوں کے لئے سبق ہے جو اس لئے صدقہ دینے میں متامل ہوتے ہیں کہ ہم تبلیغ پر (یا کسی اور مدّ میں) خرچ کر چکے ہیں۔ ان کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک قسم کا بہی کھاتہ کھولنا ہے اور یہی منشاء ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا جو حضرت اسماءؓ سے آپؐ نے فرمایا کہ گن گن کر نہ دو۔ ورنہ تم سے بھی ایسا ہی سلوک ہوگا۔

بَاب ٢٢: اَلصَّدَقَةُ فِيْمَا اسْتَطَاعَ

صدقہ دینا جتنی بھی استطاعت ہو

١٤٣٤: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ

۱۴۳۴: ابوعاصم (ضحاک) نے ابن جریج سے روایت نقل کرتے ہوئے ہمیں بتایا اور محمد بن

الرَّحِيْمِ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُوْعِي فَيُوْعِيَ اللهُ عَلَيْكِ ارْضَخِي مَا اسْتَطَعْتِ.

عبدالرحیم نے بھی مجھے بتایا۔ انہوں نے حجاج بن محمد سے، حجاج نے ابن جریج سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا: ابن ابی مُلَیکہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عباد بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے (سن کر) اُن سے بیان کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ آپؐ نے فرمایا: تھیلیوں میں بند کر کے نہ رکھ چھوڑ۔ ورنہ اللہ بھی تجھ سے بند رکھے گا۔ جو بھی مقدور ہو کچھ نہ کچھ دیتی رہو۔

اطرافه: ١٤٣٣، ٢٥٩٠، ٢٥٩١.

تشریح: **اَلصَّدَقَةُ فِيْمَا اسْتَطَاعَ:** صدقے میں قلت وکثرت کا خیال نہ کیا جائے جتنی بھی توفیق ہو؛ دے دینا چاہیے۔ ورنہ نیکی کرنے کی جو توفیق اب حاصل ہے، اس سے محروم ہو جانے کا احتمال ہے۔ بعض لوگ اس خیال سے محروم رہ جاتے ہیں کہ تھوڑا کیا دینا ہے۔ اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد (مذکورہ باب۱۰) دیکھئے۔ استطاعت وقدرت کا مفہوم حالات کے ساتھ بدلتا ہے۔ دیکھئے تشریح باب ۱۸، ۳۰۔ جہاں عام حالات کے پیش نظر آپؐ نے یہی پسند فرمایا کہ اپنی ضرورتیں بھی مدنظر رکھی جائیں اور غرباء کی ضرورتیں بھی۔ زکوٰۃ وصدقہ کا قانون عام حالات سے متعلق ہے۔ مگر خاص حالات میں اسلام کا قانون یہ ہے کہ نفس اور مال ومنال کی کسی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبة:۱۱۱) اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس وعدے پر لئے ہیں کہ انہیں اس قربانی کے بدلے میں جنت ملے گی اور صحابہ کرامؓ نے اس پر عمل کیا اور اعلیٰ سے اعلیٰ قربانی کا نمونہ دکھایا۔ پس جس طرح عام حالات میں صدقہ وزکوٰۃ واجب العمل ارکان میں سے ہیں اسی طرح خاص حالاتِ خطرہ میں یہ خاص حکم بھی واجب العمل ہے۔ آج فتنہ دجال کی وجہ سے موت وزندگی کا جو خطرہ عالم اسلامی کو لاحق ہے اس کا تقاضا ہے کہ استثنائی قانون کے مطابق عمل کیا جائے۔

بَاب٢٣ : اَلصَّدَقَةُ تُكَفِّرُ الْخَطِيْئَةَ

صدقہ گناہ کا کفارہ ہوتا ہے

١٤٣٥ :حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِتْنَةِ قَالَ قُلْتُ أَنَا أَحْفَظُهُ كَمَا قَالَ قَالَ إِنَّكَ عَلَيْهِ لَجَرِيْءٌ فَكَيْفَ قَالَ قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْمَعْرُوْفُ. قَالَ سُلَيْمَانُ قَدْ كَانَ يَقُوْلُ الصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ لَيْسَ هَذِهِ أُرِيْدُ وَلَكِنِّي أُرِيْدُ الَّتِي تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ قُلْتُ لَيْسَ عَلَيْكَ بِهَا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بَأْسٌ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابٌ مُغْلَقٌ قَالَ فَيُكْسَرُ الْبَابُ أَوْ يُفْتَحُ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ فَإِنَّهُ إِذَا كُسِرَ لَمْ يُغْلَقْ أَبَدًا قَالَ قُلْتُ أَجَلْ قَالَ فَهِبْنَا أَنْ نَسْأَلَهُ مَنِ

۱۴۳۵: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت حذیفہ (بن یمان) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عمر (بن خطاب) رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم میں سے کون فتنہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد رکھتا ہے؟ کہتے تھے: میں نے کہا میں اسے اسی طرح یاد رکھتا ہوں؛ جس طرح کہ آپؐ نے فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: تم تو اس امر میں بہت دلیر ہو۔ اچھا آپؐ نے کس طرح فرمایا؟ میں نے کہا: آدمی کے لئے فتنہ اس کی بیوی اور اس کے بچے اور اس کے پڑوسی کی وجہ سے ہوتا ہے؛ جسے نماز، صدقہ اور نیکی مٹا دیتے ہیں۔ سلیمان (بن مہران اعمش) کہتے تھے: نماز، صدقہ اور بھلی بات کا حکم کرنا اور بری بات سے روکنا (یہ فتنہ کو مٹا دیتا ہے۔) حضرت عمرؓ نے کہا: میری مراد یہ نہیں۔ بلکہ میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی طرح موجزن ہوگا۔ حضرت حذیفہؓ کہتے تھے: میں نے کہا امیر المومنین! آپؐ کو اس کا کوئی خطرہ نہیں۔ آپؓ کے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: پھر کیا وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ کہتے تھے میں نے کہا: کھولا نہیں جائے توڑا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اگر توڑا جائے گا تو

الْبَابُ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ قَالَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْنَا فَعَلِمَ عُمَرُ مَنْ تَعْنِي قَالَ نَعَمْ كَمَا أَنَّ دُوْنَ غَدٍ لَيْلَةً وَذٰلِكَ أَنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيْطِ.

پھر کبھی بھی بند نہ ہوگا۔ کہتے تھے: میں نے کہا: ہاں۔ (ابووائل نے) کہا: ہم جھجکے کہ حضرت حذیفہؓ سے پوچھیں کہ وہ دروازہ کون ہے؟ اس لئے ہم نے مسروق سے کہا: تم ان سے پوچھو۔ ابووائل کہتے تھے: چنانچہ مسروق نے اُن سے پوچھا۔ انہوں نے کہا: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ☆۔'' کہتے تھے: ہم نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا: کیا حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی مراد کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ اسی طرح جانتے تھے جس طرح کل سے پہلے آج کی رات اور یہ اس لئے کہ میں نے ان سے ایسی حدیث بیان کی جو قطعاً غلط نہ تھی۔

اطرافه: ٥٢٥، ١٨٩٥، ٣٥٨٦، ٧٠٩٦.

تشریح: **اَلصَّدَقَةُ تُكَفِّرُ الْخَطِيْئَةَ:** حضرت حذیفہؓ کی یہی روایت کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب نمبر۴ میں دیکھئے۔ دعا اور صدقہ مصیبت کو ٹال دیتے ہیں۔ بسا اوقات تجربہ میں آتا ہے کہ منذر خواب دیکھی گئی اور اس کے بعد مصیبت کے آثار خواب کے مطابق ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ صدقہ کرنے اور دعاؤں پر زور دینے سے مصیبت یکا یک رُک گئی اور ایسے طور سے وہ رُکتی ہے کہ خود انسان کا دل شہادت دیتا ہے کہ اس کا رُکنا خارقِ عادت ہے نہ امر اتفاقی۔

حضرت حذیفہؓ نے جس فتنہ کا پہلے ذکر کیا ہے اس کا سبب بھی بسا اوقات مال ہی ہوتا ہے اور یہ فتنہ انفرادی نوعیت کا ہے۔ مگر حضرت عمرؓ کی نظر میں وہ خطرناک فتنہ تھا جس میں عرب قوم گرفتارِ بلا ہوئی اور یہ وہی فتنہ ہے جس کا ظہور حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت ہو کر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ایام میں اور پھر اس کے بعد نہایت ہیبت ناک صورت اختیار کرتا چلا گیا۔ اس کا ایک سبب مالی حسد تھا۔ قوم میں بغاوت کا ایک بڑا سبب اقتصادی بدحالی ہے۔ صدقات جس طرح افراد کی اصلاحِ نفس اور بہبود کا موجب ہیں، اُسی طرح قوم میں اقتصادی نشیب و فراز کو برابر کرنے کا موجب بھی۔ اس طرح گویا وہ فتنہ کی بندش کا سبب بن کر اُن کی کمزوری کا کفارہ بنتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کا اور اس کے اسباب کا مفصل ذکر فرمایا ہے۔ آپؓ حضرت عثمانؓ کے زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

> ''ایران و شام اور مصر کی فتوحات کے بعد اسلام اور دیگر مذاہب کے میل و ملاپ سے جو فتوحات روحانی اسلام کو حاصل ہوئیں؛ وہی اس کے انتظامِ سیاسی کے اختلال کا باعث ہوگئیں۔ کروڑوں کروڑ آدمی اسلام کے اندر داخل ہوئے اور اس کی شاندار تعلیم کو دیکھ کر ایسے فدائی ہوئے کہ اس کے لیے جانیں دینے کے لیے

☆ دروازہ توڑنے سے مراد حضرت عمرؓ کا شہید کیا جانا ہے۔ (دیکھئے تشریح کتاب مواقیت الصلاۃ، باب۴)

تیار ہو گئے۔مگر اس قدر تعداد نومسلموں کی بڑھ گئی کہ ان کی تعلیم کا کوئی ایسا انتظام نہ ہو سکا جو طمانیت بخش ہوتا۔ .....جب کوئی فتنہ پیدا ہونا ہوتا ہے تو اس کے اسباب بھی غیر معمولی طور پر جمع ہونے لگتے ہیں۔ اِدھر تو بعض حاسد طبائع میں صحابہؓ کے خلاف جوش پیدا ہونا شروع ہوا۔ اُدھر وہ اسلامی جوش جو ابتداءً ہر ایک مذہب تبدیل کرنے والے کے دل میں ہوتا ہے، ان نومسلموں کے دلوں سے کم ہونے لگا.......اسلام کو قبول کرتے ہی انہوں نے خیال کر لیا تھا کہ وہ سب کچھ سیکھ گئے ہیں۔ جوشِ اسلام کے کم ہوتے ہی وہ تصرف جو اُن کے دلوں پر اسلام کو تھا؛ کم ہو گیا۔ اور وہ پھر اُن معاصی میں خوشی محسوس کرنے لگے جس میں وہ اسلام لانے سے پہلے مبتلاء تھے۔ ان کے جرائم پر اُن کو سزا ملی تو بجائے اصلاح کے سزا دینے والوں کی تخریب کرنے کے دَرپے ہو گئے اور آخر اتحادِ اسلامی میں ایک بہت بڑا رخنہ پیدا کرنے کا موجب ثابت ہوئے۔‘‘

(تفصیل کے لیے دیکھئے اسلام میں اختلافات کا آغاز- انوار العلوم جلد۴ صفحہ ۱۹٦، ۲۰۱)

سو اُس زمانہ میں بیکار اور کاہل نوجوانوں کی کثرت سے دولتمند طبقے اور فقیر طبقے کی بنیاد قائم ہوئی، جس سے مسلمانوں میں فتنہ شروع ہوا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی صحابہؓ میں سے ایک نہایت نیک اور متقی صحابیؓ تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان نصائح کو سن کر کہ دنیا سے مومن کو علیحدہ رہنا چاہیے، یہ اپنے مذاق کے مطابق مال جمع کرنے کو ناجائز سمجھتے تھے اور دولت سے نفرت کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی سمجھاتے تھے کہ مال نہیں جمع کرنا چاہیے۔ ان کا مزید ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر عبداللہ بن سبا (ایک یہودی جو اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی دیکھ کر اس غرض سے مسلمان ہوا تھا کہ کسی طرح مسلمانوں میں فتنہ ڈلوائے اور اس زمانہ کے فتنے اسی مفسد انسان کے اِردگرد گھومتے ہیں) نے بھی حضرت ابوذر غفاریؓ کی اس طبیعت سے فائدہ اُٹھایا۔ شام میں سے گذرتے ہوئے اُس نے ان سے ملاقات کی اور کہا کہ دیکھئے کیا غضب ہو رہا ہے۔ معاویہ بیت المال کے اموال کو اللہ کا مال کہتا ہے۔ حالانکہ بیت المال کی کیا شرط ہے ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کی ہے۔ پھر وہ خاص طور پر اس مال کو مالُ اللہ کیوں کہتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ تو آگے ہی اس تلقین میں لگے رہتے تھے کہ امراء کو چاہیے کہ سب مال غرباء میں تقسیم کر دیں کیونکہ مومن کے لیے آرام کی جگہ اگلا جہان ہی ہے اور اس شخص کی شرارت اور نیت سے آپ کو بالکل واقفیت نہ تھی۔ بس آپؓ اس کے دھوکہ میں آ گئے اور خیال کیا کہ واقعہ میں بیت المال کے اموال کو مالُ اللہ کہنا درست نہیں۔.......لیکن حضرت ابوذرؓ کا یہ کہنا درست نہ تھا۔ (مأخوذ از ’’اسلام میں اختلافات کا آغاز‘‘- انوار العلوم جلد۴ صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۷)

عبداللہ بن سبا نے حجاز، شام، عراق اور مصر کے شہروں میں چکر لگائے اور لوگوں کے اندر حضرت عثمانؓ اور آپؓ کے امراء اور سپہ سالاروں کی عیش وعشرت اور دنیا طلبی کے متعلق انتہائی غلط اور بے بنیاد اعتراضات کر کے ان کے خلاف شدید جذباتِ نفرت پیدا کر دیے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ اس یہودی کی باتوں سے یہاں تک متاثر ہوئے کہ حضرت معاویہؓ کو ان کی وجہ سے دمشق میں فتنہ پیدا ہونے کا خوف ہو گیا۔ انہوں نے آیت وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ (التوبۃ: ۳۴) (یعنی جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں) کے بارے میں اپنا نظریہ پیش کیا۔ انہوں نے یہ دیکھ کر کہ مسلمان سونا چاندی جمع کرنے کے پیچھے پڑ گئے ہیں، اس آیت کی بناء پر اُن کو نارِ جہنم کی وعید سے ڈرایا۔ امیر معاویہؓ نے کہا کہ اس کے مصداق تو

یہود ونصاریٰ ہیں نہ کہ مسلمان؛ جوکہ صالح اور پابند احکام الٰہی ہیں۔ (اس تعلق میں کتاب الزکوٰۃ باب ۴ بھی دیکھئے۔) حضرت معاویہؓ کی شکایت پر حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوذرؓ کو وہاں سے بلالیا۔ اس ضمن میں کتاب العلم باب ۱۰ ملاحظہ ہو۔

اس واقعہ میں حضرت ابوذرؓ کی ایمانی جرأت قابل قدر ہے لیکن ان کا یہ کہنا درست نہ تھا۔ خصوصاً اس دور کے حالات کے ساتھ ساز گار نہیں تھا جس میں نوجوان طبقہ بے کاری کی وجہ سے بے سرمایہ اور اُن کی حرص وآز اور تمنائیں سر بفلک تھیں اور اس کے ساتھ ہی وہ بے راہ رَو اور سرکش بھی تھا۔ ایسے نازک حالات میں اسلامی احکام میں سے ایک حکم پر زور دینا اور باقی احکام کو نظر انداز کرنا فتنے کی آگ کو بھڑکانے کا موجب ہوسکتا تھا۔ چنانچہ عبداللہ بن سبا نے اسی صورتِ حال سے ناجائز فائدہ اُٹھایا۔ جس کے نتیجہ میں وہ کُشت وخون ہوا؛ جس نے اسلامی تاریخ کو داغ دار کردیا۔

دروازے کے ٹوٹنے کے متعلق بیان کی گئی اس پیشگوئی کا مطالعہ کرنے والوں کے ذہنوں میں ایک یہ سوال بھی اُٹھتا ہے کہ ''یہ فتنہ حضرت عثمانؓ کے وقت میں کیوں اُٹھا؟'' حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس کا بھی تفصیلاً جواب دیا ہے اور اس کے سایہ میں خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ پر کئے جانے والے اعتراضات کو بھی دور کیا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:-

''بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہوئے۔ ان نومسلموں میں اکثر حصہ وہی تھا جو عربی زبان سے ناواقف تھا اور اس وجہ سے دین اسلام کا سیکھنا اس کے لیے ویسا آسان نہ تھا جیسا کہ عربوں کے لیے اور جو لوگ عربی جانتے بھی تھے، وہ ایرانیوں اور شامیوں سے میل ملاپ کی وجہ سے صدیوں سے ان گندے خیالات کا شکار رہے تھے جو اس وقت کے تمدن کا لازمی نتیجہ تھے۔ علاوہ ازیں ایرانیوں اور مسیحیوں سے جنگوں کی وجہ سے اکثر صحابہ اور ان کے شاگردوں کی تمام طاقتیں دشمن کے حملوں کے ردّ کرنے میں صرف ہورہی تھیں۔ اس ایک طرف توجہ کا بیرونی دشمنوں کی طرف مشغول ہونا، دوسری طرف اکثر نومسلموں کا عربی زبان سے ناواقف ہونا یا عجمی خیالات سے متاثر ہونا دو عظیم الشان سبب تھے اس امر کے کہ اس وقت کے اکثر نومسلم دین سے کما حقہٗ واقف نہ ہوسکے۔ حضرت عمرؓ کے وقت میں چونکہ جنگوں کا سلسلہ بہت بڑے پیمانے پر جاری تھا اور ہر وقت دشمن کا خطرہ لگا رہتا تھا لوگوں کو دوسری باتوں کے سوچنے کا موقع ہی نہ ملتا تھا اور پھر دشمن کے بالمقابل پڑے ہوئے ہونے کے باعث طبعاً مذہبی جوش بار بار رونما ہوتا تھا جو مذہبی تعلیم کی کمزوری پر پردہ ڈالے رکھتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے ابتدائی عہد میں بھی یہی حال رہا۔ کچھ جنگیں بھی ہوتی رہیں اور کچھ پچھلا اثر لوگوں کے دلوں میں باقی رہا۔ جب کسی قدر امن ہوا اور پچھلے جوش کا اثر بھی کم ہوا تب اس مذہبی کمزوری نے اپنا رنگ دکھایا اور دشمنانِ اسلام نے بھی اس موقع کو غنیمت سمجھا اور شرارت پر آمادہ ہوگئے۔ غرض یہ فتنہ حضرت عثمانؓ کے کسی عمل کا نتیجہ نہ تھا بلکہ یہ حالات کسی خلیفہ کے وقت میں بھی پیدا ہو جاتے ، فتنہ نمودار ہو جاتا۔ اور حضرت عثمانؓ کا صرف اس قدر قصور ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے..... میں حیران ہوں کہ کس طرح بعض لوگ ان فسادات کو حضرت عثمانؓ کی کسی کمزوری کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عمرؓ جن کو حضرت عثمانؓ کی خلافت کا خیال بھی نہیں ہوسکتا تھا، انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں اس فساد کے بیج کو معلوم کر لیا تھا۔......''

(اسلام میں اختلافات کا آغاز''-انوار العلوم جلد ۴ صفحہ ۱۹۸، ۱۹۹)

بَاب ٢٤ : مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ

جس نے شرک (کی حالت) میں صدقہ کیا اور پھر وہ اسلام میں داخل ہو گیا ہو

١٤٣٦ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عَتَاقَةٍ وَمِنْ صِلَةِ رَحِمٍ فَهَلْ فِيْهَا مِنْ أَجْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ.

۱۴۳۶: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہشام نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ کو وہ باتیں معلوم ہی ہیں جن کے ذریعہ سے میں جاہلیت میں گناہ کا ازالہ کیا کرتا تھا۔ یعنی صدقہ دینا یا غلام آزاد کرنا یا صلہ رحمی کرنا۔ کیا ان میں بھی کوئی ثواب ہوگا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسلام میں اُنہی نیکیوں کی وجہ سے تو داخل ہوئے ہو جو پہلے ہوئی تھیں۔

اطرافه: ۲۲۲۰، ۲۵۳۸، ۵۹۹۲۔

تشریح: مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ اَسْلَمَ: اس باب کے مفہوم کی مزید وضاحت کے لئے کتاب الایمان باب ۳۱ حسن اسلام المرء بھی دیکھئے۔ صدقات کے طفیل نجات کی ایک صورت وہ بھی ہے جس کا ذکر روایت نمبر ۱۴۳۵ میں کیا گیا ہے۔

بَاب ٢٥ : أَجْرُ الْخَادِمِ إِذَا تَصَدَّقَ بِأَمْرِ صَاحِبِهِ غَيْرَ مُفْسِدٍ

خادم کو ثواب اگر وہ اپنے آقا کے حکم سے صدقہ کرے؛ تلف کرنے والا نہ ہو

١٤٣٧ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

۱۴۳۷: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابووائل سے، ابووائل نے مسروق سے، مسروق نے

اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت اپنے خاوند کی خوراک میں سے صدقہ کرے۔ تلف کرنے والی نہ ہو تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اس کے خاوند کو بھی۔ کیونکہ اس نے کمایا ہے اور خزانچی کو بھی ایسا ہی۔

اطرافه: ١٤٢٥، ١٤٣٩، ١٤٤٠، ١٤٤١، ٢٠٦٥۔

١٤٣٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ الْمُسْلِمُ الْأَمِيْنُ الَّذِي يُنْفِذُ وَرُبَّمَا قَالَ يُعْطِي مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبًا بِهِ نَفْسُهُ فَيَدْفَعُهُ إِلَى الَّذِي أُمِرَ لَهُ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقَيْنِ.

۱۴۳۸: محمد بن علاء نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے برید بن عبداللہ سے، برید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے، حضرت ابوموسیٰؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا کہ خزانچی وہ امین مسلمان ہے جو نافذ کردے اور کبھی (راوی نے یہ) کہا: پورے کا پورا دیدے جس (کے دینے) کا اُسے حکم دیا گیا ہے۔ اس کا نفس اس دینے سے خوش ہو اور اس کو دے جسے دینے کا اُسے حکم ہوا ہے تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ہی (شمار) ہوگا۔

اطرافه: ٢٢٦٠، ٢٣١٩۔

تشریح: **اَجْرُ الْخَادِمِ إِذَا تَصَدَّقَ بِاَمْرِ صَاحِبِهٖ غَيْرَ مُفْسِدٍ:** فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے کہ آیا خادم اپنے مالک کے مال سے صدقہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ ایسا ہی بیوی کے متعلق بھی۔ بعض کا خیال ہے کہ یہاں صدقے سے اس کے عیال پر اور اس کے اپنے کاروبار پر خرچ کرنا مراد ہے اور بعض نے خادم اور بیوی کے درمیان تمیز کی ہے۔ امام بخاریؒ بھی اسی مذہب کی تائید میں معلوم ہوتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے دو باب الگ الگ قائم کئے ہیں۔ باب نمبر ۲۵ میں خادم سے متعلق دو شرطوں کا ذکر نمایاں طور پر کیا گیا ہے۔ اوّل مالک کا اذن اور دوم مال ضائع نہ کرنا۔ روایت نمبر ۱۴۳۸ نقل کر کے ثواب صدقہ میں خادم کے شریک ہونے کی وجہ واضح کی گئی ہے کہ اگر صدقہ دیتے

وقت وہ بھی اپنے نفس میں خوشی محسوس کرے اور بغض وحسد اور تنگ ظرفی اور خودغرضی سے پاک ہو اور وہ امین ہو۔ جتنا دینے کا اسے حکم ہوا ہے وہ دے تو ایسا خادم بھی اپنے آقا کے ساتھ صدقہ کے ثواب میں شریک ہوگا۔ بسا اوقات سرکاری اور غیر سرکاری دفاتر میں دیکھا گیا ہے کہ افسرانِ بالا کے ماتحت عملے میں سے بعض تو کسی کارِ خیر سے متعلق اپنے افسران کے احکام انشراحِ صدر سے نافذ کرتے ہیں اور بعض انقباضِ خاطر اور ترش روئی سے۔ ان میں سے ایک تو اپنی خوش خلقی کی برکت سے ثواب میں شریک اور دوسرا بوجہ اپنی کج خلقی اس سے محروم ہو جاتا ہے۔

بَاب ٢٦

أَجْرُ الْمَرْأَةِ إِذَا تَصَدَّقَتْ أَوْ أَطْعَمَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ

عورت کو ثواب جب وہ اپنے خاوند کے گھر سے صدقہ دے یا کھانا کھلائے؛ تلف کرنے والی نہ ہو

١٤٣٩: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ وَالْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي إِذَا تَصَدَّقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا.

۱۴۳۹: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) منصور (بن معتمر) اور اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابووائل سے، ابووائل نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ حضرت عائشہؓ کی بات کا مفہوم یہ تھا کہ جب عورت اپنے خاوند کے گھر سے صدقہ دے۔

اطرافه: ١٤٢٥، ١٤٣٧، ١٤٤٠، ١٤٤١، ٢٠٦٥.

١٤٤٠: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَطْعَمَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ لَهَا أَجْرُهَا وَلَهُ

۱۴۴۰: عمر بن حفص نے (بھی) ہمیں بتایا۔ (کہا:) میرے باپ نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (ابووائل) شقیق سے، شقیق نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت اپنے خاوند کے گھر

مِثْلُهُ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ لَهُ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا أَنْفَقَتْ.

سے کھلائے تلف کرنے والی نہ ہوتو اس کو اِس کا اجر ملے گا اور اُس کے خاوند کو بھی اِسی طرح اور خزانچی کو بھی اسی طرح۔ اس کے خاوند کو تو اس لئے کہ اُس نے کمایا اور عورت کو اِس لئے کہ اُس نے خرچ کیا۔

اطرافه: ١٤٢٥، ١٤٣٧، ١٤٣٩، ١٤٤١، ٢٠٦٥.

١٤٤١: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ فَلَهَا أَجْرُهَا وَلِلزَّوْجِ بِمَا اكْتَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ.

۱۴۴۱: یحيٰی بن یحيٰی نے ہم سے بیان کیا کہ جریر (بن عبدالحمید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے شقیق سے، شقیق نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جب عورت اپنے گھر کے کھانے سے خرچ کرے، ضائع کرنے والی نہ ہوتو اُس کو اِس کا ثواب ملے گا اور اس کے خاوند کو بھی اس لئے کہ اُس نے کمایا اور امین (خزانچی) کو بھی ویسے ہی۔

اطرافه: ١٤٢٥، ١٤٣٧، ١٤٣٩، ١٤٤٠، ٢٠٦٥.

تشریح: اَجْرُ الْمَرْأَةِ إِذَا تَصَدَّقَتْ اَوْ اَطْعَمَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ:
باب نمبر ۲۶ کے عنوان سے ظاہر ہے کہ عورت کے لئے اجازت حاصل کرنا ضروری نہیں۔ جائز طور پر خرچ کرنے کا حق بیوی کو حاصل ہے۔ اس لئے اس کے جائز تصرف کی نوعیت خادم اور خازن کے تصرف سے جدا ہے۔ وہ کسی مسکین کو کھانا کھلا سکتی ہے۔ غلّہ سے دے سکتی ہے۔ بشرطیکہ ضائع کرنے کی نیت نہ ہو۔ اس ضمن میں دیکھئے باب نمبر ۱۷ روایت نمبر ۱۴۲۵۔ جیسا کہ مال کمانے میں عقل و محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسا ہی اس کے خرچ کرنے میں بھی عقل وحزم، دور اندیشی اور حسنِ تصرف کی ضرورت ہے۔ بعض مستورات حماقت سے مال ضائع کر کے بجائے ثواب کے عتاب کی سزاوار ہوتی ہیں۔ اسی لئے حدیث مندرجہ بالا میں یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ وہ برباد کرنے والی نہ ہو اور ایسی عورت کو جو عقلمندی سے اخراجات کا انتظام کرتے ہوئے اپنے خاوند کے مال سے صدقہ نکالتی ہے۔ وہ ثواب میں اپنے خاوند کے ساتھ برابر کی شریک ٹھہرائی گئی ہے۔ اس خزانچی کو ثواب ہوگا۔ بشرطیکہ وہ بطیبِ خاطر اور مطابق حکم تعمیل کرنے والا ہو تو خزانچی بھی صدقہ دینے والا ہی ہے۔

بَاب ٢٧: قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ؕ﴿۷﴾
وَاَمَّا مَنْ ۢبَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ﴿۱۰﴾
(اللیل: ٦-١١)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا

جس نے دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور اچھی باتوں کی تصدیق کی ہم اس کیلئے سہولتیں پیدا کر دیں گے اور وہ جس نے بُخل کیا اور بے پرواہی کی اور اچھی باتوں کو جھٹلایا؛ ہم اس کے لئے مشکلات پیدا کر دیں گے۔

اَللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا.

اے اللہ! مال خرچ کرنے والوں کو اس کا بدل دے۔

١٤٤٢: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُّعَاوِيَةَ ابْنِ أَبِي مُزَرِّدٍ عَنْ أَبِي الْحُبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ أَحَدُهُمَا اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْآخَرُ اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا.

١٤٤٢: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے بھائی (ابوبکر بن ابی اویس) نے مجھے بتایا۔ سلیمان (بن بلال) سے مروی ہے کہ انہوں نے معاویہ بن ابی مزرد سے، معاویہ نے ابوحباب (سعید بن یسار) سے، ابوحباب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی دن بھی ایسا نہیں کہ جس میں دو فرشتے جبکہ بندے صبح کو اُٹھتے ہیں نازل نہ ہوتے ہوں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا کر اور دوسرا کہتا ہے: بخیل کا مال رائیگاں جائے۔

تشریح: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا: سابقہ دو ابواب کی مناسبت سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ خادم، امین اور گھر کی مالکہ اگر بخیل وحریص اور تنگ ظرف ہوں یا دیانتدار نہ ہوں تو خرچ کرتے وقت وہ مختلف بہانوں سے ایسی حرکات کے مرتکب ہو سکتے ہیں جس سے صدقہ لینے والے کے لئے بدمزگی پیدا ہو۔ مذکورہ بالا اشخاص کے ثواب صدقہ میں شریک ہونے کی طرف توجہ منعطف کرانے کے لئے امام موصوفؒ نے ایسی آیت کریمہ سے باب باندھا ہے کہ جس میں ایک طرف سخاوت، تقویٰ، تصدیق بالخیر (یعنی عملاً نفاذ) کا اور دوسری طرف بخل، حرص اور تکذیب بالخیر

(یعنی عدمِ نفاذ) کا ذکر ہے اور یہ تینوں باتیں الگ الگ محرک ہیں صدقات کی حسن ادائیگی میں یا نقص ادائیگی میں۔ یہ آیت اس شخص پر بھی صادق آتی ہے جس کے مال سے صدقہ دیا جاتا ہے اور ان لوگوں پر بھی جن کے ذریعہ سے صدقہ دیا جاسکتا ہے۔تقویٰ، سخاوتِ نفس، دیانت وامانت اور رغبت خیر؛ دونوں قسم کے شخصوں کے لئے عمل صالح میں سہولتیں پیدا کردیتی ہیں اور اس کے برعکس تنگ ظرفی، حرص، بُخل اور نیکی سے بے رغبتی اور لاپرواہی کارِ خیر کو کٹھن بنادیتی ہیں۔ بلکہ ایسے اخلاق تو انسان کو نیکی سے کلیۃً محروم کردیتے ہیں۔عنوانِ باب میں آیت محولہ بالا کی تشریح کے لئے ایک حدیث کا حوالہ بھی دیا گیا ہے جس کے الفاظ ایک روایت کے مطابق اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا ہیں اور دوسری روایت کے مطابق اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا مَالًا خَلَفًا ہیں۔دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔پہلی روایت جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے، ابن ابی حاتم نے بروایت حضرت ابودرداء مرفوعاً نقل کی ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں: مَا مِنْ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيْهِ الشَّمْسُ اِلَّا وَبِجَنْبَتَيْهَا مَلَكَانِ يُنَادِيَانِ يَسْمَعُهُ خَلْقُ اللّٰهِ كُلُّهُمْ اِلَّا الثَّقَلَيْنِ يَااَيُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوْا اِلٰى رَبِّكُمْ اِنَّ مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى وَلَا غَرَبَتْ شَمْسٌ اِلَّا وَبِجَنْبَتَيْهَا مَلَكَانِ يُنَادِيَانِ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقَ مَالٍ خَلَفًا. (فتح الباری جزء۳صفحہ۳۸۴) گویا امام موصوفؒ نے آیت محولہ بالا کی مناسبت سے اس روایت کے باقی الفاظ ردّ کرتے ہوئے اس کی صحیح صورت پیش کی ہے۔آیت کا موضوع یہ ہے کہ بعض کے لئے سہولتیں بہم پہنچیں گی اور بعض کے لئے دشواریاں اور حدیث سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کے ذریعہ سے اپنی اس مشیئت کو نافذ کرتا ہے جو لوگ انفاق فی سبیل اللہ میں تنگدستی سے نہیں ڈرتے، اللہ تعالیٰ ان کے مال میں برکت پر برکت دیتا ہے اور جو لوگ اس سے ہاتھ کھینچتے ہیں ملائکہ کے ذریعہ سے ان کے لئے بیسیوں ایسے مواقع پیدا کردیتا ہے جن میں ان کا وہ مال جس کے فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے یونہی رائیگاں چلا جاتا ہے۔مثلاً اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کے لئے ایک روپیہ نکالنے میں بخل کیا تو بیماری میں اس کے دس خرچ ہوجاتے ہیں۔ایسے واقعات کثرت سے مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں جن سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ہماری اقتصادیات کا انتظام مَلَکی تصرفات کے تحت ہے۔آج سے تیرہ سوسال قبل صحابہ کرامؓ نے بحیثیت جماعت ان مَلَکی تصرفات کی کھلی کھلی شہادت قائم کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے مفلس نہیں ہوجاتے۔ بلکہ ان کے لئے ہر قسم کی سہولتیں پیدا کی جاتی ہیں اور آج پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت نے یہی شہادت دوبارہ قائم کی ہے۔سینکڑوں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں جو اپنی سابقہ اور موجودہ دو مختلف حالتوں کے نمونوں سے محولہ بالا آیت وحدیث کے مضمون کا مصداق نظر آتے ہیں۔وہ تنگدستی کے زمانہ میں خرچ کرنے والے تھے اور ہر طرح سے وہ اور اُن کی اولادیں خوشحال ہیں اور یہی مشیئتِ الٰہی تمام بندگانِ خدا کے لئے ہے۔مگر روحانی حقائق سمجھنے کے لئے روحانی بینائی کی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ० (السبا:۴۰) {اور جو چیز بھی تم خرچ کرتے ہو تو وہی ہے جو اُس کا بدلہ دیتا ہے اور وہ رزق عطا کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔}اور فرماتا ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ

سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌo (البقرة :۲۶۲){اُن لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسے بیج کی طرح ہے جو سات بالیں اُگاتا ہو۔ ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہے (اس سے بھی) بہت بڑھا کر دیتا ہے۔ اور اللہ وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔} اور واقعات مذکورہ بالا حدیث اور ان آیاتِ کریمہ کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس تعلق میں روایت نمبر ۱۴۱۶ بھی دیکھئے۔

بَاب۲۸ : مَثَلُ الْمُتَصَدِّقِ وَ الْبَخِيْلِ

صدقہ دینے والے اور بخیل کی مثال

۱٤٤۳ : حَدَّثَنَا مُوْسَى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ.

۱۴۴۳: موسیٰ (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا: عبداللہ) بن طاؤس نے ہمیں بتایا۔ ان کے باپ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ان دو شخصوں کی سی ہے جو لوہے کے جبّے پہنے ہوئے ہوں۔

وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ مِنْ ثُدِيِّهِمَا إِلَى تَرَاقِيْهِمَا فَأَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا يُنْفِقُ إِلَّا سَبَغَتْ أَوْ وَفَرَتْ عَلَى جِلْدِهِ حَتَّى تُخْفِيَ بَنَانَهُ

اور ابوالیمان نے بھی ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ابوزناد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن نے انہیں بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ان دو شخصوں کی سی ہے جنہوں نے دو لوہے کے جُبّے چھاتیوں سے ہنسلیوں تک پہنے ہوئے ہوں اور جو خرچ کرنے والا ہوتا ہے جوں جوں خرچ کرتا جاتا ہے وہ جُبّہ اس کے بدن پر پھیلتا جاتا ہے یا (فرمایا:)

وَ تَعْفُوَ أَثَرَهُ وَأَمَّا الْبَخِيْلُ فَلَا يُرِيْدُ أَنْ يُّنْفِقَ شَيْئًا إِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا فَهُوَ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ.

اتنا لمبا ہو جاتا ہے کہ اس کی انگلیوں کو چھپا لیتا ہے اور اس کے پاؤں کا نشان مٹاتا ہے اور بخیل جو ہے تو وہ جس وقت بھی خرچ کرنا نہیں چاہتا تو ہر حلقہ اپنی اپنی جگہ پر چمٹ کر رہ جاتا ہے۔ وہ اسے کشادہ کرنا چاہتا ہے مگر وہ کشادہ نہیں ہوتا۔

تَابَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ فِي الْجُبَّتَيْنِ

عبداللہ بن طاؤس کی طرح حسن بن مسلم نے طاؤس سے دو جُبّوں سے متعلق یہی روایت بیان کی۔

اطرافه: ١٤٤٤، ٢٩١٧، ٥٢٩٩، ٥٧٩٧۔

١٤٤٤: وَقَالَ حَنْظَلَةُ عَنْ طَاوُسٍ جُنَّتَانِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُنَّتَانِ.

۱۴۴۴: اور حنظلہ نے طاؤس سے لفظ دو زِرہیں نقل کیا اور لیث (بن سعد) نے کہا: جعفر نے (عبدالرحمٰن) بن ہرمز سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو زرہیں روایت کرتے سنا۔

اطرافه: ١٤٤٣، ٢٩١٧، ٥٢٩٩، ٥٧٩٧۔

تشریح: **مَثَلُ الْمُتَصَدِّقِ وَالْبَخِيْلِ:** آیت مندرجہ باب نمبر ۲۸ کا مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں تمثیلاً واضح کیا گیا ہے۔ نیکی ابتدا میں ہر شخص کے لئے عموماً مشکل ہوتی ہے طبعی شہوات ومیلانات کے غلبہ کی وجہ سے۔ لیکن جوں جوں انسان نیک عمل کرتا رہتا ہے نیکی کی راہ اس کے لئے آسان ہوتی جاتی ہے اور نیک نتائج اس کے لئے اور بھی انشراحِ صدر اور سہولت پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن اگر انسان ابتداء میں کوئی قدم نہیں اُٹھاتا تو وہ ایک عضوِ معطل کی طرح ہو جاتا ہے۔

رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ: مذکورہ بالا روایت کے آخر میں حسن بن مسلمؒ اور حنظلہؒ کے جو حوالے دئے گئے ہیں وہ کتاب اللباس میں منقول ہیں۔ اس کی بعض سندوں میں جُبَّتَيْنِ کی جگہ جُنَّتَيْنِ ہے یعنی لوہے کی زِرہیں۔ مذکورہ بالا مثال اس قانونِ الٰہی کو واضح طور پر نمایاں کرتی ہے جس کا تعلق قدرتِ عمل سے ہے۔ باب نمبر ۴ کی روایت نمبر ۱۴۰۷ میں بھی اسی قسم کی ایک تمثیل عقابِ اخروی کے بارے میں گزر چکی ہے۔ نیز دیکھئے کتاب الایمان روایت نمبر ۴۷، باب نمبر ۳۵ جہاں رائی برابر نیکی کا بدلہ اُحد پہاڑ جتنا تمثیلاً بیان کیا گیا ہے اور باب ۴۳ کتاب الزکوٰۃ کے عنوان میں مذکورہ تمثیل کا مفہوم بحوالہ آیت کریمہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اس سے مراد صدقہ نہ دینے والے کی حالت حالتِ درد وکرب ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے روایت نمبر ۱۴۶۰، ۱۴۶۴، ۱۴۷۴۔

تَعْفُوَ اَثَرَهُ: اس کے نشانِ قدم کو مٹاتا ہے۔نشانِ قدم سے مراد سابقہ غلط رَوی ہے۔صدقہ بدیوں کے لئے کفارہ ہوتا ہے۔قرآنِ کریم میں نشان قدم سے مراد نتیجۂ عمل ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَآثَارَهُمْ. (يٰسين :۱۳) یعنی جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے تھے ہم ان کے نتائج محفوظ رکھتے ہیں۔ تُخْفِي بَنَانَهُ سے مراد یہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے اگر کوئی برا عمل ہو گیا ہو تو صدقہ اس کو بھی چھپا دے گا۔مثال کا مفہوم عام ہے اور سابقہ باب کے مضمون کے عین مطابق۔قرآنِ مجید میں اسی طوقِ بخل کے بدنتائج کا ذکر کیا گیا ہے جو دنیا میں بخیل انسان کو انفاق فی سبیل اللہ سے روکتے ہیں؛ فرماتا ہے: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّٰهِ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ٥(آل عمران:۱۸۱){اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے عطا کیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ یہ اُن کے لیے بہتر ہے بلکہ یہ تو ان کے لیے بہت بُرا ہے۔ جس (مال) میں انہوں نے بخل سے کام لیا قیامت کے دن ضرور وہ اس کے طوق پہنائے جائیں گے۔ اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی میراث ہے۔ اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔}

بَاب ۲۹ : صَدَقَةُ الْكَسْبِ وَ التِّجَارَةِ

کسب اور تجارت (کے مال) میں سے صدقہ دینا

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ {* وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ؕ} اِلٰى قَوْلِهٖ: اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۞ (البقرة:۲٦۸)

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مومنو! عمدہ چیزیں جو تم نے کمائی ہیں، ان سے خرچ کرو{اور ان چیزوں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہیں۔☆} اللہ بے نیاز (اور) بہت قابل تعریف ہے۔

تشریح: صَدَقَةُ الْكَسْبِ وَالتِّجَارَةِ: کسب سے مراد دستکاری ہے۔اقسامِ اموال زکوۃ کی تفصیل دینے سے پہلے قرآن مجید کی اس آیت سے مستقل باب قائم کیا ہے جو صدقات کے تعلق میں بطور اصل الاصول کے ہے۔صنعت و حرفت سے پیدا کردہ اشیاء پر بھی زکوۃ ہے اور زمین کی پیداوار پر بھی اور تجارت پر بھی۔اگرچہ تجارت کسب حلال ہی کی ایک شکل ہے۔لیکن چونکہ لفظ کسب سے ذہن اس کی طرف منتقل نہیں ہوتا، اس لئے عنوانِ باب میں اس کا الگ ذکر کیا گیا ہے اور بعض روایتوں میں آیت مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ کی تشریح بحوالہ مجاہدؒ "تجارت" کی گئی ہے۔ غالباً امام موصوفؒ نے عنوانِ باب میں ان روایتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۳۸۸)

عنوانِ باب فی ذاتہٖ مستقل ہے۔لیکن اپنی تشریح و تفصیل کے لئے متعدد عنوانوں اور روایتوں کا متقاضی ہے۔اس لئے یہاں اس کے ضمن میں کسی روایت کا حوالہ نہیں دیا گیا۔یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ چونکہ امام موصوفؒ کو اس بارے میں

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں (فتح الباری مطبوعہ انصاریہ دہلی-جزء٦ صفحہ۳۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

کوئی مستند روایت نہیں ملی، اس لئے طبری، ابن ابی حاتمؒ اور شعبہؒ کی روایتوں کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔
باب نمبر ۸ میں کسب طیب سے متعلق حدیث گزر چکی ہے اور جہاں تک اقسامِ صدقہ کا تعلق ہے بہت سی مستند احادیث اس بارے میں اگلے ابواب میں درج ہیں۔ ان میں زرعی وغیر زرعی موارِدِ کسب ومعاش کے تعلق میں بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شئے بغرضِ تجارت نہیں بلکہ ذاتی استعمال کے لئے ہے؛ جیسا کہ شہد تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ ورنہ جس شئے میں تجارتی کاروبار ہو، اس پر مطابق نصاب زکوٰۃ ہے۔

بَاب ٣٠: عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ
ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ.

جو نہ کر سکے تو چاہیے کہ وہ اچھی بات پر عمل کرے۔

١٤٤٥: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ فَقَالُوْا يَا نَبِيَّ اللهِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ يَعْمَلُ بِيَدِهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ قَالُوْا فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ قَالُوْا فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا لَهُ صَدَقَةٌ.

۱۴۴۵: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) سعید بن ابی بردہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ان کے دادا (حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ) سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ لوگوں نے کہا: یا نبی اللہ! جو شخص طاقت نہ رکھے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ اپنے ہاتھ سے محنت کرے۔ خود بھی فائدہ اُٹھائے اور صدقہ بھی دے۔ انہوں نے کہا: اگر یہ بھی نہ ہو سکے؟ آپؐ نے فرمایا: حاجت مند مصیبت زدہ کی مدد کرے۔ انہوں نے کہا: اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو؟ آپؐ نے فرمایا: چاہیے کہ اچھی بات پر عمل کرے اور بدی سے باز رہے۔ یہی اُس کے لئے صدقہ ہے۔

اطرافه: ٦٠٢٢۔

تشریح: **عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ:** باب نمبر ۲۹ میں مندرجہ آیت بطور اصل الاصول اور حکمِ واجب ہے۔ جس میں تمام مومن مخاطب کئے گئے ہیں۔ اس لئے اس ضروری حکم کی تفصیل دینے سے پہلے اس عام حکم

کے وجوب کی طرف توجہ دلائی ہے۔امام موصوفؒ کے نزدیک مومنین میں وہ لوگ بھی اس حکم کی پابندی میں شامل ہیں جو مفلس ہیں۔ان کا صدقہ یہ ہے کہ اچھے سلوک، نیک مشورہ اور وعظ ونصیحت سے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں۔مثلاً کسی مصیبت زدہ کو نیک مشورہ دیا جائے اور ہو سکے تو اس کی سفارش کی جائے۔بیمار کو طبیب سے دوائی لادی جائے۔عدل کو بھی آپؐ نے صدقہ میں شمار فرمایا ہے۔(روایت نمبر ۲۷۰۷) یا کم از کم کسی کو تکلیف نہ دی جائے اور اس طرح لوگوں کے لئے نیک نمونہ بنیں۔بیسیوں طریق سے انسان عملاً دوسروں کے لئے اپنے وجود کو مفید بنا سکتا ہے۔آیت مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ o (البقرۃ:۴) کا بھی یہی مفہوم ہے کہ ہر خداداد طاقت مصرف میں لائی جائے۔صدقہ کے معنی ہر نیک عمل جو خالصاً رضاءِ الٰہی کی خاطر کیا جائے۔(دیکھئے کتاب الایمان باب نمبر ۴۱، ۵۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ بھی دیا اور مؤثر پیرایہ میں نصیحت بھی فرمائی۔

بَاب ۳۱: قَدْرُ كَمْ يُعْطَى مِنَ الزَّكَاةِ وَالصَّدَقَةِ

زکوۃ اور صدقہ کس قدر دے؟

وَمَنْ أَعْطَى شَاةً.

اور جو ایک (پوری) بکری دے۔

١٤٤٦: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ بُعِثَ إِلَى نُسَيْبَةَ الْأَنصَارِيَّةِ بِشَاةٍ فَأَرْسَلَتْ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مِنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقُلْتُ☆ لَا إِلَّا مَا أَرْسَلَتْ بِهِ نُسَيْبَةُ مِنْ تِلْكَ الشَّاةِ فَقَالَ هَاتِ قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

اطرافه: ١٤٩٤، ٢٥٧٩۔

۱۴۴۶: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوشہاب نے ہمیں بتایا۔انہوں نے خالد حذاء سے، خالد نے حفصہ بنت سیرین سے، حفصہ نے حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نُسَیبہ انصاریہ کو ایک بکری بھیجی گئی تو انہوں نے اس میں سے کچھ (گوشت) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس کچھ (کھانے کو) ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا:☆ کچھ نہیں؛ سوائے اس گوشت کے جو نُسَیبہ نے اس بکری میں سے بھیجا ہے۔آپؐ نے فرمایا: لاؤ کیونکہ وہ اپنی جگہ پہنچ چکی ہے۔

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ فَقُلْتُ کی بجائے "فَقَالَتْ" ہے (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۳۹۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: قَدْرُ كَمْ يُعْطَى مِنَ الزَّكَاةِ: اس باب میں نصاب زکوٰۃ کی کمیت کا ذکر کرنا مقصود نہیں بلکہ ایک فقہی اختلاف مدنظر رکھ کر فتویٰ دیا گیا ہے۔ نصاب سے متعلق تو اگلے ابواب میں مفصل ذکر آئے گا۔ حاصل شدہ زکوٰۃ اور صدقہ میں سے کس قدر کسی کو دیا جائے یہ فقرہ دلالت کرتا ہے کہ اس بارے میں کوئی اختلاف ہے۔ یعنی یہ کہ ساری زکوٰۃ یا صدقہ کسی ایک مستحق کو دیا جائے یا وہ تقسیم کیا جائے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۝ (التوبة: ٦٠) {صدقات تو محض محتاجوں اور مسکینوں اور اُن (صدقات) کا انتظام کرنے والوں اور جن کی تالیفِ قلب کی جارہی ہو اور گردنوں کو آزاد کرانے اور چٹی میں مبتلا لوگوں اور اللہ کی راہ میں عمومی خرچ کرنے اور مسافروں کے لیے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فرض ہے اور اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔} اس آیت میں تصریح ہے کہ صدقات کس قسم کے محتاجوں میں تقسیم کئے جائیں۔ اس بناء پر فقہاء میں اختلاف ہوا ہے کہ نصاب کی مقدار آیا ایک ہی شخص کو دی جاسکتی ہے یا مذکورہ بالا محتاجوں میں سے بعض یا سب میں بانٹی جائے۔ امام شافعیؒ نے سب کو شریک کرنے کے بارے میں فتویٰ دیا ہے اور امام مالکؒ و امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے کہ وہ ایک یا ایک سے زیادہ قسم کے محتاجوں میں تقسیم کی جائے۔ البتہ امام ابوحنیفہؒ نے صرف ایک شخص کو ہی زکوٰۃ بمقدارِ نصاب دینا ناپسند کیا ہے۔ جبکہ امام محمد بن حسنؒ نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ اس فقہی اختلاف کی تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ۳۹۰ نیز دیکھئے بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الخامسة، الفصل الأول، المسئلة الأولى هل يجوز ان تصرف جميع الصدقة الى صنف واحد)

امام بخاریؒ عنوانِ باب کے تحت جو روایت لائے ہیں اُس سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ بکری بغیر تقسیم ایک کو دی گئی اور پھر اُس نے ذبح کرنے کے بعد بطور تحفہ تقسیم کی۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے گوشت سے کھایا ہے۔ عنوانِ باب میں وَمَنْ اَعْطٰى شَاةً کا جواب اس لئے مقدر کر دیا گیا ہے کہ روایت مندرجہ سے ازخود واضح ہے کہ مستحقین میں ایک کو صدقہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس بارے میں صدقہ و زکوٰۃ سے متعلق کوئی خاص پابندی نہیں کی جاسکتی۔ یہ حالات پر موقوف ہے۔

بَاب ٣٢: زَكَاةُ الْوَرِقِ

چاندی کی زکوٰۃ

١٤٤٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ

۱۴۴۷: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا کہ عمرو بن یحيٰ مازنی سے مروی ہے۔ انہوں نے اپنے باپ

أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ مِنَ الْإِبِلِ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ.

(یحییٰ بن عمارہ) سے روایت کی، کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے سنا۔ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ مہار اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہوتی اور پانچ اوقیہ (چاندی) سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ وسق سے کم (حاصلاتِ زمین) میں زکوٰۃ نہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو سَمِعَ أَبَاهُ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا.

محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: یحییٰ بن سعید نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عمرو نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے سنا کہ حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (انہوں نے کہا:) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے۔

اطرافه: ١٤٠٥، ١٤٥٩، ١٤٨٤.

تشریح: زَكَاةُ الْوَرِقِ: روایت نمبر ۱۴۴۷ زیرنمبر ۱۴۰۵ میں بھی گزر چکی ہے۔ ان دونوں کے بیان میں تقدیم وتاخیر ہے۔ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ. پانچ اوقیہ سے مراد چاندی ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا حدیث میں چاندی کا ذکر نہیں اس لئے دوسری روایتوں کی بناء پر عنوانِ باب میں اس کی تعیین کر دی گئی ہے۔ مذکورہ بالا مقدار سے کم چاندی پر زکوٰۃ نہیں۔ اس مقدار پر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ لی جائے گی۔ یعنی دس ماشہ سات رتی چار چاول۔ اگر چاندی کے ساتھ کوئی اور دھات ملی ہوئی ہوتو چاندی کا حساب کر کے مذکورہ بالا نصاب کے مطابق اس پر زکوٰۃ ہوگی۔ چاندی کے مذکورہ بالا نصاب کی نسبت تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ (بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثالثة، الفصل الأول في المقدار الذى تجب فيه الزكاة من الفضة) لیکن بعض مالکی اس نصاب کے بارے میں دیگر فقہاء کے ساتھ اتفاق کرنے کے باوجود یہ رائے رکھتے ہیں کہ اگر پانچ اوقیہ سے خفیف سی کمی ہوتو وہ نظر انداز کی جاسکتی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۳۹۲) مگر اس بارے میں جمہور کا مذہب ہی درست ہے۔ چاندی تمام ملکوں میں علی العموم قدیم الایام سے معیاری سکہ مبادلہ اشیاء میں تسلیم کی گئی ہے اور اس کا نرخ کم وبیش ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے نرخ رائج الوقت کے مطابق ۵ اَوقیہ (ساڑھے باون تولہ) چاندی کی رائج الوقت قیمت ہوگی۔ جس کے پاس اتنی چاندی کی رائج الوقت قیمت سال بھر جمع رہے وہ اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دے گا۔ یعنی اڑھائی فیصدی اور چاندی پر قیاس کر کے سونے کی زکوٰۃ نکالی جائے

گی۔ بنک نوٹ پر اُن کی رائج الوقت قیمت کے حساب سے زکوٰۃ لی جائے گی۔ کیونکہ وہ دراصل چاندی اور سونے کے قائم مقام ہیں اور حکومت وقت اس کی ضامن ہوتی ہے کہ وہ عندالضرورت نوٹوں کے بدلے میں چاندی یا سونا دے۔ ایسا ہی وہ سکّے جن میں سونا، چاندی، تانبا، نکل وغیرہ مخلوط ہوں ان میں سونے چاندی کی اصل مقدار ملحوظ رکھی جائے گی۔ اسی طرح مختلف ممالک کے ان سکوں میں بھی جو تجارتی اغراض کے لئے اکٹھے کئے جاتے ہیں زکوٰۃ ہوگی۔

یہ سوال کہ آیا سونے چاندی کا زیور جو استعمال میں ہو اُس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اس بارہ میں امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا فتویٰ ہے کہ ایسے زیور پر زکوٰۃ نہیں۔ بلکہ اس سونے چاندی پر زکوٰۃ ہے جو ذریعہ کسب و تجارت ہو یا تحویل میں محفوظ ہو۔ امام ابوحنیفہؒ اس فتویٰ کے خلاف ہیں اور انہوں نے زیرِ استعمال زیور کو بھی قابل زکوٰۃ قرار دیا ہے۔ تا اُسے زکوٰۃ نہ دینے کا حیلہ نہ بنا لیا جائے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثانية)

آنحضرت ﷺ کا وعظ سن کر عورتوں نے جو زیور دیا۔ وہ عام صدقہ کی صورت تھی نہ کہ زکوٰۃ۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۴۳۱)

اگر سونے چاندی کا زیور استعمال میں نہ ہو تو اس کی حیثیت نقد مال کی سی ہوگی اور وہ ایک سال گزرنے پر قابل زکوٰۃ ہوگا۔ امام موصوفؒ نے عنوانِ باب ۳۳، ۳۴ میں چاندی سونے اور زیورات پر زکوٰۃ کا ذکر نظر انداز کیا ہے۔ غالباً اس کی وجہ مذکورہ بالا اختلاف ہے۔ آیت اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (البقرة: ٢٦٨) {جو کچھ تم کماتے ہو اس میں سے پاکیزہ چیزیں خرچ کرو۔} کی تشریح میں پہلے اموالِ ظاہرہ پر زکوٰۃ کے ابواب قائم کر کے متعلقہ روایات درج کی گئی ہیں۔ اموالِ ظاہرہ اور اموالِ باطنہ اگرچہ فقہاء کی اصطلاحیں ہیں شرعی نہیں جن کا ذکر قرآن و حدیث میں ہو۔ مگر جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ قرآنِ مجید کے احکام اور خلفاءِ راشدین کے تعامل سے اس تقسیم کی مفہوماً تصدیق ہوتی ہے۔ (دیکھئے باب ۱۲، ۱۳)

اموالِ ظاہرہ میں ہر وہ سرمایہ شامل ہوگا جس کا بآسانی حساب کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو معین صورت میں مشاہرہ ملتا ہے یا کرایہ مکانات اور بسوں اور ٹیکسوں وغیرہ سے آمدنی ہوتی ہے یا بنکوں میں سرمایہ جمع ہے جہاں باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے۔ یہ سب اور اسی طرح مویشی اور زرعی پیداوار، ہر تجارتی کاروبار کا نفع اور کانوں وغیرہ سے جو بر آمد ہو۔

اموال باطنہ سے مراد ہر وہ متفرق آمدنی ہے جس کا حساب رکھنا اور اندازہ کرنا دقت طلب ہے۔ سکونتی مکان، اثاث البیت اور قابل استعمال اشیاء وغیرہ خارج اَز زکوٰۃ ہیں اور سامان از قسم آلات اور کارخانہ جات کی عمارتیں بھی۔

بَاب ۳۳ : اَلْعَرْضُ فِي الزَّكَاةِ

زکوٰۃ میں (چاندی سونے کے سوا) اور چیزیں لینا

وَقَالَ طَاوُسٌ قَالَ مُعَاذٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِأَهْلِ الْيَمَنِ ائْتُوْنِي بِعَرْضٍ ثِيَابٍ

اور طاؤس نے کہا: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یمن والوں سے کہا کہ مجھے صدقہ میں جَو اور جوار

خَمِيْصٍ أَوْ لَبِيْسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيْرِ وَالذُّرَةِ أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ.

کی جگہ اور اشیاء دو۔ کپڑے ہوں جیسے کالی دھاری دار چادریں یا کوئی اور کپڑا اور یہ تم پر بھی زیادہ آسان ہوگا اور مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے لئے بھی اچھا ہوگا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا خَالِدٌ فَقَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيْلِ اللهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور خالد جو ہے اس نے تو اپنی زِرہیں اور اپنا سامانِ جنگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیئے ہیں۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَلَمْ يَسْتَثْنِ صَدَقَةَ الْفَرْضِ مِنْ غَيْرِهَا فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَسِخَابَهَا وَلَمْ يَخُصَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ مِنَ الْعُرُوْضِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عورتیں صدقہ کرو خواہ اپنے زیوروں میں سے ہی۔ آپ نے فرض صدقے (یعنی زکوٰۃ) کو دوسری چیزوں سے مستثنیٰ نہیں کیا۔ چنانچہ کوئی عورت اپنی بالی پھینکنے لگی اور کوئی اپنے گلے کا ہار اور آپؐ نے سامانوں میں سے سونے اور چاندی کو مخصوص نہیں کیا۔

١٤٤٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا

۱۴۴۸: محمد بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ (عبداللہ بن مثنیٰ) نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مجھ سے ثمامہ (بن عبداللہ) نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہ (زکوٰۃ) لکھ کر دی جس کا اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا تھا۔ (اس میں یہ بھی تھا) اور جس شخص کی زکوٰۃ ایک برس کی اونٹنی ہو اور وہ اُس کے پاس نہ ہو

أَوْ شَاتَيْنِ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ عَلَى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنُ لَبُوْنٍ فَإِنَّهُ يُقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ مَعَهُ شَيْءٌ.

مگر دو برس کی اونٹنی ہوتو اس سے وہی لے لی جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں دے۔ اگر اس کے پاس ایک برس کی اونٹنی جیسی چاہیے نہ ہو اور اس کے پاس نر اونٹ دو برس کا ہو تو وہی اس سے لے لیا جائے گا اور اسے کچھ دیا نہیں جائے گا۔

اطرافه: ١٤٥٠، ١٤٥١، ١٤٥٣، ١٤٥٤، ١٤٥٥، ٢٤٨٧، ٣١٠٦، ٥٨٧٨، ٦٩٥٥۔

١٤٤٩: حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَشْهَدُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَرَأَى أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَأَتَاهُنَّ وَمَعَهُ بِلَالٌ نَاشِرَ ثَوْبِهِ فَوَعَظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَّتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي وَأَشَارَ أَيُّوْبُ إِلَى أُذُنِهِ وَإِلَى حَلْقِهِ.

١٤٤٩: مومل (بن ہشام) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے روایت کی کہ عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے وہ کہتے تھے: حضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے یقیناً خطبہ سے پہلے (عید کی) نماز پڑھی۔ آپؐ نے دیکھا کہ عورتوں کو نہیں سنا سکے۔ اس لئے آپؐ ان کے پاس آئے اور آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ تھے جو اپنا کپڑا پھیلائے ہوئے تھے۔ آپؐ نے عورتوں کو نصیحت کی اور ان سے فرمایا کہ صدقہ دیں تو کوئی عورت یہ پھینکنے لگی (اور کوئی یہ) اور ایوب نے اپنے کان اور گلے کی طرف اشارہ کیا۔

اطرافه: ٩٨، ٨٦٣، ٩٦٢، ٩٦٤، ٩٧٥، ٩٧٧، ٩٧٩، ٩٨٩، ١٤٣١، ٤٨٩٥، ٥٢٤٩، ٥٨٨٠، ٥٨٨١، ٥٨٨٣، ٧٣٢٥۔

تشریح: اَلْعَرْضُ فِي الزَّكَاةِ: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے مال کا جو حصہ شریعت نے مقرر کیا ہے، اگر وہ موجود نہ ہو یا مال میں سے الگ کر دینے کے بعد اس مال کو نقصان پہنچتا ہو یا ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے میں مشکلات ہوں تو اس کا معاوضہ بصورتِ قیمت یا اشیاء لیا جاسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس قسم کا مبادلہ مطلق جائز ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایسا جائز نہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ ان کے نزدیک بوجہ عبادت فرض عین ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسکینوں کا حق ہے خواہ بصورتِ قیمت ادا کی جائے یا بصورتِ جنس۔ (بداية المجتهد)

نصاب زکوٰۃ سے متعلق جو پروانہ حضرت ابوبکرؓ نے لکھ کر دیا تھا اس میں اشیاء کے بدلے میں نقد ادا کرنے کا بھی ذکر ہے۔(روایت نمبر۱۴۵۴) امام بخاریؒ باوجودیکہ احناف کے ساتھ بعض مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں اس بارے میں وہ اس حد تک اُن کے ساتھ متفق ہیں کہ عندالضرورت بدل بھی دیا جا سکتا ہے۔ دوحوالے جو عنوان باب میں دئے گئے ہیں اور ان کے تحت جو دو روایتیں پیش کی گئی ہیں ان سے ضرورتِ مبادلہ کا پتہ چلتا ہے۔ روایت نمبر۱۴۴۹ میں الفاظ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ نہیں ہیں۔ اس مفہوم کی روایت کتاب العیدین (روایت نمبر۹۶۴) میں گزر چکی ہے۔ اس میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں۔ مگر مسلمؒ کی روایت میں محولہ بالا الفاظ ہیں۔(مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ) اور امام موصوفؒ نے بطور تائید اس روایت کا حوالہ دیا ہے۔ جیسا کہ روایت نمبر۹۶۴ میں وضاحت ہے کہ یہ صدقہ فطرنہ تھا بلکہ مطلق صدقہ تھا جس میں زکوٰۃ شامل ہے، اس لئے عنوان باب میں امام موصوفؒ نے فَلَمْ يَسْتَثْنِ کہہ کر شبہ کا ازالہ کیا ہے کہ تَصَدَّقْنَ کے حکم میں صدقہ فرض (یعنی زکوٰۃ) اور صدقہ نفل میں تمیز نہیں کی گئی۔ یہ حکم دونوں قسم پر شامل ہے۔ جس کے پاس چاندی سونے کا زیور تھا، اس نے وہ دیا اور جس کے پاس ہار تھا، اس نے وہ دیا۔ خُرص کے معنی کان کی بالیاں اور سِخَاب اس ہار کو کہتے ہیں جو مشک اور لونگ وغیرہ کا بنا ہوا ہوتا تھا۔ الفاظ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسا صدقہ ہے جس کا دیا جانا ضروری ہے خواہ کسی صورت میں دیا جائے۔

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَاَمَّا خَالِدٌ....: یہ روایت مفصل دیکھئے نمبر۱۴۶۸ میں۔ طاؤس کی روایت بطور تعلیق یعنی حوالہ ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔(فتح الباری جزء۳صفحہ۳۹۳) طاؤس بن کیسان ایک بہت بڑے پایہ کے تابعی اور فقیہہ تھے۔ مکہ مکرمہ میں ان کی وفات ۱۰۵ھ میں ہوئی۔ عمرو بن دینارؒ کی ان سے متعلق یہ شہادت ہے کہ میں نے ان جیسا عالم باعمل کوئی نہیں دیکھا۔ روایت نمبر۱۴۴۹ سے جو استدلال کیا گیا ہے، اس کے خلاف یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ اگر یہ صدقہ زکوٰۃ ہوتا تو نصاب اس میں ملحوظ رکھا جاتا۔ اس کا جواب بھی امام بخاریؒ نے (عنوانِ باب کے) آخری جملہ فَلَمْ يَخُصَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ مِنَ الْعُرُوْضِ سے دیا ہے۔ یعنی تَصَدَّقْنَ کی تعمیل جس صورت وشکل سے کی گئی ہے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔ خواہ کسی پر نصاب کے مطابق صدقہ واجب ہوتا تھا یا نہیں۔ آپؐ نے ہر حکم کی تعمیل میں سہولت مدنظر رکھی ہے۔

بَاب ٣٤: لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ

جو (مال) جدا جدا ہوں وہ اکٹھے نہ کئے جائیں اور اکٹھے کو جدا نہ کیا جائے

وَيُذْكَرُ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

اور سالم سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح (روایت کی۔)

١٤٥٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ.

۱۴۵۰: محمد بن عبداللہ انصاری نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ثمامہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اُنہیں بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہ (زکوٰۃ) لکھ کر دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کی تھی۔ (اس میں یہ بھی تھا) اور صدقہ (کی ادائیگی) کے خوف سے جو مال جدا ہو وہ اکٹھا نہ کیا جائے اور جو اکٹھا ہے وہ جدا نہ کیا جائے۔

اطرافه: ١٤٤٨، ١٤٥١، ١٤٥٣، ١٤٥٤، ١٤٥٥، ٢٤٨٧، ٣١٠٦، ٥٨٧٨، ٦٩٥٥۔

تشریح: **لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ:** بھیڑ بکریوں کا نصاب زکوٰۃ ۴۰ سے کم ہوں تو معاف اور ۴۰ سے ۱۲۰ تک ایک بکری اور ۱۲۱ سے لے کر ۲۰۰ تک دو بکریاں اور ۲۰۱ سے لے کر ۳۰۰ تک تین بکریاں اور اگر اس سے اوپر ہوں تو ہر فیصدی پر ایک بکری۔ تین شخص ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے پاس ۴۰ بکریاں ہوں تو ہر ایک پر ایک ایک بکری زکوٰۃ واجب ہوگی۔ لیکن اگر وہ تینوں اپنی بکریوں کو اکٹھا کر کے ۱۲۰ بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ دینا چاہیں تو یہ جائز نہ ہوگا۔ یہ جمع کرنے کی صورت ہے جو ممنوع ہے اور یہی مسئلہ باب نمبر ۳۴ کا عنوان ہے۔ اگر دو شریک ہوں اور ان کے پاس ۲۲۲ بکریاں ہوں جن پر از روئے نصاب تین بکریاں زکوٰۃ ہوگی اور اگر وہ جدا ہو جائیں تو پھر ہر ایک کو ایک ایک بکری دینی ہوگی۔ اس طرح ایک بکری کا فائدہ دونوں اُٹھا سکتے ہیں۔ اکٹھے مال کو جدا کرنے کی یہ صورت ہے جو جائز نہیں۔ خَشْيَةُ الصَّدَقَةِ سے یہی مراد ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے خوف سے انہیں اکٹھا یا الگ کر دیا جائے۔ جیسا بکریوں کا مالک زیادہ زکوٰۃ دینے سے بچنے کی غرض سے یہ صورتیں اختیار کر سکتا ہے اور یہ جائز نہیں۔ اسی طرح محصل زکوٰۃ کے لئے بھی جائز نہیں کہ دو بھائیوں کا مال جو جدا جدا ہو اور اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہو؛ وہ ان کے مال کو مشترک قرار دے کر دونوں کو زکوٰۃ دینے پر مجبور کرے۔ جدا کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگر چالیس بکریاں ہوں۔ بیس ایک گاؤں میں بھیج دی جائیں اور بیس دوسرے گاؤں میں اور ان پر زکوٰۃ نہ دی جائے۔ علیحدہ کرنے کی یہ صورت بھی جائز نہیں۔ لیکن اگر چاندی اور سونا ہر ایک اپنے نصاب سے کم ہو تو انہیں اکٹھا کر کے بموجب نصاب اس پر زکوٰۃ عائد ہوگی۔ مثلاً اگر کسی کے پاس دس دینار (اشرفیاں) اور ایک صد درہم ہوں اور اگر دس درہم کی ایک اشرفی ہو تو جائز ہوگا کہ دس دینار کو یک صد درہم شمار کر کے کل دوسو (۲۰۰) درہم پر چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ) کے حساب سے زکوٰۃ نکالی جائے یا چاندی کو سونے میں تبدیل کر کے سونے کے نصاب کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے۔

سونے کا نصاب چاندی کے نصاب کی رو سے ہوگا۔ یعنی سونا اگر بمقدار قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی ہو تو اس پر اڑھائی فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ عائد ہوگی۔

احناف سکے کو تبدیل کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کے نزدیک ہر ایک کی قیمت کا اندازہ کر کے اس کے مجموعہ پر زکوٰۃ کا حساب ہوگا۔ کرنسی نوٹوں کا بھی اسی پر قیاس کیا جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ جس شخص کے پاس اتنا روپیہ یا پونڈ یا آنے پیسے یا نوٹ ہوں جن کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو اس قدر وزن کی چاندی کے معیار پر قیمت کا اندازہ کر کے اڑھائی فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ لی جائے گی۔ یہ دونوں صورتیں جمع کی مذکورہ بالا صورتوں سے جدا ہیں۔ امام شافعیؒ وغیرہ اس صورتِ جمع کو بھی جائز نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک زکوٰۃ بوجہ ایک عبادت ہونے کے فرضِ عین ہے۔ جبکہ ہر ایک جنس کا علیحدہ علیحدہ نصاب اور اس نصاب کا الگ الگ حق واجب مقرر کیا گیا ہے تو اس نصاب کے مطابق ہر ایک جنس کی علیحدہ علیحدہ زکوٰۃ مقررہ حق واجب کے مطابق نکالنی چاہیے۔ سونے کو چاندی اور چاندی کو سونے کے ساتھ اکٹھا کرنا ان کے نزدیک جائز نہیں۔ جیسا کہ بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کو زکوٰۃ کی غرض سے ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا نہیں کیا جا سکتا۔ امام مالکؒ نے سکوں کو تبدیل کر کے چاندی کے نصاب پر زکوٰۃ نکالنے کا فتویٰ دیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ۳۹۶- بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثالثة، الفصل الأول، المسئلة الثالثة يضم الذهب الى الفضة فى الزكاة ام لا ۔ عنوان باب کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ امام مالکؒ کی رائے کی تائید میں ہیں۔

بَاب ٣٥: مَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ

جو (زکوٰۃ) دو شریکوں کی طرف سے ہو تو وہ دونوں آپس میں بحصہ رسدی حساب کر لیں

وَقَالَ طَاوُسٌ وَعَطَاءٌ إِذَا عَلِمَ الْخَلِيْطَانِ أَمْوَالَهُمَا فَلَا يُجْمَعُ مَالُهُمَا وَقَالَ سُفْيَانُ لَا تَجِبُ حَتَّى يَتِمَّ لِهَذَا أَرْبَعُوْنَ شَاةً وَلِهَذَا أَرْبَعُوْنَ شَاةً.

اور طاؤس اور عطاء نے کہا: جب دونوں شریک اپنے اپنے مالوں کو پہچانتے ہوں تو ان کا مال اکٹھا نہ کیا جائے اور سفیان (ثوری) نے کہا: (مشترک مال میں زکوٰۃ) واجب نہیں ہوتی، جب تک اس کی بھی چالیس بکریاں پوری نہ ہو جائیں اور اس کی بھی چالیس بکریاں پوری نہ ہو جائیں۔

١٤٥١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ

۱۴۵۱: محمد بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا:

أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ.

ثمامہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ نے انہیں بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہ زکوٰۃ لکھ کر دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض کی تھی۔ (اس میں یہ ہے:) اور جو زکوٰۃ دو شریکوں کی ہو تو وہ آپس میں برابر کا حساب کرلیں۔

اطرافہ: ١٤٤٨، ١٤٥٠، ١٤٥٣، ١٤٥٤، ١٤٥٥، ٢٤٨٧، ٣١٠٦، ٥٨٧٨، ٦٩٥٥۔

تشریح: مَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ: مذکورہ بالاعنوان اُسی حدیث کے بقیہ الفاظ ہیں جس سے باب نمبر۳۴ کا عنوان لیا گیا ہے۔ پوری حدیث یوں ہے: لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُفْتَرِقٍ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ. (ابو داؤد، كتاب الزكاة، باب في زكاة السائمة) آخری حصہ حدیث کے مفہوم کے بارے میں فقہاء کے درمیان بہت اختلاف ہوا ہے۔ اس بارے میں ان کے دو بڑے بڑے گروہ ہیں۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ نے خَلِيْط کے معنی مطلق شریک کے کئے ہیں اور یہ فتویٰ دیا ہے کہ شرکاء پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جب ہر ایک کا مال نصاب تک پہنچ جائے۔ مثلاً اگر ہر ایک کی چالیس چالیس بکریاں ہوں تو ان دونوں کی ۸۰ بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ ہوگی۔ يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وہ اس زکوٰۃ میں مساوی طور پر شریک ہوں گے۔ ان میں سے جس نے ایک بکری دی ہے وہ اپنی بکری کی قیمت کا اندازہ کر کے نصف اپنے ساتھی سے وصول کرلے۔ دوسرا گروہ امام شافعیؒ وغیرہ کا ہے۔ ان کے نزدیک شراکت کا مال شخص واحد کے مال کی حیثیت رکھے گا اور مثلاً اگر دو شریکوں کی بکریاں ۴۰ تک پہنچ گئی ہوں تو ایک بکری زکوٰۃ اس مال پر واجب ہوگی بشرطیکہ ایک سال گزر جائے۔ قطع نظر اس کے کہ ان میں سے زید یا بکر کی کتنی بکریاں ہیں۔ گویا مشترکہ مال پر مجموعی حیثیت سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔ خواہ ان میں سے ہر ایک کی بیس بکریاں ہوں یا کم وبیش شرکت کی صورت ہو یا خِلْطَت کی۔ خِلْطَة ان کے نزدیک یہ ہے کہ مختلف مالکوں کے ریوڑ ایک پاسبان کی زیرنگرانی ایک چراگاہ میں چرتے ہوں۔ ایک گھاٹ سے پیتے ہوں اور ایک ہی باڑے میں رات بسر کریں اور شرکة مالکانہ تصرف و نفع نقصان میں اتحاد کو کہتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں زکوٰۃ کا اطلاق ریوڑ کے مجموعہ پر ہوگا۔

(کتاب الامّ- زیرعنوان صدقة الخلطاء)

يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ۔ ایسے دونوں قسم کے شریک باہمی حساب فہمی سے اپنے اپنے حصہ کے مساوی ایک دوسرے سے قیمت منہا لیں گے۔ محصل زکوٰۃ کا اس سے کوئی سروکار نہیں کہ اَزروئے شریعت کس کا نصاب پورا ہے اور کس کا نہیں۔ امام مالکؒ نے اس فتویٰ میں اتفاق کیا ہے۔ مگر اس کو صرف مواشی کی زکوٰۃ کے ساتھ محدود کیا ہے نہ عام مشترکہ اموال سے۔ جو درست نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عربوں کی تجارت کا زیادہ دارومدار

مواشی کی خرید وفروخت پر ہی تھا۔ اس لئے آپؐ نے اُن کا ذکر فرمایا ہے۔ ورنہ اصولی طور پر یہی قانون ہر قسم کی شراکت پر اطلاق پاتا ہے۔ امام شافعیؒ کے اس فتویٰ پر احناف کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ جس مالک کا نصاب پورا نہیں ہوا، اس سے اَز روئے شریعت زکوٰۃ لینا کیسے جائز ہے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک سے زکوٰۃ وصول کرنے میں جہاں تک ممکن ہونرمی اور رعایت برتنے کا حکم دیا ہے۔ مذکورہ بالا طریق تحصیل میں گویا اس حکم کی بھی خلاف ورزی ہوگی۔ نصاب کے متعلق حدودِ شریعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی پابندی اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب مشترکہ مال میں دیکھا جائے کہ آیا ہر شریک کا مال نصاب کے مطابق ہے یا نہیں۔ مذکورہ بالا فتووں اور اعتراضوں کی وجہ سے امام بخاریؒ نے ایک فیصلہ پیش کیا ہے۔ ان کے مخصوص طریق استدلال کے مطابق یہ بات بہت قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ اُن کے نزدیک خِلْطَت کا لفظ شرکت کی نسبت زیادہ وسیع ہے۔ شرکت میں حصہ داروں کے مالوں کا امتیاز نہیں رہتا۔ نصاب کا تعلق تو دراصل مالوں سے ہے۔ جب مال کی تعیین نہیں تو نصاب کی تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں۔ مشترکہ مال ایک فردِ واحد کا مال قرار دیا جائے گا۔ مگر خِلْطَت کی بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں مالوں کا امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ ایک ہی حدیث کو دو حصے کرکے دو الگ الگ عنوان قائم کرنے سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ خلیط شریک سے جدا حیثیت رکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ کا تعلق شراکت سے ہے۔ جس میں شرکاء کے مالوں کا امتیاز نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن خِلْطَت کی بعض صورتیں ایسی بھی ہوسکتی ہیں جن میں ہر ایک شریک کا مال پہچانا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ بھیڑ بکریوں وغیرہ کے ریوڑ میں۔ ایسی صورت میں ہر ایک خلیط کا نصاب ملحوظ رکھنا ہوگا۔ اس فرق کو واضح کرنے کے لئے طاؤس اور عطاء بن ابی رباحؒ کے فتویٰ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ثانی الذکر بھی فقہائے مکہ میں سے چوٹی کے فقیہوں میں شمار ہوتے ہیں اور طاؤس؛ مجاہدؒ کے ہم عصر اور تابعی ہیں۔ اٹھاسی برس کی عمر پائی اور ۱۱۵ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے نزدیک جب خلطت کی ایسی صورت ہو کہ ہر ایک شریک اپنے ریوڑ کو پہچان سکتا ہو تو اس پر نصاب کے مطابق زکوٰۃ واجب ہوگی۔ لیکن اگر نہ پہچان سکے تو پھر ایسے مشترکہ مال کو نہ مالک (خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ) کم زکوٰۃ دینے اور نہ محصل کمی زکوٰۃ کا خیال کرکے زیادہ زکوٰۃ لینے کی غرض سے اکٹھے مال کو الگ کرے۔ عنوانِ باب میں سفیان ثوریؒ کے فتویٰ کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ انہوں نے اپنی جامع مسند میں لکھا ہے کہ عبیداللہ بن عمر سے خلیط کے معنی دریافت کرنے پر اُنہوں نے کہا: اِذَا كَانَ الْمَرَاحُ وَاحِدًا وَالرَّاعِيُ وَاحِدًا وَالدَّلْوُ وَاحِدًا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۳۹۷) یعنی جب چراگاہ ایک ہو اور چرواہا ایک ہو اور ڈول یعنی آب رسانی کا انتظام ایک ہو۔ یہ ذکر کرنے کے بعد سفیان ثوریؒ نے مذکورہ بالا فتویٰ دیا ہے یعنی اس صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ اس کی بھی چالیس بکریاں پوری ہو جائیں اور اس کی بھی چالیس۔ [قَوْلُنَا لَا يَجِبُ عَلَى الْخَلِيْطَيْنِ شَيْءٌ إِلَّا اَنْ يَّتِمَّ لِهٰذَا اَرْبَعِيْنَ وَلِهٰذَا اَرْبَعِيْنَ.] (مصنف عبد الرزاق، کتاب الزکاۃ، باب الخلیطین، روایت نمبر۶۸۳۹) اس فتویٰ کا حوالہ دینے سے بھی یہی امر ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ خلطت کی ایسی صورت میں جہاں مالوں کے درمیان امتیاز کیا جاسکتا ہو، ہر ایک کے لئے نصاب کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ امام بخاریؒ نے حالات کے مطابق دونوں فتووں کو قبول کیا ہے۔ یعنی

خلطت میں جہاں امتیاز کرنا ناممکن ہو۔ جیسے آج کل کی کمپنیوں کی صورت ہے؛ جن کے سینکڑوں حصہ دار ہوتے ہیں۔ اغراضِ زکوٰۃ کے لحاظ سے مشترکہ مال ایک شخص واحد کے مال کی حیثیت رکھے گا اور کمپنی ادائیگی زکوٰۃ کی ذمہ دار ہوگی۔ بشرطیکہ مجموعی حیثیت میں وہ مال نصاب کے مطابق ہو۔ حصہ دار افراد کے نصاب سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا اور تمام شرکاء اس زکوٰۃ میں بحصہ رسدی شریک ہوں گے۔ جس کا وہ خود اپنے طور پر فیصلہ کریں گے۔ حکومتیں بھی ٹیکس اسی طریق پر وصول کرتی ہیں۔ لیکن جہاں شرکت کی ایسی صورت نہ ہو بلکہ ہر ایک کا مال الگ الگ حیثیت رکھتا ہو وہاں افراد پر ان کے نصاب کے مطابق زکوٰۃ عائد ہوگی۔ غیر مسلم زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ اس کا بار صرف مسلمان شرکاء پر پڑے گا۔ زکوٰۃ کے لئے سال کی مدت نصاب کا ضروری حصہ ہے۔ یعنی مال خواہ بصورتِ چاندی سونا ہو یا بصورتِ نقدی یا سامانِ تجارت یا مال مواشی۔ ایک سال تک قبضہ وملکیت میں رہے تو ان سب پر زکوٰۃ مطابق نصاب عائد ہوگی۔ زرعی پیداوار میں مدت بجائے سال کے ہر فصل ہے۔

بَاب ٣٦: زَكَاةُ الْإِبِلِ

اونٹوں کی زکوٰۃ

ذَكَرَهُ أَبُو بَكْرٍ وَأَبُو ذَرٍّ وَأَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوبکر، حضرت ابوذر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے اسے بیان کیا۔

١٤٥٢: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ إِنَّ شَأْنَهَا شَدِيْدٌ فَهَلْ لَّكَ مِنْ إِبِلٍ تُؤَدِّيْ صَدَقَتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ

۱۴۵۲: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ولید بن مسلم نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) اوزاعی نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن شہاب نے مجھے بتایا کہ عطاء بن یزید سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کرنے کی بابت پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: ارے! وہ تو بہت مشکل کام ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں جن کی تم زکوٰۃ دو؟ اُس نے کہا:

الْبِحَارِ فَإِنَّ اللهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا.

اطرافه: ٢٦٣٣، ٣٩٢٣، ٦١٦٥.

ہاں۔آپؐ نے فرمایا: سمندروں کے پار بھی رہ کر اس پر عمل کروگے تو اللہ تعالیٰ ہرگز تمہارے کسی عمل کا ثواب کچھ بھی کم نہ کرے گا۔

تشریح: **زَكَاةُ الْإِبِلِ:** عنوانِ باب میں حضرت ابوبکرؓ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ مفصل روایت نمبر ۱۴۵۳ میں مذکور ہے۔ حضرت ابوذرؓ کی روایت نمبر ۱۴۶۰ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے لیے باب نمبر ۳ دیکھا جائے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت کا حوالہ نمبر ۱۴۶۰ کے آخر میں بھی دیا گیا ہے۔ ان روایتوں میں اونٹوں کی زکوٰۃ نکالنے کی صراحت اور نہ دینے پر سزا کا ذکر ہے۔ صدقہ وزکوٰۃ سے متعلقہ روایات پر اصولی تبصرہ کرنے کے بعد امام بخاریؒ نے قابلِ زکوٰۃ اموال کا ذکر نوع اور جنس وار کیا ہے۔ روایت نمبر ۱۴۵۲ میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی نقل کی ہے اور اُس کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ اَبِی سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ اِنَّ الْهِجْرَةَ شَأْنُهَا شَدِيْدٌ فَهَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تُؤَدِّى صَدَقَتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَحْلِبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَآءِ الْبِحَارِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا. (مسند احمد بن حنبل، جزء ٣ صفحہ ۱۴) امام بخاریؒ کی منقولہ روایت کے الفاظ گو مختلف ہیں مگر مفہوماً ایک ہی ہیں۔

بَاب ٣٧

مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ

جس کے ذمہ زکوٰۃ ایک برس کی اونٹنی ہو جائے اور اس کے پاس وہ نہ ہو

١٤٥٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ فَرِيْضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي أَمَرَ اللهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذَعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ

۱۴۵۳: محمد بن عبداللہ (انصاری) نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ثمامہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں بتلایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن کو وہ صدقہ فریضہ لکھ کر دیا، جس کا اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے۔ (اور اس میں یہ بھی تھا:) جس کے پاس اتنے اونٹ ہو

جَذَعَةٌ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنِ اسْتَيْسَرَتَا لَهُ أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذَعَةُ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْجَذَعَةُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بِنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَيُعْطِي شَاتَيْنِ أَوْ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيُعْطِيْهِ الْمُصَدِّقُ عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بِنْتُ مَخَاضٍ فَإِنَّهَا تُقْبَلُ مِنْهُ بِنْتُ مَخَاضٍ وَيُعْطِي مَعَهَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ.

جائیں کہ چار برس کی اونٹنی ان کی زکوٰۃ ہو اور اُس کے پاس چار برس کی اونٹنی نہ ہو مگر اُس کے پاس تین برس کی اونٹنی ہو تو اس سے وہی لے لی جائے اور وہ اُس کے ساتھ دو بکریاں بھی دے، اگر اس کے لئے وہ میسر ہوں یا بیس درہم دے اور جس کے ذمہ زکوٰۃ تین برس کی اونٹنی ہو جائے مگر تین برس کی اونٹنی اس کے پاس نہ ہو اور اس کے پاس چار برس کی اونٹنی ہو تو وہی اس سے لے لی جائے اور محصل زکوٰۃ اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے اور جس کے ذمہ زکوٰۃ تین برس کی اونٹنی ہو جائے مگر اس کے پاس صرف دو ہی برس کی اونٹنی ہو تو اس سے دو ہی برس کی اونٹنی لے لی جائے اور وہ دو بکریاں یا بیس درہم دے اور جس کی زکوٰۃ دو برس کی اونٹنی ہو جائے اور اس کے پاس تین برس کی اونٹنی ہو تو تین ہی برس کی اونٹنی اس سے لے لی جائے اور محصل زکوٰۃ اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے اور جس کی زکوٰۃ دو برس کی اونٹنی ہو جائے اور وہ اس کے پاس نہ ہو اور اُس کے پاس ایک برس کی اونٹنی ہو تو اس سے ایک برس کی اونٹنی لے لی جائے اور وہ اس کے ساتھ بیس درہم یا دو بکریاں دے۔

اطرافہ: ۱٤٤۸، ۱٤٥۰، ۱٤٥۱، ۱٤٥٤، ۱٤٥٥، ۲٤۸۷، ۳۱۰٦، ٥۸۷۸، ٦۹٥٥۔

تشریح: مَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ بِنْتِ مَخَاضٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ: اونٹوں اور بکریوں کا نصاب اور حق واجب کی تفصیل باب نمبر ۳۸ میں مذکور ہے۔ اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس اَز روئے نصاب حق واجب سے زیادہ یا کم عمر کی اونٹنی یا بکری ہو تو محصل اس سے بڑی عمر کا جانور لے کر جو فرق ہو اُس کا اندازہ کر کے مالکِ جانور کو معاوضہ دے گا یا اگر اُس کے پاس کم عمر جانور ہو تو وہ محصل کو کمی بصورتِ نقد یا جانور دے کر فرق پورا کرے گا۔

بَاب۳۸ : زَكَاةُ الْغَنَمِ
بکریوں کی زکوٰۃ

١٤٥٤ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْمُثَنَّى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ هَذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْبَحْرَيْنِ:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيْمِ

هَذِهِ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَالَّتِي أَمَرَ اللهُ بِهَا رَسُوْلَهُ فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ فِي أَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُوْنَهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ إِلَى خَمْسٍ وَّثَلَاثِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ مَخَاضٍ أُنْثَى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّثَلَاثِيْنَ إِلَى خَمْسٍ وَّأَرْبَعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتُ لَبُوْنٍ أُنْثَى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَّأَرْبَعِيْنَ إِلَى سِتِّيْنَ

۱۴۵۴: محمد بن عبداللہ بن مثنیٰ انصاری نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ نے انہیں بتایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو بحرین کی طرف بھیجا تو یہ پروانہ لکھ کر دیا:-

اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمٰن رحیم ہے

یہ وہ فریضہ صدقہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے ضروری قرار دیا اور جس کا حکم اللہ نے اپنے رسولؐ کو دیا ہے۔ اس لئے مسلمانوں میں سے جس سے یہ زکوٰۃ نصاب کے مطابق مانگی جائے؛ چاہیے کہ وہ اسے دے اور جس سے نصاب کے علاوہ مانگی جائے تو وہ نہ دے۔ چوبیس اونٹ یا ان سے کم ہوں تو ہر پانچ اونٹوں پر بکریوں میں سے ایک بکری (زکوٰۃ ہوگی۔) اور جب پچیس سے پینتیس تک اونٹ پہنچ جائیں تو ان میں ایک برس کی اونٹنی اور جب چھتیس سے پینتالیس تک پہنچ جائیں تو ان میں دو برس کی اونٹنی اور جب چھیالیس سے ساٹھ تک پہنچ جائیں تو ان میں تین برس کی اونٹنی جو اونٹ سے قابل جفت ہو اور اگر اکسٹھ سے پچھتر تک پہنچ جائیں تو

فَفِيْهَا حِقَّةٌ طَرُوْقَةُ الْجَمَلِ فَإِذَا بَلَغَتْ وَاحِدَةً وَّسِتِّيْنَ إِلَى خَمْسٍ وَّسَبْعِيْنَ فَفِيْهَا جَذَعَةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ يَعْنِي سِتًّا وَسَبْعِيْنَ إِلَى تِسْعِيْنَ فَفِيْهَا بِنْتَا لَبُوْنٍ فَإِذَا بَلَغَتْ إِحْدَى وَتِسْعِيْنَ إِلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِيْهَا حِقَّتَانِ طَرُوْقَتَا الْجَمَلِ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ فَفِي كُلِّ أَرْبَعِيْنَ بِنْتُ لَبُوْنٍ وَفِي كُلِّ خَمْسِيْنَ حِقَّةٌ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَرْبَعٌ مِنَ الْإِبِلِ فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا مِنَ الْإِبِلِ فَفِيْهَا شَاةٌ وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِيْنَ إِلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ شَاةٌ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِيْنَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلَاثٌ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ أَرْبَعِيْنَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا وَفِي الرِّقَّةِ رُبْعُ

ان میں چار برس کی اونٹنی۔ جب وہ یعنی چھہتر اونٹ نوے تک پہنچ جائیں تو ان میں دو برس کی دو اونٹنیاں اور جب اکانوے سے ایک سو بیس تک پہنچ جائیں تو ان میں تین برس کی دو اونٹنیاں جو اونٹ سے قابل جفت ہوں اور جب ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو پھر ہر چالیس پر دو برس کی اونٹنی اور ہر پچاس پر تین برس کی اونٹنی (زکوۃ ہوگی۔) اور جس کے پاس صرف چار ہی اونٹ ہوں تو ان میں کوئی صدقہ زکوۃ نہیں سوائے اس کے کہ ان کا مالک خود چاہے اور جب پانچ اونٹ ہوجائیں تو ان میں ایک بکری (زکوۃ ہوگی۔) اور بکریوں کے صدقہ سے متعلق- ان میں سے باہر چرنے والیوں کی بابت (یہ حکم ہے کہ) جب وہ چالیس سے ایک سو بیس تک پہنچ جائیں تو ایک بکری اور اگر ایک سو بیس سے دو سو تک بڑھ جائیں تو دو بکریاں اور اگر دو سو سے تین سو تک بڑھ جائیں تو ان میں تین (بکریاں) اور اگر تین سو سے بڑھ جائیں تو ہر سینکڑے میں ایک بکری (زکوۃ ہوگی) اور اگر کسی شخص کا باہر چرنے والا ریوڑ چالیس بکریوں سے ایک بھی کم ہو تو اس میں کوئی صدقہ زکوۃ نہیں؛ سوائے اس کے کہ اُن کا مالک خود چاہے اور چاندی میں چالیسواں حصہ (زکوۃ ہوگی۔) اور اگر صرف

الْعُشْرِ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِيْنَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيْهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبُّهَا.　　ایک سونوے درہم ہی (چاندی) ہوتو اس میں صدقہ زکوٰۃ نہیں؛ سوائے اس کے کہ اس کا مالک خود چاہے۔

اطرافه: ١٤٤٨، ١٤٥٠، ١٤٥١، ١٤٥٣، ١٤٥٥، ٢٤٨٧، ٣١٠٦، ٥٨٧٨، ٦٩٥٥۔

تشریح: **اَلصَّدَقَةُ مِنَ الْاِبِلِ:** باب نمبر۳۴ کی تشریح میں روایت نمبر۱۴۵۴ کے دوسرے حصہ کی تشریح گزر چکی ہے۔ پہلے حصہ میں یہ ذکر ہے کہ پانچ اونٹوں سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ لیکن پانچ سے نومہار (اونٹ) پر ایک بکری- اور دس سے چودہ مہار تک دو بکریاں- اور پندرہ سے انیس مہار تک تین بکریاں- اور بیس سے چوبیس تک چار بکریاں- گویا چوبیس مہار اونٹ ہوں تو ہر پانچ اونٹ کے حساب سے ایک ایک بکری زکوٰۃ ہوگی اور پچیس سے پینتیس مہار اونٹ ہوں تو پھر بجائے بکری کے ایک اونٹنی یک سالہ- چھتیس سے لے کر پینتالیس مہار اونٹ پر ایک اونٹنی دوسالہ- چھیالیس سے لے کر ساٹھ مہار اونٹ پر ایک اونٹنی سہ سالہ- اکسٹھ سے لے کر پچھتر مہار اونٹ پر ایک اونٹنی چہار سالہ- ۷۶ سے لے کر ۹۰ مہار اونٹ پر دو اونٹنیاں دوسالہ- ۹۱ سے لے کر ۱۲۰ مہار اونٹ پر دو اونٹنیاں سہ سالہ- اور اگر ۱۲۰ سے زیادہ ہوں تو ہر چالیس مہار اونٹوں پر ایک اونٹنی دوسالہ- اور ہر پچاس مہار پر ایک اونٹنی سہ سالہ- وعلیٰ ھذا القیاس۔ یہاں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ ابوبکر بن عمرو بن حزم کی ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا جو پروانہ لکھا، اُس میں یہ الفاظ ہیں: اِذَا زَادَتِ الْاِبِلُ عَلٰى مِائَةٍ وَّعِشْرِيْنَ اسْتُؤْنِفَتِ الْفَرِيْضَةُ. (بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثالثة، الفصل الثانى فى نصاب الإبل، المسئلة الأولى) یعنی جب ۱۲۰ اونٹ سے مال بڑھ جائے تو پھر حق واجب کا حساب نئے سرے سے ہوگا۔ یعنی ایک سو بیس پر سہ سالہ دو اونٹنیاں اور پانچ پر ایک بکری اور جب ایک سوتیں ہو جائیں تو سہ سالہ دو اونٹنیاں اور دو بکریاں۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔ ایک سو پچاس پر سہ سالہ دو اونٹنیاں اور ایک سالہ ایک اونٹنی۔ یہ مذہب فقہائے کوفہ یعنی امام ابوحنیفہؒ وثوریؒ وغیرہ کا ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک روایت نمبر۱۴۵۴ زیادہ صحیح ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثالثة، الفصل الثانى فى نصاب الإبل)

امام بخاریؒ جمہور کے مذہب کی تائید میں ہیں۔ چاندی سے متعلق نصاب کے لئے دیکھئے تشریح باب۳۲۔

بَاب ۳۹

لَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ

صدقہ میں بوڑھی نہ لی جائے اور نہ عیب دار اور نہ بکرا لیکن صدقہ وصول کرنے والا چاہے تو لے سکتا ہے

١٤٥٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ أَنَّ　　**۱۴۵۵:** محمد بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا:

أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُخْرَجُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ.

ثمامہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں وہ (صدقہ زکوۃ) لکھ کر دیا جس کا حکم اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا (اور اس میں یہ بھی تھا) اس صدقہ میں بوڑھی (اونٹنی یا بکری) زکوۃ میں نہ نکالی جائے اور نہ عیب دار اور نہ بکرا؛ سوائے اس کے کہ صدقہ وصول کرنے والا چاہے (تو لے سکتا ہے۔)

اطرافه: ۱٤٤٨، ۱٤٥۰، ۱٤٥۱، ۱٤٥۳، ۱٤٥٤، ۲٤٨۷، ۳۱۰٦، ٥٨۷٨، ٦٩٥٥۔

تشریح: **لَا تُؤْخَذُ فِي الصَّدَقَةِ هَرِمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ:** روایت نمبر ۱۴۵۵ کے آخر میں جو استثناء حرف اِلَّا سے کیا گیا ہے، اس کا تعلق بعض فقہاء کے نزدیک ماقبل مذکورہ اشیاء کے ساتھ ہے۔ پہلی صورت میں اَلْمُصَدِّق کی دال مشدد ہوگی- بمعنے صدقہ دینے والا یعنی اگر مالک بکرا دینے میں کوئی خاص نقصان نہیں دیکھتا تو وہ اسے بطور زکوۃ دے سکتا ہے۔ دوسری صورت میں یہ لفظ اَلْمُصْدِق پڑھا جائے گا بمعنی صدقہ وصول کرنے والا۔ یعنی اگر محصل دیکھتا ہے کہ کسی کے پاس بوڑھے یا عیب دار جانور ہی ہیں تو پھر اسے قبول کرنے کا اختیار ہے۔ یہ مذہب امام شافعیؒ کا ہے۔ ان کا یہ قول ہے: وَلَا تُؤْخَذُ ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ وَلَا هَرِمَةٌ اِلَّا اَنْ يَّرَى الْمُصْدِقُ اَنَّ ذَلِكَ اَفْضَلُ لِلْمَسَاكِيْنِ فَيَأْخُذُهُ عَلٰى النَّظْرِ۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۰۴-۴۰۵) ترجمہ: اور نہ ایسا جانور لیا جائے گا جس کی آنکھ وغیرہ میں نقص ہو اور نہ بکرا اور نہ بوڑھی سوائے اس کے کہ صدقہ وصول کرنے والا سمجھے کہ یہ مساکین کے لئے بہتر ہے تو وہ اپنی رائے کے مطابق اس شرط پر لے لے کہ اگر منظور نہ ہوا تو واپس ہوگا۔

بعض مالکیوں کے نزدیک یہ جائز نہیں بلکہ صدقہ دینے والے کا فرض ہے کہ وہ اچھا جانور خرید کر دے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۰۵) خود امام مالکؒ کا وہی مذہب ہے جو امام شافعیؒ کا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک محصل کا اختیار نہیں کہ وہ ناقص جانور قبول کرے۔ کیونکہ ناقص نہ لئے جانے کی حدیث میں تصریح ہے۔ عنوانِ باب سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ؛ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تائید میں ہیں۔ نہ لینے کو نمایاں کیا گیا ہے اور استثناء مقدر ہے۔ جبکہ حدیث کے الفاظ میں مخاطب زکوۃ دینے والا ہے۔ اس فتویٰ میں تقویٰ کا پہلو مدنظر ہے اور دوسرے فتویٰ میں سہولت۔

بَاب ٤٠ : أَخْذُ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ

بکری کا بچہ صدقہ (زکوٰۃ) میں لینا

١٤٥٦ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَاللهِ لَوْ مَنَعُوْنِي عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا.

اطرافه: ١٤٠٠، ٦٩٢٥، ٧٢٨٥.

۱۴۵۶: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے۔اور لیث (بن سعد) نے بھی کہا: عبدالرحمٰن بن خالد نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھے ایک بکری کا بچہ بھی نہ دیا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان کے نہ دینے پر ان سے ضرور مقابلہ کروں گا۔

١٤٥٧ : قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللهَ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِالْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

اطرافه: ١٣٩٩، ٦٩٢٤، ٧٢٨٤.

۱۴۵۷: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ اس لئے تھا کہ میں نے دیکھا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے کو مقابلے کے لیے کھول دیا تھا اور میں سمجھ گیا کہ یہی حق ہے۔

تشریح: اَخْذُ الْعَنَاقِ فِي الصَّدَقَةِ: حضرت عمرؓ نے بکری کا بچہ لینے سے انکار کیا۔ اس وجہ سے فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے کہ آیا وہ لیا جائے یا نہ۔ امام مالکؒ تو مطلق قبول کرنے کے حق میں ہیں۔ مگر امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر مائیں نصاب صدقہ میں ہوں تو پلوٹھا لینا جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ عنوانِ باب اور مندرجہ آیت سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ مطلق جواز کے حق میں ہیں۔

بَاب ٤١ : لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ فِي الصَّدَقَةِ

صدقہ (زکوٰۃ) میں لوگوں کے چیدہ مال نہ لئے جائیں

١٤٥٨: حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْيَمَنِ قَالَ إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللهِ فَإِذَا عَرَفُوا اللهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَإِذَا فَعَلُوا الصَّلَاةَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً {تُؤْخَذُ ☆} مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِذَا أَطَاعُوْا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ.

۱۴۵۸: امیہ بن بسطام نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یزید بن زُرَیع نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) رَوح بن قاسم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسماعیل بن امیہ سے، اسماعیل نے یحيٰ بن عبداللہ بن صیفی سے، یحيٰ نے ابومعبد (نافذ) سے، ابومعبد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن پر عامل مقرر کر کے بھیجا تو فرمایا: تم اہل کتاب لوگوں کے پاس جا رہے ہو اس لئے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پہلی بات ہو جس کی طرف تم اُن کو بلاؤ۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو قبول کر لیں تو پھر اُن کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے پانچ نمازیں دن رات میں مقرر کی ہیں۔ جب وہ نمازیں ادا کریں تو پھر انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے جو اُن کے مالوں سے {لی جائے گی ☆} اور ان کے محتاجوں کو لوٹائی جائے گی۔ جب وہ اُس کو مان لیں تو اُن سے لو اور لوگوں کے عمدہ مالوں سے بچنا۔

اطرافه: ١٣٩٥، ١٤٩٦، ٢٤٤٨، ٤٣٤٧، ٧٣٧١، ٧٣٧٢.

تشریح: لَا تُؤْخَذُ كَرَائِمُ أَمْوَالِ النَّاسِ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصولی زکوٰۃ میں مالک کے حقوق کی نگہداشت رکھی ہے۔ مثلاً اگر عمدہ دودھ دینے والا جانور ہو یا ایک ہی نر جانور؛ جس سے نسل کشی کی

☆ لفظ "تُؤْخَذُ"، فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۴۰۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

ضرورت ہے؛ ایسے جانوروں کے لینے سے مالک کا نقصان ہوگا۔

زکوٰۃ میں عیب دار چیز نہ لی جائے اور نہ بہترین مال۔ بَین بَین کی راہ اختیار کی جائے تا کہ نہ بیت المال کو نقصان ہو اور نہ مالک کو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزوریوں پر نظر رکھتے ہوئے احکام شریعت کے نفاذ میں میانہ روی کو پسند فرمایا ہے اور آیت لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:۹۳) یعنی تم کامل نیکی کو ہرگز نہیں پاسکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے (خدا کے لئے) خرچ نہ کرو۔ اس آیت کے پیش نظر اُن افراد کے لئے بھی راستہ کھلا ہے جو اخلاص میں اس اعلیٰ پائے کے ہیں کہ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی محبوب ترین اشیاء کا نذرانہ پیش نہ کردیں؛ انہیں چین نہیں آتا اور ان اعلیٰ قسم کی قربانیوں میں آزادی دی گئی ہے۔ مگر جن امور میں احکام شریعت کی پابندی کا تعلق ہے وہاں احتیاط سے کام لیتے ہوئے اجرائے احکام میں سہولت کا پہلو مدنظر رکھا گیا ہے۔ مبادا کمزور لوگ ٹھوکر کھائیں۔

بَاب ٤٢ : لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ

پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے

١٤٥٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِّنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِّنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِّنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ.

اطرافه: ١٤٠٥، ١٤٤٧، ١٤٨٤۔

۱۴۵۹: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ مازنی سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم کھجور میں صدقہ زکوٰۃ نہیں اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں صدقہ زکوٰۃ نہیں اور پانچ مہار اونٹ سے کم میں صدقہ زکوٰۃ نہیں۔

تشریح: **لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ:** اس باب کے قائم کرنے کی غرض سے متعلق شارحین میں اختلاف ہوا ہے۔ جبکہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اس کا ذکر باب نمبر۳۲و۳۸ کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ اس بارے میں ان کی توجیہیں دور کی معلوم ہوتی ہیں۔ صرف حدودِ شریعت کا بیان کرنا مقصود بالذات ہے۔ باب نمبر۳۲ میں چاندی کا نصاب اور باب نمبر۳۸ میں بھیڑ بکریوں کا نصاب مذکور ہے اور اس باب میں اونٹوں کے نصاب کا ذکر ہے اور اونٹوں پر قیاس کر کے گائے بیل کے نصاب کا ذکر اگلے باب میں کیا گیا ہے۔

بَاب٤٣ : زَكَاةُ الْبَقَرِ

گائے بیل کی زکوٰۃ

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَعْرِفَنَّ مَا جَاءَ اللهَ رَجُلٌ بِبَقَرَةٍ لَّهَا خُوَارٌ وَيُقَالُ جُؤَارٌ تَجْـَٔـرُوْنَ☆ (النحل:٥٤) تَرْفَعُوْنَ أَصْوَاتَكُمْ كَمَا تَجْأَرُ الْبَقَرَةُ.

ابوحمید (ساعدی) کہتے تھے: نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں بتائے دیتا ہوں؛ اللہ کے پاس اس شخص کا آنا کیسا ہوگا جو گائے اُٹھائے ہوئے آئے گا۔ وہ بائیں بائیں کر رہی ہوگی اور خُوَارٌ کی جگہ جُؤَارٌ بھی کہا جاتا ہے۔ يَجْأَرُوْنَ☆ (المؤمنون:٦٥) کے معنی ہیں وہ گھبراہٹ میں اور پناہ مانگنے کے لئے دردانگیز صورت میں اپنی آوازیں بلند کریں گے جس طرح گائے بائیں بائیں کرتی ہے۔

١٤٦٠: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَيْهِ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ أَوْ وَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ أَوْ كَمَا حَلَفَ مَا مِنْ رَجُلٍ تَكُوْنُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّيْ حَقَّهَا إِلَّا أُتِيَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا تَكُوْنُ

۱۴۶۰: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معرور بن سُوید سے، معرور نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں آپؐ کے (یعنی نبی ﷺ کے) پاس پہنچا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے یا فرمایا: اُسی کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں یا ایسی ہی کچھ آپؐ نے قسم کھائی (اور فرمایا:) جس کے پاس اونٹ یا گائے بیل یا بکریاں ہوں؛ وہ اُن کی زکوٰۃ نہ دے تو ضرور

☆ بعض نسخوں میں اس جگہ "يَجْأَرُوْنَ يَرْفَعُوْنَ" کے الفاظ ہیں۔ (شرح صحیح البخاری للکرمانی) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَأَسْمَنَهُ تَطَؤُهُ بِأَخْفَافِهَا وَتَنْطَحُهُ بِقُرُوْنِهَا كُلَّمَا جَازَتْ أُخْرَاهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ أُوْلَاهَا حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ.

قیامت کے دن وہ جانور ایسے ہی موٹے تازے لائے جائیں گے جیسے کہ وہ ہیں۔اپنے پاؤں سے اس کو کچلیں گے اور سینگوں سے اُسے ماریں گے۔ جب (اس کے اوپر سے) آخری جانور گزر جائے گا تو اُن میں سے پہلے کو دوبارہ اُس کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔(ایسا ہی ہوتا رہے گا) یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔

رَوَاهُ بُكَيْرٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یہی حدیث بکیر نے (ابن عبداللہ) ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

اطرافه: ٦٦٣٨۔

تشریح: **زَكَاةُ الْبَقَرِ:** جیسے لفظ اَلْغَنَم میں بکری، بھیڑ، دُنبہ شامل ہیں ایسا ہی اَلْبَقر میں گائے، بیل، بھینس اور بھینسا شامل ہیں۔ بعض روایتوں میں ان مویشیوں کا نصاب مذکور ہے۔ مگر وہ مستند نہیں سمجھی گئیں۔ان روایتوں میں سے ایک روایت حضرت معاذؓ سے منقول ہے جو ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے: اَنْ يَّأْخُذَ مِنَ الْبَقَرِ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ تَبِيْعًا وَمِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةً..... یعنی تیس رأس گائے سے کم ہوں تو معاف اور تیس رأس میں ایک سالہ بچھڑا اور چالیس رأس سے اُنسٹھ تک دو سالہ اور ساٹھ سے اُنہتر تک دو بچھڑے یک سالہ اور ستر سے ۷۹ تک ایک بچھڑا یک سالہ و ایک بچھڑا دو سالہ۔ ۸۰ سے ۸۹ تک دو بچھڑے دو سالہ۔ اور نوے سے ننانوے تک تین بچھڑے ایک سالہ اور سو پر دو بچھڑے یک سالہ و ایک بچھڑا دو سالہ۔ اور اس سے اوپر ہوں تو ہر تیس رأس پر یک سالہ اور ہر چالیس رأس پر ایک بچھڑا دو سالہ دیا جائے۔(ابو داؤد، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ السائمۃ) (مسند احمد بن حنبل، جزء۵ صفحہ۲۴۰)

حضرت معاذؓ کی مشار الیہا روایت امام بخاری و امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک مستند نہیں۔ مگر اصحاب سنن نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۰۸) حضرت معاذؓ سے متعلق یہ ثابت ہے کہ گائے بیل میں حق زکوٰۃ کی نسبت جب اُن سے اہل یمن نے دریافت کیا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر کے جواب دینے کے لئے کہا۔ مگر جب وہ مدینہ منورہ پہنچے تو آنحضرت ﷺ فوت ہو چکے تھے۔(مؤطا امام مالک، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی صدقة البقر) اس لئے اکثر فقہاء نے اس مسئلہ میں قیاس سے کام لیا ہے۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابوذرؓ کی ہی روایت اس باب میں نقل کی ہے۔ اس روایت سے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے جو امام مسلمؒ☆ نے نقل کی

☆ (مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اثم مانع الزکاۃ)

ہے، یہ ثابت ہوتا ہے کہ گائے بیل کا ذکر زکوٰۃ کے ضمن میں وارد ہوا ہے اور یہ جانوران مویشیوں میں شامل ہیں جن کی زکوٰۃ دینا فرض ہے لیکن ان کے نصاب اور حق واجب کی تعیین کے بارے میں منقولہ روایات ان دونوں ائمہ کے نزدیک مستند نہیں۔ ابوحمید ساعدیؓ کا جو حوالہ عنوانِ باب میں نقل کیا گیا ہے وہ کتاب الحِیل کے آخری باب میں مذکور ہے۔ اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان مویشیوں پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۰۷ تا ۴۰۹)

لَأَعْرِفَنَّ مَا جَاءَ اللّٰهَ رَجُلٌ بِبَقَرَةٍ: اس جملہ کے دو طرح معنی کئے گئے ہیں۔ فقرہ مَا جَاءَ میں مَا مصدریہ ہے اور یہ سارا جملہ بلحاظ معنی کے یوں ہے مَجِیْءُ رَجُلٍ اِلَی اللّٰہِ یعنی اللہ کے پاس آدمی کا آنا جس طرح ہوگا میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ "ل" کو بجائے حرفِ تاکید کے لا حرفِ نافیہ قرار دے کر اس فقرہ کو یوں پڑھا گیا ہے: لَا اَعْرِفَنَّ – یعنی میں تم میں ایسا آدمی نہ دیکھوں جس کی یہ حالت ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور گائے اُٹھائے آئے اور وہ بائیں بائیں کر رہی ہو۔ امام بخاریؒ نے اس جملہ کو تشبیہ قرار دے کر قرآنِ مجید کی آیت کے حوالہ سے اِس سے یہ مراد لی ہے کہ خود اس شخص کی یہ حالت ہوگی کہ وہ عذاب الٰہی کو دیکھ کر فریاد کر رہا ہوگا۔ ساری آیت یوں ہے: حَتّٰی اِذَا اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْئَرُوْنَ ○ (المؤمنون: ٦٥) {یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب کے ذریعہ پکڑ لیتے ہیں تو اچانک وہ چیخنے چلاّنے لگتے ہیں۔} وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْهِ تَجْئَرُوْنَ ○ (النحل: ۵۴) {اور جو بھی تمہارے پاس نعمت ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اُسی کی طرف تم زاری کرتے (ہوئے جھکتے) ہو۔

بَاب ٤٤: اَلزَّكَاةُ عَلَى الْأَقَارِبِ

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَ{أَجْرُ☆} الصَّدَقَةِ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے دو ثواب ہیں۔ قرابت (یعنی صلہ رحمی) کا اجر اور صدقہ {کا اجر☆}

١٤٦١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا

۱۴۶۱: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت ابوطلحہؓ مدینہ میں سب انصار سے زیادہ کھجوروں کے باغ رکھتے تھے اور

☆ لفظ "أَجْرُ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۴۰۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

مِّنْ نَّخْلٍ وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ : لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران: ۹۳) قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ.

تمام باغوں میں اُن کو بَیْرُحَآء کا باغ بہت پیارا تھا۔ وہ مسجد کے سامنے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں جایا کرتے اور وہاں کا صاف ستھرا پانی پیا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے تھے: جب یہ آیت اُتری: تم اس وقت تک نیکی ہرگز حاصل نہیں کرسکتے جب تک کہ اُن چیزوں سے خرچ نہ کرو جن سے تم کو محبت ہے۔ تو حضرت ابوطلحہؓ اُٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ o مجھے اپنے مالوں میں سے بَیْرُحَآء بہت ہی پیارا ہے اور یہی اللہ کے لئے صدقہ ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ میرے لئے نیکی اور ذخیرے کا موجب ہوگا۔ اس لئے یا رسول اللہ! جہاں اللہ تعالیٰ آپؐ کو مناسب سمجھائے؛ وہاں خرچ کریں۔ حضرت انسؓ کہتے تھے: اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت اچھا۔ یہ مال تو نفع بخش ہے، یہ مال تو نفع بخش ہے اور میں نے سن لیا ہے جو تم نے کہا اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اس کو قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔ حضرت ابوطلحہؓ نے کہا: یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہؓ نے اسے اپنے قریبیوں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کردیا۔

تَابَعَهُ رَوْحٌ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْمَاعِيْلُ عَنْ مَّالِكٍ رَايِحٌ.

(عبداللہ بن یوسف) کی طرح رَوح نے بھی اسے روایت کیا ہے اور یحییٰ بن یحییٰ اور اسماعیل نے مالک سے رَابِحٌ کی جگہ رَایِحٌ (یعنی زیادہ نکلنے والا) نقل کیا۔

اطرافہ: ٢٣١٨، ٢٧٥٢، ٢٧٦٩، ٤٥٥٤، ٤٥٥٥، ٥٦١١۔

١٤٦٢: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَوَعَظَ النَّاسَ وَأَمَرَهُمْ بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ تَصَدَّقُوْا فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ ذَلِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمَّا صَارَ إِلَى مَنْزِلِهِ جَاءَتْ زَيْنَبُ امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ تَسْتَأْذِنُ عَلَيْهِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هَذِهِ زَيْنَبُ فَقَالَ أَيُّ الزَّيَانِبِ فَقِيْلَ

١٤٦٢: (سعید) بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: زید (بن اسلم) نے مجھے بتایا۔ عیاض بن عبداللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ (حضرت ابوسعید خدریؓ نے کہا:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عیدگاہ کو نکلے۔ پھر آپؐ (نماز پڑھ کر) مُڑے اور لوگوں کو وعظ کیا اور آپؐ نے انہیں صدقہ کا حکم دیا۔ آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! صدقہ دیا کرو۔ پھر آپؐ عورتوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم بھی صدقہ کیا کرو۔ کیونکہ مجھ کو دکھلایا گیا ہے کہ تم دوزخیوں میں زیادہ تعداد میں تھیں۔ انہوں نے کہا: یہ کس لئے؟ یا رسول اللہ! فرمایا: تم لعنت بہت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ اے عورتوں کی جماعت! میں نے کم عقل اور ناقص دین اشخاص میں تم سے بڑھ کر ہوشیار مرد کی عقل کو کھونے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر آپؐ لوٹ آئے۔ جب آپؐ اپنے گھر پہنچے تو حضرت (عبداللہ) بن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینب آئیں۔ آپؐ سے اندر آنے کی اجازت لی اور کہا گیا: یا رسول اللہ! یہ زینب ہے۔

امْرَأَةُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ نَعَمْ ائْذَنُوا لَهَا فَأُذِنَ لَهَا قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّكَ أَمَرْتَ الْيَوْمَ بِالصَّدَقَةِ وَكَانَ عِنْدِيْ حُلِيٌّ لِي فَأَرَدْتُّ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهَا فَزَعَمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ أَنَّهُ وَوَلَدَهُ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ زَوْجُكِ وَوَلَدُكِ أَحَقُّ مَنْ تَصَدَّقْتِ بِهِ عَلَيْهِمْ.

اطرافه: ٣٠٤، ١٩٥١، ٢٧٥٨۔

آپؐ نے فرمایا: زینبوں میں سے کون سی زینب؟ آپؐ سے کہا گیا: ابن مسعودؓ کی بیوی۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا اسے اجازت دو۔ چنانچہ اُنہیں اجازت دی گئی۔ حضرت زینبؓ نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپؐ نے آج صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ میرے پاس میرا ایک زیور ہے۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ یہی زیور صدقہ میں دے دوں۔ ابن مسعودؓ نے کہا: وہ اوران کا بیٹا زیادہ حقدار ہیں اُن لوگوں سے جن کو میں نے صدقہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن مسعودؓ نے درست کہا ہے۔ تیرا خاوند اور تیرا بیٹا ان سے زیادہ حق دار ہیں جن کو تو صدقہ دے۔

تشریح: **اَلزَّكَاةُ عَلَى الْاَقَارِبِ:** قرآنِ مجید میں صدقات کی تقسیم سے متعلق بایں الفاظ تصریح ہے: اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ٥ (التوبة: ٦٠) صدقات تو صرف فقراء اور مساکین کے لئے ہیں اور ان کارندوں کے لئے جو انتظام زکوٰۃ پر مقرر ہوں۔ نیز ان کے لئے جن کی تالیف قلب (دلجوئی) مطلوب ہو۔ (یعنی وہ لوگ جن کی ایمانی حالت کمزور ہو اور وہ تعلیم و تربیت اور اصلاحِ نفس کے محتاج ہوں اور ایسے کفار بھی مراد ہیں جو مصیبت زدہ ہوں۔ ان کی امداد وغیرہ کی جائے۔ اسلام کے لئے کسی قسم کا لالچ یا رشوت دینا مقصود نہیں بلکہ ہمدردیٔ مخلوق کی صورت ہے) اور اسی طرح گردنوں (یعنی قیدیوں) کے آزاد کرانے میں اور قرض داروں کی امداد میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کی امداد کے لئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فرض واجب ہے اور اللہ علیم وحکیم ہے۔

اِنَّمَا حصر کے لئے آتا ہے۔ گویا صدقات کی تقسیم آٹھ قسم کے لوگوں میں منحصر کردی گئی ہے۔ جن میں سے ایک قسم محتاجوں کی ہے جیسے معذور، یتامیٰ اور بیوگان وغیرہ جو اپنے گزارہ کے لئے دوسروں کے دست نگر ہوں اور دوسری قسم مسکینوں کی یعنی جو خوشحال ہونے کے بعد کسی سبب سے بے سروسامان ہو چکے ہوں یا کام کاج نہ کر سکتے ہوں اور کسی پر اپنی بدحالی کا اظہار نہ کریں۔ ایک حدیث میں آتا ہے: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِىْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ. (بخاری، كتاب الزكاة، باب قول اللّٰه تعالٰى لَا يسألون الناس إلحافا، روایت نمبر ۱۴۷۹) مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے پاس گھومتا پھرے۔ ایک دو لقمے اور ایک دو کھجوریں اُس کو دَر بدر لے جائیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو اتنا مال نہیں پاتا کہ اس کی ضرورتوں کو پورا کر دے اور نہ اُس کا حال کسی کو معلوم ہو کہ اس کو صدقہ دے اور نہ وہ اُٹھ کر لوگوں سے سوال کرتا پھرتا ہو۔

قرآن مجید کے محولہ بالا حکم کے پیش نظر تقسیم صدقات میں رشتہ داروں کی شمولیت کے بارے میں اختلاف ہوا ہے۔ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ سے ظاہر ہے کہ یہ فریضہ زکوۃ جو آٹھ قسم کے لوگوں سے مخصوص ہے؛ بلحاظِ فقر ومسکنت اس میں رشتہ دار اور غیر رشتہ دار کی تمیز نہیں کی گئی۔ اقرباء کو زکوۃ سے اس لئے محروم رکھنا کہ وہ رشتہ دار ہیں جائز نہیں۔ عنوان باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قول کا حوالہ دے کر ایسے صدقہ کی فضیلت کے بارے میں توجہ دلائی گئی ہے۔ وہ باب ۴۹ روایت نمبر ۱۴۶۶ میں مذکور ہے۔ باب ۴۴ کی روایتوں سے بھی اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ محتاج رشتہ داروں کو زکوۃ یا صدقہ دینا نہ صرف جائز بلکہ کارِ ثواب ہے۔ بوجہ اس کے کہ اس میں صلہ رحمی کے حکم کی بھی تعمیل ہوتی ہے۔ مندرجہ روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایسی تقسیم آنحضرت ﷺ کی اجازت سے ہوئی۔ زکوۃ چونکہ بیت المال کا حق ہے اس لئے بغیر امام کے دوسرا شخص اس میں از خود تصرف نہیں کرسکتا۔ سوائے اس کے کہ ایسا صدقہ ہو جس کا تعلق اموالِ باطنہ سے ہے۔

تَابَعَهُ رَوْحٌ: امام مالکؒ سے روحؒ نے بھی یہی روایت نقل کی ہے جو کتاب الوصایا روایت نمبر ۲۷۶۹، کتاب التفسیر روایت نمبر ۴۵۵۴ میں آئے گی۔ یحییٰ کی محولہ بالا روایت کتاب الوکالة (روایت نمبر ۲۳۱۸) میں ہے۔ رَايِحٌ سے مراد ایسا مال جو زیادہ نکلنے والا یعنی مقبول ہو۔

بَاب ٤٥ : لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ

مسلمان پر اس کے گھوڑے میں کوئی صدقہ نہیں

١٤٦٣ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَغُلَامِهِ صَدَقَةٌ.

۱۴۶۳: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا، (کہا:) ہم سے عبداللہ بن دینار نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے سلیمان بن یسار سے سنا۔ وہ عراک بن مالک سے، عراک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام میں کوئی صدقہ نہیں۔

اطرافه: ١٤٦٤.

بَاب ٤٦ : لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ صَدَقَةٌ

مسلمان پر اس کے غلام میں کوئی صدقہ نہیں

١٤٦٤ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا

۱۴۶۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحییٰ

يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاكِ ابْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ {ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا خُثَيْمُ بْنُ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ☆} قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي فَرَسِهِ.

بن سعید نے ہمیں بتایا کہ خُثَیم بن عراک بن مالک سے مروی ہے انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔{اور سلیمان بن حرب نے بھی ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب بن خالد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خثیم بن عراک بن مالک نے ہمیں بتایا کہ اُن کے باپ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ☆} آپؐ نے فرمایا: مسلمان پر اس کے غلام میں صدقہ نہیں اور نہ اس کے گھوڑے میں۔

اطرافه: ١٤٦٣۔

تشریح: **لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَ غُلَامِهِ صَدَقَةٌ:** باب۴۵، ۴۶ کے قائم کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ فقہاء کے درمیان گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ دینے سے متعلق اختلاف ہوا ہے۔ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ ان میں زکوٰۃ نہیں خواہ وہ اپنے ذاتی استعمال کے لئے ہوں یا تجارت کے لئے۔ کیونکہ مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ میں گھوڑا اور غلام اموالِ زکوٰۃ سے علی الاطلاق مستثنیٰ کئے گئے ہیں۔ مگر امام ابوحنیفہؒ نے ان میں بھی زکوٰۃ ضروری قرار دی ہے جبکہ وہ ذریعہ کسب معاش ہوں۔ آپ کے نزدیک تجارت کے مال میں زکوٰۃ کی ادائیگی ثابت ہے۔ اس لئے اس حدیث کا مفہوم محدود کرنا ہوگا کہ ایسا گھوڑا یا غلام جو اپنی خدمت کے لئے مخصوص ہو؛ اس میں زکوٰۃ نہیں۔ (فتح الباری جزء۳صفحہ۴۱۲) (عمدۃ القاری جزء۹صفحہ۳۵-۳۶)

(بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثانية في معرفة ما تجب فيه الزكاة)

امام بخاریؒ؛ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تائید میں معلوم ہوتے ہیں۔ دو عنوان جو انہوں نے یکے بعد دیگرے قائم کئے ہیں، ان میں فَرَسِهِ اور عَبْدِهِ کو نمایاں کیا ہے اور صَدَقَة کا لفظ زکوٰۃ کی جگہ اختیار کیا ہے۔ یعنی ایسا گھوڑا یا غلام جو انسان کی ذاتی خدمت کے لئے ہو، اُس میں کسی قسم کا صدقہ واجب نہیں ہوتا سوائے صدقہ فطر کے جو غلام کی وجہ سے مالک پر عائد ہوتا ہے۔ البتہ تجارت کی صورت میں زکوٰۃ ہوگی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے پاس شام کے تاجران اسپ آئے اور انہوں نے زکوٰۃ پیش کی جو بعد مشورہ قبول کی گئی۔ (الهداية، كتاب الزكاة، فصل في الخيل)

(سنن الدار قطني، كتاب الزكاة، باب زكاة مال التجارة وسقوطها عن الخيل والرقيق)

☆ روایت کے یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۴۱۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تجارت کی غرض سے گھوڑے کی قیمت فروخت کا اندازہ کر کے اڑھائی فیصدی کے حساب سے زکوٰۃ حاصل کردہ منافع پر ہوگی۔ عنوان باب ۲۹ میں جو آیت درج کی گئی ہے وہ تجارتی و صنعتی کاروبار کے بارے میں نص صریح ہے کہ ان سے حاصل کردہ منافع قابل زکوٰۃ ہے۔

بَاب ٤٧ : اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْيَتَامَى

یتیموں کو صدقہ دینا

١٤٦٥ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُوْنَةَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَالَ إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِيْ مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِّنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لَهُ مَا شَأْنُكَ تُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ فَقَالَ أَيْنَ السَّائِلُ وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضْرَاءِ أَكَلَتْ

۱۴۶۵: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہشام (دستوائی) نے ہمیں بتایا کہ یحيٰ (بن ابی کثیر) سے مروی ہے۔ انہوں نے ہلال بن ابی میمونہ سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) ہم سے عطاء بن یسار نے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر پر بیٹھے اور ہم بھی آپؐ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ آپؐ نے فرمایا: میں جن باتوں سے اپنے بعد تمہارے متعلق ڈرتا ہوں، اُن میں سے دنیا کی وہ زیب وزینت بھی ہے جو تم پر (چاروں طرف سے) کھول دی جائے گی۔ اس پر ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا خیر شر کو بھی لائے گی۔ نبی ﷺ خاموش رہے۔ اس شخص سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے تم نبی ﷺ سے بات کرتے ہو اور وہ تم سے بات نہیں کرتے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپؐ پر وحی نازل ہورہی ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ کہتے تھے: آپؐ نے (چہرے سے) پسینہ پونچھا اور فرمایا: یہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ جیسے آپؐ نے اس کے سوال کو پسند کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ

حَتَّى إِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ وَرَتَعَتْ وَإِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ مَا أَعْطَى مِنْهُ الْمِسْكِيْنَ وَالْيَتِيْمَ وَابْنَ السَّبِيْلِ أَوْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّهُ مَنْ يَّأْخُذُهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُوْنُ شَهِيْدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

بھلائی بدی نہیں لایا کرتی اور ربیع جو اُگاتی ہے اُن میں ایسی نباتات بھی ہوتی ہے جو مار ڈالتی ہے یا مرنے کے قریب کر دیتی ہے۔مگر ہری گھاس کھانے والا جانور جس نے اتنا کھالیا ہو کہ جب اس کی دونوں کھوکھیں تن جائیں تو وہ سورج کی طرف منہ کر کے پتلا پاخانہ کرے اور پیشاب کرے اور چرتا رہے اور یہ مال بھی ہرا بھرا شیریں ہے اور مسلمان کا بہت ہی اچھا ساتھی، جب تک کہ وہ اس مال سے مسکین کو اور یتیم کو اور مسافر کو دیتا رہے یا جیسا نبی ﷺ نے فرمایا اور بات یہ ہے کہ جو اس مال کو ناجائز طور پر لے گا وہ اس کی مانند ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور وہ مال اس کے خلاف قیامت کے دن گواہ ہوگا۔

اطرافه: ۹۲۱، ۲۸٤۲، ٦٤٢٧۔

تشریح: اَلصَّدَقَةُ عَلَى الْيَتَامَى: زکوٰۃ کی تقسیم میں جس آیت کا حوالہ باب نمبر۴۴ کی تشریح میں دیا گیا ہے، اس کی رو سے آٹھ قسم کے اشخاص اس میں شریک ہیں۔ فقراء، مساکین، عملہ تحصیل زکوٰۃ، مؤلفۃ القلوب، غلام لونڈی اور گرفتار مصیبت کی آزادی، مالی تاوان سے رہائی، فی سبیل اللہ یعنی دینی وملی کاموں میں اور ابن السبیل یعنی مسافروں کی امداد میں۔ یتامیٰ کا اس میں ذکر نہیں۔محولہ بالا حدیث میں یتیم مستحقین صدقات میں شامل کئے گئے ہیں۔یتیم اور اس کی پرورش کے بارے میں قرآن مجید میں علیحدہ تاکید کی گئی ہے۔انفاق کے بارے میں آیت اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى....(البقرۃ:۱۷۸) میں اقرباء اور یتامیٰ کا ذکر مقدم ہے۔اس لئے لفظ فقراء یعنی محتاج میں یتامیٰ شامل ہیں۔مگر چونکہ ان کی حالت زیادہ اہتمام کی محتاج ہے، اس لئے ان کے بارے میں الگ عنوان قائم کیا گیا ہے۔اِنَّهُ مَنْ يَّأْخُذُ بِغَيْرِ حَقِّهٖ کا یہ مفہوم زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص مال کو بغیر اس کا حق یعنی زکوٰۃ وصدقہ ادا کئے قبضہ میں رکھتا ہے وہ حریص ہے۔يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ – اور یہ حرص اس کے لئے بدہضمی پیدا کرے گی اور اس کے لئے نقصان دہ ہوگی۔ ہر شئے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اپنے اندر بھلائی رکھتی ہے۔مگر جو انسان خواہشات کی پیروی میں اسراف سے کام لیتا ہے اور خیر کو منبع شر بناتا ہے وہ نعمتِ الٰہی کا ناشکر گزار ہے۔ جو جانور کھا پی کر اپنے پیٹ کو

صاف کرتا رہتا ہے وہ چارے سے فائدہ اٹھانے کے قابل رہتا ہے۔ یہی حال اس انسان کا ہے جو حرص و ہوا کا مقابلہ کرتے ہوئے مال سے متعلق حقوق و واجبات ادا کرتا ہے۔ یتیم کو صدقہ دینے کا ذکر باب نمبر ۴۸ میں بھی آتا ہے۔ فقراء یعنی محتاجوں میں سے یتیم اوّل نمبر پر ہے کہ اس کا حق ادا کیا جائے۔ روایت نمبر ۱۴۶۵ کی مذکورہ بالا مثال روایت نمبر ۲۸۴۲ میں بھی دہرائی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت کو مومن کا بہت اچھا ساتھی قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ اس کا استعمال موقع ومحل پر ہو اور حقوق العباد اس کے ذریعہ سے ادا ہوتے رہیں۔ ورنہ اگر وہ نفس پروری اور خود غرضی کی راہوں میں خرچ ہو تو آخر وہ اسراف کی شکل اختیار کر کے انسان کی تباہی کا موجب ہوتی ہے۔

بَاب٤٨ : اَلزَّكَاةُ عَلَى الزَّوْجِ وَالْأَيْتَامِ فِي الْحَجْرِ

خاوند کو اور گود میں لئے ہوئے یتیم بچے کو زکوٰۃ دینا

قَالَهُ أَبُو سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

یہ حضرت ابوسعیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔

١٤٦٦: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيْقٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيْمَ فَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ بِمِثْلِهِ سَوَاءً قَالَتْ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ وَكَانَتْ زَيْنَبُ تُنْفِقُ عَلَى عَبْدِ اللهِ وَأَيْتَامٍ فِي حَجْرِهَا فَقَالَتْ لِعَبْدِ اللهِ سَلْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۴۶۶: عمر بن حفص (بن غیاث) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: شقیق نے مجھے بتایا۔ شقیق نے عمرو بن حارث سے، عمرو نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ اعمش نے کہا: میں نے اس حدیث کا ابراہیم (نخعی) سے ذکر کیا تو ابراہیم نے بالکل ایسی ہی حدیث مجھے بتائی۔ انہوں نے ابوعبیدہ سے، ابوعبیدہ نے عمرو بن حارث سے، عمرو نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) کی بیوی حضرت زینبؓ سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: میں مسجد میں تھی۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا: تم عورتیں صدقہ کیا کرو۔ خواہ اپنے زیور ہی کا اور حضرت زینبؓ؛ حضرت عبداللہؓ پر اور چند یتیموں پر جو ان کی پرورش میں تھے خرچ کیا کرتی

أَيَجْزِي عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلَيْكَ وَعَلَى أَيْتَامِي[1] فِي حَجْرِي مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ سَلِي أَنْتِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى الْبَابِ حَاجَتُهَا مِثْلُ حَاجَتِي فَمَرَّ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا سَلِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَجْزِيْ عَنِّي أَنْ أُنْفِقَ عَلَى زَوْجِي وَأَيْتَامٍ لِي فِي حَجْرِي وَقُلْنَا لَا تُخْبِرْ بِنَا فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ مَنْ هُمَا قَالَ زَيْنَبُ قَالَ أَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَعَمْ وَلَهَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ.

تھیں۔ اس لئے انہوں نے حضرت عبداللہؓ کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھو؛ کیا میری طرف سے کافی نہیں ہوگا کہ میں اسی صدقہ سے تم پر اور {ان یتیموں[1]} پر جو میری پرورش میں ہیں خرچ کروں۔ تو حضرت عبداللہؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے تم خود ہی پوچھو۔ اس لئے میں نبی ﷺ کے پاس گئی۔ میں نے دروازے پر انصار میں سے ایک عورت پائی۔ اس کی حاجت بھی میری حاجت جیسی تھی۔ اتنے میں حضرت بلالؓ ہمارے پاس سے گزرے۔ ہم نے کہا: نبی ﷺ سے پوچھو کیا میری طرف سے یہ کافی ہوگا کہ میں اپنے خاوند اور چند ایسے یتیموں پر جو میری گود میں ہیں صدقہ سے خرچ کروں؟ اور ہم نے کہا: ہمارا پتہ نہ دینا۔ چنانچہ وہ اندر گئے اور انہوں نے آپؐ سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ دو عورتیں کون ہیں؟ حضرت بلالؓ نے کہا: زینب۔ آپؐ نے پوچھا: زینبوں میں سے کونسی؟ حضرت بلالؓ نے کہا: عبداللہ (بن مسعودؓ) کی بیوی۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اس کے لئے دو اجر ہیں۔ قرابت کا اجر اور صدقہ کا اجر۔

١٤٦٧: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ {عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ[2]} قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلِيَ أَجْرٌ أَنْ أُنْفِقَ عَلَى بَنِي أَبِي سَلَمَةَ

۱۴۶۷: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت زینب بنت امّ سلمہؓ سے، {حضرت زینبؓ نے حضرت امّ سلمہؓ سے روایت کی[2]} وہ کہتی تھیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا

[1] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "أَيْتَامِيْ" کی بجائے "أَيْتَامٍ" ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۴۱۳)
[2] لفظ "عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۴۱۳)

إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ أَنْفِقِي عَلَيْهِمْ فَلَكِ أَجْرُ مَا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ.

میرے لئے اجر ہوگا اگر میں ابوسلمہؓ کے بیٹوں پر خرچ کروں؟ وہ تو میرے ہی بیٹے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ان پر خرچ کرو۔ جو بھی تم نے ان پر خرچ کیا ہے، اس کا اجر تمہیں ملے گا۔

اطرافہ: ٥٣٦٩

تشریح: اَلزَّكَاةُ عَلَى الزَّوْجِ وَالْأَيْتَامِ فِي الْحَجْرِ: عنوانِ باب میں حضرت ابوسعیدؓ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ باب ۴۴ میں گزر چکی ہے۔ دیکھئے روایت نمبر ۱۴۶۲۔ اس باب میں بھی یہ روایت دہرائی گئی ہے۔ اس میں یہ تصریح ہے کہ اس کے بچے پہلے خاوند کے تھے۔ سابقہ باب میں عام یتیموں کا ذکر ہے اور یہاں خاص یتیموں کا۔ ابوداؤد طیالسی اور نسائی ☆ کی روایتوں میں ہے کہ وہ یتیم بچے ان کے بھائی اور بہن کے تھے اور نسائی کی روایت میں خاوند کے متعلق یہ الفاظ ہیں: خَفِيفُ ذَاتِ الْيَدِ. ہلکے ہاتھ کا، محتاج، خالی ہاتھ۔ اس روایت سے امام شافعیؒ، ثوریؒ، محمد بن یوسفؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کا اپنے خاوند کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ لیکن اپنے والدین اور اپنی اولاد پر زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۴۱۵)

اس روایت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت زینبؓ نے عام صدقہ کی بابت دریافت کیا تھا نہ زکوٰۃ کے متعلق۔ جو بالا جماع اولاد کو دینا جائز نہیں۔ لیکن یہ استدلال اس لئے ساقط الاعتبار ہے کہ اولاد کے اخراجات کے لئے ماں شرعاً مکلّف نہیں بلکہ باپ ہے۔ اس لئے اس کا اپنی اولاد کو جن کے اخراجات مہیا کرنے کا ذمہ دار والد ہے زکوٰۃ دینا بے محل ہے۔ ماں جو ذمہ دار نہیں وہ اس پابندی سے آزاد رہ کر زکوٰۃ دے سکتی ہے۔ امام بخاریؒ نے غالباً اپنے استدلال کی بناء اس بات پر رکھی ہے کہ حضرت زینبؓ کہتی ہیں: أَيَجْزِئُ عَنِّي اَنْ أُنْفِقَ عَلَى زَوْجِي وَأَيْتَامٍ لِي. یعنی کیا ایسا خرچ (صدقہ کا) قائم مقام ہوگا؛ جو میں اپنے خاوند اور اپنے یتیموں کے لئے کروں؟ چونکہ سوال مطلق صدقہ سے متعلق ہے اس لئے زکوٰۃ وغیرہ دونوں پر شامل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب نَعَمْ بھی دونوں ہی پر محمول کیا جائے گا۔ أَيْ تُجْزِئُ عَنْكِ فَرْضًا كَانَ اَوْ تَطَوُّعًا. یعنی تمہارا صدقہ تمہارے لئے کارآمد ہوگا خواہ فریضہ زکوٰۃ ہو یا طوعی صدقہ۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۴۱۵)

امام ابن حجر کے نزدیک مذکورہ استفسار دو مختلف سوال ہیں۔ روایت نمبر ۱۴۶۲ والا واقعہ تو زیور صدقہ میں دینے سے متعلق ہے اور روایت نمبر ۱۴۶۶ والا واقعہ گھریلو اخراجات سے متعلق ہے۔ مگر عنوانِ باب کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں روایتیں ایک ہیں اور جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ صدَقَةُ السِّرّ اپنے طور پر خرچ کیا جا سکتا ہے اور محتاجوں میں سے عزیز و اقارب اوّل درجہ پر مستحق ہیں۔ (باب ۵، ۱۳، ۱۴، ۱۵) یہ امر کہ صدَقَةُ السِّرّ یعنی اموال باطنہ پر واجب الاداء زکوٰۃ اپنے طور پر خرچ کی جا سکتی ہے جہاں قرآنِ مجید کی آیت اِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ. (البقرة: ۲۷۲) {اور اگر تم انہیں چھپاؤ اور انہیں حاجت مندوں کو دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔} سے ظاہر ہے وہاں مذکورہ بالا اجازت اور خلفائے راشدین کے تعامل سے ثابت ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت

☆ (نسائی، کتاب الزكاة، باب الصدقة على الأقارب)
(مسند أبي داؤد الطيالسي، الجزء السابع، ما روت زينب الثقفية، روایت نمبر ۱۶۵۳)

میں اس امر کا خیال رکھا بلکہ حکم دیا کہ اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ اپنے طور پر دی جائے۔ چنانچہ کشفُ الغُمَّہ میں بایں الفاظ تصریح ہے: كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُوَلِّيُ النَّاسَ تَفْرِقَةَ زَكَاةِ اَمْوَالِهِمُ الْبَاطِنَةِ وَكَانَ يَكِلُ اَمْرَ الْاَمْوَالِ الظَّاهِرَةِ اِلَى الْوُلَاةِ اَحَبَّ النَّاسُ ذٰلِكَ اَمْ كَرِهُوْهُ. (كشف الغمّة عن جميع الأمّة، كتاب أحكام الزكاة، باب كيفية إخراج الزكاة وتعجيلها، فصل فى حكم أخذ القيمة) اور مبسوط سرخسی میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے: فَوَّضَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْاَدَاءَ اِلَى اَرْبَابِ الْاَمْوَالِ لَمَّا خَافَ الْمُشَقَّةَ وَالْحَرَجَ فِي تَفْتِيْشِ الْاَمْوَالِ عَلَيْهِمْ مِنْ سُعَاةِ السُّوْءِ فَكَانَ ذٰلِكَ تَوْكِيْلًا مِنْهُ لِصَاحِبِ الْمَالِ بِالْاَدَآءِ فَنُفِّذَ تَوْكِيْلًا لِاَنَّهُ كَانَ عَنْ نَّظْرٍ صَحِيْحٍ. (المبسوط، كتاب الزكاة، الفصل الرابع) یعنی حضرت عمرؓ نے اموالِ باطنہ کی تقسیم خود صاحب نصاب کے سپرد کی۔ مگر اموالِ ظاہرہ کی تحصیل و تقسیم کارکنانِ حکومت کا فرض قرار دیا؛ لوگ پسند کریں یا نہ کریں۔ حضرت عثمانؓ نے بھی اسی طرح کیا۔ جب اُنہیں برے کارکنوں سے لوگوں کی تکلیف کا خوف ہوا کہ وہ اُن کے مالوں کی چھان بین میں غلط رویہ اختیار کریں گے اور یہ بات مسئلہ سے متعلق آپ کی صحت فکر و نظر کا نتیجہ ہی تھا کہ آپ نے ایسا فرق ملحوظ رکھا۔ تا کہ اموالِ باطنہ کی تحقیق وغیرہ سے لوگوں کو کسی مشقت کا سامنا نہ ہو اور کارکنوں کو دست اندازی کا موقع نہ ملے۔ ان خلفاءؓ کے متعلق یہاں تک مروی ہے کہ اگر کوئی اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ لاتا تو واپس کر دیتے اور تلقین فرماتے کہ مقامی حاجت مندوں میں تقسیم کی جائے۔

(دیکھئے كشف الغمة، كتاب أحكام الزكاة، باب كيفية إخراج الزكاة وتعجيلها، فصل فى حكم أخذ القيمة)

بَاب ٤٩

قَوْلُ اللهِ تَعَالَى: وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اور گردنوں کی آزادی میں اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو (التوبة: ٦٠)

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُعْتِقُ مِنْ زَكَاةِ مَالِهِ وَيُعْطِي فِي الْحَجِّ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنِ اشْتَرَى أَبَاهُ مِنَ الزَّكَاةِ جَازَ وَيُعْطِي فِي الْمُجَاهِدِيْنَ وَالَّذِي لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ تَلَا إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ (التوبة: ٦٠)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکور ہے کہ (انہوں نے کہا:) اپنے مال کی زکوٰۃ سے غلام کو آزاد کرے اور حج کے لئے دے اور حسن (بصری) نے کہا: اگر زکوٰۃ سے اپنے باپ کو خریدے (اور اسے آزاد کردے) تو جائز ہوگا اور جہاد کرنے والوں کے لئے بھی دے اور اسے بھی جس نے حج نہ کیا ہو۔ اس کے بعد انہوں نے یہ آیت پڑھی: ان مصرفوں میں

الْآيَةَ فِي أَيِّهَا أَعْطَيْتَ أَجْزَأَتْ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خَالِدًا احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي لَاسٍ حَمَلَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجِّ.

سے جس میں بھی تم زکوٰۃ کا مال دو گے؛ فریضہ زکوٰۃ کے حق کو ادا کر دو گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالد نے تو اپنی زرہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دی ہیں اور حضرت ابولاس (زیاد خزاعیؓ) سے مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کے اونٹ پر سوار کر کے حج کے لئے روانہ کیا۔

١٤٦٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ فَقِيْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيْلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيْلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيْرًا فَأَغْنَاهُ اللهُ وَرَسُوْلُهُ وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُوْنَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا.

١٤٦٨: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابوزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا۔ آپؐ سے کہا گیا: ابن جمیل اور خالد بن ولید اور عباس بن عبدالمطلب نے (زکوٰۃ) نہیں دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ابن جمیل اسی لئے برا مناتا ہے کہ وہ فقیر تھا۔ اسے اللہ اور اس کے رسول نے مالدار بنا دیا ہے اور خالد جو ہے تو تم خالد پر ظلم کرتے ہو۔ اُس نے تو اپنی زرہیں اور اپنا ساز وسامان اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دیا اور عباس بن عبدالمطلب جو ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں اور وہ (یعنی زکوٰۃ) اُن پر فرض ہے اور اس کے علاوہ اتنی ہی اور۔

تَابَعَهُ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيْهِ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ هِيَ عَلَيْهِ

(شعیب کی طرح) ابن ابی زناد نے بھی اپنے باپ سے یہی روایت کی اور ابن اسحٰق نے ابوزناد سے روایت

وَمِثْلُهَا مَعَهَا. وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ حُدِّثْتُ عَنِ الْأَعْرَجِ مِثْلَهُ.

کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے: زکوٰۃ ان پر واجب ہے اور اتنی ہی اور۔ اور ابن جریج نے کہا: اعرج سے روایت کرتے ہوئے مجھے مِثْلُهَا کی جگہ مِثْلَهُ بتایا گیا۔

تشریح: وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ: آیتِ صدقہ محولہ بالا کی تشریح کے بارے میں بھی ائمہ کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ امام مالکؒ نے رِقاب سے مراد لونڈی غلام لی ہے۔ جنہیں خلیفہ وقت مالِ زکوٰۃ سے خرید کر آزاد کرے اور ایسے آزاد کردہ لونڈی اور غلام کا ورثہ بیت المال کا حق ہوگا۔ امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ مکاتب غلام ہے، جس نے اپنے مالک سے کچھ نقدی مقرر کر کے آزادی حاصل کی ہو اور پھر محنت مزدوری کر کے اسے بالاقساط یا جمع کر کے یکمشت ادا کرے۔ مگر بعض فقہاء نے مکاتب غلاموں کو غارِمِین یعنی مقروضوں میں شامل کیا ہے اور الرِّقاب سے مطلق غلامی سے آزادی دلانا مراد ہے قطع نظر اس سے کہ غلام مکاتب ہو یا غیر مکاتب، مسلم ہو یا غیر مسلم اور اس میں وہ بھی شامل ہیں جو بمنزلہ غلام ہوں۔ مثلاً قرض کی عدم ادائیگی کی وجہ سے قید میں ہوں۔ اَلْغَارِمِین سے وہ لوگ مراد ہیں جو براہِ راست ذمہ دار نہیں بلکہ کسی کی ضمانت دینے کی وجہ سے ماخوذ ہوں یا کسی رشتہ دار کی دیت اُنہیں دینی پڑے یا کسی اتفاقی حادثہ یا قصور کی وجہ سے جو اُن سے سرزد ہو گیا ہو، زیر بار ہوں یا تجارت میں دیوالیہ نکل گیا ہو۔ ایسے اشخاص اَلْغَارِمِین کی شق میں شامل ہیں۔ الفاظ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ کی تشریح میں امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے جہاد اور سرحدوں کی حفاظت جیسے کام مراد لئے ہیں۔ مگر امام شافعیؒ نے غازی مراد لیتے ہوئے یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ مستحق ہو اور اسی شہر کا رہنے والا ہو۔ کیونکہ بموجب ارشادِ نبویؐ تُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ (روایت نمبر ۱۴۵۸) زکوٰۃ ان کے نزدیک ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل نہیں کی جاسکتی اور بعض نے فِي سَبِيلِ اللّٰهِ سے حج مراد لیا ہے۔ غرض اس قسم کے فقیہانہ اختلاف مدنظر رکھتے ہوئے اس حصہ آیت کے تحت الگ باب قائم کیا ہے اور عنوانِ باب میں کچھ حوالے بھی پیش کئے ہیں۔ جن میں غلاموں اور جنگی قیدیوں کی آزادی اور مجاہدین اور حج کے لئے جانے والوں کی امداد میں خرچ کرنے کی صورتیں مروی ہیں۔ ان حوالہ جات اور ائمہ کی تشریحات کے پیشِ نظر سبیل اللہ کا مصرفِ زکوٰۃ علی الاطلاق ملّی و ملکی تنظیم و استحکام اور رفاہِ عامہ کے کاموں پر حاوی ہے۔ آیت متعلقہ مصارفِ زکوٰۃ جامع آیت ہے جو فردی اور اجتماعی ضرورتوں کو شامل رکھتی ہے۔

(حوالوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۴۱۸- عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۴۴)

ان تمام صورتوں کو قبول کرتے ہوئے باب کے ذیل میں امام بخاریؒ نے جو روایت پیش کی ہے، اس سے مصرفِ زکوٰۃ کی وسعت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضرت خالدؓ بن ولید ایک مجاہد انسان تھے جو ہر وقت مسلح و برسر پیکار رہتے اور اس غرض کے لئے سامانِ جنگ پر وہ خرچ کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے اِس خرچ کو ان کی طرف سے فِي سَبِيلِ اللّٰهِ کی شق کے تحت قبول فرمایا ہے۔ ابوجہم بن جمیلؓ کے زکوٰۃ نہ دینے کو آپؐ نے ناپسند کیا اور اپنے چچا

سے زکوٰۃ دُگنی لینے کا ارشاد فرمایا۔ ان کے مقامِ قرابت کی وجہ سے دوگنا وصول کیا اور خالد بن ولیدؓ کی طرف سے معذرت فرمائی۔ خلاصہ یہ کہ امام مصرفِ زکوٰۃ سے متعلق وسعت اختیار کرنے کا مجاز ہے۔ آپؐ نے صدقہ کے اونٹوں پر حج کرنے کے لئے بعض صحابہ کو سوار کیا۔ (دیکھئے باب ۴۹) اور آپؐ کا یہ تصرف بھی فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ کی شق میں داخل ہے۔

قرآنِ مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام وہ کام جو رعایا کی بہبود واستحکام وحفاظت اور ان کی ترقی کے لئے ضروری ہیں مصرفِ زکوٰۃ سے متعلق ہیں۔ یعنی علماء کے نزدیک اس میں ملک کے نظم ونسق وتعمیری کام مثلاً شفا خانے، سڑکوں اور پلوں کی تعمیر اور پولیس اور فوج وغیرہ کے انتظامات سب شامل ہیں۔ امام مالکؒ بھی اسی وسعتِ مصرف کی تائید میں ہیں۔ کتاب الاحکام (ابن عربی) میں اُن کا قول اِن الفاظ میں منقول ہے: سُبُلُ اللّٰهِ كَثِيْرَةٌ......وَفِيْهَا الْغَزْوُ. یعنی اللہ کی راہیں جن میں مصرفِ زکوٰۃ سے خرچ کیا جانا چاہیے بہت ہیں اور اُن میں جنگیں بھی شامل ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نزدیک آیت اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ میں لفظ اِنَّمَا حصر کے لئے نہیں جس سے بعض فقہاء نے سمجھا ہے کہ مذکورہ اقسام کے سوا زکوٰۃ خرچ نہ کی جائے۔ شاہ صاحب موصوفؒ نے ان کی اِس غلط فہمی کو بایں الفاظ دور فرمایا ہے: اَلْحَصْرُ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ اِضَافِيٌّ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا طَلَبَهُ اللّٰهُ الْمُنَافِقُوْنَ فِيْ صَرْفِهَا فِيْمَا يَشْتَهُوْنَ. (حجة الله البالغة، ابواب الزكاة، بيان المصارف) یعنی منافق چاہتے تھے کہ زکوٰۃ اُن کی خواہشات پوری کرنے کے لئے دی جائے۔ انہیں جواب دیا گیا ہے کہ زکوٰۃ کا مصرف تو فلاں فلاں قسم کے محتاجوں اور فی سبیل اللہ یعنی رفاہِ عامہ کے لئے ہے۔ غرض فی سبیل اللہ کی اصطلاح میں بہت وسعت ہے اور اسی وسعت کی طرف توجہ منعطف کروانے کی غرض سے مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ امام موصوفؒ نے سورۂ توبہ کی جس آیت (نمبر ۶۰) کا حوالہ دیا ہے، اُس میں مصارفِ زکوٰۃ کی آٹھ قسمیں بیان ہوئی ہیں جن کی تشریح متعدد ابواب میں اختلافِ فقہاء کے پیش نظر الگ الگ کی گئی ہے۔ یہ آٹھ قسمیں حسب ذیل ہیں:

(۱) اَلْفُقَرَآءِ– اس کی تشریح باب ۵۲، ۵۳ میں ہے۔ (۲) اَلْمَسَاكِيْنِ– اس کی تشریح کے لیے باب ۵۰ دیکھئے۔

(۳) وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا یعنی عملہ تحصیل زکوٰۃ– اس کی تشریح کے لیے باب ۶۷ دیکھئے۔

(۴) اَلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ– اس کی تشریح کے لیے دیکھئے باب ۵۳ روایت نمبر ۱۴۷۸۔

(۵) وَفِي الرِّقَابِ یعنی غلاموں وغیرہ کی گلوخلاصی– اس کی تشریح کے لیے دیکھئے باب ۴۹۔

(۶) اَلْغَارِمِيْنَ یعنی جو دوسروں کی وجہ سے مالی طور پر زیر بار ہوں– اس کی تشریح کے لیے دیکھئے باب ۴۹، ۵۳۔

(۷) فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنی رفاہِ عامہ– اس کے لیے دیکھئے باب ۴۹۔

(۸) وَابْنِ السَّبِيْلِ یعنی مسافر– اس کے لیے دیکھئے باب ۶۸۔

اس باب میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے، اُس میں مستحقین زکوٰۃ کے زمرہ میں مؤلفۃ القلوب کا بھی ذکر ہے۔ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی ایمانی حالت کمزور ہو اور وہ تعلیم وتربیت اور اصلاحِ نفس کے محتاج ہوں اور وہ لوگ بھی جو اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہیں اور ضرورت ہے کہ ان سے نیک رابطہ قائم کیا جائے۔ فتنہ وفساد کا انسداد بھی اخراجات چاہتا ہے۔ یہ مصرف بھی اسی شق میں شامل ہے۔

بَاب ٥٠: اَلْإِسْتِعْفَافُ عَنِ الْمَسْأَلَةِ

سوال سے بچنا

١٤٦٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوْهُ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَأَلُوْهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتَّى نَفِدَ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ مَا يَكُوْنُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ وَمَنْ يَّتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ عَطَاءً خَيْرًا وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ.

اطرافه: ٦٤٧٠۔

۱۴۶۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا کہ ابن شہاب سے مروی ہے۔ انہوں نے عطاء بن یزید لیثی سے، عطاء نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے مانگا۔ آپؐ نے اُنہیں دیا۔ پھر انہوں نے آپؐ سے مانگا اور آپؐ نے انہیں دیا۔ پھر انہوں نے آپؐ سے مانگا اور آپؐ نے انہیں دیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے پاس جو تھا وہ ختم ہوگیا۔ آپؐ نے فرمایا: جو مال بھی میرے پاس ہوگا، میں اس کو تم سے ہرگز چھپا نہیں رکھوں گا اور جو سوال سے بچے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اُسے بچائے گا اور جو (دنیا کے مال سے) بے نیاز ہونا چاہے گا، اللہ تعالیٰ بھی اُسے بے نیاز کردے گا اور جو اپنے نفس پر زور ڈال کر صبر کرے گا، اللہ تعالیٰ بھی اس کو صبر دے گا اور صبر سے بڑھ کر وسیع اور بہتر کسی کو بھی کوئی نعمت نہیں دی گئی۔

١٤٧٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَنْ

۱۴۷۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا کہ ابوزناد سے مروی ہے۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُسی کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری

يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّأْتِيَ رَجُلًا فَيَسْأَلَهُ أَعْطَاهُ أَوْ مَنَعَهُ.

اطرافه: ١٤٨٠، ٢٠٧٤، ٢٣٧٤.

جان ہے یہ بہتر ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی رسی لے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیاں اُٹھا لائے بہ نسبت اس کے کہ وہ کسی شخص کے پاس آئے اور اُس سے مانگے۔ وہ اُسے دے یا نہ دے۔

١٤٧١: حَدَّثَنَا مُوْسَى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوْهُ.

اطرافه: ٢٠٧٥، ٢٣٥٣.

۱۴۷۱: موسیٰ (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے، حضرت زبیرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنی رسی لے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اُٹھا کر لائے اور پھر اُسے بیچے اور اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس کی آبرو کو بچائے رکھے۔ یہ بات اُس کے لئے بہتر ہے اس بات سے کہ وہ لوگوں سے مانگے، وہ اس کو دیں یا نہ دیں۔

١٤٧٢: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ يَا

۱۴۷۲: عبدان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیّب سے روایت کی کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا۔ آپؐ نے مجھے دیا۔ پھر میں نے آپؐ سے مانگا۔ پھر آپؐ نے دیا۔ پھر میں

حَكِيْمُ إِنَّ هَذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَدْعُو حَكِيْمًا إِلَى الْعَطَاءِ فَيَأْبَى أَنْ يَّقْبَلَهُ مِنْهُ ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ فَأَبَى أَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي أُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى حَكِيْمٍ أَنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هَذَا الْفَيْءِ فَيَأْبَى أَنْ يَّأْخُذَهُ فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيْمٌ أَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تُوُفِّيَ.

نے آپؐ سے مانگا۔ پھر آپؐ نے دیا۔ پھر فرمایا: حکیم! یہ مال تو ہرا بھرا میٹھا ہے۔جس نے اس کو سخاوتِ نفس (یعنی استغناء) سے لیا تو اس کے لئے اس (مال) میں برکت دی جائے گی اور جس نے نفس کے لالچ سے لیا، اُس کے لیے اس میں برکت نہیں ڈالی جائے گی اور وہ اسی شخص کی مانند ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اونچا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ حضرت حکیمؓ کہتے تھے: میں نے کہا: یارسول اللہ! اُسی کی قسم جس نے آپؐ کو سچائی دے کر بھیجا ہے، میں آپؐ کے سوا کسی سے بھی کچھ نہیں لوں گا یہاں تک کہ دنیا سے چلا جاؤں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیمؓ کو وظیفہ دینے کے لئے بلاتے تو وہ اُن سے وظیفہ لینے سے انکار کر دیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں بلایا کہ انہیں وظیفہ دیں تو بھی انہوں نے انکار کر دیا کہ اُن سے کچھ لیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہوں۔ حکیم کو میں (بیت المال کی) آمدنی سے اُن کا حق پیش کرتا ہوں اور وہ انکار کرتے ہیں۔ اُسے نہیں لیتے۔ چنانچہ حضرت حکیمؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا لوگوں میں سے کسی سے کچھ نہیں لیا؛ یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئے۔

اطرافہ: ٢٧٥٠، ٣١٤٣، ٦٤٤١۔

تشریح: **اَلْاِسْتِعْفَافُ عَنِ الْمَسْئَلَةِ:** مقاصدِ دینیہ کے لئے مانگنا جائز ہے مگر اپنی ذات کے لئے نہیں۔ باب نمبر ۵۰ کی پہلی روایت میں نصیحت ہے۔ دوسری و تیسری روایت میں محنت مزدوری کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ چوتھی روایت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت حکیم بن حزامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت پر اس عمدگی سے عمل کیا کہ کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے اپنے

عہدِ خلافت میں اُن کا واجبی وظیفہ پیش کرنے پر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔

مَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ: جو سوال سے بچنا چاہے گا، اللہ تعالیٰ اسے بچائے گا۔ **وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ** جو لوگوں سے بے نیاز ہونا چاہے، اللہ اُسے بے نیاز کر دے گا۔ آج کل مسلمانوں میں اس قدر مانگنے والے فقیر اور درویش ہیں کہ کسی شہر میں چلے جاؤ، ان کی کثرت بھیانک نظارہ پیش کرتی ہے۔ **ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ...... ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا.** (البقرة: ٦٢) یہ ذلت و مسکنت کی مار ان پر اس لئے پڑی کہ انہوں نے نافرمانی کی۔ جو ذلیل سے ذلیل قومیں تھیں، وہ محنت و مزدوری کر کے غنی ہو گئیں۔ جو غنی تھیں وہ مزدوری کو خلافِ عزت سمجھتے ہوئے محتاج و ذلیل ہو گئیں۔ اسلام نے زکوٰۃ و صدقات کا سلسلہ اس لئے نہیں قائم کیا تھا کہ سوالیوں اور فقیروں کی کثرت ہو بلکہ اس لئے کہ جن کے پاس روزی کمانے کے وسائل نہیں؛ وسائل بہم پہنچا کر وہ کمانے کے قابل بنائے جائیں۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اسلام کے حکم کی غرض و غایت کو اچھی طرح سمجھا اور اس کے مطابق عمل کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب غنی ہو گئے اور اُن میں کوئی زکوٰۃ و صدقہ قبول کرنے والا باقی نہ رہا۔ (روایت نمبر ۱۴۱۲) زکوٰۃ کے مصارف میں مساکین کا طبقہ شامل کیا گیا ہے۔ اس سے مراد بالاتفاق وہ لوگ نہیں جو بھیک مانگتے پھریں۔ **لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ.** (روایت نمبر ۱۴۷۹) یعنی مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے پاس گھومتا پھرے۔ ایک دو لقمے اور ایک دو کھجوریں اُس کو دَر بدر لے جائیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس سرمایہ نہیں کہ اپنے معاش کی صورت پیدا کر سکے اور نہ اُس کا حال کسی کو معلوم ہو کہ اس کو صدقہ دے اور نہ وہ اُٹھ کر لوگوں سے سوال کرتا پھرتا ہو۔ ہاں اس کی حالت فراست سے معلوم کی جا سکتی ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال کو بقدرِ امکان ردّ نہیں کیا کرتے تھے۔ شرم و حیا اور جود و سخا کے اوصافِ حمیدہ سے آپؐ کی ذاتِ مبارک ستودہ صفات غایت درجہ متصف تھی۔ آپؐ نے اس موقع پر جبکہ آپؐ کے پاس دینے کے لئے کچھ نہ تھا؛ درد بھرے دل سے ایسی نصیحت فرمائی جس نے بہتوں کو سوال کی احتیاج سے مستغنی کر دیا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت حکیم بن حزامؓ بھی انہی لوگوں میں سے ہیں۔ (اس تعلق میں دیکھئے کتاب الجہاد تشریح باب ۲۴ روایت نمبر ۲۸۲۱) حضرت حکیم بن حزامؓ بعثت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقوں میں سے تھے اور فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ غزوۂ حنین میں قبائل ہوازن کے اموالِ غنیمت میں سے انہیں بھی ایک سو اُونٹ دیئے گئے تھے۔ مزید طلب پر ایک سو اُونٹ اور دیئے گئے۔ اس پر بھی کفایت نہ کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو اُونٹ اور دیئے اور مذکورہ بالا نصیحت فرمائی۔ اس نصیحت کا اُن پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ ایک سو اُونٹ ہی پر کفایت کی اور آپؐ کی نصیحت میخ آہنی کی طرح ان کے دل میں گڑ گئی اور انہوں نے قابلِ رشک نمونہ دکھایا۔ (الإصابة - ذكر حكيم بن حزام بن خويلد)
(المعجم الكبير للطبراني - ما اسند حكيم بن حزام، روایت نمبر ۳۰۸۲، جزء ۳ صفحہ ۱۹۰)

وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ: اَشْرَفَ کے معنے ہیں جھانکا۔ اشرافِ نفس سے مراد یہ ہے کہ ملنے کے

باوجوداُور حاصل کرنے کے لئے جھانکنا۔یعنی حرص وطمع کرنا اور قانع نہ ہونا۔اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھائے اور سیر نہ ہو۔ایسا کھانا اس کے لئے طبعاً وبالِ جان ہوگا۔غرض برکت کثرت وفراوانی میں نہیں بلکہ قناعت اور استغناءِ نفس میں ہے جو تھوڑی شئے میں بھی بآسانی حاصل ہوسکتی ہے۔قناعتِ نفس؛ راحت کا وہ احساس پیدا کرتا ہے جو دولت کی فراوانی نہیں کرسکتی۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ دولت کی فراوانی اِشرافِ نفس طمع وحرص کے بیسیوں دریچے کھول کر راحت کو اضطراب کی دائمی کیفیت میں تبدیل کر دیتی ہے اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے: كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ۔یعنی وہ اس شخص کی مانند ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔اور آیت وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o (الحشر: ١٠) {پس جو کوئی بھی نفس کی خساست سے بچایا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔} میں اسی حرص سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔شُحَّ کے معنے حرص اور بخل دونوں ہوتے ہیں۔سورۃ التغابن کی آیت نمبر ۱۷ میں شُحَّ بمعنے بخل وارد ہوا ہے اور سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۲۹ میں یہ لفظ دونوں معنوں میں ہے۔ان آیتوں میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ فلاح یعنی کامرانی اِسی امر میں ہے کہ انسان قانع ہو؛ حریص نہ ہو۔

بَاب ٥١: مَنْ أَعْطَاهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ وَّلَا إِشْرَافِ نَفْسٍ

جس کو اللہ تعالیٰ بغیر مانگے اور بغیر طمعِ نفس کے دے

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (الذاريات: ٢٠)

اور اُن کے مالوں میں مانگنے والے کا اور اس کا جو مانگنے سے محروم ہے؛ حق ہے۔

١٤٧٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ فَأَقُوْلُ أَعْطِهِ مَنْ هُوَ أَفْقَرُ إِلَيْهِ مِنِّي فَقَالَ خُذْهُ إِذَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ.

اطرافه: ٧١٦٣، ٧١٦٤۔

۱۴۷۳: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے ہمیں بتایا۔انہوں نے یونس سے، یونس نے زہری سے، زہری نے سالم سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے حضرت عمرؓ سے سنا۔وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وظیفہ دیتے تو میں کہتا: آپؐ اُن کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ اِس کے محتاج ہوں تو آپؐ فرماتے: اس مال میں سے جب کچھ تمہارے پاس آئے تو اُسے ایسی حالت میں لے لو جبکہ تم نہ خواہشمند ہو اور نہ سائل اور جو نہ ملے تو اپنے نفس کو اُس کے پیچھے مت لگاؤ۔

تشریح: مَنْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ وَّلَا اِشْرَافِ نَفْسٍ: امام بخاریؒ نے عنوانِ باب ”مَنْ“ سے قائم کر کے اور مذکورہ بالا آیت کا حوالہ دے کر جملہ شرطیہ کا جواب محذوف کر دیا ہے۔ آیت سے ظاہر ہے کہ دولتمندوں کی دولت میں دوسروں کا حق ہے۔ بغیر سوال کے اگر یہ حق کسی کو دیا جائے تو کیا وہ لینے سے انکار کر سکتا ہے؟ امام بخاریؒ نے اس کا جواب اس لئے حذف کر دیا ہے کہ اس کا تعلق مختلف حالات سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو بیت المال سے بطور حق دیا تھا۔ آپؐ نے اُن کو عامل یعنی محصل زکوٰۃ مقرر کیا تھا۔ (فتح الباری جزء۳صفحہ۴۲۵) قرآنِ مجید کے ارشاد وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا (التوبة: ٦٠) کے مطابق انہیں اس خدمت کا حق ملنا چاہیئے تھا۔ مگر انہوں نے لینے سے انکار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے اس شبہ کا ازالہ فرمایا کہ لینے کیلئے فقر و فاقہ ہی شرط نہیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر کہا: آپؐ کا عطیہ میں نے قبول کر لیا۔ یہاں دونوں صورتیں پائی جاتی ہیں۔ سوال بھی نہیں اور لالچ نفس بھی نہیں۔ اَلْمَحْرُوْم کے معنی اَلْمُتَعَفِّفُ الَّذِىْ لَا يَسْأَلُ (فتح الباری جزء۳صفحہ۴۲۵) یعنی عفیف جو باوجود احتیاج کے نہیں مانگتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بے زبان جانوروں کو بھی اَلْمَحْرُوْم کے ذیل میں شمار کیا ہے۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی، زیرعنوان ایصالِ خیر کی اقسام، صفحہ۴۳- روحانی خزائن جلد۱۰صفحہ۳۵۷)

قرآنِ مجید نے ایسے عمال یعنی کارکنوں کو جو غنی ہوں، ارشاد فَلْيَسْتَعْفِفْ سے ترغیب دی ہے کہ وہ اموالِ یتامیٰ کی حفاظت کا حقِ معاوضہ نہ لیں۔ (النساء: ۷) قومی خدمات میں بھی یہی ارشاد ملحوظ رکھا جا سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بتقاضائے جذبہ ایثار انکار کیا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی احتیاج کا اچھی طرح علم تھا۔ خود اُن کے اپنے الفاظ مَنْ هُوَ اَفْقَرُ مِنِّىْ بھی دلالت کرتے ہیں کہ وہ دولتمند نہ تھے۔

بَاب ٥٢: مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا

جو لوگوں سے اپنی دولت بڑھانے کے لئے مانگے

١٤٧٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي

۱۴۷۴: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا کہ عبیداللہ بن ابی جعفر سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حمزہ بن عبداللہ بن عمر سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی ہمیشہ لوگوں سے مانگتا رہتا ہے؛ یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ ایسی

وَ جْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ.

حالت میں آئے گا کہ اُس کے منہ پر گوشت کی بوٹی بھی نہ ہوگی۔

١٤٧٥ : وَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ تَدْنُو يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَبْلُغَ الْعَرَقُ نِصْفَ الْأُذُنِ فَبَيْنَا هُمْ كَذَلِكَ اسْتَغَاثُوْا بِآدَمَ ثُمَّ بِمُوْسَى ثُمَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَادَ عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ فَيَشْفَعُ لِيُقْضَى بَيْنَ الْخَلْقِ فَيَمْشِي حَتَّى يَأْخُذَ بِحَلْقَةِ الْبَابِ فَيَوْمَئِذٍ يَبْعَثُهُ اللهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَحْمَدُهُ أَهْلُ الْجَمْعِ كُلُّهُمْ وَقَالَ مُعَلَّى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْأَلَةِ.

۱۴۷۵: اور فرمایا: سورج قیامت کے دن اتنا قریب ہوگا کہ پسینہ کان کے نصف تک پہنچ جائے گا۔ لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ وہ حضرت آدمؑ سے فریاد کریں گے۔ پھر حضرت موسیٰ ؑ سے۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور عبداللہ (بن صالح) نے اپنی روایت میں اتنا بڑھایا۔ (کہا:) لیث نے مجھ سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابن ابی جعفر نے مجھ سے بیان کیا: پھر آپؐ سفارش کریں گے کہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ آپؐ جا کر دروازے کا کنڈا تھام لیں گے۔ اُس دن اللہ تعالیٰ آپؐ کو مقامِ محمود پر کھڑا کرے گا۔ مجمع کے سب لوگ آپؐ کی تعریف کریں گے اور معلّی نے کہا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ نعمان بن راشد سے مروی ہے۔ انہوں نے زہری کے بھائی عبداللہ بن مسلم سے، عبداللہ بن مسلم نے حمزہ (بن عبداللہ) سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے سوال کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی ہی حدیث بیان کی۔

اطرافه: ٤٧١٨

تشریح: مَنْ سَأَلَ النَّاسَ تَكَثُّرًا: امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ باب نمبر۵۲ کا عنوان روایت مَنْ سَأَلَ النَّاسَ اَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا سے ماخوذ ہے جو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں نقل کی ہے۔ (مسلم، کتاب الزکاة، باب کراهة المسألة للناس) (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۲۷)

اس باب میں اسی روایت کی تحقیق و تصحیح مدنظر ہے۔ جیسا کہ روایت نمبر ۱۴۷۵ کے آخر میں معلّی کی روایت کے حوالے سے بھی ظاہر ہے کہ مندرجہ سند کے ساتھ حدیث کا پہلا حصہ (مذکورہ نمبر ۱۴۷۴) ہی اصل روایت قرار دیا گیا ہے۔ وَقَالَ اِنَّ الشَّمْسَ...... کا تعلق اس سے نہیں۔ یہ روایت الگ ہے۔ گویا امام بخاریؒ کے نزدیک مَنْ سَأَلَ النَّاسَ

اَمْـوَالَهُمْ تَكَثُّرًا اور مَـا يَـزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ دونوں کا مفہوم ایک ہے۔امام مسلمؒ کی روایت معناً درست ہے۔ لیکن جواب مَنْ سَأَلَ ...... میں اختلاف ہے۔ فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا کی جگہ لَيْـسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ ہے۔ چہرے پر گوشت نہ ہوگا یعنی رونق نہ ہوگی کہ اُس نے مانگ مانگ کر اپنی عزت وآبرو ضائع کر دی۔عالمِ آخرت میں سلسلہ مجازاۃ اس دنیا میں کئے ہوئے اعمال کے ہم شکل ہوگا۔(اس ضمن میں دیکھئے روایت نمبر ۱۴۰۷، ۱۴۴۳، ۱۴۶۰) طبرانیؒ اور بزارؒ نے حضرت مسعود بن عمروؓ کی ایک مرفوع روایت نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يُسْأَلُ وَهُوَ غَنِيٌّ حَتَّى يُخْلَقَ وَجْهُهُ فَلَا يَكُوْنُ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ وَجْهٌ. (المعجم الكبير للطبرانی، من اسمه مسعود، روایت نمبر ۷۹۰، جزء ۲۰ صفحہ ۳۳۳) (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۴۲۷) یعنی غنی ہو کر مانگنے والے انسان کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی عزت وقدر نہ ہوگی۔ وَجْهٌ کے معنی وجاہت۔

بَاب٥٣: قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے

(البقرة:٢٧٤)

وَكَمِ الْغِنَى وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ {لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ إِلَى قَوْلِهِ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ☆} (البقرة:٢٧٤)

اور کتنا مال دولتمندی کہلاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ وہ اتنا مال نہیں پاتا جو اُس کی ضرورت پوری کر دے۔{جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اُن محتاجوں کو دیا جائے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھر گئے ہیں۔ملک میں چل پھر نہیں سکتے۔ناواقف انہیں بوجہ سوال سے بچنے کے مالدار خیال کرتا ہے۔ .... تو اللہ تعالیٰ یقیناً اسے خوب جانتا ہے۔☆}

١٤٧٦: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

۱۴۷۶: حجاج بن منہال نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن زیاد نے مجھے بتایا۔انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

☆ یہ حصہ عبارت عمدۃ القاری کے متن کے مطابق ہے۔(عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۵۹) نیز صحیح بخاری مطبوعہ آرام باغ میں الفاظ "يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ" بھی موجود ہیں۔ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي تَرُدُّهُ الْأُكْلَةُ وَالْأُكْلَتَانِ وَلَكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي لَيْسَ لَهُ غِنًى وَيَسْتَحْيِيْ أَوْ لَا يَسْأَلُ النَّاسَ إِلْحَافًا.

اطرافه: ١٤٧٩، ٤٥٣٩.

روایت کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: مسکین وہ نہیں ہے جو ایک دو لقمے کے لئے (دَربدر) مانگتا پھرے۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو محتاج ہو اور شرمائے اور لوگوں کے پیچھے پڑ کر نہ مانگے۔

١٤٧٧: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ عَنِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنِي كَاتِبُ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنِ اكْتُبْ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيْلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ.

۱۴۷۷: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اسماعیل بن عُلَیَّہ نے ہم سے بیان کیا۔ خالد حذاء نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے (سعید بن عمرو) بن اشوع سے، سعید نے شعبی سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے کارپرداز نے مجھ سے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو لکھا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث لکھ کر بھیجیں جو آپؐ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ چنانچہ انہوں نے معاویہ کو لکھا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین باتیں ناپسند فرمائی ہیں۔ بے فائدہ بات کرنا اور مال کو ضائع کرنا اور زیادہ سوال کرنا۔

اطرافه: ٨٤٤، ٢٤٠٨، ٥٩٧٥، ٦٣٣٠، ٦٤٧٣، ٦٦١٥، ٧٢٩٢.

١٤٧٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَعْطَى رَسُوْلُ اللّٰهِ

۱۴۷۸: محمد بن غریر زہری نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یعقوب بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے صالح بن کیسان سے، صالح نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عامر بن سعد نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے اپنے باپ (حضرت سعد بن ابی وقاصؓ) سے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيْهِمْ قَالَ فَتَرَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ رَجُلًا لَمْ يُعْطِهِ وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُمْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللهِ إِنِّي لَأُرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللهِ إِنِّي لَأُرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيْهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ وَاللهِ إِنِّي لَأُرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا {ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ☆} إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ.

روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو مال دیا اور میں بھی اُنہی میں بیٹھا ہوا تھا۔ (حضرت سعدؓ) کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ایک آدمی کو چھوڑ دیا۔ آپؐ نے اس کو نہیں دیا اور اُن لوگوں میں سے وہی مجھے زیادہ پسند تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اُٹھ کر گیا اور آپؐ سے راز میں بات کی۔ فلاں سے متعلق آپؐ کا کیا خیال ہے؟ اللہ کی قسم! میں تو اُسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: یا مسلم۔ حضرت سعدؓ کہتے تھے: میں تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر اُس کی نسبت جو میرا علم تھا، اُس نے مجھے بے بس کر دیا اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ نے فلاں کو کیوں چھوڑ دیا؟ بخدا میں تو اُسے مومن ہی سمجھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: یا مسلم۔ حضرت سعدؓ کہتے تھے: میں تھوڑی دیر خاموش رہا۔ پھر جو حال اُس کا جانتا تھا؛ اُس نے مجھ پر غلبہ کیا اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ نے فلاں کو کیوں چھوڑ دیا ہے؟ بخدا میں تو اُسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: یا مسلم۔ {تین بار یہی ہوا۔ آپؐ نے فرمایا:☆} میں ایک شخص کو دیتا ہوں۔ حالانکہ دوسرا شخص اُس سے زیادہ مجھ کو پیارا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ آگ میں اوندھے منہ نہ گرایا جائے۔

وَعَنْ أَبِيْهِ عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي

اور (یعقوب نے) اپنے باپ سے، ان کے باپ نے صالح سے، صالح نے اسماعیل بن محمد سے روایت کی کہ

☆ الفاظ "ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۴۲۹)

يُحَدِّثُ بِهَذَا فَقَالَ فِي حَدِيْثِهِ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ فَجَمَعَ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي ثُمَّ قَالَ أَقْبِلْ أَيْ سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ.

انہوں نے کہا: میں نے اپنے باپ (محمد بن سعد) سے سنا۔ وہ بھی یہی بیان کرتے تھے اور انہوں نے اپنی روایت میں یہ کہا: رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مارا اور میری گردن اور کندھے کے درمیانی حصے کو اپنے ہاتھ میں مضبوط پکڑ لیا اور اُس کے بعد فرمایا: سعد! اِدھر آؤ۔ میں ایک شخص کو دیتا ہوں۔ (آخر حدیث تک بیان کیا۔)

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ فَكُبْكِبُوْا (الشعراء:٩٥) قُلِبُوْا، مُكِبًّا (الملك:٢٢) أَكَبَّ الرَّجُلُ إِذَا كَانَ فِعْلُهُ غَيْرَ وَاقِعٍ عَلَى أَحَدٍ فَإِذَا وَقَعَ الْفِعْلُ قُلْتَ كَبَّهُ اللّٰهُ لِوَجْهِهِ وَكَبَبْتُهُ أَنَا.

ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: فَكُبْكِبُوْا کا لفظ جو (سورۃ الشعراء میں) آیا ہے اس کے معنی ہیں: اوندھے گرا دیئے گئے اور (سورۃ الملک) میں جو مُكِبًّا کا لفظ ہے وہ اَكَبَّ الرَّجُلُ سے ہے جبکہ اَكَبَّ کا فعل دوسرے پر واقع نہ ہو۔ (یعنی فعل لازم ہو) اور جب یہ فعل متعدی ہو تو تُو کہے گا: اللہ تعالیٰ نے اُسے اوندھے منہ گرا دیا اور میں نے اُسے اوندھے (منہ) گرایا۔

{قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ أَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ قَدْ أَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.☆}
اطرافه: ٢٧.

{ابوعبداللہ نے کہا: صالح بن کیسان؛ زہری سے بڑے ہیں اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ملے ہیں۔☆}

١٤٧٩: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي

۱۴۷۹: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے پاس گھومتا

☆ یہ عبارت عمدۃ القاری میں روایت نمبر ۱۴۷۸ کے ساتھ جبکہ فتح الباری میں روایت نمبر ۱۴۸۰ کے آخر میں درج ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۶۳) (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۴۲۹)

يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَكِنِ الْمِسْكِيْنُ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ بِهِ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ.

اطرافه: ١٤٧٦، ٤٥٣٩.

پھرے۔ ایک دو لقمے اور ایک دو کھجوریں اُس کو دَر بدر لے جائیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے جو اتنا مال نہیں پاتا کہ اس کی ضرورتوں کو پورا کر دے اور نہ اُس کا حال کسی کو معلوم ہو کہ اس کو صدقہ دے اور نہ وہ اُٹھ کر لوگوں سے سوال کرتا پھرتا ہو۔

١٤٨٠: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ ثُمَّ يَغْدُوَ أَحْسِبُهُ قَالَ إِلَى الْجَبَلِ فَيَحْتَطِبَ فَيَبِيْعَ فَيَأْكُلَ وَيَتَصَدَّقَ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ النَّاسَ.

اطرافه: ١٤٧٠، ٢٠٧٤، ٢٣٧٤.

۱۴۸۰: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ (اُنہوں نے کہا:) ہم سے اعمش نے بیان کیا، (کہا:) ابوصالح (ذکوان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے۔ پھر صبح کو- میرا خیال ہے یوں فرمایا- پہاڑ کی طرف نکل جائے اور لکڑیاں اکٹھی کرے اور اُن کو بیچے اور کھائے اور صدقہ بھی کرے۔ اُس کے لئے اِس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے۔

تشریح: **لَا يَسْـأَلُـوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا:** اگر سوال مطلق منع ہوتو حاجت مند کی حاجت کا علم دوسروں کو نہیں ہوسکتا۔ اسلام بھیک مانگنے کو قطعی طور پر بند کرتا ہے اور حکومتوں نے بھی قانوناً اسے ممنوع قرار دے دیا ہے۔ لیکن نفاذ کمزور ہے۔ عہدِ نبویؐ نے نہ صرف اس کا نفاذ تزکیہ نفس کے ذریعہ سے کیا۔ بلکہ اقتصادی حالات کو اتنا بہتر بنا دیا کہ صدقہ قبول کرنے والے ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے تھے۔ (روایت نمبر ۱۴۱۱)

بھیک مانگنے والا کون ہے؟ اَلَّـذِیْ تَرُدُّهُ الْاُكْلَةُ وَالْاُكْلَتَانِ؟ (روایت نمبر ۱۴۷۶، ۱۴۷۹) یعنی جو لقمہ لقمہ کے لئے دربدر مارا مارا پھرتا ہے؟ يَسْـئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا کا بھی یہی مفہوم ہے کہ وہ لوگوں سے لپٹے رہتے ہیں۔ یعنی مانگنا اُن کا پیشہ ہوگیا ہے۔ قرآنِ مجید نے ایسے لوگوں کو لَا يَسْـئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا فرما کر اُن محتاجوں کی فہرست سے خارج کر دیا ہے جو صدقات کے مستحق ہیں بلکہ فرماتا ہے: لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا....لَا يَسْـئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا. (البقرۃ:۲۷۴) یعنی ان محتاجوں کو صدقہ دیا جائے جو لوگوں سے نہیں مانگتے۔ مانگ کر روزی کمانے سے متعلق اسلام کی تعلیم سخت ہے۔ وہ

اسے غایت درجہ مکروہ فعل قرار دیتا ہے اور اس امر کو ترجیح دیتا ہے کہ انسان محنت مزدوری کر کے اپنی ضرورت کا سامان مہیا کرے۔ (روایت نمبر ۱۴۸۰) لیکن اس اعلیٰ تعلیم کے ساتھ اس نے بنی نوع انسان کے اس طبقہ کو نظر انداز نہیں کیا جو جسمانی طور پر کمزور اور معذور ہیں یا جن کی اقتصادی حالت اس قدر خراب ہے کہ کاروبار شروع نہیں کر سکتے اور امداد کے محتاج ہیں یا کسی اور سبب سے معذور ہیں۔ امام بخاریؒ نے قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی کہہ کر جس آیت کا حوالہ دیا ہے، وہ یہ ہے: لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○(البقرة:۲۷۴) یعنی (یہ مذکورہ بالا صدقات) اُن محتاجوں کے لئے ہیں جو اللہ کی راہ میں (دوسرے کاموں سے) روکے گئے ہیں (یعنی دین الٰہی کے کاموں پر انہیں سب کاموں سے فارغ کر کے لگا دیا گیا ہے۔) وہ ملک میں (آزادی سے) آ جا نہیں سکتے۔ (ایک) بے خبر (شخص اُن کے) سوال سے بچنے کے سبب سے انہیں غنی خیال کرتا ہے۔ تم اُن کی ہیئت سے پہچان سکتے ہو۔ وہ لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور تم جو اچھا مال بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، اللہ اُس سے یقیناً خوب واقف ہے۔

اس آیت سے جملہ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا الگ کر کے اس کو باب کا عنوان قائم کرنے سے اوّل یہ سمجھانا مقصود ہے کہ فقیر یا محتاج جنہیں صدقہ یا زکوٰۃ دینے کا حکم ہے، وہ لوگ نہیں جن کا پیشہ مانگنا ہے۔ دوم یہ کہ سوال کا لفظ وسعت رکھتا ہے۔ اشارہ کنایہ سے بھی انسان اپنی حاجت دوسرے پر ظاہر کر سکتا ہے۔ ایسے اظہار سے گو ممانعت نہیں۔ مگر تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ فرما کر اس بات کی تلقین کی ہے کہ مالدار کا یہ فرض ہے کہ ایسے حاجت مندوں کو اپنی دانش وفراست سے شناخت کرے۔ کیونکہ ان کی حالت تو زہد وتقویٰ اور حیاء کی وجہ سے یہ ہے کہ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (البقرة:۲۷۴) کہ ناواقف انہیں غنی سمجھتا ہے۔ اسلام جس طرح متمول افراد کو تلقین کرتا ہے کہ وہ بذاتِ خود اپنے ماحول میں اس بات کا خیال رکھیں کہ درحقیقت کون صحیح معنوں میں محتاج ہے۔ اسی طرح حکومت پر بھی یہ فرض عائد کرتا ہے کہ رعایا کی دیکھ بھال کرتی رہے اور ازخود محتاج کی حاجت براری کر کے انہیں مانگنے کی لعنت سے بچائے۔ اس امر کی طرف خاص طور پر توجہ دلانے کے لئے امام بخاریؒ اس باب کے ضمن میں روایت نمبر ۱۴۷۸ لائے ہیں۔ جس کا نفس مضمون سے کوئی تعلق بظاہر معلوم نہیں ہوتا اور شارحین کو اس کے حل کرنے میں دقت محسوس ہوئی ہے۔ مگر امام موصوفؒ نے مخصوص طریق بیان کے موافق قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ فَكُبْكِبُوْا ...... کہہ کر كَبَّ اور اَكَبَّ سے متعلق متعدی ولازم کی بحث محض اس لئے اُٹھائی ہے کہ وہ قارئین پر اس حدیث کے لانے کی غرض واضح کریں۔ خلاصہ روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (خَشْيَةَ اَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلٰى وَجْهِهٖ) بعض لوگوں کے متعلق یہ خدشہ ہوتا کہ کہیں وہ (سوال کرنے کی وجہ سے) اوندھے منہ آگ میں نہ ڈالے جائیں اور آپؐ ایسے کو ابتلاء سے بچانے کے لیے خود بخود دیا کرتے تھے۔ آپؐ کے اس عمل میں ہمارے لیے یہ نیک سبق ہے کہ ہم بھی محتاجوں کو مانگنے کے گناہ سے محفوظ رکھیں۔ جیسا کہ اُن کا بھی فرض ہے کہ وہ خود بچیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ تَعْرِفُهُمْ کا یہی مقصد ہے کہ خلیفہ وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

جانشین ہونے کی حیثیت سے، اسلامی حکومت زکوٰۃ کی تقسیم میں اور افرادِامّت اتباعِ سنت کے واجب ہونے کی وجہ سے انفرادی صدقات کی تقسیم میں اس بات کا انتظار نہ کیا کریں کہ محتاج آ کر خود مانگیں بلکہ اُنہیں خود ایسے محتاجوں کا علم رکھنا چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو نظرانداز کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عفت وعزتِ نفس کی اعلیٰ روح جو اسلام افراد میں پیدا کرنا چاہتا ہے، پیدا نہیں ہوگی۔ بلکہ مٹ جائے گی اور بھیک مانگنے کا سلسلہ وسیع ہوتا چلا جائے گا۔ آج جو مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت ہے۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ احکامِ اسلام کی بجا آوری میں حد درجہ غفلت وسہل انگاری ہے۔ اسلام قطعی طور پر مانگنے کے اس طریق کو روکتا ہے جو آج کل رائج ہے۔ بلکہ یہ چاہتا ہے کہ محتاج اپنی محتاجی کو پبلک پر ظاہر نہ ہونے دیں اور فقراء یعنی محتاجوں کی تعریف یہ کرتا ہے کہ **اَلَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ**..... جو خدمتِ دین کے لیے وقف ہوں اور اس وجہ سے کوئی دوسرا کاروبار کر کے صورتِ معاش پیدا نہ کر سکتے ہوں، یا وہ لوگ جو خدمتِ دین کرنا چاہتے ہیں مگر تنگ دست ہیں، یا وہ جو جنگ وغیرہ میں بیکار ہو چکے ہیں۔ **فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ** کا جملہ اپنے معانی ومقاصد کے اعتبار سے بہت وسعت رکھتا ہے اور رفاہِ عامہ کے تمام امور پر حاوی ہے؛ خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی۔ اسلام رضائے الٰہی کی خاطر بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنے کو بھی **فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ** قرار دیتا ہے۔ (روایت نمبر ۵۶) اس لیے اس کے مفہوم کو دو تین شقوں میں محصور کرنا قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویہؐ کی اصطلاع کے خلاف ہوگا۔ آیت **اَلَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ**.....میں اِس اَمر کی بھی صراحت ہے کہ قومی وملکی ضرورتیں مقدم کی جائیں۔ وہ زکوٰۃ کے اموال سے پہلے پوری کی جائیں۔ چنانچہ جب اسلام خطرہ میں تھا تو جہاد کے لئے امیر وغریب دونوں کو اس میں شریک ہونا پڑا تھا اور دونوں کو اس کے لئے تیاری کا حکم ہوا۔ اس لئے غنی وفقیر اور مسکین کی تعریف حالات کے ساتھ بدل جائے گی۔

وَكَمِ الْغِنَى: امام بخاریؒ کو یہ باب اس وجہ سے بھی قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ فقہاء نے یہ بحث اُٹھائی ہے کہ کس قدر مال ودولت ہو جس پر صدقہ واجب ہونا چاہیے۔ عنوانِ باب میں **وَكَمِ الْغِنَى** کہہ کر انہوں نے اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فقہاء کے اس سوال کے جواب میں آیت **لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا** کا اور روایت نمبر ۱۴۷۶، ۱۴۷۷ کا حوالہ دے کر بھیک مانگنے والوں کو مستحقین زکوٰۃ کی فہرست سے خارج کر دیا ہے اور آیت **اَلَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ** کا اور روایت نمبر ۱۴۷۹ کے الفاظ **لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ** کے حوالہ سے غناء کا تعین کیا ہے کہ اتنی دولت ہو جو اُس کی ضرورت پوری کر سکے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ محتاج کی یہ تعریف کرتا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں رُکے ہوئے ہوں۔ (**لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ**) سبیل اللہ کی بیسیوں صورتیں ہیں اور ہر صورت کے مطابق حاجت مند کی نوعیت جدا ہے۔

مشارالیہ مسئلہ کا یہ حل نہایت معقول ہے۔ **فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا خَيْرًا**۔ امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے۔ اس بارے میں کسی فقیہ کی یہ رائے ہے کہ صاحب نصاب ہو کسی کی رائے ہے کہ کھانے پینے کا سامان مہیا ہو۔ کسی نے چالیس درہم اور کسی نے پچاس درہم کو غنا قرار دیا ہے۔ مگر غنا کی یہ تعریف درست نہیں۔ (**بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الخامسة فيمن تجب له الصدقة، الفصل الثاني في الصدقة التي تقتضي صرفها اليهم**)

اس موضوع کے بعض دیگر پہلوؤں کے لیے **كتاب البيوع** باب ۹ و ۱۵ کی تشریح بھی دیکھئے۔

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ اَكْبَرُ مِنَ الزُّهْرِيّ وَهُوَ قَدْ اَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ:

روایت نمبر ۱۴۷۸ صالح بن کیسان سے مروی ہے۔ زہری ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۳ھ میں فوت ہوئے اور صالح بن کیسان ۱۴۰ھ میں فوت ہوئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ملاقات کی اور اُن سے باتیں سنیں۔ مگر زہری حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نہیں مل سکے۔ بلکہ وہ سالم بن عبداللہ بن عمر سے ملے اور اُن سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مروی روایتیں سنیں۔ (فتح الباری، جزء ۳ صفحہ ۴۳۲)

بَاب ٥٤: خَرْصُ التَّمْرِ

کھجوروں کا درختوں پر تخمینہ کرنا

١٤٨١: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ فَلَمَّا جَاءَ وَادِيَ الْقُرٰى إِذَا امْرَأَةٌ فِي حَدِيْقَةٍ لَّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ اخْرُصُوْا وَخَرَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ فَقَالَ لَهَا أَحْصِيْ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَلَمَّا أَتَيْنَا تَبُوْكَ قَالَ أَمَا إِنَّهَا سَتَهُبُّ اللَّيْلَةَ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَلَا يَقُوْمَنَّ أَحَدٌ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ بَعِيْرٌ فَلْيَعْقِلْهُ فَعَقَلْنَاهَا وَهَبَّتْ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَأَلْقَتْهُ بِجَبَلِ طَيِّءٍ وَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ

۱۴۸۱: سہل بن بکار نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب (بن خالد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن یحيٰ سے، عمرو نے عباس ساعدی سے، ساعدی نے حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: غزوۂ تبوک میں ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے۔ جب آپؐ وادئ قریٰ میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت اپنے باغ میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا: اندازہ لگاؤ کتنی کھجور ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس وسق کا اندازہ لگایا اور آپؐ نے اُس عورت سے فرمایا: شمار کرنا جو کھجور اس باغ سے نکلے۔ جب ہم تبوک میں آئے تو آپؐ نے فرمایا: ہوشیار رہنا۔ آج رات سخت آندھی چلے گی اور کوئی کھڑا نہ رہے اور جس کے ساتھ اونٹ ہو وہ اُس کے گھٹنے باندھ دے۔ چنانچہ ہم نے اُن کو باندھ دیا اور زور کی آندھی چلی۔ ایک شخص کھڑا ہوا تو آندھی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ وَكَسَاهُ بُرْدًا وَكَتَبَ لَهُ بِبَحْرِهِمْ فَلَمَّا أَتَى وَادِيَ الْقُرٰى قَالَ لِلْمَرْأَةِ كَمْ جَاءَ حَدِيْقَتُكِ قَالَتْ عَشَرَةَ أَوْسُقٍ خَرَاصَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَّتَعَجَّلَ مَعِي فَلْيَتَعَجَّلْ فَلَمَّا قَالَ ابْنُ بَكَّارٍ كَلِمَةً مَعْنَاهَا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ هَذِهِ طَابَةُ فَلَمَّا رَأَى أُحُدًا قَالَ هَذَا جُبَيْلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُوْرِ الْأَنْصَارِ قَالُوْا بَلَى قَالَ دُوْرُ بَنِي النَّجَّارِ ثُمَّ دُوْرُ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ دُوْرُ بَنِي سَاعِدَةَ أَوْ دُوْرُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ وَفِي كُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ يَعْنِي خَيْرًا.

نے اُس کو طَے کے پہاڑوں پر پھینک دیا اور اَیْلَہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر تحفہ دی اور آپؐ کو ایک اوڑھنے کی چادر پیش کی۔ آپؐ نے اس کے ملک کی حکومت اس کے نام لکھ دی۔ جب آپؐ وادیٔ قریٰ میں آئے تو آپؐ نے اس عورت سے پوچھا: تیرے باغ نے کتنا پھل دیا ہے؟ اس نے کہا: دس وسق۔ وہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مدینہ جلدی پہنچنا ہے۔ اس لئے جو تم میں سے میرے ساتھ جلدی جانا چاہے جلدی چلے۔ جب (سہل) بن بکار نے ایک لفظ بولا جس کے معنی ہیں؛ مدینہ پر آجھانکے تو آپؐ نے فرمایا: یہ طابہ ہے۔ جب آپؐ نے اُحد کو دیکھا تو آپؐ نے فرمایا: یہ پہاڑ ہے جس کو ہم سے محبت ہے اور ہم کو اس سے محبت ہے۔ (فرمایا:) میں تمہیں انصار کے بہترین گھر نہ بتاؤں؟ تو صحابہ نے کہا: ضرور۔ آپؐ نے فرمایا: بنی نجار کے گھر۔ پھر فرمایا: بنی عبدالاشہل کے گھر۔ پھر فرمایا: بنی ساعدہ یا بنی حارث بن خزرج کے گھر اور انصار کے سارے گھروں میں ہی ہے یعنی بھلائی۔

اطرافه: ۱۸۷۲، ۳۱٦۱، ۳۷۹۱، ٤٤٢٢.

١٤٨٢: وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي عَمْرٌو ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ سَعْدِ

۱۴۸۲: اور سلیمان بن بلال نے کہا: عمرو نے مجھ سے بیان کیا۔ پھر بنی حارث (بن خزرج) کے گھر، پھر بنی ساعدہ کے گھر۔ اور سلیمان نے کہا: سعد بن

ابْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ كُلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِيْقَةٌ وَمَا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ حَائِطٌ لَمْ يُقَلْ حَدِيْقَةٌ.

سعید سے مروی ہے۔انہوں نے عمارہ بن غزیہ سے، عمارہ نے عباس (بن سہل بن سعد الساعدی) سے،عباس نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے: اُحد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: جس باغ کے اردگرد چار دیواری ہو اُسے (عربی میں) حَدِیقہ کہتے ہیں اور جس کی چار دیواری نہ ہو اُسے حَدِیقہ نہیں کہتے۔

تشریح: خَرْصُ التَّمْرِ: پھل اور اناج کی تحصیلِ زکوٰۃ کے طریق میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے کہ آیا حاصلات کی کمیت معلوم کرنے کے لئے ناپ تول سے کام لیا جائے یا تخمینے سے۔امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے شاگرد امام یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ علیہم تخمینہ کو باطل قرار دیتے ہیں۔ان کے نزدیک صاحب مال پر واجب ہے کہ اصل پیداوار کا دسواں حصہ زکوٰۃ نکالے خواہ تخمینہ زیادہ ہو یا کم۔لیکن جمہور علماء نے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔جس میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہؓ وغیرہ کو خیبر بھیجا کرتے اور وہ کھجوروں کے پھل کا اندازہ کیا کرتے تھے۔اس روایت کی بنا پر بعض فقہاء کی رائے ہے کہ پھل کا اندازہ کرنا جائز ہے۔جن فقہاء نے تخمینہ کو باطل قرار دیا ہے،ان کے نزدیک روایت کے بالمقابل اصولِ شریعت ترک کرنا جائز نہیں۔خصوصاً جبکہ یہ ثابت ہے کہ اہل خیبر سے وصولی از قبیل زکوٰۃ نہ تھی بلکہ بٹائی کی قسم سے تھی۔جیسے آجکل مالک اور مزارعین کے درمیان ہوتی ہے اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اندازہ کر کے انہیں اختیار دیتے کہ یہ میرا اندازہ ہے۔ اِنْ شِئْتُمْ فَلَكُمْ وَاِنْ شِئْتُمْ فَلِيْ. **(بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثالثة في معرفة كم تجب، الفصل الخامس في نصاب الحبوب والثمار، المسئلة الثانية تقدير النصاب بالخرص)** یعنی چاہو تو تم لے لو ورنہ میں لے لوں گا۔

وہ پھل جو ابھی کچے ہوں اور جن کے تلف ہو جانے کا احتمال ہو اُن کا نظری تخمینہ کر کے ان کے عوض پختہ کھجوریں معین مقدار میں ناپ تول کر لینا ان فقہاء کے نزدیک یہ مُزَابنہ کی صورت ہے جو جائز نہیں۔ مُزَابنہ اس خرید و فروخت کو کہتے ہیں جس میں ایک ہی جنس کا مبادلہ ہو جبکہ اس کی کیفیت پختگی بھی نامعلوم ہو اور کمیت بھی نامعلوم۔یہ سود کی صورت ہے جس سے شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے۔(دیکھئے **کتاب البیوع باب۸۲**)

روایت نمبر۱۴۸۱ سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اپنے بعض صحابہؓ سے اندازہ کرنے کے لئے فرمایا اور خود بھی اندازہ کیا جو بعد میں صحیح ثابت ہوا۔مگر یہ اندازہ زکوٰۃ یا جزیہ وصول کرنے کی خاطر نہ تھا اور

نہ اس واقعہ سے کوئی مسئلہ معین طور پر اخذ کیا جاسکتا ہے، بجز اس کے کہ یہ سمجھا جائے کہ جہاں فریقین کو اطمینان ہو تو وہ باہمی رضامندی سے لین دین میں تخمینہ کو ہی معیار قرار دے سکتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے باب کا عنوان مصدر یہ قائم کر کے اس مسئلہ کو جواز یا عدمِ جواز سے مقید نہیں کیا۔ ایسی تمام روایتیں جن میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو خیبر کی غیر پختہ کھجوریں یا حضرت عتاب بن اسیدؓ کو غیر پختہ انگور اندازہ کر کے اُن کے عوض پختہ کھجوریں یا منقّی لینے کی اجازت کا ذکر ہے۔ امام موصوفؒ اور امام مسلمؒ کے نزدیک مستند نہیں۔
(بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثالثة، الفصل الخامس، المسئلة الثانية تقدير النصاب بالخرص)

كُلُّ بُسْتَانٍ عَلَيْهِ حَائِطٌ فَهُوَ حَدِيْقَةٌ.... : حدیقہ کی مذکورہ بالا تشریح بھی بے محل نہیں۔ امام موصوفؒ نے اسی ضمن میں فقہاء کے ایک اور اختلاف کی طرف اشارہ کر کے اس تشریح سے اُس کا جواب دیا ہے۔ بعض روایتوں میں کھجور اور بعض میں انگور کے تخمینہ کرنے کا ذکر آتا ہے۔ اس لئے فقہاء میں سے ایک گروہ نے کھجوروں کا اور دوسرے گروہ نے کھجور اور انگوروں کا اور تیسرے گروہ نے ہر ایک پھل کا تخمینہ کرنے کے بارے میں جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ (فتح الباری، جزء۳ صفحہ ۴۳۶-۴۳۷) امام بخاریؒ نے حدیقہ کی تشریح کرتے ہوئے پھلوں کی ساری اقسام شامل کی ہیں۔ روایت نمبر ۱۴۸۱ میں جس باغ کا ذکر ہے اُس میں کسی ایک پھل کی تخصیص نہیں۔

وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ سَعْد ..... : اس حوالہ سے روایت مذکورہ بالا کے متصل ہونے کو ثابت کرنا مقصود ہے۔ یعنی یہ روایت موقوف نہیں۔ عمارہ بن غزیہ کی سند؛ عمرو بن یحییٰ مازنی کی سند (روایت نمبر ۱۴۸۱) سے مختلف ہے۔ اس میں عباس ساعدیؓ؛ حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت کرتے ہیں جو مرسل ہے۔ مگر دوسری روایت میں عباس ساعدیؓ اپنے باپ حضرت سہل ساعدیؓ سے روایت کرتے ہیں، جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

اِنِّيْ مُتَعَجِّلٌ اِلَى الْمَدِيْنَةِ: ابواسماعیل ترمذیؒ نے سلیمانؒ سے یہی روایت ایوب بن سلیمان سے بسند ابوبکر بن ابی اویس نقل کی ہے. اس میں اس امر کی تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے شہر میں داخل ہونے کے لئے نزدیک تر راستہ اختیار کیا جسے طریق غراب کہتے تھے اور عام راستہ چھوڑ دیا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۳۶) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۶۷)

بَاب ٥٥ : اَلْعُشْرُ فِيْمَا يُسْقَى مِنْ مَّاءِ السَّمَاءِ وَبِالْمَاءِ الْجَارِيْ

جو بارانی کھیتی ہو اور جو کھیتی بہتے پانی سے سینچی جائے؛ دونوں میں دسواں حصہ ہے

وَلَمْ يَرَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِي الْعَسَلِ شَيْئًا. اور عمر بن عبدالعزیز شہد میں (زکوٰۃ) نہیں سمجھتے تھے۔

١٤٨٣: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ

۱۴۸۳: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ بن وہب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: یونس بن یزید نے مجھے بتایا۔ انہوں نے (ابن شہاب)

بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُيُوْنُ أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا الْعُشْرُ وَمَا سُقِيَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ هَذَا تَفْسِيْرُ الْأَوَّلِ لِأَنَّهُ لَمْ يُوَقِّتْ فِي الْأَوَّلِ يَعْنِي حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ وَبَيَّنَ فِي هَذَا وَوَقَّتَ وَالزِّيَادَةُ مَقْبُوْلَةٌ وَالْمُفَسَّرُ يَقْضِيْ عَلَى الْمُبْهَمِ إِذَا رَوَاهُ أَهْلُ الثَّبَتِ كَمَا رَوَى الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ فِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ بِلَالٌ قَدْ صَلَّى فَأُخِذَ بِقَوْلِ بِلَالٍ وَتُرِكَ قَوْلُ الْفَضْلِ.

زُہری سے، ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ (بن عمر) سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جسے آسمان اور چشمے پانی دیں یا جو خود بخود سیراب ہو۔ اس میں (زکوٰۃ) دسواں حصہ ہوگی اور جو کنوئیں سے پانی نکال نکال کر سینچی جائے، اس میں بیسواں حصہ۔ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: یہ (حدیث) پہلی (حدیث) کی تشریح ہے۔ کیونکہ پہلی (یعنی حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث) میں زکوٰۃ کی مقدار مقرر نہیں کی گئی۔ اس (حدیث) سے مراد (سالم بن عبداللہ) ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ جس کھیتی کو آسمان پانی پلائے اس میں دسواں حصہ ہے اور اس میں کھول کر بیان کیا گیا ہے اور مقدار مقرر کی گئی ہے اور زیادہ (تفصیل) مقبول ہے اور جس بات میں تشریح ہو وہ مبہم بات کا فیصلہ کر دیتی ہے، جبکہ اس کو ثقہ روایت کریں۔ جیسا کہ حضرت فضل بن عباسؓ کی روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی اور حضرت بلالؓ نے کہا: آپؐ نے پڑھی۔ تو حضرت بلالؓ کی بات قبول کی گئی اور حضرت فضلؓ کی بات چھوڑ دی گئی۔

تشریح: **اَلْعُشْرُ فِيْمَا يُسْقٰى مِنْ مَّاءِ السَّمَآءِ وَبِالْمَاءِ الْجَارِيْ:** اناج اور پھلوں کی زکوٰۃ کے بارے میں اتفاق ہے کہ بارانی کھیت کے حاصلات میں دسواں حصہ اور جو کنوئیں وغیرہ کے پانی سے سینچے جائیں، ان کے حاصلات میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ روایت نمبر ۱۴۸۳ میں بارانی کے علاوہ چشموں سے سیراب ہونے والے کھیتوں کا بھی ذکر ہے۔ مگر امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں اَلْمَاءُ الْجَارِيْ کے الفاظ بطور تشریح اختیار کئے ہیں۔ بعض روایتوں میں جنہیں ابوداؤدؒ نے قبول کیا ہے، یہ الفاظ آتے ہیں: فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْأَنْهَارُ وَالْعُيُوْنُ. (ابو داؤد، كتاب الزكاة، باب صدقة الزرع) یعنی ان زمینوں کی پیداوار میں جنہیں بارش، دریا اور چشمے

سیراب کریں۔ گویا امام موصوفؒ نے ان روایتوں کی طرف اشارہ کر کے ان کی صحت قبول کی ہے اور یہ امر روایت مندرجہ بالا سے بھی واضح ہے۔

أَوْ كَانَ عَثَرِيًّا ....: عَثَرِیّ وہ درخت یا فصلیں ہیں جنہیں زمین کا پانی بوجہ قریب ہونے کے کفایت کرے۔ وہ جڑوں کے ذریعے ضرورت کے مطابق پانی حاصل کرتے ہیں۔ بعض جگہ پانی دور ہوتا ہے اور نباتات کی جڑیں کافی پانی جذب نہیں کرسکتیں اور مرجھا جاتی ہیں۔

وَلَمْ يَرَ ....فِي الْعَسَلِ شَيْئًا: عنوانِ باب میں شہد پر زکوۃ نہ لینے کے بارے میں جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ مؤطا امام مالکؒ میں موصولاً مروی ہے۔ ابوبکر بن حزمؒ کو جبکہ وہ منیٰ میں تھے، عمر بن عبدالعزیز نے لکھا کہ گھوڑے اور شہد پر زکوۃ نہ لی جائے۔ (مؤطا امام مالک، كتاب الزكاة، باب ماجاء فی صدقة الرقيق والخيل والعسل) اس کے خلاف عبدالرزاقؒ نے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس میں عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ انہوں نے عروہ بن محمد سعدی کو شہد پر زکوۃ لینے کی اجازت دی۔ (مصنف عبد الرزاق، كتاب الزكاة، باب صدقة العسل، روایت نمبر ۶۹۶۸، جزء۴ صفحہ۶۲) یہ روایت کمزور ہے۔ مندرجہ حوالہ سے اس کا ردّ کرنا مقصود ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۳۸)

ترمذی میں حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت منقول ہے: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْعَسَلِ فِي كُلِّ عَشَرَةِ أَزُقٍّ زِقٌّ. یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس مشکیزہ شہد میں ایک مشکیزہ۔ (ترمذی، كتاب الزكاة، باب ماجاء فی زكاة العسل) اسی طرح ابوداؤدؒ میں مندرجہ روایت عمرو بن شعیب سے پایا جاتا ہے کہ قبیلہ بنی مُتعان کے ایک شخص ہلال نامی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سَلَبَہ وادی کا جنگل اس غرض سے اپنے لئے حاصل کیا کہ اس سے شہد حاصل کرے اور وہ دسواں حصہ زکوۃ دے گا اور حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بھی وہ جنگل اسی شرط پر اُس کے نام رہا۔ (ابوداؤد، كتاب الزكاة، باب زكاة العسل) اس مضمون میں حضرت سعد بن ابی ذباب دوسیؓ کی روایت بھی ملتی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہوئے۔ وہ اپنی قوم کے امیر بنائے گئے۔ انہوں نے اُس سے شہد کا عُشر وصول کیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی وہ شہد پر عُشر وصول کرتے رہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے اپنی قوم سے کہا: فِي الْعَسَلِ زَكَاةٌ فَإِنَّهُ لَا خَيْرَ فِي مَالٍ لَا يُزَكّٰى. یعنی شہد میں بھی زکوۃ ہے۔ کیونکہ جس مال کی زکوۃ نہ دی جائے، اُس میں کوئی برکت نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبة، كتاب الزكاة، باب فی العسل هل فيه زكاة أم لا، روایت نمبر ۱۰۰۵۳، جزء۲ صفحہ۳۷۳) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۷۱) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہد جنگلی مکھیوں کا تھا۔ جس کی تیاری میں خود آدمی کو کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی۔ ورنہ بعض فقہاء کے نزدیک مکھیاں پال کر جو شہد تجارتی غرض سے حاصل کیا جاتا ہے اُس پر تجارت کا حکم عائد ہوگا۔ یعنی خرچ منہا کر کے حسب نصاب زکوۃ واجب ہوگی۔

مذکورہ بالا مسئلہ میں امام بخاریؒ کو اُن کی کڑی شرائطِ صحت کے مطابق کوئی مستند روایت نہیں ملی۔ بموجب آیت اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ. (البقرة: ۲۶۸) اے ایماندارو! جو کچھ تم نے کمایا ہے، اُس میں سے پاکیزہ چیزیں اور اُس میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے حسب توفیق خرچ کرو۔

جواشیاء ذریعہ کسب معاش ہوسکتی ہیں ان میں سے ہر شئے پرزکوۃ عائد ہوگی؛ بشرطیکہ وہ بقدرِنصاب ہوں۔

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ هَذَا تَفْسِيْرُ الْأَوَّلِ.... : ان الفاظ کا اختصار ترجمے میں واضح کر دیا گیا ہے۔اس اختصار میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نمبر ۱۴۴۷، ۱۴۵۹ کی طرف اشارہ موجود ہے۔ یہ روایت نمبر ۱۴۸۴ میں بھی دہرائی گئی ہے۔اس میں اجمال ہے۔مگر روایت نمبر ۱۴۸۳ میں وضاحت ہے کہ کس شرط کے تحت کھیتی یا درختوں میں کتنی زکوۃ واجب ہے۔حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں صرف نصاب کی تعیین کی گئی ہے۔

بَاب ٥٦ : لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ

پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں

١٤٨٤ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَيْسَ فِيْمَا أَقَلُّ مِنْ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسَةٍ مِّنَ الْإِبِلِ الذَّوْدِ صَدَقَةٌ ولَا فِي أَقَلَّ مِنْ خَمْسِ أَوَاقٍ مِّنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ هَذَا تَفْسِيرُ الْأَوَّلِ إِذَا قَالَ لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ {لِكَوْنِهِ لَمْ يُبَيِّنْ ☆} وَيُؤْخَذُ أَبَدًا فِي الْعِلْمِ بِمَا زَادَ أَهْلُ الثَّبَتِ أَوْ بَيَّنُوْا.

اطرافه: ١٤٠٥، ١٤٤٧، ١٤٥٩.

۱۴۸۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحيٰ (بن سعید قطان) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ کہا: محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوسعیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جو چیز پانچ وسق سے کم ہو، اُس میں صدقہ (زکوۃ) نہیں اور نہ پانچ مہار اونٹوں سے کم میں صدقہ ہے اور نہ پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں صدقہ ہے۔

ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: یہ پہلے (قول) کی تفسیر ہے۔ جب آپؐ نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں۔ {کیونکہ راوی نے کھول کر بیان نہیں کیا☆} اور (قاعدہ یہ ہے کہ) ہمیشہ علم میں اُن کے قول کو اختیار کیا جاتا ہے کہ جو اہل ثقہ زائد بات بتائیں یا اس کی شرح کریں۔

☆ الفاظ "لِكَوْنِهِ لَمْ يُبَيِّنْ" عمدۃ القاری کے مطابق ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۷۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ صَدَقَةٌ:** وسق حجازی تول کے مطابق ۴من ۵ سیر ہوتا ہے۔ ۵ وسق کا اندازہ تقریباً اکیس من ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ نصاب زکوٰۃ اُن خوردنی زرعی اجناس کا ہے جو قابل ذخیرہ ہیں۔ (بیج کا ذخیرہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے۔) عام حالات میں کم از کم غلہ جو ایک خاندان کی خوراک کے لئے مکتفی ہوسکتا ہے، اسے شریعت نے بطور حد مقرر کیا ہے۔ اس حد سے زیادہ ہو تو اجناس واجب زکوٰۃ ہوں گی ورنہ نہیں۔ اس حد بندی کی رو سے شریعت کا منشاء ظاہر ہے کہ ٹیکس لگانے میں ان غرباء کا خیال رکھا جائے، جن کی زرعی پیداوار بمشکل اُن کے لئے کافی ہوسکتی ہے۔ سابقہ باب میں زرعی پیداوار والی زمین کی قسموں کا ذکر ہے۔ ایک بارانی زمین جس کی آبپاشی بارش یا قدرتی وسائل سے ہو، اس میں زکوٰۃ عُشر یعنی دسواں حصہ ہے اور دوسری قسم چاہی یعنی وہ زمینیں جن کی آبپاشی کنوؤں وغیرہ سے ہو۔ اس میں زکوٰۃ بیسواں حصہ ہے۔ یہ سوال کہ زرعی حاصلات پر عشر یا نصف عشر وصول کرنے میں مذکورہ بالا نصاب (پانچ وسق) ملحوظ رکھا جائے گا یا بارانی حاصلاتِ زرعی کا دسواں اور چاہی یا نہری کا بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا۔ جہاں تک نصاب کا تعلق ہے، ائمہ ثلاثہ تو متفق ہیں کہ محاصل زرعی پر جو نصاب سے زیادہ ہوں زکوٰۃ عائد ہوگی۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نصاب ملحوظ رکھنا ضروری نہیں بلکہ پیداوار کا دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ ہوگی؛ قطع نظر اس سے کہ وہ پانچ وسق سے کم ہو یا زیادہ۔

عنوانِ باب کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ جمہور کے ساتھ متفق ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے خلاف۔ جن کی دلیل یہ ہے کہ ۵ وسق نصاب کا تعین کھجوروں کے پھل سے متعلق ہے اور یہ خاص حکم ہے اور دوسرا حکم زرعی پیداوار سے متعلق ہے جو عام ہے اور بطور قاعدہ کلیہ۔ اور خاص حکم بطور استثناء ہوگا جو مخصوص اور معین صورت میں ہی قبول کیا جائے گا۔ سابقہ باب میں اسی استدلال کے کمزور ہونے کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے کہ ان دونوں حکموں میں کوئی تعارض نہیں ہے جو ایک حکم دوسرے حکم کی وجہ سے ترک کیا جائے بلکہ ان میں عموم وخصوص کا فرق ہے۔ ایک میں ایجاز ہے اور دوسرے میں تفصیل ہے۔

زرعی محاصل کی زکوٰۃ کے تعلق میں فقہاء کے درمیان ایک اور اختلاف ہوا ہے کہ آیا ہر قسم کی زرعی پیدوار قابل زکوٰۃ ہے یا صرف وہ جو قابل ذخیرہ خوراک کی جنسیں ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تمام اجناس پر زکوٰۃ ہوگی خواہ خوردنی ہوں یا غیر خوردنی۔ تازہ پھل اور پھول اور سبزی ترکاریاں، گھاس، سرکنڈا اور ایندھن وغیرہ سب پر دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ عائد ہوگی؛ جبکہ وہ ذریعہ کسب معاش ہوں۔ لیکن امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف خوردنی قابل ذخیرہ اشیاء پر زکوٰۃ ہوگی جس پر ایک سال گزر جائے۔ امام مالکؒ نے بھی تمام اجناس پر زکوٰۃ عائد قرار دی ہے خوردنی ہوں یا غیر خوردنی۔ اس اختلاف کے تعلق میں محفوظ رائے یہ ہے کہ جو اشیاء مثلاً سبزی، ترکاری، پھل وغیرہ ذاتی استعمال کے لئے ہوں اور وہ پھول دار پودے جو آرائش کی غرض سے ہوں زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوں گی اور باقی اشیاء جو قابل ذخیرہ اور قابل اندازہ ہوں اور تجارت کے لئے مقصود ہوں، ان میں نصاب کا مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ یعنی یہ کہ ۵ وسق یا ۵ وسق سے

زیادہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ عائد ہوگی؛ بحساب عُشر یا نصف عشر۔ اَلدِّيْنُ يُسْرٌ - دینی امور میں آسانی کی راہ اختیار کرنا پسندیدہ ہے۔ (دیکھئے کتاب الایمان باب ۲۹، ۳۲)

حکومت کی طرف جو لگان کا طریق رائج ہے اس میں نصاب ملحوظ نہیں۔ وہ زمین اور اس کی قسم اور آبپاشی کے طریق کے لحاظ سے ایک نسبت مقرر کرتی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ پیداوار کتنی ہے۔ اگر چہ آمدنی ٹیکس میں آمد کی ایک حد مقرر ہوتی ہے۔ مگر اس کے علاوہ دیگر ٹیکسوں کو غور سے دیکھا جائے تو ان میں کوئی شے مستثنیٰ نہیں۔ خواہ وہ اشیاء اندرون ملک کی پیداوار ہوں یا بیرونِ ملک کی۔ اس قسم کے ٹیکسوں کی آمدنی کا جو مصرف ہے اس سے غریب طبقہ کی غربت دور کرنا مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ نظم ونسق اور سیاست عامہ سے متعلقہ امورِ سلطنت کی سرانجام دہی زیادہ تر مدنظر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رعایا میں اکثریت فلاکت زدہ ہے۔ گوناگوں ٹیکسوں اور لگانوں سے نیز سود در سود کے طریق کاروبار سے رعایا زیر بار ہوتی چلی جا رہی ہے اور موجودہ نظامِ حکومت میں سرمایہ داری کو فروغ ہے۔ اس کے برعکس نظام شریعت میں زکوٰۃ کے مصرف کا منشاء و مقصود واضح طور پر معین ہے۔ یعنی فقر و فاقہ اور غربت و مسکنت کا دور کرنا۔ یہ غرض مقدم ہے باقی تمام اغراض پر۔ چنانچہ نصاب کی تعیین بھی اسی غرض کی وجہ سے ہے کہ افراد کی ضروریات کا تحفظ ہو۔ حکومتیں جس طریق پر ٹیکس تجویز کرتی ہیں، اس میں یہ غرض مدنظر نہیں اور نہ ان کے پیش نظر احتساب یعنی رضائے الٰہی یا تزکیہ نفس ہے اور نہ اس حکومتی نظام میں اطاعت یعنی خوشی نفس سے بجا آوری کی وہ روح کارفرما ہوتی ہے جو نظامِ شریعت کی اطاعت میں ہوتی ہے اور نہ جبر واکراہ کے طریق میں انسان کا امتیاز بحیثیت بالا رادہ ہستی قائم رہتا ہے۔

بَاب ٥٧: أَخْذُ صَدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ

کھجور کے پھلوں کی کٹائی کے وقت زکوٰۃ لینا

وَهَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ.

اور کیا بچے کو زکوٰۃ کی کھجوریں چھونے دی جائیں؟

١٤٨٥: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ الْأَسَدِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِالتَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ

۱۴۸۵: عمر بن محمد بن حسن اسدی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ابراہیم بن طہمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن زیاد سے، محمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں کے پھلوں کی

فَيَجِيْءُ هَذَا بِتَمْرِهِ وَهَذَا مِنْ تَمْرِهِ حَتَّى يَصِيْرَ عِنْدَهُ كَوْمًا مِّنْ تَمْرٍ فَجَعَلَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَلْعَبَانِ بِذَلِكَ التَّمْرِ فَأَخَذَ أَحَدُهُمَا تَمْرَةً فَجَعَلَهُ فِي فِيْهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَهَا مِنْ فِيْهِ فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ آلَ مُحَمَّدٍ لَا يَأْكُلُوْنَ الصَّدَقَةَ.

کٹائی کے وقت پختہ کھجوریں لائی جاتیں تو یہ بھی اپنی کھجوریں لاتا اور وہ بھی۔ یہاں تک کہ آپؐ کے پاس کھجوروں کا ڈھیر ہو جاتا اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کھجوروں سے کھیلنے لگتے۔ ان میں سے ایک نے کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دیکھ لیا اور ان کے منہ سے وہ کھجور نکال دی اور فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ محمدؐ کی آل زکوٰۃ کا مال نہیں کھاتی۔

اطرافه: ١٤٩١، ٣٠٧٢.

تشریح: **اَخْذُ صَدَقَةِ التَّمْرِ عِنْدَ صِرَامِ النَّخْلِ:** امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک پختگی سے پہلے جو پھل استعمال میں لایا جائے؛ زکوٰۃ لیتے وقت اُس کا بھی اندازہ کر کے حق واجب لینا چاہیے۔ مگر امام شافعیؒ کے نزدیک وہ محسوب نہ ہوگا۔ اس اختلاف میں امام شافعیؒ نے ایسی حدیثوں سے استدلال کیا ہے جن میں بایں الفاظ صراحت ہے: خَفِّفُوْا فِي الْخَرْصِ فَإِنَّ فِي الْمَالِ الْعَرِيَّةَ وَالْأُكْلَةَ ..... یعنی اندازہ کرنے میں سہولت سے کام لو؛ کیونکہ اُس میں سے عطیہ بھی دیا جاتا ہے اور کھایا بھی جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِذَا خَرَصْتُمْ فَدَعُوْا الثُّلُثَ فَإِنْ لَّمْ تَدَعُوْا الثُّلُثَ فَدَعُوْا الرُّبُعَ. یعنی جب تم اندازہ کرو تو ایک تہائی چھوڑ دو۔ اگر ایک تہائی نہ چھوڑو تو ایک چوتھائی ہی۔ امام موصوفؒ اور امام شافعیؒ نے قرآنِ مجید کا یہ صریح ارشاد بھی بطور دلیل پیش کیا ہے: كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ إِذَا أَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ. (الأنعام:۱۴۲) یعنی جب پھل لگے تو کھاؤ اور کٹائی کے وقت اُس کا حق دو۔ حقِ زکوٰۃ کی ادائیگی کٹائی کے ساتھ وابستہ کی گئی ہے۔ (بداية المجتهد، كتاب الزكاة، الجملة الثالثة، الفصل الخامس فى نصاب الحبوب والثمار، المسئلة الثالثة)

غرض کٹائی سے پہلے پھل استعمال کرنے کی اجازت محدود رنگ میں ہے۔ مذکورہ بالا اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ میں ضمیر کا مرجع مال کی طرف ہے۔ یعنی سارے مال کا اندازہ کیا جائے۔ مگر امام شافعیؒ نے مشار الیہا روایات کو اس حکم کے لئے بطور تشریح خیال کیا ہے۔ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ کے حکم سے متعلق یہ بھی اختلاف ہوا ہے کہ آیا حق سے مراد زکوٰۃ ہے یا مطلق صدقہ۔ عنوانِ باب میں صَدَقَة کا لفظ اختیار کر کے اسے مطلق صدقہ قرار دیا ہے؛ جس میں زکوٰۃ شامل ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۴۲) باب ۵۷ کے تحت جو روایت درج کی گئی ہے، اس سے بھی صریح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقے کی پختہ کھجوریں کٹائی کے بعد لائی جاتیں۔

هَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ: آپؐ نے ایک موقع پر حضرت امام حسنؓ کو جبکہ وہ کمسن تھے کھجور کھانے کی اجازت نہیں دی؛ بلکہ ان کے منہ سے نکال کر پھینک دی۔ اس سے ایک مسئلہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدقے کا اعتبار اُس وقت سے ہے جبکہ پھل بطور صدقہ دئے جائیں نہ اُس وقت جبکہ وہ درخت پر ہوں۔ دوسرا امر آپؐ کے اسوۂ حسنہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ نے بچے کو معصوم ہونے کی وجہ سے آزادی نہیں دی؛ بلکہ اس کی تربیت فرمائی۔ باغ کے پھل ضائع کرنے والے چونکہ اکثر بچے ہوتے ہیں- گو ایسا پھل جو گھر کی ضرورت کے لئے استعمال میں آئے، زکوٰۃ نکالتے وقت محسوب نہیں ہوگا- مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ بچے پھل ضائع کرنے سے نہ روکے جائیں۔ بلکہ تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ اِن پھلوں کی حفاظت کی جائے کیونکہ ضائع ہونے کا اثر صدقے پر پڑے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے کہ ایک کھجور جو صدقے کی تھی، اس کے متعلق بھی اہتمام فرمایا۔ اسی اسوۂ حسنہ کی طرف توجہ دلانے کے لئے عنوانِ باب میں هَلْ يُتْرَكُ الصَّبِيُّ فَيَمَسُّ تَمْرَ الصَّدَقَةِ کے الفاظ اختیار کئے گئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے صدقہ لینے یا نہ لینے کا جو مسئلہ ہے، اس کا ذکر الگ باب (نمبر ۶۰) میں آئے گا۔

بَاب ٥٨

مَنْ بَاعَ ثِمَارَهُ أَوْ نَخْلَهُ أَوْ أَرْضَهُ أَوْ زَرْعَهُ وَقَدْ وَجَبَ فِيْهِ الْعُشْرُ أَوِ الصَّدَقَةُ فَأَدَّى الزَّكَاةَ مِنْ غَيْرِهِ

جو شخص اپنے میوے یا کھجور کا درخت یا اپنی زمین یا اپنا کھیت بیچ دے بحالیکہ اُس میں دسواں حصہ یا صدقہ (زکوٰۃ) واجب ہو چکا ہو اور یہ زکوٰۃ اپنے دوسرے مال سے ادا کرے

أَوْ بَاعَ ثِمَارَهُ وَلَمْ تَجِبْ فِيْهِ الصَّدَقَةُ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيْعُوْا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا فَلَمْ يَحْظُرِ الْبَيْعَ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلَى أَحَدٍ وَلَمْ يَخُصَّ مَنْ وَّجَبَ عَلَيْهِ الزَّكَاةُ مِمَّنْ لَّمْ تَجِبْ.

یا اپنے میوے کو بیچے اور اس میں صدقۂ زکوٰۃ ابھی واجب نہیں ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا: میوے کو اُس وقت تک نہ بیچا کرو جب تک کہ اُس میں پختگی ظاہر نہ ہو اور پختگی کے بعد کسی کو بیچنے سے منع نہیں فرمایا اور نہ آپؐ نے (بیچنے کی اجازت دینے میں) اُن لوگوں کو جن پر زکوٰۃ واجب ہوگئی ہو؛ اُن لوگوں پر کوئی خصوصیت دی ہے جن پر واجب نہ ہوئی ہو۔

١٤٨٦: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ

۱۴۸۶: حجاج (بن منہال) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ

سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ {الثَّمَرَةِ☆} حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا قَالَ حَتَّى تَذْهَبَ عَاهَتُهُ.

بن دینار نے مجھے بتایا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ (وہ کہتے تھے) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں☆ کو جب تک کہ اُن کی پختگی ظاہر نہ ہو؛ فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے اور حضرت ابن عمرؓ سے جب اُن کی پختگی سے متعلق پوچھا جاتا تو کہتے کہ جب اس کے خراب ہونے کا زمانہ گزر جائے۔

اطرافه: ٢١٨٣، ٢١٩٤، ٢١٩٩، ٢٢٤٧، ٢٢٤٩.

١٤٨٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا.

۱۴۸۷: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) خالد بن یزید نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے، عطاء نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل بیچنے سے جب تک کہ اُن کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے منع فرمایا ہے۔

اطرافه: ٢١٨٩، ٢١٩٦، ٢٣٨١.

١٤٨٨: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ قَالَ حَتَّى تَحْمَارَّ.

۱۴۸۸: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے حمید سے، حمید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل بیچنے سے جب تک کہ شوخ رنگ نہ ہو جائیں منع فرمایا۔ حَتّٰى تُزْهِيَ کے معنے فرمایا: حَتّٰى تَحْمَارَّ یعنی یہاں تک کہ سرخ ہو جائیں۔

اطرافه: ٢١٩٥، ٢١٩٧، ٢١٩٨، ٢٢٠٨.

☆ صحیح بخاری مطبوعہ قدیمی کتب خانہ میں لفظ "الثَّمَرَة" کی بجائے "التَّمْرِ" ہے۔ ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **فَلَمْ يَحْظُرِ الْبَيْعُ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلٰى اَحَدٍ:** الفاظ فَلَمْ يَحْظُرِ الْبَيْعُ بَعْدَ الصَّلَاحِ عَلٰى اَحَدٍ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک پھلوں میں پختگی ظاہر ہونے کے بعد پھل یا فصل یا اناج بیچنا جائز ہے۔ خواہ اس میں زکوٰۃ واجب ہو۔ امام شافعیؒ اندازہ کرنے کے بعد اس کا بیچنا جائز نہیں سمجھتے، کیونکہ اس میں مسکینوں کا حق ہے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی اندازہ کرنے کے بعد بیچتا ہے تو بیع باطل ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشتری کا اختیار ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا ذمہ لے اور قیمت میں سے کاٹ لے۔ امام مالکؒ کے نزدیک یہ بائع کا فرض ہے کہ زکوٰۃ ادا کرے؛ سوائے اِس کے کہ مشتری سے سمجھوتہ کیا جائے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی بائع ہی کا فرض قرار دیا ہے۔ فقہاء کی طرف سے سوال اٹھایا گیا ہے کہ آیا کسی چیز کی بیع سے اس کی واجب شدہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی؟ اس کا جواب عنوانِ باب ہی میں دیا گیا ہے کہ وہ ساقط نہیں ہوگی۔ اندازہ کے مطابق بائع کو اپنے دوسرے مال سے ادا کرنا چاہیے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۴۳)

وَلَمْ يَخُصَّ مَنْ وَّجَبَ عَلَيْهِ الزَّكَاةُ: بیع کے لیے زکوٰۃ کا واجب ہونا یا نہ ہونا شرط نہیں، بلکہ پھلوں کی پختگی شرط ہے۔ اسی امر کی طرف توجہ مبذول کرانے کی غرض سے لفظ تُزْهِيَ کی تشریح لفظ تَحْمَارَّ سے کی گئی ہے۔

بَاب ٥٩: هَلْ يَشْتَرِيْ صَدَقَتَهُ

کیا اپنے صدقہ کو خریدے؟

وَلَا بَأْسَ أَنْ يَّشْتَرِيَ صَدَقَةَ غَيْرِهِ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً عَنِ الشِّرَاءِ وَلَمْ يَنْهَ غَيْرَهُ.

اور اس میں حرج نہیں کہ دوسرے کا صدقہ خریدے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف صدقہ دینے والے ہی کو خاص کر خریدنے سے منع فرمایا ہے، دوسرے کو منع نہیں فرمایا۔

١٤٨٩: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ تَصَدَّقَ بِفَرَسٍ فِي سَبِيْلِ اللهِ فَوَجَدَهُ يُبَاعُ فَأَرَادَ أَنْ يَّشْتَرِيَهُ ثُمَّ

۱۴۸۹: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک گھوڑا بطور صدقہ دیا۔ پھر انہوں نے اسے

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْمَرَهُ فَقَالَ لَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ فَبِذَلِكَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَا يَتْرُكُ أَنْ يَّبْتَاعَ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهِ إِلَّا جَعَلَهُ صَدَقَةً.

اطرافہ: ٢٧٧٥، ٢٩٧١، ٣٠٠٢۔

بکتے ہوئے دیکھا اور خریدنا چاہا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ سے اجازت چاہی۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے صدقہ کو واپس نہ لو۔ اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اگر اسی چیز کو خرید لیتے جس کو وہ صدقہ میں دے چکے ہوتے تو اسے (اپنے پاس) نہیں رکھتے تھے؛ بلکہ ضرور اس کو صدقہ میں دے دیتے۔

١٤٩٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَشْتَرِيَهُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيْعُهُ بِرُخْصٍ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ.

اطرافہ: ٢٦٢٣، ٢٦٣٦، ٢٩٧٠، ٣٠٠٣۔

۱۴۹۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک بن انس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: اللہ کی راہ میں میں نے ایک گھوڑا سواری کے لئے دیا۔ جس کے پاس وہ تھا اس نے اس کو خراب کر دیا۔ میں نے اس کو خریدنا چاہا اور میں نے خیال کیا کہ وہ اسے سستا بیچے گا۔ اس لئے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: اسے مت خریدو اور اپنے صدقہ کو واپس نہ لو۔ خواہ وہ تجھ کو ایک درہم ہی میں دے۔ کیونکہ اپنے صدقے کو لوٹانے والا ایسا ہی ہے جیسے اپنی قے چاٹنے والا۔

تشریح: نَهَى الْمُتَصَدِّقَ خَاصَّةً عَنِ الشِّرَاءِ وَلَمْ يَنْهَ غَيْرَهُ: گزشتہ باب کی بناء پر ایک باریک سوال اُٹھایا گیا ہے کہ ایک شخص جو کھجوروں کا باغ خریدتا ہے؛ اگر اس پر صدقہ واجب ہے تو گویا وہ صدقہ کو بھی ساتھ خریدتا ہے اور یہ جائز نہ ہوگا۔ مگر یہ قیاس ایک قسم کا غلو ہے؛ جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ فرماتا ہے: يٰأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِي دِيْنِكُمْ (النساء:١٧٢) اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو۔ روایت نمبر ۱۴۸۹، ۱۴۹۰ میں اپنے صدقہ کو خریدنے کی ممانعت ہے۔ جو چیز قبضہ میں نہیں اور اس پر سال نہیں گزرا اُس میں خریدنے والے پر صدقہ

کیسے عائد ہوسکتا ہے؟ اگر بائع نے مشتری سے یہ سمجھوتہ کرلیا ہو کہ اس پر جو صدقہ واجب الادا ہے اس کو مشتری ادا کردے اور قیمت سے کاٹ لے تو یہ جائز ہے۔ اپنا صدقہ خریدنا جائز نہیں۔ لیکن غیر کا صدقہ خریدنے میں کوئی حرج نہیں۔ اپنا صدقہ خریدنے میں کئی قسم کی قبیح صورتیں پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ مثلاً قیمتی شیٔ سستے دام خرید لی۔ اس قسم کے لالچ میں حیل شرعیہ کے نام سے بہانے تراشے گئے ہیں تا حدودِ شریعت کی پابندیاں آسانی سے توڑی جاسکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعتِ حقہ کی حرمت اور اس کی اصلی صورت وشکل قائم رکھنے کے لئے ہر وہ راہ بند کردی ہے جس سے نفس امارہ کو حیلہ سازی کا موقع مل سکتا ہو۔ روایت نمبر ۱۴۸۹، ۱۴۹۰ کا مضمون تقریباً ایک ہی ہے؛ بجز اس فرق کے کہ پہلی روایت کی سند حضرت ابن عمرؓ تک پہنچتی ہے اور دوسری حضرت عمرؓ تک۔

بَاب ٦٠ : مَا يُذْكَرُ فِي الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ ﷺ {وَ آلِهِ☆}

نبی صلی اللہ علیہ وسلم {اور آپؐ کی آل☆} کے لئے صدقہ سے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے

١٤٩١ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِخْ كِخْ لِيَطْرَحَهَا ثُمَّ قَالَ أَمَا شَعَرْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ.

۱۴۹۱: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن زیاد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لی اور اپنے منہ میں ڈال لی۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُخ اُخ۔ تا کہ وہ اسے پھینک دے۔ پھر فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھایا کرتے۔

اطرافه: ١٤٨٥، ٣٠٧٢.

تشریح: مَا يُذْكَرُ فِي الصَّدَقَةِ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَآلِهِ: عنوانِ باب میں فقہاء کے اس اختلاف کی طرف اشارہ ہے جو اُن کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اولاد کو صدقہ دیے جانے کے بارے میں ہوا ہے اور یہ تین باتوں میں ہے۔ جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے اس کی تشریح کی ہے۔ اوّل یہ کہ آل سے مراد صرف آپؐ کی ذریت ہے یا بنو ہاشم اور بنو مطلب بھی اس میں شامل ہیں؟ امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم میں آپؐ

☆ لفظ "وَآلِهِ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۴۴۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

کے اقرباء کا جو حصہ رکھا گیا ہے (الانفال: ۴۲) اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل قریش میں سے سوائے بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب کے اور کسی کو شریک نہیں کیا اور یہ حصہ درحقیقت عطیہ ہے صدقہ نہیں۔ بلکہ صدقہ کے عوض میں دیا گیا ہے۔ (کیونکہ انفال کے معنے عطیے کے ہیں۔) امام مالکؒ و امام ابوحنیفہؒ نے صرف بنو ہاشم ہی کو آل میں شمار کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۴۶)

دوسری بات یہ کہ آیا زکوٰۃ وغیرہ کی کوئی صورت ایسی بھی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے لئے جائز ہو؟ كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ☆ ہر بھلائی صدقہ ہے تو کیا زکوٰۃ سے آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ اور قرضہ دینا بھی ناجائز ہوگا؟ امام شافعیؒ و امام احمد بن حنبلؒ نے زکوٰۃ، صدقہ فطر اور ایسے صدقہ کو جو محتاجوں کے لئے ہو؛ صرف انہی کے لئے مخصوص کیا ہے اور باقی صورتیں ہدیہ، نذرانہ وغیرہ کی سادات کے لئے جائز رکھی ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۴۶)

تیسری بات یہ کہ آل نبیؐ آپس میں ایک دوسرے کو صدقہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ امام ابو یوسفؒ نے ان کا آپس میں صدقہ لینا دینا جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ سب ہم رتبہ ہیں۔ مالکیوں نے زکوٰۃ کے سوا باقی صدقات آپس میں لینے دینے جائز قرار دئے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ ان میں سے کوئی ذی القربیٰ کے حصے سے کسی بناء پر محروم ہو۔ غرض ائمہ کے اس قسم کے اختلافات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے جو روایت پیش کی ہے اس میں صدقہ اور اپنی آل کے لئے مطلق ممانعت صدقہ کا ذکر ہے۔ یہی روایت نمبر ۱۴۸۵ میں گزر چکی ہے۔ اس میں زکوٰۃ کی صراحت ہے۔ عنوانِ باب کے الفاظ مَا جَاءَ أَوْ مَا يُذْكَرُ بھی قابل توجہ ہیں جو مبہم ہیں۔ انفال یعنی مالِ غنیمت کی تقسیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل شامل ہے۔ مگر فی الحال اسلامی نظام حکومت قائم نہیں؛ اس لئے بعض ائمہ نے حالات بدلنے کی صورت بھی قابل تبدیل قرار دی ہے اور زکوٰۃ کے مصارف میں ان کے نزدیک سادات بھی ان کی اقتصادی حالت کی اصلاح کی غرض سے مثل دیگر حاجت مندوں کے شریک کئے جاسکتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کا اس بارہ میں یہی فتویٰ ہے۔ (الدر المختار، كتاب الزكاة، باب المصرف، جزء ثانی)

ائمہ میں سے ایک فریق نے ادب و احتیاط کا پہلو مدنظر رکھتے ہوئے یہ مشورہ دیا ہے کہ سادات تحصیل زکوٰۃ و صدقات کے لئے بطور کارکن مقرر کئے جاسکتے ہیں۔ اس صورت میں مالِ زکوٰۃ سے اُن کو جو کچھ دیا جائے گا وہ زکوٰۃ نہیں بلکہ معاوضہ عمل ہوگا۔ عنوانِ باب میں امام بخاریؒ نے اپنی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد کے پیش نظر احتیاط کا پہلو اختیار کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فقہاء کی آراء کو اپنے اپنے موقع و محل پر قابلِ عمل سمجھتے ہیں۔ اس تعلق میں ایک نہایت ہی قابل قدر رائے کتاب ''دنیا کا محسن'' سے نقل کرنے کے لائق ہے۔ جس کا اظہار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ یہ رائے فتویٰ کی شکل بھی رکھتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان احسانات کے بارے میں گہرے شعور اور احساس کی بھی ترجمان ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں:-

---

☆ (مسلم، كتاب الزكاة، باب بيان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف)

’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی ترقی کے لئے اپنی ہی قربانی نہیں کی بلکہ اپنی آئندہ نسل کی بھی قربانی کی ہے اور یہ قربانی نہایت عظیم الشان قربانی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ بڑی بڑی قربانیاں کر دیتے ہیں۔ لیکن ان قربانیوں کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اُن کی اولاد کو فائدہ پہنچ جائے۔ پس اولاد کی قربانی اکثر اوقات اپنی قربانی سے بھی شاندار ہوتی ہے۔ آپؐ نے اس قربانی کا بھی نہایت شاندار نمونہ دکھایا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے حکم دیا ہے کہ صدقات کا مال میری اولاد کے لئے منع ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا دانا انسان اس اَمر کو خوب سمجھ سکتا تھا کہ زمانہ یکساں نہیں رہتا۔ میری اولاد پر بھی ایسا وقت آ سکتا ہے اور آئے گا کہ وہ لوگوں کی امداد کی محتاج ہوگی۔ لیکن باوجود اس کے آپؐ نے فرمادیا کہ میری اولاد کے لئے صدقہ منع ہے گویا ایک ہی رستہ جو غرباء کی ترقی کے لئے کھلا ہے؛ اسے اپنی اولاد کے لئے بند کر دیا اور اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ آپؐ نے خیال فرمایا کہ اگر صدقہ میری اولاد کے لیے کھلا رہا تو اسرائیلی نبیوں کی اولاد کی طرح میری اُمت کے لوگ بھی میرے تعلق کی وجہ سے صدقہ میری اولاد ہی کو زیادہ تر دیں گے اور مسلمانوں کے دوسرے غرباء تکلیف اُٹھائیں گے۔ پس آپؐ نے دوسرے مسلمان غرباء کو تکلیف سے بچانے کے لئے اپنی اولاد کو صدقہ سے محروم کر دیا اور گویا دوسرے مسلمانوں کی خاطر اپنی اولاد کو قربان کر دیا۔ یہ کس قدر قربانی ہے اور کیسی شاندار قربانی ہے۔ اگر مسلمان اس قربانی کی حقیقت کو سمجھیں تو سادات کو کبھی تنگ دست نہ رہنے دیں۔ کیونکہ اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مسلمانوں کی خاطر اپنی اولاد کو قربان کیا ہے۔ مسلمانوں کا بھی فرض ہے کہ اس قربانی کے مقابلہ میں ایک شاندار قربانی کریں اور جس دروازہ کو صدقہ کی شکل میں بند کیا گیا ہے اسے ہدیہ کی شکل میں کھول دیں۔‘‘

(دنیا کا محسن- انوار العلوم، جلد۱۰ صفحہ ۳۰۷)

بَاب ٦١ : اَلصَّدَقَةُ عَلَى مَوَالِي أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے غلاموں کو صدقہ دینا

١٤٩٢ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ وَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً مَيِّتَةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُوْنَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا قَالُوْا إِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا.

اطرافه: ٢٢٢١، ٥٥٣١، ٥٥٣٢.

۱۴۹۲: سعید بن عفیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا: عبداللہ) بن وہب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) عبیداللہ بن عبداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مری ہوئی بکری دیکھی جو حضرت میمونہؓ کی لونڈی کو صدقہ دے دی گئی تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کی کھال سے کیوں فائدہ نہیں اٹھایا؟ انہوں نے کہا: وہ تو مردار تھی۔ آپؐ نے فرمایا: اس کا کھانا ہی حرام ہے۔

١٤٩٣ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ لِلْعِتْقِ وَأَرَادَ مَوَالِيْهَا أَنْ يَّشْتَرِطُوْا وَلَاءَهَا فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرِيْهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ قَالَتْ وَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۴۹۳: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حکم (بن عتبہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ بریرہؓ کو آزاد کرنے کے لئے خریدنا چاہتی تھیں اور اُس کے مالکوں نے چاہا کہ اس شرط پر کہ اس کے ترکے کے وہ حق دار ہوں گے۔ حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اسے خرید لو۔ کیونکہ ترکہ تو اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔ کہتی تھیں:

بِلَحْمٍ فَقُلْتُ هَذَا مَا تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيْرَةَ فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَ لَنَا هَدِيَّةٌ.

نبی ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا۔ میں نے کہا: یہ وہ گوشت ہے جو بریرہؓ کو بطور صدقہ دیا گیا ہے تو آپؐ نے فرمایا: اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔

اطرافه: ٤٥٦، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠۔

تشریح: **اَلصَّدَقَةُ عَلٰى مَوَالِى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ**: مَوَالِی مولیٰ کی جمع ہے۔ اس کے معنے ہیں دوست اور مددگار۔ اسلامی معاشرے میں یہ لفظ آزاد کردہ غلام کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ آزادشدہ کنیز (لونڈی) کو مَوْلَاۃ کہتے ہیں۔ یہ باب ایک روایت کی وجہ سے قائم کیا ہے جو ترمذیؒ اور ابن حبانؒ وغیرہ نے صحیح قرار دی ہے اور وہ یہ ہے: اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَاِنَّ مَوَالِيَ الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ.☆ یعنی ہمارے لئے صدقہ جائز نہیں۔ قوم کے موالی (یعنی آزاد کردہ غلام یا متعاہد دوست) انہی میں سے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور بعض مالکیوں اور شافعیوں نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ مگر جمہور اس کے خلاف ہیں۔ اُن کے نزدیک چونکہ خمس کی تقسیم میں موالی شریک نہیں کئے گئے، اس لئے وہ ذوی القربیٰ میں شمار نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۴۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اَزواج سے متعلق بھی فقہاء نے اختلاف کیا ہے کہ آیا وہ آلِ نبیؐ میں شریک ہیں یا نہیں؟ گو روایت نمبر۱۴۹۳ کے الفاظ ”لَنَا هَدِيَّةٌ“ (وہ ہمارے لئے ہدیہ ہے۔) دلالت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلِ بیت کو ذوی القربیٰ ہی میں شریک رکھا ہے۔ اس لئے امہات المومنین کی حرمت بھی ویسی ہی ہے جیسی آلِ نبیؐ کی۔ ازواج مطہرات کا الگ ذکر نہ کرنے سے بھی یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ امام موصوفؒ کے نزدیک آپؐ کے اہل بیت بھی مشار الیہ حرمت میں شریک ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس پاک نمونہ سے جہاں حقیقۃ الامر کا اظہار فرمایا ہے۔ وہاں نفس کی ایک بیماری کا بھی علاج کیا ہے۔ آپؐ نے اپنی اولاد کو صدقہ سے اس لئے منع فرمایا کہ ان کی نگاہ ان مالوں پر نہ ہو جو محتاجوں کے لئے مخصوص ہیں اور علونفسی اور سیرچشمی جیسے خصائل حمیدہ کے خوگر ہوں اور ان اخلاق سے محفوظ رہیں جو اس طبقہ کے گھرانوں میں سرایت کر جاتے ہیں؛ جنہیں کسی مقدس شخصیت سے نسبت ہوتی ہے۔ آج کل پیروں، گدی نشینوں اور سید کہلانے والے خاندانوں کا جو حال ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف اس خطرہ کا

☆ (ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی کراهیة الصدقة للنبی وأهل بیته وموالیه)
(صحیح ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب مصارف الزکاۃ، ذکر الزجر عن أکل الصدقة المفروضة لآل محمدؐ، روایت نمبر۳۲۹۳، جزء۸ صفحہ۸۸)

تدارک فرمایا۔ دوسری طرف اس وہم کا بھی ازالہ فرمایا کہ صدقہ فی ذاتہٖ ایسی چیز ہے جس کا کھانا معیوب ہے۔ آپؐ نے اسے بطور ہدیہ قبول فرمایا اور خود طلب کر کے کھایا تا لوگوں میں بلا وجہ اس کے استعمال سے خوف یا کراہت پیدا نہ ہو۔ مگر آپؐ کے اس اسوۂ حسنہ کے برعکس عام طور پر مسلمانوں میں صدقہ کا گوشت استعمال کرنے کے بارے میں وہم پایا جاتا ہے۔ نیز بعض لوگ تکبر سے بھی صدقہ کا گوشت نہیں کھاتے۔ آپؐ نے اپنے اس اسوۂ حسنہ سے ہر بات میں اَفراط وتفریط کی اصلاح فرمائی ہے۔

بَاب ٦٢: إِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ

جب صدقہ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جائے

١٤٩٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقَالَتْ لَا إِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهِ إِلَيْنَا نُسَيْبَةُ مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثْتَ بِهَا مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

اطرافه: ١٤٤٦، ٢٥٧٩.

۱۴۹۴: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یزید بن زُرَیع نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حفصہ بنت سیرین سے، حفصہ نے حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور آپؐ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی شئے ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا: کچھ نہیں سوائے گوشت کے جو ہمیں نُسَیبہ نے اس بکری سے بھیجا ہے جو آپؐ نے اس کو صدقے کے مال سے دی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: وہ اپنے ٹھکانے پہنچ چکی ہے۔

١٤٩٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ

۱۴۹۵: یحيٰ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وکیع نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَحْمٍ تُصُدِّقَ بِهِ عَلَى بَرِيْرَةَ فَقَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ. وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافه: ٢٥٧٧.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا۔ وہ بریرہؓ کو صدقہ میں دیا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ اس کے لئے تو صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔ اور ابوداؤد (طیالسی) کہتے تھے: شعبہ نے قتادہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ قتادہ نے حضرت انسؓ سے سنا۔ حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

تشریح: اِذَا تَحَوَّلَتِ الصَّدَقَةُ: یعنی صدقہ جب ایک شخص کو ملے اور وہ اُس کا مالک ہو جائے تو اس ملکیت کے ساتھ صدقہ کی صفت ختم ہو جاتی ہے۔ جب وہ دوسرے کو دے گا تو اس کے لئے صدقہ نہیں رہے گا؛ ہدیہ ہو جائے گا۔ نُسَیبہ حضرت ام عطیہ انصاریہؓ کا نام ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۴۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقہ کے اموال میں سے ایک بکری بھیجی تھی۔

وَقَالَ اَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ....: قتادہؒ کا حضرت انسؓ سے براہِ راست سننا ثابت کرنے کے لئے یہ حوالہ دیا گیا ہے۔ کیونکہ جو روایت (نمبر ۱۴۹۵) اُنہوں نے نقل کی ہے وہ معنعن ہے۔ یعنی عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ.

بَاب ٦٣
أَخْذُ الصَّدَقَةِ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ وَتُرَدُّ فِي الْفُقَرَاءِ حَيْثُ كَانُوْا

مالداروں سے صدقہ زکوٰۃ لیا جائے اور محتاجوں میں تقسیم کیا جائے جہاں بھی وہ ہوں

١٤٩٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِيْنَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا

۱۴۹۶: محمد (بن مقاتل) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ (کہا:) زکریا بن اسحٰق نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی سے، یحییٰ نے حضرت ابن عباسؓ کے غلام ابومعبد (نافذ) سے، ابومعبد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے جب

أَهْلَ كِتَابٍ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَّشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لَكَ بِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ.

آپؐ نے ان کو یمن کی طرف بھیجا؛ فرمایا: تم ایسی قوم کے پاس جاؤ گے جو اہل کتاب ہیں۔ جب ان کے پاس پہنچو تو انہیں اس بات کی دعوت دینا کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو پھر اُنہیں یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر رات دن میں پانچ نمازیں مقرر کی ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو پھر ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ (زکوٰۃ) بھی فرض کیا ہے۔ جو اُن کے مالداروں سے لیا جائے گا اور ان کے محتاجوں کو دیا جائے گا۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو خیال رکھنا۔ ان کے عمدہ مالوں کو نہ لینا اور مظلوم کی بدعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں۔

اطرافه: ١٣٩٥، ١٤٥٨، ٢٤٤٨، ٤٣٤٧، ٧٣٧١، ٧٣٧٢.

تشریح: **تُرَدُّ فِي الْفُقَرَآءِ حَيْثُ كَانُوْا:** حدیث نمبر ۱۴۹۶ کے الفاظ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ کی بناء پر فقہاء کے درمیان ایک جگہ سے دوسری جگہ صدقہ منتقل کئے جانے کے بارہ میں اختلاف ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اُسے جائز قرار دیتے ہیں۔ مگر امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور جمہور کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ جس جگہ سے صدقہ لیا جائے؛ اسی جگہ کے محتاج باشندوں میں تقسیم کیا جائے۔ شوافع صرف اس حالت میں انتقالِ صدقہ جائز سمجھتے ہیں جب اس جگہ مستحقین نہ ہوں جہاں سے صدقہ جمع کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۵۰)

امام بخاریؒ نے الفاظ حَيْثُ كَانُوْا سے اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ تقسیم زکوٰۃ کو کسی جگہ سے مخصوص کرنا منشائے شریعت کے منافی ہے۔ صدقہ محتاجوں کے لئے ہے جہاں بھی ہوں۔ عنوانِ باب میں اَغْنِيَائِهِمْ اور فُقَرَائِهِمْ کی ضمیریں حذف کر کے اَلْاَغْنِيَاءَ اور اَلْفُقَرَاءَ کے الفاظ اختیار کرنے سے بھی یہی واضح کرنا مقصود ہے کہ مطلق دولت منداور محتاج مراد ہیں جہاں کہیں بھی ہوں۔ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ آیت اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ میں بھی فقراء اور مساکین من حیث العموم مراد ہیں۔ علاوہ ازیں مندرجہ بالا روایت سے بھی ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذؓ کو یہ اختیار نہیں دے رہے تھے کہ زکوٰۃ اہل یمن سے لے کر وہیں اسے تقسیم کر دینا، بلکہ آپؐ نے انہیں یہ تلقین فرمائی ہے کہ

اہل کتاب کو اسلام سکھانے میں تدریج سے کام لیا جائے اور انہیں سمجھایا جائے کہ زکوۃ کے بارے میں اسلام کی تعلیم کا اصل مقصد کیا ہے۔ تُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ سے هُمْ کی ضمیر کی بنا پر موشگافی اور تخصیص کرنا مناسب نہیں جبکہ قرآنِ مجید کے ارشاد میں ایسی تخصیص نہیں۔

بَاب ٦٤: صَلَاةُ الْإِمَامِ وَ دُعَائُهُ لِصَاحِبِ الصَّدَقَةِ

امام کا صدقہ دینے والے کے لئے دعا (دعائے مغفرت ورحمت) کرنا

وَقَوْلُهُ: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ (التوبة:١٠٣)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: ان کے مالوں سے صدقہ لے جس سے تو انہیں ظاہری اور باطنی طور پر پاک اور صاف کر دے اور ان کے لئے دعائے مغفرت اور رحمت کر۔ یقیناً تیری دعا اُن کے لیے سکینت کا موجب ہوگی۔

١٤٩٧: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ فَأَتَاهُ أَبِي بِصَدَقَتِهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ أَبِي أَوْفَى.

اطرافہ: ٤١٦٦، ٦٣٣٢، ٦٣٥٩.

۱۴۹۷: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن مرہ) سے، عمرو نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جب نبی ﷺ کے پاس بعض لوگ اپنا صدقہ لے کر آتے تو آپؐ فرماتے: اے اللہ! فلاں کی اولاد کی اولاد کو خاص رحمت سے نواز۔ میرے باپ بھی آپؐ کے پاس صدقہ لے کر آئے اور آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! ابی اوفیٰ کی اولاد کو خاص رحمت سے نواز۔

تشریح: اِنَّ صَلَاتَکَ سَکَنٌ لَّهُمْ: یہ باب بھی سابقہ مضمون واضح کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی نیابت میں خلیفہ وقت یا امامِ قوم مامور ہیں کہ مسلمانوں سے زکوۃ وصول کریں اور ان کی ظاہری اصلاح و باطنی پاکیزگی کے لئے جہاں دیگر وسائل اختیار کریں وہاں ان کے لئے دعائیں بھی کریں۔ اس لئے صدقات کے بارے میں عدم انتقال کی شرط لگانا اور اسی جگہ اسے تقسیم کر دینا؛ جہاں سے وہ حاصل ہوں؛ یہ درست نہیں۔ یہ امام کا فرض منصبی ہے کہ انہیں مناسب طور پر تقسیم کرے یا کرائے۔ تطہیر کا تعلق جسمانی پاکیزگی اور تزکیہ کا باطنی پاکیزگی سے ہے۔ حدیث میں آتا ہے: كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا☆ قریب ہے کہ محتاجی کفر تک نوبت

☆ (العلل المتناهية، كتاب الزهد، حديث فی أن الفقر كاد يكون كفرا، روایت نمبر ۱۳۴۶، جزء۲ صفحہ۸۰۵)

پہنچا دے۔ افلاس کئی قسم کی ظاہری اور باطنی ناپاکیوں اور بداخلاقیوں کا موجب ہوتا ہے۔ جن کا تدارک زکوٰۃ وصدقات سے کیا گیا ہے۔ تقسیم زکوٰۃ وصدقہ میں اگر یہ مقصد ملحوظ نہ رکھا جائے تو شریعت اسلامی کے اس حکم کی صحیح معنوں میں تعمیل نہ ہوگی۔ اس کے مصارف کا دائرہ امت کے کمزور طبقہ پر حاوی ہے؛ جہاں بھی یہ طبقہ پایا جائے۔

بَاب ٦٥ : مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ

جو مال سمندر سے نکالا جائے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَيْسَ الْعَنْبَرُ بِرِكَازٍ هُوَ شَيْءٌ دَسَرَهُ الْبَحْرُ وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْعَنْبَرِ وَاللُّؤْلُؤِ الْخُمُسُ فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسَ لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: عنبر☆ مال دفینہ نہیں ہے۔ وہ تو ایک چیز ہے جسے سمندر باہر پھینک دیتا ہے اور حسن نے کہا: عنبر اور موتیوں میں پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مالِ دفینہ میں ہی پانچواں حصہ رکھا ہے، نہ اس میں جو پانی میں سے ملے۔

١٤٩٨: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيْلَ بِأَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِيْنَارٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيْهَا أَلْفَ دِيْنَارٍ فَرَمَى بِهَا فِي

۱۴۹۸: اور لیث نے کہا: جعفر بن ربیعہ نے مجھے بتایا کہ عبدالرحمٰن بن ہرمز سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے کسی اسرائیلی شخص سے ہزار اشرفی قرض مانگی تو اس نے اس کو وہ دے دیں۔ پھر وہ سمندر کو گیا تو اس نے کوئی کشتی نہ پائی۔ اس نے ایک لکڑی لی اور اس کو کھودا اور اس میں ہزار اشرفی رکھ دی اور پھر اسے سمندر میں ڈال دیا۔ وہ شخص جس نے

☆ اَلْعَنْبَرُ: امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ایک پودا ہے جو سمندر کی تہہ میں ہوتا ہے۔ امام کرمانیؒ کے نزدیک اس سے مراد سمندر کی جھاگ ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۵۶) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۹۶)

الْبَحْرِ فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ أَسْلَفَهُ فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ.

اسے قرض دیا تھا؛ باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک لکڑی ہے۔ اس نے اس کو اپنے گھر والوں کے لئے بطور ایندھن کے لے لیا۔ پھر (راوی نے) پورا واقعہ بیان کیا۔ جب اس کو چیرا تو اُس نے وہ مال پایا۔

اطرافه: ٢٠٦٣، ٢٢٩١، ٢٤٠٤، ٢٤٣٠، ٢٧٣٤، ٦٢٦١۔

تشریح: **مَا يُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَحْرِ**: سمندر سے حاصل کردہ مال پر زکوٰۃ لینے کے بارے میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ عنوانِ باب میں اسی اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے چند حوالے دئے گئے ہیں۔ ان میں سے حضرت ابن عباسؓ کے فتوے کا حوالہ امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الامّ میں بروایت سفیانؒ بن عیینہؒ اور حسن بصریؒ کا فتویٰ ابوعبیدؒ نے کتاب الاموال میں نقل کیا ہے۔ انہوں نے اموالِ دفینہ پر قیاس کرکے عنبر اور موتیوں میں بھی پانچواں حصہ زکوٰۃ قرار دی ہے۔ لیث بن سعد مصریؒ دوسری صدی کے فقہاء میں سے ہیں۔ ان کی روایت کو یہاں عنوانِ باب میں واوِ عاطفہ کے ساتھ بطور تعلیق نقل کیا ہے۔ لیکن کتاب البیوع میں یہ موصولاً نقل کی گئی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۵۶-۴۵۷) ان تینوں حوالوں کو عنوانِ باب میں درج کرکے مسئلہ معنونہ سے متعلق کوئی واضح روایت اس کی تائید میں نہ پیش کرنے سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ کو اس بارے میں کوئی مستند روایت نہیں ملی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عنوانِ باب کو بھی قصداً مبہم رکھا ہے۔ الفاظ فَإِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسَ لَيْسَ فِي الَّذِي يُصَابُ فِي الْمَاءِ سے جو حسن بصریؒ کے حوالہ کے بعد نقل کئے گئے ہیں مذکورہ بالا قیاس ردّ کرنا مقصود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول اگلے باب میں منقول ہے۔ (روایت نمبر۱۴۹۹) موتی، مچھلی وغیرہ اشیاء اگر بصورتِ تجارت ذریعہ کسب معاش ہوں تو اُن پر حق واجب تجارتی حساب سے عائد ہوگا اور مٹی کا تیل پٹرول وغیرہ قسم کی اشیاء معدنیات پر قیاس کی جائیں گی۔ جن میں خمس ادا کرنے کی صراحت ہے؛ نہ زکوٰۃ پر جس کے لئے نصاب اور ایک سال کی مدت ضروری ہے۔ اس تعلق میں اگلا باب بھی ملاحظہ ہو۔ اسرائیلی واقعہ سے صرف اس قدر اشارہ کرنا مقصود ہے کہ سمندر کی اشیاء بھی دولت پیدا کرنے کا منبع ہیں اور قابل زکوٰۃ ہیں۔

بَاب ٦٦: فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ

رکاز یعنی مال زیر زمین میں پانچواں حصہ ہے

وَقَالَ مَالِكٌ وَابْنُ إِدْرِيْسَ الرِّكَازُ دِفْنُ الْجَاهِلِيَّةِ فِي قَلِيْلِهِ وَكَثِيْرِهِ

اور مالکؒ اور (شافعی) ابن ادریسؒ نے کہا: رکاز وہ مال ہے جو زمانہ جاہلیت میں گاڑ دیا جاتا تھا۔ تھوڑا ہو

الْخُمُسُ وَلَيْسَ الْمَعْدِنُ بِرِكَازٍ وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ وَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ مِنَ الْمَعَادِنِ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْنِ خَمْسَةً وَقَالَ الْحَسَنُ مَا كَانَ مِنْ رِكَازٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ فَفِيْهِ الْخُمُسُ وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضِ السِّلْمِ فَفِيْهِ الزَّكَاةُ وَإِنْ وَّجَدْتَّ اللُّقَطَةَ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ فَعَرِّفْهَا وَإِنْ كَانَتْ مِنَ الْعَدُوِّ فَفِيْهَا الْخُمُسُ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْمَعْدِنُ رِكَازٌ مِثْلُ دِفْنِ الْجَاهِلِيَّةِ لِأَنَّهُ يُقَالُ أَرْكَزَ الْمَعْدِنُ إِذَا {خَرَجَ☆} مِنْهُ شَيْءٌ قِيْلَ لَهُ قَدْ يُقَالُ لِمَنْ وُهِبَ لَهُ شَيْءٌ أَوْ رَبِحَ رِبْحًا كَثِيْرًا أَوْ كَثُرَ ثَمَرُهُ أَرْكَزْتَ ثُمَّ نَاقَضَ وَقَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَّكْتُمَهُ فَلَا يُؤَدِّيَ الْخُمُسَ.

یا بہت اس میں پانچواں حصہ ہے اور کان رِکاز نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کان میں کام کرتے ہوئے جو کسی حادثہ سے مر جائے، اس کے لئے کوئی تاوان نہیں اور مالِ دفینہ میں پانچواں حصہ ہے اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا: کانوں میں ہر دوسو (درہم) پر پانچ (درہم) ہے اور حسن نے کہا: جو مالِ دفینہ دارالحرب میں ہو، اس میں پانچواں حصہ ہے اور جو دارالسلم (یعنی صلح اور امن کے علاقے میں) ہو اس میں زکوٰۃ ہے اور اگر تو دشمن کے ملک میں گری پڑی چیز پائے تو اس کی شناخت کروا۔ اگر وہ دشمن کی ہو تو اس میں پانچواں حصہ ہوگا اور بعض نے کہا: کان بھی زمانہ جاہلیت کے دفینہ کی طرح مالِ دفینہ ہے۔ کیونکہ جب کان سے کچھ {نکالا جائے☆} تو کہا جاتا ہے: اَرْكَزَ الْمَعْدِنُ. یعنی کان میں سے مالِ دفینہ نکالا۔ اسے یہ جواب دیا گیا کہ جس کو کوئی چیز بطور حصہ دی جائے یا وہ بہت نفع حاصل کرے یا اس کا پھل بہت ہو تو اُسے بھی کہا جاتا ہے: اَرْكَزْتَ یعنی تو نے مالِ دفینہ پالیا۔ پھر اس نے خود ہی اپنے قول کو ردّ کیا ہے اور کہا ہے: کوئی حرج نہیں اگر وہ اس کو چھپا لے اور پانچواں حصہ نہ دے۔

١٤٩٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

۱۴۹۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب

☆"خَرَجَ" کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں "أُخْرِجَ" ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۴۵۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَجْمَاءُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.

سے، ابن شہاب نے سعید بن مسیّب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانور سے جو نقصان پہنچے، اُس کا تاوان نہیں۔ اسی طرح کنواں بھی قابل تاوان نہیں اور کان بھی قابل تاوان نہیں اور مالِ دفینہ میں پانچواں حصہ ہے۔

اطرافه: ٢٣٥٥، ٦٩١٢، ٦٩١٣.

تشریح: **فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ:** رِکاز سے مراد وہ مال ہے جو زیر زمین ہو۔ امام مالکؒ و امام شافعیؒ فقہائے حجاز میں سے ہیں۔ عنوانِ باب میں رکاز کی تعریف میں ان دونوں اماموں کا حوالہ اس لیے دیا گیا ہے کہ فقہائے عراق وشام میں سے امام ابوحنیفہؒ، ثوری اور اوزاعی رحمہم اللہ نے رِکاز میں معدنیات کو بھی شمار کیا ہے۔ جیسا کہ عنوانِ باب میں وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ کہہ کر ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ان کی دلیل کو لغت سے ردّ کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اَرْكَزَهُ الرَّجُلُ اُس وقت کہا جاتا ہے؛ جب کوئی شخص زمین میں سونے کے ٹکڑے پائے۔ اس لئے رکاز میں معدن بھی شامل ہوسکتی ہے۔ اس کا امام بخاریؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ اَرْكَزَ کے معنی یہ بھی ہیں کہ کسی شخص نے بہت نفع حاصل کیا۔ اَرْكَزَ الشَّجَرُ درخت بہت پھل لایا۔ اَرْكَزَ الرَّجُلُ آدمی کو ہبہ ملا یعنی مفت میں عطا کیا گیا تو پھر رِکاز میں اس اشتراکِ معنوی کی وجہ سے نفع، پھل و ہبہ سب کو شامل کرنا ہوگا۔ مگر علامہ عینی نے امام ابوحنیفہؒ کی مدافعت کرتے ہوئے مجمع الغرائب اور نہایہ ابن اثیر کا حوالہ دیا ہے کہ رِکاز اور معدن ایک ہی ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۱۰۰)

ثُمَّ نَاقَضَ: یعنی امام ابوحنیفہؒ نے اپنے اس فتویٰ کے خلاف اجازت دی ہے کہ کوئی شخص اگر محتاج ہو تو معدن سے حاصل شدہ سونے چاندی کا پانچواں حصہ بجائے بیت المال کو دینے کے استعمال میں لاسکتا ہے۔ اس اجازت کے یہ معنی ہیں کہ نہ زکوٰۃ نکالے اور نہ پانچواں حصہ دے۔ زکوٰۃ خالص بیت المال کا حق ہے۔ کسی فرد کا حق نہیں کہ وہ خود گھر بیٹھے فیصلہ کرلے کہ فلاں مال پر اتنی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور چونکہ وہ خود محتاج ہے؛ اس لئے اسے استعمال کرسکتا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس نقطۂ نظر سے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اگر رِکاز اور معدن سے کان ہی مراد ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واوِ عاطفہ سے اِن دونوں کا الگ الگ ذکر نہ فرماتے۔ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں حدیث وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَعْدِنِ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُس کا حوالہ دے کر جمہور کی دلیل قبول کی ہے۔

جُبَارٌ کے معنے بلا تاوان یعنی اگر کان کے گرنے یا پھٹنے سے کارکن ہلاک ہوجائیں تو تاوان کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ لیکن مالکِ معدن اپنی خوشی سے ہلاک شدہ کے اقرباء کو دے سکتا ہے۔

وَأَخَذَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ .... : ابوعبید نے کتاب الاموال میں سفیان ثوریؒ کے حوالہ سے روایتاً نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے معدن کو رِکاز پر قیاس کر کے اس میں پانچواں حصہ وصول کرنے کی ہدایت کی۔ پھر اس کے بعد ایک اور پروانہ لکھا کہ نصاب زکوٰۃ کے مطابق اس پر وصول کیا جائے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۵۹)

وَقَالَ الْحَسَنُ .... : ابن ابی شیبہ نے عاصم بن سلیمان احول بصری تابعیؒ کی سند سے حسن بصری کا محولہ بالا قول نقل کیا ہے۔ غالباً انہوں نے یہ فرق مالِ غنیمت پر قیاس کرنے کی وجہ سے کیا ہے جو بلا جنگ ومشقت حاصل ہوں، جن میں پانچواں حصہ ہے۔ (الانفال: ۲) چونکہ مالِ غنیمت کا تعلق ایسی قوم سے ہے جو برسر پیکار ہے، اس لئے رِکاز کو مالِ غنیمت قرار دینے میں یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ وہ بحالت دفینہ پایا جائے۔ **وَاِنْ وَّجَدْتَ اللُّقْطَةَ** - گری پڑی چیز سے متعلق بھی حسن بصریؒ کا یہی فتویٰ ہے کہ اگر دشمن کی زمین میں پائی جائے اور یہ ثابت ہو کہ برسر پیکار دشمن کی ہے تو وہ مالِ غنیمت شمار ہوگی اور اُس میں پانچواں حصہ ہے۔ عنوانِ باب میں یہ حوالے دینے کے بعد امام موصوف نے جو حدیث نقل کی ہے اُس میں رِکاز پر پانچواں حصہ علی الاطلاق دیے جانے کی تصریح ہے۔ مذکورہ بالا حوالوں کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۵۸-۴۵۹۔

رِکاز کانیں ہوں یا مال دفینہ اِن میں خمس ہے اور اموالِ زکوٰۃ میں سے شمار نہیں ہوں گی۔ کیونکہ ان میں نہ نصاب ہے اور نہ ایک سال مدت گزرنے کی شرط اور نہ یہ شرط ہے کہ جامد ہو یا سیال یا منطبع جیسا کہ احناف نے ان کی تقسیم کر کے اول الذکر پر خمس عائد کیا ہے اور باقی دو کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ برخلاف امام شافعیؒ اور امام یوسفؒ کہ ان دونوں کے نزدیک تمام اقسام معدنیات خواہ وہ دھاتیں ہوں یا نمک کی قسم یا جواہر یا سیال چیزیں جیسے پارہ، لُک اور پٹرول وغیرہ۔ ان سب پر بلا استثنیٰ خمس ہے اور یہ کہ خمس بھی زکوٰۃ ہی کی قسم ہے جو رفاہِ عامہ کے لئے مقصود ہے۔

یہ فقیہانہ اختلاف باعتبارِ وجوب یا عدم وجوب نظر انداز کئے جانے کے لائق ہے۔ خمس معدنیات اور دفائن دونوں ہی میں واجب ہے۔ رِکاز حکومت کی ملکیت ہے۔ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں اصل مسئلہ کو مذکورہ اختلافات پر مقدم رکھا ہے۔ یعنی ہر قسم کی معدنیات ودفائن میں خمس ہے۔ اس پر قیاس کیا گیا ہے جواہر، موتی، عنبر اور مچھلیوں وغیرہ کا بشرطیکہ تجارتی غرض سے ہوں اور اسی پر قیاس کیا جائے گا؛ پٹرول وغیرہ سیال مواد اور آثارِ قدیمہ کا جو ہمارے زمانہ میں زمین سے برآمد کئے جاتے ہیں۔ حکومت کا فرض ہے کہ ان کا خمس نکالے اور مصارفِ زکوٰۃ کے لئے مخصوص کرے۔ ایسا ہی افراد بھی دفائن اور معدنیات سے جو وہ حکومت سے ٹھیکہ پر لیتے ہیں، خمس ادا کریں۔

بَاب ٦٧ : قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا (التوبة: ٦٠)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ زکوٰۃ کے حاصل کرنے والوں کو بھی دیا جائے

وَمُحَاسَبَةُ الْمُصَدِّقِيْنَ مَعَ الْإِمَامِ.

اور صدقات وصول کرنے والوں کا امام کے ساتھ حساب کتاب کرنا۔

١٥٠٠ : حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اسْتَعْمَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْأَسْدِ عَلَى صَدَقَاتِ بَنِي سُلَيْمٍ يُدْعَى ابْنَ اللُّتْبِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهُ.

۱۵۰۰: یوسف بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابواُسامہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہشام بن عروہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسد قبیلہ کے ایک شخص کو بنی سلیم کے صدقات کو وصول کرنے کے لئے مقرر کیا۔ اسے ابن اللُّتْبِيَّه کہتے تھے۔ جب وہ آیا تو آپؐ نے اس سے حساب لیا۔

اطرافه: ٩٢٥، ٢٥٩٧، ٦٦٣٦، ٦٩٧٩، ٧١٧٤، ٧١٩٧.

تشریح: مُحَاسَبَةُ الْمُصَدِّقِيْنَ: زکوٰۃ کے مصرف میں کارکنانِ تحصیل زکوٰۃ ادنیٰ واعلیٰ سب شامل ہیں۔ سابقہ باب کی تشریح میں بیان کیا جاچکا ہے کہ کسی فرد کے لئے جائز نہیں کہ وہ زکوٰۃ کا خود حساب کر کے اُسے اپنے یا غیر کے لئے خرچ کرے۔ حتیٰ کہ محصلین بھی پابند ہیں کہ وہ زکوٰۃ کا حساب امام کے سامنے پیش کریں۔ اس میں سے خود بخود اپنے لئے رکھ لینا جائز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبداللہ بن لتبیہؓ سے جائزہ لینے کا واقعہ مختصراً یہی بات ذہن نشین کرانے کے لئے نقل کیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید نے جن افراد کو زکوٰۃ کا مستحق ٹھہرایا ہے، ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ بغیر اجازت امام کے زکوٰۃ میں سے اپنے لئے رکھ لیں۔ حضرت عبداللہ بن لتبیہؓ کے پاس زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ پایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع ملنے پر ان سے حساب لیا تو انہوں نے کہا کہ یہ مال بطور ہدیہ انہیں دیا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: پھر گھر میں کیوں نہ بیٹھے رہے۔ وہیں ہدیہ پہنچ جاتا۔ (کتاب الھبة روایت نمبر ۲۵۹۷) قرآنِ مجید نے مصرفِ زکوٰۃ میں محتاجوں کا حق کارکنوں کے حق پر مقدم رکھا ہے۔ لیکن اس کے برعکس پبلک روپے کا بیشتر حصہ کارکنوں پر خرچ کردیا جاتا ہے۔

بَاب٦٨ : اِسْتِعْمَالُ إِبِلِ الصَّدَقَةِ وَأَلْبَانِهَا لِأَبْنَاءِ السَّبِيْلِ

مسافروں کے لئے صدقہ کے اونٹوں اوران کے دودھ کا استعمال کرنا

١٥٠١ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ نَاسًا مِّنْ عُرَيْنَةَ اجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَرَخَّصَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّأْتُوْا إِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوْا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَقَتَلُوْا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوْا الذَّوْدَ فَأَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِهِمْ فَقَطَّعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ وَتَرَكَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَعَضُّوْنَ الْحِجَارَةَ. تَابَعَهُ أَبُو قِلَابَةَ وَحُمَيْدٌ وَثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ.

١٥٠١: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحییٰ (قطان) نے ہمیں بتایا کہ شعبہ سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ عرینہ کے کچھ لوگوں نے مدینہ کی آب وہوا کو موافق نہ پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی کہ وہ صدقہ کے اونٹوں میں چلے جائیں اور ان کا دودھ اور پیشاب پئیں۔ انہوں نے چرواہے کو مار ڈالا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سواروں کو) ان کے پیچھے بھیجا۔ ان کو لایا گیا اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور ان کی آنکھیں نکال دی گئیں اور انہیں پتھریلی زمین میں چھوڑ دیا۔ جہاں وہ پتھروں پر دانت مارتے۔ (قتادہ کی طرح) ابوقلابہ، حمید اور ثابت نے بھی حضرت انسؓ سے یہی بات بیان کی ہے۔

اطرافه: ٢٣٣، ٣٠١٨، ٤١٩٢، ٤١٩٣، ٤٦١٠، ٥٦٨٥، ٥٦٨٦، ٥٧٢٧، ٦٨٠٢، ٦٨٠٣، ٦٨٠٤، ٦٨٠٥، ٦٨٩٩.

تشریح: **اِسْتِعْمَالُ اِبِلِ الصَّدَقَةِ وَاَلْبَانِهَا لِاَبْنَاءِ السَّبِيْلِ:** تقسیم زکوٰۃ کی ایک تو یہ صورت ہے کہ کسی کو کلیۃً دے دی جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اصل مال محفوظ رکھتے ہوئے اس کے منافع سے فائدہ اٹھانے کا موقع ضرورت مندوں کو دیا جائے۔ اس دوسری صورت کی طرف توجہ منعطف کرانے کے لئے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ واقعہ مذکورہ بالا کی تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب الوضوء- روایت نمبر ٢٣٣۔ جہاں یہ روایت ابوقلابہ سے مروی ہے۔ حمید سے امام مسلمؒ، نسائیؒ ☆ اور ابن خزیمہؒ نے یہی روایت موصولاً نقل کی ہے۔ ثابت کی روایت کتاب الطب میں

☆ (مسلم، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات، باب حكم المحاربين والمرتدين)
(نسائي، كتاب تحريم الدم، ذكر اختلاف الناقلين لخبر حميد عن انس بن مالك فيه)

موصولاً منقول ہے۔(دیکھئے بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بألبان الإبل، روایت نمبر۵۶۸۵)
(فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۶۲)

ابن السبیل کے تعلق میں ایک تو وہ صورت ہے جو روایت نمبر۱۵۰۱ میں بیان ہوئی ہے۔ اسی شق میں سفر کی سہولت کے لئے سڑکوں، پلوں اور مسافر خانوں کی تعمیر، کنوئیں بنوانا، حفاظتی چوکیاں قائم کرنا تا سفر پر امن ہو سکیں، ادارہ سیاحت کا قیام تا دوسرے ممالک میں آنے جانے میں آسانیاں پیدا ہوں اور ایک دوسرے سے فائدہ اُٹھانے کے مواقع اپنوں اور غیروں کے لئے بہم پہنچیں۔ اسلامی حکومتوں نے اپنے وقت میں یہ سب کام کئے۔ شیر شاہ سوری کی یادگار جرنیلی سڑک پشاور سے کلکتہ تک اب تک موجود ہے جس پر جابجا باؤلیاں (یعنی پکے کنویں) اور سرائیں بنائی گئیں اور محافظین کا انتظام بھی قافلوں کے لئے ہوتا تھا۔

بَاب ٦٩ : وَسْمُ الْإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهِ

صدقہ کے اونٹوں کو امام کا اپنے ہاتھ سے داغنا

١٥٠٢ :حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ غَدَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهُ فَوَافَيْتُهُ فِي يَدِهِ الْمِيْسَمُ يَسِمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ.

اطرافه: ٥٥٤٢، ٥٨٢٤۔

۱۵۰۲: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ولید (بن مسلم) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوعمرو اوزاعی نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے مجھے بتایا۔ (کہتے تھے) کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا، کہا: میں صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عبداللہ بن ابی طلحہؓ کو لے کر گیا تا آپؐ اس کو گھٹی دیں۔ میں نے آپؐ کو پایا کہ آپؐ کے ہاتھ میں داغ دینے کا آلہ تھا۔ آپؐ صدقہ کے اونٹوں کو داغ دے رہے تھے۔

تشریح: وَسْمُ الْإِمَامِ إِبِلَ الصَّدَقَةِ بِيَدِهِ: یہ باب بھی یہی بات ذہن نشین کرانے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ صدقہ کی حفاظت اور اس کی تقسیم سے متعلق اہتمام رکھنا درحقیقت امام کے فرائض میں سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے ہاتھ سے صدقہ کے جانوروں کو نشان (مہر) سے داغا کرتے تھے۔ مبادا وہ دوسرے جانوروں سے مل جائیں اور شناخت کرنے میں دقت ہو یا کوئی شخص صدقہ دینے کے لئے اسے خریدے۔ خلفائے راشدین بھی آپؐ کے اسی اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے متعلق مروی ہے: رَأَى رَجُلٌ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

يَهْنَأُ بَعِيرًا مِّنْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ لَهُ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَهَلْ اَمَرْتَ عَبْدًا مِّنْ عَبِيْدِ الصَّدَقَةِ يَكْفِيْكَ هٰذَا فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ عُمَرُ وَقَالَ وَأَيُّ عَبْدٍ هُوَ اَعْبَدُ مِنِّيْ اِنَّهُ مَنْ وَلِيَ اَمْرَ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ لِلْمُسْلِمِيْنَ يَجِبُ عَلَيْهِ لَهُمْ مَا يَجِبُ عَلَى الْعَبْدِ لِسَيِّدِهٖ مِنَ النَّصِيْحَةِ وَاَدَاءِ الْاِمَانَةِ.

(عظمة الاسلام-تالیف محمود مهدی الاستانبولی،حاشیہ صفحہ۶۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوۂ حسنہ میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ زکوٰۃ بیت المال کا حق ہے اور اس کی حفاظت اور مصرف کا ذمہ دار خود امام یعنی خلیفہ وقت ہے۔ باب ۶۷ کے بعد یہ دو باب قائم کرنے سے یہی بات ذہن نشین کرانا مقصود ہے۔

احناف میں سے بعض نے صدقہ کے جانور داغنا مکروہ گردانا ہے کیونکہ ایک دوسری روایت میں جانور کو دکھ دینے کی ممانعت کے بارے میں تصریح ہے۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ اس لئے امام موصوفؒ نے یہ باب قائم کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۶۲) ممکن ہے یہ غرض بھی مدنظر ہو۔ مگر عنوانِ باب امام کے ذاتی اہتمام پر بالوضاحت دلالت کرتا ہے۔

✪✪✪✪✪
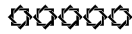
بسم الله الرحمن الرحيم

أَبْوَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ☆

بَاب ٧٠: فَرْضُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ

صدقۂ فطر کا فرض ہونا

وَرَأَى أَبُو الْعَالِيَةِ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيْرِيْنَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ فَرِيْضَةً.

اور ابوالعالیہ، عطاء اور ابن سیرین صدقہ فطر کو فرض سمجھتے تھے۔

١٥٠٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ السَّكَنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

۱۵۰۳: یحيٰ بن محمد بن سکن نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن جہضم نے ہمیں بتایا، (کہا:) اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمر بن نافع سے، عمر نے اپنے باپ سے، انہوں نے (حضرت عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو زکوٰۃ فطر مسلمانوں پر فرض کی ہے خواہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، بڑا ہو یا چھوٹا اور آپؐ نے حکم دیا کہ وہ ادا کی جائے پیشتر اس کے کہ لوگ نماز کے لئے نکلیں۔

اطرافه: ١٥٠٤، ١٥٠٧، ١٥٠٩، ١٥١١، ١٥١٢۔

تشریح: **فَرْضُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ:** صدقہ فطر کو فقہاء میں سے ایک فریق (احناف) واجب اور ایک دوسرا فریق سنت موکدہ قرار دیتا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۶۳) عنوانِ باب میں جن فقہاء کے فتویٰ کا حوالہ

☆ الفاظ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ أَبْوَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ" عمدۃ القاری کے مطابق ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۱۰۷)

دیا گیا ہے، انہوں نے اس کی فرضیت سے متعلق تصریح کی ہے۔ ابوالعالیہ رفیع بن مہران ریاحی بصری نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زمانہ پایا اور انہیں دیکھا۔ قرآن کریم کے بہت بڑے عالم تھے۔ ۹۰ھ میں فوت ہوئے۔ (تھذیب التھذیب، حرف الراء المھملۃ، من اسمہ رفیع، جزء۳ صفحہ۲۴۶) یہ تینوں فقہاء مشہور ثقہ تابعین میں سے ہیں۔ روایت نمبر۱۵۰۳ میں بجائے صدقہ فطر؛ زکوٰۃ کا لفظ ہے جو اس صدقے کی فرضیت پر دال ہے۔ حکم وَآتُوا الزَّكَاةَ کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جس طرح فرمائی ہے، اسے قبول کرنا فرض ہے اور الفاظ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ بھی اسی فرضیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ حدیث نمبر۱۵۰۳ اور تواتر دونوں مسئلہ معنونہ کی تائید میں ہیں۔

بَاب ٧١: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

مسلمانوں میں سے غلام وغیرہ پر صدقہ فطر کی فرضیت

١٥٠٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

۱۵۰۴: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالکؒ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو ہر آزاد یا غلام، مرد یا عورت مسلم پر فرض کی۔

اطرافه: ١٥٠٣، ١٥٠٧، ١٥٠٩، ١٥١١، ١٥١٢.

تشریح: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهِ: یہ باب بھی سابقہ مضمون کی مزید وضاحت کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ صدقہ فطر فرض ہونے کی وجہ سے ہی غلاموں، نوکروں اور بچوں کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ امام مالکؒ کی روایت مذکورہ بالا قتیبہؒ بن سعید نے بھی نقل کی ہے اور اس میں مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ کے الفاظ نہیں۔ لیکن باقی تمام سندوں میں یہ الفاظ ہیں۔ اسی لئے امام موصوفؒ نے عنوانِ باب میں ان الفاظ کو نمایاں کیا ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۶۶-۴۶۷)

بَاب ٧٢: {صَدَقَةُ الْفِطْرِ ☆} صَاعٌ مِنْ شَعِيْرٍ
{صدقہ فطر☆} ایک صاع جَو ہے

١٥٠٥: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُطْعِمُ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ.

اطرافه: ١٥٠٦، ١٥٠٨، ١٥١٠.

۱۵۰۵: قبیصہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے عیاض بن عبداللہ سے، عیاض نے حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: صدقہ فطر ایک صاع جَو (مسکین کو) کھانے کے لئے دیا کرتے تھے۔

بَاب ٧٣: صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ
صدقہ فطر ایک صاع اناج ہے

١٥٠٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ الْعَامِرِيّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ.

اطرافه: ١٥٠٥، ١٥٠٨، ١٥١٠.

۱۵۰۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے عیاض بن عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامری سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: ہم زکوٰۃ فطر ایک صاع خوراک نکالا کرتے تھے یا ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش۔

☆ الفاظ "صَدَقَةُ الْفِطْرِ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۴٦٧) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ٧٤: صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ

صدقہ فطر ایک صاع کھجور

١٥٠٧: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ قَالَ عَبْدُ اللهِ رضي الله عنه فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ.

۱۵۰۷: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) نے کہا کہ نبی ﷺ نے زکوٰۃ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو دینے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے: لوگوں نے دو مد گیہوں (ایک صاع جَو) کے برابر مقرر کئے۔

اطرافه: ١٥٠٣، ١٥٠٤، ١٥٠٩، ١٥١١، ١٥١٢.

بَاب ٧٥: صَاعٌ مِنْ زَبِيْبٍ

ایک صاع کشمش

١٥٠٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ يَزِيْدَ الْعَدَنِيَّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ حَدَّثَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُعْطِيْهَا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ زَبِيْبٍ فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ وَجَاءَتِ السَّمْرَاءُ قَالَ أُرَى مُدًّا مِّنْ هٰذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ.

۱۵۰۸: عبداللہ بن منیر نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے یزید (بن ابی حکیم) عدنی سے سنا۔ (انہوں نے کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ زید بن اسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: عیاض بن عبداللہ (بن سعد) بن ابی سرح نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں (صدقہ فطر) ایک صاع اناج کا یا ایک صاع کھجور کا یا ایک صاع جَو کا یا ایک صاع کشمش کا دیا کرتے تھے۔ جب معاویہؓ آئے اور گندم بھی آئی تو حضرت ابوسعیدؓ کہتے تھے: میں سمجھتا ہوں کہ اس (گندم) کا مُدّ (اناج کے) دو مُدّ کے برابر ہے۔

اطرافه: ١٥٠٥، ١٥٠٦، ١٥١٠.

تشریح: صَاعٌ جو حجاز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں رائج تھا، پونے تین سیر کے برابر تھا۔ امام موصوفؒ نے چار باب یکے بعد دیگرے قائم کرکے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ خوراک کی اجناس میں سے جو بھی میسر ہو؛ ایک صاع صدقہ فطر دیا جاسکتا ہے۔ باب۷۳-۷۵ کے عنوانوں میں مختلف اجناس کا ذکر کرتے ہوئے لفظ صاع اس لئے دہرایا گیا ہے تا اس معین مقدار کی طرف توجہ دلائی جائے۔ باب۷۵ کا عنوان بھی صرف صَاعٌ مِنْ زَبِيْبٍ (یعنی ایک صاع کشمش) رکھا گیا ہے جس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ خواہ جنس اعلیٰ قیمت کی ہو یا ادنیٰ قیمت کی۔ متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جنس ایک ہی مقدار میں دی جائے گی۔ ان ابواب میں صاع کی تعیین و تکرار کا سبب یہ ہے کہ لوگوں نے اجناس کے درمیان تمیز کرکے عمدہ جنس چار مُدّ (یعنی ایک صاع) کی جگہ دو مُدّ دینے شروع کردئے تھے۔ روایت نمبر۱۵۰۷ کے آخر میں قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ کہہ کر اُن کے اِسی تخمینہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ روایت نمبر۱۵۰۸ کے آخر سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے شام کی اعلیٰ قسم کی گندم کا ایک مُدّ دوسری گندم کے دو مُدّ کے برابر قرار دیا تھا۔ روایت نمبر۱۵۰۴، ۱۵۰۷ سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کا فریضہ مقرر کرتے وقت جَو یا کھجور وغیرہ کے وزن میں فرق نہیں کیا بلکہ سب اجناس کا وزن ایک صاع ہی رکھا ہے۔ اس لئے معین مقدار کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

بَاب ٧٦ : اَلصَّدَقَةُ قَبْلَ الْعِيْدِ

عید سے پہلے صدقہ فطر

١٥٠٩ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ.

۱۵۰۹: ہم سے آدم (بن ابی ایاس) نے بیان کیا، (کہا:) ہمیں حفص بن میسرہ نے بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ہم سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے (عید کی) نماز کے لئے نکلنے سے پہلے صدقہ فطر (ادا کرنے) کا حکم فرمایا۔

اطرافه: ١٥٠٣، ١٥٠٤، ١٥٠٧، ١٥١١، ١٥١٢۔

١٥١٠ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ عَنْ زَيْدٍ عَنْ عِيَاضِ

۱۵۱۰: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوعمر (حفص بن میسرہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے

بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ قَالَ أَبُو سَعِيْدٍ وَكَانَ طَعَامَنَا الشَّعِيْرُ وَالزَّبِيْبُ وَالْأَقِطُ وَالتَّمْرُ.

اطرافه: ١٥٠٥، ١٥٠٦، ١٥٠٨.

زید (بن اسلم) سے، زید نے عیاض بن عبداللہ بن سعد سے، عیاض نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم عید فطر کے دن ایک صاع خوراک (صدقہ کے لئے) نکالا کرتے تھے۔ حضرت ابوسعیدؓ نے کہا: اور ہماری خوراک جَو، کشمش، پنیر اور کھجور ہوتی تھی۔

تشریح: اَلصَّدَقَةُ قَبْلَ الْعِيْدِ: صدقہ فطر سے چونکہ غرض یہ ہے کہ غریب لوگ بھی عید کے دن امیروں کے ساتھ عید منائیں اور چونکہ رمضان ختم ہونے پر صبح ناشتہ کرنے کے بعد نمازِ عید کے لئے جانا ضروری ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز پڑھنے سے قبل صدقہ فطر دیا جانا ضروری قرار دیا ہے۔ عنوانِ باب کو بھی اسی لئے جملہ اسمیہ سے قائم کر کے اِس مسئلہ کو بالجزم پیش کیا ہے۔ روایت نمبر ۱۵۰۹ زیر نمبر ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۷ بھی گزر چکی ہے۔ روایت نمبر ۱۵۱۰ کے فقرہ يَوْمَ الْفِطْرِ سے بظاہر پایا جاتا ہے کہ عید کے دن صدقہ فطر سارے دن میں کسی وقت دیا جاسکتا ہے۔ امام شافعیؒ نے انہی الفاظ کی بناء پر عید کا سارا دن ہی صدقہ دینے کے لئے مراد لیا ہے اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت نمبر ۱۵۰۹ میں جو حکم ہے، اس کی تعمیل مستحب قرار دی ہے نہ فرض۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۷۳) اس اختلاف کے پیش نظر امام بخاریؒ کو جزم کے ساتھ عنوان اَلصَّدَقَةُ قَبْلَ الْعِيْدِ قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔

بَاب ٧٧: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ

آزاد اور غلام پر صدقہ فطر

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْمَمْلُوْكِيْنَ لِلتِّجَارَةِ يُزَكَّى فِي التِّجَارَةِ وَيُزَكَّى فِي الْفِطْرِ.

اور زہری نے کہا: جو غلام لونڈیاں تجارت کے لئے ہوں؛ اُن کی زکوۃ بھی دی جائے اور صدقہ فطر بھی دیا جائے۔

١٥١١: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ

۱۵۱۱: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد بن زید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ایوب (سختیانی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع

فَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ أَوْ قَالَ رَمَضَانَ عَلَى الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ فَعَدَلَ النَّاسُ بِهِ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُعْطِيْ التَّمْرَ فَأَعْوَزَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنَ التَّمْرِ فَأَعْطَى شَعِيْرًا فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِيْ عَنِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ حَتَّى إِنْ كَانَ يُعْطِيْ عَنْ بَنِيَّ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُعْطِيْهَا الَّذِيْنَ يَقْبَلُوْنَهَا وَكَانُوْا يُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ.

{قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ بَنِيَّ يَعْنِي كَانُوْا بَنِي نَافِعٍ قَالَ كَانُوْا يُعْطُوْنَ لِلْجَمْعِ لَا لِلْفُقَرَاءِ.☆}

نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر - یا یوں کہا: صدقہ رمضان - مرد اور عورت، آزاد اور غلام پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو کا فرض کیا ہے۔ پھر لوگوں نے گیہوں کا آدھا صاع اس کے برابر قرار دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھجور دیا کرتے تھے۔ جب مدینہ والوں کے پاس کھجور کے درخت کم ہو گئے تو وہ جَو دینے لگے اور حضرت ابن عمرؓ چھوٹے اور بڑے کی طرف سے صدقہ فطر دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی دیتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صدقہ ان لوگوں کو دیا کرتے تھے جو اُسے وصول کرتے اور صحابہؓ عید سے ایک یا دو دِن پہلے دیا کرتے تھے۔

{ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: میرے بیٹوں سے مراد نافع کے بیٹے ہیں۔ امام بخاریؒ نے کہا: وہ صدقہ اکٹھا ہونے کے لئے دیا کرتے تھے نہ کہ محتاجوں کو۔☆}

اطرافه: ١٥٠٣، ١٥٠٤، ١٥٠٧، ١٥٠٩، ١٥١٢۔

تشریح: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ: باب ۷۷ کا مضمون باب ۷۱ کے مضمون سے جدا ہے۔ وہاں نہ صرف یہ ذکر ہے کہ صدقہ فطر تمام مسلمانوں پر علی الاطلاق فرض ہے بلکہ اس بارے میں روایت کی تحقیق بھی مدنظر تھی۔ مگر یہاں ایک اور فقہی اختلاف کو مدنظر رکھ کر عنوان قائم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ ..... کہہ کر توجہ اس اختلاف کی طرف منعطف کی ہے۔ باب ۴۶ میں گزر چکا ہے کہ گھر کے غلام، لونڈی پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ لیکن تجارت کے لئے جو غلام، لونڈیاں ہوں؛ کیا مالک قطع نظر اس سے کہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم؛ ان کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے یا نہ کرے؟ یہ مسئلہ ہے جس کا جواب جمہور نے اثبات میں اور احناف، امام نخعیؒ اور امام ثوریؒ نے نفی

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں ہیں۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۴۷۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

میں دیا ہے۔ حنفیوں کی دلیل یہ ہے کہ جب غلاموں کی زکوٰۃ نکالی جاتی ہے تو پھر زکوٰۃ فطر نکالنے کی ضرورت نہیں۔ ایک ہی مال پر دو زکوتیں عائد نہیں ہوتیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۷۳) نافع حضرت ابن عمرؓ کے مسلم غلام تھے۔ حضرت ابن عمرؓ اُن کی اور ان کے بچوں کی طرف سے صدقہ فطر دیا کرتے تھے۔

باب ۷۱ میں اس امر کی تصریح ہے کہ صدقہ فطر مسلمانوں پر فرض ہے۔ اگر غلام اور لونڈی مسلمان ہوں تو اُن پر بھی صدقہ فطر فرض ہے اور مالک کو چاہیے کہ جیسا کہ وہ اُن مملوکہ اشخاص پر جو تجارت کی غرض سے ہوں؛ زکوٰۃ ادا کرتا ہے؛ اسی طرح وہ صدقہ فطر بھی ادا کرے۔

كَانُوْا يُعْطُوْنَ لِلْجَمْعِ لَا لِلْفُقَرَآءِ: امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۱۵۱۱ کے آخر میں وارد شدہ الفاظ يُعْطِيْهَا الَّذِيْنَ يَقْبَلُوْنَهَا سے مراد محصلین لئے ہیں۔ (لفظ قَبِلَ لفظ قَبَضَ کے معانی میں ہے۔) امام ابن حجرؒ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں امام وصولی کرنے کے لیے مقرر کرے اور بتایا ہے کہ یہ صدقہ فطر بھی محتاجوں میں تقسیم کرنے کے لئے جمع کیا جاتا تھا۔ لوگ براہِ راست محتاجوں کو نہ دیتے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۷۴) اس تعلق میں مؤطا امام مالک، كتاب الزكاة، باب وقت إرسال زكاة الفطر نیز بخاری، كتاب الوكالة، باب اذا وكل رجلا فترك الوكيل شيئا بھی ملاحظہ ہو۔ مسلمان اب اسلام کے ان احکام، ان کی غرض وغایت اور اسوۂ آنحضرت ﷺ اور تعامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھول بیٹھے ہیں۔ زکوٰۃ اور صدقہ فطر جو ایک نظام کے تحت جمع اور تقسیم ہوتا تھا، اُسے ایسے طور سے دینا شروع کر دیا ہے کہ قوم کی حالت بجائے اصلاح پذیر ہونے کے بگڑ گئی ہے اور زکوٰۃ وصدقہ وخیرات کا موجودہ طریق فقیروں کی تعداد بڑھانے کا باعث بن گیا ہے۔ اس میں طریق مسنون کو بحال کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

بَاب ۷۸: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ

صدقہ فطر چھوٹے اور بڑے پر

{قَالَ أَبُو عَمْرٍو وَرَأَى عُمَرُ وَعَلِيٌّ وَابْنُ عُمَرَ وَجَابِرٌ وَعَائِشَةُ وَطَاوسٌ وَعَطَاءٌ وَابْنُ سِيْرِيْنَ أَنْ يُّزَكَّى مَالُ الْيَتِيْمِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ يُزَكَّى مَالُ الْمَجْنُوْنِ.☆}

{ابوعمرو نے کہا: حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ، حضرت عائشہؓ، طاؤس، عطاء اور ابن سیرین کی رائے تھی کہ یتیم کے مال سے بھی زکوٰۃ دی جائے اور زہری نے کہا: مجنون کے مال سے بھی زکوٰۃ دی جائے۔☆}

۱۵۱۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا

۱۵۱۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحيٰ

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۴۷۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ.

(قطان) نے ہمیں بتایا کہ عبیداللہ (عمری) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور چھوٹے اور بڑے، آزاد اور غلام پر فرض کیا ہے۔

اطرافه: ۱۵۰۳، ۱۵۰٤، ۱۵۰۷، ۱۵۰۹، ۱۵۱۱۔

تشریح: **صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ**: صدقہ فطر میں چھوٹے بڑے، بالغ اور نابالغ کی تمیز نہیں کی گئی۔ نہ آزاد اور غلام کی اور نہ یتیم کی۔ اسی سے مسئلہ کی عمومیت ظاہر ہے۔ عنوانِ باب میں جو حوالے دئے گئے ہیں، ان سے بھی یہی عمومیت ثابت کرنا مقصود ہے اور فقہاء میں سے ایک فریق یعنی احناف کی رائے کا ردّ کیا ہے۔ جنہوں نے نابالغ کو اس لئے مستثنیٰ گردانا ہے کہ عبادت اس پر واجب نہیں اور چونکہ زکوٰۃ بھی عبادت ہی کی قسم ہے، اس لیے نابالغ پر واجب نہیں۔ (بداية المجتهد، كتاب زكاة الفطر، الفصل الثاني فيمن تجب عليه وعمن تجب) مگر اُن کا یہ خیال قیاس مع الفارق ہے۔ اگر نابالغ صاحب نصاب ہو تو اس کا ولی اور سرپرست زکوٰۃ و صدقہ اُس کے مال سے ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ یہی حکم یتیم کے اموال پر بھی عائد ہوتا ہے۔ نماز و روزہ کی عبادت سے کم سن بچوں کی معذوری اُنہیں زکوٰۃ سے معذور نہیں ٹھہرا سکتی۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ نے مربی (Guardian) کا فرض قرار دیا ہے کہ یتیم کا مال تجارت وغیرہ کے ذریعے بڑھائے اور اُس سے اُس کی معیشت کا انتظام کیا جائے۔ جیسا کہ فرماتا ہے: وَارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا...... (النساء:٦) عنوان باب میں بعض صحابہؓ وتابعینؒ کے فتویٰ کا حوالہ اسی اختلاف کے پیش نظر دیا گیا ہے جو یتیم کے مال میں سے صدقہ نکالنے کے بارے میں فقہاء کے درمیان ہوا ہے۔ زکوٰۃ ایسا فریضہ ہے کہ وہ کسی فرد سے بوجہ صغرسنی یا یتیمی ساقط نہیں ہوسکتا۔ بچہ بالغ ہو کر اپنے مربی (کفیل وسرپرست) کے عمل کی تصدیق کرسکتا ہے؛ اگر تصدیق کی ضرورت سمجھی جائے۔ خود امام ابوحنیفہؒ نے بھی فتویٰ دیا ہے کہ یتیم کی زرعی پیداوار پر زکوٰۃ عشر عائد کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ زرعی پیداوار میں دوسرے لوگوں کی محنت شامل ہے۔ یہی صورت یتیم کے دوسرے اموال کی بھی ہے۔ ذرائع پیداوار سے جس قسم کی دولت پیدا ہوگی اس پر بہرحال نصاب وشرائط کے مطابق زکوٰۃ عائد ہوگی۔ اگر دولت نقدی کی صورت میں ہو تو اس دولت کو اسلام بیکار رکھنے کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ اسے نفع بخش صورت میں کاروبار پر لگانے کی ہدایت کرتا ہے۔ عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ أَلَا مَنْ وَّلِيَ يَتِيْمًا لَهُ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيْهِ وَلَا

يَتْرُكُهُ حَتَّى تَأْكُلَهُ الصَّدَقَةُ. (ترمذی، کتاب الزکاة، باب ما جاء فی زکاة مال الیتیم) یعنی یتیم کے سرپرست کو چاہیے کہ وہ یتیم کے مال کو تجارت میں لگائے اور اُسے بے کار نہ رہنے دے کہ صدقہ اُسے کھا جائے۔ امام شافعیؒ کا فتویٰ کہ یتیم کے مال پر زکوٰۃ فرضِ واجب ہے؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ہی مبنی ہے۔ وَاسْتَدَلَّ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِقَوْلِهِ ﷺ ابْتَغُوْا فِي اَمْوَالِ الْيَتَامَى خَيْرًا كَيْلَا تَأْكُلَهُ الصَّدَقَةُ اَوْ تَأْكُلَهُ الزَّكَاةُ.
(المبسوط، کتاب الزکاة، الفصل الرابع، جزء٢ صفحہ١٦٢)

امام بخاریؒ کو چونکہ اُن کی شرائط کے مطابق مستند روایت نہیں ملی، اس لئے انہوں نے روایت نمبر١٥١٢ پر ہی اپنے فتویٰ کی بنیاد رکھی ہے۔ کیونکہ صغیر کا لفظ عام ہے اور یتیم پر بھی اطلاق پاتا ہے اور عنوانِ باب میں صحابہؓ و تابعین کے فتویٰ اور تعامل کا ذکر کر کے مسئلہ معنونہ کی صحت میں قوت پیدا کر دی گئی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
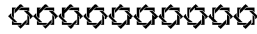
خلاصہ کتاب الزکوٰۃ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرائض کی بحث کے تحت کتاب الزکوٰۃ میں صدقہ فطر کے ابواب کو بھی اس لئے شامل کیا ہے کہ ان دونوں میں فرق عموم وخصوص کا ہے۔ایک صدقہ زکوٰۃ ہے جس کے لئے نصاب اور مستحقین کی خاص حدود مقرر کی گئی ہیں اور دوسرا صدقہ فریضہ فطر جس میں امیر وغریب، چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہیں رکھی گئی۔ نہ یتیم کو مستثنیٰ کیا گیا۔ جَو کھانے والا جَو، گندم کھانے والا گندم، کھجور پر گزارا کرنے والا کھجور کا صدقہ برابر مقدار میں دے اور یہ صدقہ نمازِ عید سے قبل دیا جائے گا۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ (الاعلیٰ:۱۵،۱۶) تَزَكّٰى کے معنے زکوٰۃ نکالنے کے بھی ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشادِ باری تعالیٰ کی تعمیل- جہاں تک الفاظ کے ظاہری مفہوم اور ان کی ترتیب کا تعلق ہے-خود بھی کی اور اپنی امت سے بھی کرائی۔احکام الٰہی کا پاس جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ.

کتاب الزکوٰۃ کے خاتمہ پر قارئین کی توجہ اس حقیقت کی طرف منعطف کرانا بےمحل نہ ہوگا کہ شریعتِ اسلامیہ کے احکام اپنے ساتھ کامل تفصیل رکھتے ہیں۔اس کا کوئی حکم ایسا نہیں جو فی ذاتہٖ کسی پہلو سے ناقص یا مبہم ہو۔آنحضرت ﷺ نے اپنے پاک نمونہ سے ان احکام کو اپنی امت کے لئے ہر طرح سے واضح فرما دیا ہے۔آپؐ کی شریعت لاریب ایک کامل دستور العمل ہے جس میں حیات بشریہ کی تمدنی ومعاشرتی ضروریات اصولاً وتفصیلاً بیان کر دی گئی ہیں اور اس کی تشریحات میں اپنے متبعین کو غیر کا محتاج نہیں رکھا۔مثال کے لئے مسائل زکوٰۃ وصدقات پر ایک سرسری نظر ڈال کر دیکھیں کہ وہ کہاں تک تفصیلی وعملی وضاحت اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔توریت وانجیل نے نرسنگے کی آواز کے ساتھ صدقہ دینے کو ریاکاری قرار دیتے ہوئے اعلانیہ صدقہ سے منع کیا ہے۔(متی باب۶ آیت۲،۳) مگر شریعت اسلامیہ نے جہاں صدقہ میں ریاکاری سے بشدّت روکا ہے۔(دیکھئے باب ۶،۷،۱۰،۱۷) وہاں موقع ومحل کے مطابق اعلانیہ کے ساتھ پوشیدہ صدقہ دینے کی بھی تلقین کی ہے۔گویا اس بارہ میں اصلاحِ نفس وتمدن بشری کی ضرورت کے دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھا ہے۔(باب۱۲،۱۳،۱۴) انجیل کہتی ہے: اس طور سے صدقہ دے کہ بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دایاں کیا دے رہا ہے۔(متی باب ۶ آیت۳،۴) یہ حکم وضاحت طلب ہے اور انجیل میں اس کی کوئی تشریح نہیں۔شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہ حکم دہرایا ہے۔مگر اس کے ساتھ تشریح فرمائی ہے اور اس کی وضاحت میں متعدد ہدایتیں بطور مثال بیان کی ہیں۔تا اس ارشاد کو بآسانی عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

(دیکھئے باب۱۳ تا ۱۸) اور صدقہ کی غرض و غایت واضح کی ہے اور اس کا نظام معین شکل وصورت میں پیش کیا ہے۔ (دیکھئے باب ۱ تا ۵)

علاوہ ازیں صدقہ سے متعلق بیسیوں ضروری مسائل ایسے ہیں جنہیں دیگر مذاہب نے چھوا تک نہیں۔ مگر اسلام انہیں بالوضاحت ایک ایک کر کے لیتا اور ان کا مشرّح جواب دیتا ہے۔ مثلاً

- ★ صدقہ کی تعریف، قسمیں وعمومیت اور اس کا اطلاق (باب ۸، ۹، ۲۹، ۳۰، ۷۷، ۷۸)
- ★ صدقہ میں کیا نیت ہو؟ (کتاب الزکوٰۃ باب ۶، کتاب الایمان باب ۴۱)
- ★ کس قسم کی اقتصادی حالت میں دیا جائے۔ (باب ۱۸، ۲۲)
- ★ کس قسم کے مال سے دیا جائے یا نہ دیا جائے۔ (باب ۷، ۸، ۲۹، ۴۵، ۴۶، ۶۵، ۶۶)
- ★ دیتے وقت یا دینے کے بعد نفس کی کیا حالت ہو؟ (باب ۱۰)
- ★ برمحل اور بروقت خرچ کرنے کے مواقع کیا کیا ہیں۔ (باب ۵، ۹، ۱۵، ۱۶)
- ★ کس قسم کا صدقہ افضل ہے۔ (باب ۱۱)
- ★ صدقہ دینے میں غیروں کی شرکت کی نوعیت (باب ۲۵، ۲۶)
- ★ قابل صدقہ اموال کی تقسیم اور ان پر عائد کردہ صدقہ وزکوٰۃ کی تعیین (باب ۳۲ تا ۳۸، ۵۵، ۵۶)
- ★ محصلین صدقات کو ضروری ہدایات (باب ۳۳ تا ۳۵، ۳۷، ۳۹ تا ۴۱، ۴۴، ۴۷، ۴۸، ۵۵، ۵۷، ۶۳، ۶۴)
- ★ کن محتاجوں کو دیا جائے اور اُن میں سے کسے مقدم رکھا جائے (باب ۴۴، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۶۷، ۶۸)
- ★ کس کو نہ دیا جائے۔ (باب ۵۰ تا ۵۳)
- ★ زکوٰۃ عائد ہونے کے لئے کتنی مالی مقدرت ضروری ہے۔ (باب ۱۸، ۳۱، ۳۷، ۵۶)
- ★ شرکت کی مختلف صورتیں اور ان سے متعلق اصولی ہدایات (باب ۳۴، ۳۵)
- ★ اموالِ صدقہ سے متعلق احتیاط اور اس کی حفاظت وتقسیم کی ذمہ داری (باب ۲۵، ۲۶، ۵۷ تا ۶۰، ۶۹)
- ★ صدقہ کی غرض وغایت (باب ۱، ۶۳، ۶۴)
- ★ زکوٰۃ کو باطل کرنے والے امور (باب ۱۹)
- ★ صدقہ سے متعلق متعدد اسلوب میں ترغیب وتحریص اور ترہیب وانذار (باب ۹ تا ۱۱، ۱۹ تا ۲۶، ۲۸ تا ۳۰)
- ★ صدقات سے پیدا ہونے والے نقائص کا تدارک (باب ۵۰ تا ۵۳، ۶۰ تا ۶۲)

غرض بیسیوں قسم کے مسائل ہیں؛ جنہیں اسلام نے بالاستیعاب واضح کیا ہے۔ یہ کہنا کہ مذہب سے ان باتوں کا کیا تعلق اور ان کو بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ایسی باتیں ہیں جنہیں انسانی عقل، ضمیر اور

معاشرتی ضروریات خود بخود حل کرسکتی تھیں؛ ایک ایسا عذر ہے جو ہر نقص پر پردہ ڈالنے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مذکورہ بالا مسائل میں کئی ایک واضح مثالیں ایسی ملیں گی جنہیں اگر عقل پر ہی چھوڑا جاتا تو ان کا حل تو درکنار؛ عقل کا ان تک پہنچنا ہی ناممکن تھا۔ مثلاً برمحل خرچ کرنے کے مواقع ہی جو عام فہم معلوم ہوتے ہیں، لے لئے جائیں اور پھر ان سے متعلق شریعتِ اسلامیہ کی پیش کردہ تشریحات دیکھی جائیں کہ اس نے عقل کی راہنمائی کرکے اس کے قیاس کے لئے کس قدر وسیع دروازہ کھول دیا ہے۔ نیز عقل وضمیر کا فتویٰ ضرور کچھ نہ کچھ اختلاف اور نقص رکھتا ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تشریح میں وہ وحدت نہیں پیدا ہوسکتی جو معاشرے اور نظامِ جمہوری کے نظم اور ضبط و ربط کے لئے ضروری ہے۔ پس اسلامی تعلیم کی تفصیلات میں بہت برکات ہیں ان میں سے ایک عظیم الشان برکت یہ ہے کہ وہ اپنے اندر نظامِ جمہوری کی وحدت قائم رکھنے کے لئے اس کی تمام ضرورتوں کا سامان اکمل واتم طور پر اپنے اندر رکھتا ہے۔ جس طرح وہ اصول میں ہماری راہنمائی کرتی ہے، اسی طرح وہ تفاصیل میں بھی ہماری راہنمائی کرتی ہے اور عقل اس کی مدد سے اپنے صحیح قیاس کے لئے ہر شعبہ زندگی و کردار میں اپنے سامنے دروازے کھلے ہوئے پاتی ہے۔ عقل اس کی حدود میں اپاہج نہیں ہوجاتی۔ بلکہ نور وبصیرت اور قوت و طاقت حاصل کرتی ہے۔ اس حقیقت کے سمجھنے کے لئے کتاب الزکوۃ ایک بہترین نمونہ ہے۔

فقہاء کے اختلافات؛ اجتہاد کی وسعت اور برکت پر بیّن شہادت ہیں اور یہ اجتہادی اختلاف ارشادِ نبویؐ ''اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ'' ☆ کا مصداق ہیں۔ مثال کے لئے دیکھیں فقہی اختلاف جس کا باب ۵۶ کی تشریح میں ذکر کیا گیا ہے۔ ایک گروہ کا نقطہ نظر بیت المال کے حق میں ہے اور دوسرے گروہ کا نقطہ نظر صاحبِ نصاب فرد کے حق میں ہے۔ ان میں سے کسی ایک نقطہ نظر کے مطابق عمل کر لینے سے کوئی شخص کسی مؤاخذہ کے تحت نہیں آتا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

☆ (الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة، حرف الھمزة، روایت نمبر۱۶۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۵- کِتَابُ الْحَجّ

أَصَيلِي کی روایت کے مطابق اس کتاب کا نام کتاب المناسک ہے۔ اَلْمَنَاسِک جمع ہے مَنْسَک کی۔ نَسَکَ بمعنے تَزَهَّدَ وَ تَعَبَّدَ یعنی زہد وعبودیت اختیار کی۔ نَسَکَ لِلّٰهِ اَیْ تَطَوَّعَ بِقُرْبَةٍ وَذَبَحَ لِوَجْهِهٖ۔ یعنی بطیب خاطر ایسے اعمال بجالائے جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا موجب ہوئے اور اس کی رضامندی کے لئے ذبح کیا۔ لفظ مَنْسَک ہر ایسے عمل پر اطلاق پاتا ہے جس میں عبودیت اور قربانی کا مفہوم ہو اور اصطلاحِ شریعت میں اَلْمَنَاسِک سے مراد ابراہیمی قربانی اور اُس سے وابستہ اعمال ہیں۔ (اقرب الموارد–نسک)(لسان العرب – نسک)

اَلْحَج کے لغوی معنے قصد کرنا، بار بار آنا اور متوجہ ہونا اور اصطلاحِ شریعت میں بیت اللہ کی زیارت کرنا اور اس سے متعلقہ اعمال؛ طواف وغیرہ بجالانا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۴۷۶)

بَاب ۱ : وُجُوْبُ الْحَجّ وَ فَضْلُهٗ

حج کا واجب ہونا اور اس کی فضیلت

وَقَوْلُ اللّٰهِ : وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران:۹۸)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اللہ تعالیٰ کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا لوگوں پر فرض ہے۔ یعنی جنہیں وہاں جانے کی طاقت ہو اور جو (باوجود قدرت کے) انکار کرے تو اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

۱۵۱۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْفَضْلُ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

۱۵۱۳: عبد اللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سلیمان بن یسار سے، سلیمان نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ فضل (بن عباسؓ) رسول اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِّنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ فَرِيْضَةَ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ أَفَأَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ وَذَلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (اونٹ پر) سوار تھے۔ اتنے میں خثعم قبیلہ کی ایک عورت آئی تو فضلؓ اسے دیکھنے لگے اور وہ عورت فضلؓ کو دیکھنے لگی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فضلؓ کا منہ دوسری طرف پھیر دیا۔ اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! فریضہ حج اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر ایسے وقت میں مقرر ہوا ہے کہ جب میرا باپ بہت بوڑھا ہے۔ وہ اونٹنی پر بھی جم کر نہیں بیٹھ سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں (تم اس کی طرف سے حج کرلو) اور یہ واقعہ حجۃ الوداع میں ہوا۔

اطرافه: ١٨٥٣، ١٨٥٤، ١٨٥٥، ٤٣٩٩، ٦٢٢٨۔

تشریح: **وُجُوبُ الْحَجِّ وَفَضْلُهُ:** کتاب الایمان باب۲، روایت نمبر۸ میں بتایا جاچکا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے۔ جن میں سے چوتھا رُکن حج ہے۔ اسی ترتیب سے امام بخاریؒ نے محولہ بالا ارکان سے متعلق احادیث جمع کی ہیں۔ عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ نویں ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں جمع ہو کر عصر سے مغرب تک دعا کرنے کا نام حج ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حج کو صرف بیت اللہ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ آیت وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ٥ (آل عمران: ٩٨) کی نحوی ترکیب حج کے مفہوم اور بیت اللہ کی اس مرکزی حیثیت کو نمایاں کرتی ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے یہ آیت عنوانِ باب کے لئے اختیار کی ہے۔ آیت فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ ...... (البقرة: ١٥٩) سے بھی واضح ہوتا ہے کہ بیت اللہ ہی حج کا مرکزی نقطہ ہے نہ کہ عرفات۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی (دوڑنا) اور عرفات میں جا کر دعا کرنا صرف ایسی عبادات ہیں جو ضمنی تعلق کی وجہ سے مناسکِ حج میں شمار کی گئی ہیں۔

پہلا باب حج کے وجوب اور اس کی فضیلت سے متعلق قائم کیا گیا ہے۔ ائمہ اور فقہاء کے درمیان اتفاق ہے کہ تین شرطیں پائی جانے پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ سامانِ سفر، صحتِ بدنی اور پُر اَمن راہ۔ ان کے علاوہ فقہاء نے اسلام، بلوغت، عقل اور حرّیت بھی وجوب حج کی شرطوں میں شمار کی ہیں؛ جو ظاہر ہیں اور آیت کریمہ میں ضمناً شامل ہیں۔ ان میں سے پہلی تین باتیں صحتِ عمل کے لئے ضروری ہیں۔ حرّیت سے مراد آزادی یعنی تصرفاتِ عمل میں جب تک کوئی اپنے ارادہ کا مالک نہ ہوگا، کوئی کام نہیں کر سکتا۔ غیر کے ارادے کا پابند انسان مجبور ہے۔ جیسے لونڈی، غلام۔ قرآنِ مجید کی محولہ بالا آیت پہلی

تین شرطوں کے بارے میں نص صریح ہے۔ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا o (آل عمران:۹۸) کی تشریح امام موصوفؒ نے روایت نمبر۱۵۱۳ سے کی ہے۔ خثعمی عورت کے باپ پر فریضہ حج واجب تھا مگر وہ سفر کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ آپؐ نے اس کی بیٹی کو اجازت دی کہ وہ اس کی جگہ حج کرے۔ گویا استطاعتِ سبیل سے مراد صرف صحتِ بدنی اور قدرتِ سفر ہی نہیں بلکہ مطلق مالی استطاعت ہے۔ اگر محض سفر کی طاقت مراد ہوتی تو بوڑھے باپ کو معذور ٹھہرایا جاتا اور وہ فریضہ حج سے سبکدوش ہوتا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیٹی کو اجازت دی کہ وہ اس کی جگہ حج کرسکتی ہے۔ اس سے وجوب حج کی نوعیت اور حج کی فضیلت ظاہر ہے۔ نماز، زکوۃ اور روزہ ایسی عبادتیں ہیں جنہیں دوسرا شخص کسی کی طرف سے ادا نہیں کرسکتا۔ مگر حج نیابتًا بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔

بَاب ۲

قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ (الحج:۲۸،۲۹)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: لوگ تیرے پاس آیا کریں۔ پیدل بھی اور ہر ایسی سواری پر بھی جو لمبے سفر کی وجہ سے دُبلی ہو۔ ایسی سواریاں دور دراز گہرے راستوں سے آئیں گی تا آنے والے ان منافع کا مشاہدہ کریں جو ان کے لئے (مقدر) ہیں۔

فِجَاجًا (الأنبياء:۳۲) الطُّرُقُ الْوَاسِعَةُ. فِجَاج کے معنی وسیع راستہ کے ہیں۔

۱۵۱۴: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَبُ رَاحِلَتَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ يُهِلُّ حَتَّى☆ تَسْتَوِيَ بِهِ قَائِمَةً.

اطرافه: ۱۶۶، ۱۵۵۲، ۱۶۰۹، ۲۸۶۵، ۵۸۵۱.

۱۵۱۴: احمد بن عیسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ) ابن وہب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس (بن یزید) سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی کہ سالم بن عبداللہ (بن عمر) نے ان سے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذوالحلیفہ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے دیکھا جب☆ وہ آپؐ کو لے کر سیدھی کھڑی ہونے کو ہوتی تو آپؐ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کہتے۔

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "حَتَّى" کی بجائے "حِيْنَ" ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۴۷۷)

۱۵۱۵ :حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ سَمِعَ عَطَاءً يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ إِهْلَالَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ. رَوَاهُ أَنَسٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

۱۵۱۵: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ولید نے ہمیں بتایا، (کہا:) اوزاعی نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے عطاء (بن ابی رباح) سے سنا۔ وہ حضرت جابر بن عبداللہ (انصاری) رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے تھے۔ (انہوں نے بیان کیا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا۔ جب آپؐ کی اونٹنی آپؐ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی۔ یہ بات حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کی۔

تشریح: **يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ**: استطاعت سبیل کی مزید وضاحت مذکورہ بالا آیت سے کی گئی ہے۔ خواہ پیدل سفر کرنے کی توفیق ہو یا سوار ہوکر۔ اسحاق بن راھویہؒ اور ان جیسے فقیہوں نے مذکورہ بالا آیت میں رِجَالًا پہلے مذکور ہونے کی وجہ سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ حج کے لئے پیدل جانا افضل ہے۔
(فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۷۸)

امام موصوفؒ نے عنوانِ باب میں فِجَاج کے لغوی معنے بتا کر اس باب کے مقصود کی طرف توجہ منعطف کی ہے۔ یعنی اس میں وسعت ہے؛ کوئی پیدل جائے یا سوار ہوکر۔ فِجَاج کے معنے ہیں وسیع راستہ۔ اگر پیدل سفر میں فضیلت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور پیدل جاتے۔ مگر آپؐ کی سنت اس کے برعکس ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب حج میں سوار ہوکر آنے کو معیوب سمجھتے تھے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۷۸)

رَوَاهُ اَنَسٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ: حضرت انسؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی محولہ بالا روایات کے لیے روایت نمبر ۱۵۴۵، ۱۵۴۶ دیکھئے۔

بَابُ۳: اَلْحَجُّ عَلَى الرَّحْلِ

پالان پر سوار ہوکر حج کرنا

۱۵۱۶: وَقَالَ أَبَانُ حَدَّثَنَا مَالِكُ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

۱۵۱۶: اور ابان نے کہا: مالک بن دینار نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قاسم بن محمد سے، قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَهَا أَخَاهَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْمَرَهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ وَحَمَلَهَا عَلَى قَتَبٍ.

نے ان کے ساتھ ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ کو بھیجا تو انہوں نے تنعیم سے اُن کو عمرہ کرایا اور پالان کی پچھلی لکڑی پر اُن کو سوار کیا۔

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ شُدُّوْا الرِّحَالَ فِي الْحَجِّ فَإِنَّهُ أَحَدُ الْجِهَادَيْنِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: حج میں پالان باندھو۔ کیونکہ حج بھی دو جہادوں میں سے ایک جہاد ہے۔

اطرافه: ۲۹٤، ۳۰٥، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱٥۱۸، ۱٥٥٦، ۱٥٦۰، ۱٥٦۱، ۱٥٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦٥۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷٥۷، ۱۷٦۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹٥۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹٥، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ٥۳۲۹، ٥٥٤۸، ٥٥٥۹، ٦۱٥۷، ۷۲۲۹۔

۱٥۱۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ ابْنُ ثَابِتٍ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ حَجَّ أَنَسٌ عَلَى رَحْلٍ وَلَمْ يَكُنْ شَحِيْحًا وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلَى رَحْلٍ وَكَانَتْ زَامِلَتَهُ.

۱۵۱۷: (اور) محمد بن ابی بکر نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا، (کہا:) عزرہ بن ثابت نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت انسؓ نے پالان پر سوار ہو کر حج کیا اور وہ بخیل نہ تھے اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پالان پر سوار ہو کر حج کیا اور وہی سواری کا اونٹ آپؐ کی بار برداری کے لئے بھی تھا۔

۱٥۱۸: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا أَيْمَنُ بْنُ نَابِلٍ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ اعْتَمَرْتُمْ وَلَمْ أَعْتَمِرْ فَقَالَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ اذْهَبْ بِأُخْتِكَ

۱۵۱۸: عمرو بن علی (فلاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوعاصم نے ہمیں بتایا، (کہا:) ایمن بن نابل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) قاسم بن محمد نے ہمیں بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ نے عمرہ کر لیا ہے اور میں نے عمرہ نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا: عبدالرحمٰن!

فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ فَأَحْقَبَهَا عَلَى نَاقَةٍ فَاعْتَمَرَتْ.

اپنی بہن کو لے جاؤ اور انہیں تنعیم سے عمرہ کراؤ۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ان کو اونٹنی پر اپنے پیچھے سوار کیا اور پھر انہوں (حضرت عائشہؓ) نے عمرہ کیا۔

اطرافه: ۲۹٤، ۳۰٥، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱٥۱٦، ۱٥٥٦، ۱٥٦۰، ۱٥٦۱، ۱٥٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦٥۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷٥۷، ۱۷٦۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹٥۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹٥، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ٥۳۲۹، ٥٥٤۸، ٥٥٥۹، ٦۱٥۷، ۷۲۲۹۔

تشریح: **اَلْحَجُّ عَلَى الرَّحْلِ:** پالان پر یا کجاوہ میں سوار ہو کر حج کرنے کا مسئلہ ثابت کرنا پیش نظر نہیں۔ بلکہ سابقہ ابواب کے مضمون کی مزید تائید مقصود ہے۔ جیسا کہ عنوانِ باب میں قاسم بن محمد کی روایت اور حضرت عمرؓ کے قول کا حوالہ دے کر اصل مقصود کی طرف توجہ منعطف کی ہے۔

تَنْعِيْم: مکہ مکرمہ میں حرم سے قریب ترین مقام ہے؛ جہاں سے حضرت عائشہؓ نے عمرہ کا احرام سوار ہو کر باندھا۔ اگر پیدل چل کر حج کرنے میں فضیلت کا مفہوم آیاتِ قرآن سے نکل سکتا تھا تو حضرت عائشہؓ تَنْعِيْم مقام سے پیدل چلنے کو ترجیح دیتیں۔ قاسم بن محمد کی جو روایت ابان کے حوالے سے عنوانِ باب میں منقول ہے، وہی اس باب کے تحت بروایت عمرو بن علی فلاس، نمبر۱۵۱۸ میں دہرائی گئی ہے۔ اس لئے قرین قیاس ہے کہ امام بخاریؒ جہاں ضمناً سابقہ باب کے مضمون پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں؛ وہاں عمرو بن علی فلاس والی روایت کی تصحیح بھی ان کے مدنظر ہے۔ یہ روایت اَز روئے تحقیق امام ابن حجرؒ ابونعیم نے مستخرج میں موصولاً نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء۳صفحہ۴۷۹) اس میں یہ الفاظ ہیں: وَحَمَلَهَا عَلَى قَتَبٍ. یعنی کجاوہ پر اُنہیں سوار کیا۔ قَتَبٍ بمعنی رَحْل ہے۔ فَاَحْقَبَهَا عَلَى نَاقَةٍ کے معنے ہیں اَرْدَفَ یعنی اپنے پیچھے بٹھایا۔ جس طرح بعض لوگوں نے لفظ رِجَالًا کے مقدم ہونے کی وجہ سے حج کے لئے پیدل چلنے کو ترجیح دی ہے۔ اسی طرح بعض نے روایات میں لفظ قَتَب یا رَحْل دیکھ کر اس امر کو ترجیح دی ہے کہ پالان پر سوار ہو کر حج کے لئے جانا پسندیدہ ہے۔ کیونکہ اس میں سادگی ہے؛ جو حج کے لئے ضروری ہے اور ہودج و ہودہ میں آرام طلبی ہے۔ مگر امام موصوفؒ نے حضرت عمرؓ کے خطبے کا حوالہ دے کر لفظ رَحْل کے عام استعمال کی طرف توجہ دلائی ہے جس سے سواری کے اونٹ مراد ہیں۔

حضرت عمرؓ کا محولہ بالا قول مسند عبدالرزاق میں موصولاً مروی ہے۔ آپؓ نے ایک خطبہ کے دوران فرمایا: اِذَا وَضَعْتُمُ السُّرُوْجَ فَشُدُّوْا الرِّحَالَ اِلَى الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَاِنَّهُ اَحَدُ الْجِهَادَيْنِ☆۔ یعنی جب زرہیں اُتار دو یعنی جنگ سے فارغ ہو تو حج اور عمرہ کے لئے کجاوے باندھو۔ کیونکہ وہ بھی ایک جہاد ہے۔ (فتح الباری جزء۳صفحہ۴۸۰) یہاں رِحَال سے مراد رَاحِلَه (سواری) کے اونٹ ہیں۔

ایک تیسرا حوالہ محمد بن ابی بکر مقدمی کی روایت کا دیا گیا ہے۔ یہ امام بخاریؒ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ اس حوالہ سے

☆ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الجهاد، باب وجوب الغزو، روایت نمبر۹۲۸۲، جزء۵صفحہ۱۷۴)

بھی ابونعیمؒ، ابن ابی شیبہؒ اور ابن ماجہؒ کی ان روایتوں کی تصحیح مقصود ہے جنہیں علامہ عینیؒ نے بالاستیعاب نقل کیا ہے۔ ان میں یہ الفاظ ہیں: عَنْ اَنَسٍ قَالَ حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى رَحْلٍ وَقَطِيْفَتُهُ سَوَاءٌ اَوْ قَالَ لَا بِسَوَاءٍ لِاَرْبَعَةِ دَرَاهِمَ[1]۔ ابن ماجہؒ کے یہ الفاظ ہیں کہ عَلَى رَحْلٍ وَقَطِيْفَةٍ تُسَاوِيْ اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ ...... ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَجَّةٌ لَّا رِيَآءَ فِيْهَا وَلَا سُمْعَةَ[2]۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۱۳۲) (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۸۰) علی بن مدینی نے مقدمی کی روایت تسلیم نہیں کی اور منکر (یعنی غیر معروف) قرار دی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۸۰)

غرض امام بخاریؒ نے ان روایتوں کا خلاصہ عنوانِ باب اَلْحَجُّ عَلَى الرَّحْلِ میں دے کر روایت نمبر۱۵۱۸ سے اس امر کی مزید تائید کی ہے کہ حج کے لئے پیدل چل کر آنے کی فضیلت کا مسئلہ صحیح نہیں۔ قارئین امام موصوفؒ کے ان مخصوص تصرفات کو غور سے دیکھتے جائیں جو اُن کا مقصد واضح کرنے کے لئے بطور کلید ہیں۔ باب۳ کے عنوان کو تین حوالوں سے واوِ عاطفہ سے وابستہ کیا ہے اور روایت جو اختیار کی ہے۔ اس میں تَنْعِيْم سے سوار ہو کر حضرت عائشہؓ کے حج کرنے کا ذکر ہے۔ اس میں پالان یا ہودہ کا ذکر نہیں اور اس کے بعد جو باب قائم کیا ہے، اس میں حج کی حقیقی فضیلت کا مضمون ہے۔ یعنی ایسا حج جس کی بنیاد طاعت شعاری پر ہو؛ نہ پالان، کجاوہ، ہودہ یا پاپیادگی سفر سے۔ زمانہ جاہلیت میں بعض عرب اس عقیدہ کے تھے کہ حج پا پیادہ کرنا چاہیے اور حرم میں سواری پر داخل ہونا خلافِ تعظیم سمجھا جاتا تھا۔ چونکہ دور و نزدیک سے حج کے لئے آنا ہوتا ہے، اس لئے اسلام نے دونوں طرح سفر کی اجازت دی ہے۔

بَاب ٤ : فَضْلُ الْحَجِّ الْمَبْرُوْرِ

اس حج کی فضیلت جو سراسر نیکی اور طاعت شعاری پر مبنی ہو

۱۵۱۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ إِيْمَانٌ بِاللهِ وَرَسُوْلِهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ جِهَادٌ فِي سَبِيْلِ اللهِ قِيْلَ

۱۵۱۹: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ عملوں میں سے کونسا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا: پھر اس کے بعد کونسا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی راہ

[1] (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الحج، باب ما یقول الرجل اذا استلم الحجر، جزء۳ صفحہ۴۴۲)
[2] (ابن ماجه، کتاب المناسک، باب الحج علی الرحل)

ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ.

اطرافہ: ٢٦۔

میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا: پھر کونسا؟ فرمایا: وہ حج جو سراسر نیکی اور طاعت شعاری پر مبنی ہو۔

١٥٢٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ أَخْبَرَنَا حَبِيْبُ ابْنُ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ أَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ لَا وَلَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ.

اطرافہ: ١٨٦١، ٢٧٨٤، ٢٨٧٥، ٢٨٨٦۔

۱۵۲۰: عبدالرحمان بن مبارک نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد (بن عبداللہ طحان) نے ہم سے بیان کیا۔ (کہا:) حبیب بن ابی عمرہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عائشہ بنت طلحہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم جہاد کو ہر ایک عمل سے بڑھ کر دیکھتے ہیں۔ کیا ہم بھی جہاد نہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، سب سے بڑھ کر جہاد وہ حج ہے جو سراسر نیکی اور طاعت شعاری پر مبنی ہو۔

١٥٢١: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

اطرافہ: ١٨١٩، ١٨٢٠۔

۱۵۲۱: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سیار ابوالحکم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے ابوحازم سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جس نے اللہ کے لئے حج کیا اور پھر شہوانی بات نہ کی اور نہ احکام الٰہی کی نافرمانی کی تو وہ ایسا ہی (پاک ہوکر) لوٹے گا؛ جیسا اس دن (پاک) تھا؛ جس دن اس کی ماں نے اُسے جنا۔

تشریح: **فَضْلُ الْحَجِّ الْمَبْرُوْرِ:** فضیلت حج سے متعلق غلط خیال کا ردّ کرنے کے بعد امام موصوفؒ نے باب نمبر۴ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں اس حج کو پیش کیا ہے جو حقیقت میں افضل ہے۔

حج مبرور یعنی وہ حج جو سراسر طاعت شعاری اور نیکی پر مبنی ہو اور اس کے ساتھ گناہ کا شائبہ نہ رہے۔ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (نمبر۱۵۲۱) جو اللہ تعالیٰ کے لئے حج کرے اور نہ شہوت کی کوئی بات کرے، نہ نافرمانی کرے تو وہ ایسی حالت میں لوٹے گا جیسے کہ اس کی ماں نے اسے جنا۔ یہ حدیث قرآنِ مجید کی اس آیت کے مطابق ہے: اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ० (البقرۃ:۱۹۸) یعنی حج کے مہینے معلوم ہیں۔ پس جو شخص ان میں حج (کا ارادہ) پختہ کر لے۔ (اسے یاد رہے کہ) حج کے ایام میں نہ تو کوئی شہوت کی بات کرے اور نہ کوئی نافرمانی اور نہ کسی قسم کا جھگڑا اور نیکی کا جو کام بھی تم کرو گے، اللہ ضرور اس کی قدر کرے گا اور زادِ راہ ساتھ لو۔ یقیناً بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے؛ اور اے عقل مندو! مجھ ہی سے ڈرو۔ (اس تعلق میں ملاحظہ ہو تشریح باب ۲۶)

حج مبرور اس لئے افضل الجہاد قرار دیا گیا ہے کہ اس میں ایک مسلمان کی انتہائی کوشش ہونی چاہیے کہ وہ تمام بدیوں سے کلیۃً اجتناب کر لے۔ اس میں اسے اپنے نفس کو مغلوب کرنا پڑتا ہے اور اس طرح وہ اپنے نفس کی قربانی کا نذرانہ پیش کرتا ہے۔ گویا حج آخری عہد ہے اس امر کا کہ وہ آئندہ بھی تمام بدیوں سے مجتنب رہے گا اور کسی قسم کی بھی نافرمانی نہیں کرے گا اور نہ لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات بگاڑے گا۔ اپنے نفس سے جہاد نہایت دشوار گزار منزل اور مشکل ترین مرحلہ ہے؛ جو نفس کی موت ہی کے بعد طے ہوتا ہے۔ اس لئے حج کو افضل الجہاد کہا گیا ہے۔ حج کا اصل مقصود یہی نفس کی قربانی ہے۔ چنانچہ سورۂ حج میں مناسکِ حج کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ. (الحج:۳۸) ان قربانیوں کے گوشت اور خون ہرگز اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتے۔ لیکن تمہارا تقویٰ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ० (الحج:۳۸) اسی طرح اس نے یہ قربانی کے جانور تمہارے تصرف میں کر دئے ہیں۔ تا تم جیسا کہ تمہاری راہنمائی کی ہے اللہ کو سب سے بڑا سمجھو (اور اسے ہر شئے پر مقدم رکھو) اور محسنوں کو بشارت دو۔ (محسن کے معنے ہیں نہایت اچھے کام کرنے والے وہ جن کے اعمال میں حسن نمایاں ہو۔) اس کے بعد معاً نفس کی قربانی کے تعلق میں فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ० اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ० (الحج:۳۹-۴۰) یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے مدافعت کرے گا۔ اللہ ہر خائن اور ناشکر گزار کو پسند نہیں کرتا۔ جن لوگوں سے جنگ کی جا رہی ہے؛ انہیں اجازت ہے کہ وہ اپنے دفاع میں جنگ کریں۔ کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ تعالیٰ یقیناً ان کی مدد پر بڑی قدرت رکھتا ہے۔ اس سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ مناسک حج سے متعلق احکام کا مدعا و مقصود نفس کی قربانی ہے اور اس بنیادی غرض و غایت کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو بہت بڑا جہاد قرار دیا ہے۔ جس کا مقصود احیاءِ ملّی ہے؛ جو ماں باپ اور بیٹے کی قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔ الفاظ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ سے اس خیانت اور ناشکر گزاری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو انسان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ حج کی ابتداء

مقامِ تہلیل سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ کے الفاظ سے شروع ہوتی اور مقامِ منیٰ میں ایک ذبیحہ کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔ مناسک حج کی اسی غرض و غایت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ الہامیہ میں فرماتے ہیں:-

"وَقَدْ اُشِيْرَ اِلٰى هٰذَا السِّرِّ الْمَكْتُوْمِ فِي كَلَامِ رَبِّنَا الْقَيُّوْمِ. فَقَالَ وَهُوَ اَصْدَقُ الصَّادِقِيْنَ. قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. فَانْظُرْ كَيْفَ فَسَّرَ النُّسُكَ بِلَفْظِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ. وَاَشَارَ بِهٖ اِلٰى حَقِيْقَةِ الْاَضْحَاةِ. فَفَكِّرُوْا فِيْهِ يَا ذَوِي الْحَصَاةِ. وَمَنْ ضَحّٰى مَعَ عِلْمِ حَقِيْقَةِ ضَحِيَّتِهٖ وَصِدْقِ طَوِيَّتِهٖ وَخُلُوْصِ نِيَّتِهٖ، فَقَدْ ضَحّٰى بِنَفْسِهٖ وَمُهْجَتِهٖ وَاَبْنَائِهٖ وَحَفَدَتِهٖ وَلَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ كَاَجْرِ اِبْرَاهِيْمَ عِنْدَ رَبِّهِ الْكَرِيْمِ."

(ترجمہ) اور اس پوشیدہ بھید کی طرف خدا تعالیٰ کی کلام میں اشارت کی گئی۔ چنانچہ خدا جو اَصدق الصادقین ہے، اپنے رسول کو فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو کہہ دے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اس خدا کے لئے ہے جو پروردگارِ عالمیان ہے۔ پس دیکھ کہ کیونکر نسک کے لفظ کی حیات اور ممات کے لفظ سے تفسیر کی ہے اور اس تفسیر سے قربانی کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پس اے عقل مندو! اس میں غور کرو اور جس نے اپنی قربانی کی حقیقت کو معلوم کر کے قربانی ادا کی اور صدقِ دل اور خلوصِ نیت کے ساتھ ادا کی، پس بہ تحقیق اس نے اپنی جان اور اپنے بیٹوں اور اپنے پوتوں کی قربانی کر دی اور اس کے لئے اجر بزرگ ہے جیسا کہ ابراہیمؑ کے لئے اس کے رب کے نزدیک اجر تھا۔

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۴۳-۴۴)

اس روحانی مقصد کے علاوہ حج کے موقع پر مختلف اقوامِ عالم کا اجتماع ایک سادہ سفید لباس پہنے ایسا منظر پیش کرتا ہے جو اس عالمگیر اخوت و مساوات کی ترجمانی کرتا ہے جو اسلامی تعلیم کا مدعا و منشاء ہے۔ غرض مناسک حج ایک مقصودِ اعلیٰ کے لئے بطور علامت ہیں اور اس ابراہیمی قربانی کا نمونہ یاد دلاتی ہے جو بیک وقت خاوند اور بیوی، باپ اور بیٹے کی انتہائی قربانیوں پر شامل تھی۔ (دیکھئے تشریح باب ۷۹)

آئندہ ابواب کی ترتیب اور حج کی صورت و شکل سمجھنے کے لئے قارئین مندرجہ ذیل مجمل خاکہ ذہن میں رکھیں:-

۱- **اَلْاَشْهُرُ الْحُرُم:** شوال، ذی قعدہ اور ذی الحج تین مہینے ہیں جن میں عرب لوگ ہر قسم کی تعدی اور ظلم ناجائز سمجھتے اور پر اَمن رہتے تھے۔ انہی مہینوں میں سے کسی ایک مہینہ میں حج یا عمرہ کی نیت کی جاسکتی ہے۔ نیت بھی حج کا ضروری رکن ہے۔

۲- **مِيْقَات:** یہ لفظ ظرف ہے جو ظرفِ زماں اور ظرفِ مکاں دونوں پر اطلاق پاتا ہے۔ الغرض میقات وہ جگہ

ہے جہاں سے حج کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے۔ میقات میں سب سے پہلے احرام کی نیت کر کے غسل کرنا اور بدن اچھی طرح صاف کرنا مسنون ہے۔

میقات (زمانی یا مکانی) میں احرام باندھنا، رمی الجمار اور حلق (سر منڈھوانا) اور بعض سنن مثلاً طوافِ قدوم، افراد (یعنی پہلے حج الگ پھر عمرہ الگ کرنا) طواف کی دو رکعتیں، قیام و وقوفِ مزدلفہ و منیٰ اور طوافِ وداع شامل ہیں۔

حج اور عمرہ میں جو چیزیں ممنوع ہیں: سلے ہوئے کپڑے مرد کے لئے، نقاب، خوشبو، مباشرت اور مقدمات (بوسہ، ملامست، نکاح وغیرہ) اور شکار کرنا۔

۳- **احرام:** وہ مخصوص لباس ہے جو حاجی پہنتا ہے۔ دو سفید بن سلی چادریں؛ ایک بطور تہ بند اور دوسری بدن ڈھانپنے کے لئے۔ یہ لباس پہن لینے کے بعد بعض باتیں حرام ہو جاتی ہیں؛ اسی لئے ان چادروں کو احرام کہتے ہیں۔ حج بھی ایک عبادت ہے جس طرح نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد اِدھر اُدھر دیکھنا اور باتیں کرنا وغیرہ ممنوع ہے؛ اسی طرح احرام کے ساتھ بھی بعض پابندیاں حج کی نیت کرنے والے پر عائد ہو جاتی ہیں۔

۴- **تہلیل:** یعنی حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کر کے تلبیہ پکارے۔ یعنی بلند آواز سے یہ الفاظ کہے: **لَبَّيْکَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ لَبَّيْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ.** تہلیل کے معنے ہیں: لا الٰہ الا اللہ کا اقرار بلند آواز سے کرنا۔

۵- احرام باندھ کر دو رکعت نفل پڑھنا بھی مسنون ہے۔ سفرِ حج اور ایامِ حج میں بھی تلبیہ بکثرت دہرانا مسنون ہے۔

۶- **طواف بیت اللہ:** حجرِ اسود کو بوسہ دے کر یا چھو کر سات دفعہ بیت اللہ کے چکر لگانا اور اس کے بعد حجرِ اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان کعبہ کا پردہ پکڑ کر جو چاہے دعا کرے اور پھر مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نفل پڑھ کر مندرجہ ذیل مناسک حج شروع کرے۔ ان کے لئے طہارت مستحب ہے واجب نہیں۔

۷- **سعی بین الصفا والمروۃ:** صفا و مروہ کے دمیان سات بار دوڑنا۔

۸- **وقوفِ عرفات:** یعنی عرفات میں ٹھہر کر عبادت و ذکر الٰہی اور دعائیں کرنا۔ درود شریف ان دعاؤں میں شامل ہے۔

۹- **مزدلفہ اور منیٰ میں قیام:** یہاں بھی عبادت اور ذکر الٰہی اور دعائیں کرنا۔

۱۰- منیٰ میں دسویں ذوالحج کو قربانی کرنا اور اس کے بعد حجامت کر کے احرام کھولنا۔ اس سے حج کی بعض پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ لیکن ازدواجی تعلقات کی ممانعت بدستور قائم رہتی ہے۔ دورانِ قیام منیٰ میں بھی عبادت و ذکر الٰہی اور دعائیں کرنی چاہئیں۔

۱۱- **طوافِ زیارت:** جسے طوافِ رکن یا طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔ یہ طواف احرام کھولنے کے بعد قربانی کے دن ہی کیا جاتا ہے اور اہم رکن ہے۔ اس کے بعد حج کی پابندیوں سے پوری آزادی ہو جاتی ہے۔

۱۲- طواف زیارت کے بعد منیٰ کو اسی دن لوٹنا اور وہاں تین دن قیام کرنا۔

۱۳- رمی الجمار: یعنی تین جمرات (ڈھیریوں) پر کنکریاں پھینکنا اوران تین دنوں میں بھی عبادت، ذکر الٰہی اور دعائیں کرنا۔ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے: وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ (البقرة:۲۰۴) چند گنتی کے دنوں میں ذکر الٰہی کرو۔

۱۴- قیام منیٰ اور رمی الجمار کے بعد تیسرے دن یعنی تیرھویں ذوالحج کو بیت اللہ کا طواف کرنا۔

مذکورہ بالا مناسک حج ادا کرنے کے بعد چاہے مکہ مکرمہ میں رہے یا وہاں سے لوٹ آئے۔ اس آخری طواف کو طواف الوداع کہتے ہیں۔ یہ مجمل صورت وشکل ہے۔ حج کی تفصیل مستند روایات کی بنا پر آئندہ ابواب میں آئے گی۔

ان مناسک حج کی غرض و غایت کیا ہے۔ اس کے لئے دیکھئے تشریح باب ۵۶، ۶۳، ۹۰، ۷۰۔ مذکورہ بالا مناسک میں سے بعض تو ارکان حج ہیں۔ مثلاً احرام وتلبیہ، طواف، سعی، وقوفِ عرفات، طوافِ افاضہ اور بعض واجبات حج۔

بَاب ٥: فَرْضُ مَوَاقِيْتِ الْحَجِّ وَ الْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ کے لئے میقات کا تعین

١٥٢٢: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَنَّهُ أَتَى عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي مَنْزِلِهِ وَلَهُ فُسْطَاطٌ وَسُرَادِقٌ فَسَأَلْتُهُ مِنْ أَيْنَ يَجُوْزُ أَنْ أَعْتَمِرَ قَالَ فَرَضَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا وَلِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَاالْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ.

اطرافه: ۱۳۳، ۱۵۲۵، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸۔

۱۵۲۲: مالک بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) زُہیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: زید بن جبیر نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ان کی فرودگاہ میں آئے اور ان کا بہت بڑا خیمہ تھا اور قناتیں تھیں۔ (انہوں نے کہا:) میں نے ان سے پوچھا: مجھے کہاں سے اجازت ہے کہ میں عمرہ کا احرام باندھوں؟ تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد والوں کے لئے قرن المنازل اور مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ اور شام والوں کے لئے جحفہ احرام باندھنے کی جگہیں مقرر کی ہیں۔

تشریح: مَوَاقِيْتُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ: مواقیت جمع ہے میقات کی جس کے معنے ہیں مقررہ جگہ یا مقررہ وقت اور اصطلاحِ شریعت میں وہ مقام ہے جہاں سے حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔ باب ۷ سے ۱۳ تک ہر ملک کے میقات کا ذکر مفصل آئے گا۔ یہ باب ایک اختلاف کو مدنظر رکھ کر قائم کیا گیا ہے۔ بعض فقہاء یعنی عطاء، ابراہیم نخعیؒ اور حسن بصریؒ میقات سے احرام باندھنا ضروری نہیں سمجھتے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۱۳۸) لیکن جمہور کے

نزدیک ضروری ہے۔امام موصوفؒ بھی جمہور کے مذہب کی تائید میں ہیں۔زید بن جبیرؒ جنہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے دریافت کیا جو فقہائے کوفہ میں سے ہیں؛ جامع صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک روایت ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۸۳)ان کے سوال کا جواب جو حضرت ابن عمرؓ نے دیا ہے قابل غور ہے۔سائل نے میقات اہل عراق کے بارے میں دریافت کیا تھا۔حضرت ابن عمرؓ نے ان تین میقاتوں کا ذکر کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجدیوں، مدینیوں اور شامیوں کے لئے مقرر فرمائے ہیں۔عراقیوں کے لئے خاموشی اختیار کی ہے۔ان کے لئے ذاتِ عرق یا عقیق کا مقام ہے جسے روایت نمبر۱۵۳۱ کے مطابق حضرت عمرؓ اور مسلم کی روایت کے مطابق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے۔(مسلم، کتاب الحج، باب مواقیت الحج والعمرة) مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو اِس کا علم نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے صرف انہی مواقیت کا نام لیا ہے جن کے متعلق اُنہیں علم تھا۔(اس تعلق میں روایت نمبر۱۵۲۵ بھی دیکھئے) روایت ہذا میں الفاظ فَرَضَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قابل توجہ ہیں۔صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ حدود سے پس و پیش ہونا گناہ سمجھتے تھے۔حضرت ابن عمرؓ نے سائل کو یہ جواب نہ دیا کہ جہاں سے چاہو احرام باندھو؛ بلکہ اپنے علم کے مطابق مقررہ میقات اُسے بتائے اور جس کے متعلق ان کو علم نہ تھا؛ خاموشی اختیار کی۔اس تعلق میں اصولی طور پر یہ امر یاد رہے کہ دین اسلام ایک ضابطہ کا دین ہے جو اصول وقواعد پر مبنی ہے اور اس نے استثنائی حالات میں افراد کے لئے (اَلدِّيْنُ يُسْرٌ کے تحت) سہولت دی ہے۔عام حالات میں نماز کے لئے بھی اوقات مقرر کئے گئے ہیں۔مگر جہاں رات و دن یا اوقات کا اندازہ ممکن نہیں وہاں سہولت دی ہے۔فرماتا ہے: وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنَ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ(المزمل:۲۱) یعنی اور اللہ رات اور دن کو چھوٹا بڑا کرتا رہتا ہے۔خدا(تعالیٰ) جانتا ہے کہ تم پوری طرح نماز کے وقت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔پس اس نے تم پر رحم کیا ہے۔پس چاہیے کہ قرآن(کریم) میں سے جتنا میسر ہو تم (رات کے وقت) پڑھ لیا کرو۔اللہ(تعالیٰ) جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار بھی ہوں گے اور کچھ تجارت کی غرض سے سفر پر بھی نکلیں گے اور کچھ لوگ (اللہ تعالیٰ) کے راستہ میں جہاد کرنے بھی نکلیں گے۔ پس (ہم بغیر حد بندی کے کہتے ہیں کہ) قرآن(کریم) میں سے جتنا میسر آئے پڑھ لیا کرو اور نمازیں قائم کیا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ(تعالیٰ) کو خوش کرنے کے لئے اپنے مال کا اچھا ٹکڑا کاٹ کر الگ کر دیا کرو۔

آیت يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ سے مراد یہ ہے کہ رات و دن کہیں چھوٹے اور کہیں بڑے ہیں اور اوقاتِ مقررہ ہر حالت میں ملحوظ رکھنا انسان کے لئے ناممکن ہے۔آیت قُمِ الَّيْلَ (المزمل:۳) اور فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ(المزمل:۲۱) سے مراد مفسرین کے نزدیک نماز کی ادائیگی ہے۔

(الکشاف، تفسیر سورة المزمل، آیت۲، ۲۰) (روح المعانی تفسیر سورة المزمل، آیت۲، ۲۰)

اس کی تائید آنحضرت ﷺ کے ارشاد اقْـدُرُوْا لَـهٗ سے بھی ہوتی ہے۔ آپؐ نے حضرت نواس بن سمعانؓ کے دریافت کرنے پر اجازت دی کہ اوقات نماز کے بارے میں مشکل ہو تو اندازہ کرلیا کرو۔ (مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال) یہی سہولت مواقیت الحج اور اوقاتِ سحر وافطار کے بارے میں بھی ہے۔ اسلامی تعلیم تکلفات سے خالی ہے اور حد اعتدال اور عین فطرت پر واقع ہے۔ اس بارہ میں دیکھئے کتاب مواقیت الصلاۃ تشریح ابواب نمبر ۱ تا ۳۹۔

بَاب ٦ : قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: اور تم زادِ راہ لیا کرو، کیونکہ بہتر زادِ راہ وہی ہے جس میں بچاؤ کا سامان ہو (البقرۃ:۱۹۸)

۱۵۲۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ عَنْ وَرْقَاءَ عَنْ عَمْرِو ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَحُجُّوْنَ وَلَا يَتَزَوَّدُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ فَإِذَا قَدِمُوْا مَكَّةَ سَأَلُوا النَّاسَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى: وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (البقرة:۱۹۸) رَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا.

۱۵۲۳: یحییٰ بن بشر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شبابہ (بن سوار) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ورقاء (بن عمر) سے، ورقاء نے عمرو بن دینار سے، عمرو نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ اہل یمن حج کیا کرتے تھے اور وہ زادِ راہ نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے: ہم تو متوکل ہیں۔ جب مکے میں پہنچتے تو لوگوں سے مانگتے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی: اور تم زادِ راہ لے لیا کرو، کیونکہ بہتر زادِ راہ وہی ہے جس میں بچاؤ کا سامان ہو۔ یہ حدیث ابن عیینہ نے عمرو سے، عمرو نے عکرمہ سے مرسل روایت کی ہے۔

تشریح: وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى: اس باب کا مضمون واضح ہے۔ شریعت اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کھانے پینے وغیرہ کا سامان نہ ہو اور انسان حج کے لئے متوکل بن کر نکلے اور پھر اس کا توکل راستے ہی میں گم ہو جائے اور وہ دَر بدر بھیک مانگنا شروع کر دے۔ بھیک کی مذمت اور اس سے ممانعت کے بارے میں اسلام کی تعلیم واضح ہے۔ (دیکھئے کتاب الزکاۃ باب نمبر ۵۰ تا ۵۳)

حج کے لئے پہلی اور ضروری شرط یہ ہے: مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا کہ آمد و رفت کے لئے سامانِ سفر میسر ہو۔ ورنہ قرآنِ مجید کے اس صریح حکم کی نافرمانی ہوگی اور بے زادِ راہ حج کرنے والے جو توکل کے مقام سے گر کر نانِ شبینہ کے لئے غیر اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ حاجی نہیں بلکہ معصیت کے مرتکب ہوں گے۔

اس باب کا سابقہ باب کے اس مضمون سے کہ احرام باندھنے کے لئے کسی جگہ کی تخصیص نہیں، ایک ضمنی تعلق ہے۔ اس میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ خیال درست نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کے لئے جگہیں مقرر فرمائی ہیں۔ مسائل شرعیہ میں تقویٰ اور احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ ابواب متعلقہ مواقیت میں یہ باب جملہ معترضہ کے طور پر ہے۔

بَاب ۷: مُهَلُّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَ الْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ کے لئے اہل مکہ کے احرام باندھنے کی جگہ

١٥٢٤: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَاالْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ هُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَّكَّةَ.

۱۵۲۴: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب نے ہم سے بیان کیا، (کہا: عبداللہ) ابن طاؤس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ اور اہل شام کے لئے جحفہ اور اہل نجد کے لئے قرن المنازل اور اہل یمن کے لئے یلملم احرام باندھنے کے مقامات مقرر کئے ہیں۔ یہ اُن کے لئے بھی ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی جو دوسرے ملکوں سے آئیں۔ یعنی جو حج اور عمرہ کرنا چاہتے ہوں اور جو اِن مقامات سے ورے رہتے ہوں تو پھر وہ جہاں سے شروع کریں۔ اہل مکہ بھی مکہ ہی سے احرام باندھیں۔

اطرافه: ١٥٢٦، ١٥٢٩، ١٥٣٠، ١٨٤٥.

تشریح: **مُهَلُّ أَهْلِ مَكَّةَ لِلْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ:** اہل مکہ کے لئے مکہ ہی میقات ہے۔ حرم سے باہر کسی مقام میں وہ احرام باندھ سکتے ہیں۔ لفظ مُهَلٌّ؛ اِهْلَال سے مشتق ہے۔ **اِهْلَال** کے معنے آواز بلند کرنا۔ **مُهَلٌّ** کے معنی وہ جگہ جہاں سے احرامِ حج باندھ کر تلبیہ حج یعنی لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ .... کی آواز بلند کی جاتی ہے۔ **ذو الحليفه** مدینہ سے چھ میل کے قریب مکہ مکرمہ کے راستہ پر ہے اور یہ مقام مکہ مکرمہ سے ۱۹۸ میل کی مسافت پر ہے۔ **جُحفه** مکہ مکرمہ سے پانچ یا چھ منزل پر ہے۔ **قرن** یا **قرن المنازل** مکہ مکرمہ سے دو منزل ہے۔ **يلملم** بھی مکہ مکرمہ سے دو منزل ہے۔ ایک منزل دس میل ہوتی ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۴۸۵-۴۸۶) مواقیت کے مزید تعارف کے لیے تشریح باب ۱۳ بھی دیکھئے۔

بَاب ۸: مِيْقَاتُ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَلَا يُهِلُّوْا قَبْلَ ذِي الْحُلَيْفَةِ

اہل مدینہ کے لئے احرام باندھنے کی جگہ اور وہ ذوالحلیفہ سے پہلے احرام نہ باندھیں

۱۵۲۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَأَهْلُ الشَّأْمِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَأَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ قَالَ عَبْدُ اللهِ وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ.

۱۵۲۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں اور اہل شام جحفہ سے اور اہل نجد قرن سے۔ حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) کہتے تھے: اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اور اہل یمن یلملم سے احرام باندھیں۔

اطرافہ: ۱۳۳، ۱۵۲۲، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸۔

تشریح: مِيْقَاتُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ: عنوانِ باب میں ذوالحلیفہ سے قبل احرام نہ باندھنے کے متعلق جو فقرہ زائد کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک فریق کا یہ خیال ہے کہ حضرت ابن عباسؓ و حضرت ابن عمرؓ و حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ صحابہ نے میقات سے پہلے احرام باندھا تھا۔ (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في شروط الإحرام) امام بخاریؒ کے نزدیک ایسی روایتیں جن میں ذوالحلیفہ سے قبل احرام باندھنے کا ذکر ہے؛ قابل اعتماد نہیں۔

ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوفِ مدینہ کو حرم قرار دے دیا۔ جو تقریباً ساڑھے دس میل لمبا اور دس میل چوڑا ہے اور چاروں طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ جن میں متعدد بستیاں تھیں۔ ان بستیوں کے درمیان یثرب کی بستی واقع تھی جو آنحضرت ﷺ کی ہجرت گاہ ہوئی۔ جُحفہ، ذوالحلیفہ، وادئ عقیق، بئر رومہ، غابہ، وادئ قناہ اور وادئ بطحاء اِسی میدانِ جوف میں واقع ہیں۔

بَاب ۹ : مُهَلُّ أَهْلِ الشَّأْمِ

اہل شام کے احرام باندھنے کی جگہ

١٥٢٦ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ وَقَّتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَاالْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ لِمَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمُهَلُّهُ مِنْ أَهْلِهِ وَكَذَاكَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا.

۱۵۲۶: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن دینار سے، عمرو نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لئے جُحفہ، اہل نجد کے لئے قرن المنازل اور اہل یمن کے لئے یلملم احرام باندھنے کے مقامات مقرر کئے۔ یہ اُن ملکوں کے لئے بھی ہیں اور جو اُن میں دوسرے ملکوں سے آئیں۔ یعنی ان کے لئے جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں اور جو لوگ ان کے ورے رہتے ہوں تو اُن کے احرام باندھنے کی جگہ ان کے اپنے گھر ہی ہیں۔ اسی طرح اہل مکہ بھی مکہ ہی سے احرام باندھیں۔

اطرافه: ١٥٢٤، ١٥٢٩، ١٥٣٠، ١٨٤٥.

تشریح: روایت نمبر ۱۵۲۶ میں دوسرے ممالک سے آنے والوں کے میقات کی بھی تعیین ہے اور اُن باشندوں کیلئے بھی جو مذکورہ بالا مقامات اور مکہ مکرمہ کے درمیان ہیں۔ ان کی اپنی بستی ہی ان کے لیے میقاتِ احرام ہے۔

بَاب ۱۰ : مُهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ

اہل نجد کے لئے احرام باندھنے کی جگہ

١٥٢٧ : حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ

۱۵۲۷: علی (بن مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہم نے

سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ وَقَّتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافه: ۱۳۳، ۱۵۲۲، ۱۵۲۵، ۱۵۲۸۔

اس (حدیث) کو زہری سے یاد رکھا ہے۔ زہری نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) نبی ﷺ نے احرام باندھنے کی جگہیں مقرر کی ہیں۔

۱۵۲۸: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّأْمِ مَهْيَعَةُ وَهِيَ الْجُحْفَةُ وَأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا زَعَمُوْا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَمْ أَسْمَعْهُ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ.

اطرافه: ۱۳۳، ۱۵۲۲، ۱۵۲۵، ۱۵۲۷۔

۱۵۲۸: احمد (بن عیسیٰ حمرانی) نے (بھی) ہمیں بتایا، (کہا: عبداللہ) ابن وہب نے ہم سے بیان کیا، کہا: یونس نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: اہل مدینہ کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے لئے احرام باندھنے کی جگہ مَہیَعہ ہے اور وہ جحفہ میں ہے اور اہل نجد کے لئے احرام باندھنے کی جگہ قرن ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے مگر میں نے یہ نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو؛ اہل یمن کے لئے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے۔

بَاب ۱۱: مُهَلُّ مَنْ كَانَ دُوْنَ الْمَوَاقِيْتِ

جو مقررہ جگہوں کے ورے رہتے ہوں؛ ان کے احرام باندھنے کی جگہ

۱۵۲۹: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَاالْحُلَيْفَةِ

۱۵۲۹: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے، عمرو نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ

وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ أَهْلِهِنَّ مِمَّنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمِنْ أَهْلِهِ حَتَّى إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ اور اہل شام کے لئے جحفہ اور اہل یمن کے لئے یلملم اور اہل نجد کے لئے قرن مقرر کئے۔ یہ ان ملکوں کے لئے بھی ہیں اور اُن لوگوں کے لئے بھی؛ جو اِن میں باہر سے آئیں۔ یعنی وہ جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں اور وہ جو اِن سے ورے رہتے ہوں وہ اپنے گھر سے ہی احرام باندھیں۔ یہاں تک کہ اہل مکہ بھی مکہ سے ہی احرام باندھیں۔

اطرافه: ١٥٢٤، ١٥٢٦، ١٥٣٠، ١٨٤٥.

تشریح: **مُهَلُّ مَنْ كَانَ دُوْنَ الْمَوَاقِيْتِ:** فقہاء نے جہاں اس امر میں اتفاق کیا ہے کہ میقات اور مکہ مکرمہ کے درمیان رہنے والے اپنے اپنے ٹھکانوں سے ہی احرام باندھیں، وہاں اس بارے میں اجازت اور عدم اجازت، افضل اور غیر افضل کا سوال اُٹھا کر دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک فریق یعنی امام مالکؒ و امام احمد بن حنبلؒ کا خیال ہے کہ چونکہ یہ اجازت ہے، اس لئے افضل یہی ہے کہ میقات میں آ کر احرام باندھے اور دوسرے فریق یعنی امام شافعیؒ، ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہم نے کہا ہے کہ اجازت سے فائدہ اُٹھانا ہی افضل ہے۔
(بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في شروط الإحرام)

بَاب ١٢ : مُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ
اہل یمن کے لئے احرام باندھنے کی جگہ

١٥٣٠: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ الشَّأْمِ الْجُحْفَةَ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ هُنَّ

١٥٣٠: معلّٰی بن اسد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب (بن خالد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن طاؤس سے، عبداللہ نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ، اہل شام کے لئے جحفہ اور اہل نجد کے لئے قرن المنازل اور اہل یمن کے لیے یلملم

لِأَهْلِهِنَّ وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذَلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَّكَّةَ.

احرام باندھنے کی جگہیں مقرر کیں۔ یہ ان ملکوں کے رہنے والوں کے لئے بھی ہیں اور ہر ایک کے لئے جو اِن میں دوسرے ملک والوں میں سے آئے یعنی جو حج اور عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اور جو اِن مقامات سے ورے رہتے ہوں؛ وہ جہاں سے چلنے لگیں۔ اہل مکہ بھی مکہ سے احرام باندھیں۔

اطرافه: ١٥٢٤، ١٥٢٦، ١٥٢٩، ١٨٤٥۔

بَاب۱۳: ذَاتُ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ

اہل عراق کے لئے ذاتِ عرق مقام ہے

۱۵۳۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا فُتِحَ هَذَانِ الْمِصْرَانِ أَتَوْا عُمَرَ فَقَالُوْا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّ لِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا وَهُوَ جَوْرٌ عَنْ طَرِيْقِنَا وَإِنَّا إِنْ أَرَدْنَا قَرْنًا شَقَّ عَلَيْنَا قَالَ فَانْظُرُوْا حَذْوَهَا مِنْ طَرِيْقِكُمْ فَحَدَّ لَهُمْ ذَاتَ عِرْقٍ.

۱۵۳۱: علی بن مسلم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ بن نمیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبیداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت (عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب یہ شہر فتح کئے گئے تو لوگ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: امیر المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لئے قرن مقرر کیا ہے اور وہ ہمارے راستہ سے ایک طرف ہے اور اگر ہم قرن جانا چاہیں تو ہمارے لئے مشکل ہوگی۔ حضرت عمرؓ نے کہا: تم اپنے راستہ میں اس کے مقابل پر کوئی اور مقام دیکھو۔ چنانچہ انہوں نے ان کے لئے ذاتِ عرق مقرر کیا۔

تشریح: ذَاتُ عِرْقٍ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ: باب۵ کی تشریح کے ضمن میں یہ بتایا جاچکا ہے کہ صحیح مسلم[1] کی ایک روایت میں ہے کہ عراق والوں کے لئے میقات ذات عرق کا مقام خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا تھا۔ نسائیؒ[2] وغیرہ نے بھی اس مفہوم کی بعض روایتیں نقل کی ہیں۔ مگر یہ سب روایات امام بخاریؒ کے نزدیک

[1] (مسلم، كتاب الحج، باب مواقيت الحج والعمرة) [2] (نسائی، كتاب الحج، باب ميقات أهل العراق)

غیر مستند ہیں۔امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام رافعیؒ اور امام نووی رحمہم اللہ نے بھی یہی رائے قائم کی ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۴۹۱،۴۹۲) (عمدۃ القاری جزء۹صفحہ۱۴۵) طاؤس،ابن سیرین اور جابر بن زیدؒ نے مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اہل عراق کے لئے کوئی میقات نہیں؛ جیسا کہ دوسرے ممالک کے لئے بھی نہیں۔(عمدۃ القاری جزء۹صفحہ۱۴۵) یعنی ان جگہوں سے آنے والے مقررہ شدہ میقات سے گزرتے ہوئے کسی ایسے مقام سے جو کسی میقات کے مقابل واقع ہو؛ احرام باندھ سکتے ہیں۔حضرت عمرؓ نے اپنے قیاس سے جو فتویٰ دیا ہے، دوسرے ممالک کے لئے بھی قابل عمل ہے۔یہ اُن کا قابل قدر اجتہاد ہے۔

لَمَّا فُتِحَ هَذَانِ الْمِصْرَانِ: ان دوشہروں سے مراد کوفہ اور بصرہ ہیں۔

خلاصہ یہ کہ پانچ مقامات سے احرامِ حج یا عمرہ باندھا جاسکتا ہے۔(۱) جُحفہ: یہ ایک گاؤں کا نام ہے جو مکہ و مدینہ کے درمیان تھا۔اب غیر آباد کھنڈرات ہیں اور اس کے قریب رابغ کی بستی ہے جو اہل مصر وشام، مغرب اور اس کے ماوراء اہل اندلس (سپین) اور روم وغیرہ کے باشندگان کے لئے احرام باندھنے کی جگہ ہے۔(۲) ذاتُ عِرق: یہ گاؤں ہے جو مکہ سے دومنزل پر ہے۔عرق نامی پہاڑی کی وجہ سے اس کا یہ نام ہے۔جو وادئ عقیق کے کنارے پر واقع ہے۔یہ جگہ اہل عراق اور مشرقی ممالک کے لئے میقات ہے۔(۳) ذو الحلیفہ: مدینہ سے پانچ میل اور مکہ مکرمہ سے نومنزل یعنی نوروز کا سفر۔یہ جگہ اہل مدینہ کی میقات ہے۔(۴) یلملم: تہامہ کی پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑی کا نام ہے۔مکہ مکرمہ سے دومنزل دور ہے۔یہ اہل یمن واہل ہند کی میقات ہے۔(۵) قرن: یہ پہاڑی کا نام ہے؛ جو میدانِ عرفات میں واقع ہے۔مکہ سے دومنزل دور۔اسے قرن المنازل بھی کہتے ہیں۔یہ اہل نجد کی میقات ہے۔

مذکورہ بالا جگہوں یا ان کے محاذ پر کسی جگہ سے گزرتے وقت احرام باندھ سکتے ہیں۔ہوائی جہاز کے ذریعہ سے سفر کرنے والے جہاں سے سوار ہوں؛ حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھیں؛ بہتر ہوگا۔اگر وہ عمرہ کی نیت سے احرام باندھ لیں اور مکہ مکرمہ میں پہنچ کر عمرہ کریں اور اس سے فارغ ہوکر احرام کھول ڈالیں، پھر وہاں میقاتِ مکہ سے حج کا احرام باندھیں تو یہ صورتِ افراد بھی جائز ہے۔طیارہ یا بحری جہاز پر سفر کرنے والوں کے لئے منتظمین کی طرف سے میقات یا اُس کے محاذ کا علم دیا جاتا ہے۔

بَاب ١٤: {اَلصَّلَاةُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ☆}

{ذوالحلیفہ میں نماز پڑھنا☆}

١٥٣٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ

۱۵۳۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔انہوں نے نافع سے،

☆عنوانِ باب کے یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۴۹۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَصَلَّى بِهَا وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کے میدان میں اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور وہاں نماز پڑھی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

اطرافه: ٤٨٤، ١٥٣٣، ١٧٩٩۔

بَاب ۱۵: خُرُوْجُ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درخت والے راستہ سے گزر کر جانا

۱۵۳۳: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيْقِ الْمُعَرَّسِ وَأَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ.

۱۵۳۳: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) انس بن عیاض نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم براستہ شجرہ مدینہ سے نکلا کرتے تھے اور براستہ معرس مدینہ میں آیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کو جانے کے لئے نکلتے تو آپؐ درخت والی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے اور جب لوٹ کر آتے تو ذوالحلیفہ میں نالہ کے نشیب میں نماز پڑھتے اور وہیں صبح تک رات بسر کرتے۔

اطرافه: ٤٨٤، ١٥٣٢، ١٧٩٩۔

تشریح: بعض نسخوں میں باب نمبر۱۴ کا کوئی عنوان نہیں اور شارحین کا خیال ہے کہ عنوان یہ ظاہر کرنے کے لئے چھوڑا گیا کہ میقاتِ احرام کا مضمون ختم ہے اور نیا مضمون شروع ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۱۴۶)

(فتح الباری جزء۳صفحہ۴۹۳) آیا عنوانِ باب بطور وقفہ کے کبھی چھوڑ دیا گیا ہو، میرے علم میں اس کی مثالیں نہیں۔

وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ اور حج کے لئے مدینہ منورہ سے نکلتے تھے۔ اس لئے اہل مدینہ کے میقات ذوالحلیفہ سے متعلق جو باتیں امام موصوفؒ کو مستند طریق سے معلوم ہوئی ہیں؛ وہ تین ابواب (نمبر۱۴، ۱۵، ۱۶) میں نقل کردی ہیں۔ مناسکِ حج سے ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں؛ گو حضرت ابن عمرؓ اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق بیکراں میں ذوالحلیفہ میں ہی نماز پڑھتے اور اس راستے سے آیا جایا کرتے تھے۔ جہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے۔ (روایت نمبر۱۵۳۲، ۱۵۳۳) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کی وجہ سے وادیٔ عقیق، میدانِ ذوالحلیفہ، طریق معرس اور مسجد الشجرہ کو برکت اور تاریخی حیثیت حاصل ہے؛ جیسا کہ مقامات وادیٔ مکہ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی وجہ سے برکت دی گئی۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ۔ اور ہمیں آپؐ کی اتباع کا وہ شوق عطا فرمائے جو صحابہ کرام کو تھا۔ آمین۔

بَاب ١٦ : قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ الْعَقِيْقُ وَادٍ مُّبَارَكٌ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ عقیق مبارک نالہ ہے

١٥٣٤ : حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ التِّنِّيْسِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ إِنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَادِي الْعَقِيْقِ يَقُوْلُ أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتٍ مِّنْ رَّبِّي فَقَالَ صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ.

اطرافه: ٢٣٣٧، ٧٣٤٣۔

۱۵۳۴: (ابوبکر عبداللہ) حمیدی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ولید اور بشر بن بکر تنیسی نے ہم سے بیان کیا۔ ان دونوں نے کہا: اوزاعی نے ہمیں بتایا، کہا: یحیٰ (بن ابی کثیر) نے ہم سے بیان کیا، کہا: عکرمہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وادیٔ عقیق میں سنا۔ آپؐ نے فرمایا: آج رات میرے پاس میرے ربّ کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور کہو کہ حج مع عمرہ کیا کرو۔

۱۵۳۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رُئِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسٍ بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي قِيْلَ لَهُ إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ يَتَوَخَّى بِالْمُنَاخِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللهِ يُنِيْخُ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِبَطْنِ الْوَادِي بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ وَسَطٌ مِّنْ ذَلِكَ.

۱۵۳۵: محمد بن ابی بکر (مقدمی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) فضیل بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: سالم بن عبداللہ نے مجھے بتایا کہ ان کے باپ (حضرت عبداللہ بن عمر) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ جب آپؐ ذوالحلیفہ کی وادی کے نشیب میں رات کو خیمہ زن تھے۔ آپؐ نے خواب دیکھا۔ آپؐ سے کہا گیا کہ تم ایک مبارک میدان میں ہو۔ (موسیٰ بن عقبہ کہتے تھے:) اور سالم نے ہم کو بھی وہاں ٹھہرایا۔ وہ اس مقام کی تلاش کرتے تھے؛ جہاں حضرت عبداللہؓ اونٹ بٹھایا کرتے تھے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرودگاہ کی جستجو کرتے تھے اور وہ مقام اس مسجد کے نیچے ہے؛ جو وادی کے نشیب میں ہے۔ اس کے اور راستہ کے درمیان واقع ہے۔

اطرافه: ٤٨٣، ٢٣٣٦، ٧٣٤٥۔

تشریح: **اَلْعَقِيْقُ وَادٍ مُّبَارَكٌ:** عقیق مدینہ کے قریب وادی کا نام ہے۔ زمانہ جاہلیت میں شعراءِ عرب وغیرہ کا اس وادی میں اجتماع ہوتا اور میلے لگتے تھے۔ خصوصاً موسم سرما و بہار میں۔

عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ: حرف "فی" بمعنی واؤ عاطفہ اور یہ بمعنی "مع" زبان عربی میں اکثر استعمال ہوتا ہے۔

بَطْنِ الْوَادِي: روایت نمبر ۱۵۳۵ میں وادیٔ عقیق کی جگہ بطن وادی کا ذکر ہے۔ پہلی روایت میں اس وادی کا نام مذکور ہے۔ دونوں روایتیں ایک دوسرے کے مضمون کی تائید و تکمیل کرتی ہیں۔

وَسَطٌ مِّنْ ذَلِكَ: وسط کے معنے متوسط یعنی درمیان میں واقع ہے۔

مقاماتِ احرام کا ذکر کرنے کے بعد امام بخاریؒ اب مناسک حج کا ذکر کیے بعد دیگرے ترتیب سے کریں گے۔ مناسکِ حج خلاصۃً یہ ہیں:-

(۱) احرام، إهلال و تلبیہ: یعنی احرام باندھتے وقت بلند آواز حج یا عمرہ کا نام لے کر لَبَّیْکَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ.
یہ تلبیہ وتسبیح وتحمید وتکبیر بحالت احرام اثنائے سفر میں بیت اللہ پہنچنے تک جاری رہتا ہے اور اس کے بعد مندرجہ ذیل اعمال عبادتِ حج کا حصہ شمار ہوتے ہیں۔

(۲) طوافِ بیت اللہ، سعی بین الصفا والمروہ، وقوفِ عرفات، قیامِ مزدلفہ، قیامِ منٰی، رمیِ جمرات اور قربانی۔ ہر ایک کی تفصیل علیحدہ ابواب میں دیکھئے۔

بَاب ۱۷: غَسْلُ الْخَلُوْقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّنَ الثِّيَابِ

کپڑوں سے خوشبو کو تین بار دھونا

۱۵۳٦: قَالَ أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ صَفْوَانَ ابْنَ يَعْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلَى قَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَرِنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يُوْحَى إِلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَمَعَهُ نَفَرٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً فَجَاءَهُ الْوَحْيُ فَأَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى يَعْلَى فَجَاءَ يَعْلَى وَعَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ

۱۵۳٦: ابوعاصم (ضحاک بن مخلد) نے کہا: ابن جریج نے ہمیں بتایا، (کہا:) عطاء (بن ابی رباح) نے مجھے خبر دی کہ صفوان بن یعلیٰ نے بتایا۔ حضرت یعلیٰؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت میں مجھے دکھائیں جب آپؐ کو وحی ہو رہی ہو۔ حضرت یعلیٰؓ کہتے تھے: ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تھے اور آپؐ کے ساتھ آپؐ کے صحابہ میں سے ایک جماعت بھی تھی۔ اس اثناء میں آپؐ کے پاس ایک شخص آیا۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ کا اس شخص کی نسبت کیا خیال ہے جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور خوشبو سے لتھڑا ہوا ہو؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے۔ اتنے میں آپؐ کو وحی ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلیٰؓ کو اشارہ کیا اور حضرت یعلیٰؓ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ

فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ فَإِذَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ وَهُوَ يَغِطُّ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ أَيْنَ الَّذِي سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ فَأُتِيَ بِرَجُلٍ فَقَالَ اغْسِلِ الطِّيْبَ الَّذِي بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجَّتِكَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَرَادَ الْإِنْقَاءَ حِيْنَ أَمَرَهُ أَنْ يَّغْسِلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ نَعَمْ.

علیہ وسلم پر ایک کپڑا تھا؛ جس سے آپؐ پر سایہ کیا گیا تھا اور آپؐ نے اپنا سر اُس کے اندر کرلیا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہے اور آپؐ خراٹے لے رہے ہیں۔ پھر اس کے بعد آپؐ سے یہ حالت جاتی رہی اور آپؐ نے فرمایا: وہ کہاں ہے جس نے عمرہ کی بابت پوچھا تھا؟ وہ آدمی لایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ خوشبو جو کپڑے میں لگی ہے تین بار دھو ڈال اور اس جبہ کو اُتار دے اور اپنے عمرہ میں وہی کر جو تو حج میں کرتا ہے۔ (ابن جریج کہتے تھے:) عطاء سے میں نے پوچھا: آپؐ نے جب اس کو تین بار دھونے کا حکم دیا تو آپؐ کی مراد اچھی طرح صاف کرنا تھی؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

اطرافه: ۱۷۸۹، ۱۸٤۷، ٤۳۲۹، ٤۹۸٥۔

تشریح: **غَسْلُ الْخَلُوْقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّنَ الثِّيَابِ:** احرام میں مردوں کے لئے دو سادہ سفید چادریں۔ ایک بطور تہ بند اور دوسری اوڑھنے کے لئے جس کا ایک سرا دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر اور دوسرا بائیں بغل سے نکال کر دائیں کندھے پر لٹکایا جاتا ہے۔ عورتیں سادہ سلے ہوئے سفید کپڑے یعنی قمیص، پاجامہ اور دوپٹہ پہن لیتی ہیں۔ پھر برقعہ یا زیبائش اور بناؤ سنگار نہ ہو۔ احرام باندھنے سے پہلے مرد حجامت کرواسکتے ہیں مگر احرام کے بعد نہیں۔ احرام کے معنوں میں یہ بات مضمر ہے کہ حج کے مخصوص لباس پہننے کے ساتھ بعض باتیں حاجی کے لئے حرام ہوجاتی ہیں۔ جن میں سے خوشبو لگانا بھی ہے۔

اَلْخَلُوْق: ایک خوشبو ہے جس میں زعفران ڈالا جاتا تھا اور شادی بیاہ کے موقعوں پر یہ خوشبو استعمال ہوتی تھی اور بعض روایتوں میں بھی۔ جنہیں علامہ عینی نے مفصل نقل کیا ہے۔ بایں الفاظ صراحت ہے: فَاَتَاهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ بِهَا اَثَرٌ مِّنْ خَلُوْقٍ. یعنی آپؐ کے پاس ایک شخص آیا۔ اس کے چوغے پر خوشبو کا اثر نمایاں تھا۔ علامہ عینی کے نزدیک یہی وجہ ہے کہ مندرجہ بالا عنوانِ باب قائم کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۱۵۰) روایت نمبر ۱۵۳٦ میں کپڑوں کا ذکر نہیں، صرف یہ الفاظ ہیں: وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِطِيْبٍ اور نہ خلوق کا ذکر ہے۔ اس کا جواب ان کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ بعض دوسری روایات میں وارد شدہ الفاظ مدنظر رکھ کر عنوان قائم کرتے ہیں۔ جیسا کہ یہی روایت کتاب العمرۃ، باب۱۰، زیر روایت نمبر ۱۷۸۹ بھی نقل کی گئی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهِ اَثَرُ

الْـخَلُوْقِ اَوْ قَالَ صُفْرَةٌ. مسند ابوداؤد طیالسیؒ میں یہ الفاظ ہیں: عَـلَيْـهِ جُبَّةٌ عَلَيْهَا اَثَرُ الْخَلُوْقِ[1] اور مسلم کی روایت[2] میں بھی جو بسند عطاء منقول ہے یہی الفاظ ہیں۔(فتح الباری جزء۳صفحہ۴۹۸)

باب کا عنوان قائم کرنے میں جہاں یہ روایتیں مدنظر ہیں، وہاں ایک فقہی اختلاف کا حل بھی مدنظر ہے۔ حج اور عمرہ میں جو باتیں ترک کی جاتی ہیں اُن میں سے ایک خوشبو بھی ہے۔ بحالت احرام خوشبو نہ لگانے کے بارے میں فقہاء کے درمیان اتفاق ہے۔لیکن احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا جس کا اثر بوقت احرام بھی باقی رہے، اسے امام مالکؒ، محمد بن حسنؒ وغیرہ نے مکروہ قرار دیا ہے اور صفوان بن یعلیٰ کی مذکورہ بالا حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے۔مگر جمہور علماء (امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمدؒ، سفیان ثوریؒ وغیرہ) نے خوشبو لگانا جائز سمجھا ہے۔ان کا استدلال حضرت عائشہؓ کی روایت نمبر۱۵۳۸، ۱۵۳۹ سے ہے۔ان کے نزدیک صفوان بن یعلیٰ کا روایت کردہ واقعہ جعرانہ مقام کا ہے جو بالاتفاق ۸ھ میں ہوا۔اس لئے بعد کا عمل قابل اعتماد ہے۔(فتح الباری جزء۳صفحہ۴۹۸)(عمدۃ القاری جزء۹صفحہ۱۵۲) علاوہ ازیں محرم (یعنی احرامِ حج باندھنے والے) کے لئے زعفران کا استعمال قطعاً ممنوع ہے۔(باب۲۱روایت نمبر۱۵۴۲) اس لئے قیاس یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہننا ناپسند فرمایا جو شادی بیاہ کے وقت پہنے جاتے ہیں۔جمہور کی دلیل امام بخاریؒ نے قبول کی ہے۔دراصل یہ اختلاف ہی اصل وجہ ہے کہ انہوں نے عنوانِ باب میں لفظ خلوق اور ثیاب کو نمایاں کر کے اس میں جعرانہ والا واقعہ درج کیا ہے اور اس کے بعد اَلطِّيْبُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ کا باب۱۸ الگ قائم کر کے اس میں حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی ہے۔

بَاب۱۸ : اَلطِّيْبُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ

احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا

وَمَا يَلْبَسُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُّحْرِمَ وَيَتَرَجَّلَ وَيَدَّهِنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَشَمُّ الْمُحْرِمُ الرَّيْحَانَ وَيَنْظُرُ فِي الْمِرْآةِ وَيَتَدَاوَى بِمَا يَأْكُلُ الزَّيْتِ وَالسَّمْنِ وَقَالَ عَطَاءٌ يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَهُوَ مُحْرِمٌ وَقَدْ حَزَمَ عَلَى

اور جب احرام باندھنا چاہے تو کیا لباس پہنے اور کنگھی کرے اور تیل لگائے۔اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: محرم خوشبودار پھول سونگھ سکتا ہے اور آئینہ بھی دیکھ سکتا ہے اور تیل اور گھی جو وہ کھاتا ہے اس سے علاج معالجہ بھی کرسکتا ہے۔اور عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: انگوٹھی بھی پہن سکتا ہے اور کمر کی پیٹی بھی پہنے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جبکہ وہ احرام کی

---

[1] (مسند ابی داؤد الطیالسی، الجزء السادس، یعلی بن أمیة۔روایت نمبر۱۳۲۳)

[2] (مسلم، کتاب الحج، باب ما یباح للمحرم بحجّ او عمرة)

بَطْنِهِ بِثَوْبٍ وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بِالتُّبَّانِ بَأْسًا {قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ يَعْنِى☆} لِلَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ هَوْدَجَهَا.

حالت میں تھے؛ طواف کیا اور انہوں نے پیٹ پر کپڑا باندھا ہوا تھا۔ اور حضرت عائشہؓ نے جانگیہ (نکر) پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ {ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: (حضرت عائشہؓ کی) مراد یہ ہے☆} کہ یہ ان لوگوں کے لئے جائز ہے جو اونٹ پر ہودج کستے ہیں۔

۱۵۳۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ فَذَكَرْتُهُ لِإِبْرَاهِيْمَ قَالَ مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِهِ.

۱۵۳۷: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: (حضرت عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما (احرام باندھتے وقت) تیل لگاتے تھے۔ (منصور کہتے تھے:) میں نے ابراہیم سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: آپؒ سعید بن جبیرؒ کے اس قول کو کیا کریں گے۔

۱۵۳۸: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِي مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

۱۵۳۸: (انہوں نے کہا کہ) اسود نے مجھے بتایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک کو اَب بھی دیکھ رہی ہوں اور آپؐ احرام باندھے ہوئے تھے۔

۱۵۳۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُنْتُ

۱۵۳۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: میں رسول اللہ صلی اللہ

☆ الفاظ "قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِى" نسخہ صغانی کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۵۰۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

أُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِحْرَامِهِ حِيْنَ يُحْرِمُ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ أَنْ يَّطُوْفَ بِالْبَيْتِ.

علیہ وسلم کو جب آپؐ احرام باندھتے خوشبو لگایا کرتی تھی اور ایسا ہی جب آپؐ احرام کھولتے یعنی بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے۔

اطرافه: ۱۷۵٤، ۵۹۲۲، ۵۹۲۸، ۵۹۳۰.

تشریح: **اَلطِّيْبُ عِنْدَ الْاِحْرَامِ وَمَا يَلْبَسُ:** عنوانِ باب میں کئی ایک باتیں جن کا تعلق عام زینت کے ساتھ ہے؛ جمع کر کے مسئلہ کی اصل نوعیت واضح کی ہے۔یعنی خوشبو لگانا، کنگھی کرنا، بالوں میں تیل لگانا، پھول سونگھنا، آئینہ دیکھنا اور انگوٹھی پہننا وغیرہ۔اس فہرست میں امام موصوفؒ نے وَمَا يَلْبَسُ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّحْرِمَ کہہ کر بعض قسم کے سلے ہوئے لباس کا بھی ذکر کیا ہے جو عندالضرورت پہننا پڑے۔ باب ۲۱ میں بھی لباس سے متعلق سوال اُٹھایا گیا ہے۔لیکن وہاں قسم لباس مراد ہے۔بعض فقہاء نے معمولی قسم کی زینت کی اشیاء کو بھی بوقت احرام مطلق ممنوع قرار دیا ہے۔جیسا کہ ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے حضرت جابرؓ سے خوشبودار پھول سونگھنے کی کراہیت کا، طاؤس سے آئینہ دیکھنے کی ممانعت کا اور مجاہد سے ان کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے کہ (اِنْ تَدَاوَى بِالسَّمنِ اَوِ الزَّيْتِ فَعَلَيْهِ دَمٌ) اگر گھی یا زیتون کے تیل سے ہاتھ پیر پھٹنے کا علاج کیا جائے تو قربانی دینی ہوگی۔ پھول سونگھنا امام شافعیؒ کے نزدیک ممنوع اور امام مالکؒ اور احناف کے نزدیک مکروہ ہے۔اس قسم کے فتاویٰ کا ردّ ان ابواب میں مقصود ہے۔

(فتح الباری جزء۳صفحہ۵۰۰)(عمدۃ القاری جزء۹صفحہ۱۵۳)

بحالت احرام مرد کے لئے سلے ہوئے کپڑے پہننا جائز نہیں۔مگر پیٹی جس میں نقدی رکھی جاتی ہے وہ ایک ضرورت کے لئے ہے اور جائز ہے۔ایسا ہی حضرت عائشہؓ نے ایک بار حج کے سفر میں چھوٹے پائجامے (نکریں) لڑکوں کو پہننے کے لئے کہا۔ کیونکہ وہ (ازار) تہ بند باندھے ہوئے تھے۔ کجاوہ باندھنے کی حالت میں برہنگی ہوجاتی تھی۔ یہ سلے ہوئے کپڑے پہننے کی اجازت بھی حالات کے تحت تھی۔محرم کے لئے اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہوتی۔

يَتَدَاوَى بِمَا يَأْكُلُ الزَّيْتِ وَالسَّمْنِ: میں "بِمَا" بِالَّذِیْ کے معنوں میں ہے۔یعنی جو وہ کھاتا ہے۔ زیتون کا تیل اور گھی وغیرہ بطور علاج استعمال کرنا جائز ہے۔ ابوبکر ابن ابی شیبہؒ نے بھی حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت نقل کی ہے: يَتَدَاوَ ى الْمُحْرِمُ اوران کی یہ روایت بھی مذکور ہے: اِذَا تَشَقَّقَتْ يَدَا الْمُحْرِمِ اَوْ رِجْلَاهُ فَلْيَدَّهَنْهُمَا بِالزَّيْتِ اَوْ بِالسَّمْنِ. (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الحج، باب فیما یتداوی المحرم، جزء۳صفحہ۱۴۷، روایت نمبر۱۲۹۲۱، ۱۲۹۲۲) یعنی محرم کے ہاتھ پاؤں اگر پھٹ جائیں تو ان پر تیل یا گھی لگانا جائز ہے۔

يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ: انگوٹھی اور پیٹی پہننے کی بابت تمام فقہاء نے اجازت دی ہے؛ سوائے اسحاقؒ کے۔(فتح الباری جزء۳صفحہ۵۰۰) قَالَ عَطَاءٌ يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ. یعنی انگوٹھی اور کمر بند پہنے۔عطاء اور حضرت ابن عباسؓ کا یہی فتویٰ دار قطنی نے نقل کیا ہے۔(سنن الدار قطنی، کتاب الحج، جزء۲صفحہ۲۳۳، روایت نمبر۷۱)

وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ.... وَقَدْ حَزَمَ عَلَى بَطْنِهِ بِثَوْبٍ: یہ قول امام شافعیؒ نے طاؤسؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کو طواف کرتے دیکھا اور انہوں نے اپنے پیٹ پر کپڑے کی پٹی باندھی ہوئی تھی۔ (مسند الشافعي، كتاب المناسك، جزءاصفحہ۱۱۹) ابوبکرابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے: لَا تَعْقِدُ عَلَيْكَ شَيْئًا وَأَنْتَ مُحْرِمٌ. (مصنف ابن ابی شیبه، كتاب الحج، باب فی المحرم يعقد على بطنه الثوب، جزء۳صفحہ۴۰۹) یعنی کوئی شے اپنے بدن پر نہ باندھ جبکہ تو بحالت احرام ہو۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ کو حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے حوالے دینے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ غرض ابن ابی شیبہؒ اور اسحاقؒ کی اس قسم کی ممانعت کے بارے میں روایات قابل توجہ نہیں۔

امام موصوفؒ نے بوقت احرام عطر استعمال کرنے، سر میں تیل لگانے اور کنگھی کرنے کے بارے میں عنوانِ باب قائم کیا ہے اور اس باب سے متعلق تین روایتیں نقل کی ہیں جن سے یہ تینوں باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ مانگ کنگھی سے ہی نکالی جاتی ہے۔ عنوانِ باب میں جو حوالہ جات دئے گئے ہیں۔ ان سے جہاں صحابہ کرامؓ کی فقیہانہ وسعت نظر ثابت کرنا مقصود ہے۔ وہاں ابوبکر ابن ابی شیبہؒ وغیرہ کی روایات کا ردّ بھی مدنظر ہے۔

بَاب ۱۹ : مَنْ أَهَلَّ مُلَبِّدًا

جس نے بالوں کو جما کر احرام باندھا

۱۵۴۰ : حَدَّثَنَا أَصْبَغُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا.

اطرافه: ۱۵۴۹، ۵۹۱٤، ۵۹۱۵.

۱۵۴۰: اصبغ (بن فرج) نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ بن وہب نے ہمیں بتایا۔ اُنہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ .... پکارتے سنا۔ (آپؐ نے) سر کے بال جمائے ہوئے تھے۔

تشریح: مَنْ أَهَلَّ مُلَبِّدًا: امام موصوفؒ نے باب ۱۹ کا عنوان جملہ شرطیہ رکھ کر جواب حذف کر دیا ہے اور اس ضمن میں روایت نمبر ۱۵۴۰ جو نقل کی گئی ہے، اس سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال جمائے ہوئے تھے کہ پراگندہ نہ ہوں۔ امام موصوفؒ نے جوابِ شرط غالباً اس لئے حذف کیا ہے کہ امام شافعیؒ نے بالوں کو جمانا مستحب قرار دیا ہے اور جمہور نے بال جمانے والے کے لیے سر منڈوانا بھی ضروری قرار دیا ہے اور یہ مسئلہ بعض ایسی روایتوں سے اخذ کیا ہے جو کمزور ہیں۔ عرب بوقت سفرِ حج اور احرام کی حالت میں اپنے سر

کے بال جما لیتے تھے۔تا سرغبار، پھنسیوں اور جوؤں سے محفوظ رہے۔ تلبید (بال جمانے) میں خطمی، آس اور سدر کے بیج کا نقوع تیار کر کے اس میں گوند ملائی جاتی تھی۔

(کتاب الحیوان جاحظ، الجزء الخامس، فی القمل والصّؤاب، تلبید الشعر)

بَاب ۲۰ : اَلْإِهْلَالُ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ

ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ پکارا جائے

۱۵٤۱ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُوْلُ مَا أَهَلَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ.

۱۵۴۱: علی بن عبداللہ (ابن مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) موسیٰ بن عقبہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے (حضرت عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ اور عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے موسیٰ بن عقبہ سے، موسیٰ نے سالم بن عبداللہ سے روایت کی کہ انہوں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے پاس ہی سے احرام باندھا۔ ان کی مراد ذوالحلیفہ کی مسجد تھی۔

تشریح: اَلْإِهْلَالُ عِنْدَ مَسْجِدِ ذِی الْحُلَيْفَةِ: باب نمبر ۸ میں اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ کا ذکر گزر چکا ہے۔ یہ باب ایک اختلاف مدنظر رکھتے ہوئے قائم کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت نمبر ۱۵۴۵ سے ظاہر ہے کہ جب بیداء مقام پر آپؐ پہنچے تو آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے تو آپؐ نے اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ پکارا۔ اس روایت کی بناء پر ایک فریق بیداء سے ہی احرام حج کی ابتداء کرتا تھا اور حضرت ابن عمرؓ نے انہیں سختی سے روکا اور کہا کہ هٰذِهِ الْبَيْدَاءُ الَّتِی تُكَذِّبُوْنَ فِيْهَا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاللّٰهِ مَا أَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ مَسْجِدِ ذِی الْحُلَيْفَةِ. (مسند الحمیدی، فی الحج، روایت نمبر ۶۵۹، جزء ۲ صفحہ ۲۹۱) یہ بیداء جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تم خلاف واقعہ بیان کرتے ہو بخدا وہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیک نہیں پکارا۔ بلکہ مسجد کے پاس سے یعنی ذوالحلیفہ کی مسجد سے۔ امام مسلمؒ نے بھی یہ روایت بایں الفاظ نقل کی ہے:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِذَا قِيْلَ لَهُ الْإِحْرَامُ مِنَ الْبَيْدَاءِ قَالَ الْبَيْدَاءُ الَّتِی تَكْذِبُوْنَ فِيْهَا......

(مسلم، کتاب الحج، باب أمر أهل المدينة بالإحرام من عند مسجد ذی الحليفة)

غرض حضرت ابن عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت قبول نہیں کی۔ ابوداؤدؒ اور حاکم کی روایتیں اس اختلاف کو حل کرتی ہیں کہ ذوالحلیفہ کی مسجد میں آپؐ نے دو رکعت پڑھنے کے بعد حج کا احرام باندھا اور لبیک پکارا۔ جو صحابہ وہاں موجود تھے، انہیں واقعہ یاد رہا۔ پھر آپؐ نے (جب سوار ہوئے) لبیک پکارا اور جن صحابہ نے آپؐ کو سوار ہوتے وقت لبیک پکارتے سنا، انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا[1] اور تیسری بار پھر آپؐ نے اس وقت لبیک پکارا، جب بیداء کی گھاٹی پر چڑھے اور آپؐ کے ساتھی سمجھے کہ یہاں سے ابتدائے تلبیہ ہے[2] بناء بریں ہر سہ مقامات سے جمہور نے ہی تلبیہ کی ابتداء کرنا جائز قرار دیا ہے۔ عنوانِ باب سے امام بخاریؒ کی رائے اس بارے میں واضح ہے۔ بیداء کے معنے بیابان۔

بَاب ۲۱ : مَا لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ

محرم کیا کپڑے نہ پہنے

۱۵۴۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوْا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ أَوْ وَرْسٌ.

۱۵۴۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! محرم کیا کپڑے پہنے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قمیص نہ پہنے اور نہ عمامہ اور نہ پاجامہ اور نہ کنٹوپ اور نہ موزے مگر جس کو جوتی نہ ملے تو وہ موزے پہنے اور انہیں ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ ڈالے اور نہ وہ کوئی ایسا کپڑا پہنے جس میں زعفران یا ورس لگی ہو۔

{قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَلَا يَتَرَجَّلُ وَلَا يَحُكُّ جَسَدَهُ

{ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: محرم اپنا سر دھوسکتا ہے لیکن کنگھی نہ کرے، نہ اپنا بدن کھجلائے اور جوؤں

[1] اس حصہ کا ذکر کتاب الحج باب ۲ روایت نمبر ۱۵۱۴، ۱۵۱۵ میں بھی ہے۔
[2] (ابوداؤد، کتاب المناسک، باب فی وقت الإحرام) (المستدرک لحاکم، کتاب المناسک، تلبية ما على الأرض من يمين الملبّي وشماله، جزء اوّل صفحہ ۴۵۱)

وَيُلْقِي الْقُمَّلَ مِنْ رَّأْسِهِ وَجَسَدِهِ فِي الْأَرْضِ.☆}

کوسر یا بدن سے نکال کر زمین پر ڈال دے۔ (ان کو مارے نہیں۔)☆}

اطرافہ:١٣٤، ٣٦٦، ١٨٣٨، ١٨٤٢، ٥٧٩٤، ٥٨٠٣، ٥٨٠٥، ٥٨٠٦، ٥٨٤٧، ٥٨٥٢۔

تشریح: اَلْخِفَاف: موزے۔ موزے سے مراد چمڑے کا موزہ ہے جو عرب میں مستعمل تھا اور اب بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ روایت کتاب العلم باب ۵۳ میں بھی گذر چکی ہے۔ مزید تشریح کے لیے دیکھئے روایت نمبر ۱۳۴ نیز کتاب جزاء الصید باب ۱۳ و ۱۵۔

بَاب ۲۲: اَلرُّكُوْبُ وَالِارْتِدَافُ فِي الْحَجِّ

حج میں سوار ہونا اور کسی کے پیچھے سواری پر بیٹھنا

١٥٤٣-١٥٤٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُوْنُسَ الْأَيْلِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ أُسَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَ لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ.

۱۵۴۳-۱۵۴۴: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہب بن جریر نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس (بن یزید ایلی) سے، یونس نے زہری سے، زہری نے عبیداللہ بن عبداللہ سے، عبیداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ عرفات سے مزدلفہ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کے پیچھے سواری پر بیٹھے تھے۔ پھر آپؐ نے مزدلفہ سے منیٰ تک حضرت فضلؓ (بن عباسؓ) کو اپنے پیچھے بیٹھایا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: تو یہ دونوں کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لبیک کہتے رہے؛ یہاں تک کہ جمرۂ عقبہ پر آ کر آپؐ نے کنکریاں پھینکیں۔

اطراف الحديث١٥٤٣: ١٦٨٦۔
اطراف الحديث١٥٤٤: ١٦٧٠، ١٦٨٥، ١٦٨٧۔

تشریح: اَلرُّكُوبُ وَالْاِرْتِدَافُ فِي الْحَجِّ: زمانہ جاہلیت میں سوار ہو کر حج کرنا خلاف تعظیم بیت اللہ اور سخت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور عمل سے اس وہم کا ازالہ فرمایا

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۵۰۵)

جیسا کہ آپؐ نے الفاظِ تلبیہ کی بھی اصلاح فرمائی ہے۔مشرکین عرب الفاظ لَا شَرِیْکَ کے بعد استثنیٰ کرتے اور کہتے تھے: اِلَّا شَرِیْکًا هُوَ لَکَ تَمْلِکُهُ وَمَا مَلَکَ۔ یعنی تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہی جو تیرا شریک ہے جس کا تو مالک ہے اور اس چیز کا بھی مالک ہے جس کا وہ تیرا شریک مالک ہے۔(مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة و صفتھا)(سنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الحج، باب ما کان المشرکون یقولون فی التلبیة، روایت نمبر ۸۸۱۹، جزء ۵ صفحہ ۴۵) (عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۲۶۵ تشریح باب ۶۷) اس روایت سے واضح ہے کہ آپؐ عرفات سے منیٰ تک سوار رہے اور سواری کی حالت ہی میں جمرۃ العقبہ پر کنکریاں پھینکیں اور یہ فعل خاتمہ حج ہے۔اس ضمن میں باب نمبر ۱۰۱ بھی دیکھئے۔

بَاب ۲۳: مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ وَالْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ

محرم کپڑوں، چادروں اور تہ بندوں میں کون کونسا لباس پہنے

وَلَبِسَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا الثِّيَابَ الْمُعَصْفَرَةَ وَهِيَ مُحْرِمَةٌ وَقَالَتْ لَا تَلَثَّمْ وَلَا تَتَبَرْقَعْ وَلَا تَلْبَسْ ثَوْبًا بِوَرْسٍ وَلَا زَعْفَرَانٍ وَقَالَ جَابِرٌ لَا أَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيْبًا وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَأْسًا بِالْحُلِيِّ وَالثَّوْبِ الْأَسْوَدِ وَالْمُوَرَّدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ لَا بَأْسَ أَنْ يُّبْدِلَ ثِيَابَهُ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کُسمی[☆] رنگ کے کپڑے پہنے جبکہ وہ احرام باندھے ہوئے تھیں۔اور وہ کہتی تھیں: نہ منہ پوش پہنے اور نہ برقعہ اور نہ ایسا کپڑا پہنے؛ جس میں ورس یا زعفران لگی ہو۔ اور حضرت جابرؓ نے کہا: میں کُسم کو خوشبو نہیں سمجھتا۔ اور حضرت عائشہؓ نے عورت کے لئے زیور اور سیاہ اور گلابی رنگ کے کپڑے اور موزے پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ابراہیم (نخعی) نے کہا: کوئی حرج نہیں جو اپنے کپڑے بدلے۔

١٥٤٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ

۱۵۴۵: محمد بن ابی بکر مقدمی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) فضیل بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا کہ موسیٰ بن عقبہ نے مجھے بتایا۔انہوں نے کہا: کریب نے مجھے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے کنگھی کر کے، تیل لگانے، تہ بند اور

☆ کُسم ایک پھول ہے جس سے شہاب یعنی گہرا سرخ رنگ نکلتا ہے اور کپڑے رنگے جاتے ہیں۔(اردو لغت- کُسم)

الْمَدِيْنَةِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّهَنَ وَلَبِسَ إِزَارَهُ وَرِدَاءَهُ هُوَ وَأَصْحَابُهُ فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ تُلْبَسُ إِلَّا الْمُزَعْفَرَةَ الَّتِي تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ فَأَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ أَهَلَّ هُوَ وَأَصْحَابُهُ وَقَلَّدَ بَدَنَتَهُ وَذَلِكَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ فَقَدِمَ مَكَّةَ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ بُدْنِهِ لِأَنَّهُ قَلَّدَهَا ثُمَّ نَزَلَ بِأَعْلَى مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُوْنِ وَهُوَ مُهِلٌّ بِالْحَجِّ وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يُقَصِّرُوْا مِنْ رُّءُوسِهِمْ ثُمَّ يَحِلُّوْا وَذَلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ بَدَنَةٌ قَلَّدَهَا وَمَنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَأَتُهُ فَهِيَ لَهُ حَلَالٌ وَالطِّيْبُ وَالثِّيَابُ.

اطرافه: ١٦٢٥، ١٧٣١۔

چادر پہننے کے بعد اپنے صحابہ سمیت چل پڑے تو آپؐ نے چادروں اور تہ بندوں میں سے کوئی کپڑا پہننے سے نہیں روکا۔ مگر ایسے کپڑے نہ ہوں جو زعفران میں رنگے ہوں۔ یعنی وہ جس سے جسم پر زعفران لگے۔ آپؐ ذوالحلیفہ میں صبح تک رہے۔ پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ جب بیداء میں پہنچے تو آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہ نے اَللّٰھُمَّ لَبَّیک کہا اور اپنی قربانی والے اونٹ کے گلے میں ہار ڈالا اور اس وقت ذی القعدہ مہینے کے پانچ دن باقی تھے۔ آپؐ مکے میں جب ذوالحج کے چار دن گزر گئے تھے؛ پہنچے۔ آپؐ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور چونکہ قربانی کے اونٹ آپؐ کے ساتھ تھے اور آپؐ نے ان کے گلے میں ہار ڈالے تھے۔ اس لئے آپؐ نے احرام نہیں کھولا۔ اس کے بعد مکہ کے بالائی حصہ میں حَجُون پہاڑ کے نزدیک اُترے اور آپؐ حج کا احرام باندھے تھے اور طواف کرنے کے بعد کعبہ کے قریب نہیں گئے؛ جب تک کہ عرفہ سے نہیں لوٹے اور آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کے درمیان طواف کریں اور اس کے بعد اپنے بال کتروائیں اور پھر احرام کھول دیں۔ یہ حکم اس کے لئے تھا جس کے ساتھ قربانی کا اونٹ نہ تھا جسے ہار پہنایا گیا ہو۔ جس کے ساتھ بیوی ہو تو وہ اس کے لیے حلال تھی اور خوشبو لگانا اور کپڑے پہننا بھی۔

تشریح: **مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ ....: اَلثَّوْب:** پہننے کالباس۔ **اَلرِّدَاء:** وہ لباس جو کپڑوں کے اوپر پہنا جائے۔ جیسے چوغہ، جبہ، دُھسّا، چادر وغیرہ۔ لمبا کوٹ بھی رِداء کی قسم ہے۔ **اَلْإِزَار:** تہہ بند۔ ہرلباس جو نچلے حصہ میں پہنا جائے؛ اِزار کہلاتا ہے۔امام موصوفؒ نے عنوانِ باب میں ان تین قسم کے لباسوں کا ذکر کر کے روایت نمبر۱۵۴۵ کی بناء پر اِن میں سے احرام کے لئے چادر اور تہہ بند مخصوص کی ہے۔اس تخصیص کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس روایت کے الفاظ فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِّنَ الْاَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ سے ظاہر ہے کہ ہرقسم کی رداء اور اِزار پہننے کی اجازت ہے۔ مگر باب نمبر۲۱ کی روایت نمبر۱۵۴۲ میں قمیص، پگڑی، پاجامہ، برنس (کن ٹوپ) اور موزے پہننے کی صریح ممانعت ہے اور یہ سب سلے ہوئے لباس ہیں جو مردوں کے لئے احرام کے وقت پہننے ممنوع ہیں۔اس لئے امام موصوفؒ کو لباس احرام سے متعلق تخصیص کی ضرورت پڑی ہے اور اس لئے بھی کہ فقہاء نے سوال اُٹھایا ہے کہ اگر تہہ بند نہ ملے تو کیا پاجامہ پہن لے۔امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ جائز نہیں۔اگر پہنے تو فدیہ دے۔(بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في التروك وهو ما يمنع الإحرام) لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے محتاج شخص پر جسے تہہ بند بھی میسر نہ ہو؛ حج واجب نہیں۔آنحضرت ﷺ نے سلے ہوئے لباس کے بارہ میں کوئی استثناء نہیں فرمائی۔جبکہ چپلیاں نہ ملنے کی صورت میں استثناء کی ہے۔(نمبر۱۵۴۲) احرام کے دو لباس ہیں جو حج سے خاص تعلق رکھتے ہیں؛ جن کا ذکر آگے آئے گا۔عرب لوگ ننگا طواف کرتے تھے۔ان میں سے جو متمدن تھے وہ صرف تہہ بند باندھتے، باقی کپڑے اُتار دیتے۔ایک شاعر کہتا ہے:-

لَمَّا رَأَيْتُ مُنَادِيَهُمْ أَلَمَّ بِهِمْ شَدَدْتُ مِئْزَرَ إِحْرَامِي وَلَبَّيْتُ

(المنثور لابن الجوزی، صفحه۴۸)

ترجمہ: جب میں نے اُن کے منادی کو آواز دیتے سنا کہ آ وَ چلیں تو میں نے تہ بند باندھ لیا اور لبیک کہا۔

اَلثِّيَابُ الْمُعَصْفَرَة: عنوانِ باب میں چند حوالے دیئے گئے ہیں۔پہلا حوالہ حضرت عائشہؓ کا ہے کہ انہوں نے اپنے احرام میں کسمی رنگ کے سلے ہوئے کپڑے پہنے۔یہ روایت سعید بن منصورؒ اور بیہقیؒ نے نقل کی ہے۔ امام مالکؒ نے کسم کا استعمال جائز قرار دیا ہے۔لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام ثوریؒ نے کسم کو بھی ایک قسم کی خوشبو قرار دے کر اس کے استعمال پر فدیہ عائد کیا ہے۔جمہور امام مالکؒ کی تائید میں ہیں۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۱۱)

(بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في التروك وهو ما يمنع الإحرام)

لَا تَلَثَّمْ وَلَا تَتَبَرْقَعْ: دوسرا حوالہ لثام (منہ پوش) اور برقعہ نہ پہننے کا ہے۔یہ بھی سعید اور بیہقی سے مروی ہے۔لِثام وہ نقاب ہے جو آنکھوں کے نیچے اور ناک پر باندھا جاتا ہے۔اور امام مالکؒ سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت منذر کہتی تھیں کہ ہم بحالت احرام اوڑھنیوں میں منہ چھپائے رکھتے تھے۔اس بات پر ائمہ اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ عورت بحالت احرام سر اور بالوں کو نہ ڈھانپے۔مگر انہوں نے چہرہ چھپانے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔امام مالکؒ حضرت ابن عمرؓ کی روایت کی بناء پر چہرے کو ٹھوڑی سے اوپر سر تک ننگا رکھنے کے حق میں ہیں۔جبکہ امام شافعیؒ، ثوریؒ اور احمد بن حنبلؒ وغیرہ کے نزدیک چہرہ پیشانی تک چھپانا ضروری ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۱۱)

(بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في التروك وهو ما يمنع الإحرام)

فقہاء کا یہ اختلاف دراصل قیاس پر مبنی ہے۔ اس میں نص صریح کوئی نہیں۔ سعیدؒ بن منصور نے اسود سے یہ روایت نقل کی ہے: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَسْدِلُ الْمَرْأَةُ جِلْبَابَهَا مِنْ فَوْقِ رَأْسِهَا عَلَى وَجْهِهَا. حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: عورت اپنا جلباب (بڑی چادر) اپنے سر کے اوپر سے اپنے چہرے پر ڈال لے اور ابن منذر نے بھی ایک روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے: عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ فَإِذَا مَرَّ بِنَا رَكْبٌ سَدَلْنَا عَلَى وُجُوْهِنَا الثَّوْبَ ...... وَإِذَا جَاوَزَ الرَّكْبُ رَفَعْنَاهُ. (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۱۱) (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في التروك وهو ما يمنع الإحرام) یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں بحالت احرام بغیر پردہ کے ہوتیں؛ جب قافلہ آتا تو کپڑا چہرے پر ڈال لیتیں اور جب گزر جاتا تو اسے اُٹھا لیتیں۔ غرض اس بات پر اجماع ہے کہ عورت بحالت احرام سلا ہوا لباس پہن سکتی ہے۔ اسی طرح موزے اور اوڑھنی بھی۔ مگر نقاب (برقعہ) نہیں۔ البتہ چہرے کو بوقت ضرورت ڈھانپ سکتی ہے۔

لَا اَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيْبًا: تیسرا حوالہ حضرت جابر بن عبداللہؓ کے قول کا ہے۔ امام شافعیؒ اور مسددؒ نے ان سے یہ روایت ان الفاظ میں موصولاً نقل کی ہے: لَا تَلْبَسُ الْمَرْأَةُ ثِيَابَ الطِّيْبِ وَلَا اَرَى الْمُعَصْفَرَ طِيْبًا. (الأمّ للشافعي، كتاب الحج، باب ما تلبس المرأة من الثياب، جزء۲ صفحہ۱۴۷) یعنی عورت خوشبودار کپڑے نہ پہنے۔ مگر کسم میرے نزدیک خوشبو نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۱۱)

لَمْ تَرَ عَائِشَةُ بَأْسًا بِالْحُلِيِّ وَالثَّوْبِ الْأَسْوَدِ وَالْمُوَرَّدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَةِ: چوتھا حوالہ حضرت عائشہؓ کے فتویٰ کا ہے۔ بیہقی نے بھی زیور، سیاہ اور گلابی کپڑوں سے متعلق ایک روایت نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ مَا تَلْبَسُ الْمَرْأَةُ فِي إِحْرَامِهَا؟ قَالَتْ عَائِشَةُ: تَلْبَس مِنْ خَزِّهَا وَبَزِّهَا وَأَصْبَاغِهَا وَحُلِيِّهَا. (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الحج، باب ما تلبس المرأة المحرمة من الثياب، روایت نمبر۸۸۶۱، جزء۵ صفحہ۵۲) (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۱۱) ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ عورت اپنے احرام میں کیا لباس پہنے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ اپنے ریشمی اور عام پوشاک پہنے اور ایسے ہی رنگ اور زیور بھی استعمال کرے۔ باب نمبر۶۴ روایت نمبر۱۶۱۸ میں حضرت عائشہؓ کے گلابی کپڑا پہننے کا ذکر ہے۔

لَا بَأْسَ اَنْ يُّبْدِلَ ثِيَابَهُ: پانچواں حوالہ ابراہیم نخعیؒ کے فتویٰ کا دیا گیا ہے۔ عطاء بن ابی رباحؒ کا بھی یہی فتویٰ تھا کہ بحالت احرام اگر کپڑے میلے ہو جائیں تو تبدیل کر لئے جائیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام تَنْعِيْم میں اپنے کپڑے تبدیل کئے۔ (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الحج، باب المحرم يلبس الثياب ما لم يهل فيه، روایت نمبر۸۸۵۵، جزء۵ صفحہ۵۲) (عمدة القاری جزء۹ صفحہ۱۶۷) بعض لوگوں نے احرام کا لباس بدلنا ناپسند کیا۔ اس لئے ان کی غلطی کے ازالہ کی ضرورت پڑی ہے۔ ابراہیم نخعیؒ اور عطاء بن ابی رباح نے جواز کا فتویٰ ان الفاظ میں دیا ہے: يُغَيِّرُ الْمُحْرِمُ ثِيَابَهُ مَا شَآءَ. یعنی محرم چاہے تو کپڑے تبدیل کر سکتا ہے۔ سعید بن منصور نے ابراہیم نخعیؒ سے ان

الفاظ میں روایت نقل کی ہے: قَالَ كَانَ أَصْحَابُنَا إِذَا أتَوْا بِئْرَ مَيْمُوْنٍ اغْتَسَلُوْا وَلَبِسُوْا أَحْسَنَ ثِيَابِهِمْ فَدَخَلُوْا فِيْهَا مَكَّةَ. ہمارے ساتھی جب چاہِ میمون پر آتے تو نہاتے اور اپنے اچھے کپڑے پہن کر مکہ میں داخل ہوتے۔
(فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۵۱۲)

خلاصہ باب یہ ہے کہ سلے ہوئے کپڑوں میں سے عورت نقاب اور برقعہ کے سوا باقی ہر قسم کا لباس اور رنگوں میں سے دو ممنوع رنگوں کے سوا باقی رنگ استعمال کر سکتی ہے اور عندالضرورت احرام کا جوڑا بھی تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

اَلْمُزَعْفَرَةَ الَّتِيْ تَرْدَعُ......: الرَّدْعُ کے معانی ہیں اللَّطْخُ بِالزَّعْفَرَانِ یعنی زعفران سے رنگے ہوئے۔ نیز خوشبو کے نشان کو بھی کہتے ہیں۔ (لسان العرب تحت ردع)

وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ اَجْلِ بُدْنِهِ: جب تک قربانی ذبح نہ کی جائے؛ تب تک احرام نہیں کھولا جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے اونٹ تھے۔

اَلْحَجُوْنُ: مضافاتِ مکہ مکرمہ میں محصّب کے قریب ایک پہاڑی ہے جو بیت اللہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۱۶۹)

أَمَرَ أَصْحَابَهُ اَنْ يَّطَّوَّفُوْا ...... ثُمَّ يُحِلُّوْا: یعنی صحابہؓ میں سے ان لوگوں کو جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہ تھے سے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کے بعد اپنے بال کٹوائیں اور پھر احرام کھول دیں۔ انہوں نے تمتع یعنی حج و عمرہ اکٹھا ادا کرنے کی نیت کی تھی۔

بَاب ٢٤: مَنْ بَاتَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حَتَّى أَصْبَحَ

جو ذوالحلیفہ میں رات بسر کرے اور صبح تک ٹھہرے

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی۔

١٥٤٦: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا وَبِذِي

۱۵۴۶: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) ہشام بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) محمد بن منکدر نے ہمیں بتایا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں چار رکعت نماز پڑھی اور

الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَلَمَّا رَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَاسْتَوَتْ بِهِ أَهَلَّ.

ذوالحلیفہ میں دو رکعت۔ پھر آپؐ رات وہیں رہے۔ یہاں تک کہ آپؐ کو صبح وہیں ہوئی۔ جب آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور وہ آپؐ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی تو آپؐ نے اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ پکارا۔

اطرافه:١٠٨٩، ١٥٤٧، ١٥٤٨، ١٥٥١، ١٧١٢، ١٧١٤، ١٧١٥، ٢٩٥١، ٢٩٨٦۔

١٥٤٧: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ وَأَحْسِبُهُ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ.

۱۵۴۷: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ایوب (سختیانی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت۔ ابوقلابہ نے کہا: اور میرا خیال ہے آپ رات وہیں ٹھہرے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

اطرافه:١٠٨٩، ١٥٤٦، ١٥٤٨، ١٥٥١، ١٧١٢، ١٧١٤، ١٧١٥، ٢٩٥١، ٢٩٨٦۔

تشریح: مَنْ بَاتَ بِذِیْ الْحُلَیْفَةِ: عنوانِ باب میں الفاظ قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بڑھا کر دراصل اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس کا مفصل ذکر باب نمبر ۲۰ کی تشریح کے ذکر میں ابھی گزر چکا ہے۔ سابقہ باب کی روایت (نمبر ۱۵۴۵) میں حضرت ابن عباسؓ کے الفاظ فَأَصْبَحَ بِذِی الْحُلَیْفَةِ قابل تشریح تھے۔ اس لئے اس روایت کے معاً بعد یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ امام ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ کا خیال ہے کہ اس باب سے مقامِ احرام میں رات بسر کرنے اور صبح اُٹھ کر احرام باندھنے کا جواز ثابت کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ میقات پر پہنچتے ہی معاً بعد احرام باندھ لینا چاہیے۔ اس میں توقف جائز نہیں۔ ابن بطال کی رائے میں میقات میں رات قیام کرنا ارکان حج میں سے نہیں۔ غالبًا اسی لئے امام بخاریؒ نے جملہ شرطیہ کا جواب حذف کر دیا ہے۔

(شرح صحیح البخاری لابن بطال جزء۴ صفحہ۲۱۹) (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۱۳) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۱۶۹)

بَاب ٢٥ : رَفْعُ الصَّوْتِ بِالْإِهْلَالِ
لبیک کہنے میں آواز بلند کرنا

١٥٤٨ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِيْعًا.

۱۵۴۸: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا۔ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انس (بن مالک) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں اور میں نے سنا ہے کہ وہ حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا ہی نام لے کر بلند آواز سے لبیک پکارتے تھے۔

اطرافه: ١٠٨٩، ١٥٤٦، ١٥٤٧، ١٥٥١، ١٧١٢، ١٧١٤، ١٧١٥، ٢٩٥١، ٢٩٨٦.

تشریح: رَفْعُ الصَّوْتِ بِالْإِهْلَالِ: بعض فقہاء نے بلند آواز سے لبیک پکارنا ضروری قرار دیا ہے۔گو جمہور کے نزدیک یہ مستحب ہے نہ واجب۔امام مالکؒ نے جامع مسجد میں بلند آواز سے لبیک پکارنا ممنوع قرار دیا ہے۔ان کے نزدیک مسجد احرام، مسجد منیٰ اور دوسرے میقاتِ حج میں بلند آواز سے تلبیہ ضروری ہے۔[1] انہوں نے اس بارے میں ایک حدیث نبوی سے استدلال کیا ہے جسے ابوداودؒ، ابن ماجہؒ، ترمذیؒ، اور حاکمؒ وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں: أَتَانِي جِبْرِيْلُ فَأَمَرَنِي أَنْ آمُرَ أَصْحَابِي أَنْ يَّرْفَعُوْا أَصْوَاتَهُمْ بِالْإِهْلَالِ وَالتَّلْبِيَّةِ.[2] یعنی جبریل میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا کہ میں اپنے ساتھیوں کو حکم دوں کہ وہ اپنی آوازیں احرام باندھتے وقت اور تلبیہ میں بلند کیا کریں اور ابن ابی شیبہؒ نے بھی اس کی تائید میں نقل کیا ہے: كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَرْفَعُوْنَ أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّلْبِيَّةِ حَتَّى تَبَعَّ أَصْوَاتُهُمْ[3] یعنی صحابہ کرام اپنی آواز تلبیہ میں اتنی بلند کرتے کہ آوازیں بیٹھ جاتیں۔ جمہور نے بلندی پر چڑھتے اور ساتھیوں سے ملتے وقت تلبیہ بآوازِ بلند مستحب قرار دیا ہے۔
(تفصیل کیلئے دیکھئے بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في الإحرام)

---

[1] (مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب رفع الصوت بالإهلال)
[2] (ترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی رفع الصوت بالتلبية)(ابو داؤد، کتاب المناسک، باب کیف التلبية)
(ابن ماجه، کتاب المناسک، باب رفع الصوت بالتلبية)
(المستدرک علی الصحيحين، کتاب المناسک، باب تلبية رسول الله ﷺ)
[3] (مصنف ابن ابی شيبة، کتاب الحج، باب من کان یرفع صوته بالتلبية۔روایت نمبر ۱۵۰۵۷)

امام بخاریؒ نے باب کا عنوان اهلال (احرام باندھنے پر آواز بلند کرنے) سے قائم کیا ہے اور اس کے معًا بعد تلبیہ کا باب الگ قائم کیا ہے۔ جس سے دونوں میں فرق دکھانا مقصود ہے کہ اھلال کا تعلق میقات سے ہے اور تلبیہ عام ہے۔ باب کا عنوان مصدر یہ رکھ کر اِسے مقید نہیں کیا۔ حالات پر یہ امر چھوڑا ہے۔ امام مالکؒ کی بھی یہی رائے ہے کہ ہر مقام پر آواز بلند کرنا ضروری نہیں۔

بَاب ٢٦ : اَلتَّلْبِيَةُ

لبیک کہنا

١٥٤٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ.

اطرافه: ١٥٤٠، ٥٩١٤، ٥٩١٥.

۱۵۴۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لبیک یہ تھا: لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔ یعنی میں حاضر ہوں۔ اے میرے اللہ میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ ہر خوبی اور ہر ایک نعمت تیری ہی ہے اور بادشاہی بھی تیری ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

١٥٥٠ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ.

۱۵۵۰: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے عمارہ سے، عمارہ نے ابوعطیہ سے، ابوعطیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: میں خوب جانتی ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح لبیک کہا کرتے تھے۔ (یعنی) لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ۔

تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ. وَقَالَ شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ سَمِعْتُ خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا.

(سفیان ثوری) کی طرح ابومعاویہ نے یہ بات (سلیمان بن مہران) اعمش سے روایت کی اور شعبہ نے کہا: سلیمان (اعمش) نے ہمیں بتایا۔ (کہتے تھے:) میں نے خیثمہ سے سنا۔ وہ ابوعطیہ سے روایت کرتے تھے۔ (ابوعطیہ نے کہا:) میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔

تشریح: اَلتَّلْبِيَةُ: تلبیہ مصدر ہے لَبّٰی کا۔ لَبَّ بِالْمَكَانِ کے معنی ہیں: أَقَامَ بِهِ وَلَزِمَهُ کسی جگہ دائمی طور پر رہ پڑنا اور اس سے جدا نہ ہونا۔ لَبَّيْكَ کے معنی ہوں گے: تیرے حضور اَب حاضر ہو گیا ہوں۔ حرف ''ك'' اس میں ایسا ہی ہے جیسا لَدَيْكَ، عَلَيْكَ، اِلَيْكَ، جَنَانَيْكَ میں ہے۔ لَبَّ کے مفہوم میں توجہ یا رُخ کرنا بھی ہے۔ کہتے ہیں: دَارُ فُلَانٍ تَلُبُّ دَارِيْ. فلاں کے گھر کا رخ میرے گھر کی طرف ہے۔ لَبَّيْكَ کے معنے ہیں: أَنَا مُوَاجِهُكَ. میرا رُخ تیری طرف ہے۔ لَبَّ میں محبت واخلاص کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ امْرَأَةٌ لَبَّةٌ: وہ عورت جو اپنے خاوند کی محبّ و مخلص ہو اور اُس سے جدا نہ ہو۔ حَسَبٌ لَبَابٌ کے معنی ہیں خالص حسب۔ اس مفہوم کے مطابق لَبَّيْكَ کے معانی ہیں: مَحَبَّتِيْ لَكَ وَإِخْلَاصِيْ. غرض لبیک اپنے معنی کے لحاظ سے عاشقانہ انداز اور وارفتگی کا فقرہ ہے۔ (لسان العرب تحت لبب) اور مسلمان کا حج دو کفنیاں پہن کر اِس ترانہ عشق سے شروع ہوتا ہے: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ...... میں تیری جناب میں محبت واخلاص سے حاضر ہوا ہوں۔ میرے اِن جذباتِ محبت میں تیرا کوئی شریک نہیں۔ اسلام کی عبادتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک عبادت وہ جو کامل اطاعت پر مبنی ہے۔ جس سے خدا اور بندے کے درمیان آقا اور غلام کے سے تعلقات قائم رکھنا مقصود ہے۔ غلام اپنی نقل وحرکت میں اپنے مالک کی مرضی کے تابع ہوتا ہے۔ اس کا صرف یہ کام ہے کہ جو مالک چاہے، اُسے بجالائے۔ نماز میں ایک مسلمان اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے اقرار سے اپنی اسی عبودیت کا عہد کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم بجالائے گا اور خواہش نفس سے کچھ نہیں کرے گا۔ یہ اسلامی عبادت تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے۔ جس سے ہر بات سوا عبادت کے حرام ہو جاتی ہے اور کبریائی ذاتِ باری تعالیٰ کے سامنے نفس کی انانیت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ مسلمان تکبیر تحریمہ کے ساتھ اپنے لئے وہ تمام باتیں حرام کر لیتا ہے جو آداب کبریائی اور عبودیت کے خلاف ہیں۔ دوسری قسم کی عبادت میں عاشقانہ انداز ہے اور وہ یہ حج ہے جو تلبیہ سے شروع ہوتا ہے۔ یہ عبادت بجائے تکبیر تحریمہ کے اھلال و تلبیہ کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ جو جذبہ محبت و عشق شیفتگی اور وارفتگی کا کامل مفہوم اور مظاہرہ اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ اس میں ایک مسلم دنیوی عیش و عشرت سے دستکش ہو کر ایک کفنی پہنتا اور ننگے سر اپنے محبوب ازلی کی طرف دیوانہ وار لپکتا اور کہتا جاتا ہے: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ...... نماز کی عبادت میں خادم ومخدوم کے آداب ہیں اور حج کی عبادت عاشق ومعشوق کا کامل نمونہ ہے۔

بَاب ۲۷

اَلتَّحْمِيْدُ وَالتَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ قَبْلَ الْإِهْلَالِ عِنْدَ الرُّكُوْبِ عَلَى الدَّابَّةِ

احرام باندھتے وقت لبیک کہنے سے پہلے جب سواری پرسوار ہونے لگے

اللہ تعالیٰ کی حمداوراس کی تسبیح اوراس کی بڑائی بیان کرنا

۱۵۵۱: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مَعَهُ بِالْمَدِيْنَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ بَاتَ بِهَا حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ رَكِبَ حَتَّى اسْتَوَتْ بِهِ عَلَى الْبَيْدَاءِ حَمِدَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ وَكَبَّرَ ثُمَّ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهِمَا فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوْا حَتَّى كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا وَذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَعْضُهُمْ هَذَا عَنْ

۱۵۵۱: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب (بن خالد) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ایوب (سختیانی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت۔ پھر آپؐ رات کو وہیں رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہوئی۔ پھر آپؐ سوار ہوئے۔ جب اونٹنی آپؐ کو لے کر بیداء میں پہنچی تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہا۔ پھر حج وعمرہ دونوں کا نام لے کر اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہا اور لوگوں نے بھی ان دونوں کا نام لے کر اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ پکارا۔ جب ہم مکہ میں آئے تو آپؐ نے لوگوں سے فرمایا اور انہوں نے احرام کھول ڈالے۔ پھر جب حج کی آٹھویں تاریخ ہوئی تو انہوں نے حج کا احرام باندھا۔ حضرت انسؓ کہتے تھے: اور نبی ﷺ نے قربانی کے اونٹ جبکہ وہ کھڑے تھے اپنے ہاتھ سے (ذبح) کئے اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں دو چتکبرے (یعنی دورنگے) مینڈھے ذبح کئے۔ ابوعبداللہ نے کہا: بعض لوگوں نے یہ بات یوں روایت

أَيُّوْبَ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ أَنَسٍ.

کی۔ایوب سے مروی ہے کہ انہوں نے کسی شخص سے اور اُس شخص نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔

اطرافه: ۱۰۸۹، ۱۵٤٦، ۱۵٤۷، ۱۵٤۸، ۱۷۱۲، ۱۷۱٤، ۱۷۱۵، ۲۹۵۱، ۲۹۸٦۔

تشریح: **اَلتَّحْمِيْدُ وَالتَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ قَبْلَ الْإِهْلَالِ:** احرام کی بابت ائمہ کا اتفاق ہے کہ اس میں حج کی نیت کرنا ضروری ہے۔لیکن تلبیہ میں ان کا اختلاف ہے۔امام مالکؒ اور امام شافعیؒ احرام باندھتے وقت تلبیہ ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ان کے نزدیک صرف نیت کافی ہے۔مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چونکہ تلبیہ حج تکبیر تحریمہ کے بالمقابل ہے۔اس لئے نیت وتلبیہ دونوں ضروری ہیں۔جمہور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں تلبیہ مستحب قرار دیا ہے۔لیکن ضروری نہیں کہ صرف انہی الفاظ میں محدود کیا جائے۔تلبیہ کے الفاظ میں تبدیلی یا زیادتی کی جاسکتی ہے۔بشرطیکہ اصل مفہوم قائم رہے۔یعنی تسبیح وتحمید وتکبیر کے الفاظ بھی اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کے قائم مقام ہوسکتے ہیں۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۱۹) (**بداية المجتهد، كتاب الحج، باب القول فى الإحرام**)

امام بخاریؒ نے تحمید وتسبیح وتکبیر اور تلبیہ کے درمیان ایک فرق نمایاں کیا ہے جو اکثر فقہاء وائمہ کی نظر سے اوجھل رہا ہے اور وہ یہ کہ تحمید وتسبیح وتکبیر کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار ہونے کے وقت دہرائے اور اس کے بعد جب اونٹنی کھڑی ہوگئی اور چلنے لگی تو آپؐ نے تلبیہ حج پکارا۔دونوں باتیں الگ الگ ہیں۔ایک دوسرے کی قائم مقام نہیں ہوسکتیں۔علامہ عینی کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اس بارہ میں واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تلبیہ میں کمی نہ کی جائے اور اگر ان کے علاوہ ہم معنی الفاظ بڑھائے جائیں تو یہ ناجائز نہیں۔بلکہ مستحب ہے۔جس طرح چاہے کوئی اپنی عبودیت ومحبت کا اظہار کرے۔چنانچہ حضرت ابن عمرؓ الفاظِ تلبیہ کے علاوہ یہ الفاظ بھی کہتے: **لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ.** (**مسلم، كتاب الحج، باب التلبية وصفتها ووقتها**) ان الفاظ میں حضرت عمرؓ تلبیہ کیا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انہی کی اقتداء کی تھی۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۱٦) تلبیہ کے الفاظ جو امام مالکؒ سے مروی ہیں؛ وہ زیادہ صحیح اور مستند ہیں۔(دیکھئے روایت نمبر۱۵۴۹)

قَالَ بَعْضُهُمْ هٰذَا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ رَّجُلٍ: یہ غیر معروف راوی کون ہے۔بعض کے نزدیک اس سے مراد اسماعیل بن علیہ ہیں جو درست نہیں۔کیونکہ باب نمبر۱۱۹ روایت نمبر۱۷۱۵ میں مسدد سے بسند اسماعیل بن علیہ کی روایت بغیر اس زیادتی کے مروی ہے۔ **عَنْ رَّجُلٍ** کی نسبت امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ یہ ابوقلابہ ہی ہیں جن کے متعلق مذکورہ بالا سند نمبر۱۵۵۱ میں تصریح ہے جو وہیب سے مروی ہے۔وہیب راویوں میں ثقہ اور حجت مانے گئے ہیں۔ **هٰذَا** سے آخری حصہ روایت مراد ہے۔یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دو چتکبرے مینڈھے ذبح کئے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۱۹)

امام بخاریؒ کے طریق استدلال کے پیش نظر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس طرف ضمناً اشارہ کررہے ہیں کہ کلماتِ تحمید وتسبیح وتکبیر کی نسبت یہ خیال کہ وہ تلبیہ کا قائم مقام ہوسکتے ہیں غیر معروف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے اس بارے میں دو آراء مروی ہیں۔ایک وہ رائے جو جمہور کی رائے کے قریب ہے اور ایک یہ رائے کہ کلماتِ تحمیدی تلبیہ کے قائم مقام ہوسکتے ہیں اور یہ رائے غیر معروف ہے۔

بَاب ۲۸: مَنْ أَهَلَّ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً

جس نے اس وقت لبیک کہا جب سواری اس کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی ہو

۱۵۵۲: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً.

۱۵۵۲: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابن جریج نے ہمیں بتایا، کہا: صالح بن کیسان نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت لبیک پکارا جب آپؐ کی اونٹنی آپؐ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوگئی۔

اطرافہ: ١٦٦، ١٥١٤، ١٦٠٩، ٢٨٦٥، ٥٨٥١.

تشریح: مَنْ أَهَلَّ حِيْنَ اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً: باب نمبر۲ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کی دو الگ الگ روایتیں گزر چکی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لبیک اس وقت پکارتے جب اونٹنی آپؐ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوجاتی۔ روایت نمبر۱۵۵۲ بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہی کی ہے جو ابن جریج سے مروی ہے۔جنہوں نے صالح بن کیسان سے سنا اور صالح نے نافع سے۔بعض روایتوں میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے نافع سے سنی۔لیکن اس میں سماعت براہِ راست نہیں۔ بلکہ بالواسطہ ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ ابن جریج روایتیں نقل کرنے میں محتاط ہیں۔(فتح الباری جزء۳صفحہ۵۲۰) صالح بن کیسانؒ؛ عمر بن عبدالعزیزؒ کی اولاد کے اتالیق تھے۔

(عمدۃ القاری جزء۹صفحہ۱۷۸)

سابقہ باب میں امام بخاریؒ نے جس فرق کی طرف توجہ دلائی ہے، اسے زیادہ مضبوط ثابت کرنے کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔اس ضمن میں دیکھئے تشریح باب۲۰۔تلبیہ نشیب وفراز میں اُترتے چڑھتے وقت، سمندر و ہواؤں کے تلاطم و ہیجان اور طلوع وغروب آفتاب کے وقت، سواری پر بیٹھتے یا اُس سے اُترتے وقت بلند آواز سے کیا جاتا تھا۔اسی طرح بیدار ہوجانے پر یا بوقت ملاقاتِ احباب بھی۔

بَاب ۲۹ : اَلْإِهْلَالُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

قبلہ کی طرف منہ کر کے لبیک کہنا

۱۵۵۳ : قَالَ أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى بِالْغَدَاةِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَرُحِلَتْ ثُمَّ رَكِبَ فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا ثُمَّ يُلَبِّي حَتَّى يَبْلُغَ الْمَحْرَمَ☆ ثُمَّ يُمْسِكُ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذَا طُوًى بَاتَ بِهِ حَتَّى يُصْبِحَ فَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ اغْتَسَلَ وَزَعَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَعَلَ ذَلِكَ. تَابَعَهُ إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ فِي الْغَسْلِ.

اطرافه: ١٥٥٤، ١٥٧٣، ١٥٧٤.

۱۵۵۳: (اور) ابومعمر نے کہا: ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، (کہا:) ایوب (سختیانی) نے ہمیں بتایا۔ نافع سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھتے تو وہ اپنی اونٹنی کو تیار کرنے کا حکم دیتے۔ چنانچہ اس پر پالان رکھا جاتا۔ پھر وہ سوار ہوتے اور جب اونٹنی اُن کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تو وہ قبلہ کی طرف منہ کرتے۔ پھر لبیک کہتے۔ یہاں تک کہ حرم☆ میں پہنچ جاتے۔ پھر رُک جاتے۔ یہاں تک کہ جب ذی طواء میں آتے؛ رات کو ٹھہرتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ جب صبح کی نماز پڑھ چکتے تو آپؓ نہاتے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا۔ عبدالوارث کی طرح اسماعیل نے بھی ایوب سے نہانے سے متعلق یہی روایت نقل کی ہے۔

۱۵۵٤ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوْجَ إِلَى مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ

۱۵۵۴: سلیمان بن داؤد ابوربیع نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) فلیح (بن سلیمان) نے ہمیں بتایا کہ نافع سے مروی ہے۔ وہ کہتے تھے: (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکے کو جانا چاہتے تو وہ بالوں کو تیل لگاتے؛ جس میں معمولی خوشبو ہوتی۔ پھر ذوالحلیفہ کی

☆ لفظ "الْمَحْرَم" کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "الْحَرَم" ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۵۲۰)

الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّيْ ثُمَّ يَرْكَبُ وَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَحْرَمَ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

مسجد میں آتے اور نماز پڑھتے۔ پھر سوار ہوتے اور جب اُن کی اونٹنی اُن کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تو احرام باندھتے۔ پھر کہتے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

اطرافه: ۱۵۵۳، ۱۵۷۳، ۱۵۷٤۔

تشریح: **اَلْإِهْلَالُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ:** قبلہ رخ ہو کر لبیک کہنا؛ اسی طرح آدابِ حج میں سے ہے جس طرح نماز کے لئے۔ اس بارے میں سب ائمہ متفق ہیں۔

تَابَعَهُ إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ: یعنی اسماعیل بن علیہ نے عبدالوارثؒ کی طرح یہ روایت نقل کی ہے۔ ان کی روایت باب نمبر ۳۸ (روایت نمبر ۱۵۷۳) میں دیکھئے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ذی طواء میں رات بسر کرنے اور نہانے کا ذکر ہے۔ جس کی وجہ سے باب کا الگ عنوان قائم کیا گیا ہے۔ ابومعمرؒ کی یہ روایت بطور تعلیق (حوالہ) نقل کی گئی ہے۔ دراصل باب ۲۷ کے تعلق ہی میں یہ باب اور باب ۳۰ قائم کئے گئے ہیں۔ جن سے مواقیت تلبیہ بتانے مقصود ہیں اور وہ فرق بھی جو اھلال اور تلبیہ میں ہے۔

بَاب ۳۰: اَلتَّلْبِيَةُ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ

جب وادی میں اُترے تو لبیک کہنا

۱۵۵۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَذَكَرُوْا الدَّجَّالَ أَنَّهُ قَالَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ وَلَكِنَّهُ قَالَ أَمَّا مُوْسَى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذِ انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ يُلَبِّيْ.

۱۵۵۵: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن ابی عدی نے مجھے بتایا کہ (عبداللہ) بن عون سے مروی ہے۔ انہوں نے مجاہد سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھے۔ لوگوں نے دجال کا ذکر کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔ (مجاہد کہتے تھے:) حضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں نے یہ نہیں سنا۔ البتہ آپؐ نے یہ فرمایا تھا: موسیٰؑ جب وادی میں اُترے تو وہ لبیک کہہ رہے تھے۔ گویا اَب بھی میں ان کو اُترتے دیکھ رہا ہوں۔

اطرافه: ۳۳۵۵، ۵۹۱۳۔

تشریح: اَلتَّلْبِيَةُ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ: مُحرِم کے لئے جس طرح بلندی پر چڑھتے وقت تلبیہ واجب ہے اسی طرح بلندی سے اُترتے وقت بھی۔ سفر حج میں مختلف موقعوں پر تلبیہ دہرانے کا حکم ہے تا حج کا مقصدِ اعلیٰ ذہن میں متحضر رہے اور محرم ابتدائے احرام سے جمرۃ العقبہ تک لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ...... کہتا رہے۔ ائمہ فقہاء اور محدثین اس بارہ میں متفق ہیں۔ امام بخاریؒ نے مسئلہ معنونہ کے تعلق میں جس روایت سے استدلال کیا ہے یہ ایک حدیث کا حصہ ہے جو کتاب اللباس (روایت نمبر۵۹۱۳) اور کتاب الانبیاء (روایت نمبر۳۳۵۵) میں مفصل آئے گی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت موسیٰؑ کو بحالت کشف یا رؤیا دیکھا کہ وہ وادی میں اُتر رہے ہیں اور لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ پکار رہے ہیں۔ محولہ بالا حدیث کے باقی حصوں کی تشریح ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے موقعوں پر آئے گی۔

بَاب ۳۱: كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ وَ النُّفَسَاءُ

حیض اور نفاس والی عورت کیونکر احرام باندھے

أَهَلَّ تُكَلَّمَ بِهِ وَاسْتَهْلَلْنَا وَأَهْلَلْنَا الْهِلَالَ كُلُّهُ مِنَ الظُّهُوْرِ وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ، وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (المائدة: ٤) وَهُوَ مِنِ اسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ.

اَهَلَّ کے معنی بات کہہ دی۔ وَاسْتَهْلَلْنَا وَاَهْلَلْنَا الْهِلَالَ۔ ہم نے ہلال کو دیکھ لیا۔ ان سب کے معنی ظاہر ہونے کے ہیں اور اِسْتَهَلَّ الْمَطَرُ کے معنی ہیں پانی اَبر سے نکلا۔ اور قرآن شریف میں جو آیا ہے: وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ تو یہ اِسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ سے مشتق ہے۔ یعنی پیدائش کے وقت بچے کا چلانا۔ اور اس کے معنی ہیں: جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

١٥٥٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

۱۵۵۶: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے لئے نکلے اور ہم نے عمرہ کا

فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلَّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِيْ رَأْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَأَهِلِّيْ بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ أَرْسَلَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هٰذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ قَالَتْ فَطَافَ الَّذِيْنَ كَانُوْا أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا☆ بَعْدَ أَنْ رَّجَعُوْا مِنْ مِّنًى وَأَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوْا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَإِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا.

احرام باندھا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن لوگوں کے ساتھ قربانی ہوتو وہ حج کا مع عمرہ احرام باندھیں۔ پھراس وقت تک احرام نہ کھولیں جب تک کہ وہ ان دونوں سے فارغ نہ ہوجائیں۔ چنانچہ میں مکہ میں پہنچی اور میں حائضہ تھی اور میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور نہ صفا ومروہ کے درمیان سعی کی تھی۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا: اپنا سر کھول دو اور کنگھی کرلو اور حج کا احرام باندھو اور عمرہ کو رہنے دو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب ہم حج کر چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا۔ میں نے وہاں سے عمرہ کیا اور آپؐ نے فرمایا: یہ عمرہ تمہارے اس عمرہ کے بدلے میں ہے۔ کہتی تھیں کہ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا، انہوں نے بیت اللہ اور صفا ومروہ کا طواف کیا اور پھر احرام کو کھول ڈالا۔ پھر منیٰ سے لوٹنے کے بعد انہوں نے ایک اور☆ طواف کیا اور جنہوں نے حج اور عمرہ اکٹھا کیا تھا تو انہوں نے صرف ایک ہی طواف کیا۔

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩۔

☆ الفاظ ''طَوَافًا وَاحِدًا'' کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں الفاظ ''طَوَافًا آخَرَ'' ہیں۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۵۲۳)

تشریح: **كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ وَالنُّفَسَآءُ:** حضرت عائشہؓ کے حج کا واقعہ مع تشریح باب۳ میں گزر چکا ہے اور یہ روایت باب نمبر۳۳ (روایت نمبر۱۵۶۰) میں بھی آئے گی۔ یہاں صرف حائضہ اور نفاس والی کے احرام باندھنے کا مسئلہ زیر بحث ہے جس کے لئے مذکورہ بالا واقعہ سے استدلال کیا گیا ہے۔ عمرہ میں صرف طوافِ بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ ہے۔ جس کے بعد سر کے بال منڈوا کر احرام کھول دیا جاتا ہے۔ عرفات و منیٰ میں جانے کی ضرورت نہیں اور نہ قربانی کی۔ جیسا کہ روایت نمبر۱۵۵۶ کے الفاظ فَطَافَ الَّذِيْنَ كَانُوْا أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوْا سے واضح ہے۔ اس تعلق میں روایت نمبر۱۵۵۹ بھی دیکھی جائے۔ حیض یا نفاس کا خون آنے پر عورت اگر محرمہ ہو تو احرام کھول لے اور اگر حج شروع ہونے سے قبل حیض بند ہو جائے تو وہ حج کا احرام باندھ لے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے کیا۔ متعدد روایات پر یکجا نظر ڈالنے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے عمرہ کی نیت کی تھی۔ اس روایت میں بھی ہے: فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ. یعنی ہم نے عمرہ کے لئے لبیک پکارا۔ جن لوگوں کے ساتھ قربانی تھی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حج و عمرہ کی نیت کر لی اور جن کے پاس قربانی نہ تھی؛ انہوں نے صرف عمرہ کی نیت کی۔ فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَلَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ (كتاب الحيض باب ۱۵ روایت نمبر۳۱۶) اس کی تائید روایت نمبر۳۱۷ سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں: فَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِحَجٍّ وَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ. جن روایات میں یہ الفاظ ہیں: خَرَجْنَا لَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ (روایت نمبر۲۹۴) یا مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ (نمبر۱۷۸۸) یا لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ (باب نمبر۸۲) تو اس کے صرف یہ معنے ہیں کہ مدینہ سے سفر کرتے وقت صحابہ کا خیال تھا کہ وہ حج کے لئے جا رہے ہیں۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان پر جن کے پاس قربانی نہیں تھی؛ انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور حیض کی حالت دیکھ کر حضرت عائشہؓ کو صدمہ ہوا کہ اُن کا عمرہ بھی ضائع ہوا۔ اس وقت حج ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے احرام کھولنے کے لئے فرمایا اور دو تین دن ہی میں خونِ حیض بند ہو گیا تو حضرت عائشہؓ نے احرام حج باندھا اور حج سے فارغ ہونے پر عمرہ کیا۔ عنوانِ باب میں لفظ إِهْلَال کا لغوی معنی بتانا اتنا مقصود نہیں جتنا یہ امر کہ حیض یا نفاس والی عورت اس طرح کرے جس طرح حضرت عائشہؓ نے کیا تھا۔ یہی خلاصہ باب ہے۔ اس واقعہ کی نسبت پہلے رائے کا اظہار ہو چکا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب الحیض تشریح روایت نمبر۲۹۴، ۳۱۶، ۳۱۷)

بَاب ۳۲: مَنْ أَهَلَّ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ

جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح احرام باندھا

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل کیا ہے۔

۱۵۵۷: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ

۱۵۵۷: مکی بن ابراہیم نے ہمیں بتایا، (کہا:)

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ يُقِيْمَ عَلَى إِحْرَامِهِ وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ.

ابن جریج سے مروی ہے کہ عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: وہ اپنے احرام پر قائم رہیں۔ نیز حضرت جابرؓ نے حضرت سراقہؓ (بن مالک) کی بات کا ذکر کیا۔

اطرافہ: ۱۵۶۸، ۱۵۷۰، ۱۶۵۱، ۱۷۸۵، ۲۵۰۶، ۴۳۵۲، ۷۲۳۰، ۷۳۶۷۔

۱۵۵۸ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا سَلِيْمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ سَمِعْتُ مَرْوَانَ الْأَصْفَرَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْلَا أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ.

۱۵۵۸: حسن بن علی خلال ہذلی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالصمد (بن عبدالوارث) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سلیم بن حیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے مروان اصفر سے سنا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس یمن سے آئے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے کس کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے کہا: اسی کا جس کا نبی ﷺ نے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر میرے ساتھ قربانی نہ ہوتی تو میں احرام کھول دیتا۔

{☆وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ.}

{☆اور محمد بن بکر نے ابن جریج سے یوں روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا: علی! تم نے کیا احرام باندھا؟ انہوں نے کہا: میں نے یہ پکارا کہ جو احرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تو قربانی دے اور احرام میں رہ؛ جیسے اَب ہے۔}

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ سلفیہ کے مطابق حدیث نمبر ۱۵۵۸ کے ساتھ ہے۔ جبکہ مطبوعہ انصاریہ کے مطابق حدیث نمبر ۱۵۵۷ کے ساتھ ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۲۴)

۱۵۵۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْمٍ[1] بِالْيَمَنِ فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ قُلْتُ أَهْلَلْتُ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ قُلْتُ لَا فَأَمَرَنِي {أَنْ أَطُوْفَ بِالْبَيْتِ[2]} فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَمَرَنِي فَأَحْلَلْتُ فَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَوْمِي فَمَشَطَتْنِي أَوْ غَسَلَتْ رَأْسِي فَقَدِمَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ إِنْ نَّأْخُذْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ قَالَ اللّٰهُ: وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ {لِلّٰهِ[3]} (البقرة:۱۹۷) وَإِنْ نَّأْخُذْ بِسُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى نَحَرَ الْهَدْيَ.

۱۵۵۹: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قیس بن مسلم سے، قیس نے طارق بن شہاب سے، طارق نے حضرت ابوموسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے مجھے میری[1] قوم کی طرف یمن کی طرف بھیجا۔ میں واپس آیا اور اس وقت آپؐ بطحاء میں تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم نے کس کا احرام باندھا ہے؟ تو میں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے احرام کی طرح ہی احرام باندھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہارے ساتھ قربانی ہے؟ میں نے کہا: نہیں تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ میں بیت اللہ کا طواف کرلوں[2] چنانچہ میں نے بیت اللہ اور صفا ومروہ کا طواف کیا۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا (کہ میں احرام کھول دوں۔) میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس آیا تو اس نے مجھے کنگھی کی۔ یا کہا: میرا سر دھویا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے (یعنی خلیفہ ہوئے) تو انہوں نے کہا: اگر ہم اللہ کی کتاب پر عمل کریں تو وہ یہی حکم دیتی ہے کہ حج اور عمرہ کو پورا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حج اور عمرہ اللہ کے لئے[3] پورے طور پر ادا کرو۔ اگر ہم نبی ﷺ کی سنت پر عمل کریں تو آپؐ نے بھی جب تک قربانی نہ کر لی؛ احرام نہیں کھولا۔

اطرافه: ١٥٦٥، ١٧٢٤، ١٧٩٥، ٤٣٤٦، ٤٣٩٧.

[1] لفظ "قَوْمٍ" کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ "قَوْمِی" ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۵۲۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔
[2] الفاظ "اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۵۲۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔
[3] لفظ "لِلّٰهِ" مطبوعہ بولاق کے متن کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۵۲۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **مَنْ أَهَلَّ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ ﷺ:** عنوانِ باب میں واقعہ مندرجہ روایت نمبر۱۵۵۸ کو زمانہ نبوی کے ساتھ مقید کرنے سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔اس واقعہ کی بناء پر امام شافعیؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ کسی دوسرے شخص کی نیت کے مطابق احرام باندھنا جائز ہے۔حج کی نیت ہو یا عمرہ کی۔جمہور کی رائے اس فتویٰ کے خلاف ہے۔ان کے نزدیک حج یا عمرہ کی عبادت میں بھی نیت ہر شخص کی معین اور واضح ہونی چاہیے۔حضرت علیؓ کا واقعہ ایسے وقت سے تعلق رکھتا ہے جبکہ احکام کی وضاحت نہیں ہوئی تھی۔اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی۔مگر اب جبکہ احکام کی تشریح ہو چکی ہے تو کسی مبہم نیت کے ساتھ عبادتِ حج یا عمرہ بجا لانا جائز نہیں۔(عمدۃ القاری جزء۹صفحہ۱۸۵) (فتح الباری جزء۳صفحہ۵۲۵) قرآنِ مجید کا ارشاد **وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ** اس بارے میں واضح ہے۔یعنی اس آیت میں حج اور عمرہ دو معین عبادتیں پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔روایت نمبر۱۵۵۹کے آخر میں حضرت عمرؓ کا محولہ استدلال بھی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نے آیت کی تشریح کر دی ہے کہ حج کے لئے قربانی کا ہونا ضروری ہے۔حضرت علیؓ کے ساتھ قربانی تھی۔(نمبر۱۵۵۷،۱۶۵۱) انہیں احرام کھولنے کی اجازت نہیں دی (**حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ**) یہاں تک کہ منیٰ میں قربانی ذبح نہ کر لی جائے اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ساتھ قربانی نہ تھی۔اس لئے انہیں صرف عمرہ پورا کرنے کا ارشاد ہوا۔دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کے ساتھ احرام باندھا تھا۔آپؐ نے حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی تھی۔ایک کا صرف عمرہ ہوا اور دوسرے کا عمرہ اور حج دونوں ہوئے۔

حضرت علیؓ یا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا نیت کرنا ایسی حالت میں تھا جبکہ انہیں معلوم نہ تھا کہ احکامِ حج کی کیا صورت ہے اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا احرام باندھا ہے۔لیکن توضیح وتشریح احکام کے بعد نیت مبہم رکھنے کا کوئی محل نہیں۔روایت نمبر۱۵۵۹کے آخر میں حضرت عمرؓ کے جس استدلال کا ذکر ہے وہ درحقیقت قران سے متعلق ہے۔(مزید تشریح کے لئے دیکھئے باب۳۴و۳۶۔روایت نمبر۱۵۵۹سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ مناسکِ حج کی تفصیلات سے ناواقف تھے۔

زمانہ جاہلیت میں عرب حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔(روایت نمبر۱۵۶۴) قرآنِ مجید کے مذکورہ بالا حکم کی تشریح کے بعد ان عبادتوں کے متعلق مبہم نیت کرنا مناسب نہیں؛ یہ جمہور کی دلیل ہے۔عنوانِ باب کا حوالہ **قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ** اور پہلی روایت کے آخر میں ابن جریج اور حضرت سراقہؓ کی روایت کا حوالہ نیز دوسری روایت کا انتخاب- یہ تین ایسے قرینے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوفؒ جمہور کے مذہب کی تائید میں ہیں۔حضرت ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت درجہ اتباع میں مشہور ہیں۔کتاب المغازی میں ان کی روایت بکر بن عبداللہ مزنی سے منقول ہے۔لیکن اس واقعہ کا علم رکھنے کے باوجود ان کے متعلق یہ کہیں مذکور نہیں کہ انہوں نے کبھی اس کے خلاف عمل کیا ہو۔

وَذَكَرَ قَوْلَ سُرَاقَةَ: یعنی حضرت جابرؓ نے حضرت سراقہ بن مالک بن جعشمؓ کی بات کا ذکر کیا۔ان کی روایت کتاب العمرۃ باب ۶ روایت نمبر۱۷۸۵ میں مفصل مروی ہے۔اس میں ذکر ہے کہ حضرت سراقہؓ نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے جمرۃ العقبہ میں جبکہ آپؐ کنکریاں پھینک رہے تھے؛ دریافت کیا اور کہا: أَلَكُمْ هٰذِهِ خَاصَّةً يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ یارسول اللہ! یہ آپؐ کے لئے خاص طور پر ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: لَا بَلْ لِلْأَبَدِ۔ یعنی حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا ہمیشہ کے لئے ہے۔ ہمارے لئے مخصوص نہیں۔

بَاب ۳۳: قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: حج کے مقررہ مہینے ہیں۔ سو جو اِن میں حج کی نیت پختہ کر لے تو پھر حج میں نہ شہوت کی بات ہو اور نہ احکامِ الٰہی کی نافرمانی اور نہ کوئی جھگڑا (البقرۃ:۱۹۸)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۗ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۗ (البقرۃ:۱۹۰) وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحَجَّةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَا يُحْرِمَ بِالْحَجِّ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ. وَكَرِهَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ يُّحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ أَوْ كَرْمَانَ.

(اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا:) وہ تجھ سے قمری مہینوں سے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو یہ لوگوں کے لئے اوقات کی تعیین کا ذریعہ ہیں اور حج (کی تعیین) کا بھی۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: حج کے مہینے شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحج کے دس دن ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سنت تو یہ ہے کہ حج کا احرام حج کے مہینوں ہی میں باندھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ناپسند کیا کہ خراسان یا کرمان سے احرام باندھے۔

١٥٦٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

۱۵۶۰: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابوبکر حنفی نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) افلح بن حمید نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے قاسم بن محمد کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے سنا۔ وہ کہتی تھیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَلَيَالِي الْحَجِّ وَحُرُمِ الْحَجِّ فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ قَالَتْ فَخَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مِّنْكُمْ مَعَهُ هَدْيٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلَا. قَالَتْ فَالْآخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ لَهَا مِنْ أَصْحَابِهِ قَالَتْ فَأَمَّا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَكَانُوْا أَهْلَ قُوَّةٍ وَكَانَ مَعَهُمُ الْهَدْيُ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْعُمْرَةِ قَالَتْ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ يَا هَنْتَاهُ قُلْتُ سَمِعْتُ قَوْلَكَ لِأَصْحَابِكَ فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ قَالَ وَمَا شَأْنُكِ قُلْتُ لَا أُصَلِّي قَالَ فَلَا يَضِيْرُكِ إِنَّمَا أَنْتِ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ كَتَبَ اللهُ عَلَيْكِ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَّ فَكُوْنِي فِي حَجَّتِكِ فَعَسَى اللهُ أَنْ يَّرْزُقَكِيْهَا قَالَتْ فَخَرَجْنَا فِي حَجَّتِهِ حَتَّى قَدِمْنَا مِنًى فَطَهَرْتُ ثُمَّ خَرَجْتُ مِنْ مِّنًى فَأَفَضْتُ بِالْبَيْتِ قَالَتْ ثُمَّ

کے ساتھ حج کے مہینوں اور حج کی راتوں میں اور حج کے محرمات ملحوظ رکھ کر نکلے اور مقامِ سرف میں اترے۔ وہ کہتی تھیں: آنحضرت ﷺ اپنے صحابہؓ کے پاس آئے اور فرمایا: تم میں سے جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اور وہ چاہتا ہو کہ اس (حج) کو عمرہ کر دے تو وہ ایسا کرے اور جس کے ساتھ قربانی ہو تو وہ ایسا نہ کرے۔ (اپنے احرام میں رہے) انہوں نے کہا: پس آپؐ کے صحابہ میں سے کچھ ایسا کرنے والے تھے اور کچھ اسے چھوڑنے والے تھے۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ میں سے وہ لوگ جو صاحبِ استطاعت تھے اور اُن کے ساتھ قربانی تھی۔ وہ یہ عمرہ نہ کر سکے۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور میں رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: ارے بھولی! تمہیں کیا بات رُلا رہی ہے؟ میں نے کہا: آپؐ نے جو بات صحابہؓ سے فرمائی ہے میں نے سن لی ہے۔ میں تو عمرہ سے محروم ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: میں نماز نہیں پڑھتی۔ آپؐ نے فرمایا: تو یہ بات تمہیں نقصان نہیں دے گی۔ تم تو آدم کی بیٹیوں میں سے ایک عورت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر وہی فرض کیا ہے جو اُن پر فرض کیا ہے۔ اس لئے تم اپنے حج ہی میں رہو۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عمرہ بھی نصیب کرے۔ انہوں نے کہا: چنانچہ ہم (آپؐ کے ساتھ) اس حج میں نکلے۔ جب ہم منیٰ میں پہنچے تو میں اس وقت حیض سے پاک ہوئی۔ پھر میں منیٰ سے

خَرَجَتْ مَعَهُ فِي النَّفْرِ الْآخِرِ حَتَّى نَزَلَ الْمُحَصَّبَ وَنَزَلْنَا مَعَهُ فَدَعَا عَبْدَالرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ اخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ افْرُغَا ثُمَّ ائْتِيَا هَاهُنَا فَإِنِّي أَنْظُرُكُمَا حَتَّى تَأْتِيَانِي قَالَتْ فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغْتُ {وَفَرَغْتُ[1]} مِنَ الطَّوَافِ ثُمَّ جِئْتُهُ بِسَحَرَ فَقَالَ هَلْ فَرَغْتُمْ فَقُلْتُ نَعَمْ فَآذَنَ بِالرَّحِيْلِ فِي أَصْحَابِهِ فَارْتَحَلَ النَّاسُ فَمَرَّ مُتَوَجِّهًا إِلَى الْمَدِيْنَةِ {قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ يَضِيْرُ[2]} ضَيْرٍ مِنْ ضَارَ يَضِيْرُ ضَيْرًا وَيُقَالُ ضَارَ يَضُوْرُ ضَوْرًا وَضَرَّ يَضُرُّ ضَرًّا.

نکلی اور جا کر بیت اللہ کا طواف کیا۔ کہتی تھیں: اس کے بعد پھر میں آپؐ کے ساتھ آخری کوچ میں بھی نکلی۔ جب آپؐ مقام محصب میں آئے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ اُترے تو آپؐ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو بلایا اور کہا: اپنی بہن کو حرم سے باہر لے جاؤ۔ (وہاں سے) وہ عمرہ کا احرام باندھ لے۔ پھر دونوں عمرہ سے فارغ ہو کر یہیں آ جانا۔ میں تم دونوں کے آنے تک انتظار کروں گا۔ کہتی تھیں کہ ہم نکلے۔ جب میں طواف سے فارغ ہوئی اور وہ[1] بھی فارغ ہوئے تو میں سحری کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم فارغ ہو چکے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ تب آپؐ نے اپنے صحابہؓ میں کوچ کا اعلان کیا۔ لوگ چل پڑے۔ آپؐ مدینہ کا رخ کئے ہوئے (ان کے پاس سے) گزرے۔ {ابوعبداللہ نے کہا:[2]} ضَیْرٌ (کا لفظ) ضَارَ یَضِیْرُ ضَیْرًا سے ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ضَارَ یَضُوْرُ ضَوْرًا سے اور ضَرَّ یَضُرُّ ضَرًّا سے ہے۔

اطرافه: ۲۹٤، ۳۰٥، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱٥۱٦، ۱٥۱۸، ۱٥٥٦، ۱٥٦۱، ۱٥٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦٥۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷٥۷، ۱۷٦۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹٥۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹٥، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ٥۳۲۹، ٥٥٤۸، ٥٥٥۹، ٦۱٥۷، ۷۲۲۹.

تشریح: **اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ:** اس آیت کا مضمون واضح کرنے کے لئے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقررہ مہینوں میں کسی وقت حج کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ اس کے لیے ذوالحج مہینہ کی دسویں تاریخ مقرر ہے۔ اس سے قبل یا بعد حج نہیں کیا جا سکتا۔ امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۱۵۶۰ پیش کر کے آیت کا مفہوم واضح کیا ہے کہ ان مہینوں میں سے کسی ایک مہینہ میں حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔ دور دراز کے ملکوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے تین

[1] بعض نسخوں کے مطابق اس جگہ لفظ "فَرَغَ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۱۹۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] الفاظ "قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ یَضِیْرُ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۵۲۹)

مہینے مقرر کئے گئے ہیں۔حج کی نیت کرنے اوراس کے لئے احرام باندھنے کی وجہ سے ہی شوال اور ذیقعدہ کو بھی حج کے مہینے قرار دیا گیا ہے۔محولہ بالا آیت کے دوسرے حصے فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ نے پہلے حصہ کی تشریح کردی ہے۔یعنی ان تین مہینوں میں حج کی نیت کی جائے۔جملہ کی ترکیب یوں ہوگی: مَوَاقِيْتُ الْحَجِّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ یعنی بیت اللہ کا قصد کرنے کے لئے چند معین مہینے ہیں۔امام موصوفؒ نے دونوں آیتوں کو اکٹھا کر کے آیت نمبر ۱۹۰ سے آیت ۱۹۸ کی تشریح کی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی روایات کو حاکمؒ اور بیہقیؒ نے مذکورہ بالا الفاظ میں اور ابن جریر نے قدرے تغیر لفظی سے نقل کیا ہے جو مفہوماً ایک ہی ہیں☆ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۲۹، ۵۳۰) حضرت عثمانؓ کی جس ناپسندیدگی کا عنوانِ باب میں ذکر کیا گیا ہے؛ اس کے متعلق واقعہ یہ ہے کہ جب عبداللہ بن عامر نے خراسان فتح کیا تو انہوں نے بطور شکرانہ خراسان کے شہر نیشاپور سے ہی حج کی نیت کر کے احرام باندھ لیا تھا۔خلیفہ وقت کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے اسے ناپسندیدہ کیا۔اسی زمانہ میں خراسان اور مکہ کے درمیان فاصلہ طے کرنے کے لئے اڑھائی تین ماہ خرچ ہوتے تھے۔گویا حج کے مہینوں سے قبل انہوں نے احرام باندھا جو جائز نہ تھا۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۳۰)

امام مالکؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص میقاتِ زمنی سے قبل احرام باندھ لے تو گو اس کا یہ فعل مکروہ ہوگا؛ مگر اس کا احرام باندھنا درست ہوگا۔بعض فقہاء یہ جائز نہیں سمجھتے۔امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا یہ احرام صرف عمرہ کے لئے ہوسکتا ہے۔حج کے لئے نہیں۔کیونکہ عمرہ سال میں ہر وقت کیا جاسکتا ہے۔جمہور اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ سے شوال، ذیقعدہ کے مہینے اور ذوالحج کے صرف دس دن مراد لیتے ہیں۔مگر امام مالکؒ کے نزدیک ذوالحج کا سارا مہینہ شامل ہے۔ اَشْهُرٌ جمع مکسر ہے جو کم از کم تین مہینوں پر اطلاق پاسکتا ہے۔اس لئے ان کے نزدیک اگر کوئی شخص طوافِ افاضہ ذوالحج کے خاتمہ پر کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔میقات کے معنی مقررہ وقت یا مقررہ جگہ۔میقات زمنی کے متعلق مذکورہ بالا اختلاف کی تفصیل کے لیے دیکھئے: عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۱۹۱۔نیز بدایة المجتهد، كتاب الحج، القول فى ميقات الزمان.

ضَيْر مِنْ ضَارَ يَضِيْرُ ......: امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۱۵۶۰ کے آخر میں لفظ ضَيْر کی جو گردان کی ہے وہ اپنی رائے ظاہر کرنے کی غرض سے ہے۔یعنی معین میقات سے قبل احرام حج باندھنا نص صریح اور سنت نبویہ کے خلاف ہے اور جائز نہیں۔مقررہ حدود کی پابندی ضروری ہے؛ نہ صرف میقاتِ زمنی بلکہ میقات مکانی کی بھی۔جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں حدودِ حرم سے باہر جا کر احرام باندھا۔اس لئے روایت کے آخر میں لفظ ضَرّ کی لغوی تشریح بلا وجہ نہیں۔بلکہ اسی ضرورت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے۔ ضَرّ ذوالمعانی لفظ ہے اور ضروری ہونے پر دلالت کرتا ہے۔زمانہ جاہلیت میں عرب تین مہینوں کو اشہر حرم کے نام سے موسوم کرتے تھے ان میں لڑائی، دنگہ فساد، لوٹ مار وغیرہ ممنوع سمجھتے تھے اور یہ مہینے امن و امان کے مہینے تھے۔البتہ عند الضرورت اپنی مرضی سے ان مہینوں کو آگے پیچھے کر لیتے جسے نسئ کہتے تھے۔(دیکھئے التوبة: ۳۷) اسلام نے اسے باطل قرار دے کر ان مہینوں کی حرمت بحال کی۔

☆ (سنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الحج، جماع ابواب وقت الحج والعمرة، باب بيان اشهر الحج)
(المستدرك على الصحيحين، كتاب المناسك، باب لا يحرم بالحج الّا فى اشهر الحج، جزء اوّل صفحہ ۴۴۸)

بَاب ٣٤

اَلتَّمَتُّعُ وَ الْقِرَانُ وَ الْإِفْرَادُ بِالْحَجِّ وَ فَسْخُ الْحَجِّ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ

تمتع اور قران اور مفرد حج کرنا جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اس کا حج فسخ کرنا

١٥٦١: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَّحِلَّ فَحَلَّ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَأَحْلَلْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَحِضْتُ فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ قَالَ وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاذْهَبِيْ مَعَ أَخِيْكِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ صَفِيَّةُ مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَهُمْ قَالَ عَقْرٰى حَلْقٰى أَوَ مَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ قُلْتُ بَلٰى قَالَ

۱۵۶۱: عثمان (بن ابی شیبہ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ (وہ کہتی تھیں:) ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ہم یہی سمجھتے تھے کہ یہ حج ہے۔ جب ہم (مکے میں) پہنچے؛ ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر نبی ﷺ نے حکم دیا: جو قربانی کا جانور نہ لایا ہو وہ احرام کھول ڈالے۔ چنانچہ جو قربانی نہیں لائے تھے انہوں نے احرام کھول ڈالے اور آنحضرت ﷺ کی ازواج قربانی نہیں لائی تھیں۔ اس لئے انہوں نے بھی احرام کھول ڈالے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: مجھے حیض آ گیا۔ اس لئے میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔ جب محصب کی رات ہوئی (حضرت عائشہؓ) نے کہا: یارسول اللہ! لوگ تو عمرہ اور حج کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج ہی کر کے واپس ہوں گی۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے ان راتوں میں طواف نہیں کیا تھا جب ہم مکہ میں آئے تھے؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا تم اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک جاؤ۔ وہاں سے عمرے کا احرام باندھ لو۔ پھر عمرے سے فارغ ہو کر فلاں جگہ پر مجھ سے مل جانا۔ (امّ المؤمنین)

لَا بَأْسَ انْفِرِي قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِّنْ مَّكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِّنْهَا.

حضرت صفیہؓ کہنے لگیں: میں شاید آپؐ کو روک رکھوں گی۔آپؐ نے فرمایا: اے بھلی مانس☆! کیا تم نے دسویں تاریخ طواف نہیں کیا تھا۔ کہنے لگیں: میں نے کہا کہ ہاں کیوں نہیں۔(طواف تو کر چکی ہوں۔) آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں؛ کوچ کرو۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: پھر نبی ﷺ مجھ سے ملے اور آپؐ اس وقت مکہ سے چڑھائی پر جا رہے تھے اور میں مکہ کی طرف آ رہی تھی یا کہا: میں چڑھائی پر جا رہی تھی اور آپؐ اُتر رہے تھے۔

اطرافہ: ۲۹٤، ۳۰٥، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱٥۱٦، ۱٥۱۸، ۱٥٥٦، ۱٥٦۰، ۱٥٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦٥۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷٥۷، ۱۷٦۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹٥۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹٥، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ٥۳۲۹، ٥٥٤۸، ٥٥٥۹، ٦۱٥۷، ۷۲۲۹.

۱٥٦۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَأَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَأَمَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ أَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لَمْ

۱۵۶۲: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل سے، ابوالاسود نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال نکلے اور ہم میں سے وہ بھی تھے جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور وہ بھی جنہوں نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا اور ہم میں سے وہ بھی تھے جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا۔ وہ جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ کو اکٹھا کیا تھا؛ انہوں نے احرام نہیں کھولے جب

☆عَقْرَى کا معنی ہے بانجھ اور حَلْقَى یعنی بال کاٹنے والی۔ لیکن یہاں یہ الفاظ اپنے ظاہری معنوں میں نہیں بلکہ ان سے مراد اُس اضطراب کا اظہار ہے جو بعض وقت انسان ایسے موقع پر محسوس کرتا ہے۔ مفہوماً ''اے بھلی مانس''، یا ''اللہ کی بندی'' مراد ہے۔

يَحِلُّوْا حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ.

تک کہ ذبح کرنے کا دن یعنی دسویں تاریخ نہیں ہوئی۔

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

١٥٦٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ مَّرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ شَهِدْتُّ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَعُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَأَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا رَأَى عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ قَالَ مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ أَحَدٍ.

اطرافه: ١٥٦٩.

۱۵۶۳: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) غندر نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حکم سے، حکم نے علی بن حسین (امام زین العابدین) سے، انہوں نے مروان بن حکم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا ہے اور حضرت عثمانؓ تمتع اور قران سے منع کیا کرتے تھے۔ جب حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو انہوں نے ان دونوں کا احرام باندھ کر پکارا کہ میں عمرہ اور حج کے لئے حاضر ہو رہا ہوں اور کہنے لگے کہ میں کسی کے کہنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

١٥٦٤: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُوْرِ فِي الْأَرْضِ وَيَجْعَلُوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا وَيَقُوْلُوْنَ إِذَا بَرَا الدَّبَرْ وَعَفَا الْأَثَرْ وَانْسَلَخَ صَفَرْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ

۱۵۶۴: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب (بن خالد) نے ہم سے بیان کیا، (کہا: عبداللہ) ابن طاؤس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: (عرب) لوگ سمجھتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا زمین میں بڑا گناہ ہے اور محرم کو صفر کر لیتے اور کہتے کہ جب اونٹ کی پیٹھ اچھی ہو جائے گی اور زخم کا اثر مٹ

اعْتَمَر قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صَبِيْحَةَ رَابِعَةٍ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً فَتَعَاظَمَ ذَلِكَ عِنْدَهُمْ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ أَيُّ الْحِلِّ قَالَ حِلٌّ كُلُّهُ.

جائے گا اور صفر کا مہینہ گزر جائے گا تو جو عمرہ کرنا چاہے اس کے لئے عمرہ جائز ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ چوتھی تاریخ ذوالحجہ کی صبح کو حج کا احرام باندھ کر مکے میں آئے۔ آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ حج کو عمرہ کر دیں اور یہ بات ان کے نزدیک بہت ہی بڑی تھی اس لئے انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کون سی بات حلال ہے؟ فرمایا: سب حلال باتیں۔

اطرافه: ١٠٨٥، ٢٥٠٥، ٣٨٣٢.

١٥٦٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ بِالْحِلِّ.

۱۵۶۵: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) غندر (محمد بن جعفر) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قیس بن مسلم سے، قیس نے طارق بن شہاب سے، طارق نے حضرت ابوموسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے انہیں احرام کھولنے کا حکم دیا۔

اطرافه: ١٥٥٩، ١٧٢٤، ١٧٩٥، ٤٣٤٦، ٤٣٩٧.

١٥٦٦: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ

۱۵۶۶: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا اور عبداللہ بن یوسف نے بھی ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی ﷺ کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! لوگوں کو کیا ہوا؟ عمرہ کی نیت کر کے انہوں نے احرام کھول ڈالے

عُمْرَتِكَ قَالَ إِنِّي لَبَّدْتُّ رَأْسِي وَقَلَّدْتُّ هَدْيِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ.

اور آپؐ نے عمرہ (کی نیت) کر کے احرام نہیں کھولا؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بال جما لئے تھے اور اپنی قربانی کے گلے میں ہار ڈالا تھا اس لئے میں جب تک ذبح نہ کرلوں؛ احرام نہیں کھولوں گا۔

اطرافه: ١٦٩٧، ١٧٢٥، ٤٣٩٨، ٥٩١٦.

١٥٦٧: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا أَبُو جَمْرَةَ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِيُّ قَالَ تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِي نَاسٌ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَأَمَرَنِي فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلًا يَّقُوْلُ لِي حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ وَعُمْرَةٌ مُّتَقَبَّلَةٌ فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ سُنَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي أَقِمْ عِنْدِي فَأَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِّنْ مَّالِي قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِمَ فَقَالَ لِلرُّؤْيَا الَّتِي رَأَيْتُ.

۱۵۶۷: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوجمرہ نصر بن عمران ضبعی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے تمتع کیا تو لوگوں نے مجھے منع کیا۔ اس لئے میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔ انہوں نے مجھے (تمتع کرنے کے لئے) فرمایا۔ پھر میں نے خواب میں دیکھا جیسے کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے: تمہارا حج سراسر نیکی پر مبنی ہے اور عمرہ بھی تمہارا مقبول ہے۔ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو بتایا۔ انہوں نے کہا: (تمتع) نبی ﷺ کی سنت ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: میرے پاس رہو اور میں تمہارے لئے اپنے مال میں سے ایک حصہ مقرر کردوں گا۔ شعبہ کہتے تھے کہ میں نے پوچھا: کس لئے؟ انہوں نے جواب دیا: اس خواب کی وجہ سے جو میں نے دیکھی ہے۔

اطرافه: ١٦٨٨.

١٥٦٨: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ قَالَ قَدِمْتُ مُتَمَتِّعًا مَّكَّةَ بِعُمْرَةٍ فَدَخَلْنَا قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَقَالَ لِي أُنَاسٌ مِّنْ أَهْلِ مَكَّةَ تَصِيْرُ الْآنَ حَجَّتُكَ مَكِّيَّةً فَدَخَلْتُ عَلَى

۱۵۶۸: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ ابوشہاب نے ہمیں بتایا۔ وہ کہتے تھے: میں تمتع کی نیت سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکے میں آیا۔ ہم آٹھویں ذوالحج سے تین دن پہلے (مکہ میں) پہنچے۔ اہل مکہ میں سے چند لوگوں نے مجھے کہا: آپ کا حج مکی ہو جائے گا۔

عَطَاءٍ أَسْتَفْتِيْهِ فَقَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ حَجَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ وَقَدْ أَهَلُّوْا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا فَقَالَ لَهُمْ أَحِلُّوْا مِنْ إِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوْا ثُمَّ أَقِيْمُوْا حَلَالًا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهِلُّوْا بِالْحَجِّ وَاجْعَلُوا الَّتِي قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً فَقَالُوْا كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ فَقَالَ افْعَلُوْا مَا أَمَرْتُكُمْ فَلَوْلَا أَنِّي سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي أَمَرْتُكُمْ وَلَكِنْ لَّا يَحِلُّ مِنِّي حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَفَعَلُوْا. {قَالَ أَبُو عَبْد اللّٰهِ أَبُو شِهَابٍ لَيْسَ لَهُ حَدِيْثٌ مُسْنَدٌ إِلَّا هَذَا.☆}

میں عطاء (بن ابی رباح) کے پاس ان سے مسئلہ پوچھنے کے لئے گیا۔ انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت حج کیا تھا کہ جب آپؐ اپنے ساتھ قربانی کے جانور لے گئے تھے اور لوگوں نے صرف حج کا ہی احرام باندھا تھا۔ آپؐ نے ان سے فرمایا: بیت اللہ کا طواف کر کے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر کے احرام کھول دو اور بال کٹا لو۔ پھر اسی طرح بغیر احرام ٹھہرے رہو۔ یہاں تک کہ جب آٹھویں تاریخ ہو تو حج کا احرام باندھو اور جو تم نے پہلے کیا تھا اس کو تمتع کر دو۔ انہوں نے کہا: ہم اسے تمتع کیسے کر دیں بحالیکہ ہم نے حج کا نام لیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو جو حکم دیا ہے، اسے کرو۔ اگر میں قربانی نہ لایا ہوتا تو میں بھی ویسا ہی کرتا جیسا میں نے تم کو حکم دیا ہے لیکن جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے وہ کام جو کہ حقیقت میں حرام ہے مجھ سے اگر ہو جائے تو حلال نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ انہوں نے احرام کھول ڈالے۔ {ابوعبداللہ نے کہا: ابوشہاب کی یہی ایک مستند حدیث ہے۔☆}

اطرافه: ١٥٥٧، ١٥٧٠، ١٦٥١، ١٧٨٥، ٢٥٠٦، ٤٣٥٢، ٧٢٣٠، ٧٣٦٧.

١٥٦٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْوَرُ عَنْ

۱۵۶۹: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حجاج بن محمد اعور نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۳۳) ترجمہ ان کے مطابق ہے۔

شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَهُمَا بِعُسْفَانَ فِي الْمُتْعَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ مَا تُرِيْدُ إِلَّا[1] أَنْ تَنْهَى عَنْ أَمْرٍ فَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ {قَالَ عُثْمَانُ دَعْنِي عَنْكَ قَالَ[2]} فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا.

اطرافه: ١٥٦٣۔

شعبہ سے، شعبہ نے عمرو بن مرہ سے، عمرو نے سعید بن مسیّب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے تمتع سے متعلق جبکہ وہ دونوں (مقام) عسفان میں تھے؛ اختلاف کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا: آپؓ کا مقصد کیا ہے[1] کہ آپؓ اس کام سے منع کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے کیا؟ {[2] حضرت عثمانؓ نے کہا: جانے دیجئے؛ بحث چھوڑئے۔ سعید کہتے تھے:} جب حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو انہوں نے ان دونوں کا اکٹھے ہی احرام باندھا۔

تشریح: **اَلتَّمَتُّعُ وَالْقِرَانُ وَالْاِفْرَادُ بِالْحَجِّ:** اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے: فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ. (البقرة :١٩٧) یعنی جو حج کے ساتھ عمرہ سے فائدہ اٹھائے تو جو قربانی میسر ہو، کی جائے۔ عمرہ کے لغوی معنی ہیں آباد رکھنا۔ نیز کہتے ہیں: عَمَرَ اللّٰهَ اِذَا عَبَدَهُ، يَعْمُرُ رَبَّهُ اَى يُصَلِّي وَيَصُوْمُ. یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور نماز پڑھتا ہے اور روزے رکھتا ہے۔ نیز اس کے معنی ہیں زیارت کرنا (لسان العرب، تحت لفظ عمر) اور از روئے اصطلاحِ شریعت سال میں کسی وقت میقات سے احرام باندھنا، بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کا طواف کر کے احرام کھول دینا، حجامت کرانا اور اگر چاہے تو قربانی کرنا۔ عمرہ کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ حج سے پہلے حج کے مہینوں ہی میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھے اور نیت یہ ہو کہ عمرہ سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ ہی میں ٹھہرے گا۔ یہاں تک کہ حج کا موسم آنے پر حج کرنے کے بعد وطن کو لوٹے گا۔ یہ صورت تمتع کی ہے۔ عمرہ کی دوسری صورت قِران والی ہے۔ یعنی حج کا احرام باندھتے وقت عمرہ کی بھی نیت کرے اور احرام نہ کھولا جائے؛ جب تک کہ حج کے بعد عمرہ بھی نہ کرلے۔ یہ عمرہ حج سے پہلے بھی ہوسکتا ہے اور بعد بھی۔ قِران میں احرام باندھنے کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت میں احرام باندھتے وقت حج و عمرہ دونوں کی نیت کی جائے۔ دوسری یہ کہ عمرہ کا احرام باندھا جائے پھر معاً حج کے موقع پر حج کی نیت کرلی جائے۔ تیسری یہ کہ حج کا احرام باندھا جائے پھر اس کے بعد عمرہ بھی کرلیا جائے۔ قِران کی پہلی صورت پر تو سب ائمہ کا اتفاق ہے مگر باقی دو صورتوں سے متعلق اختلافِ رائے ہے۔ اِفراد کے معنی ہیں الگ کرنا۔ یعنی حج کا الگ احرام باندھنا اور مناسکِ حج سے فارغ ہونے کے بعد مواقیتِ حج کے علاوہ کسی اور مہینے میں

---

[1] لفظ "اِلَّا" کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں "اِلَي" ہے (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۵۳۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۵۳۳) ترجمہ ان کے مطابق ہے۔

نیا احرام باندھ کر الگ عمرہ کرنا۔ فسخ حج یہ ہے کہ حج کا احرام باندھا جائے پھر بجائے حج، عمرہ کر کے احرام کھول دیا جائے۔ بعض فقہاء کے نزدیک یہ صورت فسخ جائز نہیں۔ مگر امام بخاریؒ کے نزدیک (جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے اشارہ کیا ہے) نیت حج کی صورت میں بھی اگر قربانی میسر نہ ہو تو حج فسخ ہوسکتا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۳۳) ان چاروں صورتوں کو واضح کرنے کی غرض سے نو (۹) روایتیں اس باب کے ضمن میں درج کی گئی ہیں۔ پہلی دو روایتیں (نمبر ۱۵۶۱، ۱۵۶۲) حضرت عائشہؓ کی ہیں جس میں انہوں نے حج کے بعد عمرہ کا احرام باندھا اور یہ صورت تمتع کی تھی۔ واقعہ مذکورہ حجۃ الوداع میں ہوا تھا۔ جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی صراحت ہے اور اس میں قِران کا بھی ذکر ہے۔ **اَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لَمْ يَحِلُّوْا حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ.** یعنی حج اور عمرہ اکٹھا کیا اور احرام نہیں کھولا یہاں تک کہ قربانی کا دن آیا۔

عَقْرٰى حَلْقٰى: روایت نمبر ۱۵۶۱ میں الفاظ عَقْرٰى حَلْقٰى قابل تشریح ہیں۔ یہ الفاظ اپنے ظاہری معنوں میں نہیں بلکہ ان سے مراد اس اضطراب کا اظہار ہے جو بعض وقت انسان ایسے موقع پر محسوس کرتا ہے اور یہ ہلکی سی توبیخ کا بھی رنگ رکھتے ہیں۔ تحریص وترغیب کے موقع پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ دعا یا بددعا کے معنوں میں یہ فقرہ استعمال نہیں ہوتا۔ (لسان العرب، عقر) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۱۹۷) نیز عَقَرَ کا ایک معانی حَبَسَهُ عَنِ السَّيْرِ (المنجد فی اللغة- عقر) بھی ہے یعنی اُس نے اُسے چلنے سے روک دیا۔ اس صورت میں سیاق وسباق کے مطابق مفہوم بھی اخذ ہوسکتا ہے کہ وہ آپؐ کو اور صحابہ کو چلنے سے روکنے کا موجب بن رہی ہیں اور لفظ حَلْقَى میں حج کی علامتوں میں سے بال کاٹنے کی علامت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

وَعُثْمَانُ يَنْهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَاَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَهُمَا: تیسری روایت (نمبر ۱۵۶۳) حکم بن عُتَیبہ کی ہے جو بسند امام زین العابدین علی بن حسین اور مروان بن حکم منقول ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا حضرت عثمانؓ نے تمتع اور قِران سے روکا ہے اور حضرت علیؓ نے اس ممانعت کو سنت نبویہ کے خلاف دیکھ کر عمرہ اور حج کا احرام باندھا۔ اس روایت کی تائید سعید بن مسیّب کی روایت (نمبر ۱۵۶۹) سے بھی ہوتی ہے۔ امام بخاریؒ پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ مروان بن حکم جیسے اشخاص کی روایت بھی قبول کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں ایسے لوگوں کی روایتیں انہوں نے اسی صورت میں قبول کی ہیں جب دوسری سندوں اور قرائن سے ان کی صحت کا ان کو یقین ہوا۔

حضرت عثمانؓ نے غالباً اِفراد کو تمتع اور قِران سے افضل سمجھ کر نیز بعض نامناسب صورتیں پیدا ہو جانے پر لوگوں کو ان سے روکا ہے ورنہ اس کا جواز اُن سے مخفی نہ تھا۔ اس روایت سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ صحابہ کے درمیان بھی اس بارے میں کچھ اختلاف پیدا ہوا تھا۔ مگر باوجود اس کے تعامل وہی رہا اور حضرت عثمانؓ نے اس کے بعد کسی کو نہیں روکا۔ **مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ.** نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: **فَقَالَ عُثْمَانُ أَتَفْعَلُهَا وَأَنَا أَنْهَى عَنْهَا فَقَالَ عَلِيٌّ لَمْ اَكُنْ لِأَدَعَ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِأَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ.** (نسائی، کتاب مناسک الحج، باب القِران) یعنی حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو کہا: کیا تم وہ کام کرتے ہو جس سے میں منع کرتا ہوں؟ حضرت علیؓ نے کہا: میں لوگوں میں سے کسی کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ مذکورہ بالا روایت میں حضرت علیؓ کے مندرجہ الفاظ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ جواب حضرت عثمانؓ کی بات پر دیا ہے جو یہاں مقدر ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین میں سے ایک فریق نے قِران کو اِفراد اور تمتع سے افضل قرار دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اختیار کیا تھا۔ یہی

مذہب امام ابوحنیفہ اور ثوری رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اِفراد کا احرام باندھا تھا۔ مگر زمانہ جاہلیت کے باطل عقیدہ کی اصلاح کرنے کی غرض سے آپؐ نے حج کے ایام میں عمرہ کی نیت بھی کر لی اور صحابہ کو بھی عمرہ کرنے کے لئے فرمایا۔ زمانہ جاہلیت میں حج کے موسم میں عمرہ سخت گناہ سمجھا جاتا تھا۔ یہی بات واضح کرنے کے لئے امام موصوف نے اس باب میں چوتھی روایت (نمبر۱۵۶۴) پیش کی ہے۔ اس تعلق میں باب ۳۶ کی تشریح بھی دیکھئے۔

أَيُّ الْحِلِّ: حج میں سلا ہوا لباس پہننا، عطر وغیرہ لگانا اور ازدواجی تعلق جائز نہیں۔ صحابہ کرامؓ معین طور پر دریافت کرنا چاہتے تھے کہ عمرہ کا احرام کھولنے پر کونسی باتیں جائز ہیں۔ پانچویں روایت پہلے (نمبر۱۵۵۹ میں) مفصل گزر چکی ہے۔ اس روایت سے فسخ حج کی صورت واضح ہے۔ **فَأَمَرَهُ بِالْحِلِّ.** آپؐ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے فرمایا: عمرہ کرنے کے بعد حج کا احرام کھول دیں۔ انہوں نے دونوں کی نیت کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کھول دیا۔ (دیکھئے روایت نمبر۱۵۵۹)

چھٹی روایت حضرت ابن عمرؓ کی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ خیال درست نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج بصورت اِفراد کیا ہے۔ یعنی اس سال عمرہ نہیں کیا۔ حضرت حفصہؓ کے سوال **وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ** سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے عمرہ کیا۔

تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِي نَاسٌ: ساتویں روایت کا تعلق حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عرصہ خلافت سے ہے۔ یہ بھی تمتع سے روکا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک تمتع صرف اس شخص کے لئے ہے جو بوجہ بیماری یا خطرہ کی وجہ سے حج نہ کر سکے۔ جب امن ہو تو وہ بیت اللہ میں آ کر عمرہ کر کے احرام کھول دے اور پھر آئندہ سال تمتع (عمرہ اور حج) کر لے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۴۲) (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في التمتع) انہوں نے آیت **فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ** (البقرة:۱۹۷) [پس جب تم امن میں آ جاؤ تو جو حج کے ساتھ عمرہ سے فائدہ اُٹھائے تو جو قربانی میسر ہو؛ کی جائے] سے استنباط کیا ہے مگر ان کا یہ استنباط صحیح نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے اسے قبول نہیں کیا۔

لَا يَحِلُّ مِنِّي حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ: آٹھویں روایت موسیٰ بن نافع ابوشہاب کی ہے۔ اس روایت میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ وَقَدْ اَهَلُّوْا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا. صحابہ کرام نے صرف حج کا احرام باندھا تھا جو حکماً کھولا گیا۔ اس سے فسخ حج کی صورت واضح ہے۔ **تَصِيْرُ الْآنَ حَجَّتُكَ مَكِّيَّةً.** یعنی ثواب کم ہوگا۔ جیسا کہ اہل مکہ کو حج کے لئے سفر کی مشقت نہیں جھیلنی پڑتی۔ تمہاری حالت بھی ان جیسی ہے۔ کیونکہ تمتع کی صورت میں احرام کھولنا اور حج کے لئے مکے میں ہی نیا احرام باندھنا ہوگا۔ اس ضمن میں دیکھئے تشریح باب ۳۷۔ یہ بحث کہ اِفراد، تمتع اور قِران کی صورتوں میں سے کون سی افضل ہے؟ اس کا جواب روایت نمبر۱۵۶۸ سے دیا گیا ہے۔ اصل ثواب حکم کی تعمیل میں ہے۔ اگر کسی کے ساتھ قربانی ہو تو قِران افضل ہے اور اگر نہ ہو تو عمرہ۔ اگر اپنی غلطی معلوم ہونے پر حج فسخ کرنا پڑے تو پھر یہ بھی افضل ہے۔

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ ......: امام موصوفؒ نے اس روایت کو مستند مرفوع قرار دے کر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔اس سے یہ مراد نہیں کہ ایسے راوی کی روایت قابل التفات نہیں جیسا کہ مغلطائیؒ کا خیال ہے۔امام ابن حجرؒ نے بھی ان کے اس خیال کو ردّ کیا ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۴۴)

نویں روایت سعید بن مسیّب کی ہے۔اس سے ثابت کیا گیا ہے کہ باوجود اختلاف کے سابقہ تعامل برقرار رہا اور حضرت علیؓ کا استدلال اوران کا عمل قابل تمسک ہے۔غرض امام موصوف نے ایک معین ترتیب میں یہ روایتیں پیش کر کے زیر عنوان مختلف صورتوں کی وضاحت کی ہے۔

رویت نمبر۱۵۶۴ سے ظاہر ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی عمرہ ہوتا تھا۔مگر حج کے مہینوں میں عمرہ بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا۔عرب رجب کے مہینہ میں عمرہ کرتے تھے اور وہ اَشْهُرُ الْحُرُم میں سے قابل عزت مہینہ شمار کیا گیا ہے تا لوگ امن سے عمرہ ادا کر کے اپنے گھروں کو لوٹیں۔مظالم کے انسداد اور مظلوموں کی حق رسی کی غرض سے جو حلف الفضول کی جماعت قائم ہوئی تھی؛ اس کا قیام اس وجہ سے ہوا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں عاص بن وائل نے زبیدی قبیلہ کے ایک شخص سے سامان خریدا اور اس کی قیمت دینے سے انکار کر دیا تھا۔اس نے آل فہر کو مخاطب کر کے مدد طلب کی۔مندرجہ ذیل اشعار اس کی طرف منسوب ہیں جن سے عمرہ کے وجود اور اس کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔کہتا ہے:-

يَـا آلَ فَهْـرٍ لِّـمَـظْـلُوْمٍ بِضَـاعَـتَـهُ بِبَـطْـنِ مَـكَّـةَ نَـائِـى الـدَّارِ وَالنَّفَر
وَمُـحْـرِمٍ شَـعْـث لَمْ يَقْضِ عُمْرَتَهُ يَا آلَ غَالِبِ بَيْنَ الْحِجْرِ وَالْحَجَر
أَ قَـائِـمٌ فِـى بَـنِـى سَهْمٍ بِذِمَّتِهِمْ اَمْ ذَاهِـبٌ فِـى ضَلَالٍ مَالُ مُعْتَمِرٌ

(اخبار مكة، ذكر حلف الفضول وسببه وتفسيره، جزء۵ صفحہ۱۹۰)
(التذكرة الحمدونية، الباب الثانى عشر ما جاء فى العدل والجور)

ترجمہ: اے فہر کی اولاد! اس شخص کی مدد کو پہنچو جس کے سامانِ تجارت میں ظلم کیا گیا ہے اور اس کا حق مارا گیا ہے۔مکہ کی وادی میں ایسی حالت میں جبکہ وہ اپنے گھر اور اپنے لوگوں سے دور ہے۔احرام باندھے ہوئے ہے، غبار آلودہ ہے۔ابھی تک اس نے اپنا عمرہ ادا نہیں کیا۔اے آل غالب! حجر اور حجر کے درمیان بنی سہم میں سے کوئی ہے جو اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے والا ہو یا عمرہ کرنے والے کا مال اسی طرح ضائع چلا جائے گا۔

بَاب ۳۵: مَنْ لَبَّى بِالْحَجِّ وَسَمَّاهُ

جس نے حج کے لئے لبیک کہا اور حج کا نام لیا

۱۵۷۰: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ

۱۵۷۰: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ایوب (سختیانی) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے

اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَدِمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقُوْلُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً.

سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (مکہ میں) آئے اور ہم یہ کہہ رہے تھے: لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ بِالْحَجِّ. یعنی ہم حاضر ہیں۔ اے اللہ! ہم حاضر ہیں حج کرنے کے لئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا اور ہم نے حج کو عمرہ کر دیا۔

اطرافه: ۱۵۵۷، ۱۵٦۸، ۱٦٥۱، ۱۷۸٥، ۲٥۰٦، ٤۳٥۲، ۷۲۳۰، ۷۳٦۷۔

تشریح: مَنْ لَبَّى بِالْحَجِّ وَسَمَّاهُ: تمتع کی دو صورتیں ایسی ہیں جن کی نسبت اختلاف کیا گیا ہے۔ ایک حج کی نیت فسخ کر کے عمرہ کی نیت کرنا اور دوسری صورت وہ ہے جو سابقہ باب کی تشریح میں بیان کی گئی ہے۔ فسخ حج کی صورت کو بھی علماءِ صدرِ اوّل جمہور اور دیگر فقہاء نے صحابہ کرام کے لئے خاص قرار دے کر دوسروں کے لئے ناپسند کی ہے۔ کیونکہ جمہور کے نزدیک اب جبکہ احکام کی وضاحت ہو چکی ہے؛ فسخ کی صورت منسوخ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، اپنے وقت میں اسے جائز قرار دیا تھا۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۵٦۷) اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے بھی ان کی تائید کی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۴۴) تفصیل کے لئے دیکھئے بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في التمتع.

امام موصوفؒ نے عنوانِ باب میں اسی امر کی طرف توجہ خصوصیت سے منعطف کی ہے کہ صحابہ کرام نے صرف حج کی نیت ہی نہیں کی تھی جو فسخ کی گئی تھی بلکہ اس کا احرام باندھ کر اور حج کا نام لے کر تلبیہ بھی پکارا اور پھر اسے فسخ کیا تھا کیونکہ حج کی شرطیں مکمل نہ تھیں۔ فسخ حج کے جواز کا صرف اسی قدر مفہوم ہے کہ اگر ضرورتِ حقہ کے ماتحت حج فسخ کرنا پڑے تو فسخ کیا جا سکتا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ عمداً فسخ کرنے کی نیت سے حج کا احرام باندھ کر اسے فسخ کیا جائے۔ اسی امر کے پیشِ نظر مَنْ کا جواب مقدر کیا گیا ہے۔ جو یہ ہے: جَازَ لَهُ اَنْ يُفْسِخَ عِنْدَ الضُّرُوْرَةِ. یعنی جائز ہے کہ ضرورت کے وقت حج فسخ کر دے۔

بَاب ٣٦: اَلتَّمَتُّعُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمتع

١٥٧١: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُطَرِّفٌ عَنْ عِمْرَانَ رَضِيَ اللهُ

۱۵۷۱: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہمام (بن یحیٰ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے روایت کی۔ کہا: مطرف نے مجھے بتایا کہ

عَنْهُ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ الْقُرْآنُ قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ.

اطرافه: ۴۵۱۸۔

حضرت عمران (بن حصین) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمتع کیا اور اس کے متعلق وحی بھی نازل ہوئی مگر ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔

تشریح: اَلتَّمَتُّعُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: امام موصوفؒ نے مختلف عناوین اور مختلف سندوں سے اس صورتِ تمتع کی؛ جس کے بارے میں اختلاف ہوا ہے؛ وضاحت کی ہے۔روایت نمبر ۱۵۵۹ میں گذر چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے آیت وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ (البقرة :۱۹۷) اور سنت نبویہ کی بناء پر قران کی اصل تمتع قرار دیا ہے اور تمتع کی وہ صورت جس کے اختیار کرنے کے لئے صحابہ کو حکم دیا گیا تھا؛ وہ ان کے نزدیک ایک وقتی ضرورت تھی۔تمتع کے معنی فائدہ اُٹھانا۔آیت فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ (البقرة :۱۹۷) سے یہ سمجھا گیا ہے کہ عمرہ کرنے کے بعد احرام کی پابندی سے آزادی حاصل کر کے حلال باتوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور اس کے بعد حج کے لئے احرام باندھا جائے۔حضرت عمرؓ نے اس بات سے روکا اور فرمایا کہ تمتع اصل میں یہ ہے کہ حج کے ایام میں حج اور عمرہ دونوں ایک ہی احرام سے کئے جائیں اور یہ صورت قران کی ہے۔حضرت عمرؓ اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ نے تمتع کی باقی صورتوں سے روکا ہے۔حضرت عمرؓ سے متعلق تو یہاں تک مروی ہے کہ اگر دوسری صورت اختیار کی گئی تو سزا دی جائے گی۔ (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول فى التمتع)

قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ: اس سے مراد حضرت عمرؓ ہی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے روکا تھا۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمتع میں نامناسب صورت پیدا ہو جانے پر حضرت عمرؓ کو روکنا پڑا۔اسی طرح فسخ حج بھی اگر بلا ضرورت ہو تو یقیناً قابل اعتراض ہے۔نص صریح فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ (البقرة:۱۹۷) اور ارشاد وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ (البقرة:۱۹۷) نیز سنت نبویہ کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے ایسا فرمایا تھا۔لیکن بعض حالات میں انسان کو مکہ مکرمہ میں حج شروع ہونے سے قبل جانے کی ضرورت ہوتی ہے اور وہاں اپنے تعلقات یا کاروبار کی وجہ سے ٹھہرنا پڑتا ہے۔ایسی صورت میں دیر تک بحالت احرام رہنا موجب تکلیف تھا۔اس لئے اِفراد کی صورت سے فائدہ اُٹھایا گیا۔(دیکھئے باب ۳۴) حضرت علیؓ نے اس بارے میں سختی ناپسند کی۔یہی امر ذہن نشین کرانے کے لئے تمتع سے متعلق مذکورہ بالا عنوان الگ قائم کر کے روایت نمبر ۱۵۷۱ لائی گئی ہے۔اس میں تمتع کے بارے میں وحی الٰہی کا حوالہ دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پیش کیا گیا ہے۔

بَاب ۳۷: قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: یہ (روزے) اس کے لئے ہیں جس کے گھر والے مسجد حرام کے باشندے نہ ہوں (البقرۃ:۱۹۷)

۱۵۷۲: وَقَالَ أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ ابْنُ حُسَيْنٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مُّتْعَةِ الْحَجِّ فَقَالَ أَهَلَّ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ وَأَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأَهْلَلْنَا فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْا إِهْلَالَكُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَةً إِلَّا مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَتَيْنَا النِّسَاءَ وَلَبِسْنَا الثِّيَابَ وَقَالَ مَنْ قَلَّدَ الْهَدْيَ فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لَهُ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ ثُمَّ أَمَرَنَا عَشِيَّةَ التَّرْوِيَةِ أَنْ نُّهِلَّ بِالْحَجِّ فَإِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِكِ جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا وَعَلَيْنَا الْهَدْيُ كَمَا قَالَ اللّٰهُ

۱۵۷۲: ابوکامل فضیل بن حسین بصری نے کہا: ابومعشر (یوسف بن یزید براء) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عثمان بن غیاث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ان سے حج میں تمتع کرنے کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا: مہاجرین اور انصار اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا اور ہم نے بھی احرام باندھا۔ جب ہم مکے میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اس حج کا احرام عمرہ میں بدل دو؛ سوائے ان کے جنہوں نے قربانی کے گلے میں ہار ڈالا ہو۔ ہم نے بیت اللہ کا اور صفا و مروہ کے درمیان طواف کیا۔ پھر ہم نے اپنی عورتوں سے مباشرت بھی کی اور سلے کپڑے پہنے۔ آپؐ نے فرمایا: جس نے قربانی کے گلے میں ہار ڈالا ہو؛ اس کے لئے یہ باتیں جائز نہیں جب تک کہ قربانی ذبح نہ ہولے۔ پھر آپؐ نے ہمیں ذوالحج کی آٹھویں تاریخ کی شام کو حکم دیا کہ ہم حج کا احرام باندھیں اور جب ہم حج کی عبادتوں سے فارغ

تَعَالٰى: فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ (البقرة:۱۹۷) إِلَى أَمْصَارِكُمْ. اَلشَّاةُ تَجْزِي فَجَمَعُوْا نُسُكَيْنِ فِي عَامٍ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْزَلَهُ فِي كِتَابِهِ وَسَنَّهُ نَبِيُّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَاحَهُ لِلنَّاسِ غَيْرَ أَهْلِ مَكَّةَ قَالَ اللّٰهُ: ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ (البقرة:۱۹۷) وَأَشْهُرُ الْحَجِّ الَّتِي ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى {فِي كِتَابِهِ☆} شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحَجَّةِ فَمَنْ تَمَتَّعَ فِي هَذِهِ الْأَشْهُرِ فَعَلَيْهِ دَمٌ أَوْ صَوْمٌ. وَالرَّفَثُ الْجِمَاعُ وَالْفُسُوْقُ الْمَعَاصِي وَالْجِدَالُ الْمِرَاءُ.

ہوئے تو ہم (مکے میں) آئے اور بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا کیونکہ ہمارا حج پورے طور پر ادا ہو چکا تھا اور ہم پر قربانی واجب ہوگئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جو قربانی میسر ہو، وہ کرے اور جو نہ پائے تو وہ تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور (پھر) سات روزے رکھو جب تم اپنے شہروں کو لوٹو۔ ایک بکری بھی قربانی میں کافی ہے۔ چنانچہ صحابہ نے ایک ہی سال میں دونوں عبادتیں جمع کیں یعنی حج اور عمرہ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عملاً جاری فرمایا اور ان لوگوں کے لئے جو مکے کے رہنے والے نہیں، تمتع جائز قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ اجازت ان لوگوں کے لئے ہے جن کے اہل بیت مسجدِ حرام کے باشندے نہ ہوں اور حج کے مہینے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب☆ میں فرمایا ہے؛ یہ ہیں: شوال، ذیقعدہ اور ذوالحج۔ اور جس نے ان مہینوں میں تمتع کیا تو اس کے لئے قربانی دینا یا روزہ رکھنا لازم ہے۔ اور رَفَث کے معنی جماع اور فُسُوق کے معنی احکامِ الٰہی کی نافرمانی اور جِدَال کے معنی جھگڑا۔

تشریح: **ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ:** آیت فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (البقرة :۱۹۷) سے واضح ہے کہ تمتع میں عمرہ سے فارغ ہونے پر جو قربانی میسر ہو کی جائے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ. یعنی اگر قربانی میسر نہ ہو تو تین روزے ایام حج میں اور سات روزے حج سے فارغ ہونے کے بعد

☆ الفاظ فِي كِتَابِهِ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۴۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بوقتِ واپسی۔قربانی جیسے حج میں ضروری ہے ایسا ہی تمتع میں بھی۔اور قربانی میسر نہ ہونے پر حج وغیرہ دونوں صورتوں میں تین روزے رکھنے ہوں گے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ. تمتع کی یہ اجازت ان لوگوں کے لئے ہے جن کا خاندان مسجد حرام کا باشندہ نہ ہو۔ حَاضِر کے معنی شہری۔ بَادٍ کے معنی بادیہ نشین۔مفہومِ آیت کے بارے میں اختلاف ہوا ہے۔حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے امام مالکؒ وغیرہ نے اہل مکہ اور اس کے قرب وجوار میں رہنے والے مراد لئے ہیں اور مجاہدؒ اور طاؤس بن کیسانؒ نے صرف اہل حرم۔طاؤس بھی تابعی اور اعلیٰ پایہ کے فقیہہ اور مجاہدؒ وعمرو بن دینارؒ کے ہم عصر تھے۔مکہ مکرمہ میں ۱۰۶ھ میں فوت ہوئے۔[1] امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی امام مالکؒ کی تائید کی ہے اور ایسے مضافات کو اہل حرم میں ہی شامل رکھا ہے جہاں نماز قصر کرنا جائز نہیں۔امام ابوحنیفہؒ، عطاء بن ابی رباح اور مکحول بن عبداللہ کے نزدیک مواقیت احرام سے لے کر مکہ مکرمہ تک کے رہنے والے سب حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں شامل ہیں۔(فتح الباری جزء۳صفحہ۵۴۷)(عمدۃ القاری جزء۹صفحہ۲۰۵) مکحولؒ شام کے فقہاء میں سے تھے اور اعلیٰ پایہ کے مفتی۔۱۱۸ھ میں فوت ہوئے۔[2] غرض فقہاء کے مذکورہ بالا اختلاف کے پیش نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

محولہ بالا آیت کی رو سے اہل مکہ حج کے ایام میں تمتع نہیں کر سکتے۔جمہور کے نزدیک تمتع کے لئے ضروری ہے کہ ایک ہی سفر ہو اور حج کے مہینوں میں حج سے قبل کیا جائے اور تمتع کرنے والا مکہ مکرمہ کا باشندہ نہ ہو۔اگر ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو تمتع کی صورت نہیں رہے گی۔محولہ بالا روایت سے جو بطور تعلیق یعنی حاشیہ ہے؛ واضح ہے کہ تمتع کرنے والے صحابہ مکہ کے باشندے نہ تھے اور یہ صحابہ دو قسم کے تھے۔ایک وہ جن کے ساتھ قربانی تھی اور دوسرے وہ جن کے ساتھ قربانی نہ تھی۔عمرہ سے فارغ ہونے پر قربانی نہ رکھنے والوں کا احرام کھلوایا گیا اور پھر آٹھویں تاریخ ذوالحج کو جب حج شروع ہوا تو انہیں حج کا احرام باندھنے کے لئے کہا گیا اور جن کے ساتھ قربانی تھی؛ انہیں عمرہ کے بعد بحالت احرام رہنے کا حکم دیا گیا۔ان کے علاوہ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔(روایت نمبر۱۵۶۲) غرض یہ سب باہر سے آنے والے تھے۔اس باب کی روایت کو وَقَالَ سے شروع کیا ہے۔اس سے سابقہ ابواب کے مضمون کی تائید کرنا مقصود ہے کہ تمتع میں عمرہ کا احرام کھولنے اور احرام نہ کھولنے کی؛ دونوں صورتیں ہیں۔امام مالکؒ کے نزدیک تمتع میں پانچویں شرط یہ بھی ہے کہ عمرہ بھی حج کے مہینے میں ہو اور اس کا احرام ضرور کھولا جائے۔مگر جیسا کہ باب ۳۶ کی تشریح میں بتایا جا چکا ہے کہ قران بھی درحقیقت تمتع ہی کی ایک صورت ہے جس میں احرام نہیں کھولا جاتا۔

---

[1] (تهذيب التهذيب، حرف الطاء، من اسمه طاؤس—طاؤس بن كيسان)

[2] (تهذيب التهذيب، الميم مع الكاف، من اسمه مكحول)

بَاب ۳۸: اَلْاِغْتِسَالُ عِنْدَ دُخُوْلِ مَكَّةَ

مکہ میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا

١٥٧٣: حَدَّثَنِي يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا أَيُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا دَخَلَ أَدْنَى الْحَرَمِ أَمْسَكَ عَنِ التَّلْبِيَةِ ثُمَّ يَبِيْتُ بِذِي طُوًى ثُمَّ يُصَلِّي بِهِ الصُّبْحَ وَيَغْتَسِلُ وَيُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ.

۱۵۷۳: یعقوب بن ابراہیم نے مجھ سے بیان کیا کہ (اسماعیل) بن علیہ نے ہم سے بیان کیا کہ ایوب (سختیانی) نے ہمیں بتایا کہ نافع سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حرم سے قریب ترین مقام میں پہنچتے تو لبیک کہنے سے رک جاتے۔ پھر وہ وادئ ذی طویٰ میں رات بسر کرتے اور صبح کی نماز بھی وہیں پڑھتے اور نہاتے اور بیان کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی کیا کرتے تھے۔

اطرافه: ١٥٥٣، ١٥٥٤، ١٥٧٤.

تشریح: **اَلْاِغْتِسَالُ عِنْدَ دُخُوْلِ مَكَّةَ:** مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے کچھ آداب ہیں جن میں سے بعض واجب ہیں اور بعض مسنون ومستحب۔ باب ۳۸ سے باب ۵۱ تک اسی قسم کے آداب کا ذکر ہے اور ضمناً اس شہر کی فضیلت کا بھی بیان ہے اور اس بارے میں جو غلو سے کام لیا گیا ہے اس کا بھی ذکر ہے۔ پہلا ادب غسل ہے۔ محرم کے لئے تین غسل ثابت ہیں۔ ایک غسل احرام باندھتے وقت، دوسرا غسل مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت جو درحقیقت غسل طواف ہے۔ تیسرا غسل عرفات کے روز۔ یہ غسل قائمقام وضو کے ہیں جو نماز کے لئے بطور شرط ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک یہ تینوں غسل ضروری ہیں۔ جمہور کے نزدیک مستحب۔ امام ابوحنیفہؒ اور ثوریؒ کے نزدیک وضو ان کا قائمقام ہوسکتا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۴۹) (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في الإحرام)

روایت نمبر ۱۵۷۳ زیر باب ۲۹ بطور تعلیق مفصل گزر چکی ہے۔ (نمبر ۱۵۵۳) اور باب ۱۴۸ میں بھی آئے گی۔ ان مواقع کے علاوہ اگر محرم کسی اور موقع پر نہانا چاہے تو نہا سکتا ہے ممانعت نہیں۔ اس تعلق میں باب ۷۸ کی تشریح بھی ملاحظہ ہو۔

بَاب ۳۹ : دُخُوْلُ مَكَّةَ نَهَارًا أَوْ لَيْلًا

مکہ میں دن یا رات کو داخل ہونا

بَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي طُوًى حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات گذاری اور صبح تک وہیں رہے۔ پھر مکہ میں داخل ہوئے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہی کیا کرتے۔

۱۵۷٤ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي طُوًى حَتَّى أَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَكَّةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَفْعَلُهُ.

اطرافه: ۱۵۵۳، ۱۵۵٤، ۱۵۷۳.

۱۵۷۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحيٰ (بن سعید قطان) نے ہمیں بتایا۔ عبیداللہ (عمری) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نافع نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی طویٰ میں رات گزاری اور صبح تک وہیں رہے۔ پھر مکہ میں داخل ہوئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہی کیا کرتے۔

تشریح: **دُخُوْلُ مَكَّةَ نَهَارًا اَوْ لَيْلًا:** روایت نمبر ۱۵۷۴ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں دن کے وقت داخل ہوئے تھے اور حضرت ابن عمرؓ بھی آپؐ کی اتباع میں دن ہی کو اس میں داخل ہوتے۔ اس سے بعض فقہاء نے دن کے وقت داخل ہونے کا استنباط کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں اَوْ لَيْلًا کہہ کر دونوں وقتوں میں داخل ہونے کو برابر قرار دیا ہے۔ عطاء بن ابی رباح کا ایک قول مروی ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ امام تھے اور دن کے وقت لوگوں کا استقبال کرنا آسان تھا۔ اس لئے ان کی سہولت کے لئے آپؐ مکہ مکرمہ میں دن کے وقت داخل ہوئے تھے۔ دوسرے لوگ جب چاہیں داخل ہو سکتے ہیں۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۵۵۰) آنحضرت ﷺ عمرۂ جعرانہ کے لئے مکہ مکرمہ میں رات کو داخل ہوئے اور عمرہ کرنے کے بعد آپؐ نے جعرانہ میں قیامِ شب فرمایا اور پھر دوسرے دن سورج ڈھلنے پر وہاں سے روانہ ہوئے۔ یہ روایت نسائی نے نقل کر کے باب کا عنوان ان الفاظ سے قائم کیا ہے: دُخُوْلُ مَكَّةَ لَيْلًا. (نسائی، کتاب مناسک الحج، باب ۱۰۴) امام بخاریؒ نے نسائی کی روایت اس لئے نظر انداز کی ہے کہ ان کی شرائط کے مطابق نہیں۔ لیکن عنوانِ باب میں نَهَارًا اَوْ لَيْلًا سے مسئلہ کی بابت دونوں باتیں جائز رکھی ہیں اور اس لئے عنوانِ باب مصدر یہ ہے۔ اگلا باب بھی ان مسائل سے متعلق ہے جن میں غلو سے کام لیا گیا ہے۔

بَاب ٤٠ : مِنْ أَيْنَ يَدْخُلُ مَكَّةَ

مکہ میں کدھر سے داخل ہو

١٥٧٥ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ {مَكَّةَ ☆} مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى.
اطرافه: ١٥٧٦.

۱۵۷۵: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ معن (بن عیسیٰ) نے مجھے بتایا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ[1] میں اونچی گھاٹی سے داخل ہوا کرتے تھے اور نچلی گھاٹی سے نکلا کرتے تھے۔

بَاب ٤١ : مِنْ أَيْنَ يَخْرُجُ مِنْ مَّكَّةَ

مکہ سے کس طرف کو نکلے

١٥٧٦ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا الَّتِي بِالْبَطْحَاءِ وَيَخْرُجُ ☆ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلَى.

۱۵۷۶: مسدد بن مسرہد بصری نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحییٰ نے ہمیں بتایا کہ عبیداللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کداء کی اس اونچی گھاٹی سے داخل ہوئے جو بطحاء میں ہے اور نچلی گھاٹی سے نکلے[2]

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ كَانَ يُقَالُ هُوَ مُسَدَّدٌ كَاسْمِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: (مسدد کے متعلق) بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے نام کی طرح ہمیشہ صراطِ مستقیم

[1] لفظ "مَكَّةَ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۵۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔
[2] "يَخْرُجُ" کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں "خَرَجَ" ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۵۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مَعِيْنٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ لَوْ أَنَّ مُسَدَّدًا أَتَيْتُهُ فِي بَيْتِهِ فَحَدَّثْتُهُ لَاسْتَحَقَّ ذَلِكَ وَمَا أُبَالِي كُتُبِي كَانَتْ عِنْدِي أَوْ عِنْدَ مُسَدَّدٍ.

اختیار کرنے والے ہیں۔ ابوعبداللہ نے کہا: میں نے یحییٰ بن معین سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا۔ وہ کہتے تھے: اگر مسدد کے پاس مَیں اُن کے گھر پر آتا تو میں اُن سے احادیث بیان کرتا اور وہ اس کے حقدار ہیں اور مجھے پرواہ نہیں ہوتی کہ میری کتابیں میرے پاس ہیں یا مسدد کے پاس۔

اطرافه: ۱۵۷۵۔

۱۵۷۷: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَ مِنْ أَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا.

۱۵۷۷: حمیدی اور محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: سفیان بن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں آئے تو آپؐ اوپر کی طرف سے داخل ہوئے اور (جب گئے) تو اس کی نچلی طرف سے گئے۔

اطرافه: ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱۔

۱۵۷۸: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَخَرَجَ مِنْ كُدًا مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ.

۱۵۷۸: محمود بن غیلان مروزی نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسامہ نے ہمیں بتایا، (کہا:) ہشام بن عروہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے سال کداء سے داخل ہوئے اور کُدیٰ سے نکلے جو مکہ سے بلندی پر ہے۔

اطرافه: ۱۵۷۷، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱۔

۱۵۷۹: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ هِشَامِ بْنِ

۱۵۷۹: احمد (بن عیسیٰ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا: عبداللہ) بن وہب نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:)

عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ أَعْلَى مَكَّةَ قَالَ هِشَامٌ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ عَلَى كِلْتَيْهِمَا مِنْ كَدَاءٍ وَكُدًا وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ☆ وَكَانَتْ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ.

عمرو (بن حارث) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے جو مکہ کے بالائی جانب ہے داخل ہوئے۔ ہشام نے کہا: اور عروہ ان دونوں یعنی کداء اور کدیٰ سے داخل ہوئے اور اکثر کدیٰ☆ سے داخل ہوتے اور یہ ان کے گھر کے زیادہ قریب تھا۔

اطرافه: ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱۔

۱۵۸۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ وَكَانَ عُرْوَةُ أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ أَقْرَبَهُمَا إِلَى مَنْزِلِهِ.

۱۵۸۰: عبداللہ بن عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حاتم (بن اسماعیل) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے عروہ سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے جو کہ مکہ سے بلندی پر ہے اور عروہ بھی اکثر کداء ہی سے داخل ہوتے اور وہ مقام ان کے گھر سے زیادہ قریب تھا۔

اطرافه: ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۱، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱۔

۱۵۸۱: حَدَّثَنَا مُوْسَى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا وَأَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ أَقْرَبِهِمَا إِلَى مَنْزِلِهِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ

۱۵۸۱: موسیٰ (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہیب (بن خالد) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) فتح مکہ کے سال نبی ﷺ کداء سے داخل ہوئے اور عروہ اُن دونوں سے داخل ہو جایا کرتے تھے اور اکثر کداء ہی سے داخل ہوتے جو کہ

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ "کُدًا" ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۵۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

كَدَاءٌ وَ كُدًا مَوْضِعَانِ. ان کے گھر سے زیادہ قریب تھا۔ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: کداء اور کدیٰ دو جگہیں ہیں۔

اطرافه: ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۴۲۹۰، ۴۲۹۱۔

تشریح: یَدْخُلُ مِنَ الثَّنِیَّةِ الْعُلْیَا وَیَخْرُجُ مِنَ الثَّنِیَّةِ السُّفْلَی: اونچی گھاٹی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ یا حج کے موقع پر داخل ہوئے کَـدَاء کہلاتی ہے اور وہ گھاٹی جو نشیب میں واقع ہے اور جس سے آپ لوٹے اس کا نام کُـدیٰ ہے۔ امام موصوف نے عنوانِ باب کو استفہامیہ رکھ کر اس سوال کی طرف اشارہ کیا ہے جو محققین کے زیر بحث رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس راستے سے مکہ میں داخل ہوئے۔ مدینہ سے آتے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے ایک راستہ کَدَاء کی گھاٹی سے گزرتا ہے جو دو پہاڑیوں کے درمیان واقع ہے اسے حجو ن بھی کہتے ہیں۔ اب یہاں سے راستہ مقبرہ معلیٰ میں سے گزرتا ہے۔ دوسرا راستہ کُدیٰ سے گذرتا ہے۔ یہ بھی گھاٹی ہے جو کَدَاء سے نیچی ہے۔ ثَنِیَّة عربی زبان میں دو پہاڑیوں کے درمیان واقع گھاٹی کو کہتے ہیں۔ فتح مکہ کے روز بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کَـدَاء گھاٹی سے ہوکر شہر میں داخل ہوئے۔ یہ گھاٹی سب سے اونچی پہاڑیوں کے درمیان ہے۔ اس سے سارا شہر نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال میں نیت اور معنوی مناسبت نمایاں ہے۔ کَدَاء کی گھاٹی پر مشکل سے چڑھا جاتا تھا۔ حسان بن ثابت قریش کو مخاطب کرتے اور کہتے ہیں:-

عَدِمْتُ بُنَيَّتِي إِنْ لَّمْ تَرَوْهَا تُثِيْرُ النَّقْعَ مَطْلَعُهَا كَدَاء

یعنی تم دیکھو گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر اسی مشکل گھاٹی سے غبار اُڑاتے ہوئے مکہ میں داخل ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں اپنی اکلوتی پیاری بچی سے محروم ہوجاؤں۔ اس گھاٹی کے راستے کو فراخ اور ہموار کر دیا گیا ہے تا حاجیوں کے لئے آسانی ہو۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۵۵۲، ۵۵۳)

هُوَ مُسَدَّدٌ كَاسْمِهِ: باب ۴۱ کی پہلی روایت (نمبر ۱۵۷۶) جو مسدد بن مسرہد سے مروی ہے نقل کرنے کے بعد امام بخاریؒ نے انہیں غایت درجہ ثقہ قرار دیا ہے اور اپنی اس رائے کی تائید میں یحیٰ بن معینؒ کی شہادت بھی نقل کی ہے۔ یحیٰ بن معینؒ فن جرح وتعدیل میں امام مانے گئے ہیں۔ اسی طرح یحیٰ بن سعید قطانؒ بھی۔ (عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰) مسدد کے معنی ہیں صراطِ مستقیم کو ہمیشہ اختیار کرنے والا۔ مسدد بن مسرہد کا یہ تعارف بلاوجہ اور بے محل نہیں۔ لفظ کَـدَاء اور کُـدیٰ نے بوجہ مشابہت حرفی مؤرخین کے لئے شبہ پیدا کر دیا تھا کہ مکہ کے اردگرد کی پہاڑیوں میں سے کونسی پہاڑی کَدَاء اور کونسی کُدیٰ تھی۔ زیر باب عروہ ہی کی روایات (۱۵۷۹، ۱۵۸۰) میں کبھی کَدَاء ہے اور کبھی کُدیٰ ۔ اس شبہ کے ازالہ کی غرض سے روایت نمبر ۱۵۸۱ کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ کَدَاء اور کُدیٰ دو الگ الگ جگہیں ہیں۔ مکہ مکرمہ متعدد پہاڑیوں کے درمیان وادی بطحاء میں واقع ہے اور لوگ ان پہاڑیوں سے گزر کر شہر میں داخل ہوا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز اور اس کے بعد ایامِ حج وغیرہ میں داخل شہر ہونے کے لئے سب سے اونچی اور مشکل گھاٹی کو اختیار فرمایا۔ اس بارہ میں جو روایات نقل کی گئی ہیں؛ ان میں مسدد کی روایت صحیح اور واضح ہے۔

مسند صحیح بخاری نہ صرف مسائل متعلقہ عقائد واعمال ہی کی کتاب ہے بلکہ تاریخی واقعات کو بھی صحیح طور پر ضبط کرتی ہے۔اس لئے اس کا نام جامع رکھا گیا ہے۔آگے جا کر اس کتاب کی جامعیت واضح سے واضح تر ہوتی جائے گی۔ان روایتوں کے اختیار کرنے اور ان کو ترتیب دینے میں امام بخاریؒ نے عمیق غور وفکر سے کام لیا ہے۔اس سے جرح اور تعدیل میں بھی ان کی نظر ثاقب کا پتہ چلتا ہے۔

ہشام بن عروہ سے پانچ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔پہلی روایت (نمبر۱۵۷۷) سفیان بن عیینہ ہلالی سے مروی ہے جو صحت وضبطِ حدیث اور روایت میں ہر پہلو سے باتفاق اعلیٰ درجہ کے ثقہ مانے گئے ہیں۔یہ تابعی ہیں۔۱۰۷ھ میں مقامِ کوفہ میں پیدا ہوئے اور مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔سن وفات ۱۶۷ھ ہے۔زہریؒ کے شاگرد تھے۔امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور سفیان ثوریؒ جیسے علماء نے ان سے علم حدیث اخذ کیا۔(تھذیب التھذیب، من اسمہ سفیان- سفیان بن عیینہ) مسددؒ کی تائید میں ان کی روایت پیش کی گئی ہے اور یہ روایت معقول ہے۔تیسری روایت (نمبر۱۵۷۸) بھی معقول ہے جو ابواُسامہ حماد بن اُسامہ سے مروی ہے اور اس میں بظاہر یہ سقم ہے کہ کُدیٰ پہاڑی اونچائی پر واقع شدہ بتائی گئی ہے۔امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے کہ ابواسامہؒ سے یہ غلطی نہیں ہوئی بلکہ محمود بن غیلان سے ہوئی۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۵۲) روایت کا یہ سقم عمرو بن حارث اور حاتم بن اسماعیل کی روایتوں سے دور کیا گیا ہے۔(روایت نمبر۱۵۷۹، ۱۵۸۰) عمرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت جویریہؓ کے بھائی تھے۔یہ دونوں راوی ثقہ ہیں اور ان کی روایتوں میں کَدَاء گھاٹی اونچائی پر واقع شدہ بیان کی گئی ہے۔پانچویں روایت (نمبر۱۵۸۱) وہیب بن خالد سے منقول ہے۔اس میں بیان ہے کہ کَدَاء عروہ بن زبیر کے گھر کے قریب واقع ہے۔اس سے قبل کی روایت (نمبر۱۵۸۰) جو حاتم سے مروی ہے وہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔یہ دونوں روایتیں (نمبر۱۵۸۰، ۱۵۸۱) مرسل ہیں۔مگر تیسری روایت (نمبر۱۵۷۹) جو عمرو بن حارث سے موصولاً مروی ہے ان کے خلاف ہے۔اس میں کُدیٰ کا موقع ان کے مکان سے قریب بیان کیا ہے جس سے وہ اکثر آیا جایا کرتے تھے۔مرسل روایتوں (نمبر۱۵۸۰، ۱۵۸۱) پر موصول روایت (نمبر۱۵۷۹) مقدم کی گئی ہے۔حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مکانات کا محل وقوع اب تک محفوظ بتایا جاتا ہے اور وہاں جو خاندان ہے وہ اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتا ہے۔یہ گھر صفا ومروہ کے درمیان مروہ مقام کے قریب واقع ہے۔کَدَاء والا راستہ مقبرہ معلیٰ سے ہوتا ہوا صفا ومروہ کے درمیان سے گذرتا ہے جو صفا کی نسبت دامنِ مروہ سے زیادہ قریب ہے۔

بَاب ٤٢ : فَضْلُ مَكَّةَ وَ بُنْيَانُهَا

مکہ کی فضیلت اور اس کا بنایا جانا

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى: وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: (یعنی وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے اس گھر یعنی کعبہ کو اجتماع کی جگہ اور

مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۝۱۲۶ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۝۱۲۷ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۝۱۲۸ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۖ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۝۱۲۹ (البقرة:١٢٦-١٢٩)

باعث امن بنایا (اور حکم دیا) کہ مقامِ ابراہیم کو نماز گاہ بناؤ اور ہم نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو تاکیدی حکم دیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع کرنے والوں (اور) سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک اور صاف رکھنا۔ (اور وہ وقت بھی یاد کرو) جب حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی۔ اے میرے رب! اسے پُر امن شہر بنادے اور اس کے رہنے والوں کو ہر قسم کے پھل عطا کر یعنی ان میں سے ان کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: جو کفر کرے گا تو میں اسے بھی کچھ مدت تک فائدہ پہنچاؤں گا۔ پھر اسے جہنم کے عذاب کے لئے لاچار کردوں گا اور یہ بہت ہی بُرا انجام ہے اور جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ اس گھر کی بنیاد اٹھا رہے تھے (اور دونوں یہ دعا کرتے جاتے تھے:) اے ہمارے ربّ! ہماری طرف سے (یہ خدمت) قبول فرما۔ تو ہی ہے جو خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری نسل میں سے بھی اپنی ایک فرمانبردار اُمت پیدا کر اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے دکھا اور ہماری طرف مہربانی سے بار بار متوجہ ہو۔ تو بہت ہی توجہ کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

١٥٨٢ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ

۱۵۸۲: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوعاصم (نبیل) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابن جریج نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: عمرو بن دینار نے مجھے بتایا انہوں نے کہا کہ میں

اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى رَقَبَتِكَ فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ أَرِنِي إِزَارِي فَشَدَّهُ عَلَيْهِ.

اطرافه: ٣٦٤، ٣٨٢٩.

نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: جب کعبہ دوبارہ بننا شروع ہوا تو نبی ﷺ اور حضرت عباسؓ گئے کہ پتھر ڈھوئیں۔ حضرت عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اپنا تہ بند اپنے کندھے پر رکھ لو۔ (آپؐ نے ایسا ہی کیا) اور آپؐ زمین پر بے ہوش ہوکر گر پڑے اور آپؐ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں۔ آپؐ نے فرمایا: میرا تہ بند مجھے دکھانا۔ آپؐ نے اسے مضبوط باندھ لیا۔

١٥٨٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ.

۱۵۸۳: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ (بن عمرؓ) سے روایت کی کہ عبداللہ بن محمد بن ابی بکر نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ سے مروی ہے رضی اللہ عنہم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہاری قوم نے جب کعبہ بنایا تو اس نے حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں سے چھوٹا رکھا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر اس کو کیوں نہیں لوٹا دیتے؟ آپؐ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کفر سے نئی نئی نہ نکلی ہوتی تو میں ضرور ایسا کرتا۔

فَقَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَئِنْ

حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر

كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُرَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں رکنوں کا چومنا جو کہ حطیم کے قریب ہیں اسی لئے ترک کر دیا کہ بیت اللہ حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر پورے طور پر نہیں بنایا گیا تھا۔

اطرافه: ١٢٦، ١٥٨٤، ١٥٨٥، ١٥٨٦، ٣٣٦٨، ٤٤٨٤، ٧٢٤٣.

١٥٨٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ عَنِ الْأَسْوَدِ ابْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَدْرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوْهُ فِي الْبَيْتِ قَالَ إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ قُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا قَالَ فَعَلَ ذَلِكَ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوْا مَنْ شَاءُوْا وَيَمْنَعُوْا مَنْ شَاءُوْا وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوْبُهُمْ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أُلْصِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ.

۱۵۸۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوالاحوص (سلام بن سلیم حنفی) نے ہم سے بیان کیا کہ اشعث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسود بن یزید سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: میں نے نبی ﷺ سے (حطیم کی) دیوار کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ بیت اللہ کا (حصہ) ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا: پھر ان کو کیا ہوا کہ انہوں نے اسے بیت اللہ میں داخل نہیں کیا؟ آپؐ نے فرمایا: تمہاری قوم کے پاس اخراجات کم ہو گئے تھے۔ میں نے پوچھا: پھر اس کا یہ دروازہ کیوں اونچا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تمہاری قوم نے یہ اس لئے کیا کہ وہ جسے چاہیں اندر لے جائیں اور جس کو چاہیں روک دیں اور اگر تمہاری قوم جاہلیت سے قریب زمانہ کی نہ ہوتی جس سے مجھے اندیشہ ہے کہ ان کے دل بُرا مانیں گے کہ میں حطیم کو بیت اللہ میں شامل کروں اور بیت اللہ کے دروازہ کو زمین سے ملا دوں (تو ایسا کر دیتا۔)

اطرافه: ١٢٦، ١٥٨٣، ١٥٨٥، ١٥٨٦، ٣٣٦٨، ٤٤٨٤، ٧٢٤٣.

١٥٨٥ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا حَدَاثَةُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ ثُمَّ لَبَنَيْتُهُ عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّ قُرَيْشًا اسْتَقْصَرَتْ بِنَاءَهُ وَجَعَلْتُ لَهُ خَلْفًا قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ خَلْفًا يَعْنِي بَابًا.

۱۵۸۵: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اگر تمہاری قوم کفر سے قریب زمانہ کی نہ ہوتی تو میں اس گھر کو گرا دیتا اور پھر اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر بناتا۔ کیونکہ قریش نے اس کی عمارت کو چھوٹا کر دیا ہے اور میں اس میں ایک دوسرا (دروازہ پہلے دروازے کے) مقابل میں بنا دیتا۔ (اور) ابومعاویہ کہتے تھے: ہشام نے خلف ہی کا لفظ ہم سے بیان کیا۔ اس سے ان کی مراد دروازہ ہے۔

اطرافه: ١٢٦، ١٥٨٣، ١٥٨٤، ١٥٨٦، ٣٣٦٨، ٤٤٨٤، ٧٢٤٣.

١٥٨٦: حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا يَزِيْدُ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَأَمَرْتُ بِالْبَيْتِ فَهُدِمَ فَأَدْخَلْتُ فِيْهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ وَأَلْزَقْتُهُ بِالْأَرْضِ وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا فَبَلَغْتُ بِهِ أَسَاسَ إِبْرَاهِيْمَ فَذَلِكَ

۱۵۸۶: بیان بن عمرو نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یزید (بن ہارون) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) یزید بن رومان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: عائشہ! اگر تمہاری قوم جاہلیت سے قریب زمانہ کی نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کی نسبت حکم دیتا اور وہ گرایا جاتا۔ پھر اس میں مَیں وہ حصہ جو اس سے خارج کیا گیا تھا شامل کر دیتا اور اس (کی بنیاد) کو زمین سے ملا دیتا اور اس میں دو

الَّذِي حَمَلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَلَى هَدْمِهِ قَالَ يَزِيْدُ وَ شَهِدْتُّ ابْنَ الزُّبَيْرِ حِيْنَ هَدَمَهُ وَ بَنَاهُ وَ أَدْخَلَ فِيْهِ مِنَ الْحِجْرِ وَقَدْ رَأَيْتُ أَسَاسَ إِبْرَاهِيْمَ حِجَارَةً كَأَسْنِمَةِ الْإِبِلِ قَالَ جَرِيْرٌ فَقُلْتُ لَهُ أَيْنَ مَوْضِعُهُ قَالَ أُرِيْكَهُ الْآنَ فَدَخَلْتُ مَعَهُ الْحِجْرَ فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ فَقَالَ هَاهُنَا قَالَ جَرِيْرٌ فَحَزَرْتُ مِنَ الْحِجْرِ سِتَّةَ أَذْرُعٍ أَوْ نَحْوَهَا.

دروازے رکھتا ایک شرقی اور ایک غربی۔ اور ابراہیمؑ بنیاد تک اس کو لے جاتا۔ اس بات نے (حضرت عبداللہ) بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بیت اللہ کے گرانے پر آمادہ کیا۔ یزید کہتے تھے: میں حضرت ابن زبیرؓ کے پاس موجود تھا؛ جب انہوں نے اس کو گرایا اور بنایا اور اس میں حطیم کو داخل کیا اور میں نے ابراہیمؑ بنیاد کے پتھر بھی دیکھے جو اونٹوں کے کوہانوں جتنے تھے۔ جریر کہتے تھے کہ میں نے (یزید بن ہارون سے) پوچھا کہ ابراہیمؑ بنیاد کی جگہ کہاں ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں ابھی تم کو دکھائے دیتا ہوں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ حطیم میں داخل ہوا تو انہوں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: یہاں ہے۔ جریر کہتے تھے: میں نے حطیم کا چھ ہاتھ یا اس کے قریب اندازہ کیا۔

اطرافه: ۱۲٦، ۱٥٨٣، ۱٥٨٤، ۱٥٨٥، ۳۳٦٨، ٤٤٨٤، ۷۲٤۳۔

تشریح: فَضْلُ مَكَّةَ وَبُنْيَانُهَا: عنوانِ باب میں مکہ کی فضیلت اور اس کی تعمیر کا ذکر ہے اور اس ضمن میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں بیت اللہ کے قبلہ ٹھہرائے جانے کے ذکر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو دعائیں درج ہیں۔ اوّل رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا. یعنی اے میرے ربّ اس مقام کو پرامن شہر بنا اور دوسری وَارْزُقْ اَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ اس کے باشندوں کو رزق اور ثمرات (ثمرۂ محنت کا نتیجہ یعنی بارو بر) عطا کر۔ اس دعا کے پیش نظر عنوان میں مکہ کی تعمیر کا ذکر نمایاں کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ تعمیر بیت اللہ کی غرض و غایت ہی کی وجہ سے مکہ کو فضیلت حاصل ہوئی اور وہ غرض یہ تھی کہ بیت اللہ توحید باری تعالیٰ کا گھر بنایا اور اسے ہر ایک قسم کے شرک اور صنم پرستی سے محفوظ رکھا جائے تا معتکفین اور رکوع وسجود کرنے والے اپنی دنیاوی ضروریاتِ زندگی سے فارغ البال ہو کر خدا تعالیٰ کی عبادت پرامن فضا میں کرسکیں۔ (ابراھیم: ۳۵ تا ۳۸) ان آیات میں بھی اسی ابراہیمی دعا کا ذکر کیا گیا ہے: اِنِّی اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِی زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ...... یعنی میں نے اپنی ذریت کو بے آب وگیاہ وادی میں آباد کر دیا ہے۔ جہاں اسبابِ معیشت کی کوئی صورت نہیں اور غیر آباد پہاڑوں اور لق ودق بیابان میں واقع ہونے کی وجہ سے وہ امن کی جگہ بھی نہیں تو انہیں رزق دے اور اس جگہ کو حرم پرامن بنا۔ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ. اے ہمارے پروردگار! تاوہ

(فکر روزگار سے آزاد ہو کر یکسوئی سے) نماز قائم کریں۔ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف محبت سے مائل کر دے اور اس طرح ان کے رزق وامن کا سامان قہر وجبری وسائل سے نہیں بلکہ محبت اور اخلاقِ فاضلہ کی حکومت سے ہو۔ جس کا تختہ دلوں پر قائم ہوتا ہے۔ اس ابراہیمی دعا کی قبولیت کی طرف اشارہ کر کے سورۃ القریش میں اللہ تعالیٰ قریش پر احسان جتاتا ہے اور فرماتا ہے: فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ الَّذِيْ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّآمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ. قریش کو چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں (نہ کہ کسی اور کی) وہ رب جس نے کھانے کو بھی دیا اور خوف وخطر سے بچایا۔ غرض شہر مکہ کی مشارالیہ فضیلت اپنی ذات میں نہیں۔ بلکہ بیت اللہ کی وجہ سے ہے اور اس مقصد عظیم کے طفیل یہ فضیلت ہے جس کے لئے اس گھر کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے از سر نو رکھی گئی تھی۔

اس باب میں پانچ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ ایک روایت حضرت جابر بن عبداللہؓ کی ۱۵۸۲ اور باقی روایتیں حضرت عائشہؓ کی چار سندوں سے (نمبر ۱۵۸۳ تا ۱۵۸۶) ہیں۔ حضرت جابرؓ کی روایت تو مرسل ہے خود حضرت جابرؓ تعمیر کعبہ کے وقت موجود نہ تھے اور یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے کس شخص سے یہ واقعہ سنا ہے۔ ان کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بیت اللہ نئے سرے سے بنایا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شریک تھے۔ آس پاس کی پہاڑیوں سے آپؐ بھی اپنے چچا حضرت عباسؓ کے ساتھ پتھر ڈھوتے تھے۔ اس واقعہ سے متعلق مختلف روایتیں ہیں جو بوجہ غیر مستند ہونے کے امام موصوفؒ نے قبول نہیں کیں۔

قرآنِ مجید کی آیت اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ ......(آل عمران: ۹۷) میں تصریح ہے کہ سب سے پہلا گھر جس کی بنیاد لوگوں کی عبادت کے لئے رکھی گئی وہ ہے جو وادی مکہ میں ہے اور جسے سورۂ حج آیت ۳۰، ۳۴ میں اَلْبَيْتُ الْعَتِيْق (یعنی قدیم گھر) بھی کہا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی وحی کے تحت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے [وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ....(البقرۃ:۱۲۸)] اس کی بنیادوں کو دوبارہ بلند کیا۔

حضرت ابراہیمؑ کلدانی تھے اور ان کی پیدائش خاندانِ حمورابی کی پہلی سلطنت بابل کے ایام میں ہوئی۔ حمورابی عموری خاندان کا چھٹا بادشاہ تھا۔ یہ زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام سے دو ہزار چار سو ساٹھ سال قبل کا ہے۔ عاد اور ثمود کا زمانہ اس سے قبل کا ہے۔ قرآن مجید میں ان قوموں کا ذکر وارد ہوا ہے کہ ان میں بھی نبی مبعوث ہوئے تھے۔ جب شامیوں کی ہجرت عرب کے جنوبی علاقوں سے چار ہزار سال قبل مسیح عراقِ عرب کی شاداب وادیوں میں ہوئی تو عاد ثمود کی قوم میں علاقہ جات دوّ، دھناء، عالج، یبرین دبار اور حضرموت میں عمان اور یمن کے علاقہ جات اور حجر اور وادی قریٰ وغیرہ میں آباد تھیں۔ حضرت ہودؑ نبی ان میں بھیجے گئے اور حضرت صالحؑ نبی قوم ثمود میں مبعوث ہوئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام مدین میں مبعوث ہوئے۔ ان کا علاقہ ہوازن تھا جو اطرافِ شام سے متصل تھا۔ مدین سمندر کے کنارے عقبہ کے قریب ان کا تجارتی مرکز تھا۔ اس دور کی تاریخ کے اوراقِ پارینہ کی داستان کچھ تو عہد نامہ قدیم میں موجود ہے اور کچھ زبان زد خلائق قصوں اور رسم ورواج میں جھلک دکھاتی ہے جنہیں علامہ طبری نے اپنی تاریخ میں محفوظ کر لیا ہے اور اب موجودہ زمانے کے حیرت انگیز

اکتشافات ان کے آثارِ قدیمہ کو برسرِ مطالعہ لا رہے ہیں۔ ان سب پر نظر غائر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر میں جب سلطنت ثیبہ عروج پر تھی؛ اس کے تعلقات عربوں کے ساتھ بھی تھے۔ یہی سامی مہاجر عراق میں آرامی، شام میں آموری، کنعان وغیرہ میں کنعانی اور موآبی اور مصر میں رعاۃ (چرواہے) کہلائے اور مؤرخین نے ان سب کو عمالقہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ کلدانی اور عبرانی قوم بھی انہیں میں سے ایک شاخ تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بعد میں عبرانیوں کے جدامجد ہوئے۔ آپؑ کی پیدائش حضرت مسیح علیہ السلام سے دو ہزار سال قبل کلدانی شہر اُور (عراقِ عرب) میں ہوئی۔ بعد میں آپؑ اپنے والد کے ساتھ حران علاقہ میں منتقل ہوئے جو اُور کے مغرب میں واقع تھا اور آخر مذہبی مخالفت کی شدت پر آپؑ کو حران سے کنعان میں ہجرت کرنی پڑی اور یہاں سے آپؑ کی دور دور سفروں کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ جس کا کچھ ذکر تو عہد قدیم کے صحیفوں میں پایا جاتا ہے اور کچھ زبان زد روایات و عربوں کے رسم و رواج میں۔

(دیباچہ قوافل العرویہ جزء اوّل از محمد جمیل بہم بیروتی)

یہ ساری قومیں جن کا ذکر اختصار سے اوپر کیا گیا ہے ہر دور میں آپس میں تعلقات رکھتی رہی ہیں۔ جن کا ثبوت ان کی زبان سے بھی ملتا ہے اور تحریری کتبوں سے بھی جو تصویری زبان میں ہیں۔ پہلے خیال تھا کہ اس زبان کے موجد اوّل مصر کے سامی تھے مگر اب تازہ آثار سے ثبوت بہم پہنچا ہے کہ قدیم ترین سامی عرب تصویری زبان کے موجد اوّل ہیں نہ کہ مصری۔ قدیم مصریوں نے ان سے یہ طرزِ تحریر حاصل کی تھی۔ ارضِ حجاز نہایت ہی قدیم وقتوں میں جو موجودہ اصطلاح میں اَزمنہ قبل از تاریخ کے نام سے موسوم ہیں؛ بہت بڑی سلطنتوں کا گہوارہ عرصہ دراز تک بنی رہی اور مختلف جگہوں میں دفن شدہ قدیم آبادیوں کے کھنڈرات اور کتبے تصویری زبان میں جو آج کل برآمد ہو رہے ہیں پتہ دیتے ہیں کہ وادیٔ مکہ اقوامِ قدیمہ عاد و ثمود وغیرہ کا مذہبی مرکز تھی۔ خود قرآنِ مجید نے ان کا ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے سورۂ قٓ) محمد نعمان جارم مصری عالم نے اپنی تصنیف "ادیان العرب فی الجاهلیة" میں بیت اللہ کی قدامت کے بارے میں بعض روایتیں بھی نقل کی ہیں جن سے وادیٔ مکہ کی قدیم ترین مذہبی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

(ادیان العرب فی الجاهلية، تعظيم العجم والعرب لكعبة، صفحه ۳۲)

قرآنِ مجید نے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ (آل عمران:۹۷) فرما کر بیت اللہ کو پہلا گھر عبادتِ الٰہی کا قرار دیا ہے۔ نیز فرمایا: وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ (الحج:۳۰) یعنی چاہیے کہ وہ بیت عتیق کا طواف کریں۔ عتیق کے معنی قدیم اور دنیاوی حکومتوں سے آزاد۔ ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ بیت اللہ باعتبارِ قدامت اوّلیت سے ممتاز ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ارضِ بابل سے ہجرت اور کنعان میں سکونت اور اپنے اہل بیت اور ذریت میں سے ایک حصہ کو دور دراز سفر کی مشقت برداشت کر کے بے آب و گیاہ وادی کے کنارے رہنا اور ان کا اس میں آباد کرنا بلاوجہ نہیں ہو سکتا تھا اور زمانہ جاہلیت سے عربوں میں بیت اللہ کا حج، عمرہ اور اس کا طواف اور اس میں اعتکاف اور باقی مقامات میں عبادت اور قربانی کا وجود بھی بتاتا ہے کہ انہوں نے ملت ابراہیمی کی یادگار ایک حد تک قائم رکھی ہے۔ اس سے کم از کم اتنا

ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے ہی مناسک حج کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ حتیٰ کہ زمانہ جاہلیت میں بیت اللہ میں اعتکاف بھی ہوتا تھا۔ (روایت نمبر ۲۰۳۲) چنانچہ قرآن مجید میں مناسک کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے: وَاِذْ بَوَّأْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ○ (الحج: ۲۷،۳۸) یعنی اور (یاد کر) جب ہم نے ابراہیمؑ کو بیت اللہ کی جگہ پر رہائش کا موقع دیا (اور کہا) کہ کسی چیز کو ہمارا شریک نہ بناؤ اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے اور کھڑے ہو کر عبادت کرنے والوں کے لئے اور رکوع کرنے والوں کے لئے اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کر اور تمام لوگوں میں اعلان کردے کہ وہ حج کی نیت سے تیرے پاس آیا کریں؛ پیدل بھی اور ہر ایسی سواری پر بھی جو لمبے سفر کی وجہ سے دبلی ہوگئی ہو۔ (ایسی سواریاں) دور دور سے گہرے راستوں پر سے ہوتی ہوئی آئیں گی۔

اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور نشاندہی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وادی مکہ میں بیت اللہ کی بنیاد نئے سرے سے اٹھا کر مناسک حج کی سنت جاری کی ہے۔ یہ خلاصہ ہے اس موضوع کا؛ جس کے لئے اس باب میں فضیلتِ مکہ کا عنوان قائم کرکے اس کی طرف آیات محولہ بالا سے اشارہ کیا گیا ہے۔ (اس تعلق میں باب نمبر ۱،۲ کی تشریح بھی دیکھئے۔) باقی روایتیں بھی قریش کی اس نئی تعمیر سے متعلق ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ قریش نے سابقہ بنیاد سے ہٹا کر اسے بنایا جو جگہ چھوڑی گئی تھی اسے حطیم یا حجر کہتے ہیں۔ بوقت طواف اس کو بیت اللہ کا حصہ سمجھ کر اسے طواف میں شامل کیا جاتا ہے۔ قریش کے پاس سامانِ تعمیر کم ہوگیا تھا؛ اس لئے انہوں نے چھوٹا کر دیا۔ البتہ اس کی اونچائی دُگنی کر دی گئی۔ اس کے اندر چھ ستون بنائے گئے اور اس پر چھت بھی ڈالی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو بے چھت چوکور کوٹھا سا بنایا تھا۔ قریش نے اس دفعہ اس کا ایک دروازہ بھی رکھا جو زمین سے بہت اونچا اور تنگ تھا تا لوگ اپنی مرضی سے داخل ہونے کی کوشش نہ کریں۔ داخل کرنے والوں کی مرضی کے مطابق داخل ہوں۔ (روایت نمبر ۱۵۸۴)

فَذٰلِكَ الَّذِي حَمَلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ عَلٰى هَدْمِهِ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ بیت اللہ اصل بنیادوں پر بنایا جائے اور دروازہ اونچا نہ ہو۔ سطح زمین کے قریب ہو اور اس کے مقابل میں ایک اور دروازہ غربی جانب رکھا جائے تا لوگوں کو اندر آنے اور باہر جانے میں سہولت رہے۔ مگر اس اندیشہ سے کہ لوگ ابتلا میں پڑیں گے آپؐ نے ایسا نہیں کیا۔ ۶۴ھ میں آتش زدگی سے جب کعبہ کو نقصان پہنچا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کی دوبارہ تعمیر کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق حطیم کو بھی شامل کرلیا۔ انہوں نے کعبہ کے اندر بجائے چھ ستونوں کی جگہ صرف تین ستون ہی بنوائے۔ لیکن عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کے ذریعے گروا کر پھر بیت اللہ کو جیسا پہلے تھا ویسا ہی بنوا دیا۔ صرف تین ستونوں والی تبدیلی بحال رکھی اور توجیہہ یہ کی کہ جس بات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؛ اسے کرنے کا حق کسی کو نہیں پہنچتا اور روایت مذکورہ بالا میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۵۶۲،۵۶۴)

غرض ان چار روایتوں کا بلاوجہ اعادہ نہیں کیا گیا بلکہ بلحاظ مضمون وہ ایک دوسرے کے لئے بطور تتمہ ہیں۔ رہا یہ امر کہ ان روایتوں سے فضیلت مکہ کیسے ثابت ہوتی ہے؟ مندرجہ روایتوں کا تعلق دراصل عنوانِ باب کے دوسرے حصے سے ہے۔ یعنی تعمیر مکہ سے اور فضیلت کے بارہ میں آیت محولہ بالا پیش کی گئی ہے جس سے واضح ہے کہ مکہ مکرمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَاَمْنًا کے مطابق روحانی فیوض و برکات میں مرجع خلائق بنا اور لوگوں کو یہ حکم ہوا: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى (البقرة:۱۲۶) کہ مقام ابراہیم کو اپنی نماز گاہ بناؤ۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا کے سامنے سب سے پہلے واضح طور پر کامل نمونہ اس امر کا پیش کیا ہے کہ محبت الٰہی میں عاشقانِ الٰہی کو کس کس قسم کی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ عہد قدیم کی تاریخ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خداوند کے لئے ارضِ موعودہ میں متعدد قربان گاہیں قائم کیں۔ ایک کنعان میں بمقام نابلس (پیدائش۱۲:۷) دوسری قربان گاہ جو تورات میں بیت ایل کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔ نابلس کی قربان گاہ کو بھی بیت ایل یعنی بیت اللہ کہا گیا ہے۔ (پیدائش۱۲:۸) چنانچہ یہ مقام تاریخ میں خاص طور بتیل کے نام سے مشہور ہے جو نابلس اور خلیل الرحمٰن کے عین درمیان بیت المقدس سے سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور یہ حضرت یشوع کی پہلی فتح کا مقام ہے۔ آج کل اسے بلیتن کہتے ہیں۔ تیسری قربان گاہ دکن کی طرف سفر کرتے ہوئے بئر شیبہ میں بنائی۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو کنویں اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے پانچ کنویں کھدوائے جس سے اس جگہ کا نام بئر سبع (سات کنویں) مشہور ہوا۔ شیبہ کے معنی قسم قسم کا کنواں۔ یہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جنوب کی طرف پے در پے سفر کرتے ہوئے مصر کا رُخ کیا۔ (پیدائش۱۲:۹) تورات کے بیان کے مطابق ایک چوتھی قربان گاہ حبرون (خلیل الرحمٰن) میں بنائی۔ (پیدائش۱۳:۱۸) ان امور سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ آپ کے یہ سفر اور آپ کی یہ قربان گاہیں کسی خاص حکم اور معین مقصد کے ماتحت تھیں۔ توحید کی خاطر اپنے خویش و اقارب اور اپنا ملک و وطن چھوڑنے اور اپنے اکلوتے بیٹے کا ذبیحہ پیش کرنے پر آمادگی کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بشارتیں متعدد بار دیں؛ کثرتِ نسل اور موعودہ ملک کی وراثت۔ (پیدائش۱۳:۱۵تا۱۷) اور انہیں حکم دیا کہ اس زمین کے طول و عرض میں چکر لگاؤ۔ مشرق و مغرب میں بھی اور شمال و جنوب میں بھی۔ دراصل ہجرتِ ابراہیمی کی ابتداء ایک مہتم بالشان حکم اور وعدہ الٰہی کے ساتھ ہوئی تھی۔ (پیدائش۱۲:۱تا۳) اور ارض موعودہ میں کنعان، عرب و مصر وغیرہ کے علاقے بھی شامل تھے۔ (پیدائش۱۵:۱۸) عہد قدیم کی تاریخ اور جغرافیہ سے ناقابل انکار شہادت ملتی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد اَرضِ حجاز میں چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ ان کے بیٹوں کے نام قیدار، دوماہ، تیماء وغیرہ کے علاقہ جات اب تک مشہور ہیں۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے فصل الخطاب- آنحضرت ﷺ کے متعلق تیسری بشارت ''حضرت اسماعیلؑ کے بیٹوں کی سکونت گاہ'' صفحہ۲۷۹تا۲۸۲)

اہل عرب کی قومی روایات اور مذہبی رسومات کا ابراہیمی طریقِ عبادت (طواف) اور مناسکِ ابراہیمی یعنی قربانی وغیرہ سے مطابقت نیز ان کے درمیان عہد کا نشان یعنی ختنہ کی رسم کا پایا جانا جو حضرت اسماعیلؑ کی ولادت پر بطور نشانِ ابدی عہد قائم ہوا۔ (پیدائش باب ۱۷) علاوہ ازیں حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف عربوں کا

منسوب ہونا اوران امور سے متعلق اقوام عرب کا نسلاً بعد نسلٍ اتفاق؛ یہ سب باتیں بیّن شہاداتِ متواترہ ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وادئ مکہ سے گہرا تعلق ہے اور کعبہ وہ بیت ایل ہے جس کی بنیادیں بھی انہی کے مبارک ہاتھوں سے اُٹھائی گئی تھیں۔ کیونکہ وہ جہاں کہیں بھی وحی الٰہی کے ماتحت موعودہ ملک کے کسی حصہ میں گئے وہاں ضرور قربان گاہ قائم کی۔ کنعان سے جنوب کی طرف واقع ملک قادس اور صحرائے شور کے درمیان حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رہائش اختیار کرنے کا پتہ بھی بائبل سے چلتا ہے۔ (پیدائش باب۲۰ آیت ۱) قادس اور صحرائے شور (جفار) عرب کا خالص حصہ ہیں۔ اسی سفر کے اثناء میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اس سے بہت قبل پیدا ہو چکے تھے اور ان کی عمر ۱۳ برس سے زائد ہو چکی تھی۔ (پیدائش باب۱۷ آیت۲۱ تا۲۷) اور ذبیحہ کا واقعہ بھی اسی سفر سے متعلق ہے۔ (پیدائش۲۲: ۱تا۱۹) گو موجودہ تورات میں ذبیحہ کا موضوع حضرت اسحٰق علیہ السلام کو بنایا گیا ہے مگر امتحان کی تلخی اور اس میں غایت درجہ وفاداری کا نمونہ اس وقت نمایاں ہوسکتا ہے کہ جب تعبیر خواب کی چھری اکلوتے بیٹے کی گردن پر رکھی گئی ہو۔ عربی تورات میں مشارالیہ وحی الٰہی کے الفاظ فَلَمْ تَمْسِکْ ابْنَکَ وَحِیْدَکَ عَنِّیْ ہیں۔ (پیدائش۲۲: ۱۲تا۱۶) حضرت ہاجرہ کی ہجرت کا واقعہ بھی اسی صحرا سے تعلق رکھتا ہے جہاں انہوں نے تسلی بخش خواب دیکھا اور جس کی وجہ سے انہوں نے چشمہ کا نام ''بَرلَحی رئی'' رکھا۔ (پیدائش ۱۶: ۱۴) عریش اس کے قریب واقع ہے۔ حضرت اسحٰقؑ اکلوتے بیٹے نہیں کہلا سکتے کیونکہ حضرت اسماعیلؑ ان کے پلوٹھے بیٹے موجود تھے۔ اگرچہ یہودیوں اور عیسائیوں نے حضرت اسماعیلؑ کو لونڈی کا بیٹا قرار دے کر ان کو نبوت کی وراثت سے محروم کیا ہے۔ مگر تورات نے ان کو نبوت اور موعودہ برکات سے محروم نہیں کیا۔ (پیدائش ۱۶: ۱۰تا۱۳ نیز ۱۷: ۲۰) بلکہ انہی کو سب سے اول موعودہ برکات کا وارث ٹھہرایا ہے جس کی وجہ سے ابدی عہد کا نشان ان کو پہلے پہل لگایا گیا۔ (پیدائش ۱۷: ۱۰تا۱۵)

علاوہ ازیں ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ عہد قدیم کی تاریخ یعنی کتاب پیدائش حضرت اسحٰق علیہ السلام کی سوانح زندگی کو مفصل بیان کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ کہاں اور کس طرح ان کی شادی کا انتظام ہوا اور کیا کیا واقعات انہیں پیش آئے مگر اس کے برعکس حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سوانح حیات کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے۔ صرف ان کی اولاد کی ایک مختصر سی فہرست دے کر اس کے بعد حضرت اسحٰق وحضرت یعقوب علیہما السلام کے سوانح حیات کا ذکر مفصل کرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کنعان و فلسطین کی تاریخ قدیم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا کوئی مقام نہیں جبکہ خطۂ عرب اور اس کی تاریخ میں ان کا اور ان کی اولاد کا تذکرہ پایا جاتا ہے اور اس کے طول وعرض میں ان کے آثار جا بجا ملتے ہیں۔ یہ امر ثبوت ہے اس بات کا کہ عرب کا علاقہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جائے ہجرت ہے۔ جس میں وہ ایسے طور سے جا بسے کہ ان کا تعلق ارضِ کنعان سے تقریباً منقطع ہو گیا اور یہ کہ ان کے ماویٰ ومسکن اور ان کے سوانح حیات سے متعلق عربوں کی تاریخ قدیم زیادہ قابل اعتبار ہے؛ بہ نسبت عہدِ قدیم کی کنعانی تاریخ کے جو اس بارے میں خاموش ہے یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت

اسماعیل علیہ السلام کے متعلق بہت سی برکات کا وعدہ فرمایا تھا اور ان کی نسل کو ایک بہت بڑی قوم بنائے جانے کی بشارت دی اور جبکہ تورات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کے ایک بنجر اور غیر آباد علاقہ کی طرف ہجرت کرنے کا واقعہ بھی مذکور ہے بلکہ اس امر کی بھی صراحت ہے کہ یہ مقامِ ہجرت فاران کا بیابان ہے تو پھر اگر ان سب باتوں کی مصداق عرب کی قوم اور ارضِ حجاز نہیں تو ان کے علاوہ کونسی دوسری قوم ہے جو اپنے آپ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل قرار دیتی ہے اور کونسا علاقہ ہے جس میں بنی اسماعیل کے آثار ونشانات ایسے واضح طور پر پائے جاتے ہیں جیسے ارض حجاز میں پائے جاتے ہیں۔ کہاں قیدار، دوماہ اور تیماء کے قبیلے آباد ہیں اور کس جگہ یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کے مطابق مدیان اور عیفہ کی سانڈنیاں آئیں جن کے متعلق لکھا ہے کہ سباء سے آئیں گی اور خداوند کی حمد کا اعلان کریں گی۔(یسعیاہ۶۰:۶) ہاں بیت ایل کے پاس یہ سانڈنیاں اور اونٹوں کی قطاریں اور قیدار کی ساری بھیڑیں جمع ہوئیں اور نبیط (ابن اسماعیل) کے مینڈھے خداوند کی منظوری کے واسطے مذبح پر چڑھائے جاتے ہیں۔ یقیناً سوائے مکہ اور کعبہ کے نوشتہ کی یہ بشارتیں کسی اور بزرگی اور شوکت والے گھر پر چسپاں نہیں ہوسکتیں اور یہود اور نصاریٰ مذکورہ بالا سوال کا جواب تا قیامت نہیں دے سکتے۔ مزید دیکھئے تشریح باب نمبر ۵۷۔

بَاب۴۳ : فَضْلُ الْحَرَمِ

حرم کی فضیلت

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى: اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۫ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ (النمل:۹۲)

اور یہ جو آیت ہے: اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر کے اس ربّ کی عبادت کروں جس نے اس کو حرم قرار دیا ہے۔ اسی کی ہر شے ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہو جاؤں۔

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۸﴾ (القصص:۵۸)

اور یہ آیت: اور کیا ہم نے انہیں ایک ایسے پرامن حرم میں مضبوط نہیں کیا کہ جن کی طرف ہر قسم کے میوے ہماری طرف سے بطور رزق لائے جاتے ہیں (یہ سب کچھ ہے) مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

۱۵۸۷ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ

۱۵۸۷: علی بن عبداللہ (بن جعفر) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) جریر بن عبدالحمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں

مَّنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا.

نے منصور سے، منصور نے مجاہد سے، مجاہد نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اس شہر کو اللہ نے حرم قرار دیا ہے۔ اس کا کانٹا نہ توڑا جائے اور نہ اس کا شکار بھگایا جائے اور نہ اس کی گری پڑی چیز کوئی اُٹھائے؛ سوائے اس شخص کے جو اُس کی شناخت کرائے (تا جس کی ہو اُس کو پہنچ جائے۔)

اطرافہ: ۱۳۴۹، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۲۰۹۰، ۲۴۳۳، ۲۷۸۳، ۲۸۲۵، ۳۰۷۷، ۳۱۸۹، ۴۳۱۳۔

تشریح: **فَضْلُ الْحَرَمِ:** حرم عربی زبان میں قابل تعظیم اور محفوظ شئی کو کہتے ہیں۔ جس کی حمایت وحفاظت اور ادب انسان کے لئے ضروری ہو۔ بیوی کو حرم اسی لئے کہتے ہیں اور شرعی اصطلاح میں بیت اللہ کا وہ احاطہ ہے جو بیت اللہ کی وجہ سے قابل ادب اور امن کی جگہ ہے۔ ہر قسم کا جنگ وجدال اور خلافِ شریعت فعل اس میں قطعی طور پر ممنوع ہوتا ہے۔ جیسا کہ باب کی حدیث سے واضح ہے۔ حرم کا یہ مفہوم مکہ مکرمہ اور اس کے مضافات پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ عنوانِ باب میں جو دو آیتیں درج ہیں ان سے سارا شہر حرم قرار دیا گیا ہے۔ روایت نمبر ۱۵۸۷ مزید تشریح کے لئے لائی گئی ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ کے علاقے اور شکارگاہیں وغیرہ بھی حرم ہیں۔ حرم کا حدود اربعہ مدینہ کی طرف تین میل۔ جس میں تنعیم بھی واقع ہے۔ یمن اور عراق کی طرف سات میل، جدہ کی طرف دس میل، جعرانہ کی طرف پانچ میل اور طائف کی طرف گیارہ میل۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۲۲) ان حدود میں واقع شدہ بستیاں مکہ مکرمہ کے لئے بطور محافظ تھیں۔ آیت اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا آمِنًا (القصص: ۵۸) کا یہ مفہوم بھی ہے کہ ہم نے بیت اللہ کی عزت دلوں میں اس طور سے قائم کر دی ہے کہ اہل بادیہ اس کی حفاظت وحمایت کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتے ہیں۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد خزاعہ اور ہوازن وغیرہ قبائل کا آنحضرت ﷺ سے جنگ کے لئے بھڑک اُٹھنا اسی مذہبی حمیت کی وجہ سے تھا۔ مکہ مکرمہ کے بعض اطراف میں غیر آباد کوہستانی سلسلہ ہے؛ اس لئے حدودِ حرم کی مسافت مختلف جہت سے کم وبیش ہے۔ ان حدود سے آگے کا علاقہ حِلّ کہلاتا ہے۔ اسی حِلّ وحَرَم کا ذکر حضرت زین العابدین ابن حسینؓ کے متعلق مشہور مرثیہ میں کیا گیا ہے:

هٰـذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطْأَتَهُ وَالْبَيْتُ يَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَمُ

(الأغاني، الجزء الخامس عشر، أخبار الحزين ونسبه)

حرم کے آداب میں سے ہے کہ اس کے اندر محرماتِ الٰہیہ کا خاص طور پر پاس رکھا جائے اور کوئی شخص اس کے امن میں کسی قسم کا رخنہ نہ ڈالے۔ بلکہ حرم کے اندر خشوع وخضوع سے عبادت کی جائے اور ذکر الٰہی اور دعائیں کثرت سے ہوں۔

بَاب ٤٤ : تَوْرِيْثُ دُوْرِ مَكَّةَ وَبَيْعُهَا وَشِرَائُهَا

مکہ کے گھر وراثت میں دینا اور ان کا بیچنا اور ان کا خریدنا

وَأَنَّ النَّاسَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سَوَاءٌ خَاصَّةً لِقَوْلِهِ تَعَالٰى: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ۭ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (الحج: ٢٦)

اور لوگ خاص کر مسجد حرام میں برابر ہیں۔ خصوصاً اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کی راہ سے اور اس مسجد حرام سے روک رہے ہیں جس کو ہم نے سبھی لوگوں کے لئے بنایا ہے۔ اس کے باشندے اور اہل بادیہ برابر ہیں اور جس نے ناحق اس کی بے حرمتی کرنے کا ارادہ کیا ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

{قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ☆} الْبَادِي الطَّارِئُ مَعْكُوْفًا مَحْبُوْسًا.

{ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا:☆} بَادِی (کے معنی ہیں) باہر سے آنے والا۔ مَعْكُوف (جو قرآن میں آیا ہے اس کے معنی ہیں) روکے ہوئے۔

١٥٨٨ : حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيْنَ تَنْزِلُ فِي دَارِكَ بِمَكَّةَ فَقَالَ وَهَلْ تَرَكَ عَقِيْلٌ مِنْ رِبَاعٍ أَوْ دُوْرٍ وَكَانَ عَقِيْلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا شَيْئًا لِأَنَّهُمَا

١٥٨٨: اصبغ (بن فرج) نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبداللہ) بن وہب نے مجھے بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے علی بن حسین سے، انہوں نے عمرو بن عثمان سے، عمرو نے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپؐ مکہ کے اپنے محلّہ میں کہاں اُتریں گے؟ آپؐ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی محلّہ یا مکان چھوڑا ہے اور عقیل اور طالب (اپنے باپ) ابوطالب کے وارث ہوئے

☆ الفاظ "قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ٥٦٨) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

كَانَا مُسْلِمَيْنِ وَكَانَ عَقِيْلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ لَا يَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانُوْا يَتَأَوَّلُوْنَ قَوْلَ اللهِ تَعَالٰى: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ الْاٰيَةَ (الأنفال: ۷۳)

تھے اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے ان سے وراثت میں کچھ نہیں لیا تھا۔ کیونکہ وہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل اور طالب کافر۔ اس لئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ ابن شہاب نے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کرتے تھے: جو ایمان لائے ہیں اور ہجرت کی ہے اور انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کو جگہ دی اور ان کی مدد کی؛ وہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

اطرافه: ۳۰۵۸، ۴۲۸۲، ۶۷۶۴۔

تشریح: تَوْرِيْثُ دُوْرِ مَكَّةَ وَبَيْعُهَا: بعض نے بیت اللہ کی عزت کے منافی سمجھا ہے کہ مکہ کے گھر بیچے یا خریدے یا ورثے میں دیئے جائیں۔ یہ مسئلہ بھی از قبیل غلوّ ہے۔ امام ابن حجرؒ کی رائے ہے کہ یہ باب ایسی روایتوں کے ردّ میں قائم کیا گیا ہے جن سے مذکورہ بالا رائے کی تائید ہوتی ہو۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۶۸) علامہ عینی نے بھی ایسی روایتوں کا پایا جانا تسلیم کیا ہے جن میں سے علقمہ بن نضلہ کی ایک مشہور روایت ہے اور اس کو امام طحاویؒ نے بھی مختلف سندوں اور ثقہ راویوں سے نقل کیا ہے۔ خلاصہ ان کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں گھر نہیں بیچے جاتے تھے اور نہ وہ کرایہ پر دئے جاتے تھے اور کھلی چراگاہیں تھیں جن میں ریوڑ چراتے اور جہاں کوئی چاہتا؛ رہتا۔ اسی طرح امام طحاویؒ نے ایک اور روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعبہ کے گھروں کا بیچنا یا انہیں کرایہ پر دینا جائز نہیں۔ (شرح معانی الآثار، كتاب البيوع، باب بيع أرض مكة وإجاراتها، جزء۴ صفحہ ۴۸، ۴۹) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۲۲۵) عبدالرزاق نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ عطاء بن ابی رباح حرم میں مکان کرایہ پر دینے سے منع کیا کرتے تھے اور انہوں نے ابن جریج کو بتایا کہ حضرت عمرؓ نے مکہ مکرمہ میں گھروں کے آنگنوں اور ان کے سامنے خالی جگہوں کا احاطہ کر کے بند کرنے سے روکا کہ مبادا حاجیوں کو ٹھہرنے میں دقت ہو۔ (مصنف عبد الرزاق، كتاب المناسك، باب فی الحرم وهل تبوّب دور مكة والكراء بمنى، روایت نمبر ۹۲۱۰، جزء۵ صفحہ ۱۴۶) لوگوں نے مسافروں کے ازدحام سے بچنے اور اپنی جگہوں سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے چار دیواریاں بنا کر ان کو دروازوں سے محفوظ رکھنے اور کرایہ پر دینے کا طریق شروع کر دیا تھا۔ جس سے حضرت عمرؓ نے منع فرمایا اور مہمانِ بیت اللہ کے ساتھ حسن سلوک برتنے کی تلقین کی۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۶۹) یہ ایک انتظامی صورت

تھی مگر بعد میں اس قسم کی روایتوں کے پیش نظر فقہاء نے اس باب کو مسئلہ کی شکل وصورت دے دی۔ بعض نے جواز کا اور بعض نے عدمِ جواز کا فتویٰ دیا یہاں تک کہ عدمِ جواز کا فتویٰ دینے والوں نے آیت سَوَآءَ الْعٰكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ سے بھی استنباط کیا۔ ائمہ مالکؒ، ثوریؒ، ابوحنیفہؒ اور عطاء بن ابی رباحؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ مگر امام ابو یوسفؒ وامام شافعیؒ وامام احمد بن حنبلؒ نے گھروں کا بیچنا اور کرایہ پر دینا جائز قرار دیا ہے اور اسی فتویٰ کے جواز میں روایت نمبر ۱۵۸۸ سے استدلال کیا ہے۔ کیونکہ اس میں عقیل کا حق وراثت تسلیم کیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید کی محولہ بالا آیت سے جو استدلال کیا گیا ہے ان کے نزدیک صحیح نہیں کیونکہ اس میں بجائے حرم؛ مسجد حرام کی تخصیص کی گئی ہے اور اس سے مراد عارضی طور پر آنے والے لوگ ہیں۔ ان کے مستقل قیام کا سوال نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۲۵) (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۶۹) اسی طرف توجہ دلانے کے لئے امام بخاریؒ نے لفظ اَلْبَادِ کی شرح لفظ الطَّارِئ سے کی ہے۔ طَرُوْء بمعنی عارضی طور سے آنا اور الطَّارِئ کے معنی عارضی طور پر آنے والا اور لفظ عَاكِف کے معنے مقیم، مستقل رہائش رکھنے والا۔ (لسان العرب تحت لفظ طرأ، عکف) امام بخاریؒ نے لفظ عَاكِف کی جگہ مَعْكُوْفًا کی جو شرح اختیار کی ہے تو درحقیقت اس سے وہ ان فقہاء کا استدلال نظر انداز کر رہے ہیں جنہوں نے آیت سَوَآءَ الْعٰكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ کی بناء پر فتویٰ دیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں مکانات فروخت کرنا اور کرایہ پر دینا جائز نہیں اور آیت وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ (الفتح:۲۶) کی طرف توجہ منعطف کی ہے کہ اہل مکہ نے مسلمانوں کو حج کرنے سے روکا اور قربانیاں ذبح نہیں ہونے دیں۔ اس لئے آیت سَوَآءَ الْعٰكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ کا مفہوم یہ ہے کہ سب لوگ مسجد حرام میں آزادی سے مذہبی فرائض ادا کر سکتے ہیں۔ کوئی حق نہیں رکھتا کہ دوسرے کو روکے۔ کسی خرید وفروخت اور کرایہ پر مکان دینے کی ممانعت سے آیت کا تعلق نہیں۔ امام موصوفؒ نے مذکورہ بالا فقہی استنباط کی غلطی واضح کرنے کی غرض سے ہی وَأَنَّ النَّاسَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سَوَاءٌ خَاصَّةً کے الفاظ بڑھائے ہیں۔ یعنی تمام لوگ بیت اللہ میں عبادت گزاری کا حق رکھتے ہیں۔

بَاب ٤٥ : نُزُوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں اُترنا

{قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ نُسِبَتِ الدُّوْرُ إِلَى عَقِيْلٍ وَتُوْرَثُ الدُّوْرُ وَتُبَاعُ وَتُشْتَرٰى☆}

{ابوعبداللہ نے کہا: گھر عقیل کی طرف منسوب ہوئے اور گھر وراثتاً دیئے جاتے ہیں اور بیچے بھی جاتے ہیں اور خریدے بھی جاتے ہیں۔☆}

۱۵۸۹ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا

۱۵۸۹: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:)

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۵۷۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أَرَادَ قُدُوْمَ مَكَّةَ مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ.

شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ابوسلمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ کو آنے کا ارادہ کیا؛ فرمایا: کل ہماری منزل خیف بنی کنانہ میں ہوگی جہاں (قریش نے) کفر پر ایک دوسرے سے قسمیں لی تھیں۔

اطرافه: ۱۵۹۰، ۳۸۸۲، ٤۲۸٤، ٤۲۸٥، ۷٤۷۹.

۱۵۹۰: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَدِ يَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ بِمِنًى نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ يَعْنِي بِذَلِكَ الْمُحَصَّبَ وَذَلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا وَكِنَانَةَ تَحَالَفَتْ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَوْ بَنِي الْمُطَّلِبِ أَنْ لَا يُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ حَتَّى يُسْلِمُوْا إِلَيْهِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ سَلَامَةُ عَنْ عُقَيْلٍ وَيَحْيَى بْنُ الضَّحَّاكِ عَنِ

۱۵۹۰: حمیدی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ولید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اوزاعی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: زہری نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر سے اگلے دن (یعنی گیارھویں ذوالحج) کو جبکہ آپؐ منیٰ میں تھے؛ فرمایا: ہم کل خیف بنی کنانہ میں اُتریں گے جہاں انہوں نے کفر پر ایک دوسرے سے قسمیں لی تھیں۔ اس سے آپؐ کی مراد مقام محصب تھا اور یہ واقعہ یوں ہوا تھا کہ قریش اور کنانہ نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب یا بنی مطلب کے خلاف ایکا کر کے آپس میں ایک دوسرے سے قسمیں لی تھیں کہ نہ ان سے بیاہ شادی ہوگی اور نہ خرید و فروخت کریں گے تاوقتیکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سپرد کر دیں۔ اور سلامہ (بن روح) نے عقیل سے اور یحییٰ بن ضحاک نے اوزاعی سے یہ

الْأَوْزَاعِيّ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ وَقَالَا بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ بَنِي الْمُطَّلِبِ أَشْبَهُ.

روایت نقل کرتے ہوئے کہا کہ ابن شہاب نے مجھے بتایا اور ان دونوں نے الفاظ بنی ہاشم اور بنی مطلب روایت میں نقل کئے ہیں۔ ابوعبداللہ نے کہا: بنی مطلب کا لفظ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اطرافه: ۱۵۸۹، ۳۸۸۲، ٤٢٨٤، ٤٢٨٥، ۷٤۷۹۔

تشریح: **نُزُوْلُ النَّبِيِّ ﷺ مَكَّةَ:** امام بخاریؒ نے سابقہ باب کو مصدر یہ رکھ کر اپنی رائے ظاہر نہیں کی تھی بلکہ صرف ایک فریق کے استدلال کو غلط ثابت کیا تھا مگر اس باب میں اپنی رائے ظاہر کر دی ہے۔ اس ضمن میں جو دو روایتیں نقل کی گئی ہیں وہ دونوں مل کر مضمون بالکل واضح کر دیتی ہیں۔ پہلی روایت میں بنی کنانہ کی طرف علاقہ منسوب کیا گیا ہے۔ خَيْف کے معنی پہاڑی کا ڈھلوان جو سیلاب کی زد سے باہر ہو۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۲۹) دوسری روایت سے واضح کیا ہے کہ یہ علاقہ محصب تھا جس میں نضر بن کنانہ کی اولاد آباد تھی اور وہ اس کے مالک تھے۔ قریش بھی نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے تھے۔ چونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور آپؐ کا مقاطعہ کرنے میں پیش پیش تھے اس لئے ان کا ذکر خصوصیت سے علیحدہ کیا گیا ہے۔ پہلی روایت میں لفظ غَدًا سے وقت کی تعیین نہیں ہوتی۔ دوسری روایت نے اس کی وضاحت کر دی ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو آپؐ کس جگہ تھے یعنی وَهُوَ بِمِنًى. یہ تشریح بھی زہریؒ سے مروی ہے۔ مقاطعہ کا محولہ بالا واقعہ دعویٔ نبوت کے ساتویں سال میں ہوا اور تین سال رہا۔ اس کی تفصیل کتاب الجهاد و السير، باب۲ میں دیکھئے۔

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ بَنِى الْمُطَّلِبِ اَشْبَهُ: مطلب اور ہاشم دونوں بھائی تھے اور عبد مناف کے بیٹے۔ قریش نے مقاطعہ بنی عبد مناف سے کیا تھا۔ اس لئے صحیح روایت وہ ہے جس میں بنی ہاشم اور بنی مطلب کے مقاطعہ کا ذکر ہے۔ عبدالمطلب چونکہ ہاشم کے بیٹے تھے، اس لئے بنی ہاشم کہہ کر بنی عبدالمطلب کا ذکر کرنا عبث تھا۔ (اس تعلق میں کتاب الجهاد و السير، باب ۱۸۰ روایت نمبر ۳۰۵۸ بھی دیکھئے۔) مقاطعہ کا واقعہ ۶۱۶ء کا ہے۔ شجرۂ نسب کے لیے کتاب المناقب، باب۲ ملاحظہ کریں۔

بَاب ٤٦ : قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۶﴾

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: اور جب ابراہیمؑ نے دعا کی اے میرے ربّ! اس شہر کو پر امن بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بچا کہ ہم بتوں کو پوجیں۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ اے میرے ربّ! انہوں نے تو بہت سے لوگوں کو بہکا

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ الْآيَةَ

(إبراهيم: ۳۶-۳۸)

دیا ہے۔[پس جس نے میری پیروی کی تو وہ یقیناً مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تُو بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اے ہمارے ربّ! یقیناً میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو ایک بےآب وگیاہ وادی میں تیرے معزز گھر کے پاس آباد کردیا ہے۔ اے ہمارے ربّ! تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے۔]

تشریح: باب کا الگ عنوان قائم نہیں کیا گیا۔ شارحین نے اس کی کوئی معقول توجیہہ پیش نہیں کی جو قابل ذکر ہو۔ البتہ کرمانیؒ کا خیال ہے کہ چونکہ اس آیت کے مطابق امام بخاریؒ کو کوئی روایت نہیں ملی؛ اس لیے عنوانِ باب پر اکتفا کیا ہے۔ (شرح البخاری کرمانی جلد ۸ صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲) (عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۲۳۱) لیکن یہ توجیہہ تسلی بخش نہیں۔ اس سے قبل بھی متعدد بار اسی قسم کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ اس باب کا تعلق دراصل سابقہ ابواب کے مضمون سے ہے۔ اس لئے عنوان قائم کرکے اسے سابقہ ابواب سے وابستہ کردیا ہے اور کوئی روایت درج نہیں کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دعا میں عرض کرتے ہیں: اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ. یعنی میں نے تیری ربوبیت پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنی اولاد کو ایک بنجر زمین میں ٹھہرایا ہے۔ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝ (ابراهيم: ۳۸) انہیں ممتاز بنا کہ لوگوں کے دل ان کی طرف جھکیں اور انہیں رزق عطا کر۔ آیت سَوَآءً الْعٰكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ سے مساوات کا جو مفہوم نکالا گیا ہے وہ درست نہیں۔ ذریتِ ابراہیمؑ کو اس خداداد ملکیت اور اس کے ثمرات سے محروم رکھنا اور ان سے ہر قسم کا امتیاز چھین لینا منشاءِ دعا کے منافی ہے۔ اس لطیف استدلال سے امام موصوفؒ نے ایسے مسائل کا ردّ کیا ہے جن میں غلوّ ہو۔ احکام کے تعلق میں امام بخاریؒ کا وقفہ وقفہ پر قرآنِ مجید کی آیات کا حوالہ دینے سے جو اصل مقصود ہے، اس کا ذکر باب ۱ و ۲ کی محولہ آیات کے ضمن میں کیا جا چکا ہے۔ یعنی فقیہانہ موشگافیاں حج کے اصل مقصد کو ذہنوں سے اوجھل نہ کردیں۔ چنانچہ باب ۴۵ کے تحت کوئی آیت درج نہیں اور ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو لق ودق بیابان میں آباد کرنے کی غرض و غایت کا ذکر کیا ہے جو ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔ استیصالِ شرک اور قیامِ توحید میں اولاد کو شریک رکھنا اور انہیں اس مقدس غرض و غایت کے لئے وقف کردینا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس تعلق میں تفسیر کبیر۔ تفسیر سورۃ الفیل و سورۃ القریش بھی دیکھئے۔

بَاب ٤٧ : قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ۭ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۹۸

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو بیت الحرام ہے لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے اور حرم کے مہینہ (یعنی ذوالحج) کو بھی اور قربانی کے جانوروں کو اور قربانی کی علامت کے طور پر پٹے پہنائے ہوئے جانوروں کو۔ یہ (تنبیہ) اس لیے ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ اُسے خوب جانتا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔ (المائدة:۹۸)

۱۵۹۱ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

اطرافه: ۱۵۹٦.

۱۵۹۱: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) زیاد بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہریؒ سے، زہری نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: کعبہ کو حبشیوں میں سے چھوٹی پنڈلیوں والا ویران کرے گا۔

۱۵۹۲ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ هُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ

۱۵۹۲: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے روایت کی۔ عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ اور محمد بن مقاتل نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عبداللہ جو مبارک کے بیٹے ہیں؛ نے مجھے بتایا۔

الزُّهْرِيّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ قَبْلَ أَنْ يُّفْرَضَ رَمَضَانُ وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيْهِ الْكَعْبَةُ فَلَمَّا فَرَضَ اللهُ رَمَضَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ أَنْ يَّصُوْمَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَّتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ.

انہوں نے کہا: محمد بن ابی حفصہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: رمضان فرض کئے جانے سے پہلے لوگ عاشورہ (دسویں محرم) کو روزہ رکھا کرتے تھے اور یہ وہ دن تھا جس میں کعبہ کو پردہ پہنایا جاتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے رمضان (میں روزے) فرض کئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عاشورہ کا روزہ رکھنا چاہے وہ روزہ رکھے اور جو چھوڑنا چاہے وہ چھوڑ دے۔

اطرافہ: ۱۸۹۳، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۳۸۳۱، ۴۵۰۲، ۴۵۰۴۔

۱۵۹۳: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي عُتْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيُحَجَّنَّ الْبَيْتُ وَلَيُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوْجِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ. تَابَعَهُ أَبَانُ وَعِمْرَانُ عَنْ قَتَادَةَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُحَجَّ الْبَيْتُ وَالْأَوَّلُ أَكْثَرُ. {قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ☆} سَمِعَ قَتَادَةُ عَبْدَ اللهِ وَعَبْدُ اللهِ أَبَا سَعِيْدٍ.

۱۵۹۳: احمد (بن حفص) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ ابراہیم (بن طہمان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حجاج بن حجاج (اسلمی) سے، حجاج نے قتادہ سے، قتادہ نے عبداللہ بن ابی عتبہ سے، عبداللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی بیت اللہ کا حج ہوتا رہے گا اور عمرہ بھی ہوتا رہے گا۔ حجاج بن حجاج کی طرح یہی حدیث ابان اور عمران نے بھی قتادہ سے روایت کی اور عبدالرحمٰن نے کہا: شعبہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: وہ ساعت اس وقت آئے گی جب بیت اللہ کا حج نہیں کیا جائے گا۔ {ابوعبداللہ نے کہا:☆} پہلی روایت زیادہ مشہور ہے۔ قتادہ نے عبداللہ (بن ابی عتبہ) سے اور عبداللہ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے سنا۔

☆ الفاظ "قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰه"، بعض دیگر نسخوں کے مطابق ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۲۳۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: یہ باب سابقہ مضمون سے متعلق ہے۔ یعنی وادی غیر ذی زرع میں اللہ تعالیٰ نے کعبہ اور حج کے مہینے اور قربانیوں کو لوگوں کی معاش کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس لئے وہ اپنے ان حقوق سے محروم نہیں کئے جاسکتے جو ذریعہ معاش ہیں۔ اس باب میں تین روایتیں نقل کی ہیں۔ پہلی روایت ایک پیشگوئی پر مشتمل ہے جو یہ واضح کرنے کے لئے لائی گئی ہے کہ بیت اللہ کی حرمت وعزت اس وقت تک محفوظ و مامون ہے جب تک کہ غیر قوم کا اس میں جابرانہ تصرف نہیں ہوتا۔ دوسری روایت اس تعلق میں لائی گئی ہے کہ عاشورہ کے دن کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا قطع نظر اس خیال سے کہ اس دن رواجاً روزہ رکھا جاتا تھا۔ آپؐ نے عاشورہ کا روزہ رکھنا یا نہ رکھنا؛ روزہ رکھنے والے کی مرضی پر چھوڑا ہے۔ یہ ہجرت کا ابتدائی زمانہ تھا۔ غلاف چڑھانے کے یہ معنی ہیں کہ مسلمان بیت اللہ کی حفاظت کے ذمہ وار ہیں۔ تیسری روایت بھی ایک پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یاجوج و ماجوج کے زمانہ میں بھی باوجود کثرتِ فتن وفساد اور شدتِ خطرات کے بیت اللہ محفوظ رہے گا اور حج وعمرہ کا سلسلہ کبھی بند نہیں ہوگا۔ ان پیشگوئیوں کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے موقع پر آئے گی۔ اس باب میں بیت اللہ پر غلاف چڑھانے اور اس کے گرائے جانے کا ذکر ہے۔ اس کے متعلق دو مستقل باب یکے بعد دیگرے الگ قائم کئے گئے ہیں۔ (دیکھئے باب ۴۸، ۴۹)

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: روایت نمبر ۱۵۹۳ کے آخر میں حاشیہ اس لئے بڑھایا گیا ہے کہ قتادہ بن دعامہ سدوسی کی روایت سے متعلق تدلیس کا جو شبہ ہوسکتا ہے اس کا ازالہ کیا جائے۔ یعنی ان کی اس **معنعن** روایت کے بارے میں یہ تصریح موجود ہے کہ قتادہؒ نے عبداللہ بن ابی عتبہ سے اور عبداللہ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے اسے خود سنا۔

بَاب ٤٨ : كِسْوَةُ الْكَعْبَةِ

غلافِ کعبہ

١٥٩٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جِئْتُ إِلَى شَيْبَةَ.

۱۵۹۴: عبداللہ بن عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد بن حارث نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا کہ واصل احدب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابووائل سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں حضرت شیبہؓ (بن عثمان) کے پاس آیا۔

وَحَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ وَّاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ عَلَى الْكُرْسِيِّ فِي الْكَعْبَةِ فَقَالَ

اور قبیصہ نے بھی ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے واصل سے، واصل نے ابووائل سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں حضرت

لَقَدْ جَلَسَ هَذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَّا أَدَعَ فِيْهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ إِلَّا قَسَمْتُهُ قُلْتُ إِنَّ صَاحِبَيْكَ لَمْ يَفْعَلَا قَالَ هُمَا الْمَرْءَانِ أَقْتَدِي بِهِمَا.

شیبہؓ کے ساتھ کعبہ میں شاہ نشین پر بیٹھا تھا۔ حضرت شیبہؓ نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس جگہ بیٹھے تھے اور انہوں نے کہا: میں ارادہ کر چکا ہوں کہ کعبہ میں نہ سونا رہنے دوں نہ چاندی؛ سبھی بانٹ دوں۔ میں نے کہا: آپؓ کے دونوں ساتھیوں نے تو ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: انہی دونوں آدمیوں کی میں پیروی کروں گا۔

اطرافه: ۷۲۷۵۔

تشریح: **كِسْوَةُ الْكَعْبَةِ:** روایت نمبر ۱۵۹۲ سے واضح ہے کہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کی رسم قدیم سے ہے۔ اس تعلق میں علامہ ابن حجرؒ نے اس باب کی ذیل میں مختلف روایتیں نقل کی ہیں کہ کس نے یہ رسم جاری کی۔ (دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۷۹) امام موصوفؒ نے ان روایتوں کو بوجہ غیر مستند ہونے کے نظر انداز کیا ہے۔ اس بارہ میں عنوان قائم کر کے اس کا مضمون مبہم کر دیا گیا ہے۔ شارحین نے کئی قسم کی توجیہات سے اس عنوان کو مکمل کیا ہے۔ مثلاً غلافِ کعبہ کی تقسیم سے متعلق حکم۔ مگر اس سے بات بنتی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ عنوانِ باب کے تحت جو روایت لائی گئی ہے اس میں غلافِ کعبہ کا ذکر نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کے گھروں کو کرایہ پر دینے اور ان کی خرید و فروخت کے ضمن میں غلافِ کعبہ کا ذکر اس تعلق میں لایا گیا ہے۔ اس سے ہر سال بیسیوں محتاج فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ تقسیم ہونے پر اس کو خود استعمال کرتے ہیں یا بیچتے ہیں۔ محولہ بالا روایت میں چونکہ وضاحت نہیں اس لئے عنوان کو بھی غیر واضح رکھا گیا ہے۔

جَلَسْتُ مَعَ شَيْبَةَ: حضرت شیبہؓ جو اس کے راوی ہیں عثمان بن طلحہ بن عبدالعزیٰ حجبی کے بیٹے تھے۔ یہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت شیبہؓ اور ان کے چچازاد بھائی کو کعبہ کی چابیاں دیتے ہوئے فرمایا تھا: خُذُوْهُ يَا بَنِي اَبِي طَلْحَةَ خَالِدَةً تَالِدَةً اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يَأْخُذُ مِنْكُمْ اِلَّا ظَالِمٌ. (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۲۳۶-۲۳۷) یعنی اے بنی ابی طلحہ! تم اسے قدیم سے رکھنے کی وجہ سے قیامت تک رکھو۔ تم سے یہ ظالم کے سوا کوئی نہیں لے گا۔ یہ بوجہ دربانی کعبہ کے حجبی کہلاتے تھے۔ کرسی سے مراد شاہ نشین ہے۔

لَا اَدَعَ فِيْهَا صَفْرَآءَ وَلَا بَيْضَآءَ: روایت میں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ کعبہ میں جو نذرانے بطور نقدی پیش کئے جاتے تھے وہ وہاں جمع رکھے جاتے تھے۔ ابووائل شقیق بن سلمہ کے ہاتھ کسی شخص نے کچھ نقدی بطور نذرانہ بھیجی۔ جب وہ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو حضرت شیبہؓ بھی شہ نشین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ابووائل نے وہ نقدی ان کو دی تو انہوں نے کہا کہ یہ آپ ہی لے لیں۔ ابووائل نے کہا: نہیں۔ اگر میں نے ہی لینی ہوتی تو میں یہاں لے کر نہ آتا۔ اس پر حضرت شیبہؓ نے انہیں حضرت عمرؓ کا واقعہ سنایا کہ انہوں نے خانہ کعبہ کا خزانہ محتاجوں میں تقسیم کرنا چاہا تو میں نے انہیں یہ کہہ کر روکا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ خزانہ تقسیم نہیں کیا۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً یہ اموال قریش کے جذبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے

تقسیم نہیں کئے۔ وہ ان نذرانوں کو مقدس سمجھتے تھے۔ اپنے اس خیال کی تائید میں انہوں نے امام مسلمؒ کی ایک روایت پیش کی ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ وہ یہ ہے: **لَوْ لَا اَنَّ قَوْمَکِ حَدِیْثُو عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ اَوْ قَالَ بِكُفْرٍ لَأَنْفَقْتُ كَـنْـزَ الْكَعْبَةِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَجَعَلْتُ بَابَهَا بِالْاَرْضِ.** (مسلم، کتاب الحج، باب نقض الکعبة وبنائها) یعنی اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت سے یا کہا کفر سے قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کا خزانہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کر دیتا اور اس کے دروازہ کو زمین سے ملا دیتا۔ اور فاکہیؒ نے کتاب مکہ میں نقل کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت ﷺ نے کعبہ میں ۶۰ اُوقیہ سونا پایا اور آپؐ سے کہا گیا کہ اس سے جنگ میں فائدہ اُٹھایا جائے مگر آپؐ نے وہ سونا نہیں لیا۔ (اخبار مکة، ذکر الذهب الذی وجده النبی ﷺ فی الکعبة، جزء۵ صفحہ۲۳۵) قریش کے جذبات کا لحاظ رکھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان اموال میں تصرف کرنا جائز تھا۔ مصلحت وقت کے تقاضا سے ان میں تصرف نہیں کیا گیا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۷۷)

فاکہیؒ نے کتاب مکہ میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت شیبہؓ حجبی ان کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس چڑھاوے کے کپڑے بہت جمع ہو جاتے ہیں تو ہم انہیں اتار کر گہرے گڑھوں میں دفن کر دیتے ہیں مبادا انہیں حائضہ عورتیں اور جنبی مرد پہنیں تو حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا: **بِـئْـسَمَا صَنَعْتَ وَلٰكِنْ بِعْهَا فَاجْعَلْ ثَمَنَهَا فِي سَبِيْـلِ اللّٰهِ وَفِي الْمَسَاكِيْنِ فَاِنَّهَا اِذَا نُزِعَتْ عَنْهَا لَمْ يَضُرّ مَنْ لَّبِسَهَا مِنْ حَائِضٍ اَوْ جُنُبٍ.** یہ تو تم نے بہت بُرا کیا ہے۔ لیکن چاہیے کہ تم انہیں بیچو اور ان کی قیمت اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مساکین میں خرچ کرو۔ کیونکہ جب وہ (کعبہ) سے اُتار لیے جاتے ہیں تو حائضہ یا جنبی کا انہیں پہننا نقصان دہ نہیں۔ حضرت عائشہؓ کے اس فتوے کے بعد حضرت شیبہؓ ان کپڑوں کو یمن بھیج کر فروخت کرتے اور ان کی قیمت محتاجوں میں تقسیم کی جاتی۔

(اخبار مکة، ذکر ماذا یفعل بالکسوة القدیمة للکعبة، جزء۵ صفحہ۲۳۱) (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۷۸)

مذکورہ بالا روایتوں کے پیش نظر یہ قیاس بعید نہیں کہ امام بخاریؒ نے سابقہ ابواب کے ضمن میں کسوۂ کعبہ کا عنوان قائم کیا ہو۔ چونکہ محولہ بالا روایت کسی معین صورت کو پیش نہیں کرتی اور انہیں اس کے سوا کوئی مستند روایت اس بارے میں نہیں ملی۔ اس لیے عمداً انہوں نے بھی عنوان کو مبہم رکھا ہے۔ تعامل تو اب بھی یہی ہے کہ ہر سال غلافِ کعبہ بطور تبرک اہل مکہ میں تقسیم ہوتا ہے اور اس سے لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ چونکہ اِن میں آدابِ مکہ مکرمہ کا ذکر ہے اس لیے ضمناً بیت اللہ کے غلاف کا ذکر بھی کیا گیا ہے جس کو بطور تبرک تقسیم کیا جاتا ہے اور اشارۃً بتایا ہے کہ اس بارہ میں کوئی صحیح روایت مروی نہیں۔

بَاب ٤٩: هَدْمُ الْكَعْبَةِ

کعبے کا گرایا جانا

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَيُخْسَفُ بِهِمْ.

(اور) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا وہ ذلیل اور تباہ کر دیا جائے گا۔

١٥٩٥: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْأَخْنَسِ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا.

۱۵۹۵: عمرو بن علی (فلاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یحیٰی بن سعید (قطان) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبیداللہ بن اخنس نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ابن ابی ملیکہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس میں ایک کالا پھڈا ہے جو ایک ایک پتھر کر کے اس کو اکھیڑ رہا ہے۔

١٥٩٦: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ.

۱۵۹۶: یحیٰی بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سعید بن مسیّب سے روایت کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعبہ کو حبشیوں میں سے چھوٹی پنڈلیوں والا برباد کرے گا۔

اطرافه: ١٥٩١.

تشریح: **يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ:** عنوانِ باب میں حضرت عائشہؓ کی جس روایت کا ذکر کیا گیا ہے؛ اس کے لیے کتاب البیوع باب ۴۹ روایت نمبر ۲۱۱۸ مع تشریح دیکھئے۔ اس کے الفاظ ہیں: يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيْهِمْ اَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ قَالَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ. یعنی کعبہ پر ایک لشکر چڑھائی کرے گا۔ جب وہ بیداء میں پہنچے گا تو اوّل سے لے کر آخر تک سب زمین میں دھنس جائیں گے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ اوّل سے آخر تک کیسے دھنس جائیں گے۔ جبکہ وہاں منڈیاں بھی ہوں گی اور ایسے لوگ بھی ہونگے جو اُن میں سے نہیں ہونگے۔ فرمایا: وہ اوّل سے آخر تک دھنسا دیے جائیں گے۔ پھر اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اُٹھائے جائیں گے۔ روایت نمبر ۱۵۹۱ (زیر باب ۴۷) مذکورہ بالا اور سندوں کے ساتھ نقل

کر کے حضرت عائشہؓ کی محولہ بالا روایت کے تحت کر دی گئی ہے۔ اس ترتیب سے ظاہر ہے کہ حملہ آور خود تباہ ہوگا۔

كَأَنِّيْ بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا: امام بخاریؒ کے نزدیک یہ پیشگوئی بیت اللہ کی عارضی تخریب سے متعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عنوانِ باب میں حضرت عائشہؓ کی روایت ۲۱۱۸ کی طرف توجہ منعطف کر کے یہ فقرہ بطور وضاحت بڑھایا ہے کہ وہ ذلیل اور تباہ کر دیا جائے گا۔ یعنی جن روایتوں میں بیت اللہ کی مکمل تخریب کا ذکر ہے وہ ان کے نزدیک صحیح نہیں۔ کَـأَنِّي بِهِ میں بِهِ کی ضمیر کا مرجع بیت اللہ بھی ہو سکتا ہے اور گرانے والا بھی اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ ضمیر مبہم ہو جس کی تشریح مابعد کے جملہ سے ہوتی ہو۔ یعنی میں یہ بات دیکھ رہا ہوں کہ ایک کالا پھڈا آدمی ہے جو بیت اللہ کو ایک ایک پتھر کر کے اُکھیڑ رہا ہے۔ یہ روایت مشہور ہے جو متعدد راویوں سے تغیر لفظی کے ساتھ مروی ہے۔ امام احمد بن حنبل اور ابوداؤد طیالسی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: **يُبَـايَعُ لِرَجُلٍ مَا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَأَوَّلُ مَنْ يَّسْتَحِلُّ هَذَا الْبَيْت أَهْلُهُ فَإِذَا اسْتَحَلُّوْهُ فَلَا تَسْأَلْ عَنْ هَلَكَةِ الْعَرَبِ ثُمَّ يَجِيْءُ الْحَبَشَةُ فَيُخَرِّبُوْنَهُ خَرَابًا لَا يَعْمُرُ بَعْدَهُ أَبَدًا وَهُمُ الَّذِيْنَ يَسْتَخْرِجُوْنَ كَنْزَهُ** (مسند ابو داؤد الطیالسی، ماروی سعیدبن سمعان عن أبی ہریرۃؓ، روایت نمبر ۲۳۷۳ صفحہ ۳۱۲-۳۱۳) (مسند احمد بن حنبل، جزء ۲ صفحہ ۲۹۱) یعنی رکن اور مقام کے درمیان ایک شخص کی بیعت کی جائے گی اور بیت اللہ والے پہلے لوگ ہوں گے جو اس کی بے حرمتی کریں گے اور اگر انہوں نے اس کی بے حرمتی کی تو عربوں کی ہلاکت کے متعلق مت پوچھو کہ وہ کتنی خطرناک ہوگی۔ پھر (اس کے ساتھ) اہلِ حبشہ آئیں گے اور وہ اسے برباد کریں گے اور اس کے بعد کبھی بھی اس کو آباد نہیں کریں گے اور وہ لوگ ہیں جو اس کے خزانے کو نکال لیں گے۔ نعیم بن حماد کی روایت میں ہے: **كَـأَنِّـي أَنْـظُـرُ إِلَـى أُصَيْلَعَ أُفَيْدَعَ أَفْحَجَ عَلَى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ يَضْرِبُهَا بِالْكَرْزَنَةِ.** (الفتن لنعیم بن حماد، خروج الحبشۃ، جزء ۲ صفحہ ۶۷۱) گویا کہ میں ایک گنجے کو دیکھ رہا ہوں جو پھڈا ہے کہ وہ کعبہ کی چھت پر ہے اور اسے گُرز سے گرا رہا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے الفاظ میں اسے یوں نقل کیا ہے: **يُـخَـرِّبُ الْـكَـعْبَةَ ذُوْ السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ وَيَسْلُبُهَا حِلْيَتَهَا وَيُجَرِّدُهَا مِنْ كِسْوَتِهَا وَلَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ أُصَيْلِعَ أُفَيْدِعَ يَضْرِبُ عَلَيْهَا بِمِسْحَاتِهِ وَمِعْوَلِهِ.** (مسند احمد بن حنبل، جزء ۲ صفحہ ۲۲۰) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو برباد کرے گا اور اس کے زیورات لوٹے گا اور اس کا غلاف اُتار لے گا اور میں اسے ایسا دیکھتا ہوں کہ وہ گنجا ہے اور پھڈا ہے۔ اس پر اپنی کسّی اور کدال مار رہا ہے اور علامہ ابن جوزی نے حضرت حذیفہؓ کی ایک لمبی روایت جس میں تخریب مکہ و مدینہ و یمن کا ذکر ہے؛ بایں الفاظ نقل کی ہے: **حَبْشِـيٌّ أَفْحَجُ السَّاقَيْنِ أَزْرَقُ الْعَيْنَيْنِ أَفْطَسُ الْأَنْفِ كَبِيْرُ الْبَطْنِ.** ابوعبید کی تصنیف کتاب الغریب میں حضرت علیؓ سے یوں مروی ہے: **اسْتَكْثِرُوْا مِـنَ الـطَّـوَافِ بِهَـذَا الْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ يُّحَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ فَكَأَنِّيْ بِرَجُلٍ مِنَ الْحَبَشَـةِ أَصْلَعَ وَأَصْمَعَ حَمْشَ السَّـاقَيْنِ قَائِدٌ عَلَيْهَا وَهِيَ تُهْدَمُ.** حاکم کی مرفوع روایت میں ہے: **أُصَـمَعُ وَأَفْدَعُ بِيَدِهِ مِعْوَلٌ يَهْدِمُهَا حَجَرًا**

حَجَرًا.☆ ایسی اور بھی متعدد روایتیں ہیں جن میں سے ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: تَخْرُجُ الْحَبَشَةُ بَعْدَ نَزُوْلِ عِيْسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَيَبْعَثُ عِيْسَى طَائِفَةً فَيُهْزَمُوْنَ. حلیمی نے بھی ذکر کیا ہے کہ یہ پیشگوئی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں پوری ہوگی اور شور برپا ہوگا کہ پنڈلیوں والے نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی طرف ایک دستہ فوج بھیجیں گے تو وہ شکست کھا جائیں گے۔ علامہ عینیؒ نے یہ روایتیں اپنی شرح میں نقل کی ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۳۲-۲۳۳ زیر تشریح روایت نمبر۱۵۹۱)

میری رائے میں باب نمبر۴۹ میں ان مختلف روایتوں کے پیش نظر تخریب کعبہ سے متعلق اصل پیشگوئی کے الفاظ کی تصحیح اور ان روایتوں کی تغلیط کرنا مقصود ہے جن میں یہ ہے کہ خانہ کعبہ ہمیشہ کے لئے ویران کر دیا جائے گا۔ پھر وہ کبھی آباد نہ ہوگا۔ یہ قرآن مجید کی اس صریح پیشگوئی کے خلاف ہے جس کا ذکر باب ۴۶ و۴۷ کے عناوین میں بحوالہ آیات کیا گیا ہے۔

أَفْحَجَ کے معانی پھڈا۔ أُصَيْلَع ٹیڑھی پنڈلیوں والا۔ أَقْوَع گنجا۔ اَفْطَس چپٹی ناک والا؛ جسے پنجابی میں پھینا کہتے ہیں۔ اَفْرَع، اُفَيْرَع ٹیڑھے جوڑوں والا؛ بےڈول۔ أَصَمع چھوٹے کانوں والا۔ حَمْشُ السَّاقَيْنِ جس کی پنڈلیوں پر پھنسیوں کے داغ ہوں۔

بَاب ٥٠: مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ

حجر اسود کے متعلق جو کچھ ذکر کیا گیا ہے

١٥٩٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ.

اطرافه: ١٦٠٥، ١٦١٠.

۱۵۹۷: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے عابس بن ربیعہ سے، عابس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ حجر اسود کے پاس آئے اور اس کو چوما اور کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہی ہے؛ نہ نقصان دے سکتا ہے نہ نفع اور اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ہرگز نہ چومتا۔

☆ (مستدرک علی الصحیحین، کتاب المناسک، باب من اراد الحج فلیتعجل، جزء۱ صفحہ۴۴۸)

تشریح: مَا ذُكِرَ فِي الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ: یہ باب بھی درحقیقت اسی قسم کی تصحیح کے پیش نظر قائم کیا گیا ہے جس کا ذکر سابقہ باب کی شرح میں ابھی ہو چکا ہے۔ حجر اسود سے متعلق بہت سی راویتیں ہیں جو امام بخاری کے معیار پر صحیح نہیں اترتیں۔ مثلاً ان میں سے ایک روایت جو غریب ہے حجر اسود اور مقام ابراہیم کو دو ہیرے قرار دیا گیا ہے۔ جن کا نور اللہ تعالیٰ نے عمداً بجھا دیا ہے ورنہ مشرق ومغرب ان سے روشن ہو جاتے۔ (ترمذی، **کتاب الحج، باب ما جاء فی فضل الحجر الأسود والرکن والمقام**) اس روایت کا ایک راوی ابو یحییٰ ہے جو غیر معروف اور غیر معتبر ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ حجر اسود جنت سے نازل ہوا اور دودھ سے زیادہ سفید تھا مگر بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ (ترمذی، کتاب الحج، **باب ما جاء فی فضل الحجر الأسود والرکن والمقام**) یہ روایت بھی مشتبہ ہے اور ایک یہ روایت بھی ہے کہ حجر اسود کی زبان اور ہونٹ ہوں گے اور وہ گواہی دے گا کہ کس نے اسے چوما۔ (**صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، باب ذکر صفة الحجر یوم القیامة**، جزء۴صفحہ۲۲۱) تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۳صفحہ۵۸۳۔

غرض اس قسم کی تمام غیر مستند روایتیں امام موصوفؒ نے ردّ کی ہیں اور روایت نمبر۱۵۹۷ قبول کی ہے۔ مشرک اقوام عرب وعجم گھڑے ہوئے پتھروں کی پوجا کرتے تھے اور انہیں نفع ونقصان کا مالک سمجھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کے مشرکانہ خیال کا ردّ فرمایا ہے تا مسلمانوں میں سے ناواقف لوگوں کو اس پتھر کی نسبت کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ عبادت میں حمد وتعریف، فروتنی، امید وبیم اور دعا ہوتی ہے اور ان باتوں میں سے کسی ایک بات کا بھی حجر اسود کے چومنے یا چھونے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں اور نہ حجر اسود تقبیل (چومنے) اور استلام (چھونے) سے مخصوص ہے۔ بلکہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رکن یمانی بھی چوما جاتا تھا۔ بعض صحابہ تو بیت اللہ کے چاروں رکن اور ہر حصہ کو چومنا جائز سمجھتے تھے۔ (روایت نمبر۱۶۰۸) عنوان باب ۵۸ میں ہے کہ حجر اسود کا چومنا ضروری نہیں صرف ہاتھ سے چھونا کافی ہے۔ محبوب حقیقی کی طرف ہر شئے جو منسوب ہوتی ہے وہ محبان صادق کی نظر میں محبوب ہوتی ہے خواہ وہ اپنی ذات میں کتنی ہی بے حقیقت ہو (روایت نمبر۱۶۰۵) عاشق اور محبّ اپنی محبت کا اظہار مختلف طریق سے کرتا ہے۔ چاہے وہ اپنی محبت کا اظہار چومنے سے کرے، چاہے چھونے سے۔ آستانہ بارگاہِ الٰہی جو اصل مقصود ہے، اس کی ایک ظاہری علامت بیت اللہ اور اس میں رکھا گیا حجر اسود ہے اور اس کو بوسہ دے کر یا چوم کر طواف شروع کیا جاتا ہے۔ گویا یہ بھی ان آداب میں ایک ادب ہے جس کا تعلق بیت اللہ سے ہے۔ **وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ. (الحج:۳۳)** [اور جو کوئی شعائر اللہ کو عظمت دے گا تو یقیناً یہ بات دلوں کے تقویٰ کی علامت ہے۔]

حجر اسود سے متعلق غیر مستند روایات کی بناء پر مخالفین اسلام کی طرف سے جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کا نہایت لطیف اور مدلل جواب چشمہ معرفت میں دیکھئے۔ (چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد۲۳ صفحہ ۹۹ تا ۱۰۱) نیز دیکھئے تشریح باب ۵۶، ۶۰۔

بَاب ۵۱ : إِغْلَاقُ الْبَيْتِ وَيُصَلِّي فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ

کعبہ کا (دروازہ اندر سے) بند کر دینا اور بیت اللہ کے جس کونے میں چاہے نماز پڑھے

۱۵۹۸ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ هُوَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَأَغْلَقُوْا عَلَيْهِمْ {مِنْ دَاخِلٍ☆} فَلَمَّا فَتَحُوْا كُنْتُ أَوَّلَ مَنْ وَّلَجَ فَلَقِيْتُ بِلَالًا فَسَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

۱۵۹۸: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اُسامہ بن زیدؓ، بلالؓ اور عثمانؓ بن طلحہ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے اپنے لیے {اندر سے دروازہ☆} بند کر دیا۔ جب انہوں نے دروازہ کھولا تو میں پہلے تھا جو اندر گیا اور میں بلالؓ سے ملا اور ان سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ دو یمنی ستونوں کے درمیان۔

اطرافہ: ٣٩٧، ٤٦٨، ٥٠٤، ٥٠٥، ٥٠٦، ١١٦٧، ١٥٩٩، ٢٩٨٨، ٤٢٨٩، ٤٤٠٠.

تشریح: **يُصَلِّي فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَآءَ:** مذکورہ بالا عنوان ایک فقہی اختلاف مدنظر رکھ کر قائم کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے حکم فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرة:۱۴۵) کے تحت نماز میں ضروری ہے کہ منہ بیت اللہ کی طرف ہو۔ اس پر سوال اٹھایا گیا ہے: آیا بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کدھر منہ کرے اور اگر چاروں طرف منہ کر سکتا ہے تو دروازہ کی طرف منہ کرنے سے بیت اللہ کا کوئی حصہ سامنے نہ ہوگا بلکہ صرف خلا ہوگا۔ امام مالکؒ کے نزدیک تو بیت اللہ اور حطیم میں نماز نہ پڑھی جائے۔ نہ فرض، نہ طواف کی دو رکعتیں، نہ وتر اور نہ صبح کی دو سنتیں۔ البتہ نفل پڑھ سکتا ہے۔ اگر نماز فریضہ پڑھے تو اسے اسی طرح یہ نماز دوبارہ پڑھنی چاہیے جس طرح کہ وہ نماز دوبارہ پڑھی جاتی ہے جو غلطی سے قبلہ کے سوا کسی اَور طرف منہ کر کے پڑھی جائے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ امام شافعیؒ اور جمہور نے بیت اللہ کے اندر ہر طرف نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے۔ دروازہ کی طرف بھی منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ وہ بند ہو۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۴۲) اس آخری حصہ فتویٰ کو عنوان میں مصدریہ

☆ ابوعوانہ کے نزدیک الفاظ "مِنْ دَاخِلٍ" بھی متن میں شامل ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۸۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

رکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ اس میں جمہور کے ساتھ متفق نہیں۔ اندر سے دروازہ لوگوں کے ازدحام سے بچنے اور خلوت کی غرض سے بند کیا گیا تھا جیسا کہ صلح حدیبیہ کے بعد جو عمرہ ہوا۔ اس میں بھی لوگوں کے ازدحام سے بچانے کے لئے آپؐ کو اوٹ کی گئی تھی۔ (روایت نمبر ۱۶۰۰) روایت نمبر ۱۶۰۱ کا واقعہ فتح مکہ کے زمانہ کا ہے۔ اس کی تصریح کتاب المغازی باب ۴۸ و ۵۰ میں دیکھئے۔

بَاب ۵۲: اَلصَّلَاةُ فِي الْكَعْبَةِ

کعبہ میں نماز پڑھنا

۱۵۹۹: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قِبَلَ الْوَجْهِ حِيْنَ يَدْخُلُ وَيَجْعَلُ الْبَابَ قِبَلَ الظَّهْرِ يَمْشِي حَتَّى يَكُوْنَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِي قِبَلَ وَجْهِهِ قَرِيْبًا مِنْ ثَلَاثِ أَذْرُعٍ فَيُصَلِّي يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِي أَخْبَرَهُ بِلَالٌ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيْهِ وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ بَأْسٌ أَنْ يُّصَلِّيَ فِي أَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ.

۱۵۹۹: احمد بن محمد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا، (کہا:) موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ جب کعبہ میں داخل ہوتے تو داخل ہوتے وقت سیدھے چلے جاتے اور اپنی پیٹھ دروازے کے مقابل رکھتے۔ اتنا چلتے کہ آپؓ کے اور اس دیوار کے درمیان جو آپؓ کے منہ کے سامنے ہوتی تقریباً تین ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا تو آپؓ وہاں نماز کے لئے اس جگہ کا قصد کرتے جس سے متعلق حضرت بلالؓ نے انہیں بتایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی ہے اور کسی پر کچھ قباحت نہیں کہ بیت اللہ کے جس کونے میں چاہے نماز پڑھے۔

اطرافه: ۳۹۷، ۴۶۸، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۱۱۶۷، ۱۵۹۸، ۲۹۸۸، ۴۲۸۹، ۴۴۰۰۔

تشریح: **اَلصَّلَاةُ فِي الْكَعْبَةِ:** یہ باب بھی سابقہ مسئلہ کے ضمن میں ہی قائم کیا گیا ہے۔ روایت نمبر ۱۵۹۹ میں اس بات کی صراحت ہے کہ کعبہ کے اندر جدھر چاہے؛ نماز پڑھے؛ خواہ فریضہ ہو یا غیر فریضہ۔ محولہ بالا روایت میں دروازہ بند کرنے کا ذکر نہیں۔ بحالیکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا غایت درجہ التزام رکھتے تھے۔

بَاب ۵۳ : مَنْ لَّمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ

جو کعبہ میں داخل نہ ہو

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَحُجُّ كَثِيْرًا وَلَا يَدْخُلُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اکثر حج کرتے اور اندر نہ جاتے۔

۱۶۰۰ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَهُ مَنْ يَّسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ قَالَ لَا.

اطرافه: ۱۷۹۱، ٤١٨٨، ٤٢٥٥.

۱۶۰۰: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن ابی خالد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت کی، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا تو بیت اللہ کا طواف کیا اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں اور آپؐ کے ساتھ وہ صحابہ بھی تھے جنہوں نے آپؐ کو لوگوں سے اوٹ میں کرلیا تھا۔ ایک شخص نے (حضرت ابن ابی اوفیٰؓ) سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

تشریح: **مَنْ لَّمْ يَدْخُلِ الْكَعْبَةَ:** یہ بھی سوال اٹھایا گیا ہے کہ آیا کعبہ کے اندر جانا اور اس میں دو رکعتیں پڑھنا مناسک حج میں سے ہے یا نہیں۔ بعض نے اسے مناسک حج میں شمار کیا ہے جو صحیح نہیں۔ کیونکہ فتح مکہ کے زمانہ میں حج کا کوئی موقع نہ تھا اور نہ آپؐ احرام باندھے ہوئے تھے۔ آپؐ کا اس میں داخل ہونا اور دو رکعتیں پڑھنا بطور شکرانہ تھا اور روایت نمبر ۱۶۰۰ میں مذکورہ واقعہ کا تعلق اس عمرہ سے ہے جو صلح حدیبیہ کے نتیجہ میں آپؐ نے دوسرے سال یعنی سات ہجری میں کیا تھا۔ اس وقت کعبہ میں ۳۶۰ بت تھے۔ اس لئے آپؐ اس میں داخل نہیں ہوئے اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی۔ مگر فتح مکہ کے روز وہ بت کعبہ سے نکال دیئے گئے پھر آپؐ اس میں داخل ہوئے۔ (روایت نمبر ۱۶۰۱)

يَحُجُّ كَثِيْرًا وَلَا يَدْخُلُ: عنوانِ باب میں حضرت ابن عمرؓ سے متعلق جو حوالہ نقل کیا گیا ہے وہ سفیان ثوریؒ نے اپنی جامع میں بروایت عبداللہ بن ولید علوی نقل کیا ہے۔ یہ روایت امام بخاریؒ کی گذشتہ باب میں نقل کردہ روایت نمبر ۱۵۹۹ کے بظاہر خلاف ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: اَنَّهٗ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشٰى... مگر یہ اختلاف دور ہو جاتا ہے اگر معنونہ حوالہ حج سے مخصوص سمجھا جائے اور ۱۵۹۹ کی روایت عام رکھی جائے۔ (عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۲۴۵، ۲۴۶) یعنی حج میں ضروری نہیں کہ بیت اللہ میں داخل ہو کر دو رکعتیں پڑھی جائیں البتہ مقامِ ابراہیم میں نماز پڑھنا مناسک حج میں سے ہے۔

بَاب ٥٤: مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْكَعْبَةِ

جس نے کعبہ کے کونوں میں اللہ اکبر کہا

١٦٠١: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ أَبَى أَنْ يَّدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيْهِ الْآلِهَةُ فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ فَأَخْرَجُوْا صُوْرَةَ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ فِي أَيْدِيْهِمَا الْأَزْلَامُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَهُمُ اللهُ أَمَا وَاللهِ قَدْ عَلِمُوْا أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهَا قَطُّ فَدَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِي نَوَاحِيْهِ وَلَمْ يُصَلِّ فِيْهِ.

اطرافه: ٣٩٨، ٣٣٥١، ٣٣٥٢، ٤٢٨٨.

۱۶۰۱: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ایوب نے ہمیں بتایا، (کہا:) عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ جب (مکہ میں) آئے تو آپؐ نے بیت اللہ کے اندر جانے سے ایسی حالت میں انکار کیا کہ بت وہاں ہوں۔ آپؐ نے ان کے نکالنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ نکالے گئے اور لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی مورتیں بھی نکالیں۔ ان کے ہاتھوں میں قرعہ ڈالنے کے تیر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ان مشرکوں کا ناس کرے۔ اللہ کی قسم! انہیں خوب معلوم ہے کہ وہ دونوں (یعنی ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ) ان تیروں کے ذریعہ سے کبھی تقسیم نہیں کرتے تھے۔ آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کے کونوں میں اللہ اکبر کہا اور اس میں نماز نہیں پڑھی۔

تشریح: **مَنْ كَبَّرَ فِي نَوَاحِي الْكَعْبَةِ:** روایت نمبر ۱۶۰۱ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ اس میں کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا ذکر نہیں بلکہ اللہ اکبر کہنے کا ذکر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ خود اس وقت موجود نہ تھے۔ مگر ان کی یہ روایت قبول کی گئی ہے۔ اس کی وجہ جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے بیان کی ہے؛ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے یہ روایت کبھی اپنے بھائی حضرت فضلؓ [1] سے اور کبھی حضرت اسامہؓ [2] سے نقل کی ہے۔ حضرت فضلؓ کی موجودگی کا پتہ ایک شاذ روایت سے چلتا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۹۱) مگر حضرت اسامہؓ اس موقع پر یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (روایت نمبر ۱۵۹۸) تکبیر سے متعلق ان کی روایت اسی طرح ہے جس طرح کہ حضرت بلالؓ کی روایت نماز پڑھنے سے متعلق۔ اس لئے دونوں روایتیں قبول کی گئی ہیں۔ باب ۵۳ و ۵۴ دونوں کو مَنْ سے قائم کر کے مسئلہ کی صورت واضح کی گئی ہے۔ یعنی دونوں باتیں مناسک حج میں سے نہیں ہیں۔

---

[1] (مسند احمد بن حنبل، مسند بنی هاشم، مسند الفضل بن عباس، جزء۱ صفحہ۲۱۰)

[2] (مسلم، کتاب الحج، باب استحباب دخول الکعبة للحاج وغیره والصلاة فیها)

بَاب ٥٥ : كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمَلِ

رمل کی ابتداء کیسے ہوئی

١٦٠٢ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَقَدْ وَهَنَهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّرْمُلُوْا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ وَأَنْ يَّمْشُوْا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَّأْمُرَهُمْ أَنْ يَّرْمُلُوا الأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ.

اطرافه: ٤٢٥٦.

۱۶۰۲: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ایوب سے،ایوب نے سعید بن جبیر سے،سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ (مکہ میں) آئے تو مشرک کہنے لگے: تمہارے پاس ایسے لوگ آ رہے ہیں جن کو مدینہ کے بخار نے بودا (کمزور) کر دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ طواف کے تین پھیرے سینہ اُبھار کر فوجی چال سے چلیں اور دو (یمانی) رکنوں کے درمیان حسب معمول۔ اور آپؐ نے انہیں سارے پھیرے فوجی چال سے چلنے کے لئے اس وجہ سے حکم نہیں دیا کہ انہیں سہولت رہے۔

تشریح: كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الرَّمَلِ: رَمَل کے معنی سینہ ابھار کر ہاتھ اور کندھے باری باری ہلاتے ہوئے تیز چلنا۔ جیسے فوجی پریڈ میں چلتے ہیں۔ شَـوْط کے معنی وہ فاصلہ جہاں تک دوڑ نا مقصود ہو اس کی آخری حدّ کو بھی شوط کہتے ہیں اور اس دوڑ کو بھی۔ یہاں طواف مراد ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۹۲، ۵۹۳) (لسان العرب، شوط)

حج میں بیت اللہ کے سات پھیرے ہوتے ہیں۔ تین تیز گام چلے جائیں اور چار معمولی چال سے۔ صلح حدیبیہ کے بعد جو عمرہ کیا گیا تھا اسے عمرہ قضا کہتے ہیں۔ صحابہ کو لاغر اندام دیکھ کر کفار مکہ کی طرف سے طعنہ دیا گیا تو آپؐ نے موقع محل کے تقاضا سے تیز گام چلنے کا ارشاد فرمایا۔ بعد میں یہ فعل بلا ضرورت سمجھا گیا۔ اس لئے ایسا چلنے یا نہ چلنے کے متعلق اختلاف ہوا ہے۔ اگلا باب اسی اختلاف کو مدنظر رکھ کر باندھا گیا ہے۔

بَاب ٥٦ : اِسْتِلَامُ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ أَوَّلَ مَا يَطُوْفُ وَيَرْمُلُ ثَلَاثًا

جب مکہ میں آئے تو طواف کرنے سے پہلے حجر اسود کو چھونا اور تین پھیرے فوجی انداز سے چلے

١٦٠٣ : حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ أَوَّلَ مَا يَطُوْفُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ.

۱۶۰۳: اصبغ بن فرج نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ) بن وہب نے مجھے بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب (زہری) سے، زہری نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ جب آپؐ مکہ میں آتے تو طواف شروع کرنے سے پہلے حجر اسود کو چھوتے۔ سات پھیروں میں سے تین پھیرے فوجی چال سے چل کر طے کرتے۔

اطرافه: ١٦٠٤، ١٦١٦، ١٦١٧، ١٦٤٤۔

تشریح: **اسْتِلَامُ الْحَجَرِ...... وَيَرْمُلُ ثَلَاثًا:** اس باب میں دو عنوان ہیں۔ ایک مصدر یہ رکھا گیا ہے۔ اس وجہ سے کہ حجر اسود کو چومنا یا چھونا دونوں جائز ہیں۔ لیکن دوسرے عنوان سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک پہلے تین پھیرے فوجی چال سے چلنا واجب العمل سنت ہے۔ حجر اسود چومنے سے متعلق حضرت عمرؓ کا قول روایت نمبر ۱۵۹۷ میں گزر چکا ہے۔ اس قول سے ظاہر ہے کہ اس چومنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا عاشقانہ جذبہ ملحوظ رکھا گیا ہے اور یہی جذبہ رمل کے اختیار کرنے میں بھی پیش نظر رہنا چاہیے۔ اسلام نے دو قسم کی عبادتیں مقرر کی ہیں۔ ایک وہ جس میں اطاعت وادب کا پہلو غالب ہے اور اس کا ہر رکن اپنے ساتھ کوئی نہ کوئی معقول وجہ رکھتا ہے۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ۔ اور دوسری قسم عبادت کی وہ ہے کہ جس میں اطاعت کے ساتھ عاشقانہ جذبہ غالب ہے۔ حج کے جتنے ارکان ہیں؛ ان میں اکثر یہی جذبۂ محبت وعشق کام کرتا ہے۔ مجنونِ لیلیٰ نے عشق کے دستور کو اپنے ایک شعر میں نہایت عمدگی سے واضح کیا ہے۔ کہتا ہے:-

أَمُـرُّ عَلَـى الـدِّيَـارِ دِيَـارِ لَيْلَـى أُقَبِّـلُ ذَا الْـجِـدَارَ وَذَا الْـجِـدَارَا
وَمَـا حُـبُّ الـدِّيَـارِ شَـغَفْنَ قَلْبِيْ وَلَـكِـنْ حُـبُّ مَـنْ سَـكَنَ الدِّيَارَا

(المحاضرات فی الأدب واللغة، اسم المؤلف ونسبه، تتمة أخرى فی أحكام التسمية)

یعنی لیلیٰ کے گھروں سے گزرتا ہوں۔ کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو۔ (شاید لیلیٰ کا سایہ یہاں پڑا ہو یا وہاں)

ان گھروں کی محبت نے میرے دل کو چھلنی نہیں کیا بلکہ مکین کی محبت نے۔ یہی وہ جذبہ عشق ہے جس نے حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ فقرہ نکلوایا: اِنِّی اَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَو لَا اَنِّی رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلْتُکَ (روایت نمبر ۱۵۹۷) یہ صحیح نہیں کہ اس چومنے میں شرک کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ روزانہ والدین اپنے بچوں کو جذبہ محبت سے چومتے ہیں مگر ان کا چومنا شرک نہیں۔ حضرت عمرؓ نے مذکورہ بالا فقرہ سے احتمالِ شرک دور کیا ہے اور اس عاشقانہ جذبہ کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس فعل کا اصل باعث ہے۔ عاشق صادق کی نظر میں اس سے بڑھ کر اور کوئی معقول وجہ نہیں کہ اس کا تعلق کسی نہ کسی طرح اس کے معشوق کے ساتھ ہو۔ اسے اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

امام بخاریؒ نے ایک ہی باب میں حجر اسود کو چومنے اور فوجی چال سے دوڑنے کے معنوں کو جمع کر کے ان کی ایک ہی ماہیت کی طرف توجہ منعطف کی ہے اور اس طرح ان فقہاء (طاؤس، عطاء اور حسن بصری وغیرہ) کو جواب دیا ہے جو رمل کو سنت نہیں سمجھتے۔ ائمہ اربعہؒ نے اسے سنت قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری، شرح باب ۵۵، جزء ۹ صفحہ ۲۴۹) (بدایة المجتهد، کتاب الحج، القول فی الطواف بالبیت) اگلے باب میں امام موصوفؒ نے فریق اول کو ایک اور جواب دیا ہے کہ اگر رمل وقتی بات تھی تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں رمل کیوں کیا۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۶۰۴)

بَاب ۵۷: اَلرَّمَلُ فِي الْحَجِّ وَ الْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ میں فوجی انداز سے چلنا

١٦٠٤: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ وَمَشَى أَرْبَعَةً فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ. تَابَعَهُ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي كَثِيْرُ بْنُ فَرْقَدٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۶۰۴: محمد (بن سلام) نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) سُرَیج بن نعمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) فلیح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج اور عمرہ میں تین پھیرے دوڑ کر چلے اور چار پھیرے معمولی چال سے۔ سریج کی طرح لیث نے بھی یہی بات روایت کی، کہا: کثیر بن فرقد نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

اطرافه: ١٦٠٣، ١٦١٦، ١٦١٧، ١٦٤٤.

۱۶۰۵: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ فَمَا لَنَا وَلِلرَّمَلِ إِنَّمَا كُنَّا رَاءَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ.

اطرافه: ۱۵۹۷، ۱۶۱۰۔

۱۶۰۵: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: زید بن اسلم نے مجھے بتایا اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (دورانِ طواف) حجرِ اسود کو مخاطب کر کے کہا: اللہ کی قسم! میں تو جانتا ہوں کہ تُو تو ایک پتھر ہے۔ نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع اور اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ آپؐ نے تجھے بوسہ دیا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ یہ کہہ کر انہوں نے اسے چوما۔ پھر اس کے بعد کہا: اب ہمیں (طواف میں) فوجی انداز سے چلنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے تو یہ مشرکوں کو دکھانا تھا۔ اب تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ کر دیا ہے۔ پھر کہنے لگے: وہ بات جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی، ہمیں پسند نہیں کہ ہم اسے چھوڑ دیں۔

۱۶۰۶: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِي شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ مُنْذُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا قُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِي بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ قَالَ إِنَّمَا كَانَ يَمْشِي لِيَكُوْنَ أَيْسَرَ لِاسْتِلَامِهِ.

اطرافه: ۱۶۱۱۔

۱۶۰۶: مسدد نے ہم سے بیان کیا۔ یحيٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حجرِ اسود اور رکن یمانی کا چومنا نہ تکلیف میں چھوڑا اور نہ آرام میں؛ جب سے کہ میں نے نبی ﷺ کو ان دونوں کو چومتے دیکھا۔ (عبیداللہ نے کہا:) میں نے نافع سے پوچھا: کیا حضرت ابن عمرؓ دونوں یمانی رکنوں کے درمیان حسبِ معمول چلتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: صرف اس لئے معمولی چال چلتے تھے کہ اس کے چومنے میں آسانی ہو۔

تشریح: **اَلرَّمَلُ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ:** اس باب میں تین روایتیں ہیں۔ پہلی روایت حضرت ابن عمرؓ کی ہے جو موقوف ہے۔ مگر لیث کی سند کا حوالہ دے کر اسے موصول ثابت کیا ہے۔ نسائیؒ اور بیہقیؒ نے لیثؒ کی یہ روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: **اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَخُبُّ فِي طَوَافِهِ حِيْنَ يَقْدَمُ فِي حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ ثَلَاثًا وَيَمْشِيْ أَرْبَعًا قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَفْعَلُ ذٰلِكَ.** (نسائی، کتاب مناسک الحج، باب الرمل فی الحج والعمرة) (سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحج، باب الرمل فی الطواف فی الحج والعمرة، روایت نمبر ۹۰۵۳، جزء۵ صفحہ۸۱) یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے طواف میں تین بار دوڑتے اور چار بار عام چال سے چلتے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔ یہی مضمون تیسری روایت میں جو مسدد سے منقول ہے دہرایا گیا ہے۔ اس کی صحت واضح ہے۔ دوسری روایت جو حضرت عمرؓ سے متعلق مروی ہے، اس سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ رمل کی ضرورت تو نہیں معلوم ہوتی مگر (**شَيْءٌ صَنَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَا نُحِبُّ اَنْ نَّتْرُكَهُ**) محبت کا یہ تقاضا نہیں کہ جو بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہو؛ اسے ہم چھوڑ دیں۔ حج کے تمام ارکان درحقیقت جذباتِ محبت وعشق کے مظاہرات ہیں۔ احرام اور تلبیہ کے بعد مکہ مکرمہ میں پہنچ کر ارکان حج شروع کرنے سے قبل حجر اسود کو چوما یا چھوا جاتا ہے، بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے۔ یہ سب ظاہری علامتیں ہیں۔ حجر اسود بن گھڑا ایک سیاہ پتھر ہے جو پونے تین ہاتھ زمین سے اونچا ہے اور بیت اللہ کے دروازے سے قریب مشرقی کونے کی بنیاد میں پیوست کیا ہوا ہے۔
تورات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد نے جہاں بھی خارق عادت ربانی تجلی مشاہدہ کی، وہیں انہوں نے بن گھڑے پتھر نصب کر کے خداوند کے لئے ایک نشان قائم کر دیا تھا۔ (پیدائش باب۱۲ آیت ۷،۸،۹، باب۱۳ آیت ۱۸، باب۳۵ آیت ۱۵، یشوع باب۴ آیت ۷) وادی مکہ میں واقع بیت اللہ میں بھی ایک پتھر ہے جسے اہل عرب کی روایات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتی ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام یوروشلم کی تباہی اور آسمانی بادشاہت کے بنی اسرائیل سے چھینا جانے اور ایک دوسری قوم کو اس کے دیئے جانے کی پیشگوئی میں ایک پتھر کا ذکر فرماتے ہیں کہ معماروں نے اسے رڈ کیا تھا مگر وہی کونے کا پتھر ٹھہرا۔ جس پر وہ گرے گا اسے چکنا چور کر دے گا اور جو اس پر گرا وہ چکنا چور ہوگا۔ (متی باب ۲۱ آیت ۳۳ تا ۴۲) یہ کونے کا پتھر جسے معماروں نے ردی شئے سمجھا تھا وہی پتھر ہے جو وادیٔ مکہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے مبارک ہاتھوں سے بیت اللہ کے لئے کونے کا پتھر بنا۔ اسے حسب معمول خداوند کے عہد کی یادگار کے طور پر وہاں رکھا گیا۔ یہود فن استعمار و تعمیر میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور عربوں کو ایک حقیر قوم سمجھتے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے محولہ بالا پیشگوئی کی تشریح کے ضمن میں اس کونے کے پتھر سے متعلق حضرت داؤد علیہ السلام کی پیشگوئی کا حوالہ دیا ہے۔ (زبور- باب ۱۱۸، آیت ۲۲) اس پیشگوئی میں خداوند کے نام پر آنے والے مبارک شخص کی خوشخبری دی گئی ہے اور اس کا آنا خارق عادت اور عجیب قرار دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اسی داؤدی پیشگوئی کا حوالہ دے کر اسے واضح فرمایا ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل سے آسمانی بادشاہت چھینا جانا اور دوسری قوم کو اس

کا وارث بنایا جانا۔ یہ دونوں باتیں واقعہ میں ظہور ہو کر رد کردہ کونے والے پتھر کی ماہیت از خود ظاہر کر رہی ہیں کہ وہ کونے کا پتھر کیسا مبارک تھا اور کس طرح آسمانی بادشاہت میں ہمیشہ ہمیش کے لئے بطور علامت ٹھہرا۔ حضرت دانیال علیہ السلام کی پیشگوئی مندرجہ باب ۲ آیت ۴۴، ۴۵ میں بھی اس خارق عادت پتھر کی وضاحت کی گئی ہے کہ وہ پہاڑ سے ہاتھوں کے بغیر کاٹا گیا اور وہ تمام دنیاوی مملکتوں کو پیس ڈالے گا اور اس سے ایک ابدی بادشاہت کی بنیاد قائم ہوگی۔ حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے اس کونے کے پتھر کو ابتلاء اور آزمائش کا پتھر قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے اپنا عہد و میثاق توڑ ڈالا اور ان کو سزا دی جائے گی۔ ایک پتھر بنیاد کے لئے رکھا جائے گا۔ آزمودہ پتھر محکم بنیاد کے لئے کونے کے سرے کا پتھر جو اس پر ایمان لائے گا قائم رہے گا اور بنی اسرائیل کا عہد منسوخ ہو جائے گا۔ (یسعیاہ باب ۲۸ آیت ۱۶ تا ۱۸) اور پھر اپنی ایک دوسری پیشگوئی میں قیدار کی سرزمین کو اس عظیم الشان انقلاب کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔ (یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۱ تا ۱۷ باب ۶۰ آیت ۶، ۷) اور بے کس ہاجرہ کی اولاد کو بانجھ قرار دیتے ہوئے ان کو جننے اور ابدی عہد اور امتوں کا پیشوا اور فرمانروا بنائے جانے کی بشارت دی ہے اور اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی پیشگوئی کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ (زبور باب ۱۱۸ آیت ۲۲) کونے کے پتھر سے وابستہ عظیم الشان پیشگوئی کو حضرت حجی نبی علیہ السلام نے اور زیادہ واضح کیا ہے۔ وادیٔ مکہ سے پیدا ہونے والے نبی کو سب قوموں کا ممدوث (محمد) قرار دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس کے آنے پر سب قومیں ہلائی جائیں گی۔ زمین و آسمان میں انقلاب واقع ہوگا اور بیت اللہ بزرگی سے بھر دیا جائے گا۔ اس آخری گھر کی بزرگی پہلے گھر کی بزرگی سے بہت بڑی ہوگی۔ (بائبل- حجی باب ۲ آیت ۹) اور اس جگہ کو سلامتی دی جائے گی۔

غرض حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی کا سلسلہ لمبا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انبیاء کی ہم معنی پیشگوئیاں پیہم و پیوستہ ہیں۔ سو وہ مہتم بالشان پیشگوئی ہے جو ایک زاویہ کے پتھر حجر اسود اور سلامتی و بزرگی کے آخری گھر سے وابستہ ہے۔ جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے قائم ہوئی اور پھر تکمیل سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی **فَكُنْتُ أَنَا تِلْكَ اللَّبِنَةَ** فرماتے ہوئے اپنے آپ کو اسی کونے کے پتھر کا مصداق ٹھہرایا ہے۔ (**بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیینؐ**، روایت نمبر ۳۵۳۵) (**مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النبیین**) اس عظیم الشان عہد خداوندی کے نشان کی عظمت کی وجہ سے اس کو عزت و اکرام کی نظر سے دیکھا اور بوسہ دیا جاتا ہے۔ تجلیاتِ الٰہیہ کا یہ ایک ایسا حیرت انگیز نشان ہے جسے زمانہ نہیں مٹا سکتا۔ اس کے پس پردہ خدائے قدوس کی اپنے ایک بندہ سے راز و نیاز اور گفت و شنید، حضرت ابراہیمؑ کی صحرا نوردی، آپؑ کے تکمیل مقاصد میں بیوی بیٹے کی پوری موافقت اور حضرت ہاجرہ کی ہجرت اور کوہ پیمائی کی عجیب و غریب داستان کا کرشمہ پنہاں و کارفرما ہے جو غور کرنے والوں کے ایمان کو تازہ کرتا ہے۔ اس ضمن میں تشریح باب ۴۰-۴۲ و ۶۰ بھی ملاحظہ ہو۔

بَاب ۵۸ : اِسْتِلَامُ الرُّكْنِ بِالْمِحْجَنِ

حجر اسود کو چھڑی سے چھونا

۱۶۰۷ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَيَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيْرٍ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ. تَابَعَهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنِ ابْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ.

اطرافه: ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۳۲، ۵۲۹۳۔

۱۶۰۷: احمد بن صالح اور یحییٰ بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا۔ ان دونوں نے کہا: (عبداللہ) بن وہب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: یونس نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ سے، عبیداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں (اپنے) اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔ آپ حجر اسود کو ایک چھڑی کے ذریعہ سے چھوتے۔ یونس کی طرح (عبدالعزیز) دراوردی نے بھی یہ بات کہی۔ انہوں نے زہری کے بھتیجے سے روایت کی۔ انہوں نے اپنے چچا سے۔

تشریح: اِسْتِلَامُ الرُّكْنِ بِالْمِحْجَنِ: جس واقعہ کی بنا پر باب ۵۸ قائم کیا گیا ہے وہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری کی حالت میں بیت اللہ کا طواف کرتے وقت حجر اسود کو چھڑی سے چھوا۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیمار تھے۔ طواف کرنے کے بعد اونٹنی کو بٹھایا اور دو رکعتیں ادا کیں۔ (ابو داؤد، کتاب المناسک، باب الطواف الواجب) اس بناء پر امام مالکؒ و امام ابوحنیفہؒ کی رائے میں بوجہ عذر اگر سواری پر طواف کیا جائے تو یہ جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۵۳) بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حجۃ الوداع میں کثرتِ ازدحام کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سوار ہونا پڑا۔ تا آپؐ کو شائقین دیدار دیکھ سکیں اور آپؐ کو ہجوم کے ریلے سے تکلیف نہ پہنچے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۵۳) جمہور کا مذہب حجر اسود کے بارے میں یہ ہے کہ اسے ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو بوسہ دیا جائے اور اگر ہاتھ سے نہ چھو سکے تو چھڑی کو چھو کر اس چھڑی کو بوسہ دیا جائے۔ اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اشارہ ہی کافی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۹۷) امام مالکؒ نے جمہور کے مذہب سے اتفاق نہیں کیا۔ ان کے نزدیک ہاتھ وغیرہ کو بوسہ دینے کی ضرورت نہیں۔ اگر حجرِ اسود کو بوسہ نہ دے سکے تو ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرنا ہی کافی ہے۔ اگر یہ بھی نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۵۳) (فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۹۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرِ اسود کو چھڑی سے چھونا بتاتا ہے کہ چومنا فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔ دیکھئے تشریح باب ۵۶۔

لفظ اِسْتِلَام کے معنی بھی مطلق چھونا ہے۔ دیکھئے تشریح باب ۶۰۔

تَابَعَهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ : روایت کے آخر میں جس متابعت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى بَعِيرٍ کے الفاظ نہیں باقی الفاظ ہیں۔ اسی واقعہ کی بعض دیگر روایات مثلاً لیثؒ وغیرہ کی روایت میں عبیداللہ راوی کا ذکر نہیں بلکہ ابن شہابؒ کے بعد عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ہے۔ اس اختلاف کے پیش نظر عبدالعزیز دراوردیؒ کی روایت کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ جس میں عبیداللہ کے واسطے کا ذکر موجود ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۵۹۶)

بَاب ٥٩ : مَنْ لَّمْ يَسْتَلِمْ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ

جس نے صرف دو یمانی رکنوں کو ہی چھوا

١٦٠٨: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ أَنَّهُ قَالَ وَمَنْ يَّتَّقِي شَيْئًا مِّنَ الْبَيْتِ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِنَّهُ لَا يُسْتَلَمُ☆ هَذَانِ الرُّكْنَانِ فَقَالَ لَيْسَ شَيْءٌ مِّنَ الْبَيْتِ مَهْجُوْرًا وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَسْتَلِمُهُنَّ كُلَّهُنَّ.

۱۶۰۸: اور محمد بن بکر نے کہا: ہمیں ابن جریج نے بتایا کہ عمرو بن دینار نے ابوشعثاء سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: کعبہ کی کسی چیز سے کون پرہیز کرتا ہے۔ (سب چیزیں قابل بوسہ ہیں) اور معاویہؓ (چاروں) ستونوں کو چومتے تھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: ہم☆ ان دو ستونوں (یعنی شامی اور عراقی) کو نہیں چوما کرتے تو معاویہؓ نے (ان سے) کہا: بیت اللہ کی کوئی ایسی چیز نہیں جو چھوڑی جائے۔ اور حضرت (عبداللہ) بن زبیر رضی اللہ عنہما سبھی کو چومتے تھے۔

١٦٠٩: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۶۰۹: ابوالولید (طیالسی) نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ بن عمر) رضی اللہ عنہما سے

☆ الفاظ "لَا يُسْتَلَمُ هَذَانِ الرُّكْنَانِ" کی بجائے فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں الفاظ "لَا نَسْتَلِمُ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ" ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۵۹۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

يَسْتَلِمُ مِنَ الْبَيْتِ إِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.

روایت کی۔انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کونہیں دیکھا کہ آپؐ بیت اللہ میں سوا دو یمنی ستونوں کے کسی اور کو بھی چومتے ہوں۔

اطرافه: ١٦٦، ١٥١٤، ١٥٥٢، ٢٨٦٥، ٥٨٥١۔

تشریح: مَنْ لَّمْ يَسْتَلِمْ اِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ: بیت اللہ کے جنوبی کونوں کو اس وجہ سے رکن یمانی کہتے ہیں کہ یمن مکہ مکرمہ کے جنوب میں واقعہ ہے اور شمالی کونوں کو رکن شامی۔شام مکہ مکرمہ کے شمال میں واقع ہے۔جنوب مشرقی زاویہ میں حجرِ اسود باہر کی طرف دیوار میں پیوست ہے۔اس لئے اس زاویہ کو رکن اسود بھی کہتے ہیں۔دونوں رکن یمانی ابراہیمی بنیاد پر واقع ہیں مگر رکن شامی اصل بنیاد سے ہٹ کر بنائے گئے تھے۔جس سے بیت اللہ کے جانب شمال کچھ جگہ بچ رہی ہے۔اس حصہ کو حطیم کہتے ہیں۔طوافِ بیت اللہ میں حطیم شامل کرلیا جاتا ہے اور دورانِ طواف یمانی رکنوں کے قریب گزرتے ہوئے یمانی دو رکن چھوئے جاتے ہیں مگر شامی رکن اصل بنیاد پر نہ ہونے کی وجہ سے نہیں چھوئے جاتے۔روایت نمبر ۱۶۰۸ سے ظاہر ہے کہ معاویہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے شامی رکنوں کو بھی چھوا۔حضرت ابن زبیرؓ نے بیت اللہ کو گرا کر اسے اصل بنیاؤں پر قائم کیا تھا۔(روایت نمبر ۱۵۸۶) اس لئے ان کے چھونے سے متعلق تو توجیہہ ہوسکتی ہے مگر معاویہؓ کے فعل سے بظاہر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی سوا اس کے کہ یہ ان کا اجتہاد سمجھا جائے۔جن فقہاء نے چاروں رکنوں کو چھونے کی نسبت فتویٰ دیا ہے وہ حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ان کا قول ہے: كُنَّا نَرَى اِذَا طُفْنَا اَنْ نَّسْتَلِمَ الْاَرْكَانَ كُلَّهَا. (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول فى الطواف بالبيت والكلام فى صفته) ہم یہی سمجھتے تھے کہ طواف کے وقت تمام ارکان کا استلام کریں۔مگر یہ قول حجت نہیں ہوسکتا۔روایت میں ان کے سابقہ خیال اور عمل کا ذکر کیا گیا ہے۔تقبیل واستلام اور طواف میں جو امور ضروری ہیں وہ ذکر الٰہی اور دعائیں ہیں۔(الحج: ۳۵ تا ۳۸) ورنہ یہ امور صرف ظاہری علامتیں ہیں۔اظہارِ محبت وعشق کی یہ اصلی روح ہے ارکانِ حج وعمرہ میں۔(اس تعلق میں دیکھئے کتاب الحج تشریح باب ۴)

اس باب میں پہلے تین حوالے منقول ہیں۔(زیرِ روایت نمبر ۱۶۰۸) پہلا حوالہ جابر بن زید ابوالشعثاء کا ہے: وَمَنْ يَّتَّقِيْ شَيْئًا مِّنَ الْبَيْتِ؟ یہ استفہام انکاری ہے۔یعنی بیت اللہ کے کسی حصے کو چومنے سے کوئی پرہیز نہیں کرے گا۔دوسرا حوالہ امام احمد بن حنبلؒ [۱] نے بھی موصولاً بجائے ابوالشعثاء کے ابوطفیل سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ اور معاویہؓ کے ساتھ حج کیا تو معاویہؓ شامی رکنوں کو بھی چومتے تھے۔حضرت ابن عباسؓ نے ان سے کہا کہ انہیں نہیں چھوا جاتا۔تیسرا حوالہ ابن ابی شیبہؒ [۲] نے عباد بن عبداللہ بن زبیر سے اور امام مالکؒ [۳] نے عروہ بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ وہ جب

---

۱ (مسند احمد بن حنبل، مسند بنی هاشم، مسند ابن عباس، جزء اول صفحه ۳۳۲)
۲ (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الحج، باب فيما يسم من الأركان، روایت نمبر ۱۴۹۹۵)
۳ (مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب الاستلام فى الطواف)

بیت اللہ کا طواف کرتے تو تمام رکنوں کو چھوتے۔(فتح الباری جزء۳صفحہ۵۹۷،۵۹۸)(عمدۃ القاری جزء۹صفحہ۲۵۴)ان حوالوں کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت نقل کی گئی ہے جس سے عنوانِ باب ازخود واضح ہو جاتا ہے۔ یعنی جس نے رکن یمانی کے سوا کسی اور رکن کو نہ چھوا؛ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی۔(اس تعلق میں روایت ۱۵۸۳ بھی دیکھئے)

بَاب ٦٠: تَقْبِيْلُ الْحَجَرِ

حجرِ اسود کو چومنا

١٦١٠: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ أَخْبَرَنَا وَرْقَاءُ أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَقَالَ لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ.

اطرافه: ١٥٩٧، ١٦٠٥۔

۱۶۱۰: احمد بن سنان نے ہم سے بیان کیا۔ یزید بن ہارون نے ہم سے بیان کیا کہ ہمیں ورقاء نے بتایا۔ زید بن اسلم نے ہمیں خبر دی کہ ان کے باپ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ آپؐ نے تجھے چوما ہے تو میں کبھی تجھے نہ چومتا۔

١٦١١: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ فَقَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ قَالَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِنْ زُحِمْتُ أَرَأَيْتَ إِنْ غُلِبْتُ قَالَ اجْعَلْ أَرَأَيْتَ بِالْيَمَنِ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ.

۱۶۱۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ زبیر بن عربی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجرِ اسود کو چومنے کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے (ہاتھ سے) چھوتے اور چومتے دیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے پوچھا: بھلا بتائیں اگر مَیں ہجوم میں ہوں اور بے بس ہو جاؤں؟ تو انہوں نے کہا: یہ اگر مگر یمن میں رکھو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے چھوتے اور چومتے

{قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْفِرَبْرِيُّ وَجَدْتُّ فِي كِتَابِ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ الزُّبَيْرُ بْنُ عَدِيٍّ كُوْفِيٌّ وَالزُّبَيْرُ بْنُ عَرَبِيٍّ بَصَرِيٌّ. ☆}

دیکھا ہے۔{(اور) محمد بن یوسف فربری نے کہا: میں نے ابوجعفر (بن ابی حاتم) کی کتاب میں (یہ لکھا ہوا) دیکھا۔ ابوعبداللہ نے کہا کہ زبیر بن عدی کوفہ کے رہنے والے ہیں اور زبیر بن عربی بصرہ کے رہنے والے☆}

اطرافه: ۱۶۰۶۔

تشریح: **يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ**: اِسْتِلَام کے معنی چھونا۔ سلام سے مشتق ہے۔ سلامتی کی دعا دیتے وقت ہاتھ سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ تَقْبِيْل کے معنی ہیں بوسہ دینا۔ باب نمبر۵۶ کا عنوان اِسْتِلَام سے قائم کیا گیا ہے۔ روایت نمبر۱۶۰۵، ۱۶۱۰ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ حجرِ اسود ہاتھ سے چھوا بھی جاتا اور چوما بھی جاتا۔ روایت نمبر۱۶۱۱ کے الفاظ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ سے واضح ہے کہ استلام اور تقبیل میں فرق ہے۔ یہی فرق واضح کرنے کے لئے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ رکن یمانی کو چھوا یا اس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ مگر حجرِ اسود کو اگر ہو سکے تو ضرور بوسہ دیا جائے۔ چونکہ طواف کے پھیروں میں یہ امر مشکل ہے؛ اس لئے جب کوئی حجرِ اسود کے مقابل آئے تو اس کو بھی ہاتھ سے اشارہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ طواف کی گزرگاہ اور بیت اللہ کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا گیا ہے۔ اگر بیت اللہ کے اندر جانے کا موقع ملے تو حجرِ اسود کو ہاتھ سے چھونا اور بوسہ دینا سنت نبوی ہے۔

أَرَأَيْتَ اِنْ غُلِبْتُ: یعنی اگر لوگ دھکے دیں اور آگے نہ جانے دیں تو پھر کیا کیا جائے؟ اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس لئے جھنجلائے کہ مخلص انسان دھکوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ ضرور اپنا راستہ نکال لیتا ہے اور پھر اگر امکان نہیں تو شریعت تکلیف مالا یطاق میں نہیں ڈالتی۔ اس لیے ایسے سوال کر کے عذرات کا دروازہ نہیں کھولنا چاہیے۔

روایت نمبر۱۶۱۱ کے آخر میں محمد بن یوسف فربریؒ کے حوالہ سے ایک تصحیح کی گئی ہے۔ ابوجعفر محمد بن ابی حاتم وراق امام بخاریؒ کے نقل نویس تھے۔ فربریؒ کے ایک شاگرد ابواحمد جرجانی نے روایت نمبر۱۶۱۱ میں راوی کا نام زبیر بن عدی نقل کیا ہے جو صحیح نہیں۔ یہ اور شخص ہے جو کوفہ کا باشندہ تھا۔

بَاب ٦١: مَنْ أَشَارَ إِلَى الرُّكْنِ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ

جو حجرِ اسود کو اشارہ کرے جب اس کے بالمقابل آئے

۱٦۱۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ

۱۶۱۲: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد (حذاء)

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۶۰۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيْرٍ كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ.

نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہوکر بیت اللہ کا طواف کیا۔ جب آپؐ حجرِ اسود کے سامنے آتے تو آپؐ اس کی طرف اشارہ کرتے۔

اطرافه: ١٦٠٧، ١٦١٣، ١٦٣٢، ٥٢٩٣.

تشریح: مَنْ اَشَارَ اِلَى الرُّكْنِ اِذَا اَتَى عَلَيْهِ: آج کل بوقت طواف ہاتھ سے اشارہ ہی کیا جاتا ہے اور یہ بھی جائز ہے۔ (اس تعلق میں دیکھئے تشریح باب ۵۸)

بَاب ٦٢: اَلتَّكْبِيْرُ عِنْدَ الرُّكْنِ

حجرِ اسود کے پاس اللہ اکبر کہنا

١٦١٣: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيْرٍ كُلَّمَا أَتَى الرُّكْنَ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ عِنْدَهُ وَكَبَّرَ. تَابَعَهُ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ.

۱۶۱۳: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد بن عبداللہ (طحان) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد حذاء نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہوکر بیت اللہ کا طواف کیا۔ جب آپؐ حجرِ اسود کے پاس آتے تو آپؐ اس کی طرف کسی چیز سے جو آپؐ کے پاس تھی؛ اشارہ کرکے اللہ اکبر کہتے۔ خالد طحان کی طرح ابراہیم بن طہمان نے خالد حذاء سے روایت کی۔

اطرافه: ١٦٠٧، ١٦١٢، ١٦٣٢، ٥٢٩٣.

تشریح: اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ عِنْدَهُ وَكَبَّرَ: محولہ بالا روایت سے ظاہر ہے کہ اشارہ کرنا اور اللہ اکبر کہنا جائز ہے۔ اول الذکر مسئلہ سے متعلق امام مالکؒ کی رائے باب ۵۸ کی تشریح میں گزر چکی ہے۔ اس تکبیر کو بھی بعض فقہاء نے سنت قرار دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس تکبیر کا ذکر روایت نمبر ۱۶۱۳ میں ہے وہ حج

کے موقع پر نہیں کہی گئی تھی بلکہ فتح مکہ کے موقع پر اور یہ تکبیر فتح وظفر کے اعلان میں تھی۔ بیت اللہ وعدہ کے مطابق بتوں سے پاک وصاف کیا گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ. (البقرة :۱۲۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے پورا ہوا۔ اگر اس یاد کو تازہ کرنے کی غرض سے کوئی اس موقع پر آ کر اللہ اکبر کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن یہ دونوں باتیں ارکانِ حج میں سے نہیں۔ اس لئے یہ حاجیوں کے ذوق پر چھوڑا گیا ہے۔ اس تعلق میں باب ۵۴ مع تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب۶۳ : مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يَّرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا

جو شخص مکہ میں آ کر اپنے گھر کو لوٹنے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرے پھر دو رکعتیں پڑھے پھر میدانِ صفا کی طرف نکلے

۱۶۱۴-۱۶۱۵: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ذَكَرْتُ لِعُرْوَةَ قَالَ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِيْنَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مِثْلَهُ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُوْنَهُ وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ

۱۶۱۴-۱۶۱۵: اصبغ (بن فرج) نے ہمیں بتایا کہ (عبداللہ) بن وہب سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) عمرو (بن حارث) نے مجھے بتایا۔ محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے۔ (انہوں نے کہا:) میں نے عروہ سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا کہ جب نبی ﷺ (مکہ میں) آئے تو پہلا کام جس سے آپؐ نے حج شروع کیا؛ یہ تھا کہ آپؐ نے وضو کیا۔ اس کے بعد طواف کیا۔ یہ عمرہ نہیں تھا۔ آپؐ کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اسی طرح حج کیا۔ (عروہ نے کہا:) پھر میں نے اپنے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا۔ پہلا کام جس سے انہوں نے حج شروع کیا؛ طواف تھا۔ پھر میں نے مہاجرین وانصار کو یہی کرتے دیکھا اور میری والدہ

بِعُمْرَةٍ فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا.

(حضرت اسماءؓ) نے بھی مجھے بتایا کہ انہوں نے اور ان کی بہن (حضرت عائشہؓ) اور حضرت زبیرؓ اور فلاں فلاں لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا۔ جب انہوں نے حجرِ اسود کو چوما؛ اس وقت انہوں نے احرام کھولا۔

اطراف الحديث١٦١٤: ١٦٤١۔
اطراف الحديث١٦١٥: ١٦٤٢، ١٧٩٦۔

١٦١٦: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ أَنَسٌ حَدَّثَنَا مُوْسَى ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوَّلَ مَا يَقْدَمُ سَعَى ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشَى أَرْبَعَةً ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

۱۶۱۶: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوضمرہ انس (بن عیاض) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حج اور عمرہ کے لئے (مکہ میں) آتے تو پہلے طواف کرتے۔ تین پھیرے دوڑ کر چلتے اور چار پھیرے حسب معمول چلتے۔ پھر دو رکعتیں پڑھتے۔ اس کے بعد صفا و مروہ کے درمیان طواف کرتے۔

اطرافه: ١٦٠٣، ١٦٠٤، ١٦١٧، ١٦٤٤۔

١٦١٧: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَيَمْشِي أَرْبَعَةً وَأَنَّهُ كَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيْلِ إِذَا

۱۶۱۷: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) انس بن عیاض نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کا پہلا طواف (طوافِ قدوم) کرتے تو تین پھیرے دوڑ کر چلتے اور چار پھیرے حسب معمول چلتے اور جب صفا و مروہ کے درمیان

طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. طواف کرتے تو آپؐ نالے کے نشیب میں دوڑتے۔

اطرافہ: ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۱۶، ۱۶۴۴۔

تشریح: **مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ...... ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا:** باب کی پہلی روایت کے الفاظ فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوا سے ظاہر ہوتا ہے کہ حجراسود کو چھونے کے بعد احرام کھول دیے جاتے ہیں۔ ابن تین نے رکن سے مروہ کا رُکن مراد لیا ہے جو سعی صفا مروہ کی آخری حد ہے۔ یہاں عمرہ سے متعلق مناسک ختم ہوتے ہیں۔ مگر امام ابن حجرؒ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت اسماءؓ کی اس روایت میں جو ابوالاسود سے مروی ہے یہ الفاظ ہیں: فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ اَحْلَلْنَا. (روایت نمبر۱۷۹۶) اس سے واضح ہے کہ مسح رکن کنایہ ہے جس سے مراد بیت اللہ کا طواف ہے۔ حج اور عمرہ دونوں میں حجرِ اسود سے طواف شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہوتا ہے۔ علامہ نوویؒ نے محولہ بالا جملے سے مراد طوافِ بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ دونوں لئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۰۲)

امام بخاریؒ نے اس کی تشریح نہ صرف عنوانِ باب میں ہی کر دی ہے بلکہ اس کے بعد کی دو روایتیں (نمبر۱۶۱۶، ۱۶۱۷) لا کر منقولہ روایت فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ اَحْلَلْنَا. (روایت نمبر۱۷۹۶) کے غایت درجہ اختصار کو زیادہ واضح کر دیا ہے۔ اس تشریح کو سمجھنے کے لئے اصل واقعہ اور ارکانِ حج اور عروہ بن زبیر کا مذہب ذہن میں مستحضر ہونا چاہیے۔

امام مسلمؒ ☆ نے محولہ بالا واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ لیکن امام بخاریؒ نے صرف وہ حصہ لیا ہے جو مستند و مرفوع روایت میں آیا ہے۔ عروہ بن زبیر کے نزدیک حج میں طوافِ بیت اللہ کے علاوہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا بھی ضروری رکن ہے۔ مگر حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک سعی ضروری نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۰۳) ان کا یہ اختلاف مشہور تھا۔ ایک عراقی شخص نے محمد بن عبدالرحمٰن سے کہا کہ عروہ سے دریافت کریں آیا حج کا احرام طوافِ بیت اللہ کے بعد کھول دیا جائے؟ تو ان کے سوال پر عروہ نے جواب دیا کہ جس نے حج کا احرام باندھا ہو؛ وہ حج کر کے ہی احرام کھول سکتا ہے۔ محمد بن عبدالرحمٰن نے عروہ کا یہ جواب سن کر اس عراقی سے کہا کہ ان سے کہیں کہ ایک شخص نے بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسا ہی کیا اور حضرت زبیرؓ اور حضرت اسماءؓ نے بھی۔ عروہ نے جواب دیا کہ وہ شخص خود آ کر کیوں نہیں پوچھتا؟ میرا خیال ہے کہ یہ پوچھنے والا عراقی ہے۔ اس نے غلط کہا ہے۔ قَدْ حَجَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ...... آگے وہی روایت ہے سوائے اِس کے کہ مسلم کی روایت میں لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً کی جگہ الفاظ لَمْ يَكُنْ غَيْرُهُ ہیں۔ یعنی حج کے سوا اور کچھ نہیں ہوا۔ اس قسم کا خفیف سا اختلاف ان روایتوں میں ہے۔ مسلم کی روایت کے الفاظ جو عروہ ہی سے منقول ہیں؛ یہ ہیں: وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَقْبَلَتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ قَطُّ فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوا. یعنی میری والدہ (حضرت اسماءؓ) نے مجھے بتایا کہ وہ اور ان کی بہن حضرت عائشہؓ اور حضرت زبیرؓ اور فلاں فلاں عمرہ کے لئے کبھی آئے تو جب رکن کا مسح کر چکے؛ احرام کھول دیئے۔ یہ وہ لمبی روایت ہے جس کی توضیح و تشریح دوسری مستند روایتوں کی مدد سے کرنا

☆ (مسلم، کتاب الحج، باب مايلزم من طاف بالبيت وسعى من البقاء على الاحرام وترك التحلل)

یہاں مقصود ہے۔ یہ واقعہ باب ۷۸ میں ایک دوسری سند سے مفصل منقول ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۶۴۱)

حج میں طواف تین ہوتے ہیں۔ ایک طوافِ قدوم یعنی وہ طواف جو مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت کیا جاتا ہے۔ دوسرا طوافِ افاضہ جس کی نسبت قرآنِ مجید میں بایں الفاظ ارشاد ہے: ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿الحج:٣٠﴾ {پھر چاہئے کہ وہ اپنی (بدیوں کی) میل کو دور کریں اور اپنی منتوں کو پورا کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔} نیز دیکھئے سورۂ بقرہ آیت ۲۰۰۔ منیٰ میں قربانی کرکے جمرۃ العقبہ پر رمی کرنے کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے اور یہ طواف حج کے ضروری ارکان میں سے ہے۔ تیسرا طواف الوداع ہے جو مکہ مکرمہ سے لوٹتے وقت کیا جاتا ہے۔ ان طوافوں میں سے طواف الافاضہ کے فرض ہونے پر ائمہ اور فقہاء کا اتفاق ہے۔ عروہ بن زبیر کے قول فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوا سے طواف الافاضہ مراد ہے جس سے پہلے طوافِ قدوم، دو رکعت نماز اور سعی ہیں۔ یہی مراد عروہ بن زبیر کی ہے۔ باب ۴۲ کی تشریح میں بتایا جاچکا ہے کہ بیت اللہ کا طواف ایک طریق عبادت تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جاری کیا اور آپؑ کے بعد اسرائیلی انبیاء سابقین نے بھی قائم رکھا۔ عیسائی اب تک کنیسہ قیامہ میں اپنے حج کے ایام میں طواف کرتے ہیں۔ زبور میں اسی پروانہ وار طوافِ عشق و محبت کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔ ''میں تیرے مذبح کا طواف کروں گا تاکہ شکرگزاری کی آواز بلند کروں اور تیرے سب عجیب کاموں کو بیان کروں۔'' (زبور باب ۲۶ آیت ۶، ۷)
اسلام نے بھی اس طریق عبادت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد میں قائم رکھا ہے۔

بَاب ٦٤ : طَوَافُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ

مردوں کے ساتھ عورتوں کا طواف کرنا

١٦١٨ : وَقَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ إِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ الطَّوَافَ مَعَ الرِّجَالِ قَالَ كَيْفَ يَمْنَعُهُنَّ☆ وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الرِّجَالِ قُلْتُ أَبَعْدَ الْحِجَابِ أَوْ قَبْلُ قَالَ إِيْ

۱۶۱۸: اور عمرو بن علی نے (مجھ سے) کہا: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج نے کہا: عطاء نے مجھے بتایا۔ جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کیا تو عطاء نے کہا: تم☆ ان کو کیسے منع کرتے ہو بحالیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے بھی مردوں کے ساتھ طواف کیا۔ (ابن جریج کہتے تھے:) میں نے پوچھا: حجاب کے

☆ ''كَيْفَ يَمْنَعُهُنَّ'' یعنی وہ ان کو کیسے منع کرتے ہیں؟ کی بجائے فتح الباری مطبوعہ بولاق میں لفظ ''كَيْفَ تَمْنَعُهُنَّ'' ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۶۰۵) مندرجہ بالا ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

لَعَمْرِي لَقَدْ أَدْرَكْتُهُ بَعْدَ الْحِجَابِ قُلْتُ كَيْفَ يُخَالِطْنَ الرِّجَالَ قَالَ لَمْ يَكُنَّ يُخَالِطْنَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَطُوْفُ حَجْرَةً مِّنَ الرِّجَالِ لَا تُخَالِطُهُمْ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ انْطَلِقِيْ نَسْتَلِمْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ انْطَلِقِي عَنْكِ وَأَبَتْ يَخْرُجْنَ مُتَنَكِّرَاتٍ بِاللَّيْلِ فَيَطُفْنَ مَعَ الرِّجَالِ وَلَكِنَّهُنَّ كُنَّ إِذَا دَخَلْنَ الْبَيْتَ قُمْنَ حَتَّى يَدْخُلْنَ وَأُخْرِجَ الرِّجَالُ وَكُنْتُ آتِي عَائِشَةَ أَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ فِي جَوْفِ ثَبِيْرٍ قُلْتُ وَمَا حِجَابُهَا قَالَ هِيَ فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ لَّهَا غِشَاءٌ وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهَا غَيْرُ ذَلِكَ وَرَأَيْتُ عَلَيْهَا دِرْعًا مُوَرَّدًا.

بعد یا پہلے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں مجھے اپنے عقیدہ کی قسم! حجاب کے بعد میں نے یہ طواف کرتے پایا۔ (ابن جریج) کہتے تھے: میں نے کہا: عورتیں مردوں سے کیسے مل جل جاتی تھیں؟ انہوں نے کہا: عورتیں ملتی جلتی نہ تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں سے ایک طرف جدا طواف کرتیں۔ ان سے ملا جلا نہیں کرتی تھیں۔ ایک عورت نے ان سے کہا: ام المؤمنین! چلیں حجر اسود چومیں۔ انہوں نے کہا: خود جاؤ اور انکار کیا۔ عورتیں رات کو اپنی ہیئت بدل کر نکلتیں اور مردوں کے ساتھ طواف کرتیں۔ البتہ جب بیت اللہ میں داخل ہوتیں تو داخل ہوتے وقت ٹھہر جاتیں اور مرد باہر کر دئے جاتے۔ میں اور عبید بن عمیر حضرت عائشہؓ کے پاس آیا کرتے اور وہ ثبیر پہاڑ کے میدان میں ٹھہری تھیں۔ میں نے کہا: (ابن جریج کہتے تھے میں نے پوچھا:) ان کا پردہ کیسا تھا؟ تو انہوں نے کہا: وہ ایک ترکی خیمہ میں تھیں جس کا ایک پردہ تھا۔ ہمارے اور ان کے درمیان اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا اور میں نے دیکھا کہ وہ ایک گلابی قمیص پہنے ہوئے تھیں۔

١٦١٩: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ شَكَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ

۱۶۱۹: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ سے، حضرت زینبؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَشْتَكِيْ فَقَالَ طُوْفِي مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ يُصَلِّيْ إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ وَ هُوَ يَقْرَأُ : وَ الطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ (الطور:۲-۳)

صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں تو آپؐ نے فرمایا: سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کرلو۔ میں نے (لوگوں کے پیچھے) طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیت اللہ کے پہلو میں نماز ادا کر رہے تھے اور آپؐ سورۃ "وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ" تلاوت فرما رہے تھے۔

اطرافه: ٤٦٤، ١٦٢٦، ١٦٣٣، ٤٨٥٣۔

تشریح: **طَوَافُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ:** مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے افراط و تفریط کے مابین صورت واضح کی ہے۔ یعنی یہ کہ عورتیں مردوں کے پیچھے یا ایک طرف ہٹ کر بغیر اس کے کہ آپس میں ملیں جلیں بیت اللہ کا طواف کر سکتی ہیں۔ (روایت نمبر ۱۶۱۹) پردہ کے بارے میں باب ۲۳ کی تشریح میں تفصیل گزر چکی ہے۔ عورتیں حج میں اوڑھنیاں استعمال کر سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ اگر چاہتیں تو رات کے وقت طواف کر لیتیں۔ روایت نمبر ۱۶۱۸ کو واوِ عاطفہ سے شروع کر کے اسے عنوانِ باب کا حصہ قرار دیا ہے تا اس بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر سامنے آجائیں۔ یہ بطور تعلیق کے اسی لئے رکھا ہے۔ ابو عاصم نبیل ضحاک بن مخلد امام بخاریؒ کے استاد ہیں۔ مذکورہ بالا روایت انہوں نے اپنے استاد سے براہ راست نہیں بلکہ عمرو بن علی باہلی کے واسطہ سے اخذ کی ہے۔ محدثین و شارحین کو اس روایت کی تحقیق میں بڑی دقّت ہوئی ہے لیکن عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج کی یہی روایت علامہ عبدالرزاق کی مسند اور علامہ فاکہیؒ کی کتاب مکہ میں مختلف سند سے مروی ہے۔ (مصنف عبد الرزاق، كتاب المناسک، باب طواف الرجال والنساء معا، روایت نمبر ۹۰۱۸، جزء۵ صفحہ ۶۶) (أخبار مكة، ذكر اوّل من فرق بين الرجال والنساء في الطواف، روایت نمبر ۴۸۳، جزء اول صفحہ ۲۵۱) (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۰۶)

إِذْ مَنَعَ ابْنُ هِشَامٍ النِّسَاءَ: ابن ہشامؒ جن کی متابعت کا ذکر روایت ۱۶۸۱ میں کیا گیا ہے ابراہیم ہیں؛ جو ہشام بن عبدالملک بن مروان کے ماموں تھے۔ جنہیں انہوں نے امیر مدینہ اور ان کے بھائی محمد کو امیر مکہ مقرر کیا تھا۔ ہشام نے اپنی خلافت میں ابراہیم کو حج کا نگرانِ اعلیٰ مقرر کیا اور انہوں نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ حج کرنے سے روکا تو عطاء بن ابی رباحؒ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا۔ محولہ بالا گفتگو ابن جریج اور عطاءؒ کے درمیان ہوئی۔ عطاءؒ نے اسی مسئلہ کو واضح کرنے کے لئے سب باتیں انہیں بتائیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ اس میں تشدد مناسب نہیں۔ عبدالعزیز بن جریج مکی تابعی ہیں۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایتیں نقل کی ہیں۔ ان کے بیٹے عبدالملک فقیہہ تھے۔ ان کی روایتیں جو ان کے باپ سے منقول ہیں مستند ہیں۔

بَاب ٦٥ : اَلْكَلَامُ فِي الطَّوَافِ
طواف میں باتیں کرنا

١٦٢٠ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الْأَحْوَلُ أَنَّ طَاوُسًا أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ رَبَطَ يَدَهُ إِلَى إِنْسَانٍ بِسَيْرٍ أَوْ بِخَيْطٍ أَوْ بِشَيْءٍ غَيْرِ ذَلِكَ فَقَطَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ قُدْهُ بِيَدِهِ.

۱۶۲۰: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام (صنعانی) نے ہمیں بتایا کہ ابن جریج نے ان سے بیان کیا، (کہا:) سلیمان (بن ابی مسلم) احول نے مجھے بتایا کہ طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ نبی ﷺ جبکہ آپؐ کعبہ کا طواف کر رہے تھے؛ ایک آدمی کے پاس سے گزرے کہ جس نے اپنا ہاتھ ایک دوسرے آدمی سے تسمہ یا دھاگہ یا کسی اور چیز کے ذریعے باندھ رکھا تھا۔ آپؐ نے اس کو اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا۔ پھر فرمایا: اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر لے چلو۔

اطرافه: ١٦٢١، ٦٧٠٢، ٦٧٠٣.

تشریح: **اَلْكَلَامُ فِي الطَّوَافِ:** بیت اللہ کا طواف مناسکِ حج میں سے ایک ضروری رکن ہے۔ یہاں تک کہ بعض فقہاء کے نزدیک حضرت ابن عباسؓ کی مشہور روایت کے مطابق کہ طواف ایک قسم کی نماز ہی ہے۔ یہ روایت اصحاب السنن نے نقل کی ہے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: اَلطَّوَافُ حَوْلَ الْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلَاةِ إِلَّا أَنَّكُمْ تَتَكَلَّمُوْنَ فِيْهِ فَمَنْ تَكَلَّمَ فِيْهِ فَلَا يَتَكَلَّمَنَّ إِلَّا بِخَيْرٍ. ☆ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۰۹) یعنی بیت اللہ کا طواف مثل نماز کے ہے البتہ تم اس میں گفتگو کرتے ہو۔ جو شخص اس کے دوران گفتگو کرے وہ سوائے بھلی بات کے اور کچھ نہ کہے۔ ایک دوسری سند میں أَنَّ اللّٰهَ أَحَلَّ فِيْهِ الْمَنْطِقَ کے الفاظ ہیں۔ یعنی اللہ نے اس میں گفتگو کی اجازت دی ہے۔ طاؤسؒ کی ہی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ فَأَقِلُّوْا مِنَ الْكَلَامِ. (نسائی، کتاب مناسک الحج، باب إباحة الكلام فی الطواف) یعنی طوافِ بیت اللہ بھی

☆ (ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی الکلام فی الطواف) (دارمی، کتاب المناسک، باب الکلام فی الطواف) (صحیح ابن حبان، کتاب الحج، ذکر الإخبار عن إباحة الکلام للطائف حول البیت العتیق، روایت نمبر ۳۸۳۶، جزء۹ صفحہ۱۴۳) (صحیح ابن خزیمة، کتاب المناسک، باب الرخصة فی التکلم بالخیر فی الطواف، روایت نمبر ۲۷۳۹، جزء۴ صفحہ۲۲۲)

نماز ہی ہے۔اس میں گفتگو کم کریں۔حضرت ابن عباسؓ کی اسی روایت کے پیش نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔طاؤسؒ بڑے پایہ کے عالم باعمل فقیہہ اور محدث ہیں۔مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔سن وفات ۱۰۶ھ ہے۔زہری اور ان کے سوا بہت سے لوگوں نے ان سے روایتیں اخذ کی ہیں۔(تھذیب التھذیب، من اسمه طاؤس، طاؤس بن کیسان) امام بخاریؒ نے روایت نمبر۱۶۲۰ کو ان کی مذکورہ بالا مشہور روایت (نمبر۱۶۲۱) پر مقدم کیا ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالتِ طواف بات کی جو ایک نصیحت تھی۔اس سے معلوم ہوا کہ طواف میں عندالضرورت بات کی جا سکتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ امام موصوفؒ نے عنوانِ باب کو مصدر یہ رکھ کر مسئلہ کو کسی معین فتویٰ سے مقید نہیں کیا۔

مَرَّ.... بِاِنْسَانٍ رَبَطَ يَدَهُ اِلَى اِنْسَانٍ: دو شخص جو ایک دوسرے سے بندھے ہوئے طواف کر رہے تھے؛ انہوں نے نذر مانی تھی کہ وہ دونوں اسی طرح ایک دوسرے سے بندھے ہی بیت اللہ میں جا کر طواف کریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے ایسی نذر کو شیطانی فعل قرار دیا ہے۔امام احمد بن حنبلؒ اور علامہ فاکہیؒ نے یہ واقعہ مفصل بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا: مَا بَالُ الْقِرَانِ یعنی اس طرح جوڑنے کی کیا وجہ ہے؟ ان کا جواب سن کر آپؐ نے فرمایا: لَيْسَ هَذَا نَذْرًا...... إِنَّمَا النَّذْرُ مَا ابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ. یہ نذر نہیں؛ نذر تو وہ عمل ہے جس میں رضاءِ الٰہی مطلوب ہو۔(مسند احمد بن حنبل جزء۲ صفحہ۱۸۳) طبرانی کی روایت میں ہے: اِنَّ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ. یعنی یہ شیطانی عمل ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۰۹) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۶۴) مشرکین عرب میں طوافِ کعبہ سے متعلق اسی قسم کی نذریں اور منتیں رائج تھیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی اصلاح فرمائی۔

بَاب ٦٦ : إِذَا رَأَى سَيْرًا أَوْ شَيْئًا يُكْرَهُ فِي الطَّوَافِ قَطَعَهُ

جب طواف میں تسمہ☆ یا مکروہ چیز دیکھے تو اسے کاٹ دے

١٦٢١ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ بِزِمَامٍ أَوْ غَيْرِهِ فَقَطَعَهُ.

اطرافه: ١٦٢٠، ٦٧٠٢، ٦٧٠٣.

۱۶۲۱: ابوعاصم (نبیل) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے سلیمان احول سے، سلیمان نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ڈوری یا کسی اور چیز سے باندھے کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔آپؐ نے وہ کاٹ دیا۔

تشریح: اِذَا رَأَى سَيْرًا اَو شَيْئًا يُكْرَهُ فِي الطَّوَافِ: عنوان باب سے یہ بتانا مقصود ہے کہ طواف میں ناپسندیدہ امر کے ازالہ کی اجازت ہے مگر نماز میں یہ اجازت نہیں۔یہ روایت بھی بسند طاؤس حضرت

☆ سَيْرًا: مَا قُدَّ مِنْ الْأَدِيْمِ طُوْلًا ، الشِّرَاكُ. (لسان العرب—سير) یعنی چمڑے کا لمبا تسمہ۔

ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے۔ غرض ان دونوں ابواب سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ طواف کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کی روایت جو اصحاب السنن نے نقل کی ہے؛ مستند نہیں۔ یعنی اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ.

بَاب ٦٧: لَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَلَا يَحُجُّ مُشْرِكٌ

کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف نہ کرے؛ نہ مشرک حج کو آئے

١٦٢٢: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ يُوْنُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِي رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ أَلَا لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ.

۱۶۲۲: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث (بن سعد) نے ہم سے بیان کیا۔ یونس نے کہا کہ ابن شہاب نے کہا: حمید بن عبدالرحمٰن نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے انہیں بتایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دسویں تاریخ ذوالحجہ کو انہیں چند لوگوں سمیت حج کے لئے بھیجا جو حجۃالوداع سے پہلے تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو امیر مقرر کیا تھا کہ وہ لوگوں میں منادی کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف کرے۔

اطرافہ: ٣٦٩، ٣١٧٧، ٤٣٦٣، ٤٦٥٥، ٤٦٥٦، ٤٦٥٧۔

تشریح: لَايَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ: برہنگی جیسے نماز میں ممنوع ہے؛ طواف میں بھی ہے۔ لوگوں کے سامنے برہنگی اسلام نے نہایت ناپسند کی ہے اور اس سے روکا ہے۔ احناف نے صحت یا عدمِ صحت طواف کے لیے ستر کو بطور ضروری شرط ہونے یا نہ ہونے کا سوال اُٹھا کر یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف کرے تو اس کا طواف تو ہو جائے گا لیکن اسے قربانی بطور فدیہ دینی چاہیے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۱۰) امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا فتویٰ ان کے خلاف ہے۔ چنانچہ انہوں نے محولہ بالا روایت کی بنا پر برہنہ طواف کو قطعی طور پر ناجائز قرار دے کر ستر کو صحتِ طواف کے لئے ضروری شرط قرار دیا ہے۔ اسی اختلاف کے پیش نظر امام بخاریؒ نے باب کا عنوان بالجزم قائم کیا ہے۔ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ. (الاعراف:۳۱) ارشاد باری تعالیٰ اپنے سیاق وسباق کے اعتبار سے اس بارے میں واضح ہے کہ برہنگی ناپسندیدہ اور زینت کے خلاف ہے۔ بوقت غسل بھی اس میں

احتیاط چاہیے۔(کتاب الغسل باب ۲۰و۲۱) اگرچہ آیت میں زینت سے مراد زینت اللہ ہے جو احکامِ الٰہی کی پیروی سے انسان کی روحانی تخلیق میں تناسب پیدا کرتی ہے جو اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب شئے قرار دی گئی ہے۔لیکن جسمانی زینت جو لباس سے حاصل ہوتی ہے وہ اس ارشاد سے باہر نہیں۔ظاہر و باطن کے حالات کا آپس میں گہرا اِرتباط ہے۔تفصیل کے لئے دیکھئے اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ۴ تا ۸۔روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ۳۱۸ تا ۳۲۲۔

زمانہ جاہلیت میں عرب قبائل خصوصاً بنوعمرو کے قبیلے اپنے کپڑوں میں جن کو گناہوں کی وجہ سے اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ ان میں طواف کیا جائے۔مرد دِن کو اور عورتیں رات کو برہنہ ہوکر طواف کرتیں۔بیت اللہ کے دروازے پر پہنچ کر اگر انہیں نذرانے کے کپڑوں میں سے یا کسی شخص کی طرف سے کوئی کپڑا مل جاتا وہ پہن لیا جاتا ورنہ نہیں۔ایسے کپڑے کو عربی میں تطواف کہتے ہیں۔قریش خود ننگے بدن طواف نہیں کرتے تھے اور دوسروں کے لئے ضروری سمجھتے کہ یا تو ان سے کپڑا لے کر طواف کریں یا ننگے بدن۔یہ بدعت انہوں نے روزی کمانے کے لئے جاری کی تھی۔ (بلوغ الأرب، فضل مكة وذكر شيئ من حال رؤسائها وأشرافها، جزءاول صفحہ۲۴۴) نیز اس تعلق میں دیکھئے روایت نمبر ۱۶۶۵۔

بعض عورتیں چمڑے کے تسموں سے بنا ہوا استر اپنی کمر میں برہنگی چھپانے کے لئے پہن لیتی تھیں۔عبداللہ بن جدعان کی بیوی ضباعہ بنت عامر بن صعصعہ نے برہنہ ہوکر ایک ہفتہ بیت اللہ کا طواف کیا۔اس کی طرف یہ شعر منسوب ہے جو وہ اثنائے طواف بطور تلبیہ پڑھتی تھی۔

اَلْيَوْمَ يَبْدُو بَعْضُهُ اَوْ كُلُّهُ فَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا أُحِلُّهُ

(مسلم، كتاب التفسير، باب في خذوا زينتكم عند كل مسجد) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۶۶)

آج اس کا ایک حصہ یا سارا ظاہر ہے۔جو ظاہر ہے اسے ہم کسی کے لئے جائز نہیں ٹھہراتے۔قریش برہنگی کا یہ نظارہ کرنے کے لئے اکٹھے ہوجاتے۔آج کل بھی ہندوؤں کے مشہور تہواروں اور ہردواروں پر برہنگی کارِثواب سمجھی جاتی ہے۔بعض قدیم عربی قبائل میں بھی اس قسم کا رواج پایا جاتا تھا۔اسلام نے اس برہنگی کو منع کردیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو ۹ھ میں حج کے موقع پر اس ممانعت کے متعلق بھی اعلان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔حضرت ابوہریرہؓ بھی اس وقت ان کے ساتھ تھے۔

بَاب ٦٨ : إِذَا وَقَفَ فِي الطَّوَافِ

اگر طواف کے دوران ٹھہر جائے

وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْمَنْ يَطُوْفُ فَتُقَامُ الصَّلَاةُ أَوْ يُدْفَعُ عَنْ مَّكَانِهِ إِذَا سَلَّمَ

اور عطاء نے اس شخص کی نسبت کہا: جو طواف کررہا ہو اور نماز کی تکبیر کہی جائے یا اسے اس کی جگہ سے ہٹایا

يَرْجِعُ إِلَى حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ {فَيَبْنِي☆} وَيُذْكَرُ نَحْوُهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

جائے تو وہ جب سلام پھیرے۔اسی جگہ لوٹے جہاں سے طواف چھوڑا تھا۔{اور (وہیں سے) طواف شروع کرے☆} اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے ایسا ہی منقول ہے۔

تشریح: **اِذَا وَقَفَ فِي الطَّوَافِ:** ایسا ہی عبدالرزاقؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ کے عہدِ خلافت میں جب عمرو بن سعید امیر مکہ تھے تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے حج کیا۔وہ ابھی طواف ہی کر رہے تھے کہ عمرو نمازِ فریضہ کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ان سے کہا کہ ٹھہریں مجھے طواف کا طاق پھیرا پورا کر نے دیں۔چنانچہ وہ تین پھیرے کر کے باجماعت نماز میں شریک ہوئے اور نماز سے فارغ ہونے پر باقی چار پھیرے پورے کئے۔(مصنف عبد الرزاق، کتاب المناسک، باب قطعت الصلاۃ فی سبع، روایت نمبر ۹۸۱۶ جزء۵ صفحہ ۵۰۱) حضرت ابن عمرؓ سے متعلق بھی سعید بن منصورؒ نے جمیل بن زید کی روایت نقل کی ہے کہ وہ طواف کر رہے تھے کہ اتنے میں نماز فریضہ کے لئے تکبیر اقامت ہوئی اور وہ طواف چھوڑ کر نماز میں شریک ہوئے اور پھر باقی پھیرے کئے۔
(فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۱۱)

بَاب ٦٩: صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسُبُوْعِهِ رَكْعَتَيْنِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات پھیروں کی دو رکعتیں پڑھیں

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي لِكُلِّ سُبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أُمَيَّةَ قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ إِنَّ عَطَاءً يَقُوْلُ تُجْزِئُهُ الْمَكْتُوْبَةُ مِنْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ فَقَالَ السُّنَّةُ أَفْضَلُ لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبُوْعًا قَطُّ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

اور نافع نے کہا: (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما ہر سات پھیروں کا دوگانہ (دو رکعتیں) پڑھا کرتے تھے اور اسماعیل بن امیہ کہتے تھے: میں نے زہری سے کہا کہ عطاء (بن ابی رباح) کہتے ہیں: طواف کی دو رکعتوں کی جگہ فرض نمازیں اس کے لئے کافی ہیں۔ زُہری نے کہا: سنت افضل ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی سات پھیرے کئے تو دو رکعتیں پڑھیں۔

☆ لفظ "فَيَبْنِيْ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔(فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۶۱۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

١٦٢٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَيَقَعُ الرَّجُلُ عَلَى امْرَأَتِهِ فِي الْعُمْرَةِ قَبْلَ أَنْ يَّطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا ثُمَّ صَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَالَ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الأحزاب: ٢٢)

۱۶۲۳: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آدمی عمرہ میں صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے مباشرت کرسکتا ہے؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ (مکہ میں) آئے۔ آپؐ نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا۔ پھر آپؐ نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں اور صفا و مروہ کے درمیان طواف کیا۔ پھر انہوں نے کہا: تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ ہے۔

اطرافه: ٣٩٥، ١٦٢٧، ١٦٤٥، ١٦٤٧، ١٧٩٣۔

١٦٢٤: قَالَ وَسَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ لَا يَقْرَبُ امْرَأَتَهُ حَتَّى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

۱۶۲۴: عمرو بن دینار نے کہا: اور میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا: جب تک صفا و مروہ کے درمیان طواف نہ کرے، اپنی بیوی کے پاس نہ جائے۔

اطرافه: ٣٩٦، ١٦٤٦، ١٧٩٤۔

تشریح: **صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ لِسُبُوْعِهِ رَكْعَتَيْنِ:** طواف کے بعد مناسکِ حج میں دو رکعت نماز سنت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے پڑھیں۔ اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ طواف سات پھیروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہر طواف پر دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص دو طواف کرتا ہے یعنی چودہ چکر کاٹتا ہے تو وہ چار رکعتیں نماز پڑھے گا۔ جمہور کے نزدیک ہر طواف یعنی سات پھیرے مکمل کرنے پر دو دو رکعتیں الگ الگ پڑھے۔ گو بعض متاخرین نے دو طواف ختم کرنے کے بعد چار رکعتیں پڑھنا بھی جائز قرار دیا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ نے اسے مکروہ گردانا ہے کہ سنت نبویہ کے خلاف ہے۔

(بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في الطواف البيت، في صفته) (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۱۳)

تُـجْـزِئُـهُ الْمَكْتُوبَةُ: ان رکعتوں سے متعلق ایک اور بھی اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ آیا نماز فریضہ ان سنتوں کا قائمقام ہوسکتی ہے یا نہیں؟ عنوانِ باب میں اس اختلاف کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ زہریؒ کا فتویٰ وہی ہے جو جمہور کا یعنی اَلسُّنَّةُ اَفْضَلُ. اسماعیل بن امیہ کا قول ابن ابی شیبہؒ نے مختصر نقل کیا ہے۔ (**مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الحج، باب في الاقران بين الأسباع من رخص فيه،** روایت نمبر ۱۴۸۰۳، جزء۳ صفحہ ۳۴۷) نافع کا قول مسند عبدالرزاق میں منقول ہے کہ حضرت ابن عمرؓ دو طواف اکٹھے کرنے ناپسند کرتے تھے۔ (**مصنف عبد الرزاق، کتاب المناسک، باب قرن الطواف،** روایت نمبر ۹۰۱۲، جزء۵ صفحہ ۶۴) روایت نمبر ۱۶۲۳ میں حضرت ابن عمرؓ سے جو سوال کئے جانے کا ذکر ہے وہ قران سے متعلق ہے۔ اس سے استدلال یہ کیا گیا ہے کہ جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی؛ وہ نہیں کرنی چاہیے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۱۳) مقامِ ادب کا تقاضا یہی ہے کہ عبادت میں جو حدود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی ہیں ان سے تجاوز نہ کیا جائے۔

بَاب ٧٠: مَنْ لَّمْ يَقْرُبِ الْكَعْبَةَ وَلَمْ يَطُفْ حَتَّى يَخْرُجَ إِلَى عَرَفَةَ وَيَرْجِعَ بَعْدَ الطَّوَافِ الْأَوَّلِ

جوشخص طوافِ اوّل کے بعد کعبہ کے قریب نہ جائے اور نہ طواف کرے
یہاں تک کہ وہ عرفات کی طرف جائے اور وہاں سے لوٹ آئے

١٦٢٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فَطَافَ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَقْرُبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ.

۱۶۲۵: محمد بن ابی بکر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) فضیل نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا، (کہا:) کریب نے مجھے بتایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے۔ آپؐ نے (سات بار) طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور اپنے طواف کے بعد کعبہ کے قریب نہیں گئے۔ یہاں تک کہ آپؐ عرفات سے لوٹ آئے۔

اطرافه: ١٥٤٥، ١٧٣١.

تشریح: مَنْ لَّمْ يَقْرُبِ الْكَعْبَةَ ....بَعْدَ الطَّوَافِ الْأَوَّلِ: طوافِ اوّل سے مراد طوافِ قدوم ہے۔ تمتع میں دو طواف ہیں۔ ایک عمرہ کا طواف جس کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے اور دوسرا حج کا۔ لیکن قِران میں طواف کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ قارِن کے لئے ایک طواف اور ایک سعی کافی سمجھتے ہیں۔ یہی مذہب حضرت ابن عمرؓ اور حضرت جابرؓ کا ہے۔ جس کی تائید حضرت عائشہؓ کی روایت نمبر ۱۶۳۸ بھی کرتی ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی محولہ بالا روایت بھی اسی مذہب کی تائید میں نقل کی گئی ہے۔ امام ابوحنیفہ، ثوری، اوزاعی اور ابن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ کے نزدیک قارن کو دو دفعہ طواف کرنا چاہیے۔ کیونکہ عمرہ اور حج دو الگ الگ عبادتیں ہیں جن میں ہر ایک کے لئے الگ الگ طواف اور سعی ہے۔ (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في الطواف، في أعداده وأحكامه) اس ضمن میں باب ۶۳ کی تشریح بھی ملاحظہ ہو۔

بَاب ٧١: مَنْ صَلَّى رَكْعَتَي الطَّوَافِ خَارِجًا مِّنَ الْمَسْجِدِ

جس نے مسجد سے باہر طواف کی دو رکعت نماز پڑھی

وَصَلَّى عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَارِجًا مِّنَ الْحَرَمِ

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حرم کے باہر نماز پڑھی۔

١٦٢٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا شَكَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۶۲۶: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن سے، محمد نے عروہ سے، عروہ نے زینب (بنت ابی سلمہ) سے، زینب نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ (وہ کہتی تھیں:) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیماری کی شکایت کی۔

وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّاءَ الْغَسَّانِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ

(امام بخاریؒ نے کہا:) اور محمد بن حرب نے مجھ سے بیان کیا۔ ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریا غسانی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے عروہ سے، عروہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ بِمَكَّةَ وَأَرَادَ الْخُرُوْجَ وَلَمْ تَكُنْ أُمُّ سَلَمَةَ طَافَتْ بِالْبَيْتِ وَأَرَادَتِ الْخُرُوْجَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيْمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ فَطُوْفِي عَلَى بَعِيْرِكِ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ فَلَمْ تُصَلِّ حَتَّى خَرَجَتْ.

رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اور آپؐ نے نکلنے کا ارادہ کیا اور حضرت ام سلمہؓ نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور وہ بھی روانہ ہونا چاہتی تھیں تو آپؐ نے ان سے فرمایا: جب صبح کی نماز کے لئے تکبیر ہو تو تم اونٹ پر سوار ہو کر طواف کر لینا جبکہ لوگ نماز پڑھ رہے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور نماز نہیں پڑھی جب تک کہ مکہ سے باہر نہیں نکلیں۔

اطرافه: ٤٦٤، ١٦١٩، ١٦٣٣، ٤٨٥٣۔

تشریح: **مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَارِجًا مِّنَ الْمَسْجِدِ:** طواف کی دوگانہ (دو رکعت) نماز کے لئے کوئی خاص جگہ معین نہیں گو افضل یہی سمجھا گیا ہے کہ مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھی جائے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔ مگر ازدحام کے وقت ہر شخص کے لئے یہ ممکن نہیں۔ اس لئے سہولت دی گئی ہے۔

وَصَلَّى عُمَرُ رضی اللہ عنہ **خَارِجًا مِّنَ الْحَرَمِ:** عنوانِ باب میں حضرت عمرؓ کے دوگانہ (دو رکعت) پڑھنے کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ باب نمبر۷۳ میں بھی آیا ہے۔ یہ روایت امام مالکؒ سے بسند زہریؒ موصولاً نقل کی گئی ہے۔ (مؤطا مالک، كتاب الحج، باب الصلاة بعد الصبح والعصر فى الطواف) حضرت عمرؓ نے صبح کو طواف وداع کیا۔ چونکہ سورج نکل رہا تھا اس لئے آپؓ نے طواف کی رکعتیں مسجدِ حرام میں نہیں پڑھیں اور مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔ جب ذی طویٰ مقام میں پہنچے اور سورج بلند ہو چکا تھا تو وہاں آپؓ نے دوگانہ طواف ادا کیا۔

(فتح الباری شرح باب۷۳ جزء۳ صفحہ۶۱۸) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۶۹)

بَاب ۷۲: مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَلْفَ الْمَقَامِ

جس نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے طواف کی دو رکعت نماز پڑھی

۱٦۲۷: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ

۱۶۲۷: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا، (کہا:) عمرو بن دینار نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الأحزاب: ٢١)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی ﷺ (مکہ میں) آئے۔ آپؐ نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپؐ صفا کی طرف نکلے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رسول اللہ ہی تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہیں۔

اطرافه: ٣٩٥، ١٦٢٣، ١٦٤٥، ١٦٤٧، ١٧٩٣۔

تشریح: مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ خَلْفَ الْمَقَامِ: حضرت جابرؓ سے امام مسلم نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى. (البقرة: ١٢٦) اور ابراہیم کے مقام میں سے نماز کی جگہ پکڑو۔ اس سے بعض فقہاء یہ سمجھتے ہیں کہ گویا مقامِ ابراہیم سے مراد وہ جگہ ہے جس کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اور وہاں نماز پڑھنا فرض ہے۔ اس باب کے ضمن میں جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ نمبر۱۶۲۴ میں گزر چکی ہے۔ اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ مقامِ ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنا صرف سنت نبویہ ہے واجب یا فرض نہیں اور یہی وجہ ہے کہ عنوانِ باب لفظِ مَنْ سے قائم کر کے اس کا جواب حذف کر دیا ہے۔ سابقہ باب (نمبر۷۱) اور اس باب (نمبر۷۲) کے دو مسئلے جواز کی صورت رکھتے ہیں۔

بَاب۷۳: اَلطَّوَافُ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ

صبح اور عصر کی نماز کے بعد طواف کرنا

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ. وَطَافَ عُمَرُ بَعْدَ الصُّبْحِ فَرَكِبَ حَتَّى صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بِذِي طُوًى.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما طواف کی دو رکعت اس وقت تک نہ پڑھتے جب تک کہ سورج نہ نکلتا۔ اور حضرت عمرؓ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کیا۔ پھر آپؓ سوار ہوئے اور یہ دو رکعتیں ذی طویٰ میں پڑھیں۔

١٦٢٨: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ

۱۶۲۸: حسن بن عمر بصری نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے

حَبِيْبٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ نَاسًا طَافُوْا بِالْبَيْتِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ ثُمَّ قَعَدُوْا إِلَى الْمُذَكِّرِ حَتَّى إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَعَدُوْا حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِي تُكْرَهُ فِيْهَا الصَّلَاةُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ.

حبیب سے، حبیب نے عطاء سے، عطاء نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ کچھ لوگوں نے صبح کی نماز کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر اس کے بعد واعظ کے پاس جا بیٹھے۔ پھر جب سورج نکلنے لگا تو اُٹھ کر نماز (دوگانہ طواف) پڑھنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ جب وہ گھڑی ہوئی جس میں نماز مکروہ ہے؛ اُٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔

۱۶۲۹: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ الصَّلَاةِ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوْبِهَا.

۱۶۲۹: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوضمرہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج کے نکلنے اور غروب ہونے کے وقت نماز سے منع کرتے ہوئے سنا ہے۔

اطرافہ: ۵۸۲، ۵۸۵، ۵۸۹، ۱۱۹۲، ۳۲۷۳۔

۱۶۳۰: حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ رُفَيْعٍ قَالَ رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَطُوْفُ بَعْدَ الْفَجْرِ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ.

۱۶۳۰: حسن بن محمد (صباح) جو زعفرانی ہیں؛ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبیدہ بن حمید نے ہمیں بتایا (کہا:) عبدالعزیز بن رفیع نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو صبح کی نماز کے بعد طواف کرتے دیکھا اور دو رکعت نماز پڑھتے دیکھا۔

۱۶۳۱ : قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَرَأَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَيُخْبِرُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهُ[1] إِلَّا صَلَّاهُمَا.

۱۶۳۱: عبدالعزیز نے کہا: اور میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کوعصر کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھتے دیکھا اور وہ کہتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر[1] میں جب بھی آتے تو آپؐ یہ دو رکعتیں ضرور پڑھتے۔

اطرافه: ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳۔

تشریح: اَلطَّوَافُ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ: چونکہ طواف کے بعد دوگانہ پڑھنا سنت ہے اور طلوعِ آفتاب کے وقت نماز ممنوع اور عصر کے بعد تا مغرب مکروہ۔ اس لئے ان اوقات میں طواف سے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کے نزدیک صبح اور عصر کے بعد طواف کیا جاسکتا ہے مگر طلوع اور غروب آفتاب کے وقت نہیں۔ یہی مذہب امام مالکؒ کا ہے۔ سعید بن جبیرؒ اور مجاہدؒ کے نزدیک صبح اور عصر کے بعد طواف مکروہ ہے۔ (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في الطواف، في شروطه، وقت جوازه) سعید بن جبیرؒ تابعی حضرت عبداللہ بن سائب مخزومیؓ کے آزاد کردہ غلام تھے اور مکہ مکرمہ کے فقہاء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ عالم تفسیر قرآن اور اعلیٰ درجہ کے قاری تھے۔ ۱۰۰ھ میں فوت ہوئے۔ امام شافعیؒ تمام اوقات میں طواف کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ انہوں نے حضرت جبیر بن مطعمؓ کی جس روایت سے استدلال کیا ہے وہ سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ إِنْ وُلِّيْتُمْ هَذَا الْأَمْرَ فَلَا تَمْنَعُوْا أَحَدًا طَافَ أَوْ صَلَّى أَيَّ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ. (سنن الدارمي، كتاب المناسك، باب الطواف في غير وقت الصلاة) یعنی بنی عبد مناف (اور بنی عبدالمطلب!) اگر تمہیں اس حکومت کا کوئی منصب سپرد کیا جائے تو تم کسی کو مت روکنا جو (بیت اللہ کا) طواف کرے یا نماز جب بھی چاہے پڑھے رات کو یا دن کو۔ یہ حدیث اصحابِ سنن اور ترمذی وغیرہ نے بھی صحیح قرار دی ہے[2] (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۱۷) خلاصہ یہ کہ سب متفق ہیں کہ طلوع وغروب آفتاب کے وقت طواف کرنا جائز نہیں۔ البتہ طلوعِ آفتاب کے بعد اور مغرب سے قبل طواف کے بارے میں اختلاف ہے۔

(بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في الطواف، في شروطه، وقت جوازه)

---

[1] "بَيْتَهُ" کی بجائے عمدۃ القاری میں "بَيْتَهَا" کا لفظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۷۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] (ترمذي، كتاب الحج، باب ما جاء في الصلاة بعد العصر وبعد الصبح لمن يطوف) (نسائي، كتاب مناسك الحج، باب إباحة الطواف في كل الأوقات) (ابو داؤد، كتاب المناسك، باب الطواف بعد العصر) (ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الرخصة في الصلاة بمكة في كل وقت) (مسند احمد بن حنبل جزء۴ صفحہ۸۱)

امام بخاریؒ؛امام مالکؒ کے مذہب کی تائید کرتے ہیں اورانہوں نے حضرت جبیر بن مطعمؓ کی روایت اپنی شروط کے مطابق نہیں پائی۔ جوفقہاءطواف کوبطور نماز سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اسے نماز پر قیاس کیا ہے۔مگر احناف کےنزدیک چونکہ طواف کونماز مجازاً کہا گیا ہے۔اس لئے نماز کے سارے احکام طہارت وغیرہ طواف پراطلاق نہیں پاسکتے۔

أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السلام لَمْ يَدْخُلْ بَيْتَهُ إِلَّا صَلَّاهُمَا: روایت نمبر۱۶۳۰،۱۶۳۱ ایک غلط فہمی کےازالہ کے لیےلائی گئی ہے جوحضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ہوئی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دورکعتیں پڑھنا خاص وجہ سے تھا۔ اس کی وضاحت کے لیے دیکھئے روایت نمبر۵۹۰۔

بَاب ٧٤: اَلْمَرِيْضُ يَطُوْفُ رَاكِبًا

بیمارسوار ہوکرطواف کرے

١٦٣٢: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَهُوَ عَلَى بَعِيْرٍ كُلَّمَا أَتَى عَلَى الرُّكْنِ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ فِي يَدِهِ وَكَبَّرَ.

۱۶۳۲: اسحق (بن شاہین) واسطی نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد (طحان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد حذاء سے، خالد نے عکرمہ سے،عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور آپؐ ایک اونٹ پرسوار تھے۔جب آپؐ حجرِ اسود کے سامنے آتے تو آپؐ اس کی طرف ایک چیز سے جو آپؐ کے ہاتھ میں تھی؛ اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔

اطرافه: ١٦٠٧، ١٦١٢، ١٦١٣، ٥٢٩٣.

١٦٣٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ شَكَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي

۱۶۳۳: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا،(کہا:) مالکؒ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے محمد بن عبدالرحمان بن نوفل سے، انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت زینب بنت ام سلمہؓ سے، حضرت زینبؓ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَشْتَكِيْ فَقَالَ طُوْفِي مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ.

سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں تو آپؐ نے فرمایا: سوار ہوکر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کرلو۔ چنانچہ میں نے طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور آپؐ سورۃ وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ تلاوت فرما رہے تھے۔

اطرافه: ٤٦٤، ١٦١٩، ١٦٢٦، ٤٨٥٣۔

تشریح: **اَلْمَرِيْضُ يَطُوْفُ رَاكِبًا:** معنونہ مسئلہ روایت نمبر۱۶۳۳ سے بآسانی مستنبط ہوتا ہے مگر روایت نمبر۱۶۳۲ میں بیماری وغیرہ کا ذکر نہیں۔ انہیں روایتوں کے پیش نظر کتاب الصلوۃ میں باب ۷۸ کا عنوان اِدْخَالُ الْبَعِيْرِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ قائم کیا گیا ہے۔ ابوداؤدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے جو روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَدِمَ مَكَّةَ وَهُوَ يَشْتَكِيْ فَطَافَ عَلَى رَاحِلَتِهِ. (ابو داؤد، کتاب المناسک، باب الطواف الواجب) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے۔ آپؐ بیمار تھے تو آپؐ نے اپنی سواری پر سوار ہو کر طواف کیا۔ اور امام مسلمؒ نے حضرت جابرؓ کی جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: طَافَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيَرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْأَلُوْهُ. (مسلم، کتاب الحج، باب جواز الطواف علی بعیر وغیرہ) یعنی نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنی سواری پر بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا تا کہ لوگ آپؐ کو دیکھ لیں اور مشاہدہ کرلیں اور تا کہ وہ آپؐ سے سوال پوچھ سکیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں وجہیں پائی جاتی ہوں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۱۹) ایک شخص جو دور دراز کا سفر طے کر کے گیا ہو اور اگر وہ بیمار ہو جائے تو شریعتِ اسلام نے سہولت دی ہے اور اسے حج کے ثواب سے محروم نہیں رکھا۔ وہ سواری پر طواف کرسکتا ہے۔

بَاب ۷۵: سِقَايَةُ الْحَاجِّ

حاجیوں کو پانی پلانا

١٦٣٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ اسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ

۱۶۳۴: عبداللہ (بن محمد) بن ابی اسود نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابوضمرہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبیداللہ (بن عمری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما

الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبِيْتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ فَأَذِنَ لَهُ.

اطرافه: ١٧٤٣، ١٧٤٤، ١٧٤٥.

سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پانی پلانے کی غرض سے بجائے منیٰ مکہ میں رات ٹھہرنے کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے ان کو اجازت دی۔

١٦٣٥: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلَى السِّقَايَةِ فَاسْتَسْقَى فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا فَضْلُ اذْهَبْ إِلَى أُمِّكَ فَأْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِهَا فَقَالَ اسْقِنِي قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ أَيْدِيَهُمْ فِيْهِ قَالَ اسْقِنِي فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ أَتَى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُوْنَ وَيَعْمَلُوْنَ فِيْهَا فَقَالَ اعْمَلُوْا فَإِنَّكُمْ عَلَى عَمَلٍ صَالِحٍ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوْا لَنَزَلْتُ حَتَّى أَضَعَ الْحَبْلَ عَلَى هٰذِهِ يَعْنِي عَاتِقَهُ وَأَشَارَ إِلَى عَاتِقِهِ.

١٦٣٥: اسحاق (بن شاہین) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) خالد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد حذاء سے، خالد حذاء نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کی سبیل پر آئے اور آپؐ نے پانی مانگا۔ حضرت عباسؓ نے کہا: فضل! اپنی ماں کے پاس جاؤ اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شربت لے آؤ۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے پانی پلاؤ۔ حضرت عباسؓ نے کہا: یارسول اللہ! وہ اس میں اپنے ہاتھ ڈالتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے اسی سے پلا دو۔ چنانچہ آپؐ نے اس سے پانی پیا۔ پھر زمزم پر آئے اور لوگ پانی پلا رہے تھے اور اس میں سے پانی کھینچ رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: (اپنا کام) کئے جاؤ۔ کیونکہ تم نیک کام میں ہو۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اگر مجھے یہ خیال نہ ہو کہ تمہیں تکلیف ہوگی تو میں بھی اُترتا اور رسی اس پر رکھتا۔ یعنی اپنے کندھے پر اور آپؐ نے اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا۔

تشریح: سِقَايَةُ الْحَاجِّ: پانی کی قلت کے سبب حاجیوں کو پانی پلانا قدیم سے کارِثواب سمجھا جاتا تھا۔ بیت اللہ سے مخصوص چند خدمتیں تھیں جنہیں متولی خاندان نے باہمی مشورہ سے آپس میں تقسیم کرلیا تھا۔ ان میں سے

حجابہ یعنی دربانی کی خدمت کا ذکر باب نمبر۱۵ میں گزر چکا ہے۔ دوسری خدمت سقایہ یعنی پانی پلانا ہے۔ جب قصیّ بن کلاب امیر مکہ تھے تو دربانی، علم برداری، میزبانی، آب رسانی اور شوریٰ کی خدمت کے وہی متولی ہوئے۔ ان کے بعد ان کی اولاد نے ان کو آپس میں تقسیم کرلیا۔ عبد مناف میزبانی اور آب رسانی کی خدمت کے متولی تھے اور باقی خدمتیں ان کے دو بھائیوں کو ملیں۔ عبد مناف چھاگلوں اور مشکیزوں کے ذریعہ سے پانی لاکر چمڑے کے حوضوں کو بھر دیتے اور اس میں منقیٰ بھی ڈال دیا جاتا جس سے شربت تیار ہوجاتا اور حاجی بلا تکلف پیتے۔ (فتح الباری جزء۳صفحہ۶۲۰) عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ انہوں نے بھی یہ شربت پیا جو شربت شیریں تھا۔ (عمدۃ القاری جزء۹صفحہ۲۷۶) اس کے بعد ان کے بیٹے ہاشم اور پوتے عبد المطلب اور پڑپوتے حضرت عباسؓ پانی پلانے کی خدمت بجالائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے نیک کام قرار دیا (روایت نمبر۱۶۳۵) اور حضرت عباسؓ کو اسے جاری رکھنے کی اجازت دی۔ (روایت نمبر۱۶۳۴)

مکہ معظّمہ کی سنگلاخ زمین میں پانی پلانے کی خدمت اہم اور بڑا ثواب سمجھا جاتا تھا۔ قرآنِ مجید نے بھی اس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے: أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ج لَا يَسْتَوُنَ عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَo (التوبة:۱۹) {یعنی کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کی دیکھ بھال کرنا ایسا ہی سمجھ رکھا ہے جیسے کوئی اللہ پر ایمان لے آئے اور آخرت کے دن پر بھی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ وہ اللہ کے نزدیک ہرگز برابر شمار نہیں ہوسکتے۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔} بے شک یہ نیکی تو ہے مگر ایمان باللہ و بالآخرۃ کے برابر نہیں جو عام نیکیوں کا اصل منبع اور جس سے انسان کا ہر مجاہدہ نفس حقیقتاً رضائے الٰہی کے لئے ہوتا ہے۔ اگر ایمان باللہ نہیں تو ایک آدھ نیکی جو انسان کرتا ہے وہ خالص نہیں بلکہ کسی نہ کسی خودغرضی سے ہوتی ہے اور انسان حقیقی تقویٰ سے محروم رہتا ہے بلکہ ارتکابِ ظلم اور گناہ میں بے باک ہوجاتا ہے۔ مثلاً یہی نیک عمل (یعنی سقایۃ الحاج) روحِ ایمان مفقود ہونے کی وجہ سے کسب دنیا کا ذریعہ بنالیا گیا تھا۔ سورۃ البلد میں قساوتِ قلبی کا ذکر کرکے نیک اعمال کی تلقین کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ. (البلد: ۱۸) {پھر وہ اُن میں سے ہوجائے جو ایمان لے آئے اور صبر پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرتے ہیں اور رحم پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے کو رحم کی نصیحت کرتے ہیں۔} اس ارشادِ باری تعالیٰ میں ایمان باللہ کی تاکید کی گئی ہے۔ فقہاء نے ان روایتوں سے یہ اخذ کیا ہے کہ مذکورہ بالا اجازت حضرت عباسؓ سے مخصوص تھی۔ (فتح الباری جزء۳صفحہ۶۲۱) امام بخاریؒ نے عنوانِ باب کو مقید نہیں کیا۔ بلکہ اسے مطلق رکھا ہے۔ منیٰ کی راتوں سے مراد گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ذوالحج کی راتیں ہیں۔ چونکہ ایام تشریق منیٰ میں گزارنے پڑتے ہیں اور وہاں قیام ضروری ہے۔ اس لئے حضرت عباسؓ نے بیت اللہ میں جانے کی اجازت طلب کی۔ اس لئے اجازت کا تعلق قیام سے ہے نہ کہ پانی پلانے کی خدمت سے۔ امام شافعیؒ نے یہ اجازت متولی سقایۃ کے لئے قرار دی ہے۔

لَوْ لَا اَنْ تُغْلَبُوْا: اس سے مراد یہ ہے کہ میرے پانی نکالنے کی اتباع ساری امت کرے گی اور تمہیں پھر اس نیکی کا موقع نہیں ملے گا۔ یہ خدمت بلا اُجرت ادا کی جاتی تھی۔

فَأْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِهَا: آخری روایت میں حضرت عباسؓ نے اپنے بیٹے فضلؓ کو جو شربت لانے کے لئے کہا تھا وہ شربت منقّٰی تھا۔ عربی زبان میں پینے کی شئے کو شراب کہتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ابوبکر بن عبداللہ مزنی سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپؐ کے پیچھے حضرت اسامہؓ تھے۔ آپؐ نے پینے کے لئے پانی مانگا تو ہم نبیذ کا برتن لائے۔ جس سے آپؐ نے کچھ پیا اور باقی حضرت اسامہؓ کو دیا اور فرمایا: اَحْسَنْتُمْ وَأَجْمَلْتُمْ كَذَا فَاصْنَعُوْا. (مسلم، کتاب الحج، باب وجوب المبيت بمنى ليالى ايام التشريق والترخيص فى تركه) یعنی تم نے یہ بہت اچھا اور عمدہ کیا ہے۔ پس تم ایسا ہی کیا کرو۔ **نبیذ** عربی میں منقّٰی کے شربت کو کہتے ہیں۔ طبرانی نے بحوالہ عکرمہ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی طلب کرنے پر حضرت عباسؓ نے کہا: اِنْ هٰذَا قَدْ مَرِثَ أَفَلَا اَسْقِيْكَ مِنْ بُيُوْتِنَا قَالَ لَا وَلٰكِنِ اسْقِنِيْ مِمَّا يَشْرَبُ مِنْهُ النَّاسُ. (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۲۱) یعنی ہاتھ سے مل کر یہ نقوع تیار کیا ہے۔ کیا اپنے گھروں سے لاکر آپؐ کو نہ پلاؤں۔ فرمایا: ضرورت نہیں۔ یہی پلاؤ جس سے لوگ پیتے ہیں۔ طبرانی کی یہ روایت نمبر ۱۶۳۵ کے مطابق ہے۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق کا پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے اپنے لئے کسی امتیاز کو پسند نہیں کیا۔

بَاب ٧٦: مَا جَاءَ فِي زَمْزَمَ

جو روایتیں زمزم کے متعلق آئی ہیں

١٦٣٦: وَقَالَ عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَانَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ سَقْفِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّإِيْمَانًا فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِيْ ثُمَّ أَطْبَقَهُ

۱۶۳۶: اور عبدان نے کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا، (کہا:) یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوذر (غفاری) رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری چھت کھولی گئی اور اس وقت میں مکہ میں تھا۔ جبرائیل علیہ السلام اُترے۔ انہوں نے میرا سینہ شق کیا۔ پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر سونے کا ایک طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے

ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ {بِي☆} إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا افْتَحْ قَالَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيْلُ.

اطرافه: ۳۴۹، ۳۳۴۲.

بھرا ہوا تھا اور اس کو میرے سینے میں انڈیل دیا۔ پھر اس کو جوڑ دیا۔ پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور {مجھے☆} ورلے آسمان کی طرف لے گئے۔ جبرائیل نے ورلے آسمان کے داروغہ سے کہا: کھولو۔ اس نے پوچھا: یہ کون؟ بولے: جبرائیل۔

۱۶۳۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ قَالَ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ. قَالَ عَاصِمٌ فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ مَا كَانَ يَوْمَئِذٍ إِلَّا عَلَى بَعِيْرٍ.

اطرافه: ۵۶۱۷.

۱۶۳۷: محمد جو سلام کے بیٹے ہیں؛ نے ہم سے بیان کیا، (کہا: مروان بن معاویہ) فزاری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عاصم (احول) سے، عاصم نے شعبی سے روایت کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا، کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمزم سے پانی پلایا اور آپؐ نے پانی پیا اور آپؐ کھڑے ہی تھے۔ عاصم نے کہا: (میں نے عکرمہ سے یہ ذکر کیا) تو عکرمہ نے قسم کھا کر کہا: اس دن آپؐ اونٹ پر تھے۔

تشریح: **مَا جَاءَ فِي زَمْزَمَ:** جس طرح حجر اسود سے متعلق بے بنیاد روایتیں مشہور تھیں۔ اسی طرح زمزم کے متعلق بھی۔ جو امام بخاریؒ نے غیر مستند ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیں اور باب کا عنوان مَا جَاءَ ...... مبہم الفاظ سے قائم کیا ہے۔ روایت نمبر ۱۶۳۶ کتاب الصلوۃ باب ۱ میں مفصل گزر چکی ہے۔ یہ کشف ہے جس کی تعبیر بعد کے واقعات سے اظہر من الشمس ہے۔

غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ: زمزم کے لغوی معنی کثرت کے ہیں۔ (لسان العرب باب الزاء، تحت لفظ زمّ) مَاءِ زَمْزَمَ یعنی بہت پانی۔ آبِ زمزم سے دھونا کامل تزکیہ نفس پر دلالت کرتا ہے۔ چونکہ اس واقعہ کشف سے زمزم کی بابت کسی قسم کی فضیلت کا استدلال نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اسے عنوانِ باب میں ہی مختصراً بطور حوالہ نقل کیا ہے۔ دوسری روایت باب ۷۵ میں گزر چکی ہے (دیکھئے روایت نمبر ۱۶۳۵) اس میں تصریح نہیں کہ آپؐ اس وقت اونٹ پر سوار تھے۔

قَالَ عَاصِمٌ فَحَلَفَ عِكْرِمَةُ: ابن ماجہؒ نے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: قَالَ

☆ لفظ "بِیْ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۶۲۲) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عَاصِمٌ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعِكْرِمَةَ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ مَا فَعَلَ- ای ما شرب قائمًا لِأَنَّهُ كَانَ حِيْنَئِذٍ رَاكِبًا (ابن ماجه، كتاب الاشربة، باب الشرب قائما) (فتح الباری جزء۳صفحہ۶۲۳) یعنی آپؐ نے کھڑے ہوکر پانی نہیں پیا کیونکہ آپؐ اس وقت سوار تھے۔ آج کل بھی لوگ آبِ زمزم بطور تبرک پیتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ یہ کنواں اور اس کا پانی دونوں قیمتی یادگار ہیں اور معنوی کیفیات پیدا کرنے میں ظاہری محرکات میں سے ہیں۔ جیسا کہ دوسری یادگاریں مثلاً غارِ حراء، غارِ ثور، دارِ ارقم اور شعب ابی طالب (جہاں آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے خاندان اور دیگر صحابہؓ نے تین سال مقاطعہ میں گزارے۔) ان کی معنوی قدر و قیمت نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔

بَاب۷۷: طَوَافُ الْقَارِنِ

قِران کرنے والے کا طواف کرنا

۱۶۳۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَلَمَّا قَضَيْنَا حَجَّنَا أَرْسَلَنِي مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ مَكَانَ عُمْرَتِكِ فَطَافَ الَّذِيْنَ أَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا آخَرَ بَعْدَ أَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِّنًى وَأَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّمَا

۱۶۳۸: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ (کہتی تھیں:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم حجۃ الوداع میں نکلے اور ہم نے عمرہ کا احرام باندھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو تو وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھ لے۔ پھر جب تک کہ دونوں سے فارغ نہ ہو جائے احرام نہ کھولے۔ میں جب مکہ میں پہنچی تو حائضہ تھی۔ جب ہم اپنا حج ادا کر چکے تو آپؐ نے مجھے عبدالرحمٰنؓ کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا۔ میں نے (وہاں سے) عمرہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ (عمرہ) تمہارے اس عمرہ کی جگہ ہے۔ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انہوں نے طواف کیا۔ اس کے بعد انہوں نے احرام کھول ڈالے اور پھر انہوں نے منٰی سے لوٹنے کے بعد ایک اور طواف

طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا.

کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ اکٹھا کیا تھا تو انہوں نے صرف ایک ہی طواف کیا۔

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

١٦٣٩: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا دَخَلَ ابْنُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَظَهْرُهُ فِي الدَّارِ فَقَالَ إِنِّي لَا آمَنُ أَنْ يَّكُوْنَ الْعَامَ بَيْنَ النَّاسِ قِتَالٌ فَيَصُدُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ فَلَوْ أَقَمْتَ فَقَالَ قَدْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَإِنْ حِيْلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ أَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الأحزاب:٢٢) **ثُمَّ قَالَ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ مَعَ عُمْرَتِي حَجًّا قَالَ ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَّاحِدًا.**

١٦٣٩: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا: اسماعیل) بن عُلَیّہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے نافع سے روایت کی کہ (حضرت عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما جبکہ ان کی سواری (حج کو جانے کے لیے) گھر میں تیار تھی تو ان کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ آئے اور انہوں نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس سال لوگوں کے درمیان لڑائی نہ ہو جائے؛ وہ آپؓ کو بیت اللہ سے روک دیں۔ اس لئے اگر آپؓ ٹھہر جائیں (تو بہتر ہے۔) تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ بھی نکلے تھے تو کفارِ قریش آپؐ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے تھے۔ (اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان بھی روک ہوئی) تو جیسا رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا میں بھی ویسا ہی کروں گا۔ کیونکہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ ہے۔ پھر (حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے) کہا: میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج بھی واجب کر لیا ہے۔ ان کے بیٹے (عبداللہ) کہتے تھے: اس کے بعد وہ (مکہ) پہنچے تو انہوں نے حج اور عمرہ کا ایک ہی طواف کیا۔

اطرافه: ١٦٤٠، ١٦٩٣، ١٧٠٨، ١٨٠٦، ١٨٠٧، ١٨٠٨، ١٨١٠، ١٨١٢، ١٨١٣، ٤١٨٣، ٤١٨٤، ٤١٨٥.

١٦٤٠ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يَّصُدُّوْكَ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ إِذًا أَصْنَعَ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجًّا مَعَ عُمْرَتِي وَأَهْدَى هَدْيًا اشْتَرَاهُ بِقُدَيْدٍ وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ فَلَمْ يَنْحَرْ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يُقَصِّرْ حَتَّى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ وَحَلَقَ وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَذَلِكَ فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۶۴۰: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے روایت کی۔ جس سال حجاج نے (حضرت عبداللہ) بن زبیرؓ پر حملہ کیا اس سال حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حج کا ارادہ کیا تو ان سے کہا گیا کہ لوگوں کے درمیان لڑائی ہونے والی ہے اور ہم ڈرتے ہیں کہ وہ آپؓ کو روک دیں گے۔ انہوں نے جواب دیا: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) تب میں ایسے ہی کروں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے عمرہ کو واجب کرلیا ہے۔ پھر وہ نکلے یہاں تک کہ جب بیداء کے کھلے میدان میں پہنچے تو انہوں نے کہا: حج اور عمرہ کی بات ایک ہی ہے۔ میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہوں۔ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج بھی واجب کر لیا ہے اور انہوں نے قربانی کا جانور بھی (اپنے ساتھ) لیا؛ جس کو (مقام) قُدَید میں خریدا تھا اور اس سے زیادہ کوئی کام نہیں کیا۔ نہ قربانی ذبح کی اور نہ کوئی اور بات جو احرام میں منع ہے۔ نہ سر منڈوایا، نہ بال کٹوائے۔ یہاں تک کہ قربانی کا دن ہوا تو آپؓ نے ذبح کیا اور سر منڈوایا اور سمجھے کہ پہلے ہی طواف میں حج اور عمرہ (دونوں) کا ہی طواف کر چکے ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

اطرافه: ١٦٣٩، ١٦٩٣، ١٧٠٨، ١٨٠٦، ١٨٠٧، ١٨٠٨، ١٨١٠، ١٨١٢، ١٨١٣، ٤١٨٣، ٤١٨٤، ٤١٨٥.

تشریح: طَوَافُ الْقَارِنِ : قِران میں طواف کرنے کے بارے میں فقہاء کے اختلاف کا ذکر باب ۷۰ کی تشریح میں دیکھا جائے۔ اس بارے میں امام بخاریؒ کا فیصلہ روایات مندرجہ بالا کے پیش نظر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک طواف کیا جائے۔ بصورتِ اِفرادعمرہ اور حج کا الگ الگ طواف ہوتا ہے۔ اسی رائے کی تائید میں محولہ بالا تین روایتیں منقول ہیں۔ ان میں حضرت عائشہؓ کی روایت کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حج کا واقعہ اس سال ہوا جس میں حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر چڑھائی کی تھی۔ اس واقعہ سے متعلق دو روایتیں نمبر ۱۶۳۹، ۱۶۴۰ مختلف سندوں سے نقل کی ہیں۔ پہلی میں فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَّاحِدًا ہے۔ جس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ عمرہ اور حج میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک طواف کیا۔ دوسری روایت سے شبہ کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: وَرَأَى اَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْاَوَّلِ. روایت نمبر ۱۶۴۰ کی مزید وضاحت کے لیے باب نمبر ۱۰۵ و ۱۱۴ دیکھئے۔

بَاب ۷۸: اَلطَّوَافُ عَلَى وُضُوْءٍ

باوضو طواف کرنا

۱۶۴۱: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ قَدْ حَجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِيْنَ قَدِمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ حَجَّ أَبُوبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

۱۶۴۱: احمد بن عیسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) (عبداللہ) ابن وہب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ عمرو بن حارث نے مجھے بتایا کہ محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل قریشی سے مروی ہے کہ انہوں نے عروہ بن زبیر سے پوچھا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حج کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا کہ جب آپؐ (مکہ میں) آئے تو سب سے پہلی بات جس سے آپؐ نے حج شروع کیا وہ یہ تھی کہ آپؐ نے وضو کیا۔ پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپؐ کا حج عمرہ نہیں ہوا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور بیت اللہ کا طواف پہلا کام تھا جس سے انہوں نے حج شروع کیا اور ان کا حج عمرہ نہیں ہوا۔ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

مِثْلُ ذَلِكَ ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَرَأَيْتُهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ رَأَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارَ يَفْعَلُوْنَ ذَلِكَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً ثُمَّ آخِرُ مَنْ رَأَيْتُ فَعَلَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا عُمْرَةً وَهَذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ فَلَا يَسْأَلُوْنَهُ وَلَا أَحَدٌ مِمَّنْ مَّضَى مَا كَانُوْا يَبْدَءُوْنَ بِشَيْءٍ حَتَّى يَضَعُوْا أَقْدَامَهُمْ مِّنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَا يَحِلُّوْنَ وَقَدْ رَأَيْتُ أُمِّي وَخَالَتِي حِيْنَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْتَدِئَانِ بِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ تَطُوْفَانِ بِهِ ثُمَّ لَا تَحِلَّانِ.

اطرافه: ١٦١٤.

ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی حج کیا تو میں نے ان کو دیکھا کہ پہلا کام جس سے انہوں نے حج شروع کیا وہ بیت اللہ کا طواف تھا۔ پھر ان کا حج بھی عمرہ نہ ہوا۔ پھر ان کے بعد حضرت معاویہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی (حج کیا)۔ پھر میں نے (اپنے باپ) حضرت زبیر بن عوامؓ کے ساتھ حج کیا تو پہلا کام جس سے انہوں نے حج شروع کیا بیت اللہ کا طواف تھا۔ پھر ان کا بھی حج عمرہ نہ ہوا۔ پھر میں نے مہاجرین وانصار کو بھی یہی کرتے دیکھا۔ پھر ان کا بھی حج عمرہ نہیں ہوا۔ پھر سب سے آخر جس کو میں نے یہی کرتے دیکھا؛ حضرت ابن عمرؓ تھے۔ پھر انہوں نے بھی حج کی نیت توڑ کر اسے عمرہ نہیں کیا اور حضرت ابن عمرؓ ان میں موجود ہیں۔ ان سے کیوں نہیں پوچھ لیتے اور جتنے بھی لوگ گزرے ہیں ان میں سے ایک بھی نہیں جس نے ایسا کیا ہو۔ وہ جونہی اپنا قدم مکہ میں رکھتے بیت اللہ کا طواف کرتے اور اس کے بعد احرام نہیں کھولتے تھے اور میں نے اپنی ماں (حضرت اسماءؓ) اور اپنی خالہ (حضرت عائشہؓ) کو بھی دیکھا کہ جب وہ مکہ میں آتیں تو پہلے کوئی کام نہ کرتیں، بیت اللہ کا طواف کرتیں۔ پھر وہ احرام نہ کھولتیں۔

١٦٤٢: وَقَدْ أَخْبَرَتْنِي أُمِّي أَنَّهَا أَهَلَّتْ هِيَ وَأُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ فَلَمَّا مَسَحُوا

۱۶۴۲: میری ماں نے مجھے بتایا کہ ان کی بہن (حضرت عائشہؓ) اور حضرت زبیرؓ اور فلاں فلاں لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا۔ جب انہوں نے

الرُّكْنَ حَلُّوْا. حجرِ اسود کا مسح کیا تو اس وقت انہوں نے احرام کھولا۔

اطرافه: ١٦١٥، ١٧٩٦۔

تشریح: **اَلطَّوَافُ عَلَى وُضُوْءٍ:** جمہور کا یہی مذہب ہے کہ طواف کے لئے وضو کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا نماز کے لئے اور ان کا استدلال نہ صرف مذکورہ بالا روایت ہی سے ہے بلکہ اس روایت سے بھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ کے متعلق فرمایا: **تَصْنَعُ مَا يَصْنَعُ النَّاسُ اِلَّا اَنَّهَا لَا تَطُوْفُ بِالْبَيْتِ.** (ابن ماجه، كتاب المناسك، باب النفساء والحائض تهل بالحج) یعنی جو باتیں حاجی کرتے ہیں وہ کرو لیکن بیت اللہ کا طواف نہ کرو۔ روایت نمبر ۱۶۵۰ زیر باب ۸۱ میں بھی یہی ہے جس میں حضرت عائشہؓ کو آپؐ نے فرمایا: **غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِيْ.** فقہاءِ کوفہ نے جن میں امام ابوحنیفہؒ بھی ہیں طواف کے لئے وضو کو سنت مؤکدہ تو قرار دیا ہے مگر ضروری شرط نہیں کہا کہ جس کے بغیر طواف جائز نہ ہو۔ ان کے نزدیک ہر عبادت کے لئے جس میں حیض سے طہارت حاصل ہونا ضروری ہے؛ یہ ضروری نہیں کہ اس حدیث سے طہارت بھی ضروری ہو۔ مثلاً حائضہ روزہ نہیں رکھ سکتی مگر روزہ بغیر وضو کے ہوسکتا ہے۔ امام مالکؒ وامام شافعیؒ کی رائے میں بغیر وضو طواف نہ عمداً جائز ہے نہ سہواً۔ **اَلطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ** [۱] کی بنا پر ان کے نزدیک طواف بھی نماز کی طرح عبادت ہے جس کے لئے طہارت ضروری ہے مگر یہ روایت امام بخاریؒ کے نزدیک مستند نہیں۔ اس ضمن میں تشریح باب نمبر ۳۷ بھی ملاحظہ ہو۔ چونکہ محولہ بالا روایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے وضو کیا جس کے متعلق یہ احتمال بھی ہے کہ یہ وضو دوگانہ طواف (یعنی طواف کی دو رکعتوں) کے لئے ہو۔ اس لئے امام بخاریؒ نے باب کا عنوان مصدر یہ رکھ کر اس مسئلہ کو مطلق گردانا ہے اور اس بارہ میں کوئی فیصلہ بالجزم نہیں کیا۔ چونکہ یہ آنحضرت ﷺ کا عمل ہے جس کے وجوب یا عدمِ وجوب کے لئے آپؐ کی طرف سے کوئی تصریح نہیں۔ اس لئے مقامِ ادب کا تقاضا ہے کہ آپؐ کی اقتداء کی جائے۔ خصوصاً جبکہ آنحضرت ﷺ نے طواف کرنے اور دوگانہ پڑھنے کے بعد فرمایا: **خُذُوْا (عَنِّي) مَنَاسِكَكُمْ.** [۲] یعنی عباداتِ حج کے طریق مجھ سے سیکھو۔ (دیکھئے روایات باب ۷۷) ایسے مسائل کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ** (الأحزاب: ۲۲) یعنی رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے بہتر رہنما ہیں۔ جملہ **اَلطَّوَافُ عَلَى وُضُوْءٍ** کی نحوی ترکیب کا بھی یہی منشاء ہے۔ اس تعلق میں اگلے باب کی تشریح بھی ملاحظہ ہو۔ فقہاء کے اختلاف کی وضاحت کے لیے دیکھئے: **بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في الطواف بالبيت، في شروطه، جواز الطواف بغير طهارة.**

---

[۱] (ترمذی، كتاب الحج، باب ما جاء في الكلام في الطواف)
(دارمي، كتاب المناسك، باب الكلام في الطواف)

[۲] (مسلم، كتاب الحج، باب استحباب رمي جمرة العقبة يوم النحر)
(ابو داؤد، كتاب المناسك، باب في رمي الجمار)
(نسائي، كتاب مناسك الحج، باب الركوب الى الجمار واستظلال المحرم)

بَاب ٧٩: وُجُوْبُ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَجُعِلَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ

صفاومروہ (کی سعی) کاضروری ہونا اور وہ شعائراللہ میں سے قرار دیئے گئے ہیں

١٦٤٣: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقُلْتُ لَهَا أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللهِ تَعَالَىٰ: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۝ (البقرة: ١٥٩) فَوَاللهِ مَا عَلَى أَحَدٍ جُنَاحٌ أَنْ لَّا يَطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ أُخْتِي إِنَّ هَذِهِ لَوْ كَانَتْ كَمَا أَوَّلْتَهَا عَلَيْهِ كَانَتْ: لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَتَطَوَّفَ بِهِمَا وَلَكِنَّهَا أُنْزِلَتْ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوْا قَبْلَ أَنْ يُّسْلِمُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِي كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا عِنْدَ الْمُشَلَّلِ فَكَانَ مَنْ أَهَلَّ يَتَحَرَّجُ أَنْ يَّطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا أَسْلَمُوْا سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ أَنْ نَّطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللهُ

۱۶۴۳: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ عروہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اور ان سے کہا: بتلایئے اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے: صفا اور مروہ جو شعائر اللہ میں سے ہیں۔ پس جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے۔ اللہ کی قسم! (اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے) کہ کسی پر گناہ نہیں کہ وہ صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے۔ انہوں نے کہا: میرے بھانجے! کیا ہی بُری بات تم نے کہی ہے۔ یہ آیت اگر جیسا کہ تم نے تاویل کی ہے انہی معنوں میں ہوتی تو یوں ہوتی: لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَتَطَوَّفَ بِهِمَا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف نہ کرے۔ لیکن یہ آیت انصار کی نسبت اتری تھی۔ وہ اسلام قبول کرنے سے پہلے منات بت کے لئے احرام باندھتے۔ جس کی وہ مشلل کے پاس پوجا کیا کرتے تھے۔ پس جب حج یا عمرہ کا احرام باندھتے تو صفا اور مروہ میں طواف کرنا گناہ سمجھتے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے

تَعَالٰى: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ الْآيَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَقَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَّتْرُكَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ أَخْبَرْتُ أَبَا بَكْرِ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَقَالَ إِنَّ هَذَا لَعِلْمٌ مَا كُنْتُ سَمِعْتُهُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُوْنَ أَنَّ النَّاسَ إِلَّا مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ بِمَنَاةَ كَانُوْا يَطُوْفُوْنَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِي الْقُرْآنِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا نَطُوْفُ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَإِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ فَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا فَهَلْ عَلَيْنَا مِنْ حَرَجٍ أَنْ نَّطَّوَّفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ الْآيَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَأَسْمَعُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْفَرِيْقَيْنِ كِلَيْهِمَا فِي الَّذِيْنَ كَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ أَنْ يَّطُوْفُوْا

متعلق دریافت کیا، کہا: یا رسول اللہ! ہم گناہ سمجھا کرتے تھے کہ صفا اور مروہ کا طواف کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل کی: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے درمیان طواف کو جاری کر چکے ہیں۔ اس لئے کسی کو نہ چاہیے کہ ان کے درمیان طواف چھوڑے۔ پھر میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا: یہ تو وہ علم کی بات ہے جس کو کہ میں نے بھی نہیں سنا تھا۔ میں نے تو اہل علم میں سے کئی آدمیوں سے سنا۔ وہ ذکر کرتے تھے کہ لوگ سوا ان کے؛ جن کا ذکر حضرت عائشہؓ نے کیا ہے یعنی جو مناۃ کے لئے احرام باندھتے تھے؛ سب کے سب صفا اور مروہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا اور قرآن میں صفا و مروہ کا ذکر نہیں ہوا تو لوگ کہنے لگے: یا رسول اللہ! ہم صفا و مروہ کا طواف کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا حکم نازل کیا ہے مگر صفا کا ذکر نہیں کیا تو کیا ہم پر کچھ ہوگا اگر ہم صفا و مروہ میں طواف کریں؟ تب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ...... ابوبکر نے کہا: پس میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت دونوں فریقوں کی نسبت نازل ہوئی۔

فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالَّذِيْنَ يَطُوْفُوْنَ ثُمَّ تَحَرَّجُوْا أَنْ يَّطُوْفُوْا بِهِمَا فِي الإِسْلَامِ مِنْ أَجْلِ أَنَّ اللهَ تَعَالَى أَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا حَتَّى ذَكَرَ ذَلِكَ بَعْدَ مَا ذَكَرَ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ.

ان کے متعلق بھی جو جاہلیت میں صفا ومروہ کا طواف کرنا گناہ سمجھتے تھے اوران لوگوں سے متعلق بھی جوطواف کرتے تھے۔ پھر اسلام میں ان کا طواف گناہ سمجھنے لگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا حکم دیا اور صفا کا ذکر نہیں کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرما کر صفاومروہ کے طواف کا بھی ذکر کر دیا۔

اطرافه: ۱۷۹۰، ٤٤٩٥، ٤٨٦١۔

تشریح: **وُجُوْبُ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ:** صفاومروہ اس سلسلہ کوہِ صفا کی دو چوٹیاں ہیں جو مکہ مکرمہ کی شمال مشرقی جہت میں واقع ہیں۔ جن کی نسبت مشہور ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام پانی کی تلاش میں کبھی اس چوٹی پر آئیں کبھی اس چوٹی پر اور چاروں طرف نظر دوڑاتیں کہ کہیں پانی کا نشان ملے۔ صفا جمع ہے صفاۃ کی، جس کے معنی ہیں صاف چٹان۔ (لسان العرب، صفا) صفا بیت اللہ کے جنوب مشرق کی جانب واقع ہے۔ مروہ شمال مشرقی جانب۔ یہ دونوں پہاڑیاں شعائر اللہ قرار دی گئی ہیں۔ شعائر جمع ہے شعیرہ یا شعارہ کی، جس کے لغوی معنی علامت کے ہیں۔ (لسان العرب، شعر)

شَعَائِرُ اللّٰه: اصطلاحِ شریعت میں شعیرہ ہر وہ شئے ہے جو شانِ الوہیت کے لئے بطور نشان سمجھی جائے اور صفاتِ باری تعالیٰ کی نشان دہی کرے۔ اسے دیکھ کر یہ معلوم ہو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ انسان کی عبودیت پر اپنی شانِ الوہیت کی خارق عادت تجلّی فرماتا ہے۔ حج کے مناسک یعنی ایسی عبادتیں جن کا تعلق حضرت ابراہیم، حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی عظیم الشان قربانیوں سے ہے وہ سب مذکورہ بالا معنے میں شعائر اللہ ہیں۔

مناسک جمع ہے منسک کی جو نسک سے مشتق ہے۔ نسک کے معنی قربانی کے ہیں۔ قربانی کے دنبے، اونٹ اور دیگر مویشی بھی شعائر اللہ کہلاتے ہیں۔ (الحج: ۳۷) کیونکہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی قربانی اور اللہ تعالیٰ کی قبولیت کا ابدی نشان ہیں۔ صفا اور مروہ کی شہادت یعنی گواہی دو قسم کی ہے۔ ایک تاریخی اور دوسری روحانی۔ تاریخی شہادت یہ ہے کہ مقامِ اُور سے ہجرت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مرکز توحید کنعان میں قائم کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک مرکز وادیٔ مکہ میں قائم کرنا ان کے پیشِ نظر تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیثیت کنعان، مصر اور ان کے درمیانی علاقوں اور مضافات میں اقتصادی، تمدنی، سیاسی اور مذہبی لحاظ سے بہت اہمیت حاصل کر چکی تھی۔ اس اہمیت کا علم پیدائش باب ۱۳، ۱۴ کے مطالعہ سے بھی ہوسکتا ہے جن میں ان کے مال و دولت کی کثرت اور ان کی جنگوں کا ذکر ہے جو مضافات کے جابر ظالموں سے ہوئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں شکست فاش دی اور اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی قید سے آزادی دلا کر انہیں بھی مضبوط کیا اور ان تعلقات سے بھی ظاہر ہے جو ان کے حُکامِ مصر سے قائم ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ وہاں سے

کثیر التعداد ہدایا کے ساتھ لوٹے۔جن میں ایک امیر زادی حضرت ہاجرہ علیہا السلام بھی تھیں۔حضرت ہاجرہؑ لونڈی نہ تھیں بلکہ آزاد شہزادی تھیں☆ جنہوں نے بعد میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ سمیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل میں پوری موافقت کا نمونہ دکھایا۔حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی اس ہجرت گاہ کا یہ ایک تاریخی پس منظر ہے اور دوسری شہادت خالص روحانی ہے کہ ایک عورت اپنے دنیاوی سہارے یعنی خاوند سے الگ ہوکر بے آب و گیاہ سنگلاخ پہاڑیوں کی کڑی آزمائش میں اِذًا لَّا یُضَیِّعُ کہتے ہوئے اپنے آپ اور اپنے بیٹے کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے سپرد کرتی ہے۔ توحید و توکل کا یہ قابل رشک نمونہ ایک طرف اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا الٰہی منشاء پورا کرنے کی غرض سے ایک دوسرا مرکز توحید قائم کرنا اور اس میں ان کے بیوی بیٹے کا پوری موافقت کرنا دوسری طرف اور اس تعلق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا کہ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (ابراھیم :۳۸) اے ہمارے ربّ! یقیناً میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں تیرے معزز گھر کے پاس آباد کر دیا ہے۔اے ہمارے ربّ تا کہ وہ نماز قائم کریں۔......اور اس دعا کی خارق عادت قبولیت کا عظیم الشان نشان صفا اور مروہ کی پہاڑیوں میں بطور شعائر اللہ قائم ہونا یہ سب باتیں نشان الوہیت پر نہ مٹنے والی شہادتیں ہیں۔جن کی وجہ سے ان جگہوں کو وہ عظمت حاصل ہے جن کا ہم آج تک مشاہدہ کر رہے ہیں۔حضرت ہاجرہؑ کا بے کسی اور بے بسی کے عالم میں اپنے بچے کے لئے پانی کی تلاش میں بے قرار اِدھر اُدھر دوڑنا جیسا کہ روایاتِ متواترہ سے پایا جاتا ہے؛ ان کی یہ سعی بھی راہِ سلوک میں پہلے مرحلے کی ایک علامت ہے جو درحقیقت ان کے لئے نہایت ہی کڑی اور تلخ آزمائش کی گھڑی تھی۔جس میں ایمانِ صادق کے بغیر انسان ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ایسی ہی کڑی آزمائش پر وہ خارق عادت شانِ الوہیت ظاہر ہوتی ہے جو حضرت ہاجرہ علیہا السلام پر بھی ظاہر ہوئی۔مسبب الاسباب خدائے قیوم و قادر نے بے کس ہاجرہ کے لئے آخر اسی بے آب و گیاہ بنجر کو سرسبز و شاداب کر دیا اور پھر وادیٔ مکہ کا ویرانہ حیرت انگیز طور پر سارے جہاں کے لئے توحید اور ہدایت کا مرکز قرار پایا۔غرض شانِ الوہیت کا مشاہدہ کرنے کے لئے ہر انسان کو پہلے ایک ہاجرہ بننا پڑتا ہے اور ضروری ہے کہ مقامِ عرفان حاصل کرنے کے لئے وہ پہلے ترکِ اسباب کی کڑی آزمائش میں اپنے آپ کو ڈالے۔یہی سنتِ الٰہیہ ہے جو ہمیشہ سے جاری ہے۔یہ وہ چقماق کا پتھر ہے جس سے ابتلاؤں کی رگڑ پوشیدہ نور کو آشکار کر کے شانِ الوہیت کی جلوہ نمائی کرتی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

> ''اسباب پر توکل کرنا بھی ایک بُت ہے مگر یہ ایک باریک بُت ہے۔جیسا کہ عالم جسمانی میں بعض بیماریاں باریک ہوتی ہیں......ان بتوں سے بچنا بڑے بہادر آدمی کا کام ہے۔ جو لوگ ان بتوں کے پیچھے لگتے ہیں وہ.....حد سے زیادہ اسباب پر زور مارتے ہیں اور ان کا تمام بھروسہ ان اسباب ہی پر ہوتا ہے۔جب تک ان باتوں کا قلع قمع نہ کیا جاوے، توحید قائم نہیں ہوسکتی۔'' (تقریر حضرت مسیح موعودؑ ۲۶دسمبر ۱۹۰۶ء- دیکھئے البدر ۱۰جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

☆(The Jewish Encyclopedia, under word:Hagar, In Rebbinical Literature)

بَاب ٨٠: مَا جَاءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کی نسبت جو روایتیں آئی ہیں

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا السَّعْيُ مِنْ دَارِ بَنِي عَبَّادٍ إِلَى زُقَاقِ بَنِي أَبِي حُسَيْنٍ.

اور (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سعی بنو عباد کے گھر سے لے کر بنو ابوحسین کے کوچہ تک ہے۔

١٦٤٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَافَ الطَّوَافَ الْأَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا وَكَانَ يَسْعَى بَطْنَ الْمَسِيْلِ إِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَمْشِيْ إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ يُّزَاحَمَ عَلَى الرُّكْنِ فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَدَعُهُ حَتَّى يَسْتَلِمَهُ.

اطرافه: ١٦٠٣، ١٦٠٤، ١٦١٦، ١٦١٧۔

۱۶۴۴: محمد بن عبید بن میمون نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عیسیٰ بن یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ بن عمر سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلا طواف کرتے تو آپؐ تین بار دوڑ کر چلتے اور چار بار حسب معمول چلتے اور جب صفا و مروہ کے درمیان چکر لگاتے تو نالہ کی نشیب میں دوڑتے۔ (عبیداللہ کہتے تھے:) میں نے نافع سے پوچھا کہ حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) جب رکن یمانی کے پاس پہنچتے تو کیا وہ حسب معمول چلتے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ سوا اس کے کہ حجرِ اسود کے پاس ہجوم کی وجہ سے انہیں رکاوٹ ہوتی کیونکہ جب تک وہ اس کونہ چھو لیتے اسے نہ چھوڑتے۔

١٦٤٥: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ

۱۶۴۵: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن دینار سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ہم

رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ فَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا. لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الأحزاب:۲۱)

نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس شخص کی نسبت دریافت کیا جو عمرہ میں بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا و مروہ کے درمیان طواف نہ کرے؛ کیا وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: نبی ﷺ (مکہ میں) آئے۔ آپؐ نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا و مروہ کے درمیان سات پھیرے کئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے۔

اطرافه: ۳۹۵، ۱٦۲۳، ۱٦۲۷، ۱٦٤۷، ۱۷۹۳۔

۱٦٤٦: وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

۱۶۴۶: اور ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اپنی بیوی کے پاس نہ جائے جب تک کہ صفا و مروہ کا طواف نہ کرے۔

اطرافه: ۳۹٦، ۱٦۲٤، ۱۷۹٤۔

۱٦٤۷: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ تَلَا : لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (الأحزاب:۲۲)

۱۶۴۷: مکی بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ ابن جریج سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: عمرو بن دینار نے مجھے بتایا، کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے اور آپؐ نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے۔ پھر (حضرت عبداللہؓ نے) یہ آیت پڑھی: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

اطرافه: ۳۹۵، ۱٦۲۳، ۱٦۲۷، ۱٦٤٥، ۱۷۹۳۔

١٦٤٨: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَ نَعَمْ لِأَنَّهَا كَانَتْ مِنْ شَعَائِرِ الْجَاهِلِيَّةِ حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ (البقرة:١٥٩)

اطرافه: ٤٤٩٦۔

۱۶۴۸: احمد بن محمد (مروزی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) عاصم (احول) نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپؓ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا برا سمجھتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ کیونکہ یہ جاہلیت کی رسوم میں سے (ایک رسم) تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: صفا و مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں اس لئے جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا بھی طواف کرے۔

١٦٤٩: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّمَا سَعَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهُ.

۱۶۴۹: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے، عمرو نے عطاء (بن ابی رباح) سے، عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ اور صفا و مروہ میں جو دوڑے تھے وہ تو صرف اس لئے کہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔

زَادَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو سَمِعْتُ عَطَاءً عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ... مِثْلَهُ.

حمیدی نے اتنا اور بڑھایا، (کہا:) سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عمرو (بن دینار) نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے عطاء کو حضرت ابن عباسؓ سے اس طرح روایت کرتے سنا۔

اطرافه: ٤٢٥٧۔

تشریح: **مَا جَاءَ فِي السَّعْيِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ:** عنوانِ باب میں حضرت ابن عمرؓ کا حوالہ سعی کی حد مقرر کرنے کے لئے نقل کیا گیا ہے۔صفاومروہ کے درمیان نشیب حصہ دوڑنے کی جگہ تھی جسے اب مٹی ڈال کر برابر کر دیا گیا ہے تا حاجیوں کو دوڑنے میں تکلیف نہ ہو۔ پہلے موسم برسات میں پانی کا نالہ بن جاتا تھا۔محولہ بالا حدوں پر اب نشان نصب کئے گئے ہیں۔حضرت ابن عمرؓ کی سعی سے متعلق روایت فاکہیؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے نقل کی ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب من کان یسعی فی بطن المسیل) (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۳۴)

صفاومروہ سے متعلق کئی ایک روایتیں مشہور ہیں جو امام بخاریؒ کے نزدیک غیر معتبر ہیں اور اسی لئے عنوانِ باب مَا جَاءَ کے الفاظ سے قائم کیا ہے اور اس باب میں چھ روایتیں نقل کی ہیں جن کا تعلق سعی کے ساتھ ہے۔روایت نمبر ۱۶۴۴ تا ۱۶۴۷ سے ثابت کرنا مقصود ہے کہ صفاومروہ میں سعی حج کا ضروری رکن ہے۔روایت نمبر ۱۶۴۸ سے یہ بتایا گیا ہے کہ صحابہؓ کی کراہیت کا اصل سبب کیا تھا۔ان روایتوں کی موجودگی میں روایت ۱۶۴۹ کا مفہوم یہ نہیں ہوسکتا کہ صفاومروہ کے درمیان دوڑنے کی ابتداء اس لئے ہوئی تھی کہ قوت کا مظاہرہ ہو کیونکہ اس روایت میں بیت اللہ کے طواف کا بھی ذکر ہے۔ بلکہ اس سے مراد صرف یہ ہے کہ اس موقع پر آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ دونوں جگہ تیز دوڑے تھے۔جیسا کہ اس سے قبل باب ۵۷ میں بھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

زَادَ الْحُمَيْدِيُّ ......: ان روایتوں کے آخر میں بحوالہ حمیدی اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ روایت نمبر ۱۶۴۹ معنعن نہیں بلکہ موصول ہے۔راوی نے ایک دوسرے سے سن کر روایت بیان کی ہے۔

ان تمام روایتوں سے سعی صفاومروہ کے واجب ہونے کا پتہ چلتا ہے۔روایت نمبر ۱۶۴۷ کے آخری الفاظ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب :۲۲) قابل غور ہیں۔صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل قابل اتباع سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ آپؐ کی تمام حرکات وسکنات وحی الٰہی کی تجلی کے ماتحت تھیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آئینہ کمالات اسلام میں یہ مضمون بسط سے بیان کیا ہے۔فرماتے ہیں:-

> ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صحابہ کا بلا شبہ یہ اعتقاد تھا کہ آنجناب کا کوئی فعل اور کوئی قول وحی کی آمیزش سے خالی نہیں گو وہ وحی مجمل ہو یا مفصل، خفی ہو یا جلی، بیّن ہو یا مشتبہ.....بعض اوقات اجتہادی غلطی ہوئی تا اُس سے بھی تکمیل دین ہو اور بعض باریک مسائل اُس کے ذریعہ سے پیدا ہوں اور وہ سہو بشریت بھی تمام لوگوں کی طرح سہو نہ تھا بلکہ دراصل ہمرنگ وحی تھا۔کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص تصرف تھا جو نبی کے وجود پر حاوی ہو کر اُس کو کبھی ایسی طرف مائل کر دیتا تھا جس میں خدا تعالیٰ کے بہت مصالح تھے۔سو ہم اُس اجتہادی کو بھی وحی سے علیحدہ نہیں سمجھتے۔......‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام- روحانی خزائن جلد۵ صفحہ۱۱۴ تا ۱۱۵)

بَاب ۸۱: تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَإِذَا سَعَى عَلَى غَيْرِ وُضُوْءٍ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

حیض والی تمام ارکان حج بجالائے سوائے طوافِ بیت اللہ کے
اور اگر صفا ومروہ کے درمیان بغیر وضو سعی کرے

۱۶۵۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ قَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ افْعَلِي كَمَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَّا تَطُوْفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِيْ.

۱۶۵۰: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: میں مکہ میں پہنچی اور میں حائضہ تھی۔ نہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور نہ صفا ومروہ کے درمیان سعی کی۔ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا شکوہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: جیسے حاجی کرتے ہیں تم بھی کرو مگر بیت اللہ کا طواف نہ کرنا جب تک کہ تم فارغ ہوکر غسل نہ کرلو۔

اطرافه: ۲۹۴، ۳۰۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱۵۱۶، ۱۵۱۸، ۱۵۵۶، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۶۳۸، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷۵۷، ۱۷۶۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹۵۲، ۲۹۸۴، ۴۳۹۵، ۴۴۰۱، ۴۴۰۸، ۵۳۲۹، ۵۵۴۸، ۵۵۵۹، ۶۱۵۷، ۷۲۲۹۔

۱۶۵۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ. قَالَ وَقَالَ لِي خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَبِيْبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ

۱۶۵۱: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (ثقفی) نے ہم سے بیان کیا اور مجھ سے خلیفہ (بن خیاط) نے بھی کہا کہ عبدالوہاب (ثقفی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حبیب معلم نے ہمیں

عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِّنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ هَدْيٌ فَقَالَ أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً وَيَطُوْفُوْا ثُمَّ يُقَصِّرُوْا وَيَحِلُّوْا إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالُوْا نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ {مَنِيًّا ☆} فَبَلَغَ {ذٰلِكَ ☆} النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ وَلَوْلَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ. وَحَاضَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْبَيْتِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَنْطَلِقُوْنَ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَأَنْطَلِقُ بِحَجٍّ فَأَمَرَ عَبْدَ

بتایا۔ انہوں نے عطاء سے، عطاء نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ اور آپؐ کے صحابہ نے حج کا احرام باندھا اور سوائے نبی ﷺ اور حضرت طلحہؓ کے ان میں سے کسی کے ساتھ بھی قربانی کا جانور نہ تھا اور حضرت علیؓ یمن سے (مکہ میں) پہنچے اور ان کے ساتھ قربانی کا جانور تھا اور انہوں نے کہا: میں نے اسی کا احرام باندھا ہے جس کا نبی ﷺ نے باندھا ہے۔ پھر نبی ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ حج کو عمرہ کر دیں اور طواف کریں۔ اس کے بعد بال کٹوائیں اور احرام کھول ڈالیں؛ سوائے ان کے جن کے ساتھ قربانی کا جانور ہو۔ آپؐ کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم منیٰ کو چل پڑیں جبکہ ہم جُنبی ہوں☆۔ یہ خبر☆ نبی ﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: اگر مجھے وہ پہلے سے معلوم ہوتا جو مجھے بعد میں معلوم ہوا ہے تو میں اپنے ساتھ قربانی کے جانور نہ لاتا اور اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں احرام کھول ڈالتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہوئیں تو وہ بھی حج کی ساری عبادتیں بجا لائیں سوائے اس کے کہ انہوں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔ جب وہ حیض سے فارغ ہوئیں تو انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ کہنے لگیں: یا رسول اللہ! آپؐ تو حج اور عمرہ کر کے چل پڑیں گے اور میں صرف حج کر کے چلوں گی۔ تو آپؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن

☆ الفاظ "مَنِيًّا" اور "ذٰلِکَ"، فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۶۳۶)

الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ.

ابی بکرؓ سے فرمایا کہ وہ ان کے ساتھ تنعیم کی طرف جائیں۔ چنانچہ حج کے بعد انہوں نے عمرہ کیا۔

اطرافه: ۱۵۵۷، ۱۵٦۸، ۱۵۷۰، ۱۷۸۵، ۲۵۰٦، ٤۳۵۲، ۷۲۳۰، ۷۳٦۷۔

۱٦۵۲: حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَّخْرُجْنَ فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ فَحَدَّثَتْ أَنَّ أُخْتَهَا كَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً وَكَانَتْ أُخْتِي مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ. قَالَتْ كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمَى وَنَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضَى. فَسَأَلَتْ أُخْتِي رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ هَلْ عَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَّا تَخْرُجَ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ. فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا سَأَلْنَهَا أَوْ قَالَتْ سَأَلْنَاهَا

۱٦۵۲: مومل بن ہشام نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اسماعیل (بن علیہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے حفصہ (بنت سیرین) سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: ہم کنواریوں کو (عید کے دن) باہر نکلنے سے منع کیا کرتے تھے۔ ایک عورت آئی اور وہ بنی خلف کے محل میں اُتری تو اس نے بیان کیا کہ اس کی بہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک آدمی کی بیوی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جنگوں میں شریک ہو چکے تھے اور میری بہن چھ جنگوں میں ان کے ساتھ تھی۔ وہ کہتی تھیں: ہم زخمیوں کا علاج معالجہ اور بیماروں کی خدمت کرتے تھے تو میری بہن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا اگر ہم میں سے کسی کے پاس جلباب☆ نہ ہو تو کوئی ڈر تو نہیں کہ وہ (عید کے لیے) باہر نہ جائے؟ آپؐ نے فرمایا: اس کی ساتھن اس کو اپنے جلباب سے اُڑھائے اور چاہیے کہ وہ نیک کام اور مومنوں کی دعا میں شریک ہو۔ جب حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا (بصرہ) آئیں تو انہوں نے ان سے پوچھا یا کہا کہ

☆ جِلْبَابٌ: اَلإِزَارُ وَالرِّدَاءُ (النهاية) ثَوْبٌ اَوْسَعُ مِنَ الْخِمَارِ (لسان العرب) تہہ بند یا بڑی چادر (اوڑھنی) مراد ہے۔

فَقَالَتْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ {أَبَدًا☆} إِلَّا قَالَتْ بِأَبِي فَقُلْنَا أَسَمِعْتِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ نَعَمْ بِأَبِي فَقَالَ لِتَخْرُجِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُوْرِ أَوِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى فَقُلْتُ الْحَائِضُ فَقَالَتْ أَوَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا.

ہم نے ان سے پوچھا۔ پھر (حفصہ نے) کہا: اور حضرت ام عطیہؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتیں تو ضرور ہی ☆ یہ کہتیں: میرا باپ آپؐ پر قربان! ہم نے پوچھا کہ آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ایسا فرماتے سنا تو انہوں نے کہا: ہاں۔ میرا باپ آپؐ پر قربان اور آپؐ نے فرمایا: پردے دار کنواریاں یا فرمایا: کنواریاں اور پردے والیاں اور حیض والیاں بھی باہر نکلیں اور نیک کاموں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں اور حیض والیاں نماز گاہ سے الگ رہیں۔ میں نے کہا: حیض والی بھی؟ تو انہوں نے کہا: تو کیا وہ عرفات میں موجود نہیں ہوتیں اور کہا: وہ فلاں جگہ نہیں جاتیں اور فلاں جگہ نہیں جاتیں۔

اطرافه: ۳۲٤، ۳۵۱، ۹۷۱، ۹۷٤، ۹۸۰، ۹۸۱.

تشریح: **تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا:** معنونہ دو مسئلوں میں سے اول الذکر مسئلہ سے متعلق روایات میں صراحت موجود ہے کہ بغیر طہارت بیت اللہ کا طواف جائز نہیں۔ مگر دوسرے مسئلہ کے بارے میں صراحت نہیں اس لئے عنوانِ باب میں وَاِذَا کہہ کر جواب حذف کر دیا گیا ہے۔ روایت نمبر ۱۶۵۰ میں جو امام مالکؒ سے مروی ہے یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ انہوں نے بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف نہیں کیا تو آپؐ نے جواب میں صرف بیت اللہ کے طواف کو مستثنیٰ کیا ہے جس سے سعی کے بارے میں جواز کا مسئلہ مستنبط کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس کے بعد ضمناً بغیر وضو سعی کے جواز کا سوال بھی اُٹھایا ہے۔ کیونکہ ائمہ وفقہاء اس امر میں تو متفق ہیں کہ سعی کے لئے حیض سے پاک ہونا ضروری ہے مگر باوضو ہونا ضروری نہیں؛ سوائے حسن بصریؒ کے جن کے نزدیک جس طرح طواف بیت اللہ کے لئے باوضو ہونا شرط ہے۔ اسی طرح سعی کے لئے بھی۔ (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول فى السعى بين الصفا والمروة، فى شروطه)

☆ لفظ "اَبَدًا" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۶۳۷)

امام مالکؒ کی محولہ بالا روایت یحيٰ بن یحيٰ تمیمی نیشاپوری نے بھی نقل کی ہے۔اس میں یہ الفاظ ہیں: افْعَلِيْ كُلَّ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِي بِالْبَيْتِ وَلَا تَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. اس زیادتی میں صرف یحيٰ ہی اکیلے راوی ہیں۔باقی راویوں نے الفاظ وَلَا تَسْعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ نقل نہیں کئے۔(فتح الباری جزء۳صفحہ۶۳۷)
(بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في السعي بين الصفا والمروة، في شروطه)
ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے: تَقْضِيُ الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا اِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. (مصنف ابن ابی شیبه، كتاب الحج، باب في الحائض ما تقضى من المناسك، روایت نمبر۱۴۳۶۴ جزء۳صفحہ۲۹۶) یہ روایتیں امام بخاریؒ کے نزدیک مستند نہیں۔باب کی تینوں روایتیں نفس مضمون میں ایک دوسری کی مؤید ہیں۔روایت نمبر۱۶۵۰ میں صرف بیت اللہ مستثنیٰ کیا گیا ہے۔روایت نمبر۱۶۵۱ بطور امر واقعہ کے بیان ہوئی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے طہر کے بعد صرف بیت اللہ کا طواف کیا تھا اور روایت نمبر۱۶۵۲ میں حائضہ کے عرفات وغیرہ مقامات میں جانے کا ذکر ہے۔وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى. یعنی حائضہ خواتین نماز گاہ یعنی مسجد سے الگ رہیں۔حضرت عائشہؓ، حضرت جابرؓ اور حفصہ بنت سیرین تینوں کا نفس موضوع سے اتفاق اپنے اندر جو قوت رکھتا ہے وہ یحيٰ اور ابن ابی شیبہ کی روایتوں کو حاصل نہیں۔

بَاب ۸۲

اَلْإِهْلَالُ مِنَ الْبَطْحَاءِ وَغَيْرِهَا لِلْمَكِّيِّ وَلِلْحَاجِّ إِذَا خَرَجَ إِلَى مِنًى

مکہ کے رہنے والے کا اور اس حاجی کا جو مکہ میں مقیم ہو؛ بطحاء وغیرہ سے احرام باندھنا جبکہ وہ منیٰ کو نکلے

وَسُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ الْمُجَاوِرِ يُلَبِّي بِالْحَجِّ قَالَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُلَبِّي يَوْمَ التَّرْوِيَةِ إِذَا صَلَّى الظُّهْرَ وَاسْتَوَى عَلَى رَاحِلَتِهِ. وَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْلَلْنَا حَتَّى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ لَبَّيْنَا

اور عطاء سے اس شخص کی نسبت پوچھا گیا جو مکہ میں رہتا ہو کیا وہ حج کے لئے لبیک کہے؟ تو انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آٹھویں ذوالحج کو جب ظہر کی نماز پڑھ چکتے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر سیدھے بیٹھ جاتے تو لبیک کہتے اور عبدالملک (بن ابی سلیمان) نے کہا: عطاء سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔(انہوں نے کہا:) ہم (حجۃ الوداع) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مکہ میں) آئے۔پھر ہم نے آٹھویں تاریخ تک

بِالْحَجِّ. وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَهْلَلْنَا مِنَ الْبَطْحَاءِ. وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ جُرَيْجٍ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا رَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَقَالَ لَمْ أَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ.

احرام کھولے رکھا اور مکہ کو ہم نے اپنی پیٹھ کی جانب رکھا۔ ہم نے حج کا لبیک پکارا اور ابوزبیر نے کہا: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) ہم نے بطحاء سے احرام باندھا اور عبید بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے آپؓ کو دیکھا ہے کہ جب آپؓ مکہ میں ہوں تو لوگ جب ہلال کو دیکھیں تو احرام باندھتے ہیں اور آپؓ آٹھویں تاریخ تک احرام نہیں باندھتے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو احرام باندھتے نہیں دیکھا جب تک کہ آپؐ کی اونٹنی آپؐ کو (منیٰ جانے کے لئے) لے کر اُٹھ کھڑی نہ ہوتی۔

تشریح: **اَلْإِهْلَالُ مِنَ الْبَطْحَاءِ وَغَيْرِهَا لِلْمَكِّيِّ وَلِلْحَاجِّ:** باب نمبر ۷ و ۱۱ میں اہل مکہ اور تمتع کرنے والوں کے احرام باندھنے کی جگہ کا ذکر گزر چکا ہے۔ یہ باب ایک اختلاف کی وجہ سے قائم کیا گیا ہے کہ حج کے ایام میں مکی کہاں سے احرام باندھے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مکہ ہی سے احرام باندھنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدودِ حرم کے اندر کسی جگہ باندھا جاسکتا ہے مگر مسجدِ حرام سے باندھنا افضل ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ واسحق بن راہویہؒ کے نزدیک وادی مکہ سے باندھنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری جزء ۹ صفحہ ۲۹۵) (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۶۳۹) امام بخاریؒ نے عنوانِ باب کو مصدر یہ قائم کر کے دونوں مذہبوں کو یکساں گردانا ہے۔

اَلْإِهْلَالُ....إِذَا خَرَجَ إِلَى مِنًى: دوسرا اختلاف احرام باندھنے کے وقت میں ہے۔ ایک فریق کی یہ رائے ہے کہ ہلال دیکھنے پر احرام باندھا جائے اور دوسرے فریق کی رائے میں آٹھویں ذوالحج کو احرام باندھنا چاہیے جب منیٰ کی طرف جانے لگے۔ عنوانِ باب میں عطاء بن ابی رباحؒ کے دو حوالے دیئے گئے ہیں۔ ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آٹھویں تاریخ کو آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ ایسی حالت میں نکلے کہ وہ احرام باندھے ہوئے تھے۔ جَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ [أَيْ جَعَلْنَا مَكَّةَ مِنْ وَّرَائِنَا فِي يَوْمِ التَّرْوِيَةِ حَالَ كَوْنِنَا مُهَلِّيْنَ بِالْحَجِّ] (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۶۳۹) یعنی ہم نے مکہ کو اپنی پیٹھوں کی سمت رکھا تھا جبکہ ہم آٹھویں تاریخ کو حج کے لئے لبیک پکار رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے احرام کھول چکے تھے۔ آٹھویں تاریخ کو جب مکہ مکرمہ سے حج کے لئے نکلے تو انہوں نے دوبارہ احرام باندھا۔ ابوالزبیرؒ کی روایت امام احمد بن حنبلؒ اور امام مسلمؒ نے موصولاً نقل کی ہے: عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ لَمَّا اَحْلَلْنَا اَنْ نُّحْرِمَ اِذَا تَوَجَّهْنَا اِلَى مِنًى قَالَ فَاَهْلَلْنَا مِنَ الْاَبْطَحِ. (مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الإحرام) (مسند احمد بن حنبل، جزء ۳ صفحہ ۳۱۸) یعنی حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جب ہم نے احرام کھول دیئے تو نبی ﷺ نے ہمیں فرمایا: جب منیٰ کی طرف جائیں تو احرام باندھ لیں۔ انہوں نے کہا: چنانچہ ہم نے ابطح سے احرام باندھے۔

یہ حوالہ امام مالکؒ وامام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا مذہب بتانے کی غرض سے نقل کیا گیا ہے۔عبید بن جریج کے قول کا حوالہ کتاب الوضوء میں مفصل منقول ہے۔(روایت نمبر ۱۶۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں نہیں بلکہ ذوالحلیفہ میں احرام باندھا تھا اور جس دن احرام باندھا آٹھویں تاریخ نہ تھی۔حضرت ابن عمرؓ کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب احرام باندھا ہے تو مناسک حج کے اختتام تک کسی قسم کا وقفہ نہیں ہوا۔مسلسل احرام باندھے اعمالِ حج ادا فرماتے رہے۔پہلی تاریخ کا احرام باندھنے والوں کو آٹھویں تاریخ تک انتظار کرنا پڑتا ہے لیکن اگر وہ آٹھویں تاریخ کو احرام باندھیں تو پھر اعمالِ حج مسلسل بجالانے ہوں گے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول لَا يَهِلُّ اَحَدٌ مِّنْ مَّكَّةَ بِالْحَجِّ حَتَّى يُرِيْدَ الرَّوَاحَ اِلَى مِنًى بھی انہی معنوں میں ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۴۰)

بَاب۸۳: أَيْنَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ

آٹھویں ذوالحج کو ظہر کہاں پڑھے

۱٦٥٣: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قُلْتُ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قُلْتُ فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ.

اطرافه: ١٦٥٤، ١٧٦٣۔

۱۶۵۳: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا،(کہا:) اسحق ازرق نے ہم سے بیان کیا۔(انہوں نے کہا:) سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔عبدالعزیز بن رفیع سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ میں نے کہا: مجھے نبی ﷺ کی ایک بات بتائیں جو آپؐ نے اچھی طرح یاد رکھی ہو۔آٹھویں ذوالحج کو آپؐ نے ظہر وعصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ تو انہوں نے کہا: منیٰ میں۔میں نے پوچھا: کوچ کے دن آپؐ نے عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ انہوں نے کہا: ابطح (محصب) میں۔پھر اس کے بعد انہوں نے کہا: جیسا تمہارے امیر کرتے ہیں تم بھی ویسا ہی کرو۔

١٦٥٤: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ ابْنَ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ لَقِيْتُ أَنَسًا. وَحَدَّثَنِي إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبَانَ

۱۶۵۴: علی (بن عبداللہ مدینی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوبکر بن عیاش سے سنا۔(ابوبکر نے کہا:) عبدالعزیز (بن رفیع) نے ہم سے بیان کیا،(کہا:) میں

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ خَرَجْتُ إِلَى مِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَلَقِيتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذَاهِبًا عَلَى حِمَارٍ فَقُلْتُ أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الْيَوْمَ الظُّهْرَ فَقَالَ انْظُرْ حَيْثُ يُصَلِّي أُمَرَاؤُكَ فَصَلِّ.

اطرافه: ۱۶۵۳، ۱۷۶۳۔

حضرت انسؓ سے ملا اور اسماعیل بن ابان نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) ابوبکر (بن عیاش) نے ہمیں بتایا۔ عبدالعزیز سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں آٹھویں ذوالحج کو منیٰ کی طرف گیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملا۔ ایک گدھے پر سوار جا رہے تھے۔ میں نے پوچھا: نبی ﷺ نے آج کے دن ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ تو انہوں نے کہا: دیکھو جہاں تمہارے امیر نماز پڑھیں تم بھی وہیں پڑھو۔

تشریح: **اَیْنَ یُصَلِّی الظُّھْرَ یَوْمَ التَّرْوِیَةِ:** یوم الترویہ سے مراد آٹھویں ذوالحج ہے۔ ترویہ کے معنی اچھی طرح پانی پلانا۔ مکہ مکرمہ سے کوچ کرتے وقت اونٹوں کو اچھی طرح پانی پلایا کرتے تھے اور خود بھی پانی لے لیتے کیونکہ ان دنوں اس علاقہ میں پانی نایاب تھا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۴۰) (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۲۹۶) اب تو نہر زبیدہ اور کاریزوں وغیرہ کے ذریعہ سے میٹھے پانی کا عمدہ انتظام ہے۔ منیٰ مکہ مکرمہ سے مشرق کی طرف تین میل کے فاصلہ پر دو پہاڑیوں کے درمیان ہے۔ ان میں سے اونچی پہاڑی ثبیر ہے۔

ائمہ اور فقہاء کا مسئلہ معنونہ کے بارے میں اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد مکہ مکرمہ سے کوچ فرمایا۔ آپؐ نے ظہر اور باقی نمازیں منیٰ میں پڑھیں۔ مگر وہ اسے صحت حج کے لئے شرط قرار نہیں دیتے۔ (**بداية المجتهد، كتاب الحج، الخروج إلى عرفة**) یہ قول کہ صحابہؓ و تابعین نمازِ ظہر پڑھ کر مکہ مکرمہ سے کوچ کیا کرتے تھے؛ کمزور ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۲۹۷) اس ضمن میں باب ۱۴۴ بھی دیکھئے۔

اسحق بن یوسف ازرق کی روایت نمبر ۱۶۵۳ سے متعلق یہ اعتراض ہے کہ وہ اس روایت میں منفرد ہیں۔ چونکہ سفیان ثوری کی روایت ہے کہ منیٰ میں نماز پڑھی گئی۔ اس لئے اسے پہلے درج کر کے اس کے بعد روایت نمبر ۱۶۵۴ سے یہ اعتراض دور کیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ ان کی روایت مستند ہے۔ یہی روایت محمد بن مثنیٰ سے بھی مروی ہے۔ (نمبر ۱۷۶۳) اور اس سے فقہاء کی تائید ہوتی ہے کہ منیٰ میں ظہر پڑھنا ضروری شرط نہیں۔ لیکن جیسا کہ روایت نمبر ۱۶۴۷ (باب نمبر ۸۰) کی تشریح کے ضمن میں بتایا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع بہرحال افضل ہے۔ آپؐ کی کوئی حرکت وسکون بھی روح القدس کی تجلی سے خالی نہ تھی۔ اس لئے سنت نبویہ کی اقتداء بہرحال افضل واولیٰ ہے۔

وادی ابطح کھلی جگہ ہے۔ جب حجاج صفا و مروہ کے درمیان سے منیٰ کی طرف جاتے ہیں تو سب کو اس وادی سے گزرنا پڑتا ہے۔ پہلی وادی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے۔ حجاج کا راستہ صرف مشرق کی طرف کچھ مڑ کر پتھریلی زمین سے گزرتا ہے اسے ابطح یا محصب کہتے ہیں۔ ابطح کے معنے ہیں کھلی وادی۔ محصب کے معنی سنگریزوں والی زمین۔ **یوم النفر** سے مراد وہ دن ہے جب حج کر کے منیٰ سے واپس مکہ مکرمہ کو آتے ہیں۔ ابطح یا محصب مکہ مکرمہ سے متصل ہے اور آج کل وہاں آبادی ہے جو شہر کا حصہ ہے۔ امراء سے مراد خلفاءِ وقت یا ان کے مقرر کردہ امراء ہیں۔

بَاب ٨٤: اَلصَّلَاةُ بِمِنًى
منیٰ میں نماز

١٦٥٥: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِنْ خِلَافَتِهِ.

اطرافه: ١٠٨٢۔

۱۶۵۵: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ ابن وہب نے ہمیں بتایا۔ یونس نے مجھے خبر دی کہ ابن شہاب سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر نے مجھے خبر دی کہ ان کے باپ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں اسی طرح حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی اور حضرت عثمانؓ بھی اپنی خلافت کے شروع میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

١٦٥٦: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ حَارِثَةَ ابْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ أَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطُّ وَآمَنُهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ.

اطرافه: ١٠٨٣۔

۱۶۵۶: آدم نے ہم سے بیان کیا۔ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ ابواسحٰق ہمدانی سے روایت ہے۔ انہوں نے حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعتیں ہمیں نماز پڑھائی اور ہم اس وقت بہت بڑی تعداد میں تھے اور پورے امن میں تھے۔

١٦٥٧: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۱۶۵۷: قبیصہ بن عقبہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم سے، ابراہیم نے عبدالرحمٰن بن یزید سے، انہوں نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ

وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَفَرَّقَتْ بِكُمُ الطُّرُقُ فَيَا لَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ.

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں نماز پڑھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی دو رکعتیں۔ پھر اس کے بعد تم میں کئی اختلاف ہو گئے۔ کاش مجھے چار رکعتوں کے بدلے دو رکعتیں نصیب ہوں جو مقبول ہوں۔

اطرافه: ۱۰۸٤۔

تشریح: اَلصَّلَاةُ بِمِنًى: منٰی میں نماز پوری پڑھی جائے یا قصر؟ اس کے لیے دیکھئے کتاب تقصیر الصلاة باب۲۔ وہی روایتیں یہاں نقل کی گئی ہیں، مگر کسی قدر تبدیلی سند کے ساتھ۔

فَيَالَيْتَ حَظِّيْ مِنْ اَرْبَعٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَان: یہ الفاظ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ حضرت عثمانؓ کی اتباع بوجہ احترامِ خلافت انہوں نے مقدم رکھی؛ بحالیکہ ان کی اپنی رائے قصر کے بارہ میں رہی ہے؛ جو انہوں نے مذکورہ بالا الفاظ میں ظاہر کی ہے۔

بَاب ۸۵: صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ

عرفہ کے روز روزہ رکھنا

۱٦٥٨: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا سَالِمٌ قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ شَكَّ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ.

۱۶۵۸: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) سالم نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت ام فضلؓ کے آزاد کردہ غلام عمیر سے سنا کہ حضرت ام فضلؓ سے روایت ہے کہ عرفہ کے روز لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کی نسبت شک ہوا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شربت بھیجا تو آپؐ نے وہ پی لیا۔

اطرافه: ١٦٦١، ١٩٨٨، ٥٦٠٤، ٥٦١٨، ٥٦٣٦۔

تشریح: صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ: امام مسلمؒ نے مذکورہ بالا مسئلہ کے بارہ میں بعض روایتیں نقل کی ہیں [۱] جو امام بخاریؒ کے نزدیک مستند نہیں۔ چنانچہ باب کا عنوان ناتمام رکھا ہے۔ بعض شارحین نے اس روز روزہ رکھنا مکروہ خیال کیا ہے اور بعض نے مستحب؛ بشرطیکہ سفر کی وجہ سے کوفت نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے اس روز روزہ رکھا اور بعض نے نہیں۔ جس سے یہ اخذ کیا گیا ہے کہ اگر عرفہ کے دن دعائیں وغیرہ کرنے میں کمزوری مانع نہ ہو تو روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۳۰۰۔ نیز کتاب الصوم، باب صوم یوم عرفۃ۔

بَاب ٨٦: اَلتَّلْبِيَةُ وَالتَّكْبِيْرُ إِذَا غَدَا مِنْ مِّنًى إِلٰى عَرَفَةَ

لبیک اور تکبیر کہنا؛ جب صبح منٰی سے عرفات کی طرف روانہ ہو

١٦٥٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِّنًى إِلَى عَرَفَةَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُهِلُّ مِنَّا الْمُهِلُّ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ مِنَّا الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكِرُ عَلَيْهِ.

اطرافه: ٩٧٠.

۱۶۵۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی کہ محمد بن ابی بکر ثقفی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا جبکہ وہ دونوں صبح کے وقت منٰی سے عرفات کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ اس دن کیا کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم میں سے لبیک پکارنے والا لبیک پکارتا تو کوئی اس کی یہ بات بُری نہ مانتا اور ہم میں سے تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا تو کوئی اس کی یہ بات بھی بُری نہ سمجھتا۔

تشریح: اَلتَّلْبِيَةُ وَالتَّكْبِيْرُ اِذَا غَدَا مِنْ مِّنًى اِلَى عَرَفَةَ: بعض کا خیال ہے کہ منٰی سے عرفات کی طرف کوچ کرتے وقت محرم کو تلبیہ نہیں کہنا چاہیے۔ اس باب میں اس خیال کے لوگوں کا ردّ مقصود ہے۔ اس تعلق میں باب نمبر ۱۰۱ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ٨٧: اَلتَّهْجِيْرُ بِالرَّوَاحِ يَوْمَ عَرَفَةَ

عرفہ کے دن دوپہر کے وقت گرمی میں روانہ ہونا

١٦٦٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

۱۶۶۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے،

[۱] (مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر وصوم یوم عرفة وعاشوراء)

عَنْ سَالِمٍ قَالَ كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ لَّا يُخَالِفَ ابْنَ عُمَرَ فِي الْحَجِّ فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَ عَرَفَةَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَصَاحَ عِنْدَ سُرَادِقِ الْحَجَّاجِ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُّعَصْفَرَةٌ فَقَالَ مَا لَكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَقَالَ الرَّوَاحَ إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ قَالَ هَذِهِ السَّاعَةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْظِرْنِي حَتَّى أُفِيْضَ عَلَى رَأْسِي ثُمَّ أَخْرُجُ فَنَزَلَ حَتَّى خَرَجَ الْحَجَّاجُ فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي فَقُلْتُ إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوْفَ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى عَبْدِ اللهِ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَبْدُ اللهِ قَالَ صَدَقَ.

ابن شہاب نے سالم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ وہ حج کے بارہ میں حضرت ابن عمرؓ کے خلاف نہ کرے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ عرفہ کے دن آئے اور میں ان کے ساتھ ہی تھا؛ اس وقت جبکہ سورج ڈھل چکا تھا اور حجاج کے ڈیرے پر پہنچ کر انہوں نے زور سے آواز دی تو حجاج نکلے اور وہ کسم میں رنگی ہوئی زرد چادر اوڑھے تھے تو انہوں نے کہا: ابوعبدالرحمٰن کیا بات ہے؟ تو (حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے) کہا کہ چلنا ہوگا، اگر آپ سنت کی پیروی چاہتے ہیں تو حجاج نے کہا: کیا اسی وقت؟ کہا: ہاں۔ تو انہوں نے کہا کہ مجھے اتنی مہلت دیجئے کہ میں سر پر پانی ڈال لوں۔ پھر میں نکلوں گا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سواری سے اُترے۔ یہاں تک کہ حجاج باہر آئے اور وہ میرے اور میرے باپ کے درمیان چلنے لگے۔ میں نے حجاج سے کہا: اگر آپ سنت کی پیروی چاہتے ہیں تو خطبہ مختصر پڑھیں اور وقوف میں جلدی کریں۔ وہ حضرت عبداللہؓ کی طرف دیکھنے لگے۔ جب حضرت عبداللہؓ نے یہ دیکھا تو انہوں نے کہا: (سالم نے) سچ کہا ہے۔

اطرافه: ١٦٦٢، ١٦٦٣۔

تشریح: **اَلتَّهْجِيْرُ بِالرَّوَاحِ يَوْمَ عَرَفَةَ:** اس سے مراد مقامِ نمرہ سے میدانِ عرفات کی طرف ظہر کے اوّل وقت میں جانا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۳۰۱، ۳۰۲)

كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ إِلَى الْحَجَّاجِ اَنْ لَّا يُخَالِفَ ابْنَ عُمَرَ فِي الْحَجِّ: حجاج بن یوسف ثقفی، عبدالملک بن مروان اموی کے عہدِ امارت میں مکہ مکرمہ کے والی تھے اور مناسکِ حج انہی کے اقتدا میں حسبِ دستورِ اسلامی ادا ہوتے تھے۔ اس لئے عبدالملک نے ان کو ہدایت کی کہ مناسکِ حج کی ادائیگی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اتباع میں ہو۔

مسند احمد بن حنبل اور ابوداؤد وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت مذکور ہے کہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ سے کوچ فرمایا اور عرفات میں مقامِ نمرہ میں اُترے؛ جہاں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔[1] امام بخاریؒ کے نزدیک بلحاظِ سند یہ روایت کمزور ہے۔ اس بارہ میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج نکلنے کے بعد کوچ فرمایا تھا۔[2]

بَاب۸۸: اَلْوُقُوْفُ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ

عرفات میں سواری پر رہتے ہوئے وقوف کرنا

۱۶۶۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ نَاسًا اخْتَلَفُوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيْرِهِ فَشَرِبَهُ.

۱۶۶۱: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابونضر سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام عمیر سے، عمیر نے حضرت ام الفضل بنت حارثؓ سے روایت کی کہ کچھ لوگوں نے ان کے پاس عرفات کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے بارہ میں اختلاف کیا۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ آپؐ روزے سے ہیں اور ان میں سے بعض نے کہا کہ آپؐ روزے سے نہیں۔ تو انہوں نے آپؐ کو دودھ کا پیالہ بھیجا جبکہ آپؐ اپنے اونٹ پر وقوف کی حالت میں تھے۔ آپؐ نے وہ پی لیا۔

اطرافہ: ۱۶۵۸، ۱۹۸۸، ۵۶۰۴، ۵۶۱۸، ۵۶۳۶۔

تشریح: اَلْوُقُوْفُ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ: مذکورہ بالاعنوان ایک روایت کے پیشِ نظر قائم کیا گیا ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں: إِيَّاكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ. (ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی الوقوف علی الدابة) یعنی سواریوں کی پیٹھوں کو منبر بنانے سے گریز کرو۔ یعنی ان پر سختی نہ ہو۔ سفر بھی کریں اور پھر اُن کو بجائے آرام کے ان کی پیٹھوں پر سوار رہ کر مناسک حج ادا کئے جائیں۔ جن میں سے وقوفِ عرفات بھی ہے۔ یعنی عرفات کے میدان میں ٹھہرنا، عبادت اور ذکر الٰہی میں مشغول ہونا اور دعائیں کرنا اور یہ وقوف اسی طرح کا ہے۔ جس

[1] (ابوداؤد، کتاب المناسک، باب الخروج الی العرفة) (مسند احمد بن حنبل، جلد۲صفحہ۱۲۹)
[2] (مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبي) (ابوداؤد، کتاب المناسک، باب صفة حجة النبي)

طرح نماز میں قنوت یعنی آخری رکعت میں رکوع کے بعد بحالت قیام حمد وثنا اور دعا کرنا۔ وقوفِ عرفات میں بھی اسی طرح تسبیح وتحمید اور دعا کی جاتی ہے۔

عرفات مکہ مکرمہ سے جانب شمال طائف کے راستے پر تقریباً نو میل دور واقع ہے اور منیٰ تقریباً چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ ایک وسیع میدان ہے۔ جہاں نویں ذوالحج کو تمام حاجی جمع ہوتے ہیں۔ ارکانِ حج میں سے وقوفِ عرفات ایک ضروری رکن ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو صبح ہونے سے قبل عرفات پہنچ گیا، اس نے حج پا لیا۔ یہاں سے دسویں ذوالحج کی رات کو لوگ مزدلفہ میں جمع ہوتے ہیں۔ دراصل وقوفِ عرفات کے بارہ میں اختلاف ہے۔ آیا سواری پر بیٹھے یا اُتر کر وقوف کیا جائے اور یہ کہ ان دونوں میں سے افضل کونسا ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں برابر ہیں۔ حالات کے ماتحت عمل کیا جائے۔ اگر کھڑے ہو کر تھکان اور اکتاہٹ محسوس ہو تو سواری پر بیٹھ کر وقوف ہونا چاہیے۔ کیونکہ عبادت، ذکرِ الٰہی اور دعاؤں کے لئے توجہ اور اطمینان کی ضرورت ہے۔ بعض ائمہ نے امیر حج کے لئے سوار ہو کر وقوف کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۳۰۳) (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۴۷) یہ وہ اختلاف ہے جس کی وجہ سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ عنوانِ باب مصدر یہ ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک دونوں طرح جائز ہے۔

بَاب ۸۹: اَلْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِعَرَفَةَ

عرفات میں دو نمازیں (ظہر وعصر) جمع کرنا

وَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب (عرفات میں) امام کے ساتھ نماز پڑھنے سے رہ جاتے تو بعد میں نمازیں جمع کرتے۔

۱۶۶۲: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوْسُفَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا سَأَلَ عَبْدَ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَيْفَ تَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ سَالِمٌ إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ

۱۶۶۲: اور لیث نے کہا کہ عقیل نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن شہاب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: سالم نے مجھے خبر دی کہ حجاج بن یوسف جس سال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑائی کے لئے مکہ میں خیمہ زن ہوئے تو انہوں نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ عرفات کے روز آپؓ وقوف کے مقام میں کیا کرتے ہیں؟ تو

بِالصَّلَاةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ صَدَقَ إِنَّهُمْ كَانُوْا يَجْمَعُوْنَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ فَقُلْتُ لِسَالِمٍ أَفَعَلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَالِمٌ وَهَلْ يَتَّبِعُوْنَ☆ بِذٰلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ.

اطرافه: ١٦٦٠، ١٦٦٣.

سالم نے کہا: اگر آپ سنت کی پیروی چاہتے ہیں تو پھر عرفات کے دن نماز دوپہر ڈھلنے پر پڑھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ سالم نے سچ کہا ہے۔ سنت تو یہی ہے کہ وہ ظہر وعصر جمع کیا کرتے تھے۔ (زہری کہتے ہیں کہ) میں نے سالم سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا تو سالم نے کہا کہ آپ لوگ☆ اس مسئلہ میں آپؐ کی سنت کے سوا کسی اور کی پیروی نہیں کرتے۔

تشریح: اَلْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسافر کے لئے نمازیں جمع کرنے کی اجازت ہے اور اس مقیم کے لئے بھی جو امام حج کے ساتھ نمازیں پڑھے۔ لیکن اگر اکیلا ہو تو اُس کے لیے جائز نہیں امام محمدؒ اور ابو یوسفؒ نے ان سے اس بارہ میں اتفاق نہیں کیا۔ اسی طرح امام شافعیؒ اور امام مالکؒ نے بھی بلکہ ائمہ کے نزدیک جمع کرنا بھی مناسک حج ہی میں سے ہے۔ اسی اختلاف کے پیش نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔
(عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۳۰۴)

بَاب ٩٠: قَصْرُ الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ

عرفات میں خطبہ مختصر پڑھنا

١٦٦٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ ابْنَ مَرْوَانَ كَتَبَ إِلَى الْحَجَّاجِ أَنْ يَأْتَمَّ بِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ فِي الْحَجِّ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ جَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَأَنَا مَعَهُ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ أَوْ زَالَتْ فَصَاحَ عِنْدَ

۱۶۶۳: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے روایت کی کہ عبدالملک بن مروان نے حجاج کو لکھا کہ وہ حج میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی پیروی کریں۔ جب عرفات کا روز ہوا تو (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما جب سورج جھکا یا ڈھل چکا تو حجاج کے خیمہ کے پاس آئے اور میں ان کے ساتھ ہی تھا تو انہوں نے پوچھا

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ "تَتَّبِعُوْنَ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۳۰۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

فُسْطَاطِهِ أَيْنَ هَذَا فَخَرَجَ إِلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ الرَّوَاحَ فَقَالَ الْآنَ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَنْظِرْنِي أُفِيْضُ عَلَيَّ مَاءً فَنَزَلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حَتَّى خَرَجَ فَسَارَ بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي فَقُلْتُ إِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ أَنْ تُصِيْبَ السُّنَّةَ الْيَوْمَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَعَجِّلِ الْوُقُوْفَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ صَدَقَ.

کہ یہ کہاں ہے؟ تو حجاج ان کے پاس آئے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ چلنا ہے تو انہوں نے کہا: کیا ابھی؟ فرمایا: ہاں۔ کہا کہ مجھے مہلت دیجئے کہ میں اپنے اوپر پانی ڈال کر نہالوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اُترے؛ یہاں تک کہ حجاج باہر آئے۔ میرے اور میرے باپ کے درمیان چلنے لگے تو میں نے کہا: اگر آپ آج سنت کی پیروی چاہتے ہیں تو خطبہ مختصر پڑھیں اور وقوف میں جلدی کریں۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ (سالم نے) سچ کہا ہے۔

اطرافه: ١٦٦٠، ١٦٦٢۔

تشریح: **قَصْرُ الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ:** یہ روایت اس سے قبل (نمبر ۱۶۶۰ میں) گذر چکی ہے جو عبداللہ بن یوسف سے بروایت ابن شہاب زہری مروی ہے۔ مسئلہ معنونہ سے متعلق فقہائے عراق اور مدینہ کے درمیان اختلاف ہے۔ عراقی فقہاء خطبہ کے خلاف ہیں اور مدنی خطبہ ضروری سمجھتے ہیں اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک ہر نماز کے لئے کہ جس میں خطبہ ہو قرأت بالجہر ضروری ہے۔ سوائے ان نمازوں کے جو عرفات میں پڑھی جائیں۔ اہل عراق نے امام مالکؒ کی رائے کے پیش نظر مقامِ عرفات میں خطبہ کو ضروری نہیں سمجھا۔ مگر امام بخاریؒ نے جو روایت یہاں نقل کی ہے؛ وہ امام مالکؒ ہی سے مروی ہے اور مستند ہے۔ اس میں خطبہ کی صراحت ہے۔ فقہاءِ عراق کے نقطۂ نظر کی تائید کسی مستند روایت سے ثابت نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۴۹)

بَاب: اَلتَّعْجِيْلُ إِلَى الْمَوْقِفِ

عرفات میں مقامِ وقوف کی طرف جلدی جانا

تشریح: عنوانِ باب کے تحت کوئی حدیث بیان نہیں کی گئی۔ جبکہ اس کے ماقبل باب کی روایت سے مسئلہ معنونہ کا استنباط ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں مذکورہ بالا مسئلہ ماقبل باب کی روایت کے تحت موجود ہے اور صرف اسی باب پر اکتفا کیا گیا ہے۔ بعض شارحین کی رائے ہے کہ نئی سند سے مذکورہ بالا روایت اُنہیں نہیں ملی۔ سو اِس لئے سابقہ روایت پر اکتفا کیا گیا ہے۔ کیونکہ امام موصوفؒ کی یہ عادت ہے کہ بوقتِ تکرار؛ روایت کو نئی سند سے پیش کرتے ہیں اور کوئی روایت اسی صورت میں لاتے ہیں؛ جب سند نئی ہو یا متن میں کوئی تبدیلی یا سلسلہ روایت میں فرق ہو۔ مثلاً موصول ہو یا منقطع یا مطوّل ہو یا مختصر۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۵۰)

بَاب ٩١: اَلْوُقُوْفُ بِعَرَفَةَ

وقوف عرفات میں ہی ہوگا

١٦٦٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيْهِ كُنْتُ أَطْلُبُ بَعِيْرًا لِّيْ...

۱۶۶۴: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ سفیان نے ہمیں بتایا کہ عمرو (بن دینار) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) محمد بن جبیر بن مطعم نے ہم سے بیان کیا کہ ان کے باپ سے مروی ہے (کہ انہوں نے کہا) کہ میں (عرفات کے دن) اپنا ایک اونٹ تلاش کر رہا تھا۔

وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ أَضْلَلْتُ بَعِيْرًا لِي فَذَهَبْتُ أَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا بِعَرَفَةَ فَقُلْتُ هَذَا وَاللهِ مِنَ الْحُمْسِ فَمَا شَأْنُهُ هَا هُنَا.

اور مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا کہ عمرو (بن دینار) سے مروی ہے کہ انہوں نے محمد بن جبیر سے سنا۔ انہوں نے اپنے باپ حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنا ایک اونٹ کھو دیا اور میں عرفہ کے دن اسے تلاش کرنے لگا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں وقوف کی حالت میں دیکھا۔ میں نے کہا: بخدا آپؐ تو حُمس (یعنی پکے دیندار قریش میں سے) ہیں۔ آپؐ کا یہاں کیا کام؟

١٦٦٥: حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ عُرْوَةُ كَانَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عُرَاةً إِلَّا الْحُمْسَ وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ وَكَانَتِ الْحُمْسُ يَحْتَسِبُوْنَ عَلَى النَّاسِ يُعْطِي الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ

۱۶۶۵: فروہ بن ابی مغراء نے ہم سے بیان کیا۔ علی بن مسہر نے ہمیں بتایا کہ ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ عروہ نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ننگے ہو کر طواف کیا کرتے تھے۔ سوائے حُمس کے اور حمس قریش اور اُن کی اولاد ہیں۔ قریش لوگوں کو خدا کے واسطے پہننے کے کپڑے دیا کرتے تھے۔ مرد مرد کو کپڑے دیتا کہ انہیں پہن کر طواف کرے اور عورت

يَطُوْفُ فِيْهَا وَتُعْطِي الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ الثِّيَابَ تَطُوْفُ فِيْهَا فَمَنْ لَّمْ يُعْطِهِ الْحُمْسُ طَافَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا وَكَانَ يُفِيْضُ جَمَاعَةُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ وَيُفِيْضُ الْحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْحُمْسِ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ (البقرة:۲۰۰) قَالَ كَانُوْا يُفِيْضُوْنَ مِنْ جَمْعٍ فَدُفِعُوا إِلَى عَرَفَاتٍ.

عورت کو کپڑے دیتی کہ انہیں پہن کر طواف کرے اور جسے قریشی کپڑے نہ دیتے؛ وہ بیت اللہ کا ننگے ہی طواف کرتا اور سب لوگ (وقوفِ) عرفات سے لوٹتے اور قریش مزدلفہ سے ہی لوٹ آتے۔ ہشام نے کہا کہ میرے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ یہ آیت حمس کے بارے میں ہی نازل ہوئی تھی۔ یعنی پھر تم (بھی) وہاں سے لوٹو جہاں سے لوگ لَوٹتے ہیں۔ (ہشام نے) کہا کہ وہ مزدلفہ سے لوٹا کرتے تھے تو انہیں عرفات تک جانے کے لئے کہا گیا کہ وہاں سے لوٹا کرو۔

اطرافه: ٤٥٢٠۔

تشریح: اَلْوُقُوْفُ بِعَرَفَةَ: وقوف عرفات جیسا کہ باب نمبر ۸۸ کی تشریح میں بتایا جاچکا ہے؛ مناسک حج میں سے ایک ضروری رکن ہے۔ مکہ مکرمہ سے شمال مشرق سمت میں طائف کے راستے پر تقریباً نو میل اور منٰی سے چھ میل کے فاصلے پر ایک وسیع میدان ہے جو عرفات کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں نویں ذوالحج کو حاجی جمع ہوتے ہیں۔ یہاں سب حاجیوں کا پہنچنا ضروری ہے۔ اگر کوئی حاجی نہیں جاتا تو اس کا حج ناقص ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ منادی اس بارہ میں تاکید فرمائی۔ اس تاکید کی وجہ یہ تھی کہ قریش اور وہ قبائل جن سے ازدواجی نسل اور مذہبی تعلقات ومعاہدات تھے۔ یعنی بنوخزاعہ، بنوکنانہ، بنوعامر بن صعصع ثقیف اور لیث بن بکر وغیرہ حج کے وقت حرم مکہ سے باہر جانا ناجائز سمجھتے تھے۔ کیونکہ قریش اور مذکورہ بالا قبائل اپنے آپ کو بیت اللہ کا محافظ سمجھتے تھے۔ مکہ مکرمہ پر ایک زمانہ ایسا آیا کہ فقروفاقہ کی وجہ سے یہ غیر آباد ہوگیا۔ قصی بن کلاب پہلے شخص تھے جنہوں نے متفرق قبائل کو جمع کیا اور مکہ مکرمہ میں انہیں دوبارہ آباد کیا اور اسی وجہ سے ان کا نام قریش ہوا۔ یعنی پراگندگی کے بعد جمع شدہ۔ (السيرة النبوية لابن هشام، ذكر غلب قصى بن كلاب على امر مكة وجمعه امر قريش) مزید تفصیل کیلئے دیکھئے تفسیر کبیر۔ تفسیر سورۃ القریش، جلد ۱۰ صفحہ ۹۳ تا ۱۱۲۔ مزدلفہ؛ حرم مکہ میں شامل ہے۔ عرفات کا علاقہ اس سے باہر ہے۔ اس لئے مزدلفہ ہی سے قریش لوٹ آتے تھے۔ جبکہ دوسرے لوگ مقام عرفات میں جا کر باقی ماندہ مناسک پورے کرتے۔ قریش اپنے آپ کو حمس کہتے تھے اور دوسروں کو ''احلۃ''۔ یعنی وہ لوگ جن کو بوقت احرام حرم سے باہر جانا جائز ہے۔ حمس لفظ حماسہ سے افعل تفعیل ہے۔

یعنی نہایت جوشیلے بمعنی متعصب اوراپنے لئے اس امر کو بطور امتیاز خاص گردانتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اسلامی مساوات کی روح کے خلاف پا کر ارشاد فرمایا: **ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوْا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ٥** **(البقرة :۲۰۰)** یعنی تم وہاں سے لوٹو جہاں سے لوگ لوٹیں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور یقیناً وہ غفور و رحیم ہے۔ اس ارشادِ باری تعالیٰ سے ظاہر ہے کہ عبادتِ حج کی علت غائی تزکیہ نفس ہے۔

حضرت جبیرؓ فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے اور جس حج کا مذکورہ بالا روایت میں ذکر ہے؛ وہ ۱۰ھ میں ہوا۔ جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ان حمس نے کچھ بدعتیں جاری کر رکھی تھیں۔ مثلاً ان کی عورتوں کو بحالت احرام حج کے ایام میں کاتنا، بُننا، دودھ بلونا، پنیر بنانا اور گھی استعمال کرنا منع تھا۔ بحالت احرام گھروں میں بھی داخل نہیں ہوتے تھے اور ایامِ حج میں خیمے استعمال کرتے؛ خصوصاً چمڑے کے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۳) ایسی قدیم رسوم کے پیش نظر ایسے باب قائم کئے گئے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے ہار بنایا کرتی تھی۔ (روایت نمبر ۱۷۰۰) اور حمس دروازے سے داخل ہونا بھی معیوب سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ روایت زیر باب میں یہ جو ذکر آیا ہے کہ مقام عرفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر لوگ متعجب ہوئے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ مَا شَأْنُهُ۔ یعنی آپؐ تو قریش میں سے ہیں۔ کیا ہوا کہ آپؐ حرم سے باہر چلے گئے ہیں۔ یہ تعجب تو درحقیقت اسی قدیم رسم کی وجہ سے تھا۔ شارحین کا خیال ہے کہ ان کے تعجب کی وجہ قرآنِ مجید کے حکم اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ سے ناواقفیت تھی۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۶۵۲)

فَمَنْ لَّمْ يُعْطِهِ الْحُمْسُ طَافَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانًا: روایت نمبر ۱۶۶۵ میں بھی حمس کی ایک بدعت کا ذکر ہے جس کا تعلق برہنہ طواف کرنے سے ہے۔ قدیم عرب روزمرہ کے کپڑوں میں طواف کرنا گناہ سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک وہ کپڑے ناپاک تھے۔ چنانچہ جب حج کی غرض سے بیت اللہ میں آتے تو یہی قریش حمس انہیں کپڑے دیتے۔ جنہیں پہن کر طواف کرتے۔ انہیں حلّہ کا نام دیا گیا تھا۔ اگر کپڑا دیا جاتا تو کپڑا پہن کر طواف کرتے۔ ورنہ ننگے طواف کرتے۔ جس کو اسلام نے منع کر دیا۔ ایک تیسری قسم عربوں کی تھی جنہیں طلس کہا جاتا تھا۔ وہ پھٹے پرانے غبار آلودہ کپڑوں میں ملبوس ہوتے اور اسی وجہ سے انہیں طُلْس کہا جاتا۔ جو طَلْس سے مشتق ہے۔ یعنی غبار۔ حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ کو ارشاد ہوا: اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (البقرة :۱۲۶) تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے خوب پاک وصاف بنائے رکھو۔ تطہیر اور تزکیہ کا یہ فرض ظاہر و باطن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے پورا ہوا۔

مذکورہ بالا باب کا عنوان اَلْوُقُوْفُ بِعَرَفَةَ کی نحوی ترکیب بتاتی ہے کہ امام بخاریؒ کے مدنظر دوسرے مقامات میں وقوف کرنے کا ردّ ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ وقوف کا تعلق عرفات سے ہے۔ باقی مقامات سے نہیں۔ عرفات میں بمقام عرہ ظہر و عصر امام کے ساتھ باجماعت نماز جمع کی جاتی ہے اور اس عرصہ وقوف میں استغفار، تسبیح وتحمید، ذکرِ الٰہی اور

درود شریف کثرت سے پڑھنا اس عبادتِ وقوف میں شامل ہے۔ حاجی یہاں سے مغرب کے بعد کوچ کر کے مزدلفہ تک جاتے ہیں جو حرم کے اندر ہے۔ جہاں سے عرفات تین میل ہے اور رات مزدلفہ ہی میں قیام کیا جاتا ہے۔ کچھ آرام کرنے کے بعد دعا ذکرِ الٰہی اور عبادت ہوتی ہے۔ مغرب وعشاء کی نمازیں مزدلفہ میں جمع کی جاتی ہیں۔ صبح کی نماز پڑھ کر مشعرِ حرام کی طرف کوچ ہوتا ہے جو ایک پہاڑی کا نام ہے۔ اس کا ذکر قرآنِ مجید کی آیت فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ (البقرة :١٩٩) میں ہے۔ عرب بھی قدیم سے ان جگہوں میں اپنے طریق پر عبادت کیا کرتے تھے۔ جس سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے ان جگہوں کو عبادت سے برکت دی ہے۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ عربوں نے توحیدِ الٰہی کو شرک سے ملوث کر دیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملت ابراہیمی بحال فرمائی۔

بَاب ۹۲ : اَلسَّيْرُ إِذَا دَفَعَ مِنْ عَرَفَةَ

عرفات سے جب لوٹے تو کیسے چلے

١٦٦٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ وَأَنَا جَالِسٌ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِيْنَ دَفَعَ قَالَ كَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ. قَالَ هِشَامٌ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ فَجْوَةٌ مُتَّسَعٌ وَالْجَمِيْعُ فَجَوَاتٌ وَفِجَاءٌ وَكَذَلِكَ رَكْوَةٌ وَرِكَاءٌ، مَنَاصٌ (ص:٤) لَيْسَ حِيْنَ فِرَارٍ.

اطرافه: ٢٩٩٩، ٤٤١٣۔

۱۶۶۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت اسامہؓ سے پوچھا گیا اور میں بیٹھا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں کس رفتار سے چلتے تھے؛ جب آپؐ عرفات سے لوٹے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپؐ تیز قدم چلتے تھے اور جب آپؐ کھلی جگہ پاتے تو تیز قدم سے بھی زیادہ۔ ہشام نے کہا: نَصَّ تیز قدم سے زیادہ رفتار چلنے کو کہتے ہیں۔ ابوعبداللہ (بخاریؒ) نے کہا: اور فَجْوَةٌ کے معنی ہیں کشادہ جگہ اور اس کی جمع فَجَوَات اور فِجَاءٌ ہے اور اسی طرح رَكْوَةٌ کی جمع رِكَاءٌ ہے۔ سورۂ صٓ میں جو مَنَاصٌ کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں بھاگنے کا وقت نہیں ہے۔

تشریح: **اَلسَّيْرُ اِذَا دَفَعَ مِنْ عَرَفَة:** صحیح مسلم کی روایت یوں ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.....قَالَ اُسَامَةُ فَمَا زَالَ يَسِيْرُ عَلَى هَيْئَتِهِ حَتَّى اَتَى جَمْعًا. (مسلم، كتاب الحج، باب الإفاضة من عرفات) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سکینت ووقار سے سفر کرتے رہے؛ حتی کہ مقامِ جمع یعنی مزدلفہ میں آئے اور وہاں مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کیں۔ مذکورہ بالا روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے بروایت حضرت اسامہؓ یہ بھی مروی ہے کہ عرفات سے واپسی پر آپؐ نے فرمایا: أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِإِيْجَافِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ قَالَ فَمَا رَأَيْتُهَا رَافِعَةً يَدَيْهَا عَادِيَةً حَتَّى اَتَى جَمْعًا. (ابوداؤد، كتاب المناسك، باب الدفعة من عرفة) اے لوگو! آرام سے چلو۔ نیکی سواری دوڑانے میں نہیں۔ میں نے نہیں دیکھا کہ آپؐ کی اونٹنی دوڑنے کے لیے اگلے پاؤں اُٹھاتی ہو۔ یہاں تک کہ آپؐ مزدلفہ پہنچ گئے۔ ترمذی نے اس بارہ میں جو حدیث حضرت جابر بن عبداللہؓ سے نقل کی ہے؛ اس میں یہ الفاظ ہیں: اَوْضَعَ فِي وَادِي مُحَسِّرٍ. (ترمذي، كتاب الحج، باب ماجاء في الإفاضة من عرفات) یعنی وادی محسر میں اونٹ تیز چلاتے۔

مَنَاصٌ لَيْسَ حِيْنَ فِرَارٍ: امام بخاریؒ نے سفر کی دونوں صورتیں جمع کردی ہیں۔ یعنی جب ازدحام نہ ہو تو تیز قدم چلائے اور اسی غرض سے لغوی معنی ضمناً بیان کر کے اشارہ کیا ہے کہ موقع ومحل کا خیال نہ رکھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص لفظ مَنَاصٌ کے اشتقاق میں مشترکہ حروف کی بناء پر اسے لفظ نَصَّ سے مشتق سمجھے۔ حالانکہ مَنَاصٌ کا لفظ نَاصَ يَنُوْصُ سے ہے نہ کہ نَصَّ سے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۶۵۵) امام موصوف کی یہ تشریح نہ بلاوجہ ہے نہ غلط فہمی۔ جیسا کہ علامہ عینیؒ کو خیال پیدا ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۷)

قَالَ هِشَامٌ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ: ہشام کی جس روایت کا اس بارہ میں حوالہ دیا گیا ہے وہ مسلمؒ اور نسائی نے بھی نقل کی ہے اور امام بخاریؒ نے بھی کتاب الجہاد میں اسے نقل کیا ہے۔☆

بَابٌ ۹۳: اَلنُّزُوْلُ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ

عرفات اور مزدلفہ کے درمیان اُترنا

۱۶۶۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ

۱۶۶۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا۔ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ بن سعید سے، یحییٰ نے موسیٰ بن عقبہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کے

☆ (بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب السرعة في السير، روایت نمبر ۲۹۹۹)
(مسلم، كتاب الحج، باب الإفاضة من عرفات الى المزدلفة)
(نسائي، كتاب مناسك الحج، باب كيف السير من عرفة)

عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ مَالَ إِلَى الشِّعْبِ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتُصَلِّيْ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ.

اطرافه: ١٣٩، ١٨١، ١٦٦٩، ١٦٧٢۔

آزادکردہ غلام کریب سے، کریب نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے لوٹے تو آپؐ ایک گھاٹی کے نشیب میں مڑے اور وہاں آپؐ حاجت سے فارغ ہوئے اور وضو کیا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ نماز پڑھیں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا: نماز آگے چل کر۔

١٦٦٨: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ غَيْرَ أَنَّهُ يَمُرُّ بِالشِّعْبِ الَّذِي أَخَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُ فَيَنْتَفِضُ وَيَتَوَضَّأُ وَلَا يُصَلِّي حَتَّى يُصَلِّيَ بِجَمْعٍ.

اطرافه: ١٠٩١، ١٠٩٢، ١١٠٦، ١١٠٩، ١٦٧٣، ١٨٠٥، ٣٠٠٠۔

١٦٦٨: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا۔ جویریہ نے ہمیں بتایا کہ نافع سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مزدلفہ میں آکر مغرب وعشاء جمع کیا کرتے تھے۔ لیکن وہ اس گھاٹی سے گذرتے جس گھاٹی کی سمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اختیار کی۔ حضرت عبداللہؓ وہاں جاتے اور حاجت سے فارغ ہوتے اور وضو کرتے اور نماز وہاں نہ پڑھتے۔ مزدلفہ میں آکر پڑھتے۔

١٦٦٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِي حَرْمَلَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَاتٍ

١٦٦٩: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا۔ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن ابی حرملہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کے آزادکردہ غلام کریب سے، کریب نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں عرفات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے

فَلَمَّا بَلَغَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْبَ الْأَيْسَرَ الَّذِي دُوْنَ الْمُزْدَلِفَةِ أَنَاخَ فَبَالَ ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوْءَ فَتَوَضَّأَ وُضُوْءًا خَفِيْفًا فَقُلْتُ الصَّلَاةُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلَّى ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ غَدَاةَ جَمْعٍ

سواری پر بیٹھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بائیں گھاٹی پر پہنچے جو کہ مزدلفہ سے ورے ہے تو آپؐ نے اپنا اونٹ بٹھایا اور پیشاب کیا۔ پھر آپؐ آئے تو میں نے آپؐ پر وضو کا پانی ڈالا۔ آپؐ نے ہلکا سا وضو کیا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! نماز ہوگی؟ فرمایا: نماز آگے چل کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے؛ یہاں تک کہ مزدلفہ پہنچے اور وہاں نماز پڑھی۔ پھر مزدلفہ کی صبح (دسویں ذوالحجہ) حضرت فضل (بن عباسؓ) آپؐ کے پیچھے سواری پر بیٹھے۔

اطرافه: ۱۳۹، ۱۸۱، ۱٦٦۷، ۱٦۷۲۔

۱٦۷۰: قَالَ كُرَيْبٌ فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ الْفَضْلِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّيْ حَتَّى بَلَغَ الْجَمْرَةَ.

۱٦۷۰: کریب نے کہا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت فضلؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر لبیک کہتے رہے۔ یہاں تک کہ آپؐ جمرہ پر پہنچے۔

اطرافه: ۱۵٤٤، ۱٦۸۵، ۱٦۸۷۔

تشریح: **اَلنُّزُوْلُ بَيْنَ عَرَفَةَ وَجَمْعٍ:** روایت نمبر ۱٦٦۷ کے الفاظ "مَالَ اِلَى الشِّعْبِ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزدلفہ کے قریب ایک گھاٹی میں اُترنے کا ذکر کرتے ہیں۔ خاندان بنواُمیہ کے امراء جو اس وادی میں مغرب کی نماز کے لئے جاتے تھے؛ حضرت ابن عمرؓ نے اس امر میں ان سے اتفاق نہیں کیا۔ نیز ابن ابی نجیح سے مروی ہے: سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُوْلُ اتَّخَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مبَالًا وَاتَّخَذْتُمُوْهُ مُصَلًّى وَكَأَنَّهُ أَنْكَرَ بِذَلِكَ. یعنی میں نے عکرمہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وادی میں بول و براز کی جگہ بنائی تھی اور تم نے اسے نماز گاہ بنالیا۔ گویا کہ انہوں نے اسے برا سمجھا ہے۔ کیونکہ مسنون طریق یہی ہے کہ مزدلفہ میں نمازیں جمع کی جاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت کے لئے وہاں ٹھہرے تھے؛ نہ اس لئے کہ اس کا تعلق مناسک حج سے بھی تھا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ٦۵٦، ٦۵۷)

بَاب ۹٤

أَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ بِالسَّكِيْنَةِ عِنْدَ الْإِفَاضَةِ وَإِشَارَتُهُ إِلَيْهِمْ بِالسَّوْطِ

عرفات سے لوٹتے وقت نبی ﷺ کا حکم دینا اور اپنے کوڑے سے ان کو اشارہ کرنا کہ اطمینان سے چلیں

۱٦٧١ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سُوَيْدٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو ابْنُ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ مَوْلَى وَالِبَةَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ دَفَعَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهُ زَجْرًا شَدِيْدًا وَضَرْبًا وَصَوْتًا لِلْإِبِلِ فَأَشَارَ بِسَوْطِهِ إِلَيْهِمْ وَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِالْإِيْضَاعِ. اَوْضَعُوْا أَسْرَعُوْا، خِلٰلَكُمْ (التوبة:٤٧) مِنَ التَّخَلُّلِ بَيْنَكُمْ، وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا (الكهف: ٣٤) بَيْنَهُمَا.

١٦٧١: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سوید نے ہمیں بتایا۔ عمرو بن ابی عمرو نے مجھ سے بیان کیا جو مطلب کے آزاد کردہ غلام تھے کہ سعید بن جبیر نے جو والبہ کوفی کے آزاد کردہ غلام تھے مجھے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ عرفہ کے دن نبی ﷺ کے ساتھ (عرفات سے) لوٹے تو نبی ﷺ نے اپنے پیچھے سخت ڈانٹ ڈپٹ، اونٹوں کو مارنے اور آوازوں کا شور سنا تو آپؐ نے ان کو اپنے کوڑے سے اشارہ کیا اور فرمایا: اے لوگو! آہستگی سے چلو۔ کیونکہ نیکی دوڑ دھوپ سے نہیں حاصل ہوتی۔ سورۂ توبہ میں اَوْضَعُوْا آیا ہے، اس کے معنی ہیں کہ تمہارے درمیان ریشہ دوانیاں کریں۔ خِلَالَكُمْ کا لفظ تَخَلُّل سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ وہ تمہارے اندر خلل پیدا کریں اور سورۂ کہف میں جو فَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا آیا ہے، اس کے معنی ہیں کہ ان کے درمیان نہر چلائی۔

تشریح: أَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ بِالسَّكِيْنَةِ وَاشَارَتُهُ اِلَيْهِمْ بِالسَّوْطِ: بعض شارحین کا خیال ہے کہ روایت نمبر ١٦٧١ کے آخر میں لفظ خِلَال کی جو لغوی تشریح کی گئی ہے وہ لفظ اَوْضَعُوْا کے تعلق میں ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ٦٦٠) (عمدۃ القاری جزء١٠ صفحہ١٠) مگر جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ امام موصوفؒ بلا وجہ لغوی بحث نہیں کرتے بلکہ موقع کی مناسبت سے اس قسم کی تشریح کرتے ہیں۔ یہاں بھی درحقیقت یہ بتلانا مقصود ہے کہ کسی

گھاٹی میں اُترنا اور شوروغل کو روکنا ضمنی اور عارضی باتیں ہیں۔ اس لئے امرائے بنی امیہ کا عمل درست نہ تھا۔ اصل مسئلہ مزدلفہ میں نماز جمع کر کے پڑھنا ہے۔

اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سُوَيْدٍ: ابراہیم بن سوید مدینی سے متعلق بعض محدثین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ بعض اوپری روایتوں کی وجہ سے ثقہ نہیں۔ اسماعیلی کی روایت کے مطابق مذکورہ بالا حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ جس سے اس شبہ کا ازالہ ممکن ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۶۰) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۰)

بَاب ٩٥: اَلْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

مزدلفہ میں دونمازیں ملا کر پڑھی جائیں

١٦٧٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ فَنَزَلَ الشِّعْبَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةُ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ فَجَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا.

اطرافه: ١٣٩، ١٨١، ١٦٦٧، ١٦٦٩.

۱۶۷۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے، انہوں نے کریب سے، کریب نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے لوٹے تو ایک گھاٹی میں اُترے اور پیشاب کیا۔ پھر وضو کیا اور پورے طور پر وضو نہیں کیا۔ (یعنی ہلکا سا کیا۔) تو میں نے آپؐ سے کہا کہ کیا نماز پڑھی جائے گی؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ نماز آگے چل کر۔ پھر آپؐ مزدلفہ میں آئے اور وضو کیا اور پورے طور پر کیا۔ پھر نماز کے لئے تکبیر اقامت ہوئی اور آپؐ نے مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر ہر انسان نے اپنا اونٹ اپنے ٹھکانے میں بٹھایا۔ پھر نماز (عشاء) کی تکبیر اقامت ہوئی تو آپؐ نے نماز پڑھی۔ ان دونوں کے درمیان نفل نہیں پڑھے۔

تشریح: **اَلْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِالْمُزْدَلِفَةِ:** یہ مناسک حج میں سے پانچواں رکن ہے؛ یعنی مزدلفہ کے مقام میں مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کرنا اور صبح تک قیام اور نمازِ فجر پڑھ کر یہاں سے منیٰ کی طرف کوچ کرنا۔ مقامِ مزدلفہ عرفات اور منیٰ کے درمیان واقع ہے اور بیت اللہ سے چھ میل دور یہاں رات عبادت، دعا اور

ذکر الٰہی میں گذاری جاتی ہے اور صبح کی نماز اوّل وقت پڑھ کر مشعر الحرام کی طرف کوچ ہوتا ہے جو مزدلفہ میں ایک پہاڑی کا نام ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ یہاں ہر جگہ قیام کیا جا سکتا ہے۔ وادی محسر کے سوا جس کے متعلق مشہور ہے کہ اصحاب الفیل بوقت حملہ خیمہ زن ہوئے تھے اور عذاب الٰہی سے تباہ ہو گئے تھے۔ جہاں کسی قوم پر عذاب نازل ہوا ہو وہاں آپؐ قیام کرنا ناپسند فرماتے تھے۔ لفظ مزدلفہ ازدلاف سے مشتق ہے۔ بمعنی اکٹھا ہونا۔ عرب قدیم الایام سے اس جگہ ٹھہرنا ضروری سمجھتے تھے اور جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ قریش خصوصاً حمس مزدلفہ سے آگے نہیں جاتے تھے۔ باقی قبائل اس مقام پر سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کرتے اور یہ نعرہ لگاتے: اَشْرِقْ ثَبِيْرُ لَعَلَّنَا نُغِيْرُ. ثبیر پہاڑ چمک کہ تیری زیارت کے بعد ہم یہاں سے چلیں اور منیٰ میں جا کر قربانی کریں۔ زمانہ جاہلیت میں حج کی عبادت ایک پجاری کی قیادت میں ادا کی جاتی تھی اور وہ سورج نکلنے کا انتظار بے قراری سے کرتے اور پجاری مشروقِ شمس سے متعلق مذکورہ بالا فقرہ دُہراتا اور سورج کے ثبیر کی بلند چوٹی پر چمکنے پر انہیں منیٰ کی طرف لے جاتا۔ جہاں قربانی کرنے والے قربانی کرتے۔ اسلام نے مشروقِ شمس والی مشرکانہ رسم کو بند کر دیا۔

ثبیر مکہ کے پہاڑوں میں سے سب سے بلند پہاڑ ہے۔ (اس تعلق میں دیکھئے باب ۱۰۰ روایت نمبر ۱۶۸۴)

بَاب ۹۶: مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَتَطَوَّعْ

جس نے مزدلفہ میں دونوں نمازیں جمع کیں اور نفل نہ پڑھے

۱۶۷۳: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِإِقَامَةٍ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا وَلَا عَلَى إِثْرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا.

۱۶۷۳: آدم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے سالم بن عبداللہ سے، سالم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ ان میں سے ہر ایک نماز الگ تکبیر کے ساتھ۔ نہ تو ان کے درمیان سنت ونفل پڑھے اور نہ آخر میں۔

اطرافه: ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۱۰۶، ۱۱۰۹، ۱۶۶۸، ۱۸۰۵، ۳۰۰۰.

۱۶۷۴: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى

۱۶۷۴: خالد بن مخلد نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان بن بلال نے ہمیں بتایا۔ یحییٰ بن سعید نے ہم

بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ الْخَطْمِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ.

اطرافه: ٤٤١٤.

سے بیان کیا، کہا: عدی بن ثابت نے مجھے خبر دی۔ کہا: عبداللہ بن یزید خطمی نے مجھ سے بیان کیا، کہا: حضرت ابوایوب انصاریؓ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں مزدلفہ کے مقام پر مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کیں۔

بَاب ۹۷: مَنْ أَذَّنَ وَأَقَامَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا

جس نے ان دونوں نمازوں میں سے ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ اذان دی اور تکبیر اقامت کہی

١٦٧٥: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ حَجَّ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَتَيْنَا الْمُزْدَلِفَةَ حِيْنَ الْأَذَانِ بِالْعَتَمَةِ أَوْ قَرِيْبًا مِنْ ذَلِكَ فَأَمَرَ رَجُلًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَصَلَّى بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَعَا بِعَشَائِهِ فَتَعَشَّى ثُمَّ أَمَرَ أُرَى رَجُلًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ قَالَ عَمْرٌو وَلَا أَعْلَمُ الشَّكَّ إِلَّا مِنْ زُهَيْرٍ ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا

۱۶۷۵: عمرو بن خالد نے ہم سے بیان کیا کہ زُھیر نے ہمیں بتایا کہ ابواسحٰق نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن یزید سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو ہم مزدلفہ میں اس وقت پہنچے جب عشاء کی اذان ہوتی ہے یا اس کے قریب قریب۔ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے اذان دی اور تکبیر اقامت کہی۔ پھر مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر انہوں نے رات کا کھانا منگوایا اور کھایا۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے اذان دی۔ پھر تکبیر اقامت کہی۔ عمرو (بن خالد) نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ شک زہیر سے ہوا ہے۔

يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةَ فِي هَذَا الْمَكَانِ مِنْ هَذَا الْيَوْمِ قَالَ عَبْدُ اللهِ هُمَا صَلَاتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَّقْتِهِمَا صَلَاةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ وَالْفَجْرُ حِيْنَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ.

اطرافه: ۱٦۸۲، ۱٦۸۳۔

پھر انہوں نے دو رکعت نمازِ عشاء پڑھی۔ جب صبح نمودار ہوئی تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت یہی نماز اس دن اس جگہ پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) نے کہا: یہ دو نمازیں ہیں جو اپنے معمولی وقت سے ہٹائی گئیں۔ مغرب کی نماز جبکہ لوگ مزدلفہ میں آئیں اور فجر کی نماز جبکہ فجر ہو رہی ہو۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

تشریح: یہ دونوں ابواب (نمبر ۹۶، ۹۷) ایک اختلاف کی وجہ سے قائم کئے گئے۔ جس میں ائمہ وفقہاء کے چھ مختلف اقوال ہیں:-

۱) مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نمازیں بغیر اذان الگ الگ تکبیروں سے پڑھی جائیں۔ (روایت نمبر ۱٦۷۲)
۲) صرف پہلی تکبیر اقامت سے دونوں نمازیں پڑھی جائیں۔
۳) صرف پہلی نماز کے لیے اذان۔ اور تکبیر اقامت ہر ایک کے لیے الگ الگ پڑھی جائے۔ یہ مذہب امام احمد بن حنبلؒ کا ہے۔
۴) ایک اذان اور ایک ہی تکبیر کے ساتھ دونوں نمازیں جمع کی جائیں۔ یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔
۵) ہر ایک نماز کے لئے الگ الگ اذان اور تکبیریں ہوں۔ (روایت نمبر ۱٦۷۵) یہ مذہب امام مالکؒ کا ہے۔
٦) ان میں سے کسی نماز کے لئے نہ اذان ہو اور نہ تکبیریں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۱۲)

باب نمبر ۹٦، ۹۷ کے عناوین اسم موصول "مَنْ" سے قائم کر کے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے دو مختلف اقوال پیش کئے گئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک مسئلہ معنونہ کے متعلق وسعت ہے۔ موقع اور محل کے مطابق جس طرح بھی سہولت ہو؛ کیا جائے۔

هُمَا صَلَاتَانِ تُحَوَّلَانِ عَنْ وَّقْتِهِمَا: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا: ان کے قول سے یہ مراد نہیں کہ مقررہ اوقات میں تبدیلی ہوئی ہے۔ بلکہ عام معمول وقت سے پہلے یا بعد میں نماز پڑھنا مراد ہے۔ بعض فقہاء نے ان کا عمل حجت قرار نہیں دیا۔ کیونکہ ان کی روایت مرفوع نہیں۔ بلکہ اس کے بالمقابل حضرت ابن عمرؓ کے قول کو ترجیح دی گئی ہے۔ مزدلفہ میں نماز جمع کرنے کے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ اس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ یعنی یہ کہ قصر و جمع سفر کی وجہ سے ہوگی یا مناسک حج سے اور یہ کہ اہل مکہ کو پوری اور الگ الگ نمازیں پڑھنی چاہئیں اور اگر یہ مناسک حج میں سے ہے تو پھر قصر وجمع کرنا ضروری ہے۔ امام شافعیؒ نے دونوں طرح جواز کا فتویٰ دیا ہے اور ان کے نزدیک قصر وجمع افضل ہے۔ برخلاف امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۱۱، ۱۲۔

بَاب۹۸ : مَنْ قَدَّمَ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ بِلَيْلٍ فَيَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَيَدْعُوْنَ وَيُقَدِّمُ إِذَا غَابَ الْقَمَرُ

جو اپنے اہل میں سے کمزوروں کو رات کے وقت مزدلفہ کی طرف پہلے روانہ کرے اور وہ وہاں ٹھہریں اور دعاؤں میں مشغول رہیں اور پھر انہیں چاند ڈوبنے پر آگے بھیج دے

١٦٧٦ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ فَيَقِفُوْنَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ فَيَذْكُرُوْنَ اللهَ مَا بَدَا لَهُمْ ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ قَبْلَ أَنْ يَّقِفَ الْإِمَامُ وَقَبْلَ أَنْ يَّدْفَعَ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقْدَمُ مِنًى لِصَلَاةِ الْفَجْرِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقْدَمُ بَعْدَ ذَلِكَ فَإِذَا قَدِمُوْا رَمَوُا الْجَمْرَةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ أَرْخَصَ فِي أُولَئِكَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ.

۱۶۷۶: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی کہ سالم نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اہل بیت میں سے کمزور لوگوں کو پہلے بھیج دیتے تھے۔ وہ مزدلفہ میں رات کو مشعر الحرام کے قریب ٹھہرتے اور اللہ کا ذکر کرتے جیسا ان کے دل میں آتا۔ پھر واپس لوٹتے، بیشتر اس کے کہ امام وقوف کرتا اور واپس لوٹتا۔ ان میں سے بعض فجر کی نماز کے وقت منٰی میں پہنچتے اور بعض اس کے بعد اور جب وہ پہنچتے تو کنکریاں مارتے اور (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزور لوگوں کے لئے یہ اجازت دی ہے۔

١٦٧٧ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ.

اطرافه: ١٦٧٨، ١٨٥٦۔

۱۶۷۷: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مزدلفہ سے (منٰی میں) رات کو ہی بھیج دیا۔

١٦٧٨ : حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي يَزِيْدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ فِي ضَعَفَةِ أَهْلِهِ.

اطرافه: ١٦٧٧، ١٨٥٦۔

۱۶۷۸: علی (بن عبداللہ مدینی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) سفیان نے ہمیں بتایا، کہا: عبیداللہ بن ابی یزید نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات کو اپنے اہل بیت میں سے کمزور لوگوں کے ساتھ پہلے بھیجا تھا۔

١٦٧٩ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَّحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّهَا نَزَلَتْ لَيْلَةَ جَمْعٍ عِنْدَ الْمُزْدَلِفَةِ فَقَامَتْ تُصَلِّي فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ يَا بُنَيَّ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ لَا فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَتْ فَارْتَحِلُوْا فَارْتَحَلْنَا وَمَضَيْنَا حَتَّى رَمَتِ الْجَمْرَةَ ثُمَّ رَجَعَتْ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِي مَنْزِلِهَا فَقُلْتُ لَهَا يَا هَنْتَاهُ مَا أُرَانَا إِلَّا قَدْ غَلَّسْنَا قَالَتْ يَا بُنَيَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِلظُّعُنِ.

۱۶۷۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے یحیٰی سے، یحیٰی نے ابن جریج سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت اسماءؓ کے آزاد کردہ غلام عبداللہ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت اسماءؓ سے روایت کی کہ وہ مزدلفہ کی رات مزدلفہ کے قریب اُتریں اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگیں تو ایک گھڑی نماز پڑھی۔ پھر انہوں نے کہا: بیٹا! کیا چاند ڈوب گیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ پھر تھوڑی دیر اور نماز پڑھی۔ پھر کہنے لگیں: کیا چاند ڈوب گیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو انہوں نے کہا: اب کوچ کرو۔ تو ہم نے کوچ کیا اور چلے۔ یہاں تک کہ (منیٰ پہنچ کر) کنکریاں پھینکیں۔ پھر لوٹیں اور اپنے پڑاؤ میں آکر صبح کی نماز پڑھی۔ تو میں نے ان سے کہا: اجی بی بی! میں سمجھتا ہوں کہ ابھی ہم تاریکی ہی میں ہیں۔ (یعنی صبح نہیں ہوئی) تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اجازت دی ہے۔

۱۶۸۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ هُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ جَمْعٍ وَكَانَتْ ثَقِيْلَةً ثَبْطَةً فَأَذِنَ لَهَا.

اطرافه: ۱۶۸۱۔

۱۶۸۰: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں خبر دی کہ عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا۔ یہ عبدالرحمٰن، قاسم (بن محمد) کے بیٹے ہیں۔ انہوں نے قاسم سے، قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت سودہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مزدلفہ کی رات اجازت لی اور وہ بھاری بھرکم تھیں اور آپؐ نے انہیں اجازت دے دی۔

۱۶۸۱ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ نَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَةَ فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَةُ أَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ وَكَانَتِ امْرَأَةً بَطِيْئَةً فَأَذِنَ لَهَا فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ وَأَقَمْنَا حَتَّى أَصْبَحْنَا نَحْنُ ثُمَّ دَفَعْنَا بِدَفْعِهِ فَلَأَنْ أَكُوْنَ اسْتَأْذَنْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اسْتَأْذَنَتْ سَوْدَةُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَّفْرُوْحٍ بِهِ.

اطرافه: ۱۶۸۰۔

۱۶۸۱: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ افلح بن حمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قاسم بن محمد سے، قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم مزدلفہ میں آئے تو حضرت سودہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ وہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے مزدلفہ سے لوٹ جائیں اور وہ تیز نہیں چل سکتی تھیں تو آپؐ نے انہیں اجازت دی۔ تو وہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے روانہ ہوگئیں اور ہم وہاں صبح تک ٹھہرے اور پھر آپؐ کے واپس ہونے پر ہم بھی واپس ہوئے اور اگر میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لیتی جیسا کہ حضرت سودہؓ نے اجازت لی تو یہ بات خوش کن باتوں میں سے میرے لئے بہت پسندیدہ ہوتی۔

تشریح: مَنْ قَدَّمَ ضَعَفَةَ اَهْلِهِ بِلَيْلٍ: اس باب کے تحت چھ حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ کمزور لوگوں کا عرفات سے واپس آ کر مزدلفہ میں ٹھہرنا اور آرام کرکے پھر وہاں سے صبح منٰی جانا جائز ہے۔ اس مختصر قیام میں بھی وہ عبادت اور ذکر الٰہی میں مشغول رہیں گے اور یہ مناسک حج کا ایک حصہ ہی ہے۔ بعض علمائے سلف

مثلاً علقمہ نخعی اور عامر شعبی نے مزدلفہ میں رات گزارنا ضروری قرار دیا ہے کہ اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔ فقہائے کوفہ اور عطاء، زہری، قتادہ اور امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک عدمِ قیام کی وجہ سے قربانی کا فدیہ دینا لازم آئے گا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۶۲) اس اختلاف کے پیش نظر مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔ مگر جیسا کہ مذکورہ بالا مستند روایتوں سے واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمزوروں کو ازدحام سے بچانے کی خاطر منٰی کی طرف پہلے بھیج دیا کہ وہ مزدلفہ سے فارغ ہوکر لوٹ آئیں۔ اس صورت میں ان کا قیام مزدلفہ میں مختصر ہوگا۔ جیسا کہ چوتھی روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ چاند ڈوبتے ہی منٰی میں گئیں اور پھر وہاں سے مزدلفہ آکر اپنی قیام گاہ میں نمازِ فجر پڑھی اور جب اُن پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ عورتوں کو اجازت تھی۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ سورج نکلنے سے پہلے؛ کمزور لوگوں کے عدمِ قیامِ مزدلفہ اور وقوفِ منٰی میں امام کے ساتھ ان کی عدمِ شراکت بھی جائز ہے اور ان پر کوئی فدیہ نہیں۔

بَاب ۹۹: مَتَى☆ يُصَلِّي الْفَجْرَ بِجَمْعٍ

جو☆ مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھے

۱۶۸۲: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ ابْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةً لِغَيْرِ مِيْقَاتِهَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا.

اطرافه: ۱۶۷۵، ۱۶۸۳۔

۱۶۸۲: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا: عمارہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن (بن یزید) سے، انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپؐ نے کوئی نماز اپنے وقت پر نہ پڑھی ہو؛ سوائے مغرب اور عشاء کی دو نمازوں کے؛ جو آپؐ نے مزدلفہ میں جمع کیں اور صبح کی نماز اپنے وقت سے پہلے پڑھی۔

۱۶۸۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ

۱۶۸۳: عبداللہ بن رجاء نے ہم سے بیان کیا کہ اسرائیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابواسحٰق سے، ابواسحٰق نے عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کی۔ انہوں

☆ بخاری کے بعض نسخوں میں یہ عنوان "مَنْ يُصَلِّيْ الْفَجْرَ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ۲۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا فَصَلَّى الصَّلَاتَيْنِ كُلَّ صَلَاةٍ وَحْدَهَا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَالْعَشَاءُ بَيْنَهُمَا ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ قَائِلٌ يَّقُوْلُ طَلَعَ الْفَجْرُ وَقَائِلٌ يَّقُوْلُ لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ حُوِّلَتَا عَنْ وَّقْتِهِمَا فِي هَذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فَلَا يَقْدَمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتَّى يُعْتِمُوْا وَصَلَاةَ الْفَجْرِ هَذِهِ السَّاعَةَ ثُمَّ وَقَفَ حَتَّى أَسْفَرَ ثُمَّ قَالَ لَوْ أَنَّ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَفَاضَ الْآنَ أَصَابَ السُّنَّةَ فَمَا أَدْرِي أَقَوْلُهُ كَانَ أَسْرَعَ أَمْ دَفْعُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ.

اطرافه: ۱۶۷۵، ۱۶۸۲۔

نے کہا: ہم حضرت عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کی طرف نکلے۔ پھر ہم مزدلفہ میں آئے۔ تو انہوں نے دونمازیں (ملاکر) پڑھیں۔ ہر نماز الگ اذان الگ تکبیر اقامت کے ساتھ اور رات کا کھانا ان دونوں کے درمیان کھایا۔ پھر انہوں نے صبح کی نماز فجر ہوتے ہی پڑھی۔ کہنے والا کہتا تھا کہ فجر ہوگئی اور کوئی کہنے والا کہتا تھا کہ فجر ابھی نہیں ہوئی۔ پھر حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس جگہ یہ دونمازیں اپنے مقررہ وقت سے ہٹا دی گئی ہیں۔ یعنی مغرب اور عشاء اور لوگ مزدلفہ اس وقت آتے کہ اندھیرا ہوجاتا اور فجر کی نماز اس وقت پڑھی جاتی جس وقت پڑھی گئی ہے۔ پھر حضرت عبداللہؓ نے وقوف کیا۔ یہاں تک کہ خوب روشنی ہو گئی۔ پھر انہوں نے کہا: امیر المؤمنین (یعنی حضرت عثمانؓ) اگر اس وقت مزدلفہ سے لوٹیں تو انہوں نے ٹھیک سنت کے مطابق کیا۔ (عبدالرحمٰن کہتے تھے:) میں نہیں جانتا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول پہلے تھا یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی واپسی۔ حضرت ابن مسعودؓ لبیک کہتے رہے؛ یہاں تک کہ قربانی کے دن جمرۃ العقبہ میں کنکریاں پھینکیں۔

تشریح: اس باب کی روایتوں کی تشریح کے لیے باب ۹۵و۹۷ کی تشریح دیکھئے۔

بَاب ۱۰۰: مَتَى يُدْفَعُ مِنْ جَمْعٍ

مزدلفہ سے کب چلے

١٦٨٤: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُوْنٍ يَقُوْلُ شَهِدْتُّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلَّى بِجَمْعٍ الصُّبْحَ ثُمَّ وَقَفَ فَقَالَ إِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَيَقُوْلُوْنَ أَشْرِقْ ثَبِيْرُ وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالَفَهُمْ ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

اطرافه: ٣٨٣٨۔

۱۶۸۴: حجاج بن منہال نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے ابواسحٰق سے روایت کی کہ عمرو بن میمون سے میں نے سنا۔ کہتے تھے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھا۔ انہوں نے مزدلفہ میں صبح کی نماز پڑھی۔ پھر وقوف کیا اور کہا کہ مشرک مزدلفہ سے نہیں لوٹتے تھے جب تک کہ سورج نہ نکل آتا اور وہ کہا کرتے تھے: ثبیر (پہاڑ) چمک اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف کیا۔ آپؐ لوٹے پہلے اس سے کہ سورج نکلتا۔

تشریح: مَتَى يُدْفَعُ مِنْ جَمْعٍ: صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے اور مشعر الحرام میں پہنچ کر وقوف کیا۔ قبلہ رُخ ہوکر دیر تک ذکر الٰہی (تسبیح وتحمید وتکبیر) اور دعا میں مشغول رہے۔ حَتَّى أَسْفَرَ جِدًّا۔ یہاں تک کہ خوب روشنی ہوگئی۔ پھر سورج نکلنے سے قبل وہاں سے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ (مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ) اس کی تائید حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۶۸۳)

امام مالکؒ کے نزدیک اسفار یعنی روشنی سے قبل کوچ کرنا چاہیے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۶۷۲) اس اختلاف کے پیش نظر یہ باب بصورتِ استفتاء قائم کیا گیا ہے اور اس کا جواب محذوف ہے۔ یعنی ضرورت کے ماتحت دونوں صورتیں جائز ہیں۔ لیکن بہرحال سورج نکلنے سے پہلے کوچ ضروری ہے؛ تا مشرکین کی اتباع نہ ہو۔ اس تعلق میں باب ۹۵ کی تشریح بھی ملاحظہ ہو۔

بَاب ۱۰۱ : اَلتَّلْبِيَةُ وَالتَّكْبِيرُ غَدَاةَ النَّحْرِ حِيْنَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ وَالِارْتِدَافُ فِي السَّيْرِ

قربانی کے دن بوقت صبح لبیک اور تکبیر کہنا؛ یہاں تک کہ جمرہ میں کنکریاں پھینکے اور سفر میں اپنے پیچھے سواری پر کسی کو بٹھانا

۱۶۸۵: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْدَفَ الْفَضْلَ فَأَخْبَرَ الْفَضْلُ أَنَّهُ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّي حَتَّى رَمَى الْجَمْرَةَ.

اطرافه: ۱۵٤٤، ۱٦۷۰، ۱٦۸۷.

۱۶۸۵: ابوعاصم ضحاک بن مخلد نے ہم سے بیان کیا۔ ابن جریج نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عطاء سے، عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل (بن عباسؓ) کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا اور حضرت فضلؓ نے خبر دی کہ آپؐ لبیک پکارتے رہے؛ یہاں تک کہ جمرۂ عقبہ میں کنکریاں پھینکیں۔

۱٦۸٦-۱٦۸۷: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُوْنُسَ الْأَيْلِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ أُسَامَةَ ابْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ ثُمَّ أَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ إِلَى مِنًى قَالَ فَكِلَاهُمَا قَالَا لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۶۸۶-۱۶۸۷: زہیر بن حرب نے ہم سے بیان کیا۔ وہب بن جریر نے ہمیں بتایا کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے یونس ایلی سے، یونس نے زہری سے، زہری نے عبیداللہ بن عبداللہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما عرفات سے مزدلفہ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپؐ کے پیچھے بیٹھے۔ پھر آپؐ نے حضرت فضلؓ کو مزدلفہ سے منیٰ تک اپنے ساتھ بٹھایا۔ کہا: تو ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم برابر لبیک کہتے

يُلَبِّي حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ. تھے؛ یہاں تک کہ جمرۂ عقبہ میں کنکریاں پھینکیں۔

اطراف الحديث١٦٨٦: ١٥٤٣۔

اطراف الحديث١٦٨٧: ١٥٤٤، ١٦٧٠، ١٦٨٥۔

تشریح: اَلتَّلْبِيَةُ وَالتَّكْبِيرُ غَدَاةَ النَّحْرِ: تلبیہ یعنی لبیک پکارنا حج کے ضروری ارکان میں سے ہے۔ جو مختلف مقامات میں رمی جمار تک رات دن مسلسل جاری رہنا چاہیے۔ بعض فقہاء کے نزدیک حرم میں داخل ہونے تک تلبیہ بند کردینا چاہیے۔ البتہ تکبیر دہرائی جائے۔ طحاوی کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلبیہ پر بعض نے اعتراض کیا اور کہا: مَنْ هَـذَا الْأَعْرَابِي ۔ یہ بدوّ کون ہے تو انہوں نے کہا: تعجب ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھول گئے یا بھٹک گئے اور کہا: بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ پر رمی کرنے تک دونوں باتیں یعنی تلبیہ اور تکبیر ملا جلا کر کرتے تھے۔ (شرح معاني الأثار، كتاب مناسك الحج، باب التلبية متى يقطعها الحاج، جزء۲ صفحہ۲۲۴) امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بالوں کی لٹوں اور وضع قطع اور سادہ لباس کی وجہ سے پہچانے نہ گئے۔ (سنن الكبرى للبيهقي، كتاب الحج، باب التلبية حتى يرمي جمرة العقبة، روایت نمبر۹۳۸۷، جزء۵ صفحہ۱۳۸) تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۷۴ نیز دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۲۳، ۲۴۔ امام بخاریؒ کے نزدیک دونوں کا دہرایا جانا ضروری ہے۔ روایت نمبر۱۶۸۵، ۱۶۸۶ میں تلبیہ کا ذکر ہے مگر چونکہ صحابہ کرام اتباع سنت میں تلبیہ و تکبیر دونوں کہا کرتے تھے۔ اس تواتر کی وجہ سے باب کے عنوان میں تکبیر کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر۱۶۵۹)

اَلْإِرْتِـدَافُ: ارتداف یعنی اپنے پیچھے سواری پر بٹھانا۔ اس کا ذکر بظاہر بے محل معلوم ہوتا ہے اور نہ یہ ارکانِ حج میں ہے۔ مگر امام موصوفؒ نے حسب عادت اس سے امر واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تلبیہ جاری رکھنے سے متعلق دو مختلف راویوں حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ کی عینی شہادت ہے۔ جنہیں عرفات سے مزدلفہ اور مزدلفہ سے منٰی تک مختلف اوقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کے پیچھے اونٹنی پر سوار ہونے کا موقع ملا۔ لَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ يُـلَبِّيْ حَتَّـى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ. اس شہادت کی موجودگی میں حرم کے اندر تلبیہ بند کرنے کا خیال درست نہیں۔ اس بناء پر لفظ ارتداف عنوانِ باب میں نمایاں کیا گیا ہے۔

بَاب ۱۰۲

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرة:۱۹۷)

جو حج کے ساتھ عمرہ سے بھی فائدہ اُٹھائے تو جو قربانی میسر ہو؛ دے
اور اگر قربانی نہ پا سکے تو حج میں تین روزے رکھے اور حج سے واپسی پر سات روزے رکھے۔
یہ پورے دس روزے ہیں ان کے لئے جن کے گھر والے مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں۔

١٦٨٨: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ الْمُتْعَةِ فَأَمَرَنِي بِهَا وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْهَدْيِ فَقَالَ فِيْهَا جَزُوْرٌ أَوْ بَقَرَةٌ أَوْ شَاةٌ أَوْ شِرْكٌ فِي دَمٍ قَالَ وَكَأَنَّ نَاسًا كَرِهُوْهَا فَنِمْتُ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ إِنْسَانًا يُنَادِيْ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ وَّمُتْعَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ اللهُ أَكْبَرُ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقَالَ آدَمُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ وَغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عُمْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ وَحَجٌّ مَّبْرُوْرٌ.

اطرافه: ١٥٦٧۔

۱۶۸۸: اسحٰق بن منصور نے ہم سے بیان کیا۔ نضر (بن شمیل) نے ہمیں خبر دی کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ ابوجمرہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تمتع کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ کرلو اور میں نے ان سے قربانی کی بابت پوچھا تو انہوں نے کہا: اس میں ایک اونٹ یا گائے یا ایک بکری کی قربانی ہے۔ یا اونٹ یا گائے کے ذبیحہ میں شریک ہو جاؤ۔ ابوجمرہ نے کہا: ایسے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے ناپسند کیا ہے۔ پھر میں سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں۔ جیسے ایک انسان پکار رہا ہے کہ یہ حج مبارک ہے اور تمتع مقبول ہے۔ تو میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا۔ ان سے یہ خواب بیان کی۔ انہوں نے کہا: اللہ اکبر۔ کیوں نہ ہو۔ یہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ابوجمرہ نے کہا: آدم، وہب بن جریر اور غندر نے شعبہ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: یہ عمرہ مقبول ہے اور حج مبارک۔

تشریح: **فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ:** بعض شارحین کا خیال ہے کہ رمی جمار کا- جوارکان حج میں آخری رکن ہے- ذکر کرنے کے بعد مسائل متعلقہ قربانی کے تعلق میں مذکورہ بالا اور مابعد کے ابواب قائم کئے گئے ہیں۔آیت جو اس موضوع کے لئے انتخاب کی ہے؛ اس میں عمرہ کا بھی ذکر ہے۔یعنی حج کرنے والا آکر عمرہ کی نیت کر لے تو یہ ان لوگوں کے لئے جائز ہے جو مکہ مکرمہ کے باشندے نہ ہوں۔اس کا ذکر باب ۳۴ میں مفصل گذر چکا ہے۔اسی تعلق میں یہ ذکر کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ زمانہ جاہلیت میں تمتع یا قران کی صورتیں جائز نہ سمجھی جاتی تھیں۔اسی لئے اسلام نے مشرکین عرب کی یہ غلط فہمی دور کی۔

بَاب۱۰۳: رُكُوْبُ الْبُدْنِ
قربانی کے جانور پر سوار ہونا

لِقَوْلِهٖ: وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ۝ (الحج: ۳۷-۳۸)

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قربانی کے جانور ہم نے تمہارے لئے بطور شعائر اللہ مقرر کئے ہیں۔ان میں تمہارے لئے بھلائی ہے۔سوصف بستہ ہوکر بوقت قربانی ان پر اللہ کا نام لو۔جب ان کی کروٹیں زمین پر ٹک جائیں؛ پھر گوشت کھاؤ اور کھلاؤ قانع کو بھی اور سائل کو بھی۔ اسی لئے ہم نے تمہارے واسطے انہیں مسخر کیا ہے تا کہ تم شکر گذار ہو۔ان کے گوشت اللہ کو ہرگز نہیں پہنچتے اور نہ ہی ان کے خون۔لیکن تمہارا تقویٰ اسے پہنچتا ہے۔ہم نے تمہارے لئے اسی واسطے انہیں مسخر کیا ہے کہ تم اللہ کو سب سے بڑا سمجھو۔جیسا کہ اس نے تمہاری رہنمائی کی ہے اور نیکو کاروں کو بشارت دو۔

قَالَ مُجَاهِدٌ سُمِّيَتِ الْبُدْنَ لِبُدْنِهَا وَالْقَانِعُ السَّائِلُ وَالْمُعْتَرُّ الَّذِي يَعْتَرُّ بِالْبُدْنِ مِنْ غَنِيٍّ أَوْ فَقِيْرٍ وَشَعَائِرُ اللّٰهِ اسْتِعْظَامُ الْبُدْنِ وَاسْتِحْسَانُهَا وَالْعَتِيْقُ

مجاہد نے کہا: قربانی کے جانور کا نام بُدْن اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ موٹے تازے ہوتے ہیں اور قانع کے معنی مانگنے والا اور معتر کے معنے جو قربانی کا گوشت نہ مانگے؛ خواہ وہ غنی ہو یا محتاج اور شعائر اللہ کے معنی ہیں کہ وہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں اور ان کے

عِتْقُهُ مِنَ الْجَبَابِرَةِ وَيُقَالُ وَجَبَتْ سَقَطَتْ إِلَى الْأَرْضِ وَمِنْهُ وَجَبَتِ الشَّمْسُ.

ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور عتیق کے معنی ہیں: اس کا ظالم بادشاہوں سے آزاد ہونا اور وَجَبَتْ کے معنی ہیں زمین پر گر پڑے اور اسی سے یہ قول ہے کہ وَجَبَتِ الشَّمْسُ. (یعنی سورج ڈوب گیا)

١٦٨٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوْقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الثَّانِيَةِ.

اطرافه: ١٧٠٦، ٢٧٥٥، ٦١٦٠.

١٦٨٩: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابوزناد سے، انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قربانی کا اونٹ ہانکے لئے جا رہا ہے تو آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا: قربانی کا جانور ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا: قربانی کا جانور ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ۔ تیسری دفعہ یا دوسری دفعہ فرمایا: کم بخت۔

١٦٩٠: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَّ شُعْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوْقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا ثَلَاثًا.

اطرافه: ٢٧٥٤، ٦١٥٩.

١٦٩٠: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ ہشام اور شعبہ نے ہمیں بتایا۔ دونوں نے کہا: قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قربانی کا جانور ہانکے لئے جا رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا: یہ قربانی کا جانور ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا: یہ قربانی کا جانور ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ۔ تین بار یہی فرمایا۔

تشریح: **رُكُوْبُ الْبُدْنِ:** زمانہ جاہلیت کے عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ قربانی کے جانور پر سوار ہونا یا اس کا دودھ پینا خلافِ ادب اور ناجائز ہے۔ اس لئے حج کو پیدل جانا افضل سمجھتے تھے۔ بلکہ ایسے حج کی منت مانی جاتی تھی۔ آیت محولہ بالا میں لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ سے مطابق ضرورت کا استدلال کیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ناراضگی کا جو اظہار فرمایا؛ وہ اسی باطل عقیدہ کی بیخ کنی کی غرض سے تھا۔ آیت وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ (الحج:۳۳) سے امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور اکثر فقہاء نے استنباط کیا ہے کہ قربانی کے جانور پر سواری کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ ثانی الذکر امام کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ قربانی کے جانور پر سوار ہونا قطعی حرام ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۷۹) صحیح مسلم کی روایت کے مطابق جائز ہے۔ ایک حدیث مرفوعاً مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: ارْكَبْهَا بَالْمَعْرُوْفِ. (مسلم، كتاب الحج، باب جواز ركوب البدنة) اس روایت کے الفاظ کی صحت بھی مدنظر معلوم ہوتی ہے۔ دوسری آیت میں تسخیر کا ذکر ہے؛ جس سے استفادہ کا جواز ظاہر ہے۔ دونوں آیتیں روایت نمبر ۱۶۸۹، ۱۶۹۰ کے مضمون کی تائید میں ہیں۔ دلوں کا تقویٰ تقاضا کرتا ہے کہ جانوروں کے ساتھ بھی بھلا سلوک ہو۔ خصوصاً قربانی کے جانور جو قابل عزت ہیں اور انہیں لمبا سفر کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ان فقہاء کا فتویٰ حد اعتدال پر ہے جنہوں نے عند الضرورت استفادہ جائز قرار دیا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک دودھ دوہ کر بطور صدقہ دینا زیادہ مناسب ہے اور اگر وہ خود استعمال کرے تو اس کی قیمت صدقہ میں دے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۸۰) اس مسئلہ کے تعلق میں امام بخاریؒ نے شعائر اللہ کی تفسیر جو مجاہد سے نقل کی ہے۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ قربانی کے جانوروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور ان کی نگہداشت کرنا ضروری ہے۔

وَالْعَتِيْقُ عِتْقُهُ مِنَ الْجَبَابِرَةِ: لفظ عتیق کی تشریح سے امام موصوفؒ کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان پر سختی نہ کی جائے اور نہ ان کو بھوکا رکھا جائے اور بطور لادو یا بیگانہ جانوروں کی طرح ان سے برتاؤ نہ کیا جائے۔ محولہ بالا آیت یہ ہے: وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۔ (الحج:۳۰)

بَاب ١٠٤: مَنْ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ

جو کوئی قربانی کا جانور اپنے ساتھ لے جائے

١٦٩١: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

۱۶۹۱: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم بن عبداللہ سے روایت کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تمتع کیا

حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ وَأَهْدَى فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَبَدَأَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى فَسَاقَ الْهَدْيَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ يُهْدِ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَالَ لِلنَّاسِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ لِشَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَجَّهُ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ مِّنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ فَطَافَ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ وَمَشَى أَرْبَعًا فَرَكَعَ حِيْنَ قَضَى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا

تھا۔ حج و عمرہ دونوں اور آپؐ نے قربانی کی اور قربانی کے جانور اپنے ساتھ ذوالحلیفہ سے لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی پہلے شروع کیا اور عمرہ کا احرام باندھ کر لبیک پکارا۔ پھر حج کا احرام باندھ کر بلند آواز سے لبیک کہا۔ لوگوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا۔ یعنی عمرہ کو حج کے ساتھ۔ تو لوگوں میں سے بعض نے قربانی کی اور قربانی کے جانور ساتھ لے گئے اور ان میں سے بعض نے قربانی نہیں کی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پہنچے تو آپؐ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو قربانی کا جانور لایا ہو۔ اس کے لئے جو باتیں حج میں ممنوع ہیں وہ اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ اپنا حج پورا نہ کرلے اور تم میں سے جو قربانی کا جانور نہیں لایا؛ وہ بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کر لے اور بال کٹوائے اور احرام کھول دے۔ پھر (حج کے دن) حج کا احرام باندھے اور جو کوئی قربانی کا جانور نہ پائے وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اور سات روزے جب لوٹ کر اپنے گھر والوں کے پاس پہنچے۔ جب آپؐ مکہ میں آئے تو پہلے آپؐ نے طواف کیا اور رُکن (حجر اسود) کو چوما۔ پھر تین پھیرے تیز رَوی سے اور چار پھیرے معمولی رفتار سے طواف کیا۔ جب آپؐ بیت اللہ کا طواف کر چکے تو مقامِ ابراہیم میں دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا اور فارغ ہو

وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ ثُمَّ لَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى قَضَى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ النَّحْرِ وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَهْدَى وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ

کر صفا میں آئے اور صفاومروہ کے سات پھیرے کئے۔ مگر آپؐ نے کوئی بات جائز نہیں سمجھی جو حج میں ممنوع ہو۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اپنا حج پورا کیا اور قربانی کے دن اپنی قربانی دی اور (مکہ میں) واپس آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا اور پھر احرام کھول کر ہر اس بات سے آزاد ہو گئے جو حج میں ناجائز تھی اور جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا؛ لوگوں نے بھی ویسا ہی کیا جو قربانی کے جانور اپنے ساتھ لائے تھے اور قربانی کی تھی۔

١٦٩٢: وَعَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَمَتُّعِهِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَهُ بِمِثْلِ الَّذِي أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۶۹۲: اور عروہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ آپؐ نے اپنے تمتع میں عمرہ حج کے ساتھ ملا کر ادا کیا۔ (یعنی احرام نہیں کھولا) اور لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ ویسے ہی تمتع کیا۔ سالم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ حضرت ابن عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی روایت کی۔

تشریح: مَنْ سَاقَ الْبُدْنَ مَعَهُ: مقام حل سے مقام حرم تک قربانی کے جانوروں کو لے جانے کے بارہ میں بعض ائمہ کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اگر حرم میں قربانی کے جانور خریدے تو اسے ایسی جگہ لے جائے جو حرم سے باہر ہو اور وہاں سے قربانی کی نیت کر کے حرم میں لائے اور پھر منیٰ میں اسے ذبح کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس پر فدیہ لازم آئے گا۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ سنت نہیں اور نہ ضروری ہے۔ کیونکہ اونٹ تو لے جا سکتے ہیں۔ گائے، بکری کا لے جانا تکلیف دہ ہے۔ ان جانوروں کے متعلق بھی امام مالکؒ کا وہی فتویٰ ہے اور ان کی طرف سے یہ سہولت دی گئی ہے کہ عرفات سے منیٰ میں لے جائیں۔ کیونکہ عرفات حرم میں شامل نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۸۱) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۳۱) یہی اختلاف حل کرنے کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ روایات مندرجہ بالا سے دونوں صورتیں جائز معلوم ہوتی ہیں۔ اسی لئے عنوانِ باب مَنْ سے قائم کر کے مسئلہ علی الاطلاق رکھا ہے۔

بَاب ۱۰۵ : مَنِ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ الطَّرِيْقِ

جوکوئی قربانی کا جانور راستہ سے خریدے

۱۶۹۳ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ لِأَبِيْهِ أَقِمْ فَإِنِّي لَا آمَنُهَا أَنْ تُصَدَّ عَنِ الْبَيْتِ قَالَ إِذًا أَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَالَ اللهُ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الأحزاب:۲۲) فَأَنَا أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عَلَى نَفْسِي الْعُمْرَةَ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ. قَالَ ثُمَّ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْبَيْدَاءِ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَقَالَ مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ ثُمَّ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنْ قُدَيْدٍ ثُمَّ قَدِمَ فَطَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا فَلَمْ يَحِلَّ حَتَّى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا.

۱۶۹۳: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، انہوں نے نافع سے روایت کی، کہا: عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے اپنے باپ سے کہا کہ آپؓ یہیں ٹھہرے رہیں کیونکہ میں اس حج کو آپؓ کے لئے باامن نہیں دیکھتا۔ کہیں آپؓ بیت اللہ سے روک نہ دیئے جائیں۔ انہوں نے کہا: تو پھر میں ویسے ہی کروں گا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھا نمونہ ہے۔ میں تم کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے اپنے نفس پر عمرہ واجب کر لیا ہے تو حضرت ابن عمرؓ نے عمرہ کا احرام باندھا۔ نافع نے کہا: پھر وہ (مدینہ سے) نکلے؛ یہاں تک کہ جب بیداء میں پہنچے تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور بلند آواز سے لبیک کہنے کے بعد کہا: حج اور عمرہ کی بات ایک ہی ہے۔ پھر انہوں نے قدید سے قربانی کا جانور خریدا۔ پھر مکہ میں آئے اور عمرہ و حج دونوں کا ایک ساتھ طواف کیا اور احرام نہیں کھولا جب تک کہ ان دونوں سے بیک وقت فارغ نہ ہو گئے۔

اطرافہ: ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۷۰۸، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۱۰، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۴۱۸۳، ۴۱۸۴، ۴۱۸۵۔

تشریح: مَنِ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ الطَّرِيْقِ: یہ باب بھی سابقہ باب کے مضمون کی تائید میں ہے۔ قدید مقام حج کے راستہ پر ایسی جگہ پر واقع ہے جو حدودِ حرم میں نہیں۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۶۸۴) حضرت

عبداللہ بن عمرؓ نے قِران کی نیت کر کے قربانی کا جانور دورانِ سفر خریدا تھا۔اس سے ظاہر ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جانور کو اپنے گھر سے لے جائے اور نہ یہ ضروری ہے کہ حرم میں اگر خریدا ہوتو وہ حرم سے باہر لے جایا جائے۔

بَاب ١٠٦ : مَنْ أَشْعَرَ وَقَلَّدَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ أَحْرَمَ

جوکوئی ذوالحلیفہ پہنچ کر قربانی کے جانور پر نشان لگائے اور اس کے گلے میں ہار ڈالے پھر احرام باندھے

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا أَهْدَى مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَلَّدَهُ وَأَشْعَرَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ يَطْعُنُ فِي شِقِّ سَنَامِهِ الْأَيْمَنِ بِالشَّفْرَةِ وَوَجْهُهَا قِبَلَ الْقِبْلَةِ بَارِكَةً.

اور نافع نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ سے قربانی کا جانور لاتے تو ذوالحلیفہ پہنچ کر اس کو ہار ڈالتے اور نشان لگاتے۔ چھری سے اس کے کوہان کی دائیں جانب چیر دیتے۔ جبکہ اس کا منہ قبلہ رُخ ہوتا اور وہ بیٹھا ہوتا۔

١٦٩٤-١٦٩٥ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ {مِنَ الْمَدِيْنَةِ☆} فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِّنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا كَانُوْا بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ.

۱۶۹۴-۱۶۹۵: احمد بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ نے ہمیں خبر دی۔ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے مسور بن مخرمہ اور مروان سے روایت کی۔ دونوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے موقع پر مدینہ☆ سے ایک ہزار سے کچھ اوپر صحابہ کی تعداد کے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ آپؐ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور کی گردن میں ہار ڈالا اور اسے نشان لگایا اور عمرہ کا احرام باندھا۔

اطراف الحديث١٦٩٤: ١٨١١، ٢٧١٢، ٢٧٣١، ٤١٥٨، ٤١٧٨، ٤١٨١۔
اطراف الحديث١٦٩٥: ٢٧١١، ٢٧٣٢، ٤١٥٧، ٤١٧٩، ٤١٨٠۔

☆ الفاظ "مِنَ الْمَدِيْنَةِ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۶۸۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

١٦٩٦: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا وَأَشْعَرَهَا وَأَهْدَاهَا فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ أُحِلَّ لَهُ.

۱۶۹۶: ابونعیم (فضل بن دکین) نے ہم سے بیان کیا کہ افلح (بن حمید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قاسم (بن محمد) سے، قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کی قربانی والے اونٹوں کے لئے ہار اپنے ہاتھ سے بنائے۔ پھر آپؐ نے وہ ہار ان کے گلے میں ڈالے اور ان پر نشان لگایا اور مکہ کی طرف روانہ کر دیا۔ اس کے بعد پھر کوئی بات آپؐ کے لئے ممنوع نہ ہوئی جو آپؐ کے لیے حلال تھی۔

اطرافه: ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ٢٣١٧، ٥٥٦٦.

تشریح: مَنْ اَشْعَرَ وَقَلَّدَ بِذِی الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ أَحْرَمَ: اِشْعَار یعنی جانوروں کے جسم پر نشان لگانا۔ کوہان کو تیز دھار سے زخمی کرنا جس سے خون بہہ کر جم جائے اور نشان ہو جائے کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔ عارق طائی جو زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے ہیں؛ عمرو بن ہند بادشاہ کو مخاطب کرتا اور کہتا ہے:-

حَلَفْتُ بِهَدْيٍ مُشْعَرٍ بَكَرَاتُهُ ۔۔۔ تَخُبُّ بِصَحْرَاءِ الغَبِيْطِ دَرَادِقُهُ

لَئِنْ لَّمْ تُغَيِّرْ بَعْضَ مَا قَدْ صَنَعْتُمْ ۔۔۔ لَانْتَحِيَنَّ الْعَظْمَ ذُوْانَا عَارِقُهُ

(شرح ديوان الحماسة، باب الأضياف، عارق الطائی)

یعنی میں نے قسم کھائی ہے قربانی کے جانوروں کی جن کے جوان اور کم سن اونٹوں کے کوہان نشان شدہ ہیں اور جو صحراء غبیط میں دُلکی جا رہے ہیں۔ اگر تو نے بے انصافی کا تدارک نہ کیا تو میں ہڈیاں تک چباڑ الوں گا۔ جن کا گوشت میں اتار کر کھانے والا ہوں۔

اس شعر سے بھی ظاہر ہے کہ نشان لگانے کی رسم قدیم سے چلی آتی تھی۔ تقلید یعنی گلے میں ہار ڈالنا۔ اس سے بھی قربانی کے جانور کی شناخت مقصود تھی۔ مجاہد کے نزدیک احرام باندھنے کے بعد مذکورہ بالا اشعار و تقلید کرنی چاہیے۔ اس باب میں اس خیال کا ردّ کرنا بھی مقصود ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۸۶) ذوالحلیفہ مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے اور اہل مدینہ کی میقات میں وہ مقام ہے؛ جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے۔ عنوانِ باب میں نافع کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے؛ وہ مؤطا امام مالکؒ میں ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا میقات میں تقلید و اشعار کیا جائے۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب العمل فی الهدی حین یساق) مگر امام بخاریؒ کے نزدیک یہ ضروری نہیں جیسا کہ روایت نمبر ۱۶۹۶ سے ظاہر ہے۔ جس واقعہ کا اس روایت میں ذکر ہے۔ اس کا تعلق اس حج اور عمرہ سے ہے جو حضرت ابوبکرؓ کی قیادت میں فتح مکہ کے بعد کیا گیا تھا۔ اس حج کے لئے آنحضرت ﷺ خود تشریف نہیں لے گئے تھے۔ کفارِ قریش اور

مسلمانوں نے مل جل کر حج کیا۔ مشرکین نے اپنے طریقے پر اور مسلمانوں نے اپنے طریق پر اور ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو ننگے حج کر رہے تھے۔ حالات اس وقت اچھی طرح سے سدھرے نہیں تھے۔ اسی موقع پر وہ مشہور اعلان بھی ہوا جس کا ذکر سورۂ توبہ میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہی رہے اور وہیں سے اپنی اپنی قربانی کے جانور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بھیج دیئے تھے اور آپؐ نے احرام نہیں باندھا تھا۔ اس سے دونوں باتوں کا ردّ ہوتا ہے۔

روایت نمبر۱۶۹۴، ۱۶۹۵ میں عمرے کا اختصار سے ذکر ہے۔ یہ صلح حدیبیہ والا عمرہ ہے جس کے لئے ہجرت کے چھٹے سال چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ سفر کیا تھا اور آپؐ اپنے ساتھ ستر کے قریب قربانی کے اونٹ لے گئے تھے کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کرام کی طرف سے قربانی کی جائے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۳۷) اس واقعہ سے امام موصوفؒ نے یہ استنباط کیا ہے کہ میقات سے قربانی کے جانوروں پر نشان لگایا جائے اور اس کے بعد احرام باندھا جائے۔ مگر روایت نمبر۱۶۹۶ میں اشعار و تقلید کا جو ذکر ہے اس سے اس کے خلاف بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس بناء پر فقہاء نے مختلف آراء قائم کی ہیں۔ درحقیقت اس مسئلہ میں وسعت ہے اور اسی لئے باب کا عنوان مَنْ سے قائم کر کے اسے مطلق رکھا ہے۔ روایت نمبر۱۶۹۶ سے ظاہر ہے کہ قربانی کے جانور دونوں صورتوں میں بھیجے جاسکتے ہیں؛ حج وغیرہ کی حالت میں بھی اور ان کے بغیر بھی۔ کیونکہ مشارالیہ سفر حج میں آنحضرت ﷺ مدینہ میں ہی رہے تھے۔ حج کے لئے تشریف نہیں لے گئے۔

بَاب ۱۰۷: فَتْلُ الْقَلَائِدِ لِلْبُدْنِ وَ الْبَقَرِ

قربانی کے اونٹوں اور گائیوں کے لئے ہار بٹنا

۱٦۹۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوْا وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ قَالَ إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَحِلَّ مِنَ الْحَجِّ.

۱۶۹۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحیی نے ہمیں بتایا۔ عبیداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نافع نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! لوگوں کا یہ کیا حال ہے کہ انہوں نے احرام کھول دیئے ہیں۔ جبکہ آپؐ نے احرام نہیں کھولا؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بال جما لئے تھے اور اپنے قربانی کے جانوروں کو ہار پہنا لئے تھے تو میں احرام نہیں کھولوں گا جب تک کہ میں حج سے فارغ نہ ہو جاؤں۔

اطرافه: ١٥٦٦، ١٧٢٥، ٤٣٩٨، ٥٩١٦۔

١٦٩٨ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْدِي مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَأَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِهِ ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِّمَّا يَجْتَنِبُهُ الْمُحْرِمُ.

۱۶۹۸: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ ابن شہاب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عروہ سے اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے قربانی کے جانور روانہ کیا کرتے تھے اور میں آپؐ کی قربانی والے جانوروں کے لئے ہار بٹا کرتی تھی۔ پھر آپؐ کسی بات سے پرہیز نہیں کیا کرتے تھے جس سے احرام والا پرہیز کیا کرتا ہے۔

اطرافہ:١٦٩٦، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ٢٣١٧، ٥٥٦٦۔

بَاب١٠٨ : إِشْعَارُ الْبُدْنِ

قربانی کے اونٹوں پر نشان لگانا

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَلَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ.

اور عروہ نے حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی والے جانوروں کو ہار ڈالے اور ان پر نشان لگایا اور عمرہ کا احرام باندھا۔

١٦٩٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَشْعَرَهَا وَقَلَّدَهَا أَوْ قَلَّدْتُّهَا ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى الْبَيْتِ وَأَقَامَ بِالْمَدِيْنَةِ فَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ

۱۶۹۹: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ افلح بن حمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قاسم (بن محمد) سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی والے جانوروں کے ہار بٹے۔ پھر آپؐ نے ان پر نشان لگایا اور انہیں ہار پہنائے یا کہا: میں نے انہیں ہار پہنائے۔ پھر آپؐ نے انہیں بیت اللہ کی

كَانَ لَهُ حِلٌّ.

طرف بھیج دیا اور خود مدینہ میں ٹھہرے اور آپؐ پر کوئی بات ممنوع نہ ہوئی جو آپؐ کے لیے حلال ہو۔

اطرافہ: ١٦٩٦، ١٦٩٨، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ٢٣١٧، ٥٥٦٦۔

تشریح: **اِشْعَارُ الْبُدْنِ:** عنوانِ باب میں حضرت مسور رضی اللہ عنہ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ نمبر۱۶۹۴-۱۶۹۵ میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نمبر۱۶۹۶ میں بھی گذر چکی ہے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ عنوانِ باب میں اونٹوں کے اشعار کا الگ ذکر اس لئے ہے کہ جمہور علماء کے فتویٰ کے خلاف ایک قول امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ اشعار وتقلید احتیاطی تدبیر ہے۔ مناسک حج میں سے نہیں۔ چاہے کوئی اشعار وتقلید کرے یا نہ کرے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۸۷، ۶۸۸)

بَاب ۱۰۹: مَنْ قَلَّدَ الْقَلَائِدَ بِيَدِهِ

جس نے اپنے ہاتھ سے ہار پہنائے

۱۷۰۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ زِيَادَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ كَتَبَ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ مَنْ أَهْدَى هَدْيًا حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ حَتَّى يُنْحَرَ هَدْيُهُ. قَالَتْ عَمْرَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۷۰۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم سے، انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی۔ انہوں نے اُن کو بتایا کہ زیاد بن ابی سفیان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: جس نے قربانی کا جانور بھیج دیا؛ اس پر تمام وہ باتیں ممنوع ہوجاتی ہیں جو ہر حاجی کے لئے ممنوع ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی قربانی کا جانور ذبح کیا جائے۔ عمرہ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے جیسے ابن عباسؓ نے کہا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی والے

بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللهُ لَهُ حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ.

جانوروں کے ہار اپنے ہاتھ سے بنائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے وہ ہار پہنائے۔ پھر میرے باپ کے ساتھ وہ جانور بھیج دیے اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی ایسی بات ممنوع نہ ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے حلال کی ہو۔ یہاں تک کہ قربانی کے جانور ذبح کئے گئے۔

اطرافه: ١٦٩٦، ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ٢٣١٧، ٥٥٦٦۔

تشریح: **مَنْ قَلَّدَ الْقَلَائِدَ بِيَدِهِ:** جمہور کا مذہب یہی ہے کہ محض اشعار و تقلید سے کوئی محرم نہیں بن جاتا؛ جب تک حج یا عمرہ کی نیت نہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ اس کے خلاف تھا۔ مگر حضرت عائشہؓ پہلی وہ خاتون ہیں جنہوں نے یہ غلط فہمی دور کی اور علماء نے ان کا فتویٰ قبول کیا اور پھر ان کی اتباع کی گئی۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۶۹۰) یہی اختلاف واضح کرنے کی غرض سے مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے اور عنوانِ باب میں حضرت عائشہؓ کی روایت کا اشارہ کیا گیا اور اسی پر آج کل عملدرآمد ہے۔

عنوانِ باب میں بِيَدِهِ کے الفاظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ کسی دوسرے سے ہار ڈلوانے کی جگہ خود ہار ڈالا جائے۔

بَاب ١١٠: تَقْلِيْدُ الْغَنَمِ
بکریوں کو ہار پہنانا

١٧٠١: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً غَنَمًا.

۱۷۰۱: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابراہیم (نخعی) سے، انہوں نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ قربانی کے لئے بکریاں بھیجیں۔

اطرافه: ١٦٩٦، ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ٢٣١٧، ٥٥٦٦۔

١٧٠٢: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

۱۷۰۲: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں بتایا کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ابراہیم (نخعی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسود سے،

اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَفْتِلُ الْقَلَائِدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَلِّدُ الْغَنَمَ وَيُقِيْمُ فِي أَهْلِهِ حَلَالًا.

اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے ہار بٹا کرتی تھی اور آپؐ بکریوں کے گلے میں ہار ڈالتے اور اپنے اہل بیت میں بغیر احرام ہی رہتے۔

اطرافه: ١٦٩٦، ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ٢٣١٧، ٥٥٦٦.

١٧٠٣: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ.

۱۷۰۳: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد نے ہمیں بتایا کہ منصور بن معتمر نے ہم سے بیان کیا۔

وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ الْغَنَمِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَبْعَثُ بِهَا ثُمَّ يَمْكُثُ حَلَالًا.

اور محمد بن کثیر نے بھی ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے منصور سے، انہوں نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بکریوں کے ہار بٹا کرتی تھی تو آپؐ انہیں بھیج دیتے اور آپؐ بغیر حالتِ احرام رہتے۔

اطرافه: ١٦٩٦، ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ٢٣١٧، ٥٥٦٦.

١٧٠٤: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ لِهَدْيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي الْقَلَائِدَ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ.

۱۷۰۴: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ زکریا نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عامر سے، عامر نے مسروق سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے لئے ہار بٹے۔ پیشتر اس کے کہ آپؐ احرام باندھتے۔

اطرافه: ١٦٩٦، ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٥، ٢٣١٧، ٥٥٦٦.

تشریح: **تَقْلِيْدُ الْغَنَمِ:** امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اشعار و تقلید صرف اونٹ اور گائے کے ساتھ مخصوص ہے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ انہی ائمہ کی رائے کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے باب ۱۰۷

کے عنوان میں البُدْن وَالْبَقَر کے الفاظ نمایاں کئے گئے ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۹ صفحہ ۴۱، ۴۲)

روایت نمبر ۱۷۰۲ میں بکریوں کو ہار ڈالنے کا جو ذکر آیا ہے اس سے بھی باب ۱۰۶ کے مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ قربانی کے اونٹوں پر علاوہ تقلید کے جھولیں بھی ڈالی جاتی تھیں؛ تا کوئی ان سے تعرض نہ کرے۔ حج کے راستہ میں طے، خثعم وغیرہ قبائل تھے؛ جن کا گذارہ لوٹ مار پر تھا۔ ہاروں اور جھولوں سے وہ سمجھ لیتے تھے کہ یہ قربانی کے اونٹ ہیں اور ان سے تعرض نہ کرتے۔ یہ ہار بھیڑ بکریوں کے گلے میں بھی ڈالے جاتے۔ اسلام نے اس قدیم رسم کو بوجہ مفید ہونے کے قائم رکھا۔ حضرت عائشہؓ کا یہ کہنا کہ میں ان کے ہار اپنے ہاتھ سے بٹتی تھی۔ یہ بتایا جا چکا ہے کہ حمس اپنے لئے ایامِ حج میں سینے وغیرہ کا کام جائز نہ سمجھتے تھے۔ (دیکھئے تشریح باب ۹۱)

بَاب ۱۱۱ : اَلْقَلَائِدُ مِنَ الْعِهْنِ

اُون کے ہار

۱۷۰۵: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَهَا مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدِيْ.

۱۷۰۵: عمرو بن علی نے ہم سے بیان کیا۔ معاذ بن معاذ نے ہمیں بتایا۔ ابن عون نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے قاسم (بن محمد) سے، انہوں نے حضرت امّ المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے جانوروں کے ہار اُون سے بٹے جو میرے پاس تھی۔

اطرافه: ١٦٩٦، ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ٢٣١٧، ٥٥٦٦.

بَاب ۱۱۲ : تَقْلِيْدُ النَّعْلِ

جوتی کا ہار

۱۷۰۶: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا

۱۷۰۶: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، یحییٰ نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھ کر کہ

يَسُوْقُ بَدَنَةً قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ رَاكِبَهَا يُسَايِرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّعْلُ فِي عُنُقِهَا. تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ.

وہ قربانی کا اونٹ ہانکے لئے جا رہا ہے، فرمایا: اس پر سوار ہو جا۔ اس نے کہا: یہ قربانی کا اونٹ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ وہ اس پر سوار ہے اور نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے اور جوتی اس جانور کے گلے میں بطور نشان لٹک رہی ہے۔ محمد بن بشار نے بھی انہی کی طرح یہ بات نقل کی ہے۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَّحْيَى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عثمان بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ علی بن مبارک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے یحیٰی سے، انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

اطرافه: ١٦٨٩، ٢٧٥٥، ٦١٦٠.

تشریح: **اَلْقَلَائِدُ مِنَ الْعِهْنِ وَ تَقْلِيْدُ النَّعْلِ:** ان ابواب میں مطلق ہار ڈالنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ نشان کوئی بھی ہو قربانی کی شناخت کے لئے کافی ہوتا ہے۔ خواہ اون یا کسی اور شئے کا ہو۔ زمانہ جاہلیت میں عرب قربانی کے گلے میں جوتی بطور نشانی لٹکا دیتے تھے۔ جوتی لٹکانے سے اس طرف اشارہ تھا کہ مالک اپنی سواری کے جانور سے حج کی خاطر برہنہ پا ہو گیا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد١٠ صفحہ٤٣)

روایت زیر باب١١٢ سے ظاہر ہے کہ اشعار ضروی نہیں۔ کیونکہ اونٹ کے گلے میں جوتی لٹکتے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اعتراض نہیں فرمایا اور بدوی کو اشعار کا حکم نہیں دیا۔ صرف اس کے پیدل چلنے کو ناپسند فرمایا۔

تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: روایت نمبر١٧٠٦ کے آخر میں محمد بن بشار کی روایت کا جو حوالہ دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معمر کی روایت کے بارہ میں علماء کو شبہ ہوا ہے کہ بصریوں کی روایت ہے۔ اس لئے صحت روایت کی طرف ایک دوسری سند سے اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری جزء٣ صفحہ٦٩٣)

بَاب۱۱۳ : اَلْجِلَالُ لِلْبُدْنِ

قربانی کے جانوروں کی جھولیں

وَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَا يَشُقُّ مِنَ الْجِلَالِ إِلَّا مَوْضِعَ السَّنَامِ وَإِذَا نَحَرَهَا نَزَعَ جِلَالَهَا مَخَافَةَ أَنْ يُّفْسِدَهَا الدَّمُ ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جھولوں کو صرف کوہان کی جگہ سے پھاڑتے تھے اور جب اونٹ ذبح کرتے تو وہ جھول اُتار لیتے؛ اس ڈر سے کہ خون انہیں خراب نہ کردے۔ پھر ان جھولوں کو صدقہ میں دے دیتے۔

۱۷۰۷: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نَحَرْتُ وَ بِجُلُوْدِهَا.

۱۷۰۷: قبیصہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی نجیح سے، انہوں نے مجاہد سے، مجاہد نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، عبدالرحمٰن نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں جن قربانی کے اونٹوں کو ذبح کروں، ان کی جھولیں اور کھالیں صدقہ میں دے دوں۔

اطرافه: ١٧١٦، ١٧١٦م، ١٧١٧، ١٧١٨، ٢٢٩٩.

تشریح: **اَلْجِلَالُ لِلْبُدْنِ:** عنوانِ باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے جس قول کا حوالہ نقل کیا ہے؛ اس مفہوم کی بعض روایات مؤطا امام مالکؒ میں مروی ہیں۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب العمل فی الهدی حین یساق) وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ (الحج: ۳۳) کے ارشاد کے تعلق میں سابقہ ابواب کی مناسبت میں یہ باب بھی قائم کیا گیا ہے۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی قربانی کے اونٹوں پر جھول وغیرہ ڈال کر انہیں آراستہ کرتے۔ یہی غرض نمایاں کرنے کے لئے امام مالکؒ کی روایتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جن میں حضرت ابن عمرؓ کے قبطی مصنوعات کی کتانی نئی چادریں ان پر ڈالنے کا ذکر ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۹۴) اس تعلق میں باب۱۲۲ کی تشریح بھی دیکھئے۔

لَايَشُقُّ مِنَ الْجِلَالِ اِلَّا مَوْضِعَ السَّنَامِ: صرف کوہان کی جگہ ہی چاک کی جاتی۔ تا کوہان پر جو نشان لگایا گیا ہے وہ ظاہر ہو جائے۔

بَاب ١١٤ : مَنِ اشْتَرَى هَدْيَهُ مِنَ الطَّرِيْقِ وَ قَلَّدَهَا

جس نے اپنی قربانی کا جانور راستہ میں خریدا اور اس کے گلے میں ہار ڈالا

١٧٠٨: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ أَرَادَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا الْحَجَّ عَامَ حَجَّةِ الْحَرُوْرِيَّةِ فِي عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقِيْلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ وَنَخَافُ أَنْ يَّصُدُّوْكَ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الأحزاب: ٢٢) إِذًا أَصْنَعَ كَمَا صَنَعَ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي أَوْجَبْتُ عُمْرَةً حَتَّى إِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ جَمَعْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَةٍ وَأَهْدَى هَدْيًا مُقَلَّدًا اشْتَرَاهُ حَتَّى قَدِمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَلَمْ يَزِدْ عَلَى ذَلِكَ وَلَمْ يَحْلِلْ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى يَوْمِ النَّحْرِ فَحَلَقَ وَنَحَرَ وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَهُ

۱۷۰۸: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا۔ ابوضمرہ نے ہمیں بتایا۔ موسیٰ بن عقبہ نے ہم سے بیان کیا۔ نافع سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں اس سال حج کا ارادہ کیا جس میں خارجیوں نے بھی حج کیا تھا۔ آپؓ سے کہا گیا کہ لوگوں کے درمیان لڑائی ہوگی اور ہمیں ڈر ہے، آپؓ روک نہ دئے جائیں تو انہوں نے یہ آیت پڑھی کہ رسول اللہ میں تمہارے لئے نیک نمونہ ہے۔ اور میں تو ویسا ہی کروں گا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے اپنے نفس پر عمرہ بھی واجب کرلیا ہے۔ جب وہ بیداء کے کھلے میدان میں پہنچے تو انہوں نے کہا: حج اور عمرہ کی بات ایک ہی ہے۔ میں تمہیں گواہ ٹھہرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج کی نیت بھی کرلی ہے اور قربانی کا جانور بھی ان کے ساتھ تھا۔ جس کے گلے میں ہار پڑا ہوا تھا جو انہوں نے (راستہ میں) خریدا تھا۔ یہاں تک کہ جب بیت اللہ پہنچے تو بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کیا اور قربانی کے دن تک احرام کھول کر کسی بات سے آزاد نہیں ہوئے جو حج میں ممنوع تھی۔ قربانی کے دن آپؓ

الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ كَذٰلِكَ صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ.

نے سر منڈایا اور قربانی کا جانور ذبح کیا اور سمجھے کہ وہ پہلے طواف ہی کے ساتھ حج اور عمرہ دونوں کا طواف کر چکے ہیں۔ پھر کہا: اسی طرح نبی ﷺ نے بھی کیا تھا۔

اطرافه: ١٦٣٩، ١٦٤٠، ١٦٩٣، ١٨٠٦، ١٨٠٧، ١٨٠٨، ١٨١٠، ١٨١٢، ١٨١٣، ٤١٨٣، ٤١٨٤، ٤١٨٥۔

تشریح: **مَنِ اشْتَرَى هَدْيَهُ مِنَ الطَّرِيْقِ وَقَلَّدَهَا:** اس باب کے تعلق میں باب نمبر۱۰۵ کا عنوان بھی دیکھئے۔ دونوں ایک سے ہیں۔ سوائے اس کے کہ باب کے اس عنوان میں الفاظ وَقَلَّدَهَا زائد ہیں۔ جس سے ان لوگوں کا ردّ مقصود ہے جو تقلید وغیرہ علامتوں کو ضروری نہیں سمجھتے۔ حج کی قربانی کو شعائر اللہ قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کے نشانات۔ اس لئے کوئی نہ کوئی ظاہری علامت ہونی چاہیے جس سے ان کی شناخت ہو اور وہ قابل تعظیم سمجھی جائیں۔

عَامَ حَجَّةِ الْحَرُوْرِيَّةِ: خارجی لوگوں کو جنہوں نے ائمہ حق کے سامنے خروج کیا، حروری کہا جاتا ہے۔ کیونکہ حروراء مقام ان کا مرکز تھا جو عراق اور شام کی سرحد پر واقع ہے۔ روایت محولہ بالا میں حجاج بن یوسف کے اس حملہ کا ذکر ہے جو بنی امیہ کی طرف سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف ہوا تھا؛ جب انہوں نے اپنی خلافت کا اعلان کیا تھا۔ یہ حملہ ۷۳ھ میں ہوا۔ خارجیوں نے جب ۶۴ھ میں حج کیا تو اس وقت تک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا اعلان نہیں کیا تھا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۶۹۵) اس روایت کی مزید وضاحت کے لیے کتاب المحصر دیکھئے۔

بَاب ١١٥: ذَبْحُ الرَّجُلِ الْبَقَرَ عَنْ نِسَائِهِ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِنَّ

اپنی عورتوں کی طرف سے بغیر ان کے کہنے کے مرد کا گائے ذبح کرنا

١٧٠٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ لَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ أَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

۱۷۰۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے یحییٰ بن سعید سے، انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی۔ عمرہ نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم مدینہ سے نکلے؛ جبکہ ابھی ذی القعدہ کے پانچ دن باقی تھے۔ ہم یہی سمجھتے تھے کہ حج ہوگا۔ جب مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا جس کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَنْ يَّحِلَّ. قَالَتْ فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هَذَا قَالَ نَحَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ. قَالَ يَحْيَى فَذَكَرْتُهُ لِلْقَاسِمِ فَقَالَ أَتَتْكَ بِالْحَدِيْثِ عَلَى وَجْهِهِ.

ساتھ قربانی کا جانور نہیں تھا کہ جب وہ طواف کرے اور صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے تو وہ احرام کھول ڈالے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ قربانی کے دن ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا تو میں نے کہا: یہ گوشت کیسا ہے؟ تو اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے قربانی کی۔ یحییٰ نے کہا: میں نے قاسم سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ عمرہ نے یہ حدیث آپ سے ٹھیک ٹھیک بیان کی ہے۔

اطرافہ: ۲۹٤، ۳۰۵، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱۵۱٦، ۱۵۱۸، ۱۵۵٦، ۱۵٦۰، ۱۵٦۱، ۱۵٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦۵۰، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷۵۷، ۱۷٦۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹۵۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹۵، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ۵۳۲۹، ۵۵٤۸، ۵۵۵۹، ٦۱۵۷، ۷۲۲۹.

تشریح: ذَبْحُ الرَّجُلِ الْبَقَرَ عَنْ نِّسَائِهٖ مِنْ غَيْرِ اَمْرِهِنَّ: فقہاء نے اونٹ کے لئے نحر اور باقی قربانی کے جانوروں کے لئے ذبح مسنون قرار دیا ہے۔ نَحَرَ کے معنی ہیں برچھی سے شاہ رگ کاٹ دیا اور ذبح کہتے ہیں چھری سے شاہ رگ کاٹنے کو۔ روایت نمبر ۱۷۰۹ میں گائے کے لئے جو لفظ نَحَرَ وارد ہوا ہے۔ اس کی تشریح عنوان میں لفظ ذبح سے کی گئی ہے۔ کیونکہ دونوں لفظ مترادف ہیں۔ لیکن صورت وشکل کی تعیین موقع ومحل کے قرینہ سے ہوسکتی ہے۔ بعض علماء کو مترادف الفاظ سے غلطی ہوگئی ہے کہ گائے بھی اونٹ کی طرح نحر کی جائے۔ بحالیکہ قرآنِ مجید میں اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً. (البقرة :٦٨) کا ارشاد موجود ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۹۵)

لَا نُرَى اِلَّا الْحَجَّ: عرب زمانہ جاہلیت میں حج کے وقت عمرہ یا قران کو گناہ سمجھتے تھے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۵۶۴، ۱۶۵۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان فرمانے پر بعض صحابہ نے عمرہ کیا اور بعض نے قِران اور بعض نے افراد۔ جس حج کا یہاں ذکر ہے وہ حجۃ الوداع ہے جو ۱۰ھ میں ہوا۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گائے کی قربانی کی گئی تھی۔

بَاب ۱۱٦ : اَلنَّحْرُ فِي مَنْحَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى

منیٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے مقام پر قربانی کرنا

۱۷۱۰: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ مَنْحَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۷۱۰: اسحٰق بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے خالد بن حارث سے سنا کہ عبیداللہ بن عمر نے ہمیں بتایا۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ اسی (ذبح کرنے کی) جگہ ذبح کیا کرتے تھے۔ عبیداللہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذبح کرنے کی جگہ۔

اطرافہ: ۹۸۲، ۱۷۱۱، ۵۵۵۱، ۵۵۵۲۔

۱۷۱۱: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَبْعَثُ بِهَدْيِهِ مِنْ جَمْعٍ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ حَتَّى يُدْخَلَ بِهِ مَنْحَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ حُجَّاجٍ فِيْهِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوْكُ.

۱۷۱۱: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ انس بن عیاض نے ہمیں بتایا۔ موسیٰ بن عقبہ نے ہم سے بیان کیا۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی قربانی کا جانور مزدلفہ سے آخری رات منیٰ میں بھیجا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ نبی ﷺ کے قربانی کرنے کی جگہ پر اسے لے جاتے؛ حاجیوں کے ساتھ؛ جن میں آزاد اور غلام بھی ہوتے۔

اطرافہ: ۹۸۲، ۱۷۱۰، ۵۵۵۱، ۵۵۵۲۔

تشریح: اَلنَّحْرُ فِي مَنْحَرِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِنًى: منیٰ کے میدان میں ہر جگہ قربانی کی جاسکتی ہے۔ جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے۔ آپؐ نے جمرہ اولیٰ میں مسجد کے قریب گائیں ذبح کیں۔ ابن التین سے مروی ہے کہ ذبح کرنے کے بعد آپؐ نے فرمایا: هٰذَا الْمَنْحَرُ وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ. یہ قربان گاہ ہے اور منیٰ کی ہر جگہ ہی قربان گاہ ہے۔ صحیح مسلم کی روایت میں جو حضرت جابرؓ سے مروی ہے؛ یہ الفاظ ہیں: نَحَرْتُ هٰهُنَا وَمِنًى كُلُّهَا مَنْحَرٌ فَانْحَرُوْا فِي رِحَالِكُمْ. (مسلم، كتاب الحج، باب ما جاء ان عرفة كلها موقف)

یعنی میں نے یہاں ذبح کیا ہے اور منیٰ سارے کا سارا مذبح ہے۔ اپنے اپنے ٹھکانوں میں ذبح کرلو۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خصوصیت کے پیش نظر مشارالیہ جگہ کا انتخاب نہیں فرمایا؛ جس سے یہ سمجھا جائے کہ جہاں آپؐ نے ذبح کیا سب کو وہاں ذبح کرنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فعل فرطِ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شوقِ اتباعِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تھا۔ اس لئے بعض کے نزدیک یہی افضل ہے کہ وہیں قربانی کی جائے۔ اسی طرف اشارہ کرنے کے لئے مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ دونوں نے عمرہ کرنے والے کے لئے مروہ مقام میں اور حاجی کے لئے منیٰ میں قربانی کرنا افضل قرار دیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۶۹۷) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۴۸) مقامِ اوّل الذکر کا نام حلِ مروہ ہے اور ثانی الذکر کا حلِ منیٰ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اجازت دے کر سہولت دی ہے اور تکلیف سے بچایا ہے۔

بَاب ۱۱۷ : مَنْ نَّحَرَ هَدْيَهُ بِيَدِهِ

جس نے اپنی قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کیا

۱۷۱۲ : حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ قَالَ وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا وَضَحَّى بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، مُخْتَصَرًا.

۱۷۱۲: سہل بن بکار نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، انہوں نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی اور حدیث کا اختصار سے ذکر کیا اور (آخر میں) کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے قربانی کی۔ سات اونٹنیاں جبکہ وہ کھڑی تھیں؛ ذبح کیں اور مدینہ میں دو چتکبرے سینگوں والے مینڈھے ذبح کئے۔

اطرافه: ۱۰۸۹، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۵۱، ۱۷۱٤، ۱۷۱۵، ۲۹۵۱، ۲۹۸٦۔

تشریح: مَنْ نَّحَرَ هَدْيَهُ بِيَدِهِ: اس باب کی روایت نمبر ۱۷۱۲ زیر باب ۱۱۹ روایت نمبر ۱۷۱۴ میں مفصل مذکور ہے۔ ذبح یا نحر چاہے اپنے ہاتھ سے کرے یا کسی دوسرے سے کروائے؛ دونوں باتیں جائز ہیں۔ بعض فقہاء نے اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۵۰) دعا کا موقع ملتا ہے اور طبیعت بھی ایک نیک اثر لیتی ہے۔

بَاب۱۱۸ : نَحْرُ الْإِبِلِ مُقَيَّدَةً

اونٹوں کوٹانگیں باندھ کرذبح کرنا

۱۷۱۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَتَى عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَنَاخَ بَدَنَتَهُ يَنْحَرُهَا قَالَ ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ يُوْنُسَ أَخْبَرَنِي زِيَادٌ.

۱۷۱۳: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُریع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے زیاد بن جبیر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے پاس آئے؛ جس نے اپنی قربانی کا اونٹ بٹھایا ہوا تھا کہ اسے ذبح کرے تو انہوں نے کہا کہ اسے کھڑا کر کے ٹانگیں باندھ دو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے۔ اور شعبہ نے یونس سے نقل کیا کہ زیاد نے بھی مجھے یہی خبر دی۔

تشریح: نَحْرُ الْاِبِلِ مُقَيَّدَةً: اونٹ باندھ کر اگر نحر کیا جائے تو اس میں سہولت ہے اور بدکنے کا ڈر نہیں ہے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بغیر باندھے اس کا نحر کرنا مکروہ قرار دیا ہے اور یہ سنت کے برخلاف ہے۔ عنوانِ باب میں لفظ مُقَيَّدَة کو نمایاں کیا گیا ہے؛ تا باب کے اصل مقصد کی طرف توجہ مبذول کی جائے۔

بَاب۱۱۹ : نَحْرُ الْبُدْنِ قَائِمَةً

قربانی کے اونٹوں کو کھڑے ہونے کی حالت میں ذبح کرنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا سُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا صَوَآفَّ (الحج:۳۷) قِيَامًا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (اس کو لازم پکڑو) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سورۂ حج میں جو صَوَاف آیا ہے اس کے معنی ہیں کہ کھڑے ہونے کی حالت میں۔

۱۷۱۴: حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي

۱۷۱۴: سہل بن بکار نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے

قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ فَبَاتَ بِهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ فَجَعَلَ يُهَلِّلُ وَيُسَبِّحُ فَلَمَّا عَلَا عَلَى الْبَيْدَاءِ لَبَّى بِهِمَا جَمِيْعًا فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَّحِلُّوْا وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ سَبْعَ بُدْنٍ قِيَامًا وَضَحَّى بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ.

ابوقلابہ سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو اور وہیں آپؐ نے رات گذاری اور جب صبح ہوئی تو آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور اہلال وتسبیح کرنے لگے۔ جب بیداء کی گھاٹی پر چڑھے تو آپؐ نے دونوں حج وعمرہ کا لبیک پکارا۔ جب مکہ میں داخل ہوئے تو لوگوں سے فرمایا کہ وہ احرام کھول ڈالیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے قربانی کے سات اونٹ ذبح کئے۔ ایسی حالت میں کہ وہ کھڑے تھے اور مدینہ میں دو چتکبرے سینگوں والے مینڈھے اپنے ہاتھ سے ذبح کئے۔

اطرافہ: ۱۰۸۹، ۱۵٤٦، ۱۵٤۷، ۱۵٤۸، ۱۵۵۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۵، ۲۹۵۱، ۲۹۸٦۔

۱۷۱۵: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِيْنَةِ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ.

۱۷۱۵: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے ابوقلابہ سے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعتیں پڑھیں اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعتیں۔

وَعَنْ أَيُّوْبَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ بَاتَ حَتَّى أَصْبَحَ فَصَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ الْبَيْدَاءَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ

اور انہوں نے ایوب سے اور ایوب نے ایک شخص سے، اس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ پھر اس کے بعد آپؐ نے (وہیں) رات گذاری۔ جب صبح ہوئی تو صبح کی نماز پڑھی۔ پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔

وَحَجَّةٍ.

یہاں تک کہ جب وہ بیداء کے مقام میں آپ کو لے کر پہنچی تو آپؐ نے حج اور عمرہ کا لبیک پکارا۔

اطرافہ: ۱۰۸۹، ۱۵٤٦، ۱۵٤۷، ۱۵٤۸، ۱۵۵۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱٤، ۲۹۵۱، ۲۹۸٦۔

تشریح: **نَحْرُ الْبُدْنِ قَائِمَةً:** احناف کے نزدیک قربانی کا جانور دونوں طرح ہی ذبح یا نحر کیا جا سکتا ہے۔ یعنی کھڑے کر کے یا بٹھا کر؛ برخلاف جمہور کہ ان کے نزدیک اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا مناسب ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۱۰ صفحہ۵۱) عنوان باب میں جو حوالہ حضرت ابن عباسؓ کے قول کا دیا گیا ہے۔ وہ قرآن مجید کے لفظ صواف سے مستنبط ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۱۰ صفحہ۵۱) اس حوالے سے امام بخاریؒ کی اپنی رائے کا اظہار ہے۔ یعنی قربانی کے اونٹوں کا کھڑے ہونے کی حالت میں نحر کرنا سنت ہے۔ مذکورہ بالا دونوں ابواب (نمبر۱۱۸ و ۱۱۹) کی روایتیں اس امر کی تائید میں ہیں۔

بَاب ۱۲۰: لَا يُعْطَى الْجَزَّارُ مِنَ الْهَدْيِ شَيْئًا

قربانی کی کوئی چیز قصاب کو (مزدوری میں) نہ دی جائے

۱۷۱٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ عَلَى الْبُدْنِ فَأَمَرَنِي فَقَسَمْتُ لُحُومَهَا ثُمَّ أَمَرَنِي فَقَسَمْتُ جِلَالَهَا وَجُلُودَهَا.

۱۷۱٦: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں خبر دی، کہا: (عبداللہ) بن ابی نجیح نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے مجاہد سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، عبدالرحمٰن نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تو میں قربانی کے اونٹوں کے پاس کھڑا رہا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا اور میں نے ان کے گوشت تقسیم کر دیئے۔ پھر آپؐ نے مجھے فرمایا تو میں نے ان کی جھولیں اور کھالیں بھی تقسیم کر دیں۔

اطرافہ: ۱۷۰۷، ۱۷۱٦م، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۲۲۹۹۔

۱۷۱٦م: قَالَ سُفْيَانُ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ

۱۷۱٦م: سفیان نے کہا: اور عبدالکریم نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے مجاہد سے، مجاہد نے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ

اللهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُوْمَ عَلَى الْبُدْنِ وَلَا أُعْطِيَ عَلَيْهَا شَيْئًا فِي جِزَارَتِهَا.

سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں قربانی کے اونٹوں کا انتظام کروں اور قصاب کی مزدوری ان میں سے کچھ نہ دوں۔

اطرافه: ۱۷۰۷، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۲۲۹۹.

تشریح: **لَا يُعْطَى الْجَزَّارُ مِنَ الْهَدْيِ شَيْئًا:** جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ ان ابواب میں قربانی کے احکام کی تفصیل ہے۔ عنوانِ باب سے مراد یہ ہے کہ بطور مزدوری قربانی کا گوشت، کھالیں دینا ممنوع ہے؛ نہ کہ مطلق گوشت بغرضِ استعمال۔ جیسا کہ مسلم اور ابوداؤد کی روایت کے الفاظ اَنْ لَّا اُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا شَيْئًا ☆ سے غلط فہمی ہوتی ہے۔ جس کا ازالہ دوسری روایت سے کیا گیا ہے جو سفیان ثوری ہی نے بروایت عبدالکریم بیان کی ہے۔ اس میں لفظ جِزَارَتِهَا ہے۔ یعنی ذبح کرنے کی مزدوری میں گوشت وغیرہ نہ دیا جائے۔

بَاب ۱۲۱: يُتَصَدَّقُ بِجُلُوْدِ الْهَدْيِ

قربانی کی کھالیں صدقہ میں دی جائیں

۱۷۱۷: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ وَعَبْدُ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيُّ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُمَا أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَّقُوْمَ عَلَى بُدْنِهِ وَأَنْ يَّقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لُحُوْمَهَا وَجُلُوْدَهَا وَجِلَالَهَا وَلَا يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا شَيْئًا.

۱۷۱۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حسن بن مسلم اور عبدالکریم جزری نے مجھے خبر دی۔ مجاہد نے ان دونوں کو بتایا۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ وہ آپؐ کے قربانی کے اونٹوں کا خیال رکھیں اور اونٹ سب کے سب تقسیم کردیں۔ یعنی ان کے گوشت ان کی کھالیں اور ان کی جھولیں اور قصاب کی مزدوری میں کوئی چیز نہ دیں۔

اطرافه: ۱۷۰۷، ۱۷۱۶، ۱۷۱۶م، ۱۷۱۸، ۲۲۹۹.

☆(مسلم، كتاب الحج، باب فى الصدقة بلحوم الهدى)(ابو داؤد، كتاب المناسك، باب كيف تنحر البدن)

تشریح: **يُتَصَدَّقُ بِجُلُوْدِ الْهَدْيِ:** بعض لوگ کھالوں کی قیمت قصاب کی مزدوری یا جانور کی قیمت میں وضع کر لیتے ہیں۔ یہ جائز نہیں۔ بعض فقہاء نے جواز کی صورتیں پیدا کی ہیں۔ مثلاً قصاب غریب ہو تو پوری مزدوری کے علاوہ اس کو بطور صدقہ یا ہدیہ کھال دے دینا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۰۲) مگر احتیاط کا پہلو یہی ہے کہ ایسا صدقہ یا ہدیہ ذبح کرنے کی مزدوری سے خلط ملط نہ کیا جائے۔ بعض فقہاء کھال بیچ کر اس کی قیمت صدقہ میں دینا جائز سمجھتے ہیں۔ مگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس فتویٰ کے خلاف ہیں۔ قَالَ مَنْ بَاعَ اَهَابَ اُضْحِيَتَهُ فَلَا اُضْحِيَةَ لَهُ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۵۳، ۵۴) یعنی جس نے اپنی قربانی کی کھال بیچی؛ اس کی کوئی قربانی نہیں۔

بَاب ۱۲۲: يُتَصَدَّقُ بِجِلَالِ الْبُدْنِ

قربانی کے اونٹوں کی جھولیں صدقہ میں دی جائیں

۱۷۱۸: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ بَدَنَةٍ فَأَمَرَنِي بِلُحُوْمِهَا فَقَسَمْتُهَا ثُمَّ أَمَرَنِي بِجِلَالِهَا فَقَسَمْتُهَا ثُمَّ بِجُلُوْدِهَا فَقَسَمْتُهَا.

۱۷۱۸: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ سیف بن ابی سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ابن ابی لیلیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے ایک سو اونٹوں کی قربانی کی۔ آپؐ نے مجھے ان کے گوشت کی نسبت فرمایا اور میں نے اسے تقسیم کر دیا۔ پھر آپؐ نے مجھ سے ان کی جھولوں کے لئے فرمایا اور میں نے وہ بھی تقسیم کر دیں۔ پھر ان کی کھالوں سے متعلق فرمایا تو میں نے وہ بھی تقسیم کر دیں۔

اطرافه: ۱۷۰۷، ۱۷۱٦، ۱۷۱٦م، ۱۷۱۷، ۲۲۹۹۔

تشریح: **يُتَصَدَّقُ بِجِلَالِ الْبُدْنِ:** اس باب کے عنوان اور مندرجہ بالا روایت سے سابقہ باب کے مضمون کی مزید تائید کی گئی ہے۔ (اس تعلق میں باب نمبر ۱۱۳ کی تشریح بھی دیکھئے) اس سے بھی احتیاط کا پہلو واضح ہے۔

بَاب۱۲۳

وَ إِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ۝ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِنْدَ رَبِّهِ (الحج: ۲۷-۳۱)

(سورۂ حج میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اور جب ہم نے ابراہیم کے لئے بیت اللہ کے مقام کی نشان دہی کی (اور حکم دیا) کہ تو کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرانا اور طواف کرنے والوں کو اور عبادت گذاروں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو پاک صاف رکھنا اور لوگوں میں حج کی منادی کر۔ وہ پا پیادہ اور ہر قسم کی تھکی ماندی سواری پر تیرے پاس آئیں گے۔ یہ سواریاں دور دراز راستوں سے تیرے پاس آئیں گے۔ تاوہ لوگ اپنے نفع بخش مقامات کو دیکھیں اور اللہ تعالیٰ کا نام حج کے مقررہ دنوں میں بلند کریں۔ ان جانوروں پر جو ہم نے ان کو عطاء کئے ہیں۔ پس تم ان کے گوشت خود بھی کھاؤ۔ تنگ دست اور محتاج کو کھلاؤ۔ پھر وہ (لوگ) میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کر دیں اور قدیم ترین بیت اللہ کا طواف کریں۔ یہ حکم ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے قابل احترام مقامات کی تعظیم کرے گا تو یہ بات اس کے رب کے حضور اس کے لے بہتر ہوگی۔

تشریح: عنوان باب میں سورہ حج کی آیت نمبر ۲۷ تا ۳۱ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان آیات میں قربانیوں کے تعلق میں مندرجہ ذیل امور کا ذکر ہے: اوّل اللہ تعالیٰ کا نام لے کر انہیں ذبح کیا جائے۔ دوم قربانی کا گوشت خود بھی کھائیں اور محتاجوں کو بھی کھلائیں۔ سوم اپنے بدن سے میل کچیل دور کریں اور بال اور ناخن کٹائیں۔ چہارم اپنی نذریں پوری کریں۔ پنجم بیت اللہ کا طواف کریں (جو طواف وداع کے نام سے مشہور ہے۔)

یہ پانچ باتیں خلاصہ ہیں؛ مذکورہ بالا آیات کا۔ نیز اگلا باب بھی اسی کی تشریح میں قائم کیا گیا ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ کس قسم کی قربانی کا گوشت کھایا جائے اور کس قسم کا نہ کھایا جائے۔ (دیکھئے باب نمبر ۱۲۴)

بَاب ١٢٤ : وَمَا يُؤْكَلُ مِنَ الْبُدْنِ وَمَا يُتَصَدَّقُ

قربانی کے جانوروں سے کیا کچھ کھایا جائے، کیا صدقہ میں دیا جائے

وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالنَّذْرِ وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوَى ذَلِكَ. وَقَالَ عَطَاءٌ يَأْكُلُ وَيُطْعِمُ مِنَ الْمُتْعَةِ.

اورعبیداللہ نے کہا: نافع نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی: (احرام میں) شکار شدہ جانور کے فدیہ اور نذر سے نہ کھایا جائے اوران کے ماسوا سے کھایا جائے۔ اورعطاء نے کہا کہ تمتع کی قربانی سے خود بھی کھائے اور کھلائے۔

١٧١٩: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ كُنَّا {لَا ☆} نَأْكُلُ مِنْ لُحُوْمِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلَاثِ مِنًى فَرَخَّصَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا فَأَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَقَالَ حَتَّى جِئْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ لَا.

اطرافه: ٢٩٨٠، ٥٤٢٤، ٥٥٦٧.

۱۷۱۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے روایت کی کہ عطاء نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: منیٰ میں ہم تین دن سے زیادہ اپنے قربانی کے اونٹ کا گوشت نہیں☆ کھایا کرتے تھے۔ نبی ﷺ نے ہمیں اجازت دی اور فرمایا: کھاؤ اور بطور زادِراہ بھی لے لو تو ہم نے کھایا اور بطور زادِراہ لے لیا۔ (ابن جریج کہتے تھے:) میں نے عطاء سے کہا: کیا آپؐ نے یہ فرمایا کہ اس وقت تک کھائیں کہ ہم مدینہ میں پہنچیں۔ انہوں نے کہا: نہیں۔

١٧٢٠: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى قَالَ حَدَّثَتْنِي عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ

۱۷۲۰: خالد بن مخلد نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: یحییٰ (بن سعید انصاری) نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ عمرہ نے مجھ سے بیان کیا۔ کہتی تھیں کہ میں نے حضرت عائشہ

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ "لَا نَأْكُلُ" ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ حاشیہ صفحہ ۷۰۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ وَلَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ حَتَّى إِذَا دَنَوْنَا مِنْ مَّكَّةَ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يَحِلُّ. قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هَذَا فَقِيْلَ ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ. قَالَ يَحْيَى فَذَكَرْتُ هَذَا الْحَدِيْثَ لِلْقَاسِمِ فَقَالَ أَتَتْكَ بِالْحَدِيْثِ عَلَى وَجْهِهِ.

رضی اللہ عنہا سے سنا۔ وہ کہتی تھیں: ذی القعدہ میں ابھی پانچ دن باقی تھے کہ ہم (مدینہ سے) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے اور ہمارا ابھی خیال تھا کہ حج ہوگا۔ جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں جب وہ بیت اللہ کا طواف (اور صفا و مروہ کی سعی) کر لے تو احرام کھول کر آزاد ہو جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ قربانی کے دن ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا۔ میں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ تو کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے قربانی کی ہے۔ یحییٰ نے کہا: میں نے قاسم (بن محمد) سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: عمرہ نے یہ حدیث ٹھیک طور پر تم سے بیان کی ہے۔

اطرافه: ۲۹٤، ۳۰۵، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱۵۱٦، ۱۵۱۸، ۱۵۵٦، ۱۵٦۰، ۱۵٦۱، ۱۵٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦۵۰، ۱۷۰۹، ۱۷۳۳، ۱۷۵۷، ۱۷٦۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹۵۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹۵، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ۵۳۲۹، ۵۵٤۸، ۵۵۵۹، ٦۱۵۷، ۷۲۲۹۔

تشریح: **مَا يُؤْكَلُ مِنَ الْبُدْنِ وَمَا يُتَصَدَّقُ:** بعض ائمہ اور فقہاء نے سوال اٹھایا ہے کہ کس قسم کی قربانی کا گوشت کھایا جائے اور کس قسم کا نہ کھایا جائے؟ جمہور (یعنی مالکی، احناف اور حنابل) کے نزدیک صدقہ اور کفارہ کی قربانی کا گوشت خود استعمال کرنا جائز نہیں اور بعض نے اجازت دی ہے۔ اس ضمن میں فقہاء نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ اگر مناسک حج میں سے بعض قابل عمل ضروری باتیں رہ جائیں یا جو باتیں کرنے کی نہیں ہیں؛ وہ کر لی جائیں تو اس صورت میں اس کوتاہی پر کیا تعزیر ہوگی۔ اس کے لئے انہوں نے کفارہ تجویز کیا ہے۔ بصورتِ قربانی ہو یا مساکین کو کھلائے یا روزے رکھے اور اگر غیر واجب امور ترک ہو جائیں تو اس میں کفارہ اختیاری ہے۔ غرض یہ وہ اختلافی باتیں ہیں جن کے پیش نظر مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۰۴)

حضرت ابن عمرؓ کی روایت کا حوالہ دے کر بتایا ہے کہ قربانی کرنے والا قربانی کے جانور کا گوشت کھا سکتا ہے؛ سوائے

اس جانور کے گوشت کے جو نذر، فدیہ یا شکارحرم کے بدلہ میں ذبح کیا جائے اور عطاء بن ابی رباحؒ کا حوالہ بھی اسی صورت جواز کی تائید میں نقل کیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک ایسی قربانی سے بھی جو بطور کفارہ ہو؛ کھا سکتا ہے۔ ان کا حوالہ مسند عبدالرزاق میں منقول ہے اوران سے یہ بھی منقول ہے کہ چاہے کھائے یا نہ کھائے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۳صفحہ۷۰۴،۷۰۵۔ نیز عمدۃ القاری جزء۱۰صفحہ۵۶)

بَاب ۱۲۵ : اَلذَّبْحُ قَبْلَ الْحَلْقِ

سرمنڈوانے سے پہلے ذبح کیا جائے

۱۷۲۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ زَاذَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّنْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَّذْبَحَ وَنَحْوِهِ فَقَالَ لَا حَرَجَ لَا حَرَجَ.

۱۷۲۱: محمد بن عبداللہ بن حوشب نے ہم سے بیان کیا کہ ہشیم نے ہمیں بتایا۔ منصور بن زاذان نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عطاء (بن ابی رباح) سے، عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا؛ جس نے ذبح کرنے وغیرہ سے پہلے سر منڈوایا تو آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ کوئی حرج نہیں۔

اطرافه: ۸٤، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۳٤، ۱۷۳٥، ٦٦٦٦۔

۱۷۲۲ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زُرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ لَا حَرَجَ قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ لَا حَرَجَ قَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ لَا

۱۷۲۲: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ ابوبکر (بن عیاش) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عبدالعزیز بن رُفیع سے، عبدالعزیز نے عطاء سے، عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے کہا: رمی سے پہلے میں نے طوافِ زیارت کیا ہے۔ فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ اس نے کہا: میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوالیا ہے۔

حَرَجَ.

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيْمِ الرَّازِيُّ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ الْقَاسِمُ ابْنُ يَحْيَى حَدَّثَنِي ابْنُ خُثَيْمٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عَفَّانُ أُرَاهُ عَنْ وُهَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ وَعَبَّادِ ابْنِ مَنْصُوْرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔اس نے کہا: میں نے رمی سے پہلے ذبح کرلیا ہے۔فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

اورعبدالرحیم رازی نے ابن خُثَیم سے نقل کیا کہ عطاء نے مجھے خبر دی۔انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے،انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی اور قاسم بن یحییٰ نے کہا: ابن خُثَیم نے مجھ سے بیان کیا۔انہوں نے عطاء سے، انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے، حضرت ابن عباسؓ نے نبی ﷺ سے۔اورعفان (بن مسلم صفار) نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ یہ روایت وہیب سے منقول ہے۔(انہوں نے کہا:) ابن خُثَیم نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے سعید بن جبیر سے،انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔اورحماد نے کہا کہ قیس بن سعد اورعباد بن منصور سے مروی ہے۔ان دونوں نے عطاء سے، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے،حضرت جابرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

اطرافه: ٨٤، ١٧٢١، ١٧٢٣، ١٧٣٤، ١٧٣٥، ٦٦٦٦.

١٧٢٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ فَقَالَ لَا حَرَجَ قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ

۱۷۲۳: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالاعلیٰ نے ہمیں بتایا۔خالد نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے عکرمہ سے،عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔انہوں نے کہا: نبی ﷺ سے کسی نے پوچھا، کہا: میں نے بعد مغرب رمی کی ہے۔آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔اس نے کہا: میں نے قربانی کرنے سے

أَنْحَرَ قَالَ لَا حَرَجَ.

پہلے سرمنڈوالیا ہے۔آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

اطرافه: ٨٤، ١٧٢١، ١٧٢٢، ١٧٣٤، ١٧٣٥، ٦٦٦٦.

١٧٢٤: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ أَحَجَجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحْسَنْتَ انْطَلِقْ فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِّنْ نِّسَاءِ بَنِي قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ النَّاسَ حَتَّى خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَذَكَرْتُهُ لَهُ فَقَالَ إِنْ نَّأْخُذْ بِكِتَابِ اللهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ وَإِنْ نَّأْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى بَلَغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ.

۱۷۲۴: عبدان نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ (عثمان) نے مجھے بتایا۔انہوں نے شعبہ سے، انہوں نے قیس بن مسلم سے، قیس نے طارق بن شہاب سے، طارق نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وقت پہنچا؛ جب آپؐ بطحاء میں تھے تو آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے حج کی نیت کی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: احرام باندھتے وقت تم نے لبیک میں کیا پکارا تھا۔ میں نے کہا: میں بھی اس پکار کے ساتھ لبیک کہتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کی پکار ہے۔آپؐ نے فرمایا: خوب کیا۔ بیت اللہ، صفا و مروہ کا طواف کرلو۔ پھر میں بنی قیس کی عورتوں میں سے ایک عورت کے پاس گیا۔اس نے میرے سر سے جوئیں نکالیں۔ پھر میں نے حج کا احرام باندھا اور میں نے لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت تک اسی کا فتویٰ دیا تھا اور میں نے اس کا ان سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ اگر ہم کتاب اللہ پر عمل کریں تو وہ ہمیں حج اور عمرہ پورے کرنے کا حکم دیتی ہے اور اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کریں تو رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا؛ جب تک کہ قربانی اپنی جگہ پر پہنچ گئی۔(دونوں ایک ہی ہیں۔)

اطرافه: ١٥٥٩، ١٥٦٥، ١٧٩٥، ٤٣٤٦، ٤٣٩٧.

تشریح: **اَلذَّبْحُ قَبْلَ الْحَلْقِ:** اس باب میں چار مستند روایتیں اور چار حوالہ جات نقل کئے گئے ہیں۔جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مناسک حج میں سے بعض احکام کی تعمیل بلحاظِ ترتیب آگے پیچھے ہوگئی ہے اور بعض میں فروگذاشت ہوگئی ہے اور حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: لَا حَـرَجَ – کوئی حرج نہیں۔ جو بات رہ گئی ہے وہ اَب کر لی جائے۔ آیت محولہ زیر باب۱۲۳ میں جو ترتیب مذکورہ ہے، اس میں ارشاد باری تعالیٰ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ (الحج:۳۰) قربانی کے بعد قابل تعمیل ہے۔اس ارشاد کو مدنظر رکھ کر باب کا عنوان اَلذَّبْحُ قَبْلَ الْحَلْقِ قائم کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جن روایات میں لَا حَرَجَ کا ارشاد مروی ہے،اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ترتیب مذکورہ عمداً ترک کی جائے۔قربانی کے تین دنوں کو ایام التشریق کہتے ہیں اور ان ایام میں چار کام کرنے پڑتے ہیں۔ رمی،قربانی،حلق یا قصر (سرمنڈوانا یا بال کتروانا) اور بیت اللہ کا طواف جو طوافِ زیارت کے نام سے موسوم ہے۔یہ کام اگر آگے پیچھے ہو جائیں تو جمہور کے نزدیک کوئی حرج نہیں؛ مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سنت نبویہ میں ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور اگر نہیں رکھی گئی تو کفارہ لازم آتا ہے۔(عمدۃ القاری جزء۱۰صفحہ۵۹) اس قسم کے اختلافات کے پیش نظر جو باب قائم کیا گیا ہے؛ اس سے امام بخاریؒ امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے مؤید معلوم ہوتے ہیں اور انہوں نے اپنے نقطہ نظر کی تائید میں چار حوالے نقل کئے ہیں۔ پہلا حوالہ (یعنی وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيمِ الرَّازِيُّ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ......) طبرانی[1] کا ہے جس میں طُفْتُ بِالْبَيْتِ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ کے الفاظ ہیں۔یعنی میں نے رمی سے قبل طواف کیا ہے۔ یہ حوالہ روایت نمبر۱۷۲۲ کے مطابق ہے۔دوسرا حوالہ (یعنی وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَ......) ہے۔تیسرا حوالہ (یعنی وَقَالَ عَفَّانُ......) مسند احمد بن حنبل[2] کا ہے جس سے ظاہر ہے کہ کئی اشخاص نے سوالات کئے۔ایک نے کہا: حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ. اور دوسرے نے کہا: ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ أَرْمِي. یہ تینوں حوالے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں۔ چوتھا حوالہ (یعنی وَقَالَ حَمَّادٌ......) حضرت جابرؓ کی ایک روایت کا ہے۔سند کی کچھ تبدیلی کے ساتھ یہ روایت ابن ماجہ[3] نے بھی نقل کی ہے۔اس میں بھی متعدد اشخاص کے سوال کرنے کا ذکر ہے۔ایک نے ذبح کرنے سے قبل حلق کیا اور دوسرے نے رمی سے پہلے ذبح کر لیا اور آپؐ نے سب کو یہی جواب دیا کہ لَا حَـرَجَ. مذکورہ بالا تین حوالوں کے بعد دو روایتیں بھی نقل کی گئی ہیں۔ایک حضرت ابن عباسؓ اور دوسری حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی۔جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت الرسولؐ کے مطابق عمل کرنا زیادہ مناسب ہے۔(اس تعلق میں دیکھئے باب۱۰۴) مذکورہ بالا حوالوں سے مسئلہ معنونہ کی پوری وضاحت ہوتی ہے۔

---

[1] (المعجم الكبير للطبرانى، ما أسند عبد الله بن عباس، جزء۱۱صفحہ۱۷۸،روایت نمبر۱۱۴۱۷)

[2] (مسند احمد بن حنبل، مسند بنى هاشم، مسند عبد الله بن العباس، جزءاوّل صفحہ۲۹۱)

[3] (ابن ماجه، كتاب المناسک، باب من قدم نسكا قبل نسک)

بَاب ۱۲۶ : مَنْ لَبَّدَ رَأْسَهُ عِنْدَ الْإِحْرَامِ وَ حَلَقَ

احرام باندھتے وقت جس نے اپنے سر کے بال جما لیے اور احرام کھولتے وقت سر منڈ وایا

۱۷۲۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ إِنِّي لَبَّدْتُّ رَأْسِي وَقَلَّدْتُّ هَدْيِيْ فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ.

۱۷۲۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر سے، حضرت ابن عمر نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! لوگوں کو کیا ہوا کہ انہوں نے عمرہ کر کے احرام کھول ڈالا اور آپؐ نے اپنے عمرہ کا ابھی احرام نہیں کھولا؟ تو آپؐ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بال جما لئے تھے اور قربانی کے جانوروں کے گلے میں ہار ڈال دیا تھا تو میں اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا جب تک کہ ذبح نہ کرلوں۔

اطرافه: ١٥٦٦، ١٦٩٧، ٤٣٩٨، ٥٩١٦.

تشریح: مَنْ لَبَّدَ رَأْسَهُ عِنْدَ الْاِحْرَامِ: تلبید کے معنی بال گوند وغیرہ سے جمانا تا گرد وغبار سے محفوظ رہیں۔ اس سے بال نہیں بکھرتے اور نہ جوئیں پڑتی ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۶۱)

قِران کی صورت میں قربانی سے فارغ ہونے پر بال منڈوائے اور ناخن تراشے جاتے ہیں۔ عمرہ کا احرام کھولنا یہ حلق (بال منڈوانا) اور تقلیم (ناخن کٹوانا) اُن کے لئے ہے جو قربانی نہ لائے ہوں۔ (دیکھئے باب نمبر ۳۴) تلبید کے متعلق ائمہ نے سوال اٹھایا ہے کہ آیا اس میں حلق ہے یا قصر۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلق ضروری ہے۔ بموجب آیت مُحَلِّقِيْنَ رُؤُوْسَكُمْ (الفتح:۲۸) جمہور کے نزدیک ضروری نہیں۔ اسی اختلاف کا حل مدنظر ہے۔ حلق اور قصر دونوں کئے جا سکتے ہیں۔

بَاب ۱۲۷ : اَلْحَلْقُ وَ التَّقْصِيْرُ عِنْدَ الْإِحْلَالِ

احرام کھولتے وقت سر منڈوانا اور بال کتروانا

۱۷۲۶: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ نَافِعٌ كَانَ

۱۷۲۶: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب بن ابی حمزہ نے ہمیں خبر دی۔ نافع نے کہا: حضرت

ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَلَقَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ.

اطرافه: ١٧٢٩، ٤٤١٠، ٤٤١١.

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں سر منڈوایا۔

١٧٢٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ وَالْمُقَصِّرِيْنَ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي نَافِعٌ رَحِمَ اللهُ الْمُحَلِّقِيْنَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ. قَالَ وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ وَقَالَ فِي الرَّابِعَةِ وَالْمُقَصِّرِيْنَ.

١٧٢٧: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم کر۔ انہوں نے کہا: بال کتروانے والوں پر۔ یا رسول اللہ۔ فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم کر۔ انہوں نے کہا: اور بال کتروانے والوں پر بھی یا رسول اللہ۔ فرمایا: اور بال کتروانے والوں پر بھی۔ اور لیث نے کہا: نافع نے مجھ سے بیان کیا کہ (آپؐ نے) رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ (یعنی اے اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم کر) ایک دفعہ یا دو دفعہ فرمایا اور عبیداللہ نے کہا کہ نافع نے مجھ سے بیان کیا کہ آپؐ نے چوتھی بار فرمایا: وَالْمُقَصِّرِيْنَ. (یعنی اور بال کتروانے والوں پر بھی)

١٧٢٨: حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ ابْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا

١٧٢٨: عیاش بن ولید نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن فضیل نے ہمیں بتایا کہ عمارہ بن قعقاع نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوزرعہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش۔ صحابہ نے کہا: اور بال کتروانے والوں

وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ.

کو بھی۔ فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخش۔ انہوں نے کہا: اور بال کتروانے والوں کو بھی۔ آپؐ نے (سر منڈوانے والوں کے لیے) تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا: بال کتروانے والوں کو بھی۔

۱۷۲۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ قَالَ حَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ.

اطرافه: ۱۷۲٦، ٤٤١٠، ٤٤١١.

۱۷۲۹: عبداللہ بن محمد بن اسماء نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ بن اسماء نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کے صحابہ میں سے ایک گروہ نے سر منڈوایا اور ان میں سے بعض نے بال کتروائے۔

۱۷۳۰: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مُّعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ.

۱۷۳۰: ابو عاصم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن جریج سے، انہوں نے حسن بن مسلم سے، حسن نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباسؓ سے، حضرت ابن عباسؓ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال ایک بڑی قینچی سے کترے۔

تشریح: **اَلْحَلْقُ وَالتَّقْصِيْرُ عِنْدَ الْإِحْلَالِ:** حلق یا تقصیر کے بارہ میں ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ آیا یہ مناسک حج میں سے ہیں یا مباحات میں سے یعنی ایسے امور جن کا کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ مناسک حج میں سے ہے۔ جس کی طرف امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں عِنْدَ الْإِحْلَالِ کے الفاظ سے اشارہ کیا ہے۔ یعنی احرام کھولنے پر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بھی ظاہر ہے کہ آپؐ نے حج کی قبولیت میں حلق یا قصر دونوں کو شامل فرمایا ہے۔ دعا کا تعلق ثواب سے ہے اور ثواب عبودیت پر ہوتا ہے۔ اگر یہ صورت صرف مباح ہوتی تو مباحات میں ایک مباح شے کو دوسری مباح شے پر فضیلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ظاہر ہے کہ حلق کو قصر پر فضیلت ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۰۹)

ابن اثیر نے اپنی تصنیف النہایہ میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا واقعۂ حلق اور قصر کا تعلق صلح حدیبیہ کے موقع سے ہے۔ عربوں میں قصر پسند کیا جاتا اور حلق نہیں۔ اس لئے جنہوں نے حلق کیا؛ انہوں نے تعمیل حکم کا ثبوت انشراح صدر سے دیا۔ امام ابن حجرؒ نے یہ تاویل ردّ کی ہے اور بتایا ہے کہ عمرہ میں قصر اور حج میں حلق مستحب تھا اور اس بارہ میں خطابی کا قول نقل کیا ہے۔ جس سے ابن اثیر کے قول عدم انشراحِ صدر کی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ جیسا کہ خطابی نے عربوں کے رواج کی تصریح کی ہے؛ اس کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی ان کے ہاں بال چھوڑنے کو پسند کیا جاتا ہے۔ (فتح الباری جزء۳صفحہ۷۱۲)

امام بخاریؒ کے نزدیک محولہ بالا دعا کا تعلق حجۃ الوداع سے ہے؛ نہ کہ صلح حدیبیہ سے۔ بے شک حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں حجۃ الوداع کا ذکر نہیں، نہ صلح حدیبیہ کا؛ جس کے بعد وہ مسلمان ہوئے ہیں۔ مگر روایت نمبر ۱۷۲۸ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روایت بالمعنی ہے۔ (فتح الباری جزء۳صفحہ۷۱۱) لیکن حضرت ابن عمرؓ کی روایت جو باب کی پہلی روایت ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں سر منڈوایا۔ آپؐ نے ہجرت کے بعد یہی ایک حج کیا تھا جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ روایت نمبر ۱۷۲۶ ایک دوسری سند سے بھی نقل کی گئی ہے۔ اس میں ہے کہ بعض نے حلق کیا اور بعض نے قصر اور آپؐ نے دعا کی۔ (مسلم، کتاب الحج، باب تفضیل الحلق علی التقصیر) دونوں روایات (نمبر ۱۷۲۶، ۱۷۲۷) کو ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حجۃ الوداع میں ہی ہوا ہے۔ اس باب کی چوتھی روایت جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے؛ امام موصوف نے کتاب المغازی میں بھی بسند موسیٰ بن عقبہ نقل کی ہے۔ اس میں ان الفاظ سے صراحت ہے کہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَلَقَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَأُنَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ. (روایت نمبر ۴۴۱۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہؓ نے حلق کیا اور بعض نے قصر۔ پانچویں روایت حضرت ابن عباسؓ بسند ابن جریج نقل کی گئی ہے۔ اس میں حضرت معاویہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال قینچی سے چھوٹے کرانے کا ذکر ہے۔ یہ واقعہ حدیبیہ کا ہے۔ پہلی اور یہ روایت آپس میں متضاد نہیں؛ بلکہ درحقیقت دو مختلف موقعوں سے متعلق ہیں۔ ایک حجۃ الوداع کا موقع جب آپؐ نے حلق کیا اور دوسرا موقع حدیبیہ کا؛ جہاں آپؐ عمرہ سے روکے گئے اور آپؐ نے قربانی کرنے کے بعد بال کتروائے۔

خلاصہ یہ کہ عنوانِ باب کا مضمون واضح ہے۔ احرام کی حالت سے نکلنے کے وقت حلق یا قصر کیا جاتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔ (فتح الباری جزء۳صفحہ۷۱۱تا۷۱۴) (عمدۃ القاری جزء۱۰صفحہ۶۲) قرآن کریم میں دونوں باتوں کا ذکر ہے۔ فرماتا ہے: لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ آمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُؤُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ. (الفتح:۲۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے دونوں پر عمل کیا اور ارشادِ باری تعالیٰ وَلَا تَحْلِقُوْا رُؤُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ. (البقرۃ:۱۹۷) سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ حلق علامت ہے احلال یعنی احرام کی حالت سے نکلنے کی اور اس لئے یہ مناسک حج میں سے ہے۔ فقہاء نے اس ضمن میں یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ بال کس قدر منڈوائے یا کتروائے جائیں۔ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک سارے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک چوتھائی کافی ہیں۔ (فتح الباری جزء۳صفحہ۷۱۳) یہ اختلاف بھی امام موصوفؒ کے مدنظر ہے۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں۔

بَاب۱۲۸: تَقْصِيْرُ الْمُتَمَتِّعِ بَعْدَ الْعُمْرَةِ

عمرہ کے بعد تمتع کرنے والے کا بال کتروانا

۱۷۳۱: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَّطُوْفُوْا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يَحِلُّوْا وَيَحْلِقُوْا أَوْ يُقَصِّرُوْا.

۱۷۳۱: محمد بن ابی بکر نے ہم سے بیان کیا کہ فضیل بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ موسیٰ بن عقبہ نے ہم سے بیان کیا۔ کریب نے مجھے خبر دی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ وہ بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کریں۔ پھر احرام کھول دیں اور سر منڈوائیں یا بال کتروائیں۔

اطرافه: ١٥٤٥، ١٦٢٥۔

تشریح: تَقْصِيْرُ الْمُتَمَتِّعِ بَعْدَ الْعُمْرَةِ: بَعْدَ الْعُمْرَةِ سے مراد یہ ہے کہ عمرہ کر کے احرام کھولنے پر۔ عنوانِ باب سے اختلاف کی طرف اشارہ ہے جو علماء کے درمیان حج اور عمرہ میں حلق یا قصر سے متعلق ہوا ہے۔ یعنی جو شخص پہلی بار حج یا عمرہ کرے تو حلق کرے یا حج میں حلق ہو اور عمرہ میں قصر۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ٦٧) مگر مستند احادیث سے یہ امر اختیاری ہے اور حالات کے ماتحت۔

بَاب۱۲۹: اَلزِّيَارَةُ يَوْمَ النَّحْرِ

قربانی کے دن (دسویں ذوالحج کو) طوافِ زیارت کرنا

وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزِّيَارَةَ إِلَى اللَّيْلِ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي حَسَّانَ عَنِ ابْنِ

اور ابوزبیر نے حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے نقل کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طوافِ زیارت میں اتنی دیر کی کہ رات ہوگئی اور ابوحسان سے مذکور ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُوْرُ الْبَيْتَ أَيَّامَ مِنًى.

رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ کے دنوں میں بیت اللہ کا طوافِ زیارت کیا کرتے تھے۔

۱۷۳۲: وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ طَافَ طَوَافًا وَّاحِدًا ثُمَّ يَقِيْلُ ثُمَّ يَأْتِي مِنًى يَعْنِي يَوْمَ النَّحْرِ. وَرَفَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ.

۱۷۳۲: اور ابونعیم نے ہم سے بیان کیا۔ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے، انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے بیت اللہ کا ایک ہی طواف (طوافِ زیارت) کیا۔ پھر قیلولہ کرتے۔ پھر منیٰ میں آتے یعنی قربانی کے دن۔ اور عبدالرزاق نے یہ حدیث مرفوع بیان کی۔ (کہا:) عبیداللہ نے ہمیں خبر دی۔

۱۷۳۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ حَجَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَفَضْنَا يَوْمَ النَّحْرِ فَحَاضَتْ صَفِيَّةُ فَأَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا مَا يُرِيْدُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّهَا حَائِضٌ قَالَ حَابِسَتُنَا هِيَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ أَفَاضَتْ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ اخْرُجُوْا. وَيُذْكَرُ عَنِ الْقَاسِمِ وَعُرْوَةَ وَالْأَسْوَدِ

۱۷۳۳: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ جعفر بن ربیعہ سے مروی ہے۔ انہوں نے اعرج سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے حج کیا اور قربانی کے دن واپس آ کر طواف کیا۔ حضرت صفیہؓ کو حیض آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے چاہا جو مرد اپنی بیوی سے چاہتا ہے تو میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ حائضہ ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: کیا وہ ہمیں (کوچ سے) روکے رکھیں گی؟ اہل بیت نے کہا: یارسول اللہ! وہ قربانی کے دن طوافِ زیارت کر چکی ہیں۔ فرمایا: تو کوچ کرو۔ قاسم، عروہ اور اسود سے مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَفَاضَتْ صَفِيَّةُ يَوْمَ النَّحْرِ. روایت ہے۔ (انہوں نے کہا:) حضرت صفیہؓ نے قربانی کے دن طوافِ زیارت کر لیا تھا۔

اطرافه: ۲۹٤، ۳۰۵، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱۵۱٦، ۱۵۱۸، ۱۵۵٦، ۱۵٦۰، ۱۵٦۱، ۱۵٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦۵۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۵۷، ۱۷٦۲، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹۵۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹۵، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ۵۳۲۹، ۵۵٤۸، ۵۵۵۹، ٦۱۵۷، ۷۲۲۹.

تشریح: **اَلزِّيَارَةُ يَوْمَ النَّحْرِ:** دس ذوالحج کو جو قربانی کا پہلا دن ہے؛ بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے؛ جسے طواف الزیارت کہتے ہیں۔ اس کا نام طوافِ افاضہ اور طواف الصدر اور طواف الرکن بھی ہے۔ افاضہ اور صدر کے الفاظ ہم معنی ہیں۔ یعنی نکلنا یا لوٹنا۔

عنوانِ باب میں ابوالزبیر اور حضرت ابن عباسؓ کا جو حوالہ دیا گیا ہے؛ اس سے متعلق ابوداؤدؒ[1] ترمذیؒ[2] اور امام احمد بن حنبلؒ[3] نے روایتیں نقل کی ہیں۔ یہ روایات حضرت ابن عمرؓ اور حضرت جابرؓ[4] کی روایتوں کے خلاف ہیں؛ جن سے صراحت ہوتی ہے کہ قربانی کے روز دن کے وقت طواف کیا گیا۔ تیسرا حوالہ ابوحسان مسلم بن عبداللہ عدوانی کا ہے جو طبرانی[5] میں منقول ہے۔

امام بخاریؒ اس طرف اشارہ کر کے بتانا چاہتے ہیں کہ طواف خواہ رات کو ہو، خواہ دن کو؛ شرط یہی ہے کہ قربانی کے روز ہی کیا جائے۔ روایت نمبر ۱۷۳۳ سے بھی یہی ثابت کرنا مقصود ہے۔ حضرت صفیہؓ سے متعلق اہل بیت اور حضرت عائشہؓ کا بیان کہ أَفَاضَتْ يَوْمَ النَّحْرِ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو علم تھا کہ قربانی کے دن یہ طوافِ افاضہ یا زیارت کیا جاتا تھا۔ اس روایت کے آخر میں قاسم کی روایت کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابوسلمہ راوی اس میں منفرد نہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۱۷) اس تعلیق میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ طوافِ زیارت امام مالکؒ کے نزدیک واجب نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۷۰)

---

[1] (ابوداؤد، كتاب المناسك، باب الإفاضة فى الحج)
[2] (ترمذی، كتاب الحج، باب ما جاء فى طواف الزيارة بالليل)
[3] (مسند احمد بن حنبل، مسند بنى هاشم، مسند عبد الله بن العباس، جزء اوّل صفحہ ۲۸۸)
[4] (مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبى ﷺ)
[5] (المعجم الكبير للطبرانى، ما أسند عبد الله بن عباسؓ، روایت نمبر ۱۲۹۰۴ جزء ۱۲ صفحہ ۲۰۵)

بَاب ١٣٠

إِذَا رَمَى بَعْدَ مَا أَمْسَى أَوْ حَلَقَ قَبْلَ أَنْ يَّذْبَحَ نَاسِيًا أَوْ جَاهِلًا

شام ہوچکنے کے بعد جب کوئی رمی کرے یا ذبح کرنے سے پہلے سرمنڈا لے؛ بھول کر یا ناواقفی سے

١٧٣٤: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لَهُ فِي الذَّبْحِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْيِ وَالتَّقْدِيْمِ وَالتَّأْخِيْرِ فَقَالَ لَا حَرَجَ.

۱۷۳۴: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ (عبداللہ) بن طاؤس نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذبح کرنے، سرمنڈانے، رمی اور ان میں سے کسی بات کو آگے پیچھے کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

اطرافه: ٨٤، ١٧٢١، ١٧٢٢، ١٧٢٣، ١٧٣٥، ٦٦٦٦۔

١٧٣٥: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى فَيَقُوْلُ لَا حَرَجَ فَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ وَقَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ فَقَالَ لَا حَرَجَ.

۱۷۳۵: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا۔ خالد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ سے قربانی کے دن منیٰ میں مسئلے پوچھے جاتے تو آپؐ فرماتے: کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے آپؐ سے دریافت کیا۔ کہا: میں نے ذبح کرنے سے پہلے سرمنڈا لیا ہے۔ فرمایا: ذبح کر لے کوئی حرج نہیں اور انہوں نے کہا: شام ہوجانے کے بعد میں نے رمی کی۔ تو آپؐ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

اطرافه: ٨٤، ١٧٢١، ١٧٢٢، ١٧٢٣، ١٧٣٤، ٦٦٦٦۔

تشریح: اِذَا رَمَى بَعْدَ مَا اَمْسَى...... نَاسِيًا اَوْ جَاهِلًا: مناسک حج میں سے کوئی عمل آگے پیچھے ہوجائے؛ بھول کر یا ناواقفیت سے تو فقہاء نے ایسی کوتاہی پر سوال اُٹھایا ہے کہ آیا کوئی کفارہ یا فدیہ دینا

ہوگا یا نہیں؟ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حج وغیرہ کی عبادتوں میں ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری ہے؛ ورنہ فدیہ لازم آئے گا۔ مگر امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اہل حدیث کے نزدیک فدیہ کوئی نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۷۱،۷۲) اسی اختلاف کے پیش نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ باب کا عنوان الفاظ نَاسِيًا اَوْ جَاهِلًا سے قائم کرنے کے بعد باب نمبر ۱۳۱ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کا ذکر ہے؛ جو باب نمبر ۱۲۵ میں گذر چکا ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فدیہ دینے کا حکم نہیں دیا۔ امام ابوحنیفہؒ کا استدلال مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ ہی سے ہے کہ لَا حَرَجَ کے فقرہ کا تعلق ناواقفیت سے ہے۔ علم ہونے کے بعد مناسکِ حج کی ترتیب ملحوظ رکھنا قابل کفارہ ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے معنونہ مسئلہ سے متعلق اپنی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا۔

بَاب ۱۳۱: اَلْفُتْيَا عَلَى الدَّابَّةِ عِنْدَ الْجَمْرَةِ

جمرہ کے پاس سواری پر بیٹھے ہوئے فتویٰ دینا

۱۷۳٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَجَعَلُوْا يَسْأَلُوْنَهُ فَقَالَ رَجُلٌ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ قَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ فَجَاءَ آخَرُ فَقَالَ لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

۱۷۳٦: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے۔ انہوں نے عیسٰی بن طلحہ سے، عیسٰی نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں وقوف کیا تو وہ آپؐ سے مسئلے پوچھنے لگے۔ ایک شخص نے کہا: مجھے معلوم نہ تھا اور میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا ہے۔ فرمایا: ذبح کر لے، کوئی حرج نہیں۔ ایک اور شخص آیا۔ اس نے کہا: مجھے معلوم نہ تھا۔ میں نے رمی سے پہلے ذبح کر لیا ہے۔ فرمایا: رمی کر لے، کوئی حرج نہیں۔ اس دن کسی امر کی تقدیم و تاخیر کے متعلق آپؐ سے جب بھی دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ایسا کر لو، کوئی حرج نہیں۔

اطرافه: ۸۳، ۱۲۴، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ٦٦٦٥.

۱۷۳۷: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ نَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ وَأَشْبَاهَ ذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ لَهُنَّ كُلِّهِنَّ فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ.

۱۷۳۷: سعید بن یحییٰ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ابن جریج نے ہم سے بیان کیا کہ زہری نے مجھے بتایا۔انہوں نے عیسیٰ بن طلحہ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے (عیسیٰ بن طلحہ) سے بیان کیا کہ وہ موجود تھے؛ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن لوگوں سے خطاب فرمایا تھا۔ایک شخص اُٹھ کر آپؐ کی طرف گیا اور کہنے لگا: میں سمجھتا تھا کہ فلاں بات فلاں بات سے پہلے ہے۔ پھر ایک دوسرا اُٹھا تو اس نے کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ فلاں بات فلاں بات سے پہلے ہے۔یعنی ذبح کرنے سے پہلے سر منڈایا ہے اور رمی سے پہلے ذبح کر لیا ہے اور ایسی اور باتیں بھی؛ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب باتوں سے متعلق فرمایا: کرلے، کوئی حرج نہیں۔اس دن آپؐ سے جو بات دریافت کی گئی، اس کا آپؐ نے یہی جواب دیا: کرلے، کوئی حرج نہیں۔

اطرافه: ۸۳، ۱۲٤، ۱۷۳٦، ۱۷۳۸، ٦٦٦٥.

۱۷۳۸: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عِيْسَى بْنُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ وَقَفَ رَسُوْلُ اللهِ

۱۷۳۸: اسحق نے ہم سے بیان کیا، کہا: یعقوب بن ابراہیم نے ہمیں خبر دی کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے صالح سے، انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی۔(انہوں نے کہا) کہ عیسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَاقَتِهِ... فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

سنا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر وقوف کیا...... پھر اسی حدیث کا ذکر کیا۔ معمر نے بھی زہری سے روایت کرتے ہوئے صالح کی طرح یہی حدیث بیان کی۔

اطرافہ: ۸۳، ۱۲۴، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۶٦٦٥۔

بَاب ۱۳۲ : اَلْخُطْبَةُ أَيَّامَ مِنًى

منیٰ کے دنوں میں خطبہ

۱۷۳۹ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ ابْنُ غَزْوَانَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا قَالُوْا يَوْمٌ حَرَامٌ قَالَ فَأَيُّ بَلَدٍ هَذَا قَالُوْا بَلَدٌ حَرَامٌ قَالَ فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا قَالُوْا شَهْرٌ حَرَامٌ قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فَأَعَادَهَا مِرَارًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ

۱۷۳۹: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ بن سعید نے مجھے بتایا۔ فضیل بن غزوان نے ہم سے بیان کیا۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ قربانی کے دن لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ انہوں نے کہا: حرمت والا دن ہے۔ فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ انہوں نے کہا: حرمت والا شہر۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ انہوں نے کہا: حرمت والا مہینہ۔ فرمایا: تو یاد رکھو کہ تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تم پر اسی طرح حرام (قابل عزت) ہیں، جیسا کہ تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں اس مہینہ میں۔ آپؐ نے یہ بات کئی بار دہرائی۔ پھر آپؐ نے اپنا سر (آسمان کی طرف) اُٹھایا۔ فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے پورے طور پر (تیرا حکم) پہنچا دیا ہے؟ اے اللہ! میں نے (تیرا حکم) پورے طور پر پہنچا دیا ہے؟ حضرت

اللهُ عَنْهُمَا فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَوَصِيَّتُهُ إِلَى أُمَّتِهِ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

اطرافه: ۷۰۷۹.

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اسی کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ بات آپؐ کی وصیت ہی تھی؛ جو آپؐ نے امت کو کی۔ سو چاہیے کہ جو یہاں موجود ہوں؛ وہ غیر موجود کو پہنچا دیں۔ میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اُڑاتے رہو۔

۱۷۴۰: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ. تَابَعَهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو.

۱۷۴۰: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ عمرو نے مجھے خبر دی۔ کہا: جابر بن زید سے میں نے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ عرفات میں لوگوں سے مخاطب تھے۔ ابن عیینہ نے شعبہ کی طرح یہ بات عمرو (بن دینار) سے روایت کرتے ہوئے بیان کی۔

اطرافه: ۱۸۴۱، ۱۸۴۳، ۵۸۰۴، ۵۸۵۳.

۱۷۴۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ وَرَجُلٌ أَفْضَلُ فِي نَفْسِي مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ أَتَدْرُوْنَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا قُلْنَا اللهُ وَرَسُوْلُهُ

۱۷۴۱: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ ابو عامر نے ہمیں بتایا۔ قرۃ نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن سیرین سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے کہ ایک اور شخص نے بھی بیان کیا؛ جو میرے نزدیک عبدالرحمٰن سے افضل ہے کہ حمید بن عبدالرحمٰن نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے دن ہم سے مخاطب ہوئے۔ فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلَى قَالَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ فَقَالَ أَلَيْسَ ذُو الْحَجَّةِ قُلْنَا بَلَى قَالَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَتْ بِالْبَلْدَةِ الْحَرَامِ قُلْنَا بَلَى قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا إِلَى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ, أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اللَّهُمَّ اشْهَدْ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

آپؐ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ آپؐ اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ فرمایا: کیا یہ قربانی کا دن نہیں؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ آپؐ اس مہینہ کا کوئی اور نام رکھیں گے تو آپؐ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحج کا مہینہ نہیں؟ ہم نے کہا: بیشک (ذوالحج کا مہینہ ہی ہے۔) فرمایا: یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ آپؐ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: کیا یہ حرمت والا شہر نہیں؟ ہم نے کہا: ضرور۔ فرمایا: تو پھر یاد رکھو کہ تمہارے خون، تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام (باعزت) ہیں؛ جس طرح تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس مہینہ میں، تمہارے اس شہر میں، اس روز تک کہ تم اپنے ربّ سے ملو۔ سنو! کیا میں نے (اللہ کا حکم) پورے طور پر پہنچا دیا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: اے میرے اللہ! گواہ رہ۔ چاہیے کہ جو یہاں موجود ہے، وہ غیر موجود کو یہ بات پہنچا دے۔ کیونکہ بسا اوقات جسے بات پہنچائی جاتی ہے، وہ سننے والے سے زیادہ سمجھ دار ہوتا ہے۔ سو میرے بعد پھر کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اڑاتے رہو۔

اطرافه: ٦٧، ١٠٥، ٣١٩٧، ٤٤٠٧، ٤٦٦٢، ٥٥٥٠، ٧٠٧٨، ٧٤٤٧.

١٧٤٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ

۱۷۴۲: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن ہارون نے ہمیں بتایا۔ عاصم بن محمد بن زید نے ہمیں

ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى أَتَدْرُوْنَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا قَالُوْا اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ فَقَالَ فَإِنَّ هَذَا يَوْمٌ حَرَامٌ أَفَتَدْرُوْنَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا قَالُوْا اللَّهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ أَفَتَدْرُوْنَ أَيُّ شَهْرٍ هَذَا قَالُوْا اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ شَهْرٌ حَرَامٌ قَالَ فَإِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا. وَقَالَ هِشَامُ بْنُ الْغَازِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَيْنَ الْجَمَرَاتِ فِي الْحَجَّةِ الَّتِي حَجَّ بِهَذَا وَقَالَ هَذَا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللَّهُمَّ اشْهَدْ وَوَدَّعَ النَّاسَ فَقَالُوْا هَذِهِ حَجَّةُ الْوَدَاعِ.

خبر دی کہ ان کے باپ (محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر) سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے؟ تو لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ حرمت والا دن ہے اور تم جانتے ہو، یہ کونسا شہر ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: حرمت والا شہر اور تم جانتے ہو کہ یہ کونسا مہینہ ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: حرمت والا مہینہ۔ آپؐ نے فرمایا: تو یاد رکھو کہ اللہ نے تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری آبروئیں اسی طرح حرام کی ہیں جس طرح کہ تمہارے اس دن کی حرمت، تمہارے اس مہینہ میں، تمہارے اس شہر میں۔ اور ہشام بن غاز نے کہا: نافع نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن جمرات کے درمیان اس حج میں جو آپؐ نے کیا، وقوف فرمایا اور کہا: یہ حج اکبر کا دن ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہنا شروع کیا: اے میرے اللہ! گواہ رہو اور لوگوں کو الوداع کیا تو وہ کہنے لگے: یہ حجۃ الوداع ہے۔

اطرافه: ۴۴۰۳، ۶۰۴۳، ۶۱۶۶، ۶۷۸۵، ۶۸۶۸، ۷۰۷۷۔

تشریح: اَلْخُطْبَةُ أَيَّامَ مِنًى: حج کے ایام میں تین خطبے مسنون ہیں۔ قربانی کے دن مقامِ منیٰ میں جب آپؐ سے فتویٰ پوچھا گیا؛ اسے بھی چونکہ خطبہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، اس لئے بعض نے یہ چوتھا خطبہ

قرار دیا ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر۱۷۳۷) یہی مذہب امام شافعیؒ وغیرہ کا ہے۔ لیکن امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کو ان سے اتفاق نہیں۔ ان ائمہ کے نزدیک خطبے دراصل تین ہیں۔ ساتویں ذوالحجہ کا خطبہ، عرفات کے دن کا خطبہ (باب ۹۰) اور منیٰ میں قربانی کے دوسرے دن کا خطبہ۔ ایامِ تشریق کے تیسرے دن چونکہ کوچ کیا گیا؛ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو رخصت کرتے وقت ان سے مخاطب ہوئے تھے۔ (روایت نمبر۱۷۴۲) اس قسم کے اختلافات کے پیش نظر مذکورہ بالا باب میں امام موصوفؒ نے اپنی تحقیق پیش کی ہے اور مندرجہ چار روایتوں سے امام شافعیؒ کے مذہب کی تائید کی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۷۸ تا ۸۰۔ نیز فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۲۸۔

عنوانِ باب اور روایات کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ یوم النحر کو خطبہ منیٰ ہوا۔ (دیکھئے روایت نمبر۱۷۳۹، ۱۷۴۱) اور خطبہ عرفات اس سے الگ ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر۱۷۴۰) یہ روایت یہاں مختصر نقل کی گئی ہے؛ لیکن روایت نمبر۱۸۴۱ کے تحت یہ روایت مفصل مذکور ہے۔ جہاں محرم کو جوتا نہ ملنے کی صورت میں موزہ پہننے کی اجازت دینے کا ذکر ہے۔ یہ خطبہ عام نصیحت پر مشتمل ہے۔ اس میں احکامِ حج کا ذکر نہیں۔ جس سے بعض نے اسے خطبہ قرار نہیں دیا۔ مگر ان کی یہ دلیل روایت نمبر۱۷۴۲ کے آخر میں ہشام بن غاز کی روایت کے حوالہ سے توڑی گئی ہے۔ اس میں مقامِ وقوف اور میدانِ منیٰ کی تعیین کا ذکر ہے۔ جبکہ روایت نمبر۱۷۳۹ و ۱۷۴۱ میں یوم النحر کے الفاظ سے قربانی کے دن کی تعیین ہے۔ یعنی دسویں ذی الحجہ۔ ان روایتوں سے بتایا گیا ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ کا نام یوم الترویہ ہے اور نویں کا نام یوم عرفات اور گیارھویں کا نام یوم النفر اور بارھویں کا نام یوم النفر الاول اور تیرھویں کا نام یوم النفر الثانی۔ ان ایام میں سے دسویں، گیارھویں اور بارہویں تاریخیں ایام التشریق سے تعبیر کی جاتی ہیں۔

یوم النحر کے خطبہ کی اہمیت سے متعلق دیکھئے روایت نمبر۱۷۳۹، ۱۷۴۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ منیٰ میں اپنا منشا و مدعا جس اسلوب سے اہلِ عرب کے ذہن نشین فرمایا ہے؛ اس کے لئے اس سے بہتر اور کوئی اسلوب نہیں ہوسکتا۔ آپؐ نے پہلے انہیں خاموش فرمایا۔ پھر دن، مہینہ اور مقام دریافت فرمایا؛ جس سے ذہنوں میں حیرت، تعجب اور دریافت کی خواہش اُبھری اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو ایک مقدس دن اور مقدس مہینہ اور مقدس مقام کی طرف اہلِ عرب کو توجہ دلائی؛ جن کی حرمت ان کے دل و دماغ کے تمام گوشوں میں صدیوں سے رچی ہوئی تھی اور پھر فرمایا: ''تمہاری جانیں اور تمہاری آبروئیں اور تمہارے اموال اسی طرح معزز اور مقدس ہیں جس طرح یہ چیزیں۔'' یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ عرب حرم میں لڑائی جھگڑے اور ظلم و تعدی کو بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ حرم میں جائز قصاص لینا بھی ان کے نزدیک ناجائز تھا اور فرمایا کہ جان و مال اور عزت وآبرو کا یہ تقدس صرف اس دن یا اس مہینے یا اس مقام کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اِلٰی یَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ کہ یہ چیزیں ہمیشہ اسلام میں معزز رہیں گی۔ یہ فرما کر سابقہ خون بہا، قصاص اور سودی لین دین سب کالعدم کردیئے۔ حتیٰ کہ اپنے ایک قریبی عزیز کا قصاص بھی معاف فرمادیا۔ یہ اعلان کرنے کے بعد آپؐ نے نصیحت فرمائی کہ اسی دین پر قائم رہنا، اختلاف

نہ کرنا اوراس دین سے مرتد ہوکر ایک دوسرے کی گردنیں نہ اُڑانا بلکہ صلح وآشتی کے ساتھ شیر وشکر ہوکر زندگی بسر کرنا۔ اس کے بعد تین بار دریافت فرمایا: اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ۔سنو! کیا میں نے پورے طور پر تبلیغ کا حق ادا نہیں کردیا؟ سامعین سے اثبات میں جواب پاکر اللہ تعالیٰ کو مخاطب فرمایا: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ (روایت نمبر ۱۷۴۱) کہ اے اللہ تو بھی گواہ رہ کہ میں نے فریضہ تبلیغ جو تو نے مجھ پر عائد کیا تھا، پورے طور پر ادا کردیا ہے۔قرآنِ مجید میں آپ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا گیا تھا: بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۖ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (المائدة:۶۸) جو تیری طرف تیرے ربّ کی طرف سے نازل کیا گیا، اسے پورے طور پر پہنچادے۔اگر کماحقہٗ تعمیل نہ کی تو تُو نے اس کا پیغام نہ پہنچایا۔گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک تاکید تھی کہ تبلیغ حق میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو اور آپؐ نے ایک فرمانبردار شخص کی طرح اس ارشاد کو قبول فرمایا اور جب وہ فریضہ تبلیغ پورے طور پر ادا کردیا تو نہ صرف لوگوں کو اس پر گواہ ٹھہرایا اور ان کے اپنے اقرار سے ان پر اتمامِ حجت کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی پورے ناز سے گواہ ٹھہرایا اور یہی الفاظ دمِ واپسیں بھی آپؐ کے مقدس لبوں پر تھے: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ. آپؐ کو فریضۂ منصبی کی ادائیگی میں اپنی عظیم الشان کامیابی سے متعلق ایک کامل انشراحِ صدر تھا۔اس لحاظ سے خطبہ منیٰ کی تاریخی عظمت ہمیشہ کی یادگار رہے۔محولہ بالا روایات میں مذکورہ خطبہ کے الفاظ باعتبارِ مفہوم تقریباً ایک ہیں۔لیکن صحاحِ ستہ کی بعض دیگر روایات میں بلحاظِ مضمون زیادت ہے۔مثلاً جہاں انسانی جان آئندہ کے لئے قابل عزت قرار دی گئی ہے؛ وہاں سابقہ مقتولوں کے انتقام کا حق بھی منسوخ کیا گیا۔چنانچہ آپؐ نے اعلان فرمایا کہ میں اپنے چچا حارث بن عبدالمطلب کا خون بھی نظرانداز کرتا ہوں۔یہ چچا بچپن میں بنولیث قبیلہ میں دودھ پلائی اور پرورش کے لئے بھیجے گئے تھے۔اس معصوم بچے کو ہذیل قبیلہ کے کسی فرد نے قریش سے اپنا قصاص لینے کی غرض سے مار ڈالا تھا۔

(ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة التوبة)

زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ اپنے مقتول کا بدلہ لینے میں اس قدر سخت طبیعت تھے کہ سالہا سال اور نسل درنسل اپنا انتقام نہ بھولتے۔قاتل کے روپوش یا فوت ہونے پر بھی اس کے خاندان میں سے کسی فرد کو قتل کر کے ہی ٹھنڈا سانس لیتے تھے۔ان کا عقیدہ تھا کہ مقتول کی روح الو کی شکل میں قبر کے اردگرد منڈلاتی اور چلاتی رہتی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اس قسم کے سابقہ خون بہا کو منسوخ کردیا اور فرمایا اِلَّا بِالْحَقِّ (الأنعام:۱۵۲) ان الفاظ سے اعلان کیا کہ آئندہ قصاص صرف مجرم ہی سے لیا جائے۔ اِلَّا بِالْحَقِّ کے معنی ہیں کہ جہاں حقوق کا تقاضا ہو۔تحقیق کے بعد عدل و انصاف کے تحت قصاص ہوگا۔

اسی طرح ایک اور روایت میں جو اسی خطبہ سے متعلق ہے۔یہ ذکر آیا ہے کہ آپؐ نے سودی لین دین سمیت جاہلیت کی متعدد رسومات سے متعلق اپنے پاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے تمام قرضے میں اپنے پاؤں کے نیچے مسلتا ہوں اور اس اعلان کے ساتھ اپنے چچا حضرت عباسؓ کے سودی قرضوں کی ادائیگی بھی منسوخ فرمائی۔(**مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ**) یہ چچا زمانہ جاہلیت میں سودی کاروبار کرتے تھے۔

اور اس موقع پر عورتوں سے حسن سلوک کی وصیت کی اور فرمایا کہ وہ تمہارے حکم کی پابند ہیں۔لیکن ویسے ہی تم پر حقوق وواجبات رکھتی ہیں؛ جیسے تمہارے حقوق وواجبات ان پر۔ان کی طبعی یا تربیتی کمزوری سے درگذر کیا کرو اور ان کے ساتھ شفقت واحسان سے پیش آؤ اور یہ نہ سمجھو کہ وہ تمہاری لونڈیاں ہیں۔(ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة التوبة) اسی طرح غلاموں کے ساتھ بھی اعلیٰ سلوک کی تاکید فرمائی۔(مسند احمد بن حنبل جزء ۴صفحہ ۳۶)

یہ خلاصہ ہے اس تاریخی خطبہ منیٰ کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند ماہ قبل اپنے حج کے موقع پر دیا اور آپؐ کا یہ حج حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ابن ماجہ میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نزع (دم واپسیں) کی حالت میں آخری الفاظ آپؐ کے لبوں پر یہ تھے: اَلصَّلَاةُ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ.(ابن ماجه، كتاب الوصايا، باب هل أوصى رسول الله ﷺ) یعنی نمازوں کی حفاظت کرو اور غلاموں سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔

بَاب۱۳۳: هَلْ يَبِيْتُ أَصْحَابُ السِّقَايَةِ أَوْ غَيْرُهُمْ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى

کیا منیٰ کی راتوں میں مکہ میں پانی پلانے والے یا ان کے سوا اور رات کو مکہ میں رہیں

١٧٤٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... ح.

اطرافه: ١٦٣٤، ١٧٤٤، ١٧٤٥.

۱۷۴۳: محمد بن عبید بن میمون نے ہم سے بیان کیا کہ عیسیٰ بن یونس نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عبیداللہ سے، انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی (رات رہنے کی)۔......

١٧٤٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ... ح.

اطرافه: ١٦٣٤، ١٧٤٣، ١٧٤٥.

۱۷۴۴: نیز یحيٰ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن بکر نے ہمیں بتایا کہ ابن جریج نے ہمیں خبر دی کہ عبیداللہ نے مجھے خبر دی۔انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذن دیا۔......

١٧٤٥ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ الْعَبَّاسَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَبِيْتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ فَأَذِنَ لَهُ. تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَعُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ وَأَبُو ضَمْرَةَ.

اطرافه: ١٦٣٤، ١٧٤٣، ١٧٤٤.

۱۷۴۵: نیز محمد بن عبداللہ بن نمیر نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا کہ عبیداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: نافع نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ منیٰ کی راتیں (لوگوں کو) پانی پلانے کی خاطر مکہ میں رہیں تو آپؐ نے انہیں اجازت دے دی۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر کی طرح ابواُسامہ اور عقبہ بن خالد اور ابوضمرہ نے بھی یہی حدیث نقل کی۔

تشریح: **هَلْ يَبِيتُ أَصْحَابُ السِّقَايَةِ أَوْ غَيْرُهُمْ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى:** عنوانِ باب استفہامیہ قائم کر کے جواب حذف کر دیا ہے۔ کیونکہ حدیث میں اس بارہ میں صراحت نہیں اور ابواسامہ، عقبہ بن خالد اور ابوضمرہ کے حوالہ جات نقل کرنے کی ضرورت اس مسئلہ کے ازالہ کی غرض سے پیش آئی ہے جو امام احمد بن حنبلؒ کی روایت بسند یحییٰ بن سعید قطان کی وجہ سے ہوا ہے کہ وہ موصولاً مروی نہیں۔ وَقَدْ اَخْرَجَهُ أَحْمَدُ عَنْ يَّحْيَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا عَنِ ابْنِ عُمَرَ (مسند احمد بن حنبل جزء۲ صفحہ۱۹) تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۳۰) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۸۵) ابوضمرہ کی روایت کے لئے دیکھئے نمبر۱۶۳۴ بمع شرح۔

جمہور کے نزدیک منیٰ کا قیام واجب ہے۔ اس وجہ سے اجازت کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ حضرت عباسؓ وغیرہ نے لی اور احناف کے نزدیک سنت ہے۔ پانی پلانے کے علاوہ لکڑ ہاروں، مواشیوں کے گڈریئے اور بیماری وغیرہ کی وجہ سے معذوروں کو اجازت ہے کہ اگر وہ قیام نہ کر سکتے ہوں۔ امام مالکؒ کے نزدیک منیٰ میں قیام کرنا واجب ہے۔ اگر بغیر عذر کے یہ ترک کیا جائے تو فدیہ لازم آتا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۲۹، ۷۳۰) ائمہ کا یہ اختلاف باب میں مدنظر ہے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک فدیہ ثابت نہیں۔

بَاب ١٣٤ : رَمْيُ الْجِمَارِ

کنکریاں پھینکنا

وَقَالَ جَابِرٌ رَمَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَرَمَى بَعْدَ ذٰلِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ.

اور حضرت جابرؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن چاشت کے وقت رمی کی اور اس کے بعد آپؐ نے سورج ڈھلنے پر رمی کی۔

١٧٤٦: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ وَبَرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَتَى أَرْمِي الْجِمَارَ قَالَ إِذَا رَمَى إِمَامُكَ فَارْمِهْ فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ قَالَ كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا.

۱۷۴۶: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا۔ مسعر نے ہمیں بتایا کہ وبرہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں کنکریاں کب پھینکوں؟ انہوں نے کہا: جب تیرا امام رمی کرے تو تُو بھی رمی کر۔ میں نے یہ مسئلہ ان سے دوبارہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم وقت کا انتظار کرتے؛ جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رمی کرتے۔

تشریح: رَمْيُ الْجِمَارِ: پہلے بتایا جاچکا ہے کہ ارکانِ حج جو واجب ہیں پانچ ہیں۔ احرام، نیت، طواف وسعی بین الصفا والمروۃ، وقوفِ عرفات اور قربانی۔ اب یہاں سے ان امور کا ذکر شروع ہے جو رکن تو نہیں، مگر حج کا ضروری حصہ ہیں۔ مثلاً رمی (یعنی تین ڈھیریوں پر کنکریاں پھینکنا)، حلق یا قصر، سرمنڈانا یا تھوڑے سے بال کتروانا۔ منیٰ میں تین ٹیلے ہیں۔ جنہیں جمرات کہتے ہیں۔ جمرہ کے لغوی معنی ہیں کنکریوں کی ڈھیری اور اس کے ایک معنی اجتماع، لوگوں کا اکٹھا ہوکر کسی بات پر اتفاق کرنا بھی ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۹۰) یہ ڈھیریاں تین ہیں۔ پہلی جمرۃ الاولیٰ جو سب سے چھوٹی ہے اور دوسری جمرہ وسطیٰ یعنی درمیانی ڈھیری اور جمرہ عقبہ جو مشرق کی طرف ہے اور سب سے بڑی ہے۔ یہ منیٰ کا حصہ نہیں ہیں۔ بلکہ اس کی آخری حد ہے، جب مکہ مکرمہ سے آیا جائے اور یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انصار نے بیعت کی تھی کہ اگر آپؐ مدینہ تشریف لائیں تو وہ آپؐ کی جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت میں ہر طرح مدد کریں گے اور یہ ایک اہم تاریخی واقعہ ہے۔ (معجم البلدان، باب العين والقاف- عقبة) روایات میں آتا ہے کہ یہاں شیطان وسواس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کی؛ مگر وہ کامیاب نہ ہوا۔ (تفسير القرطبي، سورة البقرة، آیت۱۲۹: رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ، جزء۲ صفحہ۱۲۹) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش اور آپؐ کا اس آزمائش میں پورا اُترنے کا ذکر آیت وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ. (البقرة:۱۲۵) میں ہے۔ منیٰ کی آخری حد میں

ڈھیریاں واقع ہیں۔ان پر جو کنکریاں پھینکی جاتی ہیں، تصویری زبان میں شیطان کی اسی ناکامی کا اظہار ہے جو اُسے ان مواقع پر ہوئی۔...... یہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ حج کے ارکان زیادہ تر تصویری زبان میں ہیں۔رمی الجمار بھی شیطانی جدوجہد کی ناکامی کا ایک کھلا کھلا اظہار ہے۔شیطان کی صفت جو قرآنِ مجید میں اس کے انجام کے لحاظ سے بیان کی گئی ہے وہ رجیم ہے۔اس کے معنے ہیں پتھراؤ کیا ہوا اور اس کی اس حقیقت میں ایک عظیم الشان پیشگوئی مضمر ہے کہ حج کے ذریعہ مسلمانوں کو کرائی جانے والی ٹریننگ اس بات کی آئینہ دار ہے کہ وہ آخر اسلام کے ہاتھوں ناکام ہوگا۔مزدلفہ سے آکر ان ڈھیریوں پر کنکریاں پھینکی جاتی ہیں۔ پہلے دن یعنی دس ذوالحج کو دوپہر سے قبل جمرہ عقبہ پر جو سب سے آخری ڈھیری ہے اور گیارھویں اور بارھویں ذوالحجہ کو سورج ڈھلنے کے بعد تینوں ڈھیریوں پر سات سات کنکریاں۔کنکریوں کے پھینکنے کا مسنون طریق یہ ہے کہ ڈھیریوں کے نشیب میں جنوبی طرف کھڑے ہوکر پھینکی جائیں؛ جبکہ منہ شمال کی طرف ہو۔دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور کلمہ شہادت کی انگلی میں لے کر پھینکی جائیں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے اور اس کے بعد قربانی کرے، اگر میسر ہو۔یہ مجمل صورت وشکل ہے، اس آخری رکن کی۔جس کے بعد حجامت بنوا کر سوائے ازدواجی تعلقات کے باقی تمام پابندیوں سے حج کرنے والا آزاد ہوجاتا ہے اور اس کے بعد طواف زیارت کیا جاتا ہے اور قیودِ احرام سے وہ پورے طور پر نکل جاتا ہے۔ باب نمبر۱۳۴ کا مقصد حضرت جابرؓ کی روایت کے حوالہ سے ظاہر کیا گیا ہے جو صحیح مسلم میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں تاریخ کو رمی کی اور یہ رمی ظہر سے پہلے کی گئی اور پھر زوال کے بعد☆ گیارھویں اور بارھویں تاریخ کو کی گئی۔اسی طرح تیرھویں تاریخ کو بھی جب آپؐ نے کوچ کیا۔

یہ سوال کہ آیا منیٰ میں قربانی اور رمی کے طریق کا تعلق ملت ابراہیمی سے ہے یا نہیں؟ اس کا جواب عربوں کی قدیم ترین رسومات میں ملتا ہے جو بموقع حج التزام سے ادا کی جاتی تھیں۔ان کا ذکر ایام جاہلیت کے شعراء کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے۔حتیٰ کہ تلبیہ کے الفاظ بھی کم وبیش ان میں موجود تھے۔ گو جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے؛ ان الفاظ میں شرک کی آمیزش کر لی گئی تھی (دیکھئے تشریح باب۲۲) اور ہر قبیلہ کے الفاظِ تلبیہ الگ ہوتے تھے۔جیسا کہ قبیلہ بَجیلہ کا تلبیہ یہ تھا:-

لَبَّيْکَ عَنِ الْبُجَيْلَةِ الْفَخْمَةِ الرُّجَيْلَةِ
وَنِعْمَةُ الْقَبِيْلَةِ جَاءَتْکَ بِالْوَسِيْلَةِ
نُؤَمِّلُ الْفَضِيْلَةَ

یعنی بَجیلہ حاضر ہے جو مضبوط اور بہادر ہے اور وہ قبیلہ کی آسودہ حالی تیرے وسیلہ سے لینے آیا ہے۔ہم فضیلت اور برکت کی اُمید لگائے ہوئے (آئے) ہیں۔اس قسم کا ایک اور تلبیہ یہ تھا:-

لَبَّيْکَ يَا مُعْطِيَ الْاَمْرِ لَبَّيْکَ عَنْ بَنِي النَّمِرِ
جِئْنَاکَ فِي الْعَالَمِ الزَّمِرِ فَأَسِلْ غَيْثًا يَنْهَمِرُ

یعنی اے حکومت عطا کرنے والے بنونمر حاضر ہے۔اس سختی اور تنگ دستی کے زمانہ میں ہم تیرے پاس آئے ہیں کہ تو ایسی رحمت کی بارش برسا جو سیراب کردے۔

☆ (مسلم، کتاب الحج، باب بيان وقت استحباب الرمى)

تلبیہ میں خدا تعالیٰ کے ساتھ لات ومنات وعزیٰ وغیرہ بتوں کو بھی مخاطب کیا جاتا۔اسی طرح قدیم عرب منیٰ میں قربانی بھی کرتے اور رمی بھی اور سر منڈوانے کے بعد بیت اللہ کا طواف کرتے اور حج کی پابندی سے آزاد ہو جاتے۔ان میں عمرہ کا رواج بھی تھا۔لیکن حج کے ایام میں اسے گناہِ کبیرہ اور حرام سمجھتے تھے۔عمرہ ماہِ رجب میں کیا جاتا۔تفصیل کے لئے دیکھئے: أديان العرب في الجاهلية، الحج، النزول بمزدلفة ومنى وبقية أعمال الحج، صفحہ۵۲تا۶۸۔

منیٰ میں قربانی اور رمی کا ذکر عارق طائی کے اشعار ہیں۔جن سے وہ عمرہ بن ہند (ملک حیرہ) کو مخاطب کرتا ہے اور کہتا ہے۔

حَـلَـفْـتُ بِهَـدْيٍ مُشْـعَرٍ بَكَرَاتُـهُ   تَـخُـبُّ بِـصَحْرَاءِ الغَبِيْطِ دَرَادِقُه

لَـئِـنْ لَّـمْ تُـغَيِّـرْ بَعْدَ مَا قَدْ صَنَعْتُمْ   لَاَنْتَـحِيَـنْ لِـلْـعَـظْمِ ذُوْ اَنَا عَارِقُـه

(شرح ديوان الحماسة، باب الأضياف، عارق الطائی)

یعنی میں نے حرم کی قربانیوں کی قسم کھائی جن کے اونٹوں کے کوہان نشان شدہ ہیں۔جن کے بُوتے (اونٹوں کے بچے) صحراءغبیط میں دُلکی چلتے ہیں۔اگر تو نے اپنے طور وطریق میں تبدیلی نہ کی اور تیری قوم نے ہم پر جو ظلم کئے ہیں، اگر ان کا تدارک نہ ہوا تو میں ہڈی کو گودے تک چباؤں گا، جس کا گوشت میں نوچ نوچ کر کھانے والا ہوں۔

اسی طرح شنفری اپنے باپ کے قاتل حرام بن جابر سے بمقام منیٰ انتقام لینے کا ذکر کرتا اور فخریہ کہتا ہے:-

قَتَلْـتُ حَـرَامًـا مُهْـدِيًـا بِمُلَبِّدٍ   بِبَطْنِ مِنًى وَسْطَ الْحَجِيْجِ الْمُصوِّتِ

یعنی میں نے حرام کو قتل کر دیا عین اس وقت جب وہ وادی منیٰ میں قربانی کا موٹا تازہ مینڈھا لئے جا رہا تھا۔حاجیوں کے عین اجتماع میں جب تلبیہ پکار رہے تھے۔

منیٰ میں جمرات پر کنکریاں پھینکنے کا بھی ذکر ان کے شعروں میں ہے۔چنانچہ ہزل شاعر کہتا ہے:-

لِأُدْرِكَهُمْ شُعْثَ النَّوَاصِيْ كَأَنَّهُمْ   سَـوَابِـقُ حُـجَّاجٍ تُوَافِي الْمُجَمَّرَا

تاکہ میں انہیں پراگندہ پیشانی پاؤں گویا کہ وہ حاجی ہیں جو جمرات میں سب سے پہلے پہنچنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے ہیں۔

حلق یا سر منڈوانے کا ذکر زہیر بن ابی سلمیٰ اپنے اشعار میں کرتا ہے۔کہتا ہے:-

فَأَقْسَمْتُ جَهْدًا بِالْمَنَازِلِ مِنْ مِّنًى   وَمَا سُحِقَتْ فِيْهِ الْمَقَادِمُ وَالْقَمِلُ

لَارْتَـحِلَـنَّ بِـالْـفَـجْرِ ثُمَّ لَادْأَبَنْ   اِلَـى الـلَّيْـلِ اِلَّا اَنْ يَّحُوجَنِي طَفُل

یعنی منازل منیٰ کی میں نے پختہ قسم کھائی ہے اور ان چوٹیوں کی جو مونڈھی گئی ہیں اور بالوں کی جن میں جوئیں پڑی ہیں کہ میں ضرور بالضرور فجر کے وقت کوچ کروں گا اور دن رات چلتا جاؤں گا۔سوائے اس کے کہ میری اونٹنی بچہ جنے اور راستہ میں کچھ دیر قیام کرنے پر مجبور کر دے۔

بالعموم عرب سر کا اگلا حصہ منڈواتے تھے جس کے لئے مقادم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور بعض قبائل بال کٹواتے وقت تھوڑا سا آٹا سر میں ڈالتے جو بالوں کے ساتھ مل جل کر نیچے گرتا اور یہ تھوڑا تھوڑا آٹا کافی مقدار میں جمع ہو جاتا۔ اس کا نام قرہ یعنی ہانڈی کا جلا ہوا تلچھٹ- اور یہ آٹا مساکین کو بطور صدقہ دیا جاتا۔ جاہلیت کا ایک شاعر ہوازن قبیلہ کو طعنہ دیتا ہے کہ وہ قرہ کھانے والے ہیں۔ (أديان العرب في الجاهلية، الحج،النزول بمزدلفة ومنى وبقية أعمال الحج، صفحہ ۶۲ تا ۶۶)

مذکورہ بالا چند مثالیں شعرائے جاہلیت کے کلام سے ہیں جن میں حج کا ذکر پایا جاتا ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں کی یادگار کم وبیش عربوں میں قدیم ایام سے چلی آتی تھی۔ ان میں پروہتوں کی ایک جماعت تھی جسے صوفہ کہتے تھے۔ جیسے ہندوستان میں پروہت حج کی مراسم ادا کرتے ہیں۔ یہ لوگوں کی مدد کرتے تھے۔ جب تک وہ رمی جمار نہ کرتے، لوگ انتظار کرتے اور رمی زوال شمس کے بعد ہوتی اور یہ صوفہ انہیں رمی کے بعد واپس بیت اللہ لے جاتے؛ جہاں طواف وداع کے بعد حج کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتے۔ سوائے قبائل ازد اور غسان کے جو منیٰ سے فارغ ہونے کے بعد منات کے اس بت کے پاس جا کر احرام کھولتے جو کہ ساحل سمندر پر ''قدید'' مقام کے قریب واقع تھا اور وہ اسی کے نام سے تلبیہ پکارتے تھے۔ منیٰ میں دورانِ قیام ان کا اجتماع ہوتا اور مختلف قبائل اپنے آباؤاجداد کی مدح سرائی میں مقابلہ کرتے۔ اسلام نے ان سب لغو رسومات کا قلع قمع کر کے اصل ملت ابراہیمی قائم کی اور فتح مکہ کے روز آپؐ کو اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (البقرة:۱۲۶) سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ کی تعمیل کرنے کا موقع ملا اور اس کے لیے آپؐ کو بہت بڑا اجہاد کرنا پڑا۔ جس کی تفصیل قارئین کتاب المغازی میں پائیں گے۔

بَاب ۱۳۵ : رَمْيُ الْجِمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ

وادی کے نشیب میں سے رمی کرنا

۱۷٤۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ رَمَى عَبْدُ اللهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ نَاسًا يَرْمُوْنَهَا مِنْ فَوْقِهَا فَقَالَ وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ هَذَا مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۷۴۷: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے اعمش سے، انہوں نے ابراہیم سے، ابراہیم نے عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) نے وادی کے نشیب میں رمی کی تو میں نے کہا: ابوعبدالرحمٰن! لوگ تو اوپر سے رمی کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: اسی ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں؛ یہ اس ہستی کا مقام ہے جس پر

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهَذَا.

اطرافه: ١٧٤٨، ١٧٤٩، ١٧٥٠.

سورۂ بقرہ نازل کی گئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور عبداللہ بن ولید نے کہا: سفیان نے ہمیں بتایا کہ اعمش نے یہی بات ہم سے بیان کی۔

تشریح: رَمْيُ الْجِمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِيْ: اس باب میں رمی کرنے کی جگہ متعین کی گئی ہے۔ ابن ابی شیبہ وغیرہ نے عطا بن ابی رباح سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ وادی کی بلندی سے رمی کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الحج، باب من رخص فیها ان یرمیها من فوقها، جزء۳صفحہ۱۹۹)(سنن الکبریٰ للبیهقی، باب الرجوع الی منی ایام التشریق والرمی بها کل یوم اذا زالت الشمس، روایت۱۷۴۸، ۱۷۵۰ جزء۵صفحہ۱۴۹) لیکن جمرہ عقبیٰ بہ نسبت دوسرے دو جمروں کے وادی کے نشیب میں واقع ہے۔ جیسا کہ روایت نمبر ۱۷۵۰ سے ظاہر ہے، جس میں حضرت ابن مسعودؓ کے حوالہ سے مروی ہے کہ آپؐ جمرہ کبریٰ (عقبہ) تک جاتے اور وہاں سے رمی کرتے اور باقی جمرات نسبتاً بلندی پر واقع ہیں۔ اس لئے انہیں وہیں سے رمی کرتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۳صفحہ۷۳۲)

بَاب ١٣٦: رَمْيُ الْجِمَارِ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ

سات کنکریوں سے جمرہ پر رمی کرنا

ذَكَرَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے یہ ذکر کیا ہے۔

١٧٤٨: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرَى جَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَّسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَّمِيْنِهِ وَرَمَى بِسَبْعٍ وَقَالَ هَكَذَا رَمَى الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافه: ١٧٤٧، ١٧٤٩، ١٧٥٠.

۱۷۴۸: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حکم سے، انہوں نے ابراہیم سے، ابراہیم نے عبدالرحمٰن بن یزید سے، انہوں نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ بڑے جمرہ (جمرۂ عقبیٰ) تک گئے۔ بیت اللہ کو آپؓ نے اپنی بائیں طرف رکھا اور منیٰ کو دائیں طرف اور سات کنکریاں پھینکیں اور کہا: اس طرح اس ذات نے بھی پھینکیں جس پر سورۂ بقرہ نازل کی گئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تشریح: رَمْيُ الْجِمَارِ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ: علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک بعض غیر مستند روایتوں میں بسند قتادہؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ مَا أُبَالِي رَمَيْتُ الْجِمَارَ بِسِتٍّ أَوْ بِسَبْعٍ. یعنی میں پرواہ نہیں کرتا کہ چھ کنکریوں سے یا سات سے رمی کروں۔ باب ۱۳۶ میں اسی روایت کا ردّ کرنا مقصود ہے۔ (فتح الباری جزء۳صفحہ۷۳۳)

اور عنوانِ باب میں حضرت ابن عمرؓ کا جو حوالہ دیا ہے، اس کے لئے دیکھئے روایت نمبر ۱۷۵۱ از یر باب ۱۴۰۔

بَاب ۱۳۷ : مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَّسَارِهِ

جس نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینکیں اور بیت اللہ کو بائیں جانب رکھا

۱۷٤۹ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّهُ حَجَّ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَرَآهُ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْكُبْرَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَّسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَّمِيْنِهِ ثُمَّ قَالَ هَذَا مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ.

۱۷۴۹: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا۔ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ حکم (بن عتیبہ) نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے ابراہیم سے، ابراہیم نے عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انہوں نے ان کو دیکھا کہ وہ بڑے جمرہ پر سات کنکریاں پھینک رہے تھے اور بیت اللہ کو آپؓ نے اپنی بائیں جانب کیا اور منیٰ کو دائیں جانب اور پھر انہوں نے کہا: یہ مقام اس شخص کا ہے جس پر سورۂ بقرہ نازل کی گئی۔

اطرافه: ۱۷٤۷، ۱۷٤۸، ۱۷۵۰.

تشریح: مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَّسَارِهِ: اس میں معین سمت کا ذکر ہے اور اس جگہ کی تعیین بھی جہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں قربانی کے دن جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینکیں تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی محولہ بالا روایت کے لئے ملاحظہ ہو روایت نمبر ۱۷۴۷ زیر باب ۱۳۵۔ عطاء بن ابی رباحؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر سات کنکریاں یک دفعہ پھینکی جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (فتح الباری جزء۳صفحہ۷۳۵ زیر شرح باب ۱۳۸) (عمدۃ القاری جزء۱۰صفحہ۸۹) گذشتہ باب میں حضرت ابن عمرؓ کا حوالہ جو دیا گیا ہے وہ دیکھئے زیر باب ۱۴۰ روایت ۱۷۵۱ اور یہی مستحب ہے۔ روایت نمبر ۱۷۵۰ میں جس درخت کے پاس کھڑا ہو کر رمی کرنے کا ذکر ہے وہاں اب مسجد ہے جو مسجد الشجر ۃ کے نام سے مشہور ہے۔

هَـذَا مَـقَامُ الَّذِی اُنْزِلَتْ عَلَیْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ: بعض شارحین کا خیال ہے کہ سورۂ بقرہ کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ اس میں احکامِ شریعت مذکور ہیں؛ جن میں حج کا حکم بھی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۴۳) سورۂ انفال میں ایک قسم کی رمی کا ذکر ان الفاظ میں وارد ہوا ہے: مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (الانفال:۱۸) یعنی تو نے ان پر بوچھاڑ نہیں کی بلکہ اللہ نے بوچھاڑ کی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رمی کا تاریخی پس منظر شیطان کی شکست ہے جو آسمانی ذریعہ سے ہوئی اور اس شکست کا ذکر متعدد سورتوں میں کیا گیا ہے۔ (دیکھئے سورۃ الانبیاء:۱۸، سورۃ سبا:۴۹، سورۃ الصافات:۹) ان تینوں آیتوں میں قذف کا لفظ وارد ہوا ہے؛ جس کے معنی پتھراؤ کرنا۔ (لسان العرب– قذف) شہاب ثاقب کے ذریعہ سے شیطان پر پتھراؤ کئے جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا تعلق انبیاء کے زمانہ سے ہے کہ اس وقت خصوصیت سے شیطان کی شکست کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے سورۃ الملک:۶، سورۃ ھود:۹۲، سورۃ مریم:۴۷، سورۃ الدخان:۲۱، سورۃ یٰسین:۱۹، سورۃ الشعراء:۱۱۷۔ شیطانوں کی طرف سے انبیاء کو رجم کی دھمکی دی جاتی ہے۔ لیکن انجام کار شیطانی لشکر آسمانی رجم یا پتھراؤ سے شکست کھاتے ہیں۔

بَاب۱۳۸: يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ

ہر کنکری پھینکنے پر اللہ اکبر کہے

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نقل کی ہے۔

۱۷۵۰: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ السُّوْرَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيْهَا الْبَقَرَةُ وَالسُّوْرَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيْهَا آلُ عِمْرَانَ وَالسُّوْرَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيْهَا النِّسَاءُ قَالَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنِ يَزِيْدَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

۱۷۵۰: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد (بن زیاد بصری) سے مروی ہے۔ اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حجاج (بن یوسف) سے سنا۔ وہ منبر پر کہہ رہے تھے۔ وہ سورۃ جس میں بقرہ کا ذکر اور وہ سورۃ جس میں آل عمران کا ذکر ہے۔ نیز وہ سورۃ جس میں عورتوں (سورۂ نساء) کا ذکر ہے۔ اعمش نے کہا: میں نے ابراہیم (نخعی) سے یہ ذکر کیا تو انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن یزید نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ حَتَّى إِذَا حَاذَى بِالشَّجَرَةِ اعْتَرَضَهَا فَرَمَى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ قَالَ مِنْ هَاهُنَا وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ قَامَ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس وقت تھے جب انہوں نے جمرہ عقبہ پر رمی کی تو وہ وادی کے نشیب میں گئے۔ یہاں تک کہ جب اس درخت کے برابر ہوئے تو اس کو سامنے رکھا اور پھر سات کنکریاں پھینکیں۔ ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہتے تھے اور پھر کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہاں سے (کھڑے ہوکر) رمی کی تھی؛ اس ذات نے جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اطرافه: ۱۷٤۷، ۱۷٤۸، ۱۷٤۹۔

بَاب ۱۳۹ : مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَلَمْ يَقِفْ

جمرہ عقبہ پر جس نے کنکریاں پھینکیں اور وقوف نہ کیا

قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔

بَاب ۱٤۰ : إِذَا رَمَى الْجَمْرَتَيْنِ يَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَيُسْهِلُ☆

جب دونوں جمروں پر رمی کرے تو کھڑا ہو اور میدان میں جا کر قبلہ رو ہو☆

۱۷۵۱: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ

۱۷۵۱: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ طلحہ بن یحیٰ نے ہمیں بتایا۔ یونس نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے سالم سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ ورلے جمرہ پر سات کنکریوں سے رمی کرتے تھے۔ ہر

☆ عمدۃ القاری میں عنوانِ باب کے الفاظ یہ ہیں "اِذَا رَمَى الْجَمْرَتَيْنِ يَقُوْمُ وَيُسْهِلُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ" (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۹۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ حَتَّى يُسْهِلَ فَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَيَقُوْمُ طَوِيْلًا وَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِي الْوُسْطَى ثُمَّ يَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيَسْتَهِلُّ وَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَيَقُوْمُ طَوِيْلًا وَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ وَيَقُوْمُ طَوِيْلًا ثُمَّ يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْلُ هَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ.

کنکری کے پھینکنے کے بعد اللہ اکبر کہتے۔ پھر آگے بڑھتے۔ یہاں تک کہ ہموار زمین پر آ جاتے اور قبلہ رو کھڑے ہوتے اور دیر تک کھڑے رہتے اور دعا کرتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ پھر درمیانی جمرہ پر رمی کرتے۔ پھر بائیں جانب اختیار کرتے اور ہموار زمین میں آ جاتے اور قبلہ رو ہوکر دیر تک کھڑے رہتے اور دعا کرتے اور بوقتِ دعا اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے۔ پھر جمرۂ عقبہ پر وادی کے نشیب سے رمی کرتے اور وہاں نہ ٹھہرتے۔ پھر فارغ ہوکر واپس ہوتے اور کہتے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا۔

اطرافه: ۱۷۵۲، ۱۷۵۳۔

تشریح: اِذَا رَمَى الْجَمْرَتَيْنِ ....: باب ۸۸ اور ۹۱ کی تشریح میں وقوف کا مفہوم بتایا جا چکا ہے۔ اس بارہ میں باب نمبر ۱۳۹ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قول کا حوالہ دینے پر اکتفا کیا گیا ہے جو روایت نمبر ۱۷۵۱ میں مفصل منقول ہے۔ اس میں قیام کا لفظ ہے وقوف کا نہیں اور قیام میں طویل دعا اور دعا میں ہاتھ اُٹھانے کا ذکر ہے۔ اس سے قیام کی نوعیت واضح ہوتی ہے اور رمی کے ذکر کے تعلق میں یہ الفاظ ہیں: وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا. اس سے بھی مذکورہ قیام کی نوعیت ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ دونوں جمرات پر آپؐ کا قیام وقوف کی صورت میں تھا۔ ایامِ منیٰ میں پہلے دن جمرہ عقبہ سے رمی شروع کی جاتی ہے اور پھر اس کے بعد ہر روز اثنائے قیام میں رمی آخر وقت میں ہوتی ہے۔ علامہ ابن حجرؒ اور عینیؒ دونوں کا خیال ہے کہ مسئلہ معنونہ کے بارہ میں انہی کے اختلاف کا ذکر ہے اور یہ کہ اگلے ابواب سے اس کی تائید و وضاحت ہوتی ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۷۳۵) (عمدۃ القاری جلد ۱۰ صفحہ ۹۱)

بَاب ١٤١ : رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ جَمْرَةِ الدُّنْيَا وَالْوُسْطَى

ورلےاور درمیانے جمرہ کے پاس دونوں ہاتھ اٹھانا

١٧٥٢ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ ثُمَّ يُكَبِّرُ عَلَى إِثْرِ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيُسْهِلُ فَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيْلًا فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْوُسْطَى كَذَلِكَ فَيَأْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَيُسْهِلُ وَيَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ قِيَامًا طَوِيْلًا فَيَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا وَيَقُوْلُ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

اطرافه: ١٧٥١، ١٧٥٣۔

١٧٥٢: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے بھائی (عبدالحمید) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سلیمان سے، انہوں نے یونس بن یزید سے، یونس نے ابن شہاب سے، انہوں نے سالم بن عبداللہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ورلے جمرہ پر سات کنکریوں سے رمی کیا کرتے تھے اور ہر کنکری پھینکنے پر اللہ اکبر کہتے۔ پھر آگے بڑھتے اور ہموار زمین میں چلے جاتے اور قبلہ رخ ہوکر دیر تک کھڑے رہتے اور دعا کرتے اور دونوں ہاتھوں کو اُٹھاتے۔ پھر درمیانے جمرہ پر اسی طرح رمی کرتے۔ پھر بائیں جانب اختیار کرتے اور ہموار زمین میں آجاتے اور قبلہ رو ہوکر دیر تک کھڑے رہتے اور دعا کرتے اور بوقتِ دعا اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ پھر جمرہ عقبہ پر وادی کے نشیب سے رمی کرتے اور وہاں نہ ٹھہرتے اور کہتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا۔

بَاب ١٤٢ : اَلدُّعَاءُ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ

دونوں جمروں کے پاس دعا کرنا

١٧٥٣: وَقَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَمَى الْجَمْرَةَ الَّتِي تَلِي مَسْجِدَ مِنًى يَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى بِحَصَاةٍ ثُمَّ تَقَدَّمَ أَمَامَهَا فَوَقَفَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو وَكَانَ يُطِيْلُ الْوُقُوْفَ ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الثَّانِيَةَ فَيَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَمَى بِحَصَاةٍ ثُمَّ يَنْحَدِرُ ذَاتَ الْيَسَارِ مِمَّا يَلِي الْوَادِيَ فَيَقِفُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو ثُمَّ يَأْتِي الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الْعَقَبَةِ فَيَرْمِيْهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ عِنْدَ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَنْصَرِفُ وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا. قَالَ الزُّهْرِيُّ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يُحَدِّثُ مِثْلَ هَذَا عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

اطرافہ: ١٧٥١، ١٧٥٢۔

۱۷۵۳: اور محمد (بن بشار) نے کہا: عثمان بن عمر نے ہم سے بیان کیا۔ یونس نے ہمیں خبر دی کہ زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جمرہ پر رمی کرتے جو منیٰ کی مسجد سے متصل ہے، سات کنکریاں اس پر پھینکتے۔ ہر دفعہ کنکری پھینکنے پر اللہ اکبر کہتے۔ پھر آپؐ آگے بڑھ جاتے اور قبلہ رخ ہوکر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کھڑے ہوکر دعا کرتے اور یہ وقوف آپؐ دیر تک کرتے پھر آپؐ دوسرے جمرہ پر آتے اور وہاں بھی سات کنکریاں پھینکتے۔ ہر دفعہ آپؐ کنکری پھینکنے پر اللہ اکبر کہتے۔ پھر بائیں جانب اس جگہ نشیب میں جاتے جو وادی سے متصل ہے۔ قبلہ رخ ہوکر ہاتھ اُٹھا کر کھڑے دعا کرتے۔ پھر اس جمرہ کے پاس آتے جو عقبہ کے پاس ہے اور اس پر سات کنکریاں پھینکتے۔ ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے۔ پھر فارغ ہوکر وہاں سے واپس چلے آتے اور وہاں وقوف نہ کرتے۔ زہری نے کہا: میں نے سالم بن عبداللہ کو اسی طرح اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ خود بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

تشریح: **اَلدُّعَاءُ عِنْدَ الْجَمْرَتَیْنِ:** بوقت دعا رفع یدین کے مسئلہ میں صرف امام مالکؒ کو جمہور کی رائے سے اختلاف ہے اور شارحین کو تعجب ہوا ہے کہ امام مالکؒ روایت نمبر ۱۷۵۱ سے ایسے ناواقف ہوں جو سالم بن عبداللہ بن عمر سے مروی ہے اور وہ مدینہ کے مشہور ترین فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۳۷، زیرشرح باب۱۴۱) دعائے قنوت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اُٹھانا ثابت ہے۔ (**الهداية شرح البداية، كتاب الصلاة، باب صلاة الوتر**)

محولہ بالا روایت (نمبر ۱۷۵۱) از قسم افراد ہے۔ یعنی صرف عثمان بن ابی شیبہ سے مروی ہے جن کی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے۔ مگر امام موصوفؒ نے اگلے باب کی روایت نمبر ۱۷۵۲ میں دوسری سند سے اس کی تائید کی ہے۔ اس تعلق میں ملاحظہ ہو باب ۱۴۱ جس میں زہری سے یہی روایت بطور مرسل منقول ہے اور یہی خامی آخری حوالہ (زیر روایت نمبر ۱۷۵۳) سے دور کر دی ہے۔ یعنی اسے موصول ثابت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۹۳) (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۳۷) باب ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲ کی روایتیں بلحاظ مضمون ایک دوسرے کی مؤید ہیں اور جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ میں بوقت رمی تکبیر وقوفِ دعا اور رفع یدین ثابت ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ جس پر اکثریت کا تعامل ہے۔

روایت نمبر ۱۷۵۳ میں جس مسجد منیٰ کا ذکر ہے وہ مسجد خیف ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۹۲، شرح باب ۱۴۱)

بَاب ۱٤۳: اَلطِّیْبُ بَعْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ وَ الْحَلْقُ قَبْلَ الْإِفَاضَةِ

جمرات پر رمی کرنے کے بعد خوشبو لگانا اور سر منڈوانا پیشتر اس سے کہ طوافِ زیارت کیا جائے

۱۷۵٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ وَكَانَ أَفْضَلَ أَهْلِ زَمَانِهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ حِيْنَ أَحْرَمَ وَلِحِلِّهِ حِيْنَ أَحَلَّ قَبْلَ أَنْ يَّطُوْفَ وَبَسَطَتْ يَدَيْهَا.

اطرافه: ۱۵۳۹، ۵۹۲۲، ۵۹۲۸، ۵۹۳۰.

۱۷۵۴: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا کہ عبدالرحمٰن بن قاسم نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے اپنے باپ سے سنا اور وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ وہ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ان دونوں ہاتھوں سے خوشبو لگائی۔ اس وقت بھی جب آپؐ نے احرام باندھا اور احرام کھولتے وقت بھی؛ جب آپؐ نے طوافِ زیارت سے پہلے احرام کھولا اور حضرت عائشہؓ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے۔ (یعنی بتایا کہ ان ہاتھوں سے۔)

تشریح: **اَلطِّيْبُ بَعْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ:** اس تعلق میں دیکھئے تشریح باب ۱۸۔ جہاں احرام باندھنے پر ان باتوں کا ذکر ہے جو بحالت احرام جائز نہیں۔ ان میں سے خوشبو کا استعمال بھی ہے۔ حضرت عائشہؓ کی مذکورہ بالا روایت وہاں زیر نمبر ۱۵۳۹ ایک دوسری سند سے مذکور ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ رمی کے بعد اور طوافِ زیارت سے قبل جو باتیں جائز ہو جاتی ہیں، ان میں خوشبو کا استعمال بھی ہے۔ رمی کے بعد حجامت بنوانے پر احرام کھول دیا جاتا ہے اور اس وقت سوائے مباشرت کے باقی باتیں جائز ہوتی ہیں۔ طوافِ افاضہ (یعنی طوافِ زیارت) کے بعد ازدواجی تعلقات بھی جائز ہیں۔ باب نمبر ۱۴۳ ایک اختلاف کی وجہ سے قائم کیا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ رمی کے بعد ہر بات جائز ہو جاتی ہے، سوائے خوشبو اور مباشرت کے۔ یہ دونوں باتیں جائز نہیں ہوتی ہیں، جب تک طوافِ افاضہ نہ کیا جائے۔ مگر جمہور کے نزدیک رمی کے بعد احرام کھولنے پر سوائے مباشرت کے باقی تمام ممنوعہ امور؛ سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو وغیرہ لگانا جائز ہے۔☆ اس اختلاف کی تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۹۳۔

كَانَ اَفْضَلَ اَهْلِ زَمَانِهِ: یہ عبدالرحمٰن قاسم کے بیٹے تھے اور قاسم؛ محمد بن ابی بکر صدیق کے۔ قاسم کا شمار سات فقہائے مدینہ میں ہوتا ہے۔ انہی کے متعلق عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ اموی نے فرمایا تھا کہ اگر سلیمان بن عبدالملک؛ یزید بن عبدالملک کو نامزد نہ کرتے تو قریش میں یہی اپنے زہد، تقویٰ اور فقہی اجتہاد کی وجہ سے بلند پایہ تھے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۹۴) ان کے قول کے پیش نظر باقی اقوال نظر انداز ہونے کے قابل ہیں۔

بَاب ١٤٤ : طَوَافُ الْوَدَاعِ

طواف الوداع

١٧٥٥: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَّكُوْنَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ.

اطرافه: ٣٢٩، ١٧٦٠۔

۱۷۵۵: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (عبداللہ) بن طاؤس سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: لوگوں کو حکم ہوا کہ ان کا (اعمالِ حج میں سے) آخری عمل بیت اللہ کی زیارت ہو۔ مگر حائضہ اس زیارت سے مستثنیٰ کی گئی ہے۔

☆ (ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء في الطيب عند الإحلال قبل الزيارة) (صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسك، باب الرخصة في ما حرم على المحرم بعد رمي الجمرة، روایت ۲۹۳۹، جزء ۴ صفحہ ۳۰۳)

١٧٥٦: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ. تَابَعَهُ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي خَالِدٌ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۷۵۶: اصبغ بن فرج نے ہم سے بیان کیا کہ ابن وہب نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عمرو بن حارث سے، انہوں نے قتادہ سے روایت کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں۔ پھر محصّب میں تھوڑا سا سوئے۔ پھر آپؐ سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف گئے اور اس کا طواف کیا۔ عمرو بن حارث کی طرح لیث نے بھی یہی بات بیان کی۔ (کہا) کہ خالد نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سعید سے، سعید نے قتادہ سے روایت کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اُن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت روایت کرتے ہوئے یہ بیان کیا۔

اطرافه: ١٧٦٤۔

تشریح: **طَوَافُ الْوَدَاعِ:** طواف الوداع مکہ مکرمہ سے لوٹتے وقت کیا جاتا ہے اور اس کے متعلق علماء میں یہ اختلاف ہے کہ آیا یہ واجب ہے جس کے ترک کرنے پر فدیہ لازم آئے گا یا سنت؟ اکثر ائمہ نے اسے واجب قرار دیا ہے اور نہ کرنے پر قربانی لازم سمجھی ہے۔ مگر امام مالکؒ وغیرہ کے نزدیک سنت ہے اور اگر نہ کیا جائے تو فدیہ قربانی لازم نہیں آتا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۳۹) امام بخاریؒ نے باب کا عنوان طواف الوداع قائم کر کے اس میں کسی فیصلہ کا اظہار نہیں کیا۔ البتہ روایت نمبر ۱۷۵۵ میں دو باتوں کا ذکر ہے۔

۱) أُمِرَ النَّاسُ...... یعنی لوگوں کو حکم ہوا۔ ۲) خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ. یعنی حائضہ سے تخفیف کی گئی ہے۔

یہ دونوں فقرے وجوب پر دلالت کرتے ہیں اور روایت نمبر ۱۷۵۶ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ظاہر ہے۔ چونکہ ان دونوں روایتوں میں طواف الوداع کے ترک ہو جانے پر کسی فدیہ کا ذکر نہیں۔ اس لئے امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں خاموشی اختیار کی ہے۔

بَاب ١٤٥ : إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ

جب عورت طوافِ زیارت کرنے کے بعد حائضہ ہوجائے

١٧٥٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضَتْ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحَابِسَتُنَا هِيَ قَالُوْا إِنَّهَا قَدْ أَفَاضَتْ قَالَ فَلَا إِذًا.

۱۷۵۷: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی: نبی ﷺ کی زوجہ حضرت صفیہ بنت حیؓ حائضہ ہوئیں تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا وہ ہمیں سفر کرنے سے روک رکھیں گی؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ طوافِ زیارت کر چکی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تب تو نہیں روکیں گی۔

اطرافہ: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

١٧٥٨-١٧٥٩: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ سَأَلُوْا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ امْرَأَةٍ طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ قَالَ لَهُمْ تَنْفِرُ قَالُوْا لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ قَالَ إِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِيْنَةَ فَسْأَلُوْا فَقَدِمُوْا الْمَدِيْنَةَ فَسَأَلُوْا فَكَانَ فِيْمَنْ سَأَلُوْا أُمُّ

۱۷۵۸-۱۷۵۹: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، انہوں نے عکرمہ سے روایت کی کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک عورت کے متعلق پوچھا جو طوافِ زیارت کر چکی۔ پھر اسے حیض آیا تو انہوں نے کہا کہ وہ طوافِ وداع کے بغیر روانہ ہوجائے۔ انہوں نے کہا: ہم حضرت زیدؓ کا قول چھوڑ کر آپؐ کے قول پر عمل نہیں کریں گے تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ جب آپ مدینہ میں پہنچیں تو وہاں

سُلَيْمٍ فَذَكَرَتْ حَدِيْثَ صَفِيَّةَ. رَوَاهُ خَالِدٌ وَقَتَادَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ.

(لوگوں سے) پوچھیں۔ وہ مدینہ میں آئے تو انہوں نے مسئلہ پوچھا اور جن لوگوں سے انہوں نے پوچھا، ان میں حضرت ام سلیمؓ بھی تھیں۔ انہوں نے حضرت صفیہؓ کا واقعہ بیان کیا۔ خالد اور قتادہ نے بھی عکرمہ سے یہ روایت کی۔

۱۷۶۰: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ رُخِّصَ لِلْحَائِضِ أَنْ تَنْفِرَ إِذَا أَفَاضَتْ.

اطرافه: ۳۲۹، ۱۷۵۵۔

۱۷۶۰: مسلم نے ہم سے بیان کیا۔ وہیب نے ہمیں بتایا کہ ابن طاؤس نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ (طاؤس) سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حائضہ عورت کو جب وہ طوافِ زیارت کر چکے، سفر کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

۱۷۶۱: قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ إِنَّهَا لَا تَنْفِرُ ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ بَعْدُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُنَّ.

اطرافه: ۳۳۰۔

۱۷۶۱: طاؤس نے کہا: میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ وہ عورت کوچ نہ کرے، (جب تک طوافِ وداع نہ کرے۔) پھر میں نے انہی کو اس کے بعد یہ کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ عورتوں کو اجازت دی تھی۔

۱۷۶۲: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ فَقَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

۱۷۶۲: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اسود سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے۔ ہم یہی سمجھتے تھے کہ حج ہوگا۔ نبی ﷺ (مکہ میں) آئے اور بیت اللہ اور صفا و مروہ وغیرہ کے درمیان سعی کی اور آپؐ نے احرام نہیں کھولا اور آپؐ

وَلَمْ يَحِلَّ وَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَطَافَ مَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ نِّسَائِهِ وَأَصْحَابِهِ وَحَلَّ مِنْهُمْ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ الْهَدْيُ فَحَاضَتْ هِيَ فَنَسَكْنَا مَنَاسِكَنَا مِنْ حَجِّنَا فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ لَيْلَةُ النَّفْرِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ كُلُّ أَصْحَابِكَ يَرْجِعُ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ غَيْرِيْ قَالَ مَا كُنْتِ تَطُوْفِيْنَ بِالْبَيْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا قُلْتُ لَا قَالَ فَاخْرُجِي مَعَ أَخِيْكِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ وَمَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا فَخَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ وَحَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقْرَى حَلْقَى إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا أَمَا كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ بَلَى قَالَ فَلَا بَأْسَ انْفِرِي فَلَقِيْتُهُ مُصْعِدًا عَلَى أَهْلِ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ وَقَالَ

کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اور آپؐ کے ساتھ آپؐ کی جو عورتیں اور صحابہ تھے، انہوں نے بھی طواف کیا اور ان میں سے جن کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا، انہوں نے احرام کھول ڈالا اور وہ (حضرت عائشہؓ) حائضہ ہوئیں اور ہم اپنے حج کی عبادتیں کر چکے تھے تو جب کوچ کرنے کی رات آئی؛ جس رات آپؐ محصب میں تھے تو (حضرت عائشہؓ) نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ کے ساتھیوں میں سے ہر ایک حج اور عمرہ کر کے واپس لوٹے گا؛ سوا میرے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم ان راتوں میں جب ہم (مکہ میں) آئے تھے، بیت اللہ کا طواف نہیں کیا کرتی تھیں؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم کی طرف جاؤ اور عمرہ کا احرام باندھو اور فلاں فلاں مقام پر مجھ سے آملو۔ تو میں عبدالرحمٰنؓ کے ساتھ تنعیم کی طرف گئی اور وہاں عمرہ کا احرام باندھا اور حضرت صفیہ بنت حیيؓ بھی حائضہ ہوئیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے بھلی مانس☆! تم تو ہمیں سفر سے روک رکھو گی۔ کیا قربانی کے دن تم نے طواف نہیں کیا تھا؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر کوئی مضائقہ نہیں؛ کوچ کر دیں۔ تو میں آپؐ سے اس وقت ملی؛ جب آپؐ مکہ سے اوپر کی چڑھائی پر جا رہے تھے اور میں نشیب اُتر رہی تھی۔ یا کہا کہ میں چڑھائی پر جا رہی تھی اور آپؐ نشیب میں اتر رہے تھے اور (اسود نے کہا کہ) مسدد نے اسی طرح روایت کی۔ یعنی میں نے کہا:

☆عَقْرَى کا معنی ہے بانجھ اور حَلْقَى یعنی بال کاٹنے والی۔ لیکن یہاں یہ الفاظ اپنے ظاہری معنوں میں نہیں بلکہ ان سے مراد اُس اضطراب کا اظہار ہے جو بعض وقت انسان ایسے موقع پر محسوس کرتا ہے۔ مفہوماً ''اے بھلی مانس'' یا ''اللہ کی بندی'' مراد ہے۔

مُسَدَّدٌ قُلْتُ لَا. تَابَعَهُ جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ فِي قَوْلِهِ لَا.

نہیں۔ مسدد کی طرح جریر نے اپنے قول میں جو منصور سے نقل کیا؛ نہیں کا لفظ روایت کیا ہے۔

اطرافہ: ۲۹٤، ۳۰٥، ۳۱٦، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱٥۱٦، ۱٥۱۸، ۱٥٥٦، ۱٥٦۰، ۱٥٦۱، ۱٥٦۲، ۱٦۳۸، ۱٦٥۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷٥۷، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸٦، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹٥۲، ۲۹۸٤، ٤۳۹٥، ٤٤۰۱، ٤٤۰۸، ٥۳۲۹، ٥٥٤۸، ٥٥٥۹، ٦۱٥۷، ۷۲۲۹.

تشریح: **اِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا اَفَاضَتْ:** یہ بھی سابقہ باب کے مضمون سے متعلق ہے اور اس میں مذکورہ اختلاف حل کیا گیا ہے۔ اس کی پانچ روایتیں ہیں اور بعض حوالے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بیت اللہ کا طواف زیارت کرلیا ہوا ہوتو پھر کسی عذر کی وجہ سے طوافِ وداع نہ کیا جانے پر کوئی فدیہ لازم نہیں آئے گا۔ لیکن اگر طوافِ زیارت نہ کیا ہوتو پھر طوافِ وداع ضروری ہے۔ جس کی تائید میں حضرت عائشہؓ کا واقعہ بطور دلیل ہے۔ اس امر سے جہاں طواف الوداع کا وجوب ثابت ہے وہاں یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کے ترک کرنے پر کوئی فدیہ لازم نہیں آتا ہے۔

وجوب کے بارہ میں صحابہ کے درمیان بھی اختلاف ہوا ہے؛ جس کا ذکر روایت نمبر ۱۷۵۸ میں ہے۔ اس اختلاف کا حل آخری روایت میں کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ کو جو سہولت دی؛ وہ اس بنا پر تھی کہ طوافِ زیارت کرلیا تھا۔ اس سے قبل صحابہ کا تعامل یہی تھا کہ حائضہ انتظار کرتی اور طواف وداع کے بعد لوٹتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے علم کے بعد حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ نے اپنی سابقہ آراء سے رجوع کرلیا۔ (دیکھئے مسلم، کتاب الحج، باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض۔ نیز بخاری، کتاب الحج روایت نمبر ۱۷۶۱) عنوانِ باب کو بَعْدَ مَا اَفَاضَتْ کے الفاظ سے مقید کیا ہے۔ جس سے طواف الوداع کا وجوب ثابت کرنا مقصود ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الحیض روایات باب ۱۶، ۱۷، ۱۸۔

تَابَعَهُ جَرِيْرٌ ......: جریر کی روایت کا حوالہ دیکھئے باب ۳۴ میں جو کہ بروایت عثمان بن ابی شیبہ حضرت عائشہؓ سے موصولاً منقول ہے...... اور مسدد کی روایت کا حوالہ اسی سند سے اور انہی الفاظ میں سوائے نسخہ ابوذر کے صحیح بخاری کے باقی نسخ میں موجود ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۷۴۵) (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۹۹)

بَاب ۱٤٦: مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْأَبْطَحِ

جس نے کوچ کے دن بطحا میں عصر کی نماز پڑھی

۱۷٦۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ

۱۷۶۳: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ اسحق بن یوسف نے ہمیں بتایا۔ سفیان ثوری نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز بن رفیع سے روایت ہے۔ انہوں

رُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قُلْتُ فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ.

اطرافه: ١٦٥٣، ١٦٥٤.

نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا: آپؓ مجھے ایک ایسی بات بتائیں جو آپؓ نے سمجھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد رکھی ہو۔ آٹھویں تاریخ حج کو آپؐ نے ظہر کی نماز کہاں پڑھی؟ انہوں نے کہا: منیٰ میں۔ میں نے کہا: کوچ کے دن عصر کی نماز آپؐ نے کہاں پڑھی؟ کہا: ابطح میں۔ آپ ویسا ہی کریں جیسا کہ آپ کے امیر کرتے ہیں۔

١٧٦٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمُتَعَالِ بْنُ طَالِبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَرَقَدَ رَقْدَةً بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ رَكِبَ إِلَى الْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ.

اطرافه: ١٧٥٦.

۱۷۶۴: عبدالمتعال بن طالب نے ہم سے بیان کیا کہ ابن وہب نے ہمیں بتایا، کہا: عمرو بن حارث نے مجھے خبر دی۔ قتادہ نے ان سے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ آپؐ نے ظہر وعصر ومغرب اور عشاء کی نمازیں (کوچ کے دن) محصّب میں پڑھیں اور تھوڑا سا سوئے۔ پھر آپؐ سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف گئے اور اس کا طواف کیا۔

تشریح: مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ بِالْأَبْطَحِ: وہ وادی جو مکہ مکرمہ اور منیٰ کے درمیان ہے، اسے ابطح اور بطحاء کہتے ہیں۔ بوجہ وسعت اور پھیلاؤ کے اور اس کا نام محصّب اور معرس بھی ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۴۵) محصّب بوجہ کنکریلے میدان اور معرس تعریس سے ہے۔ یعنی وہ مقام جہاں آرام کر کے کوچ کیا جائے۔ (لسان العرب- حصب، عرس) باب ۸۳ میں یہی روایت نمبر ۱۷۶۳ منقول ہے مگر علیحدہ سند سے۔ عنوانِ باب میں عصر کی اس لئے تخصیص کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال کے بعد جمرات پر رمی کر کے منیٰ سے کوچ کیا تھا اور محصّب میں عصر کے وقت پہنچے تھے اور وہاں نمازِ ظہر وعصر جمع کی تھیں۔ اور نماز مغرب وعشاء بھی یہیں پڑھیں اور پھر آرام فرما کر مکہ کی طرف طوافِ وداع کے لئے کوچ کیا۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۴۵) یوم النفر کے معنی کوچ کا دن؛ جو تیرھویں ذوالحج کو ہوا۔ (اس تعلق میں ملاحظہ ہو باب ۱۳۴ نیز باب ۱۴۷)

بَاب ۱٤۷ : اَلْمُحَصَّبُ
محصّب

١٧٦٥: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّمَا كَانَ مَنْزِلٌ يَنْزِلُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَكُوْنَ أَسْمَحَ لِخُرُوْجِهِ يَعْنِي بِالْأَبْطَحِ.

۱۷۶۵: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام (بن عروہ) سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو صرف ایک منزل تھی؛ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُترا کرتے تھے؛ یعنی ابطح میں۔ تا وہاں سے کوچ کرنا آپؐ کے لئے آسان ہو۔

١٧٦٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَيْسَ التَّحْصِيْبُ بِشَيْءٍ إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۷۶۶: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا، کہا: عمرو (بن دینار) نے عطاء (بن ابی رباح) سے، عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ محصّب میں اُترنا کوئی خاص بات نہیں۔ (یعنی عبادۃً) وہ تو ایک منزل تھی؛ جہاں رسول اللہ ﷺ اُترے۔

تشریح: اَلْمُحَصَّبُ: بعض فقہاء نے محصّب میں اُترنا مناسکِ حج میں شمار کیا ہے؛ جو درست نہیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے بسند ابن ابی ملیکہ حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے: قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا نَزَلَهَا اِلَّا مِنْ اَجَلِي. (مسند احمد بن حنبل جزء ۶ صفحہ ۲۴۵) یعنی انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! آپؐ تو وہاں صرف میری خاطر اُترے تھے۔ اسی مفہوم کی روایتیں امام مسلم، ابوداؤد وغیرہ نے نقل کی ہیں۔☆ حضرت ابن عمرؓ نے یہاں جو قیام کیا، وہ صرف اتباع نبوی کے شوق سے۔ جیسا کہ مدینہ سے مکہ مکرمہ کو آتے وقت ذی طویٰ میں اور مکہ سے واپسی پر ذی الحلیفہ وغیرہ میں بھی وہ اس لئے اُترے کہ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُترے تھے۔ اس طرف توجہ دلانے کے لئے اگلے دو ابواب (نمبر ۱۴۸ و ۱۴۹) قائم کئے گئے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فعل ذاتی شوق سے تھا۔ ورنہ ان مقامات میں نزول مناسکِ حج میں سے نہیں۔ گو ان کے علاوہ بعض اور صحابہ اور خلفاء نے اپنی محبت وعشق کا اس طریق سے اظہار کیا ہے اور ان مقامات کو بطور منزل اختیار کیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ۳ صفحہ ۷۴۶)

☆ (مسلم، کتاب الحج، باب استحباب النزول بالمحصب) (ابو داؤد، کتاب المناسک، باب التحصیب)

بَاب ١٤٨ : اَلنُّزُوْلُ بِذِي طُوًى قَبْلَ أَنْ يَّدْخُلَ مَكَّةَ وَ النُّزُوْلُ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ إِذَا رَجَعَ مِنْ مَّكَّةَ

مکہ میں داخل ہونے سے پہلے مقامِ ذی طویٰ میں اُترنا
اور جب مکہ سے واپس لوٹے تو بطحاء میں جو کہ ذوالحلیفہ میں ہے اُترنا

١٧٦٧: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَبِيْتُ بِذِي طُوًى بَيْنَ الثَّنِيَّتَيْنِ ثُمَّ يَدْخُلُ مِنَ الثَّنِيَّةِ الَّتِي بِأَعْلَى مَكَّةَ وَكَانَ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا لَمْ يُنِخْ نَاقَتَهُ إِلَّا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيَأْتِي الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ فَيَبْدَأُ بِهِ ثُمَّ يَطُوْفُ سَبْعًا ثَلَاثًا سَعْيًا وَأَرْبَعًا مَشْيًا ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيُصَلِّيْ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَنْطَلِقُ قَبْلَ أَنْ يَّرْجِعَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَيَطُوْفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكَانَ إِذَا صَدَرَ عَنِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنِيْخُ بِهَا.

اطرافه: ٤٩١، ١٧٦٩۔

۱۷۶۷: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ ابوضمرہ نے ہمیں بتایا۔ موسیٰ بن عقبہ نے ہم سے بیان کیا۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ذی طویٰ مقام میں دو گھاٹیوں کے درمیان رات گزارتے۔ پھر اس گھاٹی سے داخل ہوتے جو مکہ کے بالائی حصہ میں ہے اور جب حج یا عمرہ کی غرض سے مکہ میں آتے تو اپنی اونٹنی کو دروازۂ مسجد (بیت اللہ) کے پاس بٹھاتے۔ پھر مسجد میں جا کر حجر اسود کے پاس آتے اور وہاں سے شروع کرتے۔ پھر وہ سات بار طواف کرتے۔ تین بار تیز قدم اور چار بار معمولی رفتار سے۔ پھر وہاں سے فارغ ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے۔ پھر وہ اپنے گھر جانے سے پہلے چل پڑتے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے اور جب حج و عمرہ سے فارغ ہو کر لوٹتے تو اس میدان میں اپنی اونٹنی بٹھاتے جو ذوالحلیفہ میں ہے؛ وہ جگہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی بٹھایا کرتے تھے۔

۱۷٦۸ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ سُئِلَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ الْمُحَصَّبِ فَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ نَزَلَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ.

۱۷٦۸: عبداللہ بن عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا کہ خالد بن حارث نے ہمیں بتایا، کہا: عبیداللہ (عمری) سے محصّب (میں قیام) کے بارہ میں پوچھا گیا تو عبیداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ نافع سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ وہاں اُترے۔

وَعَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يُصَلِّي بِهَا يَعْنِي الْمُحَصَّبَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ أَحْسِبُهُ قَالَ وَالْمَغْرِبَ قَالَ خَالِدٌ لَا أَشُكُّ فِي الْعِشَاءِ وَيَهْجَعُ هَجْعَةً وَيَذْكُرُ ذَلِكَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور نافع سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں یعنی محصّب میں ظہر وعصر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مغرب کی نماز بھی اور خالد (بن حارث) نے کہا: عشاء کی نماز سے متعلق مجھے کوئی شک نہیں اور کچھ دیر وہاں آرام کرتے اور ذکر کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

تشریح: اَلنُّزُوْلُ بِذِی طُوًی....وَالنُّزُوْلُ بِالْبَطْحَاءِ.....: بطحائے ذوالحلیفہ مدینہ کے قریب ہے۔ دیکھئے تشریح باب ۱۳۷۔ روایت لَمْ يُنِخْ نَاقَتَهُ اِلَّا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ. یعنی حضرت ابن عمرؓ جب حج کے لئے مکہ مکرمہ میں آتے تو رات وادئ ذی طویٰ میں گذارتے اور صبح کو سوار ہو کر بیت اللہ کے دروازے پر اپنی اونٹنی بٹھاتے اور مناسک حج شروع فرماتے۔ اس طرح مکہ مکرمہ سے واپسی پر جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچتے تو مدینہ کی وادئ ذی الحلیفہ میں ڈیرہ لگاتے۔

بَاب ۱٤۹ : مَنْ نَّزَلَ بِذِي طُوًى إِذَا رَجَعَ مِنْ مَّكَّةَ

جو ذی طوی میں اُترے جب وہ مکہ سے لوٹے

۱۷٦۹ : وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ إِذَا

۱۷٦۹: اور محمد بن عیسیٰ نے کہا کہ حماد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی

أَقْبَلَ بَاتَ بِذِي طُوًى حَتَّى إِذَا أَصْبَحَ دَخَلَ وَإِذَا نَفَرَ مَرَّ بِذِي طُوًى وَبَاتَ بِهَا حَتَّى يُصْبِحَ وَكَانَ يَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ.

اطرافه: ٤٩١، ١٧٦٧۔

کہ جب وہ (مدینہ سے) آتے تو ذی طویٰ میں رات گذارتے۔ یہاں تک کہ جب صبح ہوتی تو (مکہ میں) داخل ہوتے اور جب کوچ کرتے تو ذی طویٰ سے ہی گذرتے اور وہاں رات ٹھہرتے۔ یہاں تک کہ صبح ہوتی اور ذکر کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

تشریح: مَنْ نَّزَلَ بِذِى طُوًى اِذَا رَجَعَ مِنْ مَّكَّةَ: بعض کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ قیام شب جو منیٰ سے کوچ کے دن وادیٔ محصب میں کیا تھا وہ مراد ہے۔ ایسا نہیں بلکہ وہ قیام شب مراد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں ذوالحج کو بعد طوافِ وداع کے ذی طویٰ میں کیا تھا۔ دونوں قیام کی جگہ الگ الگ ہے۔ ایک محصّب میں اور دوسرا ذی طویٰ میں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۴۸) اس تعلق میں باب ۴۰، ۱۴۱ بھی دیکھئے۔ نیز جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے؛ مذکورہ بالا مقامات مناسک حج میں سے نہیں۔

بَاب ١٥٠: اَلتِّجَارَةُ أَيَّامَ الْمَوْسِمِ وَالْبَيْعُ فِي أَسْوَاقِ الْجَاهِلِيَّةِ

حج کے دنوں اور زمانۂ جاہلیت کی منڈیوں میں تجارت وخرید وفروخت کرنا

١٧٧٠: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَ ذُو الْمَجَازِ وَعُكَاظٌ مَتْجَرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ كَأَنَّهُمْ كَرِهُوْا ذَلِكَ حَتَّى نَزَلَتْ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (البقرة: ١٩٩) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ.

اطرافه: ٢٠٥٠، ٢٠٩٨، ٤٥١٩۔

۱۷۷۰: عثمان بن ہیثم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج نے ہمیں خبر دی۔ عمرو بن دینار نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے: ذوالمجاز وعکاظ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی منڈیاں تھیں۔ جب اسلام آیا تو لوگوں نے (حج کے دنوں میں) وہاں تجارت کرنا مکروہ جانا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی: یعنی تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم حج کے دنوں میں اپنے ربّ سے فضل چاہو۔

تشریح: **اَلتِّجَارَۃُ اَیَّامَ الْمَوْسِمِ:** مشرکین عرب کے نزدیک بیت اللہ کا حج بہت بڑی اہمیت رکھتا تھا۔جیسا کہ قدیم تاریخ عرب اور قدیم شعراء کے کلام کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے۔ بیت اللہ کا طواف،عرفات کا قیام،منیٰ میں قربانی وغیرہ سب ان میں موجود تھیں۔لیکن حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی خالص توحید؛ بت پرستی اور مشرکانہ عقائد ورسوم سے خلط ملط کر کے مسخ کر دی گئی تھیں۔اسلام نے پھر اسے اصل صورت پر بحال کیا اور جو باتیں درست تھیں؛ انہیں بعض پابندیوں کے ساتھ قائم رکھا۔جن میں سے بیت اللہ کا طواف بھی تھا اور بیت اللہ میں اعتکاف بھی۔(اس تعلق میں دیکھئے باب ۹۱، ۱۳۴۔ نیز کتاب الاعتکاف باب ۱) اور بیت اللہ کی تعظیم ان کے دلوں میں یہاں تک راسخ تھی کہ سوار ہوکر حج کرنا بیت اللہ کی تعظیم کے خلاف سمجھا جاتا تھا اور بیت اللہ کا حرم اتنا مقدس تھا کہ بیٹا باپ کا اور باپ بیٹے کے قتل کا انتقام لینا گناہِ عظیم سمجھتا تھا۔ یہاں تجارتی کاروبار بھی ہوتا تھا۔تجارتی منڈیاں عکاظ،ذی المجاز،مجنّہ اور حباشہ میں قائم کی جاتی تھیں اور بالعموم ماہِ رجب میں یہ کاروبار جائز سمجھا جاتا تھا۔ذی المجاز کی منڈی عرفات کے قریب اور عکاظ؛ نخلہ اور طائف کے درمیان قرن المنازل کے ورے فتق بستی کے قریب اور مجنّہ ؛مرّ الظہران میں اصغر پہاڑی کے قریب قائم کی جاتی تھی۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۴۹، ۷۵۰)

عنوانِ باب کا تعلق موسم حج میں تجارت اور زمانہ جاہلیت کی منڈیوں سے خرید وفروخت سے ہے۔ یہ عنوان دو حصوں میں تقسیم کر کے محولہ بالا روایت کا مفہوم واضح کیا گیا ہے کہ صحابہ کرامؓ مطلق تجارت جائز سمجھتے تھے۔مگر حج کے ایام میں بحالت احرام ان کے نزدیک تجارت کرنا حج کے منافی تھا۔اس تقسیم سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ بحالت احرام صحابہ کرامؓ کا یہ احساس درست تھا۔مگر حج سے فراغت پانے اور حج کے مہینہ میں تجارتی کاروبار سابقہ عقیدے کی بناء پر درست نہیں تھا۔جس کی اصلاح کی گئی۔روایت نمبر ۱۷۷۰ میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے،اس کے آخر میں فِیْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ ہے۔ یہ الفاظ روایت کا حصہ نہیں بلکہ تفسیر ہے۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۵۰)اس سے قبل مشرکین کی رسوم اوران کی اصلاح کا ذکر گذر چکا ہے۔مثلاً بیت اللہ جو توحید پرستی کا گھر تھا؛اس میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی مورتیاں اور تین سو ساٹھ بت رکھے گئے تھے۔(باب ۵۴)اس بت پرستی کی ابتداء جیسا کہ تاریخ قدیم میں آتا ہے عمرو بن لحی کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے دوسو سال قبل ہوئی۔ایامِ حج میں تالیاں بجا بجا کر ان بتوں کی پوجا ہوتی۔ بیت اللہ کا طواف ننگا کیا جاتا۔(باب ۶۷ روایت نمبر ۱۶۲۲۔ باب ۹۱ روایت نمبر ۱۶۶۵)صفا اور مروہ پر نائلہ اور اساف کے بت تھے؛جن کا طواف کیا جاتا۔(أخبار مکة، ذکر الأصنام التی کانت بین الصفا والمروة، جزء۲ صفحہ ۲۴۱) الفاظِ تلبیہ لَاشَرِیْکَ کے بعد اِلَّاشَرِیْکًا ھُوَلَکَ تَمْلِکُهُ وَمَامَلَکَ کا اضافہ کیا جاتا۔(مسلم،کتاب الحج، باب التلبیة وصفتها) (سنن الکبریٰ للبیهقی،کتاب الحج، باب ماکان المشرکون یقولون فی التلبیة، روایت نمبر ۸۸۱۹، جزء۵ صفحہ ۴۵) (بخاری کتاب الحج تشریح باب ۲۲)سورج دیوتا کی پوجا کی جاتی۔(دیکھئے تشریح باب ۹۵و۱۰۰)

احرام باندھنے کے بعد اگر گھروں کو واپس جانا پڑتا تو دروازے سے نہیں بلکہ پچھواڑے سے اندر داخل ہوتے۔ (دیکھئے تشریح باب۹۱) قربانی کا خون کعبہ کی دیواروں پر ملتے اور گوشت بطور نذرانہ دروازے کے سامنے رکھ دیتے کہ خدا اس خون و گوشت سے خوش ہوتا ہے۔ بعض حج میں بولنا ترک کردیتے۔ اس کا نام حج مصمت تھا۔ (روایت نمبر۳۸۳۴) بغیر زادِراہ سادھوؤں کی طرح نکل پڑتے۔ (دیکھئے تشریح باب ۶) چربی گھی وغیرہ کا استعمال بھی گناہ سمجھا جاتا تھا۔ (دیکھئے تشریح باب۹۱) حج کے ایام میں عمرہ کرنا بھی ان کے نزدیک سخت گناہ تھا۔ (روایت نمبر۱۵۶۴) منیٰ میں آبا وَاجداد پرستی کا مظاہرہ ہوتا اور باپ دادوں کے کارہائے نمایاں فخر کے ساتھ بیان کئے جاتے۔ جس کو اسلام نے منسوخ کرکے ذکرِالٰہی پر لگادیا۔ قریش مزدلفہ میں مشعرالحرام کے پاس ٹھہر جاتے؛ جو حرم کے اندر ہے اور حرم کی حدود سے نکلنا اپنے تقدس کے خلاف سمجھتے (روایت نمبر۱۶۶۵) اور وہ بھی وہاں قیام کے دوران اپنے باپ دادوں کی مدح میں فخریہ قصائد پڑھتے۔ قتل وغارت کے عادی قبائل میں سے جب کوئی قبیلہ دیکھتا کہ حج کے مہینوں میں سے کسی مہینہ میں وہ پابند ہوجائے گا۔ اس کا خطیب اعلان کردیتا کہ اس کی جگہ فلاں مہینہ حرمت کا ہے۔ اس طرح کھلی اجازت دی جاتی۔ کبھی ماہِ محرم حلال ہوتا، کبھی ماہ صفر۔ (دیکھئے روایت نمبر۱۵۶۴۔ نیز فتح الباری جزء۳ صفحہ۵۳۷ شرح باب۳۴)

خلاصہ یہ کہ اس قسم کے تمام مشرکانہ رسم ورواج کا اسلام نے قلع قمع کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اسوۂ حسنہ کی برکت سے نفوس میں خارق عادت تبدیلی ہوئی اور تقویٰ وطہارت کے بارہ میں عربوں کا شعور واحساس لطیف ہوگیا۔ جس کی ایک مثال باب ہذا کے موضوع سے ظاہر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوت قدسیہ سے عربوں میں اس درجہ تبدیلی کی کہ آپؐ کا اعجاز ازخود نمایاں ہوجاتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

بَاب ١٥١ : اَلْاِدِّلَاجُ مِنَ الْمُحَصَّبِ

رات کے پچھلے حصہ میں محصّب سے کوچ کرنا

١٧٧١ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ حَاضَتْ صَفِيَّةُ لَيْلَةَ النَّفْرِ فَقَالَتْ مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَكُمْ

۱۷۷۱: عمر بن حفص نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ اعمش نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: کوچ کی رات صفیہؓ حائضہ ہوئیں تو کہنے لگیں:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقْرَى حَلْقَى أَطَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ قِيْلَ نَعَمْ قَالَ فَانْفِرِيْ.

میں سمجھتی ہوں کہ تمہیں سفر سے روک رکھوں گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بھلی مانس☆! کیا قربانی کے دن طوافِ زیارت کرلیا تھا؟ آپؐ سے کہا گیا کہ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر کوچ کرے۔

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

١٧٧٢: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَزَادَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا مُحَاضِرٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا أَنْ نَّحِلَّ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ النَّفْرِ حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلْقَى عَقْرَى مَا أُرَاهَا إِلَّا حَابِسَتَكُمْ ثُمَّ قَالَ كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَانْفِرِيْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي لَمْ

۱۷۷۲: ابوعبداللہ نے کہا: محمد (بن سلام) نے مجھ سے اتنا زیادہ بیان کیا، (کہا:) محاضر نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اسود سے، انہوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے ہم حج ہی کا ذکر کررہے تھے۔ جب ہم (مکہ) پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ احرام کھول ڈالیں۔ جب کوچ کی رات ہوئی تو حضرت صفیہ بنت حیؓ حائضہ ہوگئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عقریٰ حلقیٰ☆ میں سمجھتا ہوں کہ وہ تمہیں سفر سے روک رکھے گی۔ پھر فرمایا: کیا تم نے قربانی کے دن طواف کیا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تو پھر کوچ کرو۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے تو احرام نہیں کھولا۔ فرمایا: تو پھر تنعیم سے عمرہ

☆ عَقْرَى کا معنی ہے بانجھ اور حَلْقَى یعنی بال کاٹنے والی۔ لیکن یہاں یہ الفاظ اپنے ظاہری معنوں میں نہیں بلکہ ان سے مراد اُس اضطراب کا اظہار ہے جو بعض وقت انسان ایسے موقع پر محسوس کرتا ہے۔ مفہوماً ''اے بھلی مانس'' یا ''اللہ کی بندی'' مراد ہے۔ مزید وضاحت کے لیے روایت نمبر ۱۵۶۱ کی تشریح دیکھئے۔

أَكُنْ حَلَلْتُ قَالَ فَاعْتَمِرِيْ مِنَ التَّنْعِيْمِ فَخَرَجَ مَعَهَا أَخُوهَا فَلَقِيْنَاهُ مُدَّلِجًا فَقَالَ مَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَ كَذَا.

کرلو۔ تو ان کے ساتھ ان کے بھائی نکلے۔ (اور فارغ ہوکر) ہم آپؐ سے اس وقت ملے جب آپؐ رات کے پچھلے پہر (طوافِ وداع کے لئے) نکلے اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ تم ہمیں فلاں فلاں جگہ پر آ کر ملنا۔

اطرافہ: ۲۹۴، ۳۰۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۸، ۱۵۱۶، ۱۵۱۸، ۱۵۵۶، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۶۳۸، ۱۶۵۰، ۱۷۰۹، ۱۷۲۰، ۱۷۳۳، ۱۷۵۷، ۱۷۶۲، ۱۷۷۱، ۱۷۸۳، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۲۹۵۲، ۲۹۸۴، ۴۳۹۵، ۴۴۰۱، ۴۴۰۸، ۵۳۲۹، ۵۵۴۸، ۵۵۵۹، ۶۱۵۷، ۷۲۲۹۔

تشریح: اَلْإِدِّلَاجُ مِنَ الْمُحَصَّبِ: ادلاج کے معنی ہیں رات کے پہلے پہر سفر کرنا۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ یہ باب اس غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ سابقہ ابواب میں مقام محصّب میں قیام نشیب کا جو ذکر ہے، اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ ضروری اور مناسک حج کا حصہ ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم میں عمرہ کا احرام باندھنے کی غرض سے رات کو ہی چلی گئی ہیں اور محصّب میں نہیں ٹھہریں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۵۱)

امام موصوفؒ نے ابواب واحادیث کی ترتیب میں باریک ملاحظات مدنظر رکھے ہیں۔ کتاب الحج جب شروع کیا ہے تو سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس عمرہ والے واقعہ سے ابتداء کی ہے۔ (باب۳) اور اس کا خاتمہ بھی اسی پر کیا ہے۔ روایات مندرجہ باب نمبر ا،۲ کے بعد بتایا کہ احکامِ حج وغیرہ کی بنیاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی حج کیا تھا جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے اور اس میں عمرہ بھی ہوا۔ چنانچہ احکامِ حج وعمرہ بیان کرتے رہے۔ شروع اور آخر کو آپس میں مربوط کر دیا ہے اور اس خاتمے کے بعد ابواب عمرہ شروع ہوتے ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٢٦- كِتَابُ الْعُمْرَةِ

بَاب ۱☆: وُجُوْبُ الْعُمْرَةِ وَفَضْلُهَا

عمرے کا وجوب اور اس کی فضیلت☆

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِنَّهَا لَقَرِيْنَتُهَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ: وَأَتِمُّوْا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ (البقرة:١٩٧)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہر شخص پر صرف ایک حج اور ایک عمرہ ہی واجب ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ کی کتاب میں یہ (عمرہ حج کے) ساتھ ہی مذکور ہے۔ (فرمایا:) اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔

١٧٧٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ.

۱۷۷۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے سمی سے جو ابوبکر بن عبدالرحمٰن کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے ابوصالح سمان سے، سمان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کفارہ ہے، ان کوتاہیوں کا جو اِن دونوں کے درمیان ہوگئی ہوں اور مقبول حج کا بدلہ جنت ہی ہے۔

تشریح: وُجُوبُ الْعُمْرَةِ وَفَضْلُهَا: عمرہ مشتق ہے عمارۃ سے یعنی آباد رکھنا۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۰۶) اس غرض سے کہ بیت اللہ میں عبادت، ذکرِ الٰہی اور دعائیں ہوتی رہیں؛ شریعت نے عمرے کا حکم

☆ یہ عنوانِ باب فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ۷۵۳)

دیا ہے۔فرمایا: اَتِمُّوْا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ. (البقرة: ۱۹۷) اوراسی عبادتِ مسلسل کی وجہ سے قرآنِ کریم میں بیت اللہ کو بطور پیشگوئی اَلْبَيْتُ الْمَعْمُوْر سے موسوم کیا ہے۔(الطور:۵) یعنی وہ گھر جو ذکرِ الٰہی سے ہمیشہ آباد رہنے والا ہے۔ عمرے میں بھی حج کی طرح میقات سے احرام باندھنا، اہلال اور تلبیہ وغیرہ امور کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔(کتاب الحج باب۴، ۵۔کتاب العمرة باب۱۰) البتہ اس میں اجازت ہے کہ سال میں کسی وقت بھی کیا جائے۔دور سے آنے والے لوگ حج کے ایام میں ہی عمرہ کر سکتے ہیں۔عمرے کے واجب ہونے یا نہ ہونے کے بارہ میں ائمہ میں اختلاف ہے۔امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عمرہ نفل ہے واجب نہیں۔ان کا استدلال حجاج بن ارطاہ کی روایت سے ہے جو بسند محمد بن منکدر حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک بدوی نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ آیا عمرہ واجب ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: نہیں۔لیکن کیا جائے تو بہتر ہے۔(ترمذی، كتاب الحج، باب ما جاء في العمرة أواجبة هي أم لا)

حجاج-جس سے یہ روایت ہے، ثقہ نہیں۔امام شافعیؒ و امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک عمرہ واجب ہے۔ان کا استدلال علاوہ آیات محولہ بالا کے ان روایتوں سے بھی ہے۔جن کا حوالہ عنوانِ باب میں دیا گیا ہے۔حضرت ابن عمرؓ کی روایت ابن خزیمہ نے موصولاً نقل کی ہے[1] اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت امام شافعیؒ وسعید بن منصور سے موصولاً مروی ہے[2] (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۵۳-۷۵۴)

عمرے کی فضیلت کے بارہ میں استدلال روایت نمبر ۱۷۷۳ سے کیا ہے کہ وہ گناہوں کا کفارہ ہے۔بار بار دعاؤں اور توجہ الی اللہ کا نیک اثر نفسِ انسانی پر لازماً ہوتا ہے اور اسی مبارک اثر سے آہستہ آہستہ میلانِ گناہ بھی دور ہو جاتا ہے۔ اسلام میں کفارے کے یہی معنی ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ. (هود: ۱۱۵) {یقیناً نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں۔} اور فرماتا ہے: اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. (الفرقان: ۷۱) {سوائے اس کے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے۔پس یہی وہ لوگ ہیں جن کی بدیوں کو اللہ خوبیوں میں بدل دے گا۔اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔}

بَاب ۲ مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ

جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا

١٧٧٤: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ

۱۷۷۴: احمد بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ابن جریج نے ہمیں بتایا کہ عکرمہ بن خالد (مخزومی) نے حضرت ابن عمر

[1] (صحيح ابن خزيمه، كتاب المناسك، جماع ابواب ذكر العمرة، باب ذكر البيان ان العمرة فرض، جزء۴ صفحہ ۳۵۶، روایت نمبر ۳۰۶۶)
[2] (الأمّ للشافعي، كتاب الحج، باب هل تجب العمرة، جزء۲ صفحہ ۱۳۲)

اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ فَقَالَ لَا بَأْسَ قَالَ عِكْرِمَةُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَّحُجَّ. وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ ... مِثْلَهُ.

رضی اللہ عنہما سے حج سے قبل عمرہ کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: کوئی قباحت نہیں۔ عکرمہ نے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ نے بتایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرہ کیا تھا۔ ابراہیم بن سعد نے (محمد) بن اسحاق سے نقل کیا: عکرمہ بن خالد نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابن عمرؓ سے میں نے پوچھا....ویسا ہی بیان کیا۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ عِكْرِمَةُ ابْنُ خَالِدٍ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ... مِثْلَهُ.

عمرو بن علی نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعاصم نے ہمیں بتایا۔ ابن جریج نے ہمیں خبر دی کہ عکرمہ بن خالد نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا .... انہوں نے بھی یہی روایت بیان کی۔

تشریح: **مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ:** ارشادِ باری تعالیٰ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (البقرة:۱۹۷) کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس کی تعمیل میں تقدیم و تاخیر جائز ہے یا نہیں اور آیا اس تعمیل میں فاصلہ ہو یا نہ ہو۔ عمرہ پہلے کیا جائے اور حج بعد میں۔ یا یہ کہ صرف حج ہو اور چند مہینوں کے بعد عمرہ؟ زیر باب پہلی روایت جو ابن جریج سے مروی ہے؛ وہ مرسل ہے۔ کیونکہ ابن جریج اس زمانہ میں نہیں تھے، جب عکرمہ مخزومی نے حضرت ابن عمرؓ سے سوال کیا۔ اس نقص کا تدارک امام موصوفؒ نے ابراہیم بن سعد کی روایت کے حوالہ سے کیا ہے، جو امام احمد بن حنبلؒ نے نقل کی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، جزء۲ صفحہ ۱۵۸)

اگلے باب کی روایتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے اور حج آخر میں کیا اور ان کے درمیان فاصلہ تھا۔ یعنی نہ ترتیب ضروری ہے نہ تسلسل۔ عمرے کے تعلق میں یہ ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ یہ بھی ابراہیمی سنت ہے۔ جس کے لئے آپ نے اپنی بیوی بچے کو بیت اللہ کے لئے وقف کیا اور گا ہے گا ہے خود بھی اس کی زیارت کی۔ تا بیت اللہ ہمیشہ ذکر الٰہی سے معمور رہے اور اہل عرب نے قدیم سے یہ ابراہیمی سنت محفوظ رکھی ہے۔ جس کا پتہ زمانہ جاہلیت کے اشعار سے چلتا ہے۔ حلف الفضول کا واقعہ تاریخ عرب میں مشہور ہے۔ قبیلہ بنی زبیر کا ایک شخص عمرے کی غرض سے مکہ مکرمہ میں آیا۔ جس کے ساتھ کچھ سامان تجارت بھی تھا۔ عاص بن وائل نے اس سے بعض اشیاء خریدیں؛ مگر قیمت نہ دی۔ اس سے مایوس ہو کر زبیری نے قریش کے بعض قبیلوں سے فریاد کی اور آل فہر کو مخاطب کرتے

ہوئے ان کی غیرت کو یہ کہہ کر اُکسایا کہ عمرہ کی غرض سے مکہ کے حرم میں آنے والے پر ظلم کیا گیا ہے۔ اس کا تدارک ضروری ہے۔ یہ اشعار اس کی طرف منسوب ہیں:-

يَا آلَ فِهْرٍ لِّمَظْلُوْمٍ بِضَاعَتَهُ ۔۔۔ بِبَطْنِ مَكَّةَ نَائِي الدَّارِ وَالنَّفَرِ
وَمُحْرِمٍ شَعْثٍ لَمْ يَقْضِ عُمْرَتَهُ ۔۔۔ يَا آلَ غَالِبٍ بَيْنَ الْحِجْرِ وَالْحَجَرِ
أَ قَائِمٌ فِي بَنِي سَهْمٍ بِذِمَّتِهِمْ ۔۔۔ اَمْ ذَاهِبٌ فِي ضَلَالٍ مَالُ مُعْتَمِرٍ

(اخبار مكة، ذكر حلف الفضول وسببه وتفسيره، جزء۵صفحہ۱۹۰)

(التذكرة الحمدونية، الباب الثانى عشر ما جاء فى العدل والجور)

ترجمہ: اے فہر کی اولاد! اس شخص کی مدد کو پہنچو جس کے سامانِ تجارت میں ظلم کیا گیا ہے اور اس کا حق مارا گیا ہے۔ مکہ کی وادی میں ایسی حالت میں جبکہ وہ اپنے گھر اور اپنے لوگوں سے دور ہے۔ احرام باندھے ہوئے ہے، غبار آلودہ ہے۔ ابھی تک اس نے اپنا عمرہ ادا نہیں کیا۔ اے آل غالب! حجر اور حجر کے درمیان بنی سہم میں سے کوئی ہے جو اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے ولا ہو یا عمرہ کرنے والے کا مال اسی طرح ضائع چلا جائے گا۔

اس قسم کے اشعارِ جاہلیت سے ظاہر ہے کہ عمرہ قدیم ایام سے کیا جاتا ہے۔ لیکن حج کے ایام میں نہیں۔ بلکہ عموماً رجب کے مہینہ میں۔ جس کی وجہ سے یہ مہینہ بھی ماہِ حرام یعنی عزت کا مہینہ قرار دیا گیا تھا۔ تا بلا خوف وخطر دور ونزدیک سے آنے والے ابراہیمی سنت پر عمل کرسکیں۔ حج کے ایام میں عمرہ کرنا ان کے نزدیک بہت بڑا گناہ تھا۔ (دیکھئے روایت نمبر۱۵۶۴) اسی غلط خیال کی اصلاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔

بَاب٣: كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے

١٧٧٥: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ وَإِذَا نَاسٌ يُصَلُّوْنَ فِي الْمَسْجِدِ صَلَاةَ الضُّحَى قَالَ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ فَقَالَ بِدْعَةٌ

۱۷۷۵: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے مجاہد سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں اور عروہ بن زبیر مسجد میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حجرۂ عائشہؓ کے قریب بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ مسجد میں اشراق کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ مجاہد نے کہا کہ ہم نے ان کی اس نماز کی بابت

ثُمَّ قَالَ لَهُ كَمِ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعًا إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ فَكَرِهْنَا أَنْ نَّرُدَّ عَلَيْهِ.

اطرافه: ۴۲۵۳۔

(حضرت عبداللہ بن عمرؓ) سے پوچھا۔ انہوں نے کہا: یہ بدعت ہے۔ پھر ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے؟ انہوں نے کہا: چار۔ ان میں سے ایک ماہِ رجب میں کیا تھا۔ تو ہم برا سمجھے کہ ان کی بات ردّ کریں۔

١٧٧٦: قَالَ وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحُجْرَةِ فَقَالَ عُرْوَةُ يَا أُمَّاهُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَلَا تَسْمَعِيْنَ مَا يَقُوْلُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَتْ مَا يَقُوْلُ قَالَ يَقُوْلُ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ قَالَتْ يَرْحَمُ اللهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهُ وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ.

اطرافه: ١٧٧٧، ٤٢٥٤۔

۱۷۷۶: اور ہم نے حجرے میں حضرت عائشہ امّ المومنین (رضی اللہ عنہا) کے مسواک کرنے کی آواز سنی تو عروہ نے کہا: ام المومنین! کیا آپؓ نہیں سن رہیں جو ابوعبدالرحمٰنؓ کہہ رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: کیا کہتے ہیں؟ عروہ نے کہا کہ وہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔ ان میں سے ایک ماہِ رجب میں تھا۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے) کہا: اللہ ابوعبدالرحمٰن پر رحم کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمرہ نہیں کیا، مگر وہ اس میں موجود تھے اور آپؐ نے رجب میں قطعاً عمرہ نہیں کیا۔

١٧٧٧: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَجَبٍ.

اطرافه: ١٧٧٦، ٤٢٥٤۔

۱۷۷۷: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج نے ہمیں خبر دی۔ کہا: عطاء نے مجھے بتایا کہ عروہ بن زبیر سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے رجب میں عمرہ نہیں کیا ہے۔

١٧٧٨ : حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ عُمْرَةُ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَدَّهُ الْمُشْرِكُوْنَ وَعُمْرَةٌ مِّنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ صَالَحَهُمْ وَعُمْرَةُ الْجِعِرَّانَةِ إِذْ قَسَمَ غَنِيْمَةَ أُرَاهُ حُنَيْنٍ قُلْتُ كَمْ حَجَّ قَالَ وَاحِدَةً.

۱۷۷۸: حسان بن حسان نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا۔ قتادہ سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے؟ تو انہوں نے کہا: چار۔ عمرۂ حدیبیہ جو ذوالقعدہ میں کیا؛ جب مشرکوں نے آپؐ کو روکا تھا۔ وہ عمرہ دوسرے سال ذی القعدہ میں ہوا۔ جب آپؐ نے ان سے صلح کی اور عمرۂ جعرّانہ جب آپؐ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ میرا خیال ہے کہ یہ جنگ حنین کی غنیمت تھی۔ میں نے کہا: آپؐ نے کتنے حج کئے؟ کہا: ایک ہی۔

اطرافه: ١٧٧٩، ١٧٨٠، ٣٠٦٦، ٤١٤٨.

١٧٧٩ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ رَدُّوْهُ وَمِنَ الْقَابِلِ عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ وَعُمْرَةً فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ.

۱۷۷۹: ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا۔ قتادہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمرہ وہ کیا تھا جبکہ قریش نے آپؐ کو لوٹا دیا تھا اور ایک دوسرے سال عمرہ حدیبیہ کا اور ایک عمرہ ذی قعدہ میں اور ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ۔

اطرافه: ١٧٧٨، ١٧٨٠، ٣٠٦٦، ٤١٤٨.

١٧٨٠ : حَدَّثَنَا هُدْبَةُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ وَقَالَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِي اعْتَمَرَ مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَتَهُ مِنَ

۱۷۸۰: ہدبہ (بن خالد) نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا اور کہا: آپؐ نے چار عمرے ذی القعدہ میں کئے؛ سوائے اس عمرہ کے جو آپؐ نے حج کے ساتھ

الْحُدَيْبِيَةِ وَمِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ وَمِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهِ.

کیا تھا اور ایک عمرہ حدیبیہ کا اور ایک اس سے اگلے سال ہوا اور ایک جعرّانہ کا عمرہ جبکہ آپؐ نے حنین کی غنیمتیں تقسیم کیں۔ ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ۔

اطرافه: ١٧٧٨، ١٧٧٩، ٣٠٦٦، ٤١٤٨.

١٧٨١: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَأَلْتُ مَسْرُوْقًا وَعَطَاءً وَمُجَاهِدًا فَقَالُوْا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَّحُجَّ وَقَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ أَنْ يَّحُجَّ مَرَّتَيْنِ.

۱۷۸۱: احمد بن عثمان نے ہم سے بیان کیا کہ شریح بن مسلمہ نے ہمیں بتایا کہ ابراہیم بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ابواسحاق سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے مسروق، عطاء اور مجاہد سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے سے قبل ذی القعدہ میں عمرہ کیا اور ابواسحاق نے کہا: میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی القعدہ میں دو دفعہ عمرہ کیا۔ پیشتر اس کے کہ آپؐ حج کرتے۔

اطرافه: ١٨٤٤، ٢٦٩٨، ٢٦٩٩، ٢٧٠٠، ٣١٨٤، ٤٢٥١.

تشریح: كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرے سے متعلق اختلاف ہوا ہے کہ آیا دو عمرے کئے یا چار اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض نے صلح حدیبیہ والا عمرہ شمار نہیں کیا اور نہ وہ عمرہ جو حجۃ الوداع میں بصورتِ قِران ہوا تھا۔ بلکہ صرف عمرہ جعرانہ اور وہ عمرہ جو صلح حدیبیہ کے دوسرے سال ہوا۔ ان دونوں کو عمرہ قرار دیا ہے اور یہ دونوں ذیقعدہ میں ہوئے۔ یعنی ۷ھ میں قبل از فتح مکہ اور ۸ھ بعد از فتح اور محاصرۂ طائف۔ رجب میں آپؐ نے کوئی عمرہ نہیں کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ غلط فہمی حضرت عائشہؓ نے دور کر دی جس پر وہ خاموش رہے۔ باب ۳ میں سات روایتیں درج ہیں۔ روایت نمبر ۱۷۷۶، ۱۷۷۷ میں ماہِ رجب والے عمرہ کی نفی ہے۔ یہ دونوں روایتیں عروہ بن زبیر سے ہیں۔ پہلی میں سوال كَمِ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ کا جواب مفصل ہے اور دوسری میں كَمِ اعْتَمَرَ کے الفاظ نہیں، صرف رجب میں عمرہ کئے جانے کی نفی کا ذکر ہے۔ یہ اختلاف مٹانے کی غرض سے اس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے جو امام مسلم نے مفصل نقل کی ہے۔ (مسلم، كتاب الحج، باب بيان عدد عمر النبي وزمانهن)

روایت نمبر۱۷۷۸ میں چار عمروں کا ذکر ہے کیونکہ حضرت انسؓ نے صلح حدیبیہ والا عمرہ بھی شمار کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کی نیت سے مدینہ منورہ سے نکلے اور حدیبیہ مقام پر رُکنے کی وجہ سے وہیں قربانیاں کردیں۔ گویا یہ عمرہ ہوا، جہاں تک ہوسکا۔ ارشادِ باری تعالیٰ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ. (البقرۃ:۱۹۷) یعنی اگر تم روک دیئے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو؛ کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور کے نزدیک ایسے عمرے کے لئے قضا لازم نہیں۔ مگر احناف کے نزدیک لازم ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۶۰) روایت نمبر۱۷۸۱ سے ظاہر ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ نے صلح حدیبیہ اور حجۃ الوداع والے عمرہ کو نظرانداز کردیا۔ صرف ان دو عمروں کا ذکر کیا ہے جو صلح حدیبیہ کے دوسرے سال اور جعرانہ مقام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے؛ جبکہ آپؐ نے شوال کے آخر میں اسی غرض سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کیا اور ذی القعدہ کے شروع میں عمرہ کر کے وہاں سے مدینہ کی طرف لوٹے۔

بَاب ٤ : عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ

رمضان میں عمرہ کرنا

١٧٨٢ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُخْبِرُنَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِامْرَأَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَنَسِيْتُ اسْمَهَا مَا مَنَعَكِ أَنْ تَحُجِّيْ مَعَنَا قَالَتْ كَانَ لَنَا نَاضِحٌ فَرَكِبَهُ أَبُو فُلَانٍ وَابْنُهُ لِزَوْجِهَا وَابْنِهَا وَتَرَكَ نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ قَالَ فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اعْتَمِرِيْ فِيْهِ فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ أَوْ نَحْوًا مِمَّا قَالَ.

اطرافه: ١٨٦٣.

۱۷۸۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ (بن قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے عطاء سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے ہمیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری عورت سے فرمایا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس کا نام لیا تھا مگر میں اس کا نام بھول گیا۔ ہمارے ساتھ حج کرنے سے تمہیں کس بات نے روکا؟ تو اس نے کہا: ہمارا ایک پانی لادنے والا اونٹ تھا۔ اس پر فلاں کا باپ اور اس کا بیٹا جو اس کے خاوند سے ہے اور میرا بیٹا سوار ہوکر چلے گئے اور ایک ہی لادو اونٹ چھوڑ گئے۔ جس پر ہم پانی لادتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ ہو تو اس میں عمرہ کرو۔ کیونکہ رمضان میں عمرہ حج ہے۔ یا کچھ ایسی ہی بات آپؐ نے فرمائی۔

تشریح: **عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ:** اگرچہ عمرہ سارا سال ہی ہوسکتا ہے۔مگر بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ خاص دن یا خاص وقت میں ہوتو وہ افضل ہے۔اس قسم کی روایتوں کی صحت وسقم کے بارہ میں چار ابواب (نمبر۴ تا ۷) قائم کرکے آٹھویں باب میں بتایا ہے کہ عمرے کے ثواب کی زیادت مشقت پر ہے؛ دن اور وقت پر نہیں۔اس کے لئے جتنی دور سے آنا پڑے گا۔اسی قدر ثواب ہوگا۔

رمضان میں عمرے کی فضیلت سے متعلق ابن جریج کی جو روایت نقل کی گئی ہے؛ اس میں راوی کو عورت کا نام یاد نہیں رہا۔(روایت نمبر۱۷۸۲) لیکن روایت نمبر۱۸۶۳ میں بتایا گیا ہے کہ وہ حضرت امّ سنانؓ تھیں۔بھولنے والے راوی ابن جریج ہیں نہ عطاء بن ابی رباح۔جن کی روایت حبیب معلم کی سند سے بھی مروی ہے۔اس میں اس عورت کا نام امّ سنان مذکور ہے۔

مسند احمد وغیرہ کی روایت میں ذکر ہے کہ بنی اسد کی ایک عورت نے جن کا نام حضرت امّ معقلؓ تھا؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے آپؐ کے ساتھ حج کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر میرا اونٹ گم ہوگیا۔جس پر آپؐ نے انہیں مذکورہ بالا ارشاد فرمایا۔(مسند احمد بن حنبل جزء۶ صفحہ۴۰۶) ابوداؤد نے بھی انہی امّ معقلؓ کی ایک روایت نقل کی ہے؛ جس میں ان کے خاوند کے بیمار ہونے اور مرنے کا ذکر ہے اور یہ کہ آپؐ نے فرمایا: اگر حج رہ گیا ہے تو رمضان میں عمرہ کرلینا حج ہی کی طرح ہے۔(ابو داؤد، کتاب المناسک، باب العمرة) امام ابن حجرؒ کی رائے میں یہ دو الگ الگ واقعات ہیں۔ایک انصاری عورت کا اور دوسرا اسدیہ عورت کا۔(فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۶۱، ۷۶۲)

بَاب ٥ : اَلْعُمْرَةُ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ وَغَيْرِهَا

مقامِ محصب کی رات میں یا اس کے علاوہ اور کسی وقت عمرہ کرنا

١٧٨٣ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ فَقَالَ لَنَا مَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُّهِلَّ بِالْحَجِّ فَلْيُهِلَّ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلَوْلَا أَنِّي

۱۷۸۳: محمد بن سلام نے ہم سے بیان کیا کہ ابومعاویہ نے ہمیں خبر دی۔ہشام نے ہمیں بتایا۔انہوں نے اپنے باپ (عروہ) سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (مدینہ سے) ایسے وقت میں نکلے کہ ذی الحج کا چاند نکلنے کو تھا تو آپؐ نے ہم سے فرمایا: تم میں سے جو حج کا احرام باندھنا چاہے وہ (حج کا) احرام باندھے اور جو عمرے کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھ

أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ قَالَتْ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَأَظَلَّنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْفُضِيْ عُمْرَتَكِ وَانْقُضِيْ رَأْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَأَهِلِّيْ بِالْحَجِّ فَلَمَّا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِي.

لے۔اگر میں نے قربانی کا جانور نہ لیا ہوتا تو میں بھی عمرے ہی کا احرام باندھتا۔ کہتی تھیں کہ ہم میں سے بعض نے عمرے کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ عرفات کا دن ایسے وقت میں آیا کہ میں حائضہ تھی۔ میں نے نبی ﷺ سے اپنی معذوری ظاہر کی تو آپؐ نے فرمایا: عمرہ چھوڑ دیں اور اپنے سر کے بال کھول ڈالیں اور کنگھی کریں۔ (معذوری دور ہونے پر) حج کا احرام باندھیں۔ (چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا) اور (حج کے بعد) جس رات ہم محصب پہنچے تو آپؐ نے عبدالرحمٰنؓ کو میرے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا۔ پھر میں نے (وہاں سے) عمرے کا احرام باندھا؛ اپنے اس عمرہ کی جگہ (جس کا احرام میں نے کھول دیا تھا۔)

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

بَاب ٦ : عُمْرَةُ التَّنْعِيْمِ

تنعیم سے عمرے کا احرام باندھنا

١٧٨٤ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ عَمْرَو ابْنَ أَوْسٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُرْدِفَ

۱۷۸۴: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ عمرو (بن دینار) سے مروی ہے کہ انہوں نے عمرو بن اوس سے سنا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: عائشہؓ کو

عَائِشَةَ وَيُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ. قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً سَمِعْتُ عَمْرًا كَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ عَمْرٍو.

اطرافه: ٢٩٨٥۔

(اپنی سواری پر اپنے) پیچھے بٹھالیں اور تنعیم سے ان کو عمرہ کرالائیں۔ سفیان (بن عیینہ) نے کبھی یوں کہا: میں نے عمرو (بن دینار) سے سنا (اور کبھی یوں کہا کہ) میں نے عمرو (بن دینار) سے کئی بار یہ سنا۔

١٧٨٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ عَنْ حَبِيْبٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَطَاءٍ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَّ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَلَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَلْحَةَ وَكَانَ عَلِيٌّ قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالَ أَهْلَلْتُ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِأَصْحَابِهِ أَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً يَّطُوْفُوْا بِالْبَيْتِ ثُمَّ يُقَصِّرُوْا وَيَحِلُّوْا إِلَّا مَنْ مَّعَهُ الْهَدْيُ فَقَالُوْا نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا يَقْطُرُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ

۱۷۸۵: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوہاب بن عبدالمجید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حبیب معلم سے، حبیب نے عطاء (بن ابی رباح) سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ نے حج کا احرام باندھا اور سوائے نبی ﷺ اور حضرت طلحہؓ کے اور کسی کے ساتھ قربانی کا جانور نہیں تھا اور حضرت علیؓ یمن سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قربانی کا جانور تھا۔ انہوں نے کہا: میں نے وہی احرام باندھا ہے جو رسول اللہ ﷺ نے باندھا ہے اور نبی ﷺ نے اپنے باقی صحابہ کو فرمایا کہ وہ اس (حج) کو عمرہ کر دیں۔ بیت اللہ کا طواف کریں۔ پھر بال کتروائیں اور احرام کھول دیں۔ سوائے اس شخص کے جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لایا ہو۔ تو لوگوں نے کہا: (یہ کیسے ہوسکتا ہے) کہ ہم منیٰ کو جائیں؛ جبکہ ہم میں سے کسی کے اعضاء سے مادہ ٹپک رہا ہو۔ یہ بات نبی ﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: اگر مجھے پہلے وہ بات معلوم ہوتی جو بعد میں معلوم ہوئی تو قربانی کے جانور نہ لے جاتا اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میرے ساتھ قربانی کے جانور ہیں تو

مَا أَهْدَيْتُ وَلَوْلَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ وَأَنَّ عَائِشَةَ حَاضَتْ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ قَالَ فَلَمَّا طَهُرَتْ وَطَافَتْ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَتَنْطَلِقُوْنَ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ وَأَنْطَلِقُ بِالْحَجِّ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا إِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ فِي ذِي الْحَجَّةِ وَأَنَّ سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكِ ابْنِ جُعْشُمٍ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْعَقَبَةِ وَهُوَ يَرْمِيْهَا فَقَالَ أَلَكُمْ هَذِهِ خَاصَّةً يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ لَا بَلْ لِلْأَبَدِ.

میں احرام کھول ڈالتا۔ حضرت عائشہؓ حائضہ ہوئیں۔ حج کی ساری عبادتیں کر چکی تھیں سوائے اس کے کہ انہوں نے بیت اللہ کا طوافِ زیارت نہیں کیا تھا۔ (حضرت جابرؓ نے) کہا: جب وہ حیض سے پاک ہوئیں اور طوافِ زیارت کر چکیں تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپؐ تو عمرہ اور حج کر کے جا رہے ہیں اور میں صرف حج کر کے جاؤں گی؟ تو آپؐ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے فرمایا کہ ان کے ساتھ تنعیم کو جائیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے حج کے بعد حج کے مہینہ میں عمرہ کیا اور یہ کہ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشمؓ نبی ﷺ سے اس وقت ملے جب آپؐ عقبہ میں تھے اور اس وقت آپؐ کنکریاں پھینک رہے تھے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ (حج فسخ کر کے عمرہ کرنے کا حکم) خاص اسی وقت کے لئے ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے (اجازت) ہے۔

اطرافه: ١٥٥٧، ١٥٦٨، ١٥٧٠، ١٦٥١، ٢٥٠٦، ٤٣٥٢، ٧٢٣٠، ٧٣٦٧.

تشریح: **اَلْعُمْرَةُ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ وَغَيْرِهَا:** باب ۵و۶ کا مفہوم یہ ہے کہ حج کرنے کے بعد حرم کے اندر یا باہر جہاں سے چاہیں عمرے کا احرام باندھیں۔ اس تعلق میں کتاب الحج باب ۱۴۷ اور ۱۵۱ بھی دیکھئے۔

بَابٌ ٧: اَلْاِعْتِمَارُ بَعْدَ الْحَجِّ بِغَيْرِ هَدْيٍ

حج کے بعد بغیر قربانی عمرہ کرنا

١٧٨٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ

۱۷۸۶: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ نے ہمیں بتایا۔ ہشام نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے خبر دی، کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحَجَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّهِلَّ بِحَجَّةٍ فَلْيُهِلَّ وَلَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنْهُمْ مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَكُنْتُ مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَحِضْتُ قَبْلَ أَنْ أَدْخُلَ مَكَّةَ فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ عَرَفَةَ وَأَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِي عُمْرَتَكِ وَانْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ أَرْسَلَ مَعِي عَبْدَ الرَّحْمَنِ إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَرْدَفَهَا فَأَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِهَا فَقَضَى اللهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا وَلَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَٰلِكَ هَدْيٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا صَوْمٌ.

ایسے وقت میں نکلے؛ جبکہ ذی الحج کا چاند نکل چکا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عمرے کا احرام باندھنا چاہے تو وہ (اس کا) احرام باندھ لے اور جو حج کا احرام باندھنا چاہے تو وہ (اس کا) احرام باندھ لے اور اگر میں قربانی نہ لایا ہوتا تو میں عمرے کا احرام باندھتا۔ صحابہ میں سے وہ بھی تھے جنہوں نے عمرہ کا نام لے کر احرام باندھا تھا اور وہ بھی جنہوں نے حج کا نام لے کر احرام باندھا تھا۔ اور میں اُن میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ پھر میں حائضہ ہوگئی پیشتر اس کے کہ مَیں مکہ میں داخل ہوتی۔ عرفہ کا دن ایسے وقت میں آیا کہ مَیں ابھی تک حائضہ ہی تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (اپنی اس حالت کا) ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنا عمرہ رہنے دو اور اپنا سر کھول ڈالو اور کنگھی کرلو اور (فرمایا کہ صاف ہونے پر) حج کا نام لے کر احرام باندھو تو میں نے ایسا ہی کیا۔ (حج کے بعد) جس رات ہم محصّب پہنچے تو آپؐ نے میرے ساتھ عبدالرحمٰنؓ کو تنعیم کی طرف بھیجا تو انہوں نے (حضرت عائشہؓ کو) اپنے پیچھے سوار کیا تو (حضرت عائشہؓ) نے عمرہ کا نام لے کر لبیک پکارا۔ یہ عمرہ ان کے اس عمرے کے بدل میں تھا (جو اُن سے ترک ہو گیا تھا۔) اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کا حج اور عمرہ پورا کردیا اور ان میں کوئی خامی نہ تھی۔ اس لئے نہ قربانی دینی پڑی اور نہ صدقہ اور نہ روزے رکھے گئے۔

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٧، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

تشریح: **اَلْإِعْتِمَارُ بَعْدَ الْحَجِّ بِغَيْرِ هَدْيٍ:** بعض ائمہ کے نزدیک تمتع یہ ہے کہ حج کے مہینہ میں حج کرنے سے قبل عمرہ کیا جائے اور اس تمتع کی بابت آیت فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (البقرة:۱۹۷) میں ارشاد ہوا ہے کہ بحالت تمتع قربانی کی جائے لیکن اگر حج کرنے کے بعد عمرہ ہو تو قربانی کرنے کی ضرورت نہیں۔ کتاب الحج باب۱۱۵ روایت نمبر ۱۷۰۹ میں یہ تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کی طرف سے قربانی کی تھی اور حضرت عائشہؓ معذوری کی وجہ سے عمرہ نہ کر سکی تھیں۔ پھر انہوں نے جو عمرہ کیا وہ اس کا بدل تھا۔ جیسا کہ الفاظ مَكَانَ عُمْرَتِهَا اس پر دلالت کرتے ہیں۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ ان کو حج وغیرہ کرنے کی توفیق دے دی، اس لئے انہیں (فدیہ) قربانی وغیرہ کی ضرورت نہ رہی۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۷۰)

بَاب۸: أَجْرُ الْعُمْرَةِ عَلَى قَدْرِ النَّصَبِ

عمرے کا ثواب بقدرِ مشقت

١٧٨٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ ابْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنُ مُحَمَّدٍ وَعَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَأَصْدُرُ بِنُسُكٍ فَقِيْلَ لَهَا انْتَظِرِي فَإِذَا طَهُرْتِ فَاخْرُجِي إِلَى التَّنْعِيْمِ فَأَهِلِّي ثُمَّ ائْتِيْنَا بِمَكَانِ كَذَا وَلَكِنَّهَا عَلَى قَدْرِ نَفَقَتِكِ أَوْ نَصَبِكِ.

۱۷۸۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا۔ (عبداللہ) بن عون نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے قاسم بن محمد سے۔ نیز ابن عون نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے اسود سے روایت کی کہ (قاسم اور اسود) دونوں کہتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ! لوگ تو دو دو عبادتیں کر کے واپس جا رہے ہیں اور میں صرف ایک ہی عبادت کے ساتھ جاؤں گی تو اُن سے کہا گیا کہ انتظار کریں اور جب پاک ہوں تو تنعیم کی طرف جائیں۔ (وہاں سے) احرام باندھ لیں۔ پھر فلاں جگہ ہمارے پاس آجائیں۔ مگر بات یہ ہے کہ ثواب تو اس مقدار سے ہوتا ہے جتنا آپ خرچ کریں اور جتنی مشقت برداشت کریں۔

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٨، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

تشریح: **اَجْرُ الْعُمْرَةِ عَلَى قَدْرِ النَّصَبِ:** امام احمد بن حنبل[1] اور امام مسلم[2] رحمۃ اللہ علیہما نے روایت نمبر۱۷۸۷ مذکورہ بالا دوسندوں سے نقل کی ہے۔ اس میں امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بغیر نام کے اشارۃً ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تنعیم سے عمرہ کرنے کے لئے فرمایا اور کہا کہ عمرہ کا اجر مشقت پر ہے یا فرمایا کہ مصارفِ سفر کے مطابق۔ امام بخاریؒ کی مذکورہ بالا روایت میں حضرت عائشہؓ کے نام کی تصریح ہے۔

نَفَقَتِکِ اَوْ نَصَبِکِ: کرمانیؒ کے نزدیک حدیث کے الفاظ میں اَوْ کا عطف جو وارد ہوا ہے؛ وہ تنویع کے معنوں میں ہے، شک کے معنی میں نہیں۔ تنویع کے معنی ہیں نوعیت کا الگ الگ ہونا۔ دارقطنی[3] اور حاکم[4] کی روایت جو ابن عون سے مروی ہے؛ اس میں یہ الفاظ ہیں: وَاِنَّ لَکِ مِنَ الْاَجْرِ عَلَى قَدْرِ نَصَبِکِ وَنَفَقَتِکِ. تمہیں اجر مشقت اور مصارفِ سفر کے مطابق ملے گا۔ ان الفاظ سے بھی اسی مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

(فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۷۱)

بعض فقہاء نے اس تعلق میں یہ سوال اُٹھایا ہے کہ ثواب عمل کی خاطر مشقت برداشت کرنا ضروری نہیں اور شریعتِ اسلامیہ نے مشقت جسمانی عبادت میں ثواب کے لئے ضروری قرار نہیں دی بلکہ وہ ایسا دین ہے جس میں سہولت، آسانی، شرح صدر اور اخلاص وغیرہ امور ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ دیکھئے کتاب الایمان باب۱۲، ۱۸، ۲۹، ۳۲۔ دراصل حضرت عائشہؓ عمرہ بروقت نہ کرسکنے کی وجہ سے بہت متاثر تھیں۔ آپؐ نے ان کی دلداری فرمائی کہ وہ اس کا افسوس نہ کریں۔ ثواب کا دارومدار صرف اس بات پر نہیں کہ عمرہ بروقت یا برمحل ہو؛ بلکہ عمرہ ہر وقت کیا جا سکتا ہے اور ثواب میں مشقت ومصارفِ سفر کا بھی لحاظ ہوتا ہے۔ بعض فقہاء نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ جگہ یا وقت کی خصوصیت نہیں۔ بعض اوقات یا بعض مقامات کے ساتھ ایک تاریخی پس منظر آیا ہے جو بوقت عبادت ذہنی تصورات اور قلبی احساس میں ایک غیر معمولی تحریک پیدا کرکے عبادت میں جان ڈال دیتے ہیں۔ ذہنی کوفت جسمانی کوفت سے کم نہیں ہوتی اور لفظ النَّصَبِ دونوں قسم کی کوفت پر اطلاق پاتا ہے۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۷۱، ۷۷۲) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۲۴)

مذکورہ بالا حدیث میں عَلَى قَدْرِ نَفَقَتِکِ کے الفاظ ہیں۔ مگر عنوانِ باب میں صرف عَلَى قَدْرِ النَّصَبِ ہے۔ دراصل حضرت عائشہؓ کے لئے نفقات کا سوال نہ تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے عنوان قائم کرتے ہوئے اسے نظرانداز کیا ہے۔

---

[1] (مسند احمد بن حنبل جزء۶ صفحہ۴۳)

[2] (مسلم، كتاب الحج، باب بيان وجوه الإحرام وأنه يجوز إفراد الحج والتمتع)

[3] (سنن الدار قطنی، كتاب الحج، باب المواقيت، روایت نمبر۲۲۸، جزء۲ صفحہ۲۸۶)

[4] (المستدرک علی الصحیحین، کتاب المناسک، الأجر علی قدر النفقة و التعب، جزء اوّل صفحہ۴۷۱)

بَاب ٩ : اَلْمُعْتَمِرُ إِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ خَرَجَ هَلْ يُجْزِئُهُ مِنْ طَوَافِ الْوَدَاعِ

جب عمرہ کرنے والا طواف کر لے پھر (مکہ سے) نکلے تو کیا یہ طوافِ وداع کا بدل ہوگا

١٧٨٨ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَحُرُمِ الْحَجِّ فَنَزَلْنَا بِسَرِفَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلَا وَكَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ ذَوِي قُوَّةٍ الْهَدْيُ فَلَمْ تَكُنْ لَّهُمْ عُمْرَةٌ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ قُلْتُ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ لِأَصْحَابِكَ مَا قُلْتَ فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ قَالَ وَمَا شَأْنُكِ قُلْتُ لَا أُصَلِّي قَالَ فَلَا يَضِرْكِ أَنْتِ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ كُتِبَ عَلَيْكِ مَا كُتِبَ عَلَيْهِنَّ فَكُوْنِي فِي حَجَّتِكِ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَرْزُقَكِهَا قَالَتْ

١٧٨٨: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ افلح بن حمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قاسم (بن محمد) سے، قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم حج کی نیت سے احرام باندھ کر حج کے مہینہ میں آدابِ حج ملحوظ رکھتے ہوئے نکلے اور مقامِ سرف پر اُترے تو نبی ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی نہ ہو اور وہ اسے عمرہ کرنا چاہے تو کر لے اور جس کے ساتھ قربانی ہو وہ ایسا نہ کرے اور نبی ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں میں سے مردوں کے ساتھ۔ جو صاحب استطاعت تھے۔ قربانیاں تھیں تو ان کا عمرہ نہ ہوا۔ نبی ﷺ میرے پاس آئے اور میں رو رہی تھی اور آپؐ نے فرمایا کہ تم کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا: میں نے آپؐ کی وہ بات سن لی ہے جو آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے فرمائی ہے۔ میں عمرہ سے محروم رہ گئی۔ آپؐ نے فرمایا: کیوں تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: میں نماز نہیں پڑھتی۔ آپؐ نے فرمایا: تمہیں اس سے کوئی حرج نہیں۔ تم آدم کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی ہو۔ تمہارے لئے وہی مقدر ہے جو اُن کے لئے۔ اس لئے حج کی نیت رکھو۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عمرہ نصیب کرے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: میں

فَكُنْتُ حَتَّى نَفَرْنَا مِنْ مِّنًى فَنَزَلْنَا الْمُحَصَّبَ فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ افْرُغَا مِنْ طَوَافِكُمَا أَنْتَظِرْكُمَا هَاهُنَا فَأَتَيْنَا فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَ فَرَغْتُمَا قُلْتُ نَعَمْ فَنَادَى بِالرَّحِيْلِ فِي أَصْحَابِهِ فَارْتَحَلَ النَّاسُ وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ ثُمَّ خَرَجَ مُوَجِّهًا إِلَى الْمَدِيْنَةِ.

اسی طرح رہی؛ یہاں تک کہ ہم منیٰ سے چل پڑے اور محصّب میں اُترے تو آپؐ نے عبدالرحمٰنؓ کو بلایا اور فرمایا: اپنی بہن کو حرم سے باہر لے جاؤ کہ وہ عمرہ کا لبیک پکار کر عمرہ کا احرام باندھ لیں۔ پھر تم دونوں طوافِ بیت اللہ کرلو۔ میں تم دونوں کا یہیں انتظار کروں گا تو ہم آدھی رات کو واپس آئے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم دونوں (طواف سے) فارغ ہو گئے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ پھر آپؐ نے اپنے صحابہ میں کوچ کی منادی کروائی اور لوگوں نے کوچ کیا اور انہوں نے بھی جنہوں نے صبح کی نماز سے پہلے بیت اللہ کا طوافِ وداع کرلیا تھا۔ پھر آپؐ مدینہ کی طرف رُخ کر کے روانہ ہو گئے۔

اطرافه: ٢٩٤، ٣٠٥، ٣١٦، ٣١٧، ٣١٩، ٣٢٨، ١٥١٦، ١٥١٨، ١٥٥٦، ١٥٦٠، ١٥٦١، ١٥٦٢، ١٦٣٨، ١٦٥٠، ١٧٠٩، ١٧٢٠، ١٧٣٣، ١٧٥٧، ١٧٦٢، ١٧٧١، ١٧٧٢، ١٧٨٣، ١٧٨٦، ١٧٨٧، ٢٩٥٢، ٢٩٨٤، ٤٣٩٥، ٤٤٠١، ٤٤٠٨، ٥٣٢٩، ٥٥٤٨، ٥٥٥٩، ٦١٥٧، ٧٢٢٩.

تشریح: **اَلْمُعْتَمِرُ اِذَا طَافَ طَوَافَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ خَرَجَ:** عمرہ تنعیم میں حضرت عائشہؓ طوافِ عمرہ کر کے مکہ مکرمہ سے لوٹیں اور طواف الوداع نہیں کیا۔ جس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ وہی ایک طواف بطور طواف الوداع بھی تھا۔ الگ طواف کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ کتاب الحج روایت نمبر ۱۷۵۵ میں بھی بتایا جا چکا ہے کہ حائضہ کو طواف الوداع سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

امام ابن حجرؒ کے نزدیک روایت نمبر ۱۷۸۸ کے آخری الفاظ وَمَنْ طَافَ سے مراد ثُمَّ طَافَ ہے۔ کیونکہ مسلمؒ کی روایت میں فَآذَنَ فِی اَصْحَابِهٖ بِالرَّحِيْلِ فَخَرَجَ فَمَرَّ بِالْبَيْتِ فَطَافَ بِهٖ قَبْلَ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ہے۔ (مسلم، كتاب الحج، باب بيان وجوه الإحرام) یعنی آپؐ نے اپنے صحابہ میں کوچ کا ارشاد فرمایا۔ پھر آپؐ نکلے اور بیت اللہ کی طرف گئے اور صبح کی نماز سے پہلے اُس کا طواف کیا۔ پھر آپؐ مدینہ کی طرف چل پڑے۔ اور ابوداؤدؒ کی روایتوں میں منقول ہے: فَاَذَّنَ فِی اَصْحَابِهٖ بِالرَّحِيْلِ فَارْتَحَلَ فَمَرَّ بِالْبَيْتِ قَبْلَ صَلَاةَ الصُّبْحِ فَطَافَ بِهٖ حِيْنَ خَرَجَ ثُمَّ انْصَرَفَ مُتَوَجِّهًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ. (ابو داؤد، كتاب المناسك، باب طواف الوداع) یعنی آپؐ نے اپنے صحابہ میں کوچ کا اعلان فرمایا۔ پھر آپؐ چل پڑے اور صبح کی نماز سے پہلے بیت اللہ کی طرف گئے اور اُس کا

طواف کیا جب آپؐ (مدینہ کی طرف) نکلے۔ پھر آپؐ مدینہ کی طرف رُخ کر کے روانہ ہوگئے۔ نیز کتاب الحج باب۳۳ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: فَارْتَحَلَ النَّاسُ فَمَرَّ مُتَوَجِّهًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ یعنی لوگ چل پڑے۔ پھر آپؐ مدینہ کا رخ کئے ہوئے گزرے۔ یہاں مَرَّ کا فاعل آنحضرت ﷺ ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ۷۷۳)

بَاب ١٠: يَفْعَلُ بِالْعُمْرَةِ مَا يَفْعَلُ بِالْحَجِّ

عمرہ میں بھی وہی کرے جو حج میں کرتا ہے

١٧٨٩: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ يَعْنِي عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهِ أَثَرُ الْخَلُوْقِ أَوْ قَالَ صُفْرَةٌ فَقَالَ كَيْفَ تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي عُمْرَتِي فَأَنْزَلَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُتِرَ بِثَوْبٍ وَوَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فَقَالَ عُمَرُ تَعَالَ أَيَسُرُّكَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَنْزَلَ اللهُ عَلَيْهِ الْوَحْيَ قُلْتُ نَعَمْ فَرَفَعَ طَرَفَ الثَّوْبِ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ لَهُ غَطِيْطٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ كَغَطِيْطِ الْبَكْرِ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ

۱۷۸۹: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا کہ عطاء نے ہم سے بیان کیا، کہا: صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے مجھے بتایا۔ یعنی اپنے باپ سے روایت کی کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جبکہ آپؐ جعرانہ میں تھے اور وہ جبہ پہنے تھا اور اس پر خوشبو کا نشان تھا۔ یا کہا: زردی کا نشان۔ اس نے کہا کہ آپؐ مجھے اپنے عمرے میں کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی اور آپؐ کو ایک کپڑا اوڑھا دیا گیا۔ مجھے آرزو تھی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں دیکھوں کہ آپؐ پر وحی کا نزول ہو رہا ہو۔ حضرت عمرؓ نے (مجھ سے) کہا: ادھر آؤ۔ کیا تم یہ دیکھ کر خوش ہو گے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کر رہا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ پھر انہوں نے کپڑے کا کنارہ اُٹھایا تو میں نے آپؐ کو دیکھا۔ آپؐ خراٹے لے رہے تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے کہا: جیسے جوان اونٹ خراٹے لیتا ہے۔ جب وحی کی حالت ختم

اخْلَعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاغْسِلْ أَثَرَ الْخَلُوْقِ عَنْكَ وَأَنْقِ الصُّفْرَةَ وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ.

ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: عمرہ کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے؟ اپنا جُبّہ اُتار دو اور خوشبو کا نشان دھو کر صاف کر دو اور زردی بالکل صاف کر دو اور اپنے عمرے میں ویسا ہی کرو جیسا حج میں کرتے ہو۔

اطرافه: ١٥٣٦، ١٨٤٧، ٤٣٢٩، ٤٩٨٥.

١٧٩٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ (البقرة: ١٥٩) فَلَا أُرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَلَّا لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُوْلُ كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الْأَنْصَارِ كَانُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ وَكَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ أَنْ يَّطُوْفُوْا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا جَاءَ

١٧٩٠: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سے کہا- میں ان دنوں کم سن تھا- بتائیں تو سہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے ہیں۔ پس جو بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا بھی طواف کرے۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ کسی پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف نہ کرے۔ تو حضرت عائشہؓ نے کہا: ہرگز نہیں۔ اگر یہ مراد ہوتی جیسا کہ تم سمجھتے ہو تو آیت یوں ہوتی کہ اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا طواف نہ کرے۔ (بات یہ ہے کہ) یہ آیت انصار کی نسبت اُتری ہے جو منات کا نام پکار کر احرام باندھا کرتے تھے۔ اور یہ منات قُدَید کے مقابل رکھا ہوا تھا اور وہ برا سمجھتے تھے کہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کریں۔

الْإِسْلَامُ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ (البقرة:١٥٩) زَادَ سُفْيَانُ وَأَبُومُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ مَا أَتَمَّ اللهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهُ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

پس جب اسلام آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ...... سفیان اور ابومعاویہ نے ہشام سے روایت کرتے ہوئے اتنا بڑھایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا حج پورا نہ کیا، نہ اس کا عمرہ جس نے صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کیا۔

اطرافه: ١٦٤٣، ٤٤٩٥، ٤٨٦١۔

تشریح: يَفْعَلُ بِالْعُمْرَةِ مَا يَفْعَلُ بِالْحَجِّ: اس تعلق میں دیکھئے کتاب الحج تشریح باب ۴ و۱۶ جہاں مناسک حج کا خلاصہ دیا گیا ہے اور کتاب الحج باب ۷۹ و۸۰ کی تشریح جہاں صفا و مروہ کے تعلق میں اس کا تاریخی پس منظر ظاہر کیا گیا ہے۔ اس باب کی پہلی روایت میں اوّل ان باتوں کا ذکر ہے جو بوقت احرام نہیں ہونی چاہئیں اور اس کے آخر میں ہے کہ عمرہ میں بھی رمی کرنی چاہیے جو حج میں کی جاتی ہے اور دوسری روایت میں صفا و مروہ کی سعی کا ذکر ہے اور اس کے آخر میں ہشام کی روایت کا حوالہ بسند سفیان اور ابومعاویہ مذکور ہے جو طبری اور عبدالرزاق نے نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء ۳ صفحہ ٦٧٦) اس حوالہ سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ صفا و مروہ کی سعی بھی ارکان حج و عمرہ میں سے ہے اور یہ خیال درست نہیں کہ اگر سعی نہ کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

بَاب ١١: مَتَى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ

عمرہ کرنے والا کب احرام کھولے

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً وَيَطُوْفُوْا ثُمَّ يُقَصِّرُوْا وَيَحِلُّوْا.

اور عطاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ حج کو عمرہ کریں اور طواف کریں۔ پھر بال کٹوائیں اور احرام کھول کر آزاد ہو جائیں۔

١٧٩١: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ جَرِيْرٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعْتَمَرْنَا مَعَهُ فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ طَافَ وَطُفْنَا مَعَهُ وَأَتَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ وَأَتَيْنَاهَا مَعَهُ وَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ أَنْ يَّرْمِيَهُ أَحَدٌ فَقَالَ لَهُ صَاحِبٌ لِّي أَكَانَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ قَالَ لَا.

۱۷۹۱: اسحٰق بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے جریر سے، جریر نے اسماعیل سے، اسماعیل نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے رویت کی۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرہ کیا اور ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ عمرہ کیا۔جب آپؐ مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے طواف کیا اور ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ طواف کیا اور آپؐ صفا اور مروہ میں آئے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ وہاں آئے۔اور ہم اہل مکہ سے آپؐ کی آڑ بنے ہوئے تھے۔مبادا کوئی آپؐ کی طرف تیر پھینکے تو میرے ایک ساتھی نے (حضرت ابن ابی اوفیٰؓ سے) پوچھا: کیا آنحضرت ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تھے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں۔

اطرافه: ١٦٠٠، ٤١٨٨، ٤٢٥٥.

١٧٩٢: قَالَ فَحَدِّثْنَا مَا قَالَ لِخَدِيْجَةَ قَالَ بَشِّرُوْا خَدِيْجَةَ بِبَيْتٍ مِّنَ الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ.

۱۷۹۲: پھر اس نے کہا: اچھا ہم سے آپؓ بیان کریں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے متعلق فرمایا تھا۔(تو انہوں نے کہا:) آپؐ نے فرمایا کہ خدیجہؓ کو جنت میں ایک ایسے گھر کی بشارت ہو جو خول دار موتیوں کا ہے نہ اس میں شور وغل ہے اور نہ کسی قسم کی تکلیف۔

اطرافه: ٣٨١٩.

١٧٩٣: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ

۱۷۹۳: حمیدی نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا کہ سفیان نے ہمیں بتایا: عمرو بن دینار سے مروی

سَأَلْنَا ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَيَأْتِي امْرَأَتَهُ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

ہے کہ انہوں نے کہا: ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کی نسبت پوچھا؛ جس نے عمرہ میں بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا ومروہ کا طواف نہ کیا؛ کیا وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) آئے اور بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں نماز پڑھی اور صفا اور مروہ کے درمیان سات بار طواف کیا اور یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قابل پیروی نیک نمونہ ہے۔

اطرافه: ٣٩٥، ١٦٢٣، ١٦٢٧، ١٦٤٥، ١٦٤٧۔

١٧٩٤: قَالَ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

۱۷۹۴: (عمرو بن دینار نے) کہا: ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ (اپنی بیوی کے) قریب نہ جائے؛ جب تک صفا ومروہ کے درمیان طواف نہ کر لے۔

اطرافه: ٣٩٦، ١٦٢٤، ١٦٤٦۔

١٧٩٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَطْحَاءِ وَهُوَ مُنِيْخٌ فَقَالَ أَحَجَجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ

۱۷۹۵: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ غندر (محمد بن جعفر) نے ہمیں بتایا؛ (کہا:) شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے قیس بن مسلم سے، قیس نے طارق بن شہاب سے، انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے پاس بطحاء میں حاضر ہوا۔ جبکہ آپؐ وہاں اُترے ہوئے تھے تو آپؐ نے فرمایا: کیا حج کا قصد ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔

قُلْتُ لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحْسَنْتَ طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَحِلَّ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ أَتَيْتُ امْرَأَةً مِنْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِي ثُمَّ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ فَكُنْتُ أُفْتِي بِهِ حَتَّى كَانَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ فَقَالَ إِنْ أَخَذْنَا بِكِتَابِ اللهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ وَإِنْ أَخَذْنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ.

فرمایا: کس کا لبیک پکارا ہے (حج کا یا عمرہ کا؟) میں نے کہا: اس کا کہ جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا کیا ہے۔ بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کریں۔ پھر احرام کھول کر آزاد ہو جائیں۔ چنانچہ میں نے بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کیا۔ پھر قبیلہ قیس کی ایک عورت کے پاس آیا۔ اس نے میرے سر کی جوئیں نکالیں۔ پھر میں نے حج کا لبیک پکار کر احرام باندھا۔ سو میں اس کا فتویٰ دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ ہوا تو انہوں نے کہا: اگر ہم کتاب اللہ کے مطابق عمل کریں تو وہ ہمیں (حج اور عمرہ) پورا کرنے کا حکم دیتی ہے اور اگر ہم نبی ﷺ کے فرمودہ پر عمل کریں تو آپؐ احرام کھول کر اس وقت تک حج کی پابندیوں سے آزاد نہیں ہوئے جب تک کہ قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ گئی۔

اطرافہ: ١٥٥٩، ١٥٦٥، ١٧٢٤، ٤٣٤٦، ٤٣٩٧.

١٧٩٦: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَ يَسْمَعُ أَسْمَاءَ تَقُوْلُ كُلَّمَا مَرَّتْ بِالْحَجُوْنِ صَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهُ هَاهُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافٌ قَلِيْلٌ ظَهْرُنَا قَلِيْلَةٌ أَزْوَادُنَا فَاعْتَمَرْتُ أَنَا

۱۷۹۶: احمد بن عیسیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ ابن وہب نے ہمیں بتایا کہ عمرو نے ہمیں خبر دی۔ ابوالاسود سے مروی ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے آزاد کردہ غلام عبداللہ نے ان سے بیان کیا کہ حضرت اسماءؓ جب کبھی مقامِ حجون سے گذرتیں تو وہ ان کو یہ کہتے سنا کرتے تھے: صلی اللہ علیٰ محمد۔ ہم آپؐ کے ساتھ یہاں اُترے تھے اور ہم ان دِنوں ہلکے پھلکے تھے۔ ہماری سواریاں کم تھیں اور زادِراہ بھی کم تھی۔ میں نے

وَأُخْتِي عَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ {أَحْلَلْنَا ثُمَّ☆} أَهْلَلْنَا مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ.

اور میری بہن عائشہؓ اور زبیرؓ اور فلاں فلاں نے عمرہ کیا۔ جب ہم نے بیت اللہ کو چھولیا {تو ہم احرام کھول کر آزاد ہوگئے۔ پھر☆} عشاء کے وقت ہم نے حج کا لبیک پکار کر احرام باندھا۔

اطرافه: ١٦١٥، ١٦٤٢.

تشریح: مَتَى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ: امام ابن حجرؒ اور امام عینیؒ کی رائے میں یہ باب حضرت ابن عباسؓ کا ایک فتویٰ مدنظر رکھ کر قائم کیا گیا ہے کہ بیت اللہ کا طواف کر کے احرام کھولا جا سکتا ہے اور بعض نے یہاں تک فتویٰ دیا ہے کہ حرم میں داخل ہونے کے بعد حاجی احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جائے گا۔ مگر یہ مذہب بطور شاذ ہے۔ ائمہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ طواف وسعی دونوں ضروری ہیں۔ (فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۷۷) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸) اسی اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے عنوانِ باب میں حضرت جابرؓ کی ایک روایت کا حوالہ دیا گیا ہے جو زیر باب ٦ روایت نمبر ۱۷۸۵ میں گذر چکی ہے اور جو عطاء جیسے مشہور فقیہ کی سند سے مروی ہے۔ اس میں طواف کے بعد حجامت کر کے احرام کھولنے کا ذکر ہے۔ اس طواف میں طوافِ بیت اللہ اور سعی بین الصفا والمروہ دونوں ہیں۔ جس کی صراحت حضرت جابرؓ ہی کی روایت سے کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا: لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ. (دیکھئے روایت نمبر ۱۷۹۴) نیز روایت نمبر ۱۷۸۵ میں فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ کے الفاظ بھی مذکور ہیں۔ اس مضمون کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت بھی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: أَحِلُّوا مِنْ إِحْرَامِكُمْ بِطَوَافِ الْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوا ثُمَّ أَقِيمُوا حَلَالًا. (بخاری، کتاب الحج، باب ۳۴ روایت نمبر ۱۵٦۸) یعنی بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کر کے اپنا احرام کھول دو اور حجامت بنواؤ۔ پھر اس کے بعد تم حج کی پابندیوں سے آزاد ہو کر قیام کرو۔ ارشادِ باری تعالیٰ میں بھی طوافِ بیت اللہ کو ہی حج یا عمرہ قرار دیا گیا ہے۔ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا. (البقرة:۱۵۹)

مذکورہ بالا باب کی پانچویں روایت میں حضرت عمرؓ کے قول إِنْ أَخَذْنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُنَا بِالتَّمَامِ سے بھی یہی مراد ہے کہ بیت اللہ کا طواف کر کے حج ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن سنت نبویہ یہ ہے کہ حج کرنے والا قربانی کے بعد احرام سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اس تعلق میں یہ سوال بھی اٹھایا گیا ہے کہ حج میں قربانی ارکان حج میں سے ہے یا مستحب۔ سو واضح ہو کہ یہ ارکانِ حج میں مستحب ہے۔ ہر شخص کی طاقت نہیں کہ وہ قربانی کرے۔ البتہ احصار یعنی جب کوئی روک پیدا ہو جائے تو اس صورت میں قربانی کرنے کا ارشاد ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے: فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ. (البقرة :۱۹۷) یعنی اگر تم روکے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو؛ وہ کی جائے۔ یعنی اونٹ بیل یا بکری اور میسر نہ ہونے کی صورت میں دس روزے ہیں یا چھ مساکین کو کھانا کھلانا۔ اس تعلق میں دیکھئے باب ۲، ۳۔

☆الفاظ "أَحْلَلْنَا ثُمَّ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء۳ حاشیہ صفحہ ۷۷۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اس باب کی پہلی روایت نمبر۱۷۹۱ اسحاق بن ابراہیم بن راہویہ کی سند سے مروی ہے جو مشہور فقیہ اور امام بخاریؒ کے استاد ہیں اور تیسری روایت (نمبر۱۷۹۳) سفیان سے مروی ہے۔ وہ بھی مشہور فقیہ ہیں۔ چھٹی روایت (نمبر۱۷۹۶) میں حضرت اسماءؓ کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے کہ حجون پہاڑ سے جب وہ گذریں تو انہوں نے کہا کہ عمرہ میں جب ہم بیت اللہ کے ارکان (ستون) کا مسح کر لیتے تو ہم احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتے۔ مسح ارکان سے مراد دراصل طوافِ بیت اللہ ہے جس میں حجر اسود اور ستون چھوئے جاتے ہیں۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الحج باب ۷۸ روایت نمبر۱۶۴۱، ۱۶۴۲۔ جہاں تفصیل سے حضرت عائشہؓ اپنے اور مذکورہ بالا صحابہ کے طوافِ ارکان کا ذکر کرتی ہیں اور اس کے آخر میں (یعنی روایت نمبر۱۶۴۲ میں) فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا ہے۔ یعنی جب انہوں نے رکن کا مسح کر لیا تو انہوں نے احرام کھول دیا۔ اس روایت کا اس جگہ حوالہ دیا گیا ہے۔

بَاب ۱۲ : مَا يَقُوْلُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوِ الْغَزْوِ

کیا کہے جب حج یا عمرہ یا جنگ سے لوٹے

۱۷۹۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِّنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيْرَاتٍ ثُمَّ يَقُوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ آيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ.

۱۷۹۷: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی غزوہ یا حج یا عمرہ سے لوٹتے تو زمین کی ہر بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر تین بار کہتے۔ پھر فرماتے: ایک اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہت ہے اور اس کی ستائش ہے اور وہ ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ لوٹ رہے ہیں۔ اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہیں۔ اسی کے عبادت گذار، اسی کو سجدہ کرنے والے ہیں اور اپنے ربّ کے شکر گذار ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور اپنے بندے کی نصرت فرمائی۔ اس نے جتھوں کو تنہا شکست دے دی۔

اطرافه: ٢٩٩٥، ٣٠٨٤، ٤١١٦، ٦٣٨٥.

بَاب۱۳ : اِسْتِقْبَالُ الْحَاجِّ الْقَادِمِيْنَ وَ الثَّلَاثَةُ عَلَى الدَّابَّةِ

آنے والے حاجیوں کا استقبال اور تین آدمیوں کا ایک جانور پر سوار ہونا

۱۷۹۸: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ اسْتَقْبَلَتْهُ أُغَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَآخَرَ خَلْفَهُ.

اطرافه: ٥٩٦٥، ٥٩٦٦۔

۱۷۹۸: معلیٰ بن اسد نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا۔ خالد (حذاء) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو عبدالمطلب کی اولاد سے کم سن لڑکوں نے آپؐ کا استقبال کیا تو (ان میں سے) ایک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے سوار کرلیا اور ایک کو پیچھے۔

بَاب ١٤ : اَلْقُدُوْمُ بِالْغَدَاةِ

صبح سویرے (گھر میں) آنا

۱۷۹۹: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ الشَّجَرَةِ وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي وَبَاتَ حَتَّى يُصْبِحَ.

اطرافه: ٤٨٤، ١٥٣٢، ١٥٣٣۔

۱۷۹۹: احمد بن حجاج (شیبانی) نے ہم سے بیان کیا کہ انس بن عیاض نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کو روانہ ہوتے تو درخت والی مسجد میں نماز پڑھتے اور جب آپؐ لوٹتے تو ذوالحلیفہ کی وادی میں نماز پڑھتے اور وہیں رات گذارتے یہاں تک کہ صبح ہوتی۔

بَاب ١٥ : اَلدُّخُوْلُ بِالْعَشِيِّ

شام کو (گھر میں) داخل ہونا

١٨٠٠ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ كَانَ لَا يَدْخُلُ إِلَّا غُدْوَةً أَوْ عَشِيَّةً.

۱۸۰۰: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام (بن یحییٰ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے، اسحٰق نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے پاس رات کو اچانک نہیں آتے تھے۔ آپ صبح یا شام کو داخل ہوا کرتے۔

بَاب ١٦ : لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ

اپنے گھر والوں کے پاس اچانک رات کو نہ آتے؛ جب مدینہ پہنچے

١٨٠١ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّطْرُقَ أَهْلَهُ لَيْلًا.

۱۸۰۱: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محارب (بن دثار) سے، محارب نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی اپنے گھر والوں کے پاس رات کے وقت اچانک آئے۔

اطرافه: ٤٤٣، ٢٠٩٧، ٢٣٠٩، ٢٣٨٥، ٢٣٩٤، ٢٤٠٦، ٢٤٧٠، ٢٦٠٣، ٢٦٠٤، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧۔

تشریح: مَا يَقُوْلُ إِذَا رَجَعَ: احلال، احرام اور آداب داخلہ حرم کے بعد مکہ مکرمہ سے واپسی کے متعلق آداب کے بارہ میں یہ ابواب قائم کئے گئے ہیں۔ باب نمبر ۱۲ میں تسبیح وتقدیس باری تعالیٰ اور دعائے مسنونہ۔ باب نمبر ۱۳ میں حاجیوں کے استقبال اور باب نمبر ۱۴، ۱۵ میں شہر کے اندر آنے کے لئے مناسب اوقات کا ذکر ہے اور باب نمبر ۱۶ میں یہ ہدایت ہے کہ اپنے گھر والوں کے پاس اچانک واپس آنا آداب معاشرت کے خلاف ہے۔

بَاب١٧ : مَنْ أَسْرَعَ نَاقَتَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ

جس نے اپنی اونٹنی تیز چلائی جب مدینہ میں پہنچے

١٨٠٢: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَأَبْصَرَ دَرَجَاتِ الْمَدِيْنَةِ أَوْضَعَ نَاقَتَهُ وَإِنْ كَانَتْ دَابَّةً حَرَّكَهَا.

١٨٠٢: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن جعفر نے ہمیں خبردی۔ انہوں نے کہا: حمید (طویل) نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس آتے اور مدینہ کے بلند مقامات دیکھتے تو اپنی اونٹنی کو تیز چلاتے۔ اگر کوئی اور سواری ہوتی تو اسے تیز کرتے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ زَادَ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ حُمَيْدٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا.

ابوعبداللہ نے کہا کہ حارث بن عمیر نے حمید سے روایت کرتے ہوئے اتنا بڑھایا کہ مدینہ کی محبت کی وجہ سے آپؐ اسے دوڑاتے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جُدُرَاتٍ. تَابَعَهُ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ.

قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل (بن جعفر) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حمید سے، حمید نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے (بجائے لفظ درجات کے) جدرات بیان کیا؛ یعنی دیواریں۔ حارث بن عمیر نے بھی اسی طرح نقل کیا۔

اطرافه: ١٨٨٦۔

تشریح: مَنْ اَسْرَعَ نَاقَتَهُ اِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ: اس باب کا تعلق کسی خاص مسئلہ سے نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حرکات وسکنات سے متعلق واردشدہ روایات کے الفاظ کا ضبط مقصود ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپؐ کو مدینہ سے محبت تھی۔ کیونکہ اس میں انصار ومہاجرین کو ایک عظیم الشان خدمت ادا کرنے کی توفیق ملی اور حدیث ہے: حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِيْمَانِ (المقاصد الحسنة، حرف الحاء المهملة، روایت نمبر ٣٨٦) یعنی شہر اورشہر والوں کی محبت بھی اوصافِ حمیدہ میں ہے۔

بَاب۱۸ : قَوْلُ اللهِ تَعَالٰی وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ گھروں میں اپنے دروازوں سے آؤ (البقرۃ: ١٩٠)

۱۸۰۳ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِيْنَا كَانَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا حَجُّوْا فَجَاءُوْا لَمْ يَدْخُلُوْا مِنْ قِبَلِ أَبْوَابِ بُيُوْتِهِمْ وَلَكِنْ مِنْ ظُهُوْرِهَا فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَدَخَلَ مِنْ قِبَلِ بَابِهِ فَكَأَنَّهُ عُيِّرَ بِذَلِكَ فَنَزَلَتْ: وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا. (البقرة: ١٩٠)

اطرافه: ٤٥١٢۔

۱۸۰۳: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ ابواسحق سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی تھی۔ انصار جب حج کے لئے نکلتے اور اسی دوران میں واپس آتے تو اپنے گھروں کے دروازوں سے داخل نہ ہوتے۔ بلکہ ان کے پچھواڑے سے داخل ہوتے۔ ایک انصاری آدمی آیا تو وہ دروازے سے گھر میں داخل ہوا۔ اسے اس بات پر طعنہ دیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کے پچھواڑوں سے آؤ۔ اصل میں نیک وہ ہے جو گناہ سے بچے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو۔

تشریح: وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا: محولہ بالا آیت لَيْسَ الْبِرُّ...... (البقرۃ:۱۹۰) حج اور اس کے مقاصد متعلقہ کی بابت نازل ہوئی کہ ظاہر پرستی اور دینی مسائل میں غلو اور موشگافی بے حقیقت باتیں ہیں۔ اصل چیز تقویٰ، استقامت اور حقیقی قربانی ہے۔ محولہ بالا آیت کے موقعِ نزول کی بابت کئی ایک کمزور روایتیں ہیں۔ جنہیں امام بخاریؒ نے قبول نہیں کیا۔ ان کے نزدیک ایک ہی روایت یعنی نمبر ۱۸۰۳ مستند ہے۔ جس انصاری کا یہاں ذکر ہے ان کا نام ابن خزیمہ اور حاکم کی روایتوں میں قطبہ بن عامر بتایا گیا ہے اور بعض نے رفاع بن تابوت۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۳ صفحہ ۷۸۴، نیز عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۱۳۶۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عربوں کے اس غلط عقیدہ کی اصلاح فرمائی کہ دروازے سے واپس آنا آداب حج کے خلاف ہے۔ ہر مقصد کے حاصل کرنے کے لئے ایک صحیح اور سیدھا راستہ ہوتا ہے۔ مقاصد کو اس کی صحیح راہوں سے ہی حاصل کرنا چاہیے۔ ابواب حج وعمرہ کے اس عنوان سے بھی امام موصوفؒ کی شریعت فہمی اور حسن انتخاب و ترتیب ظاہر ہے۔

بَاب ۱۹ : اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ

سفر ایک قسم کا عذاب ہے

١٨٠٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ فَإِذَا قَضَى نَهْمَتَهُ فَلْيُعَجِّلْ إِلَى أَهْلِهِ.

۱۸۰۴: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سمی سے، سمی نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: سفر ایک قسم کا عذاب ہے تم میں سے کسی شخص کو اس کے کھانے پینے اور سونے سے روکتا ہے۔ پس جب وہ شخص اپنا کام پورا کر چکے تو چاہیے کہ وہ جلدی سے اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ آئے۔

اطرافه: ۳۰۰۱، ٥٤٢٩۔

بَاب ۲۰ : اَلْمُسَافِرُ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ يُعَجِّلُ إِلَى أَهْلِهِ

مسافر جب اس کو سفر کی جلدی ہو اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس جلدی سے پہنچنا چاہے

١٨٠٥: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَبَلَغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى كَانَ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ جَمَعَ

۱۸۰۵: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ زید بن اسلم نے مجھے خبر دی کہ ان کے باپ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ کے راستے میں تھا تو ان کو صفیہ بنت ابی عبید کی سخت بیماری کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنی رفتار تیز کی۔ یہاں تک کہ شفق دور ہوئی تو وہ اُترے اور مغرب وعشاء کی نماز پڑھی۔ وہ دونوں جمع کیں۔

بَيْنَهُمَا ثُمَّ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا.

پھر کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپؐ کو سفر کی جلدی ہوتی تو مغرب میں دیر کرتے اور ان دونوں کو جمع کرتے۔

اطرافه: ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۱۰٦، ۱۱۰۹، ۱٦٦۸، ۱٦۷۳، ۳۰۰۰۔

تشریح: **اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ:** حج سے واپسی کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے اہل بیت میں جلدی پہنچنا چاہیے۔ ان کی خبر گیری اور نگہداشت میں سہل انگاری مناسب نہیں۔ اسی تعلق میں روایت نمبر۱۸۰۴ و۱۸۰۵ لائی گئی ہیں۔ مناسک حج کا مقصود یہ نہیں ہے کہ انسان تارک الدنیا ہو جائے۔ اسلام ہر بات میں میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے نزدیک اعمال میں صحیح تناسب اور اعتدال مدنظر رکھنا ہی بہت بڑا مجاہدہ ہے۔ دنیاوی تعلقات قائم رکھتے ہوئے اپنے نفس میں تبتل الی اللہ کی کیفیت پیدا کرنا معمولی نہیں؛ مشکل کام ہے؛ جس کے لئے بیدار مغزی اور بہت بڑی کوشش کی ضرورت ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۷- کِتَابُ الْمُحْصَرِ

{☆بَابُ الْمُحْصَرِ وَ جَزَاءِ الصَّيْدِ}

{محرم کے روکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کے بیان میں☆}

وَ قَوْلُهُ تَعَالَى: فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ. (البقرة:۱۹۷) وَقَالَ عَطَاءٌ الْإِحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَحْبِسُهُ. {☆ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ حَصُوْرًا لَا يَأْتِي النِّسَاءَ.}

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: یعنی اگر تم روکے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو، وہ کی جائے اور اپنے سر نہ منڈواؤ؛ تاوقتیکہ قربانی اپنی جگہ پر پہنچ جائے اور عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: احصار کا اطلاق ایسی شے پر ہوگا۔ جو اسے روکے۔ {ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: حصوراً کا معنی ہے کہ وہ عورتوں کے پاس نہ جائے☆}

تشریح: اَلْمُحْصَر ...... اِحْصَار مصدر سے مشتق ہے یعنی روکے جانا۔ محصر جو حج یا عمرہ سے روکا گیا ہو۔ دشمن کی وجہ سے یا بدامنی یا بیماری کے سبب۔ قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ حَصُوْرًا لَّا يَأْتِي النِّسَآءَ— اس سے سورۂ آل عمران کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے: يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ٥ (آل عمران: ۴۰) [ترجمہ: اللہ تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے ایک عظیم کلمہ کی تصدیق کرنے والا ہوگا اور وہ سردار اور اپنے نفس کی پوری حفاظت کرنے والا اور صالحین میں سے ایک نبی ہوگا۔] حَصُوْرًا یعنی بکلی مجتنب، عفیف نیکیوں میں ترقی کرنے والا اور نبی اور صالحین میں سے ہوگا۔ محصر کے تعلق میں لفظ احصار کی لغوی تشریح کر کے فقہاء کے اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جو محصر کی تعریف میں ہوا ہے کہ دشمن یا جنگی حالات کی وجہ سے رُکنے والے کو محصر کہتے ہیں نہ کہ بیماری وغیرہ حوادث کی وجہ سے۔ امام بخاریؒ محصر کی تعریف میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے مؤید معلوم ہوتے ہیں۔ امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ لفظ احصار صرف دشمن کی طرف سے روک پر دلالت کرتا ہے۔ بیماری وغیرہ میں شفا پانے تک بحالت احرام رہے گا۔ اگر حج کا وقت گذر جائے تو عمرہ

☆ یہ عنوانِ باب اور الفاظ "قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ حَصُوْرًا لَّا يَأْتِي النِّسَآءَ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ۵)

کر کے احرام کھولا جاسکتا ہے۔ ائمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمرہ سے استدلال کرتے ہیں جو واقعہ حدیبیہ میں ہوا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس بندش کی وجہ سے جو دشمنوں نے پیدا کی تھی؛ احرام نہیں کھولا، جب تک قربانی نہ کر لی اور پھر دوسرے سال عمرہ کیا۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ۵،۶۔ نیز عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۴۰)

اس کتاب میں حج وعمرہ کے تعلق میں پہلے ان مسائل کا ذکر کیا گیا ہے جو استثنائی حالات سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی احرام باندھنے کے بعد معذوری کی وجہ سے روک پیدا ہو جائے۔ یا بحالت احرام احکام کی پابندی میں کوتاہی ہو تو کیا کیا جائے۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں آیت فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُؤُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ (البقرة:۱۹۷) کا تعلق اسی قسم کی روک سے ہے۔ یعنی اگر تم روکے جاؤ تو جو قربانی میسر ہو ذبح کی جائے۔ جب تک قربانی مقام تک نہ پہنچ جائے؛ اپنے سر نہ مونڈو۔ روک کے تعلق میں باقی ماندہ جو احکام ہیں ان کی تشریح باب نمبرا سے ۸ تک کی گئی ہے اور موقع ومناسبت سے ائمہ کے اقوال میں جو اختلاف ہے اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ علاوہ احصار کے ان ابواب میں شکار کرنے کی ممانعت سے متعلق مسائل کا ذکر ہوگا۔ دونوں مسئلوں میں اشتراک ادائیگی فدیہ وغیرہ کی وجہ سے ہے۔ اس لئے وہ اکٹھے کر دیئے گئے ہیں۔

بَاب ۱ : إِذَا أُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ

اگر عمرہ کرنے والا روکا جائے

۱۸۰۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حِيْنَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ قَالَ إِنْ صُدِدْتُّ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ.

۱۸۰۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ مالک نے ہمیں خبر دی کہ نافع سے مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب فتنہ کے ایام میں عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ روانہ ہونے لگے تو انہوں نے کہا: اگر بیت اللہ سے میں روکا گیا تو میں ویسے ہی کروں گا؛ جیسے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔ تو انہوں نے عمرہ کا لبیک پکار کر احرام باندھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

اطرافه: ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۹۳، ۱۷۰۸، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۱۰، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۴۱۸۳، ۴۱۸۴، ۴۱۸۵۔

١٨٠٧ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَيَالِيَ نَزَلَ الْجَيْشُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَا لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَحُجَّ الْعَامَ وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يُّحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَقَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ وَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْعُمْرَةَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَنْطَلِقُ فَإِنْ خُلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ وَإِنْ حِيْلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا شَأْنُهُمَا وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي فَلَمْ يَحِلَّ مِنْهُمَا حَتَّى دَخَلَ

١٨٠٧: عبداللہ بن محمد بن اسماء نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ نے ہمیں بتایا۔ نافع سے مروی ہے کہ عبیداللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ نے ان کو خبر دی۔ ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ان ایام میں بات کی جب لشکر نے (حضرت عبداللہ) بن زبیرؓ پر چڑھائی کی تھی؛ ان دونوں نے (اپنے باپ سے) کہا: آپؓ کو اس سے کوئی نقصان نہیں کہ اس سال حج نہ کریں اور ہم ڈرتے ہیں کہ آپؓ کے اور بیت اللہ کے درمیان روک پیدا کردی جائیگی۔ تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نکلے تو کفار قریش نے بیت اللہ جانے سے روک دیا تھا۔ نبی ﷺ نے اپنی قربانی ذبح کردی اور اپنا سر منڈوا لیا اور میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے عمرہ اپنے پر واجب کرلیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں چلا جاؤں گا اور اگر مجھے بیت اللہ تک جانے دیا گیا تو میں طواف کرلوں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان روک ڈالی گئی تو میں ویسے ہی کروں گا جیسے نبی ﷺ نے کیا تھا اور میں اس وقت آپؐ کے ساتھ ہی تھا۔ ذوالحلیفہ سے آپؓ نے عمرہ کا احرام باندھا پھر تھوڑی دیر چلے۔ پھر فرمایا: (حج اور عمرہ) دونوں کی بات ایک ہی ہے۔ میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہو کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج بھی واجب کرلیا ہے اور آپؓ ان دونوں سے آزاد نہیں ہوئے یہاں تک کہ قربانی کا دن آ گیا اور (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) قربانی لے گئے تھے۔

يَوْمُ النَّحْرِ وَأَهْدَى وَكَانَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَطُوْفَ طَوَافًا وَّاحِدًا يَوْمَ يَدْخُلُ مَكَّةَ.

کہتے تھے کہ اس وقت تک (محرم) احرام سے آزاد نہیں ہوتا؛ جب تک کہ ایک طواف (طوافِ زیارت) نہ کرلے؛ جس دن کہ مکہ میں داخل ہو۔

اطرافه:١٦٣٩، ١٦٤٠، ١٦٩٣، ١٧٠٨، ١٨٠٦، ١٨٠٨، ١٨١٠، ١٨١٢، ١٨١٣، ٤١٨٣، ٤١٨٤، ٤١٨٥.

١٨٠٨: حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ بَعْضَ بَنِي عَبْدِ اللهِ قَالَ لَهُ لَوْ أَقَمْتَ بِهٰذَا.

۱۸۰۸: موسیٰ بن اسماعیل نے مجھ سے بیان کیا کہ جویریہ نے ہمیں بتایا۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہؓ کے بیٹوں میں سے بعض نے ان سے کہا: اگر آپؓ اس سال ٹھہرے رہیں (تو بہتر ہے۔)

اطرافه:١٦٣٩، ١٦٤٠، ١٦٩٣، ١٧٠٨، ١٨٠٦، ١٨٠٧، ١٨١٠، ١٨١٢، ١٨١٣، ٤١٨٣، ٤١٨٤، ٤١٨٥.

١٨٠٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قَالَ☆ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَدْ أُحْصِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَلَقَ رَأْسَهُ وَجَامَعَ نِسَاءَهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ حَتَّى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا.

۱۸۰۹: محمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحییٰ بن صالح نے ہمیں بتایا۔ معاویہ بن سلام نے ہم سے بیان کیا۔ یحییٰ بن ابی کثیر نے ہمیں بتایا کہ عکرمہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا☆: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روک دیئے گئے تو آپؐ نے اپنا سر منڈوایا اور ازواج سے ازدواجی تعلق قائم کیا اور قربانی ذبح کی۔ یہاں تک کہ آئندہ سال آپؐ نے عمرہ کیا۔

تشریح: اِذَا أُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ: یہ باب بھی ایک اختلاف کے پیش نظر قائم کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ عمرہ چونکہ سارا سال کسی وقت بھی کیا جاسکتا ہے؛ اس لئے معتمر کو اگر کوئی عارضی روک ہو تو آیا وہ بحالت احرام رہ کر روک دور ہونے کا انتظار کرے یا نہ کرے۔ حج کا وقت چونکہ معین ہوتا ہے؛ اس لئے حاجی معذوری کی وجہ سے احرام کھول

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ "فَقَالَ" ہے۔ ابن حجرؒ کے نزدیک بخاری کے تمام نسخوں میں اسی طرح ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۷ نیز صفحہ ۱۱)

سکتا ہے۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۷) جن فقہاء کا یہ خیال ہے کہ عمرہ کرنے والے کو انتظار کرنا چاہیے؛ ان کا ردّ روایت نمبر ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۹ سے ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ روک پیدا ہو جانے پر آپؐ نے احرام کھول کر دوسرے وقت میں عمرہ کیا۔ روایت نمبر ۱۸۰۷ میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو مکہ مکرمہ نہ جانے کا مشورہ دیا گیا تھا کہ وہاں بدامنی ہے۔ یہ واقعہ ۷۳ھ کا ہے؛ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف عبدالملک بن مروان اموی کی طرف سے حجاج بن یوسف کی قیادت میں فوج بھیجی گئی۔(دیکھئے فتح الباری شرح کتاب الحج باب ۱۱۴- جزء۳صفحہ ۶۹۵) اس لشکر کشی اور مشورہ کا ذکر روایت نمبر ۱۶۳۹، ۱۶۴۰ میں بھی گذر چکا ہے۔

اس باب کی تیسری روایت بسند موسیٰ بن اسماعیل مروی ہے۔ یہ روایت یہاں مختصر ہے۔ کتاب المغازی روایت نمبر ۴۱۸۵ میں مفصل مذکور ہے۔ چوتھی روایت ایک اور اختلاف حل کرنے کی غرض سے لائی گئی ہے کہ آیا عمرہ کرنے والا فدیہ دینے کے بعد جب روک دور ہو جائے؛ عمرہ کرے یا نہ کرے؟ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بموجب ارشادِ باری تعالیٰ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ...... (البقرة:۱۹۷) فتویٰ دیا ہے کہ حج وغیرہ کرنا چاہیے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت (نمبر ۱۸۰۹) سے اس فتویٰ کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ احرام کھولنے کی اجازت بطور رخصت ہے۔

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: شارحین میں سے علامہ ابن حجرؒ کو لفظ فَقَالَ کے حرفِ فاء سے جو تعقیب کے لئے آتا ہے، خیال پیدا ہوا ہے کہ ایسی عبارت سے متعلق ہے جو نظر انداز ہو گئی ہے اور تحقیق کرنے پر ابن السکن کی تصنیف کتاب الصحابہ میں محمد بن اسحاق صغانی کی جو امام مسلمؒ کے شیخ تھے مفصل روایت کا پتہ چلا ہے کہ عبداللہ بن رافع نے کہا جو حضرت ام سلمہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے کہ حضرت ام سلمہؓ نے حضرت حجاج بن عمرو انصاریؓ سے ایسے شخص کے بارہ میں دریافت کیا تھا جو بحالت احرام روک دیا جائے تو حجاج نے یہ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ عُرِجَ اَوْ كُسِرَ...... حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا حوالہ علامہ ابن حجرؒ کی رائے میں اس غرض سے بھی دیا گیا ہے کہ حضرت حجاج بن عمروؓ کی یہ روایت جو یحیٰ بن ابی کثیر نے عکرمہ سے روایت کرتے ہوئے نقل کی؛ اس میں آتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: قَدْ اُحْصِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَحَلَقَ وَنَحَرَ هَدْيَهُ وَجَامَعَ نِسَآءَهُ حَتّٰى اعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا. اس روایت کے الفاظ تقریباً وہی ہیں جو روایت نمبر ۱۸۰۹ کے ہیں۔ مگر اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ عُرِجَ اَوْ كُسِرَ اَوْ حُبِسَ فَلْيُجْزِئُ مِثْلَهَا وَهُوَ فِي حِلٍّ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِهِ اَبَاهُرَيْرَةَ فَقَالَ صَدَقَ فَحَدَّثْتُهُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ قَدْ اُحْصِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ....... یعنی جو لنگڑا ہو جائے یا کوئی عضو ٹوٹ جائے یا قید کر لیا جائے تو حج بدل یا عمرہ کرے گا اور وہ احرام کھول دے گا۔ میں نے اس کا ذکر حضرت ابو ہریرہؓ سے کیا تو انہوں نے کہا کہ درست کہا۔ پھر میں نے حضرت ابن عباسؓ سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روکے گئے۔...... امام بخاریؒ کے نزدیک زائد حصہ ان کی شرائط صحت کے مطابق نہیں۔ اس لئے انہوں نے حذف کر دیا ہے۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۱۱)

بَاب ۲ : اَلْإِحْصَارُ فِي الْحَجِّ
حج میں روکے جانا

۱۸۱۰ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ أَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ حُبِسَ أَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ طَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا فَيُهْدِيْ أَوْ يَصُوْمُ إِنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا. وَعَنْ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ... نَحْوَهُ.

۱۸۱۰: احمد بن محمد نے ہم سے بیان کیا۔ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ (کہا:) یونس نے ہمیں خبر دی کہ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سالم نے مجھے خبر دی، کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تمہارے لیے کافی نہیں؟ اگر تم میں سے کوئی حج سے روکا جائے تو بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کرلے۔ پھر وہ ہر شئے سے آزاد ہو جائے۔ یہاں تک کہ آئندہ سال حج کرلے اور قربانی دے یا روزہ رکھے اگر قربانی کی طاقت نہ ہو۔ اور عبداللہ (بن مبارک) سے مروی ہے کہ ہمیں معمر نے خبر دی کہ زُہری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ سالم نے حضرت ابن عمرؓ سے اسی طرح روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔

اطرافہ: ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۹۳، ۱۷۰۸، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۴۱۸۳، ۴۱۸۴، ۴۱۸۵۔

تشریح: **اَلْإِحْصَارُ فِي الْحَجِّ:** آنحضرت ﷺ کو عمرہ ادا کرنے میں روک پیدا ہوئی اور احصارِ حج (حج کی بندش) کا قیاس اس عمرہ پر کیا گیا اور ارشادِ باری تعالیٰ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ...... (البقرة :۱۹۷) کا تعلق بھی آیت فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ......(البقرة :۱۹۷) سے ہے۔ یعنی حج وعمرہ سے اگر تم روکے جاؤ تو وہ موقع ملنے پر پورے کئے جائیں گے اور یہ ارشاد نص صریح ہے۔ مگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ جو کہنا پڑا کہ کیا اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کافی نہیں اور یہ کہہ کر انہوں نے بجائے نص صریح کا حوالہ دینے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روکا جانا جنگی حالات کی وجہ سے تھا اور بمقام حرم پہنچ کر کسی عذر کی وجہ سے مناسک حج یا عمرہ نہ کر سکنے کی اور صورت ہے۔ مسئلہ دریافت کرنے والوں کے نزدیک اس دوسری

روایت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ والی روک پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی جس روایت کا حوالہ دو مختلف سندوں سے دیا گیا ہے؛ اس میں فدیہ کا کوئی ذکر نہیں۔ طوافِ بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ کر کے احرام کھولنے کا ذکر ہے۔ اس لئے عنوانِ باب میں جملہ اسمیہ کی خبر محذوف ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ محصر کی بابت جو حکم ہے اس کا قیاس معذور کے حج وعمرہ پر نہیں کیا جا سکتا اور اگر ارکان میں سے کوئی رکن مثلاً وقوفِ عرفات یا رمی وغیرہ نہ کر سکے تو ایسا معذور طواف وسعی پر اکتفا کر کے احرام کھول سکتا ہے اور وہ دوسرے سال فریضہ حج ادا کرے گا۔ علامہ عینیؒ کا خیال ہے کہ قیاس کی ضرورت نہیں دونوں صورتوں میں حکم الگ الگ ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۵)

بَاب۳: اَلنَّحْرُ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَصْرِ

احصار میں سر منڈوانے سے پہلے قربانی کرنا

۱۸۱۱: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ قَبْلَ أَنْ يَّحْلِقَ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ بِذٰلِكَ.

۱۸۱۱: محمود (بن غیلان) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا۔ معمر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے زُہری سے، زہری نے عروہ سے، انہوں نے حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈوانے سے پہلے قربانی کی اور اپنے صحابہ کو اسی کا حکم دیا۔

اطرافہ: ۱۶۹۴، ۲۷۱۲، ۲۷۳۱، ۴۱۵۸، ۴۱۷۸، ۴۱۸۱۔

۱۸۱۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ أَخْبَرَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيِّ قَالَ وَحَدَّثَ نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللهِ وَسَالِمًا كَلَّمَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَمِرِيْنَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ

۱۸۱۲: محمد بن عبدالرحیم نے ہم سے بیان کیا کہ ابوبدر شجاع بن ولید نے ہمیں خبر دی۔ عمر بن محمد عمری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا اور نافع نے بھی بیان کیا کہ عبداللہ اور سالم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بات کی (کہ اس سال حج نہ کریں) تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم بحالت عمرہ نکلے تو کفارِ قریش بیت اللہ کے درمیان

دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدْنَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ.

روک بن گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ ذبح کئے اور اپنا سر منڈوایا۔

اطرافہ: ١٦٣٩، ١٦٤٠، ١٦٩٣، ١٧٠٨، ١٨٠٦، ١٨٠٧، ١٨٠٨، ١٨١٠، ١٨١٣، ٤١٨٣، ٤١٨٤، ٤١٨٥.

تشریح: اَلنَّحْرُ قَبْلَ الْحَلْقِ فِي الْحَصْرِ: بحالت احصار جہاں روک ہو، وہاں احرام کھول دیا جائے جیسا کہ آیت حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ (البقرة: ١٩٧) سے پایا جاتا ہے۔ یہی جمہور کا فتویٰ ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک محل سے مراد جگہ ہے یعنی منیٰ جہاں قربانیاں کی جاتی ہیں۔ محولہ بالا دونوں روایتوں سے جمہور کی تائید ہوتی ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۵ شرح باب ۴) (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۱۴۸)

اس بارہ میں یہ بھی اختلاف ہوا ہے کہ قربانی احرام کھولنے سے پہلے ہو یا بعد۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت نمبر ۱۸۰۹ ابھی گذر چکی ہے۔ اس میں احرام کھولنے سے پہلے حلق یا حجامت کروانے کا ذکر ہے۔ ابن ابی شیبہ نے بحوالہ اعمش؛ علقمہ کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے ایسے شخص کے لئے جو ذبح سے پہلے سر منڈوائے۔ فدیہ دینا لازم قرار دیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، باب في رجل أحصر بالحج فبعث بهدي فلم ينحر حتى حل، روایت نمبر ۱۴۰۶۳، جزء ۳ صفحہ ۲۶۵) یہ روایت امام بخاریؒ کی شرائط کے مطابق نہیں۔ اس تعلق میں دیکھئے باب نمبر ۴۔

بَاب ٤ : مَنْ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُحْصَرِ بَدَلٌ

جس نے یہ کہا: محصر پر کوئی بدل لازم نہیں

وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ شِبْلٍ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِنَّمَا الْبَدَلُ عَلَى مَنْ نَقَضَ حَجَّهُ بِالتَّلَذُّذِ فَأَمَّا مَنْ حَبَسَهُ عُذْرٌ أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَحِلُّ وَلَا يَرْجِعُ وَإِنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ وَهُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَهُ إِنْ كَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَبْعَثَ بِهِ وَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَبْعَثَ بِهِ لَمْ

اور روح نے کہا: شبل (بن عباد) سے مروی ہے۔ انہوں نے (عبداللہ) بن ابی نجیح سے، ابن ابی نجیح نے مجاہد سے، مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ بدل اس پر لازم آتا ہے جو خواہشات کے لئے اپنا حج توڑ دے۔ مگر وہ جسے کسی عذر وغیرہ نے روکا ہو تو وہ احرام کھول کر آزاد ہو جائے اور دوبارہ عمرہ نہ کرے اور اگر اس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو اور وہ روک دیا جائے تو اسے

يَحِلَّ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ. وَقَالَ مَالِكٌ وَغَيْرُهُ يَنْحَرُ هَدْيَهُ وَيَحْلِقُ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ كَانَ وَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ نَحَرُوْا وَحَلَقُوْا وَحَلُّوْا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ قَبْلَ الطَّوَافِ وَقَبْلَ أَنْ يَّصِلَ الْهَدْيُ إِلَى الْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يُذْكَرْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَحَدًا أَنْ يَّقْضُوْا شَيْئًا وَلَا يَعُوْدُوْا لَهُ وَالْحُدَيْبِيَةُ خَارِجٌ مِنَ الْحَرَمِ.

(وہیں) ذبح کردے؛ اگر وہ اسے (منٰی) بھیج نہیں سکتا اور اگر اسے بھیجنے کی طاقت ہو تو اس وقت تک احرام سے آزاد نہ ہو؛ جب تک کہ قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے اور مالکؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ اپنی قربانی ذبح کردے اور سر منڈوائے؛ جہاں بھی وہ ہو اور اس پر قضا لازم نہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے (مقام) حدیبیہ میں قربانی کی اور سر منڈوایا اور احرام کی تمام پابندیوں سے آزاد ہو گئے۔ طواف کرنے اور قربانی بیت اللہ تک پہنچنے سے پہلے۔ پھر (کہیں) ذکر نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو فرمایا ہو کہ وہ کس وقت قضا کرے یا اس وقت دہرائے؛ حالانکہ حدیبیہ حرم سے باہر ہے۔

۱۸۱۳: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ حِيْنَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ إِنْ صُدِدْتُ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ ثُمَّ إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ نَظَرَ فِي أَمْرِهِ فَقَالَ مَا أَمْرُهُمَا إِلَّا وَاحِدٌ فَالْتَفَتَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا أَمْرُهُمَا

۱۸۱۳: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب فتنہ کے ایام میں عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ کو روانہ ہونے لگے تو انہوں نے کہا: اگر بیت اللہ سے میں روک دیا گیا تو ہم ویسا ہی کریں گے جیسا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کیا تھا۔ پھر انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا کہ نبی ﷺ نے حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بات پر غور کیا تو کہا: ان دونوں (حج اور عمرہ) کی ایک ہی بات ہے تو اپنے ساتھیوں سے متوجہ ہوئے اور کہا: ان دونوں کی

إِلَّا وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ طَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَّاحِدًا وَرَأَى أَنَّ ذَلِكَ مُجْزِئٌ عَنْهُ وَأَهْدَى.

ایک ہی بات ہے۔ میں تمہیں گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج واجب کرلیا ہے۔ پھر ان دونوں کے لئے ایک ہی طواف کیا اور سمجھے کہ یہ ان کے لئے کافی ہے اور وہ قربانی لے گئے تھے۔

اطرافہ: ۱٦۳۹، ۱٦٤۰، ۱٦۹۳، ۱۷۰۸، ۱۸۰٦، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۱۰، ۱۸۱۲، ٤۱۸۳، ٤۱۸٤، ٤۱۸۵۔

تشریح: **لَيْسَ عَلَى الْمُحْصَرِ بَدَلٌ:** اس باب کا عنوان ائمہ وفقہاء کے اختلاف پر مبنی ہے۔ پہلا فتویٰ جمہور کا ہے کہ محصر پر قضا نہیں۔ دوسرا فتویٰ حضرت ابن عباسؓ کا ہے؛ مگر اس کی نوعیت الگ ہے۔ جو شخص خواہشاتِ نفس کی خاطر حج عمداً فسخ کردے؛ اس پر قضا واجب ہوگی؛ ورنہ نہیں۔ یہ فتویٰ اسحاق بن راہویہ سے مروی ہے جو امام بخاریؒ کے شیخ ہیں اور پہلے فتویٰ کے خلاف نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے۔ تیسرا فتویٰ امام مالکؒ کا ہے کہ ایسے شخص پر قضا نہیں۔ کیونکہ اس نے گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۱۵)

امام ابوحنیفہؒ نے حل وحرم میں فرق کیا ہے۔ یعنی اگر اس وقت حرم کے اندر ہو تو اس وقت تک احرام نہ کھولے؛ جب تک کہ قربانی منیٰ میں ذبح نہ ہوجائے اور اگر حرم سے باہر ہو تو جہاں روک ہو، وہیں حجامت بنوائے اور احرام کھول دے۔ امام شافعیؒ کا فتویٰ تقریباً وہی ہے جو امام مالکؒ کا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۱۵) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۴۸، ۱۴۹)

مذکورہ بالا اختلافات کا حوالہ دے کر امام موصوفؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت پر اکتفا کیا ہے؛ جس میں حدیبیہ کے دوسرے سال عمرہ کرنے کا ذکر ہے۔ فقہاء کے نزدیک یہ عمرہ قضاء نہ تھا بلکہ نیا عمرہ تھا جو حسب معاہدہ صلح حدیبیہ کیا گیا تھا اور بعض صحابہؓ اس عمرہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اگر یہ عمرہ عمرۂ قضا ہوتا تو ان صحابہ کو بھی شریک ہونا پڑتا۔
(فتح الباری جزء۴ صفحہ۱٦)

روایت نمبر۱۸۱۳ میں جس فتنے کا ذکر ہے؛ وہ یزید کا فتنہ ہے۔ اس روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ قِران کی صورت میں ایک ہی طواف کافی ہے۔

بَاب٥ : قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْ بِهٖ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ (البقرة:۱۹۷)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: یعنی جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو
وہ فدیہ دے روزوں کا یا صدقے کا یا قربانی کرے

وَهُوَ مُخَيَّرٌ فَأَمَّا الصَّوْمُ فَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ.

اور اسے اختیار ہے۔ جو روزے ہیں تو وہ تین دن۔

۱۸۱٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَعَلَّكَ آذَاكَ هَوَامُّكَ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْلِقْ رَأْسَكَ وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ أَوِ انْسُكْ بِشَاةٍ.

۱۸۱۴: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے حمید بن قیس سے، حمید نے مجاہد سے، مجاہد نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، انہوں نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت کعبؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: شاید تیری جوؤوں نے تجھے تکلیف دی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں یا رسول اللہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا سر منڈ والو اور تین دن روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا ایک بکری قربانی دو۔

اطرافه: ۱۸۱۵، ۱۸۱٦، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ٤١٥٩، ٤١٩٠، ٤١٩١، ٤٥١٧، ٥٦٦٥، ٥٧٠٣، ٦٧٠٨.

تشریح: فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ: آیت محولہ بالا میں حرفِ عطف اَوْ اختلاف پر دلالت کرتا ہے۔ بعض ائمہ اس طرف گئے ہیں کہ روزے بطور فدیہ مقدم ہیں اور اگر نہ رکھ سکے تو پھر کھانا کھلائے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۰) حدیث مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ یہ اختیاری امر ہے۔ بیماری کی وجہ سے احرام کھولا ہو تو حسب استطاعت جونسی صورت اختیار کی جائے؛ جائز ہے۔ فدیہ سے متعلق آیت مندرجہ باب کے ایک حصہ کی الگ الگ تشریح باب ٦، ۷ میں کی گئی ہے اور اس ضمن میں بعض فقہی اختلافات کا حل بھی مدنظر ہے۔

بَاب ٦

قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى أَوْصَدَقَةٍ (البقرة:۱۹۷) وَهِيَ إِطْعَامُ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: یہ صدقہ چھ مسکینوں کوکھانا کھلانا ہے

١٨١٥: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَنَّ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ وَقَفَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَرَأْسِي يَتَهَافَتُ قَمْلًا فَقَالَ يُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ رَأْسَكَ أَوْ قَالَ احْلِقْ قَالَ فِيَّ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًاأَوْ بِهِ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهِ إِلَى آخِرِهَا. (البقرة:۱۹۷) **فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ تَصَدَّقْ بِفَرَقٍ بَيْنَ سِتَّةٍ أَوِ انْسُكْ بِمَا تَيَسَّرَ.**

۱۸۱۵: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ سیف (بن سلیمان مکی) نے ہمیں بتایا، کہا: مجاہد نے مجھ سے بیان کیا، کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا کہ حضرت کعب بن عجرہؓ نے انہیں بتایا، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں میرے پاس ٹھہرے اور حالت یہ تھی کہ میرا سر جوؤں سے ٹپک رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا: تیری جوئیں تجھے تکلیف دے رہی ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: اپنا سر منڈوا لو۔ یا فرمایا: منڈوا لو۔ حضرت کعبؓ نے کہا: میرے متعلق ہی یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین روزے رکھو۔ یا ایک فرق (تین صاع) چھ (محتاجوں) میں بطور صدقہ تقسیم کردو۔ یا قربانی دو جو میسر ہو۔

اطرافه: ١٨١٤، ١٨١٦، ١٨١٧، ١٨١٨، ٤١٥٩، ٤١٩٠، ٤١٩١، ٤٥١٧، ٥٦٦٥، ٥٧٠٣، ٦٧٠٨.

تشریح: **اَوْ صَدَقَةٍ – وَهِيَ اِطْعَامُ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ:** اس باب میں صدقہ کی مقدار بتائی گئی ہے کہ کتنے مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔ **فَرَق** تین صاع یا سولہ رطل ہیں۔ جس کا اندازہ ساڑھے آٹھ سیر ہوتا ہے۔ اس مقدار میں جتنے مسکینوں کو اچھی طرح کھلایا جا سکتا ہے، کھلایا جائے۔

بَاب ۷: اَلْإِطْعَامُ فِي الْفِدْيَةِ نِصْفُ صَاعٍ

فدیہ میں نصف صاع کھانا کھلانا

۱۸۱۶: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ جَلَسْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْفِدْيَةِ فَقَالَ نَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةً حُمِلْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي فَقَالَ مَا كُنْتُ أُرَى الْوَجَعَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى أَوْ مَا كُنْتُ أُرَى الْجَهْدَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرَى تَجِدُ شَاةً فَقُلْتُ لَا فَقَالَ فَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفَ صَاعٍ.

۱۸۱۶: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن اصبہانی سے، عبدالرحمٰن نے عبداللہ بن معقل سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس میں بیٹھا اور فدیہ کی بابت ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ آیت خاص طور پر میرے متعلق نازل ہوئی اور تمہارے لئے عام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس مجھے سوار کر کے لے گئے اور حالت یہ تھی کہ جوئیں میرے منہ پر لگاتار جھڑ رہی تھیں تو آپؐ نے فرمایا: میں نہیں سمجھتا تھا کہ تمہاری بیماری اس حد تک پہنچ چکی ہے؛ جو میں دیکھ رہا ہوں۔ یا فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ تکلیف اس حد تک ہو چکی ہے؛ جس میں مَیں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ کیا بکری کی طاقت ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: تین روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ؛ ہر مسکین کو نصف صاع (اناج)۔

اطرافہ: ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۴۱۵۹، ۴۱۹۰، ۴۱۹۱، ۴۵۱۷، ۵۶۶۵، ۵۷۰۳، ۶۷۰۸۔

تشریح: **اَلْإِطْعَامُ فِي الْفِدْيَةِ- نِصْفُ صَاعٍ:** امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گندم نصف صاع اور کھجور صاع؛ ہر مسکین کو دی جائے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۲) مذکورہ بالا حدیث سے ظاہر ہے کہ نصف صاع اناج خواہ بصورتِ گندم ہو یا کھجور؛ ہر مسکین کو دیا جائے۔ علامہ عینیؒ کا خیال ہے کہ یہاں کسی اختلاف کا حل کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ صاع کی تمیز حذف ہونے کی صورت میں بالعموم غلہ ہی مراد ہوتا ہے؛ نہ کھجور۔ (عمدۃ القاری جلد۱۰ صفحہ۱۵۵) جیسا کہ صحیح مسلم میں اس روایت کی لفظ طَعَامًا سے وضاحت کی گئی ہے؛ جو حضرت کعب بن عجرہؓ سے مروی ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں: نِصْفُ صَاعٍ طَعَامًا لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ. یعنی ہر مسکین میں نصف صاع غلہ۔
(مسلم، کتاب الحج، باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان به اذی)

بَاب۸: اَلنُّسْكُ شَاةٌ
قربانی ایک بکری ہے

١٨١٧: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شِبْلٌ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآهُ وَأَنَّهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ الْقَمْلُ فَقَالَ أَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ قَالَ نَعَمْ فَأَمَرَهُ أَنْ يَّحْلِقَ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَلَمْ يَتَبَيَّنْ لَّهُمْ أَنَّهُمْ يَحِلُّوْنَ بِهَا وَهُمْ عَلَى طَمَعٍ أَنْ يَّدْخُلُوْا مَكَّةَ فَأَنْزَلَ اللهُ الْفِدْيَةَ فَأَمَرَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةٍ أَوْ يُهْدِيَ شَاةً أَوْ يَصُوْمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ.

۱۸۱۷: اسحٰق نے ہم سے بیان کیا کہ روح نے ہمیں بتایا۔ شبل نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے (عبداللہ) بن ابی نجیح سے، ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ (انہوں نے مجھ سے بیان کیا۔) رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا اور حالت یہ تھی کہ جوئیں ان کے منہ پر گر رہی تھیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: کیا تیری جوئیں تجھے تکلیف دے رہی ہیں۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے انہیں فرمایا کہ سر منڈ والو۔ اس وقت آپؐ حدیبیہ میں تھے اور ابھی تک انہیں واضح طور پر معلوم نہیں ہوا تھا کہ وہ وہیں احرام کھول کر آزاد ہو جائیں گے اور انہیں امید تھی کہ مکہ میں داخل ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فدیہ کا حکم اتارا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ایک فرق (اناج) چھ آدمیوں کے درمیان کھانے کے لئے تقسیم کر دیں یا ایک بکری قربانی کریں۔ یا تین دن روزے رکھیں۔

اطرافه: ١٨١٤، ١٨١٥، ١٨١٦، ١٨١٨، ٤١٥٩، ٤١٩٠، ٤١٩١، ٤٥١٧، ٥٦٦٥، ٥٧٠٣، ٦٧٠٨.

١٨١٨: وَعَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي

۱۸۱۸: اور محمد بن یوسف سے بھی مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) ورقاء نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن ابی نجیح سے، انہوں نے مجاہد سے روایت کی

لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآهُ وَقَمْلُهُ يَسْقُطُ عَلَى وَجْهِهِ مِثْلَهُ.

کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے ہمیں خبر دی کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا اور حالت یہ تھی کہ ان کی جوئیں ان کے منہ پر گر رہی تھیں۔ پھر انہوں نے ویسا ہی کیا۔ (جیسا اوپر کی روایت میں ہے۔)

اطرافه: ١٨١٤، ١٨١٥، ١٨١٦، ١٨١٧، ٤١٥٩، ٤١٩٠، ٤١٩١، ٤٥١٧، ٥٦٦٥، ٥٧٠٣، ٦٧٠٨.

تشریح: اَلنُّسُکُ شَاۃٌ: ایک بکری بطور فدیہ ذبح کرنے کے بارے میں ائمہ متفق ہیں۔ یہ فدیہ کی کم از کم صورت ہے۔ اس تعلق میں ابوداؤدؒ نے حضرت کعب بن عجرہؓ کی ایک روایت بحوالہ نافع نقل کی ہے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ آپؐ نے ایک گائے ذبح کرنے کا ارشاد فرمایا جو ذبح کی گئی۔ (ابو داؤد، کتاب المناسک، باب في الفدية) امام بخاریؒ کے نزدیک یہ روایت مستند نہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۴)

اس باب کی دوسری روایت (نمبر ۱۸۱۸) وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ...... کا عطف پہلی روایت پر ہے کہ اسحٰق نے روح کی طرح ان سے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خود امام موصوفؒ نے اپنے شیخ محمد بن یوسف فریابی سے مذکورہ بات سنی۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۵)

بَاب ۹: قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى فَلَا رَفَثَ (البقرة: ۱۹۸)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: (حج میں) شہوت کی کوئی بات نہ ہو

۱۸۱۹: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

۱۸۱۹: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس گھر کا حج کیا اور شہوت کی بات نہ کی اور نہ الٰہی احکامات کی نافرمانی کی تو گویا وہ لوٹ گیا؛ ایسا ہی جیسا کہ اس کی ماں نے اسے جنا۔

اطرافه: ١٥٢١، ١٨٢٠.

بَاب ۱۰ : قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (البقرة:۱۹۸)

اللہ عزوجل کا یہ فرمانا یعنی حج میں کوئی نافرمانی کی بات نہ ہو اور نہ کوئی جھگڑا

۱۸۲۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ.

۱۸۲۰: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے منصور سے، منصور نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے اس گھر کا حج کیا اور شہوت کی کوئی بات نہ کی اور نہ نافرمانی کی تو وہ اس دن کی طرح لوٹا؛ جس دن کہ اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

اطرافه: ۱۵۲۱، ۱۸۱۹۔

تشریح: فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ: باب نمبر۹ میں مذکور ابوحازم کی اس روایت کے لئے دیکھئے روایت نمبر۱۵۲۱؛ جو معمولی سے لفظی اختلاف کے ساتھ اس روایت کے ہم معنی ہے۔ نیز باب۱۰ میں بھی یہی روایت مذکور ہے۔اس میں بجائے رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ کے رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ مروی ہے۔دونوں فقروں میں معنی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔یہی روایت جامع ترمذی میں منصور سے بھی بسند ابن عیینہ منقول ہے۔اس میں یہ الفاظ ہیں: غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. (ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی ثواب الحج والعمرة) اور صحیح مسلم میں بحوالہ جریر؛ منصور کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: مَنْ اَتَى هَذَا الْبَيْتَ ...... (مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل الحج والعمرة ویوم عرفة) ان الفاظ میں عمومیت ہے؛ خواہ حج کے لئے آئے یا عمرہ کے لئے۔حدیث محولہ بالا میں فُسُوْق کا ذکر تو ہے مگر جِدَال کا نہیں۔عنوانِ باب قرآنِ مجید کی آیت پر مبنی ہے۔فُسُوْق کے معنی شریعت کی حدود سے نکلنا اور جِدَال کے معنی جھگڑا کرنا۔

اس تعلق میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ باتیں فحش گوئی، بے حیائی، حدودِ شریعت کی خلاف ورزی اور لڑائی جھگڑے وغیرہ سے اسلامی شریعت نے مطلق منع کیا ہے۔حج کے ایام میں ان کی ممانعت کی کیا خصوصیت ہے؟ آیا حج میں یہ باتیں نہ کی جائیں تو کیا بعد کو جائز ہوں گی۔اس سوال کا جواب یہ ہے کہ گناہ جب بھی سرزد ہوگا؛ انسان گناہ گار اور قابل مؤاخذہ

ہے۔ حج میں خصوصیت سے ان کی ممانعت کا یہ مفہوم نہیں کہ حج سے پہلے یا بعد یہ باتیں کی جا سکتی ہیں۔ یہ مراد ہے کہ بحالت احرام محارم کا خاص خیال رکھنا ہوگا۔ کیونکہ یہ باتیں حج کے خلاف ہیں اور اسے باطل کرنے والی ہیں اور جب وہ حج کر چکے تو اس کے بعد بھی اس حالت کو ہمیشہ قائم رکھے اور خدا تعالیٰ کے سامنے پاکیزہ حالت میں حاضر ہونے کا مقصدِ اعلیٰ جو حج میں سکھایا گیا ہے فراموش نہ کرے۔ کتنا مبارک ہے جو حج کا یہ تصور ایک مسلمان کے ذہن نشین کروایا گیا ہے۔

ابواب کی ترتیب میں یہ امر ملحوظ ہے کہ مناسک حج میں جن فروگذاشتوں کا تدارک کفارہ اور فدیہ سے ہو سکتا ہے؛ ان کا ذکر کرنے کے بعد مؤخر الذکر دو باتوں میں وہ کوتاہیاں بیان کی گئی ہیں۔ جن کی تلافی کفارہ و فدیہ سے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ تلافی صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ ان محرمات سے ہمیشہ کے لئے قطعی طور پر اجتناب کیا جائے۔ ورنہ حج باطل ہوگا۔ مذکورہ بالا معصیت کی باتیں ایسی باتیں ہیں جس کا تدارک کفارہ یا تعزیری کارروائی سے ممکن نہیں۔ ایمانِ عقیدہ اور تقویٰ کا تعلق قلبی شعور سے ہے جس کے ذریعے سے انسان کا تزکیہ نفس ہو سکتا ہے جو اصل مقصود ہے حج کا۔

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡
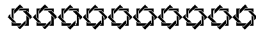
بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۸- کِتَابُ جَزَاءِ الصَّیْدِ

بَاب ۱

قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى: لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۞ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۞ (المائدۃ: ۹۶-۹۷)

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اورتم شکار نہ کرو؛ ایسی حالت میں کہ تم محرم ہو اور تم میں سے جس نے عمداً شکار کیا تو بدلہ دینا ہوگا؛ ویسا ہی جانور جیسا اس نے شکار کیا۔ تم میں سے دو انصاف والے اس کا فیصلہ کریں گے۔ یہ بطور قربانی کے ہوگا جو مکہ پہنچے گی یا کفارہ چند مسکینوں کا کھانا یا اسی کے برابر روزے رکھے تا وہ اپنے کئے کی سزا چکھے۔ اللہ تعالیٰ نے درگذر فرما دیا؛ اس غلطی سے جو پہلے ہو چکی اور جس نے دوبارہ کی اللہ تعالیٰ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ غالب سزا دینے والا ہے۔ تمہارے لئے دریائی شکار اور اس کا کھانا جائز کیا گیا ہے۔ اس میں تمہارے لیے اور قافلہ کے لیے فائدہ ہے اور تم پر خشکی کا شکار حرام کیا گیا ہے جب تک کہ تم احرام کی حالت میں ہو اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچو۔ جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔

تشریح: **لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ**: عنوانِ باب میں صرف آیت پر اکتفا کیا گیا ہے اور اس کے بعد چار ابواب میں بحالت احرام شکار کے تعلق میں انتہائی تقویٰ کی صورتیں احادیث کی بناء پر بیان کی گئی ہیں۔ یعنی بحالت احرام نہ خود شکار کرے، نہ غیر محرم کو مدد دے، نہ اشارہ کرے (باب نمبر۲ تا۵) صحابہ کرامؓ کا جو نمونہ ان ابواب

میں پیش کیا گیا ہے تقویٰ کے اعتبار سے قابل رشک ہے۔ کیا ہی پاکیزہ فطرتیں ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے تیار ہوئیں۔ بھالہ تک اُٹھانے اور اشارہ کرنے سے بھی پرہیز کیا گیا۔ اطاعت شعاری میں یہ لطیف احساس بالکل غیر معمولی ہے۔ بھوکا انسان تو معمولی معمولی ضرورت کے لئے بہانے ڈھونڈھ لیتا ہے۔

باب ۲: إِذَا صَادَ الْحَلَالُ فَأَهْدَى لِلْمُحْرِمِ الصَّيْدَ أَكَلَهُ

جب غیر محرم شخص شکار کرے اور محرم کو بطور ہدیہ دے تو وہ اسے کھا لے

وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَنَسٌ بِالذَّبْحِ بَأْسًا وَهُوَ فِي غَيْرِ الصَّيْدِ نَحْوَ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ وَالْبَقَرِ وَالدَّجَاجِ وَالْخَيْلِ. يُقَالُ: عَدْلُ ذَلِكَ (المائدة: ٩٦) مِثْلُ. فَإِذَا كُسِرَتْ عِدْلٌ فَهُوَ زِنَةُ ذَلِكَ. قِيَامًا (المائدة: ٩٨) قِوَامًا. يَعْدِلُوْنَ (الأنعام: ٢) يَجْعَلُوْنَ عَدْلًا.

اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے جبکہ وہ شکار نہ ہو۔ مثلاً اونٹ، بکری، گائے، مرغی اور گھوڑا۔ کہا جاتا ہے: عَدْلُ ذَلِکَ۔ یعنی ویسا ہی اور جب عِدْل کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کے معنی ہیں: ہم وزن۔ (سورۂ مائدہ میں) قِیَامًا بمعنی قوّام آیا ہے یعنی سہارا۔ (سورۂ انعام میں) یَعْدِلُوْنَ کے معنی ہیں برابر ٹھہراتے ہیں۔

١٨٢١: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ انْطَلَقَ أَبِي عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ يُحْرِمْ وَحُدِّثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عَدُوًّا يَغْزُوْهُ فَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَصْحَابِهِ يَضْحَكُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَنَظَرْتُ فَإِذَا أَنَا بِحِمَارِ وَحْشٍ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ

۱۸۲۱: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحیٰی (بن ابی کثیر) سے، یحیٰی نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حدیبیہ کے سال میرے باپ چل پڑے تو ان کے ساتھیوں نے احرام باندھے مگر انہوں نے نہیں باندھا اور نبی ﷺ کو بتایا گیا کہ ایک دشمن آپؐ پر دھاوا بولے گا تو نبی ﷺ روانہ ہو گئے۔ (حضرت ابوقتادہؓ کہتے ہیں:) اسی اثناء میں کہ میں آپؐ کے ساتھیوں کے ساتھ تھا۔ ایک دوسرے سے ہنسی مذاق

فَطَعَنْتُهُ فَأَثْبَتُّهُ وَ اسْتَعَنْتُ بِهِمْ فَأَبَوْا أَنْ يُعِيْنُوْنِي فَأَكَلْنَا مِنْ لَّحْمِهِ وَ خَشِيْنَا أَنْ نُقْتَطَعَ فَطَلَبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْفَعُ فَرَسِي شَأْوًا وَأَسِيْرُ شَأْوًا فَلَقِيْتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ قُلْتُ أَيْنَ تَرَكْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَكْتُهُ بِتَعْهِنَ وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أَهْلَكَ يَقْرَءُوْنَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللهِ إِنَّهُمْ قَدْ خَشُوْا أَنْ يُقْتَطَعُوْا دُونَكَ فَانْتَظِرْهُمْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَصَبْتُ حِمَارَ وَحْشٍ وَعِنْدِي مِنْهُ فَاضِلَةٌ فَقَالَ لِلْقَوْمِ كُلُوْا وَهُمْ مُّحْرِمُوْنَ.

کرر ہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک گورخر ہے تو میں نے اس پر حملہ کیا اور اسے برچھی سے زخمی کر دیا اور اپنی جگہ پر ٹھہرا دیا اور میں نے ان سے مدد چاہی؛ مگر انہوں نے مجھے مدد دینے سے انکار کر دیا۔ سو ہم نے اس کے گوشت سے کھایا اور ہم ڈرے کہ کہیں (رسول اللہ ﷺ سے) الگ نہ ہو جائیں تو میں نے نبی ﷺ کی تلاش کی۔ اپنا گھوڑا کچھ فاصلہ تک تیز چلایا اور کچھ فاصلہ تک معمولی رفتار سے۔ میں آدھی رات کو ایک غفاری شخص سے ملا اور پوچھا کہ نبی ﷺ کو کہاں چھوڑا ہے؟ اس نے کہا: میں نے آپؐ کو تعہن میں چھوڑا ہے اور وہ سقیا میں قیلولہ کریں گے تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ کے ساتھی آپؐ کو سلامتی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی دعا دیتے ہیں۔ وہ ڈر گئے تھے کہ کہیں آپؐ سے الگ نہ ہو جائیں اور آپؐ ان کا انتظار فرمائیں۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے گورخر شکار کیا اور میرے پاس بچا ہوا گوشت ہے۔ آپؐ نے لوگوں سے کہا: کھاؤ۔ بحالیکہ وہ بحالت احرام تھے۔

اطرافہ: ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲٤، ۲۵۷۰، ۲۸۵٤، ۲۹۱٤، ٤۱٤۹، ۵٤۰٦، ۵٤۰۷، ۵٤۹۰، ۵٤۹۱، ۵٤۹۲.

تشریح: **اِذَا صَادَ الْحَلَالُ فَأَهْدَى لِلْمُحْرِمِ:** اوامرِ الٰہی کے متعلق جو صحابہؓ کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ اس کی مزید وضاحت اس باب میں کی گئی ہے۔ اوّل حضرت ابوقتادہؓ جو غیر محرم تھے انہوں نے گورخر کا شکار کیا۔ بعض نے گوشت کھایا۔ بعض نے انکار کیا کہ بحالت احرام شکار کرنا منع تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس خلش کو دور فرمایا۔ دوم قربانی کے جانور شکار نہیں؛ اس لئے ان کا بحالت احرام ذبح کرنا جائز ہے۔ اس تعلق میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ کے فتوے دیئے گئے ہیں۔ ایک کا فتویٰ مسند عبدالرزاق میں اور دوسرے کا فتویٰ ابن ابی شیبہ میں منقول ہے۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب المناسک، باب فضل الضحایا والھدي وھل یذبح المحرم، روایت نمبر ۸۱۷۱، جزء ۴ صفحہ ۳۸۹) (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الحج، باب فی المحرم یذبح، روایت نمبر ۱۴۵۲۱، جزء ۳ صفحہ ۳۱۳) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۰) (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۱۶۵)

عنوانِ باب میں قرآنِ کریم کی آیتوں کی طرف اشارہ کر کے لفظ قِیَامًا اور یَعْدِلُوْنَ سے جو معنی بتائے گئے ہیں؛ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ تشریح یونہی ضمناً کی گئی ہے۔ مگر یہ درست نہیں۔ پہلی آیت سورۂ مائدہ کی ہے جو اس مضمون سے تعلق رکھتی ہے جس کا حوالہ باب نمبر۲ میں دیا گیا ہے۔ فرماتا ہے: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ذَلِكَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌo(المائدة: ۹۸) [ترجمہ: اللہ نے بیتِ حرام کعبہ کو لوگوں کے (دینی اور اقتصادی) قیام کا ذریعہ بنایا ہے اور حرمت والے مہینہ کو اور قربانی کے جانوروں کو اور قربانی کی علامت کے طور پر پٹے پہنائے ہوئے جانوروں کو۔ یہ (تنبیہ) اس لیے ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ اُسے خوب جانتا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور یہ کہ اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔] اس آیت کے سیاق میں قِيَامًا کے ایک معنی سہارائے زندگی بھی ہے۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کعبہ کو الْبَيْتَ الْحَرَامَ یعنی محفوظ گھر قرار دیا گیا ہے۔ اس میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ اس کا امن قائم رکھنا اس لئے ہے تا اسبابِ معیشت میں رخنہ نہ پیدا کیا جائے۔

دوسری مشار الیہ آیت سورۃ الانعام کی ہے اور لفظ يَعْدِلُوْنَ اس سورۃ میں دو جگہ وارد ہوا ہے۔ شروع میں جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ(الأنعام: ۲) [ترجمہ: پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا؛ اپنے ربّ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔] اور دوسری جگہ فرماتا ہے: وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ. (الأنعام :۱۵۱) [ترجمہ: اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر جنہوں نے ہمارے نشانات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور وہ اپنے ربّ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔] دونوں جگہ شرکِ باری تعالیٰ کا لطیف مضمون ہے۔ مشار الیہ پہلی آیت میں نور اور ظلمات کا وجود اور ان میں ما بہ الامتیاز اور دوسری آیت میں اتباعِ خواہشاتِ نفس کا ذکر ہے جو احکامِ الٰہی کے بالمقابل ایسا شرک ہے جس کا قلع قمع کرنے کے لئے بہت بڑے جہاد کی ضرورت ہے۔ امام بخاریؒ درحقیقت مذکورہ بالا ابواب اور روایات سے اسی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

بَاب۳

إِذَا رَأَى الْمُحْرِمُوْنَ صَيْدًا فَضَحِكُوْا فَفَطِنَ الْحَلَالُ

جب احرام باندھنے والے شکار دیکھیں اور وہ ہنس دیں اور بے احرام شخص سمجھ جائے

۱۸۲۲: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَّحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ

۱۸۲۲: سعید بن ربیع نے ہم سے بیان کیا کہ علی بن مبارک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ سے، یحییٰ نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے روایت کی کہ ان کے باپ

قَالَ انْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُحْرِمْ فَأُنْبِئْنَا بِعَدُوٍّ بِغَيْقَةَ فَتَوَجَّهْنَا نَحْوَهُمْ فَبَصُرَ أَصْحَابِي بِحِمَارِ وَحْشٍ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَضْحَكُ إِلَى بَعْضٍ فَنَظَرْتُ فَرَأَيْتُهُ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ الْفَرَسَ فَطَعَنْتُهُ فَأَثْبَتُّهُ فَاسْتَعَنْتُهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُّعِيْنُوْنِي فَأَكَلْنَا مِنْهُ ثُمَّ لَحِقْتُ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَشِيْنَا أَنْ نُّقْتَطَعَ أَرْفَعُ فَرَسِي شَأْوًا وَأَسِيْرُ عَلَيْهِ شَأْوًا فَلَقِيْتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقُلْتُ لَهُ أَيْنَ تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَرَكْتُهُ بِتَعْهِنَ وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا فَلَحِقْتُ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أَصْحَابَكَ أَرْسَلُوْا يَقْرَءُوْنَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللهِ وَبَرَكَاتِهِ وَإِنَّهُمْ قَدْ خَشُوْا أَنْ يَّقْتَطِعَهُمُ الْعَدُوُّ دُوْنَكَ فَانْظُرْهُمْ فَفَعَلَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّا اصَّدْنَا حِمَارَ وَحْشٍ

نے ان سے بیان کیا، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے سال ہم چل پڑے تو آپؐ کے ساتھیوں نے احرام باندھے اور میں نے احرام نہیں باندھا۔ پھر ہمیں خبر دی گئی کہ غیق میں ایک دشمن ہے تو ہم ان کی طرف گئے۔ میرے ساتھیوں نے ایک گورخر دیکھا۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ میں نے جونظر کی تو میں نے اسے دیکھ لیا۔ میں نے گھوڑے پر سوار ہوکر اس پر حملہ کر دیا۔ میں نے اس کو برچھا مارا اور اسے وہیں ٹھہرا دیا۔ پھر میں نے ان سے مدد مانگی تو انہوں نے مجھے مدد دینے سے انکار کر دیا۔ پھر ہم نے اسے کھایا اور اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملا اور ہم ڈرے کہ کہیں (آپؐ سے) الگ نہ ہو جائیں۔ کچھ فاصلہ میں اپنا گھوڑا تیز چلاتا اور کچھ فاصلہ معمولی چال چلتا کہ آدھی رات کو بنی غفار کے ایک شخص سے ملا اور اس سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں تم نے چھوڑا ہے تو اس نے کہا: تعہن میں مَیں نے آپؐ کو چھوڑا ہے اور آپؐ سُقیا میں قیلولہ کریں گے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے پاس آیا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ کے ساتھیوں نے کہلا بھیجا ہے۔ وہ آپؐ کو سلامتی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتوں کی دعا دیتے ہیں اور وہ ڈر گئے کہ کہیں دشمن آپؐ سے ان کو الگ نہ کر دے۔ آپؐ ان کا انتظار فرمائیں۔ تو آپؐ نے ایسا ہی کیا اور میں نے کہا:

وَإِنَّ عِنْدَنَا فَاضِلَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ كُلُوْا وَهُمْ مُّحْرِمُوْنَ.

یارسول اللہ! ہم نے گورخر کا شکار کیا ہے اور ہمارے پاس کچھ گوشت بچا ہوا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کھاؤ۔ حالانکہ وہ بحالت احرام تھے۔

اطرافہ: ۱۸۲۱، ۱۸۲۳، ۱۸۲٤، ۲۵۷۰، ۲۸۵٤، ۲۹۱٤، ٤۱٤۹، ۵٤۰٦، ۵٤۰۷، ۵٤۹۰، ۵٤۹۱، ۵٤۹۲۔

تشریح: اِذَا رَأَى الْمُحْرِمُوْنَ صَيْدًا فَضَحِكُوْا: عنوانِ باب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ احرام والے کا ہنسنا گویا اس غرض سے تھا کہ بے احرام کو اس سے اشارہ کیا گیا ہے کہ جانور کو دیکھے اور اسے شکار کرے؛ مگر ایسا نہیں۔ امام بخاریؒ نے اس غلط فہمی کو دور کیا ہے۔ حضرت ابوقتادہؓ کی روایت مختلف سندوں اور مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ بعض راویوں کے الفاظ سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ ان کا ہنسنا گویا حضرت ابوقتادہؓ کو اشارہ کرنا تھا۔ مگر روایت نمبر ۱۸۲۲ کے الفاظ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَضْحَكُ إِلَى بَعْضٍ سے ظاہر ہے کہ وہ آپس میں مذاق کررہے تھے؛ نہ کہ حضرت ابوقتادہؓ سے؛ جن کی توجہ دوسری طرف تھی اور گورخر کا دیکھنا اتفاق کی بات تھی۔ یہ واقعہ ٦ھ کا ہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے لئے نکلے اور مقامِ حدیبیہ پر ڈیرہ کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں صحابہ کرامؓ کا تزکیہ نفس بلند پایہ تھا اور وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ محرم کو شکار کے لئے اشارہ کرنا بھی جائز نہیں۔ تقویٰ کی نازک حدود کا انہیں بخوبی علم تھا اور نیکی بدی جائز و ناجائز کے بارہ میں ان کا احساس یہاں تک ترقی یافتہ تھا کہ غیر محرم کا شکار کھانا بھی مکروہ سمجھتے تھے۔ اس لئے بعض روایتوں کے الفاظ سے جو پایا جاتا ہے کہ حضرت ابوقتادہؓ کو اشارہ کیا گیا ہے، درست نہیں۔

غیقہ، تعہن اور سُقیا جگہوں کے نام ہیں۔ اول الذکر بنی غفار کے علاقہ میں ہے۔ جہاں کنواں تھا جس میں رضوی پہاڑ کا پانی جمع ہوتا ہے اور یہاں سے پانی کا نالہ سمندر میں گرتا ہے۔ جب آپؐ روحاء میں پہنچے تو آپؐ کو اطلاع ملی کہ غیقہ کی وادی میں دشمن گھات لگائے آپؐ کے گزرنے کا انتظار کررہا ہے تو آپؐ نے اپنا راستہ تبدیل کیا اور صحابہ میں سے ایک دستہ اس طرف بھیجا۔ حضرت ابوقتادہؓ بھی اس دستہ میں تھے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۳۱- زیر شرح باب۲)

قاحہ وادی سقیا سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے اور مدینہ سے تیسری منزل ہے۔ مقاماتِ مذکورہ اس راستے پر واقع ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۳٦- زیر شرح باب۴) حضرت ابوقتادہؓ نے احرام اس لئے نہیں باندھا تھا کہ دشمنوں سے مٹھ بھیڑ کا اندیشہ ہے اور بحالت احرام لڑنا حرام ہے۔

بَاب ٤ : لَا يُعِيْنُ الْمُحْرِمُ الْحَلَالَ فِي قَتْلِ الصَّيْدِ

محرم غیر محرم کو شکار مارنے میں مدد نہ دے

۱۸۲۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ نَّافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقَاحَةِ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلَى ثَلَاثٍ ح.

۱۸۲۳: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ صالح بن کیسان نے ہم سے بیان کیا۔ ابوقتادہ کے آزاد کردہ غلام نافع ابومحمد سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: ہم مدینہ سے تین منزل پر مقامِ قاحہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقَاحَةِ وَمِنَّا الْمُحْرِمُ وَمِنَّا غَيْرُ الْمُحْرِمِ فَرَأَيْتُ أَصْحَابِي يَتَرَاءَوْنَ شَيْئًا فَنَظَرْتُ فَإِذَا حِمَارُ وَحْشٍ يَعْنِي وَقَعَ سَوْطُهُ فَقَالُوْا لَا نُعِيْنُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ إِنَّا مُحْرِمُوْنَ فَتَنَاوَلْتُهُ فَأَخَذْتُهُ ثُمَّ أَتَيْتُ الْحِمَارَ مِنْ وَّرَاءِ أَكَمَةٍ فَعَقَرْتُهُ فَأَتَيْتُ بِهِ أَصْحَابِي فَقَالَ بَعْضُهُمْ كُلُوْا وَقَالَ

اور علی بن عبداللہ نے بھی ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ صالح بن کیسان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابومحمد سے، ابومحمد نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقامِ قاحہ میں تھے اور ہم میں سے کوئی محرم تھا اور کوئی غیر محرم۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ کوئی چیز ایک دوسرے کو دکھا رہے ہیں۔ میں نے جو نظر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گورخر ہے۔ ...... ان کا کوڑا گر گیا تو ساتھیوں نے کہا: ہم کسی چیز سے بھی اس گورخر کے خلاف آپؓ کی مدد نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم حالت احرام میں ہیں۔ (حضرت ابوقتادہؓ نے کہا:) میں نے خود ہی ہاتھ بڑھا کر لے لیا۔ پھر اس گورخر کے پاس ایک ٹیلے کے پیچھے سے آیا اور اس کو

بَعْضُهُمْ لَا تَأْكُلُوْا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَمَامَنَا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كُلُوْهُ حَلَالٌ قَالَ لَنَا عَمْرٌو اذْهَبُوْا إِلَى صَالِحٍ فَسَلُوْهُ عَنْ هَذَا وَغَيْرِهِ وَقَدِمَ عَلَيْنَا هَاهُنَا.

زخمی کر دیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس لے آیا تو ان میں سے بعض نے کہا: کھاؤ۔ بعض نے کہا: نہ کھاؤ۔ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ ہمارے آگے تھے۔ میں نے آپؐ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: اسے کھاؤ۔ وہ حلال ہے۔ عمرو (بن دینار) نے ہم سے کہا صالح کے پاس جاؤ اور ان سے اس کی اور دوسری باتوں کی بابت پوچھو اور وہ ان دنوں ہمارے پاس آتے جاتے۔

اطرافه: ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲٤، ۲۵۷۰، ۲۸۵٤، ۲۹۱٤، ٤۱٤۹، ۵٤۰٦، ۵٤۰۷، ۵٤۹۰، ۵٤۹۱، ۵٤۹۲.

بَاب ٥: لَا يُشِيْرُ الْمُحْرِمُ إِلَى الصَّيْدِ لِكَيْ يَصْطَادَهُ الْحَلَالُ

محرم شکار کی طرف اشارہ نہ کرے کہ غیر محرم اس کا شکار کرے

١٨٢٤: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجُوْا مَعَهُ فَصَرَفَ طَائِفَةً مِّنْهُمْ فِيْهِمْ أَبُو قَتَادَةَ فَقَالَ خُذُوْا سَاحِلَ الْبَحْرِ حَتَّى نَلْتَقِيَ فَأَخَذُوْا سَاحِلَ الْبَحْرِ فَلَمَّا انْصَرَفُوْا أَحْرَمُوْا كُلُّهُمْ إِلَّا أَبُوقَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ فَبَيْنَمَا هُمْ يَسِيْرُوْنَ إِذْ رَأَوْا حُمُرَ

۱۸۲۴: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ عثمان جو موہب کے بیٹے ہیں؛ نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ بن ابی قتادہ نے مجھے خبر دی کہ ان کے باپ نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ارادے سے نکلے۔ لوگ بھی آپؐ کے ساتھ نکلے تو آپؐ نے ان میں سے کچھ لوگ ایک طرف بھیجے۔ جن میں حضرت ابوقتادہؓ بھی تھے اور فرمایا کہ سمندر کے کنارے کا راستہ لو۔ یہاں تک کہ ہم آپس میں مل جائیں تو انہوں نے سمندر کا کنارہ اختیار کیا۔ جب وہ لوٹے تو ان سب نے احرام باندھا مگر حضرت ابوقتادہؓ نے نہ باندھا۔ اسی اثناء میں کہ وہ جا رہے تھے۔ انہوں نے کئی گورخر دیکھے تو

وَحْشٍ فَحَمَلَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَى الْحُمُرِ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا فَنَزَلُوْا فَأَكَلُوْا مِنْ لَّحْمِهَا وَقَالُوْا أَنَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَّحْمِ الْأَتَانِ فَلَمَّا أَتَوْا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّا كُنَّا أَحْرَمْنَا وَقَدْ كَانَ أَبُوقَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ فَرَأَيْنَا حُمُرَ وَحْشٍ فَحَمَلَ عَلَيْهَا أَبُوقَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا فَنَزَلْنَا فَأَكَلْنَا مِنْ لَّحْمِهَا ثُمَّ قُلْنَا أَنَأْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَّحْمِهَا قَالَ مِنْكُمْ☆ أَحَدٌ أَمَرَهُ أَنْ يَّحْمِلَ عَلَيْهَا أَوْ أَشَارَ إِلَيْهَا قَالُوْا لَا قَالَ فَكُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَّحْمِهَا.

حضرت ابوقتادہؓ نے ان گورخروں پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک مادہ گورخر زخمی کی اور وہ اُترے اور اس کے گوشت سے کھایا۔ اور کہنے لگے: کیا ہم شکار کا گوشت کھائیں ایسی حالت میں کہ ہم محرم ہوں؟ اس کا جو گوشت باقی بچا تھا؛ وہ ہم نے اُٹھا لیا۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے احرام باندھے تھے اور ابوقتادہؓ نے نہیں باندھا تھا۔ پھر ہم نے کئی گورخر دیکھے۔ ابوقتادہؓ نے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک مادہ ماری اور ہم اُترے اور اس کے گوشت سے کھایا۔ پھر ہم کہنے لگے: کیا شکار کا گوشت ہم کھائیں جبکہ ہم محرم ہیں؟ ہم اس کا بچا ہوا گوشت اُٹھالائے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا☆ تم میں سے کسی نے ان سے کہا تھا کہ وہ اس پر حملہ کریں؟ یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر جو اس کا گوشت بچا ہوا ہے، کھاؤ۔

اطرافه: ١٨٢١، ١٨٢٢، ١٨٢٣، ٢٥٧٠، ٢٨٥٤، ٢٩١٤، ٤١٤٩، ٥٤٠٦، ٥٤٠٧، ٥٤٩٠، ٥٤٩١، ٥٤٩٢.

بَاب ٦ : إِذَا أَهْدَى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَحْشِيًّا حَيًّا لَّمْ يَقْبَلْ

جب کوئی شخص محرم کو زندہ گورخر بطور تحفہ دے تو وہ قبول نہ کرے

١٨٢٥ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ

۱۸۲۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ أَمِنْكُمْ ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۳۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

مَسْعُوْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيِّ أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَّحْشِيًّا وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَأَى مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ.

سے، عبیداللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے، انہوں نے حضرت صعب بن جثامہ لیثیؓ سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گورخر بطور تحفہ بھیجا جبکہ آپؐ ابواء میں یا ودان میں تھے تو آپؐ نے وہ اُنہیں لوٹا دیا۔ جب انہوں نے آپؐ کے چہرے پر ناپسندیدگی دیکھی تو آپؐ نے فرمایا: ہم نے تمہیں وہ واپس نہیں کیا مگر اس لئے کہ ہم محرم ہیں۔

اطرافہ: ۲۵۷۳، ۲۵۹۶۔

تشریح: اِذَا اَهْدَى لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَّحْشِيًّا حَيًّا لَّمْ يَقْبَلْ: اس باب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ گورخر شکار کا جانور ہے۔ اگر اسے محرم کی خاطر شکار کیا جائے تو وہ اسے قبول نہ کرے۔ اس سے ممانعت شکار کی خلاف ورزی کا راستہ کھلتا ہے۔ حضرت صعب بن جثامہؓ کا واقعہ حضرت ابوقتادہؓ کے واقعہ سے الگ ہے۔ شارحین نے دونوں کے واقعات میں فرق نمایاں کیا ہے کہ اوّل الذکر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر شکار کیا تھا۔ جبکہ آپؐ بحالت احرام تھے اور ثانی الذکر نے اپنے لئے؛ جبکہ وہ حالت احرام میں نہ تھے۔ حضرت صعبؓ کے واقعہ سے متعلق روایت میں بڑا اختلاف ہوا ہے کہ آیا انہوں نے گوشت پیش کیا تھا یا زندہ جانور۔ امام بخاریؒ کی تحقیق کی رو سے وہ زندہ جانور تھا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ وہ گوشت تھا۔ (مسلم، کتاب الحج، باب تحریم الصید للمحرم)

مذکورہ بالا واقعہ میں تقویٰ کی ایک اور مثال ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ (یعنی انکار) سے واضح ہے اور جمہور کے فتویٰ کی اسی پر بناء ہے کہ ایسا شکار جو محرم کے لئے کیا گیا ہو، وہ نہ کھائے۔ لیکن اگر محرم کی خاطر نہیں ہوا تو اسے کھایا جاسکتا ہے۔ آیا ابواء کی وادی تھی یا ودان کی؟ اس بارہ میں شک حضرت ابن عباسؓ کو ہوا ہے۔ انہیں یاد نہیں رہا۔ **ابواء** نامی پہاڑ جحفہ سے تئیس میل اور **ودّان** جحفہ سے آٹھ میل ہے۔ (دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۳، ۴۴)

بَاب ۷: مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ

محرم کونسے جانور مار سکتا ہے؟

۱۸۲۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ

۱۸۲۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع

عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ.

نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں مارنے میں محرم کو کوئی گناہ نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ....

اطرافه: ٣٣١٥۔

اور عبداللہ بن دینار سے بھی (امام مالک نے) روایت کی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا...... (یعنی یہی بات فرمائی۔)

١٨٢٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَدَّثَتْنِي إِحْدَى نِسْوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ....

اطرافه: ١٨٢٨۔

١٨٢٧: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا کہ زید بن جبیر سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ محرم (بعض چیزیں) مار سکتا ہے۔

١٨٢٨: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ حَفْصَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَا حَرَجَ عَلَى مَنْ

١٨٢٨: اصبغ نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ بن وہب نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سالم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے: حضرت حفصہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں ایسی

قَتَلَهُنَّ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْفَأْرَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ.

اطرافه: ۱۸۲۷.

ہیں جس نے انہیں مارا؛ اس پر کوئی مضائقہ نہیں۔ کوا، چیل، چوہا، بچھو اور کاٹنے والا کتا۔

۱۸۲۹: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ يُقْتَلْنَ☆ فِي الْحَرَمِ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ.

اطرافه: ۳۳۱٤.

۱۸۲۹: یحییٰ بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن وہب نے مجھے بتایا، کہا: یونس نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں موذی ہیں۔ حرم میں بھی انہیں مار دیں☆ کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

۱۸۳۰: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ ابْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَارٍ بِمِنًى إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ وَإِنَّهُ لَيَتْلُوْهَا وَإِنِّي لَأَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا إِذْ وَثَبَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۸۳۰: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم (نخعی) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اسود سے، اسود نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: اس اثناء میں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ کے ایک غار میں تھے؛ جب آپؐ پر (سورۃ) نازل ہوئی۔ وَالْمُرْسَلَاتِ. آپؐ اسے پڑھ رہے تھے اور میں سن کر یاد کر رہا تھا اور آپؐ کا چہرہ اس سورۃ سے تروتازہ تھا۔ اچانک ایک سانپ ہم پر لپکا۔ نبی

☆ عمدۃ القاری میں ''يُقْتَلْنَ'' کی بجائے ''يَقْتُلُهُنَّ'' ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۱۸۲) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اقْتُلُوْهَا فَابْتَدَرْنَاهَا فَذَهَبَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيْتُمْ شَرَّهَا.

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے مار ڈالو تو ہم جلدی سے اس پر جھپٹے تو وہ چلا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانے دو؛ تمہارے شر سے وہ بچایا گیا۔ تم اس کے شر سے بچائے گئے۔

{☆قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ إِنَّمَا أَرَدْنَا بِهٰذَا أَنَّ مِنًى مِنَ الْحَرَمِ وَأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْا بِقَتْلِ الْحَيَّةِ بَأْسًا.}

{☆ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اس حدیث کے ذکر سے ہماری یہ مراد ہے کہ منیٰ حرم کا حصہ ہے اور انہوں نے سانپ کے مارنے میں کوئی حرج نہیں دیکھا۔}

اطرافه: ٣٣١٧، ٤٩٣٠، ٤٩٣١، ٤٩٣٤.

١٨٣١: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْوَزَغِ فُوَيْسِقٌ وَلَمْ أَسْمَعْهُ أَمَرَ بِقَتْلِهِ.

١٨٣١: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپکلی کو بھی موذی بتایا اور میں نے آپؐ سے نہیں سنا کہ آپؐ نے اس کے مارنے کا ارشاد فرمایا ہو۔

اطرافه: ٣٣٠٦.

تشریح: **مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ:** موذی جانور بحالت احرام مارے جاسکتے ہیں۔ اس تعلق میں چھ روایتیں بیان کی گئی ہیں جو ایک دوسرے کے مضمون کو مکمل کرتی ہیں۔ پہلی روایت امام مالکؒ کی ہے جو یہاں مختصر منقول ہے۔ مؤطا میں یہی روایت بسند سالم بن عبداللہ مروی ہے۔ پانچ جانور- کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا- موذی قرار دیئے گئے ہیں۔ نیز عبداللہ بن دینار کی سند کو جو پہلی روایت سے معطوف بتایا گیا ہے، اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ روایت بطور تتمہ نقل کی گئی ہے۔ یہ روایت بھی مؤطا امام مالک میں مذکور ہے۔ (مؤطا مالک، کتاب الحج، باب ما يقتل المحرم من الدواب) دوسری روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کا نام مذکور نہیں۔ لیکن بعض روایتوں میں مذکور ہے۔ اس طرح پانچ کی تعداد کا ذکر پہلی میں ہے اور دوسری میں نہیں۔

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ۴۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

امام مسلم کی روایتوں میں صرف چار جانور موذی بتائے گئے ہیں[۱] اور اگر سانپ اور چھپکلی کو شمار کیا جائے؛ جن کا دوسری بعض روایتوں میں ذکر آیا ہے (دیکھئے روایات نمبر ۱۸۳۰، ۱۸۳۱) تو یہ کل جانور سات ہوتے ہیں؛ جنہیں بحالت احرام مارا جاسکتا ہے۔ اس تعلق میں فقہاء کی طرف سے یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ آیا دوسرے موذی جانوروں کو ان پر قیاس کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت؛ جو ابن خزیمہ نے نقل کی ہے؛ اس میں بھیڑیئے اور چیتے کا بھی ذکر ہے[۲] اسی طرح ابن ابی شیبہ[۳] اور سعید بن منصور اور ابوداؤد[۴] کی اس تعلق میں بعض روایتیں جو مرسل ہیں نقل کی ہیں۔ ان کے راوی معتبر ہیں۔ ان میں بھی سانپ اور بھیڑیئے اسی فہرست میں شمار کئے گئے ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۸) لہٰذا جمہور کا مذہب اس بارہ میں یہ ہے کہ مذکورہ بالا جانوروں پر دیگر موذی جانوروں کا قیاس کرنا اور انہیں بحالت احرام بوقت ضرورت مارنا جائز ہوگا اور ان کا یہ بھی فتویٰ ہے کہ محرم کے لئے یہ استفسار بطور وجوب نہیں بلکہ رخصت واجازت ہے۔ یعنی بلا وجہ حرم کے اندر ان جانوروں کو قتل کرنے کے لیے تلاش کرتے پھرنا مناسب نہیں۔ احناف نے یہ قیاس تسلیم نہیں کیا اور بحالت احرام انہی جانوروں کو قتل کرنا جائز سمجھا ہے جن کا ذکر مستند احادیث میں وارد ہے اور یہ اس وقت جب ان سے ایذا رسانی کا خوف ہو ورنہ نہیں اور بے ضرر حالت میں ان جانوروں کا مارنا پسندیدہ نہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۲، ۵۳)

كُلُّهُنَّ فَاسِقٌ: فسوق کے معنی حدود سے تجاوز کرنا۔ ان جانوروں کا طبعی حدود سے تجاوز کرنا بھی ان کی ایذا دہی اور ضرر رسانی ہے۔ مثلاً کوا اور چوہا فصلوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور چیل چوزے اٹھا کر لے جاتی ہے اور چھپکلی بھی بعض وقت نقصان دہ ہوتی ہے۔ بلکہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اگر کھانے میں پڑ جائے تو ہلاکت کا موجب ہوتی ہے۔ اسے فویسق بھی کہا ہے۔ روایت نمبر ۱۸۳۱ میں حضرت عائشہؓ کی طرف سے تشریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مار ڈالنے کے لئے نہیں فرمایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی روایت میں اس کے مارنے کا ذکر ہے[۵] چھپکلی کے بارہ میں مختلف روایتیں ہیں۔ امام مالکؒ سے مروی ہے: لَايَقْتُلُ الْمُحْرِمُ الْوَزَغَ. یعنی محرم چھپکلی نہ مارے۔ عطاء سے پوچھا گیا کہ آیا چھپکلی حرم میں ماری جاسکتی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اِذَا آذَاكَ فَلَا بَأْسَ بِقَتْلِهِ۔ یعنی جب تجھے ایذا دے تو اس کے مارنے میں مضائقہ نہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۴) امام بخاریؒ کے نزدیک یہ روائتیں پایہ ثبوت تک نہیں پہنچیں۔ اس لئے انہوں نے نظر انداز کر دی ہیں۔ کوے سے مراد غـداف یعنی پہاڑی کوا ہے جو گدّ کی طرح بڑا ہوتا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۰)

---

۱ (مسلم، كتاب الحج، باب ما يندب للمحرم وغيره قتله من الدواب فى الحل والحرم)

۲ (صحيح ابن خزيمة، كتاب المناسک، ذكر الدواب التى أبيح للمحرم قتلها، روایت ۲۶۶۶ جزء ۴ صفحہ ۱۹۰)

۳ (مصنف ابن ابى شيبة، كتاب الحج، باب ما يقتل المحرم، روایت نمبر ۱۴۸۲۳، جزء ۳ صفحہ ۳۵۰)

۴ (ابوداؤد، كتاب المناسک، باب ما يقتل المحرم من الدواب)

۵ (بخارى، كتاب بدء الخلق، باب خير مال المسلم غنم يتبع بها شعف الجبال)

بَاب۸: لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ

حرم کے درخت نہ کاٹے جائیں

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ اس کا کانٹا نہ توڑا جائے۔

۱۸۳۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِّي أَيُّهَا الْأَمِيْرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْغَدِ مِنْ يَّوْمِ الْفَتْحِ فَسَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهِ إِنَّهُ حَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضُدَ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُوْلُوْا لَهُ إِنَّ اللهَ أَذِنَ لِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَأْذَنْ لَّكُمْ

۱۸۳۲: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید بن ابی سعید مقبری سے، سعید نے حضرت ابوشریح عدویؓ سے روایت کی کہ انہوں نے عمرو بن سعید سے کہا اور وہ مکہ کی طرف فوجیں بھیج رہے تھے۔ اے امیر! مجھے اجازت دیں کہ میں آپ سے ایک بات بیان کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دوسرے روز فرمائی تھی۔ میرے دونوں کانوں نے وہ سنی اور میرے دل نے محفوظ رکھی اور میری دونوں آنکھیں آپؐ کو دیکھ رہی تھیں جب آپؐ نے وہ بات فرمائی۔ آپؐ نے اللہ کی حمد وثنا کی۔ پھر فرمایا کہ مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے اور لوگوں نے قرار نہیں دیا۔ کسی شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو؛ جائز نہیں کہ وہاں خون ریزی کرے یا درخت کاٹے۔ اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائی کی وجہ سے جواز کی صورت نکالے تو اسے کہو کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی۔

وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي سَاعَةً مِنْ نَّهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيْلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِذَٰلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخُرْبَةٍ خُرْبَةٌ بَلِيَّةٌ.

اور مجھے بھی دن کی ایک گھڑی تک اجازت دی اور اس کی حرمت آج پھر ویسی ہی قائم ہوگئی ہے جیسی کل تھی اور چاہیے کہ جو حاضر ہو وہ غیر حاضر کو پہنچا دے۔ حضرت ابوشریحؓ سے کہا گیا: عمرو (بن سعید) نے آپؓ سے کیا کہا؟ انہوں نے کہا: ابوشریح! میں یہ بات آپؓ سے زیادہ جانتا ہوں۔ حرم باغی کو پناہ نہیں دیتا اور نہ اس شخص کو جو خون کر کے بھاگا ہو اور نہ اس شخص کو جو کوئی خرابی کر کے بھاگا ہو، ایسی خرابی جو کہ مصیبت کا باعث ہو۔

اطرافه: ١٠٤، ٤٢٩٥.

تشریح: **لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ:** حرم وہ علاقہ ہے جو محفوظ قرار دیا جائے اور اس میں ہر لحاظ سے امن ہو۔ کسی قسم کا ظلم، فتنہ وفساد اس میں برپا نہ کیا جائے۔ عربوں کو حرم مکہ کا اس قدر ادب لحاظ تھا کہ اس میں قاتل سے بدلہ لینا بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ تین مہینوں کو وہ ماہِ حرام اس لئے کہتے تھے کہ ان کے نزدیک ان میں قتل وغارت ظلم وتعدی جائز نہ تھی۔ عنوانِ باب میں حضرت ابن عباسؓ کا جو حوالہ دیا گیا ہے؛ اس کے لئے دیکھئے روایت نمبر ۱۸۳۳، ۱۸۳۴۔ اور عمرو بن سعید کا واقعہ کتاب العلم زیر باب ۳۷ روایت نمبر ۱۰۴ میں گذر چکا ہے۔

بَاب ٩: لَا يُنَفَّرُ صَيْدُ الْحَرَمِ

حرم کے شکار کو بدکایا نہ جائے

١٨٣٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ فَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ لَا يُخْتَلَى

۱۸۳۳: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوہاب نے ہمیں بتایا کہ خالد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم قرار دیا ہے۔ مجھ سے پہلے کسی کے لئے یہ حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ میرے لئے بھی تو صرف دن کی ایک گھڑی بھر ہی حلال

خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ وَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ. وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا هُوَ أَنْ يُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ يَنْزِلُ مَكَانَهُ.

ہوا تھا۔ اس کا گھاس پات نہ توڑا جائے اور نہ اس کا درخت کاٹا چھانٹا جائے اور نہ اس کے شکار کو بدکایا جائے۔ نہ اس کی گری پڑی چیز اُٹھائی جائے مگر وہ (اُٹھا سکتا ہے) جو شناخت کروائے۔ اور حضرت عباسؓ نے کہا: یا رسول اللہ! سوائے اذخر گھاس کے جو ہمارے سناروں اور قبروں کے لئے ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: سوائے اذخر کے۔ اور خالد سے مروی ہے۔ انہوں نے عکرمہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ اس کا شکار نہ بدکانے سے کیا مراد ہے؟ یہ کہ اسے سایہ سے ہٹا کر خود اس جگہ ڈیرہ لگائے۔

اطرافہ: ۱۳۴۹، ۱۵۸۷، ۱۸۳٤، ۲۰۹۰، ۲٤۳۳، ۲۷۸۳، ۲۸۲۵، ۳۰۷۷، ۳۱۸۹، ٤۳۱۳۔

تشریح: **لَا يُنَفَّرُ صَيْدُ الْحَرَمِ:** باب ۸، ۹ میں بتایا گیا ہے کہ بیت اللہ اور اس کے حرم کی عزت کا تقاضا ہے کہ اس میں پورے طور پر امن قائم رکھا جائے۔ انسان وحیوان، پرند و چرند کو کسی قسم کی ایذا نہ دی جائے۔ یہاں تک کہ اس کا ایک کانٹا بھی نہ توڑا جائے اور گری پڑی چیز بھی نہ اُٹھائی جائے؛ سوائے مالک کو پہچاننے کی غرض سے۔ ان دو ابواب سے سابقہ ابواب کا مضمون ازخود واضح ہو جاتا ہے کہ موذی جانوروں سے اسی حد تک تعرض کرنے کی اجازت ہے جہاں ان کا وجود امن عامہ میں خلل انداز ہو۔ روایت نمبر ۱۸۳۳ کے آخر میں خالد کی روایت کا جو حوالہ دیا گیا ہے؛ اس کے لئے دیکھئے کتاب البیوع باب ۲۸ روایت نمبر ۲۰۹۰؛ جہاں یہ روایت مفصل منقول ہے۔

بَاب ۱۰: لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ

مکہ میں لڑائی جائز نہیں

وَقَالَ أَبُو شُرَيْحٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْفِكُ بِهَا دَمًا.

اور حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ وہاں کوئی خون نہ بہائے۔

۱۸۳٤: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ

۱۸۳۴: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے مجاہد سے،

مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ افْتَتَحَ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا فَإِنَّ هَذَا بَلَدٌ حَرَّمَ اللهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ وَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا قَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ قَالَ قَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ.

مجاہد نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے جس دن مکہ فتح کیا، فرمایا: (اَب) کوئی ہجرت نہیں۔ لیکن جہاد اور نیت قائم رہے گی اور جب تمہیں جہاد کے لئے نکلنے کو کہا جائے تو نکلو۔ یہ وہ شہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرمت سے نوازا ہے، اس دن سے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ اللہ کی اس حرمت سے قیامت کے دن تک حرمت والا رہے گا۔ مجھ سے پہلے کسی کے لئے اس میں لڑائی جائز نہیں ہوئی اور مجھے بھی صرف ایک دن کی ایک گھڑی (لڑائی کی) اجازت دی گئی ہے۔ سو وہ اللہ کی حرمت کی وجہ سے قیامت تک (اپنی حرمت) پر قائم رہے گا۔ اس کا کانٹا نہ توڑا جائے گا۔ اس کا شکار نہ چونکایا جائے گا اور اس کی گری پڑی چیز نہ اُٹھائی جائے؛ اس شخص کے سوا جو اس چیز کو پہچانے اور اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ حضرت عباسؓ نے کہا: یا رسول اللہ! مگر اذخر گھاس کیونکہ وہ ان کے لوہاروں اور ان کے گھروں کے استعمال کی چیز ہے۔ (راوی نے) کہا: آپؐ نے فرمایا: اذخر کے سوا۔

اطرافہ: ۱۳۴۹، ۱۵۸۷، ۱۸۳۳، ۲۰۹۰، ۲۴۳۳، ۲۷۸۳، ۲۸۲۵، ۳۰۷۷، ۳۱۸۹، ۴۳۱۳۔

تشریح: لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ: حضرت ابوشریحؓ کی محولہ بالا روایت کے لئے دیکھئے روایت نمبر ۱۸۳۲۔ امام مسلمؒ نے ایک اور سند سے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔ اس میں لفظ اَلْقِتَالُ کی جگہ اَلْقَتْلُ مروی ہے۔☆ قتل کا لفظ شبہ پیدا کرتا ہے کہ انتقام قتل بھی حرم کے اندر نہیں لیا جاسکتا۔ جبکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے وقت جب بعض قاتلوں نے بیت اللہ میں پناہ لی تو آپؐ نے فرمایا کہ ان سے قصاص لیا جائے گا۔ (روایت نمبر ۱۸۴۶) مکہ مکرمہ کی حرمت کے تعلق میں جہاں اس حرمت کے مستلزمات کا ذکر مقصود بالذات ہے۔ وہاں ضمناً لفظی اصلاح بھی

☆ (مسلم، کتاب الحج، باب تحريم مكة وصيدها وخلاها وشجرها ولقطتها إلّا لمنشد على الدوام)

مدنظر ہے۔عربوں نے مکہ مکرمہ کی حرمت قدیم الایام سے قائم رکھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ اس کی حرمت وعظمت قیامت تک قائم رہے گی۔ جس شان میں یہ پیشگوئی اب تک پوری ہوئی۔اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر کبیر جلد ۱۰-تفسیر سورۃ الکوثر) اور دیکھئے وہ باب، جہاں دجال سے اسے محفوظ رکھے جانے کی پیشگوئی کا ذکر ہے۔(کتاب فضائل المدینة، باب۹)

وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو دارالسلام قرار دے کر فرمایا کہ اب یہاں وہ دینی مظالم نہیں ہوں گے جن کی وجہ سے ہجرت کرنی پڑے۔ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ یعنی جہاد کے لئے یا کسی امرِ صالح کی نیت سے باہر جانا پڑے؛ اس کے لئے کوئی روک نہیں۔مثلاً طلبِ علم یا تجارت وغیرہ۔

بَاب ۱۱: اَلْحِجَامَةُ لِلْمُحْرِمِ

محرم کے لئے پچھنے لگوانا

وَكَوَى ابْنُ عُمَرَ ابْنَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

اور حضرت ابن عمرؓ نے اپنے بیٹے کو داغا جبکہ وہ بحالت احرام تھے۔

وَيَتَدَاوَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ طِيْبٌ.

محرم علاج معالجہ بھی کرسکتا ہے؛ ایسی چیز سے جس میں خوشبو نہ ہو۔

۱۸۳۵: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو أَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُ عَطَاءً يَّقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ حَدَّثَنِي طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَعَلَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُمَا.

۱۸۳۵: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا، کہا: عمرو (بن دینار) نے پہلی بار (یہ) کہا: میں نے عطاء (بن ابی رباح) سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا جبکہ آپؐ بحالت احرام تھے۔ پھر میں نے ان کو کہتے سنا کہ طاؤس نے مجھے بتایا کہ حضرت ابن عباسؓ سے یہ بات مروی ہے۔ میں نے کہا: شاید انہوں نے ان دونوں سے سنا ہو۔

اطرافہ: ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۲۱۰۳، ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۵۶۹۱، ۵۶۹۴، ۵۶۹۵، ۵۶۹۹، ۵۷۰۰، ۵۷۰۱۔

۱۸۳۶: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَلْقَمَةَ

۱۸۳۶: خالد بن مخلد نے ہم سے بیان کیا۔ سلیمان بن بلال نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے علقمہ بن ابی علقمہ

ابْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ فِي وَسَطِ رَأْسِهِ.

سے، انہوں نے عبدالرحمٰن اعرج سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابن بُحَینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے درمیان پچھنا لگوایا جبکہ آپؐ مقامِ لحی جمل میں بحالت احرام تھے۔

اطرافه: ٥٦٩٨۔

تشریح: **اَلْحِجَامَةُ لِلْمُحْرِمِ:** اس باب میں سَفْکُ الدِّمَآءِ یعنی خون بہانے کے تعلق میں استثنائی حالات کا ذکر کیا گیا ہے۔ عنوانِ باب میں جو حضرت ابن عمرؓ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ سعید بن منصور نے بسند مجاہد موصولاً نقل کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے کا نام واقد بیان کیا گیا ہے۔ جو سفر مکہ میں راستہ ہی میں بیمار ہو گیا تھا اور جس کی وجہ سے پچھنا لگوانا پڑا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ٦٦)

لفظ **مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ طِيبٌ** سے امام موصوفؒ نے طبری کی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو بسند حسن بصری مروی ہے کہ اگر محرم کو سر میں زخم آئے تو کوئی حرج نہیں کہ زخم کے اردگرد کے بال منڈوائے جائیں اور ایسی دوائی سے علاج کیا جائے جس میں خوشبو نہ ہو۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ٦٦)

ان حوالوں سے عنوانِ باب کا مضمون ظاہر ہے۔ دراصل فقہاء نے بحالت احرام پچھنا لگوانا حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس سے بال منڈوانے ہوتے ہیں اور اگر منڈوانے نہ پڑیں تو جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ مگر امام مالکؒ نے اسے ناپسند کیا ہے اور حسن بصریؒ وغیرہ کا فتویٰ یہ ہے کہ ایسی صورت میں فدیہ دیا جائے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ٦٧۔ عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۱۹۳، ۱۹۴) مذکورہ بالا باب کی دونوں روایتوں میں فدیہ کا کوئی ذکر نہیں۔ بغرضِ علاج پچھنے لگانا اور دوائی سے علاج کرنا دونوں جائز ہیں۔

وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ: لحی جمل ایک مقام کا نام ہے جو سقیا سے سات میل کے فاصلہ پر ہے اور یہاں سے جحفہ کی گھاٹی شروع ہوتی ہے۔ وہاں اُن دِنوں ایک کنواں بھی تھا جس کا ذکر کتاب التیمم میں حضرت ابوجہمؓ کی روایت (نمبر ۳۳۷) میں گذر چکا ہے۔ محولہ بالا واقعہ حجۃ الوداع کے سفر کا ہے۔

لَعَلَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُمَا: علامہ کرمانیؒ کا خیال ہے کہ روایت نمبر ۱۸۳۵ میں یہ ذکر ہے کہ عطاء بن ابی رباح نے حضرت ابن عباسؓ سے براہِ راست سنا اور پھر یہ ذکر بھی ہے کہ یہ روایت انہوں نے بالواسطہ طاؤس سنی اور اس اختلاف کا حل آخر میں کیا گیا ہے کہ دونوں باتیں درست ہیں۔ لیکن ان کا یہ مؤقف کہ عطاء بن ابی رباح نے طاؤس کے واسطہ سے

حضرت ابن عباسؓ سے سنا؛ اس حدیث کی دوسری سندوں کی رو سے درست نہیں ہے۔ کیونکہ مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی[1] میں واضح ذکر ہے کہ عمرو بن دینار ہی نے یہ روایت عطاء اور طاؤس دونوں سے بیان کی ہے؛ نہ کہ عطاء نے طاؤس سے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۹۳) (فتح الباری جزء۴ صفحہ۶۶، ۶۷)

بَاب ۱۲: تَزْوِيْجُ الْمُحْرِمِ

محرم کا نکاح کرنا

۱۸۳۷: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيْرَةِ عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ.

۱۸۳۷: ابومغیرہ عبدالقدوس بن حجاج نے ہم سے بیان کیا کہ اوزاعی نے ہمیں بتایا۔ عطاء بن ابی رباح نے ہم سے بیان کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا جبکہ آپؐ بحالت احرام تھے۔

اطرافه: ۴۲۵۸، ۴۲۵۹، ۵۱۱۴۔

تشریح: تَزْوِيْجُ الْمُحْرِمِ: فقہاء نے بحالت احرام مباشرت اور عقدِ نکاح میں فرق کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور فقہاءِ کوفہ نے عقدِ نکاح جائز قرار دیا ہے مگر جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۹۵) (فتح الباری جزء۴ صفحہ۶۸) امام مسلمؒ کی روایت میں جو حضرت عثمانؓ سے مرفوعاً منقول ہے، آیا ہے کہ محرم نہ خود نکاح کرے نہ کوئی نکاح پڑھے؛ حتیٰ کہ پیغامِ نکاح بھی نہ دے۔[2] روایت نمبر۱۸۳۷ سے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ جس میں حضرت میمونہؓ کے نکاح کا ذکر ہے۔ مگر عنوانِ باب میں امام بخاریؒ نے کسی یقینی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق حضرت عائشہؓ[3] اور حضرت ابوہریرہؓ[4] کی روایتوں میں بھی تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ بحالت احرام تھے جبکہ آپؐ کا نکاح حضرت میمونہؓ سے ہوا۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۱۹۵) جبکہ خود

---

[1] (مسلم، کتاب الحج، باب جواز الحجامة للمحرم) (ابو داؤد، کتاب المناسک، باب المحرم یحتجم) (ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی الحجامة للمحرم) (نسائی، کتاب مناسک الحج، باب الحجامة للمحرم)

[2] (مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح المحرم و کراهة خطبته)

[3] (سنن الکبریٰ للبیهقی، جماع ابواب الأنکحة التی نهی عنها، باب نکاح المحرم، روایت نمبر۱۳۹۸۹، جزء۷ صفحہ۲۱۲) (السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب النکاح، ذکر الإختلاف فی تزویج میمونة، روایت نمبر۵۴۰۹، جزء۳ صفحہ۲۸۹)

[4] (شرح معانی الآثار، کتاب مناسک الحج، باب نکاح المحرم، جزء۲ صفحہ۲۷۰) (سنن الدارقطنی، کتاب النکاح، باب المهر، روایت نمبر ۱۷، جزء۳ صفحہ۲۶۳)

حضرت میمونہؓ کی روایت میں ہے کہ آپؐ عمرہ سے فارغ ہو چکے تھے☆ عمرہ وہ ہے جو حدیبیہ کے دوسرے سال کیا گیا۔ مؤرخین اسلام نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ جب ۷ھ کو آپؐ مکہ مکرمہ سے واپس جانے لگے تو حضرت میمونہؓ کے اعزاء واقرباء ہی میں سے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے خود اس نکاح کی تحریک کی جو آپؐ نے منظور فرمائی اور جب حضرت میمونہؓ سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے اس معاملے کو حضرت عباسؓ کے سپرد کر دیا اور آخر مشورہ کرنے کے بعد اس نکاح کا اعلان کیا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۱۹۷) اس تعلق میں کتاب المغازی روایت نمبر ۴۲۵۹ بھی دیکھئے۔

بَاب۱۳ : مَا يُنْهَى مِنَ الطِّيْبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ

محرم اور محرمہ کے لئے خوشبو لگانا منع ہے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَا تَلْبَسُ الْمُحْرِمَةُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ أَوْ زَعْفَرَانٍ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: محرمہ ایسا کپڑا نہ پہنے جو ورس اور زعفران سے رنگا ہو۔

۱۸۳۸ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا تَأْمُرُنَا أَنْ نَّلْبَسَ مِنَ الثِّيَابِ فِي الْإِحْرَامِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبَسُوْا الْقَمِيْصَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا الْبَرَانِسَ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ أَحَدٌ لَيْسَتْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوْا شَيْئًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا الْوَرْسُ وَلَا تَنْتَقِبِ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ

۱۸۳۸: عبداللہ بن یزید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ نافع نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ ہمیں احرام میں کونسا کپڑا پہننے کا حکم دیتے ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ قمیص پہنو، نہ پاجامے۔ نہ دستار باندھو اور نہ بارانی پہنو۔ ہاں اگر کسی کے پاس جوتی نہ ہو تو وہ موزے پہن لے۔ چاہیے کہ وہ ٹخنوں سے نیچے موزوں کو کاٹ لے اور کوئی ایسی چیز نہ پہنو؛ جس میں زعفران اور ورس ہو اور محرمہ نقاب نہ پہنے اور نہ دستانے۔ لیث کی طرح موسیٰ بن عقبہ اور اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور

☆ (مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم نکاح المحرم)
(ابوداؤد، کتاب المناسک، باب المحرم یتزوج)

وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. تَابَعَهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ وَإِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عُقْبَةَ وَجُوَيْرِيَةُ وَابْنُ إِسْحَاقَ فِي النِّقَابِ وَالْقُفَّازَيْنِ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ وَلَا وَرْسٌ وَكَانَ يَقُوْلُ لَا تَنْتَقِبِ الْمُحْرِمَةُ وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ. وَقَالَ مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ لَا تَتَنَقَّبِ الْمُحْرِمَةُ. وَتَابَعَهُ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ.

جویریہ اور ابن اسحاق نے بھی نقاب اور دستانوں سے متعلق یہی بیان کیا ہے اور عبیداللہ بن عمر نے بھی (اپنی روایت میں) یہ کہا: اور نہ ورس۔ اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ محرمہ نقاب نہ ڈالے اور نہ دستانے پہنے۔ مالک نے نافع سے نقل کیا کہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے: محرمہ نقاب نہ ڈالے اور مالک کی طرح لیث بن ابی سلیم نے بھی یہی نقل کیا ہے۔

اطرافه: ۱۳۴، ۳۶۶، ۱۵۴۲، ۱۸۴۲، ۵۷۹۴، ۵۸۰۳، ۵۸۰۵، ۵۸۰۶، ۵۸۴۷، ۵۸۵۲.

۱۸۳۹: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ وَقَصَتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَاقَتُهُ فَقَتَلَتْهُ فَأُتِيَ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلُوْهُ وَكَفِّنُوْهُ وَلَا تُغَطُّوْا رَأْسَهُ وَلَا تُقَرِّبُوْهُ طِيْبًا فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يُهِلُّ.

۱۸۳۹: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے حکم سے، حکم نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک محرم شخص کو اس کی اونٹنی نے گرا کر اُس کی گردن توڑ دی اور مار ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسے لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اسے نہلاؤ اور اسے کفناؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو، نہ اسے خوشبو لگاؤ؛ کیونکہ وہ لبیک کہتے ہوئے اُٹھایا جائے گا۔

اطرافه: ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱.

تشریح: **مَا يُنْهَى مِنَ الطِّيْبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ:** حرم کے متعلق ممنوعہ باتوں کے ضمن میں روایت نمبر ۱۸۳۸ لائی گئی ہے۔ اس روایت میں لباس وغیرہ کی ممانعت کا بھی ذکر ہے مگر عنوانِ باب کو خوشبو لگانے سے مخصوص کیا ہے۔ کتاب الحج باب نمبر ۲۱ کی روایت نمبر ۱۵۴۲ میں نقاب یا دستانوں کا ذکر نہیں۔ دونوں روایتیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں؛ مگر سندیں مختلف ہیں۔ ان میں سے ایک روایت میں جو بات زیادہ مروی

ہے،اس کی تائید میں امام مالکؒ کی روایت کا حوالہ دیا گیا ہے جو مؤطا میں آئی ہے۔(مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب تخمیر المحرم وجهه) اسی طرح عبیداللہ بن عمرالعمری کی روایت کا بھی جو اسحاق بن راہویہ نے اپنی سند میں نقل کی ہے اور یہ امام بخاریؒ کے شیخ ہیں۔اسی طرح موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کی روایت کا بھی حوالہ دیا۔ان حوالوں کے لئے دیکھئے: فتح الباری جزء۴صفحہ ۶۹، ۷۰۔عمدۃ القاری جزء۱۰صفحہ۱۹۹۔ یہ مضمون کتاب الحج باب نمبر ۱۷، ۱۸ اور ۲۱ میں بھی مذکور ہے۔روایت نمبر ۱۸۳۹ کے لئے دیکھئے کتاب الجنائز باب ۱۹، ۲۰، ۲۱۔

بَاب ١٤ : اَلْإِغْتِسَالُ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا غسل کرنا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ بِالْحَكِّ بَأْسًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ محرم حمام میں جا سکتا ہے اور حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کے نزدیک (بدن کو) کھجلانے میں کوئی حرج نہیں۔

١٨٤٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْعَبَّاسِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اخْتَلَفَا بِالْأَبْوَاءِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ فَأَرْسَلَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ إِلَى أَبِي أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ فَوَجَدْتُّهُ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يُسْتَرُ بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هَذَا فَقُلْتُ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُنَيْنٍ

۱۸۴۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے ابراہیم بن عبداللہ بن حنین سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت مسور بن مخرمہؓ نے ابواء میں (مسئلہ غسل میں) اختلاف کیا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: محرم اپنا سر دھوسکتا ہے اور حضرت مسورؓ نے کہا: محرم اپنا سر نہیں دھوسکتا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مجھے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے پاس بھیجا۔ میں نے انہیں دو لکڑیوں کے درمیان نہاتے ہوئے پایا۔ان پر کپڑے سے پردہ کیا گیا تھا۔ میں نے اُن کو السلام علیکم کہا تو انہوں نے فرمایا: کون ہے؟ میں نے کہا: میں عبداللہ

أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَبَّاسِ أَسْأَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَوَضَعَ أَبُو أَيُّوْبَ يَدَهُ عَلَى الثَّوْبِ فَطَأْطَأَهُ حَتَّى بَدَا لِي رَأْسُهُ ثُمَّ قَالَ لِإِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ اصْبُبْ فَصَبَّ عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ حَرَّكَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ وَقَالَ هَكَذَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ.

ابن حنین ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مجھے آپؓ کے پاس بھیجا ہے کہ میں آپؓ سے پوچھوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر کس طرح دھوتے تھے جبکہ آپؐ احرام کی حالت میں ہوتے تھے؟ تو حضرت ابوایوبؓ نے اپنا ہاتھ کپڑے پر رکھا۔ اسے نیچے جھکایا؛ یہاں تک کہ ان کا سر مجھے نظر آیا۔ پھر انہوں نے ایک آدمی سے کہا: جو اُن پر پانی ڈال رہا تھا؛ پانی ڈالو تو اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا۔ پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو ملا۔ ہاتھوں کو آگے لائے اور پیچھے لے گئے اور کہا: اس طرح میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔

تشریح: **اَلْاِغْتِسَالُ لِلْمُحْرِمِ:** ابن ابی شیبہؒ نے حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح سے روایت نقل کی ہے کہ محرم کے لئے غسل کرنا مکروہ ہے۔(مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الحج، باب فی المحرم یدخل الحمام، روایت نمبر۱۴۷۹۲، ۱۴۷۹۳، جزء۳صفحہ۳۴۶) امام مالکؒ نے موصولاً نقل کیا ہے کہ مرجانہ نے حضرت عائشہؓ سے بحالت احرام کھجلی کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے کہا: اگر میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں اور پاؤں سے کھجلی کرنا ممکن ہو؛ تب بھی کھجلی کر کے اپنی تکلیف کا ازالہ کروں گی۔(مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب ما یجوز للمحرم أن یفعله) حضرت ابن عباسؓ کا حوالہ دارقطنی اور بیہقی نے اور حضرت ابن عمرؓ کا حوالہ بیہقی[1] نے نقل کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے یہ الفاظ ہیں: اَمِيْطُوْا عَنْكُمُ الْاَذَى فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَصْنَعُ بِأَذَاكُمْ شَيْئًا۔ (سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحج، باب المحرم ینکسر ظفره، روایت نمبر۸۹۰۷) (سنن الدار قطنی، کتاب الحج، روایت نمبر۷۰، جزء۲صفحہ۲۳۲) یعنی تکلیف دور کرو۔ اللہ تعالیٰ کو تمہاری تکلیف سے کوئی سروکار نہیں۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ جحفہ مقام میں غسل کے لئے حمام میں داخل ہوئے جبکہ وہ بحالت احرام تھے اور جب اُن پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے کہا: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَعْبَأُ بِأَوْسَاخِكُمْ شَيْئًا. (سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحج، باب دخول الحمام فی الإحرام وحک الرأس والجسد، روایت نمبر۸۹۱۸، جزء۵صفحہ۶۳) اللہ تعالیٰ تمہارے میل کچیل کی پرواہ نہیں کرتا۔ غرض ان روایتوں کے پیش نظر مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے۔

---

[1] (سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحج، باب دخول الحمام فی الإحرام وحک الرأس والجسد، روایت نمبر۸۹۲۲)

بَاب ١٥ : لُبْسُ الْخُفَّيْنِ لِلْمُحْرِمِ إِذَا لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ

محرم کا موزے پہننا جبکہ اس کے پاس جوتے نہ ہوں

١٨٤١ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ مَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيْلَ لِلْمُحْرِمِ.

۱۸۴۱: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا: عمرو بن دینار نے مجھے خبر دی۔ میں نے جابر بن زید سے سنا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفات میں سنا۔ آپؐ لوگوں سے مخاطب ہوئے۔ (فرمایا:) جس کے پاس جوتا نہ ہو، چاہیے کہ وہ موزے پہن لے اور جس کے پاس تہ بند نہ ہو، وہ پاجامہ پہن لے۔ یہ بات آپؐ نے محرم کی نسبت فرمائی۔

اطرافه: ١٧٤٠، ١٨٤٣، ٥٨٠٤، ٥٨٥٣.

١٨٤٢ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ لَا يَلْبَسِ الْقَمِيْصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيْلَاتِ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ وَإِنْ لَّمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُوْنَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ.

۱۸۴۲: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ ابن شہاب نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے سالم سے، سالم نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ محرم کونسے کپڑے پہنے؟ تو آپؐ نے فرمایا: نہ قمیص پہنے اور نہ دستار باندھے۔ نہ پاجامہ پہنے، نہ بارانی اور نہ ایسا کپڑا جس میں زعفران ہو اور نہ وہ جس میں ورس ہو اور اگر جوتے نہ ہوں تو چاہیے کہ موزے پہن لے اور ان کو اتنا کاٹ لے کہ دونوں ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔

اطرافه: ١٣٤، ٣٦٦، ١٥٤٢، ١٨٣٨، ٥٧٩٤، ٥٨٠٣، ٥٨٠٥، ٥٨٠٦، ٥٨٤٧، ٥٨٥٢.

بَاب ۱٦ : إِذَا لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيْلَ

کسی کے پاس تہ بند نہ ہوتو چاہیے کہ پاجامہ پہن لے

١٨٤٣ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَجِدِ الْإِزَارَ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيْلَ وَمَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ.

۱۸۴۳: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ عمرو بن دینار نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے جابر بن زید سے، جابر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں ہم سے مخاطب ہوئے اور آپؐ نے فرمایا: جس کے پاس تہہ بند نہ ہو؛ چاہیے کہ وہ پاجامہ پہن لے۔ جس کے پاس جوتا نہ ہو؛ چاہیے کہ وہ موزے پہن لے۔

اطرافه: ١٧٤٠، ١٨٤١، ٥٨٠٤، ٥٨٥٣.

تشریح: فقہاء نے بحالت احرام مناسک حج میں کوتاہی یا خلاف ورزی کے تعلق میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ آیا فدیہ یا کفارہ لازم آتا ہے یا نہیں؟ اس سوال کے پیش نظر ان ابواب میں مسائل متعلقہ احرام وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جمہور کے نزدیک شلوار اور موزے کاٹ کر استعمال کرنے ضروری ہیں؛ اگر بغیر کاٹے پہنے گا تو اس پر فدیہ لازم آئے گا۔ امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہ کاٹنا ضروری ہے اور نہ فدیہ۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۷) (بداية المجتهد، كتاب الحج، القول في الكفارات المسكوت عنها) عنوانِ باب (نمبر ۱۵) سے اسی رائے کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں موزے کاٹنے کا ذکر نہیں ہے۔

بَاب ۱۷ : لُبْسُ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کے لئے ہتھیار باندھنا

وَقَالَ عِكْرِمَةُ إِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدَى وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ.

اور عکرمہ نے کہا: جب دشمن کا ڈر ہو تو ہتھیار باندھے اور فدیہ دے۔ لیکن فدیہ سے متعلق کسی اور نے ان کی تائید نہیں کی۔

١٨٤٤ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ

۱۸۴۴: عبیداللہ (بن موسیٰ) نے ہم سے بیان کیا۔

إِسْرَائِيْلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَّدَعُوْهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتَّى قَاضَاهُمْ لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ سِلَاحًا إِلَّا فِي الْقِرَابِ.

انہوں نے اسرائیل سے، اسرائیل نے ابواسحٰق سے، ابواسحٰق نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ذیقعدہ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے آپؐ کو داخل ہونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا؛ جب تک کہ آپؐ یہ شرط نہ کرلیں کہ وہ مکہ مکرمہ میں برہنہ ہتھیار لے کر داخل نہیں ہوں گے۔

اطرافه: ١٧٨١، ٢٦٩٨، ٢٦٩٩، ٢٧٠٠، ٣١٨٤، ٤٢٥١۔

تشریح: **لُبْسُ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ:** یہ باب بھی سابقہ مضمون سے متعلق ہے۔ حسن بصریؒ کے نزدیک بحالت احرام ہتھیار باندھنا مکروہ ہے؛ مگر عنوانِ باب میں عکرمہ کا جو حوالہ دیا گیا ہے، اس سے روایت نمبر ۱۸۴۴ کی تائید ہوتی ہے کہ عندالضرورت ہتھیار باندھنا ممنوع نہیں۔ امام ابن حجرؒ کو عکرمہ کے قول کا حوالہ کہیں نہیں ملا۔ مگر انہوں نے الفاظ وَلَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ سے ضمناً استدلال کیا ہے۔ اس جملے کے یہ معنے ہیں کہ فدیہ دینے کے بارہ میں کسی نے ان کی تائید نہیں کی۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ خطرے کے وقت ہتھیار پہننے کے جواز میں عکرمہ کی طرح دوسروں نے بھی فتویٰ دیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۷۶) اس تعلق میں کتاب العیدین باب نمبر ۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ١٨: دُخُوْلُ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ

حرم اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا

وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ {حَلَالًا☆} وَإِنَّمَا أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْإِهْلَالِ لِمَنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَلَمْ يَذْكُرْهُ لِلْحَطَّابِيْنَ وَغَيْرِهِمْ.

اور حضرت ابن عمرؓ داخل ہوئے {☆ جبکہ آپؓ بغیر احرام تھے۔} نبی ﷺ نے صرف اسی کو احرام باندھنے کا حکم دیا تھا جس نے حج اور عمرہ کا ارادہ کیا ہو۔ اور لکڑہاروں وغیرہ کے لئے اس پابندی کا ذکر نہیں۔

١٨٤٥: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ

۱۸۴۵: مسلم نے ہم سے بیان کیا۔ وہیب نے ہمیں بتایا۔ (عبداللہ) بن طاؤس نے ہم سے بیان

☆ لفظ "حَلَالًا" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۷۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِأَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ هُنَّ لَهُنَّ وَلِكُلِّ آتٍ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتَّى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَّكَّةَ.

کیا۔انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر کیا اور نجد والوں کے لئے قرن المنازل کو اور یمن والوں کے لئے یلملم کو۔ یہ میقات ان کے لئے ہیں اور ہر اُس آنے والے کے لئے جس کا گذر وہاں سے ہو۔ یعنی وہ حج وعمرہ کا ارادہ کریں اور جو اِن مقامات کے ورے ہوں، اُن کے لئے جہاں سے وہ چلیں۔ حتیٰ کہ مکہ والے مکہ سے (احرام باندھیں)۔

اطرافه: ۱۵۲٤، ۱۵۲٦، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰.

١٨٤٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ.

۱۸۴۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) فتح کے سال داخل ہوئے اور آپؐ کے سر پر خَود تھا۔ جب آپؐ نے اسے اتارا تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لٹکا ہوا ہے تو آپؐ نے فرمایا: اسے قتل کردو۔

اطرافه: ۳۰٤٤، ٤۲۸٦، ۵۸۰۸.

تشریح: **دُخُولُ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ:** عنوانِ باب میں جو حوالہ حضرت ابن عمرؓ سے متعلق دیا گیا ہے؛ وہ امام مالکؒ نے مؤطا میں نافع سے موصولاً نقل کیا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ سے آئے اور جب قدید میں پہنچے تو انہیں لڑائی کا علم ہوا تو وہیں سے لوٹے اور بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ (مؤطا إمام مالك، كتاب الحج، باب جامع الحج) فقہاء میں اس مسئلہ کے متعلق اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک کاروباری آدمی بغیر

احرام کے مکہ میں آ جا سکتا ہے۔اسی طرح عام حالات میں ہر شخص۔ باقی تین ائمہ سے دونوں طرح قول منقول ہیں۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۷۷) محولہ بالا روایت سے امام شافعیؒ کی تائید ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم جو دیا تھا؛ قصاص کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ اس نے ایک مسلمان سے غداری کرکے اسے قتل کر دیا تھا۔ أَنَّ الْكَعْبَةَ لَا تُعِيْذُ عَاصِيًا وَلَا تَمْنَعُ مِنْ إِقَامَةِ حَدٍّ. یعنی کعبہ کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور نہ جس پر حد قائم ہو چکی ہو، اس کو محفوظ کرتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۷۹تا۸۱) نیز دیکھئے روایت نمبر۱۸۳۲-إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخُرْبَةٍ خُرْبَةٌ بَلِيَّةٌ- حرم باغی کو پناہ نہیں دیتا اور نہ اس شخص کو جو خون کرکے بھاگا ہو اور نہ اس شخص کو جو کوئی خرابی کرکے بھاگا ہو، ایسی خرابی جو کہ مصیبت کا باعث ہو۔

بَاب ۱۹ : إِذَا أَحْرَمَ جَاهِلًا وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ

جب احرام باندھے اور ناواقفیت سے وہ قمیص پہنے ہوئے ہو

وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا تَطَيَّبَ أَوْ لَبِسَ جَاهِلًا أَوْ نَاسِيًا فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ.

اور عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: اگر وہ خوشبو لگائے یا کپڑا سلا ہوا پہنے؛ ناواقفیت سے یا بھول کر تو اُس پر کوئی کفارہ نہیں۔

۱۸۴۷: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ فِيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ أَوْ نَحْوُهُ كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ لِي تُحِبُّ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ أَنْ تَرَاهُ فَنَزَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ.

۱۸۴۷: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا۔ عطاء نے ہم سے بیان کیا، کہا: صفوان بن یعلی نے مجھے بتایا۔ ان کے باپ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ایک شخص آپؐ کے پاس آیا جو جبہ پہنے تھا اور اس پر زرد یا اسی طرح کا نشان تھا۔ حضرت عمرؓ مجھ سے کہا کرتے تھے: کیا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں دیکھنا چاہتے ہو۔ جب آپؐ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ آپؐ پر وحی نازل ہوئی۔ پھر آپؐ سے وحی کی حالت جاتی رہی اور آپؐ نے فرمایا: اپنے عمرہ میں وہ کر جو تو اپنے حج میں کرتا ہے۔

اطرافه: ١٥٣٦، ١٧٨٩، ٤٣٢٩، ٤٩٨٥.

١٨٤٨: وَعَضَّ رَجُلٌ يَدَ رَجُلٍ يَعْنِي فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ فَأَبْطَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۸۴۸: اور ایک شخص نے ایک شخص کا ہاتھ دانت سے کاٹا۔ اس نے جھٹکا دے کر اس کا سامنے کا دانت نکال دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے باطل قرار دیا۔ (یعنی اس کا کوئی قصاص نہیں دلایا۔)

اطرافہ: ۲۲٦٥، ۲۹۷۳، ٤٤١٧، ٦٨٩٣۔

تشریح: **اِذَا اَحْرَمَ جَاهِلًا وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ:** امام ابوحنیفہؒ اور فقہاءِ کوفہ نے مسئلہ معنونہ کے بارے میں سختی سے کام لیا ہے اور ارکانِ حج وغیرہ میں کوتاہی پر کفارہ تجویز کیا ہے۔ ان کے نزدیک قانون کی ناواقفیت غلطی کی پاداش سے بری نہیں ٹھہراتی؛ خصوصاً جبکہ شریعت کا حکم نافذ ہو چکا ہو۔ لیکن ان فقہاء کے نزدیک بھی علم ہونے پر کوئی اپنا سلا ہوا کپڑا اُتار دے اور خوشبو دور کر دے تو اس پر کوئی فدیہ لازم نہیں آئے گا۔ اگر علم کے باوجود کوئی مناسک حج کو اسی حالت میں ادا کرتا رہے تو پھر فدیہ ضروری ہے۔ امام شافعیؒ نے حدیث محولہ بالا سے ان دونوں کی رائے کے خلاف استدلال کیا ہے کہ سائل ناواقفیت سے دیر تک بحالت احرام رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کسی قسم کا کفارہ دینے کی ہدایت نہیں فرمائی۔ یہ روایت یہاں مختصر ہے؛ مگر کتاب العمرۃ باب نمبر۱۰ روایت نمبر۱۷۸۹ میں مفصل گذر چکی ہے۔ بعض نے اس روایت سے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ اس وقت تک حکم نازل نہیں ہوا تھا؛ اس لئے محرم مکلّف نہ تھا۔
(فتح الباری جزء۴ صفحہ۸۲) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۳۰۹، ۳۱۰)

امام بخاریؒ کا رجحان ایسے مسائل میں سہولت کی طرف ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا. (کتاب العلم باب۱۱ روایت نمبر۶۹) اس لئے عنوانِ باب کو شرطیہ رکھ کر بغیر جواب چھوڑ دیا ہے اور عطاء بن ابی رباح کا جو حوالہ دیا ہے، وہ طبرانی نے اپنی کتاب المعجم الكبير میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۸۲) اور محولہ بالا روایت بھی عطاء بن ابی رباح سے ہی مروی ہے۔ اگر کفارہ وغیرہ ہوتا تو وہ لاعلم نہیں رہ سکتے تھے۔

عَضَّ رَجُلٌ يَدَ رَجُلٍ: یہ ایک روایت کا اقتباس ہے جو کتاب الإجارة (روایت نمبر۲۲٦۵)، کتاب الجهاد والسير (روایت نمبر۲۹۷۳)، کتاب المغازي (روایت نمبر۴۴۱۷) اور کتاب الديات (روایت نمبر٦۸۹۳) میں وضاحت سے آئے گی۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حالات کے پیش نظر فتویٰ دیا ہے۔

بَاب ۲۰: اَلْمُحْرِمُ يَمُوْتُ بِعَرَفَةَ

محرم جو عرفات میں فوت ہو جائے

وَلَمْ يَأْمُرِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّؤَدَّى عَنْهُ بَقِيَّةُ الْحَجِّ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں دیا کہ اس کی طرف سے باقی ارکانِ حج ادا کئے جائیں

۱۸٤۹: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَقْعَصَتْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ أَوْ قَالَ ثَوْبَيْهِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَإِنَّ اللهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلَبِّيْ.

۱۸۴۹: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن دینار سے، عمرو نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: اسی اثناء میں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے ساتھ عرفات میں بحالت وقوف تھا کہ وہ اپنی اونٹنی سے گرا۔ اس نے اس کی گردن توڑ دی یا کہا کہ (وہیں) اسے مار ڈالا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور دو کپڑوں میں کفناؤ۔ یا فرمایا: اس کے دو کپڑوں میں (کفن دو) اور اسے خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر ڈھانپو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن لبیک کہتے ہوئے اُٹھائے گا۔

اطرافه: ۱۲٦٥، ۱۲٦٦، ۱۲٦٧، ۱۲٦٨، ۱۸۳۹، ۱۸٥٠، ۱۸٥١.

۱۸٥٠: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ وَاقِفٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ إِذْ وَقَعَ عَنْ

۱۸۵۰: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے سعید بن جبیر سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: اسی اثناء میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص عرفات

رَاحِلَتِهِ فَوَقَصَتْهُ أَوْ قَالَ فَأَوْقَصَتْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تَمَسُّوْهُ طِيْبًا وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

میں بحالت وقوف تھا کہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا تو اس نے اس کی گردن توڑ دی۔ وَقَصَتْهُ کہا یا اَوْقَصَتْهُ کہا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی اور بیری کے پتوں سے اسے نہلاؤ اور دو کپڑوں سے اسے کفناؤ۔ اسے خوشبو نہ لگاؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو۔ اسے خوشبو نہ لگاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن لبیک کہتے ہوئے اٹھائے گا۔

اطرافہ: ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۹، ۱۸۵۱۔

تشریح: **اَلْمُحْرِمُ يَمُوْتُ بِعَرَفَةَ:** صوم وصلوٰۃ میں قضاء کے مسئلہ پر قیاس کر کے یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ جو شخص اثنائے حج میں بغیر تکمیل مناسک فوت ہو جائے تو کیا کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے باقی ماندہ ارکان پورے کرے؟ اس کا جواب عنوانِ باب ہی میں دیا گیا ہے۔ اس تعلق میں باب نمبر ۲۲، ۲۳ و ۲۴ بھی دیکھئے۔

بَاب ۲۱: سُنَّةُ الْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ

محرم کے متعلق مسنون طریق جب وہ فوت ہو جائے

۱۸۵۱: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْهِ وَلَا تَمَسُّوْهُ بِطِيْبٍ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا.

۱۸۵۱: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ ہشیم نے ہمیں بتایا۔ ابوبشر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس کی اونٹنی نے (نیچے گرا کر) اس کی گردن توڑ دی جبکہ وہ بحالت احرام تھا۔ وہ فوت ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی اور بیری کے پتوں سے اسے نہلاؤ اور اس کے دو کپڑوں میں اسے کفناؤ۔ اسے خوشبو نہ لگاؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو۔ کیونکہ وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں اُٹھایا جائے گا کہ وہ لبیک کہہ رہا ہوگا۔

اطرافہ: ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰۔

تشریح: **سُنَّةُ الْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ:** یہ باب سابقہ باب کے تعلق میں ہی قائم کیا گیا ہے اور اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حج میں موت جو واقع ہوئی تھی؛ وہ شہادت کا درجہ رکھتی تھی۔ اس لئے فوت ہونے والے کی طرف سے بقیہ ارکانِ حج کی ادائیگی ضروری نہ تھی۔ ورنہ میّت کی طرف سے بھی حج بطور بدل ادا کیا جاسکتا ہے اور کمزور شخص کی طرف سے بھی۔ اسی طرح نذر بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۸۵۲، ۱۸۵۴)

بَاب ۲۲: اَلْحَجُّ وَالنُّذُوْرُ عَنِ الْمَيِّتِ وَالرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ

میت کی طرف سے حج اور نذر ادا کرنا اور مرد جو عورت کی طرف سے حج کرے

۱۸۵۲: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ اقْضُوا اللهَ فَاللهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ.

اطرافه: ٦٦٩٩، ٧٣١٥.

۱۸۵۲: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوبشر سے، ابوبشر نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جہینہ قبیلہ کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: میری ماں نے نذر مانی تھی کہ وہ حج کرے گی۔ مگر اس نے حج نہیں کیا اور مرگئی تو کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں اس کی طرف سے حج کرو۔ بھلا بتاؤ تو سہی! اگر تمہاری ماں پر کوئی قرضہ ہو تو کیا تم اسے ادا کرو گی؟ اللہ کا قرضہ بھی ادا کرو۔ کیونکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اس کے ساتھ وفا کی جائے۔

تشریح: **اَلرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ:** روایت نمبر ۱۸۵۲ میں ایک عورت کا ذکر ہے جس نے آنحضرت ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا کہ آیا وہ اپنی ماں کی طرف سے حج ادا کرسکتی ہے۔ لیکن عنوانِ باب میں ہے کہ مرد عورت کی طرف سے حج کرے۔ بعض شارحین نے یہ سوال اُٹھا کر اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اقْضُوا اللّٰهَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ بِالْوَفَآءِ میں عمومیت ہے۔ مرد و عورت دونوں شامل ہیں۔ حسن بن صالح کے سوا سب فقہاء کو اتفاق ہے کہ مرد عورت کی طرف سے حج کرسکتا ہے۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ نے شعبہ کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو ابوالبشر کی طرف منسوب ہے۔ اس میں ہے کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور وہ نہ کرسکی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مذکورہ بالا جواب دیا۔ یہ روایت دیکھئے کتاب الأيمان و النذور (روایت نمبر ۶۶۹۹) میں۔

بَاب۲۳ : اَلْحَجُّ عَمَّنْ لَّا يَسْتَطِيْعُ الثُّبُوْتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ

اس شخص کی طرف سے حج کرنا جو اونٹنی پر بیٹھ نہ سکتا ہو

۱۸۵۳ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَنَّ امْرَأَةً... ح

۱۸۵۳: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے ابن شہاب سے، انہوں نے سلیمان بن یسار سے، سلیمان نے حضرت ابن عباس سے، انہوں نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ ایک عورت......۔

اطرافه: ۱۵۱۳، ۱۸۵٤، ۱۸۵۵، ٤۳۹۹، ٦۲۲۸۔

۱۸٥٤: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ فَرِيْضَةَ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَهَلْ يَقْضِي عَنْهُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ.

۱۸۵۴: (نیز) موسیٰ بن اسماعیل نے بھی ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے ہمیں بتایا۔ ابن شہاب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سلیمان بن یسار سے، سلیمان نے (حضرت فضل) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حجۃ الوداع کے سال قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی۔ کہنے لگی: یارسول اللہ! حج سے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرض جو اپنے بندوں پر ہے، وہ ایسی حالت میں نازل ہوا ہے کہ باپ میرا بہت ہی بوڑھا ہو چکا تھا۔ سواری پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا تھا تو کیا اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا، اگر میں اس کی جگہ حج کروں؟ فرمایا: ہاں۔

اطرافه: ۱۵۱۳، ۱۸۵۳، ۱۸۵۵، ٤۳۹۹، ٦۲۲۸۔

تشریح: **اَلْحَجُّ عَمَّنْ لَّا يَسْتَطِيْعُ الثُّبُوْتَ:** امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک حج کا فریضہ ایسا نہیں جو کسی کی طرف سے بطور بدل ادا ہو سکے۔ امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ لیکن حج بطور نفل کے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ادا کیا جا سکتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نفلی حج بھی بطور بدل ادا نہیں کیا جا سکتا؛ اگر کوئی شخص قدرت رکھتا ہو۔ کیونکہ اس فریضہ کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ بذاتِ خود ادا کیا جائے۔ یہ باب اسی اختلاف کے پیش نظر قائم کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۸۶) خلاصہ یہ کہ بصورتِ عدم قدرت حج بطور بدل ادا ہو سکتا ہے۔

عَنِ الْفَضْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ: اس تعلق میں دیکھئے کتاب الحج، باب ۱۰۱، روایت نمبر ۱۶۸۵۔ جہاں ابن جریج سے مروی ہے کہ عطاء نے حضرت ابن عباسؓ سے براہ راست روایت کی۔ مگر روایت نمبر ۱۸۵۳ میں صراحت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ان کے بھائی حضرت فضلؓ نے بتایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھے۔ ان کی روایت کا حوالہ ناتمام ترک کر کے دوسرے حوالے میں حضرت فضل بن عباسؓ کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ کیونکہ وہ بلا واسطہ راوی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت بالواسطہ ہے۔ اس لئے ان کے بھائی کی روایت زیادہ مستند ہے۔ امام موصوفؒ کے لطیف ملاحظات وتصرفات کے تعلق میں یہ ایک عمدہ مثال ہے۔ انہوں نے تحقیق وتدقیق میں صحیح موازنہ مدنظر رکھا ہے۔
(فتح الباری جزء۴ صفحہ ۸۷)

بَاب ٢٤: حَجُّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ

عورت کا مرد کی طرف سے حج کرنا

١٨٥٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْفَضْلُ رَدِيْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ مِّنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا وَتَنْظُرُ إِلَيْهِ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ إِلَى الشِّقِّ الْآخَرِ فَقَالَتْ إِنَّ فَرِيْضَةَ اللهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَثْبُتُ عَلَى الرَّاحِلَةِ أَفَأَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِكَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

۱۸۵۵: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب سے، انہوں نے سلیمان بن یسار سے، سلیمان نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی، کہا: فضلؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے تو خثعم قبیلہ کی ایک عورت آئی اور فضلؓ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ بھی ان کی طرف دیکھ رہی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فضلؓ کا منہ دوسری جانب پھیرنے لگے تو اس (عورت) نے کہا: اللہ کے فریضہ (حج) نے میرے باپ کو ایسی حالت میں پایا ہے کہ وہ بہت بوڑھے تھے۔ اونٹنی پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کروں۔ فرمایا: ہاں اور یہ واقعہ حجۃ الوداع میں ہوا۔

اطرافه: ١٥١٣، ١٨٥٣، ١٨٥٤، ٤٣٩٩، ٦٢٢٨.

تشریح: **حَجُّ الْمَرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ:** یہ باب بھی اسی اختلاف کے تعلق میں ہی قائم کیا گیا ہے جس کا ذکر پہلے ابواب میں ہو چکا ہے۔ (دیکھئے باب نمبر ۲۲، ۲۳)

بَاب ٢٥ : حَجُّ الصِّبْيَانِ

بچوں کا حج کرنا

١٨٥٦ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ بَعَثَنِي أَوْ قَدَّمَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثَّقَلِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ.

اطرافه: ١٦٧٧، ١٦٧٨۔

۱۸۵۶: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ عبید اللہ بن ابی یزید سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مزدلفہ سے رات کو بھیجا۔ یا کہا مجھے سامان (سفر) کے ساتھ پہلے بھیج دیا۔

١٨٥٧ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ أَقْبَلْتُ وَقَدْ نَاهَزْتُ الْحُلُمَ أَسِيْرُ عَلَى أَتَانٍ لِي وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُّصَلِّي بِمِنًى حَتَّى سِرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَرَتَعَتْ فَصَفَفْتُ مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمِنًى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

اطرافه: ٧٦، ٤٩٣، ٨٦١، ٤٤١٢۔

۱۸۵۷: اسحق (بن منصور) نے ہم سے بیان کیا کہ یعقوب بن ابراہیم نے ہمیں خبر دی۔ ابن شہاب کے بھتیجے نے اپنے چچا (ابن شہاب) سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ (کہا:) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے مجھے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں اپنی ایک گدھی پر سوار ہو کر چلا آیا اور جوانی کے قریب تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں کھڑے نماز پڑھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ پہلی صف کے آگے سے گزرا۔ اس گدھی سے اُتر کر میں آ گیا اور وہ چرتی رہی۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے لوگوں کے ساتھ صف میں شریک ہوگیا۔ اور یونس نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے یہ لفظ کہے: منیٰ مقام پر حجۃ الوداع میں۔

۱۸۵۸ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ حُجَّ بِي مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ.

۱۸۵۸: عبدالرحمٰن بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ حاتم بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔انہوں نے محمد بن یوسف سے، محمد بن یوسف نے سائب بن یزیدؓ سے روایت کی۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھے حج کرایا گیا اور میں سات سال کا تھا۔

۱۸۵۹ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ الْجُعَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَقُوْلُ لِلسَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ وَكَانَ قَدْ حُجَّ بِهِ فِي ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۸۵۹: عمرو بن زرارہ نے ہم سے بیان کیا کہ قاسم بن مالک نے ہمیں خبر دی۔جعید بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے۔انہوں نے کہا: عمر بن عبدالعزیز سے میں نے سنا۔وہ حضرت سائب بن یزیدؓ سے کہہ رہے تھے اور حضرت سائبؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بار برداری کے قافلہ میں حج کرایا گیا تھا۔

اطرافه: ۶۷۱۲، ۷۳۳۰.

تشریح: حَجُّ الصِّبْيَانِ: عنوانِ باب میں بچوں کے حج کا ذکر تو کیا گیا ہے مگر کسی رائے کا اظہار نہیں۔روایات زیر باب سے بچوں پر حج فرض ہونے کا استنباط نہیں ہوسکتا۔بچے اپنے اقرباء کے ساتھ ہونے کی وجہ سے شامل حج تھے۔دراصل امام موصوفؒ کے مدنظر مسلمؒ کی ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو مقام روحاء پر ایک قافلہ ملا۔ جس نے آپؐ کے دریافت کرنے پر بتایا کہ وہ مسلمان ہیں اور ایک عورت نے بچہ اُٹھا کر آپؐ سے پوچھا کہ کیا اس پر حج ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ وَلَكِ اَجْرٌ اور تمہیں بھی اجر ملے گا۔(مسلم، كتاب الحج، باب صفة حج الصبي) اس سے بعض فقہاء داؤد ظاہری وغیرہ نے استدلال کیا ہے کہ جسے بچپن میں حج پر جانے کا موقع مل گیا ہو اور بڑا ہو کر وہ حج نہ کر سکے تو وہی حج کافی ہوگا۔(عمدۃ القاری جزء۱۰صفحہ۲۱۶) مسلمؒ کی روایت امام بخاریؒ کی شرائط کے مطابق نہیں۔اس بارہ میں جمہور فقہاء کا مذہب یہی ہے کہ بلوغت کے بعد حج فرض ہوتا ہے اور بچپن کا حج محض نفلی ہے۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۹۲)

باب زیرِعنوان کی روایت (نمبر۱۸۵۹) میں ذکر نہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت سائبؓ سے کیا بات کہی۔صرف اصل مسئلہ کا ذکر ہے۔یعنی یہ کہ حضرت سائبؓ کو بھی بچپن میں حج کرنے کا موقع ملا جبکہ وہ آنحضرت ﷺ کی بار برداری کے قافلہ میں تھے۔محولہ روایت کے باقی حصہ کے لیے دیکھئے كتاب كفارات الأيمان، روایت نمبر۶۷۱۲۔ اس میں ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں صاع کتنا ہوتا تھا۔کیونکہ ان کے زمانہ میں وزن زیادہ کر دیا گیا تھا۔

بَاب ٢٦ : حَجُّ النِّسَاءِ

عورتوں کا حج کرنا

١٨٦٠ : وَقَالَ لِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَذِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا فَبَعَثَ مَعَهُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ.

۱۸۶۰: اور احمد بن محمد نے مجھ سے کہا کہ ابراہیم (بن سعد) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ان کے دادا سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اس آخری حج میں جو انہوں نے کیا، اجازت دی (کہ وہ بھی حج کریں) اور حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بھیجا۔

١٨٦١ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ قَالَ حَدَّثَتْنَا عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلَا نَغْزُو وَنُجَاهِدُ مَعَكُمْ فَقَالَ لَكُنَّ أَحْسَنَ الْجِهَادِ وَأَجْمَلَهُ الْحَجُّ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَا أَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۸۶۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں بتایا۔ حبیب بن ابی عمرہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عائشہ بنت طلحہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپؐ کے ساتھ ہم جنگ کے لئے نہ نکلا کریں اور جہاد نہ کریں؟ تو آپؐ نے فرمایا: تم عورتوں کے لئے نہایت عمدہ اور بہتر جہاد حج ہے۔ وہ حج جو سراسر نیکی پر مبنی ہو اور مقبول ہو۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں حج نہیں چھوڑتی؛ بعد اس کے کہ میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی۔

اطرافه: ١٥٢٠، ٢٧٨٤، ٢٨٧٥، ٢٨٨٦۔

١٨٦٢ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي

۱۸۶۲: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے، عمرو

مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهَا رَجُلٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أَخْرُجَ فِي جَيْشِ كَذَا وَكَذَا وَامْرَأَتِي تُرِيْدُ الْحَجَّ فَقَالَ اخْرُجْ مَعَهَا.

اطرافه: ۳۰۰۶، ۳۰۶۱، ۵۲۳۳۔

نے ابومعبد سے جو حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: عورت سفر نہ کرے مگر اپنے محرم رشتہ دار کے ساتھ اور اس کے پاس کوئی غیر مرد نہ آئے مگر اس وقت جب اس کے ساتھ محرم رشتہ دار موجود ہو۔ تو ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ فلاں فلاں فوج میں شامل ہو کر (جہاد کے لئے) نکلوں اور میری بیوی حج کرنا چاہتی ہے تو آپؐ نے فرمایا: اس کے ساتھ جاؤ۔

۱۸۶۳: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ ابْنُ زُرَيْعٍ أَخْبَرَنَا حَبِيْبٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَجَّتِهِ قَالَ لِأُمِّ سِنَانٍ الْأَنْصَارِيَّةِ مَا مَنَعَكِ مِنَ الْحَجِّ قَالَتْ أَبُو فُلَانٍ تَعْنِي زَوْجَهَا كَانَ لَهُ نَاضِحَانِ حَجَّ عَلَى أَحَدِهِمَا وَالْآخَرُ يَسْقِي أَرْضًا لَّنَا قَالَ فَإِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَقْضِي {حَجَّةً أَوْ☆} حَجَّةً مَعِيْ. رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

۱۸۶۳: عبدان نے ہم سے بیان کیا۔ یزید بن زُرَیع نے ہمیں خبر دی کہ حبیب معلم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عطاء (بن ابی رباح) سے، عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جب نبی ﷺ اپنے حج سے لوٹے تو آپؐ نے حضرت امّ سنان انصاریہؓ سے فرمایا: حج سے تمہیں کس بات نے روکا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ابوفلاں کے پاس دو اونٹ تھے۔ ان کی مراد اپنے خاوند سے تھی۔ ان میں سے ایک پر وہ حج کے لئے گیا اور دوسرا ہمارے پاس رہا؛ جو زمین کو پانی پہنچاتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: رمضان میں عمرہ کرنا {حج ہی ہے۔ یا فرمایا:☆} ایسا ہی ہے جیسے میرے ساتھ حج کرنا۔ ابن جریج نے عطاء سے یہ روایت کی۔ (کہا:)

☆ الفاظ "حَجَّةً اَوْ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۹۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافه: ۱۷۸۲۔

میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا۔ انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی اور عبیداللہ نے کہا کہ عبدالکریم سے مروی ہے۔ انہوں نے عطاء سے، عطاء نے حضرت جابرؓ سے، حضرت جابرؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔

١٨٦٤ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ مَوْلَى زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَاسَعِيْدٍ وَقَدْ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً قَالَ أَرْبَعٌ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ يُحَدِّثُهُنَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي أَنْ لَّا تُسَافِرَ امْرَأَةٌ مَسِيْرَةَ يَوْمَيْنِ لَيْسَ مَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ وَلَا صَوْمَ يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِيْ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى.

اطرافه: ۵۸۶، ۱۱۸۸، ۱۱۹۷، ۱۹۹۲، ۱۹۹۵۔

۱۸۶۴: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالملک بن عمیر سے، عبدالملک نے قزعہ سے روایت کی جو زیاد کے آزادکردہ غلام تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید (خدریؓ) سے سنا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جہاد کر چکے تھے۔ انہوں نے کہا: چار باتیں ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیں یا کہا: (چار باتیں ہیں) جو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایتاً بیان کرتے تھے۔ وہ باتیں مجھے پسند آئیں اور عمدہ معلوم ہوئیں۔ کوئی عورت دو دن کا سفر ایسی حالت میں نہ کرے کہ اس کے ساتھ اس کا خاوند یا محرم رشتہ دار نہ ہو اور عیدالفطر وعیدالاضحیٰ کے دو دن روزہ نہیں ہے اور دو نمازوں کے بعد کوئی نماز نہیں ہے۔ یعنی عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اور فجر کے بعد یہاں تک کہ سورج نکلے اور کجاوے نہ باندھے جائیں مگر تین مسجدوں کے لئے؛ مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔

تشریح: حَجُّ النِّسَآءِ: روایت نمبر۱۸۶۰میں جوحوالہ حضرت عمرؓ کا دیا گیا ہے، اس سے مقصود واضح ہے کہ عورت کے لئے ولی کا اذن ضروری ہے اور سفر میں اس کے ساتھ اس کا محرم رشتہ دار ہونا چاہیے۔ اگر نہ ملے تو قابل اعتبار شخص؛ جیسا کہ باب کی روایات میں اس امر کی صراحت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو امہات المومنین کا درجہ حاصل تھا اور حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی حفاظت میں ان کو حج کے لئے بھیجا گیا۔ روایت نمبر ۱۸۶۰ جو (احمد بن محمد کا قول) بطور حوالہ درج ہے، وہ بیہقیؒ نے نقل کی ہے۔ (سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحج، باب حج النساء ، روایت نمبر۸۴۰۴، جزء۴، صفحہ۳۲۶) حج میں عورت کے لئے مذکورہ بالا احتیاط کی ضرورت ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک شرط امن ہے اور اگر ایک عورت کو اطمینان ہو تو قافلہ کے ساتھ اکیلی بھی جاسکتی ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۲۲۰)

بَاب ۲۷: مَنْ نَّذَرَ الْمَشْيَ إِلَى الْكَعْبَةِ

جس نے یہ نذر مانی کہ وہ کعبہ کو پیدل چل کر جائے گا

۱۸۶۵: حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ قَالَ حَدَّثَنِي ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى شَيْخًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ قَالَ مَا بَالُ هَذَا قَالُوْا نَذَرَ أَنْ يَّمْشِيَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِيْبِ هَذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ وَأَمَرَهُ أَنْ يَّرْكَبَ.

اطرافه: ۶۷۰۱۔

۱۸۶۵: (محمد) بن سلام نے ہم سے بیان کیا کہ (مروان) فزاری نے ہمیں خبر دی کہ حمید طویل سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ثابت نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (انہوں نے کہا:) نبی ﷺ نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ وہ اپنے دو بیٹوں کے درمیان سہارا لئے چلا جا رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی یہ کیا حالت ہے؟ انہوں نے کہا: اس نے نذر مانی تھی کہ وہ (حج کیلئے) پیدل جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تو اس بات سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے تئیں دکھ میں ڈالے اور آپؐ نے اس سے فرمایا: سوار ہو جاؤ۔

۱۸۶۶: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي

۱۸۶۶: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام بن یوسف نے ہمیں خبر دی۔ ابن جریج نے ان کو بتایا، کہا: سعید بن ابی ایوب نے مجھے خبر دی کہ

سَعِيْدُ بْنُ أَبِي أَيُّوْبَ أَنَّ يَزِيْدَ بْنَ أَبِي حَبِيْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ نَذَرَتْ أُخْتِي أَنْ تَمْشِيَ إِلَى بَيْتِ اللهِ وَأَمَرَتْنِي أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَيْتُهُ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ. قَالَ وَكَانَ أَبُو الْخَيْرِ لَا يُفَارِقُ عُقْبَةَ.

یزید بن ابی حبیب نے ان کو بتایا۔ ابوالخیر (مرثد بن عبداللہ) نے ان سے بیان کیا کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میری بہن نے نذر مانی کہ وہ بیت اللہ کو پیدل جائے گی اور مجھ سے فرمائش کی کہ میں اس کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھوں۔ میں نے آپؐ سے فتویٰ پوچھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پیدل بھی چلے اور سوار بھی ہو۔ اور (یزید بن ابی حبیب نے) کہا کہ ابوالخیر حضرت عقبہ (بن عامرؓ) سے الگ نہ ہوتے۔

{☆قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ} حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ أَيُّوْبَ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ.

{☆ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا:} ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے (عبدالملک) ابن جریج سے، انہوں نے یحییٰ بن ایوب (غافقی مصری) سے، یحییٰ نے یزید (بن ابی حبیب) سے، یزید نے ابوالخیر (مرثد بن عبداللہ) سے، انہوں نے حضرت عقبہ (بن عامرؓ) سے روایت کی اور اسی حدیث کا ذکر کیا۔

تشریح: **مَنْ نَّذَرَ الْمَشْيَ اِلَى الْكَعْبَةِ:** حج کی نذر پوری نہ کرنے کے مسئلے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ایک فریق کی یہ رائے ہے کہ نذر نہ پورا کرنے والے پر قربانی بطور کفارہ لازم ہے۔ بلکہ بعض نے یہاں تک کہا ہے کہ اگر پیدل چلنے کی طاقت نہ ہو تو سواری ساتھ لے لے۔ جب تھک جائے تو سوار ہو جائے اور قربانی بھی دے۔ یہ کفارہ نذر توڑنے کا ہے جو درحقیقت قسم توڑنے کی مانند ہے اور بعض کے نزدیک قربانی کا کفارہ ایسے شخص پر نہیں بلکہ چاہیے کہ وہ حج کرے اور جتنا سفر سواری پر کیا تھا؛ اتنا چلے تا کہ اس کی نذر پوری ہو جائے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۲۲۵)

روایت نمبر ۱۸۶۵ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی نذریں پسند نہیں فرمائیں۔ نہ ایسی نذریں جو تکلیف مالایطاق ہوں جائز ہیں؛ کیونکہ زمانہ جاہلیت کی یادگار ہیں۔ ہندومت میں بھی جسم کو تکلیف اور مشقت میں ڈال کر سمجھا جاتا ہے کہ نفس اس سے پاک ہوگا۔ عیسائیت کی رہبانیت بھی اسی شمار میں ہے۔ روایت نمبر ۱۸۶۶ میں ایک عورت کے نذر ماننے اور اس کو پورا کرنے کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا ذکر ہے۔ شریعتِ اسلامیہ

☆ الفاظ "قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۱۰۲)

نے عبادات کی ادائیگی میں عورت کو پوری آزادی دی ہے۔ان کے وجوب وعدمِ وجوب ثواب وعقاب میں اسے مرد کے برابر رکھا گیا۔فرماتا ہے: فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّي لَا اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ. (آل عمران :۱۹٦) یعنی ان کے ربّ نے ان کی دعائیں سنیں کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا خواہ مرد ہو یا عورت۔تم آپس میں ایک سے ہی ہو۔یعنی نیکیوں کے حصول اور اس کے ثواب میں کسی قسم کا فرق نہیں ہوتا۔لیکن اس کے خلاف تورات میں عورت کو مرد کی اجازت یا عدمِ اجازت کے ساتھ پابند کیا گیا ہے۔چنانچہ گنتی باب ۳۰ میں آتا ہے:-

> ''اور اگر کوئی عورت خداوند کی منّت مانے اور اپنی نوجوانی کے دِنوں میں اپنے باپ کے گھر ہوتے ہوئے اپنے اوپر کوئی فرض ٹھہرائے اور اُس کا باپ اُس کی منّت اور اس کے فرض کا حال جو اُس نے اپنے اوپر ٹھہرایا ہے؛ سُن کر چپ ہو رہے تو وہ سب منّتیں اور سب فرض جو اُس عورت نے اپنے اوپر ٹھہرائے ہیں؛ قائم رہیں گے۔لیکن اگر اُس کا باپ جس دن یہ سنے، اسی دن اُسے منع کرے تو اُس کی کوئی منت یا کوئی فرض جو اُس نے اپنے اوپر ٹھہرایا ہے، قائم نہیں رہے گا۔......اور اگر کسی آدمی سے اُس کی نسبت ہو جائے حالانکہ اُس کی منّتیں یا منہ کی نکلی ہوئی بات جو اُس نے اپنے اوپر فرض ٹھہرائی ہے، اب تک پوری نہ ہوئی ہو......اُس کی ہر منت کو اور اپنی جان کو دُکھ دینے کی ہر قسم کو اُس کا شوہر چاہے تو قائم رکھے اور اگر چاہے تو باطل ٹھہرائے۔''

(گنتی باب ۳۰ آیت ۳ تا ۱٦)

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: بعض محدثین نے روایت نمبر ۱۸٦٦ میں یحیٰ بن ایوب کی سند کو ترجیح دی ہے۔اور ہشام بن یوسف کی روایت سے ظاہر ہے کہ ابن جریج نے سعید بن ابی ایوب سے یہ روایت سنی۔امام بخاریؒ کی تحقیق کی رو سے ظاہر ہے کہ ابن جریج نے دونوں سے سنا؛ یعنی یحیٰ بن ایوب اور سعید بن ابی ایوب سے اور ان دونوں نے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت کی ہے۔چنانچہ اس روایت کے آخر میں یہ تصریح موجود ہے کہ ابوالخیر مرثد بن عبداللہ؛ حضرت عقبہ بن عامرؓ کے دائمی رفیق ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ۱۰۴)
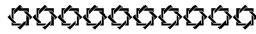
✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

بسم الله الرحمن الرحيم

٢٩- كِتَابُ فَضَائِلِ الْمَدِيْنَةِ

بَاب ١ : حَرَمُ الْمَدِيْنَةِ

مدینہ کا حرم

١٨٦٧ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَحْوَلُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلَى كَذَا لَا يُقْطَعُ شَجَرُهَا وَلَا يُحْدَثُ فِيْهَا حَدَثٌ مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.

اطرافه: ٧٣٠٦۔

١٨٦٧: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ ثابت بن یزید نے ہمیں بتایا۔ عاصم ابوعبدالرحمٰن احول نے ہم سے بیان کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: مدینہ حرم ہے۔ یہاں سے لے کر وہاں تک اس کا درخت نہ کاٹا جائے اور نہ اس میں کوئی بدعت کی جائے۔ جس نے اس میں کوئی بدعت کی؛ اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔

١٨٦٨ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَأَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِي فَقَالُوْا لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللهِ فَأَمَرَ

١٨٦٨: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوارث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوتیاح سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور مسجد بنانے کا حکم دیا اور فرمایا: بنی نجار! مجھ سے (اس جگہ کی) قیمت ٹھہرالو۔ تو انہوں نے کہا: ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے؛ مگر اللہ تعالیٰ سے۔ تو

بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ ثُمَّ بِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوْا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ

آپؐ نے مشرکوں کی قبروں کی نسبت فرمایا اور وہ کھود کر ہڈیاں وغیرہ نکالی گئیں۔ پھر کھنڈرات کی نسبت فرمایا جو برابر کئے گئے اور کھجور کے درختوں سے متعلق فرمایا جو کاٹے گئے اور مسجد کی آخری حد میں ان کھجوروں کے تنے ترتیب سے رکھ لئے گئے۔

اطرافه: ۲۳٤، ٤۲۸، ٤۲۹، ۲۱۰٦، ۲۷۷۱، ۲۷۷٤، ۲۷۷۹، ۳۹۳۲۔

۱۸٦۹: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُرِّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَي الْمَدِيْنَةِ عَلَى لِسَانِي قَالَ وَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي حَارِثَةَ فَقَالَ أَرَاكُمْ يَا بَنِي حَارِثَةَ قَدْ خَرَجْتُمْ مِّنَ الْحَرَمِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَقَالَ بَلْ أَنْتُمْ فِيْهِ.

اطرافه: ۱۸۷۳۔

۱۸٦۹: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے بھائی (عبدالحمید) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سلیمان (بن بلال) سے، سلیمان نے عبیداللہ سے، عبیداللہ نے سعید مقبری سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے دو پتھریلے میدانوں میں جو جگہ ہے وہ میری زبان سے حرم ٹھہرائی گئی ہے اور حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنوحارثہ کے پاس آئے اور آپؐ نے فرمایا: بنی حارثہ! میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم حرم سے باہر ہو گئے۔ پھر آپؐ نے مڑ کر دیکھا تو فرمایا: تم اس کے اندر ہی ہو۔

۱۸۷۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ إِلَّا كِتَابُ اللهِ وَهٰذِهِ الصَّحِيْفَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۱۸۷۰: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا۔ سفیان (ثوری) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم تیمی سے، ابراہیم نے اپنے باپ (یزید بن شریک) سے، ان کے باپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہمارے پاس اللہ کی کتاب اور اس کاغذ

وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلَى كَذَا مَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَقَالَ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ وَمَنْ تَوَلَّى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ {وَالْمَلَائِكَةِ☆} وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ. قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ عَدْلٌ فِدَاءٌ.

کے سوا کچھ نہیں؛ جس میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ مدینہ حرم ہے، عائر پہاڑ سے لے کر یہاں تک۔ جس نے اس حرم میں کوئی رخنہ پیدا کیا یا رخنہ پیدا کرنے والے کو پناہ دی؛ اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اس کی نہ شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ فدیہ اور یہ بھی فرمایا: مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہی ہے۔ پس جس نے مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی اور ذمہ داری کو پورا نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس سے نہ نقد معاوضہ قبول کیا جائے گا اور نہ کوئی حرجانہ اور جس نے کسی قوم سے عہدِ دوستی کیا؛ بغیر اپنے موالی (یعنی ہم عہد لوگوں) کی اجازت کے تو اس پر بھی اللہ {اور فرشتوں☆} اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اس کی نہ شفاعت قبول کی جائے گی نہ فدیہ۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: لفظ عَدْلٌ سے مراد فدیہ ہے۔

اطرافه: ۱۱۱، ۳۰۴۷، ۳۱۷۲، ۳۱۷۹، ٦۷٥٥، ٦۹۰۳، ٦۹۱٥، ۷۳۰۰۔

تشریح: **حَرَمُ الْمَدِيْنَةِ:** بیت اللہ اور اس کے حرم کی فضیلت اور آداب حرمت بیان کرنے کے بعد مدینہ کی فضیلت کے بارہ میں ابواب قائم کئے گئے ہیں۔ اس تعلق میں پہلے باب کے تحت چار روایتیں درج ہیں۔ پہلی روایت (نمبر ۱۸٦۷) میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی بستی اور اس کے مضافات کو اسی طرح حرم قرار دیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو۔ یہ اعلان مدینہ میں آنے کے بعد کیا گیا تھا اور مکہ والوں کو بھی اطلاع کی گئی۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جس طرح قریش اپنے تئیں بوجہ حرم محفوظ سمجھتے تھے۔ اسی طرح انصار و مہاجرین بھی اس اعلان کے ذریعہ سے سیاسی طور پر محفوظ ہو گئے۔ اس اعلان کے بعد اگر مدینہ کی معینہ حدود کے اندر کسی قسم کی تعدّی ہوئی تو اہل مدینہ کو حق ہوگا کہ اس تعدّی کا ازالہ کریں۔ چنانچہ قرآنِ مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے سیاق میں فرماتا ہے: اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُم فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا

☆ اس جگہ لفظ "وَالْمَلَائِكَةِ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۱۰٦) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ ص وَاتَّقُوْا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ o (البقرة :۱۹۵) یعنی اگر حرمت والے مہینہ میں ہتک کی جائے گی تو ہتک کا ازالہ کیا جائے گا اور تمام عزت والی اشیاء کی ہتک کا قصاص لیا جائے گا۔ اس لئے جو تم پر زیادتی کرے تو تم اس پر ویسی ہی زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر کی ہو اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔ (یعنی اگر کسی نے حدود سے تجاوز کیا، وہ تمہاری مدد کرے گا۔) اس آیت سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو مدینہ کے شہر اور مضافات کو حرم قرار دیا تو یہ حرمت کا اعلان اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول یا فعل روح القدس کی تجلی سے خالی نہ تھا۔ اس تعلق میں دیکھئے آئینہ کمالاتِ اسلام- روحانی خزائن جلد۵ حاشیہ صفحہ۹۰ تا۹۴۔ بعض فقہاء نے یہاں یہ بحث اُٹھائی ہے کہ بیت اللہ کا حرم چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرم قرار دیا گیا؛ اس لئے اس کی حرمت مدینہ کی حرمت سے افضل ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے تفسیر کبیر- تفسیر سورة بنی اسرائیل آیت۲- جلد۴ صفحہ۲۹۴ تا۲۹۸۔ نیز دیکھئے ابواب ۱۱، ۱۲ مع تشریح۔

ہجرت سے قبل مدینہ منورہ کا نام یثرب تھا اور ہجرت کے بعد مدینة النبی ﷺ۔ سطح سمندر سے ۶۱۹ میٹر بلند۔ گرمی بھی شدت کی پڑتی ہے اور سردی بھی شدت کی۔ درجہ حرارت گرمیوں میں ۲۸ درجے اور سردیوں میں ۵ درجے۔ رات کو شدید سردی اور پانی جاڑوں میں یخ بستہ ہو جاتا ہے۔ پہلے یہاں عمالقہ آباد تھے۔ محققین حال کی تحقیق میں اس کا قدیم نام یثرب معرب ہے۔ قدیم مصری نام اتھربیس ہے۔ اور یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ عمالقہ مصر ۳۲۰۰ ق م میں یہاں بھی حکمران تھے اور ۱۶۰۰ ق م میں یثرب سے بنی اسرائیل کے ذریعہ نکالے گئے اور یہود اُن کی جگہ آباد ہوئے۔ اتھربیس شہر کی تعمیر کا زمانہ ۲۲۰۰ اور ۱۶۰۰ ق م کے درمیان اندازہ کیا گیا ہے۔ جوفِ ثمود، تبوک، خیبر، تیماء اور مدین یہود کی فوجی طاقت کے مرکز تھے۔ ان کے قلعے مشہور تھے۔ ۷ھ میں ان قلعوں کی تسخیر ہوئی۔ قبائل ازد کی دو شاخوں اوس و خزرج نے سد مارب کے حادثے کے بعد مکہ مدینہ کے قریب کے علاقہ میں ہجرت کی اور طاقت پکڑی۔ مکہ مکرمہ اڑھائی ہزار سال قبل مسیح کاروانِ تجارت کی ایک اہم منزل تھی۔ تقریباً دو ہزار سال ق م حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ کو یہاں آباد کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس کا ذکر بالفاظ دعائے ابراہیمؑ کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے: رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ لا رَبَّنَا لِیُقِیْمُوْا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ o (ابراھیم:۳۸) ترجمہ: اے ہمارے ربّ! میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو تیرے معزز گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں جس میں کوئی کھیتی نہیں ہوتی؛ لا بسایا ہے۔ اے ہمارے ربّ! (میں نے ایسا اس لئے کیا ہے) تا وہ عمدگی سے نماز ادا کریں۔ پس تو لوگوں کے دل ان کی طرف جھکا دے اور انہیں مختلف پھلوں سے رزق دیتا رہ۔ تا کہ وہ (ہمیشہ تیرا) شکر کرتے رہیں۔

بنو اسماعیل کے قحطانی قبائل نے غلبہ حاصل کیا تو بنو اسماعیل میں سے قصی یہاں کے رئیس ہوئے۔ مکہ کے آس پاس اسماعیلی قبائل آباد تھے۔ مکہ کے جنوب میں جو آبادیاں ہیں۔ وہ مشہور قبیلہ ہذیل کا مسکن تھیں۔ جنوب کی طرف

وادی القریٰ ہے جوقدیم قبائل کی رہائش گاہ تھی۔جس کے اطراف میں قبائل کنانہ رہتے تھے۔یہاں کی پہاڑیوں کے دامن میں قبائل احابیش بھی بودوباش رکھتے تھے۔حضرت سلمان فارسیؓ جنہوں نے جنگ احزاب کے موقع پر خود حفاظتی کے لئے خندق کھودنے کا مشورہ دیا، ان کا تعلق بھی انہی قبائل سے تھا اور ان کا یہ مشورہ سابقہ تجربہ کی بناء پر تھا جو بوقت جنگ کارآمد ثابت ہوا۔ مدینہ کا محل وقوع چھوٹی بڑی پہاڑیوں کے درمیان ہے۔شمال کی طرف تین میل کے فاصلے پر جبل احد ہے۔جس کی شمالی چوٹی بطور نیک فال ثور (یعنی سانڈ) کہلاتی ہے۔کیونکہ سانڈ کی مصر میں پرستش کی جاتی تھی۔جیسا کہ ہندوستان میں بھی۔جبل احد شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔مدینہ کے جنوب میں جبل عیر ہے۔اس سلسلۂ کوہستان کی وجہ سے دو پتھریلے میدان بنتے ہیں اور اسی طرح اس کے آس پاس کچھ وادیاں ہیں۔جن میں مختلف الخیال قبائل کی بستیاں ہیں۔ان میں سے یثرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فروکش ہوئے۔بنوحارثہ کی بستیاں جبل احد کی وادیوں میں بلند مقامات پر واقع تھیں۔دشوار گذار کوہستانی وادیوں میں ایک وسیع میدان تھا جسے جوفِ مدینہ کہتے تھے اور یہ جگہ جغرافیائی لحاظ سے بہت محفوظ ہے جو دور تک پھیلی ہوئی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی حدودِ حرم میں ہی شمار کیا ہے۔ یہ علاقہ کم وبیش گیارہ میل کا رقبہ ہے۔لفظ حرہ کے معنے پتھریلا میدان۔مدینہ میں ایسے میدان دو تھے۔ایک بڑا میدان، ایک چھوٹا۔الفاظ مِنْ کَذَا اِلَی کَذَا سے مراد جبل عیر اور جبل ثور ہیں۔

مذکورہ بالا باب کی دوسری روایت (نمبر ۱۸۶۸) میں مسجد تعمیر کرنے کا ذکر ہے جو مسلمانوں کے اجتماع اور ان کی دینی تربیت کے لئے ازبس ضروری تھی۔تیسری روایت (نمبر ۱۸۶۹) میں مدینہ کی سرحدوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ایک طرف قبیلہ بنوحارثہ کی بستیاں ہیں اور دوسری طرف جبل عیر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تدبیر قومی وحدت اور شہر کے باشندوں کے لئے دور رَس نتائج پیدا کرنے والی ثابت ہوئی اور یہ تدبیر دراصل ایک قومی معاہدہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں آتے ہی اس کے باشندوں کے درمیان بلالحاظ مذہب وملت لکھوایا اور اس معاہدہ کی تکمیل کے لئے غایت درجہ تاکید فرمائی۔ یہ معاہدہ مفصل کتاب المغازی باب ۱۴ کی تشریح میں دیکھئے۔اس کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنے عقیدہ کے مطابق عمل پیرا ہونے میں آزاد ہوگا اور مشترکہ دفاع کی اغراض میں برابر کا حصہ دار۔ یہ شرط مدینہ کو حرم قرار دینے کی غرض وغایت واضح کرتی ہے۔

مَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ آوَى مُحْدِثًا....:اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جس نے اس میں کسی قسم کا رخنہ پیدا کیا یا رخنہ پیدا کرنے والے کو پناہ دی وہ قابل مؤاخذہ ہوگا اور بدعہدی پر اس کی نہ شفاعت قبول کی جائے گی نہ فدیہ قبول کیا جائے گا۔سورۂ بقرہ میں اسی معاہدہ کا ذکر ہے۔(البقرة:۸۴-۸۵) اور اس سے قبل بطور انذار آیت ۴۹ میں خلاف ورزی پر کوئی فدیہ وسفارش قبول نہ کئے جانے کا بھی مذکورہ بالا الفاظ میں ذکر ہے۔

بَاب ۲ : فَضْلُ الْمَدِيْنَةِ وَ أَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ

مدینہ کی فضیلت اور یہ کہ وہ برے لوگوں کو نکال دے گا

۱۸۷۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحُبَابِ سَعِيْدَ ابْنَ يَسَارٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ.

۱۸۷۱: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی کہ یحیٰی بن سعید سے مروی ہے، کہا: میں نے ابوالحباب سعید بن یسار سے سنا۔ کہتے تھے: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی بستی (میں جانے) کا حکم ہوا جو دوسری بستیوں کو کھا جائے گی۔ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہی (بستی) مدینہ ہے۔ جو (برے) لوگوں کو (ردی کی طرح) نکال دے گی؛ جس طرح بھٹی لوہے کی میل کچیل کو نکال دیتی ہے۔

تشریح: فَضْلُ الْمَدِيْنَةِ وَاَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ: مدینہ کی حرمت اسی صورت میں کماحقہ قائم رہ سکتی تھی کہ شریر طبقہ اس میں نہ رہے۔ بعد کے واقعات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی حرف بحرف تصدیق کی۔ یہودی قبائل نے معاہدہ توڑا اور بیرونی دشمنوں سے خفیہ سازشیں کر کے مدینہ پر حملہ کروایا۔ بالآخر اپنی غداری کے نتیجہ میں یکے بعد دیگرے مدینہ سے نکال دیئے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کا دوسرا حصہ بھی اس وقت پورا ہوا جب مدینہ عالم اسلامی کا مرکز اوّل بنا اور خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں۔ دوسری بستیوں کو کھا جانے کا مفہوم بھی یہی ہے کہ وہ مغلوب ہو جائیں گی۔

امام بخاریؒ نے ان ابواب اور روایتوں کی ترتیب کے ذریعہ ان فقہاء کو مسکت جواب دیا ہے۔ جنہوں نے حرمِ مکہ مکرمہ اور حرمِ مدینہ کے درمیان فضیلت کی بحث اُٹھا کر رائے دی ہے کہ مدینہ صرف مجازی طور پر حرم ہے۔ فضیلت درحقیقت ایک نسبتی شئ ہے جو مکہ معظّمہ کو بلحاظ ذکرِ توحید اور مدینہ منورہ کو بلحاظِ تکمیل اغراضِ توحید حاصل ہے۔ مہلب بن ابی صفرہ نے جو مشہور اسلامی سپہ سالار تھے؛ جنہوں نے خارجیوں کا قلع قمع کیا تھا؛ یہ نکتہ سمجھ کر کہا ہے: هٰذَا الْحَدِيْثُ حُجَّةٌ لِّمَنْ فَضَّلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى مَكَّةَ لِاَنَّهَا هِيَ الَّتِيْ اَدْخَلَتْ مَكَّةَ وَسَائِرَ الْقُرٰى فِي الْاِسْلَامِ۔ یعنی یہ حدیث ان لوگوں کے ہاتھ میں ایک مضبوط دلیل ہے؛ جنہوں نے مدینہ کو مکہ پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ اسی نے مکہ اور باقی بستیوں کو اسلام میں داخل کیا۔ فقہاء کی مفصل بحث کے لئے دیکھئے (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۱۴) (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۲۳۵)

بَاب۳: اَلْمَدِيْنَةُ طَابَةٌ

مدینہ طابہ ہے

۱۸۷۲: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَبُوْكَ حَتَّى أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ هَذِهِ طَابَةٌ.

۱۸۷۲: خالد بن مخلد نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان نے ہمیں بتایا، کہا: عمرو بن یحیٰ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے عباس بن سہل بن سعد سے، انہوں نے حضرت ابوحمید (ساعدی) رضی اللہ عنہ سے روایت کی (انہوں نے کہا) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم تبوک سے آئے۔ یہاں تک کہ مدینہ کے قریب اونچائی پر پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: یہ طابہ (مقام) ہے۔

اطرافه: ۱٤٨١، ۳۱٦۱، ۳۷۹۱، ٤٤٢٢.

تشریح: اَلْمَدِيْنَةُ طَابَةٌ: مدینہ کا قدیم نام یثرب تھا۔ یعنی مقام وباء و ہلاکت اور اسی وجہ سے اسے یہ نام دیا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نیک فال اس کا نام طابہ رکھا جو طیب کے معنوں میں ہے۔ یعنی مقامِ صحت افزاء اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسے ویسا ہی بنا دیا۔

بَاب ٤: لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ

مدینہ کے دو پتھریلے میدان

۱۸۷۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ لَوْ رَأَيْتُ الظِّبَاءَ بِالْمَدِيْنَةِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا

۱۸۷۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ کہا کرتے تھے: اگر مدینہ میں مَیں ہرن چرتے دیکھوں تو میں انہیں خوف زدہ نہ کروں کیونکہ رسول اللہ

بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ.

اطرافه: ۱۸٦٩.

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے دو پتھریلے میدانوں کے درمیان (کی جگہ) حرم ہے۔

تشریح: لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ: باب کے عنوان اور متعلقہ روایت سے ظاہر ہے کہ سابقہ دونوں باب بلحاظِ مضمون ضمنی تھے اور ان کا تعلق باب نمبرا کے مضمون سے ہے۔ اب اس باب میں حرمِ مدینہ کی تعیین کی گئی ہے۔ لابۃ کے معنی سیاہ پتھر والی زمین کے ہیں جسے عربی میں حرّۃ کہتے ہیں۔ یعنی جلے ہوئے پتھر۔

مدینہ پہاڑیوں میں واقعہ ہے۔ اس کے دو پتھریلے میدانوں کا نام حرّۃ اور لابۃ ہے۔ اسے لوبۃ بھی کہتے ہیں۔ مدینہ کا محل وقوع اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ شرقی وغربی۔ دیکھئے کتاب المغازی باب ۱۷، جہاں دفاعی نقطہ کے لحاظ سے جغرافیائی محل وقوع کا ذکر کیا گیا ہے۔

بَاب ٥: مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِيْنَةِ

جو مدینہ سے اعراض کرے

١٨٧٤: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلَى خَيْرِ مَا كَانَتْ لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَافِ يُرِيْدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ وَآخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وَحْشًا حَتَّى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلَى وُجُوْهِهِمَا.

۱۸۷۴: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: سعید بن مسیّب نے ہمیں خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: لوگ مدینہ کو نہایت اچھی حالت میں چھوڑیں گے۔ پھر یہ حالت ہوگی کہ وہاں وحشی جانور آیا جایا کریں گے۔ اس سے آپؐ کی یہ مراد تھی کہ وحشی درند وپرند۔ اور آخر میں جنہیں لایا جائے گا وہ مزینہ (قبیلہ) کے دو چرواہے ہوں گے۔ مدینہ کا قصد کریں گے۔ اپنی بکریاں ہانک کر لائیں گے تو اسے ویران پائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ دونوں ثنیۃ الوداع کے پاس پہنچیں گے تو اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے۔

١٨٧٥ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ سُفْيَانَ ابْنِ أَبِي زُهَيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِأَهْلِهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَتُفْتَحُ الشَّأْمُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِأَهْلِهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَتُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِأَهْلِهِمْ وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ.

١٨٧۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے، حضرت ابن زبیرؓ نے حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: یمن فتح ہوگا تو کچھ لوگ اپنے اونٹ ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور انہیں جنہوں نے ان کی اطاعت کی؛ سوار کر کے لے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا؛ اگر وہ جانتے ہوں اور شام فتح ہوگا تو کچھ لوگ اپنے اونٹ ہانکتے ہوئے آئیں گے۔ پھر وہ اپنے گھر والوں کو اور ان کو جنہوں نے اُن کی اطاعت کی؛ سوار کر کے لے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ اُن کے لیے بہتر ہوگا؛ اگر وہ جانتے ہوں۔ اور عراق فتح ہوگا تو کچھ لوگ اپنے اونٹ ہانکتے ہوئے آئیں گے۔ پھر وہ اپنے گھر والوں کو اور ان کو جو اُن کی اطاعت کریں گے؛ سوار کر کے لئے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہوگا؛ اگر وہ جانتے ہوں۔

تشریح: ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ: ثنیۃ الوداع وہ موڑ ہے جہاں قاصدانِ حج کو دعاؤں کے ساتھ الوداع کیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۲۳۸)

بَاب ٦ : اَلْإِيْمَانُ يَأْرِزُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ

ایمان سمٹ کر مدینہ میں پناہ لے گا

١٨٧٦ :حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنِي

١٨٧٦: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ انس بن عیاض نے ہمیں بتایا، کہا: عبیداللہ (عمری)

عُبَيْدُ اللهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْإِيْمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا.

نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے خُبَیب بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حفص بن عاصم سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان سمٹ کر مدینہ کی طرف اسی طرح آ جائے گا جس طرح سانپ اپنی بل میں سمٹ کر آتا ہے۔

تشریح: اَلْاِيْمَانُ يَأْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ: مدینہ کی حرمت وفضیلت کے بارہ میں تین اورابواب (۵،۶،۷) قائم کئے گئے ہیں۔ جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ مدینہ پر اسلامی مرکز بننے اور بارونق ہونے کے بعد ایسا وقت بھی آئے گا کہ وہ ویران ہوجائے گا اور لوگ اسے چھوڑ کر شام وعراق کو چلے جائیں گے اور حالت یہ ہوگی کہ درندے اس میں چکر لگائیں گے اور اس کی وہ شان نہیں ہوگی جو ایک وقت مُبَوُّ الْاِيْمَانِ وَالدَّارِ ہونے کے لحاظ سے تھی اور وہ اپنی یہ شان کھو بیٹھے گا اور یہ حالت فتوحات کے بعد ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی بہت نازک صورت میں پوری ہوچکی ہے۔ روایت نمبر ۱۸۷۷ کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ سے ہے۔ جس نے بھی ٹکر لگائی؛ پاش پاش ہوگیا۔ اس بارہ میں مسلم کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: مَنْ اَرَادَ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِسُوْءٍ أَذَابَهُ اللّٰهُ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَآءِ. (مسلم، كتاب الحج، باب من اراد أهل المدينة بسوء أذابه اللّٰه) اور ایک اور روایت میں ہے کہ وَلَا يُرِيْدُ أَحَدٌ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِسُوْءٍ إِلَّاأَذَابَهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ. (مسلم، كتاب الحج، باب فضل المدينة ودعاء النبي فيها بالبركة) یعنی جس نے مدینہ والوں کے متعلق بد ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے پگھلا دے گا۔ جیسے نمک پانی میں اور سیسہ آگ میں پگھلتا ہے۔

بَاب ۷: إِثْمُ مَنْ كَادَ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ

اس شخص کا گناہ جس نے مدینہ والوں سے دھوکا فریب کیا

۱۸۷۷: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ عَنْ جُعَيْدٍ عَنْ عَائِشَةَ هِيَ بِنْتُ سَعْدٍ قَالَتْ سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ

۱۸۷۷: حسین بن حریث نے ہم سے بیان کیا کہ فضل (بن موسیٰ) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے جُعَید سے، جُعَید نے عائشہ جو حضرت سعدؓ کی بیٹی ہیں؛ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَكِيْدُ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ أَحَدٌ إِلَّا انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ.

رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: کوئی مدینہ والوں سے دھوکا فریب نہیں کرے گا؛ مگر وہ اسی طرح پانی ہو جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

تشریح: **إِثْـمُ مَنْ كَادَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ:** لفظ کَیْد کے تین معنی ہیں۔ حیلہ سازی، تدبیر جنگ اور ایذا رسانی۔ اس حدیث کی وضاحت کے لیے گذشتہ باب کی تشریح دیکھئے۔

بَاب۸: آطَامُ الْمَدِيْنَةِ

مدینہ کے محل

۱۸۷۸: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ سَمِعْتُ أُسَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى إِنِّي لَأَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ. تَابَعَهُ مَعْمَرٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

۱۸۷۸: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ ابن شہاب نے ہم سے بیان کیا، کہا: عروہ نے مجھے خبر دی۔ (کہا:) میں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے محلوں میں سے ایک محل پر سے جھانکا اور فرمایا: کیا تم بھی دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ میں تو تمہارے گھروں میں فتنوں کے برپا ہونے کی جگہیں دیکھ رہا ہوں؛ اس کثرت سے جیسے بارش کے قطرے۔ معمر اور سلیمان بن کثیر نے بھی زُہری سے سفیان کی طرح بیان کیا۔

اطرافه: ۲٤٦٧، ۳٥۹۷، ۷۰٦۰.

تشریح: **آطَامُ الْمَدِيْنَةِ:** أُطُم کے معنی قلعہ بند دومنزلہ عمارت۔ جس میں خطرہ کے وقت عورتیں اور بچے وغیرہ پناہ لیں۔ مدینہ کے آطام سیاہ پتھروں کے بنے ہوئے تھے؛ جو لاوا کے پہاڑوں سے بآسانی حاصل ہو جاتے تھے۔ اس شکل کی پناہ گاہیں سرحدی علاقوں میں آج کل بھی پائی جاتی ہیں۔ جو نظارہ بحالت مکاشفہ آپؐ نے دیکھا وہ ایک بہت بڑے فتنے کی خبر دیتا تھا جو حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کی شکل میں اُٹھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے اسلام میں اختلافات کا آغاز- انوار العلوم جلد۴ صفحہ ۱۹۸ تا ۲۷۳۔

بَاب ۹: لَا يَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِيْنَةَ

دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا

۱۸۷۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ رُعْبُ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ لَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ عَلَى كُلِّ بَابٍ مَلَكَانِ.

اطرافه: ۷۱۲۵، ۷۱۲٦.

۱۸۷۹: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن سعد نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ان کے دادا (ابراہیم) سے، ان کے دادا نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: مسیح دجال کا رعب مدینہ میں داخل نہیں ہوگا۔ اس دن اس کے سات دروازے ہونگے اور ہر دروازے پر دو فرشتے مقرر ہونگے۔

۱۸۸۰: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُجْمِرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ مَلَائِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ.

اطرافه: ۵۷۳۱، ۷۱۳۳.

۱۸۸۰: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نعیم بن عبداللہ مجمر سے، نعیم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ کے دروازوں پر فرشتے ہوں گے۔ طاعون اس میں داخل نہ ہوگی اور نہ دجال۔

۱۸۸۱: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۱۸۸۱: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ ولید (بن مسلم) نے ہمیں بتایا۔ ابوعمرو (اوزاعی) نے ہم سے بیان کیا۔ اسحق (بن عبداللہ) نے ہمیں بتایا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ

وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ لَيْسَ لَهُ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ يَحْرُسُوْنَهَا ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِأَهْلِهَا ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَيُخْرِجُ اللّٰهُ كُلَّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ.

اطرافه: ۷۱۲٤، ۷۱۳٤، ۷٤۷۳.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کوئی بھی شہر نہیں مگر دجال عنقریب اسے پامال کرے گا؛ سوائے مکہ اور مدینہ کے۔ اس کے راستوں میں سے کوئی راستہ بھی ایسا نہیں ہوگا مگر اس پر صف بستہ فرشتے ہوں گے؛ جو اس کی حفاظت کریں گے۔ پھر مدینہ تین بار اپنے باشندوں سے لرزے گا تو اللہ تعالیٰ ہر کافر ومنافق کو (جنگ کے لئے) نکالے گا۔

۱۸۸۲: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا طَوِيْلًا عَنِ الدَّجَّالِ فَكَانَ فِيْمَا حَدَّثَنَا بِهِ أَنْ قَالَ يَأْتِي الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِيْنَةِ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِي بِالْمَدِيْنَةِ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فَيَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا عَنْكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَهُ فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُ

۱۸۸۲: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی نسبت ہمیں ایک لمبی بات بتائی۔ اس میں یہ بھی فرمایا کہ دجال ایک شور زمین میں آئے گا جو مدینہ کی شور زمینوں میں سے ہوگی۔ جبکہ مدینہ کے دروازوں میں گھسنا اس پر حرام ہوگا۔ اس دن ایک شخص جو لوگوں میں سے نہایت نیک ہوگا، اس کی طرف نکلے گا۔ آپؐ نے خَيْرُ النَّاس فرمایا، یا مِنْ خَيْرِ النَّاس. تو وہ کہے گا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تیرے ہی متعلق بتایا تھا۔ دجال کہے گا: بتا تو سہی اگر میں اس شخص کو مار ڈالوں پھر اسے زندہ کر دوں تو کیا تم اس امر میں شک کرو گے؟ لوگ کہیں

هَذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ هَلْ تَشُكُّوْنَ فِي الْأَمْرِ فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيْهِ فَيَقُوْلُ حِيْنَ يُحْيِيْهِ وَاللهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيْرَةً مِنِّي الْيَوْمَ فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ أَقْتُلُهُ فَلَا أُسَلَّطُ عَلَيْهِ.

گے: نہیں۔ چنانچہ وہ اسے قتل کر دے گا۔ پھر اس کو زندہ کرے گا تو وہ (نیک شخص) جب اسے دجال زندہ کر دے گا، کہے گا: بخدا! میں کبھی (تیرے متعلق) اس سے بڑھ کر علیٰ بصیرت نہیں ہوا جتنا کہ آج۔ تو دجال دل میں کہے گا: میں اسے مار ڈالوں مگر مجھے اس پر قدرت نہیں ہوگی۔

اطرافه: ۷۱۳۲۔

تشریح: لَا يَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِيْنَةَ: مذکورہ بالا پیشگوئی کا تعلق ہمارے زمانہ سے ہے۔ جس میں دجالی طاقتیں اپنے زوروں پر ہیں۔ بیت اللہ، مدینہ منورہ اور بلادِ عربیہ اس عظیم الشان فتنہ کے نرغے میں ہیں جس کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقت آگاہ فرمایا ہے اور آسمانی تدبیریں بھی در پردہ کارفرما ہیں اور مستقبل ہی بتائے گا کہ یہ پیشگوئی کس شکل میں پوری ہوگی۔ اس سے قبل بھی فتنہ دجال کی بابت ایک پیشگوئی کا ذکر کتاب الاذان باب ۹۰ میں گذر چکا ہے؛ جہاں دانیال علیہ السلام کی اس پیشگوئی کا حوالہ دیا گیا ہے جو آخری ایام میں مکروہ چیز نصب کئے جانے اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک انتظار کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔ (دانیال باب ۱۲) فتنہ دجال کا مفصل ذکر اپنے موقع پر کتاب الفتن میں آئے گا۔

روایت نمبر ۱۸۸۲ میں یہ جو ذکر ہے کہ دجال ایک شخص کو مار کر دوبارہ اسے زندہ کرے گا اور اپنی غیر معمولی قدرت کا اظہار کرے گا۔ لیکن مومن اپنے ایمان و یقین میں ترقی کریں گے اور اس کی کرشمہ نمائی کا اُن پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ فنونِ طب اور جراحی کے نئے تجربات میں عیسائی قوم کو غیر معمولی مہارت حاصل ہو چکی ہے۔ جس سے ایسے اشخاص میں جو بظاہر مردہ معلوم ہوتے ہیں؛ زندگی کی رَو بحال کر دی جاتی ہے۔ ان تجربوں سے موت کی سابقہ تعریف بدل چکی ہے۔ جسے کسی وقت مردہ سمجھا جاتا تھا، اس میں درحقیقت رمقِ حیات جسم کی گہرائیوں میں مخفی ہوتی ہے۔ اس حالت کو کمون (پوشیدگی) کہتے ہیں۔ جو حالتِ سکتہ و غیبوبت سے ماوراء حالت ہے۔ اَدویہ اور آلات کے ذریعہ ایسے مُردوں میں زندگی کی رَو دوبارہ چلا دی جاتی ہے۔ غرض مقتول کو دوبارہ زندہ کرنے کی علامت پوری ہوگئی ہے اور اس کے ساتھ یہ خبر بھی پوری ہوگئی: فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ. اس کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کی جماعت ہے۔ جو دجالی فتنہ انگیز کرشموں کو دیکھ کر کامل یقین رکھتے ہیں کہ عیسائی اقوام ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سابقہ انبیاء کی محولہ بالا پیشگوئیوں کی مصداق ہیں۔

بَاب ١٠ : اَلْمَدِيْنَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ

مدینہ ردی شئے کو نکال دیتا ہے

١٨٨٣ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ مَحْمُوْمًا فَقَالَ أَقِلْنِي فَأَبَى ثَلَاثَ مِرَارٍ فَقَالَ الْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَيَنْصَعُ طَيِّبُهَا.

۱۸۸۳: عمرو بن عباس نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا۔سفیان (ثوری) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے محمد بن منکدر سے، ابن منکدر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک بدوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسلام پر آپؐ سے بیعت کی۔ دوسرے دن وہ آیا۔ اسے بخار تھا تو کہنے لگا: مجھے بیعت سے آزاد کردیں۔ آپؐ نے انکار کیا۔ تین بار ایسا ہی کہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی طرح ہے جو اپنا میل کچیل نکال کر پھینک دیتی ہے۔ اس کا خالص مال کندن ہوجاتا ہے۔

اطرافه: ٧٢٠٩، ٧٢١١، ٧٢١٦، ٧٣٢٢.

١٨٨٤ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحُدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَتْ فِرْقَةٌ نَقْتُلُهُمْ وَقَالَتْ فِرْقَةٌ لَا نَقْتُلُهُمْ فَنَزَلَتْ: فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ (النساء: ٨٩) وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

۱۸۸۴: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عدی بن ثابت سے، عدی نے عبداللہ بن یزید سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد کی جنگ کے لئے نکلے تو آپؐ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ لوٹ گئے تو ایک فریق نے کہا: ہم انہیں قتل کردیں گے اور ایک فریق نے کہا کہ ہم انہیں قتل نہیں کریں گے تو یہ آیت اُتری۔ یعنی تمہیں کیا ہوگیا ہے تم

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا تَنْفِي الرِّجَالَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ.

منافقوں کے بارہ میں دوگروہ ہوگئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ (یعنی مدینہ ایسے) آدمیوں کو اس طرح دور کرتا ہے؛ جیسے آگ لوہے کا میل کچیل دور کرتی ہے۔

اطرافه: ۴۰۵۰، ۴۵۸۹.

تشریح: **اَلْمَدِيْنَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ:** اس باب میں باب نمبر۲ کا مضمون دہرایا گیا ہے۔دونوں ابواب کے ذیل میں جو روایتیں درج کی ہیں۔ان میں بلحاظ الفاظ قدرے اختلاف ہے۔لیکن مضمون ایک ہی ہے۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک اس باب میں لفظی صحت کی تحقیق مدنظر ہے۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۱۲۶) اس کے علاوہ مفہوم کی وضاحت بھی روایت نمبر۱۸۸۳،۱۸۸۴ کے ذریعہ سے کی گئی ہے۔اوّل الذکر روایت میں ناقص افراد کی مثال دی گئی ہے کہ وہ مدینہ میں نہیں رہنے پائیں گے اور ثانی الذکر میں منافقوں کا انجام بتایا گیا ہے کہ وہ الگ کئے جائیں گے۔جیسا کہ غزوہ احد میں ہوا۔جس فریق نے مدینہ میں رہ کر لڑنے کا مشورہ دیا تھا۔ان کا زعیم عبداللہ بن ابیّ بن سلول تھا۔ جب اسلامی لشکر مقام سواط پر پہنچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام راستے کی طرف سے کوچ کرنے کی بجائے دیار بنی حارثہ کی جانب رُخ کر دیا اور یہ علاقہ دشوار گزار تھا۔آپؐ اس نقل وحرکت سے دشمن کے عقب میں پہنچنا چاہتے تھے۔ منافقین آپؐ کی تدبیر جنگ نہ سمجھ سکے اور کہنے لگے۔یہ تو موت کے منہ میں جانا ہے۔چنانچہ عبداللہ بن ابیّ بن سلول اپنے تین سو آدمیوں سمیت الگ ہو گیا اور مدینہ کی راہ لی۔اس کا الگ ہونا ہی بہتر تھا۔کیونکہ وہ در پردہ دشمن کے ساتھ تھا۔ صحابہ کرامؓ کو اس کی اس حرکت پر غصہ آیا۔ یہاں تک کہ بعض نے اسے قتل کرنے کی ٹھانی۔مگر بعض نے یہ مشورہ دیا کہ اسے اپنے حال ہی پر رہنے دیا جائے۔ایسے نازک موقع پر ایسا مشورہ درست تھا۔آیت فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ (النساء: ۸۹) میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب المغازی تشریح باب ۱۷۔چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ نے اس واقعہ پر آیت کی تطبیق کی ہے۔مذکورہ بالا واقعہ سے سمجھا جاسکتا ہے کہ مدینہ نے کیونکر اچھے لوگوں سے ردّی لوگوں کو الگ کر دیا۔

بَاب

۱۸۸۵ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي سَمِعْتُ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

۱۸۸۵: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا کہ وہب بن جریر نے ہمیں بتایا۔میرے باپ نے ہم سے بیان کیا،(کہا:) یونس سے میں نے سنا۔ انہوں نے ابن شہاب سے،ابن شہاب نے حضرت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَيْ مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ. تَابَعَهُ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ عَنْ يُوْنُسَ.

انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: اے میرے اللہ! مدینہ میں دُگنی برکت دے، اس سے جو تو نے مکہ کو دی ہے۔ عثمان بن عمر نے بھی یونس سے انہی کی طرح بیان کیا۔

۱۸۸۶: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَنَظَرَ إِلَى جُدُرَاتِ الْمَدِيْنَةِ أَوْضَعَ رَاحِلَتَهُ وَإِنْ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَرَّكَهَا مِنْ حُبِّهَا.

۱۸۸۶: قُتَیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُمَید سے، حُمَید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس آتے اور مدینہ کی دیواریں دیکھتے تو اپنی اونٹنی کو تیز چلاتے اور اگر کسی اور جانور پر ہوتے تو اسے بھی دوڑاتے؛ بوجہ مدینہ کی محبت کے۔

اطرافه: ۱۸۰۲۔

تشریح: یہ باب بغیر عنوان ہے جس میں دو روایتیں ہیں۔ ایک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ذکر ہے اور دوسری میں مدینہ سے آپؐ کی محبت کا۔ یہ روایت نمبر ۱۸۰۲ میں ایک اور سند سے گزر چکی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی رائے میں اس باب کا تعلق سابقہ ابواب کے مضمون سے ہے۔ اس لئے اس کا نیا عنوان قائم نہیں کیا گیا اور اس میں بتایا گیا ہے کہ آپؐ کی محبت اور دعا کی قبولیت کا نتیجہ تھا کہ مدینہ پاکیزہ اور اچھی حالت میں ہو گیا اور اسے عمدہ حالت میں رکھنے کی تاکید کی گئی۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۲۷) یہ حصہ مضمون خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ اس تعلق میں باب نمبر ۲ و ۳ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۱: كَرَاهِيَةُ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ تُعْرَى الْمَدِيْنَةُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ کے کسی طرف بھی رخنہ دینے کو ناپسند کرنا

۱۸۸۷: حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسٍ

۱۸۸۷: (محمد) بن سلام (بیکندی) نے ہم سے بیان کیا کہ (مروان بن معاویہ) فزاری نے ہمیں خبر دی۔

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَّتَحَوَّلُوْا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُعْرَى الْمَدِيْنَةُ وَقَالَ يَا بَنِي سَلِمَةَ أَلَا تَحْتَسِبُوْنَ آثَارَكُمْ فَأَقَامُوْا.

اطرافه: ٦٥٥، ٦٥٦۔

انہوں نے حمید طویل سے، حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہا: بنوسلمہ نے ارادہ کیا کہ اپنی جگہیں چھوڑ کر مدینہ کے قریب آ جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا کہ مدینہ کے کسی طرف جگہ خالی رہے اور فرمایا: اے بنی سلمہ! کیا تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے۔ پھر وہ وہیں ٹھہرے رہے۔

تشریح: كَرَاهِيَةُ النَّبِيِّ ﷺ اَنْ تُعْرَى الْمَدِيْنَةُ: باب نمبر ۴ میں مدینہ کی جغرافیائی شکل بیان کی جا چکی ہے۔ حرّہ میدان چھوٹی بڑی وادیوں سے گھرا ہوا ہے۔ جہاں مختلف قبائل کی بستیاں تھیں۔ احد کے دامن میں دو قبیلے تھے۔ بنوسلمہ اور بنو حارثہ۔ ہر ایک کا علاقہ دیار بنی سلمہ اور دیار بنی حارثہ کے نام سے مشہور تھا۔ بنوسلمہ نے چاہا کہ یثرب کی بستی کے قریب آ جائیں؛ تا نمازوں میں شریک ہونے کی آسانی ہو۔ مگر حفاظتی نقطہ نظر سے آنحضرت ﷺ نے ان کا اپنی بستیوں میں ہی رہنا پسند فرمایا۔ محل وقوع کے تعلق میں دیکھئے کتاب المغازی تشریح باب ۱۷۔

بَاب ۱۲

۱۸۸۸: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ ابْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِيْ عَلَى حَوْضِيْ.

اطرافه: ١١٩٦، ٦٥٨٨، ٧٣٣٥۔

۱۸۸۸: مسدد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے یحیٰی سے، یحیٰی نے عبیداللہ بن عمر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: خبیب بن عبدالرحمٰن نے مجھے بتایا کہ حفص بن عاصم سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ فرمایا: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر حوض پر ہے۔

۱۸۸۹: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ

۱۸۸۹: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے،

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَّى يَقُوْلُ:

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أُقْلِعَ عَنْهُ الْحُمَّى يَرْفَعُ عَقِيْرَتَهُ يَقُوْلُ:

أَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ أَبِيْتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيْلُ
وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيْلُ

وَقَالَ اللّٰهُمَّ الْعَنْ شَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةَ ابْنَ رَبِيْعَةَ وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كَمَا أَخْرَجُوْنَا مِنْ أَرْضِنَا إِلَى أَرْضِ الْوَبَاءِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا وَصَحِّحْهَا لَنَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ قَالَتْ

ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کو بخار ہو گیا تو حضرت ابوبکرؓ جب ان کو بخار ہوتا تو یہ شعر پڑھتے:-

ہر شخص جب اپنے گھر میں صبح کو اُٹھتا ہے تو اسے صباح الخیر کہا جاتا ہے؛ بحالیکہ موت اس کی جوتی کے تسمے سے نزدیک تر ہوتی ہے۔

اور حضرت بلالؓ جب اُن کا بخار اُتر جاتا تو بلند آواز سے رو کر یہ شعر پڑھتے:-

کاش مجھے معلوم ہو! آیا میں کوئی رات وادی (مکہ) میں بسر کروں گا اور میرے ارد گرد اذخر اور جلیل (گھاس پات) ہوں اور کیا میں کسی دن مجنہ پہنچ کر اس کا پانی پیوں گا اور کیا شامہ اور طفیل پہاڑ میرے سامنے ہوں گے؟

حضرت بلالؓ کہتے: اے اللہ! شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیّہ بن خلف پر لعنت ہو۔ کیونکہ انہوں نے ہمیں ہماری سرزمین سے وباء والی زمین کی طرف نکال دیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! مدینہ کو ہمیں ایسا ہی پیارا بنا دے جیسا کہ ہمیں مکہ پیارا ہے یا اس سے بڑھ کر۔ اے اللہ! ہمارے صاع میں اور ہمارے مُدّ میں برکت دے اور مدینہ کو ہمارے لئے صحت بخش مقام

وَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَهِيَ أَوْبَأُ أَرْضِ اللهِ قَالَتْ فَكَانَ بُطْحَانُ يَجْرِيْ نَجْلًا تَعْنِي مَاءً آجِنًا.

بنا اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کردے۔ (حضرت عائشہؓ) کہتی تھیں: ہم مدینہ آئے اور وہ اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ وباء زدہ مقام تھا۔ انہوں نے کہا: بطحان نالے میں تھوڑا سا پانی بہتا تھا۔ وہ پانی بھی بدمزہ بودار۔

اطرافہ: ۳۹۲۶، ۵۶۵۴، ۵۶۷۷، ۶۳۷۲۔

۱۸۹۰: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِي فِي بَلَدِ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ ابْنُ زُرَيْعٍ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ سَمِعْتُ عُمَرَ نَحْوَهُ. وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ زَيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ حَفْصَةَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

۱۸۹۰: یحیٰی بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد بن یزید سے، خالد نے سعید بن ابی ہلال سے، سعید نے زید بن اسلم سے، زید نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب کر اور تیرے رسول کے شہر میں میری موت ہو۔ (زید) بن زُرَیع نے روح بن قاسم سے نقل کیا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے اپنی ماں سے، ان کی ماں نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمرؓ سے اسی طرح سنا۔ اور ہشام نے زید سے نقل کی۔ زید نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت حفصہؓ سے روایت کی کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔

تشریح: باب نمبر ۱۲ کی تیسری روایت (نمبر ۱۸۹۰) میں حضرت عمرؓ کی دعا کا ذکر بطور مثال کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا دعا مہاجرین کے حق میں پوری ہوئی۔ یعنی مدینہ منورہ سے وہ ویسے ہی محبت کرنے لگے جیسے کہ مکہ معظمہ سے۔ اس خاتمہ سے ظاہر ہے کہ ان تمام باتوں میں فقہاء کے اس اختلاف کا جواب مدنظر ہے جس کا ذکر ابتداء میں ہے۔ یعنی مسئلہ افضلیت۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٣٠- كِتَابُ الصَّوْمِ

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿
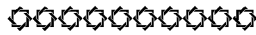
بَاب ١ : وُجُوْبُ صَوْمِ رَمَضَانَ

رمضان کے روزے واجب ہونا

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالٰى: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرة: ١٨٤)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح اُن لوگوں پر فرض کئے گئے جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم بچو۔

١٨٩١: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَائِرَ الرَّأْسِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فَقَالَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ شَيْئًا فَقَالَ أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ فَقَالَ شَهْرَ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ شَيْئًا فَقَالَ أَخْبِرْنِي مَا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ مِنَ

١٨٩١: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوسہیل سے، ابوسہیل نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ (مالک) نے حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ سے روایت کی کہ ایک بدوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا؛ حالت یہ تھی کہ سر کے بال پراگندہ تھے۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ مجھے بتائیں اللہ نے نماز میں سے کیا کچھ مجھ پر فرض کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: پانچ نمازیں، سوائے اِس کے کہ تو خوش نفسی سے کچھ اور پڑھے تو اُس نے کہا: مجھے بتائیں روزوں سے اللہ نے مجھ پر جو فرض کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: رمضان کا مہینہ سوائے اِس کے کہ تو خوش نفسی سے کچھ اور روزے رکھے

الزَّكَاةِ فَقَالَ فَأَخْبَرَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ قَالَ وَالَّذِي أَكْرَمَكَ بِالْحَقِّ لَا أَتَطَوَّعُ شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ مِمَّا فَرَضَ اللهُ عَلَيَّ شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ.

اطرافہ: ٤٦، ٢٦٧٨، ٦٩٥٦۔

تو اُس نے کہا: مجھے بتائیں زکوٰۃ سے اللہ نے مجھ پر کیا فرض کیا ہے؟ (حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ) کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے شریعت کے اَحکام اُس کو بتائے۔ اُس نے کہا: اُسی ذات کی قسم ہے جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ عزت بخشی، میں بطور نفل کچھ نہیں کروں گا اور نہ اِس سے کچھ کم کروں گا جو اللہ نے مجھ پر فرض کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بامراد ہوگیا اگر یہ سچا ہے یا (فرمایا:) جنت میں داخل ہوگیا اگر یہ سچا ہے۔

١٨٩٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاشُوْرَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِكَ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ لَا يَصُوْمُهُ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ صَوْمَهُ.

اطرافہ: ٢٠٠٠، ٤٥٠١۔

۱۸۹۲: مسدد (بن مسرہد) نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل (بن ابراہیم) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس روزے کو رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ پس جب رمضان (کے روزے) فرض ہوئے تو وہ (روزہ) چھوڑ دیا گیا اور حضرت عبداللہؓ یہ روزہ نہیں رکھا کرتے تھے، سوائے اِس کے کہ وہ (دِن) اُن کے روزے (کے دِن) سے موافقت پالے۔

١٨٩٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ أَنَّ عِرَاكَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ

۱۸۹۳: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا کہ یزید بن ابی حبیب سے مروی ہے کہ عراک بن مالک نے اُن سے بیان کیا کہ عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے

قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ أَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصِيَامِهِ حَتَّى فُرِضَ رَمَضَانُ وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

اُنہیں خبر دی کہ قریش جاہلیت میں عاشورہ کے دِن روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ روزہ رکھنے کا حکم دیا، یہاں تک کہ رمضان (کے روزے) فرض ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چاہے یہ روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

اطرافہ: ۱۵۹۲، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۳۸۳۱، ۴۵۰۲، ۴۵۰۴۔

تشریح: **وُجُوْبُ صَوْمِ رَمَضَانَ**: صوم کے لغوی معنی ہیں: کسی کام سے رُکنا۔ صَامَتِ الرِّيْحُ ہوا تھم گئی۔ نیز کہتے ہیں: صَامَتِ الشَّمْسُ – اِذَا وَقَفَتْ فِيْ كَبِدِ السَّمَآءِ وَاَمْسَكَتْ عَنِ الْمَسِيْرِ سَاعَةَ الزَّوَالِ. سورج بوقت زوال چلنے سے بظاہر آسمان کے وسط میں رک گیا۔ اس مقام کو جہاں سورج عارضی طور پر ٹھہرا ہوا نظر آتا ہے مَصَام کہتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں: جِئْتُهٗ وَالشَّمْسُ فِيْ مَصَامِهَا. میں اُس کے پاس اُس وقت آیا جب سورج اپنی قرارگاہ میں رُکا ہوا تھا۔ کھانے پینے سے رُک جانے کے معنوں میں نابغہ ذبیانی کا یہ مشہور شعر ہے:-

خَيْلٌ صِيَامٌ وَخَيْلٌ غَيْرُ صَائِمَةٍ   تَحْتَ الْعَجَاجِ وَاُخْرٰى تَعْلُكُ اللُّجُمَا

یعنی جنگ کے غبار میں بعض گھوڑے چارے سے رُکے ہوئے ہیں اور بعض نہیں اور کچھ اور ہیں جو لگام میں چبا رہے ہیں۔ یعنی یلغار میں شامل ہونے کے لئے بےقرار ہیں۔ (اقرب الموارد– صوم)

کھانے پینے اور بولنے سے رُکنے کے معنوں میں حضرت مریم علیہا السلام کا یہ قول قرآنِ مجید میں وارد ہوا ہے کہ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا. (مریم:۲۷) یعنی میں نے رحمٰن کی خوشنودی کی خاطر روزہ کی منت مانی کہ میں کسی انسان سے کوئی بات نہ کروں گی۔ یعنی چپ کا روزہ اور اصلاحِ شریعت میں ایک معین وقت کے لئے کھانا پینا اور ازدوجی تعلقات اور بے ہودہ کلام سے پرہیز مراد ہے۔ روزہ کی مشروعیت اور اس کے وجوب کے بارہ میں سورۂ بقرہ آیت ۱۸۴ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جس میں پہلے مطلق روزہ رکھنے کا اِرشاد ہے۔ ماہِ رمضان کی تخصیص مابعد کی آیات میں ہے۔

الفاظ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ سے ظاہر ہے کہ روزہ پہلی امتوں پر بھی بطور شرعی حکم فرض کیا گیا تھا۔ اس کے ثبوت میں جہاں صحفِ سماویہ شاہد ہیں۔ قدیم ترین اقوامِ عالم میں روزے کا کسی نہ کسی شکل میں پائے جانے کا پتہ بھی چلتا ہے۔ اگرچہ اُن میں ایسا روزہ بھی پایا جاتا ہے جو محض طبعی ہے۔ جس سے حیوانات بھی خالی نہیں۔ جو کسی عارضی سبب یعنی سدھانے یا جنگ میں مشغول ہونے یا کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے وقتی طور پر کھانا پینا خود چھوڑ دیتے ہیں یا چھڑوا

دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اطباء بھی بعض اوقات بیماری میں ترکِ غذا کا مشورہ دیتے ہیں۔ یہ فعل طبعی ہے۔ احکامِ شریعت کی بنیاد بھی درحقیقت طبعی حالات پر مبنی ہے۔ اس تعلق میں اسلامی اصول کی فلاسفی- سوال اوّل کا جواب، روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ۳۱۹، ۳۲۳، ۳۳۱تا۳۳۱ دیکھئے۔ قرآن مجید میں الفاظ کَمَا کُتِبَ سے اِس طرف اِشارہ فرمایا ہے کہ مسلمانوں پر اس قسم کے روزے فرض کئے گئے ہیں جن کا تعلق شریعت سے ہے۔ اسلام سے قبل اہل کتاب یہود ونصاریٰ وغیرہ کے مذہب میں روزے رکھنے کی ہدایات موجود ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مصیبت قحط یا وبا وغیرہ میں روزے بطور کفارۂ گناہ وبغرضِ نجات رکھے جاتے تھے۔ یہودیوں میں صرف ایک روزہ فرض تھا یعنی عاشورہ کا۔ جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔ پہلی روایت میں دو قسم کے روزوں کا ذکر ہے؛ فرض اور نفل۔ دوسری روایت میں بتایا گیا ہے کہ مشارالیہ حکم نازل ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ فقہاء نے اس روزے کے متعلق اختلاف کیا ہے کہ وہ بطور فرض رکھا جاتا تھا یا نفل۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چونکہ لفظ اَمر وارد ہوا ہے، اس لئے یہ روزہ فرض تھا۔ شوافع نے حضرت معاویہؓ کی مرفوع حدیث (نمبر۲۰۰۳) سے استدلال کیا ہے کہ رمضان کے روزوں سے قبل کوئی روزہ بطور فرض واجب العمل نہ تھا اور اُن کے خلاف حضرت ربیع بنت معوّذؓ کی روایت (نمبر۱۹۶۰) سے یہ دلیل دی گئی ہے کہ ان کے الفاظ میں صراحت ہے کہ رمضان کا حکم نازل ہونے کے بعد عاشورہ کا روزہ بلحاظِ فرض منسوخ ہوگیا اور نفلی روزہ رہ گیا جو چاہے رکھے جو چاہے نہ رکھے۔ اس باب کی تیسری روایت (نمبر۱۸۹۳) سے بھی اسی امر کی تائید ہوتی ہے۔ دراصل سچائی دونوں باتوں کے بین بین ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ سے واضح ہوتا ہے کہ جب تک کوئی نیا حکم نازل نہ ہوتا؛ سابقہ شریعت کے مطابق عمل فرماتے تھے۔ جیسا کہ تحویل قبلہ سے پہلے آپؐ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے۔ حکم شریعت نازل ہونے پر بیت اللہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے لگے۔ اسلامی شریعت نے مرد اور عورت دونوں پر روزہ واجب کیا ہے؛ برخلاف موسوی شریعت کے کہ اس میں عورت اِس بات کی پابند ہے کہ وہ خاوند کی اِجازت کے بغیر روزہ نہیں رکھ سکتی اور اگر وہ ایسا کرے اور اُس کا خاوند روزہ چھوڑنے کا حکم دے تو اُس کا فرض ہوگا کہ وہ چھوڑ دے۔ (گنتی باب۳۰)

آیا عربوں میں عاشورہ کا روزہ پورے اہتمام سے رکھا جاتا تھا؟ آرامی اور عبرانی زبانوں میں لفظ اسوء (عاشورہ) کے معنے دسویں دن کے ہیں۔ (احبار باب۱۶ آیت۲۹) یہ دن بھی سبت قرار دیا گیا ہے اور یہودی جنتری کی رُو سے جس کی ابتداء ساتویں مہینہ سے ہوتی ہے۔ اِس کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا اور عبادت میں سارا دن گذارنا، کفارہ اور تزکیہ نفس کی غرض سے لازمی اور بطور ایک دائمی قانون ہے۔ یہود کا یہ اعتقاد ہے کہ اِس دِن حضرت موسیٰؑ کو دس احکامِ شریعت دیئے گئے تھے۔ اس وجہ سے اُن کے ہاں اِس دِن کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس دِن دیسی اور پردیسی دونوں کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ سورۂ اعراف آیت نمبر۱۴۳ میں تیس اور دس کل چالیس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طُور پر چلہ کشی کرنے کا ذکر آتا ہے۔ اس تعلق میں خروج باب۳۴ آیت۲۸ بھی دیکھئے۔ ان ابواب میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام طُور پر

چالیس دن رہے۔ نہ روٹی کھائی اور نہ پانی پیا اور اُس نے اس عہد کی باتوں یعنی دس احکام کو لکھا۔ (استثناء باب۹ آیت ۹ تا ۱۱) چنانچہ یہود میں یہ روزے بطور نفل رکھے جاتے ہیں اور چالیسواں دِن یہی عاشورہ کا وہ دن ہے جو خاص اہتمام سے منایا جاتا ہے۔ عہد نامہ قدیم کی کتاب خروج سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کو ماہِ ابیب میں بھی سات روزے رکھنے کا حکم تھا اور یہ وہ مہینہ تھا جس میں بنی اسرائیل کو فرعونِ مصر سے نجات دِلوائی گئی تھی۔ (خروج باب ۳۴ آیت ۱۸) ان روزوں میں اور سبت کے روزے میں کھانے پینے کی پابندی محدود تھی۔ یعنی خمیری روٹی یا آگ پر پکی ہوئی اشیاء سے پرہیز کیا جاتا تھا۔ عیسائیوں میں بھی روزے رکھے جاتے تھے۔ خود حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی روزہ رکھا اور اپنے شاگردوں کو بھی تاکید فرمائی۔ (متی باب ۶ آیت ۱۶، ۱۷) روایت نمبر ۱۸۹۳ سے ظاہر ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش بھی عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ جو غالباً یہودیوں کی تقلید تھی۔

علامہ عینیؒ نے عنوانِ باب کے دو حصوں کی طرف توجہ دِلائی ہے۔ ایک حصے کا تعلق رمضان کے روزوں کے وجوب سے ہے اور دوسرے حصے کا تعلق مطلق روزے سے۔ اور انہوں نے كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (البقرة:۱۸۴) سے یہ استدلال کیا ہے کہ رمضان کے روزے یہودیوں اور عیسائیوں پر بھی فرض تھے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۲۵۴) مگر یہ استدلال درست نہیں بلکہ ماہِ رمضان کے روزوں کی فرضیت مع معلومہ شرائط صرف اسلام ہی سے مخصوص ہے۔ دیگر مذاہب میں بعض دِن روزے کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ مثلاً برہمن ہندی ماہ کی گیارھویں اور بارھویں تاریخ کو اکاوش کا روزہ رکھتے تھے۔ ہندو جوگیوں کی چلہ کشی کا رواج اب تک ہے۔ قدیم ترین مصریوں اور یونانیوں میں بھی روزہ رکھا جاتا تھا۔ اس ناقابل انکار صداقت کے باوجود کہ مختلف قوموں میں روزہ قدیم ایام سے کسی نہ کسی شکل میں چلا آتا ہے، وہ پابندیاں نہ تھیں جو شریعت اسلامیہ نے لگائیں اور نہ اس کے لئے اِن قوموں میں کوئی خاص مہینہ مقرر کیا گیا تھا۔ اسلام نے جہاں روزوں کے لئے رمضان کا مہینہ مقرر کیا وہاں نفلی روزے علی الاطلاق رکھنے کی بھی ہدایت کی۔ کتاب الصوم میں دونوں قسم کے روزوں کا ذکر آئے گا اور اسی لئے شروع میں امام بخاریؒ نے پہلے باب کے عنوان میں دونوں قسم کے روزوں کی طرف اِشارہ کیا ہے۔ ایک قسم روزے کی فرض ہے اور دوسری قسم وجوب مندوب یعنی ایسے روزے جن کی ترغیب دی گئی۔

بَاب ۲ : فَضْلُ الصَّوْمِ

روزے کی فضیلت

١٨٩٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ	۱۸۹۴: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ

رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَامُ جُنَّةٌ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ وَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ مَرَّتَيْنِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِّيْحِ الْمِسْكِ يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مِنْ أَجْلِي الصِّيَامُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا.

رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزے ڈھال ہیں۔سو کوئی شخص فحش بات نہ کرے اور نہ جہالت کی بات، اور اگر کوئی آدمی اُس سے لڑے یا گالی دے تو چاہیئے کہ اُس سے دو بار کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ وہ اپنا کھانا اور اپنا پینا اور اپنی شہوت میری خاطر چھوڑ دیتا ہے۔روزے میرے لئے ہیں اور میں ہی اُس کا بدلہ ہوں اور نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔

اطرافہ: ۱۹۰٤، ۵۹۲۷، ۷٤۹۲، ۷۵۳۸.

تشریح: **فَضْلُ الصَّوْمِ**: روزہ تورات میں بغرض کفارۂ گناہ دائمی قانون کے طور پر جاری کیا گیا تھا (احبار۱۶:۳۴) مگر اسلام میں روزہ بمنطوق آیت لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ جہاں گناہوں سے محفوظ رہنے کے لئے ڈھال ہے؛ وہاں اس کی علت غائی اس ابتدائی غرض سے بہت بلند و بالاتر بتائی گئی ہے جو اس جزا سے ظاہر ہے جس کے الفاظ ہیں کہ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ. یعنی میں اُس کا بدلہ ہوں گا۔یعنی وصالِ الٰہی کا حاصل ہونا جس میں روزہ دار خدا تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ایسا محبوب کہ اُس کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ظاہر ہے کہ محبت و عشق میں یہ وہ انتہائی مقام ہے جس میں نفرت اور ناپسندیدگی کا احساس باقی نہیں رہتا بلکہ سراسر محبت میں بدل جاتا ہے۔(دیکھئے روایت نمبر ۱۸۹٤)

بَاب۳: اَلصَّوْمُ كَفَّارَةٌ

روزہ گناہوں کا کفارہ ہے

۱۸۹۵: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا جَامِعٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَنْ يَّحْفَظُ حَدِيْثًا عَنِ النَّبِيِّ

۱۸۹۵: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عُیَینہ) نے ہمیں بتایا۔جامع (بن ابی راشد) نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کی۔انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قَالَ حُذَيْفَةُ أَنَا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ قَالَ لَيْسَ أَسْأَلُ عَنْ ذِهِ إِنَّمَا أَسْأَلُ عَنِ الَّتِي تَمُوْجُ كَمَا يَمُوْجُ الْبَحْرُ قَالَ وَإِنَّ دُوْنَ ذَلِكَ بَابًا مُغْلَقًا قَالَ فَيُفْتَحُ أَوْ يُكْسَرُ قَالَ يُكْسَرُ قَالَ ذَاكَ أَجْدَرُ أَنْ لَّا يُغْلَقَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ أَكَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُوْنَ غَدٍ اللَّيْلَةَ.

نے پوچھا: فتنہ کی بابت نبی ﷺ سے کسی کو حدیث یاد ہے؟ حضرت حذیفہؓ نے کہا: میں نے آپؐ سے سنا۔ فرماتے تھے: آدمی کو جو فتنہ اُس کے بال بچوں اور اُس کے مال اور اُس کے ہمسایہ کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے؛ نماز، روزے اور صدقہ اُس کا کفارہ ہوتے ہیں۔ (حضرت عمرؓ نے) کہا: اس کی نسبت میں نہیں پوچھتا بلکہ میں تو اُس (فتنہ) سے متعلق پوچھتا ہوں جو سمندر کی موجوں کی مانند اُمڈ کر آئے گا۔ (حضرت حذیفہؓ نے) کہا اور اُس کے ورے ایک بند دروازہ ہے تو انہوں نے پوچھا: کیا وہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ (حضرت حذیفہؓ نے) کہا: توڑا جائے گا۔ تو انہوں نے کہا: یہ دروازہ توڑا گیا تو قیامت تک بند نہیں ہوگا۔ ہم نے مسروق سے کہا: (حضرت حذیفہؓ) سے پوچھو: کیا حضرت عمرؓ اس دروازے کو جانتے تھے؟ تو انہوں نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا: حضرت حذیفہؓ نے کہا: ہاں ایسا ہی جیسا یہ جانتے تھے کہ دِن کے بعد رات آئے گی۔

اطرافہ: ۵۲۵، ۱۴۳۵، ۳۵۸۶، ۷۰۹۶۔

تشریح: **اَلصَّوْمُ كَفَّارَةٌ:** کفارے کا مفہوم جو اسلام نے پیش کیا ہے بہت وسیع ہے۔ سابقہ باب کی روایت میں روزہ کو ڈھال قرار دے کر بتایا گیا ہے کہ انسان کے اعمال پر اِس کا اثر تین قسم کا ہے: خدا کا تعلق، ضبطِ نفس خصوصاً شہوات جنسی سے، وَلَا يَجْهَلْ جہالت کا تعلق ہر ناشائستہ بات سے ہے۔ اِنْ قَاتَلَهُ اَوْ شَاتَمَهُ کا تعلق زبان سے ہے۔ باب نمبر ۳ کی روایت میں صلوٰۃ صوم اور صدقہ کے احکام کی بجا آوری بطور کفارہ بتائی گئی ہے۔ یہ عبادتیں مذکورہ بالا تینوں قسم کے اعمال پر اثر انداز ہیں۔ دیکھنا چاہیے کہ اسلامی تصور کفارہ کا فرق ظاہر ہے۔

بَاب ٤ : اَلرَّيَّانُ لِلصَّائِمِيْنَ

ریان روزہ داروں کے لئے مقدر ہے

١٨٩٦ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي

۱۸۹۶: خالد بن مخلد نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان بن بلال نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ابوحازم نے

أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُوْنَ فَيَقُوْمُوْنَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَإِذَا دَخَلُوْا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ.

اطرافہ: ۳۲۵۷۔

مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے، حضرت سہلؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جنت میں بھی ایک دروازہ ہے۔ جس کو ریان کہتے ہیں۔ قیامت کے دِن روزہ دار اُس سے داخل ہوں گے۔ اُن کے سوا کوئی اُس سے داخل نہیں ہوگا۔ پوچھا جائے گا: روزہ دار کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ اُن کے سوا کوئی اُس سے داخل نہیں ہوگا۔ پس جب وہ داخل ہو جائیں گے تو وہ بند کر دیا جائے گا تو پھر کوئی بھی اُس سے داخل نہ ہوگا۔

۱۸۹۷ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ نُوْدِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هَذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ

۱۸۹۷: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا، کہا: معن (بن عیسیٰ) نے مجھے بتایا، کہا: مالک نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حُمید بن عبدالرحمٰن سے، حُمید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں جوڑا خرچ کیا؛ جنت کے دروازوں سے اُسے آواز دی جائے گی۔ اے اللہ کے بندے! یہ (دروازہ) اچھا ہے۔ سو جو نماز پڑھنے والوں میں سے ہوگا، وہ نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ جو جہاد کرنے والوں میں سے ہوگا، وہ جہاد کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ جو روزہ داروں میں سے ہوگا، اُسے ریان دروازہ سے بلایا جائے گا۔ جو صدقہ دینے والوں میں سے ہوگا، اُسے صدقہ کے

أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ.

اطرافہ: ۲۸٤۱، ۳۲۱٦، ۳٦٦٦۔

دروازہ سے بلایا جائے گا۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر) کہا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جو اِن دروازوں میں سے بلایا گیا تو اُسے کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔ (حضور فرمائیں:) کیا کوئی ایسا بھی ہے جسے اِن سب دروازوں میں سے بلایا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ آپؓ بھی انہیں میں سے ہوں گے۔

تشریح: **اَلرَّيَّانُ لِلصَّآئِمِيْنَ:** صحف عہد قدیم پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ موسوی شریعت میں بھی یہ اَمر مسلم ہے کہ اعمال کی جزا قانونِ مماثلت پر مبنی ہے۔ جیسے قرآنِ مجید میں فرماتا ہے: وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا (البقرۃ:۲٦) کہ دنیا و آخرت میں انہیں جو بدلہ دیا جائے گا وہ اعمال کے مشابہ ہوگا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے (اسلامی اصول کی فلاسفی- دوسرا سوال ''موت کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے'' روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ ۳۹۶ تا ۴۰۰) اس صورت میں روزہ دار کا بدلہ ہر نعمت سے سیری کی صورت میں ہوگا کیونکہ اُس نے اپنا کھانا اور پینا اور اپنی شہوات رضائے الٰہی کے لئے ترک کر دیں۔ اس تعلق میں روایت نمبر ۱۸۹۴ بھی دیکھئے۔ یہی مفہوم ہے باب ریان سے جنت میں داخل ہونے کا۔ ریان صفت مشبہ ہے رَیٌّ سے؛ جس کے معنی ہیں: سیر ہونا۔ (لسان العرب-روي)

مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ: زَوْجَيْن سے ہر نوع کا جوڑا مراد ہے۔ اس روایت کے تعلق میں کتاب الجهاد باب فضل النفقة في سبيل الله، روایت نمبر ۲۸۴۱ دیکھئے۔

بَاب ۵: هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ وَمَنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسِعًا

رمضان کہا جائے یا ماہِ رمضان کہا جائے اور جو سمجھے کہ ان میں سے اِس بات میں آزادی ہے

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَالَ لَا تَقَدَّمُوْا رَمَضَانَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور فرمایا کہ رمضان سے پہلے روزہ نہ رکھو۔

۱۸۹۸: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ

۱۸۹۸: قُتَیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوسُہَیل (نافع بن مالک)

أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ.

اطرافهٔ: ١٨٩٩، ٣٢٧٧۔

سے، ابوسہیل نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

١٨٩٩: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي أَنَسٍ مَوْلَى التَّيْمِيِّيْنَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ.

اطرافهٔ: ١٨٩٨، ٣٢٧٧۔

١٨٩٩: یحییٰ بن بکیر نے مجھ سے بیان کیا، کہا: لیث نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عُقَیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: مجھے (ابوسُہَیل) ابن ابی انس نے خبر دی اور وہ تیمیین کے آزاد کردہ غلام تھے کہ اُن کے باپ نے اُن سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ آجاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

{بَاب: رُؤْيَةُ الْهِلَالِ☆}

{☆چاند دیکھنا}

١٩٠٠: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ

١٩٠٠: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: سالم نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ

☆ یہ باب فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ٤ حاشیہ صفحہ ١٤٥)

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَصُوْمُوْا وَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ وَقَالَ غَيْرُهُ عَنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ وَيُوْنُسُ لِهِلَالِ رَمَضَانَ.

ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جب تم اسے (چاند) دیکھو تو روزہ رکھو اور جب تم اسے دیکھو روزہ چھوڑ دو۔ اگر تمہیں اَبر کی وجہ سے نظر نہ آئے تو پھر تم اُس کے لئے اندازہ کرلو۔ اور یحیٰی کے سوا اور لوگوں نے لیث سے یوں نقل کیا: مجھ سے عُقَیل اور یونس نے بیان کیا، (کہا:) رمضان کے چاند کا اندازہ کرلو۔

اطرافہُ: ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۱۳، ۵۳۰۲۔

تشریح: هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ اَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ: علامہ ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ ابومعشر نجیح کی کمزور روایت ردّ کرنے کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ جس میں یہ ذکر آتا ہے کہ چونکہ رمضان اسمائے الٰہی میں سے ہے، اس لئے رمضان نہ کہا کرو بلکہ ماہِ رمضان کہا جائے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۱۴۶) علامہ عینیؒ نے بھی عطاءؒ اور مجاہدؒ سے متعلق روایات نقل کی ہیں۔ وہ دونوں صرف رمضان کہنا ناپسند کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۲۶۵) اس باب کی تینوں روایتوں سے ظاہر ہے کہ ماہِ رمضان کا نام لیا جائے یا نام نہ لیا جائے؛ ہر طرح جائز ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ عَنِ اللَّيْثِ: غیر سے ابوصالح عبداللہ بن صالح مراد ہیں جو لیث کے کاتب تھے۔ اُن کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِهِلَالِ رَمَضَانَ إِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَصُوْمُوْا (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۱۴۸) یعنی جب تم رمضان کا چاند دیکھو تو روزے رکھو۔ امام بخاریؒ نے بھی کسی قدر لفظی اختلاف کے ساتھ یہ حدیث نقل کی ہے۔ دیکھئے باب نمبر ۱۱۔

رمضان رَمَضَ سے بر وزنِ فعلان ہے۔ علامہ عینیؒ نے اس لفظ کی تشریح میں بتایا ہے کہ یہ اسم علم نہیں بلکہ صفت ہے۔ قدیم زبانوں سے عربوں نے مہینوں کے جو نام نقل کئے ہیں اُن میں یہ نام نہ تھا بلکہ اس مہینے کا نام ناتق تھا۔ اس سے قبل جو شعبان کا مہینہ ہے، اُس کا نام عاذل تھا۔ اَلْاَرْضُ رَمِضَةٌ یعنی گرم زمین۔ اِرْتَمَضَ الرَّجُلُ مِنْ كَذَا اَیِ اشْتَدَّ عَلَيْهِ اَوْ أَقْلَقَهُ۔ یعنی وہ گھبرائے ہوئے آیا۔ چونکہ روزے میں بھوک اور پیاس کی وجہ سے انسان گرمی کی شدت اور بےقراری محسوس کرتا ہے۔ اس لئے اس مہینے کا نام رمضان رکھا گیا۔ اسی طرح کہتے ہیں: رَمَضْتُ فِي الْمَكَانِ اَيِ احْتَبَسْتُ کہ میں اُس جگہ رُک کر ٹھہر گیا؛ جیسا کہ اعتکاف میں انسان گوشہ نشین ہوجاتا ہے۔

(عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ ۲۶۵، ۲۶۶) (لسان العرب-رمض)

روایت نمبر ۱۸۹۹ صحاح ستہ کی بعض کتابوں میں بایں الفاظ وارد ہوئی ہے جو بصورتِ اِستعارہ و مجاز ہیں:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا كَانَ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ

وَيُنَادِيْ مُنَادٍ يَابَاغِيَ الْخَيْرِ اَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلُّ لَيْلَةٍ. یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کے مہینہ کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جکڑ دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ پھر اُس کا کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اُس کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے: اے خیر کے طالب! آگے بڑھ۔ اور اے بدی کے طالب! لوٹ جا۔ اور اللہ کی خاطر بہت سے لوگ آگ سے آزاد کیے جاتے ہیں اور ایسا ہر رات ہوتا ہے۔ (ترمذی، كتاب الصوم، باب ماجاء فی فضل شهر رمضان)
(ابن ماجه، كتاب الصيام، باب ماجاء في فضل شهر رمضان)

رمضان کی آمد سے نیکی کے بواعث حرکت میں آتے ہیں اور بدی کے محرکات کم ہو جاتے ہیں۔ رمضان کی برکت سے کئی لوگ آزاد ہو جاتے ہیں۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کا یہی مفہوم ہے کہ روزے کی غرض وغایت تقویٰ یعنی گناہ سے بچنا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس روایت کی سنداُن کے معیار کے مطابق نہیں۔ اس لئے یہ نظر انداز کی گئی ہے۔

بَاب ٦ : مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا وَّنِيَّةً

جوشخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ ثواب کی اُمید سے نیت کر کے رکھے؛ اُس کا ثواب

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبْعَثُوْنَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ لوگ اپنی نیتوں کے موافق اُٹھائے جائیں گے۔

۱۹۰۱: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

۱۹۰۱: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ ہشام (دستوائی) نے ہمیں بتایا۔ یحيٰ (بن ابی کثیر) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جوکوئی لیلۃ القدر میں ایمان رکھ کر ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہو؛ اُس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جوکوئی رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رکھے گا، اُس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

اطرافہٗ: ۳۵، ۳۷، ۳۸، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹، ۲۰۱۴۔

بَاب ٧: أَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ جو سخاوت کرتے تو رمضان میں کرتے

١٩٠٢: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

۱۹۰۲: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ ابن شہاب نے ہمیں خبر دی۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نیکی میں سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں بہت ہی سخاوت کرتے تھے۔ جب حضرت جبرائیلؑ آپؐ سے ملتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات آپؐ سے ملاقات کرتے تھے، یہاں تک کہ (رمضان) گزر جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کا دَور کرتے۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آپؐ سے ملتے تو آپؐ نیکی میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے۔

اطرافہ: ٦، ٣٢٢٠، ٣٥٥٤، ٤٩٩٧۔

تشریح: أَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ: رمضان میں بحالت روزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے اس کی غرض وغایت واضح ہو جاتی ہے۔ یعنی روزے سے نفس بشری کی اَخلاقی اصلاح اور روحانی وقلبی ماہیت مقصود بالذات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ فطرت کا خمیر سراسر نیکی سے اُٹھایا گیا تھا اور نیکی ہی آپؐ کے تمام اعمال میں غالب تھی اور رمضان میں آپؐ کی یہ پاکیزہ حالت زیادہ نمایاں نظر آ جاتی۔ اس تعلق میں تشریح روایت نمبر ٦ بھی دیکھئے۔

سابقہ ابواب نمبر ۲ و ٦ کے مضمون پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ضبطِ نفس، شائستگی، سلامت رَوِی اور حسن سلوک صرف رمضان کے ساتھ ہی مخصوص ہے یا اس کی پابندی ہمیشہ لازم ہے۔ اس سوال کا جواب اس باب میں دیا گیا ہے کہ بحالت روزہ ان باتوں کا خاص طور پر اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ اگلا باب بھی اسی تعلق میں قائم کیا گیا ہے۔

بَاب۸: مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ

روزہ میں جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا جو نہ چھوڑے

۱۹۰۳: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ.

۱۹۰۳: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ سعید مقبری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ ایسا شخص کھانا اور پینا چھوڑ دے۔

اطرافہ: ۶۰۵۷۔

تشریح: مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فِي الصَّوْمِ: رمضان کے روزوں سے جس قسم کا نیک ماحول پیدا ہوتا ہے اور نیکی کے محرکات جو اس وقت جمع ہو جاتے ہیں۔ اگر اُن سے بھی کسی شخص کے اندر نیک تبدیلی پیدا نہیں ہوتی تو اُس کی اصلاح کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی علت غائی نہایت صاف الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ لوگ بھوکے پیاسے تو رہیں لیکن بدی ترک نہ کریں۔ روزہ سے متعلقہ احکام کی تورات میں ایسی وضاحت نظر نہیں آتی جتنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ یہود نے کھانے پینے میں کچھ تخفیف کر لینے کا نام روزہ رکھ لیا تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اُن کی اس ریاکارانہ حالت پر سخت ملامت فرمائی ہے۔ (متی باب ۶ آیت ۱۶ تا ۱۸) اور شاگردوں کے دریافت کرنے پر فرمایا: پلید روح انسان کے نفس سے سوائے دعا کے کسی طرح نہیں نکل سکتی۔ (متی باب ۱۷ آیت ۲۱)

مذکورہ بالا باب کے عنوان سے امام موصوف کے مدنظر روایت نمبر ۱۹۰۳ کے الفاظ کی صحت بھی مدنظر ہے جو دیگر سندوں میں قدرے مختلف ہیں۔ کسی میں لفظ اَلْجَهْل[1] ہے اور کسی میں اَلْخَنَاء[2] یعنی فحش گوئی اور کسی میں اَلْکَذِب[2] اور اللّغو[3] کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۵۱)

---

[1] (سنن ابن ماجه، كتاب الصيام، باب ما جاء فى الغيبة والرفث للصائم)

[2] (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصيام، باب الرفث واللمس وهو صائم جزء ۴ صفحہ ۱۹۳)

[3] (سنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الصيام، باب الصائم ينزه صيامه عن اللغط والمشاتمة جزء ۴ صفحہ ۲۷۰)

بَاب ۹ : هَلْ يَقُوْلُ إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شُتِمَ

کیا یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں جب اُسے گالی دی جائے؟

۱۹۰۴ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ أَبِي صَالِحِ الزَّيَّاتِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِيْ بِهِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ.

۱۹۰۴: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام بن یوسف نے ہمیں خبر دی کہ ابن جریج سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عطاء نے ابوصالح زیّات سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم کا ہر عمل اُس کے لئے ہوتا ہے سوائے روزہ کے۔ کیونکہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اُس کا بدلہ ہوتا ہوں اور روزے ایک ڈھال ہیں اور جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دِن ہو تو وہ کوئی فحش بات نہ کرے اور نہ شور وغل کرے۔ اور اگر کوئی اُس کو گالی دے یا اُس سے لڑے تو چاہیئے کہ وہ یہ کہہ دے: میں روزہ دار شخص ہوں۔ اور اُسی ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! یقیناً روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بوئے مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ روزہ دار کے لئے دوخوشیاں ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ پہلی خوشی اُس وقت ہوتی ہے جبکہ وہ افطار کرتا ہے اور دوسری جب وہ اپنے ربّ سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزہ کی وجہ سے خوش ہوگا۔

اطرافہ: ۱۸۹٤، ۵۹۲۷، ۷٤۹۲، ۷۵۳۸۔

تشریح: هَلْ يَقُوْلُ اِنِّیْ صَآئِمٌ اِذَا شُتِمَ: باب۲ میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت اسی معمول سے متعلق روایت نمبر۱۸۹۴ میں گزر چکی ہے۔ اُس میں اور مندرجہ بالا روایت میں صرف لفظی اختلاف ہے۔ مفہوم ایک ہی ہے۔

وَلَا يَصْخَبْ: اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ لڑائی جھگڑا نہ کرے۔ باب کا عنوان استفہامیہ قائم کر کے جواب نہ بتانے کی غرض سے نظر انداز کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی غرض یہ تاکید ہے کہ کسی قسم کا جھگڑا نہ کیا

جائے۔ روزہ دار کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں روزہ دار ہوں۔ خاموشی اور اعراض ہی دراصل صوم کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ جس کے معنی ہیں رُک جانا؛ بغیر اس کے کہ قیل وقال ہو۔ چونکہ حدیث نبویؐ میں صراحت ہے کہ روزہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے ہونا چاہیے، اس لئے یہ اظہار بھی کہ میں روزہ دار ہوں خلوصِ عمل کے منافی ہے۔

بَاب ١٠: اَلصَّوْمُ لِمَنْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ الْعُزْبَةَ

اُس شخص کا روزہ جس کو مجرد ہونے کی حالت میں اپنے نفس کی نسبت اندیشہ ہو

١٩٠٥: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. {قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ: أَلْبَاءَةُ النِّكَاحُ☆}.

اطرافہ: ٥٠٦٥، ٥٠٦٦.

۱۹۰۵: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے ابوحمزہ سے، ابوحمزہ نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم سے، ابراہیم نے علقمہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جبکہ میں حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا تو انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپؐ نے فرمایا: جو مردانہ قوت رکھتا ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ شادی کرے کیونکہ یہ بات نگاہ نیچے رکھنے میں زیادہ ممد ہوگی اور شرمگاہ کو زیادہ محفوظ رکھے گی۔ اور جو شادی کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اُسے روزہ رکھنا چاہیے۔ کیونکہ وہ اُس کی شہوت کو کم کر دے گا۔ {ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اَلْبَاءَۃ سے مراد نکاح کرنے کی طاقت ہے☆}

تشریح: اَلصَّوْمُ لِمَنْ خَافَ عَلٰى نَفْسِهِ الْعُزْبَةَ: شہوتِ جنسی کی شدت کم کرنے کی غرض سے روزہ بطور علاج تجویز کیا گیا ہے۔ غذا کی کمی بیشی طبعًا جسمانی قویٰ پر اثر انداز ہوتی ہے۔ صحف قدیمہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے کاہن سبت وغیرہ میں نیم روزہ رکھتے تھے۔ یعنی بعض غذاؤں سے پرہیز تھا اور مقدار بھی کم ہوتی۔ لیکن ایسے روزہ کی غرض تزکیہ نفس نہ تھی۔ اس کی نسبت تورات میں کوئی ہدایت نہیں پائی جاتی۔ بنی اسرائیل کے صحف قدیمہ میں روزے کے لئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں: جان کو دکھ دینا۔ (احبار۱۶:۲۹) جیسا کہ اس کے متعلق اپنے موقع پر ذکر آئے گا۔ جان کو دکھ دینا مثبت غرض نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد کا تعلق عفت کی توفیق پانے سے ہے جس طرح پُرخوری شہوت کو غیر معمولی تحریک کرتی ہے۔ اسی طرح کم خوری اس

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ۱۵۳)

کی کمی کا باعث ہوتی ہے۔ اَلْبَآءَ ةُ کے معنی قدرت مباشرت اور اَلْوَجَآءَ وَجِی یُوْجَا سے ہے بمعنی فَتَرَ عَنِ الْمَشْیِ یعنی چلنے میں بوجہ تھکان سُست ہو جانا۔ یہ لفظ وِجَآء سے مشتق ہے بمعنی آختہ کرنا۔ پہلا مفہوم یعنی سُست ہونا قرین قیاس ہے کیونکہ اسلام طبعی قوتوں کو معطل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

سابقہ ابواب میں رمضان کے روزوں کی اغراض بیان کی گئی ہے جو خلاصۃً یہ ہیں:-

اوّل: اطاعت الٰہی میں خواہشات کو ضبط میں رکھنا کہ جو نفس کی قربانی ہے اور اُس میں مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ (باب۲)

دوم: روزہ سابقہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ (باب۳)

سوم: آئندہ گناہوں سے بچنے کا ایک ذریعہ ہے۔ (باب۶)

چہارم: تہجد، دعا اور تسبیح وتحمید اور ذکر الٰہی کا موقع اس سے حاصل ہوتا ہے۔ تزکیہ نفس کے لئے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ (باب۵)

پنجم: تلاوتِ قرآنِ مجید کا موقع ملتا ہے۔ (باب۷)

ششم: بذریعہ فدیہ صدقہ وخیرات غرباء کی مدد کے مواقع حاصل ہونا۔ (باب۷)

ہفتم: خورد ونوش میں اسراف سے بچنے اور جسمانی واَخلاقی صحت میں اعتدال پیدا ہونے کی طاقت۔ (باب۱۰)

ہشتم: سب سے بڑھ کر یہ غرض ہے کہ اس مجاہدہ سے مَلکی صفات پیدا ہو کر قرب الٰہی کا موجب ہوں۔ (باب۲،۹)

بَاب ۱۱: قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا وَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا

نبی ﷺ کا فرمانا: جب تم (رمضان کا) چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب تم (شوال کا) چاند دیکھو تو افطار کرو

وَقَالَ صِلَةُ عَنْ عَمَّارٍ مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور صلہ نے حضرت عمار (بن یاسرؓ) سے یہ روایت کی: جس نے شک کے دِن روزہ رکھا تو اُس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی یقیناً نافرمانی کی۔

۱۹۰۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ

۱۹۰۶: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا اور

فَقَالَ لَا تَصُوْمُوْا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ.

فرمایا کہ روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو۔ افطار نہ کرو جب تک کہ (شوال کا چاند) نہ دیکھ لو۔ اور اگر تم کو اَبر کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو پھر اُس کے لئے دِنوں کا اندازہ کرلو۔

اطرافہ: ۱۹۰۰، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۱۳، ۵۳۰۲۔

۱۹۰۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً فَلَا تَصُوْمُوْا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوْا الْعِدَّةَ ثَلَاثِيْنَ.

۱۹۰۷: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن دینار سے، عبداللہ بن دینار نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینہ اُنتیس دِنوں کا بھی ہوتا ہے۔ روزہ نہ رکھو یہاں تک کہ چاند دیکھو۔ اگر اَبر کی وجہ سے چاند تم کو نظر نہ آئے تو پھر گنتی تیس دِن کی پوری کرلو۔

اطرافہ: ۱۹۰۰، ۱۹۰۶، ۱۹۰۸، ۱۹۱۳، ۵۳۰۲۔

۱۹۰۸: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَخَنَسَ الْإِبْهَامَ فِي الثَّالِثَةِ.

۱۹۰۸: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ جبلہ بن سُحَیم سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کی اُنگلیوں سے اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مہینہ اِتنا ہے اور اِتنا۔ اور تیسری بار انگوٹھے کو دبالیا۔

اطرافہ: ۱۹۰۰، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۱۳، ۵۳۰۲۔

۱۹۰۹: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ

۱۹۰۹: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ محمد بن زیاد نے ہم سے

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُبِّيَ☆ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ.

بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یا کہا: ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُسے دیکھ کر روزہ رکھواور اُسے دیکھ کر افطار کرواور اگر اَبر کی وجہ☆ سے تمہیں نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دِن کی گنتی پوری کرلو۔

۱۹۱۰: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آلَى مِنْ نِّسَائِهِ شَهْرًا فَلَمَّا مَضَى تِسْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ يَوْمًا غَدَا أَوْ رَاحَ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّكَ حَلَفْتَ أَنْ لَّا تَدْخُلَ شَهْرًا فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ يَوْمًا.

اطرافہ: ۵۲۰۲۔

۱۹۱۰: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج سے مروی ہے۔ انہوں نے یحيٰ بن عبداللہ بن صیفی سے، یحيٰ نے عکرمہ بن عبدالرحمٰن سے، عکرمہ نے حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے ایک مہینہ کنارہ کشی کی قسم کھائی اور جب اُنتیس دِن گذر ے تو صبح کو یا شام کے وقت (اُن کے پاس) گئے تو آپؐ سے کہا گیا کہ آپؐ نے قسم کھائی تھی کہ مہینہ بھر نہ آئیں گے تو آپؐ نے فرمایا: مہینہ اُنتیس دِن کا بھی ہوتا ہے۔

۱۹۱۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ آلَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَائِهِ وَكَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهُ فَأَقَامَ

۱۹۱۱: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان بن بلال نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُمید سے، حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے الگ رہنے کی قسم کھائی اور آپؐ کے

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں اس جگہ لفظ "أُغْمِيَ" ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۱۵۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

فِي مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ آلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ.

پاؤں میں موچ آ گئی تھی اور آپؐ ایک بالا خانہ میں اُنتیس راتیں رہے۔ پھر اُترے تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! ایک مہینہ بھر کی آپؐ نے قسم کھائی تھی تو آپؐ نے فرمایا: مہینہ اُنتیس دِن کا بھی ہوتا ہے۔

اطرافہٗ: ۳۷۸، ٦٨٩، ٧٣٢، ٧٣٣، ٨٠٥، ١١١٤، ٢٤٦٩، ٥٢٠١، ٥٢٨٩، ٦٦٨٤۔

تشریح: **إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا وَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا:** مذکورہ بالا مقاصد بیان کرنے کے بعد ماہِ رمضان کی ابتداء اور انتہاء کی تعیین و تخصیص سے متعلق تین باب (نمبر۱۱، ۱۲، ۱۳) یکے بعد دیگرے قائم کیے گئے ہیں۔ اس باب (نمبر۱۱) میں چھ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ جن میں ہلالِ رمضان دیکھ کر روزہ رکھنے کا اِرشاد ہے اور مہینہ کے دِنوں کی تعداد کا بھی ذکر ہے جو کبھی تیس دن کا اور کبھی اُنتیس دِن کا ہوتا ہے اور یہ ذکر بھی ہے کہ بادل وغیرہ سے ہلال نظر نہ آئے اور شبہ کا امکان ہو تو اندازہ سے کام لیا جائے جو آج کل علمِ فلکیات اور علمِ حساب کی رُو سے زیادہ صحت وضبط پر مبنی ہے۔ جس سے شک وشبہ کا امکان بہت ہی کم ہوتا ہے۔ اس صورت میں وہم سے کام لینا مناسب نہیں۔ عنوانِ باب میں صلہ کی روایت کا جو حوالہ دیا گیا ہے؛ وہ بھی اسی غرض سے ہے۔ اس بارہ میں متعدد اقوال ہیں جن سے درج ذیل مفاہیم اخذ ہوتے ہیں: (۱) مشتبہ دن کا روزہ نہ رکھا جائے۔ اگر رکھا جائے گا تو وہ روزہ فرض نہیں نفل ہوگا۔ (۲) ایسا روزہ فرض کا قائمقام ہوسکتا ہے۔ (۳) صرف اُس شخص کے لئے یہ روزہ بطور فرض شمار ہوگا جس نے حساب کی بنا پر اندازہ کر کے روزہ رکھا ہو اور حساب غلط ثابت ہو۔ (۴) احتمال کی صورت میں ہر شخص پر روزہ رکھنا جائز ہے۔ (۵) روزہ قطعاً نہ رکھا جائے۔ یہ مذہب کہ مشکوک دِن میں روزہ بطور نفل رکھا جا سکتا ہے جو رمضان کے روزے کا قائمقام نہیں ہوگا؛ امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ اور امام مالکؒ کا ہے۔ اس بارہ میں امام بخاریؒ کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ شک پر عمل کی بنیاد نہیں رکھنی چاہیے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۲۷۹)

مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصَى اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ: باب نمبر۱۱ کے عنوان میں صلہ بن زفر کی سند سے حضرت عمار بن یاسرؓ کی روایت کا حوالہ دیا ہے۔ یہ صلہ بن زفر اہل کوفہ کے فقہاء میں سے ایک بڑے فقیہہ اور تابعی تھے۔ ابوداؤدؒ، ترمذیؒ اور نسائیؒ ☆ وغیرہ نے ان سے محولہ بالا روایت نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۱۵۵) (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۲۷۹) اس حوالے سے اس قدر اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مشکوک دِن کا روزہ رکھا جائے کیونکہ اِرشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہلال دیکھنے یا اندازہ کرنے کی تصریح ہے۔

☆ (ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی کراھیة صوم یوم الشک)
(نسائی، کتاب الصیام، باب صیام یوم الشک)
(ابو داؤد، کتاب الصوم، باب کراھیة صوم یوم الشک)

روایت نمبر۱۹۱۰، ۱۹۱۱ میں اُنتیس دِن تک ازواج سے علیحدہ رہنے کا جو ذکر ہے وہ واقعہ ایلا ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر صغیر سورۂ احزاب آیت ۵۲، ۵۳۔

رؤیت ہلال کے تعلق میں مخالفین اسلام اعتراض کرتے ہیں کہ یہ طریق غیر علمی ہے اور کسی تعین حساب پر مبنی نہیں لیکن معترضین بھول گئے ہیں کہ علمی حساب سے اِستفادہ محدود طبقہ کرسکتا ہے۔ ہر خاص و عام فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ بیابان، پہاڑ اور جنگل کے رہنے والے بھی رؤیت ہلال سے اوقات کا علم حاصل کر سکتے ہیں اور اسلامی تعلیم سہولت پر مبنی ہے اور بحر و بر میں مقیم و مسافر سبھی رؤیت ہلال سے معلوم کر سکتے ہیں کہ رمضان کب سے شروع ہوتا ہے اور کب ختم۔ اسی اعتراض کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت لطیف انداز میں دیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:-

''.... یہ سچ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اَحکامِ دین سہل و آسان کرنے کی غرض سے عوام الناس کو صاف اور سیدھا راہ بتلایا ہے اور ناحق کی دقّتوں اور پیچیدہ باتوں میں نہیں ڈالا۔ مثلاً روزہ رکھنے کے لیے یہ حکم نہیں دیا کہ تم جب تک قواعد ظنّیہ نجوم کے رو سے یہ معلوم نہ کرو کہ چاند اُنتیس کا ہوگا یا تیس کا؛ تب تک رؤیت کا ہرگز اعتبار نہ کرو۔ اور آنکھیں بند رکھو۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ خواہ نخواہ اعمالِ دقیقہ نجوم کو عوام الناس کے گلے کا ہار بنانا یہ ناحق کا حرج اور تکلیف مالایطاق ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے حسابوں کے لگانے میں بہت سی غلطیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ سو یہ بڑی سیدھی بات اور عوام کے مناسب حال ہے کہ وہ لوگ محتاج منجم و ہیئت دان نہ رہیں اور چاند کے معلوم کرنے میں کہ کس تاریخ نکلتا ہے اپنی رؤیت پر مدار رکھیں۔ صرف علمی طور پر اتنا سمجھ رکھیں کہ تیس کے عدد سے تجاوز نہ کریں۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حقیقت میں عند العقل رؤیت کو قیاساتِ ریاضیہ پر فوقیت ہے۔ آخر حکماءِ یورپ نے بھی جب رؤیت کو زیادہ معتبر سمجھا تو اس نیک خیال کی وجہ سے بتائید قوتِ باصرہ طرح طرح کے آلات دور بینی و خورد بینی ایجاد کیے۔..... سو مکرر ہم لکھتے ہیں کہ ذرا آنکھ کھول کر دیکھو کہ رؤیت میں کیا کیا برکات ہیں اور انجام کار کیا کیا نیک نتائج اس سے نکلتے ہیں۔.....''

(سرمہ چشم آریہ- روحانی خزائن جلد۲ صفحہ۱۹۲، ۱۹۳)

بَاب ۱۲ : شَهْرَا عِيْدٍ لَا يَنْقُصَانِ

عید کے دونوں مہینے کم وبیش ہوتے ہیں

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ إِسْحَاقُ وَإِنْ كَانَ نَاقِصًا فَهُوَ تَمَامٌ وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَا يَجْتَمِعَانِ كِلَاهُمَا نَاقِصٌ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا کہ اسحاق (بن راہویہ) نے کہا کہ اگر (تیس دِن سے) کم ہوتو وہ پورا ہی ہوگا۔ اور محمد (بن سیرین) نے کہا: اُن دونوں مہینوں سے ایک ناقص ہوگا۔

۱۹۱۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۹۱۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ معتمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اسحاق (بن سُوَید) سے سنا۔ انہوں نے عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ سے، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

وَحَدَّثَنِي مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ شَهْرَا عِيْدٍ رَمَضَانُ وَذُو الْحَجَّةِ.

نیز مسدد نے بھی مجھ سے بیان کیا کہ معتمر نے ہمیں بتایا۔ خالد حذاء سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے اپنے باپ (حضرت ابوبکرہ) رضی اللہ عنہ سے، اُن کے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: دو مہینے (بلحاظِ ثواب) ناقص نہیں ہوتے۔ رمضان کی عید کا مہینہ اور ذوالحج کا مہینہ۔

{☆قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ إِنْ نَّقَصَ رَمَضَانُ تَمَّ ذُو الْحَجَّةِ وَإِنْ نَّقَصَ ذُوالْحَجَّةِ تَمَّ رَمَضَانُ. وَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ كَانَ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهْوَيْهِ يَقُوْلُ لَا يَنْقُصَانِ فِي الْفَضِيْلَةِ إِنْ كَانَ تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ أَوْ ثَلَاثِيْنَ.}

{☆ابوعبد اللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: احمد بن حنبلؒ نے کہا: اگر رمضان (تیس دن سے) کم ہوتو ذوالحجہ (تیس دن کا) پورا ہوگا اور اگر ذوالحجہ (تیس دن سے) کم ہوتو رمضان پورا ہوگا اور ابوالحسن نے کہا کہ اسحاق بن راہویہ کہا کرتے تھے کہ وہ دونوں فضیلت میں کم نہیں ہوتے خواہ اُنتیس دن کے ہوں یا تیس کے۔}

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۱۶۰)

تشریح: **شَهْرَا عِيْدٍ لَا يَنْقُصَانِ:** اگر کوئی مہینہ اُنتیس کا ہوتو وہ ناقص نہیں کہلائے گا۔ دورانِ قمری کے حساب سے وہ اِتنے ہی دِنوں کا ہوتا ہے۔ عنوانِ باب میں اسحاق بن راہویہؒ اور محمد بن اسماعیلؒ یعنی امام بخاریؒ کی اپنی رائے کا جو حوالہ دیا گیا، اِس سے وہ اختلاف حل کرنا مقصود ہے جو حدیث شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ کے مفہوم میں فقہاء کے درمیان ہوا ہے۔ اُن میں سے ایک فریق کا خیال ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ رمضان اور ذوالحج دونوں تیس تیس دِن کے ہیں جو درست نہیں کیونکہ اگر رمضان پورے تیس دِن کا ہوتو پھر وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ (البقرة:۱۸۶) کا اِرشاد بےضرورت ہے۔ اسحاق بن راہویہؒ نے جو بڑے پایہ کے عالم ہیں، اس کی یہ تاویل کی ہے کہ بلحاظِ فضیلت اور ثوابِ عمل رمضان اور حج دونوں برابر ہیں قطع نظر اس کے کہ وہ اُنتیس دِن کے ہوں یا تیس دِن کے اور دونوں مہینوں کی عید منائی جاتی ہے۔ اس جملہ کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ ایک ہی سال میں دونوں کم نہیں ہوتے۔ یعنی اگر ایک مہینہ اُنتیس دِن کا ہوتو دوسرا تیس کا ہوتا ہے۔ علامہ عینیؒ کے نزدیک اسحاق سے مراد ابن سوید ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۲۸۳) مگر دونوں کو ایک خیال کا توارد ہوسکتا ہے اور اس بارے میں علامہ ابن حجرؒ کی تحقیق ہی درست ہے۔ نیز صغانی کے نسخہ کتاب بخاری میں یہ الفاظ موجود ہیں: قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِسْحٰقُ تِسْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ يَوْمًا تَآمٌّ۔ یعنی ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اسحاق نے کہا کہ اُنتیس دن بھی مکمل ہوتے ہیں۔ مزید برآں احمد بن حنبلؒ کا قول اسی کا مؤید ہے۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں: اِنْ نَّقَصَ رَمَضَانُ تَمَّ ذُو الْحَجَّةِ وَاِنْ نَّقَصَ ذُو الْحَجَّةِ تَمَّ رَمَضَانُ. یہ کمی آپس کی نسبت سے ہے ورنہ اِن میں سے ہر ایک مہینہ پورا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱)

بَاب۱۳: قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا: نہ ہم لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں

۱۹۱۳: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ ابْنُ عَمْرٍو أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا يَعْنِي مَرَّةً تِسْعَةً وَّعِشْرِيْنَ وَمَرَّةً ثَلَاثِيْنَ.

۱۹۱۳: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ اسود بن قیس نے ہم سے بیان کیا۔ سعید بن عمرو نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ہم اُمی لوگ ہیں۔ نہ ہم لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں۔ انگلیوں سے اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا: مہینہ اِتنا اور اِتنا ہوتا ہے۔ کبھی اُنتیس اور کبھی تیس کا۔

اطرافہ: ۱۹۰۰، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۵۳۰۲۔

تشریح: **لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ:** آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اَلدِّيْنُ يُسْرٌ. (کتاب الایمان باب ۲۹) سو اسی اصل کے مطابق رؤیت ہلال سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسان طریق اختیار کرنے کا اِرشاد فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ عرب اُس زمانہ میں عام طور پر علم حساب اور لکھنے پڑھنے سے نابلد تھے اور بوجہ ارشادِ باری تعالیٰ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ. (ص: ۸۷) کسی تکلّف سے کام لینا مناسب نہیں۔ آجکل بعض حضرات کا ہوائی جہاز پر سوار ہو کر ہلال کی جستجو کرنا تعجب انگیز ہے اور ارشادِ نبوی کے منافی۔ مذکورہ بالا ارشادِ نبوی سے یہ اخذ کرنا درست نہیں کہ لکھنے پڑھنے اور علوم ریاضی کے سیکھنے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ایسا استدلال دوسری جہت میں غلو ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تو فرمایا ہے: اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّيْنِ (شعب الإيمان، السابع عشر من شعب الإيمان، باب في طلب العلم، الجزء الثانی) یعنی علم طلب کرو خواہ چین میں۔ پھر فرمایا ہے: اَلْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا. (ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء في فضل الفقه) حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے جہاں اُسے پائے؛ لے لے۔ پس اس قسم کی رکیک تاویلیں کرنا دین سے مذاق ہے۔

بَاب ١٤: لَا يُتَقَدَّمُ رَمَضَانُ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ

رمضان سے پہلے روزہ نہ رکھا جائے، نہ ایک دِن نہ دو دِن

١٩١٤: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ.

۱۹۱۴: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ یحيٰ بن ابی کثیر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی رمضان سے پہلے ایک دِن یا دو دِن روزہ نہ رکھے، سوائے اُس شخص کے جو اُن دِنوں میں روزہ رکھنے کا خوگر ہو۔ چاہیے کہ وہ اُس دِن روزہ رکھ لے۔

تشریح: **لَا يُتَقَدَّمُ رَمَضَانُ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ:** مسئلہ معنونہ میں جمہور نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اِرشادِ نبویؐ کا تعلق احتیاط سے ہے فقہاء میں سے بعض نے مطلق جواز کا فتویٰ دیا ہے (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۶۵) مگر رمضان کے روزوں کو جو فرض ہیں ممتاز رکھنا اس لئے ضروری ہے کہ اس بارہ میں ارشادِ نبویؐ صریح ہے اور اس لئے بھی

کہ ایک عمل جس کا انسان عادی ہو جاتا ہے، وہ اپنی نیت و ارادہ میں قوت بوجہ عادت کھو بیٹھتا ہے جو ثواب عمل کے لئے ضروری ہے۔ عادت میں انسان کا فعل ایک طبعی صورت اختیار کر لیتا ہے جس کے صادر ہونے میں کسی جدوجہد کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ رمضان ایک روحانی مجاہدہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ امام بخاریؒ نے ابواب قائم کرنے میں خاص ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔ رؤیت ہلال کے تعلق میں یہ باب بطور وقفہ ہے۔ اس کے بعد نئی آیت لا کر صیام رمضان سے متعلقہ احکام شروع کئے گئے ہیں۔

بَاب ۱۵: قَوْلُ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَآئِكُمْ ۖ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۖ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ.
(البقرة:۱۸۸)

اللہ عزوجل کا فرمانا: روزوں کی راتوں میں تمہارا اپنی بیویوں کے پاس جانا جائز کیا گیا ہے۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم اُن کا لباس ہو۔ اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں کی خیانت کرتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے تم پر رحم کیا ہے اور تم سے درگذر کیا ہے۔ پس اب تم اُن سے مباشرت کرو اور اللہ نے جو تمہارے لئے لکھا ہے اُسے چاہو۔

۱۹۱۵: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْإِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يُفْطِرَ لَمْ يَأْكُلْ لَيْلَتَهُ وَلَا يَوْمَهُ حَتَّى يُمْسِيَ وَإِنَّ قَيْسَ ابْنَ صِرْمَةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْإِفْطَارُ أَتَى امْرَأَتَهُ فَقَالَ لَهَا أَعِنْدَكِ طَعَامٌ قَالَتْ لَا وَلٰكِنْ أَنْطَلِقُ

۱۹۱۵: عبید اللہ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اسرائیل سے، اسرائیل نے ابواسحاق سے، ابواسحاق نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جب کوئی شخص روزہ دار ہوتا اور افطار کا وقت آجاتا اور وہ افطار سے پہلے سو جاتا تو وہ نہ اُس رات میں کچھ کھاتا اور نہ دوسرے دن؛ یہاں تک کہ اُسے شام ہو جاتی اور حضرت قیس بن صرمہ انصاریؓ روزہ دار تھے۔ جب افطار کا وقت ہوا تو اپنی بیوی کے پاس آئے تو انہوں نے اُس سے کہا: کیا تیرے پاس کھانا ہے؟

فَأَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهُ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَجَاءَتْهُ امْرَأَتُهُ فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةً لَّكَ فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ فَفَرِحُوْا بِهَا فَرَحًا شَدِيْدًا وَنَزَلَتْ: وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ. (البقرة:۱۸۸)

کہنے لگی: نہیں۔ لیکن میں جاتی ہوں آپؐ کے لئے ڈھونڈ کر لے آتی ہوں اور وہ دن کو مزدوری کیا کرتے تھے تو اُن کی آنکھ لگ گئی۔ اُن کی بیوی اُن کے پاس آئی۔ جب انہیں سوتا پایا، کہنے لگی: ہائے تیری محرومی جب آدھا دِن ہوا تو بے ہوشی اُن پر طاری ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ روزوں کی راتوں میں تمہارا اپنی بیویوں کے پاس جانا جائز کیا گیا ہے۔ وہ اس آیت پر بہت ہی خوش ہوئے اور یہ آیت بھی نازل ہوئی: اور کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ تمہارے لئے سفید دھاری کالی دھاری سے نمایاں ہوجائے۔

اطرافہٗ: ۴۵۰۸۔

تشریح: اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ......: یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ عربوں میں بھی روزہ رکھنے کا دستور تھا؛ خصوصاً عاشورہ کا روزہ (دیکھئے روایت نمبر ۱۸۹۳) جو جمعہ کے دِن عصر کے بعد شروع ہوتا اور دوسرے دِن شام تک رہتا۔ رات روزے ہی میں شمار ہوتی۔ تورات سے ظاہر ہے کہ روزے میں فطیری روٹی، شراب اور تلذاتِ نفس سے پرہیز کرنے اور عبادت میں مشغول رہنے کی ہدایت تھی۔ روزہ میں کام کاج کرنا بھی ممنوع تھا۔ سوائے ایسے کام کے جس کا تعلق کھانا پینا مہیا کرنے سے ہو بغیر اس کے کہ آگ جلائی جائے۔ لیکن کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے قطعی پرہیز کے بارہ میں وہ پابندی نہ تھی جو اسلام نے عائد کی ہے۔ عہد قدیم سے اس امر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ ازدواجی تعلقات سے بھی پرہیز کیا جائے۔ عربوں میں بھی یہی دستور تھا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۱۶۷) شریعت اسلام نے طلوعِ فجر سے لے کر غروب آفتاب تک روزے کا وقت مقرر کیا ہے۔ رات کا وقت اس سے مستثنیٰ ہے۔ تورات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سبت کا روزہ جمعہ کے دن شام سے شروع کرکے دوسرے دن ظہر تک ختم کر دیا جاتا تھا۔ مگر اس میں تحریف سے کام لیا گیا ہے کیونکہ تورات میں روزے کا مفہوم اَدا کرنے کے لئے یہ فقرہ موجود ہے: ''جان کو دکھ دینا'' (احبار باب ۱۶ آیت ۲۹ تا ۳۱۔ گنتی باب ۲۹ آیت ۷) لیکن کھانے پینے کی سہولت اور یہ آدھے دن کا روزہ اس مفہوم کے مطابق نہیں۔

کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ......: اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہودیوں کے دستور کے مطابق رات کا وقت روزہ کا حصہ شمار کر کے تم صحابہ اپنی بیویوں کے پاس نہیں جایا کرتے تھے اور یہ اس لحاظ سے خیانت نفس ہے کہ وہ اپنے حق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ازدواجی تعلقات کی غرض وغائت بقائے سلسلہ نسل ہے۔اس سے نفس کو محروم رکھنا درست نہیں۔اس آیت سے یہ سمجھنا کہ صحابہ کرامؓ بھی اپنی بیویوں سے بحالت روزہ مباشرت کر کے الٰہی حکم کی خلاف ورزی کرتے تھے، درست نہیں کیونکہ اوّل تو اس بارہ میں ابھی تک ازدواجی تعلقات کا حکم نازل ہی نہ ہوا تھا۔ یہ امر خیانت نفس تو کہلا سکتا ہے کہ نفس کو اس کے حق سے محروم رکھا جائے۔مگر الٰہی حکم کی خیانت نہیں کہلا سکتا جو ابھی نازل ہی نہ ہوا تھا۔

کَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ اِذَا کَانَ الرَّجُلُ صَآئِمًا: جس واقعہ کا ذکر روایت نمبر ۱۹۱۵ میں ہے اُس میں نفس پر حد درجہ کی سختی کا ذکر ہے۔ نہ صرف حضرت قیس بن صرمہؓ ہی نے بحالت روزہ اپنی جان پر سختی برداشت کی بلکہ اس میں یہ بھی صراحت ہے کہ صحابہ کرامؓ اس قسم کی سختی اپنے نفس سے برتتے تھے تو اس امر واقعہ کے خلاف آیت مذکورہ بالا سے مذکورہ نتیجہ اَخذ کرنا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔ یہ واقعہ تو محولہ بالا آیت کا صحیح مفہوم بیان کرنے کی غرض سے درج کیا گیا ہے۔جن لوگوں نے آیت کا یہ مفہوم لیا ہے کہ صحابہ کرامؓ بحالت روزہ ازدواجی تعلقات سے پرہیز نہیں کرتے تھے۔انہوں نے آیت کے الفاظ مدنظر نہیں رکھے۔لفظ تَخْتَانُوْنَ، خَتَنَ سے ہے جس کے معنے کاٹنے اور کم کرنے کے ہیں۔اس سے لفظ ختنہ اور مختون ہے۔کہتے ہیں: عَامٌ مَخْتُوْنٌ یعنی قحط کا سال۔(اقرب الموارد—ختن) اس اشتقاق کی رُو سے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم اپنے نفسوں کو اُن کے حق سے محروم کرتے تھے۔غرض ایسے لوگوں نے آیت کا سیاق ملحوظ نہیں رکھا اور نہ لفظ تَخْتَانُوْنَ اور مندرجہ روایت کی بیّن شہادت تینوں باتیں ہی اُن کے خیال کو ردّ کرتی ہیں۔

وَاِنَّ قَيْسَ ابْنَ صِرْمَةَ...: دیگر روایات کے مطابق ان کا نام حضرت صرمہ بن ابی انسؓ تھا۔اس لحاظ سے اس روایت میں تقلیب معلوم ہوتی ہے۔حضرت صرمہ بن ابی انسؓ مشہور صحابی ہیں جن کی کنیت ابوقیس تھی اور وہ زمانہ جاہلیت میں ہجرت سے قبل بت پرستی چھوڑ چکے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہ بہت بوڑھے تھے۔ انہوں نے مدینہ میں آکر وہاں کے مشرکین کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کی تھی۔اس تعلق میں اُن کا یہ شعر مروی ہے:-

يَقُوْلُ اَبُوْ قَيْسٍ وَاَصْبَحَ غَادِيًا　　اِلَّا مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ وُصَاتِيْ فَافْعَلُوْا

یعنی ابوقیس جبکہ اب کوچ کرنے والا ہے کہتا ہے کہ پہلے تم نے میری وصیت نہ مانی اب مان لو۔

(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸)

بَاب ١٦ : قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى

وَكُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَـكُمُ الۡخَيۡطُ الۡاَبۡيَضُ مِنَ الۡخَيۡطِ الۡاَسۡوَدِ مِنَ الۡفَجۡرِ‌ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيۡلِ‌ۚ. (البقرة:١٨٨)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ فجر کی سفید دھاری کالی دھاری سے تمہارے لئے پورے طور پر ظاہر ہو جائے۔ پھر روزوں کو رات تک پورا کرو۔

فِيْهِ عَنِ الْبَرَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس بارے میں حضرت براء (بن عازبؓ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

١٩١٦ : حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنِي حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ ابْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ: حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَـكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ. (البقرة:١٨٨) عَمَدْتُّ إِلَى عِقَالٍ أَسْوَدَ وَإِلَى عِقَالٍ أَبْيَضَ فَجَعَلْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِي فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ فِي اللَّيْلِ فَلَا يَسْتَبِيْنُ لِي فَغَدَوْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّمَا ذَلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ.

اطرافہ: ٤٥٠٩، ٤٥١٠۔

۱۹۱۶: حجاج بن منہال نے ہم سے بیان کیا کہ ہُشَیم نے ہمیں بتایا، کہا: مجھے حصین بن عبدالرحمٰن نے خبر دی۔ انہوں نے شعبی سے، شعبی نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب آیت حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ. (یہاں تک کہ فجر کی سفید دھاری کالی دھاری سے تمہارے لئے پورے طور پر ظاہر ہو جائے۔) نازل ہوئی تو میں نے ایک کالی رسی اور ایک سفید رسی لی اور ان دونوں کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا اور رات کو دیکھنے لگا تو مجھے فرق ظاہر نہ ہوا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صبح کو گیا اور آپؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: اس سے مراد تو رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

١٩١٧ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ.

حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أُنْزِلَتْ: وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ (البقرة:١٨٨) وَلَمْ يَنْزِلْ: مِنَ الْفَجْرِ فَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوْا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلِهِ الْخَيْطَ الْأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْأَسْوَدَ وَلَمْ☆ يَزَلْ يَأْكُلُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رُؤْيَتُهُمَا فَأَنْزَلَ اللهُ بَعْدُ مِنَ الْفَجْرِ فَعَلِمُوْا أَنَّهُ إِنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ.

اطرافہ: ٤٥١١.

۱۹۱۷: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت سہل بن سعدؓ سے۔

(نیز) سعید بن ابی مریم نے بھی مجھ سے بیان کیا کہ ابوغسان محمد بن مطرف نے ہمیں بتایا، کہا: ابوحازم نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ نازل ہوئی اور اس میں مِنَ الْفَجْرِ کے الفاظ نہیں تھے۔ کچھ لوگ ایسے تھے کہ جب وہ روزہ رکھنے کا اِرادہ کرتے تو اُن میں سے کوئی اپنے پاؤں میں کالا دھاگہ اور سفید دھاگہ باندھ لیتا اور اُس وقت تک کھاتا رہتا☆ کہ اُن دونوں میں فرق معلوم کرنا اُس کے لئے پورے طور پر ظاہر ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کے بعد مِنَ الْفَجْرِ کے الفاظ نازل فرمائے اور اُن کو علم ہو گیا کہ اس سے تو رات اور دِن مراد ہیں۔

تشریح: **كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ:** روزہ کے اوقات میں سے رات کا وقت علی الاطلاق خارج ثابت کرنے کے بعد اَب دِن کے اوقات کی حدود بتائی گئی ہیں جس میں روزے سے متعلق پابندی ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اس تعلق میں سات باب قائم کئے گئے ہیں۔ باب ۱۶ میں قرآنِ مجید کی آیت کا حوالہ دے کر روزے کا وقت معین کیا گیا ہے۔ طلوعِ فجر سے غروب آفتاب تک۔ سفید دھاری سے صبح کی سفیدی اور سیاہ دھاری سے رات کی تاریکی مراد ہے۔ یعنی جب تک اِن دونوں کے درمیان نمایاں فرق

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ "وَلَمْ يَزَلْ" کی بجائے "وَلَايَزَالُ" ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۱۷۰)

نظر نہ آئے سحری کھائی جاسکتی ہے۔ عام طور پر لوگ وہم سے کام لیتے ہیں اور بہت پہلے سحری کھا لیتے ہیں اور اسی طرح بوقتِ افطار رات کی تاریکی کا انتظار کرتے ہیں جو خلافِ منشاءِ شریعت ہے۔ ان چھ ابواب میں اسی وہم کا ازالہ کیا گیا ہے۔

روایت نمبر ۱۹۱۶ میں حضرت عدی بن حاتمؓ کی غلط فہمی کا ذکر ہے جو انہوں نے اَلْخَيْطُ سے دھاگہ سمجھا اور اُن کا ذہن استعارہ کی طرف نہیں گیا۔ یہ صحابی نویں یا دسویں ہجری میں مسلمان ہوئے تھے اور بادہ نشین قبائل میں سے تھے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۷۰) بعض شارحین کا خیال ہے کہ ہوسکتا ہے خیطِ ابیض اور خیطِ اسود کا محاورہ اُن کے ہاں نہ ہو۔ یہ خیال درست نہیں جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے زمانہ جاہلیت کے قدیم عرب شاعر ابوداؤد ایادی کا حوالہ دیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظِ خیط کا اِن معنوں میں استعمال قریش میں موجود تھا۔

وَلَمَّا تَبَدَّتْ لَنَا سُدْفَةٌ وَلَاحَ مِنَ الصُّبْحِ خَيْطٌ اَنَارَا

(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۷۳)(عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۲۹۴)

سُدْفَه کے معنی تاریکی اور روشنی۔ یہ لفظ اَضداد میں سے ہے۔ (لسان العرب- سدف) یعنی جب رات میں روشنی ظاہر ہوئی اور صبح کی دھاری چمکی۔ حضرت عدیؓ کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت محولہ بالا پہلے نازل ہو چکی تھی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اُن کا واقعہ سن کر فرمایا: اِنَّمَا ذٰلِکَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ. یہ نہیں ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے الفاظ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ کے نزول کا انتظار فرمایا کہ وحی ربانی کی تصریح کے بعد حضرت عدیؓ کو جواب دیں؛ جیسا کہ بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ مِنَ اللَّيْلِ کا جملہ بعد میں بطور وضاحت نازل ہوا اور یہ غلط فہمی روایت نمبر ۱۹۱۷ کے الفاظ سے پیدا ہوئی ہے۔ حضرت عدی بن حاتمؓ کی روایت سے دو باتیں واضح ہیں۔ ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فی البدیہہ تصریح۔ ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اُن سے مزاحاً فرمایا: اِنَّ وِسَادَکَ اِذًا لَعَرِيْضٌ. (روایت نمبر ۴۵۰۹) کہ تمہارا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہے جس نے دونوں افقوں کو اپنے نیچے لپیٹا ہوا ہے۔ بعض دوسری روایتوں میں یہ الفاظ ہیں: اِنَّکَ لَعَرِيْضُ الْقَفَا. (بخاری کتاب تفسیر القرآن روایت نمبر ۴۵۱۰) یعنی تمہاری گدی وسیع ہے۔ دوسری بات جو اُن کی روایت سے ظاہر ہے، وہ لفظ نَزَلَتْ کے مفہوم کا تعین ہے کہ اُس سے مراد تطبیق و تشریح ہے کیونکہ رمضان کے احکام کا نزول یقینی طور پر سورۃ البقرہ میں بہت پہلے ہو چکا تھا اور صحابہ کرامؓ سفیدی کو دیکھ کر سحری کھانے سے رُک جاتے تھے۔ یہ خیال کہ رمضان سے متعلق آیات بعد میں نازل ہوئی ہوں گی؛ محققین کے نزدیک بہت دُور کا خیال ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجرؒ نے اس خیال کی غلطی بدلائل ثابت کی ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۷۱ تا ۱۷۴)

امام بخاریؒ نے دونوں روایتوں کا مفہوم واضح کرنے کے لئے ایک لطیف تصرف سے کام لیا ہے اور وہ یہ کہ عنوانِ باب میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت کا حوالہ دیا ہے جو نمبر ۱۹۱۵ میں ابھی گذر چکی ہے۔ اس سے بھی نَزَلَتْ کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا آیت کے دونوں حصوں کی تشریح و تطبیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے بوقتِ نزول ہو چکی تھی۔ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ آیت محولہ بالا کے دونوں حصوں کا نزول ابتداء ہی میں ہو چکا تھا اور لفظِ نزول کا استعمال بمعنے وضاحت و تطبیق سابقہ فقہاء نے بھی تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۷۲-۱۷۳)

بَاب ۱۷ : قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِّنْ سَحُوْرِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا: بلالؓ کی اذان تمہیں سحری کھانے سے نہ روکے

۱۹۱۸-۱۹۱۹: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ ابْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَإِنَّهُ لَا يُؤَذِّنُ حَتَّى يَطْلُعَ الْفَجْرُ قَالَ الْقَاسِمُ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ أَذَانِهِمَا إِلَّا أَنْ يَّرْقَى ذَا وَيَنْزِلَ ذَا.

۱۹۱۸-۱۹۱۹: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابواُسامہ سے، ابواُسامہ نے عبیداللہ سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ اور قاسم بن محمد سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: حضرت بلالؓ رات کو ہی اذان دے دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ (عبداللہ) ابن امّ مکتومؓ اذان دیں کیونکہ وہ اُس وقت تک اذان نہیں دیتے جب تک فجر طلوع نہ کرے۔ قاسم نے کہا: اُن دونوں کی اذان کے درمیان صرف اِتنا ہی فرق ہوتا تھا کہ یہ چھت پر چڑھے اور وہ اُترے۔

اطرافہ: ۶۱۷، ۶۲۰، ۶۲۲، ۲۶۵۶، ۷۲۴۸۔

تشریح: لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِّنْ سَحُوْرِكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ: حضرت بلالؓ اور حضرت ابن امّ مکتومؓ دونوں مؤذن تھے۔ ثانی الذکر چونکہ نابینا تھے؛ لوگوں کے بتانے پر کہ فجر ہوگئی ہے اذان دیتے۔ یہ دونوں صحابی مہاجرین اوّلین میں سے ہیں جبکہ حضرت عدی بن حاتمؓ نے ان کے بہت بعد اسلام قبول کیا ہے۔ حضرت بلالؓ سفیدی دیکھتے ہی اذان دینے کا شوق رکھتے تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ میں حَتّٰى يَتَبَيَّنَ ہے۔ یعنی پورے طور پر سفیدی نمایاں ہوجائے۔ اس روایت سے بھی سحری کھانے کے وقت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آج کل عرب مؤذن اذان دینے میں کافی وقت صرف کرتے ہیں اور حضرت بلالؓ کی اذان تو اس لحاظ سے شہرت رکھتی ہے۔ والہانہ انداز میں اذان دیتے تھے اور حضرت ابن ام مکتومؓ چھت پر چڑھنے میں بوجہ معذوری کچھ دیر سے پہنچتے ہوں گے تو ظاہر ہے کہ یہ اذانیں پانچ سے دس منٹ کے اندر اندر ختم ہوجاتی ہوں گی اور یہ اِتنا وقت ہے کہ صبح کی تاریکی پوری سفیدی میں بدل جاتی ہے۔

اس روایت سے امام بخاریؒ ضمناً یہ بھی سمجھانا چاہتے ہیں کہ یہ خیال درست نہیں کہ حضرت عدی بن حاتمؓ کی غلط فہمی پر مِنَ الْفَجْرِ کے الفاظ نازل ہوئے ورنہ اذانوں کے لئے دھاگے استعمال ہوتے جیسا کہ حضرت عدی بن حاتمؓ نے کیا اور دونوں اذانوں کی وہ صورت نہ ہوتی جس کا ذکر روایت نمبر ۱۹۱۸-۱۹۱۹ میں ہوا ہے۔

بَاب۱۸: تَعْجِيْلُ السَّحُوْرِ☆

سحری کھانے میں دیر کرنا☆

۱۹۲۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ تَكُوْنُ سُرْعَتِي أَنْ أُدْرِكَ السُّجُوْدَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۹۲۰: محمد بن عبیداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز بن ابی حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے گھر والوں میں سحری کھایا کرتا تھا تو پھر مجھے جلدی ہوتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پاؤں۔

اطرافہ: ۵۷۷۔

تشریح: تَعْجِيْلُ السَّحُوْرِ: صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں عنوانِ باب بجائے لفظِ تَعْجِيْل - تَأْخِيْر ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے اپنی شرح میں لفظ تَعْجِيْل یعنی جلدی کرنا اختیار کیا ہے اور علامہ عینیؒ نے تَأْخِيْر یعنی دیر کرنا اور روایت محولہ بالا میں لفظ اَلسُّجُوْد کی بجائے کشمیہنی اور نسفی کے نسخوں میں اَلسَّحُوْر ہے جو علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک کتابت کی غلطی ہے۔ دراصل لفظ اَلسُّجُوْد ہے جیسا کہ جمہور کا قول ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۷۶) (عمدۃ القاری جزء ۱۰ صفحہ ۲۹۸) یہ روایت نمبر ۵۷۷ میں گذر چکی ہے۔ اُس میں یہ الفاظ ہیں: اَنْ أُدْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ یعنی میں فجر کی نماز کو پالوں۔ لفظ اَلسُّجُوْد کا بھی یہی مفہوم ہے۔ یہ کتابت کی غلطی کا احتمال قابل قبول ہوسکتا ہے مگر امام بخاریؒ جیسے محقق اور حسن انتخاب میں ماہر شخصیت کا اس روایت کی وہ سند یہاں اختیار کرنا جس میں اَلسَّحُوْرُ ہے بتاتا ہے کہ یہ لفظ غلط نہیں بلکہ درست ہے۔ کیونکہ یہاں یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ سحری اور نمازِ فجر میں اتنا کم فاصلہ ہوتا ہے کہ صحابہؓ **جلدی جلدی سحری کھاتے** تا نماز باجماعت اُن سے نہ رہ جائے۔ چنانچہ اس بارہ میں ابن منیرؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۷۷)

صحیح بخاریؒ کے جن نسخوں میں عنوان تَأْخِيْرُ السَّحُوْر ہے وہ بھی درست ہے۔ اس روایت سے بھی اُن لوگوں کی غلطی ظاہر ہے جو اذان سے بہت پہلے سحری کھا کر فارغ ہوجاتے۔ تَعْجِيْلُ السَّحُوْر کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ سحری سے بہت جلد فارغ ہونا پسندیدہ ہے بلکہ پسندیدہ امر یہی ہے کہ اخیر وقت میں سحری کھائی جائے۔ امام موصوفؒ کی نظر بلیغ کے تعلق میں ملاحظہ ہو کتاب مواقیت الصلوٰۃ تشریح باب ۷۔

☆مغلطائی کے نزدیک بخاری میں اس جگہ تَأْخِيْرُ السَّحُوْر کے الفاظ ہیں (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۷۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے

بَاب ۱۹ : قَدْرُ كَمْ بَيْنَ السَّحُوْرِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ

سحری اور فجر کی نماز میں کس قدر وقفہ ہو؟

۱۹۲۱ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسَّحُوْرِ قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ آيَةً.

اطرافہ: ۵۷۵۔

۱۹۲۱: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ قتادہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت انسؓ سے، حضرت انسؓ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے سحری کھائی۔ پھر آپؐ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ (قتادہ کہتے تھے:) میں نے پوچھا کہ اذان اور سحری کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا؟ تو انہوں نے کہا: بقدر پچاس آیتوں کے۔

تشریح: قَدْرُ كُمْ بَيْنَ السَّحُوْرِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ: اس تعلق میں کتاب مواقیت الصلاۃ باب ۲۷ روایت نمبر ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۸ دیکھئے۔ ان روایات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عام طور پر نماز صبح ایسے وقت میں ہوا کرتی تھی کہ عورتیں جب اُس سے فارغ ہو کر لوٹتیں تو ابھی خفیف سی تاریکی باقی ہوتی۔ تاخیر کے بارہ میں امام بخاریؒ کے مدنظر امام احمد بن حنبلؒ کی یہ روایت ہے: لَا تَزَالُ أُمَّتِيْ بِخَيْرٍ مَا أَخَّرُوا السَّحُوْرَ وَعَجَّلُوا الْفِطْرَ.
(مسند احمد بن حنبل، مسند الأنصار، حديث ابى ذر الغفارى، جزء۵صفحہ۱۷۲)

بَاب ۲۰ : بَرَكَةُ السَّحُوْرِ مِنْ غَيْرِ إِيْجَابٍ

سحری کھانے کی برکت بغیر اِس کے کہ وہ واجب ہو

لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ وَاصَلُوْا وَلَمْ يُذْكَرِ السَّحُوْرُ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ نے بغیر سحری کھائے روزے رکھے ہیں اور سحری کھانے کا ذکر نہیں کیا۔

۱۹۲۲ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ

۱۹۲۲: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے نافع سے،

عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصَلَ فَوَاصَلَ النَّاسُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَنَهَاهُمْ قَالُوْا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَظَلُّ أُطْعَمُ وَأُسْقَى.

اطرافہ: ۱۹۶۲۔

انہوں نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے سحری کھانے کے بغیر روزے رکھے تو لوگوں نے بھی بغیر سحری کھائے روزے رکھے اور یہ اُن پر شاق گذرا تو آپؐ نے انہیں منع کیا۔ انہوں نے کہا: آپؐ تو بغیر سحری کھائے روزے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں۔ مجھے برابر کھلایا بھی جاتا ہے اور پلایا بھی جاتا ہے۔

۱۹۲۳: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً.

۱۹۲۳: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا۔ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ عبدالعزیز بن صہیب نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔

تشریح: **بَرَكَةُ السَّحُوْرِ مِنْ غَيْرِ إِيْجَابٍ:** سحری کے تعلق میں یہ آخری باب ہے۔ اگر کوئی سحری نہ کھائے تو اُس کا روزہ ہوگا یا نہیں؟ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا (البقرۃ:۱۸۸) ارشاد باری تعالیٰ فعل امر ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ جمہور نے وصال کے روزہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ وجوب مندوب ہے یعنی پسندیدہ بات ہے۔ ضروری نہیں کہ سحری کھائے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۰ صفحہ۳۰۰) کیونکہ وصال کا روزہ آپؐ نے ناپسند فرمایا ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ ناپسندیدہ فعل کے بالمقابل جو فعل ہے یعنی سحری کھانا؛ وہ یقیناً پسندیدہ امر ہوگا۔ (دیکھئے روایت نمبر۱۹۲۲) اور الفاظ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ (روایت نمبر۱۹۶۳) میں اجازت دی گئی ہے کہ سحری کے وقت تک ہی وصال کی صورت محدود ہونی چاہیے۔ مذکورہ بالا باب میں سحری کھانے کی مشروعیت کا مضمون نہیں بلکہ اس کا تعلق صرف وجوب اور عدم وجوب سے ہے۔ اگر سحری کھانا ہر حالت میں واجب ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصال کا روزہ نہ رکھتے۔ اس لئے ائمہ کا اجماع اس اَمر پر ہے کہ سحری کھانا مندوب یعنی مستحب ہے۔ آنحضرت ﷺ کے عمل نے صیغہ امر كُلُوْا وَاشْرَبُوْا اور آپؐ کے ارشاد تَسَحَّرُوْا نے اس جگہ کی نوعیت بالکل واضح کردی ہے کہ یہ حکم مندوب ہے نہ کہ وجوب فرض۔

سحری کھانے کی برکت اس امر سے ظاہر ہے کہ قوائے جسمانیہ کو نقصان سے محفوظ رکھتا ہے اور اس سے کام کرنے کی طاقت قائم رہتی ہے۔ اس تعلق میں مزید باب ۴۸، ۴۹ دیکھئے۔

بَاب ٢١ : إِذَا نَوَى بِالنَّهَارِ صَوْمًا

جب دن کے وقت روزے کی نیت کرے

وَقَالَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ كَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُوْلُ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ فَإِنْ قُلْنَا لَا قَالَ فَإِنِّي صَائِمٌ يَوْمِي هَذَا وَفَعَلَهُ أَبُو طَلْحَةَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَحُذَيْفَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

اور حضرت امّ درداءؓ نے کہا: ابودرداءؓ کہتے کہ تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ تو اگر ہم کہتے کہ نہیں تو کہتے: پھر میں آج کے دِن روزہ دار ہوں۔ حضرت ابوطلحہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا ہی کیا۔

١٩٢٤: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا يُنَادِي فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ إِنَّ مَنْ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ أَوْ فَلْيَصُمْ وَمَنْ لَّمْ يَأْكُلْ فَلَا يَأْكُلْ.

اطرافہ: ٢٠٠٧، ٧٢٦٥۔

١٩٢٤: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے یزید بن ابی عبید سے، یزید نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ لوگوں میں عاشورہ کے دِن منادی کرے کہ جس نے کھایا ہو وہ روزہ پورا کرے یا (فرمایا:) روزہ رکھے اور جس نے نہ کھایا ہو تو وہ بھی اس دِن نہ کھائے۔

تشریح: اِذَا نَوٰی بِالنَّهَارِ صَوْمًا: یہ باب فقہاء کے ایک اختلاف کی وجہ سے قائم کیا گیا ہے۔ سحری کھانے کے تعلق میں یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ آیا صحت روزہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ روزے کی نیت رات کے اوقات ہی میں کرے؟ عاشورہ کا روزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دِن کو رکھوایا۔ اُن صحابہ سے بھی جنہوں نے کھایا تھا اور اُن سے بھی جنہوں نے نہیں کھایا۔ (روایت نمبر ١٩٢٤) مگر یہ واقعہ رمضان سے متعلق احکام نازل ہونے سے قبل کا ہے۔ (دیکھئے باب ١) واقعہ مذکورہ بالا سے چونکہ شرعی حکم مستنبط نہیں ہوسکتا۔ اس لئے عنوانِ باب استفہامیہ رکھ کر اس کا جواب محذوف کیا گیا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک رات کو نیت کرنا ضروری ہے، روزہ خواہ فرض ہو خواہ نفلی۔ مگر جمہور کے نزدیک نفلی روزے میں روزے کی نیت رات گذرنے پر بھی کی جاسکتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فرض روزہ میں بھی دِن کو نیت کی جاسکتی ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ١٠ صفحہ ٣٠٣) اصحاب السنن نے ایسی روایتیں نقل کی ہیں جن میں آنحضرت ﷺ کے

اِرشاد کا ذکر ہے کہ روزے کی نیت رات کو کی جائے[۱] عنوانِ باب میں بعض صحابہ (حضرت ابودرداءؓ[۲]، حضرت ابوطلحہؓ[۳]، حضرت ابوہریرہؓ[۴]، حضرت ابن عباسؓ[۵]، حضرت حذیفہؓ[۶]) کے عمل کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان حوالوں کی تفصیل فتح الباری (جزء۴صفحہ۱۸۰، ۱۸۱) اور عمدۃ القاری (جزء۱۰صفحہ۳۰۲، ۳۰۳) میں دیکھی جائے۔ ان حوالوں سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے کہ جب گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ روزہ کی نیت دِن کو کر لیتے تھے اور اُن کا یہ روزہ نفلی ہوتا۔ دوسری بات یہ کہ حضرت ابن عباسؓ کو دوپہر تک بھی کھانا نصیب نہ ہوتا تو وہ روزہ کی نیت کر لیتے۔ اسی طرح حضرت حذیفہؓ ظہر کے بعد بھی ایسا ہی کرتے اور اُن دونوں کا فتویٰ بھی اسی کے مطابق تھا۔ گویا ان آخری دو حوالوں سے اُن فقہاء کی رائے کی طرف اِشارہ کیا ہے جن کے نزدیک قبل ظہر یا اس کے بعد روزے کی نیت کرنا جائز نہیں۔ صحابہ کرامؓ کے تعامل میں وسعت ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے مسائل میں ایسی موشگافیاں نظر انداز کر دی ہیں۔

بَاب ۲۲: اَلصَّائِمُ يُصْبِحُ جُنُبًا

جو روزہ دار جنبی ہونے کی حالت میں صبح کو اُٹھے

۱۹۲۵-۱۹۲۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ كُنْتُ أَنَا وَأَبِي حِيْنَ دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ ح. حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ

۱۹۲۵-۱۹۲۶: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے سُمَیّ سے روایت کی جو ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ کے آزاد کردہ غلام تھے کہ انہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں اور میرا باپ جب حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ کے پاس آئے۔ (نیز) ابوالیمان نے بھی ہم سے بیان کیا۔ شعیب نے ہمیں خبر دی کہ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ

---

۱ (ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء لا صیام لمن لم یعزم من اللیل)
(نسائی، کتاب الصیام، باب ذکر اختلاف الناقلین لخبر حفصة فی ذلک)
(ابو داؤد، کتاب الصوم، باب النیة فی الصیام)

۲ (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الصیام، من کان یدعو بغدائه فلا یجد فیفرض الصوم، جزء۲صفحہ۲۹۱)

۳ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب افطار التطوع وصومه اذا لم یبیته، جزء۴صفحہ۲۷۳)

۴ (سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الصیام، باب المتطوع یدخل فی الصوم بنیة النهار قبل الزوال، جزء۴صفحہ۲۰۴)

۵ (شرح معانی الآثار، کتاب الصیام، باب الرجل ینوی الصیام بعد ما یطلع الفجر، جزء۲صفحہ۵۶)

۶ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب افطار التطوع وصومه اذا لم یبیته، جزء۴صفحہ۲۷۳)

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَ مَرْوَانَ أَنَّ عَائِشَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ وَقَالَ مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ الْحَارِثِ أُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَتُقَرِّعَنَّ بِهَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَمَرْوَانُ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَكَرِهَ ذَلِكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ثُمَّ قُدِّرَ لَنَا أَنْ نَّجْتَمِعَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَكَانَتْ لِأَبِي هُرَيْرَةَ هُنَالِكَ أَرْضٌ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكَ أَمْرًا وَلَوْلَا مَرْوَانُ أَقْسَمَ عَلَيَّ فِيْهِ لَمْ أَذْكُرْهُ لَكَ فَذَكَرَ قَوْلَ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَ كَذَلِكَ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَهُنَّ☆ أَعْلَمُ وَقَالَ هَمَّامٌ وَابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْفِطْرِ وَالْأَوَّلُ أَسْنَدُ.

اطراف الحدیث۱۹۲۵: ۱۹۳۰، ۱۹۳۱۔
اطراف الحدیث۱۹۲۶: ۱۹۳۲۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے مجھے خبر دی کہ اُن کے باپ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے مروان کو بتایا کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت امّ سلمہؓ دونوں نے انہیں خبر دی کہ کبھی صبح ایسی حالت میں ہوجاتی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اہل سے (از دواجی تعلق کی وجہ سے) جنبی ہوتے۔ پھر آپؐ نہاتے۔ آپؐ روزہ دار ہوتے اور مروان نے عبدالرحمٰن بن حارثؓ سے کہا کہ میں اللہ کی قسم تمہیں دیتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہؓ کو یہ بات ٹھوک بجا کر سنا اور مروان اُن دِنوں مدینہ کے امیر تھے تو ابوبکر (بن عبدالرحمٰن) نے کہا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے یہ بات پسند نہ کی۔ پھر یوں مقدر ہوا کہ ہم ذوالحلیفہ میں اکٹھے ہوئے؛ جہاں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک زمین تھی تو عبدالرحمٰنؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہا: میں آپؓ سے ایک بات کا ذکر کرتا ہوں اور اگر مروان نے مجھے اِس کے لئے قسم نہ دی ہوتی تو میں آپؓ سے یہ ذکر نہ کرتا۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت امّ سلمہؓ کی بات کا ذکر کیا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: فضل بن عباسؓ نے بھی مجھ سے ایسا ہی بیان کیا ہے اور وہ بہتر جانتے ہیں☆ اور ہمام اور ابن عبداللہ بن عمر نے کہا: انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے یوں روایت کی کہ نبی ﷺ روزہ چھوڑ نے کا حکم دیتے تھے اور پہلی بات زیادہ مستند ہے۔

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ "هُوَ" ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ۱۸۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **اَلصَّآئِمُ يُصْبِحُ جُنُبًا:** اس باب کے عنوان سے ظاہر ہے کہ فجر کا وقت دراصل رات کے اوقات کا حصہ نہیں بلکہ دن ہے جو روزہ کے لئے مخصوص ہے۔ یہاں سے اب اُن باتوں کا ذکر ہوگا جن کا تعلق منہیات اور مکروہات سے ہے جو روزہ کو باطل کر دیتی ہیں۔ جن سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ یہ ابواب نمبر ۳۷ تک ہیں۔ ان میں ضمناً اُن مسائل کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو اختلافی ہیں یا جن میں غلو سے کام لیا گیا ہے۔

يَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ: اس سے مراد یہ نہیں کہ فجر ہونے پر نہانے کے بعد روزہ رکھے بلکہ یہ مراد ہے کہ نہانے کے بعد روزہ کی نیت کر لے اور اپنا روزہ پورا کرے۔ یعنی صبح ہو جانے پر حالت جنابت روزہ رکھنے سے مانع نہ ہوتی۔ عنوانِ باب کا مفہوم یہ نہیں کہ روزہ دار ہمیشہ ایسی حالت میں ہی صبح اُٹھا کرے۔ جیسا کہ اگلے باب میں حضرت عائشہؓ کا فتویٰ منقول ہے کہ روزہ دار کے لئے ازدواجی تعلق قائم کرنا قطعی طور پر ممنوع ہے۔ بعض وقت احتلام سے بھی حالت جنابت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر سحری وقت پر کھا چکا ہو یا فجر ہونے سے پہلے ہی روزہ کی نیت کی گئی ہو تو احتلام سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں نہا کر روزہ جاری رہ سکتا ہے۔ روایت نمبر ۱۹۲۵-۱۹۲۶ زیر باب ۲۵ نمبر ۱۹۳۱، ۱۹۳۲ میں بھی دہرائی گئی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اختلاف کی صورت پیدا ہونے پر ضروری سمجھا گیا کہ یہ مسئلہ حل کرنے میں اُمہات المومنین کی طرف رُجوع کیا جائے۔ جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے بوقت ضرورت کیا۔ اس سے اُن کے غایت درجہ تقویٰ اور احتیاط کی حالت کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسائل شرعیہ کی وضاحت کرنے یا کرانے میں انہیں کوئی حجاب محسوس نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عائشہؓ کے الفاظ اِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا (نمبر ۱۹۳۱) سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے قول سے جو اختلاف پیدا ہوا ہے اُس کا جواب دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس جملے کے یہ معنی ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح بحالت جنابت ہوتی تو آپؐ نہا کر روزہ کی نیت کر لیتے۔ روزہ کے لئے یہ ہمیشہ ضروری نہیں کہ سحری ضرور کھائی جائے۔

روایت نمبر ۱۹۲۵-۱۹۲۶ کے آخر میں ہمام اور ابن عبداللہ بن عمر کی حضرت ابوہریرہؓ سے روایتوں کا جو حوالہ دیا گیا ہے؛ پہلی روایت مسند احمد بن حنبل اور دوسری مصنف عبدالرزاق میں مروی ہے۔ دونوں کا مفہوم یہ ہے کہ بحالت جنابت اگر صبح ہو جائے تو روزہ دار کا روزہ قائم نہیں رہتا۔ (مسند احمد بن حنبل جزء ۲ صفحہ ۳۱۴) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۸۶، ۱۸۷)

امام موصوفؒ نے عنوان میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا سوائے اس کے کہ یہ بتا دیا ہے کہ بحالت جنابت اگر صبح ہو جائے تو نہا کر روزہ رکھا جا سکتا ہے اور ضمناً یہ اشارہ بھی کیا ہے کہ بلحاظ سند حضرت عبدالرحمٰنؓ کی روایت بہ نسبت حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے زیادہ معتبر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت عائشہؓ کا بیان ردّ نہیں کیا۔ البتہ ابن جریج کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے اپنے فتویٰ سے رُجوع کر لیا تھا۔

(مسلم، کتاب الصیام، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب)

بَاب۲۳ : اَلْمُبَاشَرَةُ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کا بیوی سے ہمکنار ہونا

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اُس کی شرمگاہ اُس پر حرام ہے۔

۱۹۲۷ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ وَقَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَآرِبُ (طه:١٩) حَاجَةٌ قَالَ طَاوُسٌ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ (النور:٣٢) اَلْأَحْمَقُ لَا حَاجَةَ لَهُ فِي النِّسَاءِ.

۱۹۲۷: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا، کہا: شعبہ سے مروی ہے۔ انہوں نے حکم سے، حکم نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوس و کنار کرتے جبکہ آپؐ روزہ دار ہوتے اور آپؐ تم سب سے زیادہ ضبطِ نفس رکھنے والے تھے۔ اور (اسود نے) کہا کہ حضرت ابن عباسؓ نے مَآرِب کے معنی حاجت کے بتائے ہیں۔ طاؤس نے کہا: غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ کے معنی سادہ لوح، جسے عورتوں سے کوئی غرض نہ ہو۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ إِنْ نَظَرَ فَأَمْنَى يُتِمُّ صَوْمَهُ.

اور جابر بن زید نے کہا: اگر وہ دیکھے اور منی نکل آئے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے۔

اطرافہ: ۱۹۲۸۔

تشریح: **اَلْمُبَاشَرَةُ لِلصَّآئِمِ:** مباشرت کے معنی جسم سے جسم لگانا اور لفظ جماع از دواجی تعلق کے لئے ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۹۱) جو روزہ دار کے لئے قطعاً حرام ہے۔ جیسا کہ عنوانِ باب میں اس کی نسبت حضرت عائشہؓ کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے۔ باب ۱۴ میں بھی مذکورہ بالا آیت کا حوالہ گذر چکا ہے۔ یہاں پر مباشرت اور جماع میں فرق بتانا مقصود ہے اور اسی غرض کے لئے حکم بن عُتَیبہ کی روایت کے الفاظ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ خود حضرت عائشہؓ کے الفاظ میں یہ صراحت موجود ہے: كَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ یعنی آپؐ کو پورا ضبطِ نفس حاصل تھا۔ بوس و کنار میں محض اظہارِ محبت کی صورت تھی، خواہش نفس کا تعلق نہ تھا۔ روزمرہ کے مشاہدہ میں بوسہ لینے دینے یا بغل گیر ہونے میں شہوت رانی کا

دُور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے روزہ فاسد ہونے کا کوئی محل نہیں۔

روایت نمبر ۱۹۲۷ کے آخر میں حضرت ابن عباسؓ اور طاؤس کا جو حوالہ دیا گیا ہے اُس سے لفظ اِرب کا مفہوم بتانا مقصود ہے۔ جس کے معنی مطلق حاجت کے ہیں نہ کہ شہوت کے۔ اور جابر بن زید کے حوالہ سے استثنائی حالت کی طرف اِشارہ کیا ہے کہ کبھی کسی فرد میں حس کی تیزی ایسی شدید ہوتی ہے کہ محض دیکھنے ہی سے انزال ہو جاتا ہے جو ایک بیماری ہے۔ ایسے شخص کا روزے کی حالت میں بوس و کنار تو کیا نظر اُٹھا کر دیکھنا بھی مناسب نہیں اور اگر انزال ہو جاتا ہے تو وہ بوجہ بیماری معذور ہوگا اور نہا کر روزہ پورا کر سکتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۱۹۲ تا ۱۹۴) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۸ تا ۱۰)

حضرت عائشہؓ کی روایت کَانَ اَمْلَکَکُمْ لِاِرْبِہٖ سے ضمناً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دوسروں کو مناسب نہیں کہ بحالت روزہ تقبیل وغیرہ کے بارہ میں احتیاط کا پہلو مدنظر نہ رکھیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ضبطِ نفس حاصل تھا؛ وہ دوسروں کو حاصل نہیں۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب مصدر یہ رکھا ہے اور جوازِ تقبیل وغیرہ کا استدلال نہیں کیا بلکہ روایت نمبر ۱۹۲۷ کے آخر میں جابر بن زید کا حوالہ دیا ہے جس میں حدتِ احساس کا ذکر ہے۔ اس روایت کا حوالہ بلاوجہ نہیں۔

بَاب ٢٤ : اَلْقُبْلَةُ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کا اپنی بیوی سے بوس و کنار کرنا

١٩٢٨ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح

وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ ضَحِكَتْ.

اطرافه: ١٩٢٧۔

۱۹۲۸: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ نے ہمیں بتایا کہ ہشام سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے باپ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے، حضرت عائشہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔

اور عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج کو بوسہ دیتے جبکہ آپؐ روزہ دار ہوتے۔ (یہ کہہ کر) وہ ہنس دیں۔

۱۹۲۹: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيْلَةِ إِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَقَالَ مَا لَكِ أَنَفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَخَلْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيْلَةِ وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَكَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ.

اطرافہ: ۲۹۸، ۳۲۲، ۳۲۳۔

۱۹۲۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ (قطان) نے ہمیں بتایا۔ ہشام بن ابی عبداللہ سے مروی ہے کہ (انہوں نے کہا:) یحییٰ بن ابی کثیر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت زینب بنت امّ سلمہؓ سے، حضرت زینبؓ نے اپنی ماں (حضرت امّ سلمہ) رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں (لیٹی ہوئی) تھی کہ اتنے میں مجھے حیض آیا تو میں چپکے سے نکلی اور اپنے حیض کے کپڑے لئے تو آپؐ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ کیا حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ پھر میں آپؐ کے ساتھ چادر میں آ گئی اور وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے نہایا کرتے تھے اور انہیں بوسہ بھی دیتے جبکہ آپؐ روزہ دار ہوتے۔

تشریح: اَلْقُبْلَةُ لِلصَّآئِمِ: سابقہ باب کے پیش نظر اس باب کے الگ قائم کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن یہ اس لئے ہے کہ بعض روایات ایسی منقول ہیں؛ جن میں روزہ دار کے لئے بوسہ لینا مکروہ سمجھا گیا ہے اور اس ضمن میں عروہ بن زبیر کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے: لَمْ اَرَ الْقُبْلَةَ تَدْعُوْا اِلَى الْخَيْرِ☆ یعنی میں بوس و کنار میں کوئی خیر نہیں دیکھتا۔ خود اس باب کی روایت نمبر ۱۹۲۸ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں بھی یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ بحالت روزہ بوسہ لینا مکروہ ہے۔ جس پر حضرت عائشہؓ کو اس بات کا اظہار کرنا پڑا کہ محض بوسہ روزہ کو فاسد نہیں کر دیتا۔ احکام حلت و حرمت میں غلوّ کرنا مناسب نہیں۔ اس تعلق میں کتاب الحیض باب ۴، ۵ بھی دیکھئے۔

☆ (السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصيام، باب اباحة القبلة لمن لم تحرك شهوته...... جزء۴ صفحہ۲۳۳)

بَاب ۲۵ : اِغْتِسَالُ الصَّائِمِ

روزہ دار کا نہانا

وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ثَوْبًا فَأَلْقَاهُ عَلَيْهِ وَهُوَ صَائِمٌ وَدَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَمَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يَّتَطَعَّمَ الْقِدْرَ أَوِ الشَّيْءَ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالْمَضْمَضَةِ وَالتَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ إِذَا كَانَ صَوْمُ أَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِيْنًا مُتَرَجِّلًا وَقَالَ أَنَسٌ إِنَّ لِي أَبْزَنَ أَتَقَحَّمُ فِيْهِ وَأَنَا صَائِمٌ وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ اسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ يَسْتَاكُ أَوَّلَ النَّهَارِ وَآخِرَهُ وَلَا يَبْلَعُ رِيْقَهُ وَقَالَ عَطَاءٌ إِنِ ازْدَرَدَ رِيْقَهُ لَا أَقُوْلُ يُفْطِرُ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَأْسَ بِالسِّوَاكِ الرَّطْبِ قِيْلَ لَهُ طَعْمٌ قَالَ وَالْمَاءُ لَهُ طَعْمٌ وَأَنْتَ تُمَضْمِضُ بِهِ وَلَمْ يَرَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيْمُ بِالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ بَأْسًا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کپڑا بھگویا اور اسے اپنے اُوپر ڈال لیا جبکہ وہ روزہ دار تھے۔ اور شعبی حمام میں داخل ہوئے جبکہ وہ روزہ دار تھے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: کوئی قباحت نہیں کہ ہانڈی یا کسی چیز کا مزہ چکھے۔ حسن (بصری) نے کہا: روزہ دار کا کلی کرنے اور اپنے لئے خنکی حاصل کرنے میں کوئی ڈر نہیں۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے کہا: تم میں سے کسی کا جب روزہ ہو تو چاہیے کہ وہ صبح اُٹھ کر تیل لگائے اور کنگھی کرے۔ اور حضرت انسؓ نے کہا: میرا ایک حوض ہے۔ میں اُس میں داخل ہو جاتا ہوں جبکہ میں روزہ دار ہوتا ہوں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہے کہ آپؐ مسواک کرتے جبکہ آپؐ روزہ دار ہوتے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ دِن کے پہلے اور آخری حصے میں مسواک کرتے اور وہ اپنا تھوک نہ نگلتے۔ اور عطاء نے کہا: اگر وہ اپنا تھوک نگل جائے تو میں نہیں کہتا کہ وہ بے روزہ ہو جاتا ہے۔ اور ابن سیرین نے کہا: تازہ مسواک کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اُن سے کہا گیا: اُس کا تو مزہ ہوتا ہے تو انہوں نے کہا: پانی کا بھی مزہ ہوتا ہے حالانکہ تم اُس سے کُلّی کرتے ہو۔ حضرت انسؓ، حسن (بصریؒ) اور ابراہیم نے روزہ دار کے لئے سرمہ لگانے میں قباحت خیال نہیں کی۔

١٩٣٠: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَأَبِي بَكْرٍ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ جُنُبًا فِي رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ حُلْمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ.

اطرافہ: ١٩٢٥، ١٩٣١۔

۱۹۳۰: احمد بن صالح نے ہم سے بیان کیا کہ ابن وہب نے ہمیں بتایا۔ یونس نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ اور حضرت ابوبکرؓ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی رمضان میں فجر ایسے وقت میں ہوتی کہ بغیر اِحتلام سے جنبی ہوتے۔ پھر آپؐ نہاتے اور روزہ رکھتے۔

١٩٣١: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ كُنْتُ أَنَا وَأَبِي فَذَهَبْتُ مَعَهُ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ أَشْهَدُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُوْمُهُ.

اطرافہ: ١٩٢٥، ١٩٣٠۔

۱۹۳۱: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا کہ سُمَیّ سے مروی ہے جو ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ کے آزاد کردہ غلام تھے کہ انہوں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے سنا۔ میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا۔ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گواہی دیتی ہوں کہ آپؐ جماع سے۔ بغیر اِحتلام کے۔ صبح جنبی ہونے کی حالت میں اُٹھتے۔ پھر اُس دِن روزہ رکھتے۔

١٩٣٢: ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ مِثْلَ ذَلِكَ.

اطرافہ: ١٩٢٦۔

۱۹۳۲: پھر ہم حضرت امّ سلمہؓ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی ایسا ہی کہا۔

تشریح: **اِغْتِسَالُ الصَّآئِمِ:** اس باب کے عنوان میں دس بارہ ایسے مسئلے نقل کئے گئے ہیں جواز قسم وہم ہیں یا غلوّ، یا جن میں سہولت اور وسعتِ نظر کا ذکر ہے۔

یہودی اپنے روزوں میں جو مسلسل کئی دِنوں کے ہوتے؛ نہ تو نہاتے نہ لباس اور بدن کی صفائی کا خیال رکھتے بلکہ اپنی صورت وشکل ایسی بناتے تھے کہ جس سے اُن کا زہد یا تقویٰ نمایاں ہو۔ اُن کی اس حالتِ ریاکاری کے پیشِ نظر حضرت مسیح علیہ السلام اپنے شاگردوں سے فرماتے ہیں:-

''اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اُداس نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں تا کہ لوگ اُن کو روزہ دار جانیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اَجر پاچکے۔ بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور منہ دھو، تا کہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ جو پوشیدگی میں ہے، تجھے روزہ دار جانے۔ اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا۔'' (متی باب ۶ آیت ۱۶ تا ۱۸)

فیج اعوج کے زمانہ میں اسی قوم کی ذہنیت پیدا ہوگئی تھی جس وجہ سے مسلمانوں میں ایسے مسائل پیدا ہوگئے تھے۔ بحالت روزہ مسواک نہ کرنا کہ مبادا اس کا اثر گلے میں پہنچ کر روزہ باطل کردے، غسل نہ کرنا مبادا روزہ کی مشقت میں کمی ہو، سر کے بال پراگندہ رکھنا، تیل نہ لگانا کہ اس سے ظاہراً زینت پیدا ہوتی ہے۔ صحابہ کرام اور فقہاء نے ایسی فضول باتیں ردّ کردی ہیں اور امام بخاریؒ نے انہیں ایک عنوان کے تحت جمع کر کے ایسے مسائل کے بارہ میں کوئی روایت نقل نہیں کی اور اس تصرف کے ذریعہ سے ان باتوں کو نظرانداز کردینا ظاہر کیا ہے۔

عنوانِ باب میں مذکور حوالجات کی تفصیل کے لئے فتح الباری جزء۴ صفحہ۱۹۶ تا ۱۹۸ دیکھئے۔

بَاب ٢٦ : اَلصَّائِمُ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا

روزہ دار جب بھول کر کھائے یا پئے

وَقَالَ عَطَاءٌ إِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ فِي حَلْقِهِ لَا بَأْسَ إِنْ لَّمْ يَمْلِكْ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ دَخَلَ حَلْقَهُ الذُّبَابُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَقَالَ الْحَسَنُ وَمُجَاهِدٌ إِنْ جَامَعَ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

اور عطاء نے کہا: اگر وہ ناک میں پانی ڈالے اور پانی اُس کے حلق میں داخل ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، اگر اُسے اختیار نہ ہو۔ اور حسن نے کہا: اگر اُس کے حلق میں مکھی داخل ہو تو اُس پر کچھ نہیں۔ حسن اور مجاہد نے کہا: اگر بھول کر جماع کرے تو اُس پر بھی کچھ نہیں۔

۱۹۳۳: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا ابْنُ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللهُ وَسَقَاهُ.

اطرافہ: ٦٦٦٩۔

۱۹۳۳: عبدان نے ہم سے بیان کیا۔ یزید بن زُرَیع نے ہمیں خبر دی۔ ہشام (بن حسان) نے ہم سے بیان کیا۔ ابن سیرین نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اگر کوئی بھول سے کھائے پیئے تو چاہیے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اللہ نے ہی اُسے کھلایا اور پلایا ہے۔

تشریح: اَلصَّآئِمُ اِذَا أَكَلَ اَوْشَرِبَ نَاسِيًا: بھول کر کھانے پینے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔ بھول چوک سے متعلق آنحضرت ﷺ کا صریح ارشاد ہے کہ قابل عفو ہے۔ اس تصریح کے باوجود بعض کی یہ رائے ہے کہ گو وہ گنہگار نہیں ہوتا مگر بہتر ہے کہ روزہ دوبارہ رکھا جائے۔ جمہور اس رائے کے خلاف ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۱۹۸ تا ۲۰۱) اس باب میں ایسی ہی صورتوں سے متعلق بعض حوالے نقل کئے ہیں جن میں روزہ دار بے اختیار ہوتا ہے یا اُس کے عمل میں ارادہ کا دخل نہیں۔ سابقہ باب میں مذکورہ مسائل کی نوعیت بالکل اور ہے۔ یہ حوالہ جات مسند عبدالرزاق[1] اور ابن ابی شیبہ[2] میں مفصل منقول ہیں۔

اِنْ جَامَعَ نَاسِيًا: ازدواجی تعلق میں بھول چوک نادر الوقوع ہے مگر تشریح میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کوئی فعل واقعہ میں بھی صادر ہوتا ہے یا نہیں بلکہ قانون کی مطلق صورت وشکل سے احتمالات کی بنا پر ہی بحث کی جاتی ہے۔ روزہ کے مسائل میں تینوں محرمات یعنی اکل وشرب و جماع کی ممانعت کا یکجا ذکر کیا گیا ہے۔

بَاب ۲۷: سِوَاكُ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کا تازہ اور خشک مسواک کرنا

وَيُذْكَرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِيْ وَ[3] لَا أَعُدُّ

اور حضرت عامر بن ربیعہؓ سے مذکور ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو مسواک کرتے دیکھا اور آپؐ روزہ دار تھے یا دیکھا کہ میں شمار نہیں کرسکتا۔ یا[3] (کہا:)

[1] (مصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب الرجل یتمضمض ویستنشق صائما فیدخل الماء جوفه، جزء ۴ صفحہ ۱۷۴)
[2] (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الصیام، باب ما قالوا فی الصائم یتوضأ فیدخل الماء حلقه، جزء ۲ صفحہ ۳۲۲)
[3] عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ "وَ" کی بجائے "اَوْ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ وَيُرْوَى نَحْوُهُ عَنْ جَابِرٍ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَخُصَّ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ وَقَالَ عَطَاءٌ وَقَتَادَةُ يَبْتَلِعُ رِيْقَهُ.

میں گن نہیں سکتا۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ (آپؐ نے فرمایا:) مجھے اِس اَمر کا خیال نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں انہیں ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ اور اِسی طرح حضرت جابرؓ اور حضرت زید بن خالدؓ سے مروی ہے۔ اُن دونوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے اس بارہ میں روزہ دار اور بے روزہ دار میں فرق نہیں کیا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: نبی ﷺ سے روایت ہے کہ مسواک منہ کو پاکیزہ کرنے اور ربّ کی رضا کا موجب ہوتی ہے۔ اور عطاء اور قتادہ نے کہا: روزہ دار اپنا تھوک نگل سکتا ہے۔

١٩٣٤: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ حُمْرَانَ رَأَيْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمَرْفِقِ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْمَرْفِقِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا ثُمَّ الْيُسْرَى ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِي هٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ

۱۹۳۴: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ نے ہمیں خبر دی کہ معمر نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے کہا کہ زُہری نے مجھ سے بیان کیا۔ زُہری نے عطاء بن یزید سے، انہوں نے حمران سے روایت کی کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ انہوں نے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالا۔ پھر کلی کی اور ناک صاف کی۔ پھر تین بار اپنا منہ دھویا۔ پھر تین بار اپنا دایاں ہاتھ کہنی تک دھویا اور پھر تین بار اپنا بایاں ہاتھ کہنی تک دھویا۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر تین بار اپنا دایاں پاؤں دھویا۔ پھر تین بار بایاں پاؤں۔ پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے وضو کیا جس طرح میرا یہ وضو

وُضُوْئِي هَذَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيْهِمَا بِشَيْءٍ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

ہے اور فرمایا کہ جس نے میرے اِس وضو کی طرح وضو کر کے دو رکعتیں پڑھیں اور اُن کے درمیان اپنے نفس سے کوئی بات نہ کی تو جو کوتاہیاں اُس سے ہو چکی ہیں، اُن کی ضرور مغفرت کی جائے گی۔

اطرافه: ۱۵۹، ۱٦۰، ۱٦٤، ٦٤٣٣.

تشریح: سِوَاكُ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ: مالکیوں نے بعض مسائل میں غلو سے کام لیا ہے اور مسواک تک کو بحالت روزہ مکروہ گردانا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۰۲) جس کی وجہ سے امام بخاریؒ نے علیحدہ عنوان قائم کر کے اس کا ردّ مستند اور مشہور حدیث سے کیا ہے۔ اس تعلق میں کتاب الوضوء باب۳۷ روایت نمبر۲۴۴، ۲۴۵ بھی دیکھئے۔ عنوانِ باب میں حضرت عامر[1] بن ربیعہؓ، حضرت[2] عائشہؓ، عطاء بن ابی رباح، قتادہ، حضرت[3] ابوہریرہؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت زید[4] بن خالدؓ کے جو حوالہ جات نقل کئے گئے ہیں؛ وہ اوّل الذکر دونوں مسند احمد بن حنبل میں اور باقی حوالہ جات سعید بن منصور، عبد بن حمید، نسائی، ابونعیم اور اصحاب السنن سے منقول ہیں۔

(فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۰۲، ۲۰۳)

بَاب۲۸

قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِهِ الْمَاءَ

نبی ﷺ کا فرمانا کہ جب کوئی وضو کرے تو چاہیے کہ وہ پہلے اپنے نتھنوں میں پانی لے

وَلَمْ يُمَيِّزْ بَيْنَ الصَّائِمِ وَغَيْرِهِ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالسَّعُوْطِ لِلصَّائِمِ إِنْ لَّمْ يَصِلْ إِلَى حَلْقِهِ وَيَكْتَحِلُ وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ تَمَضْمَضَ ثُمَّ أَفْرَغَ مَا فِي فِيْهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيْرُهُ إِنْ لَّمْ يَزْدَرِدْ رِيْقَهُ

اور آپؐ نے روزہ دار اور غیر روزہ دار کے درمیان فرق نہیں کیا۔ اور حسن نے کہا: روزہ دار کے ناک میں دوا ڈالنے سے کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اُس کے حلق میں نہ پہنچے اور سرمہ لگائے۔ اور عطاء نے کہا: اور اگر وہ کلی کرے اور پھر وہ پانی جو اُس کے منہ میں ہو وہ نکال دے تو کوئی

[1] (مسند احمد بن حنبل، جزء۳ صفحہ۴۴۵)
[2] (مسند احمد بن حنبل، جزء٦ صفحہ٤٧) (نسائی، کتاب الطهارة، باب الترغیب فی السواک)
[3] (مؤطا امام مالک، کتاب الطهارة، باب ما جاء فی السواک)
(بخاری، کتاب الجمعة، باب السواک یوم الجمعة، روایت نمبر۸۸۷)
[4] (ترمذی، کتاب الطهارة، باب ما جاء فی السواک) (ابوداؤد، کتاب الطهارة، باب السواک)

وَمَاذَا بَقِيَ فِي فِيْهِ وَلَا يَمْضَغُ الْعِلْكَ فَإِنِ ازْدَرَدَ رِيْقَ الْعِلْكِ لَا أَقُوْلُ إِنَّهُ يُفْطِرُ وَلَكِنْ يُنْهَى عَنْهُ فَإِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ حَلْقَهُ لَا بَأْسَ لَمْ يَمْلِكْ.

نقصان نہیں ہوگا۔ اگر اُس نے اپنا تھوک اور جو اُس کے منہ میں ہے نہ نگلا ہو اور مصطگی[1] نہ نگلے۔ اگر مصطگی کا تھوک نگل جائے تو میں نہیں کہتا کہ وہ غیر روزہ دار ہو جائے گا لیکن اِس کی ممانعت ہے۔ اگر اُس نے پانی ڈال کر ناک صاف کی اور وہ پانی حلق میں داخل ہو گیا تو کوئی قباحت نہیں (کیونکہ) وہ بے اختیار ہے۔

تشریح: **اِذَا تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِهِ الْمَاءَ:** اس باب میں مسائل غلو سے متعلق بعض حوالہ جات نقل کئے گئے ہیں۔ جن کی تائید میں امام بخاریؒ کو کوئی مستند روایت نہیں ملی۔ مثلاً بحالت روزہ ناک میں پانی لے اور وہ حلق میں چلا جائے۔ دوائی ڈالے اور اس کا اثر حلق تک محسوس ہو یا خشکی محسوس ہونے پر کلی کرے[2] یا مصطگی وغیرہ چبائے[3] اور تھوک نہ نگلے یا بغیر ارادہ حلق میں اس کا لعاب چلا جائے یا بحالت روزہ سرمہ[4] استعمال کرے وغیرہ۔ آیا ان باتوں سے روزہ فاسد ہو جائے گا یا نہیں؟ ایسے مسائل میں تکلّف وغلوّ درست نہیں۔ محولہ بالا روایتیں عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور نے نقل کی ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۰۵۔ عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ۲۱)
یہ باب سابقہ مضمون کے لئے بطور خاتمہ ہے۔

بَاب ۲۹ : إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ

جب رمضان میں کوئی مباشرت کرے

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِهِ صِيَامُ الدَّهْرِ وَإِنْ صَامَهُ وَبِهِ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَقَالَ

اور حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً مذکور ہے: رمضان میں جس نے کسی دِن بغیر عذر اور بیماری کے روزہ چھوڑا؛ عمر بھر کے روزے اُس کا بدل نہ ہوں گے خواہ وہ کتنے ہی روزے رکھے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے

---

[1] مَصْطگی: ایک درخت کا خوشبودار گوند جس کا رنگ سفید زردی مائل شفاف اور مزے میں کسی قدر شیریں ہوتا ہے۔ مختلف امراض میں دوا کے طور پر مستعمل ہے۔ (اردو لغت۔مصطگی)
[2] (مصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب المضمضمة للصائم، جزء۴ صفحہ۲۰۵)
[3] (مصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب العلک للصائم، جزء۴ صفحہ۲۰۳)
[4] (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الصیام، باب من رخص فی الکحل للصائم، جزء۲ صفحہ۳۰۴)

سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ وَابْنُ جُبَيْرٍ وَإِبْرَاهِيْمُ وَقَتَادَةُ وَحَمَّادٌ يَقْضِي يَوْمًا مَكَانَهُ.

بھی یہی کہا اور سعید بن مسیّب، شعبی، ابن جبیر، ابراہیم، قتادہ اور حماد نے کہا: اُس کی جگہ ایک دِن کا روزہ رکھے۔

۱۹۳۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ يَزِيْدَ بْنَ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا يَحْيَى هُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ أَخْبَرَهُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ ابْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ بْنِ خُوَيْلِدٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ إِنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ احْتَرَقَ قَالَ مَا لَكَ قَالَ أَصَبْتُ أَهْلِي فِي رَمَضَانَ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِكْتَلٍ يُدْعَى الْعَرَقَ فَقَالَ أَيْنَ الْمُحْتَرِقُ قَالَ أَنَا قَالَ تَصَدَّقْ بِهَذَا.

اطرافہ: ٦٨٢٢۔

۱۹۳۵: عبداللہ بن منیر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے یزید بن ہارون سے سنا کہ یحییٰ نے جو سعید کے بیٹے ہیں ہمیں بتایا کہ عبدالرحمٰن بن قاسم نے انہیں خبر دی۔ محمد بن جعفر بن زبیر بن عوام بن خویلد سے مروی ہے۔ انہوں نے عباد بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کی۔ انہوں نے اُن کو بتایا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ وہ کہتی تھیں: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ وہ جل گیا۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے کیا ہوا؟ تو اُس نے کہا کہ رمضان میں مَیں نے (روزہ کی حالت میں) اپنی بیوی سے صحبت کر لی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ٹوکری جسے عرق کہتے ہیں؛ لائی گئی تو آپؐ نے فرمایا: یہ جلنے والا کہاں ہے؟ اُس نے کہا: میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ صدقہ دے دو۔

تشریح: **اِذَا جَامَعَ فِيْ رَمَضَانَ:** بحالت روزہ محرمات کے اِرتکاب پر کفارہ وغیرہ کے دینے کے بارہ میں دو باب یکے بعد دیگرے قائم کئے گئے ہیں۔ سابقہ ابواب میں بھی بتایا گیا ہے کہ نسیان یا بغیر ارادہ واختیار اگر کھانے پینے کی کوئی چیز حلق میں اُتر جائے تو روزہ باطل نہ ہوگا۔ مگر عمداً خلاف ورزی کے بارہ میں فقہاء کے دو بڑے بڑے فریق ہیں۔ ایک فریق کی رائے ہے کہ عمداً خلاف ورزی کرنے والے کے گناہ کا ازالہ نہ صدقہ کر سکتا ہے اور نہ روزہ قضاء۔ یعنی روزہ باطل ہو جاتا ہے اور اس کے بدلے میں اگر روزہ رکھے تو مقبول نہیں۔ دوسرے فریق کی رائے میں روزہ

بطور قضاء رکھا جا سکتا ہے۔عنوانِ باب میں اسی اختلاف کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے۔فریق اوّل کے نقطہ نگاہ کی تائید میں حضرت[۱] ابوہریرۃؓ اور حضرت[۲] ابن مسعودؓ کا فتویٰ ہے اور دوسرے فریق کی تائید میں سعید[۳] بن مسیّب اور شعبی[۴]، سعید[۵] بن جبیر، ابراہیم نخعی[۶]، قتادہ[۷]، حماد[۸] کے اقوال ہیں۔مشار الیہا روایات علی الترتیب اصحاب السنن، بیہقی، ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق سے منقول ہیں۔سعید بن جبیر کے فتویٰ کے الفاظ یہ ہیں: يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ ذَلِكَ وَيَتُوْبُ إِلَيْهِ وَيَقْضِيْ يَوْمًا مَكَانَهُ. یعنی وہ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے اور اس کے حضور توبہ کرے اور ایسے روزہ کی جگہ ایک دِن کا روزہ رکھے۔شعبی کا فتویٰ بھی انہی معنوں میں ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ ۲۰۶، ۲۰۷۔نیز عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ۲۲)

بعض فقہاء نے عمداً خلاف ورزی پر یہ کفارہ تجویز کیا ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے اور دو ماہ مسلسل روزے رکھے جائیں یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔جیسا کہ اگلے ابواب میں اس کفارہ کا ذکر ہے۔امام موصوفؒ نے عنوانِ باب شرطیہ رکھ کر اس کا جواب حذف کر دیا ہے اور مفصل روایت میں سے متعلقہ حصہ ہی نقل کرنے پر اکتفا کی ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ عدمِ استطاعت کی صورت میں کوئی کفارہ نہیں۔امام شافعیؒ اور اکثر فقہاء کفارہ کی صورت میں روزہ رکھنا لازم نہیں سمجھتے لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک روزے اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔اگرچہ امام بخاریؒ نے مسئلہ کے متعلق اپنی رائے کھلے الفاظ میں ظاہر نہیں کی۔لیکن اُن کے اسلوب سے پایا جاتا ہے کہ سچی ندامت اور توبہ ہی دراصل اس قسم کی کوتاہیوں کے لئے کفارہ ہیں۔جب سچی ندامت دل میں پیدا ہوتی ہے تو پھر نادم اور تائب انسان صرف صدقات وصوم وصلوٰۃ پر ہی کفایت نہیں کرتا بلکہ ہر عمل میں نمایاں تغیر پیدا کر لیتا ہے۔

---

[۱] (ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء في الإفطار متعمدا) (ابوداؤد، کتاب الصوم، باب التغليظ فيمن أفطر عمدا) (ابن ماجه، کتاب الصيام، باب ماجاء فی كفارة من أفطر يوما من رمضان)

[۲] (السنن الکبریٰ للبيهقى، کتاب الصيام، باب التغليظ على من أفطر يوما......متعمدا من غير عذر، جزء۴ صفحہ۲۲۸)

[۳]، [۴]، [۵] (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الصيام، باب ما قالوا فی الرجل يفطر من رمضان يوما، جزء۲ صفحہ۳۴۷)

[۶] (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الصيام، باب من كان يستحب أن يفطر على تمر او ماء، جزء۲ صفحہ۳۴۹)

[۷] (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصيام، باب من يبطل الصيام ومن يأكل فی رمضان متعمدا، جزء۴ صفحہ۱۹۶)

[۸] (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصيام، باب من يبطل الصيام ومن يأكل فی رمضان متعمدا، جزء۴ صفحہ۱۹۷)

بَاب ۳۰: إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَيْءٌ فَتُصُدِّقَ عَلَيْهِ فَلْيُكَفِّرْ

رمضان میں جو مباشرت کرے اور اُس کے پاس کچھ نہ ہو
اور اُسے بطور صدقہ کے کچھ مل جائے تو چاہیے کہ وہ کفارہ دے

۱۹۳۶: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلَكْتُ قَالَ مَا لَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا قَالَ فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهَا تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ فَقَالَ أَنَا قَالَ خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ الرَّجُلُ عَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُوْلَ اللهِ فَوَاللهِ مَا بَيْنَ

۱۹۳۶: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حُمَید بن عبدالرحمٰن نے مجھے بتایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک بار اِس اثناء میں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے؛ آپؐ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ یارسول اللہ! میں ہلاک ہوگیا۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے کیا ہوا؟ کہا: میں نے اپنی بیوی سے مباشرت کی ہے، ایسی حالت میں کہ میں روزہ دار تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں ایک بردہ آزاد کرنے کی طاقت ہے؟ اُس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں طاقت ہے کہ تم دو مہینے مسلسل روزے رکھو؟ اُس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت ہے؟ کہا: نہیں۔ (حضرت ابو ہریرہؓ نے) کہا: نبی ﷺ ٹھہرے رہے۔ اِس اثناء میں کہ ہم آپؐ کے پاس ہی تھے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک عرق لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں اور عرق کھجور کی ایک ٹوکری ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ مسئلہ پوچھنے والا کہاں ہے؟ تو اُس نے کہا: میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اِسے لے لو۔ اِس کو

لَابَتَيْهَا يُرِيْدُ الْحَرَّتَيْنِ أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ.

صدقہ میں دے دو۔ تو اُس شخص نے کہا کہ یارسول اللہ! (کیا) ایسے شخص کو جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو؟ بخدا (مدینہ کے) دونوں پتھریلے کناروں کے درمیان کوئی گھر والا میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج نہیں۔ (دونوں کناروں سے مراد مدینہ کے دونوں کنکریلے میدان ہیں) تو نبی ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپؐ کے دانت ظاہر ہوئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کو ہی کھلاؤ۔

اطرافہ: ۱۹۳۷، ۲۶۰۰، ۵۳٦۸، ٦۰۸۷، ٦۱٦٤، ٦۷۰۹، ٦۷۱۰، ٦۷۱۱، ٦۸۲۱۔

تشریح: اِذَا جَامَعَ فِيْ رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ شَيْءٌ: اس باب کی روایت میں جس کفارہ کا ذکر کیا گیا ہے، وہ کفارۂ ایلاء ہے جو سورۃ المجادلہ آیت ۴، ۵ میں مذکور ہے اور ایک غلام کی آزادی کا ذکر بطور کفارہ قتل خطاء سورۂ نساء آیت ۹۳ میں وارد ہوا ہے۔ غلام آزاد کرنے کی نہ طاقت ہو تو دو ماہ کے روزے رکھنے کی تاکید ہے۔ تَوْبَةٌ مِّنَ اللّٰهِ یعنی یہ روزے بطور توبہ اور تعزیری کارروائی کے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محولہ بالا ارشاد سے واضح ہے کہ فرض روزے میں عمداً ازدواجی تعلق پیدا کرنا بہت سنگین گناہ ہے جس کے لئے مذکورہ بالا کفارہ عدمِ استطاعت کی صورت میں ساقط تو ہو جاتا ہے مگر توبہ واستغفار اس سے ساقط نہیں ہوتے۔ الفاظ هَـلَكْتُ یعنی میں ہلاک ہو گیا اور اپنے متعلق یہ اعلان کہ میں بہت ہی بدبخت انسان ہوں؛ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کا اقرار کرنے والا سخت پشیمان ہے۔ اس کی اپنی حالت مضطربانہ اور غایت درجہ افلاس کو دیکھ کر آپؐ نے اُسے اجازت دی کہ وہ صدقہ کی کھجوریں اپنے اہل وعیال کو کھلائے۔ صدقہ کے مصرف سے متعلق فقہاء متفق ہیں کہ صدقہ دینے والا اپنی کفایت کے بعد ہی دے سکتا ہے۔ اس لئے عنوانِ باب میں فَلْيُكَفِّرْ کے الفاظ سے جملہ شرطیہ کا جواب واضح کیا گیا ہے اور اس سے سابقہ باب کے مضمون کی تائید ہوتی ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک اس پشیمان شخص کی نفسی حالت ہی حقیقی توبہ تھی جو اصل مقصود بالذات ہے۔

بَاب ۳۱: اَلْمُجَامِعُ فِي رَمَضَانَ هَلْ يُطْعِمُ أَهْلَهُ مِنَ الْكَفَّارَةِ إِذَا كَانُوْا مَحَاوِيْجَ

کیا رمضان میں مباشرت کرنے والا اپنے گھر والوں کو کفارہ سے کھلائے اگر وہ محتاج ہوں؟

۱۹۳۷: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ الْأَخِرَ وَقَعَ عَلَى امْرَأَتِهِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ أَتَجِدُ مَا تُحَرِّرُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَتَسْتَطِيْعُ☆ أَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ أَفَتَجِدُ مَا تُطْعِمُ بِهِ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا قَالَ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ وَهُوَ الزَّبِيْلُ قَالَ أَطْعِمْ هَذَا عَنْكَ قَالَ عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ مِنَّا قَالَ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ.

۱۹۳۷: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، انہوں نے زہری سے، زہری نے حمید بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ایک بد بخت نے رمضان میں اپنی بیوی سے مباشرت کر لی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں اتنی طاقت ہے کہ ایک بردہ آزاد کرو؟ اُس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا☆ تم طاقت رکھتے ہو کہ لگاتار دو مہینے روزے رکھو؟ اُس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں اس کی طاقت ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ؟ اُس نے کہا: نہیں۔ (حضرت ابو ہریرہؓ نے) کہا: اتنے میں نبی ﷺ کے پاس عرق لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں اور (عرق) کھجور کی ٹوکری کو کہتے ہیں۔ آپؐ نے کہا: یہ (کھجوریں) اپنی طرف سے (مسکینوں کو) کھلا دو۔ اُس نے کہا: (کیا) اپنے سے زیادہ محتاج کو؟ (مدینہ کے) دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی گھر والے ہم سے بڑھ کر محتاج نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تو اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔

اطرافه: ۱۹۳۶، ۲۶۰۰، ۵۳۶۸، ۶۰۸۷، ۶۱۶۴، ۶۷۰۹، ۶۷۱۰، ۶۷۱۱، ۶۸۲۱۔

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ "اَفَتَسْتَطِيْعُ" ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۲۲۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **اَلْمُجَامِعُ فِيْ رَمَضَانَ هَلْ يُطْعِمُ اَهْلَهُ مِنَ الْكَفَّارَةِ اِذَا كَانُوْا مَحَاوِيجَ:** امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں کفارہ کے تعلق میں یہ سوال اُٹھایا ہے کہ جب مال کسی کی ملکیت میں نہ ہو وہ بطور صدقہ تصور نہیں کیا جاسکتا۔ روایت زیر باب میں کھجور کی ٹوکری پر سائل کا قبضہ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے اُس کی طرف سے اپنے اہل وعیال کو کھجوروں کا دیا جانا صدقہ نہیں کہلاسکتا۔ صدقہ کی تعریف اُس وقت اطلاق پاسکتی ہے۔ جب اُس کے قبضہ میں آئی ہوں۔ مذکورہ بالا شبہ کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں سپرد کر دینا ہی اُس کو مالک قرار دیتا ہے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہی اپنے اہل وعیال کو دینا وہ صدقہ کہلائے گی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اُس کے اس فعل کو صدقہ میں شمار کیا ہے اور اس شبہ کا یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ خود آنحضرت ﷺ کی طرف سے ہی وہ صدقہ دیا گیا جو اُس کے گناہ کا کفارہ تھا۔ چنانچہ بعض فقہاء نے آنحضرت ﷺ کے اس طرزِ عمل سے یہ استدلال کیا ہے کہ عدم استطاعت کی صورت میں دوسرا شخص بھی صدقہ دے سکتا ہے۔

(الأمّ، کتاب الصیام، باب الجماع فی رمضان، جزء۲صفحہ۹۸) (فتح الباری، شرح باب۳۰، جزء۴صفحہ۲۱۹)

واقعہ مذکورہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کریمہ کی شان بھی نمایاں ہے کہ ایک گنہگار کے اعتراف کرنے پر آپؐ نے اُس کی کمزوری کو نظرِ تحقیر سے نہیں دیکھا بلکہ شفقت واحسان اور رحمت کا اظہار فرمایا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس باب کا عنوان هَلْ حرفِ استفہامیہ قائم کر کے اس کا جواب حذف کر دیا ہے اور لفظ اَلْمُجَامِعُ کو بطور مبتداء رکھ کر جملہ اسمیہ کو بغیر اُس کی خبر کے غیر مکمل چھوڑ دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا فقیہانہ موشگافیاں نظر انداز کرنے کے قابل ہیں کہ وہ عقل وروحانی کم مائیگی پر دلالت کرتی ہیں۔

بَاب ۳۲: اَلْحِجَامَةُ وَالْقَيْءُ لِلصَّائِمِ

روزہ دار کا پچھنے لگانا اور قے کرنا

وَقَالَ لِي يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذَا قَاءَ فَلَا يُفْطِرُ إِنَّمَا يُخْرِجُ وَلَا يُوْلِجُ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ يُفْطِرُ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعِكْرِمَةُ الصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ

اور یحيٰ بن صالح نے مجھ سے کہا: معاویہ بن سلام نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ نے ہمیں بتایا کہ عمر بن حکم بن ثوبان سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ اگر قے کرے تو روزہ نہ چھوڑے کیونکہ وہ نکالتا ہے داخل نہیں کرتا۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ بھی مذکور ہے کہ وہ بے روزہ ہو جاتا ہے اور پہلی (روایت) زیادہ صحیح ہے اور حضرت ابن عباسؓ اور عکرمہ نے کہا: روزہ (ٹوٹتا ہے) اُس چیز سے جو اندر جائے اور اُس چیز

وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَرَكَهُ فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ وَاحْتَجَمَ أَبُو مُوْسَى لَيْلًا وَيُذْكَرُ عَنْ سَعْدٍ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ وَأُمِّ سَلَمَةَ انَّهُمْ احْتَجَمُوْا صِيَامًا وَقَالَ بُكَيْرٌ عَنْ أُمِّ عَلْقَمَةَ كُنَّا نَحْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَا نُنْهَى☆ وَيُرْوَى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مَرْفُوْعًا أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ وَقَالَ لِي عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ مِثْلَهُ قِيْلَ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ اللهُ أَعْلَمُ.

سے نہیں جو باہر جائے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پچھنے لگاتے تھے جبکہ وہ روزہ دار ہوتے پھر انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر وہ رات کو پچھنے لگاتے تھے۔ اور حضرت ابوموسیٰؓ نے رات کو پچھنے لگائے۔ اور حضرت سعد (بن ابی وقاصؓ)، حضرت زیدؓ بن ارقم اور حضرت امّ سلمہؓ کی نسبت مذکور ہے کہ انہوں نے روزہ رکھنے کی حالت میں پچھنے لگائے۔ اور بکیر (بن عبداللہ) نے امّ علقمہ سے نقل کیا کہ ہم حضرت عائشہؓ کے پاس پچھنے لگاتے تھے تو وہ روکتی نہ تھیں☆ اور حسن سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک سے زیادہ (صحابہ) سے مرفوعاً روایت کرتے ہوئے کہا ہے: پچھنے لگانے والا اور لگوانے والا شخص بے روزہ ہو جاتا ہے۔ اور عیاش نے مجھ سے کہا: عبدالاعلیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ یونس نے حسن سے روایت کرتے ہوئے اسی طرح ہمیں بتایا۔ اُن سے پوچھا گیا کہ (کیا) یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ پھر کہا: اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

١٩٣٨: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ.

١٩٣٨: معلّٰی بن اسد نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے جبکہ آپؐ بحالت احرام تھے اور آپؐ نے پچھنے لگائے جبکہ آپؐ روزہ دار تھے۔

اطرافہٗ: ١٨٣٥، ١٩٣٩، ٢١٠٣، ٢٢٧٨، ٢٢٧٩، ٥٦٩١، ٥٦٩٤، ٥٦٩٥، ٥٦٩٩، ٥٧٠٠، ٥٧٠١۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ "فَلَا تَنْهَى" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ١١صفحہ ٣٧) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

۱۹۳۹: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ.

۱۹۳۹: ابومعمر (عبداللہ بن عمرو) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوارث (بن سعید) نے ہمیں بتایا کہ ایوب (سختیانی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے جبکہ آپؐ روزہ دار تھے۔

اطرافه: ۱۸۳۵، ۱۹۳۸، ۲۱۰۳، ۲۲۷۸، ۲۲۷۹، ۵۶۹۱، ۵۶۹۴، ۵۶۹۵، ۵۶۹۹، ۵۷۰۰، ۵۷۰۱.

۱۹۴۰: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ قَالَ سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ قَالَ لَا إِلَّا مِنْ أَجْلِ الضَّعْفِ وَزَادَ شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۹۴۰: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے ثابت بنانی سے سنا۔ انہوں نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کیا تم لوگ (آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں) روزہ دار کے لئے پچھنے لگوانا مکروہ سمجھتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں، مگر کمزوری کی وجہ سے۔ اور شبابہ نے (اسی سند سے) اتنا بڑھایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں (ایسا کیا کرتے تھے۔)

تشریح: اَلْحِجَامَةُ وَالْقَیْءُ لِلصَّآئِمِ: اب مفطرات الصوم سے متعلق مسائل شروع ہوئے ہیں۔ یعنی وہ باتیں جن سے روزہ دار بے روزہ ہو جاتا ہے۔ یہ باب اس قسم کے مسائل کے بارہ میں قائم کیا گیا ہے۔ فقہاء نے دس باتیں مفطر قرار دی ہیں جن میں سے بموجب تشریح قرآنِ حکیم تین باتوں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے جو محرمات ہیں۔ سب حسب ذیل ہیں: حلق سے یا بذریعہ حقنہ کھانے پینے کی اشیاء کا داخل ہونا یا بذریعہ قے باہر نکلنا، خون کا نکلنا قے سے یا پچھنے سے، حیض نفاس، جنون اور ارتداد۔ آخری چار صورتیں تو ظاہر ہیں۔ پہلی دو صورتوں کے بارہ میں اختلاف ہے۔ اس لئے عنوانِ باب میں فقہاء کے مختلف فتووں کا ذکر کرنے کے بعد مستند احادیث پیش کی گئی ہیں اور الفاظ اَلْاَوَّلُ اَلْاَصَحُّ سے بوضاحت رائے دی گئی ہے کہ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے جس میں ہے کہ جو شئے بطور دوا وغذا دی جائے گی، اس سے روزہ باطل ہوگا اور جو بطور دوا وغذا نہیں جائے گی وہ مفطرات میں شامل نہیں۔ اسی طرح خون اور غذا کے جسم سے نکلنے میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی دو مختلف روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پہلی روایت جو موقوف ہے اسے

عنوان میں درج کیا ہے۔ دوسری روایت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب تاریخ کبیر میں درج کی ہے اور اسے کمزور بتایا ہے[1]
حضرت[2] ابن عباسؓ، عکرمہ[3]، حضرت ابو[4] موسیٰ اشعریؓ اور حضرت[5] امّ سلمہؓ کی روایتیں ابن ابی شیبہؒ نے اور امّ علقمہ[6] (مرجانہ) کی روایت امام بخاری نے تاریخ کبیر میں اور حضرت[7] ابن عمرؓ اور حضرت سعد[7] بن ابی وقاصؓ کی روایتیں امام مالکؒ نے اور حضرت زید[8] بن ارقمؓ کی روایت عبدالرزاق نے اور حسن[9] بصریؒ کی روایت نسائی نے نقل کی ہے۔ وَقَالَ لِيْ عَيَّاشٌ یہ قول بھی موقوفات میں سے ہے جو تاریخ بخاریؒ میں منقول ہے[10] حوالہ جات کی یہ کثرت صریح طور پر غلط مسائل کا ردّ کرتی ہے۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۴صفحہ۲۲۲ تا ۲۲۵ نیز عمدۃ القاری جزء۱۱صفحہ۳۵ تا ۳۹۔

وَزَادَ شَبَابَةُ: شبابہ کی روایت آدم بن ابی ایاس ہی کی سند سے مروی ہے۔ اُس میں یہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں صحابہ کرامؓ بحالت روزہ پچھنے لگوایا کرتے تھے اور خون کے نکلنے سے اُن کا روزہ باطل نہ ہوتا تھا۔

بَاب۳۳: اَلصَّوْمُ فِي السَّفَرِ وَالْإِفْطَارُ

سفر میں روزہ رکھنا اور افطار کرنا

۱۹٤۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ لِرَجُلٍ انْزِلْ

۱۹۴۱: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عُیَینہ) نے ہمیں بتایا۔ ابواسحاق شیبانی سے مروی ہے کہ انہوں نے (حضرت عبداللہ) بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم ایک سفر میں تھے۔ آپؐ نے ایک شخص سے کہا:

---

[1] (التاريخ الكبير، فى ذكر محمد بن سيرين، جزءاوّل صفحہ۹۱)
[2] (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الصيام، باب من رخص للصائم أن يحتجم، روایت نمبر۹۳۱۹ جزء۲صفحہ۳۰۸)
[3] (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الصيام، باب ماجاء فى الصائم يتقيا، روایت نمبر۹۲۰۲ جزء۲صفحہ۲۹۸)
[4] (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الصيام، باب من كره أن يحتجم الصائم، روایت نمبر۹۳۰۷ جزء۲صفحہ۳۰۷)
[5] (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب الصيام، باب من رخص للصائم ان يحتجم، روایت نمبر۹۳۳۵ جزء۲صفحہ۳۰۹)
[6] (التاريخ الكبير، باب ثور، روایت نمبر۲۱۲۴ جزء۲صفحہ۱۸۰)
[7] (مؤطا امام مالک، كتاب الصيام، باب ماجاء فى حجامة الصائم)
[8] (مصنف عبد الرزاق، كتاب الصيام، باب الحجامة للصائم، روایت نمبر۷۵۴۳ جزء۴صفحہ۲۱۴)
[9] (السنن الكبرى للنسائى، كتاب الصيام، باب الحجامة للصائم، جزء۲صفحہ۲۲۴)
[10] (التاريخ الكبير، باب ثور، روایت نمبر۲۱۲۴ جزء۲صفحہ۱۷۹)

فَاجْدَحْ لِي قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ الشَّمْسُ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ الشَّمْسُ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُ فَشَرِبَ ثُمَّ رَمَى بِيَدِهِ هُنَا ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ. تَابَعَهُ جَرِيْرٌ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ.

(اس جگہ) اُترو اور میرے لئے ستو گھولو۔ اُس نے کہا: یارسول اللہ! سورج (ابھی ہے۔) آپؐ نے فرمایا: اُترو اور میرے لیے ستو گھولو۔ اُس نے کہا: یارسول اللہ! سورج (ابھی ہے۔) آپؐ نے فرمایا: اُترو اور ستو گھولو۔ چنانچہ وہ اُترا اور آپؐ کے لئے اُس نے ستو گھولے۔ آپؐ نے پئے۔ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اس (یعنی مغرب کی) طرف اشارہ کیا اور فرمایا: جب تم رات کو دیکھو کہ وہ اس طرف سے آ گئی ہے تو پھر روزے دار کی افطاری ہے۔ جریر اور ابوبکر بن عیاش نے بھی (سفیان بن عیینہ کی طرح ابواسحٰق) شیبانی سے روایت بیان کی کہ حضرت ابن ابی اوفیٰؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ کے ساتھ مَیں ایک سفر میں تھا۔

اطرافہ: ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۸، ۵۲۹۷۔

١٩٤٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ.

۱۹۴۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ نے ہمیں بتایا۔ ہشام (بن عروہ) سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حمزہ بن عمرو اسلمیؓ نے کہا: یارسول اللہ! میں لگاتار روزے رکھتا ہوں۔

اطرافہ: ۱۹۴۳۔

١٩٤٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ حَمْزَةَ ابْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى

۱۹۴۳: (اور) عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حمزہ بن عمرو اسلمیؓ نے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَأَصُوْمُ فِي السَّفَرِ وَكَانَ كَثِيْرَ الصِّيَامِ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: کیا سفر میں مَیں روزہ رکھوں؟ اور وہ روزے بہت رکھا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر چاہو تو رکھو اور اگر چاہو تو نہ رکھو۔

اطرافه: ١٩٤٢۔

تشریح: اَلصَّوْمُ فِي السَّفَرِ وَالْإِفْطَارُ: باب ۳۳ سے ۳۶ تک سفر میں روزہ رکھنے کے مسائل ہیں۔ پہلے باب میں روزہ رکھنے یا افطار کرنے کا عنوان قائم کر کے جملہ اسمیہ کی خبر محذوف کی گئی ہے یعنی یہ نہیں بتایا گیا کہ دونوں صورتیں جائز ہیں یا اُن میں سے کونسی بہتر ہے اور یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ جن روزوں کے چھوڑنے کا یہاں ذکر ہے وہ نفلی ہیں یا فرض۔ اس باب کی دونوں روایتوں سے بات واضح نہیں ہوتی اس لئے عنوانِ باب بھی مجمل ہے۔ پہلی روایت کے آخر میں جریر اور ابوبکر بن عیاش کے قول کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جریر کا قول کتاب الطلاق (روایت نمبر ۵۲۹۷) میں آتا ہے دوسرے قول کے حوالہ کے لیے دیکھئے کتاب الصوم باب ۴۵ روایت نمبر ۱۹۵۸۔

إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ: امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ ابوداؤد کی روایت میں حمزہ بن عمرو اسلمی کی نسبت مذکور ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا کہ وہ لگاتار روزے رکھنے کے خوگر تھے اور رمضان بھی سفر کی حالت میں آتا ہے۔ جس سے انہیں بوجہ عادت کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ اگر رمضان کے روزے بحالت سفر رکھے جائیں تو اُن کا یہ فعل شریعت کے منشاء کے خلاف تو نہ ہوگا۔ ایسے فرض روزے ترک کرنا انہیں شاق ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اَیُّ ذَلِکَ شِئْتَ یَا حَمْزَۃُ (ابو داؤد، کتاب الصوم، باب الصوم فی السفر) یعنی اے حمزہ جو پسند کرو کرلو۔ عنوانِ باب کے مجمل رکھنے سے ابن حجرؒ نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک یہ روایت کمزور ہے۔
(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۲۹)

بَاب ٣٤: إِذَا صَامَ أَيَّامًا مِّنْ رَّمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ

جب رمضان میں کچھ دِن روزے رکھے پھر سفر کرے

١٩٤٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ

۱۹۴۴: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں

فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيْدَ أَفْطَرَ فَأَفْطَرَ النَّاسُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَالْكَدِيْدُ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقُدَيْدٍ.

مکہ کے لئے نکلے تو آپؐ روزہ دار تھے یہاں تک کہ مقامِ کَدِید میں پہنچے تو روزہ افطار کیا اور لوگوں نے بھی افطار کیا۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اور کَدِید عُسفان اور قُدَید کے درمیان پانی ہے۔

اطرافہ: ١٩٤٨، ٢٩٥٣، ٤٢٧٥، ٤٢٧٦، ٤٢٧٧، ٤٢٧٨، ٤٢٧٩.

بَاب ٣٥

١٩٤٥ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ إِسْمَاعِيْلَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فِي يَوْمٍ حَارٍّ حَتَّى يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا فِيْنَا صَائِمٌ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنِ رَوَاحَةَ.

۱۹۴۵: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ بن حمزہ نے ہمیں بتایا۔ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے مروی ہے کہ اسماعیل بن عبیداللہ نے اُن سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت امّ درداءؓ سے، حضرت امّ درداءؓ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: گرمی کے ایک دِن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم آپؐ کے سفروں میں سے ایک سفر میں نکلے۔ حالت یہ تھی کہ سخت گرمی کی وجہ سے آدمی اپنے سر پر اپنا ہاتھ رکھتا اور ہم میں کوئی بھی روزہ دار نہ تھا، سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن رواحہؓ کے۔

تشریح: اِذَا صَامَ اَيَّامًا مِّنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ: اس باب میں بھی ایک روایت کی کمزوری کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ رمضان حالت اقامت میں شروع ہونا چاہیے اور اگر رمضان کے روزے شروع کرنے کے بعد سفر میں جانا پڑے تو بحالت سفر روزے رکھے جائیں۔ اس بارے میں آیت فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرة :١٨٦) سے بھی استدلال کیا گیا ہے اور اس آیت سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص رمضان کو بحالت اقامت ہو تو اُسے سارا مہینہ روزے رکھنا چاہیے۔ یہ استدلال کمزور ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف۔ (دیکھئے روایت ۱۹۴۴) تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۳۰۔

یہ روایت (نمبر ۱۹۴۵) سابقہ مضمون کے تعلق ہی میں ہے جس کی وجہ سے اس کا کوئی الگ عنوان نہیں مسلم کی روایت میں ہے کہ ہم رمضان میں جب سخت گرمی تھی نکلے (مسلم، کتاب الصیام، باب التخییر فی الصوم والفطر فی السفر) جبکہ ترمذی میں حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ غزوہ بدر اور فتح مکہ کے لئے ہم رمضان میں نکلے۔ (ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی الرخصة للمحارب فی الافطار) اس لحاظ سے مسلم کی روایت درست نہیں کیونکہ حضرت ابودرداءؓ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے جب غزوۂ بدر ہوا۔ فتح مکہ بھی گرمی کے ایام میں ہوئی جبکہ رمضان کا مہینہ تھا۔ محولہ بالا روایت میں حضرت ابن رواحہؓ کا ذکر ہے کہ صحابہ میں سے صرف وہی روزہ دار تھے۔ یہ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے جو فتح مکہ سے پہلے تھا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ یہ کوئی اور سفر تھا اور روزہ نفلی تھا نہ کہ رمضان کا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۳۲، ۲۳۳) غرض اس باب میں بھی کمزور روایات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا تینوں ابواب بطور تمہید ہیں۔

بَاب ٣٦ : قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ

نبی ﷺ کا اُس شخص کے لئے جس پر سایہ کیا گیا تھا جبکہ گرمی سخت تھی یہ فرمانا: سفر میں روزہ کوئی نیکی نہیں

١٩٤٦ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هَذَا فَقَالُوْا صَائِمٌ فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ.

۱۹۴۶: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ محمد بن عبدالرحمٰن انصاری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے محمد بن عمرو بن حسن بن علی سے سنا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو آپؐ نے ایک جمگھٹا دیکھا اور ایک شخص کو جس پر سایہ کیا ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا: ایک روزہ دار ہے۔ آپؐ نے فرمایا: سفر میں روزہ کوئی نیکی نہیں۔

تشریح: لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ: اس باب میں تصریح ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ نیکی اصل میں اطاعت میں ہے نہ مشقت نفس میں۔ (اس تعلق میں دیکھئے کتاب الایمان تشریح باب ۲۹، ۳۲) اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کی سہولت دی ہے، اُس سہولت سے فائدہ اُٹھانا تقاضائے ادب ہے۔ اس مسئلہ میں دو مذہب ہیں: ایک مذہب یہ کہ الفاظ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ...... کا مفہوم ظاہری الفاظ پر محمول کیا جائے کہ سفر میں روزہ رکھنا گناہ ہے اور جہاد کی

حالت میں بھی روزہ عمل صالح نہیں۔عمل صالح وہ عمل ہے جو موقع ومحل کے مطابق ہو۔(اس ضمن میں کتاب الجہاد والسیر تشریح باب ۱۳۶ روایت نمبر۲۸۴۰ بھی دیکھئے)ارشاد فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَر سے جو سہولت دی گئی ہے اُس پر عمل کرنا واجب ہے۔اکثر ائمہ کی رائے میں یہ اجازت بغرضِ سہولت ہے۔اگر سفر میں کوئی مشقت محسوس نہیں ہوتی تو روزہ رکھنا واجب ہے۔یہ فتویٰ امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور اوّل الذکر فتویٰ امام احمد بن حنبلؒ،اوزاعی وغیرہ کا ہے۔یعنی سفر میں روزہ رکھنا گناہ ہے۔فقہاء کا ایک تیسرا گروہ بھی ہے۔جن کی رائے ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارہ میں اختیار ہے چاہے رکھے یا نہ رکھے۔وجوب وغیرہ کا سوال نہیں۔اُن میں سے ایک چوتھا گروہ بھی ہے جس نے آیت يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ (البقرة:۱۸۶) سے یہ استدلال کیا ہے کہ اَفْضَلُهُمَا اَيْسَرُهُمَا یعنی ان میں سے افضل وہی بات ہوتی ہے جس میں آسانی ہو۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۲۳۳)

عنوانِ باب سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ کا رجحان اس طرف ہے کہ مشقت کی حالت میں مسافر کا روزہ رکھنا نیکی نہیں بلکہ منشائے شریعت کے خلاف ہے۔فقہاء کا یہ اختلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اِرشاد کے مصداق ہے کہ اِخْتِلَافُ اُمَّتِيْ رَحْمَةٌ.(الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعه،حرف الهمزة،نمبر۱۶۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا اس بارہ میں یہ بیان ہے کہ اگر مقیم ہونے کی حالت میں روزہ رکھا ہو اور پھر سفر پیش آجائے اور اُس دِن اپنے گھر میں واپس آجائے تو ایسا روزہ سفر میں رکھا جاسکتا ہے۔حضورؓ فرماتے ہیں:-

"جو شخص سفر کرتا اور روزہ رکھتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے انعام کو رڈ کرتا ہے۔سفر کے متعلق میرا عقیدہ اور خیال یہی ہے۔ممکن ہے بعض فقہاء کو اس سے اختلاف ہو کہ جو سفر سحری کے بعد سے شروع ہو کر شام کو ختم ہو جائے؛ وہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں۔ سفر میں روزہ رکھنے سے شریعت روکتی ہے مگر روزہ میں سفر کرنے سے نہیں روکتی۔پس جو سفر روزہ رکھنے کے بعد سے شروع ہو کر افطاری سے پہلے ختم ہو جائے؛ وہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں۔وہ روزہ میں سفر ہے،سفر میں روزہ نہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸، ستمبر ۱۹۴۲ء-مطبوعہ روزنامہ الفضل قادیان ۲۵ستمبر ۱۹۴۲ء صفحہ۳)

دراصل اس میں وسعت ہے اور حالات کے مطابق اگر نیت بخیر ہو؛ عمل کیا جاسکتا ہے۔اس مسئلہ کا استنباط آپؐ نے الفاظ مَنْ كَانَ عَلٰى سَفَرٍ سے کیا ہے۔یعنی حرف "علٰی" سے مراد جو سفر کی حالت میں ہو تو وہ روزہ نہ رکھے۔مَنْ كَانَ عَلٰى سَفَرٍ یعنی سفر کی حالت میں رکھا ہوا روزہ۔نیز مسافر اگر مقیم ہو تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِجازت نہیں دی۔آپؑ فرماتے ہیں:-

"جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہِ رمضان میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔خدا تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ مریض

اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے
رکھے۔ خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیے۔ کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے
اعمال کا زور دِکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض
تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو۔ بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔
مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو اُن پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۲۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۹۴ء کی ایک مجلس عرفان میں اس سوال کے جواب میں کہ کتنے میل کا
سفر ہو تو روزہ نہ رکھا جائے؛ نہایت مدلل اور سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ آپؒ نے فرمایا:

''.... لفظِ سفر قرآنِ کریم نے رکھا ہے۔ اس کی فاصلے میں تعیین نہیں کی۔ اس میں
بہت بڑی حکمت ہے۔ اور وہ حکمت یہ ہے کہ زمانے کے بدلنے سے سفروں کی تعریف
بھی بدلتی جاتی ہے۔ ایک سفر وہ تھا جو اُس زمانے میں کیا جاتا تھا۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ
ایک منزل بارہ میل سے لے کر بیس میل تک ہوتی تھی تو اس خیال سے بعض علماء نے
بارہ سے بیس میل کے درمیان کا فاصلہ سفر کا فاصلہ قرار دیا ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں ہے
اور اب تو خاص طور پر میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ ایک شہر میں ہی ایک کنارے سے
لے کر دوسرے کنارے تک سو میل کے قریب بن جاتا ہے۔ میں جب ۱۹۷۸ء میں
امریکہ گیا تھا تو شکاگو میں ایک ایسے گھر میں ٹھہرے ہم جہاں وہ ایک کنارے پر واقع
تھا۔ دو پہر کو ہمارا کھانا کہیں تھا وہاں تک کا فاصلہ ۷۰ میل کے قریب تھا یا کچھ زائد اور
پھر رات کا کھانا کہیں اور تھا۔ وہاں بھی ۷۰، ۸۰ میل کا فاصلہ طے کر کے پہنچے جو کم و بیش
اتنا ہی ہے جیسے ربوہ سے شیخوپورہ چلے جائیں یا لاہور کے کنارے تک پہنچ جائیں۔ اور
وہ سفر نہیں تھا۔ ہمارا دِل بتاتا تھا۔ سب جانتے تھے ہم کہ یہ سفر نہیں ہے، Trip ہے۔
شہر کے اندر اتنے بڑے بڑے فاصلے ہوتے ہیں لیکن اگر انسان سفر پر نکلے
اور اِرادہ سفر کا ہو تو اِس سے کم بہت کم فاصلے بھی سفر بن سکتے ہیں۔ انسانی
مزاج بتاتا ہے، اس کی نیت کا دخل ہوتا ہے کہ ہم سفر پر چل رہے ہیں کہ نہیں۔ اس لیے
میلوں میں سفر ناپنا نہ درست ہے، نہ کوئی قطعی سند ایسی ملے گی کہ اتنے میل پر سفر شروع

ہوتا ہے۔ جب آپ گھر سے بے گھر ہوتے ہیں اور کچھ عرصے کے لیے یہ ارادہ کر کے نکلتے ہیں کہ ہم اَب باہر رہیں گے تو سفر شروع ہو جاتا ہے۔ سفر شروع ہونے کے بعد پھر یہ بحث نہیں رہتی کہ تھوڑا سفر کیا ہے یا زیادہ کیا ہے۔ اگر آپ سفر کی نیت سے نکلتے ہیں تو تھوڑا سا سفر کرنے پر بھی آپ کا سفر شروع ہے اور یہی حال واپسی کا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت ملتی ہے کہ جب آپؓ سفر سے واپس آیا کرتے تھے تو شہر میں داخل ہونے سے پہلے جو نماز پڑھتے تھے وہ قصر کرتے تھے- حالانکہ شہر ہو سکتا ہے کوس دو کوس کے فاصلے پر رَہ گیا ہو-تو یہ سارے معاملات نیتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

اس ضمن میں ایک اور بحث جو اُٹھائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اَب ہمارے سفر خواہ کتنے بھی لمبے ہوں، وہ آرام دہ ہو گئے ہیں۔ اس لیے سفر کی جو سہولتیں قرآن کریم نے دی ہیں اُن سے استفادہ جائز نہیں۔ یہ بات بھی غلط ہے اور انسانی فطرت کے خلاف ہے اور قرآنِ کریم کا جو مرتبہ ہے اُس کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں یہ بات پیدا ہوتی ہے۔ قرآنِ کریم میں جب اللہ تعالیٰ سفر کی سہولت دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ ہر زمانے میں سفر کس کس کیفیت سے گذریں گے اور آسان ہوں گے یا مشکل ہوں گے۔ یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ پھر ہر سفر اُس زمانے میں بھی تو ایک جیسا نہیں تھا۔ کچھ خواتین اونٹوں پر ہودج میں بیٹھ کر سفر کرتی تھیں۔ کچھ کو کہار اُٹھا کر پھرا کرتے تھے۔ کچھ پیدل چلنے والے تھے کچھ سوار تھے۔ گرمیوں کے سفر تھے، سردیوں کے سفر تھے۔ مختلف سفروں کی کیفیات اس زمانے میں بھی اَدلتی بدلتی تھیں تو اس زمانے میں اگر سفر کی کیفیات بدلی ہیں تو یاد رکھنا چاہیے کہ انسانی مزاج بھی تو بہت بدل چکے ہیں۔ اس زمانے میں ایسی بھی شہادت ملتی ہے کہ ہمایوں نے ایک سو میل کی منزل گھڑ سواری کے ساتھ کی ہے۔...... پس وہ بھی لوگ تھے جو ایسے کڑے بدن کے تھے کہ سو سو میل کی منزلیں گھوڑے پر طے کرتے تھے۔ آج حال یہ ہے کہ دس بارہ میل گھوڑے پر جو کرلے تو جوڑ جوڑ دُکھنے لگتا ہے۔ تو اس لیے مزاج بھی تو بدلے ہیں۔ اب دیکھ لیجیے سفر خواہ کتنے ہی آسان ہو گئے ہوں جو شخص چھ گھنٹے میں

جیٹ (Jet) میں بیٹھ کر لندن سے امریکہ پہنچتا ہے۔ وہاں پہنچتے پہنچتے اس کا تھکاوٹ سے یہ حال ہو جاتا ہے کہ باقاعدہ اس کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ تم فوری طور پر اپنی کسی اہم میٹنگ میں نہ جاؤ اور ڈرائیونگ خود نہ کرو۔ Jet Lag ہو گیا ہے۔ تو زمانہ بدلا ہے تو ساری کیفیات بدلی ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا۔ جہاں آپ سمجھتے ہیں کہ سفر ہے، وہاں سفر کی صعوبتیں ضروری ہوتی ہیں۔ گھر کی اور بات ہے سفر کی اور بات ہے۔ وہ پنجابی میں کہتے ہیں:-

جیڑے عیش چوبارے نہ بلخ نہ بخارے

جب انسان گھر سے نکلتا ہے تو مسافر بن جاتا ہے اور بے آرامی شروع ہو جاتی ہے۔''

(مجلس عرفان مؤرخہ ۱۶ مارچ ۱۹۹۴ء- مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ ۲۰ اپریل ۲۰۰۲ء صفحہ ۳)

بَاب ۳۷: لَمْ يَعِبْ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالْإِفْطَارِ

نبی ﷺ کے صحابہ نے روزے اور افطار کے بارے میں ایک دوسرے پر نکتہ چینی نہیں کی

۱۹۴۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ.

۱۹۴۷: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے حمید طویل سے، حمید نے حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم سفر کیا کرتے تھے تو روزہ دار بے روزہ دار پر اعتراض نہ کرتا اور نہ بے روزہ دار روزہ دار پر۔

تشریح: لَمْ يَعِبْ اَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِى الصَّوْمِ وَالْاِفْطَارِ: اس باب میں بتایا گیا ہے کہ مسائل میں صحابہ کرام وسیع النظر اور بلند حوصلہ تھے۔ چھوٹے چھوٹے اختلاف پر گرفت نہیں کرتے تھے۔

بَاب۳۸: مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ

سفر میں جس نے روزہ افطار کیا تا لوگ اُسے دیکھیں

١٩٤٨: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ إِلَى يَدِهٖ☆ لِيَرَاهُ النَّاسُ فَأَفْطَرَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ قَدْ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

۱۹۴۸: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے مجاہد سے، مجاہد نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ کے لئے نکلے تو آپؐ نے روزہ رکھا یہاں تک کہ جب عسفان پہنچے تو پھر پانی منگوایا اور آپؐ نے اپنے ہاتھوں☆ کو بلند کر کے اُسے اُٹھایا تا کہ لوگ دیکھیں۔ پھر آپؐ نے روزہ کھول دیا اور اُسی حالت افطار میں مکہ پہنچ گئے اور یہ واقعہ رمضان میں ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ کہا کرتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ بھی رکھا اور افطار بھی کیا۔ پس جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

اطرافہُ: ١٩٤٤، ٢٩٥٣، ٤٢٧٥، ٤٢٧٦، ٤٢٧٧، ٤٢٧٨، ٤٢٧٩۔

تشریح: مَنْ اَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ: اس باب میں آنحضرت ﷺ کا اسوۂ حسنہ پیش کیا گیا ہے جس کی برکت سے صحابہ کرامؓ کی اعلیٰ تربیت ہوئی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ.

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ ''یَدَیْہِ'' ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۵۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ۳۹ : وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ (البقرة: ۱۸۵)

اُن پر جو اِس کی طاقت رکھیں فدیہ ہے

قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَسَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ نَسَخَتْهَا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ (البقرة: ۱۸۶)

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت سلمہؓ بن اکوع نے کہا: یہ آیت (وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ) منسوخ کر دی ہے اس آیت نے کہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے اور جس میں ہدایت کے دلائل ہیں اور حق و باطل کے درمیان کھلا کھلا اِمتیاز ہے۔ پس تم میں سے جو شخص اِس مہینے کو پائے تو چاہیے کہ وہ مہینہ بھر روزے رکھے۔ اور جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو اور دِنوں میں گنتی پوری کرے۔ اللہ تم پر تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا اور چاہیے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ تمہاری اُس نے صحیح راہنمائی کی ہے تا کہ تم شکر گذار رہو۔

وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ رَمَضَانُ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَكَانَ مَنْ أَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا تَرَكَ الصَّوْمَ مِمَّنْ يُّطِيْقُهُ وَرُخِّصَ لَهُمْ فِي ذٰلِكَ فَنَسَخَتْهَا: وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ (البقرة: ۱۸۵) فَأُمِرُوْا بِالصَّوْمِ.

اور (عبداللہ) بن نُمیر نے کہا: اعمش نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو بن مُرّہ نے ہمیں بتایا کہ ابن ابی لیلیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے ہم سے بیان کیا: رمضان کا حکم نازل ہوا تو اُن پر گراں ہوا (کہ روزے رکھیں۔) پس جو ہر روز مسکین کو کھانا کھلاتا روزہ چھوڑ دیتا۔ یعنی وہ شخص جو فدیہ دینے کی طاقت رکھتا اور اِس بارے میں ایسے (کمزور) لوگوں کو سہولت دی گئی۔ تو پھر یہ آیت منسوخ کر دی اس آیت نے کہ تمہارے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے۔ چنانچہ انہیں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

۱۹۴۹: حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَرَأَ: فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ ۖ (البقرة:۱۸۵) قَالَ هِيَ مَنْسُوْخَةٌ.

اطرافہ: ۴۵۰۶۔

۱۹۴۹: عیاش نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالاعلیٰ نے ہمیں بتایا۔عبیداللہ نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔انہوں نے یہ آیت یوں پڑھی:فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ۔انہوں نے کہا: یہ منسوخ ہے۔

تشریح: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ: عنوانِ باب میں رمضان سے متعلق آیات کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور تین ہی روایتوں کا جو موصولاً ہیں حوالہ دیا گیا ہے۔حضرت ابن عمرؓ کی روایت اسی باب کے آخر میں ہے اور حضرت سلمہؓ بن اکوع کی روایت کتاب التفسیر (روایت نمبر ۴۵۰۷) میں اور ابن نمیر کی روایت متخرج ابونعیم میں مروی ہے۔بیہقی اور ابوداؤد نے بھی یہ نقل کی ہے۔(السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصيام، باب ما قيل في بدء الصيام الى ان نسخ بفرض صوم شهر رمضان، روایت نمبر ۷۶۸۳ جزء۴ صفحہ ۲۰۰) (عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ ۵۱) (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰) محولہ بالا آیتیں یہ ہیں:-

۱) وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنَ. فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۖ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ (البقرہ:۱۸۵)

۲) شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۳) وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ. (البقرہ:۱۸۶)

یہ آیات دراصل ایک تسلسل میں ہیں۔ان کو الگ مضمون دکھانے سے یہ مقصود ہے کہ یہ الگ الگ حکم ہیں جن کا تعلق مختلف حالات سے ہے اور ہر حکم واجب العمل ہے۔روایات محولہ بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ رمضان سے متعلق حکم نازل ہونے سے قبل روزہ رکھا کرتے تھے اور اُن میں سے جو روزہ نہ رکھ سکتا وہ فدیہ دیتا۔لیکن جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو اس سے سابقہ طریق منسوخ ہوگیا۔یہ خلاصہ ہے ان روایات کا۔ان روایتوں کے مقابلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی صرف ایک ہی روایت نقل کی گئی ہے۔جس سے پایا جاتا ہے کہ فدیہ طعام کی آیت جس کی ایک دوسری قرأت میں طعام کے بعد مسکین کی جگہ مساکین ہے یہ قرأت منسوخ ہے اور باعتبارِ سند مرفوع نہیں بلکہ مُعَنْعَن ہے۔یعنی یہ روایت براہِ راست آنحضرت ﷺ سے راوی نے نہیں سنی بلکہ شنیدہ ہے۔امام بخاریؒ کے اس لطیف تصرف سے جو عنوانِ باب میں کیا ہے واضح ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک آیت زیرِ عنوان منسوخ نہیں کہ اس کا عمل باطل ہوگیا ہو بلکہ محکمات میں سے ہے اور واجب العمل ہے۔بلکہ اس آیت سے جو مفہوم سمجھا گیا اور اس کے مطابق جو رَوِش چلی، دوسری آیت کے نزول سے وہ مفہوم منسوخ ہوگیا اور اس کی وضاحت ہوگئی کہ جو لوگ بڑھاپے، بیماری یا کسی اور وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں وہ فدیہ دیں۔

اَلطَّاقَةُ کے معنی ہیں مشقت وتکلّف سے کوئی فعل کرنا اور افعال کا باب سلب ونفی کے معنے بھی دیتا ہے۔ جیسے اَفْلَسَ کے معنی ہیں اُس کے پاس پیسہ نہ رہا۔ اسی سے لفظ افلاس ہے۔ اسی طرح اَطَاقَ کے معنی ہیں طاقت نہ رہی۔ ان معنوں کی رُو سے آیت کا مفہوم یہ ہوگا جو بمشکل روزہ رکھ سکے یا جسے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو، وہ ایک مسکین کو بطور فدیہ کھانا کھلائے۔ جس فریق کی یہ رائے ہے؛ اُس میں حضرت علیؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انسؓ اور حضرت سعید بن جبیرؓ جیسے صحابہ کرام اور ائمہ اور فقہاء میں سے امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ ہیں۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر کوئی عدم قدرت کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا تو اُس پر کوئی فدیہ نہیں۔ اگر کوئی بیمار ہو اور بیماری کی وجہ سے فوت ہو جائے تو اُس پر نہ روزہ بدل ہے اور نہ فدیہ۔ (عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ۵۱)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جیسا کہ بتایا جاچکا ہے آیات متعلقہ رمضان کو تین حصوں میں تقسیم کرکے اس طرف راہنمائی کی ہے کہ ہر حصہ مستقل حکم ہے۔ پہلا حکم علی الاطلاق نفلی یا فرضی روزے سے متعلق ہے۔ اس عام حکم کے ساتھ علاوہ روزہ رکھنے کے فدیہ دینے کی تلقین کی گئی ہے یعنی ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔ اس مفہوم کی رُو سے یُطِیْقُوْنَهٗ کا ترجمہ یہ ہوگا: جو فدیہ کی طاقت رکھتے ہوں جیسا کہ حضرت ولی اللہ شاہ محدث دہلوی نے کہا ہے: یُطِیْقُوْنَهٗ میں ضمیر مذکر ہے اور فدیہ بظاہر مؤنث ہے لیکن چونکہ مصدر ہے اس لیے عربی قواعد کی رُو سے مصدر کی طرف مذکر ضمیر عود کی جاسکتی ہے، خواہ اُس کی ظاہری ترکیب مونث ہی ہو۔

فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا کے یہ معنی ہیں جو بخوشی بڑھ چڑھ کر نیکی کرے۔ یعنی روزہ رکھنے کے علاوہ فدیہ بھی دے۔ دوسری آیت کا تعلق رمضان کے روزوں سے ہے جو فرض ہیں اور اگر کسی سفر یا بیماری کی وجہ سے وہ نہ رکھے جاسکیں تو اُن کی گنتی حالت صحت یا اقامت میں پوری کرنا ضروری ہے۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ کا ارشاد وجوب اختیاری ہے، چاہے روزہ رکھے یا نہ رکھے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۴۰) نہ رکھنے کی صورت میں فدیہ دینا ہوگا اور اسی آیت میں تصریح ہے کہ روزہ رکھنا افضل ہے اور اِن معنوں کی رُو سے یہ آیت ناسخ نہیں ہوسکتی جس سے سابقہ حکم کالعدم ہو۔ مزید بحث **کتاب التفسیر باب ایاما معدودات فمن کان منکم مریضا......** میں دیکھئے۔ وہاں اس آیت کے تحت بتایا گیا ہے کہ جہاں ایک عام حکم ہو، اس سے متعلق کوئی تخصیص کی جائے تو یہ تخصیص ناسخ نہیں کہلائے گی بلکہ حکم کی وضاحت ہوگی۔ اس قسم کی مثالیں قرآنِ مجید میں بکثرت ہیں۔

بَاب ٤٠ : مَتَى يُقْضَى قَضَاءُ رَمَضَانَ

رمضان کے چھوٹے ہوئے روزے کب رکھے جائیں؟

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يُفَرَّقَ لِقَوْلِ اللهِ تَعَالٰى: فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (البقرة:١٨٦) وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي صَوْمِ الْعَشْرِ لَا يَصْلُحُ حَتَّى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ إِذَا فَرَّطَ حَتَّى جَاءَ رَمَضَانُ آخَرُ يَصُوْمُهُمَا وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ اِطْعَامًا وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مُرْسَلًا وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ يُطْعِمُ وَلَمْ يَذْكُرِ اللهُ تَعَالٰى الْإِطْعَامَ إِنَّمَا قَالَ: فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ.

اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: اگر مسلسل نہ رکھے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور دِنوں سے گنتی پوری کی جائے۔ اور سعید بن مسیّب نے (ذوالحج کے) دس روزوں کی نسبت کہا کہ اُن کا رکھنا مناسب نہیں تاوقتیکہ رمضان کے چھوٹے ہوئے روزے پورے نہ کر لیے جائیں۔ اور ابراہیم (نخعی) نے کہا: اگر (روزہ رکھنے میں) کوتاہی کرے یہاں تک کہ دوسرا رمضان بھی آجائے تو وہ اُن دونوں کے روزے رکھے اور اُن کی رائے میں فدیہ طعام اُس پر واجب نہیں۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے بطور مرسل روایت مذکور ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی کہ وہ کھانا کھلائے اور اللہ تعالیٰ نے (قضائے رمضان کے بارے میں) کھانا کھلانے کا ذکر نہیں کیا؛ صرف یہ فرمایا ہے کہ اور دِنوں میں گنتی پوری کی جائے۔

١٩٥٠: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُوْلُ كَانَ يَكُوْنُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيْعُ أَنْ اَقْضِيَهُ إِلَّا فِي شَعْبَانَ قَالَ يَحْيَى الشُّغْلُ مِنَ النَّبِيِّ أَوْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۹۵۰: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ زُہیر نے ہمیں بتایا۔ یحيٰ (بن ابی کثیر) سے روایت ہے۔ انہوں نے ابوسلمہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ وہ کہتی تھیں: رمضان کے روزے مجھ پر واجب ہوتے تو میں انہیں پورا نہ کر سکتی مگر شعبان میں۔ یحيٰ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشغولیت کی وجہ سے یا یہ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہتیں۔

تشریح: **مَتٰی یُقْضٰی قَضَآءُ رَمَضَانَ:** رمضان کے روزہ نہ رکھنے کی صورت میں اِرشاد ہے کہ دوسرے دِنوں میں روزے رکھے جائیں۔ اس تعلق میں فقہاء نے سوال اُٹھایا ہے کہ یہ روزے مسلسل اسی طرح رکھے جائیں جس طرح رمضان میں رکھے جائیں یا وقفوں کے ساتھ؟ اس اِختلاف کی طرف اِشارہ کرنے کی غرض سے عنوانِ باب میں حضرت ابن عباسؓ کے قول کا حوالہ دیا گیا ہے جو امام مالکؒ نے موصولاً نقل کیا ہے۔ اُن کا اور حضرت ابوہریرہؓ کا اس بارہ میں اختلاف تھا۔ مؤخر الذکر تفریق کے حق میں ہے۔ (**مؤطا امام مالک، کتاب الصیام، باب ما جاء فی قضاء رمضان والکفارات**) سعید بن مسیّب، ابراہیم نخعیؒ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے اقوال سے متعلقہ حوالہ جات ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق اور دارقطنی سے منقول ہیں☆ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ترتیب و تسلسل روزوں میں مدنظر رکھی جائے اور نفلی روزوں پر فرض روزے مقدم کئے جائیں۔ مؤخر الذکر روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کے روزے نہ رکھے گئے ہوں اور دوسرا رمضان آجائے تو اُس دوسرے رمضان کے روزے پہلے رکھے جائیں اور بعد میں سابقہ رمضان کے اور فدیہ مسکین بھی پورے دِنوں کا دیا جائے۔ آیت **فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ** کے بعد ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ** یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہیں مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ یعنی سہولت سے احکام اِلٰہی بجالائے جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

> ''اور جیسا کہ خدا کے فرائض پر عمل کیا جاتا ہے ویسا ہی اُس کی رخصتوں پر عمل کرنا چاہیے۔ فرض بھی خدا کی طرف سے ہیں اور رخصت بھی خدا کی طرف سے۔''

(الحکم جلد۵ نمبر۶ مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۰۱ء صفحہ۱۳)

آیت محولہ بالا میں لفظ اَلْیُسْــر کا اختیار کرنا بلاوجہ نہیں۔ عہد نامہ قدیم کے جو اُردو تراجم ہمارے سامنے ہیں اُن میں روزہ کی نسبت یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں: جان کو دکھ دینا۔ (احبار باب ۱۶ آیت ۲۹) اور لفظ روزہ بھی استعمال ہوا ہے۔ (۱-سموئیل باب ۷ آیت ۶، عزرا باب ۸ آیت ۲۱) مگر بوقت تشریح جو محاورہ جابجا استعمال کیا گیا ہے وہ مذکورہ الفاظ ہی ہیں۔ چنانچہ گنتی باب ۲۹ آیت ۷ میں لکھا: ''پھر اسی ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو تمہارا مقدس مجمع ہو۔ تم اپنی اپنی جان کو دکھ دینا اور کسی طرح کا کام نہ کرنا۔'' یعنی روزہ رکھو اور کام کاج سے فارغ رہو۔ اسلام نے اس کے برعکس روزے کا تصور ہی بدل دیا ہے اور کام کاج سے منع نہیں فرمایا مگر آیت **يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ** کی تصریح کے باوجود بعض لوگوں نے مسائل میں بڑی دوراَز کار موشگافیاں کی ہیں۔ اللہ بھلا کرے امام بخاریؒ کا کہ انہوں نے محنت کرکے اصل کو غیر اصل سے نمایاں کر دیا ہے۔

☆ (**مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الصیام، باب ما قالوا فی قضاء رمضان فی العشر**، روایت نمبر ۹۵۱۹ جزء ۲ صفحہ ۳۲۵)
(**مصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب المریض فی رمضان وقضائه**، روایت نمبر ۷۶۲۰ جزء ۴ صفحہ ۲۳۴)
(**دارقطنی، کتاب الصیام، باب القبلة للصائم**، روایت نمبر ۸۷ تا ۹۲ جزء ۲ صفحہ ۱۹۶ تا ۱۹۸)

بَاب ٤١ : اَلْحَائِضُ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلَاةَ

حائضہ روزہ اور نماز ترک کرے

وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ إِنَّ السُّنَنَ وَوُجُوْهَ الْحَقِّ لَتَأْتِي كَثِيْرًا عَلَى خِلَافِ الرَّأْيِ فَمَا يَجِدُ الْمُسْلِمُوْنَ بُدًّا مِّنِ اتِّبَاعِهَا مِنْ ذٰلِكَ أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ.

اور ابوزناد نے کہا: طریق اور ظاہری حقوق بہت دفعہ قیاس کے خلاف ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے اِس سے چارہ نہیں کہ اُن کی پیروی کی جائے۔ ان میں سے یہ بات بھی ہے کہ حائضہ (چھوڑے ہوئے) روزے پورے کرتی ہے۔ اور (چھوڑی ہوئی) نمازیں ادا نہیں کرتی۔

١٩٥١: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدٌ عَنْ عِيَاضٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ فَذَلِكَ نُقْصَانُ دِيْنِهَا.

۱۹۵۱: ابن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا۔ ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مجھ سے زید (بن اسلم) نے بیان کیا۔ انہوں نے عیاض (بن عبداللہ) سے، انہوں نے حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں کہ جب وہ حائضہ ہوتی ہے نہ وہ نماز پڑھتی اور نہ روزہ رکھتی ہے تو یہ اُس کے دین میں کمی ہے۔

اطرافهُ: ٣٠٤، ٩٥٦، ١٤٦٢، ٢٦٥٨۔

تشریح: **اَلْحَآئِضُ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلَاةَ:** یہ باب سابقہ موضوع کے تعلق میں ہے۔ یعنی حائضہ چھوڑے ہوئے روزے رکھ سکتی ہے جبکہ قضا شدہ نماز کا ادا کرنا اُس پر واجب نہیں۔ حضرت عائشہؓ نے ایک عورت کو اُس کے پوچھنے پر جواب دیا کہ آیا تو حرور یہ ہے یعنی خارجیہ ہے؟ خارجی لوگ دینی احکام کے بارہ میں اپنی عقل سے فیصلہ کرتے ہیں۔ (دیکھئے کتاب الحیض تشریح باب ۲۰ روایت نمبر ۳۲۱) عقل کے فتویٰ کی صحت کا دارومدار مشاہدہ وتجربہ ذہنی تربیت پر ہے۔ اگر ناقص ہے تو اُس کا فتویٰ بھی ناقص ہے اور اگر درست ہے تو درست اور اس طرح وہ بدکتا رہتا ہے۔ عقلمند کہلانے والوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو عورتوں اور مردوں کی آزادی کو نکاح پر ترجیح دیتے ہیں بلکہ عریانی کے حق میں ہیں اور حیوانات کی سی بے محابانہ زندگی بسر کرنا عین عقل کے مطابق سمجھتے ہیں۔ اندریں صورت عقل کو

معیار نہیں بنایا جاسکتا۔ تفصیل کے لئے براہین احمدیہ حصہ سوم (حاشیہ نمبر۱۱، وسوسہ دہم) روحانی خزائن جلد اول صفحہ۲۹۲ تا ۳۱۰ دیکھئے۔ اس تعلق میں کتاب الحیض باب۶ روایت نمبر۳۰۴ بھی دیکھئے جہاں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت نمبر۱۹۵۱ کا ذکر ہے۔

عنوانِ باب میں ابوزناد کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے، اس سے حضرت علیؓ کے اس مشہور قول کی طرف اشارہ ہے: **لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالرَّاْيِ لَكَانَ أَسْفَلُ الْخُفِّ اَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ اَعْلَاهُ** (ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب كيف المسح) اگر دین قیاس سے ہوتا تو موزے کا نچلا حصہ اوپر کے حصہ کی نسبت مسح کے زیادہ قابل ہے۔ حائضہ اگر بوقت سحری حیض سے پاک ہو تو غسل کرنے سے قبل روزہ رکھ سکتی ہے مگر نماز نہیں پڑھ سکتی جب تک کہ غسل نہ کرلے۔ دراصل جہاں شارع اسلام نے ایک حکم واضح کیا ہے تو وہاں قیاس نہیں ہوسکتا۔ یہی منشاء ہے عنوان باب کا۔

بَاب ٤٢: مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ

جو مر جائے اور اُس کے ذمے روزے ہوں

وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلَاثُوْنَ رَجُلًا يَوْمًا وَاحِدًا جَازَ.

اور حسن (بصری) نے کہا: اگر تیس آدمی اُس کی طرف سے ایک ہی دِن میں روزہ رکھیں تو یہ جائز ہوگا۔

١٩٥٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى بْنِ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ.

۱۹۵۲: محمد بن خالد نے ہم سے بیان کیا۔ محمد بن موسیٰ بن اعین نے ہمیں بتایا کہ میرے باپ نے عمرو بن حارث سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ عبیداللہ بن ابی جعفر سے مروی ہے کہ محمد بن جعفر نے اُن سے بیان کیا۔ انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مر جائے اور اُس کے ذمہ روزے ہوں تو اُس کا وارث اُس کی طرف سے روزے رکھے۔

تَابَعَهُ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرٍو وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ.

ابن وہب نے عمرو سے روایت کرتے ہوئے (موسیٰ کی طرح) بیان کیا۔ اور یحيٰ بن ایوب نے ابن ابی جعفر سے یہی روایت کی۔

۱۹۵۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُّسْلِمٍ الْبَطِيْنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَقْضِيْهِ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُّقْضَى قَالَ سُلَيْمَانُ فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ وَنَحْنُ جَمِيْعًا جُلُوْسٌ حِيْنَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَا سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَذْكُرُ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْحَكَمِ وَمُسْلِمٍ الْبَطِيْنِ وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ وَقَالَ يَحْيَى وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُّسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ.

۱۹۵۳: محمد بن عبدالرحیم نے ہم سے بیان کیا۔ معاویہ بن عمرو نے ہمیں بتایا۔زائدہ نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے اعمش سے،اعمش نے مسلم بطین سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے،سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور اُس نے کہا: یارسول اللہ! میری ماں مرگئی ہے اور اُس کے ذمہ ایک مہینے کے روزے ہیں تو کیا اُس کی طرف سے انہیں پورا کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔اور اللہ کا قرض زیادہ حق دار ہے کہ وہ پورا کیا جائے۔سلیمان (اعمش) نے کہا: جب مسلم نے یہ (لطیف) حدیث بیان کی اور ہم سب بیٹھے ہوئے تھے تو حکم اور سلمہ دونوں نے کہا کہ ہم نے مجاہد سے سنا ہے۔وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے یہ ذکر کرتے تھے۔اور ابوخالد (سلیمان بن حیان) سے مذکور ہے (کہ انہوں نے کہا) کہ اعمش نے حکم اور مسلم بطین اور سلمہ بن کہیل سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ سعید بن جبیر، عطاء اور مجاہد سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری بہن مرگئی۔اور یحیٰی (بن سعید) اور ابومعاویہ نے کہا کہ اعمش سے مروی ہے۔انہوں نے مسلم (بن عمران) سے،انہوں نے سعید سے،سعید نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری ماں مرگئی ہے۔

وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ وَقَالَ أَبُو حَرِيْزٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَتْ أُمِّي وَعَلَيْهَا صَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا.

اورعبیداللہ بن عمرو نے کہا کہ زید بن ابی اُنیسہ سے مروی ہے۔انہوں نے حکم سے،انہوں نے سعید بن جبیر سے،سعید نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری ماں مرگئی ہے اور اُس کے ذمے نذر کا روزہ ہے۔اورابوحریز (عبداللہ بن حسین) نے کہا: عکرمہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری ماں مرگئی ہے اور اُس کے ذمے پندرہ دِن کے روزے ہیں۔

تشریح: مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ: اس باب میں بھی قضائے صوم کی ایک الگ صورت پیش کی گئی ہے یعنی میت کی طرف سے واجب الادا روزے رکھے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ امام ملکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایسے روزے نہیں رکھے جاسکتے۔امام شافعیؒ کا بھی آخری فتویٰ اس کے مطابق ہے۔محدثین کے نزدیک یہ جائز ہے۔اسی اختلاف کے پیش نظر عنوان باب میں حسن بصریؒ کا حوالہ دیا گیا ہے، جسے دارقطنی نے کتاب الذبح میں موصولاً نقل کیا ہے۔امام ابن حجرؒ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ میت کی طرف سے تیس آدمیوں کے روزے رکھنے میں تسلسل مفقود ہے۔امام نوویؒ نے بھی کہا ہے کہ محولہ بالا روایت کی تائید کسی اور راوی نے نہیں کی۔(فتح الباری جزء۴ صفحہ ۲۴۶)

امام بخاریؒ نے عنوانِ باب کو جملہ شرطیہ سے قائم کر کے اس کا جواب حذف کر دیا ہے اور زیر باب دو روایتیں درج کی ہیں۔ایک حضرت عائشہؓ کی جس میں واجب الادا روزہ رکھنے کا ذکر علی الاطلاق ہے۔دوسری روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے کہ سائل کی ماں کے واجب الادا روزے ایک ماہ کے تھے۔یہ روایت مختلف روایوں سے مختلف الفاظ میں مروی ہے۔کسی میں ہے کہ سائل مرد تھا اور کسی میں ہے کہ عورت تھی۔ایک میں ماں کا ذکر ہے اور دوسری میں بہن کا۔کوئی روای یہ بیان کرتا ہے کہ مہینے کے روزے تھے۔دوسرا کہتا ہے کہ پندرہ دن کے روزے تھے۔کسی رواوی کا بیان ہے کہ وہ رمضان کے روزے تھے۔دوسرے نے کہا کہ یہ نذر کے روزے تھے۔نیز سعید بن جبیر ہی سے حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت کتاب جزاء الصید میں گذر چکی ہے۔اس میں روزے کی بجائے حج کے متعلق سوال کئے جانے کا ذکر ہے۔(دیکھئے روایت نمبر ۱۸۵۲)

بَاب۴۳ : مَتَى يَحِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ

روزہ دار کے افطار کا وقت کب ہوتا ہے؟

وَأَفْطَرَ أَبُو سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ حِيْنَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ.

حضرت ابوسعید خدریؓ نے اُس وقت افطار کیا جب سورج کی ٹکیہ چھپ گئی۔

۱۹۵۴: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.

۱۹۵۴: حمیدی نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عُیَینہ) نے ہمیں بتایا۔ ہشام بن عروہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے عاصم بن عمر بن خطاب سے سنا کہ اُن کے باپ (حضرت عمر) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رات اِدھر سے آ جائے اور دن اُدھر سے پیٹھ موڑ کر چلا جائے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار افطار کر چکا۔

۱۹۵۵: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِبَعْضِ الْقَوْمِ يَا فُلَانُ قُمْ فَاجْدَحْ لَنَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ لَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ يَا

۱۹۵۵: اسحاق (بن شاہین) واسطی نے ہم سے بیان کیا کہ خالد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (سلیمان) شیبانی سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک سفر میں تھے اور آپؐ روزہ دار تھے۔ جب سورج غروب ہو گیا تو آپؐ نے لوگوں میں سے کسی سے کہا: اے فلاں! اُٹھو اور ہمارے لئے ستو گھولو۔ اُس نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپؐ شام

رَسُوْلَ اللهِ فَلَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهُمْ فَشَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.

ہونے دیں۔آپؐ نے فرمایا: اُترو اور ہمارے لئے ستو گھولو۔اُس نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپؐ شام ہونے دیں۔آپؐ نے فرمایا: اُترو اور ہمارے لیے ستو گھولو۔ اُس نے کہا: ابھی آپؐ کے لئے دِن باقی ہے۔آپؐ نے فرمایا: اُترو اور ستو گھولو۔ چنانچہ وہ (سواری سے) اُترا اور آپؐ کے لئے ستو گھولے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (بھی) پیٔے۔ پھر فرمایا: جب تم رات کو دیکھو کہ وہ اِدھر سے آرہی ہے تو روزہ دار افطار کر چکا۔

اطرافہٗ: ۱۹۴۱، ۱۹۵۶، ۱۹۵۸، ۵۲۹۷۔

تشریح: **مَتٰى يَحِلُّ فِطْرُ الصَّآئِمِ:** روزہ افطار کرنے کے تعلق میں چار باب قائم کئے گئے ہیں۔اس باب میں افطار کے وقت کا ذکر ہے۔عنوانِ باب میں حضرت ابوسعید خدریؓ کا حوالہ دے کر وقت کی تعیین کی گئی ہے جب سورج کی ٹکیہ نظر سے اوجھل ہوجائے تو روزہ کھولا جائے۔اندھیرے کا انتظار نہ کیا جائے۔سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے اُن کی روایت جو نقل کی ہے۔اس میں ذکر ہے کہ مجرد سورج غروب ہونے پر انہوں نے افطار کیا اور اُن کے ساتھی انتظار کرنے لگے کہ افق کی سفیدی دور ہو۔(**مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصیام، باب فی تعجیل الافطار وما ذکر فیه**، جزء۲صفحہ۲۷۸) (فتح الباری جزء۴صفحہ۲۵۰) مذکورہ بالا دونوں روایتیں اسی امر کی تائید میں ہیں۔ اس صراحت کے باوجود وہم سے کام لیا جاتا ہے جیسا کہ سحری کھانے کے وقت۔ان دونوں میں وہم سے کام لینا منع ہے۔

بَاب ٤٤ : يُفْطِرُ بِمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْمَاءِ أَوْ غَيْرِهِ

پانی وغیرہ جو بھی میسر ہو، اُس سے روزہ افطار کرے

١٩٥٦ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمَانُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا

۱۹۵۶: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں بتایا۔سلیمان شیبانی نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا۔انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم نے ایک سفر کیا اور آپؐ روزہ دار تھے۔جب سورج ڈوب گیا تو آپؐ نے فرمایا: اُترو اور ہمارے لئے ستو

قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ لَوْ أَمْسَيْتَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَنَزَلَ فَجَدَحَ ثُمَّ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ.

گھولو۔ اُس نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپؐ شام ہونے دیں۔ آپؐ نے فرمایا: اُترو اور ہمارے لئے ستو گھولو۔ اُس نے کہا: یارسول اللہ! ابھی آپؐ کے لئے دِن باقی ہے۔ فرمایا: اُترو! ہمارے لئے ستو گھولو۔ چنانچہ وہ اُترا اور اُس نے ستو گھولے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: جب تم رات کو دیکھو کہ اِدھر سے آ گئی ہے تو روزہ دار افطار کر چکا اور اپنی انگلی سے آپؐ نے مشرق کی طرف اِشارہ فرمایا۔

اطرافہ: ۱۹۴۱، ۱۹۵۵، ۱۹۵۸، ۵۲۹۷۔

تشریح. يَفْطِرُ بِمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْمَآءِ اَوْ غَيْرِهٖ: افطاری کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کھجور ہی سے ہو۔ کھانے پینے کی جو شئے میسر ہو اُس سے روزہ افطار کرلیا جائے۔ امام ابن حزمؒ کے نزدیک کھجور بہتر ہے۔ اگر وہ نہ ملے تو پانی سے افطار کرنا ضروری ہے۔ ترمذیؒ اور☆ نسائیؒ وغیرہ نے انہی معنوں میں کچھ روایتیں نقل کی ہیں جو کمزور ہیں اور امام بخاریؒ نے وہ نظر انداز کر دی ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۶۵۔ فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۵۲۔

بَاب ٤٥: تَعْجِيْلُ الْإِفْطَارِ

افطار میں جلدی کرنا

۱۹۵۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ.

۱۹۵۷: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابوحازم (سلمہ بن دینار) سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ بھلائی میں رہیں گے جب تک کہ وہ افطار میں جلدی کریں گے۔

۱۹۵۸: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ

۱۹۵۸: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ ابوبکر (بن عیاش) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سلیمان سے،

☆ (ترمذی، كتاب الصوم، باب ما جاء ما يستحب عليه الإفطار)
(السنن الکبریٰ للنسائی، كتاب الصيام، باب ما يستحب للصائم أن يفطر عليه، جزء ۲ صفحہ ۲۵۳)

أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَصَامَ حَتَّى أَمْسَى قَالَ لِرَجُلٍ انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي قَالَ لَوِ انْتَظَرْتَ حَتَّى تُمْسِيَ قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لِي إِذَا رَأَيْتَ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَا هُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ.

سلیمان نے حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں ایک سفر میں تھا تو آپؐ نے روزہ رکھا یہاں تک کہ جب شام ہوئی تو آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا: اُترو اور میرے لئے ستو گھولو۔ اُس نے کہا: کاش آپؐ اِنتظار فرمائیں یہاں تک کہ شام ہوجائے۔ آپؐ نے فرمایا: اُترو اور میرے لئے ستو گھولو۔ جب تم رات کو دیکھو کہ وہ اِدھر سے آن پہنچی ہے تو روزے دار کا روزہ افطار ہوگیا۔

اطرافہٗ: ۱۹۴۱، ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۵۲۹۷۔

تشریح: **تَعْجِيلُ الْإِفْطَارِ:** سحری اور افطاری کے بارے میں صریح اِرشاد کے باوجود بعض لوگ جس طرح سحری کا کھانا فجر سے بہت پہلے کھا لیتے ہیں۔ اسی طرح بوقت افطار دیر کرتے ہیں، اس وہم سے کہ مبادا سورج کی روشنی باقی ہو، مسائل میں اس قسم کا توہم بیمار ذہنیت پر دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ ذہنیت جب بیمار ہو تو خیر اور شر میں تمیز اُٹھ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان رفتہ رفتہ بالآخر باقی بھلائیوں سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔ یہ مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد محولہ بالا کی: لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ. شریعت کی حدود وہی شخص ملحوظ رکھتا ہے جسے عقل سلیم نصیب ہو۔ ابن حبان اور حاکم کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: لَا تَزَالُ أُمَّتِيْ عَلٰى سُنَّتِيْ مَا لَمْ تَنْتَظِرْ بِفِطْرِهَا النُّجُوْمَ. ☆ یعنی میری امت اچھی حالت میں رہے گی جب تک لوگ افطاری کے لئے ستاروں کے نکلنے کا اِنتظار نہیں کریں گے۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہود اور نصاریٰ کے نزدیک افطاری کا وقت وہ ہوتا جب ستارے نکلتے۔ ہوسکتا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مدنظر مذکورہ بالا روایت کی تصحیح ہو۔ لیکن اس باب کی ایک اور غرض بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ امام شافعیؒ نے اپنی کتاب اُمّ میں لکھا ہے کہ افطاری میں جلدی کرنا مستحب ہے لیکن ہر حالت میں مکروہ نہیں، سوائے اِس کے کہ عمداً دیر کی جائے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ مستحب کی ضدّ ہمیشہ مکروہ ہی ہو۔ بعض وقت پانی یا کوئی اور خوردنی چیز میسر نہیں ہوتی جس سے افطاری کی جائے تو اس حالت میں تاخیر اِستثنائی ہوگی۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۵۳)

☆ (صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، باب الإفطار وتعجیله، ذکر العلة التی من أجلها کان یحب ﷺ تعجیل الإفطار، روایت نمبر ۳۵۱۰ جزء۸ صفحہ۲۷۷)
(المستدرک علی الصحیحین، کتاب الصوم، اجازة الصوم فی السفر، جزءاول صفحہ۴۳۴)

بَاب ٤٦ : إِذَا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ

رمضان میں جب روزہ افطار کرے پھر سورج نکل آئے

۱۹۵۹ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ أَفْطَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ غَيْمٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ قِيْلَ لِهِشَامٍ فَأُمِرُوْا بِالْقَضَاءِ قَالَ بُدٌّ[۱] مِنْ قَضَاءٍ وَقَالَ مَعْمَرٌ سَمِعْتُ هِشَامًا يَقُوْلُ لَا أَدْرِي أَقَضَوْا أَمْ لَا.

۱۹۵۹: عبداللہ بن ابی شیبہ نے مجھ سے بیان کیا۔ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے فاطمہ (بنت منذر) سے، فاطمہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم نے روزہ افطار کیا اور اَبر کا دن تھا۔ پھر سورج نکل آیا۔ ہشام سے پوچھا گیا: کیا روزہ قضا کرنے کا انہیں حکم دیا گیا؟ تو انہوں نے کہا: قضا ہی علاج تھا[۱] اور معمر نے کہا: میں نے ہشام کو کہتے ہوئے سنا: میں نہیں جانتا کہ انہوں نے روزہ قضا کیا یا نہیں۔

تشریح: اِذَا اَفْطَرَ فِیْ رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ: مذکورہ بالا صورت میں جمہور کا فتویٰ ہے کہ دوبارہ روزہ رکھے لیکن امام مالکؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق ایک اور روایت نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: اَفْطَرَ ذَاتَ یَوْمٍ فِی رَمَضَانَ فِی یَوْمٍ ذِیْ غَیْمٍ...... فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ عُمَرُ اَلْخَطْبُ یَسِیْرٌ وَقَدِ اجْتَهَدْنَا[۲] یعنی انہوں نے رمضان میں ایک اَبر والے دن روزہ افطار کرلیا...... پھر اُن کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے کہا: امیر المؤمنین! سورج نکل آیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ بات آسان ہے۔ ہم نے اجتہاد سے کام لیا تھا۔ یعنی عمداً قبل از وقت روزہ افطار نہیں کیا۔ کتاب مبسوط میں بھی یہی روایت منقول ہے کہ ایک دفعہ بادل کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے روزہ افطار کرلیا۔ مؤذن اذان دینے کے لئے اذان دینے کی جگہ پر گیا اور اِتنے میں سورج نکل آیا۔ تو اُس نے کہا: اَلشَّمْسُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ. اے امیر المومنین! سورج ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: بَعَثْنَاکَ دَاعِیًا وَلَمْ نَبْعَثْکَ رَاعِیًا مَا تَجَانَفْنَا الْاِثْمَ وَقَضَاءُ یَوْمٍ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ۔ یعنی ہم نے تجھے اذان دینے کے لئے بھیجا ہے بطور نگران نہیں بھیجا۔ ہم نے کسی گناہ کا اِرتکاب نہیں کیا اور ایک دن کی قضا ہمارے لئے آسان ہے۔

[۱] ابوذر کی روایت کے مطابق اس جگہ لَا بُدَّ کے الفاظ ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۵۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[۲] (موطأ امام مالک، کتاب الصیام، باب ما جاء فی قضاء رمضان و الکفارات)

امام بیہقی نے قضاء کے متعلق حضرت عمرؓ کی متضاد روایتیں نقل کی ہیں۔ مجاہدؒ، حسن بصریؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کے نزدیک قضاء ضروری نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ ۲۵۵، عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ ۶۸، ۶۹۔

امام بخاریؒ نے عنوانِ باب کو شرطیہ رکھ کر قضاءِ صوم کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا بلکہ روایت نمبر ۱۹۵۹ کے آخر میں معمر کے قول کا حوالہ دیا ہے جن کے نزدیک قضاء نہیں۔ ہشام کی مذکورہ بالا روایت سے بھی صاف طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ صحابہؓ نے روزے کی قضاء کی ہو۔ الفاظ بُدٌّ مِنْ قَضَآءٍ راوی کا اپنا قیاس ہے۔ جن سے پوچھا گیا تھا کہ آیا صحابہؓ نے روزہ قضاء کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کے سوا کیا چارہ تھا یعنی روزہ رکھا ہی ہوگا۔

بَاب ٤٧ : صَوْمُ الصِّبْيَانِ

بچوں کا روزہ

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِنَشْوَانٍ فِي رَمَضَانَ وَيْلَكَ وَصِبْيَانُنَا صِيَامٌ فَضَرَبَهُ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ایک شخص سے جو شراب کے نشے میں تھا، کہا: کم بخت! ہمارے تو بچے بھی روزہ دار ہیں اور اُسے بڑی سزا دی۔

١٩٦٠ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ ابْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُوْرَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ قَالَ فَكُنَّا نَصُوْمُهُ بَعْدُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهُ ذَاكَ حَتَّى يَكُوْنَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ.

۱۹۶۰: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ بشر بن مفضل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد بن ذکوان سے، خالد نے حضرت رُبَیِّع بنت مُعَوِّذؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کی صبح کو انصار کی بستیوں میں کہلا بھیجا: جو آج صبح روزہ دار نہیں تو وہ اپنا باقی دن (بغیر کھائے) پورا کرے اور جس نے صبح روزہ رکھا ہو چاہیے کہ وہ روزہ رکھے۔ وہ کہتے تھے: ہم اس کے بعد عاشورہ کا روزہ رکھتے اور اپنے بچوں کو رکھواتے اور اُن کے لئے اُون کا ایک کھلونا بنا دیتے۔ جب اُن میں سے کوئی کھانے کے لئے روتا تو ہم وہ اُسے دے دیتے یہاں تک کہ اُس کے لئے افطار کا وقت ہو جاتا۔

تشریح: **صَوْمُ الصِّبْيَانِ:** عنوانِ باب کے تحت جو روایت نقل کی گئی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو جو روزہ رکھوایا گیا وہ احکامِ رمضان نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اہل مدینہ عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے جیسا کہ یہود رکھتے تھے۔ (دیکھئے تشریح باب ۱، روایت نمبر ۱۸۹۳) لیکن آیا رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد بھی بچوں کو روزہ رکھوایا گیا یا نہیں؟ اس بارے میں چونکہ کوئی مستند روایت نہیں۔ اس لئے عنوانِ باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا حوالہ دیا گیا ہے جو سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ بعد کو بھی بچوں کو روزہ رکھوایا کرتے تھے تاکہ بچپن ہی سے نیکی کی عادت اُن میں پیدا ہو۔ ورنہ کمسن بچے احکام شریعت کے مکلّف نہیں۔ اس بارے میں جمہور کا یہی مذہب ہے کہ بچے جب تک جوان نہ ہو جائیں اُن پر روزہ واجب نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے دس بارہ سال کی عمر تجویز کی ہے جس میں بچوں پر روزہ واجب ہوتا ہے لیکن وجوب یا عدمِ وجوب کا تعلق اُن کی حالت صحت سے ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۵۵، ۲۵۶)

مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انصاری عورتیں کمسن بچوں کو روزہ رکھواتیں اور اُن کے روزے پر انہیں گڑیوں سے بہلایا کرتی تھیں مگر اُن کا یہ عمل حجت نہیں۔ اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب صَوْمُ الصِّبْيَانِ بغیر کسی خبر کے مطلق رکھا ہے۔ ابن خزیمہؒ وغیرہ نے رُزَینہؓ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں، روایت نقل کی ہے کہ عاشورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پیتے معصوم بچوں کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالتے اور اُن کی ماؤں سے فرماتے کہ رات تک انہیں دودھ نہ پلایا جائے۔ قرطبی کے نزدیک یہ روایت غریب ہے۔ اس باب میں اس قسم کی کمزور روایتوں کی طرف بھی اِشارہ کرنا مقصود ہے۔ ان روایتوں سے کم از کم یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربوں میں عاشورہ کی پابندی اور اِس دِن روزہ کی عظمت پائی جاتی تھی حتی کہ دودھ پیتے بچوں کو بھی وہ اِس میں شریک رکھتے تھے۔

(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۵۶، ۲۵۷) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۶۹، ۷۰)

بَاب ٤٨ : اَلْوِصَالُ

بغیر سحری کھائے مسلسل روزے رکھنا

وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ لِقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ (البقرة:١٨٨) وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ رَحْمَةً لَّهُمْ وَإِبْقَاءً عَلَيْهِمْ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ.

اور جس نے کہا: رات کو روزہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: پھر رات تک روزہ پورا کرو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع سے منع فرمایا ہے؛ لوگوں کے لیے بطور شفقت کہ اُن کی طاقت محفوظ رہے۔ روزہ رکھنے میں غلوّ مکروہ ہے۔

۱۹۶۱ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوَاصِلُوْا قَالُوْا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ لَسْتُ كَأَحَدٍ مِّنْكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى أَوْ إِنِّي أَبِيْتُ أُطْعَمُ وَأُسْقَى.

اطرافہ: ۷۲۴۱۔

۱۹۶۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: یحییٰ (قطان) نے مجھے بتایا۔ شعبہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: قتادہ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: بغیر سحری کھانے کے مسلسل روزے نہ رکھو۔ صحابہؓ نے کہا: آپؐ تو وصال کے روزے خود رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں۔ مجھے تو کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے۔ یا (فرمایا:) میں تو رات ایسی حالت میں گذارتا ہوں کہ مجھے کھلایا بھی جاتا ہے اور پلایا بھی۔

۱۹۶۲ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى.

اطرافہ: ۱۹۲۲۔

۱۹۶۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے سے منع فرمایا۔ صحابہ نے کہا: آپؐ تو خود وصال کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے تو کھلایا بھی جاتا ہے اور پلایا بھی جاتا ہے۔

۱۹۶۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُوَاصِلُوْا فَأَيُّكُمْ

۱۹۶۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا کہ (یزید) بن ہاد نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے عبداللہ بن خباب سے، عبداللہ نے حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ وصال کے روزے

إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ قَالُوْا فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَبِيْتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِيْنِ.

اطرافہ: ۱۹٦۷۔

نہ رکھو تم میں سے جو چاہے سحری تک ہی وصال کرے۔ صحابہؓ نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میری حالت تمہاری حالت جیسی نہیں۔ میں تو رات ایسی حالت میں گذارتا ہوں کہ میرے لئے ایک کھلانے والا ہوتا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا جو مجھے پلاتا ہے۔

١٩٦٤: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدٌ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَّهُمْ فَقَالُوْا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ رَحْمَةً لَّهُمْ.

۱۹۶۴: عثمان بن ابی شیبہ اور محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا۔ اُن دونوں نے کہا: عبدہ نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے منع فرمایا ہے، اُن پر نرمی کرنے کی غرض سے۔ صحابہؓ نے کہا: آپؐ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تمہاری حالت میری حالت جیسی نہیں۔ مجھے تو میرا ربّ کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: عثمان نے رَحْمَةً لَّهُمْ کے الفاظ کا ذکر نہیں کیا۔

تشریح: **اَلْوِصَالُ:** افطار کے بعد کچھ نہ کچھ کھایا جائے اور اسی حالت میں سحری کھائے بغیر روزہ رکھ لیا جائے۔ ایسے روزے کو وصال کا روزہ کہتے ہیں۔

وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ: یہ قول ابوسعید الخیر کا ابن سکن نے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكْتُبِ الصِّيَامَ بِاللَّيْلِ وَمَنْ صَامَ فَقَدْ تَعَنّٰى وَلَا اَجْرَ لَهٗ. اللہ تعالیٰ نے رات کے وقت روزہ فرض نہیں کیا۔ جس نے روزہ رکھا تو اُس نے یقیناً نافرمانی کی اور ایسے روزے کا کوئی اجر نہیں۔ دولابی نے بھی یہی روایت عبادہ بن نسیّ کی سند سے نقل کی ہے۔ ترمذیؒ کا قول ہے کہ انہوں نے امام بخاریؒ سے اس حدیث کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میرے نزدیک ثابت نہیں کہ عبادہ نے ابوسعید سے یہ سنا ہو۔

(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۵۸) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۷)

علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک اگر ایسی روایات صحیح ہوں تو پھر وصال کا روزہ رکھنے میں کوئی ثواب نہیں مگر یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کا روزہ رکھا اور آپؐ نے خود تصریح فرمادی کہ یہ وصال کا روزہ آپؐ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عنوانِ باب میں صراحت کی ہے کہ آپؐ کا صحابہ کو اس سے منع کرنا از روئے تحریم نہ تھا بلکہ بطور شفقت تھا۔ عبادات میں تعمق افراط وتفریط اور تکلیف ومشقت ناپسندیدہ امر ہے۔ اس تعلق میں کتاب الایمان تشریح ابواب ۲۹و۳۲ دیکھئے۔

اِنِّیْ اَبِیْتُ لِیْ مُطْعِمٌ یُّطْعِمُنِیْ وَسَاقٍ یَسْقِیْنِ: زیر بحث باب کی تینوں روایتوں کے الفاظ میں قدرے فرق ہے مگر مفہوم اُن کا ایک ہی ہے۔ پہلی روایت مختصر ہے، دوسری میں مُطْعِمٌ وَسَاقٍ ہے اور تیسری میں وضاحت ہے کہ یہ کھانا کھلانے والا اور پلانے والا میرا ربّ ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت وہ غذا ہے جس کے بغیر عارف ایک لحہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلامی اصول کی فلاسفی میں روحانی حالتوں کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

> ''پس یاد رکھنا چاہیے کہ اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت انسان کی اس دنیوی زندگی میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ آرام پاجائے اور تمام اطمینان اور سرور اور لذت اُس کی خدا میں ہی ہو جائے۔ یہی وہ حالت ہے جس کو دوسرے لفظوں میں بہشتی زندگی کہا جاتا ہے۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی- روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ ۳۷۸)

پھر اسی مضمون کو ایک دوسری کتاب میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

> ''ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اِس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔'' (کشتی نوح- روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ ۲۱، ۲۲)

بَاب ٤٩ : اَلتَّنْكِيْلُ لِمَنْ أَكْثَرَ الْوِصَالَ

وصال کے روزے کثرت سے رکھنے والے کو عبرت دِلانا

رَوَاهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی۔

١٩٦٥ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِ فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَّنْتَهُوْا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ كَالتَّنْكِيْلِ لَهُمْ حِيْنَ أَبَوْا أَنْ يَّنْتَهُوْا.

۱۹۶۵: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے وصال کے روزے سے منع فرمایا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے آپؐ کو کہا: یارسول اللہ! آپؐ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میری مانند تم میں سے کون ہے؟ میں رات ایسی حالت میں گذارتا ہوں کہ میرا ربّ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ جب وہ وصال کے روزے رکھنے سے باز نہ آئے تو آپؐ نے اُن کے ساتھ ایک دِن وصال کا روزہ رکھا۔ پھر ایک دِن اور وصال کیا۔ پھر لوگوں نے عید کا چاند دیکھا تو آپؐ نے فرمایا: اگر چاند نکلنے میں تاخیر ہوتی تو میں اِس سے زیادہ وصال کرتا، گویا اُن کو عبرت دِلانے کے لیے جب وہ باز نہ آئے۔

اطرافه: ١٩٦٦، ٦٨٥١، ٧٢٤٢، ٧٢٩٩.

١٩٦٦ : حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

۱۹۶۶: یحییٰ (بن موسیٰ) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، انہوں نے ہمام سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ مَرَّتَيْنِ قِيْلَ إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي أَبِيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيْنِ فَاكْلَفُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ.

رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی ﷺ سے مروی ہے۔ آپؐ نے دو دفعہ فرمایا: وصال کے روزوں سے بچو۔ (آپؐ سے) کہا گیا: آپؐ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں ایسی حالت میں رات گذارتا ہوں کہ میرا ربّ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ سو تم اعمال میں اتنی ہی تکلیف اُٹھاؤ جتنی طاقت رکھتے ہو۔

اطرافہ: ۱۹٦٥، ٦٨٥١، ٧٢٤٢، ٧٢٩٩.

تشریح: اَلتَّنْكِيْلُ لِمَنْ اَكْثَرَ الْوِصَالَ: عنوانِ باب میں حضرت انسؓ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کتاب التمنی باب ۹: ما يجوز من اللَّوْ روایت نمبر ۷۲۴۱ میں آئے گی۔ اُس میں یہ الفاظ ہیں: لَوْ مُدَّ بِيَ الشَّهْرُ لَوَاصَلْتُ وِصَالًا يَدَعُ الْمُتَعَمِّقُوْنَ تَعَمُّقَهُمْ ۔ اگر مہینہ لمبا ہوتا تو میں لگا تار روزہ وصال رکھتا تا وہ لوگ جو احکام کے بارے میں تکلّف اور تشدد سے کام لیتے ہیں، انہیں نصیحت حاصل ہو اور وہ تکلّف چھوڑ دیں۔ روایت نمبر ۱۹٦۵ سے ظاہر ہے کہ اعمال صالحہ کی بجاآوری میں میانہ روی پسندیدہ ہے۔

اس تعلق میں کتاب الایمان باب ۲۹ روایت نمبر ۳۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ٥٠: اَلْوِصَالُ إِلَى السَّحَرِ

سحری تک وصال کا روزہ رکھنا

١٩٦٧: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُوَاصِلُوْا فَأَيُّكُمْ أَرَادَ أَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ قَالُوْا فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ لَسْتُ

۱۹٦۷: ابراہیم بن حمزہ نے ہم سے بیان کیا کہ (عبدالعزیز) بن ابی حازم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے یزید (بن ہاد) سے، یزید نے عبداللہ بن خباب سے، عبداللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: وصال کے روزے نہ رکھو۔ تم میں سے جو چاہے کہ اپنے روزے کو دوسرے روزے سے ملائے تو چاہیے کہ وہ افطار کے بعد سحری تک کچھ نہ کھائے۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ فرمایا: میری حالت

كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَبِيْتُ لِي مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِي وَسَاقٍ يَسْقِيْنِ.

اطرافہٗ: ۱۹۶۳۔

تمہاری طرح نہیں ہے۔ میں ایسی حالت میں رات گذارتا ہوں کہ میرے لئے ایک کھلانے والا ہوتا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور ایک ساقی ہوتا ہے جو مجھے پلاتا ہے۔

تشریح: اَلْوِصَالُ اِلَى السَّحَرِ: یہ باب بھی سابقہ مضمون کے تعلق میں ہی ہے۔ روایت نمبر ۱۹۶۷؛ روایت نمبر ۱۹۶۳ میں ایک دوسری سند سے گذر چکی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ جس کا حوالہ باب ۴۸ کے عنوان میں دیا گیا ہے۔ (ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ) اس کے پیش نظر بوقت مغرب افطار کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی افطار تو کرلے؛ لیکن رات کا کھانا سحری تک ملتوی رکھے تو یہ اصطلاحی معنوں میں وصال کا روزہ نہیں کہلائے گا۔ امام ابن حجرؒ نے ایسا روزہ جائز قرار نہیں دیا۔ امام شافعیؒ اور جمہور کا مذہب بھی یہی ہے مگر امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی محولہ بالا روایت کے پیش نظر ایسا روزہ رکھنا درست قرار دیا ہے۔ ابن خزیمہؒ نے متضاد روایت میں مطابقت کی صورت یہ بتائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے وصالی روزے مطلق منع فرمائے اور بعد میں سحری تک اجازت دی۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۶۰، ۲۶۵-۲۶۶) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۶۷) اس بارہ میں ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اِجازت اس تصریح کے ساتھ دی گئی ہو کہ وہ روزے منشائے شریعت کے خلاف ہیں جن سے مقصد یہ ہو کہ عمل کے زور سے رضائے الٰہی طلب کی جائے۔ باوجود اس تصریح کے اگر کوئی چاہے تو پھر سحری تک وصال کا روزہ رکھ سکتا ہے۔ رہبانیت کے دلدادہ عیسائیوں میں اس قسم کے روزے اور دیگر مشقت آمیز ریاضتیں تھیں اور ہندوؤں میں تو اُن سے زیادہ سخت اور جانکاہ مشقتیں تزکیہ نفس کی غرض سے اِیجاد کی گئی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے مگر باوجود اِس کے وہ تزکیہ نفس سے محروم رہتے ہیں۔

بَاب ۵۱: مَنْ أَقْسَمَ عَلَى أَخِيْهِ لِيُفْطِرَ فِي التَّطَوُّعِ وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قَضَاءً إِذَا كَانَ أَوْفَقَ لَهُ

جس نے اپنے بھائی کو قسم دی کہ وہ نفلی روزے کی حالت میں افطار کرے اور اُس پر قضا نہیں جبکہ افطار میں مصلحت کا تقاضا ہو

۱۹۶۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۱۹۶۸: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ جعفر بن عون نے ہمیں بتایا۔ ابوالعمیس (عتبہ بن عبداللہ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عون بن ابی جُحَیفہ سے، عون نے اپنے باپ (وہب بن عبداللہ سوائی) سے روایت کی کہ

وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ لَهَا مَا شَأْنُكِ قَالَتْ أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَ لَهُ كُلْ قَالَ فَإِنِّي صَائِمٌ قَالَ مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ قَالَ فَأَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ قَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ فَقَالَ نَمْ فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْآنَ فَصَلَّيَا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ.

اطرافہ: ۶۱۳۹۔

انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے حضرت سلمانؓ اور حضرت ابودرداءؓ کو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔ حضرت سلمانؓ حضرت ابودرداءؓ سے ملنے گئے تو انہوں نے حضرت امّ درداءؓ کو دیکھا کہ انہوں نے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اُن سے پوچھا: تمہارا یہ کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگیں: تمہارے بھائی ابودرداءؓ کو دنیا میں کوئی حاجت نہیں۔ اتنے میں حضرت ابودرداءؓ آئے تو انہوں نے حضرت سلمانؓ کے لئے کھانا تیار کیا اور اُن سے کہا: آپؓ کھائیں (اور) کہا: میں تو روزہ دار ہوں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا: میں اس وقت تک ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک آپؓ نہ کھائیں۔ (وہب نے) کہا: حضرت ابودرداءؓ نے کھانا کھایا اور جب رات ہوئی تو حضرت ابودرداءؓ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے۔ (حضرت سلمانؓ نے) کہا: سوئیں۔ تو وہ سو گئے۔ پھر نماز کے لئے اُٹھنے لگے تو انہوں نے کہا: ابھی سوئیں۔ جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمانؓ نے کہا: اب اُٹھیں اور دونوں نے نماز پڑھی اور حضرت سلمانؓ نے اُن سے کہا: تیرے ربّ کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے نفس کا بھی اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اس لئے ہر حق والے کو اُس کا حق دے۔ حضرت ابودرداءؓ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ سے اس بات کا ذکر کیا تو نبی ﷺ نے اُن سے فرمایا: سلمانؓ نے سچ کہا ہے۔

تشریح: **اِذَا كَانَ اَوْفَقَ لَهٗ:** یعنی بشرطیکہ نفلی روزہ چھوڑنے میں مصلحت کا تقاضا ہو ورنہ یونہی روزہ چھوڑ دینا جائز نہیں۔ اس تعلق میں امام بیہقیؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی دعوت کی۔ جب کھانا چنا گیا تو ایک شخص نے بوجہ روزہ دار ہونے کے کھانا کھانے سے معذرت کی تو

آپؐ نے فرمایا: دَعَاكُمْ اَخُوْكُمْ وَتَكَلَّفَ لَكُمْ...... اَفْطِرْ وَصُمْ مَّكَانَهٗ يَوْمًا اِنْ شِئْتَ. (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الصيام، باب التخيير في القضاء إن كان صومه تطوعا ، جزء۴صفحہ۲۷۹) یعنی تمہارے بھائی نے تمہاری دعوت کی اور تمہاری خاطر تکلیف اُٹھائی ہے۔ روزہ افطار کرلو اور اس کی جگہ اگر چاہو تو اور روزہ رکھ لو۔ اس سے ظاہر ہے کہ نفلی روزے کی قضاء واجب نہیں۔ ترمذیؒ اور نسائیؒ وغیرہم بزرگوں نے بعض ایسی روایتیں بھی نقل کی ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ اگر روزہ دار بغیر عذر روزہ چھوڑے تو اس پر قضاء لازم ہے۔ (سنن الترمذي، كتاب الصوم، باب ما جاء في ايجاب القضاء عليه) (السنن الكبرىٰ للنسائي، كتاب الصيام، باب ما يجب على الصائم المتطوع اذا أفطر، جزء۲صفحہ۲۴۷) تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری جزء۴صفحہ۲۷۰، عمدۃ القاری جزء۱۱صفحہ۷۸، ۷۹۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زیر باب ۶۱ روایت نمبر ۱۹۸۲ حضرت انسؓ سے نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ اُن کے ہاں آئے، کھانا پیش کیا گیا۔ آپؐ کا روزہ تھا اور آپؐ نے افطار نہیں کیا۔ ان مختلف روایتوں سے ظاہر ہے کہ روزہ چھوڑنا یا نہ چھوڑنا روزہ دار کی مرضی پر منحصر ہے۔ آدابِ مہمان نوازی میں یہ ادب بھی ہے کہ میزبان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو اور مہمان کے قیام کے اثناء میں نفلی روزہ نہ رکھے۔ مسائل دینیہ پر عمل کی بنیاد بصیرت اور حالات کے صحیح موازنہ پر ہونی چاہیے کہ کس جہت میں افراط وتفریط منشائے شریعتِ حقہ کے خلاف ہے۔ یہی سبق اس باب میں سکھایا گیا ہے۔

بَاب ۵۲ : صَوْمُ شَعْبَانَ

شعبان کے روزے رکھنا

۱۹۶۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتَّى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ.

اطرافه: ۱۹۷۰، ٦٤٦٥.

۱۹۶۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابونضر سے، ابونضر نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ روزے رکھتے تھے تو ہم سمجھتے کہ آپؐ ختم ہی نہ کریں گے اور روزہ چھوڑتے تو ہم سمجھتے کہ اب آپؐ روزہ نہیں رکھیں گے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپؐ نے مہینہ بھر روزے رکھے ہوں سوائے رمضان کے۔ اور میں نے آپؐ کو نہیں دیکھا کہ شعبان سے زیادہ کسی اور مہینے میں روزے رکھے ہوں۔

۱۹۷۰: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا أَكْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ وَكَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهُ وَكَانَ يَقُوْلُ خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَإِنَّ اللهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوْا وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دُوْوِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّتْ وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً دَاوَمَ عَلَيْهَا.

اطرافہ: ۱۹۶۹، ٦٤٦٥۔

۱۹۷۰: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ سے، یحییٰ نے ابوسلمہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُن سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزے نہیں رکھتے تھے۔ آپؐ شعبان کا سارا مہینہ روزے رکھتے اور فرمایا کرتے تھے: اُتنا ہی عمل کرو جتنی تم طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو نہیں اُکتاتا۔ تم ہی اُکتا جاؤ گے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پیاری نماز وہ تھی جو ہمیشہ پڑھی جائے اگرچہ وہ تھوڑی ہی ہو، اور جب آپؐ کوئی (نفل) نماز پڑھتے تو آپؐ اُسے ہمیشہ ہی پڑھا کرتے۔

تشریح: **صَوْمُ شَعْبَانَ:** شعبان کا مہینہ رجب اور رمضان کے درمیان ہے۔ یہ نام شعب سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں: متفرق ہونا۔ اسی مہینے میں چونکہ قبائل عرب مختلف اغراض سے دُور ونزدیک کے علاقوں میں منتشر ہو جاتے تھے۔ اس لئے اس مہینے کا نام شعبان رکھا گیا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۸۲) ترمذیؒ، ابن ماجہؒ وغیرہ نے بعض روایتیں نقل کی ہیں؛ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جو پندرھویں شعبان کو روزہ رکھے گا اور آدھی رات کو چودہ رکعت نماز تہجد پڑھے گا اور پھر اگلے دن بھی روزہ دار ہوگا اور چودہ دفعہ سورہ فاتحہ پڑھے گا تو اُس نے گویا بیس مقبول حج کئے اور بیس سال کے روزے رکھے۔ یہ الفاظ حضرت علیؓ کی سند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ایسی روایتیں نہ صرف جمہور ہی نے ردّ کی ہیں بلکہ خود ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے بھی کمزور قرار دی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ روایتیں مقطوع السند بھی ہیں اور امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی روایتیں موضوعات میں شمار کی ہیں۔ امام بخاریؒ اور ابوزرعہؒ اور ابوحاتمؒ نے بالاتفاق ثابت کیا ہے کہ ان راویوں کی میل ملاقات اور ایک دوسرے سے اُن کی سماعت قطعاً ثابت نہیں۔ نصف شعبان کی رات کو چراغاں کرنے کے بارے میں بھی بعض روایات ہیں جو عندالتحقیق وضعی ثابت ہوئی ہیں اور معلوم ہوا ہے کہ اِس بدعت کا پس منظر ایران کے آتش پرست مجوسیوں کی رسم تھی جو وہ پندرھویں شعبان کو منایا کرتے تھے۔ **برات** ایرانی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں: قسمت۔ شب برات یعنی قسمت کی رات۔ ہندی زبان میں بھی

برات کے معنی قسمت ہیں۔ پنجاب سے بنگال تک یہ لفظ قسمت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ بدعت عراق میں یحيٰ بن خالد برمکی کے زمانہ میں ایران سے داخل ہوئی جبکہ وہ آذر بائیجان کے حاکم تھے اور پھر ہارون الرشید کے وزیر ہوئے۔ چنانچہ جب علامہ ابن دحیہ کو اس کا علم ہوا تو وہ ملک کامل (۳۴۵ھ) سے ملے اور انہوں نے اس بدعت کا ذکر کیا۔ آخر اُس نیک بادشاہ کے حکم سے مصر کے تمام صوبہ جات میں اس رسم کا قلع قمع کیا گیا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۸۲، ۸۳)

غرض شعبان کی فضیلت کے بارے میں اس قسم کی روایات ردّ کرنے کی غرض سے مذکورہ بالا باب قائم کیا گیا ہے اور ایسی تمام غیر مستند اور کمزور روایتیں نظر انداز کر دی گئی ہیں۔ مگر باوجود اس کے جائے تعجب ہے کہ ہمارے ملک میں بھی **شب برات** منائی جاتی ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس رات مذکورہ بالا طریق سے جو دعا کی جائے گی وہ قبول ہوگی اور اللہ تعالیٰ کہے گا: مانگ تجھے دیا جائے گا اور تیرے سارے گناہ بخشے جائیں گے۔ آدمی کے ہر بچے کی نیک و بد قسمت کا فیصلہ اس رات کیا جاتا ہے۔

اس باب کے تحت صرف دو مستند روایتیں نمبر ۱۹۶۹، ۱۹۷۰ نقل کی گئی ہیں۔ پہلی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفلی روزے رکھنے کا ذکر ہے کہ سوائے رمضان کے کسی مہینہ میں بھی آپؐ نے پورے روزے نہیں رکھے اور دوسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ شعبان کا سارا مہینہ روزے رکھے۔ دونوں باتوں میں بظاہر تضاد ہے۔ اس بارے میں امام ابن حجرؒ نے جو توجیہ کی ہے وہ معقول ہے اور اُس سے یہ تضاد دُور ہو جاتا ہے۔ یعنی سفر میں جس رمضان کے روزے چھوٹ گئے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان میں رکھے (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۷۲، ۲۷۳) اور آپؐ کی عادت تھی کہ جب آپؐ کوئی عبادت کرتے تو اُس پر مداومت فرماتے۔ آپؐ کی اسی پاک عادت سے متعلق روایت نمبر ۱۹۷۰ کے آخر میں ذکر کیا گیا ہے اور شعبان میں یہ کثرت شعبان کی کسی خصوصیت کی وجہ سے نہ تھی۔ اس تعلق میں **کتاب الرقاق باب ۱۸** بھی دیکھئے۔ دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دو اور روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اپنی طاقت اور مداومت عمل ملحوظ رکھنی چاہیے۔ اس تعلق میں **کتاب التہجد باب ۱۸** روایت نمبر ۱۱۵۱، **کتاب الإیمان باب ۳۲** روایت نمبر ۴۳ بھی دیکھئے۔

اہل عراق کا زردشتیوں کے رسم و رواج سے متاثر ہونا یا اُسے اختیار کرنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ خود ہمارے ملک میں دیوالی وغیرہ ہندوانہ رسوم اور پیدائش، شادی و غمی وغیرہ کی رسوم سے مسلمان جس قدر متاثر ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ انگریزوں کی حکومت کے زمانہ میں اُن کی تقلید کی جاتی تھی۔ مشار الیہ موضوع روایت کا حضرت علیؓ کی طرف منسوب کیا جانا بھی اِس کے ایرانی ماخذ و منبع کی غمازی کرتا ہے۔

بَاب۵۳: مَا يُذْكَرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِفْطَارِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے اور افطار کا جو ذکر کیا جاتا ہے

۱۹۷۱: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَا صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ وَيَصُوْمُ حَتَّى يَقُوْلَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى يَقُوْلَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يَصُوْمُ.

۱۹۷۱: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوبشر سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے رمضان کے کبھی پورے مہینے کے روزے نہیں رکھے اور آپؐ روزے رکھتے، یہاں تک کہ کہنے والا کہتا: بخدا آپؐ روزہ نہیں چھوڑیں گے اور روزہ چھوڑتے یہاں تک کہ کہنے والا کہتا: بخدا آپؐ روزہ نہیں رکھیں گے۔

۱۹۷۲: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَّا يَصُوْمَ مِنْهُ وَيَصُوْمُ حَتَّى نَظُنَّ أَنْ لَّا يُفْطِرَ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَاءُ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ.

وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسًا فِي الصَّوْمِ. ح

اطرافہ: ۱۱۴۱، ۱۹۷۳، ۳۵۶۱۔

۱۹۷۲: عبدالعزیز بن عبداللہ نے مجھ سے بیان کیا، کہا: محمد بن جعفر نے مجھے بتایا۔ حمید (طویل) سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ کسی مہینے میں روزہ چھوڑتے تو ہم سمجھتے کہ اب آپؐ اس مہینے میں روزہ نہیں رکھیں گے۔ اور کسی مہینے میں روزہ رکھتے تو ہم سمجھتے کہ آپؐ اس میں اب روزہ نہیں چھوڑیں گے۔ اور آپؐ کی یہ حالت تھی کہ اگر تمہاری خواہش ہوتی کہ رات کو ایسے وقت میں زیارت ہو کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہوں تو تم دیکھتے کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اگر تمہارا خیال ہوتا کہ آپؐ سوئے ہوئے ہوں گے تو تم آپؐ کو سویا ہوا پاتے۔ اور سلیمان نے حمید سے روایت کرتے ہوئے یوں کہا کہ انہوں نے روزہ کے بارہ میں حضرت انسؓ سے پوچھا۔۔۔۔

۱۹۷۳: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا كُنْتُ أُحِبُّ أَنْ أَرَاهُ مِنَ الشَّهْرِ صَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ وَلَا مُفْطِرًا إِلَّا رَأَيْتُهُ وَلَا مِنَ اللَّيْلِ قَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتُهُ وَلَا مَسِسْتُ خَزَّةً وَلَا حَرِيْرَةً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ مِسْكَةً وَلَا عَبِيْرَةً أَطْيَبَ رَائِحَةً مِنْ رَائِحَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافہ: ۱۱۴۱، ۱۹۷۲، ۳۵۶۱۔

۱۹۷۳: محمد (بن سلام) نے مجھ سے بیان کیا۔ ابوخالد احمر نے ہمیں خبر دی کہ حمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے روزوں کی نسبت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جب میں چاہتا کہ آپؐ کو اس مہینہ میں روزہ دار دیکھوں تو آپؐ کو روزہ دار ہی دیکھتا اور جب کہیں میں آپؐ کو بغیر روزہ کے دیکھنا چاہتا تو اُسی حالت میں دیکھتا اور جب کسی رات میرا خیال ہوتا کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہوں گے تو اسی حالت میں دیکھتا اور جب یہ خیال ہوتا کہ آپؐ اس وقت سوئے ہوئے ہوں گے تو اسی طرح دیکھتا، اور میں نے نہ کوئی پشم اور نہ ریشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ ملائم دیکھا اور نہ کوئی مشک اور نہ عنبر سونگھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ اچھی خوشبو والی ہو۔

تشریح: مَا يُذْكَرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ ﷺ وَإِفْطَارِهِ: یہ باب بھی سابقہ مضمون یعنی نفلی روزوں کے تعلق ہی میں ہے۔ مندرجہ روایتوں سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے رمضان کے کسی اور مہینے کو روزوں کے لئے مخصوص نہیں فرماتے تھے اور نہ آپؐ کے لیل ونہار میں سے کوئی خاص وقت نوافل کے لئے مخصوص تھا بلکہ سارے اوقات میں آپؐ کی عبادت کچھ اس طرح منقسم تھی کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی اور یوں معلوم ہوتا کہ آپؐ کی نماز اور روزہ کی عبادتیں شانِ سروری کا نمونہ ہیں۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں: میری آنکھیں تو سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔ (روایت نمبر ۸۵۹، ۱۱۴۷) اس باب کی پہلی روایت میں آپؐ کے روزوں کی اور دوسری اور تیسری روایت میں روزہ اور نماز کی دوامی کیفیت کا صحیح صحیح نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

دوسری روایت میں سلیمان کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے؛ وہ باب کی تیسری روایت میں دیکھئے جو ابوخالد سے موصولاً منقول ہے۔ ان کا نام سلیمان بن حبان ہے نہ کہ سلیمان بن بلال۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۷۵)

بَاب ٥٤: حَقُّ الضَّيْفِ فِي الصَّوْمِ

روزے میں مہمان کا حق ہے

١٩٧٤: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا هَارُوْنُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ يَعْنِي إِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَقُلْتُ وَمَا صَوْمُ دَاوُدَ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ.

۱۹۷۴: اسحاق (بن راہویہ) نے ہم سے بیان کیا کہ ہارون بن اسماعیل نے ہمیں خبر دی کہ علی (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ یحيٰ (بن ابی کثیر) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوسلمہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے مجھ سے بیان کیا، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے۔ پھر ساری حدیث کا ذکر کیا۔ یعنی (آپؐ نے فرمایا:) تمہارے ملاقات کرنے والے مہمان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے تو میں نے پوچھا: حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے کیسے تھے؟ آپؐ نے فرمایا: آدھا زمانہ (یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار۔)

اطرافہ: ١١٣١، ١١٥٢، ١١٥٣، ١٩٧٥، ١٩٧٦، ١٩٧٧، ١٩٧٨، ١٩٧٩، ١٩٨٠، ٣٤١٨، ٣٤١٩، ٣٤٢٠، ٥٠٥٢، ٥٠٥٣، ٥٠٥٤، ٥١٩٩، ٦١٣٤، ٦٢٧٧۔

بَاب ٥٥: حَقُّ الْجِسْمِ فِي الصَّوْمِ

روزے میں جسم کا حق ہے

١٩٧٥: حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ

۱۹۷۵: (محمد) ابن مقاتل نے ہم سے بیان کیا۔ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ اوزاعی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: یحيٰ بن کثیر نے مجھ سے بیان کیا، کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے بتایا، کہا: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے مجھ

الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ بَلَى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ بِحَسْبِكَ أَنْ تَصُوْمَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا فَإِذَنْ ذَلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ قُلْتُ وَمَا كَانَ صِيَامُ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ نِصْفَ الدَّهْرِ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُوْلُ بَعْدَ مَا كَبِرَ يَا لَيْتَنِي قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: عبداللہ! مجھے جو بتایا گیا ہے کیا یہ سچ ہے کہ تم دن کو روزے رکھتے ہیں اور رات بھر عبادت کرتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: ایسا نہ کرو۔ روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو اور رات کو عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی، کیونکہ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تم سے ملاقات کرنے والے کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ ہر مہینے میں تم تین دن روزہ رکھو، کیونکہ تمہارے لئے ہر نیکی کے بدلے میں اُس سے دس گنا بدلہ ملے گا تو یہ ساری عمر کے روزے ہوں گے۔ مگر میں نے سختی کی اور اِس کے نتیجے میں مجھ پر سختی کی گئی۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں تو طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تو پھر اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کی طرح روزہ رکھو اور اس سے مت بڑھو۔ میں نے پوچھا: (یا رسول اللہ!) حضرت داؤد علیہ السلام نبی اللہ کے روزے کیسے تھے؟ آپؐ نے فرمایا: آدھا زمانہ (یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار) حضرت عبداللہؓ جب بوڑھے ہوگئے تو کہا کرتے تھے: کاش میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سہولت قبول کر لیتا۔

اطرافہٗ: ۱۱۳۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۵۰۵۲، ۵۰۵۳، ۵۰۵۴، ۵۱۹۹، ۶۱۳۴، ۶۲۷۷۔

بَاب ٥٦ : صَوْمُ الدَّهْرِ

ہمیشہ روزہ رکھنا

١٩٧٦ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَقُوْلُ وَاللهِ لَأَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَأَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ فَقُلْتُ لَهُ قَدْ قُلْتُهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي قَالَ فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ ذَلِكَ فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَذَلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ قُلْتُ إِنِّي أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ قُلْتُ إِنِّي أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا فَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ فَقُلْتُ إِنِّي أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ.

١٩٧٦: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا۔ شعیب نے ہمیں خبر دی کہ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: سعید بن میسّب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری اس بات کی خبر پہنچ گئی کہ جو میں نے کہی تھی کہ بخدا میں زندگی بھر دِن کو روزہ رکھوں گا اور راتیں عبادت میں گذاروں گا تو میں نے آپؐ سے کہا: یقیناً میں نے ایسا کہا ہے، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ آپؐ نے فرمایا: تم ایسا نہیں کر سکو گے۔ روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو اور رات کو عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی اور ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھو کیونکہ نیکی کا بدلہ دس گناہ ہے اور یہ ویسا ہی ہے کہ سارے زمانہ میں روزے رکھے جائیں۔ میں نے کہا: میں اس سے بڑھ کر طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تو پھر ایک دن روزہ رکھو اور دو دِن روزہ نہ رکھو۔ میں نے کہا: میں اس سے بڑھ کر طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن روزہ نہ رکھو اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہوں گے اور وہ افضل روزے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں اس سے بڑھ کر طاقت رکھتا ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے افضل کوئی روزہ نہیں۔

اطرافہ: ١١٣١، ١١٥٢، ١١٥٣، ١٩٧٤، ١٩٧٥، ١٩٧٧، ١٩٧٨، ١٩٧٩، ١٩٨٠، ٣٤١٨، ٣٤١٩، ٣٤٢٠، ٥٠٥٢، ٥٠٥٣، ٥٠٥٤، ٥١٩٩، ٦١٣٤، ٦٢٧٧۔

بَاب۵۷: حَقُّ الْأَهْلِ فِي الصَّوْمِ

روزے میں بیوی کا حق ہے

رَوَاهُ أَبُو جُحَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ابو جُحیفہ (وہب بن عبداللہ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔

۱۹۷۷: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَطَاءً أَنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَسْرُدُ الصَّوْمَ وَأُصَلِّي اللَّيْلَ فَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ وَإِمَّا لَقِيْتُهُ فَقَالَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُوْمُ وَلَا تُفْطِرُ وَتُصَلِّي فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَإِنَّ لِعَيْنَيْكَ عَلَيْكَ حَظًّا☆ وَإِنَّ لِنَفْسِكَ وَأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَظًّا☆ قَالَ إِنِّي لَأَقْوَى لِذَلِكَ قَالَ فَصُمْ صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَكَيْفَ قَالَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى قَالَ مَنْ لِّي بِهَذِهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ عَطَاءٌ لَا أَدْرِي كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ قَالَ

۱۹۷۷: عمرو بن علی (فلاس) نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعاصم نے ہمیں ابن جریج سے خبر دی۔ (انہوں نے کہا:) میں نے عطاء (ابن ابی رباح) سے سنا کہ ابوالعباس شاعر نے اُن کو خبر دی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ کو میرے متعلق اطلاع پہنچی کہ میں لگاتار روزے رکھتا ہوں اور رات بھر نماز پڑھتا ہوں تو آپؐ نے مجھے بلا بھیجا یا میں خود آپؐ سے ملا تو آپؐ نے فرمایا: کیا مجھے یہ نہیں بتایا گیا کہ تم روزہ رکھتے ہو اور افطار نہیں کرتے اور نماز پڑھتے رہتے ہو (اور سوتے نہیں؟ ایسا نہیں چاہیے۔) روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی، کیونکہ تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق☆ ہے اور تمہارے نفس اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق☆ واجب ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تو پھر تم حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح روزے رکھو۔ انہوں نے کہا: وہ کیسے تھے؟ آپؐ نے فرمایا: ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے۔ جب دشمن سے مقابلہ کرتے تو بھاگتے نہ تھے۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا:

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں ان دونوں جگہ لفظ "حَقًّا" ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۲۸۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ مَرَّتَيْنِ.

اے اللہ کے نبی! کون ہے جو مجھے اس میں مدد دے؟ (یعنی میں بےبس ہوں) عطاء نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپؐ نے ہمیشہ کے روزے کا ذکر کن الفاظ میں فرمایا تھا۔ نبی ﷺ نے یہ تو دو دفعہ فرمایا تھا کہ جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا، اُس نے کوئی روزہ نہ رکھا۔

اطرافہ: ۱۱۳۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۹۷٤، ۱۹۷٥، ۱۹۷٦، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۳٤۱۸، ۳٤۱۹، ۳٤۲۰، ٥۰٥۲، ٥۰٥۳، ٥۰٥٤، ٥۱۹۹، ٦۱۳٤، ٦۲۷۷۔

تشریح: **صَوْمُ الدَّهْرِ:** باب۵۳ میں مذکورہ کیفیتِ صوم وصلوٰۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خارق عادت ہے جو انتہائی عشق الٰہی پر دلالت کرتی ہے۔ یہ حالت نہ تکلف سے حاصل ہوسکتی ہے نہ کوشش وغیرہ سے بلکہ فضل خداداد سے۔ باب نمبر۵۳ کی روایات سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے اپنے جسم کو اس کے حقوق سے محروم نہیں رکھا۔ اسی تسلسل میں یکے بعد دیگرے چار ابواب قائم کئے گئے ہیں اور اُن میں بتایا گیا ہے کہ اسلامی عبادت اس بات کا نام نہیں کہ جسم کو معطل کر دیا جائے اور گھریلو اور اجتماعی تعلقات منقطع کر دیئے جائیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص سے متعلق جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ وہ رات دن صوم وصلوٰۃ میں مشغول رہتے ہیں تو آپؐ نے اُن کو نصیحت فرمائی جس پر انہوں نے اپنی عبادت میں کمی تو کی مگر حالت اعتدال پر قائم نہ رہ سکے اور نتیجہ یہ ہوا کہ آخر عمر میں اُن کو اپنے اس مبالغہ آمیز زُہد کا خمیازہ بھگتنا پڑا اور بالالتزام اپنی یہ عبادتیں جاری نہ رکھ سکے۔ روایت نمبر۱۹۷۵ کے الفاظ سے جو مفصل ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت متعدد سندوں سے مروی ہے، کہیں مختصر کہیں مفصل۔ ہر جگہ موقع ومحل کی مناسبت سے کوئی نہ کوئی مسئلہ روایت سے مستنبط کیا گیا ہے۔ اس تعلق میں کتاب التہجد باب۲۰ روایت نمبر۱۱۵۳ بھی دیکھئے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ مروی ہیں: هَجَمَتْ عَيْنُكَ. روایت نمبر۱۹۷۹ (زیر باب۵۹) میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار سے زیادہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو نصیحت فرمائی اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کا پاس تھا مگر وہ اس بارے میں قسم کھا چکے تھے جبکہ اُن کے والد حضرت عمروؓ بن عاص نے بھی انہیں باصرار سمجھایا کہ عبادت میں ایسا تشدد نقصان دہ ہوگا اور جب باز نہیں آئے تو اُن کے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۷۷ شرح باب۵۵)

باب۵۵ اور ۵۷ کے درمیان باب صَوْمُ الدَّهْرِ قائم کیا گیا ہے اور دائمی روزے کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی معین فیصلہ نہیں کیا۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاص کے لئے ہی مخصوص ہو۔ اس لئے اس واقعہ سے کوئی مسئلہ معین صورت میں مستنبط نہیں کیا جاسکتا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۲۸۰ شرح باب۵۶)

امام احمد بن حنبلؒ اور ابن خزیمہؒ وغیرہ نے بعض روایتیں مرفوعاً نقل کی ہیں جن کے یہ الفاظ ہیں: مَنْ صَامَ الدَّهْرَ

ضُيِّقَتْ عَلَيْهِ جَهَنَّمُ هَكَذَا وَقَبَضَ كَفَّهُ. (مسند احمد بن حنبل، حديث ابو موسى الأشعرى، جز۴صفحہ۴۱۴) (صحيح ابن خزيمة، كتاب الصيام، باب فضل صيام الدهر اذا أفطر الأيام التى زجر عن الصيام فيها، روایت نمبر۲۱۵۴ جزء۳صفحہ۳۱۳) (فتح الباری جزء۴صفحہ۲۸۲ شرح باب ۵۷) یعنی جس نے عمر بھر روزے رکھے جہنم اُس پر اس طرح تنگ ہو جائے گی۔ یہ فرما کر آپؐ نے اپنی انگلیوں سے گرہ بنا کر اشارہ کیا۔ اس فقرے کا مفہوم شدید انذار کا بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی اس کے لئے جہنم سے نکلنے کی راہ نہ رہے گی اور ایک فریق نے اس کا مفہوم یہ بھی لیا ہے کہ وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ مگر مفہوم معین کرنے کے لئے صرف ایک فقرے کو نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ سیاقِ کلام کو دیکھنا ضروری ہے۔ وصال کے روزوں کے تعلق میں قائم کردہ ابواب کے پیش نظر دوسرا مفہوم بعید از قیاس ہے اور اس تعلق میں آنحضرت ﷺ کی نصیحت بھی واضح ہے۔ اُن کی روشنی میں مذکورہ بالا فقرے کا مفہوم دیکھنا چاہیے۔ علاوہ ازیں نماز وغیرہ عبادات میں بھی آنحضرت ﷺ نے غلو سے منع فرمایا ہے۔ اس تعلق میں كتاب الإيمان باب۲۹، ۳۲ نیز كتاب التهجد باب۱۱، ۱۶ بھی دیکھئے۔

لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ: ابن عربی جو مالکی المذہب ہیں؛ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقرہ اگر دعائیہ ہے تو بھی ہلاکت اور اگر خبریہ ہے تو بھی ہلاکت۔ وہ فریق جس نے عمر بھر کے روزوں کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اُن کا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقرہ اُس شخص کے بارے میں ہے کہ جس نے عیدین کے روزے بھی رکھے۔ اُس فریق کے نزدیک اگر قدرت ہو تو ہمیشہ روزے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشار الیہ نصیحت کے الفاظ سے پایا جاتا ہے کہ آپؐ نے جسمانی صحت کو نقصان پہنچنے کے اندیشہ سے دائمی روزوں کی ممانعت فرمائی۔ امام موصوفؒ اس فریق کی رائے کے حق میں نہیں۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۲۸۲، ۲۸۳)

بَاب ۵۸: صَوْمُ يَوْمٍ وَإِفْطَارُ يَوْمٍ

ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا

۱۹۷۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُغِيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَالَ أُطِيْقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَمَا زَالَ حَتَّى قَالَ صُمْ يَوْمًا

۱۹۷۸: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ غندر نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے مغیرہ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے مجاہد سے سنا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ہر مہینے میں تین دن روزے رکھو۔ (حضرت عبداللہؓ نے) کہا: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ انہیں سمجھاتے

وَأَفْطِرْ يَوْمًا فَقَالَ اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ قَالَ إِنِّي أُطِيْقُ أَكْثَرَ فَمَا زَالَ حَتَّى قَالَ فِي ثَلَاثٍ.

رہے یہاں تک کہ آخر آپؐ نے فرمایا: ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن نہ رکھو، اور یہ بھی فرمایا: مہینہ میں ایک دفعہ سارا قرآن پڑھا کرو۔ انہوں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آخر فرمایا: تین دن میں سہی۔

اطرافہ: ۱۱۳۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۵۰۵۲، ۵۰۵۳، ۵۰۵۴، ۵۱۹۹، ۶۱۳۴، ۶۲۷۷۔

بَاب ۵۹: صَوْمُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ

۱۹۷۹: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الْمَكِّيَّ وَكَانَ شَاعِرًا وَكَانَ لَا يُتَّهَمُ فِي حَدِيْثِهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَتَصُوْمُ الدَّهْرَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ وَنَفِهَتْ لَهُ النَّفْسُ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ قُلْتُ فَإِنِّي أُطِيْقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى.

۱۹۷۹: آدم نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ حبیب بن ابی ثابت نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے ابوالعباس مکی سے سنا اور وہ شاعر تھے اور اپنی روایت کے بارے میں متہم نہیں تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور رات بھر عبادت کرتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا تو آنکھوں میں گڑھے پڑ جائیں گے اور نفس ناتواں ہو جائے گا اور جس نے ہمیشہ روزے رکھے اُس نے کوئی روزہ نہ رکھا۔ (مہینے میں) تین دن روزے رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ساری عمر روزے رکھنا۔ میں نے کہا: میں تو اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کی طرح روزے رکھو۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ کرتے تو بھاگتے نہ تھے۔

اطرافہ: ۱۱۳۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۸۰، ۳۴۱۸، ۳۴۱۹، ۳۴۲۰، ۵۰۵۲، ۵۰۵۳، ۵۰۵۴، ۵۱۹۹، ۶۱۳۴، ۶۲۷۷۔

١٩٨٠ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ شَاهِيْنَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الْمَلِيْحِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِيْكَ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَ لَهُ صَوْمِي فَدَخَلَ عَلَيَّ فَأَلْقَيْتُ لَهُ وِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ فَجَلَسَ عَلَى الْأَرْضِ وَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَقَالَ أَمَا يَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ خَمْسًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ سَبْعًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تِسْعًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ إِحْدَى عَشْرَةَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَطْرَ الدَّهَرِ صُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا.

١٩٨٠: اسحاق بن شاہین واسطی نے ہم سے بیان کیا کہ خالد بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد حذاء سے، انہوں نے ابوقلابہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ابوالملیح نے مجھے خبر دی، کہا: تمہارے باپ کے ساتھ میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس آیا تو انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے روزوں کا ذکر کیا گیا تو آپؐ میرے پاس آئے۔ میں نے آپؐ کے لئے چمڑے کی ایک توشک بچھائی، جس میں کھجور کا ریشہ بھرا ہوا تھا۔ آپؐ زمین پر بیٹھ گئے اور وہ توشک میرے اور آپؐ کے درمیان رہی۔ آپؐ نے فرمایا: کیا ہر مہینے میں تین دن روزے تمہیں کافی نہیں ہیں؟ (حضرت عبداللہؓ نے) کہا: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! (مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے) فرمایا: پانچ۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! (اس سے زیادہ۔) آپؐ نے فرمایا: سات (سہی۔) میں نے کہا: یارسول اللہ! (اس سے زیادہ۔) آپؐ نے فرمایا: نو۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! (اس سے زیادہ۔) فرمایا: گیارہ۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے سے بڑھ کر کوئی روزہ نہیں، یعنی نصف زمانہ۔ ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن نہ رکھو۔

اطرافہ: ١١٣١، ١١٥٢، ١١٥٣، ١٩٧٤، ١٩٧٥، ١٩٧٦، ١٩٧٧، ١٩٧٨، ١٩٧٩، ٣٤١٨، ٣٤١٩، ٣٤٢٠، ٥٠٥٢، ٥٠٥٣، ٥٠٥٤، ٥١٩٩، ٦١٣٤، ٦٢٧٧۔

تشریح: **صَوْمُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**: یہ دونوں باب بھی سابقہ ابواب کے مضمون کی تائید میں قائم کئے گئے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے اور اس کے ساتھ وہ جہاد فی سبیل اللہ

جیسے اہم فریضہ کو بھی خوبی سے اَدا کرتے تھے۔عبادت کا تعلق صرف صوم وصلوٰۃ ہی سے نہیں بلکہ حقوق النفس اور حقوق العباد کی ادائیگی سے بھی ہے کہ اُن میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات کی پیروی کی جائے اور ایک فرض دوسرے فرض کی ادائیگی میں حارج نہ ہو بلکہ اُن میں تناسب قائم رکھنا ضروری ہے۔ یہ وہ صراط مستقیم ہے جس سے سعادت دنیوی اور اخروی وابستہ ہے۔خود حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کو بھی بالآخر تجربے کے بعد اقرار کرنا پڑا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت ہی قابل عمل تھی اور اُن کو عبادات میں تشدد سے کام نہیں لینا چاہیے تھا۔عملی نتائج ہی دراصل کسی حکم کی صحت وسقم کے بارے میں اعلیٰ درجے کی شہادت ہیں۔مذکورہ بالا دو ابواب (نمبر ۵۸، ۵۹) کا عنوان بلاخبر ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد مبارک ہی قابل عمل ہے۔حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ اُن کے ساتھ مخصوص تھا اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کو جو آپؐ نے اجازت دی، وہ اُن کے ساتھ مخصوص تھی۔ایسے مخصوص حالات کی بناء پر مسائل شریعت کی بنیاد بغیر قید وشرط نہیں رکھی جاسکتی۔

بَاب ٦٠: صِيَامُ الْبِيْضِ☆ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ

چاندنی راتوں کے دِنوں☆ میں روزے یعنی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھنا

١٩٨١: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيْلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ، صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَيِ الضُّحَى وَأَنْ أُوْتِرَ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ.

۱۹۸۱: ابو معمر نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوارث (بن سعید) نے ہمیں بتایا۔ابوالتیاح (یزید بن حمید) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوعثمان (عبدالرحمٰن نہدی) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔انہوں نے کہا: میرے جانی دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی مجھے تاکید فرمائی ہے۔یعنی ہر مہینے میں تین روزے اور دو رکعت ضحٰی (چاشت) کی، اور یہ کہ میں سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کروں۔

اطرافہ: ۱۱۷۸۔

تشریح: **صِيَامُ الْبِيْضِ:** اس باب کے تعلق میں شارحین حدیث نے سوال اُٹھایا ہے کہ زیرعنوان روایت میں چاندنی راتوں کے روزے کا ذکر نہیں بلکہ ہر ماہ صرف تین روزے رکھنے کا اِرشاد ہے۔امام بخاریؒ نے معنونہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ دراصل بعض دوسری روایتوں میں ان روزوں کا ذکر آتا ہے جن کی صحت وسقم امام موصوفؒ کے مدنظر ہے (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۲۸۷) جیسا کہ اُن کا طریق تحقیق

☆ کشمیہنی کی روایت کے مطابق اس جگہ اَيَّامِ الْبِيْضِ کے الفاظ ہیں (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۲۸۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

شروع سے لے کرآخر تک ہے۔کسی عنوان سے یہ دھوکا نہیں کھانا چاہیے کہ اس میں مندرجہ مسئلہ اُن کے مسلمات میں سے ہے۔امام ابن حجرؒ نے مسئلہ معنونہ کے بارے میں دس اقوال نقل کئے ہیں: ۱) بقول امام مالکؒ چاندنی راتیں غیر معین ہیں۔ ۲) بقول حسن بصریؒ ہر مہینے کی پہلی تین راتیں۔ ۳) ایک قول کے مطابق یہ تین راتیں بارہویں سے شروع ہوتی ہیں۔ ۴) ایک دوسرے قول میں تیرہویں تاریخ سے۔ ۵) ہر ماہ کا پہلا سبت (ہفتہ) اور اس سے پہلے کا سہ شنبہ اور مابعد کا سہ شنبہ۔ ۶) ہر ماہ کی پہلی جمعرات اور پھر دوشنبہ کا دن اور اس کے بعد کی جمعرات۔ ۷) ہر ماہ کا پہلا دوشنبہ جمعرات اور پھر دوشنبہ۔ ۸) ہر ماہ کی پہلی دسویں اور بیسویں تاریخ۔ ۹) ہر دہاکہ کا پہلا دن۔ ۱۰) بقول نخعیؒ ہر ماہ کے آخری تین دن۔

(فتح الباری جزء۴صفحہ۲۸۹)

ان اقوال کی تائید میں مختلف روایتیں ہیں جو امام موصوفؒ کی تحقیق کی رُو سے مستند نہیں۔ چاندنی کی تین راتیں تو تیرھویں تاریخ سے شروع ہوتی ہیں مگر روزے کے بارہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت قابل اعتبار ہے۔ جس میں علی الاطلاق ہر ماہ میں تین روزے رکھنے کا ذکر ہے۔ امام مسلمؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں سے متعلق روایت کی ہے کہ آپؐ ہر ماہ تین روزے رکھا کرتے اور لَمْ يَكُنْ يُبَالِيْ مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ يَصُوْمُ (صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة ایام) یعنی یہ خیال نہ فرماتے کہ مہینہ کا کونسا دن ہے۔ البتہ حضرت قتادہ بن ملحانؓ سے جن کا دوسرا نام ابن منہالؓ ہے، یہ روایت نقل کی ہے: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَاْمُرُنَا اَنْ نَّصُوْمَ الْبِيْضَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ. (ابو داؤد، کتاب الصوم، باب فی الصوم الثلاث من کل شهر) (ابن ماجه، کتاب الصیام، باب ما جاء فی صیام ثلاثة ایام) یعنی رسول اللہ ﷺ ہمیں چاندنی راتوں والے ایام میں روزہ رکھنے کے لئے فرماتے یعنی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو۔ یہ روایت نقل کر کے انہوں نے کہا: وَقَالَ هُنَّ كَهَيْئَةِ الدَّهْرِ. یعنی ہر ماہ میں یہ تین روزے رکھنا عمر بھر کے روزے ہیں۔

(فتح الباری جزء۴صفحہ۲۸۸، ۲۸۹) (عمدۃ القاری جزء۱۱صفحہ۹۵، ۹۷)

یہ روایت سابقہ ابواب کی روشنی میں دیکھی جائے تو ہر ماہ تین روزے رکھنے کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا اِرشاد ثابت ہے۔ اس تعلق میں یہ ذکر کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ یہودیوں میں پوریم کے روزے رکھنے اور ظفر مندی کی عید منانے کی تقریب بھی ماہ ادار (مارچ) میں چاندنی راتوں والے دِنوں میں ہی ہوا کرتی تھی (آستر باب۹ آیت۲۲ تا۳۲) صحف قدیمہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ماہ کی چودہویں اور پندرہویں تاریخ کو بھی یہودیوں کو سوختنی قربانی منانے کا حکم تھا اور اُسے سال بھر کی اور دائمی قربانی کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ (گنتی باب ۲۸ آیت ۱۵ تا۱۹) اور ہندوؤں میں بھی اکاوشی کے برت انہی دنوں میں رکھے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہود میں ہر ماہ کے پہلے سوموار دوسرے سوموار اور جمعرات کا روزہ بھی رکھا جاتا تھا۔ اُن عربوں میں جو یہودی مذہب سے متاثر تھے اُن کے روزوں کے رکھے جانے کا ذکر اسلامی روایات میں آیا ہے اور زمانہ جاہلیت میں روزہ عربوں کے مختلف قبائل میں کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا تھا جو

دراصل ملت ابراہیمی کی یادگار تھی اور اسی سے ہمسایہ قومیں بھی متاثر ہوئیں۔ چنانچہ قدیم مصریوں میں بھی روزہ رکھا جاتا تھا اور اُن کے ہاں بھی بعض ایام اس غرض کے لئے مخصوص تھے۔ قدیم ادیانِ عالم سے متعلق جو تحقیق کی گئی ہے۔ اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کے بعد ان قوموں کے آپس میں تمدنی تعلقات تھے اور یہ امر بعید نہیں کہ انہوں نے ایک دوسرے کی تقلید کی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت ابراہیمی ملت کی تجدید فرمائی ہے اور جس قدر روزوں سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مستند ارشادات اور عمل سے ثابت ہے؛ وہ مسلمانوں کے لئے ضرور قابل اتباع ہے۔

بَاب ٦١ : مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ

جو شخص لوگوں کی ملاقات کو آئے اور اُن کے پاس افطار نہ کرے

١٩٨٢ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدٌ هُوَ ابْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ فَأَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ قَالَ أَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِي سِقَائِهِ وَتَمْرَكُمْ فِي وِعَائِهِ فَإِنِّي صَائِمٌ ثُمَّ قَامَ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلَّى غَيْرَ الْمَكْتُوْبَةِ فَدَعَا لِأُمِّ سُلَيْمٍ وَأَهْلِ بَيْتِهَا فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ لِي خُوَيْصَةً قَالَ مَا هِيَ قَالَتْ خَادِمُكَ أَنَسٌ فَمَا تَرَكَ خَيْرَ آخِرَةٍ وَلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا لِي بِهِ قَالَ اللَّهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَوَلَدًا وَبَارِكْ لَهُ فِيْهِ فَإِنِّي لَمِنْ أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ مَالًا

۱۹۸۲: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ خالد نے جو حارث کے بیٹے تھے؛ مجھے بتایا (کہا) کہ حمید نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امّ سلیمؓ کے پاس آئے تو وہ آپؐ کے پاس کھجور اور گھی لائیں۔ آپؐ نے فرمایا: اپنا گھی اُس کی کُپی میں اور اپنی کھجور اُس کے تھیلے میں لوٹا دو کیونکہ میں روزہ دار ہوں، اور پھر اُٹھ کر گھر کے ایک کونے کی طرف گئے اور نماز پڑھی جو فریضہ نہ تھی اور حضرت امّ سلیمؓ کے لئے اور اُس کے گھر والوں کے لئے دُعا کی۔ حضرت امّ سلیمؓ نے کہا: یارسول اللہ! میری ایک خاص عرض ہے۔ فرمایا: وہ کیا؟ کہنے لگیں: آپؐ کا خادم انسؓ ہے۔ (اُس کے لئے دُعا کریں۔) تو آپؐ نے کوئی بھلائی آخرت اور دنیا کی ایسی نہ چھوڑی جس کی میرے لئے دُعا نہ کی ہو۔ (فرمایا:) اے اللہ! اسے مال اور اولاد دے اور اسے برکت دے۔ سو میں

وَحَدَّثَتْنِي ابْنَتِي أُمَيْنَةُ أَنَّهُ دُفِنَ لِصُلْبِي مَقْدَمَ حَجَّاجٍ الْبَصْرَةَ بِضْعٌ وَّعِشْرُوْنَ وَمِائَةٌ.

(آج) اُن انصاریوں میں سے ہوں جو سب سے زیادہ مالدار ہیں اور میری بیٹی اُمَینہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حجاج بصرہ میں آیا تو اُس وقت میری پشت سے ایک سو بیس سے کچھ زیادہ بچے فوت ہو چکے تھے۔

قَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(سعید) بن ابی مریم نے کہا کہ یحيٰ بن ایوب نے ہمیں خبر دی کہ انہوں نے کہا: حمید نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث نقل کی۔

اطرافہ: ۶۳۳۴، ۶۳۴۴، ۶۳۷۸، ۶۳۸۰۔

تشریح: مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ: یہ باب بھی سابقہ مضمون کے تعلق میں ہے۔ کسی مسئلے کی بنیاد کسی ایک واقعہ پر بشکل عمومیت رکھنا مناسب نہیں۔ باب نمبر ۵۱ کی روایت میں گذر چکا ہے کہ مہمان نے نفلی روزے میں اپنے میزبان کو قسم دی کہ وہ اُس کے ساتھ کھانا کھائے اور روزہ افطار کرے۔ اس سے یہ ضروری نہیں پایا جاتا کہ ہر مہمان ایسا ہی کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امّ سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں نفلی روزہ افطار نہیں فرمایا۔ افطار یا عدمِ افطار حالات پر منحصر ہے۔ روایت نمبر ۱۹۸۲ کے آخر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لمبی عمر پانے کا ذکر ہے۔ حجاج بن یوسف ۷۵ھ میں بصرہ آئے، اُس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر پچاسی سال کے قریب تھی اور وہ اس کے بعد بھی زندہ رہے۔ سو سال کی عمر میں انہوں نے وفات پائی۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۲۹۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولیت دعا کے متعلق خارق عادت مثالوں میں سے حضرت انسؓ کے لمبی عمر پانے کا واقعہ بھی ہے۔ روایت نمبر ۱۹۸۲ مُعَنْعَن ہے اور نمبر ۱۹۸۳ موصول۔ حمید الطّویل راوی سے متعلق تدلیس کا جو شبہ ہے، اس کا ازالہ دوسری سند سے کیا گیا ہے۔

بَاب ۶۲: اَلصَّوْمُ مِنْ آخِرِ الشَّهْرِ

مہینے کے آخر دِنوں میں روزہ رکھنا

۱۹۸۳: حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ عَنْ غَيْلَانَ

۱۹۸۳: صلت بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ مہدی (بن میمون) نے غیلان سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔

وَحَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَأَلَهُ أَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ يَا أَبَا فُلَانٍ أَمَا صُمْتَ سَرَرَ هَذَا الشَّهْرِ قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ يَعْنِي رَمَضَانَ قَالَ الرَّجُلُ لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ لَمْ يَقُلِ الصَّلْتُ أَظُنُّهُ يَعْنِي رَمَضَانَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ. {☆وَقَالَ أَبُوعَبْدِاللّٰهِ شَعْبَانَ أَصَحُّ.}

نیز ابونعمان نے بھی ہم سے بیان کیا کہ مہدی بن میمون نے ہمیں بتایا کہ غیلان بن جریر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مطرف (بن عبداللہ) سے اور مطرف نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے، حضرت عمرانؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے اُن سے پوچھا یا (یہ کہا) کہ کسی اور شخص سے پوچھا اور عمرانؓ سن رہے تھے اور آپؐ نے فرمایا: فلاں کے باپ! کیا تم نے اس مہینے کے آخری دِنوں میں روزہ نہیں رکھا؟ (ابونعمان نے) کہا: میرا خیال ہے کہ اس مہینے سے آپؐ کی مراد رمضان کا مہینہ تھی۔ اُس شخص نے کہا: نہیں۔ یارسول اللہ! (میں نے روزہ نہیں رکھا۔) آپؐ نے فرمایا: جب تم روزہ چھوڑو تو دو دِن روزہ رکھو۔ صلت نے اپنی روایت میں وَاَظُنُّهُ يَعْنِي رَمَضَانَ نہیں بیان کیا۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: ثابت نے کہا: مطرف سے، مطرف نے حضرت عمرانؓ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو روایت نقل کی ہے، اُس میں یہ لفظ ہیں: مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ. شعبان کے آخری دنوں میں۔ {☆اور ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: شعبان زیادہ درست ہے۔}

تشریح: اَلصَّوْمُ مِنْ آخِرِ الشَّهْرِ: سَرَرَ جمع ہے سرار کی یعنی مہینہ کی آخری راتیں جب چاند نکلتا۔ کہتے ہیں: اِسْتَسَرَّ الْقَمَرُ یعنی چاند چھپ گیا۔ (لسان العرب-سرر) روایت زیر باب دو سندوں سے نقل کی ہے۔ ایک صلت بن محمد راوی ہیں اور دوسرے میں ابونعمان۔ روایت میں شک ہے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری دن فرمایا یا شعبان کے آخری دن۔ یہ شک ابونعمان کی طرف سے ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کے آخر میں ثابت کی روایت کا حوالہ دے کر واضح کر دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک رمضان

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ۲۹۲)

کےتو سارے روزے رکھنا فرض تھا۔ اس لئے آپؐ کی مراد شعبان ہی کے آخری دو روزے چھوڑ دینا ہے تا رمضان کے روزوں کے ساتھ التباس نہ ہو۔ ثابت کی یہ روایت امام احمد بن حنبلؒ[1] اور امام مسلمؒ[2] نے حماد بن سلمہ کی سند سے موصولاً نقل کی ہے۔ شارحین نے عنوانِ باب سے متعلق وہی سوال اُٹھایا ہے جو باب ۶۲ سے متعلق اُٹھایا تھا۔ یعنی مندرجہ روایت میں تو رمضان یا شعبان کا ذکر ہے مگر عنوان میں (اَلشَّهْر) مطلق مہینے کا ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض نے سَرَرٌ سے شعبان کا وسط مراد لیا ہے۔ اس لحاظ سے سَرَرٌ کا لفظ سُرَّةٌ سے مشتق سمجھا جائے گا جس کے معنی ناف کے ہیں۔ یعنی چاندنی راتیں جو مہینے کے وسط میں آتی ہیں اور بعض نے مہینے کا ابتدا۔ چنانچہ لفظ اَلسَّرّ کے معنے ہیں: مُسْتَهَلُّ (الشَّهْرِ) یعنی مہینے کا شروع۔ (لسان العرب- سرر) عنوانِ باب ہی میں اس لغوی اختلاف کی نسبت اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے اور اس کی تائید باب ۱۴ روایت نمبر ۱۹۱۴ سے بھی ہوتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ رمضان سے پہلے ایک یا دو روزے نہ رکھے جائیں اور شعبان کا مہینہ ہی رمضان سے پہلے ہوتا ہے۔

بَاب ٦٣ : صَوْمُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

جمعہ کے دِن روزہ رکھنا

وَإِذَا أَصْبَحَ صَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُفْطِرَ. {[3]يَعْنِي إِذَا لَمْ يَصُمْ قَبْلَهُ وَلَا يُرِيْدُ أَنْ يَّصُوْمَ بَعْدَهُ.}

اور اگر کوئی جمعہ کے دِن روزہ دار ہو تو اُس پر واجب ہے کہ وہ افطار کرے۔ {[3]یعنی اگر اُس نے اس سے پہلے روزہ نہیں رکھا اور نہ اُس کے بعد روزہ رکھنا چاہتا ہے۔}

١٩٨٤ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَالَ نَعَمْ. زَادَ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ يَعْنِي أَنْ يَّنْفَرِدَ بِصَوْمِهِ.

۱۹۸۴: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ سے، عبدالحمید نے محمد بن عباد سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دِن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ ابوعاصم کے سوا دوسرے راویوں نے یہ الفاظ مزید کہے کہ وہ صرف جمعہ کا روزہ رکھے۔

---

[1] (مسند احمد بن حنبل، مسند البصريين، حديث عمران بن حصينؓ، جزء۴ صفحہ۴۴۳)
[2] (مسلم، كتاب الصيام، باب صوم شرر شعبان)
[3] یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۲۹۴)

١٩٨٥: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ ابْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَصُوْمُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ.

۱۹۸۵: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ اعمش نے ہم سے بیان کیا کہ ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی جمعہ کے روز روزہ نہ رکھے مگر اس صورت میں کہ اُس سے پہلے یا اُس کے بعد بھی ایک دِن روزہ رکھے۔

١٩٨٦: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ. ح

۱۹۸۶: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ (قطان) نے ہمیں بتایا کہ شعبہ سے مروی ہے۔

وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ أَصُمْتِ أَمْسِ قَالَتْ لَا قَالَ تُرِيْدِيْنَ أَنْ تَصُوْمِي غَدًا قَالَتْ لَا قَالَ فَأَفْطِرِيْ. وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ الْجَعْدِ سَمِعَ قَتَادَةَ حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوْبَ أَنَّ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَتْهُ فَأَمَرَهَا فَأَفْطَرَتْ.

نیز محمد (بن بشار) نے مجھ سے بیان کیا کہ غندر نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے ابوایوب سے، ابوایوب نے حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دِن اُن کے پاس آئے اور وہ روزہ دار تھیں تو آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟ اُنہوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم چاہتی ہو کہ کل روزہ رکھو؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: تو روزہ افطار کرو۔ اور حماد بن جعد نے کہا: انہوں نے قتادہ سے سنا۔ (انہوں نے کہا:) ابوایوب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت جویریہؓ نے انہیں بتایا کہ آپؐ نے انہیں (روزہ کھول دینے کا) حکم دیا تو انہوں نے روزہ کھول دیا۔

تشریح: صَوْمُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ: نفلی روزوں کی عام بحث کے بعد مخصوص ایام کے روزوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اس بارے میں سات ابواب قائم کئے گئے ہیں۔ جن میں جمعہ، عرفہ وغیرہ کے روزوں کی تحقیق مدنظر ہے۔

عیدین میں روزہ رکھنے کی حرمت کی نسبت ائمہ کا اتفاق ہے۔ اُن میں سے بعض نے جمعہ کو عید پر قیاس کیا۔ مگر امام مالکؒ وغیرہ کے نزدیک جمعہ کا تنہا روزہ تو ناجائز ہے لیکن جمعرات یا ہفتہ کے ساتھ اُس دِن کا روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ امام ابن قیمؒ نے اس بارے میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ہر جمعہ ہر پہلو سے عید کے مشابہ نہیں۔ اس لئے عید کا حکم اس پر اطلاق نہیں پاتا۔ امام ابن حجرؒ نے مختلف توجیہیں بیان کرنے کے بعد اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کو عید قرار دیا ہے اور چونکہ یہود سبت کی تعظیم میں مبالغے سے کام لیتے تھے اور اس دن نیم روزہ بھی رکھتے تھے۔ اس لئے مسلمان یہود کی تقلید سے روکے گئے ہیں۔ یہ توجیہہ معقول ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۲۹۸، ۲۹۹) امام ابن قیمؒ کی توجیہہ بھی قابل قدر ہے۔ اس تعلق میں یہ بھی ضروری ہے کہ یہود سبت کی تیاری جمعہ کے دن ظہر کے بعد شروع کرتے تھے اور اُن میں سے جو زاہد ہوتے تھے۔ وہ جمعہ کے دن روزہ رکھتے اور سبت کے دن قربانی کے گوشت کے ساتھ روزہ افطار کیا جاتا۔ یہودی دائرۃ المعارف میں اس امر کی صراحت ہے کہ جمعہ کے دن وہ اس لئے روزہ رکھتے کہ سبت کی قربانی سے اچھی طرح حظ اُٹھائیں۔

(The Jewish Encyclopedia, under word:Fasting,Volume 5)

بَاب ٦٤ : هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِّنَ الْأَيَّامِ

کیا (روزے کے لئے) کوئی دِن مخصوص کیا جاسکتا ہے؟

١٩٨٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَصُّ مِنَ الْأَيَّامِ شَيْئًا قَالَتْ لَا كَانَ عَمَلُهُ دِيْمَةً وَأَيُّكُمْ يُطِيْقُ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْقُ.

اطرافه: ٦٤٦٦۔

۱۹۸۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ (قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سفیان (ثوری) سے، سفیان نے منصور سے، منصور نے ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ سے روایت کی کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دِن (روزہ کے لئے) مخصوص کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ کا عمل دوامی صورت رکھتا تھا اور تم میں سے کون ہے جو ایسی طاقت رکھتا ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے۔

تشریح: هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِّنَ الْأَيَّامِ: باب کا عنوان استفہامیہ ہے اور مندرجہ ذیل روایت سے ظاہر ہے کہ یہ استفہامِ انکاری ہے۔ امام ابن حجرؒ کا خیال درست معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے

نزدیک پیر اور جمعرات کو روزہ رکھنے کے بارے میں جو روایتیں منقول ہیں وہ غیر مستند ہیں۔

كَانَ عَمَلُهُ دِيْمَةً: آپؐ کے اعمال عبادت میں ایک دوامی صورت تھی جیسا کہ باب ۵۷ کی تشریح میں واضح کیا جا چکا ہے۔ یہود میں پیر کو بھی روزہ رکھنے کا رواج تھا۔ اُن کے ہاں روزے میں صرف گوشت اور آگ پر پکی ہوئی شے کے استعمال سے پرہیز ہوتا۔

بَاب ٦٥: صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ

عرفہ کے دِن روزہ رکھنا

١٩٨٨: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ مَّالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرٌ مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ حَدَّثَتْهُ. ح

وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَأَرْسَلَتْ☆ إِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيْرِهِ فَشَرِبَهُ.

اطرافہ: ١٦٥٨، ١٦٦١، ٥٦٠٤، ٥٦١٨، ٥٦٣٦۔

۱۹۸۸: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ (قطان) نے ہمیں بتایا۔ مالک سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: سالم نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عمیر نے جو حضرت امّ فضلؓ کے آزاد کردہ غلام تھے، مجھے بتایا کہ حضرت امّ فضلؓ نے اُن سے بیان کیا۔

نیز عبداللہ بن یوسف نے بھی ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ ابونضر سے جو عمر بن عبیداللہ کے آزاد کردہ غلام تھے، مروی ہے۔ انہوں نے عمیر سے جو کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ عمیر نے حضرت امّ فضلؓ بنت حارث سے روایت کی کہ اُن کے پاس عرفہ کے دِن کچھ لوگوں نے نبی ﷺ کے روزے کی نسبت اِختلاف کیا۔ اُن میں سے بعض نے کہا کہ آپؐ روزہ دار ہیں اور بعض نے کہا: روزہ دار نہیں۔ تو (حضرت☆ امّ فضلؓ) نے آپؐ کے پاس دودھ کا پیالہ بھیجا۔ اُس وقت آپؐ بحالت وقوف عرفہ اپنے اُونٹ پر سوار تھے تو آپؐ نے وہ پی لیا۔

☆ عمدۃ القاری میں یہ لفظ "فَأَرْسَلْتُ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۰۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

۱۹۸۹ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ أَوْ قُرِئَ عَلَيْهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَّيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّاسَ شَكُّوْا فِي صِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ بِحِلَابٍ وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ.

۱۹۸۹: یحیٰی بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا کہ (عبداللہ) بن وہب نے مجھے خبر دی۔ یا (کہا) کہ اُن کے سامنے پڑھا گیا۔ انہوں نے کہا: عمرو (بن حارث) نے مجھے بُکَیر سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ کُرَیب سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ لوگوں نے عرفہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کی نسبت شک کیا تو انہوں نے آپؐ کے پاس دودھ بھیجا جبکہ آپؐ عرفات کے میدان میں وقوف فرما تھے تو آپؐ نے اُس سے لے کر پیا اور لوگ آپؐ کو دیکھ رہے تھے۔

تشریح: صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ: سلف صالح کے نزدیک عرفہ کے دن بھی روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ جمہور کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی عنوان میں جملہ اسمیہ کی خبر حذف کردی ہے۔ اُن کے نزدیک وہ روایتیں غیر مستند ہیں جن میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے کا ذکر ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۰۱) (عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ ۱۰۷)

اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب مبہم اور نا تمام کیوں رکھا ہے؟ علاوہ ازیں ایک اور سوال بھی قابل حل ہے کہ عرفہ کے دِن لوگوں کو کیوں شک ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ دار ہیں، آیا اُس دن روزہ رکھا جاتا تھا؟ لوگوں کا یہ شک بلا وجہ نہیں ہوسکتا۔ امام ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے کہ زمانہ قبل اَز اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ایام میں عرفہ کے دِن روزہ رکھا کرتے تھے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۰۲) جن لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپؐ کا روزہ ہے؛ انہوں نے آپؐ کی معروف عادت کی بنا پر قیاس کیا ہے اور جنہوں نے شک کا اِظہار کیا، اُن کا شک اس بناء پر تھا کہ آپؐ بحالت سفر ہیں اور سفر میں روزہ نہیں رکھا جاتا۔

امام موصوفؒ نے اس مسئلہ میں نفی یا اثبات کی بابت خاموشی اختیار کی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیش ہونے پر پیا۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُس دِن روزہ نہیں تھا۔ مگر اس اَمر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عرفہ کے دِن روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ امام مالکؒ نے باقی ائمہ کے ساتھ اتفاق کیا ہے کہ نذر کا روزہ اِس دِن رکھنا جائز ہے مگر جمہور اُن سے متفق نہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ خلافِ شریعت روزے کی نذر رنا جائز ہے۔

بَاب ٦٦ : صَوْمُ يَوْمِ الْفِطْرِ

عیدالفطر کے دِن روزہ رکھنا

۱۹۹۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ هَذَانِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِهِمَا يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَالْيَوْمُ الْآخَرُ تَأْكُلُوْنَ فِيْهِ مِنْ نُسُكِكُمْ.

۱۹۹۰: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوعبید سے جو کہ ابن ازہر کے آزاد کردہ غلام تھے، روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں نے عید کی نماز پڑھی تو آپؓ نے کہا: یہ دو دِن ہیں جن میں روزہ رکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ایک تو عیدالفطر کا وہ دن جس میں تم اپنے روزوں کی افطاری کرتے ہو اور دوسرا وہ دن جس میں تم اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔

اطرافه: ۵۵۷۱۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَنْ قَالَ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ فَقَدْ أَصَابَ وَمَنْ قَالَ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدْ أَصَابَ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: ابن عیینہ نے کہا: جس نے (ابوعبید کو) ابن ازہر کے آزاد کردہ غلام کہا تو اُس نے درست کہا۔ اور جس نے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کے آزاد کردہ غلام کہا تو اُس نے بھی درست کہا۔

۱۹۹۱: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَعَنِ

۱۹۹۱: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن یحيٰ سے، انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ

الصَّمَّاءِ وَأَنْ يَّحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ.

کوروزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور ایک کپڑا سارے بدن پر لپیٹنے سے بھی، اور اس سے بھی کہ ایک ہی کپڑے میں آدمی گوٹ مار کر بیٹھے۔

اطرافہ: ٣٦٧، ٢١٤٤، ٢١٤٧، ٥٨٢٠، ٥٨٢٢، ٦٢٨٤۔

١٩٩٢: وَعَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ.

۱۹۹۲: اور صبح اور عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

اطرافہ: ٥٨٦، ١١٨٨، ١١٩٧، ١٨٦٤، ١٩٩٥۔

بَاب٦٧: صَوْمُ يَوْمِ النَّحْرِ

عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا

١٩٩٣: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ مِيْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ يُنْهَى عَنْ صِيَامَيْنِ وَبَيْعَتَيْنِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

۱۹۹۳: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں خبر دی کہ ابن جریج سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عمرو بن دینار نے مجھے عطاء بن میناء سے روایت کرتے ہوئے بتایا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے انہیں (یعنی عطاء بن میناء کو) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے کہا: دو روزے اور دو قسم کی خرید و فروخت ممنوع ہیں۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے روزے اور بیع ملامسہ اور منابذہ۔

اطرافہ: ٣٦٨، ٢١٤٥، ٢١٤٦، ٥٨١٩، ٥٨٢١۔

١٩٩٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ زِيَادِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ رَجُلٌ نَذَرَ أَنْ يَّصُوْمَ يَوْمًا قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ الْاِثْنَيْنِ

۱۹۹۴: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ معاذ (ابن معاذ عنبری) نے ہمیں بتایا۔ (عبداللہ) ابن عون نے ہمیں خبر دی کہ زیاد بن جُبَیر سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ ایک شخص نے منت

فَوَافَقَ ذَلِكَ يَوْمَ عِيْدٍ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَمَرَ اللهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ هَذَا الْيَوْمِ.

اطرافہ: ٦٧٠٥، ٦٧٠٦۔

مانی ہے کہ وہ ایک دن روزہ رکھے گا، کہا کہ میرا خیال ہے کہ اُس نے کہا کہ دوشنبہ کو۔ تو اتفاق سے وہ عید کا دن تھا، تو حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ اللہ نے تو حکم دیا ہے کہ نذر پوری کی جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس دِن روزے سے روکا ہے۔

١٩٩٥ : حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ قَزَعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً قَالَ سَمِعْتُ أَرْبَعًا مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْجَبْنَنِي قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ مَسِيْرَةَ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي هَذَا.

اطرافہ: ٥٨٦، ١١٨٨، ١١٩٧، ١٨٦٤، ١٩٩٢۔

۱۹۹۵: حجاج بن منہال نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ عبدالملک بن عُمَیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے قزعہ (بن یحیٰ) سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ بارہ لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے چار باتیں سنی ہیں جو مجھے بہت پیاری ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: عورت دو دِن کی مسافت کا سفر نہ کرے مگر اس صورت میں جبکہ اُس کے ساتھ اُس کا خاوند یا محرم رشتہ دار ہو، اور دو دِن عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کو روزہ نہ رکھا جائے، اور صبح کی نماز کے بعد نماز نہ پڑھی جائے یہاں تک کہ سورج نکل آئے اور نہ عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہوجائے، اور کجاوے نہ کسے جائیں مگر تین مسجدوں کے لئے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری یہ مسجد۔

تشریح: **صَوْمُ يَوْمِ النَّحْرِ:** عیدین کے دِن روزہ نہ رکھنے کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے اور اس کی ممانعت میں احادیث صحیحہ واضح ہیں مگر یہ دو باب جو جملہ اسمیہ سے معنون ہیں؛ بغیر خبر کے ہیں۔ شارحین کا خیال ہے کہ چونکہ بعض فقہاء نے نذر کا روزہ مستثنیٰ کیا ہے یعنی وہ عیدین میں رکھا جاسکتا ہے اور بظاہر اُن کے اِس خیال کی باب ٦٧ روایت نمبر۱۹۹۴ سے تائید ہوتی ہے لیکن مستند روایتیں اس کے خلاف ہیں۔ اس لئے عنوانِ باب مصدر یہ رکھا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بھی نذر کے بارے میں فتویٰ پوچھنے والے کو محتاط الفاظ میں جواب دیا ہے اور یہی احتیاط امام بخاریؒ نے ابواب کے عنوان میں مدنظر رکھی ہے۔ ایسے دن نذر کا روزہ رکھنا جو اتفاق سے عید کا دن ہو، اس بارے میں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صریح حکم مروی نہیں؛ اس لئے امام موصوفؒ نے بھی ادباً خاموشی اختیار کی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ اور امام زفر عید کے دن روزہ رکھنے کے قطعاً خلاف ہیں مگر امام ابوحنیفہ نے قربانی کے دِن نذر پوری کرنے کے جواز میں فتویٰ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ۱۱۰)

روایت نمبر۱۹۹۲ میں اَلصَّمَّآء اور اَلْاِحْتِبَاء کی ممانعت کا جو ذکر ہے، اس بارہ میں کتاب الصلاۃ باب۱۰ روایت نمبر۳٦۷ کی تشریح دیکھئے اور روایت نمبر۱۹۹۳ میں مذکور ہے کہ بیع ملامسہ و بیع منابذہ سے روکا گیا۔ اس کے لیے دیکھئے: کتاب البیوع روایت نمبر۲۱۴۴۔

بَاب٦٨ : صِيَامُ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ

ایام تشریق میں روزہ رکھنا

١٩٩٦ : قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَصُوْمُ أَيَّامَ مِنًى وَ كَانَ أَبُوْهَا يَصُوْمُهَا.

۱۹۹٦: ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: (اور) محمد بن مثنیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ یحيٰ (بن سعید) نے ہمیں بتایا کہ ہشام سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میرے باپ (عروہ) نے مجھے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منیٰ کے دِنوں میں روزہ رکھا کرتی تھیں اور اُن کے باپ (حضرت ابوبکرؓ) بھی اُن دِنوں روزہ رکھا کرتے تھے۔

١٩٩٧-١٩٩٨ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عِيْسَى عَنِ

۱۹۹۷-۱۹۹۸: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ غندر نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ عبداللہ بن عیسیٰ سے میں نے سنا۔ انہوں

الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ. وَعَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَا لَمْ يُرَخَّصْ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ أَنْ يُّصَمْنَ إِلَّا لِمَنْ لَّمْ يَجِدِ الْهَدْيَ.

نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہؓ سے۔ (زہری نے اس حدیث کو) سالم سے بھی روایت کی۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ اُن دونوں نے (یعنی حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نے) کہا: ایام تشریق میں اجازت نہ تھی کہ اُن دِنوں روزہ رکھا جائے مگر اُس کے لئے جو قربانی دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

۱۹۹۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ الصِّيَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا وَلَمْ يَصُمْ صَامَ أَيَّامَ مِنًى.

وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ. وَتَابَعَهُ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

۱۹۹۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ مالک نے ابن شہاب سے، انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے اور سالم نے (اپنے باپ حضرت عبداللہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: عرفہ کے دن تک روزے اُس کے لئے ہیں جس نے عمرہ کا حج کے ساتھ فائدہ تو اُٹھایا ہو مگر وہ قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو اور (پہلے) روزے نہ رکھے ہوں تو مِنٰی کے دِنوں میں روزہ رکھ لے۔

اور ابن شہاب سے مروی ہے۔ انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہؓ سے اسی طرح روایت کی اور اسی طرح ابراہیم بن سعد نے بھی ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے (انہیں مالک کی طرح) بیان کیا۔

تشریح: صِيَامُ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ: ایام تشریق بعض فقہاء کے نزدیک دو اور بعض کے نزدیک تین دِن ہیں جو قربانی کی غرض سے منٰی میں گزارے جاتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں ان کا ذکر سورۃ البقرۃ آیت ۲۰۴ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى...... یعنی مزدلفہ سے لَوٹنے کے بعد منٰی میں تین دن ٹھہر کر ذکر الٰہی کرو، مگر اجازت ہے کوئی شخص دو دِن کے بعد ہی لَوٹ آئے۔ یہ دِن یوم النحر یعنی قربانی والے دِن کے بعد گیارھویں ذوالحج سے شروع ہوتے ہیں۔

ایام التشریق کی وجہ تسمیہ میں دو اقوال ہیں: پہلا یہ کہ تشریق کے معنی ہیں گوشت دھوپ میں خشک کرنا۔ عرب قدیم سے ان دِنوں قربانی کا گوشت خشک کر کے محفوظ کرلیا کرتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تشریق شروق سے مشتق ہے۔ جس کے معنے ہیں سورج کا نکلنا۔ عید کی نماز سورج نکلنے پر پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے قربانی کے دِنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۰۷) زمانہ جاہلیت میں عرب مزدلفہ سے منیٰ کی طرف اُس وقت تک کوچ نہیں کرتے تھے جب تک کہ سورج پہاڑ کی چوٹیوں پر نہ چمکتا۔ (دیکھئے کتاب الحج تشریح باب ۱۰۰ روایت نمبر ۱۶۸۴) ایام حج میں اعتکاف بھی کیا جاتا اور روزہ بھی رکھا جاتا تھا۔ اسلام نے عید کے دِن روزہ رکھنا منع کر دیا۔ اِن دِنوں میں روزہ رکھنے کے بارے میں فقہاء کا اِختلاف ہے۔ ایک فریق نے قطعی طور پر ممنوع قرار دیا ہے یہاں تک کہ اُس تمتع یا حج کرنے والے کو بھی جائز نہیں جس کے پاس قربانی کا جانور نہ ہو۔ امام شافعیؒ کا آخری فتویٰ بھی یہی ہے اور اسی پر شوافع کا عمل ہے۔ حضرت علیؓ اور عطاء بن ابی رباحؒ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ دوسرے فریق نے ان دِنوں روزہ رکھنا جائز سمجھا ہے، قربانی میسر ہو یا نہ ہو۔ تیسرا فتویٰ حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہے جو امام مالکؒ وغیرہ نے اختیار کیا ہے کہ تمتع کرنے والا قربانی کی طاقت نہ رکھے۔ اس کے لئے دس روزے رکھنے کا اِرشاد ہے۔ تین بموقع حج اور سات اپنے وطن میں جا کر۔ یہ تین روزے ایام التشریق میں ان کے نزدیک رکھے جاسکتے ہیں۔ فقہاء کے مذکورہ بالا اختیار کے لئے مفصل دیکھیں: فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۰۷، ۳۰۸۔ عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵۔ امام بخاریؒ کا رجحان حضرت عائشہؓ کے فتویٰ کی طرف ہے۔ جیسا کہ عنوانِ باب میں محمد بن مثنیٰ کے قول کا حوالہ دے کر اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ علاوہ ازیں روایت نمبر ۱۹۹۹ کے آخر میں ابراہیم بن سعد کی ممانعت کا حوالہ بھی اسی غرض سے دیا گیا ہے۔ یہ روایت امام شافعیؒ نے موصولاً نقل کی ہے کہ تمتع کرنے والا قربانی کے جانور نہ پائے اور وقوف عرفات سے پہلے اس نے تین روزے نہیں رکھے تو وہ ایامِ تشریق کے دنوں میں روزہ رکھ سکتا ہے۔ یہ دن قربانی والے دن بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ عید کے دن روزہ رکھنا بہرحال ممنوع ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۰۷)

بَاب ٦٩ : صِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ

عاشوراء کے دِن روزہ رکھنا

۲۰۰۰: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ إِنْ شَاءَ صَامَ.

اطرافہ: ۱۸۹۲، ۴۵۰۱.

۲۰۰۰: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عمر بن محمد سے، عمر نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دِن فرمایا: اگر چاہے تو (اُس دِن) روزہ رکھ لے۔

۲۰۰۱: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

۲۰۰۱: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دِن روزہ رکھنے کا اِرشاد فرمایا تھا مگر جب رمضان فرض ہوا تو جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا روزہ نہ رکھتا۔

اطرافہ: ۱۵۹۲، ۱۸۹۳، ۲۰۰۲، ۳۸۳۱، ۴۵۰۲، ۴۵۰۴۔

۲۰۰۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

۲۰۰۲: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورہ کے دِن روزہ رکھا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی زمانہ جاہلیت میں یہ روزہ رکھتے۔ جب آپؐ مدینہ میں آئے تو آپؐ نے وہ روزہ رکھا اور اُس دن روزہ رکھنے کا اِرشاد فرمایا۔ جب رمضان فرض ہوا تو آپؐ نے عاشورہ کا روزہ چھوڑ دیا اور جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

اطرافہ: ۱۵۹۲، ۱۸۹۳، ۲۰۰۱، ۳۸۳۱، ۴۵۰۲، ۴۵۰۴۔

۲۰۰۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ

۲۰۰۳: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب

حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ يَا أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هَذَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ وَلَمْ يَكْتُبِ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ وَأَنَا صَائِمٌ فَمَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفْطِرْ.

سے، ابن شہاب نے حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو عاشورہ کے دن جس سال انہوں نے حج کیا، منبر پر کہتے سنا: اے مدینہ والو! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ (کہ یہ روزہ نہیں رکھتے۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے: یہ عاشوراء کا دِن ہے، اس دِن روزہ اگرچہ اللہ نے تم پر فرض نہیں کیا مگر میں روزہ دار ہوں، سو جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

٢٠٠٤: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَرَأَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ مَا هَذَا قَالُوْا هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ بَنِي إِسْرَائِيْلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهُ مُوْسَى قَالَ فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوْسَى مِنْكُمْ فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

۲۰۰۴: ابو معمر نے ہم سے بیان کیا۔ عبدالوارث نے ہمیں بتایا کہ ایوب سے مروی ہے۔ انہوں نے عبداللہ بن سعید بن جبیر سے، انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو یہود کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ بھلا دِن ہے، یہ وہ دِن ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو اُن کے دشمن سے نجات دی تھی تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے یہ روزہ رکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: پھر میں تو تم سے بڑھ کر حضرت موسیٰؑ سے تعلق کا حق رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے وہ روزہ رکھا اور اُس دِن روزہ رکھنے کا اِرشاد فرمایا۔

اطرافہ: ٣٣٩٧، ٣٩٤٣، ٤٦٨٠، ٤٧٣٧.

۲۰۰۵: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَعُدُّهُ الْيَهُوْدُ عِيْدًا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُوْمُوْهُ أَنْتُمْ.

اطرافہ: ۳۹۴۲۔

۲۰۰۵: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوعُمَیس سے، ابوعمیس نے قیس بن مسلم سے، قیس نے طارق بن شہاب سے، انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عاشورہ کا دِن ایسا تھا کہ یہود اُسے عید شمار کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) فرمایا: تم بھی اس دِن روزہ رکھو۔

۲۰۰۶: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَهَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ.

۲۰۰۶: عبیداللہ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے (سفیان) بن عیینہ سے، سفیان نے عبیداللہ بن ابی یزید سے، عبیداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے نہیں دیکھا کہ آپؐ یہ سمجھ کر روزہ کی جستجو رکھتے کہ وہ آپؐ کے نزدیک کسی دوسرے دِن سے افضل ہے مگر یہ دن یعنی عاشوراء کا دِن اور یہ مہینہ یعنی ماہِ رمضان۔

۲۰۰۷: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَنْ أَذِّنْ فِي النَّاسِ أَنَّ مَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ وَمَنْ لَّمْ

۲۰۰۷: مکی بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ یزید بن ابی عبید نے ہمیں بتایا کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلم (قبیلے) کے ایک شخص سے فرمایا کہ لوگوں میں اِعلان کردو کہ جس نے کچھ کھایا ہوتو وہ اس دِن کا باقی وقت روزہ سے رہے اور جس نے

يَكُنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْ فَإِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ.

کچھ نہ کھایا ہوتو چاہیے کہ وہ بھی روزہ رکھے کیونکہ آج عاشورہ کا دِن ہے۔

اطرافہ: ١٩٢٤، ٧٢٦٥۔

تشریح: **صِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ:** عاشورہ کے روزہ کی مشروعیت اور وجہ تسمیہ کے بارے میں دیکھئے باب نمبرا جہاں بتایا گیا ہے کہ رمضان فرض ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موسوی شریعت کے مطابق یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ یہاں چونکہ نفلی روزوں کا بیان ہے؛ اس لئے صیامِ رمضان کے احکام نازل ہونے کے بعد اس روزے کی مشروعیت و وجوب قائم نہ رہا بلکہ منسوخ ہوگیا۔ البتہ اس کی حیثیت بطور نفلی روزوں کے ہوگئی۔ اس تعلق میں مذکورہ بالا باب قائم کر کے اس کا اعادہ کیا گیا اور بتایا گیا کہ اب یہ روزہ نفلاً رکھا جاسکتا ہے۔

اس باب میں آٹھ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آپؐ نے رمضان کے بعد بھی عاشورہ کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی ترغیب دی کہ ایک عظیم الشان نشانِ الٰہی کی یاد تازہ رہے۔ بنی اسرائیل کو اِس دِن نجات دی گئی تھی۔ روایت نمبر۲۰۰۳ میں حضرت معاویہؓ کے تعجب کا ذکر ہے کہ لوگ یہ روزہ کیوں رکھتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے خیال میں عاشورہ کا روزہ مکروہ سمجھے تھے مگر انہوں نے بعد میں اپنے اس خیال کی اصلاح کی۔ حضرت معاویہؓ نے پہلا حج ۴۴ھ میں کیا اور آخری حج ۵۷ھ میں۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ مذکورہ واقعہ آخر حج کا معلوم ہوتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۳۱۳)

شیعہ کے نزدیک بھی عاشورہ کا روزہ رکھنا جائز نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جس ترتیب سے روایتیں درج کی ہیں اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ عاشورہ کا روزہ اُن کے نزدیک مستحب ہے۔ روایت ۲۰۰۶ میں حضرت ابن عباسؓ کے الفاظ خاص طور پر قابل توجہ ہیں: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلٰى غَيْرِهٖ إِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَهٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِيْ شَهْرَ رَمَضَانَ. لفظ تَحَرَّى اہتمام پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے معنے ہیں کسی بات کو مناسب سمجھتے ہوئے اختیار کرنا۔ چنانچہ عاشورہ سے متعلق اہتمام فریضہ رمضان کے بعد بھی قائم رہا۔ آخری روایت ۲۰۰۷؛ باب ۲۱ روایت نمبر ۱۹۲۴ میں بھی گزر چکی ہے۔ جہاں روزے کی صحت کے لئے سحری ضروری شرط قرار نہیں دی گئی بلکہ اصل شرط نیت ہے۔

عاشورہ کا دن علامہ محمود پاشاہ مصری عالم فلکیات کے رُو سے دوشنبہ ۸ ربیع الاول مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ اور ۱۰ تشری (تشرین) تھا۔ (دیکھئے تقویم العرب قبل الاسلام) مگر مسلمانوں میں اب یہ عاشورہ کا دِن مطابق دسویں محرم یا بقول حضرت ابن عباسؓ نویں محرم کو ہوتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۳۱۱) اس تاریخ کو بنی اسرائیل نے فرعون سے نجات پائی تھی۔ (روایت نمبر۲۰۰۴) یہ تاریخ درحقیقت اندازہ ہی ہے کیونکہ اسرائیلی جنتری تین اَدوار سے گزری ہے۔ اوّل عہد قدیم کا دَور، جس میں سورج و چاند کی حرکت کا اندازہ مشاہدہ پر مبنی تھا اور اسی اندازہ کے مطابق مہینوں کا شمار ہوتا تھا۔

دوسرا دَور طالمودی، جس میں مشاہدے کے ساتھ مہینوں کے دِنوں کی کمی بیشی بھی ملحوظ رکھی جاتی تھی۔ بعض مہینے تیس دن اور بعض کم وبیش۔ تیسرا دَور زمانہ مابعد طالمودی، جب بابل میں بنی اسرائیل اسیر ہوکر لے جائے گئے۔ بابلیوں کی جنتری شمسی وقمری کے حساب پر مبنی تھی۔ چھ مہینے تیس دن کے اور سات مہینے انتیس دن کے۔ یہ مہینے بھی نیسان یعنی اپریل سے شروع ہوتے تھے۔ ایام اسیری میں عیدوں اور تہواروں کی تعیین کی غرض سے بابلیوں کا طریق حساب اختیار کیا گیا تھا۔

(The Jewish Encyclopedia, under word:Calendar)

صحف قدیمہ میں ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ عاشورہ کی بنائی گئی ہے۔(خروج باب۱۲ آیت۱۰تا ۱۹) (احبار باب۲۳ آیت۲۳ تا۳۲) اس مہینے کا نام تشری ہے۔ نیسان ان کا پہلا مہینہ ہے جو اپریل ہے۔ اس حساب سے اکتوبر کا مہینہ تشری ہوگا۔ جسے آج کل تشرین اوّل بھی کہتے ہیں۔ اس مہینے کی چودہ تاریخ کو ربیع الاول ختم اور اس کی پندرہویں تاریخ کو ربیع الثانی شروع ہوتا ہے۔ تشری کا دوسرا نام ابیب ہے۔(خروج باب۳۴ آیت۱۹) ابیب کا نام غالبًا فصل تیار ہونے کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ عربی میں اَبّ کے معنی تیاری کرنا۔(لسان العرب-ابب)

روایت نمبر۲۰۰۴ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں آنے کا ذکر ہے۔ اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ آپؐ عاشورہ کے دِن تشریف لائے۔ اسلامی مؤرخین نے اس دِن کی تعیین دوسری یا آٹھویں یا بارہویں ربیع الاول کی ہے اور یہ دِن پیر کا تھا مگر محمود پاشا کے اندازے کی رُو سے پیر کا دن دوسری یا بارہویں ربیع الاول کو نہیں ہوتا بلکہ آٹھویں ربیع الاول کو ہوتا ہے۔(تقویم العرب قبل الاسلام)

دراصل بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ دسویں تاریخ کو عاشورہ کا روزہ منانے سے قبل اور بعد بھی روزہ رکھیں۔(استثنا باب۱۶ آیت ۱تا۸)(احبار باب۲۳ آیت۲۳ تا۳۲) ان ایام کا تعلق اُسی تاریخی واقعہ سے تھا جن میں بنی اسرائیل کو نجات ملی۔ اس لئے عاشورہ سے مراد یہی روزے کے دن تھے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے نہ کہ وہ خاص معین دِن جس میں بنی اسرائیل نے نجات پائی اور وہ اس دِن خوشی مناتے تھے۔ اس سے حساب دانوں کو غلطی ہوگئی۔ آپؐ عاشورہ کے خاص دِن مدینہ پہنچے جو درست نہیں بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ ان ایام میں سے کسی ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تھے جو پیر کا دن تھا۔ عاشورہ کے معنے دسواں دن۔ اس دن بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ بطور شکرانہ روزہ رکھیں، عبادت کریں اور سوختنی قربانی کا نذرانہ گزاریں اور یہ بھی حکم تھا کہ ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ تمہارا مقدس مجمع ہو تم اپنی جان کو دکھ دینا اور کسی طرح کا کام نہ کرنا بلکہ سوختنی قربانی کے طور پر ایک بچھڑا، ایک مینڈھا اور سات یک سالہ برے خداوند کے حضور چڑھانا تاکہ یہ راحت انگیز خوشبو ٹھہرے۔(گنتی باب۲۹ آیت ۷،۸) جان کو دکھ دینے سے مراد روزہ رکھنا ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿
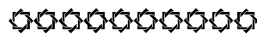
بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۱- کِتَابُ صَلَاةِ التَّرَاوِيح

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

بَاب ۱ : فَضْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ

فضیلت اُس شخص کی جو رمضان میں عبادت کی غرض سے راتوں کو بیدار رہا

۲۰۰۸ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِرَمَضَانَ مَنْ قَامَهُ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

اطرافہ: ۳۵، ۳۷، ۳۸، ۱۹۰۱، ۲۰۰۹، ۲۰۱۴۔

۲۰۰۸: یحيٰ بن بُکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ابوسلمہ نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا؛ رمضان سے متعلق فرماتے تھے: جو جذبۂ ایمان سے بھرپور ہوکر رضاءِ الٰہی حاصل کرنے کی غرض سے عبادت کے لئے رات کو بیدا ہوا تو جو گناہ اُس کے ہوچکے ہوں گے اُن کی مغفرت کی جائے گی۔

۲۰۰۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

۲۰۰۹: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالکؒ نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حُمَید بن عبدالرحمٰن سے، حمید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جذبہ ایمان سے بھرپور ہوکر رضاءِ الٰہی حاصل کرنے کی غرض سے رمضان میں عبادت کے لئے رات کو بیدار ہوا تو جو گناہ اُس کے پہلے ہوچکے ہوں گے اُن کی مغفرت کی جائے گی۔

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ☆ عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ كَانَ الْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

ابن شہاب نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اور دستور☆ یہی تھا۔ پھر حضرت ابوبکر کی خلافت میں یہی دستور رہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں بھی۔

اطرافہ: ۳۵، ۳۷، ۳۸، ۱۹۰۱، ۲۰۰۸، ۲۰۱۴۔

۲۰۱۰: وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِئٍ وَّاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ وَالَّتِي يَنَامُوْنَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ آخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ

۲۰۱۰: اور (مالک نے) ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے عبدالرحمٰن بن عبد قاری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رمضان کی ایک رات میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ الگ الگ گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ کوئی شخص اپنے طور پر اکیلے نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی شخص ایسے طور پر نماز پڑھ رہا ہے کہ اُس کی اِقتداء میں چند ایک لوگ نماز پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ اگر اُن کو ایک ہی قاری کی اِقتداء میں اکٹھا کر دوں تو یہ بہتر ہوگا۔ پھر انہوں نے پختہ اِرادہ کرلیا اور حضرت اُبی بن کعبؓ کی اِقتداء میں انہیں اکٹھا کر دیا۔ پھر آپؓ کے ساتھ میں ایک اور رات نکلا اور لوگ اپنے قاری کی اِقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یہ کیا اچھی جدّت ہے۔ اور رات کا وہ حصہ جس میں یہ لوگ سوئے ہوتے ہیں اُس حصہ سے افضل ہے جس میں نماز پڑھتے ہیں یعنی رات کا پچھلا حصہ افضل

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں "وَالنَّاسُ" کی بجائے "وَالْأَمْرُ" ہے (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۳۱۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

يَقُوْمُوْنَ أَوَّلَهُ.

ہے اور لوگ شروع ہی رات میں تراویح پڑھ لیتے۔

۲۰۱۱: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ.

۲۰۱۱: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا کہ مالک نے مجھے بتایا۔انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ رمضان میں نماز (تراویح) پڑھی۔

اطرافہ: ۷۲۹، ۷۳۰، ۹۲۴، ۱۱۲۹، ۲۰۱۲، ۵۸۶۱۔

۲۰۱۲: وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ وَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّى فَصَلَّوْا مَعَهُ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُلِّيَ☆ بِصَلَاتِهِ فَلَمَّا كَانَتِ

۲۰۱۲: اور یحییٰ بن بکیر نے مجھ سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عُقَیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی، (کہا:) عروہ (بن زبیر) نے مجھے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات بوقت نصف شب نکلے اور مسجد میں نماز پڑھی اور آپؐ کی اِقتدا میں کچھ مردوں نے بھی پڑھی۔لوگ صبح اُٹھے تو انہوں نے یہ سن کر ایک دوسرے کو بتایا تو (دوسری رات) لوگ اور زیادہ جمع ہو گئے اور آپؐ نے نماز پڑھی تو انہوں نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔لوگ صبح اُٹھے تو لوگوں میں اور چرچا ہوا تو تیسری رات مسجد میں جمع ہونے والے بہت زیادہ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نکلے {☆اور نماز پڑھی تو انہوں نے بھی آپؐ کی اِقتدا میں نماز پڑھی۔}

☆ عمدۃ القاری کے مطابق اس جگہ لفظ "فَصَلَّى فَصَلَّوْا" ہیں (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۲۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ وَلَكِنِّي خَشِيْتُ أَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ.

جب چوتھی رات ہوئی تو (لوگوں کا اِس قدر انبوہ ہوا) کہ نمازی مسجد میں سما نہ سکے۔ (مگر اُس رات آپؐ نماز تراویح کے لئے نہ نکلے یہاں تک کہ صبح ہوگئی) اور جب آپؐ صبح کی نماز کے لئے نکلے اور فجر کی نماز پڑھا چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور تشہد پڑھا۔ پھر اُس کے بعد فرمایا: تمہاری موجودگی مجھ سے پوشیدہ نہ تھی لیکن میں ڈرا کہ تم پر یہ نماز فرض نہ کر دی جائے اور تم اِس کی ادائیگی میں عاجز آ جاؤ۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور پہلا دستور ہی رہا۔

اطرافہ: ۷۲۹، ۷۳۰، ۹۲٤، ۱۱۲۹، ۲۰۱۱، ۵۸٦۱.

۲۰۱۳: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ يَزِيْدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوْتِرَ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ

۲۰۱۳: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سعید مقبری سے، سعید نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیسی تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ آپؐ رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت نماز سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ چار رکعتیں پڑھتے اور اُن کی خوبی اور لمبائی کے متعلق نہ پوچھ۔ پھر چار رکعت پڑھتے اور اُن کی خوبی اور لمبائی کے متعلق نہ پوچھ۔ پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ میں نے (ایک بار آپؐ سے) عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپؐ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا: عائشہؓ!

تَنَامَانِ وَ لَا يَنَامُ قَلْبِي. میری آنکھیں تو سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

اطرافہ: ۱۱۴۷، ۳۵٦۹.

تشریح: **فَضْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ:** اس باب کے تحت چھ روایتیں درج ہیں۔ پہلی روایت میں مطلق قیام کا ذکر ہے۔ دوسری میں بھی صرف قیام رمضان ہی ہے۔ یہ دونوں روایتیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہیں جو زہری بن شہاب سے مروی ہیں۔ یہ روایتیں نقل کرنے کے بعد ابن شہاب ہی کی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں کا یہ حال تھا کہ لوگ اکیلے اکیلے نفل نماز پڑھتے۔ اُن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے رات کے پہلے حصے میں باجماعت نماز پڑھانے کا انتظام کیا جو اَب تراویح کے نام سے مشہور ہے۔ باقی تین روایات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔ پانچویں روایت میں بایں الفاظ تصریح ہے: لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ. یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو مسجد میں آئے اور نمازِ تہجد پڑھی اور لوگوں نے بھی اِقتداء میں پڑھی۔ اس طرح حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں جو ابہام تھا اُس کی وضاحت کی گئی ہے کہ قیامِ رمضان سے مراد صلوٰۃ اللیل ہے۔

یہاں یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب میں رات کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف الفاظ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ پر اکتفاء کیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ قیام رمضان کے بارے میں حضرت ابوہریرہؓ سے باسناد متعدد روایتیں منقول ہیں۔ (دیکھئے روایت نمبر ۳۷، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹) ان سب روایتوں میں قَامَ رَمَضَانَ کے الفاظ ہی مروی ہیں اور لفظ قیام جب بھی رات کے ساتھ استعمال ہوا ہے اُس سے مراد ہر جگہ نمازِ تہجد ہی ہے۔ اس تعلق میں روایت نمبر ۱۱۲۱، ۱۱۳۵، ۱۱۳۷، ۱۱۴٦ بھی دیکھئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان کی فضیلت کے تعلق میں لفظ قِيَام کی طرف توجہ مبذول کرانے کی غرض سے لَيْل کا لفظ حذف کر دیا ہے جو روایات مندرجہ سے ظاہر ہے۔ قیامِ لیل کا محاورہ جب بھی استعمال ہوا ہے اس سے مراد تہجد ہی کے لئے اُٹھنا ہے۔ روزانہ تہجد پڑھنے کی فضیلت اپنی جگہ پر ہے مگر رمضان میں روزہ کی فضیلت اُسی صورت میں متحقق ہوگی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا جائے۔ رمضان کے شب و روز ہی عبادت اور ذکر الٰہی میں گزریں تا روزہ دار کو موعود لیلۃ القدر نصیب ہو اور رمضان کی عبادت محض رسماً نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ عنوانِ باب میں سارے رمضان کو قیام کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اس کے معاً بعد فضیلت لیلۃ القدر کا بیان ہے۔ الفاظ وَالَّتِي يَنَامُوْنَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُوْمُوْنَ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جاری کردہ طریق لوگوں کی غفلت کے اندیشے سے تھا اور یہ فعل کسی فضیلت کا مستحق نہیں ہوسکتا جب تک کہ قیامِ رمضان اس طریق پر نہ ہو جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہے۔ غرض دونوں ابواب کے عنوان اور ترتیب سے اس اہم امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ: یہ موعودہ مغفرت اور تزکیہ نفس بھی قیامِ رمضان کی برکت سے اسی روزہ دار کو حاصل ہوں گے جس کے لیل ونہار عبادت اور ذکر الٰہی میں گزریں اور روزے سے جو اصل مقصود ہے وہ مدنظر رہے اور اُس کے روزے میں دو اہم شرطیں پائی جائیں: اِیْـمَـانًا وَّ احْتِسَابًا. اوّل یہ کہ وہ رسمی نہ ہو۔ دوم حصول رضائے الٰہی مقصود ہو جس کے لئے وہ اعمال بجالائے جائیں جو اس غرض کے لئے ضروری ہیں۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الایمان تشریح باب ۲۵، ۲۷، ۲۸۔ اور نمازِ تہجد کی رکعتوں کے تعلق میں کتاب التهجد روایت نمبر ۱۱۳۷ تا ۱۱۴۰ دیکھئے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡
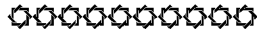
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۳۲- كِتَابُ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

بَاب ۱: فَضْلُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

لیلۃ القدر کی فضیلت

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (القدر: ۲-۶)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے اور اے مخاطب! تجھے کیا معلوم ہے کہ لیلۃ القدر کیا شے ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اِس میں ملائکہ اور روح اپنے ربّ کے حکم سے ہر اَمر لے کر اُترتے ہیں۔ (پھر فرشتوں کے اُترنے کے بعد تو) سلامتی ہی سلامتی ہوتی ہے اور یہ حال صبح کے طلوع ہونے تک رہتا ہے۔

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ: وَمَآ اَدْرٰىكَ فَقَدْ أَعْلَمَهُ، وَمَا قَالَ: وَمَا يُدْرِيْكَ (الاحزاب: ٦٤) فَإِنَّهُ لَمْ يُعْلِمْ.

ابن عُیینہ (سفیان) نے کہا: قرآن میں جہاں کہیں وَمَا اَدْرٰىكَ کا لفظ آیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اُس کا علم آپؐ کو دے دیا ہے اور جہاں فرمایا ہے: وَمَا يُدْرِيْكَ تو اُس کا علم نہیں دیا۔

٢٠١٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ وَاَيَّمَا حِفْظٍ مِّنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

۲۰۱۴: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عُیینہ) نے ہمیں بتایا، کہا: یہ بات ہمیں یاد ہے یعنی زُہری سے سن کر انہوں نے یاد رکھا۔ زہری نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو بجذبہ ایمان رضاءِ الٰہی کی غرض سے ماہ رمضان میں روزے رکھے تو اُس کے جو گناہ پہلے ہو چکے ہوں اُن کی مغفرت کی جائے گی اور جو لیلۃ القدر میں جوشِ ایمان میں رضاءِ الٰہی کی غرض سے رات کو اُٹھے تو اُس کے جو گناہ پہلے ہو چکے ہوں اُن کی مغفرت کی جائے گی۔ سفیان کی طرح سلیمان بن کثیر نے بھی زہری سے روایت کی۔

اطرافہ: ۳۵، ۳۷، ۳۸، ۱۹۰۱، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹۔

تشریح: **فَضْلُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ**: لیلۃ القدر کی فضیلت کے تعلق میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ اپنے مفہوم اور مطالب میں بہت وسیع ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لیلۃ القدر کے معنی علاوہ قضا وقدر کے قدر و منزلت اورعظمت کے بھی کئے ہیں۔ اُن کے یہ الفاظ ہیں: سُمِّيَتْ بِذَالِكَ لِخَطَرِهَا وَشَرْفِهَا. یعنی اس کو لیلۃ القدر اس کی عظمت اور شرف کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۲۸)

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَاكَانَ فِي الْقُرْآنِ ....: سفیان بن عیینہ کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ محمد بن یحيٰ ابن ابی عمرو نے کتاب الایمان میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۲۴) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مدنظر جہاں قیامِ رمضان کی فضیلت ہے وہاں بہت سی روایات کی چھان بین بھی ہے جو لیلۃ القدر کی خاص گھڑی کے بارہ میں زبان زدِ عام ہیں۔ امام ابن حجرؒ نے اس بارہ میں چھیالیس اقوال درج کرنے کے بعد ابن عربیؒ کی رائے اِن الفاظ میں نقل کی ہے: أَنَّهَا لَا تُعْلَمُ یعنی اُس گھڑی کا علم نہیں دیا جاتا۔ علامہ نوویؒ نے اُن کی یہ رائے تسلیم نہیں کی کیونکہ اگر اُس گھڑی کا علم نہ ہوسکتا تو پھر تلاش کرنے کی تلقین کیوں فرمائی جاتی؟ (فتح الباری شرح باب ۳- جزء ۴ صفحہ ۳۳۳ تا ۳۳۸) جو نعمت جس قدر عظیم الشان ہو اُسی قدر جدوجہد اُس کے حصول کے لئے درکار ہوتی ہے۔ عنوانِ باب میں مذکورہ بالا حوالہ اسی قسم کے اختلاف کے پیشِ نظر دیا گیا ہے۔

آیت محولہ بالا میں لیلۃ القدر بعثت نبوی اور نزولِ قرآن کے ساتھ وابستہ کی گئی ہے۔ بعثت نبوی کا زمانہ بلحاظ ظلمت جہالت اور ضلالت رات کے مشابہ ہے اور بلحاظ نور عرفان اور ہدایت طلوعِ فجر سے مشابہ ہے۔ اس لئے زمانہ بعثت نبویہؐ تمام زمانوں سے ممتاز ہے اور وہ تقدیر الٰہی جو انسان کی روحانی پیدائش سے متعلق ہے اسی زمانہ سے مخصوص ہے۔ صفاتِ باری تعالیٰ کی تجلی خارق عادت طور پر اس زمانہ میں نمایاں ہوئی۔ رمضان کے مہینے میں اسلام کی ہدایت کے مطابق مجاہدہ کرے تو یہ مبارک گھڑی اسے نصیب ہوسکتی ہے۔

رمضان کا لفظ رَمَضَ سے مشتق ہے جس کے معنے شدت تپش ہیں۔(لسان العرب-رمض) سالک کے لئے راہ سلوک میں سوز، محبت، شدید ابتلاء بھی آسان ہو جاتے ہیں۔قرآن مجید میں ابتلاؤں کے زمانہ کو بھی شب تاریک سے مشابہت دی گئی ہے۔دیکھئے تفسیر کبیر مؤلفہ حضرت مصلح موعودؓ تشریح آیت وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ (جلد۸ صفحہ۵۰۴تا۵۰۸) نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

سب پیاسوں سے نکوتر تیرے منہ کی ہے پیاس	جس کا دل اُس سے ہے بریاں پا گیا وہ آبشار
جس کو تیری دھن لگی آخر وہ تجھ کو جا ملا	جس کو بے چینی ہے یہ وہ پا گیا آخر قرار
عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت	کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار
کون چھوڑے خوابِ شیریں کون چھوڑے اکل و شرب	کون لے خارِ مغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار
عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُرخطر	عشق ہے جو سر جھکا دے زیرِ تیغ آب دار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم- روحانی خزائن جلد۲۱ صفحہ۱۳۹، ۱۴۰)

یہی وہ کیفیات ہیں جن کا لفظ رمضان طلبگار ہے اور یہی والہانہ جذبات ہیں جو مومن کے لئے وصالِ الٰہی کی راتیں آسان کر دیتے ہیں۔مذکورہ عنوان کے تحت مندرجہ روایات سے دو باتیں واضح ہیں۔اوّل یہ کہ امام بخاریؒ کے نزدیک لیلۃ القدر سے متعلق بہت سی روایات جو عام طور پر مشہور ہیں اُن کے نزدیک پایہ اعتبار سے ساقط ہیں سوائے اُن احادیث کے جو بعد تحقیق انہوں نے قبول کیں۔اس تعلق میں نہایت قیمتی معلومات کے لئے تفسیر کبیر کا مطالعہ کیا جائے۔جہاں عقلی اور نقلی دلائل سے مختلف روایات پر بسیط جرح وقدح ہے اور امام راغبؒ وغیرہ ائمہ لغت کے معانی مدنظر رکھ کر قرآنِ مجید کی آیات اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں لیلۃ القدر کی حقیقت وفضیلت واضح فرمائی گئی ہے۔(تفسیر کبیر-تفسیر سورۃ القدر جلد۹) علاوہ ازیں اس تعلق میں براہین احمدیہ حصہ چہارم- روحانی خزائن جلد اوّل صفحہ۶۱۸ بھی دیکھئے۔

بَاب ۲ : الْتِمَاسُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ

رمضان کی آخری سات راتوں میں لیلۃ القدر کی تلاش

۲۰۱۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رِجَالًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ

۲۰۱۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کئی لوگوں کو آخری سات راتوں میں لیلۃ القدر خواب میں دِکھائی گئی تو

الْأَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ.

اطرافہ: ۱۱۵۸، ۶۹۹۱۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری خوابیں آخری سات راتوں کے متعلق ایک دوسرے سے متفق ہیں۔ پس جس کو اس کی تلاش ہو تو چاہیے کہ وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

۲۰۱۶: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدٍ وَكَانَ لِي صَدِيْقًا فَقَالَ اعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ فَخَرَجَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ فَخَطَبَنَا وَقَالَ إِنِّي أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا أَوْ نُسِّيْتُهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوِتْرِ وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِيْ☆ فَلْيَرْجِعْ فَرَجَعْنَا وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّيْنِ

۲۰۱۶: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ (بن ابی کثیر) سے، یحيٰ نے ابوسلمہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعیدؓ (خدری) سے پوچھا اور وہ میرے دوست تھے تو انہوں نے کہا: نبی ﷺ کے ساتھ ہم رمضان کے درمیانی عشرہ (دہاکہ) میں اعتکاف بیٹھے۔ پھر بیسویں روزے کی صبح کو آپؐ (اعتکاف سے) نکلے اور ہمیں مخاطب کیا اور فرمایا: مجھے لیلۃ القدر دکھلائی گئی، پھر بھلا دی گئی۔ (راوی کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُنْسِيْتُهَا کا لفظ استعمال فرمایا یا نُسِّيْتُهَا کا) سو تم آخری عشرے کی طاق رات میں اسے تلاش کرو اور میں نے دیکھا کہ میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پس جس نے اللہ کے رسولؐ☆ کے ساتھ اعتکاف کیا ہو تو وہ لوٹ آئے۔ چنانچہ ہم لوٹے اور آسمان میں ہم ابر کا ایک ٹکڑا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ اِتنے میں اَبر آیا اور برسنے لگا۔ اِتنا برسا کہ مسجد کی چھت بہنے لگی اور وہ کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی اور نماز کے لیے تکبیر کہی گئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں اس جگہ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ کے الفاظ ہیں (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۳۲۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِي جَبْهَتِهِ.

کہ آپؐ پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہے تھے، یہاں تک کہ آپؐ کی پیشانی میں مَیں نے کیچڑ کا نشان دیکھا۔

اطرافہ: ۶۶۹، ۸۱۳، ۸۳۶، ۲۰۱۸، ۲۰۲۷، ۲۰۳۶، ۲۰۴۰۔

بَاب۳: تَحَرِّي لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ

آخری عشرے کی طاق رات میں لیلۃ القدر کی تلاش

فِيْهِ عُبَادَةُ.

اِس بارہ میں حضرت عبادہ (بن صامتؓ) راوی ہیں۔

۲۰۱۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا أَبُو سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.

۲۰۱۷: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا کہ ابوسہیل نے اپنے باپ (مالک بن ابی عامر) سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے آخری دہاکے کی طاق رات میں لیلۃ القدر کی جستجو کرو۔

اطرافہ: ۲۰۱۹، ۲۰۲۰۔

۲۰۱۸: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي رَمَضَانَ الْعَشْرَ الَّتِي فِي وَسَطِ الشَّهْرِ فَإِذَا كَانَ حِيْنَ يُمْسِي مِنْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً تَمْضِيْ وَيَسْتَقْبِلُ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ

۲۰۱۸: ابراہیم بن حمزہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبدالعزیز) بن ابی حازم اور (عبدالعزیز) دراوردی نے بھی مجھے بتایا۔ انہوں نے یزید (بن ہاد) سے، یزید نے محمد بن ابراہیم سے، انہوں نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اُس دہاکے میں جو مہینے کے وسط میں ہوتا ہے، اعتکاف بیٹھ جاتے تھے اور جب بیس راتیں گزر جاتیں اور شام کی گھڑی ہوتی اور اکیسویں رات شروع کرتے

رَجَعَ إِلَى مَسْكَنِهِ وَرَجَعَ مَنْ كَانَ يُجَاوِرُ مَعَهُ وَأَنَّهُ أَقَامَ فِي شَهْرٍ جَاوَرَ فِيْهِ اللَّيْلَةَ الَّتِي كَانَ يَرْجِعُ فِيْهَا فَخَطَبَ النَّاسَ فَأَمَرَهُمْ مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ قَالَ كُنْتُ أُجَاوِرُ هَذِهِ الْعَشْرَ ثُمَّ قَدْ بَدَا لِي أَنْ أُجَاوِرَ هَذِهِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَثْبُتْ فِي مُعْتَكَفِهِ وَقَدْ أُرِيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا فَابْتَغُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَابْتَغُوْهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ فَاسْتَهَلَّتِ السَّمَاءُ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَأَمْطَرَتْ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فِي مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ فَبَصُرَتْ عَيْنِي رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَظَرْتُ إِلَيْهِ انْصَرَفَ مِنَ الصُّبْحِ وَوَجْهُهُ مُمْتَلِئٌ طِيْنًا وَمَاءً.

تو آپؐ اپنے گھر میں لَوٹ آتے اور وہ (صحابہ) بھی لَوٹ آتے جو آپؐ کے ساتھ اعتکاف میں ہوتے۔ ایک رمضان میں ایسا ہوا۔ آپؐ جس رات کو لَوٹ آتے تھے، اُس رات اعتکاف ہی میں رہے اور آپؐ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور اللہ نے جو چاہا آپؐ نے اُن سے فرمایا، پھر کہا: میں اس دہاکے میں معتکف ہوا کرتا تھا۔ پھر معلوم ہوا کہ اس آخری دہاکے میں اعتکاف کیا کروں۔ پس جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو تو چاہیے کہ وہ اپنے اعتکاف ہی میں رہے اور آج رات مجھے لیلۃ القدر دِکھائی گئی۔ پھر وہ مجھے بھلادی گئی۔ سو اَب تم آخری دہاکے میں اُس کی جستجو کرو اور ہر طاق رات میں ڈھونڈو اور میں نے اپنے تئیں دیکھا کہ میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں تو اُس رات مینہ برسا کہ مسجد کی چھت اُس جگہ ٹپکی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نماز تھی۔ یہ اکیسویں رات کو ہوا جو میری آنکھوں نے مشاہدہ کیا۔ میں نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ صبح کو لَوٹے ہیں اور حالت یہ تھی کہ آپؐ کا چہرہ کیچڑ اور مٹی سے بھرا ہوا تھا۔

اطرافہُ: ۶۶۹، ۸۱۳، ۸۳۶، ۲۰۱۶، ۲۰۲۷، ۲۰۳۶، ۲۰۴۰۔

۲۰۱۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي

۲۰۱۹: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ یحیٰ (قطان) نے ہمیں بتایا کہ ہشام (بن عروہ) سے

أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوْا ....

اطرافہ: ۲۰۱۷، ۲۰۲۰۔

مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: تم (لیلۃ القدر کی) جستجو کرو۔

۲۰۲۰: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُوْلُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.

اطرافہ: ۲۰۱۷، ۲۰۱۹۔

۲۰۲۰: نیز محمد (بن سلام) نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدہ (بن سلیمان) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دہاکے میں مسجد میں گوشہ نشین ہوا کرتے (یعنی اعتکاف بیٹھا کرتے) تھے اور فرماتے: رمضان کے آخری دہاکے میں لیلۃ القدر کی جستجو کرو۔

۲۰۲۱: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي تَاسِعَةٍ تَبْقَى فِي سَابِعَةٍ تَبْقَى فِي خَامِسَةٍ تَبْقَى.

اطرافہ: ۲۰۲۲۔

۲۰۲۱: موسیٰ بن اسماعیل (تبوذکی) نے ہم سے بیان کیا کہ وُہَیب (بن خالد) نے ہمیں بتایا کہ ایوب (سختیانی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عکرمہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے آخری دہاکے میں اسے تلاش کرو یعنی لیلۃ القدر کو۔ نویں رات میں جو باقی رہے۔ ساتویں رات میں جو باقی رہے۔ پانچویں رات میں جو باقی رہے۔

۲۰۲۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا

۲۰۲۲: عبداللہ بن ابی اسود نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں بتایا کہ عاصم (بن

عَاصِمٌ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ وَعِكْرِمَةَ قَالَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي تِسْعٍ يَمْضِيْنَ أَوْ فِي سَبْعٍ يَبْقَيْنَ. تَابَعَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ اَيُّوْبَ وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْتَمِسُوْا فِي أَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ يَعْنِيْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ.

اطرافہ: ۲۰۲۱۔

سلیمان) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابومجلز (لاحق بن حمید) اور عکرمہ سے روایت کی۔ اُن دونوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آخری دہا کے میں ہے، جب نو راتیں گزر جائیں یا سات راتیں باقی رہیں۔ عبدالوہاب نے ایوب اور خالد سے نقل کیا ہے کہ عکرمہ سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ چوبیسویں رات کو تلاش کرو یعنی لیلۃ القدر۔

تشریح: تَحَرِّیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ: باب۲ کا عنوان ہے رمضان کی آخری سات راتوں میں لیلۃ القدر کی گھڑی ڈھونڈنا اور باب۳ کا عنوان آخری عشرے کی طاق رات میں لیلۃ القدر ڈھونڈنا ہے۔ یہ دونوں عنوان دو قسم کا اختلاف حل کرنے کی غرض سے قائم کئے گئے ہیں۔ بعض روایتوں کی بنا پر ایک اختلاف یہ ہے کہ لیلۃ القدر آخری ہفتہ کی راتوں میں سے کوئی رات ہے۔ جس میں استجابت دعا کی گھڑی ہے اور بعض روایتوں میں بجائے ہفتہ کے آخری عشرہ مذکور ہے۔ باب کے ماتحت دو مستند روایتیں درج ہیں۔ ایک حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اور دوسری حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی جو امام مسلمؒ نے خفیف سے لفظی اختلاف کے ساتھ نقل کی ہے۔ (مسلم، کتاب الصیام، باب فضل لیلة القدر والحث علی طلبها) پہلی روایت (نمبر۲۰۱۵) میں جو سات راتوں کا ذکر آتا ہے، وہ درحقیقت بعض صحابہؓ کی خوابوں پر مبنی ہے اور دوسری (روایت نمبر۲۰۱۶) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیا کا ذکر ہے؛ جس کی تصدیق واقعہ سے ہوگئی۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شہادت مقدم ہے، آپؐ کے اس قیاس پر جو بعض صحابہؓ کی خوابیں سن کر آپؐ نے فرمایا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کا حل اپنے طریق تقدیم وتاخیر کے مطابق پیش کیا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ اور آپؐ کے آخری ارشاد کو امام موصوفؒ کے نزدیک ترجیح ہے۔ دوسرا اختلاف آخری عشرے کی معین رات کے بارے میں ہے جو باب نمبر۳ میں حل کیا گیا ہے کہ وہ طاق رات ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رؤیا ہوئی تھی؛ وہ اکیسویں رات کو ہوئی تھی اور اس کے علاوہ امام موصوفؒ نے یہ اشارہ بھی کیا ہے کہ اس واقعہ سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اکیسویں تاریخ ہی لیلۃ القدر کے لئے مقرر ہو چکی ہے اور اس کے خلاف یہ دلیل دی ہے کہ اگر یہی ایک مقررہ رات ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرَ. یعنی آخری عشرے میں لیلۃ القدر کی جستجو کرو۔

باب۳ کے تحت چھ روائتیں درج کی گئی ہیں۔اُن میں سے تین حضرت عائشہؓ سے ہیں اور ایک حضرت ابوسعید خدریؓ سے اور دو حضرت ابن عباسؓ سے۔ نیز عنوانِ باب میں حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جسے امام بخاریؒ سند کے ساتھ اگلے باب (نمبر۴) میں لائے ہیں۔(دیکھئے روایت نمبر۲۰۲۳) یہ سب جہاں آخری عشرے سے متعلق متفق ہیں، وہاں اس بارہ میں بھی متفق ہیں کہ طاق راتوں میں وہ تلاش کی جائے۔

اُلْتَمِسُوْا فِي اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ: روایت نمبر۲۰۲۲ کے آخر میں عکرمہ کی ایک روایت کا حوالہ بھی بسند ایوبؒ اور خالدؒ دیا گیا ہے جو بظاہر طاق والی روایتوں کے خلاف ہے۔ مگر یہ اختلاف صرف حسابی نوعیت کا ہے۔ مہینہ تیس دن کے حساب سے شمار کیا جائے تو طاق راتیں اکیس، تیئس، پچیس، ستائیس اور انتیس ہوں گی اور اگر اَلسَّبْعِ الْاَوَاخِرِ یعنی سات دن شمار ہوں اور آخری تاریخ سے حساب کیا جائے تو تیس سے چوبیس تک سات دن ہوتے ہیں۔
(فتح الباری جزء۴صفحہ۳۳۳)

یہاں یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا حوالہ عبدالوہاب راوی کی سند سے کیوں دیا گیا ہے۔ جبکہ مسانید کے مصنفین نے موقوف ہونے کی وجہ سے یہ روایت نظر انداز کر دی ہے اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت بسند عکرمہ موصولاً نقل کی ہے اور اُس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ سوئے ہوئے تھے کہ اِتنے میں کسی نے اُن سے کہا کہ آج رات لیلۃ القدر ہے تو وہ کھڑے ہو گئے اور غنودگی کی حالت میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کی رسی سے چمٹ گئے اور کیا دیکھا کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ رات چوبیسویں تھی۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۳۳۳)

شارحین نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ چوبیسویں رات اس صورت میں ہوگی، جب سات دن مدنظر رکھ کر آخر سے شمار کیا جائے۔ اس تکلف کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ خواب کا نظارہ ہے۔ البتہ اس سے اِتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ عشرہ کی طاق رات کے علاوہ بھی لیلۃ القدر میسر آ سکتی ہے۔ چونکہ قمری مہینے کا دَور تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے سال کے مختلف ایام لیلۃ القدر کے مصداق ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور صلحائے امت کا یہ قول مروی ہے کہ لیلۃ القدر سال بھر میں کسی رات کو بھی ظاہر ہو سکتی ہے۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۳۳۴) اس وقت بعض پر لیلۃ القدر کی مبارک گھڑی اکیسویں تاریخ کو بارش کی علامت کے ساتھ ظاہر ہوئی۔

جہاں تک مستند روایات کا تعلق ہے۔ اس بارے میں نہ کوئی شک وشبہ ہے نہ اختلاف کہ رمضان کے آخری عشرے میں طاق رات کو لیلۃ القدر کے ہونے پر سب کو اتفاق ہے اور ساری امت کو تاکید کی گئی ہے کہ ان دنوں میں پوری کوشش کریں کہ لیلۃ القدر والی گھڑی اُن کو نصیب ہو۔ یعنی وہ گھڑی جس کا ذکر سورۃ القدر میں ہوا ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر بتائی گئی ہے۔ یہ مدت ۸۳ سال سے کچھ اوپر ہوتی ہے اور یہ گھڑی جس کا تعلق ساری اُمت سے ہے یقیناً زمانہ تجدید والی موعود گھڑی ہے۔ جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ مِاَةِ سَنَةٍ مَّنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا.** (ابو داؤد، کتاب الملاحم، باب ما يذكر في قرن المأة) یہ آخری حصہ صدی رسالت مآب ﷺ کی ظلی بعثت کا وہ زمانہ ہے جس میں روح القدس کا نزول اُمت محمدیہ کے کسی ایک فرد پر ہو کر تجدید واصلاح کا نیا دَور شروع ہونا تھا اور ملکی تحریکات سے خوابیدہ قلوب میں بیداری پیدا ہو کر ظلمت کے بعد طلوعِ فجر سے اسلام کا سورج

چمکنا تھا۔اس تعلق میں دیکھئے کتاب شہادۃ القرآن جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورۃ القدر کے تعلق میں فرماتے ہیں:

''علاوہ ان معنوں کے جو مسلّم قوم ہیں لیلۃ القدر وہ زمانہ بھی ہے جب دنیا میں ظلمت پھیل جاتی ہے اور ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہے۔تب وہ تاریکی بالطبع تقاضا کرتی ہے کہ آسمان سے کوئی نور نازل ہو۔سو خدا تعالیٰ اُس وقت اپنے نورانی ملائکہ اور روح القدس کو زمین پر نازل کرتا ہے اور اسی طور کے نزول کے ساتھ جو فرشتوں کی شان کے مناسب حال ہے۔تب روح القدس تو اُس مجدد اور مصلح سے تعلق پکڑتا ہے جو اجتباء اور اصطفاء کی خلعت سے مشرف ہو کر دعوتِ حق کے لئے مامور ہوتا ہے اور فرشتے اُن تمام لوگوں سے تعلق پکڑتے ہیں جو سعید اور رشید اور مستعد ہیں اور اُن کو نیکی کی طرف کھینچتے ہیں اور نیک توفیقیں اُن کے سامنے رکھتے ہیں۔تب دنیا میں سلامتی اور سعادت کی راہیں پھیلتی ہیں اور ایسا ہی ہوتا رہتا ہے جب تک دین اپنے اُس کمال کو پہنچ جائے جو اُس کے لیے مقدر کیا گیا ہے۔'' (شہادۃ القرآن- روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۱۳-۳۱۴)

اسی جگہ آپ فرماتے ہیں کہ اس حقیقت پر خدا تعالیٰ نے مجھے مطلع کیا ہے۔

بَاب ٤ : رَفْعُ مَعْرِفَةِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ لِتَلَاحِي النَّاسِ

لوگوں کے آپس میں جھگڑنے کی وجہ سے لیلۃ القدر کی شناخت کا اُٹھایا جانا

۲۰۲۳ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسَى

۲۰۲۳: محمد بن مثنیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ خالد بن حارث نے مجھے بتایا۔حمید (طویل) نے ہم سے بیان کیا۔حضرت انسؓ نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے تا ہمیں لیلۃ القدر کی بابت بتائیں تو مسلمانوں میں سے دو شخص ایک دوسرے کو سخت سُست کہہ رہے تھے۔آپؐ نے فرمایا: میں نکلا تھا کہ لیلۃ القدر سے متعلق تمہیں خبر دوں تو فلاں اور فلاں

أَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ.

اطرافہ: ٤٩، ٦٠٤٩۔

آپس میں جھگڑ رہے تھے تو (میرے ذہن سے خبر) اُٹھ گئی اور ہوسکتا ہے کہ یہی تمہارے لئے بہتر ہو۔ اس لئے تم اسے نویں، ساتویں اور پانچویں (رات) کو تلاش کرو۔

بَاب٥: اَلْعَمَلُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

رمضان کے آخری عشرے میں ریاضت

٢٠٢٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي يَعْفُوْرٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَا لَيْلَهُ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ.

٢٠٢٤: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ (سفیان) بن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابویعفور (عبدالرحمٰن) سے، انہوں نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو نبی ﷺ اپنی کمر کس لیتے اور رات بھر جاگتے رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔

تشریح: اَلْعَمَلُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ: باب نمبر ۴ میں جس واقعہ کا ذکر ہے، اُس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سبق دیا ہے کہ لوگ اگر آپس میں صلح کاری سے رہیں گے تو اُن کو لیلۃ القدر کی گھڑی نصیب ہوگی اور آپؐ نے اس گھڑی کا علم اُٹھائے جانے کو خیر قرار دیا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس کا علم حاصل کرنے میں بذریعہ دعا اور عبادت جدوجہد جاری رہے۔ چنانچہ باب نمبر ۵ میں یہ غرض نمایاں کی گئی ہے؛ جہاں بتایا گیا ہے کہ آخری عشرے میں انسان نہ صرف خود ہی عبادت میں مشغول ہوجائے بلکہ اپنے اہل بیت کو بھی اس میں شامل کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ اندازہ کریں اس روحانی جدوجہد کے کم وکیف اور اس کی تاثیر کا۔ اگر تمام مسلمان گھرانے رمضان کے آخری عشرے میں توجہ الی اللہ کے لئے ہمہ تن مصروف ہوجائیں اور اس میں اُن کا مقصد صرف یہ ہو کہ لیلۃ القدر والی گھڑی نصیب ہو؛ جس کے حصول پر روح القدس کی تجلی ملائکۃ اللہ کے نزول اور ظلمت کے بعد طلوعِ فجر کا ظہور منحصر ہے۔

شَدَّ مِئْزَرَهُ: کنایہ ہے، ازدواجی تعلقات کلیۃً ترک کرنے اور عبادت اور دعاؤں میں ہمہ تن مصروف ہوجانے سے؛ جیسا کہ اعتکاف میں ہوتا ہے۔ ایک عرب شاعر اپنی قوم کی تعریف میں کہتا ہے:-

قَوْمٌ إِذَا حَارَبُوْا شَدُّوْا مَآزِرَهُمْ　　عَنِ النِّسَآءِ وَلَوْ بَاتَتْ بِاَطْهَارِ

(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۴۲)

یعنی وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب لڑتے ہیں تو اپنے تہ بند مضبوطی سے باندھ کر عورتوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں؛ خواہ وہ طہر کی حالت میں ہی ہوں۔

اَحْيَا لَيْلَهُ: رات بھر عبادت گذاری میں بیدار رہتے۔یعنی رات کا بیشتر حصہ عبادت میں گذارتے۔رات کو زندہ رکھنے سے یہی مراد ہے۔

اَيْـقَظَ اَهْلَهُ: اپنے اہل بیت کو آپؐ جگاتے۔اس تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے: اِجْـعَـلُوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا (بخاری، روایت نمبر۴۳۲) لَا تَتَّخِذُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا. (ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة، باب ما جاء في التطوع في البيت) یعنی اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔

رمضان کے دن رات کا بڑا حصہ عبادت، ذکر الٰہی اور دعاؤں کے لئے وقف رکھنے کے بارے میں جو ہدایت ان روایات میں ہے۔اُس کا تعلق دراصل قیامِ رمضان اور لیلۃ القدر کی فضیلت کے ابواب ہی سے ہے اور اسی ضمن میں مابعد کے ابواب جن میں اعتکاف کا ذکر ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ ابواب کے قائم کرنے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خاص ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۳۳- كِتَابُ الْاِعْتِكَافِ

بَاب ۱ : اَلِاعْتِكَافُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ

آخری عشرے میں اِعتکاف

وَالِاعْتِكَافُ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا لِقَوْلِهِ تَعَالٰى: وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ (البقرة:۱۸۸)

اور ہر مسجد میں اِعتکاف کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اورتم عورتوں سے مباشرت نہ کرو جبکہ تم مسجدوں میں معتکف ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، سو ان کے قریب نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے اپنے اَحکام بیان کرتا ہے تا کہ وہ گناہ سے بچیں۔

۲۰۲۵: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ أَنَّ نَافِعًا أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ.

۲۰۲۵: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا: ابن وہب نے مجھے بتایا۔ یونس سے مروی ہے کہ نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے اُن کو خبر دی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اِعتکاف بیٹھتے تھے۔

۲۰۲٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ

۲۰۲٦: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عُقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے نبی ﷺ کی زوجہ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللهُ تَعَالَى ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری دہاکے میں اعتکاف بیٹھتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وفات دی۔ پھر آپؐ کے بعد آپؐ کی ازواج معتکف ہوتی تھیں۔

۲۰۲۷: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ فَاعْتَكَفَ عَامًا حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ وَهِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْ صَبِيْحَتِهَا مِنِ اعْتِكَافِهِ قَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ فَقَدْ أُرِيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيْتُهَا وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ مِنْ صَبِيْحَتِهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوْهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيْشٍ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ

۲۰۲۷: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے یزید بن عبداللہ بن ہاد سے، انہوں نے محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی سے، تیمی نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے درمیانی عشرے میں اِعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ آپؐ ایک سال (انہی دِنوں میں) معتکف ہوئے یہاں تک کہ جب اکیسویں رات ہوئی اور یہ وہ رات تھی جس کی صبح کو آپؐ اعتکاف سے نکلا کرتے تھے تو آپؐ نے فرمایا: جو میرے ساتھ معتکف تھا، اُسے چاہیے کہ آخری عشرے میں اِعتکاف بیٹھے اور آج رات مجھے لیلۃ القدر دِکھائی گئی اور پھر بھلا دی گئی اور میں نے دیکھا کہ اس کی صبح کو میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ تم آخری عشرے میں اس کی تلاش کرو اور ہر طاق رات میں اسے ڈھونڈو۔ اس رات مینہ برسا اور مسجد چھپر کی تھی۔ وہ ٹپکی اور رسول اللہ

عَيْنَايَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَبْهَتِهِ أَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ مِنْ صُبْحِ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ.

صلی اللہ علیہ وسلم کو میری آنکھوں نے دیکھا کہ اکیسویں کی صبح کو آپؐ کی پیشانی پر پانی اور کیچڑ کا نشان ہے۔

اطرافہٗ: ٦٦٩، ٨١٣، ٨٣٦، ٢٠١٦، ٢٠١٨، ٢٠٣٦، ٢٠٤٠۔

تشریح: اَلْاِعْتِكَافُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ: اعتکاف عُکوف سے مشتق ہے۔جس کے معنی ٹھہرنا، روکنا، اپنے اوپر لازم کرنا اور عکوف کے معنی جھکنے، دھرنا مار کر بیٹھنے اور چمٹے رہنے کے بھی ہیں۔چمٹے رہنے کے معنوں میں یہ لفظ کئی آیتوں میں وارد ہوا ہے۔(دیکھئے طٰہٰ :۹۸،۹۲۔الأنبياء:۵۳۔الشعراء: ۷۱) روک رکھنے کے معنوں میں دیکھئے:الفتح:۲۶۔کہتے ہیں الاِعْتِكَاف: الإِقَامَةُ بِالْمَكَانِ وَلُزُوْمُهَا. (لسان العرب:عكف) یعنی دھرنا مار کر کسی جگہ بیٹھ گیا۔اعتکاف کے معنی گوشہ نشین ہونے کے بھی ہیں۔لفظ مجاورت بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے(فتح الباری جزء۴صفحہ۳۴۶ شرح باب۲) اور یہ لفظ جِوَار سے مشتق ہے یعنی ہم نشین ہونا۔

زمانہ جاہلیت میں عرب بھی بیت اللہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات بیت اللہ میں اعتکاف بیٹھوں گا۔آپؐ نے فرمایا کہ نذر پوری کریں۔(روایت نمبر۲۰۳۲) امام مسلم نے بھی صحیح سند سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (مسلم، كتاب الأيمان، باب نذر الكافر وما يفعل فيه اذا أسلم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعثت سے قبل غارِ حراء میں کئی کئی رات خلوت نشین رہا کرتے تھے۔(دیکھئے بدء الوحی، روایت نمبر۴) اس روایت میں جو لفظ تَحَنُّث استعمال ہوا ہے۔وہ اعتکاف یعنی گوشہ نشینی کے مفہوم میں ہے۔اسے تَحَنُّف بھی کہتے ہیں۔یعنی یکسو ہو جانا۔ثَاء اور فَاء متبادل حروف ہیں۔اس سے لفظ حَنِيْف ہے۔یہ طریق عبادت قدیم سے عربوں میں رائج تھا مگر غیر معین صورت میں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت ابراہیمی تھی جو مرورِ زمانہ کے ساتھ بدلی ہوئی صورتوں میں بطور یادگار باقی رہ گئی۔حنیف حضرت ابراہیمؑ کا لقب ہے۔اسلام نے ابراہیمی سنت کو پھر تازہ کر دیا اور اعتکاف کے لئے چند پابندیاں عائد کی ہیں جو ابواب الاعتکاف کا اصل موضوع ہیں۔اُن پابندیوں کی مشروعیت بتانے کے لئے قرآنِ مجید کی مذکورہ بالا آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔یعنی مسجد میں ہو، مباشرت سے بکلی اجتناب ہو اور بموجب تصریح نبویؐ رمضان کے آخری عشرے میں ہو تا بحالت اعتکاف روزہ رکھنے کا موقع بھی ملے۔اس تعلق میں تین روایتیں نقل کی گئی ہیں جو نئی سند سے ہیں اور متفق ہیں کہ رمضان کے آخری دہاکے میں اعتکاف ہوا کرتا تھا۔

اَلِاعْتِكَافُ فِي الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا: عنوانِ باب کے دو حصے ہیں۔ایک میں اعتکاف کے وقوع کا اور دوسرے میں اعتکاف کی جگہ کا ذکر ہے۔جیسا کہ اَلْمَسَاجِدِ كُلِّهَا سے ظاہر ہے کہ اعتکاف ہر مسجد میں کیا جاسکتا ہے۔خواہ

مسجدِ جامع ہو یا مسجدِ محلّہ یا مسجدِ مکان۔ محمد بن عمر مالکیؒ کے نزدیک ہر جگہ میں اعتکاف ہوسکتا ہے۔ مسجد کی تخصیص نہیں۔ مگر احناف کے نزدیک عورت گھر کی مسجد میں اعتکاف کرسکتی ہے اور مرد جہاں باجماعت نماز پڑھی جائے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مساجد کی تخصیص اس لئے ہے کہ معتکف کو باجماعت نماز میسر ہو جو نوافل سے بدرجہا افضل ہے اور جامع مسجد میں اعتکاف اس لئے افضل ہے کہ نمازِ جمعہ میں شریک ہونے کا موقع ملے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۴۵)

اس قسم کے فقہی اختلافات مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ باب قائم کیا گیا ہے جس کی پہلی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا ذکر ہے کہ آپؐ رمضان کے آخری عشرہ میں خلوت نشین ہوا کرتے تھے۔ دوسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ آپؐ کا آخر تک یہی طریق عمل رہا۔ تیسری روایت بھی اسی امر کی تائید کرتی ہے۔

بَاب ۲ : اَلْحَائِضُ تُرَجِّلُ رَأْسَ الْمُعْتَكِفِ

حائضہ کا معتکف کو کنگھی کرنا

۲۰۲۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْغِي إِلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

۲۰۲۸: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ (بن سعید قطان) نے ہمیں بتایا۔ ہشام (بن عروہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میرے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے مجھے خبر دی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میری طرف جھکا دیتے جبکہ آپؐ مسجد میں گوشہ نشین ہوتے اور میں حائضہ ہونے کی حالت میں آپؐ کو کنگھی کرتی۔

اطرافہ: ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۰۱، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۲۰۴۶، ۵۹۲۵۔

بَاب۳ : {اَلْمُعْتَكِفُ☆} لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ

{معتکف☆} بغیر ضرورت گھر میں نہ جائے

۲۰۲۹ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ

۲۰۲۹: قُتَیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے

☆ لفظ "اَلْمُعْتَكِفُ" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۳۴۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَإِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ {☆عَلَيَّ} رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا.

روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر {میری طرف☆} کر دیتے جبکہ آپؐ مسجد میں ہوتے اور میں آپؐ کے کنگھی کرتی اور جب آپؐ معتکف ہوتے تو بغیر حاجت گھر میں نہ آتے۔

اطرافہ: ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۰۱، ۲۰۲۸، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۲۰۴۶، ۵۹۲۵۔

تشریح: **اَلْمُعْتَكِفُ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةٍ**: ارشادِ باری تعالیٰ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ (البقرة:۱۸۸) کی وضاحت کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے کہ اس سے مطلق ہم کنار ہونے کی ممانعت نہیں۔ بلکہ ازدواجی تعلق کی ممانعت ہے۔ اعتکاف مسجد میں ضروری ہے۔ اگر یہ ضروری نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر میں کنگھی وغیرہ کرنے کی ضرورت کے وقت مسجد میں ہی رہتے ہوئے سر باہر نکالنے کی تکلیف نہ فرماتے کیونکہ یہ تکلف ہے۔ (دیکھئے باب۲) اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ معتکف مسجد سے بحالت اعتکاف اسی وقت باہر جا سکتا ہے جب سخت ضرورت ہو۔ چنانچہ اس باب (نمبر۳) میں تصریح ہے کہ قضاءِ حاجت کی ضرورت کے سوا آپؐ اپنے گھر نہ جاتے۔ حضرت علیؓ، امام نخعیؒ اور امام حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ معتکف سوائے طبعی حاجت کے باہر نہ نکلے۔ اگر بغرضِ جنازہ، عیادت اور جمعہ کے مسجد سے نکلے گا تو اُس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۴۷)

درحقیقت جامع مسجد میں اعتکاف اسی لئے افضل سمجھا گیا ہے کہ معتکف کو نمازِ جمعہ میں شامل ہونے کا موقع ملتا رہے۔ اگر کسی وجہ سے معتکف جامع مسجد میں اعتکاف نہیں بیٹھ سکا اور محلّہ کی مسجد میں اعتکاف بیٹھا ہے تو جمعہ کی نماز چونکہ فرض ہے اس لئے جمعہ کی نماز میں شامل ہو سکتا ہے۔ لیکن ضروری ہے کہ نمازِ جمعہ پڑھ کر فوراً واپس معتکف میں پہنچ جائے۔

بَاب ٤ : غَسْلُ الْمُعْتَكِفِ

معتکف کا نہانا دھونا

۲۰۳۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

۲۰۳۰: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے

☆ لفظ "عَلَيَّ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۳۴۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ.

اسود سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ہم کنار ہوتے، اس حالت میں کہ میں حائضہ ہوتی۔

اطرافهُ: ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۰۱، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۱، ۲۰۴۶، ۵۹۲۵۔

۲۰۳۱: وَكَانَ يُخْرِجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

۲۰۳۱: اور جب آپؐ معتکف ہوتے تو مسجد سے اپنا سر نکالتے، میں اُسے دھوتی اور میں حائضہ ہوتی۔

اطرافهُ: ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۰۱، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰، ۲۰۴۶، ۵۹۲۵۔

تشریح: **غَسْلُ الْمُعْتَكِفِ:** نہانے دھونے کی غرض سے معتکف مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ جس کی تائید مندرجہ روایت سے ہوتی ہے۔

بَاب ۵: اَلِاعْتِكَافُ لَيْلًا

ایک رات کے لئے اِعتکاف کرنا

۲۰۳۲: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ أَوْفِ بِنَذْرِكَ.

۲۰۳۲: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ بن سعید (قطان) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا) کہ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے خبر دی کہ حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ جاہلیت میں میں نے نذر مانی تھی کہ مسجدِ حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کریں۔

اطرافهُ: ۲۰۴۲، ۲۰۴۳، ۳۱۴۴، ۴۳۲۰، ۶۶۹۷۔

تشریح: **اَلِاعْتِكَافُ لَيْلًا:** اعتکاف کی مدت کے بارے میں فقہاء نے سوال اُٹھایا ہے۔ اُن میں سے بعض نے کم سے کم مدت کی تعیین ایک دِن تجویز کی ہے اور بعض نے اس سے بھی کم۔ یعنی انسان چند گھنٹے کے لئے

بھی ذکر الٰہی دعا وغیرہ کے لئے خلوت نشین ہوسکتا ہے۔بعض کے نزدیک مدتِ اعتکاف غیر معین ہے۔ جتنا عرصہ کوئی اعتکاف میں بیٹھ سکے وہی اس کے اعتکاف کی حدّ ہے۔(فتح الباری-شرح باب۱ جزء۴صفحہ۳۴۵،شرح باب۵ جزء۴صفحہ۳۴۹) روایت نمبر۲۰۲۷ میں بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ درمیانی عشرہ رمضان میں بھی معتکف ہوئے ہیں اور پھر ایک رؤیا کی بناء پر آخری عشرہ میں بھی اعتکاف جاری رکھا۔اعتکاف کے لئے عام مسنون طریق رمضان کے آخری دس دن ہی ہیں۔کمی وبیشی اپنی اپنی طاقت اور حالات پر منحصر ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر چالیس دِنوں کے لئے معتکف ہوئے۔(البقرۃ:۵۲) حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے بھی چالیس دن کا عرصہ ہی اناجیل میں مذکور ہے۔(مرقس باب۱ آیت۱۳)(لوقا باب۴ آیت۱) مسلمانوں میں چلہ کشی کا دستور جو پایا جاتا ہے۔اُس کا پس منظر بھی انبیاء علیہم السلام کی یہی سنت ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ۱۸۸۶ء میں چالیس دن کے لئے بمقام ہوشیار پور گوشہ نشین ہوئے تھے اور آپؑ پر انہی دِنوں میں عظیم الشان تجلی ہوئی۔جس میں آپ کو ایک نشانِ رحمت عطا کیا گیا۔ واقعات اس تجلی کے عظیم الشان ہونے کی تصدیق کررہے ہیں۔ان وجوہ سے اعتکاف کی برکات ظاہر وباہر ہیں۔

اس باب کے عنوان میں لفظ لَیْلًا نمایاں کیا گیا ہے۔اس سے فقہاء کے ایک اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے سوال اُٹھایا ہے کہ مجرد اعتکاف کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ کیونکہ اعتکاف رمضان کے علاوہ اور دِنوں میں بھی بیٹھا جاسکتا ہے۔جن فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اعتکاف کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے اور یہ اعتکاف دِن رات میں ہو۔انہوں نے حضرت عمرؓ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ میں نے ایامِ جاہلیت میں ایک رات اعتکاف کی نذر مانی تھی تو آپؐ نے اُن سے فرمایا تھا کہ اعتکاف کے ساتھ روزہ بھی رکھیں جو دن کو رکھا جاتا ہے۔یہ روایت نسائی اور ابوداؤد سے مروی ہے☆ مگر کمزور ہے۔

(فتح الباری جزء۴صفحہ۳۴۹)(عمدۃ القاری جزء۱۱صفحہ۱۴۶)

حضرت عمرؓ کی نذر والی روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کئی سندوں سے نقل کی ہے۔ہر سند کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ صرف یہی ہیں کہ آپؐ اپنی نذر پوری کریں روزے کا ذکر نہیں۔اس تعلق میں روایت نمبر۲۰۴۳ بھی دیکھئے۔اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ نے صرف ایک رات کے لئے بیت الحرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی۔بعض فقہاء نے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں۔اس تعلق میں باب۱۵،۱۶ دیکھئے جہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی سوال اُٹھایا ہے۔

☆ (ابوداؤد، کتاب الصوم، باب المعتکف یعود المریض)

بَاب ٦ : اعْتِكَافُ النِّسَاءِ

عورتوں کا اِعتکاف کرنا

٢٠٣٣ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ فَاسْتَأْذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً فَأَذِنَتْ لَهَا فَضَرَبَتْ خِبَاءً فَلَمَّا رَأَتْهُ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ ضَرَبَتْ خِبَاءً آخَرَ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى الْأَخْبِيَةَ فَقَالَ مَا هَذَا فَأُخْبِرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آلْبِرَّ تُرَوْنَ بِهِنَّ فَتَرَكَ الِاعْتِكَافَ ذَلِكَ الشَّهْرَ ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ.

اطرافہ: ٢٠٣٤، ٢٠٤١، ٢٠٤٥۔

۲۰۳۳: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا کہ یحيٰ (بن سعید انصاری) نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے عمرہ سے اور عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے اور مَیں آپؐ کیلئے ایک چھولداری لگا دیتی۔ آپؐ صبح کی نماز پڑھ کر اُس میں داخل ہو جاتے۔ ایک دفعہ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے ایک چھولداری لگانے کی اجازت لی تو انہوں نے اُن کو اِجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے چھولداری لگا لی۔ جب حضرت زینب بنت جحشؓ نے دیکھا تو انہوں نے بھی ایک اور چھولداری لگا لی۔ جب نبی ﷺ صبح اُٹھے اور وہ چھولداریاں دیکھیں تو آپؐ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ آپؐ کو بتایا گیا (کہ آپؐ کی ازواج نے یہ خیمے لگائے ہیں) تو نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ فعل انہوں نے نیکی کی غرض سے کیا ہے؟ آپؐ نے اُس مہینے میں اعتکاف ہی چھوڑ دیا۔ پھر شوال کے دس دِنوں میں آپؐ معتکف ہوئے۔

تشریح: **اِعْتِكَافُ النِّسَآءِ:** امام شافعیؒ نے عورتوں کے لئے مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ جانا ہے کیونکہ وہاں مردوں کی آمد و رفت ہوتی ہے۔ اس کا استدلال روایت نمبر ۲۰۳۳ سے ہے۔ البتہ انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ عورت اپنے گھر کی مسجد میں معتکف ہو سکتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ بھی امام شافعیؒ کی رائے سے متفق ہیں۔ اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا یہ فتویٰ بھی ہے کہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ مسجد میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے۔ ابن عبدالبر کا

قول ہے کہ اگر حدیث زیر باب میں حضرت عائشہؓ کی اجازت حاصل کرنے کا ذکر نہ ہوتا تو امام شافعیؒ فتویٰ سے متفق نہ ہوتے۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۴۹-۳۵۰)اس مسئلہ کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے محفوظ رکھی ہے۔

دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ واقعہ محسوس کیا کہ عورتیں ایک دوسرے کی ریس میں اعتکاف کی غرض سے خیمہ زن ہیں تو آپؐ نے بُرا مانا اور اعتکاف کا ارادہ چھوڑ دیا۔اس واقعہ سے کراہت کا فتویٰ مستنبط کیا گیا ہے لیکن ریس والی صورت نہ ہوتو عورت اپنے خاوند کی موجودگی میں اور اُس کی اجازت سے معتکف ہوسکتی ہے ورنہ اُس کا اعتکاف مکروہ ہوگا۔احکامِ الٰہیہ کی بجاآوری مرد وعورت دونوں کے لئے لازم ہے۔اسی طرح نیک اعمال کی جزا کا وعدہ بھی دونوں سے کیا گیا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَا اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ (آل عمران:۱۹۶) یعنی اُن کے ربّ نے اُن کی دعائیں قبول کیں (اور فرمایا) کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا؛ خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم (اس میں) ایک سے ہی ہو۔

بَاب ۷: اَلْأَخْبِيَةُ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں چھولداریاں

٢٠٣٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنْ يَّعْتَكِفَ فَلَمَّا انْصَرَفَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي أَرَادَ أَنْ يَّعْتَكِفَ إِذَا أَخْبِيَةٌ خِبَاءُ عَائِشَةَ وَخِبَاءُ حَفْصَةَ وَخِبَاءُ زَيْنَبَ فَقَالَ آلْبِرَّ تَقُوْلُوْنَ بِهِنَّ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ حَتَّى اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ.

اطرافه: ٢٠٣٣، ٢٠٤١، ٢٠٤٥.

۲۰۳۴: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔انہوں نے یحیٰی بن سعید سے، یحیٰی نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے، عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف بیٹھنے کا اِرادہ فرمایا۔جب آپؐ اُس جگہ گئے جہاں اعتکاف بیٹھنا تھا تو کیا دیکھتے ہیں، چند پردے لٹکے ہوئے ہیں حضرت عائشہؓ کا پردہ اور حضرت حفصہؓ کا پردہ اور حضرت زینبؓ کا پردہ۔آپؐ نے فرمایا: کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ نیکی کی غرض سے لگائے گئے ہیں۔ پھر آپؐ لَوٹ گئے اور معتکف نہیں ہوئے یہاں تک کہ شوال کے عشرے میں اعتکاف کیا۔

تشریح: اَلْاَخْبِيَةُ فِي الْمَسْجِدِ: شارحین نے اس باب کی غرض کے تعلق میں سوائے اس کے اور کوئی رائے ظاہر نہیں کی کہ حضرت عائشہؓ کی روایت جو سابقہ باب (روایت نمبر۲۰۳۳) میں مفصل بیان ہو چکی ہے۔ یہاں ایک اور سند سے نقل کی گئی ہے۔ اسی سند کی بعض روایات میں حضرت عائشہؓ کا ذکر نہیں۔ مؤطا میں بھی اُن کی یہ روایت مرسلاً منقول ہے۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الإعتکاف، باب قضاء الإعتکاف) (فتح الباری جزء۴صفحہ۳۵۲) گویا نئی سند سے بتایا گیا ہے کہ ابونعمان راوی کی طرح عبداللہ بن یوسف نے بھی یہ روایت موصولاً نقل کی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امام موصوفؒ کا یہی طریق ہے کہ متعدد سندوں سے اپنی روایت کی صحت کو مختلف عنوانوں کے تحت مضبوط سے مضبوط کرتے ہیں مگر یہاں اس امر کے علاوہ ایک اَور بات بھی ہے جس کی طرف علامہ عینیؒ نے اپنی شرح میں اشارہ کیا ہے کہ محولہ بالا روایت کے الفاظ سابقہ روایت کے الفاظ سے قدرے مختلف ہیں۔ پہلی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پردے دیکھ کر دریافت فرمایا: مَا هٰذَا؟ یہ کیا ہے؟ اور اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: إِذَا اَخْبِيَةٌ. اچانک کیا دیکھا کہ چھولداریاں کھڑی ہیں۔ مسجد میں اُن کا وجود ایک اوپری بات تھی۔ (عمدۃ القاری جزء۱۱صفحہ۱۵۰) علامہ عینیؒ کی یہ توجیہہ ممکن ہے درست ہو۔ یکے بعد دیگرے تین عنوان قائم کرنا اور ان میں اپنی رائے کا عدم اظہار اس سے غالباً امام موصوفؒ کا مقصد اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ جس امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر صراحت فرمائی ہو، ادب تقاضا کرتا ہے کہ اُسی حد تک قیاس محدود رکھا جائے اور جس امر میں آپؐ نے خاموشی فرمائی ہو وہاں خاموش رہنا چاہیے اور اُس پر کسی مسئلہ کی بنیاد رکھنا مناسب نہیں۔ کتاب العلم میں امام موصوفؒ اپنا یہ اُصول بیان کر چکے ہیں کہ وہ اشارے سے ہی فتویٰ دیں گے۔ (کتاب العلم باب ۲۴ روایت نمبر۸۴) چنانچہ اگلا باب بھی استفہامیہ ہے اور یہی امر ذہن نشین کرانے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے دروازے تک اپنی بیوی کو چھوڑنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اس سے کوئی مسئلہ استنباط کرنا محض تکلف ہوگا۔

بَاب۸: هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ

کیا معتکف اپنی ضرورتوں کے لئے مسجد کے دروازے تک جائے؟

۲۰۳۵: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۲۰۳۵: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی کہ زہری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ عنہما نے مجھے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ

وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُوْرُهُ فِي اعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا يَقْلِبُهَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رِسْلِكُمَا إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنِ ابْنِ آدَمَ☆ مَبْلَغَ الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيْتُ أَنْ يَّقْذِفَ فِي قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا.

حضرت صفیہؓ نے انہیں خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کی غرض سے آپؐ کے پاس آئیں۔ آپؐ اُس وقت مسجد میں اعتکاف فرما تھے، جو رمضان کے آخری عشرہ میں تھا۔ بی بی صفیہؓ نے کچھ وقت آپؐ کے پاس بیٹھ کر کچھ باتیں کیں۔ پھر جب اُٹھ کر واپس جانے لگیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کو گھر تک پہنچانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت صفیہؓ مسجد کے دروزے پر اُس جگہ پہنچیں جہاں حضرت امّ سلمہؓ کا دروازہ ہے تو انصار میں سے دو شخص گزرے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو السلام علیکم کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دونوں سے فرمایا: ذرا ٹھہر جائیں۔ یہ صفیہؓ بنت حیّ ہیں تو اُن دونوں نے کہا: سبحان اللہ یا رسول اللہ! اور اُن دونوں پر شاق گزرا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان انسان☆ میں وہاں تک پہنچتا ہے جہاں خون پہنچتا ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ مبادا تمہارے دِلوں میں کوئی بات ڈال دے۔

اطرافہٗ: ۲۰۳۸، ۲۰۳۹، ۳۱۰۱، ۳۲۸۱، ۶۲۱۹، ۷۱۷۱۔

تشریح: اس تعلق میں تشریح باب ۱۱ روایت نمبر ۲۰۳۸ دیکھئے۔

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں اس جگہ لفظ "اَلْاِنْسَان" ہے (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۳۵۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ۹ : اَلاِعْتِكَافُ

اِعتکاف بیٹھنا

وَخُرُوْجُ[1] النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیسویں رات کی صبح کو (اعتکاف سے) نکلے۔[1]

٢٠٣٦ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ هَارُوْنَ بْنَ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ قَالَ نَعَمِ اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ قَالَ فَخَرَجْنَا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ قَالَ فَخَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ فَقَالَ إِنِّي أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي نَسِيْتُهَا[2] فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ فَإِنِّي رَأَيْتُ أَنِّي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ وَمَنْ كَانَ

۲۰۳۶: عبداللہ بن منیر نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے ہارون بن اسماعیل سے سنا۔ (انہوں نے کہا:) علی بن مبارک نے ہمیں بتایا، کہا: یحییٰ بن ابی کثیر نے مجھ سے بیان کیا، کہا: میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے سنا۔ انہوں نے کہا: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے میں نے پوچھا۔ میں نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ نے لیلۃ القدر کا ذکر کرتے سنا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم رمضان کے درمیانی عشرہ میں معتکف ہوئے۔ انہوں نے کہا: اور ہم بیسویں کی صبح کو (اعتکاف سے) نکلے۔ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیسویں (رات) کی صبح کو خطاب فرمایا اور کہا: مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی اور بھلا دی گئی[2] پس تم آخری عشرے کی طاق راتوں میں اسے تلاش کرو کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ میں پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں اور جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

[1] عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ "خَرَجَ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۵۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] کشمیہنی کی روایت کے مطابق اس جگہ لفظ نُسِّيْتُهَا ہے (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۵۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اعْتَكَفَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ فَرَجَعَ النَّاسُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً قَالَ فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَسَجَدَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطِّيْنِ وَالْمَاءِ حَتَّى رَأَيْتُ الطِّيْنَ فِي أَرْنَبَتِهِ وَجَبْهَتِهِ.

کے ساتھ اعتکاف کیا ہو، وہ واپس آ جائے۔ چنانچہ جو لوگ چلے گئے تھے وہ بھی مسجد میں واپس آ گئے۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ ہم آسمان میں کوئی اَبر کا ٹکڑا نہیں دیکھتے تھے۔ راوی نے کہا: (اچانک) بادل آیا اور مینہ برسا اور جب نماز کے لئے تکبیر اقامت ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیچڑ اور پانی میں سجدہ کیا؛ یہاں تک کہ میں نے آپؐ کی ناک اور پیشانی پر کیچڑ لگی ہوئی دیکھی۔

اطرافہ: ٦٦٩، ٨١٣، ٨٣٦، ٢٠١٦، ٢٠١٨، ٢٠٢٧، ٢٠٤٠۔

تشریح: **اَلْاِعْتِكَافُ:** اعتکاف کے بارے میں یہ سوال بھی اُٹھایا گیا ہے کہ وہ کس وقت سے شروع ہو؟ مغرب کے وقت یا صبح کے وقت۔ روایت نمبر ۲۰۲۷ (زیر باب نمبر ۱) میں جو امام مالکؒ سے مروی ہے، یہ الفاظ گذر چکے ہیں: حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ. جب رمضان کی اکیسویں رات ہوئی جس رات کی صبح آپؐ کو اپنے اعتکاف سے نکلنا تھا۔ یہی روایت ایک اور سند سے نمبر ۲۰۱۸ میں منقول ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ بیس راتیں گذرنے پر اکیسویں رات ہوئی تو آپؐ اپنے قیام کی جگہ لوٹ گئے۔ خواب دیکھنے پر بوقت صبح لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اپنے اعتکاف میں واپس آ جاؤ۔ ان روایتوں کے اسلوب بیان سے جو لفظی اختلاف بظاہر نظر آتا ہے۔ اس کی وضاحت باب ۹ میں کی گئی ہے کہ بیسویں رات کی صبح اکیسویں تاریخ کا دِن ہے، اسی اسلوب بیان کے مطابق قرآنِ مجید میں یہ آیت وارد ہوئی ہے: وَلَمْ يَلْبَثُوْا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحٰهَا (النّٰزعٰت: ۴۷) یعنی وہ نہ ٹھہرے مگر ایک شام یا صبح۔ اس آیت میں صبح کو گذری ہوئی شام کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

''اعتکاف بیسویں کی صبح کو بیٹھتے ہیں۔ کبھی دس دن ہو جاتے ہیں اور کبھی گیارہ...۔''

(الفضل ۳ نومبر ۱۹۱۴ء)

بَاب ١٠: اِعْتِكَافُ الْمُسْتَحَاضَةِ

مستحاضہ عورت کا اِعتکاف بیٹھنا

۲۰۳۷: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ ابْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتِ

۲۰۳۷: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد سے، خالد نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

اعْتَكَفَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ مُّسْتَحَاضَةٌ مِّنْ أَزْوَاجِهِ فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْرَةَ وَالصُّفْرَةَ فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا وَهِيَ تُصَلِّي.

روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کی ازواج میں سے ایک زوجہ نے جو مستحاضہ تھیں، اعتکاف کیا۔ وہ (خون میں) سرخی اور زردی دیکھتیں۔ کبھی ہم اُن کے استعمال کے لئے طشت رکھ دیتے اور (ان ایام میں) وہ نماز پڑھتیں۔

اطرافہ: ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱۔

تشریح: **اِعْتِكَافُ الْمُسْتَحَاضَةِ:** صحت اعتکاف کے لئے جہاں نیت اور مسجد میں خلوت نشینی ضروری شرط ہے، وہاں طہارت جسم یعنی حالت جنابت اور حیض و نفاس سے پاکیزگی بھی ضروری ہے۔ اس تعلق میں یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ مستحاضہ جس کا بوجہ بیماری خون جاری ہو جاتا ہے، کیا وہ بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہے یا نہیں؟ اس تعلق میں کتاب الحیض باب ۱۰ بھی دیکھئے۔ عبادات میں جسمانی طہارت کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اس ضمن میں بتایا ہے کہ مستحاضہ اعتکاف بیٹھ سکتی ہے اور حالت استحاضہ اس کے لیے کسی قسم کی عبادت سے مانع نہیں ہوتی اور نہ مستحاضہ کے داخل ہونے سے مسجد ناپاک ہوتی ہے۔

بَاب ۱۱: زِيَارَةُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي اعْتِكَافِهِ

عورت کا اپنے خاوند سے اُس کے اعتکاف میں ملاقات کے لئے آنا

۲۰۳۸: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ. ح

۲۰۳۸: سعید بن عفیر نے ہم سے بیان کیا، کہا: لیث نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن خالد نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت صفیہؓ نے اُن کو خبر دی۔

وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ كَانَ

نیز عبداللہ بن محمد نے مجھ سے بیان کیا، کہا کہ ہشام بن یوسف نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے زُہری سے، زُہری نے حضرت علی بن حسینؒ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَعِنْدَهُ أَزْوَاجُهُ فَرُحْنَ فَقَالَ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ لَا تَعْجَلِي حَتَّى أَنْصَرِفَ مَعَكِ وَكَانَ بَيْتُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا فَلَقِيَهُ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَنَظَرَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَجَازَا فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَالَيَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيْتُ أَنْ يُّلْقِيَ فِي أَنْفُسِكُمَا شَيْئًا.

سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے اور آپؐ کے پاس آپؐ کی ازواج تھیں۔ وہ جانے لگیں تو آپؐ نے حضرت صفیہؓ بنت حیّ سے کہا: جلدی نہ کریں (ٹھہریں) کہ میں آپؐ کے ساتھ چلوں گا اور اُن کی قیام گاہ حضرت اُسامہؓ کی حویلی میں تھی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے ساتھ نکلے اور انصار میں سے دو اشخاص آپؐ سے ملے اور اُن دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر اُٹھا کر دیکھا۔ پھر وہ دونوں آگے نکل گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دونوں سے کہا: اِدھر آئیں۔ یہ صفیہؓ بنت حیّ ہیں۔ اُن دونوں نے کہا: سبحان اللہ یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: شیطان انسان میں یوں گردش کرتا ہے جیسے خون اور مجھے اندیشہ ہوا مبادا شیطان تمہارے دِلوں میں کوئی بات ڈال دے۔

اطرافہ: ۲۰۳۵، ۲۰۳۹، ۳۱۰۱، ۳۲۸۱، ۶۲۱۹، ۷۱۷۱.

تشریح: زِيَارَةُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِيْ اِعْتِكَافِهِ: روایت زیر باب اس سے قبل باب ۸ روایت نمبر ۲۰۳۵ میں گذر چکی ہے۔ آیت لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ. (البقرة:۱۸۸) کے پیش نظر مباشرت کی وہ صورت بتائی گئی ہے جو بحالت اعتکاف جائز ہے۔ یعنی بیوی کا اپنے خاوند کی مزاج پرسی اور دیکھ بھال کے لئے اُس سے ملاقات کرنا۔ اعتکاف اگرچہ دنیا سے کنارہ کشی ہے مگر ایسے قطع تعلق کا نام نہیں جس میں انسان ضروریاتِ معیشت ومعاشرت سے کلیۃً دست بردار ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی غرض سے آپؐ کی بیویاں دِن کو بھی آتیں اور رات کو بھی۔ اُن میں سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا گھر دُور تھا۔ آپؐ نے اُنہیں انتظار کرنے کے لئے فرمایا۔ تا وہ تنہا اپنے گھر کو نہ جائیں۔ کچھ فاصلہ تک اُنہیں چھوڑنے کے لئے آپؐ اُن کے ساتھ گئے۔

زیر باب روایت جو بسند عبدالرحمٰن بن خالد؛ ابن شہاب زہری سے موصولاً مروی ہے، وہ بسند ہشام بن یوسف

بواسطہ معمر مرسل ہے۔لیکن الفاظ مندرجہ بالا معمر کے ہیں۔اس طرح امام بخاریؒ نے روایت کا نقص موصولہ روایت سے دُور کر دیا ہے۔اگلے باب میں بھی روایت نقل کرنے میں یہی طریق اختیار کیا گیا ہے۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۵۸)

بَاب ۱۲: هَلْ يَدْرَأُ الْمُعْتَكِفُ عَنْ نَّفْسِهِ

کیا معتکف اپنے متعلق (بدگمانی) دُور کر سکتا ہے؟

۲۰۳۹: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيْقٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ صَفِيَّةَ أَخْبَرَتْهُ. ح

وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُخْبِرُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ أَنَّ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَلَمَّا رَجَعَتْ مَشَى مَعَهَا فَأَبْصَرَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَلَمَّا أَبْصَرَهُ دَعَاهُ فَقَالَ تَعَالَ هِيَ صَفِيَّةُ - وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ هَذِهِ صَفِيَّةُ - فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ قُلْتُ لِسُفْيَانَ أَتَتْهُ لَيْلًا قَالَ وَهَلْ هُوَ إِلَّا لَيْلٌ.

۲۰۳۹: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے بھائی نے مجھے بتایا۔انہوں نے سلیمان سے، سلیمان نے محمد بن ابی عتیق سے، انہوں نے (ابن شہاب) زہری سے، زہری نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت صفیہؓ نے اُن کو خبر دی۔

نیز علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے زُہری سے سنا۔وہ بتاتے تھے۔حضرت علی بن حسینؓ سے مروی ہے کہ بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں جبکہ آپؐ معتکف تھے۔پھر جب لَوٹیں تو آپؐ بھی اُن کے ساتھ گئے۔(راستہ میں) انصار میں سے ایک شخص نے آپؐ کو دیکھا۔جب اُس نے آپؐ کو (تعجب کی نگاہ سے) دیکھا تو آپؐ نے اُس کو بلایا اور فرمایا: اِدھر آؤ۔یہ صفیہؓ ہیں، بسا اوقات سفیان الفاظ هِيَ صَفِيَّةُ کی بجائے هٰذِهٖ صَفِيَّةُ کہتے۔ شیطان ابن آدم میں اس طرح چلتا ہے جیسے خون۔(علی کہتے ہیں:) میں نے سفیان سے کہا کہ حضرت صفیہؓ تو آپؐ کے پاس رات کو آئی ہوں گی۔انہوں نے کہا: کیا وہ رات نہیں تھی تو اور کون سا وقت تھا۔

اطرافہ: ۲۰۳۵، ۲۰۳۸، ۳۱۰۱، ۳۲۸۱، ۶۲۱۹، ۷۱۷۱۔

تشریح: هَلْ يَدْرَأُ الْمُعْتَكِفُ عَنْ نَفْسِهٖ: صوم وصلوٰۃ اور اعمال صالح بجالانے والے بعض اوقات عُجب کی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ پارسا اور تقدس مآب ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے تئیں بے عیب اور ہر سوءِ ظن سے اپنے آپ کو پاک سمجھنے لگتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مذکورہ بالا واقعہ میں ملاحظہ ہو۔ بعض زاہدوں کا احساس غلوآمیز شکل اختیار کر لیتا ہے اور دوسروں سے چاہتا ہے کہ اُن سے متعلق کسی قسم کی سوءِ ظنی سے کام نہ لیں اور اُن میں سے بعض تو دوسروں کو اِتنا حقیر خیال کرتے ہیں کہ اُن سے مصافحہ کرنا بھی خلاف شان سمجھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ قابل رشک ہے کہ دوسروں کو تقویٰ کی حدود پر قائم اور اِبتلاء سے محفوظ رکھنے کا اس قدر اہتمام تھا کہ دُور کے احتمال کا سدّ باب بھی آپؐ نے ملحوظ رکھا اور اپنی شان تقدس کا مطلق خیال نہیں فرمایا اور دونوں انصاریوں کو ٹھہرا کر بتایا کہ یہ صفیہؓ میری بیوی ہیں جنہیں چھوڑنے جا رہا ہوں۔ وہ انصاری یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی نسبت سوائے حسن ظن کے اور کوئی خیال نہیں کر سکتے تھے مگر شیطانی وساوس کی طبعی رَو کے پیش نظر تقویٰ کے تقاضے سے آپؐ نے اپنا فرض سمجھا کہ اس کا پورا پورا سدباب ہو جائے۔ تقویٰ کے معنے ہیں: انتہائی احتیاط اور شیطان جو وساوس کے ذریعہ سے اپنے طبعی فعل کا اظہار کرتا ہے، اس کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ. (الاعراف:۲۸) اے آدم کے بیٹو! شیطان تم کو بہکا نہ دے جس طرح اُس نے تمہارے ماں باپ کو بہکا کر جنت سے نکال دیا تھا۔ اُن دونوں سے اُن کا لباس (تقویٰ) اُس نے اُتار دیا تھا تا کہ اُن کا ننگ اُن پر ظاہر کر دے۔ وہ اور اُس کے متبع تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم اُن کو نہیں دیکھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے بطور شاہد اور نگران ہیں۔ اس لئے آپؐ کی نظر سے ایک خفیف سا مقام لغزش اور اصلاح او جھل نہیں ہونے پایا اور قرآنِ مجید کی یہ آیت ہر حال میں آپؐ کے مدنظر رہی۔ ہم سب کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ایک کھلی کتاب ہیں۔ اس تعلق میں روایت نمبر ۲۰۳۳ بھی دیکھئے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ آپؐ کی بعض بیویوں نے رِیس میں اعتکاف کی غرض سے مسجد کے صحن میں چھولداریاں نصب کرائیں اور اس پر بھی آپؐ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک نمونہ میں آجکل کے پیروں اور گدی نشینوں کے لئے ایک درس ہدایت ہے جو اس قدر دلیر ہیں کہ باوجود اس کے اپنے مریدوں سے وہ کچھ توقعات رکھتے ہیں جو قطعاً خلاف تقویٰ ہیں۔

مذکورہ بالا واقعہ سے امام ابن حجرؒ نے بھی بعض اخلاق فاضلہ کا استنباط کیا ہے کہ علماء اور ائمہ دین کا فرض ہے کہ وہ محتاط رہیں اور شبہات پیدا کرنے والے اُمور سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں کیونکہ اس سے افادہ اور استفادہ کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۵۵، ۳۵۶ شرح روایت ۲۰۳۵) بدظنی معاشرے کے شیرازے کو تباہ کر دیتی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا عنوان استفتاء کی صورت میں قائم کیا ہے۔ اس سوال کے جواب میں شارحین ساکت ہیں۔ علاوہ ازیں معتکف ہی کی بدگمانی دُور کرنے میں کیا خصوصیت ہے؟ ہر نمازی روزہ دار اور عمل صالح بجالانے

والا اپنے متعلق شبہ کا ازالہ کیوں نہ کرے؟ آیا یہ خصوصیت اس لئے ہے کہ معتکف کلیۃً منقطع الی اللہ ہے۔ ایسی صورت میں اُسے تو دنیا کی چہ میگوئیوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ اس تعلق میں بعض متصوفین نے کہا ہے کہ اس کا ذکر اس لئے خصوصیت سے کیا گیا ہے کہ معتکف جو کہ اپنے خالق کی مناجات میں مشغول ہے، اُسے یہ شایاں نہیں کہ مخلوق خدا کو نظر انداز کرے۔ ہوسکتا ہے کہ متصوفین کی یہ رائے درست ہو یا امام بخاریؒ کے علم میں کسی فقیہہ کا یہ قول بھی ہو کہ معتکف کو پوری خاموشی سے اپنا اعتکاف پورا کرنا چاہیے اور اُس کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوسروں سے بات کرے۔ بعض فقہاء کے نزدیک بحالت اعتکاف بغیر ضرورت کے بات کرنا منع ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک مذکورہ بالا واقعہ کافی نہیں کہ اس سے گفتگو یا عدمِ گفتگو کے بارے میں کوئی فتویٰ اثبات یا نفی کے بارے میں مستنبط کیا جاسکے۔

بَاب ۱۳ : مَنْ خَرَجَ مِنِ اعْتِكَافِهِ عِنْدَ الصُّبْحِ

جو صبح کے وقت اپنے اِعتکاف سے نکلے

۲۰۴۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ خَالِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ. ح

۲۰۴۰: عبدالرحمٰن بن بشر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے، انہوں نے سلیمان احول سے، جو ابن ابی نجیح کے ماموں تھے۔ سلیمان نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کی۔

قَالَ سُفْيَانُ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ وَأَظُنُّ أَنَّ ابْنَ أَبِي لَبِيْدٍ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ اعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فَلَمَّا كَانَ صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ نَقَلْنَا مَتَاعَنَا فَأَتَانَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ فَلْيَرْجِعْ إِلَى مُعْتَكَفِهِ

نیز سفیان نے کہا: اور محمد بن عمرو نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ (عبداللہ) بن ابی لبید نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم درمیانے عشرے میں معتکف ہوئے۔ جب بیسویں تاریخ کی صبح ہوئی تو ہم نے اپنا سامان اُٹھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس

فَإِنِّي رَأَيْتُ هَذِهِ اللَّيْلَةَ وَرَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِيْنٍ فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى مُعْتَكَفِهِ قَالَ وَهَاجَتِ السَّمَاءُ فَمُطِرْنَا فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَقَدْ هَاجَتِ السَّمَاءُ مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَرِيْشًا فَلَقَدْ رَأَيْتُ عَلَى أَنْفِهِ وَأَرْنَبَتِهِ أَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ.

آ ئے اور فرمایا: جس نے اِعتکاف کیا تھا، وہ اپنے اعتکاف کی جگہ واپس آئے۔ کیونکہ آج رات میں نے رؤیا دیکھی ہے اور اپنے آپ کو دیکھا کہ پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ جب آپؐ اپنے اعتکاف کی جگہ لَوٹے۔ کہا: بادل گرجا اور ہم پر مینہ برسا۔ اُسی ذات کی قسم ہے جس نے آپؐ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے۔ اُس دن آخر وقت تک مینہ گرجتا اور برستا رہا اور مسجد چھپر کی تھی اور میں نے آپؐ کی ناک پر مٹی اور کیچڑ کا نشان دیکھا۔

اطرافہٗ: ٦٦٩، ٨١٣، ٨٣٦، ٢٠١٦، ٢٠١٨، ٢٠٢٧، ٢٠٣٦۔

تشریح. مَنْ خَرَجَ مِنِ اعْتِكَافِهِ عِنْدَ الصُّبْحِ: محولہ بالا روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اعتکافوں کا ذکر ہے۔ایک اعتکاف رمضان کے درمیانی عشرہ میں جب آپؐ اس غرض سے مسجد میں نمازِ مغرب کے بعد آئے۔ پھر بیسویں رمضان کو اُس سے فارغ ہوئے اور اُسی رات خواب دیکھنے پر اکیسویں تاریخ کی صبح کو اعتکاف کی نیت کر لی اور آخری عشرہ کی آخری رات کو اس سے فارغ ہوئے۔ گویا دونوں صورتیں جائز ہیں۔ شام کو بھی اور صبح کو بھی اعتکاف کیا جاسکتا ہے۔ نیت پر اس کا دارو مدار ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی محولہ بالا روایت دوسری سندوں سے پہلے گذر چکی ہے۔ نمبر ۲۰۱۶، ۲۰۱۸، ۲۰۲۷، ۲۰۳۶ ہر سند نئی ہے۔ اس تعلق میں کتاب الاذان باب ۱۳۵ روایت نمبر ۸۱۳ بھی دیکھئے۔

بَاب ١٤ : اَلِاعْتِكَافُ فِي شَوَّالٍ

شوال میں اِعتکاف کرنا

٢٠٤١ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى

۲۰۴۱: محمد بن سلام نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن فضیل بن غزوان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ بن سعید سے، انہوں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے، عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں اعتکاف کیا

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ فَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ دَخَلَ مَكَانَهُ الَّذِي اعْتَكَفَ فِيْهِ قَالَ فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ أَنْ تَعْتَكِفَ فَأَذِنَ لَهَا فَضَرَبَتْ فِيْهِ قُبَّةً فَسَمِعَتْ بِهَا حَفْصَةُ فَضَرَبَتْ قُبَّةً وَسَمِعَتْ زَيْنَبُ بِهَا فَضَرَبَتْ قُبَّةً أُخْرَى فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَدَاةِ أَبْصَرَ أَرْبَعَ قِبَابٍ فَقَالَ مَا هَذَا فَأُخْبِرَ خَبَرَهُنَّ فَقَالَ مَا حَمَلَهُنَّ عَلَى هَذَا آلْبِرُّ انْزِعُوْهَا فَلَا أَرَاهَا فَنُزِعَتْ فَلَمْ يَعْتَكِفْ فِي رَمَضَانَ حَتَّى اعْتَكَفَ فِي آخِرِ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ.

کرتے تھے اور جب صبح کی نماز پڑھ چکتے تو وہ اپنی اُس جگہ میں داخل ہو جاتے جس میں اِعتکاف بیٹھتے۔ یحیٰ نے کہا کہ حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے اِعتکاف کی اجازت مانگی تو آپؐ نے اُن کو اجازت دی۔ چنانچہ انہوں نے وہاں ایک خیمہ لگایا۔ جب حضرت حفصہؓ نے یہ سنا تو انہوں نے بھی ایک خیمہ لگا دیا اور جب حضرت زینبؓ نے یہ سنا تو انہوں نے بھی ایک اور خیمہ لگالیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگلی صبح (نماز سے) فارغ ہو کر واپس لَوٹے تو آپؐ نے تین خیمے دیکھے۔ فرمایا: یہ کیسے ہیں؟ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت حال بتائی گئی تو آپؐ نے فرمایا: کس بات نے ان کو اِس اَمر پر آمادہ کیا ہے؟ کیا یہ نیکی ہے؟ انہیں اُکھیڑ ڈالو۔ میں انہیں مناسب نہیں سمجھتا۔ چنانچہ وہ اُکھیڑے گئے۔ چنانچہ آپؐ اُس رمضان میں اعتکاف ہی نہ بیٹھے یہاں تک کہ شوال کے آخری دہاکے میں آپؐ معتکف ہوئے۔

اطرافهُ: ۲۰۳۳، ۲۰۳٤، ۲۰٤٥.

تشریح: **اَلْإِعْتِكَافُ فِيْ شَوَّالٍ:** روایت زیر باب پہلے گذر چکی ہے۔ دیکھئے روایت نمبر ۲۰۳۳، ۲۰۳۴۔ جس اعتکاف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ ناراضگی چھوڑا تھا۔ وہ آپؐ نے شوال میں پورا کیا۔ کیونکہ آپؐ اعتکاف کی نیت کر چکے تھے اور اس غرض کے لئے مسجد میں تشریف لائے۔ اس لئے آپؐ نے نہ چاہا کہ وہ رہ جائے۔ اسی روایت کی بنا پر بعض فقہاء کا خیال ہے کہ اعتکاف رمضان کے علاوہ دوسرے وقت میں بھی بیٹھا جا سکتا ہے۔

بَاب ۱۵ : مَنْ لَّمْ يَرَ عَلَيْهِ إِذَا اعْتَكَفَ صَوْمًا

جو معتکف کے لئے بحالت اِعتکاف روزہ ضروری نہ سمجھے

۲۰٤۲: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَخِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ

۲۰۴۲: اسماعیل بن عبداللہ (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے بھائی (عبدالحمید)

عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْفِ نَذْرَكَ فَاعْتَكَفَ لَيْلَةً.

سے، اُن کے بھائی نے سلیمان سے، سلیمان نے عبیداللہ بن عمر سے، انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے، حضرت عبداللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجدِ حرام میں ایک رات اِعتکاف بیٹھوں گا۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔ چنانچہ وہ ایک رات معتکف ہوئے۔

اطرافہ: ۲۰۳۲، ۲۰۴۳، ۳۱۴۴، ۴۳۲۰، ۶۶۹۷۔

تشریح: مَنْ لَّمْ يَرَ عَلَيْهِ اِذَا اعْتَكَفَ صَوْمًا: اعتکاف سے متعلق یہ سوال بھی ہے کہ آیا اس کی صحت کے لئے روزہ بطور شرط واجب ہے یا مستحب اور اس کے بغیر اعتکاف درست ہے یا نہیں؟ ائمہ اربعہ کے نزدیک جو اعتکاف بطور نذر واجب ہے اس کے لئے روزہ شرط ہے۔ یہی مذہب حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ کا ہے مگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، طاؤسؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ وغیرہ کے نزدیک روزہ شرط نہیں؛ نہ اعتکاف واجب میں نہ اعتکاف نفلی میں؛ سوائے اس کے کہ معتکف اپنی خوشی سے روزہ رکھ لے۔ پہلے گروہ نے حضرت عائشہؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے جو سنن ابی داؤد میں منقول ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: لَا اعْتِكَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ. (ابوداؤد، کتاب الصوم، باب المعتكف يعود المريض) اور اس سے یہ مراد لی ہے کہ وہ اعتکاف جو رمضان میں ہوتا ہے۔ اُس میں روزہ رکھنا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں جو نذر مانی تھی وہ شرعی مسئلہ کے استنباط کے لئے کافی نہیں۔ جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو کہ مطلق اعتکاف کے لئے اُن دِنوں روزہ بھی رکھا جاتا تھا۔ قدیم عربوں میں جو یہودی خیالات سے متاثر تھے رات کا وقت بھی روزے کا حصہ ہوتا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ سبت کا وقت جمعہ کے بعد عصر سے شروع ہوتا اور سبت میں یہودی روزہ رکھتے۔ اس سے بعض نے یہ قیاس کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا روزہ بھی رات کو ہوگا۔ اس بارے میں انہیں بعض روایات بھی ملی ہیں۔ جن سے انہوں نے اپنے استدلال کے لئے سہارا لیا ہے۔ مگر یہ روایات کمزور ہیں مستند نہیں کہ اُن سے کوئی مسئلہ اخذ کیا جاسکے۔ ابوداؤد نے بھی اس بارے میں ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: اعْتَكِفْ وَصُمْ. (ابوداؤد، کتاب الصوم، باب المعتكف يعود المريض) اور سنن الدارقطنی میں یہ الفاظ ہیں: فَاَمَرَهُ أَنْ يَّعْتَكِفَ وَ يَصُوْمَ. (سنن الدار قطنی، کتاب الصیام، باب الإعتكاف جزء۲ صفحہ ۲۰۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اعتکاف بیٹھیں اور روزہ رکھیں۔ یہ روایتیں غیر مستند ہیں۔ بعض مالکی فقہاء نے آیت ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي

الْمَسَاجِدِ سے استدلال کیا ہے کہ عدم مباشرت کو اعتکاف کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے جبکہ روزوں کے لئے یہ فرمایا کہ رات تک انہیں پورا کرو۔ گویا اس آیت میں اُن کے نزدیک ایسی کوئی تصریح نہیں کہ روزہ اور اعتکاف کے درمیان تلازم ہے۔ اُن کا یہ استدلال بھی کمزور ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۴۹ شرح باب ۵۔ نیز عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۴۶ شرح باب ۵) غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس بارہ میں اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں کی بلکہ اس باب کے بعد ایک اور باب قائم کر کے حضرت عمرؓ کے اعتکاف کی صورت بتائی ہے کہ وہ ایک نذر تھی۔

بَاب ١٦ : إِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَّعْتَكِفَ ثُمَّ أَسْلَمَ

جب کوئی جاہلیت میں نذر مانے کہ اِعتکاف بیٹھے گا۔ پھر وہ مسلمان ہو جائے

٢٠٤٣ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَّعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ أُرَاهُ قَالَ لَيْلَةً فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْفِ بِنَذْرِكَ.

۲۰۴۳: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں منت مانی تھی کہ وہ مسجدِ حرام میں اِعتکاف بیٹھیں گے۔ روای کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے ایک رات کے لئے کہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: اپنی نذر پوری کریں۔

اطرافہ: ٢٠٣٢، ٢٠٤٢، ٣١٤٤، ٤٣٢٠، ٦٦٩٧۔

تشریح: اِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَنْ يَّعْتَكِفَ ثُمَّ اَسْلَمَ: فقہاء میں سے ایک فریق کی یہ قطعی رائے ہے کہ زمانہ جاہلیت کی نذر جو خلافِ شریعت نہ ہو وہ ضرور پوری کی جائے۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب النذور باب ۲۹ روایت نمبر ۶۶۹۷۔ یہاں یہ باب ایک اختلاف کے حل کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے۔ بعض نے حضرت عمرؓ کے مذکورہ بالا سوال سے متعلق یہ قیاس کیا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس وقت پوچھا تھا کہ جب یہ تصریح نہیں ہوئی تھی کہ رات کو روزہ نہیں ہوتا۔ یہ قیاس درست نہیں کیونکہ مذکورہ بالا واقعہ جعرانہ مقام پر ہوا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے لَوٹے تھے اور یہ غزوہ رمضان کے احکام نازل ہونے کے بعد ہوا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ جاہلیت سے مراد فتح مکہ سے پہلے کا زمانہ ہے۔ یہ دونوں خیال درست نہیں اور اسی قسم کے خیالات کا ردّ کرنے کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۳۴۸ شرح باب ۵) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۴۶ شرح باب ۵)

بَاب۱۷ : اَلِاعْتِكَافُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ

رمضان کے درمیانی عشرے میں اِعتکاف بیٹھنا

۲۰۴۴ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ أَبِي حَصِيْنٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيْهِ اعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا.

۲۰۴۴: عبداللہ بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابوبکر (بن عیاش) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحصین (عثمان بن عاصم) سے، انہوں نے ابوصالح (سمان) سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دِن اعتکاف بیٹھا کرتے تھے مگر جس سال آپؐ نے وفات پائی۔ آپؐ بیس دن معتکف ہوئے۔

اطرافہ: ۴۹۹۸۔

تشریح: **اَلْاِعْتِكَافُ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ:** اس سے قبل باب ۹، ۱۳ میں بیان کیا جاچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی عشرے میں اعتکاف بیٹھے۔ پھر ایک رؤیا کی بناء پر آخری عشرے میں اُسے جاری رکھا۔ اب یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ بیس دن کا اعتکاف آپؐ کی زندگی کے آخری رمضان میں تھا اور یہ وہ رمضان تھا۔ جس میں حضرت جبریل کے ساتھ قرآنِ مجید بھی دو دفعہ دہرایا گیا۔ اس میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ اعتکاف رمضان کے آخری عشرہ سے مخصوص نہیں بلکہ دوسرے عشرے میں بھی ہوسکتا ہے اور آخری عشرے میں اعتکاف افضل ہے۔ روایت زیرِ باب سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے۔ ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ وغیرہ نے اس بارہ میں حضرت ابی بن کعبؓ کی ایک روایت بھی نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو رمضان میں سفر کی وجہ سے اعتکاف ترک فرمانا پڑا۔ اس لئے اس کے بعد رمضان میں آخری عشرے کے علاوہ درمیانی عشرے میں بھی اعتکاف بیٹھے۔ (ابو داؤد، کتاب الصوم، باب الاعتکاف) (ابن ماجه، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الاعتکاف) یہ روایت ابن حبان وغیرہ نے صحیح قرار دی ہے۔ (صحیح ابن حبان، کتاب الصوم، باب الاعتکاف ولیلة القدر، ذکر الإستحباب للمرء لزوم الإعتکاف فی شهر رمضان، ذکر الخبر المدحض قول من زعم ان هذا الخبر تفرد به حمید الطویل، جزء۸ صفحہ ۴۲۲، روایت نمبر ۳۶۶۳) امام ابن حجرؒ کے نزدیک مشار الیہ روایتیں مختلف واقعات سے متعلق ہیں۔ ایک دفعہ سفر کی وجہ سے اعتکاف ترک ہوا اور وہ پورا کیا گیا۔ بیویوں پر ناراض ہونے کی وجہ سے بجائے رمضان کے شوال میں اعتکاف بیٹھے اور پھر آخری رمضان میں حضرت جبریل کی معیت میں قرآنِ مجید کا دو دفعہ دَور ہوا اور اس کی وجہ سے آپؐ بیس دِن اعتکاف میں رہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۶۲) عنوانِ باب میں اس طرف توجہ دِلائی گئی ہے کہ بیس دن مسلسل بھی اعتکاف بیٹھا جاسکتا ہے۔

بَاب١٨ : مَنْ أَرَادَ أَنْ يَّعْتَكِفَ ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يَّخْرُجَ

وہ شخص جو اعتکاف کا اِرادہ کرے پھر مناسب سمجھے کہ اعتکاف سے نکل آئے (تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟)

٢٠٤٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ أَنْ يَّعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ فَاسْتَأْذَنَتْهُ عَائِشَةُ فَأَذِنَ لَهَا وَسَأَلَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَسْتَأْذِنَ لَهَا فَفَعَلَتْ فَلَمَّا رَأَتْ ذَلِكَ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ أَمَرَتْ بِبِنَاءٍ فَبُنِيَ لَهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى انْصَرَفَ إِلَى بِنَائِهِ فَأَبْصَرَ الْأَبْنِيَةَ فَقَالَ مَا هَذَا قَالُوْا بِنَاءُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَيْنَبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آلْبِرَّ أَرَدْنَ بِهَذَا مَا أَنَا بِمُعْتَكِفٍ فَرَجَعَ فَلَمَّا أَفْطَرَ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ.

اطرافہ: ٢٠٣٣، ٢٠٣٤، ٢٠٤١۔

۲۰۴۵: ابوالحسن محمد بن مقاتل (مروزی) نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ اوزاعی نے ہمیں خبر دی، کہا کہ یحییٰ بن سعید (انصاری) نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ذِکر فرمایا کہ آپؐ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنا چاہتے ہیں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے اجازت مانگی۔ آپؐ نے اُنہیں اجازت دے دی اور حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ وہ اُن کے لئے بھی اِجازت طلب کریں۔ چنانچہ انہوں نے اجازت لی۔ جب حضرت زینبؓ بنت جحش نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی ٹھکانا بنانے کا حکم دے دیا جو اُن کے لئے بنایا گیا۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ چکے اور اپنے جائے قیام کو واپس چلے تو آپؐ نے اُن ڈیروں کو دیکھا، پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ عائشہؓ، حفصہؓ اور زینبؓ کے ڈیرے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا انہوں نے اس سے نیکی کا اِرادہ کیا ہے؟ میں نے اِعتکاف نہیں بیٹھنا اور آپؐ (گھر) لوٹ گئے۔ جب عیدالفطر ہوئی تو آپؐ شوال کے دس دِن اعتکاف بیٹھے۔

تشریح: مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ ثُمَّ بَدَا لَهُ اَنْ يَّخْرُجَ: بعض فقہاء نے یہ جائز قرار دیا ہے کہ اعتکاف شروع کر کے فسخ کیا جاسکتا ہے۔ (فتح الباری شرح باب ۶ جزء ۴ صفحہ ۳۵۱، شرح باب ۱۸ جزء ۴ صفحہ ۳۶۲) لیکن انہوں نے اس جواز کے لئے روایت نمبر ۲۰۴۵ سے جو استدلال کیا ہے وہ درست نہیں۔ عنوانِ باب میں امام بخاریؒ نے تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں داخل نہیں ہوئے تھے بلکہ صرف ارادۂ اعتکاف کیا تھا جو فسخ نہیں بلکہ ملتوی ہوا تھا۔ چنانچہ بعد میں وہ اِرادہ پورا کیا گیا۔ مذکورہ بالا روایت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ اعتکاف کے لئے اُس جگہ جا رہے تھے جو آپؐ کے اعتکاف کے لئے تیار کی گئی تھی کہ اِتنے میں چھولداریوں پر نظر پڑی اور سبب معلوم ہونے پر آپؐ لَوٹ آئے پیشتر اس کے کہ آپؐ اعتکاف گاہ میں داخل ہوتے۔

بَاب ۱۹ : اَلْمُعْتَكِفُ يُدْخِلُ رَأْسَهُ الْبَيْتَ لِلْغُسْلِ

معتکف جو اپنا سر دھلوانے کے لئے حجرے کے اندر کرتا ہے

۲۰۴۶ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا يُنَاوِلُهَا رَأْسَهُ.

۲۰۴۶: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ ہشام بن یوسف نے ہمیں بتایا۔ معمر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے زُہری سے، زُہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ نبی ﷺ کے سر میں کنگھی کیا کرتی تھیں، اس حال میں کہ وہ حائضہ ہوتیں اور آپؐ مسجد میں معتکف ہوتے اور حضرت عائشہؓ اپنے حجرے میں ہی رہتیں۔ آپؐ اپنا سر اُن کی طرف بڑھا دیتے۔

اطرافہ: ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۰۱، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰، ۲۰۳۱، ۵۹۲۵۔

تشریح: اَلْمُعْتَكِفُ يُدْخِلُ رَاْسَهُ الْبَيْتَ لِلْغُسْلِ: باب ۴ میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت گذر چکی ہے اور وہاں نہانے دھونے کے بارے میں عنوان قائم کیا گیا ہے۔ یہاں خاتمے پر اس مضمون کا اِعادہ بظاہر بے جوڑ معلوم ہوتا ہے۔ دراصل اس باب میں فقہاء کی توجہ آنحضرت ﷺ کی غایت درجہ احتیاط کی طرف منعطف کی گئی ہے کہ بحالت اعتکاف مسجد میں خلوت نشینی پر مداومت ضروری ہے اور اس سے اِدھر اُدھر نکلنا جائز نہیں۔ اگر یہ جائز ہوتا تو آنحضرت ﷺ سر دُھلوانے یا کنگھی کرانے میں اس قدر تکلف سے کام نہ لیتے جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد سے بالکل ملحق تھا۔ آپؐ کی یہ احتیاط بتاتی ہے کہ اعتکاف کے لئے مسجد میں قیام ضروری رکن ہے اور جب آپؐ نے بغرضِ اصلاح ایک دفعہ اعتکاف ترک کیا تو آپؐ نے نیت فسخ نہیں کی بلکہ دعا بدستور قائم رہی اور شوال میں پوری کی۔ یہ مضمون ہے آخری ابواب کا اور اس تعلق میں حضرت عائشہؓ کی محولہ بالا روایت ایک دوسری سند سے دُہرائی گئی ہے۔
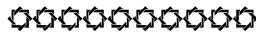
۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتابیات

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

قرآن کریم

قرآن کریم : ۱-تفسیر صغیر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔
۲-اُردو ترجمہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ۔

تفسیر کبیر: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔

الكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الأقاويل فی وجوه التأويل:

ابو القاسم جاراللّٰه محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی- (المتوفی۵۳۸ھ)
دار الفكر- بيروت لبنان۔

تفسير القرطبی: محمد بن احمد بن ابی بكر بن فرح القرطبی ابو عبد اللّٰه -(المتوفی ۶۷۱ھ)
دار الشعب القاهرة، الطبعة الثانية، ۱۳۷۲ھ

روح المعانی فی تفسير القرآن العظيم والسبع المثانی:

شہاب الدين محمود الالوسی البغدادی- (المتوفی ۱۲۷۰ھ)
دارالكتب العلمية- بيروت لبنان۔ الطبعة الثانية-۲۰۰۵م/۱۴۲۶ھ۔

كتب لِمتون الحديث

صحیح البخاری: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری-(المتوفی ۲۵۶ھ)

i. فتح الباری – احمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ)
مطبوعه دار السلام الرياض- الطبعة الاولیٰ -۲۰۰۰ء

ii. **فتح الباری** -احمد بن علی بن حجر العسقلانی-
المطبعة الأميرية ببولاق بمصر- ۱۳۰۱ھ

iii. **فتح الباری** -احمد بن علی بن حجر العسقلانی-
المطبع الأنصاري دہلی- ۱۳۰۵ھ

iv. **صحيح البخاری**-قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔۱۳۵۷ھ

v. **عمدة القاری**-بدرالدين ابومحمدمحمودبن احمدالعينی(المتوفی۸۵۵ھ)
داراحياء التراث العربی- بيروت لبنان

صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری - (المتوفی ۲۶۱ھ)
دارالسلام۔ الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔۱۹۹۸ء
جامع ترمذی: ابو عیسیٰ محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی- (المتوفی ۲۷۹ھ)
دار السلام۔ الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء
سنن ابی داؤد: ابو داؤد سلیمان بن الأشعث السجستانی الأزدی- (المتوفی ۲۷۵ھ)
دار السلام - الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء
سنن نسائی: ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی- (متوفی ۳۰۳ھ)
دارالسلام - الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء
سنن ابن ماجہ: ابو عبد اللّٰہ محمد بن یزید القروینی- (المتوفی ۲۷۵ھ)
دار السلام۔ الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء
مؤطا امام مالک: مالک بن انس- (المتوفی ۱۷۹ھ)
دار إحیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء
مسند احمد بن حنبل: احمد بن محمد بن حنبل ابو عبد اللّٰہ الشیبانی- (المتوفی ۲۴۱ھ)
دار الفکر العربی، المکتب الاسلامی بیروت۔
التاریخ الکبیر: محمد بن اسماعیل ابو عبد اللّٰہ البخاری الجعفی-(المتوفی ۲۵۶ھ)
دار الفکر۔
صحیح ابن خزیمة: محمد بن إسحاق بن خزیمة ابو بکر السلمی النیسابوری(المتوفی ۳۱۱ھ)
المکتب الإسلامی بیروت- ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء
صحیح ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم التمیمی- (المتوفی ۳۵۴ھ)
مؤسسة الرسالة بیروت۔ الطبعة الثانیة۔ ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء
المستدرک علی الصحیحین: ابو عبد اللّٰہ الحاکم النیسابوری- (المتوفی ۴۰۵ھ)
دارالمعرفة بیروت-لبنان۔ الطبعة الاولیٰ ۱۹۸۶ء
مصنف ابن ابی شیبہ: ابو بکر عبد اللّٰہ بن محمد بن ابی شیبة الکوفی- (المتوفی ۲۳۵ھ)
مکتبة الرشید الریاض، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۰۹ھ
مصنف عبدالرزاق: ابو بکرعبد الرزاق بن ہمام الصنعانی- (المتوفی ۲۱۱ھ)
المکتب الاسلامی بیروت-الطبعة الثانیة، ۱۴۰۳ھ
سنن الدارقطنی: علی بن عمر ابو الحسن الدار قطنی البغدادی-(متوفی ۳۸۵ھ)
(۱)دار المحاسن القاہرۃ۔ (۲)دار المعرفة بیروت۔ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء

سنن الدارمی: عبد اللّٰہ بن عبد الرحمان ابو محمد الدارمی – (متوفی۲۵۵ھ)
دارالکتاب العربی بیروت– الطبعۃ الاولیٰ – ۱۴۰۷ھ

مسند أبی داؤد الطیالسی: سلیمان بن داؤد بن الجارود – أبی داؤد الطیالسی –(متوفی۲۰۴ھ)
دار المعرفۃ بیروت۔

سنن الکبریٰ: احمد بن الحسین بن علی بن موسی ابو بکر البیہقی – (متوفی۴۵۸ھ)
مکتبۃ دارالباز مکۃ المکرمۃ، ۱۹۹۴ء

السنن الکبریٰ: ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی – (متوفی۳۰۳ھ)
دار الکتب العلمیۃ بیروت– الطبعۃ الأولیٰ – ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء

شرح معانی الآثار: احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبد الملک ابو جعفر الطحاوی –(متوفی۳۲۱)
دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۹ھ

المعجم الکبیر: ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی – (متوفی۳۶۰ھ)
مکتبۃ العلوم والحکم الموصل۔ الطبعۃ الثانیۃ۔ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء

مسند الشہاب: محمد بن سلامۃ بن جعفر ابو عبد اللّٰہ القضائی – (متوفی۴۵۴ھ)
مؤسسۃ الرسالۃ بیروت–الطبعۃ الثانیۃ – ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء

مسند الشافعي: محمد بن ادریس ابو عبداللّٰہ الشافعي – (المتوفی۲۰۴ھ)
دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

مسند الحمیدي: عبد اللّٰہ بن الزبیر ابوبکر الحمیدی – (المتوفی۲۱۹ھ)
دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ مکتبۃ المتنبی القاہرہ۔

دلائل النبوۃ للبیہقی: احمد بن الحسین بن علی بن موسی ابو بکر البیہقی – (متوفی۴۵۸ھ)
دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان– الطبعۃ الاولیٰ – ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵م

شعب الإیمان: احمد بن الحسین بن علی بن موسی ابو بکر البیہقی – (متوفی۴۵۸ھ)
دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان–الطبعۃ الاولیٰ–۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰م

الفتن لنعیم بن حماد: نعیم بن حماد المروزی ابو عبد اللّٰہ – (متوفی۲۸۸ھ)
مکتبۃ التوحید القاہرۃ، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۲ھ۔

العلل المتناھیۃ: عبد الرحمٰن بن علی بن الجوزی – (المتوفی۵۹۷ھ)
دار الکتب العلمیۃ بیروت–الطبعۃ الاولیٰ – ۱۴۰۳ھ

المقاصد الحسنة: محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی– (متوفی ۹۰۲ھ)
دارالکتب العلمیة بیروت۔ الطبعة الاولیٰ، ۱۳۹۹ھ– ۱۹۷۹ء

الأسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة (المعروف بالموضوعات الکبریٰ):
نور الدین علی بن محمد بن سلطان (المشہور بالملا علی القاری)
دار الکتب العلمیة بیروت– الطبعة الاولیٰ–۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

کتب لشرح الحدیث وعلوم الحدیث

فتح الباری : احمد بن علی بن حجر العسقلانی– (المتوفی ۸۵۲ھ)
مطبوعہ دارالسلام الریاض، الطبعة الاولیٰ –۲۰۰۰ء

عمدة القاری: بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی– (المتوفی ۸۵۵ھ)
داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان

الکواکب الدّراری فی شرح البخاری: محمد بن یوسف بن علی الکرمانی–(المتوفی ۷۸۶ھ)
المطبعة المصریة۔ الطبعة الأولیٰ–۱۹۳۲ء

شرح صحیح البخاری لابن بطّال: ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک–
مکتبة الرشد ۔الریاض۔ الطبعة الاولیٰ –۲۰۰۰م/۱۴۲۰ھ

الإصابه فی تمییز الصحابه: احمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲)
دار الجیل۔ بیروت۔ الطبعة الاولیٰ۔۱۹۹۲ء۔

تہذیب التہذیب: احمد بن علی بن حجر ابو الفضل العسقلانی (المتوفی ۸۵۲)
دارالفکر بیروت– الطبعة الاولی– ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

براہین احمدیہ حصہ سوم: روحانی خزائن–جلد ۱
آئینہ کمالاتِ اسلام: روحانی خزائن–جلد ۵
اسلامی اصول کی فلاسفی: روحانی خزائن–جلد ۱۰
کشتی نوح: روحانی خزائن–جلد ۱۹
چشمہ معرفت روحانی خزائن–جلد ۲۳
سرمہ چشم آریہ: روحانی خزائن–جلد ۲
شہادۃ القرآن: روحانی خزائن–جلد ۶
خطبہ الہامیہ: روحانی خزائن–جلد ۱۶
براہین احمدیہ حصہ پنجم: روحانی خزائن–جلد ۲۱

کتب الفقه والتاریخ واللغات

الأمّ: محمد بن ادریس الشافعي ابو عبد اللّٰه (متوفی ۲۰۴ھ)
دار المعرفة بیروت –الطبعة الثانیة– ۱۳۹۳ھ

بدایة المجتهد ونهایة المقتصد: محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد–
فاران اکیڈمی۔ اردو بازار لاہور۔

الهدایة شرح البدایة: علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المرغینانی ابو الحسین– (متوفی ۵۹۳ھ)
المکتبة الإسلامیة، بیروت۔

کتاب الفقه علی المذاهب الأربعة: عبد الرحمان بن محمد عوض الجزیری
دار ابن حزم بیروت– الطبعة الاولیٰ– ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

کشف الغمّة عن جمیع الامّة: ابو المواهب عبد الوهاب بن احمد بن علی الشعرانی
مطبعة مصطفی البابی الحلبی بمصر۔ الطبعة الأخیرة۔ ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء

المبسوط: شمس الدین السرخسی–
مطبعة السعادة بجوار مصر– الطبعة الاولیٰ– ۱۳۲۴ھ

حجة اللّٰه البالغة: شاہ ولی اللّٰه بن عبد الرحیم المحدث الدهلوی–
ادارة الطباعة المنیریة بمصر– الطبعة الأولیٰ– ۱۳۵۵ھ

الدرّ المختار: دار الفکر بیروت۔ الطبعة الثانیة– ۱۳۸۶ھ

السیرة النبویة: عبد الملك بن ہشام– (متوفی ۲۱۳ھ)
دار الجیل بیروت۔ الطبعة الأولیٰ– ۱۴۱۱ھ

أدیان العرب فی الجاهلیة: محمد نعمان الجارم–
مطبعة السعادة بجوار، مصر– الطبعة الاولیٰ، ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء

بلوغ الارب فی معرفة أحوال العرب: محمود شکری الالوسی البغدادی–
دار الکتب العلمیة بیروت، لبنان۔

أخبار مکة: محمد بن اسحاق بن العباس الفاکهی ابو عبد اللّٰه –(متوفی ۲۷۵ھ)
دار خضر بیروت۔ الطبعة الثانیة۔ ۱۴۱۴ھ

قوافل العروبة ومراکبها: محمد جمیل بیهم–
مطابع دارالکشاف بیروت۔ الطبعة الاولیٰ۔ ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰م

التذکرة الحمدونیة: **ابن حمدون**.(متوفی ۵٦۲ھ) – دار صادر بیروت– ۱۹۹٦م

شرح دیوان الحماسة: ابو زکریا یحیی بن علی بن محمد الشیبانی (متوفی۵۰۲ھ)
دار الکتب العلمیة بیروت لبنان۔الطبعة الاولٰی - ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰م
المنثور: عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی -(متوفی ۵۹۷ھ/۱۲۰۱ء)
الأغانی: ابو الفرج الأصبهانی (متوفی ۳۵۶ھ)
المحاضرات فی الأدب واللغة: الحسن بن مسعود ابو علی نور الدین الیوسی (متوفی ۱۱۰۲ھ)
نشرة محمد الحجی واحمد الشرقاوی اقبال - بیروت - ۱۹۸۲م
الحیوان: عمرو بن بحر بن محبوب الکنانی ابو عثمان الجاحظ -(متوفی ۲۵۵ھ)
معجم البلدان: ابو عبد اللّٰہ یاقوت بن عبد اللّٰہ الحموی - (متوفی ۶۲۶ھ/ ۱۲۲۹ء)
دار الفکر، بیروت۔
لسان العرب: محمد بن مکرم بن علی بن احمد جمال الدین ابو الفضل الشهیر بابن المنظور)
دار احیاء التراث العربی۔ الطبعة الاولٰی ۔۱۹۸۸ء
أقرب الموارد فی فصح العربیة والشوارد: سعید الخوری الشرتوتی اللبنانی۔
منشورات مکتبة آیة اللّٰہ العظمی المرعشی النجفی۔ایران۔۱۴۰۳ھ
النهایة فی غریب الحدیث والأثر:
مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد الشیبانی الجزری ابن الأثیر (المتوفی۶۰۶ھ)
دار إحیاء التراث العربی بیروت لبنان - الطبعة الاولٰی - ۱۴۲۲ھ
المنجد فی اللغة: الاب لویس معلوف الیسوعي۔
المطبعة الکاثولیکیة بیروت۔ الطبعة الخامسة عشرة - ۱۹۵۶ء
اردولغت: *اردولغت بورڈ۔ترقی اردو بورڈ کراچی۔ایڈیشن اوّل۔۱۹۹۲ء۔*

الکتب الأخرٰی

فصل الخطاب: حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ۔
اسلام میں اختلافات کا آغاز: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ -انوار العلوم جلد ۴
دنیا کا محسن: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ -انوار العلوم، جلد ۱۰
اسلام کا اقتصادی نظام: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ -لیکچر ۲۶ فروری ۱۹۴۵ء۔

البدر: ایڈیٹر محمد صادق- بدر پریس قادیان-۱۰/ جنوری ۱۹۰۷ء جلد ۶ نمبر ۱،۲۔
الحکم: ایڈیٹر یعقوب علی تراب احمدی- مطبع انوار احمدیہ قادیان- جلد ۵ نمبر ۶ مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۰۱ء
روزنامہ الفضل قادیان: ایڈیٹر غلام نبی- ضیاء الاسلام پریس قادیان- ۲۵ ستمبر ۱۹۴۲ء- جلد ۳۰ نمبر ۲۲۴
روزنامہ الفضل ربوہ: ایڈیٹر عبدالسمیع خان- ضیاء الاسلام پریس ربوہ- ۲۰ اپریل ۲۰۰۲ء- جلد ۵۲، ۸۷ نمبر ۸۸
بائیبل: کتاب مقدس (یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ) پاکستان بائبل سوسائٹی- انارکلی لاہور- ۱۹۹۳ء

The Historical Role of Islam Author: M.N.Roy
published by: Vora & Co. Ltd Bombay
printed at: The Akhand Bharat Mudranalaya Fort Bombay third edition 1938.

The Jewish Encyclopedia,
projector & managing editor: Isidore Singer, edition:1916.
published by: Funk and Wagnalls Company (New York & London)
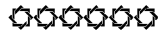
✪✪✪✪✪✪

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

صَحِيحُ البُخَارِي

مؤلّفہ

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

ترجمہ و شرح

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ

تحقیق و تفحص

جناب شبیر احمد صاحب ثاقب

صدر شعبہ حدیث جامعہ احمدیہ ربوہ

جلد چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ ثم الحمد للہ بخاری ترجمہ وشرح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ کی چوتھی جلد تیار ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ مبارک کام جہاں مفید اور علمی و روحانی سیرابی کا باعث ہے وہاں اپنے علمی مواد اور دقیق مباحث کے لیے گہری تحقیق اور تفحص کا بھی متقاضی ہے اور اپنی وسعت و ہمہ جہتی کے لحاظ سے کسی ایک شخص کا رہین منت نہیں ہے۔ ہماری ٹیم میں میرے ساتھ علمی و تحقیقی معاونت اور کمپیوٹر setting وغیرہ میں مکرم محترم سید عطاء اللہ مجیب صاحب مربی سلسلہ متخصص فی الحدیث اور مکرم محترم جاوید اقبال یوسف صاحب مربی سلسلہ کی محنت، شوق اور عرق ریزی کا بہت حصہ ہے۔ مکرم و محترم کلیم احمد صاحب طاہر مربی سلسلہ نے اس کی کمپوزنگ کی ذمہ داری سرانجام دی۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔

اس مجموعہ کا مطالعہ کرنے والے جملہ افراد سے اس مبارک کام کی تکمیل اور نافع الناس بننے کیلئے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔ نیز حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ اور اُن کے ساتھ کام کرنے والے افراد کو بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو قبول فرما کر ان کو اس دنیا اور اگلے جہان میں احسن جزا عطاء فرمائے۔ (آمین)

والسلام
خاکسار
شبیر احمد ثاقب
صدر شعبہ حدیث جامعہ احمدیہ ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست

٭٭٭٭٭٭٭

٣٤- كِتَابُ الْبُيُوعِ

۳۵- كِتَابُ السَّلَمِ

۳۶- كِتَابُ الشُّفْعَةِ

۳۷- كِتَابُ الْإِجَارَةِ

۳۸- كِتَابُ الْحَوَالَةِ

۳۹- کِتَابُ الْکَفَالَۃِ

۴۰- کِتَابُ الْوَکَالَۃِ

٤١- كِتَابُ الْحَرْثِ وَالْمُزَارَعَةِ

٤٢- كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ

٤٣- كِتَابُ الْاِسْتِقْرَاضِ

٤٤- كِتَابُ الْخُصُوْمَاتِ

٤٥- كِتَابٌ فِي اللُّقَطَةِ

٤٦- كِتَابُ الْمَظَالِمِ

٤٧- كِتَابُ الشَّرِكَةِ

۴۸- كِتَابُ الرَّهْنِ

۴۹- كِتَابُ الْعِتْقِ

۵۰- كِتَابُ الْمُكَاتَب

۵۱- كِتَابُ الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا وَالتَّحْرِيضِ عَلَيْهَا

۵۲- كِتَابُ الشَّهَادَاتِ

۞۞۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۴- کِتَابُ الْبُیُوعِ

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرة:۲۷۶) وَقَوْلُهُ: اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ. (البقرة:۲۸۳)

اللہ تعالیٰ کا یہ اِرشاد ہے: اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت جائز کی ہے اور سود حرام کیا ہے۔ اور یہ بھی اِرشاد ہے: مگر تجارت دست بدست ہو۔ جیسے تم آپس میں (مال اور رقم) لے دے کر ایک دوسرے کے حوالے کر دیتے ہو۔

تشریح: وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا: معاملات خرید وفروخت اور لین دین کے ابواب شروع کرنے سے قبل دو آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ایک آیت میں تجارت کے شرعی جواز اور سودی کاروبار کی حرمت کا ذکر ہے اور دوسری میں تجارتی معاملات کے طریق اور ہدایات کا۔ پہلی آیت یہ ہے: اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○(البقرة: ۲۷۶) جو لوگ سود کھاتے ہیں، وہ بالکل اسی طرح کھڑے ہوتے ہیں جس طرح وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان (مرضِ جنون) نے سخت بدحواس کر دیا ہوا ہو۔ یہ (حالت) اِس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خرید وفروخت بھی بالکل سود ہی کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ نے خرید وفروخت جائز قرار دی ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ سو جس شخص کے پاس اُس کے ربّ کی طرف سے کوئی نصیحت کی بات آئے اور وہ سن کر (خلاف ورزی سے) باز آ جائے تو جو (لین دین) وہ پہلے کر چکا ہے اُس کا نفع اُسی کا ہے اور اُس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو لوگ پھر (وہی کام) کریں۔ تو وہ آگ میں رہنے والے ہیں، اسی میں پڑے رہیں گے۔ دوسری آیت یہ ہے: اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۖ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ○ (البقرة: ۲۸۳) یعنی (لین دین کا لکھنا ضروری ہے۔) بجز اِس صورت کے کہ تجارت دست بدست ہو؛ جسے تم آپس میں (مال اور رقم) لے دے کر معاملہ دمِ نقد کر لیتے ہو۔ اس صورت میں اس (لین دین) کے نہ لکھنے پر تم پر

کوئی گناہ نہیں اور جب باہم خرید وفروخت کروتو گواہ ٹھہرالیا کرواور کاتب کوتکلیف نہ دی جائے اور نہ گواہ کو؛ اور اگر تم ایسا کروگے تو یہ بات تم میں نافرمانی کی علامت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ تمہیں علم دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کوخوب جانتا ہے۔

مذکورہ بالا آیتیں لین دین سے متعلق اُصولی ہدایات پر مشتمل ہیں؛ جن کی تفصیل آئندہ ابواب میں آئے گی۔ پہلی آیت کا تعلق تجارتی اور سودی کاروبار کے درمیان فرق سے ہے۔جس کی وجہ سے شریعت نے ایک کی اجازت دی اور دوسری سے منع فرمایا ہے۔تجارت سے جو فائدہ تاجر کو حاصل ہوتا ہے، وہ صرف اُس کے روپے کا نتیجہ نہیں بلکہ اُس کے عمل کا بھی ہے۔عمل میں نہ صرف جسمانی محنت اور جدوجہد شامل ہے جو تاجر کوضروریات مہیا کرنے میں کرنی پڑتی ہے؛ بلکہ اُس کی ذہنی قابلیت بھی شامل ہوتی ہے جس سے وہ ضروریات کا صحیح اندازہ کرتا ہے۔طلب اور اس کا صحیح تقاضا سمجھ کر مطلوبہ اشیاء ایسی جگہ سے لاتا ہے، جہاں اچھی قسم کی اور مناسب نرخ پر دستیاب ہوتی ہوں۔ نرخوں کا اُتار چڑھاؤ بھی اس کے مدنظر ہوتا ہے۔پس جو نفع تاجر کو ملتا ہے، اُس کے پیچھے درحقیقت اس کی جسمانی اور ذہنی کاوش بھی کارفرما ہوتی ہے نہ محض مالی سرمایہ۔

اِس کے برعکس سودخوار اپنی بدنی اور ذہنی قوتوں سے قطعاً کام نہیں لیتا۔محض مال ودولت کے بَل پر دوسروں کی محنت کے نتیجہ سے اپنا حصہ نکالتا ہے۔اُس کا اپنے قویٰ سے کام نہ لینا اور غرباء کی کمزوری سے اِستفادہ دونوں باتیں نہ صرف اَخلاقی لحاظ سے بلکہ بعض دُوررَس اقتصادی بدنتائج کی رو سے بھی ناجائز ہی نہیں بلکہ ظالمانہ اور معاشرہ کے لئے سخت مضرّ ہیں؛ افراد کے لئے بھی اور قوم کے لئے بھی۔اس کی تفصیل اپنے موقع پر بیان ہوگی اور اس سے یَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ کا مفہوم بھی انشاءاللہ تعالیٰ واضح ہوجائے گا۔

دوسری آیت کا تعلق نفع بخش تجارت اور اُس کی تعریف سے ہے۔جس کی طرف تِجَارَةٌ حَاضِرَةٌ تُدِيْرُوْنَهَا توجہ دلاتی ہے۔لفظ اِدَارَةَ کے معنی ہیں گردش دینا۔یعنی طلب کے مطابق اشیاء مہیا کرنے کا مسلسل انتظام بیع وشراء یعنی تجارت نام ہے اشیاء کے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہونے کا۔اِس طریقہ کار میں روپیہ (ودولت) کا کام صرف نقل وحرکت میں سہولت پیدا کرنا ہے۔اسی سہولت کی غرض سے سکہ ایجاد ہوا؛ جس کا اصطلاحی نام زرِمبادلہ ہے۔کیونکہ وہ اشیاء کی نسبتی قیمتوں کا معیار ہے۔مثلاً ایک زراعت پیشہ اجناسِ خوراک پیدا کرتا ہے اور ایک کاریگر آلاتِ زراعت بناتا ہے۔زرِمبادلہ کے لئے زمیندار اپنے اجناس کاریگر کو اور کاریگر اپنے آلات زمیندار کومنتقل کرتا ہے۔اسی طرح زرِمبادلہ کے ذریعہ تاجر دونوں سے آلات اور اجناس خرید لیتا ہے اور پھر دونوں کے درمیان بطور واسطہ انتقال کام کرتا ہے۔جس کو اجناس کی ضرورت ہو، اسے اجناس اور جسے آلات کی ضرورت ہو، اسے آلات دیتا ہے۔وعلیٰ ھٰذا القیاس زرمبادلہ اشیاء کے مبادلہ میں بطور واسطہ کام کرتا ہے۔یہی غرض وغایت زرمبادلہ کی ہے کہ بیع شراء کی گردش کوسہولت سے

سرانجام دے۔مگر یہ غرض سودی کاروبار میں بالآخر مفقود ہو جاتی ہے۔یعنی اشیاء کے مبادلہ میں سہولت پیدا کرنے کی جگہ سودخور خود زرِمبادلہ کو ہی ذریعہ کسب معاش بنالیتا ہے۔بحالیکہ کسب معاش درحقیقت عمل صالحہ کا نتیجہ ہونا چاہیے جس میں ذہنی اور جسمانی قوتیں بروئے کار لائی جائیں۔زرعی اور صنعتی اشیاءِ پیداوار وغیرہ میں عمل ومحنت اصل بنیادی رکن ہیں؛ جو زمینداروں اور کاریگروں وغیرہ کو اُن کی محنت کے نتیجہ کے مستحق بناتے ہیں اور روپیہ پیسہ اشیائے پیداوار کو بآسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں مدد دیتا ہے اور اسی طرح تجارتی کاروبار میں یہ بطورآلہ اِنتقال ہے اور اسی غرض کے لئے وہ اشیاء کی قیمتوں کے اندازہ کرنے میں معیار بنایا گیا ہے۔اب جو چیز بوجہ معیارِ قیمت ہونے کے ذریعہ مبادلہ اشیاء ہے، وہی ذریعہ کسب معاش بنالی جاتی ہے۔جس کا اثر تدریجاً طبعی طور پر اشیاء کے نرخوں پر پڑتا ہے۔کیونکہ زمیندار یا کاریگر جو اپنا کام کرنے کے لئے سودخوار سے بوجہ تہی دستی روپیہ لینے کے لئے مجبور ہوگا، وہ سود اَدا کرنے کے لئے مجبور ہوگا کہ اپنی اشیائے پیداوار کا نرخ بقدرسود بڑھائے اور جب نرخ بڑھے گا تو اشیاء کی خرید وفروخت محدود ہو جائے گی۔بلکہ تجارتی کاروبار میں بائع اور مشتری کے درمیانی وسائط اِنتقال جتنے زیادہ ہوں گے اشیاء کے نرخ اُتنے ہی زیادہ ہوتے جائیں گے۔جس کا بارآخر کار مشتری اور صارف پر پڑے گا۔اِس کے برعکس جب نرخ کم ہوں گے فروخت زیادہ ہوگی اور تجارتی کاروبار زیادہ گردش کرنے کے قابل ہو جائے گا۔

سرمایہ دار جو سودی کاروبار کرتا ہے؛ سود کے ذریعہ تین طرح نقصان کا باعث بنتا ہے۔اوّل: وہ بغیر عمل ومحنت زرِمبادلہ کو ذریعہ کسب معاش بناتا ہے۔دوم: اپنی قوتوں کو بروئے کار نہیں لاتا اور ایک مستحق شخص کے اصل معاوضہ محنت میں کمی پیدا کرتا ہے۔کیونکہ جو سود اُس کو اَدا ہوتا ہے وہ بجز اس کے نہیں اَدا کیا جاسکتا کہ محنت کرنے والا اپنی پیداوار میں سے اس کو اَدا کرے۔یا نرخ بڑھا کر اس کا بار دوسروں پر ڈالے۔سوم: جیسا کہ بتایا جاچکا ہے؛ نرخوں کے بڑھنے سے تجارتی کاروبار کی گردش نسبتاً کم ہو جاتی ہے اور اِس طرح زرِمبادلہ کی اصل غرض جو مبادلہ اشیاء میں سہولت پیدا کرنا ہے، بالآخر مفقود ہو جاتی ہے۔علاوہ ازیں ایک سودخوار سرمایہ دار بغیر عمل ومحنت دوسروں کے بل بوتے پر اپنی مالی قوت اور اثرورسوخ کو بھی بڑھاتا چلا جاتا ہے۔جس سے سرمایہ داری کا ظالمانہ چنگل مضبوط سے مضبوط ہوتا جاتا ہے؛ جیسا کہ روزمرہ کے مشاہدہ میں آرہا ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد ذیل میں باب وار شرح کتاب البیوع پیش کی جاتی ہے۔

بَاب ۱ : مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ⑩

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی جستجو میں رہو اور اللہ تعالیٰ کو بہت ہی یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ⑪ (الجمعة: ۱۱-۱۲) وَقَوْلُهُ: لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (النساء: ۳۰)

اور جب یہ (لوگ) تجارت یا کھیل کی بات دیکھتے ہیں تو (تجھ سے الگ ہو کر) اُس کی طرف لپکتے ہیں اور تجھ کو اکیلا چھوڑ دیتے ہیں۔ تو اُن سے کہہ دے: جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے سے اچھا ہے اور تجارت سے بھی اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر رزق دینے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: تم ناجائز طور سے اپنے مال آپس میں نہ کھایا کرو۔ ہاں یہ جائز ہے کہ تجارت آپس کی رضامندی کے ساتھ ہو۔

۲۰۴۷ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُوْنَ: مَا بَالُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُوْنَ

۲۰۴۷: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ شعیب نے ہمیں بتایا کہ زُہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: سعید بن مسیّب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم تو کہتے ہو کہ ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بہت بیان کرتا ہے اور کہتے ہو کہ مہاجرین اور انصار کو کیا ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیثیں بیان نہیں کرتے جیسے ابوہریرہ حدیثیں

عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَكُنْتُ أَلْزَمُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوْا وَأَحْفَظُ إِذَا نَسُوْا وَكَانَ يَشْغَلُ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَأً مِّسْكِيْنًا مِّنْ مَّسَاكِيْنِ الصُّفَّةِ أَعِيْ حِيْنَ يَنْسَوْنَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيْثٍ يُحَدِّثُهُ إِنَّهُ لَنْ يَّبْسُطَ أَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ ثُمَّ يَجْمَعُ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِلَّا وَعَى مَا أَقُوْلُ فَبَسَطْتُ نَمِرَةً عَلَيَّ حَتَّى إِذَا قَضَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِيْ فَمَا نَسِيْتُ مِنْ مَّقَالَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ.

بیان کرتا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ میرے مہاجرین بھائیوں کو بازاروں میں سوداسلف کے لین دین کا شغل رہتا اور میں جونہی اپنا پیٹ بھر لیتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹا رہتا۔ میں (آپؐ کی خدمت میں اُس وقت بھی) حاضر ہوتا جبکہ وہ غائب ہوتے اور میں یاد رکھتا اور وہ بھول جاتے اور میرے انصار بھائی اپنے مالی کاروبار میں مشغول رہتے اور میں مساکین اہل صفہ میں سے ایک مسکین شخص تھا۔ میں یاد رکھتا جبکہ وہ بھول جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث کے دوران جو آپؐ بیان کر رہے تھے، فرمایا کہ اگر کوئی اپنا کپڑا اُس وقت تک پھیلائے رکھے گا جب تک کہ میں اپنی یہ بات ختم نہ کرلوں، پھر وہ اپنا کپڑا سمیٹ لے تو جو بات میں کہتا ہوں، اُسے ضرور یاد رکھے گا۔ چنانچہ میں نے وہ کملی جو اوڑھا کرتا تھا، بچھا دی۔ یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات ختم فرما چکے تو میں نے اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ اُس کے بعد جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اُسے میں کبھی نہیں بھولا۔

اطرافہ: ۱۱۸، ۱۱۹، ۲۳۵۰، ۳۶۴۸، ۷۳۵۴۔

۲۰۴۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ

۲۰۴۸: عبدالعزیز بن عبداللہ (اویسی) نے ہمیں بتایا کہ ابراہیم بن سعد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے

أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ آخَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ: إِنِّي أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ مَالًا فَأَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِي وَانْظُرْ أَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيْتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا فَإِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا قَالَ: فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: لَا حَاجَةَ لِي فِي ذَلِكَ هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِيْهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ: سُوْقُ قَيْنُقَاعٍ. قَالَ: فَغَدَا إِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَأَتَى بِأَقِطٍ وَسَمْنٍ. قَالَ: ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَزَوَّجْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: وَمَنْ؟ قَالَ: امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ. قَالَ: كَمْ سُقْتَ؟ قَالَ: زِنَةَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

طرفهُ: ۳۷۸۰۔

باپ سے، اُن کے باپ نے اُن کے دادا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب ہم مدینہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور سعدؓ بن ربیع کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا تو سعدؓ بن ربیع نے کہا: میں انصار میں سے زیادہ مالدار ہوں۔ سو میں تقسیم کر کے نصف مال آپؓ کو دے دیتا ہوں اور دیکھئے میری دو بیویوں میں سے جونسی آپؓ پسند کریں، میں آپؓ کے لئے اُس سے دستبردار ہو جاؤں گا۔ جب اُس کی عدت گذر جائے تو اُس سے آپؓ نکاح کر لیں۔ راوی کہتا ہے کہ (یہ سن کر) حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ان سے کہا: مجھے اِس کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیا یہاں کوئی منڈی ہے جس میں تجارت ہوتی ہو؟ تو انہوں نے کہا: قینقاع کی منڈی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ یہ معلوم کر کے صبح سویرے وہاں گئے اور پنیر اور گھی لے آئے۔ راوی نے کہا: پھر اِسی طرح ہر صبح آپؓ وہاں منڈی میں جاتے رہے۔ ابھی کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ آئے اور اُن پر زعفران کا نشان تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آپؓ نے شادی کر لی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: کس سے؟ کہا: انصار کی ایک عورت سے۔ فرمایا: کتنا مہر دیا ہے؟ عرض کیا: ایک گٹھلی برابر سونا یا (یہ کہا کہ) سونے کی گٹھلی۔ نبی ﷺ نے اُن سے فرمایا: ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہی سہی۔

٢٠٤٩: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ عَوْفٍ الْمَدِيْنَةَ فَآخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ سَعْدٌ ذَا غِنًى فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ: أُقَاسِمُكَ مَالِي نِصْفَيْنِ وَأُزَوِّجُكَ. قَالَ: بَارَكَ اللهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ دُلُّوْنِي عَلَى السُّوْقِ فَمَا رَجَعَ حَتَّى اسْتَفْضَلَ أَقِطًا وَسَمْنًا فَأَتَى بِهِ أَهْلَ مَنْزِلِهِ فَمَكَثْنَا يَسِيْرًا أَوْ مَا شَاءَ اللهُ فَجَاءَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَهْيَمْ؟ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ. قَالَ: مَا سُقْتَ إِلَيْهَا؟ قَالَ: نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ. قَالَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

۲۰۴۹: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ زُہَیر نے ہمیں بتایا کہ حمید (طویل) نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن عوفؓ مدینہ میں آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اور سعد بن ربیع انصاریؓ کو بھائی بھائی بنا دیا اور سعدؓ دولت مند تھے۔ انہوں نے عبدالرحمٰنؓ سے کہا: میں اپنا مال آپؓ کو آدھوں آدھ بانٹ دیتا ہوں اور آپؓ کا نکاح بھی کر دیتا ہوں تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپؓ کے اہل اور مال میں آپؓ کے لئے برکت دے۔ آپؓ مجھے منڈی کا پتہ دیں (چنانچہ وہ منڈی گئے اور) وہ وہاں سے نہیں لوٹے؛ یہاں تک کہ پنیر اور گھی بچا کر اپنے گھر والوں کے پاس لے آئے۔ تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا یا جتنا اللہ نے چاہا کہ عبدالرحمٰنؓ (ایک دن) آئے تو اُن پر زعفران کا نشان تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: یہ کیسا نشان ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ آپؐ نے پوچھا: اسے کیا مہر دیا ہے؟ جواب دیا کہ سونے کی ڈلی یا (یہ کہا:) گٹھلی برابر سونا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ولیمہ کریں خواہ ایک بکری ہی کا سہی۔

اطرافہُ: ٢٢٩٣، ٣٧٨١، ٣٩٣٧، ٥٠٧٢، ٥١٤٨، ٥١٥٣، ٥١٥٥، ٥١٦٧، ٦٠٨٢، ٦٣٨٦۔

٢٠٥٠: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ:

۲۰۵۰: عبداللہ بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے، عمرو (بن دینار) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

كَانَتْ عُكَاظٌ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ فَكَأَنَّهُمْ تَأَثَّمُوْا فِيْهِ فَنَزَلَتْ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (البقرة: ۱۹۹) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ.

سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: زمانہ جاہلیت میں عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز منڈیاں تھیں۔ جب اسلام کا زمانہ آیا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نے اُن میں کاروبار کرنا گناہ سمجھا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: تمہارے لئے گناہ کی بات نہیں کہ تم اپنے ربّ کے فضل کی جستجو حج کے موسموں میں کرو۔ حضرت ابن عباسؓ نے اِس (آیت) کو (اِسی طرح) پڑھا۔

اطرافہ: ۱۷۷۰، ۲۰۹۸، ۴۵۱۹۔

تشریح: وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ: اس باب میں دو آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پہلی آیت سورۂ جمعہ کی آخری آیات میں سے ہے۔ جس میں تجارت اللہ تعالیٰ کا فضل قرار دی گئی ہے۔ فرماتا ہے: فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَO وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْآ اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ O (الجمعة: ۱۱، ۱۲) سیاقِ کلام سے واضح ہے کہ اِن آیات میں فضل سے مراد رزق ہے؛ جس کا ایک ذریعہ تجارتی کاروبار ہے۔ جس کی طرف مسلمانوں کو اِجتماعی طور پر تحریص دلائی گئی ہے۔

دوسری آیت میں کسبِ معاش کے ناجائز ذرائع کا ذکر ہے۔ فرماتا ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًاO وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًاO (النساء: ۳۰، ۳۱) اس آیت میں جہاں تجارت کی بنیاد باہمی رضامندی اور پسندیدہ ذرائع قرار دی گئی ہے۔ وہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جائز طریق ترک کرنے اور باطل طریق اختیار کرنے میں تمہاری اپنی ہی ہلاکت وتباہی ہے۔ دونوں حوالے تجارت سے متعلقہ بنیادی ہدایات پر مشتمل ہیں اور پہلے حوالے میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا کلید کامرانی ہے۔ اِن آیات کے تعلق میں فقہاء نے یہ سوال اُٹھایا ہے کہ آیا یہ احکام بصورتِ وجوب ہیں یا اباحت؟ یعنی تجارتی کاروبار اِختیار کرنا لازمی ہے یا اختیاری؟ بعض نے آیت مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ سے اِستدلال کیا ہے کہ اس سے ممانعت بہ نسبت اِجازت کے زیادہ واضح ہے۔ اختلاف کے پیش نظر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کا متعلقہ حصہ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ نمایاں کیا ہے تا معلوم ہو کہ فضل الٰہی کا حصول واجب ہے اور یہی بات ذہن نشین کرانے کی غرض سے زیرِ عنوان چار روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی روایت میں صحابہؓ کی اکثریت کا نمونہ مذکور ہے۔ دوسری روایت میں بذریعہ تجارت فضل کا حصول یعنی مال و دولت میں زیادتی اور برکت کا نمونہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے

تجارتی کاروبار سے دِکھایا گیا ہے۔ تہی دستی کی حالت میں تھے اور دیکھتے دیکھتے اُن کا شمار اُن دولت مند تاجروں میں ہو گیا جنہوں نے خوب کمایا اور جنہوں نے اپنے اموال غریب پروری اور اللہ تعالیٰ کی راہوں میں کھلے ہاتھوں خرچ کئے۔ تجارت کے باوجود عبادتِ الٰہی سے غافل نہ ہوئے۔ تیسری روایت میں یہی واقعہ دوسری سند سے دہرایا گیا ہے۔ اس میں لفظ اِسْتَفْضَلَ وارد ہوا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مختصر سی پونجی سے تجارتی کاروبار شروع کر کے ایک ہی دن میں بچت کر لی اور تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ وہ شادی کرنے کے قابل ہو گئے۔ اُن کو حضرت سعد بن ربیعؓ کی طرف سے آدھے مال کی پیشکش کی گئی تھی۔ مگر انہوں نے اس سے بے نیاز رہ کر کسب معاش کو ترجیح دی۔ اور اُن کا یہ اِستغناء اور محنت دونوں ربانی فضل کے جاذب ہوئے۔ چوتھی روایت میں بھی آیت فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (البقرۃ:۱۹۹) کی وضاحت حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر سے کی گئی ہے اور اس روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ شروع میں صحابہ کرامؓ نے کفار قریش کی منڈیوں میں کاروبار کرنا گناہ سمجھا تھا اور اُن کی یہ غلط فہمی وحی الٰہی سے دُور ہوئی۔ جس آیت کا آخر میں حوالہ دیا گیا ہے وہ یہ ہے: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاِذَا اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ (البقرۃ:۱۹۹) تمہارے لئے یہ گناہ کی بات نہیں کہ (حج کے ایام میں) اپنے ربّ کے فضل کی جستجو کرو۔ جب تم عرفات سے لَوٹو تو مشعرحرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور یہ ذکر اِس طرح کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت کی ہے۔ اِس آیت سے بھی یہ سمجھایا گیا ہے کہ حج بھی جو عبادات میں سے ایک بہت بڑا رکن اِسلام ہے۔ وہ بھی تجارتی کاروبار میں حارج نہیں۔ خلاصہ یہ کہ مذکورہ بالا آیات کے حوالہ سے اور روایات کی اِس ترتیب میں عدمِ وجوب سے متعلق غلط قیاسات کا ازالہ کیا گیا ہے۔

یہ امر کہ اِس باب میں وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ کی تشریح اور تجارتی کاروبار کے بابرکت عمل ہونے کا مضمون ہی مدنظر ہے، اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ سورۂ جمعہ کی محولہ بالا آیت باب ۹ میں بھی دُہرائی گئی ہے؛ جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ کس قسم کی تجارت مکروہ وممنوع ہے۔

فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ : چوتھی روایت کے آخر میں جملہ فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ کا یہ مفہوم نہیں کہ یہ الفاظ آیت کا حصہ ہیں۔ بلکہ یہ جملہ تفسیری ہے اور بطور دلیل حضرت ابن عباسؓ کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے بھی اِس مقصد کی صراحت اِن الفاظ میں کی ہے: وَهُوَ حُجَّةٌ وَلَيْسَ بِقُرْاٰنٍ۔ یعنی یہ بطور دلیل منقول ہے، قرآنِ مجید کی آیت کا حصہ نہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۶۸) اور محولہ بالا آیت کے سیاق سے بھی ظاہر ہے کہ اس کا تعلق شروع سے لے کر آخر تک اَحکامِ حج سے ہے؛ جو نہ محلِ شبہ ہے اور نہ محتاجِ بیان۔ دراصل اس قسم کے مواقع پر صحابہ کرامؓ لفظ فَنَزَلَتْ محض تطبیق کے معنوں میں استعمال کرتے تھے۔ یہ روایت کتاب الحج باب ۱۵۰ روایت نمبر ۱۷۷۰ میں بھی گذر چکی ہے۔

لفظ نزول یا تنزیل بمعنی تطبیق کی واضح مثالوں کے لیے دیکھیں کتاب الشرب والمساقاۃ باب۴ وباب۸۔

بَاب ۲ : اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ

حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں

۲۰۵۱ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح. وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا أَبُو فَرْوَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح. وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا أُمُوْرٌ مُشْتَبِهَةٌ فَمَنْ تَرَكَ مَا

۲۰۵۱: محمد بن مثنیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن ابی عدی نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن عون سے، ابن عون نے (عامر) شعبی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اس کی دوسری سند یوں ہے: اور علی بن عبداللہ (مدینی) نے بھی ہم سے بیان کیا کہ (سفیان) بن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ ابوفروہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے شعبی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیرؓ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ اس کی تیسری سند یوں ہے: اور عبداللہ بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن عیینہ نے ہمیں بتایا کہ ابوفروہ (عروہ بن حارث) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے شعبی سے سنا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی ﷺ سے مروی ہے۔ چوتھی سند یوں ہے: (اور) محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابوفروہ سے، ابوفروہ نے شعبی سے، شعبی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور اُن کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں۔ پس جس نے وہ چیز چھوڑ دی جس میں گناہ

شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيْهِ مِنَ الْإِثْمِ أَوْشَكَ أَنْ يُّوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ وَالْمَعَاصِيْ حِمَى اللهِ مَنْ يَّرْتَعْ حَوْلَ الْحِمَى يُوْشِكْ أَنْ يُّوَاقِعَهُ.

کا اِشتباہ ہے تو وہ کھلے گناہ کو بطریق اولیٰ چھوڑنے والا ہوگا اور جس نے ایسے اَمر کے اِرتکاب کی جرأت کی جس میں گناہ کا اِشتباہ ہے تو قریب ہے کہ وہ کھلے کھلے گناہ میں مبتلا ہو جائے اور نافرمانی کی باتیں اللہ کی طرف سے ممنوعہ چراگاہ ہیں۔ جو شخص چراگاہ کے اِردگرد چرائے، قریب ہے کہ اس میں جا پڑے۔

طرفہٗ: ۵۲۔

تشریح: **اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ:** اس باب کا عنوان مندرجہ بالا حدیث سے اَخذ کیا گیا ہے، جس کے راوی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو چار سندوں سے منقول ہے۔ ان میں سے وہ سند مرفوع ہے جس کے راوی ابوفروہ ہیں۔ اِس کنیت کے دو راوی ہیں۔ ایک کا نام عروہ بن حارث ہمدانی ہے جن کا لقب الاکبر ہے (اس روایت کے راوی یہی ہیں) اور دوسرے مسلم بن سالم جہنی ہیں جن کا لقب الاصغر ہے۔ ان کی صحیح بخاریؒ میں صرف ایک ہی روایت کتاب الانبیاء (روایت نمبر ۳۳۷۰) میں مروی ہے۔
(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۶۹)

امام بخاریؒ کو اِس روایت کے استخراج میں اِس کی اہمیت کی وجہ سے کاوش کرنی پڑی۔ اس کی دو سندیں تو معنعن ہیں۔ پہلی سند اگرچہ مرفوع ہے مگر اس میں لفظ قَالَ مذکور نہیں۔ آخری سند میں موجود ہے۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح۔ ان کے درمیان کچھ مشتبہ باتیں ہیں، جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ایسی باتوں سے بچنا ضروری ہے۔ یہ روایت کتاب الایمان باب ۳۹ روایت نمبر ۵۲ میں بھی گذر چکی ہے۔ وہاں بتایا گیا ہے کہ ایمان کی صحت کا دارومدار تقویٰ پر ہے؛ جس کا مرکز دل ہے۔ معاملات بیع وشراء میں انسان حرص اور لالچ کی وجہ سے بسا اوقات اندھا ہو جاتا ہے اور ان سے مغلوب ہو کر دولت کمانے کی دُھن میں حق و باطل کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ اِس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محولہ بالا اِرشاد عین موقع ومحل کی مناسبت سے اور اہمیت مضمون کے پیش نظر یہاں دُہرایا گیا ہے۔

تجارتی کاروبار سے متعلقہ احکام بیان کرنے سے قبل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چند ابواب ایسے قائم کئے ہیں جو اُصولی ہدایت پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے مذکورہ بالا اِرشادِ نبوی نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ بعض فقہاء نے مشتبہ اُمور میں اباحت کا فتویٰ دیا ہے جو مندرجہ بالا ارشاد کے مطابق نہیں۔ اِس اَمر کی تفصیل معاملات بیع وشراء میں آئے گی۔

بَاب ۳: تَفْسِيْرُ الْمُشَبَّهَاتِ

مشتبہ اُمور کی تفسیر

وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ دَعْ مَا يَرِيْبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيْبُكَ.

اور حسان بن ابی سنان نے کہا: میں نے پرہیز گاری سے زیادہ آسان کوئی بات نہیں دیکھی۔ چھوڑ دو وہ بات جو تمہیں کھٹکتی ہے اور اختیار کرو وہ بات جس کی نسبت تمہیں کوئی خدشہ نہیں۔

۲۰۵۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ جَاءَتْ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا أَرْضَعَتْهُمَا فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْرَضَ عَنْهُ وَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ. وَقَدْ كَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِي إِهَابٍ التَّمِيْمِيِّ.

۲۰۵۲: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں خبر دی۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین نے ہمیں بتایا۔ عبداللہ بن ابی ملیکہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سیاہ فام عورت آئی اور کہنے لگی کہ اُس نے ان دونوں (عقبہؓ اور اُس کی بیوی عینیہؓ) کو دودھ پلایا ہے تو حضرت عقبہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے منہ پھیر کر مسکرائے۔ فرمایا: (اب یہ عورت) کیونکر (رہ سکتی ہے) جبکہ یہ کہا گیا ہے اور ابواہاب تمیمی کی بیٹی (حضرت عینیہؓ) حضرت عقبہؓ کی بیوی تھیں۔

اطرافه: ٨٨، ٢٦٤٠، ٢٦٥٩، ٢٦٦٠، ٥١٠٤.

۲۰۵۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ

۲۰۵۳: یحيٰ بن قزعہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: عتبہ بن ابی وقاص

عَهِدَ إِلَى أَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عَامَ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَقَالَ: ابْنُ أَخِي قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيْهِ فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ: أَخِي وَابْنُ وَلِيْدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ. فَتَسَاوَقَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ ابْنُ أَخِي كَانَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيْهِ. فَقَالَ عَبْدُ ابْنُ زَمْعَةَ: أَخِي وَابْنُ وَلِيْدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ. ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللهَ.

نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاصؓ کو وصیت کی کہ زمعہ کی کنیز کا بیٹا میرا ہے، اُسے لے لینا۔ (حضرت عائشہؓ) کہتی تھیں: جس سال مکہ فتح ہوا تو سعد بن ابی وقاصؓ نے اُسے لے لیا اور کہا میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ مجھے اِس کے متعلق اُس نے وصیت کی تھی۔ عبد بن زمعہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے جو اُس کے بستر پر پیدا ہوا تو وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا جھگڑا لائے۔ سعدؓ نے کہا: یارسول اللہ! میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ مجھے اِس بارہ میں اُس نے وصیت کی تھی۔ عبد بن زمعہ نے کہا: میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے جو اُس کے بستر پر پیدا ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبد بن زمعہ! وہ تیرا ہی ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ اُسی کا ہے جو عورت کا جائز خاوند یا مالک ہو اور زانی کے لئے پتھر تیار ہیں۔ پھر آپؐ نے حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے جو نبی ﷺ کی زوجہ تھیں، فرمایا: اے سودہ! اِس سے پردہ کریں کیونکہ آپؐ نے دیکھا کہ وہ صورت وشکل میں عتبہ سے ملتا ہے۔ پھر اُس نے حضرت سودہؓ کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ اللہ سے جاملا۔

اطرافہُ: ۲۲۱۸، ۲۴۲۱، ۲۵۳۳، ۲۷۴۵، ۴۳۰۳، ۶۷۴۹، ۶۷۶۵، ۶۸۱۷، ۷۱۸۲۔

۲۰۵۴: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي

۲۰۵۴: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا: عبداللہ بن ابی سفر نے مجھے خبر دی۔

السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ: إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ وَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّهُ وَقِيْذٌ. قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ أُرْسِلُ كَلْبِي وَأُسَمِّي فَأَجِدُ مَعَهُ عَلَى الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ لَمْ أُسَمِّ عَلَيْهِ وَلَا أَدْرِيْ أَيُّهُمَا أَخَذَ. قَالَ: لَا تَأْكُلْ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الْآخَرِ.

انہوں نے شعبی سے، شعبی نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نوک تیر کی نسبت پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ جب تیر اپنی دھار سے شکار کو لگے تو کھالو اور جب تیر کی جھپٹ سے مر جائے تو نہ کھاؤ۔ کیونکہ اس صورت میں وہ چوٹ سے مرا ہوا شکار ہوگا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! میں اپنے کتے کو چھوڑتا ہوں اور (چھوڑنے سے پہلے) بسم اللہ پڑھ لیتا ہوں اور جب شکار لینے جاتا ہوں تو اپنے کتے کے ساتھ اور کتا بھی پاتا ہوں جس پر میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہوتی اور مجھے یہ پتہ نہیں لگتا کہ کس کتے نے شکار کیا۔ آپؐ نے فرمایا: نہ کھاؤ۔ کیونکہ تم نے تو اپنا کتا چھوڑنے پر ہی بسم اللہ پڑھی تھی اور دوسرے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔

اطرافہ: ۱۷۵، ۵٤۷۵، ۵٤۷٦، ۵٤۷۷، ۵٤۸۳، ۵٤۸٤، ۵٤۸۵، ۵٤۸٦، ۵٤۸۷، ۷۳۹۷۔

تشریح: **تَفْسِيْرُ الْمُشَبَّهَاتِ:** عنوانِ باب میں حسان بن ابی سنانؒ بصری تابعی کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دوسرا پُر حکمت بلیغ قول بھی نقل کیا گیا ہے۔ اُن کی یہ روایت امام احمد بن حنبلؒ نے موصولاً نقل کی ہے۔ بخاریؒ سے ان کا صرف یہی حوالہ مروی ہے۔ حسان بن ابی سنانؒ نے ایک موقع پر یونس بن عبیدؒ سے بوقت ملاقات مذکورہ بالا ارشادِ نبوی کا ذکر کر کے کہا کہ میں نے اِس سے بڑھ کر مفید علاج نفس کی بیماریوں کے لئے نہیں پایا۔ تَرَكْتُ مَا يُرِيْبُنِيْ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُنِيْ فَاسْتَرَحْتُ. (حلية الأولياء، ذكر حسان بن ابی سنان، جزء۳ صفحہ۱۱٦) جو بات مجھے کھٹکی کہ یہ نامناسب ہے، اُسے چھوڑ دیا اور وہ بات اختیار کی جس کی نسبت میرے ضمیر نے فتویٰ دیا کہ وہ مناسب ہے تو میں آرام پا گیا۔ ورع کے معنے ہیں شبہات سے بچنے کی کوشش کرنا۔ (اقرب الموارد- ورع) اَلْاِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ (مسلم، کتاب البر والصلة، باب تفسير البر والإثم) گناہ وہ ہے جو تیرے سینہ میں کھٹکے اور خلش پیدا کرے۔ ضمیر انسانی ہزاروں پردوں میں بھی خدا داد آواز کو کسی نہ کسی صورت میں انسان تک پہنچا دیتا ہے کہ فلاں بات ناجائز ہے؛ خواہ وہ حیلے بہانے سے ناجائز بات کے جواز کی صورتیں بنا بنا کر فطرت کی باطنی آواز بند رکھنے کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے۔ وہ کبھی بند نہیں ہوسکتی۔ قرآنِ مجید میں فطرت کی اِسی آواز کے بارے میں فرمایا گیا ہے: بَلِ الْاِنْسَانُ

عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ O وَلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ O (القیامة:۱۵-۱۶) حقیقت یہ ہے کہ انسان کا نفس خوب بینا ہے؛ خواہ وہ کتنے ہی عذر پیش کرے۔ یہ بصیرت ضمیر کی ہی آواز ہے۔ اِس فطرتی آواز کا تعلق اُن بنیادی اخلاق سے ہے جو دنیا میں ہر قوم وملت میں مسلّم ہیں؛ خواہ اُن کی عادات، رسم ورواج اور زبانوں میں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ اس تعلق میں تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر کبیر، تفسیر سورۃ الماعون، آیت نمبر ۲۔ نیز باب نمبر ۴، ۵ مع تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ٤ : مَا يُتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ

مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا جائے

٢٠٥٥: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ مَّسْقُوْطَةٍ فَقَالَ: لَوْ لَا أَنْ تَكُوْنَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا

۲۰۵۵: قبیصہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، انہوں نے طلحہ سے، طلحہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک گری پڑی کھجور کے پاس سے گزرے تو فرمایا: اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ صدقہ کی ہوگی تو میں اسے کھاتا۔

وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَجِدُ تَمْرَةً سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي.

اور ہمام (بن منبہ) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپؐ نے (یوں) فرمایا کہ میں اپنے بچھونے پر پڑی ہوئی کھجور پاتا ہوں۔

اطرافهُ: ٢٤٣١، ٢٤٣٢۔

بَاب ٥ : مَنْ لَّمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الشُّبُهَاتِ

وہ شخص جو وسوسوں اور اُن جیسی چیزوں کو مشتبہات میں سے نہیں سمجھتا

٢٠٥٦: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ: شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ

۲۰۵۶: ابونعیم (فضل بن دکین) نے ہم سے بیان کیا کہ (سفیان) بن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عباد بن تمیم سے، عباد نے اپنے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يَجِدُ فِي الصَّلَاةِ شَيْئًا أَيَقْطَعُ الصَّلَاةَ قَالَ: لَا حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيْحًا وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ: لَا وُضُوْءَ إِلَّا فِيْمَا وَجَدْتَ الرِّيْحَ أَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتَ.

اطرافهُ: ۱۳۷، ۱۷۷.

چچا (عبداللہ بن زید مازنی) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک شخص کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکوہ کیا گیا کہ اسے نماز میں (وضوٹوٹنے کے متعلق) کچھ وسوسے اُٹھتے ہیں۔ اِس صورت میں کیا وہ نماز توڑ دے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ پائے۔ اور (محمد) ابن ابی حفصہ نے زہری سے نقل کیا کہ وضو کی اس وقت ضرورت ہے جبکہ تو بو پائے یا آواز سنے۔

۲۰۵۷: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الطُّفَاوِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ قَوْمًا قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ قَوْمًا يَأْتُوْنَنَا بِاللَّحْمِ لَا نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمُّوا اللّٰهَ عَلَيْهِ وَكُلُوْهُ.

اطرافهُ: ۵۵۰۷، ۷۳۹۸.

۲۰۵۷: احمد بن مقدام عجلی نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن عبدالرحمٰن طفاوی نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہشام بن عروہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ بعض لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس لوگ گوشت لے کر آتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے (ذبح کرتے وقت) اس پر اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر بسم اللہ پڑھ لیا کرو اور اسے کھالو۔

تشریح: **مَا يُتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ:** امام موصوفؒ نے روایات کے انتخاب میں جو مثالیں پیش کی ہیں، حرمت اور اباحت سے اُن کا تعلق واضح ہے۔ اس غرض سے تین باب یکے بعد دیگرے قائم کئے ہیں۔ پہلے باب (نمبر ۳) میں حرمت سے متعلقہ تین مثالیں بیان کی ہیں۔ ایک مثال رشتے کی حرمت بوجہ رضاعت۔ دوسری مثال اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ۔ تیسری مثال شکاری کتے کا مارا ہوا جانور اور چوٹ سے مرا ہوا۔ آخری مثال سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشتبہ ہونے کی حالت میں حرمت کے صریح قرآنی حکم پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی۔

دوسرے باب (نمبر۴) میں آپؐ کے اپنے عمل درآمد کا حوالہ دیا گیا ہے۔ آپؐ صدقہ کی کھجوریں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ جب آپؐ گھر آتے تو اپنے بستر پر کھجور پاتے اور اِس خیال سے وہ نہ کھاتے کہ مبادا صدقہ کی ہو۔ پہلی روایت جو حضرت انسؓ سے مروی ہے، اس میں جگہ کا ذکر نہیں۔ یہ نقص بحوالہ ہمام حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے دور کیا گیا ہے۔ (حضرت ابو ہریرہؓ کی مکمل روایت کے لیے دیکھئے کتاب اللقطة، باب ۶ روایت نمبر ۲۴۳۲) اس میں جو مثال مذکور ہے، اُس کا تعلق وہم سے نہیں۔ کیونکہ کھجوریں بالعموم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپؐ کے گھر میں بھیجی جاتی تھیں، جنہیں آپؐ مستحقین میں تقسیم فرماتے تھے۔ اس لئے آپؐ نے غالب اِحتمال کی بناء پر احتیاط فرمائی۔ لفظ مَسْقُوطَةٌ بمعنے سَاقِطَةٌ مفعول کے وزن پر ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں آتا ہے: اِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَاْتِيًّا. (مريم:٦٢) یعنی اُس کا وعدہ آنے والا ہے۔ لفظ مَاْتِيًّا جو اسم مفعول ہے، اٰتِيًا کے معنوں میں ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ایک اور جگہ آتا ہے: حِجَابًا مَّسْتُوْرًا (بنی اسرائیل:۴۶) ایسا حجاب ہے جس نے پردہ ڈال رکھا ہے۔ یہاں لفظ مَسْتُور بمعنے سَاتِر ہے۔

مَنْ لَّمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الشُّبُهَاتِ: امام بخاریؒ نے تیسرے باب (نمبر۵) میں وسوسہ کی مثالیں دے کر اسے شکوک و شبہات سے خارج قرار دیا ہے۔ اگر وسوسہ کا ازالہ اَمر واقعہ یا کسی اور طریق سے ہو سکے تو ضرور کیا جائے۔ محض خیال پر شبہات کرنا درست نہیں بلکہ مرض وہم کو دعوت دینا ہے۔

باب ٦: قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا

اللہ عزوجل کا فرمانا: جب وہ تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو اُس پر ٹوٹ پڑتے ہیں (الجمعة:۱۲)

٢٠٥٨: حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمٍ قَالَ: حَدَّثَنِي جَابِرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَتْ مِنَ الشَّأْمِ عِيْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوْا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا. (الجمعة:١٢)

اطرافه: ٩٣٦، ٢٠٦٤، ٤٨٩٩۔

۲۰۵۸: طلق بن غنام نے ہم سے بیان کیا کہ زائدہ (بن قدامہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حصین سے، حصین نے سالم (بن ابی جعد) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک بار نماز پڑھ رہے تھے کہ اِس اَثناء میں ایک قافلہ شام سے غلّہ لادے ہوئے آیا تو لوگ اُسے دیکھنے کے لئے چل پڑے۔ یہاں تک کہ نبی ﷺ کے ساتھ بارہ مردوں کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: جب وہ تجارت یا تماشہ دیکھتے ہیں تو اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

تشریح: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا: باب کے عنوان میں مشارالیہ آیت کا حوالہ بطور تمہید باب نمبر۱ میں گذر چکا ہے۔اب اسے الگ عنوان میں دوبارہ لا کر روایت نمبر۲۰۵۸ کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے کہ تجارتی کاروبار میں اگر دین کو مقدم کیا جائے تو وہ کاروبار مبارک اور وسیلہ معاش پسندیدہ ہے۔قابل مذمت وہ اَمر ہے جس میں سوءِ تصرف ہو۔اس لئے بعض فقہاء نے جو تجارت کے بارے میں اباحت علی الاطلاق کا فتویٰ دیا ہے، وہ درست نہیں۔(فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۶۶-شرح باب۱) جس واقعہ کا ذکر روایت زیر باب میں ہے اس کی وضاحت کے لیے کتاب الجمعة باب۳۸ روایت نمبر۹۳۶، کتاب البیوع باب۷و۸ مع تشریح دیکھئے۔

بَاب۷: مَنْ لَّمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ

ایسے شخص کے بیان میں جو روپیہ کمانے میں حلال حرام کی پرواہ نہیں کرتا

۲۰۵۹: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ.

طرفہ: ۲۰۸۳۔

۲۰۵۹: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا کہ سعید مقبری نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا۔ آدمی اِس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اُس کی کمائی حلال سے ہے یا حرام سے۔

تشریح: مَنْ لَّمْ يُبَالِ مِنْ حَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ: اُس شخص کی تجارت بابرکت نہیں ہوتی جو اپنے کاروبار میں حلال وحرام کی پرواہ نہیں کرتا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زمانہ میں مذکورہ بالا پیشگوئی فرمائی کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس وقت حلال وحرام کی پرواہ نہ کی جائے گی، صحابہ کرامؓ تجارتی کاروبار میں پوری دیانت وامانت سے کام لیتے تھے؛ جو آپؐ کی تربیت کا نتیجہ تھا۔جمعہ کے دن اثنائے خطبہ میں غلے کا قافلہ دیکھنے کے لئے بعض لوگوں کا چلا جانا اُس وقت سے تعلق رکھتا ہے کہ جب اُن کی تربیت ابتدائی حالت میں تھی۔چنانچہ مابعد کے باب میں اُن کی تربیت کے اعلیٰ نمونہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ابتدائی تربیت اور مابعد کی تربیت میں نمایاں فرق ہے۔یہی فرق دکھانے کے لئے دو باب (نمبر۶، ۷) یکے بعد دیگرے قائم کئے گئے ہیں۔

بَاب ۸: اَلتِّجَارَةُ فِي الْبَزِّ☆ وَغَيْرِهِ

خشکی☆ وغیرہ میں تجارت کرنے کے بارے میں

وَقَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور: ٣٨) وَقَالَ قَتَادَةُ: كَانَ الْقَوْمُ يَتَبَايَعُوْنَ وَيَتَّجِرُوْنَ وَلٰكِنَّهُمْ إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِنْ حُقُوْقِ اللّٰهِ لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ حَتّٰى يُؤَدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ.

اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: وہ ایسے مرد ہیں نہ تجارت انہیں خدا کی یاد سے غافل کرتی ہے اور نہ خرید وفروخت۔ اور قتادہ نے کہا: یہ وہ لوگ تھے جو آپس میں خرید وفروخت اور تجارت کرتے تھے۔ مگر جب اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق اُن کے سامنے آجاتا تو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تجارت اور خرید وفروخت اُن کو غافل نہ کرتی اور وہ اللہ تعالیٰ کا حق اَدا کرتے۔

٢٠٦٠-٢٠٦١: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ: كُنْتُ أَتَّجِرُ فِي الصَّرْفِ فَسَأَلْتُ زَيْدَ ابْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح.

۲۰۶۰-۲۰۶۱: ابوعاصم نے ہم سے بیان کیا۔ ابن جریج سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ عمرو بن دینار نے ابومنہال (عبدالرحمٰن بن مطعم) سے روایت کرتے ہوئے مجھے خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ میں صرافی کا کاروبار کیا کرتا تھا۔ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...

وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَعَامِرُ بْنُ مُصْعَبٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا الْمِنْهَالِ يَقُوْلُ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ

اور فضل بن یعقوب نے بھی مجھ سے بیان کیا کہ حجاج بن محمد نے ہمیں بتایا۔ ابن جریج نے کہا: عمرو بن دینار اور عامر بن مصعب نے مجھے خبر دی کہ اُن دونوں نے ابومنہال (عبدالرحمٰن بن مطعم) سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ

☆ عمدۃ القاری میں لفظ الْبَزّ کی بجائے لفظ الْبَرّ ہے۔ ترجمہ اس کے مطابق ہے۔ اَلتِّجَارَةُ فِي الْبَزِّ سے مراد کپڑے کا کاروبار کرنا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۷۴) ابن عساکرؒ نے بھی الْبَرّ کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ اگلے باب "اَلتِّجَارَةُ فِي الْبَحْرِ" کے زیادہ قریب ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۷۶)

ابْنَ أَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَا: كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَ: إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ وَإِنْ كَانَ نَسِيْئًا فَلَا يَصْلُحُ.

سے صرافی کی بابت دریافت کیا تو ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم دونوں تاجر تھے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرافی کی بابت پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر دست بدست، نقد بہ نقد ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اور اگر بعد کو اَدا کیا جائے تو درست نہیں۔

اطرافہُ: ۲۱۸۰-۲۱۸۱، ۲۴۹۷-۲۴۹۸، ۳۹۳۹-۳۹۴۰۔

تشریح: اَلتِّجَارَةُ فِي الْبَرِّ: بَرّی اور بحری تجارت کے تعلق میں تین باب ہیں۔ان میں سے پہلے باب (نمبر ۸) میں سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۸ کا حوالہ دیا گیا ہے: فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (النور: ۳۷ تا ۳۹) وہ چراغ جو انوارِ الٰہیہ سے منور ہیں، ایسے گھروں میں ہیں جن کے بلند کئے جانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا ہے اور ان میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ان میں اس کی تسبیح کی جاتی ہے۔صبح کے اوقات میں بھی اور شام کے اوقات میں بھی۔(یہ ذکر کرنے والے) مرد وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے سے اور زکوۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے نہ سوداسلف۔وہ اُس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اُلٹ جائیں گے اور آنکھیں پھٹ جائیں گی۔اللہ اپنے فضل سے ایسے مردوں کو اُن کے اعمال کی بہتر سے بہتر جزا دے گا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے رزق بغیر حساب دیتا ہے۔

عنوانِ باب میں قتادہؒ کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ محولہ بالا آیت کا تعلق صحابہ کرامؓ سے ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرنظر تربیت پائی۔ایک وہ وقت تھا کہ اُن میں سے بعض خطبہ جمعہ کے دوران میں منڈی کی طرف دوڑ پڑے۔پھر اُن کی حالت اُس وصف کی مصداق ہوگئی، جس کا بیان آیت کریمہ میں ہے۔ اِس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مربیانہ شان نمایاں ہے۔اس کی تائید حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ صحابہ کرامؓ بازار میں اپنے اپنے تجارتی کاروبار میں مشغول ہوتے۔جونہی نماز کا وقت ہوتا، دکانیں مقفل کر کے باجماعت نماز میں شریک ہونے کے لئے مسجد میں آجاتے تھے۔ان کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ محولہ بالا آیت کا تعلق صحابہ کرامؓ سے ہے۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۷۷)

روایت نمبر ۲۰۶۰-۲۰۶۱ میں صرافہ کے جواز وعدمِ جواز کا ذکر ہے۔لیکن عنوانِ باب میں تجارت من حیث العموم

مذکور ہے، اصل مقصود نہیں۔ بلکہ اس کا بیان زیر باب ۸۰، ۸۱ میں مفصل آئے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے چونکہ صرافہ کا تعلق سونے چاندی کے مبادلہ سے ہے اور ظاہر ہے کہ زرِ مبادلہ اشیائے تجارت کے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہونے کا بڑا ذریعہ رہا ہے۔ اس لئے متعلقہ روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صرافہ کا کاروبار موجود تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جائز قرار دیا؛ بشرطیکہ مبادلہ نقد بہ نقد ہو اور اس میں سود کا شائبہ نہ پایا جائے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اِس قسم کا سود نہ تھا جو آج کل کاروباری دنیا میں اشیاء کی پیداوار میں رائج ہے، اُن کا خیال درست نہیں۔

روایت کی سند میں جس ابومنہال راوی کا ذکر ہے یہ وہ نہیں ہیں جو حضرت ابو برزہ اسلمیؓ کے ساتھی تھے۔ اُن کا نام سیار بن سلامہ ہے۔ جبکہ اِن کا نام عبدالرحمن بن مطعم ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۷۷)

بَاب ۹ : اَلْخُرُوْجُ فِي التِّجَارَةِ

تجارت کے لئے باہر جانا

وَقَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الجمعة: ۱۱)

اور اللہ عزوجل کا یہ فرمانا: زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی جستجو کرو۔

۲۰۶۲: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ عُبَيْدِ ابْنِ عُمَيْرٍ أَنَّ أَبَا مُوْسَى الْأَشْعَرِيَّ اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَّهُ وَكَأَنَّهُ كَانَ مَشْغُوْلًا فَرَجَعَ أَبُو مُوْسَى فَفَرَغَ عُمَرُ فَقَالَ: أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ائْذَنُوْا لَهُ قِيْلَ: قَدْ رَجَعَ فَدَعَاهُ

۲۰۶۲: محمد بن سلام نے مجھ سے بیان کیا کہ مخلد بن یزید نے ہمیں بتایا۔ ابن جریج نے ہمیں خبر دی، کہا: عطاء (بن ابی رباح) نے مجھے بتایا۔ عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے اِجازت طلب کی تو انہیں اجازت نہ دی گئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (حضرت عمرؓ) مشغول تھے۔ حضرت ابوموسیٰؓ واپس چلے گئے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ فارغ ہوئے اور فرمایا: کیا عبداللہ بن قیسؓ (ابوموسیٰ) کی آواز میں نے نہ سنی تھی؟ انہیں (اندر آنے کی) اِجازت دو۔ آپؓ سے کہا گیا کہ وہ تو

فَقَالَ: كُنَّا نُؤْمَرُ بِذَلِكَ. فَقَالَ: تَأْتِيْنِي عَلَى ذَلِكَ بِالْبَيِّنَةِ فَانْطَلَقَ إِلَى مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوْا: لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلَى هَذَا إِلَّا أَصْغَرُنَا أَبُو سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ فَذَهَبَ بِأَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ فَقَالَ عُمَرُ: أَخَفِيَ عَلَيَّ هَذَا مِنْ أَمْرِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ يَعْنِي الْخُرُوْجَ إِلَى التِّجَارَةِ.

واپس چلے گئے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے اُن کو بلایا (اور دریافت کیا) تو (حضرت ابوموسیٰؓ نے) کہا: ہمیں یہی حکم ہوتا تھا (کہ جب اجازت نہ ملے تو واپس چلے جایا کریں) تو حضرت عمرؓ نے کہا: آپؓ کو اِس بات پر شہادت لانی ہوگی۔ چنانچہ وہ مجالس انصار کی طرف چلے گئے اور اُن سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اِس معاملہ میں آپؓ کے لئے کوئی شہادت نہیں دے گا، مگر وہ جو ہم سب میں سے کمسن ہے۔ یعنی ابوسعید خدریؓ۔ تب وہ حضرت ابوسعید خدریؓ کو ساتھ لے گئے۔ (اُن کی بات سن کر) حضرت عمرؓ نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ کا یہ اِرشاد مجھ سے پوشیدہ رہ گیا؟ منڈیوں میں لین دین نے مجھے غافل رکھا۔ اِس سے اُن کی یہ مراد تھی کہ وہ تجارت کے لئے باہر جایا کرتے تھے۔

اطرافہ: ٦٢٤٥، ٧٣٥٣.

تشریح: اَلْخُرُوْجُ فِي التِّجَارَةِ: ابن منیر کی رائے ہے کہ اِس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ بات بتانا ہے کہ تجارت کے لئے نقل وحرکت ایک ضروری اَمر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے بوجہ سفر جو محرومی ہو جایا کرتی تھی، اُس سے چارہ نہ تھا۔ شریعت اسلامیہ اِس سے نہیں روکتی۔ اُن کے نزدیک اِس میں زاہدین کا ردّ ہے جو غلو سے کام لیتے ہیں۔ ابن بطالؒ نے بھی ان کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۷۸)

قرآن مجید کا ارشاد فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ. (الجمعة:۱۱) اس بارے میں نص صریح ہے جس کا حوالہ پہلے باب میں گذر چکا ہے اور یہاں اِس کا اعادہ اس غرض سے ہے کہ یہ حکم وجوب کی صورت رکھتا ہے۔ تجارت کے لئے سفر لازمی ہے۔ عمدہ سے عمدہ اور سستے دام اشیاء کی فراہمی سفر کی متقاضی ہے۔

بَاب ١٠ : اَلتِّجَارَةُ فِي الْبَحْرِ

سمندر میں تجارت کرنا

وَقَالَ مَطَرٌ: لَا بَأْسَ بِهِ وَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ فِي الْقُرْآنِ إِلَّا بِحَقٍّ ثُمَّ تَلَا: وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهِ (النحل: ١٥) وَالْفُلْكُ السُّفُنُ الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَاءٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ: تَمْخَرُ السُّفُنُ الرِّيْحَ وَلَا تَمْخَرُ الرِّيْحَ مِنَ السُّفُنِ إِلَّا الْفُلْكُ الْعِظَامُ.

اور مطر (بن طہمان) نے کہا: اِس میں کوئی اندیشے کی بات نہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں حق بات کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر انہوں نے (یہ آیت) پڑھی: تو جہازوں کو دیکھتا ہے کہ وہ سمندر میں پانی کو چیرتے ہوئے چلے جارہے ہیں اور تا تم اللہ کے فضل کی جستجو کرو۔ (لفظ) اَلْفُلْکُ مفرد اور جمع کے لئے ایک سا ہے۔ اس سے مراد بڑی کشتیاں ہیں۔ اور مجاہد نے کہا: کشتیوں میں سے وہی ہوا کو پھاڑتی ہیں جو بڑی بڑی ہوں۔

٢٠٦٣: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ خَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ. حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بِهِ.

۲۰۶۳: اور لیث نے کہا: جعفر بن ربیعہ نے مجھ سے بیان کیا انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جو سمندر میں سفر پر گیا تھا اور اپنی ضرورت اُس نے پوری کی اور ساری حدیث بیان کی۔ عبداللہ بن صالح نے مجھ سے بیان کیا کہ لیث نے مجھے اس کے متعلق بتایا۔

اطرافهُ: ١٤٩٨، ٢٢٩١، ٢٤٠٤، ٢٤٣٠، ٢٧٣٤، ٦٢٦١۔

تشریح: **اَلتِّجَارَةُ فِي الْبَحْرِ**: بعض فقہاء نے بحری سفر کے خلاف فتویٰ دیا ہے کہ سمندر کا سفر محلِ خوف اور مخاطرۂ نفس ہے جو منشاءِ آیت لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (البقرة: ١٩٦) کے خلاف ہے۔ یعنی اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالا جائے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۷۸) اَز روئے سیاقِ کلام آیت کا یہ مفہوم نہیں بلکہ اِس کے برعکس یہ ہے کہ اگر انفاق فی سبیل اللہ میں کوتاہی کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ غرض اِس باب میں انہی فقہاء

کارد مقصود ہے اور عنوانِ باب میں جس آیت کا حوالہ اِس تعلق میں دیا گیا ہے، اس میں جہاز رانی کو اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضلوں میں سے شمار کیا گیا ہے۔ پوری آیت یہ ہے: وَهُوَ الَّذِىْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ٥(النحل:۱۵) اسی نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ تم اس میں سے مچھلی کا تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور کا سامان بھی نکالو؛ جسے تم پہننے کے کام میں لاتے ہو اور تو اس میں سے کشتیوں کو پانی پھاڑتے ہوئے اور زور سے چلتے ہوئے دیکھتا ہے۔ (تاتم سمندری سفر طے کرو) اور اس کے فضل کی جستجو کرو اور تاتم اس کے شکر گذار رہو۔

آیت کے سیاق سے ظاہر ہے کہ بحری سفر محل احسان شماری اور شکر گذاری ہے، نہ کہ خوف وخطر کی وجہ سے محل ممانعت ہے۔ اس آیت میں ترغیب دی گئی ہے کہ سمندر ربانی نعمتوں کے مخزن ہیں اور وہ انسان کے زیر تسخیر ہیں کہ ان سے بذریعہ سفر قسما قسم کے فوائد اُٹھائے جائیں اور آج ذرائع نقل وحرکت کے طفیل جس قدر نفع ان سمندروں سے اُٹھایا جاتا ہے اور مختلف ملکوں کی اشیاء ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جاتی ہیں؛ اُس کا یہاں بیان کرنا ممکن نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اَلْفُلْک اور مَوَاخِر کی لغوی تشریح انہی دُور دراز بابرکت سفروں کی طرف اِشارہ کرنے کی غرض سے کی ہے۔

مَخَرَ کے معنے پھاڑنا اور ایسی رفتار جس سے آواز نکلے، جو ہوا اور پانی کے تصادم سے پیدا ہوتی ہے اور یہ بادبانی جہاز ہیں، جو ہواؤں کے زور سے چلتے ہیں اور اکثر اہل لغت کا اسی پر اتفاق ہے۔ فریابی نے بھی اپنی تفسیر میں مجاہد کا یہ قول انہی معنوں میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۳۷۹)

رَجُلًا مِّنْ بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ: اس اسرائیلی شخص سے متعلقہ لیث کے قول کا حوالہ صحیح بخاری کتاب الکفالۃ باب اوّل روایت نمبر ۲۲۹۱ میں مفصل مذکور ہے۔ اِن حوالوں کے سوا زیر باب اور کوئی روایت درج نہیں کی گئی اور ان سے یہ بتانا مقصود ہے کہ تجارت کی غرض سے سمندری سفر کا دستور قدیم ایام سے چلا آتا ہے، جبکہ کشتی بانی اِبتدائی حالت میں تھی۔ جب تک اس کے خلاف کوئی شرعی دلیل قائم نہ ہو، اس بارے میں ممانعت کا فتویٰ درست نہیں۔ بلکہ نصّ صریح کے خلاف ہے۔ کیونکہ اِس بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ یہ ہے: فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ.(الجمعة:۱۱)

بَاب ۱۱ : وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا

جب وہ تجارت یا تماشہ دیکھیں، وہ اُس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں۔ (الجمعة:۱۲)

وَقَوْلُهٗ جَلَّ ذِكْرُهٗ: رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور:۳۸) اور اللہ جل ذکرہ کا یہ فرمانا: وہ ایسے مرد ہیں جنہیں اللہ کے ذکر سے نہ تجارت غافل کرتی ہے نہ لین دین۔

وَقَالَ قَتَادَةُ: كَانَ الْقَوْمُ يَتَّجِرُوْنَ اور قتادہ نے کہا: یہ وہ لوگ تھے جو آپس میں تجارت

وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا نَابَهُمْ حَقٌّ مِّنْ حُقُوْقِ اللّٰهِ لَمْ تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ حَتّٰى يُؤَدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ.

کرتے تھے مگر جب اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق ان کے سامنے آجاتا تو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تجارت اور خرید وفروخت ان کو غافل نہ کرتی۔ وہ اللہ کا حصہ بہر کیف اَدا کرتے۔

٢٠٦٤: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَقْبَلَتْ عِيْرٌ وَنَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ فَانْفَضَّ النَّاسُ إِلَّا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ۭ (الجمعة:١٢)

اطرافہ: ٩٣٦، ٢٠٥٨، ٤٨٩٩۔

۲۰۶۴: محمد (بن سلام بیکندی) نے مجھ سے بیان کیا، کہا: محمد بن فضیل نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حصین (بن عبدالرحمٰن) سے، حصین نے سالم بن ابی جعد سے، سالم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک تجارتی قافلہ آیا؛ جبکہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ رہے تھے تو لوگ بکھر گئے، سوائے بارہ مردوں کے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: جب وہ تجارت یا کھیل تماشہ دیکھیں تو اُس پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور تجھے کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔

تشریح: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ِۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا: سورۂ جمعہ کی آخری آیت کا تیسری بار پھر حوالہ دے کر سابقہ مضمون میں ربط پیدا کر دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تجارتی قافلہ کے آنے کی خبر سن کر نمازِ جمعہ کے دوران چلے گئے۔ یہ ابتدائی زمانے کا واقعہ ہے۔ بعد میں تو انہوں نے نہایت اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے۔ وہ حقوق اللہ کے تقاضے کو دنیا کے کاروبار پر ہمیشہ مقدم کیا کرتے تھے۔ روایت نمبر ۲۰۵۸ میں یہ الفاظ ہیں: بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ اِذْ اَقْبَلَتْ ...... اور روایت نمبر ۲۰۶۴ میں ہے: اَقْبَلَتْ عِيْرٌ وَّنَحْنُ نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ...... دونوں روایتوں سے ظاہر ہے کہ نماز کی حالت میں لوگ منڈی کی طرف چل دیے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ابتدائی زمانہ ہجرت کا واقعہ ہے جبکہ لوگ مسائل نماز سے ناواقف تھے۔

بَاب ١٢ : قَوْلُ اللهِ تَعَالَى: اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: خرچ کرو پاکیزہ چیزوں میں سے جو تم کماؤ۔ (البقرۃ:۲۶۸)

٢٠٦٥: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا.

۲۰۶۵: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابووائل سے، ابووائل نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت اپنے گھر کی خوراک میں سے اللہ کی راہ میں ایسے طور پر کچھ خرچ کرے کہ بگاڑ کی نیت نہ ہو؛ تو اُسے اُس کا اجر ملے گا، اس وجہ سے کہ اُس نے خرچ کیا۔ اور اُس کے خاوند کو بھی، اِس لئے کہ اُس نے کمایا۔ اور خزانچی کو بھی ویسا ہی۔ وہ ایک دوسرے کے اجر کو کم نہیں کریں گے۔

اطرافہُ: ١٤٢٥، ١٤٣٧، ١٤٣٩، ١٤٤٠، ١٤٤١.

٢٠٦٦: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهَا☆ نِصْفُ أَجْرِهِ.

۲۰۶۶: یحییٰ بن جعفر نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے ہمام (بن منبّہ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے میں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جب عورت اپنے خاوند کی کمائی سے بغیر اُس کی اِجازت کے خرچ کرے تو اُس (مرد☆) کو بھی اُس کا آدھا اَجر ملے گا۔

اطرافہُ: ٥١٩٢، ٥١٩٥، ٥٣٦٠.

☆ بعض نسخوں میں اس جگہ لفظ "فَلَهُ" درج ہے۔ (دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۸۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ : جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ یہاں اِس لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک جو حکم آیت متذکرہ بالا میں ہے، اُس کی تعمیل کسب مال کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ مرد اور عورت کوئی فرد بھی بغیر دولت محولہ بالا حکم کی تعمیل سے عہدہ برانہیں ہوسکتا۔ پوری آیت یہ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ص وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ہ (البقرة:۲۶۸) {اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جو کچھ تم کماتے ہو، اس میں سے اور اس میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین میں سے نکالا ہے پاکیزہ چیزیں خرچ کرو۔ اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے وقت اس میں سے ایسی ناپاک چیز کا قصد نہ کیا کرو کہ تم اُسے ہرگز قبول کرنے والے نہ ہو، سوائے اس کے کہ تم (سبکی کے خیال سے) اس سے صرفِ نظر کرو۔ اور جان لو کہ اللہ بے نیاز (اور) بہت قابلِ تعریف ہے۔} یہ آیت کتاب الزکاۃ (باب۲۹) میں بھی گذر چکی ہے۔

یہاں یہ مسئلہ مدنظر نہیں کہ عورت اِذن یا بغیر اِذن بطور صدقہ خرچ کرسکتی ہے بلکہ یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ کسب معاش لابدی ضروریاتِ زندگی مہیا کرنے کی غرض سے ہی ضروری نہیں بلکہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ تا انسان شریعت کے اس حصے پر عمل کرنے کے قابل ہو؛ جس کا تعلق زکوٰۃ وصدقات وغیرہ کی اِطاعت سے ہے۔ بیع وشراء میں بھی ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنی نیت درست رکھے اور احکام الٰہی کی بجاآوری اس کا اصل مقصود ہے۔

بَاب۱۳ : مَنْ أَحَبَّ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ

جو چاہے کہ رزق میں (اس کے لئے) کشائش ہو

۲۰۶۷ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوْبَ الْكِرْمَانِيُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ مُحَمَّدٌ هُوَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ.

طرفہ: ۵۹۸٦۔

۲۰۶۷: محمد بن ابویعقوب کرمانی نے ہم سے بیان کیا کہ حسان (بن ابراہیم) نے ہمیں بتایا (وہ کہتے ہیں) یونس نے ہمیں بتایا۔ محمد (بن مسلم) جو زہری ہیں، نے کہا: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جس کی یہ پسند ہو کہ اُس کے رزق میں کشائش ہو (اور نیکیوں کا زیادہ سے زیادہ اُسے موقع ملے) اور اُس کی عمر دراز ہو تو چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

تشریح. مَنْ أَحَبَّ الْبَسْطَ فِي الرِّزْقِ: یہ باب بھی سابقہ مضمون کے تابع ہے۔صلہ رحمی جیسا اہم فرض بھی بغیر مال ادا نہیں ہوسکتا۔اس بارہ میں قرآنِ مجید کا اصولی ارشاد یہ ہے: اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَo وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ...... لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِo (الرعد:۲۱تا۲۳) {وہ لوگ جو اللہ کے (ساتھ کئے ہوئے) عہد کو پورا کرتے ہیں اور میثاق کو نہیں توڑتے اور وہ لوگ جو اُسے جوڑتے ہیں جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا.....یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے (آخرت کے) گھر کا (بہترین) انجام ہے۔} نیز اسی تعلق میں سورۂ بقرہ کی یہ آیات بھی دیکھئے جن میں قطع تعلق کرنے والے کو فاسق اور خاسر قرار دیا گیا ہے۔آیات یہ ہیں: وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَo الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۖ وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ o (البقرة :۲۷-۲۸) {اور وہ اس کے ذریعہ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں ٹھہراتا۔یعنی وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اسے مضبوطی سے باندھنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور ان (تعلقات) کو کاٹ دیتے ہیں جن کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جو گھاٹا پانے والے ہیں۔}

بَاب ١٤: شِرَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّسِيْئَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُدھار پر خریدنا

٢٠٦٨: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُوْدِيٍّ إِلَى أَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِّنْ حَدِيْدٍ.

۲۰۶۸: معلّٰی بن اسد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں بتایا کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ ہم نے ابراہیم (نخعی) سے اِس اَمر کا اِستفسار کیا کہ (کیا) اُدھار کے سودے میں رہن (رکھنے کے بارے میں کوئی روایت ہے؟) تو انہوں نے بتایا کہ اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے مقررہ میعاد کے لئے غلہ خریدا اور لوہے کی ایک زِرہ اُس کے پاس گرو رکھی۔

اطرافہُ: ٢٠٩٦، ٢٢٠٠، ٢٢٥١، ٢٢٥٢، ٢٣٨٦، ٢٥٠٩، ٢٥١٣، ٢٩١٦، ٤٤٦٧۔

٢٠٦٩: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ ح.

۲۰۶۹: مسلم (بن ابراہیم) نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔قتادہ نے ہم سے بیان کیا کہ

وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ أَبُو الْيَسَعِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ مَشَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعًا لَّهُ بِالْمَدِيْنَةِ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ وَأَخَذَ مِنْهُ شَعِيْرًا لِّأَهْلِهِ وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعُ بُرٍّ وَلَا صَاعُ حَبٍّ وَإِنَّ عِنْدَهُ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ.

حضرت انسؓ سے مروی ہے۔اس کی دوسری سند یوں ہے: اور محمد بن عبداللہ بن حوشب نے مجھ سے بیان کیا کہ اسباط ابوالیسع بصری نے ہمیں بتایا کہ ہشام دستوائی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جَو کی روٹی اور کچھ چربی جو بودار تھی لائے۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھ کر اس سے اپنے گھر والوں کے لیے جَو لائے تھے۔اور میں نے انہیں (حضرت انسؓ کو) یہ کہتے سنا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے پاس ایک صاع گندم یا ایک صاع کسی غلے کا شام تک نہیں رہا جبکہ آپؐ کے پاس نو بیویاں تھیں۔

طرفہ: ۲۵۰۸۔

تشریح: شِرَآءُ النَّبِيِّ ﷺ بِالنَّسِيْئَةِ: خرید وفروخت میں اگر ادائیگی کے لئے نقد قیمت نہ ہو تو کیا صورت اختیار کی جائے؟ اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل دو روایتیں نقل کر کے بتایا گیا ہے کہ رہن رکھے، تا تاجر مطمئن رہے۔

ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اور دوسری روایت حضرت انسؓ کی ہے جو دو سندوں سے مروی ہے۔ ایک سند ابوالیسع بصری ابن عبدالواحد اسباط کی ہے۔صحیح بخاریؒ میں ان کی یہی ایک روایت ہے۔دوسری سند سے اس کو تقویت دی گئی ہے۔اس تعلق میں باب ۳۳ روایت نمبر ۲۰۹۶ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ١٥ : كَسْبُ الرَّجُلِ وَعَمَلُهُ بِيَدِهِ

آدمی کا کمانا اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا

٢٠٧٠ : حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنِي عَلِيُّ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ قَالَ: لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَّئُوْنَةِ أَهْلِي وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِّنْ هَذَا الْمَالِ وَاَحْتَرِفُ☆ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ.

۲۰۷۰: اسماعیل بن عبداللہ نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) علی بن وہب نے مجھے بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فرمایا: میری قوم کو علم ہی ہے کہ میرا پیشہ ایسا نہ تھا کہ جس سے میں اپنے گھر والوں کی خوراک مہیا نہ کرسکتا۔ مگر اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں۔ سو ابوبکر کے اہل وعیال اب بیت المال سے کھائیں گے اور وہ (ابوبکر) مسلمانوں کے لئے اِس مال میں کاروبار کرے گا☆ (اور تجارت سے ان کا مال بڑھاتا رہے گا۔)

٢٠٧١ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ فَكَانَ يَكُوْنُ لَهُمْ أَرْوَاحٌ فَقِيْلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ.

۲۰۷۱: محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن یزید نے ہمیں بتایا۔ سعید (بن ابی ایوب) نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ ابوالاسود نے مجھے بتایا کہ عروہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اپنے کام خود کرتے اور اُن سے پسینے کی بو آتی تو اُن سے کہا گیا: اگر تم نہا لیا کرو تو اچھا ہے۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ "يَحْتَرِفُ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۸۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

رَوَاهُ هَمَّامٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ.

اطرافہ: ۹۰۲، ۹۰۳۔

ہمام نے بھی یہ روایت کی۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہؓ سے۔

۲۰۷۲: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ أَنْ يَّأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ.

۲۰۷۲: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عیسیٰ بن یونس نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ثور سے، ثور نے خالد بن معدان سے، خالد نے حضرت مقدام (بن معدی کرب) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ انسان کا اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھانا کھانے سے بڑھ کر کوئی کھانا نہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی ہی کھایا کرتے تھے۔

۲۰۷۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ دَاوُدَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ.

اطرافہ: ۳٤۱۷، ٤۷۱۳۔

۲۰۷۳: یحییٰ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا۔ معمر نے ہمیں خبر دی۔ ہمام بن منبّہ سے روایت ہے۔ (انہوں نے کہا:) حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ نبی داؤد علیہ السلام نہیں کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کی کمائی سے۔

۲۰۷٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ

۲۰۷۴: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، انہوں نے ابوعبید سے، جو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے آزاد کردہ غلام تھے،

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ يَّحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ.

اطرافہُ: ۱٤۷۰، ۱٤۸۰، ۲۳۷٤۔

روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی لکڑیاں کاٹ کر اپنی پیٹھ پر گٹھا لائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے مانگے؛ خواہ وہ اُسے دے یا نہ دے۔

۲۰۷۵: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلَهُ... .

اطرافہُ: ۱٤۷۱، ۲۳۷۳۔

۲۰۷۵: یحییٰ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ وکیع نے ہمیں بتایا۔ ہشام بن عروہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک کا اپنی رسیاں لینا (اور لکڑیاں باندھ کر لانا سوال کرنے سے بہتر ہے۔)

تشریح: **كَسْبُ الرَّجُلِ وَعَمَلُهُ بِيَدِهِ:** لفظ کسب یعنی کمائی کا مفہوم عام ہے۔ دستکاری یعنی ہاتھ کا کام خاص ہے جیسے صنعت وحرفت۔ عنوانِ باب میں جو جملہ اِختیار کیا گیا ہے، اس میں خاص کا عطف عام پر ہے۔ ذرائع کسب معاش کی اقسام اس باب میں بتائی گئی ہیں۔ علامہ ماوردیؒ نے کسب کی اصولاً تین قسمیں بیان کی ہیں: صنعت، زراعت اور تجارت۔ امام شافعیؒ نے تجارت کو سب سے افضل قرار دیا ہے اور علامہ ماوردی کے نزدیک زراعت افضل ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۸۴) مگر افضلیت ایک نسبتی امر ہے جو تمدنی ضرورت اور مختلف اشخاص کے حالات سے تعلق رکھتی ہے اور کسی چیز کا افضل ہونا نہ ہونا ضرورت وحالات پر موقوف ہے۔ بعض ملک زمین کی نوعیت اور پانی کی فراوانی کے سبب زراعت کے مناسب ہیں اور بعض جغرافیائی حالت کے لحاظ سے صنعت وحرفت کے لئے موزوں ہیں۔

اس باب کے تحت چھ روایتیں منقول ہیں۔ پہلی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ تدبیر مملکت ایک اہم منصب ہے اور اس منصب سے متعلقہ فرائض کی ادائیگی اور ملکی نظم ونسق کا شغل کسب معاش کے لئے فرصت کا لمحہ نہیں چھوڑتے اور جو شخص اس منصب پر فائز ہو، اُس کی ذاتی ضروریات کو پورا کرنا بیت المال کا فرض ہے۔ دوسری روایت میں صحابہ کرامؓ کا ذکر ہے کہ وہ ہر قسم کا کام کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ قلبہ رانی اور آبپاشی کی خدمت اور قلیوں تک کے مشقت آمیز کام سے دریغ نہ کرتے تھے؛ جس سے وہ پسینہ پسینہ ہوجاتے۔ تیسری اور چوتھی روایتوں میں صنعت وحرفت کا ذکر ہے، جس کے لئے

حضرت داؤد علیہ السلام کی مثال دی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذریعہ معاش بہترین قرار دیا ہے۔ پانچویں اور چھٹی روایت میں جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانے اور بیچنے کا ذکر ہے جو محنت ومشقت چاہتا ہے اور اِس میں تجارت کی بھی صورت ہے۔

علم اقتصاد نے اقسامِ محنت کے لئے دو اصطلاحیں تجویز کی ہیں۔ایک منتج یعنی پیدا کرنے والے کام۔مثلاً زراعت، حرفت اور صناعت۔اور دوسری قسم غیر منتج؛ یعنی وہ کام جو خود تو پیدا نہیں کرتے، البتہ پیداوار کو مصرف میں لانے والے ہیں۔مگر یہ اصطلاحیں بھی درحقیقت نسبتی ہیں۔مثلاً حکومت کے کارکن پیداوار اور افزائش دولت کے نظام میں اِس لحاظ سے ممد کارکن ہیں کہ وہ ملک میں امن عامہ بحال رکھتے ہیں۔ چوری جب تک کسی ملک سے غائب نہ ہو جائے تب تک کوئی پیشہ ور یا تاجر اطمینان سے کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا جو نتیجہ خیز ہو۔اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایات کی ترتیب میں تدبیر مملکت کو نمبر اوّل پر رکھا ہے۔

باب کی آخری روایت نا تمام ہے۔فقرہ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلَهُ... پر ہی روایت ختم کر دی ہے، یہ بتانے کے لئے کہ بعض روایتوں میں حُزْمَة یعنی گٹھے کی جگہ لفظ اَحْبُلَهُ (جو حَبْلٌ یعنی رسی کی جمع ہے) وارد ہوا ہے۔

بَاب ١٦ : اَلسُّهُوْلَةُ وَالسَّمَاحَةُ فِي الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ

خرید وفروخت میں آسانی اور نرمی اختیار کرنا اور جو (اپنے) حق کا مطالبہ کرے تو اُسے چاہیے کہ وہ نرمی کرے

٢٠٧٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَحِمَ اللهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرَى وَإِذَا اقْتَضَى.

۲۰۷۶: علی بن عیاش نے ہم سے بیان کیا کہ ابوغسان محمد بن مطرف نے ہمیں بتایا، کہا کہ محمد بن منکدر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُس خوش خلق شخص پر رحم کرے (جو اپنی خوش خلقی کا نمونہ اس وقت دِکھاتا ہے) جب وہ بیچے اور جب وہ خریدے اور جب وہ تقاضا کرے۔

تشریح: اَلسُّهُوْلَةُ وَالسَّمَاحَةُ فِي الشِّرَآءِ وَالْبَيْعِ: اس باب میں بتایا گیا ہے کہ جس کام کی بنیاد اخلاق فاضلہ پر قائم ہو، وہ مبارک نتائج کا حامل ہوتا ہے۔ اُسے قبولیت وفروغ اور دوام حاصل ہوتا ہے۔

سَمْحًا صفت مشبہ ہے اور لفظ سماحت سے مشتق ہے اور اس کا مترادف یعنی ہم معنی لفظ اردو زبان میں نہیں۔ اِس کے معنوں میں سہولتِ معاملہ، نرمیٔ سلوک، شیریں کلامی، کشادہ دِلی، خندہ پیشانی، خوش خلقی، وسعت حوصلہ اور درگذر وغیرہ کا مفہوم پایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ صفت تجارتی کاروبار کو فروغ دینے میں نہایت ضروری ہے۔ عربی میں مثل ہے: اَلسَّمَاحُ رَبَاحٌ ۔(لسان العرب- سمح) یعنی سماحت نفع ہی نفع ہے۔ اس صفت کے مقابل ترش روئی، بخل، تنگ ظرفی اور تلخ کلامی وغیرہ بری خصلتیں ہیں جو برعکس نتیجہ پیدا کرتی ہیں۔ مذکورہ بالا نصیحت نبویؐ تاجر اور خریدار دونوں کے لئے یکساں مفید ہے۔

وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ: عنوانِ باب کے الفاظ جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے رائے ظاہر کی ہے، ابن ماجہ وغیرہ کی روایتوں سے اخذ کئے گئے ہیں جو حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً منقول ہیں: مَنْ طَالَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِيْ عَفَافٍ وَافٍ اَوْ غَيْرِ وَافٍ (ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب حسن المطالبة وأخذ الحق فى عفاف) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۸۸) مطالبہ حق میں عفیف ہو۔ یعنی دامن اَخلاق ہاتھ سے نہ چھوڑے، کچھ کمی کرنی پڑے تو خواہ کرے یا نہ کرے۔ لیکن مطالبہ میں حریص اور بدخلق نہ ہو۔ عَفَافٌ وَعِفَّةٌ کے معنی ہیں بدخلقی سے بچنا۔ (لسان العرب-عفف)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت جابر بن عبداللہؓ والی روایت مذکورہ بالا بلحاظِ صحت وضبط الفاظ زیادہ صحیح اور مستند ہے اور اپنے مفہوم میں وسیع تر اور جوامع الکلم میں سے ہے۔ یہ کلمات دعائیہ بھی ہیں اور خبریہ بھی۔ دونوں صورتوں میں بابرکت ہیں کہ غیر اقوام تجارت پیشہ نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس اِرشاد کو عملاً اپنایا ہے جبکہ مدعیان محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس قیمتی اور پیاری نصیحت سے عموماً کورے ہو چکے ہیں۔

بَاب ۱۷ : مَنْ أَنْظَرَ مُوْسِرًا

جو آسودہ حال کو مہلت دے

۲۰۷۷: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ أَنَّ رِبْعِيَّ ابْنَ حِرَاشٍ حَدَّثَهُ أَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوْحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَقَالُوْا أَعَمِلْتَ

۲۰۷۷: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ زُہیر نے ہمیں بتایا کہ منصور نے ہم سے بیان کیا۔ ربعی بن حراش نے ان کو بتایا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں میں جو تم سے پہلے تھے، ملائکہ نے جب ایک شخص کی روح کا اِستقبال کیا تو انہوں نے کہا: کیا تو نے

مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا قَالَ: كُنْتُ آمُرُ فِتْيَانِي أَنْ يُنْظِرُوْا وَيَتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُوْسِرِ قَالَ {قَالَ:☆} فَتَجَاوَزُوْا عَنْهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ: عَنْ رِبْعِيٍّ كُنْتُ أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوْسِرِ وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ. وَتَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ. وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ: عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ أُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ. وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيٍّ: فَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوْسِرِ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ.

اطرافہ: ۲۳۹۱، ۳۴۵۱۔

کوئی نیک کام کیا ہے؟ تو اُس نے کہا: میں اپنے نوجوانوں کو یہ حکم دیا کرتا تھا کہ وہ آسودہ حال کو مہلت دیا کریں اور اس سے درگذر کریں۔ (حضرت حذیفہؓ کہتے تھے کہ نبی ﷺ ☆نے) فرمایا: فرشتوں نے بھی اس سے درگذر کی۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اور ابومالک نے ربعی سے یوں نقل کیا ہے: میں آسودہ حال سے نرمی کرتا اور تنگ دست کو مہلت دیتا تھا۔ شعبہ نے بھی ربعی سے بروایت عبدالملک ابومالک کی طرح بیان کیا۔ اور ابوعوانہ نے بروایت عبدالملک ربعی سے یوں نقل کیا کہ میں آسودہ حال کو مہلت دیتا اور تنگ دست سے درگذر کرتا تھا۔ اور نُعیم بن ابی ہند نے ربعی سے یوں نقل کیا کہ میں آسودہ حال سے (عذر) قبول کر لیتا تھا اور تنگدست سے درگذر کرتا۔

تشریح: مَنْ أَنْظَرَ مُوْسِرًا: سماحت نفس کا مضمون واضح کرنے کے لئے تین باب (نمبر ۱۶، ۱۷، ۱۸) قائم کئے گئے ہیں۔ اس باب (نمبر ۱۷) میں آسودہ حال کو اور اگلے باب (نمبر ۱۸) میں تنگدستوں کو مہلت دینے کا ذکر ہے اور بیع وشراء میں اِس اَمر کو بہت بڑی اہمیت دی گئی ہے کہ خیرخواہی مدنظر ہو اور پوری پوری صراحت سے کام لیا جائے اور کسی قسم کی پوشیدگی اس میں نہ ہو۔ بعض وقت آسودہ حال بھی ایسی حالت میں ہو جاتا ہے کہ وہ نقد خریداری یا وقت پر ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتا اور مہلت کا محتاج ہوتا ہے۔ اِرشادِ نبوی میں دونوں قسم کے لوگوں سے سماحت نفس کا سلوک کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

روایت نمبر ۲۰۷۷ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے، یہ صحیح مسلمؒ میں مرفوعاً مروی ہے کہ ایک شخص روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا اور وہ اُس سے پوچھے گا: مَاذَا عَمِلْتَ فِي الدُّنْيَا ...... قَالَ يَا رَبِّ آتَيْتَنِي مَالَكَ فَكُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ وَكَانَ مِنْ خُلُقِي الْجَوَازُ فَكُنْتُ أَتَيَسَّرُ عَلَى الْمُوْسِرِ وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ فَقَالَ اللّٰهُ أَنَا أَحَقُّ بِذَا مِنْكَ تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِيْ. (مسلم، كتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر) یعنی تو نے دنیا میں کیا عمل کئے جو تو سمجھتا تھا کہ اس کا نیک بدلہ ملے گا؟ تو وہ کہے گا کہ اے میرے ربّ! تو نے مجھے اپنا مال

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ الفاظ قَالَ قَالَ فَتَجَاوَزُوْا عَنْهُ ہیں (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۸۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عطا کیا تھا۔ میں لوگوں میں خرید وفروخت میں درگذر کرتا تھا۔ یعنی میرا دستور یہ تھا کہ میں آسودہ حال کو سہولت اور تنگدست کو مہلت دیتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھ سے زیادہ مجھے شایاں ہے (کہ میں اپنے بندوں سے درگذر کروں۔ چنانچہ فرمائے گا:) میرے اس بندے سے تم بھی درگذر کرو۔

وَتَابَعَهُ شُعْبَةُ: اس متابعت کا ذکر امام موصوفؒ نے بھی کتاب الاستقراض، باب ۵، روایت نمبر ۲۳۹۱ میں کیا ہے۔ **وَقَالَ اَبُوعَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ:** یہ حوالہ بھی امام بخاریؒ نے اسرائیلیات میں مفصل نقل کیا ہے۔ (دیکھئے کتاب الأنبياء باب۵۰: ما ذكر عن بني إسرائيل، روایت نمبر ۳۴۵۱)

وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ اَبِىْ هِنْدٍ: یہ حوالہ صحیح مسلمؒ میں ہے۔ نعیم بن ابی ہند اشجعی سے مروی ہے کہ حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابومسعودؓ اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ دورانِ گفتگو حضرت حذیفہؓ نے مذکورہ بالا واقعہ بیان کیا تو حضرت ابومسعودؓ نے کہا: هَكَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ. یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے سنا۔
(مسلم، كتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر)

ربعی بن حراش کی مذکورہ بالا روایت کا تعلق اسرائیلی قصص سے ہے۔ اسی لئے امام بخاریؒ کو تحقیق مذکورہ بالا میں متعدد سندیں نقل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ اِس کے راویوں میں حضرت حذیفہؓ کے علاوہ حضرت ابومسعودؓ بھی ہیں اور بعض تابعین بھی۔ اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ صحت روایت میں شبہ نہیں اور تاجروں کے لئے بھی اِس قصہ میں نیک سبق ہے اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی جو معاشرتی تعلقات میں ایک دوسرے سے معاملہ کرتے ہیں۔ چونکہ اس روایت میں حکایتاً ایک نہایت مفید اور کارآمد صداقت موجود تھی؛ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسے قبول فرمایا اور اپنی امت کو اِس پر کاربند ہونے کی تلقین کی۔

بَاب۱۸: مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا
جو تنگدست کو مہلت دے

۲۰۷۸: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ فَإِذَا

۲۰۷۸: ہشام بن عمار نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ بن حمزہ نے ہم سے بیان کیا۔ (محمد بن ولید) زبیدی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: ایک

رَأَى مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهِ: تَجَاوَزُوْا عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنَّا فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ.

تاجر تھا جو لوگوں کو قرض پر مال دیا کرتا تھا۔ جب وہ تنگدست کو دیکھتا تو اپنے نو جوانوں کو کہتا: اس سے درگذر کرو، شاید اللہ تعالیٰ بھی ہم سے درگذر فرمائے۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگذر فرمایا۔

طرفہ: ۳۴۸۰۔

تشریح: **مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا:** اس باب کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جو بظاہر الفاظ مفہوماً روایت نمبر ۲۰۷۷ زیر باب ۱۷ ہی معلوم ہوتی ہے۔ الفاظ میں قدرے کمی بیشی ہے لیکن مضمون ایک ہی ہے۔ اُس میں ملائکۃ اللہ کے سوال کرنے اور اس شخص کے جواب دینے کا ذکر ہے اور وہ مرفوع ہے اور یہ مُعَنْعَن ۔ یہاں ذکر ہے کہ ایک تاجر شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ دونوں روایتوں کا تعلق معاملات میں سہولت اور درگذر کرنے سے ہی ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ وہ کاروباری آدمی تھا۔

اس باب کے عنوان سے متعلق ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید میں تنگدست کو مہلت دینے کے لئے سفارش کے رنگ میں ارشاد ہے: وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ (البقرۃ:۲۸۱) یعنی تنگدست کو آسائش تک مہلت دی جائے۔ تو امام موصوفؒ نے یہ ارشادِ باری تعالیٰ نظر انداز کر کے مذکورہ بالا روایت پر مسئلہ کی بنیاد کیوں رکھی ہے۔ یہ آیت سودی کاروبار کی حرمت کے تعلق میں وارد ہوئی ہے اور اس کے لئے باب ۲۵ میں الگ عنوان قائم کیا گیا ہے اور یہاں عام لین دین میں سہولت دینے کا ذکر ہے۔ بعض شارحین نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس امر کے علاوہ بعض روایات کی صحت اور ضبط الفاظ بھی یہاں مدنظر ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت میں بحوالہ حضرت ابو قتادہؓ ارشاد نبویؐ ان الفاظ میں ہے: مَنْ سَرَّهُ اَنْ يُّنْجِيَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلْيُنَفِّسْ عَنْ مُّعْسِرٍ اَوْ يَضَعْ عَنْهُ.[1] یعنی جس کو یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے روزِ قیامت کی گھبراہٹوں سے نجات دے تو چاہیے کہ وہ تنگدست کی تکلیف دُور کرے یا اُسے بوجھ سے سبکدوش کر دے اور مسند احمد بن حنبلؒ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: وَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ[2] اللہ تعالیٰ اُسے جہنم کی لُو سے بچائے گا۔ نسائی کے الفاظ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہی روایت یوں منقول ہے: اِنَّ رَجُلًا لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ وَكَانَ يُدَايِنُ النَّاسَ......[3] ایک شخص تھا جس نے کبھی کوئی بھلائی نہیں کی تھی اور وہ لوگوں کو قرض پر مال دیا کرتا تھا۔ اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: مَنْ نَفَّسَ عَنْ غَرِيْمِهٖ اَوْ مَحَا عَنْهُ كَانَ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[4] یعنی جس نے اپنے مقروض کی تکلیف دور کی یا اُس کا قرضہ معاف کر دیا، وہ روزِ قیامت عرش کے سایہ میں ہوگا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۹۰، ۳۹۱) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۹۲)

---

[1] (مسلم، کتاب المساقاة، باب فضل إنظار المعسر)

[2] (مسند احمد بن حنبل، جزء اول صفحہ ۳۲۷)

[3] (نسائی، کتاب البیوع، باب حسن المعاملة والرفق فی المطالبة)

[4] (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب البیوع، باب فی ثواب إنظار المعسر والرفق به، جزء ۴ صفحہ ۵۴۶)

بَاب ۱۹ : إِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا

جب بائع اور مشتری کھول کر بات بیان کر دیں اور کچھ پوشیدہ نہ رکھیں اور خیر خواہی کریں

وَيُذْكَرُ عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: كَتَبَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا مَا اشْتَرَى مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ بَيْعَ الْمُسْلِمِ مِنَ الْمُسْلِمِ لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ. قَالَ قَتَادَةُ: اَلْغَائِلَةُ الزِّنَا وَالسَّرِقَةُ وَالْإِبَاقُ. وَقِيْلَ لِإِبْرَاهِيْمَ: إِنَّ بَعْضَ النَّخَّاسِيْنَ يُسَمِّي آرِيَّ خُرَاسَانَ وَسِجِسْتَانَ فَيَقُوْلُ: جَاءَ أَمْسِ مِنْ خُرَاسَانَ وَجَاءَ الْيَوْمَ مِنْ سِجِسْتَانَ فَكَرِهَهُ كَرَاهَةً شَدِيْدَةً. وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ: لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يَبِيْعُ سِلْعَةً يَعْلَمُ أَنَّ بِهَا دَاءً إِلَّا أَخْبَرَهُ.

اور حضرت عداء بن خالدؓ سے مذکور ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (ایک بیع نامہ کے متعلق یہ) تحریر لکھ کر دی: یہ وہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عداء بن خالدؓ سے خریدا ہے۔ یہ خرید وفروخت ایک مسلمان کی مسلمان کے ساتھ ہے۔ نہ اس میں کوئی بیماری ہے اور نہ کوئی نقص۔ نہ (اِس میں) کوئی دغا فریب۔ اور قتادہ نے کہا: غائلة کے معنے ہیں زنا، چوری اور بھگوڑا پن۔ اور ابراہیم (نخعی) سے کہا گیا کہ بعض مویشی اور غلام بیچنے والے طویلوں☆ کا نام خراسان اور سجستان رکھتے ہیں۔ تو کوئی کہتا ہے: خراسان سے کل ہی آیا ہے۔ سجستان سے آج ہی آیا ہے۔ تو (ابراہیم نخعی) نے اِسے نہایت ہی مکروہ سمجھا۔ اور حضرت عقبہ بن عامرؓ نے کہا: کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ کوئی ایسی چیز بیچے، جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ اس میں بیماری ہے، سوائے اِس کے کہ وہ اُس کو خبر دے۔

۲۰۷۹ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ رَفَعَهُ إِلَى حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

۲۰۷۹: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے صالح ابوالخلیل سے، صالح نے عبداللہ بن حارث سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ

☆ طویلہ: چوپایوں خصوصاً گھوڑوں کے باندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اصطبل بھی مراد ہے۔ نیز اس لمبی رسی کو بھی کہتے ہیں جو جانوروں (عموماً گھوڑوں کے پیروں) سے باندھ کر چرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ (اردو لغت-طویلہ)

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

تک پہنچائی۔انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: بیچنے والا اور خرید نے والا دونوں (بیع فسخ کر دینے کا) اختیار رکھتے ہیں، جب تک کہ وہ جدا نہ ہوجائیں۔ یا فرمایا: اس وقت تک کہ وہ جدا ہوجائیں۔ اگر اُن دونوں نے سچائی سے کام لیا اور صاف صاف بات کی تو دونوں کی خرید وفروخت میں برکت دی جائے گی۔ اور اگر اُن دونوں نے چھپایا ہو اور جھوٹ بولا ہو تو اُن کی خرید وفروخت کی برکت مٹادی جائے گی۔

اطرافہ: ۲۰۸۲، ۲۱۰۸، ۲۱۱۰، ۲۱۱۴۔

تشریح: **اِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا:** فقہاء نے عقد بیع کی صحت اور وجوب شرعی کے لئے پانچ شرطیں تجویز کی ہیں: (۱) ملکیت اور قدرت وتصرف۔ (۲) صلاحیت۔ (۳) نفع مندی۔ (۴) تعیین یعنی قابل فروخت اشیاء کے وزن ونرخ اور اپنی صفت میں معین اور واضح ہوں۔ (۵) قبضۂ تام اور بائع ومشتری کا ایک دوسرے سے علیحدہ ہوجانا۔ عنوانِ باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قول کا حوالہ دیا گیا ہے وہ جوامع الکلم میں سے ہے۔ یعنی تاجر اور خریدار کو بوقت خرید وفروخت وضاحت اور صراحت یعنی صاف گوئی اور سچائی سے کام لینا چاہیے اور ایک دوسرے کی خیر خواہی اُن کے مدنظر ہو۔ اگر ایسا کریں گے تو بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا. اُن دونوں کو خرید وفروخت میں برکت ہوگی۔ اگر کذب واخفاء سے کام لیا گیا تو برکت مٹادی جائے گی۔ کیسی جامع اور مبارک ہدایت ہے، جس میں مذکورہ بالا پانچ شرطیں شامل ہیں۔ ایک تاجر جو صرف اپنے نفع دو آنے فی روپیہ پر ہی نظر رکھتا ہے اور کوشش نہیں کرتا کہ عمدہ سے عمدہ شئے مہیا کرے اور جہاں مطلوبہ شئے وافر اور کم نرخ پر مہیا ہوتی ہو، وہاں سے اچھی چیز حاصل نہ کرے تو ایسا تاجر اپنے گاہکوں کا خیر خواہ نہیں۔ اگر وہ فروختنی اشیاء کے نقص کو چھپاتا ہے، بجائے اچھی چیز کے بُری چیز دیتا ہے تو وہ دغا وفریب کرتا ہے۔ ایک قصاب یا ایندھن بیچنے والا جو اپنے سودے کی قیمت تو پوری لیتا ہے مگر رڈی گوشت یا خراب ایندھن دیتا ہے تو یہ دونوں خیر خواہ نہیں بلکہ دغا وفریب کے مرتکب ہیں۔ اسی طرح گاہک بھی اگر وہ مناسب نرخ سے کم دینے کی کوشش کرتا ہے یا اُدھار لے کر وقت مقررہ پر اَدا نہیں کرتا تو یہ بھی دغا کا مرتکب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محولہ بالا اِرشادِ تجارتی کاروبار کی صلاحیت، ترقی اور بائع ومشتری کے تعلقات کی خوشگواری اور منڈیوں کے نرخ کی استواری قائم رکھنے میں ایک سنہری اصول ہے۔

هَذَا مَا اشْتَرَى مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ......: عنوانِ باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بیع نامہ کا حوالہ بھی دیا گیا ہے جو قیمتی مرقع یادگار ہے۔ یہ تحریری معاہدہ جس کی پیروی بیع وشراء کی تحریرات میں

لازمی اور ضروری ہے۔ اس تحریر کو آپؐ نے اوّل مسلم کا بیع نامہ قرار دیا ہے۔ دوم اس میں مشتری اور بائع کا نام ہے۔ سوم اس میں پوری صراحت ہے۔ (لَا دَاءَ) یعنی اس میں کوئی جسمانی بیماری یا عیب نہیں۔ (وَلَا خِبْثَةَ) یعنی اس کے عادات واطوار میں کوئی نقص نہیں۔ (وَلَا غَائِلَةَ) اور اس میں کسی قسم کا دھوکہ فریب نہیں۔ مذکورہ بالا روایت علاوہ ترمذیؒ کے کئی اور محدثین نسائی، ابن ماجہؒ وغیرہ نے بھی نقل کی ہے[1] اور اس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے کہ اس وثیقہ میں بائع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مشتری حضرت عداء بن خالد بن ہوذہؓ ہیں جو اہل بادیہ میں سے تھے اور غزوۂ حنین کے بعد ایمان لائے تھے۔ (فتح الباری جزء ۴صفحہ ۳۹۲) امام بخاریؒ کی روایت زیرِ تشریح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور مشتری اور حضرت ابن خالدؓ بائع بتائے گئے ہیں۔ شارحین نے اس اشتباہ کا ازالہ کیا ہے کہ لفظ اِشْتَرٰی اور بَاعَ ہم معنی اور متبادل لفظ ہیں۔ یعنی اِشْتَرَى مِنْهُ عَبْدًا اَوْ اَمَةً کے معنے خرید ا یا بیچا، دونوں ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴صفحہ ۳۹۲) (عمدۃ القاری جزء ۱۱صفحہ ۱۹۲) اِن الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ نے غلام یا لونڈی کی خرید وفروخت دراصل نہیں کی بلکہ حضرت ابن خالدؓ کو بیع نامہ کی صورت بتائی ہے۔ کیونکہ جملہ عَبْدًا اَوْ اَمَةً سے عنوانِ باب کا مفہوم مشتبہ ہوجاتا ہے؛ بحالیکہ اصل موضوع یہ ہے کہ بیع وشراء میں وضاحت اور تعیین ہونی چاہیے۔

قَالَ قَتَادَةُ......: یہ حوالہ ابن مندہ نے بسند اصمعی موصولاً نقل کیا ہے۔ لفظ غَائِلَةَ کی تشریح سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ بازاری عورت نہ ہو جو کسی کی ملکیت میں نہیں۔ بلکہ متاعِ عام ہے۔ چوری کا مال نہ ہو۔ لفظ غَائِلَةَ ہر قسم کے دغا وفریب پر مشتمل ہے۔

وَقِيْلَ لِإِبْرَاهِيْمَ......: ابن ابی شیبہؒ نے اپنی محولہ روایت میں وضاحت سے نقل کیا ہے کہ ابراہیم نخعیؒ سے کہا گیا کہ اصطبلوں پر خراسان اور بحستان کے نام لکھ کر دھوکہ دیا جاتا ہے کہ فلاں اصطبل میں گھوڑے اصیل ہیں اور فلاں شہر کے ہیں۔[2] اس روایت میں لفظ اَرِیّ کی جگہ لفظ اصطبل ہے۔ ابن سکیت لغوی نے لفظ اَرِیّ اور اَخِی کے معنے ایک ہی بتائے ہیں یعنی بندھن۔ اِس کی جمع أواری اور أواخی ہے۔ اور عام بول چال میں اِس سے مراد باندھنے کی جگہ ہوتی ہے۔ **النَّخَّاس** کے معنے ہیں مویشیوں کا دلال۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱صفحہ ۱۹۳، ۱۹۴) مذکورہ بالا روایت میں دغا وفریب کی جو صورت وشکل بیان ہوئی ہے، ہمارے ملک میں اِس کا عام رواج ہے۔ دیسی مصنوعات پر ولایتی مارکہ یعنی نشان ظاہر کر کے مشتری کو دھوکا دیا جاتا ہے کہ یہ اعلیٰ ساخت کی چیز ہے۔ ایسی خرید وفروخت بَيْعُ الْمُسْلِمِ مِنَ الْمُسْلِمِ کی مصداق نہیں۔ اسی لئے منڈیوں کی برکت اُٹھ گئی ہے اور ہماری تجارت کی کوئی ساکھ نہیں۔

وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ......: یہ قول امام احمد بن حنبلؒ، ابن ماجہؒ اور حاکمؒ نے عبدالرحمٰن بن شماسہ کی سند سے

[1] (ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی کتابة الشروط)
(ابن ماجه، کتاب التجارات، باب شراء الرقیق)

[2] (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب البیوع، باب فی الرجل یکون له الأصطبل فیسمیه باسم، جزء ۵صفحہ ۱۹)

نقل کیا ہے۔ پوری حدیث کے یہ الفاظ ہیں: اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ بَاعَ مِنْ اَخِيْهِ بَيْعًا فِيْهِ عَيْبٌ اِلَّا بَيَّنَهُ لَهُ☆ یہ روایت مستند اور از قبیل حسن ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۹۳) اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے: مسلم مسلم کا بھائی ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے ایسی بیع کرے جس میں کسی قسم کا عیب ہو۔ (یا جانتا ہو کہ اُس میں عیب ہے۔) اس پر واجب ہے کہ اُسے صاف طور پر بتا دے۔ مذکورہ بالا حوالہ نقل کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایسی بیع جس کا نقص بیان نہیں کیا گیا، ناجائز اور قابل فسخ ہے۔ چنانچہ اس باب میں جو روایت نقل کی گئی ہے، اس میں یہ الفاظ نمایاں ہیں: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا. یعنی تاجر اور خریدار بیع فسخ کرنے کا اِختیار رکھتے ہیں، جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔ اسی طرح اگر دھوکا ثابت ہو تو ایسی بیع قابل فسخ ہوگی، باہمی رضامندی سے یا بذریعہ دارالقضاء کے۔ غرض اس باب میں صحت عقد بیع وشراء کے بارے میں شریعت اِسلامی کا اصل الاصول بیان کیا گیا ہے۔

بَاب ۲۰: بَيْعُ الْخِلْطِ مِنَ التَّمْرِ

ملی جلی کھجوریں بیچنا

۲۰۸۰: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُرْزَقُ تَمْرَ الْجَمْعِ وَهُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ وَكُنَّا نَبِيْعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ وَلَا دِرْهَمَيْنِ بِدِرْهَمٍ.

۲۰۸۰: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ (بن ابی کثیر) سے، یحيٰ نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہمیں اکٹھی کھجوروں کا راشن دیا جاتا تھا اور وہ مختلف قسم کی ملی جلی کھجوریں ہوتی تھیں اور ہم ایک صاع (اچھی کھجوروں) کے بدلے دو صاع وہ کھجوریں بیچتے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک صاع کے بدلے دو صاع اور ایک درہم کے بدلے دو درہم نہ لیا کرو۔

تشریح: بَيْعُ الْخِلْطِ مِنَ التَّمْرِ: لفظ تَمْر عام ہے جو ہر قسم کی کھجور پر اطلاق پاتا ہے۔ مذکور الصدر اسلامی حکم کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملی جلی کھجوریں فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں مفصل جواب باب ۷۴ و باب ۸۹ میں دیکھئے۔ یہاں اِس کا ذکر اختصار سے سابقہ باب کے تعلق میں کیا گیا ہے۔

☆ (ابن ماجه، کتاب التجارات، باب من باع عيبا فليبينه) (مسند احمد بن حنبل، جزء ۴ صفحہ ۱۵۸)
(المستدرک حاکم، کتاب البیوع، باب لا يحل لمسلم ان باع من أخيه بيعًا فيه عيب ان لا بيّنه له)

خیبر وغیرہ سے حاصل شدہ ملی جلی کھجوریں جو تقسیم ہوئیں تو بعض صحابہؓ نے عمدہ قسم کی کھجوروں کے ایک صاع کے عوض اپنی دو صاع کھجوریں دینا چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مبادلے سے منع فرمایا اور ہدایت کی کہ ملی جلی کھجور بازار کے نرخ پر فروخت کر کے کھجور خریدی جائے تا کہ خرید وفروخت صحیح صورت میں ہو اور کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ملی جلی کھجوروں میں کوئی قسم اپنے اصل نرخ سے کم وبیش ہو۔ آپؐ کی یہ ہدایت بھی باب ۱۹ میں مندرجہ ہدایت کی مزید تشریح ہے۔

بَاب ۲۱: مَا قِيْلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ

قصاب اور گوشت بیچنے والے کے بارے میں ہدایت

۲۰۸۱: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي شَقِيْقٌ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يُكْنَى أَبَا شُعَيْبٍ فَقَالَ لِغُلَامٍ لَّهُ قَصَّابٍ: اجْعَلْ لِّي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةً مِنَ النَّاسِ فَإِنِّي أُرِيْدُ أَنْ أَدْعُوَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَإِنِّي قَدْ عَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْجُوْعَ فَدَعَاهُمْ فَجَاءَ مَعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هَذَا قَدْ تَبِعَنَا فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ فَأْذَنْ لَّهُ وَإِنْ شِئْتَ أَنْ يَّرْجِعَ رَجَعَ فَقَالَ: لَا بَلْ قَدْ أَذِنْتُ لَهُ.

اطرافه: ۲٤٥٦، ٥٤٣٤، ٥٤٦١.

۲۰۸۱: عمر بن حفص (بن غیاث) نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا: شقیق نے مجھے بتایا۔ حضرت ابومسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ایک انصاری شخص آیا، جس کی کنیت ابوشعیبؓ تھی۔ اُس نے اپنے ایک لڑکے کو جو قصاب تھا کہا کہ میرے لئے کھانا تیار کردو، جو پانچ آدمیوں کے لئے کافی ہو۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دوں۔ آپؐ پانچویں ہوں گے۔ میں نے آپؐ کے چہرہ میں بھوک محسوس کی ہے۔ چنانچہ اُس نے ان (احباب) کو بلایا تو اُن کے ساتھ ایک اور شخص بھی آ گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ہمارے ساتھ آ گیا ہے۔ اگر تم اِسے چاہو تو اِجازت دے دو اور اگر چاہو کہ لَوٹ جائے تو لَوٹ جائے گا۔ اُس نے کہا: نہیں بلکہ میں نے اِس کو اِجازت دے دی ہے۔

تشریح: مَا قِيْلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ: یہ باب بھی سابقہ باب کی طرح ضمنی ہے اور بطور فصل۔ کیونکہ پیشوں کا ذکر باب نمبر ۲۸ سے شروع ہوتا ہے۔ مندرجہ روایت میں ابہام اور عدمِ وضاحت کی ایک شکل ایسی بتائی گئی ہے جو موقع ومحل سے مناسبت رکھتی ہے۔ یعنی پانچ اشخاص کا کھانا پکانے میں اگر کمی بیشی ہو تو ایسا اندازہ قابل اعتراض نہیں۔ پانچ کا کھانا چھ کو بھی کافی ہوسکتا ہے اور یہ بیع وشراء نہیں۔ اسی لئے بعض شارحین نے اس باب کو بطور فصل قرار دیا ہے۔ یعنی سابقہ مضمون ختم ہے۔ روایت نمبر ۲۰۸۱ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرت کے تمام پہلوؤں میں صاف گوئی کو پسند فرمایا ہے۔ چنانچہ صاحب خانہ سے کہہ دیا کہ آپؐ نے پانچ کو مدعو کیا تھا اور یہ چھٹے صاحب بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ اگر اِجازت ہو تو وہ بھی اس دعوت میں شریک ہو جائیں۔

بَاب ۲۲: مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْبَيْعِ

خرید وفروخت میں کذب و اِخفاء سے (برکت) مٹ جاتی ہے

۲۰۸۲: حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْخَلِيْلِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

۲۰۸۲: بدل بن محبّر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ قتادہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوخلیل کو عبداللہ بن حارث سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا۔ انہوں نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے، حضرت حکیمؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: بائع اور مشتری کو (بیع فسخ کرنے کا) اِختیار ہے، جب تک وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔ یا (یہ) فرمایا: اُس وقت تک کہ جدا ہو جائیں۔ اگر اُن دونوں نے سچائی سے کام لیا اور صفائی سے بات کی تو اُن دونوں کو خرید وفروخت کے سودے میں برکت دی جائے گی اور اگر اُن دونوں نے اخفاء سے کام لیا اور جھوٹ بولا تو اُن دونوں کے سودے کی برکت مٹا دی جائے گی۔

اطرافہ: ۲۰۷۹، ۲۱۰۸، ۲۱۱۰، ۲۱۱۴۔

تشریح: مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْبَيْعِ: اس باب کے تحت سلبی جہت سے بیع وشراء میں صاف گوئی کے مسائل بیان ہوئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ دغا وفریب والی تجارت بے برکت ہوتی ہے۔ اِعتماد جب ایک بار اُٹھ جاتا ہے تو ساکھ جاتی رہتی ہے۔

بَاب ۲۳ : قَوْلُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ { وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۳۱ ☆}

(آل عمران: ۱۳۱)

اللہ عزوجل کا فرمانا: اے وہ جو ایمان لائے ہو! سود نہ کھاؤ کہ تمہارا مال بے انتہاء بڑھتا چلا جائے {اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچو کہ تم کامیاب ہو جاؤ☆}

۲۰۸۳ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنْ حَرَامٍ.

۲۰۸۳: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا کہ سعید مقبری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ آدمی مال لینے میں اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ آیا حلال سے ہے، یا حرام سے۔

طرفہ: ۲۰۵۹۔

تشریح: **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا:** سلبی جہت سے سود کی حرمت کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پوری آیت یہ ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ o وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ o (آل عمران:۱۳۱،۱۳۲) اے ایماندارو! تم اپنے مال پر سود مت کھاؤ کہ اس سے تمہارے مال بے انتہا بڑھتے چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ (کی ناراضگی) سے بچو تا کامیاب ہو اور اُس آگ سے ڈرو جو منکروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اس تعلق میں باب نمبر ۱ مع تشریح بھی دیکھئے۔

عربوں میں سود کا جو دستور رائج تھا، اس کی بالعموم صورت یہ تھی کہ ایک شخص قرضہ بصورت نقد یا جنس کی قیمت ٹھہرا کر مع نفع لین دین کا فیصلہ کر لیتا اور ادائیگی کا وقت بھی مقرر ہو جاتا۔ اگر قرضہ لینے والا وقت مقررہ پر اَدا نہ کر سکتا تو میعاد بڑھائی جاتی اور اُس میعاد کا نفع اصل زر میں شامل کر کے پھر نیا معاملہ لین دین کا شروع کر دیا جاتا۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس ہر میعاد ختم ہونے پر نئے سرے سے میعاد قرار پاتی۔ اِس طرح عدم ادائیگی کی صورت میں اصل زر مع نفع در نفع بڑھتا چلا جاتا۔

☆ آیت کے یہ الفاظ عمدۃ القاری کے مطابق متن میں شامل ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۱۹۹)

سود کی یہی صورت ہندوستان میں بھی رائج رہی ہے اور سودی کاروبار کی ایسی صورت کی طرف الفاظ اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً سے اِشارہ کیا گیا ہے۔بعض علماء زمانہ نے تجارتی کاروبار کے عالمگیر تعامل سے مرعوب ہوکر یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً کی صورت نہ ہوتو سود جائز ہے اور بنکوں وغیرہ کے ذریعے سے جو روپیہ کاروبار کے لئے سود پر لیا جاتا ہے، اُسے بھی حرمت سے مستثنیٰ کیا ہے اور یہاں تک کہہ دینے کی جسارت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیداوار کی غرض سے سود کے لین دین کا وجود ہی نہ تھا۔ اِس اِنکار کی وجہ صرف لاعلمی نہیں بلکہ شکست خوردہ ذہنیت کی بے چارگی ہے۔ان میں اور اُن لوگوں میں کیا فرق ہے، جو ایک جائز غرض کے لئے ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر عمل پیرا ہیں۔اس نظریہ نے ظلم کا اِرتکاب آسان کردیا ہے، جس کی بھیانک داستان کے لئے دیکھئے کتاب الاجرام السیاسی (حسن الحدادی) جو عربی ترجمہ ہے Le.Crime Politiave تصنیف Louis Proa کا۔

بَاب ٢٤ : آكِلُ الرِّبَا وَشَاهِدُهُ وَكَاتِبُهُ

سودخور اور سود کی گواہی دینے والا اور سود کی تحریر لکھنے والا

قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى: اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ {☆ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧٥﴾} (البقرة: ٢٧٦)

(اور) اللہ تعالیٰ کا (یہ) فرمانا: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (بالکل) اُسی طرح کھڑے ہوتے ہیں، جس طرح وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس پر شیطان (یعنی مرضِ جنون) کا سخت حملہ ہو۔{☆ یہ (حالت) اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے رہتے ہیں کہ خرید و فروخت بھی سود کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے خرید و فروخت کو جائز قرار دیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔یاد رکھو کہ جس شخص کے پاس اس کے ربّ کی طرف سے کوئی نصیحت کی بات آئے اور وہ (اسے سن کر خلاف ورزی سے) باز آجائے، جو لین دین وہ پہلے کر چکا ہوتو اُس کا نفع اُسی کا ہے اور اُس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے اور جو (لوگ) پھر بھی وہی کام کریں تو وہ ضرور آگ میں پڑنے والے ہیں۔ اس میں وہ ایک لمبا عرصہ رہیں گے۔}

☆ آیت کے یہ الفاظ عمدۃ القاری کے مطابق متن میں شامل ہیں۔(عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۰۰)

٢٠٨٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ آخِرُ الْبَقَرَةِ قَرَأَهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ.

۲۰۸۴: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ غندر نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پڑھ کر انہیں سنائیں اور آپؐ نے شراب کی تجارت بھی حرام قرار دی۔

اطرافہُ: ٤٥٩، ٢٢٢٦، ٤٥٤٠، ٤٥٤١، ٤٥٤٢، ٤٥٤٣.

٢٠٨٥: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُّقَدَّسَةٍ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِّنْ دَمٍ فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلَى وَسَطِ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ فَإِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ يَّخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيْهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ:

۲۰۸۵: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ ابورجاء (بصری) نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات میں نے دو اشخاص کو خواب میں دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے ہیں اور مجھے ایک مقدس زمین کی طرف لے گئے ہیں۔ ہم چلتے گئے یہاں تک کہ ایک خون کی ندی پر پہنچے۔ جس میں ایک شخص کھڑا تھا اور ندی کے عین وسط میں ایک اور شخص تھا جس کے سامنے پتھر رکھے ہوئے تھے۔ تب وہ پہلا شخص جو ندی میں کھڑا تھا، جب آگے بڑھا اور نکلنے کا قصد کیا تو اُس دوسرے شخص نے اُس کے منہ پر پتھر مارا اور اُسے وہیں لوٹا دیا، جہاں وہ کھڑا تھا۔ اِسی طرح جب بھی وہ باہر نکلنے کے لئے بڑھتا تو اُس کے منہ پر پتھر مارتا، جس سے وہ ویسا ہی لوٹ جاتا۔ میں نے کہا: یہ

اَلَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ آكِلُ الرِّبَا. کیا ماجرا ہے؟ تو اُس نے کہا: جس شخص کو آپؐ نے ندی میں دیکھا ہے۔ وہ سودخوار ہے۔

اطرافہُ: ٨٤٥، ١١٤٣، ١٣٨٦، ٢٧٩١، ٣٢٣٦، ٣٣٥٤، ٤٦٧٤، ٦٠٩٦، ٧٠٤٧۔

تشریح: آكِلُ الرِّبَا وَشَاهِدُهُ وَكَاتِبُهُ: عنوانِ باب میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲۷۶ ہے۔ اِس میں سودخور کی ذہنی کیفیت وطریق کار اور اس کے بدانجام کا ذکر کیا گیا ہے۔ محولہ بالا آیت کے بعد سود کے تعلق میں دو اور آیتیں ہیں۔ جن کی ترتیب بدل کر دو اور الگ الگ باب قائم کئے گئے ہیں۔ ایک میں مومنوں کو حکم ہے کہ اِس اعلانِ حرمت کے بعد جو سود باقی ہو وہ چھوڑ دیا جائے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو وہ ایک جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ (البقرۃ:۲۷۹،۲۸۰) دوسری میں سودی کاروبار کے نقصان دہ ردّعمل کا ذکر ہے؛ جو انجام کار اندر ہی اندر گھن کی طرح اپنے آپ کو کھاتا رہتا ہے اور آخر وہ نفع جس کے لئے سودی کاروبار کیا جاتا ہے، خود بخود کالعدم ہو جاتا ہے۔ (البقرۃ:۲۷۷) یہ تینوں باب تین آیتوں کے حوالے سے قائم کر کے ان سے متعلقہ مستند روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

شَاهِدُهُ وَكَاتِبُهُ: باب۲۴ کے عنوان میں سودخوار کے گواہ اور سودی تحریر کا ذکر ہے۔ بظاہر نظر گواہ اور لکھنے والے کا ذکر نہ محولہ آیت میں ہے اور نہ زیرِ عنوان روایتوں میں۔ ابن التین رحمۃ اللہ علیہ نے اِس اشکال کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ دونوں مددومعاون ہونے کی وجہ سے اس فعل میں شریک ہیں۔ علامہ ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد وغیرہ کی مروی حدیثوں میں اِن تینوں کا ذکر آتا ہے۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی جو روایت نقل کی ہے، اُس کے یہ الفاظ ہیں: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا وَ مُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ.[1] یہی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، جس میں لفظ شَاهِدَيْهِ کی جگہ شَاهِدَهُ ہے۔[2] چونکہ آیت لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُوْا الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ کی وعید صرف سودخور ہی سے مخصوص ہے۔ اس لئے امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ کے پیش نظر ان روایات کی تحقیق وتصدیق ہے جو متعدد محدثین نے اپنی مسندوں میں نقل کی ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۳۹۷)

اس باب میں دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس میں سورۂ بقرہ کی آیات متعلقہ بیع وشراء میں کتابت وشہادت کی ضرورت اور سودی لین دین کی حرمت اور دوسری روایت حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منذر خواب کا ذکر ہے۔ خواب کے نظارے میں سودخور کی حالت بیان کی گئی ہے۔

---

[1] (مسلم، کتاب المساقاة، باب لعن آكل الربا ومؤكله)

[2] (ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی آكل الربا وموكله)

خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں۔خون اور پانی قیامِ زندگی کا باعث ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی خواب میں دریا دیکھے اور اُس سے پانی پیئے تو امام محمد بن سیرینؒ نے اس کی تعبیر مال و دولت کی ہے۔سودخور بنی نوع انسان کا خون چوستا ہے اور اپنی دولت بڑھاتا ہے، جس کی پاداش کا نظارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دِکھایا گیا کہ وہ اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے گا مگر نجات نہیں پاسکے گا۔ آپؐ کو رؤیا میں پتھر مارنے کا نظارہ دکھایا گیا ہے۔ پتھر قساوتِ قلبی، شدت اور تلخ زندگی پر دلالت کرتے ہیں۔ سودخور کی جو حالت قرآنِ مجید میں بیان ہوئی ہے وہ ایک مخبوط الحواس انسان کی سی ہے جو مال و دولت کے لالچ سے مجنون اور حواس باختہ ہے۔ چنانچہ اِس خواب کی تعبیر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے وہ بھی ایسی ہی زندگی کے مناسب حال ہے۔

محولہ بالا آیت میں سودخور لوگوں کا انجام بدبطور پیشگوئی بتایا گیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے ایک لڑائی مول لینے والے ہوں گے۔ فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ آج کل کے واقعات اِس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ عیسائی حکومتوں کی جنگیں سود کے بل بوتے پر ہی لڑی جاتی ہیں۔ سود کا لالچ نہ ہوتو جنگی اخراجات کے لئے بے شمار روپیہ مہیا ہونا ممکن نہیں۔ خواب نبویؐ کی تعبیر یہ خونی جنگیں بھی ہوسکتی ہیں۔ یہود بحیثیت قوم سودخوری میں شہرۂ آفاق ہیں۔ تاریخ قدیم میں بھی اور تاریخ جدید میں بھی۔ انہیں ملک بہ ملک جو دربدر ہونا پڑا اور اُن کے خون سے ہر جگہ جو ہولی کھیلی گئی، اس کے پس پردہ اسباب میں سے ایک بڑا سبب سود بھی تھا؛ جو اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً کی صورت میں دیا جاتا تھا اور یہ ایک طرف اُن کی دولت مندی کا سبب ہوتا اور دوسری طرف اُن کے استیصال کا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں یہودیوں کا ایک قول نقل کیا ہے، فرماتا ہے: لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ○ (آل عمران :۱۸۲) اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کی بات سن لی ہے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ تو محتاج ہے (جو مومن بندوں کو مال نہیں دیتا) اور ہم دولت مند ہیں۔ اُن کی یہ بات ہم ضرور لکھیں گے اور یہ بھی لکھیں گے کہ وہ انبیاء کے مارنے کے درپے رہے۔ ہم انہیں کہیں گے جلن کا عذاب چکھو۔ جملہ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ اور سَنَكْتُبُ کے الفاظ شدید انذار اور قہاری تجلی پر دلالت کرتے ہیں۔ یعنی ہم اُن کی بات کا جواب اور انبیاء کا مقابلہ تاریخی داستان بنادیں گے۔ میدو فارس میں سودی کاروبار سے اُن کی دولت مندی آخر سبب ہوئی اُن کے قرضداروں کی بغاوت یلغار کا، جو انہوں نے یہودیوں پر کی۔ یہ واقعات بابل اور میدو فارس کی تاریخ قدیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے زمانے میں جرمنی اور پولینڈ وغیرہ میں یہودیوں پر جو گذری وہ نہایت ہی ہولناک اور دردانگیز داستانِ عذاب الحریق ہے۔ اسی طرح عیسائی دنیا میں موجودہ زمانے کی جنگیں۔ یہ حال تو اُن قوموں کا ہے جو سود میں شہرۂ آفاق ہیں۔ مگر سودخور افراد کی حالت انفرادی صورت میں بھی اِس سے کم خطرناک نہیں۔ بعض شارحین صحیح بخاری نے مذکورہ بالا خواب کی تطبیق قیامت سے وابستہ رکھی ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اِس دنیا میں بھی سودخور کا انجام عبرت ناک ہے۔ اس مضمون کی مزید وضاحت کے لیے دیکھئے: اسلام کا اقتصادی نظام مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔

بَاب ۲۵: مُوكِلُ الرِّبَا
سود کھلانے والا

لِقَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۹﴾ {☆فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۚ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ} وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۲﴾ (البقرة: ۲۷۹-۲۸۲)
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هٰذِهِ آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اللہ عزوجل کا یہ فرمانا: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ (کی ناراضگی) سے بچو اور اگر تم مومن ہو تو وہ سود جو باقی رہ گیا ہے اُسے چھوڑ دو {☆اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے (برپا ہونے والی) جنگ کی خبر سن لو اور اگر تم (سود سے) توبہ کر لو تو تمہارا رأس المال تمہارے لئے ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم ہوگا اور اگر کوئی (مقروض) تنگی میں ہو تو آسودگی حاصل ہونے تک (اُسے) مہلت دینی ہوگی اور اگر تمہیں حقیقت حال کا صحیح علم ہو جائے تو تمہارا (اُس شخص کو رأس المال بھی) صدقہ کے طور پر دے دینا سب سے اچھا کام ہوگا اور اُس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ہر نفس کو جو اُس نے کمایا ہوگا، پورا پورا دیا جائے گا} اور اُن پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: یہ آخری آیت ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری۔

۲۰۸۶: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى عَبْدًا حَجَّامًا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَثَمَنِ الدَّمِ

۲۰۸۶: ابوالولید (ہشام بن عبدالملک) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ عون بن ابی جحیفہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنے باپ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک غلام خریدا، جو حجام تھا (اور اُس کی حجامت کے آلات توڑ ڈالے) میں نے ان سے وجہ پوچھی تو

☆ آیت کے یہ الفاظ عمدۃ القاری کے مطابق متن میں شامل ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۰۱)

وَنَهَى عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمَوْشُوْمَةِ وَآكِلِ الرِّبَا وَمُوْكِلِهِ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ.

انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے کتے کی قیمت اور خون کی قیمت لینے سے منع کیا ہے اور گودنے والی گدوانے والی سے بھی منع کیا اور سود خور اور سود کھلانے والے سے متعلق منع فرمایا ہے اور مصور پر لعنت کی ہے۔

اطرافہ: ۲۲۳۸، ۵۳۴۷، ۵۹۴۵، ۵۹۶۲۔

تشریح: **مُوْكِلُ الرِّبَا:** عنوانِ باب میں سود کھلانے والے کا ذکر ہے، جس کے تعلق میں روایت نمبر ۲۰۸۶ نقل کی گئی ہے۔ مگر عنوانِ باب کا تعلق جو محولہ بالا آیت سے ہے۔ اس میں شارحین کو مشکل پیش آئی ہے۔ جس کا بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ اشتراکِ فعل کی وجہ سے سود کھلانے والا بھی سود لینے والے کے ساتھ متعلقہ انذار میں برابر کا شریک ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۰۱) اگر وہ سود پر روپیہ نہ لیتا تو سود خور کا وجود بھی دنیا میں نہ ہوتا۔ امام بخاریؒ کا محولہ بالا آیت سے استدلال اس بناء پر معلوم ہوتا ہے کہ اِس میں اِرشادِ باری تعالیٰ یہ ہے کہ تقویٰ سے کام لے کر سود کا باقی ماندہ روپیہ چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ مشیت الٰہی یہ ہے کہ صدقات کے ذریعے غرباء کی امداد ہو؛ تاکہ وہ قوم میں کارآمد وجود بنیں۔ چنانچہ یہاں بھی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۸ میں زکوٰۃ کے حکم کا اعادہ کیا گیا ہے اور آیت نمبر ۲۷۷ میں فرماتا ہے: وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ. یعنی صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اسی طرح قرآنِ مجید میں جہاں بھی سود کا ذکر ہے، وہاں صدقہ و زکوٰۃ کے حکم کا ذکر کیا ہے۔ قرآنِ مجید میں سات جگہ سود کی حرمت کا ذکر وارد ہوا ہے اور ہر جگہ یہی طریق اختیار کیا گیا ہے کہ اس کے پہلے یا بعد زکوٰۃ وصدقات اور اُس کی برکات کا ذکر ہے۔ تین آیتوں کا حوالہ تو تشریح ابواب میں درج ہے۔ باقی کے لئے دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۷۶، سورۃ آل عمران: ۱۳۱، سورۃ النساء: ۱۶۲، سورۃ الروم: ۴۰۔

اس التزام سے ظاہر ہے کہ سود اسلامی معاشرے کے تقاضوں کی ضد ہے کیونکہ اِس معاشرے کی بنیاد ایثار اور روحِ تعاون پر رکھی گئی ہے۔ اسلامی معاشرہ میں سودی کاروبار کے لئے - جو خود غرضی پر مبنی ہے - کوئی جگہ نہیں۔ چنانچہ سورۃ آل عمران کی جس آیت کا سابقہ باب (نمبر ۲۳) میں حوالہ دیا گیا ہے یعنی لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً. اس کے بعد فرمایا ہے: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (آل عمران: ۱۳۳،۱۳۴) یہی رحمت وشفقت کا وہ ماحول ہے جو سود کے منافی ہے اور اسی وجہ سے سود لینے والا، سود کھلانے والا، سود لکھنے والا اور اس کی شہادت دینے والا ایک ہی فہرست میں شامل اور اسلامی معاشرے سے خارج کئے گئے ہیں۔ یہی مراد لعنت سے ہے۔ لعنت کے معنے رحمت سے دور رکھنا۔ (لسان العرب- لعن) اور یہ لفظ بیزاری، نفرت اور لاتعلقی کے اظہار کے لئے بولا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد مذکورہ بالا لعنت سے یہی بیزاری اور لاتعلقی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذِهِ آخِرُ آيَةٍ: عنوانِ باب میں ایک حوالہ حضرت ابن عباسؓ کے قول کا ہے جو

کتاب التفسیر، باب۵۳ روایت نمبر ۴۵۴۴ میں مفصل مذکور ہے۔اس روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ محولہ بالا آیت ذَرُوْا مَا بَقِيَ...... نزول میں آخری ہے۔ایسا نہیں بلکہ سورۂ بقرہ کا آخری حصہ مراد ہے۔جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس بارہ میں گذر چکی ہے کہ یہ آیتیں لین دین اور سود سے متعلق ہیں۔دیکھئے روایت نمبر ۲۰۸۴۔اس لئے دونوں روایتوں میں تضاد نہیں۔اِس نزول سے مراد تطبیق آیات بھی ہوسکتی ہے،جیسا کتاب التفسیر میں مفصل بتایا جائے گا۔

اَلرِّبَا کے لغوی معنے بڑھوتی اور زیادتی کے ہیں(لسان العرب– ربو)اور اصطلاحی مفہوم کی رُو سے وہ زیادتی مراد ہے جو قرضہ کی صورت میں اصل مال پر معین شرح سے مقررہ مدت پر لی دی جاتی ہے۔جس میں یہ صورت نہ ہو وہ رِبَا نہیں۔ لفظ رِبَا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اِتنا مشہور اور متعارف و متداول تھا کہ یہ لفظ اپنی شہرت کی وجہ سے کسی خاص تعریف و شرح کا محتاج نہ تھا۔

بَاب ٢٦

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۷﴾

اللہ تعالیٰ سود کو مٹائے گا اور صدقات کو بڑھائے گا اور اللہ تعالیٰ کافر اور گنہگار کو پسند نہیں کرتا

(البقرة:۲۷۷)

۲۰۸۷: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: الْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مَمْحَقَةٌ لِلْبَرَكَةِ.

۲۰۸۷: یحيٰ بن بکیر نے ہمیں بتایا کہ لیث نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی کہ (سعید) ابن مسیّب نے کہا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔آپؐ فرماتے تھے کہ جھوٹی قسم مال کا نکاس تو بڑھا دیتی ہے مگر برکت مٹا دیتی ہے۔

تشریح: يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ: مَحَقَ کے معنے ہیں: اَبْطَلَهُ وَمَحَاهُ یعنی باطل کر دیا اور مٹا دیا اور يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا کے معنی ہوں گے: اللہ تعالیٰ سود کی غرض و غایت اور فائدہ کو مٹا دیتا ہے۔ اسی طرح مَحَقَ اللّٰهُ الشَّيْءَ کے معنے ہیں: نَقَصَهُ وَذَهَبَ بِبَرَكَتِهِ. یعنی اللہ تعالیٰ نے چیز کو گھٹایا اور اُسے بے برکت بنا دیا۔اسی سے لفظ مُحَاقٌ ہے؛ جس سے مراد قمری مہینے کی آخری راتیں ہیں، جب چاند نظر نہیں آتا۔گردش کی وجہ سے چاند کی روشنی گھٹتے گھٹتے آخر تاریکی چھا جاتی ہے۔یہی مفہوم لفظ مَحْقٌ اور مِحَاقٌ میں پایا جاتا ہے۔اس کے معنے ہیں: اضمحلال یعنی تدریجاً زوال پذیر ہونا۔ (اقرب الموارد–محق)(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۳۹۹)

سودی کاروبار کا اصل باعث اور محرکِ اوّل افزائش دولت کی حرص ہے جو بے انتہا بڑھتی جاتی ہے۔اسی کی طرف الفاظ اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَةً اِشارہ کرتے ہیں۔موجودہ زمانے کا اِقتصادی نظام جو بنکوں وغیرہ کے ذریعے قائم ہے، اس کی غرض وغایت یہی ہے کہ کاروبار نفع بخش طریق سے بصورتِ صنعت وحرفت وزراعت وغیرہ وسیع پیانے پر چلایا جاسکے تا زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہو۔یہ غرض وغایت زیادہ سے زیادہ سود کی طمع دے کر پوری کی جاتی ہے۔روپیہ جمع ہوتا ہے اور اس سے افزائش پیداوار کا عمل صنعت وحرفت اور تجارت وزراعت وغیرہ کی شکل میں شروع ہوتا ہے۔یہاں تک کہ ایک وقت آتا ہے کہ وہ طلب ورسد کی مناسب حدود سے نکل کر اِقتصادی توازن کو بگاڑ دیتا ہے اور اِس فقدان توازن سے کئی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔سرمایہ داروں کے طبقے کا چنگل مصادر وموارد دولت اور وسائل وذرائع کسب پر مضبوط سے مضبوط ہوجاتا اور طبقۂ عمال کو ان کے رحم پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔معاشرہ انسانی میں سرمایہ داری اور طبقاتی تقسیم کے بدنتائج ظاہر وباہر ہیں۔جن میں سے اشیاء کے نرخوں میں زیادتی کے علاوہ پیداوار کی بہتات سے منڈیوں میں سامانِ رسد کی فراوانی، قلّتِ زر اور قوتِ خرید میں کمی بھی ہے اور پھر اِسی تسلسل میں تعطلِ عمل، بیکاری، بحران اور افراط زر کی صورت ہے جس سے بنی نوع انسان کو وقتاً فوقتاً دوچار ہونا پڑتا ہے اور مِحَاق میں اسی طرف اِشارہ کیا گیا ہے۔یعنی نظامِ سود کی تدریجی زوال پذیری کی طرف۔ اِس سے بعض بڑے پایہ کے علماءِ اقتصاد میں یہ احساس بشدّت پیدا ہو چکا ہے کہ مذکورہ بالا اقتصادی توازن کے فقدان کا اصل سبب سودی کاروبار ہے اور ان کی رائے ہے کہ یہ نامساعد طریق بالکل ہی ختم کئے جانے کے لائق ہے۔چنانچہ روسی نظام میں سود کی ممانعت کی گئی ہے۔روسی نظام کے مفکرین نے اقتصادی علتوں اور خرابیوں کی بنیادی وجہ سود قرار دی ہے اور مشورہ دیا ہے کہ یہ طریق سخت ضرررساں ثابت ہوا ہے۔مبلغین سلسلہ کے لئے اِن مفکرین کی کتابیں پڑھنا ضروری ہیں تا وہ موجودہ زمانے کی مشکلات کو اِسلامی اَحکام کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کرسکیں۔

بَاب ۲۷: مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ

خرید وفروخت میں قسم کھانا مکروہ ہے

۲۰۸۸: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سِلْعَةً وَهُوَ فِي السُّوْقِ فَحَلَفَ بِاللهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا مَا لَمْ يُعْطَ لِيُوْقِعَ

۲۰۸۸: عمرو بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ ہشیم نے ہمیں بتایا۔عوام (بن حوشب) نے ہمیں خبر دی۔انہوں نے ابراہیم بن عبدالرحمٰن سے، ابراہیم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے (بازار میں) اپنا تجارتی سامان رکھا۔ابھی وہ منڈی میں تھا کہ اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ مجھے اِس

فِيْهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَنَزَلَتْ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا. (آل عمران:۷۸)

اطرافه: ٢٦٧٥، ٤٥٥١۔

کی اِتنی اِتنی قیمت ملتی تھی مگر میں نے نہ لی۔ (یہ اِس لئے کہا) تا مسلمانوں میں سے کسی شخص کو دھوکا دے کر اسے خریدنے کے لئے آمادہ کرے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں۔

تشریح: **مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ:** زیر باب جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ٥ (آل عمران:۷۸) یعنی جو لوگ اللہ سے اپنے عہد اور قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت یعنی دنیوی نفع لیتے ہیں آخرت میں اُن کا کوئی حصہ نہ ہوگا اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اُن سے بات نہ کرے گا اور نہ اُن کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک ٹھہرائے گا اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ جس طرح افزائش دولت کی غرض سے سود لینا حرام ہے۔ اسی طرح قسموں کے ذریعے سے مال کے نکاس کو بھی ممنوع قرار دیا ہے۔

روایت نمبر ۲۰۸۸ میں مندرجہ واقعہ انفرادی ہے مگر باب کا عنوان عام رکھا گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ قرآنِ مجید کی آیت ہر قسم کے معاہدات اور قسموں پر شامل ہے۔ **اَيْمَانٌ** جمع ہے يَمِيْنٌ کی، جس کے معنے قسم اور طاقت ہیں۔ عنوانِ باب میں لفظ حلف سے يَمِيْنٌ کے معنے لئے گئے ہیں جو جھوٹی اور سچی قسم پر اطلاق پاتے ہیں۔ یعنی اگر قسم جھوٹی ہے تو اس کی کراہت وممانعت حرمت والی ہے اور اگر سچی ہو تو بھی یہ نزاہت نفس کے منافی ہونے کی وجہ سے مکروہ وممنوع ہے۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۴۰۰)

فَنَزَلَتْ کے الفاظ سے مراد مطلق تطبیق آیت ہے۔ جیسا کہ حضرت اشعث بن قیسؓ کے تنازعہ آب پاشی کے موقع پر جو اُن کے چچازاد بھائی سے ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے شہادت طلب فرمائی اور شہادت کی عدم موجودگی میں فرمایا کہ مدعا علیہ کو قسم دی جائے گی تو انہوں نے کہا: وہ تو جھوٹی قسم کھا جائے گا۔ اِس پر آپؐ نے یہی آیت پڑھی[1] نیز حضرت ابوذرؓ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ثَلَاثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ ...... یعنی تین شخص ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بات نہیں کرے گا اور نہ اُن کی طرف دیکھے گا۔ حضرت ابوذرؓ نے پوچھا: مَنْ هُمْ؟ یہ کون ہیں؟ آپؐ نے تین بار فرمایا: خَابُوْا وَخَسِرُوْا. وہ خائب وخاسر ہیں۔ فرمایا: اَلْمُسْبِلُ إِزَارَهُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ. (مسند احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث ابی ذر الغفاری، جزء۵صفحہ۱۶۲) یعنی مغرور جو تکبر کی وجہ سے اپنا تہ بند گھسیٹتا ہے اور جو اِحسان جتاتا ہے اور جو جھوٹی قسم سے اپنے مال کا نکاس کرتا ہے۔ امام مسلمؒ[2] اور بعض دیگر محدثین نے بھی

---

[1] (بخاری، کتاب الشرب والمساقاة، باب ۴، روایت نمبر ۲۳۵۷)

[2] (مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار)

اس روایت کو بیان کیا ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں ایک اور جگہ حضرت ابوذرؓ کی یہ روایت ان الفاظ میں منقول ہے: ثَلَاثَةٌ يَشْنَؤُهُمُ اللّٰهُ ...... التَّاجِرُ الْحَلَّافُ اَوْ قَالَ الْبَائِعُ الْحَلَّافُ وَالْبَخِيْلُ الْمَنَّانُ وَالْفَقِيْرُ الْمُخْتَالُ. (مسند احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث ابی ذر، جزء ۵ صفحہ ۱۵۱) ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب حضرت ابوذرؓ اور حضرت اشعث بن قیسؓ کو دیا، وہ بصورت تطبیق آیت ہی تھا نہ یہ کہ اس وقت نازل ہوئی۔

بَاب ۲۸: مَا قِيْلَ فِي الصَّوَّاغِ

سناروں کے بارہ میں جو کچھ کہا گیا ہے

وَقَالَ طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا. وَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ {وَبُيُوْتِهِمْ☆} فَقَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ.

اور طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: (مکہ کی) گھاس نہ کاٹی جائے۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا: سوائے اِذخر گھاس کے، کیونکہ وہ ان کے کاریگروں اور ان کے گھروں☆ کے اِستعمال کی چیز ہے۔ اِس پر (آنحضرت ﷺ نے) فرمایا: اِذخر گھاس کاٹ لو، (اس کی اِجازت ہے۔)

۲۰۸۹: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا قَالَ: كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيْبِي مِنَ الْمَغْنَمِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي شَارِفًا مِنَ الْخُمْسِ فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا

۲۰۸۹: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ یونس نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ انہوں نے کہا: علی بن حسین نے مجھے خبر دی کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے اُن کو بتایا کہ حضرت علیؓ نے کہا: میری ایک بوڑھی اُونٹنی تھی جو مجھے غنیمت سے بطور حصہ ملی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور بوڑھی اُونٹنی غنیمت کے پانچویں حصے سے مجھے دی تھی۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہؓ کو اپنے گھر لانے کا اِرادہ کیا تو میں نے بنی قینقاع کے ایک سنار

☆ لفظ "وَبُيُوْتِهِمْ"، فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۴۰۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ أَنْ يَّرْتَحِلَ مَعِي فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ أَرَدْتُّ أَنْ أَبِيْعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِيْنَ وَأَسْتَعِيْنَ بِهِ فِي وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ.

سے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اِذخر لائیں۔ میں چاہتا تھا کہ اسے سناروں کے پاس بیچوں اور اپنی شادی کے ولیمہ کے لئے اس سے مدد لوں۔

اطرافهُ: ۲۳۷۵، ۳۰۹۱، ۴۰۰۳، ۵۷۹۳۔

۲۰۹۰: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي وَإِنَّمَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُلْتَقَطُ لُقْطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ. وَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: إِلَّا الْإِذْخِرَ لِصَاغَتِنَا وَلِسُقُفِ بُيُوْتِنَا فَقَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ. فَقَالَ عِكْرِمَةُ: هَلْ تَدْرِي مَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا هُوَ أَنْ تُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَكَانَهُ. قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ خَالِدٍ: لِصَاغَتِنَا وَقُبُوْرِنَا.

۲۰۹۰: اسحاق (بن شاہین) نے ہم سے بیان کیا کہ خالد بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد (حذاء) سے، خالد نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مکہ کو حرم قرار دیا ہے، نہ تو مجھ سے پہلے کسی کے لئے جائز ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے اور مجھے بھی دن کی ایک گھڑی کے لئے ہی اجازت ملی۔ نہ اس کی گھاس کاٹی جائے اور نہ اس کا درخت کاٹا جائے۔ نہ اس کا شکار بدکایا جائے۔ نہ اس کی گری پڑی چیز اُٹھائی جائے، سوائے اس شخص کے جو اس کی شناخت کرائے۔ اس وقت حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) سوائے اِذخر کے جو ہمارے سناروں اور ہمارے گھروں کی چھتوں کے استعمال کی چیز ہے۔ اِس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ اِذخر کی اجازت ہے۔ عکرمہ نے (خالد سے) کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ شکار کے بدکانے سے کیا مراد ہے؟ وہ یہ ہے کہ سائے سے تم اس کو ہٹا دو اور اس کی جگہ ڈیرہ لگا لو۔ عبدالوہاب نے خالد سے جو روایت نقل کی ہے، (اس میں یہ الفاظ ہیں:) ہمارے سناروں کے لئے اور قبروں کے لئے۔

اطرافهُ: ۱۳۴۹، ۱۵۸۷، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۲۴۳۳، ۲۷۸۳، ۲۸۲۵، ۳۰۷۷، ۳۱۸۹، ۴۳۱۳۔

تشریح: **مَا قِیْلَ فِي الصَّوَّاغِ:** امام موصوفؒ نے اسم موصول مَا اور فعل مجہول قِیْلَ سے عنوان قائم کر کے ایسی روایات کی طرف اشارہ کیا ہے جو زبان زد خلائق ہیں۔ اس کی مثالیں پہلے بھی گزر چکی ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجرؒ نے اپنی شرح بخاری میں اس قسم کی ایک روایت امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: أَكْذَبُ النَّاسِ الصَّبَّاغُوْنَ وَالصَّوَّاغُوْنَ☆ یعنی لوگوں میں سے سب سے جھوٹے رنگریز اور سنار ہوتے ہیں۔ (یہ روایت بلحاظ سند مضطرب ہے۔) یعنی پیشہ ورجن میں سُنار اور رنگریز بھی شامل ہیں، ہمارے ملک میں وعدہ خلافی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ سابقہ باب میں قسمیں اور معاہدات توڑنے کا ذکر ہے اور اسی تعلق میں بعض پیشہ وروں کا ذکر کیا گیا ہے۔

زرگروں کی بابت دو روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ زرگری کا پیشہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی تھا اور صحابہ کرامؓ ایسے پیشہ وروں سے معاملہ کیا کرتے تھے۔ عنوانِ باب میں طاؤسؒ اور حضرت عباسؓ اور دوسری روایت کے آخر میں عبدالوہاب کے قول کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان حوالوں کے لئے دیکھئے کتاب جزاء الصید، باب ۹،۱۰۔

بَاب ۲۹: ذِكْرُ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ

کاریگر اور لوہار کے ذکر میں

۲۰۹۱: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ: كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ. قَالَ: لَا أُعْطِيْكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيْتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ تُبْعَثَ. قَالَ: دَعْنِي حَتَّى أَمُوْتَ وَأُبْعَثَ فَسَأُوتَى مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيْكَ

۲۰۹۱: محمد بن بشار نے مجھ سے بیان کیا کہ (محمد) ابن ابی عدی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سلیمان سے، سلیمان نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے، انہوں نے حضرت خبابؓ (بن ارتؓ) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں زمانہ جاہلیت میں لوہارے کا کام کرتا تھا اور عاص بن وائل کے ذمہ میرا قرض تھا۔ میں اُس کے پاس قرض کا تقاضا کرنے کے لئے گیا۔ اُس نے کہا: میں اُس وقت تک تمہیں نہیں دوں گا جب تک کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اِنکار نہ کرے۔ میں نے کہا: اللہ تجھے مار کر زندہ کر دے تو بھی میں اِنکار نہیں کروں گا۔ اُس نے

☆ (ابن ماجه، کتاب التجارات، باب الصناعات)(مسند احمد بن حنبل، مسند ابی هریرة، جزء۲صفحہ۲۹۲)

فَنَزَلَتْ: اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝

(المریم: ۷۸-۷۹)

کہا: اچھا۔ اُس وقت تک مجھے رہنے دو کہ میں مرجاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں۔ تب جو مال اور اَولاد مجھے (وہاں) ملے گی۔ میں (اس سے) تیرا قرض اَدا کردوں گا۔ اِس پر (یہ آیت) نازل ہوئی: کیا تو نے اُس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا اِنکار کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اَولاد دِی جائے گی۔ کیا اُس نے غیب کو جھانک کر دیکھ لیا ہے یا رحمان خدا سے کوئی اِقرار لے لیا ہے۔

اطرافہ: ۲۲۷۵، ۲٤۲٥، ٤۷۳۲، ٤۷۳۳، ٤۷۳٤، ٤۷۳٥۔

تشریح: **ذِكْرُ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ:** چار باب (نمبر ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲) قائم کر کے مزید پیشوں کا ذکر کیا ہے۔ کاریگر، لوہار، درزی، بافندہ اور بڑھئی۔ لفظ **قَيْن** لوہار، زرگر اور دوسرے کاریگروں پر اطلاق پاتا ہے، جو کسی دھات کو ڈھال کر سامان وغیرہ بنائے۔ قَانَ، يَقِيْنُ، قَيْنًا کے معنے ہیں: اُس نے ڈھالا۔ (اقرب الموارد–قین) یہ پیشے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے۔ مسلم و غیر مسلم اِن پیشوں کو اِختیار کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے اور اَب تک مغربی ممالک میں پیشہ وری قابل عزت سمجھی جاتی ہے۔ ایک شخص وزارت کے منصب پر فائز ہونے پر بھی اپنے نام کے ساتھ اپنے آبائی پیشے کا ذکر کرتا ہے۔ مثلاً حدّاد (لوہار)، بقّال (سبزی فروش)، حبّال (رسی بنانے والا اور بیچنے والا)، زیّات (تیل بیچنے والا)، حلّاج (دُھنیا) اور حذاء (جوتا بنانے والا) وغیرہ۔ پیشہ وروں میں اولیاء اللہ بھی گزرے ہیں اور ان کے ناموں کے ساتھ ان کے پیشوں کا بھی ذکر ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں پیشہ وری بنظر حقارت دیکھی جاتی ہے جس کا اصل ہندو تمدن ہے جو ذات پات میں فرق کرتا ہے۔ ہندوؤں میں پیشہ ور کا نام ہی کمین اور شودر ہے۔ قرآنِ مجید میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات میں ہاتھ کی کمائی کو افضل ذریعہ معاش قرار دیا گیا ہے۔ (دیکھئے باب ۱۵، روایت نمبر ۲۰۷۲)

فَنَزَلَتْ: روایت نمبر ۲۰۹۱ میں عاص بن وائل سے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے مطالبہ قرض کا ذکر ہے اور اس ضمن میں بیان کیا گیا ہے کہ آیت أَفَرَأَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِآيٰتِنَا وَقَالَ لَأُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا...... (مریم: ۷۸) {یعنی کیا تو نے اُس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا اِنکار کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اَولاد دِی جائے گی۔} اس گفتگو کے تعلق میں نازل ہوئی جو عاص بن وائل نے کی۔ اس نزول سے تطبیق مراد ہے۔

بَاب ۳۰: اَلْخَيَّاطُ[1]

درزی (کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے)

۲۰۹۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ. قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَمَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيْدٌ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ قَالَ: فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ.

۲۰۹۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ایک خیاط نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی جو اُس نے تیار کیا تھا۔ حضرت انس بن مالکؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں بھی اس دعوت میں چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُس نے روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو کے قتلے اور گوشت کی بوٹیاں تھیں۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ پیالے کے اِردگرد سے جہاں کدو ہوتا لیتے۔ (حضرت انسؓ) کہتے تھے: میں اُس دن سے ہی کدو پسند کرتا ہوں۔

اطرافہُ: ۵۳۷۹، ۵۴۲۰، ۵۴۳۳، ۵۴۳۵، ۵۴۳۶، ۵۴۳۷، ۵۴۳۹۔

بَاب ۳۱: اَلنَّسَّاجُ[1]

بافندے[2] (کے ذکر میں جو بیان آیا ہے)

۲۰۹۳: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ

۲۰۹۳: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ یعقوب بن عبدالرحمٰن نے ابوحازم سے روایت کرتے ہوئے

---

[1] عمدۃ القاری کے مطابق عنوان باب ذِكْرُ الْخَيَّاطِ اور باب ذِكْرُ النَّسَّاجِ ہے (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۱۰، ۲۱۱)

[2] بافندہ سے مراد کپڑا بُننے والا ہے۔ (اردو لغت - بافندہ)

أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ قَالَ: أَتَدْرُوْنَ مَا الْبُرْدَةُ فَقِيْلَ لَهُ: نَعَمْ هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوْجَةٌ فِي حَاشِيَتِهَا. قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي أَكْسُوْكَهَا فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجٌ إِلَيْهَا فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اكْسُنِيْهَا. فَقَالَ: نَعَمْ. فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ لَقَدْ عَرَفْتَ☆ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهَا إِلَّا لِتَكُوْنَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوْتُ. قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

اطرافہُ: ۱۲۷۷، ۵۸۱۰، ۶۰۳۶۔

ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے میں نے سنا۔ انہوں نے کہا: ایک عورت بردہ لے کر آئی، کہا: آپ جانتے ہیں کہ یہ بردہ کیا ہے؟ تو اُن سے کہا گیا: ہاں۔ وہ حاشیہ دار چادر ہوتی ہے۔ اُس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے یہ اپنے ہاتھ سے بُنی ہے کہ میں آپؐ کو پہناؤں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لے لی۔ آپؐ کو اُس کی ضرورت تھی۔ پھر آپؐ ہمارے پاس باہر آئے اور وہی (چادر) آپؐ کی تہ بند تھی۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یہ (چادر) مجھے پہننے کے لئے دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر مجلس میں بیٹھے رہے۔ پھر اندر جا کر اُسے تہ کیا اور اُس شخص کے پاس بھیج دی۔ لوگوں نے اُس سے کہا: تو نے اچھا نہیں کیا کہ آپؐ سے یہ مانگ لی۔ تجھے علم☆ ہی ہے کہ آپؐ سائل کو رد نہیں کرتے تو اُس شخص نے کہا: بخدا میں نے یہ اِسی لئے مانگی کہ وہ میرے لئے کفن ہو، جب میں مرجاؤں۔ حضرت سہلؓ نے کہا: تو وہی (چادر) اُس کا کفن ہوئی۔

تشریح: **اَلنَّسَّاجُ:** حاشیہ دار چادر مانگنے والے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے۔ (فتح الباری شرح کتاب الجنائز باب ۲۸ روایت نمبر ۱۲۷۷) یہ مشہور صحابی ہیں؛ جنہیں حضرت سعد بن ربیعؓ نے اپنا نصف مال پیش کیا تھا۔ مگر انہوں نے باوجود تہیدستی کے نہیں لیا اور منڈی میں جا کر کام کاج کرتے رہے اور بہت جلدی انہوں نے اپنے لئے معاش کی صورت پیدا کر لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چادر مانگنا اور آپؐ کا انہیں دینا محبت اور بے تکلفی کے رنگ میں تھا۔ اس روایت کی مزید تشریح کے لئے کتاب الجنائز باب ۲۸ روایت نمبر ۱۲۷۷ کی تشریح بھی دیکھئے۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ عَلِمْتَ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۱۱)

بَاب ٣٢: اَلنَّجَّارُ

بڑھئی (کے متعلق جو بیان آیا ہے)

٢٠٩٤: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: أَتَى رِجَالٌ إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ يَسْأَلُوْنَهُ عَنِ الْمِنْبَرِ فَقَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى فُلَانَةٍ امْرَأَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ أَنْ مُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ يَعْمَلُ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ فَأَمَرَتْهُ يَعْمَلُهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ فَجَلَسَ عَلَيْهِ.

اطرافہُ: ٣٧٧، ٤٤٨، ٩١٧، ٢٥٦٩۔

۲۰۹۴: قُتَیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز نے ابوحازم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: حضرت سہل بن سعدؓ کے پاس کئی آدمی آئے۔ (رسول اللہ ﷺ کے) منبر کے متعلق پوچھتے تھے تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کو کہلا بھیجا۔ حضرت سہلؓ نے اس عورت کا نام لیا تھا کہ اپنے غلام سے کہو جو بڑھئی ہے، کچھ لکڑیوں کا (منبر) بنا دے۔ جس پر میں بیٹھ کر لوگوں سے خطاب کیا کروں۔ تو اُس عورت نے اپنے غلام کو کہا کہ وہ غابہ (جنگل) کے جھاؤ سے منبر تیار کردے۔ چنانچہ وہ اُسے بنا کر لے آیا اور اُس عورت نے رسول اللہ ﷺ کو بھیج دیا اور آپؐ کے ارشاد کے مطابق اُسے مسجد میں رکھا گیا اور آپؐ اُس پر بیٹھے۔

٢٠٩٥: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ فَإِنَّ لِي غُلَامًا نَّجَّارًا قَالَ: إِنْ شِئْتِ.

۲۰۹۵: خلاد بن یحیٰی نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد بن ایمن نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپؐ کے لئے ایسی چیز نہ بنوا دوں جس پر آپؐ بیٹھا کریں کیونکہ میرا ایک غلام بڑھئی ہے۔

فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِي صُنِعَ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ. قَالَ: بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ.

اطرافهُ: ۴۴۹، ۹۱۸، ۳۵۸۴، ۳۵۸۵۔

آپؐ نے فرمایا: اگر تم چاہو (تو بے شک بنوالو۔) (حضرت جابرؓ نے کہا:) پھر اُس نے آپؐ کے لئے منبر تیار کروایا۔ جب جمعہ کا دن ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس منبر پر جو بنوایا گیا تھا بیٹھے تو وہ کھجور جس کے قریب آپؐ پہلے (لوگوں کو) خطبہ دیا کرتے تھے، چلائی، یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ پھٹ جائے۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُتر کر اُس پر ہاتھ رکھا۔ پھر اپنے سینے سے لگایا، تو وہ اُس معصوم بچے کی طرح رونے لگی جسے چپ کرایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اُسے قرار آیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ اُس ذکر کی وجہ سے روئی جو وہ سنتی تھی۔

تشریح: **فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِیْ كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا:** یہ روایات کتاب الصلاۃ میں بھی گذر چکی ہیں۔ (دیکھئے کتاب الصلاۃ باب ۱۸، ۶۴) مگر قدرے اختلاف کے ساتھ۔ لفظی اختلاف کے باوجود صحت سند کے اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے اور درایت کے اعتبار سے اِس کا جو حل مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے، وہی درست اور حقیقت نما ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:-

فلسفی گو منکرِ حنّانہ است　　　از حواس انبیاء بیگانہ است

فلسفی جو دل گداز (تنہ کھجور) کا اِنکاری ہے۔ انبیاء کے حواس سے بیگانہ ہے۔ لفظ حنّان عربی میں گداختِ قلب و رقّتِ جذبات پر اطلاق پاتا ہے۔ اِسی سے حنّانہ اسم وصفی مشتق ہے۔ جس سے مراد وہ تنہ کھجور ہے جس کے ساتھ سہارا لے کر آنحضرت ﷺ رقّت آمیز وعظ و نصیحت سے خطبہ جمعہ میں صحابہ کرامؓ کو مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے ایک دن درس صحیح بخاری کے اثناء میں یہ روایت پڑھاتے وقت مجھ سے فرمایا: ''نور الدین سے بھی ایک دفعہ ایک درخت ہم کلام ہوا تھا۔'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی مکالمہ جمادات کا ذکر کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

> ''چند روز ہوئے ہم نے دیکھا کہ اُس روڑی پر جو گلی کے سرے پر ہے، ایک کوٹھا (کمرہ) ہے۔ اُس کوٹھے نے دعا کی اور جس کوٹھے میں ہم رہتے ہیں، اس کوٹھے نے آمین کہی۔ دعا برکات وغیرہ کے لئے تھی۔''

(الحکم جلد ۸ نمبر ۲- مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۲) (تذکرہ- بتاریخ جنوری ۱۹۰۴ء- صفحہ ۴۱۹)

اسلامی نظریہ حیات کتاب الاذان باب ۵ میں اختصار سے گزر چکا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں حکایتاً فرماتا ہے:
وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ٥(حٰمٓ السّجدة: ٢٢) یعنی اَعداءاللہ کے کانوں اور آنکھوں اور اُن کے چمڑوں نے اُن کے خلاف شہادت دی تو اُن جہنمیوں نے ان سے پوچھا کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں شہادت دی؟ تو انہوں نے کہا: اُسی اللہ نے ہمیں گویا کیا ہے جس نے ہر شے کو گویائی بخشی۔اس آیت سے ظاہر ہے کہ ہر شے کو نطق کی قابلیت دی گئی ہے جس کے طفیل وہ اپنے مکنونات کے اظہار پر قادر ہے۔ہر ذرۂ کائنات خواص کا ایک وسیع خزانہ ہے اور اسے مناسب حال قوتِ گویائی دی گئی ہے۔جس کے ذریعے سے انسان پوشیدہ خواص الاشیاء کو ظاہر کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔اگر نطق واستنطاق کی خداداد قابلیت نہ ہوتی تو علم کیمیاء وطبعیات وعلم عقاقیر (جڑی بوٹی) کی ضخیم کتب قرابادین (Materia Medica) کا وجود بھی نہ ہوتا اور یہ عالم، عالم (منبع علوم) نہ ہوتا بلکہ گم صم ہیولیٰ بے نطق وگنگ ہوتا جو اپنے خالق کی طرف راہنمائی کرنے سے عاجز رہتا۔لیکن خالق قدیر نے کائناتِ عالم کو مناسب حال قوتِ نطق عطا کر کے انسان کو استنطاق کی قابلیت عطا کی ہے۔حضرت مولانا رومؒ نے اسی حقیقت کو ایک شعر میں پیش کر کے مذکورہ بالا واقعہ حنانہ کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بے شمار اولیاء اللہ پائے گئے ہیں جنہیں انبیاءعلیہم السلام کے سے حواس دیئے گئے اور جنہیں مشاہداتِ روحانی سے وافر حصہ ملا اور وہ اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر گواہ ٹھہرے ہیں اور اُن کی تصدیق امت محمدیہ کے لاکھوں افراد ہر صدی میں کرتے رہے ہیں۔کسی واقعہ کی حقانیت پر اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہوسکتی ہے؟

اس تعلق میں دو باتیں مدنظر رکھنا ضروری ہیں: (اوّل) معانی کا ایسے طور سے متمثل ہونا کہ وہ احساسات کا جزو بن جاتی ہیں اور اُن پر پورے طور پر ظاہر وباطن میں مسلط اور مستولی ہوتی ہیں۔(دوم) معانی متمثلہ مخصوصہ کا ظہور واقعات میں بھی نمایاں طور پر ہوتا ہے۔

ہمارے زمانہ کی تازہ مثالوں میں سے ایک مشاہدہ کوٹھے کی دعا کا ذکر کیا جاچکا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مشاہدہ کا ذکر دوبار ملتا ہے۔پہلی بار ۱۹۰۲ء میں۔(دیکھئے تذکرہ-بتاریخ ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۵۹) دوسری بار ۱۹۰۴ء میں۔(تذکرہ-بتاریخ جنوری ۱۹۰۴ء-صفحہ ۴۱۹) مکان تنگ تھا۔توسیع کی ضرورت تھی اور اس بارے میں ۱۸۸۲ء میں آپؑ کو وحی ہوچکی تھی: وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَسْئَمْ مِّنَ النَّاسِ. وَوَسِّعْ مَكَانَكَ. یعنی ملاقات کرنے والوں کا بہت ہجوم ہوجائے گا، اس سے اُکتانا نہیں اور اپنے مکان کو وسیع کر۔(سراج منیر صفحہ ۷۱، روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۷۳) آپؑ کو توسیع مکان کی ضرورت وفکر تھی۔آپؑ نے دیکھا کہ زمین کے مشرقی حصہ نے عمارت کے بننے کے لئے دعا کی اور مغربی حصے کی زمین اُفتادہ نے آمین کہی ہے۔(حقیقۃ الوحی-روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۹۳)

یہ اُفتادہ زمین ایک مخالف خاندان کی تھی اور جب کوٹھے میں رہنے والا خاندان طاعون سے ہلاک ہونے لگا تو میں

اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے ساتھ مشرقی حصہ مکان کے اس چوبارے میں تھا جو بعد کو حضرت امّ ناصر احمد رضی اللہ عنہا کے مکان سے مشہور ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اپنے مکان کے اس حصہ میں یہ فرماتے ہوئے جگہ دی کہ اس مکان سے متعلق خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے: اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ مَیں ہر اس فرد کی حفاظت کروں گا جو اس گھر کی چار دیواری میں ہے۔ ہمارے چوبارے کی کھڑکی اس غربی کوٹھے کی دالان پر کھلتی تھی۔ اس میں رہنے والا خاندان طاعون سے ہلاک ہونا شروع ہوا اور ہم صبح وشام رونے والوں کا رونا اور بین کرنے والیوں کے بین سننے لگے۔ آخر وہ خاندان اس مکان کو چھوڑنے اور بیچنے پر مجبور ہوا اور پھر وہ جگہ بطور حق شُفع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قبضہ میں آئی اور وہاں ایک پختہ مکان تعمیر ہوا۔ جہاں ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روح پرور تقریریں سنیں اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کے درس قرآنِ مجید اور حدیث شریف میں شریک ہوئے اور وہ گھر برکت دیا گیا اور اس میں اور بھی توسیع ہوئی اور آخر صاحبزادہ حضرت میاں بشیر احمدؓ کی وہی جگہ رہائش گاہ ہوئی اور بعد میں مزید توسیع ہونے لگی۔ غرض دعا کرنے والے کوٹھے اور آمین کہنے والے کوٹھے سے متعلق مشاہدہ واقعات کی صورت میں ہم نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھا۔

اسی قسم کے مشاہدات سے ''خاکسار پیپرمنٹ'' والا مشاہدہ بھی ہے۔ آپؑ کی طبیعت ناساز تھی۔ کشفی حالت میں ایک شیشی دکھائی گئی جس پر لکھا ہوا تھا ''خاکسار پیپرمنٹ''۔ (تذکرہ-۲۰ فروری ۱۹۰۵ء صفحہ ۴۴۳) چنانچہ یہ دوائی استعمال کی گئی اور آپؑ کی طبیعت بحال ہوئی۔ میں ان دِنوں قادیان میں پڑھتا تھا اور واقعہ کے بیسیوں گواہوں میں سے ایک میں بھی ہوں۔ اسی قبیل کے مکاشفات میں سے آپؑ کا وہ مکاشفہ بھی ہے جس میں زمین آپؑ کے سامنے متمثل ہو کر آپؑ سے بزبانِ عربی یوں مخاطب ہوئی: یَا وَلِیَّ اللّٰہِ کُنْتُ لَا اَعْرِفُکَ (سراج منیر- روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۸۰) یعنی اے خدا کے ولی! میں اس سے پہلے تجھے نہیں پہچانتی تھی۔ ان الفاظ سے پایا جاتا ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ زمین آپؑ کو قبول کرے گی۔ جوں جوں زمانہ گزر رہا ہے اِس مکاشفہ کی صداقت اطرافِ عالم میں ظاہر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ زمین کا یہ کلام ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ جس کی نسبت کلماتِ وحی کی واضح بشارتیں بکثرت ہیں جو تذکرہ وغیرہ کتب میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

اِن واقعات سے روایت نمبر ۲۰۹۵ کے تعلق میں جِذْعُ النَّخْلَۃِ کے زار وزار رونے کی حقیقت کا تازہ نمونہ بیان کرنا مقصود ہے اور بعید نہیں کہ جو مشاہدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو ہوا، اُس سے یہ مراد ہو کہ نخلستانِ عرب محبت الٰہیہ میں سرشار و زار وزار ہو گا جیسا کہ سارے جہان نے دیکھا کہ ارضِ حجاز کی بے آب و گیاہ بنجر زمین میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاسِ قدسیہ کی برکت سے حیرت انگیز اِنقلاب رُونما ہوا جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ اگر روحانی مشاہدات کے متعلق سابقہ واقعات کا ذکر کرنے لگوں تو یہ تشریح طول پکڑ جائے گی۔ تذکرۃ اولیاء میں یہ واقعات پڑھے سنے جا سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے، جس میں مٹی کے کورے برتن نے اُن سے گفتگو کی اور جس خواہش کا اُس نے اظہار کیا وہ اسی وقت پوری ہوئی۔ بیگانۂ رازِ حقیقت مانیں یا نہ مانیں لیکن یہ امر سو فیصدی درست ہے۔ لَا تُحَاطُ اَسْرَارُ الْاَوْلِیَآءِ۔ بے شک اولیاء اللہ کے اسرار کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ

بات سمجھنی مشکل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کُنْ سے سارا عالم وجود پذیر ہوا ہے۔اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ o (یٰسٓ: ۸۳) یعنی اس کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی شئے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔جس قادر خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خبر دی کہ آپؑ کے پاس قادیان میں کثرت سے لوگ آئیں گے اور یہ کہ آپؑ کو مکان وسیع کرنا چاہیے اور جس نے اس گمنام بستی میں ہجومِ خلق سے اَرضِ حرم کا نمونہ دِکھا دیا۔اُس خدا نے زمین کو متمثل کر کے اسے گویائی دی اور اس سے کلام کرایا۔پھر اُسی قادر خدا نے جِذْعُ النَّخْلَةِ کی گریہ وزاری کا نظارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو دکھایا اور قدرتِ تخلیق کا یہ نمونہ كُنْ فَيَكُوْن کا ظہور تھا۔

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مدینہ طیبہ میں جب انہوں نے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب سے بیعت کا اِرادہ کیا تو انہوں نے اُن سے پوچھا کہ بیعت کا کیا فائدہ ہے؟ تو انہوں نے بےساختہ فرمایا: سمعی کشفی گردد۔ شنیدہ بات مشاہدہ میں آجاتی ہے ۔(حیاتِ نور مصنفہ عبدالقادر سابق سوداگرمل، باب اوّل صفحہ ۵۵) مذکورہ بالا واقعہ سے صحابہ کرامؓ کو عجائباتِ خلق کا مشاہدہ کرایا گیا۔

اس زمانۂ دہریت میں کوئی یقین کرے نہ کرے،ہمیں مذکورہ بالا اسرار کی حقانیت میں ذرا بھر شبہ نہیں بلکہ اِن کی صداقت پر کامل یقین ہے۔عرصہ ہوا کہ کشمیر کی آزادی سے متعلق جو تحریک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اُٹھائی تھی۔اسی اثناء میں مَیں کشمیر کے دور دراز کے علاقوں میں سفروں میں تھا کہ کھانسی سے بیمار ہوا اور راولپنڈی سے قادیان پہنچا۔معلوم ہوا کہ ذات الجنب (pleurisy) کا عارضہ ہے۔میرے دوست مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ میرے معالج تھے اور میرے بھائی ڈاکٹر میجر سید حبیب اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ ملتان میں تھے۔انہیں مجھ سے بہت محبت تھی۔میری بیماری کا سن کر معہ بیوی قادیان آئے اور آنے سے پہلے شیخ فضل الرحمٰن صاحب ملتانی مرحوم کے ذریعہ سے ایک گائے بطور صدقہ کرائی۔انہیں صدقہ پر بڑا یقین تھا۔انہوں نے حالت دیکھ کر (Lumber puncture) کا علاج تجویز کیا۔اس ذریعہ سے پھیپھڑے کے پردے سے پانی نکالا جا رہا تھا تو پچکاری کی سوئی جلد میں ٹوٹ گئی۔ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ نئی سوئی شفاخانہ نور سے دوڑ کر لے آئے۔میں اُن دِنوں اپنے مکان دارالانوار میں تھا۔جمعہ کا دن تھا،سوئی نکالی گئی اور کچھ پانی بھی نکالا لیکن میری حالت دگرگوں ہوگئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو آپؓ معہ خاندان تشریف لائے۔حضرت امّ المومنین رضی اللہ عنہا،سیدہ امّ ناصر احمد صاحبہؓ اور سیدہ امّ طاہر احمد صاحبہ رضی اللہ عنہما دیکھ کر سخت رنج میں ڈوب گئیں۔ بھائی نے آبدیدہ ہو کر دیوار سے سہارا لیا۔نبض کی حالت دیکھ کر مایوسی طاری تھی۔اسی اثناء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کمرے میں دعا کے لئے الگ ہو گئے۔اُدھر وہ دعا میں تھے اِدھر میں اپنے عزیز و اقرباء کو بےبسی میں دیکھ رہا تھا۔میں نے اچانک دیکھا کہ فضائے بالا سے فرشتوں کا اُتار چڑھاؤ ہے۔اُن میں سے کسی نے میرے دل کو تھاما اور کسی نے پھیپھڑوں کو اور ایک نے شیشے کا گلاس میرے سامنے پیش کیا۔اس میں آبِ زلال تھا اور جلی حروف میں گلاس پر

سَلامٌ لکھا تھا۔ میں نے وہ پیا۔ یہ سب عین بیداری میں واقعہ ہوا۔ جبکہ میں دوسروں کو دیکھ رہا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بحالت دعا مکاشفہ ہوا اور آپؓ کو تسلی دی گئی کہ فکر نہ کریں، شاہ صاحب سلامت ہیں۔ آپؓ نے حضرت امّ طاہر احمد صاحبہؓ سے اِس کا ذکر کیا۔ اِتنے میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ نے نبض دیکھی تو وہ بحالت صحیحہ چل رہی تھی اور میں رُو بصحت تھا۔ دو مختلف جگہوں میں دو مشاہدوں کا ایک ہی وقت میں مظاہرہ ہوا جو کُنْ فَیَکُوْن کی تخلیق کا نمونہ تھا؛ جو اس زمانۂ دہریت وکفر میں دِکھایا گیا۔ الحمدللہ ہمارے ہادی اور راہنما آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ باتوں اور قرآنِ مجید کی تائید وتصدیق میں ہر دم تازہ سے تازہ شہادتیں قائم کی گئیں جن سے ہمارے ایمان زندہ ہیں اور جو باتیں دوسروں کو اوپری اور بالکل ناممکن معلوم ہوتی ہیں؛ ہمارے دل ان سے تسکین پاتے ہیں۔

بَاب۳۳: شِرَاءُ الْإِمَامِ الْحَوَائِجَ بِنَفْسِهِ

امام کا اپنی ضرورتیں خود خریدنا

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اشْتَرَى النَّبِيُّ ﷺ جَمَلًا مِنْ عُمَرَ. وَاشْتَرَى ابْنُ عُمَرَ بِنَفْسِهِ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا جَاءَ مُشْرِكٌ بِغَنَمٍ فَاشْتَرَى النَّبِيُّ ﷺ مِنْهُ شَاةً وَاشْتَرَى مِنْ جَابِرٍ بَعِيْرًا.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے ایک اُونٹ خریدا اور حضرت ابن عمرؓ نے بھی خود خریدا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے کہا: ایک مشرک بکریاں لے کر آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے ایک بکری خریدی اور حضرت جابرؓ سے ایک اُونٹ خریدا۔

۲۰۹۶: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتِ اشْتَرَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا نَسِيْئَةً وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

۲۰۹۶: یوسف بن عیسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ابومعاویہ نے ہمیں بتایا کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابراہیم (نخعی) سے، انہوں نے اسود (بن یزید) سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے اُدھار پر غلہ خریدا اور اُس کے پاس اپنی زِرہ گروی رکھی۔

اطرافہُ: ۲۰٦۸، ۲۲۰۰، ۲۲۵۱، ۲۲۵۲، ۲۳۸٦، ۲۵۰۹، ۲۵۱۳، ۲۹۱٦، ٤٤٦۷۔

تشریح: **شِرَآءُ الْإِمَامِ الْحَوَآئِجِ بِنَفْسِهِ:** مذکورہ بالا باب قائم کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بازار سے اشیاء خرید کر لانا اور بیع و شراء انسان کی عزت کے خلاف نہیں، خواہ منصب امامت ہی پر کیوں نہ ہو۔ ہمارے ملک میں عزت کا غلط تصور قائم ہو چکا ہے جو درحقیقت رعونت اور تکبر ہے۔ متمدن ممالک میں بڑے چھوٹے سبھی بازار سے اپنی ضروریاتِ زندگی خود حسب پسند خریدتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کا اِس بارہ میں یہی اسوۂ حسنہ رہا ہے۔

عنوانِ باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے جس قول کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ کتاب الھبہ باب ۲۵ روایت نمبر ۲۶۱۱ میں موصولاً منقول ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے قول کا حوالہ کتاب البیوع باب ۹۹ روایت نمبر ۲۲۱۶ میں مفصل دیکھئے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قول کا حوالہ اگلے باب (باب ۳۴ روایت نمبر ۲۰۹۷) میں دیکھا جائے۔ اِن حوالہ جات کے پیش کرنے کا مقصد واضح ہے۔

بَاب ٣٤ : شِرَاءُ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيْرِ

چوپایہ جانوروں اور گدھوں کی خریداری کے بیان میں

وَإِذَا اشْتَرَى دَابَّةً أَوْ جَمَلًا وَهُوَ عَلَيْهِ هَلْ يَكُوْنُ ذَلِكَ قَبْضًا قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيْهِ يَعْنِي جَمَلًا صَعْبًا.

اور جب کوئی جانور یا اُونٹ ایسے حال میں خریدے کہ (بیچنے والا) اُس پر سوار ہو تو کیا یہ (خریداری بیچنے والے کے) اُترنے سے پہلے باقبضہ ہوگی۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ یہ منہ زور اُونٹ میرے پاس بیچ دو۔

٢٠٩٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَأَبْطَأَ بِي جَمَلِي وَأَعْيَا فَأَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جَابِرٌ

۲۰۹۷: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا۔ عبدالوہاب نے ہم کو بتایا۔ عبیداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے وہب بن کیسان سے، وہب بن کیسان نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں ایک غزوہ میں تھا تو میرے اُونٹ کی رفتار سُست ہوگئی اور وہ تھک گیا تو نبی ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا: جابر! میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے

فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا شَأْنُكَ قُلْتُ أَبْطَأَ عَلَيَّ جَمَلِي وَأَعْيَا فَتَخَلَّفْتُ فَنَزَلَ يَحْجُنُهُ بِمِحْجَنِهِ ثُمَّ قَالَ ارْكَبْ فَرَكِبْتُهُ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَكُفُّهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا قَالَ أَفَلَا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ إِنَّ لِي أَخَوَاتٍ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ قَالَ أَمَّا إِنَّكَ قَادِمٌ فَإِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ ثُمَّ قَالَ أَتَبِيْعُ جَمَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَاشْتَرَاهُ مِنِّي بِأُوْقِيَّةٍ ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلِي وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ فَجِئْنَا إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدْتُهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ قَالَ أَاٰلْآنَ قَدِمْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَدَعْ جَمَلَكَ فَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ فَأَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَّزِنَ لَهُ أُوْقِيَّةً فَوَزَنَ لِي بِلَالٌ فَأَرْجَحَ فِي الْمِيْزَانِ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى وَلَّيْتُ فَقَالَ ادْعُ لِي جَابِرًا قُلْتُ الْآنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ

کہا: اُونٹ چلنے میں سُست ہوگیا ہے اور تھک گیا ہے۔ اِس لئے میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ تب آپؐ سواری سے اُتر کر اس کو اپنی کھونٹی سے کھینچنے لگے۔ پھر فرمایا: سوار ہو جاؤ۔ تو میں سوار ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اتنا تیز ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ سے بھی آگے بڑھنے لگا، جس پر مجھے اسے روکنا پڑا۔ پھر آنحضرتؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا: کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: کنواری یا بیوہ سے؟ میں نے کہا: (کنواری سے نہیں) بلکہ بیوہ سے۔ فرمایا: نوجوان (باکرہ) سے کیوں (شادی) نہ کی کہ تو اُس سے کھیلتا اور وہ تجھ سے کھیلتی؟ میں نے کہا: میری کچھ بہنیں ہیں اور میں نے پسند کیا کہ ایسی عورت سے شادی کروں جو اُن کی دلجوئی کرے، کنگھی کرے اور اُن کی پرورش کرے۔ فرمایا: دیکھو تم اب گھر پہنچنے والے ہی ہو۔ جب پہنچو تو عقلمندی سے اِحتیاط سے کام لینا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: کیا تم اپنا یہ اُونٹ بیچو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ تو آپؐ نے وہ مجھ سے ایک اوقیہ چاندی پر خرید لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے (مدینہ) پہنچے اور میں اگلی صبح کو پہنچا۔ ہم مسجد میں آئے تو میں نے آپؐ کو مسجد کے دروازے پر پایا۔ آپؐ نے فرمایا: اب پہنچے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: اپنا اُونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو۔ چنانچہ میں اندر گیا اور نماز پڑھی۔ حضرت بلالؓ سے آپؐ نے فرمایا: اسے ایک اوقیہ تول کر چاندی دے دو۔ حضرت بلالؓ نے تول کر مجھے دے دی اور تول میں ترازو کو جھکایا۔ پھر میں پیٹھ موڑ کر چلا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: جابرؓ

أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْهُ قَالَ خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ. کو میرے پاس آنے کے لئے بلاؤ۔ میں نے (دل میں) کہا: اب آپؐ (میرا) اُونٹ مجھے واپس کر دیں گے اور مجھے اس (واپسی) سے بڑھ کر اور کوئی بات ناپسند نہ تھی۔ فرمایا: اپنا اُونٹ لے لو اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔

اطرافهُ: ٤٤٣، ١٨٠١، ٢٣٠٩، ٢٣٨٥، ٢٣٩٤، ٢٤٠٦، ٢٤٧٠، ٢٦٠٣، ٢٦٠٤، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧۔

تشریح: **هَلْ يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَبْضًا قَبْلَ أَنْ يَّنْزِلَ:** باب۱۹ میں عقدِ بیع کی صحت کے لئے پانچ شرطیں بیان کی جاچکی ہیں جن میں سے ایک شرط قبضہ حاصل کرنے کی ہے۔ اس تعلق میں فقہاء نے سوال اُٹھایا ہے کہ آیا الفاظ بِعْنِيْ اور بِعْتُ یعنی میرے پاس بیچو اور میں نے بیچ دیا، بوقت خرید وفروخت زبانی قول واقرار ضروری ہے یا اِس کے لئے قبضہ کی بھی شرط ہے؛ جس سے بیع تکمیل پاتی ہے۔ بعض فقہاء نے قبضہ ضروری قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک صرف زبانی قول واقرار تکمیل بیع کے لئے کافی نہیں۔

(بداية المجتهد، كتاب البيوع، في بيع الطعام قبل قبضه له، الفصل الأوّل فيما يشترط فيه القبض)

حدیث مندرجہ زیر باب کے الفاظ فَدَعْ جَمَلَكَ سے ظاہر ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اُونٹ سے بالفعل دست بردار ہوگئے تھے اور وہ اسی دست برداری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں تھا اور پھر آپؐ نے قیمت دینے کے بعد وہ اُونٹ بھی اُن کو واپس کر دیا۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ نفس بیع زبانی قول واقرار سے طے پاگئی تھی۔ قیمت کی ادائیگی اور قبضہ کی صورت تکمیل عقد سے تعلق رکھتی ہے نہ صحت بیع سے۔ اس فرق کی طرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب کے دوسرے حصہ میں اِشارہ کیا ہے اور یہاں دراصل یہی مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے صحت عقد بیع کا نمونہ پیش کیا جائے اور بتایا جائے کہ بیع وشراء میں سہولت وسماحت جس کا ذکر باب ۱۶ روایت نمبر ۲۰۷۶ میں گذر چکا ہے، کیسے ہوتی ہے۔ اب اِس باب سے بیع وشراء کی مختلف صورتوں کا بیان شروع ہے۔

دَآبَّة کا لفظ کہنے کے بعد **اَوْ جَمَلًا** کا ذکر کیوں کیا گیا ہے جبکہ دَآبَّة کا لفظ ہر جانور گدھے، اُونٹ، گائے، بیل، بھیڑ بکری پر اطلاق پاتا ہے۔ علامہ عینیؒ کے نزدیک لفظ جَمَل سے سواری والے جانوروں کی خرید وفروخت سے متعلق اِشارہ کرنا مقصود ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر اِس تخصیص کی بظاہر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۱۴)

شارحین نے مذکورہ سوال اُٹھا کر خاموشی اختیار کی ہے۔ ابھی بتایا جاچکا ہے کہ باب ۱۹ میں اسلامی بیع وشراء کا جو وصف تمہیداً بیان ہوا ہے، اُسے اِن ابواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تجارتی بیع وشراء میں دِکھانا مدنظر ہے۔ یعنی اُونٹ کی بیع وشراء کے بارے میں زبانی بات چیت ہوئی اور قیمت ٹھہرائی گئی اور اس میں یہ اجازت دی گئی کہ مدینہ تک حضرت جابر رضی اللہ عنہ اسی اونٹ پر سواری کر سکتے ہیں اور آخر قیمت دینے کے بعد وہ اُونٹ بھی واپس کیا گیا۔ یہی سلوک

آپؐ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی فرمایا۔ (روایت نمبر ۲۶۱۱)

عرب میں مویشی خصوصاً سواری کے جانوروں کی تجارت کا عام رواج تھا، اس لئے تجارتی کاروبار کے تعلق میں پہلے انہی جانوروں کا ذکر کیا گیا ہے جو سواری کے لئے مخصوص تھے۔ عنوانِ باب کے ایک حصے میں شِرَاءُ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيْرِ اور دوسرے حصے میں اِذَا اشْتَرَى دَابَّةً اَوْ جَمَلًا اِسی غرض سے نمایاں کئے گئے ہیں تا چوپایوں میں سے دونوں جانوروں کا ذکر نمایاں ہو جن کا تعلق سواری سے ہے اور جن کی تجارت بلادِ عربیہ میں عام تھی۔ اس تجارت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نیک نمونہ سب سے پہلے پیش کیا گیا ہے۔

بَاب ۳۵

اَلْأَسْوَاقُ الَّتِي كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَبَايَعَ بِهَا النَّاسُ فِي الْإِسْلَامِ

منڈیاں جو زمانہ جاہلیت میں تھیں

اِسلام کے زمانے میں بھی لوگ وہاں آپس میں خرید وفروخت کرتے رہے

۲۰۹۸: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ عُكَاظٌ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ تَأَثَّمُوْا مِنَ التِّجَارَةِ فِيْهَا فَأَنْزَلَ اللهُ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ (البقرة:۱۹۹) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَذَا.

۲۰۹۸: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ابن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن دینار سے، عمرو نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ عکاظ، مجنّہ اور ذوالمجاز زمانہ جاہلیت میں منڈیاں تھیں۔ جب اسلام کا زمانہ آیا تو مسلمانوں نے ان میں تجارت کرنا گناہ سمجھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی: تم پر کوئی گناہ نہیں کہ (حج کے اجتماع کے دِنوں میں ان منڈیوں میں تجارت کرو۔) حضرت ابن عباسؓ نے مذکورہ آیت میں فِيْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ کے الفاظ بڑھائے۔

اطرافهُ: ۱۷۷۰، ۲۰۵۰، ٤٥١٩۔

تشریح: اَلْاَسْوَاقُ الَّتِيْ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَبَايَعَ بِهَا النَّاسُ فِي الْاِسْلَامِ: بیع نبوی کی صورت بیان کرنے کے بعد منڈیوں میں کاروبار کا ذکر چلایا گیا ہے۔ مذکورہ بالا منڈیاں عرب کی تجارت کا بہت بڑا مرکز تھیں۔ جن کا تعلق ایک طرف شام کی تجارت سے تھا جو رومی سلطنت کی تجارت سے وابستہ تھیں اور دوسری طرف یمن کی تجارت سے اور اِس کے واسطہ سے حبشہ، مصر، سوڈان اور ایران کی منڈیوں سے ان کا تعلق تھا۔

زمانہ قدیم سے بلادِ عربیہ تجارت کا اہم مرکز رہے ہیں۔ اوران منڈیوں کی تجارت کوفروغ دینے میں یہودی اور عیسائی تاجروں کا بھی بڑا ہاتھ تھا۔

اس تعلق میں عربوں کی تجارت کا تاریخی پس منظر یہاں بیان کرنا خالی اَز فائدہ نہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کچھ عرصہ پہلے اصحاب الفیل کا جوحملہ بیت اللہ پر ہوا تھا، وہ تاریخ عرب میں سیاسی واقتصادی اِعتبار سے بہت بڑی اہمیت رکھنے والا واقعہ ہے۔ اس حملہ نے عربوں میں خود حفاظتی اور وحدت کی روح پیدا کردی تھی۔ اس سے اصلاحاتِ نبویہ کی اصلی شان واضح ہوتی ہے۔ حجازی قبائل عدنانیہ اور یمنی قبائل قحطانیہ کے باہمی روابط مضبوط کردیئے۔ چنانچہ عبدالمطلب نئی صورتِ حال سے فائدہ اُٹھانے کے لئے سیف بن ذی یزن سردارِیمن کوابرہہ کی شکست اور یمن کی آزادی پر جوحبشیوں کے چنگل سے حاصل ہوئی، مبارک باددینے کے لئے خود یمن گئے۔ یمن ان دِنوں تجارت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ مصر، سوڈان اور ایران وغیرہ کی تجارت گاہوں سے وابستہ ہونے کے سبب حجاز کی منڈیوں کے لئے وہ بطور ایک اہم ذریعہ طلب ورسد تھا۔ اسی طرح حجازی منڈیاں جانب شمال ان عدنانی منڈیوں سے بھی واسطہ رکھتی تھیں جو بلادِ شام وعراق میں واقع تھیں۔ شام میں آلِ غسان وغیرہ قبائل رومی حکومت کے زیراثر تھے اور عیسائیت قبول کرچکے تھے۔ شام میں دمشق، دومۃ الجندل اور بصریٰ، تدمر وغیرہ تجارتی منڈیاں تھیں۔ عراقِ عرب میں حیرہ کا شہر تجارت کی بڑی منڈی تھا جو سلطنت ایران کے زیراثر تھا۔ یہاں عدنانی قبائل میں بنولخم، بنوکنانہ، بنوحمیر، کندہ و بنوحارث وغیرہ کی آبادیاں تھیں اور ان میں سے اکثر مذہباً یہودی تھے اور یہ قبائل ایران کے زیراثر تھے۔ ان یہودی تاجروں کی مکہ و مدینہ کے تاجروں سے راہ ورسم تھی اور بیت اللہ کی تعظیم وتکریم کا اِحساس ان تمام قبائل میں موجود تھا۔ ایامِ حج میں حجاز کی منڈیوں میں یہ اپنا سامانِ تجارت لاتے اوران کی رونق بڑھاتے۔ غرض اس طرح مشرق ومغرب اور جنوب وشمال کے تجار عکاظ، مجنّہ وغیرہ منڈیوں میں ہر سال ایامِ حج میں جمع ہوتے اور یہ تجارتی سلسلہ مواصلات نہ صرف ایامِ حج اور اَشہرِ حرم میں قائم ہوتا بلکہ دوامی صورت رکھتا تھا۔ تاریخ عرب کا علم رکھنے والوں کو معلوم ہے کہ عرب قدیم الایام سے ہی تجارت میں بہت بڑی شہرت رکھتے تھے۔ ان کی مدد کے بغیر تجارتی قافلے ایک ملک سے دوسرے ملک میں آجا نہیں سکتے تھے۔ مبادلہ اشیاء میں ان کا مقام ویسی ہی قیمت رکھتا تھا جیسا کہ سیم وزر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ایک سیاسی صورتِ حال عربوں کے اس اقتصادی موقف کو تقویت دینے کا باعث ہوئی جس سے ان کے اقتصادی تعلقات خارجی دنیا سے بہت بڑے پیمانے پر قائم واستوار ہوچکے تھے۔ یہ سیاسی صورتِ حال وہ شدید رقابت تھی جو رومی اور ایرانی قیاصرہ واکاسرہ کے درمیان مدت سے چلی آرہی تھی۔ وہ ایک دوسرے کے مذہباً اور سیاسۃً سخت دشمن تھے۔ ان میں ہر حکومت چاہتی تھی کہ اس کا نفوذ واثر ممالک عربیہ میں قائم ہو، تا وہ اس اہم واسطہ تجارت سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھائے۔ ایران نے اپنا مرکز نفوذ یمن وعراق میں اور روم نے اپنا مرکز نفوذ شام اور اَرضِ حجاز میں قائم کررکھا تھا۔ موسم حج میں نہ صرف دور دراز ملکوں کے تاجر ہی بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں کے مذہبی

نمائندے اور مبلغ حجاز وغیرہ میں مواسم حج کے موقع پر پہنچ جاتے اور اپنے اپنے مذہب وسیاست کا وعظ کرتے۔ اُن مقدس دِنوں میں ہر شخص کو پوری آزادی تھی۔ چنانچہ اِس آزادی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبل از ہجرت فائدہ اُٹھاتے رہے۔ مذکورہ بالا مذہبی، سیاسی اور تجارتی رقابتوں نے عرب دنیا کو باہر کی دنیا سے وابستہ کر رکھا تھا اور ہر ملک کے اندازِ فکر اور تمدنی بود و باش اور طریق معاشرہ وکردار وغیرہ سے یہ لوگ اثر پذیر تھے۔ پس مذکورہ بالا حجازی منڈیاں محض مقامی منڈیاں نہ تھیں اور بیت اللہ کا اثر صرف عربی قبائل ہی میں محدود نہ تھا بلکہ ہمسایہ قومیں بھی اِس کا دُور رَس اثر شدت سے محسوس کر رہی تھیں۔ مشہور انگریزی مؤرخ گبن کی رائے میں ابرہہ کا حملہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا جو رومی سلطنت کی تدبیر سے بروئے کار لایا گیا۔ جس کے ذریعے سے یہ سلطنت چاہتی تھی کہ ایرانی سلطنت کے مقابل اس کا اثر ونفوذ اور تجارتی گرفت مضبوطی سے عربوں میں قائم ہو۔ مختلف ممالک کی تجارت پر اُسے مکمل قبضہ حاصل ہو سکے۔

(History Of The Decline And Fall Of The Roman Empire, Vol.4
Chapter XLII : State Of The Barbaric World. -- Part III)

قرآنِ مجید نے بیت اللہ کی اِسی سیاسی واقتصادی اہمیت کی طرف سورۃ الفیل اور سورۃ القریش میں اِشارہ فرمایا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر کبیر مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ جلد ۱۰ صفحہ ۲۷ تا ۳۹، ۸۰ تا ۹۰) اور قدیم الایام سے عربوں کی تجارتی دلچسپی کا ذکر اشارۃً سورۂ ہود کی آیات نمبر ۸۵ تا ۸۸ میں ہے، جہاں مدین کی تجارت پیشہ قوم کی اِصلاح کا بیان ہے جس کے لئے حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث کئے گئے۔ مدین بحرِ ابیض کے کنارے طورِ سینا کے دامن کا علاقہ تھا، جہاں مقام ایکہ کی تجارتی بندرگاہ تھی۔ یہ وہی مقام ہے جس کا نام آج کل عقبہ ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ منفتاح رعمیس ثانی (حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل) کا زمانہ تھا اور اُس زمانے سے بھی قبل آرامی، ادوامی، انباطی، عاشوری، عمالیق، کلدانی، موآبی اور فینیقی وغیرہ قبائل کی حکومتیں یکے بعد دیگرے عربی ممالک میں قائم ہوئیں اور یہ سب قومیں تجارت پیشہ تھیں۔ ہمارے زمانہ میں آثارِ قدیمہ کے اکتشافات نے ان کی تاریخی اہمیت کو واشگاف کر دیا ہے۔ عربوں کی یہ تجارت پیشہ قوم تھی، جس کی ذہنیت کا خمیر نہ صرف یہ کہ دور دراز زمانوں سے پختہ ہو چکا تھا بلکہ وہ زمانہ جاہلیت کے آخری دَور میں ہمسایہ قوموں کے تجارتی کاروبار سے متعلقہ عادات ورسوم کے زیرِ اثر تھی۔ اس قوم کی اصلاح کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور بیع وشراء میں جو مبارک اور دُور رَس اصلاح آپؐ کے ہاتھوں سے پایۂ تکمیل کو پہنچی، اُس کی اہمیت کا اندازہ کتاب البیوع کے ابواب اور اُن کے عناوین سے واضح ہو جائے گا؛ بشرطیکہ مذکورہ بالا تاریخی منظر ذہن میں مستحضر رہے۔ اِسے سمجھنے کے لئے موجودہ زمانے کے حالات پر بآسانی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ آج کل مشرقِ وسطیٰ کے تعلق میں برطانیہ، امریکہ اور روس کی حکومتوں نے جو سیاسی موقف اختیار کر رکھا ہے اور جس قسم کا اقتصادی اور اخلاقی دباؤ اور اثر عیسائی ممالک کا آج کل اسلامی ممالک پر ہے، بعینہٖ وہی موقف اور اثر زمانہ جاہلیت سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قربِ بعثت تک ہمسایہ حکومتوں ایران، روم، مصر اور حبشہ وغیرہ کا عرب پر تھا اور آئندہ ابواب کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُس زمانہ کے عیسائیوں، مجوسیوں اور مشرکین کے تجارتی طریق عمل

اور اُن کے اندازِ فکر کو مدنظر رکھا جائے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ابواب میں موقع محل کی مناسبت سے جابجا ان اثرات کا ذکر آئے گا، تا اصلاحِ نبوی کی شان واضح ہو۔ عکاظ، ذوالمجاز اور مجنّہ وغیرہ منڈیاں ایامِ حج میں وہی شان رکھتی تھیں جو آج کل کی نمائش گاہیں مصر اور شام وغیرہ ملکوں میں رکھتی ہیں۔ جہاں ہر ملک کے تاجر اور صناع اپنے فنون کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ میں نے بھی دمشق کی ایک نمائش اکتوبر ۱۹۵۶ء میں دیکھی تھی۔ ہر ملک نے اپنے عجائبات سے دیکھنے والوں کو محو حیرت کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں اُن دِنوں میں ہر حکومت کا سیاسی پروپیگنڈا زور وشور سے جاری تھا۔ یہی حال مذکورہ بالا حجازی منڈیوں کا بھی ہوا کرتا تھا۔ عالم قدیم میں منڈیاں معمولی نہ تھیں۔

بَاب ٣٦ : شِرَاءُ الْإِبِلِ الْهِيْمِ أَوِ الْأَجْرَبِ

بیمار یا خارشی اُونٹ کی خریداری

اَلْهَائِمُ الْمُخَالِفُ لِلْقَصْدِ فِي كُلِّ شَيْءٍ.

(هِيْمٌ هَائِمٌ کی جمع ہے اور) لفظ اَلْهَائِمُ کے معنے ہیں جو ہر بات میانہ روی کے خلاف کرنے والا ہو۔

٢٠٩٩ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو كَانَ هَاهُنَا رَجُلٌ اسْمُهُ نَوَّاسٌ وَكَانَتْ عِنْدَهُ إِبِلٌ هِيْمٌ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَاشْتَرَى تِلْكَ الْإِبِلَ مِنْ شَرِيْكٍ لَّهُ فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيْكُهُ فَقَالَ بِعْنَا تِلْكَ الْإِبِلَ فَقَالَ مِمَّنْ بِعْتَهَا فَقَالَ مِنْ شَيْخٍ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ وَيْحَكَ ذَاكَ وَاللهِ ابْنُ عُمَرَ فَجَاءَهُ فَقَالَ إِنَّ شَرِيْكِي بَاعَكَ إِبِلًا هِيْمًا وَلَمْ يَعْرِفْكَ قَالَ فَاسْتَقْهَا قَالَ فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا فَقَالَ دَعْهَا رَضِيْنَا بِقَضَاءِ

۲۰۹۹: علی بن عبداللہ (ابن مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ عمرو (بن دینار) کہتے تھے: یہاں ایک شخص ہوا کرتا تھا جس کا نام نواس تھا۔ اُس کے پاس بیمار اُونٹ تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما گئے اور اُس کے ایک حصہ دار سے وہ اُونٹ خرید لئے تو (نواس) کا شریک اس کے پاس آیا اور کہا: وہ اُونٹ ہم نے بیچ دیئے ہیں۔ اُس نے کہا: کس کے پاس اُن کو بیچا ہے؟ کہا کہ ایک بوڑھے کے پاس جو ایسی ایسی شکل کا ہے تو اس نے کہا: کم بخت وہ تو بخدا حضرت ابن عمرؓ ہیں۔ چنانچہ وہ ان کے پاس آیا اور اُس نے کہا: میرے شریک نے آپؐ کے پاس بیمار اُونٹ بیچے ہیں اور وہ آپؓ کو نہیں جانتا تھا تو انہوں نے کہا کہ پھر انہیں لے جاؤ۔ (عمرو بن دینار) کہتے تھے: جب وہ اُن کو لے جانے لگا تو

رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاعَدْوَى سَمِعَ سُفْيَانُ عَمْرًا.

(حضرت ابن عمرؓ نے) کہا: انہیں رہنے دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر ہم راضی ہیں اور کوئی شکایت (دارالقضاء میں) نہ کی جائے گی۔ (علی بن مدینی نے کہا:) سفیان نے عمرو (بن دینار) سے اسی طرح سنا۔

اطرافہ: ۲۸۵۸، ۵۰۹۳، ۵۰۹۴، ۵۷۵۳، ۵۷۷۲۔

تشریح: شِرَآءُ الْإِبِلِ الْهِيمِ: اس باب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیع وشراء کا ذکر ہے کہ وہ بھی سہولت وسماحت پر مبنی تھی۔ معاملات میں کوئی ایچ پیچ نہیں تھا۔ لفظ اَلْهِيْمُ، اَلْهَـآئِمُ کی جمع ہے جو هُیام سے مشتق ہے۔ جیسے غَـائِطٌ کی جمع غَيْطٌ ہے۔ ہُیام شدت کی بیماری ہے جو کھاری پانی پینے سے اُونٹ کو ہو جاتی ہے۔ جس سے وہ سخت بے قرار ہو کر اِدھر اُدھر سرگردان پھرتا ہے۔ ایسے اُونٹ کو هَائِمٌ کہتے ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۰۶)

لَاعَدْوَى: یعنی لَا عُدْوَانَ یعنی کسی پر تعدی اور ظلم نہ ہو۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے دہرایا ہے۔ (دیکھئے کتاب الطب روایت نمبر ۵۷۷۵) ان کی مراد یہ تھی کہ یہ اُونٹ مجھے اسی حالت بیماری میں منظور ہیں اور اُونٹوں کا مالک جس نے ان کا نقص بتایا، بری الذمہ ہے۔ اِس جملے کے یہ معنی ہیں کہ دارالقضاء میں شکایت نہیں کی جائے گی۔ کہتے ہیں: اَعْدَى عَلَيْهِ عِنْدَ الْقَاضِي. ظلم کے ازالے کی غرض سے قاضی کے پاس شکایت کی۔ مذکورہ بالا واقعہ سے ظاہر ہے۔ ناقص بیع کا اگر اظہار نہ کیا گیا تو مشتری کو اس کے واپس کرنے کا حق ہے اور اگر وہ باوجود علم دیئے جانے کے لے لیتا ہے تو بائع بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ ناقص مال بیچنا اِس صورت میں جائز سمجھتے تھے کہ اس کے نقص کا اظہار کیا جائے، ورنہ ناقص بیع باطل ہوگی۔

بَاب ۳۷: بَيْعُ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا

فساد وغیرہ کے دِنوں میں اسلحہ (ہتھیار) بیچنا

وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ.

اور حضرت عمران بن حصینؓ نے فساد کے زمانہ میں ہتھیار بیچنا پسند نہیں کیا۔

۲۱۰۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ أَفْلَحَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ

۲۱۰۰: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے یحيٰ بن سعید سے، یحيٰ نے عمر بن کثیر بن افلح سے، انہوں نے ابومحمد سے جو حضرت ابوقتادہؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ابومحمد نے

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ {☆فَأَعْطَاهُ يَعْنِي دِرْعًا} فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: غزوہ حنین کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نکلے۔ {☆تو آپؐ نے انہیں ایک زِرہ دی۔} میں نے وہ زِرہ بیچ دی اور اُسے بیچ کر بنی سلمہ کے محلّے میں ایک باغ خریدا اور وہ پہلی جائیداد ہے جو میں نے اسلام میں اپنے لئے بطور سرمایہ حاصل کی۔

اطرافہُ: ۳۱۴۲، ۴۳۲۱، ۴۳۲۲، ۷۱۷۰۔

تشریح: بَيْعُ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا: بعض اوقات قابل فروخت شئے فی ذاتہٖ تو ناقص نہیں ہوتی مگر بتقاضائے حالات اُس کی فروخت ناجائز ہوتی ہے۔ عنوانِ باب میں حضرت عمران بن حصینؓ کا حوالہ یہی صورت بیان کرنے کی غرض سے دیا گیا ہے۔ **اَلْفِتْنَةُ** سے مراد جنگ، بغاوت اور بدامنی وغیرہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں نمودار ہوئی اور اس کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔ ایسے وقت میں اسلحہ کی فروخت فتنہ وفساد جاری رہنے میں ایک قسم کی امداد ہے اور ارشادِ باری تعالیٰ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدة:۳) {اور گناہ اور زیادتی (کے کاموں) میں تعاون نہ کرو۔} کے خلاف۔

عنوانِ باب میں لفظ وَغَیْرِهَا سے ایک اِختلاف کی طرف اِشارہ ہے جو امام مالکؒ اور دوسرے اَئمہ میں ہوا ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک فتنہ ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ شراب کشی کی غرض سے انگور خریدنے والے کے ہاتھ انگور بیچنا بھی جائز نہیں۔ ان کی رائے میں ایسی بیع بھی قابل فسخ ہے؛ کیونکہ یہ گناہ سے تعاون ہے۔ اس فتویٰ کے خلاف امام ثوریؒ کا فتویٰ ہے۔ بِعْ حَلَالَكَ مِمَّنْ شِئْتَ۔ یعنی حلال شئے جسے چاہو بیچو۔ اس تعلق میں بعض فقہاء کا یہ فتویٰ بھی ہے کہ اگر یہ واضح ہو کہ بغاوت میں ایک فریق مظلوم ہے تو اُس کے ہاتھ اسلحہ فروخت کیا جا سکتا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۴۰۸)

كَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ: حضرت عمران بن حصینؓ کا واقعہ اَلْكَامِل میں ابن عدی سے موصولاً منقول ہے۔ (الكامل، من اسمه محمد، جزء۶ صفحہ ۲۶۵ روایت ۱۷۴۷) (المعجم الكبير للطبرانی، ما أسند عمران بن حصين، عبد الله اللقيطي عن ابی رجاء، روایت نمبر ۲۸۶ جزء۱۸ صفحہ ۱۳۶)

فَأَعْطَاهُ يَعْنِي دِرْعًا: حضرت ابوقتادہؓ نے غزوہ حنین کے موقع پر ایک حربی کافر کو قتل کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کی زِرہ انہیں دی جو بعد میں انہوں نے مدینہ میں آکر اس کے عوض کھجور کے چند درخت خریدے۔ ان کی خرید وفروخت ایسے زمانے کی تھی جو امن کا تھا اور جس کے ہاتھ وہ زِرہ بیچی گئی، وہ یہودی اور حربی تھا۔

☆ الفاظ "فَأَعْطَاهُ يَعْنِي دِرْعًا" عمدۃ القاری کے مطابق ہیں (عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ ۲۱۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

یعنی ان لوگوں میں سے تھا جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار تھے۔ یہ بیع دارالسلام میں اور بحالت امن ہوئی۔ اس حوالے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بحالت جنگ اور بحالت صلح حربی اور غیر حربی میں فرق اس استدلال سے مذکورہ بالا مسئلہ کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ روایت نمبر ۲۱۰۰ یہاں مختصر بقدر ضرورت نقل کی گئی ہے لیکن کتاب المغازی باب ۵۴: قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى وَيَوْمَ حُنَيْنٍ... روایت نمبر ۴۳۲۱ میں مفصل منقول ہے۔

بَاب ۳۸: فِي الْعَطَّارِ وَ بَيْعِ الْمِسْكِ

عطار اور مشک کے بیچنے سے متعلق بیان

۲۱۰۱: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِي مُوْسَى عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيْسِ السَّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَ كِيْرِ الْحَدَّادِ لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيْهِ أَوْ تَجِدُ رِيْحَهُ وَ كِيْرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَيْتَكَ☆ أَوْ ثَوْبَكَ أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً.

۲۱۰۱: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں بتایا کہ ابو بردہ بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے ابو بردہ بن ابوموسیٰ سے سنا۔ وہ اپنے باپ (حضرت ابوموسیٰ) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھے ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسی مشک والے کی (دکان) اور لوہار کی بھٹی۔ مشک والے سے تُو (دو باتوں میں سے کسی ایک سے) خالی نہیں رہے گا یا تُو اس سے خریدے گا، یا اس کی خوشبو پائے گا۔ اور لوہار کی بھٹی یا تو تیرا بدن☆ اور تیرا کپڑا جلائے گی یا تو اُس سے بدبو پائے گا۔

طرفهُ: ٥٥٣٤۔

تشریح: فِي الْعَطَّارِ وَبَيْعُ الْمِسْكِ: حسن بصریؒ اور عطاء بن ابی رباحؒ وغیرہ مشک کی تجارت مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ وہ ہرن کے جسم کا ایک ناپاک حصہ ہے اور اُسے ہلاک کر کے کستوری حاصل کی جاتی ہے۔ لیکن ان کا یہ فتویٰ برقرار نہ رہا بلکہ مشک وغیرہ کی خرید و فروخت باتفاق جائز قرار دی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۲۱) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۱۰) شارحین کا خیال ہے کہ اس اختلاف کی وجہ سے مشک اور عطریات اور کستوری کی بیع کے تعلق

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ بَدَنَكَ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۲۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

میں باب ۳۸ قائم کیا گیا ہے۔ ان کا یہ اِستدلال اسی ضرب المثل سے ہے جو روایت نمبر ۲۱۰۱ میں مذکور ہے۔ اگر اس قسم کی اچھی مثالوں سے مسئلہ مستنبط ہوسکتا ہے تو پھر لوہار کی بھٹی والی مثال سے یہ استدلال ہونا چاہیے کہ لوہاری پیشہ مکروہ ہے۔ حالانکہ باب ۲۹ میں گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض صحابہ کرام ایسے پیشہ ور تھے۔ اگر امام بخاریؒ کا طریق تدوین وتہذیب دیکھا جائے تو شارحین کی مشار الیہ رائے قریب قیاس ہے کہ اس باب میں مذکورہ بالا فقہی اختلاف بھی مدنظر ہے۔ چنانچہ اس کے بعد دو باب اور قائم کئے گئے ہیں جن میں پسندیدہ وناپسندیدہ تجارت اور پیشہ اختیار کرنے یا نہ کرنے کے بارہ میں ارشادِ نبویؐ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور یہی اصل مقصود ہے اور فقہی اختلاف کا ذکر ضمنی ہے۔ مذکورہ بالا مثال میں جو نیک سبق مضمر ہے، اس کا تعلق اچھی یا بری صحبت کے نیک یا بد اثر سے تعلق رکھتا ہے اور یہ مثال ہر قسم کے کاروبار اور اُس کے نیک وبد نتائج پر حاوی ہے۔

باب ۳۹ میں حجام یعنی پچھنے لگانے والے کا ذکر بھی ضمنی ہے اور یہ باب اِس غرض سے قائم نہیں کیا گیا کہ اس کا پیشہ پسندیدہ ہے جیسا کہ ابن منیر نے اِس بارے میں صراحت سے ذکر کیا ہے کہ ان کی غرض یہ نہیں اور یہ رائے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قبول کی ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۱۰)

باب ۲۵ روایت ۲۰۸۶ میں گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خون وغیرہ کی اُجرت سے منع فرمایا ہے۔ یہ ممانعت تحریمی نہیں بلکہ کراہیت کی ہے۔ حدیث محولہ بالا میں پیشوں کا ذکر ہے جو ادنیٰ قسم کے ہیں اور وہ حرام اور مکروہ نہیں، عندالضرورت اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ مگر ایک مسلم کو ذرائع معاش اِختیار کرنے میں اپنا نصب العین اعلیٰ رکھنا چاہیے پیشہ ہو یا تجارت۔ باب ۴۰ بھی اسی قسم کی کراہیت کے تعلق میں قائم کیا گیا ہے۔ غرض یہ تینوں ابواب ایک ہی تسلسل میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔

بَاب ۳۹: ذِكْرُ الْحَجَّامِ

حجام یعنی پچھنے لگانے والے کے ذکر میں (جو کچھ بیان ہوا ہے)

۲۱۰۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُّخَفِّفُوْا مِنْ خَرَاجِهِ.

۲۱۰۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے حمید سے، حمید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ابوطیبہؓ نے (جو حضرت محیصہ بن مسعودؓ کے غلام تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگائے۔ آپؐ نے انہیں ایک صاع کھجور دینے کے لئے فرمایا اور اُن کے مالکوں سے کہا کہ ان سے جو رقم وصول کی جاتی ہے، اُس سے کچھ کم کر دیں۔

اطرافہُ: ۲۲۱۰، ۲۲۷۷، ۲۲۸۰، ۲۲۸۱، ۵۶۹۶۔

۲۱۰۳ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الَّذِي حَجَمَهُ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ.

۲۱۰۳: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ خالد نے جو کہ عبداللہ کے بیٹے ہیں ہمیں بتایا کہ خالد (حذاء) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور جس نے آپؐ کو پچھنے لگائے تھے، اُسے آپؐ نے مزدوری دی اور اگر یہ حرام ہوتی تو آپؐ اُسے نہ دیتے۔

اطرافہُ: ١٨٣٥، ١٩٣٨، ١٩٣٩، ٢٢٧٨، ٢٢٧٩، ٥٦٩١، ٥٦٩٤، ٥٦٩٥، ٥٦٩٩، ٥٧٠٠، ٥٧٠١۔

بَاب ٤٠ : اَلتِّجَارَةُ فِيْمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

ایسے کپڑے کی تجارت کرنا جس کا پہننا مردوں اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے

۲۱۰٤ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِحُلَّةِ حَرِيْرٍ أَوْ سِيَرَاءَ فَرَآهَا عَلَيْهِ فَقَالَ إِنِّي لَمْ أُرْسِلْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهُ إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا يَعْنِي تَبِيْعَهَا.

۲۱۰۴: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ ابوبکر بن حفص نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے، انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ریشمی جوڑا یا دھاری دار ریشمی جوڑا بھیجا تو آپؐ نے دیکھا کہ وہ پہنے ہوئے ہیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا: میں نے آپؓ کو یہ اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ آپؓ اِسے پہنیں۔ یہ تو صرف وہی پہنتا ہے جو آخرت کی برکات سے بے نصیب ہو۔ میں نے تو آپؓ کو اس لئے بھیجا تھا کہ آپؓ اِس سے فائدہ اُٹھائیں یعنی اِسے بیچیں۔

اطرافہُ: ٨٨٦، ٩٤٨، ٢٦١٢، ٢٦١٩، ٣٠٥٤، ٥٨٤١، ٥٩٨١، ٦٠٨١۔

۲۱۰٥ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ

۲۱۰۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے

مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَلَمَّا رَآهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَتُوْبُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا أَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هَذِهِ النُّمْرُقَةِ قُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُوْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيْهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ.

قاسم بن محمد سے، قاسم نے حضرت عائشہؓ امّ المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ انہوں نے ایک تکیہ خریدا، جس میں تصویریں تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے رہے اور اندر نہ آئے۔ میں نے آپؐ کے چہرے سے ناپسندیدگی کا اثر محسوس کیا۔ تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور توبہ کرتی ہوں۔ میں نے کیا قصور کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تکیہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے اسے آپؐ کے لئے خریدا ہے کہ آپؐ اس پر بیٹھیں اور تکیہ لگائیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میری بات سن کر) فرمایا: اِن تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن سزا دی جائے گی اور اُن سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا ہے اس میں جان بھی ڈالو۔ اور فرمایا: وہ گھر جس میں تصویریں ہوں ملائکہ اس میں داخل نہیں ہوتے۔

اطرافهُ: ٣٢٢٤، ٥١٨١، ٥٩٥٧، ٥٩٦١، ٧٥٥٧.

تشریح: باب نمبر ۳۹، ۴۰ کی تشریح کے لیے دیکھئے تشریح باب ۳۸۔ یہ دونوں ابواب بھی اسی ضمن میں ہیں۔ نیز روایت نمبر ۲۱۰۲، ۲۱۰۳ کے تعلق میں کتاب الاجارة باب ۱۸ دیکھئے اور روایت نمبر ۲۱۰۴، ۲۱۰۵ کے تعلق میں کتاب اللباس باب ۲۵: لبس الحرير دیکھئے اور مصوری کے جواز یا عدم جواز کے تعلق میں کتاب البیوع باب ۲۵ روایت نمبر ۲۰۸۶ دیکھئے۔

بَاب ٤١ : صَاحِبُ السِّلْعَةِ أَحَقُّ بِالسَّوْمِ

تجارتی سامان کا مالک زیادہ حقدار ہے کہ وہ قیمت مقرر کرے

٢١٠٦ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِي بِحَائِطِكُمْ. وَفِيْهِ خِرَبٌ وَّنَخْلٌ.

۲۱۰۶: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوارث (بن سعید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالتیاح سے، ابوالتیاح نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنی نجار! اپنے اس باغ کی قیمت مجھ سے طے کرلو اور اُس میں کچھ کھنڈر اور کچھ کھجوروں کے درخت تھے۔

اطرافهُ: ٢٣٤، ٤٢٨، ٤٢٩، ١٨٦٨، ٢٧٧١، ٢٧٧٤، ٢٧٧٩، ٣٩٣٢۔

تشریح: صَاحِبُ السِّلْعَةِ اَحَقُّ بِالسَّوْمِ: فقہاء اس بارے میں متفق ہیں کہ سامانِ تجارت کا مالک قابل فروخت شے کی قیمت مقرر کرنے کا حق رکھتا ہے کیونکہ وہی بہتر جانتا ہے کہ منڈی میں لانے کے لئے اُسے کتنی محنت کرنی پڑی۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۱۲) لیکن مسئلے کا یہ پہلو بطور مقدم حق کے ہے اور اِس کے یہ معنی نہیں کہ خریدار جو منڈی کے نرخ وغیرہ سے بھی واقف ہے، اُسے اندازہ قیمت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ حضرت جابرؓ کے واقعہ (مذکورہ باب ۳۴ روایت نمبر ۲۰۹۷) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشتری تھے اور آپؐ نے ہی اُونٹ کی قیمت تجویز فرمائی۔ نرخ مقرر کرنے میں دونوں صورتیں جائز ہیں۔ روایت نمبر ۲۱۰۶ کی تفصیل کے لیے کتاب الصلوۃ باب ۴۸ روایت نمبر ۴۲۸ دیکھئے۔

بَاب ٤٢ : كَمْ يَجُوْزُ الْخِيَارُ؟

خرید وفروخت میں اِختیار کی مدت کتنی ہے؟

٢١٠٧ : حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ

۲۱۰۷: صدقہ (بن فضل) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوہاب نے ہمیں خبر دی، کہا: میں نے یحيٰ بن سعید سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: بائع اور

فِي بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَكُوْنُ الْبَيْعُ خِيَارًا. قَالَ نَافِعٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا يُعْجِبُهُ فَارَقَ صَاحِبَهُ.

مشتری دونوں اس وقت تک اپنی خرید وفروخت میں اختیار رکھتے ہیں، جب تک کہ وہ جدا نہ ہو جائیں، یا بیع میں (یہ) شرط ہو (کہ وہ فسخ کی جاسکتی ہے۔) نافع نے کہا: اور حضرت ابن عمرؓ جب کوئی شئے خریدتے جو انہیں پسند ہوتی تو وہ اس کے مالک سے جدا ہو جاتے۔

اطرافهُ: ۲۱۰۹، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱٦۔

۲۱۰۸: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيْمِ ابْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا. وَزَادَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَ قَالَ هَمَّامٌ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَبِي التَّيَّاحِ فَقَالَ كُنْتُ مَعَ أَبِي الْخَلِيْلِ لَمَّا حَدَّثَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ هَذَا الْحَدِيْثَ.

۲۱۰۸: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے ابوالخلیل (صالح بن ابی مریم) سے، انہوں نے عبداللہ بن حارث سے، عبداللہ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے، حضرت حکیمؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: بائع اور مشتری دونوں کو فسخ بیع کا اِختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں۔ اور احمد (بن سعید دارمی) نے (اپنی روایت میں اِتنا) بڑھایا کہ بہز (بن راشد) نے ہم سے بیان کیا، کہا: ہمام کہتے تھے کہ میں نے اِس (حدیث) کا ابوالتیاح سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میں ابوالخلیل کے ساتھ ہی تھا جب عبداللہ بن حارث نے یہ حدیث ان سے بیان کی۔

اطرافهُ: ۲۰۷۹، ۲۰۸۲، ۲۱۱۰، ۲۱۱٤۔

تشریح: **كَمْ يَجُوْزُ الْخِيَارُ:** یہاں سے بیع وشراء کے بارے میں ایسے مسائل شروع ہیں جن کا تعلق صحت بیع سے ہے۔ باب ۱۹ کی تشریح میں پانچ شرطیں بیان کی جاچکی ہیں جن میں سے پانچویں شرط یہ ہے کہ مشتری خرید کردہ شئے اپنے قبضہ میں لے کر بائع سے الگ ہو جائے۔ تاوقتیکہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں دونوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ کسی نقص یا قیمت کے کم وبیش ہونے کی وجہ سے عقدِ بیع فسخ کر دیں۔

اَلْبَيِّعَان بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا: اَلْبَيِّعُ بمعنے اَلْبَائِعُ كَضَيِّقٍ وَّضَآئِقٍ وَصَيِّنٍ وَصَآئِنٍ. الفاظ بائع اور بَيِّعٍ کے معنے فروخت کرنے والا اور خریدنے والا دونوں پر یہ لفظ اطلاق پاتا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۱۳) اور اس جملے

کے یہ معنی ہیں کہ بائع اور مشتری جب تک جدا نہ ہو جائیں، فسخ بیع کا اختیار رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی جوامع الکلم میں سے ہے۔ فقہاء نے یہاں سوال اُٹھایا ہے کہ آیا مذکورہ علیحدگی کا کوئی حصہ معین ہے؟ مثلاً خریدار سودا لے کر جا رہا ہے، راستے میں اُس کا نقص معلوم ہوا ہے تو آیا وہ اسے واپس کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کی وضاحت میں چھ ابواب مختلف عنوانوں سے قائم کئے گئے ہیں۔ پہلے باب میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ جن میں کسی مدت کا ذکر نہیں۔ صرف دو صورتیں ہی بیان ہوئی ہیں جن کا تعلق حالات اور اشیاء کی نوعیت سے ہے۔ اصحاب السنن بیہقی وغیرہ نے ایسی روایتیں نقل کی ہیں جن میں تین دن کی مدت کا ذکر ہے۔ ان میں سے ایک روایت حضرت حبان بن منقذؓ کی بھی ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ خرید و فروخت میں وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں تو آپؐ نے اُن سے فرمایا کہ بوقت بیع یہ کہہ دیا کرو: لَا خِلَابَةَ یعنی اس میں کوئی دھوکہ فریب نہ ہوگا۔ اگر خرید کردہ شئے میں نقص دیکھو یا یہ معلوم ہو کہ وہ مہنگی ہے، وہ واپس کر دو۔ ابن اسحاق کی سند میں یہ الفاظ ہیں: ثُمَّ اَنْتَ بِالْخِيَارِ فِي كُلِّ سِلْعَةٍ ابْتَعْتَهَا ثَلَاثَ لَيَالٍ. (سنن الكبرى للبيهقى، كتاب البيوع، باب الدليل على ان لا يجوز شرط الخيار فى البيع اكثر من ثلاثة أيام، جزء۵ صفحہ۲۷۳) یعنی ہر ایسا سامان جو تم نے خریدا ہو، اختیار رکھتے ہو کہ ناقص معلوم ہونے پر تین دن کے اندر اندر واپس کر دو۔ یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کی ہے۔ (دیکھئے باب ۴۸ روایت نمبر ۲۱۱۷) لیکن اس میں نہ تو نام مذکور ہے اور نہ تین دن کا ذکر ہے۔ مطلق الفاظ لَا خِلَابَةَ سے بیع کو مشروط کیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے اصحاب السنن کی روایت قبول کرتے ہوئے تین دن تک اختیار فسخ کا فتویٰ دیا ہے۔ امام مالکؒ اس فتوے کے خلاف ہیں۔ ان کے نزدیک یہ حالات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس ضمن میں فقہاء نے اختیار فسخ کی دو قسمیں بیان کی ہیں: (۱) خیار المجلس ۔ (۲) خیار الشرط۔ یعنی جب تک بائع اور مشتری اکٹھے ہوں بیع فسخ کرنے کا حق رکھتے ہیں یا یہ کہ شرط کر لی جائے کہ اتنے عرصہ تک واپسی کا حق ہوگا۔ اِن دونوں صورتوں میں سے وقت کی تعیین کا فیصلہ حالات پر موقوف ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان امام مالکؒ کی رائے کی طرف ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۴۱۳) حدیث زیر باب میں دونوں قسم کے اِختیار فسخ کی صراحت ہے۔

وَزَادَ أَحْمَدُ...... كُنْتُ مَعَ أَبِي الْخَلِيْلِ: روایت نمبر ۲۱۰۸ کے آخر میں احمد بن سعیدؒ کا حوالہ بسند بہز بن راشد اس غرض سے نقل کیا گیا ہے کہ ہمام کی روایت باعتبار ثقہ ہونے کے اعلیٰ درجے کی ثابت کی جائے۔ باب کی اس روایت میں ہمام اور حضرت حکیم بن حزامؓ کے درمیان نہ صرف یہ کہ تین راوی ہیں بلکہ روایت کی سند بھی مُعَنْعَنْ ہے اور آخری حوالہ میں ابوالتیاح کا بیان ہے کہ میں ابوالخلیل کے ساتھ تھا۔ جب عبداللہ بن حارث نے حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی۔ یہ روایت مفصل باب ۴۶ روایت نمبر ۲۱۱۴ میں دیکھئے۔ بعض شارحین نے فقرہ كَمْ يَجُوْزُ الْخِيَارُ کا مفہوم لیا ہے کہ قابل خرید شئے پسند کرنے کا اِختیار بوقت بیع تین دفعہ ہے اور اِس کے لئے روایت نمبر ۲۱۱۴ کے الفاظ ثَلَاثَ مِرَارٍ سے اِستدلال کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۴۱۳)

بَاب ٤٣ : إِذَا لَمْ يُوَقِّتِ الْخِيَارَ هَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ؟

اگر کوئی اِختیار کی مدت معین نہ کرے تو کیا بیع جائز ہوگی؟

٢١٠٩ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَقُوْلُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اخْتَرْ وَرُبَّمَا قَالَ أَوْ يَكُوْنُ بَيْعَ خِيَارٍ.

۲۱۰۹: ابوالنعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا کہ ایوب (سختیانی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بائع اور مشتری اِختیار رکھتے ہیں، جب تک کہ وہ جدا نہ ہوجائیں یا اُن میں سے ایک دوسرے سے کہہ دے کہ پسند کرلے۔ اور کبھی آپؐ نے یہ فرمایا: یا بیع اِختیاری ہو۔

اطرافه: ٢١٠٧، ٢١١١، ٢١١٢، ٢١١٣، ٢١١٦.

تشریح: اِذَا لَمْ يُوَقِّتِ الْخِيَارَ هَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ: سابقہ باب کی تشریح میں دو ائمہ کا فتویٰ بیان کیا جاچکا ہے کہ تین دن سے زائد مدتِ خیار نہیں۔ امامین ابو یوسفؒ و محمدؒ اور امام ابن ابی لیلیٰؒ وغیرہ نے اِس سے اختلاف کیا اور کہا ہے کہ مشروط بیع میں مدت کا تعین بائع اور مشتری کی رائے پر ہے، تین دن سے کم ہو یا زیادہ۔ بلکہ ان کے نزدیک بیع مشروط بالخیار میں مدت کا ذکر نہ بھی ہو تو عقدِ بیع درست ہوگی۔ امام اوزاعیؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے؛ مگر ان کے نزدیک ایسی شرط باطل ہے، جس میں وقت معین نہ ہو؛ جبکہ بیع جائز ہوگی۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۱۴)

اس باب میں یہی فقہی اختلاف مدنظر ہے۔ حدیث زیر باب سابقہ باب میں گذر چکی ہے۔ اس میں بیع الخیار کا ذکر تو ہے لیکن وقت کی تعیین مذکور نہیں۔ اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارہ میں گو خاموشی اختیار کی ہے مگر اِس کے بعد ابواب کی ترتیب میں ان کی رائے کا اظہار موجود ہے۔

بَاب ٤٤ : اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا

بائع اور مشتری اِختیار رکھتے ہیں جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوجائیں

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَشُرَيْحٌ وَّالشَّعْبِيُّ وَطَاوُسٌ وَّعَطَاءٌ وَابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ.

اور حضرت ابن عمرؓ، شریح، شعبی، طاؤس، عطا اور ابن ابی ملیکہ نے اِسی کا فتویٰ دیا ہے۔

۲۱۱۰: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ قَتَادَةُ أَخْبَرَنِي عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

۲۱۱۰: اسحاق (بن منصور) نے ہم سے بیان کیا کہ حبان بن ہلال نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: قتادہ نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے صالح ابوالخلیل سے، صالح نے عبداللہ بن حارث سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: بائع اور مشتری کو اختیار ہے جب تک کہ وہ دونوں جدا نہ ہوجائیں۔ اگر انہوں نے سچائی سے کام لیا اور کھول کر بیان کیا تو اُن کے سودے میں برکت دی جائے گی اور اگر انہوں نے جھوٹ سے کام لیا اور چھپایا تو اُن کے سودے کی برکت مٹا دی جائے گی۔

اطرافہ: ۲۰۷۹، ۲۰۸۲، ۲۱۰۸، ۲۱۱۴۔

۲۱۱۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ.

۲۱۱۱: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بائع اور مشتری ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے مقابل اختیار رکھتا ہے کہ جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں، سوائے اِس کے کہ بیع خیار ہو۔ (یعنی جس میں فسخ بیع کا اختیار رہو۔)

اطرافہ: ۲۱۰۷، ۲۱۰۹، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳، ۲۱۱۶۔

تشریح: **اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا:** عنوانِ باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ کے اقوال کا حوالہ دیا گیا ہے؛ جس سے ظاہر ہے کہ خیار بالمجلس کی صورت میں بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہے کہ بیع قائم رکھیں یا فسخ کریں۔

بَاب ٤٥ : إِذَا خَيَّرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ

جب (بائع مشتری میں سے) کوئی اپنے ساتھی کوعقدِ بیع کے بعد اختیار دے تو ایسی بیع لازم ہوگئی

۲۱۱۲ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا وَكَانَا جَمِيْعًا أَوْ يُخَيِّرُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَتَبَايَعَا عَلَى ذٰلِكَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ يَّتَبَايَعَا وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ.

۲۱۱۲: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی؛ آپؐ نے فرمایا: جب دو شخص آپس میں خرید وفروخت کریں؛ اُن دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے، جب تک وہ دونوں اکٹھے ہوں اور جدا نہ ہو جائیں یا ان میں سے ایک دوسرے کو اختیار دیدے اور اسی بات پر وہ دونوں بیع کریں تو اس صورت میں وہ بیع لازم ہو چکی اور اگر وہ بیع کے بعد ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں اور اُن دونوں میں سے کسی ایک نے بیع ترک نہ کی ہو تو اس صورت میں بھی بیع لازم ہو جائے گی۔

اطرافهُ: ۲۱۰۷، ۲۱۰۹، ۲۱۱۱، ۲۱۱۳، ۲۱۱۶۔

تشریح: اِذَا خَيَّرَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ: بَعْدَ الْبَيْعِ یعنی جدا ہونے سے قبل؛ بائع اور مشتری اگر بیع کا فیصلہ کرلیں تو یہ بیع لازم ہوگئی؛ قابل فسخ نہیں رہی اور اگر وہ فیصلہ کر کے جدا ہو جائیں تو بھی ان میں سے کسی کا اختیار نہیں کہ ایسی بیع کو فسخ کرے۔ محض اکٹھے رہنے یا جدا ہونے کا تعلق خیار یا عدمِ خیار کے ساتھ نہیں بلکہ خیار کا حق اسی صورت میں قائم ہوگا، جب عقدِ بیع کے وقت اس شرط کی صراحت ہو۔ اس حدیث میں خیار بالمجلس کی پوری وضاحت ہے۔ جدائی سے مراد صرف قولی فیصلہ نہیں بلکہ ایک دوسرے سے بدنی علیحدگی بھی ہے۔ ورنہ اِتنی وضاحت کا کوئی فائدہ نہیں۔

بَاب ٤٦ : إِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ هَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ

جب بیچنے والا اپنے لئے اختیار کی شرط کرے تو کیا ایسی بیع جائز ہوگی؟

۲۱۱۳ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ

۲۱۱۳: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَتَفَرَّقَا إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ.

عبداللہ بن دینار سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: کسی بائع اور مشتری کے درمیان اس وقت تک بیع مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوجائیں، ایسی بیع کے سوا جس میں فسخ کرنے کا اختیار ہو۔

اطرافهُ: ۲۱۰۷، ۲۱۰۹، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۶۔

۲۱۱٤: حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي الْخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ حَتَّى☆ يَتَفَرَّقَا. قَالَ هَمَّامٌ وَجَدْتُ فِي كِتَابِي يَخْتَارُ ثَلَاثَ مِرَارٍ فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا فَعَسَى أَنْ يَّرْبَحَا رِبْحًا وَّيُمْحَقَا بَرَكَةَ بَيْعِهِمَا. قَالَ وَحَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۱۱۴: اسحاق (بن منصور) نے مجھ سے بیان کیا کہ حبان نے ہمیں بتایا کہ ہمام نے ہم سے بیان کیا کہ قتادہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالخلیل سے، ابوالخلیل نے عبداللہ بن حارث سے، عبداللہ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بائع اور مشتری فسخ کا اختیار رکھتے ہیں جب☆ تک کہ وہ جدا نہ ہوجائیں۔ ہمام نے کہا: میں نے اپنی کتاب میں یوں لکھا ہی پایا ہے: تین بار وہ اختیار رکھتا ہے۔ پس اگر ان دونوں نے سچائی سے کام لیا اور کھول کر بات کی تو ان دونوں کے لئے ان کی خرید وفروخت میں برکت دی جائے گی اور اگر جھوٹ سے کام لیا اور (سودے میں) عیب کو چھپایا تو ہوسکتا ہے کہ وہ دونوں تھوڑا سا نفع اُٹھائیں۔ لیکن ان کی بیع میں برکت نہ ہوگی۔ (حبان نے) کہا: اور ہمام نے ہم سے بیان کیا کہ ابوالتیاح نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے عبداللہ بن حارث سے سنا۔ وہ یہ حدیث بسند حضرت حکیم بن حزامؓ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

اطرافهُ: ۲۰۷۹، ۲۰۸۲، ۲۱۰۸، ۲۱۱۰۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۳۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: اِذَا كَانَ الْبَآئِعُ بِالْخِيَارِ هَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ: بعض فقہاء نے اختیار کا حق صرف مشتری کے لئے مخصوص کیا ہے، بائع کے لئے نہیں۔اس باب میں ان کا ردّ مقصود ہے کیونکہ حدیث میں اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ کی صراحت ہے۔یعنی عقد بیع میں دونوں قبول یا فسخ کرنے کا حق رکھتے ہیں خواہ خیار بالمجلس کی صورت ہو یا بیع مشروط بالخیار کی۔حضرت حکیم بن حزامؓ کی یہ روایت پہلے گزر چکی ہے۔دیکھئے باب۴۲ روایت نمبر ۲۱۰۸۔

بَاب ٤٧

إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَّتفَرَّقَا وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِي أَوِ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ

جب ایک شخص کوئی شئے خریدے اور اُسی وقت وہ ہبہ کردے؛ پیشتر اِس کے کہ بائع اور مشتری جدا ہوں اور بائع مشتری کا فعل برا نہ منائے یا کوئی غلام خرید کر اُسے آزاد کردے

وَقَالَ طَاوُسٌ فِيْمَنْ يَّشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا ثُمَّ بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ وَالرِّبْحُ لَهُ.

اور طاؤس نے اُس شخص کی نسبت جس نے رضامندی سے سامان خریدا، پھر اُسے بیچ دیا، کہا ہے کہ اُس کی بیع لازم ہوگئی اور نفع اُس (خریدار) کا ہوگا (جس نے آخر میں بیچا ہے۔)

۲۱۱۵: وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ لِّعُمَرَ فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ أَمَامَ الْقَوْمِ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيْهِ قَالَ هُوَ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۱۱۵: اور حمیدی نے کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو (بن دینار) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک سفر میں تھے اور میں ایک منہ زور جوان اونٹ پر سوار تھا جو (میرے والد) حضرت عمرؓ کا تھا تو وہ مجھے بے بس کرتا اور لوگوں کے آگے بڑھ جاتا۔حضرت عمرؓ اُسے ڈانٹتے اور پیچھے کردیتے۔پھر وہ (لوگوں کی سواریوں سے) آگے بڑھ جاتا اور اُس کو حضرت عمرؓ ڈانٹتے اور پیچھے کردیتے۔تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: یہ مجھے

بِعَيْنِهِ فَبَاعَهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ .

اطرافہ: ۲۶۱۰، ۲۶۱۱۔

قیمتاً دے دیں۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ آپؐ کا ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ فروخت کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ وہ بیچ دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ بن عمرؓ یہ تمہارا ہے۔ اس سے جو چاہو کرو۔

۲۱۱۶: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بِعْتُ مِنْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَالًا بِالْوَادِيْ بِمَالٍ لَّهُ بِخَيْبَرَ فَلَمَّا تَبَايَعْنَا رَجَعْتُ عَلَى عَقِبِي حَتَّى خَرَجْتُ مِنْ بَيْتِهِ خَشْيَةَ أَنْ يُّرَادَّنِي الْبَيْعَ وَكَانَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقَا قَالَ عَبْدُ اللهِ فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِي وَبَيْعُهُ رَأَيْتُ أَنِّي قَدْ غَبَنْتُهُ بِأَنِّي سُقْتُهُ إِلَى أَرْضِ ثَمُوْدَ بِثَلَاثِ لَيَالٍ وَسَاقَنِي إِلَى الْمَدِيْنَةِ بِثَلَاثِ لَيَالٍ.

۲۱۱۶: ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اور لیث (بن سعد) کہتے تھے کہ عبدالرحمٰن بن خالد نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے سالم بن عبداللہ سے، سالم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کو میں نے اپنی ایک جائیداد جو وادی میں تھی اُن کی اس جائیداد کے بدلے میں جو خیبر میں تھی دے دی۔ جب ہم دونوں نے ایک دوسرے سے مبادلہ کر لیا تو میں اپنی ایڑی کے بل لوٹا یہاں تک کہ اُن کے گھر سے باہر آ گیا، اس اندیشے سے کہ کہیں وہ اس مبادلہ کو فسخ نہ کر دیں اور یہ دستور تھا کہ بائع اور مشتری کو اُس وقت تک فسخ کرنے کا اختیار ہے جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔ حضرت عبداللہؓ کہتے تھے کہ جب میری اور اُن کی بیع لازم ہو گئی تو مجھے خیال آیا کہ میں نے انہیں نقصان پہنچایا ہے۔ اس لئے کہ میں نے ان کو علاقہ ثمود کی طرف اِتنی دور کر دیا ہے جو تین دن اور رات کی مسافت کے برابر ہے اور انہوں نے مجھے مدینہ کی طرف اتنا قریب کر دیا ہے جس میں تین دن اور رات کا فاصلہ ہے۔ (یعنی جو تین دن کی مسافت کے برابر ہے۔)

اطرافہ: ۲۱۰۷، ۲۱۰۹، ۲۱۱۱، ۲۱۱۲، ۲۱۱۳۔

تشریح: **اِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ:** یہاں عقدِ بیع کے صحیح اور واجب ہونے کا سابقہ مضمون ختم کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ سابقہ روایات کے حوالہ سے ظاہر ہے جو عنوانِ باب میں دہرائے گئے ہیں اور بعض صحابہ کرامؓ کے عمل سے بتایا گیا ہے کہ وہ ارشادِ نبویؐ سے کیا سمجھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیع کی اور اُسی وقت اُونٹ ہبہ کر دیا۔

وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَآئِعُ: یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خاموشی اور رضامندی سے آپؐ کے اِس فعل کی تصدیق کر دی۔ عنوانِ باب میں یہ الفاظ نمایاں کر کے امام بخاریؒ نے یہ بات ذہن نشین کی ہے کہ بیع زبانی قول اقرار سے مکمل ہوگئی اور باوجود فسخ کا اختیار ہونے کے ایسی بیع تکمیل شدہ تصور کی گئی۔ بغیر اِس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بائع سے جدا ہوئے ہوں یا اُونٹ اپنے قبضہ میں لیا ہو۔ اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کا حضرت عثمانؓ سے عقدِ بیع کر کے نکل جانا بتاتا ہے کہ بائع اور مشتری جب تک جدا نہ ہو جائیں، رضا یا عدمِ رضا بیع یا فسخِ بیع کا اختیار رکھتے ہیں۔

رَأَيْتُ أَنِّي قَدْ غَبَنْتُهُ: مذکورہ بالا مبادلہ اراضی میں کوئی دھوکہ نہیں تھا۔ دونوں زمینیں مدینہ کے قرب وجوار میں تھیں۔ ان میں سے ایک نسبتاً قریب تھی اور دوسری کسی قدر دُور۔ اور حضرت عثمانؓ کو اپنی زمین کے جائے وقوع کا پورا علم تھا۔ رَأَيْتُ أَنِّي قَدْ غَبَنْتُهُ - یعنی میں سمجھا کہ میں نے اُن کو بیع میں نقصان پہنچایا ہے۔ یہ خدشہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں گزرا۔ وہ ان کا اپنا خیال تھا، ورنہ ان کی شہرت، تقویٰ وزہد کے پیش نظر یہ سمجھنا درست نہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی لاعلمی سے ناجائز فائدہ اُٹھایا ہے۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ دونوں زمینوں کی جائے وقوع سے واقف تھے اور یہ اُن کی سماحت وسخاوت نفس کا ثبوت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خواہش پوری کی اور ایک عمدہ مثال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیرِ تربیت صحابہ کرامؓ معاملاتِ بیع وشراء میں سہولت اور حسن سلوک سے کام لیا کرتے تھے۔

غرض عقدِ بیع کی صحت کے لئے جہاں تک حصولِ قبضہ کا تعلق ہے، اس میں بھی نقطہ نظر ہمیشہ ایک ہی نہیں رہا ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ وامام ابویوسفؒ نے مکان اور زمین کو اِس شرط سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ امام اوزاعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ نے صرف تول اور ماپ کی اشیاء میں قبضہ کی شرط ضروری قرار دی ہے۔ مگر ان کے فتویٰ کے برخلاف امام شافعیؒ اور امام محمد بن حسنؒ نے قبضہ کے بغیر خرید وفروخت مطلق ناجائز قرار دی۔ امام مالکؒ اور ابوثورؒ نے خوردنی اشیاء کے لئے قبضہ ضروری قرار دیتے ہوئے باقی اشیاء مستثنیٰ کی ہیں اور وہ بغیر قبضہ فروخت یا ہبہ کی جاسکتی ہیں۔ اسی طرح غلام، لونڈی بھی ہبہ یا آزاد کی جاسکتی ہے بغیر اس کے کہ ان پر قبضہ حاصل ہو بلکہ ان کی قیمت بھی قابل ادا ہو۔ اس بارہ میں جمہور کا بھی یہی مذہب ہے۔ شوافع کے نزدیک بیع، ہبہ وغیرہ میں قبضہ ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو منہ زور اُونٹ ہبہ کر دینے کا واقعہ ان کے اِس فتویٰ کے خلاف ہے کہ آپؐ نے قبضہ حاصل کئے بغیر اسے ہبہ کر دیا۔ شافعیوں کی طرف سے اِس کا جواب دیا گیا ہے کہ اُونٹ فروخت ہونے کی صورت میں حضرت ابن عمرؓ کا قبضہ صرف بطور وکالت متصور ہوگا؛ جو کہ درحقیقت از روئے بیع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں تھا۔ اس سے علامہ بغوی نے اِستنباط کرتے ہوئے فتویٰ دیا ہے کہ بیع اور ہبہ درست تسلیم کی جائے گی، اگر مشتری اور ہبہ کرنے والے کی

مرضی یا اِجازت سے موہوب لۂ اُس پر قابض ہو۔ مالکیوں اور حنفیوں کے نزدیک قبضہ دراصل نام ہے کسی شئے سے دوسرے کے حق میں دست بردار ہونے کا۔ جو مذکورہ بالا واقعہ میں مجرد قول واقرار سے بالفعل ہو چکا تھا۔ امام بخاریؒ نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے، جیسا کہ باب ۳۴ کی تشریح میں بتایا جا چکا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۴۲۴)

بَاب ٤٨ : مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ

بیع میں فریب دہی مکروہ ہے

٢١١٧ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ فَقَالَ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ.

۲۱۱۷: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عبداللہ بن دینار سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ اُسے خرید وفروخت میں دھوکہ دے دیا جاتا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا: جب خرید وفروخت کرو تو کہہ دیا کرو کہ فریب اور دھوکے کی بات نہ ہوگی۔

اطرافہ: ٢٤٠٧، ٢٤١٤، ٦٩٦٤۔

تشریح: **مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ:** مثل مشہور ہے۔مشتری ہوشیار باش کہ خریدار کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ اس تعلق میں فقہاء نے سوال اُٹھایا ہے کہ آیا دھوکے کی بیع قابل فسخ ہوگی یا قائم رہے گی؟ اس کا جواب اس روایت کی بناء پر یہ دیا گیا ہے کہ بوقت بیع شرط کر لی جائے کہ اِس میں دھوکا فریب نہیں ہوگا۔ پھر اگر خرید کردہ شئے ناقص ثابت ہو یا بازاری نرخ کی رُو سے اُس کی قیمت زیادہ ہو تو ایسی مشروط بیع فسخ ہوگی۔ ابن جارودؒ نے کتاب المنتقیٰ میں نافع کی جو روایت سفیان بن عیینہ سے نقل کی ہے، اس میں صحابی کا نام حضرت حبان بن منقذؓ بتایا گیا ہے[1] کہ جو بوقت بیع دھوکا کھا جایا کرتے تھے۔ یہ صحابی غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے اور سر پر زخم لگنے کی وجہ سے ان کے دماغ کو صدمہ پہنچا تھا۔ بہت سادہ طبیعت تھے۔ دارقطنی اور بیہقی[2] کی روایتوں میں بتایا گیا ہے کہ وہ محمد بن یحیٰ بن حبان کے دادا تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی سے فرمایا تھا کہ بوقت بیع لَا خِلَابَةَ یا لَا خِدَاعَ کہہ دیا کریں اور اس کے بعد تین دن تک ان کو اختیار ہوگا کہ اگر دھوکا ثابت ہو تو خرید کردہ اشیاء واپس کر سکتے ہیں۔ انہوں نے

---

[1] (المنتقیٰ لابن الجارود، فی التجارات، روایت نمبر ۵۶۷، جزء اول صفحہ ۱۴۶)

[2] (سنن الدارقطنی، کتاب البیوع، روایت نمبر ۲۲۰، جزء۳ صفحہ ۵۵) (سنن الکبری للبیھقی، کتاب البیوع، باب الدلیل علی ان لا یجوز شرط الخیار فی البیع اکثر من ثلاثۃ أیام، جزء۵ صفحہ ۲۷۳)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ پایا اور ایک سوتیس سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ جب انہیں بتایا جاتا کہ فلاں شئے کی قیمت آپؓ سے زیادہ لے لی گئی ہے تو وہ کسی صحابی کو اپنے ساتھ بطور گواہ لے جاتے جو شہادت دیتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے تین دن کی مدت خیار مقرر فرمائی تھی اور اس شہادت پر بیع فسخ ہو جاتی۔ امام احمد بن حنبلؒ اور اصحاب السنن، ابن حبانؒ، حاکمؒ وغیرہ نے بھی یہی روایت نقل کی ہے☆ ان کے واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے فتویٰ دیا ہے کہ صریح دھوکہ ثابت ہونے پر ناواقف مشتری کی بیع قابل فسخ ہوگی۔ مشار الیہ حوالوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۲۶، ۴۲۷۔ عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۳۳، ۲۳۴۔

بَاب ٤٩ : مَا ذُكِرَ فِي الْأَسْوَاقِ

منڈیوں کے بارے میں جو مذکور ہے

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ قُلْتُ هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِيْهِ تِجَارَةٌ قَالَ سُوْقُ قَيْنُقَاعَ. وَقَالَ أَنَسٌ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ دُلُّوْنِي عَلَى السُّوْقِ. وَقَالَ عُمَرُ أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ.

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا: جب ہم مدینہ آئے۔ میں نے پوچھا: کیا کوئی منڈی ہے جس میں تجارت ہوتی ہو؟ تو کہا: قینقاع کی منڈی ہے۔ اور حضرت انسؓ کہتے تھے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا: مجھے منڈی کا پتہ دو اور حضرت عمرؓ نے کہا: منڈیوں میں لین دین نے مجھے غافل رکھا۔

۲۱۱۸: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو جَيْشٌ

۲۱۱۸: محمد بن صباح نے مجھ سے بیان کیا کہ اسماعیل بن زکریا نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن سوقہ سے، انہوں نے نافع بن جبیر بن مطعم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ پر ایک لشکر چڑھائی کرے گا۔ جب وہ بیداء میں پہنچے گا تو اوّل

☆(صحیح ابن حبان، کتاب البیوع، ابواب الحجر، ذکر الأمر للمحجور علیه، روایت نمبر ۵۰۵۲، جزء ۱۱ صفحہ ۴۳۳)
(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، لا عهدة فوق أربع، جزء ۲ صفحہ ۲۲)
(مسند احمد بن حنبل، جزء ۲ صفحہ ۴۴، ۱۲۹۔ جزء ۳ صفحہ ۲۱۷)

الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيْهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَّيْسَ مِنْهُمْ قَالَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ.

سے لے کر آخر تک سب زمین میں دھنسا دیے جائیں گے (حضرت عائشہؓ) کہتی تھیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ اوّل سے آخر تک کیسے دھنس جائیں گے؟ جبکہ وہاں منڈیاں بھی ہوں گی اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اُن (لشکریوں) میں سے نہیں ہوں گے۔ فرمایا: وہ اوّل سے آخر تک دھنسا دیئے جائیں گے۔ پھر اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اُٹھائے جائیں گے۔

۲۱۱۹: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي سُوْقِهِ وَبَيْتِهِ بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً وَذَلِكَ بِأَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيْدُ إِلَّا الصَّلَاةَ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَ بِهَا دَرَجَةً أَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ وَالْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَّا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ مَا لَمْ يُؤْذِ فِيْهِ. وَقَالَ

۲۱۱۹: قُتَیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص (مسجد میں) باجماعت نماز اَدا کرے، اُس کو بیس سے چند درجے زائد فضیلت ہے، بہ نسبت اُس نماز کے جو بازار میں یا اپنے گھر میں پڑھتا ہے اور یہ اِس لئے کہ جب اس نے اچھی طرح وضو کیا اور پھر نماز ہی کی نیت سے مسجد میں آیا ہے اور صرف نماز ہی اُسے اُٹھاتی ہے تو جو قدم وہ اُٹھاتا ہے، اُس قدم کے ساتھ ضرور اُس کا ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے یا اُس کی غلطی کم کر دی جاتی ہے اور پھر ملائکہ تم میں سے ایک کے لئے اس وقت تک دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی جگہ میں رہے جہاں وہ نماز پڑھتا ہے۔ (اور کہتے ہیں:) اے اللہ! اسے اپنی خاص رحمت سے نواز۔ اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ یہ دعا اُس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو، (یا)

أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَّا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ.

وہاں کسی کو تکلیف نہ دے۔ اور آپؐ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک نماز ہی میں ہوتا ہے جب تک کہ نماز اُسے روکے رکھے۔

اطرافہ: ١٧٦، ٤٤٥، ٤٧٧، ٦٤٧، ٦٤٨، ٦٥٩، ٣٢٢٩، ٤٧١٧.

٢١٢٠: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوْقِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا دَعَوْتُ هَذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي.

۲۱۲۰: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُمَید طویل سے، حُمَید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تھے کہ ایک شخص نے پکارا: اے ابوالقاسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی طرف مڑ کر دیکھا تو اُس نے کہا: میں نے تو اس (دوسرے شخص) کو بلایا ہے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نام پر نام رکھو، لیکن میری کنیت نہ رکھو۔

اطرافہ: ٢١٢١، ٣٥٣٧.

٢١٢١: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دَعَا رَجُلٌ بِالبَقِيْعِ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَمْ أَعْنِكَ قَالَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ.

۲۱۲۱: مالک بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ زُہَیر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُمَید سے، حُمَید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے بقیع میں آواز دی: اے ابوالقاسم! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا۔ اُس نے کہا: میں نے آپؐ کو نہیں پکارا۔ تو آپؐ نے فرمایا: میرے نام پر نام رکھو مگر میری کنیت نہ رکھو۔

اطرافہ: ٢١٢٠، ٣٥٣٧.

٢١٢٢: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيْدَ عَنْ نَّافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةِ النَّهَارِ لَا يُكَلِّمُنِيْ وَلَا أُكَلِّمُهُ حَتَّى أَتَى سُوْقَ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ فَقَالَ أَثَمَّ لُكَعُ أَثَمَّ لُكَعُ فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا أَوْ تُغَسِّلُهُ فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتَّى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ وَقَالَ اللَّهُمَّ أَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُ. قَالَ سُفْيَانُ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ رَأَى نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ.

طرفهُ: ٥٨٨٤۔

۲۱۲۲: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ بن ابی یزید سے، عبیداللہ نے نافع بن جبیر بن مطعم سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن کے (پچھلے) پہر نکل کر جانے لگے۔ نہ آپؐ مجھ سے بات کرتے، نہ میں آپؐ سے بات کرتا؛ یہاں تک کہ آپؐ بنی قینقاع کے بازار میں آئے اور حضرت فاطمہؓ کے صحن مکان میں بیٹھ گئے اور فرمایا: کیا بچہ یہیں ہے؟ کیا بچہ یہیں ہے؟ (آپؐ کی مراد حضرت حسنؓ سے تھی) تو (حضرت فاطمہؓ نے) کچھ دیر اُسے روکے رکھا۔ جس سے میں سمجھا کہ وہ اسے ہار پہنا رہی ہیں یا نہلا رہی ہیں۔ اتنے میں وہ دوڑا آیا۔ اس کے آتے ہی آپؐ نے اسے گلے لگایا اور اسے بوسہ دیا اور فرمایا: اے اللہ! اسے اپنا محبوب بنائیو اور اس شخص سے بھی محبت کریئو جو اِس سے محبت رکھے۔ سفیان نے کہا: عبیداللہ نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے نافع بن جبیر کو دیکھا تھا۔ وہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے۔

٢١٢٣: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ أَنَّهُمْ كَانُوْا يَشْتَرُوْنَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَّنْ يَّمْنَعُهُمْ أَنْ يَّبِيْعُوْهُ

۲۱۲۳: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ ابوضمرہ (انس بن عیاض) نے ہمیں بتایا کہ موسیٰ بن عقبہ نے نافع سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا کہ حضرت ابن عمرؓ نے ہمیں بتایا کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قافلے والوں سے غلہ خریدا کرتے تھے۔ تو آپؐ اُن کے پاس کسی کو بھیجتے

حَيْثُ اشْتَرَوْهُ حَتَّى يَنْقُلُوْهُ حَيْثُ يُبَاعُ الطَّعَامُ.

جو اُن کو غلہ وہیں بیچنے سے منع کرتا، جہاں انہوں نے خریدا ہے؛ جب تک کہ وہ غلہ وہاں نہ لے آئیں جہاں وہ بیچا جاتا ہے۔

اطرافهُ: ٢١٣١، ٢١٣٧، ٢١٦٦، ٢١٦٧، ٦٨٥٢.

٢١٢٤: قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَاعَ الطَّعَامُ إِذَا اشْتَرَاهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ.

۲۱۲۴: (نافع نے) کہا: اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس بات سے منع فرمایا ہے کہ غلہ اُسی وقت بیچا جائے جس وقت کسی نے اسے خریدا ہو؛ جب تک کہ وہ اس پر پورا قبضہ نہ کر لے۔

اطرافهُ: ٢١٢٦، ٢١٣٣، ٢١٣٦.

تشریح: مَا ذُكِرَ فِي الْأَسْوَاقِ: مسند احمد بن حنبل میں ایک روایت منقول ہے، جس کی رُو سے بازار اور منڈیاں بدترین جگہ ٹھہرتی ہیں۔ یہ روایت حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: اَيُّ الْبُلْدَانِ شَرٌّ فَقَالَ أَسْوَاقُهَا [1] کہ بازار بدترین جگہیں ہیں۔ ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے بھی یہ روایت صحیح قرار دی ہے۔ حاکم کی روایت جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: اِنَّ خَيْرَ الْبِقَاعِ الْمَسَاجِدُ وَشَرُّ الْبِقَاعِ الْاَسْوَاقُ. [2] یعنی اللہ تعالیٰ کی نہایت ہی پیاری جگہیں مسجدیں ہیں اور قابل نفرت جگہیں بازار ہیں۔ یہ روایتیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق نہیں۔ اس باب کا مقصد واضح کرنے کی غرض سے عنوان ہی میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عمرؓ کی دو روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۲۰۴۸، ۲۰۶۲) جن سے پایا جاتا ہے کہ بازار اور منڈی میں دونوں قسم کی صورتیں پائی جاتی ہیں۔ خیر و برکت کی بھی، شر اور نقصان کی بھی؛ جو درحقیقت نسبتی امور ہیں۔ عقل وضبط اور حسن تصرف اور تقویٰ سے جو کوئی کام لے گا تو یہی جگہیں اس کے لیے بابرکت ہوں گی اور اگر غفلت و جہالت اور معصیت اور خواہشات اور نفس کی پیروی سے کام لیا گیا تو یہی جگہیں آدمی کے لئے نحوست اور بے برکتی کا موجب ہوں گی۔ یہی حکمت ذہن نشین کرانے کی غرض سے اس باب کے تحت سات روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

پہلی روایت (نمبر ۲۱۱۸) کا تعلق ایک حدیث سے ہے جو رؤیا کی بناء پر بیان کی گئی ہے اور اس کا تعلق ایک پیشگوئی سے ہے جو بنی امیہ کے عہدِ خلافت میں اُس وقت پوری ہوئی جب یزید کی موت کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت ہوئی اور ۶۷ھ میں مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی گئی اور وہ شہید ہوئے۔ لیکن بنو امیہ کی یہ تعدّیاں بہت جلد ان کی تباہی کا

[1] (مسند احمد بن حنبل جزء ۴ صفحہ ۸۱)
[2] (صحیح ابن حبان، کتاب الصلاۃ، ذکر البیان بأن خیر البقاع فی الدنیا المساجد، جزء ۴ صفحہ ۴۷۶) (المستدرک، کتاب العلم، خیر البقاع المساجد وشر البقاع الأسواق، جزء اول صفحہ ۹۰)

موجب ہوئیں۔سوسال سے زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ ان کی امارت کا محل گر کر خس وخاشاک ہوگیا۔اس روایت کے آخر میں **ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ** آیا ہے۔یعنی پھر وہ اپنی نیتوں کے مطابق اُٹھائے جائیں گے۔یعنی قومی تباہی جو ہمہ گیر عذاب الٰہی کی صورت میں ہوئی ہے، اس کی گرفت میں شریروں کے ساتھ بعض نیک لوگ بھی آ جاتے ہیں۔جیسا کہ قرآنِ مجید میں اسی تقدیرِالٰہی کا ذکر اِن الفاظ میں وارد ہوا ہے: وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ٥ (الأنفال:٢٦) یعنی اُس فتنہ سے بچو جو تم میں سے صرف ظالموں ہی کو نہیں پہنچے گا بلکہ دوسروں کو بھی پہنچے گا اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہایت ہی سخت ہوتا ہے۔یہ قانونِ الٰہی قومی عذاب کے وقت جاری ہوتا ہے۔لیکن اخروی زندگی میں نیکوں کی نیکی نظر انداز نہ ہوگی بلکہ انہیں اُن کی نیتوں کے مطابق بدلہ ملے گا۔دنیاوی سزا میں اُن کی شمولیت دراصل اُس غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی قوم کی اصلاح میں کی ہوتی ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس حدیث کے نقل کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی مکان کی نحوست درحقیقت مکینوں کی بدعملی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

دوسری روایت (نمبر ۲۱۱۹) سے ظاہر ہے کہ بازار کے کاروبار میں مشغول رہنے کے باوجود بھی اطاعت الٰہی مقدم رکھی جاسکتی ہے؛ جس کی وجہ سے نیکی کا ثواب کئی گنا ہو جاتا ہے کیونکہ انسان کو اپنے نفس سے اِس میں ایک جہاد کرنا پڑتا ہے۔تیسری اور چوتھی روایت (نمبر ۲۱۲۰، ۲۱۲۱) میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بازار میں آیا جایا کرتے تھے اور یہ خیال کہ بازار منحوس ہوتے ہیں درست نہیں۔پانچویں روایت (نمبر ۲۱۲۲) سے ظاہر ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کا گھر منڈی ہی میں واقع تھا۔چھٹی اور ساتویں روایت (نمبر ۲۱۲۳، ۲۱۲۴) میں بتایا گیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بازاروں میں کاروبار کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خود نگرانی فرماتے اور منڈیوں میں آپؐ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم کو مقرر فرماتے تھے کہ وہاں خلافِ شریعت کاروبار نہ ہو۔ایسا انتظام کرنا حکومت کے فرائض میں سے ہے، تا بازار اور منڈی میں اسلامی احکام پر عمل درآمد ہو۔قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ - اس تعلق میں باب ۵۵ بھی دیکھئے۔

بَاب ٥٠ : كَرَاهِيَةُ السَّخَبِ فِي الْأَسْوَاقِ

بازاروں میں شور وغل مچانا ناپسندیدہ اَمر ہے

٢١٢٥ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقِيْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

۲۱۲۵: محمد بن سنان نے ہم سے بیان کیا کہ فلیح نے ہمیں بتایا کہ ھلال (بن علی) نے عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔انہوں نے کہا کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور کہا کہ آپؓ مجھے رسول اللہ ﷺ کی صفت بتائیں جو تورات

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ قَالَ أَجَلْ وَاللهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (الأحزاب:٤٦) وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّيْنَ أَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَّعْفُوْ وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَّقْبِضَهُ اللهُ حَتَّى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَّقُوْلُوْا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَيُفْتَحُ[1] بِهَا أَعْيُنٌ عُمْيٌ وَآذَانٌ صُمٌّ وَقُلُوْبٌ غُلْفٌ. تَابَعَهُ عَبْدُ الْعَزِيْزِ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ هِلَالٍ. {[2] وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ هِلَالٍ} عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ سَلَامٍ. غُلْفٌ كُلُّ شَيْءٍ فِي غِلَافٍ، سَيْفٌ أَغْلَفُ وَقَوْسٌ غَلْفَاءُ وَرَجُلٌ أَغْلَفُ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُوْنًا.

طرفہ: ۴۸۳۸۔

میں آئی ہے۔انہوں نے میری درخواست کو منظور کرتے ہوئے کہا: بخدا آپؐ کی بعض صفات تورات میں وہی مذکور ہیں جن کا ذکر قرآن میں ہے: (مثلاً) اے نبیؐ ہم نے تجھے بطور شاہد اور مبشر اور نذیر بھیجا ہے (اس کے علاوہ اس کی یہ صفات بھی مذکور ہیں کہ) اور اُمیوں کیلئے بطور تعویذ کے بھیجا ہے۔ تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا۔ وہ بدخلق درشت کلام نہیں اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا اور نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیتا ہے، بلکہ معاف کرتا اور پردہ پوشی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اسے وفات نہیں دے گا جب تک کہ وہ ٹیڑھی قوم سیدھی نہ کر دے یعنی لوگ یہ اقرار نہ کریں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (اللہ تعالیٰ کی شریعت) کے ذریعہ سے اندھی آنکھوں کو بینا اور بہرے کانوں کو شنوا اور غلافوں میں لپٹے ہوئے دلوں کو کھول[1] دے گا۔ عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے ہلال سے روایت کرتے ہوئے فلیح کی طرح یہ حدیث بیان کی اور سعید[2] (بن ابی ہلال) نے بسند عطاء ہلال سے یوں نقل کی کہ ابن سلام سے مروی ہے۔ غُلْفٌ کے معنی ہیں: ہر وہ شیئ جو غلاف میں ہو۔ چنانچہ جب تلوار میان میں ہو تو کہتے ہیں: سَيْفٌ اَغْلَفُ اور کمان جب پردے میں ہو تو کہتے ہیں: قَوْسٌ غَلْفَآءُ اسی طرح کہتے ہیں: رَجُلٌ اَغْلَفُ. وہ مرد جس کا ختنہ نہ ہوا ہو۔

---

[1] عمدۃ القاری میں الفاظ وَيُفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوْبًا غُلْفًا ہیں (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۴۲) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] الفاظ وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ هِلَالٍ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۴۳۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **كَرَاهِيَةُ السَّخَبِ فِي الْأَسْوَاقِ:** اس باب کاعنوان بھی سابقہ باب کے مضمون سے متعلق ہے۔ بازار فی ذاتہ جائے شر نہیں؛ جس کی وجہ سے وہاں جانے یا کاروبار کرنے کی ممانعت ہو بلکہ خلافِ شریعت وتہذیب امور ممنوع ہیں۔جن سے بازار اور منڈیوں کو محفوظ رکھا جائے اور یہی باتیں انہیں بدنام کرتی اور قابل مذمت بناتی ہیں۔شریعت اسلامیہ بازاروں میں شوروغوغا اور لڑائی جھگڑا کرنا ناپسند کرتی ہے اور ان باتوں کے مکروہ ہونے کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پاکیزہ صفات سے استدلال کیا گیا ہے جو آپؐ کی نسبت تورات میں بطور پیشگوئی یہ علامت بتائی گئی ہے کہ وہ موعود نبی بازار میں آواز اونچی نہ کرے گا۔اس بارہ میں یسعیاہ نبی علیہ السلام کی پیشگوئی کے الفاظ ہیں:-

''دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں۔میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے۔ میں نے اپنی روح اُس پر ڈالی۔وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا۔وہ نہ چلّائے گا اور نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اُس کی آواز سنائی دے گی۔وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا۔وہ راستی سے عدالت کرے گا۔وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرلے۔ جزیرے اُس کی شریعت کا انتظار کریں گے۔'' (یسعیاہ باب۴۲ آیت ۱تا۵)

اس پیشگوئی کا ذکر ملاکی نبی کی کتاب میں یوں ہے:-

''دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا اور خداوند جس کے تم طالب ہو، ناگہاں اپنی ہیکل میں آموجود ہوگا۔ہاں عہد کا رسول جس کے تم آرزومند ہو آئے گا ......'' (ملاکی باب۳ آیت۱)

اس سے پہلے باب میں اِسی نبی نے واضح طور پر بنی اسرائیل کی بابت یہ اعلان کیا ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل نے اللہ کی تمجید کو ملحوظ نہیں رکھا، وہ ملعون ہو چکے ہیں کیونکہ وہ راہ سے منحرف ہو چکے اور شریعت میں بہتوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوئے۔(ملاکی باب۲ آیت ۱تا۹) یہی عہد کا وہ رسول ہے جس کی پیشگوئی کا ذکر مرقس میں بایں الفاظ ہے:

''جیسا یسعیاہ نبی کی کتاب میں لکھا ہے کہ دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیار کرے گا۔بیابان میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ تیار کرو۔اُس کے راستے سیدھے بناؤ۔'' (مرقس باب۱ آیت۲،۳)

اسی عہد کے رسول کی بشارت جیسے حضرت یسعیاہ علیہ السلام نے دی،حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی دی اور اس موعود کا نام روحِ حق رکھا اور بتایا کہ وہ ساری سچائی بیان کرے گا۔یہی وہ عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کا حوالہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی روایت (نمبر ۲۱۲۵) میں دیا ہے۔

یہ پیشگوئی پوری تفصیل رکھتی ہے، دعوتِ توحید اور بشارت وانذار کی؛ جس کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے ہے اور اس میں کھلے الفاظ میں صراحت ہے کہ اس کا ظہور صحرائے عرب میں ہوگا۔ جہاں سلعہ (مدینہ کا پہاڑ) اور قیدار (بنی اسماعیل) کی بستیاں ہیں۔ بتوں کی پوجا کا استیصال اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی سراسر حمد وستائش کا مذکورہ بالا وصف بھی بیان ہوا ہے کہ بازاروں میں وہ شور نہ کرے گا اور اِس میں مستقبل کی عظیم الشان پیشگوئی کا بھی ذکر ہے کہ جزائر کے رہنے والے اُس کی شریعت کے انتظار میں ہوں گے اور یہ وہ پیشگوئی ہے جس کا ذکر اسلامی روایات میں طُلُوُعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا (کتاب بدء الخلق، روایت نمبر ۳۱۹۹) کے الفاظ سے وارد ہوا ہے۔ یعنی سورج مغرب سے طلوع کرے گا جہاں مشارالیہ جزائر واقع ہیں۔ حدیث زیر باب میں عہد نامہ قدیم کی اسی پیشگوئی کی تطبیق قرآنِ مجید کی اس آیت سے دی گئی ہے: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ {یقیناً ہم نے تجھے ایک شاہد اور ایک مبشر اور ایک نذیر کے طور پر بھیجا ہے اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور ایک منور کر دینے والے سورج کے طور پر} (الأحزاب: ۴۶-۴۷) ان آیات میں اس داعی الی اللہ کی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا، نور کی طرف نکالنے والا، اپنے ساتھیوں کو بہت بڑے فضل کی بشارت دینے والا اور نہ ماننے والوں کے لئے نذیر مبین ہوگا اور قرآنِ مجید کی یہ پیشگوئی مفہوماً وہی پیشگوئی ہے جس کا ذکر یسعیاہ وغیرہ انبیاء کی کتابوں میں موجود ہے۔ یہ پیشگوئی من وعن جس شان سے پوری ہوئی، وہ ظاہر وباہر ہے اور ناقابل اِنکار تاریخ عالم کا مشہور ومعروف واقعہ ہے۔ جزائر سے تعلق رکھنے والا حصہ ابھی باقی ہے جس کا طلوعِ شمس کی پیشگوئی میں ہم استقبال کرنے والے ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: فصل الخطاب جزء دوم صفحہ ۲۶۸ تا ۲۸۴، دیباچہ تفسیر القرآن- ''بائبل میں قرآن مجید کے نزول اور آنحضرت ﷺ کے ظہور کے متعلق پیشگوئیاں''- صفحہ ۶۵ تا ۱۰۳۔ محولہ بالا پیشگوئی کے الفاظ سے ان آدابِ اسلامیہ کا اِستنباط کیا گیا ہے، جن کا ایک تعلق بازار سے ہے اور بتایا ہے کہ مسلمان کا کردار سیرتِ نبویہؐ کے سانچہ میں ڈھلنا چاہیے۔

بَاب ۵۱: اَلْكَيْلُ عَلَى الْبَائِعِ وَالْمُعْطِي

ماپ تول (کی محنت مشقت کا معاوضہ) بیچنے والے اور دینے والے پر ہے

وَقَوْلُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ (المطففين: ٤) يَعْنِي كَالُوْا لَهُمْ أَوَ وَزَنُوْا لَهُمْ كَقَوْلِهِ يَسْمَعُوْنَكُمْ (الشعراء: ۷۳) يَسْمَعُوْنَ

اور اللہ عزوجل کا قول: یعنی جب اُن کو ماپ یا تول کر دیتے ہیں تو وہ انہیں کم دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قول ویسا ہی ہے جیسے فرمایا: يَسْمَعُوْنَكُمْ. اور معنے یہ ہیں کہ يَسْمَعُوْنَ لَكُمْ۔ {وہ تمہاری پکار سنتے ہیں}

لَكُمْ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتَالُوْا حَتَّى تَسْتَوْفُوْا وَيُذْكَرُ عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ إِذَا بِعْتَ فَكِلْ وَإِذَا ابْتَعْتَ فَاكْتَلْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماپ کر لے لو یہاں تک کہ تم اپنا حق پورا کرلو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب تم بیچو تو ماپ کر دو اور جب تم خریدو تو ماپ کرلو۔

۲۱۲۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ.

اطرافہُ: ۲۱۲۴، ۲۱۳۳، ۲۱۳۶۔

۲۱۲۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو غلہ خریدے تو اُس وقت تک اُسے نہ بیچے جب تک اُس کا پورا قبضہ نہ لے لے۔

۲۱۲۷: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُّغِيْرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ تُوُفِّيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَاسْتَعَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى غُرَمَائِهِ أَنْ يَّضَعُوْا مِنْ دَيْنِهِ فَطَلَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَفْعَلُوْا فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبْ فَصَنِّفْ تَمْرَكَ أَصْنَافًا الْعَجْوَةَ عَلَى حِدَةٍ وَعِذْقَ

۲۱۲۷: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہم کو خبر دی۔ انہوں نے مغیرہ سے، مغیرہ نے (عامر) شعبی سے، شعبی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ فوت ہو گئے اور اُن پر قرض تھا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی کہ آپؐ ان کے قرض خواہوں کو سمجھائیں کہ وہ ان کے قرض میں کچھ کمی کردیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اِس خواہش کا اظہار کیا مگر انہوں نے (کمی) نہ کی۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی

ابْنِ☆ زَيْدٍ عَلَى حِدَةٍ ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَيَّ فَفَعَلْتُ ثُمَّ أَرْسَلْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ فَجَلَسَ عَلَى أَعْلَاهُ أَوْ فِي وَسَطِهِ ثُمَّ قَالَ كِلْ لِلْقَوْمِ فَكِلْتُهُمْ حَتَّى أَوْفَيْتُهُمُ الَّذِي لَهُمْ وَبَقِيَ تَمْرِي كَأَنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ. وَقَالَ فِرَاسٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنِي جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتَّى أَدَّاهُ. وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ وَّهْبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُذَّ لَهُ فَأَوْفِ لَهُ.

کھجوروں کی ایک ایک قسم کو جدا کرو۔ عجوہ کھجور کو علیحدہ اور عذق زید☆ کھجور کو علیحدہ۔ پھر مجھے پیغام بھیجنا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا تو آپؐ تشریف لائے تو آپؐ کھجوروں کے ڈھیر پر یا ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اِن لوگوں کو ماپ کر دو۔ چنانچہ میں نے ان کو ماپ کر دیا؛ یہاں تک کہ جو اُن کا حق تھا، میں نے ان کو پورا دے دیا اور میری کھجوریں بچ رہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔ اور فراس نے شعبی سے یوں نقل کی ہے کہ حضرت جابرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ وہ ماپ کر دیتے رہے، یہاں تک کہ انہیں اَدا کر دیا۔ ہشام نے بسند وہب حضرت جابرؓ سے روایت یوں نقل کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لئے کھجور سے کاٹو اور اس کو پورا دے دو۔

اطرافهُ: ۲۳۹۵، ۲۳۹۶، ۲۴۰۵، ۲۶۰۱، ۲۷۰۹، ۲۷۸۱، ۳۵۸۰، ۴۰۵۳، ۶۲۵۰۔

تشریح: **اَلْكَيْلُ عَلَى الْبَآئِعِ وَالْمُعْطِيْ:** شارحین نے اَلْكَيْل سے مراد مؤُوْنَةُ الْكَيْل لی ہے۔ یعنی ماپ تول کا محنتانہ۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۴۳۵) کَیْل کے معنی مقدار معین کرنا ماپ سے یا تول سے۔ کہتے ہیں: كِلْتُ الدَّرَاهِمَ اَیْ وَزَنْتُهَا یعنی میں نے درہم کا وزن کیا۔ عنوانِ باب میں مندرجہ حوالہ جات اور اِس کے تحت منقولہ روایات سے لفظ کیل کا بھی مفہوم معین کرنا اور بتانا مقصود ہے کہ اندازہ کرنے کا محنتانہ بائع یا قارض پر ہے۔ کیونکہ معین مقدار میں کمی معلوم ہونے پر بائع ذمہ دار ہوتا ہے کہ اسے پورا کرے۔

قرآن مجید کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ سورۃ المطففین کی ہے۔ جس کا موضوع ہی ماپ تول کی کمی اور اس کا بد انجام ہے۔ تَطْفِيْف کے معنی ہیں کم کرنا، بخل اور کنجوسی سے کام لینا، ترازو کو مارنا، ناقص دودھ گھی چینی وغیرہ خوردنی اشیاء اور گیلی لکڑی فروخت کرنا۔ اس قسم کی تمام باتیں تَطْفِيْف کے مفہوم میں شامل ہیں کہ ان کی قیمت تو نرخ کے مطابق

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ ''عِذْقَ زَيْدٍ'' ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ۲۴۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

لی جاتی ہے۔لیکن مطلوبہ چیزیں صحیح حالت میں نہیں دی جاتیں۔اس طرح مشتری کے حق میں کمی کی جاتی ہے۔وہ آیات یہ ہیں: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ o الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَo وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ o اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَo لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ o يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ o (المطفّفين:۲تا۷) یعنی سودا سلف میں وزن کم کرنے والوں کے لئے افسوس (کہ اُن کا انجام بدہوگا) یہ وہ ہیں جو لوگوں سے جب تول کر لیتے ہیں تو خوب تول کر پورا کا پورا لیتے ہیں اور جب اُن کو تول کر یا وزن کر کے دیتے ہیں تو پھر انہیں کم دیتے ہیں۔کیا یہ لوگ یقین نہیں کرتے کہ وہ (زندہ کر کے) اُٹھائے جائیں گے،اس عظیم الشان وقت (کا فیصلہ دیکھنے) کے لئے جس وقت تمام لوگ سب جہانوں کے ربّ (کا فیصلہ سننے) کے لئے کھڑے ہوں گے۔ان آیات کی لطیف اور مبسوط شرح کے لئے دیکھیں تفسیر کبیر مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ،جلد ہشتم تفسیر سورۃ المطفّفین۔

بیع وشراء اور لین دین میں ماپ تول سے متعلق کئی احکام قرآنِ مجید میں مختلف مقامات پر وارد ہوئے ہیں۔مثلاً سورۂ اعراف میں مدین قوم کا ذکر ہے جو تاجر پیشہ تھی اور اپنے تجارتی کاروبار میں فریب دہی سے کام لیتی تھی۔ان کی اصلاح کے لئے خدا کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے اور انہوں نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: قَدْجَآءَ تْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَ هُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ o (الأعراف:۸۶) {...یقیناً تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے کھلی کھلی نشانی آچکی ہے۔پس ماپ اور تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلایا کرو۔یہ تمہارے لیے بہتر تھا اگر تم ایمان لانے والے ہوتے۔} یہ ارشاد بھی جامع ہے۔پہلے حصے میں ماپ اور وزن پورا کرنے کا حکم ہے اور دوسرے حصے میں منع کیا گیا ہے کہ لوگوں کو خرید وفروخت کی اشیاء ناقص نہ دو،نہ مقدار میں نہ نوعیت کے لحاظ سے۔قرآنِ مجید کے احکام بیع وشراء کے بارہ میں ایک مکمل ضابطہ ہیں۔اس تعلق میں مندرجہ ذیل آیات بھی ملاحظہ ہوں:وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍo وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَ هُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ o بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ o(هود: ۸۵-۸۷){اور ماپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو۔یقیناً میں تمہیں دولت مند پاتا ہوں اور میں تم پر ایک گھیر لینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔اور اے میری قوم!ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو اور لوگوں کی چیزیں انہیں کم کر کے نہ دیا کرو اور زمین میں مفسد بنتے ہوئے بدامنی نہ پھیلاؤ۔اللہ کی طرف سے جو (تجارت میں) بچتا ہے،وہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم (سچے) مومن ہو اور میں تم پر نگران نہیں۔} وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًاo (بنی اسرائيل:۳٦) {اور جب تم ماپ کرو تو پورا ماپ کرو اور سیدھی ڈنڈی سے تولو۔یہ بات بہت بہتر اور انجام کار سب سے اچھی ہے۔} وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ کے معنی ہیں:معیاری ماپ تول کے ذریعے سے صحیح صحیح

وزن کرو۔ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ (الأنعام:۱۵۳) {اورسوائے ایسے طریق کے جو بہت اچھا ہو یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ جائے اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورے کیا کرو۔} یتامیٰ کے حقوق کی نگہداشت رکھنے کے بارے میں تاکید ہے اور ہدایت ہے کہ انہیں اُن کا حق پورا پورا دیا جائے اور انصاف سے ان کے ساتھ سلوک کیا جائے۔ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ (الرحمٰن :۸تا۱۰) {اور آسمان کی کیا ہی شان ہے۔ اس نے اسے رفعت بخشی اور نمونہ عدل بنایا۔ تا کہ تم میزان میں تجاوز نہ کرو۔ اور وزن کو انصاف کے ساتھ قائم کرو اور تول میں کوئی کمی نہ کرو۔} اس آیت میں نظامِ آسمانی کے قیام کی طرف توجہ دِلائی گئی ہے کہ اِس میں صحیح صحیح توازن پایا جاتا ہے۔ یہ اِرشاد ہے کہ تم بھی افراط و تفریط سے کام نہ لو۔

اِكْتَالُوْا حَتّٰى تَسْتَوْفُوْا: عنوانِ باب میں مذکورہ بالا آیت کا حوالہ دینے کے علاوہ اِرشادِ نبوی کے دو حوالے ہیں۔ پہلا نسائی اور ابن حبان نے بسند طارق بن عبداللہ محاربی نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے پاس ایک سرخ اُونٹ تھا۔ اِتنے میں ایک شخص آیا۔ دو کپڑوں میں ملبوس تھا۔ اس نے پوچھا کہ آیا یہ اُونٹ فروخت کیا جا سکتا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں۔ قیمت دریافت کرنے پر ہم نے بتایا کہ اِتنے صاع کھجوروں کے عوض۔ تو اُس نے کہا: بہت اچھا؛ میں نے لے لیا اور یہ کہہ کر اُونٹ کی نکیل پکڑی اور چل دیا اور شام کے قریب لوٹا اور کہنے لگا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی ہوں۔ یہ کھجوریں ہیں، کھاؤ یہاں تک کہ سیر ہو جاؤ۔ وَتَكْتَالُوْا حَتّٰى تَسْتَوْفُوْا۔ اور ماپ کر لے لو؛ یہاں تک کہ اپنا حق پورا کر لو۔ (صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب کتب النبیؐ، ذکر مقاساة المصطفیٰ ﷺ ما کان یقاسی من قومه فی إظهار الإسلام، روایت نمبر ۶۵۶۲ جزء ۱۴ صفحہ ۵۱۸)

اِذَا بِعْتَ فَكِلْ وَاِذَا ابْتَعْتَ فَاكْتَلْ: دوسرا حوالہ حضرت عثمانؓ کی روایت کا ہے جو دار قطنی، مسند احمد بن حنبل اور ابن ماجہ میں منقول ہے۔☆ دونوں حوالے سورۃ المطففین کی آیت میں وارد شدہ لفظ كَالُوْهُمْ اور اِكْتَالُوْا کی وضاحت کی غرض سے دیئے گئے ہیں۔ اہل لغت میں سے بعض نے كَالُوْا اور وَزَنُوْا پر وقفہ کر کے هُمْ کی ضمیر علیحدہ پڑھی ہے اور اسے يُخْسِرُوْنَ کا مبتداء قرار دیا ہے۔ اس لئے ان کے خیال کی اِصلاح کی غرض سے كَالُوْا لَهُمْ اور وَزَنُوْا لَهُمْ کے الفاظ نمایاں کئے ہیں اور بتایا ہے کہ هُمْ مفعول ہے، كَالُوْا اور وَزَنُوْا کا۔ ابوعبیدہ اور فراء دونوں چوٹی کے علمائے لغت میں سے ہیں، وہ بھی اِسی امر کی تائید میں ہیں اور امام موصوفؒ نے يَسْمَعُوْنَكُمْ اور يَسْمَعُوْنَ لَهُمْ سے دلیل دی ہے کہ ایسا حذف دوسرے الفاظ میں بھی جائز ہے۔ علاوہ ازیں كَالُوْا اور اِكْتَالُوْا کے درمیان ایک اور فرق بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ بائع جب دے تو ماپ کر دے اور مشتری جب لے تو ماپ کر لے۔ مذکورہ حوالوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۳۵، ۴۳۶- عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۴۴، ۲۴۵۔

☆ (ابن ماجه، کتاب التجارات، باب بیع المجازفة)(مسند احمد بن حنبل، جزء اوّل صفحہ ۶۲، ۷۵)
(سنن الدارقطنی، کتاب البیوع، روایت نمبر ۲۳ جزء ۳ صفحہ ۸)

بَاب ٥٢ : مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ

مانپنا جو پسندیدہ ہے

٢١٢٨ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِيْلُوْا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ.

۲۱۲۸: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ولید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ثور (بن یزید دمشقی) سے، ثور نے خالد بن معدان سے، خالد نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اپنا اناج ماپ لیا کرو، تمہیں برکت دی جائے گی۔

تشریح: مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ: خرید وفروخت میں پوری مقدار قبضہ میں لینے سے بیع صحیح قرار پاتی ہے (دیکھئے باب ۵۵) یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ پورا اندازہ صرف تجارتی کاروبار یا قرضہ کی ادائیگی ہی میں نہیں بلکہ روزمرہ کی خوراک میں بھی مدنظر ہے۔ اس بارہ میں کئی روایتیں ایسی بھی منقول ہیں؛ جن سے پایا جاتا ہے کہ خوراک کا ماپنا تولنا باعث برکت نہیں ہوتا۔ ان میں سے ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے کہ میرے پاس کچھ جَو تھے جن میں سے مَیں استعمال کرتی تھی یہاں تک کہ اس پر ایک عرصہ گزر گیا۔ میں نے اسے ماپ لیا تو وہ ختم ہوگئے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۳۰۹۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اناج جب تک بغیر اندازہ استعمال ہوتا رہا، برکت رہی اور جب ماپنا شروع کیا، وہ جلدی ختم ہوگیا۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک لطیف رائے کا اظہار کیا ہے۔ اُن کے نزدیک اس سے یہ نتیجہ اَخذ کرنا درست نہیں کہ محض ماپنے سے بے برکتی ہوئی بلکہ حضرت عائشہؓ کا مقصد چونکہ محض اندازہ کرنا تھا، اِس لئے جو کچھ تھوڑا بہت باقی تھا، اُس کو اپنے وقت پر ختم ہونا ہی تھا جو ختم ہوگیا۔ یہ عرصہ سابقہ عرصہ سے کم تھا۔ اس لئے جلدی ختم ہونے کا احساس ہوا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۳۷)

غرض اگر آنحضرت ﷺ کی اطاعت کی نیت روزمرہ کے کاموں میں شامل رہے تو یہ نیت یقیناً برکت کا موجب ہوگی۔ محض ماپنے تولنے پر برکت کا انحصار نہیں۔ ابن حبان کی محولہ بالا روایت کے یہ الفاظ ہیں: فَمَا زِلْنَا نَأْكُلُ مِنْهُ حَتَّى كَالَتْهُ الْجَارِيَةُ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ فَنِيَ وَلَوْلَمْ تَكِلْهُ لَرَجَوْتُ أَنْ يَبْقَى أَكْثَرَ. (صحيح ابن حبان، كتاب التاريخ، باب صفتهؐ وأخباره، ذكر ما بارك الله فى اليسير من بركة المصطفىؐ، روایت نمبر ۶۴۱۵، جزء ۱۴ صفحہ ۳۲۵)
یعنی ہم اناج سے کھاتے رہے یہاں تک کہ کنیز اُسے ماپنے لگی اور وہ جلدی ختم ہوگیا۔ اگر وہ نہ ماپتی تو مجھے اُمید تھی کہ وہ زیادہ دیر تک رہتا۔ ان الفاظ سے جو غلط مفہوم سمجھا گیا ہے، اس کی اِصلاح مستند حدیث کی بناء پر اس باب میں مدنظر ہے۔ آنحضرت ﷺ کے اِرشاد کے یہ الفاظ ہیں: كِيْلُوْا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ. اس اِرشاد کی اطاعت برکت کا موجب ہوگی۔

بَاب۵۳: بَرَكَةُ صَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُدِّهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع اور مُدّ کی برکت

فِيْهِ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اِس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

۲۱۲۹: حَدَّثَنَا مُوْسَى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا وَحَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ وَدَعَوْتُ لَهَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَكَّةَ.

۲۱۲۹: موسیٰ (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ عمرو بن یحیٰی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عباد بن تمیم انصاری سے، عباد نے حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے، حضرت عبداللہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور اس کے لئے دعا کی اور میں نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے، اس طرح جس طرح کہ حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں نے اِس کے لئے دعا کی ہے۔ اس کے مُدّ کے لئے اور اس کے صاع کے لئے ویسی دعا جیسی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے کی ہے۔

۲۱۳۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مِكْيَالِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ يَعْنِي أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ.

اطرافہ: ٦٧١٤، ٧٣٣١۔

۲۱۳۰: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ان کے یعنی اہل مدینہ کے ماپ میں برکت دے اور ان کے صاع میں اور مُدّ میں برکت دے۔

تشریح: **بَرَكَةُ صَاعِ النَّبِيِّ ﷺ وَمُدِّهِ:** اس باب کاتعلق بھی سابقہ باب کے مضمون ہی سے ہے۔ حضرت عائشہؓ کی محولہ بالا روایت کے لیے کتاب فضائل المدینة باب۱۲روایت نمبر۱۸۸۹ دیکھئے۔ ان روایات سے ظاہر ہے کہ اہل مدینہ کے مُدّ اور صاع میں جو نمایاں برکت ہوئی، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولیت دعا کا نتیجہ تھی۔

بَاب ٥٤: مَا يُذْكَرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحُكْرَةِ

اناج کی خرید وفروخت اوراس کی فروخت روک رکھنے کے بارے میں جو روایتیں مذکور ہیں

٢١٣١: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً يُضْرَبُوْنَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبِيْعُوْهُ حَتَّى يُؤْوُوْهُ إِلَى رِحَالِهِمْ.

۲۱۳۱: اسحاق بن ابراہیم نے مجھ سے بیان کیا کہ ولید بن مسلم نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے اوزاعی سے، اوزاعی نے زُہری سے، زُہری نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت ابن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے اُن لوگوں کو دیکھا ہے جو اناج یونہی بغیر ماپ تول کے خریدتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں انہیں اِس لئے پیٹا جاتا کہ اِس اناج کو اپنے اپنے ٹھکانوں پر لے جا کر محفوظ کر لینے سے پہلے کیوں بیچتے ہیں۔

اطرافهُ: ٢١٢٣، ٢١٣٧، ٢١٦٦، ٢١٦٧، ٦٨٥٢.

٢١٣٢: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَّبِيْعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ ذَاكَ قَالَ ذَاكَ دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ وَالطَّعَامُ مُرْجَأٌ. قَالَ

۲۱۳۲: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن طاؤس سے، ابن طاؤس نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اناج بیچے، تاوقتیکہ اس پر پورا قبضہ نہ کر لے۔ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا: یہ کیسے؟ انہوں نے کہا: یہ روپوں کو روپوں کے بدلہ بیچنا ہے، کیونکہ غلہ تو

أَبُو عَبْدِ اللهِ: مُرْجَوْنَ (التوبة: ۱۰٦) مُؤَخَّرُوْنَ.

طرفهُ: ٢١٣٥.

میعاد پر بعد میں دیا جائے گا۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا کہ مُرْجَوْنَ کے معنی ہیں: مُؤَخَّرُوْنَ ۔یعنی تاخیر میں ڈالے ہوئے۔

٢١٣٣: حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ.

اطرافهُ: ٢١٢٤، ٢١٢٦، ٢١٣٦.

۲۱۳۳: ابوالولید نے مجھ سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ عبداللہ بن دینار نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اناج خریدے تو وہ نہ بیچے، جب تک کہ وہ اُس پر قبضہ نہ کر لے۔

٢١٣٤: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كَانَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ يُحَدِّثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَّالِكِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّهُ قَالَ مَنْ عِنْدَهُ صَرْفٌ فَقَالَ طَلْحَةُ أَنَا حَتَّى يَجِيْءَ خَازِنُنَا مِنَ الْغَابَةِ قَالَ سُفْيَانُ هُوَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيْهِ زِيَادَةٌ فَقَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُخْبِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ☆ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا

۲۱۳۴: علی (بن مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ عمرو بن دینار (ان سے) بیان کرتے تھے کہ زُہری سے مروی ہے۔ انہوں نے مالک بن اَوس سے روایت کی کہ انہوں نے (لوگوں سے) پوچھا: کیا کسی کے پاس ریزگاری ہے؟ تو حضرت طلحہؓ (بن عبیداللہ) نے کہا: میرے پاس ہے۔ (انتظار کریں کہ) ہمارا خزانچی (موضع) غابہ سے آجائے۔ سفیان نے کہا: ہمیں زہری سے یہی بات یاد ہے۔ اِس میں کوئی زیادتی نہیں۔ انہوں نے کہا: مالک بن اَوس نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بتا رہے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: سونے کا سونے☆ سے مبادلہ سود ہے۔ مگر یوں اور یوں یعنی نقد بہ نقد۔ اور گیہوں کا گیہوں سے

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ "الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۵۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

مبادلہ بھی سود ہے مگر دست بدست۔ اور کھجور کا کھجور سے مبادلہ بھی سود ہے مگر دست بدست۔ اور جَو کا جَو سے مبادلہ بھی سود ہے مگر دست بدست۔

اطرافہُ: ۲۱۷۰، ۲۱۷٤.

تشریح: **مَا يُذْكَرُ فِيْ بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحُكْرَةِ:** حُكْرَة اوراِحتِکار کے معنے ہیں غلہ وغیرہ اشیاء فروختنی روک رکھنا اور انتظار کرنا کہ نرخ چڑھنے پر بیچی جائیں۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۴۳۹، ۴۴۰) یہ طریق سبب ہوتا ہے قحط، تنگی اور بھاؤ بڑھ جانے کا۔ اس لئے شریعت اسلامی نے اِسے ممنوع قرار دیا ہے۔ حکومتیں بھی اس قسم کی ذخیرہ اندوزی کو قابل سزا جرم قرار دیتی ہے۔ اِحتکارِ شرعی غلے کو محض گھر لے جا کر محفوظ رکھنا نہیں بلکہ اِحتکار یہ ہے کہ غلہ اپنی ضرورت سے زیادہ ہونے پر بھی اِس لئے حاجت مندوں کو نہ دیا جائے کہ نرخ زیادہ ہوجائے تو فروخت کیا جائے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ممانعت احتکار کا تعلق صرف اشیائے خوردنی سے ہے۔ زیرِ باب کوئی روایت ایسی نہیں جس میں اِس تخصیص کی صراحت ہو اور شارحین کو اِس وجہ سے مندرجہ احادیث کا تعلق عنوانِ باب سے سمجھنے میں مشکل پیش آئی ہے۔ اسماعیلی کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح مسلم والی روایت جو حضرت معمر بن عبداللہؓ نے مرفوعاً نقل کی ہے، وہ ثابت نہیں۔ اِس لئے انہوں نے استنباط سے کام لیا ہے۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۴۳۹، ۴۴۰) حضرت معمرؓ والی حدیث کے یہ الفاظ ہیں: لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ. (مسلم، کتاب المساقاة، باب تحريم الاحتكار في الأقوات) خطاکار ہی احتکار کرتا ہے۔ یہ حدیث ابن ماجہ نے بھی مرفوعاً نقل کی ہے۔ یہ روایت حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ طَعَامًا ضَرَبَهُ اللّٰهُ بِالْجَذَامِ وَالْإِفْلَاسِ. (ابن ماجه، کتاب التجارات، باب الحكرة والجلب) جس نے مسلمانوں سے اناج کی فروختنی اشیاء روک رکھیں، اللہ اُسے جذام اور افلاس میں مبتلا کرے گا۔ یعنی ان سے وہ سلوک کرے گا جو جذامیوں اور کوڑھیوں سے ہوتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے: اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ. (ابن ماجه، کتاب التجارات، باب الحكرة والجلب) یعنی منڈی میں سامان لانے والے کو رزق دیا جائے گا اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہوگا یعنی راندۂ رحمت الٰہی۔ اور امام احمد بن حنبلؒ اور حاکمؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے: مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى وَبَرِئَ اللّٰهُ تَعَالَى مِنْهُ. (مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن عمر، جزء۲صفحہ۳۳) (المستدرک علی الصحيحين، کتاب البيوع، باب لا يحتكر الّا خاطئ) یعنی جس نے چالیس رات اجناس خوردنی روکے رکھیں۔ اللہ اس سے بیزار ہوا اور وہ اللہ سے بیزار کہ اُس نے اپنا رزاق اللہ تعالیٰ کو نہیں یقین کیا بلکہ لوگوں کو محروم رکھنے میں اپنا ذریعہ کسب معاش سمجھا۔ اِسی طرح حاکم نے حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے: مَنِ احْتَكَرَ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَغَالٰى بِهَا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ خَاطِئٌ. (المستدرک علی الصحيحين، کتاب البيوع، باب لا يحتكر الّا خاطئ) یعنی وہ شخص جس نے فروختنی اشیاء روک رکھیں اس نیت سے کہ مسلمانوں کو مہنگی دی جائیں گنہگار رہے۔ ان روایات

کی طرف عنوانِ باب میں اِشارہ کیا گیا ہے؛ جن کی سند کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مطمئن نہیں، گو مفہوماً وہ درست ہوں۔ کیونکہ مستند احادیث سے ان کی اس حد تک تصدیق ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریق سے قطعاً منع فرمایا ہے۔

امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ اس باب میں احتکار کی تعریف کرنا اور یہ بتانا مقصود ہے کہ خوردنی اشیاء کا محض گھر میں لے جانا اِحتکار نہیں کہلاتا بلکہ اِس غرض سے روکے رکھنا احتکار کی تعریف میں آتا ہے کہ کل کو وہ مہنگی ہونے پر بیچی جائیں ورنہ لوگوں کو قبضہ کرنے اور گھروں کو لے جانے کی اَجازت ہی نہ ہوتی۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۰) باب کی پہلی روایت میں صراحت ہے کہ لوگوں کو اگر وہ غلہ جات اپنے ٹھکانوں پر نہ لے جاتے تو اُن کو سزا دی جاتی۔ اس سے ظاہر ہے کہ محض گھروں میں انہیں محفوظ رکھنا احتکار نہیں۔

يَشْتَرُوْنَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً: جُذَافًا کے معنے بغیر وزن کئے یونہی اندازے پر بیچنا یا خریدنا جسے اٹا سٹا کہتے ہیں۔ یہ سودا بازی بھی جوئے کی قسم ہے جو اسلامی منڈیوں میں ممنوع ہے۔ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بائع اور مشتری دونوں کے لئے ادنیٰ سا نقصان بھی روا نہیں رکھا۔ **مُجَازَفَةً** کے معنے بغیر سوچے سمجھے بات کرنا، اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا تاوقتیکہ منڈی کا بھاؤ معین نہ ہو جائے۔ غلہ جات وغیرہ کو صرف گھروں میں رکھنا احتکار نہیں کہلائے گا۔ احتکار میں یہ بھی شامل ہے کہ غلہ جات کا نرخ معین ہونے پر سارا غلہ اس غرض سے خرید لیا جائے کہ دوسرا اُسے نہ لے سکے۔ یہ طریق بھی ممنوع ہے۔

فَـلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَقْبِضَهُ: دوسری روایت میں بتایا ہے کہ غلہ کی فروخت اُس وقت تک منع ہے جب تک کہ وہ پورے طور پر قبضہ میں نہ لے لیا جائے۔ بائع نے گندم کا سودا ایک مقررہ قیمت پر طے کیا اور قیمت خریدار سے وصول کر کے یہ فیصلہ کیا کہ گندم دو ماہ کے بعد دی جائے گی اور پھر وہ خریدار کسی دوسرے کے پاس زائد قیمت پر اسی شرط کے ساتھ فروخت کرے تو یہ طریق بھی ممنوع ہے کہ وہ سود کی شق میں آتا ہے۔ درحقیقت ایسی خرید وفروخت کسی جنس موجود پر نہیں بلکہ روپے کا لین دین روپے سے ہے۔ مثلاً پچاس روپے کے عوض ساٹھ لے لئے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع فرمایا اور حکم دیا کہ بیچنے سے پہلے جنس پر پورا قبضہ حاصل کرنا ضروری ہے۔ تیسری روایت بھی اسی امر کی تائید میں ہے۔

اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ....: چوتھی روایت میں ایک جنس کا اُسی جنس سے دم نقد تبادلے کا ذکر ہے جو جائز ہے بشرطیکہ اُدھار نہ ہو۔ اگر یہ مبادلہ کم وبیش مقدار میں اُدھار پر ہوگا تو یہ صورت بھی سود کی سی ہوگی جو جائز نہیں۔ (اس تعلق میں باب ۷۴، ۷۵، ۷۶ کی تشریح بھی دیکھئے) چوتھی روایت کا تعلق عنوانِ باب سے بلحاظ مبادلہ اشیاء ہے۔ یعنی مذکورہ صورتوں میں کونسی صورت مبادلہ جائز ہے اور کونسی ناجائز۔ لفظ **صَرْفٌ** کے معنی چاندی، سونے اور درہم ودینار کا مبادلہ ہیں جو بلحاظ کمی بیشی نرخ جائز ہے مگر ایسا مبادلہ اجناس خوردنی میں جائز نہیں بلکہ اس میں سے ہر

جنس منڈی کے نرخ پر فروخت کر کے اُس کی قیمت سے دوسری جنس خریدی جاسکتی ہے۔ ورنہ ایک جنس کا مبادلہ دوسری جنس سے اُدھار پر کمی بیشی کی صورت میں ہوگا تو یہ ناجائز ہے کیونکہ اِس مبادلے میں نہ صرف سود ہی کا احتمال ہے جو ناجائز ہے بلکہ لین دین میں قبضہ کی جو بنیادی شرط ہے، وہ مفقود ہو جاتی ہے۔ الفاظ **اِلَّا هَـآءَ وَهَـآءَ** جو حدیث نمبر ۲۱۳۴ میں وارد ہوئے ہیں، وہ ہر مبادلہ جنس کے ذکر پر دہرائے گئے ہیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ بیع کی صحت کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ قبضہ کی صورت یقینی ہو اور اس میں سود کا شائبہ بھی نہ پایا جائے۔

لفظ **حُكْرَة** کے ایک معنے قبضہ کرنا بھی ہیں (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۴۹، ۲۵۰) اور یہ قبضہ غلہ جات کی بیع میں ایک ضروری شرط ہے، ورنہ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ زبانی مبادلہ سود ہوگا کیونکہ غلہ موجود نہیں جس پر قبضہ کیا جاسکے۔ مثلاً ایک سومَن غلے کا سودا ایک ہزار روپے پر طے ہوا۔ پھر اسی سودے کو ایک ہزار یک صد روپے پر بیچ دیا تو یہ صورت دراصل روپے کو روپے کے عوض بیچنا ہے جو سود ہے اور اسی کا ذکر **ذَاکَ دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ وَالطَّعَامُ مُرْجًا** میں کیا گیا ہے۔ مُرْجًا، اِرْجَاء سے ہے اور اَرْجَآءَ هُ کے معنے ہیں: اَخَّرَهُ. اُس کو بعد میں کر دیا۔ **وَالطَّعَامُ مُرْجًا** کے معنی ہوں گے کہ غلہ بعد میں دیا جائے گا۔ هَـآءَ وَ هَآءَ مخفف ہے هَاتِ کا یعنی خُـذْ وَهَاتِ. یہ لو اور یہ دو۔ اس تعلق میں اگلا باب مع تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ۵۵ : بَيْعُ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ وَبَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

قبضہ کرنے سے پہلے اناج کی خرید و فروخت اور اُس چیز کی خرید و فروخت جو تیرے پاس موجود نہیں

۲۱۳۵: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يُقْبَضَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ.

طرفهُ: ۲۱۳۲.

۲۱۳۵: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا، کہا: عمرو بن دینار سے جو بات ہمیں یاد ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے طاؤس کو کہتے سنا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: جس چیز سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، وہ اناج ہے کہ جس کے قبضہ میں لینے سے پہلے خرید و فروخت کی جائے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں تو ہر چیز کو ایسا ہی سمجھتا ہوں۔

٢١٣٦ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ.زَادَ إِسْمَاعِيْلُ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ.

اطرافہ: ٢١٢٤، ٢١٢٦، ٢١٣٣۔

۲۱۳۶: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اناج خریدے تو وہ اُس وقت تک اُسے نہ بیچے جب تک اُس کو پورے طور پر نہ لے لے۔ اسماعیل نے (اپنی روایت میں یہ) بڑھایا ہے: جو غلہ خریدے تو وہ اُسے نہ بیچے، تاوقتیکہ وہ اُس کو اپنے قبضہ میں نہ لے لے۔

تشریح: بَيْعُ الطَّعَامِ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ وَبَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ: عنوانِ باب میں دو مسئلے مذکور ہیں اور دونوں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ممانعت سے اَخذ کئے گئے ہیں جو غلہ جات کی بیع کے بارہ میں آپؐ نے فرمائی کہ بغیر قبضہ حاصل کئے اُن کی خرید وفروخت نہ کی جائے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتویٰ کا حوالہ اسی غرض سے دیا ہے کہ اس کا اطلاق ہر قابل فروخت شے پر ہے۔ اصحاب سنن نے حضرت حکیم بن حزامؓ کی روایت اِس بارہ میں اِن الفاظ سے نقل کی ہے کہ ان کے دریافت کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ۔☆ یعنی جو چیز تمہارے پاس نہیں، اسے نہ بیچو۔ انہوں نے پوچھا تھا کہ یارسول اللہ! کوئی شخص مجھ سے ایسی شے خریدنا چاہتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی تو کیا بازار سے خرید کر میں اُس کے پاس بیچ سکتا ہوں؟ آپؐ نے اس سے منع فرمایا کیونکہ واسطہ در واسطہ سے گراں قیمت ہوگی اور اسلام نے ایسے واسطوں کو ممکن حد تک کم کیا ہے تا کہ اشیاء کے نرخ میں زیادتی نہ ہو۔

قبضہ کی تعریف میں فقہاء کے درمیان اِختلاف ہوا ہے۔ امام شافعیؒ نے قبضہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک جو ہاتھوں ہاتھ لی اور دی جاسکتی ہے۔ ایسی اشیاء کا بالفعل مبادلہ ضروری ہے اور قبضہ میں آنے پر دوسری جگہ فروخت کی جاسکتی ہے۔ دوسری قسم غیر منقولہ اشیاء کا قبضہ جیسے جائداد بصورتِ مکان، زمین اور درخت، پھل وغیرہ تو ایسی اشیاء کا قبضہ دوسرے کے حق میں دستبرداری سے متصور ہوگا۔ تیسری قسم اشیاء منقولہ یعنی غلہ جات اور غلام، لونڈی، مویشی وغیرہ ان کا قبضہ نقل مکانی سے متصور ہوگا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۲) غرض قبضہ کی جو بھی صورت ہو، اسی صورت میں قبضہ حاصل کرنے کے بعد ان کی بیع ہوسکتی ہے۔

وَلَا أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا مِثْلَهُ: صحیح مسلم میں جو روایت طاؤس سے منقول ہے، اس کے یہ الفاظ ہیں:

☆(ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراھیة بیع مالیس عندک) (نسائی، کتاب البیوع، باب بیع مالیس عندالبائع) (ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی الرجل یبیع مالیس عنده) (ابن ماجه، کتاب التجارات، باب النهي عن بیع مالیس عندک)

وَاَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ بِمَنْزِلَةِ الطَّعَامِ. (مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض) کہ مبادلہ کی رو سے ہر شئے بمنزلہ خوردنی اشیاء کے ہے۔ یہ فقہی استنباط حضرت ابن عباسؓ کا اپنا ہے۔

زَادَ اِسْمَاعِيْلُ: حدیث (نمبر ۲۱۳۶) کے آخر میں زَادَ اِسْمَاعِيْلُ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ کے جو الفاظ آتے ہیں۔ اس سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اسماعیل بن ابی اویسؒ نے اسی سند سے روایت ۲۱۳۶ مذکورہ بالا الفاظ میں امام مالکؒ سے نقل کی ہے۔ لفظ استیفاء اور قبض میں یہ فرق ہے کہ بائع غلہ ماپ تول کو پورا کر دیتا ہے مگر بوجہ عدم ادائیگی قیمت غلے کو اپنی دکان پر ہی رکھتا ہے۔ یہ صورت استیفاء کی ہے اور قبضہ کی صورت تب ہوگی جب مشتری اُسے اپنی جگہ لے آتا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۲، ۴۴۳) عبداللہ بن مسلمہ کی روایت میں **حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ** اور اس میں **حَتَّى يَقْبِضَهُ** ہے۔ گویا مفہوم کے اعتبار سے اسماعیل کی روایت کے الفاظ میں معناً زیادتی ہے۔ اس زیادتی کی طرف امام بخاریؒ نے زَادَ اِسْمَاعِيْلُ کہہ کر اشارہ کیا ہے۔ یہ روایت، باب ۵۱ روایت نمبر ۲۱۲۶ میں بھی گزر چکی ہے۔ اگلے باب میں بھی اس امر کی صراحت کی گئی ہے۔

بَاب ٥٦: مَنْ رَأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا أَنْ لَّا يَبِيْعَهُ حَتَّى يُؤْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ وَالْأَدَبُ فِي ذَلِكَ

جس کی یہ رائے ہو کہ جب کوئی ماپے تولے بغیر اناج خریدے تو وہ جب تک اُسے قبضے میں نہ کر لے، نہ بیچے اور اِس بارے میں تعزیری کارروائی

٢١٣٧: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَاعُوْنَ جِزَافًا يَعْنِي الطَّعَامَ يُضْرَبُوْنَ أَنْ يَّبِيْعُوْهُ فِي مَكَانِهِمْ حَتَّى يُؤْوُوْهُ إِلَى رِحَالِهِمْ.

۲۱۳۷: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: سالم بن عبداللہ نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مَیں نے خود دیکھا کہ جو لوگ غلہ اندازے پر خریدتے، انہیں اِس بات پر تنبیہ کی جاتی کہ اسے اس جگہ پر نہ بیچیں، جب تک اسے ٹھکانے پر لا کر محفوظ نہ کر لیں۔

اطرافہ: ٢١٢٣، ٢١٣١، ٢١٦٦، ٢١٦٧، ٦٨٥٢۔

تشریح: **مَنْ رَّأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جِزَافًا اَنْ لَّا يَبِيْعَهُ حَتّٰى يُؤْوِيَهُ اِلٰى رَحْلِهِ:** امام مالکؒ نے مَکِیْل (وزن شدہ یا قابل وزن) اور جُزَاف (بغیر وزن کئے اشیاء) ان دونوں کی بیع میں فرق ملحوظ رکھا ہے کہ پہلی قسم بغیر نقل مکانی کے بیچنی ممنوع ہے اور دوسری اپنی جگہ پر بیچی جاسکتی ہے۔ اسی کے مطابق امام اوزاعیؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا فتویٰ ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ ماپا تولا سامان پورا کا پورا حاصل کر کے قبضہ میں لانے کے بعد بیچا جاسکتا ہے، اُسی جگہ جہاں خریدا گیا ہو یا دوسری جگہ جہاں منتقل کیا گیا ہو۔ اسی پر بے ماپے تولے سامان کا قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس کا قبضہ صرف دستبرداری سے ہی متحقق ہوتا ہے اور وہ بغیر نقل مکانی کے بیچا جاسکتا ہے۔ ان کے نزدیک بیع کے لئے قبضہ شرط ہے جو مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں موجود ہے لیکن اس رائے کے خلاف جمہور کا یہ مذہب ہے کہ قبضہ صحیح معنوں میں اسی وقت متحقق ہوگا، جب ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جائے۔ اس نقل مکانی کے بعد ہی مشتری بیچنے کا مجاز ہوگا۔ خواہ وزن شدہ ہو یا غیر وزن شدہ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں بغیر نقل مکانی بیع کرنا صریح ممنوع ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۳) اور بالعموم ایسا ہی ہوتا ہے کہ منڈیوں سے خرید کردہ سامان اپنے اپنے ٹھکانوں پر لے جایا جاتا ہے اور عندالضرورت نرخ کے مطابق اس کا نکاس ہوتا ہے۔ یہ مذکورہ بالا فقہی اِختلاف ہے جو اس باب میں حل کیا گیا ہے۔

وَالْاَدَبُ فِيْ ذَلِكَ: عنوانِ باب میں فقرہ وَالْاَدَبُ فِيْ ذَلِكَ سے اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر بیع کی غرض سے قبضہ بصورت استیفا نہیں اور نقل مکانی کی شرط نہیں تو سزا کیوں۔ أَدَبٌ کے معنی تادیب وتعزیر کے ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۳) صحیح مسلم میں بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مذکورہ بالا روایت ایک اور سند سے ان الفاظ میں مرفوعاً نقل کی گئی ہے: **كُنَّا فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نَبْتَاعُ الطَّعَامَ فَيَبْعَثُ عَلَيْنَا مَنْ يَّأْمُرُنَا بِانْتِقَالِهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِى ابْتَعْنَاهُ فِيْهِ اِلَى مَكَانٍ سِوَاهُ قَبْلَ اَنْ نَّبِيْعَهُ.** (مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض) یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غلہ خریدا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ایسا شخص بھیجتے جو ہمیں حکم دیا کرتا کہ ہم نے غلہ کو جہاں سے خریدا ہے، وہاں سے کسی دوسری جگہ لے جائیں اور پھر فروخت کریں۔ اس روایت کے بارہ میں امام احمد بن حنبلؒ کے الفاظ یہ ہیں: **مَنِ اشْتَرَى طَعَامًا بِكَيْلٍ اَوْ وَزْنٍ فَلَا يَبِيْعُهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ.** (مسند احمد بن حنبل، جزء ۲ صفحہ ۱۱۱) یعنی جو شخص غلہ خریدے، ماپ کر یا وزن کر کے تو وہ جب تک قبضہ میں نہ لے لے، اسے نہ بیچے۔ اصحاب السنن سے بھی اسی کے ہم معنی روایات منقول ہیں☆ یہ تواتر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے بغیر معین مقدار اور پورے طور پر قبضہ میں لانے کے بیچنا منع ہے اور مکمل قبضہ نقل مکانی سے ہی حاصل ہوسکتا ہے اور یہ بھی جائز نہیں کہ بائع کا پہلا ماپ تول ہی دوسری جگہ بیچنے کے لئے کافی سمجھا جائے۔ بلکہ مشتری اگر بیچتا ہے تو اُسے دوبارہ ماپ تول کر بیچنا چاہیے تا اگر خرید کردہ سامان میں کچھ وزن کی کمی ہو تو اس کمی کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ دوسرے کو کیوں نقصان پہنچائے۔

☆ (نسائی، کتاب البیوع، باب النھی عن بیع ما اشتری من الطعام بکیل حتی یستوفی)
(ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی بیع الطعام قبل أن یستوفی)

بَاب ۵۷ : إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ

جب کوئی سامان یا جانور خریدے اور اُس کو بیچنے والے کے پاس ہی رہنے دے یا قبضہ لینے سے پہلے وہ جانور مر جائے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَا أَدْرَكَتِ الصَّفْقَةُ حَيًّا مَّجْمُوْعًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جس چیز کا سودا پختہ ہو جائے اور وہ زندہ ہو۔ پھر بائع اور مشتری دونوں کا اِس میں تعلق رہے، (وہ ضائع ہو جائے) تو مشتری کا شمار ہوگا۔

۲۱۳۸: حَدَّثَنَا فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَأْتِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا يَأْتِي فِيْهِ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ أَحَدَ طَرَفَيِ النَّهَارِ فَلَمَّا أُذِنَ لَهُ فِي الْخُرُوْجِ إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَمْ يَرُعْنَا إِلَّا وَقَدْ أَتَانَا ظُهْرًا فَخُبِّرَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ مَا جَاءَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا لِأَمْرٍ حَدَثَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ يَعْنِي عَائِشَةَ وَأَسْمَاءَ قَالَ أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِي فِي

۲۱۳۸: فروہ بن ابی مغراء نے ہم سے بیان کیا کہ علی بن مسہر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ہشام (بن عروہ) سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کم ہی ایسا دن آتا تھا کہ جس میں آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں صبح یا شام کو نہ آتے ہوں۔ جب آپؐ کو مدینہ کی طرف جانے کا حکم ملا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اچانک آپؐ ہمارے پاس ظہر کے وقت تشریف لائے جس سے ہم گھبرا گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو اِس کی خبر دی گئی تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اِس گھڑی میں ہمارے پاس تشریف لائے ہیں، اِس کی وجہ کوئی خاص بات ہے جو پیش آئی ہے۔ جب حضورؐ حضرت ابوبکرؓ کے گھر داخل ہوئے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا: جو یہاں ہیں، انہیں باہر بھیج دیں۔ تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میری دو بیٹیاں ہی ہیں، یعنی عائشہؓ اور اسماءؓ۔ آپؐ نے فرمایا: کیا آپؓ کو معلوم ہے کہ مجھے

الْخُرُوْجِ قَالَ الصُّحْبَةَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ الصُّحْبَةَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ عِنْدِيْ نَاقَتَيْنِ أَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوْجِ فَخُذْ إِحْدَاهُمَا قَالَ قَدْ أَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ.

مکہ سے چلے جانے کا حکم ہو چکا ہے؟ تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں بھی آپؐ کے ساتھ ہی چلوں گا۔ فرمایا: ہاں۔ آپؓ کو بھی ساتھ ہی چلنا ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس دو اُونٹنیاں ہیں، میں نے ان دونوں کو اِسی سفر کے لئے تیار کیا ہے۔ آپؐ ان میں سے ایک لے لیں۔ فرمایا: میں نے قیمتاً اسے لے لیا ہے۔

اطرافہُ: ٤٧٦، ٢٢٦٣، ٢٢٦٤، ٢٢٩٧، ٣٩٠٥، ٤٠٩٣، ٥٨٠٧، ٦٠٧٩.

تشریح: **اِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا اَوْ دَآبَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ:** عنوانِ باب میں حضرت ابن عمرؓ کے قول سے قبضہ بصورت نقل مکانی کی حکمت واضح کی گئی ہے کہ اگر مشتری خرید کردہ شئے دوسری جگہ نہ لے جائے اور وہ جہاں خرید کی گئی ہے، ضائع ہو جائے تو اس نقصان کا ذمہ وار بائع نہیں ہوگا۔ ان کا محولہ بالا قول دارقطنی اور طحاوی نے نقل کیا ہے☆ اور لفظ مَجْمُوْعًا بطور وضاحت بڑھایا گیا ہے۔ یعنی خرید کردہ شئے اگر بائع کے پاس رہے جبکہ وہ فروخت ہو چکی ہو اور وہ دوسری جگہ نہ لے جائی جائے تو پھر اس میں نقصان کا اِحتمال ہے۔ امام مالکؒ نے اس مسئلہ میں فروختنی اشیاء کی اقسام سے متعلق فرق ملحوظ رکھا ہے۔ مثلاً کپڑا اور اناج اگر حاصل کرنے سے قبل ضائع ہو جائیں تو بائع ذمہ وار ہے۔ اور اگر غلام، لونڈی یا چوپایہ مر جائے، یا خرید کردہ جائیداد ضائع ہو جائے تو مشتری ذمہ وار ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۳۵۵) گو یہ اختلاف بھی زیر باب مدنظر ہو۔ جیسا کہ امام ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ نے ذکر کیا ہے۔ مگر دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشاد کی علت غائی اِس امر میں واضح ہوتی ہے کہ خرید کردہ اشیاء سے متعلقہ تنازعات کا سدباب ہو جاتا ہے، اگر قبضہ پوری صورت میں متحقق ہو اور اپنی جگہ پر لا کر خرید کردہ سامان محفوظ کر لیا جائے۔ روایت زیرباب کے بارے میں بعض شارحین نے یہ سوال بھی اُٹھایا ہے کہ اس کا تعلق مسئلہ معنونہ سے بظاہر معلوم نہیں ہوتا۔ امام ابن حجرؒ نے اِس کا جواب یہ دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُونٹ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خرید کر اپنی مرضی سے انہی کے پاس رہنے دیا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۴)

فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَآئِعِ اَوْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ: اس فقرہ سے باب کا موضوع واضح ہو جاتا ہے اور عنوان کا دوسرا حصہ اَوْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ یہ الگ ہے اور جملہ استفہامیہ ہے۔ یعنی اگر وہ مر جائے تو کیا بیع صحیح قرار پائے گی اور اس کا ذمہ وار بائع یا مشتری میں سے کون ہوگا؟ اس کا جواب حضرت ابن عمرؓ کے محولہ بالا قول سے دیا گیا ہے۔ اور حضرت ابن عمرؓ کا مشارٌ الیہ قول اس روایت کے خلاف نہیں جو باب ۴۷ میں منقول ہے۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ زبانی

☆ (سنن الدارقطنی، کتاب البیوع، روایت نمبر ۲۱۵، جزء ۳ صفحہ ۵۳، ۵۴)
(شرح معانی الآثار للطحاوی، کتاب البیوع، باب خیار البیّعین حتی یتفرقا، جزء ۴ صفحہ ۱۶)

قول واقرار سے بیع مکمل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی خرید کردہ اُونٹ انہی کو ہبہ کر دیا تھا اور آپ کا یہ تصرف بتاتا ہے کہ قبضہ دو قسم کا ہوتا ہے؛ ایک جسمانی، دوسرا معنوی۔ ایک دفعہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ پوچھا گیا کہ کوئی شخص اناج خرید کر اُس کے اُٹھوانے کے لئے مزدور لے جائے مگر واپسی پر دیکھے کہ وہ جل چکا ہے تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ بائع اس کا ذمہ وار نہیں۔ بیع ہو چکی؛ قبضہ میں لینا اور محفوظ رکھنا مشتری کی ذمہ واری ہے نہ بائع کی۔ بعض فقہاء نے یہ سوال بھی اُٹھایا ہے کہ بائع نے قیمت وصول نہیں کی اور اِس وجہ سے خرید کردہ شئے مشتری کے حوالے نہیں کی اور اگر ایسی حالت میں بائع کے پاس ضائع ہو جائے تو اس کا کون ذمہ وار ہے؟ ایسی بیع چونکہ ناتمام ہے۔ اس لئے ان کا یہی فتویٰ ہے کہ اس کا بائع ذمہ وار ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۵) غرض صحت بیع کے لئے قبضہ ضروری ہے۔ جس سے خرید کردہ شئے میں مشتری کو تصرف کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں قابل فروخت اشیاء کی نوعیت مختلف ہونے کی وجہ سے اِن میں فرق کیا ہے۔ مثلاً اگر کپڑا ضائع ہو گیا تو ان کے نزدیک بائع ذمہ وار ہے اور اگر جانور یا جائیداد ضائع ہو جائے تو مشتری۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۵۵) اس قسم کے فقیہانہ اختلاف کا حل اس باب میں مدنظر ہے۔ جن کا اُصولی طور پر یہ جواب دیا ہے کہ عقد بیع کی صحت قول واقرار اور قیمت کی ادائیگی پر متحقق ہو جاتی ہے۔ قبضہ کی نوعیت اور صورت مختلف ہوگی اور اس کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

بَاب ٥٨ : لَا يَبِيْعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ وَلَا يَسُوْمُ عَلَى سَوْمِ أَخِيْهِ حَتَّى يَأْذَنَ لَهُ أَوْ يَتْرُكَ

اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے نرخ پر نرخ پیش کرے تاوقتیکہ وہ اسے اجازت دے دے یا چھوڑ دے

٢١٣٩ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ.

اطرافہ: ٢١٦٥، ٥١٤٢.

۲۱۳۹: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

۲۱۴۰: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيْهِ وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا.

۲۱۴۰: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا کہ زہری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سعید بن مسیّب سے اور سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ شہری غیر شہری کے لئے بیع کرے، اور تم دھوکہ دینے کے لئے آپس میں قیمت نہ بڑھاؤ، اور کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے، اور اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام نہ دے، اور کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق طلب نہ کرے، اس نیت سے کہ اُس کے برتن میں جو کچھ ہے وہ خود انڈیل لے۔

اطرافہ: ۲۱۴۸، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱۶۰، ۲۱۶۲، ۲۷۲۳، ۲۷۲۷، ۵۱۴۴، ۵۱۵۲، ۶۶۰۱۔

تشریح: **لَا يَبِيْعُ عَلَى بَيْعِ اَخِيْهِ:** مسئلہ معنونہ کے بارے میں امام مسلمؒ نے بسند حضرت عبداللہ بن عمرؓ نافعؒ کی ایک روایت اِن الفاظ میں نقل کی ہے: لَا يَبِعِ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ اَخِيْهِ اِلَّا اَنْ يَّأْذَنَ لَهُ. (مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم الخطبة على خطبة أخيه حتى يأذن أو يترك) کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح دے، سوائے اس کے کہ وہ اسے اجازت دے۔ اس استثناء کا تعلق ہر قسم کے عقد (بیع ہو یا نکاح وغیرہ) سے ہے۔ بعض فقہاء نے اِلَّا اَنْ يَّأْذَنَ کے جملہ استثنائیہ کو صرف قریب کے مستثنیٰ منہ یعنی عقد نکاح سے مخصوص کیا ہے۔ اس لئے عنوانِ باب میں اس حکم کو عام رکھ کر حَتَّى يَأْذَنَ لَهُ اَوْ يَتْرُكَ سے وضاحت کی گئی ہے کہ اس حکم کا اطلاق ہر قسم کے معاہدہ پر ہے، صرف عقد نکاح سے مخصوص نہیں اور اِس اَمر کی تائید میں زیرِ باب دو روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

وَلَا يَسُوْمُ عَلَى سَوْمِ أَخِيْهِ: صحیح مسلم کے الفاظ بیع پر بیع کرنے کے بارے میں یہ ہیں: لَا يَسُمِ الْمُسْلِمُ عَلَى سَوْمِ أَخِيْهِ. (مسلم، كتاب البيوع، باب تحريم بيع الرجل على بيع أخيه) یعنی مسلمان اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے۔ جمہور کے نزدیک مسلم اور غیر مسلم دونوں اس حکم میں شامل ہیں۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک عنوانِ باب میں جہاں محولہ بالا روایت کے الفاظ کی صحت مدنظر ہے، وہاں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک دوسری روایت کی طرف بھی اِشارہ کرنا مقصود ہے جو کتاب الشروط میں منقول ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا: اَنْ يَّسْتَامَ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمِ أَخِيْهِ. (بخاری، کتاب الشروط، باب ۱۱، روایت نمبر ۲۷۲۷) نسائی نے

بھی اسے نقل کیا ہے۔ان کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں: لَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ حَتَّى يَبْتَاعَ أَوْ يَذَرَ. (نسائی، کتاب البیوع، باب بیع الرجل علی بیع أخیه) پہلی روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ آدمی کو اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا ہے اور دوسری کا ترجمہ یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے، یہاں تک کہ وہ خرید لے یا چھوڑ دے۔اس تعلق میں باب ۷۱ روایت نمبر ۲۱۶۵ بھی دیکھئے، جہاں یہ الفاظ ہیں: لَايَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ. یعنی تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے۔اس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں مخاطب ہیں۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۶، ۴۴۷)

وَلَا تَنَاجَشُوْا: مُنَاجَشَة عربی زبان میں کسی فروختنی شئے کی تعریف کر کے رغبت دِلانے کو کہتے ہیں تا وہ خریدی جائے یا مذمت کر کے اُس سے نفرت دلانا۔دونوں معنے لفظ نَجَش میں پائے جاتے ہیں؛ جو دلّال عموماً منڈیوں میں کرتے ہیں۔یہ بھی دھوکہ اور فریب ہے جس سے قطعی طور پر منع کیا گیا ہے۔لفظ نَجش کے لغوی معنے ہیں دھوکا اور فریب سے شکار کرنا۔ تَنَاجش باب تفاعل سے ہے۔جس کے معنے بڑھ چڑھ کر قیمت پیش کرنا۔(عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۵۸) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۷) ایسی تمام صورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمائی ہیں۔دیہاتی عموماً شہر کے بھاؤ سے ناواقف ہوتے ہیں۔شہر سے باہر جا کر اُن کی لاعلمی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سودا ٹھہرانا بھی منع ہے۔اس تعلق میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی نے مذکورہ بالا صورتوں میں بیع کا فیصلہ کر دیا ہے تو ایسی بیع برقرار رہے گی؛ لیکن سودا ٹھہرانے والا گنہگار رہوگا۔مالکیوں اور حنبلیوں کے نزدیک ایسی بیع فاسد اور قابل تنسیخ ہوگی۔امام شافعیؒ کی اس بارہ میں یہ رائے ہے کہ اگر نرخ درست ہو تو شہری باہر جا کر سودا کر سکتا ہے اور ایسی بیع برقرار رہے گی۔امام ابن حزمؒ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ فقہاء کا اِس اَمر پر اتفاق ہے کہ بیع پر بیع اور پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح حرام ہے۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۷) بالعموم لوگ احتیاط سے کام نہیں لیتے اور تقویٰ یہی ہے کہ اس کے لئے راستہ نہ کھولا جائے۔کھلی منڈی میں سامانِ تجارت باہر سے آنے دیا جائے، تا پرسکون فضا میں بیچنے والا اطمینان سے علیٰ وجہ البصیرت ہو کر بیچے۔حقوق کی حفاظت میں یہی پر امن راہ ہے، جس کا اسلام نے حکم دیا ہے۔

بَاب ۵۹: بَيْعُ الْمُزَايَدَةِ

بذریعہ نیلام خرید و فروخت

وَقَالَ عَطَاءٌ أَدْرَكْتُ النَّاسَ لَا يَرَوْنَ بَأْسًا بِبَيْعِ الْمَغَانِمِ فِيْمَنْ يَزِيْدُ.

اور عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: میں نے ایسے لوگوں کا زمانہ پایا ہے جو غنیمت کا مال ایسے شخصوں کے پاس فروخت کرنا برا نہ سمجھتے تھے جو بڑھ چڑھ کر قیمت دیں۔

۲۱۴۱: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ

۲۱۴۱: بشر بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ الْمُكْتِبُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَاحْتَاجَ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بِكَذَا وَكَذَا فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ.

(بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ حسین نے جو منشی تھے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عطاء بن ابی رباح سے، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص نے اپنے ایک غلام کو اپنے مرنے کے بعد آزاد قرار دیا۔ پھر وہ محتاج ہوگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (غلام) کو لیا اور فرمایا: مجھ سے یہ کون خریدے گا؟ تو نُعَیم بن عبداللہ نے اسے اتنی اتنی قیمت پر خرید لیا۔ تب آپؐ نے وہ غلام نُعَیم کے حوالے کر دیا۔

اطرافہُ: ۲۲۳۰، ۲۲۳۱، ۲۴۰۳، ۲۴۱۵، ۲۵۳٤، ٦٧١٦، ٦٩٤٧، ٧١٨٦۔

تشریح: **بَيْعُ الْمُزَايَدَةِ:** سابقہ باب کے مضمون سے اس باب کا تعلق ظاہر ہے۔ یعنی جب سودے پر سودا کرنا ممنوع ہے تو بذریعہ نیلام بھی بیع ممنوع ہونی چاہیے مگر اس کی اجازت ہے۔ دونوں کی صورت مختلف ہے۔ بیع نجش یہ ہے کہ سامان بکھرا ہو، اس کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ ناقص ہے یا اس کی قیمت زیادہ ہے۔ میں اس سے بہتر اور سستی چیز لئے دیتا ہوں یا بکری روکنے یا شئے کے نکاس کی غرض سے دخل دیا جائے۔ نیلام میں یہ صورت نہیں بلکہ کھلا مقابلہ ہوتا ہے۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک یہ باب بزار رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی کمزوری ظاہر کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے جو سفیان بن وہب سے منقول ہے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنْ بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ. میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نیلام کے ذریعے سے بیع منع فرماتے تھے۔ اس کی سند میں ابن لھیعہ راوی ہیں جو ثقہ نہیں بلکہ ضعیف ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۸) عنوانِ باب میں عطاء بن ابی رباح کے قول کا حوالہ اسی مسئلہ سے متعلق ہے جس کے بارے میں ابن ابی شیبہ نے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: لَا بَأْسَ بِبَيْعِ مَنْ يَّزِيْدُ، كَذَلِكَ كَانَتْ تُبَاعُ الْأَخْمَاسُ. (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع والأقضیۃ، باب فی بیع من یزید) یعنی مزایدہ (نیلامی) میں کوئی حرج نہیں۔ اموالِ غنیمت اسی طرح بیچے جاتے تھے۔ ترمذی نے حضرت انسؓ سے اس بارے میں ایک روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ اسی پر عمل رہا ہے۔ بعض فقہاء غنائم اور اَموالِ ورثہ دونوں کی بیع بذریعہ نیلامی میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ (ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی بیع من یزید) ابن عربی کا قول ہے کہ اس بارے میں اموالِ غنیمت کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ عام اجازت ہے مگر امام اوزاعی اور اسحٰق بن راہویہ نے اموالِ غنیمت و میراث میں سے بیع بالمزایدہ کو مخصوص کیا ہے مگر ابراہیم نخعی کے نزدیک ایسی بیع مکروہ ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۸) دارقطنی نے بھی اس بارے میں ابن لھیعہ کی سند سے حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ

ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمُزَايَدَةِ وَلَا يَبِعُ اَحَدُكُمْ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ اِلَّا الْغَنَآئِمَ وَالْمَوَارِيْثَ. (دارقطنی، کتاب البیوع، روایت نمبر ۳۱، جزء ۳ صفحہ ۱۱) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیلامی کی خرید وفروخت سے روکا ہے اور فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے، سوائے اموالِ غنیمت و اموالِ میراث کے۔ غرض مذکورہ بالا اختلاف کے پیش نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

بَاب ٦٠: اَلنَّجْشُ

دھوکا دینے کے لئے قیمت بڑھانا

وَمَنْ قَالَ لَا يَجُوْزُ ذَلِكَ الْبَيْعُ وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى النَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِنٌ وَهُوَ خِدَاعٌ بَاطِلٌ لَا يَحِلُّ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَدِيْعَةُ فِي النَّارِ وَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.

اور جس نے کہا کہ ایسی بیع جائز نہیں اور حضرت ابن ابی اوفیٰؓ نے کہا: ایسا فریب دینے والا سود خوار اور خائن ہے اور یہ دھوکہ دہی ہے جو باطل ہے، جائز نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دھوکہ دہی آگ میں لے جانے کا باعث ہے اور جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ مردود ہے۔

٢١٤٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجْشِ.

۲۱۴۲: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فریب دہی سے قیمت بڑھانا منع فرمایا ہے۔

طرفہ: ٦٩٦٣۔

تشریح: **اَلنَّجْشُ:** کسی شخص کا کسی سامان کی قیمت دوسرے سے زیادہ دینے کا اظہار کرنا جبکہ حقیقتاً وہ چیز خریدنا نہیں چاہتا نجش کہلاتا ہے اور شوافع کے نزدیک ایسی بیع فسخ نہ ہوگی، برقرار رہے گی، لیکن بائع گنہگار رہوگا۔ حنابلہ کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور قابل فسخ۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۹) یہی مضمون اس باب کا ہے۔

وَمَنْ قَالَ لَا يَجُوْزُ ذَلِكَ الْبَيْعُ: امام ابن حجرؒ کے نزدیک الفاظ مَنْ قَالَ لَا يَجُوْزُ ذَلِكَ الْبَيْعُ سے عبدالرزاق کی بیان کردہ روایت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے، جس میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اعلان کروانے کا

ذکر ہے کہ اُن کے عامل نے فریب دہی سے بیع کی ہے اور وہ قابل فسخ اور قابل ردّ ہے۔ ان کے عامل یعنی کارکن نے ان سے معذرت کی اور کہا: كَانَ كَاسِدًا لَوْ لَا اَنِّيْ كُنْتُ اَزِيْدُ عَلَيْهِمْ فَاُنْفِقَهُ. (مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب لا يبيع حاضر لباد، جزء ۸ صفحہ ۲۰۱) اگر میں اس کے نکاس کی غرض سے قیمت زیادہ نہ کرتا تو یہ ایک کھوٹی پونجی تھی۔ یہی صورت نجش ہے جو ناجائز ہے۔

النَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِنٌ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ صحابی ہیں اور ان کی محولہ بالا روایت کتاب الشهادات، بـاب ۲۵، روایت نمبر ۲۶۷۵ میں دیکھئے۔ جہاں اس امر کا ذکر ہے کہ ایک شخص سامانِ تجارت منڈی میں لا کر قسمیں کھانے لگا؛ فلاں فلاں اس سامان کی یہ یہ قیمت پیش کر چکا ہے۔ حضرت ابن ابی اوفیٰؓ کی روایت ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصورؒ نے بھی نقل کی ہے۔ ان کے نزدیک ایسی بیع کا نفع سود ہے کیونکہ واجبی قیمت سے وہ زیادہ ہے جو فریب سے لیا گیا ہے۔ بیع نجش میں قیمت زیادہ پیش کرنے والے کی غرض خریدنا نہیں بلکہ نرخ بڑھانا ہے۔ طبرانی نے بھی ان کی یہی روایت نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۴۹) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۶۳)

وَهُوَ خِدَاعٌ بَاطِلٌ لَا يَحِلُّ: یہ جملہ شارحین کے نزدیک امام بخاریؒ کا ہے۔ نیلام میں بولی دینے والا اپنی قیمت دے کر سامان اُٹھانے پر مجبور ہے مگر نجش میں یہ صورت نہیں۔
(عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۶۳) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۵۰)

اَلْخَدِيْعَةُ فِي النَّارِ: فریب دہی انجام کار برباد کرنے والی ہے۔ یہ قول ابن عدی کی کتاب کامل میں قیس بن سعد بن عبادہ سے مروی ہے۔ اس حوالے کا دوسرا حصہ وَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ کتاب الصلح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ کے الفاظ میں مروی ہے۔ (باب ۵ روایت نمبر ۲۶۹۷) جس نے ایسا کام کیا جو ہمارے طریق کار کے مطابق نہیں وہ ردّ ہوگا۔ مذکورہ بالا حوالوں سے امام بخاریؒ کی رائے مسئلہ معنونہ کے بارے میں واضح ہوجاتی ہے۔

بَاب ٦١: بَيْعُ الْغَرَرِ وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ

فریب دہی سے خرید و فروخت کرنا اور ایسی بیع جس میں ایک حمل کے بعد دوسرے حمل کی شرط ہو

٢١٤٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ

۲۱۴۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حمل کی بیع سے

حَبَلِ الْحَبَلَةِ وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزُوْرَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا.

منع فرمایا ہے اور یہ ایک قسم بیع تھی جو زمانہ جاہلیت کے لوگ آپس میں کیا کرتے تھے۔ ایک شخص اُونٹ خریدتا اِس شرط پر کہ قیمت اس وقت ادا کی جائے گی، جب اونٹنی جنے گی اور پھر اس کے بعد وہ بچہ (اُونٹنی) جواس کے پیٹ میں ہے، جنے گی۔

اطرافہ: ٢٢٥٦، ٣٨٤٣۔

تشریح: بَيْعُ الْغَرَرِ وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ: اَلْغَرَرُ، غَرَّ يَغِرُّ سے اسم مشتق ہے۔ جس کے معنے ہیں ایسی بیع جو خطرہ میں ہو اور اس کے یہ معنے بھی ہیں کہ ظاہر میں خوشنما اور باطن نامعلوم۔ ہر قسم کی قمار بازی پر یہ لفظ اطلاق پاتا ہے۔ لفظ اَلْحَبَلَةُ جمع ہے حَابِلٌ کی۔ جس کے معنی ہیں حاملہ۔ فقرہ حَبَلُ الْحَبَلَةِ معطوف خاص ہے جس کا عطف بَيْعُ الْغَرَرِ پر ہے، جو عام ہے۔ بَيْعُ الْغَرَرِ کی مثال ایک خاص قسم کی بیع سے دی گئی ہے جو بچہ جننے کی شرط پر قرار پاتی تھی۔ یعنی فلاں اُونٹنی اگر اتنے بچے جنے گی تو اس کی اتنی قیمت دی جائے گی۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۶۴) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۵۰، ۴۵۱) خرید وفروخت کی یہ قسم مبہم اور غیر یقینی ہے جو قمار کی ایک قسم ہے۔ ایسا کاروبار اور لین دین اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے؛ اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ باقی صورتوں کی جو بیع غرر میں اختیار کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً تالاب، دریا اور سمندر کی مچھلیوں وغیرہ کا سودا اس شرط پر کرنا کہ اِتنے من برآمد ہونے پر اِتنا دیا جائے گا، یہ جائز نہیں۔ اس کی نسبت مسند احمد بن حنبل کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: لَا تَشْتَرُوا السَّمَكَ فِي الْمَآءِ فَإِنَّهُ غَرَرٌ. (مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، جزء اوّل صفحہ ۳۸۸) ایسی مچھلی نہ خریدو جو ابھی پانی میں ہے، کیونکہ وہ دھوکے کی بیع ہے۔ لیکن جس شئے کا اندازہ ہوسکتا ہو، علماء نے اِس کی اِجازت دی ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۵۱) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۶۴)

بَاب ٦٢: بَيْعُ الْمُلَامَسَةِ

بیع ملامسہ

قَالَ أَنَسٌ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ.

(اور) حضرت انسؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

٢١٤٤: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ

۲۱۴۴: سعید بن عُفَیر نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ لیث (بن سعد) نے مجھے بتایا، کہا: عقیل نے مجھ سے

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُنَابَذَةِ وَهِيَ طَرْحُ الرَّجُلِ ثَوْبَهُ بِالْبَيْعِ إِلَى رَجُلٍ قَبْلَ أَنْ يُقَلِّبَهُ أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ وَنَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الثَّوْبِ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ.

بیان کیا کہ ابن شہاب سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: عامر بن سعد نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع منابذہ سے منع فرمایا ہے اور یہ اِس طرح ہوا کرتی تھی کہ بائع اپنا قابل فروخت کپڑا دوسرے آدمی کی طرف پھینک دیتا (وہ اس کو یوں ہی لے لیتا) قبل اِس کے کہ وہ کپڑے کو اُلٹائے یا اسے دیکھے۔ اور آپؐ نے بیع ملامسہ سے بھی منع فرمایا ہے اور بیع ملامسہ یہ تھی کہ خریدار کپڑے کو صرف چھوئے، دیکھے نہیں۔

اطرافهُ: ٣٦٧، ١٩٩١، ٢١٤٧، ٥٨٢٠، ٥٨٢٢، ٦٢٨٤.

٢١٤٥: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نُهِيَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ ثُمَّ يَرْفَعُهُ عَلَى مَنْكِبِهِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ.

۲۱۴۵: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوہاب نے ہمیں بتایا۔ ایوب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے محمد (بن سیرین) سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ دو طرح کا لباس منع ہے کہ کوئی شخص ایک ہی کپڑے میں گوٹھ مار کر بیٹھے۔ پھر کپڑا اُٹھا کر اسے اپنے کندھے پر ڈال لے اور دو قسم کی بیع بھی منع ہے: ایک چھو کر اور دوسری پھینک کر (یعنی بغیر تحقیق۔)

اطرافهُ: ٣٦٨، ٥٨٤، ٥٨٨، ١٩٩٣، ٢١٤٦، ٥٨١٩، ٢٨٢١.

بَاب٦٣ : بَيْعُ الْمُنَابَذَةِ

بیع منابذہ

وَقَالَ أَنَسٌ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ.

اور حضرت انسؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت کی ہے۔

۲۱۴۶: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ☆ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

۲۱۴۶: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے محمد بن یحییٰ بن حبان سے اور☆ ابوالزناد سے، ان دونوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بیع سے منع فرمایا جو صرف چھونے یا پھینکنے سے قرار پاتی ہے۔

اطرافہُ: ٣٦٨، ٥٨٤، ٥٨٨، ١٩٩٣، ٢١٤٥، ٥٨١٩، ٥٨٢١۔

۲۱۴۷: حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.

۲۱۴۷: عیاش بن ولید (بصری) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالاعلیٰ نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عطاء بن یزید سے، عطاء نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے لباس پہننے اور دو طرح کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ یعنی صرف چھوکر اور پھینک کر کوئی سامان بیچنا اور خریدنا۔

اطرافہُ: ٣٦٧، ١٩٩١، ٢١٤٤، ٥٨٢٠، ٥٨٢٢، ٦٢٨٤۔

تشریح: **نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ:** اَلْمُلَامَسَةُ، لَمَسَ سے باب مفاعلہ ہے۔ یعنی بغیر دیکھے کپڑا چھو کر اندازہ کر لینا کہ یہ فلاں نوعیت اور فلاں قیمت اور اِتنے ماپ کا ہوگا۔ اَلْمُنَابَذَةُ، نَبَذَ سے ہے جس کے معنے ہیں پھینکنا۔ اس بیع میں بھی فروختنی اشیاء نہیں دیکھی جاتیں بلکہ یہ کیا جاتا ہے کہ جو تیرے پاس پونجی ہے وہ میری طرف پھینک دے اور جو میرے پاس ہے وہ میں تیری طرف پھینک دیتا ہوں اور کبھی یوں بھی کیا جاتا تھا کہ کنکری کپڑے کے تھانوں کی طرف پھینک دی جاتی۔ جس پر پڑتی اُس کا مبادلہ قرار پاتا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۴۵۳ تا ۴۵۵) (عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ ۲۶۶، ۲۶۷) بیع کی یہ دو قسمیں بھی بیع غرر ہی کی ہیں جو قمار بازی کی صورت رکھتی ہیں۔

وَقَالَ أَنَسٌ: باب۹۳ روایت نمبر ۲۲۰۷ میں بحوالہ حضرت انسؓ چند اقسام بیع کی ممانعت کا ذکر ہے۔ اس تعلق میں وہ بھی دیکھی جائیں۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ "وَعَنْ اَبِي الزِّنَادِ" کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۱ صفحہ ۲۶۸)

بَاب ٦٤

اَلنَّهْيُ لِلْبَائِعِ أَنْ لَّا يُحَفِّلَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ وَكُلَّ مُحَفَّلَةٍ وَالْمُصَرَّاةُ الَّتِي صُرِّيَ لَبَنُهَا وَحُقِنَ فِيْهِ وَجُمِعَ فَلَمْ يُحْلَبْ أَيَّامًا

بائع کو ممانعت ہے کہ وہ اُونٹ، گائے اور بکری کے تھن میں دودھ جمع ہونے دے اور ہر ایسا جانور جس کے تھن میں دودھ جمع ہونے دیا جائے اور کئی دن نہ دوھیا جائے (اس کا بیچنا بھی منع ہے۔)

وَأَصْلُ التَّصْرِيَةِ حَبْسُ الْمَاءِ يُقَالُ مِنْهُ صَرَّيْتُ الْمَاءَ إِذَا حَبَسْتَهُ.

تَصْرِيَةٌ کے اصل معنے پانی روکنے کے ہیں۔ اِسی لفظ سے کہتے ہیں: صَرَّيْتُ الْمَاءَ۔ یعنی میں نے پانی روک رکھا۔

٢١٤٨: حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَرُّوْا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَّحْتَلِبَهَا إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ. وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَمُجَاهِدٍ وَالْوَلِيْدِ بْنِ رَبَاحٍ وَمُوسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعَ تَمْرٍ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا. وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ

۲۱۴۸: (یحيٰ) بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے جعفر بن ربیعہ سے، انہوں نے (عبدالرحمٰن بن ہرمز) اعرج سے روایت کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ اُونٹ اور بکری کا دودھ تم نہ روکے رکھا کرو اور جوان کو اس کے بعد خریدے تو اسے دو باتوں کا اختیار ہے۔ چاہے تو وہ ان کا دودھ دوہ کر رکھ لے اور چاہے تو ردّ کر دے اور (بصورت ردّ) ایک صاع کھجور بھی دے۔ ابوصالح اور مجاہد اور ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار سے مذکور ہے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صاع کھجور نقل کیا اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ابن سیرین سے ایک صاع اناج مروی ہے۔ (انہوں نے کہا:) پھر اسے تین دن تک اختیار ہے اور بعض نے کہا کہ ابن سیرین سے ایک صاع کھجور

ثَلَاثًا وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ.

مروی ہے اور تین دن کا انہوں نے ذکر نہیں کیا اور (ایک صاع) کھجورا کثر (روایات میں) وارد ہوا ہے۔

اطرافہ: ۲۱۴۰، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱۶۰، ۲۱۶۲، ۲۷۲۳، ۲۷۲۷، ۵۱۴۴، ۵۱۵۲، ۶۶۰۱۔

۲۱۴۹: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُّحَفَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ. وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُلَقَّى الْبُيُوْعُ.

۲۱۴۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ معتمر نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ابوعثمان نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جو ایسی بکری خریدے جس کا دودھ روک کر جمع کیا گیا ہو اور پھر اسے واپس کر دے تو چاہیے کہ وہ اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی دے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ تاجروں کو آگے جا کر ملا جائے۔

طرفہ: ۲۱۶۴۔

۲۱۵۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ وَلَا تُصَرُّوا الْغَنَمَ وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَّحْلُبَهَا إِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ.

۲۱۵۰: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ (امام) مالکؒ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالزناد سے، انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قافلہ کے سواروں کو (جو مال بیچنے کے لئے لائیں) آگے جا کر نہ ملا کرو اور نہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی بیع پر بیع کرے اور فریب دینے کی غرض سے نرخ نہ بڑھاؤ اور نہ شہری غیر شہری کا مال (لا دکر) بیچے اور بکری کا دودھ تھن میں نہ روکا کرو اور جو ایسی بکری خریدے تو اُسے دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہے۔ اس کا دودھ دوہنے کے بعد اگر اسے پسند آئے تو اسے روک لے۔ اگر ناپسند ہے تو اسے مع ایک صاع کھجور کے واپس کر دے۔

اطرافہ: ۲۱۴۰، ۲۱۴۸، ۲۱۵۱، ۲۱۶۰، ۲۱۶۲، ۲۷۲۳، ۲۷۲۷، ۵۱۴۴، ۵۱۵۲، ۶۶۰۱۔

تشریح: اَلنَّهْىُ لِلْبَائِعِ اَنْ لَّا يُحَفِّلَ الْاِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ: مویشیوں کے تاجر بالعموم مذکورہ بالا طریق اختیار کرتے ہیں جو فریب دہی ہے اور ممنوع ہے۔ حنابلہ اور بعض شوافع کے نزدیک یہ ممانعت صرف دودھیل جانوروں ہی سے مخصوص ہے نہ کہ ہر جانور سے۔ اسی لئے عنوانِ باب میں كُلُّ مُحَفَّلَةٍ کا فقرہ بڑھا کر اسی فقہی اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تفصیل کے لئے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۵۷ نیز عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۶۹ دیکھئے۔

روایات زیر باب میں گائے کا ذکر نہیں۔ لیکن عنوانِ باب میں اس کا ذکر ہے جو قیاس پر مبنی ہے۔ یہ قیاس جمہور کے نزدیک درست ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۵۶، ۴۵۷) بعض کا خیال ہے کہ محولہ بالا حدیث منسوخ ہے، حدیث (نمبر ۲۰۷۹) اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا سے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۶۱) مگر یہ درست نہیں؛ کیونکہ یہ حدیث ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتی ہے۔ حدیث زیر باب استثنائی صورت ہے اور بیع غرر کی ایک شکل ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مذکورہ بالا فقیہانہ استنباط حضرت ابوہریرہؓ کا ہے جو اَز روئے درایت قابل قبول نہیں کیونکہ قیاس میں ان کا درجہ کمزور ہے۔ یہ خیال بھی ہر جگہ درست نہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۶۰) ان کے قیاس کی صحت ثابت کرنے کے لئے چند ایک تائیدی حوالہ جات نقل کئے گئے ہیں اور یہ حوالے دو قسم کے ہیں۔ بعض میں لَوٹانے کی مدت معین ہے اور بعض میں معین نہیں۔

ابوصالح کی روایت بسند حضرت ابوہریرہؓ صحیح مسلم میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جس نے ایسی بکری خریدی جس کا دودھ تھنوں میں جمع کیا گیا ہو تو اسے تین دن تک اِختیار ہے کہ چاہے رکھے یا لَوٹا دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی دے۔ (مسلم، کتاب البیوع، باب حکم بیع المصراة) اس کے مطابق شافعیوں کا عمل ہے۔ مجاہد کی روایت بزار اور طبرانی نے موصولاً نقل کی ہے۔ اس میں مدت کا ذکر نہیں، البتہ بوقت واپسی ایک صاع اناج دینا مقصود ہے۔ (المعجم الأوسط للطبراني، محمد بن أبان، روایت نمبر ۷۱۴۱، جزء ۷ صفحہ ۲۴۹) موسیٰ بن یسار کا حوالہ صحیح مسلم میں ہے جو مجاہد کی روایت کا ہم معنی ہے اور جس کے یہ الفاظ ہیں: فَاِنْ رَضِيَ حِلَابَهَا اَمْسَكَهَا وَاِلَّا رَدَّهَا وَمَعَهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ. (مسلم، کتاب البیوع، باب حکم بیع المصراة) اگر اس کا دودھ پسند ہو تو اسے رکھے، ورنہ لَوٹا دے مع ایک صاع کھجور کے۔ یہ روایتیں بھی حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں۔
(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۵۸، ۴۵۹)

عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ: محمد بن سیرین کی محولہ بالا روایت بھی صحیح مسلم اور ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ ہی سے مروی ہے، جس میں تین دن کے اِختیار کی تصریح ہے۔ (مسلم، کتاب البیوع، باب حکم بیع المصراة) (ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء في المصراة) اگلا حوالہ بھی ابن سیرین کا ہے، جو ابن منذر نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے۔ اس میں بھی ایک صاع کھجور کا ذکر ہے اور گندم اور جَو کی نفی ان الفاظ میں ہے: لَا سَمْرَآءُ وَلَا بُرٌّ. سَمْرَآء اَسْمَر کی مؤنث ہے۔ جس کے معنے گندم کے ہیں اور بُرّ کے معنے ہیں شَعِيْر یعنی جَو۔ مالکیوں کا عمل ان روایتوں کے

مطابق ہے جن میں مدت کی تعیین نہیں۔ ان حوالوں کی تفصیل کے لیے دیکھئے: فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۵۸، ۴۵۹۔ عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۷۱، ۲۷۲۔

وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ: جملہ وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ سے امام بخاریؒ کی یہ مراد ہے کہ اکثر روایات میں ایک صاع کھجور کا ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۷۲)

بَاب ٦٥: إِنْ شَاءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ

دودھ روکا ہوا جانور (دودھ دوہ کر) اگر چاہے واپس کر دے
اور اس کا دودھ لینے کے عوض میں ایک صاع کھجور دے

٢١٥١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زِيَادٌ أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اشْتَرَى غَنَمًا مُصَرَّاةً فَاحْتَلَبَهَا فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ سَخِطَهَا فَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ.

۲۱۵۱: محمد بن عمرو نے ہم سے بیان کیا کہ مکی (بن ابراہیم) نے ہمیں بتایا کہ ابن جریج نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ زیاد (بن سعد خراسانی) نے مجھے بتایا کہ ثابت نے جو عبدالرحمٰن بن زید کے آزاد کردہ غلام تھے، ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایسی بکری خریدی جس کا دودھ تھنوں میں روک کر اکٹھا کیا گیا ہو اور وہ اسے دوہے؛ اگر اس نے اسے پسند کرلیا ہے تو اسے رکھ لے اور اگر اس نے ناپسند کیا ہے تو اس کے دودھ کے بدلے ایک صاع کھجور دینا ہوگی۔

اطرافہُ: ٢١٤٠، ٢١٤٨، ٢١٥٠، ٢١٦٠، ٢١٦٢، ٢٧٢٣، ٢٧٢٧، ٥١٤٤، ٥١٥٢، ٦٦٠١۔

تشریح: **اِنْ شَآءَ رَدَّ الْمُصَرَّاةَ وَفِيْ حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ:** جمہور کی رائے میں ایک صاع کھجور جو دی جائے گی، وہ دودھ کا معاوضہ ہے۔ مگر امام ابن حزمؒ کی رائے ہے کہ دودھ دوہنے کا معاوضہ ہے اور جتنا دودھ حاصل کیا جائے، اس کا الگ اندازہ ہو کر یا واپس ہوگا یا اس کی قیمت دی جائے گی اور انہوں نے اس کی یہ دلیل دی ہے کہ فقرہ فِيْ حَلْبَتِهَا کے یہ معنی ہیں کہ دوہنے کی وجہ سے ایک صاع دیا جائے۔ اس لئے اس فقرے کا مفہوم الفاظ کے ظاہری معنوں پر معمول ہوگا نہ مجاز پر، جو دودھ ہے۔ امام ابن حزمؒ کے اس فتویٰ کی بناء پر جو جمہور کے خلاف

ہے، یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ حدیث کے الفاظ میں دو ہے ہوئے دودھ کی واپسی کا ذکر نہیں۔ اس لئے ان کا فتویٰ شاذ کے حکم میں ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۶۵)

بَاب ٦٦ : بَيْعُ الْعَبْدِ الزَّانِي

زانی غلام کی بیع

وَقَالَ شُرَيْحٌ إِنْ شَاءَ رَدَّ مِنَ الزِّنَا.

اور شریح نے کہا: اگر چاہے تو زنا کی وجہ سے واپس کر دے۔

٢١٥٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ.

۲۱۵۲: عبداللہ بن یوسف نے ہمیں بتایا کہ ہم سے لیث نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ سعید مقبری نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ (کیسان) سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لونڈی زنا کرے اور اس کا زنا ثابت ہو جائے تو چاہیے کہ اسے کوڑے لگائے اور طعن وتشنیع اور ملامت نہ کرے اور اگر پھر زنا کرے تو اسے کوڑے لگائے اور طعن وتشنیع اور ملامت نہ کرے اور پھر اگر تیسری بار زنا کرے تو اسے بیچ دے، گو بالوں کی ایک رسی ہی کے بدلے۔

اطرافه: ٢١٥٣، ٢٢٣٣، ٢٢٣٤، ٢٥٥٥، ٦٨٣٧، ٦٨٣٩۔

٢١٥٣-٢١٥٤: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ قَالَ

۲۱۵۳-۲۱۵۴: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: (امام) مالکؒ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ سے، عبیداللہ نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لونڈی کی بابت دریافت کیا گیا کہ اگر وہ زنا کرے اور

إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَبِيْعُوْهَا وَلَوْ بِضَفِيْرٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ لَا أَدْرِي أَبَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ.

شادی شدہ نہ ہو (تو کیا حکم ہے؟) آپؐ نے فرمایا کہ اگر زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ پھر اگر زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ۔ پھر اگر زنا کرے تو اسے بیچ دو، گو ایک بٹی ہوئی رسی کے عوض۔ ابن شہاب نے کہا: میں نہیں جانتا (آنحضرت ﷺ نے یہ فقرہ) تیسری بار کے بعد (فرمایا) یا چوتھی بار کے بعد۔

اطراف الحدیث ۲۱۵۳: ۲۱۵۲، ۲۲۳۳، ۲۲۳٤، ۲۵۵۵، ٦۸۳۷، ٦۸۳۹۔
اطراف الحدیث ۲۱۵۴: ۲۲۳۲، ۲۵۵٦، ٦۸۳۸۔

تشریح: **بَيْعُ الْعَبْدِ الزَّانِيْ:** عنوانِ باب میں شریح کے فیصلے کا حوالہ دیا گیا ہے جو قاضی القضاۃ تھے۔ سعید بن منصورؒ نے محمد بن سیرین کی سند سے ان کا ایک فیصلہ نقل کیا ہے۔ ایک شخص نے کسی سے لونڈی خریدی جس نے بدکاری کا اِرتکاب کیا تھا۔ مشتری نے اس کا علم ہونے پر قاضی القضاۃ کے پاس شکایت کی اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ مشتری کو اختیار ہے کہ اسے واپس کرے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۲٦) اس حوالہ سے باب کا مقصد واضح ہے کہ ایسی بیع بھی غرر کہلائے گی اور قابل ردّ ہوگی۔

عنوانِ باب الفاظ اَلْعَبْدُ الزَّانِي سے قائم کیا گیا ہے۔ عبد کا لفظ غلام اور لونڈی دونوں پر اطلاق پاتا ہے۔ احناف نے زنا کے بارے میں غلام اور لونڈی کے درمیان فرق ملحوظ رکھا ہے کہ لونڈی میں تو یہ عیب ہے، جس کی وجہ سے بیع ردّ ہوگی۔ مگر غلام میں اگر یہ فعل پایا جائے تو وہ اگرچہ قابل سزا ہے مگر اس کی بیع برقرار رہے گی، کیونکہ لونڈی کے خریدنے کی غرض مباشرت ہے اور غلام کے خریدنے کی غرض خدمت گزاری۔ دونوں غرضوں کے فرق کی وجہ سے سلوک میں بھی فرق ہوگا۔ یہ دلیل ہے احناف کی۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۷۷) مگر روایت مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ غلام لونڈی دونوں کا فعل قابل تعزیر ہے۔ مگر بیع کی صحت قائم رہے گی۔ جس کی وجہ غالباً یہ معلوم ہوتی ہے کہ زنا کے فعل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بائع کو اس کا علم تھا اور اس علم کے باوجود اس نے ان کو فروخت کیا ہے۔ کیونکہ یہ جرم بیع کے بعد بھی واقع ہوسکتا ہے۔ مشتری کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا فَلْيَبِعْهَا یعنی اس لونڈی کو بیچ دے، اس سے پہلی بیع برقرار ثابت ہوتی ہے۔ شریح کے فیصلے سے ظاہر ہے کہ مشارٌ الیہ واقعہ میں مشتری نے شہادتوں سے ثابت کر دیا تھا کہ بائع کو لونڈی کے عیب کا علم تھا۔ ایسی صورت میں اس کی فروخت بیع الغرر کی قسم سے ہے اور قابل فسخ۔ جیسا کہ قاضی القضاۃ نے فیصلہ کیا ہے۔

بَاب ٦٧ : الشِّرَاءُ وَالْبَيْعُ مَعَ النِّسَاءِ

عورتوں کے ساتھ خرید وفروخت کرنا

٢١٥٥ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرِيْ وَأَعْتِقِيْ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَشِيِّ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ النَّاسِ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ شَرْطُ اللهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ.

۲۱۵۵: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں زہری سے خبر دی کہ عروہ بن زبیر نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں نے آپؐ سے (بریرہؓ کے خریدنے کا) ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بریرہؓ کو) خرید لو اور آزاد کردو، کیونکہ ترکہ اسی کو ملتا ہے جو آزاد کرے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف کی جس کے وہ لائق ہے۔ پھر فرمایا: لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں۔ جس نے ایسی شرط کی جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں، وہ باطل ہے خواہ سو شرطیں کرے۔ اللہ کی شرط نہایت سچی اور نہایت مضبوط ہے۔

اطرافهُ: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠۔

٢١٥٦ : حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ أَبِي عَبَّادٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا سَاوَمَتْ

۲۱۵۶: حسان بن ابی عباد نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے نافع سے سنا۔ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہؓ کی قیمت (اس کے

بَرِيْرَةَ فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَمَّا جَاءَ قَالَتْ إِنَّهُمْ أَبَوْا أَنْ يَّبِيْعُوْهَا إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطُوْا الْوَلَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ قُلْتُ لِنَافِعٍ حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا أَوْ عَبْدًا فَقَالَ مَا يُدْرِيْنِيْ.

مالکوں سے) کرائی۔ پھر آنحضرت ﷺ نماز کے لئے نکلے۔ جب آپؐ واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے کہا کہ انہوں نے بریرہؓ کے بیچنے سے انکار کر دیا ہے مگر اس شرط پر کہ ترکہ ان کا ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ترکہ تو اسے ملتا ہے جو آزاد کرے۔ (ہمام کہتے تھے:) میں نے نافع سے کہا: بریرہؓ کا خاوند آزاد تھا یا غلام؟ تو انہوں نے کہا: مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔

اطرافه: ۲۱۶۹، ۲۵٦۲، ٦۷۵۲، ٦۷۵۷، ٦۷۵۹۔

تشریح: اَلشِّرَاءُ وَالْبَيْعُ مَعَ النِّسَاءِ: عورتیں بالعموم اور خاص کر پردہ نشین منڈی اور بازار وغیرہ کے نرخوں سے واقف نہیں ہوتیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری میں مشغول رہتی ہیں۔ ان کی لاعلمی سے ناجائز فائدہ اٹھانا آسان ہے۔ عورتوں کے ساتھ لین دین کا کاروبار بھی بیع الغرر کے ماتحت آتا ہے اور اسی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ ان سے خرید وفروخت ہوسکتی ہے لیکن اگر کسی نے ان کی لاعلمی سے ناجائز فائدہ اُٹھایا تو یہ بیع ردّ ہوگی۔

بَاب ٦٨: هَلْ يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِغَيْرِ أَجْرٍ

کیا شہری دیہاتی کا مال بغیر اُجرت لئے بیچے

وَهَلْ يُعِيْنُهُ أَوْ يَنْصَحُهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ. وَرَخَّصَ فِيْهِ عَطَاءٌ.

اور اسے مدد دے یا اس کی خیر خواہی کرے؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے خیر خواہی کی بات چاہے تو چاہیے کہ وہ اس کی خیر خواہی کرے۔ اور عطاء نے (شہری کو) اس بارے میں اجازت دی ہے۔

۲۱۵۷: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ سَمِعْتُ جَرِيْرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ

۲۱۵۷: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسماعیل (بن ابی خالد) سے، اسماعیل نے قیس (بن ابی حازم)

بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

سے روایت کی (اور کہا) کہ میں نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس اقرار پر بیعت کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور نماز سنوار کر پڑھوں گا اور زکوٰۃ دوں گا اور (ہر حکم رسول اللہؐ کا) سنوں گا اور اطاعت کروں گا اور ہر مسلمان کی خیرخواہی کروں گا۔

اطرافہُ: ٥٧، ٥٢٤، ١٤٠١، ٢٧١٤، ٢٧١٥، ٧٢٠٤۔

٢١٥٨: حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ قَالَ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ قَالَ لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا.

۲۱۵۸: صلت بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہم سے بیان کیا۔ معمر نے عبداللہ بن طاؤس سے، عبداللہ نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قافلہ سواروں سے (جو غلہ لے کر آئیں) آگے جا کر نہ ملا کرو اور شہری دیہاتی کا مال نہ بیچے۔ (طاؤس نے) کہا: میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا: حضورؐ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے کہ شہری دیہاتی کے لئے نہ بیچے؟ تو انہوں نے کہا: اس کے لئے دلاّل نہ بنے۔

اطرافہُ: ٢١٦٣، ٢٢٧٤۔

تشریح: **هَلْ يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِغَيْرِ اَجْرٍ وَهَلْ يُعِيْنُهُ:** شہری کا باہر جا کر سودا ٹھہرانے یا اس کے لئے دلاّلی کرنے کے بارے میں صریح ممانعت وارد ہوئی ہے۔ (دیکھئے: باب ۶۹، ۷۰) یہاں اس بارے میں جواز کی ایک صورت بیان ہوئی ہے کہ اگر خیرخواہی مقصود ہو تو ایسا کیا جا سکتا ہے۔

اِذَا اسْتَنْصَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ: عنوانِ باب میں جس حدیث نبوی کا حوالہ دیا گیا ہے وہ امام احمد بن حنبلؒ نے نقل کی ہے، اس کے یہ الفاظ ہیں: دَعُوا النَّاسَ يُصِيْبُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ فَاِذَا اسْتَنْصَحَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيَنْصَحْهُ. (مسند احمد بن حنبل، حديث ابن ابى زيد، جزء۳ صفحہ۴۱۹) لوگوں کو رہنے دو کہ اللہ ان میں سے کسی کے ذریعے کسی کو رزق دے۔ جب کوئی شخص کسی شخص سے نیک مشورہ طلب کرے تو چاہیے کہ وہ اسے خیرخواہی

کا مشورہ دے۔امام مسلمؒ نے بھی یہ حدیث ان الفاظ میں نقل کی ہے: لَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقِ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ. (مسلم،کتاب البیوع، باب تحریم بیع الحاضر للبادی) یعنی شہری غیر شہری کے لئے خرید وفروخت نہ کرے۔لوگوں کو (اپنے حال پر) چھوڑ دو کہ ایک دوسرے سے اپنا رزق حاصل کریں۔

وَرَخَّصَ فِيْهِ عَطَاءٌ: عطاء بن ابی رباح کے فتویٰ کا حوالہ عبدالرزاق نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عثمان نے ان سے دریافت کیا کہ آیا وہ فلاں بدوی کا سامان بیچ سکتا ہے تو انہوں نے اجازت دی۔(مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب لا یبیع حاضر لباد، جزء ۸ صفحہ ۲۰۱) فقہاء نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر تجارتی صورت حال ایسی ہو کہ نرخ ہر کس و ناکس کو معلوم ہوں۔فریب دہی کی گنجائش نہ ہو تو اجازت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت بطور کراہت تنزیہی ہے نہ تحریمی۔تقویٰ اسی میں ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے۔امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے اور ارشادِ نبوی اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ دراصل تمام معاملات بیع وشراء پر حاوی ہے۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۶۸) یہ معقول مذہب مدنظر رکھتے ہوئے روایت نمبر ۲۱۵۷، ۲۱۵۸ پر مقدم کی گئی ہے اور اس کی تائید میں مذکورہ بالا حوالے دیئے گئے ہیں۔اس تعلق میں ملاحظہ ہو تشریح کتاب الایمان باب ۴۲۔

بَاب ۶۹: مَنْ كَرِهَ أَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِأَجْرٍ

جس نے مکروہ جانا کہ شہری غیر شہری کا مال اُجرت لے کر بیچ کرے

۲۱۵۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ. وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ.

۲۱۵۹: عبداللہ بن صباح نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعلی حنفی نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار سے روایت کی۔انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ شہری غیر شہری کا مال فروخت کرے اور حضرت ابن عباسؓ نے بھی یہی کہا ہے۔

تشریح: مَنْ كَرِهَ اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِاَجْرٍ: امام شافعیؒ اور امام اوزاعیؒ نے اس امر کی اجازت دی ہے کہ دیہاتی کو بذریعہ اشارہ نرخ سے مطلع کر دیا جائے۔اس فتویٰ کے مقابل میں لیثؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اشارہ کرنا بھی جائز نہیں۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۷۰)

وَبِهٖ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: سابقہ باب میں حضرت ابن عباسؓ کا قول گزر چکا ہے کہ مذکورہ بالا ممانعت سے مراد ایسی دلّالی ہے کہ جو شہری بائع اور غیر شہری بائع کے درمیان بھاؤ ٹھہرانے کی غرض سے کی جاتی ہے۔ دلّال عموماً زیادہ سے زیادہ نفع شہری تاجر کو پہنچا کر اس فریب دہی سے اپنا نفع بھی زیادہ سے زیادہ پیدا کرتا ہے۔ یہ صورت ممنوع ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نمبر ۲۱۵۸ کا حوالہ دیا ہے۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں جس مطلق ممانعت کا ذکر ہے، وہ درحقیقت مقید ہے۔ دیہاتی کو خیر خواہی سے مشورہ دینا ممنوع نہیں جس کا ذکر سابقہ باب میں گذر چکا ہے۔

بَاب ۷۰: لَا يَشْتَرِي☆ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ

کوئی شہری غیر شہری کے لئے دلّالی پر بیع☆ نہ کرے

وَكَرِهَهُ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَإِبْرَاهِيْمُ لِلْبَائِعِ وَلِلْمُشْتَرِيْ. وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ إِنَّ الْعَرَبَ تَقُوْلُ بِعْ لِي ثَوْبًا وَهِيَ تَعْنِي الشِّرَاءَ.

اور ابن سیرین اور ابراہیم (نخعی) نے اسے مکروہ قرار دیا؛ بیچنے والے کے لئے بھی اور خریدار کے لئے بھی۔ اور ابراہیم (نخعی) نے کہا: عرب کہتے بِعْ لِیْ ثَوْبًا. اور ان کی مراد اس سے خرید ہوتی ہے۔

۲۱۶۰: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَبْتَعِ الْمَرْءُ عَلَى بَيْعِ أَخِيْهِ وَلَاتَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ.

۲۱۶۰: مکی بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابن جریج نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے سعید بن مسیّب سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور فریب سے قیمت نہ بڑھائے اور شہری دیہاتی کے لئے نہ بیچے۔

اطرافہٗ: ۲۱۴۰، ۲۱۴۸، ۲۱۵۰، ۲۱۵۱، ۲۱۶۲، ۲۷۲۳، ۲۷۲۷، ۵۱۴۴، ۵۱۵۲، ۶۶۰۱۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ الفاظ "لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ" ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۸۳)

۲۱۶۱: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نُهِيْنَا أَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ.

۲۱۶۱: محمد بن مثنیٰ نے مجھ سے بیان کیا، (کہا:) معاذ (ابن معاذ) نے ہمیں بتایا کہ (عبداللہ) بن عون نے محمد (بن سیرین) سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اس بات سے روکے گئے تھے کہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے خرید وفروخت کرے۔

تشریح: لَا يَشْتَرِي حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ: باب ۶۹ کا تعلق فروخت سے ہے اور اس باب کا خریداری سے۔ عنوانِ باب میں محمد بن سیرینؒ کا حوالہ منقول ہے۔ اسے ابن عوانہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ ابن سیرینؒ نے حضرت انس بن مالکؓ سے دریافت کیا کہ مشارٌالیہ ممانعت خرید وفروخت دونوں پر حاوی ہے تو انہوں نے کہا: ہاں؛ لفظ بیع کا اطلاق خرید وفروخت دونوں پر ہوتا ہے[1] ابوداؤد نے بھی اسے نقل کیا ہے[2] ابراہیم نخعیؒ کے حوالے کی بابت علامہ ابن حجرؒ نے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۷۱) مگر علامہ عینی نے ابن حزمؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ عرب کے شہری تاجر بدوی کی ناواقفیت سے ناجائز فائدہ اُٹھایا کرتے تھے۔ اس لیے ایسی بیع شرعاً باطل اور قابل فسخ قرار دی گئی۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۸۳)

یہ تین ابواب (نمبر ۶۸، ۶۹، ۷۰) ایک ہی مضمون سے متعلق ہیں، صرف اسلوب مختلف ہے۔ پہلے کا عنوان بصورتِ استفتاء ہے۔ دوسرے میں ممانعت کے بارے میں نص صریح کا ذکر ہے کہ اجرت پر خرید وفروخت میں واسطہ بننا مکروہ ہے۔ تیسرے میں دلالی سے صریح ممانعت کا ذکر ہے۔ تینوں ابواب کی روایات کو مختلف سندوں سے مضبوط کیا گیا ہے اور ابواب کی ترتیب میں تسلسل ملحوظ رکھا گیا ہے۔ دراصل یہ ممانعت اس اصل پر مبنی ہے کہ خرید وفروخت میں آزادی ہو اور جتنے واسطے بائع اور مشتری کے درمیان کم ہوں گے، اتنی ہی ارزاں ہوگی اور درمیانی وسائط کی اُجرت کے بار سے آزاد رہے گی اور دھوکہ فریب کا احتمال بھی کم ہوگا۔

بَاب ۷۱: النَّهْيُ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ

(شہر سے باہر آگے جا کر) قافلہ والوں سے ملنے کی ممانعت

وَأَنَّ بَيْعَهُ مَرْدُوْدٌ لِأَنَّ صَاحِبَهُ عَاصٍ آثِمٌ إِذَا كَانَ بِهِ عَالِمًا وَهُوَ خِدَاعٌ فِي الْبَيْعِ وَالْخِدَاعُ لَا يَجُوْزُ.

اور ایسی خرید وفروخت قابل ردّ ہے۔ کیونکہ اس قسم کی خرید وفروخت کرنے والا نافرمان اور گنہگار رہے؛ بشرطیکہ وہ اس ممانعت کا علم رکھتا ہو اور یہ خرید وفروخت میں ایک قسم کا فریب ہے اور دھوکہ فریب جائز نہیں۔

---

[1] (مسند ابی عوانة، کتاب البیوع، بیان حظر بیع الحاضر للبادی، روایت نمبر ۴۹۴۶ جزء ۳ صفحہ ۲۷۴)
[2] (ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی النهي أن يبيع حاضر لباد)

٢١٦٢ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ الْعُمَرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّي وَأَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ.

۲۱۶۲: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوہاب نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا) کہ عبیداللہ عمری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سعید بن ابی سعید سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے جا کر ملنے سے منع فرمایا ہے اور اِس اَمر سے بھی کہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے خرید وفروخت کرے۔

اطرافہ: ٢١٤٠، ٢١٤٨، ٢١٥٠، ٢١٥١، ٢١٦٠، ٢٧٢٣، ٢٧٢٧، ٥١٤٤، ٥١٥٢، ٦٦٠١۔

٢١٦٣ : حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَا مَعْنَى قَوْلِهِ لَا يَبِيْعَنَّ حَاضِرٌ لِّبَادٍ فَقَالَ لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا.

۲۱۶۳: عیاش بن ولید نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالاعلیٰ نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابن طاؤس سے اور ابن طاؤس نے اپنے باپ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے کہ شہری دیہاتی کا مال نہ بیچے؟ تو انہوں نے کہا کہ اس کا دلّال نہ بنے۔

اطرافہ: ٢١٥٨، ٢٢٧٤۔

٢١٦٤ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ ابْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنِي التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَنِ اشْتَرَى مُحَفَّلَةً فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا قَالَ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوْعِ.

۲۱۶۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا، کہا کہ (سلیمان) تیمی نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوعثمان سے، ابوعثمان نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جو ایسا جانور خریدے جس کا دودھ تھنوں میں روک کر جمع کیا گیا ہو تو چاہیے کہ اسے واپس کر دے اور ساتھ ہی ایک صاع (کھجور) بھی دے۔ انہوں نے کہا: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارتی قافلوں کو آگے جا کر ملنے سے بھی روکا ہے۔

طرفہ: ٢١٤٩۔

۲۱۶۵ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيْعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتَّى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى السُّوْقِ.

۲۱۶۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی کسی کے سودے پر سودا نہ کرے اور تجارتی سامان لانے والوں سے آگے جا کر نہ ملا کرو؛ جب تک کہ مال منڈی میں لے جا کر اُتارا نہ جائے۔

اطرافہُ: ۲۱۳۹، ۵۱۴۲۔

تشریح: **اَلنَّهْيُ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ وَاَنَّ بَيْعَهُ مَرْدُوْدٌ:** حنفیوں اور بعض مالکیوں نے ایسی بیع باطل اور قابل فسخ قرار دی ہے بشرطیکہ نرخ کی کمی بیشی ثابت ہو۔ کیونکہ مذکورہ بالا ممانعت صرف اسی لئے ہے کہ قافلہ والوں کو نقصان نہ ہو اور اگر نرخ درست ہوں تو بیع قائم رہے گی۔ احناف کے نزدیک یہ بیع دو شرطوں کے تحت صرف اس وقت قابل ردّ ہوگی، جب باہر جا کر سودا چکانے سے شہر والوں کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو، یا سامانِ تجارت لانے والوں پر اصل نرخ مشتبہ کر دیئے جائیں۔ اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک باہر جا کر سودا ٹھہرانے میں کوئی حرج نہیں۔ جمہور نے یہ طریق بھی مکروہ سمجھا ہے اور امام شافعیؒ تو امام ابوحنیفہؒ کے جواز والے فتوے کے خلاف ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک ایسا سامان جس میں فریب ثابت ہو، مشتری کو ردّ کرنے کا اختیار ہے۔ ان کے اس فتویٰ کی بناء حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے جو ایوب نے بسند محمد بن سیرین نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يُتَلَقَّى الْجَلَبُ فَإِنْ تَلَقَّاهُ إِنْسَانٌ فَابْتَاعَهُ فَصَاحِبُ السِّلْعَةِ فِيْهَا بِالْخِيَارِ إِذَا وَرَدَ السُّوْقَ. (ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی کراھیة تلقی البیوع) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درآمدی سامان کو راستے میں جا کر حاصل کرنے سے روکا ہے۔ اگر وہ باہر جا کر ملا ہے اور اسے خرید لیا ہے تو سامان والے کو اختیار ہے کہ جب وہ منڈی میں آئے تو بیع قائم رکھے یا نہ رکھے۔ اس روایت کی صحت پر امام مسلمؒ، ابوداودؒ، ترمذیؒ اور ابن خزیمہؒ سب کا اتفاق ہے☆ امام مالکؒ بھی درحقیقت فتویٰ جواز کے خلاف ہیں کیونکہ اس میں بازار والوں کا نقصان ہے اور ان کے فتویٰ کی بناء حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت (نمبر ۲۱۶۵) ہے؛ جس میں صراحت ہے کہ قافلہ والوں سے باہر جا کر نہ ملا جائے۔ یہ ممانعت بطور حجت شرعی ہے، قطع نظر اس سے کہ کسی کو نقصان پہنچے یا نہ پہنچے۔ خلاصہ یہ کہ اس اَمر میں سب اَئمہ متفق ہیں کہ نرخ میں کمی ثابت ہو تو ایسی بیع قابل فسخ ہوگی۔ مذکورہ بالا فقہی اختلاف کے پیش نظر باب ۷۱ قائم کیا گیا ہے اور اختلاف

☆ (مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم تلقی الجلب) (ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی التلقی)

کے حل کرنے کے لئے چار روایتیں نقل کی گئی ہیں اور یہ چاروں روایتیں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے فتوے کی تائید میں ہیں اوران سے جمہور کی رائے صائب ثابت ہوتی ہے کہ ایسی بیع قابل ردّ ہوگی۔
(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۷۲)(عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۸۵،۲۸۴)

بَاب ۷۲: مُنْتَهَى التَّلَقِّي

زیادہ سے زیادہ فاصلہ جہاں آگے جا کر قافلہ سے ملا جا سکتا ہے

۲۱٦٦: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ فَنَشْتَرِيْ مِنْهُمُ الطَّعَامَ فَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَّبِيْعَهُ حَتَّى يُبْلَغَ بِهِ سُوْقُ الطَّعَامِ. قَالَ أَبُوعَبْدِاللهِ هَذَا فِي أَعْلَى السُّوْقِ وَيُبَيِّنُهُ حَدِيْثُ عُبَيْدِ اللهِ.

۲۱۶۶: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے نافع سے اور نافع نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم (غلہ لانے والے) قافلوں سے آگے جا کر ملا کرتے اوران سے غلہ خریدتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس خرید وفروخت سے منع کیا، تاوقتیکہ غلے کو منڈی میں پہنچا دیا جائے۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا کہ یہ جگہ منڈی کے بالائی حصے میں تھی اور عبیداللہ کی حدیث میں اس کا واضح بیان ہے۔

اطرافہُ: ۲۱۲۳، ۲۱۳۱، ۲۱۳۷، ۲۱٦٧، ٦٨٥٢۔

۲۱٦٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَبْتَاعُوْنَ الطَّعَامَ فِي أَعْلَى السُّوْقِ فَيَبِيْعُوْنَهُ فِي مَكَانِهِ فَنَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبِيْعُوْهُ فِي مَكَانِهِ حَتَّى يَنْقُلُوْهُ.

۲۱۶۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ (قطان) نے ہمیں بتایا کہ عبیداللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: نافع نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کیا، کہا کہ وہ منڈی کے بالائی حصے میں غلہ خریدا کرتے تھے اور پھر وہیں اسی جگہ اسے بیچ دیتے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کیا کہ جب تک دوسری جگہ نہ لے جائیں، وہیں اسے فروخت نہ کیا کریں۔

اطرافہُ: ۲۱۲۳، ۲۱۳۱، ۲۱۳۷، ۲۱٦٦، ٦٨٥٢۔

تشریح: مُنْتَهَى التَّلَقِّيْ: فقہاء نے فاصلے کے بارہ میں بھی سوال اُٹھایا ہے کہ شہر سے کس قدر دور جاکر قافلے سے ملنا ممنوع ہے؟ اور اگر شہری اپنی ضرورت کے لئے شہر سے باہر ہو اور قافلے والے اس سے منڈی کا نرخ دریافت کریں تو کیا وہ اس کو بتائے یا نہ بتائے؟ امام شافعیؒ نے پہلا سوال تو نظرانداز کیا ہے۔ ان کے نزدیک قافلہ سے ملنے کے لئے شہر سے نکلنا مطلقاً منع ہے۔ منڈی کی حدود میں قافلہ والوں سے بات چیت کی جاسکتی ہے۔ یہی فتویٰ امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاقؒ کا ہے اور اسی کی تائید روایات نمبر ۲۱۶۶، ۲۱۶۷ سے ہوتی ہے۔ جن فقہاء نے میل، دو میل یا دِن یا دو دِن کی مسافت کے بارہ میں جواز کا فتویٰ دیا ہے، ان کی تائید مستند احادیث سے نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۷۶) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۷۴) امام بخاریؒ نے **قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ**.... کے الفاظ سے منڈی کے بالائی حصے کا ذکر کر کے امام شافعیؒ وغیرہ کے مذہب کی تائید کی ہے۔

وَيُبَيِّنُهُ حَدِيْثُ عَبَيْدِ اللّٰهِ: یعنی اس اَمر کو عبیداللہ کی حدیث واضح کرتی ہے۔ اس سے مراد روایت نمبر ۲۱۶۷ ہے، جس سے اس شبہ کا ازالہ کیا گیا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت (نمبر ۲۱۶۶) کے الفاظ **كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ** سے پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ قافلہ والوں سے ملا کرتے تھے؛ عبیداللہ کی روایت نے بتایا ہے کہ یہ ملاقات منڈی کے اندر اس کے بالائی حصے میں ہوا کرتی تھی۔

بَاب۷۳: إِذَا اشْتَرَطَ شُرُوْطًا فِي الْبَيْعِ لَا تَحِلُّ

جب بیع میں ناجائز شرطیں کی جائیں

۲۱۶۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْنِي بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ اَوْقِيَّةٌ فَأَعِيْنِيْنِيْ فَقُلْتُ إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ فَذَهَبَتْ بَرِيْرَةُ إِلَى أَهْلِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ فَأَبَوْا ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ

۲۱۶۸: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ (امام) مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ بریرہؓ میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں نے اپنے مالکوں سے اپنی آزادی کی تحریر کروالی ہے کہ نو اوقیہ چاندی ان کو دی جائے گی۔ ہر سال ایک اوقیہ (ادا کروں۔) سو آپؓ میری مدد فرمائیں۔ تو میں نے کہا کہ اگر تیرے مالک پسند کریں کہ میں

وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْوَلَاءُ لَهُمْ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خُذِيْهَا وَاشْتَرِطِيْ لَهُمُ الْوَلَاءَ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ قَضَاءُ اللهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللهِ أَوْثَقُ وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

انہیں (یک مشت) دام نقد دے دوں اور تیرا ترکہ لینے کا حق مجھے ہوگا تو میں یہ کام کر دیتی ہوں۔ بریرہؓ اپنے مالکوں کے پاس گئی اور اُن سے کہا۔ مگر انہوں نے اس کی یہ بات نہ مانی۔ وہ جب ان کے پاس سے آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور کہا: میں نے ان کے سامنے یہ شرط پیش کی؛ مگر انہوں نے انکار کر دیا ہے، بجز اس کے کہ ترکہ ان کا ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی اور حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا: اسے لے لو اور ترکہ کی شرط ان سے ٹھہرا لو۔ کیونکہ ترکہ کا حق اس کا ہوتا ہے جس نے آزاد کیا ہو۔ حضرت عائشہؓ نے ایسا ہی کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد فرمایا: لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں۔ جو شرط ایسی ہو جو کتاب اللہ میں نہیں، وہ باطل ہے، اگرچہ سو شرطیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سچا اور اللہ تعالیٰ کی شرط نہایت مضبوط ہے۔ ترکہ تو اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔

اطرافہ: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠۔

٢١٦٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ عَائِشَةَ

۲۱۶۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا (اور کہا) کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت

أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً فَتُعْتِقَهَا فَقَالَ أَهْلُهَا نَبِيْعُكِهَا عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكِ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

کی کہ حضرت عائشہؓ امّ المؤمنین نے ایک لونڈی خریدنی چاہی تا کہ اسے آزاد کریں؛ تو اس کے مالکوں نے کہا: ہم اسے آپؓ کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتے ہیں کہ اس کا ترکہ ہمارا ہو۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: یہ بات تمہیں (ترکہ لینے سے) روک نہیں سکتی۔ کیونکہ ترکہ تو اس کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔

اطرافہ: ٢١٥٦، ٢٥٦٢، ٦٧٥٢، ٦٧٥٧، ٦٧٥٩۔

تشریح: اِذَا اشْتَرَطَ شُرُوْطًا فِي الْبَيْعِ لَا تَحِلُّ: اس باب اور حدیث مندرجہ ذیل سے سابقہ باب کے مضمون کی تائید مزید ہے کہ جس خرید وفروخت میں شریعت کی قائم کردہ شرطوں کی خلاف ورزی ہو، وہ دو صورتوں سے خالی نہیں۔ اوّل یہ کہ بیع تو قائم رہے گی مگر شرط چونکہ باطل ہے، اس لئے از خود ساقط ہو جائے گی۔ دوم اگر مالک کو اپنی شرط پر اصرار ہو تو وہ بیع قابل فسخ اور ردّ ہوگی۔ تفصیل کے لیے دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۸۸، ۲۸۹۔ اس مضمون سے متعلق مزید دیکھئے: کتاب الشروط باب ۱۰۔

بَاب ٧٤: بَيْعُ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ

کھجور کے بدلے کھجور بیچنا

٢١٧٠: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَّالِكِ ابْنِ أَوْسٍ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

۲۱۷۰: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا۔ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے مالک بن اوس سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: گیہوں کے بدلے گیہوں سود ہے مگر یہ لو یہ دو۔ اور جَو کے بدلے جَو سود ہے مگر یہ لو یہ دو۔ اور کھجور کے بدلے کھجور سود ہے مگر یہ لو یہ دو۔ (یعنی ہاتھوں ہاتھ نقد بہ نقد۔)

اطرافہ: ٢١٣٤، ٢١٧٤۔

تشریح: اَلتَّمْرُ بِالتَّمْرِ: اس باب کے تعلق میں تشریح باب ۸۲ بھی دیکھئے، جہاں کھجور کے بدلے کھجور کی بیع کا ذکر ہے۔ ہر جنس و نوع اپنے نرخ پر علیحدہ فروخت کر کے دوسری جنس اور نوع اس کے اپنے نرخ پر بیچی اور خریدی جائے؛ تا کمی بیشی اور دھوکا فریب کا احتمال نہ رہے۔ اس تعلق میں باب ۵۴ و باب ۷۵، ۷۶ بھی دیکھئے۔

بَاب ۷۵: بَيْعُ الزَّبِيْبِ بِالزَّبِيْبِ وَالطَّعَامُ بِالطَّعَامِ

منقّی کی بیع منقّے کے بدلے میں اور اناج کی بیع اناج کے بدلے میں

۲۱۷۱: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الزَّبِيْبِ بِالْكَرْمِ كَيْلًا.

اطرافہ: ۲۱۷۲، ۲۱۸۵، ۲۲۰۵۔

۲۱۷۱: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔ مزابنہ یہ ہے کہ کھجور کے تازے پھل کے بدلے خشک کھجور ماپ کر بیچی جائے اور منقہ ان انگوروں کے بدلے جو بیل پر ہیں، ماپ کر بیچا جائے۔

۲۱۷۲: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ. قَالَ وَالْمُزَابَنَةُ أَنْ يَّبِيْعَ الثَّمَرَ بِكَيْلٍ إِنْ زَادَ فَلِي وَإِنْ نَّقَصَ فَعَلَيَّ.

اطرافہ: ۲۱۷۱، ۲۱۸۵، ۲۲۰۵۔

۲۱۷۲: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر (کھجور کا) میوہ خشک (پختہ) میوے کے بدلے میں ماپ کر اس شرط پر بیچا جائے، اگر بڑھ گیا تو میرا ہوگا اور اگر کم ہوا تو اس کا نقصان مجھ پر ہے۔

۲۱۷۳: قَالَ وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا.

اطرافہ: ۲۱۸۴، ۲۱۸۸، ۲۱۹۲، ۲۳۸۰۔

۲۱۷۳: (حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے) کہا کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کی اجازت دی ہے کہ اندازہ سے ان کو بیچ دیا جائے۔

تشریح: **بَيْعُ الزَّبِيْبِ بِالزَّبِيْبِ وَالطَّعَامُ بِالطَّعَامِ:** اس باب کے تعلق میں تشریح باب ۸۲ بھی دیکھئے جہاں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہی روایت مفصل درج ہے۔ مندرجہ بالا حدیث میں صرف مزابنہ کی ممانعت کا ذکر ہے، نہ اناج کا اور نہ زبیب یعنی منقہ کا۔ لیکن عنوانِ باب میں اَلطَّعَامُ بِالطَّعَامِ اور اَلزَّبِيْبُ بِالزَّبِيْبِ کے الفاظ ہیں۔ بعض شارحین نے یہ تصرف قابل اعتراض سمجھا ہے (دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۹۰) مگر علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ہے کہ نافع کی اس روایت میں جو بسند لیث آئی ہے، لفظ الطَّعَام مذکور ہے۔ (روایت نمبر ۲۲۰۵) امام مسلمؒ نے اس بارہ میں حضرت معمر بن عبداللہؓ کی جو مرفوع روایت نقل کی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: اَلطَّعَامُ بِالطَّعَامِ مِثْلًا بِمِثْلٍ. (مسلم، کتاب المساقاة، باب بيع الطعام مثلا بمثل) ان روایتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عنوانِ باب مذکورہ بالا الفاظ سے باندھا گیا ہے۔ یعنی اناج کے عوض اناج کا مبادلہ برابر وزن میں ممنوع ہے کہ اس میں بوجہ نرخ کی کمی بیشی ہونے کے سود کا اِحتمال ہے۔

نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ: زَبَنَ يَزْبُنُ زَبْنًا کے لغوی معنی ہیں: دَفْعٌ یعنی دھکیلنا۔ (النهاية–زبن) بائع اور مشتری میں سے ہر ایک دوسرے کو اس کے حق سے ہٹا کر نقصان کی طرف دھکیلتا ہے۔ امام مالکؒ نے مزابنہ کی یہ تعریف کی ہے: أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِّنَ الْجِزَافِ الَّذِيْ لَا يُعْلَمُ كَيْلُهُ وَلَا وَزْنُهُ وَلَا عَدَدُهُ. (مؤطا امام مالک، کتاب البیوع، باب ما جاء في المزابنة والمحاقلة) یعنی تجارتی کاروبار جس میں دھوکا فریب کا احتمال ہو اور جس میں اندازہ نہ ہو، بغیر ماپ تول اور شمار کے سودا چکایا جائے۔ ایسی بیع مزابنہ کہلاتی ہے۔ اس میں نقصان اُٹھانے والا سودا فسخ کرنا چاہتا ہے مگر فائدہ اُٹھانے والا فسخ نہیں کرتا۔ فَيَتَزَابَنَانِ عَلَيْهِ اَیْ يَتَدَافَعَانِ. یعنی بائع اور مشتری سامان ایک دوسرے کی طرف پھینکتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے مزابنہ کی تعریف یہ کی ہے: هُوَ بَيْعُ مَجْهُوْلٍ بِمَجْهُوْلٍ اَوْ مَعْلُوْمٍ مِنْ جِنْسٍ تَحْرِيْمُ الرِّبَا فِيْ نَقْدِهٖ. یعنی ایک غیر معلوم شئے کو غیر معلوم شئے کے عوض بیچنا، یا ایسی شئے کے عوض بیچنا جو نقدی سود کی نوعیت سے ہو۔ یعنی زیادتی کے ساتھ نقدلین دین جو حرام ہے۔ امام مالکؒ نے مزابنہ کی اس تعریف میں ان کے ساتھ اتفاق کیا ہے، اس فرق کے ساتھ کہ لفظ کَيْل یعنی ماپنے کی تخصیص بلا ضرورت ہے۔ یعنی قطع نظر اس سے کہ دمِ نقد سود والی جنس سے ہو یا نہ ہو، جب وہ بیع ماپ تول میں غیر معین ہوگی، مزابنہ کہلائے گی اور اس کے لئے یہ بھی شرط نہیں کہ خرید وفروخت خوردنی اشیاء کی ہو یا غیر خوردنی اشیاء کی۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۹۰)

بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا: کھجور کے تازہ پھل کے بدلے خشک کھجور بیچنے سے مراد یہ ہے کہ درخت پر تازہ کھجور کا پھل خشک کھجور کے بدلے معین ماپ تول کے ساتھ اس شرط پر بیچنا کہ اگر درخت کا پھل اس وزن سے بڑھ جائے تو وہ بڑھوتی بائع کی اور اگر کم ہو تو کمی کی ذمہ واری بھی بائع پر۔ اسی شرط کے ساتھ منقّہ معین وزن سے انگور کے تازہ پھل کے بدلے جو بیلوں پر ہوں۔ نیز کھڑی گندم وغیرہ کا اناج سے مبادلہ کرنا۔ بیع وشراء کی ایسی تمام صورتیں مزابنہ کی ہیں۔ جیسا کہ اس باب کی روایات میں تصریح ہے۔

اِنْ زَادَ فَلِیْ وَاِنْ نَّقَصَ فَعَلَیَّ: یہ الفاظ شارحین کے نزدیک ہوسکتا ہے کہ ارشادِ نبوی کا حصہ ہوں یا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ کہا ہو۔ باب ۷۴، ۷۵ سے متعلق یہ بات مدنظر رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تجارتی کاروبار کی صورتیں دونوں طرح سے تھیں۔ یعنی مبادلہ اشیاء بالاشیاء جسے آج کل انگریزی اصطلاح میں بارٹر سسٹم (Barter System) کہتے ہیں اور مبادلہ اشیاء بذریعہ سیم وزر، جس کا دوسرا نام صرافہ ہے اور یہ پیشہ اس وقت بھی بہت بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ مبادلہ بالاجناس کے بارہ میں جمہور کا یہ مذہب ہے کہ ہر جنس اپنے نرخ پر علیحدہ فروخت کر کے اس کی قیمت سے وہی جنس یا اس کے علاوہ کوئی اور جنس اعلیٰ یا ادنیٰ قسم کی خریدی جائے کیونکہ یہ صورتِ بیع زیادہ محفوظ ہے۔ ایک ہی جنس کی ایک قسم کا مبادلہ اسی قسم سے منع ہے۔ لَا مُتَمَاثِلًا وَ لَا مُتَفَاضِلًا ۔ نہ برابر وزن سے اور نہ کم وبیش۔ امام ابوحنیفہؒ نے اناج خشک پھل تازہ پھل سے، اناج کی کھڑی فصل سے مبادلہ بالفعل جائز قرار دیا ہے۔ لیکن اگر مبادلے میں وزن کی زیادتی ہو تو ان کے نزدیک یہ جائز نہیں۔ فقہاء کے اس اختلاف کے پیش نظر چند باب قائم کر کے مستند احادیث سے صورتِ جواز یا عدمِ جواز واضح کی گئی ہے اور اسی وضاحت کی غرض سے روایت نمبر ۲۱۷۳ میں حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کی روایت کا حوالہ دیا گیا ہے جو **عرایا** کے بارے میں ہے۔ **عَرِیَّة** کھجور کے اس درخت کو کہتے ہیں جس کا پھل بطور عطیہ یا صدقہ کسی کو دیا جائے اور اگر لینے والا اس کی نگرانی نہ کر سکے اور اسے خوراک کی فوری ضرورت ہو تو عَرِیَّة کے بدلے میں خشک کھجور اندازہ کر کے لے سکتا ہے۔ یہ ایک استثنائی صورت ہے اور اس اِجازت سے ظاہر ہے کہ باقی صورتیں جائز نہیں۔ اس حوالے سے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور کے مذہب کی تائید کی ہے اور یہی مذہب امامین محمد اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کا بھی ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۹۰ تا ۲۹۲) یہاں مزابنہ اور عرایا کا ذکر ضمناً بطور استدلال و وضاحت کیا گیا ہے۔ آئندہ ابواب میں اِن دونوں کا ذکر آئے گا۔ دیکھئے باب ۸۲، ۸۴۔

بَاب ٧٦: بَيْعُ الشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ

جَو کے بدلے جَو کی بیع

٢١٧٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَّالِكِ بْنِ أَوْسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ الْتَمَسَ صَرْفًا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ فَدَعَانِي طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ فَتَرَاوَضْنَا حَتَّى اصْطَرَفَ مِنِّي فَأَخَذَ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا فِي يَدِهِ ثُمَّ

۲۱۷۴: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے مالک بن اَوس سے روایت کی کہ انہوں نے ایک سَو دِینار کی ریزگاری طلب کی تو حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ نے مجھے بلایا اور ہم نے نرخ کے بارے میں تکرار کی۔ آخر وہ ریزگاری دینے پر راضی ہو گئے

قَالَ حَتَّى يَأْتِيَ خَازِنِي مِنَ الْغَابَةِ وَعُمَرُ يَسْمَعُ ذٰلِكَ فَقَالَ وَاللهِ لَاتُفَارِقُهُ حَتَّى تَأْخُذَ مِنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

اور سونے کی اشرفیاں لے کر اپنے ہاتھ میں انہیں اُلٹنے پلٹنے لگے۔ پھر کہا: اس وقت تک انتظار کریں کہ میرا خزانچی غابہ سے آ جائے۔ اور حضرت عمرؓ یہ سن رہے تھے۔ تو انہوں نے کہا: بخدا آپ طلحہؓ سے اس وقت تک جدا نہ ہوں کہ ان سے ریز گاری لے لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سونے کا سونے سے مبادلہ سود ہے مگر یہ لو اور یہ دو۔ اور گیہوں کا گیہوں سے مبادلہ بھی سود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ۔ اور جَو کا جَو سے مبادلہ بھی سود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ۔ اور کھجور کا کھجور سے مبادلہ بھی سود ہے مگر ہاتھوں ہاتھ۔

اطرافہُ: ۲۱۳٤، ۲۱۷۰۔

تشریح: بَيْعُ الشَّعِيْرِ بِالشَّعِيْرِ: باب مذکور میں فقہی اختلاف ہی کے پیش نظر دوسری اَجناس جَو وغیرہ کے مبادلے کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ بعض اَئمہ نے سودی اور غیر سودی اجناس کے مبادلہ میں فرق کیا ہے جیسا کہ گذشتہ باب کی تشریح میں ابھی بتایا جا چکا ہے۔ امام مالکؒ، لیثؒ اور اوزاعیؒ نے گندم اور جَو ایک جنس قرار دی ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ دونوں جنسیں الگ الگ ہیں اور اسی لئے اس جنس کے مبادلے کے تعلق میں الگ باب قائم کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۷۸)

فَتَرَاوَضْنَا: یعنی مبادلہ دینار درہم کی شرح کے بارے میں ہم نے ایک دوسرے سے بات چیت کی۔ لفظ تَرَاوَضْنَا رَاضَ يَرُوْضُ رَوْضًا وَرِيَاضَةً سے باب تفاعل کا صیغہ ہے۔ اس کے معنے ہیں: سدھارنا یا راس کرنا۔ (لسان العرب- روض) ان میں سے ایک نے بتایا کہ دینار میں اتنا خالص سونا ہے اور دوسرے نے بتایا کہ درہم میں اتنی خالص چاندی ہے۔ **فَاَخَذَ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا** اسی صَرفِ زر کے تعلق میں حضرت طلحہؓ اشرفیوں کو اُلٹ پلٹ کر کے دیکھنے لگے۔ **حَتَّى اصْطَرَفَ** یہاں تک کہ صَرفِ زَر کی شرح سے متعلق بات ٹھہر گئی اور حضرت طلحہؓ نے کہا کہ ان کا خزانچی آ جائے تو مطلوبہ درہم دے دیئے جائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے جو اُس وقت قریب ہی موجود تھے، فرمایا: یہاں سے جانا نہیں، جب تک نقد بہ نقد نہ لے جاؤ، ورنہ اُدھار کی صورت ہو جائے گی جو جائز نہیں۔ اس پر مالک بن اوس نے سودا لینا ترک کر دیا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۲۹۳)

اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ: یعنی سونے کا مبادلہ سونے سے سود ہے۔ سوائے اس کے کہ نقد بہ نقد ہو۔ علماء کا اتفاق ہے کہ سونا بصورتِ سکہ، زیور یا دھات ہو؛ اس کا مبادلہ بلحاظِ وزن ہوگا۔ کمی بیشی کی صورت

میں سود ہوجائے گا جو حرام ہے۔ مثلاً سونے کی ڈلی یا زیور دے کر اشرفیاں لینا چاہتا ہے تو اس مبادلے میں سونے کے وزن کا اعتبار ہوگا۔ اگر ایک شئے دس تولہ سونا ہے اور دوسری میں ساڑھے نو تولہ تو بصورتِ مبادلہ نصف تولہ کی زیادتی سود ٹھہرے گی۔ اس ضمن میں اگلا باب بھی دیکھئے۔

بَاب ٧٧: بَيْعُ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ

سونے کے بدلے سونے کا لین دین

٢١٧٥: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَبِيْعُوْا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ.

طرفہ: ٢١٨٢۔

۲۱۷۵: صدقہ بن فضل نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن عُلَیّہ نے ہمیں خبر دی، کہا: یحیٰ بن ابی اسحاق نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکرہ (نفیع بن حارث) رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ سونا سونے کے بدلے نہ بیچو مگر برابر برابر، اور چاندی کے بدلے چاندی نہ بیچو مگر برابر برابر، اور سونے کو چاندی کے بدلے اور چاندی کو سونے کے بدلے جس طرح چاہو بیچو۔

بَاب ٧٨: بَيْعُ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ

چاندی کے بدلے چاندی کا لین دین

٢١٧٦: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا عَمِّي حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَهُ مِثْلَ

۲۱۷۶: عبیداللہ بن سعد (بن ابراہیم قرشی بغدادی) نے ہم سے بیان کیا کہ میرے چچا (یعقوب بن ابراہیم) نے ہمیں بتایا کہ میرے بھتیجے (محمد بن عبداللہ بن مسلم) زُہری نے اپنے چچا (محمد بن مسلم زُہری) سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے سالم

ذَلِكَ حَدِيْثًا عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ يَا أَبَا سَعِيْدٍ مَا هَذَا الَّذِيْ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو سَعِيْدٍ فِي الصَّرْفِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ مِثْلًا بِمِثْلٍ.

اطرافہٗ: ۲۱۷۷، ۲۱۷۸۔

بن عبداللہ نے بتایا۔انہوں نے (اپنے باپ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے ایسی ہی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (جب) ان سے ملے تو کہا: اے ابوسعیدؓ! یہ کیا بات ہے جو آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔تو حضرت ابوسعیدؓ نے کہا: صرافی (یعنی روپیہ اشرفیاں بدلوانے یا تڑوانے) کے بارے میں مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: سونا سونے کے بدلے اور چاندی چاندی کے بدلے برابر لئے دیئے جائیں۔

۲۱۷۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيْعُوْا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوْا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوْا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا تَبِيْعُوْا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ.

اطرافہٗ: ۲۱۷۶، ۲۱۷۸۔

۲۱۷۷: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ (امام) مالکؒ نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے نہ بیچو مگر یہ کہ برابر ہو، اور ایک کو دوسرے سے کم وبیش نہ کرو، اور چاندی چاندی کے بدلے نہ بیچو مگر برابر، اور ایک کو دوسرے سے کم وبیش نہ کرو، اور نہ ان میں سے غیر موجود کو موجود (نقد) سے بیچو۔

بَاب ٧٩: بَيْعُ الدِّيْنَارِ بِالدِّيْنَارِ نَسَاءً

دِینار دِینار کے بدلے اُدھار بیچنا

٢١٧٨-٢١٧٩: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو ابْنُ دِيْنَارٍ أَنَّ أَبَا صَالِحٍ الزَّيَّاتَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ الدِّيْنَارُ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ فَقُلْتُ لَهُ فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُوْلُهُ فَقَالَ أَبُوسَعِيْدٍ سَأَلْتُهُ فَقُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللهِ قَالَ كُلَّ ذَلِكَ لَا أَقُوْلُ وَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي وَلَكِنْ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيْئَةِ.

۲۱۷۸-۲۱۷۹: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ ضحاک بن مخلد نے ہمیں بتایا کہ ابن جریج نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ عمرو بن دینار نے مجھے خبر دی کہ ابوصالح زیات نے ان کو بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: دینار کے بدلے دینار اور درہم کے بدلے درہم لیا دیا جائے۔ تو میں نے ان سے کہا: حضرت ابن عباسؓ یہ نہیں کہتے۔ حضرت ابوسعیدؓ نے کہا: میں نے ان سے پوچھا تھا اور کہا تھا (کیا) آپؐ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سنا ہے یا آپؐ نے یہ بات اللہ تعالیٰ کی کتاب میں پائی ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں کہتا اور آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی حدیث) مجھ سے بڑھ کر جانتے ہیں۔ لیکن اُسامہ (بن زیدؓ) نے مجھے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: سود تو اس صورت میں ہوتا ہے جب اُدھار ہو۔

اطرافہ: ٢١٧٦، ٢١٧٧۔

بَاب ٨٠: بَيْعُ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسِيْئَةً

چاندی سونے کے بدلے اِس صورت میں فروخت کرنا کہ اَدائیگی بعد میں ہوگی

٢١٨٠-٢١٨١: حَدَّثَنَا حَفْصُ ابْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي

۲۱۸۰-۲۱۸۱: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا کہ حبیب بن ابی ثابت

حَبِيْبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْمِنْهَالِ قَالَ سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَنِ الصَّرْفِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا يَقُوْلُ هَذَا خَيْرٌ مِنِّيْ فَكِلَاهُمَا يَقُوْلُ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ دَيْنًا.

نے مجھے خبر دی، کہا کہ ابوالمنہال سے میں نے سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے صرافی کی بابت پوچھا تو دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے متعلق کہتا کہ یہ مجھ سے بہتر ہیں اور وہ دونوں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کو چاندی کے بدلے قرض پر بیچنا منع فرمایا ہے۔

اطرافہ: ۲۰۶۰-۲۰۶۱، ۲۴۹۷-۲۴۹۸، ۳۹۳۹-۳۹۴۰۔

بَاب ۸۱: بَيْعُ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ يَدًا بِيَدٍ

سونا چاندی کے بدلے میں دَست بدست بیچنا

۲۱۸۲: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ أَخْبَرَنَا يَحْيَى ابْنُ أَبِي إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَأَمَرَنَا أَنْ نَّبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا.

۲۱۸۲: عمران بن میسرہ نے ہم سے بیان کیا کہ عباد بن عوام نے ہمیں بتایا کہ یحییٰ بن ابی اسحاق نے ہمیں خبر دی کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے اپنے باپ (حضرت ابوبکرہ) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے بیان کیا، کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی چاندی کے بدلے اور سونا سونے کے بدلے لینے دینے سے روکا ہے بجز اِس کے کہ برابر برابر ہو اور آپؐ نے ہم سے فرمایا کہ سونا چاندی کے بدلے میں جس طرح چاہیں اور چاندی سونے کے بدلے میں جس طرح چاہیں لیں دیں۔

طرفہ: ۲۱۷۵۔

بَاب ٨٢: بَيْعُ الْمُزَابَنَةِ

بیع مزابنہ کے بیان میں

وَهِيَ بَيْعُ التَّمْرِ بِالثَّمَرِ وَبَيْعُ الزَّبِيْبِ بِالْكَرْمِ، وَبَيْعُ الْعَرَايَا. قَالَ أَنَسٌ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ.

اور وہ یہ ہے کہ (کھجور کا) تازہ پھل خشک کھجور کے بدلے میں بیچا یا خریدا جائے۔ نیز وہ انگور جو بیل پر ہو منقّہ کے بدلے بیچا یا خریدا جائے۔ اور بیع عرایا کے بیان میں۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔

٢١٨٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيْعُوْا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ وَلَا تَبِيْعُوْا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ.

۲۱۸۳: یحیٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ سالم بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھل کو اس وقت تک نہ بیچا کرو جب تک اس کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے اور نہ درخت پر (کھجور کا) تازہ پھل خشک کھجور کے بدلے۔

اطرافہُ: ١٤٨٦، ٢١٩٤، ٢١٩٩، ٢٢٤٧، ٢٢٤٩۔

٢١٨٤: قَالَ سَالِمٌ وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِالرُّطَبِ أَوْ بِالتَّمْرِ وَلَمْ يُرَخِّصْ فِي غَيْرِهِ.

۲۱۸۴: سالم نے کہا: حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) نے مجھے خبر دی کہ حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد عرایا کو تازہ کھجور یا خشک کھجور کے بدلے میں بیچنے کی اجازت دی۔ اور اس کے سوا کسی اور کے لیے اجازت نہیں دی۔

اطرافہُ: ٢١٧٣، ٢١٨٨، ٢١٩٢، ٢٣٨٠۔

۲۱۸۵ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالزَّبِيْبِ كَيْلًا.

اطرافہ: ۲۱۷۱، ۲۱۷۲، ۲۲۰۵۔

۲۱۸۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالکؒ نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور مزابنہ یہ ہے کہ (کھجور کا) تازہ پھل خشک کھجور کے بدلے میں ماپ کر خریدا جائے۔ اور انگور جو بیل پر ہے منقّے کے بدلے ماپ کر بیچا جائے۔

۲۱۸۶ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةُ اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ عَلَى رُءُوْسِ النَّخْلِ.

۲۱۸۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے داؤد بن حصین سے، داؤد نے ابوسفیان سے، جو (عبداللہ) بن ابی احمد کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ابوسفیان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے اور مزابنہ یہ ہے کہ کھجور کا تازہ پھل جو درخت پر لگا ہوا ہو خشک کھجور کے بدلے بیچا جائے۔

۲۱۸۷ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ.

۲۱۸۷: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ ابومعاویہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (سلیمان) شیبانی سے، شیبانی نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

۲۱۸۸ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ

۲۱۸۸: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ

حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْخَصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ أَنْ يَّبِيْعَهَا بِخَرْصِهَا.

مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریّہ والے کو اجازت دی ہے کہ وہ پھل کا اندازہ کر کے بیچ دے۔

اطرافہُ: ۲۱۷۳، ۲۱۸٤، ۲۱۹۲، ۲۳۸۰۔

بَاب۸۳: بَيْعُ الثَّمَرِ عَلَى رُءُوْسِ النَّخْلِ بِالذَّهَبِ أَوِ الْفِضَّةِ

کھجور کا پھل جو درخت پر ہو، سونے اور چاندی کے بدلے میں بیچنا

۲۱۸۹: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ وَأَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَطِيْبَ وَلَا يُبَاعُ شَيْءٌ مِّنْهُ إِلَّا بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ، إِلَّا الْعَرَايَا.

۲۱۸۹: یحییٰ بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا کہ (عبداللہ) بن وہب نے ہمیں بتایا کہ ابن جریج نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے عطاء (بن ابی رباح) اور ابوزبیر (محمد بن مسلم) سے، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کے بیچنے سے منع فرمایا ہے، یہاں تک کہ وہ اچھی طرح پک جائے اور یہ بھی کہ بغیر دینار اور درہم کے اس سے کچھ نہ بیچا جائے سوائے عرایا کے۔

اطرافہُ: ۱٤۸۷، ۲۱۹٦، ۲۳۸۱۔

۲۱۹۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِالْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا وَسَأَلَهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الرَّبِيْعِ أَحَدَّثَكَ دَاوُدُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ

۲۱۹۰: عبداللہ بن عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ میں نے مالک سے سنا۔ ان سے عبیداللہ بن ربیع نے پوچھا: کیا داؤد (بن حصین) نے آپؒ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بواسطہ ابوسفیان بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کی

فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ قَالَ نَعَمْ.

طرفہ: ۲۳۸۲۔

خریدوفروخت بابت پانچ وسق یا پانچ وسق سے کم کی اِجازت دی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

۲۱۹۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ بُشَيْرًا قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَرَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً أُخْرَى إِلَّا أَنَّهُ رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ يَبِيْعُهَا أَهْلُهَا بِخَرْصِهَا يَأْكُلُوْنَهَا رُطَبًا قَالَ هُوَ سَوَاءٌ قَالَ سُفْيَانُ فَقُلْتُ لِيَحْيَى وَأَنَا غُلَامٌ إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَقُوْلُوْنَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُمْ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فَقَالَ وَمَا يُدْرِيْ أَهْلَ مَكَّةَ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَرْوُوْنَهُ عَنْ جَابِرٍ فَسَكَتَ. قَالَ سُفْيَانُ إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ جَابِرًا مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قِيْلَ لِسُفْيَانَ أَلَيْسَ فِيْهِ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ قَالَ لَا.

طرفہ: ۲۳۸۴۔

۲۱۹۱: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا، کہا کہ یحییٰ بن سعید کہتے تھے: میں نے بُشَیر (بن یسار) سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت سہل بن ابی حثمہؓ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک کھجور کے بدلے میں (کھجور کا) تازہ پھل بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ البتہ عریّہ کے بارہ میں اجازت دی کہ اندازہ سے اسے بیچا جائے، تا عریّہ والے اس کی تازہ کھجوریں کھائیں۔ اور سفیان نے دوسری بار یہ کہا: آپؐ نے عریّہ کے بارہ میں اجازت دی کہ اس کے مالک اندازہ کر کے اسے بیچیں، تازہ کھجوریں کھائیں۔ (سفیان نے) کہا: دونوں باتیں ایک ہیں۔ سفیان نے کہا: میں نے یحییٰ سے پوچھا اور میں اس وقت نوجوان تھا کہ مکہ والے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عرایا کی بیع کے بارے میں اجازت دی ہے تو (یحییٰ نے) کہا: مکہ والوں کو کیسے علم ہوا؟ میں نے کہا: وہ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ تب وہ چپ ہو رہے۔ سفیان نے کہا: میری مراد صرف یہی تھی کہ حضرت جابرؓ مدینہ والوں میں سے ہیں۔ سفیان (بن عیینہ) سے کہا گیا: کیا اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پھل بیچنے سے منع فرمایا ہے تا وقتیکہ اس کی پختگی پورے طور پر ظاہر ہو جائے؟ کہا: نہیں۔

تشریح باب ۷۷تا۸۳: **بَيْعُ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ**: یہ سات ابواب ایک ہی مضمون کے تسلسل میں ہیں۔ اس لیے ان کی تشریح اکٹھی کی گئی ہے۔ انہیں سمجھنے کے لئے اصولی طور پر تین باتیں یاد رکھنی چاہئیں۔ **اوّل** یہ کہ مبادلہ سیم وزر میں کسی سکے کی قیمت اس بناء پر قرار پاتی ہے کہ اس میں سونے چاندی کی مقدار کتنی ہے اور تانبے وغیرہ کی آمیزش کتنی۔ اس معیار پر سکے کی قوت خرید میں کمی بیشی ہوگی اور ایک سکے کا دوسرے سکے سے مبادلے کا فیصلہ ہوگا یا اس کے ذریعے سے دوسری اشیاء کا لین دین قرار پائے گا۔ مبادلہ میں جو اَمر قابل اعتبار ہے وہ خالص سونے یا چاندی کی اصل مقدار ہے۔ جس سے اس کی قیمت بالفاظ دیگر قوت خرید کا تعین ہوتا ہے اور وہ بڑھتی یا گھٹتی ہے۔ صرافہ کا کاروبار ہمارے زمانہ میں بلحاظِ تنظیم اور وسعت ترقی یافتہ ہے اور روزانہ بذریعہ اخبارات نرخوں کا اعلان ہوتا رہتا ہے کہ فلاں مارکیٹ میں نرخ یہ ہے اور فلاں مارکیٹ میں یہ۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرافہ اس طرح منظّم اور وسیع طریق پر نہ تھا؛ مگر عرب کی منڈیوں میں رومی، ایرانی اور مصری وغیرہ سکے بصورتِ درہم و دینار رائج تھے اور ان کا ایک دوسرے سے مبادلہ ہوتا تھا۔ جسے عربی میں صَرْف کہتے ہیں اور اسی لفظ سے صراف اور صرافہ ہے۔

دوسرا اَمر اس تعلق میں مدنظر رکھنے کے قابل یہ ہے کہ فقہاء نے مبادلہ اشیاء کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔

پہلی قسم : ہم جنس اشیاء کا ماپ تول کر نقد لین دین۔

دوسری قسم: ایک جنس کا غیر جنس سے مبادلہ۔ مثلاً گندم کا جو سے، تازہ کھجور کا خشک کھجور سے، دینار کا درہم سے۔

تیسری قسم: مبادلہ اشیاء بذریعہ قیمت بصورتِ نقدی۔

چوتھی قسم : ایک جنس کا دوسری جنس کے عوض میں لین دین۔

یہ چاروں صورتیں اگر دست بدست ہوں تو ایسا مبادلہ جائز ہے اور اگر ان میں سے سیم وزر کا مبادلہ نقد نہ ہو بلکہ اُدھار پر ہو تو یہ ناجائز ہے۔ لیکن باقی اشیاء کے مبادلہ میں اگر چیز لی جائے اور قیمت بعد میں دی جائے یا قیمت پہلے دی جائے اور چیز بعد میں لی جائے تو ایسا لین دین بھی جائز ہے۔ کسی شئے کی وصولی اور قیمت دونوں کی ادائیگی بعد میں ہو تو یہ صورت ناجائز ہے، بجز اس کے کہ بذریعہ چیک یا ہُنڈی ہو، جسے عربی میں حوالہ کہتے ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۸۳)

تیسرا اَمر جو مبادلہ اشیاء کے تعلق میں قابل ذکر ہے، وہ شرعی حلت وحرمت کی علت ہے۔ اس بارہ میں مختلف ائمہ نے مختلف آراء کا ذکر کیا ہے اور ہر رائے اپنی جگہ وزنی اور قابل قدر ہے۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک حرمت کی علت خوردنی اشیاء کی ضرورت اور طلب ہے کہ ان کا ہر شخص محتاج ہے۔ ان میں رِبَا یعنی زیادتی جائز نہیں۔ امام مالکؒ کی بھی یہی رائے ہے، مگر صرف اس قید کے ساتھ کہ خوردنی اشیاء جو ماپی تولی جاسکیں اور قابل ذخیرہ ہوں۔ ان میں بوقت مبادلہ زیادتی جائز نہیں۔ اَز قسم پھل وغیرہ جو اشیائے خوردنی تلف ہو جانے والی ہیں، ان کے مبادلے میں کمی بیشی سود نہیں کہلائے گی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے صرف چار اجناس خوردنی کو رَبَوِیَّات میں شمار کیا ہے۔ یعنی ایسی اشیاء جن کے مبادلہ

پر ربا کا اطلاق ہوسکتا ہے اور یہ وہ چار اجناس ہیں جن کا مذکورہ ابواب میں ذکر ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک جنس کی اشیاء کا مبادلہ اگر کم وبیش وزن سے ہو تو وزن کا فرق سود ہوگا جو بموجب نص صریح حرام ہے، قطع نظر اس سے کہ اشیاء خوردنی ہوں یا غیر خوردنی۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مبادلہ اشیاء میں حرمت کی علت ثمنی ہے یعنی قیمت کا فرق ہے۔ قیمت سے مراد قوتِ خرید ہے۔ امام شافعیؒ کا مذہب پہلے امام مالکؒ کی رائے کے مطابق تھا مگر آخر میں انہوں نے اپنی رائے تبدیل کی اور فتویٰ دیا کہ تمام اجناس خوردنی جو قابل وزن ہوں یا نہ ہوں، ان کے سیم وزر کے مبادلے میں زیادتی رِبا ہوگی جو ناجائز ہے اور اس مبادلے میں عدم جواز کی علت ثمنی ہے کہ یہ سیم وزر دراصل ذریعہ مبادلہ ہیں اور ان کے معیار پر مبادلہ اشیاء کا اعتبار ہوگا۔

فقہاء کی رائے میں جو اختلاف ابھی بیان کیا گیا ہے۔ وہ اس لئے قابل قدر ہے کہ اسلام نے مبادلہ اشیاء میں لوگوں کے لئے انتہائی صورت پیدا کی ہے اور معاشرہ اسلامیہ کے افراد کو یہ اجازت نہیں دی کہ ان میں سے کوئی دوسرے کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اُٹھائے۔ ایک ملک سے بذریعہ سٹرلنگ ایک شئے مثلاً دوائی مل سکتی ہے اور دوسرے ملک میں دینار یا اشرفی کا رواج ہے تو اسلامی تعلیم کی رُو سے ان میں مبادلہ بالمثل ہوگا یعنی اَز روئے قیمت زر۔ اس میں زیادتی کا مطالبہ دراصل مبادلہ اشیاء کی راہ میں روک بن جاتا ہے۔ امیر تو دُگنے دے کر بھی دوائی خرید سکتا ہے مگر ایک غریب جس کے پاس صرف ایک ہی اشرفی ہے، وہ اپنی اشرفی کا سٹرلنگ سے مبادلہ بالمثل تو کرسکتا ہے لیکن اس سے زیادہ شرح سے لینا اس کے لیے روک پیدا کرتا ہے۔ سٹرلنگ والا یہ دیکھ کر کہ فلاں ملک کا باشندہ مطلوبہ دوائی خریدنے پر مجبور ہے تو اس کا ایک سٹرلنگ کے عوض میں دو اشرفیوں کا مطالبہ اسلام کی تعلیم کی رُو سے ناجائز ہے۔ اسی طرح ایک جنس کا اسی جنس سے مبادلہ زیادتی کے ساتھ بھی حرام کیا گیا ہے بلکہ ملی جلی گندم یا کھجور کی ادنیٰ واعلیٰ قسم مخلوط صورت میں بھی منع ہے۔ ہر نوعیت کی جنس اپنے اصلی نرخ پر بیچ کر مطلوبہ اعلیٰ جنس الگ خریدی جائے کیونکہ ایسے مبادلہ اشیاء میں نقصان کا احتمال نہیں رہتا۔ مذکورہ بالا تین اصولی امور مبادلہ جنس ونقد میں ملحوظ رکھنے ضروری ہیں۔ انہی کا ذکر ان سات ابواب (نمبر ۷۷تا۸۳) میں ہوا ہے۔

لَا رِبًا اِلَّا فِي النَّسِيْئَةِ: صرف اُدھار ہی میں سود ہوگا۔ سود کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شئے ایک مقررہ وقت کے لئے ایک مقررہ شرح نفع پر لی دی جائے۔ اگر شرح نفع اور میعاد معین نہیں تو ایسا لین دین سودی نہ ہوگا۔ مثلاً ایک شخص نے پانچ ہزار روپیہ تجارت کے لئے کسی کو دیا ہو۔ یہ میعادی قرضے کے طور پر نہ ہو اور نہ اس پر کوئی شرح مقرر کی گئی ہو اور کاروبار کرنے والے کے ساتھ یہ ٹھہرائے کہ نفع ایک تہائی یا نصف اس سے لے گا تو یہ ایک قسم کی شرکت ہے۔ اس کا نفع سود نہیں کیونکہ مدت وشرح معین نہیں۔ ارشادِ نبوی لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيْئَةِ (روایت نمبر ۲۱۷۸-۲۱۷۹) سے یہی مراد ہے۔

وَبِيْعُوْا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ: باب ۷۷ کی روایت نمبر ۲۱۷۵ میں كَيْفَ شِئْتُمْ جو آیا ہے، اس سے یہ مراد نہیں کہ بغیر شرعی حدود مدنظر رکھے سونے چاندی کے مبادلے میں کمی بیشی کی جیسی صورت بھی چاہو، اختیار کرلو۔ شرعی حدود واضح ہیں۔ مبادلہ اُدھار نہ ہو اور مبادلہ کمی بیشی سے نہ ہو۔
(بداية المجتهد، كتاب الصرف، جزء ۲ صفحہ ۱۴۶)

بَيْعُ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ يَدًا بِيَدٍ: باب ۸۱ کے عنوان میں الفاظ يَدًا بِيَدٍ دست بدست کا تعلق مبادلہ زر سے ہے، نہ مبادلہ اشیاء بالاشیاء سے۔ اس تعلق میں روایت نمبر ۲۱۷۵، ۲۱۷۸ بھی دیکھئے۔

رَخَّصَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا: حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی یہ الفاظ جو روایت نمبر ۲۱۸۴ میں بسند سالم منقول ہیں، یہی روایت نمبر ۲۱۷۳ نیز نمبر ۲۱۸۸ میں بسند نافع بھی آئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ عرایا کے بیع کی پہلے اجازت نہ تھی۔ بعد کو ضرورت پیش آنے پر اجازت دی گئی جو استثنائی صورت ہے اور یہ اجازت بھی غرباء ہی سے مخصوص ہے جو از قبیل صدقات ہے۔ **فِيْ خَمْسَةِ اَوْسُقٍ اَوْ دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ** یعنی پانچ وسق (ساٹھ صاع) یا اس سے کم تک عرایا کا پھل مبادلے میں لیا دیا جاسکتا ہے۔ اس بارہ میں ائمہ کے درمیان ایک اختلاف ہے جس کا تعلق مذکورہ بالا الفاظ کی تاویل سے ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے زیادہ مقدار میں عرایا کا مبادلہ درست نہیں۔ کیونکہ اس قدر اناج ایک کنبہ کی ضرورت کے لئے کافی ہوتا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ پانچ وسق اور امام شافعیؒ کے نزدیک پانچ وسق تک یعنی اس سے کم مقدار میں حسب ضرورت پھل پکنے سے قبل عرایا لئے دیئے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ اصلی حکم مزابنہ کی پابندی جہاں تک ممکن ہے ضروری ہے۔ امام شافعیؒ و امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت جابرؓ کی ایک اور روایت بسند محمد بن یحییٰ بن حبان بواسطہ واسع بن حبان نقل کی ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں: عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ اَذِنَ لِاَصْحَابِ الْعَرَايَا اَنْ يَّبِيْعُوْهَا بِخَرْصِهَا يَقُوْلُ الْوَسَقَ وَالْوَسَقَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ وَالْاَرْبَعَةَ. (مسند احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہؓ، جزء ۳ صفحہ ۳۶۰) یعنی حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آپؐ نے عرایا والوں کو اندازے پر بیچنے کی اجازت دی، یہ فرماتے سنا کہ ایک دو تین چار وسق مبادلے میں لئے دیئے جاسکتے ہیں۔ حضرت سہل بن ابی حثمہؓ کی روایت میں تین چار پانچ وسق بیان ہوئے ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۹۰-۴۹۱) (عمدۃ القاری جزء ۱۱ صفحہ ۳۰۳) عنوان باب ۸۴ کے ساتھ انہی کی روایت درج کی گئی ہے۔ اس روایت سے امام مالکؒ کے فتویٰ کی تائید ہوتی ہے کہ پانچ وسق مذکورہ بالا اجازت میں شامل ہیں۔ امام شافعیؒ کے فتویٰ میں احتیاط کا پہلو ملحوظ ہے اور مالکؒ کے فتویٰ میں زیادہ سے زیادہ ضرورت کا پورا کرنا مدنظر ہے جو کسی بڑے سے بڑے کنبے کے لئے یہ مقدار کافی ہوسکتی ہے۔ دونوں کا نقطہ نظر اپنی اپنی جگہ قابل قدر ہے۔

مزابنہ اور محاقلہ کے تعلق میں ملاحظہ ہو تشریح باب ۹۳۔

بَاب ٨٤: تَفْسِيْرُ الْعَرَايَا

عرایا کی تفسیر

وَقَالَ مَالِكٌ الْعَرِيَّةُ أَنْ يُّعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ النَّخْلَةَ ثُمَّ يَتَأَذَّى بِدُخُوْلِهِ عَلَيْهِ فَرُخِّصَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَهَا مِنْهُ بِتَمْرٍ. وَقَالَ ابْنُ إِدْرِيْسَ الْعَرِيَّةُ لَا تَكُوْنُ إِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ وَلَا تَكُوْنُ بِالْجِزَافِ. وَمِمَّا يُقَوِّيْهِ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ بِالْأَوْسُقِ الْمُوَسَّقَةِ. وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فِي حَدِيْثِهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانَتِ الْعَرَايَا أَنْ يُّعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي مَالِهِ النَّخْلَةَ وَالنَّخْلَتَيْنِ. وَقَالَ يَزِيْدُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ الْعَرَايَا نَخْلٌ كَانَتْ تُوْهَبُ لِلْمَسَاكِيْنِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ أَنْ يَّنْتَظِرُوْا بِهَا فَرُخِّصَ لَهُمْ أَنْ يَّبِيْعُوْهَا بِمَا شَاءُوْا مِنَ التَّمْرِ.

اور مالکؒ نے کہا کہ عریّہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی شخص کو کھجور کے درخت مفت دیدے۔ پھر وہاں اس کے آنے سے تکلیف محسوس کرے تو اُسے اجازت دی گئی ہے کہ وہ اس سے ان کو خشک کھجور کے بدلے خرید ے۔ اور (محمد) بن ادریس نے کہا: (عریہ کی بیع) جائز نہیں ہوتی مگر اسی وقت کہ اسے دست بدست کھجور کے بدلے ماپ کر مبادلہ کیا جائے۔ یعنی محض اندازے سے مبادلہ نہ ہو۔ اور حضرت سہل بن ابی حثمہؓ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ (انہوں نے کہا:) وسق سے ماپ تول کیا جائے۔ اور ابن اسحاق نے اپنی روایت نافع سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یوں نقل کیا ہے کہ عرایا یہ تھا کہ کوئی شخص اپنی جائیداد میں سے کھجور کا ایک یا دو درخت کسی شخص کو مستعار دے دیتا ہے۔ اور یزید نے سفیان بن حسین سے نقل کیا ہے کہ عرایا وہ کھجوروں کے درخت ہیں جو مسکینوں کو مفت دیئے جاتے اور وہ ان کی پختگی کا انتظار نہ کرتے اور انہیں اجازت دی گئی کہ وہ انہیں خشک کھجوروں کے بدلے میں جتنی مقدار سے چاہیں بیچ دیں۔

٢١٩٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مُوْسَى ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ

۲۱۹۲: محمد بن مقاتل نے ہم سے یہ بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا کہ موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے

زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلًا. قَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ وَالْعَرَايَا نَخَلَاتٌ مَّعْلُوْمَاتٌ تَأْتِيْهَا فَتَشْتَرِيْهَا.

حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کے بارے میں اجازت دی ہے کہ وہ اندازے سے ماپ کر بیچی جائیں۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا: اور عرایا معین کھجوروں کے درخت ہیں۔ جن کے خام پھلوں کا مبادلہ پختہ پھلوں سے تول کر کیا جائے۔

اطرافہ: ۲۱۷۳، ۲۱۸٤، ۲۱۸۸، ۲۳۸۰۔

بَاب ۸۵: بَيْعُ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا

پھلوں کی خرید وفروخت پیشتر اس سے کہ ان کی حالت نمایاں ہوجائے (یعنی پھلوں کے پختہ ہونے سے پہلے)

۲۱۹۳: وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَايَعُوْنَ الثِّمَارَ فَإِذَا جَدَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيْهِمْ قَالَ الْمُبْتَاعُ إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ أَصَابَهُ مَرَضٌ أَصَابَهُ قُشَامٌ عَاهَاتٌ يَحْتَجُّوْنَ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَثُرَتْ عِنْدَهُ الْخُصُوْمَةُ فِي ذٰلِكَ فَإِمَّا لَا فَلَا تَتَبَايَعُوْا حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُ

۲۱۹۳: اور لیث (بن سعد) نے ابوالزناد (عبداللہ بن ذکوان) سے نقل کیا ہے کہ عروہ بن زبیر بیان کرتے تھے کہ حضرت سہل بن ابی حثمہ انصاریؓ سے مروی ہے جو بنی حارثہ میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ان کو بتایا، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ پھلوں کی خرید وفروخت آپس میں کرتے تھے اور جب لوگ کٹائی میں مشغول ہوتے اور ان سے تقاضے ہوتے تو خریدار کہتا: پھل خراب اور کالا ہوگیا ہے، اس کو بیماری ہوگئی ہے، اسے کیڑا کھا گیا ہے، کئی بیماریوں کی حجتیں نکالتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس بارے میں جھگڑے آپؐ کے پاس بہت آنے لگے، فرمایا: اگر جھگڑے نہیں چھوڑتے تو تم آپس میں خرید وفروخت نہ کیا کرو تاوقتیکہ پھل کی حالت اچھی طرح ظاہر نہ ہوجائے۔ یہ آپؐ

الثَّمَرِ كَالْمَشُوْرَةِ يُشِيْرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُوْمَتِهِمْ وَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ يَكُنْ يَبِيْعُ ثِمَارَ أَرْضِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الثُّرَيَّا فَيَتَبَيَّنَ الْأَصْفَرُ مِنَ الْأَحْمَرِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ حَدَّثَنَا حَكَّامٌ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ عَنْ زَكَرِيَّاءَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ سَهْلٍ عَنْ زَيْدٍ.

نے بطور مشورہ فرمایا کیونکہ جھگڑے بہت ہو گئے تھے۔ خارجہ بن زید بن ثابت نے مجھے خبر دی کہ حضرت زید بن ثابتؓ اپنی زمین کے پھل اس وقت تک نہیں بیچتے تھے، جب تک کہ ثریا ستارہ طلوع نہ کرتا اور زردی اور سرخی نمایاں نہ ہو جاتی۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: علی بن بحر نے یہ روایت کی ہے، (کہا:) حکام (بن سلم رازی) نے ہم سے بیان کیا کہ عنبسہ (بن سعید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زکریا سے، زکریا نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے عروہ سے، عروہ نے حضرت سہلؓ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت زیدؓ (بن ثابت) سے۔

اطرافهُ: ٢١٧٣، ٢١٨٤، ٢١٨٨، ٢٣٨٠.

٢١٩٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ.

۲۱۹۴: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی خرید و فروخت سے اس وقت تک منع فرمایا ہے جب تک کہ ان کی حالت نمایاں نہ ہو جائے۔ بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا ہے۔

اطرافهُ: ١٤٨٦، ٢١٨٣، ٢١٩٩، ٢٢٤٧، ٢٢٤٩.

٢١٩٥: حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ تُبَاعَ

۲۱۹۵: (محمد) بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ (انہوں نے کہا) کہ ہم کو حمید طویل نے خبر دی۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ثَمَرَةُ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهُوَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ يَعْنِي حَتَّى تَحْمَرَّ.

کھجور کا پھل بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ پک نہ جائے۔ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا (کہ فقرہ حَتَّى تَزْهُوَ کا مطلب حَتَّى تَحْمَرَّ ہے) یعنی سرخ ہوجائے۔

اطرافه: ۱٤۸۸، ۲۱۹۷، ۲۱۹۸، ۲۲۰۸۔

٢١٩٦: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سَلِيْمِ بْنِ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتَّى تُشْقِحَ فَقِيْلَ وَمَا تُشْقِحُ قَالَ تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا.

۲۱۹۶: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحیٰی بن سعید نے ہمیں بتایا کہ سلیم بن حیان سے مروی ہے کہ سعید بن مینا نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے میں نے سنا۔انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل اس وقت تک بیچنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ رنگ نہ بدلے۔کہا گیا کہ تُشْقِحُ کے کیا معنے ہیں؟ کہا: وہ سرخ ہوجائے اور زرد ہوجائے اور کھایا جاسکے۔

اطرافه: ۱٤۸۷، ۲۱۸۹، ۲۳۸۱۔

بَاب ٨٦: بَيْعُ النَّخْلِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

کھجور کے درخت بیچنا قبل اس سے کہ اس کے پھل کی پختگی ظاہر ہوجائے

٢١٩٧: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا مُعَلَّى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا وَعَنِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهُوَ قِيْلَ وَمَا يَزْهُوَ قَالَ يَحْمَارُّ أَوْ يَصْفَارُّ.

۲۱۹۷: علی بن ہیثم نے مجھ سے بیان کیا کہ معلّٰی (بن منصور) نے ہمیں بتایا کہ ہشیم (بن بشیر) نے ہم سے بیان کیا کہ حمید نے ہمیں خبر دی، (کہا) کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتایا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے پھل بیچنے سے منع فرمایا تاوقتیکہ اس کی پختگی ظاہر ہوجائے اور کھجور کے درخت بیچنے سے منع فرمایا تاوقتیکہ وہ شوخ رنگ ہوجائے۔(حضرت انسؓ سے) پوچھا گیا کہ شوخ رنگ کا کیا مطلب؟ کہا: سرخ رنگ ہوجائے یا زرد۔

اطرافه: ۱٤۸۸، ۲۱۹۵، ۲۱۹۸، ۲۲۰۸۔

تشریح: **بَيْعُ الثِّمَارِ قَبْلَ أَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا**: امام موصوفؒ کو تین باب قائم کر کے اس قدر حوالہ جات کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ بیع مزابنہ اور محاقلہ کے بارے میں جس کا ذکر باب ۸۲ میں گزر چکا ہے، فقہاء نے سوال اُٹھایا ہے کہ درخت کا پھل پکنے اور فصل تیار ہونے سے پہلے بیچنے کی ممانعت کی صورت اور اس کے حدود کیا ہیں؟ آیا اس میں کسی قسم کی استثنائی صورت بھی ہے یا نہیں؟ اگر پھل پکنے سے قبل درخت کی بیع اس شرط پر ہو کہ وہ پھل چن لے گا تو ان کے نزدیک یہ بیع درست ہوگی۔ صحت بیع پر سب کا اجماع ہے اور اگر یہ شرط ہو کہ پھل درخت پر ہی رہے گا تو ایسی بیع بالاجماع باطل ہے۔ احناف کے نزدیک اگر شرط کے مطابق پھل توڑا نہیں گیا تو بیع صحیح ہوگی اور عدم ایفائے شرط کا گناہ مشتری پر ہوگا اور اگر بیع میں پھل توڑ لینے کی شرط نہیں تو پختگی سے پہلے ایسی بیع ناجائز ہے کیونکہ پکنے سے پہلے پھل ضائع ہونے کا احتمال ہے۔ جس سے مشتری کو نقصان پہنچنے اور جھگڑا پیدا ہونے کا امکان ہے۔ جمہور کے خلاف ابن ابی لیلیٰ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ نے عرایا کے سوا باقی پھلوں کی بیع خام ہونے کی حالت میں ناجائز قرار دی ہے۔ امام اوزاعیؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امامین ابو یوسفؒ و محمدؒ کے نزدیک جب پھلوں کی پختگی ظاہر ہونے لگے تو پھل بیچنا جائز ہے۔ (**بداية المجتهد، كتاب البيوع، الباب الثالث في البيوع المنهى عنها من قبل الغبن،** جزء ثانی صفحہ ۱۱۲) امام بخاریؒ بھی اسی طرف مائل ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ اُبِّرَتْ فَثَمَرُهَا لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ. یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کھجور کے ایسے درخت خریدے جنہیں پیوند کیا گیا ہو تو اس کا موجودہ پھل بائع کا ہوگا سوا اس کے کہ مشتری نے شرط ٹھہرا لی ہو کہ وہ لے گا۔ (باب ۹۰، روایت نمبر ۲۲۰۴)

وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ......: بیہقیؒ نے بسند یونس؛ حضرت زید بن ثابتؓ کی مذکورہ بالا روایت بحوالہ ابوالزناد نقل کی ہے۔ اسی طرح سعید بن منصورؒ، ابوداؤدؒ اور طحاویؒ نے بھی ☆

(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۹۸) (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲)

فَلَا تَتَبَايَعُوْا حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ كَالْمَشُوْرَةِ: علامہ طحاوی کا مذہب ہے کہ آپؐ کا یہ ارشاد بطور مشورہ ہے نہ ممانعت تحریمی۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۳) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ اس اَمر پر مبنی ہے کہ جھگڑوں کا دروازہ بند ہو۔ مشتری بعض وقت عذر کرنے لگ جاتا ہے کہ پھل میں کیڑا لگ گیا ہے یا وہ جھڑ گیا ہے۔ اس لئے آپؐ نے فرمایا کہ پھل کی پختگی ظاہر ہونے پر ہی خرید و فروخت کی جائے۔ یہ امر کہ مسئلہ معنونہ کے متعلق ائمہ کا اجماع ہے، امام ابن حجرؒ کو تسلیم نہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۹۸)

☆ (**سنن الكبرى للبيهقي، كتاب البيوع، باب الوقت الذى يحل فيه بيع الثمار،** جزء ۵ صفحہ ۳۰۱)
(**سنن ابو داؤد، كتاب البيوع، باب فى بيع الثمار قبل ان يبدو صلاحها**)
(**شرح معانى الآثار، كتاب البيوع، باب بيع الثمار قبل ان تتناهى،** جزء ۴ صفحہ ۲۸)

وَاَخْبَرَنِیْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ......: اس جملہ کا عطف فقرہ اَبُو الزِّنَادِ پر ہے۔یعنی ابوالزناد نے کہا کہ مجھے خارجہ بن زید نے بتایا۔ ثریا ستارہ موسم گرما کے شروع میں صبح کو نکلتا ہے جب حجاز میں گرمی تیز ہوتی ہے اور پھل پکنے شروع ہوتے ہیں اور ان میں پختگی نمایاں ہوجاتی ہے اور پھر بیماری کی وجہ سے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ثریا کا طلوع اہل حجاز کے نزدیک پختگی کی ایک علامت تھی۔اصل اعتبار پختگی ظاہر ہونے کا ہے۔جیسا کہ محولہ بالا روایت کے الفاظ **فَيَتَبَيَّنَ الْاَصْفَرُ مِنَ الْاَحْمَرِ** سے ظاہر ہے۔یعنی زردی سرخی سے نمایاں ہوجائے۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۴۹۹)

قَالَ اَبُوعَبْدِ اللّٰهِ رَوَاهُ عَلِيُّ ابْنُ بَحْرٍ: یہ علی بن بحرؒ امام بخاریؒ کے استاد ہیں اور قطان رازی کے نام سے مشہور ہیں۔**حَدَّثَنَا حَكَّامٌ......** حکام بن سلم بھی رازی ہیں۔عنبسہ نام کے دو شخص تھے۔ایک ابن سعید بن ضریس کوفی قاضی رہے۔یہ بھی رازی کہلاتے تھے۔صحیح بخاریؒ میں ان کی صرف یہی ایک روایت ہے اور دوسرے عنبسہ بن خالد ہیں۔ باجی صاحب کفایہ نے بحوالہ ابوداؤد عنبسہ بن سعید سے یہی روایت نقل کی ہے۔ جبکہ ابوداؤد نے عنبسہ بن خالد سے یہی روایت نقل کی ہے۔اس لئے انہیں نام سے غلط فہمی پیدا ہوئی ہے کہ یہ وہی قاضی عنبسہ ہیں، جن سے امام بخاریؒ نے روایت نقل کی ہے۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۰۰) امام موصوفؒ اس حوالہ سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ابوزنادؒ کا مذکورہ بالا قول غریب روایات میں سے نہیں۔جس کو ایک فرد رازی نے نقل کیا ہو اور وہ اس وجہ سے ناقابل اعتبار قرار دی جائے۔

نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ: روایت نمبر ۲۱۹۴ کے آخر میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بائع اور مشتری دونوں کو منع فرمایا کہ پھل پختہ ہونے سے پہلے لیا دیا جائے۔ بائع کو اس لئے کہ اپنے بھائی کا مال باطل طریق سے نہ کھائے اور مشتری کو اس لئے کہ اس کا مال ضائع نہ ہو۔اس روایت سے ظاہر ہے کہ پختگی ظاہر ہونے کے بعد پھل دار درختوں کی خرید وفروخت بغیر قید وشرط ہوسکتی ہے؛ اس سے قبل نہیں۔یعنی اس وقت اس شرط کی ضرورت نہیں کہ پھل درخت پر ہی رہے گا یا توڑا جائے گا۔امام مسلمؒ نے بھی نافعؒ کی مذکورہ بالا روایت نقل کی ہے۔اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: حَتّٰى يَاْمَنَ الْعَاهَةَ. ☆ یعنی بیماری سے محفوظ ہوجائے۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۰۰)

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي حَتّٰى تَحْمَرَّ: امام بخاریؒ کی اس مذکورہ بالا تفسیر کیلئے دیکھئے روایت ۲۱۹۷۔ جہاں حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہے کہ ان سے پوچھا گیا: وَمَا يَزْهُو؟ یعنی شوخ رنگ کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: يَحْمَارُّ اَوْ يَصْفَارُّ یعنی سرخ ہوجائے یا زرد۔بعض پھل پکنے پر سرخ ہوجاتے ہیں اور بعض زرد۔ زَهْوٌ کے معنے رنگ کا شوخ ہوجانا۔اسی سے يَزْهُو فعل مضارع ہے۔

☆ (مسلم، کتاب البیوع، باب النهی عن بیع الثمار قبل بدوّ صلاحها بغیر شرط القطع)

بَاب ۸۷

إِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ أَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ

اس بیان میں کہ اگر کوئی پھل بیچے قبل اس کے کہ اس کی صلاحیت نمایاں ہو
پھر اس پر کوئی آفت آ جائے تو وہ نقصان بیچنے والے کا ہوگا

۲۱۹۸: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ فَقِيْلَ لَهُ وَمَا تُزْهِي قَالَ حَتَّى تَحْمَرَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيْهِ.

۲۱۹۸: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ (امام) مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے حمید سے، حمید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کے بیچنے سے منع فرمایا ہے، تاوقتیکہ وہ شوخ رنگ نہ ہو جائیں۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ شوخ رنگ کیا ہے؟ فرمایا: یہاں تک کہ سرخ رنگ ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ پھل ہی روک دے تو تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال کس چیز کے بدلے لے گا۔

اطرافهُ: ١٤٨٨، ٢١٩٥، ٢١٩٧، ٢٢٠٨۔

۲۱۹۹: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ ثَمَرًا قَبْلَ أَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهُ ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ كَانَ مَا أَصَابَهُ عَلَى رَبِّهِ. أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَبَايَعُوا الثَّمَرَةَ حَتَّى يَبْدُوَ

۲۱۹۹: اور لیث نے کہا: یونس نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ایسا شخص پھل خریدے قبل اس کے کہ اس کی صلاحیت کی حالت نمایاں ہو اور پھر اس پر کوئی آفت آ جائے تو اس کے نقصان کی ذمہ داری اس کے مالک پر ہے۔ (ابن شہاب زہری نے کہا:) سالم بن عبداللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَاحُهَا وَلَا تَبِيْعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ.

نے فرمایا کہ پھل آپس میں نہ بیچا کرو تاوقتیکہ اس کی صلاحیت کی حالت ظاہر نہ ہو جائے اور خشک کھجور کے بدلے میں پھل (جو درخت پر ہے) نہ بیچو۔

اطرافہُ: ۱۴۸۶، ۲۱۸۳، ۲۱۹۴، ۲۲۴۷، ۲۲۴۹۔

تشریح: **أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ:** اس باب کے تحت روایت نمبر ۲۱۹۹ میں ابن شہاب کے جس قول کا حوالہ دیا گیا ہے، اس کے لئے باب ۸۲ روایت نمبر ۲۱۸۳ بھی دیکھئے۔ امام بخاریؒ اس حوالہ سے یہ امر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اگر پھل پکنے سے پہلے بیچے جائیں اور اس کے بعد بیماری وغیرہ سے نقصان ہو تو بیع قائم رہے گی اور نقصان کی تلافی کرنا بائع کے ذمہ ہوگا کہ اس نے ارشادِ نبویؐ کی نافرمانی کی۔

بَاب ۸۸: شِرَاءُ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ

اناج ایک وقت مقررہ کے لئے اُدھار پر خریدنا

۲۲۰۰: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ ابْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِّنْ يَهُوْدِيٍّ إِلَى أَجَلٍ فَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

۲۲۰۰: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم (نخعی) کے پاس ہم نے قرضے میں رہن رکھنے کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا: اس میں کوئی قباحت نہیں۔ پھر انہوں نے ہم سے حدیث بیان کی کہ اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ایک مقررہ وقت تک کے لئے غلہ خریدا اور اپنی زِرہ اس کے پاس رہن رکھی۔

اطرافہُ: ۲۰۶۸، ۲۰۹۶، ۲۲۵۱، ۲۲۵۲، ۲۳۸۶، ۲۵۰۹، ۲۵۱۳، ۲۹۱۶، ۴۴۶۷۔

تشریح: **شِرَاءُ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ:** اس باب کا مضمون باب ۱۴ روایت نمبر ۲۰۶۸، باب ۳۳ روایت نمبر ۲۰۹۶ میں گزر چکا ہے۔ وہاں فقرہ اِلَى اَجَلٍ کی جگہ نَسِيْئَةً (یعنی اُدھار پر) ہے اور ارشادِ نبویؐ سے یہی مراد ہے کہ اُدھار کی صورت میں بائع کے اطمینان کے لئے اس کے پاس رہن رکھا جا سکتا ہے۔ لین دین میں رہن کی صورت کے بارے میں کتاب السلم باب ۶ دیکھئے۔ یہاں بیع سلم کے بارے میں مسئلہ بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ بتانا مدنظر ہے کہ

اَناج کی خرید اس وعدہ پر ہو کہ قیمت فلاں وقت ادا کی جائے گی۔ امام شافعیؒ سے مذکورہ بالا یہودی کا نام ابوشحمہ مروی ہے[1]۔ نسائیؒ کی روایت میں تیس صاع جو کا ذکر ہے[2]۔ منڈیوں کا تجارتی کاروبار زمانہ جاہلیت میں یہود کے ہاتھوں میں تھا۔ شریعت اسلامیہ نے تجارت میں کوئی پابندی عائد نہیں کی کہ صرف مسلمانوں ہی سے لین دین ہو بلکہ ممانعت صرف دغا وفریب کرنے والے تاجر سے ہے، خواہ کوئی ہو۔

بَاب ٨٩: إِذَا أَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِّنْهُ

(اس بارہ میں کہ) جب کوئی کھجور کے بدلے میں ایسی کھجور لینا چاہے جو اس سے اچھی ہو

٢٢٠١-٢٢٠٢: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا قَالَ لَا وَاللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا.

۲۲۰۱-۲۲۰۲: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے عبدالمجید بن سہیل بن عبدالرحمٰن سے، عبدالمجید نے سعید بن مسیّب سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا محصل مقرر فرمایا اور وہ آپؐ کے پاس عمدہ قسم کی کھجوریں لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ اس نے کہا: نہیں۔ بخدا یا رسول اللہ! ہم اس کا ایک صاع دوسری کھجور کے دو صاع کے بدلے میں اور دو صاع تین صاع کے بدلے میں لیتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کیا کرو۔ ملی جلی اکٹھی کھجوریں درہم کے عوض فروخت کردیا کرو۔ پھر ان درہموں سے عمدہ کھجوریں خریدو۔

اطرافهُ: ٢٣٠٢-٢٣٠٣، ٤٢٤٤-٤٢٤٥، ٤٢٤٦-٤٢٤٧، ٧٣٥٠-٧٣٥١.

---

[1] (مسند الشافعی، کتاب الرهن، جزء اوّل صفحہ ۱۴۸)

[2] (سنن النسائی، کتاب البیوع، باب مبايعة أهل الكتاب)

تشریح: **اِذَا اَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِّنْهُ:** امام مسلمؒ نے جو روایت حضرت ابوسعیدؓ سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: فَقَالَ هٰذَا الرِّبَا فَرُدُّوْهُ. (مسلم، كتاب المساقاة، باب بيع الطعام مثلا بمثل) فرمایا: یہ سود ہے اسے لوٹا دو۔ ان الفاظ سے فسخ بیع کا استدلال کیا گیا ہے۔ مگر امام بخاریؒ کی مستند روایت میں یہ الفاظ نہیں۔ اس تعلق میں باب ۷۴، ۷۵ و ۸۲ دیکھئے، جہاں ایک ہی جنس کی اشیاء یا غیر جنس کی اشیاء کے باہمی مبادلے کا ذکر ہے۔ علاوہ ازیں کتاب الوکالۃ باب ۳ بھی دیکھئے۔

بَاب ۹۰: مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ أَوْ أَرْضًا مَّزْرُوْعَةً أَوْ بِإِجَارَةٍ

جو شخص ایسے کھجور کے درخت جو پیوند کئے گئے ہوں یا کاشت کردہ زمین بیچے یا ٹھیکہ پر دے

۲۲۰۳: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ لِي إِبْرَاهِيْمُ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يُخْبِرُ عَنْ نَّافِعٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ أَيُّمَا نَخْلٍ بِيْعَتْ قَدْ أُبِّرَتْ لَمْ يُذْكَرِ الثَّمَرُ فَالثَّمَرُ لِلَّذِي أَبَّرَهَا وَكَذٰلِكَ الْعَبْدُ وَالْحَرْثُ سَمَّى لَهُ نَافِعٌ هٰذِهِ الثَّلَاثَ.

۲۲۰۳: ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: ابراہیم (بن منذر) نے مجھ سے کہا: ہشام (بن سلیمان) نے ہمیں خبر دی۔ ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا۔ وہ نافع سے جو حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے، روایت کرتے ہوئے بتا رہے تھے۔ پیوند شدہ کھجور کا درخت جو بیچا جائے اور پھل کا ذکر نہ کیا جائے تو وہ پھل اس کا ہوگا جس نے اس کو پیوند کیا ہے اور اسی طرح غلام اور کھیت بھی۔ نافع نے (ابن جریج کی روایت میں) ان تینوں (یعنی کھجور کے درخت، غلام اور کھیتی) کا نام لیا تھا۔

اطرافهُ: ۲۲۰۴، ۲۲۰٦، ۲۳۷۹، ۲۷۱٦۔

۲۲۰٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

۲۲۰۴: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کھجور کے ایسے درخت فروخت کئے جن کے پھل پیوند کئے جا چکے ہوں، ان کا پھل بیچنے والے کا ہوگا بجز اس کے کہ خریدار شرط کر لے۔

اطرافهُ: ۲۲۰۳، ۲۲۰٦، ۲۳۷۹، ۲۷۱٦۔

تشریح. **مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ اُبِّرَتْ:** اَبَّرَ يُؤَبِّرُ تَأْبِيْرًا. نرکھجور کا مَور لے کر مادہ کھجور کے پھول میں رکھنا۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۵۰۷) عنوانِ باب میں دو مسئلوں کا ذکر ہے۔ اوّل پیوندی کھجور کے درخت یا کاشت شدہ زمین کی فروختگی اور دوسرا ان کو ٹھیکے پر دینا۔ اگر نخلستان پھل دار ہو یا کھیتی پکنے والی ہو تو ان کی بیع یا اجارہ داری کا عمل فصل کٹنے کے بعد شروع ہوگا۔ بجز اس کے یہ شرط ٹھہرا لی جائے کہ فصل مشتری یا اجارہ دار کی ہوگی اور بائع یہ شرط قبول کرلے۔ ورنہ شرط کا ذکر نہ ہونے کی صورت میں بائع حاصلات کا حق دار ہوگا۔

لَمْ يُذْكَرِ الثَّمَرُ: یعنی اگر بوقت بیع پھل یا کھیتی کی فصل کا ذکر نہ کرے تو اس صورت میں وہ بائع کے ہوں گے۔

وَكَذٰلِكَ الْعَبْدُ. اسی طرح غلام لونڈی بھی۔ اس فقرے سے اس حدیث کی طرف اشارہ ہے، جس میں آتا ہے: مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلْبَآئِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ. (ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء فی ابتياع النخل بعد التأبير والعبد وله مال) یعنی جو شخص صاحب جائیداد غلام یا کنیز کو فروخت کرے تو یہ جائیداد بائع کی ہوگی، بجز اس کے کہ مشتری اپنے لئے شرط ٹھہرا لے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لِيْ اِبْرَاهِيْمُ: ابراہیم سے مراد امام بخاریؒ کے شیخ ابن موسیٰ رازی ہیں اور ہشام بن یوسف صنعانی ابراہیم کے شیخ ہیں۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۵۰۸)

روایت نمبر ۲۲۰۳ میں امام بخاریؒ نے ابن جریجؒ کے جس قول کا حوالہ دیا ہے وہ موقوف ہے۔ اثنائے گفتگو میں مذکورہ بالا اشیاء کا تذکرہ ہوا ہے۔ امام موصوفؒ جہاں کہیں قَالَ کہہ کر اپنے کسی شیخ کی روایت کا حوالہ دیتے ہیں، وہاں بالعموم یہی صورت ہوتی ہے۔ اس سقم کا ازالہ روایت نمبر ۲۲۰۴ سے ہوجاتا ہے کہ نافع کی یہی روایت بسند حضرت عبداللہ بن عمرؓ مرفوعاً نقل کی گئی ہے۔ رویت نمبر ۲۲۰۶ بھی انہی سے بحوالہ لیث بن سعد مرفوعاً منقول ہے۔ غلام، لونڈی کے بارے میں بھی نافع ہی کی روایت ہے جو بقول بیہقی موقوف ہے۔☆ مگر امام بخاریؒ نے یہ بھی کتاب المساقاۃ باب ۱۷ روایت نمبر ۲۳۷۹ میں مرفوعاً نقل کی ہے۔ کھیتی سے متعلق نافعؒ کی روایت سوائے ابن جریج کے اور کسی راوی نے نقل نہیں کی اور ان کی یہ روایت موقوف ہے۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۵۰۸) (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۱)

جہاں تک مسائل معنونہ کا تعلق ہے، علامہ عینیؒ نے تفصیل سے فقہاء کے اختلافات کا ذکر کیا ہے جو طویل ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک پیوندی درختوں کا پھل اگر بوقت بیع عقد میں تصریح نہیں تو بائع کا ہوگا ورنہ مشتری کا۔ امام ابوحنیفہؒ نے پیوندی اور غیر پیوندی میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ دونوں قسم کی بیع یا اجارہ داری میں اگر شرط نہیں تو بائع کا حق ہوگا کہ وہ پختہ پھل یا فصل سمیٹ لے۔ جن فقہاء نے پیوندی اور غیر پیوندی میں فرق کیا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ کھجور کا پیوند بہت محنت چاہتا ہے۔ ایک ایک درخت کی تلاش کر کے نر درخت کا مَور مادہ درخت کے پھول میں ڈالا جاتا ہے۔ چونکہ یہ عمل تأبیر مالک کے لئے کیا گیا ہے، اس لئے عدم صراحت کی صورت میں وہی اس کا حق دار ہوگا۔ ابن ابی لیلیٰ نے مشتری

☆ (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب البيوع، باب ثمر الحائط يباع أصله، جزء۵صفحہ۲۹۸)

کا حق قرار دیا ہے قطع نظر اس کے کہ شرط ہو یا نہ ہو اور امام طحاویؒ نے محولہ بالا حدیث سے استنباط کیا ہے کہ پختگی ظاہر ہونے سے قبل باغ یا فصل کی بیع کی جاسکتی ہے☆۔ اسی طرح وہ ٹھیکے پر بھی دیئے جاسکتے ہیں۔ امام بیہقیؒ نے اس فتوے پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس امر سے متعلق صریح حکم وارد ہوا ہے، اسے اسی حد تک محدود رکھنا چاہیے۔ خصوصاً جبکہ اس بارے میں صریح ممانعت موجود ہو۔ علامہ عینیؒ نے اس تعلق میں استدلالاتِ اربعہ (عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص) سے عذر تلاش کر کے بیہقی کے اعتراض کو ردّ کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۲، ۱۳) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۰۸، ۵۰۹) غرض اس قسم کے فقہی اختلاف کے پیش نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

بَاب ۹۱ : بَيْعُ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلًا

غلے کو ماپ کر اس کے عوض کھڑی فصل بیچنا

۲۲۰۵ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ أَنْ يَّبِيْعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَ نَخْلًا بِتَمْرٍ كَيْلًا وَإِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَّبِيْعَهُ بِزَبِيْبٍ كَيْلًا وَإِنْ كَانَ زَرْعًا أَنْ يَّبِيْعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ وَنَهَى عَنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ.

۲۲۰۵: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے (اور مزابنہ یہ ہے) کہ کوئی اپنے باغ کا پھل بیچے۔ اگر کھجور کے درخت ہوں تو ان کی خام کھجوریں پختہ کھجوروں کے بدلے میں ماپ کر دی جائیں اور اگر وہ انگور کی بیلیں ہیں تو ان کا خام پھل، منقہ کو ماپ کر اس کے عوض بیچا جائے اور اگر کھڑی فصل ہو تو غلّہ کو ماپ کر اس کے عوض میں خریدی جائے اور آنحضرت ﷺ نے اس قسم کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

اطرافہُ: ۲۱۷۱، ۲۱۷۲، ۲۱۸۵۔

تشریح: **بَيْعُ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلًا**: فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شئے غیر معین ہو، اس کا معین شئے سے مبادلہ بصورت بیع جائز نہیں۔ اسی طرح خام پھل کا مبادلہ پختہ کے بدلے میں جمہور کے نزدیک درست نہیں۔ نہ برابر مقدار میں نہ کم وبیش۔ اس قسم کی خرید وفروخت میں نقصان کا احتمال ہے۔ ہر قسم علیحدہ بیچ کر دوسری قسم لی جائے۔ جیسا کہ اس سے متعلق باب ۸۲ کی تشریح میں بھی وضاحت گزر چکی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے خام فصل کی فروخت پختہ اجناس کے عوض جائز قرار دی ہے اور علامہ طحاویؒ نے اس جواز کے حق میں یہ دلیل دی ہے کہ خام پھلوں

☆ (شرح معانی الآثار، کتاب البیوع، باب بیع الثمار قبل ان تتناھی، جزء ۴ صفحہ ۲۶، ۲۷)

کے مبادلے میں بھی تو کمی بیشی کا احتمال ہے۔ کیونکہ نمی ہر تازہ پھل میں کم وبیش ہوتی ہے۔لیکن یہ ایک قسم کا دقیق احساس ہے کہ اس بناء پر اجازت کا فتویٰ صادر کرنا نص صریح کے خلاف اور قیاس مع الفارق ہے۔ایسا خفیف فرق قابل نظر انداز ہوتا ہے۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۵۰۹،۵۱۰)

بَاب ۹۲: بَيْعُ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ

کھجور کے درخت بیخ وبن سمیت بیچنا

۲۲۰۶: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا امْرِئٍ أَبَّرَ نَخْلًا ثُمَّ بَاعَ أَصْلَهَا فَلِلَّذِيْ أَبَّرَ ثَمَرُ النَّخْلِ إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

۲۲۰۶: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بھی کھجور کے درخت کے پھل پیوند کئے ہوں؛ پھر وہ کھجور بیخ وبن سمیت بیچ دے تو ایسی کھجوروں کا پھل اس شخص کا ہوگا جس نے پیوند کیا ہو؛ بجز اِس کے کہ خریدار (اس کی) شرط کرلے۔

اطرافہ: ۲۲۰۳، ۲۲۰۴، ۲۳۷۹، ۲۷۱۶۔

تشریح: بَيْعُ النَّخْلِ بِاَصْلِهِ: جمہور نے درختوں کی خرید وفروخت ان کے تنوں سمیت اور صرف پھل کی خرید وفروخت میں فرق ملحوظ رکھا ہے۔پہلی قسم کا سودا ان کے نزدیک جائز ہے؛خواہ پھل کچا ہی ہو اور دوسرا سودا بموجب نص صریح ناجائز۔تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۴صفحہ۵۱۰، عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۴۔

بَاب ۹۳: بَيْعُ الْمُخَاضَرَةِ

پھل یا کھیتی بیچنا جبکہ وہ ہری ہو

۲۲۰۷: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ

۲۲۰۷: اسحاق بن وہب (علاف واسطی) نے ہم سے بیان کیا کہ عمر بن یونس نے ہمیں بتایا، کہا: میرے باپ نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ اسحاق بن ابی طلحہ انصاری نے مجھے بتایا کہ حضرت انس بن مالک

قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُخَاضَرَةِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَالْمُزَابَنَةِ.

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مخاضرہ، ملامسہ، منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

۲۲۰۸: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ ثَمَرِ التَّمْرِ حَتَّى يَزْهُوَ فَقُلْنَا لِأَنَسٍ مَا زَهْوُهَا قَالَ تَحْمَرُّ وَتَصْفَرُّ أَرَأَيْتَ إِنْ مَّنَعَ اللهُ الثَّمَرَ بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ أَخِيْكَ.

۲۲۰۸: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حمید سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (پختہ کھجور کے بدلے میں) پھل (جو درخت پر ہو) بیچنے سے منع فرمایا ہے، تاوقتیکہ وہ شوخ رنگ کا نہ ہو جائے۔ ہم نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ اس کی شوخ رنگی سے کیا مطلب ہے؟ کہا: سرخ ہو جائے یا زرد ہو جائے۔ بھلا بتلاؤ تو سہی، اگر اللہ تعالیٰ اس کا پھل روک دے تو تو کس چیز کے بدلے میں اپنے بھائی کا مال لینا جائز سمجھے گا۔

اطرافہ: ۱٤۸۸، ۲۱۹۵، ۲۱۹۷، ۲۱۹۸۔

تشریح: بَيْعُ الْمُخَاضَرَةِ: مُخَاضَرَة مشتق ہے خَضَرَةٌ (یعنی ہرا پن سے) مُخَاضَرَة یعنی ہری فصل کی خرید وفروخت۔ مُحَاقَلَة مشتق ہے حَقْلٌ (یعنی کھیتی) سے۔ مُحَاقَلَة کے معنے ہیں خشک اناج کے عوض کھڑی فصل کی خرید وفروخت جبکہ دانہ ابھی بالیوں میں ہی ہو۔ امام مالکؒ کے نزدیک مُحَاقَلَة کے معنے ہیں: قابل کاشت زمین کا گندم وغیرہ کے عوض میں ٹھیکے پر دینا، جسے مُزَارَعَةٌ بھی کہتے ہیں۔ اس کی بحث آگے (کتاب المزارعة میں) آئے گی۔ احناف نے مُخَاضَرَة کی مطلق اجازت دی ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے اس شرط پر اس کی اجازت دی ہے کہ پختگی ظاہر ہو جائے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ہری فصل کی بیع جائز ہے بشرطیکہ وہ کاٹ لی جائے؛ یعنی چارہ وغیرہ کی۔ غرض ایسی فصل میں حاصلات وغیرہ کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کی بیع بھی از قسم مزابنہ ہے۔ ان کے نزدیک بادام، اخروٹ وغیرہ پھل کا بھی ناتمام حالت میں بیچنا ناجائز ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۱۱)

مزابنہ، منابذہ اور ملامسہ کے لئے تشریح باب ۶۲، ۶۳، ۸۲ بھی دیکھئے۔

بَاب ٩٤: بَيْعُ الْجُمَّارِ وَأَكْلُهُ

کھجور کا گابھا بیچنا اور اس کا کھانا

٢٢٠٩: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْكُلُ جُمَّارًا فَقَالَ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ كَالرَّجُلِ الْمُؤْمِنِ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَقُوْلَ هِيَ النَّخْلَةُ فَإِذَا أَنَا أَحْدَثُهُمْ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ.

۲۲۰۹: ابوالولید ہشام بن عبدالملک نے ہمیں بتایا۔ ابوعوانہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوبشر سے، ابوبشر نے مجاہد سے، مجاہد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور آپؐ کھجور کا گابھا کھا رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ہے، جس کی شان مومن مرد کی سی ہے۔ میں نے چاہا کہ میں کہوں: وہ کھجور ہے۔ مگر میں چونکہ ان سب میں سے کم سن تھا (اس لئے میں کہنے سے رُک گیا۔) تب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔

اطرافہ: ٦١، ٦٢، ٧٢، ١٣١، ٤٦٩٨، ٥٤٤٤، ٥٤٤٨، ٦١٢٢، ٦١٤٤۔

تشریح: بَيْعُ الْجُمَّارِ وَاَكْلُهُ: اس حدیث میں بیع کا ذکر نہیں۔ کیونکہ کھجور کا گابھا کچا ہونے کی حالت میں کھایا جاتا ہے اور ہر خوردنی شئے بیچی جاسکتی ہے؛ اس لئے باب بَيْعُ الْمُخَاضَرَة کے معاً بعد اس کا ذکر کر کے اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ایسی بیع مطلق جائز ہے۔ عنوانِ باب مصدر یہ ہے۔ جواز یا عدمِ جواز کا تعلق ملکی دستور سے ہے۔ روایت نمبر ۲۲۰۹ کی مزید تشریح کے لیے دیکھئے کتاب العلم روایت نمبر ۶۱، ۶۲۔

بَاب ۹۵

مَنْ أَجْرَى أَمْرَ الْأَمْصَارِ عَلَى مَا يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوْعِ وَالْإِجَارَةِ وَالْمِكْيَالِ وَالْوَزْنِ وَسُنَنِهِمْ عَلَى نِيَّاتِهِمْ وَمَذَاهِبِهِمُ الْمَشْهُوْرَةِ

(اس امر کے بیان میں کہ) جس نے معاملات بیع اجارہ، پیمانہ اور وزن اور ان کے طریقہ کاروبار میں ہر ملک کے دستور کے موافق ان کی نیتوں اور مشہور ومعروف رسم ورواج کے موافق فیصلہ کیا یعنی ان کی نیتوں اور ان کے مشہور مذہبوں کے مطابق

وَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْغَزَّالِيْنَ سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ {رِبْحًا☆} وَقَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ لَا بَأْسَ الْعَشَرَةُ بِأَحَدَ عَشَرَ وَيَأْخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهِنْدٍ خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ. وَقَالَ تَعَالَىٰ: وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:۷) وَاكْتَرَى الْحَسَنُ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مِرْدَاسٍ حِمَارًا فَقَالَ بِكَمْ قَالَ بِدَانَقَيْنِ فَرَكِبَهُ ثُمَّ جَاءَ مَرَّةً أُخْرَى فَقَالَ الْحِمَارَ الْحِمَارَ فَرَكِبَهُ وَلَمْ يُشَارِطْهُ فَبَعَثَ إِلَيْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ.

اور شریح نے سوت بیچنے والوں سے کہا: {منافع☆ کے بارہ میں} وہی طریق اختیار کرو جو تمہارے درمیان جاری ہے۔ اور عبدالوہاب (بن عبدالمجید) نے ایوب سے اور ایوب نے محمد (بن سیرین) سے (ان کا فتویٰ) نقل کیا ہے کہ دس کا مال گیارہ پر بیچنے میں کوئی قباحت نہیں اور مال پر جو خرچہ پڑا ہے، اس پر بھی نفع لے۔ اور نبی ﷺ نے (ابوسفیان کی بیوی) ہندہ سے کہا کہ تو (اپنے خاوند کے مال میں سے) اتنا خرچ لے لیا کر جتنا کہ تیرے لئے اور تیرے بچوں کے لئے دستور ملک کے مطابق کافی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو محتاج ہو، وہ دستور کے مطابق (یتیم کے مال میں سے) کھائے۔ اور حسن (بصری) نے عبداللہ بن مرداس سے ایک گدھا کرائے پر لیا تو انہوں نے پوچھا: کتنے پر؟ کہا: دو دانق۔ چنانچہ وہ اس پر سوار ہوئے۔ پھر دوسری بار آئے اور کہا کہ جلدی سے گدھا لاؤ۔ پھر گدھا لے کر اس پر سوار ہو گئے مگر کرایہ نہ چکایا اور آدھا درہم یعنی تین دانق اسے بھجوا دیئے۔

☆ لفظ "رِبْحًا" عمدۃ القاری کے مطابق ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

۲۲۱۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ حَجَمَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو طَيْبَةَ فَأَمَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُّخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ.

۲۲۱۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے حمید طویل سے، حمید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہا کہ ابوطیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک صاع کھجور دینے کے لئے فرمایا اور اس کے مالکوں سے فرمایا کہ اس کے محصول سے کچھ کم کر دیں۔

اطرافهُ: ۲۱۰۲، ۲۲۷۷، ۲۲۸۰، ۲۲۸۱، ٥٦٩٦۔

۲۲۱۱: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ هِنْدٌ أُمُّ مُعَاوِيَةَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَّالِهِ سِرًّا قَالَ خُذِيْ أَنْتِ وَبَنُوكِ مَا يَكْفِيْكِ بِالْمَعْرُوْفِ.

۲۲۱۱: ابونعیم (فضل بن دکین) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ہند نے جو معاویہ کی ماں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ابوسفیان بڑا کنجوس آدمی ہے۔ تو کیا اس صورت میں مجھ پر کوئی گناہ ہوگا کہ اس کے مال سے پوشیدہ طور پر کچھ لے لوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم اتنا مال لے لو جو ملکی دستور کے مطابق تجھے اور تیرے بیٹوں کو کافی ہو سکے۔

اطرافهُ: ۲٤٦۰، ۳۸۲٥، ٥۳٥۹، ٥۳٦٤، ٥۳۷۰، ٦٦٤۱، ۷۱٦۱، ۷۱۸۰۔

۲۲۱۲: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ ابْنَ فَرْقَدٍ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ

۲۲۱۲: اسحاق (بن منصور) نے مجھ سے بیان کیا کہ (عبداللہ) بن نمیر نے ہمیں بتایا کہ ہشام نے ہمیں خبر دی۔ اس کی دوسری سند یوں ہے: اور محمد بن سلام (بیکندی) نے مجھ سے بیان کیا، کہا کہ عثمان بن فرقد سے میں نے سنا۔ انہوں نے کہا: ہشام بن عروہ سے

عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ: وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:۷) أُنْزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيْمِ الَّذِي يُقِيْمُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ فَقِيْرًا أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوْفِ.

میں نے سنا۔ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا۔ وہ کہتی تھیں کہ آیت وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا .... یتیم کے اس سرپرست کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اس کا نگران ہو اور اس کی جائیداد کو اچھی حالت میں رکھتا ہو۔ اگر وہ محتاج ہو تو دستور کے مطابق اس سے کھا سکتا ہے۔

اطرافہ: ۲۷۶۵، ۴۵۷۵۔

تشریح: مَنْ اَجْرَى اَمْرَ الْاَمْصَارِ عَلَى مَا يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوْعِ وَالْاِجَارَةِ: معاملات بیع و شراء واجارہ وغیرہ سے متعلق ہر ایسا امر جس کے بارے میں شریعت کی طرف سے کوئی نص صریح نہیں، اس میں رواج کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ مثلاً یہ سوال کہ چاول تول کر لئے دیئے جائیں یا ماپ کر؟ شارع علیہ السلام کی طرف سے اس بارہ میں کوئی ہدایت نہیں۔ کسی جگہ تول سے بیچے جاتے ہیں اور کسی جگہ ٹوپے سے ماپ کر۔ یا مثلاً کہیں مبادلہ اشیاء بالاشیاء کا دستور ہے اور کہیں نقدی کے ذریعہ۔ تو ایسی صورت میں رواج پر عمل کیا جائے گا۔ یہ مفہوم ہے اس باب کا۔ عرفِ عام فقہ کے پانچ قواعد میں سے ایک مشہور قاعدہ ہے۔ عنوانِ باب میں عرفِ عام کی چند مثالیں دی گئی ہیں۔

سُنَّتُكُمْ بَيْنَكُمْ: پہلا حوالہ سوت بیچنے والوں کے جھگڑے سے متعلق ہے جو قاضی شریح کے پاس فیصلہ کے لئے لایا گیا۔ جب ان کو بتایا گیا کہ اس بارہ میں فلاں فلاں دستور ہے تو انہوں نے کہا کہ اسی دستور کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ سعید بن منصور نے محمد بن سیرینؒ کی سند سے مذکورہ بالا فیصلہ کا ذکر کیا ہے۔ سُنَّتَكُمْ اَیْ اَلْزِمُوْا سُنَّتَكُمْ یعنی اپنا طریق ہی اختیار کرو۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۱۳) (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۶)

لَا بَأْسَ الْعَشَرَةُ بِاَحَدَ عَشَرَ وَيَأْخُذُ لِلنَّفَقَةِ رِبْحًا: دوسرا حوالہ عبدالوہاب بن عبدالمجید کا ہے۔ یہ بھی محمد بن سیرین ہی سے مروی ہے۔ جسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ اگر ایک شئے دس دینار سے خریدی جائے اور گیارہ دینار سے بیچی جائے اور عرفِ عام میں نفع کی یہی نسبت رائج ہو تو یہ جائز ہوگا۔ کیونکہ تاجر کو اشیاء مہیا کرنے میں محنت کے علاوہ اخراجات بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں جو قیمت میں محسوب ہوں گے۔ امام مالکؒ ☆ نے بطور قاعدہ یہ فتویٰ دیا ہے کہ تاجر کسی پونجی کی قیمت کا اندازہ کرنے میں ہر اُس امر کو مدنظر رکھنے کا حق دار ہے جو براہِ راست اس کی قیمت پر اثر انداز ہو۔ مثلاً کپڑا رنگایا اور سلایا ہے، رنگائی اور سلائی کی اُجرت محسوب ہوگی۔ لیکن جو کپڑا اٹھا کرنے اور گٹھا بندھوانے میں تاجر کی مدد کرتا ہے، اس کی اجرت تاجر پر ہوگی نہ خریدار پر۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۱۳)

☆ (مؤطا امام مالک، کتاب البیوع، باب بیع المرابحة)

خُذِیْ مَا یَکْفِیْکِ وَوَلَدَکِ بِالْمَعْرُوْفِ: چوتھا حوالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا ہے جو زیر باب درج ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۲۲۱۱)

وَمَنْ کَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْکُلْ بِالْمَعْرُوْفِ: پانچواں حوالہ سورۂ نساء کی آیت ۷ کا ہے۔ جس میں اجازت دی گئی ہے کہ اگر یتیم کے سرپرست کی مالی حالت اچھی نہ ہو تو وہ اس کی جائیداد یا اس کے کاروبار کی نگرانی کا معاوضہ عرفِ عام کے مطابق لے سکتا ہے۔

فَرَکِبَهُ وَلَمْ یُشَارِطْهُ فَبَعَثَ اِلَیْهِ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ: چھٹا حوالہ حسن بصریؒ کا ہے کہ کسی جگہ جانے کے لئے انہوں نے گدھے والوں سے سواری کا گدھا کرائے پر لیا۔ پہلی دفعہ دو دانق ($\frac{1}{6}$ درہم) اُجرت ٹھہرائی اور دوسری دفعہ نہیں ٹھہرائی اور دستور کے مطابق سے ایک دانق زیادہ دے دیا۔ یہ حوالہ سعید بن منصور نے بسند ہشیم، یونس سے نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۱۴) (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۷)

زیر باب تین مستند روایتیں منقول ہیں جو عرفِ عام کا قاعدہ واضح کرتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطیبہ حجام کو پچھنے لگانے کی اُجرت ایک صاع کھجور دی۔ علاوہ ازیں اس کے ساتھ یہ سلوک فرمایا کہ اس کے مالکوں سے سفارش کی۔ اس سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ عرفِ عام کے مطابق جو عمل ہو، اس میں خوبی کا پہلو غالب ہونا چاہیے۔ یہ روایت نمبر ۲۱۰۲ میں گزر چکی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوطیبہ حجام سے اور امام بصریؒ کا گدھے والوں سے دوسری بار اُجرت کا فیصلہ کرنا باب ۱۹ میں مندرجہ ہدایات کے منافی نہیں بلکہ آپ نے معاملے میں سہولت کا پہلو اختیار فرمایا اور عرفِ عام کے دستور سے بڑھ کر سلوک کیا؛ جیسا کہ باب ۱۷، ۱۸ کا منشاء ہے؛ جس میں حسن سلوک اور اخلاقِ فاضلہ کی تلقین کی گئی ہے۔ اور مندرجہ بالا حوالہ جات کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ حسنہ پیش کرنے سے یہی بات ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ عرفِ عام پر عمل کرتے وقت اخلاقِ فاضلہ نظر انداز نہیں ہونے چاہئیں بلکہ خلق کریم کا نمونہ دِکھانا ضروری ہے۔

بَاب ٩٦: بَيْعُ الشَّرِيْكِ مِنْ شَرِيْكِهِ

شریک کا اپنے شریک سے خرید و فروخت کرنا

٢٢١٣: حَدَّثَنِي مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۲۱۳: محمود (بن غیلان) نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہمیں زہری سے خبر دی۔ زہری نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.

نے ہر ایسی جائیداد میں جو تقسیم نہ کی گئی ہو، شفعہ کا حق رکھا ہے؛ مگر جب حدّیں قائم ہو جائیں اور راستے الگ الگ کر دیئے جائیں، تب شفعہ کا حق نہ ہوگا۔

اطرافہ: ۲۲۱٤، ۲۲۵۷، ۲٤۹۵، ۲٤۹٦، ٦۹۷٦۔

تشریح: بَيْعُ الشَّرِيْكِ مِنْ شَرِيْكِهِ: شارحین کے نزدیک اس باب کا تعلق حق شفعہ سے ہے مگر شفعہ سے متعلق مسائل کے بارے میں الگ کتاب الشفعة صحیح بخاری میں موجود ہے۔ یہاں مطلق شراکت کا سوال ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشاد مندرجہ روایت نمبر ۲۲۱۳ کا تعلق بظاہر الفاظ اُس شفعہ سے ہے جس میں شرکاء کی ملکیت میں شراکت ہو۔ جیسا کہ الفاظ فِيْ كُلِّ مَالٍ لَّمْ يُقْسَمْ دلالت کرتے ہیں۔ جیسا کہ تجارتی کمپنیوں وغیرہ میں شراکت کی صورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی شریک اپنا حصہ بیچنا چاہے تو پہلا حق شرکاء کا ہوگا۔ (اس تعلق میں کتاب الشفعة روایت نمبر ۲۲۵۷ بھی دیکھئے) شراکت کی صورت میں محض قرب وجوار سے حق شفعہ پیدا نہیں ہوتا بلکہ شرکاء کا حق مقدم ہوتا ہے۔

بَاب ۹۷: بَيْعُ الْأَرْضِ وَالدُّوْرِ وَالْعُرُوْضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُوْمٍ

زمین اور مکان اور ایسے اسباب کا بیچنا جو مشترکہ استعمال میں ہوں اور تقسیم نہ کئے گئے ہوں

۲۲۱٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بِهٰذَا وَقَالَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ. تَابَعَهُ هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ.

۲۲۱۴: محمد بن محبوب نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، ابوسلمہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسے مال میں جو تقسیم نہ کیا گیا ہو، شفعہ کے حق کا فیصلہ فرمایا ہے۔ پس جب حد بندی ہو جائے اور راستے الگ الگ کر دیئے جائیں تو کوئی شفعہ نہیں۔ مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں یہی بتایا اور کہا: ہر اُس چیز میں جو تقسیم نہ کی گئی ہو۔ (عبدالواحد کے ساتھ) ہشام (بن یوسف) نے بھی اس حدیث کو معمر سے

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي كُلِّ مَالٍ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

روایت کیا۔عبدالرزاق (بن ہمام) نے (اپنی روایت میں) یہ الفاظ کہے: ہر مال میں۔(اور) اس کو عبدالرحمٰن بن اسحاق نے بھی زہری سے روایت کیا ہے۔

اطرافهُ: ۲۲۱۳، ۲۲۵۷، ۲۴۹۵، ۲۴۹۶، ۶۹۷۶۔

تشریح: **بَيْعُ الْاَرْضِ وَالدُّوْرِ وَالْعُرُوْضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُوْمٍ:** عنوانِ باب میں وضاحت کی گئی ہے کہ مال سے مراد غیر منقولہ جائیداد از قسم اراضی، مکانات اور دیگر املاک غیر تقسیم شدہ ہیں۔ منقولہ جائیداد میں جو قابل تقسیم ہے، حق شفعہ نہیں۔

الشُّفْعَةُ فِی كُلِّ مَالٍ لَّمْ يُقْسَمْ: لفظ مال کو عام ملکیت پر دلالت کرتا ہے مگر حدیث مذکورہ بالا میں جائیداد غیر منقولہ مراد ہے۔اس لئے عنوانِ باب میں لفظ اَلْعُرُوْض سے تشریح کی گئی ہے۔ عَرَض کے معنے عارضی استعمال کی اشیاء مثلاً برتن وغیرہ اثات البیت۔بعض نے منزلی اشیاء کو بھی شفعہ والی قرار دیا ہے مگر یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے۔(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۲)

حضرت جابرؓ کی روایت مندرجہ زیر باب کے لیے کتاب الشفعة روایت نمبر۲۲۵۷ بھی دیکھئے۔اس کے راوی متعدد ہیں۔بعض نے روایت میں فِیْ كُلِّ مَالٍ لَّمْ يُقْسَمْ اور بعض نے فِیْ كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ اور بعض نے فِیْ الْاَمْوَالِ مَا لَمْ تُقْسَمْ نقل کیا ہے۔اسی اختلاف لفظی کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے ہشام کی متابعت (دوسری سند) کا حوالہ دیا ہے؛ جس کی روایت کتاب الحیل، باب فی الهبة و الشفعة میں منقول ہے۔(دیکھئے روایت نمبر۶۹۷۶)

خطابی نے فَلَا شُفْعَةَ کے معنے لَا ضَرَرَ کئے ہیں کہ جب جائیداد تقسیم ہو کر ہر ایک شریک کی حدود قائم ہو جائیں تو کسی شریک کو نقصان کا احتمال نہیں رہتا۔نقصان تو شراکت کی وجہ سے ہوتا ہے جو شریک کو حق دیتی ہے کہ جسے چاہے بیچے مگر یہ درست نہیں، کیونکہ پڑوسی کو بھی شفعہ کا حق دیا گیا ہے۔ورنہ ایک بدکار شخص جائیداد خرید کر محلّہ کے اخلاق بگاڑنے کا سبب ہوسکتا ہے۔(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۲)

حق شفعہ کے بارے میں ائمہ کا اختلاف رائے ہے، جس کا ذکر کتاب الشفعة میں ہوگا۔اس تعلق میں عمدۃ القاری تشریح کتاب البیوع باب۹۶ (جزء۱۲صفحہ۲۰،۲۱) نیز کتاب الشفعة باب۲،۳ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب۹۸ : إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضِيَ

جب کوئی شخص کسی دوسرے کے لئے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خریدے اور وہ اسے پسند کر لے

۲۲۱۵: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ

۲۲۱۵: یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعاصم نے ہمیں بتایا۔ابن جریج نے ہمیں خبر دی۔

قَالَ أَخْبَرَنِي مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَرَجَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَمْشُوْنَ فَأَصَابَهُمُ الْمَطَرُ فَدَخَلُوْا {فِي غَارٍ☆} فِي جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ قَالَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ادْعُوا اللّٰهَ بِأَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوْهُ فَقَالَ أَحَدُهُمُ اللَّهُمَّ إِنِّي كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَرْعَى ثُمَّ أَجِيْءُ فَأَحْلُبُ فَأَجِيْءُ بِالْحِلَابِ فَآتِي بِهِ أَبَوَيَّ فَيَشْرَبَانِ ثُمَّ أَسْقِي الصِّبْيَةَ وَأَهْلِيْ وَامْرَأَتِي فَاحْتَبَسْتُ لَيْلَةً فَجِئْتُ فَإِذَا هُمَا نَائِمَانِ قَالَ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوْقِظَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَيَّ فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمَا حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ قَالَ فَفُرِجَ عَنْهُمْ وَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أُحِبُّ امْرَأَةً مِنْ

انہوں نے کہا کہ موسیٰ بن عقبہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: تین آدمی چلے جارہے تھے تو انہیں بارش نے آلیا اور وہ پہاڑ {کی ایک غار☆} میں داخل ہوگئے تو ایک پتھر (اس غار کے دہانے پر) آگرا۔ آپؐ نے فرمایا: انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ تم نے (اپنی زندگی میں) جو اچھے سے اچھا عمل کیا ہو، اس کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو۔ تب ان میں سے ایک نے کہا: اے میرے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے اور میں باہر جاتا، بکریاں چرایا کرتا۔ پھر جب میں آتا تھا تو دودھ دوہتا اور دودھ پہلے اپنے ماں باپ کے پاس لاتا اور وہ پیتے۔ پھر میں بچوں اور گھر والوں کو اور اپنی بیوی کو پلاتا اور ایک رات ایسا ہوا کہ مجھے دیر ہوگئی۔ جب آیا تو کیا دیکھتا ہوں، وہ دونوں سوئے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا: یہ میں نے گوارا نہ کیا کہ ان دونوں کو جگاؤں اور حالت یہ تھی کہ بچے میرے پاؤں کے پاس بھوک سے بلک رہے تھے۔ میں اسی حال میں کھڑا رہا اور وہ دونوں سوتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کی خاطر کیا تھا تو (اس پتھر کو) اتنا ہم سے ہٹا دے کہ ہم اس سے آسمان کو دیکھ لیں۔ آپؐ نے فرمایا: تب ان کے سامنے سے (غار کا منہ) کھل گیا اور دوسرے نے کہا: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں اپنی ایک چچازاد بہن سے محبت رکھتا تھا، اتنی

☆ الفاظ "فِیْ غَارٍ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۵۱۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَنَاتِ عَمِّي كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ فَقَالَتْ لَا تَنَالُ ذٰلِكَ مِنْهَا حَتَّى تُعْطِيَهَا مِائَةَ دِيْنَارٍ فَسَعَيْتُ فِيْهَا حَتَّى جَمَعْتُهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتِ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً قَالَ فَفَرَجَ عَنْهُمُ الثُّلُثَيْنِ وَقَالَ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيْرًا بِفَرَقٍ مِّنْ ذُرَةٍ فَأَعْطَيْتُهُ وَأَبَى ذٰلِكَ أَنْ يَّأْخُذَ فَعَمَدْتُ إِلَى ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ حَتَّى اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ أَعْطِنِي حَقِّي فَقُلْتُ انْطَلِقْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيْهَا فَإِنَّهَا لَكَ فَقَالَ أَتَسْتَهْزِئُ بِي قَالَ فَقُلْتُ مَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ وَلٰكِنَّهَا لَكَ اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فَكُشِفَ عَنْهُمْ.

شدید محبت جیسے کوئی مرد عورت سے رکھ سکتا ہے۔(جب ایک دن میں نے اس لڑکی سے اپنی خواہش کا اظہار کیا) تو اُس نے کہا کہ تو اپنی مطلوبہ غرض اس سے اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ تو ایک سو دینار اسے نہ دے۔ تب میں نے اس کیلئے کوشش کی یہاں تک کہ میں نے مطلوبہ رقم جمع کرلی۔ پھر جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو وہ بولی: اللہ سے ڈر اور اس مُہر کو جائز طریق کے بغیر نہ توڑ۔ تب میں کھڑا ہوگیا اور اسے چھوڑ دیا۔ پس اگر تو جانتا ہے کہ میں نے تیری رضا جوئی کیلئے یہ کام کیا تھا تو ہمارے نکلنے کا کچھ راستہ بنا دے۔ آپؐ نے فرمایا: چنانچہ دو تہائی حصہ غار کا کھل گیا۔ تیسرے نے کہا: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور کو تین صاع مکئی کے بدلے مزدوری پر لگایا۔ جب میں اسے مزدوری دینے لگا تو اُس نے (تھوڑی سمجھ کر) لینے سے انکار کر دیا۔ تب میں نے وہ تین صاع لئے اور انہیں بو دیا۔(اور خدا نے ان میں اتنی برکت ڈالی کہ) آخر میں نے اس (کی آمدنی) سے گائے، بیل اور ان کا چرواہا خرید لیا۔ پھر (ایک دن) وہ آیا اور کہنے لگا: بندۂ خدا میرا حق مجھے دیدے۔ میں نے کہا: ان گائے، بیل اور چرواہے کے پاس چلے جاؤ کیونکہ وہ تیرے ہیں۔ وہ کہنے لگا: کیا مجھ سے مذاق کرتے ہو؟ میں نے کہا: میں تم سے مذاق نہیں کرتا بلکہ وہ دراصل تمہارے ہی ہیں۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کیلئے کیا تھا تو ہم سے غار کا منہ کھول دے۔ چنانچہ (پتھر) ان سے اچھی طرح ہٹا۔(اور غار کا منہ کھل گیا۔)

اطرافہ: ۲۲۷۲، ۲۳۳۳، ۳۴۶۵، ۵۹۷۴۔

تشریح: اِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِغَيْرِهِ بِغَيْرِ اِذْنِهِ فَرَضِيَ: یہاں بھی امام بخاریؒ نے عنوانِ باب اِذَا شرطیہ سے قائم کر کے اس کا جواب محذوف کر دیا ہے۔ جمہور نے مذکورہ بالا روایت سے استدلال محض اس بناء پر جائز نہیں سمجھا کہ سابقہ شریعتیں اپنے زمانے کے لئے تھیں اور یہ ضروری نہیں کہ جس بات کی اجازت ان دِنوں کے مخصوص حالات کے مطابق دی گئی ہو، شریعت اسلامیہ میں بھی وہ جائز ہو۔ البتہ بعض فقہاء نے اس روایت سے استدلال اس لئے جائز قرار دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ فعل کو پسند فرمایا ہے کہ اُجرت بذریعہ زراعت بڑھائی گئی۔ چنانچہ اس مال میں جو کسی کے پاس بطور امانت ہو، اگر امین تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو امام مالکؒ، اوزاعیؒ، ثوریؒ، لیثؒ اور عطاء کے نزدیک نفع سے امین بھی فائدہ اُٹھا سکتا ہے، بشرطیکہ اصل پونجی امانت والے کو اَدا کر دی جائے۔ اوّل الذکر تین ائمہ نے پسند کیا ہے کہ ایسا نفع لینا امین کے لئے زیبا نہیں، بلکہ چاہیے کہ وہ صدقہ میں دے دیا جائے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک بھی امین کے لئے ایسا نفع لینا جائز نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ صدقہ میں دیدے۔ حضرت ابن عمرؓ اور ابوقلابہ کے نزدیک ایسا نفع قطعی طور پر مال والے کے لئے ہے۔ اور اسی کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ اور ابن بطالؒ وغیرہ نے فتویٰ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۵، ۲۶) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۱۷)

بَاب ۹۹: اَلشِّرَاءُ وَ الْبَيْعُ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ أَهْلِ الْحَرْبِ

مشرک وحربی کے ساتھ خرید وفروخت کرنا

۲۲۱۶: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيْلٌ بِغَنَمٍ يَسُوْقُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً أَوْ قَالَ أَمْ هِبَةً فَقَالَ لَا {بَلْ☆} بَيْعٌ فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً.

اطرافہ: ۲۶۱۸، ۵۳۸۲۔

۲۲۱۶: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ معتمر بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ابوعثمان سے، ابوعثمان نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اتنے میں ایک مشرک آدمی جو پراگندہ بال دراز قامت تھا، اپنی بکریوں کو ہانکتے ہوئے آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بیچنی ہیں یا عطیہ ہیں؟ (روای کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ) عطیہ فرمایا یا ہبہ۔ اس نے کہا: نہیں، بلکہ☆ بیچنی ہیں۔ تو آپؐ نے اس سے ایک بکری خریدی۔

☆ لفظ "بَلْ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۵۱۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: اَلشِّرَآءُ وَالْبَیْعُ مَعَ الْمُشْرِکِیْنَ وَاَھْلِ الْحَرْبِ: باب ۳۷ کے تحت ایام فتنہ وفساد میں ہتھیار کی خرید وفروخت کا مسئلہ گزر چکا ہے۔ غیر مسلموں سے تمدنی تعلقات قائم رکھنے کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے: لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ ط اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ○ اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْکُمْ مِنْ دِیَارِکُمْ وَظَاھَرُوْا عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ اَنْ تَوَلَّوْھُمْ ج وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (الممتحنہ: ۹،۱۰) اللہ تم کو ان لوگوں سے جو تم سے دینی اختلاف سے نہیں لڑے اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، نیکی اور عدل کا سلوک کرنے سے نہیں روکتا۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور تم کو صرف ان لوگوں سے دوستانہ تعلقات رکھنے سے روکتا ہے، جنہوں نے تم سے دینی اختلاف کی وجہ سے جنگ کی اور تم کو گھروں سے نکالا؛ یا تمہارے نکالنے پر تمہارے دشمنوں کی مدد کی اور جو لوگ بھی ایسے لوگوں سے دوستی رکھیں گے، وہ ظالم ہیں۔

یہ باب عرفِ عام کے تسلسل میں ہے جو باب ۹۵ سے شروع ہے۔ بعض شارحین نے تمدنی تعلقات کے تعلق میں مشرکین سے ہدیہ یا ہبہ قبول کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں سوال اُٹھایا ہے اور یہ کہ آیا جس کی کمائی ناجائز یا مشتبہ ہو، اس کا ہدیہ وغیرہ قبول کرنا یا اس سے لین دین کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۷، ۲۸) یہ مسائل اس وقت زیر بحث نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے بکریوں والے سے بطور ملاطفت وموانست بات کی اور اس سے خریدا۔ اس تعلق میں مزید دیکھئے بخاری، کتاب الھبۃ، روایت نمبر ۲۶۱۸۔ جہاں صراحت ہے کہ آنحضرت ﷺ کسی کارروائی کی غرض سے بحالت سفر تھے، جب مذکورہ بالا واقعہ پیش آیا۔ اس لئے عنوانِ باب میں مشرکین اور حربی کفار کا ذکر کیا گیا ہے۔

بخاری کے بعض نسخوں میں بغیر واوِ عاطفہ کے عنوان یوں ہے: مَعَ الْمُشْرِکِیْنَ اَھْلِ الْحَرْبِ۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۶) اس عنوان سے بھی یہی بات نمایاں کی گئی ہے کہ آپؐ اس وقت دارالحرب میں تھے۔ باوجود اس کے جن لوگوں کا تعلق جنگ سے نہ تھا، آپؐ نے ان سے معاملہ کیا۔ علامہ بدرالدین عینیؒ نے اپنی شرح میں تفصیل سے مختلف فتووں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عیسائیوں اور مشرک بادشاہوں وغیرہ سے ہدیے قبول فرمائے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۷)

بَاب ۱۰۰: شِرَاءُ الْمَمْلُوْكِ مِنَ الْحَرْبِيِّ وَهِبَتُهُ وَعِتْقُهُ

حربی (کافر) سے غلام، لونڈی خریدنا اور اسے ہبہ کرنا اور آزاد کرنا

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَلْمَانَ كَاتِبْ وَكَانَ حُرًّا فَظَلَمُوْهُ وَبَاعُوْهُ وَسُبِيَ عَمَّارٌ وَصُهَيْبٌ وَبِلَالٌ. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ (فارسی) سے فرمایا: اپنی آزادی کی تحریر لکھوا لیں، اگرچہ وہ آزاد تھے مگر لوگوں نے اُن پر ظلم کیا اور اُن کو بیچ دیا۔ اور حضرت عمارؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت بلالؓ قید کر لئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ

عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴿۷۲﴾ (النحل: ۷۲)

نے فرمایا ہے: اللہ نے رزق میں تم میں سے بعض کو بعض پر برتری عطا کی ہے۔ اور جن لوگوں کو بڑھ کر دیا گیا ہے، وہ اپنا رزق کسی صورت میں بھی ان کے حوالے کرنے والے نہیں ہیں، جن پر ان کے داہنے ہاتھ قابض ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ اس میں برابر کے حصہ دار ہو جائیں تو کیا پھر وہ اللہ کی نعمت کا ہی انکار کرتے ہیں۔

۲۲۱۷: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَاجَرَ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةَ فَدَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيْهَا مَلِكٌ مِنَ الْمُلُوْكِ أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيْلَ دَخَلَ إِبْرَاهِيْمُ بِامْرَأَةٍ هِيَ مِنْ أَحْسَنِ النِّسَاءِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ يَّا إِبْرَاهِيْمُ مَنْ هَذِهِ الَّتِي مَعَكَ قَالَ أُخْتِي ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ لَا تُكَذِّبِيْ حَدِيْثِي فَإِنِّي أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكِ أُخْتِي وَاللّٰهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مِنْ مُّؤْمِنٍ غَيْرِيْ وَغَيْرُكِ فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّيْ فَقَالَتِ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِيْ إِلَّا

۲۲۱۷: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ (انہوں نے کہا:) ابوالزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کو ساتھ لے کر ہجرت کی تو وہ ان کے ساتھ ایک بستی میں داخل ہوئے۔ وہاں بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ یا (راوی نے یہ کہا کہ) جابروں میں سے ایک جابر رہتا تھا۔ اسے بتایا گیا کہ حضرت ابراہیمؑ ایک عورت لے کر آئے ہیں جو نہایت حسین ہے تو بادشاہ نے حضرت ابراہیمؑ سے دریافت کرایا کہ یہ عورت جو تمہارے ساتھ ہے کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: میری بہن۔ پھر حضرت ابراہیمؑ حضرت سارہؓ کے پاس لَوٹ آئے اور کہا: میری بات کو نہ جھٹلانا کیونکہ میں نے ان کو بتایا ہے کہ آپ میری بہن ہیں۔ بخدا زمین پر میرے اور آپ کے سوا اور کوئی مومن نہیں اور انہوں نے حضرت سارہ کو اس کے پاس بھیج دیا۔ وہ بادشاہ حضرت سارہ کے پاس آیا اور وہ اُٹھیں اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگیں اور دُعا کی کہ اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی

عَلَى زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ قَالَ الْأَعْرَجُ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَتِ اللَّهُمَّ إِنْ يَّمُتْ يُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ فَأُرْسِلَ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّيْ وَتَقُوْلُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِيْ إِلَّا عَلَى زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الْكَافِرَ فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَالَتِ اللَّهُمَّ إِنْ يَّمُتْ فَيُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ فَأُرْسِلَ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ فَقَالَ وَاللهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا ارْجِعُوْهَا إِلَى إِبْرَاهِيْمَ وَأَعْطُوْهَا آجَرَ فَرَجَعَتْ إِلَى إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَتْ أَشَعَرْتَ أَنَّ اللهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيْدَةً.

ہوں اور خاوند کے سوا اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا ہے تو تُو کافر کو مجھ پر قابو نہ دے۔ اس پر وہ پکڑ میں آ گیا اور بیہوش ہوکر خراٹے لینے لگا اور زمین پر پاؤں مارنے لگا۔ اعرج نے کہا کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا: حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ حضرت سارہ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مرگیا تو کہا جائے گا کہ اس عورت نے اس کو مار ڈالا ہے۔ تب اس کی غشی دور کر دی گئی۔ پھر وہ اُٹھ کر ان کے پاس گیا اور وہ اُٹھیں اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگیں اور دُعا کرتی تھیں کہ اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنے خاوند کے سوا اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا ہے تو تو اس کافر کو مجھ پر قابو نہ دے۔ چنانچہ وہ دوبارہ پکڑا گیا اور بیہوش ہو کر خراٹے لینے لگا، اور حالت یہ تھی کہ اپنا پاؤں زمین پر مارتا تھا۔ عبدالرحمٰن نے کہا: ابوسلمہ کہتے تھے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ حضرت سارہ دعا کرنے لگیں کہ اے اللہ! اگر یہ مرگیا تو کہا جائے گا کہ اس کو اس عورت نے قتل کر دیا ہے۔ دوسری بار بھی اسے چھوڑ دیا گیا یا تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا۔ تب (جابر بادشاہ) کہنے لگا: بخدا تم لوگوں نے میرے پاس شیطان کو بھیجا ہے۔ اسے ابراہیمؑ کے پاس واپس بھیج دو اور اس کو آجر (یعنی حضرت ہاجرہ) دے دو۔ چنانچہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس آئیں اور کہنے لگیں: آپؑ کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو خوار کیا اور ایک کنیز بھی بطور خادمہ دی۔

اطرافهُ: ۲٦۳۵، ۳۳۵۷، ۳۳۵۸، ۵۰۸٤، ٦۹۵۰.

۲۲۱۸: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ

۲۲۱۸: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ

رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتِ اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِي غُلَامٍ فَقَالَ سَعْدٌ هَذَا يَا رَسُوْلَ اللهِ ابْنُ أَخِي عُتْبَةَ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ انْظُرْ إِلَى شَبَهِهِ. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ هَذَا أَخِي يَا رَسُوْلَ اللهِ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيْدَتِهِ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَبَهِهِ فَرَأَى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ فَقَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَاحْتَجِبِيْ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ فَلَمْ تَرَهُ سَوْدَةُ قَطُّ.

سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ اور عبد بن زمعہ ایک لڑکے کے بارے میں جھگڑے۔ سعدؓ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے۔ اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔ آپؐ اس کی شکل دیکھیں اور عبد بن زمعہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کے بچھونے پر اُن کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شکل دیکھی تو عتبہ سے کھلی مشابہت پائی اور فرمایا: عبد! وہ تمہارا ہے۔ بچہ اُس کا ہوتا ہے جس کے بچھونے پر پیدا ہو اور بدکار کے لئے پتھر ہیں۔ اے سودہ بنت زمعہ! اس سے پردہ کیا کرو۔ چنانچہ حضرت سودہؓ نے پھر اُسے کبھی نہیں دیکھا۔

اطرافہ: ۲۰۵۳، ۲۴۲۱، ۲۵۳۳، ۲۷۴۵، ۴۳۰۳، ۶۷۴۹، ۶۷۶۵، ۶۸۱۷، ۷۱۸۲۔

۲۲۱۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لِصُهَيْبٍ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَدَّعِ إِلَى غَيْرِ أَبِيْكَ فَقَالَ صُهَيْبٌ مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا وَأَنِّي قُلْتُ ذَلِكَ وَلَكِنِّي سُرِقْتُ وَأَنَا صَبِيٌّ.

۲۲۱۹: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا۔ غندر نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سعد (بن ابراہیم) سے، سعد نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے صہیبؓ سے کہا: اللہ کی ناراضگی سے بچو اور اپنے ماں باپ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب نہ ہو۔ حضرت صہیبؓ نے کہا: مجھے ایسی بات کہنے میں کوئی خوشی نہیں، خواہ مجھے کتنا ہی مال ملے۔ بات دراصل یہ ہے کہ مجھے بچپن میں (رومی لوگ) چُرا لے گئے تھے۔

۲۲۲۰: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ

۲۲۲۰: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے زُہری سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے

ابْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ أُمُوْرًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ أَوْ أَتَحَنَّتُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صِلَةٍ وَعَتَاقَةٍ وَصَدَقَةٍ هَلْ لِّي فِيْهَا أَجْرٌ قَالَ حَكِيْمٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ.

اطرافہُ: ١٤٣٦، ٢٥٣٨، ٥٩٩٢.

کہا کہ عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا کہ حضرت حکیم بن حزامؓ نے ان کوخبر دی کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ مجھے ان کاموں کے متعلق بتائیے، جنہیں میں زمانہ جاہلیت میں نیکی کی خاطر کیا کرتا تھا۔ (راوی کہتا ہے کہ حضرت حکیم بن حزامؓ نے الفاظ) کُنْتُ أَتَحَنَّثُ کہے تھے یا أَتَحَنَّتُ بِهَا کہے۔ یعنی صلہ رحمی، غلاموں کی آزادی اور صدقہ وخیرات؛ کیا ان کا مجھے ثواب ملے گا۔ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپؐ ان نیکیوں کی وجہ سے اسلام لائے ہیں جو آپؐ پہلے کر چکے ہیں۔

تشریح: **وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِسَلْمَانَ كَاتِبْ:** عنوانِ باب میں کئی ایک حوالے دیئے گئے ہیں۔ پہلا حوالہ ارشادِ نبویؐ کا ہے جو امام احمد بن حنبلؒ اور طبرانی نے محمود بن لبید سے، انہوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے موصولاً نقل کیا ہے۔ انہوں نے اپنے متعلق بتایا ہے کہ وہ ایک ایرانی آزاد گھرانے سے تھے۔ بنی کلب کے تاجروں نے انہیں پکڑ لیا اور وادی القریٰ کے ایک یہودی کے پاس فروخت کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر انہوں نے تین صد کھجور کے پودوں اور چالیس اوقیہ کے عوض میں اپنی آزادی حاصل کرنے کی غرض سے تحریر لکھی۔

(مسند احمد بن حنبل جزء۵ صفحہ۴۴۱) (فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۱۹)

(المعجم الكبير للطبراني، ماروى ابن عباس عن سلمانؓ، روایت نمبر ۶۰۶۵ جزء۶ صفحہ۲۲۲)

وَسُبِيَ عَمَّارٌ وَصُهَيْبٌ وَبِلَالٌ: دوسرا حوالہ حضرت عمار بن یاسرؓ سے متعلق ہے۔ ان کے والد عربی النسل عنسی قبیلہ سے تھے اور بنو مخزوم کے حلیف تھے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کی اور بنی مخزوم کے ہاں ہی حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا سے ان کی شادی ہوئی جو بنی مخزوم کے موالی میں سے تھیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عمارؓ سے اس بناء پر غلاموں والا سلوک کیا گیا کہ ان کی ماں لونڈیوں میں سے تھیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۲۰)

حضرت صہیبؓ بھی دراصل عربی النسل نمر بن قاسط موصلی کے خاندان سے تھے جو کسریٰ کے کارکن تھے۔ دورانِ جنگ رومیوں نے انہیں قید کر لیا جبکہ وہ ابھی بچے ہی تھے۔ ان کے لب ولہجہ میں عجمی اثر غالب تھا۔ اپنے غلام یحنس کو یاناس پکارتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ ان سے کہا کہ تین باتیں تمہاری اوپری ہیں؛ جن کی وجہ سے تم عجمی معلوم دیتے ہو۔ اپنی کنیت ابو یحییٰ رکھی ہے، نمر بن قاسط کے خاندان میں سے ہونے کا دعویٰ ہے اور کچھ بچاتے نہیں سب خرچ کر دیتے ہو۔ تو انہوں نے اپنی قید کا قصہ سنایا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: خِيَارُكُمْ مَّنْ اَطْعَمَ الطَّعَامَ. تم سے وہی اچھے ہیں جو کھانا کھلائیں۔ اور اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے: وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ. (سبا: ۴۰) یعنی جو تم خرچ

کرو تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اور دے گا۔ حضرت صہیبؓ بھاگ کر مکہ مکرمہ میں آئے اور عبداللہ بن جدعان کے حلیف بنے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ابن جدعان نے ان کو رومیوں سے خریدا تھا۔
(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۹، ۳۳) (فتح الباری جزء۴صفحہ۵۲۰، ۵۲۱)

چوتھا حوالہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا دیا گیا ہے جو حبشی النسل تھے۔ یہ ابوجہل اور امیہ بن خلف کے مشترکہ غلام تھے۔ ابوجہل کے بعض یتیموں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جب ان پر اسلام قبول کرنے کی وجہ سے سختی کی گئی تو ایذاء دہی انتہاء تک پہنچ گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی مصیبت برداشت نہ کر سکے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۵۲۰)

فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلَى مَامَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَ آءٌ: عنوانِ باب میں سورۃ النحل کی آیت ۷۲ کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ ابن منیرؒ کی رائے میں یہ حوالہ اس غرض سے دیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو نعمت کسی کو عطا کی ہو اور اس کا اسے مالک قرار دیا ہو؛ وہ اس میں پورا تصرف کر سکتا ہے۔ اس حوالہ سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ مذہبی اختلاف کے بہانے سے کسی مالک کو خواہ کافر ہو یا مشرک، اس کے حقوقِ ملکیت سے محروم کر دے۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۵۲۰)

اَخْدَمَ وَلِيْدَةً: زیر باب چار روایتیں منقول ہیں۔ پہلی روایت (نمبر۲۲۱۷) میں مشرک وکافر کی طرف سے حضرت ہاجرہ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بطور ہدیہ ملنا مذکور ہے۔ ان واقعات سے صحت ہبہ وہدیہ کے بارے میں استدلال کیا گیا ہے[1]

اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ .... وَاحْتَجِبِيْ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ: دوسری روایت (نمبر۲۲۱۸) میں آنحضرت ﷺ کے ایک فیصلے کا ذکر ہے جس کی رُو سے وہ لڑکا عبد بن زمعہ کو ملا کیونکہ ان کے والد زمعہ کے گھر اُن کی لونڈی سے پیدا ہوا[2]

سُرِقْتُ وَأَنَا صَبِيٌّ: تیسری روایت (نمبر۲۲۱۹) میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی گرفتاری اور بیع اور آزادی کا واقعہ اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ واقعہ بھی صحت ملکیت پر دلالت کرتا ہے۔

اَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ: چوتھی روایت میں حضرت حکیم بن حزامؓ کا واقعہ مذکور ہے۔ اس سے بھی بحالت شرک صحت ملکیت (یعنی آزاد کرنے) کا استدلال ہوتا ہے۔

---

[1] آنحضرت ﷺ نے گذشتہ امتوں کے بعض واقعات لے کر ان سے نہایت مفید ولطیف استدلال کیے ہیں (جیسے غار والوں کا واقعہ وغیرہ) ان واقعات کی اصلیت وتفاصیل سے آپؐ کا متفق ہونا محض کسی واقعہ کے بیان سے مستلزم نہیں ہے اور اگر غور کیا جائے تو اس واقعہ کی اندرونی شہادتیں اس کی صحت پر سوالیہ نشان بن کر غلط تصورات کی بیخ کنی کرتی ہیں۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کا حضرت سارہ کو بہن کہنا بادشاہ سے کیسے بچا سکتا تھا اور عملاً اس توریہ کا کیا فائدہ ہوا۔ نیز اس واقعہ کے مطابق حضرت سارہ کا ایمان باللہ اور یقین ومعرفت خدا کے نبی حضرت ابراہیمؑ سے بڑھ کر دکھایا گیا ہے اور عملاً ایک نبی تو نشان نہ دکھا سکا لیکن اُس کی بیوی نے نشان دکھایا اور اس پر مستزاد یہ کہ جو نشان حضرت سارہ نے دکھایا، اس کا انعام ان کو نہیں بلکہ اُن کے خاوند کو ایک لونڈی کے طور پر ملا اور انہیں سوتن کا تحفہ ملا۔ پس واقعہ کے مندرجات بذاتِ خود اس کی صحتِ لفظی کی قلعی کھول رہے ہیں۔ (از مرتب)

[2] اس طرح یہ دائمی اصول قرار پایا کہ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ۔ تاہم اس کی مشابہت سے ثابت ہوا کہ وہ درحقیقت عتبہ کا بیٹا ہے۔ اس لیے آپؐ نے حضرت سودہؓ بنت زمعہ کو اس سے پردہ کا حکم دیا۔ (از مرتب)

یہ چاروں روایتیں اس خیال کی تائید میں پیش کی گئی ہیں کہ شرک یا کفر سے حق ملکیت باطل نہیں ہوتی بلکہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ان کے نیک اعمال جو بحالت شرک بجالاتے تھے، مقبول ہوئے اور وہ اسی لئے اسلام سے بہرہ اندوز ہوئے۔ یہ روایت کتاب الزکاۃ زیر باب ۲۴ روایت نمبر ۱۴۳۶ میں بھی دیکھئے۔ نیز اس تعلق میں کتاب الھبة، باب ۲۸، ۲۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۰۱: جُلُوْدُ الْمَيْتَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْبَغَ

مردار جانوروں کی کھالیں قبل اس کے کہ ان کی دباغت کی جائے

۲۲۲۱: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَاللهِ بْنَ عَبْدِاللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَاللهِ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ فَقَالَ هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِإِهَابِهَا قَالُوْا إِنَّهَا مَيِّتَةٌ قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا.

۲۲۲۱: زُہیر بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ یعقوب بن ابراہیم نے ہمیں بتایا، کہا کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ صالح (بن کیسان) سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: ابن شہاب نے مجھ سے بیان کیا کہ عبیداللہ بن عبداللہ نے ان کو خبر دی، (کہا:) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردہ بکری کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کی کھال سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟ انہوں نے کہا کہ وہ تو مردار ہے۔ آپ نے فرمایا: صرف اس کا کھانا ہی حرام ہے۔

اطرافه: ۱٤۹۲، ۵۵۳۱، ۵۵۳۲.

تشریح: جُلُوْدُ الْمَيْتَةِ قَبْلَ اَنْ تُدْبَغَ: زیر باب روایت (نمبر ۲۲۲۱) میں بظاہر چمڑوں کی بیع کا ذکر نہیں۔ امام موصوفؒ نے یہ استنباط قاعدہ کلیہ سے کیا ہے: كُلُّ مَا يُنْتَفَعُ بِهِ يَصِحُّ بَيْعُهُ۔ ہر کارآمد شئے کی بیع درست ہے۔ یہی مذہب زہریؒ کا ہے، جسے امام موصوفؒ نے اختیار کیا ہے۔

(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۲۲) (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۳۴)

بَاب ۱۰۲: قَتْلُ الْخِنْزِيْرِ

خنزیر کا قتل

وَقَالَ جَابِرٌ حَرَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَ الْخِنْزِيْرِ.

اور حضرت جابرؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خنزیر کی خرید و فروخت حرام قرار دی ہے۔

۲۲۲۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَيُوْشِكَنَّ أَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ.

اطرافهُ: ۲٤۷٦، ۳٤٤۸، ۳٤٤۹.

۲۲۲۲: قُتَیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے (سعید) بن مسیّب سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، قریب ہے کہ ابن مریمؑ ضرور تم میں نازل ہوں۔ وہ بطور حکم عادل ہوں گے جو صلیب توڑ ڈالیں گے اور سؤر قتل کریں گے اور جنگ موقوف کریں گے اور مال کی اس قدر بہتات ہوگی کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔

تشریح: قَتْلُ الْخِنْزِيْرِ: عنوانِ باب میں حضرت جابرؓ کی روایت کا حوالہ دیا گیا ہے جو صحیح بخاری میں موصولاً نقل ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۲۲۳۶) جمہور نے خنزیر کے قتل کی مطلق اجازت دی ہے۔ بعض شوافع نے یہ قید لگائی ہے، اس شرط پر کہ اس سے ضرر کا اندیشہ ہو۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۲۲) صرف روایت مذکورہ بالا سے مسئلہ معنونہ مستنبط نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس میں آئندہ زمانے کی خبر ہے اور ضروری نہیں کہ غیب کی خبریں اپنے ظاہری الفاظ میں پوری ہوں۔ اس غرض سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کا حوالہ عنوانِ باب میں دیا گیا ہے۔ مضمون سابقہ کے تسلسل میں یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ بیع خنزیر کی حلت وحرمت کا مسئلہ مقصود نہیں۔ قتل خنزیر کی خبر ایک پیشگوئی پر مشتمل ہے جو کتاب الانبیاء، باب ۴۹: نزول عیسی بن مریم علیهما السلام، روایت نمبر ۳۴۴۸ میں مذکور ہے۔

بَابٌ ۱۰۳: لَا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يُبَاعُ وَدَكُهُ

مردار کی چربی نہ پگھلائی جائے اور نہ بیچی جائے

رَوَاهُ جَابِرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے۔

۲۲۲۳: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ

۲۲۲۳: (عبداللہ بن زبیر) حمیدی نے ہم سے بیان کیا کہ ہم سے سفیان (بن عیینہ) نے بیان کیا کہ

أَخْبَرَنِي طَاوُسٌ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ بَلَغَ عُمَرَ أَنَّ فُلَانًا بَاعَ خَمْرًا فَقَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ فُلَانًا أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَجَمَلُوْهَا فَبَاعُوْهَا.

طرفہ: ۳۴۶۰۔

عمرو بن دینار نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ طاؤس نے مجھے خبر دی۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت عمرؓ کو اطلاع پہنچی کہ فلاں نے شراب بیچی ہے۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ فلاں کو ہلاک کرے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ یہود کو تباہ کرے۔ ان پر چربیاں حرام کی گئی تھیں تو انہوں نے وہ پگھلائیں اور بیچیں۔

٢٢٢٤: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ يَهُوْدًا حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَبَاعُوْهَا وَأَكَلُوْا أَثْمَانَهَا.

۲۲۲۴: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا کہ یونس نے ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی۔ (انہوں نے کہا:) سعید بن مسیّب سے میں نے سنا۔ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ یہود کو تباہ کرے ان پر چربیاں حرام کی گئی تھیں تو انہوں نے وہ بیچیں اور ان کی قیمتیں کھائیں۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: قُتَلَهُمُ اللّٰهُ (المنافقون: ۵) لَعَنَهُمْ، قُتِلَ (عبس: ۱۸) لُعِنَ، الْخَرّٰصُوْنَ (الذاريات: ۱۱) الْكَذَّابُوْنَ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: قَاتَلُهُمُ اللّٰهُ اللہ کی ان پر لعنت ہو۔ قُتِلَ اس پر لعنت کی گئی۔ الْخَرّٰصُوْنَ جھوٹ بولنے والے۔

تشریح: لَايُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يُبَاعُ وَدَكُهُ: شَحْمٌ کے معنے ہیں چربی۔ اور وَدَک وہ چربی ہے جو گوشت یا ہڈیوں میں پیوست ہوتی ہے، اسے گرم کر کے روغن حاصل کیا جاتا ہے۔ جَمَّلَ يُجَمِّلُ تَجْمِيْلًا کے معنے ہیں چربی پگھلانا اور جَمِيْلٌ پگھلائی ہوئی چربی کو کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۳۶)

بعض فقہاء کا خیال ہے کہ جس جانور کا کھانا حرام اور مارنا جائز ہو، اس کی چربی اور کھال کا استعمال اور اس کی

خرید وفروخت بھی ناجائز ہے۔ اسی فتویٰ حرمت کے تعلق میں یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ عنوانِ باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ باب ۱۱۲، روایت نمبر ۲۲۳۶ میں دیکھئے۔

قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: مسئلہ معنونہ کے ضمن میں دو روایتیں نقل کر کے آخر میں امام بخاریؒ نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ لفظ قَتْل اور لَعْنت ہم معنی ہیں۔ لَعْنَة کے معنے ہیں رحمت الٰہی سے دوری اور قَتْل کے معنی تباہی کے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا: قُتِلَ الْخَرَّاصُوْنَ o الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ o (الذاريات:۱۱،۱۲) یعنی اٹکل پچو باتیں کرنے والے ہلاک ہو گئے جو گمراہی کی گہرائیوں میں پڑے ہوئے حق کو بھلا رہے ہیں۔ اس آیت سے اس اَمر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو قوم دنیا میں کسی اعلیٰ منصب پر فائز ہونے والی ہو، اسے شایاں نہیں کہ ادنیٰ پیشے اختیار کرے۔ بنی اسرائیل نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خواہش کی کہ انہیں کسی شہر میں لے چلیں جہاں اناج، دالیں، پیاز اور لہسن وغیرہ اشیاء مل سکیں؛ کیونکہ وہ بیابان کی زندگی سے تنگ آ گئے ہیں تو اُن پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا: اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ. (البقرة: ۶۲) یعنی کیا تم اس چیز (یعنی حکومت) کی جگہ جو اعلیٰ ہے، وہ چیز لینا چاہتے ہو، جو اَدنیٰ ہے۔ بعض پیشے اعلیٰ منصب سے متعلقہ فرائض کی ادائیگی میں روک ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سے منع کیا گیا ہے۔ اسی نکتہ جلیلہ کی طرف امام موصوفؒ نے توجہ دلائی ہے۔

أَنَّ فُلَانًا بَاعَ خَمْرًا: روایت نمبر ۲۲۲۳ میں شراب بیچنے والے کا نام مذکور نہیں۔ صحیح مسلم اور ابن ماجہ کی روایتوں میں ان کا نام سمرہ بن جندبؓ وارد ہوا ہے☆ جو جلیل القدر صحابی ہیں۔ انہوں نے ذمیوں سے جزیہ بصورتِ انگوری شراب وصول کیا اور اُسے بیچ کر اُس کی قیمت خزانہ بیت المال میں داخل کی۔ یہ بیع وشراء کی وہ صورت نہیں جو مسلمان کے لئے بطور پیشہ ممنوع ہے۔ امام ابن جوزیؒ نے صراحت کی ہے کہ حضرت سمرہ بن جندبؓ کے نزدیک یہ صورت جائز تھی مگر احتیاط کا تقاضا تھا کہ ذمیوں ہی سے کہا جاتا کہ وہ خود اسے فروخت کر کے جزیہ بصورتِ نقد اَدا کریں۔ اسی عدم احتیاط کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برا منایا کیونکہ ایسی بیع ایک صحابی کے شایانِ شان نہ تھی۔

(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۲۳، ۵۲۴)

مذکورہ بالا قاعدہ ہر جگہ درست نہیں یعنی جس شئے کا کھانا پینا مکروہ یا حرام ہو، اُس کی بیع بھی مکروہ یا حرام ہے۔ گدھے کا گوشت کھانا ممنوع ہے مگر اس کی خرید وفروخت جائز ہے۔ اسی طرح سانپ کھانا ممنوع ہے مگر بغرض علاج معالجہ اس کی خرید وفروخت منع نہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس؛ شراب کی خرید وفروخت بغرضِ علاج جائز ہے۔

روایت نمبر ۲۲۲۴ سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل نے صریح حکم کو حیلے بہانے سے ٹالا اور یہ ان کے لئے جائز نہ تھا۔

☆ (مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام)
(ابن ماجه، كتاب الاشربة، باب التجارة فى الخمر)

بَاب ١٠٤ : بَيْعُ التَّصَاوِيْرِ الَّتِي لَيْسَ فِيْهَا رُوْحٌ وَمَا يُكْرَهُ مِنْ ذَلِكَ

ان چیزوں کی تصویریں بیچنا جن میں روح نہیں اور اس مصوری کے بارہ میں جو مکروہ ہے

٢٢٢٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبَّاسٍ إِنِّي إِنْسَانٌ إِنَّمَا مَعِيْشَتِيْ مِنْ صَنْعَةِ يَدِيْ وَإِنِّي أَصْنَعُ هَذِهِ التَّصَاوِيْرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فَإِنَّ اللهَ مُعَذِّبُهُ حَتَّى يَنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيْهَا أَبَدًا فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيْدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ وَيْحَكَ إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهَذَا الشَّجَرِ كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ. قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ سَمِعَ سَعِيْدُ بْنُ أَبِي عَرُوْبَةَ مِنَ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ هَذَا الْوَاحِدَ.

اطرافہ: ٥٩٦٣، ٧٠٤٢.

۲۲۲۵: عبداللہ بن عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُرَیع نے ہم کو بتایا کہ عوف نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے سعید بن ابی الحسن (بصری) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔ اتنے میں ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا: ابوالعباسؓ! میں ایک انسان ہوں، میری روزی صرف میرے ہاتھ کی کاریگری سے پیدا ہوتی ہے اور میں یہ تصویریں بناتا ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں تم سے وہی بات بیان کروں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی۔ میں نے آپؐ سے سنا، فرماتے تھے: جس نے کوئی تصویر بنائی تو اللہ تعالیٰ اُسے سزا دے گا کہ اس میں رُوح بھی ڈالے اور وہ اس میں کبھی نہ ڈال سکے گا۔ (یہ سن کر) اُس شخص کا سانس پھول گیا، (دَم رُکنے لگا) اور اُس کا چہرہ زرد ہوگیا۔ (حضرت ابن عباسؓ نے) کہا: افسوس تجھ پر؛ اگر تو نہیں مانتا اور تم نے تصویر بنانی ہی ہے تو درخت کی تصویر بناؤ۔ ہر اُس شئے کی تصویر بنا جس میں روح نہیں۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: سعید بن ابی عروبہ نے نضر بن انس سے یہی ایک (حدیث) سنی ہے۔

تشریح: بَیْعُ التَّصَاوِیْرِ الَّتِیْ لَیْسَ فِیْهَا رُوْحٌ وَمَا یُکْرَہُ مِنْ ذٰلِکَ: زیر باب روایت کے راوی سعید بن ابی الحسن ہیں جو حسن بصریؒ کے بڑے بھائی ہیں۔ صحیح بخاری میں ان کی یہی ایک روایت منقول ہے۔ یہ روایت ان روایتوں میں سے ہے جو محدثین کی اصطلاح میں اَز قسم فرد ہیں۔ اس روایت کے آخر میں ایک دوسرے راوی کا حوالہ بھی اسے صحیح ثابت کرنے کی غرض سے دیا گیا ہے جو کتاب اللباس، باب:۹۷ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَۃً کُلِّفَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَنْ یَّنْفُخَ فِیْهَا الرُّوْحَ وَلَیْسَ بِنَافِخٍ روایت نمبر ۵۹۶۳ میں مذکور ہے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ غیر ذی روح اشیاء کی تصویریں بنانا جائز ہے، مگر عنوانِ باب میں الفاظ وَمَا یُکْرَہُ مِنْ ذٰلِکَ سے اس کی کراہت محدود کردی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ.☆ روزِ قیامت مصوروں کو تمام لوگوں سے زیادہ سخت سزا دی جائے گی۔ اس روایت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید کی نص صریح اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ. (المؤمن:۴۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعونیوں کو سب سے بڑھ کر سزا ملے گی۔ یہ اعتراض درست نہیں۔ ہر بُرے فعل کی سزا اپنی نوعیت میں جداگانہ ہے اور اس کی سزا کی شدت بھی جداگانہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَیَوْمَ الْقِیَامَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ (البقرة:۸۶) جو خانہ جنگی کی طرح ڈالتا ہے اور ایک دوسرے کو فتنہ وفساد پر آمادہ کرتا ہے۔ اس کی سزا دنیا کی زندگی میں رسوائی ہے اور روزِ قیامت وہ نہایت شدید سزا کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے: اَشُدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِمَامُ ضَلَالَةٍ۔ پیشوائے ضلالت کو قیامت کے روز نہایت شدید سزا دی جائے گی۔ اسی طرح آتا ہے کہ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ. (المعجم الصغیر للطبرانی، باب الطاء، من اسمه طاهر، روایت نمبر ۵۰۷ جزءاوّل صفحہ ۳۰۵) وہ عالم جس کو اللہ نے اُس کے علم سے نفع نہیں دیا تمام لوگوں سے بڑھ کر سزا پائے گا۔ علامہ عینی نے مذکورہ احادیث نبویہ کا حوالہ دے کر اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ مصورین سے وہ لوگ مراد ہیں جو پرستش کے لئے بت بناتے ہیں۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں کیا جاتا تھا اور جیسا کہ عیسائی حضرت مسیحؑ اور حضرت مریم کے بت بناتے ہیں اور اُن کی پرستش کی جاتی ہے۔ مشرک اقوام میں انہی بتوں کی وجہ سے بت پرستی مع اخلاق سوز رسم ورواج صدہا سال سے قائم ہے۔ یہاں تک کہ اس کی بیخ کنی ایک مصیبت بن چکی ہے۔ مہلبؒ وغیرہ کی رائے بھی یہی ہے کہ تصویر سازی کی ممانعت کی اصل وجہ یہی تھی۔ اس بارہ میں فقہاء کے دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے اسے مطلق حرام قرار دیا ہے یہاں تک کہ گھروں میں تصویر رکھنا بھی ان کے نزدیک مکروہ ہے اور دوسرا گروہ اعتدال پسند ہے؛ جنہوں نے ایسی تصویریں رکھنے کی اجازت دی ہے جو شرک اور بدی کے محرکات سے خالی ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۳۹، ۴۰) (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۲۵، ۵۲۶)

☆ (بخاری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة، روایت نمبر ۵۹۵۰)
(مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم تصویر صورة الحیوان وتحریم اتخاذ ما فیه)

بَاب ١٠٥ : تَحْرِيْمُ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ

تجارتِ شراب کی حرمت

وَقَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَرَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی فروخت حرام قرار دی ہے۔

٢٢٢٦ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَمَّا نَزَلَتْ آيَاتُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ عَنْ آخِرِهَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ.

۲۲۲۶: مسلم (بن ابراہیم) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور فرمایا: شراب کی تجارت حرام قرار دی گئی ہے۔

اطرافه: ٤٥٩، ٢٠٨٤، ٤٥٤٠، ٤٥٤١، ٤٥٤٢، ٤٥٤٣۔

تشریح. **تَحْرِيْمُ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ:** روایت نمبر ۲۲۲۶ کے لئے کتاب الصلاۃ، باب ۷۳ روایت نمبر ۴۵۹ مع تشریح دیکھئے۔ حضرت جابرؓ کی روایت جس کا حوالہ عنوانِ باب میں دیا گیا ہے، وہ زیر روایت نمبر ۲۲۳۶ دیکھی جائے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور طبرانی رحمہما اللہ نے اس بارہ میں تمیم داری کی ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے، جس کے الفاظ ہیں: اِنَّ الْخَمْرَ حَرَامٌ شِرَآئُهَا وَثَمَنُهَا.☆ شراب کا بیچنا اور اُس کی قیمت سے فائدہ اُٹھانا حرام ہے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک یہ حدیث مستند نہیں بلکہ مستند وہ ہے جو انہوں نے باب ۱۰۵ میں نقل کی ہے۔ باب ۱۰۱ سے باب ۱۰۵ تک مضمون ایک ہی ہے۔ مسلمانوں کا نصب العین چونکہ بہت ہی بلند ہے، اس لئے انہیں ادنیٰ قسم کے پیشے اختیار نہیں کرنے چاہئیں لیکن ادنیٰ پیشوں کی حرمت تنزیہی ہے، نہ تحریمی۔

بَاب ١٠٦ : إِثْمُ مَنْ بَاعَ حُرًّا

اُس شخص کا گناہ جس نے آزاد کو فروخت کیا

٢٢٢٧ : حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ

۲۲۲۷: بشر بن مرحوم نے مجھ سے بیان کیا کہ یحيٰ بن سُلَیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسماعیل بن امیہ سے،

☆ (مسند احمد بن حنبل، جزء ۴ صفحہ ۲۲۷) (المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه علي، روایت نمبر ۴۱۵۵، جزء ۴ صفحہ ۲۶۵)

ابْنِ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ.

طرفہ: ۲۲۷۰۔

اسماعیل نے سعید بن ابی سعید سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تین شخص ہیں جن سے قیامت کے روز میں جھگڑا کروں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر کسی سے عہد کیا اور پھر غداری کی۔ دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔ تیسرا وہ شخص جس نے مزدور کو مزدوری پر رکھا اور اس سے پورا کام لیا مگر اُس کی مزدوری اُسے نہ دی۔

تشریح: **اِثْمُ مَنْ بَاعَ حُرًّا:** علامہ ابن حجرؒ اور عینیؒ نے بعض ایسی روایات درج کی ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں ایک آزاد شخص جو مقروض تھا، قرض کی ادائیگی میں فروخت کیا گیا۔ علامہ ابن حجرؒ نے اس بارہ میں صراحت سے ذکر کیا ہے کہ شروع شروع میں ایسا کیا جاتا تھا مگر آیت وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ. (البقرۃ: ۲۸۱) کے نزول کے بعد یہ طریق منسوخ کیا گیا۔ اس آیت میں ارشاد ہے کہ تنگدست کو مہلت دی جائے۔ آزاد کو بیچنے کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اپنا آزاد کردہ غلام کسی ناواقف قرض خواہ کے ہاتھ اُس کا قرضہ ادا کرنے کے لئے فروخت کر دیا جائے یا اُس سے جبراً خدمت لی جائے اور اُس کی اُجرت دی جائے۔ ایسی تمام صورتیں منع ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۲۸) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۴۲، ۴۳) انسان بلحاظ آزادی سارے برابر ہیں اور اللہ کے بندے ہیں۔ اس لئے کسی انسان کا حق نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو فروخت کرے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایسے ظالم شخص کو اس کے ظلم کی سزا دے گا۔

خَصْمٌ کے معنے ہیں: اَلْمُجَادِلِ. (اقرب الموارد- خصم) کسی حق کے بارے میں جھگڑا کرنا۔ یہاں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بطور استعارہ ہے کیونکہ وہ ربّ العباد ہے اور بحیثیت حقیقی مالک ہونے کے جواب طلبی کرے گا کہ اس کے بندے کیوں بیچے گئے۔

بَاب ۱۰۷

أَمْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُوْدَ بِبَيْعِ أَرَضِيْهِمْ حِيْنَ أَجْلَاهُمْ

نبی ﷺ کا یہود کو جب آپؐ نے انہیں نکالا، اپنی زمینوں کو بیچنے کا ارشاد فرمانا

فِيْهِ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

اس بارہ میں (سعید) مقبری کی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔

تشریح: اَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ الْيَهُوْدَ بِبَيْعِ اَرَضِيهِمْ حِيْنَ اَجْلَاهُمْ: بخاری کے بعض نسخوں میں یہ باب محذوف ہے اور جن میں موجود ہے، ان کے عنوان ہی میں سعید مقبری کی اس روایت کا حوالہ دینے پر اکتفاء کیا گیا ہے جو کتاب الجزیة، باب ۶ روایت نمبر ۳۱۶۷ میں منقول ہے۔ اس روایت میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود کی جلاوطنی کا فیصلہ فرمایا تو انہیں اجازت دی گئی کہ وہ جائیداد منقولہ فروخت کر سکتے ہیں۔ انہوں نے غداری اور عہد شکنی کر کے مختلف مواقع پر مسلمانوں کی جانوں، مالوں اور عزتوں کو شدید خطرے میں ڈال دیا تھا۔ اس لئے انہیں سزا دی گئی۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۴۳) غداری، بدعہدی کا جرم اس نوعیت کا جرم ہے کہ جس کی سزا اِسی دُنیا میں ملنی چاہیے، تا نظامِ امن برقرار رہے۔ اسی قسم کے جرائم میں سے آزاد کی خرید وفروخت اور مزدوری کی عدم ادائیگی ہے۔ حدیث قدسی اَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (روایت نمبر ۲۲۲۷) سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ حقوق العباد تلف کرنے پر اُن کی سزا دُنیا میں نہ دی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہود کو بدعہدی اور غداری کی سزا دی ہے۔ یہ مضمون ہے اِس باب کا اور اِس سے اس کا تسلسل سابقہ باب سے واضح ہے۔

بَاب ۱۰۸: بَيْعُ الْعَبْدِ وَالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيْئَةً

غلاموں کی بیع اور حیوان کے بدلے حیوان کی اُدھار پر خرید وفروخت

وَاشْتَرَى ابْنُ عُمَرَ رَاحِلَةً بِأَرْبَعَةِ أَبْعِرَةٍ مَّضْمُوْنَةٍ عَلَيْهِ يُوَفِّيْهَا صَاحِبِهَا بِالرَّبَذَةِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ يَكُوْنُ الْبَعِيْرُ خَيْرًا مِّنَ الْبَعِيْرَيْنِ. وَاشْتَرَى رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ بَعِيْرًا بِبَعِيْرَيْنِ فَأَعْطَاهُ أَحَدَهُمَا وَقَالَ آتِيْكَ بِالْآخَرِ غَدًا رَهْوًا إِنْ شَاءَ اللهُ. وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ لَا رِبَا فِي الْحَيَوَانِ الْبَعِيْرُ بِالْبَعِيْرَيْنِ وَالشَّاةُ بِالشَّاتَيْنِ إِلَى أَجَلٍ. {☆وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَأْسَ بَعِيْرٌ بِبَعِيْرَيْنِ

اور حضرت ابن عمرؓ نے ایک سواری کی اُونٹنی چار اُونٹوں کے بدلے خریدی جس کے لئے یہ ضمانت تھی کہ اس کا مالک اسے ربذہ مقام پر پہنچا کر سپرد کرے گا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ کبھی ایک اُونٹ دو اُونٹوں سے بہتر ہوتا ہے۔ اور حضرت رافع بن خدیجؓ نے دو اُونٹوں کے بدلے ایک اُونٹ خریدا اور ان میں سے ایک اسے دے دیا اور کہا کہ دوسرا تیرے پاس کل لاؤں گا۔ انشاء اللہ دیر نہ ہوگی۔ اور ابن مسیّب نے کہا: حیوانوں کے مبادلے میں سود نہیں۔ ایک اُونٹ دو اُونٹوں کے بدلے اور ایک بکری دو بکریوں کے بدلے، مقررہ میعاد تک کے لئے دیئے جا سکتے ہیں۔ {☆ اور ابن سیرین نے کہا: کوئی مانع نہیں کہ ایک اُونٹ دو اُونٹوں کے

☆ ابن سیرین کے قول کے یہ الفاظ عمدۃ القاری کے مطابق ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۴۶)

نَسِيْئَةً وَدِرْهَمٌ بِدِرْهَمٍ.}

بدلے میں اُدھار پر خریدا جائے اور ایک درہم ایک درہم کے بدلہ میں۔}

۲۲۲۸: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ إِلَى دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۲۲۸: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ثابت سے، ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ جنگی قیدیوں میں حضرت صفیہؓ بھی تھیں جو حضرت دحیہ کلبیؓ کے حصے میں آئیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مل گئیں۔

اطرافہُ: ۳۷۱، ۶۱۰، ۹۴۷، ۲۲۳۵، ۲۸۸۹، ۲۸۹۳، ۲۹۴۳، ۲۹۴۴، ۲۹۴۵، ۲۹۹۱، ۳۰۸۵، ۳۰۸۶، ۳۳۶۷، ۳۶۴۷، ۴۰۸۳، ۴۰۸۴، ۴۱۹۷، ۴۱۹۸، ۴۱۹۹، ۴۲۰۰، ۴۲۰۱، ۴۲۱۱، ۴۲۱۲، ۴۲۱۳، ۵۰۸۵، ۵۱۵۹، ۵۱۶۹، ۵۳۸۷، ۵۴۲۵، ۵۵۲۸، ۵۹۶۸، ۶۱۸۵، ۶۳۶۳۔

تشریح: بَيْعُ الْعَبْدِ وَالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيْئَةً: لفظ اَلْعَبْد غلام، لونڈی دونوں پر اطلاق پاتا ہے۔ جو روایت زیر باب نقل کی گئی ہے، اس کا تعلق حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے ہے۔ یہ بطور جنگی قیدی حضرت دحیہ کلبیؓ کے حصے میں آئی تھیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ سردارِ یہود کی بیٹی ہے اور اس کا خاوند بھی سردار تھا جو جنگ میں مارا گیا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے معاوضہ دے کر انہیں آزاد کرایا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت دحیہ کلبیؓ کو دوسری لونڈی دی گئی۔ دونوں صورتوں میں مسئلہ کا جواز ثابت ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ امام مالکؒ نے اس قسم کے مبادلہ میں یہ شرط عائد کی ہے کہ جنس زیر مبادلہ مختلف ہو، ورنہ اس میں سود کی صورت پائی جائے گی۔ امام بخاریؒ جمہور کے مذہب کی تائید میں ہیں۔ (دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۴۴، ۴۷)

وَاشْتَرَى ابْنُ عُمَرَ رَاحِلَةً بِأَرْبَعَةِ أَبْعِرَةٍ مَّضْمُوْنَةٍ......: عنوانِ باب میں کئی حوالے دیئے گئے ہیں؛ جن سے اس مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا واقعہ طحاویؒ نے بھی نقل کیا ہے نیز ایک اور روایت حضرت عبداللہ بن عمرو سے ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں ایک فوج تیار کرنے کے لئے فرمایا اور اجازت دی کہ اچھی قسم کے اُونٹ دو اُونٹوں کے عوض میں خرید لئے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔[1] امام بخاریؒ نے اس تعلیق میں پانچ حوالے دیئے ہیں۔ پہلا حوالہ یہی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہے جسے امام مالکؒ نے موصولاً نقل کیا ہے۔[2] مَضْمُوْنَةٍ صفت ہے رَاحِلَةً کی، یعنی سواری کی اونٹنی؛ ربذہ مقام پر پہنچائے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۲۹)

---

[1] (ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی الرخصة فی الحیوان بالحیوان نسیئة)

[2] (مؤطا امام مالک، کتاب البیوع، باب ما یجوز من بیع الحیوان بعضه ببعض والسلف فیه)

قَدْ يَكُوْنُ الْبَعِيْرُ خَيْرًا مِّنَ الْبَعِيْرَيْنِ: دوسرا حوالہ امام شافعیؒ نے موصولاً نقل کیا ہے[۱] کہ جانوروں کے لین دین میں تعداد کا فرق جنس کے اعلیٰ وادنیٰ ہونے کی وجہ سے ہے، جو سود نہیں۔ تیسرا حوالہ حضرت رافع بن خدیجؓ کا ہے، جو عبدالرزاق نے موصولاً نقل کیا ہے[۲] چوتھا حوالہ سعید بن مسیّب کا ہے، جو امام مالکؒ سے منقول ہے[۳]

لَا بَأْسَ بَعِيْرٌ بِبَعِيْرَيْنِ نَسِيْئَةً وَدِرْهَمٌ بِدِرْهَمٍ: پانچواں حوالہ محمد بن سیرینؒ کے فتویٰ کا ذکر ہے کہ اُدھار پر ایک اُونٹ کے عوض دو اُونٹ لئے جا سکتے ہیں مگر ایک درہم کی جگہ دو درہم کی لین دین جائز نہیں کہ وہ سود کی صورت ہے۔ ان کا یہ فتویٰ مسند عبدالرزاق میں منقول ہے[۴]

خلاصہ ان حوالوں کا یہ ہے کہ جانوروں کے مبادلہ میں کمی بیشی ہو سکتی ہے اور یہ زیادتی سود نہیں۔ جن علماء نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے واقعہ سے سود کے جواز میں استدلال کیا ہے کہ جنگی ضرورت کے وقت بحالت اضطرار اُن کو دو اُونٹ کے عوض میں ایک اُونٹ خریدنے کی اجازت دی گئی، ان کا ردّ اس باب سے واضح ہے۔ حوالہ جات کی تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۲۹، ۵۳۰۔ عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۴۴ تا ۴۷۔

بَاب ۱۰۹ : بَيْعُ الرَّقِيْقِ

غلام اور لونڈی کا بیچنا

۲۲۲۹ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ مُحَيْرِيْزٍ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا نُصِيْبُ سَبْيًا فَنُحِبُّ الْأَثْمَانَ فَكَيْفَ تَرَى فِي الْعَزْلِ فَقَالَ أَوَإِنَّكُمْ تَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ لَا عَلَيْكُمْ

۲۲۲۹: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا (کہا) کہ شعیب نے ہمیں زہری سے خبر دی ہے۔ زہری نے کہا کہ (عبداللہ) بن محیریز نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اُن کو خبر دی کہ ایک بار جبکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ (ایک شخص مجدی بن عمرو ضمریؓ نے) کہا: یارسول اللہ! ہمیں جنگ میں قیدی عورتیں ملتی ہیں اور ہمیں ان کی قیمتیں پسند ہوتی ہیں۔ آپؐ کا عزل کی نسبت کیا خیال ہے؟

---

۱ (مسند الشافعی، من کتاب البیوع، صفحہ ۱۴۱)

۲ (مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب بیع الحیوان بالحیوان، روایت نمبر ۱۴۱۴۱، جزء ۸ صفحہ ۲۲)

۳ (مؤطا امام مالک، کتاب البیوع، باب ما لا یجوز من بیع الحیوان)

۴ (مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب بیع الحیوان بالحیوان، روایت نمبر ۱۴۱۴۶، جزء ۸ صفحہ ۲۳)

أَنْ لَّا تَفْعَلُوْا ذٰلِكُمْ فَإِنَّهَا لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ اللّٰهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ خَارِجَةٌ.

آپؐ نے فرمایا: کیا تم ایسا کرتے ہو ایسا نہ کرنا۔ اگرچہ تم پر ضروری نہیں مگر دراصل بات یہ ہے کہ جس جان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے کہ وہ پیدا ہو تو وہ ضرور ہی پیدا ہوگی۔

اطرافہُ: ۲۵۴۲، ۴۱۳۸، ۵۲۱۰، ۶۶۰۳، ۷۴۰۹۔

تشریح: **بَيْعُ الرَّقِيْقِ:** روایت نمبر۲۲۲۹ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے عزل کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ہے مگر ایسا نہیں بلکہ ان کی موجودگی میں دوسرے شخص نے اس بارے میں فتویٰ پوچھا تھا؛ جیسا کہ کتاب القدر، روایت نمبر۶۶۰۳ میں اس اَمر کی صراحت ہے۔ اس روایت سے غلام، لونڈی کی فروخت کے جواز کی نسبت استدلال کیا گیا ہے۔

بَاب ۱۱۰ : بَيْعُ الْمُدَبَّرِ

ایسے غلام اور لونڈی کا بیچنا جسے مالک نے اپنے مرنے کے بعد آزاد قرار دے دینے کا فیصلہ کرلیا ہو

۲۲۳۰: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَاعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُدَبَّرَ.

۲۲۳۰: (محمد بن عبداللہ) بن نمیر نے ہم سے بیان کیا کہ وکیع نے ہمیں بتایا۔ اسماعیل (بن ابی خالد) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سلمہ بن کہیل سے، سلمہ نے عطاء سے، عطاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (قرضہ اَدا کرنے کی غرض سے) ایسے غلام کو بیچا، جسے موت کے بعد آزاد قرار دینے کا فیصلہ کر دیا گیا تھا۔

اطرافہُ: ۲۱۴۱، ۲۲۳۱، ۲۴۰۳، ۲۴۱۵، ۲۵۳۴، ۲۷۱۶، ۶۹۴۷، ۷۱۸۶۔

۲۲۳۱: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ بَاعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۲۳۱: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا کہ عمرو (بن دینار) سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے (یعنی مدبر غلام کو) بیچا۔

اطرافہُ: ۲۱۴۱، ۲۲۳۰، ۲۴۰۳، ۲۴۱۵، ۲۵۳۴، ۲۷۱۶، ۶۹۴۷، ۷۱۸۶۔

٢٢٣٢-٢٢٣٣: حَدَّثَنِي زُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَ ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنِ الْأَمَةِ تَزْنِي وَلَمْ تُحْصَنْ قَالَ اجْلِدُوْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ بِيْعُوْهَا بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ.

۲۲۳۲-۲۲۳۳: زُہیر بن حرب نے مجھ سے بیان کیا کہ یعقوب نے ہمیں بتایا (انہوں نے کہا:) میرے باپ (ابراہیم بن سعد) نے ہم سے بیان کیا کہ صالح (بن کیسان) سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ابن شہاب نے بیان کیا۔ عبیداللہ نے ان کو بتایا کہ حضرت زید بن خالد اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ سے ایسی لونڈی کی بابت پوچھا گیا جو بدکار ہو اور وہ نکاح شدہ نہ ہو۔ فرمایا: اسے کوڑے لگاؤ۔ پھر اگر بدکاری کرے تو پھر کوڑے لگاؤ۔ پھر (اگر باز نہ آئے تو) اسے بیچ دو۔ یہ تیسری بار کے بعد فرمایا یا چوتھی بار کے بعد۔

اطراف الحديث ٢٢٣٢: ٢١٥٤، ٢٥٥٦، ٦٨٣٨۔
اطراف الحديث ٢٢٣٣: ٢١٥٢، ٢١٥٣، ٢٢٣٤، ٢٥٥٥، ٦٨٣٧، ٦٨٣٩۔

٢٢٣٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ.

۲۲۳۴: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ لیث نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سعید (بن ابی سعید) سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے اور اُس کا زنا ثابت ہو جائے تو بموجب حدّ اس کو کوڑے لگائے جائیں تو اُسے برا بھلا نہ کہے۔ پھر اگر زنا کرے تو بموجب حد پھر کوڑے لگائے اور اسے برا بھلا نہ کہے۔ پھر اگر تیسری دفعہ زنا کرے اور اس کا زنا ثابت ہو جائے تو چاہیے کہ اسے بیچ دے، خواہ بالوں کی ایک رسی ہی کے بدلے بکے۔

اطرافهُ: ٢١٥٢، ٢١٥٣، ٢٢٣٣، ٢٥٥٥، ٦٨٣٧، ٦٨٣٩۔

تشریح: **بَيْعُ الْمُدَبَّر:** مُدَبَّرٌ دَبَّرَ سے اسم مفعول ہے جو دُبُر سے مشتق ہے۔ تَدْبِیر کے معنے مابعد کے انجام پر نظر کرنا، غور کرنا اور مُدَبَّر وہ غلام یا لونڈی ہے جسے مالک اپنی موت کے بعد آزاد قرار دے دے۔ مالک متوفّی کے ورثاء کے لئے جائز نہیں کہ مُدَبَّر کو فروخت کریں یا اس کی آزادی منسوخ کریں، بجز اس کے کہ آزاد کرنے والا مقروض ہو تو غلام کی آزادی قرض کی حالت میں کالعدم ہوگی اور اس کا قرضہ ادا کرنے کی غرض سے مُدَبَّر فروخت کیا جاسکتا ہے یا اس سے خدمت لی جاسکتی ہے؛ تاوقتیکہ اس کی کمائی سے وہ قرض ادا ہو جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض ادا کرنے کے لئے مُدَبَّر کو فروخت کیا۔ مقروض کے غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا درست نہیں، جب تک کہ اس کا قرضہ ادا نہ کر دیا جائے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۳۱) (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۴۹)

روایت نمبر ۲۲۳۰، امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح نقل کی ہے۔☆ لیکن اسماعیلی کی روایت میں بایں الفاظ صراحت ہے: فِي رَجُلٍ اعْتَقَ غُلَامًا لَّهُ عَنْ دُبُرٍ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَبَاعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ۔ ایک شخص نے اپنے غلام کو اپنی موت کے بعد آزاد قرار دیا؛ بحالیکہ اس کے ذمہ قرض تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ غلام آٹھ سو درہم پر بیچ دیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۳۱) امام بخاریؒ نے کتاب الأحکام باب ۳۲ میں یہ روایت بجائے وکیع کے محمد بن بشر سے نقل کی ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۷۱۸۶) یہی روایت نمبر ۲۱۴۱ میں بھی گذر چکی ہے۔ نیز اس کے لیے کتاب العتق روایت نمبر ۲۵۳۴ بھی دیکھئے۔

اَلْأَمَةَ تَزْنِيْ وَلَمْ تُحْصَنْ: روایت نمبر ۲۲۳۲ تا ۲۲۳۴ میں لونڈی بیچنے کا ذکر ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ مُدَبَّر ہو یا غیر مُدَبَّر۔ اگر اس کی اصلاح نہیں ہوئی تو ایسی لونڈی اپنے پاس رکھنا جائز نہیں۔ اسی طرح غلام بھی بوجہ زنا بیچا جاسکتا ہے۔ (اس بارہ میں دیکھئے کتاب البیوع باب ٦٦) روایت نمبر ۲۲۳۲-۲۲۳۳ میں فقرہ وَلَمْ تُحْصَنْ کا مفہوم یہ ہے کہ غیر منکوحہ لونڈی زنا کرے تو اُسے سزا دی جائے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ منکوحہ لونڈی کو اگر وہ زنا کا ارتکاب کرے سزا نہ دی جائے؛ بلکہ نص صریح کے بموجب وہ بھی قابل سزا ہے۔ یہی غلط فہمی دُور کرنے کے لئے روایت نمبر ۲۲۳۴ لائی گئی ہے؛ جس میں یہ قید نہیں بلکہ مطلق لونڈی کا ذکر ہے خواہ وہ منکوحہ ہو یا غیر منکوحہ۔

بعض شارحین کے نزدیک ان روایتوں کا تعلق سابقہ باب سے ہے۔ چنانچہ ابن بطالؒ نے انہیں سابقہ باب (نمبر ۱۰۹) میں شامل کیا ہے مگر کرمانیؒ نے اِسی باب (نمبر ۱۱۰) کا حصہ سمجھتے ہوئے یہ توجیہہ کی ہے کہ مُدَبَّر لونڈی بھی زانیہ ہوسکتی ہے اور غیر مُدَبَّر بھی۔ دونوں صورتوں میں فروخت کر دی جائے۔ اسی وجہ سے یہ روایتیں اکٹھی زیر باب درج کی گئی ہیں۔ مگر اس توجیہہ کے پیش نظر سابقہ باب (نمبر ۱۰۹) میں ان کا شامل کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ عینیؒ کی رائے ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۵۰) لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو باب سے مناسبت واضح ہو جائے گی۔ بدکاری کی وجہ سے لونڈی فروخت کرنے کا اِرشاد ہے۔ کیونکہ اس کا سبب خود لونڈی کا فعل ہے۔ مگر غلام کی فروختگی کا سبب اس کا مالک ہے کہ وہ مقروض ہے۔ قرض کی ادائیگی کے لئے وہ فروخت کیا گیا۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

☆ (ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب المدبّر) (مسند احمد بن حنبل جزء ۳ صفحہ ۳۰۱)

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ کے نزدیک مُدَبَّر کی بیع ناجائز ہے کیونکہ مُدَبَّر کا ہبہ ناجائز ہے۔ اس کی آزادی کا اعلان بطور ایک عقد لازم ہے اور اس کا موت کے بعد آزاد کیا جانا واجب ہو چکا ہے۔ اس رائے کے خلاف امام شافعیؒ اور اہل حدیث کی رائے ہے کہ یہ عقد غیر لازم ہے، اس لئے اس کا فروخت کرنا جائز ہے۔ ورنہ حقوق العباد میں رخنہ واقع ہوگا، اگر وہ قرض کی ادائیگی میں نہ بیچا جائے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۳۳) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۴۹)

غرض اس باب میں امام بخاریؒ کے پیش نظر فقہاء کا اختلاف ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی ان کے نزدیک ضروری ہے، خواہ مُدَبَّر غلام یا لونڈی فروخت کرنی پڑے۔

بَاب ۱۱۱: هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَّسْتَبْرِئَهَا

کیا کوئی لونڈی کے ساتھ سفر کرسکتا ہے پیشتر اس کے کہ حیض کے ذریعہ ثابت ہو (کہ وہ حاملہ تو نہیں)

وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُقَبِّلَهَا أَوْ يُبَاشِرَهَا. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيْدَةُ الَّتِي تُوْطَأُ أَوْ بِيْعَتْ أَوْ عُتِقَتْ فَلْيُسْتَبْرَأْ رَحِمُهَا بِحَيْضَةٍ وَلَا تُسْتَبْرَأُ الْعَذْرَاءُ. وَقَالَ عَطَاءٌ لَا بَأْسَ أَنْ يُّصِيْبَ مِنْ جَارِيَتِهِ الْحَامِلِ مَا دُوْنَ الْفَرْجِ. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ. (المؤمنون:۷)

اور حسن (بصری) نے ایسی لونڈی کو بوسہ دینا یا اس سے مباشرت کرنا برا نہیں سمجھا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایسی لونڈی جس سے صحبت کی جاتی ہو، جب ہبہ کی جائے، یا بیچی جائے، یا وہ آزاد ہو جائے تو چاہیے کہ اس کے رحم کی نسبت بذریعہ حیض یقین حاصل کر لے (کہ آیا وہ حاملہ تو نہیں) اور کنواری کی بابت استبراء کی ضرورت نہیں۔ اور عطاء (بن ابی رباح) نے کہا کہ مالک کو اپنی حاملہ لونڈی سے شرمگاہ کے علاوہ کوئی اور تعلق پیدا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہوئے۔

۲۲۳۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ

۲۲۳۵: عبدالغفار بن داؤد نے ہم سے بیان کیا کہ یعقوب بن عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن ابی عمرو سے روایت کی۔ عمرو نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوْسًا فَاصْطَفَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا سَدَّ الرَّوْحَاءِ حَلَّتْ فَبَنَى بِهَا ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّيْ لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهِ فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ.

خیبر میں آئے، جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے قلعہ فتح کردیا تو صفیہؓ بنت حیي بن اخطب کی خوبصورتی کا ذکر آپؐ سے کیا گیا اور ان کا خاوند قتل ہو چکا تھا اور وہ دلہن ہی تھیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لئے چن لیا اور آپؐ انہیں لے کر نکلے؛ یہاں تک کہ ہم سدالروحاء میں پہنچے تو وہ حیض سے فارغ ہوئیں اور وہاں ان کا رخصتانہ ہوا۔ پھر حیس (طعام) تیار کروایا اور چھوٹے سے دسترخوان پر رکھوایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تمہارے آس پاس ہوں، ان کو اطلاع کردو کہ وہ آجائیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا جو حضرت صفیہؓ (کی شادی) کے موقع پر ہوا۔ پھر ہم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ (حضرت انسؓ نے) کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ عباء سے اُن (حضرت صفیہؓ) کے لئے اپنے پیچھے گدّا بنا دیتے تھے اور پھر اُونٹ کے قریب بیٹھتے اور اپنا گھٹنا نیچے رکھتے اور حضرت صفیہؓ اپنا پاؤں آپؐ کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہو جاتیں۔

اطرافہ: ۳۷۱، ۶۱۰، ۹۴۷، ۲۲۲۸، ۲۸۸۹، ۲۸۹۳، ۲۹۴۳، ۲۹۴۴، ۲۹۴۵، ۲۹۹۱، ۳۰۸۵، ۳۰۸۶، ۳۳۶۷، ۳۶۴۷، ۴۰۸۳، ۴۰۸۴، ۴۱۹۷، ۴۱۹۸، ۴۱۹۹، ۴۲۰۰، ۴۲۰۱، ۴۲۱۱، ۴۲۱۲، ۴۲۱۳، ۵۰۸۵، ۵۱۵۹، ۵۱۶۹، ۵۳۸۷، ۵۴۲۵، ۵۵۲۸، ۵۹۶۸، ۶۱۸۵، ۶۳۶۳۔

تشریح: **هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَبْرِئَهَا:** اِسْتِبْرَاء کے معنے تسلی کر لینا کہ عورت حاملہ تو نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۵) یہ بَرِئَ سے باب استفعال ہے اور یہ اطمینان چند علامتوں سے کیا جاسکتا ہے، جس میں حیض کا آنا بھی ہے۔ لونڈی خریدنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس کے حاملہ ہونے کے بارے میں تسلی کی جائے اور پھر اس کے بعد اس سے مباشرت کرنے یا نہ کرنے کا سوال پیدا ہوگا، تا کہ نسل مشتبہ نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ

نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے متعلق یہی احتیاط فرمائی۔ پہلے ان کو آزاد کر دیا اور پھر نکاح کے بعد انہیں حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرایا۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں اس امر کی تصریح ہے۔ اور پھر آپؐ نے سفر جاری رکھا؛ یہاں تک کہ جب وہ حیض سے فارغ ہوئیں، تب ان کا رخصتانہ ہوا۔

(مسلم، کتاب النکاح، باب فضيلة إعتاقه أمته ثم يتزوجها)

جہاں تک اصل مسئلہ کا تعلق ہے، وہ اسی حدّ تک ہے۔ مگر بعض فقہاء کے فتووں کے پیش نظر عنوانِ باب هَلْ سے قائم کر کے اس مسئلہ کو استفتاء کی شکل دی گئی ہے اور اس کا جواب نظر انداز ہے۔ سفر میں لے جانا یا نہ لے جانا غیر متعلقہ باتیں ہیں۔ غالباً سفر سے حالت جنگ یا اضطرار کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ایسی حالت میں بھی احکامِ شریعت کی پابندی کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ مندرجہ روایت سے ظاہر ہے۔ علامہ ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ سفر میں زرخرید لونڈی کو بغیر استبراء ساتھ رکھنے میں ابتلاء کا اِحتمال ہے۔ اس لئے عنوانِ باب میں یہ امر نمایاں کر کے مسئلہ بصیغہ استفتاء رکھا گیا ہے۔ حوالہ جات کی تفصیل کیلئے دیکھئے: فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۳۴، ۵۳۵۔ عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۵۱ تا ۵۲۔

وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا أَنْ يُقَبِّلَهَا أَوْ يُبَاشِرَهَا: حسن بصریؒ کے حوالے سے ظاہر ہے کہ مباشرت سے مراد مطلق معانقہ ہے جو تقبیل کی نسبت عام ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ان کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے۔ جس کے خلاف محمد بن سیرینؒ کا فتویٰ ہے کہ تقبیل یا مباشرت دونوں باتیں مکروہ ہیں۔ یہ فتویٰ بھی ابن ابی شیبہ سے ہی منقول ہے[1]۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۵۱۔

الْوَلِيْدَةُ الَّتِي تُوْطَأُ.... فَلْيُسْتَبْرَأْ رَحِمُهَا: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا فتویٰ بھی ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے[2] اور کنواری کے بارے میں جو فتویٰ منقول ہے (یعنی وَلَا تُسْتَبْرَأُ الْعَذْرَاءُ) وہ عبدالرزاق سے مروی ہے[3]۔

لَا بَأْسَ أَنْ يُصِيْبَ مِنْ جَارِيَتِهِ الْحَامِلِ مَا دُوْنَ الْفَرْجِ: عطاء بن ابی رباح کا یہ جو فتویٰ تقبیلِ مباشرت کے جواز میں ہے، اس کا استنباط انہوں نے آیت اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ سے کیا ہے۔ محولہ آیتیں یہ ہیں: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ۝ (المؤمنون: ۶ تا ۸) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں کے یا جن کے مالک ان کے داہنے ہاتھ ہوئے ہیں۔ پس ایسے لوگ قابل ملامت نہیں۔ مگر جو اس کے سوا کسی اور بات کی خواہش کریں تو وہ لوگ حدّ سے گزرنے والے ہیں۔

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ: جنگ میں حاصل کرنے کی وجہ سے قبضہ میں آنے والی عورتیں جو نہ خود آزاد ہوئیں اور نہ انہیں دوسرے لوگوں نے آزاد کرایا۔ ان کی حیثیت لونڈی کی سی ہوگی۔

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب النکاح، باب فی الرجل يشتري الأمة يصيب منها شيئا دون الفرج، جزء ۳ صفحہ ۵۱۶)

[2] (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب النکاح، باب من كان يقول يستبرئ الأمة بحيضة، جزء ۳ صفحہ ۵۱۴)

[3] (مصنف عبد الرزاق، کتاب الطلاق، ابواب ما يتعلق بالعبيد والإماء، باب الأمة العذراء تباع، جزء ۷ صفحہ ۲۲۷)
(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب النکاح، باب فی الرجل يشترى الجارية العذراء يستبرئها، جزء ۳ صفحہ ۵۱۳)

مَا دُوْنَ الْفَرْجِ: اس سے مراد دُبر نہیں جو کسی صورت میں بھی جائز نہیں، نہ بیوی سے نہ لونڈی سے۔ جیسا کہ اِرشاد باری تعالیٰ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْعَادُوْنَ o (المؤمنون:۸) سے واضح ہے۔ غیر فطرتی طریق قطعی طور پر ہر حالت میں حرام ہے۔ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ o (البقرة:۲۲۳) یعنی جب حیض سے نہا دھو کر پورے طور پر پاک وصاف ہو جائیں تو جہاں سے اللہ نے حکم دیا ہے، ان کے پاس آ ؤ۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو بار بار اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، جو اپنی پاکیزگی کا انتہائی حد تک اہتمام کرنے والے ہیں۔ اس تعلق میں کتاب الإیمان باب ۳۹، کتاب الحیض باب ۱۳ بھی دیکھئے۔ مسئلہ معنونہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث واضح اور بطور حکم قطعی ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں: لَا تُوْطَأُ حَامِلٌ حَتّٰى تَضَعَ وَلَا غَيْرُ ذَاتِ حَمْلٍ حَتّٰى تَحِيْضَ حَيْضَةً.☆ یعنی حاملہ سے تاوقتیکہ وہ جنے اور غیر حاملہ سے تاوقتیکہ وہ حیض سے فارغ ہو، جماع نہ کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد کا اعلان حضرت ابوسعید خدریؓ نے اس وقت کیا، جب غزوہ اوطاس میں قیدی لائے گئے۔ جن میں عورتیں بھی تھیں اور وہ بطور جنگی قیدی غازیوں میں تقسیم کی گئی تھیں۔ انہوں نے حکماً صحابہؓ کو منع کر دیا کہ ان دونوں حالتوں میں ازدواجی تعلقات قائم نہ کئے جائیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۳۵)

محمد بن سیرینؒ کے بحولہ بالا فتویٰ پر زہریؒ، نخعیؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ و امام شافعیؒ وغیرہ کا اتفاق ہے۔ ان کا فتویٰ اِن الفاظ میں ہے: لَا يُقَبِّلُهَا وَلَا يَتَلَذَّذُ مِنْهَا بِشَيْءٍ. (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۵۴) یعنی نہ اسے بوسہ دے اور نہ اس سے کسی طریق سے لذت حاصل کرے۔ جن فقہاء نے تقبیل اور مطلق مباشرت کی اجازت دی ہے، انہوں نے ظاہری الفاظ سے تمسّک کیا ہے کہ صرف جماع سے منع کیا گیا ہے۔ دراصل فتویٰ اور تقویٰ میں فرق ہے۔ اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ہی درحقیقت قابل اتباع ہے۔

بَاب ۱۱۲: بَيْعُ الْمَيْتَةِ وَالْأَصْنَامِ

مردار اور بتوں کا بیچنا

۲۲۳۶: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ

۲۲۳۶: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید بن ابی حبیب سے، یزید نے عطاء بن ابی رباح سے، عطاء نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے

☆ (ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی وطأ السبایا)

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ بِمَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ إِنَّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْأَصْنَامِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهُ يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا، هُوَ حَرَامٌ. ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ قَاتَلَ اللهُ الْيَهُوْدَ إِنَّ اللهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُوْمَهَا جَمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَأَكَلُوْا ثَمَنَهُ. وَقَالَ أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فتح کے سال فرما رہے تھے جبکہ آپؐ مکہ میں تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب اور مردار اور خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت حرام قرار دی ہے۔ آپؐ سے کہا گیا: یارسول اللہ! مردار کی چربیوں کی بابت بھی آپؐ بتائیں کیونکہ وہ کشتیوں میں ملی جاتی ہیں اور کھالوں پر بھی ان کا روغن ملا جاتا ہے اور لوگ ان سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں، وہ حرام ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا: اللہ یہود کو تباہ کرے کہ اللہ نے مردار کی چربیاں (ان کے لئے) حرام کی تھیں مگر انہوں نے انہیں پگھلایا اور پھر بیچا اور ان کی قیمت کھائی۔ ابو عاصم (ضحاک بن مخلد) نے کہا: عبدالحمید نے ہم سے بیان کیا۔ یزید نے ہمیں بتایا کہ عطا (بن ابی رباح) نے مجھے لکھا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ سنا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

اطرافہ: ٤٢٩٦، ٤٦٣٣۔

تشریح: **بَيْعُ الْمَيْتَةِ وَالْأَصْنَامِ:** مسئلہ معنونہ کے تعلق میں باب ۱۰۱ تا ۱۰۳ بھی دیکھئے۔ جمہور کے نزدیک مذکورہ بالا اشیاء کی بیع حرام ہے لیکن مردار کی چربی کا استعمال ناجائز نہیں کہ وہ صابون سازی وغیرہ صنعت میں استعمال کی جاسکتی ہے۔ امام اوزاعیؒ، امام ابو یوسفؒ اور بعض مالکیوں نے خنزیر کے بالوں کا استعمال بھی جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح ان کی خرید وفروخت بھی۔ علماء کے اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ حرمت کراہیت ہے نہ حرمتِ تحریم۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۳۷) (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۵۵، ۵۶)

جہاں تک ارشادِ نبویؐ کے الفاظ کا تعلق ہے، ادب کا تقاضا ہے کہ مسلمان ایسے پیشے اختیار کرنے سے بچیں۔ روایت نمبر ۲۲۳۶ سے ظاہر ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مردار کی چربی کے کارآمد ہونے کی طرف توجہ دِلائی گئی تو آپؐ نے اس سے انکار نہیں کیا بلکہ یہود کی مثال دے کر بیع کی حرمت کا اِعادہ فرمایا کہ انہوں نے صریح حکم کی نافرمانی کی

اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مردہ جانور کے بال اور ہڈیاں وغیرہ ناپاک نہیں کہ قابل استعمال نہ ہوں۔ آنحضرت ﷺ کی کنگھی عاج (یعنی ہاتھی دانت) کی تھی۔ دارقطنی نے حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: اِنَّمَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمَيْتَةِ لَحْمُهَا فَاَمَّا الْجِلْدُ وَالشَّعْرُ وَالصُّوْفُ فَلَا بَأْسَ بِهٖ☆ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار کا صرف گوشت ہی حرام کیا ہے؛ چمڑے، بال اور اُون کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ اسی کے ہم معنی روایت حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی بھی دارقطنی نے نقل کی ہے جو بلحاظِ سند بعض کے نزدیک کمزور ہے۔☆ لیکن علامہ عینیؒ نے کمزور قرار دینے والوں کی جرح قبول نہیں کی اور ان کے نزدیک سند میں کوئی خامی نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۵۶۔

وَقَالَ اَبُوْ عَاصِمٍ ....: روایت کے آخر میں ابوعاصم کے قول سے یہ وضاحت کی گئی ہے کہ عطاء بن ابی رباحؒ سے یزید بن ابی حبیبؒ نے مذکورہ بالا حدیث براہِ راست نہیں سُنی۔ انہوں نے ان کی طرف تحریراً لکھا تھا۔ یعنی یہ روایت سماعی نہیں بلکہ تحریری ہے۔

بَاب ۱۱۳: ثَمَنُ الْكَلْبِ
کتے کی قیمت

۲۲۳۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ.

اطرافہ: ۲۲۸۲، ۵۳۴۶، ۵۷۶۱۔

۲۲۳۷: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ (امام) مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے، ابوبکر نے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور فاحشہ (لونڈی) کی کمائی اور کاہن کی اُجرت سے منع فرمایا ہے۔

۲۲۳۸: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَوْنُ بْنُ

۲۲۳۸: حجاج بن منہال نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا کہ عون بن ابی جُحَیفہ نے مجھے

☆ (سنن الدارقطنی، کتاب الطهارة، باب الدباغ، جزء اول صفحہ ۴۷)

أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى حَجَّامًا فَأَمَرَ بِمَحَاجِمِهِ فَكُسِرَتْ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ وَثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْأَمَةِ وَلَعَنَ الْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ وَآكِلَ الرِّبَا وَمُوْكِلَهُ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ.

خبر دی۔اس نے کہا: میں نے اپنے باپ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک پچھنے لگانے والا غلام خریدا اور اس کے آلات کے بارے میں حکم دیا تو وہ توڑ دیے گئے۔ تو میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی۔انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت اور کتے کی قیمت اور لونڈی کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر اور سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت کی ہے اور مصور پر بھی لعنت کی ہے۔

اطرافهُ: ٢٠٨٦، ٥٣٤٧، ٥٩٤٥، ٥٩٦٢.

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
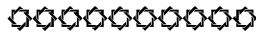
بسم الله الرحمن الرحيم

۳۵- كِتَابُ السَّلَمِ

بَاب ١ : اَلسَّلَمُ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ

بیع سلم جو مقررہ ماپ کے ساتھ ہو

٢٢٣٩ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَالنَّاسُ يُسْلِفُوْنَ فِي الثَّمَرِ الْعَامَ وَالْعَامَيْنِ أَوْ قَالَ عَامَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً شَكَّ إِسْمَاعِيْلُ فَقَالَ مَنْ سَلَّفَ فِي تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ بِهَذَا فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ.

اطرافه: ٢٢٤٠، ٢٢٤١، ٢٢٥٣.

۲۲۳۹: عمرو بن زُرارہ نے مجھ سے بیان کیا کہ اسماعیل بن علیہ نے ہمیں بتایا، (کہا) کہ ابن ابی نجیح نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عبداللہ بن کثیر (مکی قاری) سے، عبداللہ نے ابوالمنہال (عبدالرحمٰن بن مطعم) سے، ابوالمنہال نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور حالت یہ تھی کہ لوگ پھلوں سے متعلق سال اور دو سال کی یا کہا کہ دو یا تین سال کی میعاد پر بیع سلم کیا کرتے تھے۔ (مدت کے بارے میں) اسماعیل کو شک ہے۔ تب آپؐ نے فرمایا: جو (خریدار) کھجوروں کے متعلق پیشگی دے تو چاہیے کہ وہ پیشگی قیمت دیتے وقت ماپ اور تول مقرر کر لے۔

محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا۔ اسماعیل (بن علیہ) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے ابن ابی نجیح سے یہی روایت کی کہ (بیع سلم میں) مقررہ ماپ اور مقررہ وزن ہو۔

بَاب ۲ : السَّلَمُ فِي وَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ

بیع سلم مقررہ تول کے ساتھ ہو

۲۲٤۰ : حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ بِالتَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ فَقَالَ مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَفِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ.

حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ وَقَالَ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ.

اطرافہ: ۲۲۳۹، ۲۲٤۱، ۲۲۵۳۔

۲۲۴۰: صدقہ (بن فضل) نے ہم سے بیان کیا کہ (سفیان) بن عیینہ نے ہمیں بتایا، (کہا) کہ ابن ابی نجیح نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عبداللہ بن کثیر سے، عبداللہ نے ابوالمنہال سے، ابوالمنہال نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے، حالت یہ تھی کہ (لوگ) کھجوروں کی خرید کے لئے دو سال اور تین سال کی میعاد پر پیشگی رقم دیا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص کسی چیز کے لئے پیشگی رقم دے تو مقررہ ماپ اور مقررہ تول مقررہ میعاد تک کے لئے دے۔

علی (بن مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا، کہا کہ ابن ابی نجیح نے مجھ سے حدیث بیان کی۔ (اس میں یوں ہے کہ) آنحضرت ﷺ نے فرمایا: چاہیے کہ ماپ مقررہ کے ساتھ مقررہ مدت تک کے لئے پیشگی قیمت دے۔

۲۲٤۱ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ.

اطرافہ: ۲۲۳۹، ۲۲٤۰، ۲۲۵۳۔

۲۲۴۱: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی نجیح سے، ابن ابی نجیح نے عبداللہ بن کثیر سے، عبداللہ نے ابوالمنہال سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ میں) آئے اور فرمایا: مقررہ ماپ اور مقررہ تول کے ساتھ مقررہ میعاد تک کیلئے پیشگی رقم دی جائے۔

۲۲٤۲-۲۲٤۳: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ.

وَحَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِي الْمُجَالِدِ.

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ أَوْ عَبْدُ اللهِ ابْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ اخْتَلَفَ عَبْدُاللهِ ابْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ وَأَبُو بُرْدَةَ فِي السَّلَفِ فَبَعَثُوْنِيْ إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزَى فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ.

۲۲۴۲-۲۲۴۳: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ ابن ابی المجالد سے مروی ہے۔ (دوسری اسناد)

نیز یحییٰ (بن موسیٰ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ ہمیں وکیع نے بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، انہوں نے محمد بن ابی مجالد سے روایت کی۔

حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا کہ محمد (بن ابی المجالد) نے مجھے خبر دی یا یہ کہا کہ عبداللہ بن ابی المجالد نے مجھے خبر دی، کہا کہ عبداللہ بن شداد بن ہاد اور ابو بردہ (عامر بن ابی موسیٰ) نے بیع سلم کے بارے میں اختلاف کیا تو لوگوں نے مجھے حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں گندم اور جَو اور منقیٰ اور کھجوروں کی بیع سلم کیا کرتے تھے۔ اور میں نے (حضرت عبدالرحمٰن) بن ابزیٰؓ سے پوچھا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کہا۔

اطرافہ: ۲۲٤٤-۲۲٤٥، ۲۲٥٤-۲۲٥٥۔

تشریح: اَلسَّلَمُ فِيْ كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ: سَلَم کے معنے سپرد کرنا۔ سَلَف کے معنے پیشگی دینا۔ سَلَم اور سَلَف دونوں اصطلاحیں بیع سَلَم کے معنوں میں استعمال ہوتی ہیں۔ پہلی اصطلاح اہل حجاز کی ہے اور دوسری اہل عراق کی اور ان دونوں اصطلاحوں کا استعمال صرف اعتباری ہے۔ یعنی قبل از وقت عقدِ بیع کے لحاظ سے اس بیع کو سَلَف کہتے ہیں اور کسی شئی کی خرید کے لئے پیشگی رقم دینے کے لحاظ سے اسے بیع سلم کہیں گے۔ اور یہ مبادلہ اشیاء میں اُدھار کی صورت ہے۔ اسے دَیْن بھی کہہ سکتے ہیں جس میں بدل تو نقد رقم کی شکل میں دیا جاتا ہے مگر اس کے مبادلہ کی جنس بعد میں دی جاتی ہے اور یہ بیع سلم یا سلف ارشادِ باری تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ☆ کے

☆ {ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم ایک معین مدت تک کے لیے قرض کا لین دین کرو....} (البقرۃ:۲۸۳)

تحت ہے۔اسی لئے حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کا اطلاق بیع سلم پر بھی کر کے اسے جائز قرار دیا ہے بحالیکہ اس میں بیع غرر کی صورت بھی ہے کہ نتیجے کا یقینی علم نہیں، صرف ایک اندازہ اور اُمید ہے۔لیکن شریعت نے معاملات میں سہولت کے پیش نظر اس کی اجازت دی ہے۔مثلاً زمیندار کو اپنے زرعی کاروبار کے لئے روپے کی ضرورت ہے اور روپے والے کو اَناج کی تو اسے اجازت ہے کہ مشتری سے قبل از فصل نرخ، وزن اور میعاد معین کر کے روپیہ لے لے۔ ایسے لین دین میں اگر بھاؤ کا فرق ہو جائے تو وہ سود نہیں۔اس لین دین میں زرِمبادلہ بنیاد نہیں بنایا گیا کہ جس سے جنس زیر خرید کی عدم اَدائیگی پر زرِمبادلہ بھی زیادہ ہو جائے بلکہ وہ واپس ہوگا اور تنازعہ کی صورت میں قضا فیصلہ کرے گی کہ عدم ادائیگی کے وجوہ معقول ہیں یا غیر معقول۔دینے والے کو معذور ٹھہرایا جاسکتا ہے یا اس پر حرجانہ ڈالا جاسکتا ہے۔اجناس حاصل کرنے کی غرض سے قبل از وقت روپیہ دے کر سودا کرنا کہ فلاں وقت فلاں قسم کی جنس معین نرخ پر اور معین وزن میں لی جائے گی۔ ایسے سودے کو بیع سَلم کہتے ہیں جو شرعاً جائز ہے۔جمہور نے اس بیع کی صحت کے لئے اَجَلٍ مُّسَمًّى یعنی معین میعاد کی شرط ضروری قرار دی ہے۔لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک صرف مستقبل کے سودے ہی کے لئے نہیں بلکہ حال کے سودے کے لئے بھی بیع سلم ہو سکتی ہے اور اس کی صحت کے لئے یہ بھی ضروری قرار دیا گیا ہے کہ جنس مطلوبہ کی صفت مع قیمت اور مقدارِ جنس اور وقت کی اَدائیگی کی تعیین ضبطِ تحریر میں لائی جائے۔

(فتح الباری جزء۴صفحہ۵۴۰تا۵۴۲)(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۶۱تا۶۳)

(بداية المجتهد، كتاب السلم، الباب الاول فى محله وشروطه، جزء ثانی صفحہ۱۵۱،۱۵۲)

باب نمبر۱ اور باب نمبر۲ میں کَیلِ معلوم اور وزنِ معلوم کے تعلق میں عبداللہ بن ابی نجیح کی ہی روایت مختلف سندوں سے نقل کی گئی ہے۔کَیل کے معنے ہیں ماپنا اور وزن کے معنے ہیں تولنا۔بعض جگہ ماپ کر بیچنے کا رواج ہے اور بعض جگہ تول کر، دونوں طریق سے مقدار معین ہو جاتی ہے۔

باب۲ کی روایت نمبر۲۲۴۰ میں کَیل کے علاوہ الفاظ اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ بھی مروی ہیں۔یعنی بیع سلم میں مدتِ مقررہ بھی شرط ہے۔اس روایت کی تائید میں روایت نمبر۲۲۴۱ بھی نقل کی گئی ہے۔باب۱ کی پہلی روایت میں بھی اَلْعَامَ وَالْعَامَيْنِ کے الفاظ سے مدت کا ذکر موجود ہے۔ان روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ بیع سلم میں وزن، ماپ اور مدت معین ہو۔

بَاب۳: اَلسَّلَمُ إِلَى مَنْ لَّيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ

ایسے شخص سے بیع سلم کرنا جس کے پاس اصل جنس نہیں

۲۲۴۴-۲۲۴۵: حَدَّثَنَا مُوْسَى ابْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا

۲۲۴۴-۲۲۴۵: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں بتایا، (کہا

الشَّيْبَانِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ بَعَثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ وَأَبُو بُرْدَةَ إِلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَا سَلْهُ هَلْ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْلِفُوْنَ فِي الْحِنْطَةِ قَالَ عَبْدُ اللهِ كُنَّا نُسْلِفُ نَبِيْطَ أَهْلِ الشَّأْمِ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّيْتِ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ قُلْتُ إِلَى مَنْ كَانَ أَصْلُهُ عِنْدَهُ قَالَ مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ بَعَثَانِي إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْلِفُوْنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ نَسْأَلْهُمْ أَلَهُمْ حَرْثٌ أَمْ لَا.

کہ ابواسحاق) شیبانی نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن ابی المجالد نے ہمیں بتایا، کہا کہ عبداللہ بن شداد اور ابو بردہ نے مجھے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا اور انہوں نے کہا کہ ان سے پوچھو: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گندم میں بیع سلم کیا کرتے تھے؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ ہم ملک شام کے کاشتکاروں کو گندم اور جَواور زیتون کی خرید کے لئے ماپ اور مدت مقرر کر کے پیشگی رقم دیا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا: انہی لوگوں کو جن کے پاس اصل جنس ہوتی؟ کہا: ہم اس کی بابت ان سے پوچھا نہیں کرتے تھے۔ پھر ان دونوں نے مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ کے پاس بھیجا اور میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بیع سلم کیا کرتے تھے اور ہم ان (بیچنے والوں) سے یہ نہیں پوچھا کرتے تھے کہ آیا ان کی کھیتی ہے یا نہیں۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُّحَمَّدِ ابْنِ أَبِي مُجَالِدٍ بِهَذَا وَقَالَ فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ. وَقَالَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ

اسحاق (بن شاہین) نے ہم سے بیان کیا کہ خالد بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے (سلیمان) شیبانی سے، شیبانی نے محمد بن ابی مجالد سے یہی حدیث نقل کی ہے (اور وہ یوں ہے:) اور انہوں نے کہا: ہم گندم اور جَو کیلئے ان کو پیشگی رقم دیا کرتے تھے۔اور عبداللہ بن ولید نے جو سفیان سے روایت کی۔ (سفیان نے کہا کہ)

وَقَالَ وَالزَّيْتِ. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَقَالَ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّبِيْبِ.

شیبانی نے ہم سے بیان کیا۔ اس میں زیتون کا لفظ زیادہ ہے۔ (اور قتیبہ کی روایت یوں ہے:) قتیبہ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) کہ جریر نے ہمیں بتایا کہ شیبانی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ گندم اور جَو اور منقیٰ کے لئے (پیشگی قیمت دیا کرتے تھے) (پہلی روایت میں زیتون کا لفظ تھا تو اِس میں منقیٰ کا ذکر ہے۔)

اطرافہ: ٢٢٤٢-٢٢٤٣، ٢٢٥٤-٢٢٥٥۔

٢٢٤٦: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيَّ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ وَحَتَّى يُوْزَنَ فَقَالَ رَجُلٌ وَأَيُّ شَيْءٍ يُوْزَنُ قَالَ رَجُلٌ إِلَى جَانِبِهِ حَتَّى يُحْرَزَ.

۲۲۴۶: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا) کہ عمرو (بن مرہ) نے ہمیں خبر دی، کہا کہ میں نے ابوالبختری طائی سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں کی بیع سلم کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت کی بیع سے منع فرمایا ہے، تاوقتیکہ کھجور کھانے کے لائق ہو جائے اور اس کا وزن کیا جا سکے۔ ایک شخص بولا: کس چیز کا وزن کیا جائے؟ تو ایک دوسرے شخص نے جو اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کہا: یہاں تک کہ محفوظ کیا جا سکے۔

وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

اور معاذ (بن معاذ) نے کہا کہ شعبہ نے عمرو سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ ابوالبختری نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی منع فرمایا ہے۔

اطرافہ: ٢٢٤٨، ٢٢٥٠۔

تشریح: **اَلسَّلَمُ اِلَى مَنْ لَّيْسَ عِنْدَهُ اَصْلٌ:** جنس کی عدم موجودگی کی صورت میں بیع جائز قرار دی گئی ہے۔ دراصل بیع سلم کی صورت بیع غرر اور بیع معدوم کے بین بین ہے۔

فِي النَّخْلِ: روایت نمبر ۲۲۴۶ کے آخر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جواب پر ان سے پوچھا گیا: **وَأَيُّ شَيْءٍ يُوْزَنُ** ۔کس چیز کا وزن کیا جائے۔یعنی وزن کئے جانے سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب انہوں نے فقرہ **حَتَّى يُحْرَزَ** سے دیا ہے۔یعنی جو محفوظ کی جائے۔ یہ لفظ بعض روایتوں میں یُحْزَر ہے جو حَزْر سے ہے، جس کے معنے قیاس کرنے یا اندازہ کرنے کے ہیں۔امام ابن حجرؒ نے اسی لفظ کو ترجیح دی ہے۔(فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۴۵) دونوں لفظوں سے جواب کا مفہوم واضح ہے کہ جب تک کھجور کی مقدار معین اور محفوظ صورت میں نہ ہو، اُدھار پر اس کی خرید وفروخت جائز نہیں۔مزید وضاحت کے لیے اگلے باب (نمبر۴) کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ٤ : اَلسَّلَمُ فِي النَّخْلِ

کھجور کے درخت سے متعلق بیع سلم

٢٢٤٧-٢٢٤٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ نُهِيَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَصْلُحَ وَعَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ. وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ أَوْ يَأْكُلَ مِنْهُ حَتَّى يُوْزَنَ.

۲۲۴۷-۲۲۴۸: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عمرو (بن مرہ) سے، عمرو نے ابوالبختری (سعید بن فیروز) سے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور کے درختوں (کے پھلوں) کی بیع سلم کرنے کی نسبت پوچھا تو انہوں نے کہا: کھجور (کے پھل) کی خرید وفروخت اس وقت تک منع ہے کہ وہ کھانے کے لائق ہو جائے۔ اور چاندی کی خرید وفروخت بھی ایسے طور پر منع ہے کہ ایک طرف تو (چاندی) نقد ہو اور دوسری طرف اُدھار ہو اور میں نے حضرت ابن عباسؓ سے (بھی درخت پر) کھجور کی بیع سلم کی نسبت پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے تاوقتیکہ وہ کھانے کے قابل ہو جائے۔ یا یہ کہا کہ وہ اسے خود کھائے، یہاں تک کہ اس کا وزن کیا جا سکے۔

اطراف الحدیث ۲۲۴۷: ١٤٨٦، ٢١٨٣، ٢١٩٤، ٢١٩٩، ٢٢٤٩۔
اطراف الحدیث ۲۲۴۸: ٢٢٤٦، ٢٢٥٠۔

٢٢٤٩-٢٢٥٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ۲۲۴۹-۲۲۵۰: ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا،

ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَصْلُحَ وَنَهَى عَنِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَأْكُلَ أَوْ يُؤْكَلَ وَحَتَّى يُوْزَنَ قُلْتُ وَمَا يُوْزَنُ قَالَ رَجُلٌ عِنْدَهُ حَتَّى يُحْزَرَ.

(کہا) کہ ہم کو (محمد بن جعفر) غندر نے بتایا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا۔ انہوں نے عمرو (بن مرہ) سے، انہوں نے ابوالبختری سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا) کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کھجور (کے درخت پر جو پھل لگا ہو اُس) کی بیع سلم کی جاسکتی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ نبی ﷺ نے پھل بیچنے سے منع کیا ہے، تاوقتیکہ وہ پکنا شروع ہو جائے۔ اور چاندی کو سونے کے بدلے میں (بھی اس طرح) بیچنے سے منع فرمایا ہے کہ ایک طرف اُدھار ہو اور دوسری طرف نقد ہو۔ اور میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے کھجور (کے پھل) بیچنے سے منع فرمایا جب تک کہ وہ کھائے یا کھانے کے قابل ہو جائے اور یہاں تک کہ اس کا وزن کیا جاسکے۔ میں نے کہا: وزن کیا جانے سے کیا مراد ہے؟ تو ایک شخص نے جو ان کے پاس (بیٹھا ہوا) تھا، کہا: یہاں تک کہ اس کا اندازہ ہو سکے۔

اطراف الحدیث ۲۲۴۹: ۱٤٨٦، ٢١٨٣، ٢١٩٤، ٢١٩٩، ٢٢٤٧۔
اطراف الحدیث ۲۲۵۰: ٢٢٤٦، ٢٢٤٨۔

تشریح: **السَّلَمُ فِي النَّخْلِ:** اس بارے میں حاکمؒ، بیہقیؒ اور ابن حبانؒ نے نقل کیا ہے کہ زید بن سعنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ فلاں باغ کی کھجوریں مجھے فلاں وقت تک اُدھار پر فروخت کردیں تو آپؐ نے فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا۔ اَبِیعُکَ اَوْسَقًا مُسَمَّاةً اِلَی اَجَلٍ مُسَمًّی۔ یعنی معین وسق مقررہ میعاد کے لئے تجھے بیچ سکتا ہوں☆ ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے بھی اس بارے میں بعض روایتیں نقل کی ہیں کہ ایک شخص نے ایک سال کے لئے کھجوروں کے باغ کا بطور بیع سلم سودا کیا۔ اس سال پھل نہ لگا اور جھگڑے کی صورت پیدا ہوئی۔ مشتری نے کہا: پھل لگنے کی شرط تھی۔ بائع نے کہا کہ صرف اس سال کا سودا ٹھہرایا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روپیہ

☆(المستدرک علی الصحیحن، کتاب معرفة الصحابة، ذکر إسلام زید بن سعنة، جزء۳ صفحہ۷۰۰)
(سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب البیوع، ابواب السلم، باب لایجوز السلف حتی یکون بصفة معلومة لا تتعلق بعین)
(صحیح ابن حبان، کتاب البر والإحسان، ذکر الاستحباب للمرء أن یأمر بالمعروف من هو فوقه، جزءاول صفحہ۵۲۲)

واپس کرنے کا فیصلہ کیا اور فرمایا: وَلَا تُسْلِمُوْا فِيْ نَخْلٍ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ ۔تاوقتیکہ کھجوریں پختہ نہ ہوں، ان کی بیع سلم نہ کیا کرو۔☆ یہ روایت بلحاظ سند کمزور ہے اور اسی لئے امام بخاریؒ نے وہ نظر انداز کر دی ہے اور باب ۳، ۴ کی روایتیں ان کے نزدیک مستند ہیں، جن سے پایا جاتا ہے کہ جو درخت ابھی پکے نہیں اور نہ ان کے پھل کی مقدار کا اندازہ ہو سکتا ہے، ان کی بیع سلم کی صورت ایسی ہے جیسی غیر موجود شئے کا سودا کرنا۔
(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۴۶) (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۶۸)

باب ۳، ۴ کے عنوان مختلف ہیں مگر روایات نمبر ۲۲۴۶، ۲۲۴۸، ۲۲۵۰ جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں، ان کا مضمون ایک ہی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے مذکورہ بالا فتویٰ کو اکثر فقہاء نے بیع سلم حال پر محمول کیا ہے بشرطیکہ کھجوروں کا پھل پختہ اور قابل اندازہ ہو، ورنہ بیع غرر کی صورت ہوگی جو جائز نہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۴۶) امام شافعیؒ کے نزدیک بیع سلم کی صحت کے لئے اُدھار کا ہونا ضروری ہے اور اس میں معین شے کا سودا معین مقدار میں کیا جائے۔ جو موجود ہو، اس کے لین دین کا معاملہ عام بیع متصور ہوگی، بیع سلم نہیں کہلائے گی۔ بیع سلم کا اطلاق ان کے نزدیک اسی شئے پر ہوگا جو موجود نہیں اور بعد میں لی جائے گی۔ اسی فقیہانہ اختلاف کے پیش نظر باب ۳ و ۴ قائم کئے گئے ہیں۔ دیکھئے فتح الباری شرح باب ۳ جزء ۴ صفحہ ۵۴۴، ۵۴۵۔

بَاب ٥: اَلْكَفِيْلُ فِي السَّلَمِ
بیع سلم میں ضامن

٢٢٥١: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَّامٍ حَدَّثَنَا يَعْلَى حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتِ اشْتَرَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِّنْ يَّهُوْدِيٍّ بِنَسِيْئَةٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَّهُ مِنْ حَدِيْدٍ.

۲۲۵۱: محمد بن سلام نے مجھ سے بیان کیا، (کہا) کہ یعلیٰ (بن عبید بن امیہ) نے ہم کو بتایا۔ (انہوں نے کہا) کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے اسود (بن یزید) سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے اُدھار پر غلہ خریدا اور اپنی لوہے کی زِرہ اس کے پاس رہن رکھی۔

اطرافه: ٢٠٦٨، ٢٠٩٦، ٢٢٠٠، ٢٢٥٢، ٢٣٨٦، ٢٥٠٩، ٢٥١٣، ٢٩١٦، ٤٤٦٧۔

☆ (سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی السلم فی ثمرة بعینها)
(سنن ابن ماجه، کتاب التجارات، باب اذا أسلم فی نخل بعینه لم یطلع)

بَاب ٦: اَلرَّهْنُ فِي السَّلَمِ

بیع سلم میں رہن

۲۲۵۲: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ فَقَالَ حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْعًا مِّنْ حَدِيْدٍ.

۲۲۵۲: محمد بن محبوب نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا) کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ ابراہیم (نخعی) کے پاس بیع سلم میں رہن سے متعلق ہم نے آپس میں ذکر کیا تو انہوں نے کہا: اسود (بن یزید) نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے غلہ مقررہ میعاد تک کے لئے لیا اور لوہے کی ایک زِرہ اس کے پاس رہن رکھی۔

اطرافہ: ۲۰۶۸، ۲۰۹۶، ۲۲۰۰، ۲۲۵۱، ۲۳۸۶، ۲۵۰۹، ۲۵۱۳، ۲۹۱۶، ٤٤٦٧.

تشریح: **اَلْكَفِيْلُ فِي السَّلَمِ:** باب نمبر۵، ۶ میں ایک ہی واقعہ سے دو الگ الگ مسئلے کفالت اور رہن کے اخذ کئے گئے ہیں۔ کفالت شخصی بھی ہوسکتی ہے اور جائیداد کی بھی۔ روایت نمبر ۲۲۵۲ میں صراحت ہے کہ ابراہیم نخعی کے پاس بیع سلم سے متعلق رہن کی بابت ذکر ہوا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ بیان کیا؛ جس سے پایا جاتا ہے کہ پیشگی رقم کو محفوظ کرنے کی غرض سے کفالت لی جاسکتی ہے۔ بعض فقہائے حنابلہ کے نزدیک جنس زیر بیع سلم کی کفالت جائز نہیں۔ لیکن امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب جو مشہور ہے، اس کی رُو سے جائز ہے۔

بَاب ۷: اَلسَّلَمُ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ

بیع سلم میں میعاد مقرر ہونی چاہیے

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَبُوسَعِيْدٍ وَالْحَسَنُ وَالْأَسْوَدُ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا بَأْسَ فِي الطَّعَامِ الْمَوْصُوْفِ بِسِعْرٍ مَّعْلُوْمٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ مَا لَمْ يَكُنْ

حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابوسعید (خدریؓ)، حسن (بصری) اور اسود کا یہی قول ہے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے کہا: اس غلہ کی بیع سلم میں کوئی حرج نہیں جس کی صفت بیان کردی جائے اور نرخ اور میعاد مقرر کردی

ذَلِكَ فِي زَرْعٍ لَّمْ يَبْدُ صَلَاحُهُ.

جائے؛ بشرطیکہ وہ غلہ ایسی کھیتی میں نہ ہو جس کی حالت پختگی نمایاں نہ ہو۔

٢٢٥٣: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُسْلِفُوْنَ فِي الثِّمَارِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ فَقَالَ أَسْلِفُوْا فِي الثِّمَارِ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ. وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ وَقَالَ فِي كَيْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ.

اطرافہ: ٢٢٣٩، ٢٢٤٠، ٢٢٤١۔

۲۲۵۳: ابونُعَیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی نجیح سے، ابن ابی نجیح نے عبداللہ بن کثیر سے، عبداللہ نے ابوالمنہال سے، ابوالمنہال نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور حالت یہ تھی کہ (لوگ) پھلوں میں دو دو اور تین تین سال کے لئے بیع سلم کیا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: پھلوں میں مقررہ ماپ سے مقررہ میعاد کے لئے بیع سلم کیا کرو۔ اور عبداللہ بن ولید نے کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی نجیح نے ہمیں جو بتایا (وہ یوں ہے:) آپؐ نے فرمایا: مقررہ ماپ اور مقررہ وزن سے۔

٢٢٥٤-٢٢٥٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ قَالَ أَرْسَلَنِيْ أَبُوبُرْدَةَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ شَدَّادٍ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى وَعَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى فَسَأَلْتُهُمَا عَنِ السَّلَفِ فَقَالَا كُنَّا نُصِيْبُ الْمَغَانِمَ مَعَ

۲۲۵۴-۲۲۵۵: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی، (کہا) کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سلیمان شیبانی سے، سلیمان نے محمد بن ابی مجالد سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ابوبردہ اور عبداللہ بن شداد نے مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ ؓ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کے پاس بھیجا تو میں نے ان سے بیع سلم کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے کہا کہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَأْتِيْنَا أَنْبَاطٌ مِّنْ أَنْبَاطِ الشَّأْمِ فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالزَّيْتِ[1] إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى قَالَ قُلْتُ أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ أَوْ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ زَرْعٌ قَالَا مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ.	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم غنیمت کا حصہ پاتے تھے تو شام کے نبطی ہمارے پاس آتے اور ہم گندم، جَو اور منقیٰ[1] لینے کی غرض سے مقررہ وقت تک کے لئے ان کو پیشگی رقم دے دیتے۔ کہا: میں نے پوچھا کہ ان کی زراعت ہوتی تھی یا نہ؟ تو ان دونوں نے کہا: ہم اس کی نسبت ان سے نہیں پوچھا کرتے تھے۔

اطرافہُ: ۲۲٤۲-۲۲٤۳، ۲۲٤٤-۲۲٤٥۔

تشریح: **السَّلَمُ اِلَى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ:** باب کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیع سلم میں حال کے جواز سے متعلق جوفتویٰ دیا گیا ہے وہ درست نہیں کیونکہ بیع سلم کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ رقم پیشگی دی جائے۔ قرآن مجید کے ارشاد اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى (البقرة: ۲۸۳) میں چونکہ میعاد کی تصریح ہے، اس لئے نص صریح کے بموجب بیع سلم میں بھی میعاد کا معین ہونا ضروری ہے اور اس کا تعلق مستقبل سے ہے۔

وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَأَبُوسَعِيْدٍ وَالْحَسَنُ وَالْأَسْوَدُ: عنوانِ باب میں صحابہ کرام میں سے حضرت ابن عباس[2]، حضرت ابوسعید خدری[3] اور تابعین میں سے حسن بصریؒ اور اسودؒ کے فتاویٰ اسی امر کی تائید میں ہیں جو علی الترتیب امام شافعیؒ، عبدالرزاقؒ، سعید بن منصورؒ اور ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۴۸)

لَابَأْسَ فِى الطَّعَامِ الْمَوْصُوْفِ بِسِعْرٍ: عنوانِ باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قول کا حوالہ[4] ایک اور اختلاف کے پیش نظر نقل کیا گیا ہے کہ بیع سلم میں اگر نرخ معین کیا جائے تو یہ سود ہوگا۔ مفصل حوالہ جات کیلئے دیکھئے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۴۸، ۵۴۹۔ عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۶۹، ۷۰۔

اس باب میں وہی روایتیں دہرائی گئی ہیں جن کا ذکر پہلے دو ابواب میں گزر چکا ہے مگر مختلف سندوں سے۔

---

[1] فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق یہاں "الزَّبِيْبِ" ہے (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۵۴۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] (مسند الشافعی، ومن كتاب البيوع، جزء اول صفحہ ۱۳۸)

[3] (مصنف عبد الرزاق، كتاب البيوع، باب لا سلف إلّا الى أجل معلوم، جزء ۸ صفحہ ۷)

[4] (مؤطا امام مالک، كتاب البيوع، باب السلفة فى الطعام)

بَاب۸ : اَلسَّلَمُ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ

اس وقت تک کے لئے بیع سلم کرنا کہ اُونٹنی بچہ جنے

۲۲۵۶: حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَتَبَايَعُوْنَ الْجَزُوْرَ إِلَى حَبَلِ الْحَبَلَةِ فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ. فَسَّرَهُ نَافِعٌ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَا فِي بَطْنِهَا.

۲۲۵۶: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ (بن اسماء) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ لوگ اُونٹوں کی خرید وفروخت اس شرط پر کیا کرتے تھے کہ حاملہ اُونٹنی کا بچہ بڑا ہو کر بچہ جنے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ نافع نے حَبَلُ الْحَبَلَةِ کی یہ تفسیر کی ہے کہ اُونٹنی وہ بچہ جنے جو اس کے پیٹ میں ہو۔

اطرافهُ: ۲۱۴۳، ۳۸۴۳۔

تشریح: السَّلَمُ اِلَى اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ: مذکورہ بالاعنوان سے بھی یہی ثابت کرنا مقصود ہے کہ غیر معین میعاد کے لئے بیع سلم اسی طرح ناجائز ہے جس طرح عام بیع کہ ایسی بیع اَز قسم غرر ہے۔ جس کی صریح ممانعت ہے۔ سٹے کا جو دستور آج کل رائج ہے وہ قطعاً بیع سلم کی صورت نہیں کہلا سکتا۔ اس میں اوّل ضروری نہیں کہ جنس فی الواقع موجود ہو۔ دوم سٹے میں درحقیقت روپے سے روپیہ کا سودا ٹھہرتا ہے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے، مثلاً فلاں قسم کی روئی منڈی کے موجودہ نرخ پر ایک ہزار مَن خریدنے کا سمجھوتہ قرار پاتا ہے۔ اگلے دن نرخ بڑھنے پر وہی ایک ہزار مَن روئی بڑھے ہوئے نرخ پر بیچ دی جاتی ہے؛ بغیر اس کے کہ ایک ہزار مَن روئی پر قبضہ ہو اور اگر نرخ گر جائے تو بعض وقت سٹے کے بازار میں بڑے سے بڑا تاجر دیوالیہ ہو جاتا ہے۔ یہ طریق قسمت آزمائی کی صورت ہے اور اسلام نے ہر ایسے کاروبار کو ناجائز قرار دیا ہے جس میں ایک کا نقصان اور دوسرے کا فائدہ ہو۔ قمار یعنی جوئے بازی بھی اسی لئے حرام ہے کہ اس میں فرد اپنی چالاکی اور ہوشیاری سے دوسرے کا مال سمیٹتا اور اُسے تہی دست کر دیتا ہے۔ اس قسم کا کاروبار اَز قبیل غرر ہے کہ وہ دھوکے اور فریب پر مبنی اور نقصان دہ ہوتا ہے۔

صحت بیع سلم کی جو شرطیں مندرجہ بالا ابواب میں بیان ہوئی ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:-

۱) ایک معین مقدار میں جنس کی خرید بالفعل مقصود ہو۔

۲) وقت کی تعیین- یعنی فلاں وقت میں؛ جنس مطلوب فلاں وقت لے لی جائے گی۔

۳) نوعیت جنس کی تعیین ۔ یعنی صراحت سے ان صفات کا بیان ہو جن کی وجہ سے قیمت کم وبیش ہوتی ہو۔
مثلاً کپڑا سوتی یا اُونی، ہاتھ کا بنا ہوا یا مشین کا، سادہ یا رنگ دار۔ بعض وقت تانے بانے کے دھاگوں کی تعداد تک معین ہوتی ہے جس کے ہونے یا نہ ہونے سے کپڑا مضبوط یا کمزور ہوتا ہے۔

۴) نرخ کی تعیین۔ ۵) قیمت کی نقد ادائیگی بطور پیشگی۔

۶) قدرت سلیم - یعنی جس کے ساتھ سودا کیا جا رہا ہو، وہ جنس مطلوب مہیا کرنے پر قادر ہے۔

۷) ضرورت حقہ ہو۔ ۸) دھوکا اور فریب کی صورت نہ ہو۔

جمہور کے نزدیک ان شرائط میں سے کسی ایک شرط کا فقدان بیع سلم کو باطل کر دیتا ہے۔ مثلاً اگر جنس مطلوب موجود ہو تو اس کا لینا دینا احکام بیع کے تحت ہوگا اور اگر جنس موجود نہ ہو اور اس کے لین دین میں مدت غیر معین ہو یا جنس کی مقدار نامعلوم ہو جیسے باغ کا پھل تو بیع سلم باطل ہوگی۔ وعلیٰ ہذا القیاس باقی شرطیں۔ اس ضمن میں بدایة المجتهد، کتاب السلم، الباب الأوّل في محله وشروطه بھی دیکھئے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳٦- كِتَابُ الشُّفْعَةِ

شفعہ شرعی اصطلاح میں وہ انتقال جائیداد کا حق ہے جو مشارکت یا قرب و جوار یا استفادہ کی وجہ سے کسی غیر منقولہ جائیداد کے بارے میں کسی شریک یا پڑوسی کا بدرجہ اولیٰ بنتا ہے۔ مثلاً ایک رشتہ دار یا پڑوسی اپنا مکان بیچنا چاہتا ہے تو پہلا حق اس کے رشتہ دار یا پڑوسی کو ہے کہ وہ اسے خریدے۔ شریعت اسلامیہ نے یہ حق معاشرہ کے تعلقات کی صحت وسلامتی کے لیے محفوظ کیا ہے۔ تمدنِ بشری میں سب سے پہلے یہ حق شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی محفوظ کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا ہے۔ اس سے قبل رومانی ضابطہ قوانین میں حق شفعہ کا وجود بطور معاہدہ پایا جاتا تھا۔ یعنی جائیداد بیچنے والا بیع نامہ میں تصریح کر دیتا کہ اگر یہ جائیداد بعد کو فروخت کی گئی تو پہلا حق خرید بائع اوّل یا فلاں شخص کو ہوگا۔ لیکن اسلامی شریعت کی رو سے اپنی جائیداد جس میں کوئی شخص شرکت یا قرب و جوار یا استفادہ کا تعلق رکھتا ہو، اس کی اجازت یا علم کے بغیر فروخت کر دی جائے تو اسے اس جائیداد کو اسی قیمت پر لے لینے کا قانوناً حق حاصل ہوگا جس پر وہ فروخت کی گئی ہو اور خریدار کو اس جائیداد سے محروم ہونا پڑے گا۔ اس کے لئے بائع اور شفیع کو نہ تو کسی سابقہ معاہدے یا سمجھوتے کی ضرورت ہے اور نہ پہلے بیع نامہ میں کسی شرط کی۔ شفیع مشتری کا بیع نامہ ہی ہر لحاظ سے شفیع کا بیع نامہ متصور ہوگا۔ رومانی قانون میں مالک جائیداد شفعہ کا دعویٰ کرنے والے کو اپنے سابقہ معاہدہ کی بناء پر قبضہ دینے سے انکار کرسکتا ہے جو اس کے اور مشتری کے درمیان پہلے سے قرار پا چکا ہو مگر اسلامی شریعت کی رو سے وہ انکار نہیں کرسکتا؛ کیونکہ ایسا معاہدہ جو شفیع کو اس کے طبعی حق سے محروم کرتا ہے، باطل اور بے اثر ہے۔ بعض ہندو قانون دانوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس قانون کا وجود مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے سے پہلے قدیم ہندو قانون میں پایا جاتا تھا مگر ان کی یہ کوشش بے سود ثابت ہوئی۔ خود ہندو مقنّنین نے ہی ان کا یہ خیال رد کیا ہے۔

اسی کتاب میں حق شفعہ کے تاریخی اور قانونی پس منظر سے متعلق یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ حق شفعہ کی موجودہ شکل وصورت اسلامی فقہ کی مرہونِ منت ہے اور معاشرہ انسانیہ کے تمدنی حقوق کے تحفظ میں اس جہت سے اسلام ہی اس کا پہلا علم بردار ہے۔ فقہائے اسلام نے شفیع کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ شفیع شریک، شفیع خلیط اور شفیع جار۔ ان ابواب میں ان تینوں قسم کے حقوق شفعہ کی وضاحت اور تعین کا ذکر آئے گا۔

بَاب ١ : الشُّفْعَةُ فِيْمَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ فَلَا شُفْعَةَ

شفعہ اسی (جائیداد) کا ہے جس کی تقسیم نہ ہوئی ہو مگر جب حدیں پڑ جائیں تو شفعہ نہ ہوگا

٢٢٥٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.

۲۲۵۷: مسدد (بن مسرہد) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں بتایا۔ (عبدالواحد نے کہا) کہ معمر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے زُہری سے، زُہری نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، ابوسلمہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اُس (مال) میں جو تقسیم نہ کیا گیا ہو، شفعہ کا فیصلہ فرمایا ہے۔ مگر جب (تقسیم ہوگئی اور) حدیں پڑ گئیں اور راستے الگ الگ نکال دیئے گئے تو پھر شفعہ نہیں۔

اطرافہ: ٢٢١٣، ٢٢١٤، ٢٤٩٥، ٢٤٩٦، ٦٩٧٦.

تشریح: **الشُّفْعَةُ فِيْمَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ فَلَا شُفْعَةَ**: یہ باب شفعہ شرکت سے متعلق ہے۔ یعنی جب تک مشترکہ جائداد تقسیم ہو کر اس کی حدود، اس میں آنے جانے کے راستے متعین نہ ہو جائیں تو اگر حصہ دار اپنا حصہ بیچنا چاہے تو دوسرے حصہ دار کو بوجہ شرکت شفعہ کا حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ خریدے۔ لیکن جب جائیداد تقسیم ہو جائے اور اس کی حد قائم ہو کر ہر شریک کا حصہ جائیداد الگ ہو جائے اور اس کے آنے جانے کا راستہ بھی مقرر ہو کر شرکت کی صورت قائم نہ رہے تو پھر حق شفیع بوجہ شرکت قائم نہ رہے گا۔ یہ مفہوم ہے عنوانِ باب کا۔

حدیث نمبر ۲۲۵۷ سے حق شفعہ کی صحت کے لئے مندرجہ ذیل شرطیں مستنبط ہوتی ہیں:-

۱) مشترکہ جائیداد میں جو قابل تقسیم ہو، شفعہ کا حق اس وقت ہوگا جب کوئی شریک اسے فروخت کرنا چاہے تو اس کو لینے کا پہلا حقدار اس کا شریک ہوگا۔

۲) نا قابل تقسیم جائیداد میں حق شفعہ نہیں۔ نا قابل تقسیم سے مراد یہ ہے کہ تقسیم ہونے پر وہ نفع مند نہ رہے۔ مثلاً چھوٹا سا حمام یعنی غسل خانہ ہے، یا تنگ گلی ہے۔ اگر ایسی جائیداد تقسیم کی جائے تو نہ گلی کارآمد رہے گی نہ حمام۔

۳) جو جائیداد قابل تقسیم اور قابل انتقال ہو؛ یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائی جاسکتی ہے، اس میں بھی حق شفعہ نہیں۔ مثلاً اثاث البیت وغیرہ۔

۴) شفعہ کا حق نقصان کے تدارک کے لئے قائم کیا گیا ہے جو کسی شریک کو پہنچ سکتا ہے۔ اگر کسی نقصان کا احتمال نہیں تو حق شفعہ نہ رہے گا۔
۵) شریک کی رضامندی سے غیر شفیع خرید سکتا ہے۔
۶) حق شفعہ صرف اسی جائیداد میں ہوتا ہے جس میں کسی قسم کا اشتراک پایا جائے۔ خواہ بسبب قرب وجوار کے یا بسبب اِستفادہ کے۔ مثلاً ایک کنواں ہے جس میں سے محلّے کے لوگ پانی حاصل کرتے ہیں۔ اگر کنویں کا مالک اسے کسی کے پاس بیچنا چاہے تو پہلا حق فائدہ اُٹھانے والوں کا ہے۔ استفادہ بھی حق شفعہ قائم کرتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی محولہ بالا روایت کے لیے كتاب البيوع باب ۹۶ روایت ۲۲۱۳ دیکھئے۔
امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہی سے یہی روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے: قَضَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ شِرْكَةٍ لَّمْ تُقْسَمْ رَبْعَةٍ اَوْ حَآئِطٍ لَا يَحِلُّ لَهُ اَنْ يَّبِيْعَ حَتّٰى يُؤْذِنَ شَرِيْكَهُ فَاِنْ شَآءَ اَخَذَ وَاِنْ شَآءَ تَرَكَ فَاِذَا بَاعَ وَلَمْ يُؤْذِنْهُ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ. (مسلم، كتاب المساقاة، باب الشفعة) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مشترکہ جائیداد سے متعلق جو تقسیم نہیں ہوئی، شفعہ کا فیصلہ فرمایا۔ مکان ہو یا باغ مالک کو جائز نہیں کہ وہ اسے بیچے جب تک کہ اپنے شریک کو اطلاع نہ کردے۔ چاہے شریک اسے لے، چاہے نہ لے۔ اگر وہ بیچ دے اور اسے اطلاع نہ دی ہو تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔

بَاب ۲: عَرْضُ الشُّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ

(جائیداد کے) فروخت کرنے سے پہلے شفیع کے سامنے شفعہ پیش کرنا

وَقَالَ الْحَكَمُ إِذَا أَذِنَ لَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شُفْعَةَ لَهُ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ مَنْ بِيْعَتْ شُفْعَتُهُ وَهُوَ شَاهِدٌ لَا يُغَيِّرُهَا فَلَا شُفْعَةَ لَهُ.

اور حَکَم (بن عُتَیبہ) نے کہا: جب بیع سے پہلے (شفیع) اجازت دے دے تو اس کا حق شفعہ نہیں رہتا۔ اور شعبی نے کہا ہے کہ اگر جائیداد شفیع کی موجودگی میں بیچی جائے اور وہ خاموش رہے، اعتراض نہ کرے تو اس کے شفعہ کا حق جاتا رہتا ہے۔

۲۲۵۸: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيْمُ ابْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ قَالَ وَقَفْتُ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ

۲۲۵۸: مکی بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج نے ہمیں بتایا، (کہا) کہ ابراہیم بن میسرہ نے عمرو بن شرید سے مجھے خبر دی۔ انہوں نے کہا: میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے پاس کھڑا تھا کہ

فَجَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى إِحْدَى مَنْكِبَيَّ إِذْ جَاءَ أَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا سَعْدُ ابْتَعْ مِنِّي بَيْتَيَّ فِي دَارِكَ فَقَالَ سَعْدٌ وَاللهِ مَا أَبْتَاعُهُمَا فَقَالَ الْمِسْوَرُ وَاللهِ لَتَبْتَاعَنَّهُمَا فَقَالَ سَعْدٌ وَاللهِ لَاأَزِيْدُكَ عَلَى أَرْبَعَةِ آلَافٍ مُنَجَّمَةً أَوْ مُقَطَّعَةً قَالَ أَبُو رَافِعٍ لَقَدْ أُعْطِيْتُ بِهَا خَمْسَ مِائَةِ دِيْنَارٍ وَلَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقَبِهِ مَا أَعْطَيْتُكَهَا بِأَرْبَعَةِ آلَافٍ وَأَنَا أُعْطَى بِهَا خَمْسَ مِائَةِ دِيْنَارٍ فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ.

حضرت مِسوَر بن مخرمہؓ آئے اور میرے ایک کندھے پر انہوں نے اپنا ہاتھ رکھا۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابورافعؓ آئے اور کہنے لگے: سعد! میرے دو گھر جو آپؓ کی حویلی میں ہیں، خرید لیں۔ حضرت سعدؓ نے کہا: بخدا میں انہیں نہیں خریدوں گا۔ حضرت مسورؓ نے کہا: بخدا آپؓ نے ضرور انہیں خریدنا ہوگا۔ تو حضرت سعدؓ نے کہا: بخدا میں آپؓ کو چار ہزار (درہم[1]) سے زیادہ نہیں دوں گا اور وہ بھی قسط وار۔ (راوی کہتا ہے کہ انہوں نے لفظ) مُنَجَّمَةٌ بولا تھا یا مُقَطَّعَةٌ۔ ابورافعؓ نے کہا: مجھے تو اس کی قیمت پانچ سو دینار[1] ملتی تھی۔ اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سُنا ہوتا جو آپؐ فرماتے تھے: پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے تو میں آپؓ کو چار ہزار (درہم) پر نہ دیتا۔ کیونکہ مجھے تو اس کے پانچ سو دینار مل رہے تھے۔ (مگر اَب میں آپؓ کو دیتا ہوں۔) چنانچہ انہوں نے حضرت سعدؓ کو وہ گھر دے دیے۔

اطرافہُ: ٦٩٧٧، ٦٩٧٨، ٦٩٨٠، ٦٩٨١۔

تشریح: **عَرْضُ الشُّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ**: اس باب کا تعلق ایسے شفیع سے ہے، جسے ہمسائیگی کی وجہ سے حق شفعہ حاصل ہو۔ اگر پڑوسی زیرِفروخت جائیداد خریدنا نہ چاہے تو غیر پڑوسی کو بیچی جاسکتی ہے۔ اطلاع دینے کے بعد حق شفعہ ساقط ہوجاتا ہے۔ اسی طرح لاعلمی میں فروخت ہونے کے بعد شفیع کو اگر علم ہوجائے تو حق شفعہ کی رو سے فروخت شدہ جائیداد کا اسی قیمت پر شفیع مستحق ہوگا؛ بشرطیکہ قیمت نقد ادا کی جائے۔ بصورتِ عدم قدرتِ ادائیگی حق شفعہ ساقط ہوگا۔

عنوانِ باب میں ابومحمد حکم[2] بن عتیبہؒ اور شعبیؒ[3] کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے، وہ ابن ابی شیبہؒ نے موصولاً نقل کیا ہے۔

[1] اس دَور میں ایک دینار دس درہم کے برابر تھا۔ (فتح الباری شرح کتاب العتق باب ۲، روایت نمبر ۲۵۱۷، جزء ۵ صفحہ ۱۸۳)

[2] (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب البیوع والاقضية، باب فی الشفیع یأذن للمشتری، جزء ۴ صفحہ ۵۲۲)

[3] (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب البیوع والاقضية، باب فی الدار تباع ولها جاران، جزء ۴ صفحہ ۵۲۱)

یعنی شفیع کی طرف سے اِجازت ہو یا اُسے علم ہو مگر وہ خاموش رہے تو اس صورت میں بھی حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔ یہ باب ان ائمہ کو مدنظر رکھتے ہوئے قائم کیا گیا ہے جنہوں نے سابقہ حدیث کے ظاہری الفاظ کی بناء پر یہ رائے قائم کی ہے کہ قرب و جوار کی وجہ سے جو حق شفعہ حاصل ہے، وہ اُسی وقت بالفعل اثر انداز ہوگا جب اس کا موقع پیدا ہوگا۔ موقع پیدا نہ ہونے کی صورت میں یہ حق اثر انداز نہ ہوگا۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مشارکت کی صورت ہی میں حق شفعہ پیدا ہوتا ہے اور اس بارہ میں انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جو امام مسلمؒ اور طحاویؒ نے نقل کی ہے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الشُّفْعَةُ فِيْ كُلِّ شِرْكٍ فِيْ أَرْضٍ اَوْ رَبْعٍ أَوْ حَائِطٍ لَّا يَصْلُحُ اَنْ يَّبِيْعَ حَتّٰى يَعْرِضَ عَلَى شَرِيْكِهٖ فَيَأْخُذَ اَوْ يَدَعَ.☆ یعنی شفعہ ہر مشترکہ جائیداد میں ہے، وہ زمین ہو یا مکان یا باغ۔ (پس) درست نہیں کہ اسے بیچے تاوقتیکہ شریک کو اس کا موقع دے خواہ وہ اسے لے یا چھوڑ دے۔

اس تعلق میں یہ بھی سوال اُٹھایا گیا ہے کہ شفیع کو موقع دیئے جانے کے بعد اگر وہ نہ خریدے تو کیا شفعہ میں اس کا حق قائم رہے گا یا ساقط ہو جائے گا؟ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ شفعہ کا حق بیع کے بعد پیدا ہوتا ہے؛ بیع سے پہلے تو اس کی صورت وشکل محض قانونی ہے۔ اگر شفیع قبل اَز بیع مشفوعہ جائیداد لینے سے انکار کرتا ہو تو اُس کا یہ انکار قابل اعتبار نہیں کیونکہ شفعہ کا حق بالفعل پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے بیع کے بعد وہ اپنا حق جو قانونِ شریعت نے اسے دیا ہے، حاصل کرنے کا حق دار ہوگا۔ کیونکہ بیع کے بعد اس کے لئے شفعہ کا حق واجب ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۷۳ تا ۷۵) یہ فتویٰ بظاہر مذکورہ بالا دونوں حوالوں کے منشاء کے خلاف ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو دونوں فتوے ہی اپنی اپنی جگہ قابل عمل ہیں۔ بعض وقت قیمت بڑھانے کی غرض سے ایک خریدار پیدا کیا جاتا ہے۔ جس کے ذریعے شفیع سے زیادہ قیمت وصول کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس صورت میں صحیح قیمت کا اندازہ اسی وقت ہوگا جب بیع واقع ہو جائے۔

زیر باب روایت سے ظاہر ہے کہ ابورافع صحابیؓ کو پانچ صد دینار غیر شفیع سے ملتے تھے مگر انہوں نے چار سو دینار پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اپنا مکان جو ان کی حویلی میں واقع تھا، دے دیا۔ اگر غیر شفیع وہ مکان پانچ صد دینار پر خرید لیتا تو اس صورت میں بھی ان کا شفعہ سے متعلق حق قائم تھا اور پانچ صد دینار ادا کر کے اسے لینے کے حق دار تھے۔ اس قسم کے احتمالات کے پیش نظر ہو سکتا ہے کہ کوئی شفیع بوجہ زیادتی قیمت تردّد میں ہو اور وہ علم رکھنے کے باوجود خاموش رہے اور صحیح قیمت معلوم ہونے پر وہ حق شفعہ سے استفادے کا حقدار ہو۔ عنوانِ باب میں صرف بائع سے متعلق شرعی ذمہ واری کا ذکر کیا گیا ہے۔ حق شفعہ کے ساقط یا ثابت رہنے کا فیصلہ حالات پر موقوف ہے۔

اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِهٖ: سَقَب کے معنے قرب وجوار کسی مکان یا زمین کا ملحق ومتصل ہونا۔ اس جملہ کے یہ معنے ہیں کہ ملحق مکان یا زمین والا ہمسایہ اجنبی کی نسبت جائیداد ملحقہ خریدنے کا زیادہ حقدار ہے۔

(فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۵۲) (عمدۃ القاری- کتاب الشفعة شرح باب۱، جزء۱۲ صفحہ۷۲)

☆ (مسلم، كتاب المساقاة، باب الشفعة)
(شرح معانی الآثار، كتاب الشفعة، باب الشفعة بالجار، جزء۴ صفحہ۱۲۰)

بَاب ٣: أَيُّ الْجِوَارِ أَقْرَبُ

کونسا ہمسایہ زیادہ قریب ہے؟

۲۲۵۹: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح. وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُوعِمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي قَالَ إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا.

۲۲۵۹: حجاج (بن منہال) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ اس کی دوسری سند یوں ہے کہ علی بن عبداللہ نے بھی ہم سے بیان کیا کہ شبابہ نے ہمیں بتایا (اور کہا) کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا) کہ ابوعمران نے ہمیں بتایا، کہا کہ طلحہ بن عبداللہ سے میں نے سنا۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں۔ ان دونوں میں سے کس کو ہدیہ بھیجوں؟ آپؐ نے فرمایا: ان دونوں میں سے جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہے۔

اطرافہ: ۲۵۹۵، ۶۰۲۰۔

تشریح: **اَیُّ الْجِوَارِ اَقْرَبُ:** حق شفعہ میں قرب وبعد کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ جس کی تصریح زیر باب میں ہے۔

کتاب البیوع باب ۹۷ کے عنوان میں لفظ مُشَاعًا سے وہ اشیاء مراد ہیں جو مشترکہ استعمال میں ہوں۔ مثلاً راستہ جو گھروں کے درمیان سے گزرتا ہو یا کنواں جس سے گھروں کے لوگ فائدہ اُٹھاتے ہوں۔ اکثر فقہاء کے نزدیک ایسی اشیاء میں شفعہ نہیں۔ یعنی وہ فروخت نہیں کی جاسکتیں۔ اس تعلق میں دیکھئے تشریح کتاب البیوع باب ۹۷۔

اگر کوئی شخص اپنے مالکانہ حقوق کی وجہ سے ایسی شئے کو فروخت کرنا چاہے تو مشترکہ فائدہ اُٹھانے والے اُس کے پہلے حق دار ہوں گے۔ فقہاء کی اصطلاح میں ایسے حق کو شفعہ خلطت کہتے ہیں۔ لفظ شرکت یا اشتراک میں ملکیت کا مفہوم پایا جاتا ہے مگر خلطت میں نہیں لفظ خلطت سے لفظ اختلاط ہے۔ جس کے معنی ہیں آپس میں ملنا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
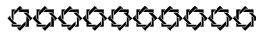
بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۷- كِتَابُ الْإِجَارَةِ

{فِي الْإِجَارَاتِ ☆}

(یہ باب) مزدوری پر رکھنے اور کام پر لگانے کے بارے میں ہے۔☆

بَاب ۱ : اسْتِئْجَارُ الرَّجُلِ الصَّالِحِ

نیک شخص کو مزدوری پر رکھنے کا بیان

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالٰى: اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿٢٦﴾ (القصص: ٢٧) وَالْخَازِنُ الأَمِيْنُ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَعْمِلْ مَنْ أَرَادَهُ.

نیز اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا ذکر کہ جن کو تو ملازم رکھے ان میں سے بہتر شخص وہی ہوسکتا ہے جو مضبوط بھی ہو اور دیانت دار بھی۔ اسی طرح دیانت دار خزانچی (کے متعلق) نیز (عہدہ کی) خواہش رکھنے والے کو جو کام پر نہ لگائے (اس کا ذکر۔)

۲۲٦۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي جَدِّي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَازِنُ الْأَمِيْنُ الَّذِي يُؤَدِّيْ مَا أُمِرَ بِهِ طَيِّبَةً نَّفْسُهُ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ.

اطرافه: ١٤٣٨، ٢٣١٩۔

۲۲٦۰: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ابوبردہ (برید بن عبداللہ) سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میرے دادا ابوبردہ (عامر) نے اپنے باپ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دیانت دار خزانچی بھی صدقہ دینے والوں کا ثواب پائے گا جو بطیب خاطر اتنا دیدے جتنا اسے دینے کا حکم ہوا ہو۔

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۴ حاشیہ صفحہ ۵۵۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

۲۲۶۱: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّيْنَ فَقُلْتُ مَا عَلِمْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ فَقَالَ لَنْ أَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ.

۲۲۶۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ (بن سعید قطان) نے قرہ بن خالد سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا، کہا: مجھ سے حمید بن ہلال نے بیان کیا کہ ہم سے ابوبردہ نے، انہوں نے حضرت ابوموسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے کہا: میں (یمن سے) نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور میرے ساتھ اشعر قبیلے کے دو شخص تھے۔ (جو کسی خدمت کے طلبگار تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے اس کی درخواست کی۔) میں نے عرض کیا: مجھے علم نہیں تھا کہ یہ دونوں کام کی خواہش رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ہم ایسے لوگوں کو اپنے کام پر نہیں لگاتے جو اس کی خواہش رکھتے ہوں۔ (راوی کہتا ہے کہ نبی ﷺ نے کلام کرتے ہوئے) لَنْ نَسْتَعْمِل فرمایا یا لَانَسْتَعْمِلُ فرمایا۔

اطرافہ: ۳۰۳۸، ۴۳۴۱، ۴۳۴۳، ۴۳۴۴، ۶۱۲۴، ۶۹۲۳، ۷۱۴۹، ۷۱۵۶، ۷۱۵۷، ۷۱۷۲۔

تشریح: **اِسْتِئْجَارُ الرَّجُلِ الصَّالِحِ:** اِجَارَات، اِجَارَةٌ کی جمع ہے اور اجارہ اس معاوضہ کو کہتے ہیں جو کسی کو کام کے بدلہ میں دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اجارہ معاوضہ دے کر کام کرانے کو بھی کہتے ہیں۔
(لسان العرب-أجر) (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۷۷)

عنوانِ باب میں قرآنِ مجید کی جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ سورۂ قصص کی ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان ہے کہ جب آپؑ مصر سے ہجرت کر کے مدین پہنچے تو آپؑ نے شہر کے چشمہ کے پاس لوگوں کا ایک گروہ دیکھا جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے اور ان سے پیچھے ہٹ کر کھڑی ہوئی دو عورتیں دیکھیں جو اپنے جانوروں کو ہجوم سے پرے ہٹا رہی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: تم دونوں کیوں پانی نہیں پلاتیں؟ انہوں نے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ نہیں آ سکا۔ ہم اس وقت تک جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک کہ دوسرے لوگ فارغ ہو کر نہ چلے جائیں۔ اس بات کا علم پا کر حضرت موسیٰ نے لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ لڑکیاں جب گھر واپس گئیں تو انہوں نے اپنے والد سے اس سارے واقعہ کا ذکر کیا اور کہا کہ آپ موسیٰ کو ملازم رکھ لیں کیونکہ آپ جن کو ملازم رکھیں گے، ان میں سے بہتر وہی شخص ہوسکتا ہے جو مضبوط بھی ہو اور امانت دار بھی۔ اور حضرت موسیٰ میں دونوں اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اس پر حضرت موسیٰ کو بلایا گیا اور اُن سے کام کے متعلق معاہدہ ہوگیا۔ بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کے ساتھ شادی ہوگئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ملازمت کی خواہش کا اظہار نہیں کیا بلکہ کام پر لگانے والوں نے آپؑ کی قوت اور دیانت سے متاثر ہوکر خود ہی آپؑ کو کام پر لگالیا۔ اس واقعہ سے حضرت امام بخاریؒ نے اَجِیْر کے اَوصاف مستنبط کر کے عنوانِ باب میں نمایاں کئے ہیں کہ کام پر مقرر کرتے ہوئے ایسے شخص کو انتخاب کیا جائے جو مضبوط جسم ہو، صالح اور دیانت دار ہو، ملازمت کا طالب نہ ہو بلکہ دوسروں کو بوجہ قابلیت اس کی ضرورت محسوس ہو۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَعْمِلْ مَنْ اَرَادَهُ: یہ بھی ایک حدیث ہی سے اخذ کردہ ہے۔ اس کے لیے روایت نمبر ۲۲۶۱ نیز کتاب الاحکام باب ۷ مع تشریح دیکھئے۔ اس حوالہ سے بھی اَجِیْر (مزدور) کے اَوصاف میں سے ایک اعلیٰ وصف یعنی اس کی قابلیت اور بےنفسی کی صفت محمودہ کی طرف اِشارہ ہے۔

لَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَهُ: ہم ایسے لوگوں کو کام پر نہیں لگاتے جو اس کی خواہش رکھتے ہوں۔ اس سے مراد عام کام نہیں بلکہ حکومت کا کام ہے۔ جیسا کہ کتاب الاحکام میں اسی روایت کو دہراتے ہوئے امام بخاریؒ نے مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحِرْصِ عَلَى الْإِمَارَةِ (باب ۷) کا عنوان باندھ کر اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔

الغرض پہلے باب میں قرآنِ مجید کی آیت اور احادیث کے حوالے دے کر اُن صفات کی طرف توجہ دِلائی گئی ہے جو کسی کو کام پر لگاتے ہوئے مدنظر رکھنی چاہئیں۔ یعنی جسمانی قوت، ذہنی صلاحیت، دیانت، شوقِ عمل، انشراحِ صدر اور بےنفسی۔

بَاب ۲ : رَعْيُ الْغَنَمِ عَلَى قَرَارِيْطَ

چند قیراط کے بدلے بکریاں چرانا

۲۲۶۲ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ فَقَالَ أَصْحَابُهُ وَأَنْتَ فَقَالَ نَعَمْ كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيْطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ.

۲۲۶۲: احمد بن محمد مکی نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو بن یحيٰی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے دادا (سعید بن عمرو) سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ آپؐ کے صحابہؓ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) کیا آپؐ نے بھی (چرائی ہیں؟) آپؐ نے فرمایا: ہاں، میں بھی چند قیراطوں کے بدلے مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

تشریح: رَعْيُ الْغَنَمِ عَلَى قَرَارِيطَ: دوسرے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ پیش کیا گیا ہے کہ معمولی سے معاوضہ پر آپؐ نے گلہ بانی کی خدمت سرانجام دی۔ قَرَارِيط، قِيْرَاط کی جمع ہے۔ ایک قیراط چار رَتی چاندی کے وزن کے برابر ہوتا ہے۔

مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بکریاں چرانے کا ذکر سورۂ طٰہٰ میں وارد ہوا ہے۔ فرماتے ہیں: اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ. (طٰہٰ:۱۹) یعنی میں اپنے سونٹے سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور تورات کی کتاب خروج باب ۳ میں لکھا ہے:-

''اور موسیٰ اپنے خسر یترو کی جو مدیان کا کاہن تھا، بھیڑ بکریاں چراتا تھا۔'' (خروج باب ۳، آیت ۱)

اسی واقعہ کی طرف سورۂ طٰہٰ کی مذکورہ بالا آیت میں اشارہ ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی بابت سموئیل باب ۱۶ میں یہ الفاظ ہیں:-

''...... پھر سموئیل نے یسّی سے پوچھا کیا تیرے سب لڑکے یہی ہیں۔ اس نے کہا: سب سے چھوٹا ابھی رہ گیا۔ وہ بھیڑ بکریاں چراتا ہے۔ سموئیل نے یسّی سے کہا: اسے بلا بھیج کیونکہ جب تک وہ یہاں نہ آجائے، ہم نہیں بیٹھیں گے۔ سو وہ اسے بلوا کر اندر لایا۔......'' (۱-سموئیل باب ۱۶، آیت ۱۱ تا ۱۳)

پیدائش باب ۷ میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں چرند پرند سوار کرنے اور باب ۱۲ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایامِ ہجرت میں بھیڑ بکریوں وغیرہ کے بکثرت ہونے کا ذکر بھی پایا جاتا ہے۔

عہد نامہ قدیم کے صحیفے (سلاطین، تواریخ وغیرہ) پڑھنے سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ اسرائیلی قبائل کا گزران بیشتر بھیڑ بکریوں وغیرہ پر تھا اور اُن کے ہاں گلہ بانی کا عام رواج تھا۔ بچپن ہی سے جانوروں کو ہانک کر چراگاہوں اور چشموں پر لے جاتے اور اُن میں سے جو انبیاء اور صلحاء ہوئے ہیں وہ اس زمانے میں اپنے گلّوں کے ساتھ بسر اَوقات کیا کرتے تھے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد کی تصدیق تاریخ سے ہوتی ہے۔ ابتدائی زمانے یعنی کھیتی باڑی کرنے سے قبل بھیڑ بکری وغیرہ جانوروں پر انسان کا گذارہ ہوا کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں کسی دوسری تاویل کی ضرورت نہیں بلکہ تاریخ بشری میں یہ اَمر بطور اَمرِ واقعہ مسلّم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ میں اُن لوگوں کے لئے سبق ہے جو مزدوری پر کام کرنا حقیر سمجھ کر اس سے گریز کرتے اور بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ گداگری جو ایک ذلیل ترین پیشہ ہے، اسے اختیار کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی تباہی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ محنت مزدوری سے جی چراتے ہیں۔

بَاب ۳

اسْتِئْجَارُ الْمُشْرِكِيْنَ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ أَوْ إِذَا لَمْ يُوْجَدْ أَهْلُ الْإِسْلَامِ

ضرورت کے وقت یا ایسی صورت میں جبکہ مسلمان (ملازم) نہ ملتے ہوں، مشرکوں کو ملازم رکھنا

وَعَامَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُوْدَ خَيْبَرَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں کو (کھیتی باڑی کے) کام پر رکھا۔

۲۲٦۳: حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَاسْتَأْجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيْلِ ثُمَّ مِنْ بَنِي عَبْدِ ابْنِ عَدِيٍّ هَادِيًا خِرِّيْتًا، الْخِرِّيْتُ الْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ قَدْ غَمَسَ يَمِيْنَ حِلْفٍ فِي آلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ وَهُوَ عَلَى دِيْنِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَأَمِنَاهُ فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَأَتَاهُمَا بِرَاحِلَتَيْهِمَا صَبِيْحَةَ لَيَالٍ ثَلَاثٍ فَارْتَحَلَا وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَالدَّلِيْلُ الدِّيْلِيُّ فَأَخَذَ بِهِمْ أَسْفَلَ مَكَّةَ وَهُوَ طَرِيْقُ السَّاحِلِ.

۲۲٦۳: ابراہیم بن موسیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ ہشام (بن یوسف) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے زہری سے، زہری نے عروہ بن زبیر سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے بنی دیل (کے قبیلے) کا ایک آدمی ملازم رکھا جو بنی عبد بن عدی (کے خاندان) سے تھا اور وہ بہت ہوشیار راہبر تھا۔ خِرِّیْتٌ کے معنی ہیں راستہ بتانے میں ماہر۔ اس نے بھی عاص بن وائل کے خاندان کے ساتھ معاہدے میں اپنا ہاتھ ڈبویا تھا اور وہ کفارِ قریش کے دین پر تھا۔ (آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ) دونوں نے اُس پر اِعتماد کیا اور اپنی اونٹنیاں اس کے حوالے کر دیں۔ اور اس سے تین دن کے بعد غارِ ثور پر ملنے کا وعدہ کیا۔ اور وہ ان کے پاس تیسری رات کی صبح کو اُونٹنیاں لے کر آ گیا۔ (جب ہجرت کیلئے) دونوں روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ عامر بن فہیرہؓ (حضرت ابوبکرؓ کا غلام) اور دیلی قبیلہ کا رہبر بھی ساتھ ہو گیا اور انہیں مکہ کے نچلی طرف سمندر کے کنارے کنارے لے گیا۔

اطرافہُ: ٤٧٦، ٢١٣٨، ٢٢٦٤، ٢٢٩٧، ٣٩٠٥، ٤٠٩٣، ٥٨٠٧، ٦٠٧٩۔

تشریح. اِسْتِئْجَارُ الْمُشْرِكِيْنَ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ: امام مسلم☆ وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے: اِنَّا لَا نَسْتَعِيْنُ بِمُشْرِكٍ ۔ ہم مشرکوں سے کام کاج میں مدد نہیں لیتے۔ یہ روایت امام بخاریؒ کی شرائطِ صحت کے مطابق نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی وہ ساقط الاعتبار ہے۔ جیسا کہ روایت زیر باب سے ظاہر ہے۔

رَجُلًا مِّنْ بَنِي الدِّيْلِ: بوقت ہجرت دِیل قبیلہ کے ایک شخص سے اُجرت پر راستہ بتانے کا کام لیا گیا۔ اس کا مفصل ذکر واقعہ ہجرت میں آئے گا۔ دِیل قبیلہ اَزد قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔ مؤرخین نے رہبر کے نام میں اختلاف کیا ہے۔ ابن اسحاقؒ نے عبداللہ بن اَرقم بتایا ہے۔ ابن ہشام نے عبداللہ بن اریقط اور امام مالکؒ نے رقیط۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۸۱)

قدیم زمانہ جاہلیت میں جب کوئی قبیلہ کسی دوسرے قبیلے کے ساتھ معاہدہ کرتا تو ایک دوسرے کے ساتھ وفاداری کا حلف اُٹھاتے اور حلف اُٹھاتے وقت پانی میں یا خون میں ہاتھ ڈال کر عہد کرتے۔ گویا اس سے اس طرف اِشارہ ہوتا تھا کہ اب ہم سب کی عزتیں مشترک ہیں۔ اگر ایک شخص کی عزت پر حملہ ہوا تو ہم سب دفاع کریں گے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۸۱) یہ شخص مشرک تھا اور ظاہراً مشرکوں کے ساتھ معاہدہ میں شامل ہوا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ دِلی طور پر اُن کے ساتھ نہ تھا۔ اس لئے اس پر اعتماد کیا گیا اور ہجرت کے وقت اس سے فائدہ اُٹھایا گیا۔

وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ: عامر بن فہیرہ اَزدیؓ پہلے طفیل بن عبداللہ کے مملوک وغلام تھے۔ بعد ازاں انہیں حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ انہوں نے مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ اَرقم میں فروکش ہونے سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور بئر معونہ کے واقعہ (۴ھ) میں شہید ہوئے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۸۲)

پس نازک وقت اور خطرناک مہم میں جمہور کے نزدیک قابل اعتماد غیر مسلموں سے کام لیا جاسکتا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۵۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو ٹھیکے پر خیبر کی زرعی زمینیں دیں۔ اسلام کی تعلیم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ اور صحابہ کرامؓ کا عمل؛ وسعت حوصلہ، رواداری، نیک تعاون اور خُلق کریم پر مبنی ہے۔ اس باب میں یہی ثابت کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ عنوان میں یہودیانِ خیبر سے معاملہ کرنے کا حوالہ اسی غرض سے دیا گیا ہے۔

☆ (مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب كراهة الاستعانة في الغزو بكافر)
(ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب في المشرك يسهم له)

بَاب ٤

إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا لِيَعْمَلَ لَهُ بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ أَوْ بَعْدَ شَهْرٍ أَوْ بَعْدَ سَنَةٍ جَازَ وَهُمَا عَلَى شَرْطِهِمَا الَّذِي اشْتَرَطَاهُ إِذَا جَاءَ الْأَجَلُ

اگر کوئی شخص کسی مزدور کو اس غرض سے رکھے کہ وہ تین دن یا ایک ماہ یا ایک سال کے بعد کام کرے گا تو یہ درست ہوگا اور وہ دونوں وقت مقررہ پر اپنی اس شرط پر قائم رہیں گے جو انہوں نے ٹھہرائی تھی

٢٢٦٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَاسْتَأْجَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوبَكْرٍ رَجُلًا مِنْ بَنِي الدِّيْلِ هَادِيًا خِرِّيْتًا وَهُوَ عَلَى دِيْنِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَدَفَعَا إِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَأَتَاهُمَا بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ.

۲۲۶۴: یحیٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے عقیل سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ ابن شہاب نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ (ہجرت کے وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ نے بنی دیل کے (قبیلہ سے) ایک شخص کو ملازم رکھا جو نہایت ہوشیار راہبر تھا اور کفار قریش کے ہی مذہب پر تھا اور اُن دونوں نے اپنی اُونٹنیاں اس کے حوالہ کیں اور اُس سے تین دِن بعد غارِ ثور پر ملنے کا وعدہ ٹھہرایا کہ وہ تیسری رات کی صبح کو ان کی اُونٹنیاں لے کر ان دونوں کے پاس آجائے گا۔

اطرافہُ: ٤٧٦، ٢١٣٨، ٢٢٦٣، ٢٢٩٧، ٣٩٠٥، ٤٠٩٣، ٥٨٠٧، ٦٠٧٩۔

بَاب ٥: اَلْأَجِيْرُ فِي الْغَزْوِ

جہاد میں مزدور لے جانا

٢٢٦٥: حَدَّثَنِي يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا

۲۲۶۵: یعقوب بن ابراہیم نے مجھے بتایا کہ اسماعیل بن عُلَیّہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج نے ہمیں

ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ يَّعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَكَانَ مِنْ أَوْثَقِ أَعْمَالِي فِي نَفْسِيْ فَكَانَ لِي أَجِيْرٌ فَقَاتَلَ إِنْسَانًا فَعَضَّ أَحَدُهُمَا إِصْبَعَ صَاحِبِهِ فَانْتَزَعَ إِصْبَعَهُ فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ فَسَقَطَتْ فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ وَقَالَ أَفَيَدَعُ إِصْبَعَهُ فِي فِيْكَ تَقْضَمُهَا قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ.

خبر دی، کہا: عطاء (بن ابی رباح) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے صفوان بن یعلیٰ سے، صفوان نے حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں جیش العُسرۃ (یعنی جنگ تبوک) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شامل ہوا تھا اور میرے نزدیک یہ کام میرے اُن اعمال میں سے تھا جو (بلحاظِ ثواب) سب سے بڑھ کر قابل بھروسہ ہو سکتے تھے۔ (میرے ساتھ) میرا ایک مزدور بھی تھا جو ایک آدمی سے لڑ پڑا۔ لڑائی کے دوران ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی کی اُنگلی کاٹ لی۔ جب اس نے اپنی اُنگلی کو زور سے کھینچا تو دوسرے کے دانت کو جھٹکا لگا جس سے وہ گر گیا۔ اس پر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت لے کر گیا۔ آپؐ نے اس کے دانت کا کوئی بدلہ نہ دلایا اور فرمایا: کیا وہ اپنی انگلی تیرے منہ میں رہنے دیتا کہ تو اسے چبا جاتا؟ (ابن جریج) کہتے تھے: میرا خیال ہے کہ آپؐ نے یہ فرمایا: جس طرح سانڈ چباتا ہے۔

اطرافہُ: ۱۸۴۸، ۲۹۷۳، ۴۴۱۷، ۶۸۹۳۔

۲۲۶۶: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ جَدِّهِ بِمِثْلِ هَذِهِ الصِّفَةِ أَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ فَأَنْدَرَ ثَنِيَّتَهُ فَأَهْدَرَهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

۲۲۶۶: ابن جریج نے یہ بھی کہا کہ عبداللہ بن ابی ملیکہ نے بھی اپنے دادا (زُہیر بن عبداللہ) سے روایت کرتے ہوئے اسی قسم کا واقعہ مجھ سے بیان کیا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ کو کاٹا۔ اس نے اس کا اگلا دانت نکال دیا۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے دانت کا کوئی بدلہ نہ دلایا۔

تشریح: **اَلْأَجِيْرُ فِي الْغَزْوِ:** آیا حضرت یعلیٰؓ بن اُمیہ کا ملازم مشرک تھا یا مسلم؟ اس بارہ میں مذکورہ بالا روایت خاموش ہے۔ لیکن اس سے کم از کم اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جہاد جیسے نازک موقع پر بعض صحابہ نے اُجرت

پرملازم رکھے اوران سے کام لینے میں مضائقہ نہیں سمجھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب الجهاد، باب۱۲۰: الأجیر۔

جَيْشُ الْعُسْرَةِ: عُسْرَةٌ کے لفظی معنے ہیں تنگی اور جیش العُسرَۃ کے معنے ہیں تکلیف برداشت کرنے والی فوج۔ ان الفاظ سے غزوہ تبوک کی طرف اشارہ ہے جو سخت گرمی کے ایام میں ہوا۔ نیز اس وقت فصلیں پکنے کے قریب تھیں۔ چونکہ اس فوج میں جانے والوں نے سخت تکلیف اُٹھائی اور قربانی کی؛ اس لئے یہ جیش العُسرَہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَّحَدَّثَنِيْ......: روایت نمبر۲۲۶۶ میں مذکورہ بالا سند سے اسی قسم کا ایک اور واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ بظاہر الفاظ یہ الگ واقعہ معلوم ہوتا ہے مگر اس باب کے عنوان سے اس کا کیا تعلق ہے؟ شارحین نے اس پر سوائے اس کے کوئی روشنی نہیں ڈالی کہ اس میں دِیت ساقط کئے جانے کا ذکر ہے۔ لیکن مسائل دیت کتاب الدیات میں بیان ہوئے ہیں۔ اس سے مذکورہ بالا سوال حل نہیں ہوتا۔ البتہ امام ابن حجرؒ نے ایک حل پیش کیا ہے اور علامہ عینیؒ نے بھی اپنی شرح میں اسے قبول کیا ہے اور وہ حل یہ ہے کہ حدیث کے آخر میں بیان شدہ واقعہ محض سند کے ایک شبہ کے ازالہ سے تعلق رکھتا ہے جو عبداللہ راوی کے بارہ میں پیدا ہوا ہے کہ آیا انہوں نے یہ روایت اپنے دادا سے کی ہے یا پڑدادا سے۔ پڑدادا والی روایت جو مسند حاکم میں مذکور ہے، اس روایت کے لحاظ سے عبداللہ اوران کے پڑدادا کے درمیان ایک اور واسطہ ماننا پڑتا ہے اور اس صورت میں روایت منقطع ہوجاتی ہے۔ کیونکہ عبداللہ نے اپنے پڑدادا کو نہیں دیکھا۔ امام بخاریؒ نے دادا والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ گویا اس طرف اشارہ کیا ہے کہ دادا والی روایت زیادہ درست ہے کیونکہ اس میں روایت متصل ہوجاتی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۶۱- عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۸۴، ۸۵۔

بَاب ٦ : إِذَا☆ اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا فَبَيَّنَ لَهُ الْأَجَلَ وَلَمْ يُبَيِّنِ الْعَمَلَ

(اس بارہ میں کہ) جس☆ نے کوئی مزدور رکھا اور اُس کے لئے (کام کرنے کی) مدت تو واضح طور پر بیان کردی مگر کام بیان نہ کیا

لِقَوْلِهِ: اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ إِلَى قَوْلِهِ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ (القصص:۲۸-۲۹)

جیسے (قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر کا) یہ قول (بیان ہوا ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا:) میں چاہتا ہوں کہ میں تم سے اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح کردوں (بشرطیکہ تو آٹھ سال تک میری خدمت کرے) اور اللہ اس پر جو ہم کہہ رہے ہیں نگران ہے۔

يَأْجُرُ فلَانًا يُعْطِيْهِ أَجْرًا وَمِنْهُ فِي التَّعْزِيَةِ آجَرَكَ اللّٰهُ.

(عرب زبان میں) يَأْجُرُ فُلَانًا (کا فقرہ بولیں تو اس) کے معنے ہوتے ہیں وہ اسے کام کے معاوضہ میں بدلہ دیتا ہے اور انہی معنوں میں یہ فقرہ بھی بولا جاتا ہے جو تعزیت کے وقت کہتے ہیں: اٰجَرَكَ اللّٰهُ کہ اللہ تجھے اس کا بدلہ دے۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ "مَنْ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۸۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **اِذَا اسْتَأْجَرَ اَجِيْرًا فَبَيَّنَ لَهُ الْاَجَلَ وَلَمْ يُبَيِّنِ الْعَمَلَ:** اس باب کے تحت امام بخاریؒ نے کوئی حدیث پیش نہیں کی بلکہ صرف آیت پیش کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔ شارحین نے اس سے استدلال کیا ہے کہ امام بخاریؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کام پر لگائے اور کام کی تفصیلات بیان نہ کرے تو یہ جائز ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ درحقیقت کام پر لگانے والوں اور حضرت موسیٰ دونوں کو ذہنی لحاظ سے معلوم تھا کہ گھر کا کام کاج ہی مراد ہے، اس لئے تفصیلات کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اس لیے کام حقیقتاً نامعلوم نہیں تھا۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ امام بخاریؒ کا منشاء صرف یہ ہے کہ اگر الفاظ میں اچھی طرح کھول کر کام کو بیان نہ کیا جائے اور کام کرانے والا اور کام کرنے والا دونوں سمجھ رہے ہوں تو یہ صورت جائز ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۶۱، ۵۶۲)

امام بخاریؒ نے قرآن مجید کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے: قَالَ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَا اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ (القصص: ۲۸، ۲۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین پہنچ کر جس شخص کے گھر میں قیام کیا، اس نے کہا: اے موسیٰ! میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کر دوں، اس شرط پر کہ تو آٹھ سال تک میری خدمت کرے۔ پس اگر تو آٹھ سال کی جگہ دس سال خدمت کر کے اپنا وعدہ پورا کر دے تو یہ تیری مرضی ہے اور میں تجھ پر کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا اور اگر اللہ نے چاہا تو تُو مجھے نیک معاملہ کرنے والوں میں سے پائے گا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یہ بات میرے اور تیرے درمیان پختہ ہوگئی۔ ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی مَیں پوری کروں مجھ پر کوئی الزام نہیں ہوگا اور جو کچھ ہم کہتے ہیں اللہ اس کا ضامن ہے۔

آجَرَكَ اللّٰهُ: امام بخاریؒ نے آیت کے بعد لفظ اَجر کا لغوی مفہوم بتا کر پھر محاورہ زبان بیان کر کے یہ سمجھایا ہے کہ الفاظ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ سے ظاہر ہے کہ جس عمل کا معاوضہ دیا جانا تھا وہ فریقین کے ذہنوں میں موجود تھا، جیسا کہ لفظ تعزیت کے مفہوم کا تعلق تعزیت والوں اور تعزیت کرنے والوں دونوں کے ذہن میں موجود ہوتا ہے۔

بَاب ۷: إِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا عَلَى أَنْ يُّقِيْمَ حَائِطًا يُرِيْدُ أَنْ يَّنْقَضَّ جَازَ

اگر کوئی شخص کسی مزدور کو اِس لئے مقرر کرے کہ وہ ایسی دیوار درست کر دے جو گرنے کو ہو تو یہ جائز ہے

۲۲۶۷: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي

۲۲۶۷: ابراہیم بن موسیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ ہشام بن یوسف نے ہمیں بتایا۔ ابن جریج نے انہیں خبر دی، کہا کہ یعلیٰ بن مسلم اور عمرو بن دینار نے سعید بن جبیر

يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ يَزِيْدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ وَغَيْرُهُمَا قَالَ قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَانْطَلَقَا... فَوَجَدَا ... جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ. قَالَ سَعِيْدٌ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَرَفَعَ يَدَهُ☆ فَاسْتَقَامَ. قَالَ يَعْلَى حَسِبْتُ سَعِيْدًا قَالَ فَمَسَحَهُ بِيَدِهِ فَاسْتَقَامَ، لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ○ (الكهف: ٧٨) قَالَ سَعِيْدٌ أَجْرٌ نَّأْكُلُهُ.

سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کچھ بڑھ کر بیان کرتا تھا۔ ابن جریج نے یہ حدیث اَوروں سے بھی سنی ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے انہیں بھی سعید (بن جبیر) سے ہی نقل کرتے سنا ہے۔ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت اُبی بن کعبؓ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تفسیر کی خاطر یہ آیت) پڑھی: وہ دونوں چل پڑے اور انہوں نے ایک دیوار پائی جو گرا چاہتی تھی۔ سعید نے کہا کہ (حضرت موسیٰ کے ساتھی نے) اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ پھر اپنے ہاتھوں☆ کو اُٹھایا (اور دیوار کو درست کیا) تو وہ ٹھیک ہوگئی۔ یعلیٰ نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ سعید نے یہ بھی کہا تھا کہ (حضرت موسیٰ کے ساتھی نے) اس (دیوار) کو اپنے ہاتھوں سے درست کیا تو وہ ٹھیک ہوگئی۔ (حضرت موسیٰ نے کہا:) اگر تم چاہتے تو اس کام پر مزدوری لے لیتے۔ سعید نے کہا: ایسی اُجرت جس سے ہم کھاتے۔

اطرافهُ: ٧٤، ٧٨، ١٢٢، ٢٢٦٧، ٢٧٢٨، ٣٢٧٨، ٣٤٠٠، ٣٤٠١، ٤٧٢٥، ٤٧٢٦، ٤٧٢٧، ٦٦٧٢، ٧٤٧٨۔

تشریح: اِذَا اسْتَأْجَرَ اَجِيْرًا عَلَى اَنْ يُّقِيْمَ حَآئِطًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ جَازَ: حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت کا ایک حصہ اس باب میں نقل کیا گیا ہے جو بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الکھف، باب۴ روایت نمبر ۴۷۲۵ میں مفصل بیان ہوا ہے۔ سورۂ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک مکاشفہ کا ذکر ہے۔ جس کی تشریح کیلئے دیکھئے تفسیر کبیر مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔ تفسیر سورۃ الکھف، جلد چہارم صفحہ ۴۶۵ تا ۴۹۰۔

امام بخاریؒ یہ باب اس لئے لائے ہیں کہ کسی کو کام پر لگاتے ہوئے جہاں مدت کی تعیین ضروری ہے وہاں کام کا ذکر کرنا بھی بہتر ہے تا کہ بعد میں جھگڑے کی کوئی صورت نہ پیش آئے۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ وَرَفَعَ يَدَيْهِ کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۸۷)

بَاب۸: اَلْإِجَارَةُ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ

آدھے دن کے لئے مزدور لگانا

۲۲٦۸: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ أُجَرَاءَ فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِي مِنْ غُدْوَةَ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِي مِنْ نِّصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِي مِنَ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ عَلَى قِيْرَاطَيْنِ فَأَنْتُمْ هُمْ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى فَقَالُوْا مَا لَنَا أَكْثَرَ عَمَلًا وَأَقَلَّ عَطَاءً قَالَ هَلْ نَقَصْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ قَالُوْا لَا قَالَ فَذَلِكَ فَضْلِي أُوتِيْهِ مَنْ أَشَاءُ.

۲۲٦۸: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: تمہاری مثال اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسے شخص کی ہے جس نے کچھ مزدور لگائے اور کہا کہ صبح سے دو پہر تک ایک قیراط پر میرے لیے کون کام کرے گا؟ تب یہود نے کام کیا۔ پھر اُس نے کہا: ایک قیراط پر دو پہر سے لے کر عصر کی نماز تک کون کام کرے گا؟ تو نصاریٰ نے کام کیا۔ پھر اس نے کہا: میرے لئے عصر سے لے کر سورج ڈوبنے تک دو قیراط پر کون کام کرے گا؟ سو وہ تم ہو (جنہوں نے یہ کام کیا۔) اس پر یہود اور نصاریٰ ناراض ہو گئے اور کہنے لگے: عجیب بات ہے کہ زیادہ کام کرنے والے تو ہم ہوں مگر مزدوری کم ملے۔ تب اس شخص نے کہا: کیا میں نے تمہیں تمہارے حق سے کچھ کم دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: یہ تو میرا انعام ہے جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں۔

اطرافه: ۵۵۷، ۲۲٦۹، ۳۴۵۹، ۵۰۲۱، ۷۴٦۷، ۷۵۳۳.

بَاب۹: اَلْإِجَارَةُ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ

عصر کی نماز تک مزدور لگانا

۲۲٦۹: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ

۲۲٦۹: اسماعیل بن ابی اویس نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مالک نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت

عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَالْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ عَمِلَتِ النَّصَارَى عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ أَنْتُمُ الَّذِيْنَ تَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى وَقَالُوْا نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَذَلِكَ فَضْلِي أُوتِيْهِ مَنْ أَشَاءُ.

عبداللہ بن عمرؓ کے غلام عبداللہ بن دینار سے روایت کی اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری اور یہود ونصاریٰ کی مثال اس شخص کی ہے جس نے مزدور لگائے اور کہا کہ میرے لئے ایک قیراط پر نصف النہار تک کون کام کرے گا؟ تو یہود نے ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر نصاریٰ نے بھی ایک ایک قیراط پر (عصر کی نماز تک) کام کیا۔ اس کے بعد تم وہ لوگ ہو جو عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک دو دو قیراط پر کام کر رہے ہو۔ اس پر یہود اور نصاریٰ ناراض ہو گئے اور کہنے لگے: ہم نے کام تو زیادہ کیا اور اُجرت کم ملی۔ تب اس شخص نے کہا: کیا میں نے تمہارے حق میں سے کچھ گھٹایا ہے؟ کہنے لگے: نہیں۔ (اس پر) اس نے کہا: یہ میرا انعام ہے جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں۔

اطرافہ: ۵۵۷، ۲۲۶۸، ۳۴۵۹، ۵۰۲۱، ۷۴۶۷، ۷۵۳۳۔

تشریح: **اَلْإِجَارَةُ اِلَى نِصْفِ النَّهَارِ:** دونوں ابواب (نمبر ۸، ۹) میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت درج کر کے میعادِ عمل اور معاوضہ کے بارہ میں توجہ اس امر کی طرف منعطف کی گئی ہے کہ کام کا وقت دن کا ایک حصہ بھی ہوسکتا ہے اور چند گھنٹے بھی۔ اُجرت کی تعیین صرف وقت کی بناء پر نہیں ہوتی بلکہ اُجرت کی تعیین میں جہاں وقت دیکھا جاتا ہے وہاں نوعیت اور مقدارِ عمل بھی مدنظر رکھی جاسکتی ہے۔ محولہ بالا روایت کتاب مو اقیت الصلاة، باب ۱۷، روایت نمبر ۵۵۷ میں بھی گزر چکی ہے۔ یہ دو باب سابقہ ابواب سے مل کر اجارہ کی صورت مکمل طور پر پیش کرتے ہیں کہ کسی کو کام پر لگاتے ہوئے وقت، نوعیتِ عمل، مقدارِ عمل اور مقدارِ اُجرت چاروں باتیں اگر ملحوظ ہوں تو معاہدہ اجارہ صحیح ہوگا۔

بَاب ١٠ : إِثْمُ مَنْ مَّنَعَ أَجْرَ الْأَجِيْرِ

جو مزدور کی مزدوری نہ دے اُس کا گناہ

٢٢٧٠ : حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ.

۲۲۷۰: یوسف بن محمد نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحییٰ بن سُلَیم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اسماعیل بن اُمیہ سے، اسماعیل نے سعید بن ابی سعید سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تین شخص ہیں جن کا مَیں قیامت کے دِن دشمن ہوں گا۔ ایک وہ شخص جس نے میرا نام لے کر عہد کیا پھر اُس نے دغا کیا اور ایک وہ شخص جس نے آزاد شخص کو پکڑ کر بیچ دیا اور اس کا مول کھایا اور ایک وہ شخص جس نے ایک مزدور رکھا اور اس سے اس نے پورا کام لیا اور اس کو اس کی مزدوری نہ دی۔

طرفہ: ٢٢٢٧۔

تشریح: **اِثْمُ مَنْ مَّنَعَ اَجْرَ الْاَجِیْرِ:** مزدور سے پورا کام لے کر اُس کی پوری مزدوری نہ دینا یا ٹال مٹول کرنا سخت گناہ ہے اور اس گناہ کی انتہائی شدت اس انذار سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مزدور کا وکیل بن کر اس شخص سے نپٹے گا جس نے اُس کو اس لئے مزدوری نہ دی کہ وہ بے یار و مددگار ہے۔ یہ روایت کتاب البیوع، باب ۱۰۶، روایت نمبر ۲۲۲۷ میں ایک اور سند سے گزر چکی ہے۔

بَاب ١١ : اَلْإِجَارَةُ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ

عصر سے لے کر رات تک مزدور لگانا

٢٢٧١ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

۲۲۷۱: محمد بن علاء نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے برید (بن عبداللہ) سے، برید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُوْنَ لَهُ عَمَلًا يَوْمًا إِلَى اللَّيْلِ عَلَى أَجْرٍ مَّعْلُوْمٍ فَعَمِلُوْا لَهُ نِصْفَ[1] النَّهَارِ فَقَالُوْا لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ الَّذِي شَرَطْتَّ لَنَا وَمَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ فَقَالَ لَهُمْ لَا تَفْعَلُوْا أَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ وَخُذُوْا أَجْرَكُمْ كَامِلًا فَأَبَوْا وَتَرَكُوْا وَاسْتَأْجَرَ أَخَرِيْنَ[2] بَعْدَهُمْ فَقَالَ أَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَلَكُمُ الَّذِي شَرَطْتُّ لَهُمْ مِنَ الْأَجْرِ فَعَمِلُوْا حَتَّى إِذَا كَانَ حِيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالُوْا لَكَ مَا عَمِلْنَا بَاطِلٌ وَلَكَ الْأَجْرُ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا فِيْهِ فَقَالَ لَهُمْ أَكْمِلُوْا بَقِيَّةَ عَمَلِكُمْ فَإِنَّ مَا بَقِيَ مِنَ النَّهَارِ شَيْءٌ يَسِيْرٌ فَأَبَوْا فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا أَنْ يَّعْمَلُوْا لَهُ بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ فَعَمِلُوْا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ وَاسْتَكْمَلُوْا أَجْرَ الْفَرِيْقَيْنِ كِلَيْهِمَا

سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: مسلمانوں اور یہودیوں اور عیسائیوں کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جس نے کچھ لوگوں کو مقررہ مزدوری پر لگایا کہ وہ اس کے لئے دن بھر کام کریں تو انہوں نے دوپہر تک[1] کام کیا اور کہنے لگے: ہمیں تیری اس مزدوری کی ضرورت نہیں جو تو نے ہم سے ٹھہرائی ہے اور ہم نے جو کچھ کیا وہ اکارت گیا۔ اس نے اُن سے کہا: ایسا نہ کرو۔ اپنا باقی کام بھی پورا کرلو اور اپنی مزدوری پوری لے لو۔ وہ نہ مانے اور (کام) چھوڑ دیا۔ تب اس نے ان کے بعد دو اور مزدور[2] لگائے اور ان سے کہا: تم دونوں[2] آج باقی دن کام کرو اور تمہیں وہی مزدوری ملے گی جو میں نے ان سے ٹھہرائی تھی۔ انہوں نے کام کیا۔ جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو انہوں نے کہا: ہم نے جو تمہارا کام کیا وہ اکارت گیا اور یہ مزدوری جو تو نے ہمارے لئے مقرر کی ہے یہ بھی تیرے لئے رہے۔ اس نے کہا: اپنا باقی ماندہ کام پورا کرلو کیونکہ اب جو دِن باقی ہے وہ تھوڑا سا ہے۔ وہ نہ مانے اور اس نے کچھ اور لوگ مزدوری پر لگائے کہ وہ اس کے لئے باقی دِن کام کریں۔ سو انہوں نے باقی دن کام کیا۔

---

[1] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ ہے (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۵۶۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] عمدۃ القاری میں اس جگہ أَجِيْرَيْنِ بَعْدَهُمْ فَقَالَ لَهُمَا أَكْمِلَا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمَا هَذَا وَلَكُمَا الَّذِيْ شَرَطْتُ لَهُمْ مِنَ الْأَجْرِ فَعَمِلَا... کے الفاظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۸۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

فَذَلِكَ مَثَلُهُمْ وَمَثَلُ مَا قَبِلُوْا مِنْ هَذَا النُّوْرِ.

یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور انہوں نے دونوں فریقوں کی مزدوری پوری لے لی۔ پس یہ مثال ہے ان کی اور اس نور کی جو انہوں نے قبول کیا ہے۔

طرفهُ: ۵۵۸۔

تشریح: اَلْإِجَارَةُ مِنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّيْلِ: بخاری کے بعض نسخوں میں یہ باب بوجہ تعلق مضمون دسویں باب سے پہلے ہے۔ (فتح الباری شرح باب ۱۰، جزء ۴ صفحہ ۵۶۵) اس تعلق میں باب ۸، ۹ کی تشریح دیکھئے۔

بَاب ۱۲

مَنِ اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا فَتَرَكَ أَجْرَهُ فَعَمِلَ فِيْهِ الْمُسْتَأْجِرُ فَزَادَ أَوْ مَنْ عَمِلَ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ

جو شخص کسی مزدور کو کام پر لگائے پھر وہ مزدور اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا جائے
تو مزدور لگانے والا اس کی مزدوری کو کام کاج پر لگا کر بڑھا دے
یا جو شخص کسی دوسرے کے مال میں محنت کرے اور اس کو بڑھا دے (تو یہ جائز ہے)

۲۲۷۲: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي سَالِمُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّى أَوَوُا الْمَبِيْتَ إِلَى غَارٍ فَدَخَلُوْهُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ فَقَالُوْا إِنَّهُ لَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا

۲۲۷۲: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زُہری سے روایت کی۔ (زہری نے کہا:) سالم بن عبداللہ نے مجھے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: ان لوگوں میں سے جو تم سے پہلے تھے، تین آدمی کسی سفر میں نکلے؛ یہاں تک کہ ایک غار میں رات بسر کرنے کے لئے داخل ہو گئے۔ اُوپر سے ایک پہاڑ کا بڑا پتھر گرا اور انہیں غار میں بند کر دیا۔ اس پر وہ کہنے لگے: اس پتھر سے ہمیں کوئی نجات نہیں دے گا ہاں تم اللہ سے اپنے نیک اعمال کا واسطہ دے کر دعا کرو (تو یہ مشکل حل ہو سکتی ہے۔)

أَنْ تَدْعُوا اللهَ بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ اللَّهُمَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا فَنَأَى بِي فِي طَلَبِ شَيْءٍ يَوْمًا فَلَمْ أُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتَّى نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوْقَهُمَا فَوَجَدْتُّهُمَا نَائِمَيْنِ فَكَرِهْتُ أَنْ أَغْبِقَ قَبْلَهُمَا أَهْلًا أَوْ مَالًا فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلَى يَدَيَّ أَنْتَظِرُ اسْتِيْقَاظَهُمَا حَتَّى بَرَقَ الْفَجْرُ فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوْقَهُمَا اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ مِنْ هَذِهِ الصَّخْرَةِ فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ فَأَرَدْتُّهَا عَنْ نَّفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّي حَتَّى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِيْنَ فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِيْنَ وَمِائَةَ دِيْنَارٍ عَلَى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ حَتَّى إِذَا

تب ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے میرے اللہ! میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میں اُن سے پہلے کسی اور کو دودھ نہ پلاتا تھا، نہ بال بچوں کو نہ نوکروں کو۔ ایک دن میں کسی چیز کی تلاش میں دور نکل گیا اور شام کو اُس وقت واپس آیا کہ وہ سو گئے تھے۔ میں نے ان کے لئے ان کے شام کے پینے کا دودھ دوہا مگر انہیں سویا ہوا پایا، اور میں نے پسند نہ کیا کہ اُن سے پہلے بال بچوں یا لونڈی غلام کو دودھ پلاؤں۔ میں ٹھہر گیا۔ پیالہ میرے ہاتھ میں تھا، اُن کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا؛ یہاں تک کہ جب خوب صبح ہوگئی اور وہ دونوں جاگ اٹھے تو انہوں نے دودھ پیا۔ اے میرے اللہ! اگر میں نے یہ عمل تیری خوشنودی کے لئے کیا تھا تو اس پتھر کی وجہ سے جس مصیبت میں ہم ہیں، وہ ہم سے دور کر۔ اس پر وہ پتھر کچھ سرک گیا مگر وہ غار سے نکل نہیں سکتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوسرے نے کہا: اے میرے اللہ! میری ایک چچا کی بیٹی تھی جو مجھے بہت ہی پیاری تھی۔ میں نے اسے پھسلانا چاہا، وہ مجھ سے بچتی رہی یہاں تک کہ قحط سالی میں مبتلا ہوئی اور وہ میرے پاس آئی۔ میں نے اسے ایک سو بیس اشرفیاں دیں، اس شرط پر کہ وہ مجھے خلوت میں ملے۔ اس نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ جب وہ پوری طرح میرے قابو میں آ گئی تو وہ کہنے لگی: میں تیرے لئے یہ جائز نہیں قرار دیتی کہ تو اس مہر کو

قَدَرْتُ عَلَيْهَا قَالَتْ لَا أُحِلُّ لَكَ أَنْ تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ فَتَحَرَّجْتُ مِنَ الْوُقُوْعِ عَلَيْهَا فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي أَعْطَيْتُهَا اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ الْخُرُوْجَ مِنْهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الثَّالِثُ اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ فَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَّاحِدٍ تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ فَجَاءَنِي بَعْدَ حِيْنٍ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِيْ فَقُلْتُ لَهُ كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْلِكَ☆ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيْقِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِي فَقُلْتُ إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا اللَّهُمَّ فَإِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ فَانْفَرَجَتِ

بغیر اس کے جائز حق کے توڑے۔ اس پر میں نے اس سے مباشرت کرنا گناہ سمجھا اور اس سے الگ ہوگیا جبکہ وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی اور وہ اشرفیاں بھی مَیں نے اُسی کے پاس رہنے دیں جو میں نے اُسے دی تھیں۔ اے میرے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لئے کیا تھا تو جس مصیبت میں ہم ہیں، وہ ہم سے دُور کردے۔ اس پر وہ پتھر کچھ اور سرک گیا مگر پھر بھی وہ غار سے باہر نکلنے کے قابل نہ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیسرے نے کہا: اے میرے اللہ! میں نے کچھ مزدور لگائے اور میں نے اُن کی مزدوری اُن کو دے دی، سوائے ایک شخص کے جو اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اُس کی مزدوری کو کام پر لگا دیا، یہاں تک کہ اس ذریعہ سے بہت مال ہوگیا۔ پھر وہ ایک عرصہ کے بعد میرے پاس آیا اور اُس نے کہا: اے اللہ کے بندے! میری مزدوری مجھے دے۔ میں نے اُسے کہا: یہ سب اُونٹ، گائیاں، بکریاں اور غلام لونڈی جو تو دیکھ رہا ہے تیری مزدوری☆ ہی ہے۔ اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! مجھ سے ہنسی نہ کر۔ میں نے کہا: میں تم سے ہنسی نہیں کر رہا۔ تب اس نے ساری چیزیں لے لیں اور انہیں ہانک کر لے گیا اور اس نے اس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ اے میرے اللہ! اگر میں نے تیری رضا کے لئے یہ کام کیا تھا تو جس مصیبت میں ہم ہیں، وہ ہم

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ مِنْ أَجْرِكَ کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۹۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوْا يَمْشُوْنَ.

سے دور کر۔ اس پر وہ پتھر (ان سے اور بھی) ہٹ گیا؛ یہاں تک کہ وہ نکل کر چلے گئے۔

اطرافهُ: ٢٢١٥، ٢٣٣٣، ٣٤٦٥، ٥٩٧٤.

تشریح: ....فَعَمِلَ فِيْهِ الْمُسْتَأْجِرُ فَزَادَ اَوْ مَنْ عَمِلَ فِي مَالِ غَيْرِهِ فَاسْتَفْضَلَ: عنوانِ باب کے پہلے حصے میں مستاجر (مزدوری پر کام لینے والے) کا ذکر ہے جو خاص ہے اور دوسرے حصے میں اس کا معطوف عام ہے۔ یعنی ہر وہ شخص جو کسی کا مال بغرضِ افزائش دولت لگائے، دونوں اس کارِ خیر پر ثواب کے مستحق ہوں گے اور اللہ تعالیٰ مشکلات میں اُن کی مدد کرے گا اور اُن کی دعائیں قبول ہوں گی۔ اس کے برعکس مزدوری نہ دینے والا مستوجب سزا ہے اور ایسے شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

اس تعلق میں کتاب البیوع باب ۹۸ روایت نمبر ۲۲۱۵ بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۳

مَنْ آجَرَ نَفْسَهُ لِيَحْمِلَ عَلَى ظَهْرِهِ ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ وَأَجْرُ الْحَمَّالِ

جو شخص اپنے آپ کو مزدوری کے لئے پیش کرے کہ وہ اپنی پیٹھ پر (سامان) اُٹھا کر لے جائے گا پھر اپنی مزدوری سے صدقہ دے اور حمّال کی اُجرت (کے بارے میں حکم)

٢٢٧٣: حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ انْطَلَقَ أَحَدُنَا إِلَى السُّوْقِ فَيُحَامِلُ فَيُصِيْبُ الْمُدَّ وَإِنَّ لِبَعْضِهِمْ لَمِائَةَ أَلْفٍ قَالَ مَا نَرَاهُ إِلَّا نَفْسَهُ.

۲۲۷۳: سعید بن یحیٰ بن سعید قریشی نے مجھے بتایا کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شقیق سے، شقیق نے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیتے تو ہم میں سے ایک بازار جاتا اور وہ مزدوری کرتا اور اس طرح ایک مُدّ (اناج) کماتا (جس سے وہ صدقہ کرتا) اور اب ان میں سے بعضوں کے پاس ایک ایک لاکھ (درہم) موجود ہیں۔ (شقیق نے) کہا: ہم سمجھتے ہیں کہ (حضرت ابومسعودؓ نے) اپنا ہی ذکر کیا تھا۔

اطرافه: ١٤١٥، ١٤١٦، ٤٦٦٨، ٤٦٦٩.

تشریح: مَنْ اٰجَرَ نَفْسَهُ لِيَحْمِلَ عَلَى ظَهْرِهِ ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ: باب۱۲ میں دوسرے شخص کومزدوری پر لگانے کا ذکر تھا اور باب۱۳ میں اپنے آپ کو کام پر لگانے کا ذکر ہے۔ صحابہ کرامؓ مالی تحریکات میں حصہ لینے کی غرض سے محنت ومشقت کرتے اور جو کماتے، اس کے ذریعہ صدقہ میں شریک ہوتے۔ حضرت ابومسعودؓ کی مذکورہ بالا روایت کی مزید وضاحت کے لیے کتاب الزکاۃ باب۱۰ بھی دیکھئے۔

وَاِنَّ لِبَعْضِهِمْ لَمِائَةَ اَلْفٍ: اَیْ مِنَ الدَّرَاهِمِ اَوِالدَّنَانِيْرِ۔ یعنی اب اُن میں سے ایک ایک کے پاس ایک ایک لاکھ درہم و دینار ہیں۔ (عمدة القاری جزء۱۲صفحہ۹۲) اس سے حضرت ابومسعودؓ کا اشارہ اپنی طرف ہے۔ منڈی میں وہ مزدوری کیا کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں اتنی کشائش دی کہ ان کا شمار دولت مندوں میں ہونے لگا۔ عنوانِ باب میں جملہ أَجْرُ الْحُمَّالِ سے انہی کی مزدوری کی طرف اشارہ ہے۔

بَاب ١٤: أَجْرُ السَّمْسَرَةِ

دلاّل کی اُجرت (کے بارے میں کیا حکم ہے؟)

وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَإِبْرَاهِيْمُ وَالْحَسَنُ بِأَجْرِ السِّمْسَارِ بَأْسًا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يَقُوْلَ بِعْ هَذَا الثَّوْبَ فَمَا زَادَ عَلَى كَذَا وَكَذَا فَهُوَ لَكَ. وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ إِذَا قَالَ بِعْهُ بِكَذَا فَمَا كَانَ مِنْ رِبْحٍ فَلَكَ أَوْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ.

ابن سیرین، عطاء، ابراہیم اور حسن (بصری) دلاّل کی اُجرت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: کوئی مضائقہ نہیں کہ ایک شخص (دوسرے سے) کہے کہ یہ کپڑا (اتنی قیمت پر) بیچ آؤ اور اس سے جو زیادہ ملے وہ تمہارا ہے۔ اور ابن سیرین نے کہا: جب کوئی کہے اس کو اتنے پر بیچ دو جو منافع ہوگا تو وہ تمہارا۔ یا (کہے) میرا اور تمہارا، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان اپنی شرطوں پر قائم رہیں۔

٢٢٧٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

۲۲۷۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہم سے بیان کیا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن طاؤس سے، انہوں نے اپنے باپ سے،

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّتَلَقَّى الرُّكْبَانُ وَلَايَبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ قُلْتُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ قَالَ لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا.

ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس سے) منع فرمایا ہے کہ قافلے سے آگے بڑھ کر ملا جائے (اور فرمایا:) شہری باہر والے کے لیے نہ بیچے۔ میں نے کہا: اے ابن عباس! آنحضرت ﷺ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ شہری باہر والے کے لئے نہ بیچے؟ انہوں نے کہا: اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کا دلّال نہ بنے۔

اطرافہُ: ۲۱۵۸، ۲۱۶۳۔

تشریح: **اَجْرُ السَّمْسَرَةِ:** آپس میں معاملہ کی ایک صورت دلّالی بھی ہے۔ بعض فقہاء نے اسے مکروہ جانا ہے۔ انہی کے ردّ میں باب قائم کیا گیا ہے۔ جس کے لئے عنوانِ باب ہی میں بعض فتوے نقل کئے گئے ہیں۔ ابن سیرینؒ اور ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ ابن ابی شیبہؒ نے موصولاً روایت کیا ہے۔ حسن بصریؒ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ اوّل الذکر دونوں فقیہوں کا فتویٰ ان الفاظ میں ہے: لَا بَـأْسَ بِـاَجْرِ السِّمْسَارِ اِذَا اشْتَرَى يَدًا بِيَدٍ[1]۔ دلّال کے محنتانے میں کوئی حرج نہیں، اگر نقد خریدے اور لین دین ہاتھوں ہاتھ ہو۔

لَا بَأْسَ اَنْ يَّقُوْلَ بِعْ هَذَا الثَّوْبَ فَمَا زَادَ عَلَى كَذَا وَكَذَا فَهُوَ لَكَ: حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ بھی ابن ابی شیبہؒ نے ہی موصولاً نقل کیا ہے[2]۔ چونکہ حضرت ابن عباس کے فتویٰ میں دلّالی کا معاوضہ غیر معین ہے، اس لئے جمہور نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر دلّال اس معاہدہ کی رُو سے کسی سے سودا کر لے تو منڈی میں جو اس کو ایسے کام پر اجرت مل سکتی ہے، وہ مل جائے گی۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک حضرت ابن عباسؓ کے فتویٰ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ انہوں نے اس کو قراض کی صورت پر سمجھا ہے؛ جس میں ایک آدمی کا روپیہ اور دوسرے کی محنت ہوتی ہے اور دونوں حسب معاہدہ نفع اور نقصان میں شریک ہوتے ہیں۔ بعض شارحین نے حضرت ابن عباسؓ کے فتویٰ کو اس شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے کہ جب دلّال کو اور سامان والے کو یہ علم ہو کہ جو قیمت بیچنے کے لئے مقرر کی جا رہی ہے، منڈی میں سامان اس سے کہیں زیادہ قیمت پا سکتا ہے، تب ایسا معاہدہ جائز ہوگا۔ اکثر فقہاء کا فتویٰ یہی ہے کہ معاوضہ دلّال معین ہونا چاہیے کیونکہ معاملہ کرتے وقت ہر بات واضح ہونی ضروری ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۷۰، ۵۷۱)

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ: یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کو

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب فی أجر السمسار)

[2] (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب فی الرجل یدفع الی الرجل الثوب فیقول بعه فما ازددت فلک)

اپنی شرطوں کا پاس کرنا چاہیے اور وہ اپنی مقرر کردہ شرطوں کے مطابق معاہدہ پورا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ یہ قول علاوہ ابن ابی شیبہؒ کے ابوداؤد، دارقطنی، حاکم اور اسحاقؒ نے بھی نقل کیا ہے☆ حاکمؒ کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: مَا وَافَقَ الْحَقَّ. یعنی مسلمان اپنی طے کردہ شرطوں پر قائم رہیں، جب تک وہ شرطیں حق کے موافق ہوں، اور اسحاق کی روایت کے آخر میں ہے: اِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا۔ یعنی سوائے اس شرط کے جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے، وہ جائز نہیں ہوگی۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۷۰) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۹۴)

لَا يَكُوْنُ لَهُ سِمْسَارًا: اس باب کے تحت جو حدیث لائی گئی ہے وہ کتاب البیوع باب ۶۸ میں بھی گذر چکی ہے۔ حدیث مذکورہ بالا سے دلّالی کا پیشہ بظاہر ممنوع معلوم ہوتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ بائع اور مشتری جو اصل حاجت مند ہیں، ان کے درمیان جتنے واسطے ہوں گے، ان سے اشیاء کا نرخ بڑھے گا، کم نہ ہوگا۔ کیونکہ ہر واسطہ اپنی محنت کا معاوضہ چاہے گا اور ان درمیانی معاوضوں کا اثر منڈی میں اشیاء کے نرخوں کو بڑھانے کا موجب ہوگا۔ مگر بعض حالات میں دلّال سے جو خیر خواہ اور دیانت دار ہو، مدد لی جاسکتی ہے۔ کیونکہ وہ روزمرہ کے تجربے سے منڈی کے اُتار چڑھاؤ سے خوب واقف ہوتا ہے اور ناواقف تاجر یا خریدار کو نقصان سے بچنے میں مدد دے سکتا ہے۔

بَاب ۱۵: هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُّشْرِكٍ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ

کیا کوئی شخص دارالحرب میں کسی مشرک کے ساتھ مزدوری کا معاملہ کرسکتا ہے؟

۲۲۷۵: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُّسْلِمٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا قَيْنًا فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ ابْنِ وَائِلٍ فَاجْتَمَعَ لِي عِنْدَهُ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا أَقْضِيْكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ فَقُلْتُ أَمَا وَاللّٰهِ حَتَّى تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثَ فَلَا قَالَ وَإِنِّي

۲۲۷۵: عمر بن حفص نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مسلم (بن صبیح) سے، مسلم نے مسروق سے روایت کی (مسروق نے کہا) کہ حضرت خباب (بن اَرت) رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں کاریگر آدمی تھا اور میں نے عاص بن وائل کا کام کیا۔ اس کے پاس میری مزدوری جب اکٹھی ہوگئی، میں اس سے مزدوری کا مطالبہ کرنے کے لئے گیا۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں تمہیں (تمہاری مزدوری) ہرگز نہیں دوں گا جب تک کہ تم محمدؐ کا انکار نہ کرو۔ میں نے

☆ (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب من قال المسلمون عند شروطهم)
(ابوداؤد، کتاب الاقضیة، باب فی الصلح)(سنن الدارقطنی، کتاب البیوع، جزء۳ صفحہ ۲۷، ۲۸)
(المستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، جزء۲ صفحہ ۵۷)

لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوْثٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ سَيَكُوْنُ لِي ثَمَّ مَالٌ وَوَلَدٌ فَأَقْضِيْكَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالىٰ: اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا (المريم:۷۸)

کہا: دیکھ۔ اللہ کی قسم! تو مرکر بھی جی اُٹھے پھر بھی میں ایسا نہ کروں گا۔ اس نے کہا: کیا سچ مچ مَیں مرکر پھر اُٹھایا جاؤں گا؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: پھر تو وہاں بھی میرے لئے مال اور اَولاد ہوگی۔ پھر وہیں تیرا قرضہ اَدا کروں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کہ ضرور مجھے مال اور اَولاد دی جائے گی۔

اطرافہ: ۲۰۹۱، ۲٤۲٥، ٤۷۳۲، ٤۷۳۳، ٤۷۳٤، ٤۷۳٥۔

تشریح: هَلْ يُؤَاجِرُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ مِنْ مُّشْرِكٍ فِي اَرْضِ الْحَرْبِ: امام بخاریؒ نے مسئلہ معنونہ بصورتِ استفتاء رکھ کر جواب حذف کر دیا ہے۔ گویا ان کا مذہب یہ ہے کہ ضرورۃً کسی مسلمان کا کسی غیر مسلم کے ساتھ کاروباری معاملہ کرنا جائز ہے۔ فقہاء نے اس بارے میں دو شرطیں عائد کی ہیں کہ

۱) کاروبار ایسا ہو جو مسلمان کے لئے کرنا جائز ہو۔ ۲) وہ مسلمانوں کے لئے نقصان رساں نہ ہو۔

(فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۷۱)

حضرت خباب رضی اللہ عنہ مکّہ میں لوہارے کا کام کرتے تھے اور مسلمان ہونے کے باوجود انہوں نے عاص بن وائل کا کام کیا جو مسلمانوں کا دشمن اور مذہبًا مشرک تھا۔ یہ روایت کتاب البیوع، باب۲۹ میں گزر چکی ہے اور کتاب التفسیر، سورة کھیعص (سورۃ مریم) میں بھی آئے گی۔

بَاب ١٦ : مَا يُعْطَى فِي الرُّقْيَةِ عَلَى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

عربوں کے قبیلوں پر سورۂ فاتحہ کے دَم کرنے کے عوض ان کی طرف سے جو کچھ پیش کیا جائے (اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللهِ . وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ إِلَّا أَنْ يُعْطَى شَيْئًا فَلْيَقْبَلْهُ. وَقَالَ الْحَكَمُ لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ

اور حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا: جن کاموں پر تم اُجرت لیتے ہو، ان سب سے اُجرت لینے کے زیادہ لائق اللہ ہی کی کتاب ہے۔ اور شعبی نے کہا: (قرآنِ مجید) سکھانے والا (معاوضہ کی) شرط نہ کرے، ہاں اگر اسے (متعلّم کی طرف سے) کچھ پیش کر دیا جائے تو قبول کر لے۔

أَجْرَ الْمُعَلِّمِ. وَأَعْطَى الْحَسَنُ دَرَاهِمَ عَشَرَةً. وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيْرِيْنَ بِأَجْرِ الْقَسَّامِ بَأْسًا. وَقَالَ كَانَ يُقَالُ السُّحْتُ الرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ وَكَانُوْا يُعْطَوْنَ عَلَى الْخَرْصِ.

اور حکم نے کہا: میں نے کسی سے نہیں سنا کہ اُس نے معلم کی اُجرت ناپسند کی ہو۔ اور حسن نے بھی (معلم کو) دس درہم (بطور معاوضہ) دیئے۔ اور ابن سیرین (حصص) تقسیم کرنے والے کی اُجرت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، اور کہا: سُحت اس رشوت کو کہا جاتا ہے جو فیصلہ کرنے میں لی جاتی ہے اور پھل کا اندازہ کرنے کے عوض میں بھی لوگوں کو اُجرت دی جاتی تھی۔

٢٢٧٦: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ انْطَلَقَ نَفَرٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوْهَا حَتَّى نَزَلُوْا عَلَى حَيٍّ مِّنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُّضَيِّفُوْهُمْ فَلُدِغَ سَيِّدُ ذَلِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ أَتَيْتُمْ هَؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِيْنَ نَزَلُوْا لَعَلَّهُ أَنْ يَّكُوْنَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوْا يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ وَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِّنْكُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ نَعَمْ وَاللّٰهِ إِنِّي

۲۲۷۶: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوبشر سے، ابوبشر نے ابوالمتوکل سے، ابوالمتوکل نے حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگ (کسی وقت) ایک سفر میں گئے۔ جاتے جاتے عرب کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ کے پاس سے گزرے اور اُن سے کہا: ہمیں مہمان بنائیں۔ مگر انہوں نے ان کو مہمان نہ بنایا۔ اتفاق سے اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے کاٹ کھایا۔ انہوں اُس کے لئے ہر تدبیر سے کوشش کی لیکن کسی چیز نے فائدہ نہ دیا۔ ان میں سے کسی نے کہا: اگر تم ان لوگوں کے پاس چلو جو یہاں اُترے ہیں تو شاید ان میں سے کسی کے پاس کچھ علاج ہو۔ اس پر وہ ان کے پاس گئے اور کہنے لگے: لوگو! ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹا ہے۔ ہم نے اس کے لئے بہت تدبیریں کی ہیں، کسی تدبیر نے فائدہ نہیں دیا۔ کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہے؟ ان میں سے کسی نے کہا: اللہ کی قسم! میں دم کیا کرتا ہوں

لَأَرْقِي وَلَكِنْ وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُوْنَا فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَّكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوْهُمْ عَلَى قَطِيْعٍ مِّنَ الْغَنَمِ فَانْطَلَقَ يَتْفِلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ فَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ يَمْشِيْ وَمَا بِهِ قَلَبَةٌ قَالَ فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِيْ صَالَحُوْهُمْ عَلَيْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمُ اقْسِمُوْا فَقَالَ الَّذِيْ رَقَى لَا تَفْعَلُوْا حَتَّى نَأْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِيْ كَانَ فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا فَقَدِمُوْا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهُ فَقَالَ وَمَا يُدْرِيْكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ ثُمَّ قَالَ قَدْ أَصَبْتُمْ اقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ سَمِعْتُ أَبَا الْمُتَوَكِّلِ بِهٰذَا.

ہم نے تم سے چاہا کہ تم ہمیں مہمان بناؤ اور تم نے ہمیں مہمان نہ بنایا۔ پس مَیں بھی تمہارے لئے ہر گز دَم نہ کروں گا جب تک کہ تم ہم سے معاوضہ نہ ٹھہرا لو۔ آخر انہوں نے ان کو چند بکریوں پر راضی کرلیا۔ اس پر وہ اُس شخص پر دَم کر کے تھوکنے لگا اور (ساتھ ساتھ) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِين پڑھتا جاتا، یہاں تک کہ مریض ایسا اچھا ہوگیا کہ گویا اُس کی بندش دُور ہوگئی اور وہ چلنے لگا اور اُس کو کوئی دَرد نہ رہا۔ راوی کہتے تھے: انہوں نے جس مزدوری پر راضی کیا تھا، انہوں نے وہ پوری کی پوری دے دی۔ صحابہ میں سے کسی نے کہا: (معاوضہ کو) تقسیم کرلو۔ جس نے دَم کیا تھا وہ کہنے لگا: جب تک ہم نبی ﷺ کے پاس واپس نہ پہنچ جائیں اور جو کچھ واقع ہوا وہ آپؐ سے بیان نہ کرلیں، معاوضہ تقسیم نہیں کرنا چاہیے۔ (یہ مناسب ہے کہ ہم حضورؐ کی خدمت میں پہنچیں) اور معلوم کرلیں کہ حضورؐ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے پوچھا: تمہیں کیسے علم ہوا کہ وہ (سورۂ فاتحہ) دَم ہے؟ پھر فرمایا: تم نے اچھا کیا کہ معاوضہ لیا۔ اب اسے آپس میں بانٹ لو اور میرا بھی اپنے ساتھ ایک حصہ رکھ لو۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: شعبہ نے یوں کہا: ابوبشر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میں نے ابوالمتوکل سے یہی سنا ہے۔

اطرافہ: ۵۰۰۷، ۵۷۳۶، ۵۷۴۹۔

تشریح: **مَا يُعْطَى فِي الرُّقْيَةِ عَلَى اَحْيَآءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ:** امام ابوحنیفہؒ وغیرہ نے آیاتِ قرآنِ مجید کی برکت سے جہاں علاج معالجہ کرنے کی اجازت کا فتویٰ دیا ہے، وہاں تعلیم قرآن پر

اُجرت لینا ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ قرآنِ مجید پڑھانا ایک قسم کی عبادت ہے۔ جیسا کہ اذان اور امامت الصلوٰۃ میں بھی اُجرت لینا ان کے نزدیک جائز نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۹۵) امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت عبدالرحمٰن بن شبلؓ کی ایک مرفوع روایت نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: اَقْرَؤُا الْقُرْآنَ وَلَا تَأْكُلُوْا بِهِ وَلَا تَسْتَكْثِرُوْا بِهِ وَلَا تَجْفُوْا عَنْهُ. یعنی قرآنِ مجید پڑھاؤ لیکن اس کو روزی کا ذریعہ نہ بناؤ اور نہ اس کے لیے زیادہ مطالبہ کرو اور اس کے پڑھانے سے اعراض نہ کرو۔ (مسند احمد بن حنبل، مسند المكيين، زيادة في حديث عبد الرحمن بن شبل، جزء۳صفحہ۴۲۸) مگر امام شافعیؒ اور ابولیثؒ وغیرہ کے نزدیک اس قسم کی اُجرت جائز ہے۔ جمہور کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ علامہ عینیؒ نے عدمِ جواز کے بارے میں متعدد روایتیں نقل کی ہیں جن میں امام احمد بن حنبلؒ کی مذکورہ بالا روایت بھی ہے۔
(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۹۵تا۹۷)

اَحَقُّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ: جن ائمہؒ نے تعلیم قرآن پر اُجرت ناجائز قرار دی ہے انہوں نے حدیث اَحَقُّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ میں لفظ اَجر کے معنی ثواب کئے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے: کتاب اللہ سب سے زیادہ مستحق ہے کہ تم اس پر اَجر لو یعنی ثواب حاصل کرو۔ حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت کتاب الطب، باب۳۴ میں مذکور ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۵۷۳۷)

عنوانِ باب کے تعلق میں دو سوال اُٹھائے گئے ہیں کہ اگر آیات کے ذریعے دَم کر کے علاج کرنا جائز ہے تو عرب قبیلے سے اس کی کیا تخصیص۔ جائز بات کسی جگہ یا کسی قوم سے مخصوص کرنا درست نہیں۔ علاوہ ازیں عنوانِ باب میں قرآن سکھانے کا کیا محل ہے اور جو فتوے نقل کئے گئے ہیں، ان کا نفس مضمون سے کیا تعلق ہے۔ ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ امام موصوفؒ کے نزدیک اشاعت اسلام کی غرض سے قبائل عرب میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت کر کے علاج معالجہ کرنا جائز تھا کہ وہ اہل زبان تھے اور سورۂ فاتحہ نہ صرف جامع دعا ہی ہے بلکہ اس کے اندر اسلامی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ بیماری کے موقع پر اس کے ذریعے علاج کرنے میں ان اقوام کو ترغیب دِلانے کا موقع تھا کہ وہ اس پر غور کریں اور سمجھیں۔ عیسائیوں نے طریق علاج معالجہ سے تبلیغ عیسائیت میں بہت بڑا کام لیا ہے۔

لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ اِلَّا اَنْ يُّعْطٰى شَيْئًا فَلْيَقْبَلْهُ: امام شعبی کا حوالہ ابن ابی شیبہ[1] نے موصولاً نقل کیا ہے کہ قرآنِ مجید کی تعلیم پر اُجرت کا مطالبہ نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اگر دی جائے تو ردّ نہ کی جائے۔ یہی مفہوم ہے لَا تَأْكُلُوْا بِهِ وَلَا تَسْتَكْثِرُوْا بِهِ وَلَا تَجْفُوْا عَنْهُ کا۔ یہی بات عنوانِ باب میں نمایاں کی گئی ہے اور یہ جواز کی صورت سورۂ فاتحہ کے ساتھ بھی مقید کی گئی ہے۔

لَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا كَرِهَ اَجْرَ الْمُعَلِّمِ: حکم بن عیینہؒ کا حوالہ بغویؒ سے جعدیات[2] میں منقول ہے۔ انہوں نے علی بن جعدؒ کی روایتیں ایک جگہ اکٹھی کی ہیں۔ ان میں سے ان کی یہ روایت بھی ہے کہ معاویہ بن قرہ معلم کے نزدیک معلم قرآن کی اُجرت جائز تھی۔ (فتح الباری جزء۴صفحہ۵۷۳)

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبہ، كتاب البيوع والأقضية، باب في أجر المعلم، جزء۴صفحہ۳۴۰)
[2] (مسند ابن الجعد، الجزء الرابع، شعبة عن ابی إياس معاوية بن قرة بن إياس، جزء اوّل صفحہ۱۷۰)

وَاَعْطَى الْحَسَنُ دَرَاهِمَ عَشَرَةً: حسن بصریؒ کا حوالہ طبقات ابن سعد میں مروی ہے کہ انہوں نے دس درہم معلم کو اُجرت دی جس نے اُن کے بھتیجے کو قرآنِ مجید پڑھایا تھا۔ختم قرآن پر معلم نے اُجرت کی خواہش کی تو انہوں نے پہلے تو یہ جواب دیا کہ صحابہ کرامؓ تعلیم قرآن پر اُجرت نہیں لیا کرتے تھے۔ پھر بھتیجے کے اصرار پر دس درہم دیئے۔(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جزء ۷ صفحہ ۱۷۵، ۱۷۶)

وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيْرِيْنَ بِاَجْرِ الْقَسَّامِ بَاْسًا: محمد بن سیرینؒ کا فتویٰ مختلف ہے۔وہ کہتے ہیں کہ بغیر شرط ٹھہرانے کے اگر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔اسی طرح ان کے نزدیک حصص تقسیم کرنے والے یا غلہ کا اندازہ کرنے والے کو بغیر شرط کے اُجرت دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔(عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۹۸) (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۷۳)

سب فقہاء کے نزدیک چھوٹے چھوٹے کاموں کا معاوضہ اگر بغیر مطالبہ ملے تو وہ لیا جا سکتا ہے، ورنہ مانگ کر اُس کا معاوضہ لینا مکروہ ہے۔ایک ہی عنوان میں ان سب فتووں کا یکجا ذکر کیا گیا ہے۔صحابہ کرامؓ کا تقویٰ دیکھا جائے۔جنہوں نے مہمان نوازی کے حق کا مطالبہ دستور کے مطابق کیا، جس کا انکار کیا گیا اور یہ انکار عرفِ عام میں سخت معیوب تھا۔مگر مذہبی اختلاف کی وجہ سے انہیں مہمان نوازی کے حق سے محروم رکھا گیا۔جب قبیلہ کا سردار اُن کا محتاج ہوا تو انہوں نے بھی علاج کی اُجرت لی۔لیکن اس اُجرت کے استعمال میں انہیں تردّد ہوا اور اُس سے فائدہ نہیں اُٹھایا، تاوقتیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اس سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت نہ دی۔تقویٰ کا یہ لطیف احساس جہاں تزکیہ نفس میں صحابہؓ کے علوِ مرتبت پر دالّ ہے؛ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر قدسی کی بھی شہادت دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ. (الجمعة:۳) کہ یہ رسول اپنے متبعین کا تزکیہ نفوس کرتا ہے۔پس صحابہ کرام کا اُجرت میں حاصل شدہ مال سے رُکنا صحابہؓ کے پاک نفس ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

وَقَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ.....: روایت نمبر ۲۲۷۶ کے آخر میں شعبہ کا حوالہ دیا ہے جو ترمذی نے موصولاً نقل کیا ہے۔(ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء في أخذ الأجر على التعويذ) یہی روایت کتاب الطب (نمبر ۵۷۳۶) میں مروی ہے مگر وہ روایت مُعَنْعَن ہے۔اس لئے آخر میں بطور تائید موصول سند کی طرف توجہ منعطف کی ہے۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۷۷)

بَاب ۱۷ : ضَرِيْبَةُ الْعَبْدِ وَ تَعَاهُدُ ضَرَائِبِ الْإِمَاءِ

لونڈی یا غلام پر لگان کے بارے میں اور لونڈیوں کی اُجرت پر نگرانی کے بارے میں (ارشاد)

۲۲۷۷ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حَجَمَ	۲۲۷۷: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے حُمَید طویل سے، حُمَید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت

أَبُو طَيْبَةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَكَلَّمَ مَوَالِيَهُ فَخَفَّفَ عَنْ غَلَّتِهِ أَوْ ضَرِيْبَتِهِ.

کی۔انہوں نے کہا: ابوطیبہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنے لگائے اور آپؐ نے (اپنے کارندہ کو) اسے ایک صاع یا دو صاع اناج دینے کے لئے فرمایا اور اُس کے مالکوں سے آپؐ نے سفارش کی تو اُس کے غلہ میں یا (راوی نے کہا کہ) اس کے لگان میں انہوں نے کمی کر دی۔

اطرافهُ: ۲۱۰۲، ۲۲۱۰، ۲۲۸۰، ۲۲۸۱، ۵۶۹۶۔

تشریح: ضَرِيْبَةُ الْعَبْدِ وَتَعَاهُدِ ضَرَآئِبِ الْإِمَاءِ: اس عنوانِ باب کے دو حصے ہیں اور جو روایت استدلال کی غرض سے نقل کی گئی ہے، اس کا تعلق پہلے حصہ سے تو ظاہر ہے لیکن دوسرے حصہ عنوان سے اس کا تعلق ظاہر نہیں بلکہ بطور استدلال ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نافع ابوطیبہ رضی اللہ عنہ کی باتوں سے معلوم ہوا کہ اُن کے مالک اُن سے لگان زیادہ وصول کرتے ہیں۔ آپؐ نے کم کرنے کی سفارش فرمائی۔ ابن ابی شیبہؒ کی روایت میں تصریح ہے کہ آپؐ نے اُن سے پوچھا: كَمْ خَرَاجُكَ؟[1] یعنی تم سے کتنا خراج لیتے ہیں۔ جس پر آپؐ کو محسوس ہوا کہ یہ بار اُن کی طاقت سے زیادہ ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۸۰- شرح باب ۱۹) یہ واقعہ بتاتا ہے کہ آپؐ اس امر کی بھی نگرانی فرمایا کرتے تھے کہ غلاموں پر اُن کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔ لونڈیاں بدرجہ اولیٰ نگرانی اور ہمدردی کی مستحق ہیں۔ کیونکہ طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کا نتیجہ لازمی طور پر یہ ہوگا کہ لگان پورا نہ کرنے کی صورت میں وہ چوری کریں گی یا بدکاری۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ دوسرے حصہ عنوان سے ابوداؤد مالک الاحمریؒ کی روایت کی طرف اشارہ ہے جو امام موصوفؒ نے کتاب التاریخ[2] میں نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ جب مدائن میں آئے تو انہوں نے خطبہ دیا اور کہا: تَعَاهَدُوْا ضَرَآئِبَ إِمَائِكُمْ. یعنی اپنی لونڈیوں کے لگان کی نگرانی کیا کرو۔ اور ابوداؤد میں ایک روایت حضرت رافع بن خدیجؓ سے مرفوعاً ان الفاظ میں منقول ہے: نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْاَمَةِ حَتَّى يُعْلَمَ مِنْ اَيْنَ هُوَ.[3] یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کی کمائی سے منع فرمایا ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں سے ہے، یعنی کسب حلال ہے یا حرام۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۷۸)

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبه، كتاب البيوع والأقضية، باب فى كسب الحجام، جزء۴ صفحہ ۳۵۴)
[2] (التاريخ الكبير للبخاری، باب مالک، جزء۷ صفحہ ۳۰۸)
[3] (ابو داؤد، كتاب البيوع، باب فى كسب الإماء)

بَاب ۱۸: خَرَاجُ الْحَجَّامِ

حجام کی اُجرت (کے بارے میں حکم)

۲۲۷۸: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ.

۲۲۷۸: موسیٰ بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ وہیب نے ہم سے بیان کیا کہ ابن طاؤس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اور اُن کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور حجام کو اُس کی اُجرت دی۔

اطرافہُ: ۱۸۳۵، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۲۱۰۳، ۲۲۷۹، ٥٦٩١، ٥٦٩٤، ٥٦٩٥، ٥٦٩٩، ٥٧٠٠، ٥٧٠١۔

۲۲۷۹: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ وَلَوْ عَلِمَ كَرَاهِيَةً لَمْ يُعْطِهِ.

۲۲۷۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُریع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد سے، خالد نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور حجام کو اُس کی اُجرت دی اور اگر آپؐ مکروہ سمجھتے تو اُسے نہ دیتے۔

اطرافہُ: ۱۸۳۵، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۲۱۰۳، ۲۲۷۸، ٥٦٩١، ٥٦٩٤، ٥٦٩٥، ٥٦٩٩، ٥٧٠٠، ٥٧٠١۔

۲۲۸۰: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ وَلَمْ يَكُنْ يَظْلِمُ أَحَدًا أَجْرَهُ.

۲۲۸۰: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ مسعر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن عامر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پچھنے لگوایا کرتے تھے اور کسی کو بھی اُس کی مزدوری سے کم نہ دیتے۔

اطرافہُ: ۲۱۰۲، ۲۲۱۰، ۲۲۷۷، ۲۲۸۱، ٥٦٩٦۔

تشریح: **خَرَاجُ الْحَجَّامِ:** جمہور کے نزدیک حجام (یعنی پچھنے لگانے والے) کی اُجرت جائز ہے مگر بعض فقہاء نے اسے اس لئے مکروہ قرار دیا ہے کہ یہ ادنیٰ پیشہ ہے۔ خصوصاً آزاد شریف انسان کے لئے یہ پیشہ ناپسند کیا گیا ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ کی رائے ہے۔ جس کی وجہ حضرت محیصہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پیشہ کی بابت دریافت کیا تو آپؐ نے منع کیا اور فرمایا: اعْلَفْهُ نَوَاضِحَكَ[1] یعنی اس سے اپنے اونٹوں کو چرانے کا انتظام کرو۔ امام مالکؒ نے بھی ان کی یہ روایت نقل کی ہے[2] کتاب البیوع باب ۲۵ روایت نمبر ۲۰۸۶ میں گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خون وغیرہ کی اُجرت سے منع فرمایا ہے۔ یہ ممانعت تحریمی نہیں بلکہ کراہیت کی ہے۔ وہاں اُن پیشوں کا ذکر ہے جو ادنیٰ قسم کے ہیں اور وہ حرام اور مکروہ نہیں، عندالضرورت اختیار کیے جاسکتے ہیں۔ مگر ایک مسلم کو ذرائع معاش اختیار کرنے میں اپنا نصب العین اعلیٰ رکھنا چاہیے پیشہ ہو یا تجارت۔ جواز اور عدم جواز دونوں میں تطبیق آسان ہے کہ معاشرہ کے مختلف طبقات کا لحاظ رکھتے ہوئے آپؐ نے منع فرمایا اور اجازت دی۔ اسی لئے عنوانِ باب میں کوئی معین فتویٰ مذکور نہیں بلکہ مطلق رکھا گیا ہے۔

بَاب ١٩ : مَنْ كَلَّمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ أَنْ يُّخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ

جو شخص کسی غلام کے مالکوں سے کہے کہ وہ اس کے لگان کو کم کر دیں

٢٢٨١ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا حَجَّامًا فَحَجَمَهُ وَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ أَوْ صَاعَيْنِ أَوْ مُدٍّ أَوْ مُدَّيْنِ وَكَلَّمَ فِيْهِ فَخُفِّفَ مِنْ ضَرِيْبَتِهِ.

۲۲۸۱: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُمَید طویل سے، حُمَید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حجام غلام کو بلوایا اور اُس نے آپؐ کو پچھنے لگائے اور آپؐ نے اُس کو ایک صاع یا دو صاع یا (کہا:) مُدّ یا دو مُدّ (اناج) دینے کے لئے فرمایا اور اُس کے متعلق سفارش کی۔ پس اُس کا لگان کم کر دیا گیا۔

اطرافهُ: ٢١٠٢، ٢٢١٠، ٢٢٧٧، ٢٢٨٠، ٥٦٩٦.

تشریح: **مَنْ كَلَّمَ مَوَالِيَ الْعَبْدِ اَنْ يُّخَفِّفُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ:** اس باب میں بھی نافع ابوطیبہؓ ہی کی روایت ایک اور سند سے منقول ہے۔ اس روایت سے متعلق شک کا اظہار کیا گیا ہے، آیا آپؐ نے ایک یا دو صاع غلہ دیا یا مُدّ۔ یہ شک شعبہؒ کا ہے۔ حمید الطّویل کی یہی روایت کتاب البیوع باب ۳۹ میں گزر چکی ہے؛ وہاں صاع کا ذکر ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۲۱۰۲) مسئلہ کراہیت کے پیش نظر ایک اور سند سے وہی روایت دہرائی گئی ہے۔

---

[1] (مسند احمد بن حنبل، مسند الانصار، حديث محيصة بن مسعود، جزء ۵ صفحہ ۴۳۶)

[2] (موطا امام مالک، كتاب الجامع، باب ما جاء في الحجامة وأجرة الحجام)

بَاب ۲۰ : كَسْبُ الْبَغِيِّ وَالْإِمَاءِ

کنچنی اورلونڈیوں کی کمائی (کے بارے میں حکم)

وَكَرِهَ إِبْرَاهِيْمُ أَجْرَ النَّائِحَةِ وَالْمُغَنِّيَةِ.

اورابراہیم (نخعی) نے نوحہ کرنے والی اورگانے والی کی اُجرت کو مکروہ سمجھا۔

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالٰى: وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النور: ٣٤)

اوراللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر: اس ادنیٰ زندگی کا عارضی سامان کمانے کے لئے اپنی لونڈیوں کو اگر وہ بچنا چاہیں، بدکاری پر مجبور نہ کرو۔ اور جو شخص انہیں مجبور کرے گا تو اللہ اُن کی اس مجبوری کے بعد غفورورحیم ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَتَيَاتِكُمْ إِمَاءَكُمْ.

مجاہد نے کہا: فَتَیَاتِکُمْ کے معنی ہیں: تمہاری لونڈیاں۔

۲۲۸۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِبْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ.

اطرافهُ: ٢٢٣٧، ٥٣٤٦، ٥٧٦١۔

۲۲۸۲: قتیبہ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب سے، ابن اشہاب نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے، انہوں نے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور کنچنی کی کمائی اور کاہن (جوتشی وغیرہ) کی شیرینی سے منع فرمایا۔

۲۲۸۳: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ

۲۲۸۳: ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا، (کہا) کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن جُحادہ سے، محمد بن جُحادہ نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت

قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَسْبِ الْإِمَاءِ. ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈیوں کی کمائی سے منع فرمایا۔

طرفہُ: ٥٣٤٨۔

تشریح: كَسْبُ الْبَغِيِّ وَالْإِمَاءِ: مَهْرُ الْبَغِيِّ اور كَسْبُ الْإِمَاءِ سے مراد زنا کے پیشے کی کمائی ہے۔ آیت وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيَاتِكُمْ.... (النور:۳۴) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے صرف مجاہد کا حوالہ دے کر آیت کے مفہوم کو محدود کر دیا گیا ہے۔ بحوالہ تفسیر- طبریؒ نے نقل کی ہے۔ عربی زبان میں فَتَاةٌ کے معنی نوجوان لڑکی کے ہوتے ہیں۔ لیکن روایت نمبر۲۲۸۳ میں اس سے مراد لونڈی ہی لی گئی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ لونڈیوں سے پیشہ کروایا جاتا تھا۔ اسلام نے اس کی اصلاح فرمائی۔ پوری آیت یہ ہے: وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النور:۳۴) تم اپنی لونڈیوں کو بدکاری کے لئے مجبور نہ کرو، اگر وہ نیک رہنا چاہتی ہوں؛ اس غرض سے کہ دنیوی زندگی کا سامان طلب کرو اور جو کوئی اُن کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُن کی مجبوری کے بعد غفورٌ رحیم ہے۔ یعنی ان لونڈیوں پر گرفت نہ ہوگی۔

قرآنِ مجید میں جہاں یہ آیت آئی ہے وہاں سیاق وسباق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا یہ حصہ درحقیقت مکاتبت کے تعلق میں ہے۔ اس سے پہلے یہ حکم دیا گیا ہے کہ لونڈی غلام اگر اپنی آزادی حاصل کرنے کی غرض سے تمہارے ساتھ سمجھوتہ کرنا چاہیں کہ اس قدر رقم اگر وہ اپنے مالک کو اَدا کر دیں تو وہ آزاد ہو جائیں گے تو اُن کے ساتھ یہ سمجھوتہ کرلو اور اگر ذریعہ معاش پیدا کرنے کے لئے انہیں کچھ مالی امداد کی ضرورت ہو تو اس سے بھی دریغ نہ کرو تا وہ محنت مزدوری کر کے تمہیں مقررہ رقم ادا کر سکیں۔ اس سیاقِ کلام میں آیت کا وہ حصہ وارد ہوا ہے جو لونڈیوں سے متعلق ہے۔

اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا کے یہ معنی نہیں کہ اگر وہ زنا سے بچنا نہ چاہیں تو انہیں آزاد رہنے دو، جو چاہیں کریں بلکہ اس بارے میں الگ احکام دیئے گئے ہیں کہ اگر لونڈی زنا کرے تو اُسے سزا دو اور اگر باز نہ آئے تو ایسی لونڈی گھر میں نہ رکھی جائے۔ (دیکھئے کتاب البیوع باب نمبر۶۶ و۱۱۰ مع تشریح)

درحقیقت حصہ آیت اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا میں مردوں کی غیرت سے اپیل کی گئی ہے کہ جب لونڈیاں مکاتبت کر کے آزاد ہو کر عفت مآبی کی زندگی بسر کرنا چاہیں تو اُن کی مکاتبت میں روک ڈال کر اُن کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔ یعنی جو عورت مشروط آزادی حاصل کر کے جبری نکاح سے بچنا چاہتی ہے اور مکمل آزادی کے بعد اپنی مرضی کے خاوند سے نکاح کرنا چاہتی ہے، اُس کو اس ارادہ سے باز رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بدکاری پر مجبور کرنا۔

بَاب ۲۱ : عَسْبُ الْفَحْلِ

نر جانور کی جفتی کی کمائی (کے بارے میں)

٢٢٨٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَإِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ ۲۲۸۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوارث اور اسماعیل بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے علی

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ.

بن حکم سے،علی نے نافع سے،نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نر جانور کی جفتی کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: عَسْبُ الْفَحْلِ: اَلْفَحل کے معنے ہیں نر جانور اور عَسْب کے معنے ہیں نسل کا تعلق۔اَعْسَبَهُ فَحْلَهُ وَاسْتَعْسَبَهُ۔یعنی اپنا نر جفتی کے لئے اُس کو دیا اور اُس سے جفتی کے لیے نر لیا۔

ایک مسلمان کے لئے ایسا پیشہ اختیار کرنے کی ممانعت فرمائی کیونکہ یہ پیشہ معزز پیشہ نہیں اور ایک مسلمان کسب حلال کے لئے دیگر وسائل اختیار کر کے اس قسم کے ادنیٰ پیشوں سے مستغنی رہ سکتا ہے۔گویا ممانعت تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے۔ اگر نسل کشی کی قطعی ممانعت ہوتی تو اعلیٰ نسل منقطع ہو جاتی۔شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مدت معیّنہ کے لئے کسی جانور کو اس غرض کے لئے دوسرے کو اُجرت پر دینا جائز ہے اور انہوں نے اس حدیث کی یہ تشریح کی ہے کہ یہاں ممانعت صرف اس غرض سے کی گئی ہے کہ اگر کسی کو جانور نسل کشی کے لئے غیر معین مدت کے لئے دے تو مدت غیر معیّنہ ہونے کی وجہ سے جھگڑے ہونے کا اندیشہ ہے۔اس لئے یہ اجارہ درست نہیں۔ہاں اگر مدت معین کر لی جائے تو معاہدہ درست ہوگا اور ایسا کرنا بھی درست ہوگا۔(فتح الباری جزء۴صفحہ۵۸۲) (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۰۵،۱۰۶)

ترمذیؒ اور ابن حبانؒ نے بعض مرفوع حدیثیں نقل کی ہیں؛ جن میں بلا اُجرت جفتی کرنے کرانے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ اسے ایک کارِثواب بھی قرار دیا ہے☆ مشارٌ الیہا روایات چونکہ امام بخاریؒ کی شرائط کے مطابق نہیں؛اس لئے نظر انداز کی گئی ہیں اور ممانعت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کی مذکورہ بالا مستند روایت سے استدلال کیا ہے کہ یہ ممنوع ہے۔

بَاب ۲۲ : إِذَا اسْتَأْجَرَ أَرْضًا فَمَاتَ أَحَدُهُمَا

اگر کوئی شخص کسی سے زمین ٹھیکے پر لے اور پھر دونوں (معاہدہ کرنے والوں) میں سے کوئی مر جائے (تو کیا ٹھیکہ قائم رہے گا یا فسخ ہو جائے گا؟)

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَيْسَ لِأَهْلِهِ أَنْ يُّخْرِجُوْهُ إِلَى تَمَامِ الْأَجَلِ. وَقَالَ الْحَكَمُ وَالْحَسَنُ وَإِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ

ابن سیرین کہتے ہیں: زمین والوں کا کوئی حق نہیں کہ مستاجر کو میعاد کے ختم ہونے سے پہلے نکالیں۔اور حکم،حسن اور ایاس بن معاویہ نے کہا: ٹھیکہ اُس کی

☆ (ترمذی، كتاب البيوع، باب ما جاء في كراهية عسب الفحل)
(ترمذی، كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل الخدمة في سبيل الله)
(صحيح ابن حبان، باب الخيل، ذكر إعطاء الله جل وعلا المطرق فرسه، جزء۱۰صفحہ۵۳۳)

تُمْضَى الْإِجَارَةُ إِلَى أَجَلِهَا. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِالشَّطْرِ فَكَانَ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ وَلَمْ يُذْكَرْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ جَدَّدَا الْإِجَارَةَ بَعْدَ مَا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

میعاد تک رہنے دیا جائے گا۔ اور حضرت (عبداللہ) ابن عمرؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین نصف حصہ بٹائی پر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی عہد خلافت میں یہی صورت قائم رہی لیکن یہ ذکر نہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ٹھیکہ از سرنو کیا ہو۔

٢٢٨٥: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَعْطَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ أَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا. وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ الْمَزَارِعَ كَانَتْ تُكْرَى عَلَى شَيْءٍ سَمَّاهُ نَافِعٌ لَا أَحْفَظُهُ.

۲۲۸۵: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ بن اسماء نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اس شرط پر یہودیوں کو دیا تھا کہ وہ اس میں محنت کریں اور کاشت کریں اور جو اس سے پیدا ہو، اُس کا آدھا اُن کے لئے ہوگا۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے (نافع سے) بیان کیا کہ کاشت کی زمینیں کچھ لگان مقرر کر کے دی جاتی تھیں۔ نافع نے اس لگان کی تعیین کی تھی لیکن مجھے یاد نہیں۔

اطرافهُ: ٢٣٢٨، ٢٣٢٩، ٢٣٣١، ٢٣٣٨، ٢٤٩٩، ٢٧٢٠، ٣١٥٢، ٤٢٤٨۔

٢٢٨٦: وَأَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ حَدَّثَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ. وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ.

۲۲۸۶: اور حضرت رافع بن خدیجؓ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتوں کو لگان پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ اور عبیداللہ نے بھی نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے یہی روایت نقل کی۔ (اور یہ الفاظ زائد بیان کئے) یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے انہیں جلاوطن کر دیا۔

اطرافهُ: ٢٣٢٧، ٢٣٣٢، ٢٣٤٤، ٢٧٢٢۔

تشریح: **اِذَا اسْتَأْجَرَ اَرْضًا فَمَاتَ اَحَدُهُمَا:** آیا متاجر کی موت پر ٹھیکہ ختم ہوجائے گا یا قائم رہے گا۔ اس مسئلے کے بارے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ٹھیکہ اپنی شرطوں کے ساتھ قائم رہے گا اور فقہاء کوفہ کے نزدیک فسخ ہوجائے گا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۵۸۳) عنوانِ باب میں مذکورہ حوالوں سے جمہور کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ ابن سیرینؒ، حسن بصریؒ، حکم اور ایاس بن معاویہ کا فتویٰ ہے کہ مرنے والے کے ورثاء کو حق نہیں پہنچتا کہ ٹھیکیدار یا کرایہ دار کو زمین زیر کاشت یا مکان زیر سکونت سے علیحدہ کرے۔ جب تک کہ ٹھیکہ کی میعاد ختم نہ ہوجائے، ورثاء شروط کے پابند ہیں۔ محولہ بالا فتوے ابن ابی شیبہؒ نے موصولاً نقل کئے ہیں[1] اور حضرت ابن عمرؓ کا حوالہ اسی باب کی روایت نمبر ۲۲۸۵ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ عُبَيْدُاللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ: اسی باب کے آخر میں عبیداللہ کا حوالہ ہے (زیر روایت نمبر ۲۲۸۶) وہ صحیح مسلم میں مروی ہے۔ اس روایت کے یہ الفاظ ہیں: **اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَامَلَ اَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ اَوْ زَرْعٍ.**[2] یعنی عبیداللہ نے کہا: نافع نے مجھے بتایا۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے نصف پیداوار پر پھل یا کھیتی کا معاملہ کیا۔

حَتّٰى اَجْلَاهُمْ عُمَرُ: نافع ہی کی ایک اور روایت جو موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے، اس کے آخر میں ہے: **قَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلَى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا فَقَرُّوْا بِهَا حَتّٰى اَجْلَاهُمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى تَيْمَاءَ وَاَرِيْحَاءَ.** (بخاری، کتاب المزارعة، باب ۱۷، روایت نمبر ۲۳۳۸) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ہم تمہیں اس میں جب تک چاہیں اس (شرط) پر رہنے دیں گے۔ چنانچہ وہ وہاں رہے؛ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کردیا۔

وَأَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ حَدَّثَ: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا حوالہ کتاب الحرث والمزارعة روایت نمبر ۲۳۴۴ میں دیکھئے۔ اس حوالہ کا عطف نافع پر ہے۔ یعنی حضرت ابن عمرؓ نے نافع سے یہ ذکر بھی کیا کہ قابل کاشت زمینیں بٹائی پر دی جاتی تھیں اور انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت رافع بن خدیجؓ نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتی ٹھیکے پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ اس روایت میں لفظ حَدَّثَ کا مفعول محذوف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے کتاب الحرث والمزارعة، باب نمبر ۱۸۔

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب الرجل یؤجر داره سنین، جزء۴ صفحہ۵۵۷)

[2] (مسلم، کتاب المساقاة، باب المساقاة والمعاملة بجزء من الثمر والزرع)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۸- كِتَابُ الْحَوَالَةِ

اَلْحَوَالَة: حَالَ يَحُوْلُ حَوَالَةً- اس کے لغوی معنی ہیں ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونا۔ تحویل اور اِستحالہ اسی لفظ سے مشتق ہیں۔ شرعی اصطلاح میں ایک شخص کا قابل ادا قرضہ اپنے کسی قرض دار کے نام منتقل کرنا۔ دوسرے الفاظ میں قابل ادا قرض کی ذمہ داری دوسرے کے نام پر منتقل کر دینا۔ حوالہ کا اردو زبان میں صحیح ترجمہ ہُنڈی ہے۔ آج کل لفظ چیک (Cheque) وغیرہ رائج ہیں۔ حوالہ یعنی انتقال ذمہ داری کی صحت کے لئے پانچ شرطیں ہیں:-

۱- مُحِيْل (یعنی منتقل کرنے والے) کی رضامندی۔
۲- مُحْتَال لَهُ (یعنی جس کے لئے ذمہ داری منتقل کی جائے) کی رضامندی۔
۳- مُحَال عَلَيْهِ (یعنی جس کی طرف ذمہ داری منتقل کی جائے) کی منظوری۔
۴- وہ حق جس کا انتقال کیا جائے؛ فی الواقعہ محال علیہ کے ذمہ واجب الادا ہو۔
۵- منتقل کی جانے والی چیز معلوم ہو۔

(فتح الباری جزء۴صفحہ۵۸۵)

بَاب ۱: اَلْحَوَالَةُ وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ

یہ باب قرضہ منتقل کرنے کے حکم کے بارے میں ہے
اور آیا (قرضہ منتقل کرنے والا تحریر دینے کے بعد پھر) تحریر کو واپس لے سکتا ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ إِذَا كَانَ يَوْمَ أَحَالَ عَلَيْهِ مَلِيًّا جَازَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَتَخَارَجُ الشَّرِيْكَانِ وَأَهْلُ الْمِيْرَاثِ فَيَأْخُذُ هَذَا عَيْنًا وَهَذَا دَيْنًا فَإِنْ تَوِيَ لِأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ.

اور حسن اور قتادہ نے کہا: اگر کوئی شخص اُس دن جب اُس کی طرف قرض منتقل کیا گیا تھا، مالدار تھا تو انتقال نافذ ہو چکا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: اگر دو شریکوں اور وارثوں نے یوں تقسیم کی ہو کہ کسی نے نقد مال لیا اور کسی نے قرض۔ پھر اگر اُن میں سے کسی کا حصہ ڈوب گیا ہو تو وہ اپنے ساتھی سے نہیں لے گا۔

۲۲۸۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ.

۲۲۸۷: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دولت مند کا ٹال مٹول کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور جس کو اپنا قرض لینے کے لئے مالدار شخص کے سپرد کیا جائے تو وہ قبول کرے۔

اطرافہ: ۲۲۸۸، ۲۴۰۰۔

تشریح: **وَهَلْ يَرْجِعُ فِي الْحَوَالَةِ:** آیا ذمہ داری قبول کرنے کے بعد ذمہ دار کو ذمہ داری فسخ کرنے کا حق پہنچتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ فقہاء کے ایک گروہ نے حوالہ عقد لازم قرار دیا ہے اور دوسرے فریق کے نزدیک یہ عقد طوعی ہے۔ یعنی رضامندی کا معاملہ ہے جو جواز اور رخصت دونوں صورتیں رکھتا ہے۔ جن فقہاء نے اسے عقد لازم قرار دیا ہے، اُن کے نزدیک فسخ نہیں ہوسکتا بلکہ وہ طے شدہ شروط کے ساتھ قائم رہے گا۔ اسی اختلاف کے پیش نظر عنوانِ باب میں دو حوالے درج کئے ہیں۔ ایک حسن بصریؒ اور قتادہؒ[1] کا ہے۔ دوسرا حضرت ابن عباسؓ[2] کا؛ جو ابن ابی شیبہؒ نے نقل کئے ہیں۔ حسن بصریؒ اور قتادہؒ سے پوچھا گیا تھا کہ اگر محال علیہ مفلس ہو جائے تو کیا ذمہ داری اُس پر قائم رہے گی؟ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ محال علیہ ذمہ داری قبول کرنے کے وقت دولت مند تھا تو بحالت افلاس بھی ذمہ دار ہوگا۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۸۶) حضرت ابن عباسؓ کے فتوے میں صراحت ہے کہ جس پر ادائیگی قرض کی ذمہ داری عائد ہوتی ہوا گر وہ فوت ہو جائے اور اُس سے وصولی کی کوئی صورت نہ ہو تو مُحْتَال لَهٗ اپنا حق مُحِيْل سے وصول کرے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۰۹)

فَإِنْ تَوِىَ لِأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلَى صَاحِبِهِ: تَوَى الْمَالَ کے معنے هَلَكَ یعنی مال ضائع ہو گیا۔ کہتے ہیں: تَوَى حَقُّ فُلَانٍ عَلَى غَرِيْمِهٖ۔ یعنی فلاں کا حق اس کے مدیون کے پاس ضائع ہو گیا۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۰۹)

مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ: حدیث زیر باب کا مضمون واضح ہے کہ دولت مند نے حوالہ یعنی ہنڈی قبول کرنے کے بعد جو اَدا نہیں کی اور لیت ولعل سے کام لیتا رہا اور پھر وہ مفلس ہو گیا تو وہ قابل مؤاخذہ ہے۔ یہی جمہور کا مذہب ہے کہ ہنڈی قبول کرنے کے بعد اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ امر قاضی کے فیصلہ پر منحصر ہے۔ اگر قاضی کی رائے میں حالات موت وافلاس کا تقاضا ہے کہ قرضہ منتقل کرنے والا ادائیگی کا ذمہ دار ہے تو مُحْتَال لَهٗ اُس کی طرف رُجوع کرے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۱۰، ۱۱۱)

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب البیوع، باب فی الحوالة أله ان یرجع فیها)

[2] (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب البیوع، باب فی قوم یرثون المیراث فیبیع بعضهم من بعض)

بَاب ۲ : إِذَا أَحَالَ عَلَى مَلِيٍّ فَلَيْسَ لَهُ رَدٌّ

جب کوئی شخص (مقروض) مالدار کی طرف اپنا قرض ادائیگی کیلئے منتقل کر دے تو اُسے نہیں چاہیے کہ ردّ کرے

۲۲۸۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ وَمَنْ أُتْبِعَ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتَّبِعْ.

۲۲۸۸: ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (عبداللہ) بن ذکوان سے، ابن ذکوان نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: دولت مند کا قرض ادا کرنے میں دیر لگانا ظلم ہے اور اگر تم میں سے کسی ایک کو کسی مالدار پر ہنڈی دی جائے تو قبول کر لے۔

اطرافهُ: ۲۲۸۷، ۲٤۰۰۔

تشریح: **اِذَا اَحَالَ عَلَى مَلِيٍّ فَلَيْسَ لَهُ رَدٌّ:** اس باب کو قائم کر کے افرادِ معاشرہ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی ہے کہ لین دین کے معاملات میں سہولت کی راہ اختیار کریں اور دولت مند کا فرض ہے کہ قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام نہ لے۔

بَاب ۳ : إِنْ أَحَالَ دَيْنَ الْمَيِّتِ عَلَى رَجُلٍ جَازَ

اگر کوئی شخص میّت کا قرضہ کسی شخص کی طرف منتقل کرے تو یہ جائز ہوگا

۲۲۸۹ : حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ

۲۲۸۹: مکی بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن ابی عبید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم بیٹھے تھے کہ اِتنے میں ایک جنازہ لایا گیا اور لوگوں نے کہا: آپؐ اس کا جنازہ پڑھیں۔ آپؐ نے پوچھا: کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا: کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟

تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا لَا فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قِيْلَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ فَصَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالُوْا صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوْا ثَلَاثَةُ دَنَانِيْرَ قَالَ صَلُّوْا عَلَى صَاحِبِكُمْ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر اس کے بعد ایک اور جنازہ لایا گیا اور لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس کی نمازِ جنازہ پڑھیے۔ آپؐ نے پوچھا: کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ عرض کیا گیا: جی ہاں۔ آپؐ نے پوچھا: کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے کہا: تین اشرفیاں۔ آپؐ نے اس کا جنازہ پڑھا۔ اس کے بعد پھر تیسرا جنازہ لایا گیا اور لوگوں نے عرض کیا: اس کا جنازہ پڑھیں۔ آپؐ نے پوچھا: کیا اس نے کچھ چھوڑا؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے پوچھا: اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے کہا: تین اشرفیاں۔ آپؐ نے فرمایا: تم ہی اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ لو۔ حضرت ابوقتادہؓ نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ اس کا جنازہ پڑھیں اور اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمہ ہوگی۔ تب آپؐ نے اس کا جنازہ پڑھا۔

طرفہُ: ۲۲۹۵۔

تشریح: اِنْ أَحَالَ دَيْنَ الْمَيِّتِ عَلَى رَجُلٍ جَازَ: مسئلہ معنونہ کے تعلق میں جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ از قسم ضمانت ہے۔ اس سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ حوالہ اور ضمانت نتیجہ کے لحاظ سے ایک ہی بات ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۵۸۹) مگر ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ ضمانت دینے والا جس کے لئے ضمانت دیتا ہو، اُس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اس کا مقروض بھی ہو۔ ایک غیر مقروض شخص بھی ضمانت دے سکتا ہے مگر حوالہ کی صورت میں مُحِيْل کا حق مُحَال عَلَيْه پر واجب الاداء ہوتا ہے۔

واقعہ مذکورہ بالا میں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میّت کے ذمے جو حق تھا، وہ ضامن کی طرف منتقل کر دیا ہے؛ اس لئے امام بخاریؒ نے اس انتقال ذمہ داری سے استنباط کرتے ہوئے عنوانِ باب قائم کیا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
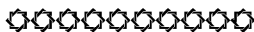
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۳۹- كِتَابُ الْكَفَالَة

بَاب ۱ : الْكَفَالَةُ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُوْنِ بِالْأَبْدَانِ وَغَيْرِهَا

قرض اور لین دین میں بدنی (اور مالی) ضمانت کے بارے میں احکامات

۲۲۹۰: وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلَى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ فَأَخَذَ حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ كُفَلَاءَ حَتَّى قَدِمَ عَلَى عُمَرَ وَكَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَهُ مِائَةَ جَلْدَةٍ فَصَدَّقَهُمْ وَعَذَرَهُ بِالْجَهَالَةِ.

۲۲۹۰: اور ابوزناد نے محمد بن حمزہ بن عمرو اسلمی سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ محمد نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں محصل زکوٰۃ بنا کر بھیجا تو (انہیں وہاں علم ہوا کہ) ایک آدمی نے اپنی بیوی کی لونڈی سے مباشرت کی ہے۔ حمزہ نے اس شخص سے ضامن لیے؛ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے (اور سارا واقعہ بیان کیا۔) حضرت عمرؓ نے اس کو سو کوڑوں کی سزا دی۔ کیونکہ آپؓ نے واقعہ بیان کرنے والوں کی بات کو سچ پایا اور تصدیق کی۔ ہاں اس کو مسئلہ کے نہ جاننے کی وجہ سے ایک حد تک معذور سمجھا۔

وَقَالَ جَرِيْرٌ وَالْأَشْعَثُ لِعَبْدِ اللهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِي الْمُرْتَدِّيْنَ اسْتَتِبْهُمْ وَكَفِّلْهُمْ فَتَابُوْا وَكَفَلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ.

اور حضرت جریرؓ اور حضرت اشعثؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مرتدوں کی نسبت کہا: ان سے توبہ کراؤ اور ان کی ضمانتیں لو۔ پس انہوں نے توبہ کی اور ان کے قبیلوں نے ان کی ضمانت دی

وَقَالَ حَمَّادٌ إِذَا تَكَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ. وَقَالَ الْحَكَمُ يَضْمَنُ.

اور حماد نے کہا: اگر کوئی شخص کسی کا کفیل ہوا ہو اور (جس کا کفیل ہوا ہے) وہ مرجائے تو ضامن کے ذمہ کچھ نہ ہوگا۔ حکم نے کہا: ضمانت ادا کرنی ہوگی۔

۲۲۹۱: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيْلَ أَنْ يُّسْلِفَهُ أَلْفَ دِيْنَارٍ فَقَالَ ائْتِنِي بِالشُّهَدَاءِ أُشْهِدُهُمْ فَقَالَ كَفَى بِاللهِ شَهِيْدًا قَالَ فَأْتِنِي بِالْكَفِيْلِ قَالَ كَفَى بِاللهِ كَفِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْأَجَلِ الَّذِي أَجَّلَهُ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيْهَا أَلْفَ دِيْنَارٍ وَصَحِيْفَةً مِّنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا ثُمَّ أَتَى بِهَا إِلَى الْبَحْرِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا أَلْفَ دِيْنَارٍ فَسَأَلَنِيْ كَفِيْلًا فَقُلْتُ كَفَى بِاللهِ كَفِيْلًا فَرَضِيَ بِكَ وَسَأَلَنِي شَهِيْدًا

۲۲۹۱: ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) کا قول ہے کہ لیث نے کہا کہ جعفر بن ربیعہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا کہ اس نے بنی اسرائیل میں سے کسی دوسرے شخص سے ایک ہزار اَشرفیاں قرض مانگیں تو اُس نے کہا: میرے پاس کوئی گواہ لے آؤ۔ میں ان کو گواہ ٹھہراؤں (اور رقم دے دوں) تو اس نے کہا: اللہ ہی کافی گواہ ہے۔ اس نے کہا: پھر (اپنا) کوئی ضامن پیش کرو۔ اس نے کہا: اللہ ہی کافی ضامن ہے۔ اس نے کہا: تم نے سچ کہا اور اُس کو ایک مقررہ میعاد کے لئے (اشرفیاں) دے دیں۔ (جس نے قرض لیا تھا) اس نے سمندر کا سفر کیا اور اپنا کام سرانجام دیا اور اس کے بعد جہاز کی تلاش کی کہ جس پر وہ سوار ہو کر اُس کے پاس اس میعاد پر پہنچے جو اس نے مقرر کی تھی۔ مگر اس نے کوئی جہاز نہ پایا۔ آخر اس نے ایک لکڑی لی اور اسے کریدا اور اس میں ایک ہزار اشرفیاں اور اپنا ایک خط اپنے دوست کے نام رکھ دیئے۔ پھر اس کا منہ بند کر دیا اور پھر اسے لے کر سمندر پر آیا اور کہا: اے میرے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار اشرفیاں قرض لی تھیں اور اس نے مجھ سے ضامن مانگا تھا اور میں نے کہا تھا: اللہ تعالیٰ ہی کافی ضامن ہے اور وہ تیرا نام سن کر راضی ہو گیا اور اُس نے مجھ سے گواہ مانگا تھا اور میں

فَقُلْتُ كَفَى بِاللهِ شَهِيْدًا فَرَضِيَ بِذَلِكَ وَأَنِّي جَهَدْتُ أَنْ أَجِدَ مَرْكَبًا أَبْعَثُ إِلَيْهِ الَّذِيْ لَهُ فَلَمْ أَقْدِرْ وَإِنِّي أَسْتَوْدِعُكَهَا فَرَمَى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتَّى وَلَجَتْ فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِي ذَلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ إِلَى بَلَدِهِ فَخَرَجَ الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ أَسْلَفَهُ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ فَإِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِي فِيْهَا الْمَالُ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيْفَةَ ثُمَّ قَدِمَ الَّذِيْ كَانَ أَسْلَفَهُ فَأَتَى بِالْأَلْفِ دِيْنَارٍ فَقَالَ وَاللهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِي طَلَبِ مَرْكَبٍ لِآتِيَكَ بِمَالِكَ فَمَا وَجَدْتُّ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِيْ أَتَيْتُ فِيْهِ قَالَ هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِشَيْءٍ قَالَ أُخْبِرُكَ أَنِّي لَمْ أَجِدْ مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِيْ جِئْتُ فِيْهِ قَالَ فَإِنَّ اللهَ قَدْ أَدَّى عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ فَانْصَرِفْ بِالْأَلْفِ الدِّيْنَارِ رَاشِدًا.

نے کہا تھا: اللہ ہی کافی گواہ ہے اور وہ تیرا نام سن کر راضی ہوگیا تھا۔ اور میں نے بہت کوشش کی کہ کوئی جہاز پاؤں کہ تا اس کا مال اس کو بھیج دوں مگر مَیں نہ کر سکا اور اَب میں یہ مال تیرے سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اُس نے وہ لکڑی سمندر میں ڈال دی؛ یہاں تک کہ وہ سمندر میں آگے چلی گئی۔ پھر اس کے بعد وہ واپس (گھر کو) لوٹا اور جہاز کی تلاش میں رہا۔ تا اپنے ملک کو واپس آجائے۔ وہ شخص جس نے اس کو قرض دیا ہوا تھا، ایک دن باہر نکلا کہ دیکھے شائد کوئی جہاز اس کا مال (روپیہ) لے کر آیا ہو تو اُس کی نظر اُس لکڑی پر پڑی جس کے اندر مال رکھا ہوا تھا۔ وہ اسے اپنے گھر والوں کے لئے ایندھن سمجھ کر لے گیا۔ جب اس نے اس کو چیرا، اس میں مال اور خط پایا۔ پھر کچھ مدت کے بعد وہ شخص بھی آپہنچا جس کو اس نے مال قرض دیا تھا۔ وہ ایک ہزار دینار اپنے ساتھ لایا اور کہا: اللہ کی قسم! میں نے جہاز کی انتہائی تلاش کی تا تمہارا مال تمہیں واپس کروں۔ مگر جس جہاز میں مَیں آیا ہوں، اس سے پہلے میں نے کوئی جہاز نہیں پایا تو قرض خواہ نے کہا: کیا تو نے کوئی (رقم) میرے لئے بھیجی تھی؟ اس نے کہا کہ میں تجھے بتاتا ہوں کہ مجھے اس جہاز کے سوا جس میں اب آیا ہوں کوئی جہاز نہیں ملا۔ قرض خواہ نے کہا: اللہ نے تیری طرف سے وہ مال مجھے پہنچا دیا ہے جو تو نے لکڑی میں بند کر کے بھیجا تھا۔ پس تو اطمینان سے ہزار اشرفیاں لے کر واپس لوٹ جا۔

اطرافهُ: ١٤٩٨، ٢٠٦٣، ٢٤٠٤، ٢٤٣٠، ٢٧٣٤، ٦٢٦١.

تشریح: **اَلْکَفَالَةُ فِی الْقَرْضِ وَالدُّیُوْنِ بِالْأَبْدَانِ وَغَیْرِهَا:** امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جب کسی مسئلے پر مستند حدیث نہیں ملتی تو عنوانِ باب ہی میں صحاحِ ستہ وغیرہ کی روایات اور ائمہ وفقہاء کے اقوال نقل کر کے مسئلہ زیرعنوان بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ چنانچہ مسئلہ کفالت وضمانت کے متعلق بھی انہوں نے یہی طریق اختیار کیا ہے۔ عنوان باب میں کئی ایک حوالے جمع کر دئے ہیں اور ان کے آخر میں درج کردہ روایت کا اعادہ کیا ہے۔ یہ روایت کتاب الزکاۃ (باب۶۵، روایت نمبر۱۴۹۸) اور کتاب البیوع (باب۱۰، روایت نمبر۲۰۶۳) میں گزر چکی ہے۔

فَأَخَذَ حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ کُفَلَاءَ: عنوانِ باب میں چار حوالے نقل کئے ہیں۔ پہلا حوالہ جو ابوزناد عبداللہ بن ذکوان کی روایت کا ہے، طحاویؒ نے نقل کیا ہے۔ حمزہ بن عمرو اسلمیؓ صحابی ہیں؛ جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحصیل صدقہ کے لئے قبیلہ سعد بن ہذیم کی طرف بھیجا تو انہوں نے ایک شخص کو اپنی بیوی سے کہتے ہوئے سنا کہ وہ اپنے آزاد کردہ غلام کی زکوٰۃ بھی ادا کرے تو اس کی بیوی نے اسے کہا کہ وہ ادا کرے، کیونکہ وہ اس کا بیٹا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بیوی کی لونڈی سے خاوند نے مباشرت کی تھی؛ جس سے لڑکا پیدا ہوا اور پھر اس کی بیوی نے وہ لڑکا آزاد کر دیا۔ جب حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے بجائے رجم کے سو دُرّوں کی سزا دی۔ اس واقعہ میں ابوحمزہ نے زیرِالزام شخص سے شخصی کفالت لی تھی کہ اگر یہ بیان درست ثابت ہوا تو اسے حدّ لگائی جائے گی[۱] مذکورہ بالا صحابی کے فعل سے کفالت کے جواز میں استنباط کیا گیا ہے۔ اس روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ چونکہ وہ شخص ناواقف تھا، اس لئے انہوں نے رجم کی سزا تعزیر میں بدل دی۔ اس تعلق میں دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۱۴۔

اسْتَتِبْهُمْ وَکَفِّلْهُمْ: دوسرا حوالہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ اور حضرت اشعث بن قیس کندیؓ کے واقعہ کا ہے جو امام بیہقی اور ابن ابی شیبہؒ نے مفصل نقل کیا ہے کہ حارثہ بن مضرب نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ اتنے میں ایک مؤذن کی آواز مسجد بنی حنیفہ سے سنائی دی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ یہ مؤذن عبداللہ بن نواحہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے بلوا کر اس کا سر قلم کیا اور اس محلّہ میں جو مسیلمہ کے پیرو تھے، ان سے متعلق حضرت جریر بن عبداللہؓ اور حضرت اشعث بن قیسؓ نے مشورہ دیا کہ ان سے توبہ کروائی جائے اور شخصی ضمانت لی جائے کہ وہ آئندہ ایسی غلطی نہ کریں گے[۲]

اِذَا تَکَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ فَلَا شَیْءَ عَلَیْهِ: تیسرا حوالہ حماد بن ابی سلیمان کا ہے جو مسلم اشعری کے نام سے مشہور تھے۔ یہ فقہاء کوفہ میں سے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ میں سے تھے۔ ان کے نزدیک اگر کسی شخص کی ضمانت دی جائے اور وہ فوت ہو جائے تو ضامن کفالت کے بوجھ سے آزاد ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۱۵)

یَضْمَنُ: چوتھا حوالہ حکم بن عتیبہ کے فتویٰ کا ہے۔ اگر کفالت مالی ہو تو کفیل بہرحال ذمہ دار ہے۔ یہی مذہب

---

[۱] (شرح معانی الآثار، کتاب الحدود، باب الرجل یزنی بجاریة امرأته، جزء۳ صفحہ۱۴۷)

[۲] (سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الضمان، باب ما جاء فی الکفالة ببدن من علیه حق، جزء۶ صفحہ۷۷)
(مصنف ابن ابی شیبة، کتاب السیر، باب ما قالوا فی الرجل یسلم ثم یرتد ما یصنع به)

جمہور کا بھی ہے۔ بعض فقہاء نے اس میں ایک فرق ملحوظ رکھا ہے کہ اگر مالی ضمانت حال میں واجب الادا ہے اور وہ ادا نہیں ہوئی تو کفیل ذمہ دار ہے اور اگر وہ آئندہ وقت میں قابل ادا ہو اور مکفول عنہ فوت ہو جائے تو کفیل کفالت سے آزاد ہے۔ مذکورہ بالا حوالہ جات کی تفصیل فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۵۹۲، ۵۹۳ نیز عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵ میں دیکھئے۔

بَاب ۲

قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ط

اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: جن سے تم نے قسم کھا کر عہد و پیمان کیا ہے ان کا حصہ ان کو دے دو۔ (النساء: ٣٤)

٢٢٩٢: حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِدْرِيْسَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ (النساء: ٣٤) قَالَ وَرَثَةً، وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ (النساء: ٣٤) قَالَ كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارِيَّ دُوْنَ ذَوِي رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ نَسَخَتْ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ إِلَّا النَّصْرَ وَالرِّفَادَةَ وَالنَّصِيْحَةَ وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيْرَاثُ وَيُوْصَى لَهُ.

اطرافہ: ٤٥٨٠، ٦٧٤٧۔

۲۲۹۲: صلت بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ادریس سے، ادریس نے طلحہ بن مصرف سے، طلحہ نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت ابن عباسؓ نے آیت وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ میں مَوَالِيَ کے معنے وارثوں کے کئے ہیں (اور آیت کے معنے یہ ہیں کہ ہم نے ہر ایک کے لئے وارث بنائے ہیں) اور آیت وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ (یعنی اور وہ جن سے تم نے پختہ عہد و پیمان کئے ہیں....) کی تشریح حضرت ابن عباسؓ یوں کرتے تھے کہ مہاجر جب مدینہ میں آئے تو مہاجر انصاری کا وارث ہوتا۔ اس کے رشتہ دار وارث نہ ہوتے اور یہ اس برادرانہ تعلق کی وجہ سے تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان قائم کیا تھا۔ لیکن جب آیت وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ نازل ہوئی کہ ہر ایک کیلئے کچھ وارث بنائے ہیں تو (آیت وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ کی یہ تشریح) منسوخ ہوگئی۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ کے تحت آنے والوں کے متعلق فرمایا کہ اب صرف ان کی مدد اور خیر خواہی کی جاسکتی ہے۔ ترکہ کی تقسیم کا حکم ختم ہوگیا۔ ہاں حق میں ان کے وصیت کی جاسکتی ہے۔

٢٢٩٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فَآخَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ.

۲۲۹۳: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حمید سے، حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہمارے پاس (مکہ سے ہجرت کرکے) آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سعد بن ربیعؓ کے درمیان برادرانہ تعلق قائم کیا۔

اطرافهُ: ٢٠٤٩، ٣٧٨١، ٣٩٣٧، ٥٠٧٢، ٥١٤٨، ٥١٥٣، ٥١٥٥، ٥١٦٧، ٦٠٨٢، ٦٣٨٦.

٢٢٩٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَبَلَغَكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِيْ.

۲۲۹۴: محمد بن صباح نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن زکریا نے ہمیں بتایا کہ عاصم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپؓ کو یہ خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام میں (جاہلیت کے) عہد و پیمان نہیں۔ تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو میرے گھر میں قریش اور انصار کے درمیان عہد و پیمان کرایا تھا۔

اطرافهُ: ٦٠٨٣، ٧٣٤٠.

تشریح: وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ: عنوانِ باب میں سورۃ النساء آیت ۳۴ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جو یہ ہے: وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ○ (النساء: ۳۴) یعنی ہم نے ہر شخص کے لئے ترکہ میں وارث مقرر کردیئے ہیں۔ وہ وارث ماں باپ اور قریبی رشتہ دار ہیں اور وہ بھی جن کے ساتھ تم نے پکّے عہد و پیمان کئے۔ (یعنی بیویاں یا خاوند) سو اُن کو بھی اُن کا مقررہ حصہ دو اور اللہ ہر ایک امر پر نگران ہے۔ آیت کا مطلب واضح ہے۔

فَلَمَّا نَزَلَتْ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ نَسَخَتْ: حضرت ابن عباسؓ کی روایت مندرجہ باب۲ سے ظاہر ہے کہ ابتدائے زمانہ ہجرت کے دوران مہاجرین اور انصار مدینہ بھائی بھائی بنائے گئے تھے تو انہیں معاہدۂ مؤاخات کی رو سے حق ورثہ بھی دیا جانے لگا؛ یہ طریق بعد میں منسوخ ہوا۔ یہ نہیں کہ ایک حصہ آیت نے دوسرے حصہ کو منسوخ کر دیا۔ چنانچہ ابوجعفر نحاسؒ کہتے ہیں: **اَلَّذِیْ یَجِبُ اَنْ یُّحْمَلَ عَلَیْهِ حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ الْمَذْکُوْرِ فِی الْبَابِ اَنْ یَکُوْنَ وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ نَاسِخًا لِّمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَهُ وَاَنْ یَّکُوْنَ وَالَّذِیْنَ عَاقَدَتْ أَیْمَانُکُمْ غَیْرَ نَاسِخٍ وَلَا مَنْسُوْخٍ ...... وَمِمَّنْ قَالَ اَنَّهَا مُحْکَمَةٌ مُجَاهِدٌ وَسَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ وَبِهِ قَالَ أَبُوْحَنِیْفَةَ وَقَالَ هَذَا الْحُکْمُ بَاقٍ غَیْرُ مَنْسُوْخٍ.** (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۱۸) یعنی حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے ظاہر ہے کہ آیت نے انصار اور مہاجرین کا طریق عمل منسوخ کیا ہے۔ آیت کسی آیت کی نہ ناسخ ہے نہ منسوخ۔ بلکہ آیات اپنی نصوص میں محکم ہیں۔...... اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت محکم ہے، ان میں سے مجاہد اور سعید بن جبیر بھی ہیں اور یہی بات امام ابوحنیفہؒ نے بھی کہی ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ حکم باقی ہے اور منسوخ نہیں ہے۔

امام بخاریؒ کفالت کے باب میں اس حدیث کو اس غرض سے لائے ہیں تا یہ ثابت کریں کہ عہد و پیمان کی بناء پر اسلام میں ترکہ سے حصہ دے دیا جاتا تھا تو کفالت کرنے سے بھی مال کی ادائیگی کی ذمہ داری کفیل پر آ جائے گی۔ کیونکہ یہ بھی ایک عہد ہوتا ہے جس کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے۔

بَاب۳: مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَّيِّتٍ دَيْنًا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَّرْجِعَ

جو شخص کسی میت کی طرف سے قرض کی (ادائیگی کی) ذمہ داری لے وہ اس سے پھر نہیں سکتا

وَ بِهِ قَالَ الْحَسَنُ.

اور حسن (بصریؒ) کا بھی یہی مذہب ہے۔

۲۲۹۵: حَدَّثَنَا أَبُوعَاصِمٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ قَالُوْا لَا فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ قَالُوْا

۲۲۹۵: ابوعاصم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید بن ابی عبید سے، یزید نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا؛ تا کہ آپؐ اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں۔ آپؐ نے پوچھا: کیا اس پر کوئی قرضہ ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ تب آپؐ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر اس کے بعد ایک اور جنازہ لایا گیا تو آپؐ نے پوچھا:

نَعَمْ قَالَ فَصَلُّوْا عَلَى صَاحِبِكُمْ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

طرفهُ: ٢٢٨٩۔

کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: تم ہی اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو۔ ابوقتادہؓ نے کہا: یا رسول اللہ! اس کے قرضہ کا میں ذمہ دار ہوں۔ تب آپؐ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

٢٢٩٦: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هَكَذَا وَهَكَذَا فَلَمْ يَجِئْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتَّى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَمَرَ أَبُو بَكْرٍ فَنَادَى مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا فَحَثَى لِي حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا فَإِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ وَقَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا.

۲۲۹۶: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہمیں بتایا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو (بن دینار) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے محمد بن علی (باقر) سے سنا کہ وہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ حضرت جابرؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا: اگر بحرین سے مال آیا ہوتا تو مَیں تمہیں اس طرح (دونوں لپ بھر کر) اس طرح (اس طرح) دیتا۔ بحرین کا مال نہ آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے۔ جب بحرین سے مال آیا تو حضرت ابوبکرؓ نے حکم دیا اور منادی کرائی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جس کسی کا کوئی وعدہ یا قرضہ ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ میں بھی اُن کے پاس گیا اور میں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یوں فرمایا تھا تو انہوں نے مجھے ایک لپ بھر کر دیا اور میں نے اسے گنا تو وہ پانچ سو تھے اور انہوں نے کہا: اس سے دوگنے اور لے لو۔

اطرافهُ: ٢٥٩٨، ٢٦٨٣، ٣١٣٧، ٣١٦٤، ٤٣٨٣۔

تشریح: مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَّيِّتٍ دَيْنًا فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَّرْجِعَ: اس باب کے تعلق میں کتاب الحوالۃ باب۳ کی تشریح بھی دیکھئے۔ دونوں ابواب کا مضمون ایک ہی ہے، سوائے اس فرق کے کہ وہاں تفصیل ہے اور یہاں اجمال اور عنوانِ باب میں متوفّٰی کی کفالت سے عدمِ رجوع کا ذکر ہے اور یہ بات اس رو سے مستنبط ہے کہ حضرت قتادہؓ جب قرض کی ادائیگی کے کفیل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کفالت پر متوفّٰی کی نمازِ جنازہ پڑھی تو وہ کفالت سے رجوع نہیں کر سکتے تھے۔ حسن بصریؒ، ابن ابی لیلیٰ اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ کفالت سے عہدہ برآ ہونا لازمی ہے؛ خواہ متوفّٰی کا ترکہ ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ کفیل اپنی مرضی سے ادائیگی کا ذمہ دار ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر متوفّٰی کا ترکہ ثابت ہو تو کفیل رجوع کرسکتا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک از خود رجوع نہیں کرسکتا؛ بلکہ اسے قاضی کے پاس دعویٰ کرنا ہوگا اور وہ رجوع کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۱۹، ۱۲۰) جو ائمہ کفالت سے رجوع کے حق میں ہیں، ان کے نزدیک بیت المال قائم ہونے کے بعد متوفّٰی کی طرف سے ادائیگی کی ذمہ داری بیت المال پر عائد ہوتی ہے اور غیر شخص کی کفالت بقدر ترکہ ہی کے ہوسکتی ہے، جو متوفّٰی کا ثابت ہو۔ ترکہ سے زائد بوجھ کفیل پر نہیں ڈالا جاسکتا۔ (عمدۃ القاری-شرح کتاب الحوالۃ باب۳، جزء۱۲صفحہ۱۱۳) اس تعلق میں باب۵ کی تشریح بھی دیکھئے۔

مذکورہ بالا روایت میں جو صورت مذکور ہے، اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق فرمالی تھی کہ متوفّٰی کا قرضہ ادا کرنے کے لئے اس کا کوئی ترکہ نہیں۔ ایسی کفالت سے رجوع نہیں کیا جاسکتا؛ جس کی ذمہ داری کفیل نے لی ہو؛ ورنہ وہ کفالت حق ضائع کرنے کا سبب ہوگی۔

زیرِ باب جو روایتیں منقول ہیں، ان سے اور عنوانِ باب سے واضح ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ-حسن بصریؒ کی رائے کے مؤید ہیں کہ کفالت کے بعد رجوع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ترکہ ثابت ہو تو اس سے قرض خواہ کو دلانا کفیل کی ذمہ داری ہے۔ اگر ترکہ نہیں ہے تو وہ خود ادا کرے۔

بَاب ٤ : جِوَارُ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَقْدُهُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ کو پناہ دیا جانا اور اُن کا عہد کرنا

۲۲۹۷: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا

۲۲۹۷: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ عقیل سے مروی ہے کہ ابن شہاب نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، میرے ماں باپ اسی دین پر تھے۔

وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ. وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِيْنَانِ الدِّيْنَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِيْنَا فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُوْنَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيْدُ يَا أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَخْرَجَنِي قَوْمِي فَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أَسِيْحَ فِي الْأَرْضِ وَأَعْبُدَ رَبِّي قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِيْ الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ وَأَنَا لَكَ جَارٌ فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلَادِكَ فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَرَجَعَ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فَطَافَ فِي أَشْرَافِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ

اور ابوصالح (سلیمان) نے کہا: مجھے عبداللہ (بن مبارک) نے بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے میرے ماں باپ اسی دین پر تھے اور ہم پر کوئی ایسا دن نہیں گزرا کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس صبح وشام دونوں وقت نہ آئے ہوں۔ جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی تو حضرت ابوبکرؓ ہجرت کر کے حبشہ کی طرف چل پڑے۔ جب وہ بَرْكُ الْغِمَاد مقام پر پہنچے تو انہیں (مالک) بن دغنہ ملا اور وہ قارہ قبیلہ کا سردار تھا۔ اس نے پوچھا: ابوبکرؓ کہاں کا قصد ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ملک میں چلوں پھروں اور اپنے ربّ کی عبادت کرتا رہوں۔ ابن دغنہ نے کہا: تمہارے جیسا آدمی خود وطن نہیں چھوڑتا اور نہ اسے نکالا جانا چاہیے۔ تم تو کنگال کو کما کر دیتے رہے ہو، رشتہ داروں سے نیک سلوک کیا کرتے ہو اور بے چاروں کو سنبھالتے ہو اور مہمان نواز اور حادثوں میں حق بات کی مدد کرتے ہو اور میں تمہیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ واپس چلو اور اپنے وطن میں ہی اپنے ربّ کی عبادت کرو اور ابن دغنہ بھی چل پڑا اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ (مکہ میں) آیا اور کفارِ قریش کے سرداروں سے ملا اور اُن سے کہا: ابوبکرؓ تو ایسے ہیں کہ ان جیسا آدمی وطن سے نہیں نکلنا چاہیے اور نہ نکالا

مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ أَتُخْرِجُوْنَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِيْ الضَّيْفَ وَيُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَأَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ وَآمَنُوْا أَبَا بَكْرٍ وَقَالُوْا لِابْنِ الدَّغِنَةِ مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَلْيُصَلِّ وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ وَلَا يُؤْذِيْنَا بِذَلِكَ وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهِ فَإِنَّا قَدْ خَشِيْنَا أَنْ يَّفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا قَالَ ذَلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِأَبِي بَكْرٍ فَطَفِقَ أَبُو بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِي دَارِهِ وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلَاةِ وَلَا الْقِرَاءَةِ فِي غَيْرِ دَارِهِ ثُمَّ بَدَا لِأَبِي بَكْرٍ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَبَرَزَ فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِيْنَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَأَرْسَلُوْا إِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ

جانا چاہیے۔ کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو غریب کی پرورش کرتا ہے اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتا ہے اور بے سہاروں کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر لیتا ہے اور مہمانوں کی بہترین خاطر مدارات کرتا ہے اور حوادث میں حق بات کی مدد کرتا ہے۔ اس پر قریش نے ابن دغنہ کی پناہ منظور کر لی اور حضرت ابوبکرؓ کو اَمن دیا مگر ابن دغنہ سے کہا: ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ اپنے ربّ کی عبادت اپنے گھر میں ہی کیا کرے۔ (وہیں) نماز پڑھے اور جو چاہے پڑھے۔ لیکن ہمیں (اپنی عبادت اور قرآن پڑھنے) سے تکلیف نہ دے اور اعلانیہ نہ پڑھے۔ کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہمارے بیٹوں اور ہماری عورتوں کو گمراہ کر دے گا۔ ابن دغنہ نے حضرت ابوبکرؓ سے یہ کہہ دیا تو حضرت ابوبکرؓ اپنے گھر میں ہی اپنے ربّ کی عبادت کرنے لگے اور اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ نماز اور قرآن اعلانیہ نہ پڑھتے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی اور کھلی جگہ میں نکلے۔ وہیں نماز بھی پڑھتے اور قرآنِ مجید بھی اور اُن کے پاس مشرکوں کی عورتیں اور بچے جمگھٹا کرتے۔ وہ تعجب کرتے اور حضرت ابوبکرؓ کو دیکھتے اور حضرت ابوبکرؓ بہت ہی رونے والے آدمی تھے۔ جب قرآن پڑھتے تو اپنے آنسوؤں کو نہ تھام سکتے۔ اس کیفیت نے قریش کے مشرک سرداروں کو گھبرا دیا اور انہوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا۔ وہ ان کے پاس آیا اور انہوں نے اسے کہا:

عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا لَهُ إِنَّا كُنَّا أَجَرْنَا أَبَا بَكْرٍ عَلَى أَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ وَإِنَّهُ جَاوَزَ ذٰلِكَ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَأَعْلَنَ الصَّلَاةَ وَالْقِرَاءَةَ وَقَدْ خَشِيْنَا أَنْ يَّفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا فَأْتِهِ فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَّقْتَصِرَ عَلَى أَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلَ وَإِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ يُّعْلِنَ ذٰلِكَ فَسَلْهُ أَنْ يَّرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ فَإِنَّا كَرِهْنَا أَنْ نُّخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّيْنَ {لِأَبِي بَكْرٍ☆} الِاسْتِعْلَانَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتَ الَّذِيْ عَقَدْتُّ لَكَ عَلَيْهِ فَإِمَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذٰلِكَ وَإِمَّا أَنْ تَرُدَّ إِلَيَّ ذِمَّتِي فَإِنِّي لَا أُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ أَنِّي أُخْفِرْتُ فِي رَجُلٍ عَقَدْتُّ لَهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ وَأَرْضَى بِجِوَارِ اللّٰهِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہم نے تو ابوبکرؓ کو اِس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے ربّ کی عبادت کرتا رہے۔ لیکن انہوں نے اس شرط کی پرواہ نہ کی اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا لی ہے اور نماز اور قرآن اعلانیہ پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہمارے لڑکوں اور ہماری عورتوں کو گمراہ کر دے گا۔ تم اس کے پاس جاؤ۔ اگر وہ پسند کرے کہ اپنے گھر کے اندر ہی رہ کر اپنے ربّ کی عبادت کرے تو کرے ورنہ اگر اعلانیہ ہی پڑھنے پر مصر رہے تو اسے کہو: تمہاری (امان کی) ذمہ داری تمہیں واپس کر دے۔ کیونکہ ہمیں یہ برا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری ذمہ داری توڑیں اور ہم تو (ابوبکرؓ کو☆) کبھی بھی اعلانیہ عبادت کرنے نہیں دیں گے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ ابن دغنہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: آپ کو اِس شرط کا علم ہی ہے جس پر میں نے آپ کی خاطر عہد کیا تھا۔ اس لئے یا تو آپ اس پر قائم رہیں ورنہ میری ذمہ داری مجھے واپس کر دیں۔ کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ بات سنیں کہ جس شخص کو میں نے پناہ دی تھی، اس کے بارے میں بدعہدی کی گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: میں آپ کی پناہ آپ کو واپس کرتا ہوں اور اللہ ہی کی پناہ پر راضی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مکہ میں ہی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہاری ہجرت کا مقام دکھایا گیا ہے۔ میں نے ایک کھاری

☆ الفاظ ''لِأَبِيْ بَكْرٍ'' فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۶۰۰)

قَدْ أُرِيْتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ رَأَيْتُ سَبْخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ حِيْنَ ذَكَرَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رِسْلِكَ فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُّؤْذَنَ لِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ هَلْ تَرْجُو ذٰلِكَ بِأَبِي أَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصْحَبَهُ وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ.

زمین دیکھی ہے جس میں کھجوریں ہیں اور وہ دو پتھریلی زمینوں کے درمیان ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذکر کیا تو جس (مسلمان) نے ہجرت کرنی تھی، اس نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور جو حبشہ کے ملک میں ہجرت کر گئے تھے ان میں سے بھی بعض مدینہ پہنچ گئے اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی ہجرت کرنے کی تیاری کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ذرا ٹھہریں۔ کیونکہ میں امید کرتا ہوں کہ مجھے بھی (ہجرت کی) اجازت دی جائے گی۔ تب حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! کیا آپؐ بھی (ہجرت کی) اُمید رکھتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ تب حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر رُک گئے کہ آپؐ کے ساتھ ہی جائیں گے اور حضرت ابوبکرؓ نے دو اونٹنیوں کو جو اُن کے پاس تھیں، چار مہینے تک ببول کے پتے کھلائے (تا کہ وہ ہجرت کے سفر کے لئے تیار ہو جائیں۔)

اطرافہُ: ٤٧٦، ٢١٣٨، ٢٢٦٣، ٢٢٦٤، ٣٩٠٥، ٤٠٩٣، ٥٨٠٧، ٦٠٧٩۔

تشریح: **جِوَارُ أَبِي بَكْرٍ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَقْدُهُ:** حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے کفالت کی ایک اور صورت کے بارے میں استنباط کیا گیا ہے۔ ابن دغنہ قارہ قبیلے کا سردار تھا، جس نے عام دستور کے مطابق ان کی پناہ کا اعلان کیا تھا اور یہ پناہ حضرت ابوبکرؓ نے منظور کر لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس پناہ کا علم تھا۔ کفالت بھی اسی قسم کی ایک ذمہ داری ہے؛ جسے پورا کیا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ لیکن آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی غیرتِ ایمانی یہ برداشت نہ کر سکی اور ابن دغنہ کے سمجھانے پر کہ اپنے گھر کی مسجد میں بلند آواز سے تلاوت نہ کیا کریں؛ اس سے لوگوں کو شکایت پیدا ہوتی ہے؛ آپؓ نے اس کی پناہ واپس کر دی اور اللہ اور اس کے رسول کی پناہ پر بھروسہ کیا۔ اس واقعہ میں جواز اور عدمِ جواز کی دونوں صورتیں موجود ہیں۔ حالات کا جو تقاضا ہو اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ اسی لئے عنوانِ باب مصدر یہ رکھا گیا ہے۔

بَاب ۵ : اَلدَّيْنُ

قرضہ کے بارے میں ارشاد

۲۲۹۸: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَسْأَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلًا فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ لِدَيْنِهِ وَفَاءً صَلَّى وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِيْنَ صَلُّوْا عَلَى صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوْحَ قَالَ أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ.

۲۲۹۸: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔انہوں عُقَیل سے، عُقَیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کسی ایسے شخص کا جنازہ آتا جس پر قرضہ ہوتا، آپؐ پوچھتے: آیا اس نے اپنا قرضہ چکانے کے لئے کچھ مال چھوڑا ہے؟ اگر لوگ کہتے: ہاں تو آپؐ اس پر نمازِ جنازہ پڑھتے، ورنہ مسلمانوں سے کہتے: تم اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ جب اللہ نے آپؐ کو فتوحات دیں تو آپؐ نے فرمایا: میں مسلمانوں کا اُن (کے رشتہ داروں) سے بھی زیادہ قریبی ہوں۔ اس لئے مومنوں میں سے جو فوت ہو اور وہ قرضہ چھوڑ جائے تو اس کا ادا کرنا میرے ذمے ہے اور جو کوئی مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

اطرافہُ: ۲۳۹۸، ۲۳۹۹، ۴۷۸۱، ۵۳۷۱، ۶۷۳۱، ۶۷۴۵، ۶۷۶۳۔

تشریح: **فَعَلَيَّ قَضَاءُ هُ:** امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کو سابقہ عمل کا ناسخ قرار دے کر کفالت کے بارے میں یہ رائے قائم کی ہے کہ اگر متوفّی مقروض ہو اور اس کا کوئی ترکہ نہ ہو تو بیت المال اس کا کفیل ہوگا۔ اس تعلق میں ایک اور روایت بھی منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مقروض کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی تو جبریل نے کہا: حقوق العباد کا نادہند ظالم ہے کہ اس نے اسراف اور حدودِ شریعت توڑنے میں قرض برداشت کئے۔ لیکن ایک عفت مآب عیال دار جو مجبوراً قرضہ لیتا ہے اور اس کو ادا نہیں کر سکتا اور وفات پا جاتا ہے، اس کا میں ضامن ہوں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ ایسے شخص کی طرف

سے آپؐ قرض ادا کریں گے اور جو مال اس نے چھوڑا ہے، اس کے حق دار اس کے وارث ہوں گے۔ یہ روایت بلحاظ سند کمزور ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۰۲) (عمدۃ القاری- شرح کتاب الحوالۃ، باب ۳- جزء ۱۲ صفحہ ۱۱۳)

قرآنِ مجید میں تقسیم ورثہ کے تعلق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝ (النساء:۱۳) یعنی ترکہ کی تقسیم وصیت اور مرنے والے کے قرض کی ادائیگی کے بعد بچے ہوئے مال سے ہوگی۔ اس تقسیم میں کسی کو ضرر پہنچانا مقصود نہیں ہونا چاہیے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکیدی حکم ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور بردبار ہے۔ اس آیت سے واضح ہے کہ وصیت اور قرضہ کی ادائیگی بہرحال لازم ہے۔ قرآنِ مجید کے اس صریح حکم کی روشنی میں مندرجہ بالا حدیث پر عمل کرنا ہوگا۔ یعنی ترکے سے قرض کی ادائیگی مقدم ہے اور اگر کوئی شخص قلاش فوت ہوا ہو تو اس کے قرض کی ادائیگی کا کفیل بیت المال ہوگا اور یہ ذمہ داری ایسے ہی مقروض متوفّٰی کے لئے ہے جو تہی دست ہو، نہ ہر ایک مقروض کے لئے۔

شارحین نے عنوانِ باب کے تعلق میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ وہ اپنے مفہوم کے لحاظ سے مبہم ہے۔ صحیح بخاریؒ کے بعض نسخوں میں باب بلاعنوان ہے اور ان کا خیال ہے کہ یہ باب بطور فصل ہے۔ سابقہ ابواب کا مضمون یہاں ختم ہوتا ہے۔ اس لئے صرف روایت نمبر ۲۲۹۸ درج کی گئی ہے۔ جس کا سابقہ باب کے مضمون سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اس کا تعلق باب ۳ کے مضمون سے ہے۔ جن نسخوں میں باب کا عنوان موجود ہے۔ وہ صرف لفظِ قرضہ ہے۔ اس سے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے متعلق کیا مسئلہ بیان کرنا مقصود ہے۔ دیکھئے فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۰۱، عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۲۵۔

فقہاء نے اس ضمن میں یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ مقروض کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنا بطور تحریم ہے یا تعزیر؟ تا لوگوں کو حقوق العباد کی ادائیگی کی فکر رہے اور اسے معمولی نہ سمجھیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۲۶) لیکن اگر مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھنا حرام ہوتا تو صحابہ سے نہ کہا جاتا کہ وہ پڑھیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ صورت تحریمی نہیں بلکہ تعزیری تھی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

٤٠- كِتَابُ الْوَكَالَةِ
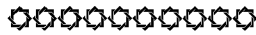
وَکَالۃ کے لغوی معنے ہیں کسی کو کوئی کام سپرد کرنا۔(لسان العرب- وکل) ہر تصرف جو انسان بحیثیت مالک کسی اَمر میں بذاتِ خود کر سکتا ہو، وہ دوسرے کو سپرد کیا جاسکتا ہے۔جس کے سپرد کیا جائے، وہ وکیل کہلائے گا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ کا نکاح قبول کرنے میں اپنی طرف سے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو وکیل مقرر کیا۔ (أسد الغابة-ذكر عمرو بن أمية بن خويلد الضمري) شرعی اصطلاح میں کسی شخص کا دوسرے کو کسی جائز اَمر کے سرانجام دینے میں اپنا قائم مقام مقرر کرنا وکالت کہلاتا ہے۔لیکن ناجائز بات میں کسی کی وکالت کرنا درست نہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۝ (المائدة:۳) یعنی تم نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تو ایک دوسرے کی مدد کرو۔لیکن گناہ اور زیادتی کی باتوں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ کی سزا یقیناً سخت ہوتی ہے۔ پس اس آیت سے استنباط ہوتا ہے کہ وکالت کسی اچھے کام میں ہی کرنی چاہیے۔ وکالت کی حسب ذیل شرطیں ہیں:-

۱- مؤکل کی اہلیت وقدرت یعنی کمسن، کم عقل، شرابی اور مجنون کا کسی کو وکیل کرنا درست نہ ہوگا۔

۲- صحتِ وکالت کے لئے ضروری ہے کہ جن باتوں میں کسی کو وکیل کیا جائے، وہ جائز ہوں۔مثلاً بحالت احرام چونکہ نکاح جائز نہیں، اِس لئے اس ناجائز بات میں کسی کو وکیل کرنا بھی درست نہیں۔

۳- تعیین۔یعنی غیر معین وکالت جائز نہیں۔مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اس کی طرف سے فلاں شخص فروخت کرنے میں وکیل ہے اور کوئی چیز معین نہ کرے تو یہ جائز نہ ہوگا۔

۴- مؤکل کی رضامندی۔

۵- وکالت امانت کی طرح ہے۔اس لئے اس کی صحت کے لئے وہی شرائط ہیں جو امانت کے لئے ہیں۔خیانت وکالت کو باطل اور کالعدم کر دیتی ہے۔

بَاب ١ : وَكَالَةُ الشَّرِيْكِ الشَّرِيْكَ فِي الْقِسْمَةِ وَغَيْرِهَا

ایک شریک کا تقسیم وغیرہ میں دوسرے شریک کو کام سپرد کرنا

وَقَدْ أَشْرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فِي هَدْيِهِ ثُمَّ أَمَرَهُ بِقِسْمَتِهَا.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنی قربانی میں شریک کیا۔ پھر اُن کو حکم دیا کہ اس کا گوشت مستحقین میں بانٹ دیں۔

٢٢٩٩: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِجِلَالِ الْبُدْنِ الَّتِي نُحِرَتْ وَبِجُلُوْدِهَا.

۲۲۹۹: قبیصہ (بن عقبہ) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی نجیح سے، انہوں نے مجاہد سے، مجاہد نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، عبدالرحمٰن نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں ان قربانی کے اونٹوں کی جھولیں اور ان کی کھالیں صدقے میں دے دوں جو ذبح کئے گئے تھے۔

اطرافہ: ١٧٠٧، ١٧١٦، ١٧١٦م، ١٧١٧، ١٧١٨.

٢٣٠٠: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَّزِيْدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ فَبَقِيَ عَتُوْدٌ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِهِ أَنْتَ.

۲۳۰۰: عمرو بن خالد نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید (بن ابی حبیب) سے، یزید نے ابوالخیر سے، ابوالخیر نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چند بکریاں دیں کہ انہیں آپؐ کے صحابہ میں بانٹ دیں تو ایک سال کا بکری کا بچہ بچ رہا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا: تم خود اس کی قربانی دے دو۔

اطرافہ: ٢٥٠٠، ٥٥٤٧، ٥٥٥٥.

تشریح: **وَكَالَةُ الشَّرِيْكِ الشَّرِيْكَ:** امام ابن حجرؒ کی رائے میں تمہیدی عنوان دو مختلف روایتوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ایک روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ اپنے احرام ہی میں رہیں اور انہیں اپنی قربانی میں شریک فرمایا۔اس روایت کا ذکر کتاب الشرکۃ (روایت نمبر ۲۵۰۶) میں آئے گا۔دوسری روایت خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ آپؐ کے اونٹوں کی نگرانی کریں اور اُن کا سارا گوشت تقسیم کردیں۔(دیکھئے کتاب الحج باب ۱۲۰ روایت نمبر ۱۷۱۶، باب ۱۲۱ روایت نمبر ۱۷۱۷) یہ روایت اس باب میں (نمبر ۲۲۹۹ میں) بھی مذکور ہے۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۰۳)

شرکاء کی وکالت سے یہ کتاب شروع کی گئی ہے۔پہلی روایت استنباط مسئلہ کے لئے ظاہر ہے۔اسی طرح حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت کتاب الاضاحی میں بھی آئے گی۔اس کے یہ الفاظ ہیں: قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ ضَحَايَا (روایت نمبر ۵۵۴۷) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ میں قربانی کی بکریاں تقسیم کیں۔یعنی ہر ایک کے لئے تعداد معین کی اور حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو اپنی نیابت میں تقسیم کرنے کا ارشاد فرمایا۔چونکہ بکریوں میں ان کا حصہ بھی بنتا تھا گویا وہ شریک کی طرح تھے۔لیکن انہوں نے تقسیم کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قائمقامی کی۔پس اس روایت سے ثابت ہوا کہ شریک کی وکالت جائز ہے۔(فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۰۴)(عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۲۷)

فَبَقِيَ عَتُوْدٌ: عَتُوْد کے معنی ہیں مَا رَعَى وَقَوِىَ وَاَتَى عَلَيْهِ حَوْلٌ۔بکری کا یک سالہ بچہ جو چر کر مضبوط ہوگیا ہو۔وَقِيْلَ اِذَا قَدَرَ عَلَى السِّفَادِ۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو جفتی کے قابل ہو۔اس کی جمع أَعْتِدَة آتی ہے۔(عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۲۸)

بَاب ۲

إِذَا وَكَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِيًّا فِي دَارِ الْحَرْبِ أَوْ فِي دَارِ الْإِسْلَامِ جَازَ

اگر کوئی مسلمان کسی حربی (کافر) کو دارالحرب میں یا دارالاسلام میں وکیل کرے تو جائز ہوگا

۲۳۰۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي يُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنِ عَنْ صَالِحِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَاتَبْتُ أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ كِتَابًا بِأَنْ يَّحْفَظَنِي فِي

۲۳۰۱: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: یوسف بن ماجشون نے مجھے بتایا۔انہوں نے صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ان کے دادا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے امیہ بن خلف کو خط لکھا کہ وہ مکہ میں (جو اُس وقت دارالحرب تھا) میرے مال اور بال بچوں کی حفاظت کرے اور میں اس کے مال و اسباب کی

صَاغِيَتِي بِمَكَّةَ وَأَحْفَظَهُ فِي صَاغِيَتِهِ بِالْمَدِيْنَةِ فَلَمَّا ذَكَرْتُ الرَّحْمَنَ قَالَ لَا أَعْرِفُ الرَّحْمَنَ كَاتِبْنِي بِاسْمِكَ الَّذِي كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَاتَبْتُهُ عَبْدُ عَمْرٍو فَلَمَّا كَانَ فِي يَوْمِ بَدْرٍ خَرَجْتُ إِلَى جَبَلٍ لِأُحْرِزَهُ حِيْنَ نَامَ النَّاسُ فَأَبْصَرَهُ بِلَالٌ فَخَرَجَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى مَجْلِسٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ لَا نَجَوْتُ إِنْ نَّجَا أُمَيَّةُ فَخَرَجَ مَعَهُ فَرِيْقٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فِي آثَارِنَا فَلَمَّا خَشِيْتُ أَنْ يَّلْحَقُوْنَا خَلَّفْتُ لَهُمُ ابْنَهُ لِأَشْغَلَهُمْ فَقَتَلُوْهُ ثُمَّ أَبَوْا حَتَّى يَتْبَعُوْنَا وَكَانَ رَجُلًا ثَقِيْلًا فَلَمَّا أَدْرَكُوْنَا قُلْتُ لَهُ ابْرُكْ فَبَرَكَ فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ نَفْسِي لِأَمْنَعَهُ فَتَجَلَّلُوْهُ☆ بِالسُّيُوْفِ مِنْ تَحْتِي حَتَّى قَتَلُوْهُ وَأَصَابَ أَحَدُهُمْ رِجْلِي بِسَيْفِهِ وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ يُرِيْنَا ذَلِكَ الْأَثَرَ فِي ظَهْرِ قَدَمِهِ.

مدینہ میں حفاظت کروں گا۔ جب میں نے اپنا نام عبدالرحمٰن لکھا تو (امیہ نے) کہا: میں عبدالرحمٰن کو نہیں جانتا۔ تم مجھے اپنا وہ نام لکھو جو جاہلیت میں تھا۔ اس پر میں نے اپنا نام عبدعمرو لکھا۔ جب وہ بدر کی جنگ میں تھا تو میں ایک پہاڑ کی طرف جب لوگ سو چکے تھے نکل گیا؛ تا میں اس کی حفاظت کروں تو بلالؓ نے اسے کہیں دیکھ لیا۔ چنانچہ وہ گئے اور انصار کی ایک مجلس میں کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ اُمیہ بن خلف ہے۔ اگر بچ نکلا تو میری خیر نہیں۔ اس پر بلالؓ کے ساتھ کچھ لوگ ہمارے تعاقب میں نکلے۔ میں ڈرا کہ وہ ہمیں پالیں گے۔ اس لئے میں نے اس کے بیٹے کو اس کی خاطر پیچھے چھوڑ دیا کہ وہ اس کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کو مار ڈالا۔ انہوں نے میرا داؤ کارگر نہ ہونے دیا اور ہمارا پیچھا کیا۔ اُمیہ چونکہ بھاری بھرکم آدمی تھا (اس لئے جلدی اِدھر اُدھر نہ ہوسکا۔) آخر جب انہوں نے ہمیں پالیا؛ میں نے اسے کہا: بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے آپ کو اُس پر ڈال دیا کہ اسے بچاؤں تو انہوں نے میرے نیچے سے اس کے بدن میں تلواریں گھونپیں☆؛ یہاں تک کہ اسے مار ڈالا۔ ان میں سے ایک نے اپنی تلوار سے میرے پاؤں پر بھی زخم کردیا۔ (ابراہیم نے کہا:) حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف ہمیں اپنے پاؤں کی پشت پر وہ نشان دکھایا کرتے تھے۔

{قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ سَمِعَ يُوْسُفُ

{ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: یوسف نے صالح

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ فَتَخَلَّلُوْهُ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۲۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

صَالِحًا وَإِبْرَاهِيْمُ أَبَاهُ.[۱] } سے سنا اور ابراہیم نے اپنے باپ سے سنا۔[۱]}

طرفہُ: ۳۹۷۱۔

تشریح: **إِذَا وَكَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِيًا:** وَكَّلَ کے معنے اسْتَحْفَظَ بھی ہوتے ہیں۔یعنی حفاظت سپرد کرنا۔ کہتے ہیں وَكَلْتُ فُلَانًا۔ میں نے فلاں کو بطور محافظ مقرر کیا۔(فتح الباری- شرح باب ا، جزء۴ صفحہ ۶۰۳) انہی معنوں میں یہ باب ہے اور اس باب میں مسئلہ غیر مسلم کی وکالت کا ہے۔خواہ اسلامی مملکت میں ہو یا غیر اسلامی مملکت میں جو برسر پیکار ہو۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بڑے پائے کے صحابی ہیں اور امیہ بن خلف مشہور دشمن اسلام۔ دونوں کے درمیان معاہدہ حفاظت مال کا ہوا اور اس سے جوازِ وکالت کا مسئلہ مستنبط کیا گیا ہے۔ جہاں تک دونوں کی وکالت اور ذمہ واری کا تعلق ہے،اس سے جواز ثابت ہے۔اس ضمن میں امام ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا اور آپؐ نے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا۔(فتح الباری جزء۴ صفحہ ۶۰۵) حضرت بلال رضی اللہ عنہ اُمیہ کے غلام تھے اور وہ انہیں اسلام قبول کرنے کی وجہ سے سخت دکھ دیا کرتا تھا۔آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے خرید کر ان کو آزادی دلائی۔میدانِ جنگ میں اسے دیکھ کر حضرت بلالؓ نے اپنے دشمن کو اِس قابل نہیں سمجھا کہ وہ امن دیا جائے۔ ابن منذرؒ کا خیال ہے کہ حربی مستأمن (یعنی برسر پیکار قوم کا کوئی فرد جو امن کا طالب ہو،اس) کی وکالت جائز ہے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۶۰۵)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قول اسی لئے قابل اعتراض نہیں سمجھا گیا کہ جنگ بدر میں قریش کو امن دینے کا اعلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہیں ہوا تھا اور آپؐ کی ہدایت يُجِيْرُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ أَدْنَاهُمْ جنگ بدر کے بعد کی ہے[۲] یعنی ایک ادنیٰ مسلمان کسی کو پناہ دے تو اُس کی رعایت اور نگہداشت سب مسلمانوں پر واجب ہوتی ہے۔ اس روایت سے مسئلہ معنونہ کے جواز کی تائید ہوتی ہے۔

الصَّاغِيَة: صَغَى سے اسم فاعل ہے اور مراد اس سے مال اور سامان ہے۔اسی طرح اہل و عیال اور نوکر وغیرہ۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۱۲۹)

سَمِعَ يُوْسُفُ صَالِحًا وَإِبْرَاهِيْمُ أَبَاهُ: مذکورہ بالا روایت مُعَنْعَن ہے۔اس لئے یوسف کی سند کا حوالہ دے کر اِس سقم کو دور کیا گیا ہے۔یعنی صالح نے اپنے باپ ابراہیم سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ان کے باپ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اپنا زخم ہمیں دکھایا کرتے تھے۔ یہ حصہ روایت اس نسخہ بخاری میں موجود تھا جو ابوذر نے مستملی سے نقل کیا ہے۔(فتح الباری جزء۴ صفحہ ۶۰۵)

---

[۱] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔(فتح الباری جزء۴ حاشیہ صفحہ ۶۰۴)

[۲] (المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، ذکر مناقب أبی العاص بن ربیع)

بَاب۳: اَلْوَكَالَةُ فِي الصَّرْفِ وَالْمِيْزَانِ

صرافی اور ماپ تول میں وکیل کرنا

وَقَدْ وَكَّلَ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ فِي الصَّرْفِ.

حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ نے بھی صرافی میں وکیل کیا۔

۲۳۰۲-۲۳۰۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ فَجَاءَهُمْ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا فَقَالَ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ {☆مِنْ هَذَا} بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا. وَقَالَ فِي الْمِيْزَانِ مِثْلَ ذَلِكَ.

۲۳۰۲-۲۳۰۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالمجید بن سہیل بن عبدالرحمٰن بن عوف سے، انہوں نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا عامل مقرر کیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چیدہ کھجوریں لے آیا تو آپؐ نے پوچھا: کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ اس نے کہا: ہم {اس کا☆} ایک صاع دوسری کھجور کے دو صاع اور اس کے دو صاع دوسری کھجور کے تین صاع دے کر خریدتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: ایسا مت کرو۔ پہلے ملی جلی کھجوروں کو نقد روپیہ پر بیچو۔ پھر اس رقم سے عمدہ کھجور خرید لو۔ اور تولنے کی چیزوں میں بھی یہی حکم فرمایا۔

اطرافہ: ۲۲۰۱-۲۲۰۲، ۴۲۴۴-۴۲۴۵، ۴۲۴۶-۴۲۴۷، ۷۳۵۰-۷۳۵۱۔

☆ الفاظ "مِنْ هَذَا" عمدۃ القاری کے مطابق ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۳۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **اَلْوَكَالَةُ فِي الصَّرْفِ:** پونڈ اور نوٹ روپیہ کے بدلے دوسرے سکے لینے کو صَرْف یا بیع صَرْف کہتے ہیں۔ عنوانِ باب میں دو حوالے منقول ہیں۔ ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اور دوسرا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا۔ دونوں حوالے سعید بن منصور نے موصولاً نقل کئے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ایک برتن دیا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا، تا وہ اسے بازار میں لے جا کر بدلوائیں۔ انہوں نے ایک یہودی صراف کے پاس وہ پیالہ اس پیالہ کے اصل وزن کی بجائے اس سے دوگنے وزن پر فروخت کر دیا۔ گویا پیالہ کی بنوائی وغیرہ بھی ساتھ ہی شمار ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: یہ جائز نہیں۔ واپس جائیں اور اسی قدر وزن کے اندازہ پر فروخت کریں۔ چنانچہ وہ گئے۔ یہودی نے کہا کہ وہ اس سے زیادہ بھی دینے کو تیار ہے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ مانے اور فرمایا: إِلَّا بِوَزْنِهِ کہ وزن کے مطابق ہی حساب ہوگا۔ یعنی جس قدر سونا پیالے پر چڑھا ہوا ہے، صرف اس کی قیمت سونے کے بھاؤ کے مطابق لی جائے گی۔ باقی اگر چاندی کا ہے تو اس کی قیمت چاندی کے بھاؤ سے لی جائے گی۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۰۶)
گویا حضرت عمرؓ نے انتہائی احتیاط برتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کی جائے کہ سونے کے بدلہ میں اگر سونا لینا ہو تو برابر ہونا چاہیے اور نقد لینا چاہیے۔ (دیکھئے کتاب البیوع، روایت نمبر ۲۱۷۴، ۲۱۷۵)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی کیا۔ حسن بن سعد کی روایت ہے کہ انہوں نے ان کے پاس درہم امانت رکھوائے۔ جب وہ اپنی امانت لینے کے لئے گئے تو اُن کے پاس دینار تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کے ساتھ اپنا آدمی بھیجا کہ منڈی میں نرخ کا پتہ کیا جائے۔ اگر اُس حساب سے یہ دینار لینا چاہیں تو بہتر۔ ورنہ دینار کا درہم سے مبادلہ کر کے ان کو درہم دیئے جائیں۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۰۶)

ان دونوں حوالوں سے مسئلہ معنونہ کا مفہوم معین کیا گیا ہے کہ وکیل شریعت کی حدود کے اندر ہی تصرف کر سکتا ہے۔ ان سے تجاوز کرنا اُس کے لئے جائز نہیں۔

بَاب ٤

إِذَا أَبْصَرَ الرَّاعِي أَوِ الْوَكِيْلُ شَاةً تَمُوْتُ أَوْ شَيْئًا يَفْسُدُ ذَبَحَ أَوْ أَصْلَحَ مَا يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ

جب چرواہا یا وکیل بکری مرتی دیکھے یا کوئی چیز بگڑتی دیکھے تو (بکری) ذبح کر لے اور وہ چیز جس کے خراب ہونے کا خوف ہو، اسے درست کر دے (تو یہ جائز ہوگا)

٢٣٠٤: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ أَنْبَأَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ يُحَدِّثُ

۲۳۰۴: اسحٰق بن ابراہیم نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے معتمر سے سنا۔ (کہتے تھے:) عبیداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت

عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ غَنَمٌ تَرْعَى بِسَلْعٍ فَأَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَنَا بِشَاةٍ مِّنْ غَنَمِنَا مَوْتًا فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ فَقَالَ لَهُمْ لَا تَأْكُلُوْا حَتَّى أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أُرْسِلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّسْأَلُهُ وَأَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَاكَ أَوْ أَرْسَلَ فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا. قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَيُعْجِبُنِي أَنَّهَا أَمَةٌ وَأَنَّهَا ذَبَحَتْ. تَابَعَهُ عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ.

کعب بن مالکؓ کے بیٹے سے سنا۔ وہ اپنے باپ کی نسبت بیان کرتے تھے کہ ان کی بکریاں تھیں جو سلع پہاڑ پر چرا کرتی تھیں۔ ہماری ایک لونڈی نے ہماری بکریوں میں سے ایک بکری کو دیکھا کہ وہ مر رہی ہے۔ اس نے ایک پتھر توڑا اور اُس سے اُس کو ذبح کیا۔ حضرت کعبؓ نے گھر والوں سے کہا: جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مَیں پوچھ نہ لوں اسے نہ کھانا۔ یا (کہا:) جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی کو بھیج کر میں آپؐ سے پچھوا نہ لوں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نسبت پوچھا۔ یا کسی کو بھیج کر پچھوایا۔ آپؐ نے اس کے کھانے کی اجازت دی۔ عبیداللہ کہتے تھے: مجھے یہ بات بہت پسند آئی کہ اس نے لونڈی ہو کر (بکری کو) ذبح کر دیا۔ (معتمر کی طرح) عبدۃ (بن سلیمان) نے بھی عبیداللہ (بن عمر العمری) سے یہ روایت بیان کی۔

اطرافہُ: ۵۵۰۱، ۵۵۰۲، ۵۵۰۴۔

تشریح: **اِذَا أَبْصَرَ الرَّاعِيْ أَوِالْوَكِيْلُ ....أَصْلَحَ مَا يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ:** اس باب کا تعلق حلت و حرمت سے نہیں؛ بلکہ وکالت سے ہے۔ لونڈی بکریوں والے کی مملوکہ تھی اور اس لحاظ سے ریوڑ کی حفاظت اس کے سپرد تھی۔ اس نے حسن تصرف سے کام لیا اور بکری کو مرتے دیکھا تو ذبح کر دیا۔ پس یوں کرنا وکیل اور محافظ کے لئے جائز ہے اور وکیل استثنائی حالات میں ایسا تصرف کرنے کا مجاز ہے جو نقصان سے بچانے والا ہو۔

فَيُعْجِبُنِيْ أَنَّهَا أَمَةٌ: تعجب کرنے والے شخص مذکورہ بالا راوی ہیں جو عبیداللہ بن عمر ہیں اور عمری کے لقب سے مشہور تھے۔ عبدہ بن سلیمان کی روایت کتاب الذبائح، باب ۱۹ میں دیکھئے۔

بَاب ٥: وَكَالَةُ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ جَائِزَةٌ

حاضراورغائب ہر ایک کو وکیل کرنا جائز ہے

وَكَتَبَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو إِلَى قَهْرَمَانِهِ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهُ أَنْ يُزَكِّيَ عَنْ أَهْلِهِ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ.

اورحضرت عبداللہ بن عمروؓ نے اپنے وکیل کو جو حاضر نہیں تھا لکھا کہ وہ ان کے گھر والوں، چھوٹوں، بڑوں سب کی طرف سے صدقہ فطرادا کردے۔

٢٣٠٥: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَلٌ سِنٌّ مِّنَ الْإِبِلِ فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ أَعْطُوْهُ فَطَلَبُوْا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُ إِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا فَقَالَ أَعْطُوْهُ فَقَالَ أَوْفَيْتَنِي أَوْفَى اللهُ بِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

۲۳۰۵: ابونعیم (فضل بن دکین) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سلمہ بن کُہَیل سے، سلمہ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک شخص کا یک سالہ اونٹ کا بچہ نبی ﷺ کے ذمہ قرض تھا۔ وہ آپؐ کے پاس آپؐ سے تقاضا کرنے آیا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے دے دو۔ انہوں نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا۔ یک سالہ تو نہ ملا، اس سے بڑی عمر کا ملا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے (بڑی عمر ہی کا) دے دو۔ اس شخص نے کہا: آپؐ نے (میرے حق سے) بڑھ کر ادا کیا ہے۔ اللہ آپؐ کو بھی بڑھ کر دے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں اچھے وہی لوگ ہیں جو قرض کی ادائیگی عمدگی سے کرتے ہیں۔

اطرافہُ: ٢٣٠٦، ٢٣٩٠، ٢٣٩٢، ٢٣٩٣، ٢٤٠١، ٢٦٠٦، ٢٦٠٩۔

تشریح: **وَكَالَةُ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ جَائِزَةٌ**: عنوانِ باب میں بغرض وضاحتِ مسئلہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا حوالہ دیا ہے۔ ان کا وکیل موجود نہ تھا۔ لیکن آپؓ نے اسے اپنی نیابت میں کام کرنے کے لئے لکھا۔ نبی ﷺ کا واقعہ جو روایت نمبر ۲۳۰۵ میں مذکور ہے، اس میں آپؐ کے وکیل نے آپؐ کی نیابت میں مفوضہ ذمہ داری ادا کی۔ بعض اوقات انسان کسی جگہ جا کر کام سرانجام نہیں دے سکتا، اس لئے وکیل کا محتاج ہوتا ہے اور بعض اوقات موجود ہو کر بھی وکیل کا محتاج ہو سکتا ہے۔ دونوں حالتوں میں وکیل بنانے کے جواز کی صورت واضح ہو جاتی ہے۔

جمہور کے نزدیک وکالت علی الاطلاق جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کوئی شخص جو خود اپنے شہر میں موجود ہو، اپنی

موجودگی کی حالت میں وکیل نہیں کرسکتا؛ سوائے اس کے کہ وہ بیمار ہو یا سفر پر جارہا ہو۔ اسی طرح ان کے نزدیک وکالت کی صحت کے لئے فریق ثانی کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ یعنی یہ کہ وہ مقرر کردہ وکیل کو منظور کرتا ہے یا نہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک اگر فریق ثانی (مؤکل یعنی جس پر وکیل کے کام کا اثر پڑتا ہے) اور مقرر کردہ وکیل کی کبھی باہمی مخاصمت ہو چکی ہو تو ایسے شخص کو وکیل بنانا جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے وہ وکیل فریق ثانی کو نقصان پہنچائے۔ صحابہ کرامؓ کے تعامل سے ثابت ہے کہ وہ رضامندی حاصل کرنے کے بغیر اور بلا شرط ایک دوسرے کو وکیل بنایا کرتے تھے؛ خواہ وکیل موجود ہوتا یا نہ۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۶۰۸) مذکورہ بالا فقہی اختلاف کے حل کرنے کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

قَهْرَمَانِهِ: قہرمان لفظ فارسی ہے؛ بمعنی خزانچی، سربراہ، کارکن اور خادم جو مالک کے کام کاج انجام دے۔

إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً: تم میں سے بہتر وہی لوگ ہیں جو ادائیگی نہایت اچھی طرح سے کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوۂ حسنہ سے صحابہ کرامؓ کو بھی تلقین فرمائی کہ قرض کی ادائیگی بہترین طریق پر کی جائے، جیسا کہ اچھے لوگوں کا شیوہ ہے۔ اگلے باب میں بھی دوسری سند سے یہ روایت لائی گئی ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ قرض خواہ نے مطالبہ میں درشتی سے کام لیا؛ جسے صحابہؓ نے برا منایا اور وہ اسے تنبیہ کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کچھ نہ کہو۔ حق دار کہنے کا حق رکھتا ہے۔ دونوں فقرے آبِ زر سے اور لوحِ قلب پر لکھنے کے لائق ہیں۔ اے کاش! ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق اپنانے کی توفیق ملے۔

اس تعلق میں کتاب الاستقراض باب ۵، ۶، ۷ بھی دیکھئے۔

بَاب ٦: اَلْوَكَالَةُ فِي قَضَاءِ الدُّيُوْنِ

قرض ادا کرنے کے لئے وکیل کرنا

٢٣٠٦: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ فَأَغْلَظَ فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا ثُمَّ

۲۳۰۶: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا۔ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ سلمہ بن کُہَیل سے مروی ہے (وہ کہتے تھے:) میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے سنا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے قرض کا تقاضا کرنے لگا۔ لب ولہجہ سخت تھا۔ آپؐ کے صحابہ اُسے مارنے کے لئے لپکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو؛ کیونکہ حق والا

قَالَ أَعْطُوْهُ سِنًّا مِّثْلَ سِنِّهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ إِلَّا أَمْثَلَ مِنْ سِنِّهِ فَقَالَ أَعْطُوْهُ فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً.

ایسی باتیں کہتا ہی ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اس کو ویسی عمر کا اونٹ دے دو جیسا کہ اس کا تھا۔ صحابہؓ نے کہا: یارسول اللہ! اس سے بہتر ہی ملتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہی دے دو۔ کیونکہ تم میں عمدگی سے قرض ادا کرنے والے ہی بہترین لوگ ہیں۔

اطرافہ: ۲۳۰۵، ۲۳۹۰، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲۴۰۱، ۲۶۰۶، ۲۶۰۹۔

تشریح: اَلْوَكَالَةُ فِي قَضَاءِ الدُّيُوْنِ: سابقہ باب کی روایت ایک اور سند سے یہاں دہرائی گئی ہے اور اس سے ایک نیا مسئلہ مستنبط کیا گیا ہے کہ اگر قرض کی ادائیگی بلا تاخیر ضروری ہو تو اس کے لئے وکیل کی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ وکیل مقرر کرنے کی صورت میں تو ادائیگی میں اور تاخیر ہوگی۔ ابن منیرؒ کی رائے میں ایسی تاخیر نا قابل التفات ہوگی اور اس پر نبی کریم ﷺ کا ارشاد مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ (یعنی مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے- روایت نمبر ۲۲۸۷) صادق نہیں آئے گا؛ کیونکہ بعض حالات میں وکیل کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۰۹)

بَاب ۷: إِذَا وَهَبَ شَيْئًا لِوَكِيْلٍ أَوْ شَفِيْعِ قَوْمٍ جَازَ

اگر کوئی کسی وکیل یا کسی قوم کے سفارشی کو کچھ ہبہ کر دے تو یہ جائز ہوگا

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ هَوَازِنَ حِيْنَ سَأَلُوْهُ الْمَغَانِمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيْبِي لَكُمْ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے نمائندوں کو جب انہوں نے آپؐ سے اموال واپس مانگے تھے فرمایا: میرا جو حصہ ہے وہ تمہارا ہے۔

۲۳۰۷-۲۳۰۸: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ ابْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَزَعَمَ عُرْوَةُ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۳۰۷-۲۳۰۸: سعید بن عُفَیر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ لیث نے مجھ سے بیان کیا۔ (لیث نے) کہا: عقیل نے مجھے بتایا۔ ابن شہاب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: اور عروہ کا خیال تھا کہ مروان بن حکم اور حضرت مسور بن مخرمہؓ دونوں نے انہیں بتایا کہ جب ہوازن کے نمائندے مسلمان ہو کر

قَامَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ فَسَأَلُوْهُ أَنْ يَّرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الْحَدِيْثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوْا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ فَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوْا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ قَدْ جَاءُوْنَا تَائِبِيْنَ وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُّطَيِّبَ بِذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَّكُوْنَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ اُٹھے۔ انہوں نے آپؐ سے درخواست کی تھی کہ ان کے مال اور ان کے قیدی ان کو واپس کردیئے جائیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: سچی بات مجھے بہت ہی پسندیدہ ہے۔ دو باتوں میں سے تم ایک بات اختیار کرلو۔ قیدی (واپس لو) یا مال اور میں نے تو (جعرّانہ میں) ان کا انتظار کیا تھا اور فی الواقعہ رسول اللہ ﷺ جب طائف سے لوٹے تو دس سے کچھ زائد راتیں ان کا انتظار کرتے رہے۔ جب انہیں اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ انہیں واپس دینے کے نہیں مگر دو میں سے ایک ہی شئے۔ انہوں نے کہا: پھر ہم اپنے قیدی لیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف کی جو اس کے شایان ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تمہارے یہ بھائی ہمارے پاس توبہ کرکے آئے ہیں اور میں نے مناسب سمجھا ہے کہ ان کے قیدی انہیں واپس کردوں۔ پس جو شخص تم میں سے خوشی سے واپس کرنا چاہے تو وہ واپس کردے اور جو تم میں سے یہ چاہے کہ وہ اپنے حصے پر ہی قائم رہے تو وہ بھی واپس کردے۔ ہم اس کو اس کا حصہ غنیمت سے جو اللہ ہمیں دے گا، دے دیں گے۔ لوگوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہم نے

النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَا نَدْرِيْ مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِي ذَلِكَ مِمَّنْ لَّمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتَّى يَرْفَعُوْا إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَأَذِنُوْا.

اپنی خوشی سے یہ (قیدی) یونہی دے دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں پتہ نہیں کہ تم میں سے کس نے اس کی اجازت دی اور کس نے نہیں دی۔ تم لوٹ جاؤ اور تمہارے سربراہ تمہارا فیصلہ ہمارے سامنے پیش کریں۔ اس پر لوگ چلے گئے اور ان کے سربراہوں نے ان سے گفتگو کی۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر آئے اور انہوں نے آپؐ کو بتایا کہ سب لوگوں نے خوشی سے مانا ہے اور اجازت دی ہے (کہ قیدی واپس کر دیئے جائیں۔)

اطرافهما: ٢٥٣٩-٢٥٤٠، ٢٥٨٣-٢٥٨٤، ٢٦٠٧-٢٦٠٨، ٣١٣١-٣١٣٢، ٤٣١٨-٤٣١٩، ٧١٧٦-٧١٧٧.

تشریح: اِذَا وَهَبَ شَيْئًا لِوَكِيْلٍ أَوْ شَفِيْعِ قَوْمٍ: اس تعلق میں یہ سوال بھی اُٹھایا گیا ہے کہ وکیل کو سمجھوتہ کرانے پر کوئی معاوضہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا روایت سے اس بارے میں جواز یا عدم جواز کا مسئلہ مستنبط نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا ہبہ دراصل ساری ہوازن قوم کے لئے تھا نہ کہ نمائندوں کی ذات خاص کے لئے ان کے نمائندہ ہونے کی وجہ سے۔ اگر جنگی قیدیوں میں ان نمائندوں کا کوئی قیدی بھی تھا تو اُس کی آزادی ان کی وکالت کی وجہ سے نہ تھی۔ یہی نقطہ نظر عنوانِ باب کی ترکیب میں مدنظر ہے۔ کہتے ہیں: اَلْأُمُوْرُ تَنْزِلُ عَلَى الْمَقَاصِدِ لَا عَلَى الصُّوَرِ۔ یعنی معاملات کے طے کرنے میں مقصد دیکھا جاتا ہے۔ الفاظ کی ظاہری صورت وشکل نہیں۔ مثلاً اگر شفیع سے کہا جائے کہ میں نے تمہاری سفارش قبول کر کے فلاں شئے تمہاری خاطر ہبہ کر دی ہے تو یہ ہبہ دراصل اس شخص کے حق میں ہوگا جس کی سفارش کی گئی ہے، نہ شفیع کی ذات کے لئے۔

مسئلہ معنونہ کے بارے میں فقہاء کے درمیان کسی قدر اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وکیل کا اقرار یا سمجھوتہ مؤکل پر لازم ہوتا ہے۔ بشرطیکہ قاضی اسے صحیح قرار دے۔ امام ابو یوسفؒ کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ مؤکل کو وکیل کا طے کردہ معاملہ قبول کرنا ہوگا اور وہ شرط جو امام ابوحنیفہؒ نے لگائی ہے وہ ضروری نہیں۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مندرجہ بالا حدیث سے ایسا استنباط کرنا درست نہیں۔ کیونکہ قبیلہ ہوازن کے عریف یعنی نمائندے بطور وکیل نہیں بھیجے گئے تھے؛ بلکہ اُن میں سے وہ بڑے لوگ تھے اور اپنی قوم کے لئے صرف ایلچی کی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۱۰)

مزید وضاحت کے لیے کتاب فرض الخمس - باب ۱۵، کتاب المغازی - باب ۵۴ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ۸

إِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ رَجُلًا أَنْ يُّعْطِيَ شَيْئًا وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ يُعْطِيْ فَأَعْطَى عَلَى مَا يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ

اگر کوئی شخص کسی کو کچھ دینے کے لئے وکیل کرے اور یہ کھول کر نہ بتائے کہ کتنا دے اور اس نے دستور عامہ کے مطابق دے دیا ہو (تو یہ جائز ہے۔)

۲۳۰۹: حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَغَيْرِهِ يَزِيْدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَلَمْ يُبَلِّغْهُ كُلَّهُ رَجُلٌ وَّاحِدٌ مِّنْهُمْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلَى جَمَلٍ ثَفَالٍ إِنَّمَا هُوَ فِي آخِرِ الْقَوْمِ فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ مَا لَكَ قُلْتُ إِنِّي عَلَى جَمَلٍ ثَفَالٍ قَالَ أَمَعَكَ قَضِيْبٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَعْطِنِيْهِ فَأَعْطَيْتُهُ فَضَرَبَهُ فَزَجَرَهُ فَكَانَ مِنْ ذَلِكَ الْمَكَانِ مِنْ أَوَّلِ الْقَوْمِ قَالَ بِعْنِيْهِ فَقُلْتُ بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ بَلْ بِعْنِيْهِ

۲۳۰۹: مکی بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عطاء بن ابی رباح اور ان کے سوا اور لوگوں سے بھی روایت کی ہے جو ایک دوسرے سے کچھ زیادہ بیان کرتے تھے اور ان سب میں سے ایک شخص نے بھی اس (حدیث کو مکمل) بیان نہیں کیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مَیں ایک سفر میں تھا۔ میں ایک سُست رفتار اُونٹ پر سوار تھا۔ صرف وہی اونٹ لوگوں کے پیچھے رہتا تھا۔ نبی ﷺ میرے پاس سے گزرے اور آپؐ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: جابر بن عبداللہ (انصاری) آپؐ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: میں ایک سُست رفتار اونٹ پر سوار ہوں۔ آپؐ نے پوچھا: تمہارے پاس چھڑی ہے۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے وہ دو۔ میں نے آپؐ کو دی۔ آپؐ نے اس اونٹ کو مارا اور اُسے ڈانٹا تو وہ اس جگہ ایسا چلا کہ سب لوگوں کے آگے نکل گیا۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے یہ قیمتاً دے دو۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ آپؐ کا ہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

قَدْ أَخَذْتُهُ بِأَرْبَعَةِ دَنَانِيْرَ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ أَخَذْتُ أَرْتَحِلُ قَالَ أَيْنَ تُرِيْدُ قُلْتُ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً قَدْ خَلَا مِنْهَا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ إِنَّ أَبِي تُوُفِّيَ وَتَرَكَ بَنَاتٍ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَنْكِحَ امْرَأَةً قَدْ جَرَّبَتْ خَلَا مِنْهَا قَالَ فَذَلِكَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ يَا بِلَالُ اقْضِهِ وَزِدْهُ فَأَعْطَاهُ أَرْبَعَةَ دَنَانِيْرَ وَزَادَهُ قِيْرَاطًا قَالَ جَابِرٌ لَا تُفَارِقُنِي زِيَادَةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُنِ الْقِيْرَاطُ يُفَارِقُ جِرَابَ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ.

میرے ہاتھ بیچ دو۔ (پھر آپؐ نے خود ہی فرمایا:) میں نے اس کو چار اشرفیوں پر لے لیا اور تم کو اجازت ہے کہ مدینہ تک اس پر سوار رہو۔ جب ہم مدینہ کے قریب ہوئے، میں ایک اور طرف جانے لگا۔ آپؐ نے پوچھا: کہاں کا قصد ہے؟ میں نے کہا: میں نے ایک عورت سے شادی کی ہوئی ہے جس کا خاوند فوت ہو چکا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: کسی کنواری سے کیوں نہ کی؟ جس سے تم کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی۔ میں نے کہا: میرے باپ فوت ہو گئے اور بیٹیاں چھوڑ گئے تو میں نے چاہا کہ ایسی عورت سے نکاح کروں جو تجربہ کار ہو۔ اس کا خاوند مر گیا ہو۔ آپؐ نے کہا: اچھا یہ بات ہے۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو آپؐ نے فرمایا: بلال! (جابر کو) قیمت ادا کر دو اور اسے کچھ زیادہ دو۔ حضرت بلالؓ نے چار دینار دیئے اور ایک قیراط سونا زیادہ دیا۔ حضرت جابرؓ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ زیادہ دیا ہوا عطیہ مجھ سے جدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ قیراط حضرت جابر بن عبداللہؓ کی تھیلی سے الگ نہ ہوتا تھا۔

اطرافہُ: ۴۴۳، ۱۸۰۱، ۲۰۹۷، ۲۳۸۵، ۲۳۹۴، ۲۴۰۶، ۲۴۷۰، ۲۶۰۳، ۲۶۰۴، ۲۷۱۸، ۲۸۶۱، ۲۹۶۷، ۳۰۸۷، ۳۰۸۹، ۳۰۹۰، ۴۰۵۲، ۵۰۷۹، ۵۰۸۰، ۵۲۴۳، ۵۲۴۴، ۵۲۴۵، ۵۲۴۶، ۵۲۴۷، ۵۳۶۷، ۶۳۸۷۔

تشریح: **فَأَعْطَى عَلَى مَا يَتَعَارَفَهُ النَّاسُ**: عنوانِ باب کا مفہوم مندرجہ روایت سے واضح ہوتا ہے کہ وکیل وکالت کا منصب ادا کرنے میں جہاں مؤکل کی طرف سے اسے معین ہدایت نہ ہو، مروجہ دستور اور عام طریق کو ملحوظ رکھے۔ جیسا کہ حضرت بلالؓ نے حضرت جابرؓ کو ایک قیراط سونا زیادہ دے دیا۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعیین نہیں کی تھی۔

بَاب ۹ : وَ كَالَةُ الْمَرْأَةِ الْإِمَامَ فِي النِّكَاحِ

عورت کا (اپنے) نکاح میں امام کو وکیل کرنا

۲۳۱۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي قَدْ وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَّفْسِيْ فَقَالَ رَجُلٌ زَوِّجْنِيْهَا قَالَ قَدْ زَوَّجْنَاكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ.

۲۳۱۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالکؒ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحازم سے، ابوحازم نے سہل بن سعد سے روایت کی۔ کہتے تھے: ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اپنے آپ کو آپؐ کے سپرد کردیا۔ ایک شخص نے کہا: اس کا نکاح مجھ سے کردیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: ہم نے تجھ سے اس کا نکاح کردیا، اس قرآن کے عوض جو تجھے یاد ہے۔

اطرافه: ۵۰۲۹، ۵۰۳۰، ۵۰۸۷، ۵۱۲۱، ۵۱۲۶، ۵۱۳۲، ۵۱۳۵، ۵۱۴۱، ۵۱۴۹، ۵۱۵۰، ۵۸۷۱، ۷۴۱۷.

تشریح: وَكَالَةُ الْمَرْأَةِ الْإِمَامَ فِي النِّكَاحِ: مذکورہ بالا روایت کتاب النکاح میں بھی قدرے تفصیل کے ساتھ منقول ہے۔ (دیکھئے کتاب النکاح، باب۱۴) یہاں وکالت کی ایک الگ صورت بیان کرنے کی غرض سے عنوان قائم کیا گیا ہے۔ الفاظ وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَّفْسِيْ سے ظاہر ہے کہ واہبہ خاتون نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی خاطر ہبہ کیا تھا۔ اس نے آپؐ کو اپنے نکاح میں بطور وکیل مقرر نہیں کیا۔ مگر چونکہ یہ ہبہ کی ایک صورت تھی اور موہوب لہٗ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ہبہ کرنے والے کی اجازت سے بطور وکیل جائز طور پر تصرف کرے۔ اس لئے آپؐ نے واہبہ کا نکاح بطور وکیل ایک انصاری مسلمان سے کردیا۔

بَاب ۱۰

إِذَا وَكَّلَ رَجُلًا فَتَرَكَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَأَجَازَهُ الْمُوَكِّلُ فَهُوَ جَائِزٌ

اگر کوئی کسی شخص کو وکیل کرے اور پھر وہ وکیل کسی بات کو چھوڑ دے اور مؤکل اس بات کی اجازت دیدے تو یہ جائز ہوگا

وَإِنْ أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى جَازَ. اگر وکیل معین میعاد پر کسی کو قرض دے (اور مؤکل اس کی اجازت دیدے) تو یہ بھی جائز ہوگا۔

۲۳۱۱: وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ أَبُو عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ وَكَّلَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ وَاللهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ سَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُهُ فَجَعَلَ☆ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ

۲۳۱۱: اور عثمان بن ہیثم ابوعمرو (بصری) نے کہا: عوف نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن سیرین سے، ابن سیرین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ رمضان کی نگرانی پر مجھے مقرر کیا تو ایک آنے والا میرے پاس آیا اور وہ غلّے سے لپ بھر بھر کر لینے لگا۔ میں نے اس کو پکڑا اور میں نے کہا: خدا کی قسم میں تجھ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: میں محتاج ہوں۔ مجھ پر بال بچوں کا بوجھ ہے اور میں سخت تنگدستی میں ہوں۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے: میں نے اس کو جانے دیا۔ جب میں صبح کو اُٹھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوہریرہ! کل رات تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے: میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے سخت تنگدستی اور بال بچوں کا شکوہ کیا۔ میں نے اس پر رحم کیا اور اُسے جانے دیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس نے تم سے جھوٹ کہا ہے۔ پھر وہ دوبارہ آئے گا اور میں بھی سمجھ گیا کہ وہ ضرور آئے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ دوبارہ آئے گا۔ اس لئے میں اس کی تاک میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں وہ آیا☆ اور اناج لپ بھر بھر کر لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ضرور پیش کروں گا۔ اس نے کہا: مجھے جانے دو۔ کیونکہ میں محتاج ہوں اور

☆ کشمیہنی اور مستملی کے مطابق اس جگہ فَجَاءَ کا لفظ ہے (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۶۱۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

لَا أَعُوْدُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ شَكَا حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهُ الثَّالِثَةَ فَجَعَلَ☆ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَهَذَا آخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ إِنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللهُ بِهَا قُلْتُ مَا هُنَّ قَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ (البقرة: ۲۵۶) حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ فَإِنَّكَ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبَنَّكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللهُ بِهَا فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ مَا

عیال دار ہوں۔ اب دوبارہ نہیں آؤں گا۔ مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے پھر اُسے جانے دیا۔ صبح جو میں اُٹھا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ابوہریرہ! تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے سخت تنگ دستی اور بال بچوں کا شکوہ کیا۔ مجھے اس پر رحم آیا اور میں نے اسے جانے دیا۔ آپؐ نے فرمایا: خبردار اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔ چنانچہ میں تیسری دفعہ اس کی تاک میں رہا۔ وہ آیا☆ اور لپ بھر بھر کر اناج لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور میں نے کہا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا اور یہ تیسری دفعہ ہے کہ تو کہتا ہے کہ اَب نہیں آؤں گا۔ پھر تو آ جاتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو۔ میں تجھے ایسے کلمات سکھاؤں گا کہ جن سے اللہ تجھے فائدہ دے گا۔ میں نے کہا: وہ کیا ہیں؟ اس نے کہا: جب تم سونے کے لئے اپنے بچھونے پر جاؤ تو آیت الکرسی پڑھو (یعنی اللہ! اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور قائم بالذات ہے۔) تو تم پر اللہ کی طرف سے ایک نگہبان رہے گا اور صبح تک شیطان تیرے قریب نہ آئے گا۔ اس پر میں نے اسے جانے دیا۔ صبح جو میں اُٹھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے قیدی نے کل رات کیا کیا؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے کہا کہ وہ مجھے ایسی باتیں سکھائے گا کہ جس سے

☆ کشمیہنی اور مستملی کے مطابق اس جگہ فَجَاءَ کا لفظ ہے (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۱۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

هِيَ قُلْتُ قَالَ لِي إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى تَخْتِمَ الْآيَةَ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ (البقرة: ۲۵۶) وَقَالَ لِي لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ وَكَانُوْا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ.

اطرافه: ۳۲۷۵، ۵۰۱۰.

اللہ مجھے نفع دے گا تو میں نے اسے جانے دیا۔ آپؐ نے پوچھا: وہ کیا باتیں ہیں؟ میں نے کہا: اس نے مجھے بتایا ہے۔ جب تم اپنے بستر پر سونے لگو تو آیۃ الکرسی کو شروع سے آخر تک پڑھو۔ یعنی اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ اور اس نے مجھے بتایا کہ ایسا پڑھنے سے تم پر اللہ کی طرف سے ایک نگہبان رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہ آئے گا اور صحابہ بھلی بات پر بہت ہی حریص ہوتے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: دیکھو اس نے تم سے سچ کہا ہے، حالانکہ وہ بڑا جھوٹا ہے۔ ابوہریرہ! تم جانتے ہو کہ تین راتوں سے تم کس سے باتیں کرتے رہے ہو؟ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: وہ شیطان ہے۔

تشریح: فَتَرَكَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَأَجَازَهُ الْمُوَكِّلُ فَهُوَ جَائِزٌ: عنوانِ باب میں عثمان بن ہیثم بصری کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان سے امام بخاریؒ نے جزء القرأة خلف الإمام میں بھی روایت نقل کی ہے۔ کتاب الحج کے اواخر میں بھی ان کی ایک روایت گزر چکی ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۱۷۷۰) حضرت ابوہریرہؓ کی مذکورہ بالا روایت منقطع ہے۔ اس لئے عنوانِ باب ہی میں اس کا حوالہ دینا کافی سمجھا ہے۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۱۴)

آیا واقعہ مذکورہ خواب کا ہے یا سچ مچ چور آیا اور اس نے ذخیرے میں سے چوری کی؟ دونوں باتوں کا احتمال ہوسکتا ہے۔ لیکن عنوانِ باب کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک خواب کا واقعہ نہیں۔ کیونکہ وہ محض خواب سے مسئلہ اَخذ نہیں کرتے اور جملہ فَهُوَ جَائِزٌ اور لفظ جَازَ سے جملہ شرطیہ کا جواب اثبات میں نمایاں کیا ہے۔ عید الفطر کے صدقات عید سے دو تین دن پہلے جمع ہو جاتے تھے۔ اس موقع پر اُن کی حفاظت حضرت ابوہریرہؓ کے سپرد ہوئی اور وہ اس کی فکر میں تین راتیں جاگتے رہے۔ تینوں راتیں چوری کرنے والا آتا رہا اور حضرت ابوہریرہؓ اس کے فقر و فاقہ کی حالت سن کر اور اس کی منت وسماجت پر اُسے چھوڑتے رہے۔ اسی واقعہ سے عنوانِ باب کا پہلا مسئلہ اَخذ کیا گیا ہے۔

وَإِنْ أَقْرَضَهُ اِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى جَازَ: یہ دوسرا مسئلہ قیاساً مستنبط کیا گیا ہے کہ صدقات میں اس غریب شخص کا بھی حق تھا؛ جس کی وجہ سے حضرت ابوہریرہؓ نے وہ کھجوریں اس کے پاس رہنے دیں۔ گویا بعض فقہاء کے نزدیک اس کے پاس بطور قرض تھیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ امین محافظ اور خزانچی کو اگر مالک کی طرف سے اختیار نہیں دیا گیا تو وہ سپرد کردہ

مال سے قرض نہیں دے سکتے اور نہ ان کے لئے اس میں خلافِ مرضی مالک تصرف کرنا جائز ہے تو حضرت ابوہریرہؓ نے اس امانت میں کیوں تصرف کیا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں آچکا تھا اور آپؐ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔ کیونکہ وہ صدقات غرباء کے لئے جمع ہوئے تھے۔ درحقیقت وکیل کے قرض دینے کا مسئلہ جو مستنبط کیا گیا ہے، وہ اس امر سے ہے کہ جب کلیۃً کوئی چیز اگر وکیل کسی کو دے سکتا ہے تو قرضہ بدرجہ اولیٰ دے سکتا ہے۔ لیکن یہ سب صورتیں تبھی جائز ہیں جب مؤکل وکیل کو زبانی یا عملاً اجازت دے دے۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ۶۱۴)

امام ابن حجرؒ نے دیگر کتب احادیث کی روایتوں کا حوالہ دے کر بتایا ہے کہ حضرت معاذ[1] بن جبلؓ، حضرت ابیّ بن کعبؓ، حضرت ابوایوب[2] انصاریؓ، حضرت ابواسید[3] انصاریؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا تھا۔ ان میں سے پہلے اور چوتھے حوالے کی روایتیں طبرانی نے اور باقی روایتیں ابویعلی، ترمذی اور ابن ابی دینار سے علی الترتیب مروی ہیں جو بلحاظ سند کمزور ہیں اور قصے کہانیاں ہیں۔ ایک میں شَیْطَان[1]، دوسرے میں جنّي اور دَابَّة (جانور)، تیسرے اور چوتھے میں غُوْل[2،3] (چڑیل) اور پانچویں میں رَجُلٌ مِّنَ الْجِنّ کا ذکر ہے کہ وہ غلہ یا کھجوریں چرانے کے لئے آیا اور ان میں سے ہر ایک راوی نے اپنی انوکھی سرگذشت بیان کی۔ امام بخاریؒ نے بلحاظِ صحت یہ روایتیں قبول نہیں کیں۔ قدرِ مشترک ان روایتوں میں یہ اَمر ہے کہ سخت قحط کا زمانہ تھا اور رات کو آنے والا چوری چھپے آتا اور جب چوری کرتے ہوئے پکڑا جاتا تو وہ صحابی کو آیت الکرسی پڑھنے کی تلقین کرتا۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک بلحاظِ صحت حضرت ابوہریرہؓ والا واقعہ زیادہ قابل اعتماد ہے اور جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ یہ واقعہ باب میں منقطع السند درج ہوا ہے۔ لیکن چونکہ امام موصوفؒ نے اس سے مسئلہ اخذ کیا ہے، اس لئے اس کی صحت روایت میں شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

(فتح الباری جزء۴ صفحہ۶۱۴ تا۶۱۶) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۴۶، ۱۴۷)

لفظ شیطان چور پر بھی اطلاق پاسکتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں بظاہر کوئی ایسی بات نہیں جو غیر معمولی سمجھی جائے۔ مسجد نبوی کے قریب صفہ میں حضرت ابوہریرہؓ اور بعض بے خانماں صحابہؓ کا قیام تھا اور وہیں صدقات فطر جمع ہوتے اور رکھے جاتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ چونکہ رحم دل اور غایت درجہ مہربان ہمدرد تھے اور انہیں اپنی بھوک کی تلخیوں کا بھی تجربہ تھا۔ جب چور نے اپنے بال بچوں کی بھوک کا واسطہ دیا تو اُسے جانے دیا۔

اِنَّهُ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ: آیت الکرسی کی مبارک تاثیر کا علم دینے والا جانتا تھا کہ یہ آیت صفاتِ وحدانیت، قیّومیّت اور ربوبیّت کی جامع تعلیم پر مشتمل ہے۔ مگر خود وہ اس پر عامل نہ تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جھوٹا قرار دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص مدینہ منورہ کے مضافات کا کوئی غریب باشندہ تھا۔ قحط کا زمانہ تھا۔ صدقات جمع ہونے کا موقع دیکھ کر تین رات خوراک حاصل کرنے کی غرض سے آتا رہا۔ صدقات غرباء اور

---

[1] (المعجم الکبیر للطبرانی، من اسمه معاذ، جزء۲۰ صفحہ۵۱)
[2] (ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل سورة البقرة و آية الكرسي)
[3] (المعجم الکبیر للطبرانی، ما أسند أبي أسيد، جزء۱۹ صفحہ۲۶۳)

مساکین کا حق ہیں۔اس موقع سے اس نے فائدہ اٹھانا چاہا اور حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی چشم پوشی سے کام لیا۔اس لئے ان کا یہ فعل قابل اعتراض نہیں سمجھا گیا۔اس روایت کے علاوہ باقی روایتوں کا مضمون ایسا ہے جس کو طبیعت نہیں مانتی۔اسی لئے امام ابن حجرؒ نے یہ سب روایتیں قصّوں میں سے شمار کی ہیں۔(فتح الباری جزء۴صفحہ ۶۱۶)

وَكَانُوْا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ: یعنی صحابہ کرامؓ بھلی باتوں کے لینے میں بہت ہی حریص ہوتے تھے۔یہ جملہ راوی کا قول اور بطور جملہ معترضہ واقع ہوا ہے۔ایسے کلام کو حدیث کی اصطلاح میں مُدْرَج کہتے ہیں۔یعنی راوی کی طرف سے درج شدہ بات۔

بَاب ۱۱: إِذَا بَاعَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَاسِدًا فَبَيْعُهُ مَرْدُوْدٌ

اگر وکیل خراب چیز بیچے تو اُس کی بیع واپس ہوگی

۲۳۱۲: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَّحْيَى قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَيْنَ هَذَا قَالَ بِلَالٌ كَانَ عِنْدِي☆ تَمْرٌ رَدِيٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ أَوَّهْ أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا {عَيْنُ الرِّبَا☆} لَا تَفْعَلْ

۲۳۱۲: اسحٰق (بن راہویہ) نے ہمیں بتایا۔یحيٰ بن صالح نے ہم سے بیان کیا کہ معاویہ بن سلام نے ہمیں بتایا۔(کہا:) یحيٰ (بن ابی کثیر) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے عقبہ بن عبدالغافر سے اور انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا۔وہ کہتے تھے: بلالؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس برنی کھجوریں لائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: یہ کہاں سے لائے ہو؟ بلالؓ نے کہا: ہمارے☆ پاس ردّی کھجوریں تھیں تو میں نے اس کے بدلے دو صاع دے کر اس میں سے ایک صاع اس لئے خریدا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلائیں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: اوہ اوہ۔یہ تو عین سود ہے۔{عین سود ہے☆} ایسا نہ کرو۔لیکن اگر تم (اچھی

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ عِنْدَنَا کا لفظ ہے۔نیز الفاظ عَيْنُ الرِّبَا دو دفعہ ہیں۔(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ ۱۴۸)
ترجمہ ان کے مطابق ہے۔

وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَّ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ.

کھجوریں) خریدنا چاہو تو (ناقص کھجور) بیچ کر پھر اس (کی قیمت) سے (اچھی کھجوریں) خریدلو۔

تشریح: اِذَا بَاعَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَاسِدًا فَبَيْعُهُ مَرْدُوْدٌ: حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت سے یہاں مسئلہ معنونہ اخذ کیا گیا ہے۔ انہی کی ایک روایت (نمبر ۲۲۰۱) کتاب البیوع باب ۸۹ میں گزر چکی ہے۔ جہاں خیبر میں محصّل بھیجنے اور اس کے عمدہ کھجوریں لانے کا ذکر ہے۔ اُس روایت میں محصل کا نام نہیں۔ مگر امام ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے کہ وہ سواد بن غزیہ تھے اور یہاں حضرت ابوسعیدؓ کی روایت میں حضرت بلالؓ کا ذکر ہے۔ اس سے بعض شارحین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ دونوں واقعات الگ الگ ہیں۔ (فتح الباری جزء۴ صفحہ ۶۱۷) مگر امام بخاریؒ کے نزدیک الگ الگ نہیں۔ بلکہ یہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ ورنہ روایت زیر باب سے معنونہ مسئلہ اس وقت تک اخذ نہیں کیا جاسکتا جب تک حضرت بلالؓ کی بابت یہ ثابت نہ ہو کہ وہ خیبر میں بطور محصّل بھیجے گئے تھے اور مبادلہ میں جو تصرف انہوں نے کیا تھا، وہ جائز نہ تھا اور ردّ ہوا۔ محض اپنے طور پر عمدہ کھجوریں لانے سے وہ وکیل یعنی سپردکار نہیں سمجھے جاسکتے۔

بَاب ۱۲

اَلْوَكَالَةُ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتُهُ وَأَنْ يُّطْعِمَ صَدِيْقًا لَّهُ وَيَأْكُلَ بِالْمَعْرُوْفِ

وقف کے مال میں وکیل بننا اور (وکیل کا اس جائیداد میں سے) اپنا خرچہ لینا
اور اپنے دوست کو اس میں سے کھلانا اور خود بھی دستور کے مطابق کھانا

۲۳۱۳: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ فِي صَدَقَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ جُنَاحٌ أَنْ يَّأْكُلَ وَيُؤْكِلَ صَدِيْقًا لَّهُ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا. فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ يَلِي صَدَقَةَ عُمَرَ يُهْدِيْ لِنَاسٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ.

۲۳۱۳: قُتَیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو صدقے کے بارے میں لکھوایا تھا اس میں یوں ہے: (صدقہ کے) متولی پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اس سے خود کھائے اور دوست کو کھلائے۔ مگر جائیداد بنانے والا نہ ہو۔ (حضرت عبداللہ) بن عمرؓ ہی حضرت عمرؓ کے صدقہ کے متولی تھے۔ اہل مکہ میں سے بعض لوگوں کو اس میں سے ہدیہ بھی دے دیتے تھے جن کے ہاں وہ اُترتے تھے۔

اطرافه: ۲۷۳۷، ۲۷٦٤، ۲۷۷۲، ۲۷۷۳، ۲۷۷۷۔

تشریح: اَلْوَكَالَةُ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتُهُ: وقف کا متولی دستور کے مطابق اپنے گزارے کے لئے وقف کی آمد سے لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ نگرانی وقف کے علاوہ اس کی اور کوئی صورتِ معاش نہ ہو۔ یتیموں کی جائیداد کے تعلق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ (النساء:۷) جو غنی ہو، اُس کو بچنا چاہیے اور جو محتاج ہو، وہ دستور کے مطابق اس میں سے لے سکتا ہے۔

یہ سابقہ دو ابواب میں جو صورتِ وکالت بیان ہوئی ہے وہ بطور امانت تھی۔ یعنی حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت بلالؓ امین تھے۔ مگر یہاں وکالت کی صورت مختلف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے جائیدادِ وقف میں سے ہدایا وغیرہ دینے کا جو ذکر ہے، وہ ان کے حصہ آمد سے مخصوص تھا۔ (فتح الباری جزء ۴ صفحہ ۶۱۹)

بَاب ۱۳: اَلْوَكَالَةُ فِي الْحُدُوْدِ

حدّ لگانے کے لئے کسی کو وکیل کرنا

۲۳۱۴-۲۳۱۵: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هَذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا.

۲۳۱۴-۲۳۱۵: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ (بن عتبہ) سے، عبیداللہ نے حضرت زید بن خالد اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے (اُنَیس بن ضحاک اسلمیؓ سے) فرمایا: اُنَیس اس شخص کی عورت کے پاس جاؤ۔ اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اس کو سنگساری کی سزا دو۔

اطراف الحدیث ۲۳۱۴: ٢٦٤٩، ٢٦٩٦، ٢٧٢٥، ٦٦٣٤، ٦٨٢٨، ٦٨٣١، ٦٨٣٦، ٦٨٤٣، ٦٨٦٠، ٧١٩٤، ٧٢٥٩، ٧٢٧٩.

اطراف الحدیث ۲۳۱۵: ٢٦٩٥، ٢٧٢٤، ٦٦٣٣، ٦٨٢٧، ٦٨٣٣، ٦٨٣٥، ٦٨٤٢، ٦٨٥٩، ٧١٩٣، ٧٢٥٨، ٧٢٦٠، ٧٢٧٨.

۲۳۱۶: حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَّامٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ جِيْءَ بِالنُّعَيْمَانِ أَوِ ابْنِ النُّعَيْمَانِ

۲۳۱۶: (محمد) بن سلام (بیکندی) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوہاب ثقفی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے ابن ابی مُلیکہ سے، انہوں نے حضرت عقبہ بن حارثؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے

شَارِبًا فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ فِي الْبَيْتِ أَنْ يَضْرِبُوْهُ قَالَ فَكُنْتُ أَنَا فِيْمَنْ ضَرَبَهُ فَضَرَبْنَاهُ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيْدِ.

تھے: نُعَیمان یا نُعَیمان کا بیٹا لایا گیا۔ اس نے شراب پی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں موجود لوگوں سے فرمایا: اسے (مقررہ) سزا دیں۔ حضرت عقبہؓ کہتے تھے: میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اُسے مارا۔ ہم نے اسے جوتوں اور کھجور کی چھڑیوں سے مارا۔

اطرافه: ٦٧٧٤، ٦٧٧٥۔

تشریح: اَلْوَكَالَةُ فِي الْحُدُوْدِ: حدود سے متعلقہ وکالت کی جوصورت اس باب کی روایتوں میں مذکور ہے وہ ظاہر ہے۔ اس بارے میں مفصل دیکھئے: کتاب الصلح باب۵، کتاب الحدود باب۴۔

بَاب ١٤ : اَلْوَكَالَةُ فِي الْبُدْنِ وَتَعَاهُدُهَا

قربانی کے اونٹوں میں وکیل مقرر کرنا اوران کی نگرانی کرنا

٢٣١٧: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ عَائِشَةُ أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللهُ لَهُ حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ.

۲۳۱۷: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے، عبداللہ نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ عمرہ نے انہیں خبر دی۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی والے اونٹوں کے ہار اپنے ہاتھ سے بٹے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے ان کے گلے میں ڈالے۔ پھر ان کو میرے باپ کے ساتھ بھیج دیا اور (اس قربانی کے بھیجنے کی وجہ سے) جب تک کہ قربانی کے اونٹ ذبح نہ کر دیئے گئے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی بات حرام نہ ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حلال کی تھی۔

اطرافهُ: ١٦٩٦، ١٦٩٨، ١٦٩٩، ١٧٠٠، ١٧٠١، ١٧٠٢، ١٧٠٣، ١٧٠٤، ١٧٠٥، ٥٥٦٦۔

تشریح: **اَلْوَكَالَةُ فِي الْبُدْنِ وَتَعَاهُدُهَا**: یہ روایت کتاب الحج، باب ۱۰۹ میں گزر چکی ہے۔ واقعہ مذکور فتح مکہ کے بعد ۹ ھ کا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اعلان کیا کہ آئندہ ننگا ہو کر طواف کرنے کی اجازت نہ ہوگی وغیرہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے قربانی کے اونٹ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سپردگی اور نگرانی میں بھیجے۔ اس واقعہ سے مسئلہ کا عنوان اخذ کیا گیا ہے۔

صحت وکالت کے بارے میں فقہاء نے چند شرطیں تجویز کی ہیں۔ ان میں سے ایک شرط تعیُّن ہے۔ ایسی وکالت ان کے نزدیک درست نہیں؛ جس میں نہ تو شخص معین ہو اور نہ وہ امر معیّن ہو، جس میں وکالت مطلوب ہو۔ اسی طرح ان کے نزدیک بدنی عبادات میں وکالت درست نہیں سمجھی گئی۔ لیکن بعض عبادتیں مستثنیٰ کی گئی ہیں؛ جن میں سے حج کی قربانی وغیرہ بھی ہے۔☆ یہ چند باب اسی قسم کی شرطوں کے پیشِ نظر قائم کئے گئے ہیں، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بیان ہوا ہے۔

بَاب ١٥ : إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِوَكِيْلِهِ ضَعْهُ حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ وَقَالَ الْوَكِيْلُ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ

اگر کسی شخص نے اپنے وکیل سے یوں کہا: اس مال کو جہاں اللہ تجھے سوجھائے خرچ کر دو اور وکیل کہے: جو تم نے کہا ہے میں نے سن لیا ہے

٢٣١٨ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ ابْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِيّ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا

۲۳۱۸: یحییٰ بن یحییٰ نے مجھ سے بیان کیا، کہا: میں نے مالک کو پڑھ کر سنایا۔ مالکؒ نے اسحٰق بن عبداللہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ ابوطلحہؓ مدینہ میں تمام انصار سے زیادہ مالدار تھے اور (ان کو) اپنی تمام جائیداد میں سے زیادہ پیاری وہ جائیداد تھی جو بیرحاء کا باغ تھا۔ وہ مسجد کے سامنے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں جایا کرتے تھے اور وہاں کا صاف پانی پیتے۔ جب یہ آیت

☆ (بداية المجتهد، كتاب الوكالة، الباب الأول في اركانها، الركن الثالث)

وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ فَلَمَّا نَزَلَتْ: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:۹۳) قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ فِي كِتَابِهِ: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:۹۳) وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ حَيْثُ شِئْتَ فَقَالَ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيْهَا وَأَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ قَالَ أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ. تَابَعَهُ إِسْمَاعِيْلُ عَنْ مَّالِكٍ. وَقَالَ رَوْحٌ عَنْ مَّالِكٍ رَابِحٌ.

اُتری کہ تم نیکی کو ہرگز نہ پاسکو گے، جب تک تم ان چیزوں سے نہ خرچ کرو گے جو تمہیں پیاری ہیں تو ابوطلحہؓ اُٹھے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: تم نیکی کو ہرگز نہیں پاسکو گے جب تک تم ان چیزوں کو نہ خرچ کرو جن سے تم محبت رکھتے ہو اور مجھے اپنی جائیدادوں میں سے زیادہ پیارا بیرحاء کا باغ ہے۔ لیجئے وہ اللہ کے لئے صدقہ ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ صدقہ خالص نیکی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میرے لئے ثواب کا موجب ہوگا۔ یارسول اللہ! آپؐ جہاں چاہیں، لگائیں۔ آپؐ نے فرمایا: واہ! یہ مال تو جانے والا ہے۔ یہ مال تو جانے والا ہے۔ میں نے سن لیا ہے جو تم نے اس کے متعلق کہا ہے اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اس کو اپنے عزیزوں کے لئے ہی رکھو۔ ابوطلحہؓ نے کہا: یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اپنے قریبیوں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ (یحيٰ بن یحيٰ کی طرح) اسماعیل نے بھی یہ حدیث مالک سے نقل کی اور رَوح نے مالک سے روایت کرتے ہوئے لفظ رَائِحٌ کی بجائے لفظ رَابِحٌ کہا (یعنی فائدہ مند مال)

اطرافہُ: ۱٤٦١، ۲۷۵۲، ۲۷٦۹، ٤٥٥٤، ٤٥٥٥، ٥٦١١۔

تشریح: ضَعْهُ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ: روایت زیر باب میں وکالت کی ایک اور غیر معین صورت کا ذکر ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قیمتی جائیداد سپرد کی کہ جہاں چاہیں اسے کام میں لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وکالت قبول فرمائی اور ان سے کہا کہ میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ آپؓ اپنے رشتہ داروں کو یہ جائیداد دیں۔ وکالت کی دونوں صورتیں عام ہیں۔ ان میں کوئی شئے معین نہیں کی گئی۔ مذکورہ بالا روایت کے لیے کتاب الوصایا، باب ۲٦ بھی دیکھئے۔

بَاب ١٦ : وَكَالَةُ الْأَمِيْنِ فِي الْخِزَانَةِ وَنَحْوِهَا

امین کا خزانے وغیرہ میں وکیل کیا جانا

٢٣١٩ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَازِنُ الْأَمِيْنُ الَّذِيْ يُنْفِقُ وَرُبَّمَا قَالَ الَّذِي يُعْطِيْ مَا أُمِرَ بِهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا طَيِّبًا نَّفْسُهُ إِلَى الَّذِيْ أُمِرَ بِهِ أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنِ.

۲۳۱۹: محمد بن علاء نے مجھ سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے بُرَید بن عبداللہ سے، بُرَید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: دیانت دار خزانچی وہ ہے جو خرچ کرتا ہے اور بعض دفعہ فرمایا: جو دیتا ہے جس قدر کہ دینے کا اس کو حکم دیا گیا ہے پورے کا پورا دیتا ہے۔ دیتے وقت اس کا نفس خوش ہوتا ہے۔ اس شخص کو دیتا ہے جس کو دینے کے لئے کہا گیا ہے۔ ایسا شخص بھی صدقہ دینے والوں کا ثواب پانے والا ہے۔

اطرافہُ: ١٤٣٨، ٢٢٦٠۔

تشریح: وَكَالَةُ الْاَمِيْنِ فِى الْخِزَانَةِ وَنَحْوِهَا: روایت زیر باب اور اس کی تشریح کے لئے دیکھئے کتاب الزکاة، باب۲۵ روایت نمبر۱۴۳۸، کتاب الإجارة، باب۱ روایت نمبر۲۲۶۰۔ ان ابواب کے عناوین کے پیش نظر ایک لحاظ سے خزانچی ملازم ہے اور ایک لحاظ سے وکیل۔ کیونکہ ادائیگی کا کام بھی اس کے سپرد ہوتا ہے اور یہ وکالت عام صورت میں ہے۔ مالک کی موجودگی میں خزانچی اس قسم کی وکالت کا فرض ادا کرسکتا ہے۔ بعض فقہاء احناف نے وکالت کی صحت کے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ مؤکل شہر سے باہر ہو۔ لیکن بسا اوقات موجودگی میں بھی کسی کام کے لئے دوسرے کو سپرد کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ (دیکھئے باب۵ مع تشریح)

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
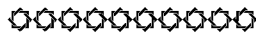
بسم اللہ الرحمن الرحیم

٤١- كِتَابُ الْحَرْثِ وَالْمُزَارَعَةِ

زَرَعَ کے معنے ہیں بونا۔اسی سے زراعت یعنی کاشتکاری ہے۔لفظ زَرَعَ سے باب مفاعلہ مُزَارَعَةٌ ہے۔یعنی دوسرے کو بٹائی پر زمین کاشت کے لئے دینا۔ اس کتاب میں ایسے احکام کا بیان ہوگا؛ جو کاشتکاری اور باغبانی سے متعلق ہیں۔

بَاب ١: فَضْلُ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ إِذَا أُكِلَ مِنْهُ

کھیت بونے اور میوہ دار درخت لگانے کی فضیلت بشرطیکہ لوگ اس سے کھائیں

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالٰى: اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٤﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٥﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا. (الواقعة: ٦٤-٦٦)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر: کیا تم کو معلوم ہے جو تم بوتے ہو، کیا تم اس کو اُگاتے ہو یا ہم اس کو اُگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہتے تو اس کو بالکل جلا ہوا چُورا بنا دیتے۔

٢٣٢٠: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُالرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ

۲۳۲۰: قُتَیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔(دوسری سند) اور عبدالرحمٰن بن مبارک نے بھی مجھ سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی کوئی پودا لگاتا ہے یا کھیتی بوتا ہے اور پھر اُس سے کوئی پرندہ یا انسان یا چوپایہ کھاتا

مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيْمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ. وَقَالَ لَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہے تو یہ (کھیتی اور درخت) اس کے لئے ثواب کا موجب بن جائے گا۔ اور مسلم (بن ابراہیم ازدی) نے ہم سے کہا: ابان (بن یزید عطار) نے ہمیں بتایا کہ قتادہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔

طرفہ: ٦٠١٢۔

تشریح: **فَضْلُ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ**: پہلے باب کا عنوان زراعت اور باغبانی کی فضیلت پر قائم کر کے سورۂ واقعہ کی آیات ۶۴ تا ٦٦ کا حوالہ دیا گیا ہے: أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَo ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَo لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ o اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ o بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ o (الواقعة:۶۴ تا ۶۸) یعنی کیا تمہیں معلوم ہے جو تم بوتے ہو؟ کیا اُسے تم اُگاتے ہو یا ہم اُگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہتے تو اسے بالکل جلا ہوا چُورا بنا دیتے۔ پھر تم باتیں بناتے رہ جاتے اور کہتے کہ ہم پر چٹی پڑ گئی۔ بلکہ ہم اپنی محنت کے پھل سے محروم ہو گئے۔

محولہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے زراعت کو اپنے بہت بڑے فضلوں میں سے شمار کیا ہے اور اس کے تعلق میں آبپاشی کے آسمانی نظام کا ذکر بھی بطور احسان فرمایا۔ کیونکہ زراعت اور آبپاشی دونوں لازم وملزوم ہیں۔ انسان، پرند اور چرند کی حیات وبقاء کا دارومدار کھیتی اور درختوں پر ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی مندرجہ زیر باب میں تصریح ہے کہ کسی شئے کی فضیلت وعظمت کا تعلق اُس کے سودمند ہونے پر ہے۔ جس قدر کوئی چیز نافع ہوگی، اسی قدر وہ افضل ہوگی۔ مذکورہ بالا حدیث میں بتایا گیا ہے کہ زراعت کا نفع ہر انسان اور حیوان کے لئے ہے۔ اسی لئے کاشتکار اور پودا لگانے والے کا فعل قابل ثواب قرار دیا گیا ہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول۔

قَالَ لَنَا مُسْلِمٌ....: روایت مذکورہ بالا کے آخر میں مسلم بن ابراہیم کی روایت کا جو حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ قتادہ راوی کے حافظے کی کمزوری کے پیش نظر ہے۔ یہ راوی ضبطِ الفاظ میں پورے معیار کے نہ تھے۔ دوسرے راویوں نے بھی انہی الفاظ سے مذکورہ بالا حدیث نقل کی ہے؛ جن میں سے مسلم بن ابراہیم بھی ہیں۔ ان سے مروی ہے کہ قتادہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ مبشر انصاری رضی اللہ عنہ کے نخلستان میں آئے اور فرمایا: لَا يَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا....☆ اس حوالہ کو نقل کرنے سے ان کی غرض یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ٦) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۵٦)

☆ (مسلم، کتاب المساقاة، باب فضل الغرس والزرع) (مسند احمد بن حنبل جزء۳ صفحہ۱۹۲)

بَاب ۲ : مَا يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الِاشْتِغَالِ بِآلَةِ الزَّرْعِ أَوْ مُجَاوَزَةِ الْحَدِّ الَّذِيْ أُمِرَ بِهِ

کھیتی کے ساز وسامان میں زیادہ مشغول رہنے سے اجتناب کے بارے میں ارشاد
یا جس حد تک کہ (شریعت میں) حکم دیا گیا ہے، اس سے تجاوز کرنے سے بچنے کا حکم

۲۳۲۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الْأَلْهَانِيُّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ وَرَأَى سِكَّةً وَشَيْئًا مِّنْ آلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ هَذَا بَيْتَ قَوْمٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ الذُّلَّ. قَالَ مُحَمَّدٌ وَاسْمُ أَبِي أُمَامَةَ صُدَيُّ بْنُ عَجْلَانَ.

۲۳۲۱: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن سالم حمصی نے ہمیں بتایا کہ محمد بن زیاد الہانی نے ہمیں حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت کرتے ہوئے بتایا۔ انہوں نے ہل اور کچھ کھیتی باڑی کے آلات دیکھ کر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپؐ فرماتے تھے: جس قوم کے گھر میں یہ (سامان) داخل ہوگا، اللہ تعالیٰ اس قوم پر ضرور ذلت لے آئے گا۔ محمد (بن زیاد) نے کہا: حضرت ابوامامہؓ کا نام صدی بن عجلانؓ ہے۔

تشریح: **مَا يُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الِاشْتِغَالِ بِآلَةِ الزَّرْعِ:** وسعت فوائد کے اعتبار سے پیشہ زراعت افضل ہے اور برے نتائج کے اعتبار سے مذموم۔

اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الذُّلَّ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا تعلق امر واقعہ سے ہے۔ یعنی کاشتکار ہر ملک میں اب تک حکام کا تختہ مشق بنے رہے ہیں۔ کاشتکاروں پر ظلم وستم ہی کمیونزم کی تحریک کا باعث ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے ۱۷۷۹ء میں فرانسیسی کاشتکاروں نے مالکانِ اراضی کے جبر واستبداد سے رہائی پانے کی جدوجہد شروع کی۔ لفظ کمیون (Commune) کے معنی ہیں کاشتکاروں کی فرقہ بندی۔ انہوں نے چاہا کہ تلوار کے ذریعے مالکوں سے زمین آزاد کرالیں۔ مگر نتیجہ کیا ہے کہ وہ آہنی قوانین میں اتنی مضبوطی سے جکڑے گئے ہیں کہ خود ارادیت اور آزادیٔ اختیار وتصرفِ عمل سے کلیۃً محروم ہو گئے۔

بعض شارحین نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی یہ تشریح کی ہے کہ جب رات دن کھیتی باڑی میں کوئی قوم لگ جائے اور فنونِ جنگ سے غافل ہو جائے تو وہ آخر محکوم ہو کر رہ جائے گی اور اسے ذلت کا سامنا ہوگا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۸)

قَالَ مُحَمَّدٌ......: محمد بن زیاد راوی ہیں اور حضرت ابوامامہ باہلیؓ کا نام صُدَی بن عجلان بن وہبؓ (باہلی) ہے۔ اپنے دادا کی نسبت سے مشہور ہیں۔ حمص میں مقیم ہوئے اور دقوۃ شہر میں وفات پائی جو حمص سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔ سن وفات ۸۱ھ ہے اور بوقت وفات ان کی عمر ۹۱ سال تھی۔ ایک قول کے مطابق یہ آخری صحابی ہیں جو ملکِ شام میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۵۷)

بَاب۳: اقْتِنَاءُ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ

کھیتی (کی حفاظت) کے لئے کتا پالنے کے بارے میں ارشاد

۲۳۲۲: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا فَإِنَّهُ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيْرَاطٌ إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ. قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَأَبُوصَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا كَلْبَ غَنَمٍ أَوْ حَرْثٍ أَوْ صَيْدٍ. وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ.

طرفهُ: ۳۳۲٤۔

۲۳۲۲: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، یحییٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کتا رکھا تو اس کے اعمال سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا جائے گا، سوائے اس کتے کے جو کھیتی یا جانوروں کی حفاظت کی غرض سے رکھا جائے۔ ابن سیرین اور ابوصالح نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے یوں کہا: اس کتے کے سوا جو بکریوں یا کھیتی کی حفاظت کے لئے یا شکار کے لئے رکھا جائے۔ ابوحازم نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے یہ کہا: اس کتے کے سوا جو شکار یا جانوروں کی حفاظت کے لئے رکھا ہو۔

۲۳۲۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ

۲۳۲۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید بن خُصَیفہ سے

أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ أَبِي زُهَيْرٍ رَجُلٌ مِّنْ أَزْدِ شَنُوْءَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا لَا يُغْنِي عَنْهُ زَرْعًا وَلَا ضَرْعًا نَّقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْ عَمَلِهِ قِيْرَاطٌ قُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيْ وَرَبِّ هَذَا الْمَسْجِدِ.

طرفهُ: ۳۳۲۵۔

روایت کی کہ سائب بن یزید نے ان سے بیان کیا انہوں نے حضرت سفیان بن ابی زُہیرؓ سے سنا؛ جو اَزدِ شنوء ۃ قبیلے کے ایک آدمی تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جس نے ایسا کتا رکھا جو نہ اُس کو کھیتی میں فائدہ دیتا ہو اور نہ بکریوں کی حفاظت میں تو ہر روز اس کے ثواب اعمال سے ایک قیراط کم ہوتا جائے گا۔ میں نے (سفیانؓ سے) پوچھا کہ کیا آپؐ نے خود یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا؟ انہوں نے کہا: ہاں، اس مسجد کے ربّ کی قسم۔

تشریح: **اِقْتِنَاءُ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ**: سابقہ عنوان میں جو استدلال کیا گیا ہے یہ باب اس کی تائید میں ہے۔ یعنی کتا مفید بھی ہے اور مضر بھی۔ اس کے پالنے کی ممانعت سے مراد تحریمی ممانعت نہیں۔ جن صورتوں میں وہ مفید ہو، ان میں پالا جاسکتا ہے اور جن میں وہ مضر ہو، ان میں اس کا پالنا ممنوع۔ کھیتی باڑی کی جو مذمت کی گئی ہے، وہ بھی اسی پر قیاس کی جائے گی۔

بَاب ٤ : اسْتِعْمَالُ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ

کھیتی باڑی کے لئے گائے بیل سے کام لینا

٢٣٢٤ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا

۲۳۲۴: محمد بن بشار نے مجھے بتایا۔ (کہا:) ہم سے غندر نے بیان کیا۔ (غندر نے کہا:) ہمیں شعبہ نے بتایا۔ شعبہ نے سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف زُہری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا۔ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابوہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: ایک بار ایک شخص بیل پر سوار جا رہا تھا۔ اتنے میں بیل

رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلَى بَقَرَةٍ الْتَفَتَتْ إِلَيْهِ فَقَالَتْ لَمْ أُخْلَقْ لِهَذَا خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ قَالَ آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَخَذَ الذِّئْبُ شَاةً فَتَبِعَهَا الرَّاعِي فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ مَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِيْ قَالَ آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ. قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَمَا هُمَا يَوْمَئِذٍ فِي الْقَوْمِ.

نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور یوں گویا ہوا کہ میں سواری کیلئے پیدا نہیں کیا گیا، بلکہ ہل چلانے کیلئے پیدا کیا گیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ نے اس کو مانا۔ (اسی طرح فرمایا:) کوئی بھیڑیا؛ بکری لے گیا۔ گڈریے نے اس کا پیچھا کیا تو بھیڑیے نے اس سے کہا: درندوں کے زمانے میں اس کا محافظ کون ہوگا؟ جس وقت میرے سوا اس کا کوئی رکھوالا نہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ نے اس کو مانا۔ ابوسلمہ کہتے تھے۔ حالانکہ وہ دونوں (یعنی حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ) اس دن مجلس میں نہ تھے۔

اطرافهُ: ٣٤٧١، ٣٦٦٣، ٣٦٩٠.

تشریح: اِسْتِعْمَالُ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ: زراعت کے تعلق میں یہ باب قائم کیا گیا ہے اور جو حدیث اس ضمن میں نقل کی گئی ہے وہ کتاب الانبیاء (روایت نمبر ۳۴۷۱) اور کتاب المناقب (روایت نمبر ۳۶۶۳) میں مفصل بیان ہوئی ہے۔ مسئلہ معنونہ سے تعلق صرف خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ کے الفاظ کا ہے۔

فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ: بعض نے واقعہ مذکورہ کو اسرائیلیات میں سے گردانا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۶۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوۂ تبوک میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ بکریوں کا ایک ریوڑ بھٹک گیا اور بھیڑیا ایک بکری لے گیا۔ جس کا پیچھا کر کے گڈریوں نے اُسے چھڑا لیا تو اُس وقت بھیڑیے نے کہا: طُعْمَةٌ أَطْعَمَنِيْهَا اللّٰهُ تَنْزِعُوْنَهَا مِنِّيْ فَبُهِتَ الْقَوْمُ فَقَالَ مَا تَعْجَبُوْنَ ☆۔ یعنی ایک لقمہ تھا؛ جو اللہ نے مجھے کھانے کو دیا۔ تم مجھ سے وہ بھی چھینتے ہو۔ جس پر لوگ حیران ہوئے...... ابن اثیرؒ کہتے ہیں: مذکورہ بالا واقعہ اُہبان بن اوس اسلمی صحابیؓ کے ساتھ پیش آیا تھا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۶۰) جو صورت بھی ہو، روایت زیر باب باعتبارِ سند صحیح ہے اور باب کا جو عنوان باندھا گیا ہے، اس کی تائید میں صرف اتنے الفاظ ہیں کہ خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ۔ بیل نے کہا کہ میں کھیتی کے کام کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔

لغت میں ہے کہ کسی چیز کی حالت کسی بات پر دلالت کرے تو اُسے بھی قول سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسے امْتَلَأَ الْحَوْضُ وَقَالَ قَطْنِيْ (لسان العرب- قول) کہ جب حوض میں پانی کافی مقدار میں پڑ چکا تو اس نے کہا کہ اَب بس کرو اور پانی مجھ میں نہ ڈالو۔ یہاں حوض کا کہنا بزبانِ حال ہے۔ نیز بعض اوقات کشفاً اہل حال لوگوں کو بعض نظارے دکھائے جاتے ہیں اور وہ جانوروں کو بولتے سن لیتے ہیں۔ تفصیلی بحث کیلئے دیکھئے تشریح کتاب البیوع روایت نمبر ۲۰۹۵۔

☆ دیکھئے دلائل النبوۃ للأصبهانی، روایت نمبر ۳۶، جزء اوّل صفحہ ۵۲۔

بَاب ٥ : إِذَا قَالَ اكْفِنِي مَئُوْنَةَ النَّخْلِ وَغَيْرِهِ☆ وَتُشْرِكُنِي فِي الثَّمَرِ

اگر کوئی کہے کہ میری جگہ کھجور کے درخت یا☆ دُوسرے درختوں میں تم محنت کرو اور پھلوں میں مجھے بھی شریک کرلو (تو کیا یہ جائز ہوگا)

٢٣٢٥ : حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا النَّخِيْلَ قَالَ لَا فَقَالُوْا تَكْفُوْنَا الْمَئُوْنَةَ وَنَشْرَكْكُمْ فِي الثَّمَرَةِ قَالُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا.

۲۳۲۵: حکم بن نافع نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ (اس نے کہا:) ابوزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہا کہ انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ ہمارے اور ہمارے بھائیوں (مہاجرین) کے درمیان کھجوروں کے درخت تقسیم کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ تب انصار نے (مہاجرین سے) کہا: تم ہماری جگہ محنت کرو اور ہم تمہیں میوے میں شریک کریں گے۔ انہوں نے کہا: اچھا۔ ہم نے قبول کیا۔

اطرافہٗ: ٢٧١٩، ٣٧٨٢۔

تشریح: **اكْفِنِيْ مَؤُوْنَةَ النَّخْلِ:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انفرادی ملکیت میں دخل دینے سے انکار فرمایا۔ مگر انصار رضوان اللہ علیہم نے ازخود مہاجرین کو اپنے باغوں کی پیداوار میں شریک کیا کہ وہ ان میں آبپاشی اور نگرانی وغیرہ کا کام کریں اور حاصلات سے فائدہ اُٹھائیں۔ اُن کا یہ نیک سلوک قابلِ قدر ہے۔

قَالَتِ الْأَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ ﷺ اقْسِمْ: انصار کا مطالبہ تقسیم کس قسم کا تھا؟ اس بارہ میں روایت مذکور خاموش ہے۔ لیکن بعض شارحین کا خیال ہے کہ بیعت عقبہ جو وادیٔ مکہ میں ہجرت سے قبل ہوئی تھی، اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصارؓ مدینہ پر یہ شرط بھی عائد کی تھی کہ وہ مہاجرین سے ہمدردی کے ساتھ پیش آئیں گے۔ اسی وجہ سے جب مہاجرینؓ مدینہ طیبہ میں آئے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا؛ جو قبول نہ ہوا۔ نہ تو محض لفظ موآسات یا موآخات کا یہ مفہوم ہے اور نہ کسی کو کسی سے ایسا مطالبہ کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک یہ توجیہہ رکیک ہے۔ کیونکہ اگر مطلق مواسات کی شرط سے مہاجرینؓ اپنا حق سمجھتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۲)

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ "أَوْ غَيْرِهِ" کے الفاظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۶۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

دراصل ہجرت کا ابتدائی زمانہ نہایت تنگی اور فقر وفاقہ کا تھا۔ ایسی حالت میں بعض کی طرف سے مذکورہ بالا سوال ایک طبعی امر تھا کہ انہیں مدینہ کے نخلستانوں سے بعض درخت دیئے جائیں اور وہ ان سے گزارہ کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دخل دینا اس لئے پسند نہیں کیا کہ انصارؓ مدینہ پر آپؐ کو حسن ظن تھا کہ وہ اپنے مہاجر بھائیوں سے حسن سلوک برتنے سے باز نہیں رہیں گے اور اِس طرح مہاجرینؓ کا وقار بھی قائم رکھا۔

بَاب ٦: قَطْعُ الشَّجَرِ وَالنَّخْلِ

عام درختوں اور کھجوروں کا کاٹنا

وَقَالَ أَنَسٌ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّخْلِ فَقُطِعَ.

اور حضرت انسؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کے درخت (کاٹ دینے) کا حکم دیا اور وہ کاٹ دیئے گئے۔

٢٣٢٦: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانُ:

۲۳۲۶: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے بنونضیر کی کھجوریں جلوا دیں اور کٹوا دیں اور اسی باغ کو بُوَیرہ کا باغ کہتے تھے۔ چنانچہ اس کے بارے میں حضرت حسانؓ کا شعر ہے:

لَهَانَ عَلَى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ
حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ

جو آگ بُوَیرہ باغ میں ہر طرف مشتعل ہوئی وہ بنی لوئی کے سرداروں کے لئے بالکل معمولی سی بات تھی۔

اطرافہُ: ۳۰۲۱، ۴۰۳۱، ۴۰۳۲، ۴۸۸۴۔

تشریح: قَطْعُ الشَّجَرِ وَالنَّخْلِ: سابقہ ابواب میں کاشتکاری کرنے اور درختوں کے لگانے کی فضیلت کا ذکر تھا۔ لیکن اس باب میں بوقت ضرورت درختوں کے کاٹنے کی اجازت کا ذکر ہے۔ ابتداء میں حضرت انسؓ کی بیان کردہ حدیث کا ایک ٹکڑا بیان کیا گیا۔ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے مسجد بنانے کے لئے بنی نجار سے جگہ لی۔ وہاں کھجوروں کے درخت تھے؛ جو آپؐ نے کٹوا دیئے۔

(دیکھئے کتاب الصلاة روایت نمبر ۴۲۸، کتاب الحج روایت نمبر ۱۸۶۸)

حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ: روایت نمبر۲۳۲۶ میں اس بات کا ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے باغات کٹوا دیئے۔ بنونضیر یہودیوں کا قبیلہ تھا اور ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ان پر جب حملہ کیا گیا تو اُن کے کھجوروں کے درخت جلوا دیئے گئے؛ تاکہ میدان صاف ہوجائے اور دشمن کو چھپ رہنے اور کمین گاہ سے مسلمانوں پر حملہ کا موقع نہ ملے۔

حدیث کے آخر میں جس شعر کا ذکر کیا گیا ہے، وہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا ہے۔ بُوَیرہ وہ مقام تھا، جہاں بنونضیر کے باغات تھے اور بنی لوئی قریش کو کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۶۳)

بَاب ۷

۲۳۲۷: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيِّ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مُزْدَرَعًا كُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى لِسَيِّدِ الْأَرْضِ قَالَ فَمِمَّا يُصَابُ ذَلِكَ وَتَسْلَمُ الْأَرْضُ وَمِمَّا يُصَابُ الْأَرْضُ وَيَسْلَمُ ذَلِكَ فَنُهِيْنَا وَأَمَّا الذَّهَبُ وَالْوَرِقُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ.

۲۳۲۷: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ یحيٰ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حنظلہ بن قیس انصاری سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت رافع بن خدیجؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: مدینے والوں میں سب سے زیادہ کھیت ہمارے تھے؛ جو ہم بٹائی پر دیا کرتے۔ اس شرط پر کہ زمین کے ایک معین حصہ کی پیداوار زمین کے مالک کے لئے ہوگی۔ وہ کہتے تھے کہ کبھی ایسا ہوتا کہ وہ حصہ خراب ہوجاتا اور باقی زمین محفوظ رہتی اور کبھی ایسا ہوتا کہ باقی ساری زمین خراب ہوجاتی اور وہ حصہ محفوظ رہتا۔ اس لئے ہمیں (اس کی) ممانعت کی گئی۔ سونے اور چاندی (کے بدلے ٹھیکہ دینے) کا اُن دنوں رواج نہ تھا۔

اطرافه: ۲۲۸۶، ۲۳۳۲، ۲۳۴۴، ۲۷۲۲.

تشریح: یہ باب بغیر عنوان کے ہے اور اس میں صرف ایک روایت پر اِکتفا کیا گیا ہے۔ جس میں مزارعت کی وہ صورت بیان کی گئی ہے جو مزارع کے لئے نقصان دہ ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اِختیار کرنے سے روک دیا۔

بَاب ۸: اَلْمُزَارَعَةُ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهِ

نصف حصہ یا اس سے کم وبیش حصہ پر بٹائی کرنا

وَقَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ اور قیس بن مسلم نے ابوجعفر سے روایت نقل کی کہ وہ

قَالَ مَا بِالْمَدِيْنَةِ أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ إِلَّا يَزْرَعُوْنَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَزَارَعَ عَلِيٌّ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُ اللهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَالْقَاسِمُ وَعُرْوَةُ وَآلُ أَبِي بَكْرٍ وَآلُ عُمَرَ وَآلُ عَلِيٍّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْأَسْوَدِ كُنْتُ أُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيْدَ فِي الزَّرْعِ وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلَى إِنْ جَاءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِهِ فَلَهُ الشَّطْرُ وَإِنْ جَاءُوْا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ كَذَا. وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ تَكُوْنَ الْأَرْضُ لِأَحَدِهِمَا فَيُنْفِقَانِ جَمِيْعًا فَمَا خَرَجَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا. وَرَأَى ذَلِكَ الزُّهْرِيُّ. وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يُجْتَنَى الْقُطْنُ عَلَى النِّصْفِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَالْحَكَمُ وَالزُّهْرِيُّ وَقَتَادَةُ لَا بَأْسَ أَنْ يُعْطِيَ الثَّوْبَ بِالثُّلُثِ أَوِ الرُّبُعِ وَنَحْوِهِ. وَقَالَ مَعْمَرٌ لَا بَأْسَ أَنْ تُكْرَى الْمَاشِيَةُ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى.

کہتے تھے: مدینہ میں کسی مہاجر کا گھرانہ ایسا نہ تھا جو تہائی یا چوتھائی بٹائی پر کاشت نہ کرتے ہوں۔ اور حضرت علیؓ، حضرت سعد بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عمر بن عبدالعزیز، قاسم، عروہ اور حضرت ابوبکرؓ کے خاندان کے لوگ اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے خاندان کے افراد اور ابن سیرین سب بٹائی کیا کرتے تھے۔ اور عبدالرحمٰن بن اسود نے بیان کیا کہ میں عبدالرحمٰن بن یزید کی کھیتی میں شریک ہوا کرتا تھا۔ اور حضرت عمرؓ نے لوگوں سے اس شرط پر بٹائی کی کہ اگر بیج عمرؓ کا ہو تو کھیتی کی پیداوار کا نصف اُن کا ہوگا۔ لیکن اگر تخم دوسرے لوگ لائیں تو اُن کا اتنا حصہ ہوگا۔ حسن (بصری) کہتے تھے: اس میں کوئی حرج نہیں کہ دو اشخاص میں سے کسی ایک کی زمین ہو۔ پھر وہ دونوں مل کر زمین کی کاشت میں خرچ کریں اور جو پیداوار ہو، وہ ان میں نصف نصف ہو۔ اور زُہری کا بھی یہی خیال تھا۔ اور حسن نے کہا: کوئی حرج نہیں کہ کپاس کی آدھوں آدھ پر چنائی ہو اور ابراہیم (نخعی)، ابن سیرین، عطاء، حَکَم، زُہری اور قتادہ نے کہا ہے: اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ (بافندہ کو) کپڑا تہائی، چوتھائی یا اس سے کم و بیش بُننے کی اجرت میں دیا جائے۔ اور معمر نے کہا: اس بات میں بھی کوئی حرج نہیں کہ کوئی جانور ایک معین مدت کے لئے تہائی یا چوتھائی حصہ آمد کا لینے کی شرط پر دیا جائے۔

۲۳۲۸: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ فَكَانَ يُعْطِي أَزْوَاجَهُ مِائَةَ وَسْقٍ ثَمَانُوْنَ وَسْقَ تَمْرٍ وَعِشْرُوْنَ وَسْقَ شَعِيْرٍ وَقَسَمَ عُمَرُ خَيْبَرَ فَخَيَّرَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّقْطِعَ لَهُنَّ مِنَ الْمَاءِ وَالْأَرْضِ أَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْأَرْضَ وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْوَسْقَ وَكَانَتْ عَائِشَةُ اخْتَارَتِ الْأَرْضَ.

۲۳۲۸: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ انس بن عیاض نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے، انہوں نے نافع سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں بتایا: نبی ﷺ نے (یہودیوں کو) خیبر کی زمین نصف پیداوار لینے کی شرط پر دی تھی۔ خواہ پھل ہوں یا اناج۔ پھر آپؐ اپنی ازواج کو سَو وسق دیا کرتے تھے؛ اَسّی وسق کھجور کے اور بیس وسق جَو کے۔ حضرت عمرؓ نے (اپنی خلافت کے زمانہ میں یہودیوں کو نکال کر) خیبر کی زمین تقسیم کر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو عمرؓ اُن کو زمین اور پانی کا حصہ دے دیں (اور کاشت کا انتظام وہ خود کریں) یا جس طرح پہلے ان کو پیداوار ملا کرتی تھی، ویسی ملتی رہے۔ ازواج مطہرات میں سے بعض نے زمین پسند کی اور بعض نے وسق اور حضرت عائشہؓ نے زمین لینی پسند کی۔

اطرافہُ: ۲۲۸۵، ۲۳۲۹، ۲۳۳۱، ۲۳۳۸، ۲۴۹۹، ۲۷۲۰، ۳۱۵۲، ۴۲۴۸۔

تشریح: **اَلْمُزَارَعَةُ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهِ**: روایت زیر باب میں نصف بٹائی پر زمین کاشت کے لئے دینے کا ذکر تو موجود ہے۔ مگر اس سے کم وبیش بٹائی کا ذکر نہیں۔ البتہ عنوانِ باب میں صحابہ اور تابعین کے کئی ایک اقوال کا ذکر کیا ہے۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے زمانہ میں بٹائی پر زمین دینے کا طریق رائج تھا۔ کہیں نصف پیداوار لینے کی شرط پر اور کہیں ایک تہائی پر۔ بشرطیکہ پانی کا انتظام مزارع کرے۔

وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ ....: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل درآمد کا جو حوالہ دیا گیا ہے، وہ ابن ابی شیبہ☆ نے موصولاً نقل کیا ہے کہ وہ مزارعین کو دو تہائی پیداوار دیتے، اگر بیج اور سامان ان کی طرف سے ہوتا۔ ورنہ نصف اور اس صورت میں بیج اور جوتنے کا سامان اور جانور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مہیا کئے جاتے۔ کھجور کا پانچواں اور انگور کا

☆ (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، باب ما ذکروا فی أهل نجران، جزء۷ صفحہ۴۲۶)

ایک تہائی پھل نگرانی کرنے والوں کا حق ہوتا۔ یہ روایت امام بیہقی نے بھی نقل کی ہے۔ مگر اِن کی روایت میں کھجور اور انگور کے پھلوں کی نسبت صرف ایک تہائی بٹائی کا ذکر ہے[1] اور یہ صورت مبنی بر انصاف ہے۔

قیس کا حوالہ مسند عبدالرزاق میں مروی ہے[2] جس سے پایا جاتا ہے کہ مدینہ میں قدیم طریق بٹائی ایک تہائی یا ایک چوتھائی کا تھا۔ مگر بعد میں مزارع کے لئے سہولت سے کام لیا گیا۔ اس تعلق میں باب ۱۲ و باب ۱۷ بھی دیکھئے۔

بعض فقہاء نے بٹائی پر زمین دینے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۶۷) لیکن درحقیقت بٹائی پر زمین دینے کی وہ صورت ممنوع ہے جس سے فریقین میں سے کسی ایک کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔

بَاب ۹ : إِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السِّنِيْنَ فِي الْمُزَارَعَةِ

اگر کوئی بٹائی میں سالوں کی شرط نہ کرے (تو اس کا کیا حکم ہے؟)

۲۳۲۹ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ عَامَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ.

۲۳۲۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے روایت کی کہ نافع نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کی بٹائی نصف پیداوار کی شرط پر کی؛ خواہ میوہ ہو یا اناج۔

اطرافهُ: ۲۲۸۵، ۲۳۲۸، ۲۳۳۱، ۲۳۳۸، ۲۴۹۹، ۲۷۲۰، ۳۱۵۲، ۴۲۴۸۔

بَاب ۱۰

۲۳۳۰ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو قُلْتُ لِطَاوُسٍ لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهُ قَالَ أَيْ عَمْرٌو إِنِّي أُعْطِيْهِمْ

۲۳۳۰: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا کہ عمرو (بن دینار) کہتے تھے: میں نے طاؤس سے کہا: اگر تم بٹائی چھوڑ دو تو بہتر ہے۔ کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ طاؤس نے کہا: عمرو! میں

[1] (سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب المزارعة، باب من أباح المزارعة بجزء معلوم، جزء ۶ صفحہ ۱۳۵)

[2] (مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب المزارعة علی الثلث والربع، جزء ۸ صفحہ ۱۰۰)

وَأُعِيْنُهُمْ☆ وَإِنَّ أَعْلَمَهُمْ أَخْبَرَنِي يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلٰكِنْ قَالَ أَنْ يَّمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَّعْلُوْمًا.

لوگوں کو زمینیں دیتا ہوں اور اُن کا فائدہ کرتا ہوں☆ اور صحابہ میں جو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، انہوں نے مجھے بتایا ہے؛ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی ﷺ نے اس سے منع نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا: اگر تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو یونہی مفت زمین دیدے تو یہ امر اس کا مقررہ محصول لینے سے بہتر ہے۔

اطرافهُ: ۲۳٤۲، ۲٦۳٤۔

بَاب ۱۱ : اَلْمُزَارَعَةُ مَعَ الْيَهُوْدِ

یہود کو زمین بٹائی پر دینا

۲۳۳۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ عَلَى أَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

۲۳۳۱: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ عبیداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو خیبر (کی زمین) اس شرط پر دی تھی کہ وہ اس میں محنت کریں اور اس میں کاشت کریں اور ان کے لئے پیدا وار میں سے نصف حصہ ہوگا۔

اطرافهُ: ۲۲۸۵، ۲۳۲۸، ۲۳۲۹، ۲۳۳۸، ۲٤۹۹، ۲۷۲۰، ۳۱۵۲، ٤۲٤۸۔

تشریح: اِذَا لَمْ يَشْتَرِطِ السِّنِيْنَ فِي الْمُزَارَعَةِ: روایت نمبر ۲۳۲۹ جو متعدد سندوں سے منقول ہے۔ کسی سند میں بھی خیبر کی بٹائی کے وقت کا ذکر نہیں۔ بلکہ اس کی بعض سندوں میں اس کے برعکس یہ صراحت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہودِ خیبر سے فرمایا: نُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ (کتاب الشروط، روایت نمبر ۲۷۳۰) یعنی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے، ہم اَراضی خیبر کا ٹھیکہ تمہارے پاس رکھیں گے۔ باب ۱۷ کے ارشاد میں بھی وقت کی تعیین نہیں۔ اس کی ایک دوسری سند میں یہ الفاظ ہیں: مَا شِئْنَا۔ (روایت نمبر ۲۳۳۸) جب تک ہم چاہیں گے۔ جمہور کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کاشت کے ٹھیکے میں میعاد کی تعیین ضروری ہے۔ کیونکہ وہ عقودِ لازمہ میں سے ایک عقد ہے اور اگر ٹھیکہ میں

☆ کشمیهنی کی روایت کے مطابق اس جگہ ''وَأُغْنِيهِمْ'' کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۹)

معین وقت کا ذکر نہ ہو تو سمجھا جائے گا کہ سال بھر کے لئے ہے۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۱۸)(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۶۸) مگر امام بخاریؒ محولہ بالا روایت کو مسئلہ معنونہ استنباط کرنے میں کافی نہیں سمجھے۔ کیونکہ جنگی حالات معین میعاد پر ٹھیکہ دینے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ عنوانِ باب جملہ شرطیہ ناقصہ ہے۔ یعنی شرط کا جواب اس میں چھوڑ دیا گیا ہے اور باب نمبر۱۰ بلاعنوان ہے اور لفظ مخابرۃ سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کی نوعیت عام مزارعت سے جدا تھی۔

لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ: مخابرہ کے معنے ہیں یہودِ خیبر کے ساتھ ٹھیکہ جو خاص حالات میں معاہدہ بٹائی کی صورت میں منعقد ہوا۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۹) باب۱۰ کی روایت میں عمرو بن دینار اور طاؤسؒ کی گفتگو کا ذکر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ مخابرہ ان کی گفتگو میں بطور استعارہ استعمال ہوا ہے؛ جس کے معنے مزارعت ہی کے تھے۔ **فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ** کے الفاظ سے ان کا اشارہ روایت نمبر۲۳۲۷ کی طرف ہے؛ جو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جس میں اس امر کی صراحت ہے کہ اُن دنوں اراضی کے لگان میں سونا چاندی دینے کا رواج نہ تھا۔ بلکہ بٹائی کا رواج تھا۔ طاؤس کی نسبت مسلمؒ اور نسائیؒ نے نقل کیا ہے کہ وہ سونے اور چاندی کے بدلے ٹھیکہ پر زمین دینا ناپسند کرتے تھے☆ جبکہ عمرو بن دینارؒ کے نزدیک یہ جائز تھا۔ چنانچہ اپنے قول کی تصدیق کرانے کی غرض سے وہ انہیں حضرت رافع بن خدیجؓ کے پاس لے گئے۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۹)

مذکورہ بالا روایت سے یہ ثابت کرنا مقصود نہیں کہ کونسی صورت بہتر، جائز یا ناجائز ہے۔ بلکہ صرف لفظ مخابرہ کی وجہ تسمیہ بتانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ باب۱۱ کے عنوان سے بھی یہی بتایا گیا ہے کہ مخابرہ کی مذکورہ بالا صورت (یعنی بغیر معین میعاد کے ٹھیکہ) صرف یہود ہی کے ساتھ مخصوص تھی۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برسرِ پیکار رہے اور اُن کی صلح وغیرہ تسلی بخش نہ تھی۔

امام شافعیؒ کے نزدیک مخابرہ اور مزارعہ میں یہ فرق ہے کہ اوّل الذکر سمجھوتے کا تعلق زمین کی پیداوار میں ایک معین حصے سے ہے اور ثانی الذکر سمجھوتے میں زمین ٹھیکے پر دینے اور اس میں اپنی مرضی سے کاشت کرنے اور پیداوار کا ایک معین حصہ لینے دینے سے۔ لیکن جمہور کے نزدیک دونوں سمجھوتے ایک ہی قسم کے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۶، ۱۹)

بَاب ۱۲ : مَا يُكْرَهُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي الْمُزَارَعَةِ

جو شرطیں بٹائی میں ناپسندیدہ ہیں (ان کا بیان)

۲۳۳۲ : حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَّحْيَى سَمِعَ

۲۳۳۲: صدقہ بن فضل نے ہم سے بیان کیا کہ (سفیان) بن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ

☆ (مسلم، كتاب البيوع، باب الأرض تمنح)
(نسائی، كتاب الأيمان والنذور، باب ذكر الاحاديث المختلفة فى النهى عن كراء الأرض)

حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيَّ عَنْ رَافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا أَكْثَرَ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ حَقْلًا وَكَانَ أَحَدُنَا يُكْرِي أَرْضَهُ فَيَقُوْلُ هَذِهِ الْقِطْعَةُ لِي وَهَذِهِ لَكَ فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ ذِهْ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهْ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(بن سعید انصاری) سے روایت کی کہ انہوں نے حنظلہ زُرَقی سے سنا۔ وہ حضرت رافع (بن خدیج) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: مدینہ والوں میں ہمارے کھیت سب سے زیادہ تھے اور ہم میں سے کوئی اپنی زمین کرایہ پر دیتا اور (کرایہ پر لینے والے کو) کہتا: یہ قطعہ (زمین) میرا ہے اور یہ تمہارا۔ تو کبھی ایسا ہوتا کہ یہ ٹکڑا پیداوار دیتا اور وہ ٹکڑا پیداوار نہ دیتا۔ اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس طریق سے منع فرمایا۔

اطرافہ: ۲۲۸٦، ۲۳۲۷، ۲۳٤٤، ۲۷۲۲۔

تشریح: **مَا يُكْرَهُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي الْمُزَارَعَةِ:** مزارعت بھی چونکہ ایک معاہدہ کی صورت ہے۔ اس لئے فریقین کی رضامندی پر ہی اس کے انعقاد کا انحصار ہے اور اس معاہدے میں عام دستور کا لحاظ اور پابندئ عہد لازمی ہے۔ (کتاب البیوع باب ۹۵) لیکن شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے معاہدات میں ایک اصولی ہدایت فرمائی ہے، جسے ملحوظ رکھنا اَزبس ضروری ہے۔ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ۔ یعنی ان میں ایسی صورت نہ اختیار کی جائے، جو کسی فریق کے لئے نقصان دِہ ہو۔ (ابن ماجه، کتاب الأحکام، باب من بنی فی حقه ما یضرّ بجاره) اور فرمایا: لَا غَرَرَ۔ یعنی کسی قسم کا دھوکہ فریب نہ ہو۔ آپؐ نے معاملات بیع وشراء میں بھی یہی تاکید فرمائی ہے۔ (دیکھئے کتاب البیوع باب ۴۸، ۸۱) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کے لیے باب ۷ بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۳

إِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ وَكَانَ فِي ذَلِكَ صَلَاحٌ لَّهُمْ

اگر کوئی کسی کے روپیہ سے بغیر اجازت کھیتی باڑی کرے اور اس میں ان کی بہتری ہو
(اس کے بارے میں ارشادات)

۲۳۳۳: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا

۲۳۳۳: ابراہیم بن منذر نے ہمیں بتایا۔ ابوضمرہ نے ہم سے بیان کیا کہ موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ایک بار تین شخص چلے

ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَمْشُوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ انْظُرُوْا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْهَا صَالِحَةً لِلَّهِ فَادْعُوْا اللهَ بِهَا لَعَلَّهُ يُفَرِّجُهَا عَنْكُمْ قَالَ أَحَدُهُمُ اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ كُنْتُ أَرْعَى عَلَيْهِمْ فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ أَسْقِيْهِمَا قَبْلَ بَنِيَّ وَإِنِّي اسْتَأْخَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ وَلَمْ آتِ حَتَّى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا نَامَا فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوْسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوْقِظَهُمَا وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصِّبْيَةَ وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فَرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرَجَ اللهُ فَرَأَوُا السَّمَاءَ وَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنَّهَا كَانَتْ لِي بِنْتُ عَمٍّ أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ

جا رہے تھے کہ انہیں بارش نے آ لیا تو انہوں نے پہاڑ کی ایک غار میں پناہ لی۔اس پہاڑ سے ایک پتھر غار کے منہ پر آ گرا اور انہیں غار کے اندر بند کر دیا۔تب وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔اپنے اپنے نیک عملوں پر نظر کرو؛ جو تم نے اللہ کے لئے کئے ہوں اور ان کے وسیلے سے اللہ سے دعا کرو۔شاید وہ اس (پتھر) کو تم سے ہٹا (کر نجات) دے۔ان میں سے ایک نے کہا: اے میرے اللہ! میرے ماں باپ بہت ہی بوڑھے تھے اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ میں اُن (کے پالنے) کے لئے جانور چرایا کرتا تھا۔جب شام کو گھر آتا تو میں دودھ کو پہلے والدین سے شروع کرتا۔ اپنے بچوں سے پہلے اُن کو پلاتا اور مجھے ایک دن دیر ہوگئی۔شام ہونے کے بعد گھر آیا اور انہیں سویا ہوا پایا۔ میں نے دودھ دوہا؛ جیسا کہ دودھ دوہا کرتا تھا اور اُن کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ مجھے یہ بھی ناپسند تھا کہ اُن کو جگاؤں اور یہ بھی ناپسند تھا کہ بچوں کو (پہلے) پلاؤں، حالانکہ بچے میرے پاؤں کے پاس بھوک کی وجہ سے بلک رہے تھے۔اسی حالت میں صبح ہوگئی۔اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ تیری رضا کے لئے کیا تھا تو تُو ہمارے لئے راستہ کھول دے۔جس سے ہم آسمان دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ راستہ کھول دیا اور انہوں نے آسمان دیکھا اور دوسرے نے کہا: اے میرے اللہ! میرے چچا کی ایک بیٹی تھی۔جس سے میں اتنی ہی محبت رکھتا تھا جو مردوں کو عورتوں سے ہوسکتی ہے۔ میں نے اس سے وصال چاہا۔اس نے نہ مانا؛ جب تک کہ میں اُسے ایک

الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَطَلَبْتُ مِنْهَا فَأَبَتْ حَتَّى أَتَيْتُهَا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ فَبَغَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُهَا فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا عَبْدَ اللهِ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ فَقُمْتُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فَرْجَةً فَفَرَجَ وَقَالَ الثَّالِثُ اللَّهُمَّ إِنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيْرًا بِفَرَقٍ☆ أَرُزٍّ فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قَالَ أَعْطِنِي حَقِّي فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرُعَاتَهَا فَجَاءَنِي فَقَالَ اتَّقِ اللهَ فَقُلْتُ اذْهَبْ إِلَى ذَلِكَ الْبَقَرِ وَرُعَاتِهَا فَخُذْ فَقَالَ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَسْتَهْزِئْ بِي فَقُلْتُ إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ فَخُذْ فَأَخَذَهُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ مَا بَقِيَ فَفَرَجَ اللهُ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ فَسَعَيْتُ.

اطرافہ: ۲۲۱۵، ۲۲۷۲، ۳٤٦٥، ۵۹۷٤۔

سوا اشرفیاں نہ لا دوں۔ میں نے جستجو کر کے اشرفیاں جمع کیں۔ جب میں اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈرو اور اس مہر کو جائز طریقے سے ہی کھولو۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے منہ کی خاطر کیا تو ہم سے اِس پتھر کو ہٹا کر راستہ کر دے۔ چنانچہ وہ پتھر کچھ اور سرک گیا اور تیسرے نے کہا: اے میرے اللہ! میں نے ایک فرق☆ چاولوں کے بدلے ایک شخص کو مزدوری پر لگایا تھا۔ جب وہ اپنا کام کر چکا تو اس نے کہا: مجھے میرا حق دو۔ میں نے اس کے سامنے پیش کیا۔ اس نے اس کو منظور نہ کیا۔ میں ان چاولوں سے کھیتی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس سے میں نے گائے بیل اور اُن کے چرواہے اکٹھے کر لئے۔ کچھ عرصہ بعد وہ میرے پاس آیا اور کہا: اللہ سے ڈرو (اور میری مزدوری دے دو۔) میں نے کہا: ان گائے بیلوں اور ان کے چرواہوں کے پاس جاؤ اور انہیں سنبھال لو۔ اس نے کہا: اللہ سے ڈرو۔ مجھ سے ٹھٹھا نہ کرو۔ میں نے جواب دیا۔ میں تم سے ٹھٹھا نہیں کرتا۔ انہیں لے لو۔ چنانچہ اس نے انہیں لے لیا۔ (اے اللہ!) اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے منہ کی خاطر کیا تھا تو جو (پتھر) باقی رہتا ہے، اسے بھی ہٹا دے تو اللہ نے اُسے ہٹا دیا۔ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے نافع سے بَغَيْتُ کی جگہ سَعَيْتُ کا لفظ روایت کیا۔

☆ فَرَق تین صاع یا سولہ رطل کا ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۷۲)

تشریح: اِذَا زَرَعَ بِمَالِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ: اس تعلق میں دیکھئے کتاب البیوع تشریح باب ۹۸۔اس باب کے لانے کا منشاء یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے مال سے کام کرے تو اس کی آمد رقم والے کی ہوگی اور وہ اسے لے سکتا ہے۔

بَاب ١٤

أَوْقَافُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَرْضُ الْخَرَاجِ وَمُزَارَعَتُهُمْ وَمُعَامَلَتُهُمْ

صحابۂ نبی ﷺ کے اوقاف اور اراضی خراج اور اُن کی بٹائی اور اُن کے معاملات

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ لَا يُبَاعُ وَلَكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ فَتَصَدَّقَ بِهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: اصل (زمین) کو وقف کردیں۔ وہ بیچی نہ جائے؛ بلکہ اس کی پیداوار سے خرچ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس کو وقف کر دیا۔

٢٣٣٤: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ.

۲۳۳۴: صدقہ (بن فضل) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن (بن مہدی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے زید بن اسلم سے، زید نے اپنے باپ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر نئے آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو میں جو بھی بستی فتح کرتا، اُس کو اُس کے فتح کرنے والوں ہی میں بانٹ دیتا؛ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو بانٹا۔

اطرافهُ: ٣١٢٥، ٤٢٣٥، ٤٢٣٦۔

تشریح: اَوْقَافُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَرْضُ الْخَرَاجِ وَمَزَارَعَتُهُمْ: آنحضرت ﷺ کی بعض اراضیات بطور وقف تھیں اور صحابہ کرامؓ ان میں بطور مزارع کاشت کرتے تھے۔ یہود کی خیبر کی اراضی بھی انہیں کاشت کے لئے دی گئی اور وہ اس کا لگان یعنی پیداوار کا مقررہ حصہ ادا کرتے تھے۔

تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ لَا يُبَاعُ وَلَكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ: عنوانِ باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ محولہ روایت کتاب الوصایا میں حضرت ابن عمرؓ سے مفصل منقول ہے کہ مقام ثمغ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کا ایک قطعہ اراضی تھا۔ جس میں نخلستان تھا۔ انہوں نے یہ یتامیٰ وغیرہ کے لئے بطور صدقہ وقف کر دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے حاصلات سے فائدہ اُٹھایا جائے اور اصل جائیداد محفوظ رہے؛ نہ بیع کی جائے اور نہ ورثہ میں تقسیم ہو۔ (کتاب الوصایا، باب۲۲، روایت نمبر۲۷۶۴) معجم الکبریٰ میں ذکر کیا گیا ہے کہ مدینہ کے قریب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک نخلستان تھا۔ وہ ایک دن وہاں گئے اور نمازِ عصر نہ پڑھ سکے۔ اس لئے بطور کفارہ یہ نخلستان وقف کر دیا۔ ابن اثیرؒ نے بھی اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ثمغ کے علاوہ اُن کا ایک اور باغ بھی تھا جو صرمہ بن اکوع کے نام سے مشہور تھا۔ اس باغ کو بھی حضرت عمرؓ نے وقف کر دیا تھا۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۷۳)

لَوْ لَا آخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ ....: ابن التینؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیت **وَالَّذِيْنَ جَآءُ وْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُ وْفٌ رَّحِيْمٌ** o (الحشر :۱۱) سے استنباط کیا ہے کہ عراق عرب کی مفتوحہ زمین بجائے تقسیم لگان اور بٹائی پر دی جائے تا مستقبل میں ضرورت مند مسلمانوں کے لئے کام آئے۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۲۳) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۷۳) آیت کا ترجمہ یہ ہے اور جو لوگ ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں: اے ہمارے ربّ! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں؛ بخش اور ہمارے دلوں میں مومنوں کے لئے کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے ربّ! تو بہت ہی مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

بَاب۱۵ : مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا

(یہ باب اس بارے میں ہے کہ) جس نے بنجر زمین آباد کی (اس کا کیا حکم ہے؟)

وَرَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ فِي أَرْضِ الْخَرَابِ بِالْكُوْفَةِ مَوَاتٌ. وَقَالَ عُمَرُ مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ. وَيُرْوَى عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ فِي غَيْرِ حَقِّ مُسْلِمٍ وَلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ فِيْهِ حَقٌّ. وَيُرْوَى فِيْهِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت علیؓ نے کوفہ کی غیر آباد زمین کے لئے یہی فرمایا (کہ جو آباد کرے، وہ اس کی ملکیت ہوگی) اور حضرت عمرؓ نے کہا: جس نے غیر آباد زمین آباد کی، وہ اسی کی ہو جاتی ہے اور حضرت عمرو بن عوفؓ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی اور اس پر اتنا زیادہ کیا: بشرطیکہ وہ کسی مسلمان کی ملکیت نہ ہو اور ایسے شخص کے لئے جو ظالم طبع ہو، ایسی زمین میں حق نہیں اور یہی حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔

۲۳۳۵: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ. قَالَ عُرْوَةُ قَضَى بِهِ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي خِلَافَتِهِ.

۲۳۳۵: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ بن ابی جعفر سے، عبیداللہ نے محمد بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جوشخص ایسی زمین آباد کرے، جوکسی کی ملکیت نہ ہوتو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ عروہ نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں یہی فیصلہ کیا۔

تشریح: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَّوَاتًا: مَوَات کے معنے غیرآباد، دوراُفتادہ زمین کے ہیں کہ جوکسی کی ملکیت نہ ہو۔ جمہور علماء کے نزدیک ایسی زمین آباد کرنے والے کی ہی ملکیت ہوگی۔ کیونکہ وہ اس کی آبادی پر محنت کرتا ہے۔ خواہ یہ زمین آبادی کے قریب ہو یا دور۔ قطع نظر اس سے کہ امام وقت سے آباد کرنے کی اجازت حاصل کرے یا نہ کرے۔ امامِ وقت سے عدمِ اجازت کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر قید وشرط مروی ہے: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَّيْتَةً فَلَهُ مِنْهَا يَعْنِي اَجْرًا وَمَا أَكَلَتِ الْعَوَافِيُ مِنْهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ (مسند احمد بن حنبل جزء۳ صفحہ۳۰۴) یعنی جس نے افتادہ زمین آباد کی تو اُسے آباد کرنے کی وجہ سے ثواب ہوگا اور جو حاجت منداس میں سے کھائیں گے، وہ اس کے لئے صدقہ ہوگا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: عَادِيُّ الْأَرْضِ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ مِنِّي اَىْ أَيُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ [۱] اے مسلمانو! زمانہ عادکی یعنی قدیم اراضی اللہ اوراُس کے رسول کے لئے ہیں۔ پھر وہ میری طرف سے تمہارے لئے ہیں۔ ایک روایت میں بجائے عَادِي؛ مَوَاتًا مِنَ الْأَرْضِ کےالفاظ ہیں۔ یعنی غیرآباد زمین۔ یہ ارشادِ نبوی عام حق ملکیت دینے میں کافی سمجھا گیا ہےاوراس تعلق میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسی زمین دارالاسلام میں واقع ہو اور غیرمسلم اس اعلان سے فائدہ اُٹھانے کا مجاز نہیں۔ غرض اس قسم کےفتووں کے پیش نظر یہ باب قائم کرکےعنوان میں چندحوالےنقل کئے گئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۴، ۲۵) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۱۷۴ تا ۱۷۷)

پہلا حوالہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کےفتوے کا ہے جواُنہوں نے کوفہ میں بنجر اراضی کی آبادی سے متعلق دیا تھا۔ دوسرا حوالہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت سے تعلق رکھتا ہے جوموطا امام مالکؒ میں مروی ہے[۲] اس کی وضاحت یہ

[۱] (مسند الشافعي، من كتاب الطعام والشراب وعمارة الأرضين، صفحہ۳۸۲)
(سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب إحياء الموات، باب لا يترك ذمي يحييه، جزء۶ صفحہ۱۴۳)

[۲] (مؤطا امام مالک، كتاب الأقضية، باب القضاء فی عمارة الموات)

بیان ہوئی ہے کہ مسلمانوں نے پتھروں کی باڑ لگا کر زمینیں اپنے لئے مخصوص کرنا شروع کر دیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ زمینیں تاوقتیکہ آباد نہ کی جائیں، کسی شخص کی ملکیت نہیں ہو سکتیں۔ (**کتاب الاموال لأبی عبید بن سلام**) یہی روایت عباس بن یزید سے بھی مروی ہے۔اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ منقول ہیں: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَّوَاتًا لَيْسَ فِي يَدِ مُسْلِمٍ وَلَا مُعَاهِدٍ فَهِيَ لَهُ۔ جس نے غیر آباد زمین آباد کی، وہ اسی کے لئے ہے۔ بشرطیکہ وہ زمین کسی مسلمان یا غیر مسلم معاہد کے قبضہ میں نہ ہو۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۷۴)

تیسرا حوالہ حضرت عمرو بن عوفؓ کی روایت کا ہے۔ جسے اسحاق بن راہویہ نے نقل کیا ہے۔اس میں بھی یہی صراحت ہے کہ کسی مسلمان کا اس پر قبضہ نہ ہو اور کسی غیر مسلم کا اس میں کوئی حق نہ ہو۔نسائی، ابوداؤد اور ترمذی نے بھی ان الفاظ کی روایات درج کی ہیں[۱] **لَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ فِيْهِ حَقٌّ** کی یہ تشریح کی گئی ہے عِرْقٍ ظَالِمٍ صفت موصوف اور عِرْق سے پہلے ذُو محذوف ہے اور عبارت یوں ہے: لَيْسَ لِذِيْ عِرْقٍ ظَالِمٍ فِيْهِ حَقٌّ۔یعنی کسی ایسے شخص کا اس میں حق نہیں جس نے اس پر ظالمانہ قبضہ کر لیا ہو اور یہ جملہ بصورتِ ترکیب اضافی بھی پڑھا گیا ہے۔یعنی لَيْسَ لِعِرْقِ ظَالِمٍ فِيْهِ حَقٌّ ۔ یعنی کسی ظالم کی رگ کا اس میں حق نہیں ہے۔ یہ جملہ خواہ ترکیب توصیفی ہو یا ترکیب اضافی؛ مفہوماً ایک ہی ہے۔ظالم سے مراد وہ شخص ہے جو حق ملکیت وغیرہ کے بغیر زمین پر قابض ہو گیا ہو۔

چوتھا حوالہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جسے احمد بن حنبلؒ نے عباد بن عباد سے نقل کیا ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَّيْتَةً فَلَهُ مِنْهَا يَعْنِي اَجْرًا وَمَا أَكَلَتِ الْعَوَافِيُ مِنْهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ[۲] ترمذی کی روایت بھی اسی سند سے ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَّيْتَةً فَهِيَ لَهُ[۳]

پانچواں حوالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ہے۔ **چھٹا حوالہ** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کا ہے؛ جو مرسل ہے۔عروہ راوی کی پیدائش زمانہ خلافت ثانیہ کے آخری حصہ میں ہوئی تھی۔واقعہ جمل میں ان کی عمر ۱۳ سال سے زیادہ نہ تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۳ھ میں ہوئی۔اس لئے ان کی روایتوں پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو ترجیح دی گئی ہے۔

یہ ایک مستقل مضمون ہے جس کا تعلق بنجر زمین کی آبادی سے ہے اور یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ آیا امام یا حکومت وقت سے اجازت لینی ضروری ہے یا نہیں؟ امام شافعیؒ اور امامینؒ (یعنی امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا اِذن کی بناء پر امام یا حکومت سے اجازت حاصل کرنا ضروری نہیں سمجھتے؛ خواہ غیر آباد زمین آبادی سے نزدیک ہو یا دور۔امام مالکؒ کے نزدیک آبادی کے قرب وجوار کی بنجر زمین آباد کرنے میں اجازت حاصل کرنا لازمی ہے تا کہ اس

---

[۱] (سنن الکبریٰ للنسائی، کتاب إحیاء الموات، باب الحث علی إحیاء الموات)
(ابوداؤد، کتاب الخراج، باب فی إحیاء الموات)
(ترمذی، کتاب الأحکام، باب ما ذکر فی إحیاء أرض الموات)

[۲] (مسند احمد بن حنبل، جزء۳صفحہ۳۰۴)

[۳] (ترمذی، کتاب الأحکام، باب ما ذکر فی إحیاء أرض الموات)

بات کی نگرانی ہو سکے کہ آبادی والوں کے کام آسکنے والی زمین پر قبضہ کر کے اُن کے لئے دقت پیدا نہ کرے۔ امام ابوحنیفہؒ افتادہ زمین کی آبادی کے لئے بہر حال اجازت حاصل کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور اس رائے میں ان کا استدلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہے جو بخاری میں مروی ہے: لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ[1] یعنی محفوظ جگہیں اللہ اور رسولؐ کی ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۷۶) حق تملیک اسی وقت قائم ہوسکتا ہے جب اولوالامر کی اجازت ہو۔ اگر کسی نے غیر آباد زمین بغیر اجازت آباد کی تو وہ اس کے حاصلات سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ لیکن اگر امام یا حکومت وقت کو رفاہِ عامہ کی خاطر اس کی ضرورت پیش آئے تو وہ حکماً اس سے بے دخل کیا جا سکتا ہے۔ اسی غرض سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کا ذکر آخر میں کیا گیا ہے۔ ان سے ابوعبداللہ بصری نے بصرے کی مفتوحہ اراضی میں سے ایک افتادہ اراضی آباد کرنے کی اجازت طلب کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ عامل بصرہ کو لکھا کہ اگر وہ محفوظ اراضی میں سے ہے تو اسے اجازت دی جائے[2] امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اور قول مذکورہ بالا رائے کی تائید میں نقل کیا ہے: لَنَا رِقَابُ الْاَرْضِ[2] یعنی غیر آباد اَراضی کا حق ملکیت ائمۃ المسلمین کا ہے۔ یہی رائے معقول ہے اور عدل و امن رکھنے کی ضامن ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۷۶)

نظر بر وجوہِ بالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَّيْتَةً فَهِيَ لَهُ کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص افتادہ زمین کو شرائطِ آبادکاری کے تحت آباد کرے گا، وہ اس کا حق دار ہوگا؛ خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ اس ارشادِ نبوی میں کسی کی تخصیص نہیں کی گئی اور ان شرائط میں سے اولوالامر کا اِذن بھی ہے۔ جہاں ابھی باقاعدہ نظامِ حکومت نہ ہوا ہو اور غیر آباد علاقے افتادہ اراضیات کی صورت میں پڑے ہوں؛ وہاں امام شافعیؒ وغیرہ کے فتوے پر عمل کیا جائے گا۔ دونوں نقطۂ نظر مختلف حالات کے تحت قابل عمل ہیں۔

بَاب ۱۶

۲۳۳۶: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فِي

۲۳۳۶: قُتَیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے، موسیٰ نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے، انہوں نے اپنے باپ (حضرت عبد اللہ بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بمقام ذی الحلیفہ نالے کے نشیب میں

[1] (بخاری، كتاب المساقاة، باب لا حمى إلّا للّٰه ولرسوله، روایت نمبر ۲۳۷۰)

[2] (شرح معانی الآثار للطحاوی، كتاب السير، باب إحياء الأرض الميّتة، جزء۳صفحہ۲۷۰)

بَطْنِ الْوَادِيْ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ فَقَالَ مُوْسَى وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ بِالْمُنَاخِ الَّذِيْ كَانَ عَبْدُ اللهِ يُنِيْخُ بِهِ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بِبَطْنِ الْوَادِيْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ وَسَطٌ مِّنْ ذَلِكَ.

اطرافهُ: ۴۸۳، ۱۵۳۵، ۷۳۴۵.

اُترے ہوئے تھے تو آپؐ کو خواب میں ایک نظارہ دکھایا گیا اور آپؐ سے کہا گیا: تم مبارک وادی میں ہو۔ موسیٰ (بن عقبہ) نے کہا: سالم نے ہمارے اونٹ اسی جگہ بٹھائے؛ جہاں حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) بٹھایا کرتے تھے۔ وہ اسی جگہ کا قصد کرتے تھے۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو منزل کی تھی اور وہ اُس مسجد کے نیچے ہے جو نالے کے نشیب میں ہے۔ مسجد اور راستے کے عین درمیان۔

۲۳۳۷: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّيْلَةَ أَتَانِي آتٍ مِنْ رَّبِّي وَهُوَ بِالْعَقِيْقِ أَنْ صَلِّ فِي هَذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ.

اطرافهُ: ۱۵۳۴، ۷۳۴۳.

۲۳۳۷: اسحاق بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب بن اسحاق نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اوزاعی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: مجھے یحيٰ (بن ابی کثیر) نے بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے، حضرت عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: آج رات میرے ربّ سے ایک آنے والا میرے پاس آیا۔ آپؐ اس وقت وادیٔ عقیق میں تھے۔ (اس نے کہا) کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور کہو: حج کے ساتھ عمرہ بھی ہوگا۔

تشریح: یہ باب بغیر کسی عنوان کے ہے۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ یہ باب بھی اُن ابواب میں سے ہے جو صحیح بخاری میں بطور فصل قائم کئے گئے ہیں۔ یعنی سابقہ مضمون سے متعلقہ مسائل ختم ہونے کی علامت ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۶) اس خاتمہ میں بھی دراصل اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ بعض مقامات دینی تقدس کی وجہ سے اراضیٔ موات کی قسم سے خارج ہوتے ہیں اور ان میں کسی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں۔ ازاں جملہ شاملاتِ دیہہ، چراگاہیں، گھاٹ اور جنگل بھی ہیں۔ جہاں مویشی وغیرہ جانوروں کی خوراک، پانی اور لوگوں کے لئے ایندھن وغیرہ کے ذخائر ہوتے ہیں۔

مُعَرَّس بمعنی منزل ہے۔ تَعْرِیْس سے صیغہ ظرف مکان ہے۔ عَرَّسَ کے معنے اثنائے سفر میں آرام کرنے کی غرض سے رات کے آخری حصہ میں اُترنا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۷۸) (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۷) وادیٔ عقیق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا اور ایک خواب کی بناء پر یہ وادی مبارک قرار دی گئی۔ وادیٔ عقیق مقام ذوالحلیفہ میں ہے۔

شاملاتِ دیہہ سے متعلق بعض فقہاء نے کئی ایک سوال اُٹھائے ہیں جو نظر انداز کئے جانے کے قابل ہیں۔ صرف عمارت اور کاشت وغیرہ ہی کسی ویرانہ کی آبادی کا سبب نہیں ہیں بلکہ مذہبی اغراض بھی اس کا سبب ہو سکتے ہیں۔

بَاب ۱۷

إِذَا قَالَ رَبُّ الْأَرْضِ أُقِرُّكَ مَا أَقَرَّكَ اللّٰهُ وَلَمْ يَذْكُرْ أَجَلًا مَّعْلُوْمًا فَهُمَا عَلَى تَرَاضِيْهِمَا

(یہ باب اس بارے میں ہے کہ) اگر زمین کا مالک (کاشتکار سے) کہے:
میں تجھ کو اس وقت تک رکھوں گا جب تک کہ اللہ تجھے رکھے اور کوئی میعاد بیان نہ کرے
تو وہ دونوں باہمی رضامندی کے ہی پابند رہیں گے۔

۲۳۳۸: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسَى أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۳۳۸: احمد بن مقدام نے ہمیں بتایا کہ فضیل بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا کہ موسیٰ (بن عقبہ) نے ہمیں بتایا کہ نافع نے ہمیں خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تھا۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَجْلَى الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ وَكَانَ

(دوسری سند) اور عبدالرزاق نے بھی کہا: ابن جریج نے ہمیں خبر دی کہا: موسیٰ بن عقبہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہود و نصاریٰ کو حجاز سے جلاوطن کر دیا تھا اور جب

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ أَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا وَكَانَتِ الْأَرْضُ حِيْنَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلَّهِ وَلِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ وَأَرَادَ إِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا فَسَأَلَتِ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُقِرَّهُمْ بِهَا أَنْ يَّكْفُوْا عَمَلَهَا وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلَى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا فَقَرُّوْا بِهَا حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ إِلَى تَيْمَاءَ وَأَرِيْحَاءَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر پر غالب آئے تو آپؐ نے خیبر سے یہود کے نکالنے کا ارادہ کیا تھا اور جب آپؐ اس پر غالب ہوئے تو اس کی زمین اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہوگئی تھی اور آپؐ نے یہود کو اس سے نکالنا چاہا تو یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپؐ انہیں وہیں رہنے دیں؛ اس شرط پر کہ اس زمین میں محنت مزدوری کریں گے اور پیداوار کا آدھا حصہ اُن کا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے کہا: ہم تمہیں اس میں جب تک چاہیں، اس پر رہنے دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ وہاں رہے؛ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے انہیں تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کردیا۔

اطرافهُ: ٢٢٨٥، ٢٣٢٨، ٢٣٢٩، ٢٣٣١، ٢٤٩٩، ٢٧٢٠، ٣١٥٢، ٤٢٤٨۔

تشریح: **لَمْ يَذْكُرْ أَجَلًا مَّعْلُوْمًا فَهُمَا عَلَى تَرَاضِيْهِمَا:** معنونہ مسئلہ کے تعلق میں باب ۹ مع تشریح بھی دیکھئے۔

تَيْمَآءَ وَأَرِيْحَآءَ: تیماء وادیٔ القریٰ میں اور اریحاء بیت المقدس اور بحیرہ مردار کے درمیان واقع ہے۔ قدیم زمانہ سے یہ دونوں بستیاں مشہور ہیں۔ اریحاء اب حکومت شرقی اردن میں ہے اور آباد شہر ہے۔ ۱۹۱۷ء میں مجھے دو دفعہ وہاں جانے کا موقع ملا اور میں نے اس کے کھنڈرات دیکھے۔ جن سے اس شہر کے قدیم تمدن کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی وقت بارونق شہر تھا۔ گنے کی کاشت اور شکر سازی کے لئے مشہور تھا۔ اہل تیمآء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں جزیہ کی ادائیگی کا معاہدہ کرکے صلح کرلی تھی۔

(فتوح البلدان بلاذری، أمر وادی القریٰ وتیماء، جزءاوّل صفحہ۴۰)

بَاب ۱۸

مَا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يُوَاسِيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الزِّرَاعَةِ وَالثَّمَرِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جو کھیتی باڑی اور پیداوار میں ایک دوسرے سے ہمدردی کیا کرتے تھے

۲۳۳۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ أَبِي النَّجَاشِيِّ مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَمِّهِ ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ ظُهَيْرٌ لَقَدْ نَهَانَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا قُلْتُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ حَقٌّ قَالَ دَعَانِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا تَصْنَعُوْنَ بِمَحَاقِلِكُمْ قُلْتُ نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرَّبِيْعِ وَعَلَى الْأَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ وَالشَّعِيْرِ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا ازْرَعُوْهَا أَوْ أَزْرِعُوْهَا أَوْ أَمْسِكُوْهَا قَالَ رَافِعٌ قُلْتُ سَمْعًا وَطَاعَةً.

۲۳۳۹: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ اوزاعی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالنجاشی سے، جو رافع بن خدیج کے آزاد کردہ غلام تھے۔ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت رافع بن خدیج بن رافعؓ سے سنا۔ وہ اپنے چچا حضرت ظُہَیر بن رافعؓ سے روایت کرتے تھے۔ ظُہَیر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسی بات سے منع فرمایا جو ہمارے لئے فائدہ مند تھی۔ میں نے کہا: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہی بجا تھا۔ ظُہَیر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ آپؐ نے پوچھا: تم اپنے کھیتوں کو کیا کرتے ہو؟ میں نے کہا: ہم انہیں ٹھیکہ پر دیتے ہیں؛ اس شرط پر کہ جو نالیوں کے قریب پیداوار ہو، وہ ہم لیں گے اور کھجور اور جو میں چند وسق کے حساب سے۔ آپؐ نے فرمایا: ایسا نہ کیا کرو۔ تم خود ان میں کاشت کرو یا ان میں کاشت کراؤ یا انہیں خالی رہنے دو۔ حضرت رافعؓ کہتے تھے: میں نے کہا: میں نے سن لیا ہے اور ایسا ہی ہوگا۔

اطرافہُ: ٢٣٤٦، ٢٣٤٧، ٤٠١٢، ٤٠١٣۔

٢٣٤٠: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوْا يَزْرَعُوْنَهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.

طرفهُ: ٢٦٣٢۔

۲۳۴۰: عبیداللہ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ اوزاعی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عطاء (بن ابی رباح) سے، عطاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: (مدینہ والے) کھیتوں کو تہائی، چوتھائی اور آدھوں آدھ پر کاشت کیا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی زمین ہو، چاہیے کہ اس میں وہ خود کاشت کرے یا اس کو (کاشت کے لئے اپنے بھائی کو) مفت دیدے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو وہ اپنی زمین کو (خالی) پڑا رہنے دے۔

٢٣٤١: وَقَالَ الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.

۲۳۴۱: اور ربیع بن نافع ابوتوبہ نے کہا: معاویہ (بن سلام) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ (بن ابی کثیر) سے، یحيٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی زمین ہو تو چاہیے کہ اس میں خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو (کاشت کے لئے) مفت دیدے۔ اگر یہ نہ کرے تو پھر اپنی زمین کو (خالی) پڑا رہنے دے۔

٢٣٤٢: حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ ذَكَرْتُهُ لِطَاوُسٍ فَقَالَ يُزْرِعُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلَكِنْ قَالَ أَنْ يَّمْنَحَ

۲۳۴۲: قبیصہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے طاؤس سے (حضرت رافعؓ کی حدیث) بیان کی تو انہوں نے کہا: (زمین کا مالک) زمین بٹائی پر دے سکتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا: بلکہ آپؐ نے

أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّأْخُذَ شَيْئًا مَّعْلُوْمًا.

یہ فرمایا تھا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو مفت (زمین کاشت کے لئے) دیدے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے، بہ نسبت اس کے کہ اس پر مقررہ لگان لے۔

اطرافهُ: ٢٣٣٠، ٢٦٣٤.

٢٣٤٣: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يُكْرِيْ مَزَارِعَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ مُعَاوِيَةَ.

۲۳۴۳: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے نافع سے روایت کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں اور معاویہؓ کی امارت کے شروع میں اپنے کھیتوں کو لگان (یعنی بٹائی) پر دیا کرتے تھے۔

طرفهُ: ٢٣٤٥.

٢٣٤٤: ثُمَّ حُدِّثَ عَنْ رَافِعِ ابْنِ خَدِيْجٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى رَافِعٍ فَذَهَبْتُ مَعَهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّا كُنَّا نُكْرِيْ مَزَارِعَنَا عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا عَلَى الْأَرْبِعَاءِ وَبِشَيْءٍ مِّنَ التِّبْنِ.

۲۳۴۴: پھر حضرت رافع بن خدیجؓ کی یہ حدیث بتائی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتوں کو ٹھیکہ پر دینے سے منع فرمایا۔ اس پر حضرت ابن عمرؓ حضرت رافعؓ کے پاس گئے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ پھر ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتوں کو ٹھیکہ پر دینے سے منع فرمایا۔ اس پر حضرت ابن عمرؓ نے کہا: آپؓ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنے کھیتوں کو اس پیداوار کے بدلے لگان پر دیا کرتے تھے، جو نالیوں پر ہوتی اور کچھ بھوسہ بھی معاوضہ میں لیتے تھے۔

اطرافهُ: ٢٢٨٦، ٢٣٢٧، ٢٣٣٢، ٢٧٢٢.

٢٣٤٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَعْلَمُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْأَرْضَ تُكْرَى ثُمَّ خَشِيَ عَبْدُ اللهِ أَنْ يَكُوْنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَحْدَثَ فِي ذَلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُهُ فَتَرَكَ كِرَاءَ الْأَرْضِ.

طرفهُ: ٢٣٤٣۔

۲۳۴۵: یحیٰی بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عُقَیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ سالم نے مجھے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جانتا تھا کہ زمین بٹائی پر دی جاتی تھی۔ پھر حضرت عبداللہؓ ڈرے کہ ممکن ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بابت کوئی نیا حکم دیا ہو، جس کو وہ نہ جانتے ہوں۔ اس لئے انہوں نے زمین بٹائی پر دینی چھوڑ دی۔

بَاب ١٩: كِرَاءُ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

زمین کو سونے چاندی کے بدلے ٹھیکہ پر دینا

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ أَمْثَلَ مَا أَنْتُمْ صَانِعُوْنَ أَنْ تَسْتَأْجِرُوا الْأَرْضَ الْبَيْضَاءَ مِنَ السَّنَةِ إِلَى السَّنَةِ.

اور (حضرت عبداللہ) بن عباسؓ نے کہا: اچھا طریق جو تم زمینوں کو ٹھیکہ پر دینے میں اختیار کر سکتے ہو؛ یہ ہو سکتا ہے کہ تم اپنی افتادہ زمین کو ایک ایک سال کے لئے دیا کرو۔

٢٣٤٦-٢٣٤٧: حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ رَبِيْعَةَ ابْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَنْظَلَةَ ابْنِ قَيْسٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمَّايَ أَنَّهُمْ كَانُوْا يُكْرُوْنَ

۲۳۴۶-۲۳۴۷: عمرو بن خالد نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے، ربیعہ نے حنظلہ بن قیس سے، حنظلہ نے حضرت رافع بن خدیجؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میرے دونوں چچاؤں نے مجھ سے بیان

الْأَرْضَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْأَرْبِعَاءِ أَوْ شَيْءٍ يَسْتَثْنِيهِ صَاحِبُ الْأَرْضِ فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقُلْتُ لِرَافِعٍ فَكَيْفَ هِيَ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ فَقَالَ رَافِعٌ لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَقَالَ اللَّيْثُ وَكَانَ الَّذِي نُهِيَ مِنْ ذَلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ فِيْهِ ذَوُو الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيْزُوْهُ لِمَا فِيْهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ.

اطرافهما: ۲۳۳۹، ۴۰۱۲-۴۰۱۳۔

کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں زمینوں کو اِس شرط پر ٹھیکہ پر دیتے تھے کہ جو پانی کی نالیوں کے قریب کی زمین میں پیداوار ہو، وہ ان کی ہوگی یا کچھ پیداوار مالکِ زمین اپنے لئے مخصوص کرلیتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کردیا۔ میں نے حضرت رافعؓ سے پوچھا: دینار اور درہم کے عوض لگان دینا کیسا ہے؟ تو حضرت رافعؓ نے کہا: دینار اور درہم کے بدلے زمین کے دینے میں کوئی برائی نہیں اور لیث نے کہا: جس بٹائی سے منع کیا گیا ہے، وہ ایسی ہے کہ اگر اس میں حلال وحرام سمجھنے والے غور کریں تو کبھی اس کو جائز قرار نہ دیں۔ کیونکہ اس میں دھوکا ہے۔

تشریح: **كِرَاءُ الْاَرْضِ:** حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت کے پیش نظر بعض فقہاء نے بٹائی کے طریق پر زمین کاشت کے لئے ٹھیکہ پر دینا ممنوع قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے مقابل دوسروں نے یہ کہا ہے کہ یہ راوی اپنی روایت میں منفرد ہیں اور صحابہ کرامؓ کا تعامل ان کے بیان کی تائید نہیں کرتا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایات مندرجہ بالا سے یہ ثابت کیا ہے کہ ان کی روایت منفرد نہیں۔ بلکہ دوسری سندوں سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے اسے صحیح تسلیم کر کے عنوانِ باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم واضح کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زمین میں خود کاشت نہیں کرتا اور نہ دوسروں کو کاشت کے لئے بٹائی پر دیتا ہے تو وہ کسی دوسرے کو کام کرنے کے لئے مفت دی جائے گی۔ چنانچہ باب (نمبر۱۸) کی دوسری، تیسری اور چوتھی روایت میں جو حضرت جابرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں، بلا معاوضہ دیئے جانے کی صراحت ہے۔ جیسا کہ لِيَمْنَحْهَا کا جملہ دلالت کرتا ہے۔ (دیکھئے روایات نمبر ۲۳۴۰، ۲۳۴۱، ۲۳۴۲) مِنْحَة کے معنی ہیں عطیہ۔ علاوہ ازیں چوتھی روایت (نمبر ۲۳۴۲) میں یہ بھی صراحت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بٹائی پر ٹھیکہ دینے سے نہیں روکا۔ بلکہ اس کے برعکس پانچویں روایت (نمبر ۲۳۴۳) سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہدِ مبارک میں صحابہ کرامؓ زمینیں ٹھیکہ پر کاشت کے لئے دیا کرتے تھے۔ ان تمام تصریحات کے پیش نظر حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت کا مفہوم اتنا ہی ہے جو امام بخاریؒ نے عنوانِ باب (نمبر۱۸) میں نمایاں کیا ہے۔ یعنی از راہِ ہمدردی اور اعانت صحابہ کرامؓ کا ایک دوسرے کو زمین کاشت پر

دینے سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لَا تَفْعَلُوْا کا مفہوم یہ نہیں کہ زمینیں ٹھیکے پر نہ دی جائیں۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ مہاجر خود محتاج ہیں؛ غیروں کو یہ زمینیں ٹھیکے پر دینا مناسب نہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی زمین ٹھیکے پر دینے کا سابقہ طریق ترک کر دینا احتیاط کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ باب ۱۸ میں حضرت رافع بن خدیجؓ کی روایت جو ایک دوسری سند سے مروی ہے؛ اس میں مزید وضاحت ہے کہ زمینیں نقد ٹھیکے پر دی جاتی تھیں اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا گیا۔ دراصل محاقلہ اور مخاضرہ☆ کی صورت میں آنحضرت ﷺ نے زمین ٹھیکے پر دینے کی ممانعت فرمائی (دیکھئے کتاب البیوع، باب۹۳) اور اس سے بھی منع کیا کہ جہاں کھیتی پانی کی نالی کے قریب ہو، اس کی فصل مالک اپنے لئے مخصوص کر لے اور دور کی کھیتی جہاں پانی کم پہنچتا ہو، اس کی فصل مزارع کے لئے رہنے دے یہ طریق اس کے لئے نقصان دہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے دریافت کرنے پر حضرت ظُہَیر بن رافعؓ نے جواب دیا: نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرَّبِيْعِ ۔ جسے آپؐ نے پسند نہیں فرمایا۔ (دیکھئے روایت نمبر۲۳۳۲، ۲۳۳۹) ان روایات میں یہ بھی ذکر ہے کہ حضرت رافع بن خدیجؓ کے خاندان کی مدینہ میں سب سے زیادہ اراضیات تھیں؛ جن میں سے بعض خالی پڑی رہتیں۔

إِنَّ أَمْثَلَ مَا أَنْتُمْ صَانِعُوْنَ أَنْ تَسْتَأْجِرُوْا الْأَرْضَ .....: عنوانِ باب (نمبر۱۹) میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے حوالے کے لئے دیکھئے کتاب الهبة، باب۳۵، روایت نمبر۲۶۳۴۔

بَاب ٢٠

۲۳۴۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنَا هِلَالٌ ح. وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا يُحَدِّثُ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ

۲۳۴۸: محمد بن سنان نے ہمیں بتایا۔ فُلَیح نے ہم سے بیان کیا کہ ہلال (بن علی) نے ہمیں بتایا۔ نیز عبداللہ بن محمد نے بھی مجھے بتایا کہ ابو عامر نے ہم سے بیان کیا کہ فُلَیح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہلال بن علی سے، ہلال نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باتیں کر رہے تھے اور آپؐ کے پاس بدوؤں میں سے بھی ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ (آپؐ نے فرمایا:)

☆ محاقلہ سے مراد خشک اناج کے عوض کھڑی فصل کی خرید و فروخت کرنا نیز خشک اناج کے عوض قابل کاشت زمین کا ٹھیکے پر دینا ہے۔ جبکہ مخاضرہ سے مراد ہری فصل کی خرید و فروخت ہے۔ (تشریح کتاب البیوع باب۹۳)

أَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ فَقَالَ لَهُ أَلَسْتَ فِيْمَا شِئْتَ قَالَ بَلَى وَلٰكِنْ أُحِبُّ أَنْ أَزْرَعَ قَالَ فَبَذَرَ فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَاسْتِوَاؤُهُ وَاسْتِحْصَادُهُ فَكَانَ أَمْثَالَ الْجِبَالِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ دُوْنَكَ يَا ابْنَ آدَمَ فَإِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ وَاللّٰهِ لَا تَجِدُهُ إِلَّا قُرَشِيًّا أَوْ أَنْصَارِيًّا فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ {☆وَأَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِأَصْحَابِ زَرْعٍ} فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

جنتیوں میں سے ایک شخص نے اپنے ربّ سے کھیتی کرنے کی اجازت مانگی تو (اس کے ربّ نے) اس سے کہا: کیا جو تو چاہتا ہے، تجھے میسر نہیں؟ اس نے کہا: کیوں نہیں۔ (سب کچھ موجود ہے۔) لیکن مجھے یہ پسند ہے کہ میں کھیتی کروں۔ چنانچہ اس نے بیج ڈالے۔ آنکھ کی جھپک میں وہ اُگ آئی اور وہ سیدھی کھڑی ہوکر پک گئی اور کٹائی کے قابل بھی ہوگئی اور وہ پہاڑوں کی طرح اونچی تھی۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم! لے تجھے کوئی چیز بھی سیر نہیں کرتی۔ وہ بدو کہنے لگا: اللہ کی قسم! آپؐ یہ شخص قریشی یا انصاری ہی پائیں گے۔ کیونکہ وہی کھیتی باڑی کیا کرتے ہیں {☆اور ہم جو ہیں؛ ہم تو کھیتی باڑی نہیں کرتے۔} نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔

طرفهُ: ۷۵۱۹۔

تشریح: یہ باب بھی بلاعنوان ہے اور بطور فصل جہاں سابقہ باب کا مضمون ختم ہوتا ہے۔ اس باب سے یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ سابقہ باب میں جس ممانعت کا ذکر ہے وہ تحریمی نہیں؛ بلکہ تنزیہی ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کا مقصد بخل وحرص سے بچانا تھا۔ حرص انسان پر اتنی غالب ہے کہ جنت میں بھی وہ چاہے گا کہ اُسے اور ملے۔
(فتح الباری جزء۵ صفحہ۳۴)

فَإِنَّهُمْ أَصْحَابُ زَرْعٍ ....: بدوی کا قول بطور مزاح تھا اور اَمر واقعہ بھی تھا کہ مہاجرین اور انصار ہی کھتی باڑی کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيُزَكِّيْهِمْ (البقرة:۱۳۰) کہ وہ انہیں پاک وصاف کرے گا۔ آپؐ کے اہم مقاصد میں سے تزکیہ نفس بھی ہے اور واقعہ مندرجہ زیر باب ۱۸ سینکڑوں واقعاتِ تزکیہ میں سے ایک واقعہ ہے۔

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ۳۴)

بَاب ٢١ : مَا جَاءَ فِي الْغَرْسِ

کاشتکاری اور درختوں کے بونے کے متعلق جو روایتیں آئی ہیں؛ ان کا ذکر

٢٣٤٩ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِنْ كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ كَانَتْ لَنَا عَجُوْزٌ تَأْخُذُ مِنْ أُصُوْلِ سِلْقٍ لَّنَا كُنَّا نَغْرِسُهُ فِي أَرْبِعَائِنَا فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ لَّهَا فَتَجْعَلُ فِيْهِ حَبَّاتٍ مِّنْ شَعِيْرٍ لَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِيْهِ شَحْمٌ وَلَا وَدَكٌ فَإِذَا صَلَّيْنَا الْجُمُعَةَ زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْنَا فَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ وَمَا كُنَّا نَتَغَدَّى وَلَا نَقِيْلُ إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ.

۲۳۴۹: قُتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ یعقوب (بن عبدالرحمٰن) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحازم (سلمہ بن دینار) سے، انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سہلؓ نے کہا: جمعہ کے دن ہم خوشی منایا کرتے تھے (اور) ہماری ایک بڑھیا تھی جو چقندر کی جڑیں ہمارے لئے لیتی؛ جنہیں ہم اپنے باغ کی نالیوں میں لگایا کرتے تھے اور وہ انہیں اپنی ہانڈی میں ڈال دیتی اور اس میں کچھ جَو کے دانے بھی ڈال دیتی۔ (ابوحازم نے کہا کہ) میں یہی سمجھتا ہوں کہ حضرت سہلؓ نے اسی طرح کہا: اس میں نہ چربی ہوتی اور نہ چکنائی۔ جب ہم جمعہ کی نماز پڑھ چکتے تو ہم اس کی ملاقات کیلئے جاتے اور وہ ہمارے سامنے یہ (کھانا) رکھتی۔ اس لئے جمعہ کے دن ہم خوش ہوا کرتے اور جمعہ کے بعد ہی ہم کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے۔

اطرافہ: ٩٣٨، ٩٣٩، ٩٤١، ٥٤٠٣، ٦٢٤٨، ٦٢٧٩۔

٢٣٥٠ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ يَقُوْلُوْنَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ وَاللهُ الْمَوْعِدُ وَيَقُوْلُوْنَ

۲۳۵۰: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ حدیثیں بہت بیان کرتا ہے اور اللہ ہی کو آخر (مجھے) ملنا ہے۔ (یعنی اگر جھوٹ

مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ لَايُحَدِّثُوْنَ مِثْلَ أَحَادِيْثِهِ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِيْنًا أَلْزَمُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِلْءِ بَطْنِيْ فَأَحْضُرُ حِيْنَ يَغِيْبُوْنَ وَأَعِيْ حِيْنَ يَنْسَوْنَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لَّنْ يَّبْسُطَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ ثُمَّ يَجْمَعَهُ إِلَى صَدْرِهِ فَيَنْسَى مِنْ مَّقَالَتِي شَيْئًا أَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا حَتَّى قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ ثُمَّ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِيْ فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا نَسِيْتُ مِنْ مَّقَالَتِهِ تِلْكَ إِلَى يَوْمِي هَذَا وَاللهِ لَوْلَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللهِ مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا أَبَدًا. اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ

بولوں گا تو سزا پاؤں گا) اور وہ کہتے ہیں: ان مہاجرینؓ اور انصارؓ کو کیا ہے کہ وہ ان (ابوہریرہؓ) کی طرح حدیثیں بیان نہیں کرتے۔ حالانکہ بات یہ ہے کہ میرے مہاجر بھائیوں کو بازاروں میں خرید وفروخت مشغول رکھتی اور میرے بھائی انصارؓ کو اپنی ملکیتوں میں کام کاج مشغول رکھتا اور میں ایک مسکین آدمی تھا۔ پیٹ بھر کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چمٹ رہتا اور جب یہ لوگ نہ ہوتے تو میں موجود ہوتا اور جب یہ بھول جاتے تو میں یاد رکھتا اور نبی ﷺ نے ایک دن فرمایا: تم میں سے جو کوئی بھی اپنے کپڑے کو جب تک میں اپنی بات ختم نہ کرلوں، پھیلائے رکھے گا؛ پھر وہ اس کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لے گا تو وہ میری بات کبھی نہیں بھولے گا۔ چنانچہ میں نے چادر بچھا دی۔ اس کے سوا مجھ پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ جب نبی ﷺ نے اپنی بات ختم کی تو میں نے اس کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ اسی ذات کی قسم ہے جس نے آنحضرت ﷺ کو سچائی کے ساتھ بھیجا تھا! میں آپؐ کی اس گفتگو کو آج تک نہیں بھولا اور اللہ کی قسم! اگر یہ دو آیتیں کتاب اللہ میں نہ ہوتیں تو میں تم کو کبھی کچھ نہ بتاتا۔ یعنی جو لوگ اس کلام کو جو ہم نے کھلے کھلے نشانوں اور ہدایت پر مشتمل نازل کیا ہے، بعد اس کے کہ ہم نے اسے اس کتاب میں کھول کر بیان کردیا ہے، چھپاتے ہیں۔[ایسے ہی لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور دوسرے لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور (اللہ کے نشانات کو) کھول کھول

مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى ... إِلَى الرَّحِيْمُ ○ (البقرة: ۱۶۰-۱۶۱)

کر بیان کیا۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جن پر میں توبہ قبول کرتے ہوئے جھکوں گا۔ اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا] (اور) بار بار رحم کرنے والا ہوں۔

اطرافهُ: ۱۱۸، ۱۱۹، ۲۰۴۷، ۳۶۴۸، ۷۳۵٤۔

تشریح: **مَا جَاءَ فِي الْغَرْسِ:** کاشتکاری کے تعلق میں صحابہ کرامؓ کا دستور یہاں بتایا گیا ہے۔ جہاں پانی وافر ہوتا ہے، وہاں وہ سبزی اور ترکاری بویا کرتے تھے۔ لفظ اَلْغَرْس اپنے مفہوم میں عام ہے۔ زراعت پر بھی اطلاق پاتا ہے اور درخت لگانے پر بھی اور پیوند کرنے پر بھی اور اس کے علاوہ سبزیوں کی کاشت پر بھی۔ روایت نمبر ۲۳۴۹ کتاب الجمعة میں بھی گذر چکی ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۹۳۸) اور روایت نمبر ۲۳۵۰ کتاب العلم باب ۴۲ میں بھی دیکھئے۔

اِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ: عمل اموال سے مراد اراضی کی کاشتکاری ہے۔ یعنی مہاجرؓ تو تجارت میں مشغول رہتے اور انصارؓ زراعت میں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کاموں سے فارغ البال ہوکر احادیث نبویہ کے حفظ میں مشغول رہتے۔

وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ: یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور سب کی حاضری ایک دن ہوگی اور وہاں فیصلہ ہوگا۔ اگر میں نے احادیث بیان کرنے میں اپنی طرف سے کوئی بات بیان کی ہے تو مجھ پر گرفت ہوگی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مہاجرینؓ اور انصارؓ کو بھی معذور ٹھہرایا ہے کہ کاروبار میں مشغول ہونے کی وجہ سے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں سننے کا وہ موقع نہیں ملا؛ جو مجھے ملا تھا۔ اس لئے ان کا تعجب جائے اعتراض نہیں کہ اتنی کثرت سے میں نے حدیثیں بیان کی ہیں۔

کتاب المزارعة کی ابتداء امام بخاریؒ نے باب **فَضْلُ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ** سے کی تھی اور خاتمہ کتاب بھی اَلْغَرْس ہی کے بیان پر کیا ہے جس سے زراعت کی افادیت بیان کی ہے اور اس کے برعکس روایات کا حل لطیف انداز میں کیا ہے۔ آگے اسی تسلسل میں آب پاشی سے متعلق ابواب ہیں۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
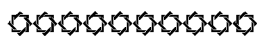
بسم اللہ الرحمن الرحیم

٤٢- كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ

بَاب فِي الشِّرْبِ

یہ باب کھیتوں اور باغوں کے لئے پانی میں سے اپنا حصہ لینے کے بارے میں ہے

{☆ وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۖ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣١﴾ (الأنبياء:٣١) وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: أَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿٦٩﴾ ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ﴿٧٠﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٧١﴾ } (الواقعة: ٦٩-٧١)

{☆ نیز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر کہ ہم نے پانی سے ہر ایک زندہ چیز بنائی ہے سو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟ اسی طرح اللہ جل شانہ کا یہ فرمانا: بھلا بتاؤ تو سہی کہ وہ پانی جس کو تم پیتے ہو، آیا تم نے اس کو بادل سے اُتارا ہے یا ہم ہی اسے اُتارا کرتے ہیں۔ ہم اگر چاہیں تو اسے کڑوا کردیں۔ پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے۔}

ثَجَّاجًا (النبأ:١٥) مُنْصَبًّا. الْمُزْنُ السَّحَابُ. اَلْأُجَاجُ الْمُرُّ. فُرَاتًا (المرسلات:٢٨) عَذْبًا.

ثَجَّاجًا کے معنی ہیں بہت زیادہ بہنے والا۔ (اس آیت میں) مُزْن کے معنے ہیں بادل، اُجَاج کے معنی کڑوے کے ہیں (اور) فُرَاتًا کے معنی ہیں میٹھا۔

تشریح: **اَلْمُسَاقَاة:** لفظ مُسَاقَاة - سَقْي سے مشتق ہے۔ جس کے معانی ہیں پانی پلانا۔ اور سِقَايَة کے معنے ہیں پانی پلانے کی خدمت۔ ہماری زبان میں سقّا پانی پلانے والے کو کہتے ہیں۔ سَقْي سے مفاعلہ کے وزن پر مُسَاقَاة ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ درختوں کے پھلوں کا ایک حصہ لینے کا معاہدہ کر کے دوسرے شخص کے درختوں کو پانی دینا اور اس کی دیکھ بھال کرنا۔ (لسان العرب- سقي) مُزَارَعَة اور مُسَاقَاة میں یہ فرق ہے کہ اوّل الذکر اصطلاح کا تعلق زمین کی کاشت کے ٹھیکے سے ہے اور ثانی الذکر کا تعلق درختوں کی آب پاشی اور نگرانی کے ٹھیکے سے۔

☆ عمدۃ القاری کے مطابق یہ آیات متن میں شامل ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۱۸۹)

اس خدمت میں نالیاں بنانا کھیتی کو عندالضرورت کنوئیں سے پانی دینے کے کام شامل ہیں؛ جو پھلوں کی حفاظت اور نشو ونما کے لئے ضروری ہیں۔ اس تعلق میں فقہاء نے عقد مساقاۃ کی صحت کے لئے تین بڑی شرطیں تجویز کی ہیں:-

اوّل: صرف ٹھیکیدار ہی آب رسانی کے کام کو انجام دینے والا ہو۔ اگر یہ شرط بھی کی جائے کہ اس کے فرائض کی ادائیگی میں مالکِ باغ بھی شریک ہوگا تو ایسا ٹھیکہ باطل ٹھہرے گا۔

دوم: میعاد کا مقرر ہونا۔ اگر کسی ٹھیکہ میں مدت مساقاۃ معین نہیں تو یہ ٹھیکہ درست نہ ہوگا۔

سوم: پیداوار کی بٹائی کے حصہ کا معین ہونا۔ اگر ٹھیکے میں پیداوار کی بٹائی کا حصہ غیر معین ہو یا چند درختوں کے پھل مخصوص کر دیئے جائیں تو ایسا ٹھیکہ بھی باطل ہوگا۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایسے درخت کسی آفت کی وجہ سے پھل نہ دیں اور ٹھیکے دار کو نقصان ہو۔

غرض اس قسم کے مسائل ہیں جن کی بحث کتاب المساقاۃ میں آئے گی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب ا کا عنوان لفظ اَلشِّرْب سے قائم کرکے قرآنِ مجید کی دو آیتوں کا حوالہ دیا ہے۔ پہلی آیت یہ ہے: اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ٥ (الأنبيآء :۳۱) کیا منکر لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین بند تھے۔ پھر ہم نے ان کو کھول دیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو پیدا کیا۔ سو کیا وہ ایمان نہیں لاتے کہ زمین کی زندگی اسی وقت تک قائم رہ سکتی ہے، جب تک اس کا پیوند آسمان سے قائم رہے۔ جسمانی زندگی بھی بارانِ آسمانی کی محتاج ہے اور روحانی زندگی بھی۔ اس آیت سے زراعت کے لئے آب پاشی کے انتظام کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ دوسری آیت کا تعلق بھی کاشتکاری اور آبپاشی سے خاص ہے۔ فرماتا ہے: أَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ٥ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ٥ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ٥ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ٥ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ٥ اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ٥ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ٥ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ٥ (الواقعة :۶۴ تا ۷۱) کیا تم کو معلوم ہے جو تم بوتے ہو؟ کیا تم اس کو اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہتے تو اسے بالکل جلا ہوا چورا بنا دیتے۔ پھر تم باتیں بناتے رہ جاتے (اور کہتے کہ) ہم پر تو چٹی پڑ گئی ہے۔ بلکہ ہم اپنی محنت کے پھل سے محروم ہو گئے ہیں۔ ذرا اس پانی کو بھی تو دیکھو جو تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادل سے اُتارا ہے یا ہم اُتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہتے تو اسے کڑوا کر دیتے۔ تم کیوں شکر گذار نہیں ہوتے۔ دونوں آیتوں سے بتایا گیا ہے کہ زراعت اور آبپاشی آپس میں لازم وملزوم ہیں۔

اَلْاُجَاجُ الْمُرُّ، اَلْمُزْنُ السَّحَابُ، فُرَاتًا عَذْبًا: لفظ اُجاج کے معنے ہیں نہایت کڑوا اور فُرات کے معنے ہیں میٹھا۔ دونوں لفظوں کی لغوی تشریح کرکے توجہ اس طرف منعطف کی گئی ہے کہ دنیا میں جو اَضداد کا مجموعہ ہے دونوں قسم کے پانی پائے جاتے ہیں اور خالق قدیر نے کائنات اَضداد ہی میں سے حیات و بقاء کی صورت قائم

کر کے اس سارے نظام کو منبع رحمت بنایا ہے؛ جو قابل شکر گذاری ہے۔ مُـزْن عربی میں مینہ برسانے والے بادل کو کہتے ہیں، جو اِدھر اُدھر چکر لگاتے اور عندالضرورت برستے ہیں۔ تَـمَـزَّنَ الـرَّجُلُ کے معنے ہیں: مَـضَـى لِوَجْهِـهِ وَذَهَبَ۔ جہاں جانا تھا، وہاں چلا گیا۔ نیز کہتے ہیں: مَزَّنَ الْقِرْبَةَ– یعنی مشکیزہ بھر لیا۔(أقرب الموارد- مزن)

اَلشِّرْب کے معنے ہیں پینے کا پانی؛ نیز اس کے معنے ہیں پانی کا حصہ۔ لفظ فُرَات سے آیت الَّذِیْ تَشْرَبُوْن کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یعنی وہ شیریں پانی جو پیا جاتا ہے۔ عربی میں اسے اَلشِّرب کہتے ہیں اور اَلشُّرْب کے معنے ہیں پینا یا پینے کی شئے۔ قرآنِ مجید میں دریاؤں کے پانی کو میٹھا اور سمندر کے پانی کو کھاری قرار دیا ہے۔ وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌo (الفرقان:۵۴) اور وہی ہے جس نے دو سمندر چلائے۔ جن میں سے ایک تو میٹھا ہے اور دوسرا نمکین، گلا جلا دینے والا۔ مذکورہ بالا آیت کا حوالہ دے کر پہلا باب عنوان فِي الشِّرْب سے قائم کیا اور بتایا ہے کہ ابواب مساقاة کا تعلق قابل استعمال پانی سے ہے جو زراعت کے لئے مفید ہو۔

بَاب ۱ : {فِي الشُّرْبِ وَ☆} مَنْ رَأَى صَدَقَةَ الْمَاءِ وَهِبَتَهُ وَوَصِيَّتَهُ جَائِزَةً مَقْسُوْمًا كَانَ أَوْ غَيْرَ مَقْسُوْمٍ

{☆ یہ باب پانی پلانے کے متعلق ہے۔ نیز} اس بارے میں ہے کہ جس شخص نے یہ سمجھا کہ پانی کا صدقہ کرنا اور اس کا ہبہ کرنا اور اس کے متعلق وصیت کرنا خواہ وہ تقسیم شدہ ہو یا غیر تقسیم شدہ جائز ہے

وَقَالَ عُثْمَانُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَشْتَرِيْ بِئْرَ رُوْمَةَ فَيَكُوْنُ دَلْوُهُ فِيْهَا كَدِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

اور حضرت عثمانؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کون ایسا ہے جو کہ رومہ کا کنواں خریدے اور پھر اس کا ڈول اس میں ایسا ہی ہو جیسا کہ باقی مسلمانوں کے ڈول؟ (یعنی خرید کر وقف کر دے۔) تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو خریدا۔

۲۳۵۱ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۳۵۱: سعید بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہ ابوغسان نے ہمیں بتایا۔ کہتے تھے کہ ابوحازم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

☆ یہ الفاظ عمدۃ القاری کے مطابق ہیں۔(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۹۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ أَصْغَرُ الْقَوْمِ وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَّسَارِهِ فَقَالَ يَا غُلَامُ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَهُ الْأَشْيَاخَ قَالَ مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ بِفَضْلِيْ مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُوْلَ اللهِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ.

پاس ایک پیالہ لایا گیا۔ آپؐ نے اس میں سے پیا اور آپؐ کے داہنی طرف ایک لڑکا تھا؛ جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا اور بڑی عمر والے آپؐ کی بائیں طرف تھے۔ آپؐ نے فرمایا: لڑکے کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں یہ بڑوں کو دے دوں؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ سے بچا ہوا جو میرا حق ہے، میں تو وہ کسی کو نہیں دوں گا۔ اس پر وہ (پیالہ) آپؐ نے اُسے دے دیا۔

اطرافہ: ٢٣٦٦، ٢٤٥١، ٢٦٠٢، ٢٦٠٥، ٥٦٢٠.

٢٣٥٢: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ حُلِبَتْ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ دَاجِنٌ وَهُوَ فِي دَارِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَشِيْبَ لَبَنُهَا بِمَاءٍ مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي فِي دَارِ أَنَسٍ فَأَعْطَى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ مِنْهُ حَتَّى إِذَا نَزَعَ الْقَدَحَ عَنْ فِيْهِ وَعَنْ يَّسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ وَعَنْ يَمِيْنِهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ عُمَرُ وَخَافَ أَنْ يُّعْطِيَهُ الْأَعْرَابِيَّ أَعْطِ أَبَا بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللهِ عِنْدَكَ فَأَعْطَاهُ الْأَعْرَابِيَّ الَّذِيْ عَلَى يَمِيْنِهِ ثُمَّ قَالَ الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ.

۲۳۵۲: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زُہری سے روایت کی۔ کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے گھر میں پلی ہوئی بکری دوہی گئی اور وہ حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں ہی تھی اور اس کے دودھ کو اُس کنوئیں کے پانی سے ملایا گیا جو حضرت انسؓ کے گھر میں تھا۔ پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ پیالہ دیا۔ آپؐ نے اسے پیا۔ جب آپؐ نے اپنے منہ سے وہ پیالہ الگ کیا تو اس وقت آپؐ کے بائیں طرف حضرت ابوبکرؓ تھے اور دائیں طرف ایک بدوی۔ تو حضرت عمرؓ ڈرے کہ کہیں آپؐ اس بدوی کو نہ دے دیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ابوبکرؓ کو دے دیجئے جو آپؐ کے پاس ہیں۔ لیکن آپؐ نے وہ (پیالہ) اس بدوی کو دے دیا جو آپؐ کے دائیں طرف تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: دائیں طرف والے کو دو۔ پھر اس کو جو اس کی دائیں طرف ہے۔

اطرافہ: ٢٥٧١، ٥٦١٢، ٥٦١٩.

تشریح: مَنْ رَأَى صَدَقَةَ الْمَاءِ وَهِبَتَهُ وَوَصِيَّتَهُ جَائِزَةً: پہلا باب پانی کی ملکیت اور عدمِ ملکیت کے تعلق میں قائم کیا گیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ، ابن ماجہؒ، ابوداؤدؒ اور طبرانیؒ وغیرہ نے روایت نقل کی ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں: اَلْمُسْلِمُوْنَ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ فِي الْمَاءِ وَالْكَلَإِ وَالنَّارِ ☆ مسلمان تین چیزوں میں برابر کے شریک ہیں؛ پانی، گھاس اور آگ۔ یعنی ان اشیاء کے استعمال سے کوئی کسی کو روک نہیں سکتا۔ اس روایت کی بناء پر فقہاء نے پانی کی ملکیت اور عدمِ ملکیت کا سوال اُٹھایا ہے۔ قرآنِ مجید نے خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (البقرۃ:۳۰) {تمہارے لیے وہ سب کا سب پیدا کیا} فرما کر زمین کی ہر مخلوق شے کو تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے پیدا شدہ قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود علم وقدرت، محنت اور دیگر خداداد قابلیتوں کی بناء پر ملکیت وعدمِ ملکیت کے فرق مدارج کو بھی ان کے درمیان تسلیم کیا ہے۔ فرماتا ہے: وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۗ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ٥ (النحل: ۲۷) اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض سے رزق میں بڑھایا ہے اور جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے، وہ اپنا مملوکہ رزق کسی صورت میں بھی اُن کی طرف جن پر اُن کے داہنے ہاتھ قابض ہیں لوٹانے والے نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ اس میں برابر کے حصہ دار ہو جائیں۔ کیا وہ (یہ حقیقت جاننے کے باوجود) اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔ محولہ روایت سے یہ تو پایا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا اشیاء سے استفادہ کا حق سب کو ہے۔ مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ استفادے کی صورت ضبط وربط میں رکھنے کے لئے کوئی قانون اور حدّ نہیں؛ جن کے ذریعے سے حقوق کی تمیز اور تعیین ہو سکے اور فتنہ وفساد کی روک تھام رہے۔ عنوانِ باب میں صدقہ، ہبہ، وصیت اور تقسیم ورثہ کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ ان صورتوں میں ملکیت متحقق ہوتی ہے اور اس باب کی حدیثوں سے پانی کی ملکیت ثابت کی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قیمتاً کنواں خریدا اور ان کی اجازت سے دوسرے لوگوں نے بھی فائدہ اُٹھایا اور آنحضرت ﷺ نے اَلْأَيْمَنُ فَالْأَيْمَنُ سے دائیں والے کو پہلا حق دار قرار دیا ہے۔ یہ اخلاقی قانون ہے؛ جس کی پابندی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمائی۔

بَاب ۲ : مَنْ قَالَ إِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتَّى يَرْوَى

(یہ باب اس بارے میں ہے کہ) جس نے کہا کہ پانی کا مالک پانی کا اس وقت تک زیادہ حق دار ہے کہ سیراب کر لے

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ. کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرورت سے زیادہ پانی جو ہو وہ نہ روکا جائے۔

☆ (ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب المسلمون شركاء في ثلاث)
(ابو داؤد، كتاب البيوع، باب في منع الماء) (مسند احمد بن حنبل، جزء۵ صفحہ۳۶۴)
(المعجم الكبير للطبراني، ما أسند عبد الله بن عباس، مجاهد عن ابن عباس، جزء۱۱ صفحہ۸۰)

٢٣٥٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ.

اطرافهُ: ٢٣٥٤، ٦٩٦٢۔

۲۳۵۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوزناد سے، ابوزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پانی بچ رہے، اس کو اس لئے نہ روکا جائے کہ گھاس نہ اُگے۔

٢٣٥٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْنَعُوْا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوْا بِهِ فَضْلَ الْكَلَإِ.

اطرافهُ: ٢٣٥٣، ٦٩٦٢۔

۲۳۵۴: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے (سعید) بن مسیّب اور ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچے ہوئے پانی کو اس لئے نہ روکو کہ تا ضرورت سے زیادہ گھاس نہ اُگنے پائے۔

تشریح: **اِنَّ صَاحِبَ الْمَآءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتَّى يَرْوَى:** پانی کی ملکیت متحقق ہونے پر پہلی ہدایت یہ ہے کہ استعمال کا اوّل حق مالک کا ہے اور دوسری ہدایت یہ ہے کہ مالک اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد پانی دوسروں کو استعمال کرنے دے۔ امام شافعیؒ نے اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو کنوؤں سے مخصوص کیا ہے؛ جو نجی ضرورت کے لئے کھدوائے جاتے ہیں۔ لیکن اگر کنواں بنجر وغیرہ زمین میں رفاہِ عامہ کی خاطر کھدوایا گیا ہو تو بطور وقف متصور ہوگا۔ ایسے کنوئیں میں تقدیم و تاخیر کا سوال نہیں پیدا ہوسکتا۔ سب اس کے پانی کو استعمال کر سکتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۴۱)

لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ: الْكَلَأُ سے مراد نباتات ہے؛ جس سے مویشی وغیرہ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ شارحین نے لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ کی تشریح یہ بھی کی ہے کہ مثلاً کسی کا کنواں ایک ایسی

جگہ پر ہو جس کے قریبی علاقہ میں گھاس ہو۔ جس میں سب لوگوں کو جانور چرانے کا حق ہو۔ مگر کنوئیں والا لوگوں کے جانوروں کو پانی پینے نہ دے۔ اس غرض سے کہ جب پانی جانوروں کو پینے کے لئے نہیں ملے گا تو لوگ جانور چرانے کے لئے نہیں لائیں گے اور گھاس صرف کنوئیں والے کے جانوروں کے لئے محفوظ رہے گی اور وہی اس سے استفادہ کر سکے گا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۴۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ جمہور نے مندرجہ بالا حدیث سے استدلال کیا ہے کہ پانی کا جو رفاہِ عامہ کی غرض کے لئے ہو، بیچنا مکروہ ہے اور مذکورہ بالا ممانعت بطور تنزیہ ہے نہ کہ تحریم۔ عنوانِ باب اور احادیث زیرِ باب اسی مفہوم کی تائید کرتی ہیں۔

بَاب ۳: مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ

(یہ باب اس بارے میں ہے کہ) جو شخص اپنی ملکیت میں کنواں کھودے (اور اس میں کوئی گر کر مر جائے) تو مالک پر تاوان نہ پڑے گا

۲۳۵۵: حَدَّثَنِي مَحْمُوْدٌ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ أَبِي حَصِيْنٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْعَجْمَاءُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ.

اطرافه: ١٤٩٩، ٦٩١٢، ٦٩١٣.

۲۳۵۵: محمود (بن غیلان) نے مجھ سے بیان کیا کہ عبید اللہ (بن موسیٰ) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اسرائیل سے، اسرائیل نے ابو حصین سے، ابو حصین نے ابو صالح سے، ابو صالح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کان سے جو نقصان ہو، اس کا تاوان نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی کنوئیں میں گر کر مر جائے تو اس کا بھی کوئی تاوان نہ ڈالا جائے گا۔ اسی طرح اگر جانور کے چھوٹ جانے سے کوئی انسان اس کی زد میں آ کر مر جائے تو اس کا بھی کوئی تاوان نہ ہوگا اور جو دفن شدہ مال ملے، اس کا پانچواں حصہ دینا ہوگا۔

تشریح: مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ: زیرِ باب جو حدیث منقول ہے، وہ بھی پانی کی ملکیت پر دلالت کرتی ہے۔ اگر کنواں کسی واحد شخص کی ملکیت قرار نہیں دیا جا سکتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ اس میں گر کر مرنے کا تاوان کنوئیں کے مالک پر نہیں ڈالا جائے گا۔

بعض شارحین نے سوال اُٹھایا ہے کہ مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ میں ملکیت کا ذکر نہیں؛ عنوانِ باب کو فِی مِلْکِهٖ سے کیوں مقید کیا گیا ہے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے سے ملکیت کا استنباط

کیا ہے۔ جمہور کے نزدیک بھی کوئی دیت نہیں؛ خواہ کنواں کسی کی ملکیت میں ہو یا نہ ہو۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۴۲)
جُبَارٌ: جُبَارٌ کے معنے ہیں هَدَرٌ۔ یعنی خون بہا کی ذمہ داری سے بری۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۹۵) مزید تشریح کے لیے دیکھئے کتاب الدیات، باب ۲۸۔

بَاب ٤ : اَلْخُصُوْمَةُ فِي الْبِئْرِ وَالْقَضَاءُ فِيْهَا

کنوئیں کے بارے میں جھگڑا اور اس کا فیصلہ کرنے کے بارے میں (حدیث)

٢٣٥٦-٢٣٥٧ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ☆ هُوَ عَلَيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا . الآيَةَ (آل عمران: ۷۸)

فَجَاءَ الْأَشْعَثُ فَقَالَ مَا حَدَّثَكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِيَّ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ كَانَتْ لِي بِئْرٌ فِي أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِّي فَقَالَ لِي شُهُوْدَكَ قُلْتُ مَا لِي شُهُوْدٌ قَالَ فَيَمِيْنَهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِذًا يَحْلِفُ فَذَكَرَ

۲۳۵۶-۲۳۵۷: عبدان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحمزہ سے، ابوحمزہ نے اعمش سے، اعمش نے شقیق سے، شقیق نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے، حضرت عبداللہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص کسی☆ کا مال مارنے کے لئے قسم کھائے اور وہ قسم میں جھوٹا ہو، وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ وحی کی کہ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے وسیلے سے تھوڑا مول لیتے ہیں (آخر آیت تک۔)

پھر حضرت اشعثؓ آئے اور انہوں نے کہا: ابوعبدالرحمٰن (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) نے تم سے کیا بیان کیا۔ یہ آیت تو میرے متعلق اُتری تھی۔ میرا ایک کنواں میرے ایک چچا کے بیٹے کی زمین میں تھا۔ (اس کا جھگڑا تھا) آپؐ نے مجھ سے فرمایا: اپنے گواہ لاؤ۔ میں نے کہا: (یارسول اللہ!) میرے پاس تو کوئی گواہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر دوسرے فریق سے قسم لے لے۔ میں نے

☆ لفظ "مُسْلِم" عمدۃ القاری کے مطابق متن میں نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۱۹۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ تَصْدِيْقًا لَّهُ.

کہا: یارسول اللہ! پھر تو وہ قسم کھالے گا۔ اس پر نبی ﷺ نے یہ حدیث بیان کی۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی تصدیق کے لئے یہ آیت نازل کی۔

اطراف الحدیث ۲۳۵۶: ٢٤١٦، ٢٥١٥، ٢٦٦٦، ٢٦٦٩، ٢٦٧٣، ٢٦٧٦، ٤٥٤٩، ٦٦٥٩، ٦٦٧٦، ٧١٨٣، ٧٤٤٥۔

اطراف الحدیث ۲۳۵۷: ٢٤١٧، ٢٥١٦، ٢٦٦٧، ٢٦٧٠، ٢٦٧٧، ٤٥٥٠، ٦٦٦٠، ٦٦٧٧، ٧١٨٤۔

تشریح: **اَلْخُصُوْمَةُ فِى الْبِئْرِ وَالْقَضَاءُ فِيْهَا:** اس باب کا مضمون بھی پانی کی ملکیت سے متعلق ہے۔ اگر ملکیت جائز نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہادت یا قسم کی بناء پر قضیہ چکانے کا مشورہ نہ دیتے۔ جس آیت کا ذکر حدیث میں آیا ہے، وہ مکمل طور پر یہ ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (آل عمران: ۷۸) جو لوگ اللہ کے ساتھ اپنے عہدوں اور قسموں کے بدلے میں تھوڑی قیمت لیتے ہیں، ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اور قیامت کے دن اللہ اُن سے کلام نہیں کرے گا اور نہ اُن کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک ٹھہرائے گا اور اُن کے لئے دردناک سزا مقدر ہے۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: شانِ نزول سے مراد تطبیق ہے۔ یعنی آیت میں جو مضمون بیان ہوا ہے، وہ اس واقعہ پر بھی چسپاں ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ اگلی حدیث (نمبر ۲۳۵۸) میں اس کا ذکر ہے۔ حدیث نبوی میں جھوٹی قسم کے ذریعہ لوگوں کا مال کھانے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی جس ناراضگی کا ذکر ہے، وہ اسی آیت سے مستنبط ہوتی ہے۔

بَاب ۵: إِثْمُ مَنْ مَّنَعَ ابْنَ السَّبِيْلِ مِنَ الْمَاءِ

اس شخص کا گناہ جو مسافر کو پانی سے روکے

۲۳۵۸: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

۲۳۵۸: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد بن زیاد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی ہیں؛ جنہیں اللہ قیامت کے دن (شفقت کی نظر سے) نہیں دیکھے گا اور نہ اُن کو پاک

وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ رَجُلٌ كَانَ لَهُ فَضْلُ مَاءٍ بِالطَّرِيْقِ فَمَنَعَهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيْلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامَهُ لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا رَضِيَ وَإِنْ لَّمْ يُعْطِهِ مِنْهَا سَخِطَ وَرَجُلٌ أَقَامَ سِلْعَتَهُ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ وَاللهِ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ لَقَدْ أَعْطَيْتُ بِهَا كَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ رَجُلٌ ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ : اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (آل عمران:۷۸)

کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ایک وہ شخص جس کے پاس سفر میں ضرورت سے زیادہ پانی ہو اور اس نے مسافر کو نہیں دیا اور ایک وہ شخص جس نے کسی امام کی بیعت کی اور یہ بیعت محض دنیا کی خاطر کی۔اگر اس نے اسے دنیاوی مال دیا تو وہ راضی ہوگیا اور اگر نہ دیا تو خفا ہوگیا اور ایک وہ شخص جس نے عصر کے بعد اپنا سامانِ تجارت بازار میں رکھا اور کہا: اس ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں مجھے تو اس کی یہ یہ قیمت ملتی تھی اور پھر کوئی شخص اس کو سچا سمجھے اور (خرید لے) اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت پڑھی (یعنی) جو لوگ اللہ کے ساتھ اپنے عہدوں اور قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں......

اطرافهُ: ۲۳۶۹، ۲۶۷۲، ۷۲۱۲، ۷۴۴۶۔

تشریح: **اِثْمُ مَنْ مَّنَعَ ابْنَ السَّبِيْلِ مِنَ الْمَآءِ:** چونکہ ثواب وعقاب کا دارومدار قدرت، تصرف، ملکیت اور استطاعت پر ہے۔اس لئے ملکیت کے بارے میں ابواب بطور تمہید قائم کر کے ان احکام کا ذکر شروع کیا گیا ہے؛ جن کا تعلق پانی پینے پلانے وغیرہ مسائل سے ہے اور سب سے پہلے مسافر کو پانی نہ پینے دینے کے گناہ کا ذکر کیا گیا ہے، جو بہت سنگین ہے کہ ایسا سنگدل شخص قیامت کے روز غضب الٰہی کا مورد اور الٰہی رحمت سے محروم ہوگا۔ رَجُلٌ كَانَ لَهُ فَضْلُ مَآءٍ ......سنگدلی کی مذکورہ بالا مثال انتہائی صورت رکھتی ہے کہ پانی ایک شخص کی ضرورت سے زائد ہو اور وہ مسافر کو پینے کے لئے نہیں دیتا۔عنوانِ باب میں لفظ "فَضْل" نظرانداز کیا گیا ہے۔ حالانکہ روایت نمبر ۲۳۵۳ اور روایت نمبر ۲۳۵۴ میں بھی فَضْلُ الْمَآءِ (یعنی بچے ہوئے پانی) کا ذکر ہے۔ان الفاظ کے پیش نظر ہی باب ۲ کا عنوان اِن الفاظ سے قائم کیا گیا ہے: مَنْ قَالَ اِنَّ صَاحِبَ الْمَآءِ اَحَقُّ بِالْمَآءِ حَتّٰى يَرْوِىَ اور انہی الفاظ کے پیش نظر جمہور کا یہ مذہب ہے کہ اگر کسی کے پاس بقدر ضرورت پانی ہو تو وہ مسافر کی نسبت اس کا زیادہ حق دار ہے۔(فتح الباری جزء۵ صفحہ۴۳) جہاں تک فقہی مسئلے کا تعلق ہے، یہ درست ہے۔مگر ہر حالت میں ان کا فتویٰ درست نہیں۔بلکہ اعلیٰ اخلاق کا تقاضا ہے کہ پیاسے کو پلایا جائے اور اپنی ضرورت پر وہ مقدم رکھا جائے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر :۱۰) کہ وہ اپنی ضرورت پر لوگوں کو ترجیح دیتے ہیں۔

بَاب ٦ : سَكْرُ الْأَنْهَارِ

نہروں کا پانی روکنا

٢٣٥٩-٢٣٦٠ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُوْنَ بِهَا النَّخْلَ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ فَأَبَى عَلَيْهِ فَاخْتَصَمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللهِ إِنِّي لَأَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ . (النساء: ٦٦)

۲۳۵۹-۲۳۶۰: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ابن شہاب نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے ان کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری شخص نے حضرت زبیرؓ سے حرّہ کی اس ندی کے بارے میں جھگڑا کیا؛ جس سے لوگ کھجوروں کو پانی دیا کرتے تھے۔ انصاری نے (حضرت زبیرؓ سے) کہا: پانی بہنے دو اور حضرت زبیرؓ نے نہ مانا تو وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا: زبیر! تم (اپنے درختوں کو) سیراب کرلو۔ پھر اپنے ہمسایہ کے لئے پانی چھوڑ دو۔ انصاری کو غصہ آگیا اور اس نے کہا: آپؐ نے یہ فیصلہ اس لئے کیا ہے کہ یہ آپؐ کی پھوپھی کا بیٹا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہوگیا اور آپؐ نے فرمایا: زبیر اپنے درختوں کو پانی دو۔ پھر پانی کو روکے رکھو۔ یہاں تک کہ وہ منڈیروں تک بھر آئے۔ حضرت زبیرؓ کہتے تھے: اللہ کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت اسی واقعہ سے متعلق نازل ہوئی تھی۔ یعنی تیرے ربّ کی قسم! وہ ہرگز ہرگز مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ تجھے ان باتوں میں حکم نہ مانیں جو اُن کے درمیان اختلافی صورت اختیار کرتی ہیں۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَبَّاسِ قَالَ أَبُوعَبْدِاللهِ لَيْسَ أَحَدٌ يَذْكُرُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ إِلَّا اللَّيْثُ فَقَطْ.

محمد بن عباس نے کہا کہ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: صرف لیث ہی نے عروہ کو عبداللہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔

اطرافهُ: ٢٣٦١، ٢٣٦٢، ٢٧٠٨، ٤٥٨٥۔

تشریح: سَكْرُ الْأَنْهَارِ: شِرَاج جمع شَرْج ہے؛ بمعنی مَسِيْلُ الْمَاءِ یعنی ندی نالہ۔ نَهْرٌ کے معنے ہیں دریا۔ ندی نالے پر قیاس کرکے عنوانِ باب قائم کرنے میں وسعت سے کام لیا گیا ہے۔ ندی نالے اور دریاؤں کا پانی ملحقہ کھیتوں میں پہنچانے کی غرض سے روکنا جائز ہے۔ یہی روایت باب ۷، ۸ میں بھی علیحدہ سندوں سے دُہرائی گئی ہے۔

بَاب ۷: شُرْبُ الْأَعْلَى قَبْلَ الْأَسْفَلِ

بلندی کے کھیت کو نچلے کھیت سے پہلے پانی پلانا

۲۳٦١: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا☆ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا زُبَيْرُ اسْقِ ثُمَّ أَرْسِلْ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ إِنَّهُ ابْنُ عَمَّتِكَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اسْقِ يَا زُبَيْرُ حَتَّى يَبْلُغَ الْمَاءُ الْجَدْرَ ثُمَّ أَمْسِكْ فَقَالَ الزُّبَيْرُ فَأَحْسِبُ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي ذَلِكَ، فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ. (النساء: ٦٦)

۲۳۶۱: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زُہری سے، زُہری نے عروہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت زبیرؓ سے ایک انصاری مردؓ☆ نے جھگڑا کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: زبیر! تم (اپنے درختوں کو) سیراب کرلو اور پھر پانی کو چھوڑ دو۔ انصاری نے کہا: آپؐ نے یہ فیصلہ محض اس لئے کیا ہے کہ وہ آپؐ کی پھوپھی کا بیٹا جو ہوا تو آنحضرت ﷺ نے پھر فرمایا: زبیر! (اپنے درختوں کو) پانی پلاؤ۔ پھر جب پانی منڈیروں تک پہنچ جائے تو اس کے بعد پانی دینا بند کردو (اور آگے جانے دو) حضرت زبیرؓ نے کہا: میرا خیال ہے کہ یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق اُتری تھی۔ یعنی تیرے ربّ کی قسم ہے، وہ ہرگز مومن نہیں ہوں گے جب تک وہ تجھے ان امور میں حکم نہ بنائیں جو اُن کے درمیان اختلافی صورت اختیار کرتے ہیں۔

اطرافهُ: ٢٣٥٩-٢٣٦٠، ٢٣٦٢، ٢٧٠٨، ٤٥٨٥۔

☆ عمدة القاری میں "رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ" کے الفاظ ہیں (عمدة القاری جزء۱۲ صفحہ ۲۰۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب۸: شُرْبُ الْأَعْلَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ

بلند کھیت کو ٹخنوں تک پانی دینا

۲۳۶۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ الْحَرَّانِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِي شِرَاجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ لِيَسْقِيَ بِهِ☆ النَّخْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْقِ يَا زُبَيْرُ فَأَمَرَهُ بِالْمَعْرُوْفِ ثُمَّ أَرْسِلْهُ إِلَى جَارِكَ فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ آنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اسْقِ ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَرْجِعَ الْمَاءُ إِلَى الْجَدْرِ وَاسْتَوْعَى لَهُ حَقَّهُ فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللهِ إِنَّ هَذِهِ الْآيَةَ أُنْزِلَتْ فِي ذٰلِكَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء:٦٦) فَقَالَ لِي ابْنُ شِهَابٍ فَقَدَّرَتِ الْأَنْصَارُ

۲۳۶۲: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا کہ مخلد بن یزید حرانی نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: ابن جریج نے مجھے بتایا، کہا: ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ انہوں نے ان سے بیان کیا۔ ایک انصاری شخص نے حضرت زبیرؓ سے حرّہ کی اس ندی کے بارے میں جھگڑا کیا جس☆ سے وہ کھجوروں کو پانی دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زبیر! اپنے درختوں کو پانی دو اور آپؐ نے انصاری کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا مشورہ دیا اور (فرمایا:) اپنے ہمسایہ کے لئے بھی پانی چھوڑ دو۔ انصاری نے کہا: آپؐ نے یہ فیصلہ اس لئے کیا ہے کہ وہ آپؐ کی پھوپھی کا بیٹا جو ہوا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپؐ نے (حضرت زبیرؓ سے) فرمایا: (اپنے درختوں کو) پانی دو؛ یہاں تک کہ وہ (کھیت کی) منڈیروں تک پہنچ جائے اور آپؐ نے (حضرت زبیرؓ کا) جو حق تھا، وہ ان کو دے دیا۔ حضرت زبیرؓ نے کہا: بخدا! یہ آیت تو اسی واقعہ سے متعلق ہی نازل ہوئی تھی۔ یعنی تیرے ربّ کی قسم ہے، وہ ہرگز مومن نہیں ہوں گے جب تک وہ تجھے ان امور میں حکم نہ بنائیں جو اُن کے درمیان اختلافی صورت اختیار کرتے ہیں۔

ابن شہاب نے مجھ سے کہا: انصار اور دوسرے لوگوں

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ یَسْقِي بِهَا کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۰۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَ النَّاسُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْقِ ثُمَّ احْبِسْ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ وَ كَانَ ذَلِكَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ پانی دو پھر اس کو روکے رکھو جب تک کہ منڈیروں تک نہ آ جائے؛ یہ اندازہ کیا کہ اس سے مراد یہ ہے: ٹخنوں تک پانی کھیت میں ہو جائے۔

اطرافہ: ۲۳۵۹-۲۳۶۰، ۲۳۶۱، ۲۷۰۸، ۴۵۸۵۔

تشریح: **شُرْبُ الْأَعْلَى اِلَى الْكَعْبَيْنِ:** ندی نالے اور دریاؤں کے پانی کی تقسیم میں تین ہدایتیں زیر ابواب روایات میں مذکور ہیں:-

اوّل: بلند جگہ پر واقع زمین کی سیرابی مقدم ہے اور پھر نشیب میں واقعہ زمین کا حق ہے۔

دوم: چونکہ ندی نالے اور دریا کا بہاؤ بلندی سے نشیب کی طرف ہوتا ہے۔ اس لئے ملحقہ زمین کا ڈھلوان بھی اسی نسبت سے ہوگا اور بلحاظِ آب رسانی بلندی پر واقع زمین کو پانی طبعًا پہلے ملے گا اور اسی طریق آب رسانی سے زمین بھی محفوظ رہ سکتی ہے۔ ورنہ پانی کی رَو سے اس کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ جہاں مصنوعی نہریں ہیں، وہاں بھی پانی کی تقسیم میں یہی طریق ملحوظ رکھا جاتا ہے۔

سوم: اگر پڑوسی کی ضرورت زیادہ ہو تو اُسے اخلاقاً مقدم رکھا جائے۔ تا اُس کی کھیتی نقصان سے محفوظ رہے۔ اگر دونوں کی ضرورتیں مساوی صورت رکھتی ہوں تو بلندی پر واقعہ زمین والے کا حق مقدم ہوگا۔ جھگڑے کی صورت میں فیصلے کا طریق یہی ہے کہ بلند زمین کو پانی پہلے دیا جائے۔

روایت نمبر ۲۳۶۲ کے الفاظ فَأَمَرَهُ بِالْمَعْرُوْفِ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع پر صورت حال کا جائزہ لیا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے پڑوسی انصاری دونوں کی ضرورت کے پیش نظر فرمایا کہ زبیرؓ اپنی زمین کو پانی دیں؛ جتنی کہ ان کی ضرورت ہو، اس کے مطابق آبیاری کے بعد پھر پانی پڑوسی کے باغ کی طرف پھیر دیں اور اس کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ یعنی اپنا حق پورا نہ لیں۔ اس نرم فیصلہ کے باوجود انصاریؓ کی ناراضگی بتاتی ہے کہ وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اُن کے حق سے محروم رکھ کر اپنے کھیت کو جو نشیب میں واقعہ تھا، پانی پہنچانے میں مقدم رکھنا چاہتا تھا اور زود رَنج ہونے کی وجہ سے اس کی زبان قابو میں نہ رہی اور وہ الفاظ کہے؛ جن کا ذکر روایت میں ہے۔ اس پر آپؐ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اجازت دی کہ وہ اپنا حق پورا کرنے کے بعد اس کی طرف پانی چھوڑ دیا کریں۔ ان کو شکایت بھی اسی لئے پیدا ہوئی تھی کہ وہ زبردستی کرنا چاہتا تھا۔ روایت نمبر ۲۳۶۲ کے الفاظ فَقَدَّرَتِ الْأَنْصَارُ وَالنَّاسُ سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا فیصلے کا مدینہ میں چرچا ہوا اور لوگ موقعہ پر پہنچے اور تحقیق کرنے کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حق بجانب سمجھا۔ الفاظ فَأَمَرَهُ بِالْمَعْرُوْفِ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیرؓ کو حسن سلوک کی ہدایت فرما کر انصاری کے اصل حق سے زیادہ دلوانا چاہتے تھے اور جب اُس نے حضورؐ کا

فیصلہ تسلیم نہیں کیا تو آپؐ نے عدل وانصاف کا جو تقاضا تھا، اس کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ آپؐ کا آخری فیصلہ بوجہ ناراضگی صادر نہیں ہوا؛ بلکہ دارالقضاء کا دستور یہی ہے کہ قاضی جب فریقین کے درمیان مصالحت کا طریق اختیار کرے اور جو فریق نہ مانے تو پھر قاضی کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ حقوق کی تعیین میں عدل وانصاف کا منشاء پورا کرے۔ چنانچہ انصار مدینہ اور دیگر بزرگوں کے فیصلے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہی کو حق بجانب سمجھے اور ٹخنوں تک پانی لینے کا اندازہ اُن کے حق میں کیا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منڈیر تک پانی لینے کی اجازت دی۔ دونوں اندازے ایک سے ہیں۔ کیونکہ کھیتی میں اگر ٹخنوں تک پانی پہنچ جائے تو وہ کھیتی کے سیراب کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اور لوگوں کا اندازہ ایک ہی ہے۔ جیسا کہ روایت کے آخری حصہ سے معلوم ہوتا ہے۔

أُنْزِلَتْ فِي ذٰلِكَ: یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ کسی آیت کے شانِ نزول کو بیان کرنے سے مراد واقعہ پیش آمدہ کے ساتھ تطبیق دینا مراد ہے۔ اس تعلق میں باب ۴ کی تشریح بھی دیکھئے۔ نیز دیکھئے کتاب الشهادات تشریح باب ۲۵۔ پوری آیت یہ ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (النساء :٦٦) تیرے ربّ ہی کی قسم ہے کہ وہ ہرگز مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ ہر اُس بات میں جس کی بابت اُن کے درمیان جھگڑا ہو جائے، تجھے حَکم نہ بنائیں اور پھر جو فیصلہ تو کرے، اس سے اپنے نفوس میں کسی قسم کی تنگی نہ پائیں اور پورے طور پر فرمانبردار ہو جائیں۔

باب ۸ کا عنوان مصدریہ اور غیر مکمل رکھا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہاں پانی کی مقدار معین کرنا مقصود نہیں کہ اس کا تعلق حالات سے ہے۔ مقدار کم وبیش ہو سکتی ہے۔

بَاب ۹: فَضْلُ سَقْيِ الْمَاءِ
پانی پلانے کا ثواب

٢٣٦٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِيْ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَنَزَلَ بِئْرًا فَشَرِبَ مِنْهَا ثُمَّ خَرَجَ

۲۳۶۳: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سُمَی سے، سُمَی نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بار ایک شخص (راستے میں) چلا جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی اور وہ ایک کنوئیں میں اُترا اور اس سے پانی پیا۔ اس کے بعد وہ نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک

فَإِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ لَقَدْ بَلَغَ هَذَا مِثْلُ الَّذِيْ بَلَغَ بِي فَمَلَأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيْهِ ثُمَّ رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا قَالَ فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ. تَابَعَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَالرَّبِيْعُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زِيَادٍ.

اطرافہ: ۱۷۳، ۲٤٦٦، ٦٠٠٩۔

کتا ہے جو ہانپ رہا ہے اور پیاس کے مارے کیچڑ چاٹ رہا ہے تو اس شخص نے (دل میں) کہا کہ اسے بھی وہی تکلیف پہنچی ہے جو مجھے پہنچی تھی۔ اس نے اپنا موزہ بھرا اور اسے اپنے منہ سے پکڑ کر وہ اوپر چڑھا اور کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے اس عمل کی قدر کی اور اُس کے گناہوں کی مغفرت فرمائی۔ صحابہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہمیں جانوروں (کو پانی پلانے) کی وجہ سے بھی ثواب ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: ہر جگر کی وجہ سے ثواب ہوگا؛ جو تر و تازہ ہو۔ (یعنی ہر جاندار کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں اجر ہے۔) عبداللہ بن یوسف کی طرح حماد بن سلمہ اور ربیع بن مسلم نے بھی محمد بن زیاد سے یہی بات نقل کی ہے۔

٢٣٦٤: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةَ الْكُسُوْفِ فَقَالَ دَنَتْ مِنِّي النَّارُ حَتَّى قُلْتُ أَيْ رَبِّ وَأَنَا مَعَهُمْ فَإِذَا امْرَأَةٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ قَالَ مَا شَأْنُ هَذِهِ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوْعًا.

طرفہ: ٧٤٥۔

۲۳۶۴: (سعید) بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہ نافع بن عمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی مُلَیکہ سے، ابن ابی مُلَیکہ نے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز پڑھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا: (دوزخ کی) آگ میرے اتنی قریب ہوئی کہ میں نے کہا: یا ربّ! آیا میں بھی ان (دوزخ والوں) کے ساتھ ہوں۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت ہے کہ بلی اُسے نوچ رہی ہے۔ میں نے پوچھا: اس کی یہ حالت کیوں ہے؟ فرشتوں نے کہا: اس عورت نے بلی کو بند کر رکھا تھا؛ یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی۔

٢٣٦٥: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوْعًا فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ قَالَ فَقَالَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ لَا أَنْتِ أَطْعَمْتِهَا وَلَا سَقَيْتِهَا حِيْنَ حَبَسْتِهَا وَلَا أَنْتِ أَرْسَلْتِهَا فَأَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ.

۲۳۶۵: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: مالک نے مجھے بتایا۔انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب ہوا؛ جسے اس نے بند کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی تو وہ اُس بلی کی وجہ سے آگ میں داخل ہوئی۔ (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کہتے تھے: آپؐ نے یہ بھی فرمایا: (اس سے کہا گیا) تو نے اسے قید رکھا اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے نہ تو نے اسے کھلایا اور نہ پلایا اور نہ ہی اس کو چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتی۔

اطرافہُ: ۳۳۱۸، ۳۴۸۲۔

تشریح: **فَضْلُ سَقْيِ الْمَآءِ:** پانی پلانے کی فضیلت۔فضیلت سے یہاں مراد ثواب ہے۔باب نمبر۵ کے ہی تعلق میں یہ باب قائم کیا گیا ہے۔وہاں پانی روکنے کی سزا کا ذکر ہے اور یہاں حاجت مند کو پانی پلانے کے عمل کی فضیلت کا بلحاظ ثواب کے۔

مسائل آب رسانی کی بحث میں یہ باب اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ یہ صرف سابقہ مضمون کے لئے بطور فصل ہی نہیں۔جیسا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کی ہے بلکہ یہ باب اصل مضمون سے ایک لطیف مناسبت بھی رکھتا ہے کہ نباتات کی حیات و بقا اور اُن کی حفاظت کا مسئلہ کتے، بلی اور ہر ذی حیات کی بقاء کے ساتھ ایک ہی زمرہ میں ہے۔ **فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ** ۔ **كَبِد** کے معنے ہیں جگر اور **رَطْبَة** تر وتازہ یعنی زندگی والا۔اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر جاندار کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں اجر ہے۔فقہاء اس بحث میں تھے کہ پانی جو کسی کی ملکیت میں ہو؛ اس کا پہلا حق دار مالک ہے۔ (دیکھئے باب۵) مگر اس باب کی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ہر شئے جس کی زندگی کا دارومدار پانی پر ہو، وہ عندالضرورت پانی کی پہلی مستحق ہے اور اس حق کے دینے یا نہ دینے کی ذمہ داری ہر اُس انسان پر عائد ہوتی ہے جس کے قبضہ میں پانی ہو، یا وہ اس کے بہم پہنچانے پر قدرت رکھتا ہو۔چنانچہ اس کے بعد کا باب اسی فقہی تعلق میں قائم کیا گیا ہے۔

بَاب ١٠ : مَنْ رَّأَى أَنَّ صَاحِبَ الْحَوْضِ وَالْقِرْبَةِ أَحَقُّ بِمَائِهِ

جوشخص یہ سمجھے کہ حوض اور مشک والا اپنے پانی کا زیادہ حق دار ہے

٢٣٦٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ وَعَنْ يَّمِيْنِهِ غُلَامٌ هُوَ أَحْدَثُ الْقَوْمِ وَالْأَشْيَاخُ عَنْ يَّسَارِهِ قَالَ يَا غُلَامُ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ الْأَشْيَاخَ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِأُوْثِرَ بِنَصِيْبِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ.

۲۳۶۶: قُتَیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ لایا گیا۔ آپؐ نے (اس سے) پیا اور آپؐ کے داہنے ہاتھ ایک لڑکا تھا جو مجلس میں سب سے چھوٹا تھا اور بڑی عمر کے لوگ آپؐ کی بائیں طرف تھے۔ آپؐ نے فرمایا: لڑکے کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں یہ ان بڑوں کو دوں؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ سے جو حصہ مجھے ملا ہے، وہ تو میں کسی کو دینے کا نہیں۔ تو آپؐ نے وہ (پیالہ) اسی کو دے دیا۔

اطرافہ: ٢٣٥١، ٢٤٥١، ٢٦٠٢، ٢٦٠٥، ٥٦٢٠.

٢٣٦٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زِيَادٍ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَذُوْدَنَّ رِجَالًا عَنْ حَوْضِي كَمَا تُذَادُ الْغَرِيْبَةُ مِنَ الْإِبِلِ عَنِ الْحَوْضِ.

۲۳۶۷: محمد بن بشار نے ہمیں بتایا۔ غندر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن زیاد سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اسی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اپنے حوض پر سے کچھ لوگوں کو اسی طرح ہانک دوں گا؛ جس طرح حوض سے پرائے اونٹ ہانک دیئے جاتے ہیں۔

٢٣٦٨: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ

۲۳۶۸: عبداللہ بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں خبر دی کہ معمر نے ایوب اور کثیر

أَيُّوْبَ وَكَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرٍ يَزِيْدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللهُ أُمَّ إِسْمَاعِيْلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ أَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ عَيْنًا مَّعِيْنًا وَأَقْبَلَ جُرْهُمُ فَقَالُوْا أَتَأْذَنِيْنَ أَنْ نَّنْزِلَ عِنْدَكِ قَالَتْ نَعَمْ وَلَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ قَالُوْا نَعَمْ.

بن کثیر سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ دونوں میں سے ایک دوسرے سے کچھ زیادہ بیان کرتا تھا۔ انہوں نے سعید بن جبیر سے روایت کی۔ کہتے تھے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اسماعیلؑ کی ماں پر رحم کرے۔ اگر وہ زمزم کو چھوڑ دیتیں یا فرمایا: اگر وہ (زمزم کے) پانی سے چلو بھر بھر کر نہ لیتیں تو وہ (آج) ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا اور جرہم کا قبیلہ آ گیا اور انہوں نے کہا: کیا آپ اجازت دیتی ہیں کہ آپ کے پاس اُتریں۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ لیکن پانی میں تمہارا حق نہیں۔ انہوں نے کہا: اچھا۔

اطرافه: ٣٣٦٢، ٣٣٦٣، ٣٣٦٤، ٣٣٦٥.

٢٣٦٩: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى سِلْعَةٍ لَقَدْ أُعْطَى بِهَا أَكْثَرَ مِمَّا أُعْطَى وَهُوَ كَاذِبٌ وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ وَرَجُلٌ مَّنَعَ فَضْلَ مَائِهِ

۲۳۶۹: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے مجھ سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے، انہوں نے ابوصالح سمان سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: تین اشخاص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کو نہ بات کرے گا اور نہ اُن کی طرف (شفقت کی) نظر کرے گا۔ ایک وہ شخص جس نے اپنا تجارتی سامان بیچنے کے لئے قسم کھائی کہ مجھے اس کے لئے اس سے بہت زیادہ دیا جاتا تھا جو اَب دیا جاتا ہے؛ بحالیکہ وہ جھوٹا ہے اور ایک وہ شخص جس نے عصر کے بعد جھوٹی قسم اس لئے کھائی کہ وہ کسی مسلمان شخص کا مال مار لے اور ایک وہ شخص جس نے اپنا بچا ہوا پانی روک لیا۔ اللہ تعالیٰ

فَيَقُوْلُ اللهُ الْيَوْمَ أَمْنَعُكَ فَضْلِي كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ. قَالَ عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

فرمائے گا: آج میں بھی اپنا فضل تجھ سے روکتا ہوں؛ جیسا کہ تو نے وہ بچی ہوئی چیز روک لی تھی؛ جو تیرے ہاتھوں نے نہیں بنائی تھی۔علی (بن مدینی) کہتے تھے: سفیان نے عمرو (بن دینار) سے روایت کرتے ہوئے ہمیں کئی دفعہ بتایا کہ انہوں نے ابوصالح سے یہی سنا۔ وہ نبی ﷺ تک اس (حدیث) کو پہنچاتے تھے۔

اطرافہ: ۲۳۵۸، ۲۶۷۲، ۷۲۱۲، ۷۴۴۶۔

تشریح: صَاحِبُ الْحَوْضِ وَالْقِرْبَةِ أَحَقُّ بِمَآئِهِ: اس باب میں دونوں طرح کی روایتیں اکٹھی کی گئی ہیں؛ جن کا تعلق پانی روکنے اور نہ روکنے سے ہے۔اور بتایا گیا ہے کہ دونوں باتوں میں ضرورتِ حقہ اور اَخلاقِ فاضلہ مدنظر رکھے جائیں۔اس بارے میں حضرت ہاجرہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔حق جس طرح ملکیت کی بناء پر قائم ہوتا ہے،اسی طرح اخلاقی اقدار کی بناء پر اپنا حق محفوظ رکھنے کے باوجود دوسروں سے حسن سلوک کرنا لازمی ہے۔حق ملکیت اس اخلاقی فرض کو اور بھی زیادہ واجب کر دیتا ہے۔روایت نمبر ۲۳۶۷ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی آبِ حیات والے حوضِ کوثر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اخلاقی اور روحانی کم مائیگی کی وجہ سے نااہل لوگ آپؐ کے حوض سے ہانکے جائیں گے اور وہ حوضِ کوثر کے پاکیزہ پانی سے محروم رہیں گے۔باب کی چاروں روایتیں حکمت آموز ترتیب سے یکجا کی گئی ہیں۔عنوانِ باب میں جو فقہی سوال ہے،اس کا جواب احادیث نبویہ کی روشنی میں آسان ہے۔

بَاب ۱۱: لَا حِمَى إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی رَکھ نہیں

۲۳۷۰: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حِمَى

۲۳۷۰: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے،ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے، عبیداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت صعب بن جثامہؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکھ اللہ اور اس کے رسول

إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُوْلِهِ. وَقَالَ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيْعَ وَأَنَّ عُمَرَ حَمَى الشَّرَفَ وَالرَّبَذَةَ.

کی ہی ہے۔ اور (امام بخاریؒ نے) کہا: یہ خبر ہمیں پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نَقِیع کو رَکھ قرار دیا اور حضرت عمرؓ نے شرف اور رَبذہ کو۔

طرفہُ: ۳۰۱۳۔

تشریح: **لَا حِمَى اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ ﷺ**: امام شافعیؒ نے اس جملہ کے دو مفہوم بیان کئے ہیں اور دونوں ہی درست ہیں۔ اوّل یہ کہ کسی کا حق نہیں کہ کوئی زمین مسلمانوں کے لئے محفوظ کرے سوائے اس زمین کے جو اللہ اور رسول ﷺ نے محفوظ کی ہے۔ جیسے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے حرم اور اس کی ملحقہ اراضیات محفوظ کی گئی ہیں۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جگہیں اسی طریق پر محفوظ کی جا سکتی ہیں جس طریق پر اللہ اور رسول ﷺ نے کی ہیں۔ یعنی جب حالات متقاضی ہوں تو اولوالامر بھی زمین محفوظ کرنے میں وہی صورت اختیار کر سکتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرا مفہوم زیادہ واضح اور قابل ترجیح ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۵۶) **حِمَى** کے معنے رمنہ یا رکھ۔ جانوروں کے لئے چراگاہ کے طور پر یا رفاہِ عامہ کی خاطر شاملاتِ دہ، چراگاہیں اور جنگلات محفوظ کئے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح گھاٹ یا پانی کی دوسری جگہیں جہاں جانور وغیرہ آزادی سے پانی پی سکیں۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقات کے اونٹوں وغیرہ کے لئے بعض چراگاہیں محفوظ کیں۔ زمانہ جاہلیت میں سردارانِ عرب کا دستور تھا کہ ان میں سے ایک جہاں عمدہ چراگاہیں ہوتیں، وہاں کتا چھوڑ دیتا اور جہاں تک اس کے بھونکنے کی آواز پہنچتی؛ اعلان کر دیا جاتا کہ وہاں تک کوئی دوسرا شخص نہ تو جانور چرا سکتا ہے اور نہ انہیں پانی پلا سکتا ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں خون ریز جنگیں ہوتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قدیم طریق منسوخ فرما دیئے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲۱۳)

نَقِیْع مدینہ سے بیس فرلانگ یا تقریباً اڑھائی میل دور ہے۔ پانی جمع ہونے کی وجہ سے اس جگہ کا نام نَقِیْع مشہور ہوا۔ **شَرَف** مدینہ کے مضافات میں سرسبز بلند مقامات ہیں اور **رَبْذَہ** وادی ذات عرق کے قریب مدینہ منورہ سے تین منزل دور ہے۔ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں شرف کی جگہ سرف ہے جو مکہ مکرمہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ جگہیں رفاہ عامہ کے لئے محفوظ کی گئی تھیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲۱۴)

بَاب ۱۲: شُرْبُ النَّاسِ وَسَقْيُ الدَّوَابِّ مِنَ الْأَنْهَارِ

دریاؤں اور نہروں سے لوگوں اور جانوروں کا پانی پینا

۲۳۷۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ

۲۳۷۱: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان کیا کہ مالک بن انس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زید

ابْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيْلِ اللهِ فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذَلِكَ مِنَ الْمَرْجِ أَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٍ وَلَوْ أَنَّهُ انْقَطَعَ طِيَلُهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَّهُ وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَّسْقِيَ كَانَ ذَلِكَ حَسَنَاتٍ لَّهُ فَهِيَ لِذَلِكَ أَجْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُوْرِهَا فَهِيَ لِذَلِكَ سِتْرٌ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ عَلَى ذَلِكَ وِزْرٌ وَسُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهَا شَيْءٌ

بن اسلم سے، زید نے ابوصالح سمان سے، ابوصالح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑے کسی شخص کے لئے ثواب کا موجب ہیں اور کسی شخص کیلئے باعث حفاظت ہیں اور کسی شخص کے لئے عذاب۔ جس کے لئے وہ ثواب ہیں، وہ وہ شخص ہے جس نے انہیں اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے پالا اور انہیں کسی مرغزار یا باغ میں لمبی رسی کر کے کھلا چھوڑ دیا تو وہ اپنی رسی کی لمبان میں جو کچھ بھی اس مرغزار یا باغ سے چریں گے تو وہ اس کے لئے نیکیاں ہوں گی اور اگر اُن کی رسی ٹوٹ جائے اور وہ کلیلیں☆ کرتے ہوئے میل دو میل تک نکل جائیں تو اُن کے قدموں کے نشان اور اُن کی لید بھی اس کیلئے نیکیاں ہوں گی اور اگر وہ کسی دریا پر سے گزریں اور اس سے پئیں؛ درآنحالیکہ ان گھوڑوں کا مالک انہیں پلانا نہیں چاہتا تو پھر بھی اس کے لئے نیکیاں شمار ہوں گی۔ سو یہ گھوڑے ایسے شخص کے لئے ثواب ہیں اور ایک وہ ہے جس نے دولت حاصل کرنے اور محتاجی سے بچنے کیلئے گھوڑے پالے اور وہ اللہ کا حق (زکوٰۃ اور صدقات) بھی نہیں بھولا جو اُن کی گردنوں اور پیٹھوں میں ہے تو یہ گھوڑے ایسے شخص کے لئے موجب حفاظت ہیں اور ایک وہ شخص ہے کہ جس نے ان گھوڑوں کو ریاء اور فخر کے لئے اور مسلمانوں سے دشمنی کی وجہ سے رکھا تو یہ گھوڑے اُس کے لئے وبال ہوں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گدھوں کی نسبت پوچھا گیا تو آپؐ

☆ کلیل: حیوانوں اور پرندوں کی اچھل کود۔ (اردو لغت- زیر لفظ کلیل)

إِلَّا هَذِهِ الآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ ۝﴾ (الزلزال:۸-۹)

نے فرمایا: ان کے بارے میں مجھ پر کوئی وحی نہیں اُتری؛ سوائے اس جامع آیت کے جو سب پر حاوی ہے: جو ذرہ بھر بھلائی کرے گا، وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا، وہ اسے دیکھ لے گا۔

اطرافہ: ۲۸٦۰، ۳٦٤٦، ٤٩٦٢، ٤٩٦۳، ۷۳٥٦.

۲۳۷۲: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ ابْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ قَالَ مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

۲۳۷۲: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے، ربیعہ نے منبعث کے آزادکردہ غلام یزید سے، یزید نے حضرت زید بن خالد جُہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اُس نے آپؐ سے گری پڑی چیزوں کی نسبت پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی تھیلی اور اس کا بند پہچان رکھو۔ پھر ایک برس تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ اگر اس کا مالک آجائے تو خیر؛ ورنہ جس طرح چاہو، کام میں لاؤ۔ اس نے کہا: بھولی بھٹکی بکری (کے متعلق حضورؐ کا کیا ارشاد ہے؟) آپؐ نے فرمایا: وہ تمہارے لیے یا تمہارے بھائی کے لئے ہے یا کسی بھیڑیئے کے لئے۔ اس نے کہا: اور بھولا بھٹکا اونٹ؟ آپؐ نے فرمایا: تجھے اس سے کیا واسطہ! اس کے ساتھ اس کا مشکیزہ بھی ہے اور اُس کا موزہ (یعنی پاؤں) بھی۔ پانی پی لیتا ہے اور درختوں سے کھاتا ہے؛ یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پالیتا ہے۔

اطرافہ: ۹۱، ۲٤۲۷، ۲٤۲۸، ۲٤۲۹، ۲٤۳٦، ۲٤۳۸، ٥۲۹۲، ٦۱۱۲.

تشریح: **شُرْبُ النَّاسِ وَسَقْيُ الدَّوَابِّ مِنَ الْأَنْهَارِ**: اس باب کی پہلی روایت کتاب الجهاد (باب ۴۸) میں مفصل مذکور ہے اور دوسری روایت کتاب فی اللقطة میں متعدد بار آئے گی۔ ندی نالوں

اور چشموں سے پانی پلانے کی عام اجازت ہے۔کسی کو حق نہیں کہ اس میں کسی پر پابندی عائد کرے۔بھٹکی ہوئی بھیڑ بکری ملے تو اس کی حفاظت کم از کم ایک سال کے لئے ضروری ہے۔شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے ہر بات میں رہنمائی فرمائی ہے۔تا کہ ان کے عمل میں یک جہتی پیدا ہو اور صورتِ وحدت قائم رہے اور وہ معاشرہ قابل قدر و رشک ہے، جس کے تمام افراد میں بلحاظِ عقیدہ و کردار یگانگت پائی جاتی ہو۔

بَاب۱۳ : بَيْعُ الْحَطَبِ وَ الْكَلَإِ

اینڈھن (کی لکڑی) اور گھاس بیچنا

۲۳۷۳: حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلًا فَيَأْخُذَ حُزْمَةً مِّنْ حَطَبٍ فَيَبِيْعَ فَيَكُفَّ اللهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ يَّسْأَلَ النَّاسَ أُعْطِيَ أَمْ مُّنِعَ.

اطرافہ: ۱۴۷۱، ۲۰۷۵۔

۲۳۷۳: معلیٰ بن اسد نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے، حضرت زبیرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک رسی لے اور لکڑیوں کا گٹھا لا کر بیچے اور اللہ اس طرح اس کی آبرو بچائے رکھے تو یہ بہتر ہے؛ اس بات سے کہ وہ لوگوں سے مانگے۔اس کو ملے یا نہ ملے۔

۲۳۷۴: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَّحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَّهُ

۲۳۷۴: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے آزاد کردہ غلام ابوعبید سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر اُٹھا کر

مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ.

لائے۔ اس کے لئے بہتر ہے، اس سے کہ کسی سے مانگے اور وہ اس کو دے یا نہ دے۔

اطرافہ: ۱۴۷۰، ۱۴۸۰، ۲۰۷۴۔

۲۳۷۵: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيْهِ حُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيْهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ أَصَبْتُ شَارِفًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَغْنَمٍ يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ وَأَعْطَانِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَارِفًا أُخْرَى فَأَنَخْتُهُمَا يَوْمًا عِنْدَ بَابِ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أَحْمِلَ عَلَيْهِمَا إِذْخِرًا لِأَبِيْعَهُ وَمَعِي صَائِغٌ مِّنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَأَسْتَعِيْنُ بِهِ عَلَى وَلِيْمَةِ فَاطِمَةَ وَحَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَشْرَبُ فِي ذَلِكَ الْبَيْتِ مَعَهُ قَيْنَةٌ فَقَالَتْ:

۲۳۷۵: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں خبر دی کہ ابن جریج نے ان سے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے: ابن شہاب نے مجھے بتایا کہ انہوں نے علی بن حسینؓ بن علیؓ سے، انہوں نے اپنے باپ حضرت حسین بن علیؓ سے، حضرت حسینؓ نے اپنے باپ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے بدر کی جنگ میں غنیمت کے مال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حصے میں ایک جوان اونٹنی پائی۔ انہوں نے کہا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور جوان اونٹنی مجھے دی۔ میں نے ان دونوں اونٹنیوں کو ایک انصاری کے دروازہ پر بٹھا دیا اور میرا ارادہ تھا کہ میں اذخر گھاس ان پر لاد کر بیچنے کیلئے لایا کروں گا اور میرے ساتھ بنی قینقاع کا ایک سنار بھی تھا۔ (میرا ارادہ تھا) کہ اس طرح مَیں فاطمہؓ کے ولیمہ کا سامان مہیا کرلوں گا۔ اس وقت حمزہؓ بن عبدالمطلب اسی گھر میں شراب پی رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک گانے والی بھی تھی۔ اس نے (یہ مصرعہ) گایا:

أَلَا يَا حَمْزَ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ

ارے حمزہ اُٹھو! ان موٹی تازی جوان اونٹنیوں کی طرف بڑھو

فَثَارَ إِلَيْهِمَا حَمْزَةُ بِالسَّيْفِ فَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا ثُمَّ أَخَذَ

یہ سن کر حمزہؓ جوش میں آئے اور تلوار لے کر ان کی طرف لپکے اور ان کے کوہان کاٹ ڈالے۔ ان کے

مِنْ أَكْبَادِهِمَا قُلْتُ لِابْنِ شِهَابٍ وَمِنَ السَّنَامِ قَالَ قَدْ جَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا فَذَهَبَ بِهَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَنَظَرْتُ إِلَى مَنْظَرٍ أَفْظَعَنِيْ فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ (ﷺ) وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ فَخَرَجَ وَمَعَهُ زَيْدٌ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَدَخَلَ عَلَى حَمْزَةَ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ حَمْزَةُ بَصَرَهُ وَقَالَ هَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيْدٌ لِآبَائِي فَرَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَهْقِرُ حَتَّى خَرَجَ عَنْهُمْ وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيْمِ الْخَمْرِ.

پیٹ پھاڑ دیے اور پھر ان کی کلیجیاں نکال لیں۔ میں نے ابن شہاب سے پوچھا: اور کوہان بھی؟ انہوں نے کہا: ان کے کوہان کاٹ ڈالے اور انہیں لے گئے۔ ابن شہاب نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے: یہ ایک ایسا نظارہ تھا جس نے مجھے گھبرا دیا۔ میں نبی اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس وقت آپؐ کے پاس زید بن حارثہؓ تھے۔ میں نے یہ ماجرا آپؐ سے بیان کیا۔ آپؐ نکلے اور زیدؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ میں بھی آپؐ کے ساتھ چل پڑا۔ آپؐ حمزہؓ کے پاس اندر گئے۔ آپؐ ان پر خفا ہوئے۔ حمزہؓ نے آنکھ اُٹھائی اور کہا: تم کون میرے باپ دادوں کے غلام ہی تو ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے پاؤں لوٹے اور چلے گئے۔ یہ واقعہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔

اطرافہ: ۲۰۸۹، ۳۰۹۱، ۴۰۰۳، ۵۷۹۳.

تشریح: **بَيْعُ الْحَطَبِ وَالْكَلَأِ**: گھاس اور لکڑی وغیرہ کاٹنے کی عام اجازت کا تعلق ایسی جگہوں سے ہے جو کسی کی ملکیت نہ ہوں۔ غیر مملوکہ اراضی میں نفع بخش اشیاء سے استفادہ کی عام اجازت ہے۔ ان کے حصول میں ہر شخص کی محنت اس کو حق دار بنا دیتی ہے۔ اس تعلق میں باب ۲، ۳ کی تشریح بھی دیکھئے۔ یہ روایتیں کتاب الزکوۃ میں بھی مذکور ہیں۔

بَابٌ ١٤ : اَلْقَطَائِعُ
جاگیریں (دینا)

٢٣٧٦ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۳۷۶: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ بن سعید سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے

أَنْ يُّقْطِعَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ حَتَّى تُقْطِعَ لِإِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ مِثْلَ الَّذِي تُقْطِعُ لَنَا قَالَ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ أَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتَّى تَلْقَوْنِي.

(انصار کو) بحرین میں جاگیریں دینے کا ارادہ فرمایا تو انصار نے کہا: ہم تو جب لیں گے کہ آپؐ ہمارے بھائی مہاجرین کو بھی جاگیریں دیں؛ ویسی ہی جاگیریں جو آپؐ ہمیں دے رہے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: میرے بعد تم خود غرضی کو دیکھو گے۔ (یعنی تم پر لوگ مقدم کئے جائیں گے) تو تم صبر کرنا؛ یہاں تک کہ مجھ سے ملو۔

اطرافهُ: ٢٣٧٧، ٣١٦٣، ٣٧٩٤۔

تشریح: **اَلْقَطَائِع:** سفید زمین آبادی کی غرض سے بطور جاگیر دیئے جانے کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے اور ان کے نزدیک اس کی دو صورتیں ہیں۔ بطور ملکیت یا صرف حاصلات سے فائدہ اُٹھانے کے لئے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصارؓ کو بحرین کے جزیرہ سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت دی۔ اسی طرح مفتوحہ علاقے کا خراج وصول کرنے کی بھی اجازت ہے۔ اس تعلق میں مفصل دیکھئے کتاب الجزية، باب۴:ما أقطع النبي ﷺ من البحرين۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کی جلاوطنی کے بعد اُن کی جائیدادوں میں سے ایک جائیداد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دی (دیکھئے روایت نمبر ۳۱۵۱) جو بصورتِ ملکیت تھی۔ معاہد، ذمی اور مسلم کی جائیداد کسی دوسرے کو بطور جاگیر نہیں دی جاسکتی۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۶۰)

بَاب ١٥: كِتَابَةُ الْقَطَائِعِ

جاگیروں سے متعلق دستاویز لکھنا

٢٣٧٧: وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَّحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارَ لِيُقْطِعَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنْ فَعَلْتَ فَاكْتُبْ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا فَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۳۷۷: اور لیث نے یحییٰ بن سعید سے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا۔ اس لئے کہ ان کو بحرین میں جاگیریں دیں تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپؐ ہمیں دیتے ہیں تو ہمارے بھائی قریشیوں کو بھی ویسی ہی جاگیریں دیجئے۔ مگر اس وقت آپؐ کے پاس اور نہیں تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم میرے بعد عنقریب دیکھو گے

فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ أَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتَّى تَلْقَوْنِي.

کہ تم پر دوسرے مقدم کئے جائیں گے۔ اس وقت تم صبر کرنا؛ یہاں تک کہ مجھ سے ملو۔

اطرافہُ: ۲۳۷۶، ۳۱۶۳، ۳۷۹۴۔

تشریح: **كِتَابَةُ الْقَطَائِعِ:** روایت زیر باب مقطوع ہے۔ اس لئے عنوان ہی میں عطف واؤ کے ساتھ درج کی گئی ہے اور یہ باب سابقہ باب ہی کے مضمون سے متعلق ہے۔ اس میں جاگیرداری کا پٹہ لکھنے کا ذکر نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پٹہ لکھنے میں تردد اس لئے کیا کہ آپؐ وہاں سے پیداوار بصورتِ جزیہ وصول کرنا چاہتے تھے اور اس سے قبل مہاجرین کو بنونضیر کی جائیدادیں دے چکے تھے۔ بحرین والوں نے صلح پر ہتھیار ڈال دیئے اور جزیہ دینا قبول کرلیا تھا اور وہ آباد علاقہ تھا اور افتادہ اراضیات وہاں کم تھیں۔ ان وجوہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پٹہ نہیں لکھا۔

اللہ تعالیٰ انصارؓ کے بارے میں فرماتا ہے: يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَايَجِدُوْنَ فِي صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط (الحشر:۱۰) جو لوگ ہجرت کرکے انصارؓ کے پاس آئے ہیں، ان سے وہ محبت رکھتے ہیں اور اپنے دلوں میں اس (مال) کی کوئی خواہش نہیں رکھتے تھے جو ان (مہاجرینؓ) کو دیا گیا اور وہ ان کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ گو وہ خود ضرورت مند ہوں۔ مذکورہ بالا واقعہ سے تین باتوں کی تصدیق ہوتی ہے:-

اوّل: انصارؓ نے بتقاضائے اخوت ومحبت بحرین کی پیش کش میں مہاجرینؓ کو بھی شریک کرنا چاہا اور یہ خیال نہ کیا کہ بنونضیر کی جلاوطنی پر اُن کی جائیدادیں مہاجرینؓ کو مل چکی ہیں۔ حالانکہ یہودیوں کی متروکہ جائیدادوں کے انصارؓ اوّل درجے پر مستحق تھے۔ کیونکہ وہ مدینہ کے اصل باشندے تھے۔

دوم: یہودی سرمایہ دار سودی کاروبار وغیرہ سے آہستہ آہستہ ان کی جائیدادوں کے مالک ہوگئے تھے۔ جیسا کہ انگریزی عمل داری میں ہندو ساہوکار پنجاب کی ان زمینوں پر قابض ہوگئے تھے جن کے مالک مسلمان تھے اور آخرکار ان ساہوکاروں سے نجات دلانے کے لئے زمینداری قانون بنانا پڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے مدینہ کے عربوں کا بھی یہی حال تھا۔ مہاجرینؓ کو بنونضیر کی جو جائیدادیں دی گئیں، ان سے انصارؓ کو کسی قسم کا احساس پیدا نہیں ہوا کہ انہیں دی گئیں اور ہمیں نہیں دی گئیں۔

سوم: محولہ بالا عطیہ میں انصارؓ نے مہاجرینؓ کو مقدم کرنا چاہا۔

یہ تینوں باتیں اس واقعہ سے واضح طور پر ثابت ہوتی ہیں کہ قرآنِ مجید کا بیان کردہ وصف انصارؓ پر پورے طور سے صادق آتا ہے۔

بَاب ۱٦ : حَلَبُ الْإِبِلِ عَلَى الْمَاءِ

پانی کے پاس اونٹنیوں کو دوہنا

۲۳۷۸: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ حَقِّ الْإِبِلِ أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ.

۲۳۷۸: ابراہیم بن منذر نے ہمیں بتایا کہ محمد بن فلیح نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ہلال بن علی سے، ہلال نے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اونٹنیوں کا حق ہے کہ ان کو پانی کے پاس لے جا کر دوہا جائے۔

اطرافہ: ۱٤۰۲، ۳۰۷۳، ٦۹٥۸۔

تشریح: حَلُبُ الْإِبِلِ عَلَى الْمَآءِ: صدقہ کی اونٹنیاں دوہنے سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ہدایت فرمائی ہے کہ وہ پانی کے پاس دوہی جائیں؛ تا محتاج ان کے دودھ سے فائدہ اٹھائیں۔ کیونکہ پانی کے پاس اکثر محتاج لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ جملہ مِنْ حَقِّ الْإِبِلِ سے یہی مراد ہے کہ جو اونٹنیاں صدقہ کی ہیں، انہیں ایسی جگہ دوہا جائے؛ جہاں پانی لینے کے لئے غرباء کا ہجوم رہتا ہے اور وہ ان کے دودھ سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں؛ جو دراصل انہیں کا حق ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ٦۲) (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۲۲) اس تعلق میں کتاب الزکاۃ باب ۳ بھی دیکھئے۔ مِنْ حَقِّهَا اَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ۔ (روایت نمبر ۱۴۰۲) بکریاں بھی پانی پر دوہی جائیں۔

بَاب ۱۷ : اَلرَّجُلُ يَكُوْنُ لَهُ مَمَرٌّ أَوْ شِرْبٌ فِي حَائِطٍ أَوْ فِي نَخْلٍ

یہ باب اس شخص کے معاملہ کے بارے میں ہے جس کی باغ میں یا نخلستان میں گزرگاہ ہو

یا جس کا کھجور کے درختوں میں پانی پلانے کا حصہ ہو

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ وَلِلْبَائِعِ الْمَمَرُّ وَالسَّقْيُ حَتَّى

نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص کھجور کے درخت میں پیوند کرنے کے بعد اس درخت کو بیچ دے تو اس کا پھل بیچنے والے ہی کا ہوگا اور بیچنے والا اس وقت تک آتا جاتا رہے گا اور پانی بھی دے گا؛ جب تک کہ میوہ نہ اُٹھا لے

يَرْفَعَ وَ كَذَلِكَ رَبُّ الْعَرِيَّةِ.

اور ایسا ہی عریہ والا بھی۔ (یعنی وہ شخص جس کو باغ میں سے پھل استعمال کیلئے بطور ہدیہ یا صدقہ دیا گیا ہو۔)

۲۳۷۹: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِيْ بَاعَهُ إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ. وَعَنْ مَّالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ فِي الْعَبْدِ.

اطرافہُ: ٢٢٠٣، ٢٢٠٤، ٢٢٠٦، ٢٧١٦۔

۲۳۷۹: عبداللہ بن یوسف نے ہمیں بتایا۔ لیث نے ہم سے بیان کیا کہ ابن شہاب نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سالم بن عبداللہ سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جو شخص پیوند لگائے جانے کے بعد کھجور کے درخت خریدے تو یاد رکھے کہ ان کا پھل بیچنے والے کے لئے ہوگا؛ سوائے اس کے کہ خریدنے والا شرط کر لے اور جو شخص کوئی غلام خریدے اور اس (غلام) کا مال ہو تو اس کا مال بھی اس شخص کے لئے ہوگا جس نے اس کو فروخت کیا۔ مگر یہ کہ خریدار شرط کر لے۔ اور یہ حدیث مالک سے بھی مروی ہے۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عمرؓ سے۔ ان کی یہ حدیث صرف غلام سے متعلق ہی ہے۔

۲۳۸۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُبَاعَ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا ثَمَرًا☆.

اطرافہُ: ٢١٧٣، ٢١٨٤، ٢١٨٨، ٢١٩٢۔

۲۳۸۰: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ بن سعید (انصاری) سے، یحییٰ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے، حضرت ابن عمرؓ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ عرایا کی خام کھجوروں کا اندازہ کر کے ان کے بدلے میں اتنی ہی پختہ اور عمدہ کھجوریں☆ دے دی جائیں۔

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ "تَمْرًا" کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ۶۲)

۲۳۸۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَعَنِ الْمُزَابَنَةِ وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا وَأَنْ لَّا تُبَاعَ إِلَّا بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ إِلَّا الْعَرَايَا.

اطرافہٗ: ۱٤۸۷، ۲۱۸۹، ۲۱۹٦۔

۲۳۸۱: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا کہ ابن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے عطاء (بن ابی رباح) سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ، محاقلہ اور مزابنہ☆ سے منع فرمایا ہے اور پھل بیچنے سے بھی جب تک کہ اس کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے۔ (فرمایا:) پھل نہ بیچا جائے؛ مگر درہم اور دینار کے بدلے میں۔ بجز عرایا کے (کہ ان کے خام پھلوں کا پختہ پھلوں سے مبادلہ ہوسکتا ہے)

۲۳۸۲ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا مِنَ الثَّمَرِ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ شَكَّ دَاوُدُ فِي ذَلِكَ.

طرفہٗ: ۲۱۹۰،

۲۳۸۲: یحییٰ بن قزعہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے داؤد بن حصین سے، داؤد نے ابوسفیان سے جو کہ ابواحمد کے بیٹے کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ عرایا کی خام کھجوروں کا اندازہ کر کے ان کے مبادلہ میں اتنی ہی پختہ کھجوریں خریدی جائیں بشرطیکہ پانچ وسق سے کم یا پانچ وسق ہوں۔ اس بارہ میں داؤد (راوی) نے شک ظاہر کیا۔

۲۳۸۳-۲۳۸٤ : حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ ابْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ

۲۳۸۳-۲۳۸۴: زکریاء بن یحییٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسامہ نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: ولید

☆ محاقلہ سے مراد خشک اناج کے عوض کھڑی فصل کی خرید وفروخت کرنا نیز خشک اناج کے عوض قابل کاشت زمین کا ٹھیکے پر دینا ہے۔ جبکہ مخاضرہ سے مراد ہری فصل کی خرید وفروخت ہے۔ (دیکھئے تشریح کتاب البیوع باب۹۳) جبکہ مخابرہ غیر معین معیاد کے لیے ٹھیکہ پر دینا ہے۔ (دیکھئے کتاب الحرث والمزارعة باب۹)

أَخْبَرَنِي الْوَلِيْدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ وَسَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ إِلَّا أَصْحَابَ الْعَرَايَا فَإِنَّهُ أَذِنَ لَهُمْ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي بُشَيْرٌ مِثْلَهُ.

بن کثیر نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: بُشَیر بن یسار نے مجھے بتایا جو کہ بنوحارثہ کے آزاد کردہ غلام تھے کہ حضرت رافع بن خدیجؓ اور حضرت سہل بن ابی حثمہؓ نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ یعنی درخت کی (خام) کھجوریں پختہ کھجوروں کے بدلے میں دینے سے منع فرمایا ہے۔ عرایا والوں کو منع نہیں کیا۔ آپؐ نے انہیں اجازت دی ہے (کہ وہ پختہ کھجوریں بدلہ میں لے سکتے ہیں۔) ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اور ابن اسحق نے بھی کہا کہ بُشَیر نے مجھ سے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

طرفهُ: ۲۱۹۱۔

تشریح: **اَلرَّجُلُ يَكُوْنُ لَهُ مَمَرٌّ اَوْ شِرْبٌ فِي حَائِطٍ اَوْ فِي نَخْلٍ:** عنوانِ باب قاعدہ لف ونشر مرتب کے مطابق قائم کیا گیا ہے۔ یعنی گزرگاہ کا تعلق باغ سے ہے اور سینچائی کا تعلق نخلستان سے ہے کہ اس کے ہر حصہ دار کا فرض ہے کہ وہ اسے سینچے۔ عنوانِ باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قول کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کتاب البیوع باب ۹۰ میں گزر چکی ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۲۲۰۳) اس باب میں پانچ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی روایت کے لئے کتاب البیوع، باب ۹۰ کی تشریح دیکھئے۔ دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں روایت کے لئے کتاب البیوع، باب ۸۲ تا باب ۸۴ مع تشریح دیکھئے۔ مخابرہ کا ذکر کتاب الحرث والمزارعة، باب ۹ تا ۱۱ کی تشریح میں دیکھا جائے۔

یہ تمام روایتیں نئے مضمون کی وجہ سے دُہرائی گئی ہیں اور اس اعادے سے مقصود یہ ہے کہ مذکورہ بالا حق گزرگاہ اور حق آبپاشی ان تمام اقسامِ معاملات میں ملحوظ ہوگا۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٤٣- كِتَابُ الاِسْتِقْرَاضِ وَأَدَاءِ الدُّيُوْنِ وَالْحَجْرِ وَالتَّفْلِيْسِ

قرض لینے اور قرض کی ادائیگی اور قرض لینے کے متعلق حکماً پابندی عائد کرنے اور دیوالیہ سے متعلق احکام

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

بَاب ١: مَنِ اشْتَرَى بِالدَّيْنِ وَلَيْسَ عِنْدَهُ ثَمَنُهُ أَوْ لَيْسَ بِحَضْرَتِهِ

جو شخص کوئی چیز اُدھار پر خرید کرے اور اُس کے پاس اُس کی قیمت نہ ہو یا خریدتے وقت اُس کے پاس قیمت موجود نہ ہو

٢٣٨٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ هُوَ الْبِيْكَنْدِيُّ أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: كَيْفَ تَرَى بَعِيْرَكَ أَتَبِيْعُهُ قُلْتُ: نَعَمْ فَبِعْتُهُ إِيَّاهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْبَعِيْرِ فَأَعْطَانِيْ ثَمَنَهُ.

۲۳۸۵: محمد بن یوسف بیکندی نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مغیرہ سے، مغیرہ نے شعبی سے، شعبی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لئے نکلا۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے اونٹ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟ کیا تم (میرے پاس) اِسے بیچو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ چنانچہ میں نے آپؐ کے پاس وہ (اُونٹ) بیچ دیا۔ جب آپؐ مدینہ میں آئے تو میں صبح اس اُونٹ کو لے کر آپؐ کے پاس گیا اور آپؐ نے مجھے اُس کی قیمت دے دی۔

اطرافہ: ٤٤٣، ١٨٠١، ٢٠٩٧، ٢٣٠٩، ٢٣٩٤، ٢٤٠٦، ٢٤٧٠، ٢٦٠٣، ٢٦٠٤، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧.

۲۳۸۶ : حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ وَّرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيْدٍ.

۲۳۸۶: معلّٰی بن اسد نے ہمیں بتایا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتایا۔انہوں نے کہا: ہم نے ابراہیم (نخعی) کے سامنے قرض میں گرو رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: اسود (بن یزید) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے مقررہ میعاد پر غلہ خریدا اور اُس کے پاس (اپنی) لوہے کی زرہ گرو رکھ دی۔

اطرافه: ۲۰۶۸، ۲۰۹۶، ۲۲۰۰، ۲۲۵۱، ۲۲۵۲، ۲۵۰۹، ۲۵۱۳، ۲۵۱٦، ٤٤٦٧۔

تشریح: مَنِ اشْتَرَى بِالدَّيْنِ وَ لَيْسَ عِنْدَهُ ثَمَنُهُ اَوْ لَيْسَ بِحَضْرَتِهِ: مندرجہ بالا دونوں روایتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پیش کیا گیا ہے کہ آپؐ نے اپنوں سے بھی اُدھار پر خرید وفروخت کی اور غیروں سے بھی۔ان روایتوں سے عنوان باب کی دونوں صورتوں کا جواز ظاہر ہے۔ایک صورت قرض بلا رہن ہے اور دوسری صورت قرض مع رہن ہے اور ضرورتِ قرض کی بھی دو صورتیں ہیں۔ایک صورت میں قرض خواہ کے پاس رقم تو ہے مگر کسی وجہ سے اُسی وقت اَدا نہیں کرسکتا یا دوسری صورت میں رقم نہیں اور بعد میں اَدا کرسکتا ہے۔پہلی صورت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اُونٹ خریدنے کے واقعہ سے ظاہر ہے اور دوسری صورت یہودی سے اُدھار غلہ لینے کے واقعہ سے۔بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ باب اِس غرض سے بھی قائم کیا گیا ہے کہ ابوداؤدؒ ☆ اور حاکمؒ کی بعض روایتوں میں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہیں، آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیمت کی عدم موجودگی میں نہیں خریدتا۔آپؐ کے یہ الفاظ ہیں: لَا اَشْتَرِيْ مَا لَيْسَ عِنْدِيْ ثَمَنُهٗ. (مستدرک حاکم، کتاب البیوع، باب من تداین بدین ولیس فی نفسه وفائه، جزء ثانی صفحه ۲۴) یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق نہیں۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کے لیے کتاب البیوع باب ۳۴ روایت نمبر ۲۰۹۷ دیکھئے۔اور یہودی سے خریدنے کے بارے میں کتاب السلم باب ۵ روایت نمبر ۲۲۵۱ دیکھئے۔روایت نمبر ۲۳۸۶ میں اَلرَّهْنُ فِي السَّلَمِ کے فقرہ میں اَلسَّلَم سے اِصطلاحی بیع سلم مراد نہیں بلکہ قرض چیز لینا مراد ہے۔

☆ (ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی التشدید فی الدین)

بَاب ۲ : مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَاءَهَا أَوْ إِتْلافَهَا

جوشخص لوگوں کے مال اَدا کرنے کے ارادے سے لے یا اَدا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو

۲۳۸۷ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِاللهِ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللهُ عَنْهُ وَمَنْ أَخَذَ يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللهُ.

۲۳۸۷: عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان بن بلال نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ثور بن زید سے، ثور نے ابوالغیث سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جوشخص لوگوں کے مال اِس نیت سے لے کہ اَدا کروں گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو اَدا کرنے کی توفیق دے گا اور جو اِس نیت سے لے کہ اُن (اموال) کو برباد کروں گا تو اللہ اُسے بھی برباد کردے گا۔

تشریح: مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَآءَ هَا اَوْ اِتْلَافَهَا: تمام اعمال کی صحت اور عدمِ صحت کا دارومدار نیت پر ہے۔ اس تعلق میں مفصّل دیکھئے تشریح کتاب بدء الوحی باب۱۔ ادائیگی کی نیت سے قرض لینے کے بارے میں کئی روایتیں ابن ماجہؒ[☆] اور حاکمؒ سے مروی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان نیک نیت ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کے قرض کی ادائیگی کے لئے سہولتیں پیدا کر دیتا ہے۔ اُن میں سے ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: مَا مِنْ عَبْدٍ كَانَتْ لَهُ نِيَّةٌ فِيْ اِدَآءِ دَيْنِهٖ اِلَّا كَانَ لَهُ مِنَ اللّٰهِ عَوْنٌ. (المستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، باب ما من عبد کانت له نية فی ادآء دینه الّا کان له من اللّٰه عون) جو بندہ بھی اپنا قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور اُس کی مدد ہوگی۔

بَاب ۳ : أَدَاءُ الدُّيُوْنِ

قرضوں کی اَدائیگی (کے بارے میں)

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا

نیز اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں اُن کے سپرد کرو جو اُن کے اہل

☆ (سنن ابن ماجه، کتاب الاحکام، باب من ادان دینا وهو ینوی قضاءه)

حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا (النساء: ۵۹)

ہیں اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ جو تمہیں نصیحت کرتا ہے وہ بہت اچھی ہے اور اللہ تعالیٰ بہت ہی سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔

۲۳۸۸: حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا أَبُوْ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَبْصَرَ يَعْنِي أُحُدًا قَالَ: مَا أُحِبُّ أَنَّهُ تَحَوَّلَ لِيْ ذَهَبًا يَّمْكُثُ عِنْدِي مِنْهُ دِيْنَارٌ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا دِيْنَارًا أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الْأَكْثَرِيْنَ هُمُ الْأَقَلُّوْنَ إِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هَكَذَا وَهَكَذَا وَأَشَارَ أَبُو شِهَابٍ بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَقَالَ: مَكَانَكَ وَتَقَدَّمَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَسَمِعْتُ صَوْتًا فَأَرَدْتُّ أَنْ آتِيَهُ ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَهُ: مَكَانَكَ حَتَّى آتِيَكَ فَلَمَّا جَاءَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الَّذِيْ سَمِعْتُ أَوْ قَالَ: اَلصَّوْتُ الَّذِيْ سَمِعْتُ قَالَ وَهَلْ سَمِعْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ قَالَ: أَتَانِيْ

۲۳۸۸: احمد بن یونس نے مجھ سے بیان کیا کہ ابوشہاب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے زید بن وہب سے، زید نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ جب آپؐ نے اُحد پہاڑ کو دیکھا تو آپؐ نے فرمایا: یہ (پہاڑ) میرے لئے سونا بنادیا جائے تو بھی مجھے پسند نہیں کہ اس میں سے ایک دینار میرے پاس تین دن سے زیادہ رہے، بجز اُس دینار کے جو قرضہ ادا کرنے کے لئے رکھوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: جتنا زیادہ کوئی دولت مند ہے اُتنا ہی زیادہ وہ محتاج ہے، سوائے اُس شخص کے جو مال اس اس طرح خرچ کرے اور ابوشہاب نے اپنے سامنے اور اپنے دائیں اور اپنے بائیں اشارہ کیا اور ایسے بہت تھوڑے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہیں ٹھہرو اور خود تھوڑی دُور آگے گئے۔ میں نے کچھ آواز سنی اور چاہا کہ میں بھی آپؐ کے پاس جاؤں۔ میں نے پھر آپؐ کی یہ بات یاد کی کہ یہیں ٹھہرو! یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آجاؤں۔ جب آپؐ آئے، میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ میں نے جو سنا یا کہا: وہ آواز جو میں نے سنی (وہ کیا تھی؟) آپؐ نے فرمایا کیا تم نے (وہ آواز) سنی تھی؟ میں نے عرض

جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: مَنْ مَّاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ: وَمَنْ☆ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا قَالَ: نَعَمْ.

کیا: جی ہاں۔آپؐ نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے کہا: جوشخص تیری امت میں سے ایسی حالت میں مرجائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا: خواہ وہ☆ ایسے ایسے کام بھی کرے۔آپؐ نے فرمایا: ہاں۔

اطرافہ: ١٢٣٧، ١٤٠٨، ٣٢٢٢، ٥٨٢٧، ٦٢٦٨، ٦٤٤٣، ٦٤٤٤، ٧٤٨٧.

٢٣٨٩: حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ ابْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُوْنُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ لِيْ مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا يَسُرُّنِي أَنْ لَّا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثٌ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا شَيْءٌ أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ.

۲۳۸۹: احمد بن شبیب بن سعید نے مجھ سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے روایت کی کہ ابن شہاب نے کہا: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے مجھ سے بیان کیا۔ کہتے تھے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا بھی سونا ہو تو مجھے ہرگز خوشی نہ ہوگی کہ تین دن گذر جائیں اور اُس میں سے میرے پاس کچھ باقی رہے۔ البتہ قرض اَدا کرنے کے لیے کچھ رکھ چھوڑوں۔

رَوَاهُ صَالِحٌ وَعُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

یہ (حدیث) صالح اور عُقَیل نے بھی زہری سے روایت کی ہے۔

اطرافہ: ٦٤٤٥، ٧٢٢٨.

تشریح: **اَدَآءُ الدُّيُوْنَ:** عنوان باب میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یہ ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ○ (النساء:۵۹) اللہ تعالیٰ تمہیں یقیناً اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں مستحقوں کے سپرد کرو۔ اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کیا کرو۔ اللہ جس بات کی تمہیں نصیحت کرتا ہے، وہ یقیناً بہت ہی اچھی ہے۔ اللہ یقیناً بہت سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔ اِس آیت کا تعلق اُصولی طور پر ہر قسم کی

☆ عمدۃ القاری میں "وَمَنْ" کی جگہ "وَاِنْ" کا لفظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۲۸)

امانتوں سے ہے۔ مال بھی انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ قرض دیتے ہوئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ لینے والا کہاں تک ضرورت مند ہے اور آیا ایسا تو نہیں جو مال کو ضائع کرنے والا ہو۔ اور جو قرض لیتا ہے وہ بھی اس بات کا خیال رکھے کہ یہ قرض اس کے پاس امانت ہے، جس کی واپسی اس پر لازمی ہے اور نہ اَدا کرنے والا قانوناً قابل مواخذہ ہے کیونکہ مواخذہ ہی سے عدل کا منشاء پورا ہوتا ہے۔ اِس اعتبار سے مالی ذمہ واری بھی امانت ہی میں شمار کی گئی ہے کیونکہ مال انسان کے پاس بطور امانت ہے، جس سے حقوق اللہ اور حقوق العباد اَدا کیے جاتے ہیں۔ اور اِن حقوق کی اَدائیگی کا تعلق قرضخواہ اور مقروض دونوں سے ہے۔ اور دونوں کو ہی دیتے اور لیتے وقت اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع اور بصیر سے متصف ہونا چاہیے۔ یعنی علی وجہ البصیرت ہو کر انہیں قرض دینا اور لینا چاہیے تا دونوں اخلاقی ذمہ واری سے سرخرو ہوں۔ زیر باب روایت نمبر ۲۳۸۸ میں اِسی امر کی طرف اشارہ ہے۔

اِنَّ الْاَكْثَرِيْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ: یہ جملہ جوامع الکلم میں سے ہے اور اِس کا مفہوم یہ ہے کہ دولت مندی روپیہ جمع کرنے میں نہیں ہے بلکہ اکثر دولت مند اخلاقِ فاضلہ سے محروم ہونے کی وجہ سے تہید ست ہیں۔ دولت مندی دولت جمع کرنے میں نہیں بلکہ دائیں بائیں خرچ کرنے میں ہے۔ یعنی دینی اور دنیاوی ضرورتوں میں خرچ کرنے سے دولت کی غرض پوری ہوتی ہے۔ وہ شخص جس نے روپیہ جمع رکھا اور حقوق کی اَدائیگی میں خرچ نہ کیا۔ وہی سب سے زیادہ قلاش ہے۔ مگر جس شخص نے اپنی دولت سے حقوق اَدا کیے۔ وہی دراصل غنی ہے کہ اُس نے دولت کی اصل غرض حاصل کر لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دولت سے متعلق یہ نظریہ غایت درجہ حکیمانہ ہے اور آپؐ کی پاکیزہ صفاتِ نفس کی وسعت آپؐ کے اِس قول سے ظاہر ہے کہ اگر اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی آپؐ کے پاس ہو تو اِس سے آپؐ کی خوشی صرف اُس وقت پوری ہوگی کہ جب حقوق کی ادائیگی میں وہ سب کا سب خرچ ہو جائے۔ قرض کی ادائیگی بھی حقوق العباد میں سے ایک نہایت ہی اہمیت رکھنے والا حق ہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرضہ نہ ادا کرنے والے شخص کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ (کتاب الحوالات باب ۳ روایت نمبر ۲۲۸۹) اور ایک ڈلی سونے کی گھر میں رہنے سے آپؐ گھبرائے اور جب تک وہ کسی مستحق کو دے نہ دی، آپؐ کو اطمینان نہیں ہوا۔ (کتاب الزکوۃ باب ۲۰ روایت نمبر ۱۴۳۰)

وَمَنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا قول وَمَنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا سے مراد وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ ہے، دیکھئے کتاب اللباس باب ۲۴ روایت نمبر ۵۸۲۷۔ ان کی یہ روایت کتاب الرقاق باب ۱۳ روایت نمبر ۶۴۴۳ میں بھی مفصل مذکور ہے۔ اس فقرے میں زنا یا چوری کی اجازت نہیں پائی جاتی، نہ اِس سے یہ استنباط کرنا درست ہوسکتا ہے کہ زنا اور چوری جائز ہیں کیونکہ اِن کی ممانعت وسزا کا ذِکر قرآن مجید اور احادیث میں جگہ جگہ وارد ہوا ہے اور اس سے قبل ایک حدیث میں آچکا ہے کہ مومن ہونے کی حالت میں کوئی شخص زنا نہیں کرسکتا۔ توحید باری تعالیٰ اور معصیت الٰہی اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشَاوَةً ط فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ O (الجاثیہ: ۲۴) کیا تو نے اُس

شخص کی حالت پر غور کیا جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنالیا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی بناء پر اُسے گمراہ قرار دیا ہو اور اُس کی شنوائی اور دل پر مہر لگا دی ہو۔ اور اُس کی بصیرت پر پردہ ڈال دیا ہو۔ ایسے شخص کو اللہ کے سوا کون ہدایت دے گا۔ پس کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو حقوق العباد کی ادائیگی، انفاق فی سبیل اللہ، غریب پروری اور توحید الٰہی کی اہمیت سے متعلق ہے اور یہ کہ جو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ جس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا کہ ایسا شخص جو زنا و چوری جیسے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہو، وہ جنت میں کیسے داخل ہو سکتا ہے۔ اُن کا تعجب اُن کی طبعی افتاد کا آئینہ دار ہے جس کا ذکر کتاب الزکوٰۃ باب ۴ روایت نمبر ۱۴۰۶ میں گذر چکا ہے۔ تقویٰ اور نجات سے متعلق اُن کا تصور ضرورت سے زیادہ تھا اور تشدد کی طرف مائل۔ سورۃ الفرقان میں صراحت ہے کہ شرک، قتل اور زنا جیسے گناہ کبیرہ کی سزا ضرور ملے گی؛ سوائے اِس کے کہ اُن گناہوں سے سچی توبہ کر کے نیک اعمال بجالائے جائیں۔ فرماتا ہے: وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا O يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًاO اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا O (الفرقان: ۶۹ تا ۷۱) اور جو کوئی ایسا کام (یعنی شرک، قتلِ ناحق اور زنا) کرے گا، وہ اپنے گناہ کی سزا کو پالے گا۔ قیامت کے دن اُس کے لیے عذاب زیادہ کیا جائے گا اور وہ اُس میں ذلت کے ساتھ رہتا چلا جائے گا۔ سوائے اس کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا ہو اور ایمان کے مطابق عمل کیے ہوں۔ پس یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ (تعالیٰ) اُن کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ (تعالیٰ) غفور رحیم ہے۔

دنیاوی انتظام کے تحت سزائیں توبہ کا بدل نہیں ہو سکتیں اور محدود ہیں۔ توبہ کا تعلق دل کی تبدیلی سے ہے۔ چنانچہ قاتل کی سزا جہنم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا O (النساء: ۹۴) {اور جو جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے۔ وہ اس میں بہت لمبا عرصہ رہنے والا ہے۔ اور اللہ اس پر غضبناک ہوا اور اس پر لعنت کی، اور اس نے اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔} روایت نمبر ۲۳۸۹ سے جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت کی تصدیق ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اِس سے اُس فکر و اہتمام کا بھی علم ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرض کی ادائیگی سے تھا۔

لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ: توحید باری تعالیٰ اگر صحیح معنوں میں انسان کے اندر پیدا ہو جائے تو وہ گناہوں کی آلائش سے کلیۃً پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ توحید کے معنی ہیں: یگانگت۔ اور یہ یگانگت اُس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتی جب تک انسان خالق کی مشیت اور اُس کی مرضی اور اُس کی صفات کو اَپنا نہ لے۔ اور معبود اور عبد کے درمیان کسی قسم کی دُوئی نہ رہے۔ ایسی حالت میں گناہ کا اِرتکاب نہیں ہو سکتا کیونکہ نور اور ظلمت کا جمع ہونا ناممکن ہے اور یہی مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس جواب سے جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیا گیا۔

بَاب ٤ : اِسْتِقْرَاضُ الْإِبِلِ

اُونٹ قرض پر خریدنا

۲۳۹۰: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بِمِنًى☆ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا تَقَاضَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَغْلَظَ لَهُ فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ: دَعُوْهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا وَاشْتَرُوْا لَهُ بَعِيْرًا فَأَعْطُوْهُ إِيَّاهُ وَقَالُوْا: لَا نَجِدُ إِلَّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ قَالَ: اشْتَرُوْهُ فَأَعْطُوْهُ إِيَّاهُ فَإِنَّ خَيْرَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

۲۳۹۰: ابوالولید نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ سلمہ بن کہیل نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنے گھر☆ میں ابوسلمہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقاضا کیا اور آپؐ سے سخت کلامی کی۔ اِس پر آپؐ کے صحابہ اُسے مارنے کو لپکے۔ آپؐ نے فرمایا: جانے دو کیونکہ حق دار کہتا ہی ہے اور اِس کے لئے ایک اونٹ خریدو اور اِسے دے دو۔ تو انہوں نے کہا: اس کے اُونٹ کی عمر سے بڑھ کر ہمیں ملتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہی خریدلو اور وہی اس کو دے دو کیونکہ تم میں اچھے وہی لوگ ہیں جو تم میں سے قرض کو اچھی طرح اَدا کریں۔

اطرافهُ: ۲۳۰۵، ۲۳۰۶، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲٤۰۱، ۲٦۰٦، ۲٦۰۹.

تشریح: اِسْتِقْرَاضُ الْإِبِلِ: عنوانِ باب مصدر یہ ہے۔ اُونٹ کا قرض پر خریدنا مقصودِ باب نہیں بلکہ اصل مقصود یہ دِکھانا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اُونٹ قرض پر لیا اُس قرض کی ادائیگی باحسن صورت کی گئی۔ اِس باب میں ادائیگی سے متعلق آداب مذکور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اونٹ اور دوسری دفعہ غلہ لیا تھا جس کا ذکر زیرِ باب ا میں گزر چکا ہے۔ مگر یہاں جس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ مثالی ہے اور قابل رشک وتقلید نمونہ پیش کرتا ہے اور بتایا ہے کہ ادائیگی عمدہ صورت میں ہونی چاہیے اور قرضخواہ کی طرف سے اگر سختی ہو تو اس پر صبر وتحمل سے کام لیا جائے اور اس کا حق مدنظر رہے۔ آپؐ نے اظہارِ ناراضگی کی جگہ یہودی قرض خواہ کو بہتر اونٹ دِلوایا اور صحابہؓ کو نصیحت فرمائی کہ اُس کی سختی سے برہم نہ ہوں کہ وہ قرض خواہ ہے اور اسے کہنے کا حق ہے۔

☆ عمدۃ القاری میں ''بِمِنًى'' کے بجائے ''بَيْتِنَا'' کا لفظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۳۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ٥: حُسْنُ التَّقَاضِيْ

نرمی سے تقاضا کرنا

٢٣٩١: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَاتَ رَجُلٌ فَقِيْلَ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ؟ قَالَ كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ فَأَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوْسِرِ وَأُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَغُفِرَ لَهُ.

۲۳۹۱: مسلم نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالملک سے، عبدالملک نے ربعی (بن حراش) سے، ربعی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: ایک شخص مرگیا اور اُس سے پوچھا گیا: تم کیا کرتے تھے؟ اُس نے کہا: میں لوگوں سے بیوپار کیا کرتا تھا اور مالدار کو مہلت دیتا اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا۔ اِس لئے اُس کی مغفرت کی گئی۔

قَالَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ: سَمِعْتُهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابومسعودؓ نے کہا: میں نے بھی یہ (حدیث) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی۔

اطرافه: ٢٠٧٧، ٣٤٥١.

بَاب ٦: هَلْ يُعْطَى أَكْبَرَ مِنْ سِنِّهِ

کیا (قرض پر لئے ہوئے اُونٹ کے بدلے میں) اُس سے زیادہ عمر کا (اُونٹ) دیا جائے؟

٢٣٩٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ بَعِيْرًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۲۳۹۲: مسدد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰی (قطان) سے، یحيٰی نے سفیان (ثوری) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: سلمہ بن کہیل نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے اُونٹ کا تقاضا

وَسَلَّمَ: أَعْطُوْهُ فَقَالُوْا: لَا نَجِدُ إِلَّا سِنًّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ فَقَالَ الرَّجُلُ: أَوْفَيْتَنِي أَوْفَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطُوْهُ فَإِنَّ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ أَحْسَنَهُمْ قَضَاءً.

کرنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے دے دو۔ صحابہؓ نے کہا: ہمیں اس (کے اُونٹ) سے زیادہ عمر والے (اُونٹ) ملتے ہیں۔ وہ شخص بولا: آپؐ نے مجھے بڑھ چڑھ کر دیا ہے۔ اللہ بھی آپؐ کو بڑھ چڑھ کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے (وہی اُونٹ) دے دو، کیونکہ اچھے وہی لوگ ہیں جو قرض کو اچھی طرح اَدا کرتے ہیں۔

اطرافہُ: ٢٣٠٥، ٢٣٠٦، ٢٣٩٠، ٢٣٩٣، ٢٤٠١، ٢٦٠٦، ٢٦٠٩۔

بَاب۷: حُسْنُ الْقَضَاءِ

قرض خوبی سے اَدا کرنا

٢٣٩٣: حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِنٌّ مِنَ الْإِبِلِ فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْطُوْهُ فَطَلَبُوْا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوْا إِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا فَقَالَ: أَعْطُوْهُ فَقَالَ أَوْفَيْتَنِيْ أَوْفَى اللّٰهُ بِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

۲۳۹۳: ابونعیم (فضل بن دکین) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سلمہ (بن کہیل) سے، سلمہ نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے ایک شخص کا چند سال کی عمر کا اُونٹ تھا۔ وہ آپؐ کے پاس آیا، تقاضا کرنے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اسے دے دو۔ تو انہوں نے اس عمر کا (اُونٹ) تلاش کیا تو انہیں نہ ملا مگر اُس سے بڑی عمر کا ملا۔ آپؐ نے فرمایا: یہی دے دو۔ تو اُس شخص نے کہا: آپؐ نے مجھے بڑھ چڑھ کر دیا ہے، اللہ بھی آپؐ کو بڑھ چڑھ کر دے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اچھے وہی لوگ ہیں جو اَدا کرنے میں اچھے ہیں۔

اطرافہُ: ٢٣٠٥، ٢٣٠٦، ٢٣٩٠، ٢٣٩٢، ٢٤٠١، ٢٦٠٦، ٢٦٠٩۔

٢٣٩٤: حَدَّثَنَا خَلَّادٌ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ- قَالَ مِسْعَرٌ: أُرَاهُ قَالَ ضُحًى- فَقَالَ : صَلِّ رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ لِي عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ.

۲۳۹۴: خلّاد (بن یحییٰ) نے ہم سے بیان کیا کہ مِسعر نے ہمیں بتایا۔محارب بن دثار نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔انہوں نے کہا: میں نبی ﷺ کے پاس آیا۔اُس وقت آپؐ مسجد میں تھے۔مِسعر نے کہا: میں سمجھتا ہوں (محارب نے) کہا: چاشت کا وقت تھا۔آپؐ نے فرمایا: دو رکعتیں نماز پڑھ لو اور میرا آپؐ کے ذمے کچھ قرض تھا اور آپؐ نے مجھے اَدا کیا اور زیادہ دیا۔

اطرافہ: ٤٤٣، ١٨٠١، ٢٠٩٧، ٢٣٠٩، ٢٣٨٥، ٢٤٠٦، ٢٤٧٠، ٢٦٠٣، ٢٦٠٤، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧۔

تشریح: **حُسْنُ الْقَضَآءِ:** اس تعلق میں کتاب البیوع تشریح باب ۱۶، ۱۷، ۱۸ روایات نمبر ۲۰۷۶، ۲۰۷۷، ۲۰۷۸ دیکھئے، اور کتاب الاستقراض باب نمبر ۴ کی تشریح بھی دیکھئے، جہاں تقاضا قرض کے تعلق میں پسندیدہ اخلاق سے متصف ہونے کا ذکر ہے۔سابقہ باب ۴ اور یہ تینوں باب (نمبر ۵، ۶، ۷) عین مناسبت سے ترتیب دیئے گئے ہیں اور ان میں قرض کی ادائیگی سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ پیش کیا گیا ہے۔بغیر شرط اگر مقروض قرض خواہ کو زیادہ دے تو یہ سُود نہیں ہے بلکہ حسن سلوک پر شکریہ کا اظہار ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کے لئے کتاب البیوع باب ۳۴ روایت نمبر ۲۰۹۷ اور کتاب الشروط روایت نمبر ۲۷۱۸ بھی دیکھئے۔

بَاب۸: إِذَا قَضَى دُوْنَ حَقِّهِ أَوْ حَلَّلَهُ فَهُوَ جَائِزٌ

مقروض قرض خواہ کی رضامندی سے اس قرض سے کم اَدا کرے، جس کا اَدا کرنا اُس پر واجب ہے یا قرض خواہ اُس کو معاف کر دے تو یہ جائز ہوگا

٢٣٩٥: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَابِرَ

۲۳۹۵: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ یونس نے ہمیں بتایا۔انہوں نے زہری سے روایت کی۔انہوں نے کہا: مجھ

ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيْدًا وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوْقِهِمْ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَّقْبَلُوْا تَمْرَ حَائِطِيْ وَيُحَلِّلُوْا أَبِيْ فَأَبَوْا، فَلَمْ يُعْطِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِطِي وَقَالَ: سَنَغْدُوْ عَلَيْكَ، فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ أَصْبَحَ، فَطَافَ فِي النَّخْلِ وَدَعَا فِيْ ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ، فَجَدَدْتُهَا فَقَضَيْتُهُمْ وَبَقِيَ لَنَا مِنْ تَمْرِهَا.

سے (عبدالرحمٰن) بن کعب بن مالک نے بیان کیا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے انہیں بتایا کہ اُن کے باپ اُحد کی جنگ میں شریک ہوکر شہید ہوگئے اور اُن کے ذمے کچھ قرض تھا۔ قرض خواہوں نے اپنے اپنے حق لینے سے متعلق سخت تقاضا کیا۔ اس پر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے قرض خواہوں سے کہا: وہ میرے باغ کی کھجوریں قبول کرلیں اور میرے والد کو قرض (کی ذمہ داری) سے آزاد کردیں۔ انہوں نے نہ مانا۔ اس پر نبی ﷺ نے اُن کو میرا باغ نہ دیا اور فرمایا: ہم صبح تمہارے پاس آئیں گے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو آپؐ ہمارے پاس آئے اور کھجوروں میں آپؐ نے چکر لگایا۔ پھلوں کے لئے برکت کی دُعا کی۔ میں نے اُن کا پھل کاٹا اور اُن کا سب قرض اَدا کردیا اور اس باغ کی کھجوروں سے ہمارے لئے کچھ بچ بھی رہا۔

اطرافہُ: ۲۱۲۷، ۲۳۹۶، ۲۴۰۵، ۲۶۰۱، ۲۷۰۹، ۲۷۸۱، ۳۵۸۰، ۴۰۵۳، ۶۲۵۰۔

تشریح: **اِذَا قَضٰى دُوْنَ حَقِّهٖ اَوْ حَلَّلَهٗ فَهُوَ جَآئِزٌ:** قرض خواہ کی رضامندی سے قرض دار قابل ادا قرضہ سے کم دے سکتا ہے۔ قرضہ کی ادائیگی میں کمی بغیر اس کی رضامندی کے جائز نہیں۔ یہ استنباط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سفارش سے کیا گیا ہے جس کا ذکر روایت نمبر ۲۳۹۵ میں ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے والد بعض یہودیوں کے مقروض تھے اور وہ جنگ اُحد میں شہید ہوگئے تھے اور قرضہ قابل اَدا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرضخواہ سے سفارش کی کہ ان کے باغ کا پھل قرض کے عوض لے کر قرض کے بارے انہیں سبکدوش کردیا جائے۔ یہودی نہ مانے۔ آپؐ نے اپنی موجودگی میں اُن کے نخلستان کے پھل سے سارے قرض کی ادائیگی کرادی۔ اس واقعہ سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ قرض خواہ اگر راضی ہو تو قرض میں کمی کی جاسکتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں چونکہ قرض خواہ یہودی تھے جو سُودی کاروبار کیا کرتے تھے اور قیاس یہ ہے کہ یہ قرضہ بھی سُود در سُود والا قرضہ تھا۔ اس تعلق میں کتاب البیوع باب ۵۱ روایت نمبر ۲۱۲۷ بھی دیکھئے۔

بَاب ۹ : إِذَا قَاصَّ أَوْ جَازَفَهُ فِي الدَّيْنِ تَمْرًا بِتَمْرٍ أَوْ غَيْرِهِ

اگر قرض کی اَدائیگی میں کھجور کے بدلے کھجور یا کسی اور چیز کے بدلے وہی چیز اَدا کرے یا قرضخواہ اسی چیز کا مقروض سے مطالبہ کرے

٢٣٩٦: حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِيْنَ وَسْقًا لِّرَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ فَأَبَى أَنْ يُّنْظِرَهُ فَكَلَّمَ جَابِرٌ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَ الْيَهُوْدِيَّ لِيَأْخُذَ تَمْرَ نَخْلِهِ بِالَّتِيْ لَهُ فَأَبَى فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ فَمَشَى فِيْهَا ثُمَّ قَالَ لِجَابِرٍ: جُدَّ لَهُ فَأَوْفِ لَهُ الَّذِيْ لَهُ فَجَدَّهُ بَعْدَمَا رَجَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَوْفَاهُ ثَلَاثِيْنَ وَسْقًا وَفَضَلَتْ لَهُ سَبْعَةَ عَشَرَ وَسْقًا فَجَاءَ جَابِرٌ رَّسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَهُ بِالَّذِي كَانَ فَوَجَدَهُ يُصَلِّي

۲۳۹۶: ابراہیم بن منذر نے مجھ سے بیان کیا کہ انس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام (بن عروہ بن زبیر) نے وہب بن کیسان سے، وہب نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت جابرؓ نے انہیں بتایا کہ اُن کے باپ فوت ہوگئے اور ان کے ذمے تیس وسق ایک یہودی شخص کا قرض چھوڑا۔ حضرت جابرؓ نے اُس سے مہلت مانگی تو اُس نے مہلت دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت جابرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اس سے سفارش کریں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ آپؐ نے اس یہودی سے کہا: اپنے قرضے کے بدلے ان کی کھجوریں لے لے۔ اس نے انکار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نخلستان میں گئے اور اس میں پھرے اور جابرؓ سے کہا: اس کے لئے کھجوریں کاٹو اور جو اس کا حق ہے اسے پورے کا پورا دو۔ چنانچہ حضرت جابرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے واپس جانے کے بعد کاٹا اور اس کو تیس وسق پورے کے پورے دے دیئے اور ان کے لئے سترہ وسق بچ رہے۔ پھر حضرت جابرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے کہ جو ہوا ہے آپؐ کو بتائیں۔

الْعَصْرَ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَخْبَرَهُ بِالْفَضْلِ فَقَالَ: أَخْبِرْ ذٰلِكَ ابْنَ الْخَطَّابِ فَذَهَبَ جَابِرٌ إِلَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: لَقَدْ عَلِمْتُ حِيْنَ مَشَى فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُبَارَكَنَّ فِيْهَا.

(حضرت جابرؓ نے) آپؐ کو عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ جب آپؐ (نماز سے) فارغ ہوئے تو انہوں نے آپؐ کو اس بڑھوتی کی اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا: (عمر) بن الخطابؓ کو یہ بتاؤ۔ تو حضرت جابرؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور انہیں بتایا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: جب رسول اللہ ﷺ باغ میں چلے تھے تو میں سمجھ گیا تھا کہ ضرور اس میں برکت ڈالی جائے گی۔

اطرافہ: ۲۱۲۷، ۲۳۹۵، ۲۴۰۵، ۲۶۰۱، ۲۷۰۹، ۲۷۸۱، ۳۵۸۰، ۴۰۵۳، ۶۲۵۰.

تشریح: **اِذَا قَاصَّ اَوْ جَازَفَهُ فِي الدَّيْنِ تَمْرًا بِتَمْرٍ اَوْ غَيْرِهِ:** زَبَنَ يَزْبُنُ زَبْنًا کے لغوی معنی ہیں: دَفْعٌ. یعنی دھکیلنا۔ بائع اور مشتری میں سے ہر ایک دوسرے کو اس کے حق سے ہٹا کر نقصان کی طرف دھکیلتا ہے۔ امام مالکؒ نے مزابنہ کی یہ تعریف کی ہے: اَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنَ الْجِزَافِ لَا يُعْلَمُ كَيْلُهُ وَلَا وَزْنُهُ وَلَا عَدَدُهُ. (موطأ امام مالک، کتاب البیوع، باب ما جاء فی المزابنة والمحاقلة) یعنی تجارتی کاروبار جس میں دھوکا فریب کا احتمال ہو اور جس میں اندازہ نہ ہو، بغیر ماپ تول اور شمار کے سودا چکایا جائے۔ ایسی بیع مزابنہ کہلاتی ہے۔ مزابنہ از قسم بیع غرر شمار کی گئی ہے جو بوجہ احتمالِ سود ممنوع ہے۔ درخت کے تازہ پھل کا اندازہ کر کے اُس کے عوض میں کھجوریں حاصل کرنا یہی صورت عرایا میں جائز ہے۔ دیکھئے کتاب البیوع، تشریح باب ۸۲،۸۴۔ اسی طرح قرضہ کی اَدائیگی میں بھی ایسا لین دین جائز ہے۔ مجازفہ کے معنے مقدارِ جنس کا صرف قیاس سے اندازہ کرنا اور قَاصَّ (باب مفاعلہ مقاصَصَة) قصاص سے مشتق ہے یعنی بدلہ یا عوض دِلانا۔ فقہاء کے نزدیک مذکورہ بالا صورت میں قرضہ کی ادائیگی جائز ہے بشرطیکہ اس سے قرضہ میں تخفیف مدنظر نہ ہو اور قرض خواہ کو اس رعایت کا علم ہو اور وہ اس پر راضی ہو جائے ورنہ نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۳۳)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو عنوان قائم کیا ہے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معنونہ مسئلہ کے استنباط میں مذکورہ واقعہ کو کافی نہیں سمجھتے۔

بَاب ١٠: مَنِ اسْتَعَاذَ مِنَ الدَّيْنِ
جو قرض سے پناہ مانگے

٢٣٩٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَ حَدَّثَنَا

۲۳۹۷: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی۔ نیز

إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ عَتِيْقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلَاةِ وَيَقُوْلُ: اللَّهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مِنَ الْمَغْرَمِ قَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ.

اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے بھائی (عبدالحمید ابوبکر) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سلیمان سے، سلیمان نے محمد بن ابی عتیق سے، انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں دعا کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: اے میرے اللہ! میں گناہ سے اور قرضداری سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ کسی کہنے والے نے آپؐ سے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ قرض داری سے بہت ہی پناہ مانگتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: آدمی جب قرضدار ہوتا ہے؛ بات کہتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔

اطرافہُ: ۸۳۲، ۸۳۳، ۶۳۶۸، ۶۳۷۵، ۶۳۷۶، ۶۳۷۷، ۷۱۲۹۔

تشریح: **مَنِ اسْتَعَاذَ مِنَ الدَّيْنِ:** یہاں سے ایک نیا مضمون شروع ہوا ہے جس کا تعلق قرضہ لینے کی برائی سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرض سے پناہ مانگنے کی دُعا کیا کرتے تھے اور آپؐ نے اپنی امت کو بھی ہدایت فرمائی کہ وہ بھی اس سے پناہ مانگا کرے۔ چنانچہ ہماری روزمرہ کی نماز میں یہ دعا ان الفاظ میں شامل ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْهَمِّ وَ الْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ.[۱] اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ.[۲] اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں مشکلات کے فکر سے اور غم سے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں بے سروسامانی اور سستی سے (کہ سامان ہوتے ہوئے اس سے کام نہ لیا جائے) اور تیری پناہ مانگتا ہوں بزدلی اور بخل سے۔ اور تیری پناہ مانگتا ہوں محتاجی اور مسکینی سے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں غلبۂ قرض سے اور لوگوں کے دباؤ سے، اے میرے اللہ! اپنے حلال کے ذریعے حرام سے مجھے بچا اور مجھے اپنے فضل سے بے نیاز کر دے اپنے سوا ہر شخص سے۔

قرضہ کی برائیوں میں سے سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ وقت پر اگر ادا نہ ہو تو وہ جھوٹ بولنے کے مترادف ہے

۱ (سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی الاستعاذۃ)
۲ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات عن رسول اللّٰہ باب فی دعاء النبیؐ)

جس سے ایک کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہوتا ہے۔اور دوسری برائی وعدہ خلافی ہے جو دراصل جھوٹ ہی کی قسم ہے۔ابن منیرؒ نے یہاں سوال اٹھایا ہے کہ قرضہ سے پناہ مانگنے کی دُعا اور تلقین اور پھر قرضہ لینے کا جواز یہ دونوں باتیں متضاد ہیں۔ یہ سوال اُٹھا کر انہوں نے خود ہی اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اگر کوئی وعدہ خلافی سے بچ گیا تو اس نے جواز سے صحیح فائدہ اٹھایا۔ دراصل پناہ مانگنے کی دُعا کا تعلق وقت پر اَدانہ کرنے، وعدہ خلافی اور جھوٹ سے ہے، نہ نفس قرض سے جو ایک اجتماعی ضرورت ہے۔ اس لئے اس کا عندالضرورت لینا جائز ہے۔امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ قرضہ لینے کا اصل سبب محتاجی ہے اور دعائے مسنونہ میں اس سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۷۷)اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا. (مسند الشهاب، كاد الفقر أن يكون كفرا، جزء اوّل صفحه ۳۴۲) قریب ہے کہ محتاجی کفر تک نوبت پہنچا دے۔محتاجی اسی لئے کفر قرار دی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے کئی قسم کی اخلاقی کمزوریاں سرزد ہوتی ہیں۔جن میں سے مذکورہ بالا باب میں دو بیان ہوئی ہیں۔عنوانِ باب بھی اسی لئے مطلق رکھا گیا ہے کہ مقروض سے کئی کمزوریاں صادر ہوتی ہیں جن کا ذکر بعد کے ابواب میں ہے۔ مذکورہ بالا حدیث دو سندوں سے مروی ہے۔ ابوالیمان کی روایت کے لیے کتاب الاذان باب۱۴۹روایت نمبر۸۳۲ دیکھئے۔جہاں سیاقِ کلام پورا بیان ہوا ہے اور مَأْثَم و مَغْرَم سے بھی پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔خواہ قرض سے ہو یا کسی نقصان سے بصورت تاوان اور جرمانہ وغیرہ۔ غَرِيْم کے معنے ہیں:مقروض۔

بَاب ۱۱ : اَلصَّلَاةُ عَلَى مَنْ تَرَكَ دَيْنًا

جوقرضہ چھوڑ جائے اُس کی نمازِ جنازہ (کے بارے میں ارشاد)

۲۳۹۸: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا.

۲۳۹۸: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عدی بن ثابت سے، عدی نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔آپؐ نے فرمایا: جو مال چھوڑ جائے تو وہ اُس کے وارثوں کے لئے ہوگا اور جو قرض چھوڑ جائے اُس کی ذمہ داری ہم پر ہے۔

اطرافهُ: ۲۲۹۸، ۲۳۹۹، ٤٧٨١، ٥٣٧١، ٦٧٣١، ٦٧٤٥، ٦٧٦٣۔

۲۳۹۹: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ

۲۳۹۹: عبداللہ بن محمد نے مجھے بتایا۔ ابوعامر (عقدی) نے ہم سے بیان کیا کہ فلیح (بن سلیمان)

عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ مُّؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب:۷) فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ مَّاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوْا وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي فَأَنَا مَوْلَاهُ.

نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہلال بن علی سے، ہلال نے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مومن ایسا نہیں جس سے میرا دنیا وآخرت میں سب سے زیادہ نزدیکی رشتہ نہ ہو۔ اگر چاہو تو تم یہ آیت پڑھ لو: نبی مومنوں پر خود اُن کے اپنے نفسوں سے بھی زیادہ شفقت کرنے والا ہے۔ جو مومن فوت ہو اور مال چھوڑ جائے تو اُس کی برادری اُس کی وارث ہوگی، جو بھی وہ ہوں۔ اور جو کوئی قرضہ یا بال بچہ چھوڑ جائے تو میرے پاس آئے۔ میں اُس کا ولی ہوں۔

اطرافہُ: ۲۲۹۸، ۲۳۹۸، ٤٧٨١، ٥٣٧١، ٦٧٣١، ٦٧٤٥، ٦٧٦٣۔

تشریح: **اَلصَّلَاةُ عَلَى مَنْ تَرَكَ دَيْنًا:** روایات مندرجہ زیر باب سے ضمناً پایا جاتا ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے کا حق اُس وقت تک ہوتا ہے جب مسلمان ایک دوسرے کے حقوق سے سبکدوش ہوں۔ اگر اُن میں سے کوئی مقروض ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھتے تاوقتیکہ اُس کا قرض اَدا نہ ہو جائے یا کوئی اور شخص اُس کی ادائیگی کی ذمہ داری نہ لے لے۔ اِس امر سے قرض ادا کرنے کی اہمیت واضح ہے اور اِسی اہمیت کی نسبت سے عدم ادائیگی کے گناہ کی عظمت بھی۔ غرض اس باب میں قرض ادا نہ کرنے کے گناہ کی نوعیت بتائی گئی ہے۔ اِس تعلق میں کتاب الکفالۃ باب۳ روایت نمبر۲۲۹۵ دیکھئے۔ اور محولہ بالا آیت پوری یہ ہے: اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (الاحزاب:۷) {نبی مومنوں پر اُن کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتا ہے اور اُس کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔ اور جہاں تک رحمی رشتے والوں کا تعلق ہے تو ان میں سے بعض اللہ کی کتاب میں (مندرج احکام کے مطابق) بعض پر اوّلیت رکھتے ہیں بہ نسبت دوسرے مومنین اور مہاجرین کے۔ سوائے اس کے کہ تم اپنے دوستوں سے (بطور احسان) کوئی نیک سلوک کرو۔ یہ سب باتیں کتاب میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔}

بَاب ۱۲: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ

دولت مند کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے

۲۴۰۰: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَخِي وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ.

۲۴۰۰: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالاعلیٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے ہمام بن منبّہ سے جو کہ وہب بن منبّہ کے بھائی تھے۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دولت مند کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

اطرافہ: ۲۲۸۷، ۲۲۸۸۔

تشریح: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ: سابقہ باب ہی کے تعلق میں یہ باب بھی ہے۔ اِس میں نمازِ جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ دولت مند بغیر ادائیگی قرض فوت ہو جائے تو اُس کی جائیداد اُس کے قرضے کی ذمّے وار ہوگی اور مفلوک الحال کے لئے بیت المال ذمہ وار ہوگا۔

بَاب ۱۳: لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ

حق دار کا حق ہے کہ وہ تقاضا کرے

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عُقُوْبَتَهُ وَعِرْضَهُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قول مروی ہے (کہ آپؐ نے فرمایا:) جو آسودہ حال ہو اُس کا (ادائیگی قرضہ میں) ٹال مٹول کرنا جائز قرار دیتا ہے کہ اس کی بے آبروئی کی جائے اور اُس کو سزا دی جائے۔

قَالَ سُفْيَانُ عِرْضُهُ: يَقُوْلُ مَطَلْتَنِي. وَعُقُوْبَتُهُ: الْحَبْسُ

سفیانؒ نے کہا: بے آبرو کرنے سے مراد یہ ہے کہ (قرض خواہ) کہے کہ تُو نے مجھ سے نادہندگی کی ہے اور اُس کی سزا یہ ہے کہ قید کیا جائے۔

۲۴۰۱: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ

۲۴۰۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ (بن سعید قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ

أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يَتَقَاضَاهُ فَأَغْلَظَ لَهُ فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ: دَعُوْهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا.

نے سلمہ سے، سلمہ نے ابوسلمہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ کے پاس ایک شخص آ کر آپؐ سے تقاضا کرنے لگا اور اُس نے آپؐ سے سخت کلامی کی۔ اس پر آپؐ کے صحابہؓ نے اُس کو مارنے کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا: جانے دو کیونکہ حق دار ایسی باتیں کیا ہی کرتا ہے۔

اطرافہُ: ۲۳۰۵، ۲۳۰۶، ۲۳۹۰، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲۶۰۶، ۲۶۰۹۔

تشریح: **لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ**: قرض کی عدم ادائیگی قابلِ تعزیر جرم ہے۔ یہ استنباط اس حدیث سے کیا گیا ہے جو باب ۴ روایت نمبر ۲۳۹۰ میں ابھی گزر چکی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ......: مشارالیہ حدیث امام احمد بن حنبلؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ [1] اپنی اپنی مسندوں میں لائے ہیں۔ ابوداؤد، [2] نسائی، [3] ابن ماجہ [4] اور طبرانی [5] نے بھی یہ موصولاً نقل کی ہے اور ان کے نزدیک یہ روایت از قبیل حسن ہے۔ لفظ لَوَی يَلْوِیْ لَيًّا بمعنی ٹال مٹول کرنا۔ اَلْوَاجِدُ، وُجد سے اسم فاعل ہے۔ وُجدٌ کے معنے ہیں قدرت واستطاعت اور اَلْوَاجِد کے معنے ہیں: طاقت رکھنے والا۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ۷۸)(عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲۳۶)

قَالَ سُفْيَانُ عِرْضُهُ: یعنی سفیان کے نزدیک نادہند کی بے عزتی کرنے سے مراد یہ ہے کہ قرض خواہ اسے کہے کہ تو ٹال مٹول کر رہا ہے، تیری نیت اچھی نہیں۔ یعنی قرض لیتے وقت تیرا رویہ کچھ اور تھا اور دینے کے وقت کچھ اور۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ گالی گلوچ کرے یا فحش بکے، اُس سے ہاتھا پائی کرے۔ اسلام نے ایسی نازیبا حرکات کی اجازت نہیں دی۔ اس کے لئے دارالقضاء کا راستہ کھلا ہے۔ جسے شریعت نے یہ اختیار دیا ہے کہ آسودہ حال ہونے کی حالت میں نادہند کو قید کی سزا دے اور جائیداد کی قُرقی کر کے حق دلوائے۔ مذکورہ بالا حدیث سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ تنگدست جو فی الواقع معذور ہو، وہ قید نہ کیا جائے۔ آج کل کے سِول لاء یعنی قانونِ مدنی میں جس مقروض کے خلاف ڈگری ہو چکی ہو اگر قُرقی سے قرض کی وصولی نہ ہو سکے تو اُس کے لئے ایک ماہ قید کی سزا ہے۔ لیکن شریعت اسلامیہ نے نادہند کے خلاف تعزیری کارروائی میں تہی دست معذور اور آسودہ حال نادہند جو ادائیگی پر قادر ہو، دونوں کے درمیان فرق ملحوظ رکھا ہے۔ تہی دست کا قرضہ بیت المال سے ادا کرنے کی ہدایت کی ہے اور آسودہ حال کے لئے یہ سفارش کی ہے: وَاِنْ كَانَ

---

[1] (مسند احمد بن حنبل. مسند الشاميين. حديث الشريد بن سويد الثقفي جزء۴ صفحه۲۲۲)

[2] (ابوداؤد، كتاب الاقضية، باب في الحبس في الدين) [3] (سنن نسائي، كتاب البيوع، باب مطل الغني)

[4] (ابن ماجه، كتاب الاحكام، باب الحبس في الدين والملازمة)

[5] (المعجم الأوسط للطبراني، باب من اسمه ابراهيم، جزء ۳ صفحه۴۶)

ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ط وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥ (البقرۃ:۲۸۱) یعنی اگر مقروض تنگدست ہو تو اُسے آسودگی تک مہلت دی جائے اور تمہارا تنگ دست شخص کے لئے قرضہ بطور صدقہ چھوڑ دینا سب سے اچھا عمل ہے اگر تمہیں علم ہو۔

بَاب ١٤: إِذَا وَجَدَ مَالَهُ عِنْدَ مُفْلِسٍ فِي الْبَيْعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدِيْعَةِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

(یہ باب اس بارے میں ہے کہ) اگر کوئی شخص بیع یا قرض یا امانت کا مال بجنسہٖ دیوالیہ ہو جانے والے کے پاس پائے تو (جس کا وہ مال ہو) وہی اُس کا زیادہ حق دار ہے

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِذَا أَفْلَسَ وَتَبَيَّنَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ وَلَا بَيْعُهُ وَلَا شِرَاؤُهُ. وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: قَضَى عُثْمَانُ مَنِ اقْتَضَى مِنْ حَقِّهِ قَبْلَ أَنْ يُفْلِسَ فَهُوَ لَهُ وَمَنْ عَرَفَ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ.

اور حسن (بصری) نے کہا: جب کوئی دیوالیہ ہو جائے اور (اُس کا دیوالیہ پن) واضح ہو جائے تو نہ اس کا کسی غلام کو آزاد کرنا جائز ہوگا، نہ بیچنا، نہ خریدنا۔ اور سعید بن مسیّب نے کہا: حضرت عثمانؓ نے فیصلہ کیا کہ جس نے کسی کے دیوالیہ ہو جانے سے پہلے اپنا حق لے لیا تو وہ اُس کا ہو گیا اور جس نے اپنے مال کو بجنسہٖ پہچان لیا تو وہ اُس کا زیادہ حق دار ہے۔

٢٤٠٢: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ

۲۴۰۲: احمد بن یونس نے ہمیں بتایا۔ زہیر نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ بن سعید نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے مجھے خبر دی کہ عمر بن عبدالعزیز نے انہیں بتایا۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ أَوْ إِنْسَانٍ قَدْ أَفْلَسَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ. فرماتے تھے: جو اپنا مال بجنسہٖ کسی شخص، یا (کہا:) انسان کے پاس پائے جو مفلس ہوگیا ہوتو وہ دوسرے (قرض خواہوں) کی نسبت اُس کا زیادہ حق دار ہوگا۔

تشریح: اِذَا وَجَدَ مَالَهُ عِنْدَ مُفْلِسٍ فِي الْبَيْعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدِيْعَةِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ: یعنی اگر بائع یا قرض خواہ یا امانت والا اپنا سامان مفلس کے پاس پائے تو وہ اپنا سامان لینے کا حق دار ہوگا۔ مفلس سے مراد وہ شخص ہے جو قانوناً دیوالیہ قرار دے دیا جائے۔ عنوانِ باب حدیث کے الفاظ سے ماخوذ ہے جس میں مطلق اُس مال کا ذکر ہے جس کی قیمت مشتری نے اَدا نہ کی ہو اور عاریتاً لئے ہوئے سامان کا بھی اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ امانت کی واپسی کے بارے میں تو فقہاء کا اجماع ہے مگر قرض اور بیع کی اشیاء سے متعلق مالکی فرق کرتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۹۷) چونکہ مقروض اور مشتری دونوں کا عقد کے ذریعہ سے مالکانہ حق قائم ہو چکا ہے۔ جب تک وہ عقد بذریعہ دارالقضاء فسخ نہیں ہوجاتا، اُس وقت تک مقروض یا مشتری کے قبضہ کی اشیاء نہیں لی جاسکتیں۔ رائج الوقت قانون کی مدد سے بذریعہ قُرقی سامان پر قبضہ کیا جاسکتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ موجودہ سامان قرض خواہ یا بائع میں سے کسی کا ہو یا خود مقروض کا۔ یہ سامان فروخت کر کے اس کی آمد قرض خواہوں کے درمیان بحصہ رَسدی تقسیم ہوگی۔

اِذَا اَفْلَسَ وَ تَبَيَّنَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ وَلَا بَيْعُهُ وَلَا شِرَآءُهُ: اگر کوئی شخص مفلس ہوجائے اور اُس کا افلاس بذریعہ شہادت وتحقیق قاضی پر واضح ہو اور وہ اُس کی مفلسی کا فیصلہ کردے تو ایسے شخص کا غلام قرضے کی ادائیگی کے لئے فروخت یا آزاد نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کا خریدنا جائز ہوگا بلکہ وہ قانونی نگرانی میں رہے گا اور دارالقضاء اُس سے متعلق فیصلہ کرے گی۔ اس فتویٰ سے ظاہر ہے کہ اعلانِ افلاس سے قبل ہر قسم کا تصرف کیا جاسکتا ہے۔ لیکن فیصلہ دارالقضاء کے بعد مالک اپنی مملوکہ اشیاء غلام وغیرہ سے متعلق کسی قسم کے تصرف کا مجاز نہیں بلکہ غلام ودیگر مملوکہ اشیاء قانوناً عدالت کے تصرف میں رہیں گی۔ اس تعلق میں ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ مختلف ہے۔ ان کے نزدیک مجور پابند عدالت کو اپنی اشیاء فروخت کرنا جائز ہے لیکن جمہور اس فتوے سے متفق نہیں، بجز اس کے کہ قرضہ ہی کی ادائیگی کے لئے فروخت کرے۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ۹۷) (عمدۃ القاری جلد۱۲ صفحہ۲۳۷)

مَنِ اقْتَضَى مِنْ حَقِّهِ قَبْلَ اَنْ يُّفْلِسَ فَهُوَ لَهُ: مذکورہ بالا مسئلہ کے تعلق میں سعید بن مسیّب کی سند سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایک فیصلے کا حوالہ دیا گیا ہے کہ قاضی کے اعلانِ افلاس سے قبل جو تصرف کیا گیا ہو، وہ برقرار رہے گا۔ یہی جمہور کا مذہب ہے۔ سعید بن مسیّبؒ کی مشار الیہ روایت محمد بن ابی حرملہ سے منقول ہے کہ حضرت امّ حبیبہؓ کا آزاد کردہ غلام مفلس ہوگیا اور قرض خواہوں نے اپنا قضیہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا تو آپؓ نے اس بارے میں جو فیصلہ فرمایا، اس کے یہ الفاظ ہیں: اِنَّ مَنْ كَانَ اقْتَضَى مِنْ حَقِّهِ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ يَّتَبَيَّنَ اِفْلَاسُهُ

فَهُوَ لَـهُ وَمَـنْ عَـرَفَ مَتَـاعَـهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ لَهُ.[1] (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۳۷) یعنی قرض خواہوں میں سے جس نے اعلانِ افلاس سے قبل اپنا حق لے لیا، وہ اُس کا ہو چکا اور اگر کسی قرض خواہ کا کوئی سامان مقروض کے پاس بعینہٖ پایا جائے تو وہ سامان والے کا ہے اور اسے دیا جائے گا، بشرطیکہ اُس سامان کی قیمت سے کوئی ادائیگی نہ کی جا چکی ہو۔ قیمت میں سے ایک حصہ اَدا ہونے پر خرید کردہ سامان کی واپسی کا حق قائم نہیں رہتا بلکہ اُسے فروخت کیا جائے گا اور قرض خواہ کو باقی ماندہ حق ملے گا۔ اور اگر ایسے سامان کی صورت و شکل میں تبدیلی ہو چکی ہو۔ مثلاً سونا زیور میں تبدیل ہو، گھوڑا بیچ کر زمین خرید لی ہو تو ایسی صورت میں زیور اور زمین فروخت کر کے رقم قرض خواہوں میں بحصہ رسدی تقسیم ہوگی۔

اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد محولہ بالا اصولی ہے اور فروعات و جزئیات میں فیصلہ قاضی پر ہے۔ جیسا کہ محولہ بالا فتوے اور فیصلے سے ظاہر ہے۔ امام شافعیؒ کا فتویٰ جمہور کے خلاف ہے کہ سامان کی شکل تبدیل ہو یا نہ ہو۔ یا اس کی قیمت سے کچھ وصول ہو یا نہ ہو اس سے فرق نہیں پڑتا۔ جس کا سامان ہو، اسے بہرحال دلایا جائے سوائے اس کے کہ سامان والا اختیار دے دے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۳۸) (فتح الباری جزء۵صفحہ۸۰تا۸۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اُصولی فیصلہ عنوان باب میں نمایاں کر کے دونوں قسم کے فتوے درج کر دئے ہیں۔

بَاب ۱۵: مَنْ أَخَّرَ الْغَرِيْمَ إِلَى الْغَدِ أَوْ نَحْوِهِ وَلَمْ يَرَ ذَلِكَ مَطْلًا

اگر کوئی شخص (حاکم سے) قرض خواہ کو کل پرسوں تک اَدا کرنے کا وعدہ کرے اور وہ اُسے ٹال مٹول نہ سمجھے

وَقَالَ جَابِرٌ: اِشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوْقِهِمْ فِي دَيْنِ أَبِي فَسَأَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّقْبَلُوْا تَمْرَ[2] حَائِطِيْ فَأَبَوْا فَلَمْ يُعْطِهِمِ الْحَائِطَ وَلَمْ يَكْسِرْهُ لَهُمْ وَقَالَ: سَأَغْدُوْ عَلَيْكُمْ غَدًا فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ أَصْبَحَ فَدَعَا فِي ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ فَقَضَيْتُهُمْ.

اور حضرت جابرؓ نے کہا: میرے باپ کے قرض خواہوں نے اپنے اپنے حق کے متعلق قرضہ کا سخت تقاضا کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ میرے باغ کے میوے[2] کو (قرض میں) لے لیں تو انہوں نے انکار کیا۔ اِس لئے آپؐ نے نہ اُن کو باغ دیا، نہ اُن کے لئے پھل تڑوایا، اور فرمایا: میں کل صبح تمہارے پاس آؤں گا۔ جب صبح ہوئی تو آپؐ ہمارے پاس آئے اور آپؐ نے اس باغ کے پھلوں میں برکت کی دعا کی اور میں نے اُن لوگوں کا قرض ادا کر دیا۔

---

[1] (سنن الدار قطنی، کتاب البیوع، روایت نمبر ۲۸۹۳)

[2] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ ''ثَمَرَ'' کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ۸۲)

بَاب ١٦: مَنْ بَاعَ مَالَ الْمُفْلِسِ أَوِ الْمُعْدِمِ فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ أَوْ أَعْطَاهُ حَتَّى يُنْفِقَ عَلَى نَفْسِهِ

جو دیوالئے یا تہی دست کی ملکیت کو بیچ کر اس کے قرض خواہوں میں تقسیم کر دے یا اُسی کو دیدے کہ وہ اپنی ذات پر خرچ کرے

٢٤٠٣: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَعْتَقَ رَجُلٌ غُلَامًا لَّهُ عَنْ دُبُرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَشْتَرِيْهِ مِنِّي فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ فَأَخَذَ ثَمَنَهُ فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ.

۲۴۰۳: مسدد نے ہمیں بتایا کہ یزید بن زُریع نے ہمیں خبر دی کہ حسین معلّم نے ہمیں بتایا کہ عطاء بن ابی رباح نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک شخص نے یہ وصیت کی کہ اُس کے مرنے کے بعد اس کا غلام آزاد ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے کون اس (غلام) کو خریدے گا تو اُس کو نُعَیم بن عبداللہ نے لے لیا۔ آنحضرتؐ نے غلام کی قیمت لی اور (آزادی کی وصیت کرنے والے کو) دے دی (تا کہ وہ اپنے قرض خواہوں کو دے اور اپنے اُوپر خرچ کرے۔)

اطرافہ: ٢١٤١، ٢٢٣٠، ٢٢٣١، ٢٤١٥، ٢٥٣٤، ٦٧١٦، ٦٩٤٧، ٧١٨٦.

تشریح: مَنْ اَخَّرَ الْغَرِيْمَ اِلَى الْغَدِ اَوْ نَحْوِهٖ وَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ مَطْلًا: ان دو ابواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ پیش کیا گیا ہے کہ آپؐ نے خود اپنی زیر نگرانی قرض خواہوں کو اُن کا قرضہ ادا کرایا۔ فیصلے کی غرض سے اِلتواء کی صورت قابل اعتراض نہیں۔

وَقَالَ جَابِرٌ اشْتَدَّ الْغُرَمَآءُ......: باب ۱۵ کی روایت متعدد سندوں سے پہلے گزر چکی ہے اور یہاں واوَ عاطفہ کے ساتھ بیان کر کے اس باب کے مضمون کا ربط سابقہ باب کے مضمون سے کیا ہے۔ اس روایت کے لئے کتاب البیوع باب ۵۱ روایت نمبر ۲۱۲۷، کتاب الاستقراض روایات نمبر ۲۳۹۵، ۲۳۹۶ دیکھئے۔

ان دونوں کا ماحصل یہ ہے کہ قاضی اپنی نگرانی میں قرض خواہوں کو بحصہ رسدی دلائے۔

بَاب ۱۷ : إِذَا أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى أَوْ أَجَّلَهُ فِي الْبَيْعِ

اگر کوئی شخص کسی کو معین میعاد کے لئے قرضہ دے یا بیع میں قیمت ادا کرنے کے لئے میعاد مقرر کرے

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فِي الْقَرْضِ إِلَى أَجَلٍ: لَا بَأْسَ بِهِ وَإِنْ أُعْطِيَ أَفْضَلَ مِنْ دَرَاهِمِهِ مَا لَمْ يَشْتَرِطْ.

حضرت ابن عمرؓ نے کہا: مقررہ میعاد پر قرض دینے میں کوئی حرج نہیں؛ خواہ اس کو اس کے اپنے درہموں سے زیادہ درہم ملیں، بحالیکہ اس نے شرط نہ کی ہو۔

وَقَالَ عَطَاءٌ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ: هُوَ إِلَى أَجَلِهِ فِي الْقَرْضِ.

اور عطاء اور عمرو بن دینار نے کہا: (قرض دینے والا) قرض میں اپنی مقررہ معیاد کا پابند رہے گا۔

۲۴۰۴: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيْلَ أَنْ يُسْلِفَهُ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ.

۲۴۰۴: اور لیث (بن سعد) نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جس نے کسی دوسرے بنی اسرائیلی سے اپنے لئے قرض لیا اور اُس کو مقررہ معیاد پر اَدا کر دیا، اور (آخر تک) واقعہ بیان کیا۔

اطرافه: ۱۴۹۸، ۲۰۶۳، ۲۲۹۱، ۲۴۳۰، ۲۷۳۴، ۶۲۶۱.

تشریح: اِذَا اَقْرَضَهُ اِلَى اَجَلٍ مُسَمًّى: عنوانِ باب میں تین حوالے بیان کئے گئے ہیں اور اس کے تحت کوئی مستقل روایت درج نہیں کی گئی۔ حضرت ابن عمرؓ کے فتویٰ سے ظاہر ہے کہ اگر چہ قرض میں معیاد کا تعین ضروری نہیں لیکن اگر مقرر ہو تو کوئی حرج نہیں۔ یہ حوالہ ابن ابی شیبہؒ نے بسند وکیع نقل کیا ہے کہ انہوں نے عطاء بن یعقوبؒ سے ایک ہزار درہم قرض لئے اور بوقت ادائیگی کچھ زائد درہم دیئے اور کہا: مَا كَانَ فِيْهَا مِنْ فَضْلٍ فَهُوَ نَائِلٌ مِّنِّيْ (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب البیوع، باب الرجل یقرض الرجل الدراھم) یعنی جو زائد درہم ہیں وہ میری طرف سے عطیہ ہیں۔ یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ قرض دیتے وقت اِس کی قید نہ لگائی گئی ہو۔ دوسرا حوالہ عطاء بن ابی رباح اور عمرو بن دینارؒ کا ہے جو مسند عبدالرزاق میں منقول ہے کہ وہ قرض میں میعاد کے قائل تھے☆ اور یہ امر امام مالکؒ اور

☆ (مصنف عبد الرزاق، کتاب البیوع، باب نمبر ۱ روایت نمبر ۱۴۰۵۷)

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں۔(عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۴۴) تیسرے حوالے کے لئے کتاب الکفالۃ، باب ۱ دیکھئے۔ جہاں ایک اسرائیلی شخص کا واقعہ بسند لیث مروی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ میعادی قرض تھا مگر یہ واقعہ شرعی مسئلہ مستنبط کرنے کے لئے کافی نہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی رائے اِس بارہ میں محفوظ رکھی ہے۔ غالباً اس لئے کہ میعاد یا غیر میعاد کا مسئلہ شخصی حالات سے تعلق رکھتا ہے۔

بَاب ١٨ : اَلشَّفَاعَةُ فِي وَضْعِ الدَّيْنِ

قرض میں کمی کرنے کی سفارش کرنے کا بیان

٢٤٠٥: حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أُصِيْبَ عَبْدُ اللّٰهِ وَتَرَكَ عِيَالًا وَدَيْنًا فَطَلَبْتُ إِلَى أَصْحَابِ الدَّيْنِ أَنْ يَّضَعُوْا بَعْضًا مِنْ دَيْنِهِ فَأَبَوْا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَشْفَعْتُ بِهِ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا فَقَالَ: صَنِّفْ تَمْرَكَ كُلَّ شَيْءٍ مِنْهُ عَلَى حِدَتِهِ عِذْقَ ابْنِ زَيْدٍ عَلَى حِدَةٍ وَاللِّيْنَ عَلَى حِدَةٍ وَالْعَجْوَةَ عَلَى حِدَةٍ ثُمَّ أَحْضِرْهُمْ حَتَّى آتِيَكَ فَفَعَلْتُ ثُمَّ جَاءَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ عَلَيْهِ وَكَالَ لِكُلِّ رَجُلٍ حَتَّى اسْتَوْفَى وَبَقِيَ التَّمْرُ كَمَا هُوَ كَأَنَّهُ لَمْ يُمَسَّ.

۲۴۰۵: موسیٰ (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مغیرہ سے، مغیرہ نے عامر (شعبی) سے، عامر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہؓ شہید ہوئے اور بال بچے اور قرض چھوڑ گئے۔ میں نے قرض خواہوں سے چاہا کہ وہ اُن کے قرض سے کچھ چھوڑ دیں۔ وہ نہ مانے تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے چاہا کہ اُن کے پاس اس کی سفارش فرمائیں۔ وہ پھر بھی نہ مانے۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی کھجوروں کو قسم وار ترتیب دو اور انہیں علیحدہ علیحدہ کر دو۔ عذق بن زید قسم کی کھجور الگ ہو اور لین الگ ہو اور عجوہ الگ ہو۔ پھر میرے آنے تک قرض خواہوں کو لے آؤ۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور کھجوروں کے ڈھیر پر بیٹھ گئے اور ہر شخص کو ماپ کر دیتے گئے یہاں تک کہ ہر شخص نے اپنا حق پورا کا پورا پالیا اور کھجور ویسی ہی رہی، گویا کہ اسے کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔

اطرافہٗ: ٢١٢٧، ٢٣٩٥، ٢٣٩٦، ٢٦٠١، ٢٧٠٩، ٢٧٨١، ٣٥٨٠، ٤٠٥٣، ٦٢٥٠.

٢٤٠٦ :وَغَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَاضِحٍ لَنَا فَأَزْحَفَ الْجَمَلُ فَتَخَلَّفَ عَلَيَّ فَوَكَزَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَلْفِهِ قَالَ:بِعْنِيْهِ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلَمَّا دَنَوْنَا اسْتَأْذَنْتُ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنِّي حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَمَا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا؟ قُلْتُ: ثَيِّبًا. أُصِيْبَ عَبْدُ اللهِ وَتَرَكَ جَوَارِيَ صِغَارًا فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا تُعَلِّمُهُنَّ وَتُؤَدِّبُهُنَّ ثُمَّ قَالَ: ائْتِ أَهْلَكَ فَقَدِمْتُ فَأَخْبَرْتُ خَالِي بِبَيْعِ الْجَمَلِ فَلَامَنِي فَأَخْبَرْتُهُ بِإِعْيَاءِ الْجَمَلِ وَبِالَّذِي كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَكْزِهِ إِيَّاهُ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْجَمَلِ فَأَعْطَانِي ثَمَنَ الْجَمَلِ وَالْجَمَلَ وَسَهْمِي مَعَ الْقَوْمِ.

۲۴۰۶: اور (ایک بار) میں نبی ﷺ کے ساتھ اپنے ایک پانی بھرنے کے لئے استعمال ہونے والے اُونٹ پر سوار ہوکر جنگ کے لئے نکلا۔ وہ اُونٹ تھک کر چلنے سے رہ گیا اور باوجود میری کوشش کے پیچھے ہی رہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیچھے سے لکڑی کی چوک لگائی۔ آپؐ نے فرمایا: اسے میرے پاس بیچ دو اور مدینہ تک تم اسی پر سوار رہو۔ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے؛ میں نے آپؐ سے اجازت چاہی۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے نئی شادی کی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کس سے شادی کی ہے؛ کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا: بیوہ سے۔ عبداللہؓ شہید ہو گئے اور انہوں نے کم سن لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ اس لئے میں نے بیوہ سے شادی کی ہے کہ وہ اُن کو تعلیم دے گی اور اُن کی تربیت کرے گی۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی بیوی کے پاس جاؤ۔ میں آیا اور اپنے ماموں (ثعلب) کو بتایا کہ اُونٹ بیچ دیا ہے۔ انہوں نے مجھے ملامت کی۔ میں نے انہیں بتایا کہ اُونٹ چلنے سے رہ گیا تھا اور جو بات نبی ﷺ سے ہوئی اور جو آپؐ نے اُسے مارا تھا (یہ بھی انہیں بتایا۔) جب نبی ﷺ مدینہ میں آئے تو میں دوسرے دن صبح اُونٹ لے کر آپؐ کے پاس گیا۔ آپؐ نے مجھے اُونٹ کی قیمت دی اور وہ اُونٹ بھی دے دیا اور لوگوں کے ساتھ میرا حصہ بھی مجھے دیا۔

اطرافہ: ٤٤٣، ١٨٠١، ٢٠٩٧، ٢٣٠٩، ٢٣٨٥، ٢٣٩٤، ٢٤٧٠، ٢٦٠٣، ٢٦٠٤، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧۔

تشریح: **اَلشَّفَاعَةُ فِي وَضْعِ الدَّيْنِ:** اِس باب کا مقصد ظاہر ہے اور مسئلہ بھی واضح ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ مگر یہاں جس تعلق میں حضرت جابرؓ کی دوسری روایت (نمبر ۲۴۰۶) نقل کی گئی ہے وہ واضح نہیں اور نہ شارحین نے اِس بارہ میں روشنی ڈالی ہے۔ اِس سے ماقبل باب میں زیادہ دینے اور قبول کرنے کے جواز کا ذکر ضمناً آیا ہے اور یہاں قابلِ وصول واجبی قرضہ میں تخفیف سے متعلق سفارش ہے۔ خواہ قرض کی صورت ہو یا دَین کی۔ اِسی لئے روایت نمبر ۲۴۰۶ میں حضرت جابرؓ کی دوسری روایت کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جس میں نہ صرف قیمت اَدا کی گئی ہے بلکہ اُونٹ خرید کر وہ بھی واپس دیا گیا۔ غالباً معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوفؒ نے سابقہ باب کے اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بَاب ۱۹ : مَا يُنْهَى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ

مال ضائع کرنے سے جو ممانعت ہے اُس کا بیان

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرة:٢٠٦) وَلَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ (يونس:٨٢) وَقَالَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا (هود:٨٨) وَقَالَ تَعَالَى: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ (النساء:٦) {وَالْحَجْرُ فِي ذَلِكَ☆} وَمَا يُنْهَى عَنِ الْخِدَاعِ.

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر کہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ بگاڑنے والوں کے کام کو کارآمد نہیں بناتا اور اللہ تعالیٰ کا قول: کیا تمہاری نماز تمہیں کہتی ہے کہ ہم، جسے ہمارے باپ دادے پوجتے تھے؛ چھوڑ دیں۔ یا یہ کہ اپنے مالوں میں جیسا ہم چاہیں تصرف کریں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے مال ناسمجھوں کو نہ دو۔ اور (مالوں میں تصرف کرنے کے متعلق) حکماً پابندی عائد کرنا☆ اور دھوکہ دینے کی جو ممانعت کی گئی ہے اُس کا بیان۔

٢٤٠٧: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ

۲۴۰۷: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن دینار سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) میں نے

☆ الفاظ "وَالْحَجرُ فِیْ ذَلِکَ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ۸۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ فَقَالَ: إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ. فَكَانَ الرَّجُلُ يَقُوْلُهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے کہا: میں خرید و فروخت میں ٹھگا جاتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: جب تم خرید و فروخت کرو تو یہ کہا کرو: اس میں دھوکہ فریب نہیں ہوگا۔ چنانچہ وہ شخص ایسا ہی کہا کرتا تھا۔

اطرافہ: ۲۱۱۷، ۲۴۱۴، ۶۹۶۴۔

۲۴۰۸: حَدَّثَنِيْ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ وَّرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْأُمَّهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَمَنَعَ وَهَاتِ. وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ.

۲۴۰۸: عثمان (بن ابی شیبہ) نے مجھ سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے شعبی سے، شعبی نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے غلام ورّاد سے، ورّاد نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: ماؤں کی نافرمانی اور بیٹیوں کا زندہ گاڑنا اور خود تو نہ دینا لیکن دوسروں سے مانگنا؛ اِن سب باتوں کو اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے۔ اِسی طرح سے فضول باتیں کرنے اور بہت سوال کرنے اور مال برباد کرنے کو تمہارے لئے ناپسند کیا ہے۔

اطرافہ: ۸۴۴، ۱۴۷۷، ۵۹۷۵، ۶۳۳۰، ۶۴۷۳، ۶۶۱۵، ۷۲۹۲۔

تشریح: **اَلْحَجْرُ فِيْ ذَلِكَ:** حجر کے لغوی معنی ہیں روک دینا اور اصطلاحی معنے ہیں مالی تصرف کرنے میں کسی پر حکماً پابندی عائد کر دینا۔ ایسی پابندی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جس میں مال والے کی بھلائی مقصود ہو کہ وہ اپنے مال کو ضائع نہ کر بیٹھے اور دوسری قسم کی پابندی میں غیر کی بھلائی۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۸۶) یہ پابندی چار صورتوں میں ہوسکتی ہے۔

اوّل: نابالغ جو رُشد کو نہ پہنچا ہو۔ دوم: ایسے کم عقل پر جو مالی تصرف میں نابلد ہو۔

سوم: شرابی مجنون اور فضول خرچ پر جو اپنا مال ضائع کر رہا ہو جبکہ مدیون یا مقروض یا مرتہن یا بحالتِ افلاس ہو اور ڈر ہو کہ اس کے اِسراف سے دوسروں کا حق ضائع ہو جائے گا۔

چہارم: اِسی طرح مریض پر جو قریب الموت ہو اور اندیشہ ہو کہ وہ مال میں ایسا تصرف کرنا چاہتا ہے کہ جس سے

وارث اپنے حق سے محروم رہ جائے گا۔ ایسا شخص ایک تہائی کی وصیت تو شرعاً کر سکتا ہے۔ باقی ورثہ پر پابندی عائد کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ اِس پابندی سے حقوق کی حفاظت مدنظر ہو۔

مذکورہ بالا حالات کے پیشِ نظر شریعتِ اسلامیہ نے جائز قرار دیا ہے کہ مالی تصرف میں کسی مال پر پابندی عائد کر دی جائے کہ وہ نہ بیچا جائے اور ایسے ہی نہ ہبہ کیا جائے۔ اِس پابندی کو شریعتِ اسلامیہ میں حجر کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۴۶) (بدایۃ المجتہد، کتاب الحجر، فی أصناف المحجورین، جزء ثانی، صفحہ ۲۱۰، ۲۱۱)

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ......: عنوانِ باب میں چار آیتوں اور دو روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جو تشریح طلب ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے: وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَ يُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ o (البقرة : ۲۰۶) اور جب حاکم ہو جاتے ہیں تو اُن کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ فساد پیدا کریں اور کھیتی باڑی اور نسل کو تباہ کریں اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ دوسری آیت یہ ہے: فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ o (یونس:۸۲) آیت کا ترجمہ یہ ہے: اور جب ساحروں نے جو کچھ ڈالنا تھا، ڈال دیا تو موسیٰؑ نے کہا: جو کچھ تم لوگوں نے پیش کیا ہے، سراسر فریب ہے۔ اللہ ضرور اِسے بے اثر کر دے گا۔ کیونکہ اللہ مفسدوں کی کارروائیوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ تیسری آیت یہ ہے: قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ o (هود:۸۸) اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت شعیبؑ کے مخالفوں نے کہا: اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے کہ جس چیز کی ہمارے باپ دادے پرستش کرتے آئے ہیں، اُسے ہم چھوڑ دیں، یا اس بات کو ترک کر دیں کہ اپنے مالوں سے متعلق جو چاہیں کریں۔ (اگر ایسا ہے) تو تُو یقیناً بڑا ہی عقل مند اور سمجھدار آدمی ہے۔ چوتھی آیت یہ ہے: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا o (النساء:۶) اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ نا سمجھوں کو اپنے مال جنہیں اللہ نے تمہارے لئے سہارا بنایا ہے، نہ دو اور ان میں سے انہیں کھلاؤ اور پہناؤ اور اچھی باتوں کی انہیں تلقین کرتے رہو۔ اِن چاروں آیتوں کا تعلق حجر سے ہے۔ پہلے دو حوالوں میں مشیتِ الٰہی پیش کی گئی ہے کہ وہ فساد کو پسند نہیں کرتا اور مفسد کے عمل کو باطل کر دیتا ہے۔ چنانچہ یہود کے متعلق اپنی اِس مشیت اور سنت کا ذکر اِن الفاظ میں کرتا ہے: وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ o (المائدة:۶۵) یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں کہ وہ مومنوں کے لئے خرچ نہیں کرتا۔ انہی کے ہاتھ جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ بسبب تمرد و کفر راندۂ رحمت الٰہی ہیں۔ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ اور وہ جو تیری طرف تیرے ربّ کی طرف سے اُتارا گیا، ان میں سے بہتوں کو بغاوت اور انکار میں یقیناً بڑھا دے گا اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے

دِن تک دشمنی اور بغض ڈال دیے ہیں۔ جب بھی وہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے۔ اور وہ زمین میں فساد پھیلانے کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں۔ اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ دوسری آیتوں میں شریعتِ الٰہیہ کی طرف سے عائد کردہ احکام کی پابندی کا ذکر ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کی بنیاد اسی نقطہ پر قائم ہے کہ انسان اخلاقِ الٰہیہ کو اپنائے، جیسا کہ فرمایا: صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ○ (البقرة:۱۳۹) کہ انسان اخلاقِ الٰہیہ سے رنگین ہو اور ہر حرکت جو اُس سے صادر ہو مشیتِ الٰہیہ کا انعکاس ہو کیونکہ صفاتِ الٰہیہ کے رنگ سے زیادہ خوبصورت اور کونسا رنگ ہوسکتا ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے مسئلہ حجر کے بارے میں پہلے مشیتِ الٰہی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پھر احکامِ الٰہیہ کا ذکر کیا ہے۔ ان آیات میں الٰہی سنت کا ذکر ہے جو اُس وقت ظاہر ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ اُس کے بندے حدود سے نکلتے ہیں اور سنوارنے کی بجائے بگاڑتے ہیں۔

دوسرے حوالے سے متعلقہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے ساحرانِ مصر کا جادو توڑا گیا اور باطل کا ازالہ کیا گیا کیونکہ وہ عملِ صالح نہ تھا۔ تیسرے حوالے سے متعلق آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خلافِ عقل بات کا ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ جن مالوں کے ہم مالک ہیں اور ہمیں حق تصرف کی پوری آزادی ہے؛ ان کی بابت ہم پر پابندیاں عائد کی جائیں۔ حضرت شعیبؑ کی قوم کا یہ آزادانہ نظریۂ ملکیت قبول نہیں کیا گیا بلکہ ان سے مؤاخذہ ہوا۔ چوتھی آیت کے حوالہ سے پابندی کے تعلق میں نص صریح پیش کی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ نے کم عقلوں پر اُس وقت تک پابندی قائم کر رکھی ہے جب تک کہ وہ اپنے رُشد کو نہ پہنچیں یعنی نیک و بد کی تمیز نہ کر سکیں۔ یہ آیت مسئلہ حجر میں نص صریح ہے۔ جبکہ پہلے دو حوالوں سے متعلقہ آیات میں مشیتِ الٰہی اور سنت اللہ پیش کی گئی ہے۔

عنوانِ باب میں علاوہ محولہ بالا آیات کے دو اور حوالے بھی ہیں۔ ان میں سے پہلا وَالْحَجْرُ فِيْ ذٰلِكَ ہے۔ اس فقرے کا عطف جملہ مَا يُنْهٰى عَنْ اِضَاعَةِ الْمَالِ پر ہے۔ یعنی مال ضائع کرنے کی جو ممانعت ہے اور اس کی وجہ سے جو پابندی عائد کی جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نجدہؒ نے دریافت کیا تھا کہ یتامیٰ کے اموال پر پابندی کس عمر تک ہے؟ تو انہوں نے جواب میں نجدہؒ کو لکھا: تَسْاَلُنِيْ مَتٰى يَنْقَضِيْ يُتْمُ الْيَتِيْمِ فَلَعَمْرِيْ اِنَّ الرَّجُلَ لَتَنْبُتُ لِحْيَتُهٗ وَاِنَّهٗ لَضَعِيْفُ الْاَخْذِ لِنَفْسِهٖ ضَعِيْفُ الْعَطَاءِ مِنْهَا فَاِذَا اَخَذَ لِنَفْسِهٖ مِنْ صَالِحِ مَا يَاْخُذُ النَّاسُ فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ الْيُتْمُ. (مسلم. كتاب الجهاد والسير. باب النساء الغازيات يرضخ لهن ولا يسهم) یعنی تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ یتیمی کی حد کب ختم ہوتی ہے۔ ایک شخص لین دین میں کمزور ہوسکتا ہے بحالیکہ داڑھی نکل رہی ہو۔ جب اُس کے نفس میں لوگوں کا شعور پیدا ہو جائے کہ وہ اپنی بھلائی برائی میں تمیز کر سکے تو اُس کی یتیمی ختم ہو جائے گی۔ یہ روایت گو موقوف ہے لیکن باب کی روایت نمبر ۲۴۰۷ سے اِس کی تائید ہوتی ہے۔ دوسرے حوالے کے لئے دیکھئے کتاب البیوع باب ۴۸ روایت نمبر ۲۱۱۷۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۸۶)

امام بخاریؒ کو عنوانِ باب میں یہ تمام حوالے اِس لئے دینے پڑے ہیں کہ جمہور کی رائے کے خلاف امام ابوحنیفہؒ

اور بعض حنبلی بڑی عمر کے شخص پر اگر وہ ابلہ ہو، کسی قسم کی پابندی عائد کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ امام زفرؒ، امام نخعیؒ اور امام محمد بن سیرین کی بھی یہی رائے ہے۔ اور اُن کا استدلال روایت نمبر ۲۴۰۷ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سادہ لوح کے لئے بھی پابندی عائد کرنا ضروری سمجھتے تو آپؐ حضرت حبان بن منقذؓ کو یہ مشورہ نہ دیتے کہ خریدتے وقت لَا خِلَابَةَ (روایت نمبر ۲۱۱۷) کہہ دیا کرو۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۸۶) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۲۴۶، ۲۴۷) لیکن اس سے اُن کا اِستدلال کمزور ہے کیونکہ اچھے بھلے سمجھدار تعلیم یافتہ لوگ بھی بیع وشراء میں دھوکا کھا سکتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا علاج بتا دیا ہے کہ کہہ دیا جائے اگر دھوکا ثابت ہوا تو خرید کردہ شے واپس ہوگی۔ ایسی حالت میں حَجر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ باقی صورتیں حَجر کی حکومت وقت سے متعلق ہیں۔ روایت نمبر ۲۴۰۸ کتاب الادب باب ۶ روایت نمبر ۵۹۷۵ میں بھی منقول ہے۔

بَاب ٢٠ : اَلْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَلَا يَعْمَلُ إِلَّا بِإِذْنِهِ

(یہ باب اس بارے میں ہے کہ) غلام اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے اور وہ اُس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہ کرے

٢٤٠٩ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَهُوَ

۲۴۰۹: ابوالیمان (حکم بن نافع) نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: سالم بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: تم میں سے ہر ایک حکمران ہے اور اُس سے اپنی رعیت کے متعلق پرسش ہوگی۔ بادشاہ تو حاکم ہے اِس لئے اس سے اس کی رعیت کی نسبت پوچھا جائے گا اور ہر آدمی اپنے گھر والوں کا حاکم ہے۔ پس اس سے بھی اُس کی رعیت (خاندان) کی نسبت پوچھا جائے گا۔ اور عورت بھی اپنے خاوند کے گھر میں حکمران ہے۔ پس اس سے بھی اس کی

مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. قَالَ: فَسَمِعْتُ هَؤُلَاءِ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَحْسِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالرَّجُلُ فِي مَالِ أَبِيْهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

رعیت کی نسبت پوچھا جائے گا۔ اور نوکر بھی آقا کے مال کی حفاظت کا ذمہ وار ہے۔ پس اس سے بھی اس کی نسبت پوچھا جائے گا۔ (حضرت ابن عمرؓ نے) کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان لوگوں کا ذکر سنا اور میں سمجھتا ہوں کہ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ آدمی اپنے باپ کے مال میں بھی ذمہ وار ہے۔ اور اس سے بھی اس کے مال کی نسبت پوچھا جائے گا۔ اِس لئے تم میں سے ہر ایک حکمران اور ذمہ وار ہے اور اس سے اپنی اپنی رعیت (زیر حفاظت چیزوں) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اطرافہُ: ۸۹۳، ۲۵۵۴، ۲۵۵۸، ۲۷۵۱، ۵۱۸۸، ۵۲۰۰، ۷۱۳۸۔

تشریح: اَلْعَبْدُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ وَلَا يَعْمَلُ اِلَّا بِاِذْنِهِ: روایت نمبر ۲۴۰۹ میں جو ارشادِ نبوی منقول ہے اُس کے ذریعہ سے نگرانی کی عام ذمہ واری ہر شخص پر عائد کی گئی ہے، جو اپنے دائرہ تصرف و عمل میں نگران ہے اور اپنے خالق کے سامنے جوابدہ۔ یہ اصولی جواب ہے مذکورہ بالا اختلاف کا کہ بڑا ہو یا چھوٹا اگر اُس کی نسبت اندیشہ ہو کہ وہ اپنا مال ضائع کر دے گا تو اُس کی نگرانی اور روک تھام کا تعلق اُن اشخاص سے ہے جن کے وہ ماتحت ہو۔

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٤٤- كِتَابُ الْخُصُومَاتِ

اِس کتاب کا نام کِتَابٌ فِی الْخُصُومَاتِ ہے یعنی یہ احکام جھگڑوں اور نالشوں سے متعلق ہیں اور ان میں ایسے مسائل کا بیان ہے جن کا تعلق خصومات کی نوعیت اور طریق تصفیہ وغیرہ سے ہے۔ خَصَمَ کے معنی جھگڑا کیا۔ اِسی سے اسم مصدر خُصُومَةٌ ہے یعنی جھگڑا۔ خَصَمَ سے باب مفاعلہ خَاصَمَهٗ، خِصَامًا آئے گا یعنی اُس سے جھگڑا کیا، اور خَصْمٌ کے معنی ہیں: جھگڑا کرنے والا۔ یہ لفظ مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر ومؤنث سب صیغوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ خَصِيمٌ کے معنے ہیں جھگڑالو، اور اس کی جمع خُصَمَاء ہے۔ (لسان العرب- خصم) (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۴۹) قرآن مجید میں ہے: اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ (الزخرف:۱۹) کیا وہ جو زیورات میں پلتی ہے اور جھگڑے میں اپنا مافی الضمیر ٹھیک طرح ادا نہیں کرتی (وہ اللہ کے حصے میں آئی ہے اور مرد انسان کے حصے میں۔) اس آیت میں اُن مشرکین کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیاں تجویز کر کے اُن کی پوجا پاٹ کرتے تھے، فرماتا ہے: کیا تم اپنے لئے بیٹے تجویز کرتے ہو اور خالق کے لئے بیٹیاں؟

بَاب ١ : مَا يُذْكَرُ فِي الْإِشْخَاصِ وَالْخُصُوْمَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُوْدِ

مسلم اور یہودی کے درمیان جھگڑے اور کسی کو تصفیہ کی غرض سے حاکم کے پاس لے جانے کے بارے میں (جو روایتیں بیان کی جاتی ہیں) اُن کا بیان

٢٤١٠: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ أَخْبَرَنِي قَالَ: سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَهَا فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ

۲۴۱۰: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا، کہا: عبدالملک بن میسرہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نزال بن سَبرہ سے سنا۔ (وہ کہتے تھے:) میں نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے ایک شخص کو سنا۔ اُس نے ایک آیت اس طرح پڑھی کہ میں نے وہ آیت

فَأَتَيْتُ بِهِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ.

نبی ﷺ سے بالکل اور طرح سنی تھی۔ میں نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا۔ آپؐ نے فرمایا: تم دونوں ہی ٹھیک پڑھتے ہو۔

قَالَ شُعْبَةُ: أَظُنُّهُ قَالَ: لَا تَخْتَلِفُوْا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا.

شعبہ نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا: آپس میں اختلاف نہ کیا کرو کیونکہ تم سے جو پہلے تھے انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور وہ ہلاک ہوگئے۔

اطرافہ: ٣٤٧٦، ٥٠٦٢۔

٢٤١١: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلَانِ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى الْعَالَمِيْنَ. فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْعَالَمِيْنَ. فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ عِنْدَ ذَلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُوْدِيِّ فَذَهَبَ الْيَهُوْدِيُّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمَ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ

۲۴۱۱: یحيٰ بن قزعہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوسلمہ اور عبدالرحمٰن اعرج سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ دو اشخاص نے آپس میں گالی گلوچ کی۔ ایک مسلمان تھا اور ایک یہودی۔ مسلمان نے کہا: اُس ذات کی قسم! جس نے حضرت محمد ﷺ کو تمام قوموں میں سے بہتر سمجھ کر منتخب کیا۔ تو یہودی نے کہا: اُس ذات کی قسم! جس نے حضرت موسیٰؑ کو تمام قوموں میں سے بہتر سمجھ کر منتخب کیا۔ اس پر مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے منہ پر تھپڑ لگایا۔ وہ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور اُس نے جو واقعہ اُس کے اور مسلمان کے درمیان گزرا تھا، وہ بیان کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس مسلمان کو بلایا اور آپؐ نے اس سے اس (شکایت) کی بابت دریافت فرمایا۔ اُس نے آپؐ سے سارا

فَأَخْبَرَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُخَيِّرُوْنِي عَلَى مُوسَى فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَصْعَقُ مَعَهُمْ فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ جَنْبَ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ.

ماجرا بیان کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: موسیٰؑ پر مجھے فضیلت نہ دو؛ کیونکہ لوگ قیامت کے روز بے ہوش ہو جائیں گے۔ میں بھی اُن کے ساتھ بے ہوش ہوں گا اور میں ہی پہلا ہوں گا جسے ہوش آئے گا۔ تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ موسیٰؑ عرشِ الٰہی کا پایہ پکڑے ہوئے ہیں۔ میں نہیں جانتا آیا وہ بھی اُن میں سے تھے جو بے ہوش ہوئے اور پھر انہوں نے مجھ سے پہلے ہوش سنبھالا، یا وہ اُن میں سے تھے جنہیں اللہ نے مستثنیٰ کیا تھا۔

اطرافہ: ٣٤٠٨، ٣٤١٤، ٤٨١٣، ٦٥١٧، ٦٥١٨، ٧٤٢٨، ٧٤٧٢.

٢٤١٢: حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ جَاءَ يَهُودِيٌّ فَقَالَ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ ضَرَبَ وَجْهِي رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِكَ فَقَالَ: مَنْ؟ قَالَ: رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ. قَالَ: ادْعُوْهُ. فَقَالَ: أَضَرَبْتَهُ؟ قَالَ: سَمِعْتُهُ بِالسُّوْقِ يَحْلِفُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ قُلْتُ: أَيْ خَبِيْثُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ

۲۴۱۲: موسیٰ بن اسماعیل نے مجھے بتایا۔ وہیب نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو بن یحییٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک یہودی آیا اور اُس نے کہا: اے ابوالقاسم! آپؐ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے میرے منہ پر تھپڑ مارا ہے۔ آپؐ نے پوچھا: کس نے؟ اُس نے کہا: انصار میں سے ایک شخص نے۔ آپؐ نے فرمایا: اُسے بلاؤ۔ (جب وہ آیا) آپؐ نے (اُس سے) پوچھا: کیا تم نے اسے مارا ہے؟ اُس نے جواب دیا: میں نے اس (یہودی) کو بازار میں یہ قسم کھاتے سنا تھا کہ اس ذات کی قسم! جس نے حضرت موسیٰؑ کو تمام لوگوں سے بہتر سمجھ کر چن لیا ہے۔ میں نے کہا: او خبیث! حضرت محمد ﷺ پر بھی۔ مجھے

ضَرَبْتُ وَجْهَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ فَإِذَا أَنَا بِمُوْسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ أَمْ حُوْسِبَ بِصَعْقَةِ الْأُولَى.

غصہ آیا اور میں نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: انبیاء کو ایک دوسرے پر (اس طرح) فضیلت نہ دیا کرو کیونکہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے اور میں پہلا ہوں گا جو زمین پھٹنے پر باہر نکلوں گا اور میں کیا دیکھتا ہوں کہ موسیٰ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑے ہوئے ہیں۔ میں نہیں جانتا، آیا وہ اُن میں سے تھے جو بے ہوش ہوئے یا پہلے کی بے ہوشی ہی اُن کے لئے کافی سمجھی گئی۔

اطرافہُ: ۳۳۹۸، ۴۶۳۸، ۶۹۱۶، ۶۹۱۷، ۷۴۲۷۔

۲۴۱۳: حَدَّثَنَا مُوْسَى حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ يَهُوْدِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ قِيْلَ مَنْ فَعَلَ هَذَا بِكِ أَفُلَانٌ أَفُلَانٌ؟ حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُوْدِيُّ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا فَأُخِذَ الْيَهُوْدِيُّ فَاعْتَرَفَ فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَأْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ.

۲۴۱۳: موسیٰ (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک یہودی نے کسی لڑکی کا سر دو پتھروں سے کچلا۔ اُس (لڑکی) سے پوچھا گیا کہ تیرا سر کس نے کچلا ہے؟ کیا فلاں نے یا فلاں نے؟ جب اُس یہودی کا نام لیا گیا تو اُس نے اپنے سر سے اشارہ کیا۔ وہ یہودی پکڑا گیا اور اُس نے اقرار کیا تو نبی ﷺ نے اس کے متعلق حکم دیا۔ تب اُس کا سر بھی دو پتھروں سے کچلا گیا۔

اطرافہُ: ۲۷۴۶، ۵۲۹۵، ۶۸۷۶، ۶۸۷۷، ۶۸۷۹، ۶۸۸۴، ۶۸۸۵۔

تشریح: **مَا يُذْكَرُ فِي الْإِشْخَاصِ وَالْخُصُوْمَةِ:** پہلا باب مذہبی قسم کے اختلافات سے متعلق ہے۔ ایک صحابیؓ کے نزدیک دوسرے صحابیؓ نے کسی آیت کی تلاوت درست نہیں کی اور وہ اسے پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ آپؐ کے نزدیک خصومت کی نوعیت ایسی نہ تھی کہ اس پر ایک دوسرے سے اختلاف کیا جاتا۔ اس لئے آپؐ نے ان الفاظ میں نہایت ہی قیمتی نصیحت فرمائی: لَا تَخْتَلِفُوْا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا۔ (روایت نمبر ۲۴۱۰) آپس میں اختلاف نہ کرو کیونکہ تم سے پہلوں نے اختلاف کیا اور وہ برباد ہو گئے۔

امام مسلمؒ نے بھی انہی معنوں میں ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی اِن الفاظ میں نقل کی ہے:
قَالَ هَجَرْتُ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا قَالَ فَسُمِعَ اَصْوَاتُ رَجُلَيْنِ اخْتَلَفَا فِيْ اٰيَةٍ فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعْرَفُ فِيْ وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ. (مسلم، کتاب العلم، باب النهی عن اتباع متشابه القرآن) حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دن دوپہر کے وقت آیا تو دو آدمیوں کی آوازیں سنی گئیں جو ایک آیت کی قرأت سے متعلق جھگڑ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپؐ کے چہرے پر ناراضگی نمایاں تھی۔ آپؐ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوگئے کہ انہوں نے اپنی کتاب کے بارے میں اختلاف کیا۔ اس قیمتی نصیحت کے باوجود مسلمانوں نے فقہی اختلافات کو جو دراصل نقطۂ نظر اور اندازِ فکر کا اِختلاف تھا، بجائے رحمت، مخاصمت کی صورت میں زحمت بنادیا۔ ایک دوسرے کے کفر و اِلحاد تک نوبت پہنچادی اور ان کی اس جہالت نے معصوموں پر وہ وہ ستم ڈھائے ہیں کہ اُن کی داستان پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى مُوْسٰى: دوسرا واقعہ ایک مسلم اور یہودی کے مذہبی تعصب کا جھگڑا ہے جس کی بناء پر ایک دوسرے سے گالی گلوچ ہوئی۔ اوّل الذکر نے طیش میں آکر دوسرے کو طمانچہ مارا۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی فضیلت ایک دوسرے پر ایسے طور پر نہ کرو کہ اُن میں سے کسی کی ہتک کا شبہ ہو اور ماننے والوں کے جذبات کو ٹھیس لگے۔ اہلِ مذاہب کی بڑی بیماری اُن کا یہی مذہبی تعصب ہے جس نے اُن کو ایک دوسرے کا گریباں گیر ہی نہیں بلکہ گلوگیر بنا رکھا ہے۔ اسلام نے تمام ادیان کے ہادیوں اور مذہبی پیشواؤں کا ادب واحترام لازمی قرار دے کر بہت سے جھگڑوں کی جڑھ پر تبر رکھ دیا ہے۔ شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث مذکورہ بالا میں یہی سبق متبعین کو سکھایا ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب ''دنیا کا محسن'' (انوار العلوم جلد ۱۰ صفحہ ۲۴۵ تا ۲۵۰)

رُضَّ رَاْسُهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ: ایک مسلمان انصاری لڑکی کو زیور پہنے دیکھ کر ایک یہودی کا دل للچایا۔ زیور اُتارنے سے قبل اسے پتھر مار کر بے ہوش کر دیا۔ ہوش آنے پر وہ لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئی۔ زیرِالزام یہودی کی شناخت ہونے سے اور اُس کے اِقرار کرنے پر حسب دستورِ شریعتِ موسوی اُس سے انتقام لیا گیا۔ امام بخاریؒ نے یہ واقعہ بھی مذہبی تعصب ہی پر محمول کیا ہے، جیسا کہ عنوانِ باب میں الفاظ **اَلْخُصُوْمَةُ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُوْدِ** سے اس طرف اشارہ ہے۔

بَاب ۲: مَنْ رَدَّ أَمْرَ السَّفِيْهِ وَالضَّعِيْفِ الْعَقْلِ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ حَجرَ عَلَيْهِ الْإِمَامُ

جوشخص نادان اورکم عقل کا طے کردہ معاملہ ردّ کردے خواہ حاکم نے اُس کے لئے پابندی کا حکم نہ بھی دیا ہو

وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ عَلَى الْمُتَصَدِّقِ قَبْلَ النَّهْيِ ثُمَّ نَهَاهُ. وَقَالَ مَالِكٌ إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ {عَلَى رَجُلٍ[1]} مَالٌ وَلَهُ عَبْدٌ وَلَا شَيْءَ لَهُ غَيْرُهُ فَأَعْتَقَهُ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے منع کرنے سے پہلے صدقہ دینے والے کو (اُس کا صدقہ) واپس کردیا۔ پھر اس کے بعد اُس کو (صدقہ دینے سے) منع کیا۔ اور مالک نے کہا: اگر ایک شخص کا { کسی شخص کے ذمہ[1] } کچھ مال ہو اور اس کے پاس ایک غلام ہو۔ اسکے سوا اُس کی کوئی چیز بھی نہیں اور وہ اس غلام کو آزاد کردے تو اُس کا آزاد کرنا جائز نہ ہوگا۔

بَاب ۳: مَنْ بَاعَ عَلَى الضَّعِيْفِ وَنَحْوِهِ فَدَفَعَ ثَمَنَهُ إِلَيْهِ وَأَمَرَهُ بِالْإِصْلَاحِ وَالْقِيَامِ بِشَأْنِهِ فَإِنْ أَفْسَدَ بَعْدُ مَنَعَهُ

(اور) جوکم عقل اور اس قسم کے لوگوں کا مال فروخت کرے اور مال کی قیمت اُن کو دیدے اور اُن سے کہے کہ برمحل خرچ کرنا اور اس سے کاروبار چلانا اور پھر اگر وہ اس کے بعد (روپیہ کو) برباد کردیں تو (حاکم اس پر مال کے تصرف میں) پابندی لگا سکتا ہے

لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ وَقَالَ لِلَّذِي يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ: إِذَا بِعْتَ[2] فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ وَلَمْ يَأْخُذِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهُ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے اور جو خرید و فروخت میں ٹھگا جاتا تھا، آپؐ نے اُس سے کہا: جب تم خرید و فروخت[2] کرو تو یہ کہہ دیا کرو: دھوکہ فریب کی بات نہ ہوگی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا مال نہیں لیا۔

---

[1] الفاظ "عَلَى رَجُلٍ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۹۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

[2] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں یہاں "بَايَعْتَ" کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۹۱)

٢٤١٤: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ فَكَانَ يَقُوْلُهُ.

۲۴۱۴: موسیٰ بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ عبدالعزیز بن مسلم نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) عبداللہ بن دینار نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ایک شخص کو خرید وفروخت میں فریب دیا جاتا تھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا: جب تم خرید وفروخت کرو تو یہ کہہ دیا کرو کہ دھوکہ فریب کی بات نہیں ہوگی۔ چنانچہ وہ یہ کہہ دیا کرتا تھا۔

اطرافہُ: ٢١١٧، ٢٤٠٧، ٦٩٦٤۔

٢٤١٥: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ عَبْدًا لَهُ لَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَابْتَاعَهُ مِنْهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ.

۲۴۱۵: عاصم بن علی نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن منکدر سے، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو آزاد کردیا۔ اس کے سوا اُس کی کوئی جائیداد نہ تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے آزاد کرنے کو روا نہ رکھا اور پھر نُعَیم بن نحام نے اُس سے وہ (غلام) خرید لیا۔

اطرافہُ: ٢١٤١، ٢٢٣٠، ٢٢٣١، ٢٤٠٣، ٢٥٣٤، ٦٧١٦، ٦٩٤٧، ٧١٨٦۔

تشریح: **مَنْ رَدَّ اَمْرَ السَّفِيْهِ وَضَعِيْفِ الْعَقْلِ:** ان ابواب میں تنازعات کے مالی وجوہ کا ذکر ہے۔ عناوین ابواب میں چار حوالے ہیں اور باب نمبر ۳ کے تحت دو روایتیں ہیں جن کا خلاصہ ایک اصولی ہدایت پر مبنی ہے جس کی طرف آنحضرت ﷺ نے راہنمائی فرمائی ہے۔ اگر اس ہدایت کی پابندی کی جائے تو بہت سے مالی جھگڑوں کا سدِباب ہوجاتا ہے۔ عنوان باب کے الفاظ کتاب الاستقراض والتفلیس باب ۱۹ اروایت نمبر ۲۴۰۷ سے لئے گئے ہیں۔ اِس روایت میں جو واقعہ درج ہے، اُس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھائے گا تو اُس کا لین دین باطل اور قابل ردّ ہوگا، خواہ دارالقضاء کی طرف سے پابندی عائد ہو یا نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کی اس ہدایت کے پیشِ نظر جو آپؐ نے حضرت حبان بن منقذؓ کو دی، ہر ایسا معاملہ جس میں دھوکہ اور فریب ہو، قابلِ ردّ ہوگا۔ اس تعلق میں کتاب البیوع باب ۴۸ بھی دیکھئے۔ آپؐ کی یہ زرّیں ہدایت معاملات میں جھگڑے کی جڑ کاٹنے والی ہے۔

رَدَّ عَلَى الْمُتَصَدِّقِ قَبْلَ النَّهْيِ: حضرت جابرؓ کے حوالے کا تعلق بھی اُصولی قسم کا ہے۔ قبیلہ بنی عذرہ کے ایک شخص نے اپنا غلام اپنی موت کے بعد آزاد قرار دے دیا تھا تو آپؐ نے دریافت فرمایا: کیا اس کے علاوہ اس کی اور جائیداد بھی ہے؟ نفی میں جواب ملنے پر آپؐ نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں۔ اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِأَهْلِكَ. یہ الفاظ نسائی[1] کی روایت کے ہیں اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے نفس سے شروع کرو اور اس کے لئے صدقہ خرچ کرو۔ اگر کچھ بچ جائے تو اپنے اہل بیت کو دو۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۹۱)

کتاب البیوع باب ۵۹ کی روایت نمبر ۲۱۴۱ سے ظاہر ہے کہ غلام کو آزاد کرنے والا مفلس ہو گیا تھا اور قرض خواہوں کے مطالبات واجب الادا تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ نیلام آٹھ سو درہم پر وہ بیچ دیا، تا قرضے چکائے جائیں اور اِس طرح اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا کا نمونہ دکھایا گیا کہ آزاد کرنے کی نیکی سے بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنے نفس کے حقوق ادا کئے جائیں۔ اس تعلق میں روایت نمبر ۶۷۱۷ بھی دیکھئے۔ امام مالکؒ کی روایت کا حوالہ بھی مدبر غلام ہی سے متعلق ہے جو مؤطا[2] میں منقول ہے۔ چوتھا حوالہ کتاب الاستقراض زیر باب ۱۸ دیکھئے۔ حوالہ جات کی تفصیل کے لیے فتح الباری (جزء ۵ صفحہ ۹۰، ۹۱) نیز عمدۃ القاری (جزء ۱۲ صفحہ ۲۵۵، ۲۵۶) دیکھئے۔ محولہ روایات اور حدیث مندرجہ زیر باب سے مالی تنازعات کا اصل باعث افلاس بتایا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دراصل اقتصادی بدحالی قوم کے اخلاق کو بگاڑ دیتی ہے جس کی وجہ سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ جو ملک فقر و فاقہ سے دوچار ہیں وہاں کی عدالتیں وکلاء اور مقدمہ بازوں سے معمور ہیں اور جن ملکوں کی اقتصادی حالت اچھی ہے وہاں جھگڑے کم ہیں۔

بَاب ٤ : كَلَامُ الْخُصُوْمِ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ

جھگڑنے والوں کا ایک دوسرے سے باتیں کرنا

٢٤١٦-٢٤١٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. قَالَ: فَقَالَ الْأَشْعَثُ: فِيَّ وَاللهِ كَانَ ذٰلِكَ. كَانَ

۲۴۱۶-۲۴۱۷: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا کہ ابومعاویہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے شقیق سے، شقیق نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قسم کھائے اور وہ اُس میں جھوٹا ہو اور اس (قسم) کے ذریعے سے کسی مسلم کا مال مارلے تو وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ اُس سے ناراض ہوگا۔ کہا کہ حضرت اشعثؓ کہتے تھے:

[1] (نسائی، کتاب البیوع، باب بیع المدبّر) [2] (موطأ امام مالک، کتاب المدبر، باب بیع المدبر)

بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ أَرْضٌ فَجَحَدَنِي فقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قُلْتُ: لَا قَالَ: فقَالَ لِلْيَهُودِيِّ: احْلِفْ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِذَنْ يَحْلِفَ وَيَذْهَبَ بِمَالِي فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (ال عمران:۷۸) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

بخدا یہ بات تو (آپؐ نے) میری ہی نسبت (فرمائی) تھی۔ (واقعہ یہ ہوا کہ) میری اور ایک یہودی کی مشترکہ زمین تھی تو اُس نے میرے حق کا انکار کر دیا۔ میں نے نبی ﷺ کے سامنے اُسے پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: کیا تمہارے پاس شہادت ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ (حضرت اشعثؓ) کہتے تھے: آپؐ نے اس یہودی سے کہا: قسم کھاؤ۔ (حضرت اشعثؓ) کہتے تھے: میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ تو قسم کھالے گا اور میرا مال لے جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی پونجی لیتے ہیں۔

اطراف الحدیث ۲۴۱۶: ٢٣٥٦، ٢٥١٥، ٢٦٦٦، ٢٦٦٩، ٢٦٧٣، ٢٦٧٦، ٤٥٤٩، ٦٦٥٩، ٦٦٧٦، ٧١٨٣، ٧٤٤٥۔

اطراف الحدیث ۲۴۱۷: ٢٣٥٧، ٢٥١٦، ٢٦٦٧، ٢٦٧٠، ٢٦٧٧، ٤٥٥٠، ٦٦٦٠، ٦٦٧٧، ٧١٨٤۔

٢٤١٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ فَنَادَى: يَا كَعْبُ قَالَ: لَبَّيْكَ

۲۴۱۸: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عثمان بن عمر نے ہمیں بتایا، (کہا:) یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عبداللہ بن کعب بن مالک سے، عبداللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے (حضرت عبداللہ) بن ابی حَدْرَدؓ سے مسجد میں اپنے قرض کا تقاضا کیا جو اُن کے ذمہ تھا۔ اُن دونوں کی آوازیں اِتنی بلند ہوئیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنیں حالانکہ آپؐ اپنے گھر میں تھے۔ اس پر آپؐ اُن کی طرف آئے اور اپنے حجرے کا پردہ اُٹھا کر آواز دی: کعبؓ! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! حاضر ہوں۔ آپؐ نے

يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هَذَا وَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَيِ الشَّطْرَ قَالَ: لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: قُمْ فَاقْضِهِ.

اطرافہ: ۴۵۷، ۴۷۱، ۲۴۲۴، ۲۷۰۶، ۲۷۱۰۔

فرمایا: اپنے اس قرضے سے اتنا چھوڑ دو، اور اُن کو اشارہ سے بتایا یعنی آدھا۔ حضرت کعبؓ نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے چھوڑ دیا۔ تب آپؐ نے (عبداللہؓ سے) فرمایا: اُٹھواور اس کا قرضہ ادا کرو۔

۲۴۱۹: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَنِيْهَا وَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيْهَا فَقَالَ لِي: أَرْسِلْهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ: اقْرَأْ فَقَرَأَ قَالَ: هَكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ لِي: اقْرَأْ فَقَرَأْتُ فَقَالَ: هَكَذَا أُنْزِلَتْ. إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ

۲۴۱۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت ہشام بن حکیم بن حزامؓ کو سورۃ فرقان جیسے میں پڑھا کرتا تھا اس کے سوا دوسری طرح پڑھتے سنا۔ اور مجھے یہ (سورۃ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی اور قریب تھا کہ میں اُن پر لپک پڑتا مگر میں نے انہیں اتنی مہلت دی کہ انہوں نے نماز پڑھ لی۔ اُس کے بعد میں نے اُن کی چادر سینے سے پکڑ کر انہیں کھینچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا۔ میں نے کہا: (سورۂ فرقان) جس طرح آپؐ نے مجھے پڑھائی تھی اس کے خلاف (ہشام کو) اور طرح پڑھتے سنا ہے۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا: ان کو چھوڑ دو۔ پھر آپؐ نے اُن سے کہا: پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے پڑھا۔ آپؐ نے فرمایا: اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے مجھ سے فرمایا: تم پڑھو اور میں نے پڑھی تو آپؐ

فَاقْرَءُوْا مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ.

نے فرمایا: اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ (پھر فرمایا:) قرآن سات اُسلوب پر نازل ہوا ہے۔تم اُس میں سے جو بھی آسان ہو پڑھو۔

اطرافہ: ٤٩٩٢، ٥٠٤١، ٦٩٣٦، ٧٥٥٠.

تشریح: **كَلامُ الْخُصُوْمِ بَعْضِهِمْ فِيْ بَعْضٍ:** اس باب کا تعلق بھی اصولی نوعیت کا ہے۔اس کے تحت چار واقعات بیان ہوئے ہیں۔جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قسم کی خصومتیں قابل تعزیر اور کس قسم کی قابلِ نظر اندازی ہیں۔ایک میں بتایا گیا ہے کہ جھگڑے کی ابتداء ایک معمولی سی بات سے ہوئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دخل دے کر جلدی سے ختم کر دی۔یہی صورت تقریباً ہر جھگڑے کی ہے۔دانشمندی اور حکمت عملی سے وہ آسانی سے ختم کیا جاسکتا ہے اور سوئے تصرف سے اسے طول بھی دیا جاسکتا ہے۔جیسا کہ آج کل کی عدالتوں کا حال ہے۔پیشی کی تاریخوں سے اسے اتنا لمبا کیا جاتا ہے کہ اس اثناء میں شیطان کو مخاصمت کے بیسیوں دریچے کھولنے کا موقع مل جاتا ہے۔ جھوٹ اور فریب سے مال کھانے والے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ کا ذِکر کرنے کے بعد تین واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ان میں آپؐ نے حکیمانہ دخل دے کر فوری طور پر جھگڑا ختم کر دیا۔روایت نمبر ۲۴۱۷ میں اصولی فیصلہ بیان ہوا ہے کہ تصفیہ تنازعات شہادت پر ہو۔ورنہ مدعا علیہ سے قسم لی جائے۔

بَاب ٥: إِخْرَاجُ أَهْلِ الْمَعَاصِي وَالْخُصُوْمِ مِنَ الْبُيُوْتِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ

واقعاتِ صحیحہ کے معلوم ہونے پر حکم الٰہی کی نافرمانی کرنے والوں اور (اس میں) جھگڑا کرنے والوں کو گھروں سے نکال دینا

وَقَدْ أَخْرَجَ عُمَرُ أُخْتَ أَبِي بَكْرٍ حِيْنَ نَاحَتْ.

اور حضرت عمرؓ نے بھی حضرت ابوبکرؓ کی بہن کو اُن کے بَین کرنے پر نکال دیا تھا۔

٢٤٢٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَقَدْ

۲۴۲۰: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن ابی عدی نے ہمیں بتایا۔انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سعد بن ابراہیم سے، سعد نے حمید بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: میں

هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ فَتُقَامَ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى مَنَازِلِ قَوْمٍ لَّا يَشْهَدُوْنَ الصَّلَاةَ فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ.

یہ ارادہ کرنے لگا تھا کہ نماز پڑھنے کا حکم دوں اور وہ شروع کی جائے۔ پھر اس کے بعد ایسے لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے۔ وہ اندر ہوں اور میں باہر سے اُن کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

اطرافہُ: ٦٤٤، ٦٥٧، ٧٢٢٤.

تشریح: اِخْـرَاجُ اَهْلِ الْمَعَاصِیْ وَ الْخُصُوْمِ: اس باب کا تعلق تعزیری کارروائی سے ہے۔ جو لوگ احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں اُس کا علم ہونے کے بعد اُن کی اصلاح کے بارے میں تساہل سے کام لینا درست نہیں ورنہ بدی کی بیخ کُنی نہ ہوگی بلکہ اُس کی جڑ مضبوط ہو کر اُس کی شاخیں پھیلیں گی اور قوم کو تباہ کر دے گی۔ مندرجہ بالا روایت میں باجماعت نماز میں شریک نہ ہونے والوں کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے متعلق سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اس واقعہ سے عام دستور العمل کا استدلال کیا گیا ہے کہ تنازعات کے استیصال میں بھی اِسی قسم کے شعورِ احساس سے کام لینا چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. (آل عمران: ۱۱۱) کہ جماعت مسلمہ کے فرائض میں سے ہے کہ اس کا ہر فرد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو سرانجام دے۔

وَقَدْ أَخْرَجَ عُمَرُ أُخْتَ أَبِیْ بَكْرٍ حِيْنَ نَاحَتْ: عنوان باب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہن کے نوحہ کرنے پر اُن پر اظہار ناراضگی کا واقعہ طبقات ابن سعدؒ☆ میں بروایت سعید بن مسیّب منقول ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات پر ان کے گھر میں رشتہ دار عورتیں جمع ہو گئیں اور نوحہ کرنا شروع کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں اس سے روکا۔ وہ نہ رُکیں۔ آخر انہوں نے ہشام بن ولید سے کہا کہ ان کو گھر سے نکال دیا جائے۔ اسحاق بن راہویہؒ کی مسند میں بھی یہی روایت منقول ہے۔ اس میں ذکر ہے کہ انہوں نے درّہ لے کر ایک ایک کر کے سب کو نکال دیا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۹۳) (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰) روایت نمبر ۲۴۲۰ کتاب الاذان باب ۲۹ روایت نمبر ۶۴۴ میں بھی آ چکی ہے۔

بَاب ٦: دَعْوَى الْوَصِيِّ لِلْمَيِّتِ

میت کے وصی کا دعویٰ کرنا

٢٤٢١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ

۲۴۲۱: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری

☆(الطبقات الكبرىٰ، الطبقة الأولى على السابقة في الإسلام ممن شهد بدرا، من بنى تيم بن مرة بن كعب، ابوبكر الصديق، ذكر وصية أبي بكر، جزء۳ صفحہ۱۱۱)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ابْنِ أَمَةِ زَمْعَةَ فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوْصَانِي أَخِي إِذَا قَدِمْتُ أَنِ انْظُرِ ابْنَ أَمَةِ زَمْعَةَ فَاقْبِضْهُ فَإِنَّهُ ابْنِي. وَقَالَ عَبْدُ ابْنُ زَمْعَةَ: أَخِي وَابْنُ أَمَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِيْ فَرَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ فَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ.

نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ عبد بن زمعہ اور سعد بن ابی وقاص نبی ﷺ کے پاس زمعہ کی لونڈی کے لڑکے سے متعلق جھگڑا لے کر گئے۔ سعدؓ نے کہا: یا رسول اللہ! میرے بھائی نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب میں (مکہ) پہنچوں تو ''زمعہ کی لونڈی کے لڑکے کو دیکھو اور اُسے قبضہ میں لے لو کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے۔'' اور عبد بن زمعہ نے کہا: (وہ لڑکا) میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے جو میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا۔ نبی ﷺ نے عتبہ سے کھلے طور پر مشابہت دیکھی اور فرمایا: عبد بن زمعہ یہ لڑکا تجھے ہی ملے گا کیونکہ بچہ اُس کو ملتا ہے جو عورت کا خاوند یا مالک ہو اور (امّ المؤمنین) حضرت سودہؓ (بنت زمعہ) سے کہا: سودہؓ! تم اس سے پردہ کیا کرو۔

اطرافهُ: ٢٠٥٣، ٢٢١٨، ٢٥٣٣، ٢٧٤٥، ٤٣٠٣، ٦٧٤٩، ٦٧٦٥، ٦٨١٧، ٧١٨٢.

تشریح: دَعْوَى الْوَصِيِّ لِلْمَيِّتِ: شریعت اسلامیہ نے حقوق کا تحفظ جیسا زندہ انسانوں کے لئے کیا ہے ویسا ہی وفات یافتہ لوگوں کے لئے بھی۔ متوفی کا وصی یا وارث جسے اختیار دیا گیا ہو، دعویٰ کرسکتا ہے۔ اِس پر سب فقہاء کا اتفاق ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۹۴) مفصل دیکھئے کتاب الفرائض۔ نیز مذکورہ بالا جھگڑے کا واقعہ کتاب البیوع زیر باب۳ روایت نمبر۲۰۵۳ میں بھی گزر چکا ہے۔

بَاب ۷: اَلتَّوَثُّقُ مِمَّنْ تُخْشَى مَعَرَّتُهُ

جس کی شرارت کا ڈر ہو اُس کو باندھنا یا اُس سے مچلکہ لینا

وَقَيَّدَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِكْرِمَةَ عَلَى تَعَلُّمِ الْقُرْآنِ وَالسُّنَنِ وَالْفَرَائِضِ.

اور حضرت ابن عباسؓ نے عکرمہ کو قید کیا تا اُسے قرآن اور سنن اور فرائض سکھائیں۔

٢٤٢٢: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ

۲۴۲۲: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید بن ابی سعید سے روایت

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟ قَالَ: عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَقَالَ: أَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ.

کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے اور وہ قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک شخص لے آئے جسے ثمامہ بن اُثال کہتے تھے۔ وہ یمامہ والوں کا سردار تھا۔ صحابہؓ نے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے اُسے باندھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ اُس کے پاس باہر آئے۔ آپؐ نے پوچھا: ثمامہ! تم نے کیا کہنا ہے۔ اُس نے کہا: محمدؐ بھلی بات ہی کہنی ہے اور پھر آخر تک واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: ثمامہ کو چھوڑ دو۔

اطرافه: ٤٦٢، ٤٦٩، ٢٤٢٣، ٤٣٧٢۔

تشریح: **اَلتَّوَثُّقُ مِمَّنْ تُخْشَى مَعَرَّتُهُ:** مچلکہ تو ایک ضمانت ہی کی شکل ہے مگر جس واقعہ کا روایت زیرِ باب میں ذکر کیا گیا ہے اُس کا تعلق دارالحرب کے باشندے سے ہے جو ایک برسرِ پیکار قبیلے کا سردار تھا۔ وہ بطور یرغمال زیرِ نگرانی رکھا گیا۔ (دیکھئے کتاب الصلاة باب ۸۲ روایت نمبر ۴۶۹) ثمامہ بن اُثال کا واقعہ کتاب المغازی باب ۷۰ روایت نمبر ۴۳۷۲ میں بھی مذکور ہے۔ عنوانِ باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جس واقعہ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ طبقات ابن سعد[1] اور حلیہ ابونعیم[2] میں بروایت زبیر بن خریت عکرمہ سے منقول ہے کہ حضرت ابن عباسؓ تعلیم کی غرض سے اُن کا پاؤں باندھ دیا کرتے تھے کہ کہیں بھاگ نہ جائیں۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۹۴) اگلے باب میں پابند کرنے یا زیرِ حراست رکھنے کا مزید بیان ہے۔ یہ ابواب (از ۵ تا ۹) تعزیری کارروائی کی ضرورت ہی کے تعلق میں قائم کئے گئے ہیں۔

بَاب ۸: اَلرَّبْطُ وَالْحَبْسُ فِي الْحَرَمِ

حرم میں باندھنا اور قید کرنا

وَاشْتَرَى نَافِعُ بْنُ عَبْدِ الْحَارِثِ دَارًا لِّلسِّجْنِ بِمَكَّةَ مِنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ

اور حضرت نافع بن عبدالحارثؓ نے مکہ میں حضرت صفوان بن امیہؓ سے ایک حویلی قید خانہ بنانے کے

[1] (الطبقات الكبرى لابن سعد، الطبقة الثانية من أهل المدينة من التابعين من الموالي، عكرمة مولى عبد الله بن عباس، جزء ۵ صفحه ۱۴۱)

[2] (حلية الاولياء، ذكر عكرمة مولى ابن عباس، جزء ۳ صفحه ۳۲۶)

عَلَى إِنْ رَضِيَ عُمَرُ فَالْبَيْعُ بَيْعُهُ وَإِنْ لَّمْ يَرْضَ عُمَرُ فَلِصَفْوَانَ أَرْبَعُ مِائَةِ دِيْنَارٍ. وَسَجَنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ.

لئے خریدی، اِس شرط پر کہ حضرت عمرؓ نے اگر پسند کیا تو یہ بیع ان کی بیع ہوگی اور اگر حضرت عمرؓ نے پسند نہ کیا تو (جواب آنے تک) حضرت صفوانؓ کو چار سو دینار ملیں گے اور حضرت (عبداللہ) بن زبیرؓ نے مکہ میں (لوگوں کو) قید کیا۔

۲۴۲۳: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ.

۲۴۲۳: عبداللہ بن یوسف نے ہمیں بتایا کہ لیث نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے سعید بن ابی سعید نے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے اور وہ بنی حنیفہ کا ایک شخص پکڑ لائے۔ اُسے ثمامہ بن اُثال کہتے تھے اور انہوں نے اُس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا۔

اطرافہ: ٤٦٢، ٤٦٩، ٢٤٢٢، ٤٣٧٢۔

تشریح: اَلرَّبْطُ وَالْحَبْسُ فِي الْحَرَمِ: امام ابن حجرؒ کی رائے میں یہ باب طاؤس کا فتویٰ ردّ کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے جس کے مطابق حرم میں قید و بند بیت اللہ کی حرمت کے منافی ہے اور وہاں قید خانہ بنانا ناجائز۔ عنوانِ باب میں بعض صحابہؓ کے عمل درآمد کا حوالہ دے کر مندرجہ بالا حدیث سے یہ خیال ردّ کیا گیا ہے۔ نافع بن حارث خزاعیؓ حضرت عمرؓ کی خلافت میں مکہ مکرمہ کے عامل تھے اور انہوں نے مشار الیہ مکان بطور قید خانہ استعمال کرنے کی غرض سے چار ہزار دینار پر خریدا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حکم سے حسن بن محمد ابن حنفیہؒ اسی قید خانہ میں زیر حراست رکھے گئے۔ اس کا ذکر خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں اور ابوالفرج اصبہانی نے اغانی ☆ میں کیا ہے۔ یہ قید خانہ دارالندوہ کی پشت پر واقع تھا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۹۵)

مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف کے آزاد کردہ غلام عارم بھی وہاں قید کئے گئے تھے جس کی وجہ سے یہ قید خانہ سجنِ عارم کے نام سے مشہور ہوا۔ عمرو بن زبیر اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف تھے اور عمرو بن سعید بن العاص کی مہم میں شریک ہوئے جو یزید کی طرف سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف بھیجی گئی تھی اور یہ عارم بھی اسی فوج میں تھے اور لڑائی کے دوران مصعب بن عبدالرحمٰن کے قابو میں آ گئے تھے۔ حسن بن محمد بن حنیفہ کا ذکر کثیر عزہ شاعر کے مندرجہ ذیل شعر میں ہے:-

☆ (كتاب الأغاني، ذكر اخبار كثير ونسبه، جزء ۹ صفحه ۱۳)

تُخَبِّرُ مَنْ لَاقَيْتَ اَنَّکَ عَابِدٌ بَلِ الْعَابِدُ الْمَظْلُوْمُ فِیْ سِجْنِ عَارِمٍ[1]

یعنی تو جسے بھی ملتا ہے اسے بتاتا ہے کہ تو عبادت گزار ہے۔ نہیں بلکہ عبادت گزار تو وہ مظلوم ہے جو عارم کے قید خانہ میں ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۹۵)

خلاصہ یہ کہ تعزیری کارروائی کی غرض سے حرم بیت اللہ یا مسجد میں قید کرنا مکروہ نہیں سمجھا گیا۔ حرمت بیت اللہ کے تعلق میں کتاب العلم باب ۳۷ کی تشریح دیکھئے جہاں قاضی ابوشریح اور عمرو بن سعید کی اس بارہ میں گفتگو کا ذکر ہے۔

بَاب ۹: فِي الْمُلَازَمَةِ

(قرض دار کے مقروض سے) لپٹنے اور ساتھ رہنے سے متعلق

٢٤٢٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ- وَقَالَ غَيْرُهُ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ دَيْنٌ فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ فَتَكَلَّمَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا فَمَرَّ بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا كَعْبُ- وَأَشَارَ بِيَدِهِ كَأَنَّهُ يَقُوْلُ: النِّصْفَ- فَأَخَذَ نِصْفَ مَا عَلَيْهِ

۲۴۲۴: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) جعفر بن ربیعہ سے روایت ہے اور یحيٰ کے سوا اَور راویوں نے بھی کہا کہ لیث نے مجھے بتایا۔ وہ کہتے تھے: جعفر بن ربیعہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن[2] بن ہرمز سے، عبدالرحمٰن نے عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری سے، انہوں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن ابی حَدْرَدْ اسلمیؓ کے ذمّہ ان کا کچھ قرضہ تھا۔ وہ عبداللہؓ سے ملے اور ان سے چمٹ گئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے، یہاں تک کہ اُن کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے۔ آپؐ نے فرمایا: کعبؓ! آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ آدھا چھوڑ

---

[1] (اخبار مکة، ذکر رباع بن جمح بن عمرو، جزء ۳ صفحہ ۳۴۱، ۳۴۲)

[2] عمدۃ القاری کے مطابق "عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ" کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲۶۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَتَرَكَ نِصْفًا.

دو۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ کے ذمّہ جو قرضہ تھا۔ حضرت کعبؓ نے اُن سے آدھا لیا اور آدھا چھوڑ دیا۔

اطرافهُ: ٤٥٧، ٤٧١، ٢٤١٨، ٢٧٠٦، ٢٧١٠.

تشریح: **فِي الْمُلَازَمَةِ:** روایت نمبر ۲۴۲۴ اسی کتاب کے باب ۴ روایت نمبر ۲۴۱۸ میں بھی گزر چکی ہے اور کتاب الصلٰوۃ باب ۷۱ روایت نمبر ۴۵۷ و باب ۸۳ روایت نمبر ۴۷۱ میں بھی مذکور ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے قرض کے بارے میں یہ فتویٰ دیا ہے کہ مقروض سے قرضہ کی وصولی کے لئے اس کا پیچھا کرنا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اُس کی روزانہ کمائی میں سے کچھ نہ کچھ وصول کیا جائے، تاوقتیکہ قرضہ ادا ہو جائے۔ امامین (امام محمد اور ابو یوسف) کے نزدیک اس اجازت کا تعلق صرف حکومت سے ہے کہ وہ مقروض کی کمائی وغیرہ سے وصول کر کے قرض خواہوں کو بحصہ رسدی تقسیم کرے۔ قرض خواہ کا مقروض سے لپٹنا اور دست بہ گریبان ہونا اور جھگڑا کرنا قطعاً جائز نہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۶۳) روایت نمبر ۲۴۲۴ میں جس جھگڑے کا ذکر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے ناپسند فرمایا اور اُس سے ایسا جواز ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ چنانچہ باب کا عنوان بغیر جواب ہے اور نامکمل چھوڑا گیا ہے۔ حضرت کعب بن مالکؓ کے جھگڑنے پر اُن سے نصف قرضہ چھڑا دیا گیا۔

بَاب ١٠ : اَلتَّقَاضِي

قرضہ کا تقاضا کرنا

٢٤٢٥: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ: كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَرَاهِمُ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ: لَا أَقْضِيْكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ. فَقُلْتُ: لَا وَاللهِ لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يُمِيْتَكَ اللهُ ثُمَّ يَبْعَثَكَ.

۲۴۲۵: اسحاق (بن راہویہ) نے ہمیں بتایا کہ وہب بن جریر بن حازم نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوضحیٰ سے، انہوں نے مسروق سے، مسروق نے حضرت خبابؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا اور عاص بن وائل کے ذمّے میرے کچھ درہم قرضہ تھے۔ میں اس کے پاس آیا اور اس سے تقاضا کرنے لگا۔ اُس نے کہا: میں تجھے اُس وقت تک نہیں دوں گا جب تک کہ تو محمدؐ کا انکار نہ کرے۔ میں نے کہا: بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اگر

قَالَ: فَدَعْنِي حَتَّى أَمُوْتَ ثُمَّ أُبْعَثَ فَأُوْتَى مَالًا وَّوَلَدًا ثُمَّ أَقْضِيَكَ. فَنَزَلَتْ: اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا (مریم:۷۸) اَلْاٰيَةَ.

اللہ تجھے مار کر پھر اُٹھا بھی دے تب بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہیں کرسکتا۔ اس نے کہا: مجھے پھر مرنے دو۔ دوبارہ زندہ ہوکر مال بھی ملے گا اور اولاد بھی۔ پھر تمہارا قرض چکاؤں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: کیا تو نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اللہ کے حکموں کا انکار کیا اور اُس نے کہا: مجھے مال اور اولاد ضرور دیئے جائیں گے۔

اطرافہُ: ۲۰۹۱، ۲۲۷۵، ٤٧٣٢، ٤٧٣٣، ٤٧٣٤، ٤٧٣٥۔

تشریح: **اَلتَّقَاضِيْ:** فریقین میں سے اگر ایک مسلمان ہو اور دوسرا غیر مسلم ہو اور باقاعدہ حکومت بھی موجود نہ ہو تو وہاں دادرسی کی کیا صورت ہوگی؟ اس سوال کے جواب میں حضرت خبابؓ کے واقعہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یعنی سوائے صبر اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے کوئی چارہ نہیں۔

غرض تنازعات کے متعلق ان ابواب میں دس اُصولی ہدایات ہیں۔ پہلی ہدایت کا تعلق مذہبی اَسباب نزاع سے۔ دوسری و تیسری ہدایت کا مالی نزاع سے۔ چوتھی کا تدارک کرنے میں طریق عمل سے۔ پانچویں کا تعزیری کاروائی سے۔ چھٹی کا حقوق کی حفاظت بذریعہ مچلکہ و پابندی سے۔ ساتویں کا قید و بند سے۔ آٹھویں کا لین دین میں ناپسندیدہ طریق نہ اختیار کرنے سے۔ نویں کا حکومت کے دخل اور نگرانی سے۔ دسویں کا تعلق صبر و توکل سے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٤٥- كِتَابٌ فِي اللُّقَطَةِ

لُـقَـطَةٌ، لَـقَـطَ سے اسم ہے۔ ہر وہ شے جو گری پڑی ہو اور جسے اٹھانے کی خواہش پیدا ہو اُسے لُقطہ کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲۶۳) قرآن مجید میں بھی یہ لفظ مختلف صیغوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ آتا ہے: فَالْتَقَطَهٗ اٰلُ فِرْعَوْنَ (القصص:۹) فرعون کے اہل بیت نے موسیٰؑ کو اُٹھا لیا۔ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ. (یوسف:۱۱) قافلے کا کوئی شخص یوسفؑ کو لے گا۔ اِلْتَـقَـطَ يَـلْتَقِطُ ، لَقَطَ سے باب افتعال ہے۔ شرعی اصطلاح میں گری پڑی چیز جو ضائع ہونے سے بچا کر مالک کو پہنچائی جائے لُقطہ کہلاتی ہے۔ اس کے بارے میں فقہاء نے کئی بحثیں اُٹھائی ہیں۔ گری پڑی شے یا بھٹکے ہوئے جانور کا لے لینا اور سنبھالنا واجب ہے یا مستحب یا اس کا لینا منع ہے یا جس حالت میں ہو وہ اسی حالت میں رہنے دیا جائے اور اگر کوئی اسے لے لے تو یہ چیز اس کے پاس بطور امانت ہوگی یا بطور کسب؟ اور آیا امانت کے احکام اس پر عائد ہوں گے یا کسب کے؟ اور اگر وہ چیز ناقابل اعتبار شخص کے پاس پائی جائے تو کیا اس سے جبراً حاصل کرنا ضروری ہوگا، اس خیال سے کہ وہ خُرد بُرد نہ کر دے؟ اور یہ بھی سوال اُٹھایا گیا ہے کہ ایسی شے کس جگہ پر گری پڑی ہو تو لُقطہ کہلائے گی؟ مثلاً مالک کے آنگن میں پڑی ہو تو وہ لُقطہ نہ ہوگی اور اس کا اٹھانا چوری میں داخل ہوگا۔ غرض اس قسم کے سوال اٹھا کر فقہاء میں سے ایک فریق نے رائے قائم کی ہے کہ چونکہ قرآن مجید نے مومنوں کو ایک دوسرے کا ولی، مددگار اور دوست قرار دیا ہے، اس لئے اُن پر لازم ہے کہ اگر کسی بھائی کو راستے وغیرہ میں کوئی شئے ایسی حالت میں ملے کہ اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ اسے محفوظ کر لے اور اس کا اعلان کرتا رہے اور شناخت ہو جانے پر وہ شئے مالک کے سپرد کر دے۔

(بداية المجتهد، كتاب اللقطة، الجملة الأولى، جزء۲ صفحه۲۲۸)

قرآن مجید کی جن آیات سے اس فریق نے استدلال کیا ہے ان میں سے ایک آیت یہ ہے: وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. (التوبة:۷۱) مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ وہ نیک باتوں کی تلقین کرتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان پر رحم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔ ذیل کے ابواب میں لُقطہ سے متعلق بعض تفصیلی مسائل کا ذکر آئے گا۔

بَاب ۱ : إِذَا أَخْبَرَهُ رَبُّ اللُّقَطَةِ بِالْعَلَامَةِ دَفَعَ إِلَيْهِ

اور جب گری پڑی چیز کا مالک اُس کونشانی بتادے تو وہ اُس کے حوالے کر دے

٢٤٢٦: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفْلَةَ قَالَ: لَقِيتُ أُبَيَّ ابْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: أَصَبْتُ صُرَّةً فِيْهَا مِائَةُ دِيْنَارٍ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ ثُمَّ أَتَيْتُهُ ثَلَاثًا فَقَالَ: احْفَظْ وِعَاءَهَا وَعَدَدَهَا وَوِكَاءَهَا فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا فَاسْتَمْتَعْتُ فَلَقِيْتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ فَقَالَ: لَا أَدْرِي ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ أَوْ حَوْلًا وَاحِدًا.

۲۴۲۶: آدم نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ (دوسری سند) اور محمد بن بشار نے بھی مجھے بتایا۔ غندر (محمد بن جعفر) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے سلمہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ (کہتے تھے) کہ میں نے سُوید بن غفلہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملا تو انہوں نے کہا: میں نے ایک تھیلی پائی جس میں ایک سو اشرفیاں تھیں۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے فرمایا: سال بھر (لوگوں میں) اس کا اعلان کرتے رہو۔ چنانچہ میں سال بھر تک اُس کی شناخت کراتا رہا۔ میں نے کوئی نہ پایا جو اُسے پہچانتا ہو۔ پھر میں آپؐ کے پاس آیا۔ آپؐ نے فرمایا: ایک سال اور اسے شناخت کراؤ۔ چنانچہ میں نے اس کو شناخت کرایا تو بھی نہ پایا۔ پھر میں آپؐ کے پاس تیسری بار آیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی تھیلی اور اس کا بندھن محفوظ رکھو اور اس کی رقم کی گنتی بھی یاد رکھو۔ اگر اس کا مالک آجائے تو بہتر ورنہ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ چنانچہ میں نے (اس سے) فائدہ اٹھایا۔ پھر بعد میں مکہ میں اس کا مالک مجھے مل گیا۔ کہتے تھے: مجھے پتہ نہیں کہ (حضرت اُبیؓ نے) تین سال بتائے یا ایک سال۔

طرفہ: ٢٤٣٧۔

تشریح: اِذَآ اَخْبَرَهُ رَبُّ اللُّقَطَةِ بِالْعَلَامَةِ دَفَعَ اِلَيْهِ: حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت سے ظاہر ہے کہ اگر گری پڑی شئے نقدی کی صورت میں ملے تو وہ چونکہ محفوظ رکھی جاسکتی ہے اس لئے اٹھانے والے کے پاس بطور امانت رہے گی جب تک اس کا مالک نہ مل جائے۔ چنانچہ دو سال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

کو جو ہدایت دی، وہ یہ تھی کہ اشرفیوں کا تھیلہ اور بندھن محفوظ رکھے جائیں اور وہ گن لی جائیں تا جب بھی مالک ملے، تھیلہ اور بندھن شناخت ہونے پر اتنی ہی اشرفیاں اسے دے دی جائیں۔ اس اثناء میں ان اشرفیوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ لُقطہ کی یہ صورت امانت کی ہے۔ آپؐ نے استعمال کی عارضی اجازت بھی دوسال کے بعد دی۔ جبکہ اعلان پر اعلان کروائے گئے اور مالک کا پتہ نہ چلا۔ امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ صرف محتاج ایسی چیز سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ مگر چونکہ حضرت ابی بن کعبؓ امیر تھے اس لئے جمہور کے نزدیک غریب یا محتاج کی کوئی تخصیص نہیں۔ امیر وغریب دونوں فائدہ اٹھا سکتے ہیں جبکہ بار بار اعلان کرنے کے باوجود مالک نہ ملے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۶۷)

بَاب ۲ : ضَالَّةُ الْإِبِلِ

بھولے بھٹکے اُونٹ کے بارے میں حکم

۲٤۲۷ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ رَبِيْعَةَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَمَّا يَلْتَقِطُهُ فَقَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِهَا وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْهَا. قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ: ضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ.

۲۴۲۷: عمرو بن عباس نے مجھے بتایا۔ عبدالرحمٰن (بن مہدی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ربیعہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) منبعث کے غلام یزید نے مجھے بتایا کہ حضرت زید بن خالد جُہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک بدوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے ان چیزوں کی نسبت پوچھا جو وہ گری پڑی اٹھالیتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ایک سال تک اسے شناخت کراؤ اور اس کی تھیلی اور بندھن محفوظ رکھو۔ اگر (مالک) آجائے اور وہ تمہیں اس کا صحیح صحیح پتہ بتائے تو اس کے سپرد کردو، ورنہ اس کو اپنے کام میں لاؤ۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! بھولی بھٹکی بکری ہو (تو اس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟) آپؐ نے فرمایا: وہ تیری یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیئے کی ہے۔ اُس نے کہا: بھولا بھٹکا اونٹ ہو؟ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدلا۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے اس سے کیا غرض؟ اس کے پاس پاؤں ہیں اور اس کی مشک ہے۔ پانی پی لیتا ہے اور درختوں سے کھالیتا ہے۔

اطرافهُ: ۹۱، ۲۳۷۲، ۲٤۲۸، ۲٤۲۹، ۲٤۳٦، ۲٤۳۸، ۵۲۹۲، ٦۱۱۲۔

بَاب۳: ضَالَّةُ الْغَنَمِ

بھولی بھٹکی بکری کے متعلق حکم

٢٤٢٨: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِاللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَزَعَمَ أَنَّهُ قَالَ: اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً. (يَقُوْلُ يَزِيْدُ: إِنْ لَّمْ تُعْرَفِ اسْتَنْفَقَ بِهَا صَاحِبُهَا وَكَانَتْ وَدِيْعَةً عِنْدَهُ. قَالَ يَحْيَى: فَهٰذَا الَّذِي لَا أَدْرِي أَفِيْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ أَمْ شَيْءٌ مِّنْ عِنْدِهِ) ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الْغَنَمِ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ. (قَالَ يَزِيْدُ: وَهِيَ تُعَرَّفُ أَيْضًا.) ثُمَّ قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي ضَالَّةِ الْإِبِلِ؟ قَالَ: فَقَالَ: دَعْهَا فَإِنَّ مَعَهَا حِذَاءَهَا وَسِقَاءَهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا.

۲۴۲۸: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: سلیمان بن بلال (تیمی) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے یحيٰ (بن سعید انصاری) سے، یحيٰ نے منبعث کے آزاد کردہ غلام یزید سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی ﷺ سے گری پڑی چیز کی نسبت پوچھا گیا تو ان کا خیال تھا کہ آپؐ نے فرمایا: اس کی تھیلی اور بندھن پہچان رکھو۔ پھر اس کو سال بھر شناخت کراتے رہو۔ یزید کہتے تھے: اگر وہ پہچانی نہ جائے تو جس نے وہ اٹھائی ہو، وہ اس کو کام میں لائے اور وہ چیز اس کے پاس امانت ہوگی۔ یحيٰ نے کہا: یہ (فقرہ) میں نہیں جانتا کہ آیا رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں ہے یا ایسی ہی بات ہے جو یزید کی طرف سے (بڑھائی ہوئی) ہے۔ پھر اس نے پوچھا: بھولی بھٹکی بکری سے متعلق آپؐ کا کیا خیال ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اُسے بھی لے لو کیونکہ وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیئے کی۔ یزید نے کہا: اور وہ بھی شناخت کرائی جائے۔ پھر اس شخص نے کہا: بھولے بھٹکے اونٹ سے متعلق آپؐ کا کیا خیال ہے؟ (یزید نے) کہا: آپؐ نے فرمایا: اسے رہنے دو کیونکہ اس کے ساتھ پاؤں ہیں اور مشک ہے۔ پانی پی لیتا ہے اور درختوں سے کھاتا ہے، یہاں تک کہ اس کا مالک اسے پالیتا ہے۔

اطرافہُ: ۹۱، ۲۳۷۲، ۲۴۲۷، ۲۴۲۹، ۲۴۳۶، ۲۴۳۸، ۵۲۹۲، ۶۱۱۲۔

تشریح: ضَالَّةُ الْإِبِلِ وَضَالَّةُ الْغَنَمِ: یہ دوباب یکے بعد دیگرے قائم کر کے مذکورہ بالا جانوروں کو لُقطہ میں شمار کیا ہے جن میں سے بکری ایسا جانور ہے جس کے ضائع ہونے کا زیادہ اندیشہ ہے اور وہ اس غرض سے اپنے قبضے میں لی جاسکتی ہے کہ اس کے مالک کو پہنچادی جائے۔ روایت نمبر ۲۴۲۸ میں وارد شدہ الفاظ وَكَانَتْ وَدِيعَةً عِنْدَهُ سے ظاہر ہے کہ بھٹکی ہوئی بکری لینے والے کے پاس ایک سال تک بطور امانت رہے گی۔ یہ بھی بحث ہوئی ہے کہ آیا یہ الفاظ یزید راوی کے اپنے ہیں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے؟ از روئے تحقیق امام بخاریؒ مذکورہ بالا الفاظ ارشاد نبویؐ کا ہی حصہ ہیں۔ چنانچہ باب ۹ کے عنوان میں اسی امر کی صراحت ہے اور امام مسلمؒ نے بھی سلیمان بن بلال کی یہی روایت یحییٰ بن سعید انصاری سے نقل کی ہے۔ اس میں بھی جہاں استفادہ کی اجازت کا ذکر ہے وہاں یہ الفاظ ہیں: وَلْتَكُنْ وَدِيعَةً عِنْدَكَ (صحيح مسلم، كتاب اللقطه. باب ۱) اور چاہیے کہ وہ تیرے پاس بطور امانت رہے۔

بَاب ٤ : إِذَا لَمْ يُوْجَدْ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ فَهِيَ لِمَنْ وَّجَدَهَا

اگر ایک سال کے بعد بھی گری پڑی چیز کا مالک نہ ملے تو وہ اُس کی ہوگی جس نے وہ پائی ہے

٢٤٢٩ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَّزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ: اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا. قَالَ: فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ: فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

۲۴۲۹: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے، ربیعہ نے منبعث کے آزاد کردہ غلام یزید سے، یزید نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اُس نے آپؐ سے گری پڑی چیز کی نسبت پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی تھیلی اور اس کا بندھن پہچان رکھو اور پھر سال بھر تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ اگر اُس کا مالک آ گیا تو بہتر ورنہ جو چاہو کرو۔ اس نے پوچھا: بھولی بھٹکی بکری ہو تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی یا بھیڑیئے کی۔ اس نے پوچھا: بھولا بھٹکا اُونٹ ہو تو اُس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تجھے اس سے کیا غرض؟ اس کے ساتھ اس کی مشک ہے اور اس کے پاؤں ہیں۔ پانی پی لیتا ہے اور درختوں سے کھاتا ہے، یہاں تک کہ اس کا مالک اس سے آملتا ہے۔

اطرافهُ: ٩١، ٢٣٧٢، ٢٤٢٧، ٢٤٢٨، ٢٤٣٦، ٢٤٣٨، ٥٢٩٢، ٦١١٢.

تشریح: اِذَا لَمْ يُوْجَدْ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ فَهِيَ لِمَنْ وَّجَدَهَا: اس باب کا مضمون پہلے باب کے مضمون سے قدرے مختلف ہے کہ اس میں تھیلی کے بارے میں یہ صراحت ہے کہ وہ ایک سال تک محفوظ رکھی جائے اور اس کے بعد جس کو وہ شئے ملی ہو، اس کی ہوگی۔ اس روایت کی بناء پر عنوانِ باب میں ان الفاظ سے صراحت کی گئی ہے: فَهِيَ لِمَنْ وَّجَدَهَا. ان الفاظ سے فقہاء کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ آیا پانے والا ایک سال کے بعد اس شئے میں تصرف بطور مالک کرے گا یا بحیثیت امین ومحافظ؟ اس بارے میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اسے یہ اجازت بحیثیت امین ومحافظ کے دی گئی ہے نہ کہ بطور مالک۔ اور اگر ایک سال کے بعد اصل مالک آ جائے اور وہ شئے موجود ہوتو وہی دیدے گا اور اگر موجود نہ ہوتو اس کی مثل یا قیمت۔ شافعیوں کے نزدیک ضروری ہے کہ سال گزرنے کے بعد وہ ان الفاظ میں اعلان کرے کہ چونکہ اس کا کوئی مالک نہیں ملا اس لئے اب میں اسے اپنے استعمال میں لاتا ہوں۔ جمہور کے نزدیک لفظی اعلان کی ضرورت نہیں؛ نیت کافی ہے۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۰۵، ۱۰۶) (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۷۲)

اس اختلاف کے پیش نظر امام بخاریؒ نے فَهِيَ لِمَنْ وَّجَدَهَا سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ ارشادِ نبوی کے بموجب وہ اس کا مالک ہوگا کیونکہ فقرہ فَشَأْنَکَ بِهَا تصرف کرنے کے اختیار پر دلالت کرتا ہے۔ شوافع اور داؤد ظاہریؒ نے سعید بن منصورؒ کی روایت سے بھی یہی استدلال کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: وَاِلَّا فَتَصْنَعُ بِهَا مَا تَصْنَعُ بِمَالِكَ یعنی تو اس سے وہی کام لے جو اپنے مال سے لیتا ہے۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۰۵) (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۷۲)

یہ الفاظ امام بخاریؒ کی تحقیق کی رُو سے مستند حدیث میں نہیں۔ بعض فقہاء کا یہ بھی فتویٰ ہے کہ سال کے بعد مالک اگر مل جائے تو اسے واپس کرنا ضروری نہیں اور اُن کا یہ استدلال بھی فَهِيَ لِمَنْ وَجَدَهَا کے الفاظ سے ہے۔ امام بخاریؒ نے ترتیب میں یہ باب سابقہ تین ابواب کے بعد قائم کیا ہے۔ اس ترتیب سے ان کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ شَأْنَکَ بِهَا کا مفہوم سابقہ روایتوں کے مطابق ہی لیا جائے گا کہ ان چیزوں میں تصرف کی اجازت بصورتِ اباحت ہے نہ ملکیت۔ اس سے جمہور کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۰۵، ۱۰۶)

بَاب۵: إِذَا وَجَدَ خَشَبَةً فِي الْبَحْرِ أَوْ سَوْطًا أَوْ نَحْوَهُ

اگر کوئی سمندر میں لکڑی یا کوڑا یا اس قسم کی کوئی چیز پائے

۲۴۳۰: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۴۳۰: اورلیث نے کہا: جعفر بن ربیعہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ہرمز سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ

أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ فَخَرَجَ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ فَإِذَا هُوَ بِالْخَشَبَةِ فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيْفَةَ.

نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا اور پھر ساری بات بیان کی (اور فرمایا:) پھر وہ شخص نکلا کہ شاید کوئی جہاز ہو جو اس کا مال لایا ہو۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک لکڑی ہے تو وہ اسے اپنے گھر والوں کے لئے ایندھن کے طور پر اُٹھا لایا۔ جب اس نے اس کو چیرا تو اس میں مال اور خط پایا۔

اطرافهُ: ١٤٩٨، ٢٠٦٣، ٢٢٩١، ٢٤٠٤، ٢٧٣٤، ٦٢٦١۔

بَاب ٦: إِذَا وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيْقِ

اگر راستے میں کھجور گری پڑی پائے تو اس کے متعلق ارشاد

٢٤٣١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيْقِ قَالَ: لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا.

طرفهُ: ٢٠٥٥۔

۲۴۳۱: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور (بن معتمر) سے، منصور نے طلحہ (بن مصرف) سے، طلحہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں گری پڑی کھجور کے پاس سے گزرے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر مجھے خوف نہ ہوتا کہ کہیں صدقے کی نہ ہو تو میں اسے کھا لیتا۔

٢٤٣٢: وَقَالَ يَحْيَى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي مَنْصُوْرٌ. وَقَالَ زَائِدَةُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ.

۲۴۳۲: اور یحيٰ (بن سعید قطان) نے کہا: سفیان (ثوری) نے ہم سے بیان کیا کہ منصور نے مجھے بتایا اور زائدہ (بن قدامہ) نے (بھی) منصور سے روایت کرتے ہوئے کہا، منصور نے طلحہ سے۔ (طلحہ نے کہا) کہ حضرت انسؓ نے ہمیں بتایا۔

وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ

(دوسری سند) اور محمد بن مقاتل نے بھی ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ معمر

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنِّي لَأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي فَأَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُوْنَ صَدَقَةً فَأُلْقِيْهَا.

نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہمام بن منبہ سے، ہمام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جاتا ہوں اور کبھی اپنے بستر پر کھجور گری ہوئی پاتا ہوں تو میں اُسے کھانے کے لئے اُٹھالیتا ہوں۔ پھر ڈرتا ہوں کہ کہیں صدقے کی نہ ہو اور اُسے چھوڑ دیتا ہوں۔

تشریح: **اِذَا وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيْقِ:** یہ دو ابواب (نمبر ۵، ۶) بھی باب ۴ ہی کے تسلسل میں ہیں۔ روایت نمبر ۲۴۳۰ میں ایک اِسرائیلی کا واقعہ اِختصار سے دہرایا گیا ہے جو کتاب الکفالۃ باب ۱، روایت نمبر ۲۲۹۱ میں مفصل مذکور ہے۔ جس میں کمال دیانت وامانت کا ذکر ہے اور دوسرے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غایت درجہ تقویٰ کا۔ دونوں روایتوں سے اعلیٰ درجے کے نمونہ خُلق کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ باب ۵ کے عنوان میں کوڑے وغیرہ کا جو ذکر کیا گیا ہے، اس سے بھی بعض فقہاء کے اس خیال کی طرف اشارہ ہے کہ چھوٹی موٹی شئے استعمال کر لینے میں کوئی حرج نہیں اور لمبا عرصہ تک اعلان کرنے کرانے کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ شافعیوں کے نزدیک شئے خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، وہ لُقطہ کی تعریف میں شامل ہے اور اُس پر لُقطہ کے احکام برابر حاوی ہوں گے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اگر چیز تلف ہونے کا ڈر ہو تو وہ استعمال میں لائی جاسکتی ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷)
(بداية المجتهد، كتاب اللقطة، الجملة الثانية، الجزء الثانی صفحه ۲۳۱)

مگر کیا ضروری ہے کہ ایسی گری پڑی شئے اٹھا کر استعمال کی جائے۔ نفس کو استغناء اور بے نیازی کی صفات سے متصف رکھنا اس سے کہیں زیادہ ضروری اور زیبا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں ابواب کا عنوان اِذَا سے شروع کر کے جواب شرط حذف کیا ہے اور اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ پیش کیا ہے کہ آپؐ وہ دانہ کھجور جو اپنے ہی گھر میں پڑا ہوا ملتا، چھوڑ دیتے، اس خیال سے کہ مبادا صدقے کا ہو۔ یہ وہ احساسِ تقویٰ تھا جو غایت درجہ لطیف ہے اور اسی احساس کو اپنانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

وَقَالَ زَائِدَةُ......: حضرت انسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کتاب البیوع باب ۴ میں بھی دیکھئے۔ نیز زائدہ کی سند سے امام مسلم نے اسے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے مسلم، كتاب الزكوٰة، باب تحريم الزكوٰة على رسول الله وعلى آله)

بَاب ۷: كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقَطَةُ أَهْلِ مَكَّةَ؟

اہلِ مکہ کی گری پڑی چیز کیسے شناخت کرائی جائے؟

وَقَالَ طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهَا إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا.

اور طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اس (مکہ) کی گری پڑی چیز کو وہی شخص اُٹھائے جو اُس کو شناخت کرائے۔

وَقَالَ خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَلْتَقِطُهَا إِلَّا مُعَرِّفٌ.

اور خالد نے عکرمہ سے نقل کیا۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے، حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا: اس (مکہ) کی گری پڑی چیز صرف وہی اٹھائے جو اس کو شناخت کروائے۔

۲۴۳۳: وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُعْضَدُ عِضَاهُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ. فَقَالَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ.

۲۴۳۳: اور احمد بن سعید (رباطی) نے کہا: روح نے ہمیں بتایا کہ زکریا نے ہم سے ذکر کیا۔ (انہوں نے کہا:) عمرو بن دینار نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس (مکہ) کا درخت نہ کاٹا جائے، اور نہ وہاں کا شکار بھگایا جائے، اور نہ وہاں کی گری پڑی چیز اُٹھانی جائز ہے مگر صرف اُسی شخص کو گری پڑی چیز اُٹھانے کی اجازت ہے جو اعلان کر کے اُس کو شناخت کروائے، اور نہ وہاں کی گھاس کاٹی جائے۔ اس پر حضرت عباسؓ نے کہا: یارسول اللہ! اذخر گھاس کو مستثنیٰ کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا اذخر گھاس کاٹ سکتے ہو۔

اطرافُهُ: ۱۳۴۹، ۱۵۸۷، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۲۰۹۰، ۲۷۸۳، ۲۸۲۵، ۳۰۷۷، ۳۱۸۹، ۴۳۱۳.

۲۴۳۴: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا

۲۴۳۴: یحییٰ بن موسیٰ نے ہمیں بتایا۔ ولید بن مسلم نے ہم سے بیان کیا کہ اوزاعی نے ہمیں بتایا۔

الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَّكَّةَ الْفِيْلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُوْلَهُ وَالْمُؤْمِنِيْنَ فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ كَانَ قَبْلِي وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَّهَارٍ وَإِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيْلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يُّفْدَى وَإِمَّا أَنْ يُّقِيْدَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ: إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّا نَجْعَلُهُ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِلَّا الْإِذْخِرَ. فَقَامَ أَبُو شَاهٍ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: اكْتُبُوْا لِي يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اكْتُبُوْا لِأَبِي شَاهٍ.

انہوں نے کہا: یحيٰ بن ابی کثیر نے مجھ سے بیان کیا، کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھ سے بیان کیا۔ کہتے تھے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: جب اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے مکہ کو فتح کرادیا تو آپؐ لوگوں میں تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے مکہ کو اَصحاب فیل کے حملہ سے محفوظ رکھا تھا اور اپنے رسول کو اور مومنوں کو اُس پر غلبہ دے دیا۔ مجھ سے پہلے کسی کے لئے وہ جائز نہ تھا اور میرے لئے بھی دن کی ایک گھڑی ہی جائز کیا گیا اور اب میرے بعد کسی کے لئے بھی جائز نہ ہوگا۔ اس لئے اس کا شکار نہ بھگایا جائے، اور نہ اس کے کانٹے توڑے جائیں، اور نہ اس کی گری پڑی چیز اُٹھانی جائز ہوگی مگر ایسے شخص کے لئے جو اس کی شناخت کرانے کے لئے اعلان کرے۔ اور جس کا کوئی عزیز مارا جائے تو اُسے دو باتوں کا اختیار ہے۔ یا تو دیت لے یا قصاص۔ حضرت عباسؓ نے کہا: اذخر کو مستثنیٰ فرما دیجئے کیونکہ ہم اس کو اپنی قبروں اور اپنے گھروں (کی چھتوں) پر ڈالتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِذخر گھاس مستثنیٰ کی جاتی ہے۔ پھر ابوشاہؓ کھڑے ہوئے جو اہل یمن میں سے تھے۔ وہ کہنے لگے: یارسول اللہ! (یہ خطبہ) مجھے لکھوادیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوشاہؓ کو (یہ) لکھ دو۔

قُلْتُ لِلْأَوْزَاعِيِّ: مَا قَوْلُهُ اكْتُبُوْا لِي يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: هَذِهِ الْخُطْبَةَ الَّتِي سَمِعَهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

میں نے اوزاعی سے پوچھا: ان کی اس بات کا کیا مطلب تھا کہ یا رسول اللہ! مجھے لکھوا دیں۔ انہوں نے کہا: یہ خطبہ جوانہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

اطرافہ: ۱۱۲، ۶۸۸۰۔

تشریح: **كَيْفَ تُـعَـرَّفُ لُقَطَةُ اَهْلِ مَكَّةَ:** عنوانِ باب میں وَقَالَ کہہ کر تین روایتیں واوَ عاطفہ کے ساتھ نقل کی ہیں جو حضرت ابن عباسؓ سے ایک ہی مفہوم میں مروی ہیں کہ شناخت کروانے والا ہی گری پڑی چیز اُٹھا سکتا ہے۔ اگر شناخت کروانے کا ارادہ نہیں تو اُس کے لئے ایسی چیز کا اُٹھانا جائز نہیں۔ واوَ عاطفہ سے اس باب کا مضمون سابقہ باب کے مضمون سے وابستہ کر دیا گیا ہے جس میں فقہاء کے اختلاف کا ذکر ہے کہ معمولی شئے ہو تو اُٹھانے والا اُسے اپنے استعمال میں لاسکتا ہے۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے حوالے سے لُقطہ کے بارے میں نقطہ نظر ہی بدل دیا ہے کہ گری پڑی چیز کے اُٹھانے کا جو ارشاد ہے اُس کی غرض وغایت ہی یہ ہے کہ وہ مالک کو بحفاظت پہنچائی جائے۔ اس غرض وغایت کے پیشِ نظر یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کس قسم کی شئے استعمال کی جائے اور کونسی محفوظ رکھی جائے۔ سوال مندرجہ عنوانِ باب كَيْفَ تُـعَرَّفُ لُقَطَةُ اَهْلِ مَكَّةَ کا جواب مذکورہ بالا روایت سے دیا ہے کہ بیت اللہ کے حرم میں گری پڑی شئے اُٹھانے کی اجازت محدود ہے۔ صرف وہی شخص اُٹھا سکتا ہے جو شناخت کرائے۔ اِتنے ہجوم اور انبوہ میں شناخت کرانا نہایت مشکل ہے۔ اس صورت میں ارشادِ نبویؐ ہے کہ جہاں وہ پڑی ہو، وہیں رہنے دی جائے تا اصل مالک کو جسے جگہ کا علم ہے، حاصل کر لینا آسان ہو۔ جو شخص شناخت کرانے کی غرض سے اُٹھاتا ہے اُس کے لئے یہ دقّت ہے کہ وہ مناسکِ حج ادا کرے یا شناخت کرانے کی غرض سے مارا مارا پھرے۔ جملہ كَيْفَ تُـعَـرَّفُ استفہامِ انکاری ہے۔ علاوہ ازیں ہر شئے کے شناخت کروانے کا طریقہ مختلف ہوتا ہے جس کے لئے کوئی قاعدہ معین نہیں کیا جا سکتا۔

وَقَالَ طَاوُسٌ: یہ روایت کتاب جزاء الصید باب۹ :لَا يَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَكَّةَ. روایت نمبر۱۸۳۴ میں دیکھئے۔

وَقَالَ خَالِدٌ : یہ روایت کتاب البیوع باب۲۸ روایت نمبر۲۰۹۰ میں دیکھئے۔

وَقَالَ احْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ...... : احمد بن سعید رباطیؒ مراد ہیں جیسا کہ ابن طاہرؒ نے تصریح کی ہے۔ لیکن بقول ابونعیم؛ احمد بن سعید دارمی ہیں۔ علامہ ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے حوالے سے اُن روایات کی طرف بھی اشارہ ہے جن میں حرم بیت اللہ کے اندر گری پڑی چیز اُٹھانے کی قطعی طور پر ممانعت ہے۔ امام مسلمؒ نے بھی عبدالرحمٰن بن عثمان تیمیؒ کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجیوں کی گری پڑی اشیاء اُٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم، کتاب اللقطة، باب فی لقطة الحاجّ) فقہاء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اِس

ممانعت سے یہ مراد ہے کہ تصرف ملکیت کی غرض سے اُٹھانا ممنوع ہے، نہ محفوظ رکھنے کی غرض سے۔

(فتح الباری جزء۵صفحہ۱۰۹)(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۷۴)

یہ خیال بھی درست نہیں کیونکہ عنوانِ باب کا مقصد طریق شناخت کی کیفیت ہے نہ یہ کہ کس غرض سے اٹھائی جائے یا نہ اٹھائی جائے۔ اور حوالہ جات اور روایت مندرجہ بالا میں اس امر کی صراحت ہے کہ شناخت کرنے والے کے سوا کوئی مکہ مکرمہ میں گری پڑی شئے نہ اٹھائے۔

اِلَّا لِمُنْشِدٍ: لَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ میں اِلَّا لِمُنْشِدٍ کا بھی یہی مفہوم ہے کہ اگر کوئی اُٹھائے تو وہ صرف اس غرض سے اُٹھائے کہ مالک کو پہنچائی جائے جو حاجیوں کے ہجوم میں تقریباً ناممکن ہے۔ چنانچہ عنوانِ باب ہی میں مُنْشِد کا مفہوم مُعَرِّف سے واضح کیا گیا ہے۔ یعنی شناخت کروانے والے کے لئے بطور استثناء اجازت ہے۔

بَاب۸: لَا تُحْتَلَبُ مَاشِيَةُ أَحَدٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ

کسی کے مویشی بغیر اس کی اجازت کے نہ دوہے جائیں

٢٤٣٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُؤْتَى مَشْرُبَتُهُ فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهُ فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهُ فَإِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَاشِيَتِهِمْ أَطْعِمَاتِهِمْ فَلَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ.

۲۴۳۵: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی کسی شخص کے مویشی بغیر اُس کی اجازت کے نہ دوہے۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ کوئی اُس کے گودام میں آئے اور اُس کے ذخیرہ کا تالہ توڑے اور اس کا اناج اُٹھالے جائے۔ اسی طرح ان کے مواشی کے تھن ان کے لئے ان کے کھانے پینے کی چیزیں جمع رکھتے ہیں۔ اس لئے کوئی کسی کے مویشی بغیر اس کی اجازت کے نہ دوہے۔

تشریح: **لَا تُحْتَلَبُ مَاشِيَةُ اَحَدٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِ:** روایت ۲۴۳۵ مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ کسی میں ہے: مَاشِيَةَ رَجُلٍ[1] اور کسی میں ہے: مَاشِيَةَ اَخِيْهِ[2] اور کسی میں مَاشِيَةَ امْرِئٍ۔ عنوانِ باب میں الفاظ کی تحقیق و تصحیح مدنظر ہے۔ مستند روایت کے مطابق مذکورہ بالا نہی عام ہے۔ مرد، عورت، مسلم، غیر مسلم کی تخصیص نہیں۔ کوئی ہو یہ جائز نہیں کہ مالک کی اجازت کے بغیر دودھ والے جانور کو دوہے۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۱۱)(عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۷۷)

[1] (ابن ماجه، كتاب التجارات، باب النهى ان يصيب منها شيئا الّا باذن صاحبها)

[2] (معانى الآثار للطحاوى، كتاب الكراهة، باب الرجل يمر بالحائط أله أن يأكل منه أم لا، جزء۴صفحہ۲۴۱)

ابوداؤد[1] اور ترمذی[2] وغیرہ میں بعض روایتیں ایسی منقول ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ مسافر یا مُضطر کے لئے قحط سالی میں جائز ہے کہ مالک یا پاسبان کی اجازت کے بغیر دودھ دوہ لے۔ ایسا ہی جہاں بے تکلفی ہو وہاں بھی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر بے تکلفی میں تو ایک قسم کی اجازت مقدر ہوتی ہے۔ مسند امام احمد بن حنبلؒ میں بھی ایک روایت حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ اتنے میں انہوں نے دودھ والی اُونٹنیاں دیکھیں جن کے تھنوں میں دودھ رُکا ہوا جمع تھا اور وہ دودھ دوہنے کے لئے لپکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو منع فرمایا اور کہا کہ ان کے دودھ سے خاندان کا گزارہ ہے۔[3] ابن ماجہ نے بھی یہ روایت درج کی ہے۔ اس روایت میں آپؐ کے یہ الفاظ ہیں: **اَيَسُرُّكُمْ لَوْ رَجَعْتُمْ اِلَى مَزَاوِدِكُمْ فَوَجَدْتُّمْ مَا فِيْهَا قَدْ ذُهِبَ بِهِ اَتَرَوْنَ ذَلِكَ عَدْلًا قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّ هَذَا كَذَلِكَ.** (ابن ماجه، كتاب التجارات، باب النهي ان يصيب منها شيئا الّا باذن صاحبها) کیا تمہیں پسند ہوگا کہ تم اپنے توشہ خانوں کو لوٹو اور دیکھو کہ جو کچھ اُن میں تھا وہ غائب ہے؟ کیا تم اسے انصاف سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ بھی اسی طرح کی بات ہے۔ اس روایت سے بعض فقہاء نے استنباط کیا ہے کہ اگر جانور کے مالک کو ضرورت ہو تو دوہنا جائز نہیں؛ ورنہ جائز ہوگا۔ عام حکم یہی ہے کہ بغیر اجازت دوہنا جائز نہیں۔ باقی رہا دوستانہ بے تکلفی وغیرہ تو اس کا تعلق حالات سے ہے۔ ایک وقت تھا کہ پنجاب میں گنا، دودھ، بیر وغیرہ درختوں کے پھل کی کوئی قید نہ تھی۔ عموماً بغیر اجازت یہ چیزیں لے لی جاتی تھیں مگر اب حالات بدل گئے ہیں۔ ان اشیاء کی قیمت ہے اور بغیر اجازت انہیں لینا لڑائی جھگڑے کا موجب ہوتا ہے۔ استثنائی حالات سے متعلق حکم الگ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عنوان میں عام قانون کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو نمایاں کیا ہے۔

بَاب ۹ : إِذَا جَاءَ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ لِأَنَّهَا وَدِيْعَةٌ عِنْدَهُ

اگر گری پڑی چیز کا مالک ایک سال کے بعد آئے تو وہ اُس چیز کو اُسے واپس دیدے کیونکہ وہ اس کے پاس امانت تھی

٢٤٣٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيْعَةَ ابْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ

۲۴۳۶: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے، ربیعہ نے منبعث کے غلام یزید سے، یزید نے حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ

[1] (ابوداؤد ، كتاب الجهاد، باب فى ابن السبيل يأكل من التمر ويشرب من اللبن)

[2] (ترمذى، كتاب البيوع، باب ما جاء فى احتلاب المواشى بغير اذن الأرباب)

[3] (مسند احمد بن حنبل، مسندالمكثرين، مسند أبى هريرة، جزء۲صفحہ۴۰۵)

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ قَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ. فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ: خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گری پڑی چیز کی نسبت پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے ایک سال تک شناخت کراتے رہو۔ پھر اس کے بعد اس کا بندھن اور اس کا تھیلہ پہچان رکھو اور اسے اپنے مصرف میں لے آؤ۔ اگر اس کا مالک آجائے تو وہ چیز اس کے حوالے کر دو۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! اور جو بھولی بھٹکی بکری ہو؟ آپؐ نے فرمایا: اسے لے لے کیونکہ وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیئے کی۔ اس شخص نے کہا: یارسول اللہ! اور بھولا بھٹکا اُونٹ ہو؟ (حضرت زیدؓ) کہتے تھے: اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا یہاں تک کہ آپؐ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے یا (کہا:) آپؐ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے اس سے کیا۔ اس کے ساتھ اس کے پاؤں ہیں اور اس کی مشک ہے۔ یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو آ ملتا ہے۔

اطرافہ: ۹۱، ۲۳۷۲، ۲٤۲۷، ۲٤۲۸، ۲٤۲۹، ۲٤۳۸، ۵۲۹۲، ٦۱۱۲۔

تشریح: اِذَا جَآءَ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ: بعض فقہاء نے ایک سال گزرنے پر گری پڑی شئے اُٹھانے والے کو اس کا مالک قرار دے کر یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر اصل مالک آ بھی جائے تو اُٹھا لینے والے پر مالک کو اس کا واپس کرنا یا معاوضہ دینا لازم نہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۱۴) باب۳ روایت نمبر ۲۴۲۸ میں ابھی گزر چکا ہے کہ بھولی بھٹکی بکری سے عارضی استفادہ تو جائز ہے اور وہ بطور امانت متصور ہوگی جو اصل مالک کو لوٹائی جائے گی۔

بَاب ۱۰: هَلْ يَأْخُذُ اللُّقَطَةَ وَلَا يَدَعُهَا تَضِيعُ حَتَّى لَا يَأْخُذَهَا مَنْ لَّا يَسْتَحِقُّ

کیا گری پڑی چیز کو اُٹھالیں اور اُسے ضائع نہ ہونے دیں کہ ایسا شخص اُس کو نہ لے لے جو حق نہیں رکھتا

۲٤۳۷: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ:

۲۴۳۷: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سلمہ بن کہیل سے روایت کی

سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفْلَةَ قَالَ: كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَزَيْدِ بْنِ صُوْحَانَ فِي غَزَاةٍ فَوَجَدْتُ سَوْطًا فَقَالَا لِي: أَلْقِهِ قُلْتُ: لَا وَلَكِنِّيْ إِنْ وَّجَدْتُ صَاحِبَهُ وَإِلَّا اسْتَمْتَعْتُ بِهِ فَلَمَّا رَجَعْنَا حَجَجْنَا فَمَرَرْتُ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: وَجَدْتُ صُرَّةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا مِائَةُ دِيْنَارٍ فَأَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا ثُمَّ أَتَيْتُ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا ثُمَّ أَتَيْتُهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ: اعْرِفْ عِدَّتَهَا وَوِكَاءَهَا وَوِعَاءَهَا فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا اسْتَمْتِعْ بِهَا.

کہ انہوں نے کہا: میں نے سُوَید بن غفلہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں ایک غزوہ میں سلمان بن ربیعہؓ اور زید بن صوحانؓ کے ساتھ تھا۔ میں نے ایک کوڑا پایا۔ (اس کو اُٹھا لیا) اُن دونوں نے مجھے کہا: اسے پھینک دو۔ میں نے کہا: نہیں۔ اگر میں نے اس کا مالک پالیا تو اس کو دے دوں گا۔ ورنہ میں اس سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔ جب ہم لوٹے تو ہم حج کو گئے پھر میں مدینہ سے گذرا اور میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے زمانے میں ایک تھیلی پائی تھی جس میں ایک سو اشرفیاں تھیں۔ میں وہ نبی ﷺ کے پاس لایا۔ آپؐ نے فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ سو میں ایک سال تک اس کی شناخت کراتا رہا۔ پھر آیا تو آپؐ نے فرمایا: ایک اور سال اس کا اعلان کرو اور میں اس کا ایک اور سال اعلان کرتا رہا۔ پھر آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا: ایک اور سال اس کا اعلان کرو۔ چنانچہ میں نے ایک اور سال اس کا اعلان کیا۔ پھر چوتھی دفعہ آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا: اشرفیوں کی تعداد یاد رکھو اور تھیلی کا بندھن اور اُس کا ظرف پہچان رکھو۔ اگر اس کا مالک آ جائے تو بہتر، ورنہ اشرفیوں سے فائدہ اُٹھاؤ۔

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ بِهٰذَا قَالَ: فَلَقِيْتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ فَقَالَ: لَا أَدْرِي أَثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ أَوْ حَوْلًا وَّاحِدًا.

طرفہٗ: ٢٤٢٦۔

عبدان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سلمہ سے روایت کی اور یہی حدیث بتائی۔ (شعبہ نے) کہا: پھر اس کے بعد میں مکہ میں اُن سے ملا تو (سلمہ نے) کہا: میں نہیں جانتا کہ (سُوَید نے) تین سال بتائے یا ایک سال۔

تشریح: هَلْ يَأْخُذُ اللُّقَطَةَ وَلَا يَدَعُهَا تَضِيعُ: یہ باب سابقہ باب کے مضمون کی تائید میں قائم کیا گیا ہے۔ اُٹھانے کی اجازت کا تعلق دراصل گری پڑی شئے کے محفوظ کرنے سے ہی ہے تا وہ ضائع نہ ہو جائے اور اصل مالک کو مل جائے۔ ایسی صورت میں ملکیت یا عدم ملکیت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہی امر ذہن نشین کرانے کی غرض سے باب کا عنوان استفہامیہ قائم کر کے جواب حذف کیا ہے۔

بَاب ۱۱: مَنْ عَرَّفَ اللُّقَطَةَ وَلَمْ يَدْفَعْهَا إِلَى السُّلْطَانِ

جس نے گری پڑی چیز اُٹھا کر شناخت کرائی اور وہ حاکم کے سپرد نہ کی

۲٤۳۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ رَبِيْعَةَ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ قَالَ: عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِعِفَاصِهَا وَوِكَائِهَا وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْ بِهَا. وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ فَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ وَقَالَ: مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ دَعْهَا حَتَّى يَجِدَهَا رَبُّهَا. وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ فَقَالَ: هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ.

۲۴۳۸: محمد بن یوسف (فریابی) نے ہمیں بتایا۔ سفیان (ثوری) نے ربیعہ سے، ربیعہ نے منبعث کے غلام یزید سے، یزید نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ ایک بدوی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گری پڑی چیز کی نسبت پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کا ایک سال اعلان کرتے رہو۔ اگر کوئی ایسا آجائے جو تمہیں اس کے تھیلے اور اُس کے بندھن کا پتہ دے تو اسے دے دو۔ ورنہ اسے اپنے مصرف میں لے آؤ۔ اور اس نے آپؐ سے بھولے بھٹکے اُونٹ کی نسبت پوچھا۔ اس پر آپؐ کا چہرہ (غصہ سے) سرخ ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا: تجھے اس سے کیا؟ اس کے ساتھ اس کی مشک ہے اور اس کے پاؤں۔ پانی پی لیتا ہے اور درختوں سے کھاتا ہے۔ اسے رہنے دو کہ اس کا مالک اسے تلاش کر لے۔ اور اس نے آپؐ سے بھولی بھٹکی بکری کی نسبت پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیئے کی۔

اطرافہٗ: ۹۱، ۲۳۷۲، ۲٤۲۷، ۲٤۲۸، ۲٤۲۹، ۲٤۳٦، ۵۲۹۲، ٦۱۱۲۔

تشریح: مَنْ عَرَّفَ اللُّقَطَةَ وَلَمْ يَدْفَعْهَا إِلَى السُّلْطَانِ: یہ مسئلہ کہ آیا ایسی لاوارث اشیاء حکومت کا حق ہے یا نہیں؟ مالک کے نہ ملنے پر وہ سرکاری مال خانے میں داخل کی جائیں یا نہ کی جائیں؟

اس کا جواب اس باب میں یہ دیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں یہی فیصلہ فرمایا ہے کہ جس شخص کو کوئی شئے ملی ہو، وہی اسے محفوظ رکھنے اور شناخت کروانے کا ذمہ دار ہے۔ افرادِ قوم کے نفوس میں دیانت وامانت کا خلق پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اُن پر اعتماد کیا جائے اور اُن سے متعلق یہ سمجھا جائے کہ وہ دیانت دار ہیں۔ حسن ظن اور اعتماد؛ ذمہ داری کا احساس اور دیانت وامانت کی صفت پیدا کرنے میں بڑی قیمتی محرک ہیں اور اگر کسی قوم میں دیانت وامانت کی صفت پیدا ہو جائے تو یہ ایک نعمت عظمیٰ ہوگی اور اس سے نہ صرف دیانت وامانت ہی کا خلق اس میں پیدا ہوگا بلکہ کئی اخلاقی جوہر چمکیں گے اور اس کے برعکس بدظنی اور بے اعتمادی تو ایک اچھے بھلے شخص کو بھی چور بنا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاوارث اشیاء کا ذمہ وار افراد کو گردانا ہے اور حکومت کو ان کا محافظ اور ذمہ وار نہیں بنایا اور نہ اس کے ذریعے سے ایسی چیزوں کی حفاظت آسان ہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ ان کے مالکوں کو آسانی سے پہنچائی جاسکیں اور اسی حکمت کے پیش نظر عنوان باب میں نفی کا پہلو نمایاں کیا گیا ہے۔

باب ۱۲

٢٤٣٩: حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ أَخْبَرَنِي الْبَرَاءُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ح.

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: انْطَلَقْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَاعِي غَنَمٍ يَسُوْقُ غَنَمَهُ فَقُلْتُ: لِمَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ - فَسَمَّاهُ فَعَرَفْتُهُ فَقُلْتُ: هَلْ فِي غَنَمِكَ مِنْ لَّبَنٍ؟ فَقَالَ: نَعَمْ فَقُلْتُ: هَلْ أَنْتَ حَالِبٌ لِي؟ قَالَ: نَعَمْ

۲۴۳۹: اسحاق بن ابراہیم نے مجھ سے بیان کیا کہ نضر نے ہمیں خبر دی۔ اسرائیل نے ابواسحاق سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: حضرت براء (بن عازبؓ) نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

عبداللہ بن رجاء نے بھی ہم سے بیان کیا کہ اسرائیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابواسحاق سے، ابواسحاق نے حضرت براءؓ سے، حضرت براءؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں چل پڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بکریوں کا ایک چرواہا ہے جو اپنی بکریوں کو ہانک رہا ہے۔ میں نے کہا: تم کس کے چرواہے ہو؟ اس نے کہا: قریش کے ایک شخص کا۔ اس نے اس کا نام لیا۔ میں نے اس کو پہچان لیا۔ میں نے

فَأَمَرْتُهُ فَاعْتَقَلَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهِ ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَّنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ ثُمَّ أَمَرْتُهُ أَنْ يَّنْفُضَ كَفَّيْهِ فَقَالَ: هَكَذَا ضَرَبَ إِحْدَى كَفَّيْهِ بِالْأُخْرَى فَحَلَبَ كُثْبَةً مِنْ لَّبَنٍ وَقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِدَاوَةً عَلَى فِيْهَا خِرْقَةٌ فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتَّى بَرَدَ أَسْفَلُهُ فَانْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: اشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيْتُ.

پوچھا: کیا تمہاری بکریوں کا کچھ دودھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: کیا تو میرے لئے دودھ دوہے گا؟ اُس نے کہا: ہاں۔ چنانچہ میں نے اس سے فرمائش کی۔ اس پر اس نے اپنے ریوڑ سے ایک بکری پکڑی۔ میں نے کہا: اس کے تھن کو غبار سے جھاڑ کر صاف کرلے۔ پھر میں نے کہا: اپنے دونوں ہاتھوں کو بھی جھاڑ لے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا۔ پھر ایک پیالہ بھر دودھ دوہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی کی ایک چھاگل رکھ لی تھی۔ اس کے منہ پر کپڑا تھا۔ میں نے دودھ پر پانی ڈالا۔ یہاں تک کہ اس کے نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور میں نے کہا: یارسول اللہ! پیجئے۔ آپؐ نے پیا اور میں خوش ہو گیا۔

اطرافهُ: ۳٦۱٥، ۳٦٥۲، ۳۹۰۸، ۳۹۱۷، ٥٦۰۷۔

تشریح: یہ باب بلاعنوان ہے اور شارحین کو اس کی توجیہہ اور سابقہ ابواب کے مضمون سے اس کا تعلق بیان کرنے میں مشکل پیش آئی ہے۔ ابن منیرؒ وغیرہ نے یہ تاویل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنگل میں دودھ حاصل کرنا بھی لُقطہ ہی کی ایک قسم تھی۔ امام ابن حجرؒ نے اِس تاویل کو تکلف پر محمول کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۱۷)

ایسے اشکال کی مثالیں پہلے بھی گزر چکی ہیں۔ (دیکھئے کتاب الحج باب ۱۴: اَلصَّلَاةُ بِذِی الْحُلَيْفَةِ جو بخاریؒ کے اکثر نسخوں میں متروک ہے۔) اگر یہ باب؛ باب ۸ کے بعد ہوتا تو اس کا تعلق اس لحاظ سے قابل فہم تھا کہ بکریوں کے چرواہے سے دودھ حاصل کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھا جاتا تھا اور نہ مالک کی اجازت کی ضرورت تھی کہ عام رواج اسی طرح تھا۔ مگر یہ باب اس سے الگ اور خاتمہ پر قائم کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا واقعہ سے ظاہر ہے کہ ریوڑ کے مالک کو اپنے چرواہے پر اور چرواہے کو اپنے مالک پر پورا اعتماد تھا اور یہی اعتماد راعی اور رعایا کے درمیان ہونا چاہیے۔ حضرت ابوبکرؓ کو بھی چرواہے اور مالک دونوں پر اعتماد تھا۔ اس جہت سے باب کا تعلق سابقہ ابواب سے خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
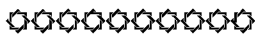
بسم اللہ الرحمن الرحیم

٤٦- كِتَابُ الْمَظَالِمِ

فِي الْمَظَالِمِ وَالْغَصْبِ

ظلم وغصب (کی شکایات) سے متعلق (احکام)

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ (ابراهيم: ٤٣-٤٤) رَافِعِي رُءُوْسِهِمْ الْمُقْنِعُ وَالْمُقْمِحُ وَاحِدٌ.

اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر: یہ نہ سمجھو کہ اللہ اُن کاموں سے غافل ہے جو یہ ظالم کر رہے ہیں۔ انہیں تو وہ اس مصیبت کے دن تک ڈھیل دے رہا ہے جس میں آنکھیں دہشت سے پتھرا جائیں گی۔ ٹکٹکی باندھے سر اُوپر اُٹھائے ہوئے گردنیں تانے ہوئے ہراساں افراتفری میں بھاگے چلے آئیں گے۔ مُقْنِعٌ اور مُقْمِحٌ کے الفاظ معناً ایک ہی ہیں۔

تشریح: فِي الْمَظَالِمِ وَالْغَصْبِ: مَظَالِم، مَظْلِمَةٌ کی جمع ہے جو مصدر میمی ہے۔ کہتے ہیں: ظَلَمَ يَظْلِمُ ظُلْمًا وَ مَظْلِمَةً ۔ یعنی اُس نے غیر کے مال میں ناجائز تصرف اور حق تلفی کی۔ اسی طرح کہتے ہیں: عِنْدَ فُلَانٍ مَظْلِمَتِيْ وَ ظَلَامَتِيْ. اُس کے پاس میرا حق ہے۔ ظُلْمٌ کے معنے ہیں: وَضْعُ الشَّيْءِ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهٖ جہاں کسی شئے کی جگہ ہو؛ وہاں نہ رکھی جائے بلکہ کسی اور جگہ رکھی جائے۔ یہی مفہوم ناجائز تصرف اور حق تلفی میں پایا جاتا ہے۔ غصب کے معنی ہیں: زبردستی چھیننا یا قبضہ کرنا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۸۳، ۲۸۴)

ابواب متعلقہ اصل موضوع شروع کرنے سے قبل سورۂ ابراہیم کی آخری آیات میں سے ایک ایسی آیت کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں ظالم کا تین دفعہ ذکر وارد ہوا ہے اور اس سے الٰہی انتقام میں تاخیر والتواء کے بعد عبرتناک مؤاخذہ کرنے اور سزا دینے کے بارے میں سنت الٰہیہ بیان کی گئی ہے۔ اس آیت میں قریش مکہ کے جور و جفا کے بد انجام کی پیشگوئی ہے جس میں ظالموں کی سراسیمگی اور پریشان حالی کی تصویر لفظوں سے کھینچی گئی ہے: مُهْطِعِيْ، مُقْنِعِيْ اور هَوَآء. امام بخاریؒ نے آیت معہ تشریح الفاظ کا حوالہ دے کر ظلم کے انجام اور وبال کی طرف توجہ دلائی ہے جو رہتی دنیا تک ایک ابدی شہادت ہے کہ ظلم کبھی فروغ نہیں پاتا اور اس کا بد انجام نہایت ہی بھیانک منظر دکھاتا ہے۔ محولہ بالا آیت ایسے سیاق میں وارد ہوئی ہے جس کا تعلق صرف وادیٔ مکہ کے واقعات ہی سے نہیں بلکہ قوم فرعون اور اس سے قبل کی اقوام عاد، ثمود اور

مابعد کی اقوام عالم سے بھی ہے۔(لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ) جن کے نشان مٹ گئے اور سوائے اللہ کے انہیں کوئی نہیں جانتا۔ ان میں سے ہر ظالم قوم کے بدانجام سے رسول کے ذریعے آگاہ کیا گیا تھا۔فَاَوْحٰی اِلَیْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِیْنَ o وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ. اُن کے ربّ نے اُن رسولوں کو وحی کی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کریں گے اور اُن کے بعد تمہیں زمین میں آباد کریں گے۔(دیکھئے سورۃ ابراہیم:۹ تا ۱۵) مشار الیہا اقوام کی تاریخ کم وبیش پانچ چھ ہزار سال کے زمانہ طویل پر پھیلی ہوئی ہے اور اس میں بار بار ظلم کا انجام ہلاکت وتباہی کی شکل میں ظاہر ہوا۔امام بخاریؒ کا یہ انتخاب موضوع کتاب سے پوری مناسبت رکھتا ہے۔ان آیات کی مزید تشریح کے لئے دیکھئے: تفسیر کبیر جلد۳ صفحہ ۴۴۸ تا ۴۵۵۔

ذیل میں محولہ آیات کا مسلسل ترجمہ دیا جاتا ہے: یہ نہ سمجھو کہ جو کچھ یہ ظالم (قریش مکہ) کررہے ہیں، اللہ اس سے غافل ہے۔ وہ تو انہیں صرف اس دن تک ڈھیل دے رہا ہے جس دن شدت خوف وحیرت کے مارے اُن کی ٹکٹکی بندھ جائے گی۔خوفزدہ ہوکر سر اُٹھائے بے تحاشا اِدھر اُدھر بھاگیں گے۔آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور دل انتہائی مایوسی میں بیٹھے جارہے ہوں گے۔اور تو لوگوں کو اس حادثہ سے آگاہ کردے کہ جب یہ سزا آئے گی تو ظالم اُس وقت کہیں گے: اے ہمارے اللہ! اس سزا میں ہمیں کچھ مہلت دے کہ ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور رسول کی پیروی کریں گے۔(اب مہلت کا وقت کیسا) کیا تم نے ایسی قسمیں پہلے نہیں کھائی تھیں کہ تمہیں کسی قسم کا زوال نہیں آئے گا، بحالیکہ ظالموں کے مکانوں میں تم رہے، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تم پر روشن ہوگیا کہ ہم نے ان کے مکینوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور تمہارے لئے عبرتناک نمونے قائم کئے۔یقیناً وہ اپنی ساری تدبیریں کرچکے ہیں اور ان کی ہر تدبیر اللہ کے پاس محفوظ ہے۔ان کی تدبیریں ایسی تھیں کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں (مگر وہ سب اکارت گئیں۔) سو تم مت سمجھو کہ اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرنے والا ہے۔یقیناً وہ غالب اور سزا دینے والا ہے۔(ابراہیم:۴۳ تا ۴۸)

اَقْنَعَ کے معنے ہیں: سر اُٹھایا اور سر جھکایا۔یہ لفظ اضداد میں سے ہے۔اَقْمَحَ بھی اسی مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اور هَطَعَ کے معنے خوف کے مارے بھاگا آیا، ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگا۔اسی طرح اس کے معنے ہیں: ذلت وندامت میں آنکھیں نیچی کرلیں۔ هَوَاءٌ کے معنی جُوْفًا ہیں جو اَجْوَف کی جمع ہے یعنی خالی، کھوکھلا۔وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ: دل اُمید سے خالی ہوں گے۔اُن پر مایوسی اور اداسی چھا جائے گی، ہوائیاں اڑیں گی، حواس باختگی طاری ہوگی۔(عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۲۸۴) تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ کی کیفیت مذکورہ بالا الفاظ سے بیان کی گئی ہے۔قریش کے لئے فتح مکہ کی گھڑی سخت مصیبت خیز گھڑی تھی۔ ابوسفیان جو اسلام لانے سے قبل ان کے سرغنہ تھے۔ان کا حال حضرت حسان بن ثابتؓ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اَلَا اَبْلِغْ اَبَا سُفْیَانَ عَنِّیْ فَاَنْتَ مُجَوَّفٌ نَخَبٌ هَوَآءٌ

ابوسفیان کو میری طرف سے پیغام پہنچادو کہ تیری یہ حالت ہے کہ دل مارے خوف کے باہر ہے اور سینہ کھوکھلا ہے۔جیسے شِکرا اپنے شکار کا دل باہر نکال لیتا ہے۔پریشانی اور گھبراہٹ کی وجہ سے تم حواس باختہ سراسیمہ حال ہو۔تمہاری عقل ٹھکانے نہیں۔(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۱۹)

بالکل یہی حال ابوسفیان اور اُس کے ساتھیوں کا تھا۔ ظالموں کا انجام بیان کرنے میں مذکورہ بالا آیات جامع ہیں اور ان میں آٹھ باتیں بیان ہوئی ہیں۔ آئندہ ابواب میں ظلم اور اس کا اِرتکاب کرنے والوں کے بارے میں انہی امور کا ذکر ہوگا۔

بَاب ۱ : قِصَاصُ الْمَظَالِمِ

ظلموں کا بدلہ

قَالَ مُجَاهِدٌ: مُهْطِعِيْنَ (ابراهيم: ٤٤) مُدِيْمِي النَّظَر وَقَالَ غَيْرُهُ: مُسْرِعِيْنَ. لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۚ (ابراهيم: ٤٤) يَعْنِي جُوْفًا لَا عُقُوْلَ لَهُمْ.

اور مجاہد نے کہا: مُهْطِعِيْنَ کے معنے ہیں: ٹکٹکی باندھے بغیر پلک جھپکائے دیکھنے والے اور مجاہد کے علاوہ کسی نے یہ بھی کہا ہے: (اسے بھی مُهْطِعٌ کہتے ہیں جو خوف کی وجہ سے) جلدی جلدی چلنے والا ہو۔ (اللہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے:) اُن کی نگاہیں اپنی طرف نہیں لوٹ سکیں گی اور حواس باختہ ہوں گے۔ (اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ کے لفظی) معنے ہیں: ان کے دل خالی ہوں گے یعنی عقل و ہوش ٹھکانے نہ ہوں گے۔

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۵﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۶﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ

(اور فرماتا ہے:) اور لوگوں کو اُس دن سے آگاہ کردو جس دن ان پر موعود عذاب آئے گا تو وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ہوگا، پکاریں گے: اے ہمارے ربّ! ہمیں تھوڑی سی مہلت دے کہ ہم تیری دعوت قبول کریں اور رسولوں کی پیروی کریں۔ انہیں جواب ملے گا: کیا تم ہی وہ نہ تھے جنہوں نے پہلے بھی قسمیں کھا کر کہا تھا کہ تمہیں کبھی زوال نہیں ہوگا اور تم ان لوگوں کے مکانوں میں بسے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تمہیں اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ ہم نے ان سے کیا کچھ کیا اور ہم نے عبرتناک نمونے بھی قائم کردئے تھے اور اب یہ لوگ بھی اپنے سارے حیلے

مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۷﴾
فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۸﴾
(ابراهيم: ٤٥-٤٨)

کر چکے ہیں اور اُن کی سب تدابیر اللہ کے پاس محفوظ ہیں اور اُن کے حیلے ایسے تھے کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جائیں۔ سو ہرگز نہ سمجھو کہ اللہ اپنے اس وعدے کے خلاف کرنے والا ہے جو اپنے رسولوں سے کر چکا ہے۔ اللہ یقیناً غالب ہے اور سزا دینے والا ہے۔

٢٤٤٠: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ حُبِسُوْا بِقَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيَتَقَاصُّوْنَ مَظَالِمَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا نُقُّوْا وَهُذِّبُوْا أُذِنَ لَهُمْ بِدُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَأَحَدُهُمْ بِمَسْكَنِهِ فِي الْجَنَّةِ أَدَلُّ بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا.

۲۴۴۰: اسحاق بن ابراہیم نے ہمیں بتایا کہ معاذ بن ہشام نے ہمیں خبر دی (انہوں نے کہا:) میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے ابوالمتوکل ناجی سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوسعیدؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جب مومن دوزخ سے نجات پائیں گے وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک دیئے جائیں گے۔ پھر وہ ایک دوسرے سے ان ظلموں کا بدلہ لیں گے جو دنیا میں ان کے درمیان ہوئے۔ یہاں تک کہ جب وہ ہر نقص سے پاک وصاف کر دیئے جائیں گے تو ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ اُسی ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے؛ اُن میں سے ہر شخص جنت میں اپنے اپنے ٹھکانے سے متعلق زیادہ علم رکھنے والا ہوگا، بہ نسبت اس علم کے جو وہ اپنے دنیاوی مکان کا رکھتا تھا۔

وَقَالَ يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ.
طرفهُ: ٦٥٣٥۔

اور یونس بن محمد نے بھی کہا کہ شیبان نے ہمیں بتایا کہ قتادہ سے روایت ہے کہ ابوالمتوکل نے ہمیں یہی بتایا۔

تشریح: **قِصَاصُ الْمَظَالِمِ:** قصاص کے معنے ہیں: انتقام لینا اور یہ شرعی احکام میں سے ایک اہم حکم ہے۔ یہ تین قسم کا ہے: **ایک قسم** کا انتقام تو اسی دنیا میں ضروری ہے۔ جیسا کہ فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ:۱۸۰،۱۷۹) اے وہ جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں کے بارے میں برابر کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے۔ اگر قاتل آزاد مرد ہو تو وہی آزاد قاتل بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ اگر غلام قاتل ہو تو وہی غلام قاتل بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ اگر عورت قاتل ہو تو وہی قاتل عورت بدلہ میں قتل کی جائے گی۔ جس (قاتل) کو اُس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے تو مقتول کے وارث کو بقیہ تاوان مناسب طور پر وصول کرنا چاہیے اور قاتل کو عمدگی سے تاوان اُس کو ادا کرنا چاہیے۔ یہ تمہارے ربّ کی طرف سے رعایت اور رحمت ہے۔ اس کے بعد جو شخص زیادتی کرے گا اُس کے لئے دردناک سزا مقدر ہے۔ اور اے عقلمندو! تمہارے لئے اس بدلہ لینے میں زندگی کی حفاظت ہے اور یہ حکم اس لئے ہے تا تم بچے رہو۔ ان آیات میں اس قصاص کا ذکر ہے جس کا نفاذ شرعی طور پر حکومت کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ **دوسری قسم** کا وہ الٰہی انتقام ہے جس کا ظہور اسی دنیا میں ہوتا ہے۔ **تیسری قسم** کا انتقام وہ ہے جس کا ظہور حیات آخرت میں ہوگا۔ قرآن مجید میں تینوں قسم کے قصاص کا ذکر ہے۔

باب اوّل کے تحت جو روایت درج کی گئی ہے، اس سے پایا جاتا ہے کہ جنت میں اس وقت تک انسان داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا کامل تزکیہ نہ ہو جائے۔ وہ حقوق جن کے بارے میں اس نے دنیا میں ظلم سے کام لیا۔ اگر دنیا میں ان کا بدلہ نہ لیا گیا تو حیات آخرت میں لیا جائے گا۔ مندرجہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نفس بشری کا تنقیہ اور تزکیہ آگ کے ذریعہ سے ہوگا اور ہر نفس کامل تنقیہ کے بعد ہی اپنے جنتی مقام میں داخل ہو سکے گا۔ اس تعلق میں تشریح کتاب الایمان باب ۱، ۱۴ دیکھئے۔ اور کتاب الزکوٰۃ تشریح باب ۳ بھی دیکھئے۔

دنیا میں جو قصاص انسانوں کے ذریعہ سے جاری ہے وہ کیا بلحاظ تحقیق وتنقید اور کیا بلحاظ اثر ونتیجہ بہت ہی محدود اور ناقص صورت رکھتا ہے۔ اس لئے یہ خیال کرنا کہ وہ ظلم جو بلا قصاص ہیں یا جن کا بدلہ پورے طور پر نہیں لیا گیا اُن کا آئندہ کوئی محاسبہ نہیں ہوگا؛ اس تقدیر الٰہی کے خلاف ہے جو دنیا میں مشہود ہے اور اس منشاء الٰہی کے بھی خلاف ہے جس کا اظہار انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے ہوتا رہا ہے۔ اس لئے یہ خیال خالق کون ومکان کی اس صفت سبوحیت اور قدوسیت کے بھی مغایر ہے؛ عالم کا ذرّہ ذرّہ جس کی شہادت دے رہا ہے۔ اس بارے میں مذاہب عالم کا جو عقیدہ ہے کہ محاسبہ اعمال کی میزان مابعد الموت بھی قائم ہوگی، وہ اس لئے بھی معقول ہے کہ جب تک عقیدہ عملی جامہ نہ پہنے، انسانی پیدائش کی علّت غائی کمال پذیر نہیں ہوسکتی۔

اس تعلق میں دیکھئے: اسلامی اصول کی فلاسفی- دوسرے سوال کا جواب۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۶ تا ۴۱۴۔

بَاب ٢ : قَوْلُ اللهِ تَعَالَى: أَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (هود: ١٩)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: ہوشیار رہو، ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوا کرتی ہے

٢٤٤١: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ: حَدَّثَنِيْ قَتَادَةُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِي مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا آخِذٌ بِيَدِهِ إِذْ عَرَضَ رَجُلٌ فَقَالَ: كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّجْوَى؟ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ اللهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتُرُهُ فَيَقُوْلُ: أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ أَيْ رَبِّ حَتَّى إِذَا قَرَّرَهُ بِذُنُوْبِهِ وَرَأَى فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ هَلَكَ قَالَ: سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطَى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ وَأَمَّا الْكَافِرُ☆ وَالْمُنَافِقُوْنَ فَيَقُوْلُ الْأَشْهَادُ: هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ

۲۴۴۱: موسیٰ بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ ہمام نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: قتادہ نے صفوان بن محرز مازنی سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ وہ کہتے تھے: ایک بار میں حضرت (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ چلا جا رہا تھا اور ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا کہ ایک شخص سامنے سے آیا اور اس نے کہا: آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نَجْوَی (سرگوشی) کی نسبت کیا سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: اللہ مومن کو اتنا قریب کرلے گا کہ اس پر وہ اپنا سایۂ رحمت ڈالے گا اور اس کی پردہ پوشی کرے گا اور پوچھے گا: کیا تجھے فلاں گناہ معلوم ہے؟ کیا تجھے فلاں گناہ معلوم ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے ربّ! ہاں۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے سارے گناہوں کا اقرار کرالے گا اور وہ مومن اپنے دل میں سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہوگیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی تھی اور میں آج بھی تیری پردہ پوشی کرتا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کی کتاب اس کو دی جائے گی اور جو کافر☆ ومنافق ہوں گے تو سب

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں "اَلْكَافِرُ" کی جگہ "اَلْكَافِرُوْن" کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ حاشیہ صفحہ ۱۲۰)

كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ (هود: ١٩)

گواہ کہیں گے: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ربّ پر جھوٹ باندھا۔ ہوشیار رہو، ظالموں پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

اطرافه: ٤٦٨٥، ٦٠٧٠، ٧٥١٤۔

تشریح: اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ: لَعْنَةٌ کے معنے رحمت سے دوری کے ہیں۔ قرآن مجید میں صراحت سے آیا ہے کہ خالق نے انسان کو اپنی رحمت کے لئے پیدا کیا ہے۔ فرماتا ہے: وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ○ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ط وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ط وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ (هود: ۱۱۹، ۱۲۰) اور اگر تیرا ربّ اپنی ہی مشیت نافذ کرتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت بنا دیتا۔ چونکہ اس نے ایسا نہیں کیا (اور انہیں ان کی عقل اور اختیار پر چھوڑ دیا ہے) وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے؛ سوائے ان کے جن پر تیرے ربّ نے رحم کیا ہے اور اسی رحم کا مورد بنانے کے لئے اس نے انہیں پیدا کیا ہے اور تیرے ربّ کا یہ فرمودہ ضرور پورا ہوگا کہ میں جہنم کو یقیناً ان سب جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا جو اختلاف کا موجب بنتے ہیں۔

آیت زیرعنوان میں اسی رحمت سے دُوری کا ذکر ہے اور یہ بُعد عربی زبان میں لعنت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کا سبب ظلم ہے۔ تاوقتیکہ ظلم کا علاج نہ ہو؛ رحمت الٰہی کا کامل ظہور نہیں ہوسکتا۔ یہ آیت جس کا حوالہ دوسرے باب کے عنوان میں دیا گیا ہے اس میں اسی تنقیہ اور تزکیہ کی صورت بیان کی گئی ہے، جس کا ذکر سابقہ باب میں گزر چکا ہے۔ یہ تنقیہ بذریعہ قصاص کچھ تو اس دنیا میں ہوگا اور باقی آخرت میں۔ جب تک یہ نہ ہوگا جنت کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ط وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ ○ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ط وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الظَّالِمِيْنَ ○ (الاعراف: ۴۱، ۴۲) وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے اور تکبر کر کے ان سے اعراض کیا ہے ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ اُونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو۔ اور ہم ان لوگوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں جو ہم سے تعلق قطع کرتے ہیں۔ ان کے لئے بچھونا بھی جہنم ہوگا اور اوڑھنے بھی جہنم ہی کے ہوں گے اور ہم ظالموں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات کا حوالہ دے کر سابقہ مضمون سے ربط پیدا کر دیا ہے کہ قصاصِ مظالم کی غرض و غایت دراصل تنقیہ اور تزکیہ ہے جو جنت میں داخل ہونے کی پہلی اور آخری شرط ہے اور یہ غرض و غایت قصاص اور مختلف قسم کے ابتلاؤں کے ذریعے پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے۔ فرماتا ہے: وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ج وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ ○ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِيْنَ ○ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ ○ (آل عمران: ۱۴۱ تا ۱۴۳) اور یہ (فتح اور شکست کے) دن ایسے ہیں کہ ہم انہیں لوگوں کے درمیان

نوبت بہ نوبت چکر دیتے رہتے ہیں (تا کہ وہ عبرت حاصل کریں) اور تا کہ اللہ (امتحان کے ذریعے) ان لوگوں کو ظاہر کردے جو ایمان لے آئے ہیں اور تم میں سے بعض کو شہید بنائے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور تا کہ جو مومن ہیں انہیں اللہ پاک وصاف کر کے نکھار دے اور کافروں کو ہلاک کردے۔ کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو نمایاں نہیں کیا جو مجاہد ہیں اور نہ انہیں جو صابر ہیں۔ اور اسی تعلق میں فرماتا ہے: وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O (آل عمران :۱۵۵) تا کہ اللہ ابتلاؤں کے ذریعہ سے جو تمہارے سینوں میں ہے، اس کا امتحان لے۔ اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے پاک اور صاف کر کے کندن بنادے۔ اور اللہ سینوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ ظالموں کے ذریعے سے جو ابتلاء مومنوں کے لئے دنیا میں مقدر ہے۔ وہ ایک سنت اللہ ہے جو دو مقصد اپنے اندر رکھتی ہے۔ ایک مومنوں کی تنقیح وتمحیص (یعنی نکھارنا) اور دوسرا ظالموں کو سزا جو اُسی وقت نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے جب ظلم انتہاء تک پہنچتا ہے اور اس کا ظہور ایسے رنگ سے ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے لئے عبرت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ غرض دنیا اور آخرت میں قصاصِ مظالم کا جو قانون جاری ہے وہ حق وحکمت پر مبنی ہے۔ مذکورہ بالا دونوں باب بطور تمہید ہیں اور روایت نمبر ۲۴۴۱ کے آخر میں ایک اور آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جو یہ ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ط أُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ج اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ O الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ط وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ O (ھود: ۱۹، ۲۰) اور اُس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ ایسے لوگ اپنے ربّ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اور گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ربّ پر جھوٹ باندھا۔ سوان ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے والی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں اور اُس میں کجی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور یہی لوگ آخرت کے منکر ہیں۔ اس آیت میں ظلم اپنے وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز ظالموں سے پرسش ہوگی اور وہ سزا پائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں میں قصاص ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی طرف ناحق باتوں کا منسوب کرنا بھی ظلم کہلاتا ہے کیونکہ ظلم کے معنے ہیں کہ کسی بات کو برمحل نہ رکھنا۔ محولہ بالا روایت دیکھئے: کتاب التوحید باب ۳۶ روایت نمبر ۷۵۱۴ و کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ ھود باب ۴ روایت نمبر ۴۶۸۵ و کتاب الادب باب ۶۰ روایت نمبر ۶۰۷۰۔

بَاب ۳: لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهُ

مسلمان مسلمان پر ظلم نہ کرے اور نہ وہ اسے (کسی ظالم کے) سپرد کرے

۲۴۴۲: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ

۲۴۴۲: یحیٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عُقَیل نے

شِهَابٍ أَنَّ سَالِمًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ابن شہاب سے روایت کی کہ سالم نے انہیں خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ خود اُس پر ظلم کرے اور نہ اسے (ظالم کے) سپرد کرے۔ اور جو شخص اپنے بھائی کے کام میں مشغول ہوگا، اللہ بھی اس کے کام میں مشغول رہے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان سے کوئی تکلیف دور کی اللہ یوم قیامت کی تکالیف میں سے ایک تکلیف اُس سے دور کرے گا۔ اور جس نے ایک مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ بھی قیامت کے روز اُس کی پردہ پوشی کرے گا۔

طرفہ: ٦٩٥١۔

تشریح: **لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهُ:** معاشرہ اسلامیہ سے تعلق رکھنے والے مسلم افراد کے ایک دوسرے پر پانچ حق ہیں۔ اول: وہ کسی کی حق تلفی نہ کریں یا کسی کا حق غصب نہ کریں۔ دوم: کسی ظالم کو اُن پر ظلم نہ کرنے دیں۔ سوم: ایک دوسرے کی حاجت روائی کرنے میں سرگرم عمل رہیں۔ اِس بارہ میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ. (مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر) اللہ اپنے بندے کا مددگار رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کا مددگار رہے۔ چہارم: مبتلائے مصیبت وغم کو رہائی دلائیں۔ پنجم: عیب کی پردہ پوشی کریں۔ یہ حقوق منفی ومثبت دونوں پہلوؤں سے معاشرہ کے تعلقات کی سلامتی اور استواری کے لئے از بس ضروری ہیں۔ امام مسلمؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی جو روایت اس بارہ میں نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: وَلَا يَحْقِرُهُ. (مسلم، کتاب البر والصلة والآداب. باب تحریم ظلم المسلم) کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر نہ سمجھے اور نہ اُس کی ہتک کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جو خطبہ منٰی کے مقام پر دیا، اس میں صراحت ہے کہ مسلمانوں کی جانیں اور آبروئیں اور ان کے اموال اَبدالآباد تک اُن پر حرام یعنی قابل عزت ہیں۔ (کتاب الحج باب ۱۳۲، روایت نمبر ۱۷۳۹)

بَاب ٤ : أَعِنْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا

اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم

٢٤٤٣: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ وَحُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ سَمِعَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا.

اطرافہُ: ٢٤٤٤، ٦٩٥٢۔

۲۴۴۳: عثمان بن ابی شیبہ نے ہمیں بتایا۔ ہشیم نے ہم سے بیان کیا کہ عبیداللہ بن ابی بکر بن انس اور حمید طویل نے ہمیں بتایا۔ ان دونوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کر، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

٢٤٤٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ هَذَا نَنْصُرُهُ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ نَنْصُرُهُ ظَالِمًا؟ قَالَ: تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ.

اطرافہُ: ٢٤٤٣، ٦٩٥٢۔

۲۴۴۴: مسدّد نے ہم سے بیان کیا کہ معتمر (بن سلیمان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حمید سے، حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کر، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ (صحابہؓ نے) کہا: یا رسول اللہ! مظلوم کی تو ہم مدد کریں گے کیونکہ وہ مظلوم ہے، لیکن ظالم ہو تو اُس کی کیسے مدد کریں؟ آپؐ نے فرمایا: اُس کے ہاتھوں کو پکڑ لو۔

تشریح: اَعِنْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا: اس باب کے تحت دو روایتیں درج ہیں اور دونوں میں ہی الفاظ "اُنْصُرْ اَخَاکَ" ہیں یعنی اپنے بھائی کی نصرت کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ نصرت ایسی مدد کو کہتے ہیں جو تعدی کی حالت میں کی جاتی ہے مگر عنوان میں بجائے اُنْصُرْ کے اَعِنْ کا لفظ اختیار کیا گیا ہے۔ عَوْنٌ یا اِعَانَۃٌ ہر قسم کی مدد پر اطلاق پاتا ہے۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک اس لفظی تصرف سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو حُدَیج بن معاویہ کی سند سے مرفوع نقل کی گئی ہے۔ ☆ اور اس میں لفظ اُنْصُرْ کی جگہ اَعِنْ ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۲۲)

☆ (الکامل فی ضعفاء الرجال، أسامی شتی ممن ابتداء أسامیهم حاء، حدیج بن معاویه، جزء۲ صفحہ۴۳۱)

ظالم کوظلم سے روکنا درحقیقت ظالم ہی کی مدد ہے۔قرآن مجید میں لفظ عَوْنٌ عام مدد اور نُصْرَةٌ خاص مدد کے مفہوم میں وارد ہوا ہے۔جیسے فرمایا: تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﺻ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (المائدہ: ۳) نیکی وتقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔لفظ عَوْن سے ہی ہماری روزمرہ کی دعا اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ہے۔اِسْتَعَان کے معنے مدد طلب کی اور نَسْتَعِیْنُ کے معنے ہیں: ہم مدد طلب کرتے ہیں۔نصرت کے لفظ کا استعمال جس آیت سے واضح ہوتا ہے؛ وہ یہ ہے۔فرماتا ہے: مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ط اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ O (البقرہ: ۲۱۵) مومن کہتے ہیں کہ اللہ کی نصرت کب آئے گی؟ سنو! اللہ کی نصرت یقیناً بہت نزدیک ہے۔اس سے قبل کی آیت یہ ہے: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ط مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ط (البقرہ: ۲۱۵) کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے حالانکہ ابھی تک تم پر اُن لوگوں کی سی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔انہیں تنگی اور تکلیف پہنچی اور ان پر زلزلہ برپا کیا گیا؛ حتیٰ کہ رسول اور اس کے ساتھی مومن بھی پکار اُٹھے: اللہ کی نصرت کب آئے گی؟ اس آیت سے نصرت کا مفہوم واضح ہوتا ہے کہ وہ ایسی الٰہی مدد ہے جو تلخیوں کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔چنانچہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ط وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ O (الحج: ۴۰) وہ لوگ جن سے بلاوجہ جنگ کی جارہی ہے ان کو بھی جنگ کی اجازت دی گئی ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ یقیناً اُن کی مدد پر قادر ہے۔ان حوالوں سے عَوْنٌ اور نُصْرَةٌ کے معانی کا فرق معلوم ہوجاتا ہے۔حدیث اُنْصُرْ اَخَاکَ میں دونوں قسم کی مدد مراد ہے۔

بَاب ٥: نَصْرُ الْمَظْلُوْمِ

مظلوم کی مدد کرنا

٢٤٤٥: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدٍ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ فَذَكَرَ عِيَادَةَ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعَ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيْتَ الْعَاطِسِ وَرَدَّ السَّلَامِ

۲۴۴۵: سعید بن ربیع نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے اشعث بن سُلیم سے روایت کی۔انہوں نے کہا: میں نے معاویہ بن سُوید سے سنا۔(وہ کہتے تھے:) میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا۔انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے سات باتیں کرنے کا حکم دیا اور سات باتوں سے منع فرمایا۔پھر انہوں نے (اُن باتوں کا) ذکر کیا (جن کے کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔یعنی) بیمار کی

وَنَصْرَ الْمَظْلُوْمِ وَإِجَابَةَ الدَّاعِي وَإِبْرَارَ الْقَسَمِ.☆

عیادت اور جنازوں کے ساتھ جانا اور چھینک مارنے والے کا جواب دینا اور سلام کا جواب دینا اور مظلوم کی مدد کرنا اور دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنا اور قسم دینے والے☆ کی قسم پورا کرنا۔

اطرافہٗ: ۱۲۳۹، ۵۱۷۵، ۵۶۳۵، ۵۶۵۰، ۵۸۳۸، ۵۸۴۹، ۵۸۶۳، ۶۲۲۲، ۶۲۳۵، ۶۶۵۴۔

۲۴۴۶: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ.

۲۴۴۶: محمد بن علاء نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے برید سے، برید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسی عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے اور (یہ کہہ کر وضاحت کے لئے) آپؐ نے ایک ہاتھ کی اُنگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں ڈالا۔

اطرافہٗ: ۴۸۱، ۶۰۲۶۔

تشریح: **نَصْرُ الْمَظْلُوْمِ:** امام ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ کا خیال ہے کہ یہ باب اس غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ مظلوم کی مدد واجب ہے اور اس وجوب کی کیا نوعیت ہے؟ فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ ہر مسلمان کو یہ فرض ادا کرنا چاہیے یا اگر بعض افراد مظلوم کی مدد کریں تو یہ کافی ہے اور باقیوں سے یہ فرض ساقط ہو جائے گا؟ ابن سراقہ کے نزدیک جو شافعی المذہب ہیں، یہ حکم ایسا ہی واجب ہے جیسا سلام کا جواب دینا ہر مسلمان پر واجب ہے یا جیسے دعوتِ طعام قبول کرنا ہر مسلمان کے لئے واجب ہے، یا جائز بات میں اگر قسم کا مطالبہ کیا جائے تو پورا کرنا واجب ہے۔ وجوب کی یہ صورت مندوب ہے۔ یعنی جب مظلوم کی مدد کے لئے بلایا جائے تو اس کا انکار کرنا گناہ اور قابل مؤاخذہ ہے اور اس پر لبیک کہنا ضروری ہے۔ ابن بطالؒ کا بھی یہی خیال ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۹۰) امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے۔ اگر چہ سب مسلمان مخاطب ہیں لیکن اُس شخص پر جسے ازالہ ظلم کی قدرت حاصل ہو؛ اُس پر حکم کی تعمیل فرضِ واجب ہو جاتی ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۲۳) جیسے حاکم وقت ہے جو ازالہ ظلم پر قدرت رکھتا ہے۔ اُس کا فرض ہے کہ وہ ازالۂ ظلم کرے۔ اور یہی بات معقول مذہب ہے۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ ''الْمُقْسِم'' کا لفظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۹۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

امام بخاریؒ نے عنوان باب مطلق رکھا ہے۔اس لئے کہ تعمیل حکم کا تعلق حالات سے ہے اور مخاطبین کی قدرت یا عدم قدرت مندرجہ بالا حدیث سے ظاہر ہے۔ کیونکہ نصرتِ مظلوم، عیادت، نماز جنازہ، تشمیت (یعنی چھینک کا جواب کلمۂ دعا سے دینا)، سلام کا جواب سلام سے دینا، دعوت قبول کرنا، قسم دینا، دلانا اور اُسے پورا کرنا یہ سب اُمور اَز قسم فرائض مندوب ہیں۔ باب کی دوسری روایت سے ظاہر ہے کہ یہ باتیں ان اُمور میں سے ہیں جو معاشرہ کی مضبوطی کے لئے ضروری ہیں۔ انہیں ترک کرنا یا ان میں سہل انگاری سے کام لینا معاشرہ کی کمزوری کا باعث ہے۔

بَاب ٦ : اَلِانْتِصَارُ مِنَ الظَّالِمِ

ظالم سے بدلہ لینا

لِقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا (النساء:١٤٩) وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ (الشورى:٤٠)

کیونکہ اللہ جل ذکرہٗ فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ بری بات کا اعلان پسند نہیں کرتا مگر جو مظلوم ہو، وہ اظہار کرسکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سمیع وعلیم ہے۔ (اور یہ بھی فرماتا ہے:) وہ لوگ جب اُن پر ظلم ہوتا ہے تو وہ مناسب بدلہ لیتے ہیں۔

قَالَ إِبْرَاهِيْمُ: كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ أَنْ يُّسْتَذَلُّوا فَإِذَا قَدَرُوْا عَفَوْا.

ابراہیم (نخعی) نے کہا: (صحابہؓ) بہت ناپسند کرتے تھے کہ وہ کمزور سمجھے جائیں۔ جب وہ قابو پاتے تو درگزر کرتے۔

تشریح: اَلْاِنْتِصَارُ مِنَ الظَّالِمِ: یہ باب بھی فقہاء کے مذکورہ بالا اختلاف فرضِ عین، فرضِ مندوب یا سنت مؤکدہ سے ہی متعلق ہے۔ چنانچہ اس کے تحت حسب معمول کوئی الگ روایت درج نہیں کی گئی۔

عنوان باب میں دو آیتیں اور ایک قول کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پہلی آیت یہ ہے: لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ○ (النساء:۱۴۹) اللہ بری بات کا اظہار پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو۔ (وہ ظلم کا اظہار کرسکتا ہے۔) اور اللہ بہت سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ دوسری آیت یہ ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ○ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الشوریٰ:۴۰، ۴۱) اور جب اُن پر ظلم ہوتا ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں اور بدی کا بدلہ اتنا ہی ہے اور جو معاف کرے اور اصلاح کرے تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمّے ہے۔ وہ یقیناً ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ پہلی آیت میں ظلم کے خلاف اظہار اور احتجاج کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور دوسری آیت میں مومنوں کا وصف بیان ہوا ہے کہ جب ان پر ظلم

ہوتا ہے تو وہ انتقام لیتے ہیں، مدد طلب کرتے ہیں اور مدد دیتے ہیں۔ اِنْتَصَرَ کے چار معنے ہیں: اِمْتَنَعَ مِنْ ظَالِمِهٖ: اپنے ظالم سے خود حفاظتی کی تدبیر کی۔ اِنْتَقَمَ مِنْ عَدُوِّهٖ: اپنے دشمن سے انتقام لیا۔ اِسْتَظْهَرَ عَلَى خَصْمِهٖ: اپنے مدمقابل کے خلاف مدد طلب کی۔ غَلَبَ وَفَازَ بِالنَّصْرِ: غالب ہوا اور مدد حاصل کی۔

محولہ بالا آیت بلحاظ سیاق و سباق قصاصِ مظالم کے مضمون سے تعلق رکھتی ہے۔ اس سے پہلے اور بعد مومنوں کے چند اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ اوّل: مومن اپنے ربّ پر توکل رکھتے ہیں۔ دوم: گناہوں اور بدیوں سے بچتے ہیں۔ سوم: اگر انہیں غصہ آئے تو اپنا غصہ دباتے ہیں اور پردہ پوشی سے کام لیتے ہیں۔ چہارم: اپنے ربّ کی آواز سنتے اور قبول کرتے ہیں اور باجماعت نماز ادا کرتے ہیں۔ پنجم: ان کے معاملات باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں۔ ششم: مال و دولت اور قوت سے جو انہیں عطا ہوئے ہیں خرچ کرتے ہیں۔ ہفتم: جب ان پر ظلم ہوتا ہے تو وہ مغلوب ہو کر بیٹھ نہیں جاتے بلکہ ظلم کا مقابلہ اور ازالہ کرتے ہیں۔ ہشتم: انتقام میں حد سے تجاوز نہیں کرتے بلکہ ظلم کے مطابق بدلہ لیتے ہیں۔ نہم: انتقام میں عفو اور اصلاح مدنظر رکھتے ہیں۔ ظالم سے انتقام لینے کے بعد اس سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور نہ اس پر سختی کرتے ہیں بلکہ غلبہ اور قدرت حاصل ہونے کے بعد عفو اور احسان سے کام لیتے ہیں تاکہ دوسروں کی اِصلاح ہو اور عداوت محبت میں تبدیل ہو کر كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ O (حم السجدہ :۳۵) کے مطابق ان کا دشمن دوست بن جائے۔ یہ سب ایک مومن کے اوصافِ حمیدہ ہیں۔ ان کے پیش نظر مذکورہ بالا استفتاء وجوب یا عدم وجوب نصرت کا جواب آسان ہے۔

اس باب کی دوسری آیت کی تفسیر میں ابراہیم نخعی کا حوالہ عبد بن حمیدؒ اور سفیان بن عیینہؒ سے منقول ہے کہ سلف صالح ذلت کی زندگی برداشت کرنا نہیں چاہتے تھے۔ یعنی ظلم کا مقابلہ کرتے تھے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۲۴)

بَاب ۷: عَفْوُ الْمَظْلُوْمِ

مظلوم کا معاف کر دینا

لِقَوْلِهٖ تَعَالَى: اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا (النساء: ۱۵۰)

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر تم نیکی کو کھلم کھلا کرو یا اس کو چھپاؤ یا تم برائی سے درگذر کرو تو اللہ بہت درگذر کرنے والا، بہت ہی قدرت رکھنے والا ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا

(اور یہ فرمانا:) برائی کا بدلہ اتنا ہی ہے۔ اور جس نے درگذر کیا اور اصلاح کی تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔ یاد رکھو وہ ظالموں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اور جو مظلوم ہونے کے بعد اپنا بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر کوئی

السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ (الشورى: ٤١-٤٥).

گرفت نہیں ہوگی۔ مؤاخذہ تو اُن لوگوں سے ہوگا جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق اپنے حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دردناک سزا ہوگی۔ اور جس نے صبر کیا اور پردہ پوشی کرتے ہوئے درگزر کیا تو یہ بہت ہی بڑی خوبیوں میں سے ہے۔ {اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرا دے تو اُس کے لیے اس کے بعد کوئی مددگار نہیں۔} اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جونہی وہ عذاب دیکھیں گے تو وہ چیخ اُٹھیں گے۔ کیا (دنیا میں) واپس لوٹنے کی کوئی راہ ہے؟

تشریح: **عَفُوُ الْمَظْلُوْمِ:** سورۃ النساء اور سورۃ الشوریٰ کی محولہ بالا آیات کا وہ حصہ جو عفو، درگذر اور چشم پوشی سے متعلق ہے، اِس باب کے عنوان میں درج کر کے دونوں حکموں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اسلام کی تعلیم افراط وتفریط سے پاک اور حدّ وسط اور اعتدال پر واقع ہے۔ تورات نے گردن کش بنی اسرائیل کی اصلاح میں انتقام پر زور دیا ہے۔ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پاؤں کے بدلے پاؤں، جلانے کے بدلے جلانا، زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ۔ (خروج باب ۲۱ آیات ۲۴، ۲۵) اور انجیل نے سنگ دل اور کینہ توز بنی اسرائیل کی اِصلاح کی غرض سے انتہائی حد تک صبر کی تلقین کی ہے کہ ''تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا؛ بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے، دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے۔'' (متی باب ۵ آیات ۳۸، ۳۹) لیکن اسلام نے اس کے برعکس موقع ومحل کی رعایت سے دونوں تعلیموں کو جمع کر کے شریعت کی کامل صورت پیش کی ہے۔ اس تعلق میں اسلامی اصول کی فلاسفی - روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۰ تا ۳۵۸ نیز احمدیت یعنی حقیقی اسلام - انوار العلوم جلد ۸ صفحہ ۲۲۰ تا ۲۴۰ بھی دیکھئے۔ امام بخاریؒ نے یہ دو ابواب (باب ۶، ۷) قصاص وانتقام اور عفو ودرگذر کے تعلق میں قائم کر کے قرآن مجید کی آیات کے حوالے سے اصولی احکام کی طرف توجہ دلائی ہے جو بطور قاعدہ کلیہ ہیں۔

بَاب۸ : اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے

۲۴۴۷ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْمَاجِشُوْنُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

۲۴۴۷: احمد بن یونس نے ہمیں بتایا۔ عبدالعزیز ماجشون نے ہم سے بیان کیا۔ عبداللہ بن دینار نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت عبداللہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: ظلم قیامت کے دن اندھیرے ہوں گے۔

تشریح: اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: گناہ نتیجہ ہے جہالت کا۔ قرآن مجید میں علم کی نور سے اور جہالت کی ظلمت سے تمثیل دی گئی ہے کہ معرفت کے ساتھ حق و باطل، شائستہ وناشائستہ، کرنی اور نا کردنی کے درمیان فرق کرنے کی قابلیت اسی طرح پیدا ہوتی ہے جس طرح روشنی میں انسان مختلف اشیاء میں تمیز کرتا ہے مگر اندھیرے میں تمیز وشناخت کی یہ قدرت نہیں رہتی۔ قیامت کے دن یہی اعمال نور اور ظلمت کی شکل میں متمثل ہوں گے۔ اس تعلق میں اسلامی اصول کی فلاسفی ''پہلا دقیقہ معرفت'' - روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۴ تا ۴۰۶ بھی دیکھئے۔ جہاں نورانی اور ظلمانی جسموں کے تعلق میں ذاتی مشاہدہ کا بیان ہے۔ عربی الفاظ اپنے ساتھ معانی کا فلسفہ رکھتے ہیں۔ لفظ ظُلْمٌ کو ظُلْمَةٌ سے مماثلت ہے کہ ظلم کرنے والا نور بصیرت کھو بیٹھتا ہے اور اندھا ہو جاتا ہے۔ اپنے پرائے میں فرق نہیں کرتا۔ اس لئے ظلم کی پاداش بھی اس کے مماثل ہوگی۔

بَاب ۹ : اَلاِتِّقَاءُ وَالْحَذَرُ مِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ

مظلوم کی فریاد سے ڈرنا اور بچنا

۲۴۴۸ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمَكِّيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ

۲۴۴۸: یحيٰ بن موسیٰ نے ہمیں بتایا۔ وکیع نے ہم سے بیان کیا کہ زکریا بن اسحاق مکی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ بن عبداللہ بن صیفی سے، یحيٰ نے حضرت ابن عباسؓ کے غلام ابومعبد سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجا اور آپؐ نے فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اُس کے اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں۔

اطرافهُ: ۱۳۹۵، ۱۴۵۸، ۱۴۹۶، ۴۳۴۷، ۷۳۷۱، ۷۳۷۲۔

تشریح: **اَلِاتِّقَآءُ وَالْحَذَرُ مِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ:** امام بخاریؒ نے مظالم کے تعلق میں یہ ابواب بطور تمہید عمدہ ترتیب میں قائم کئے ہیں۔ مظلوم کی دعا قبول ہونے کے تعلق میں ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے جو روایت نقل کی ہے اُس کے یہ الفاظ ہیں: دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ مُسْتَجَابَةٌ وَإِنْ كَانَ فَاجِرًا فَفُجُوْرُهُ عَلَى نَفْسِهِ. (مصنف ابن ابی شیبة. کتاب الدعاء، باب فی دعوة المظلوم، جزء۶ صفحہ۴۸) مظلوم کی دعا مقبول ہوتی ہے خواہ وہ بدکار ہی ہو۔ اُس کی بدکاری کا وبال اس کی جان پر ہوگا۔ اگر وہ مظلوم ہو تو اس کی بدی اس کی دعا میں حائل نہیں ہوگی۔ امام بخاریؒ کی روایت میں یہ الفاظ نہیں۔

بَاب ۱۰: مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلَمَتَهُ؟

جس شخص کو کسی شخص کے ظلم کا شکوہ ہے اور ظالم اپنے ظلم کی معافی لے لے تو کیا مظلوم اس کے ظلم کو بیان کر سکتا ہے؟

۲۴۴۹: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيْهِ☆ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَّهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ

۲۴۴۹: آدم بن ابی ایاس نے ہمیں بتایا۔ ابن ابی ذئب نے ہم سے بیان کیا کہ سعید مقبری نے ہمیں بتایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دوسرے☆ کی بے عزتی کی ہو یا کوئی اور ظلم کیا ہو تو چاہیے کہ ظلم کرنے والا اُس سے آج دنیا میں معاف کرالے، پیشتر اس کے کہ جب نہ دینار ہوگا نہ درہم۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو جس قدر مظلوم پر ظلم ہوگا، اس کے مطابق اس کے نیک اعمال سے

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ "لِأَحَدٍ" کا لفظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ۲۹۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ.

لے لیا جائے گا اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ: إِنَّمَا سُمِّيَ الْمَقْبُرِيَّ لِأَنَّهُ كَانَ يَنْزِلُ نَاحِيَةَ الْمَقَابِرِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: وَسَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ هُوَ مَوْلَى بَنِي لَيْثٍ وَهُوَ سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ وَاسْمُ أَبِي سَعِيْدٍ كَيْسَانُ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اسماعیل بن ابی اُوَیس کہتے تھے: (سعید کا) نام مقبری اس لئے ہوا کہ انہوں نے مقبرہ کے پاس ڈیرہ لگا لیا تھا۔ ابوعبداللہ نے کہا: اور سعید مقبری بنی لیث کے آزاد کردہ غلام تھے اور وہ وہی سعید ہیں جو ابوسعید کے بیٹے تھے اور ابوسعید کا نام کیسان ہے۔

طرفہ: ٦٥٣٤۔

تشریح: مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلَمَتَهُ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہلی نصیحت فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ ظالم خود اپنے ظلم کا ازالہ کرے؛ خواہ تلافی کے ذریعہ یا معافی مانگ کر پیشتر اس کے کہ مظلوم اللہ سے جو احکم الحاکمین ہے، فریاد کرے۔ یا کسی دنیوی واسطے سے دادرسی چاہے۔ ورنہ موت کے بعد محاسبہ مذکورہ بالا صورت میں ہوگا کہ ظالم کی نیکیاں مظلوم کے حق میں محسوب ہو کر اس کے گناہوں کا کفارہ ہوں گی اور ظالم اپنی پاداش بھگتے گا۔ لیکن اگر ظالم کے نیک عمل نہ ہوں تو مظلوم کے گناہ کم کر کے اُن کا بار ظالم پر ڈال دیا جائے گا کیونکہ اس نے دنیا میں دوسرے کا حق غصب کیا تھا۔ اِس لئے ظلم کی پاداش میں اس کا حق غصب کیا جائے گا۔ اِس باب کا عنوان حرف استفہام هَلْ سے قائم کیا گیا ہے کہ آیا مظلوم کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی حق تلفی کی صراحت کر کے ظالم کو معافی دے یا مبہم صورت میں معاف کرے اور ایک دفعہ معافی دینے کے بعد ظالم کے خلاف پھر دعویٰ کر سکتا ہے یا نہیں؟ یا اس کے خلاف ظلم کا ذکر یا طعن و تشنیع جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقہاء کے نزدیک مظلوم کے لیے جائز نہیں کہ تلافی ہونے یا معافی دینے کے بعد ظلم کا ذکر کرے اور بعض کے نزدیک جائز ہے اور اس تعلق میں انہوں نے ظلم کی نوعیت میں فرق کیا ہے۔ ظلم مالی بھی ہو سکتا ہے، بدنی بھی اور ہتک عزت کی صورت میں بھی۔ اور اُن کی رائے میں جہاں مالی ظلم ہو، وہاں تلافی کے وقت اُس کی معین صورت ہونی چاہیے تا غصب کیا ہوا مال واپس دلایا جا سکے یا کوئی مالی حق روکا ہوا ہو تو اُس کی تلافی ہو سکے اور اگر غصب کردہ شئے تلف ہو گئی ہو تو جس صورت میں بھی ممکن ہو دِلائی جائے تا ظالم اپنے ظلم کے نتیجہ سے بری الذمہ ہو سکے۔

سعید بن مسیّبؒ استحلال واستبراء کے قائل نہیں تھے۔ اِسْتِحْلَالٌ کے معنے ہیں: ظلم کو حلال قرار دینا یعنی یہ کہنا کہ میری طرف سے غصب کردہ مال حلال ہے۔ اور اِسْتِبْرَآءٌ کے معنے بریت کا اظہار کرنا۔ عطاء بن یسار ہتک عزت، غیبت

وغیرہ اُمور سے بذریعہ معافی استحلال اور استبراء کے قائل تھے۔ اُن کے نزدیک مالی نقصان کی تلافی جب تک نہ ہو ظالم زیربار رہے گا۔ امام مالکؒ کے نزدیک مالی ظلم کا تدارک تو ہوسکتا ہے کیونکہ قرآن مجید فرماتا ہے: وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (الشوریٰ:۴۲تا۴۴) اور جو لوگ اپنی ذات پر ظلم کئے جانے کے بعد مناسب بدلہ لے لیتے ہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے اور زمین میں بغیر کسی حق کے زیادتی کرنے لگ جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دردناک سزا ہوگی اور جس نے صبر کیا اور معاف کیا تو اُس کا یہ کام بڑی ہمت والے کاموں میں سے ہے؛ جو اس کی مضبوطی کا باعث ہوگا۔ اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ہتک عزت کرنے والے ظالم کے وارث کے لئے اس کے ظلم کے تدارک کی کوئی صورت نہیں۔ سوائے اس کے کہ مظلوم ظالم کو خود معاف کردے۔ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر غیبت وغیرہ کا علم اُس شخص کو ہو جائے جس کی نسبت غیبت کی گئی ہے تو غیبت کرنے والا اس سے معافی مانگے، ورنہ استغفار کرے۔ قاسم بن محمدؒ تو جس سے شکایت پیدا ہوتی خود بخود اُس کو معاف کر دیتے۔ یہ انتظار نہ کرتے کہ ان کی غیبت کرنے والا آئے اور معافی طلب کرے۔ علامہ عینیؒ نے محمد بن سیرینؒ سے متعلق واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے ان کی غیبت کی اور پھر وہ ان کے پاس آیا اور معافی طلب کی اور ان سے عرض کیا کہ وہ اس گناہ سے اس کو سبکدوش کردیں۔ انہوں نے جواب دیا: اِنِّيْ لَا اُحِلُّ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلٰكِنْ مَّا كَانَ مِنْ قِبَلِنَا فَاَنْتَ فِيْ حِلٍّ یعنی جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، میں اُسے حلال نہیں کرسکتا لیکن جو بات ہمارے متعلق ہوئی ہے؛ تم اُس میں آزاد ہو۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۲ صفحہ ۲۹۴)

غرض اس قسم کے اختلاف کی وجہ سے عنوان باب میں استفتاء کی صورت پیش کرکے اس کا جواب محذوف کر دیا ہے کہ کوئی معین فتویٰ اس بارے میں صادر نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا تعلق مختلف حالات سے ہے۔

بَاب ۱۱: إِذَا حَلَّلَهُ مِنْ ظُلْمِهِ فَلَا رُجُوْعَ فِيْهِ

مظلوم ظالم کو اس کے ظلم کی معافی دیدے تو پھر وہ اس (بیان) سے رجوع نہیں کرسکتا

۲۴۵۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا (النساء: ۱۲۹) قَالَتِ: الرَّجُلُ

۲۴۵۰: محمد (بن مقاتل) نے ہمیں بتایا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ (انہوں نے کہا:) ہشام بن عروہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آیت وَاِنِ امْرَاَةٌ...... سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے سختی، بدمعاملگی اور عدم توجہی (یا بے رغبتی) کا اندیشہ ہو تو

تَكُوْنُ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا يُرِيْدُ أَنْ يُّفَارِقَهَا فَتَقُوْلُ: أَجْعَلُكَ مِنْ شَأْنِي فِي حِلٍّ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي ذٰلِكَ.

وہ اپنا حق چھوڑ سکتی ہے۔ (حضرت عائشہؓ) کہتی تھیں: کوئی شخص ایسا ہو کہ جس کے نکاح میں ایسی عورت ہے جس سے وہ فائدہ اٹھانے کی امید نہیں رکھتا اور چاہتا ہے کہ اس سے علیحدہ ہو جائے اور وہ عورت اسے کہہ دے: میں تجھے اپنا حق معاف کرتی ہوں تو یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی تھی۔

اطرافہ: ۲۶۹٤، ٤٦۰۱، ٥۲۰٦۔

تشریح: اِذَا حَلَّلَهُ مِنْ ظُلْمِهِ فَلَا رُجُوْعَ فِيْهِ: خُلع بھی ایک عقد لازم ہے۔ ازدواجی زندگی کے حقوق اور ان کی ذمہ داری سے اگر کوئی عورت آزادی حاصل کرنا چاہے یا اپنے حقوق سے دستبردار ہونا چاہے یا خانگی زندگی میں سلجھاؤ کی صورت پیدا کرنے کی غرض سے خاوند کو اپنی باری معاف کردے یا حق مہر چھوڑ کر خُلع حاصل کرلے تو پھر وہ اپنے ازدواجی حقوق کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔ حقوق مظالم کے بارے میں امام بخاریؒ کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر ظلم کرنے والا مظلوم سے کوئی حق معاف کرالے تو پھر مظلوم کا رجوع جائز نہیں اور انہوں نے اس کے لئے اس آیت سے استدلال کیا ہے جو روایت زیر باب میں وارد ہوئی ہے۔ پوری آیت یہ ہے: وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۝ (النساء:۱۲۹) اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے بدمعاملگی یا بے توجہی کا اندیشہ ہو تو اُن دونوں پر گناہ نہیں کہ وہ کسی طریق پر آپس میں صلح کرلیں۔ اور صلح سب سے بہتر ہے۔ اور لوگوں کے نفسوں میں بخل کا خیال پیدا کر دیا گیا ہے اور اگر تم نیک کام کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو (یاد رکھو) جو تم کرتے ہو، اس سے اللہ یقیناً آگاہ ہے۔ یہ ارشاد باری تعالیٰ تدریجی صورت رکھتا ہے۔ اس میں ادنیٰ نیکی سے اعلیٰ نیکی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور ازدواجی تعلقات کی خرابی کا اصل سبب بیان کرکے اس سبب کے دور کرنے کا علاج لطیف پیرایہ میں سمجھایا گیا ہے۔ لفظ نُشُوْزٌ کے معنے ہیں نفرت، بات بات پر بگڑنا اور جھگڑنا۔ اِعْرَاضٌ کے معنے ہیں بے رُخی سے پیش آنا۔ دونوں صورتوں میں سے جب کوئی صورت پیدا ہو تو فرماتا ہے کہ اس کی اصلاح کی جائے اور صلح کوئی گناہ کی بات نہیں کہ اس سے احتراز کیا جائے بلکہ تعلقات کی خوشگواری ایک نہایت اچھی چیز ہے۔ تعلقات بگڑنے کا بڑا سبب شُحِّ نفس ہے۔ شُحّ کے معنے بخل کئے جاتے ہیں جو پورے مفہوم پر حاوی نہیں۔ شُحّ کے معنے ہیں: حرص مال اور خرچ کرنے میں انتہائی تنگی، نہ کھلانا نہ کھانا۔ عورت کا مطالبہ مرد کی قدرت سے زیادہ ہو یا مرد کنجوس ہو اور عورت کی خانگی اور ذاتی ضروریات پوری کرنے میں بخل سے کام لے تو تعلقات میں کھچاؤ پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور بڑھتے بڑھتے نشوز واعراض کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ (النساء:۱۲۹) جب نفوس کا طلب وخواہش اور حرص وکنجوسی کے لحاظ سے آمنا سامنا ہوتا ہے تو اِس تصادم کا نتیجہ فساد ہے۔ جونہی ضرورت پورا کرنے کا سوال پیدا ہوتا ہے؛ شُحِّ نفس

اُبھرتی اور ابھر کر روک بن جاتی اور فساد پھیلاتی ہے۔ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا (النساء:۱۲۹) اگر تم حسن سلوک سے کام لو اور روک پیدا کرنے والے اسباب سے بچو تو نہ جھگڑا پیدا ہو اور نہ تعلقات بگڑیں۔ نہ میاں بیوی کی حق تلفی کرے، نہ بیوی میاں کی، بلکہ صلح و آشتی کی خاطر کسی کو اپنا حق بھی ترک کرنا پڑے تو کردے۔ آیت کا یہ مفہوم مدنظر رکھنے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال کی نوعیت واضح ہو جاتی ہے کہ معاشرت منزلی کی بہتری کے لئے مسئلہ کا ایک اخلاقی پہلو بھی ہے جو فقہی پہلو پر مقدم رہنا چاہیے۔

امام بخاریؒ کے اِستدلال پر بعض شارحین نے اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے ظلم سے سبکدوشی حاصل کرنے کا قیاس جو خلع پر کیا ہے، اُن کا یہ قیاس مع الفارق ہے۔ ابن منیرؒ نے یہ اعتراض ردّ کیا اور کہا ہے کہ یہ استدلال لطیف ہے اور اصلاح ذات البَین کی خاطر اگر کوئی حق چھوڑا جاتا ہے تو پھر ایک دفعہ چھوڑنے کے بعد اس کا مطالبہ اخلاقاً مناسب نہیں۔ امام بخاریؒ کے قیاس کا دارومدار تعلقات کی اصلاح ہے جو بہر حال مقدم ہونی چاہیے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تفسیر آیت سے واضح ہے۔ امام ابن حجرؒ نے بھی ان کے استدلالِ لطیف کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۲۷) مزید دیکھئے کتاب الصلح باب ۴ روایت نمبر ۲۶۹۴۔

بَاب ۱۲ : إِذَا أَذِنَ لَهُ أَوْ أَحَلَّهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ هُوَ

اگر کوئی مظلوم ظالم کو اجازت دے یا معاف کر دے اور یہ نہ بیان کرے کہ وہ (اجازت یا معافی) کتنی ہے؟

۲۴۵۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ فَقَالَ لِلْغُلَامِ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ لَا أُوْثِرُ بِنَصِيْبِي مِنْكَ أَحَدًا قَالَ: فَتَلَّهُ رَسُوْلُ اللهِ

۲۴۵۱: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحازم بن دینار سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی پینے کی چیز دی گئی تو آپؐ نے اس میں سے پیا اور آپؐ کے داہنی طرف ایک لڑکا اور آپؐ کے بائیں طرف عمر رسیدہ لوگ تھے۔ تو آپؐ نے اس لڑکے سے پوچھا: کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں یہ ان کو دے دوں؟ اس لڑکے نے کہا: اللہ کی قسم! نہیں۔ یا رسول اللہ! آپؐ سے جو حصہ مجھے ملا ہے وہ تو میں اپنے آپ کو

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِهِ.

چھوڑ کر کسی اور کو دینے کا نہیں۔ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ نے اس کے ہاتھ میں وہ (پیالہ) رکھ دیا۔

اطرافہُ: ۲۳۵۱، ۲۳۶۶، ۲۶۰۲، ۲۶۰۵، ۵۶۲۰۔

تشریح: اِذَآ اَذِنَ لَـهُ اَوْ اَحَلَّهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ هُوَ: مسئلہ معنونہ کا تعلق باب ۱۰ کے عنوان سے ہے جو استفتاء کی صورت میں قائم کیا گیا ہے۔ امام بخاریؒ نے عنوان قائم کرتے ہوئے جملہ شرطیہ کی صورت میں عنوان رکھا ہے اور عنوان میں اَذِنَ لَهٗ اور اَحَلَّهٗ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یعنی ایک حق جو اخلاقاً قائم ہو چکا ہو؛ اس میں یہ ضروری نہیں کہ مقدار بھی بیان کی جائے۔ جس روایت سے مسئلہ معنونہ کے تعلق میں استدلال کیا گیا ہے؛ وہ کتاب المساقات باب ا روایت نمبر ۲۳۵۱ میں گزر چکی ہے جہاں شارع علیہ السلام کی ہدایت کے تحت ایک اخلاقی حق کا ذکر وارد ہوا ہے اور جس کی آپؐ نے خود بھی پابندی فرمائی ہے۔ اس اخلاقی حق سے متعلق اجازت دینا نہ دینا حق والے کے اختیار میں ہے اور ایسے امور میں یہ بتانا ضروری نہیں کہ اس حد تک اجازت ہے۔ اس باب میں دراصل ان فقہاء کا جواب دیا گیا ہے جو استبراء یا استحلال کا مسئلہ بطور قاعدہ کلیہ حل کرنا چاہتے ہیں۔ اس تعلق میں کتاب العتق تشریح باب ۱۱ روایت نمبر ۲۵۳۷ بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۳: إِثْمُ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ

اس شخص کا گناہ جو کسی زمین سے ناجائز طور پر کچھ لے لے

۲۴۵۲: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ.

۲۴۵۲: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: طلحہ بن عبداللہ نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل نے ان کو بتایا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جس شخص نے کسی زمین سے ناجائز طور پر کچھ لے لیا تو وہ سات زمینیں بن کر اس کے گلے کا طوق ہوگا۔

طرفہُ: ۳۱۹۸۔

۲۴۵۳: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا

۲۴۵۳: ہم سے ابومعمر نے بیان کیا (ابومعمر نے کہا:)

عَبْدُ الوَارِثِ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أُنَاسٍ خُصُوْمَةٌ فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ: يَا أَبَا سَلَمَةَ اجْتَنِبِ الْأَرْضَ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ مِنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ.

طرفہ: ۳۱۹۵۔

ہمیں عبدالوارث نے بتایا کہ ہمیں حسین نے یحيٰ بن ابی کثیر سے روایت کرتے ہوئے بتایا۔ انہوں نے کہا: مجھ سے محمد بن ابراہیم نے بیان کیا کہ انہیں ابوسلمہ نے بتایا کہ اُن کے درمیان اور بعض لوگوں کے درمیان ایک زمین کا جھگڑا تھا۔ انہوں نے اُس کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: اے ابوسلمہ! زمین (ناحق لینے) سے بچے رہنا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص بالشت برابر زمین پر ظلم سے قبضہ کرے گا اس کو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

٢٤٥٤: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِيْنَ.

قَالَ الْفِرَبْرِيُّ: قَالَ اَبُوْ جَعْفَرِ بْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ: قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: هٰذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِخُرَاسَانَ فِيْ كُتُبِ ابْنِ الْمُبَارَكِ اَمْلَى عَلَيْهِمْ بِالْبَصْرَةِ.

طرفہ: ۳۱۹۶۔

۲۴۵۴: مسلم بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ عبداللہ بن مبارک نے ہم سے بیان کیا کہ موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی زمین سے اپنے حق کے بغیر کچھ لیا وہ قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنستا چلا جائے گا۔

فربری نے کہا کہ ابوجعفر بن ابی حاتم (ورّاق) نے کہا کہ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: یہ حدیث خراسان میں (عبداللہ) بن مبارک کی کتب میں نہیں ہے۔ انہوں نے بصرہ میں ان کو (یہ حدیث) لکھوائی۔

تشریح: **اِثْمُ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِّنَ الْاَرْضِ:** سابقہ ابواب بطور تمہید ہیں۔اب مظالم کی نوعیت سے متعلقہ مسائل شروع ہیں۔تنازعات ظلم وتعدی کا بیشتر حصہ غصب اراضی سے تعلق رکھتا ہے۔زیر باب تین حدیثیں منقول ہیں۔ان میں سے دو کا تعلق اس ظلم کی شدت سے ہے جس کا اظہار سات زمینوں کا طوق ڈالے جانے سے کیا گیا ہے۔یہ تمثیلی اسلوب بیان ہے۔اس تعلق میں دیکھئے کتاب الزکوۃ باب۳ روایت نمبر۱۴۰۳، کتاب بدء الخلق باب۲ روایات نمبر۳۱۹۵۔زمین بہت سی خیرات و برکات کا مخزن ہے اور ضروریاتِ زندگی کا ایسا کفیل جو نہ ختم ہونے والا ہے۔اس کے چھین لینے کے یہ معنی ہیں کہ ایک کنبے کے کئی افراد کو غیر محدود عرصہ کے لئے ایک نہ ختم ہونے والے ذریعہ معاش سے محروم کر دیا جائے۔اس لئے اس ظلم کی شدت ذہن نشین کرنے کی غرض سے اس کی پاداش تمثیلاً بیان کی گئی ہے۔علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: **يَكُوْنُ كَالطَّوْقِ فِيْ عُنُقِهٖ لَا اَنَّهٗ طُوِّقَ حَقِيْقَةً.** یعنی طوق گردن ایک مثال ہے۔اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ فی الواقع زمینیں گردن میں ڈالی جائیں گی۔اس مفہوم کی تائید تیسری روایت (نمبر۲۴۵۴) کرتی ہے۔جس میں لفظ طوق کی جگہ خَسف ہے۔خَسف کے معنے ہیں: زمین میں دھنسنا، ہلاکت وذلت۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۳۰)

أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ......: باب کی پہلی روایت سے متعلق شارحین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل قریشی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور وہ ابتداء میں مسلمان ہوئے تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔مروان کے عہد امارت میں اروٰی بنت اویس نے شکایت کی کہ حضرت سعیدؓ نے ان کا ایک قطعہ زمین جو عقیق وادی میں واقع ہے اپنی اراضی میں شامل کر لیا ہے۔مروان نے قریش کے چند آدمی بھیجے کہ انہیں سمجھائیں۔حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے زمین اسے دے دی اور کہا کہ یہ راست گوئی سے کام نہیں لے رہی۔اللہ تعالیٰ اسے اندھا کر کے ہلاک کرے گا اور اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔چنانچہ آخر عمر میں اَروٰی کی بینائی جاتی رہی اور وہ اپنے ہی کنوئیں میں گر کر مر گئی۔حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث بھی بیان کی جس کا ذکر روایت نمبر۲۴۵۲ میں ہے۔عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہیں مروان نے اَروٰی کا جھگڑا چکانے کے لئے بھیجا تھا۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۱۲۹، ۱۳۰) (عمدۃ القاری جزء۱۲صفحہ۲۹۸)
مذکورہ بالا تمثیل کے تعلق میں کتاب الزکوۃ تشریح باب۲۸ روایت نمبر۱۴۴۳ بھی دیکھئے۔

لَيْسَ بِخُرَاسَانَ فِيْ كُتُبِ ابْنِ الْمُبَارَكِ: عبداللہ بن مبارک شیخ بخاریؒ نے جو کتابیں خراسان میں تالیف کیں اُن میں مذکورہ بالا حدیث نہ تھی۔بصرہ میں انہوں نے اپنے شاگردوں کو لکھائی۔صحیح بخاریؒ کے بعض نسخوں میں **قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ** سے پہلے کے یہ الفاظ نہیں ہیں: **قَالَ الْفَرْبَرِيُّ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرِ بْنُ أَبِي حَاتِمٍ......** فربری کا قول ہے کہ ابو جعفر محمد بن ابی حاتم وراق نے انہیں بتایا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے مذکورہ بالا حدیث بیان کی۔ (دیکھئے صحیح البخاری مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، زیر باب ھذا) یہ ابو جعفر امام موصوفؒ کے کاتب تھے اور ان کا پیشہ کاغذوں کی صنعت اور تجارت تھی۔جس کی وجہ سے وہ ورّاق کے نام سے مشہور ہوئے۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۱۳۱)

شارحین نے مذکورہ بالا باب قائم کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اکثر احناف اشیائے منقولہ پر جو چھینی جاسکتی ہیں، غصب کا اطلاق کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک غیر منقولہ پر اس لفظ کا اطلاق نہیں ہوتا جو درست نہیں۔
(عمدۃ القاری جزء۱۲ صفحہ ۲۹۸، ۲۹۹) (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۳۰)

بَاب ١٤ : إِذَا أَذِنَ إِنْسَانٌ لِآخَرَ شَيْئًا جَازَ

جب کوئی انسان دوسرے کو کسی امر کی اجازت دے تو وہ کرسکتا ہے

٢٤٥٥: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ: كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فِي بَعْضِ أَهْلِ الْعِرَاقِ فَأَصَابَنَا سَنَةٌ فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَمُرُّ بِنَا فَيَقُوْلُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْإِقْرَانِ إِلَّا أَنْ يَّسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ.

اطرافهُ: ٢٤٨٩، ٢٤٩٠، ٥٤٤٦.

۲۴۵۵: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ جبلہ (بن سُحَیم) سے روایت ہے کہ (انہوں نے کہا:) مدینہ میں ہم عراقیوں میں شمار ہوتے تھے۔ ہم پر قحط آیا۔ ابن زبیر ہمیں کھجوریں کھانے کو دیا کرتے تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے گذرتے تو کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودو کھجوریں اکٹھی کھانے سے منع فرمایا ہے۔ البتہ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے اجازت لے لے۔

٢٤٥٦: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ: أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ كَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَقَالَ لَهُ أَبُوْ شُعَيْبٍ: اصْنَعْ لِي طَعَامَ خَمْسَةٍ لَّعَلِّي أَدْعُو النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ وَأَبْصَرَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۲۴۵۶: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت ابومسعودؓ سے روایت کی کہ کسی انصاری شخص کا، جسے ابوشعیبؓ کہتے تھے ایک غلام تھا جو قصّاب تھا۔ ابوشعیبؓ نے اُسے کہا: میرے لئے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرو۔ شاید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دوں۔ آپؐ سمیت پانچ آدمی ہوں گے اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ الْجُوعَ فَدَعَاهُ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ لَّمْ يُدْعَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هَذَا قَدِ اتَّبَعَنَا أَتَأْذَنُ لَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ.

کے چہرے سے معلوم کیا کہ آپؐ کو بھوک ہے۔ چنانچہ اُس نے آپؐ کو کھانے کے لئے بلایا اور ان کے ساتھ ایک اور آدمی ہولیا جو بلایا نہ گیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بھی ہمارے ساتھ آ گئے ہیں۔ کیا تم انہیں اجازت دیتے ہو؟ اُس نے کہا: ہاں۔

اطرافہُ: ۲۰۸۱، ۵۴۳۴، ۵۴۶۱۔

تشریح: اِذَآ اَذِنَ اِنْسَانٌ لِّاٰخَرَ شَيْئًا جَازَ: ظلم کا ایک ادنیٰ سا شائبہ بھی انسان کے عمل میں نہ ہونا چاہیے تا کہ اس کا عمل ظلم کی ہر قسم کی آمیزش سے پاک وصاف ہو۔ یہی مفہوم ہے تزکیہ نفس کا۔ بعض باتیں بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر وہ معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دی جائیں تو اُنہیں سے ظلم کا بیج نفس میں بویا جاتا ہے جو بڑھتا ہے اور بڑھ کر بڑی بڑی باتوں میں اپنا اثر نمایاں کرتا ہے۔ مثلاً چند آدمیوں کے سامنے پھل رکھے گئے ہیں۔ اگر کوئی بجائے ایک دانہ انگور یا کھجور اُٹھانے کے دو دو دانے اُٹھاتا ہے تو یہ حرکت گو معمولی ہے لیکن حرص کو ظاہر کرتی ہے اور اس میں دوسروں کی حق تلفی ہے اور ناشائستگی بھی۔ شارع اسلام نے یہ حرکت ناپسند کی اور ہدایت فرمائی کہ دوسروں سے اجازت لے لی جائے تو مضائقہ نہیں ورنہ یہ فعل ایک ظلم ہوگا جو دنایت اور حرص کو ظاہر کرنے والا ہے اور یہ حرص ہی بڑے بڑے مظالم کا باعث ہوتی ہے۔ باب کا یہی مفہوم واضح کرنے کی غرض سے دو روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

بَاب ۱۵: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى: وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (البقرة:۲۰۵)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: وہ جھگڑالو ہے

۲۴۵۷: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ.

۲۴۵۷: ابوعاصم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے ابن ابی ملیکہ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: آدمیوں میں سب سے زیادہ قابلِ نفرت اللہ کے نزدیک وہ آدمی ہے جو جھگڑالو ہو۔

اطرافہُ: ۴۵۲۳، ۷۱۸۸۔

تشریح: قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ: عنوان باب آیت کریمہ سے قائم کیا گیا ہے۔ گویا یہاں سے نیا مضمون شروع ہوتا ہے جو بعد کے ابواب سے تعلق رکھتا ہے۔ پوری آیت یہ ہے: وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ○ وَاِذَا تَوَلّٰى

سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَO وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ط وَلَبِئْسَ الْمِهَادُO (البقرہ:۲۰۵ تا ۲۰۷) اور بعض آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی باتیں اس دنیا کی زندگی سے متعلق تجھے پسندیدہ معلوم ہوتی ہیں اور وہ بات کرتے وقت اللہ کو اس (اخلاص) پر جو ان کے دل میں ہے، گواہ ٹھہراتے جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ (درحقیقت) سب جھگڑالوؤں سے زیادہ جھگڑا کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور جب حاکم ہو جاتے ہیں تو فساد پیدا کرنے اور کھیتی باڑی اور مخلوق کو ہلاک کرنے کی غرض سے سارے ملک میں دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فساد پسند نہیں کرتا۔ اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تو عزت کی پچ انہیں گناہ پر اُبھارتی ہے۔ ایسے شخص کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ یقیناً بہت برا ٹھکانہ ہے۔ مظالم کے تعلق میں محولہ بالا آیت اس لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے کہ ظلم کے بواعث میں سے دنیا کی حرص کے علاوہ حکمرانی کا غرور بھی ہے۔ پہلی آیت کا تعلق دنیا کی حرص سے اور دوسری آیت کا تعلق حکومت کے غرور سے ہے۔ دونوں انسان کو اندھا کر دیتے ہیں۔ جس سے وہ غیروں کے حقوق پامال کرنے پر دلیر ہو جاتا ہے اور یہ حرص اور غرور قوائے عطیہ اور جذبات نفسانیہ پر اس قدر غالب ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خوف دل سے اٹھ جاتا ہے اور اگر سمجھایا جائے تو ظالم اسے اپنی عزت نفس کے خلاف سمجھ کر اور زیادہ بگڑتا ہے۔

اَلَدُّ الْخِصَامِ ۔ اَلَدُّ لِدٌّ یا لَدَدٌ سے ہے جس کے معنے ہیں سختی سے جھگڑنا۔ اَلَدُّ اَفْعَلُ کے وزن پر اسم تفضیل ہے؛ پرلے درجے کا جھگڑالو۔ لَدِیْدٌ کے معنے ہیں: کان سے نچلا گردن کا حصہ اور تَلَدَّدَ کے معنی ہوتے ہیں: گردن دائیں بائیں پھیری۔ جیسے ایک جھگڑالو جھگڑے کے وقت ادھر ادھر اپنی گردن پھیرتا ہے۔ جس جہت سے بھی دلائل دے کر اسے سمجھانے کی کوشش کی جائے۔ اسی جہت سے وہ اپنا مطلب نکالنا چاہتا ہے اور ہٹ نہیں چھوڑتا۔ (لسان العرب-لدد)

حدیث نبویؐ میں ایسا شخص نہایت ہی قابل نفرت قرار دیا گیا ہے۔ ایسے حریص مغرور اور ضدی شخص سے ظلم کے تعلق میں جس قسم کے افعال صادر ہوتے ہیں اُن کی تفصیل ابواب ذیل میں بیان کی گئی ہے۔ ان میں سے قابل ذکر دو نقص باب ۱۶، ۱۷ میں بیان کئے گئے ہیں۔

بَاب ۱۶ : إِثْمُ مَنْ خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ

اُس شخص کا گناہ جو باطل سے متعلق جھگڑا کرے، وہ جانتا ہو کہ یہ باطل ہے

۲۴۵۸ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّهَا أُمَّ سَلَمَةَ

۲۴۵۸: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ابراہیم بن سعد نے مجھے بتایا۔ انہوں نے صالح (بن کیسان سے،) صالح نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے خبر دی۔ حضرت زینب بنت ام سلمہ نے انہیں بتایا

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ سَمِعَ خُصُوْمَةً بِبَابِ حُجْرَتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأْتِيْنِي الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُوْنَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَدَقَ فَأَقْضِيَ لَهُ بِذٰلِكَ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ لِيَتْرُكْهَا.

کہ اُن کی ماں حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جو نبی ﷺ کی زوجہ تھیں، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ آپؐ نے اپنے حجرہ کے دروازے پر کچھ جھگڑا سنا۔ تو آپؐ اُن آدمیوں کے پاس آئے اور آپؐ نے فرمایا: میں ایک بشر ہی ہوں اور میرے پاس ایک فریق آتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی دوسرے سے اپنے مطلب کو زیادہ خوبی سے بیان کرنے والا ہو اور میں سمجھ لوں کہ اس نے سچ کہا ہے اور اس کے بیان پر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ اس لئے اگر میں نے ایک شخص کو کسی مسلم کا حق (ناواجب طور پر) دِلانے کا فیصلہ کر دیا تو یقین کرلو کہ وہ صرف آگ کا ہی ایک ٹکڑا ہے جو اُسے دیا جارہا ہے۔ چاہے اسے لے لے، چاہے اسے چھوڑ دے۔

اطرافہ: ٢٦٨٠، ٦٩٦٧، ٧١٦٩، ٧١٨١، ٧١٨٥۔

تشریح: اِثْمُ مَنْ خَاصَمَ فِيْ بَاطِلٍ وَّهُوَ يَعْلَمُهُ: باب۱۵ میں جس شخص کا ذکر تھا، اس باب میں ایسے ہی شخص کے متعلق ایک بات بتائی گئی ہے کہ وہ دوسروں کا حق مارنے کے لئے چرب زبانی سے کام لیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ایسا شخص جو اپنی چرب زبانی اور چالاکی سے کسی کا حق لیتا ہے تو گویا وہ آگ مول لیتا ہے یعنی فساد کی بنیاد ڈالتا ہے۔ جس کے بدنتائج آگ کی طرح تباہ کن ہوں گے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس کے حق میں فیصلہ دے دینا بھی اُس کے لئے جواز کی صورت پیدا نہیں کرسکتا۔

بَاب١٧: إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ

جب کوئی جھگڑے اور گالی دے

٢٤٥٩: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

۲۴۵۹: بشر بن خالد نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سلیمان سے، سلیمان نے عبداللہ بن مرّہ سے، عبداللہ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عبداللہ بن عمرو

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا أَوْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْ أَرْبَعٍ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

اطرافهُ: ٣٤، ٣١٧٨.

رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جس میں چار خصلتیں ہوں وہ منافق ہے یا جس میں چار میں سے ایک خصلت پائی جاتی ہو تو اُس میں نفاق کی بھی ایک خصلت ہوگی، جب تک کہ وہ اُسے چھوڑ نہ دے۔ جب بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا۔ جب وعدہ کرے گا تو خلاف ورزی کرے گا۔ اور جب عہد کرے گا تو دھوکا دے گا۔ اور جب جھگڑے گا تو بدزبانی کرے گا۔

تشریح: **اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ:** اس باب میں باب ۱۵ میں بیان شدہ شخص کے بارے میں مزید امر کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ایسے شخص کے اخلاق بگڑ جائیں گے؛ جس سے وہ ایک قیمتی سرمایہ زندگی گنوا دے گا۔ جھگڑا کرنے میں نہ صرف یہ کہ بدزبانی پر اُتر آئے گا بلکہ وہ نفاق جیسے مرض میں بھی مبتلا ہوگا جو گھن کی طرح اُس کے سارے اخلاق کو تباہ کر دے گا۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الایمان باب ۲۴ روایت نمبر ۳۳، ۳۴۔

بَاب ١٨: قِصَاصُ الْمَظْلُوْمِ إِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِهِ

مظلوم کا بدلہ لینا جب وہ اپنے ظالم کا مال پائے

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ: يُقَاصُّهُ وَقَرَأَ: وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ (النحل: ١٢٧)

اور (محمد) بن سیرین نے کہا: اس سے اپنا حق برابر لے لے۔ اور یہ آیت پڑھی: اگر تم سزا دو تو اتنی سزا دو جتنی کہ تم کو تکلیف دی گئی تھی۔

٢٤٦٠: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيْكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ

۲۴۶۰: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے روایت ہے۔ (انہوں نے کہا:) عروہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: ہند بنت عتبہ بن ربیعہ آئیں۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ابوسفیان بہت بخیل آدمی ہے۔ تو کیا مجھ پر کوئی گناہ ہے اگر میں اُس کے مال

عِيَالَنَا؟ فَقَالَ: لَا حَرَجَ عَلَيْكِ أَنْ تُطْعِمِيْهِمْ بِالْمَعْرُوْفِ.

سے اپنے بچوں کو کھلاؤں؟ آپؐ نے فرمایا: یہ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم انہیں دستور کے مطابق کھلاؤ۔

اطرافہُ: ۲۲۱۱، ۳۸۲۵، ۵۳۵۹، ۵۳٦٤، ۵۳۷۰، ٦٦٤١، ۷۱٦۱، ۷۱۸۰۔

۲٤٦۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيْدُ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قُلْنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَّا يَقْرُوْنَنَا فَمَا تَرَى فِيْهِ فَقَالَ لَنَا: إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأُمِرَ لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلُوْا فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ.

۲۴۶۱: عبداللہ بن یوسف نے ہمیں بتایا کہ لیث نے ہم سے بیان کیا، کہا: یزید نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوالخیر سے، ابوالخیر نے عقبہ بن عامر سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: ہم نے نبی ﷺ سے کہا: آپؐ ہمیں باہر بھیجتے ہیں اور ہم ایسے لوگوں کے پاس اترتے ہیں جو ہماری ضیافت نہیں کرتے۔ آپؐ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اگر تم کسی قوم کے پاس اُترو۔ پھر جو مہمان کیلئے چاہیے، اُتنا تمہارے لئے کردیں تو تم قبول کرو اور اگر نہ کریں تو پھر اُن سے مہمان کا حق لو۔

طرفہُ: ٦۱۳۷۔

تشریح: قِصَاصُ الْمَظْلُوْمِ اِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِهٖ: فقہاء نے قصاصِ مظالم کے متعلق یہ سوال اُٹھایا ہے کہ کیا مظلوم جب اُسے موقع ملے ظلم کا بدلہ خود بخود لے سکتا ہے یا نہیں؟ عنوانِ باب میں محمد بن سیرینؒ کا فتویٰ اثبات میں بحوالہ آیت نقل کیا ہے: وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ط وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ O (النحل:۱۲۷) اگر تم (زیادتی کرنے والوں کو) سزا دو تو جتنی تم پر زیادتی کی گئی ہے، اُتنی ہی سزا دو اور اگر تم صبر کرو گے تو صبر کرنے والوں کے حق میں یہ امر بہتر ہوگا۔ اس حوالے سے افراد کو قصاص لے لینے کا حق ظاہر ہوتا ہے کہ موقع ملے تو جتنا کسی کا مال مویشی غصب ہوا ہو، ظالم کے مال مویشی سے لے لے۔ یہ فقہی مسئلہ اَلظَّفَرُ کے نام سے مشہور ہے۔ اس لفظ کے معنے ہیں: موقع پانا، قدرت حاصل ہونا۔ شارحین کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ کا رجحان امام محمد بن سیرینؒ کے مذہب کی تائید میں ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۳۴) مگر یہ درست نہیں۔ عنوانِ باب شرطیہ ہے اور اس کا جواب محذوف ہے۔ جس سے نہ امام موصوف کا قبول ثابت ہے نہ عدم قبول۔ باب کے تحت جو دو روایتیں نقل کی گئی ہیں اُن کا تعلق مظالم والے حقوق سے نہیں۔ ان کا تعلق ان حقوق سے ہے جو عرفِ عام سے متعلق ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ محمد بن سیرین کی رائے سے متفق نہیں۔ اس تعلق میں باب ٦ و باب ۱۰ بھی دیکھئے۔

امام ترمذیؒ نے بھی اس بارہ میں روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض صحابہ کو زکوۃ وصول کرنے کی غرض سے قبائل کی طرف بھیجتے تو نہ وہ زکوۃ دیتے اور نہ مہمان نوازی کرتے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

اس امر کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا: اِنْ اَبَوْا اِلَّا اَنْ تَأْخُذُوْا كُرْهًا فَخُذُوْا[1] اگر وہ انکار کریں تو حق ضیافت ان سے لے لو۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۸) اس سے ظاہر ہے کہ مہمان نوازی کا حق ان حقوق میں سے ہے جو عرفِ عام کے مطابق واجب ہے۔ لیثؒ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اس حق کا تعلق اہل بادیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ سنت مؤکدہ ہے۔ غرض فقہاء نے اس حق پر قیاس کر کے حقوق مظالم کے تعلق میں مختلف فتوے دیئے ہیں۔ جن کا ملخص یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا حق غصب شدہ ہو تو وہ موقع پانے پر اپنا حق لے سکتا ہے۔ لیکن جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ حق ضیافت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ ان دونوں کی نوعیت میں فرق ہے۔ حق ضیافت سے متعلق بھی فقہاء متفق نہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اضطراری حالت میں ضیافت کا حق لیا جا سکتا ہے اور اُن میں سے ایک فریق کی یہ رائے ہے کہ ایسی صورت میں مہمان معاوضہ اَدا کرے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ اجازت اوائل اسلام میں دی گئی تھی جو فتوحات کے بعد منسوخ ہوئی۔ صحیح مسلم میں ابوشریح کی ایک روایت منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میزبان پر مہمان نوازی کا حق ایک دن رات کے لئے مقرر فرمایا ہے[2] مگر یہ حق واجب نہیں بلکہ بطور نوازش ہے۔ حضرت مقدام بن معدی کربؓ کی مرفوع روایت میں یہ الفاظ ہیں: اَيُّمَا رَجُلٍ اَضَافَ قَوْمًا فَاَصْبَحَ الضَّيْفُ مَحْرُوْمًا فَاِنَّ نَصْرَهٗ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حَتّٰى يَأْخُذَ بِقِرَى لَيْلَةٍ مِنْ زَرْعِهٖ وَمَالِهٖ. (ابو داؤد. كتاب الاطعمة، باب ماجاء في الضيافة) یعنی جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ہو، اور وہ مہمانی سے محروم رہے تو ہر مسلم پر اُس کی مدد واجب ہے اور وہ ایک رات کی مہمان نوازی کا حق اس کی کھیتی یا اس کی جائیداد سے لے سکتا ہے۔ ایک دوسرے فریق کی یہ رائے ہے کہ مذکورہ بالا ارشاد کا تعلق محصّلین زکوٰۃ کے حق ضیافت سے خاص ہے عام نہیں۔ اُس وقت تک بیت المال کا انتظام نہ تھا۔ بیت المال کے قیام کے ساتھ وہ وقتی اجازت موقوف ہو گئی۔ غرض جب حق ضیافت کے بارے میں اس قدر اختلاف ہے تو حقوق مظالم کے تعلق میں مدار قیاس نہیں بنایا جا سکتا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک حقوق مظالم کا تصفیہ صرف قاضی ہی کے ذریعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ ائمہ وفقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مذکورہ بالا اجازت محدود ہے اور اس کا تعلق صرف مالی حقوق کے قصاص سے ہے، تعزیرات بدنی سے نہیں۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک صرف ایسے حقوق سے مشار الیہ اجازت کا تعلق ہے جو عرف عام کے تحت آتے ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۳۴، ۱۳۵) (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۸، ۹)

بَاب ۱۹: مَا جَاءَ فِي السَّقَائِفِ

منڈووں (چوپال) کی نسبت جو مروی ہے

وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فِي سَقِيْفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ بنی ساعدہ کے سقیفہ (چوپال) میں بیٹھے۔

---

[1] (ترمذى، كتاب السير عن رسول الله، باب ما يحل من أموال أهل الذمة)

[2] (مسلم كتاب اللقطة، باب الضيافة ونحوها)

۲۴۶۲: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ وَأَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ: عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ: حِيْنَ تَوَفَّى اللهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْأَنْصَارَ اجْتَمَعُوْا فِي سَقِيْفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: انْطَلِقْ بِنَا فَجِئْنَاهُمْ فِي سَقِيْفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ.

۲۴۶۲: یحییٰ بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔انہوں نے کہا: ابن وہب نے مجھ سے بیان کیا۔کہتے تھے: مالک نے مجھے بتایا۔اور یونس نے مجھے خبر دی۔ (ان دونوں نے) ابن شہاب سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے مجھے بتایا کہ حضرت ابن عباسؓ نے انہیں خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: جب اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دی تو انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ میں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا: ہمارے ساتھ چلیں اور ہم اُن کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں گئے۔

اطرافہُ: ۳۴۴۵، ۳۹۲۸، ۴۰۲۱، ۶۸۲۹، ۶۸۳۰، ۷۳۲۳۔

تشریح: مَا جَآءَ فِي السَّقَآئِفِ: سَقِيْفَة کے معنے ہیں چھتی ہوئی جگہ جو گھر میں بطور دالان، ڈیوڑھی یا چوپال استعمال ہو۔ جہاں ملاقاتی وغیرہ آئیں یا رہگذر شدت گرمی کی وجہ سے وہاں آرام کریں۔عرب ممالک میں ایسے سقیفے (چوپال) اب بھی موجود ہیں۔اس باب سے سابقہ مضمون ختم کیا گیا ہے اور اب خاص حقوق کا ذکر آئے گا۔بعض شارحین کا خیال ہے کہ چونکہ ایسی جگہیں مکان سے ملحق شارع عام پر واقع ہوتی ہیں اور اس میں کسی کی حق تلفی نہیں بلکہ اُن کے بنانے کی غرض ہی یہی ہوتی ہے کہ لوگ وہاں آئیں اور ایک دوسرے سے ملیں جلیں۔ چوپال، بیٹھک، دیوان خانہ اور منڈوا ایسے مقام ہیں جن کا تعلق رفاہ عامہ سے ہے۔شادی بیاہ کے موقع پر ان سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔جھگڑے چکانے کے لئے پنچائت بھی ایسی جگہوں میں آ کر بیٹھتی ہے۔ان جگہوں کی تعمیر میں کسی کی حق تلفی کا سوال پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس حقوق کی حفاظت ونگرانی میں ایسی جگہیں کارآمد ہوتی ہیں کہ وہاں آنے جانے والے لوگوں سے حالات معلوم ہوتے رہتے ہیں اور یہ واقفیت بھی تعلقات کی استواری میں مد ہوتی ہے۔سقیفہ بنی ساعدہ بھی اسی قسم کی ایک جگہ تھی؛ جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتخاب خلافت عمل میں آیا۔

عنوان باب مَا جَآءَ فِي السَّقَآئِفِ کی ترکیب عمومیت پر دلالت کرتی ہے۔اس لئے اس کا تعلق کسی خاص مسئلہ سے نہیں اور یہ باب بطور فصل ہے۔اس کے بعد جو باب ہے اس کا تعلق خاص حقوق سے ہے جبکہ سقیفہ کا تعلق عام حقوق معاشرہ سے ہے۔شارحین کی یہ رائے ہے کہ عنوان باب واوِ عاطفہ سے سابقہ ابواب کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے اور اس میں صرف ایک ہی روایت کا حوالہ ہے جس کا تعلق رفاہ عامہ سے ہے۔محولہ بالا روایت خود امام بخاریؒ نے کتاب الاشربة (باب الشرب

من قدح النبی و آنیته، روایت نمبر۵۶۳۷) میں حضرت سہل بن سعد انصاریؓ سے مفصل نقل کی ہے۔ساعدہ کعب بن خزرج انصاری کا خاندان تھا۔عربی میں شیر کے بہت سے نام ہیں جن میں سے ایک ساعدہ بھی ہے۔اس خاندان کے محلے میں جو منڈوا(چوپال) بنایا گیا تھا۔ساعدہ نامی شخص کے نام سے مشہور ہوا اور بیٹھک کے لئے استعمال ہوتا تھا۔
(عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۹)

بَاب ٢٠ : لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهِ

کوئی پڑوسی، پڑوسی کو اپنی دِیوار میں لکڑیاں گاڑنے سے نہ روکے

٢٤٦٣ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَمْنَعْ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَهُ فِي جِدَارِهِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُو هُرَيْرَةَ: مَا لِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ وَاللهِ لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ.

اطرافہ: ٥٦٢٧، ٥٦٢٨.

۲۴۶۳: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دِیوار میں لکڑیاں گاڑنے سے نہ روکے۔اس کے بعد حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے: مجھے کیا ہے کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم اس بات سے منہ پھیرتے ہو۔اللہ کی قسم! میں ضرور اس حدیث کو تمہارے کندھوں کے درمیان پھینکتا رہوں گا۔

تشریح: **لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ اَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهِ:** اس باب میں ایک خاص حق کا ذکر کیا گیا ہے جو بسا اوقات جھگڑے کا باعث بنتا ہے۔دو اشخاص کے مکانوں کے درمیان ایسی دیوار میں تصرف کرنا جس کے بنانے پر صرف ایک ہی پڑوسی کا خرچ ہوا ہو اور وہ اسی کی ملکیت ہو۔اس بارے میں فقہاء نے یہ سوال اُٹھایا ہے۔آیا پڑوسی کی دیوار پر بغیر مالک کی اجازت کے شہتیر رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح بغیر اجازت تختیاں یا کھونٹیاں نصب کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر مالک اجازت نہ دے تو کیا شریعت اس میں جبراً تصرف کرنے کا حق دیتی ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔امام احمد بن حنبلؒ اور اسحٰق (بن راہویہ) وغیرہ کا اس بارے میں فتویٰ مذکورہ بالا حدیث کے ظاہری الفاظ سے مطابق ہے مگر امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مشہور مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ مالک دیوار کی رضامندی ضروری ہے اور اگر وہ اجازت نہ دے تو وہ مجبور نہیں کیا جاسکتا۔یہی مذہب احناف کا ہے۔اِرشاد لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ وجوب پر دلالت نہیں کرتا بلکہ مندوب ہے۔مالک دیوار کو صرف تلقین کی گئی ہے کہ اسے ہمسایہ سے نیک تعلقات قائم کرنے میں سخاوت نفس سے کام لینا چاہیے۔اس ارشاد سے ہمسائے کو دیوار میں جبراً تصرف کرنے کا حق نہیں پیدا ہوتا۔
(فتح الباری جزء۵صفحہ۱۳۷)(عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۱۰،۱۱)

موطأ اور سنن ابی داؤد وغیرہ کتب احادیث میں محولہ بالا حدیث مختلف الفاظ سے منقول ہے۔ کسی میں اَلْخَشَبُ ہے جو جمع کا صیغہ ہے اور کسی میں مفرد لفظ اَلْخَشَبَةُ [۱] ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی روایت میں لَا یَمْنَعَنَّ کا لفظ ہے [۲] جو نفی تاکید کا صیغہ ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۳۶، ۱۳۷)

وَاللّٰهِ لَاَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ اَكْتَافِكُمْ: بعض روایتوں میں بجائے اکتاف (کندھوں) بَيْنَ اَكْنَافِكُمْ ہے۔ كَنَفٌ بمعنی پہلو اور لَاَرْمِيَنَّ بِهَا کی جگہ لَاُلْقِيَنَّهَا [۳] یعنی بات بار بار ڈالتا رہوں گا تا کہ غفلت سے بیدار رہوں۔ جیسے ایک غافل انسان بار بار ہوشیار کیا جاتا ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: لَاَضْرِبَنَّ بِهَا بَيْنَ اَعْيُنِكُمْ وَاِنْ كَرِهْتُمْ [۴] میں تمہاری آنکھوں کے سامنے یہ بات پھینکتا رہوں گا خواہ تم برا مانو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ والوں کو ان الفاظ سے ان دنوں مخاطب کیا جب مروان نے انہیں اپنی غیر حاضری میں امیر مدینہ مقرر کیا تھا۔ خطابیؒ کا قول ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی مراد یہ ہے کہ مدینہ کے لوگوں میں سے اگر کوئی اپنے ہمسائے کو نیک سلوک سے محروم کرے گا تو وہ لکڑی جس کے دیوار پر رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی، مالک کے کندھوں پر رکھوں گا۔ گویا یہ تنبیہ میں مبالغہ کی صورت ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۳۷، ۱۳۸) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۱۰)

امام ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ نے حضرت عمرؓ کے بعض فیصلے نقل کئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ انہوں نے شکایت کا علم ہونے پر ہمسایہ کو اسی قسم کا حق ہمسائیگی حکماً دلوایا۔ اُن کے اس تعامل پر امام شافعیؒ کی پہلے یہی رائے تھی کہ یہ حق واجب ہے لیکن بعد میں انہوں نے یہ رائے تبدیل کی اور فتویٰ دیا کہ یہ حق واجب نہیں بلکہ مندوب ہے۔ یہی جمہور کا مذہب ہے۔ امام بخاریؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ قطع نظر اس بحث کے کہ یہ امر واجب ہے یا مندوب؛ اولوالامر کا فرض ہے کہ معاشرہ کے تعلقات کی استواری قائم رکھیں اور ان کی عمدہ تربیت کی نگرانی کرتے رہیں تا امن عامہ میں کسی قسم کا رخنہ پیدا نہ ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ضحاک بن خلیفہ رضی اللہ عنہ کی شکایت پر فیصلہ کیا کہ محمد بن سلمہؓ کی زمین سے پانی کی نالی حکماً نکلوائی جائے جبکہ انہوں نے انکار کیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ ہمسائے کے کھیت میں پانی پہنچانے کی غرض سے نالی ضرور گزرے گی خواہ تمہارے پیٹ پر سے ہی گزارنی پڑے۔ آپؓ کے الفاظ یہ ہیں: **وَاللّٰهِ لَيَمُرَّنَّ بِهِ وَلَوْ عَلَى بَطْنِكَ.** (مؤطا امام مالک، کتاب الاقضية، باب القضاء فی المرفق)

حقوق ہمسائیگی سے متعلق صرف یہی ایک حدیث نہیں بلکہ اور بھی ارشادات نبویہ ہیں جن میں سے ایک ارشاد کے الفاظ یہ ہیں: **مَا زَالَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ.** (بخاری کتاب الادب، باب الوصاة بالجار، روایت نمبر ۶۰۱۵) جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑوسی کے بارے میں مجھے تاکید کرتے

[۱] (سنن ابی داؤد، کتاب الاقضية، باب من القضاء)
[۲] (مسند احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة، جزء۲ صفحه ۲۳۰)
[۳] (سنن ابی داؤد، کتاب الاقضية، باب من القضاء)
[۴] (التمهيد لابن عبد البر، حديث ثالث لابن شهاب عن عبد الرحمن الأعرج، جزء۱۰ صفحہ ۲۲۹)

رہے یہاں تک کہ میں سمجھا کہ اب وہ اسے وارث قرار دینگے۔ اور یہ ارشاد بھی ہے: مَا يُؤْمِنُ مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَجَارُهُ طَاوٍ. (مصنف ابن ابی شیبة، كتاب الایمان والرؤیا، باب ما ذكر فيما يطوى عليه المؤمن من الخلال) جس کا پڑوسی بھوکا رہا اور اُس نے خود سیر ہو کر رات گزاری، وہ مومن نہیں۔ ان ارشادات کے باوجود بعض پڑوسی ایسے بھی ہیں جو خود مالک کو اس کی اپنی دیوار پر بھی شہتیر رکھنے میں مانع ہوتے ہیں۔ بعض فقہاء کے نزدیک جِـدَارُهُ کی ضمیر کا مرجع مالکِ دیوار سے متعلق ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۳۸) اس تاویل سے ہمسائے کے سلوک کی برائی اور بھی زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ ضمیر خواہ پڑوسی کی طرف لوٹے خواہ مالکِ دیوار کی طرف، دونوں صورتوں میں ارشادِ نبوی کا مفہوم واضح ہے کہ پڑوسیوں کو ایک دوسرے کی ضرورت کا خیال رکھنا چاہیے۔ اگر ان میں سے کوئی دوسرے کی دِیوار سے ایسا فائدہ اٹھانا چاہتا ہو جو نقصان دِہ نہیں اور پڑوسی مانع ہو، تو اس کا یہ فعل ظلم ہوگا مگر قابل تعزیر نہیں۔

بَاب ۲۱ : صَبُّ الْخَمْرِ فِي الطَّرِيْقِ

راستے میں شراب کا بہانا

۲۴۶۴: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالرَّحِيْمِ أَبُو يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيْخَ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُّنَادِي أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ قَالَ: فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ: اخْرُجْ فَأَهْرِقْهَا فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِي بُطُوْنِهِمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا

۲۴۶۴: محمد بن عبدالرحیم ابو یحییٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ عفان نے ہمیں خبر دی۔ حماد بن زید نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ میں ابوطلحہؓ کے گھر (ایک مجلس میں) لوگوں کا ساقی تھا اور ان دنوں ان کی شراب کھجور سے تیار ہوتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مُنادی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے۔ توجہ سے سنو! شراب حرام کی گئی ہے۔ (حضرت انسؓ) کہتے تھے: اس پر مجھے ابوطلحہؓ نے کہا: باہر نکلو اور اسے اُنڈیل دو۔ میں باہر گیا اور وہ اُنڈیل دی اور وہ مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی۔ بعض لوگ کہنے لگے: ایسے لوگ بھی قتل کئے گئے ہیں جن کے پیٹوں میں شراب تھی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور صالح عمل بجالائے

طَعِمُوٓا (المائدة: ٩٤) اَلْآيَةَ. | ہیں جو وہ کھا پی چکے ہیں اس کی وجہ سے ان پر کوئی گناہ نہیں۔

اطرافهُ: ٢٦١٧، ٤٦٢٠، ٥٥٨٠، ٥٥٨٢، ٥٥٨٣، ٥٥٨٤، ٥٦٠٠، ٥٦٢٢، ٧٢٥٣.

تشریح: **صَبُّ الْخَمْرِ فِي الطَّرِيقِ:** گلی کوچے بھی رفاہ عامہ سے تعلق رکھتے ہیں جن میں سب باشندوں کا اشتراک ہے۔ آیا یہ اشتراک کسی کو حق دیتا ہے کہ ان میں ایسا تصرف کرے جو دوسروں کے لئے تکلیف دِہ ہو۔ مثلاً کوڑا کرکٹ، گندگی یا بدبودار پانی پھینکے۔ ظاہر ہے کہ ایسا تصرف جائز نہیں بجز اس کے کہ ایسی صورت پیش آئے جس میں اصلاح مقصود ہو جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے شراب کی حرمت کا اعلان سنتے ہی مٹکوں کی شراب گلی کوچوں میں بہادی۔ مہلب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۳۹) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۱)

فَجَرَتْ فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ: ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ اور حضرت انسؓ ہی نے نہیں بلکہ دوسرے صحابہ کرامؓ نے بھی اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ معنونہ مسئلہ کی یہ صورت استثنائی ہے۔ اِس سے جواز پیدا نہیں ہوتا کہ گھر کی گندگی اٹھا کر گلیوں میں پھینک دی جائے کہ گھر صاف ہوجائے۔ یہی وجہ ہے کہ عنوان باب مصدر یہ رکھا ہے۔ ابن تینؒ نے اس رائے کا بھی اظہار کیا ہے کہ مندرجہ بالا واقعہ ابتدائی زمانہ کا ہے؛ جب معاشرہ کی حالت غیر منتظم تھی اور قواعد تمدن وآداب مرتب نہیں ہوئے تھے۔ موجودہ صورت تنظیم میں اجازت نہیں کہ گلی کوچوں میں پانی وغیرہ پھینک کر دوسروں کے لئے تکلیف کی صورت پیدا کی جائے۔ سحنونؒ تو کنوئیں کے پانی کا نکاس کرنے میں بھی احتیاط کی ہدایت کرتے ہیں۔ جس سے گلی کوچے میں کیچڑ وغیرہ پیدا ہوکر رہ گزروں کے لئے چلنا مشکل ہوجائے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۱)

اس تعلق میں کتاب الأشربه، باب نزل تحريم الخمر بھی دیکھئے۔

قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی......: یہ ایک طبعی سوال تھا جو شراب کی حرمت کا اعلان ہونے پر بعض لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوا کہ غزوہ بدر و اُحد میں بعض صحابہؓ شہید ہوئے اور ان کے پیٹ میں شراب جیسی حرام شئے تھی۔ وحی الٰہی نے اس شبہ کا ازالہ کیا اور فرمایا ہے: لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (المائدہ:۹۴) جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے ہیں اُن پر کوئی گناہ نہیں، اُس کی وجہ سے جو انہوں نے کھایا۔ اگر انہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور ایمان لائے اور عمل صالح بجالائے۔ پھر تقویٰ اختیار کیا اور ایمان لائے۔ پھر تقویٰ اختیار کیا اور اپنے ایمان اور عمل کو کمال تک پہنچایا۔ اور اللہ محسنین سے محبت رکھتا ہے۔ احسان حُسن سے مشتق ہے اور اس کے معنے اِتْقَان کے ہیں۔ یعنی کسی عمل کو ایسے عمدہ طریق سے کرنا کہ حسن کارنمایاں ہو۔ تقویٰ کے معنے ہیں کمال احتیاط سے کام لینا۔ اس آیت میں تقویٰ کا لفظ تین دفعہ لایا گیا ہے جس سے تقویٰ کے مدارج کی طرف توجہ دلانا

مقصود ہے۔ محرمات اور مکروہات سے بچنے کے تین مدارج ہیں: ایک ادنیٰ، دوسرا متوسط، تیسرا اعلیٰ۔ تقویٰ کا آخری درجہ احسان کہلاتا ہے؛ جس سے اس کا ایمان اور کردار کمال پذیر ہوتا ہے اور اس کی روح کا حسن پنہاں نمایاں ہوجاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس درجے کا نام عربی زبان میں احسان ہے۔ اس درجہ پر مومن اور متقی انسان اپنے خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ اسی طرف اشارہ ہے آیت کے آخری حصے میں۔ آیت کے اس مفہوم کے پیش نظر مسئلہ معنونہ ازخود واضح ہوجاتا ہے۔ اسی طرح عام گزرگاہوں پر بیٹھنا ضرورۃً جائز ہوتو ہو مگر تقویٰ کا تقاضا ہے کہ ایسی جگہوں کو بیٹھک نہ بنایا جائے کہ یہ اَمر بیٹھنے والوں کے وقار کے شایاں نہیں اور گزرنے والوں کے لئے بھی تکلیف کا موجب ہے۔

بَاب ۲۲: أَفْنِيَةُ الدُّوْرِ وَالْجُلُوْسُ فِيْهَا وَالْجُلُوْسُ عَلَى الصُّعُدَاتِ

گھروں کے صحن اور ان میں بیٹھنا اور راستوں پر بیٹھنا

قَالَتْ عَائِشَةُ: فَابْتَنَى أَبُو بَكْرٍ مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ يُصَلِّي فِيْهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ.

حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی۔ جس میں وہ نماز پڑھتے اور قرآن پڑھتے۔ مشرکوں کی عورتیں اور ان کے بچے اُن کے پاس جمع ہوجاتے، اُن سے تعجب کرتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں مکہ میں تھے۔

۲۴۶۵: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ فَقَالُوْا: مَا لَنَا بُدٌّ إِنَّمَا هِيَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيْهَا قَالَ: فَإِذَا أَتَيْتُمْ إِلَى

۲۴۶۵: معاذ بن فضالہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعمر حفص بن میسرہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوسعیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: دیکھنا راستوں پر نہ بیٹھنا۔ صحابہؓ نے کہا: ہمیں تو اس سے چارہ ہی نہیں۔ وہی ہمارے بیٹھنے کی جگہیں ہیں جہاں ہم آپس میں بات چیت

الْمَجَالِسَ[1] فَأَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهَا قَالُوْا: وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ قَالَ: غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأَذَى وَرَدُّ السَّلَامِ وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ.

کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر انہیں بیٹھکیں ہی بنانا ہے[1] تو پھر راستے کو جو اس کا حق ہے، دو۔ انہوں نے پوچھا: راستے کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نگاہ نیچے رکھنا اور تکلیف دِہ شئے دور کرنا اور سلام کا جواب دینا، بھلی بات کا حکم دینا اور ناپسندیدہ بات سے روکنا۔

طرفہ: ٦٢٢٩۔

تشریح: اَفْنِيَةُ الدُّوْرِ وَالْجُلُوْسُ فِيْهَا وَالْجُلُوْسُ عَلَى الصُّعُدَاتِ: گھروں کے اندر اور باہر صحن جو چھوڑے جاتے ہیں ان میں بھی ایک قسم کا اشتراک ہوتا ہے۔ خاندان کے افراد اور دُور و نزدیک کے رشتہ دار اور متعلقین کو وہاں اکٹھے مل کر بیٹھنے اور باتیں کرنے کا موقع ملتا ہے۔ بچے کھیل کود سکتے ہیں۔ عربی زبان میں گھر کے اندرونی حصے میں کھلی جگہ کو صحن کہتے ہیں اور گھر کے باہر والے آنگن کو فِناء اور صُعُدَة گھر کے دروازے کے سامنے کھلی جگہ یا گذرگاہ ہے۔ اس کی جمع صُعُدَات اور صَعُدَات ہے۔ صَعِيْدٌ کے معنے کھلا میدان، کھلا راستہ۔ عنوان باب میں جو لفظ ہے وہ دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے اور اس سے مراد گھر کے سامنے کا میدان یا گذرگاہ ہے۔ ان جگہوں میں بھی بیٹھنا پسندیدہ نہیں کہ اس سے آنے جانے والوں کے لئے روک پیدا ہوتی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۴۰) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۲) چنانچہ حدیث زیر باب میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ ایسے راستوں سے متعلقہ حقوق یہ ہیں: (غَضُّ الْبَصَرِ) نگاہیں نیچی رکھنا تا مستورات آسانی سے گزر سکیں۔ (كَفُّ الْاَذٰى) ایذا دہی اور فحش گوئی سے اجتناب، سلام کا جواب دینا، نیکی کی تلقین کرنا، ناپسندیدہ باتوں سے پرہیز۔

عنوان باب میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا جو حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے کتاب الصلوٰۃ تشریح باب ۸۶ روایت نمبر ۴۷۶ دیکھئے۔ جہاں عنوان باب میں ان الفاظ میں صراحت ہے: مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ بِالنَّاسِ. ایسی جگہوں میں بیٹھنے کے لئے شرط ہے کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ اس تعلق میں گذشتہ باب کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ۲۳: اَلْآبَارُ الَّتِيْ عَلَى الطَّرِيْقِ[2] إِذَا لَمْ يُتَأَذَّ بِهَا

راستوں[2] پر کنوئیں کھودنا اگر اُن سے تکلیف یا نقصان نہ ہو

٢٤٦٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ

۲۴۶۶: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے حضرت ابوبکرؓ کے

[1] عمدۃ القاری میں یہاں "فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجَالِسَ" کے الفاظ ہیں (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۳)

[2] عمدۃ القاری میں یہاں "الطُّرُقِ" کا لفظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۴)

عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ بِطَرِيْقٍ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ. فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هَذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ مِنِّي فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا فَقَالَ: فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ.

آزادکردہ غلام سُمَی سے، سُمَی نے ابوصالح سمان سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بار ایک شخص راستہ میں جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی۔ اس نے ایک کنواں پایا۔ اس میں اترا اور پانی پیا۔ پھر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا ہے جو ہانپ رہا اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے خیال کیا کہ اس کتے کو بھی پیاس سے وہی تکلیف ہے جو مجھے پہنچی تھی۔ وہ کنوئیں میں اُترا اور اپنا موزہ پانی سے بھرا اور اس کتے کو پانی پلایا۔ اللہ نے اس کی اس نیکی کی قدر کی اور اس کے گناہوں کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے اس سے درگزر کیا۔ صحابہؓ نے کہا: یارسول اللہ! اور ہمیں ان بے زبان چوپایوں کی وجہ سے بھی ثواب ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ہر تازہ جگر (جاندار مخلوق) کی وجہ سے ثواب ہوگا۔

اطرافهُ: ١٧٣، ٢٣٦٣، ٦٠٠٩۔

تشریح: **اَلْآبَارُ الَّتِيْ عَلَى الطَّرِيْقِ إِذَا لَمْ يُتَأَذَّ بِهَا:** عام گزرگاہوں سے متعلقہ حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ راہ گیروں کے لئے پانی کا انتظام ہو اور کنوئیں محفوظ جگہوں میں کھدوائے جائیں۔ مبادا کوئی ان میں ٹھوکر کھا کر گر جائے۔

فِيْ كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ: ہر تر و تازہ جگر والے یعنی جاندار میں ثواب ہے۔ اسلام کی تعلیم میں نیکی کا دائرہ عمل کتنا وسیع ہے کہ ہر ذی روح کو شامل رکھتا ہے اور اس میں ہر عمل نتیجہ خیز بتایا گیا ہے۔ ہر ذی روح کے ساتھ رحم اور شفقت کی تعلیم اس دور میں بھی پائی جاتی تھی جسے ہندو پراچین کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ چنانچہ اس تعلیم کا نیک اثر قدیم ترین اقوام میں اب تک پایا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک پرند اور چرند کے لئے خوراک اور پانی مہیا کرنا بڑا کار ثواب

ہے۔قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً o فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ o (البینۃ:۳،۴) اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وہ رسول ہے جو انہیں پاکیزہ صحیفے پڑھ کر سناتا ہے۔ جن میں قیمتی پائیدار، ابدی تعلیمیں ہیں اور قرآن مجید سے متعلق فرماتا ہے: وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ عَمَّا جَآءَ كَ مِنَ الْحَقِّ ط لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ط اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (المائدة :۴۹) ہم نے تجھ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جو تمام سابقہ ہدایات کی مصدق اور جامع ہے اور اُن کی محافظ۔ پس ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کر جو اللہ نے اتارا ہے۔ اور جو تیرے پاس حق آیا ہے، اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک مسلک اور ایک مذہب بنایا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور تمہیں ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ اس کے ذریعہ جو اس نے تمہیں دیا تمہیں آزمانا چاہتا ہے۔ پس تم نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کا لَوٹ کر جانا ہے۔ پس وہ تمہیں ان باتوں کی حقیقت سے آگاہ کرے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ اور فرماتا ہے: وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات: ۲۰) یعنی مومنوں کے مالوں میں سائل اور محروم دونوں کا حق ہے۔ اَلْمَحْرُوْم کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بے زبان جانور بھی مراد لئے ہیں جو قوت گویائی سے محروم ہیں اور یہ لفظ سائل کے مقابل میں واقع ہوا ہے جو زبان سے اپنی حاجت ظاہر کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"بے زبانوں سے مراد کتے، بلیاں، چڑیاں، بیل، گدھے، بکریاں اور دوسری چیزیں ہیں۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی "ایصالِ خیر کی اقسام"- روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۷)

خلاصہ باب یہ ہے کہ راہ گذروں اور بے زبان جانوروں کے حقوق نظر انداز کرنا بھی مظالم ہی کی ایک قسم ہے اور اس کا تدارک کرنا ضروری ہے اور ان سے غفلت برتنا قابل مؤاخذہ۔ اس تعلق میں اسلامی اصول کی فلاسفی زیر عنوان "اخلاق متعلق ترک شر" نیز "ایصال خیر کی اقسام" بھی دیکھئے۔

بَاب ٢٤ : إِمَاطَةُ الْأَذَى

تکلیف دِہ چیز کو ہٹا دینا

وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

ہمام نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے

يُمِيْطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ.

ہوئے کہا: اگر راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹائے تو یہ بھی صدقہ ہے۔

تشریح: **اِمَاطَةُ الْأَذَى:** مسلم کتاب الایمان میں علامات ایمان میں سے اعلیٰ درجہ توحید باری تعالیٰ کا اقرار اور ادنیٰ درجہ اِمَاطَةُ الْأَذَى یعنی راستے سے تکلیف دہ شئے کا دور کرنا بتایا گیا ہے۔ دیکھئے **مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان عدد شعب الإیمان**۔ راستوں کا آرام دہ اور پرامن بنانا حکومت کے فرائض میں سے ہے جیسا کہ مصارف زکوٰۃ کے تعلق میں **کتاب الزکاۃ**، باب ۴۹ کی تشریح میں بیان کیا جاچکا ہے کہ اسلام نے اس غرض کے لئے اموال زکوٰۃ میں گنجائش رکھی ہے۔ اگر یہ فرض ادا نہیں کیا جاتا؛ یا اس میں کوتاہی برتی جاتی ہے تو حکومت اس میں جواب دہ ہے اور اس فرض میں کوتاہی مظالم میں شمار کی گئی ہے۔ پبلک کا حق ہے کہ اس کوتاہی کے تدارک کا مطالبہ کرے۔

بَاب ٢٥ : اَلْغُرْفَةُ وَالْعُلِّيَّةُ الْمُشْرِفَةُ وَغَيْرُ الْمُشْرِفَةِ فِي السُّطُوْحِ وَغَيْرِهَا

قلعہ نما مکانات اور چھتوں وغیرہ پر بلند اور پست چوبارے (بنانا اور اُن میں رہنا)

٢٤٦٧ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ قَالَ: هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى إِنِّي أَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ

اطرافہ: ١٨٧٨، ٣٥٩٧، ٧٠٦٠.

۲۴۶۷: عبداللہ بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے بلند مکانوں میں سے ایک مکان پر چڑھے اور نیچے دیکھا اور فرمایا: کیا تم بھی (اپنے گھروں میں فتنوں کے واقع ہونے کی جگہوں کو) دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں، میں تمہارے گھروں میں فتنوں کو قطراتِ بارش کی مانند گرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

٢٤٦٨ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ

۲۴۶۸: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب

شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمْ أَزَلْ حَرِيْصًا عَلَى أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَيْنِ قَالَ اللهُ لَهُمَا: اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا (التحـــريم: ٤) فَحَجَجْتُ مَعَهُ فَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِالْإِدَاوَةِ فَتَبَرَّزَ ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَانِ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمَا: اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا (التحريم: ٤) فَقَالَ: وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ. ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ الْحَدِيْثَ يَسُوْقُهُ فَقَالَ: إِنِّي كُنْتُ وَجَارٌ لِي مِنَ الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْزِلُ

سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: مجھے ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھوں کہ نبی ﷺ کی ازواج میں سے وہ دو عورتیں کون ہیں جنہیں اللہ نے کہا: اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرو اور اس سے اپنی غلطی کی معافی مانگو تو تمہارے دل تو اس طرف پہلے ہی سے مائل ہیں۔ (پھر ایسا ہوا کہ) میں اُن کے ساتھ حج کے لئے گیا۔ وہ راستہ چھوڑ کر ایک طرف گئے اور میں بھی چھاگل لے کر ان کے ساتھ ہی گیا۔ انہوں نے الگ جا کر قضاء حاجت کی۔ جب آئے تو میں نے ان کے ہاتھوں پر اس چھاگل سے پانی ڈالا اور انہوں نے وضو کیا۔ میں نے کہا: امیرالمؤمنین! نبی ﷺ کی ازواج میں سے وہ دو عورتیں کون ہیں جن سے اللہ عزوجل نے فرمایا تھا: اگر تم اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اپنی غلطی کی معافی مانگو تو تمہارے دل تو اس طرف پہلے ہی سے مائل ہیں۔ انہوں نے کہا: ابن عباسؓ! تم پر بڑا ہی تعجب۔ عائشہؓ اور حفصہؓ ہی ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ اصل بات شروع سے بیان کرنے لگے۔ انہوں نے کہا: میں اور میرا ایک انصاری ہمسایہ بنی امیہ بن زید کی بستی میں رہتے تھے اور یہ بستی مدینہ کی ان بستیوں میں سے تھی جو بلندی پر واقع ہیں اور ہم باری باری نبی ﷺ کے پاس جایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں۔ جب میں جاتا تو اس دن کی خبر وحی وغیرہ اپنے اس ہمسائے کو سنا دیتا اور جب وہ

يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ مِنْ خَبَرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْأَمْرِ وَغَيْرِهِ وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَهُ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الْأَنْصَارِ إِذْ هُمْ قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَأْخُذْنَ مِنْ أَدَبِ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ فَصِحْتُ عَلَى امْرَأَتِي فَرَاجَعَتْنِي فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي فَقَالَتْ: وَلِمَ تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ فَوَاللهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُرَاجِعْنَهُ وَإِنَّ إِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ فَأَفْزَعَتْنِي فَقُلْتُ: خَابَتْ مَنْ فَعَلَتْ مِنْهُنَّ بِعَظِيمٍ. ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ: أَيْ حَفْصَةُ أَتُغَاضِبُ إِحْدَاكُنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ فَقَالَتْ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: خَابَتْ وَخَسِرَتْ أَفَتَأْمَنُ أَنْ يَّغْضَبَ اللهُ لِغَضَبِ رَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَهْلِكِيْنَ لَا تَسْتَكْثِرِي عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جاتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا۔ اور ہم قریش لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے۔ جب ہم (مدینہ) انصار کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کی عورتیں ان پر غالب رہتی ہیں۔ (یہ دیکھ کر) ہماری عورتیں بھی انصاری عورتوں کا وطیرہ اختیار کرنے لگیں۔ میں نے اپنی عورت کو ڈانٹا تو اس نے مجھے جواب دیا۔ میں نے برا منایا کہ وہ اس طرح مجھے جواب دے۔ کہنے لگی: میرے جواب دینے کو آپ کیوں برا مانتے ہیں۔ خدا کی قسم! نبی ﷺ کی ازواج بھی آپؐ کو جواب دیتی ہیں اور ان میں سے ایک تو آپؐ سے سارا دن رات تک الگ رہتی ہے۔ اس بات نے مجھے گھبرا دیا۔ میں نے کہا: بہت ہی نامراد ہے وہ جو ایسا کرتی ہے۔ اس کے بعد میں نے اپنے کپڑے جلدی سے پہنے اور حفصہؓ کے پاس گیا۔ میں نے کہا: اری حفصہؓ! تم میں سے کوئی (بیوی) رسول اللہ ﷺ کو دن رات ناراض رکھتی ہے۔ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: نامراد رہے وہ برباد ہو۔ کیا وہ اللہ کی ناراضگی سے بچ رہے گی جو اُس کے رسول ﷺ کو ناراض کرتی ہے۔ تم رسول اللہ ﷺ سے بہت فرمائشیں نہ کیا کرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤگی اور نہ کسی بات میں آپؐ کو جواب دیا کرو اور نہ ان سے علیحدگی اختیار کیا کرو اور تمہیں جو کوئی ضرورت پیش آئے مجھ سے کہا کرو اور تمہیں یہ بات دھوکہ نہ دے کہ تیری ہم جولی تجھ سے زیادہ خوبصورت ہے اور رسول اللہ ﷺ کو زیادہ پیاری ہے۔ اُن کی مراد حضرت عائشہؓ سے تھی۔ (حضرت عمرؓ نے کہا:) اور (ان دنوں) یہ

وَلَا تُرَاجِعِيْهِ فِي شَيْءٍ وَلَا تَهْجُرِيْهِ وَ سَلِيْنِيْ مَا بَدَا لَكِ وَلَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عَائِشَةَ وَكُنَّا تَحَدَّثْنَا أَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ النِّعَالَ لِغَزْوِنَا فَنَزَلَ صَاحِبِي يَوْمَ نَوْبَتِهِ فَرَجَعَ عِشَاءً فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيْدًا وَقَالَ: أَثَمَّ☆ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ وَقَالَ: حَدَثَ أَمْرٌ عَظِيْمٌ قُلْتُ: مَا هُوَ أَجَاءَتْ غَسَّانُ؟ قَالَ: لَا بَلْ أَعْظَمُ مِنْهُ وَأَطْوَلُ طَلَّقَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهُ. قَالَ: قَدْ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ. كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ هَذَا يُوْشِكُ أَنْ يَّكُوْنَ فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَصَلَّيْتُ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ مَشْرُبَةً لَهُ فَاعْتَزَلَ فِيْهَا فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي قُلْتُ: مَا يُبْكِيْكِ أَوَلَمْ أَكُنْ حَذَّرْتُكِ أَطَلَّقَكُنَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: لَا

باتیں بھی ہو رہی تھیں کہ غسان ہم سے لڑنے کے لئے گھوڑوں کی نعل بندی کر رہے ہیں۔ پس میرا ساتھی اپنی باری کے دن نیچے گیا اور عشاء کے وقت واپس آیا اور میرے دروازے کو زور سے کھٹکھٹایا اور کہا: کیا وہ سویا☆ ہوا ہے؟ میں گھبرا کر اُس کے پاس باہر آیا اور اُس نے کہا: بہت ہی بڑا حادثہ ہوا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کیا؟ کیا غسان آپہنچے؟ اس نے کہا: نہیں بلکہ اُس سے بھی بہت بڑا اور بہت لمبا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: حفصہؓ سچ مچ نامراد ہی ہوئی اور برباد ہوگئی۔ میں بھی سمجھتا تھا کہ عنقریب ہی ایسا ہونے کو ہے۔ میں نے اپنے کپڑے جلدی سے پہنے اور صبح کی نماز نبی ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ آپؐ اپنے ایک بالا خانہ میں چلے گئے تھے اور وہاں اکیلے بیٹھ رہے۔ میں حفصہؓ کے پاس اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ رو رہی ہے۔ میں نے پوچھا: تمہیں کونسی بات رلا رہی ہے؟ کیا میں نے تمہیں آگاہ نہیں کیا تھا؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی ہے؟ وہ کہنے لگی: مجھے پتہ نہیں۔ آپؐ اس بالا خانے میں ہیں۔ میں باہر نکل کر منبر کے پاس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے آس پاس کچھ لوگ ہیں۔ بعض ان میں سے رو رہے ہیں۔ میں ان کے پاس کچھ دیر بیٹھا پھر مجھ پر رنج کا غلبہ ہوا تو میں اس بالا خانہ کے پاس پہنچا جہاں نبی کریم ﷺ تھے۔ میں نے آپؐ کے ایک غلام سے جو سیاہ فام تھا، کہا: عمرؓ کیلئے اجازت مانگو۔ وہ اندر گیا

☆ فتح الباری نسخہ انصاریہ میں یہاں الفاظ "اَنَائِمٌ هُوَ" ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۴۳) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

أَدْرِي هُوَ ذَا فِي الْمَشْرُبَةِ فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ الْمِنْبَرَ فَإِذَا حَوْلَهُ رَهْطٌ يَبْكِي بَعْضُهُمْ فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِي هُوَ فِيْهَا فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَهُ أَسْوَدَ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ فَدَخَلَ فَكَلَّمَ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ: ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ فَانْصَرَفْتُ حَتَّى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ {فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ☆}فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ فَجِئْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ: اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَلَمَّا وَلَّيْتُ مُنْصَرِفًا فَإِذَا الْغُلَامُ يَدْعُوْنِي قَالَ: أَذِنَ لَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ مُتَّكِئٌ عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ: طَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ فَرَفَعَ

اور نبی ﷺ سے بات کی اور پھر چلا آیا۔ اس نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ سے آپؓ کا ذکر کیا۔ تو آپؐ خاموش رہے۔ (حضرت عمرؓ کہتے تھے:) میں لوٹ آیا اور ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا جو منبر کے پاس تھے۔ اس رنج نے جو میں محسوس کر رہا تھا، مجھے نڈھال کر دیا اور میں پھر (بالا خانہ کے پاس) گیا۔ {اور غلام کے ذریعہ اجازت چاہی☆} اس نے پھر ویسے ہی بیان کیا۔ اس پر میں ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا جو منبر کے پاس تھے۔ پھر مجھے اس رنج نے جو میں اپنے اندر محسوس کر رہا تھا، اتنا بے قرار کیا کہ مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں اس غلام کے پاس آیا اور میں نے کہا: عمرؓ کیلئے اجازت مانگو اور اس نے پھر ویسے ہی بیان کیا۔ جب میں پیٹھ موڑ کر واپس ہونے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی غلام مجھے بلا رہا ہے۔ اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اجازت دی ہے۔ چنانچہ میں آپؐ کے پاس اندر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپؐ ایک بوریا پر لیٹے ہوئے ہیں۔ آپؐ کے اور بوریا کے درمیان کوئی بچھونا نہیں۔ اس لیے بوریئے نے آپؐ کے پہلو پر نشان ڈالے ہوئے ہیں۔ ایک چمڑے کے تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے۔ میں نے آپؐ کو سلام کیا۔ پھر میں نے پوچھا اور میں کھڑا ہی تھا: آپؐ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپؐ نے میری طرف اپنی نگاہ اُٹھائی اور فرمایا: نہیں۔ تو پھر میں نے کہا اور میں کھڑا ہی تھا۔ میرے دل کی گھبراہٹ دور ہو رہی تھی۔ یا رسول اللہ!

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ حاشیہ صفحہ ۱۴۳)

بَصَرَهُ إِلَيَّ فَقَالَ: لَا. ثُمَّ قُلْتُ وَأَنَا قَائِمٌ أَسْتَأْنِسُ يَا رَسُوْلَ اللهِ لَوْ رَأَيْتَنِي وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى قَوْمٍ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَذَكَرَهُ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُلْتُ: لَوْ رَأَيْتَنِي وَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ: لَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عَائِشَةَ فَتَبَسَّمَ أُخْرَى فَجَلَسْتُ حِيْنَ رَأَيْتُهُ تَبَسَّمَ ثُمَّ رَفَعْتُ بَصَرِي فِي بَيْتِهِ فَوَاللهِ مَا رَأَيْتُ فِيْهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ أَهَبَةٍ ثَلَاثٍ فَقُلْتُ: ادْعُ اللهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلَى أُمَّتِكَ فَإِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَأُعْطُوا الدُّنْيَا وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللهَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ: أَوَفِي شَكٍّ أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أُولَئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اسْتَغْفِرْ لِي.

آپؐ دیکھیں کہ ہم قریش لوگ عورتوں سے زبردست تھے۔ انہیں قابو میں رکھتے۔ جب ایسی قوم کے پاس آئے جن کی عورتیں ان سے زبردست ہیں۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے سارا واقعہ بیان کیا۔ نبی ﷺ مسکرائے۔ پھر میں نے کہا: (یارسول اللہ!) دیکھیں میں حفصہؓ کے پاس گیا۔ میں نے کہا: تمہیں یہ بات دھوکہ نہ دے کہ تمہاری یہ ہم جولی تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور نبی ﷺ کو زیادہ پیاری ہے۔ اُن کی مراد حضرت عائشہؓ سے تھی۔ آپؐ پھر مسکرائے۔ جب میں نے دیکھا کہ آپؐ مسکرائے ہیں تو میں بیٹھ گیا۔ اِس کے بعد میں نے آپؐ کے گھر کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو اللہ کی قسم! تین کچی کھالوں کے سوا وہاں کوئی شئے نہیں تھی جو مجھے نظر آئی ہو۔ میں نے (آپؐ سے) کہا: اللہ سے دعا کریں کہ وہ آپؐ کی امت کو کشائش دے کیونکہ فارس اور روم کو بہت دولت دی گئی ہے اور انہیں دنیا ملی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ آپؐ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: خطاب کے بیٹے! کیا ابھی تک تم شک میں ہو؟ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو جلدی سے اس دنیا کی زندگی ہی میں ان کے جو مزے کی چیزیں تھیں دی گئی ہیں۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ اور نبی ﷺ اپنی ازواج سے اس بات کی وجہ سے الگ ہوئے تھے جس کو حفصہؓ نے عائشہؓ سے بیان کر دیا تھا اور آپؐ یہ فرما چکے تھے کہ میں ان عورتوں کے پاس ایک مہینہ تک نہیں جاؤں گا اور یہ اس سخت ناراضگی کی وجہ سے تھا

فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ الْحَدِيْثِ حِيْنَ أَفْشَتْهُ حَفْصَةُ إِلَى عَائِشَةَ وَكَانَ قَدْ قَالَ: مَا أَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حِيْنَ عَاتَبَهُ اللّٰهُ فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَبَدَأَ بِهَا فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لَّا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا وَإِنَّا أَصْبَحْنَا بِتِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً أَعُدُّهَا عَدًّا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ وَكَانَ ذَلِكَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأُنْزِلَتْ آيَةُ التَّخْيِيْرِ فَبَدَأَ بِي أَوَّلَ امْرَأَةٍ فَقَالَ: إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا وَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَّا تَعْجَلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ قَالَتْ قَدْ أَعْلَمُ☆ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِكَ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: يَٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ إِلَى قَوْلِهِ عَظِيمًا (الاحزاب: ۲۹-۳۰) قُلْتُ أَفِي هَذَا

جو آپؐ کو ان پر اُس وقت ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تنبیہ کی۔ جب اُنتیس دن گزرے آپؐ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور ان سے باری شروع کی۔ حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے کہا: آپؐ نے تو قسم کھائی تھی کہ آپؐ ہمارے پاس ایک مہینہ تک نہیں آئیں گے اور آج ہمیں اُنتیسویں رات ہے۔ میں انہیں گنتی رہی ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: مہینہ اُنتیس دن کا بھی ہوتا ہے اور وہ مہینہ اُنتیس دن کا ہی تھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: وہ آیت نازل ہوئی جس میں ہمیں اختیار دیا گیا تھا (کہ خواہ ہم دنیا لے لیں یا رسول اللہ ﷺ کے پاس رہیں) میں پہلی عورت تھی جس سے نبی کریم ﷺ نے پوچھنا شروع کیا۔ آپؐ نے فرمایا: میں تم سے ایک بات بیان کرنے لگا ہوں اور تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم اس کا جلدی سے جواب نہ دو؛ جب تک کہ اپنے ماں باپ سے مشورہ نہ کرلو۔ کہتی تھیں: آپؐ خوب جانتے☆ تھے کہ میرے ماں باپ ایسے نہیں کہ مجھے آپؐ سے جدا ہونے کا مشورہ دیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے نبی! اپنی بیویوں سے کہو کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دنیوی سامان دے دیتا ہوں اور تم کو نیک طریق سے رخصت کر دیتا ہوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور اخروی زندگی کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے پوری طرح اسلام پر قائم رہنے والیوں کے لیے بہت بڑا اِنعام تجویز کر رکھا ہے۔ میں نے کہا: کیا میں اس کے

☆ صحیح البخاری مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی میں اس جگہ "عَلِمَ" کا لفظ ہے (صحیح البخاری جزء اول صفحہ ۳۳۵) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّي أُرِيْدُ اللهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ ثُمَّ خَيَّرَ نِسَاءَهُ فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ.

متعلق اپنے ماں باپ سے مشورہ لوں؟ میں تو اللہ اور اُس کے رسول اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں۔ اس کے بعد پھر آپؐ نے اپنی دوسری عورتوں کو بھی اختیار دیا اور انہوں نے بھی وہی کہا جو حضرت عائشہؓ نے کہا تھا۔

اطرافہُ: ۸۹، ۴۹۱۳، ۴۹۱۵، ۵۱۹۱، ۵۲۱۸، ۵۸۴۳، ۷۲۵۶، ۷۲۶۳۔

۲۴۶۹: حَدَّثَنِي ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: آلَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَائِهِ شَهْرًا وَكَانَتِ انْفَكَّتْ قَدَمُهُ فَجَلَسَ فِي عُلِّيَّةٍ لَّهُ فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ: أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ قَالَ: لَا وَلَكِنِّي آلَيْتُ مِنْهُنَّ شَهْرًا. فَمَكَثَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ ثُمَّ نَزَلَ فَدَخَلَ عَلَى نِسَائِهِ.

۲۴۶۹: (محمد) بن سلام (بیکندی) نے مجھ سے بیان کیا کہ (مروان بن معاویہ) فزاری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حمید طویل سے، حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہ جانے کی قسم کھائی اور آپؐ کے پاؤں میں موچ آگئی تھی اور آپؐ اپنے ایک بالا خانہ میں رہے۔ حضرت عمرؓ آئے اور انہوں نے پوچھا: کیا آپؐ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، بلکہ میں نے ایک ماہ تک ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی ہے۔ آپؐ اُنتیس دن بالا خانہ میں ٹھہرے۔ اس کے بعد اُترے اور اپنی ازواج کے پاس گئے۔

اطرافہُ: ۳۷۸، ۶۸۹، ۷۳۲، ۷۳۳، ۸۰۵، ۱۱۱۴، ۱۹۱۱، ۵۲۰۱، ۵۲۸۹، ۶۶۸۴۔

تشریح: اَلْغُرْفَةُ وَالْعُلِّيَّةُ الْمُشْرِفَةُ وَ غَيْرُالْمُشْرِفَةِ فِي السُّطُوْحِ وَغَيْرِهَا: اس باب میں تین روایتیں ہیں۔ پہلی روایت سے صرف اس قدر بتانا مقصود ہے کہ اٰطَامِ مَدِیْنَۃ یعنی مدینہ کے قلعہ نما مکانات میں بالا خانے ہوتے تھے۔ دوسری اور تیسری روایت سے بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دفعہ بالا خانے میں ایک مہینہ قیام فرمایا تھا۔ ان روایتوں سے بالا خانہ بنانے اور اس میں رہائش اختیار کرنے کا جواز ظاہر ہے۔ عنوان باب میں اگرچہ کوئی معین مسئلہ مذکور نہیں مگر ائمہ اسلام نے اس بارہ میں کچھ پابندیاں عائد کی ہیں کہ بالا خانے بنانے میں یہ احتیاط مدنظر رہے کہ کسی دور ونزدیک ہمسایہ کی بے پردگی نہ ہو اور سکونت کے دوران پوری احتیاط سے کام لے۔ مثلاً دوسرے کے مکان میں نہ جھانکے جو سخت معیوب اور قابل مؤاخذہ ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے احمدیت یعنی حقیقی اسلام- انوار العلوم جلد ۸ صفحہ ۲۸۰ تا ۲۸۸۔ جہاں شہریت کے اسلامی اصول کا بیان ہے۔

باب کی پہلی روایت ایک کشفی نظارے سے متعلق ہے جو بصورت پیشگوئی اس ہولناک فتنے کے ایام میں پوری ہوئی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری عہد خلافت میں اُٹھا اور حضرت علیؓ کی خلافت کے ایام میں نہایت شدید خونریزی کی صورت میں منتج ہوا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے "اسلام میں اختلافات کا آغاز"۔ انوار العلوم جلد۴ صفحہ ۱۹۸ تا ۲۷۳۔ اس تعلق میں کتاب فضائل المدینة باب ۵،۶،۷،۸ بھی دیکھئے۔ واقعہ مذکورہ بالا کیلئے کتاب النکاح باب ۸۳ روایت نمبر ۵۱۹۱ بھی دیکھئے۔

بَاب ٢٦: مَنْ عَقَلَ بَعِيْرَهُ عَلَى الْبَلَاطِ أَوْ بَابِ الْمَسْجِدِ

(مسجد کے دروازے پر) جو پتھر بچھے ہوئے تھے جس نے وہاں یا مسجد کے دروازے پر اپنا اُونٹ باندھا

٢٤٧٠: حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا أَبُوعَقِيْلٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ قَالَ: أَتَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْتُ إِلَيْهِ وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِي نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ فَقُلْتُ: هَذَا جَمَلُكَ فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيْفُ بِالْجَمَلِ قَالَ: الْجَمَلُ وَالثَّمَنُ لَكَ.☆

۲۴۷۰: مسلم (بن ابراہیم) نے ہمیں بتایا۔ ہم سے ابوعقیل نے بیان کیا، (کہا) کہ ہمیں ابوالمتوکل ناجی نے بتایا۔ وہ کہتے تھے: میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے اور میں بھی آپؐ کے پاس گیا اور (مسجد کے) پختہ فرش کے ایک کونے میں اُونٹ باندھ دیا۔ میں نے کہا: یہ آپؐ کا اُونٹ ہے۔ آپؐ باہر آئے اور اُونٹ کے آس پاس پھرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ لو اس کی قیمت اور اُونٹ بھی تمہارا ہی ہے☆

اطرافهُ: ٤٤٣، ١٨٠١، ٢٠٩٧، ٢٣٠٩، ٢٣٨٥، ٢٣٩٤، ٢٤٠٦، ٢٦٠٣، ٢٦٠٤، ٢٧١٨، ٢٨٦١، ٢٩٦٧، ٣٠٨٧، ٣٠٨٩، ٣٠٩٠، ٤٠٥٢، ٥٠٧٩، ٥٠٨٠، ٥٢٤٣، ٥٢٤٤، ٥٢٤٥، ٥٢٤٦، ٥٢٤٧، ٥٣٦٧، ٦٣٨٧.

تشریح: مَنْ عَقَلَ بَعِيْرَهُ عَلَى الْبَلَاطِ اَوْ بَابِ الْمَسْجِدِ: بلاط کے معنے ہیں پختہ فرش مکان کے اندر ہو یا پیش دروازہ۔ (لسان العرب- بـلـط) عنوان باب میں جس فرش کا ذکر ہے وہ مسجد نبویؐ کا تھا جو دروازے کے سامنے تھا۔ یہ فرش عام گزرگاہ کا حصہ تھا۔ آیا ایسی جگہیں بلا اجازت عارضی طور پر استعمال کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ عنوان باب مَنْ سے قائم کر کے جواب محذوف رکھا ہے۔ مندرجہ روایت سے ضمناً استدلال کیا جاسکتا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فروخت کردہ اُونٹ سپرد کرنے کی غرض سے وہاں لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُونٹ کے پاس چکر لگایا اور اس کی قیمت ادا کی۔ اس امر سے سمجھا گیا ہے کہ اُونٹ وہاں بٹھانے کی اجازت ضمناً موجود تھی۔

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اَلثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَکَ کے الفاظ ہیں (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۱۴۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بعض فقہاء نے یہاں اُونٹ کے نجس یا پاک ہونے کا سوال اُٹھایا ہے کہ مسجد اس کے داخل ہونے سے ناپاک ہوجائے گی۔ (دیکھئے عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۲۲) یہ سوالات غیر متعلقہ ہیں۔ اِس لئے مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے ان کا جواب نظر انداز کیا گیا ہے۔ مسجد نبویؐ کے اندر اور باہر کھلی جگہ تھی جو مسجد ہی کا حصہ تھی۔ اس قسم کا ایک عنوان کتاب الصلاۃ باب ۷۸ میں بھی قائم کیا گیا ہے۔ نیز اس تعلق میں ابواب متعلقہ آداب مسجد کے لیے کتاب الصلاۃ باب ۶۹، ۷۵، ۷۶، ۷۷ بھی دیکھئے۔

بَاب ۲۷: اَلْوُقُوْفُ وَالْبَوْلُ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ

کسی قوم کے گھورے کے پاس ٹھہرنا اور پیشاب کرنا

۲۴۷۱: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ: لَقَدْ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا.

۲۴۷۱: سلیمان بن حرب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے منصور سے، منصور نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ یا یوں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے گھورے پر آئے اور وہاں کھڑے ہی پیشاب کیا۔

اطرافہ: ۲۲٤، ۲۲٥، ۲۲٦۔

تشریح: **اَلْوُقُوْفُ وَالْبَوْلُ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ:** سُبَاطَةٌ گھورا یا روڑی۔ عربی میں اسے مَزْبَلَةٌ بھی کہتے ہیں۔ جہاں گھروں کا کوڑا کرکٹ اور گوبر وغیرہ پھینکا جاتا ہے۔
(عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۲۲) (لسان العرب – سبط)

قدیم سے یہ چیز بطور کھاد استعمال ہوتی رہی ہے اور اس لحاظ سے قیمتی شئے ہے۔ شہر کے مزبلے کا تعلق آج کل مجالس بلدیہ یعنی شہری کمیٹیوں سے ہے۔ دیہات میں ہر شخص کی رُوڑی اس کی ملکیت ہوتی ہے۔ شاملات میں واقع ہونے کی وجہ سے ان سے اِستفادہ کا حق پبلک کو صرف محدود صورت میں ہوتا ہے۔ یہی مضمون عنوان باب کا ہے۔ اس محدود حق سے تجاوز کرنا ناجائز ہے اور یہ فعل مظالم کی فہرست میں شامل ہے۔ روایت زیر باب کتاب الوضو باب ۶۰ تا ۶۲ میں بھی گزر چکی ہے۔

بَاب ۲۸: مَنْ أَخَذَ الْغُصْنَ وَمَا يُؤْذِي النَّاسَ فِي الطَّرِيْقِ فَرَمَى بِهِ

جس نے کوئی ٹہنی یا وہ چیز جو راہگیر کو اِیذاء دینے والی ہو، اُٹھا کر پھینک دی

۲۴۷۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ

۲۴۷۲: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہم سے بیان

أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَّمْشِي بِطَرِيْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَأَخَذَهُ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ.

طرفه: ٦٥٢.

کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سُمَی سے، سُمَی نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک بار کوئی شخص راستے میں چلا جارہا تھا۔ اُس نے کانٹوں والی شاخ راستہ میں پائی اور اٹھا کر دور پھینک دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے اس کے گناہوں سے درگذر کیا۔

تشریح: مَنْ اَخَذَ الْغُصْنَ وَمَا يُؤْذِى النَّاسَ فِى الطَّرِيْقِ فَرَمَى بِهِ: اس تعلق میں کتاب المظالم باب۲۴ بھی دیکھئے۔ عنوان باب ایک وضاحت کی غرض سے قائم کیا گیا ہے۔ مندرجہ روایت میں صرف یہ ذکر ہے کہ راہگذر نے کانٹوں والی شاخ اٹھائی۔ الفاظ فَرَمَى بِهِ عنوان باب میں زائد کر کے بتایا ہے کہ محض اٹھا لینا مراد نہیں بلکہ اس کا ایسی جگہ پھینکنا مراد ہے جہاں لوگوں کے لئے ایذاء رساں نہ ہو اور یہ فعل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قدر ہے۔ انسان کا بلند کردار چھوٹی چھوٹی باتوں ہی سے بنتا ہے جو شخص لوگوں کی بھلائی معمولی باتوں میں نظر انداز کرتا ہے۔ جن میں نہ اس کا کوئی وقت خرچ ہوتا ہے اور نہ کوفت اُٹھانی پڑتی ہے، وہ معاشرے کا مفید رکن نہیں۔ ایسے مواقع کی موجودگی میں جو انسان اپنے محلے داروں یا شہر والوں کے حقوق کا پاس رکھتا ہو اُس کے متعلق سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ اچھے کردار کا مالک ہے کہ باوجود روکیں پیدا ہونے کے وہ چھوٹی چھوٹی نیکیوں کے مواقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرہ اسلامیہ کے افراد کی تربیت میں چھوٹی چھوٹی بھلائیوں کی بھی تلقین فرمائی ہے۔ ایک شخص راستے سے تو فائدہ اٹھاتا ہے مگر اس کا ادنیٰ سا حق ادا نہیں کرتا۔ امام بخاریؒ نے اس کی یہ کوتاہی بھی مظالم میں شمار کی ہے۔

بَاب ۲۹: إِذَا اخْتَلَفُوْا فِي الطَّرِيْقِ الْمِيْتَاءِ وَهِيَ الرَّحْبَةُ تَكُوْنُ بَيْنَ الطَّرِيْقِ ثُمَّ يُرِيْدُ أَهْلُهَا الْبُنْيَانَ فَتُرِكَ مِنْهَا لِلطَّرِيْقِ سَبْعَةُ أَذْرُعٍ

اگر شارع عام میں اختلاف ہو اور وسیع جگہ ہو

اور وہاں کے رہنے والے عمارت بنانا چاہیں تو اس میں سے راستے کے لئے سات ہاتھ جگہ چھوڑ دیں

۲٤٧٣: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خِرِّيتٍ عَنْ عِكْرِمَةَ سَمِعْتُ

۲۴۷۳: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زبیر بن خریت سے، زبیر نے عکرمہ سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:)

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَشَاجَرُوْا فِي الطَّرِيْقِ الْمِيْتَاءِ بِسَبْعَةِ أَذْرُعٍ.

میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے کہ جب لوگ شارع عام سے متعلق آپس میں اختلاف کرتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سات ہاتھ چھوڑنے کا فیصلہ فرماتے۔

تشریح: اِذَا اخْتَلَفُوْا فِي الطَّرِيْقِ الْمِيْتَآءِ وَهِيَ الرَّحْبَةُ: راستے کا حق یہ بھی ہے کہ مکان بناتے وقت اتنی جگہ چھوڑ دی جائے کہ راستہ تنگ نہ ہو۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ لوگ اس کا خیال نہیں رکھتے بلکہ ان کا رجحان اس طرف ہوتا ہے کہ اپنی جگہ میں سے کچھ نہ چھوڑیں اور دوسرے کی جگہ لے لیں۔ اس سے ان کی فطرت کا میلان ظاہر ہے جو سارے کردار پر اثر انداز ہوتا ہے۔ عنوان باب میں مسند عبدالرزاق کی روایت کا حوالہ دے کر راستے کی کم از کم چوڑائی کی طرف توجہ مبذول کی ہے کہ سات ہاتھ ہو۔ یعنی تقریباً چودہ پندرہ فٹ۔ یہ چوڑائی گلی کی ہے۔ روایت بالا حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِي الطَّرِيْقِ الْمِيْتَآءِ فَاجْعَلُوْهَا سَبْعَةَ اَذْرُعٍ. (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۴۷) یعنی اگر محلّہ یا بستی کے لوگ شارع عام یا گزرگاہ کے بارے میں اختلاف کریں تو کم از کم سات ہاتھ یعنی چودہ پندرہ فٹ گزرگاہ رکھی جائے۔

اَلرَّحْبَةُ کے معنے ہیں وسیع اور اَلْمِيْتَآءُ کے معنی چوراہا بھی کئے گئے ہیں۔ جہاں چاروں طرف کے راستے کھلتے ہوں۔ علامہ طبریؒ کی رائے میں مذکورہ بالا اندازہ کم از کم ہے اس سے زیادہ کی گنجائش ہو تو شارع عام زیادہ فراخ رکھی جائے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۴) آج کل کے حالات نقل وحرکت اس سے زیادہ وسعت کا تقاضا کرتے ہیں۔ اگر باشندگان میں سے کوئی شخص اس میں مزاحم ہو تو اس کا یہ فعل بھی مظالم میں شمار ہوگا کہ وہ گزرگاہ کا حق نظر انداز کرتا اور آمد و رفت میں تنگی کی وجہ سے جو مضر نتائج پیدا ہو سکتے ہیں، ان کی پرواہ نہیں کرتا۔ ایسا شخص شریعتِ اسلامیہ کی رُو سے ظالم ہے اور قابل مؤاخذہ۔

ذِرَاعٌ سے مراد بعض کے نزدیک متوسط قد و قامت والے آدمی کا ہاتھ کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے آخری سرے تک۔ اور بعض کے نزدیک پیمانہ تعمیر کی خاص اصطلاح ہے جو پچاس سے ستر سینٹی میٹر تک ہے۔ اسی پیمانے کے اندازے سے اوپر ذراع کا حساب کیا گیا ہے۔

بَاب ۳۰: النُّهْبَى بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهِ

کوئی چیز بغیر مالک کی اجازت کے لُوٹنا

وَقَالَ عُبَادَةُ: بَايَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا نَنْتَهِبَ.

اور حضرت عبادہ (بن صامتؓ) نے کہا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کہ ہم نہیں لُوٹیں گے۔

٢٤٧٤ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيْدَ الْأَنْصَارِيَّ وَهُوَ جَدُّهُ أَبُو أُمِّهِ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّهْبَى وَالْمُثْلَةِ.

طرفه: ٥٥١٦۔

۲۴۷۴: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ عدی بن ثابت نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میں نے حضرت عبداللہ بن یزید انصاریؓ سے سنا اور وہ عدی کے نانا تھے۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لُوٹ مار کرنے اور لڑائی میں مقتولین کے ناک اور کان کاٹنے سے منع فرمایا۔

٢٤٧٥ : حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيْهَا أَبْصَارَهُمْ حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ.

وَعَنْ سَعِيْدٍ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ إِلَّا النُّهْبَةَ. قَالَ الْفِرَبْرِيُّ وَجَدْتُ بِخَطِّ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ تَفْسِيْرُهُ أَنْ يُنْزَعَ مِنْهُ يُرِيْدُ الْإِيْمَانَ.

اطرافه: ٥٥٧٨، ٦٧٧٢، ٦٨١٠۔

۲۴۷۵: سعید بن عفیر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: لیث (بن سعد) نے مجھ سے بیان کیا کہ عُقَیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زانی جب زنا کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا اور جب وہ شراب پیتا ہے تو مومن ہونے کی حالت میں شراب نہیں پیتا، اور جب وہ چوری کرتا ہے تو مومن ہونے کی حالت میں چوری نہیں کرتا، اور جب وہ لُوٹتا ہے تو مومن ہونے کی حالت میں ایسی چیز بھی نہیں لُوٹتا جس کی طرف لوگوں کی (للچائی ہوئی) نظریں اٹھیں۔

اور سعید اور ابوسلمہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ لیکن ان کی روایت میں لُوٹ کا ذکر نہیں۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کیا۔ فربری نے کہا: میں نے ابوجعفر (ابن ابی حاتم وراق) کی تحریر میں دیکھا کہ ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے ایمان چھین لیا جاتا ہے۔

تشریح: اَلنُّھْبٰی بِغَیْرِ اِذْنِ صَاحِبِہٖ: اَلنُّھْبٰی، نَھَبَ سے اسم مصدر ہے یعنی لوٹ کھسوٹ۔ لوٹنا تو بہرحال منع ہے۔ باب میں دو قسم کی لوٹ کا ذکر کیا گیا ہے ایک وہ جس کی مالک اجازت دے۔ مالک کی اجازت سے لوٹنا لٹوانا تو ایسا ہی ہے جیسے اعلان نکاح کے بعد چھوہارے، بادام، کشمش، الا ئچی دانے لٹوائے جاتے ہیں اور خوشی کے موقع پر بریانی وغیرہ کی دیگیں تیار کرا کر صلائے عام کیا جاتا ہے کہ جو چاہے جتنا چاہے کھائے۔ النُّھْبٰی سے اسی قسم کی لوٹ مراد ہے۔ اور دوسری قسم کی لوٹ وہ ہے جس کی بابت بیعت میں اقرار لیا گیا تھا کہ لوٹ نہیں کی جائے گی۔ عنوان باب میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کا حوالہ اس لُوٹ کی طرف توجہ دلانے کے لئے دیا گیا ہے۔ یہ روایت کتاب الایمان باب ۱۱ روایت نمبر ۱۸ میں گزر چکی ہے۔ بدوؤں کی عادت تھی کہ وہ ڈاکے ڈالتے اور انتقام لینے میں ناک، کان اور مختلف اعضاء کاٹ ڈالتے تھے۔ اسلام میں ایسے مظالم کی قطعی طور پر ممانعت کی گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو ان کی روک تھام کے لئے بہت بڑی جدوجہد کرنی پڑی ہے۔ اس باب کے تحت دو روایتیں ہیں۔ دوسری روایت میں لوٹ مار ایمان کے منافی قرار دی گئی ہے۔ کتاب الحدود میں حضرت ابن عباسؓ سے اس حدیث کا یہ مفہوم مروی ہے: یُنْزَعُ مِنْهُ نُوْرُ الْاِیْمَانِ (باب ۱) کہ اُس سے ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہے۔ گویا اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ شادی وغیرہ کے موقعوں پر لُوٹنے کی رسمیں بھی بدی کا بیج بوتی ہیں اور ایسی باتیں پاکیزگی اور وقارِ نفس کے خلاف ہیں۔ ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ عنوان باب جملہ اسمیہ بلا خبر رکھا گیا ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ جن فقہاء نے مالک کی اجازت سے لوٹ کھسوٹ مباح قرار دی ہے؛ امام موصوفؒ کے نزدیک ان کی رائے قابل قبول نہیں۔ امام مالکؒ اور فقہاء کی ایک جماعت نے بھی ایسی رسم کو مکروہ گردانا ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۴۸) ابوداؤدؒ[1] نے بسند ابن جریج و حضرت جابرؓ، ابن حبانؒ نے بسند حضرت عمران بن حصینؓ[2]، ترمذیؒ نے بسند حضرت انسؓ ایک حدیث نقل کی ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں: مَنِ انْتَھَبَ فَلَیْسَ مِنَّا[3] جس نے لُوٹ کھسوٹ کی اُس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے بھی بسند حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ ایک حدیث نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: نَھَی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ النُّھْبَةِ. (مسند احمد بن حنبل، مسند الشامیین، بقیة حدیث زید بن خالد الجهنی، جزء ۴ صفحہ ۱۱۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لُوٹ سے روکا ہے اور ابن حبان سے بسند حضرت ثعلبہ بن حکمؓ مروی ہے: قَالَ اَصَبْنَا غَنَمًا لِلْعَدُوِّ فَانْتَھَبْنَاھَا فَنَصَبْنَا قُدُوْرَنَا فَمَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِالْقُدُوْرِ فَاَمَرَ بِھَا فَاُكْفِئَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ النُّھْبَةَ لَا تَحِلُّ[4] یعنی ہم نے دشمن کی بکریاں لوٹیں اور ہانڈیاں چڑھا دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہانڈیوں کے پاس سے گزرے اور اُن کی نسبت حکم دیا اور وہ اُنڈیل دی

---

[1] (ابو داؤد، کتاب الحدود، باب القطع فی الخلسة و الخیانة)

[2] (ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی النهی عن النکاح الشغار)
(صحیح ابن حبان، کتاب الغصب، ذکر الزجر عن انتهاب المرء مال أخیه المسلم، جزء ۱۱ صفحہ ۵۷۴)

[3] (ترمذی، کتاب السیر عن رسول الله ﷺ باب ماجاء فی کراهیة النهبة)

[4] (سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب النهی عن النهبة)
(صحیح ابن حبان، کتاب الغصب، ذکر الزجر عن النهبة للأشیاء التی لا یملکها المرء جزء ۱۱ صفحہ ۵۷۳)

گئیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: لوٹ کا مال جائز نہیں۔ ابن ابی شیبہؒ نے بھی ایک اور صحابی کی ہم معنی روایت بسند عاصم بن کلیب نقل کی ہے: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ غَزَاةٍ فَأَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ فَأَصَبْنَا غَنَمًا فَانْتَهَبْنَاهَا قَبْلَ اَنْ يُّقْسَمَ فِيْنَا فَاَتَانَا النَّبِيُّ ﷺ مُتَوَكِّئًا عَلَى قَوْسٍ فَاَكْفَأَ قُدُوْرَنَا بِقَوْسِهِ وَقَالَ لَيْسَتِ النُّهْبَةُ بِاَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ.☆ (عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ ۲۶) ایک غزوہ میں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہمیں بھوک کی تکلیف ہوئی اور ہم نے بکریاں لُوٹ لیں، پیشتر اس کے کہ وہ تقسیم کی جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کمان پر سہارا لیتے ہوئے ہمارے پاس آئے اور کمان سے ہماری ہانڈیاں اُلٹا دیں اور فرمایا: لُوٹ کا مال ایسا ہی حرام ہے جیسے مردار۔ مذکورہ بالا روایتیں امام بخاریؒ کی روایت کی مؤید ہیں اور لُوٹ مار سے روکتی ہیں۔ آخری روایت سے ظاہر ہے کہ غنیمت کا مال بھی جو جائز ہے، اگر لُوٹا جائے تو وہ بھی لُوٹ کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی تربیت میں یہاں تک احتیاط برتی کہ انہیں بھوک کی حالت میں بھی ایسا مال استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

يَرْفَعُ النَّاسُ اِلَيْهِ فِيْهَا اَبْصَارَهُمْ: امام مسلمؒ نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے جبکہ ابن ابی شیبہؒ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَرْفَعُ الْمُسْلِمُوْنَ اِلَيْهَا رُءُوْسَهُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ. (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الإیمان والرؤیا، ما ذکر فیما یطوی علیه المؤمن، جزء۶صفحہ۱۶۷) یعنی مومن ہونے کی حالت میں کوئی شخص وہ مال بھی نہیں لُوٹتا جو قابل قدر ہو۔ جس کی طرف مسلمان اپنے سر اُٹھائیں۔ یعنی ایسا مال جو قیمتی ہونے کی وجہ سے لوگوں کی توجہ کو کھینچنے والا ہو۔ ایسے مال کے غصب کرنے کی بھی ایمان اجازت نہیں دیتا، چہ جائیکہ معمولی معمولی چیزیں لُوٹی جائیں۔ اِشرافِ نفس کے بارے میں اسلام کی اعلیٰ تعلیم کا ایک حوالہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں کتاب الزکوٰۃ باب ۵۰ روایت نمبر ۱۴۷۲ وغیرہ میں گزر چکا ہے۔ جس شئے کے لئے نفس للچائے وہ انسان کے لئے مبارک نہیں ہوتی۔ خواہش نفس کی پیروی روحانیت کے اعلیٰ مدارج کے حصول میں بڑی روک ہے۔ صوفیائے کرام نے اشراف نفس کے مسئلہ کو بہت بڑی اہمیت دی ہے اور کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے پہلے حصے کا یہی مفہوم لیا ہے کہ انسان ہوائے نفس سے کلی طور پر منقطع ہو جائے اور نفس کی خواہشوں سے کوئی حرکت سرزد نہ ہو بلکہ اپنی خواہشیں مشیت الٰہی کے تحت کر دی جائیں۔ اس تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

> ’’بت پرستی اور انسان پرستی سے پرہیز تو ایک موٹی بات ہے۔ ہندو جو حقائق اور معارف نہیں جانتا وہ بھی اب تو بتوں سے پرہیز کرتا ہے۔ کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا مفہوم اس پر ختم نہیں ہو جاتا کہ بتوں کی پوجا سے تم پرہیز کرو بلکہ اس کے سوا اور بہت سے جھوٹے معبود ہیں اور اُن سب کا ترک کرنا لازمی امر ہے۔ جیسا کہ انسان کا ہوا وہوس

☆ (ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی النهی عن النهبی)
(مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب من کره النهبة ونهی عنها)

کے پیچھے چلنا اور اتباع شہوات کرنا اور طرح طرح کی بدیوں کی پیروی کرنا۔ یہ سب انسان کے واسطے بت ہیں۔ جن کی وہ پوجا کرتے ہیں اور کلمہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ میں ان سب کی نفی کی گئی ہے۔ یہ کلمہ شریف ایک اللہ کے سوا تمام معبودوں کی نفی کرتا ہے۔ تمام انفسی اور آفاقی الٰہ باہر نکال کر اپنے دل کو ایک اللہ کے واسطے پاک صاف کرنا چاہیے۔ بعض بت ظاہر ہیں مگر بعض بت باریک ہیں۔ مثلاً خدا تعالیٰ کے سوا اَسباب پر توکل کرنا بھی ایک بت ہے مگر یہ ایک باریک بت ہے۔ پھر بعض بت جذبات نفسانی کے ہیں جو کہ انسان کو خدا تعالیٰ اور اپنے ہم جنسوں کی حق تلفی میں حد سے باہر لے جاتے ہیں۔ بہت سے پڑھے لکھے جو کہ عالم کہلاتے ہیں اور فاضل کہلاتے ہیں اور مولوی کہلاتے ہیں، حدیثیں پڑھتے ہیں۔ اپنے آپ میں ان بتوں کی شناخت نہیں کر سکتے اور اُن کی پوجا کرتے ہیں۔ ان بتوں سے بچنا بڑے بہادر آدمی کا کام ہے۔''

(ملفوظات ''کلمہ طیبہ کی حقیقت'' جلد۵ صفحہ ۸۷ تا ۹۲)

مذکورہ بالا اسلام کی بنیادی تعلیم کے پیش نظر لُوٹ کھسوٹ سے متعلق فتویٰ جواز کی حقیقت از خود نمایاں ہو جاتی ہے۔ ایسے امور پاکیزگی نفس کے بالکل منافی ہیں۔

وَاِنْ زَنَـى وَاِنْ سَرَقَ (کتاب الجنائز روایت نمبر ۱۲۳۷) کے الفاظ جو حضرت ابوذرؓ کی روایت میں وارد ہوئے ہیں وہ مذکورہ بالا روایت نمبر ۲۴۷۵ کے بظاہر خلاف ہیں کہ دونوں کا مفہوم متناقض ہے۔ ایک میں ہے کہ ایمان کی حالت میں ایسے افعال کا صادر ہونا ممکن نہیں اور دوسری میں ہے کہ ایسے افعال جنت میں داخل ہونے میں حائل نہیں۔ دراصل یہ تناقض صرف الفاظ کے لحاظ سے ظاہری تناقض ہے اور جملہ شرطیہ کی یہ ترکیب بھی درحقیقت اسی امر پر دلالت کرتی ہے کہ حقیقی ایمان تمام سابقہ غلطیوں کے برے اثر کو مٹا دیتا ہے۔ اس کا یہ مفہوم نہیں کہ توبہ اور ایمان کے بعد بھی ایسے افعال صادر ہو سکتے ہیں اور انسان ان برائیوں کے ارتکاب کے باوجود جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

بَاب ۳۱: كَسْرُ الصَّلِيْبِ وَقَتْلُ الْخِنْزِيْرِ

صلیب توڑنا اور سؤر کو مار ڈالنا

۲۴۷۶: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ	۲۴۷۶: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ زہری نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: سعید بن مسیّب نے

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُّقْسِطًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ.

اطرافهُ: ۲۲۲۲، ۳٤٤۸، ۳٤٤۹۔

مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: وہ گھڑی قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ابن مریم تم میں عادل حَکَم ہو کر نہ آئیں۔ وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کریں گے اور مال اس کثرت سے ہوگا کہ کوئی اُس کو قبول نہیں کرے گا۔

تشریح: **كَسْرُ الصَّلِيْبِ وَ قَتْلُ الْخِنْزِيْرِ:** روایت زیرباب ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے۔اس سے صلیبیں توڑنے، خنزیر مارنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔اسی لئے عنوان باب جملہ اسمیہ سے قائم کر کے اسکی خبر محذوف ہے۔اس تعلق میں دیکھئے کتاب البیوع باب ۱۰۲ تشریح روایت نمبر ۲۲۲۲ و کتاب الانبیاء باب ۴۹ روایت نمبر ۳۴۴۸۔

بَاب ۳۲: هَلْ تُكْسَرُ الدِّنَانُ الَّتِي فِيْهَا خَمْرٌ أَوْ تُخَرَّقُ الزِّقَاقُ؟

کیا وہ مٹکے جن میں شراب ہو، توڑ دیئے جائیں اور مشکیں بھی پھاڑ ڈالی جائیں

فَإِنْ كَسَرَ صَنَمًا أَوْ صَلِيْبًا أَوْ طُنْبُوْرًا أَوْ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِخَشَبِهِ. وَأُتِيَ شُرَيْحٌ فِي طُنْبُوْرٍ كُسِرَ فَلَمْ يَقْضِ فِيْهِ بِشَيْءٍ.

اور اگر کوئی شخص بت یا صلیب یا طنبور یا وہ چیز جس کی لکڑی سے فائدہ نہ اٹھایا جائے، توڑ دے (تو کیا اس پر تاوان ہوگا یا نہیں؟) اور شریح (قاضی) کے پاس طنبور سے متعلق مقدمہ لایا گیا جو توڑا گیا تھا۔ انہوں نے اس کا کچھ تاوان نہ دلایا۔

۲٤۷۷: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ ابْنُ مَخْلَدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نِيْرَانًا تُوْقَدُ يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ: عَلَامَ تُوْقَدُ هَذِهِ النِّيْرَانُ؟ قَالَ: عَلَى الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ.

۲۴۷۷: ابوعاصم ضحاک بن مخلد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید بن ابی عبید سے، یزید نے سلمہ بن اَکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے خیبر کی جنگ میں آگیں دیکھیں، جو جلائی جارہی تھیں۔ آپؐ نے پوچھا: یہ آگیں کس چیز کیلئے جلائی گئی ہیں؟ لوگوں نے کہا: پالتو گدھوں کا گوشت پکایا جارہا ہے۔

قَالَ: اكْسِرُوْهَا وَهَرِيْقُوْهَا. قَالُوْا: أَلَا نُهَرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا؟ قَالَ: اغْسِلُوْا.

آپؐ نے فرمایا: ان (ہانڈیوں) کو توڑ دو اور (جو اِن میں ہے) اس کو انڈیل دو۔ انہوں نے کہا: کیا ہم انہیں انڈیل کر دھو نہ لیں؟ آپؐ نے فرمایا: دھولو۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: كَانَ ابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ يَقُوْلُ: الْحُمُرِ الْأَنَسِيَّةِ بِنَصْبِ الْأَلِفِ وَالنُّوْنِ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا کہ ابن ابی اویس (الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ کی بجائے) الحُمُر الْاَنَسِيَّة (یعنی) الف اور نون کی زبر کے ساتھ کہا کرتے تھے۔

اطرافہ: ٤١٩٦، ٥٤٩٧، ٦١٤٨، ٦٣٣١، ٦٨٩١۔

۲۴۷۸: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّوْنَ نُصُبًا فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُوْدٍ فِي يَدِهِ وَجَعَلَ يَقُوْلُ: جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (الإسراء:٨٢) اَلْآيَةَ.

۲۴۷۸: علی بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا کہ (عبداللہ) بن ابی نجیح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مجاہد سے، مجاہد نے ابومعمر سے، ابومعمر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپؐ انہیں ایک چھڑی سے جو آپؐ کے ہاتھ میں تھی مارتے اور یہ کہتے جاتے تھے: حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔

اطرافہ: ٤٢٨٧، ٤٧٢٠۔

۲۴۷۹: حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّهَا كَانَتِ اتَّخَذَتْ عَلَى سَهْوَةٍ لَّهَا سِتْرًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ

۲۴۷۹: ابراہیم بن منذر نے مجھ سے بیان کیا کہ انس بن عیاض نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ بن عمر سے، عبیداللہ نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے، انہوں نے اپنے باپ قاسم سے، قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے اپنے (حجرے کے) دالان میں ایک پردہ لٹکایا جس میں تصاویر بنی ہوئی

فَهَتَكَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ فَكَانَتَا فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا.

تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پھاڑ ڈالا۔ پھر حضرت عائشہؓ نے اُس سے دو گدّے بنائے اور وہ گھر میں رہے۔ آپؐ ان پر بیٹھا کرتے تھے۔

اطرافہُ: ٥٩٥٤، ٥٩٥٥، ٦١٠٩۔

تشریح: **هَلْ تُكْسَرُ الدِّنَانُ الَّتِيْ فِيْهَا خَمْرٌ اَوْ تُخَرَّقُ الزِّقَاقُ:** عنوان باب استفتاء کی صورت میں ہے اور اس میں قاضی شریح کے فیصلے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جس سے بظاہر پایا جاتا ہے کہ شراب کا برتن توڑنا جائز ہے کیونکہ شراب حرام ہے۔ مگر روایت نمبر ۲۴۷۷ سے اس کے خلاف ثابت ہے اور اسی پر شراب کے برتن کا بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

فَاِنْ كَسَرَ صَنَمًا اَوْ صَلِيْبًا اَوْ طُنْبُوْرًا اَوْ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِخَشَبِهِ: اسی طرح صلیب اور ساز طرب وسماع کے توڑنے کا کسی کو حق نہیں کہ وہ گرجوں اور مندروں میں داخل ہو کر صلیبیں یا بت توڑے کیونکہ وہ عیسائیوں اور بت پرستوں کی ملکیت میں ہیں اور غیر کی ملکیت میں دخل دینا جائز نہیں اور اس امر کے جواز کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے استدلال کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں ایک جہاد کے بعد فاتحانہ شان سے داخل ہوئے تھے اور رائج الوقت دستور کے مطابق وہ دشمن کی ہر شئے کے مالک تھے اور بطور مالک اُن کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہتے کر سکتے تھے۔ مگر آپؐ نے صرف طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (البقرۃ:۱۲۶) کے حکم کی تعمیل میں بتوں کو توڑ کر بیت اللہ کی تطہیر فرمائی اور جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (بنی اسرائیل:۸۲) کی عظیم الشان پیشگوئی پوری فرمائی۔ قریش مکہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مابہ النزاع امر یہی تھا کہ بیت اللہ میں جو بت پرستی ہو رہی ہے وہ ملت ابراہیمی اور توحید خالص کے خلاف ہے اور انہوں نے تلوار کے ذریعے اس کا فیصلہ چاہا اور تلوار کے ذریعے جو فیصلہ ہوا اُس کے سامنے انہوں نے سر تسلیم خم کیا۔ دیکھئے آیت اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ۝ (الحج:۴۰)

باب کی تیسری روایت سے ظاہر ہے کہ ایک پردہ جس پر تصویریں تھیں؛ پھاڑ کر اُس سے بیٹھنے کا گدیلہ یا تکیہ بنایا گیا تھا اور یہ ایک ذاتی ملکیت تھی۔ ہر شخص اپنی ذاتی ملکیت میں جیسا چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ سَهْوَةٌ کے معنے طاقچہ جس میں چیزیں رکھی جاتی ہیں اور آج کل ہمارے ہاں اس غرض کے لئے الماری ہے۔

ان تینوں روایتوں سے مذکورہ بالا استفتاء کا جواب اثبات میں نہیں بلکہ نفی میں ہے۔ حالت صلح وامن کا قانون شریعت یہ ہے کہ ہر شخص اپنے مذہبی امور میں آزاد ہے اور اس کو آزادی سے محروم کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔ مذہبی آزادی اور رواداری ایک مسلمہ قانون شریعت اسلامیہ ہے۔ قاضی شریح کے حوالے سے بھی صلیب وغیرہ توڑنے کا جواز ثابت نہیں

کیونکہ جن حالات میں سازِ طرب وسماع توڑنے پر تاوان نہ دلانے کا فیصلہ کیا گیا تھا وہ معلوم نہیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ طنبور والا ہی اس میں قصوروار ہو کہ وہ ایسے وقت میں اور ایسی جگہ اپنے ساز کو بجا رہا ہو جہاں اس کا بجانا مخل آرام ہو۔ مشار الیہ قضیہ ابن ابی شیبہ ☆ نے نقل کیا ہے۔

باب کی پہلی روایت کے آخر میں اسماعیل (بن ابی اویس) کے حوالے سے جو امام بخاریؒ کے شیخ ہیں، تلفظ کی اصلاح کی گئی ہے۔ بعض سندوں میں اِنْسِيَّةٌ کا لفظ ہے یعنی وہ گدھے پالتو تھے۔ یہ لفظ اُنس سے مشتق ہے۔ جس کے معنے مانوس کے ہیں۔ بعض فقہاء نے سوال اُٹھایا ہے کہ گدھے کا گوشت کیوں حرام کیا گیا ہے؟ اس بارے میں مختلف آراء ہیں۔ بعض کی رائے ہے کہ ضروریاتِ بار برداری کی وجہ سے گدھے ذبح کرنے سے منع کیا گیا تھا ورنہ اس کا گوشت ایسا ہی حلال ہے جیسے گھوڑے وغیرہ کا۔ بعض نے کہا ہے: چونکہ شارع اسلام نے منع کیا ہے اس لئے یہی اس کی علت حرمت ہے۔ لیکن یہ بحث یہاں غیر متعلق ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۳۰، ۳۱۔

خلاصہ یہ کہ شراب وغیرہ کی حرمت کے سبب سے برتن یا صلیب یا بت توڑنا جائز نہیں جبکہ وہ دوسروں کے مملوکہ ہوں۔ سورۂ حج جس میں مظلوموں کو تلوار اُٹھانے کی اجازت دی گئی ہے۔ وہیں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ گرجوں، معبدوں اور دَیرو کنیسہ کی حفاظت کیا جانا ضروری ہے کہ اُن میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَ صَلَوٰتٌ وَ مَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ط وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ (الحج:۴۱){اور اگر اللہ ان (یعنی کفار) میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ سے (شرارت سے) باز نہ رکھتا تو گرجے اور یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے برباد کر دیئے جاتے اور اللہ یقیناً اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا۔ اللہ یقیناً بہت طاقتور (اور) غالب ہے۔} حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی سے بھی جواز کا استدلال نہیں ہوسکتا کہ وہ بت خانہ بھی آپؑ کے خاندان کی ملکیت تھا۔ اُس کی تفصیل موقع پر آئے گی۔ سازِ طرب وسرور توڑنا بھی جائز نہیں۔ اگر توڑے جائیں تو توڑنے والے کا فعل مظالم میں شمار ہوگا اور اُس کے خلاف مقدمہ چلایا جائے گا۔ مَظْلَمَةٌ کے معنے ہی ظلم کی شکایت کے ہیں اور قاضی حالات کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ امام بخاریؒ کو قاضی شریح کا فیصلہ معلوم تھا؛ مگر اس کے باوجود انہوں نے مشار الیہ فقہاء کے فتوے کے ساتھ اتفاق نہیں کیا کہ اسلام کی اصولی تعلیم اُن کے مدنظر تھی۔ ایسے فتوے فتنہ وفساد کا موجب ہیں اور بعض نادان ان فتووں سے متعلقہ حالات نظر انداز کر کے کافر کا مال حلال اور بتوں کا توڑنا پھوڑنا جائز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دفاعی جنگوں کا اصل منشاء یہی تھا کہ مذہبی اور شخصی آزادی قائم ہو اور امن عامہ بحال ہو اور ہر شخص اپنے مدنی حقوق سے بہرہ وَر ہو۔

☆ (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب فی الرجل یکسر الطنبور، جزء۵ صفحہ۱۰)

بَاب ۳۳: مَنْ قَاتَلَ دُوْنَ مَالِهِ

جو شخص اپنا مال بچانے کے لئے لڑے

۲۴۸۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ هُوَ ابْنُ أَبِي أَيُّوْبَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ.

۲۴۸۰: عبداللہ بن یزید نے ہم سے بیان کیا کہ سعید نے جو کہ ابوایوب کے بیٹے ہیں، ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ابوالاسود (محمد بن عبدالرحمٰن) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنا مال بچاتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔

تشریح: مَنْ قَاتَلَ دُوْنَ مَالِهِ: اسلام نے بغیر استثناء مذہب وملت ہر شخص کو دفاع کا حق دیا ہے جب اُس کی جان و مال وعزت خطرے میں ہوں اور سوائے مقابلہ ودفاع کے اور کوئی چارہ نہ ہو۔ یہی مذہب امام شافعی کا ہے۔ جمہور نے حملہ ہونے کی حالت میں بغیر کسی قید وشرط کے دفاع کی اجازت دی ہے۔ امام اوزاعی کی رائے اس بارہ میں یہ ہے کہ حالات کی رعایت ضروری ہے۔ مثلاً اگر جماعت کا شیرازہ امام کی وجہ سے منظم ہو تو اس کے ذریعے سے دفاع ہوگا ورنہ بصورت دیگر مضر۔ اُن کے نزدیک ایسی حالت میں صبر سے کام لینا چاہیے۔ ابن بطال کی رائے ہے کہ ابواب مظالم کے ضمن میں مذکورہ بالا حدیث کا ذکر کرنے سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ اگر دفاع سے حملہ آور زخمی یا قتل ہو جائے تو دفاع کرنے والے پر دیت وغیرہ عائد نہ ہوگی۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۵۳-۱۵۴)

عنوان باب مَنْ سے قائم کر کے جملہ ادھورا چھوڑا گیا ہے۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک فقرہ مَـا حُـكْـمُهُ اور علامہ عینی کے نزدیک فقرہ فَقُتِلَ فَهُوَ شَهِيْدٌ یہاں مقدر ہے جس سے مبتداء کی خبر مکمل کی گئی ہے۔ عینی کا استنباط مندرجہ بالا مشہور حدیث سے ہے جو متعدد ثقہ راویوں سے منقول ہے۔ ایک روایت میں ہے: مَـنْ قُتِـلَ دُوْنَ مَـالِهِ مَظْلُوْمًا فَلَهُ الْجَنَّةُ.[1] اور کسی روایت میں ہے: مَـنْ قُتِـلَ دُوْنَ مَظْلَمَتِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ.[2] (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۵۲، ۱۵۳) (عمدۃ القاری، جزء۱۳ صفحہ۳۳-۳۵) ان روایتوں کا مفہوم ایک ہی ہے کہ جو شخص مظلوم ہو اور ظلم کے دفاع میں مارا جائے تو وہ شہید اور جنت میں داخل ہوگا۔ لیکن امام بخاریؒ نے عنوان باب بجائے قُتِلَ کے قَاتَلَ اختیار کیا ہے اور جملہ شرطیہ کا جواب بھی محذوف کر دیا گیا ہے۔ جس کی جان و مال اور عزت خطرے میں ہو اور اُس پر حملہ کیا گیا ہو اور اس حق میں مشرک، عیسائی اور مسلم وغیرہ سب برابر ہیں اور بغیر

---

[1] (سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب من قتل دون ماله)

[2] (سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب من قاتل دون مظلمته)

کسی قید و شرط کے یہ حق ہر مذہب وملت کے تعلق رکھنے والے استعمال کر سکتے ہیں؛ اگر اُن کے مذہبی نشانات پر حملہ کیا جائے۔
عنوان کی ترکیب سے ظاہر ہے کہ وہ اُن معدودے چند فقہاء کے نظریے سے متفق نہیں جن کے فتووں کا ذکر سابقہ باب میں گزر چکا ہے۔ ان کے نزدیک مظالم کے سد باب میں اسلامی ضابطہ قواعد ملحوظ رہے گا۔ چنانچہ بعض ائمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ شراب کا برتن یا صلیب توڑی جائے اور اس کا مالک ذمی یا مستأمن ہو تو توڑنے والے سے نقصان دِلایا جائے گا اور اگر حربی یا برسر پیکار ہو تو کوئی حرجانہ یا معاوضہ نہیں۔ (عمدۃ القاری شرح باب ۳۲، جزء ۱۳ صفحہ ۲۹) خلاصہ یہ کہ حالات سے قطع نظر کر کے علی الاطلاق فتویٰ دینا درست نہیں۔

بَاب ٣٤: إِذَا كَسَرَ قَصْعَةً أَوْ شَيْئًا لِّغَيْرِهِ

اگر کوئی کسی دوسرے کا پیالہ یا کوئی اور چیز توڑ ڈالے

٢٤٨١: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَةٍ فِيْهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ فَضَمَّهَا وَجَعَلَ فِيْهَا الطَّعَامَ وَقَالَ: كُلُوْا وَحَبَسَ الرَّسُوْلَ وَالْقَصْعَةَ حَتَّى فَرَغُوْا فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيْحَةَ وَحَبَسَ الْمَكْسُوْرَةَ.

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

طرفهُ: ٥٢٢٥.

۲۴۸۱: مسدّد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حمید سے، حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک زوجہ کے پاس تھے تو امّہات المؤمنین میں سے ایک نے خادم کے ہاتھ ایک پیالہ بھیجا جس میں کوئی کھانا تھا۔ اُس بیوی نے اپنا ہاتھ مارا اور پیالہ توڑ ڈالا۔ آپؐ نے اُس کو جوڑا اور اُس میں وہ کھانا رکھ دیا اور فرمایا: کھاؤ اور وہ جو پیالہ لے کر آیا تھا، اُسے اور اُس پیالہ کو روکے رکھا، یہاں تک کہ کھانے سے فارغ ہوئے۔ پھر آپؐ نے دوسرا سالم پیالہ دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ رکھ لیا۔

(سعید) بن ابی مریم کہتے تھے کہ یحییٰ بن ایوب نے ہمیں بتایا کہ حمید نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث بیان کی۔

تشریح: **اِذَا كَسَـرَ قَصْعَةً اَوْ شَيْئًا لِّغَيْرِه:** اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ پیش کیا گیا ہے کہ آپؐ نے نقصان پورا کیا اور اگر آپؐ تلافی نہ بھی کرتے تو وہ ایک گھریلو معاملہ تھا۔ مگر آپؐ نے یہ ایک معمولی سا نقصان بھی گوارا نہیں فرمایا۔ امام بیہقیؒ کے مطابق دونوں پیالے خود آنحضرت ﷺ کی ملکیت تھے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں: بِـاَنَّ الْـقَـصْعَتَيْنِ كَانَتَا لِلنَّبِيِّ ﷺ فِيْ بَيْتَيْ زَوْجَتَيْهِ. ☆ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۵۶) آپؐ نے ٹوٹا ہوا پیالہ جوڑ کر توڑنے والی بیوی کو دیا کہ وہ خود استعمال کرے اور اس کا سالم پیالہ دوسری بیوی کے گھر بھجوا دیا۔ جہاں سے کھانا بطور ہدیہ آیا تھا۔ روایت مندرجہ کیلئے کتاب النکاح باب ۱۰۷ روایت نمبر ۵۲۲۵ بھی دیکھئے۔

بَاب ۳۵ : إِذَا هَدَمَ حَائِطًا فَلْيَبْنِ مِثْلَهُ

اگر کوئی دیوار گرادے تو چاہیے کہ ویسی ہی بنادے

۲٤۸۲ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ رَجُلٌ فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ يُصَلِّي فَجَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ فَأَبَى أَنْ يُّجِيْبَهَا فَقَالَ: أُجِيْبُهَا أَوْ أُصَلِّي؟ ثُمَّ أَتَتْهُ فَقَالَتِ: اللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ وُجُوْهَ الْمُوْمِسَاتِ. وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ: لَأَفْتِنَنَّ جُرَيْجًا فَتَعَرَّضَتْ لَهُ فَكَلَّمَتْهُ فَأَبَى فَأَتَتْ رَاعِيًا فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَّفْسِهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَتْ: هُوَ مِنْ

۲۴۸۲: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن سیرین سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا۔ اُسے جریج کہتے تھے۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں اُس کی ماں آئی اور اس نے اس کو بلایا۔ اس نے اس کو جواب نہ دیا اور کہنے لگا: میں اسے جواب دوں یا نماز پڑھوں۔ پھر وہ لوٹی اور اس نے کہا: اے میرے اللہ! اسے نہ ماریو جب تک کہ تو اسے کنچنیوں کا منہ نہ دکھادے۔ اور جریج اپنے عبادت خانہ میں تھا۔ ایک عورت نے کہا: میں جریج کو ضرور بہکاؤں گی۔ چنانچہ اس نے اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور اُس سے باتیں کیں۔ وہ نہ مانا۔ وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اُس سے بدفعلی کی اور وہ ایک لڑکا جنی۔

☆ (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الغصب، باب ردّ قيمته ان كان من ذوات القيم، جزء۶ صفحہ۹۶)

جُرَيْجٍ فَأَتَوْهُ وَكَسَرُوْا صَوْمَعَتَهُ وَأَنْزَلُوْهُ وَسَبُّوْهُ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ فَقَالَ: مَنْ أَبُوْكَ يَا غُلَامُ؟ قَالَ: الرَّاعِي. قَالُوْا: نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ. قَالَ: لَا إِلَّا مِنْ طِيْنٍ.

کہنے لگی: یہ جریج کا ہے۔ یہ سن کر لوگ اس کے پاس آئے اور اُس کا عبادت خانہ توڑ پھوڑ دیا۔ اُس کو نیچے اُتارا اور اُسے گالیاں دیں۔ اُس نے وضو کیا۔ نماز پڑھی اور اُس کے بعد اُس بچے کے پاس آیا اور اُس نے پوچھا: بچے! تیرا باپ کون ہے؟ اُس نے کہا: چرواہا۔ لوگوں نے کہا: ہم تمہارا عبادت خانہ سونے کا بنا دیتے ہیں۔ اُس نے کہا: نہیں؛ مٹی کا ہی بنا دو۔

اطرافہُ: ١٢٠٦، ٣٤٣٦، ٣٤٦٦.

تشریح: **اِذَا هَدَمَ حَائِطًا فَلْيَبْنِ مِثْلَهُ:** مسئلہ معنونہ کے بارے میں امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ دیوار وغیرہ گرانے کی یہی سزا کافی ہے کہ اس کے بنوانے کے اخراجات گرانے والا ادا کرے۔ اگر وہ خود اس کے بنوانے کی ذمہ داری لے تو یہ جائز نہیں ہوگا۔ اِس فتویٰ کے یہ الفاظ ہیں: لَا يَجُوْزُ لِاَنَّهُ فَسْخٌ لِمَا وَجَبَ نَاجِزًا وَهُوَ الْقِيْمَةُ اِلَى مَا يَتَاَخَّرُ وَهُوَ الْبُنْيَانُ. یعنی گرانے والے کو اجازت دینا درست نہیں کیونکہ یہ اجازت اس واجب الاداء تاوان کو فسخ کر دے گی؛ جس کی نقد ادائیگی کا فیصلہ ہوا ہے، ایسے امر کے لئے جو بعد کو کیا جاتا ہے؛ یعنی تعمیر جس کی نسبت یقینی بات نہیں کہ وہ کب ہوگی یا اگر ہو تو کس صورت میں ہوگی؛ ناقص یا مکمل۔ جمہور کے نزدیک دیوار کو اگر گرانے والا ویسی بنا دے جیسی کہ وہ تھی تو جائز ہوگا۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۵۷) امام مالکؒ کے مذہب کی رو سے احتیاط کا پہلو غالب ہے اور جمہور کے مذہب میں ازالہ ظلم کے لئے سہولت کا پہلو مدنظر ہے۔ لیکن جو واقعہ مذکورہ بالا روایت میں بیان ہوا ہے اس میں گرانے والے لوگ سونے کا گرجا بنانے کے لئے تیار تھے اور جریج نے کہا: نہیں (مِنْ طِيْنٍ) گارے مٹی کا ہی بنے گا جیسا کہ پہلے تھا۔

یہاں بعض شارحین نے سوال اٹھایا ہے کہ واقعہ مذکورہ اسرائیلی قوم سے تعلق رکھتا ہے جو ہمارے لئے حجت نہیں اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بنظر استحسان بیان فرمایا ہے؛ اس لئے جو اچھا سبق اس سے حاصل ہوتا ہے وہ ہمارے لئے قابل قبول اور قابل عمل ہے۔ امام بخاریؒ نے ان ابواب میں ایسے مظالم کی صورتیں بیان کی ہیں جن کا تدارک انسان خود کر سکتا ہے۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۵۷) (عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۳۹)

کتاب المظالم کے خاتمہ پر یہ امر خصوصیت سے قابل توجہ ہے کہ ظلم کی تعریف جو اسلام نے کی ہے وہ اتنی لطیف اور وسیع تعریف ہے کہ حیاتِ انسانی کے تمام پہلوؤں اور معاشرہ بشریہ کے سارے تعلقات پر حاوی ہے۔ ظلم کی اسلامی تعریف، اس کا تصور انفرادی اور اجتماعی دونوں قسم کے حقوق پر مشتمل ہے اور معاشرہ بشریہ کے داخلی و خارجی امن کی ضامن و کفیل ہیں۔ حقوق میں ایک ادنیٰ سا خلل بھی اس تعریف سے باہر نہیں رہتا اور نہ کوئی رخنہ جو روابط اجتماعیہ میں سے کسی رابطہ

میں عقلاً تصور کیا جاسکتا ہے۔ وہ ظلم کے اس تصور سے خارج ہے جو مذکورہ بالا کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔ عدل وانصاف کی میزان میں ایک خفیف سا جھکاؤ بھی ظلم کے معنی میں شامل ہے اور ذہن انسانی کی ہر شائبۂ ظلم سے بکلی تطہیر ملحوظ رکھی گئی ہے۔ نفس بشریہ اور انسانی دل و دماغ کا گوشہ گوشہ ظلم کے سمجھنے میں روشن کیا گیا ہے اور بصیرت افروز کامل رہنمائی سے ماحول بشری کا کونہ کونہ منور کیا گیا ہے کہ ظلم کی خفیف سی آہٹ بھی نفس کے باطن وخارج میں گوارا نہیں کی گئی۔ کیونکہ خفیف سا ظلم بھی نورِ قلب زائل کرنے کا باعث ہوسکتا ہے۔ ظلم کی تعریف میں جس طرح بڑے سے بڑے موجبات مثل تعصب دینی اور جنبہ داری قومی طمع وحرص وغیرہ کو اہمیت دی گئی ہے اسی طرح ادنیٰ سے ادنیٰ بواعث واحتمالات ظلم تک بھی نظر سے اوجھل نہیں ہونے دیئے گئے اور ان کے علاج وازالہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ لفظ ظلم وظالم اور مظلمہ اور مظالم کا اشتقاق ظلمت یعنی تاریکی سے ہے اور بتایا گیا ہے کہ جہالت اپنے وسیع معنوں میں ایسی تاریکی ہے جو اپنے اور بے گانہ کی تمیز مٹا دیتی ہے۔ جس طرح اندھیرا چھا جانے پر قوت شناخت کام نہیں دیتی اور تاریکی کی شدت میں نورِ نظر غائب ہوجاتا ہے۔ یہی حال ظالم کا ہے کہ وہ اپنے اور بے گانہ، حق وناحق کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ ظلم کی تعریف اور اس کی حقیقت خود اس کے اس نام میں مضمر اور پنہاں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس بشری کے اندر اور باہر ان تمام جگہوں اور موقعوں سے ہمیں روشناس کرایا ہے جن میں خفیف سی تاریکی پیدا ہونے کا بھی احتمال ہے اور آپؐ کے مبارک ہاتھوں سے ایسا چراغ روشن کیا گیا ہے؛ جس نے کسی قسم کی تاریکی باقی نہیں چھوڑی بلکہ سورۂ نور کی آیات میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہی چراغ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے: كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ط يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ. (النور:۳۶) گویا وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے جو مبارک درخت کے تیل سے روشن ہوتا رہے گا۔ وہ تیل نہ شرقی ہے نہ غربی۔ قریب ہے اس کا تیل خواہ اسے آگ نہ بھی چھوئے خود بخود بھڑک اُٹھے۔ نور ہی نور ہے۔ اللہ جسے چاہے گا اس کے ذریعہ سے اپنے نور کی طرف راہنمائی کرے گا۔ فقرہ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ سے زمانہ بعثت نبویہ سے قبل آپؐ کے نورفطرت کی طبعی حالت مراد ہے اور زمانہ بعثت کے بعد جب آپؐ کو شدید ابتلاؤں کا سامنا ہوا تو آپؐ کا نورفطرت زیادہ سے زیادہ چمکا اور روشن تر ہوتا چلا گیا؛ یہاں تک کہ آپؐ میں انوارِ الٰہیہ کی شان بکمال ظاہر ہوکر دوسروں کی ہدایت کا باعث ہوئی۔ چنانچہ اس آیت کے بعد صحابہ کرامؓ کے انوارِ محمدیہؐ سے منور ہونے کا ذکر کرکے بتایا گیا ہے کہ یہ چراغ اپنے اندر کن انوارِ قدسیہ کی تاثیر رکھتا ہے اور اس کے بعد زمانے کی حالت بیان کی گئی ہے۔ پہلے تمثیلاً ان قوموں کا ذکر فرمایا ہے جن کے پاس شریعت تھی کہ وہ سراب بن کر رہ گئی۔ چنانچہ فرمایا: يَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ط حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا ط (النور:۴۰) کہ پیاسا خیال کرتا تھا کہ وہاں پانی سے اپنی پیاس بجھائے گا مگر اس کا یہ خیال فریب نظر سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ ایک طرف بیت المقدس کے ہیکل میں سوختنی قربانیوں کا نرا ڈھانچہ جو نورِ ایمان اور صحت عقیدہ سے قطعاً خالی، رسومات کی تاریکیاں جگہ جگہ ماتم کناں تھیں۔ اور دوسری طرف عیسائی کلیساؤں میں لاہوت وناسوت کے فرسودہ مناقشات سے مسیحی دنیا پارہ پارہ۔ اور تیسری

جانب ایرانی آتش کدہ میں بوالہوسی شعلہ زن ۔ یہی حال ہندوستان کے براہمہ اور چین کے بھکشوؤں کا تھا۔ صنم پرستی اور ابا پرستی ان کا مَتْ، عقل وخرد سے کورے، جہالت وتوہمات کے پجاری، خدا پرستی بے نام ونشان، ہر جگہ ہوس وشہوات نفس نے اشرف المخلوقات کو بام شرافت وانسانیت سے گرا کر شودر اور بھکشو بنا دیا تھا۔ زمانہ جاہلیت کی سیاسی دنیا کا حال اس سے بھی ابتر، ہر جگہ لاقانونیت اور ظلم وجور کا دور دورہ، رومانی حکومت کے پاس ایک قانونچہ تو تھا لیکن جس کی وقعت دفتر پارینہ اور گم کردہ استقامت جو اپنی معنوی اور تنقیدی طاقت سے محروم بلکہ قیاصر اور امرائے سلطنت کے ہاتھوں میں ظلم وتعدی کا شاہکار اور اس پر مستزاد یہ کہ ساری سلطنت زخنگی اور بوسیدگی کے کنارے پر ڈگمگا رہی تھی۔ وہ شرقی اور غربی دو بڑے حصوں میں منقسم تھی۔ خانہ جنگیوں کی وجہ سے ایک دوسرے سے برسر پیکار اور پادریوں اور جاگیرداروں کے ہاتھوں بازیچۂ ظلم وستم مذہبی اور ہوس پرست عیار ایک سلطنت کو دوسری سلطنت کے خلاف چمکانے اور بھڑکانے میں مصروف اور رعایا کے مظلوم جہالت وضلالت سے پامال اور ظلم وستم سے نڈھال بلکہ اس سے بدتر حال اکاسر اور دھاقین کے ہاتھوں باجگزار ایرانی رعایا کا تھا اور ارض حجاز کی چوتھی طرف حبشہ کا ملک جس میں نسبتاً امن وامان تھا مگر اس کی دنیا بالکل نرالی۔ جہاں جادوگری کا زور اور صلیب پرستی کے اوہام اور رہبانیت کا دور دورہ۔ قوم احباش ان دونوں کے تحت مجبور وناچار۔ غرض حجاز کی سرزمین جو خود امیت اور جہالت میں شہرہ آفاق تھی اس کے چاروں اطراف دور ونزدیک میں ظلم وجور کی تاریکیاں ہی تاریکیاں تھیں۔ جس کا نقشہ مختصر مگر نہایت فصیح اور بلیغ الفاظ سے سورۂ نور کی محولہ بالا آیات میں کھینچا گیا ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِىْ بَحْرٍ لُّجِّىٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰٮهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ (النور:۴۱) اُن کی حالت ان تاریکیوں جیسی ہے جو ایک گہرے سمندر پر چھائی ہوں۔ جس پر لہریں اٹھ رہی ہوں اور ان لہروں پر اور لہریں اٹھ رہی ہوں اور ان سب پر گہرا بادل ہو۔ ایسی تاریکیاں کہ ایک دوسرے کے اُوپر تہ بہ تہ ہیں۔ جب انسان اپنا ہاتھ نکالے تو باوجود کوشش کے اپنا ہاتھ بھی نہ دیکھ سکے اور جس کے لئے اللہ نور نہ پیدا کرے، اس کو کہیں سے نور نہیں ملتا۔ ایسی تاریک دنیا میں جہاں سابقہ شریعتوں کی راہنمائی بے نور اور جس کے ساتھ عقل وشعور کا نور مفقود۔ جہاں شہوات نفسانیہ اَمواجِ متلاطم کی طرح نوعِ بشر کو چاروں طرف سے اپنے نرغہ میں لئے ہوئے ایسی تیرہ وتار دنیا اور ارضِ حجاز جیسے ظلمت کدہ میں ایک چراغ جلایا گیا جو کوکب دری کی طرح فاران کی چوٹی سے سابقہ پیشگوئی کے مطابق جلوہ گر ہوا۔ وہاں وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اُس کے داہنے ہاتھ میں بنی نوع انسان کے لئے ایک آتشی شریعت جو ظلم اور مظالم کو خس وخاشاک کی طرح جلا دینے والی۔ (استثناء: باب۳۳ آیت۲) جیسا کہ نوشتہ میں فرمایا گیا تھا پورا ہوا۔ ''اندھوں کو اُس راہ سے جسے وہ نہیں جانتے، لے جاؤں گا۔ میں ان کو ان راستوں پر جن سے وہ آگاہ نہیں، لے چلوں گا۔ میں ان کے آگے تاریکی کو روشنی اور اونچی نیچی جگہوں کو ہموار کر دوں گا۔'' (یسعیاہ باب۴۲ آیت۱۶)

مذکورہ بالا حالات کے پیش نظر کتاب المظالم میں جو بنیادی احکام متعلق ظلم و جور بیان ہوئے ہیں، ان پر اگر نظر غائر کی جائے تو ان کی اہمیت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ ایک مجمل فہرست مضامین کی درج ذیل ہے:-

(۱) ظلم کی تعریف وتمہید۔(باب ا و باب ۸)

(۲) محاسبہ الٰہیہ اور ظلم کے بدنتائج۔(باب ا،۲، ۱۳)

(۳) قصاص اور اُس کی مشروعیت اور اُس کے اقسام۔(باب ۶،۷،۱۸)

(۴) ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد سے متعلق اسلامی تصور۔(باب ۴)

(۵) مظلوم کی مدد کا وجوب۔(باب ۵)

(۶) مواقع عفو اور درگزر۔(باب ۷،۸)

(۷) مظلوم کی آہ کا اثر۔(باب ۹)

(۸) ظلم کے تدارک کی پہلی اور آخری ذمہ داری۔(باب ۱۰)

(۹) ازدواجی زندگی کے حقوق کی نوعیت اور اس میں ظلم وتعدی کے اسباب اور ان کا انسداد۔(باب ۱۱،۳۴)

(۱۰) حقوق بلا تفریق درجہ ومرتبہ۔(باب ۱۲،۳۴)

(۱۱) مظالم کی نوعیت کا لطیف تصور۔(باب ۱۴،۱۵،۱۷)

(۱۲) انتقام ظلم میں اُصولی ہدایت۔(باب ۱۸،۳۰)

(۱۳) رفاہِ عامہ کے مواقع متعلقہ آداب۔(باب ۱۹،۲۵،۲۶)

(۱۴) حقوق ہمسائیگی۔(باب ۲۰،۲۵)

(۱۵) عام وخاص گزرگاہوں سے حقوق متعلقہ کی نگہداشت۔(باب ۲۱ تا ۲۴،۲۹)

(۱۶) مذہبی تعصّبات سے اجتناب۔(باب ۳۱،۳۲ و کتاب الخصومات باب ۱)

(۱۷) حق دفاع میں اُصولی ہدایات اور اس کی حدود۔(باب ۳۳)

(۱۸) ادنیٰ سے ادنیٰ حقوق کی نگہداشت۔(باب ۲۸،۳۴)

(۱۹) آنحضرت ﷺ، صحابہؓ اور صحابیاتؓ کے لطیف شعورِ احساس کی مثالیں۔(باب ۱۴،۱۸،۲۵،۳۰،۳۲،۳۴)

(۲۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان استغناء۔(باب ۲۵)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٤٧- كِتَابُ الشَّرِكَةِ
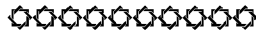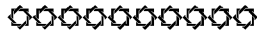
تمہید: شَرِكَةٌ کے لغوی معنے ہیں حصہ داری اور شرعی اصطلاح میں دو یا دو سے زائد اشخاص کا کسی شئے میں حق جو کسی وجہ سے پیدا ہوا ہو؛ وراثت یا ہمسائیگی یا باہمی سمجھوتے یا آپس میں اکٹھا فائدہ اُٹھاتے رہنے کی وجہ سے شَرِكَة کہلاتا ہے۔ اور ہر حصہ دار کو شریک بھی کہتے ہیں اور خلیط بھی۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۴۰) اوّل الذکر معنوں میں قرآن مجید فرماتا ہے: لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ O (سبا:۲۳) معبودانِ باطلہ آسمانوں اور زمین میں ایک چھوٹی چیونٹی کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں اور نہ زمین وآسمان کی ملکیت میں اُن کی کوئی شراکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔ اور دوسرے معنوں میں فرماتا ہے: وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (ص:۲۵) یقیناً بہت سے شرکاء ایسے ہوتے ہیں جو ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں سوائے ان کے جو مومن ہیں اور ایمان کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ شرکت وخلطت کے فرق کے لئے تشریح کتاب الزکوۃ باب ۳۵ دیکھئے۔

شرکت ایک عقد ہے جو دو طریق سے قائم ہوتا ہے۔ باہمی سمجھوتے سے اور بغیر سمجھوتے کے اور یہ شرکت دو قسم کی ہے۔ ایک شرکت مِلک یعنی کسی شئے پر دو سے زیادہ اشخاص کو مالکانہ تصرف حاصل ہو؛ ذاتی ملکیت سے یا بطور وراثت یا از روئے بیع و ہبہ وغیرہ۔ ایسی شراکت میں حق استفادہ بقدرِ ملکیت شریک ہوگا۔ ایک شریک دوسرے کے حصے سے فائدہ اُٹھانے کا صرف اس بناء پر مجاز ہوگا کہ شراکت ہے۔ دوسری قسم شراکت عقد جو باہمی سمجھوتے سے قرار پائے۔ شرکت العنان بھی اسی قسم سے ہے؛ جس میں دونوں شریک بلحاظ تصرف واستفادہ وخسارہ اپنے اپنے حق کے مطابق حصہ دار ہوں گے اور انہیں اس شراکت کو فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ عنان کے معنے ہیں لگام۔ جس طرح لگام کے دو حصے ایک جیسے برابر ہوتے ہیں۔ اِسی طرح سمجھوتے کی شرکت میں شرکاء برابری کا حق رکھتے ہیں۔ ایک شرکت کا نام شِرْكَةُ الْمُفَاوَضَة بھی ہے۔ مُفَاوَضَة کے معنے ہیں ایک دوسرے سے بات چیت کر کے معین شرائط پر شرکت کرنا۔ مثلاً مویشیوں میں شرکت اس سمجھوتے پر ہو کہ دودھ ونسل میں برابر کے حصے دار ہوں گے۔ ایک تیسری قسم وہ ہے جس کا تعلق ذمہ داری کی وجہ سے ہوتا ہے، نہ مال میں حصہ دار ہے نہ صنعت میں۔ محض ذمہ واری کی بناء پر کوئی شخص دوسرے کے کاروبار میں شریک ہو جائے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایسی شراکت باطل ہے۔ ان کے نزدیک شراکت کے لیے ضروری ہے کہ مال ہو یا عمل۔ ایسی شراکت جس میں نہ مال کا حصہ ہو نہ عمل کا، جائز نہیں، بلکہ اس میں غرر کی صورت ہے

کہ ایک نے دوسرے کو استفادہ میں شریک کیا ہے۔ جس میں نہ اس کی محنت کا تعلق ہے نہ مال کا۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ کاروبار میں اُس کی ذمہ داری کا کتنا حصہ یا دخل ہے۔ چوتھی قسم شراکت الابدان ہے۔ شرکت الابدان امام شافعیؒ کے نزدیک قطعی طور پر باطل ہے۔ مثلاً پیشہ ور اور کاریگر یا مزدور پیشہ افراد سمجھوتہ کریں کہ ہم فلاں مشترکہ کام کریں گے اور جو آمد ہوگی وہ ان میں برابر تقسیم ہوگی۔ انہوں نے یہ شرکت اس لئے ناجائز قرار دی ہے کہ ہر شخص اپنے ذہنی اور بدنی قویٰ میں مختلف ہے اور اس لئے اُن کی محنت کا بدلہ برابر نہیں ہوسکتا۔ کوئی تھوڑا کام کرتا ہے کوئی بہت۔ کسی کے کام میں پختگی ہوتی ہے اور کسی کے کام میں خامی۔ جنگل سے ایندھن مہیا کرنے والا کوئی زیادہ ایندھن حاصل کرتا ہے اور کوئی کم۔ اس لئے ان کی شراکت کسی صحیح معیار پر قائم نہیں ہوسکتی اور یہ شرکت الابدان جائز نہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک صرف صنعت کے کاموں میں شرکت الابدان جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے ایسی شرکت علی الاطلاق جائز قرار دی ہے۔ شرکۃ العنان کے بارے میں سب ائمہ کا اتفاق ہے کہ وہ جائز ہے۔ خواہ وہ اجناس کی شرکت ہو یا ان اشیاء کی، جو اَز قسم مُتَقَوِّمَات ہوں۔ مُتَقَوِّم کے معنے ہیں جس کی قیمت کا بآسانی اندازہ کیا جاسکے۔ اس کی جمع مُتَقَوِّمَات ہے۔ ایسے ہی وہ اشیاء جو ماپی اور تولی جاسکتی ہیں۔ ایسی اشیاء جو قیمت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے قابل تمیز ہوں، ان میں شرکت کی صورت محفوظ ہوتی ہے اور جن اشیاء کی مخصوص صورت نہ ہو، اُن میں شرکت امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں۔

(كفاية الاخيار، كتاب البيوع، فصل فى الشركة، جزءاوّل صفحہ ۲۷۱-۲۷۳)

ان اقسام کی تفصیل کیلئے بداية المجتهد جزء۲ صفحہ ۱۸۹ تا ۱۹۲ دیکھئے۔

بَاب ۱ : اَلشَّرِكَةُ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ وَالْعُرُوْضِ

کھانے پینے اور زادِراہ اور مال واسباب میں شراکت

وَكَيْفَ قِسْمَةُ مَا يُكَالُ وَيُوْزَنُ مُجَازَفَةً أَوْ قَبْضَةً قَبْضَةً لِمَا لَمْ يَرَ الْمُسْلِمُوْنَ فِي النَّهْدِ بَأْسًا أَنْ يَّأْكُلَ هَذَا بَعْضًا وَهَذَا بَعْضًا وَكَذٰلِكَ مُجَازَفَةُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْقِرَانُ فِي التَّمْرِ.

اور جو چیزیں ماپی اور تولی جائیں ان میں تقسیم کیسے ہو؛ یونہی اندازے سے ڈھیر لگا کر یا ہاتھ کی مٹھی سے؟ کیونکہ مسلمانوں نے زادِراہ کی شراکت میں کوئی حرج خیال نہیں کیا؛ اس طرح کہ کچھ یہ کھائے کچھ وہ کھائے۔ اسی طرح سونے کو چاندی کے بدلے اور چاندی کو سونے کے بدلے تولے بانٹنے میں۔ نیز دو دو کھجوریں ملا کر کھانے میں بھی (کوئی حرج خیال نہیں کیا۔)

۲۴۸۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ وَّهْبِ بْنِ كَيْسَانَ

۲۴۸۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے وہب بن کیسان

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَأَنَا فِيْهِمْ فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ فَنِيَ الزَّادُ فَأَمَرَ أَبُوعُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ ذَلِكَ الْجَيْشِ فَجُمِعَ ذَلِكَ كُلُّهُ فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ فَكَانَ يُقَوِّتُنَاهُ كُلَّ يَوْمٍ قَلِيْلًا قَلِيْلًا حَتَّى فَنِيَ فَلَمْ يَكُنْ يُصِيْبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ فَقُلْتُ: وَمَا يُغْنِي تَمْرَةٌ؟ فَقَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِيْنَ فَنِيَتْ قَالَ: ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا حُوْتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ فَأَكَلَ مِنْهُ ذَلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا.

سے، وہب نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے سمندر کے کنارے کی طرف ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو امیر مقرر کیا اور وہ کل تین سو تھے اور میں بھی ان میں تھا۔ ہم چل پڑے۔ یہاں تک کہ ہم راستے ہی میں تھے کہ زادِراہ ختم ہوگیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حکم دیا کہ لشکریوں کے توشے جمع کئے جائیں۔ چنانچہ سب جمع کئے گئے اور وہ دو تھیلے کھجوروں کے ہوئے اور ہمیں ہر روز تھوڑا تھوڑا کھانے کے لئے دیتے۔ حتیٰ کہ وہ بھی ختم ہوگیا۔ تب ہمیں صرف ایک ایک کھجور ہی ملتی رہی۔ (وہب کہتے تھے:) میں نے (حضرت جابرؓ سے) پوچھا: ایک کھجور بھوک کو کیا دُور کرسکتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: جب وہ بھی نہ رہی تو ہمیں اس کی قدر ہوئی۔ (حضرت جابرؓ) کہتے تھے: اس کے بعد ہم سمندر پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑی کی طرح ایک مچھلی ہے۔ تو لشکر نے اس سے اٹھارہ دن تک کھایا۔ پھر حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا: اس کی پسلیوں میں سے دو پسلیاں کھڑی کی جائیں اور وہ کھڑی کی گئیں۔ پھر فرمایا: ایک اُونٹنی گزاری جائے۔ اس پر کجاوا رکھا گیا اور وہ ان کے نیچے سے آسانی سے گزر گئی۔ اس نے انہیں چھوا تک نہیں۔

اطرافهُ: ۲۹۸۳، ٤٣٦٠، ٤٣٦١، ٤٣٦٢، ٥٤٩٣، ٥٤٩٤۔

٢٤٨٤: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

۲۴۸۴: بشر بن مرحوم نے ہم سے بیان کیا کہ حاتم بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید بن ابی عبید سے، انہوں نے حضرت سلمہ (بن اکوع)

قَالَ: خَفَّتْ أَزْوَادُ الْقَوْمِ وَأَمْلَقُوْا فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَحْرِ إِبِلِهِمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَأَخْبَرُوْهُ فَقَالَ: مَا بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ إِبِلِكُمْ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ إِبِلِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادِ فِي النَّاسِ يَأْتُوْنَ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ فَبُسِطَ لِذَلِكَ نِطَعٌ وَجَعَلُوْهُ عَلَى النِّطَعِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا وَبَرَّكَ عَلَيْهِ ثُمَّ دَعَاهُمْ بِأَوْعِيَتِهِمْ فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتَّى فَرَغُوْا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللهِ.

رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: لوگوں کے توشے (غزوہ ہوازن میں) کم ہو گئے اور ان کے پاس کچھ نہ رہا۔ تب وہ نبی ﷺ کے پاس آئے کہ اپنے اُونٹ ذبح کرنے کی اجازت لیں۔ آپؐ نے ان کو اجازت دی۔ پھر حضرت عمرؓ ان سے ملے اور ان سے انہوں نے اپنا حال بیان کیا۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا: اپنے اُونٹوں کے بعد تم کیسے جیو گے؟ یہ کہہ کر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ اپنے اُونٹ کھا لینے کے بعد کیسے جئیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں منادی کرو کہ وہ اپنے اپنے بچے ہوئے توشے لے کر آجائیں اور اس کے لئے ایک چمڑے کا دسترخوان بچھایا گیا اور انہوں نے اپنا اپنا توشہ دسترخوان پر رکھ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپؐ نے دعا کی اور اس کے لئے برکت چاہی۔ پھر ان سے کہا کہ اپنے تھیلے لے آؤ اور لوگوں نے لپ بھر بھر کر توشہ لینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی ضرورت کے موافق لے لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

طرفهُ: ٢٩٨٢۔

٢٤٨٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ

۲۴۸۵: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ اوزاعی نے ہمیں بتایا۔ ابونجاشی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَنَنْحَرُ جَزُوْرًا فَتُقْسَمُ عَشْرَ قِسَمٍ فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَّضِيْجًا قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

ساتھ عصر کی نماز پڑھتے اور پھر اُونٹ ذبح کرتے اور وہ دس حصوں میں تقسیم کیا جاتا اور ہم سورج غروب ہونے سے پہلے پکا ہوا گوشت کھاتے۔

٢٤٨٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْأَشْعَرِيِّيْنَ إِذَا أَرْمَلُوْا فِي الْغَزْوِ أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ جَمَعُوْا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوْهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَّاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ.

۲۴۸۶: محمد بن علاء نے ہم سے بیان کیا، (کہا) کہ حماد بن اسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے برید سے، برید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اشعری قبیلہ کے لوگ جب لڑائی میں محتاج ہوجاتے یا مدینہ میں اُن کے بال بچوں کی خوراک کم ہوجاتی تو جو کچھ زاد اُن کے پاس ہوتا ایک ہی کپڑے میں اکٹھا کر لیتے۔ پھر وہ آپس میں ایک برتن سے اسے برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔

تشریح: **اَلشَّرِكَةُ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ وَالْعُرُوْضِ:** عنوان باب میں الفاظ طَعَام، نَهْد، عُرُوْض اور مَكِيْل وَمَوْزُوْن اور سونے چاندی کا ذکر کر کے شراکت کی ان قسموں کی طرف اشارہ کیا ہے جو مابہ النزاع ہیں۔ یعنی ان کے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ نَهْدٌ یا نِهْدٌ اُس بحصہ رسدی اِمداد کو کہتے ہیں جو قبیلہ کے افراد دشمن کے مقابلہ کے لئے بصورتِ تعاون کرتے ہیں۔ مصالحت کے موقع پر بھی مشترکہ دعوت کی غرض سے جو امداد افراد کی طرف سے دی جائے، اُسے بھی نَهْدٌ کہتے ہیں۔ اس سے فعل نَهَدَ نَاهَدَ اور تَنَهَّدَ آتا ہے۔ اسی طرح کہتے ہیں: طَرَحَ نِهْدَهُ مَعَ الْقَوْمِ قوم کے ساتھ مدد میں اپنا حصہ ڈالا۔ نِهْد اس توشے کو بھی کہتے ہیں جو رفقائے سفر اکٹھا کھانا کھاتے وقت دسترخوان پر لائیں۔ (اقرب الموارد- نہد) امدادی چندے اور توشے والی شراکت شرکت کی ایک ادنیٰ صورت ہے۔ اس میں ضروری نہیں ہوتا کہ فلاں اس قدر لائے اور اس قدر کھائے اور بوقت تقسیم بھی ایک عام اندازہ ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اسی کی طرف عنوان باب میں جملہ كَيْفَ قِسْمَةُ مَا يُكَالُ وَيُوْزَنُ مُجَازَفَةً سے اشارہ کیا ہے۔ عُرُوْض جمع ہے عِرْض کی۔ جس کے معنے ہیں سامان یعنی نقدی کے مقابلہ میں سامان دے کر شراکت کرنا۔ وَكَذٰلِكَ مُجَازَفَةُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ. مُجَازَفَة کے معنے ہیں کسی چیز کا معین اندازہ نہ کرنا بلکہ عام اندازہ کرنا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۴۰، ۴۱)

لِمَا لَمْ يَرَ الْمُسْلِمُوْنَ فِي النَّهْدِ بَأْسًا: جب شرکت تعاون کی صورت میں ہو تو تقسیم بھی ایک عام اندازے سے ہوگی۔ سونے یا چاندی اور درہم و دینار کی شرکت بصورتِ تعاون اکٹھی کی جاسکتی ہے اور ان کی تقسیم بھی دونوں طرح سے جائز ہے۔ عام اندازے یا معین حساب سے۔ مُجَازَفَة کی اس صورت کا تعلق تعاونی شرکت سے ہے۔ جو نِهْد کی تعریف کے تحت آتی ہے۔ اس میں نقدی اور سامان کی تقسیم بھی ضرورت کے مطابق کی جاسکتی ہے۔

وَالْقِرَانُ فِي التَّمْرِ: شرکاء کی اجازت سے کوئی شریک دو دو کھجوریں بھی کھا سکتا ہے؛ خواہ یہ اجازت صریح ہو یا مفہوماً جہاں آپس میں بے تکلفی ہو۔ اس تعلق میں باب ۴ بھی دیکھئے۔

اس باب کے تحت چار روایتیں ہیں۔ پہلی روایت کا تعلق غزوۃ الخبط کے واقعہ سے ہے۔ ۸ھ میں زیر قیادت حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ ایک مہم ساحلِ سمندر کی طرف بھیجی گئی۔ جس میں تین سو انصار و مہاجرین شریک ہوئے۔ سامان خوراک ختم ہوگیا۔ یہاں تک کہ انہیں جنگلی درختوں کے خشک پتے کھانے پڑے اور اسی وجہ سے اس کا نام غزوۃ الخبط مشہور ہوا۔ خَبَط کے معنے ہیں درخت کے پتے جو جھاڑے جائیں۔ اس جنگ کی تفصیل کتاب المغازی باب ۶۵ میں ملاحظہ ہو۔ قلت خوراک کے باعث نِهْد کے طریق پر پہلے انتظام کیا گیا تھا۔ دوسری روایت کا تعلق بھی ایک غزوہ سے ہے۔ جس میں قبیلہ ہوازن کی گوشمالی کے لئے ایک دستہ فوج بھیجا گیا۔ خوراک ختم ہونے پر حضرت سلمہ بن الاکوعؓ نے ارادہ کیا کہ اُونٹ ذبح کر کے خوراک کا انتظام کریں مگر حضرت عمرؓ کے مشورے پر نِهْد کے طریق سے زادِراہ جمع کر کے خوراک تقسیم کی گئی اور جن صحابہؓ کے پاس کچھ نہیں تھا انہیں بھی دی گئی۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ: اس سے یہ مراد نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی وحدانیت پر ایمان اور اپنی رسالت کا یقین واقعۂ مذکور سے پہلے کچھ کم تھا اور اس کے بعد پورا ہوگیا اور اگر آپؐ کا ایمان اور یقین کامل نہ تھا تو مکی زندگی کی مصیبتیں کیوں جھیلیں۔ یہ امر نہیں بلکہ یہ فقرہ بطور اظہارِ شکرگزاری ہے کہ لوگوں کی تکلیف دور ہوئی اور طریق نِهْد میں ضرورت مندوں نے بقدرِ کفایت لیا اور اس پر قناعت کی اور کسی نے بخل و حرص سے کام نہیں لیا۔ صحابہ کرامؓ کے نفوس میں یہ تبدیلی توحید و رسالت کی برکت ہی سے ہوئی تھی۔ اور یہ بھی کہ ان نشانات کو دیکھ کر مجھے خدائی کا درجہ نہ دینا؛ خدا وہی ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ برکت جو میرے ذریعہ ظاہر ہوئی ہے یہ خدا کا نمائندہ اور رسول ہونے کی وجہ سے ہے۔ بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے واقعات میں صحابہؓ نے اخوت و شفقت اور تعاون علی البر اور اعلیٰ اخلاق کا قابل رشک نمونہ دکھایا۔ انتہائی تکلیف کی حالت میں کسی سے مدد مہیا ہو جانا اور نیک خلق کا اظہار بھی بہت بڑی بات ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل عبدِ شکور کا دل تھا؛ جو اپنے معبود کی آن پر فدا ہونے والا تھا۔

فَهُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ: چوتھی روایت میں قبیلہ اشعری کے دستور کا ذکر ہے کہ انہیں اگر قلت خوراک کا اتفاق ہوتا تو وہ طریق نہد پر اپنی خوراک کا انتظام کرتے تھے۔ ان کی اس نیک خصلت نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب کر دیا تھا اور آپؐ نے ان کا ذکر کر کے فرمایا: فَهُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ میں اور وہ ایک ہی ہیں۔ اس فقرے سے

بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے دل میں نیکی سے محبت پیدا کر دی اور اس محبت کی وجہ سے ہی یہ روایت ہم تک پہنچی اور اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نیک تعاون پر اپنی پسندیدگی کا اظہار ایسے طریق سے فرمایا کہ ان کا دل خوشی سے بھر گیا کہ وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ایسے مقبول ہیں کہ ان کی چھوٹی سی نیکی کو بھی بڑی قدر و منزلت سے دیکھا گیا ہے۔ کوئی شخص کامیاب راہنما نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو نہ اپنائے۔

بَاب ۲ : مَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ فِي الصَّدَقَةِ

جو مال دو شریکوں کا ہو وہ زکوٰۃ کا بھی آپس میں مساوی حساب کر لیں

۲٤٨٧ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُ: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهُ فَرِيْضَةَ الصَّدَقَةِ الَّتِي فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ.

۲۴۸۷: محمد بن عبداللہ بن مثنّٰی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھے بتایا۔ (کہتے تھے:) ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت انسؓ نے اُن کو بتایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں وہ فریضۂ صدقہ لکھ کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: جو مال دو شریکوں کا ہو، وہ آپس میں مساوی طور پر صدقے کا حساب کر لیں۔

اطرافہ: ١٤٤٨، ١٤٥٠، ١٤٥١، ١٤٥٣، ١٤٥٤، ١٤٥٥، ٣١٠٦، ٥٨٧٨، ٦٩٥٥۔

تشریح: مَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ فِي الصَّدَقَةِ: عنوان باب کو فقرہ فِي الصَّدَقَةِ سے مقید کر کے ارشادِ نبوی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو زکوٰۃ کے بارے میں کتاب الزکوٰۃ باب ۳۵ میں گزر چکا ہے کہ شرکتِ خلطت کی صورت میں زکوٰۃ کی وصولی ہر ایک شریک سے اس کے جانوروں کے حساب سے نہیں کی جائے گی بلکہ کل ریوڑ کے حساب سے اور وہ اپنے طور پر بحصہ رسدی حق زکوٰۃ کا حساب کریں گے۔

بَاب ۳ : قِسْمَةُ الْغَنَمِ

بکریوں کی تقسیم

۲٤٨٨ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سَعِيْدِ

۲۴۸۸: علی بن حکم انصاری نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید بن مسروق سے،

ابْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَأَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ فَأَصَابُوْا إِبِلًا وَّغَنَمًا قَالَ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ أُخْرَيَاتِ الْقَوْمِ فَعَجِلُوْا وَذَبَحُوْا وَنَصَبُوْا الْقُدُوْرَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُوْرِ فَأُكْفِئَتْ ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ فَطَلَبُوْهُ فَأَعْيَاهُمْ وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيْرَةٌ فَأَهْوَى رَجُلٌ مِّنْهُمْ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا غَلَبَكُمْ مِّنْهَا فَاصْنَعُوْا بِهِ هَكَذَا فَقَالَ جَدِّيْ: إِنَّا نَرْجُوْ أَوْ نَخَافُ الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ قَالَ: مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلُوْهُ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ.

سعید نے عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج سے، عبایہ نے اپنے دادا (حضرت رافعؓ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ ذوالحلیفہ میں تھے۔ وہاں لوگوں کو بھوک لگی اور انہوں نے (غنیمت میں) کچھ اُونٹ اور بکریاں پائیں۔ کہتے تھے: اس وقت نبی ﷺ اخیر کے لوگوں میں تھے۔ لوگوں نے جلدی میں جانوروں کو ذبح کرلیا اور ہانڈیاں رکھ دیں۔ تو نبی ﷺ نے ہانڈیوں کی نسبت فرمایا تو وہ اُنڈیل دی گئیں۔ پھر آپؐ نے تقسیم کیں اور دس بکریوں کو ایک اُونٹ کے برابر رکھا۔ ان میں سے ایک اُونٹ بھاگ نکلا۔ لوگوں نے اس کا پیچھا کیا۔ اُس نے اُن کو تھکا دیا اور اس وقت لشکر میں گھوڑے کم تھے۔ اُن میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر تیر مارا۔ تو اللہ نے اس کو وہیں ٹھہرا دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: دیکھو! چوپایوں میں ایسے بھی جانور ہوتے ہیں جو سدھائے نہیں جا سکتے۔ وحشی جانوروں کی طرح ہوتے ہیں۔ اس لئے ان میں سے جو تمہیں تکلیف میں ڈال دیں تو تم ان سے اسی طرح برتاؤ کرو۔ میرے دادا نے عرض کیا۔ ہمیں امید ہے یا (کہا:) اندیشہ ہے کہ کل دشمن سے مٹھ بھیڑ ہوگی اور چھریاں ہمارے پاس نہیں۔ تو کیا ہم بانس کی کھپاچ سے کاٹ ڈالیں؟ آپؐ نے فرمایا: جو چیز خون بہادے۔ اور جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اُسے کھالو۔ دانت اور ناخن سے ذبح نہ کرنا۔ میں تم سے اس کی وجہ بیان کرتا ہوں۔ دانت جو ہے تو وہ ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھریاں ہیں۔

اطرافہ: ۲۵۰۷، ۳۰۷۵، ۵۴۹۸، ۵۵۰۳، ۵۵۰۶، ۵۵۰۹، ۵۵۴۳، ۵۵۴۴۔

تشریح: **قِسْمَةُ الْغَنَمِ:** بکریوں کی تقسیم کا یہ واقعہ بھی ایک غزوہ سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ روایت نمبر ۲۴۸۸ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ کل ہمیں دشمن کے حملہ کا اندیشہ ہے۔ مقام ذوالحلیفہ جس کا یہاں ذکر ہے وہ جگہ نہیں جو مدینہ کے قریب واقع ہے اور اہل مدینہ کے لئے میقات حج ہے بلکہ وہ مقام ہے جو تہامہ میں ذاتِ عرق کے قریب واقع ہے۔ ابن التّینؒ کے نزدیک مشارالیہ واقعہ غزوہ حنین کے موقع پر ۸ھ کو پیش آیا تھا۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۴۶) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوازن قبائل کی تیاری کا علم ہوا تو آپؐ نے ایک دستہ فوج بطور ہراول بھیجا تھا۔ اس واقعہ میں بھی مجاہدین کو برابر حصہ دیا گیا سوائے ایک پلوٹھے کے جو بچ رہا اور سپردِ کار تقسیم کنندہ کو دیا گیا۔ دیکھئے **کتاب الوکالۃ** روایت نمبر ۲۳۰۰۔ یہ شراکت از قسم ملکیت ہے جس کا حق شریعت نے تسلیم کیا ہے۔ سپہ سالار کی اجازت کے بغیر مجاہد کے لئے جائز نہیں کہ خود بخود اپنا یہ حق لے۔ مذکورہ بالا واقعہ باب ۱۶ روایت نمبر ۲۵۰۷ میں بھی مذکور ہے اور کتاب الذبائح اور کتاب الجہاد میں بھی اس کی بعض تفصیلات آئیں گی۔

فَأَصَابُوْا اِبِلًا وَّ غَنَمًا: ابن ماجہ کی ایک روایت میں "فَانْتَهَبْنَاهَا" کا لفظ ہے۔☆ بعض شارحین کا خیال ہے کہ اس لفظ سے پایا جاتا ہے کہ بکریاں وغیرہ لوٹی گئی تھیں جس کی وجہ سے ہانڈیاں اُلٹوائی گئیں۔ یہ استنباط درست نہیں بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ مالِ غنیمت تقسیم سے قبل استعمال میں لایا گیا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۴۶) اس تعلق میں **کتاب المظالم** باب ۳۰ کی تشریح بھی دیکھئے۔

اَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَّ اَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ: مُدَى، مُدْيَةٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنے چُھری کے ہیں۔ حبشیوں کی تمدنی حالت بہت پست تھی۔ وہ چھری وغیرہ کے استعمال سے ناآشنا تھے۔ اس لیے اپنے ناخن بڑھا کر ان سے چھری کا کام لیتے تھے جس سے جانور کو تکلیف ہوتی۔ شہ رگ کو ناخن سے پھاڑ دیتے اور خون بہنے پر جانور مر جاتا اور پھر وہ اُسے کھاتے۔ اس طریق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ ناخنوں کی طرح دانتوں کو بطور چھری استعمال کرنا بھی ایسا ہی ہے جیسے ہڈی سے ذبح کیا جائے۔ عرب لوگ ایام جاہلیت میں ہڈیوں اور پتھروں سے چھری کا کام لیتے تھے۔ اس سے بھی آپؐ نے منع فرمایا کہ جانوروں کو تکلیف نہ ہو۔ یہ شفقت علیٰ خلق اللہ کا بہترین سبق ہے۔ اس تعلق میں عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۴۷تا۴۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ٤ : اَلْقِرَانُ فِي التَّمْرِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ

شریکوں کے درمیان ہوتے ہوئے دو دو کھجوریں کھانا درست نہیں جب تک کہ اپنے ساتھیوں سے اجازت نہ لے لے

٢٤٨٩: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ

۲۴۸۹: خلّاد بن یحییٰ نے ہمیں بتایا کہ سفیان نے ہم سے بیان کیا کہ جبلہ بن سُحیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں

☆ (ابن ماجه، كتاب الفتن، باب النهى عن النهبة)

قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّقْرُنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ جَمِيْعًا حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ.

اطرافه: ٢٤٥٥، ٢٤٩٠، ٥٤٤٦.

نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی دو دو کھجوریں ملا کر کھائے جب تک کہ وہ اپنے ساتھیوں سے اجازت نہ لے لے۔

٢٤٩٠: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ قَالَ: كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فَأَصَابَتْنَا سَنَةٌ فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا فَيَقُوْلُ: لَا تَقْرُنُوْا فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْقِرَانِ إِلَّا أَنْ يَّسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ.

اطرافه: ٢٤٥٥، ٢٤٨٩، ٥٤٤٦.

۲۴۹۰: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے جبلہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم مدینہ میں تھے اور ہم پر قحط پڑ گیا۔ تو حضرت (عبداللہ) بن زبیرؓ ہمیں کھانے کے لئے کھجوریں دیا کرتے تھے اور حضرت (عبداللہ) ابن عمرؓ ہمارے پاس سے گزرے اور کہنے لگے: دو دو کھجوریں ملا کر مت کھاؤ کیونکہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ میں دو دو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ تم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی سے اجازت لے لے۔

تشریح: اَلْقِرَانُ فِي التَّمْرِ بَيْنَ الشُّرَكَآءِ حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ: جمہور کے نزدیک محولہ بالا ممانعت تحریمی نہیں؛ جیسا کہ اہلِ ظاہر کا خیال ہے بلکہ تنزیہی ہے۔ یعنی حسن آداب کے خلاف ہے کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھجور یا پھل یا کوئی اور شئے ایسے طریق سے کھائے جس میں حرص پائی جاتی ہو۔ اس تعلق میں کتاب المظالم باب۱۴ روایت نمبر ۲۴۵۵ بھی دیکھئے۔ ایسے موقعوں پر شراکت ایسی نہیں کہ اس میں کھانے پینے کی مقدار میں مساوات ملحوظ رکھی جائے البتہ نزاہت نفس اور آداب مجلس متقاضی ہیں کہ انسان کھانے پینے میں وقار سے کام لے۔

بَاب ٥: تَقْوِيْمُ الْأَشْيَاءِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ بِقِيْمَةِ عَدْلٍ

شریکوں کے درمیان مشترکہ اشیاء کا منصفانہ قیمت سے اندازہ کرنا

٢٤٩١: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ

۲۴۹۱: عمران بن میسرہ (ابوالحسن بصری) نے ہمیں بتایا۔ عبدالوارث (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا کہ ایوب

نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ عَبْدٍ أَوْ شِرْكًا أَوْ قَالَ نَصِيْبًا- وَكَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ بِقِيْمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيْقٌ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

نے ہمیں بتایا۔انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی غلام میں اپنا تھوڑا سا حصہ یا (فرمایا:) اپنی شراکت یا فرمایا: اپنا حصہ (چھوڑ کر اُسے) آزاد کر دے اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو منصفانہ قیمت کے لحاظ سے اس غلام کی ساری قیمت کے برابر ہو تو وہ پورا آزاد ہوگا۔ اگر اتنا مال نہ ہو تو وہ غلام اس قدر آزاد تو بہر حال ہو چکا جتنا اس نے آزاد کر دیا ہے۔

قَالَ: لَا أَدْرِي قَوْلُهُ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ قَوْلٌ مِنْ نَّافِعٍ أَوْ فِي الْحَدِيْثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(ایوب نے) کہا: میں نہیں جانتا کہ حدیث کا یہ فقرہ ''وہ غلام اس قدر آزاد تو بہر حال ہو چکا جتنا اس نے آزاد کر دیا ہے'' نافع کا قول ہے یا نبی ﷺ کی حدیث میں ہی ایسا ہے۔

اطرافہ: ٢٥٠٣، ٢٥٢١، ٢٥٢٢، ٢٥٢٣، ٢٥٢٤، ٢٥٢٥، ٢٥٥٣۔

٢٤٩٢: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شَقِيْصًا مِنْ مَّمْلُوْكِهِ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهُ فِيْ مَالِهِ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ مَالٌ قُوِّمَ الْمَمْلُوْكُ قِيْمَةَ عَدْلٍ ثُمَّ اسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ.

۲۴۹۲: بشر بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ سعید بن ابی عروبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے نضر بن انس سے، نضر نے بشیر بن نہیک سے، بشیر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص اپنے مشترکہ غلام سے اپنا حصہ آزاد کر دے تو اُس کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے مال سے اسے پورے طور پر آزاد کرائے۔ اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس غلام کی منصفانہ قیمت لگائی جائے۔ پھر اس سے محنت مزدوری کروائی جائے لیکن ایسی نہ ہو جس کا وہ متحمل نہ ہو سکے۔ پھر وہ اس مزدوری سے اپنی باقی قیمت ادا کر دے اور آزاد ہو جائے۔

اطرافہ: ٢٥٠٤، ٢٥٢٦، ٢٥٢٧۔

تشریح: **تَقْوِيْمُ الْاَشْيَآءِ بَيْنَ الشُّرَكَآءِ بِقِيْمَةِ عَدْلٍ:** ائمہ اور فقہاء کا اس امر پر تو اتفاق ہے کہ مال و اسباب کی قیمت کا اندازہ کرنے کے بعد شریکوں کے درمیان اس کی تقسیم جائز ہے مگر قیمت کا اندازہ کئے بغیر تقسیم کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر فقہاء کے نزدیک اگر شرکاء راضی ہوں تو بغیر اندازہ کئے تقسیم جائز ہوگی۔ مگر امام شافعیؒ کے نزدیک یہ رضامندی والی صورت تقسیم بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں کمی بیشی کا احتمال ہے اور ان کا استدلال حضرت ابن عمرؓ کی مذکورہ بالا حدیث نبویہ سے ہے کہ غلام یا لونڈی میں شریک شخص اپنا متعلقہ حصہ واگذار کرنے کا مجاز ہے بشرطیکہ قیمت کا اندازہ کر کے باقی شریکوں کو ان کا حصہ دے کر پورے طور پر اسے آزاد کرائے۔ یہ حدیث نص صریح ہے۔ باقی اشیاء کا قیاس اسی امر پر کیا جاسکتا ہے کہ شریک بغیر اندازہ قیمت مشترکہ شئے میں تصرف کرنے کا مجاز نہیں، تاوقتیکہ اس کے باقی شریک رضامند نہ ہوں۔ یہ مضمون کتاب العتق میں زیر باب ۴: اِذَا اَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ بھی آئے گا۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۶۳)

مَنْ اَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ عَبْدٍ اَوْ شِرْكًا اَوْ قَالَ نَصِيْبًا: مذکورہ بالا روایت بالمعنٰی ہے یعنی راوی کو یہ یاد نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ کے لئے عربی لفظ شِقْص فرمایا تھا۔ یا شِرْك یا نَصِيْب۔ شِقْص کے معنی حصہ کے ہیں خواہ کم ہو یا زیادہ۔ بعض اہل لغت کے نزدیک تھوڑے حصہ کو شِقْصٌ اور شَقِيْصٌ کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۵۱) یعنی حصہ تھوڑا ہو یا بہت اس کی قیمت کا اندازہ کرنا ضروری ہے۔

بَاب ٦ : هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ وَالِاسْتِهَامِ فِيْهِ

کیا تقسیم اور حصہ نکالنے میں قرعہ ڈالا جائے؟

٢٤٩٣: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ: سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُوْلُ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلَى سَفِيْنَةٍ فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا فَكَانَ الَّذِيْنَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا

۲۴۹۳: ابونعیم نے ہمیں بتایا کہ زکریا نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے عامر (شعبی) سے سنا۔ کہتے تھے: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی حدوں پر قائم ہوا اور وہ شخص جس نے ان حدوں سے تجاوز کیا ان کی مثال ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ایک کشتی میں قرعہ ڈال کر جگہ بانٹ لی۔ ان میں سے بعض کو اوپر کا درجہ ملا اور بعض کو نیچے کا۔ تو وہ لوگ جو اس کشتی کے نچلے درجہ میں تھے جب پانی لینا چاہتے ان لوگوں کے پاس سے گزرتے جو اُوپر

عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَإِنْ يَتْرُكُوْهُمْ وَمَا أَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا وَإِنْ أَخَذُوْا عَلٰى أَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا.

کے درجہ میں تھے۔ پھر انہوں نے کہا: اگر ہم اپنے ہی درجہ میں ایک سوراخ کرلیں اور جو اوپر کے درجہ میں ہیں اُن کو تکلیف نہ دیں (تو بہتر ہوگا۔) اب اگر اُوپر کے درجہ والے انہیں وہ بات جس کا انہوں نے ارادہ کیا ہے، کرنے دیں تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے اور اگر ان کے ہاتھ پکڑلیں تو وہ بھی نجات پا جائیں اور دوسرے بھی سب نجات پا جائیں۔

طرفہُ: ٢٦٨٦۔

تشریح: هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ وَالِاسْتِهَامِ فِيْهِ: مال واسباب جو از قسم عروض ہوں اُن کے حصص شرکت کی تقسیم بعض وقت قرعہ اندازی سے کرنی پڑتی ہے کیونکہ ان کی قیمت کا اندازہ مشکل ہوتا ہے یا ان میں سے بعض اشیاء قابل تقسیم نہیں ہوتیں اور قیمت کا اندازہ کرنا آسان ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں بذریعہ قرعہ جس شریک کا نام نکلے، اسے وہ دی جائیں اور ان کی قیمت کے اندازے پر اس سے دوسرے شرکاء کو بحصہ رسدی نقد قیمت دلائی جائے۔ قرعہ اندازی سے تنازعہ کا سد باب مقصود ہوتا ہے۔ جیسا کہ کشتی کی مثال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا ہے۔ یہ حدیث کتاب الشهادات باب ۳۰ روایت نمبر ۲۶۸۶ میں بھی منقول ہے۔

اَلسَّهْمُ کے معنی ہیں حصہ اور اِسْتَهَمَ کے معنی ہیں حصہ لیا۔ لفظ سَهْمٌ مشترکہ اشیاء میں حصہ پر دلالت کرتا ہے۔ عنوانِ باب بصورت استفتاء ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ قرعہ کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض فقہاء کوفہ نے تیر کے ذریعے تقسیم والے قدیم طریق پر قیاس کرکے قرعہ اندازی ناجائز قرار دی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں مشرکین عرب بتوں کی قربانی، نذرونیاز وغیرہ بذریعہ تیر تقسیم کرتے تھے۔ چند نشان شدہ تیر ترکش میں ہوتے۔ ہر نشان ایک معین اندازے کا ہوتا۔ حصہ دار کسی تیر پر ہاتھ لگاتے اور اسے نکال کر پھر اس نشان کے مطابق گوشت وغیرہ تقسیم کیا جاتا۔ اس تیر کا نام زلم رکھا گیا تھا۔ قرآن مجید نے یہ مشرکانہ طریق تقسیم ممنوع قرار دیا ہے۔ فرماتا ہے: وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ. (المائدہ:۴) یعنی (تم پر حرام کیا گیا ہے) وہ جانور بھی جو بت کدہ پر ذبح کیا جائے اور تیروں کے ذریعہ تقسیم بھی۔ یہ نافرمانی کی باتیں ہیں۔ دوسری جگہ فرماتا ہے: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (المائدہ :۹۱) اے مومنو! شراب اور جوا اور بت اور قرعہ اندازی کے تیر محض ناپاک باتیں اور شیطانی کام ہیں؛ سو تم ان سے بچو تا تم کامیاب ہو۔ عربی میں سَهْمٌ کے معنی بھی تیر کے ہیں، مگر زلم خاص مشرکانہ تقسیم کا تیر تھا۔ عنوانِ باب میں کسی خاص شئے کی تقسیم کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ الفاظ فِي الْقِسْمَةِ سے مطلق تقسیم بذریعہ قرعہ کا سوال اُٹھا کر اس کے جواز کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ اور اکثر فقہاء نے تقسیم بذریعہ قرعہ اندازی جائز قرار دی ہے۔ یہ طریق قدیم سے رائج رہا ہے۔ قرآن مجید حضرت یونس علیہ السلام کے ذکر میں فرماتا ہے: فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ. (الصافات:۱۴۲) تب انہوں نے (کشتی کے باقی سواروں سے مل کر) قرعہ اندازی کی اور ان کے نام کا قرعہ نکلنے پر وہ بھی پھینکے گئے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ بوقت سفر قرعہ اندازی کرتے اور جس بیوی کے نام کا قرعہ نکلتا؛ وہ آپؐ کے ہم سفر ہوتی تھیں۔ (کتاب الشهادات باب۱۵ روایت نمبر۲۶۶۱) اور حضرت امّ العلاءؓ سے مروی ہے کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں انصار نے مہاجرین کو اپنے پاس ٹھہرانے کے لئے قرعے ڈالے تو حضرت عثمان بن مظعونؓ کا قرعہ نکلا کہ وہ ہمارے پاس رہیں گے۔ (روایت نمبر۲۶۸۷) اس ثابت شدہ سنت نبویؐ کے پیش نظر مشار الیہ فقہاء کا قیاس درست نہیں کہ قرعہ اندازی بذریعہ تیر کی رسم کا تعلق صرف مشرکانہ عقائد سے تھا، جس کی وجہ سے یہ بھی فسق اور رجس والی باتوں میں شمار کی جائے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۵۶)

علامہ عینی نے قاضی اسماعیل کا قول بھی نقل کیا ہے کہ اگر زمین یا مکان میں چند شریک ہوں تو وہ اس کی قیمت کا اندازہ کریں اور پھر قرعہ ڈالیں۔ جس کے نام قرعہ نکلے، اسے وہ چیز دیں اور قیمت بحصہ رسدی باقی شرکاء میں تقسیم کریں۔ لَيْسَ فِي الْقُرْعَةِ اِبْطَالُ شَيْءٍ مِّنَ الْحَقِّ. قرعہ اندازی سے کوئی حق باطل نہیں ہوجاتا کہ یہ ممنوع قرار دی جائے بلکہ جھگڑا ختم ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۵۶)

بَاب۷: شَرِكَةُ الْيَتِيْمِ وَأَهْلِ الْمِيْرَاثِ

یتیم کا ان لوگوں کے ساتھ شریک ہونا جو وراثت کے مستحق ہیں

۲۴۹۴: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْعَامِرِيُّ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى: وَإِنْ خِفْتُمْ إِلَى وَرُبٰعَ

۲۴۹۴: عبدالعزیز بن عبداللہ عامری اُویسی نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے صالح سے، صالح نے ابن شہاب سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) عروہ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ اور لیث نے بھی کہا: یونس نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اِس قول کے بارے میں پوچھا: وَاِنْ خِفْتُمْ...... (حضرت عائشہؓ نے) کہا:

(النساء: ٤) فَقَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِي هِيَ الْيَتِيْمَةُ تَكُوْنُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشَارِكُهُ فِي مَالِهِ فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيْدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَّتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُّقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا فَيُعْطِيْهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيْهَا غَيْرُهُ فَنُهُوْا أَنْ يَّنْكِحُوْهُنَّ إِلَّا أَنْ يُّقْسِطُوْا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوْا بِهِنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ وَأُمِرُوْا أَنْ يَّنْكِحُوْا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ. قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ فَأَنْزَلَ اللهُ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ إِلَى قَوْلِهِ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ (النساء: ١٢٨) وَالَّذِي ذَكَرَ اللهُ أَنَّهُ يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ (النساء: ١٢٨) الْآيَةُ الْأُوْلَى الَّتِي قَالَ فِيْهَا وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (النساء: ٤) قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَوْلُ اللهِ فِي الْآيَةِ

میری بہن کے بیٹے! اس آیت میں اس یتیم لڑکی کا ذکر ہے جو اپنے ولی کی نگرانی میں ہو اور وہ ولی اس کی جائیداد میں بھی شریک ہو۔ اس کے ولی کو اس کا مال اور اس کی خوبصورتی پسند ہو اور وہ ولی اس سے شادی کرنا چاہے مگر وہ اس کے مہر میں انصاف نہ کرے۔ اسے اتنا نہ دے جو دوسرا اُس کو دیتا ہو۔ اس لئے ایسے لوگوں کو اس سے نکاح کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ لیکن اگر لوگ ایسی یتیم لڑکیوں سے انصاف کریں اور جو عام رواج میں ان کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ مہر ہوسکتا ہو، اتنا انہیں دے دیں (تو وہ نکاح کر سکتے ہیں اور جو لوگ ایسا نہ کرسکیں) انہیں یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ وہ ان یتیم لڑکیوں کے سوا جو عورتیں انہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلیں۔ عروہ نے کہا: حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: پھر لوگوں نے یہ آیت نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے (ایسی لڑکیوں سے نکاح کرنے کی نسبت اس حکم کی) وضاحت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل کی: اُن عورتوں سے متعلق حکم کی وضاحت چاہتے ہیں...... اور تم دل سے چاہتے ہو کہ تم انہی سے نکاح کرو اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ ذکر فرمایا ہے: کہ تم پر کتاب میں پڑھا جا چکا ہے...... تو اس سے مراد وہ پہلی آیت ہے جس میں فرمایا ہے: اگر تم ڈرو کہ یتیم لڑکیوں کے حق میں تم انصاف نہیں کرو گے تو پھر دوسری عورتوں میں سے

الْاُخْرَى: وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ يَعْنِي هِيَ رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ لِيَتِيْمَتِه الَّتِي تَكُوْنُ فِي حَجْرِهِ حِيْنَ تَكُوْنُ قَلِيْلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ فَنُهُوْا أَنْ يَّنْكِحُوْا مَا رَغِبُوْا فِي مَالِهَا {وَجَمَالِهَا ☆} مِنْ يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ.

جو تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: تم دِلی خواہش رکھتے ہو کہ تم انہی سے نکاح کرو۔ اس سے مراد ایسی یتیم لڑکی سے شادی کرنے کی خواہش ہے جو تم میں سے کسی کی نگرانی میں ہو جبکہ وہ مال اور خوبصورتی کم رکھتی ہو تو چونکہ وہ انہیں پسند نہیں کرتے، اس لئے ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے ان کو منع کیا گیا ہے، جن کے مال اور خوبصورتی☆ کی وجہ سے وہ نکاح کرنے کی خواہش کرتے ہیں، سوائے اس کے کہ ان سے انصاف کریں۔

اطرافہُ: ٢٧٦٣، ٤٥٧٣، ٤٥٧٤، ٤٦٠٠، ٥٠٦٤، ٥٠٩٢، ٥٠٩٨، ٥١٢٨، ٥١٣١، ٥١٤٠، ٦٩٦٥۔

تشریح: **شَرِكَةُ الْيَتِيْمِ وَأَهْلِ الْمِيْرَاثِ:** فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یتیم کے سرمایہ و جائیداد وغیرہ اشیاء میں مشارکت جائز نہیں؛ بجز اس کے کہ اس سے فائدہ کی صورت یقینی ہو۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۶۴) اگر ضائع ہونے کا احتمال ہو تو ان میں مشارکت قرآن مجید کے نص صریح کے خلاف ہے۔ مندرجہ بالا روایت میں حضرت عائشہؓ نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے، وہ یہ ہے: وَاٰتُوا الْيَتٰمٰى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ص وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًاO وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ ج فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ط ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْاO (النساء :۳،۴) یتیموں کو ان کے مال دو اور عمدہ مال کے بدلے میں ردّی مال نہ لو اور ان کے مال اپنے مالوں سے ملا کر نہ کھاؤ۔ یہ یقیناً بہت بڑا گناہ ہے اور اگر تمہیں خوف ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں اُن سے نکاح کرو۔ (یعنی غیر یتیم عورتوں سے نکاح کرلو۔) دو دو، تین تین اور چار چار سے۔ اور اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ تم عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی عورت سے یا ان (لونڈیوں) سے جو تمہارے ہاتھوں میں ہیں۔ یہ طریق اس بات کے بہت قریب ہے کہ تم ظلم سے بچو۔

یہ آیت تفصیل طلب ہے۔ تَعُوْلُوْا. عَالَ، يَعُوْلُ، عَوْلًا وَعَيْلًا وَعِيَالًا وَعِيَالَةً سے فعل مضارع جمع مخاطب کا صیغہ ہے۔ لفظ عَالَ اضداد میں سے ہے اور اس کے تین معنی ہیں۔ (۱) عَالَ اَمْرُ الْقَوْمِ: اشْتَدَّ وَاضْطَرَبَ وَ تَفَاقَمَ یعنی قوم خستہ حال ہوگئی، اُس کے لئے تشویشناک صورت حالات پیدا ہوگئی اور وہ نہایت مضطرب ہوگئے۔ ان معنوں کی رُو

☆ لفظ "وَجَمَالِهَا" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ۱۶۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

سے آیت ذٰلِکَ اَدْنٰی اَلَّاتَعُوْلُوْا کا مفہوم یہ ہے کہ ارشادِ الٰہی پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قوم کی مصیبت کم ہو جائے گی اور وہ خستہ حالی اور پریشانی سے محفوظ رہے گی۔(۲) عَالَ یَعُوْلُ عِیَالًا کے دوسرے معنی ہیں: کَثُرَ عِیَالُهٗ. اس کی عیال داری زیادہ ہوگئی اور عَالَ الْمِیْزَان کے معنی ہیں: نَقَصَ. وزن میں کم دیا۔ خَانَ: خیانت کی۔ ان معنوں کی رُو سے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کنبہ زیادہ ہو جائے اور بوجھ نہ سنبھالا جا سکے۔ یعنی اگر عدل قائم نہ رکھ سکو فَوَاحِدَةً تو پھر ایک ہی بیوی سے عقد نکاح کرو۔ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَلَّا تَعُوْلُوْا اَیْ لَا تَخُوْنُوْا: یہ بات زیادہ قریب ہوگی کہ تم اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں خیانت نہیں کروگے۔ (۳) عَالَ یَعُوْلُ کے تیسرے معنی ہیں بیواؤں اور یتیموں کا کفیل ہونا اور ان کی محتاجی دُور کرنا (اقرب الموارد-عول) (لسان العرب-عول) ان کا بوجھ قوم کے افراد پر تقسیم ہونے سے نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری محتاجی دور ہوگی۔ سورۃ النور آیت ۳۳ میں وعدہ فرماتا ہے: اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ. اگر وہ محتاج ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ غرض عَالَ کا لفظ جو اضداد میں سے ہے، ان سب معانی پر حاوی ہے۔

محولہ بالا آیت میں یتیم کے ساتھ شرکت فی المال کی ممانعت کی گئی ہے اور یتیم لڑکی کو بذریعہ نکاح رفیقۂ حیات بنانا بھی منع ہے لیکن ان دونوں قسم کی شرکتوں میں استثنائی صورت بھی موجود ہے۔ زمانۂ جاہلیت کے حریص لوگ یتیموں کے مالوں میں مختلف حیلوں سے شراکت پیدا کر کے اسے خرد برد کر لیا کرتے تھے۔ اگر یتیم لڑکی خوبصورت ہوتی تو اس پر چادر ڈال دی جاتی جس سے سمجھا جاتا کہ اپنے کفیل کی منکوحہ ہے اور اگر خوبصورت نہ ہوتی تو دوسری جگہ بھی اس کا نکاح نہ ہونے دیا جاتا کہ اس کا مال کسی اور (یعنی شوہر) کے قبضہ میں نہ چلا جائے۔ شریعت اسلامیہ نے یتیموں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ایسی شراکت کا راستہ بند کر دیا ہے اور ایسا نکاح بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ اسلامی حکومت جو رعایا کے حقوق کی نگران ہے، اس کا فرض ہے کہ شریعت اسلامی کے قانون کی پابندی کرائے۔ قاضی کو اختیار ہے کہ جہاں ایسی ظالمانہ شراکت کی صورت ہو، اسے فسخ کر دے اور اگر نکاح ہو چکا ہو تو ایک آزاد خوبرو عورت کا زیادہ سے زیادہ جو حق مہر عرفِ عام میں ثابت ہو، اس کو وہ دلایا جائے۔

ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا: یہ روایت بھی مذکورہ بالا سند سے ہے۔ اس میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ یہ ہے: وَیَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِیْهِنَّ ۙ وَمَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ فِیْ یَتٰمَی النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا کُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِهٖ عَلِیْمًا ○ (النساء :۱۲۸) اور لوگ تم سے ایک سے زیادہ عورتوں (سے نکاح) کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں۔ تو (ان سے) کہہ دے کہ اللہ تمہیں ان کی بابت اجازت دیتا ہے اور جو حکم اس کتاب میں پڑھ کر سنایا جاتا ہے؛ وہی جو ان یتیم عورتوں سے متعلق ہے جنہیں تم ان کے مقرر کردہ حق نہیں دیتے مگر ان سے نکاح کرنا چاہتے ہو اور جو کمزور بچوں کی بابت بیان ہو چکا ہے اور تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ یتیموں سے متعلقہ معاملے میں انصاف کی پابندی کرو اور جو بھلائی بھی تم کرو تو یقیناً اللہ اس سے خوب واقف ہے۔ اس آیت میں سابقہ آیت ہی کا حوالہ دیا گیا ہے اور دونوں کا مضمون ایک ہے۔

شراکت کی وجہ سے ضائع ہونے والے حقوق اور ان سے متعلقہ اَحکام بیان کرنے میں امام بخاریؒ نے یتامیٰ کے حقوق کا بیان مقدم کیا ہے؛ اس لئے کہ ان کے ضائع ہونے کا زیادہ اندیشہ ہے۔عنوان باب میں وارثوں کا ذکر خصوصیت سے نمایاں کیا گیا ہے کہ اکثر وہی یہ حقوق شراکت کے بہانہ سے ضائع کرنے والے ہوتے ہیں۔جس استثنائی اجازتِ شراکت کا ذکر مذکورہ بالا آیات میں ہے؛ اُس کے ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَسْـَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ O(البقرہ :۲۲۱)اور یہ لوگ تجھ سے یتامیٰ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔کہو:ان کی اصلاح بہترین (عمل) ہے اور اگر تم ان سے مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہی ہیں۔اور اللہ اسے خوب جانتا ہے جو بگاڑنے والا ہے اور جو اصلاح کرنے والا ہے۔اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔اللہ یقیناً عزیز اور حکیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی دو صفتیں بیان کر کے توجہ دلائی ہے کہ تمہارے لئے یتیموں سے سلوک مخالطت میں صفت عزیزیت اور صفت حکیمیت سے متصف ہونے کا بہترین موقع ہے۔صفت عزیزیت غلبہ پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام کاموں میں حسن واحسان کا پہلو نمایاں ہے حتیٰ کہ غضب وانتقام کے افعال میں بھی رحمت غالب ہوتی ہے اور صفت حکیمیت برمحل فعل اور دُوررس نیک نتائج پر دالّ ہے اور حکیمیت کے معنوں میں اسباب وعلل سے کما حقہ واقفیت اور عمل میں استواری اور پختہ کاری کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ان دوصفتوں سے سمجھایا گیا ہے کہ مخالطت کی صورت میں نیکی کا پہلو غالب ہے اور مخالطت بقدر ضرورت اور برمحل ہو اور یتیموں کے اموال میں جو تصرف بھی کیا جائے اس میں حسن و احسان اور رحمت کا پہلو غالب اور اچھا نتیجہ پیدا کرنے والا ہے۔مندرجہ بالا حدیث میں آیت کی تشریح حضرت عائشہؓ کی ہے۔اس سے شراکت مخالطت کی ناجائز صورت واضح ہے۔

بَاب۸: اَلشَّرِكَةُ فِي الْأَرَضِيْنَ وَغَيْرِهَا

زمینوں وغیرہ میں شراکت کا بیان

۲۴۹۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ

۲۴۹۵: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام (بن یوسف) نے ہمیں بتایا۔معمر نے ہمیں خبر دی۔انہوں نے زہری سے، زہری نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسی چیز میں جس کی تقسیم نہ ہوئی ہو شفعہ کا حق رکھا ہے۔

وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ. جب حدیں مقرر ہو جائیں اور راستے علیحدہ علیحدہ نکال دیئے جائیں تو پھر کوئی حق شفعہ نہیں رہتا۔

اطرافهُ: ٢٢١٣، ٢٢١٤، ٢٢٥٧، ٢٤٩٦، ٦٩٧٦۔

تشریح: **اَلشَّرِكَةُ فِي الْأَرَضِيْنَ وَغَيْرِهَا:** جمہور کے نزدیک مکان وزمین میں شراکت اوران کی تقسیم جائز ہے۔بعض فقہاء چھوٹے مکان کی تقسیم درست نہیں سمجھتے کیونکہ چھوٹے مکان کی تقسیم سے اس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے اور کوئی شریک بھی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۶۵) ہاں اس کی قیمت کا اندازہ شرکاء کی باہمی رضامندی سے کرنے کے بعد بذریعہ قرعہ کسی ایک شریک کو دیا جاسکتا ہے۔اس تعلق میں کتاب الشفعه باب ا، روایت نمبر ۲۲۵۷ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ٩: إِذَا قَسَمَ الشُّرَكَاءُ الدُّوْرَ أَوْغَيْرَهَا فَلَيْسَ لَهُمْ رُجُوْعٌ وَلَا شُفْعَةٌ

جب شریک گھروں وغیرہ کو تقسیم کرلیں تو پھر انہیں نہ اس تقسیم سے پھرنے کا حق ہوگا نہ شفعہ کا

٢٤٩٦: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.

۲۴۹۶: مسدد نے ہمیں بتایا کہ عبدالواحد نے ہم سے بیان کیا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسی چیز میں جو تقسیم نہ کی گئی ہو حق شفعہ کا فیصلہ فرمایا ہے۔مگر جب حدیں مقرر ہو جائیں اور راستے الگ الگ قائم کر دیئے جائیں تو پھر کوئی شفعہ نہیں۔

اطرافهُ: ٢٢١٣، ٢٢١٤، ٢٢٥٧، ٢٤٩٥، ٦٩٧٦۔

تشریح: **اِذَا قَسَمَ الشُّرَكَآءُ الدُّوْرَ اَوْ غَيْرَهَا فَلَيْسَ لَهُمْ رُجُوْعٌ وَلَا شُفْعَةٌ:** تمام فقہاء میں یہ امر مسلّم ہے کہ کسی مشترکہ جائیداد پر شفعہ کا حق اس کے تقسیم ہونے سے پہلے پہلے ہے۔ تقسیم ہو جانے کے بعد شفعہ کا کوئی حق نہیں۔الفاظ فَلَا شُفْعَةَ سے عدم رجوع (یعنی تقسیم سے رُوگشی نہ کرنے) کا بھی ضمناً استدلال کیا گیا ہے۔ورنہ جائیداد مشترکہ کو تقسیم کئے جانے کی غرض ہی باطل ہو جائے گی۔(عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۶۰)

بَاب ۱۰: اَلاِشْتِرَاكُ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَا يَكُوْنُ فِيْهِ الصَّرْفُ

سونے اور چاندی اور اُن چیزوں میں شراکت جن کا تعلق بیع صرف (یعنی نقد) سے ہو

۲۴۹۷-۲۴۹۸: حَدَّثَنِيْ عَمْرُو ابْنَ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُثْمَانَ يَعْنِي ابْنَ الْأَسْوَدِ قَالَ: أَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ أَبِي مُسْلِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْمِنْهَالِ عَنِ الصَّرْفِ يَدًا بِيَدٍ فَقَالَ اشْتَرَيْتُ أَنَا وَشَرِيْكٌ لِّي شَيْئًا يَدًا بِيَدٍ وَنَسِيْئَةً فَجَاءَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ: فَعَلْتُ أَنَا وَشَرِيْكِي زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ وَسَأَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَخُذُوْهُ وَمَا كَانَ نَسِيْئَةً فَرُدُّوْهُ.☆

۲۴۹۷-۲۴۹۸: عمرو بن علی (فلاس) نے مجھ سے بیان کیا کہ ابوعاصم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عثمان یعنی ابن اَسود سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: سلیمان بن ابی مسلم نے مجھے بتایا۔ کہتے تھے: میں نے ابوالمنہال سے اس بیع صرف کے بارے میں پوچھا جو ہاتھوں ہاتھ ہو۔ انہوں نے کہا: میں نے اور میرے ایک شریک نے کوئی چیز کچھ نقد خریدی اور کچھ اُدھار۔ اتنے میں حضرت براء بن عازبؓ ہمارے پاس آئے۔ ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے اور میرے شریک زید بن ارقمؓ نے بھی ایسا کیا تھا اور ہم نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: جو ہاتھوں ہاتھ ہو اسے تو تم لے لو اور جو اُدھار ہو اُسے چھوڑ دو۔☆

اطرافہ: ۲۰۶۰-۲۰۶۱، ۲۱۸۰-۲۱۸۱، ۳۹۳۹-۳۹۴۰۔

تشریح: **اَلاِشْتِرَاکُ فِی الذَّھَبِ وَالْفِضَّةِ:** درہم و دینار کے ذریعہ سے شراکت یا خلطت فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ نرخ مبادلہ کے حساب سے ہر شریک کا حصہ متعین ہو کر مشترکہ سرمایہ سے کاروبار کسی ایک شریک کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔ لیکن امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور فقہائے کوفہ کے نزدیک شراکت و خلطت میں ایک ہی جنس (چاندی یا سونا) بطور معیار مبادلہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ امام شافعیؒ نے خوردہ کا اختلاف بھی پسند نہیں کیا تا شراکت میں کسی قسم کا تفاوت نہ ہو، تا کھوٹا کھرے سے نہ مل جائے۔ امام ثوریؒ کے نزدیک اختلافِ جنس سے بھی شراکت ہو سکتی ہے؛ اگر اندازۂ جنس درست ہو۔ علامہ ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ کا رجحان بھی اسی رائے کی طرف ہے۔ اس لئے عنوانِ باب میں الفاظ اَلذَّھَبِ وَالْفِضَّةِ اختیار کئے گئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۶۶)

☆ عمدۃ القاری میں "فَرُدُّوْهُ" کی بجائے "فَذَرُوْهُ" کا لفظ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۶۱)

وَمَا يَكُوْنُ فِيْهِ الصَّرْفُ: یعنی ایسے سکوں کے ذریعے سے شراکت جو ذریعۂ مبادلہ ہوں۔ دینار کا درہم سے اور درہم کا دینار سے تبادلہ ہو لیکن خالص سونے اور کھوٹے دینار کی شراکت یا خلطت کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شراکت کے لئے مماثل معیاری سکے چاہئیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۶۰) حضرت براء بن عازبؓ کی مذکورہ بالا روایت کے لئے کتاب البیوع باب ۸ روایت نمبر ۲۰۶۰-۲۰۶۱ دیکھئے۔

بَاب ۱۱: مُشَارَكَةُ الذِّمِّيِّ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِي الْمُزَارَعَةِ

کھیتی باڑی میں ذِمّیوں اور مشرکوں کو شریک کرنا

۲۴۹۹: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَعْطَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ أَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

۲۴۹۹: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ بن اسماء نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین یہودیوں کے حوالہ کردی کہ وہ اس میں محنت کریں اور اس میں کاشت کریں اور جو اس سے پیدا ہو، اس کا آدھا ان کا ہوگا۔

اطرافہ: ۲۲۸۵، ۲۳۲۸، ۲۳۲۹، ۲۳۳۱، ۲۳۳۸، ۲۷۲۰، ۳۱۵۲، ۴۲۴۸۔

تشریح: مُشَارَكَةُ الذِّمِّيِّ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِي الْمُزَارَعَةِ: بعض فقہاء نے ذمّی اور مشرک کی شراکت کے بارے میں یہ پابندی عائد کی ہے کہ مشترکہ کاروبار میں مسلم کی موجودگی اور نگرانی ضروری ہے کہ کہیں ناجائز بات شراکت میں شامل نہ کردی جائے۔ اسی وجہ سے امام ثوریؒ، امام لیثؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ان کی شراکت جائز نہیں۔ مثلاً سُودی کاروبار غیر مسلموں کے نزدیک حرام نہیں۔ اب اگر کاروبار ان پر چھوڑا گیا تو اس کاروبار میں کئی ایسے طریق اختیار کئے جاسکتے ہیں، اسلام نے جن کی اجازت نہیں دی۔ عنوان باب اسی اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے فِي الْمُزَارَعَةِ سے محدود کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۶۷) اس تعلق میں تشریح روایات زیر باب ۹، ۱۰ بھی دیکھئے۔

بَاب ۱۲: قَسْمُ الْغَنَمِ وَالْعَدْلُ فِيْهَا

بکریوں کی تقسیم اور اس میں انصاف (کا بیان)

۲۵۰۰: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ

۲۵۰۰: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید بن ابی حبیب سے،

عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا فَبَقِيَ عَتُوْدٌ فَذَكَرَهُ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ضَحِّ بِهِ أَنْتَ.

اطرافه: ٢٣٠٠، ٥٥٤٧، ٥٥٥٥.

یزید نے ابوالخیر سے، ابوالخیر نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ بکریاں دیں کہ آپؐ کے صحابہ میں ان کو تقسیم کر دیں۔ یہ بکریاں قربانیوں کے لئے تھیں تو ان میں سے ایک سال کا بچہ باقی رہ گیا۔ حضرت عقبہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی قربانی تم کرلو۔

بَاب ١٣: اَلشَّرِكَةُ فِي الطَّعَامِ وَغَيْرِهِ

اناج وغیرہ میں شراکت

وَيُذْكَرُ أَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا فَغَمَزَهُ آخَرُ فَرَأَى عُمَرُ أَنَّ لَهُ شَرِكَةً.

اور بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے کسی چیز کا بھاؤ ٹھہرایا تو دوسرے نے اس کو آنکھ سے اشارہ کیا (کہ لے لو) حضرت عمرؓ سمجھ گئے کہ اس کی اس کے ساتھ شراکت ہے۔

٢٥٠١-٢٥٠٢: حَدَّثَنَا أَصْبَغُ ابْنُ الْفَرَجِ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيْدٌ عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ هِشَامٍ وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَتْ بِهِ أُمُّهُ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ بَايِعْهُ فَقَالَ: هُوَ صَغِيْرٌ فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَدَعَا لَهُ.

۲۵۰۱-۲۵۰۲: اصبغ بن فرج نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبداللہ بن وہب نے مجھے خبر دی، کہا: سعید (بن ابی ایوب) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے زہرہ بن معبد سے، زہرہ نے اپنے دادا عبداللہ بن ہشام سے روایت کی اور انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا تھا۔ ان کی ماں حضرت زینب بنت حمیدؓ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی۔ (حضرت زینبؓ نے) کہا: یا رسول اللہ! اس بچے سے بیعت لیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ چھوٹا ہے۔ آپؐ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے لئے دُعا کی۔

وَعَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ أَنَّهُ كَانَ يَخْرُجُ بِهِ جَدُّهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ هِشَامٍ إِلَى السُّوْقِ

اور زہرہ بن معبد سے روایت ہے کہ ان کے دادا عبداللہ بن ہشام ان کو بازار لے کر جاتے اور

فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَيَقُوْلَانِ لَهُ: أَشْرِكْنَا فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيَشْرَكُهُمْ فَرُبَّمَا أَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبْعَثُ بِهَا إِلَى الْمَنْزِلِ.

اناج خریدتے اور حضرت (عبداللہ) بن عمر اور حضرت (عبد اللہ) بن زبیر رضی اللہ عنہم ان سے ملتے اور ان سے کہتے: ہمیں بھی شریک کرلیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو برکت کی دعا دی ہے۔ چنانچہ وہ ان کو بھی شریک کر لیتے۔ کبھی ایک پورا اُونٹ لدا لدایا ویسا کا ویسا نفع میں پاتے اور اسے گھر بھیج دیتے۔

{ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ أَشْرِكْنِيْ فَإِذَا سَكَتَ يَكُوْنُ شَرِيْكُهُ بِالنِّصْفِ ☆ }

{ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: جب ایک شخص (دوسرے شخص سے کہے) کہ مجھے بھی شریک کرلو اور وہ خاموش رہے تو وہ نصف کا شریک ہوگا۔ ☆}

اطراف الحدیث ۲۵۰۱: ۷۲۱۰۔
اطراف الحدیث ۲۵۰۲: ۶۳۵۳۔

تشریح: اَلشَّرِكَةُ فِی الطَّعَامِ وَغَيْرِهِ: عنوان باب میں حضرت عمرؓ کے واقعہ کا حوالہ دے کر مسئلہ معنونہ کا مفہوم متعین کیا ہے۔ شراکت کے لئے ضروری نہیں کہ معین الفاظ میں اس کا اظہار کیا جائے۔ ایک شخص اشارہ سے بھی شریک سمجھا جاسکتا ہے۔ اجناس خوراک اور دیگر اشیاء میں بھی شراکت ہوسکتی ہے۔ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ ہر شئے جو کسی کی ملکیت ہو، اس میں شراکت درست ہے۔ مگر شافعیوں کے نزدیک صرف مماثل اجناس میں جائز ہے اور باقی املاک میں جو اَز قسم عروض ہوں، ان میں شراکت درست نہیں۔ بطور قاعدہ کلیہ شراکت ان اشیاء میں جائز نہیں سمجھی گئی جو ماپ تول اور قیمت کے لحاظ سے مختلف ہوں مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے غلّہ جات میں بھی شراکت مکروہ قرار دی ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سامان از قبیل عروض فروخت کر کے مشتری ضرورت کی شئے مثلاً گھوڑا خرید سکتا ہے اور گھوڑے کی خرید میں شراکت ہوسکتی ہے۔ اسی طرح امام شافعیؒ کہتے ہیں: لَا تَجُوْزُ الشَّرِكَةُ فِيْ كُلِّ مَا يَرْجِعُ فِيْ حَالِ الْمُفَاضَلَةِ اِلَى الْقِيْمَةِ اِلَّا اَنْ يَّبِيْعَ نِصْفَ عَرْضِهِ بِنِصْفِ عَرْضِ الْاٰخَرِ. یعنی سکہ ہائے مبادلہ چونکہ ہم مثل ہوتے ہیں اور کمی بیشی کا اندیشہ نہیں، اس لئے ان میں شراکت جائز ہے۔ اور جن کی قیمت میں کمی بیشی کا اندیشہ ہو اُن میں جائز نہیں۔
(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۶۸) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۶۲)

فقہاء کی اصطلاح میں مثلیات سے مراد اجناس خوراک جو ایک دوسرے کا بدل ہوسکتی ہوں مثلاً گندم، جو، مکئی، باجرہ

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ اور عمدۃ القاری کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۱۶۷) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۶۴)

وغیرہ اور عروض یعنی اثاثہ وغیرہ۔ سامانِ سفر میں شرکت کی صورت بلحاظ اندازہ معین استفادہ و تقسیم محفوظ نہیں جیسا کہ اجناس میں ہے۔ اس لئے ان کی نسبت رائے کا اختلاف ہے۔ مسائل میں فقہاء کی غایت درجہ احتیاط دراصل نتیجہ ہے اس شعورِ تقویٰ کا جو اِسلامی تربیت کا لازمی نتیجہ ہے۔ بعض وقت تزکیۂ نفس کا وہم غالب آ جاتا ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اس لئے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے گندم اور میوہ جات کی متماثل اشیاء میں بھی شرکت جائز قرار دی ہے۔ اسی اختلافِ رائے کے پیشِ نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۶۲)

وَيُذْكَرُ اَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا فَغَمَزَهُ آخَرُ: حضرت عمرؓ کا واقعہ سعید بن منصور سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ تجارت کی کسی شئے کا بھاؤ ٹھہرا رہا ہے۔ ایک اور شخص نے جو بوقتِ بیع وہاں موجود تھا، اُسے اشارہ کیا اور اس نے وہ خرید لی۔ حضرت عمرؓ اس اشارے سے سمجھ گئے کہ وہ شخص شریکِ تجارت ہے۔ امام مالکؒ کی بھی یہی رائے ہے کہ اگر دو شخص کسی سامان کی فروختگی کے وقت موجود ہوں اور ان میں سے ایک شخص بھاؤ ٹھہرا کر خرید لے تو دوسرا شخص جو بائع کا شریک ہو اور بیع کے وقت موجود رہا ہو، وہ نفع نقصان دونوں میں شریک ٹھہرے گا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۶۸)

مندرجہ بالا روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دعا کی وجہ سے زہرہ بن معبد کو ان کے دادا حضرت عبداللہ بن ہشامؓ اس غرض سے منڈی میں لے جاتے تھے کہ دعائے نبویؐ کی برکت سے ان کی خرید و فروخت میں برکت ہو۔ چنانچہ اس میں برکت ہوتی اور ایک اُونٹ کا بوجھ غلہ بچ جاتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی ان کے ساتھ برکت حاصل کرنے کے لئے تجارت میں شریک ہو جاتے تھے۔ مذکورہ بالا روایت کے دونوں حصے ایک ہی سند سے مروی ہیں۔

بَاب ١٤ : اَلشَّرِكَةُ فِي الرَّقِيْقِ

غلام یا لونڈی میں شرکت کا بیان

٢٥٠٣: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي مَمْلُوْكٍ وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يُّعْتِقَ كُلَّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ قَدْرُ ثَمَنِهٖ يُقَامُ قِيْمَةَ عَدْلٍ وَيُعْطَى شُرَكَاؤُهُ حِصَّتَهُمْ وَيُخَلَّى سَبِيْلُ الْمُعْتَقِ.

۲۵۰۳: مسدّد نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ بن اسماء نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جس نے کسی غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا تو اس پر واجب ہے کہ اس کو پورے طور پر سارا آزاد کرائے۔ بشرطیکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اُس کی قیمت کے برابر ہو۔ اور غلام کی منصفانہ طور پر قیمت لگائی جائے اور اس میں جو شریک ہوں انہیں ان کا حصہ دے دیا جائے اور آزاد کردہ غلام کو جانے دیں۔

اطرافهُ: ٢٤٩١، ٢٥٢١، ٢٥٢٢، ٢٥٢٣، ٢٥٢٤، ٢٥٢٥، ٢٥٥٣.

٢٥٠٤ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ ابْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَّهُ فِي عَبْدٍ أُعْتِقَ كُلُّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ وَإِلَّا يُسْتَسْعَ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ.

اطرافہٗ: ۲٤۹۲، ۲٥۲٦، ۲٥۲۷۔

۲۵۰۴: ابوالنعمان نے ہم سے بیان کیا کہ جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے نضر بن انس سے، نضر نے بشیر بن نہیک سے، بشیر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اگر کسی شخص کا کسی غلام میں حصہ ہو اور وہ اپنا حصہ آزاد کر دے تو غلام سارے کا سارا آزاد کر دیا جائے۔ بشرطیکہ آزاد کرنے والے کے پاس اتنا مال ہو (جو باقی حصہ داروں کو ادا کیا جا سکتا ہو) ورنہ غلام سے اتنی محنت کرائی جائے جس کا وہ متحمل ہو سکے (اور اس سے بقیہ قیمت ادا ہو۔)

تشریح: **اَلشَّرِكَةُ فِي الرَّقِيقِ:** روایت نمبر ۲۵۰۳، ۲۵۰۴ زیر باب ۵ گزر چکی ہیں۔ دیکھئے روایت نمبر ۲۴۹۱، ۲۴۹۲۔ جب تک ملکیت نہ ہو، کوئی شخص غلام آزاد کرنے کا مجاز نہیں۔ اسی اصل سے بطور لازمی نتیجہ مسئلہ معنونہ اخذ کیا گیا ہے۔ واقعہ مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے، غلام میں شرکت جائز ہے۔

بَاب ١٥ : اَلِاشْتِرَاكُ فِي الْهَدْيِ وَالْبُدْنِ

(یہ باب) قربانی کے جانوروں اور اُونٹوں میں شراکت (کے بارے میں ہے)

وَإِذَا أَشْرَكَ الرَّجُلُ رَجُلًا فِي هَدْيِهِ بَعْدَ مَا أَهْدَى.

نیز (اِس بات کا بیان کہ) اگر کوئی شخص (مکہ کی طرف) قربانی (بھیج) دینے کے بعد کسی اور کو اس میں شریک کرے (تو اس کا کیا حکم ہے۔)

٢٥٠٥-٢٥٠٦: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ وَّعَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَا: قَدِمَ النَّبِيُّ

۲۵۰۵-۲۵۰۶: ابوالنعمان نے ہمیں بتایا کہ حماد بن زید نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالملک بن جریج نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عطاء سے، عطاء نے حضرت جابرؓ سے روایت کی۔ نیز طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ اُن دونوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صُبْحَ رَابِعَةٍ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ لَا يَخْلِطُهُمْ شَيْءٌ فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً وَأَنْ تَحِلَّ إِلَى نِسَائِنَا فَفَشَتْ فِي ذَلِكَ الْقَالَةُ قَالَ عَطَاءٌ: فَقَالَ جَابِرٌ فَيَرُوْحُ أَحَدُنَا إِلَى مِنًى وَذَكَرُهُ يَقْطُرُ مَنِيًّا فَقَالَ جَابِرٌ بِكَفِّهِ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ خَطِيْبًا فَقَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ أَقْوَامًا يَقُوْلُوْنَ كَذَا وَكَذَا وَاللهِ لَأَنَا أَبَرُّ وَأَتْقَى لِلَّهِ مِنْهُمْ وَلَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا أَهْدَيْتُ وَلَوْ لَا أَنَّ مَعِي الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ هِيَ لَنَا أَوْ لِلْأَبَدِ؟ فَقَالَ: لَا بَلْ لِلْأَبَدِ. قَالَ: وَجَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ أَحَدُهُمَا يَقُوْلُ: لَبَّيْكَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْآخَرُ: لَبَّيْكَ بِحَجَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ

کے صحابہ (مکہ میں) ذوالحج کی چوتھی رات کی صبح کو پہنچے۔ حج کا احرام باندھے ہوئے تھے اور ابھی عمرہ وغیرہ کی نیت نہیں کی تھی۔ جب ہم مکہ میں پہنچے تو آپؐ نے ہم سے فرمایا: ہم نے حج کو عمرہ کر دیا ہے۔ (یعنی تمتع کا ارادہ کر لیا ہے) اور ہم اپنی عورتوں کے پاس جا سکتے ہیں۔ اس کا چرچا ہونے لگا۔ عطاء کہتے تھے کہ حضرت جابرؓ نے کہا: (لوگ کہنے لگے:) کیا ہم میں سے کوئی منیٰ کو جائے اور حالت یہ ہو کہ اُس کا ذَکر منی سے ٹپک رہا ہو۔ حضرت جابرؓ نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ یہ بات نبی ﷺ تک پہنچی تو آپؐ کھڑے ہو کر ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ ایسی ایسی باتیں کہتے ہیں۔ بخدا میں ان سے زیادہ نیک اور اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور اگر مجھے اپنی حالت کا پہلے علم ہوتا جو مجھے بعد کو معلوم ہوا تو میں قربانی (اپنے ساتھ) نہ لاتا اور اگر یہ نہ ہوتا کہ میرے ساتھ قربانی کے جانور ہیں تو میں بھی احرام کھول ڈالتا۔ اس پر سراقہؓ بن مالک بن جعشم کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ بات ہمارے ہی لئے ہے یا ہمیشہ کیلئے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے۔ (حضرت جابرؓ) کہتے تھے کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ بھی (یمن سے) آ گئے تو اُن دونوں (عطاء اور طاؤس) میں سے ایک تو یہ کہتے تھے کہ (حضرت علیؓ) یوں کہتے ہوئے آئے: جس بات کا رسول اللہ ﷺ نے احرام باندھا ہے اس کا احرام باندھے ہوئے میں بھی حاضر ہوں اور دوسرے نے (یوں) کہا (کہ حضرت علیؓ احرام میں یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے) کہ رسول اللہ ﷺ کے حج

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقِيْمَ عَلَى إِحْرَامِهِ وَأَشْرَكَهُ فِي الْهَدْيِ.

کے ساتھ میں بھی حاضر ہوں۔اس لئے نبی ﷺ نے (ان سے) فرمایا کہ وہ اپنے احرام میں ہی رہیں اور آپؐ نے ان کو قربانی کے جانوروں میں شریک کر لیا۔

اطراف الحديث ۲۵۰۵: ۱۰۸۵، ۱۵٦٤، ۳۸۳۲۔
اطراف الحديث ۲۵۰٦: ۱۵۵۷، ۱۵٦۸، ۱۵۷۰، ۱٦۵۱، ۱۷۸۵، ٤۳۵۲، ۷۲۳۰، ۷۳٦۷۔

تشریح: اَلْاِشْتِرَاکُ فِی الْهَدْیِ وَالْبُدْنِ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں قربانی کے ۶۳ اُونٹ لے گئے تھے اور حضرت علیؓ یمن سے ۳۷ اُونٹ لائے۔ یہ کل ایک سو اُونٹ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بھی اپنی قربانیوں میں شریک کیا۔(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۷۰)

بَاب ١٦ : مَنْ عَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِجَزُوْرٍ فِي الْقَسْمِ

جو تقسیم میں دس بکریوں کو ایک اُونٹ کے برابر سمجھے

٢٥٠٧: حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبَايَةَ ابْنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ مِنْ تِهَامَةَ فَأَصَبْنَا غَنَمًا اَوْ إِبِلًا فَعَجِلَ الْقَوْمُ فَأَغْلَوْا بِهَا الْقُدُوْرَ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ ثُمَّ عَدَلَ عَشْرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِجَزُوْرٍ ثُمَّ إِنَّ بَعِيْرًا نَدَّ وَلَيْسَ فِي الْقَوْمِ إِلَّا خَيْلٌ يَسِيْرَةٌ {☆فَرَمَاهُ رَجُلٌ} فَحَبَسَهُ بِسَهْمٍ فَقَالَ

۲۵۰۷: محمد (بن سلام) نے مجھ سے بیان کیا کہ وکیع نے ہمیں بتایا۔انہوں نے سفیان (ثوری) سے، سفیان نے اپنے باپ سے، انہوں نے عبایہ بن رفاعہ سے، عبایہ نے اپنے دادا حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم تہامہ کے علاقہ ذوالحلیفہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ہم نے کچھ بکریاں اور کچھ اُونٹ (غنیمت میں) پائے۔لوگوں نے جلدی کی اور انہیں ہانڈیوں میں ڈال کر پکانا شروع کر دیا۔اتنے میں رسول اللہ ﷺ آ گئے۔آپؐ نے ہانڈیوں کی نسبت حکم فرمایا تو وہ انڈیل دی گئیں۔پھر آپؐ نے (تقسیم میں) دس بکریوں کو ایک اُونٹ کے برابر قرار دیا۔پھر ایسا ہوا کہ ایک اُونٹ بھاگ نکلا اور لشکر میں گھوڑے تھوڑے ہی تھے تو ایک شخص نے اس کو تیر☆ مار کر وہیں ہلاک کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان چوپایوں میں بھی ایسے

☆الفاظ "فَرَمَاهُ رَجُلٌ"، فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۱۷۱) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوْا بِهِ هَكَذَا. قَالَ: قَالَ جَدِّي: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّا نَرْجُوْ أَوْ نَخَافُ أَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى افَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ اعْجَلْ أَوْ أَرْنِي مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ فَكُلُوْا لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ: أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ.

جانور ہوتے ہیں جو سدھائے نہیں جا سکتے جیسے جنگلی جانوروں میں ہوتے ہیں۔ اس لئے جو اُن میں سے تمہیں مجبور کردے تو اس سے اسی طرح کیا کرو۔ (یعنی تیر سے گرا لو۔عبایہ) کہتے تھے: میرے دادا نے کہا: یا رسول اللہ! ہم امید کرتے ہیں یا (کہا:) ہمیں اندیشہ ہے کہ کل دشمن سے ہماری مٹھ بھیڑ ہوگی اور ہمارے پاس چھریاں نہیں (اور اگر تلواروں کو استعمال کیا تو وہ کُند ہو جائیں گی) تو کیا ہم بانس کے سرکنڈے وغیرہ سے جانور ذبح کرلیں؟ آپؐ نے فرمایا: (ذبح) جلدی سے کرو یا (فرمایا:) جو چیز بھی جلدی خون بہادے، اس سے ذبح کرلو اور جس پر اللہ کا نام لے لیا جائے، اسے کھالو۔ دانت اور ناخن سے نہیں اور میں تمہیں اس کی وجہ بتاتا ہوں۔ دانت جو ہے تو وہ ہڈی ہے اور ناخن جو ہیں وہ حبشیوں کی چھریاں ہیں۔

اطرافہُ: ٢٤٨٨، ٣٠٧٥، ٥٤٩٨، ٥٥٠٣، ٥٥٠٦، ٥٥٠٩، ٥٥٤٣، ٥٥٤٤۔

تشریح. **مَنْ عَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِجَزُوْرٍ فِي الْقَسْمِ:** یہ حدیث کتاب الشرکۃ باب ۳ روایت نمبر ۲۴۸۸ میں گزر چکی ہے اور کتاب الذبائح میں بھی منقول ہے۔ دس بکریوں کا ایک ایک اُونٹ کے برابر اندازہ زمانۂ نبویؐ سے تعلق رکھتا ہے اور اب اندازہ آج کل کے نرخ سے ہوگا۔ اس لئے امام موصوفؒ نے جملہ شرطیہ کا جواب مقدر کردیا ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

٤٨- كِتَابُ الرَّهْنِ

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
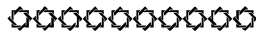
بَاب ١ : فِي الرَّهْنِ فِي الْحَضَرِ

بحالت اقامت رہن رکھنے کا بیان

وَقَوْلُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَإِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ﴾ (البقرة: ٢٨٤)

اور اللہ عز وجل کے اس ارشاد کا ذکر: اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو رہن باقبضہ ہی کافی ہوگا۔

٢٥٠٨ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: وَلَقَدْ رَهَنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَهُ بِشَعِيْرٍ وَمَشَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ. وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: مَا أَصْبَحَ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا صَاعٌ وَلَا أَمْسَى وَإِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ.

۲۵۰۸: مسلم بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ ہشام (دستوائی) نے ہم سے بیان کیا کہ قتادہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زرہ جَو کے عوض گرو رکھی تھی اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جَو کی روٹی اور بودار چربی لے کر گیا اور میں نے آپ کو یہ کہتے سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے پاس صبح و شام کے لئے سوا ایک صاع (اناج) کے اور کچھ نہیں، بحالیکہ وہ نَو (۹) گھر ہیں (حیرت ہے۔)

طرفہ: ٢٠٦٩۔

تشریح: فِي الرَّهْنِ فِي الْحَضَرِ: رھن کے لغوی معنی ہیں: اَلْحَبْسُ کسی چیز کو روک رکھنا۔ قرآن مجید میں آتا ہے: كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ. (المدثر: ۳۹) ہر نفس رہن شدہ ہے اُس عمل کا جو اُس

نے کمایا ہے۔یعنی جب تک اعمال کا نتیجہ نہیں بھگت لیتا چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ رہن کا یہ لغوی مفہوم ہے۔شرعی اصطلاح میں قرض کے عوض میں مال گرو رکھنا۔ جب تک قرض اَدا نہ ہو جائے، مال مرہونہ مرتہن کا رہے گا۔گرو کردہ مال کو بھی رھن کہتے ہیں۔اس کی جمع رُهُوْنٌ اور رِهَان ہے۔(عمدۃ القاری جزء ۱۳صفحہ ۶۷)(لسان العرب- رھن)

فقہاء نے صحت رہن کی چند شرطیں تجویز کی ہیں:

اوّل: كُلُّ مَا جَازَ بَيْعُهُ جَازَ رَهْنُهُ. یعنی ہر شئے جو قابل فروخت ہو قابل رہن ہے۔جس شئے کا فروخت کرنا ناجائز ہے اُس کا رہن بھی ناجائز ہے مثلاً ناپاک اور حرام اشیاء جیسے شراب و خنزیر وغیرہ ہیں۔ان کا فروخت کرنا جائز نہیں۔اس لئے یہ رہن بھی نہیں کی جاسکتیں۔اسی طرح وقف شدہ جائیداد بھی رہن نہیں کی جاسکتی۔

دوم: قابل رہن شئے بعینہٖ موجود ہو۔مثلاً قرض جو راہن (یعنی رہن کرنے والے) کو کسی سے لینا ہو، وہ رہن نہیں رکھا جاسکتا کیونکہ حاصل ہونے سے پہلے پہلے اس کا کوئی وجود نہیں۔اس لئے ضروری ہے کہ مرہونہ شئے کا ایسا وجود ہو جو قرض کی واپسی تک محفوظ رکھا جاسکے۔

سوم: تیسری شرط راہن و مرتہن کی صلاحیت واہلیت اور ان کی رشد و بلوغت ہے۔ بچے اور مجنون کا رہن لینا دینا تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

عنوان باب میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں رہن بحالت سفر کا ذکر ہے۔اس تعلق میں جو روایت زیر باب درج ہے اس میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقیم ہونے کی حالت میں زرہ رہن رکھ کر اناج ادھار پر لیا۔ بعض فقہاء مثل ضحاک اور مجاہد اور اہل ظاہر نے آیت محولہ بالا سے استنباط کیا ہے کہ رہن کی مشروعیت صرف سفر کی حالت میں کتابت سے مقید ہے۔اس کے بغیر رہن جائز نہیں۔جمہور کے نزدیک رہن بحالت سفر وحضر ہو سکتا ہے۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۷۳، ۱۷۴)(بداية المجتهد، كتاب الرهون، جزء ثانی صفحہ ۲۰۴ تا ۲۰۶)

اس مشار الیہ استدلال کی کمزوری ظاہر کرنے کی غرض سے یہ باب قائم کیا ہے۔محولہ بالا آیت احکام قرض کے تعلق میں وارد ہوئی ہے۔جس کا اصل موضوع یہ ہے کہ معاملات لین دین میں تحریر، شہادت اور میعاد واپسی وغیرہ کی تعیین ضروری امور ہیں۔اس ضمن میں فرمایا: وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ:۲۸۴) اور اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو (اسکا قائم مقام) رہن باقبضہ ہے۔پس اگر تم میں سے کوئی شخص کسی دوسرے کو امین جانے اور اسے کچھ رقم دے دے تو جسے امین سمجھا گیا ہو اسے چاہیے کہ امانت رکھنے والے کی امانت کو (عند الطلب) واپس کر دے اور اپنی ربوبیت کرنے والے اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اور تم گواہی کو کبھی مت چھپاؤ اور جو اسے چھپائے گا وہ یقیناً ایسا شخص ہے جس کا دل گنہگار ہے اور یاد رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ سفر سے متعلقہ حکم بطور استثناء ہے نہ کہ اصل حکم کہ اسے بطور قاعدہ کلیہ قرار دیا جائے اور اِس سے بحالت اقامت عدم جواز رہن کا استدلال کیا جائے۔ یہ غرض ہے اس باب کے قائم کرنے کی۔ جملہ اَلـرَّهْـنُ فِي الْحَضَرِ کی ترکیب اس امر پر دالّ ہے کہ رہن کا اصل تعلق تو دراصل اقامت سے ہے۔ کیونکہ روزمرہ کے لین دین کی عام ضرورت بود و باش میں ہی پیش آتی ہے۔ اس لئے رہن کی استثنائی اجازت کو سفر کی حالت سے مخصوص سمجھنا اور بحالت اقامت نظر انداز کرنا معقول استدلال نہیں۔

مَـا اَصْبَحَ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ ﷺ اِلَّا صَاعٌ وَلَا اَمْسٰى وَاِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ اَبْيَاتٍ: اس سے ظاہر ہے کہ ابتدائی زمانہ ہجرت میں اکثر اوقات فقر و فاقہ ہی کی حالت رہتی تھی کہ صبح کھانے کو ملتا تو شام خالی پیٹ گزرتی اور شام کے وقت میسر ہوتا تو صبح کے لئے کچھ نہ ہوتا۔ یہی حال دوسرے مہاجرین کا تھا۔ اپنی تنگدستی کے حالات میں ادھار پر خوراک حاصل کرنے کی آسان راہ غلط استدلال سے بند کر دینا اس سہولت کے سراسر خلاف ہے جو آیت کا اصل مدعا اور موضوع ہے۔ اس تعلق میں کتاب البیوع باب ۱۴ بھی دیکھئے۔

بَاب ۲ : مَنْ رَهَنَ دِرْعَهُ

جس نے اپنی زرہ رہن رکھی

۲۵۰۹ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ وَالْقَبِيْلَ فِي السَّلَفِ فَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ: حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

۲۵۰۹: مسدّد نے ہمیں بتایا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں خبر دی کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابراہیم (نخعی) کے پاس کوئی چیز ادھار خرید کر کوئی مملوکہ چیز گرو رکھنے اور ضمانت دینے کا ہم نے ذکر کیا تو ابراہیم نے کہا: اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے مقررہ معیاد تک کے لئے ادھار پر کچھ اناج لیا اور آپؐ نے اس کے پاس اپنی زرہ رہن رکھی۔

اطرافہُ: ۲۰۶۸، ۲۰۹۶، ۲۲۰۰، ۲۲۵۱، ۲۲۵۲، ۲۳۸۶، ۲۵۱۳، ۲۹۱۶، ۴۴۶۷۔

تشریح: **مَنْ رَهَنَ دِرْعَهُ:** اس باب میں ایک اور سند سے سابقہ روایت ہی کا اعادہ کر کے شدتِ ضرورت کی طرف توجہ منعطف کی ہے۔ خود حفاظتی کے لئے ہتھیار نہایت ضروری ہیں جو شخص اپنی حفاظت کا سامان رہن رکھتا ہے اس کی انتہائی احتیاج اور مجبوری ظاہر ہے، خصوصاً جبکہ مخالفت کی وجہ سے حالات پُر خطر ہوں۔

بَاب ٣: رَهْنُ السِّلَاحِ

ہتھیار رہن رکھنا

٢٥١٠: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ مَنْ لِّكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُوْلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: أَنَا. فَأَتَاهُ فَقَالَ: أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ فَقَالَ: ارْهَنُوْنِي نِسَاءَكُمْ قَالُوْا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ: فَارْهَنُوْنِي أَبْنَاءَكُمْ قَالُوْا: كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ أَحَدُهُمْ فَيُقَالُ: رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ؟ هَذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلَكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ قَالَ سُفْيَانُ: يَعْنِي السِّلَاحَ فَوَعَدَهُ أَنْ يَّأْتِيَهُ فَقَتَلُوْهُ ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوْهُ.

اطرافہ: ٣٠٣١، ٣٠٣٢، ٤٠٣٧۔

٢٥١٠: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ عمرو (بن دینار) نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کعب بن اشرف سے کون نپٹے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نسبت سخت گندہ دہنی کی ہے۔ اس پر محمد بن مسلمہؓ نے کہا: میں۔ چنانچہ وہ اس کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمیں ایک وسق (ایک من) یا دو وسق (دو من) غلّہ اُدھار دے دو۔ اس نے کہا: اپنی عورتیں میرے پاس گرو کر دو۔ انہوں نے کہا: ہم اپنی عورتیں تمہارے پاس کیسے گرو رکھیں جبکہ تم عربوں میں سب سے زیادہ خوبصورت ہو۔ اُس نے کہا: پھر تم اپنے بیٹوں کو ہی میرے پاس گرو کر دو۔ انہوں نے کہا: ہم تمہارے پاس اپنے بیٹے کیسے گرو رکھیں ان میں سے ایک کو طعنہ ملتا رہے گا۔ لوگ کہیں گے: ایک وسق یا دو وسق کے بدلے وہ گروی رکھا گیا تھا۔ یہ تو ہمارے لئے عار ہے۔ البتہ ہم تمہیں زرہ رہن کرتے ہیں۔ سفیان نے کہا: لَأْمَةٌ سے مراد ہتھیار ہیں۔ اس نے محمد بن مسلمہؓ سے وعدہ کیا کہ وہ پھر اس کے پاس آئے تو انہوں نے اس کو مار ڈالا اور اس کے بعد وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ سے واقعہ بیان کیا۔

تشریح: رَهْنُ السِّلَاحِ: حضرت محمد بن مسلمہؓ کا واقعہ بھی بتاتا ہے کہ صحابہ کرامؓ بھی تہی دست تھے کہ وہ کعب بن اشرف کے پاس اپنی زرہیں رکھنے کے لئے تیار ہوگئے؛ جب اس نے ان سے عورتیں یا بچے بطور یرغمال رکھنے کا مطالبہ کیا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اصل مقصود رہن رکھنا نہ تھا بلکہ باتوں میں مشغول کر کے اس کے قتل کا موقع پیدا کرنا تھا مگر کعب بن اشرف گردو پیش کے حالات فقر و فاقہ سے ناواقف نہ تھا۔ اگر قحط سالی اور تنگ حالی کا عذر فی الواقع درست نہ ہوتا تو وہ جھوٹے عذر سے فریب میں کبھی نہ آتا۔ واقعات مشہورہ کے پیش نظر اسے یقین تھا کہ زرہیں رکھنے پر ان کی آمادگی بناوٹی نہیں بلکہ سچی ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ کی تفصیل کتاب المغازی باب ۱۵ روایت نمبر ۴۰۳۷ میں دیکھئے۔

دونوں باب (نمبر ۲، ۳) رہن کی ضرورت کے تعلق میں ہیں کہ انسان حضر میں بھی رہن کا محتاج ہوسکتا ہے اور سفر میں بھی۔ علاوہ ازیں مختلف حالات کی مجبوری سے رہن رکھ کر ضروریاتِ زندگی مہیا کی جاتی ہیں۔ غرض رہن کو صرف حالاتِ سفر سے ہی محدود کرنا درست نہیں۔

بَاب ٤ : اَلرَّهْنُ مَرْكُوْبٌ وَمَحْلُوْبٌ

کیا رہن شدہ سواری استعمال میں لائی جاسکتی ہے اور دوہی جاسکتی ہے؟

وَقَالَ مُغِيْرَةُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ: تُرْكَبُ الضَّالَّةُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا وَتُحْلَبُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا وَالرَّهْنُ مِثْلُهُ.

اور مغیرہ نے ابراہیم (نخعی) سے روایت کرتے ہوئے بتایا۔ بھولی بھٹکی سواری اسی اندازے کے مطابق استعمال میں لائی جائے جو چارہ دیا گیا ہو اور اسی کے مطابق وہ دوہی بھی جائے۔ اسی طرح رہن شدہ جانور بھی۔

٢٥١١: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ: الرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ وَيُشْرَبُ لَبَنُ الدَّرِّ إِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا.

۲۵۱۱: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ زکریا (بن ابی زائدہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عامر سے، عامر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ گروی شدہ جانور پر اس وجہ سے کہ اس پر خرچ کیا جاتا ہے سواری کی جائے اور جو دودھ دینے والا جانور ہو اس کا دودھ بھی پیا جائے جبکہ وہ رہن ہو۔

طرفہٗ: ٢٥١٢۔

۲۵۱۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ.

۲۵۱۲: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ زکریا نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبی سے، شعبی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس جانور پر جو رہن ہو، سواری کی جائے کیونکہ اس کو چارہ دینے پر خرچ کیا جاتا ہے اور اسی طرح دودھ والا جانور بھی جو رہن ہو، دوہا جائے کیونکہ اس کے چارہ پر بھی خرچ کیا جاتا ہے اور جو شخص سواری کرے اور جو جانور کا دودھ پیئے، اس کے ذمہ اس کے چارے کا خرچ ہوگا۔

طرفہ: ۲۵۱۱۔

تشریح: **اَلرَّهْنُ مَرْكُوْبٌ وَّ مَحْلُوْبٌ:** عنوان باب کے الفاظ ایک حدیث کے ہیں جو حاکمؒ[1] نے حضرت ابوہریرہؓ سے بسند اعمش مرفوعاً نقل کی ہے۔ اس باب کا موضوع متعین کرنے کی غرض سے ابراہیم نخعیؒ کے فتوے کا حوالہ دیا ہے جو سعید بن منصور سے منقول ہے اور حماد بن ابی سلیمان سے بھی ان الفاظ میں مروی ہے: اِذَا ارْتُهِنَ شَاةٌ شَرِبَ الْمُرْتَهِنُ مِنْ لَّبَنِهَا بِقَدَرِ ثَمَنِ عَلَفِهَا فَإِنِ اسْتَفْضَلَ مِنَ اللَّبَنِ بَعْدَ ثَمَنِ الْعَلَفِ فَهُوَ رِبًا. (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۷۸) یعنی اگر بکری بطور رہن لے تو چارہ اسے کھلائے اور اس کی قیمت کے اندازے سے اس کا دودھ استعمال کرے اور اس قیمت سے زائد دودھ اگر استعمال کرے تو یہ سُود ہوگا۔ ابن عدی نے الکامل[2] میں اور دارقطنی[3] اور بیہقی[4] نے اپنی سنن میں حضرت ابوہریرہؓ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلرَّهْنُ مَحْلُوْبٌ وَمَرْكُوْبٌ. یعنی رہن شدہ جانور پر سواری بھی کی جائے اور اُس کا دودھ بھی دوہا جائے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۷۱)

رہن شدہ چیزوں سے استفادہ کے بارے میں جمہور کا فتویٰ ہے کہ اُس سے فائدہ نہ اُٹھایا جائے۔ چونکہ یہ رہن قرض کے مقابل میں قرض ہے۔ جو فائدہ اُٹھایا جائے گا وہ سُود ہوگا اور احادیث میں جو اِستفادہ کی اجازت دی گئی ہے، وہ دراصل اُس خرچ کے عوض میں ہے جو مرتہن کو چارہ وغیرہ کھلانے پر کرنا پڑتا ہے۔ شریعت اِسلامیہ کا حکم حُرِّمَ كُلُّ قَرْضٍ

[1] (المستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، الرھن محلوب ومرکوب، جزء۲ صفحہ۶۷، روایت نمبر۲۳۴۷)
[2] (الکامل فی ضعفاء الرجال، من اسمه ابراھیم، ابراھیم بن مجشر بن معدان، جزء اول صفحہ۲۷۴)
[3] سنن الدارقطنی، کتاب البیوع، جزء۳ صفحہ۳۴
[4] سنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب الرھن، باب ماجاء فی زیادات الرھن، جزء۶ صفحہ۳۸

جَرَّ مَنْفَعَةً.☆ یعنی ہر وہ قرض ممنوع ہے جو نفع کا موجب ہو؛ مرتہن کو اس رہن سے جو کسی قرضے کی ضمانت کے لئے دیا گیا ہو، فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۷۸، ۱۷۹) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۴۳۷) اس سے مراد وہ قرضہ ہے جس کے نتیجہ میں سُود لیا جاتا ہے۔ شریعت اِسلامیہ نے درحقیقت اسلامی معاشرہ کے افراد کو تعاون علی البر کی تلقین کی ہے اور قرض حسنہ کا طریق پسند کیا ہے اور اس سے مودّت وتعاون کی روح پیدا ہوتی ہے اور اخوت کی گرہیں مضبوط ہوتی ہیں۔ رہن سے صرف اسی صورت میں فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے جہاں قرض واپس نہ ملنے کا احتمال ہو اور مرہونہ شئے محفوظ رہ سکتی ہو تا راہن اور مرتہن دونوں نقصان سے بچیں۔ اسلام کی ساری تعلیم محبت واحسان پر مبنی ہے۔ اسی وجہ سے سودی قرضے کو یکسر قلمزن کر دیا ہے کہ وہ محبت کے منافی ہے اور قرضہ حسنہ کا طریق کہ شفقت علیٰ خلق اللہ ہے اس کو جاری کیا ہے۔

امام اوزاعی، لیث اور ابی ثور رحمہم اللہ تعالیٰ نے محولہ بالا احادیث کو مشروط قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر راہن جانور کے چارہ وغیرہ کا خرچ نہ کرے تو مرتہن اس کے اخراجات برداشت کرے اور خرچ کے مطابق اس سے فائدہ اٹھائے۔ بعض فقہاء نے استفادہ کے لئے رہن کرنے والے کی اجازت ضروری قرار دی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِیءٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ. (بخاری، کتاب فی اللقطة، روایت نمبر ۲۴۳۵) یعنی کوئی کسی آدمی کا مویشی بغیر اُس کی اجازت نہ دوہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عام ہے لیکن رہن کی صورت اس سے مختلف ہے۔ مرتہن راہن کا اس کی مملوکہ شئے میں رہن کی حالت میں قائم مقام ہوتا ہے اس لئے وہ مرہون جانور کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہوگا۔ اور اگر تلف ہونے میں اس کی غفلت ثابت ہو تو راہن کا نقصان پورا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ اس لئے امام احمد بن حنبلؒ واسحاقؒ وغیرہ نے فائدہ اُٹھانے کی اجازت اس شرط سے دی ہے: اِذَا قَامَ بِمَصْلِحَتِهٖ وَلَوْ لَمْ يَأْذَنْ لَهُ الْمَالِكُ کہ مرتہن مرہونہ شئے کی دیکھ بھال اور نگرانی کرے خواہ راہن اجازت دے یا نہ دے۔ امام ابن قیمؒ اور امام ابن تیمیہؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ اگر فائدہ اٹھانے کی اجازت نہ دی جائے تو گویا مرتہن پر صرف چٹی ہی ہوگی کہ قرض بھی دے اور جانور پر بھی خرچ کرے جو اس کے نیک سلوک کے منافی ہے اور آیت هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (الرحمن:۶۱) کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ یہ امر مسلم ہے کہ اگر قرض خواہ کی خواہش کے بغیر قرضدار ادائیگی کرتے وقت اپنی خوشی سے اصل زر سے زیادہ دے تو یہ سود نہ ہوگا۔ (تشریح کتاب الاستقراض باب۴ و باب۷) اسی طرح اگر راہن کی اجازت کے بغیر مرتہن رہن سے فائدہ اُٹھاتا ہو تو یہ جائز ہے کہ وہ اُس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ اس لئے ان فقہاء کے نزدیک ایسا استفادہ سُود نہ ہوگا۔ بعض فقہاء کا خیال ہے کہ سُود کی حرمت کے بعد اس قسم کا رہن منسوخ ہے لیکن یہ خیال صرف احتمال ہی ہے۔ تاریخ سے ثابت نہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۱۷۸، ۱۷۹)

غرض اس فقہی اختلاف کے پیش نظر یہ باب قائم کیا گیا ہے اور اس میں عامر شعبی کی روایت بسند حضرت ابو ہریرہؓ پیش کی گئی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ان کی صرف یہی ایک روایت ہے یا اس کے علاوہ تفسیر سورۃ الزمر

☆ (شرح معانی الآثار، کتاب البیوع، باب استقراض الحیوان، جزء۴ صفحہ ۶۰)

(باب ۴ روایت نمبر ۴۸۱۳) اور کتاب النکاح (باب ۲۷) میں بھی ان کا ایک حوالہ نقل کیا گیا ہے باوجود اس کے امام بخاریؒ نے اس کی صحت قبول کی ہے۔ کیونکہ اس کی تائید سنن وغیرہ کتب احادیث سے ہوتی ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۷۸)

بَاب ٥: اَلرَّهْنُ عِنْدَ الْيَهُوْدِ وَغَيْرِهِمْ

یہود یا اور غیر مسلم لوگوں کے پاس رہن رکھنا

٢٥١٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتِ اشْتَرَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

۲۵۱۳: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے اناج خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ رہن رکھی۔

اطرافہ: ٢٠٦٨، ٢٠٩٦، ٢٢٠٠، ٢٢٥١، ٢٢٥٢، ٢٣٨٦، ٢٥٠٩، ٢٩١٦، ٤٤٦٧.

تشریح: اَلرَّهْنُ عِنْدَ الْيَهُوْدِ وَغَيْرِهِمْ: اس تعلق میں تشریح باب ۲ روایت نمبر ۲۵۰۹ بھی دیکھئے۔ اختلافِ مذہب وملت معاملاتِ تمدنی میں روک نہیں ہے۔

بَاب ٦: إِذَا اخْتَلَفَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ وَنَحْوُهُ فَالْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ

اگر راہن اور مرتہن اور اس قسم کے دوسرے لوگ آپس میں جھگڑا کریں تو مدعی کے ذمہ شہادت ہوگی اور مدعا علیہ کو قسم دی جائے گی

٢٥١٤: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَكَتَبَ إِلَيَّ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ الْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ.

۲۵۱۴: خلاد بن یحییٰ نے ہم سے بیان کیا کہ نافع بن عمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباسؓ کو (دو عورتوں کے مقدمہ میں) لکھا تو انہوں نے مجھے جواباً لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا ہے کہ قسم مدعا علیہ سے لی جائے گی۔

اطرافہ: ٢٦٦٨، ٤٥٥٢.

۲۵۱۵-۲۵۱۶ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ ثُمَّ أَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ فَقَرَأَ إِلَى ﴿ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (آل عمران:۷۸) ثُمَّ إِنَّ الْأَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ إِلَيْنَا فَقَالَ: مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ قَالَ: فَحَدَّثْنَاهُ قَالَ: فَقَالَ: صَدَقَ لَفِيَّ نَزَلَتْ☆ كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُوْمَةٌ فِي بِئْرٍ فَاخْتَصَمْنَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِيْنُهُ قُلْتُ: إِنَّهُ إِذًا يَحْلِفُ وَلَا يُبَالِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ.

۲۵۱۵-۲۵۱۶: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابووائل سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کہتے تھے: جس شخص نے قسم کھائی کہ کسی مال کو اس قسم کے ذریعے سے اپنا بنالے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔ پھر اللہ نے اس قول کی تصدیق نازل کی: جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑا مول لیتے ہیں...... دردناک عذاب ہے۔ (اخیر آیت) تک پڑھی۔ اس کے بعد حضرت اشعث بن قیسؓ ہمارے پاس آئے تو انہوں نے پوچھا: ابوعبدالرحمٰن تم سے کیا باتیں کر رہے تھے؟ (ابووائل نے) کہا: ہم نے ان سے یہ حدیث بیان کی۔ کہتے تھے: انہوں نے کہا: ابوعبدالرحمٰن نے سچ کہا ہے۔ یہ آیت بخدا میرے متعلق ہی اتاری گئی☆۔ میرے اور کسی شخص کے درمیان ایک کنوئیں کے بارے میں جھگڑا تھا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنا جھگڑا لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے گواہ لاؤ یا وہ قسم کھائے۔ میں نے کہا: وہ تو قسم کھالے گا اور پروا نہیں کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ایسی قسم کھائے کہ وہ اس کے ذریعہ کسی مال کو اپنا بنانا چاہتا ہو حالانکہ وہ اس میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے

☆ عمدۃ القاری میں "نَزَلَتْ" کی بجائے "وَاللّٰهِ اُنْزِلَتْ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۵۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذَلِكَ. ثُمَّ اقْتَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ إِلَى ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (آل عمران:۷۸)

گا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق نازل کی۔ پھر (حضرت اشعثؓ نے) یہ آیت پڑھی: جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑا مول لیتے ہیں ...... اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔تک۔

اطرافہُ: ٢٣٥٦-٢٣٥٧۔

تشریح: **اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ:** تنازعات کا فیصلہ کرنے میں یہی اَصل سب کے نزدیک مسلم ہے کہ دعویٰ کا بارِ ثبوت مدعی پر ہے اور عدم شہادت کی صورت میں قسم مدعا علیہ سے لی جائے گی۔ زیر باب تین حدیثیں مروی ہیں۔ اوّل حضرت ابن عباسؓ کی۔ دوسری اور تیسری روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت اشعث بن قیسؓ کی؛ جو کتاب المساقاۃ میں بھی گزر چکی ہے۔

(دیکھئے کتاب المساقاۃ باب ۴ روایت نمبر ۲۳۵۶-۲۳۵۷)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

٤٩- كِتَابُ الْعِتْقِ

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡
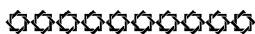
بَاب ١ : فِي الْعِتْقِ وَفَضْلِهِ

غلام آزاد کرنے اور اس کی فضیلت سے متعلق ارشادات

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٤﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿١٥﴾ يَّتِيْمًا ذَامَقْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ (البلد: ١٤-١٦)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر: گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک کے دن ایسے یتیم کو کھلانا جو قریبی ہو۔

٢٥١٧ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ صَاحِبُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ امْرَأً مُسْلِمًا اسْتَنْقَذَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ: فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَعَمَدَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِلَى عَبْدٍ لَهُ قَدْ أَعْطَاهُ بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَشَرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ أَوْ أَلْفَ دِيْنَارٍ فَأَعْتَقَهُ.

طرفه: ٦٧١٥.

۲۵۱۷: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ عاصم بن محمد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: واقد بن محمد نے مجھے بتایا۔ واقد نے کہا: سعید بن مرجانہ نے جو (امام زین العابدین) حضرت علی بن حسین کے مصاحب تھے، مجھ سے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے بھی کسی مسلمان شخص کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر ایک عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو آگ سے بچائے گا۔ سعید بن مرجانہ کہتے تھے: یہ سن کر میں حضرت علی بن حسین کے پاس گیا (اور انہیں یہ حدیث سنائی) تو حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے اپنا ایک غلام آزاد کر دیا جس کے عبداللہ بن جعفر انہیں دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار دیتے تھے۔

تشریح: **فِی الْعِتْقِ وَفَضْلِهٖ:** عِتْق کے لغوی معنی ہیں قوت۔ کہتے ہیں: عَتِقَ الطَّائِرُ، قَوِیَ عَلٰی جَنَاحَیْهِ یعنی پرندہ اپنے بازوؤں کی مدد سے پرواز کے قابل ہوگیا اور شرعی اصطلاح میں بھی یہی مفہوم ہے۔ عَتِقَ مَمْلُوْکٌ کہ غلام یا لونڈی کو قدرت حاصل ہوگئی کہ وہ آزادی سے اپنی مرضی کے مطابق تصرف کر سکے۔ پابندی اٹھنے سے وہ قادر ہوگیا ہے کہ جو چاہے کاروبار کرلے، شادی کرے، عدالت میں چاہے شہادت دے یا نہ دے۔ لفظ عتق سے باب اَفْعَلَ اَعْتَقَ آتا ہے۔ یعنی آزاد کردیا اور اس کا مصدر اِعْتَاقٌ اور عِتَاقٌ ہے: آزاد کرنا۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۷۶)

فَکُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ......: شرعی اصطلاح کی رُو سے عتق کے مفہوم میں قربِ الٰہی کی غرض شامل ہے۔ اس طرف اشارہ کرنے کی غرض سے تمہید میں قرآن مجید کی آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پوری آیت یہ ہے: **وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ O فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ O وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَةُ O فَکُّ رَقَبَةٍO اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍO یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ O اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍO ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ O** (البلد:۱۱تا۱۸) اور ہم نے انسان کو دو گھاٹیوں (یعنی خیر و شر) کی طرف رہنمائی کی ہے مگر اس نے پھر بھی چوٹی سر نہ کی اور تجھے کیا معلوم کہ وہ چوٹی کونسی ہے۔ گردن آزاد کرنا یا بھوک والے کو کھلانا یتیم کو جو قریبی ہو یا مسکین محتاج کو جو خاک آلودہ پڑا ہو۔ علاوہ ازیں پھر وہ ان لوگوں میں سے ہے جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی تلقین اور رحم کی تاکید کی ہے۔

ان آیات کریمہ میں غلاموں کی آزادی، بے کسوں کی اعانت، مصیبت زدوں کی دستگیری شمار کرتے ہوئے ایمان باللہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ نیک اعمال کی قبولیت کا انحصار ایمان پر ہے اور اسی تعلق میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے بعد حضرت علی بن حسین کا واقعہ نقل کیا ہے کہ ارشادِ نبوی سنتے ہی ایک عزیز ترین قابل قدر غلام مطرف نامی آزاد کردیا۔ جس کی قیمت اُن کے والد کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے انہیں دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار دینی چاہی تھی مگر انہوں نے یہ قیمت قبول نہیں کی تھی۔ مطرف ان کے قیمتی اور پسندیدہ غلام تھے۔ یہ واقعہ بھی مذکورہ بالا سند ہی سے مروی ہے اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی یہ واقعہ اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔☆ (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۸۲، ۱۸۳)

اس تمہید میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تین باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اوّل: عتق کا وسیع مفہوم جس میں غلامی سے آزادی اور بنی نوع انسان کو فقر و فاقہ سے رہائی دینا شامل ہے۔ دوم: اس کی فضیلت جس کا نتیجہ بڑے ثواب کا موجب ہے۔ سوم: آزاد کرنے والے کا جز و بدن آگ سے بچتا ہے۔ کوئی عمل صالح تبھی کہلائے گا جب رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے۔ سورۃ البلد کی جن آیات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان کے سیاقِ کلام میں ضمناً یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ مشکل ترین کام جس میں پہاڑوں جیسی روکیں ہیں، اسلام کے ذریعے انجام پائے گا۔ غلام آزاد ہوں گے، یتامی کی سرپرستی اور تربیت کا انتظام اعلیٰ درجہ کا ہوگا، مسکینوں کی بھوک کا علاج ہوگا اور رضائے الٰہی کے لئے اعمال صالحہ بجالائے جائیں گے اور جب تک اسلام کی دعوت قبول نہ کی جائے گی؛ دنیا بنی نوع انسان کے لئے جہنم بنی رہے گی۔ یہ سیاق کلام ہے سورۃ البلد کا۔ اس

☆ (مسند احمد بن حنبل، مسند المکثرین، مسند ابی هريرة، جزء ثانی صفحه ۴۲۲)

کی پہلی آیات میں قبل ہجرت جو آزادی کا فقدان اور ظلم کا دور دورہ تھا، اس کا نقشہ مجمل مگر جامع الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔ فرماتا ہے: لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ O وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ O وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ O لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ O اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ O یَقُوْلُ اَھْلَکْتُ مَالًا لُّبَدًا O (البلد:۲ تا ۷) میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی بحالیکہ تو اس شہر میں حِلّ کے طور پر ہے اور پیدا کرنے والے کی اور اس کی قسم جو اُس نے پیدا کیا۔ یقیناً ہم نے انسان کو رہین محنت بنایا ہے۔ کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس پر کوئی بھی قابو نہیں پائے گا؟ حِلٌّ و حرم دو اصطلاحیں ہیں۔ حِلّ وہ مقام ہے جہاں ہر قسم کی کھلی آزادی ہو اور حرم وہ جگہ جہاں عزت و آبرو، جان و مال حرام یعنی قابل عزت اور محفوظ ہو۔ اسی طرح حِلّ نشانہ کو بھی کہتے ہیں۔ اَلْغَرَضُ الَّذِیْ یُرْمَی اِلَیْہِ وہ چیز جس پر نشانہ بازی کی مشق کی جاتی ہے یعنی تختۂ مشق۔ اور حِلّ کے معنی نازل ہونے والا۔ دونوں ہی معنے یہاں مراد ہیں۔ تختۂ مشق اور نازل ہونے والا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے بسی اور بے کسی کی شہادت پیش کی گئی ہے۔ جبکہ آپؐ مظالم کا تختۂ مشق بنے ہوئے تھے اور آپؐ کے ساتھیوں پر ہر قسم کا ظلم و ستم توڑنے کی کھلی اجازت تھی اور پھر اس حالت کی بھی قسم کھائی گئی ہے جب آپؐ بطور فاتح اور ظفر منداس شہر میں نازل ہونے والے اور اس فتح و ظفر کے جو نیک نتائج پیدا ہونے والے تھے وہ بھی بطور شہادت پیش کئے گئے ہیں۔ پہلے معنوں کی رُو سے وَالِدٌ وَّمَا وَلَدَ سے مراد باپ یعنی حضرت خلیل اللہ ابراہیمؑ اور ولد سے اُن کا موعود بیٹا مراد ہیں اور دوسرے معنوں کی رُو سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور وَالِد اور مَا وَلَدَ سے آپؐ کی ذریت طیبہ اور نیک نتائج مراد ہیں جن کے ذریعہ سے ظلم و جور اور فقر و فاقہ کا خاتمہ ہوگا۔ بے کسوں اور مفلوک الحال لوگوں کی سنی جائے گی۔ جان و مال، عزت و آبرو سارے عرب میں محفوظ ہوں گے۔ سلامتی ہر جگہ ڈیرا ڈالے گی۔ امن کا پھریرا پائمال دنیا پر لہرائے گا اور بنی نوع انسان کامل آزادی کا سانس لیں گے۔

کتاب العتق کی تمہید محولہ آیات اور مندرجہ بالا حدیث کے بعد ایک اعلیٰ درجہ کے عملی نمونہ کا حوالہ دے کر وسیع معنوں میں اٹھائی گئی ہے۔ ان آیات کی تشریح کے لئے تفسیر کبیر جلد ۸- تفسیر سورۃ البلد- صفحہ ۶۲۱ تا ۶۲۳ دیکھئے۔ جس میں فَکُّ رَقَبَۃٍ کا مضمون بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

بَاب ۲ : أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ

گردنوں میں سے کون سی گردن آزاد کرنا افضل ہے

۲۵۱۸: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي مُرَاوِحٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

۲۵۱۸: عبید اللہ بن موسیٰ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے ابی مراوح سے، انہوں نے حضرت ابوذر (غفاری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: إِيْمَانٌ بِاللهِ وَجِهَادٌ فِي سَبِيْلِهِ قُلْتُ: فَأَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَعْلَاهَا ثَمَنًا وَأَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا. قُلْتُ: فَإِنْ لَّمْ أَفْعَلْ؟ قَالَ: تُعِيْنُ ضَائِعًا☆ أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ قَالَ: فَإِنْ لَّمْ أَفْعَلْ؟ قَالَ: تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَّدَّقُ بِهَا عَلَى نَفْسِكَ.

سے پوچھا: کونسا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں نے کہا: گردنوں میں سے کون سی گردن آزاد کرنا بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ جو قیمت میں سب سے زیادہ ہو اور جو اپنے مالکوں کو زیادہ پسندیدہ ہو۔ میں نے کہا: اگر میں یہ نہ کرسکوں؟ تو آپؐ نے فرمایا: تو پھر کسی بے کار کی مدد کر کے اسے باکار بنائے یا بے ہنر کو جو کما نہ سکے، کما کر مدد دے۔ انہوں نے کہا: اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں تو آپؐ نے فرمایا: تو پھر لوگوں کو شر پہنچانے سے علیحدہ رہ کیونکہ یہ صدقہ ہوگا جو تو اپنے نفس کے لئے کرے گا۔

تشریح: اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ: مذکورۃ الصدر تمہید میں عتق کی فضیلت کا بیان من حیث العموم ہے اور اس باب میں بھی جہاں غلامی سے آزاد کرنے کی فضیلت کا مضمون خاص ہے۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے حصہ جواب میں عتق کا عام مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے۔ تُعِيْنُ صَانِعًا، تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ، تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ. بے کار شخص کی مدد کر کے اسے باکار بنائے یا ابلہ جسے سُدھ بُدھ نہیں، اُس کی خاطر کاروبار کر کے اُس کا سہارا بنے یا کم از کم لوگوں کو شر سے محفوظ رکھے۔ غلاموں کی آزادی کے علاوہ لفظ عتق کا مفہوم مذکورہ بالا تین باتوں پر بھی حاوی ہے۔ کیا ہی جامع یہ مفہوم ہے!

بَاب۳: مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعَتَاقَةِ فِي الْكُسُوْفِ أَوِ الْآيَاتِ

سورج گرہن یا دوسرے نشانات کے ظاہر ہونے پر غلام آزاد کرنا پسندیدہ ہے

۲۵۱۹: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۵۱۹: موسیٰ بن مسعود نے ہم سے بیان کیا کہ زائدہ بن قدامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے فاطمہ بنت منذر سے، فاطمہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ کہتی تھیں: نبی ﷺ نے سورج گرہن کے وقت غلام

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں لفظ "ضَائِعًا" کی بجائے "صَانِعًا" ہے۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ۱۸۳)

بِالْعَتَاقَةِ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ تَابَعَهُ عَلِيٌّ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ عَنْ هِشَامٍ.

آزاد کرنے کا حکم دیا۔ موسیٰ کی طرح علی (بن مدینی) نے (عبدالعزیز بن محمد) دَرَاوَرْدِی سے، دَرَاوَرْدِی نے ہشام سے یہ حدیث نقل کی۔

اطرافہ: ٨٦، ١٨٤، ٩٢٢، ١٠٥٣، ١٠٥٤، ١٠٦١، ١٢٣٥، ١٣٧٣، ٢٥٢٠، ٧٢٨٧.

٢٥٢٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَثَّامٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: كُنَّا نُؤْمَرُ عِنْدَ الْخُسُوْفِ بِالْعَتَاقَةِ.

۲۵۲۰: محمد بن ابی بکر (مقدمی) نے ہمیں بتایا کہ عثّام نے ہم سے بیان کیا۔ ہشام نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے فاطمہ بنت منذر سے، فاطمہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کی۔ کہتی تھیں: سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا ہمیں حکم دیا جاتا تھا۔

اطرافہ: ٨٦، ١٨٤، ٩٢٢، ١٠٥٣، ١٠٥٤، ١٠٦١، ١٢٣٥، ١٣٧٣، ٢٥١٩، ٧٢٨٧.

تشریح: مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعَتَاقَةِ فِي الْكُسُوْفِ اَوِ الْآيَاتِ: خسوف وکسوف، زلازل اور قحط وغیرہ حوادث کے موقعوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کی آزادی کے لئے جو تحریک فرمائی اس سے سینکڑوں غلام لونڈیاں آزاد ہوئیں۔ یہ ایسے مواقع ہیں جن سے انسان میں بالطبع خشیت الٰہی پیدا ہوجاتی ہے اور وہ نیکی کی طرف راغب ہوجاتا ہے۔ جامع صحیح بخاری میں جابجا ایسے آزاد شدہ غلاموں کے نام راویوں کی فہرست میں آئے ہیں جنہوں نے آزاد ہونے کے بعد نہایت عالیشان علمی، ادبی اور ملی خدمات انجام دیں۔ اس تعلق میں کتاب الکسوف تشریح باب ۱۱ بھی دیکھئے۔ الفاظ كُنَّا نُؤْمَرُ عِنْدَ الْخُسُوْفِ بِالْعَتَاقَةِ کا مفہوم عنوان باب سے واضح کیا ہے کہ یہ مستحب تھا جس کی تعمیل طوعی اور اختیاری تھی۔

روایت نمبر ۲۵۱۹ کے آخر میں علی بن مدینیؒ کی روایت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ علی بن مدینی امام بخاریؒ کے شیخ ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۸۶)

بَاب ٤ : إِذَا أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ أَوْ أَمَةً بَيْنَ الشُّرَكَاءِ

اگر کوئی ایسے شخص کو جو دو شخصوں کا مشترکہ غلام ہو یا ایسی عورت کو جو کئی شریکوں کی مشترکہ لونڈی ہو آزاد کردے

٢٥٢١: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَالِمٍ عَنْ

۲۵۲۱: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو

أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ فَإِنْ كَانَ مُوْسِرًا قُوِّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ يُعْتَقُ.

(بن دینار) سے، عمرو نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت ابن عمر) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے ایسے شخص کو آزاد کیا جو دو شخصوں کا مشترکہ غلام ہو۔ اگر وہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو غلام کی قیمت کا اندازہ کر کے آزاد کرنے والے سے وہ رقم لے کر دوسرے حصہ داروں کو ادا کی جائے پھر وہ غلام آزاد کر دیا جائے۔

اطرافهُ: ۲۴۹۱، ۲۵۰۳، ۲۵۲۲، ۲۵۲۳، ۲۵۲٤، ۲۵۲۵، ۲۵۵۳.

۲۵۲۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ فَكَانَ لَهُ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ فَأَعْطَى شُرَكَاءَهُ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

۲۵۲۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا وہ حصہ آزاد کرے جو کسی غلام میں رکھتا ہو اور پھر اس کے پاس اتنا مال ہو کہ جو اس غلام کی قیمت پوری کرے تو اس غلام کی منصفانہ قیمت لگائی جائے اور وہ اپنے شریکوں کو ان کا حصہ دے دے اور غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا ورنہ پھر اس کا جتنا حصہ آزاد ہوا، اتنا ہو گیا۔

اطرافهُ: ۲۴۹۱، ۲۵۰۳، ۲۵۲۱، ۲۵۲۳، ۲۵۲٤، ۲۵۲۵، ۲۵۵۳.

۲۵۲۳: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَّهُ فِي مَمْلُوْكٍ

۲۵۲۳: عبید بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابواُسامہ سے، ابواُسامہ نے عبیداللہ سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا وہ حصہ جو کسی غلام میں ہے آزاد کرے تو اس کے ذمے ہے کہ وہ

فَعَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلِّهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ يَّبْلُغُ ثَمَنَهُ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ مَالٌ يُقَوَّمُ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ عَلَى الْمُعْتِقِ فَأُعْتِقَ مِنْهُ مَا أَعْتَقَ.

اسے سارے کا سارا آزاد کرائے بشرطیکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو غلام کی قیمت کے برابر ہو۔ اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو آزاد کرنے والے پر ہے کہ غلام کی منصفانہ قیمت لگائی جائے اور جو اس نے آزاد کیا وہ حصہ اس کا آزاد کر دیا جائے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ عَنْ عُبَيْدِاللهِ اخْتَصَرَهُ.

مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ بشر نے بھی عبیداللہ سے یہی حدیث نقل کرتے ہوئے ہمیں بتائی۔ انہوں نے اس کو مختصر بیان کیا۔

اطرافه: ٢٤٩١، ٢٥٠٣، ٢٥٢١، ٢٥٢٢، ٢٥٢٤، ٢٥٢٥، ٢٥٥٣۔

٢٥٢٤: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ نَصِيْبًا لَّهُ فِي مَمْلُوْكٍ أَوْ شِرْكًا لَّهُ فِي عَبْدٍ فَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ قِيْمَتَهُ بِقِيْمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيْقٌ. قَالَ نَافِعٌ: وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ. قَالَ أَيُّوْبُ: لَا أَدْرِي أَشَيْءٌ قَالَهُ نَافِعٌ أَوْ شَيْءٌ فِي الْحَدِيْثِ.

۲۵۲۴: ابونعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد (بن زید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے اپنا حصہ کسی غلام میں آزاد کر دیا یا فرمایا اپنی شراکت کسی غلام میں آزاد کر دی اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو غلام کی منصفانہ قیمت کے برابر ہو، (اس سے اتنی رقم لے کر حصہ داروں کو دے دی جائے گی) اور غلام آزاد ہوگا۔ نافع نے کہا: ورنہ پھر جو غلام کا حصہ آزاد ہو چکا وہ تو آزاد ہو ہی چکا۔ ایوب کہتے تھے: میں نہیں جانتا کہ یہ بات نافع نے خود کہی یا اس حدیث میں ہے۔

اطرافه: ٢٤٩١، ٢٥٠٣، ٢٥٢١، ٢٥٢٢، ٢٥٢٣، ٢٥٢٥، ٢٥٥٣۔

٢٥٢٥: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مِقْدَامٍ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ

۲۵۲۵: احمد بن مقدام نے ہمیں بتایا۔ فضیل بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا کہ موسیٰ بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے

ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُفْتِي فِي الْعَبْدِ أَوِ الْأَمَةِ يَكُوْنُ بَيْنَ شُرَكَاءَ فَيُعْتِقُ أَحَدُهُمْ نَصِيْبَهُ مِنْهُ يَقُوْلُ: قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلِّهِ إِذَا كَانَ لِلَّذِي أَعْتَقَ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ يُقَوَّمُ مِنْ مَّالِهِ قِيْمَةَ الْعَدْلِ وَيُدْفَعُ إِلَى الشُّرَكَاءِ أَنْصِبَاؤُهُمْ وَيُخَلَّى سَبِيْلُ الْمُعْتَقِ يُخْبِرُ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

روایت کرتے ہوئے مجھے خبر دی کہ وہ اس غلام یا لونڈی سے متعلق جو شریکوں کی مشترکہ ہو اور پھر حصہ داروں میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کردے، یہ فتویٰ دیتے تھے کہ اب ایک حصہ آزاد کرنے والے کے ذمہ ہے کہ اسے سارا آزاد کرادے بشرطیکہ جس نے آزاد کیا ہے اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی منصفانہ قیمت کے برابر ہو اور اس کے شریکوں کو ان کے حصے ادا کردیئے جائیں اور آزاد کردہ غلام چھوڑ دیا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ اس فتوے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے تھے۔

وَرَوَاهُ اللَّيْثُ وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ وَابْنُ إِسْحَاقَ وَجُوَيْرِيَةُ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَإِسْمَاعِيْلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْتَصَرًا.

اور لیث اور ابن ابی ذئب اور ابن اسحاق اور جویریہ اور یحییٰ بن سعید اور اسماعیل بن امیہ نے بھی یہی روایت اختصار سے نقل کی ہے۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی۔

اطرافہ: ۲۴۹۱، ۲۵۰۳، ۲۵۲۱، ۲۵۲۲، ۲۵۲۳، ۲۵۲۴، ۲۵۵۳۔

تشریح: **اِذَا اَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ اَوْ اَمَةً بَيْنَ الشُّرَكَآءِ:** لفظ العبد غلام اور لونڈی دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس باب میں ایک ہی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی جو چھ سندوں سے منقول ہے بیان کی گئی ہے۔ راویوں کا بیان ایک دوسرے کا مؤید ہے۔ سابقہ باب میں نیکی کی عام طبعی تحریک سے فائدہ اٹھانے کا ذکر ہے اور اس باب میں مسئلہ عتق اسلامی قانون کی شکل میں پیش کیا گیا ہے جہاں غلام لونڈی مشترکہ ہوں۔ اگر ایک شریک انہیں آزاد کرنا چاہے تو وہ اپنے حصہ سے متعلقہ اعلان کرسکتا ہے۔ پھر باقی ماندہ حصہ کی بابت قیمت کا اندازہ کر کے شریکوں کو ادا کرنے کی ہدایت ہے۔ آزاد کرنے والا شریک اگر خود ساری رقم ادا نہ کرسکتا ہو تو بذریعہ مکاتبت یا بذریعہ بیت المال اس کی باقی ماندہ قیمت شرکاء کو ادا کر کے پورے طور پر آزادی کا موقع بہم پہنچایا جائے۔ ارشاد فَکُّ رَقَبَةٍ کی تعمیل کا شوق صحابہؓ میں پیدا ہوا اور وہ غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرنے لگے مگر مشترکہ ملکیت کی صورت میں جب دقّت پیدا ہوئی تو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دقّت دور کرنے کے لیے عتق کو قانونی شکل دی مگر اس قانون میں بھی جبر واکراہ سے کام نہیں لیا جیسا کہ روایت نمبر ۲۵۲۳ کے آخری الفاظ سے ظاہر ہے۔ جبر سے ملکیت کا مفہوم باطل ہو جاتا ہے۔ اس قانون عتق سے باقی شرکاء کو بھی کارِ خیر میں برضا و رغبت شریک ہونے کا موقع دیا گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے جب دیکھا کہ ان میں سے ایک مالک اپنا حصہ آزاد کر رہا ہے تو اس کا ساتھی بھی باقی حصہ کی قیمت لے کر انہیں آزاد کرنے میں شریک ہو گیا۔ اس حسن تدبیر سے بہت سے غلام اور لونڈیاں آزاد ہو گئے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ.

مَنْ اَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ: باب ۴ کی پہلی روایت کے الفاظ بَيْنَ اثْنَيْنِ سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ مذکورہ بالا قانون آزادی کا تعلق صرف دو مشترکہ مالکوں کے غلام سے ہے۔ یہ غلط فہمی دوسری روایت سے دُور کی گئی ہے۔ دو کی تخصیص نہیں بلکہ اس سے زیادہ شریکوں میں سے کوئی ایک شریک بھی اپنا حصہ آزاد کرے تو دوسرے شریک بھی اس آزادی کے ثواب میں مذکورہ بالا طریق سے شریک ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عنوانِ باب الفاظ بَيْنَ الشُّرَكَآءِ سے قائم کیا گیا ہے۔ محولہ بالا روایت متعلقہ حضرت ابن عمرؓ کتاب الشركة باب ۵ روایت نمبر ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے۔ اس تعلق میں اس کی تشریح بھی دیکھئے۔ فقہاء ائمہ نے مسئلہ معنونہ کے تعلق میں قانونی نقطۂ نظر سے ہی بحث کی ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے آزاد کرنے والے شریک پر باقی حصہ آزاد کرانے کی ذمہ داری عائد کی ہے بشرطیکہ صاحب استطاعت ہو۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے شریک کو اس بارہ میں اختیار ہے، چاہے نقد لے کر یا مکاتبت کے ذریعہ سے آزاد کرے۔ جمہور بھی پوری آزادی دلانے کے حق میں ہیں۔ خواہ آزاد کرنے والا ادا کرے یا بذریعہ مکاتبت یا بیت المال جیسا کہ اگلے باب میں اس کی تصریح ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے بداية المجتهد، كتاب العتق، جزء ثانی صفحه ۲۷۶ . نیز فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳، عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۸۲، ۸۳۔

روایت نمبر ۲۵۲۵ کے آخر میں مذکورہ بالا روایت سے متعلق چھ اور سندوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان سب میں اختصار سے یہی روایت نقل کی گئی ہے۔ آخری حصہ فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ ان میں نہیں ہے۔ جس سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ جو حصہ آزاد ہو چکا ہے وہ تو آزاد ہے۔ باقی حصہ غلامی ویسی حالت میں رہے۔ ایسا نہیں بلکہ اس کی مکمل آزادی ضروری ہے۔ لیث[۱] کی روایت ابن حبان اور نسائی نے، ابن ابی ذئب[۲] کی روایت بیہقی اور ابونعیم نے، یحیٰی بن سعید[۳] کی روایت مسلم نے اور اسماعیل بن امیہ[۴] کی روایت عبدالرزاق نے نقل کی ہے۔ اور ابن اسحاق[۵] کی روایت ابوعوانہ نے نقل کی ہے اور روایت جویریہ بن اسماء کتاب الشركة زیر باب ۱۴ روایت نمبر ۲۵۰۳ دیکھئے۔

(فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۱۹۲) (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۸۴، ۸۵)

---

۱ (صحيح ابن حبان، كتاب العتق، باب اعتاق الشريک، ذكر الحكم فيمن أعتق نصيبه بين الشركاء جزء ۱۰ صفحہ ۱۵۴)
(سنن الكبرىٰ للنسائي، كتاب العتق، ذكر العبد يكون بين اثنين فيعتق احدهما نصيبه، جزء ۳ صفحہ ۱۸۰)

۲ (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب العتق، باب من قال يكون حرا يوم تكلم بالعتق، جزء ۱۰ صفحہ ۲۷۷)

۳ (مسلم، كتاب العتق، باب ۱: من أعتق شركاً له في عبد)

۴ (مصنف عبد الرزاق، كتاب المدبر، باب من أعتق شركا له في عبد، جزء ۹ صفحہ ۱۵۱)

۵ (مسند أبي عوانة، كتاب العتق، باب الخبر الدال على انّ المعتق نصيبه من عبد بينه و بين شركائه، جزء ۵ صفحہ ۳۵۰)

بَاب ٥ : إِذَا أَعْتَقَ نَصِيْبًا فِي عَبْدٍ وَلَيْسَ لَهُ مَالٌ اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ عَلَى نَحْوِ الْكِتَابَةِ

اگر کوئی غلام میں اپنا حصہ آزاد کردے اور اس کے پاس مال نہ ہو تو غلام سے محنت کرائی جائے
مگر محنت لینے میں اس پر تشدد نہ کیا جائے جیسے مکاتب سے سلوک کیا جاتا ہے ویسا ہی اس سے کیا جائے

٢٥٢٦ : حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ سَمِعْتُ قَتَادَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي النَّضْرُ بْنُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْتَقَ شَقِيْصًا مِنْ عَبْدٍ.

اطرافه: ٢٤٩٢، ٢٥٠٤، ٢٥٢٧۔

۲۵۲۶: احمد بن ابی رجاء نے مجھ سے بیان کیا کہ یحییٰ بن آدم نے ہمیں بتایا۔ جریر بن حازم نے ہم سے بیان کیا، کہتے تھے: میں نے قتادہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: نضر بن انس بن مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے بشیر بن نہیک سے، بشیر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے غلام کا ایک حصہ آزاد کر دیا ہو......

٢٥٢٧ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ ابْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَعْتَقَ نَصِيْبًا أَوْ شَقِيْصًا فِيْ مَمْلُوْكٍ فَخَلَاصُهُ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ وَإِلَّا قُوِّمَ عَلَيْهِ فَاسْتُسْعِيَ بِهِ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ.

۲۵۲۷: مسدد نے (بھی) ہمیں بتایا۔ یزید بن زُرَیع نے ہم سے بیان کیا کہ سعید (بن ابی عروبہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے نضر بن انس سے، نضر نے بشیر بن نہیک سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی غلام میں حصہ یا فرمایا: تھوڑا سا ٹکڑا آزاد کر دیا ہو تو پھر اپنے مال سے اس کو آزاد کروانا اس کے ذمہ ہو جاتا ہے اگر اُس کے پاس مال ہو ورنہ اس کی قیمت اندازہ کر کے اُس سے محنت کرائی جائے (تا وہ پورا آزاد ہو جائے) مگر اس پر محنت لینے میں تشدد نہ کیا جائے۔

تَابَعَهُ حَجَّاجُ بْنُ حَجَّاجٍ وَأَبَانُ

سعید کی طرح اس حدیث کو حجاج بن حجاج اور ابان اور

وَمُوْسَى بْنُ خَلَفٍ عَنْ قَتَادَةَ اخْتَصَرَهُ شُعْبَةُ.

موسیٰ بن خلف نے بھی قتادہ سے نقل کیا۔ شعبہ نے اسے مختصر بیان کیا۔

اطرافہٗ: ۲۴۹۲، ۲۵۰۴، ۲۵۲۶۔

تشریح: اِذَا اَعْتَقَ نَصِيبًا فِيْ عَبْدٍ وَّ لَيْسَ لَهُ مَالٌ اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ: فقہاء وائمہ نے مذکورہ بالا مسئلہ کے تعلق میں سوال اٹھایا ہے کہ ایک حصہ آزاد ہونے پر غلام اسی وقت آزاد ہوجائے گا یا اس کی آزادی تاوقتیکہ شریک کو اس کے حصہ کی قیمت ادا نہ ہوجائے، معلّق رہے گی۔ مالکیوں کے نزدیک تو پوری قیمت ادا ہونے پر وہ آزاد ہوگا مگر جمہور کے نزدیک غلام اسی وقت آزاد ہوجائے گا اور اگر آزاد کرنے والے کے پاس قیمت ہو تو شریک کو دلائی جائے گی ورنہ بصورتِ مکاتبت ادا ہوگی۔ یہی رائے امام محمدؒ وابو یوسف کی بھی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک باقی شرکاء کے لئے تین راہیں ہیں جو وہ اختیار کر سکتے ہیں۔ اوّل: وہ بھی آزاد کریں اور اگر آزاد شدہ غلام کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کے ترکہ میں دونوں بحصہ رسدی شریک ہوں گے۔ اسی امر پر سب ائمہ متفق ہیں۔ دوم: وہ باقی حصہ کی قیمت کا اندازہ کر کے حصہ دار کو ادا کرے۔ سوم: اگر آزاد کرنے والے شریک کے پاس مال نہ ہو تو غلام سے بذریعہ مکاتبت وصول ہوگا۔ اس صورت میں بھی ورثہ کا حق مشترک ہوگا۔ (بدایة المجتهد، کتاب العتق، جزء ثانی صفحه ۲۷۵)

بَاب ٦ : اَلْخَطَأُ وَالنِّسْيَانُ فِي الْعَتَاقَةِ وَالطَّلَاقِ وَنَحْوِهِ

(یہ باب اس بیان میں ہے کہ) اگر غلام آزاد کرنے اور طلاق دینے وغیرہ میں بھول چوک سے بات منہ سے نکل جائے

وَلَا عَتَاقَةَ إِلَّا لِوَجْهِ اللهِ تَعَالَى وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَى. وَلَا نِيَّةَ لِلنَّاسِي وَالْمُخْطِئِ.

اور محض اللہ تعالیٰ ہی کی رضامندی کے لئے آزادی دی جائے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص کو ویسا ہی ملے گا جیسی اس نے نیت کی ہے اور بھولنے اور چوکنے والے کی کوئی نیت ہی نہیں ہوتی۔

٢٥٢٨ : حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

۲۵۲۸: حُمیدی نے ہمیں بتایا۔ سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا کہ مِسعر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے زرارہ بن اوفٰی سے، زرارہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

إِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِي عَنْ أُمَّتِي مَا وَسْوَسَتْ بِهِ صُدُوْرُهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَكَلَّمْ.

انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے میرے لئے میری امت کے ان وسوسوں کو جو اُن کے سینے میں پیدا ہوں نظر انداز کر دیا ہے، جب تک کہ کوئی ان پر عمل یا ان کا اظہار نہ کرے۔

اطرافهُ: ٥٢٦٩، ٦٦٦٤.

٢٥٢٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَلِامْرِئٍ مَّا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَّتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

۲۵۲۹: محمد بن کثیر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سفیان (ثوری) سے روایت کی کہ یحییٰ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن ابراہیم تیمی سے، ابن تیمی نے علقمہ بن وقاص لیثی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: اعمال نیت کے مطابق ہوتے ہیں اور آدمی کو جو اس نے نیت کی ہے وہی ملتا ہے۔ سو جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہو، اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی۔ اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کی غرض سے ہو تو اس کی ہجرت اسی امر کے لئے ہوگی جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔

اطرافهُ: ١، ٥٤، ٣٨٩٨، ٥٠٧٠، ٦٦٨٩، ٦٩٥٣

تشریح: **اَلْخَطَأُ وَالنِّسْيَانُ فِي الْعَتَاقَةِ وَالطَّلَاقِ وَنَحْوِهِ:** غلام آزاد کرنے اور طلاق دینے میں خطا و نسیان کا وقوع اس طرح ہوسکتا ہے کہ غصے کی حالت میں طلاق کی دھمکی دیدے یا آزاد کرنے کا وعدہ کر کے بھول جائے۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ یہ باب اس روایت کا ردّ کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ دھمکی یا وعدہ سے طلاق یا آزادی واقع ہو جاتی ہے۔ خواہ عمداً اس کا اظہار کرے یا غلطی سے یا بھول کر۔ اکثر مالکی بھی اس سے متفق ہیں اور احناف کا یہ مذہب ہے کہ طلاق یا آزادی بہر حال واقع ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی بتوں وغیرہ کے نام پر غلام آزاد کرے تو بھی آزادی واقع ہو جائے گی۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۹۸) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۸۶، ۸۷)

لَا عَتَاقَةَ اِلَّا لِوَجْهِ اللّٰهِ: یہ ایک حدیث کے الفاظ ہیں۔ جو طبرانی نے نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۱۹۸) شریعت اسلامیہ کی رُو سے اعمال اسی وقت صالح کہلائیں گے جب رضائے الٰہی کے لئے صادر ہوں۔ یہ وہ اصل الاصول ہے جس پر تمام احکام کی صحیح تعمیل کا دارومدار ہے۔ اس باب کی دونوں حدیثیں خطاء ونسیان وغیرہ سے متعلقہ اختلاف کا حل شافی وکافی ہیں۔ اسلام میں خطاء ونسیان پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ ہر عمل میں ارادہ وقصد معتبر ہیں۔

لَا نِيَّةَ لِلنَّاسِيْ وَالْمُخْطِئْ: بھولنے اور چوکنے والے کی کوئی نیت نہیں۔ اس سے اس قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو فقہاء وائمہ کے مسلمات میں سے ہے۔ یہ قاعدہ مبنی ہے اس حدیث پر جو انہی معنوں میں ابن ماجہؒ نے نقل کی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنْ اُمَّتِي الْخَطَاَ وَالنِّسْيَانَ. (سنن ابن ماجه، كتاب الطلاق، باب طلاق المكره والناسي) اللہ تعالیٰ نے میری امت کو بھول چوک سے درگزر فرمائی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، امام شافعیؒ اور محدثین کے نزدیک شبہ وغصہ اور بھول چوک کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی اور اس پر غلام آزاد کرنے کا مسئلہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۸۹) (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۹۹)

اس تعلق میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ احناف حقوق اللہ اور حقوق العباد میں فرق کرتے ہیں کہ خطاء ونسیان میں حقوق اللہ تو قابل عفو ہیں مگر حقوق العباد نظرانداز نہیں کئے جاسکتے۔ بھول کر کوئی کسی کو زخمی کردے یا کسی کا مالی نقصان کردے تو اس کی تلافی کی جائے گی۔ اسی طرح طلاق وعتاق حقوق العباد میں سے ہیں جو حالت خطا میں واقع شدہ تسلیم کئے جائیں گے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۸۷، ۸۸) اسی وجہ سے دونوں مسئلے ایک ہی عنوان میں اکٹھے درج کر کے اس کا یہ جواب دیا ہے؛ قابل دیت امور پر طلاق وعتاق کا قیاس کرنا اس لئے قیاس مع الفارق ہے کہ ان کے لئے الگ احکام ہیں۔ چنانچہ عتاق سے متعلق حدیث میں صراحت ہے کہ اس میں نیت ضروری ہے۔ وَلَا عَتَاقَةَ اِلَّا لِوَجْهِ اللّٰهِ. طبرانی نے یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: لَا طَلَاقَ اِلَّا لِعِدَّةٍ وَلَا عَتَاقَ اِلَّا لِوَجْهِ اللّٰهِ. یعنی عدت کے بغیر طلاق نہیں اور رضائے الٰہی کی نیت کے بغیر غلام کی آزادی نہیں۔ اس لئے مذکورہ بالا نص صریح کے ہوتے ہوئے حنفی قیاس مذکورہ بالا ائمہ کے نزدیک درست نہیں۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۱۹۸)

بَاب۷: إِذَا قَالَ لِعَبْدِهِ هُوَ لِلّٰهِ وَنَوَى الْعِتْقَ وَالْإِشْهَادُ فِي الْعِتْقِ

(یہ باب اس بارہ میں ہے کہ) جب کوئی (شخص) اپنے غلام سے یہ کہے کہ وہ اللہ کا ہے اور اُس نے آزاد کرنے کی نیت کی ہو (تو وہ آزاد ہوجائے گا) اور آزاد کرتے وقت گواہ ٹھہرانے کا بیان

۲۵۳۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ نُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

۲۵۳۰: محمد بن عبداللہ بن نمیر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن بشر سے، محمد بن بشر نے اسماعیل سے، اسماعیل نے قیس سے، قیس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ لَمَّا أَقْبَلَ يُرِيْدُ الْإِسْلَامَ وَمَعَهُ غُلَامُهُ ضَلَّ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِنْ صَاحِبِهِ فَأَقْبَلَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ جَالِسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هَذَا غُلَامُكَ قَدْ أَتَاكَ فَقَالَ: أَمَا إِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّهُ حُرٌّ قَالَ فَهُوَ حِيْنَ يَقُوْلُ:

سے روایت کی کہ جب وہ مسلمان ہونے کے ارادہ سے آئے اور ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا تو ان میں سے ہر ایک راستہ بھول کر اپنے ساتھی سے الگ ہوگیا۔ پھر وہ غلام اس کے بعد آگیا اور حضرت ابوہریرہؓ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوہریرہؓ یہ لو تمہارا غلام تمہارے پاس آگیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: سن لیجئے! میں آپؐ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ وہ آزاد ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے جب وہ (مدینہ) پہنچے تھے، یہ شعر کہے تھے:

يَا لَيْلَةً مِّنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا
عَلَى أَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

ہائے وہ رات جو کتنی طولانی اور کیسی ایذا رساں تھی
ہاں یہ بات ہے کہ اس نے کفر کے گھر سے نجات دلا دی

اطرافہ: ۲۵۳۱، ۲۵۳۲، ۴۳۹۳۔

۲۵۳۱: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فِي الطَّرِيْقِ:

۲۵۳۱: عبیداللہ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ (کہا:) ابواُسامہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قیس سے، قیس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے راستہ میں یہ شعر کہا تھا:

يَا لَيْلَةً مِّنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا
عَلَى أَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

ہائے وہ رات جو کتنی طولانی اور کیسی ایذا رساں تھی
ہاں یہ بات ہے کہ اس نے کفر کے گھر سے نجات دلا دی

قَالَ وَأَبَقَ مِنِّي غُلَامٌ لِي فِي الطَّرِيْقِ قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

کہتے تھے: اور میرا ایک غلام راستے میں مجھ سے بھاگ گیا۔ اسی طرح بیان کرتے تھے کہ جب میں

فَبَايَعْتُهُ فَبَيْنَا أَنَا عِنْدَهُ إِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هَذَا غُلَامُكَ فَقُلْتُ: هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ فَأَعْتَقْتُهُ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے آپؐ سے بیعت کی۔ابھی میں آپؐ کے پاس ہی تھا کہ وہ غلام بھی آ گیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ابوہریرہؓ! یہ ہے تمہارا غلام۔میں نے کہا: وہ اللہ کے لئے آزاد ہے۔چنانچہ میں نے اسے آزاد کر دیا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: لَمْ يَقُلْ أَبُو كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ حُرٌّ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: ابوکریب نے ابواُسامہ سے جو روایت کی اس میں لفظ ''آزاد'' نہیں۔

اطرافہ: ۲۵۳۰، ۲۵۳۲، ۴۳۹۳.

۲۵۳۲: حَدَّثَنِيْ شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ: لَمَّا أَقْبَلَ أَبُوهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمَعَهُ غُلَامُهُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْإِسْلَامَ فَأَضَلَّ[۱] أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بِهَذَا وَقَالَ- أَمَا إِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّهُ لِلّٰهِ.

۲۵۳۲: شہاب بن عباد نے مجھ سے بیان کیا کہ ابراہیم بن حمید نے ہمیں بتایا۔انہوں نے اسماعیل سے، اسماعیل نے قیس سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا اور وہ مسلمان ہونا چاہتے تھے تو ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے راستہ بھول[۱] کر الگ ہو گیا۔پھر یہی حدیث بیان کی۔اس میں یوں ہے کہ سنئے! میں آپ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ وہ اللہ کیلئے ہے۔

اطرافہ: ۲۵۳۰، ۲۵۳۱، ۴۳۹۳.

تشریح: **اِذَا قَالَ لِعَبْدِهِ هُوَ لِلّٰهِ وَنَوَى الْعِتْقَ:** یہ باب اس امر کو ذہن نشین کرنے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ الفاظ کی نسبت نیت کا زیادہ اعتبار ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے متعلقہ روایت کے الفاظ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ (روایت نمبر ۲۵۳۱) اس پر دلالت کرتے ہیں۔ابوکریب کی روایت میں جو ابواُسامہ سے مروی ہے صرف یہ الفاظ مروی ہیں: هُوَ لِوَجْهِ اللّٰهِ. (دیکھئے بخاری، کتاب المغازی باب ۷۵ روایت نمبر ۴۳۹۳) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ و محمد بن سعد وغیرہ نے بھی یہی الفاظ نقل کئے ہیں۔[۲]

(فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۰۲) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۹۱)

---

۱ عمدۃ القاری میں اس جگہ ''فَضَلَّ'' کا لفظ ہے۔(عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۹۲)

۲ (مسند احمد بن حنبل، مسند ابی هريرة، جزء۲ صفحه۲۸۶)

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، من بنی مالک بن أفعى اخوة أسلم جزء۴ صفحه۳۲۶)

اَلْاِشْهَادُ فِي الْعِتْقِ: دوسرا مسئلہ بوقت عتق شہادت ہونے یا نہ ہونے کی ضرورت سے متعلق ہے۔اس بارے میں استدلال بھی حضرت ابوہریرہؓ کے ہی الفاظ سے کیا گیا ہے۔حضرت ابوہریرہؓ ۶ھ میں مسلمان ہوئے اور انہوں نے سفر میں بڑی کوفت برداشت کی اور اس خوشی میں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کفر سے نجات دی ہے،کوفت بھول گئے اور جذباتِ شکر کے اظہار میں اپنا غلام آزاد کردیا۔تکمیل شہادت ثانوی حیثیت رکھتی ہے،اصل دارومدار نیت پر ہے۔الفاظ خواہ کچھ ہوں جیسا کہ مہلب کی رائے ہے۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۲۰۱)اسی طرح شعبی،مسیّب بن رافع،حماد بن ابی سلیمان اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔(عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۹۱)

بَاب۸ : أُمُّ الْوَلَدِ

(یہ باب)امّ ولد(کے بارے میں ہے)یعنی وہ لونڈی جس کے بطن سے بچہ پیدا ہو اور وہ ماں بن جائے

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّهَا.

حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا: اس گھڑی (یعنی مسلمانوں کے تنزل کا زمانہ شروع ہونے) کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی۔

۲۵۳۳: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنْ يَقْبِضَ إِلَيْهِ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ قَالَ عُتْبَةُ: إِنَّهُ ابْنِي فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْفَتْحِ أَخَذَ سَعْدٌ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ فَأَقْبَلَ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَقْبَلَ مَعَهُ بِعَبْدِ ابْنِ زَمْعَةَ فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا

۲۵۳۳: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔زہری سے روایت ہے۔انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص کو وصیت کی کہ وہ زمعہ کی لونڈی کے لڑکے کو اپنے پاس لے لے۔عتبہ نے کہا: وہ میرا بیٹا ہے۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت وہاں آئے تو سعد نے زمعہ کی لونڈی کے لڑکے کو لے لیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور عبد بن زمعہ کو بھی اپنے ساتھ لائے۔سعد نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرے

ابْنُ أَخِي عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ فَقَالَ عَبْدُ ابْنُ زَمْعَةَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ هَذَا أَخِي ابْنُ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ابْنِ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ فَإِذَا هُوَ أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِيْهِ. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ مِمَّا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ وَكَانَتْ سَوْدَةُ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

بھائی کا بیٹا ہے۔اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔عبد بن زمعہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے جو (میرے باپ) زمعہ کی لونڈی کا بیٹا ہے۔انہی کے بستر پر پیدا ہوا۔رسول اللہ ﷺ نے زمعہ کی لونڈی کے بیٹے کی طرف غور سے دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تمام لوگوں سے اس (عتبہ) کے بہت مشابہ ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبد بن زمعہ یہ لڑکا تمہارے پاس رہے گا۔(آپؐ نے یہ اس لئے فرمایا) کیونکہ یہ اپنے باپ کے بستر پر پیدا ہوا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے فرمایا: تم اس سے پردہ کیا کرو کیونکہ آپؐ نے دیکھا کہ وہ شکل میں عتبہ سے ہم مشابہ ہے اور حضرت سودہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں۔

اطرافہ: ۲۰۵۳، ۲۲۱۸، ۲۴۲۱، ۲۷۴۵، ۴۳۰۳، ۶۷۴۹، ۶۷۶۵، ۶۸۱۷، ۷۱۸۲۔

تشریح: **اُمُّ الْوَلَدِ:** امّ الولد وہ لونڈی ہے جس کے اپنے مالک سے مباشرت کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہو۔آیا وہ آزاد ہوگی یا لونڈی ہی رہے گی جو بیچی جاسکتی ہے۔اس بارے میں فقہاء سلف وخلف کے درمیان بہت اختلاف رہا ہے۔حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز اور اکثر تابعین کا اور امام امالکؒ وشافعیؒ اور اوزاعیؒ وغیرہ کا فتویٰ یہی تھا کہ وہ آزاد ہوجائے گی اور لونڈی کا سا سلوک اس کے ساتھ نہیں ہوگا بلکہ بیوی کا سا سلوک ہوگا۔اس کا بیچنا اور ہبہ کرنا ناجائز ہوگا۔جمہور علماء کا بھی یہی مذہب ہے۔(عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۹۲)(بدایۃ المجتھد، کتاب امھات الأولاد، المسئلۃ الاولی، جزء ثانی صفحہ۲۹۴،۲۹۵)اس تعلق میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت کردہ حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔جس کے یہ الفاظ ہیں: اَيُّمَا امْرَأَةٍ وَلَدَتْ مِنْ سَيِّدِهَا فَهِيَ حُرَّةٌ بَعْدَ مَوْتِهِ. ☆ یعنی جب لونڈی کے ہاں اپنے مالک سے بچہ پیدا ہو تو وہ آقا کی وفات کے بعد آزاد ہوگی۔بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش پر آزاد قرار دیا تھا۔☆ گویہ روایت

☆ (المستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، جزء ۲ صفحہ۲۳)

محدثین کے نزدیک قوی نہیں مگر یہ امر واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بطور غلام اپنے پاس نہیں رکھا جیسا کہ حضرت عمرو بن حارثؓ کی روایت میں ان الفاظ سے تصریح ہے: مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهٖ عَبْدًا وَّلَا اَمَةً (روایت نمبر ۲۷۳۹) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت کوئی لونڈی غلام نہیں چھوڑا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کسی معین رائے کا اظہار نہیں کیا کیونکہ الفاظ هُوَ لَکَ میں نہ لونڈی کے امّ الولد ہونے کا ذکر ہے اور نہ اس کی آزادی کا۔ علامہ ابن حجرؒ نے اس خاموشی کی یہ توجیہہ بھی کی ہے کہ کچھ صحابہ کرامؓ مثل حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں امّ الولد کو فروخت کرنا مروی ہے۔ لیکن اس امر کی وضاحت نہیں کہ ان کا یہ فعل کس وقت اور کن حالات میں تھا۔ حضرت عمرؓ وغیرہ کا قول وعمل امّ الولد کی آزادی کے بارے میں مثبت اور زیادہ قوی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۰۴)

اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّهَا: عنوان باب میں حضرت ابوہریرۃؓ کی جس روایت کا حوالہ دیا گیا ہے اس کی تشریح کے لیے کتاب الایمان زیر باب ۳۷ روایت نمبر ۵۰ دیکھئے۔ قومی تباہی کے علل واسباب اور اس کی علامتوں میں سے لونڈیاں بھی ہیں۔ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّهَا. لونڈی اپنے مالک کو جنے گی یعنی وہ لونڈی ہی رہے گی اور آزاد نہ کی جائے گی۔ اس سے ضمناً یہ استدلال کیا گیا ہے کہ امّ الولد آزاد کی جائے؛ ورنہ اس کا لونڈی کی حالت میں رہنا قومی زوال کا موجب ہوگا۔ اگرچہ امام بخاریؒ سے متعلق یہ خیال کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں کی لیکن میرے نزدیک معنونہ حوالہ نے ان کی رائے بالکل واضح کردی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال حضرت جابرؓ کی روایت سے ہے۔ جس کے یہ الفاظ ہیں: بِعْنَا اُمَّهَاتِ الْاَوْلَادِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَاَبِيْ بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ نَهَانَا فَانْتَهَيْنَا. نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں ہم اپنی کنیزیں جو بچوں کی مائیں ہوتیں بیچا کرتے تھے۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ہمیں اس سے روکا اور ہم رک گئے۔ یہ آخری اجماع ہے جو مستند روایت سے ثابت ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۰۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت سودہؓ زمعہ کی بیٹی تھیں اور اس وجہ سے زمعہ کی لونڈی کا بیٹا ان کا بھائی سمجھا جاتا تھا مگر جب ثابت ہوگیا کہ وہ زمعہ کا بیٹا نہیں بلکہ عتبہ بن ابی وقاص کا ہے تو نامحرم ہونے کی وجہ سے آپؐ نے حضرت سودہؓ کو اس سے پردہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ زمعہ مسلمان نہیں تھے اور ان کی لونڈی آیت اِلَّا مَا مَلَكَتْ کے تحت ملک یمین نہیں تھی۔ اس واقعہ سے بعض احناف نے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ فرما کر لفظ فِرَاش (بستر) سے لونڈی کو بچے کی پیدائش پر بستر والی قرار دیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ مالک کی ہمسر اور آزاد ہے جیسے بستر مالک کا ہے، بچے والی لونڈی کا بھی ہے اور اس اشتراک اور مساوات کی وجہ سے گویا وہ آزاد ہے۔ یہ تاویل بہت دُور کی ہے اور اس باب میں ردّ کردی گئی ہے۔ جمہور کے نزدیک مذکورہ بالا حدیث سے نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ امّ الولد آزاد ہے اور نہ یہ کہ وہ آزاد نہیں ہے بجز اس کے کہ تکلف سے استدلال کیا جائے۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۰۳)(عمدۃ القاری جلد ۱۳ صفحہ ۹۲، ۹۳)

بَاب ۹ : بَيْعُ الْمُدَبَّرِ

اس غلام کو بیچنے کا بیان جسے اس کا مالک اپنے مرنے کے بعد آزاد قرار دے

٢٥٣٤ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَعْتَقَ رَجُلٌ مِّنَّا عَبْدًا لَّهُ عَنْ دُبُرٍ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ فَبَاعَهُ قَالَ جَابِرٌ: مَاتَ الْغُلَامُ عَامَ أَوَّلَ.

۲۵۳۴: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ہم سے شعبہ نے بیان کیا کہ عمرو بن دینار نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ہم میں سے ایک شخص نے اپنے غلام کو اپنے مرنے کے بعد آزاد قرار دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس غلام کو بلوا بھیجا اور بیچ دیا۔ حضرت جابرؓ کہتے تھے: وہ غلام پہلے سال ہی مرگیا۔

اطرافه: ٢١٤١، ٢٢٣٠، ٢٢٣١، ٢٤٠٣، ٢٤١٥، ٦٧١٦، ٦٩٤٧، ٧١٨٦.

تشریح: بَيْعُ الْمُدَبَّرِ: عنوان باب بلاخبر ہے۔ یہ مضمون کتاب البیوع میں زیر باب ۱۱۰ روایت نمبر ۲۲۳۰ ۲۲۳۱ بھی دیکھئے۔ جہاں ایسے غلام اور لونڈی کے ضرورتاً بیچنے کا جواز بیان کیا گیا؛ جسے مالک نے اپنے مرنے کے بعد آزاد قرار دے دینے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

آزادی کا اعلان کرنے والا شخص اس کے بعد مفلس ہوگیا اور اس کے پاس سوائے اس غلام کے کوئی مال نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حالات میں اس کے غلام کو آٹھ سو درہم پر بیچا جسے حضرت نعیمؓ نے خریدا۔ (دیکھئے روایت نمبر ۶۷۱۶) ان کا پورا نام نعیم بن عبداللہ بن اُسید بن عبد بن عوف ہے۔ یہ قرشی عدوی ہیں۔ حضرت عمرؓ سے قبل مسلمان ہوئے تھے لیکن انہوں نے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا۔ انہوں نے ہجرت کرنی چاہی تو خاندان کے لوگوں نے کہا: تم اپنے دین پر ہی رہو۔ ہمیں تمہارے عقیدے سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ اپنے خاندان کے یتامیٰ اور بیوگان پر خرچ کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر انہوں نے ہجرت کی۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۰۵)

لونڈی اور غلام آزاد کرنے کی ایک صورت یہ بھی جائز ہے کہ کوئی شخص یہ کہہ دے کہ میرے مرنے کے بعد میرا غلام آزاد ہوگا۔ مذکورہ بالا واقعہ میں جو روک پیدا ہوئی وہ ایک عارضی سبب سے تھی۔ فقہاء نے اس صورت کو بھی قانونی شکل دی ہے کہ وارث ایسے آزاد کردہ غلام کی آزادی میں روک پیدا نہیں کر سکتے اور نہ وہ فروخت کیا جا سکتا ہے۔

بَاب ١٠: بَيْعُ الْوَلَاءِ وَهِبَتُهُ

غلام اور لونڈی کا ترکہ بیچنا اور اس کا ہبہ کرنا

٢٥٣٥: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهِ.

طرفه: ٦٧٥٦.

۲۵۳۵: ابوالولید نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبداللہ بن دینار نے مجھے بتایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام اور لونڈی کے ورثہ کو بیچنے اور اس کے ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

٢٥٣٦: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتِ اشْتَرَيْتُ بَرِيْرَةَ فَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا وَلَاءَهَا فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَعْتِقِيْهَا فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْطَى الْوَرِقَ فَأَعْتَقْتُهَا فَدَعَاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَيَّرَهَا مِنْ زَوْجِهَا فَقَالَتْ: لَوْ أَعْطَانِي كَذَا وَكَذَا مَا ثَبَتُّ عِنْدَهُ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا.

۲۵۳٦: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر (بن عبدالحمید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اَسود سے، اَسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ کہتی تھیں: میں نے بریرہؓ کو خریدا تو اس کے مالکوں نے اس کی وراثت لینے کی شرط کی۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: تم اس کو لے کر آزاد کردو کیونکہ وراثت تو اسی کی ہوگی جس نے روپیہ خرچ کیا۔ تو میں نے اس کو آزاد کردیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ کو بلوایا اور آپؐ نے اس کو اس کے خاوند سے متعلق بھی اختیار دیا۔ وہ کہنے لگی کہ اگر وہ مجھے اتنا اتنا مال بھی دے تب بھی میں اس کے پاس نہیں رہوں گی پھر اس نے اپنی مرضی کے مطابق کیا۔

اطرافه: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠.

تشریح: بَيْعُ الْوَلَآءِ وَ هِبَتُهُ: آزادی کے تعلق میں یہاں ایک چوتھا قانون بیان ہوا ہے کہ لونڈی غلام بغیر شرط ولاء (حق وراثت) آزاد ہوں گے اور آزاد کرنے والے شخص کے ساتھ آزاد شدہ لونڈی غلام کا تعلق مددگاروں اور اعزہ اقارب سا ہوگا۔ ان کی اسی حیثیت کی وجہ سے ان کا لقب مولیٰ یا مولاۃ رکھا گیا ہے۔ مولا کے معنی ہیں دوست و معاون۔ اسی سے لفظ موالاۃ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لفظ مولیٰ انہیں معنوں میں استعمال ہوتا تھا جن معنوں میں آج کل لفظ Ally استعمال ہوتا ہے جو دراصل عربی لفظ وِلَايَةٌ اور وِلَا کی تبدیل شدہ شکل ہے۔ اسلامی قانون میں آزادی کے بعد غلام اور لونڈی کو لاوارث اور کسمپرسی کی حالت میں نہیں رہنے دیا گیا بلکہ آزاد کرنے والے خاندان کے ساتھ ان کے تعلقات مضبوطی سے قائم رکھے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ آزاد کرنے والا اگر لاوارث رہے تو آزاد شدہ لونڈی اور غلام اس کے وارث ہوں گے اور اگر لونڈی غلام لاوارث ہونے کی حالت میں مریں تو آزاد کرنے والا ان کا وارث ہوگا۔ یہ قانون بھی غلاموں کی بہبود اور معاشرہ کی مضبوطی کے لئے ہے۔

بَاب ۱۱: إِذَا أُسِرَ أَخُو الرَّجُلِ أَوْ عَمُّهُ هَلْ يُفَادَى إِذَا كَانَ مُشْرِكًا؟

جب کسی کا مشرک بھائی یا چچا جنگ میں قید کر لیا جائے تو کیا فدیہ دے کر اس کو چھڑا لیا جائے؟

وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا. وَكَانَ عَلِيٌّ لَهُ نَصِيْبٌ مِنْ تِلْكَ الْغَنِيْمَةِ الَّتِي أَصَابَ مِنْ أَخِيْهِ عَقِيْلٍ وَعَمِّهِ عَبَّاسٍ.

اور حضرت انسؓ کہتے تھے کہ حضرت عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں نے اپنا فدیہ ادا کیا اور عقیل کا بھی۔ اور حضرت علیؓ کا اس غنیمت میں حصہ تھا جو ان کو اپنے بھائی عقیلؓ اور چچا عباسؓ سے حاصل ہوئی تھی۔

۲۵۳۷: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوْا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا:

۲۵۳۷: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے، موسیٰ نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ چند انصار نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی اور کہا: آپؐ ہمیں اجازت

ائْذَنْ لَّنَا فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ فَقَالَ: لَا تَدَعُوْنَ مِنْهُ دِرْهَمًا. دیں کہ ہم اپنی بہن کے بیٹے عباسؓ کو اس کا فدیہ چھوڑ دیں۔ آپؐ نے فرمایا: اس کا ایک درہم بھی نہ چھوڑنا۔

اطرافه: ۳۰۴۸، ۴۰۱۸۔

تشریح: **اِذَا اُسِرَ اَخُو الرَّجُلِ اَوْ عَمُّهُ هَلْ يُفَادَى اِذَا كَانَ مُشْرِكًا**: سنن ابوداؤد وغیرہ میں اس مفہوم کی روایات وارد ہوئی ہیں کہ رشتہ دار اگر اسیر ہونے کی وجہ سے کسی کی مِلک میں ہو جائیں تو وہ بغیر فدیہ آزاد قرار پائیں گے۔ اس بارہ میں مشہور حدیث حضرت سمرہ بن جندبؓ کی ہے جو متعدد سندوں سے مروی ہے۔ حسن بصریؒ اور حمادؒ کی سند سے اس روایت کے یہ الفاظ ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَّلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ. (ابو داؤد، کتاب العتق، باب فیمن ملک ذا رحم محرم) ترمذی[1] اور ابن ماجہ[2] نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ نسائی[3] کی روایت میں صرف ذَا مَحْرَمٍ ہے بجائے ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ کے۔ اس حدیث کا لفظی ترجمہ یہ ہے: جو شخص اپنے محرم رشتہ دار کا مالک ہوا تو وہ مملوک رشتہ دار آزاد ہے۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی کمزوری کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے یہ باب قائم کیا ہے۔ علی بن مدینی نے یہ روایت مستنکر، ترمذی نے مرسل اور ابوداؤد نے منفرد قرار دی ہے کہ حماد بن سلمہ کے سوا اِس کا اور کوئی راوی نہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۰۷) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن حجرؒ کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ کیونکہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں امام احمد بن حنبلؒ کی یہی روایت دو واسطوں سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ بسند **حماد بن سلمه عن عاصم الاحول وقتاده عن الحسن عن سمرة** اور **عبدالله بن دينار عن ابن عمرؓ**. اور یہ کہنا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، علامہ عینی کے نزدیک مسلّم نہیں کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ نے ان الفاظ سے تصریح کی ہے: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَالْمَحْفُوْظُ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَصَحَّحَهُ اَيْضًا ابْنُ حَزْمٍ وَابْنُ الْقَطَّانِ وَقَالَ ابْنُ حَزْمٍ هٰذَا خَبَرٌ صَحِيْحٌ تَقُوْمُ بِهِ الْحُجَّةُ كُلُّ مَّنْ رَوَاهُ ثِقَاتٌ. یعنی یہ روایت امام بخاریؒ اور امام مسلم کی شروط صحت کے مطابق ہے اور ابن حزم اور ابن قطان نے بھی صحیح قرار دی ہے اور کہا ہے کہ اس کے راوی قابل اعتبار ہیں۔ ان کا حوالہ نقل کرنے کے بعد علامہ عینیؒ کہتے ہیں کہ اگر ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے تسلیم کی جائے تو ضمرۃ بن ربیعہ جیسے ثقہ راوی کی تکذیب لازم آئے گی جنہوں نے سفیان ثوری سے بھی یہی حدیث نقل کی ہے۔ اُن سے بڑھ کر ثقہ شام میں اور کوئی نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ اور ابن سعد کی ضمرۃ بن ربیعہ سے متعلق یہ شہادت ہے: كَانَ ثِقَةً مَامُوْنًا لَمْ يَكُنْ هُنَاكَ اَفْضَلَ مِنْهُ. وہ قابل اعتماد و اطمینان تھے۔ ان سے افضل اور کوئی نہ تھا، اور ابن یونس کی رائے ہے: كَانَ

---

[1] (ترمذی، کتاب الاحکام عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء فیمن ملک ذا رحم محرم)

[2] (ابن ماجه، کتاب الاحکام، من ملک ذا رحم محرم فهو حرّ)

[3] (السنن الکبریٰ للنسائی، من ملک ذا رحم محرم، جزء۳ صفحه۱۷۳)

فَقِيْهُ اَهْلِ فَلَسْطِيْنَ فِيْ زَمَانِهِ. کہ وہ اپنے زمانہ میں اہلِ فلسطین کے فقیہہ تھے۔ وَالْحَدِيْثُ اِذَا انْفَرَدَ بِهِ مِثْلُ هٰذَا كَانَ صَحِيْحًا وَلَا يَضُرُّهُ تَفَرُّدُهُ. اور اگر حدیث بیان کرنے میں وہ تنہا بھی ہوں؛ تب بھی ان کی روایت مخدوش نہیں۔
(عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۹۶، ۹۷)

مذکورہ بالا تفصیلی بحث مدنظر رکھ کر اگر عنوان باب کی ترکیب پر نظر ڈالی جائے تو مندرجہ ذیل اُمور امام بخاریؒ کی رائے پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اوّل: لفظ اسیر جنگی قیدی کے لئے ہے۔ دوم: الفاظ اَخُوا الرَّجُلِ اَوْ عَمُّهُ جو زیرِ باب روایت سے ماخوذ ہیں کہ عباسؓ اور عقیلؓ جو جنگ بدر میں قید ہوئے ان میں سے ایک چچا تھے اور دوسرے بھائی۔ سوم: الفاظ هَلْ يُفَادَى استفتاء کی صورت ہے کہ آیا فدیہ کے ذریعے آزاد کرائے جائیں۔ چہارم: الفاظ اِذَا كَانَ مُشْرِكًا جب ان میں سے کوئی قیدی مشرک ہو۔

یہ چاروں قرینے ایسے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی روایت بجائے ردّ کرنے کے درست تسلیم کی ہے اور صرف جنگی قیدیوں سے مخصوص سمجھی گئی ہے کہ ان سے فدیہ بصورتِ مبادلہ اسیر یا نقدی لے کر انہیں آزاد کیا جائے۔ روایت مندرجہ بالا بھی اسی مفہوم کی تائید کرتی ہے مگر سوال یہ ہے کہ فدیہ لے کر آزادی کا مسئلہ تو ہر اسیر سے متعلق ہے، اس میں رشتہ دار قیدی کی کیا تخصیص۔ اسیرانِ بدر چالیس اوقیہ سونا فی کس لے کر آزاد کئے گئے تھے اور حضرت عباسؓ کے ساتھ رشتہ داری کی وجہ سے رعایت نہیں کی گئی۔ غرض حضرت سمرہ بن جندبؓ والی روایت کا مفہوم اس واقعہ کے تحت محدود کرنا ہوگا کہ بذریعہ فدیہ اسیر آزاد کرانا ان کے رشتہ داروں پر واجب ہے۔ لونڈی غلام کی آزادی کے تعلق میں اسلامی شریعت کا یہ چوتھا قانون ہے اور اسی قانونی نقطۂ نظر سے فقہاء نے اس مسئلہ میں بحث اٹھائی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مذکورہ بالا ارشادِ نبوی کے تحت صرف وارث رشتہ دار آزاد کرائے جائیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے مگر انہوں نے بھائیوں کو مستثنیٰ کیا ہے کیونکہ عقیل جو حضرت علیؓ کے بھائی تھے بغیر فدیہ آزاد نہیں ہوئے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نسب میں ہر محرم رشتہ دار مملوک ہونے پر آزاد قرار پائے گا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔ جمہور کا مذہب بھی یہی ہے۔ مگر اس سے ظاہر ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک حضرت سمرہ بن جندبؓ کی یہ حدیث بلحاظ صحت سند درست ہے۔ تفصیل کیلئے عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۹۶، ۹۷ نیز بدایة المجتهد، کتاب العتق، جزء ثانی صفحہ ۲۷۸ دیکھئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب میں بھائی یا چچا کا ذکر خاص کر اسی فقہی اِختلاف ہی کی وجہ سے نمایاں کیا ہے۔ فقہاء نے اس تعلق میں یہ صراحت بھی کی ہے کہ رشتہ دار قیدی کی خرید و فروخت جائز نہیں۔

بَاب ۱۲ : عِتْقُ الْمُشْرِكِ

مشرک کا کسی غلام کو آزاد کرنا

۲۵۳۸ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ أَخْبَرَنِيْ أَبِي أَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيْرٍ فَلَمَّا أَسْلَمَ حَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيْرٍ وَأَعْتَقَ مِائَةَ رَقَبَةٍ قَالَ: فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا يَعْنِي أَتَبَرَّرُ بِهَا قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ.

۲۵۳۸: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا کہ ہشام سے مروی ہے۔ (انہوں نے کہا:) مجھے میرے باپ نے بتایا کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے جاہلیت میں ایک سو گردنیں آزاد کی تھیں اور ایک سو اُونٹ لوگوں کو سواری کے لئے دیئے۔ جب وہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے پھر سو اُونٹ سواری کے لئے لوگوں کو دیئے اور ایک سو غلام آزاد کئے۔ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ کو علم ہی ہے جو کام میں جاہلیت میں کیا کرتا تھا۔ میں انہیں عبادت سمجھ کر کیا کرتا تھا یعنی نیکی سمجھ کر کیا کرتا تھا۔ (کیا اُن پر بھی مجھے ثواب ملے گا؟) کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو ان بھلائیوں کی وجہ سے ہی اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی ہے جو تم سے پہلے ہوئیں۔

اطرافهُ: ١٤٣٦، ٢٢٢٠، ٥٩٩٢.

تشریح: عِتْقُ الْمُشْرِكِ: عِتْقُ الْمُشْرِكِ میں اضافت فاعل کی طرف بھی ہے اور مفعول کی طرف بھی۔ مشرک کا آزاد کرنا اور مشرک کو آزاد کرانا دونوں کام نیک ہیں؛ جن پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔

اَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ: یہ مبنی برحکمت فقرہ بھی جوامع الکلم میں سے ہے۔ نیکی کبھی ضائع نہیں ہوتی۔ اپنا نیک نتیجہ کسی نہ کسی وقت ضرور ظاہر کرتی ہے۔ یہی روایت کتاب الزکوٰۃ باب ۲۴ روایت نمبر ۱۴۳۶ میں مذکور ہے۔

بَاب ۱۳ : مَنْ مَّلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيْقًا فَوَهَبَ وَبَاعَ وَجَامَعَ وَفَدَى وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ

(اس بات کا بیان کہ) جس نے عربوں میں سے کسی کو غلام بنایا اور پھر اس کو ہبہ کر دیا یا بیچ دیا یا (عربی لونڈی سے) تعلقات زوجیت قائم کئے یا (غلام کو) فدیہ لے کر چھوڑ دیا اور بچوں کو قید کر لیا (تو اس کا کیا حکم ہے؟)

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَىْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (النحل: ۷۶)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر: اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے ایک شخص کی جو کسی کا غلام ہو جو کسی بات پر اختیار نہیں رکھتا اور اس شخص کی جس کو ہم نے اپنے پاس سے اچھا رزق دیا ہے اور وہ اس رزق سے پوشیدہ طور پر بھی اور کھلے طور پر بھی خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ دونوں آپس میں برابر ہیں؟ سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں مگر ان میں سے بہت ہیں جو علم نہیں رکھتے۔

۲۵۳۹-۲۵۴۰: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ذَكَرَ عُرْوَةُ أَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ فَسَأَلُوْهُ أَنْ يَّرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ. فَقَالَ: إِنَّ مَعِي مَنْ تَرَوْنَ وَأَحَبُّ الْحَدِيْثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوْا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا الْمَالَ وَإِمَّا السَّبْيَ وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۵۳۹-۲۵۴۰: ابن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ عروہ نے ذکر کیا۔ مروان اور مسور بن مخرمہ نے انہیں بتایا کہ نبی ﷺ کے پاس جب ہوازن کے نمائندے آئے اور انہوں نے آپؐ سے درخواست کی کہ انہیں ان کے اموال اور قیدی واپس کر دیئے جائیں تو آنحضرت ﷺ (خطبہ دینے کیلئے) کھڑے ہوئے اور فرمایا: تم دیکھتے ہو جو لوگ میرے ساتھ ہیں (یعنی میں اکیلا نہیں۔ اکیلا ہوتا تو تم کو تمہارے اموال اور قیدی واپس دے دیتا) اور نہایت پیاری بات مجھے وہ لگتی ہے جو سچی ہو۔ اس لئے تم دو باتوں میں سے ایک بات پسند کر لو۔ یا تو مال لے لو یا قیدی۔ اور میں نے تو ان قیدیوں کے تقسیم کرنے میں

انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوْا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاءُوْنَا تَائِبِيْنَ وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُّطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّكُوْنَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ: طَيَّبْنَا لَكَ ذَلِكَ قَالَ: إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَّمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّهُمْ طَيَّبُوْا وَأَذِنُوْا. فَهَذَا الَّذِي بَلَغَنَا عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ.

اس لئے دیر کی تھی کہ تم آ جاؤ۔ اور نبی ﷺ نے، جب آپؐ طائف سے واپس لوٹے، اس پر دس سے کچھ زائد راتیں ان کا انتظار کیا تھا۔ جب انہیں یہ اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ نبی ﷺ ان کو دو چیزوں میں سے ایک ہی چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا: پھر ہم اپنے قیدیوں کو لینا پسند کرتے ہیں۔ اس پر نبی ﷺ لوگوں کے درمیان خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی وہ تعریف کی جو اس کے شایانِ شان ہے۔ پھر آپؐ نے اس کے بعد فرمایا: دیکھو! تمہارے بھائی ہمارے پاس توبہ کر کے آئے ہیں اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کو ان کے قیدی واپس دے دوں۔ اس لئے جو تم میں سے بخوشی واپس کرنا چاہے تو چاہیے کہ وہ واپس کر دے اور جو یہ چاہے کہ وہ اپنے حصے پر ہی قائم رہے تو چاہیے کہ وہ بھی واپس کر دے اور اس وقت کا انتظار کرے جب اللہ تعالیٰ ہم کو (اس کے بعد) پہلا مالِ غنیمت دے تو ہم اس میں سے اس کو حصہ دے دیں گے۔ لوگوں نے کہا: ہم حضور کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ہم نہیں جانتے کہ تم میں سے کس نے اجازت دی اور کس نے اجازت نہیں دی تم واپس جاؤ یہاں تک کہ تمہارے سربراہ ہمارے پاس تمہارا مشورہ پیش کریں۔ لوگ واپس چلے گئے اور ان کے سربراہوں نے ان سے گفتگو کی۔ اس کے بعد وہ نبی ﷺ کے پاس واپس آئے اور انہوں نے آپؐ کو بتایا کہ وہ لوگ خوش ہیں اور انہوں نے اجازت دے دی ہے۔ (زہری نے کہا:) سو یہ وہ خبر ہے جو ہمیں ہوازن کے قیدیوں سے متعلق پہنچی ہے۔

اطرافہُ: ۲۳۰۷-۲۳۰۸، ۲۵۸۳-۲۵۸۴، ۲۶۰۷-۲۶۰۸، ۳۱۳۱-۳۱۳۲، ۴۳۱۸-۴۳۱۹، ۷۱۷۶-۷۱۷۷۔

وَقَالَ أَنَسٌ: قَالَ عَبَّاسٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: {فَادَيْتُ☆ نَفْسِي} وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا.

اور حضرت انسؓ کہتے تھے کہ حضرت عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں نے اپنا☆ فدیہ بھی دے دیا ہے اور عقیل کا بھی۔

اطرافہ: ۴۲۱، ۳۰۴۹، ۳۱۶۵۔

۲۵۴۱: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ فَكَتَبَ إِلَيَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَغَارَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّوْنَ وَأَنْعَامُهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَسَبَى ذَرَارِيَّهُمْ وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُوَيْرِيَةَ. حَدَّثَنِي بِهِ ابْنُ عُمَرَ وَكَانَ فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ.

۲۵۴۱: علی بن حسن نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا: عبداللہ) ابن عون نے ہمیں بتایا۔ کہتے تھے: میں نے نافع کو لکھا تو انہوں نے مجھے جواب میں یہ لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر حملہ کیا۔ وہ غفلت میں تھے اور ان کے مواشی کو پانی پلایا جا رہا تھا اور آپؐ نے ان میں سے لڑنے والوں کو جنگ میں قتل کر دیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا اور اسی جنگ میں حضرت جویریہؓ آپؐ کو (آپؐ کے) حصے میں ملیں۔ (نافع نے کہا:) یہ واقعہ حضرت (عبداللہ) بن عمرؓ نے مجھے بتایا تھا اور وہ اس لشکر میں شامل تھے۔

۲۵۴۲: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيْزٍ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ

۲۵۴۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے، ربیعہ نے محمد بن یحییٰ بن حبان سے، انہوں نے (عبداللہ) بن محیریز سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے ملا۔ ان سے میں نے (عزل کا مسئلہ) پوچھا تو انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بنی مصطلق کی

☆ الفاظ "فَادَيْتُ نَفْسِي" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۲۱۰) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِّنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ فَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَسَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَّا تَفْعَلُوْا مَا مِنْ نَّسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ.

جنگ میں نکلے تھے اور ہم نے عرب کے چند قیدی حصے میں پائے۔ ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی کیونکہ بے وطنی ہم پر بہت ہی شاق گزر رہی تھی اور ہم چاہتے تھے کہ مباشرت کے وقت حمل نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ سے ہم نے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: عزل نہ بھی کرو تو مضائقہ نہیں۔ جو جان بھی قیامت تک ہونے والی ہے، وہ تو ضرور ہو کر رہے گی۔

اطرافہ: ۲۲۲۹، ۴۱۳۸، ۵۲۱۰، ۶۶۰۳، ۷۴۰۹۔

٢٥٤٣: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيْمٍ.

۲۵۴۳: زہیر بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ جریر (بن عبدالحمید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمارہ بن قعقاع سے، عمارہ نے ابوزُرعہ سے، ابوزُرعہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: مجھے ہمیشہ ہی بنی تمیم سے محبت رہی ہے۔

وَ حَدَّثَنِي ابْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

نیز (محمد) بن سلام نے بھی مجھ سے بیان کیا کہ جریر بن عبدالحمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مغیرہ سے، مغیرہ نے حارث (بن یزید) سے، حارث نے ابوزُرعہ سے، ابوزُرعہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی۔

وَعَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا زِلْتُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيْمٍ مُنْذُ ثَلَاثٍ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْهِمْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّالِ قَالَ: وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

اور (مغیرہ نے) عمارہ سے، عمارہ نے ابوزُرعہ سے، ابوزُرعہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے تین باتیں سنی ہیں جو آپؐ نے ان کے متعلق فرمائیں؛ بنی تمیم سے مجھے محبت رہتی ہے۔ میں نے آپؐ سے سنا، آپؐ فرماتے تھے کہ وہ میری امت میں سے سب سے بڑھ کر دجال کے مخالف ہوں گے۔ کہتے تھے: ان کی زکوٰۃ

هٰذِهٖ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا وَكَانَتْ سَبِيَّةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ: أَعْتِقِيْهَا فَإِنَّهَا مِنْ وَّلَدِ إِسْمَاعِيْلَ.

طرفهُ: ٤٣٦٦۔

کے اموال آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ہماری قوم کے زکوٰۃ کے اموال ہیں اور اُن میں سے ایک قیدی عورت حضرت عائشہؓ کے پاس تھی تو آپؐ نے فرمایا: اسے آزاد کردو کیونکہ یہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہے۔

تشریح: مَنْ مَّلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيْقًا فَوَهَبَ وَبَاعَ وَجَامَعَ وَفَدَى وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ: عنوان باب میں چھ مسئلوں کا ذکر ہے: ۱۔کسی عرب کو غلام بنانا ۲۔اُس کا ہبہ کرنا ۳۔یا بیچنا ۴۔فدیہ لے کر جنگی قیدی آزاد کرنا ۵۔بچوں کو قیدی بنانا ۶۔لونڈی کے بچے کی حیثیت۔ یہ مشہور فقہی مسئلے ہیں جن کے بارے میں فقہاء نے مختلف اعتبار سے الگ الگ نظریے قائم کئے ہیں۔ جمہور کے نزدیک غلام کے بارے میں خواہ وہ عرب کا ہو یا عجم کا کوئی فرق نہیں اور لونڈی سے شادی کے نتیجہ میں مولود حسب سمجھوتا غلام یا آزاد متصور ہوگا۔ امام اوزاعیؒ اور امام ثوریؒ وغیرہ کے نزدیک وہ آزاد قرار دیا جائے گا بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک ماں بھی آزاد متصور ہوگی۔ جمہور کا مذہب بھی یہی ہے کہ بچے آزادی یا غلامی میں ماں کے تابع ہیں۔ اگر ماں بحیثیت امّ الولد آزاد ہو تو بچے بھی آزاد ہوں گے اور اگر وہ آزاد نہ ہو تو یہ بھی آزاد نہ ہوں گے اور ایک شاذ رائے یہ بھی ہے کہ اگر باپ عربی النسل ہو تو بچے آزاد متصور ہوں گے ورنہ نہیں۔ تفصیل کیلئے بدایة المجتهد- كتاب امهات الاولاد، المسئلة الاولىٰ، جزء ثانی، صفحہ۲۹۴، ۲۹۵ نیز فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۱۱ نیز عمدۃ القاری جلد۱۳ صفحہ۱۰۰ دیکھئے۔ مذکورہ بالا فقہی مسائل کا حل احادیث زیر باب میں موجود ہے۔

جواز ہبہ کا حل پہلی روایت میں ہے۔ فدیہ دوسری روایت سے ثابت ہے جو حضرت انسؓ سے زیر باب ۱۱ گزر چکی ہے اور بچوں کے بطور قیدی رکھنے کا جواز تیسری روایت (نمبر۲۵۴۱) سے اور مباشرت کا جواز چوتھی روایت (نمبر۲۵۴۲) سے جس کے راوی حضرت ابوسعید خدریؓ ہیں جنہوں نے عزل کے بارے میں فتویٰ پوچھا تھا اور لونڈی غلام کو آزاد کرنے سے متعلق ارشاد نبویؐ روایت (نمبر۲۵۴۳) کی دوسری سند میں نقل کیا گیا ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا ......: عنوان باب میں مندرجہ آیت کے منشاء و مدعا کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو اصل موضوع ہے اس باب کا۔ پوری آیت یہ ہے: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (النحل:۷۶) یعنی اللہ تمہارے سمجھانے کے لئے ایک ایسے بندے کی مثال بیان کرتا ہے جو غلام ہو اور کسی بات کی بھی قدرت نہ رکھتا ہو اور اس کے مقابلہ میں اس بندہ کی مثال بھی جسے ہم نے اپنے پاس سے اچھا رزق دیا ہو اور وہ اس میں سے پوشیدہ طریق سے بھی خرچ کرتا ہو اور اعلانیہ طور پر بھی۔ کیا یہ دونوں قسم کے انسان برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ہر خوبی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

قابل غور سوال یہ ہے کہ محولہ بالا آیت کا مسائل معنونہ کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ ابن منیرؒ کا خیال ہے کہ اس آیت میں

مطلق عبد کا ذکر ہے۔ عربی ہو یا عجمی، کسی غلام کی تخصیص نہیں، یعنی دونوں غلام بنائے جا سکتے ہیں۔ بقول ابن بطالؒ بعض شارحین کی رائے یہ ہے کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ کسی کو غلام بنانا مناسب نہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۱۱) یہ رائے زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ مذکورہ بالا مثال میں آزادی اور غلامی دونوں حالتیں بیان کر کے حالت غلامی جو ادنیٰ ہے، حمد باری تعالیٰ کے خلاف قرار دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ جہالت کا نتیجہ ہے۔ غلام بنانا، اس کو بیچنا، قید میں رکھنا، لونڈی سے عزل اور بچوں سے قیدی کا سلوک کرنا؛ یہ ایسی باتیں ہیں جن کا تعلق ادنیٰ حالات تمدّن بشری سے ہے۔ شریعت اسلامیہ کا مطمح نظر اس ادنیٰ حالت کو مٹانا اور اعلیٰ حالت کو پیدا کرنا ہے جو حمد باری تعالیٰ کے شایانِ شان ہو۔ اسلام کی ساری تعلیم کا منشاء اسی ایک مرکزی نقطہ کے ارد گرد چکر لگاتا ہے کہ انسان صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو کر ان قیود سے آزاد ہو؛ جن میں جکڑ کر وہ اپنی فطرت کے اعلیٰ تقاضے پورا کرنے سے محروم ہے۔ اس مرکزی نقطۂ تعلیم کی روشنی میں معنونہ مسائل کا جواب بالکل واضح ہے کہ ان حالات کا تعلق ادنیٰ حالات تمدن سے ہے۔ جن سے اسلام انسان کو رہائی دینا چاہتا ہے۔ چنانچہ مسئلہ عزل جس کا ذکر روایت نمبر ۲۵۴۲ میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نے اس کے جواز سے متعلق فتویٰ پوچھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مروّجہ قوانین جنگ کے مطابق فتویٰ دیا ہے مگر بعد کو یہ طریق آپؐ کی طرف سے ممنوع قرار دیا گیا اور جنگی قیدیوں کی آزادی سے متعلق ایک معین ضابطۂ قانون بنایا گیا ہے کہ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً. (محمد:۵) یعنی قید کرنے کے بعد جنگی قیدیوں سے احسان سے پیش آؤ اور حسب حالات بغیر تاوان لئے یا فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دو اور اگر ان میں سے کسی قیدی کے پاس فدیہ کے لئے مال نہ ہو اور وہ بذریعہ معاہدہ (مکاتبت) آزادی حاصل کرنا چاہتا ہو تو اسے یہ سہولت دی جائے، جیسے فرمایا: فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا. (النور:۳۴) اس آیت سے ظاہر ہے کہ وہ لونڈیاں جو بذریعہ مکاتبت یا فدیہ یا ازراہِ احسان مندی آزاد نہیں ہوئیں، وہ نکاح کرنا چاہیں تو ان کا نکاح کیا جائے اور انہیں ایسی حالت میں نہ رہنے دو کہ غیر شریفانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں۔ اس آیت سے ماقبل غلام اور لونڈیوں دونوں کے نکاح کرنے سے متعلق واضح حکم ان الفاظ میں ہے: وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ O (النور:۳۳) {اور تمہارے درمیان جو بیوائیں ہیں ان کی بھی شادیاں کراؤ اور اسی طرح جو تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے نیک چلن ہوں ان کی بھی شادی کراؤ۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی بنا دے گا اور اللہ بہت وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔} خلاصہ یہ کہ بعض قوانین اور تلقین وعظ و نصیحت اور عملی نمونہ سے اسلامی معاشرہ میں تدریجاً ایسی فضا پیدا کی گئی ہے کہ غلامی کی ادنیٰ حالت جو ازمنہ قدیمہ سے ہر ملک اور قوم میں پائی جاتی تھی آخر تبدیل ہو گئی۔ مذکورہ بالا احادیث کا تعلق ابتدائی حالات سے تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس تعلق میں فرماتے ہیں کہ

''اسلام اس بات کا حامی نہیں کہ کافروں کے قیدی غلام اور لونڈیاں بنائی جائیں بلکہ غلام آزاد کرنے کے بارہ میں اس قدر قرآن شریف میں تاکید ہے کہ جس سے بڑھ کر

متصور نہیں۔غرض ابتداء غلام لونڈی بنانے کی کافروں سے شروع ہوئی اور اسلام میں
بطور سزا کے یہ حکم جاری ہوا اور اس میں بھی آزاد کرنے کی ترغیب دی گئی۔‘‘
(چشمۂ معرفت - روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۲۵۴، ۲۵۵)

مزید تفصیل کے لئے سیرت خاتم النبیین، جزء دوم، صفحہ ۳۷۸ تا ۴۲۲ بھی دیکھئے۔

غزوہ بنی مصطلق ۵ ھ میں ہوا اور سورۂ نور بھی اسی سال نازل ہوئی؛ جب آنحضرت ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہوکر مدینہ میں واپس تشریف لائے اور سورۃ محمد کا نزول بھی مدینہ میں اس وقت ہوا جب جنگی جھڑپیں شروع ہوئیں یعنی غزوہ بدر سے قبل۔اس سے ظاہر ہے کہ احکام متعلقہ ممانعت غلامی کی تکمیل تدریجاً ہوئی ہے۔باب کی روایت نمبر ۲۵۴۳ میں جو سب سے آخر میں درج کی گئی ہے بنوعنبر سے جو بنوتمیم کی شاخ ہے، جنگ کا ذکر ہے۔یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد ۹ ھ میں ہوا۔جس میں اکیس عورتیں اور تیس مرد بطور قیدی لائے گئے۔یہ قبائل حضرت اسماعیلؑ کی طرف منسوب ہوتے تھے، خواہ قحطانی قبیلے ہوں یا عدنانی۔ان کی آزادی پسندیدہ سمجھی جاتی تھی جس کے لئے نذریں مانی جاتی تھیں۔چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: عنبری قبیلہ کی عورت جو اُن کے حصہ غنیمت میں آئی ہے وہ آزاد کردی جائے۔

اسلام کا نصب العین غلاموں کی آزادی ہے۔اسرائیلی شریعت کی رُو سے تمام جنگی قیدی تہ تیغ ہونے کے قابل اور عورتیں اور بچے اور ان کے اموال سب غنیمت اور حق حلال قرار دیئے گئے ہیں۔بلکہ حکم ہے کہ اپنے دُور ونزدیک دشمنوں میں سے کوئی ذی نفس جیتا نہ چھوڑا جائے۔(استثناء باب ۲۰ آیات ۱۳ تا ۱۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہونے والوں نے بھی یہی راہ اختیار کی ہے۔پولوس نے زیادہ سے زیادہ یہ تلقین تو کی ہے کہ غلام اپنے آقا کے فرمانبردار رہیں اور آقا اُن سے حسن سلوک کریں۔(افسیوں کے نام خط باب ۶ آیات ۵ تا ۹) (تیمُتھیُس کے نام خط باب ۶ آیات ۱، ۲) (عبرانیوں کے نام خط باب ۱۳ آیت ۳) یہ نصیحت اس وقت کی ہے کہ جب پولوس خود قیدی اور ان کے ساتھی مغلوب اور ابتر حالت میں تھے اور اس حالت میں بھی وہ اپنی قوم کی ذہنیت مسموم کرنے سے نہیں رہ سکے کہ جب انہوں نے تمام عربوں کو ہاجرہ کی اولاد کہہ کر لونڈی زادے اور غلام قرار دیا اور کہا: پس اے بھائیو! ہم لونڈی کے فرزند نہیں بلکہ آزاد ہیں۔(خط بنام گلتیوں باب ۴ آیت ۲۸ تا ۳۱ و باب ۵ آیت ۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس حقارت آمیز اسرائیلی نظریہ کا بخوبی علم تھا۔اس لئے آپؐ نے اسماعیل زادوں کو غلامی کی حالت میں آزاد کرنے کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ تلقین فرمائی اور اس کے علاوہ دوسرے غلاموں کی آزادی سے متعلق بھی احکام صادر فرمائے۔حضرت سلمانؓ اور حضرت صہیبؓ فارسی النسل اور رومی غلام تھے۔سینکڑوں غلام لونڈیاں بغیر تمیز قوم و رنگ و نسل کے آزاد کئے گئے۔صحابہ کرامؓ کو جنگ بدر کے قیدیوں سے بھی نیک سلوک کرنے کی تاکید فرمائی اور اس ارشاد کی تعمیل میں وہ اپنے آپ کو اچھی خوراک سے محروم رکھتے اور قیدیوں کو مقدم کرتے۔(السيرة النبوية لابن هشام، ذكر أسرى قريش، مقتل النضر وعقبة جزء ۲ صفحہ ۲۰۹) روایت نمبر ۲۵۳۹-۲۵۴۰ میں بھی ہوازن کے جنگی قیدیوں سے نیک سلوک اور آزاد کرنے کا ذکر ہے۔

بَاب ١٤: فَضْلُ مَنْ أَدَّبَ جَارِيَتَهُ وَعَلَّمَهَا

جس نے اپنی لونڈی کو آداب سکھائے اور اس کو تعلیم دی، اس کی فضیلت کا بیان

٢٥٤٤: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ فَعَلَّمَهَا☆ فَأَحْسَنَ إِلَيْهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهُ أَجْرَانِ.

۲۵۴۴: اسحاق بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے محمد بن فضیل سے سنا۔ انہوں نے مطرف سے، مطرف نے شعبی سے، شعبی نے ابی بردہ سے، ابو بردہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کی اچھی طرح پرورش☆ کرے۔ پھر اس کو آزاد کر دے اور اس سے شادی کر لے تو اس کو دو ثواب ملیں گے۔

اطرافہ: ٩٧، ٢٥٤٧، ٢٥٥١، ٣٠١١، ٣٤٤٦، ٥٠٨٣.

تشریح: **فَضْلُ مَنْ اَدَّبَ جَارِيَتَهُ وَعَلَّمَهَا:** روایت زیر باب کیلئے کتاب العلم تشریح باب ۳۱ روایت ۹۷، کتاب النکاح باب ۱۲ روایت نمبر ۵۰۸۳ بھی دیکھئے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد اس بارہ میں واضح ہے کہ اسلام کا نصب العین لونڈی کی تعلیم وتربیت، آزادی اور اس کو ایک آزاد خاتون کا درجہ دلوانا ہے؛ نہ لونڈی بنا کر اس کا گھر میں رکھنا۔ اگر اس کے وارث کسی ذریعہ سے اسے آزاد نہیں کراتے، نہ مکاتبت سے وہ اپنی آزادی حاصل کر سکتی ہے تو پھر تیسری صورت اسلامی تعلیم کی رُو سے وہ ہے جس کا ذکر مذکورہ بالا روایت میں ہوا ہے۔ لونڈی کے بارے میں امام الوقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صریح فتویٰ ہے کہ

> ''یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسلام کے مقابل پر جو کافر کہلاتے ہیں انہوں نے یہ تعدی اور زیادتی کا طریق چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے اب مسلمانوں کے لئے بھی روا نہیں کہ ان کے قیدیوں کو لونڈی غلام بناویں کیونکہ خدا قرآن شریف میں فرماتا ہے: جو تم جنگجو فرقہ کے مقابل پر صرف اسی قدر زیادتی کرو جس میں پہلے انہوں نے سبقت کی ہو۔ پس جبکہ اب وہ زمانہ نہیں ہے اور اب کافر لوگ جنگ کی حالت میں مسلمانوں کے ساتھ ایسی سختی اور زیادتی نہیں کرتے کہ ان کو اور ان کے مردوں اور عورتوں کو لونڈیاں اور غلام بناویں بلکہ وہ شاہی قیدی سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے اب اس زمانہ میں مسلمانوں کو بھی ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے۔''

(چشمہ معرفت- روحانی خزائن جلد ۲۳ حاشیہ صفحہ ۲۵۳)

☆ مستملی اور سرخسی کی روایت کے مطابق اس جگہ ''فَعَالَهَا'' کا لفظ ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۱۴) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

بَاب ۱۵ : قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْعَبِيْدُ إِخْوَانُكُمْ فَأَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا ذکر کہ غلام تمہارے بھائی ہیں اس لئے تم ان کو اس کھانے سے کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۙ (النساء: ۳۷)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ذکر: اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو بھی اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین سے عمدہ سلوک کرو۔ ایسا ہی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں اور مسکینوں، رشتہ دار پڑوسیوں سے اور ان پڑوسیوں سے جو کہ رشتہ دار نہ ہوں اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو (تمہارے آپس کے معاہدات کی وجہ سے) تمہارے ماتحت ہوں، ان سب سے نیک سلوک کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور شیخی کرنے والے ہوں۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: ذِي الْقُرْبَى الْقَرِيْبُ. وَالْجُنُبُ الْغَرِيْبُ {الْجَارُ الْجُنُبُ يَعْنِي الصَّاحِبَ فِي السَّفَرِ.}

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا: اس آیت میں ذی القربیٰ سے مراد رشتہ دار اور جنب کے معنی اجنبی کے ہیں، {اَلْجَارُ الْجُنُبِ یعنی وہ اجنبی پڑوسی جو سفر میں رفیق ہو۔☆}

۲۵۴۵: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ قَالَ: سَمِعْتُ الْمَعْرُوْرَ بْنَ سُوَيْدٍ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا ذَرٍّ الْغِفَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ فَسَأَلْنَاهُ

۲۵۴۵: آدم بن ابی ایاس نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ واصل اَحدب نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے معرور بن سُوید سے سنا۔ کہتے تھے: میں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ وہ ایک نیا کپڑوں کا جوڑا پہنے تھے اور ان کا غلام بھی ویسا ہی نیا جوڑا پہنے ہوئے تھا، تو ہم نے اس کے متعلق ان سے پوچھا تو

☆ یہ عبارت عمدۃ القاری کے مطابق ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۰۷)

عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلًا فَشَكَانِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ إِخْوَانَكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَّا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَأَعِيْنُوْهُمْ.

انہوں نے کہا: میں نے ایک شخص کو گالی دی تھی تو اس نے نبی ﷺ سے میری شکایت کر دی۔ نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے اس کو اس کی ماں کا طعنہ دیا ہے؟ پھر آپؐ نے فرمایا: تمہارے بھائی ہی تمہارے نوکر چاکر ہوتے ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ اس لئے جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو تو چاہیے کہ وہ اس کو اسی کھانے سے کھلائے جو وہ خود کھاتا ہو اور اسی کپڑے سے پہنائے جو وہ خود پہنتا ہو اور تم ان کو ایسے کاموں کی تکلیف نہ دیا کرو جو انہیں نڈھال کر دیں اور اگر تم ان کو ایسے کاموں کی تکلیف دو جو اُن پر گراں ہوں تو ایسے کاموں میں ان کو مدد دیا کرو۔

اطرافهُ: ۳۰، ۶۰۵۰۔

تشریح: **اَلْعَبِيْدُ اِخْوَانُكُمْ فَاَطْعِمُوْهُمْ مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ**: روایت نمبر ۲۵۴۵ کے لئے کتاب الایمان باب ۲۲ روایت نمبر ۳۰ دیکھئے۔ غلاموں سے بدسلوکی جاہلیت و کفر کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو غلام گھر میں بطور خادم ہوتے، ان کے ساتھ کھانے پینے اور پہننے میں مساوات کا سلوک کیا جاتا تھا۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا......: عنوان باب میں آیت کا حوالہ الفاظ اِحْسَان اور مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ احسان کے معنی ہیں اعلیٰ درجہ کا سلوک، جس میں حسن و احسان کا پہلو نمایاں ہو۔ عربی زبان میں یہ لفظ غایت درجہ نیک سلوک پر دلالت کرتا ہے اور آیت محولہ بالا میں تلقین کی گئی ہے کہ والدین، اقرباء و مساکین اور دُور و نزدیک کے تعلق رکھنے والے افرادِ معاشرہ سب کے ساتھ اعلیٰ درجہ کا نیک سلوک کیا جائے۔ محولہ بالا آیت معہ ترجمہ یہ ہے: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ (النساء: ۳۷) تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ بہت احسان کرو۔ نیز رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور اسی طرح رشتہ دار ہمسایوں اور بے تعلق ہمسایوں اور پہلو میں بیٹھنے والے لوگوں اور مسافروں اور جن کے تم مالک ہو، ان کے ساتھ بھی، اور جو متکبر اور اِترانے والے ہوں انہیں اللہ ہرگز پسند نہیں کرتا۔

افرادِ معاشرہ سے متعلق اسلام کی یہ بنیادی تعلیم ہے جس سے ظاہر ہے کہ شریعت اسلامیہ باہمی تعلقات کے لحاظ سے طبقاتی تقسیم وامتیازات کے سراسر خلاف ہے کہ ایک مالک فخور ہو اور دوسرا بندہ بے زبان۔ آیت کا آخری حصہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا اسی حالت مذمومہ کا ذکر کرتا ہے کہ یہ بات خالق بشر کو ناپسند ہے۔

لونڈی غلام کا درجہ آزاد ہونے کے بعد دیگر افراد خاندان کے ساتھ مساوات کا رہے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد شدہ غلام کو مولیٰ یعنی دوست و مددگار کا نام دیا ہے اور لونڈی کے لئے پسند فرمایا ہے کہ آزاد کئے جانے کے بعد اس سے نکاح کرلیا جائے۔ دونوں ابواب نمبر۱۴، ۱۵ کا موضوع مذکورہ بالا آیت کے حوالہ سے واضح کیا گیا ہے اور روایت نمبر ۲۵۴۵ سے اسلامی معاشرہ کا نمونہ پیش کر کے بتایا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے شریعت اسلامیہ کو عملی جامہ پہنایا۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَعَلَى مُطَاعِهِمْ صَلَوَاةُ اللّٰهِ صَلَوَاةٌ بِغَيْرِ حِسَابٍ.

قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ......: محولہ بالا تفسیر ابوعبیدہ کی ہے جو انہوں نے کتاب المجاز میں بیان کی ہے۔ ان کی تفسیر کا حوالہ دینے سے امام موصوف کی غرض یہ سمجھانا ہے کہ اس آیت میں حسن سلوک جن لوگوں سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں لونڈی بھی شامل ہے۔ آیت محولہ بالا کا پہلا حکم وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ہے۔ اس حکم کی تعمیل سارے افراد معاشرہ پر یکساں عائد ہوتی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۱۵)

بَاب ١٦ : اَلْعَبْدُ إِذَا أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَنَصَحَ سَيِّدَهُ

غلام جب اپنے ربّ کی عبادت کو اچھی طرح بجالائے اور اپنے مالک کا بھی خیرخواہ ہو (اس کا ثواب)

٢٥٤٦: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْعَبْدُ إِذَا نَصَحَ سَيِّدَهُ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ.

طرفہ: ٢٥٥٠۔

۲۵۴۶: عبداللہ بن مسلمہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غلام اگر اپنے مالک سے خیرخواہی کرے اور اپنے ربّ کی عبادت اچھی طرح بجالائے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔

٢٥٤٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ صَالِحٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسَى

۲۵۴۷: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے صالح سے، صالح نے شعبی سے، شعبی نے ابوبردہ سے، ابوبردہ

الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ أَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا☆ وَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ وَأَيُّمَا عَبْدٍ أَدَّى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ فَلَهُ أَجْرَانِ.

نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس لونڈی ہو اور وہ اس کو آداب سکھائے اور نہایت اچھے آداب☆ سکھائے اور پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اس کو دو ثواب ملیں گے اور جو غلام اللہ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالکوں کا حق بھی تو اس کو بھی دو ثواب ملیں گے۔

اطرافہ: ۹۷، ۲۵٤٤، ۲۵۵۱، ۳۰۱۱، ۳٤٤٦، ۵۰۸۳.

۲۵٤۸: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ الصَّالِحِ أَجْرَانِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَالْحَجُّ وَبِرُّ أُمِّي لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَمُوْتَ وَأَنَا مَمْلُوْكٌ.

۲۵۴۸: بشر بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی (زہری نے کہا:) میں نے سعید بن مسیّب سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ نیک بندہ جو کسی کی ملکیت میں ہو، اس کو دو ثواب ملیں گے۔ (اور حضرت ابوہریرہؓ نے کہا:) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا نہ ہوتا اور حج کرنا بھی نہ ہوتا اور اپنی ماں کی خدمت کرنی بھی نہ ہوتی تو میں ضرور ہی پسند کرتا کہ میں غلام ہونے کی حالت میں مروں۔

۲۵٤۹: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنَا أَبُوْ صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

۲۵۴۹: اسحاق بن نصر نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے روایت کی کہ ہمیں ابوصالح نے بتایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم

☆ عمدۃ القاری میں "فَأَحْسَنَ تَأْدِيْبَهَا" کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۰۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

نِعِمَّا لِأَحَدِهِمْ يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهِ.

نے فرمایا: ان (غلاموں) میں سے اس کے لئے کیا ہی اچھی بات ہے کہ وہ اپنے ربّ کی عبادت بھی اچھی طرح کرے اور اپنے آقا کی خیرخواہی بھی کرتا رہے۔

تشریح: اَلْعَبْدُ اِذَا اَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَنَصَحَ سَيِّدَهُ: جوشخص حقوق اللہ وحقوق العباد خیر وخوبی سے انجام دیتا ہو؛ وہ دوہرے ثواب کا مستحق ہے۔ سلسلہ مجازات نسبتی شئے ہے۔ اگر آقا عبادت الٰہی کے ساتھ خلق خدا کی خدمت بھی اعلیٰ صورت میں ادا کرتا ہو، یتامیٰ ومساکین کی پرورش اور تعلیم وتربیت میں اپنے مال کو بے دریغ خرچ کرتا ہو اور بنی نوع انسان کی بہبود اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں اس کا وقت صرف ہوتا ہو تو ایسا آقا بھی اپنے نیک اعمال کی وجہ سے کئی گنا ثواب کا مستحق ہوگا۔ مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ وہ مملوک جو مالک کی نسبت دو فرض منصبی ادا کرتا ہو، دوہرے ثواب کا مستحق ہوگا۔ اسی قاعدۂ مجازات کے مطابق کہ اگر مالک مملوک کی نسبت کئی گُنا نیک اعمال بجالائے تو وہ بھی کئی گُنا ثواب کا مستحق ہوگا۔ چونکہ قانون مجازاۃ نسبتی امر ہے، اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب شرطیہ قائم کر کے اس کا جواب حذف کر دیا ہے۔

اس باب کے تحت چار روایتیں ہیں جو بلحاظ مضمون ایک دوسرے کی موید ہیں۔ پہلی روایت میں خیرخواہ، فرض شناس مملوک کا اور دوسری روایت میں آقا ومربی کے دوہرے اجر کا ذکر ہے۔ تیسری روایت میں جہاد، حج، خدمت والدہ کی افضلیت کا ذکر ضمناً کیا گیا ہے۔ چوتھی روایت کے الفاظ نِعِمَّا لِاَحَدِهِمْ يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَ يَنْصَحُ لِسَيِّدِهِ کے ہیں۔ یعنی وہ خوش نصیب شخص ہے جو اپنے ربّ کی عبادت خوبی سے کرتا اور اپنے آقا کا خیرخواہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہر حاکم ومحکوم، راعی ورعیت کے لیے عام ہے۔ تیسری روایت کے الفاظ لَوْ لَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْحَجُّ وَ بِرُّ اُمِّيْ کے ہیں۔ از روئے تحقیق امام ابن حجرؒ یہ الفاظ حضرت ابو ہریرہؓ کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے جہاد، حج اور اپنی ماں کی خدمت کا خیال نہ ہوتا تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مذکورہ بالا کے پیش نظر پسند کرتا کہ کسی مالک کا خادم بن کر اپنے ربّ کی عبادت اور مخدوم کی خدمت میں زندگی بسر کرتا۔ یہ اجتہاد حضرت ابو ہریرہؓ کا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۱۷) چاروں روایتوں سے نفس مضمون واضح ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محولہ بالا ارشاد میں ثواب کم وبیش ہونے کا مفہوم صرف نسبتی معنوں میں ہے۔

بَاب ١٧ : كَرَاهِيَةُ التَّطَاوُلِ عَلَى الرَّقِيْقِ وَقَوْلِهِ عَبْدِي أَوْ أَمَتِي

لونڈی غلام پر دست درازی کرنے اور انہیں غلام یا لونڈی کہہ کر پکارنے کی کراہیت کا بیان

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى: وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ (النور: ٣٣) وَقَالَ:

اور اس بات کا ذکر کہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) فرمایا ہے: جو تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے نیک

عَبْدًا مَّمْلُوْكًا (النحل:٧٦) وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ (يوسف:٢٦) وَقَالَ: مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (النساء:٢٦) وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قُوْمُوْا إِلَى سَيِّدِكُمْ. وَ اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ (يوسف:٤٣) سَيِّدِكَ. وَمَنْ سَيِّدُكُمْ.

ہیں۔ نیز یہ فرمایا ہے: جو بندہ کسی کی مِلک میں ہے۔ (اور فرمایا:) اُن دونوں نے اس عورت کے آقا کو دروازہ میں پایا۔ اسی طرح سے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: تمہاری لونڈیوں میں سے جو مومن ہوں۔ اور نبی ﷺ نے (انصار سے) فرمایا: اپنے سردار کے استقبال کیلئے اُٹھو۔ اور (یہ جو قرآن مجید میں ذکر آیا ہے:) اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ اس میں رَبِّکَ کے لفظ سے مراد آقا ہے (اور آیت کا ترجمہ یہ ہے:) اپنے آقا سے میرا بھی ذکر کرنا۔ اور (آنحضرت ﷺ نے بنی سلمہ سے پوچھا:) تمہارا سردار کون ہے؟

٢٥٥٠: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا نَصَحَ الْعَبْدُ سَيِّدَهُ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ.

طرفهُ: ٢٥٤٦۔

۲۵۵۰: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ (قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے روایت کی کہ نافع نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہ سے، حضرت عبداللہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اگر غلام اپنے آقا سے خیر خواہی کرے اور اپنے ربّ کی عبادت اچھی طرح کرے، اس کا اس کو دوہرا ثواب ہوگا۔

٢٥٥١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِلْمَمْلُوْكِ الَّذِي يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَيُؤَدِّي إِلَى سَيِّدِهِ الَّذِي لَهُ عَلَيْهِ مِنَ

۲۵۵۱: محمد بن علاء نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے برید (بن عبداللہ) سے، برید نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوموسیٰؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: وہ غلام جو اپنے ربّ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہو اور اپنے آقا کا حق اور

الْحَقِّ وَالنَّصِيْحَةِ وَالطَّاعَةِ أَجْرَانِ.

جو خیر خواہی اور فرمانبرداری اس کے ذمہ ہے اس کو ادا کرے تو اس کو دو ثواب ملیں گے۔

اطرافہ: ۹۷، ۲۵۴۴، ۲۵۴۷، ۳۰۱۱، ۳۴۴۶، ۵۰۸۳۔

۲۵۵۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ أَطْعِمْ رَبَّكَ وَضِّئْ رَبَّكَ {اسْقِ رَبَّكَ ☆} وَلْيَقُلْ: سَيِّدِي مَوْلَايَ وَلَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ: عَبْدِي أَمَتِيْ وَلْيَقُلْ: فَتَايَ وَفَتَاتِي وَغُلَامِيْ.

۲۵۵۲: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا۔ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہمام بن منبّہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے غلام سے یہ نہ کہے کہ اپنے ربّ کو کھانا کھلا اور اپنے ربّ کو وضو کرا { اور اپنے ربّ کو پانی پلا ☆} بلکہ یوں کہے: سیدی، مولائی یعنی میرے آقا۔ اسی طرح تم میں سے کوئی اپنے غلام کو اے میرے غلام، اے میری لونڈی کہہ کر نہ پکارے بلکہ یہ کہے: اے نوجوان لڑکے یا اے نوجوان لڑکی یا کہے: اے میرے بچے۔

۲۵۵۳: حَدَّثَنِيْ أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْتَقَ نَصِيْبًا لَهُ مِنَ الْعَبْدِ فَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ قِيْمَتَهُ قُوِّمُ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ وَأُعْتِقَ مِنْ مَّالِهِ وَإِلَّا فَقَدْ أُعْتِقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

۲۵۵۳: ابونعمان نے مجھ سے بیان کیا کہ جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی غلام میں اپنا حصہ آزاد کردے اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی قیمت کو پورا کرتا ہو تو غلام کی منصفانہ قیمت لگائی جائے اور پھر وہ قیمت (شریک کو) دے کر غلام کو آزاد کردیا جائے ورنہ وہ اتنا تو آزاد ہو چکا جتنا اسے کردیا گیا ہے۔

اطرافہ: ۲۴۹۱، ۲۵۰۳، ۲۵۲۱، ۲۵۲۲، ۲۵۲۳، ۲۵۲۴، ۲۵۲۵۔

۲۵۵۴: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا

۲۵۵۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ (قطّان)

☆ الفاظ ''اسْقِ رَبَّکَ'' فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ حاشیہ صفحہ ۲۱۹) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ: فَالْأَمِيْرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ فَهُوَ رَاعٍ عَلَيْهِمْ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ. أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نافع نے مجھے بتایا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک پاسبان ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں جواب دِہ ہوگا۔ وہ حاکم بھی جو لوگوں پر مقرر ہے، اُن پر پاسبان ہے اور اس سے اپنے ماتحت لوگوں کے بارے میں باز پرس ہوگی، اور مرد بھی اپنے اہل بیت پر پاسبان ہے اور اس سے بھی ان کے بارے میں پوچھا جائے گا، اور عورت بھی اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی پاسبان ہے اور وہ بھی ان سے متعلق جوابدہ ہوگی اور غلام بھی اپنے آقا کے مال کا پاسبان ہے اور اس سے بھی اس کے لئے پوچھا جائے گا۔ اچھی طرح سن لو! تم میں سے ہر شخص پاسبان ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کی نسبت پوچھا جائے گا۔

اطرافہ: ۸۹۳، ۲۴۰۹، ۲۵۵۸، ۲۷۵۱، ۵۱۸۸، ۵۲۰۰، ۷۱۳۸۔

۲۵۵۵-۲۵۵۶: حَدَّثَنَا مَالِكُ ابْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَزَيْدَ بْنَ خَالِدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ إِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا ثُمَّ إِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَبِيْعُوْهَا وَلَوْ بِضَفِيْرٍ.

۲۵۵۵-۲۵۵۶: مالک بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) عبیداللہ (بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود) نے مجھے بتایا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالدؓ سے سنا۔ یہ دونوں نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: جب لونڈی زنا کرے تو اس کو کوڑے لگاؤ۔ پھر اگر زنا کرے تو پھر اس کو کوڑے لگاؤ۔ پھر اگر زنا کرے تو پھر اس کو کوڑے لگاؤ۔ تیسری یا چوتھی بار فرمایا کہ ایسی لونڈی کو بیچ دو خواہ ایک رسی ہی کے بدلے۔

اطراف الحدیث ۲۵۵۵: ۲۱۵۲، ۲۱۵۳، ۲۲۳۳، ۲۲۳۴، ۶۸۳۷، ۶۸۳۹۔
اطراف الحدیث ۲۵۵۶: ۲۱۵۴، ۲۲۳۲، ۶۸۳۸۔

تشریح: **كَرَاهِيَةُ التَّطَاوُلِ عَلَى الرَّقِيْقِ وَقَوْلِهِ عَبْدِيْ أَوْ أَمَتِيْ:** بعض فقہاء نے مطلق میرے آقا، میرے غلام یا میری باندی کہہ کر کسی کو پکارنے کی ممانعت کی ہے اور اس ممانعت کے تعلق میں احادیث نبویہؐ نقل کی ہیں۔ عنوان باب کا مفہوم یہ ہے کہ مشار الیہ ممانعت تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے اور اس کے لئے عنوان باب ہی میں بعض حوالہ جات قرآن مجید کی آیات، احادیث اور آثار میں سے نقل کئے گئے ہیں جن سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ ان الفاظ کا استعمال بھی ایک نسبتی امر ہے۔ بلانے میں تکبر و غرور کی صورت نہ ہو بلکہ ملاطفت ہو تو جائز ہے۔ محبت و پیار کے لب ولہجہ میں غلام کہنا جائز ہے۔ اسی طرح اگر بطور واقعہ بیان ہو تو جائے اعتراض نہیں۔ ایسے الفاظ کے استعمال میں موقع و محل دیکھا جائے گا۔

وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ: عنوانِ باب کا پہلا حوالہ یہ آیت ہے: وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْ ط إِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ O (النور:۳۳) یعنی قوم میں سے جو بیوہ عورتیں ہوں اور جو تمہارے غلام لونڈیاں نیک اور صالح ہوں ان کی شادیاں کر دیا کرو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا اور اللہ بڑی وسعت والا اور بہت جاننے والا ہے۔

عَبْدًا مَّمْلُوْكًا: عنوان باب میں مذکورہ دوسری آیت یہ ہے: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ط هَلْ يَسْتَوُوْنَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ط بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ O (النحل:۷۶) {نیز اللہ مثال بیان کرتا ہے ایک بندے کی جو کسی کی ملکیت ہو اور وہ کسی چیز پر کوئی قدرت نہ رکھتا ہو اور اس کی بھی جسے ہم نے اپنی جناب سے اچھا رزق عطا کیا ہو اور وہ اس میں سے خفیہ طور پر بھی خرچ کرتا ہو اور اعلانیہ بھی۔ کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں؟ تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اکثر اُن میں سے نہیں جانتے۔}

وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ: تیسری آیت جس کا عنوان باب میں ذکر ہے، یہ ہے: وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ أَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ. (یوسف:۲۶) اور حضرت یوسفؑ اور زلیخا دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اسی کشمکش میں زلیخا نے حضرت یوسفؑ کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی اور جب دروازے تک پہنچے تو انہوں نے دروازے کے پاس اس عورت کے خاوند کو پایا۔

مِنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ: چوتھی آیت یہ ہے: وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ. (النساء:۲۶) {اور تم میں سے جو کوئی مالی وسعت نہ رکھتے ہوں کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کر سکیں تو وہ تمہاری مومن لونڈیوں میں سے جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے (کسی سے) نکاح کر لیں۔} اسی طرح مزید فرمایا: وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. (النور:۳۴) تم اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔ اگر وہ نکاح کرنا چاہیں تا کہ تم اس طریق سے دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرو۔

وَاذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ: پانچویں آیت یہ ہے: وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ. (یوسف:۴۳) اس شخص سے جس کی نسبت وہ سمجھتے تھے کہ وہ قید خانہ میں سے نجات پائے گا، کہا: اپنے آقا سے میرا بھی ذکر کرنا۔ ان پانچوں آیتوں میں غلام، لونڈی اور آقا کے الفاظ بولے گئے ہیں۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو قول قُوْمُوْا اِلٰی سَيِّدِكُمْ اور مَنْ سَيِّدُكُمْ کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ پہلا قول آپؐ کا حضرت سعد بن معاذؓ کے استقبال سے متعلق ہے جو آپؐ نے انصار سے فرمایا کہ اپنے سردار کا اُٹھ کر استقبال کرو۔ (کتاب المغازی باب ۳۰ روایت نمبر ۴۱۲۱) اور آپؐ کا دوسرا قول حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ قبیلہ بنی سلمہ کے وفد سے آپؐ نے پوچھا: تمہارا سردار کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: اَلْجَدُّ بْنُ قَيْسٍ. (الادب المفرد، باب البخل، جزء۱ صفحہ۱۱۱) (المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، ذکر مناقب بشر بن البراء بن معرور، جزء۳ صفحہ۲۴۲)

عنوان باب میں مذکورہ بالا حوالے نقل کرنے کے بعد چھ روایتیں نقل کی گئی ہیں؛ جن میں عبد وغیرہ الفاظ کے استعمال کے جواز اور عدم جواز کی صورتیں موقع و محل کے لحاظ سے واضح ہیں جو محتاج تشریح نہیں۔ روایت نمبر ۲۵۵۴ سے بتایا گیا ہے کہ لونڈی اور غلام سے یہ امر مخصوص نہیں کہ وہ اپنے مالک کی ملکیت میں ہیں بلکہ معاشرۂ بشری کا سارا نظام سلسلۂ تابعیت و متبوعیت سے وابستہ ہے۔ بیوی خاوند کی اور خاوند بیوی کا اپنے اپنے دائرۂ عمل میں تابع و متبوع ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے عند الضرورت منسوب کئے جاسکتے ہیں۔ روایت نمبر ۲۵۵۲ میں مذکورہ ممانعت کی صورت بھی واضح ہے کہ الفاظ میرے غلام، میری باندی نخوت و کبر سے استعمال نہ ہوں جس سے لوگوں میں احساس کہتری پیدا ہو۔

بَاب ۱۸: إِذَا أَتَى اَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ

جب تم میں سے کسی ایک کے پاس اس کا خادم کھانا لے کر آئے

(تو چاہیے کہ اسے اپنے ساتھ دستر خوان پر بٹھائے)

۲۵۵۷: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ فَإِنْ لَّمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ فَلْيُنَاوِلْهُ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ

۲۵۵۷: حجاج بن منہال نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: محمد بن زیاد نے مجھے بتایا۔ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے: جب تم میں سے کسی ایک کے پاس اس کا خادم کھانا لے کر آئے تو اگر اس کو اپنے ساتھ نہ بٹھائے تو چاہیے کہ وہ اس کو

أَوْ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ فَإِنَّهُ وَلِيَ عِلاَجَهُ. ایک نوالہ یا دو نوالے یا فرمایا ایک لقمہ یا دو لقمے دیدے، کیونکہ اس نے اس کو اپنی نگرانی میں پکایا ہے۔

طرفہ: ٥٤٦٠۔

تشریح: اِذَا اَتَی اَحَدَکُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ: باب۱۵ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گزر چکا ہے کہ تمہارے غلام یا خادم تمہارے بھائی ہیں۔ انہیں وہ کھانا کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہی کپڑا پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔ آیا یہ امر واجب ہے یا مندوب؟ اس تعلق میں یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ روایت نمبر۲۵۵۷ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اگر وہ کھاتے وقت خادم کو اپنے دستر خوان پر نہیں بٹھاتا تو اسے اس کھانے سے کچھ نہ کچھ دے کیونکہ اس نے اسے تیار کیا ہے۔ یہ الفاظ فَاِنْ لَّمْ یُجْلِسْهُ وجوب پر دلالت نہیں کرتے بلکہ اس میں ترغیب پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عنوان باب شرطیہ رکھ کر اس کا جواب محذوف کر دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں **کتاب الاطعمہ** (باب۵۵ روایت نمبر۵۴۶۰) بھی دیکھئے۔

اس روایت میں لفظ **خادم** عام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں تلقین کی گئی ہے، غلام ہو یا کوئی دوسرا اس سے حسن سلوک سے پیش آنا اخلاقِ پسندیدہ میں سے ہے۔ اوّل تو خادم کو اپنے ساتھ بٹھانا چاہیے لیکن اگر کسی وجہ سے اسے اپنے ساتھ نہ بٹھا سکے تو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے کچھ کھانا دیدے اور اس کی دل جوئی اور عزت افزائی کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے پیش نظر جن ممالک میں اسلامی تمدن کا غلبہ ہے وہاں اب تک یہی دستور ہے کہ کھانا تیار کرنے اور دستر خوان پر چننے کے بعد خدام بھی دستر خوان پر بیٹھ جاتے ہیں۔ خصوصاً عربی، افغانی اور کشمیری قبائل میں اب تک یہی دستور ہے۔ کھانے میں شریک ہوتے وقت ملازم اچھے خوش پوش ہوتے ہیں اور صفائی کا خاص خیال رکھتے ہیں، خصوصاً عام دعوتوں میں۔

مذکورہ بالا حدیث میں بھی خادم اپنے آقا کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ یہ نسبت اس اسلامی مساوات کے منافی نہیں جو اسلام معاشرے کے افراد میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

بَاب ١٩ : اَلْعَبْدُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ

غلام اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے

وَنَسَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَالَ إِلَى السَّيِّدِ. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو آقا کی طرف منسوب کیا۔

٢٥٥٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي **۲۵۵۸**: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: سالم

سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ- قَالَ: فَسَمِعْتُ هَؤُلَاءِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَحْسِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالرَّجُلُ فِي مَالِ أَبِيْهِ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.

بن عبداللہ نے (اپنے باپ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: تم میں سے ہر ایک پاسبان ہے اور اس کو اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ امام بھی ایک پاسبان ہے اور اس سے بھی اس کی رعیت کی بابت پُرسش ہوگی اور ہر مرد بھی اپنے گھر والوں کا پاسبان ہے اور اس سے بھی اس کے اہل وعیال کے متعلق پُرسش ہوگی اور عورت بھی اپنے خاوند کے گھر کی پاسبان ہے اور اس سے بھی اس کی رعیت (یعنی اہل وعیال) کی نسبت پُرسش ہوگی اور نوکر بھی اپنے آقا کے مال کا پاسبان ہے اور اس سے بھی اس کی ذمہ داری کے متعلق پُرسش ہوگی۔ (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کہتے تھے: یہ (نام) تو میں نے نبی ﷺ سے سنے اور میرا خیال ہے نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا: اور مرد بھی اپنے باپ کے مال کا پاسبان ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق اس سے بھی پُرسش ہوگی۔ اس لئے تم میں سے ہر ایک پاسبان ہے اور تم میں سے ہر ایک کو اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اطرافهُ: ۸۹۳، ۲۴۰۹، ۲۵۵۴، ۲۷۵۱، ۵۱۸۸، ۵۲۰۰، ۷۱۳۸۔

تشریح. **اَلْعَبْدُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ وَ نَسَبَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَالَ اِلَى السَّيِّدِ:** اس باب کا تعلق بھی سابقہ ابواب کے مضمون سے ہے جس کی وجہ سے روایت نمبر ۲۵۵۴ دہرائی گئی ہے اور عنوان باب میں بھی اس اَمر کی تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو آقا کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کے غلام کو مال کا نگران قرار دیا ہے، سوایک جہت سے وہ امیر ہے اور دوسری جہت سے مامور۔ وعلیٰ ہذا القیاس معاشرے کے تمام افراد مختلف حیثیتوں میں حاکم بھی ہیں اور محکوم بھی اور ایک دوسرے کے سامنے جوابدہ بھی۔

بَاب ۲۰ : إِذَا ضَرَبَ الْعَبْدَ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ

اگر کوئی غلام (یا لونڈی) کو مارے تو چاہیے کہ اس کے منہ پر مارنے سے اجتناب کرے

۲۵۵۹: حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ.

۲۵۵۹: محمد بن عبیداللہ نے مجھے بتایا۔ (عبداللہ) ابن وہب نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک بن انس نے مجھ سے بیان کیا۔

قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ فُلَانٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور (ابن وہب نے) کہا: مجھے فلاں کے بیٹے (ابن سمعان) نے بھی بتایا کہ سعید مقبری سے روایت ہے۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

وَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ.

(دوسری سند) عبداللہ بن محمد (مسندی) نے بھی مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہمام سے، ہمام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی سزا دے تو چاہیے کہ منہ پر مارنے سے اجتناب کرے۔

تشریح: اِذَا ضَرَبَ الْعَبْدَ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ: غلام لونڈیوں کو ان کے قصور پر پیٹنے کا عام رواج تھا اور اس میں بڑی سختی کی جاتی تھی۔ اب بھی آقا اپنے خادم پر مار پیٹ میں بڑی سختی کرتے ہیں جو بعض وقت انتہائی شدت اختیار کر لیتی ہے۔ منہ پر مارنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مارنے کی تو اجازت ہے صرف منہ پر مارنے کی اجازت نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ مجبوری سے اگر مارنا ہی پڑے تو پھر منہ پر نہیں مارنا چاہیے۔ روایت زیر باب دو سندوں سے مروی ہے۔ ایک سند سعید مقبری کے باپ سے اور دوسری ہمام سے، اور اس میں غلام کو مارنے کا ذکر نہیں، بلکہ یہ الفاظ ہیں: اِذَا قَاتَلَ اَحَدُکُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ. ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت عام ہے کہ لڑائی میں چہرے پر نہ مارا جائے۔ شارحین کا خیال ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے مسئلہ معنونہ مستنبط کیا ہے کہ

لونڈی غلام یا نوکروں کی مار پیٹ میں بدرجہ اولی اس ارشادِ نبویؐ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔لیکن جیسا کہ امام ابن حجر عسقلانیؒ نے تشریح کی ہے کہ غلام کے بارے میں مذکورہ بالا مفہوم کی روایات صحیح مسلم☆ وغیرہ میں منقول ہیں اور امام بخاریؒ نے بھی اپنی کتاب **الأدب المفرد** میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت بسند محمد بن عجلان نقل کی ہے۔اس میں یہ الفاظ ہیں: اِذَا ضَرَبَ اَحَدُکُمْ خَادِمَهٗ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ. (الادب المفرد، الخدم والممالیک، باب لیجتنب الوجه فی الضرب، جزء ۱ صفحه ۷۱) لیکن جیسا کہ علّامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ہے کہ مشار الیہ روایت بلحاظ سند کمزور ہے۔ اس لئے دیگر محدثین کے الفاظ مدنظر رکھ کر عنوان قائم کیا گیا، جس میں غلام لونڈی کے چہرے پر نہ مارنے کا ذکر ہے اور مستند روایت باب کے تحت نقل کی ہے۔علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں مذکورہ بالا ارشاد نبویؐ کا یہی مطلب ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ سزا دیتے وقت چہرے پر نہیں مارنا چاہیے، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں اس کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے: میں نے آدم کو اپنی شکل پر پیدا کیا۔☆ اس لئے انسان کا چہرہ قابل عزت ہے۔لیکن اس کی حکمت یہ ہے کہ چونکہ چہرہ نازک ہے اور آنکھ، ناک، کان جیسے نازک اعضاء کا محل۔اس لئے آپؐ نے اس پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔جسم کے دوسرے حصے مار کو زیادہ برداشت کر سکتے ہیں اور اگر مار پیٹ سے کوئی نشان پڑے وہ پوشیدہ رہ سکتا ہے، مگر چہرے پر نشان پڑنے سے وہ ہمیشہ کے لئے بدصورت ہو جائے گا۔عنوان باب سے ظاہر ہے کہ محولہ بالا ارشاد میں لونڈی غلام یا خدام کو مارنے کی تلقین نہیں کی گئی بلکہ ایک لحاظ سے ممانعت ہے۔اگر غلطی کا ارتکاب اس کا تقاضا ہی کرے اور تادیب وتعزیر اور قصاص کی رُو سے سزا دینا ضروری ہو تو چہرہ سزا سے محفوظ رکھا جائے۔ امام ابن حجرؒ کی یہ رائے درست ہے اور انہوں نے اِس کی تائید میں حضرت ابوبکرہؓ کی روایات کا حوالہ دیا ہے جو ابوداؤد نے نقل کی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے رجم کا فیصلہ کرتے وقت فرمایا کہ اُسے پتھراؤ تو کرو لیکن چہرے کو بچاؤ۔(سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب المراة التی امر النبیؐ برجمها من جهینة)

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

☆ (مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن ضرب الوجه)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۵۰- كِتَابُ الْمُكَاتَبِ

بَاب : اِثْمُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهُ

اس شخص کا گناہ جو اپنے مملوک پر (زنا کی) جھوٹی تہمت لگائے

تمہید: اس کتاب میں احکام مکاتبت کا بیان ہے۔ مکاتبت لفظ کَتَبَ سے باب مفاعلہ ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں تحریر کرانا اور شرعی معنی ہیں معاہدہ آزادی تحریر کرانا۔ غلام یا لونڈی جو اپنے مالک سے آزاد ہونا چاہے تو اس کا مالک احکام شریعت کی رُو سے انکار نہیں کرسکتا، بلکہ اس کا فرض ہے کہ وہ نقدی کی صورت میں دفعۃً یا اس کی قیمت کا فیصلہ کرکے بالاقساط اس سے وصول کرے اور اسے آزاد کردے۔ اس بارے میں تحریری معاہدہ کو مکاتبت کہتے ہیں۔ تحریر لکھوانے والا (مالک) مُکَاتِبٌ اور جس کے حق میں آزادی کی تحریر لکھی جائے وہ مُکَاتَبٌ کہلاتا ہے۔ لفظ اَلْمُکَاتب اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید میں مکاتبت کے بارے میں ان الفاظ میں حکم وارد ہوا ہے: وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰكُمْ ...... O (النور:۳۴) یعنی تمہارے غلاموں میں سے جو لوگ مکاتبت کا مطالبہ کریں۔ اگر تم ان میں بھلائی دیکھو تو تم ان سے مکاتبت کرو اور اگر ان کے پاس پورا مال نہ ہو تو جو اللہ نے تم کو مال دیا ہے اس میں سے کچھ دے کر ان کی آزادی ممکن بنادو۔ یہ حکم لونڈی اور غلام دونوں کی آزادی سے متعلق ہے اور بصیغۂ امر ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

اِثْمُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهُ: عنوان قائم کرکے اس باب کے تحت کوئی روایت درج نہیں کی گئی۔ امام ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ ابوعلی بن شبویہ کی روایت کے مطابق الفاظ كِتَابُ الْمُكَاتَبِ سے قبل لفظ مقدمہ تھا۔ جس کے بعد جگہ خالی چھوڑی گئی کہ بطور تمہید روایت یا حوالے درج کئے جائیں گے مگر مصنف ایسا نہیں کرسکے اور کتاب الحدود میں قذف العبید کا عنوان قائم کرکے اس میں متعلقہ روایت درج کی گئی۔ (دیکھئے روایت نمبر ۶۸۵۸) بعض نسخوں میں یہ عنوان باب نہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۱۱۶)

بَاب ۱ : اَلْمُكَاتَبُ وَنُجُوْمُهُ فِي كُلِّ سَنَةٍ نَجْمٌ

وہ غلام جس نے آزادی حاصل کرنے کے لئے اپنے مالک سے معاہدہ کیا ہو
اور اس کی قسطوں کا بیان، ہر سال میں ایک قسط

وَقَوْلُهُ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ (النور: ٣٤) وَقَالَ رَوْحٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: أَوَاجِبٌ عَلَيَّ إِذَا عَلِمْتُ لَهُ مَالًا أَنْ أُكَاتِبَهُ؟ قَالَ: مَا أُرَاهُ إِلَّا وَاجِبًا. وَقَالَ عَمْرُو ابْنُ دِيْنَارٍ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: اَتَأْثُرُهُ عَنْ أَحَدٍ؟ قَالَ: لَا ثُمَّ أَخْبَرَنِي أَنَّ مُوْسَى ابْنَ أَنَسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سِيْرِيْنَ سَأَلَ أَنَسًا الْمُكَاتَبَةَ– وَكَانَ كَثِيْرَ الْمَالِ– فَأَبَى فَانْطَلَقَ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ: كَاتِبْهُ فَأَبَى فَضَرَبَهُ بِالدِّرَّةِ وَيَتْلُوْ عُمَرُ: فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا فَكَاتَبَهُ.

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر: تمہارے مملوکہ غلاموں میں سے جو آزادی حاصل کرنا چاہتے ہوں، اگر تم ان میں بھلائی دیکھو تو ان سے مکاتبت کرلو اور (اگر ان کے پاس پورا مال نہ ہو تو) جو اللہ نے تم کو مال دیا ہے، اس میں سے کچھ مال دے کر ان کی آزادی ممکن بنا دو۔ اور روح (بن عبادہ) نے ابن جریج سے نقل کیا (کہ انہوں نے کہا:) میں نے عطاء (بن ابی رباح) سے پوچھا کہ اگر میں سمجھوں کہ میرے غلام کے پاس مال ہے تو کیا مجھ پر واجب ہے کہ میں اس کو مکاتبت کی بناء پر آزادی دے دوں؟ تو انہوں نے کہا: میں تو اسے واجب ہی سمجھتا ہوں۔ اور عمرو بن دینار نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا: کیا آپ کا یہ بیان کسی روایت کی بناء پر ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر انہوں نے مجھے بتایا۔ موسیٰ بن انس نے انہیں خبر دی کہ سیرین نے حضرت انسؓ سے مکاتبت کے لئے درخواست کی، وہ بہت مالدار تھے۔ (حضرت انسؓ نے) قبول نہ کیا۔ اس پر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ (حضرت عمرؓ) نے فرمایا: اس کے ساتھ مکاتبت کرو۔ (حضرت انسؓ) نے نہ مانا تو حضرت عمرؓ نے اُن کو دُرّہ لگایا اور حضرت عمرؓ یہ آیت پڑھتے جاتے تھے: اگر تمہیں اُن میں بھلائی معلوم ہو تو اُن سے مکاتبت کرو۔ چنانچہ حضرت انسؓ نے سیرین سے مکاتبت کی، یعنی تحریر لکھوا کر آزاد کیا۔

٢٥٦٠: وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: إِنَّ بَرِيْرَةَ دَخَلَتْ عَلَيْهَا تَسْتَعِيْنُهَا فِي كِتَابَتِهَا وَعَلَيْهَا خَمْسُ أَوَاقِيَ نُجِّمَتْ عَلَيْهَا فِي خَمْسِ سِنِيْنَ فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: وَنَفِسَتْ فِيْهَا أَرَأَيْتِ إِنْ عَدَدْتُ لَهُمْ عَدَّةً وَاحِدَةً أَيَبِيْعُكِ أَهْلُكِ فَأُعْتِقَكِ فَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِي فَذَهَبَتْ بَرِيْرَةُ إِلَى أَهْلِهَا فَعَرَضَتْ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا: لَا إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ لَنَا الْوَلَاءُ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْتَرِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا بَالُ رِجَالٍ يَّشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ؟ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، شَرْطُ اللهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ.

۲۵۶۰: اور لیث نے کہا کہ یونس نے مجھے بتایا۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ عروہ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: بریرہؓ اُن کے پاس آئیں اور اپنی مکاتبت کے بارے میں مدد چاہتی تھیں اور انہیں پانچ اوقیہ چاندی ادا کرنا تھا، جو پانچ سال میں قسط وار دینا تھی اور حضرت عائشہؓ چاہتی تھیں کہ آزاد کرائیں۔ انہوں نے (بریرہؓ سے) کہا: اگر میں ان کو ایک ہی دفعہ گن کر دے دوں، تو کیا تمہارے مالک میرے ہاتھ فروخت کردیں گے کہ میں تمہیں خرید کر آزاد کروں گی اور تمہارے ترکہ کا حق مجھے ہو گا۔ تو بریرہؓ اپنے مالکوں کے پاس گئیں اور ان کے سامنے یہ بات پیش کی۔ تو انہوں نے کہا: ہرگز نہیں، بلکہ یہ حق وراثت ہمارا ہوگا۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: یہ سن کر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور آپؐ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اسے خرید لو اور اسے آزاد کردو، کیونکہ حق وراثت تو اس کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔ اِس کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپؐ نے فرمایا: ان لوگوں کی کیسی حالت ہے جو ایسی شرطیں کرتے ہیں، جو کتاب اللہ میں نہیں۔ جس نے کوئی ایسی شرط کی جو کتاب اللہ میں نہیں تو وہ شرط باطل ہوگئی۔ اللہ کی شرط ہی عمل کرنے کے زیادہ لائق ہے اور زیادہ پائدار ہے۔

اطرافهُ: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠.

تشریح: اَلْمُکَاتَبُ وَنُجُومُهُ فِي كُلِّ سَنَةٍ نَّجْمٌ: امام بخاریؒ نے اس باب میں مکاتبت سے متعلق کئی حوالے نقل کئے ہیں۔جن میں سورۂ نور کی آیت بھی ہے۔اس باب کے تحت بھی کوئی روایت درج نہیں کی؛ صرف حوالہ جات پر اِکتفاء کیا گیا ہے اور جو روایت ان کے بعد درج ہے وہ واوَ عاطفہ سے معطوف کرکے عنوانِ باب ہی سے وابستہ کی گئی ہے۔اس سے بھی وجوب آزادی کا مسئلہ مستنبط ہوتا ہے۔یہ روایت کتاب الصلاۃ (باب ۷۰ روایت نمبر ۴۵۶) میں گزر چکی ہے۔اس میں اختصار ہے اور یہاں تفصیل کہ پانچ اوقیہ چاندی کی ادائیگی بطور معاوضہ آزادی قرار پائی تھی جو پانچ سال میں بالاقساط اَدا ہونی تھی۔

فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا: حوالہ جات مندرجہ باب پر نظر غائر ڈالنے سے ظاہر ہے کہ اِس میں ان سہولتوں کا ذِکر کیا گیا ہے جو غلاموں کی آزادی کے تعلق میں شریعت اسلامیہ نے عطا کی ہیں۔ان میں سے اوّل یہی حکم ہے جو بصورتِ وجوب محولہ بالا آیت میں وارد ہوا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ فَكَاتِبُوْهُم میں كَاتِبُوْا صیغۂ اَمر ہے جو وجوب پر دَلالت کرتا ہے جیسا کہ داؤد ظاہریؒ، امام ابن حزمؒ اور محمد بن جریرؒ کا مذہب ہے۔جمہور کے نزدیک یہ حکم مستحب ہے۔ عنوانِ باب کے حوالے جو عطاء بن ابی رباحؒ، سیرین، حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ سے منقول ہیں۔وہ بھی وجوب ہی پر دلالت کرتے ہیں۔غرض مذکورہ بالا اِرشادِ باری تعالیٰ بنیادی امر ہے جس سے غلاموں کی آزادی کا دروازہ کھولا گیا ہے کہ وہ بذریعہ مکاتبت اپنی آزادی کا مطالبہ کرسکتے ہیں اور مالک کا انکار قابل قبول نہیں۔دوسرا اَمر جو اس غرض کے لئے آسانی پیدا کرتا ہے وہ بالاقساط رقم کی اَدائیگی ہے۔سہولت سے متعلق تیسرا اَمر غلام کی مالی امداد ہے۔اگر مالک نقد لینے پر ہی مصر ہو تو نقد ادا کی جائے۔جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے بریرہؓ کی مالی مدد فرمائی اور یہ مالی امداد صیغۂ زکوٰۃ سے بھی دی جاسکتی ہے۔ مکاتبت سے متعلق عدم وجوب کے بارے میں جمہور کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اس امر پر فقہاء کا اجماع ہے کہ کوئی مالک اپنی ملکیت کے بارے میں مجبور نہیں کیا جاسکتا اور قرآن مجید کا اِرشاد اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا جملہ شرطیہ ہے جس میں مالک کو حق دیا گیا ہے کہ اگر وہ مکاتبت کا مطالبہ کرنے والے لونڈی یا غلام میں بھلائی دیکھے تو مکاتبت کی درخواست قبول کرے۔ لیکن خَيْرٌ کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ اگر غلام کمانے کے قابل ہو اور وہ مالک کو مطلوبہ رقم دے سکے تو مالک کو اس کی درخواست قبول کرلینی چاہیے۔ان معنوں کی رُو سے غلام اگر یقین دلاتا ہو کہ وہ مطلوبہ رقم اَدا کرسکتا ہے تو پھر مالک کو انکار کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔یہی صورت سیرینؒ کی مکاتبت کے بارے میں پیش آئی۔وہ حضرت انسؓ کے غلام تھے اور انہوں نے مکاتبت کا مطالبہ کیا۔حضرت انسؓ نے ان سے بیس ہزار دراہم طلب کئے اور ان کی اَدائیگی کا سیرینؒ نے یقین دلایا مگر وہ نہ مانے اور آخر خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ نے اُن کو مجبور کیا۔☆ یہ واقعہ بھی قائلین وجوب مکاتبت کی تائید کرتا ہے۔اسی طرح بریرہؓ کا مشہور واقعہ بھی ہے کہ اُن کے مالکوں کا عذر درخورِ اِعتنا نہیں سمجھا گیا۔امام شافعیؒ نے آیت اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا میں خَيْرٌ کے معنی مال کی قدرت اور دیانتداری کئے ہیں کیونکہ دونوں صفتیں غلام میں ہوں تو مالک کو رقم مقررہ کی اَدائیگی کا یقین ہوسکتا ہے۔جو کمانے کی قدرت نہیں رکھتا یا جو امین نہیں، وہ اَدا نہیں کرے گا بلکہ ایسے غلام اور لونڈی آزاد ہوکر

☆ (السنن الکبریٰ للبیھقی، کتاب المکاتب، باب تعجیل الکتابة، جزء۱۰ صفحہ۳۳۴)

معاشرہ کے لئے مضرّ ہوں گے۔ اوّل الذکر بیکار رہ کر بھیک مانگے گا اور غیر دیانت دار چوری وغیرہ ناجائز ذرائع سے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوگا۔ اسی لئے ایسے غلاموں کی آزادی مذکورہ بالا شرائط سے مقید کی گئی ہے۔ لیکن جو غلام مکاتبت کا طالب ہے اگر کسب حلال پر قدرت رکھنے والا اور امین ہو تو اس کے حق میں امام شافعیؒ کے نزدیک کَاتِبُوْا کی تعمیل واجب ہوگی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارہ میں فیصلہ فرمایا۔ آقا کے انکار پر حکومت وقت دخل دے گی اور ارشادِ باری تعالیٰ اٰتُوْهُمْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْ اٰتٰكُمْ بھی اسی وجوب کی مزید تاکید کرتا ہے۔ اس ارشاد کے مخاطب جیسا کہ دولت مند ہیں؛ ارباب حکومت زکوٰۃ بھی ہیں۔ اٰتُوْهُمْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْ اٰتٰكُمْ کے وجوب یا عدم وجوب کی نسبت بھی فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ حکم واجب العمل ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مندوب ومستحب۔ تفصیل کیلئے دیکھئے فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۲۹ تا ۲۳۱۔ عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸۔ بداية المجتهد، كتاب الكتابة، القول في مسائل العقد، القول في المكاتب، جزء ثانی صفحہ ۲۸۳، ۲۸۴۔

بَاب ۲: مَا يَجُوْزُ مِنْ شُرُوْطِ الْمُكَاتَبِ وَمَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ

مکاتب سے جو شرطیں جائز ہیں ان کا بیان اور جس نے کوئی ایسی شرط کی ہو جو کتاب اللہ میں نہیں

فِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

۲۵۶۱: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ بَرِيْرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِيْنُهَا فِي كِتَابَتِهَا، وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: ارْجِعِي إِلَى أَهْلِكِ فَإِنْ أَحَبُّوْا أَنْ أَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ. فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِيْرَةُ لِأَهْلِهَا فَأَبَوْا وَقَالُوْا: إِنْ

۲۵۶۱: قتیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے روایت کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُن کو بتایا کہ بریرہؓ آئیں اور ان سے اپنی مکاتبت کے لئے مدد مانگی اور انہوں نے ابھی تک اپنی مکاتبت سے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا کہ اپنے مالکوں کے پاس لوٹ جاؤ، اگر وہ پسند کریں تو مَیں تمہاری طرف سے مکاتبت ادا کر دوں اور تمہاری وراثت کا حق میرا ہوگا، تو میں ادا کئے دیتی ہوں۔ بریرہؓ

شَاءَتْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لَنَا. فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْتَاعِي فَأَعْتِقِي فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. قَالَ: ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا بَالُ أُنَاسٍ يَّشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ؟ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهُ وَإِنْ شَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ شَرْطُ اللّٰهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ.

نے اپنے مالکوں سے اس کا ذکر کیا تو وہ نہ مانے اور کہنے لگے کہ اگر حضرت عائشہؓ چاہیں کہ اللہ کی رضامندی کے لئے تم پر احسان کریں تو وہ کریں اور تمہارا حق وراثت ہمارا ہوگا۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم بریرہؓ کو خرید لو اور آزاد کردو، کیونکہ حق وراثت تو اس کا ہوتا ہے جس نے آزاد کیا ہو۔ انہوں نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ ﷺ (خطبہ کے لئے) کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا: لوگوں کی کیا حالت ہے کہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں۔ جس نے کوئی ایسی شرط کی جو کتاب اللہ میں نہیں تو وہ اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اگرچہ وہ سو بار بھی شرط کرے۔ اللہ کی شرط ہی زیادہ لائق ہے (کہ اس پر عمل کیا جائے) اور وہ زیادہ مضبوط ہے۔

اطرافہُ: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠۔

٢٥٦٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَرَادَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً لِتُعْتِقَهَا فَقَالَ أَهْلُهَا: عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكِ فَإِنَّمَا

۲۵۶۲: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارادہ کیا کہ ایک لونڈی کو (اس غرض سے) خریدیں کہ وہ اسے آزاد کریں؛ تو اس لونڈی کے مالکوں نے کہا: اس کا حق وراثت ہمارا ہی رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. نے (حضرت عائشہؓ سے) فرمایا: (ان کی) یہ بات تمہیں نہ روکے۔ کیونکہ حق وراثت تو اس کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔

اطرافہُ: ۲۱۵۶، ۲۱٦۹، ۲۷۵۲، ٦۷۵۷، ٦۷۵۹۔

تشریح: مَا يَجُوْزُ مِنْ شُرُوْطِ الْمُكَاتَبِ: فقہاء نے صحت عتق ومکاتبت کے بارے میں کچھ شرطیں عائد کی ہیں۔ ان میں سے بعض کا تعلق مکاتِب یعنی مالک سے ہے اور بعض کا تعلق مکاتَب یعنی اس غلام اور لونڈی سے جو آزادی کے خواہاں ہوں اور بعض کا عقد مکاتبت کی صحت یا عدم صحت سے۔ مثلاً صحت مکاتبت کے لئے ضروری ہے کہ ملکیت صحیح ہو یعنی مالک تصرفِ ملکیت کے بارے میں پابندی سے بالکل آزاد ہو۔ اگر قرضہ وغیرہ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے دارالقضاء نے اس پر پابندی عائد کی ہو کہ وہ مملوکہ اشیاء جن میں لونڈی غلام بھی شامل ہیں، بیع یا ہبہ نہیں کرسکتا تو اس کا ان سے مکاتبت کرنا بھی درست نہ ہوگا۔ یا وہ فاتر العقل یا نابالغ ہو تو اس کا عتق وہبہ درست نہ ہوگا۔ اسی طرح مکاتَب کے لئے بھی صحت مکاتبت سے متعلق بعض شرطیں ہیں جن میں سے ایک شرط اہلیت وقابلیت اور امانت ودیانت ہے، جس کا ذکر سابقہ باب کی تشریح میں گزر چکا ہے۔ نفس عقد مکاتبت کی صحت کے لئے بھی شرط ہے کہ اس میں رقم قابل ادا اور میعادِ ادائیگی معین ہو، ورنہ مکاتبت بلاتعیین صحیح قرار نہیں پائے گی بلکہ بیع مجہول کی ایک قسم ہوگی۔ اس تعلق میں دیکھئے بداية المجتهد، كتاب الكتابة، القول فى مسائل العقد، وشروط الكتابة۔

مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ: باب کے عنوان میں جائز وناجائز شرائط کا مجمل ذکر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا حوالہ دیا گیا ہے کہ ہر ایسی شرط جو کتاب اللہ میں ہو وہ قبول اور جو اس میں نہ ہو وہ ردّ ہوگی۔ منشاءالٰہی کے مطابق ہی عقد مکاتبت صحیح ہوگا اور اس تعلق میں حضرت بریرہؓ کا واقعۂ عتق زیر باب دہرایا گیا ہے۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فقرہ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ سے ایسی شرط مراد لی ہے جو مقتضائے کتاب اللہ کے مطابق ہو۔ کتاب اللہ کے احکام سے ظاہر ہے کہ الٰہی منشاء غلاموں کی آزادی ہے نہ قیام غلامی۔ اس لئے اگر کوئی شرط اس میں روک یا مشکل پیدا کرتی ہو وہ ردّ کر دی جائے گی۔ اس باب میں بھی سابقہ باب کے مضمون کی تائید ہے کہ فَكَاتِبُوْهُمْ کا حکم واجب العمل ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی طرف ہے۔

لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكِ: عنوانِ باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ ان کی روایت کے ان الفاظ کی وجہ سے ہے: لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكِ (روایت نمبر۲۵٦۲) یعنی مالکوں کی طرف سے پیدا کردہ روک باطل ہے اور حق ملکیت کا سوءِ استعمال۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی محولہ بالا روایت کے لئے كتاب البيوع باب ٦۷ روایت نمبر ۲۱۵٦ بھی دیکھئے؛ جہاں لفظ اشتراط مروی ہے۔

عنوان باب میں مسئلہ مکاتبت کا ذکر مثبت ومنفی دونوں پہلوؤں سے کیا گیا ہے۔ باب کی پہلی روایت کے الفاظ فَاِنَّمَا الْوَلَآءُ لِمَنْ اَعْتَقَ کا تعلق مثبت پہلو سے ہے اور دوسری روایت کے الفاظ کا تعلق منفی پہلو سے ہے۔ عقد مکاتبت کے دونوں پہلو مندرجہ روایتوں سے واضح ہیں۔

بَاب۳: اِسْتِعَانَةُ الْمُكَاتَبِ وَسُؤَالُهُ النَّاسَ

مکاتَب کا لوگوں سے مدد طلب کرنا اور سوال کرنا

۲۵۶۳: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَتْ بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ: إِنِّي كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ اَوْقِيَةٌ فَأَعِيْنِيْنِي. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ عَدَّةً وَّاحِدَةً وَأُعْتِقَكِ فَعَلْتُ فَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِيْ. فَذَهَبَتْ إِلَى أَهْلِهَا فَأَبَوْا ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْوَلَاءُ لَهُمْ. فَسَمِعَ بِذٰلِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَنِيْ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: خُذِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا وَاشْتَرِطِيْ لَهُمُ الْوَلَاءَ فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

۲۵۶۳: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام (بن عروہ) سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں کہ بریرہؓ آئی اور اس نے کہا: میں نے اپنے مالکوں سے نو (۹) اَوقیے چاندی پر مکاتبت کی ہے۔ ہر سال ایک اوقیہ مجھے ادا کرنا ہے۔ اس لئے آپؓ میری مدد کریں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: اگر تمہارے مالک چاہیں کہ میں ان کو ایک ہی دفعہ گن کر دے دوں اور تمہیں آزاد کردوں تو میں ادا کئے دیتی ہوں اور تمہارا حق وراثت میرا ہوگا۔ وہ اپنے مالکوں کے پاس گئی تو انہوں نے اس کی یہ بات نہ مانی۔ اس نے (حضرت عائشہؓ سے) کہا کہ میں نے تو یہ بات ان کے سامنے پیش کی تھی مگر انہوں نے انکار کردیا ہے، سوائے اس کے کہ حق وراثت انہی کا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا اور مجھ سے دریافت فرمایا، تو میں نے آپؐ سے (سارا واقعہ) بیان کردیا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے خریدلو اور آزاد کردو اور حق وراثت کی شرط ان سے ٹھہرا لو۔ حق وراثت تو اسی کا ہوگا جس

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَمَا بَالُ رِجَالٍ مِّنْكُمْ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ؟ فَأَيُّمَا شَرْطٍ كَانَ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ فَقَضَاءُ اللهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللهِ أَوْثَقُ. مَا بَالُ رِجَالٍ مِّنْكُمْ يَقُوْلُ أَحَدُهُمْ: أَعْتِقْ يَا فُلَانُ وَلِيَ الْوَلَاءُ. إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

نے آزاد کیا ہو حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں میں (خطبہ کے لئے) کھڑے ہوئے اور آپؐ نے اللہ کی حمد بیان کی اور اس کی تعریف کی۔ پھر فرمایا: امابعد، تم میں سے بعض مردوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ جو شرط بھی کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے، اگرچہ سو شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ کا حکم ہی زیادہ لائق ہے (کہ اس پر عمل کیا جائے) اور اللہ کی شرط ہی زیادہ مضبوط ہے۔ تم میں سے بعض لوگوں کی کیسی حالت ہے کہ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ فلاں کو آزاد کر دو اور حق وراثت میرا ہو گا۔ حق وراثت تو اس کا ہو گا جو آزاد کرے۔

اطرافہ: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٤، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠۔

تشریح: **اِسْتِعَانَةُ الْمُكَاتَبِ وَسُؤَالُهُ النَّاسَ:** ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی مرسل روایات میں ایک روایت یحییٰ بن ابی کثیر کی ہے کہ آیت اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا میں خَيْر سے صنعت و حرفت کا علم مراد ہے۔ یعنی غلاموں کو ایسی حالت میں آزاد نہ کرو کہ وہ لوگوں پر بار رہوں۔ یہ روایت مرسل ہے۔ (المراسیل لأبی داؤد، باب فی المفلس، جزء اوّل صفحہ ١٧٠) آیت مذکورہ بالا سے بعض فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ ایسے غلام جو اپنی صورتِ معاش پیدا نہیں کر سکتے ان کا آزاد کرنا مناسب نہیں کہ لوگوں سے مانگنے لگیں یا اور ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہوں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۲۱) (بدایة المجتهد، کتاب الکتابة، القول فی مسائل العقد، جزء۲ صفحہ۲۸۳) اس رائے کے پیش نظر مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے استعانت اور سوال کی دو صورتیں نمایاں کی گئی ہیں اور ان دونوں میں کہا گیا ہے: بھیک مانگنا بے شک منع ہے مگر استعانت ممنوع نہیں، جیسا کہ بریرہؓ نے اپنی آزادی کے لئے حضرت عائشہؓ سے مالی مدد طلب کی اور وہ کی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا بلکہ آپؐ نے اجازت دی اور بریرہؓ کی آزادی میں مالکوں نے جو روک پیدا کرنی چاہی آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا۔ اس لئے نہ مشار الیہ روایت صحیح ہے اور نہ فقہاء کا مذکورہ بالا استنباط۔

بَاب ٤ : بَيْعُ الْمُكَاتَبِ إِذَا رَضِيَ

مکاتَب کو فروخت کرنے کا بیان، اگر وہ راضی ہو

وَقَالَتْ عَائِشَةُ: هُوَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: مَا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: هُوَ عَبْدٌ إِنْ عَاشَ وَإِنْ مَّاتَ وَإِنْ جَنَى مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

اور حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: غلام غلام ہی ہے جب تک اس کے ذمّے کچھ باقی ہو اور حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا: جب تک ایک درہم بھی اُس کے ذمہ باقی ہو (وہ غلام ہی ہے۔) اور حضرت (عبداللہ) بن عمرؓ نے کہا: وہ غلام ہی ہے جب تک کہ اس کے ذمّہ کچھ باقی ہو، خواہ زندہ رہے، خواہ مرے، خواہ جرم کرے۔

٢٥٦٤ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ بَرِيْرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِيْنُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَتْ لَهَا: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَصُبَّ لَهُمْ ثَمَنَكِ صَبَّةً وَّاحِدَةً وَأُعْتِقَكِ فَعَلْتُ فَذَكَرَتْ بَرِيْرَةُ ذَلِكَ لِأَهْلِهَا فَقَالُوْا: لَا إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ الْوَلَاءُ لَنَا. قَالَ مَالِكٌ: قَالَ يَحْيَى: فَزَعَمَتْ عَمْرَةُ أَنَّ عَائِشَةَ ذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اشْتَرِيْهَا وَأَعْتِقِيْهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

۲۵۶۴: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ بن سعید (انصاری) سے، یحییٰ نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ بریرہؓ آئی۔ حضرت عائشہ امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا سے مدد طلب کرنے لگی تو حضرت عائشہؓ نے اس سے کہا: اگر تمہارے مالک چاہیں کہ میں ان کے سامنے تمہاری قیمت ایک ہی دفعہ ڈال دوں اور تمہیں آزاد کر دوں تو یہ کئے دیتی ہوں۔ بریرہؓ نے اپنے مالکوں سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: نہیں، مگر اس شرط پر کہ (تمہارا) حق وراثت ہمارا ہوگا۔ مالک کہتے تھے کہ یحییٰ نے کہا: عمرہ کہتی تھیں کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: تم اسے خرید لو اور اس کو آزاد کر دو۔ حق وراثت تو اسی کا ہے جس نے آزاد کیا۔

اطرافہ: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٥، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠.

تشریح: **بَيْعُ الْمُكَاتَبِ اِذَا رَضِيَ:** بَيْعُ الْمُكَاتَبِ کے معنی ہیں مکاتبت کا معاہدہ کرنے والا؛ غلام اور لونڈی کی بیع یا ان دونوں کی طرف سے بیع کا صادر ہونا۔ سابقہ باب میں بتایا جاچکا ہے کہ اگر غلام یا لونڈی کے پاس مال نہ ہو یا وہ کوئی ہنر نہ جانتے ہوں تو ان کی آزادی کے لئے بھی مکاتبت کا راستہ کھلا ہے۔ بعض فقہاء کا استدلال کہ غلام چونکہ اپنے مالک کا مملوکہ مال ہے وہ اپنے آپ کو بیع نہیں کرسکتا، یہ استدلال درست نہیں۔

فقہاء نے یہ سوال بھی اُٹھایا ہے کہ مقرر کردہ رقم کی اَدائیگی تک کیا لونڈی غلام آزاد ہوں گے یا اس وقت تک غلام ہی رہیں گے جب تک کہ ساری رقم ادا نہ ہوجائے۔ معنونہ مسئلہ کے ساتھ بعض حوالے دیئے گئے ہیں۔ پہلا حوالہ حضرت عائشہؓ کا ہے جس سے ثابت کیا گیا ہے کہ غلام غلامی کی حالت ہی میں رہتا ہے جب تک کہ اس کے ذمے کچھ رقم باقی ہے۔ یہ حوالہ ابن ابی شیبہ اور ابن سعدؒ نے موصولاً نقل کیا ہے کہ سلیمان بن یسار سے مروی ہے: قَالَ اسْتَأْذَنْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ سُلَيْمَانُ فَقُلْتُ سُلَيْمَانُ فَقَالَتْ اَدَّيْتَ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ مِنْ كِتَابَتِكَ وَقَاطَعْتَ عَلَيْهَا قَالَ قُلْتُ نَعَمْ اِلَّا شَيْئًا يَسِيْرًا قَالَتِ ادْخُلْ فَاِنَّكَ عَبْدٌ مَّا بَقِيَ عَلَيْكَ شَيْءٌ.[۱] یعنی سلیمان بن یسار نے کہا: میں نے حضرت عائشہؓ سے (اندر آنے کی) اجازت مانگی تو انہوں نے پوچھا: سلیمان؟ میں نے کہا: سلیمان۔ فرمایا: تمہارا مکاتبت کا جو حصہ باقی تھا وہ ادا کردیا ہے؟ اور اس کی قسطیں ادا کردی ہیں؟ کہتے تھے: میں نے کہا: ہاں؛ سوائے تھوڑے سے حصہ کے۔ انہوں نے فرمایا: اندر آجاؤ جب تک تمہارے ذمہ کچھ باقی ہے تم غلام ہو۔ امام طحاویؒ نے بھی اسی مفہوم کی ایک روایت نقل کی ہے کہ سالم نے جو بنونضر کے آزاد کردہ غلام تھے، حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اب تو آپؓ مجھ سے پردہ کریں گی۔ آپؓ نے پوچھا: کیوں؟ سالم نے کہا: میں نے مکاتبت کی ہے۔ تو آپؓ نے فرمایا: اِنَّكَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ شَيْءٌ.[۲] جب تک تمہارے ذمہ کچھ باقی ہے تم غلام ہو۔ (غلاموں سے پردہ نہ تھا۔) دوسرا حوالہ حضرت زیدؓ بن ثابت کے فتویٰ کا ہے جو انہی معنوں میں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور سعید بن منصور نے موصولاً نقل کیا ہے۔[۳] تیسرا حوالہ حضرت ابن عمرؓ کے فتویٰ کا ہے جو امام مالکؒ نے بسند نافع مولیٰ عبداللہ بن عمرؓ نقل کیا ہے۔[۴] ان کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ اَلْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَّا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ.[۵] یعنی وہ غلام ہی ہے جب تک کہ اس پر ایک درہم بھی باقی ہو جیسے رہن کی صورت ہے۔ جب تک کہ رقم پوری ادا نہ ہو، فک رہن نہیں ہوسکتا۔ ابوداؤد،[۶] نسائی نے بھی حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے ایسا ہی نقل کیا ہے۔ حاکمؒ سے بھی ان کا یہی فتویٰ منقول ہے۔[۷] جمہور کا مذہب بھی یہی ہے۔ انہوں نے اس بارہ میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔ اس خاتون نے اپنی مکاتبت کی رقم سے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

[۱] (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب البیوع والاقضیة، باب فی المکاتب عبد ما بقی علیه شیء جزء۴ صفحہ۳۱۷)
[۲] (معانی الآثار للطحاوی، کتاب العتاق، باب المکاتب متی یعتق، جزء۳ صفحہ۱۱۲)
[۳] (مسند الشافعی، کتاب العتق، الباب الثالث فی المکاتب)
[۴] (مؤطا امام مالک، کتاب المکاتب، باب القضاء فی المکاتب)
[۵] (مصنف ابن ابی شیبه، کتاب البیوع، باب فی المکاتب عبد ما بقی علیه شیء، جزء۴ صفحہ۳۱۶)
[۶] (ابوداؤد، کتاب العتق، باب فی المکاتب یؤدی بعض کتابته فیعجز او یموت)
[۷] (المستدرک حاکم، کتاب المکاتب، جزء۲ صفحہ۲۳۷)

اس کی مکاتبت اور حق وراثت کے بارے میں اعلان فرمادیا تھا۔ قیمت کی ادائیگی بعد میں ہوئی۔ پرانے بزرگوں نے بھی مسئلہ معنونہ کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر مکاتَب آدھی قیمت ادا کردے پھر بھی وہ ابھی قرضدار ہے۔ انہی سے ایک روایت یہ بھی آتی ہے کہ وہ جس قدر رقم ادا کر چکا، اتنا آزاد ہوگا۔ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ اگر معاوضہ دوصد درہم ٹھہرایا گیا ہو اور غلام کا اصل معاوضہ دراصل ایک صد درہم ہو اور یہ ادا ہو جائے تو وہ آزاد ہوگا۔ عطاء بن ابی رباح کے نزدیک تین چوتھائی ادا ہونے پر وہ آزاد ہوگا۔ امام نسائی نے حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث نقل ہے کے مکاتَب غلام بقدرِ ادائیگی آزاد ہوگا۔ جمہور کا استدلال حضرت عائشہؓ کی روایت زیر باب سے ہے جو مستند و متفق علیہ حدیث ہے کہ بریرہؓ مکاتبت کے بعد فروخت ہوئیں اور اگر وہ بغیر ادائیگی حقیقتاً آزاد ہوتیں تو ان کی بیع درست نہ ہوتی کیونکہ آزاد نہیں بیچا جاسکتا، مملوک بیچا جاتا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱)

اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: اِشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا. اسے مالکوں سے خرید لو اور آزاد کردو۔ اس سے جہاں تک مکاتَب غلام کی بیع کا جواز ثابت ہوتا ہے وہاں یہ امر بھی ظاہر ہے کہ از رُوئے معاہدہ مکاتبت کی حیثیت بین بین ہے۔ وہ ایک آزاد انسان کی طرح اپنی مرضی کا مالک ہے۔ عنوان باب میں الفاظ اِذَا رَضِيَ سے اس حیثیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کیونکہ اگر بریرہؓ مکاتبت کے بعد لونڈی کی حیثیت میں ہی ہوتیں تو وہ اپنے ارادے سے اپنے متعلق فیصلہ کرنے کا حق نہیں رکھتی تھیں۔ انہوں نے اپنی رضامندی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز پر عمل کیا۔ یہ ایک تدبیر تھی کہ ورثہ کا جھگڑا جو مالکوں نے اٹھایا ہے وہ ختم ہو جائے۔ بریرہؓ کی بیع کے بعد مالک حضرت عائشہؓ تھیں اور اسے آزاد کئے جانے کے بعد اس کے ورثے کا حق بھی حضرت عائشہؓ کا تھا، نہ ان کا جو اس کی مکاتبت کے بارے میں مُصِرّ تھے کہ اس کے ورثہ کا حق انہیں حاصل ہوگا، جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے باطل قرار دیا کہ یہ شرط کتاب اللہ میں نہیں، نہ اس آیت میں جہاں مکاتبت کا ارشاد ہے، نہ اس آیت میں جہاں ورثہ کی تقسیم کے بارے میں احکام ہیں۔

بَاب ٥: إِذَا قَالَ الْمُكَاتَبُ اشْتَرِنِي وَأَعْتِقْنِي فَاشْتَرَاهُ لِذَلِكَ

اگر مکاتَب (کسی سے) کہے: مجھے خرید لو اور آزاد کردو، پھر وہ اس غرض کے لئے اسے خرید لے تو یہ جائز ہوگا

٢٥٦٥: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي أَيْمَنُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقُلْتُ: كُنْتُ غُلَامًا

۲۵۶۵: ابونعیم نے ہمیں بتایا کہ عبدالواحد بن ایمن نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ ایمن نے مجھ سے بیان کیا، کہتے تھے: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے کہا: میں ابولہب

لِعُتْبَةَ بْنِ أَبِي لَهَبٍ وَمَاتَ وَوَرِثَنِي بَنُوْهُ وَإِنَّهُمْ بَاعُوْنِي مِنِ ابْنِ أَبِي عَمْرٍو {☆فَأَعْتَقَنِي ابْنُ أَبِي عَمْرٍو} وَاشْتَرَطَ بَنُو عُتْبَةَ الْوَلَاءَ فَقَالَتْ دَخَلَتْ بَرِيْرَةُ وَهِيَ مُكَاتَبَةٌ فَقَالَتِ اشْتَرِيْنِي وَأَعْتِقِيْنِي قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَتْ: لَا يَبِيْعُوْنِي حَتَّى يَشْتَرِطُوْا وَلَائِي. فَقَالَتْ: لَا حَاجَةَ لِي بِذَلِكَ. فَسَمِعَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ أَوْ بَلَغَهُ فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ مَا قَالَتْ لَهَا. فَقَالَ: اشْتَرِيْهَا وَأَعْتِقِيْهَا وَدَعِيْهِمْ يَشْتَرِطُوْا مَا شَاءُوْا فَاشْتَرَتْهَا عَائِشَةُ فَأَعْتَقَتْهَا وَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا الْوَلَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ وَإِنِ اشْتَرَطُوْا مِائَةَ شَرْطٍ.

کے بیٹے عتبہ کا غلام تھا اور وہ مرگیا۔ اس کے بیٹے میرے وارث ہوئے اور انہوں نے مجھے (عبداللہ) بن ابی عمرو کے پاس فروخت کر دیا۔ {پھر ابن ابی عمرو نے مجھے آزاد کر دیا☆} اور عتبہ کے بیٹوں نے حق وراثت کی شرط کر لی تھی۔ (حضرت عائشہؓ نے) کہا: بریرہؓ میرے پاس آئی اور وہ مکاتب تھی اور اس نے کہا: آپؐ مجھے خرید لیں اور مجھ کو آزاد کر دیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: اچھا۔ بریرہؓ بولی: وہ مجھے نہیں بیچتے جب تک میرے حق وراثت کی شرط (اپنے لئے) منظور نہ کروالیں۔ (حضرت عائشہؓ نے) کہا: مجھے اس شرط پر خریدنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بات نبی ﷺ نے سنی یا آپؐ کو پہنچی۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے ذکر کیا، تو حضرت عائشہؓ نے جو کچھ بریرہؓ نے کہا تھا، بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے خریدلو اور اسے آزاد کر دو اور جو وہ شرطیں چاہیں لگائیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے اسے خرید لیا اور آزاد کر دیا اور اس کے مالکوں نے حق وراثت کی شرط کی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق وراثت اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے، اگرچہ مالک سو شرطیں ہی کیوں نہ کریں۔

اطرافہ: ٤٥٦، ١٤٩٣، ٢١٥٥، ٢١٦٨، ٢٥٣٦، ٢٥٦٠، ٢٥٦١، ٢٥٦٣، ٢٥٦٤، ٢٥٧٨، ٢٧١٧، ٢٧٢٦، ٢٧٢٩، ٢٧٣٥، ٥٠٩٧، ٥٢٧٩، ٥٢٨٤، ٥٤٣٠، ٦٧١٧، ٦٧٥١، ٦٧٥٤، ٦٧٥٨، ٦٧٦٠۔

تشریح: **اِذَا قَالَ الْمُكَاتَبُ اشْتَرِنِيْ وَاَعْتِقْنِيْ فَاشْتَرَاهُ لِذٰلِكَ:** پانچواں باب مسئلہ عتق ومکاتبت کے جواز یا عدم جواز کے لئے قائم نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ بعض شارحین کا خیال ہے اور جملہ شرطیہ کا جواب لفظ جَازَ مقدر سمجھتے ہیں بلکہ مکاتَب کی خرید میں اصل غرض وغایت کی طرف توجہ مبذول کرانا مقصود ہے اور اسی لئے

☆ الفاظ ''فَاَعْتَقَنِيْ ابْنُ اَبِيْ عَمْرٍو'' فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ حاشیہ صفحہ ۲۴۱) ترجمہ اسی کے مطابق ہے۔

الفاظ فَاشْتَرَاهُ لِذَلِکَ بجائے جَازَ اِختیار کئے گئے ہیں ورنہ مشروعیت مکاتبت بے فائدہ ہے کیونکہ مشروعیت کا مقصد ہی یہ ہے کہ غلام ولونڈی قید و بند سے آزاد ہو، نہ یہ کہ وہ ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف منتقل ہو جائے جو مطلق بیع سے بھی ہوسکتا ہے۔ مکاتبت بیع کی طرح عقد لازم ہے اور اس میں معین رقم کے عوض مالکانہ حقوق سے سبکدوشی بطور شرط مُضمر ہوتی ہے جس کے بعد مکاتَب آزاد ہوگا اور یہی سمجھوتہ اُس بیع وشراء میں بھی قائم رہتا ہے جو مکاتَب اپنے متعلق اپنی آزادی کے بارے میں دوسرے سے کرتا ہے۔ فقہاء نے مکاتَبت کو بیع کی طرح عقد قرار دیتے ہوئے یہ سوال اُٹھایا ہے کہ آیا یہ عقد مالک وغلام دونوں کے لئے لازم اور واجب العمل ہے یا اختیاری یا لزوم وخیار مکاتِب اور مکاتَب کے حق میں برابر ہیں یا ایک کے حق میں لازم ہے اور دوسرے کے حق میں غیر لازم۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مکاتبت طرفین کے لئے ہی بطور عقد لازم ہے۔ یعنی جب غلام آقا سے اپنی آزادی کے لئے مکاتبت کا مطالبہ کرے تو لازماً اُس کا مطالبہ پورا کیا جائے گا۔ تحریر ہونے کے بعد دونوں میں سے کسی کو اُسے فسخ کرنے کا حق نہیں۔ مثلاً غلام معذرت کرتا ہے کہ وہ رقم اَدا نہیں کرسکتا اور عقد مکاتبت فسخ کرنا چاہتا ہے مگر آقا مکاتبت کے قائم رکھنے پر مُصرّ ہو تو غلام پر مکاتبت لازم ہے۔ وعلیٰ ھذا القیاس آقا بھی فسخ نہیں کرسکتا۔ ہاں قاضی کی طرف رجوع کرسکتا ہے اور مالک اُس کے فیصلے کا پابند ہوگا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک لونڈی اور غلام پر عقد مکاتبت لازم نہیں۔ اُن کے لئے جائز ہے کہ جب چاہیں فسخ کردیں۔ کیونکہ مکاتبت کا حکم اُن کی اصلاح و بہبود کے لئے جاری ہوا ہے اور یہ عقد رہن کی طرح ہے۔ راہن جب چاہے اپنا رہن فک کراسکتا ہے جبکہ مرتہن میعاد رہن کا پابند ہے اور رہن فسخ کرنے کا مجاز نہیں۔ اسی طرح آقا پر عقد مکاتبت لازم ہے کیونکہ اِسلام نے مکاتبت کا حکم آقا کی مصلحت کے لئے نہیں بلکہ غلاموں کی آزادی ہی کی غرض سے جاری کیا ہے۔ آقا کی حیثیت راہن کی سی ہے۔ (بدایۃ المجتھد، کتاب الکتابۃ، الجنس الثانی، جزء ثانی صفحہ ۲۸۵)

كُنْتُ غُلَامًا لِعُتْبَةَ بْنِ أَبِي لَهَبٍ: روایت میں اَیمن کا نام آتا ہے۔ اُس کے متعلق جاننا چاہیے کہ اَیمن حبشی مکی نام کے دو شخص ہیں۔ ایک عبدالواحد کے باپ جو مدینہ منورہ میں فروکش تھے اور دوسرے ایمن بن نایل جو عسقلان میں مقیم تھے۔ دونوں تابعی ہیں۔ عتبہ بن ابی لہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب فتح مکہ میں مسلمان ہوگئے تھے۔ عبداللہ بن ابی عمرو نے عتبہ کے بیٹوں سے عبدالواحد کو خرید کر آزاد کردیا تھا۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۴۱) (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۲۴)

خلاصہ ابواب مکاتبت یہ ہے کہ از رُوئے شریعت اسلامیہ لونڈی اور غلام کی آزادی بذریعہ مکاتبت جاری کرنے میں ان کی بہتری مدنظر ہے اور اس میں ان کے لئے ہر قسم کی سہولت پیدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس بارہ میں جو احکام جاری ہوئے ہیں وہ اسلامی دستور کے لئے بطور اصولِ اساسی کارفرما رہے ہیں۔ یہ کہنا کہ اسلامی دستور کا کوئی وجود ہی نہیں، حقائق سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ قرآن مجید تعلقاتِ معاشرہ اسلامیہ کی صحت واستواری کے لئے ایک ضابطۂ قوانین ہے جو

تحریر میں محفوظ ہے اور ائمہ وفقہاء نے استدلال واستنباط کی بنیاد اوّل قرآن مجید پر رکھی ہے۔ پھران عملی اور قولی تشریحات پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ثابت ہیں۔ دارالافتاء اور دارالقضاء نے ان کے بموجب فتوے اور فیصلے صادر کئے ہیں۔ ذہنی شکست خوردگی کی وجہ سے مسلمان نئی سے نئی اصطلاحوں سے مرعوب ہو کر سمجھنے لگا ہے کہ اس کے ہاں تو ویسا آئین نہیں جو ممالک غربیہ کے پاس ہے حالانکہ دنیا کے لئے شریعت اسلامیہ ایک آئین معروف اور ضابطۂ قواعد دیا گیا ہے۔ جس میں قیاسات کے لئے بھی اصول موجود ہیں اور ان کے لئے جیسا کہ اجتہاد کا دروازہ پہلے کھلا تھا، اب بھی کھلا ہے۔ اسی اجتہاد کی برکت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نتائج حاصل کئے۔

ذیل میں غلاموں کی آزادی سے متعلق بطور نمونہ اعداد و شمار سیرت خاتم النبیین مصفنہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے سے نقل کئے جاتے ہیں، جن سے دیگر صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد کا بآسانی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ یہ سیرت بلحاظ تحقیق اور ضبط وصحت ایک ثقہ تاریخ ہے۔ جسے ہم عصر سیرت نگاروں نے بہت سراہا ہے اور یہ اعداد وشمار صرف آٹھ نفوس مطہرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

نام	تعداد آزاد شدگان
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم..	۶۳
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا..	۶۷
حضرت عباس رضی اللہ عنہ..	۷۰
حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ (حضرت خدیجہؓ کے عم زاد بھائی)..	۱۰۰
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ....................................	۱۰۰۰
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ............................	۳۰۰۰
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ................................	۲۰۰۰۰
حضرت ذوالکلاع الحمیریؓ..	۸۰۰۰
میزان	۳۲۲۳۰۰

(سیرت خاتم النبیین جلد دوم صفحہ ۳۹۷)

غلاموں کی آزادی سے متعلق مذکورہ بالا اعداد و شمار بطور نمونہ از خروارے ہیں۔ اس سے اس روح کا پتہ چلتا ہے جو اسلامی تعلیم کے نتیجہ میں مالکوں کے نفوس میں پیدا ہو چکی تھی۔ یہ نتیجہ اس طوعی شفقت کا ہے جو معاشرہ کے درماندہ و پست طبقہ کے ساتھ پیدا ہوئی اور یہ شفقت چند افراد کے ساتھ اور کسی مکان وزمان سے مخصوص نہ تھی بلکہ اس کا دامن وسیع تھا۔ اس طوعی شفقت کے علاوہ اسلامی قانون میں غلاموں کی آزادی کے لئے بہت بڑی گنجائش رکھی گئی ہے جیسا کہ

کتاب العتق کے ابواب سے ظاہر ہے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ طائف میں اعلان فرمایا کہ جو غلام اسلام میں داخل ہوگا وہ آزاد ہوگا☆ اس اعلان سے پایا جاتا ہے کہ اسلام اور غلامی جمع نہیں ہوسکتے اور کتاب العتق کی تمہید میں بتایا جاچکا ہے کہ بنی نوع انسان کی خدمت سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کارہائے نمایاں میں سے ایک عظیم الشان کام غلامی کی لعنت کا قلع قمع کرنا ہے جس کے لئے علاوہ صحف قدیمہ کی پیشگوئیوں کے سورۃ البلد کی مہتم بالشان پیشگوئی ہے۔

یہ خدمت جلیلہ اپنی نوعیت میں ایسی نہ تھی جو کسی فوری حکم سے انجام پاتی کیونکہ ازمنہ قدیمہ میں معاشرہ بشریہ کا معتد بہ حصہ غلاموں کا طبقہ تھا جس کے ذریعہ سے اقتصادی نظام قائم تھا؛ وہ یکسر ختم نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ فوری انقلاب سے توازن بگڑ جاتا ہے اور معاشرۂ انسان کی زیست خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ اسے سمجھنے کے لئے معاشرہ کی موجودہ حالت کا قیاس کریں جس کا اقتصادی نظام سرمایہ داری پر ہے۔ ابھی تک سرمایہ داری کا اندازہ سیم وزر کی صورت میں کیا جاتا ہے جو ذریعہ ہے مبادلہ اشیاء کا۔ اگر کوئی مصلح چاہے کہ زرِ مبادلہ کا طریق منسوخ ہونا چاہیے اور اس کی جگہ مبادلہ بالاشیاء کا پرانا طریق رائج کرنا بہتر ہے تو یہ منسوخی یکسر عمل میں لانے سے جو دقتیں سدراہ اور نتائج ناگوار ہوسکتے ہیں وہ تصور کئے جاسکتے ہیں۔ اِسی طرح غلام صرف مالکوں کے لئے سرمایہ دولت تھے جس سے پیداوار اور مبادلہ اشیاء میں کام لیا جاتا تھا۔ اس لئے شریعت اسلامیہ نے کسی فوری انقلاب کی جگہ تدریجی تبدیلی کے لئے حکمت و تدبیر سے کام لیا۔ مالکوں کے حقوقِ ملکیت فوراً کالعدم نہیں کئے بلکہ ذہنی تبدیلی کی راہ اختیار کی اور اس تبدیلی کے ساتھ قانون سازی سے بھی مدد لی جو اسلامی جمہوریت کی روح کے ساتھ موافقت رکھتی تھی۔ صرف ایک مسئلہ مکاتبت کے بارے میں ایک ہی واقعۂ مکاتبت سے کئی مسائل کا شرعی استنباط کیا گیا ہے اور ان کے لئے مختلف عنوان قائم کئے ہیں۔ مزید برآں ائمہ وفقہاء نے بھی اس مسئلہ مکاتبت کے تعلق میں بہت سی شقیں در شقیں مستنبط کرکے اپنے اپنے زمانے کی ضرورتیں پوری کی ہیں۔ نوع انسان آج کل بدترین قسم کی ذہنی اور اقتصادی غلامی میں جکڑی ہوئی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اسلامی شریعت کی مدد سے اپنے زمانہ میں بہت بڑا اجہاد کرکے خاک اُفتادہ غلاموں کو آزاد اور خوشحال بنادیا اور آج بھی جس امر کی ضرورت ہے وہ اسی قسم کے اجتہاد اور جہاد کی ہے۔ جس میں ذہنی پستی، اخلاقی فرومائگی اور اقتصادی زبوں حالی کا حقیقی علاج ہو۔ دقیق تشریحات کی اتنی ضرورت نہیں جتنا کہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ دقیق تشریحات کسی اچھی حالت کی آئینہ دار نہیں بلکہ اصل ضرورت ذہنی تربیت کی ہے جس کے ساتھ انسان کا قدم جادۂ استقامت پر قائم ہو اور معاشرۂ بشریہ میں ہر فرد اپنا مقام شناخت کرے اور بطیب خاطر حقوق کا ادا کرنے والا ہو۔ ایسا تربیت یافتہ ہر نوع کی غلامی سے آزاد ہوجاتا ہے۔ وہ قوانین اور ارباب قوانین کی گرفت سے بے خوف وخطر ہوکر اپنے کردار کا آپ حاکم و مدبر ہوتا ہے۔ وسعت آئین سازی کوئی فخر کی بات نہیں بلکہ اس امر کی غمازی ہے کہ قوم ذہنی غلامی کی وجہ سے درماندہ اور پابہ زنجیر ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العتق کی جو تمہید اٹھائی ہے، اس کا تعلق بعثت نبویہ کے ان اہم اغراض سے ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں بالتکرار جا بجا ہے۔ ان میں سے سورۂ اعراف کی یہ آیت بھی

☆ سنن الكبرى للبيهقي، كتاب الجزية، باب ما جاء من عبيد أهل الحرب مسلما، جزء ۹ صفحه ۲۲۹

ہے: اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ ز یَأْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ. (الاعراف:۱۵۸) یعنی وہ لوگ جو ہمارے اس رسول کی اتباع کرتے ہیں جو نبی ہے اور اُمی ہے جس کا ذکر توریت اور انجیل میں ان کے پاس لکھا ہوا موجود ہے۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے اور سب پاک چیزیں ان پر حلال کرتا ہے اور سب بری چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور ان کے بوجھ جو اُن پر لادے ہوئے تھے اور طوق جو اُن کے گلوں میں ڈالے ہوئے تھے وہ ان سے دُور کرتا ہے۔

مسلمانوں کے مدنظر ہر وقت وہ اغراض رہنی چاہییں جن کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے۔ مغربی دنیا کے قانونچوں کی نقالی کا شوق انہیں اس مقدس غرض سے بے راہ نہ ہونے دے بلکہ اس ذہنی تربیت اور تزکیۂ نفس کی ضرورت ہے جس کے طفیل عہد نبوت میں صحابہ کرامؓ نے سیدھا سادہ آئین رکھتے ہوئے حیرت انگیز ذہنی تبدیلی کا نمونہ دکھایا اور دنیا میں یہ پہلی صحیح معنوں میں جمہوریت تھی جس کی بنیاد حریت ومساوات واخوت پر رکھی گئی ہے۔

اسلام سے قبل دنیا میں دو مملکتیں تھیں جو جمہوریت کے تصور سے ہم آہنگ ہوئیں۔ ایک مملکت یونان اور دوسری مملکت روما۔ یونان میں پرکلیز کا عہد دورِ زرّیں سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ جمہوریت کا علمبردار تھا اور اس کے نظام حکومت میں تمام شہری برابر کے شریک تھے اور اس میں قانون کی برتری مسلّم تھی۔ نظم ونسق اور عدلیہ کا احترام تھا۔ ان خوبیوں کے باوجود طبقہ غلام شہری حقوق سے محروم تھا اور اسی طبقہ کی ریاست ہائے یونان میں اکثریت تھی۔ افلاطون، ارسطو اور زینوفون جیسے فلاسفروں نے ان کی حالت زار پر ترس کھایا اور اس کے بارے میں ہمدردی سے معمور اظہارِ خیال کیا اور غلامی ختم کرنے کی تحریک کی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ ایک بڑے طبقہ کی شہری حقوق سے محرومی ایک بہت بڑا نقص تھا جس کا مداوا یونانی فلاسفروں سے نہ ہوسکا۔ اس کے بعد روما کی مملکت میں جمہوری نظام تقریباً یونانی اساس پر قائم ہوا۔ یونانی حکومت ابتداء میں ملوکیت تھی لیکن انتخابی صورت کی۔ حاکم اعلیٰ مجلس امراء کا مشورہ قبول کرنے کا پابند تھا۔ حاکم اور امراء کے درمیان کشمکش ہوئی جس سے رفتہ رفتہ جمہوریت کی بنیاد اٹھی۔ عوام کے منظّم ہونے پر امراء کا اقتدار ختم ہوا اور انہوں نے جمہوری اُصول پر اپنی حکومت کی تشکیل کی۔ ہر دورِ اِرتقاء میں غلاموں کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی اور وہ کھلے اکھاڑوں میں انتہائی وحشت کا تختۂ مشق بنائے گئے۔ تاریخ عالم سے واقف ان کی لرزہ خیز داستان ظلم وستم سے ناواقف نہیں۔ اہل روما تدوین قانون میں شہرۂ آفاق ہیں، مگر اس کے باوجود نہ صرف یہ کہ انہوں نے غلام طبقہ کی داد رسی نہیں کی بلکہ شکنجہ قانون میں انہیں مضبوطی سے جکڑا۔ روما والوں کا نظام غلامی یونانیوں کے نظام غلامی سے زیادہ وسیع اور زیادہ ظالمانہ تھا۔ رومی فتوحات کی وسعت نے غلاموں کی کثرت میں اضافہ کیا اور اس اضافے کے ساتھ انہوں نے غلاموں کے لئے قانونی شکنجہ زیادہ سخت کر دیا۔ اس لئے رومی جمہوریت زیادہ بدنام ہے۔ عیسائیت بھی محبت ورحم کا پیغام لے کر اُٹھی اور روم میں داخل ہوئی لیکن اس نے بھی مظلوم غلاموں کا کوئی علاج نہ کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مسیح کے اس قول کا پاس رکھا۔ حکومت قیصر کا حق ہے

قیصر کودو۔روما کی حکومت کے زوال کے ساتھ قرونِ مظلمہ کا دور شروع ہوا اور ہر جگہ طبقہ مملوکہ کی شودروں کی سی حالت تھی۔ اسی دوران اسلام کی شمع حریت ومساوات واخوت فروزاں ہوئی۔ یہ شمع کوکب درّی کی شکل میں درخشاں ہوئی اور اس کی شریعت کے انوار سے قرونِ مظلمہ کی تاریکی دُور ہوئی اور غلاموں کی نجات کا دروازہ کھلا۔ بنی نوع انسان کو احساس ہوا کہ یہ طبقہ بشری بھی ہمارا برابر کا بھائی ہے۔اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ تمہارے بھائی ہی تمہارے نوکر چاکر ہیں۔ جو تم کھاتے ہو اس سے تم ان کو کھلاؤ۔ جو تم پہنتے ہو وہ انہیں پہناؤ اور ان کی طاقت سے بڑھ کر ان کو مشقت میں نہ ڈالو۔ اگر کوئی مشقت آمیز کام انہیں دو تو خود اس میں شریک ہو۔ (کتاب العتق باب ۱۵ روایت نمبر ۲۵۴۵)

یہ حریت ومساوات اور اخوت پر مبنی حقیقی جمہوریت ہے۔ جس کی بنیاد اسلام نے اٹھائی اور اس میں اس روحانی پیوند سے اس نے کام لیا جو خالق ومخلوق میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین، اسوۂ حسنہ اور شریعت اسلامیہ پر مبنی تدوین قانون سے اسلامی جمہوریت کو بہت بڑی مدد ملی۔ اس کا نیک اثر ہر جگہ محسوس کیا گیا۔ گو ممالک عربیہ میں ملوکیت کے دوبارہ قائم ہونے پر سابقہ زمانوں کی لعنت پھر عود کر آئی اور اسلامی جمہوریت کے نقش ونگار مدھم ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن باوجود اس کے اسلام نے جو ساتویں صدی کے تصورات میں تبدیلی پیدا کی تھی، وہ اپنی گہرائی اور پائنداری میں ایسی نہ تھی کہ خیر القرون کے حدود ختم ہونے کے ساتھ زوال پذیر ہو جاتی، یا مکان وزمان کی حدود میں سمٹ کر بے اثر ہو جاتی، بلکہ اس تبدیلی میں ابدی حقائق کارفرما تھے اور مدھم ہوتے ہوئے بھی اس سے ممالک یورپ کے مفکرین شدید طور پر متاثر ہوئے۔ ان کے خیالات میں انقلاب آیا۔ جس سے انیسویں اور بیسویں صدی میں ایک نیا دور شروع ہوا جو دراصل اسلامی تصورات حریت ومساوات کا مرہون منت ہے۔ لیکن یہ انقلاب اس روحانی نظریہ سے خالی ہے جو اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس لئے موجودہ زمانہ کی حکومتیں جمہوریت کا ظاہری نشان تو رکھتی ہیں لیکن ہوس دولت وتملک اور دَولی کشمکش سے اس کی شکل مسخ شدہ ہے۔ موجودہ جمہوریتوں کے اصول سیاست بہت پیچیدہ ہیں اور نتیجہ صفر۔ عالمگیر فقر وفاقہ اور اخلاقی فرد مائیگی سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کتاب العتق کی تشریح کا یہ تاریخی حصہ بہت دلچسپ ہے اور تفصیلی موازنہ وبسط کا محتاج۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے اصول حریت ومساوات واخوت اور قانونِ شریعت کے احترام کے لئے ذہنی فضا پیدا اور دل کی زمین ہموار اور مخلوق کا رابطہ خالق کے ساتھ استوار کیا جائے تا مخلوق کا حقیقی بھلا ہو۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
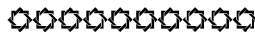
بسم اللہ الرحمن الرحیم

۵۱- كِتَابُ الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا وَالتَّحْرِيضِ عَلَيْهَا

باب ۱ : اَلْهِبَةُ وَفَضْلُهَا وَالتَّحْرِيْضُ عَلَيْهَا

ہبہ اور اس کی فضیلت اور اس کی ترغیب دلانے سے متعلق مسائل

٢٥٦٦: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ.

طرفہ: ٦٠١٧۔

۲۵۶۶: عاصم بن علی (ابوالحسین واسطی) نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی ذئب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (سعید) مقبری سے، (سعید) مقبری نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اے مسلم خواتین! غور سے سنو۔ کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے گو وہ بکری کا کھر ہی (بھیجے۔)

٢٥٦٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ: ابْنَ أُخْتِي إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ وَمَا أُوْقِدَتْ فِي

۲۵۶۷: عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے ہم سے بیان کیا کہ (عبدالعزیز) بن ابی حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، اُن کے باپ نے یزید بن رومان سے، یزید نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے عروہ سے کہا: میری بہن کے بیٹے! ہماری کبھی یہ حالت تھی کہ ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا چاند دیکھتے۔ پھر تیسرا چاند

أَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ. فَقُلْتُ: يَا خَالَةُ مَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ؟ قَالَتِ: الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ. إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيْرَانٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوْا يَمْنَحُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَلْبَانِهِمْ فَيَسْقِيْنَا.

اطرافهُ: ٦٤٥٨، ٦٤٥٩.

دیکھتے؛ اس طرح دو مہینے گزر جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے کہا: خالہ! آپؐ کا گزارہ کن چیزوں پر ہوتا تھا؟ انہوں نے کہا: دوسیاہ چیزیں: کھجور اور پانی، مگر یہ بات تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ انصاری ہمسائے تھے۔ ان کی دودھ دینے والی بکریاں تھیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دودھ سے بطور تحفہ بھیجا کرتے تھے اور آپؐ ہم کو بھی پلاتے۔

تشریح: اَلْهِبَةُ وَفَضْلُهَا وَالتَّحْرِيْضُ عَلَيْهَا: هِبَةٌ اسم مصدر ہے وَهَبَ يَهِبُ سے جیسے وَعَدَ يَعِدُ عِدَةٌ. هِبَةٌ کے لغوی معنی ہیں عطیہ، ہدیہ اور ایسی شئے کی بخشش جس سے نفع کمایا جاسکتا ہو اور اصطلاح شریعت وقانون میں تَمْلِيْكُ شَيْءٍ بِلَا عِوَضٍ. یعنی بغیر معاوضہ کوئی شئے دوسرے کی ملکیت میں اس نیت سے دے دینا کہ رضائے الٰہی اور ثواب حاصل ہو۔ لفظ هبة کا ہدیہ پر اطلاق لغوی معنوں میں ہوتا ہے۔ ہدایا کے لینے دینے میں بھی اطاعت الٰہی مقصود ہوسکتی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تَهَادَوْا تَحَابُّوْا.☆ ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور آپس میں تعلقات پیدا کرو۔ ہدیہ میں نمایاں غرض تعلقات کی استواری ہی ہے۔ امام بخاریؒ نے کتاب الهبة میں ہبہ کی مختلف قسمیں ترتیب سے بیان کی ہیں جن میں سے ایک عام اور معروف قسم ہدیہ وتحفہ ہے۔ شروع میں بطور تمہید کھانے پینے کی اشیاء کا ذکر ہے جو ایک ہمسایہ اپنے ہمسائے کو بصورت ہدیہ یا تحفہ دیتا ہے۔ مندرجہ بالا دونوں روایتوں میں ایسے ہی ہدایا؛ ہبہ میں شمار کئے گئے ہیں جن کا رواج عرفِ عام میں ہے۔ فِرسن کھر کی آخری ہڈی کو کہتے ہیں جس پر گوشت کم ہوتا ہے۔ یہ لفظ اُونٹ کے پاؤں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور مجازاً بکری کے پاؤں کے لئے بھی مستعمل ہے اور لفظ حَافِر گھوڑے کے سُم کے لئے۔ مراد یہ ہے کہ حقیر شئے بھی ہدیہ میں قبول کی جائے۔ مَنَائِح، مَنِيْحَةٌ کی جمع ہے۔ اس کے معنی اس دودھیل جانور کے ہیں جو بطور عطیہ کسی کو دیا جائے۔ یہ لفظ اُونٹنی کے لئے خاص ہے اور بطور استعارہ بکری کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۴۴ تا ۲۴۶) مذکورہ بالا روایتیں مسائل ہبہ کے لئے بطور تمہید ہیں اور ان میں بتایا گیا ہے کہ ہبہ کا اصل ماخذ ومنبع فطرتِ بشریہ میں پایا جاتا ہے جو اصل بنیاد ہے اس مودّت کی جو بنی نوع انسان میں موجود ہے اور شریعت میں نیت کی وجہ سے عمل صالح کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

☆ (الأدب المفرد للبخاری، باب قبول الهدية روایت نمبر ۵۹۴)

بَاب ۲ : اَلْقَلِيْلُ مِنَ الْهِبَةِ

تھوڑی سی چیز ہبہ کرنا

۲۵٦٨ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ دُعِيْتُ إِلَى ذِرَاعٍ أَوْ كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ أَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ.

۲۵۶۸: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ ابن ابی عدی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سلیمان (اعمش) سے، سلیمان نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے بکری کی ایک دستی یا پایہ کھانے کی دعوت دی جائے تو میں (اس دعوت کو) ضرور قبول کروں اور اگر بکری کی دستی یا پایہ مجھے بطور ہدیہ بھیجا جائے تو میں اس کو ضرور لے لوں۔ راوی کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لفظ ذِرَاعٌ فرمایا یا کُرَاعٌ۔

طرفہ: ۵۱۷۸۔

تشریح: لَوْ دُعِيْتُ اِلَى ذِرَاعٍ اَوْ كُرَاعٍ لَاَجَبْتُ: ذِرَاعٌ ٹخنے سے اُوپر کا حصہ ہے اور کُرَاعٌ ٹخنے سے نیچے کا حصہ یعنی کھر (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۲۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ معمولی سی دعوت طعام یا ادنیٰ سا ہدیہ بھی میں ردّ نہ کروں گا۔ طبرانی نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت امّ حکیم الخزاعیہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپؐ ہدیہ ناپسند فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: مَا اَقْبَحَهُ لَوْ اُهْدِىَ اِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ۔[1] ہدیہ کا ردّ کرنا بہت ہی مکروہ بات ہے۔ اگر مجھے پائے یا کھر کی دعوت دی جائے تو میں وہ بھی قبول کرلوں۔ قرآن مجید نے ردّی شئے بطور ہدیہ قبول کرنا عمدہ اخلاق میں سے شمار فرمایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امّ حکیم خزاعیہؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرنا چاہتی تھیں اور وہ گھبراتی تھیں کہ نہ معلوم ان کا ہدیہ حضورؐ کی شان کے شایان ہے یا نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے جوابات سے راستہ کھل گیا کہ تحفہ دینے والا اور تحفہ لینے والا یہ خیال نہ کرے کہ حقیر شئے ہے جس کا لینا دینا خلافِ شان ہے۔ آپؐ کے مذکورہ بالا ارشاد میں احساسِ مہتری اور احساسِ کہتری دونوں کا علاج ہے جو ایک ایسی لعنت ہے جس سے معاشرہ میں طبقاتی تفاوت پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک طبقہ اُونچا کہلاتا ہے اور دوسرا نیچا۔ اس تقسیم سے اجتماعی شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے مذکورہ بالا ارشاد سے تفاوت دور کر دینا چاہا ہے۔ تَهَادَوْا وَتَحَابُّوْا۔[2]

[1] (المعجم الكبير للطبرانی، من يعرف من النساء بالكنى، ام حكيم بنت وداع الخزاعية جزء۲۵ صفحہ۱۶۲)
[2] (موطأ امام مالک، كتاب الجامع، باب ما جاء فى المهاجرة)

بَاب۳: مَنِ اسْتَوْهَبَ مِنْ أَصْحَابِهِ شَيْئًا

(اس شخص کے بارہ میں بیان) جو اپنے ساتھیوں سے کوئی چیز یونہی مانگے

وَقَالَ أَبُو سَعِيْدٍ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اضْرِبُوْا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا.

اور حضرت ابوسعیدؓ (خدری) نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا حصہ بھی اپنے ساتھ نکالو۔

۲۵۶۹: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَ إِلَى امْرَأَةٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَكَانَ لَهَا غُلَامٌ نَجَّارٌ قَالَ لَهَا: مُرِي عَبْدَكِ فَلْيَعْمَلْ لَّنَا أَعْوَادَ الْمِنْبَرِ فَأَمَرَتْ عَبْدَهَا فَذَهَبَ فَقَطَعَ مِنَ الطَّرْفَاءِ فَصَنَعَ لَهُ مِنْبَرًا فَلَمَّا قَضَاهُ أَرْسَلَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ قَدْ قَضَاهُ. قَالَ: أَرْسِلِي بِهِ إِلَيَّ فَجَاءُوْا بِهِ فَاحْتَمَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ حَيْثُ تَرَوْنَ.

اطرافهُ: ۳۷۷، ۴۴۸، ۹۱۷، ۲۰۹۴۔

۲۵۶۹: (سعید) بن ابی مریم نے ہمیں بتایا کہ ہم سے ابوغسان (محمد بن مطرف) نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابوحازم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین میں سے ایک عورت کو کہلا بھیجا اور اس کا ایک غلام تھا جو بڑھئی تھا۔ آپؐ نے اسے کہا: اپنے غلام سے کہو کہ وہ ہمارے لئے لکڑی کا منبر بنا دے۔ اس نے اپنے غلام کو حکم دیا۔ وہ گیا اور اس نے جھاؤ کی لکڑی کاٹی اور آپ کے لیے ایک منبر بنایا۔ جب اس نے وہ مکمل کرلیا تو اس عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلا بھیجا کہ اس غلام نے کام ختم کرلیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: وہ (منبر) میرے پاس بھیج دو اور لوگ اسے لے آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اُٹھوا کر وہاں رکھا جہاں تم (اب) دیکھتے ہو۔

۲۵۷۰: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ

۲۵۷۰: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: محمد بن جعفر نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوحازم سے، ابوحازم نے عبداللہ بن ابی قتادہ سلمی

السَّلَمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ يَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْزِلٍ فِي طَرِيْقِ مَكَّةَ- وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَازِلٌ أَمَامَنَا- وَالْقَوْمُ مُحْرِمُوْنَ وَأَنَا غَيْرُ مُحْرِمٍ فَأَبْصَرُوْا حِمَارًا وَحْشِيًّا- وَأَنَا مَشْغُوْلٌ أَخْصِفُ نَعْلِي فَلَمْ يُؤْذِنُوْنِي بِهِ وَأَحَبُّوْا لَوْ أَنِّي أَبْصَرْتُهُ فَالْتَفَتُّ فَأَبْصَرْتُهُ فَقُمْتُ إِلَى الْفَرَسِ فَأَسْرَجْتُهُ ثُمَّ رَكِبْتُ وَنَسِيْتُ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ فَقُلْتُ لَهُمْ: نَاوِلُوْنِي السَّوْطَ وَالرُّمْحَ فَقَالُوْا: لَا وَاللّٰهِ لَا نُعِيْنُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ فَغَضِبْتُ فَنَزَلْتُ فَأَخَذْتُهُمَا ثُمَّ رَكِبْتُ فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ ثُمَّ جِئْتُ بِهِ وَقَدْ مَاتَ فَوَقَعُوْا فِيْهِ يَأْكُلُوْنَهُ ثُمَّ إِنَّهُمْ شَكُّوْا فِي أَكْلِهِمْ إِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ فَرُحْنَا وَخَبَأْتُ الْعَضُدَ مَعِي فَأَدْرَكْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: مَعَكُمْ مِّنْهُ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ

سے، انہوں نے اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کے ساتھ مکہ کے راستہ پر ایک پڑاؤ میں بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے آگے ڈیرا لگایا ہوا تھا اور لوگ احرام باندھے ہوئے تھے اور میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔ لوگوں نے ایک گورخر دیکھا اور میں مشغول تھا اور اپنی جوتی گانٹھ رہا تھا۔ انہوں نے مجھے اس کی خبر نہ دی، مگر وہ دل سے چاہتے تھے کہ کاش میں اسے دیکھ لوں۔ میں جو مڑا تو میں نے اس کو دیکھ لیا۔ میں گھوڑے کی طرف اُٹھ کر گیا اور اس پر زین لگائی اور سوار ہو گیا اور کوڑا اور برچھا لینا بھول گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: مجھے کوڑا اور برچھا پکڑاؤ، تو کہنے لگے: نہیں۔ بخدا! ہم تو تمہیں اس پر حملہ کرنے کے لئے کسی چیز سے مدد نہیں دیں گے۔ مجھے غصہ آیا اور میں نے خود اُتر کر وہ دونوں چیزیں لے لیں اور پھر سوار ہو گیا اور اس گورخر پر زور سے حملہ کیا اور اسے زخمی کر دیا اور اسے لے آیا اور وہ مر چکا تھا۔ پھر میرے ساتھی اس پر آ پڑے، لگے اس کو (پکا کر) کھانے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے احرام کی حالت میں اس کے کھانے کے بارے میں شک کیا۔ ہم وہاں سے چل پڑے اور میں نے اپنے ساتھ اگلی ران چھپا رکھی اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے اور آپؐ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ ہے؟

فَأَكَلَهَا حَتَّى نَفَّدَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ. فَحَدَّثَنِي بِهِ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

میں نے کہا: ہاں، اور میں نے وہ اگلی ران آپؐ کو دے دی۔ آپؐ نے اسے کھایا یہاں تک کہ اسے ختم کردیا، حالانکہ آپؐ احرام باندھے ہوئے تھے۔ یہ روایت زید بن اسلم نے مجھ سے بیان کی۔ انہوں نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے ابوقتادہ سے، انہوں نے نبی ﷺ سے اسے نقل کیا۔

اطرافہُ: ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۲۸۵۴، ۲۹۱۴، ۴۱۴۹، ۵۴۰۶، ۵۴۰۷، ۵۴۹۰، ۵۴۹۱، ۵۴۹۲۔

تشریح: مَنِ اسْتَوْهَبَ مِنْ اَصْحَابِهِ شَيْئًا: عنوانِ باب کا مقصد واضح کرنے کے لئے حضرت ابوسعید (خدریؓ) کی روایت کا حوالہ دیا ہے۔ اس روایت کے لیے دیکھئے کتاب الإجارة باب ۱۶ روایت نمبر ۲۲۷۶۔ اس کے علاوہ اس باب کے تحت دو روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

یہ باب بھی سابقہ باب کے مضمون ہی سے متعلق ہے۔ روایت نمبر ۲۵۷۰ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصہ طلب فرمایا، تا صحابہ کرامؓ کے دلوں سے احساس مٹ جائے کہ ان سے کوئی ناجائز فعل صادر ہوا ہے اور تینوں واقعات سے ظاہر ہے کہ جہاں اخوت ومساوات کی رُوح کارفرما ہو؛ وہاں بے تکلفی کی صورت پیدا ہوجاتی ہے۔ تعلقاتِ محبت میں تکلّفات اٹھ جاتے ہیں۔

بَاب ٤ : مَنِ اسْتَسْقَى

جس نے پینے کی چیز مانگی

وَقَالَ سَهْلٌ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْقِنِي.

اور حضرت سہلؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھے پانی پلاؤ۔

٢٥٧١: حَدَّثَنِيْ خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو طُوَالَةَ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ أَتَانَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي دَارِنَا هَذِهِ

۲۵۷۱: مجھ سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، (کہا:) سلیمان بن بلال نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابوطوالہ نے مجھے بتایا۔ ان کا نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَاسْتَسْقَى فَحَلَبْنَا لَهُ شَاةً لَّنَا ثُمَّ شُبْتُهُ مِنْ مَّاءِ بِئْرِنَا هَذِهِ فَأَعْطَيْتُهُ وَأَبُو بَكْرٍ عَنْ يَّسَارِهِ وَعُمَرُ تُجَاهَهُ وَأَعْرَابِيٌّ عَنْ يَّمِيْنِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ عُمَرُ: هَذَا أَبُو بَكْرٍ فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ فَضْلَهُ ثُمَّ قَالَ الْأَيْمَنُوْنَ الْأَيْمَنُوْنَ أَلَا فَيَمِّنُوْا قَالَ أَنَسٌ: فَهِيَ سُنَّةٌ فَهِيَ سُنَّةٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

ہمارے پاس اس گھر میں آئے اور آپؐ نے پانی مانگا۔ ہم نے آپؐ کے لئے اپنی ایک بکری دوہی۔ پھر میں نے اس (دودھ) میں اپنے اُس کنوئیں کا پانی ملایا اور آپؐ کو دیا اور حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے بائیں طرف تھے اور حضرت عمرؓ آپؐ کے سامنے اور ایک بدوی آپؐ کے داہنی طرف۔ جب آپؐ پی چکے تو حضرت عمرؓ نے کہا: یہ ابوبکرؓ ہیں۔ آپؐ نے اپنا بچا ہوا اُس بدوی کو دیا اور اس کے بعد فرمایا: جو داہنی طرف ہے وہی مقدم ہوگا۔ تم لوگ داہنی طرف سے ہی شروع کیا کرو۔ حضرت انسؓ کہتے تھے: آپؐ کی سنت یہی ہے۔ تین بار کہا۔

اطرافهُ: ۲۳۵۲، ۵۶۱۲، ۵۶۱۹۔

تشریح: **مَنِ اسْتَسْقَى:** یہ باب بھی سابقہ مضمون کے تسلسل ہی میں ہے۔ عنوانِ باب میں حضرت سہلؓ بن سعد انصاری کی روایت☆ کا حوالہ بھی اسی غرض سے دیا گیا ہے۔ سابقہ باب میں کھانے کی اشیاء طلب کرنے کا ذِکر تھا اور اس میں پینے کی اشیاء کا۔ روایت نمبر ۲۵۷۱ کے لئے کتاب الأشربه باب ۱۹ اور روایت نمبر ۵۶۱۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ٥: قَبُوْلُ هَدِيَّةِ الصَّيْدِ

شکار کا ہدیہ قبول کرنا

وَقَبِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَبِي قَتَادَةَ عَضُدَ الصَّيْدِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوقتادہؓ سے شکار کی اگلی ران قبول فرمائی۔

٢٥٧٢: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَسَعَى

۲۵۷۲: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن زید بن انس بن مالک سے، ہشام نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے مرّ الظہران میں

☆ (مسلم، كتاب الأشربة، باب إباحة النبيذ الذى لم يشتد ولم يصر مسكرا)

الْقَوْمُ فَلَغَبُوْا فَأَدْرَكْتُهَا فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا وَبَعَثَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَرِكِهَا- أَوْ فَخِذَيْهَا قَالَ: فَخِذَيْهَا لَا شَكَّ فِيْهِ- فَقَبِلَهُ. قُلْتُ: وَأَكَلَ مِنْهُ؟ قَالَ: وَأَكَلَ مِنْهُ. ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: قَبِلَهُ.

اطرافہُ: ۵۴۸۹، ۵۵۳۵۔

ایک خرگوش کو (جھاڑی سے) نکالا۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑے اور تھک گئے۔ میں نے اس کو جالیا اور اسے لے کر حضرت ابوطلحہؓ کے پاس آ گیا۔ انہوں نے اسے ذبح کیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا پٹھہ یا اس کی رانیں بھجوائیں۔ (شعبہ نے) کہا: رانیں ہی بھیجی تھیں۔ اس میں شک نہیں۔ آپؐ نے اسے قبول کیا۔ (سلیمان کہتے تھے:) میں نے پوچھا اور آپؐ نے اس میں سے کھایا بھی۔ شعبہ نے کہا اور آپؐ نے اس میں سے کھایا۔ پھر انہوں نے کہا: آپؐ نے اس کو قبول کیا۔

تشریح: مَرُّ الظَّهْرَانِ: مَرّ الظہران مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف جاتے ہوئے سولہ میل کے فاصلے پر ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۳۱)

باب ٦: قَبُوْلُ الْهَدِيَّةِ ☆

ہدیہ قبول کرنا

٢٥٧٣: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ: أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا- وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ- فَرَدَّ عَلَيْهِ. فَلَمَّا رَأَى مَا

۲۵۷۳: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مجھے مالک نے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے، عبیداللہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے، حضرت عبداللہؓ نے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک گورخر بطور تحفہ ہدیہ بھیجا اور آپؐ اُس وقت ابواء یا ودّان مقام میں تھے، آپؐ نے واپس کر دیا مگر جب آپؐ نے

☆ ابوذر کے نسخہ کے مطابق عنوان باب ٦، ٧ ''قُبُوْلُ الْهَدِيَّةِ'' مکرر مذکور ہے۔ جبکہ ان کے علاوہ دیگر نسخوں میں یہاں باب نہیں ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۵۱)

فِي وَجْهِهِ قَالَ: أَمَا إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ.

ان کے چہرہ پر اثر پایا تو آپؐ نے فرمایا: ہم نے تمہیں صرف اس لئے لوٹا دیا ہے کہ ہم احرام میں ہیں۔

اطرافهُ: ١٨٢٥، ٢٥٩٦۔

تشریح: اِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ: حضرت صعب بن جثامہؓ کا واقعہ حضرت ابوقتادہؓ کے واقعہ سے الگ ہے۔ شارحین نے دونوں کے واقعات میں فرق نمایاں کیا ہے کہ اوّل الذکر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر شکار کیا تھا۔ جبکہ آپؐ بحالت احرام تھے اور ثانی الذکر نے اپنے لیے؛ جبکہ وہ حالت احرام میں نہ تھے۔ حضرت صعبؓ کے واقعہ سے متعلق روایت میں بڑا اختلاف ہوا ہے کہ آیا انہوں نے گوشت پیش کیا تھا یا زندہ جانور۔ امام بخاریؒ کی تحقیق کی رو سے وہ زندہ جانور تھا۔ (دیکھئے کتاب جزاء الصيد باب٦) یہ روایت باب ١٧ میں بھی منقول ہے۔ گو آپؐ نے بوجہ احرام شکار قبول نہیں فرمایا اور عمداً معذرت کی کہ عدم قبولیت کا سبب حالت احرام ہے۔ اگر یہ بات مانع نہ ہوتی تو لے لیا جاتا۔

بَاب ٧: قَبُوْلُ الْهَدِيَّةِ

ہدیہ قبول کرنا

٢٥٧٤: حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا عَبْدَةُ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَبْتَغُوْنَ بِهَا- أَوْ يَبْتَغُوْنَ بِذَلِكَ مَرْضَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٢٥٧٤: ابراہیم بن موسیٰ نے مجھے بتایا۔ عبدہ (بن سلیمان) نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام (بن عروہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ لوگ حضرت عائشہؓ کی باری میں اپنے ہدیئے بھیجنے کو ترجیح دیتے تھے۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی چاہتے تھے۔

اطرافهُ: ٢٥٨٠، ٢٥٨١، ٣٧٧٥۔

٢٥٧٥: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ إِيَاسٍ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَهْدَتْ أُمُّ حُفَيْدٍ

٢٥٧٥: آدم (بن ابی ایاس) نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جعفر بن ایاس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا۔ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے

خَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ- إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقِطًا وَسَمْنًا وَأَضُبًّا فَأَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَقِطِ وَالسَّمْنِ وَتَرَكَ الْاَضُبَّ تَقَذُّرًا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَأُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا أُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافهُ: ۵۳۸۹، ۵۴۰۲، ۷۳۵۸.

تھے۔ انہوں نے کہا: حضرت ابن عباسؓ کی خالہ حضرت امّ حفیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پنیر اور گھی اور گوہ بطور ہدیہ بھیجی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر اور گھی سے کچھ تناول فرمایا اور گوہ بوجہ کراہت چھوڑ دی۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے: مگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھائی گئی اور اگر حرام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر نہ کھائی جاتی۔

٢٥٧٦: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ: أَهَدِيَّةٌ أَمْ صَدَقَةٌ؟ فَإِنْ قِيْلَ: صَدَقَةٌ. قَالَ لِأَصْحَابِهِ: كُلُوْا وَلَمْ يَأْكُلْ. وَإِنْ قِيْلَ: هَدِيَّةٌ ضَرَبَ بِيَدِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلَ مَعَهُمْ.

۲۵۷۶: ابراہیم بن منذر نے ہمیں بتایا۔ مَعْن (بن عیسیٰ) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ابراہیم بن طہمان نے مجھے بتایا۔ انہوں نے محمد بن زیاد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو آپؐ اس کی بابت پوچھتے: آیا یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر کہا جاتا: صدقہ، تو آپؐ اپنے صحابہ سے فرماتے: کھاؤ اور خود نہ کھاتے اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ بڑھاتے اور ان کے ساتھ کھاتے۔

٢٥٧٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:

۲۵۷۷: محمد بن بشار نے ہمیں بتایا۔ غندر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَقِيْلَ: تُصُدِّقَ عَلَى بَرِيْرَةَ قَالَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ.

طرفہ: ۱۴۹۵۔

سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا اور کہا گیا کہ بریرہؓ کو صدقہ دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔

۲۵۷۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ: سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ وَأَنَّهُمُ اشْتَرَطُوْا وَلَاءَهَا فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْتَرِيْهَا فَأَعْتِقِيْهَا فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ. وَأُهْدِيَ لَهَا لَحْمٌ فَقِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا تُصُدِّقَ عَلَى بَرِيْرَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ. وَخُيِّرَتْ. قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: زَوْجُهَا حُرٌّ أَوْ عَبْدٌ. قَالَ شُعْبَةُ: سَأَلْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ عَنْ زَوْجِهَا قَالَ: لَا أَدْرِيْ أَحُرٌّ أَمْ عَبْدٌ.

۲۵۷۸: محمد بن بشار نے ہمیں بتایا کہ غندر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے یہ حدیث عبدالرحمٰن سے سنی۔ عبدالرحمٰن نے قاسم سے، قاسم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے بریرہؓ کو خریدنا چاہا اور ان لوگوں نے اس کے حق وراثت کی اپنے لئے شرط پیش کی۔ اس کا نبی ﷺ سے ذکر کیا گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اسے خرید لو اور آزاد کر دو، کیونکہ حق وراثت تو اسی کا ہوگا جس نے آزاد کیا اور بریرہؓ کو کچھ گوشت دیا گیا تو نبی ﷺ سے کہا گیا: یہ تو بریرہؓ کو صدقہ دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ، اور بریرہؓ کو (اپنے خاوند کے بارے میں) اختیار دیا گیا تھا۔ عبدالرحمٰن نے پوچھا: اس کا خاوند (مغیث) آزاد تھا یا غلام؟ شعبہ نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن سے اس کے خاوند کی نسبت پوچھا، تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا آیا وہ آزاد تھا یا غلام۔

اطرافہ: ۴۵۶، ۱۴۹۳، ۲۱۵۵، ۲۱۶۸، ۲۵۳۶، ۲۵۶۰، ۲۵۶۱، ۲۵۶۳، ۲۵۶۴، ۲۵۶۵، ۲۷۱۷، ۲۷۲۶، ۲۷۲۹، ۲۷۳۵، ۵۰۹۷، ۵۲۷۹، ۵۲۸۴، ۵۴۳۰، ۶۷۱۷، ۶۷۵۱، ۶۷۵۴، ۶۷۵۸، ۶۷۶۰۔

۲۵۷۹: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ: عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟ قَالَتْ: لَا إِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهِ أُمُّ عَطِيَّةَ مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثْتَ إِلَيْهَا مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ: إِنَّهُ قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

۲۵۷۹: محمد بن مقاتل ابوالحسن نے ہم سے بیان کیا کہ خالد بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد حذاء سے، خالد نے حفصہ بنت سیرین سے، حفصہ نے حضرت امّ عطیہؓ سے روایت کی۔ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور آپؐ نے پوچھا: تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا: نہیں، مگر یہ کچھ گوشت ہے جو امّ عطیہؓ نے بھیجا ہے، اس بکری کا ہے جو آپؐ نے اس کو اموالِ صدقہ سے دی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: وہ اپنے محل پر پہنچ چکا۔

اطرافهُ: ١٤٤٦، ١٤٩٤۔

تشریح: قَبُوْلُ الْهَدِيَّةِ: بعض شارحین کا خیال ہے کہ عنوان باب (نمبر ۶، ۷) کا یہ تکرار بلا فائدہ ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۵۱) لیکن روایات مندرجہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہدایا کا لیا دیا جانا صحابہ کرامؓ میں عام دستور تھا اور اس میں اعلیٰ و ادنیٰ کی کوئی تمیز نہ تھی۔ جس معاشرہ میں طبقاتی تقسیم کی رعونت آمیز روح غالب ہوتی ہے اس کا دستور جدا ہوتا ہے۔ امیر امیروں سے اور غریب غریبوں سے تحائف لیتے دیتے ہیں۔ اس باب کے تحت چھ روایتیں ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے تعامل سے ظاہر ہے کہ سب رشتے اخوت ومساوات کی لڑی میں پروئے ہوئے اور ایک دوسرے سے بے تکلف تھے۔ نسل و رنگ، حسب ونسب، ملک و پیشہ اور قومیت کے فرق ان کے درمیان حائل نہ تھے۔ متمدن امریکہ میں غلامی کو قانوناً منسوخ کرنے پر بڑا فخر وناز کیا جاتا ہے مگر سفید وسیاہ میں جو خلیج ہے وہ بجائے پر ہونے کے وسیع ہو رہی ہے۔ گورے لوگ جماعت احمدیہ کے مبلغین کی دعوت تبلیغ اسلام اس لئے قبول کرنے سے رُکتے ہیں کہ یہ لوگ مساوات کی تلقین کرتے ہیں۔ ایک قوم کو دوسری قوم سے اتنی شدید نفرت ہے کہ کالوں کی اولاد کو گوروں کے مدارس میں تعلیم حاصل کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ مذکورہ بالا باب کی چھ روایات سے اسلامی مساوات کی کیفیت بالکل نمایاں ہے اور اس کا نیک اثر معاشرہ اسلامیہ میں اب تک باقی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ مسلمانوں کی بود وباش اجنبی ممالک میں ہو یا وہ اپنے آبائی وطن میں ہوں، مرورِ زمانہ سے متغیر اور غیر قوموں کے تمدن سے متاثر ہونے کے باوجود اسلامی تعلیم اور اسوۂ نبوی کا نیک اثر ان میں کم وبیش اب تک پایا جاتا ہے۔

بَاب۸: مَنْ أَهْدَى إِلَى صَاحِبِهِ

جس نے اپنے دوست کو ہدیہ بھیجا

وَتَحَرَّى بَعْضَ نِسَائِهِ دُوْنَ بَعْضٍ

اور آنحضرت ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے ایک بیوی کی باری میں (ہدیہ بھیجنا) مناسب سمجھا۔

۲۵۸۰: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمِي. وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ: إِنَّ صَوَاحِبِي اجْتَمَعْنَ فَذَكَرت لَهُ فَأَعْرَضَ عَنْهَا.

اطرافہ: ۲۵۷٤، ۲۵۸۱، ۳۷۷۵۔

۲۵۸۰: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ کہتی تھیں: لوگ اپنے ہدیئے بھیجنے کے لئے میری باری کو زیادہ مناسب سمجھ کر انتظار کرتے تھے اور حضرت امّ سلمہؓ نے کہا: میری ساتھنیں سب میرے پاس اکٹھی ہوئیں (اور انہوں نے اس کے بارے میں کچھ کہا۔) میں نے آپؐ سے ذکر کیا تو آپؐ نے منہ پھیر لیا۔ (یعنی جواب نہیں دیا۔)

۲۵۸۱: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ نِسَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ حِزْبَيْنِ فَحِزْبٌ فِيْهِ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ وَصَفِيَّةُ وَسَوْدَةُ وَالْحِزْبُ الْآخَرُ أُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ قَدْ عَلِمُوْا حُبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۵۸۱: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے بھائی (عبدالحمید بن ابی اویس) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سلیمان سے، سلیمان نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج دو ٹولیوں کی صورت میں تھیں۔ ایک میں عائشہؓ، حفصہؓ، صفیہؓ اور سودہؓ شامل تھیں اور دوسری میں امّ سلمہؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج۔ اور مسلمانوں کو یہ علم ہو چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو زیادہ محبوب رکھتے ہیں، تو جب ان میں سے کسی کے پاس

عَائِشَةَ فَإِذَا كَانَتْ عِنْدَ أَحَدِهِمْ هَدِيَّةٌ يُرِيْدُ أَنْ يُهْدِيَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَّرَهَا حَتَّى إِذَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ بَعَثَ صَاحِبُ الْهَدِيَّةِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ. فَكَلَّمَ حِزْبُ أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ لَهَا: كَلِّمِي رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَيَقُوْلُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُهْدِيَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً فَلْيُهْدِهَا حَيْثُ كَانَ مِنْ بُيُوْتِ نِسَائِهِ فَكَلَّمَتْهُ أُمُّ سَلَمَةَ بِمَا قُلْنَ فَلَمْ يَقُلْ لَّهَا شَيْئًا فَسَأَلْنَهَا فَقَالَتْ: مَا قَالَ لِي شَيْئًا فَقُلْنَ لَهَا: فَكَلِّمِيْهِ قَالَتْ: فَكَلَّمَتْهُ حِيْنَ دَارَ إِلَيْهَا أَيْضًا فَلَمْ يَقُلْ لَّهَا شَيْئًا فَسَأَلْنَهَا فَقَالَتْ: مَا قَالَ لِي شَيْئًا فَقُلْنَ لَهَا: كَلِّمِيْهِ حَتَّى يُكَلِّمَكِ فَدَارَ إِلَيْهَا فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ لَهَا: لَا تُؤْذِيْنِي فِي عَائِشَةَ فَإِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَأْتِنِي وَأَنَا فِي ثَوْبِ امْرَأَةٍ إِلَّا عَائِشَةَ قَالَتْ {فَقُلْتُ☆}

کوئی ایسا ہدیہ ہوتا جسے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا تو وہ اسے پیش کرنے میں اس وقت کا انتظار کرتا جبکہ رسول اللہ ﷺ عائشہؓ کے گھر میں ہوتے۔ امّ سلمہؓ کے فریق نے (امّ سلمہؓ سے) باتیں کیں اور اُن سے کہا: رسول اللہ ﷺ سے کہو کہ لوگوں سے یہ فرمائیں کہ جو رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی ہدیہ بھیجنا چاہے تو آپؐ جس بیوی کے گھر میں بھی ہوں؛ وہ وہاں بھیج دیا کرے۔ جو انہوں نے کہا تھا امّ سلمہؓ نے وہ آپؐ سے کہہ دیا، تو آپؐ نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا اور ان ازواج نے (امّ سلمہؓ سے) پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آپؐ نے مجھے کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر انہوں نے امّ سلمہ سے کہا کہ تم آنحضرت (ﷺ) سے پھر کہو۔ امّ سلمہؓ کہتی تھیں: جب آپؐ میری باری پر میرے ہاں آئے تو میں نے آپؐ سے پھر کہا، تو آپؐ نے پھر انہیں جواب نہ دیا اور اُن ازواج نے امّ سلمہؓ سے پوچھا، تو انہوں نے کہا: آپؐ نے مجھے کچھ جواب نہیں دیا۔ تو ازواج نے پھر اُن سے کہا کہ تم آنحضرت (ﷺ) سے کہتی رہو، یہاں تک کہ آپؐ کچھ جواب دیں۔ جب آپؐ امّ سلمہؓ کے پاس باری پر آئے تو انہوں نے پھر کہا۔ آپؐ نے حضرت امّ سلمہؓ سے فرمایا: مجھے عائشہؓ کی وجہ سے تکلیف نہ دو کیونکہ وحی عائشہؓ کے سوا کسی اور بیوی کے بستر پر نہیں ہوئی۔ حضرت امّ سلمہؓ کہتی تھیں: {میں نے کہا:☆} یا رسول اللہ! آپؐ کو

☆ لفظ "فَقُلْتُ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۲۵۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

أَتُوْبُ إِلَى اللهِ مِنْ أَذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ثُمَّ إِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ: إِنَّ نِسَاءَكَ يَنْشُدْنَكَ الْعَدْلَ فِي بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ؟ يَا بُنَيَّةُ أَلَا تُحِبِّيْنَ مَا أُحِبُّ؟ قَالَتْ: بَلَى. فَرَجَعَتْ إِلَيْهِنَّ فَأَخْبَرَتْهُنَّ فَقُلْنَ ارْجِعِي إِلَيْهِ فَأَبَتْ أَنْ تَرْجِعَ. فَأَرْسَلْنَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ فَأَتَتْهُ فَأَغْلَظَتْ وَقَالَتْ: إِنَّ نِسَاءَكَ يَنْشُدْنَكَ اللهَ الْعَدْلَ فِي بِنْتِ ابْنِ أَبِي قُحَافَةَ فَرَفَعَتْ صَوْتَهَا حَتَّى تَنَاوَلَتْ عَائِشَةَ وَهِيَ قَاعِدَةٌ فَسَبَّتْهَا حَتَّى إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْظُرُ إِلَى عَائِشَةَ هَلْ تَكَلَّمُ قَالَ: فَتَكَلَّمَتْ عَائِشَةُ تَرُدُّ عَلَى زَيْنَبَ حَتَّى أَسْكَتَتْهَا. قَالَتْ: فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَائِشَةَ وَقَالَ: إِنَّهَا بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ.

تکلیف دینے سے اللہ کے حضور توبہ کرتی ہوں۔ پھر اس کے بعد ان ازواج نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس انہیں بھیجا کہ آپؐ سے کہیں کہ آپؐ کی ازواج حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی سے متعلق انصاف کرنے کے لئے آپؐ کو (اللہ کی) قسم دیتی ہیں۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ نے آپؐ سے کہا۔ آپؐ نے فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تم وہ بات پسند نہیں کرتی جو میں پسند کرتا ہوں؟ (حضرت فاطمہؓ نے) کہا: کیوں نہیں اور وہ ازواج کے پاس لوٹ آئیں اور انہیں بتایا تو انہوں نے کہا: تم آنحضرتؐ کے پاس پھر جاؤ تو حضرت فاطمہؓ نے پھر جانے سے انکار کردیا۔ پھر انہوں نے حضرت زینب بنت جحشؓ کو بھیجا۔ وہ آپؐ کے پاس آئیں اور لب ولہجہ کچھ سخت تھا، یعنی انہوں نے کہا: آپؐ کی ازواج ابن ابی قحافہ کی لڑکی سے متعلق آپؐ کو انصاف کرنے کیلئے اللہ کی قسم دیتی ہیں اور اونچی آواز سے بولیں یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ کو بھی برا بھلا کہنا شروع کردیا اور حضرت عائشہؓ بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت زینبؓ حضرت عائشہؓ کو سخت سُست کہنے لگیں جس پر رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کی طرف دیکھنے لگے، آیا وہ بھی کچھ بولتی ہیں۔ (عروہ) کہتے تھے: آخر حضرت عائشہؓ حضرت زینبؓ کو ترکی بہ ترکی جواب دینے لگیں حتیٰ کہ حضرت زینبؓ کو چپ کرا دیا۔ (انہوں نے کہا:) نبی ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا: آخر ابوبکرؓ کی بیٹی ہے۔

قَالَ الْبُخَارِيُّ: الْكَلَامُ الْأَخِيْرُ قِصَّةُ فَاطِمَةَ يُذْكَرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ. وَقَالَ أَبُو مَرْوَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ: كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ.

بخاری نے کہا: یہ آخری بات یعنی حضرت فاطمہؓ کا واقعہ ہشام بن عروہ سے بیان کیا جاتا ہے۔ ہشام نے ایک شخص سے، اس نے زہری سے، زہری نے محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت کی اور ابومروان نے ہشام سے، ہشام نے عروہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ لوگ ہدیئے دینے کے لئے حضرت عائشہؓ کی باری کو زیادہ مناسب سمجھا کرتے تھے۔

{وَعَنْ هِشَامٍ☆}عَنْ رَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَرَجُلٍ مِنَ الْمَوَالِي عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ هِشَامٍ: قَالَتْ عَائِشَةُ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَتْ فَاطِمَةُ.

{اور ہشام سے بھی مروی ہے۔☆} وہ ایک قریشی شخص سے اور ایک آزاد کردہ غلام سے بھی روایت کرتے تھے۔ ان دونوں نے زہری سے، زہری نے محمد بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے روایت کی کہ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی کہ فاطمہؓ نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔

اطرافہ: ۲۵۷۴، ۲۵۸۰، ۳۷۷۵۔

تشریح: **مَنْ اَهْدَى اِلَى صَاحِبِهِ وَتَحَرَّى بَعْضَ نِسَآئِهِ دُوْنَ بَعْضٍ:** امام ابن حجرؒ نے اسی باب کی تشریح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کریم سے متعلق ایک لطیف تبصرہ کیا ہے کہ اخلاقِ فاضلہ ہدایا وغیرہ بھجوانے کے متعلق کسی کو ہدایات دینے میں مانع ہیں۔ اگر حضورؐ صحابہ سے یہ فرماتے کہ ایک بیوی کی باری سے تخصیص نہ کی جائے جس بیوی کے ہاں حضورؐ تشریف فرما ہوں وہاں ہدیہ بھیج دیا جائے تو اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجے جانے کا اشارہ ہوتا۔ اس لئے حضور نے اسے بھی گوارا نہ فرمایا اور خاموشی اختیار کی۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۵۶) ہدیہ دینے یا نہ دینے میں ہر شخص آزاد ہے، جسے چاہے دے یا نہ دے۔ ایسی باتوں میں مداخلت یا فرمائش نزاہت نفس اور خلق عظیم کے منافی ہے۔

عورتوں کو عدل کے بارے میں بھی غلط فہمی تھی۔ عدل کا تعلق خاوند کی ذات سے ہے نہ دوسرے لوگوں کی مرضی سے۔ اس کے علاوہ اکل وشرب اور مسکن و ماویٰ کا جو تعلق ہے اس میں شریعت نے مرد کو پابند کیا ہے کہ ایک سے زیادہ

☆ الفاظ "وَعَنْ هِشَامٍ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ۲۵۴) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

بیویاں ہوں تو ان کے ساتھ عادلانہ حسن سلوک سے کام لے۔ جذباتِ محبت کی کمی بیشی کا دارومدار ذاتی خوبیوں پر ہے۔ جس کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں متفاوت طور پر کی ہے۔ کسی کا حق نہیں کہ ان میں مساوات کا مطالبہ کرے اور نہ یہ ممکن ہے۔ حضرت عائشہؓ کی باری میں وحی الٰہی کا نزول ان کی روحانی مناسبت سے تھا اور یہ خصوصیت معمولی نہ تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایک خارق عادت اَمر تھا اور صحابہ کرامؓ بھی حضرت عائشہؓ کے ممتاز اوصاف حمیدہ کا پورا احساس رکھتے تھے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ بالا خواہش کا بار بار اظہار کیوں کیا؟ اس کا سبب مذکورہ بالا غلط فہمی کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ایک بیوی کے ساتھ صحابہ کرامؓ کا ہدایا پیش کرنے کے بارے میں جو انداز ہو وہ دُوسری بیویوں کے ساتھ نہ ہو تو ان کا اسے اپنی تحقیر سمجھنا ایک طبعی اَمر تھا☆

بَاب ۹ : مَا لَا يُرَدُّ مِنَ الْهَدِيَّةِ

جس ہدیہ کو واپس کرنا درست نہیں (اس کا بیان)

۲۵۸۲ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ. قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَنَاوَلَنِي طِيْبًا قَالَ: كَانَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ. قَالَ: وَزَعَمَ أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ.

طرفهُ: ۵۹۲۹.

۲۵۸۲: ابومعمر نے ہمیں بتایا۔ عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا کہ عزرہ بن ثابت انصاری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ثمامہ بن عبداللہ نے مجھ سے بیان کیا۔ (عزرہ) کہتے تھے: میں ثمامہ کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھے خوشبو دی۔ کہنے لگے: حضرت انس رضی اللہ عنہ خوشبو کو ردّ نہیں کیا کرتے تھے۔ (ثمامہ نے) کہا اور حضرت انسؓ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو ردّ نہیں کرتے تھے۔

تشریح: مَا لَا يُرَدُّ مِنَ الْهَدِيَّةِ: علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک یہ باب ترمذیؒ کی مرفوع روایت مدنظر رکھ کر قائم کیا گیا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ تین اشیاء کا ہدیہ ردّ نہ کیا جائے۔ اَلْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَاللَّبَنُ. (ترمذی، کتاب الأدب عن رسول الله، باب ما جاء فی کراهیة ردّ الطیب) تکیہ، تیل، خوشبو اور دودھ۔ یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق نہیں۔ اس لئے حضرت انسؓ کی مندرجہ بالا روایت پر اکتفا کیا گیا

☆ الفاظ قَالَ الْبُخَارِيُّ الْكَلَامُ الْاٰخِيْرُ قِصَّةُ فَاطِمَةَ يُذْكَرُ...... مجہول کے صیغہ سے نیز بغیر نام عَنْ رَجُلٍ کہہ کر امام بخاریؒ نے اشارہ کیا ہے کہ یہ واقعہ اپنی صحت کے لحاظ سے بھی محل نظر ہے۔ (از مرتب)

ہے۔خوشبو کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع روایت بھی ہے جو ابوداؤد اور نسائی نے نقل کی ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں: مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ طِيْبٌ فَلَا يَرُدُّهُ فَإِنَّهُ طَيِّبُ الرِّيْحِ خَفِيْفُ الْمَحْمَلِ[1] جسے خوشبو پیش کی جائے۔وہ اسے نہ لوٹائے کیونکہ خوشبو عمدہ ہے، وزن میں ہلکی ہے۔امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خوشبو کے بارے میں یہی روایت نقل کی ہے مگر اس میں بجائے طِيْبٌ کے لفظ رَيْحَانٌ ہے۔[2] لیکن لفظ طِيْبٌ روایت کرنے والے زیادہ ہیں۔اس لئے یہی لفظ صحت کے زیادہ قریب ہے۔(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۵۸)

درحقیقت مجلس میں بیٹھنے کے لئے گاؤ تکیہ یا نمدہ اور بیٹھنے کی شئے اگر دی جائے، اسی طرح خوشبو وغیرہ جو ازراہِ خاطر و تواضع اور ملاطفت و موانست پیش کی جاتی ہیں، اُن کا ردّ کرنا مناسب نہیں۔

بَاب ١٠: مَنْ رَّأَى الْهِبَةَ الْغَائِبَةَ جَائِزَةً

جس نے غیر موجود چیز کا ہبہ کرنا جائز سمجھا

٢٥٨٣-٢٥٨٤: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: ذَكَرَ عُرْوَةُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَمَرْوَانَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ قَامَ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ جَاءُوْنَا تَائِبِيْنَ وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُّطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّكُوْنَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ

۲۵۸۳-۲۵۸۴: سعید بن ابی مریم نے ہمیں بتایا کہ لیث نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: عُقیل نے مجھے بتایا۔انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: عروہ نے بیان کیا کہ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما اور مروان نے انہیں خبر دی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوازن کے نمائندے آئے تو آپؐ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی وہ تعریف کی جس کا وہ اہل ہے۔پھر آپؐ نے فرمایا: دیکھو تمہارے بھائی ہمارے پاس توبہ کر کے آئے ہیں اور میں نے مناسب خیال کیا کہ اُن کے قیدی انہیں واپس کر دوں۔اس لئے جو تم میں سے اپنے دل کی خوشی سے ایسا کرنا چاہتا ہو چاہیے کہ وہ واپس کر دے

[1] (نسائی، کتاب الزینة، باب الطیب) (ابو داؤد، کتاب الترجل، باب فی ردّ الطیب)

[2] (مسلم، کتاب الألفاظ من الأدب وغیرها، باب استعمال المسک)

أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا. فَقَالَ النَّاسُ: طَيَّبْنَا لَكَ.

اور جو اپنا حق (غلام کا فدیہ) لینا چاہے تو اس کا حصہ ہم اس پہلی غنیمت سے دیں گے جو اللہ ہمیں دے گا۔ لوگوں نے کہا: ہم نے آپؐ کا ارشاد خوشی سے قبول کیا۔

اطرافهُ:٢٣٠٧-٢٣٠٨، ٢٥٣٩-٢٥٤٠، ٢٦٠٧-٢٦٠٨، ٣١٣١-٣١٣٢، ٤٣١٨-٤٣١٩، ٧١٧٦-٧١٧٧.

تشریح: مَنْ رَّاٰی الْهِبَةَ الْغَآئِبَةَ جَآئِزَةً: قبیلہ ہوازن کے جنگی قیدیوں اور اموال غنیمت کی واپسی کا واقعہ کتاب الوکالۃ باب ۷ روایت نمبر ۲۳۰۷-۲۳۰۸ میں دیکھئے۔ امام بخاریؒ نے اَموالِ غنیمت کی مشارٌ الیہ واپسی بھی ہبہ میں شمار کی ہے اور اس کا نام ہبہ غائب رکھا ہے کیونکہ اموالِ غنیمت میں جو قیدی انہیں حاصل ہوئے تھے قبل اس کے کہ وہ تقسیم کئے جاتے ان کا حق انہوں نے ترک کر دیا۔ گویا وہ اموالِ غائب کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کا ان کو نہ لینا ایک ہبہ کا رنگ تھا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۵۸، ۲۵۹)

بَاب ١١: اَلْمُكَافَأَةُ فِي الْهِبَةِ

ہبہ کا معاوضہ

٢٥٨٥: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا. لَمْ يَذْكُرْ وَكِيْعٌ وَمُحَاضِرٌ: عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ.

۲۵۸۵: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ عیسیٰ بن یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ آپؓ بیان کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے اور خود بھی ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ وکیع (ابن جراح) اور محاضر (بن مورع) نے اپنی روایت میں یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ روایت ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔

تشریح: اَلْمُكَافَآءَةُ فِی الْهِبَةِ: ہبہ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ وہ عطیہ جو بلا معاوضہ ہو۔ اگر معاوضہ مدنظر ہو تو وہ ہبہ نہیں۔ عنوانِ باب میں ہبہ عام معنوں میں استعمال ہوا ہے جو ہدایا و تحائف پر بھی اطلاق پاتا ہے گو ہدیہ دینے والے کی نیت حصول معاوضہ نہ ہو۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس بارہ میں یہی تھا کہ آپؐ مناسب موقع و محل پر اس کا معاوضہ ضرور دیا کرتے تھے۔ قرآن مجید بھی یہی فرماتا ہے: وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ

مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِيْبًا ○(النساء:۸۷) جب تمہیں دعا دی جائے تو تم اس سے اچھی دعا دو یا کم ازکم ویسی ہی دو۔ اللہ یقیناً ہر امر کا حساب لینے والا ہے۔ لفظ تحیة حیاة سے مشتق ہے۔ تحیہ وہ دعائیہ الفاظ ہیں جن سے ایک بادشاہ مخاطب کیا جاتا ہے لیکن یہ لفظ تحفہ تحائف پر بھی اطلاق پاتا ہے کہ اس سے نیک تعلقات زندہ رہتے ہیں۔ رُدُّوْهَا کے معنے ہیں ویسا ہی تحفہ دو۔ یہ مراد نہیں کہ تحفہ واپس کردو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ ردّ کرنا مکروہ قرار دیا ہے۔ (باب ۶ روایت نمبر ۲۵۷۳) بلکہ قرآن مجید نے تو ردّی چیز کا ہدیہ قبول کرنا بھی عمدہ اخلاق میں شمار کیا ہے۔ فرماتا ہے: وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○(البقرہ :۲۶۸) {اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے وقت اس میں سے ایسی ناپاک چیز کا قصد نہ کیا کرو کہ تم اسے ہرگز قبول کرنے والے نہ ہو سوائے اس کے کہ تم (سخی کے خیال سے) اس سے صرف نظر کرو۔ اور جان لو کہ اللہ بے نیاز (اور) بہت قابل تعریف ہے۔} اس تعلق میں کتاب البیوع باب ۱۲ کی تشریح بھی دیکھئے۔

لَمْ يَذْكُرْ وَكِيْعٌ وَ مُحَاضِرٌ عَنْ هِشَامٍ.... : اس جملہ سے اشارہ کیا ہے کہ یہی روایت وکیع ومحاضر سے بھی بسند ہشام موصولاً نقل کی ہے، جو درست نہیں۔ بلکہ صرف عیسی بن یونس بواسطہ ہشام اسے موصولاً نقل کیا ہے۔ جیسا کہ ترمذیؒ اور بزارؒ نے اس کی وضاحت کی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۵۹)

بَاب ۱۲ : اَلْهِبَةُ لِلْوَلَدِ

اپنی اولاد کو ہبہ کرنے کا بیان

وَإِذَا أَعْطَى بَعْضَ وَلَدِهِ شَيْئًا لَمْ يَجُزْ حَتَّى يَعْدِلَ بَيْنَهُمْ وَيُعْطِيَ الْآخَرُ☆ مِثْلَهُ وَلَا يُشْهَدُ عَلَيْهِ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ.

نیز اگر کوئی شخص اپنے بیٹوں میں سے کسی کو کچھ دے تو یہ جائز نہیں، تاوقتیکہ سب اولاد کے درمیان انصاف نہ کرے اور دوسروں☆ کو بھی ویسا نہ دے اور ایسے غیر منصفانہ ہدیئے پر گواہ ہونا بھی درست نہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اولاد کے درمیان عطیہ کے معاملے میں عدل کیا کرو۔

وَهَلْ لِلْوَالِدِ أَنْ يَّرْجِعَ فِي عَطِيَّتِهِ؟ وَمَا يَأْكُلُ مِنْ مَّالِ وَلَدِهِ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا

نیز اس بات کا بیان کہ کیا والد کو حق ہے کہ اپنے بچوں کو عطیہ دے کر پھر رجوع کرے، اور جو اپنی اولاد کے

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں اس جگہ "يُعْطِىَ الْاٰخَرِيْنَ" کے الفاظ ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۲۶۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے

يَتَعَدَّى؟ وَاشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عُمَرَ بَعِيْرًا ثُمَّ أَعْطَاهُ ابْنَ عُمَرَ وَقَالَ: اصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ.

مال سے دستور کے مطابق کھائے اور حد سے تجاوز نہ کرے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے ایک اُونٹ خریدا۔ پھر آپؐ نے وہ حضرت ابن عمرؓ کو دے دیا اور آپؐ نے فرمایا: تم اس سے جو چاہو، کرو۔

۲۵۸۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَمُحَمَّدِ ابْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ: أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هَذَا غُلَامًا. فَقَالَ: أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَارْجِعْهُ.

اطرافہ: ۲۵۸۷، ۲۶۵۰.

۲۵۸۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حمید بن عبدالرحمٰن اور محمد بن نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ ان دونوں نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ ان کے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کو لائے اور کہا: میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے سب بیٹوں کو اسی طرح دیا ہے جیسے اس کو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: اس کو واپس لے لو۔

تشریح: **اَلْهِبَةُ لِلْوَلَدِ:** عنوانِ باب میں تین حوالے ہیں۔ اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اِعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ. اس حوالہ کے لئے روایت نمبر ۲۵۸۷ زیر باب ۱۳ دیکھئے۔ دوسرے حوالہ کا تعلق ایک فقہی اختلاف سے ہے جو روایت اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ☆ کی بناء پر کیا گیا ہے کہ آیا کوئی اپنے بیٹے کو ہبہ کرکے اس وجہ سے اسے لوٹا سکتا ہے کہ بیٹا اور اس کا مال باپ ہی کا ہے۔ یہ روایت کمزور ہے اور اس سے فقہی استدلال بھی کمزور ہے۔ تیسرا حوالہ رسول اللہ ﷺ کا حضرت عمرؓ سے اونٹ خریدنے کے متعلق ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل کے لیے دیکھئے روایت نمبر ۲۶۱۰۔

بَاب۱۳: اَلْإِشْهَادُ فِي الْهِبَةِ

ہبہ میں گواہ ٹھہرانا

۲۵۸۷: حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَامِرٍ

۲۵۸۷: حامد بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حصین (بن عبدالرحمٰن) سے،

☆ (ابن ماجه، المقدمة، باب ما للرجل من مال ولده)

قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ: أَعْطَانِي أَبِي عَطِيَّةً فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي أَعْطَيْتُ ابْنِي مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً فَأَمَرَتْنِي أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ: أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هَذَا؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَاتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ. قَالَ: فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ.

حصین نے عامر (شعبی) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا اور وہ منبر پر تھے، کہتے تھے: میرے باپ نے ایک عطیہ مجھے دیا تو عمرہ بنت رواحہؓ نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تم رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ ٹھہراؤ۔ اس پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: میں نے اپنے اس بیٹے کو جو عمرہ بنت رواحہؓ سے ہے، ایک عطیہ دیا ہے اور اس نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپؐ کو یا رسول اللہ گواہ ٹھہراؤں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے باقی تمام بیٹوں کو اسی طرح دیا ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کی ناراضگی سے بچو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ انہوں نے کہا: اس پر وہ لوٹ آئے اور انہوں نے اپنا عطیہ واپس لے لیا۔

اطرافہُ: ۲۵۸٦، ۲٦۵۰۔

تشریح: **اَلْإِشْهَادُ فِي الْهِبَةِ:** ہبہ بھی اگرچہ مثل دیگر عقود کے محتاج شہادت عقد ہے لیکن یہ اَمر صحت ہبہ کے لئے شرط نہیں بلکہ تکمیل عقد کی صورت ہے۔ واہب کی طرف سے اعلان ہی کافی ہے کہ اس نے فلاں کو فلاں چیز ہبہ کر دی ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک موہوب چیز پر قبضہ بھی شرط نہیں بلکہ یہ ہبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔ ان کے نزدیک صرف اعلان سے ہی ہبہ صحیح قرار پا جائے گا۔ (بداية المجتهد، كتاب الهبات، شروطها، جزء ثانی صفحہ ۲۴۷، ۲۴۸) فقہاء نے مذکورہ بالا واقعہ سے دونوں قسم کی رائے کا استدلال کیا ہے: وجوبِ شہادت کا بھی اور عدم وجوب شہادت کا بھی۔ جنہوں نے شہادت واجب قرار دی ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کو اس اَمر پر محمول کیا ہے کہ چونکہ ہبہ میں غیر منصفانہ طریق اختیار کیا گیا تھا؛ آپؐ نے ایسے ناجائز ہبہ پر گواہ ہونا پسند نہیں کیا۔ بعض فقہاء کا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ امام تھے اس لئے امام کا شاہد ٹھہرنا منصب امامت کے خلاف ہے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اَلَيْسَ يَسُرُّكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا فِي الْبِرِّ وَاللُّطْفِ سَوَآءٌ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَشْهِدْ عَلَى هٰذَا غَيْرِي. (ابوداؤد، كتاب البيوع، باب في الرجل يفضل بعض ولده في النحل) کیا تمہیں پسند ہے کہ تمام

بچے تم سے حسن سلوک اور خدمت گزاری میں برابر ہوں، تو انہوں نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تو پھر کسی دوسرے کو گواہ ٹھہراؤ۔ عنوان باب سے جو مصدر یہ ہے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شہادت کی ضرورت یا عدم ضرورت کا مسئلہ حالات پر موقوف ہے۔ مزید کتاب الشهادات باب ۹ بھی دیکھئے۔

بَاب ١٤ : هِبَةُ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهِ وَالْمَرْأَةُ لِزَوْجِهَا

کسی مرد کا اپنی بیوی کو اور بیوی کا اپنے خاوند کو تحفہ دینا

قَالَ إِبْرَاهِيْمُ: جَائِزَةٌ. وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ: لَا يَرْجِعَانِ. وَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِي قَيْئِهِ. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ- فِيمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ: هَبِي لِي بَعْضَ صَدَاقِكِ أَوْ كُلَّهُ. ثُمَّ لَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيْرًا حَتَّى طَلَّقَهَا فَرَجَعَتْ فِيْهِ- قَالَ: يَرُدُّ إِلَيْهَا إِنْ كَانَ خَلَبَهَا وَإِنْ كَانَتْ أَعْطَتْهُ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِّنْ أَمْرِهِ خَدِيْعَةٌ جَازَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ. (النساء: ۵)

ابراہیم (نخعی) نے کہا: ایسا ہبہ نافذ ہوگا اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا: وہ دونوں اپنے ہبہ سے نہیں پھریں گے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے اجازت لی کہ عائشہؓ کے گھر میں آپؐ کی تیمارداری ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہبہ میں لَوٹنے والا کتے کی طرح ہے جو قے کرکے پھر اپنی قے چاٹتا ہے۔ اور زہری نے کہا: اور ایسے شخص سے متعلق جو اپنی بیوی سے کہے: مجھے اپنے مہر سے کچھ حصہ یا سارا مہر معاف کردے۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ اسے طلاق دے دے، وہ عورت بھی اپنے مہر کی معافی کو منسوخ کردے۔ (زہری نے) کہا: تو وہ شخص اس عورت کو حق مہر واپس دے گا۔ اگر اس نے حق مہر کی معافی فریب سے لی تھی اور اگر اس عورت نے اس کو اپنی خوشی سے معافی دی تھی اور اس کے خاوند کا یہ معاملہ فریب نہ تھا تو یہ جائز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر وہ عورتیں تمہارے لئے اپنے مہر میں سے بطیب خاطر کچھ چھوڑ دیں۔......

۲۵۸۸ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ

۲۵۸۸: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے

قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ. فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ: فَذَكَرْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ: وَهَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ؟ قُلْتُ: لَا. قَالَ: هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.

زہری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے بتایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپؐ کی بیماری سخت ہوگئی تو آپؐ نے اپنی ازواج سے اجازت لی کہ آپؐ بیماری کے دِنوں میں میرے گھر میں رہیں۔ انہوں نے آپؐ کو اجازت دی۔ آپؐ دو آدمیوں کے درمیان سہارا لئے ہوئے باہر نکلے۔ آپؐ کے پاؤں زمین پر لکیر ڈالتے جاتے تھے اور آپؐ حضرت عباسؓ کے درمیان اور ایک اور شخص کے درمیان تھے۔ اور عبیداللہ نے کہا: میں نے حضرت ابن عباسؓ سے جو حضرت عائشہؓ نے کہا تھا، ذکر کیا۔ تو انہوں نے (مجھ سے) کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ شخص کون تھا جس کا حضرت عائشہؓ نے نام نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا: وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے۔

اطرافہٗ: ۱۹۸، ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٧٩، ٦٨٣، ٦٨٧، ٧١٢، ٧١٣، ٧١٦، ٣٠٩٩، ٣٣٨٤، ٤٤٤٢، ٤٤٤٥، ٥٧١٤، ٧٣٠٣۔

٢٥٨٩: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَقِيْءُ ثُمَّ يَعُوْدُ فِي قَيْئِهِ.

۲۵۸۹: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ وہیب نے ہمیں بتایا (انہوں نے کہا: عبداللہ) بن طاؤس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہبہ سے پھر جانے والا کتے کی طرح ہے جو قے کرتا ہے پھر اپنی قے واپس (کھا) لیتا ہے۔

اطرافہٗ: ٢٦٢١، ٢٦٢٢، ٦٩٧٥۔

تشریح: هِبَةُ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهِ وَالْمَرْأَةُ لِزَوْجِهَا: عنوان باب کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ مسئلہ معنونہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ خاوند اور بیوی ہبہ سے رجوع کر سکتے ہیں۔

ابراہیم نخعیؒ رجوع کے خلاف ہیں۔ابراہیم نخعیؒ اور عمر بن عبداللہ کے فتویٰ کا حوالہ مسند عبدالرزاق میں موصولاً مروی ہے۔☆ دونوں کے نزدیک ہبہ سے رُجوع نہیں ہوسکتا۔امام ابن شہاب زہری کا فتویٰ ابن وہب نے بسند یونس بن یزید نقل کیا ہے اور مسند عبدالرزاق میں بھی اُن کا یہ فتویٰ مروی ہے کہ قاضی عورت کو تو رجوع کی اجازت دیتے ہیں مگر مرد کو نہیں۔☆ امام مالکؒ کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ اگر شہادت سے ثابت ہو کہ حق مہر وغیرہ معاف کرنے کرانے میں دھوکہ کی صورت ہے تو عورت کو رجوع کا حق ہے۔قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک مقدمہ میں خاوند سے شہادت طلب کی کہ اس کی بیوی نے بلا جبر و اکراہ اپنا حق مہر بخش دیا تھا۔بصورت عدم شہادت بیوی کی قسم کے مطابق فیصلہ ہوگا۔☆

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تیمارداری کا واقعہ بھی اسی قسم کے ہبہ میں شمار کر کے ضمناً اس کا حوالہ دیا ہے۔علاوہ ازیں عنوان باب ہی میں قے چاٹنے سے متعلق بھی حدیث نبویؐ کا حوالہ دیا گیا ہے۔یہ دونوں حوالے اسی باب کی دونوں روایتوں میں مفصل درج ہیں۔جس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ رجوع کے حق میں نہیں۔چنانچہ اسی بارہ میں قرآن مجید کی آیت فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ. (النساء:۵) نص صریح ہے کہ اگر عورتیں اپنے دل کی خوشی سے اپنا حق مہر خاوند کو معاف کردیں تو ایسی حالت میں وہ ہبہ خوشگوار خوش انجام ہوگا۔اگر اکراہ کی صورت ہو تو جائز نہیں۔علامہ ابن حجرؒ نے حضرت عمرؓ کا ایک قول بھی بحوالہ عبدالرزاق نقل کیا ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: اَنَّ النِّسَآءَ يُعْطِيْنَ رَغْبَةً وَّ رَهْبَةً فَاَيُّمَا امْرَاَةٍ اَعْطَتْ زَوْجَهَا فَشَآءَتْ اَنْ تَرْجِعَ رَجَعَتْ ☆ یعنی عورتیں برضا و رغبت یا خوف سے دیتی ہیں، جو عورت خاوند کو حق مہر دے کر اس سے پھرنا چاہے تو پھر سکتی ہے۔امام شافعیؒ کے نزدیک خلع کی صورت میں رجوع نہیں کرسکتی۔ان کے فتویٰ کی بنیاد قرآن مجید کی آیت فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ (البقرة:۲۳۰) پر ہے۔کتے کی مثال سے واضح ہے کہ ہبہ سے رجوع نہایت مکروہ ہے۔جہاں تک فتویٰ کا تعلق ہے وہ مذکورہ بالا حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ دھوکہ فریب کی صورت میں ہبہ سے بذریعہ دارالقضاء رجوع کیا جاسکتا ہے۔(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۶۶، ۲۶۷)

بَاب ۱۵ : هِبَةُ الْمَرْأَةِ لِغَيْرِ زَوْجِهَا وَعِتْقُهَا إِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ فَهُوَ جَائِزٌ إِذَا لَمْ تَكُنْ سَفِيْهَةً فَإِذَا كَانَتْ سَفِيْهَةً لَمْ يَجُزْ

عورت کا اپنے خاوند کے سوا اور کسی کو ہبہ کرنا اور اس کا لونڈی غلام کو آزاد کرنا
جب اس کا خاوند موجود ہو تو یہ جائز ہے، بشرطیکہ کم عقل نہ ہو، اگر کم عقل ہو تو جائز نہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمْ (النساء:٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: نادانوں کو مال نہ دو۔

☆ (مصنف عبد الرزاق، كتاب المواهب، باب هبة المرأة لزوجها، جزء۹ صفحہ۱۱۴ تا ۱۱۶)

۲۵۹۰: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبَّادِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا لِي مَالٌ إِلَّا مَا أَدْخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ فَأَتَصَدَّقُ؟ قَالَ: تَصَدَّقِي وَلَا تُوْعِي فَيُوْعَى عَلَيْكِ.

اطرافهُ: ۱٤۳۳، ۱٤۳٤، ۲٥۹۱.

۲۵۹۰: ابوعاصم (ضحاک بن مخلد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے ابن ابی ملیکہ سے، انہوں نے عباد بن عبداللہ سے، عباد نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت کی، کہتی تھیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس اور تو کوئی مال نہیں مگر وہی جو زبیرؓ نے مجھے لا کر دیا ہے۔ کیا میں اس میں سے صدقہ دوں؟ آپؐ نے فرمایا: صدقہ دو، بند کر کے نہ رکھا کرو، ورنہ تم سے بھی بند کر کے رکھا جائے گا۔

۲۵۹۱: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَنْفِقِي وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوْعِي فَيُوْعِيَ اللهُ عَلَيْكِ.

اطرافهُ: ۱٤۳۳، ۱٤۳٤، ۲٥۹۰.

۲۵۹۱: عبیداللہ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ عبداللہ بن نمیر نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام بن عروہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے فاطمہ (بنت منذر) سے، فاطمہ نے (اپنی دادی) حضرت اسماءؓ (بنت ابی بکرؓ) سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان سے) فرمایا: خرچ کرو، گنتی نہ رہا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر ہی دے گا۔ اور نہ روپیہ بند کر کے رکھا کرو، ورنہ اللہ بھی تم سے روک ہی رکھے گا۔

۲۵۹۲: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا أَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً وَلَمْ تَسْتَأْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِي يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيهِ قَالَتْ: أَشَعَرْتَ

۲۵۹۲: یحییٰ بن بکیر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے لیث (بن سعد) سے، لیث نے یزید سے، یزید نے بکیر سے، بکیر نے حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام کریب سے روایت کی کہ حارث کی بیٹی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا (جو آنحضرت ﷺ کی زوجہ تھیں) نے انہیں بتایا کہ انہوں نے ایک لونڈی آزاد کردی اور نبی ﷺ سے اجازت نہ لی۔ جب ان کی باری کا وہ دن آیا جس میں

يَا رَسُوْلَ اللهِ أَنِّي أَعْتَقْتُ وَلِيْدَتِي؟ قَالَ: أَوَفَعَلْتِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: أَمَا إِنَّكِ لَوْ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ.

آپؐ ان کے پاس آیا کرتے تھے، کہنے لگیں: یارسول اللہ! کیا آپؐ کو علم ہے کہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کردی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے اسے آزاد کردیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: واہ اگر تم وہ لونڈی اپنے ننھیال والوں کو دے دیتیں تو یہ بات تمہارے ثواب کو زیادہ بڑھانے والی ہوتی۔

وَقَالَ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ: إِنَّ مَيْمُوْنَةَ أَعْتَقَتْ....

طرفهُ: ۲۵۹۴۔

اور بکر بن مضر نے عمرو (بن حارث) سے، عمرو نے بکیر سے، بکیر نے کریب سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت میمونہؓ نے اپنی لونڈی کو آزاد کردیا تھا۔

۲۵۹۳: حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِّنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْتَغِي بِذَلِكَ رِضَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۵۹۳: حبان بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ (انہوں نے کہا:) یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ پھر ان میں سے جس کا قرعہ نکلتا آپؐ اس کو اپنے ساتھ لے جاتے اور آپؐ ان میں سے ہر زوجہ کا دن اور اس کی رات مقرر کردیتے تھے۔ مگر حضرت سودہؓ بنت زمعہ نے اپنا دِن اور اپنی رات نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہؓ کو دے دیا تھا۔ اس سے وہ رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی چاہتی تھیں۔

اطرافهُ: ۲۶۳۷، ۲۶۶۱، ۲۶۸۸، ۲۸۷۹، ۴۰۲۵، ۴۱۴۱، ۴۶۹۰، ۴۷۴۹، ۴۷۵۰، ۴۷۵۷، ۵۲۱۲، ۶۶۶۲، ۶۶۷۹، ۷۳۶۹، ۷۳۷۰، ۷۵۰۰، ۷۵۴۵۔

تشریح: هِبَةُ الْمَرْأَةِ لِغَيْرِ زَوْجِهَا وَعِتْقُهَا إِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ فَهُوَ جَائِزٌ: صحت ہبہ کی شرطوں میں سے ملکیت صحیحہ تامہ کے علاوہ یہ شرط بھی عائد کی گئی ہے کہ ہبہ کرنے والا عاقل و بالغ ہو۔ عورتیں جو اپنے والدین یا خاوندوں کی نگرانی کے تحت ہوتی ہیں، ان سے متعلق یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ آیا وہ بغیر اجازت خاوند ہبہ کر سکتی ہیں یا نہیں۔ طاؤسؒ کے نزدیک خاوند کے سوا کسی مرد کو قطعاً ہبہ نہیں کر سکتیں اور انہوں نے عمرو بن شعیب کی روایت سے تمسک کیا ہے جو انہوں نے اپنے دادا سے مرفوعاً نقل کی ہے۔☆ جبکہ امام مالک سے یہ الفاظ مروی ہیں: لَا يَجُوْزُ لَهَا اَنْ تُعْطِي بِغَيْرِ اِذْنِ زَوْجِهَا وَلَوْ كَانَتْ رَشِيْدَةً اِلَّا مِنَ الثُّلُثِ. (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۶۸) عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے مال میں سے بغیر اجازت خاوند عطیہ دے، خواہ رُشد کی حالت میں ہو اور وہ باجازت ایک تہائی مال سے غیر کو بھی دے سکتی ہے۔ جمہور کے نزدیک عورت اگر سفیہہ یعنی بیوقوف نہ ہو، اپنے مال میں تصرف کرنے کی مجاز ہے۔ خاوند کی اجازت سے اسے مقید کرنا خلاف منشاء کتاب وسنت ہے، سوا اس کے کہ وہ کم عقل ہو۔ محولہ بالا پوری آیت یہ ہے: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا. (النساء:۶) اور ناسمجھوں کو اپنا مال نہ دو جو اللہ نے تمہارے لئے سہارا بنایا ہے اور ان میں سے ان کو کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے بھلی بات کہتے رہو (یہاں تک کہ سمجھ دار ہو جائیں) اس آیت سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ صرف ناسمجھی اور ناتجربہ کاری تصرف اموال سے مانع ہے ورنہ بحالت عقل وفہم ہر مالک اپنے مال میں تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ زیر باب چار روایتیں درج ہیں جو مسئلہ معنونہ کے بارے میں واضح ہیں۔ ابن بطّال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ روایتیں بلحاظ صحت نہایت مستند ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۶۸)

بَاب ١٦ : بِمَنْ يُّبْدَأُ بِالْهَدِيَّةِ؟

ہدیہ پہلے کن کو دیا جائے؟

٢٥٩٤ : وَقَالَ بَكْرٌ عَنْ عَمْرٍو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ: اَنَّ مَيْمُوْنَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً لَّهَا فَقَالَ لَهَا: وَلَوْ وَصَلْتِ بَعْضَ أَخْوَالِكِ كَانَ

۲۵۹۴: اور بکر (بن مضر) نے عمرو (بن حارث) سے ہمیں بتایا۔ انہوں نے بکیر سے، بکیر نے حضرت ابن عباسؓ کے غلام کریب سے روایت کی کہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت میمونہؓ نے اپنی ایک لونڈی آزاد کر دی تو آپؐ نے ان سے فرمایا: اگر تم اپنے ننھیال والوں

☆ (سنن النسائی، کتاب الزکاة، باب عطیة المرأة بغیر إذن زوجها)
(سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی عطیة المرأة بغیر إذن زوجها)

أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ.

سے کسی کو دے کر صلہ رحمی کرتیں تو یہ بات تمہارے ثواب کو زیادہ کرنے کا موجب ہوتی۔

طرفہُ: ۲۵۹۲۔

۲۵۹۵: حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَجُلٍ مِّنْ بَنِي تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي؟ قَالَ: إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا.

۲۵۹۵: محمد بن بشار نے مجھے بتایا۔ محمد بن جعفر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (عبدالمالک) ابوعمران جونی سے، انہوں نے طلحہ بن عبداللہ سے جو قبیلہ بنی تیم بن مرہ میں سے ایک شخص تھے۔ طلحہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں؛ تو ان میں سے کس کو میں ہدیہ بھیجوں؟ آپؐ نے فرمایا: ان میں سے اس کو جس کا دروازہ تم سے زیادہ نزدیک ہو۔

اطرافہُ: ۲۲۵۹، ۶۰۲۰۔

تشریح: **بِمَنْ يُّبْدَأُ بِالْهَدِيَّةِ:** عنوان باب کے تحت واؤ عاطفہ کے ساتھ بکر کی جو روایت بسند کریب نقل کی گئی ہے وہ زیر باب ۱۵ روایت نمبر ۲۵۹۲ میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث اور حضرت عائشہؓ کی حدیث (نمبر ۲۵۹۵) میں تعارض نہیں۔ صلہ رحمی میں رشتہ دار غیر رشتہ دار کے مقابل میں مقدم کئے جائیں گے اور حق ہمسائیگی میں ہدیہ کے لئے قریب ترین ہمسایہ مقدم ہوگا، اگر سب کو ہدیہ نہیں بھیجا جاسکتا۔ بکر کی یہ روایت واؤ عاطفہ کے ذریعہ اس غرض سے بھی جمع کر دی گئی ہے تا ان کا ظاہری تعارض دور ہو جائے۔

بَاب ۱۷: مَنْ لَّمْ يَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ لِعِلَّةٍ

جو کسی عذر کی وجہ سے ہدیہ قبول نہ کرے

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ: كَانَتِ الْهَدِيَّةُ فِي زَمَنِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً وَالْيَوْمَ رِشْوَةٌ.

اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہدیہ تھا اور آج رشوت ہے۔

۲۵۹۶: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي

۲۵۹۶: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ انہوں

عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيَّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يُخْبِرُ أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارَ وَحْشٍ وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ- أَوْ بِوَدَّانَ- وَهُوَ مُحْرِمٌ فَرَدَّهُ قَالَ صَعْبٌ: فَلَمَّا عَرَفَ فِي وَجْهِي رَدَّهُ هَدِيَّتِي قَالَ: لَيْسَ بِنَا رَدٌّ عَلَيْكَ وَلٰكِنَّا حُرُمٌ.

اطرافہ: ۱۸۲۵، ۲۵۷۳۔

نے کہا: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے مجھے بتایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ انہوں نے حضرت صعبؓ بن جثامہ لیثی سے سنا۔ وہ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے تھے، بتلاتے تھے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گورخر ہدیہ پیش کیا اور آپؐ اس وقت ابواء یا ودّان میں تھے اور احرام باندھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے اسے لَوٹا دیا۔ حضرت صعبؓ کہتے تھے: جب آپؐ نے میرے چہرے سے معلوم کیا کہ میں نے آپؐ کے ہدیہ قبول نہ کرنے کو محسوس کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا: یہ بات نہیں کہ ہم تمہارا ہدیہ واپس کر رہے ہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ ہم احرام میں ہیں۔

۲۵۹۷: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ ابْنُ☆ اللُّتْبِيَّةِ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ: هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا أُهْدِيَ لِي. قَالَ: فَهَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيْهِ- أَوْ بَيْتِ أُمِّهِ- فَيَنْظُرَ اَيُهْدَى لَهُ أَمْ لَا؟ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا

۲۵۹۷: عبداللہ بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے قبیلہ ازد میں سے ایک شخص کو جسے ابن اُتبیہ☆ کہتے تھے، زکوۃ وصول کرنے پر (کارکن) مقرر فرمایا۔ جب وہ آیا تو اس نے کہا: یہ تو آپ کا ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: تو پھر وہ اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر ہی کیوں نہ بیٹھا رہا اور پھر دیکھتا اسے تحفہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں "ابْنُ الْأُتْبِيَّةِ" ہے۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۲۷۱)

يَأْخُذُ أَحَدٌ مِّنْكُمْ شَيْئًا إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ إِنْ كَانَ بَعِيْرًا لَهُ رُغَاءٌ أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ أَوْ شَاةً تَيْعَرُ- ثُمَّ رَفَعَ بِيَدِهِ حَتَّى رَأَيْنَا عُفْرَةَ إِبْطَيْهِ- اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ. ثَلَاثًا.

میں میری جان ہے، جوکوئی بھی تم میں سے (اس زکوٰۃ کے مال سے) کچھ لے گا تو وہ ضرور ہی قیامت کے دن اپنی گردن پر اس (مال) کو اٹھائے ہوئے آئے گا۔ اگر اُونٹ ہوگا تو وہ بڑبڑا رہا ہوگا، یا گائے ہوگی تو وہ بائیں بائیں کر رہی ہوگی، یا بکری ہوگی تو وہ مَیں مَیں کر رہی ہوگی۔ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے، یہاں تک کہ ہم نے آپؐ کی بغلوں کی سپیدی دیکھ لی۔ (آپؐ نے فرمایا:) اے میرے اللہ! کیا میں نے تیرے حکم کو پہنچا دیا ہے۔ اے میرے اللہ! کیا میں نے تیرے حکم کو پہنچا دیا ہے۔ یہ فقرہ تین دفعہ فرمایا۔

اطرافهُ: ۹۲۵، ۱۵۰۰، ۶۶۳۶، ۶۹۷۹، ۷۱۷۴، ۷۱۹۷۔

تشریح: مَنْ لَّمْ يَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ لِعِلَّةٍ: عنوانِ باب میں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت جو حوالہ دیا گیا ہے یہ ابن سعد نے بحوالہ فرات بن مسلم نقل کیا ہے کہ ایک دن ان کو سیب کی خواہش ہوئی لیکن گھر میں نقدی میسر نہ ہونے کی وجہ سے ارادہ ترک کر دیا۔ پھر سوار ہو کر جب باہر گئے تو ایک گرجے کے قریب ان کا گذر ہوا تو ان کو سیب طشتری میں لگے ہوئے پیش کئے گئے۔ ایک سیب لیا اور اسے سونگھا اور پھر طشتری میں اسے رکھ دیا اور سیب نہیں لئے۔ فرات بن مسلم نے جو اُن کے ہمرکاب تھے، تعجب سے دریافت کیا جس پر محولہ بالا جواب دیا گیا[1] آپ کے نیک نمونہ سے ظاہر ہے کہ حکام وقت کو ہدایا قبول کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ روایت نمبر ۲۵۹۷ سے بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی ایسے ہدایا ناپسند فرمائے۔ لفظ اَلْعِلَّةُ کے معنی ہیں ایسا سبب جس سے نقص لازم آتا ہو۔ باب کی پہلی روایت کا تعلق شرعی حکم کی خلاف ورزی سے ہے۔ دوسری روایت کا تعلق عہدے سے ناجائز فائدہ اُٹھانے سے۔ پہلی روایت کے لیے کتاب جزاء الصيد باب ۶ روایت نمبر ۱۸۲۵ دیکھئے۔ اور دوسری کے لئے کتاب الزکوٰۃ باب ۶۷ روایت نمبر ۱۵۰۰۔ ابن العربیؒ نے رشوت کی یہ تعریف کی ہے: كُلُّ مَالٍ دُفِعَ لِيُبْتَاعَ بِهِ مِنْ ذِيْ جَاهٍ عَوْنًا عَلَى مَا لَا يَحِلُّ. (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۷) وہ مال جس کے ذریعہ سے ناجائز کو جائز کرنے میں مدد لی جائے۔ ترمذی نے اس بارہ میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ان الفاظ میں نقل کیا ہے: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ.[2] یہ جملہ انشائیہ بھی ہے اور خبریہ بھی۔ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور لینے والے پر لعنت فرمائی۔

[1] (الطبقات الكبرى لابن سعد، الطبقة الثالثة من أهل المدينة من التابعين، جزء۵ صفحہ۳۷۷)
[2] (سنن الترمذی، كتاب الأحكام، باب ما جاء في الراشي والمرتشي)

بَاب۱۸ : إِذَا وَهَبَ هِبَةً أَوْ وَعَدَ ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ أَنْ تَصِلَ إِلَيْهِ

اگر کوئی ہبہ کرے یا ہبہ کا وعدہ کرے پھر ہبہ کی تکمیل سے پہلے مرجائے

وَقَالَ عَبِيْدَةُ: إِنْ مَّاتَا وَكَانَتْ فُصِلَتِ الْهَدِيَّةُ وَالْمُهْدَى لَهُ حَيٌّ فَهِيَ لِوَرَثَتِهِ وَإِنْ لَّمْ تَكُنْ فُصِلَتْ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الَّذِي أَهْدَى. وَقَالَ الْحَسَنُ: أَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلُ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الْمُهْدَى لَهُ إِذَا قَبَضَهَا الرَّسُوْلُ.

اور عبیدہ نے کہا: اگر وہ دونوں مرجائیں اور ہدایا کو الگ کر دیا گیا ہو اور جس کو ہدیہ دیا جانا ہے وہ زندہ ہو (اور پھر وہ مرجائے) تو وہ ہدیہ اس کے وارثوں کا حق ہوگا اور اگر ہدیہ الگ نہیں کیا گیا تو وہ اس شخص کے وارثوں کا حق ہوگا جس نے ہدیہ دیا۔ اور امام حسن (بصری) کہتے ہیں کہ ہدیہ دینے والا اور جس کو ہدیہ دیا گیا ہو، اگر ان دونوں میں سے کوئی مرجائے تو ہدیہ موہوب لۂ کے وارثوں کو ہی ملے گا بشرطیکہ اس کے ایلچی نے وہ ہدیہ قبضہ میں لے لیا ہو۔

۲۵۹۸: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هَكَذَا (ثَلَاثًا) فَلَمْ يَقْدَمْ حَتَّى تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ أَبُو بَكْرٍ مُنَادِيًا فَنَادَى: مَنْ كَانَ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَعَدَنِي. فَحَثَى لِي ثَلَاثًا.

۲۵۹۸: علی بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا کہ (محمد) بن منکدر نے ہمیں بتایا (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا، کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اس طرح دوں گا۔ تین بار فرمایا۔ تو وہ مال اس وقت آیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تھے اور حضرت ابوبکرؓ نے ایک مُنادی کو حکم دیا تو اس نے مُنادی کی کہ نبی ﷺ کے ذمہ جس کا کوئی وعدہ یا قرضہ ہو تو چاہیے کہ وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور میں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے مجھے تین لپ بھر کر دیئے۔

اطرافهُ: ۲۲۹٦، ۲٦۸۳، ۳۱۳۷، ۳۱٦٤، ٤۳۸۳۔

بَاب ۱۹ : كَيْفَ يُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ

غلام اور سامان پر کس طرح قبضہ کیا جائے؟

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: كُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ فَاشْتَرَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ.

اور حضرت (عبداللہ) بن عمرؓ نے کہا کہ میں ایک منہ زور اُونٹ پر سوار تھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خرید لیا اور فرمایا: عبداللہؓ یہ (اُونٹ) تمہارا ہی ہے۔

۲۵۹۹: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: قَسَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ مَخْرَمَةُ: يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَقَالَ: ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي قَالَ: فَدَعَوْتُهُ لَهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِّنْهَا فَقَالَ: خَبَأْنَا هَذَا لَكَ قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ: رَضِيَ مَخْرَمَةُ.

۲۵۹۹: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے، انہوں نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے کچھ قبائیں تقسیم کیں اور مخرمہؓ کو ان میں سے کوئی قبا نہ دی۔ مخرمہؓ نے (اپنے لڑکے کو) کہا: بیٹا! تم میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو۔ میں ان کے ساتھ چلا گیا تو انہوں نے کہا: اندر جاؤ اور آنحضرت ﷺ سے کہو کہ میں آپؐ کو بلاتا ہوں۔ (مسور) کہتے تھے: میں نے آپؐ سے کہا کہ میرے والد آپؐ کو بلاتے ہیں۔ آپؐ ان کے پاس باہر آئے اور آپؐ کے کندھوں پر ان میں سے ایک قبا تھی۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے تمہارے لئے یہ چھپا رکھی تھی۔ (مسور) کہتے تھے: میرے والد نے اسے دیکھا اور کہا: مخرمہ اب تو خوش ہو گیا۔

اطرافہُ: ۲۶۵۷، ۳۱۲۷، ۵۸۰۰، ۵۸۶۲، ۶۱۳۲۔

تشریح: **كَيْفَ يُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ**: آیا صحت ہبہ کے لئے قبضہ شرط ہے یا نہیں۔ اکثر فقہاء اور تابعین کے نزدیک قبضہ شرط صحت ہے۔ یہی مذہب امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا ہے۔ مؤخر الذکر امام نے ماپ تول کی اشیاء میں تو قبضہ کی شرط عائد کی ہے مگر ان کے نزدیک اشیائے عین میں قبضہ کی شرط نہیں۔ امام مالکؒ نے ہبہ کا عقد بیع پر قیاس کر کے قبضہ سے قبل ملکیت ہبہ کو صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ہبہ کرنے والے اور اس کے وارثوں کے انکار پر بذریعہ دار القضاء اس پر قبضہ حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن اگر واہب قبضہ دینے سے پہلے فوت ہو جائے تو

ہبہ ساقط ہوگا۔ جہاں تک وعدۂ ہبہ کا تعلق ہے؛ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام ثوریؒ کا یہ مذہب ہے کہ اگر قبضہ نہ ہو تو اس کے ورثاء پر وعدہ پورا کرنا لازم نہیں۔(بـداية المجتهد، كتاب الهبات، شروطها، جزء ثانی صفحہ ۲۴۷) یہ وہ اختلاف ہے جس کے پیش نظر باب ۱۹ قائم کیا گیا ہے اور اس تعلق میں جو حدیث نقل کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا میلان اس طرف ہے کہ قبضہ شرط نہیں۔ ہبہ کا وعدہ صحیح قرار پائے گا اور وہ پورا کیا جائے گا۔ اس تعلق میں كتاب البيوع باب ۴۷ بھی دیکھئے۔

وَقَالَ عَبِيْدَةُ اِنْ مَّاتَا: عنوان باب (نمبر ۱۸) میں عبیدہ بن عمرو سلمانی اور حسن بصریؒ کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ یعنی واہب اور موہوب لہٗ دونوں مر جائیں اور ہدیہ (یا ہبہ) اموالِ مملوکہ سے الگ کر دیا گیا ہو تو وارث اس کا مستحق ہوگا۔ جمہور کے نزدیک ہبہ پانے والے کا وارث اس وقت مستحق ہوگا جب اس کو یا اس کے وکیل کو قبضہ حاصل ہو چکا ہو۔
(فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۷۳ شرح باب ۱۸)

قَالَ الْحَسَنُ اَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلُ......: یعنی حسن بصری کا یہ فتویٰ وہی ہے جو امام مالک کا ہے یعنی دونوں میں سے اگر کوئی فوت ہو جائے تو ہدیہ یا ہبہ بہرحال وارثوں کا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور اسحٰق بن راہویہ نے اس میں ایک فرق ملحوظ رکھا ہے کہ وکیل اگر ہدیہ دینے والے کا ہو اور جسے ہدیہ بھیجا گیا ہے وہ فوت ہو گیا ہو تو ہدیہ دینے والے کو لوٹے گا، اور اس فرق کی تائید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے تمسک کیا ہے کہ آپؐ نے نجاشی کو ایک جوڑا اور مشک بطور تحفہ بھیجا اور فرمایا: اگر نجاشی کی موت کی وجہ سے یہ واپس ہو تو یہ تمہارا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مشارٌ الیہ روایت طبرانی وغیرہ نے نقل کی ہے۔☆
(فتح الباری شرح باب ۱۸ جزء ۵ صفحہ ۲۷۳) (عمدۃ القاری شرح باب ۱۸ جزء ۱۳ صفحہ ۱۵۷)

مذکورہ بالا حوالوں سے اس فقہی اختلاف کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے؛ جس کی وجہ سے یہ باب قائم کرنا پڑا۔ امام ابن حجرؒ نے حضرت جابرؓ کی مذکورہ بالا روایت سے استدلال کے بارے میں کہا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ہدیہ جو کسی وجہ سے نہیں دیا جا سکا۔ وہ بصورتِ وعدہ قائم رہے گا اور بموجب ارشادِ باری تعالیٰ پورا کرنا ضروری ہے۔ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا . (بنی اسرائیل: ۳۵) طبرانی کی روایت امام بخاریؒ کے نزدیک مستند نہیں۔
(فتح الباری شرح باب ۱۸ جزء ۵ صفحہ ۲۷۳)

قبضہ سے مراد کیا ہے؟ آیا شیئ موہوب کا اپنی تحویل میں لے لینا یا مطلق عقد ہبہ سے قبضہ حاصل ہو جاتا ہے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ قبضہ اسی وقت صحیح متصور ہوگا جب ہاتھ میں آ جائے۔ ابوثورؒ اور داؤدؒ عقد ہبہ کو کافی سمجھتے ہیں۔ امام احمدؒ نے شیئ معین اور شیئ غیر معین میں فرق کیا ہے کہ اوّل الذکر میں قبضہ کے بغیر ہی ہبہ صحیح قرار پائے گا۔ متاع سے مراد ایسی جائداد جس کا کوئی حصہ معین نہ ہو جیسے مشترکہ جائداد۔ عنوان باب كَيْفَ يُقْبَضُ سے مراد صرف کیفیت تخلیہ و دست برداری

☆ (مسند احمد بن حنبل، مسند القبائل، حديث ام كلثوم بنت عقبة ام حميد بن عبد الرحمن، جزء ۶ صفحہ ۴۰۴)
(المعجم الكبير للطبرانی، مسند النساء، باب من يعرف من النساء بالكنى، ذكر أم كلثوم، جزء ۲۵ صفحہ ۸۱)

ہے نہ حقیقی قبضہ۔مزید دیکھئے زیر باب ۲۳۔فقہاء نے صورت استفادہ کی رو سے ہبہ کی دو بڑی قسمیں قرار دی ہیں: ہبہ عین اور ہبہ منفعت۔یعنی معین شئے کا ہبہ کرنا یا صرف حاصلات سے استفادہ کا ہبہ۔ہر قسم کے مطابق قبضہ کی صورت بھی جدا ہوگی۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۲۷۴)(بداية المجتهد، كتاب الهبات، القول فى أنواع الهبات، جزء ثانی صفحہ۲۴۸)

بَاب ۲۰: إِذَا وَهَبَ هِبَةً فَقَبَضَهَا الْآخَرُ وَلَمْ يَقُلْ: قَبِلْتُ

اگر کوئی ہبہ کرے اور دوسرا اُس کو قبضہ میں لے لے اور یہ نہ کہے: میں نے اسے قبول کیا

۲۶۰۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هَلَكْتُ فَقَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: وَقَعْتُ بِأَهْلِي فِي رَمَضَانَ. قَالَ: اَتَجِدُ رَقَبَةً؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَتَسْتَطِيْعُ أَنْ تُطْعِمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ بِعَرَقٍ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ فِيْهِ تَمْرٌ فَقَالَ: اذْهَبْ بِهَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ. قَالَ: عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ مِنَّا. ثُمَّ قَالَ: اذْهَبْ

۲۶۰۰: محمد بن محبوب نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں بتایا (انہوں نے کہا:) معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے حمید بن عبدالرحمٰن سے، حمید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: میں ہلاک ہوگیا۔ آپؐ نے پوچھا: کیوں؟ اُس نے کہا: میں رمضان میں اپنی بیوی سے مباشرت کر بیٹھا۔ آپؐ نے فرمایا: ایک گردن آزاد کرنے کی طاقت رکھتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا دو ماہ لگاتار روزے رکھنے کی طاقت ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: آیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ اتنے میں ایک انصاری شخص کھجور کا ایک ٹوکرا لایا اور عرق یعنی یہ ٹوکرا پندرہ صاع کا ہوتا ہے۔ اس میں کھجوریں تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: اسے لے جاؤ اور اسے صدقہ میں دے دو۔ اس نے پوچھا: یارسول اللہ! جو ہم سے زیادہ محتاج ہو اُس کو دوں؟ اُسی ذات کی قسم جس نے آپؐ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے، مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں کے

فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ.

درمیان کوئی گھر والے ہم سے بڑھ کر محتاج نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: جاؤ اپنے گھر والوں کو ہی کھلاؤ۔

اطرافہ: ١٩٣٦، ١٩٣٧، ٥٣٦٨، ٦٠٨٧، ٦١٦٤، ٦٧٠٩، ٦٧١٠، ٦٧١١، ٦٨٢١۔

تشریح: **اِذَا وَهَبَ هِبَةً فَقَبَضَهَا الْاٰخَرُ وَلَمْ يَقُلْ قَبِلْتُ:** ہبہ کو بیع کی طرح ایک عقد قرار دیا گیا ہے، اس فرق کے ساتھ کہ ہبہ بلاعوض ہے۔ فقہاء نے یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ آیا اس میں ایجاب وقبول ضروری ہے۔ جسے ہبہ دیا جائے وہ کہے کہ میں نے یہ ہبہ قبول کرلیا ہے۔ اکثر فقہاء کے نزدیک یہ ایسا عقد نہیں کہ ایجاب وقبول کا محتاج ہو، موہوب لہ کا قبضہ کافی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیع اور اُن اشیاء کی طرح جن میں انتقالِ ملکیت ہوتا ہے، ہبہ میں بھی ایجاب وقبول ضروری ہے۔ ابن الصباغ کی رائے میں مطلق ہبہ کے لئے ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں۔ مگر احناف اسے ضروری سمجھتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۷۴، ۲۷۵) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۱۵۹)

مذکورہ بالا فقہی اختلاف کے پیشِ نظر باب ۲۰ قائم کیا گیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوانِ باب شرطیہ قائم کرکے اس کا جواب حذف کردیا ہے اور اس تعلیق میں جو روایت نقل کی ہے اس کا تعلق صدقہ سے ہے۔ امام ابن حجرؒ کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں اور ان کے نزدیک صدقہ اور ہبہ میں فرق نہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۷۴، ۲۷۵)

بَاب ۲۱ : إِذَا وَهَبَ دَيْنًا عَلَى رَجُلٍ

اگر کوئی شخص کسی شخص کو قرض ہبہ کردے

قَالَ شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ: هُوَ جَائِزٌ. وَوَهَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لِرَجُلٍ دَيْنَهُ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ حَقٌّ فَلْيُعْطِهِ أَوْ لِيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ. فَقَالَ جَابِرٌ: قُتِلَ أَبِي وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُرَمَاءَهُ أَنْ يَّقْبَلُوْا ثَمَرَ حَائِطِي وَيُحَلِّلُوْا أَبِي.

شعبہ نے حکم سے روایت کرتے ہوئے کہا: یہ جائز ہے۔ اور حضرت حسن بن علی علیہما السلام نے ایک شخص کو قرضہ معاف کردیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: جس کے ذمہ کسی کا کوئی حق ہو تو چاہیے کہ وہ اس کو دیدے یا اس سے معاف کرا کے آزاد ہوجائے۔ حضرت جابرؓ نے کہا: میرے والد شہید ہوگئے جبکہ ان کے ذمہ کچھ قرض تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قرض خواہوں سے چاہا کہ وہ میرے باغ کا میوہ قبول کرلیں اور میرے باپ کو قرضہ سے آزاد کردیں۔ (تو انہوں نے نہ مانا۔)

۲۶۰۱: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ. وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيْدًا فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوْقِهِمْ فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمْتُهُ فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَّقْبَلُوْا ثَمَرَحَائِطِي وَيُحَلِّلُوْا أَبِي فَأَبَوْا فَلَمْ يُعْطِهِمْ {رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِطِي☆} وَلَمْ يَكْسِرْهُ لَهُمْ وَلَكِنْ قَالَ: سَأَغْدُوْ عَلَيْكَ إِنْ شَاءَ اللهُ. فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ أَصْبَحَ فَطَافَ فِي النَّخْلِ فَدَعَا فِي ثَمَرِهِ بِالْبَرَكَةِ فَجَدَدْتُهَا فَقَضَيْتُهُمْ حُقُوْقَهُمْ وَبَقِيَ لَنَا مِنْ ثَمَرِهَا بَقِيَّةٌ. ثُمَّ جِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فَأَخْبَرْتُهُ بِذَلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ: اسْمَعْ- وَهُوَ جَالِسٌ- يَا عُمَرُ. فَقَالَ: أَلَّا

۲۶۰۱: ہم سے عبدان نے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ہمیں عبداللہ نے بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ہمیں یونس نے خبر دی۔ اور لیث (بن سعد) نے کہا: مجھ سے یونس نے بیان کیا کہ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے کہا: مجھے ابن کعب بن مالک نے بتایا۔ ان کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ان کے باپ حضرت عبداللہؓ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تو ان کے قرض خواہوں نے اپنے قرضوں کا سختی سے مطالبہ شروع کر دیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور میں نے ساری بات آپؐ سے عرض کی۔ آپؐ نے قرض خواہوں سے کہا کہ وہ میرے باغ کا میوہ قبول کر لیں اور میرے باپ کو قرضہ سے آزاد کر دیں۔ انہوں نے یہ ماننے سے انکار کر دیا۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے اُن کو میرا باغ ☆ نہ دیا اور نہ ان کے لئے میوہ تڑوایا بلکہ فرمایا: میں کل صبح انشاء اللہ تمہارے پاس آؤں گا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو آپؐ ہمارے پاس آئے اور کھجور کے درختوں میں اِدھر اُدھر پھرے اور ان کے لئے پھلوں میں برکت کی دعا مانگی۔ پھر میں نے ان خوشوں کو کاٹا اور ان قرض خواہوں کو ان کے حقوق ادا کر دیئے اور ان کھجوروں کے پھلوں سے تھوڑی سی کھجوریں ہمارے لئے بھی بچ رہیں۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپؐ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپؐ سے واقعہ بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ

☆ الفاظ ”رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَائِطِي“ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ۲۷۵)

يَكُوْنُ قَدْ عَلِمْنَا أَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ؟ وَاللهِ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللهِ. نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: عمرؓ سنو! اور وہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یہ کیوں نہ ہوتا۔ بخدا ہمیں تو علم ہے کہ آپؐ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔

اطرافہُ: ۲۱۲۷، ۲۳۹۵، ۲۳۹۶، ۲۴۰۵، ۲۷۰۹، ۲۷۸۱، ۳۵۸۰، ۴۰۵۳، ۶۲۵۰۔

تشریح: إِذَا وَهَبَ دَيْنًا عَلَى رَجُلٍ: مسئلہ معنونہ کا تعلق بھی دراصل سابقہ مضمون سے ہے کہ آیا قبضہ عقد ہبہ کی صحت کے لیے شرط ہے۔ جن فقہاء نے ہبہ میں قبضہ شرط قرار نہیں دیا ان کے نزدیک یہ صورت جائز ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ قرضہ واپس لے کر ہبہ کرے گا یا صرف وثیقہ تحریر کیا جائے گا کہ قرضہ وصول ہو چکا ہے یا اس بارے میں کہ قرضہ وصول ہو چکا ہے، اعلان اور شہادت ہی کافی ہوگی۔ فقہاء کا اس اَمر میں تو اتفاق ہے کہ ہبہ کی یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ مقروض قبول کرے۔ قرض سے سبکدوشی کے لئے قبضہ کی ضرورت نہیں، لیکن اگر مقروض کے علاوہ کسی اور شخص کے حق میں قرض ہبہ کیا جائے تو امام مالکؒ کے نزدیک اس میں قرضہ کا وثیقہ تحریر کردینا ضروری ہے یا اعلان اور شہادت کہ فلاں قرضہ فلاں کے حق میں دیا گیا ہے۔ جن فقہاء کے نزدیک ہبہ بغیر قبضہ صحیح نہیں، انہوں نے قرضہ کا ہبہ جائز قرار نہیں دیا۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی یہی رائے ہے۔ امام غزالیؒ جائز سمجھتے ہیں۔

(عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۵۹، ۱۶۰) (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۷۵، ۲۷۶)

اس اختلاف کی اصل وجہ یہ ہے کہ اوّل الذکر امامین نے ہبہ کو عقد بیع پر قیاس کیا ہے۔ بیع میں تاوقتیکہ (اشیاء) زیر فروخت پر قبضہ نہ ہو، بیع صحیح قرار نہیں پاتی۔ (دیکھئے کتاب البیوع تشریح باب۵۵) یہ وہ فقہی نظریہ کا اختلاف ہے جس کا حل باب۲۱ میں مدنظر ہے۔ اس کے لئے عنوانِ باب میں چار حوالے دئے گئے ہیں۔ شعبہ کے فتوے کا حوالہ ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے کہ حَکَم نے مجھ سے ذکر کیا کہ محمد بن عبدالرحمٰن المعروف ابن ابی لیلیٰ نے مجھ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو میں نے جواز کا فتویٰ دیا۔ پھر میں نے حماد سے پوچھا تو انہوں نے فتویٰ اس کے خلاف دیا۔☆ اس حوالے سے دونوں نقطہ ہائے نظر کی طرف اشارہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے حوالہ کے تعلق میں دیکھئے **کتاب المظالم** باب۱۰ روایت نمبر۲۴۴۹۔ اور حضرت جابرؓ کا حوالہ **کتاب الإستقراض**، باب۸، روایت نمبر۲۳۹۵ میں دیکھا جائے اور اس تعلق میں کتاب البیوع تشریح باب۵۱ بھی دیکھئے۔

☆ (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، الرجل یھب للرجل الذی یکون له علیه دین، جزء۴ صفحہ۴۸۷، ۴۸۸)

بَاب ۲۲ : هِبَةُ الْوَاحِدِ لِلْجَمَاعَةِ

ایک ہی چیز کا کچھ آدمیوں کو جو اکٹھے ہوں ہبہ کرنا

وَقَالَتْ أَسْمَاءُ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَابْنِ أَبِي عَتِيْقٍ: وَرِثْتُ عَنْ أُخْتِي عَائِشَةَ بِالْغَابَةِ وَقَدْ أَعْطَانِي بِهِ مُعَاوِيَةُ مِائَةَ أَلْفٍ فَهُوَ لَكُمَا.

اور حضرت اسماءؓ نے قاسم بن محمد اور (عبداللہ) بن ابی عتیق سے کہا: میں نے اپنی بہن عائشہؓ سے غابہ میں ترکہ پایا اور معاویہؓ اس کے عوض مجھے ایک لاکھ درہم دیتے تھے تو یہ جائداد تم دونوں کے لئے ہے۔

۲۶۰۲: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ وَعَنْ يَّمِيْنِه غُلَامٌ وَعَنْ يَّسَارِهِ الْأَشْيَاخُ فَقَالَ لِلْغُلَامِ: إِنْ أَذِنْتَ لِي أَعْطَيْتُ هٰؤُلَاءِ فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأُوْثِرَ بِنَصِيْبِي مِنْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَحَدًا. فَتَلَّهُ فِي يَدِهِ.

۲۶۰۲: یحییٰ بن قزعہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پینے کی کوئی شئے لائی گئی۔ آپؐ نے پی۔ آپؐ کے داہنی طرف ایک لڑکا تھا اور آپؐ کے بائیں طرف بڑی عمر والے تھے۔ آپؐ نے لڑکے سے پوچھا: تم مجھے اجازت دو کہ میں انہیں دیدوں۔ تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ سے جو حصہ مجھے ملا ہے میں تو اپنے سوا کسی کو نہ دوں گا۔ اس پر آپؐ نے اس کے ہاتھ میں پیالہ دے دیا۔

اطرافہ: ۲۳۵۱، ۲۳۶۶، ۲۴۵۱، ۲۶۰۵، ۵۶۲۰۔

بَاب ۲۳ : اَلْهِبَةُ الْمَقْبُوْضَةُ وَغَيْرُ الْمَقْبُوْضَةِ وَالْمَقْسُوْمَةُ وَغَيْرُ الْمَقْسُوْمَةِ

وہ ہبہ جس پر قبضہ کرلیا گیا ہو اور وہ جس پر قبضہ نہ کیا گیا ہو اور وہ جو تقسیم شدہ ہو اور وہ جو تقسیم شدہ نہ ہو

وَقَدْ وَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِهَوَازِنَ مَا غَنِمُوْا مِنْهُمْ وَهُوَ غَيْرُ مَقْسُوْمٍ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے بھی ہوازن کے لوگوں کو جو غنیمت ان سے حاصل کی تھی، ہبہ کر دی؛ حالانکہ وہ ابھی تقسیم نہیں کی گئی تھی۔

۲۶۰۳: حَدَّثَنِيْ ثَابِتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ مُحَارِبٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَضَانِي وَزَادَنِي.

۲۶۰۳: ثابت بن محمد نے مجھ سے بیان کیا: مسعر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محارب سے، محارب نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں آیا اور آپؐ نے مجھے قیمت ادا کی اور زیادہ دیا۔

اطرافہ: ۴۴۳، ۱۸۰۱، ۲۰۹۷، ۲۳۰۹، ۲۳۸۵، ۲۳۹۴، ۲۴۰۶، ۲۴۷۰، ۲۶۰۴، ۲۷۱۸، ۲۸۶۱، ۲۹۶۷، ۳۰۸۷، ۳۰۸۹، ۳۰۹۰، ۴۰۵۲، ۵۰۷۹، ۵۰۸۰، ۵۲۴۳، ۵۲۴۴، ۵۲۴۵، ۵۲۴۶، ۵۲۴۷، ۵۳۶۷، ۶۳۸۷۔

۲۶۰۴: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: بِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيْرًا فِي سَفَرٍ فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ: ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فَوَزَنَ.

قَالَ شُعْبَةُ: أُرَاهُ: فَوَزَنَ لِي فَأَرْجَحَ فَمَا زَالَ مِنْهَا شَيْءٌ حَتَّى أَصَابَهَا أَهْلُ الشَّامِ يَوْمَ الْحَرَّةِ.

۲۶۰۴: محمد بن بشار نے ہمیں بتایا۔ غندر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محارب (بن دثار) سے روایت کی (محارب نے کہا:) میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، کہتے تھے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سفر میں ایک اُونٹ بیچا۔ جب ہم مدینہ میں آئے تو آپؐ نے فرمایا: مسجد میں آؤ اور دو رکعتیں پڑھو۔ پھر آپؐ نے قیمت تول کر دی۔

شعبہ نے کہا: میں سمجھتا ہوں۔ (حضرت جابرؓ نے یوں کہا:) مجھے تول کر دیا اور ترازو کو جھکا دیا۔ تو اس میں سے کچھ میرے پاس ہمیشہ ہی رہا؛ یہاں تک کہ حرہ کی جنگ میں شام والوں نے اس کو لے لیا۔

اطرافہ: ۴۴۳، ۱۸۰۱، ۲۰۹۷، ۲۳۰۹، ۲۳۸۵، ۲۳۹۴، ۲۴۰۶، ۲۴۷۰، ۲۶۰۳، ۲۷۱۸، ۲۸۶۱، ۲۹۶۷، ۳۰۸۷، ۳۰۸۹، ۳۰۹۰، ۴۰۵۲، ۵۰۷۹، ۵۰۸۰، ۵۲۴۳، ۵۲۴۴، ۵۲۴۵، ۵۲۴۶، ۵۲۴۷، ۵۳۶۷، ۶۳۸۷۔

۲۶۰۵: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ

۲۶۰۵: قتیبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ. فَقَالَ لِلْغُلَامِ: أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هَؤُلَاءِ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا وَاللّٰهِ لَا أُوْثِرُ بِنَصِيْبِي مِنْكَ أَحَدًا فَتَلَّهُ فِي يَدِهِ.

پینے کی کوئی چیز لائی گئی اور آپؐ کے دائیں طرف ایک لڑکا تھا اور بائیں طرف بڑی عمر والے۔ آپؐ نے اس لڑکے سے فرمایا: کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں ان کو دے دوں؟ تو اس لڑکے نے کہا: اللہ کی قسم! آپؐ سے جو حصہ مجھے ملے؛ میں تو اسے کسی کو بھی نہ دوں گا۔ اس پر آپؐ نے وہ پیالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

اطرافہ: ۲۳۵۱، ۲۳۶۶، ۲۴۵۱، ۲۶۰۲، ۵۶۲۰۔

۲۶۰۶: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ ابْنِ جَبَلَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُهُ فَقَالَ: دَعُوْهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا. وَقَالَ: اشْتَرُوْا لَهُ سِنًّا فَأَعْطُوْهَا إِيَّاهُ فَقَالُوْا: إِنَّا لَا نَجِدُ سِنًّا إِلَّا سِنًّا هِيَ أَفْضَلُ مِنْ سِنِّهِ. قَالَ: فَاشْتَرُوْهَا فَأَعْطُوْهَا إِيَّاهُ فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ قَضَاءً.

۲۶۰۶: عبداللہ بن عثمان بن جبلہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سلمہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا، میں نے ابوسلمہ سے سنا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کسی شخص کا کچھ قرضہ تھا۔ (اس نے سختی سے مطالبہ کیا۔) آپؐ کے صحابہؓ اس کو مارنے کے لئے لپکے۔ آپؐ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو کیونکہ حقدار کہتا ہی ہے اور فرمایا: اس کے لئے ایک سال کا اُونٹ خرید لو اور وہ اسے دے دو۔ صحابہؓ نے کہا: ہمیں یکسالہ اُونٹ نہیں ملتا، صرف وہ اُونٹ ہے جو اس کی عمر سے بڑھ کر ہے۔ آپؐ نے فرمایا: خرید لو اور وہی اس کو دے دو کیونکہ جو اپنے قرضہ کو اچھی طرح ادا کرتے ہیں وہی تم میں سے اچھے لوگ ہیں۔

اطرافہ: ۲۳۰۵، ۲۳۰۶، ۲۳۹۰، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲۴۰۱، ۲۶۰۹۔

تشریح: اَلْهِبَةُ الْمَقْبُوْضَةُ وَغَيْرُ الْمَقْبُوْضَةِ وَالْمَقْسُوْمَةُ وَغَيْرُ الْمَقْسُوْمَةِ: بعض فقہاء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جب تک کسی شئے پر قبضہ نہ ہو جائے وہ ہبہ نہیں کی جاسکتی۔ اس باب میں یہی اختلاف مدنظر ہے۔ مقبوض وغیر مقبوض اور مقسوم وغیر مقسوم کا ہبہ جمہور کے نزدیک جائز ہے اور جو اختلاف امام ابوحنیفہؒ

کواس بارہ میں ہے۔اس کی وضاحت سابقہ باب میں کی جاچکی ہے۔عنوان باب میں وفد ہوازن کے واقعہ کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ اگلے باب میں دیکھئے اور حضرت جابرؓ کا واقعہ دیکھئے کتاب البیوع باب۳۴ روایت نمبر ۲۰۹۷۔ دونوں سے مسئلہ معنونہ ثابت ہے۔احناف کا استدلال اس بارہ میں کمزور ہے کیونکہ مذکورہ بالا واقعات میں شرعی ہبہ کی صورت نہ تھی۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۶۲)(فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۷۸)شرعی ہبہ میں قبضہ حقیقی اور قبضہ تقدیری کی اصطلاحیں عہد نبویؐ کے بعد کی ہیں۔دیکھنا یہ ہے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل معناً ہبہ کی صورت رکھتا ہے یا نہیں۔

بَاب ٢٤ : إِذَا وَهَبَ جَمَاعَةٌ لِقَوْمٍ

اگر ایک جماعت ایک قوم کو ہبہ کرے

٢٦٠٧-٢٦٠٨ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ فَسَأَلُوْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ: مَعِي مَنْ تَرَوْنَ وَأَحَبُّ الْحَدِيْثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوْا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ- وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ- فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ

۲۶۰۷-۲۶۰۸: یحيٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عُقَیل سے، عُقَیل نے ابن شہاب سے،ابن شہاب نے عروہ سے روایت کی کہ مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ نے ان کو بتایا کہ نبی ﷺ نے جب آپؐ کے پاس ہوازن کے نمائندے مسلمان ہوکر آئے اور انہوں نے آپؐ سے درخواست کی کہ ان کے مال اور قیدی انہیں واپس کردیں۔آپؐ نے ان سے فرمایا: میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جنہیں تم دیکھ رہے ہو اور مجھے سب سے پیاری بات وہ ہے جو سچی ہو۔اس لئے دو باتوں میں سے ایک بات جو بہتر ہو پسند کرلو۔ قیدیوں کو یا مال کو اور میں نے اسی لئے تقسیم میں دیر کی تھی۔ اور نبی ﷺ جب طائف سے لوٹے تھے تو دس سے کچھ اوپر راتیں ان کا انتظار کرتے رہے۔ جب انہیں اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ نبی ﷺ انہیں واپس کرنے کے نہیں مگر دو چیزوں میں سے ایک چیز تو انہوں نے کہا: ہم اپنے قیدیوں کو ہی لینا پسند کرتے ہیں۔اس پر آپؐ مسلمانوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی وہ تعریف

إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوْا: فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ جَاءُوْنَا تَائِبِيْنَ وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُّطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّكُوْنَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ. فَقَالَ النَّاسُ: طَيَّبْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ لَهُمْ. فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِيْهِ مِمَّنْ لَّمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا {عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ☆} ثُمَّ رَجَعُوْا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّهُمْ طَيَّبُوْا وَأَذِنُوْا.

کی جو اس کی شان کے شایان ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: امابعد- دیکھو یہ تمہارے بھائی ہمارے پاس توبہ کر کے آئے ہیں اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کو ان کے قیدی واپس کر دوں۔ اس لئے جو خوشی سے ایسا کرنا چاہے واپس کر دے اور جو یہ پسند کرے کہ اپنے حصے پر ہی رہے تو وہ بھی دے دے اور انتظار کرے، یہاں تک کہ اللہ اس کے بعد جو ہمیں پہلے مال غنیمت دے ہم اس میں سے اسے حصہ دے دیں۔ اس پر لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم نے ان کیلئے یہ بات خوشی سے منظور کر لی ہے۔ پھر آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا: ہم نہیں جانتے کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی۔ اس لئے تم واپس جاؤ {اور تمہارے سربراہ ہمارے پاس تمہارے مشورہ کو پیش کریں۔ اس پر لوگ واپس چلے گئے اور ان کے سربراہوں نے ان سے گفتگو کی☆} اس کے بعد وہ نبی ﷺ کے پاس لوٹ آئے۔ انہوں نے آپؐ کو بتایا کہ لوگوں نے خوشی سے اسے قبول کر لیا ہے اور ہوازن کو (قیدی لے جانے کی) اجازت دے دی ہے۔

وَهَذَا الَّذِي بَلَغَنَا مِنْ سَبْيِ هَوَازِنَ. هَذَا آخِرُ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ. يَعْنِي فَهَذَا الَّذِي بَلَغَنَا.

اور یہ وہ خبر ہے جو ہوازن کے قیدیوں سے متعلق ہمیں پہنچی ہے۔ یہ الفاظ زہری کی بات کا آخری حصہ ہیں۔ یعنی یہ وہ خبر ہے جو ہمیں پہنچی ہے۔

اطرافہ: ۲۳۰۷-۲۳۰۸، ۲۵۳۹-۲۵۴۰، ۲۵۸۳-۲۵۸۴، ۳۱۳۱-۳۱۳۲، ۴۳۱۸-۴۳۱۹، ۷۱۷۶-۷۱۷۷۔

☆ الفاظ ''عُرَفَآءُ كُمْ اَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ'' فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ حاشیہ صفحہ ۲۷۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: **اِذَا وَهَبَ جَمَاعَةٌ لِّقَوْمٍ:** اس باب کا تعلق بھی سابقہ مضمون سے ہے۔مشترکہ جائیداد کے ہبہ سے متعلق امام ابوحنیفہؒ کا مذہب جن الفاظ میں نقل کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر تقسیم شدہ مشترکہ اموال کا ہبہ جائز نہیں۔وفد ہوازن کے اموالِ غنیمت بصورت مشاع غیر تقسیم شدہ تھے اور وہ ہبہ کئے گئے۔(عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۱۶۴)احناف کے استدلال کا جو جواب دیا گیا ہے وہ تشریح باب ۲۳ میں دیکھئے۔

کشمیہنی کے نسخہ صحیح بخاری میں معنونہ الفاظ یہ ہیں: اَوْ وَهَبَ رَجُلٌ جَمَاعَةً. یا ایک شخص جماعت کو ہبہ کرے۔ بعض شارحین کے نزدیک واقعہ ہوازن میں صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا اور پھر آپؐ نے وہ ہوازن کو ہبہ کردیئے۔ یہ توجیہہ تکلف ہے اور علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک باب ۲۴ میں یہ مسئلہ مدنظر ہی نہیں۔اس کا ذکر پہلے (زیر باب۲۲)ہو چکا ہے۔اس لئے کشمیہنی میں مذکورہ بالا حصہ زائد ہے۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۲۷۹) واقعۂ ہوازن کے لئے کتاب الوکالة باب۷روایت نمبر۲۳۰۷-۲۳۰۸ دیکھئے۔

بَاب ۲۵ : مَنْ أُهْدِيَ لَهُ هَدِيَّةٌ وَعِنْدَهُ جُلَسَاؤُهُ فَهُوَ أَحَقُّ

ہدیہ جسے دیا جائے اور اس کے پاس اس کے ہم نشین ہوں تو وہ اس ہدیہ کا زیادہ حقدار ہے

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ جُلَسَاءَهُ شُرَكَاؤُهُ. وَلَمْ يَصِحَّ.

اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اس کے ہم نشین بھی شریک ہوں گے اور یہ روایت صحیح ثابت نہیں ہوتی۔

۲٦۰۹: حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَخَذَ سِنًّا فَجَاءَ صَاحِبُهُ يَتَقَاضَاهُ. فَقَالُوْا لَهُ فَقَالَ: إِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا ثُمَّ قَضَاهُ أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهِ وَقَالَ: أَفْضَلُكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

۲٦۰۹: (محمد) بن مقاتل نے ہمیں بتایا کہ عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔(انہوں نے کہا:) شعبہ نے ہمیں خبر دی۔انہوں نے سلمہ بن کہیل سے،سلمہ نے ابوسلمہ سے،ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے،حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے ایک اُونٹ قرض لیا تھا۔پھر اُونٹ والا آپؐ کے پاس آیا،آپؐ سے تقاضا کرنے لگا۔صحابہ نے اس سے (سختی سے) بات کی۔آپؐ نے فرمایا: حقدار کہا ہی کرتا ہے۔پھر آپؐ نے اسے اس کے اُونٹ کی عمر سے بڑھ کر عمر والا اُونٹ دیا اور فرمایا: تم میں بہتر وہی ہیں جو قرضے کو خوبی سے ادا کریں۔

اطرافہُ: ۲۳۰۵، ۲۳۰٦، ۲۳۹۰، ۲۳۹۲، ۲۳۹۳، ۲٤۰۱، ۲٦۰۹۔

۲۶۱۰: حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَكَانَ عَلَى بَكْرٍ لِعُمَرَ صَعْبٍ فَكَانَ يَتَقَدَّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ أَبُوْهُ: يَا عَبْدَ اللهِ لَا يَتَقَدَّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِعْنِيْهِ فَقَالَ عُمَرُ: هُوَ لَكَ. فَاشْتَرَاهُ ثُمَّ قَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ فَاصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ.

۲۶۱۰: عبداللہ بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن عیینہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو سے، عمرو نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے اور حضرت عمرؓ کے ایک اُونٹ پر سوار تھے جو منہ زور تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ جاتا اور ان کے والد انہیں کہتے: عبداللہؓ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی آگے نہ بڑھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: میرے پاس یہ فروخت کردو۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یہ تو آپؐ ہی کا ہے۔ آپؐ نے اسے خرید لیا۔ اس کے بعد فرمایا: عبداللہؓ! یہ اب تمہارا ہی ہے۔ اس سے تم جو چاہو کام لو۔

اطرافہ: ۲۱۱۵، ۲۶۱۱۔

تشریح: مَنْ اُهْدِىَ لَهُ هَدِيَّةٌ وَّعِنْدَهُ جُلَسَآءُهُ فَهُوَ اَحَقُّ: عنوان باب کے تحت دو روایتیں ہیں۔ ایک حضرت ابو ہریرہؓ کی جس میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کی ادائیگی میں قرض سے زیادہ دیا اور دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ہے جس میں آپؐ کے انہیں اُونٹ ہبہ کرنے کا ذکر ہے۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ مشاع وغیر مشاع اور قلیل اور کثیر کا فرق مسئلہ کی نوعیت نہیں بدلتا۔ ان میں فتویٰ یکساں ہے۔ یہ نہیں کہ کسی صورت میں ہبہ شرعی ہو اور دوسری صورت میں ہبہ غیر شرعی۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ اِس باب کی روایتوں سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ ہدیہ اور ہبہ میں فرق نہیں۔ دونوں قیاس درست معلوم ہوتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۸۰) احناف کے نزدیک ہدیہ اور ہبہ میں یہ فرق ہے کہ ثانی الذکر ایک عقد ہے جس میں ایجاب وقبول اور قبضہ ضروری سمجھا گیا ہے۔ اس تعریف کے لحاظ سے دونوں واقعات میں کوئی صورت معین نہیں۔ قرضدار کو جو زیادہ دیا گیا وہ ہدیہ تو کہلا سکتا ہے، لیکن عقد ہبہ نہیں۔ اور دوسرے واقعہ میں اُونٹ کا دیا جانا ہبہ بھی ہے اور ہدیہ بھی۔ دونوں صورتیں ملی جلی ہیں کیونکہ بغیر معاوضہ ہیں۔

عنوان باب میں جو حوالہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا دیا گیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: مَنْ اُهْدِيَتْ لَهُ هَدِيَّةٌ

وَّعِنْدَهُ نَاسٌ فَهُمْ شُرَكَآءُ هُ فِيْهَا. ☆ جسے ہدیہ دیا جائے اور کچھ لوگ اس کے پاس ہوں تو وہ اس ہدیہ میں شریک ہوں گے۔ اس روایت کا ایک راوی مندل بن علی کمزور ہے۔ مسند عبدالرزاق میں بھی اسی مفہوم کی روایتیں منقول ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کمزور ہیں اور اسی کمزوری کے اظہار کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔
(فتح الباری جزء۵صفحہ۲۸۰) (عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۱۶۴)

اسماعیلی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ عنوان باب سے روایت نمبر ۲۶۱۰ کا بظاہر کوئی تعلق نہیں۔ علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ فرد واحد کو دیا ہوا مال مشاع نہیں ہوجاتا۔ وہی فرد اس کا حقدار ہوتا ہے۔ وہ اگر چاہے تو ساتھیوں کو شریک کرسکتا ہے۔ علامہ عینی نے مذکورہ بالا قیاسات بھی صحیح تسلیم نہیں کئے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۱۶۵) روایت نمبر ۲۶۰۹ کے لئے کتاب الإستقراض باب۴ روایت نمبر ۲۳۹۰ دیکھئے۔

بَاب ٢٦ : إِذَا وَهَبَ بَعِيْرًا لِرَجُلٍ وَهُوَ رَاكِبُهُ فَهُوَ جَائِزٌ

اگر کوئی کسی شخص کو اُونٹ ہبہ کردے جبکہ وہ اس پر سوار ہو تو یہ جائز ہے

٢٦١١ : وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ: بِعْنِيهِ فَابْتَاعَهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللهِ.

۲۶۱۱: اور حمیدی نے کہا: سفیان نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو (بن دینار) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک سفر میں تھے اور میں ایک منہ زور اُونٹ پر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے کہا: میرے پاس یہ بیچ دو۔ پھر آپؐ نے اسے خرید لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہؓ یہ تمہارا ہے۔

اطرافهُ: ٢١١٥، ٢٦١٠.

تشریح: إِذَا وَهَبَ بَعِيْرًا لِّرَجُلٍ وَهُوَ رَاكِبُهُ فَهُوَ جَآئِزٌ: اس تعلق میں تشریح باب۱۹ دیکھئے۔ (باب كَيْفَ يُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ) صحت ہبہ کے لئے تخلیہ وقبضہ فوراً ضروری نہیں جیسا کہ عقد بیع میں یہ باتیں ضروری ہیں۔ اس تعلق میں کتاب البیوع تشریح باب۴۷ بھی دیکھئے۔

☆ (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الهبات، باب ذكر خبر الذى روى مَن أهديت له هدية، جزء۶صفحہ۱۸۳)

وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ......: ابونعیم نے مستخرج میں موصولاً یہ قول روایت کیا ہے۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۲۸۰) دستبرداری سے دوسرے کا قبضہ ہو جانے کے تعلق میں حمیدی کی روایت کا حوالہ دیا گیا ہے۔

بَاب ۲۷ : هَدِيَّةُ مَا يُكْرَهُ لُبْسُهَا

جو کپڑا پہننا مکروہ ہو اُسے بطور تحفہ دینا

۲۶۱۲ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ لَوِ اشْتَرَيْتَهَا فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ. قَالَ: إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ. ثُمَّ جَاءَتْ حُلَلٌ فَأَعْطَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ: أَكَسَوْتَنِيْهَا وَقُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدَ مَا قُلْتَ؟ فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا. فَكَسَاهَا عُمَرُ أَخًا لَّهُ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا.

۲۶۱۲: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عمر بن خطابؓ نے مسجد کے دروازے کے پاس ایک ریشمی دھاریدار جوڑا (بکتے) دیکھا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر آپؐ اسے خرید لیں اور جمعہ کے دن اور نمائندوں سے ملنے کے وقت پہنا کریں تو مناسب ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے تو وہی پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اس کے بعد چند ریشمی جوڑے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اُن میں سے ایک جوڑا حضرت عمرؓ کو بھی دیا اور حضرت عمرؓ نے کہا: کیا آپؐ نے یہ مجھے پہننے کو دیا ہے حالانکہ عطارد کے جوڑے سے متعلق آپؐ فرما چکے ہیں جو فرما چکے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: میں نے تمہیں یہ اس لئے نہیں دیا کہ تم اسے پہنو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک بھائی کو وہ پہننے کے لئے دے دیا جو مکہ میں مشرک تھا۔

اطرافہ: ۸۸۶، ۹۴۸، ۲۱۰۴، ۲۶۱۹، ۳۰۵۴، ۵۸۴۱، ۵۹۸۱، ۶۰۸۱۔

۲۶۱۳ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَبُو جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ

۲۶۱۳: محمد بن جعفر ابوجعفر نے ہم سے بیان کیا کہ ابن فضیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے،

{عَنْ نَّافِعٍ☆}عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهَا وَجَاءَ عَلِيٌّ فَذَكَرَتْ لَهُ ذٰلِكَ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ عَلَى بَابِهَا سِتْرًا مَّوْشِيًّا فَقَالَ: مَا لِي وَلِلدُّنْيَا فَأَتَاهَا عَلِيٌّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهَا فَقَالَتْ: لِيَأْمُرْنِي فِيْهِ بِمَا شَاءَ. قَالَ: تُرْسِلِيْ بِهِ إِلَى فُلَانٍ أَهْلِ بَيْتٍ فِيْهِمْ حَاجَةٌ.

ان کے باپ نے نافع☆ سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر آئے۔ ان کے پاس اندر نہیں گئے (باہر سے ہی لوٹ گئے۔) حضرت علیؓ آئے تو حضرت فاطمہؓ نے اُن سے یہ ذکر کیا۔ حضرت علیؓ نے نبی ﷺ سے اس کا ذکر کیا، تو آپؐ نے فرمایا: میں نے اس کے دروازہ پر منقش پردہ دیکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا واسطہ۔ یہ سن کر حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کے پاس آئے اور ان سے یہ ماجرہ بیان کیا تو انہوں نے کہا: آنحضرت ﷺ سے عرض کریں آپؐ جو چاہیں مجھے اس کی نسبت فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: فلاں گھر والوں کو وہ بھیج دو۔ انہیں اس کی ضرورت ہے۔

٢٦١٤: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: أَهْدَى إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةَ سِيَرَاءَ فَلَبِسْتُهَا فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي.

۲۶۱۴: حجاج بن منہال نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: مجھے عبدالملک بن میسرہ نے خبر دی کہ عبدالملک نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے مجھے ایک دھاریدار ریشمی جوڑا دیا۔ میں نے وہ پہن لیا۔ پھر میں نے آپؐ کے چہرے میں ناراضگی دیکھی۔ میں نے اسے پھاڑ کر اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

اطرافہ: ٥٣٦٦، ٥٨٤٠.

تشریح: هَدِيَّةُ مَا يُكْرَهُ لُبْسُهَا: جہاں تک مردوں اور عورتوں کے لباس پہننے کا تعلق ہے اس کا ذکر کتاب اللّباس میں آئے گا، لیکن یہاں ریشم وغیرہ کے لباس جن کا پہننا مرد کے لئے نامناسب ہے ان

☆ الفاظ "عَنْ نَّافِعٍ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ۲۸۱) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

کے بطور ہدیہ دیئے جانے کا ذکر ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک ایسے کپڑوں کا ہدیہ دیا جانا مکروہ ہے لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا: مندرجہ روایات سے جواز کی صورت واضح ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کے لئے پسند نہیں فرمایا کہ وہ ظاہری زینت اور نمائش کی طرف مائل ہوں۔ جیسا کہ الفاظ مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا سے ظاہر ہے۔ آپؐ کی بے رغبتی اور ظاہری آرائش سے پرہیز کا عملی نمونہ عدیم المثال ہے۔ یہی مقدس نمونہ آپؐ اپنے اہل بیت میں دیکھنا پسند فرماتے تھے۔ اس تعلق میں روایات زیر باب ۱۶، ۱۷ بھی دیکھئے۔

بَاب ۲۸: قَبُوْلُ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

مشرکوں سے ہدیہ قبول کرنا

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَاجَرَ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةَ فَدَخَلَ قَرْيَةً فِيْهَا مَلِكٌ أَوْ جَبَّارٌ فَقَالَ: أَعْطُوْهَا آجَرَ. وَأُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيْهَا سُمٌّ.

اور حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہؓ کو لے کر وطن سے ہجرت کر گئے اور ایک ایسی بستی میں داخل ہوئے جس میں ایک بادشاہ یا فرمایا ایک ظالم شخص تھا۔ (اس نے حضرت سارہ کو بلا کر دست درازی کرنا چاہی لیکن اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے فوری گرفت ہوئی۔) اس نے کہا: ہاجرہ سارہ کو دے دو (اور اسے جلدی یہاں سے نکالو۔) اور نبی ﷺ کو ایک بکری تحفہ میں دی گئی جو زہر آمیز تھی۔

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: أَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ وَكَسَاهُ بُرْدًا وَكَتَبَ اِلَيْهِ بِبَحْرِهِمْ.

اور ابوحُمَید نے کہا: ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک سفید خچر بطور تحفہ بھیجا۔ آپؐ نے بھی اس کو ایک چادر بھیجی اور وہاں کے سمندر کی بابت ایک سند لکھ دی کہ وہ اس میں کاروبار کرسکتا ہے۔

۲۶۱۵: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

۲۶۱۵: عبداللہ بن محمد نے ہمیں بتایا کہ یونس بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے روایت کی، (کہا:) حضرت انس

قَالَ: أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةُ سُنْدُسٍ وَكَانَ يَنْهَى عَنِ الْحَرِيْرِ فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا.

اطرافهُ: ۲۶۱۶، ۳۲۴۸۔

رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باریک ریشمی کپڑے کا ایک چوغہ تحفہ دیا گیا اور آپؐ ریشمی کپڑے پہننے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ وہ کپڑا دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوا۔ آپؐ نے فرمایا: اُسی ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے سعدؓ بن معاذ کے تو رومال جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت ہوں گے۔

۲۶۱۶: وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ إِنَّ أُكَيْدِرَ دُوْمَةَ أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافهُ: ۲۶۱۵، ۳۲۴۸۔

۲۶۱۶: اور سعید (بن ابی عروبہ) نے قتادہ سے، قتادہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ دومۃ الجندل کے اُکیدر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ بھیجا تھا۔

۲۶۱۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ يَهُوْدِيَّةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَّسْمُوْمَةٍ فَأَكَلَ مِنْهَا {فَجِيْءَ ☆ بِهَا} فَقِيْلَ: أَلَا نَقْتُلُهَا؟ قَالَ: لَا. فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۶۱۷: عبداللہ بن عبدالوہاب نے ہمیں بتایا کہ خالد بن حارث نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن زید سے، ہشام نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک یہودی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زہر آلودہ بکری لائی۔ آپؐ نے اس میں سے کچھ کھایا، {پھر اس عورت کو لایا گیا☆} (آپؐ سے) دریافت کیا گیا: کیا ہم اسے قتل نہ کر دیں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ (حضرت انسؓ کہتے تھے:) میں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ اس زہر کا اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تالوؤں میں ہے۔

☆ الفاظ "فَجِيْءَ بِهَا" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۲۸۳) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

٢٦١٨: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِيْنَ وَمِائَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ مَعَ أَحَدٍ مِّنْكُمْ طَعَامٌ؟ فَإِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ أَوْ نَحْوُهُ فَعُجِنَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُّشْرِكٌ مُّشْعَانٌّ طَوِيْلٌ بِغَنَمٍ يَّسُوْقُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً؟ أَوْ قَالَ: أَمْ هِبَةً؟ قَالَ: لَا بَلْ بَيْعٌ. فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً فَصُنِعَتْ وَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَوَادِ الْبَطْنِ أَنْ يُّشْوَى. وَأَيْمُ اللهِ مَا فِي الثَّلَاثِيْنَ وَالْمِائَةِ إِلَّا وَقَدْ حَزَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ حُزَّةً مِّنْ سَوَادِ بَطْنِهَا إِنْ كَانَ شَاهِدًا أَعْطَاهَا إِيَّاهُ وَإِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَأَ لَهُ فَجَعَلَ مِنْهَا قَصْعَتَيْنِ فَأَكَلُوْا أَجْمَعُوْنَ وَشَبِعْنَا فَفَضَلَتِ الْقَصْعَتَانِ فَحَمَلْنَاهُ عَلَى الْبَعِيْرِ. أَوْ كَمَا قَالَ.

اطرافهُ: ٢٢١٦، ٥٣٨٢۔

۲۶۱۸: ابوالنعمان نے ہم سے بیان کیا کہ معتمر بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے ابوعثمان سے، ابوعثمان نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سوتیس آدمی تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی کے پاس کھانا ہے؟ دیکھا تو ایک شخص کے پاس ایک صاع یا اس کے قریب قریب کچھ آٹا ہے۔ وہ گوندھا گیا، اس کے بعد ایک مشرک شخص پراگندہ بال، دراز قامت بکریاں ہانکتا ہوا پہنچا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: بیچنی ہیں یا یونہی دینی ہیں۔ عطیہ کا لفظ فرمایا یا ہبہ کا۔ اس نے کہا: یونہی نہیں بلکہ بیچنی ہیں۔ تو آپؐ نے اس سے ایک بکری خریدی۔ وہ ذبح کر کے پکانے کے لئے تیار کی گئی۔ آپؐ نے فرمایا: کلیجی بھونی جائے اور بخدا ایک سوتیس آدمیوں میں ایک بھی نہ تھا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کی کلیجی سے ایک ٹکڑا کاٹ کر نہ دیا ہو۔ اگر کوئی موجود تھا تو اسے دے دیا اور اگر موجود نہ تھا تو آپؐ نے اس کے لئے محفوظ کر لیا اور اس کے گوشت سے دو بڑے بڑے پیالے تیار کئے گئے اور سب نے کھایا اور ہم سیر ہو گئے اور دونوں پیالوں میں گوشت بچ رہا۔ ہم نے اس کو اُونٹ پر رکھ لیا یا کچھ ایسے ہی الفاظ تھے جو راوی نے کہے۔

تشریح: قَبُوْلُ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ: عامر بن مالک المعروف ملاعب الأسنہ سے متعلق بعض روایتیں ہیں کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ پیش کیا جو آپؐ نے یہ کہتے ہوئے ردّ فرمایا: اِنِّیْ لَا اَقْبَلُ هَدِيَّةَ مُشْرِكٍ[1] میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ یہ روایت موسیٰ بن عقبہ نے کتاب المغازی میں نقل کی ہے جو مرسل اور غیر مستند ہے۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۲۸۳) اسے ردّ کرنے کی غرض سے عنوان باب میں بعض اور روایتوں کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس کے تحت مستند روایات درج کی گئی ہیں جو اپنے مفہوم میں واضح ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف غیر مسلموں کا ہدیہ ہی قبول فرمایا کرتے تھے بلکہ انہیں ہدیہ دیا بھی کرتے تھے۔ عنوانِ باب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت ہاجرہ بطور ہدیہ ملنے کا جو واقعہ مختصراً مذکور ہے وہ کتاب البیوع باب۱۰۰ روایت نمبر۲۲۱۷ میں دیکھئے۔ زہر آلود بکری کے ہدیہ کا واقعہ اسی باب کی روایت نمبر ۲۶۱۷ میں درج ہے اور ابوحمید کے قول کا حوالہ کتاب الزکوٰۃ باب۵۴ روایت نمبر۱۴۸۱ میں دیکھئے اور سعید بن ابی عروبہ کی محولہ بالا روایت (نمبر۲۶۱۶) امام احمد بن حنبلؒ[2] نے نقل کی ہے۔ زیر باب روایت نمبر۲۶۱۵ کے آخر میں ان کی روایت کا حوالہ دینے سے غرض دراصل حضرت انسؓ کی روایت کی وضاحت ہے جو مجمل ہے، یعنی سندسی ریشمی جوڑا اُکَیْدِر دومۃ الجندل کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ اُکَیْدِر تصغیر ہے اَکْدَرُ کی جو اسم عَلَم ہے۔ اُکیدر بن عبدالملک بن عبدالجن کندی دومۃ الجندل کا عیسائی سردار تھا اور دومۃ الجندل تبوک کے قریب مدینہ اور دمشق کے درمیان واقع ہے۔ مدینہ سے دس پڑاؤ اور دمشق سے آٹھ پڑاؤ۔ بہت سرسبز علاقہ تھا اور اب بھی سرسبز ہے۔ اُکیدر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جزیہ ادا کرنے پر صلح کی تھی۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۲۸۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ریشمی کپڑا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔ جس کا ذکر زیر باب ۲۷ روایت نمبر۲۶۱۴ میں اوپر گزر چکا ہے۔

روایت نمبر۲۶۱۷ جو عنوان باب میں بھی بطور حوالہ نقل کی ہے۔ اس سے یہ مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف مشرکوں، عیسائیوں اور یہودیوں سے ہدایا قبول فرمائے بلکہ دشمن برسرپیکار قوم سے تعلق رکھنے والی عورت سے بھی ہدیہ قبول فرمایا ہے اور آپؐ نے غیر مسلموں کو بھی ہدایا بھیجے۔ (دیکھئے اگلا باب) اسی طرح معاشرۂ بشریہ کے افراد سے نیک تعلقات قائم رکھنے میں ایک عمدہ نمونہ پیش فرمایا ہے۔

بَاب ۲۹: اَلْهَدِيَّةُ لِلْمُشْرِكِيْنَ

مشرکوں کو تحفہ بھیجنا

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى: لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ	اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اللہ تمہیں ان لوگوں سے نیکی کرنے اور ان کے ساتھ عدل کرنے سے نہیں روکتا

[1] (مصنف عبد الرزاق، كتاب أهل الكتابين، باب هدية المشرك، جزء۱۰صفحہ۴۴۶)

[2] (مسند احمد بن حنبل، مسند المكثرين من الصحابة، مسند أنس بن مالک، جزء۳صفحہ۲۰۶،۲۳۴)

فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (الممتحنة: ۹)

جنہوں نے دین کی وجہ سے تم سے جنگ نہیں کی اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے وطنوں سے نکالا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۲۶۱۹: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: رَأَى عُمَرُ حُلَّةً عَلَى رَجُلٍ تُبَاعُ فَقَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْتَعْ هَذِهِ الْحُلَّةَ تَلْبَسْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَإِذَا جَاءَكَ الْوَفْدُ فَقَالَ: إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ فَأُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا بِحُلَلٍ فَأَرْسَلَ إِلَى عُمَرَ مِنْهَا بِحُلَّةٍ فَقَالَ عُمَرُ: كَيْفَ أَلْبَسُهَا وَقَدْ قُلْتَ فِيْهَا مَا قُلْتَ؟ قَالَ: إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا تَبِيْعُهَا أَوْ تَكْسُوْهَا. فَأَرْسَلَ بِهَا عُمَرُ إِلَى أَخٍ لَّهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يُّسْلِمَ.

۲۶۱۹: خالد بن مخلد نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان بن بلال نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبداللہ بن دینار نے مجھے بتایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عمرؓ نے ایک شخص (عطارد بن حاجب) کے پاس ایک ریشمی جوڑا دیکھا جو فروخت کیا جا رہا تھا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپؐ یہ ریشمی جوڑا خرید لیں، اسے جمعہ کے دن پہنا کریں اور اس وقت بھی جب آپؐ کے پاس نمائندے آئیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: یہ تو وہی پہنتا ہے جو آخرت میں بے نصیب ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ویسے ہی ریشمی جوڑے لائے گئے تو آپؐ نے اُن میں سے ایک جوڑا حضرت عمرؓ کو بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: میں اسے کیسے پہنوں؛ حالانکہ آپؐ اس کی نسبت فرما چکے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے یہ تمہیں اس لئے نہیں دیا کہ تم اسے پہنو۔ تم اسے بیچ لو یا کسی اور کو پہنا دو، تو حضرت عمرؓ نے اسے اپنے ایک بھائی کو بھیج دیا جو ابھی تک مکہ والوں میں ہی تھا، ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔

اطرافہُ: ۸۸۶، ۹۴۸، ۲۱۰۴، ۲۶۱۲، ۲۶۱۹، ۳۰۵۴، ۵۸۴۱، ۵۹۸۱، ۶۰۸۱۔

۲۶۲۰: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ

۲۶۲۰: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام (بن عروہ)

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَتْ: قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: اِنَّ اُمِّيْ قَدِمَتْ وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُ أُمِّي؟ قَالَ: نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ.

سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی، کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میری والدہ میرے پاس آئیں اور وہ ابھی مشرک ہی تھیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا۔ میں نے کہا: میری والدہ شوق سے میرے پاس آئی ہیں۔ کیا میں ان سے نیک سلوک کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ اپنی والدہ سے نیک سلوک کرو۔

اطرافہ: ۳۱۸۳، ۵۹۷۸، ۵۹۷۹۔

تشریح: اَلْهَدِيَّةُ لِلْمُشْرِكِيْنَ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ......: آیت محولہ بالا یہ ہے: لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوْا عَلٰى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. (الممتحنہ:۹،۱۰) اللہ تم کو ان لوگوں سے نیکی کرنے اور عدل کا معاملہ کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے دینی اختلاف کی وجہ سے نہیں لڑے اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تم کو صرف ان لوگوں سے (دوستی کرنے سے) روکتا ہے جنہوں نے تم سے دینی اختلاف کی وجہ سے جنگ کی اور جنہوں نے تم کو گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر تمہارے دوسرے دشمنوں کی مدد کی اور جو لوگ بھی ایسے لوگوں سے دوستی کریں وہ ظالم ہیں۔

اسی طرح فرماتا ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ. (المجادلہ:۲۳) تو ایسی کوئی قوم نہ پائے گا جو اللہ اور یوم آخر پر بھی ایمان لاتی ہو اور اللہ اور اس کے رسول کی شدید مخالفت کرنے والے سے بھی محبت رکھتی ہو خواہ ایسے لوگ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا ان کے خاندان میں سے ہوں۔

علامہ ابن حجرؒ نے حَادَّ کے معنے قَاتَلَ کئے ہیں؛ یعنی لڑے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۸۷) اسی طرح یہ آیت بھی مخصوص دشمنوں سے متعلق ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ۔ (الممتحنۃ:۲) اے مومنو! میرے اور اپنے دشمنوں کو گہرا دوست نہ بنایا کرو۔ تم تو ان کی طرف محبت کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ وہ اس حق

کے منکر ہیں جو تمہاری طرف آیا ہے، وہ تم کو بھی اور رسول کو بھی صرف اس لئے کہ تم سب اللہ پر جو تمہارا رب ہے ایمان لائے ہو گھروں سے نکالتے ہیں۔

ان آیات پر یکجائی نظر ڈالنے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے صرف مخصوص حالات عداوت و جنگ میں عدم موالات کا حکم دیا ہے۔ عام حالات میں غیر قوموں سے نیک تعلقات استوار کرنے کی ہدایت کی ہے اور غیر مسلم افراد از روئے تعلیم اسلامی معاشرۂ اسلامیہ کے قابل عزت و احترام افراد ہیں۔ ان کے ساتھ نیک سلوک کرنا مقدس واجبات میں سے ہے۔ آنحضرت ﷺ، خلفائے راشدین، صحابہ کرامؓ اور بعد کے مسلمانوں کو غیر مسلم اقوام عیسائیوں اور یہودیوں اور زرتشتیوں وغیرہ سے تمدنی اُمور میں تعاون اور ان پر اعتماد رہا ہے اور اس کی مثالیں بکثرت تاریخ میں موجود ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مدینہ منورہ میں تشریف لانے پر بلا تمیز ملت و مذہب ایک معاہدہ لکھوایا؛ جس کے یہ الفاظ ہیں: **وَاَنَّهُ مَنْ تَبِعَنَا مِنْ يَّهُوْدٍ فَاِنَّ لَهُ النَّصْرَ وَالْاُسْوَةَ (اَلْمُسَاوَاةُ) غَيْرُ مَظْلُوْمِيْنَ وَلَا مُتَنَاصِرٍ عَلَيْهِمْ .... لِلْيَهُوْدِ دِيْنُهُمْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ دِيْنُهُمْ مَوَالِيْهِمْ وَاَنْفُسُهُمْ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَاَثِمَ .... وَاِنَّ بَيْنَهُمُ النُّصْحَ وَالنَّصِيْحَةَ وَالْبِرَّ دُوْنَ الْاِثْمِ**۔☆ یعنی جو یہودی اس معاہدے میں ہمارے ساتھ شریک ہیں ان کی نصرت کی جائے گی اور ان سے مساوات کا سلوک ہوگا۔ ان پر ظلم نہ ہونے دیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی۔ ان کے دوست، رشتہ دار سب اسی نیک سلوک کے مستحق ہوں گے، بجز ان کے جنہوں نے ظلم اور گناہ کا ارتکاب کیا۔ سب سے خیر خواہی کا سلوک اور نیک برتاؤ ہوگا۔ مسلم اپنے مذہب پر اور یہود اپنے مذہب پر عمل کریں گے۔ یہ تاریخی میثاق ہے جو اَبدی شہادت ہے، اس اَمر پر کہ اسلامی معاشرہ وسیع بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے۔ اس تعلق میں مزید کتاب البیوع باب ۲۸، باب ۱۰۰ بھی دیکھئے۔

جن لوگوں نے محولہ بالا آیت **لَا يَنْهٰكُمُ** وغیرہ سے استدلال کیا ہے کہ غیر مسلموں پر امور مملکت میں اعتماد کرنا خلاف منشاء شریعت ہے، حالانکہ نہ انہوں نے کلمۂ حصر **اِنَّمَا** پر نظر کی ہے اور نہ سیاقِ کلام پر غور، اور نہ ان کے سامنے دوسری آیات ہیں جن میں عدل و انصاف، تعاون اور نیک سلوک پر زور دیا گیا ہے اور نہ اُسوۂ نبویہ کا مطالعہ ہے اور نہ تاریخ اسلامی سے مَس۔ ایک عالم تاریخ ایسا استدلال کبھی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ صریح البطلان ہے۔ حضرت عمرؓ کی مالیات سے متعلقہ کمیٹی کے ممبر عیسائی اور زرتشتی بھی تھے۔ (کتاب الخراج) اور حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں حمص کے عامل (گورنر) ابن اخطل عیسائی تھے۔

قرآن مجید نے عدل قائم رکھنے کی ان واضح الفاظ میں تاکید فرمائی ہے: **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○** (المائدة:۹) معاشرہ کے افراد کو عقیدہ کے اختلاف کی بناء پر معاملات تمدنی اور

☆ (السيرة النبوية لابن هشام، هجرة الرسول ؐ، كتابه ﷺ بين المهاجرين والأنصار وموادعة يهود، جزءاول صفحہ ۵۰۲)
(الروض الأنف، كتاب الموادعة لليهود، جزء ثانی صفحه ۳۴۵)

اُمورسلطنت میں شریک ہونے سے محروم رکھنا قطعی طور پر عدل وانصاف کے منافی ہے۔رہے مذہبی اُمور تو ان میں ہر مذہب کو اسلامی تعلیم کی رو سے آزادی ہے۔جیسا کسی کا مذہب ہو عمل کرے اور جو قانون اپنے لئے مناسب سمجھے، اختیار کرے۔اس بارہ میں بھی قرآن مجید کا ارشاد واضح ہے،فرماتا ہے: وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ○(المائدہ:۴۸)اہل انجیل کو چاہیے کہ اللہ نے جو کچھ اِس میں نازل کیا ہے اس کے مطابق فیصلہ کریں اور جو لوگ اس کلام کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ نے اتارا ہے تو وہی بدعہد اور نافرمان ہیں۔سورۂ مائدہ کی اس آیت سے ماقبل آیت میں تورات کی تعلیم اور اس کے مابعد کی آیت میں قرآن مجید کی تعلیم سے متعلق بھی یہی ارشاد ہے کہ یہودیوں کو تورات کے مطابق فیصلے کرنے چاہییں۔چنانچہ اسلامی حکومت میں عیسائیوں کے مقدمات کے فیصلہ جات خالص مذہبی عدالتیں صادر کرتی تھیں اور عثمانی حکومت اُنہیں اپنے فوجی ادارہ کے ذریعے نافذ کرتی تھی۔مشہور جرمن مستشرق وِنڈن برگ نے اس اَمر کا اعتراف جن الفاظ میں کیا ہے ان کا ترجمہ یہ ہے کہ اسلام کی رو سے ہر قسم کی عمومی شخصی آزادی اور خاص کر مذہبی امور سے متعلق آزادی ذمیوں کا مقدس حق سمجھا جاتا تھا۔اسی طرح ہاؤس لکھتے ہیں: ذمی لوگ اسلامی حکومت میں اپنے مذہبی قوانین کے مطابق فیصلہ کرنے کرانے میں پورے طور پر آزاد تھے۔تنازعات میں اگر کوئی دوسرا فریق مسلمان نہ ہوتا تو ذمی اپنے خاص ضابطہ قانون کے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے۔اسلامی حکومت انہی میں سے ایک شخص کو بطور نمائندہ مقرر کر دیا کرتی تھی جو اُن کے درمیان فیصلہ کیا کرتا تھا خواہ یہ تنازعات مدنی حقوق سے متعلق ہوں یا تعزیرات کی قسم سے۔یہ آزادی ان کو یہاں تک دی گئی کہ ترکی سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ کے عہد سلطنت میں مذہبی سردارِ اعلیٰ کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنا محکمہ قائم کرے۔اسے اپنے ضابطہ قوانین کے مطابق قید کرنے، جلاوطنی اور بدنی سزائیں جاری کرنے کا پورا پورا اختیار تھا، بلکہ اسلامی حکومت کے فوجی ادارے کا یہ فرض قرار دیا گیا تھا کہ اس کے فیصلہ جات کا نفاذ کرے۔

الغرض ماحصل ان آیات کا یہ ہے کہ ایسی دشمن قوم سے جو برسرِ پیکار ہو، دوستی کے تعلقات قائم کرنا نہایت مخدوش اَمر ہے۔پہلی آیت غیر مسلموں کے ساتھ عمدہ تعلقات رکھنے، عدل وانصاف برتنے سے متعلق عام حکم پر مشتمل ہے اور دوسری کا تعلق جنگی حالات سے ہے، جو عام حکم کی ایک خاص استثنائی صورت ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا عمل دونوں حکموں کے مطابق تھا اور یہی اَمر ذہن نشین کرانے کی غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔

وَهِيَ رَاغِبَةٌ: خواہش اور شوق سے آئی ہیں۔بعض نے اس میں یہ اشارہ سمجھا ہے کہ وہ اسلام کی طرف رغبت رکھتی ہیں۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ کو بوجہ اس کی مخالفت کے طلاق دے دی تھی اور بعد میں اس کا اسلام قبول کرنا ثابت نہیں۔(فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۸۷، ۲۸۸) ایام ہدنہ (عارضی صلح) میں وہ اپنی بیٹی حضرت اسماءؓ کو ملنے آئیں اور غالباً اسی وجہ سے حضرت اسماءؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے بطور مسئلہ دریافت کیا کہ آیا مشرک والدہ سے تعلق رکھنا درست ہے جبکہ ارشادِ باری تعالیٰ میں صراحت ہے کہ مشرک عزیز و اقارب سے بھی تعلقات محبت درست نہیں جبکہ ان کی مذہبی مخالفت نے جنگ و قتال تک نوبت پہنچادی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی اجازت فرمائی۔ امام بخاریؒ نے اس واقعہ سے بھی اسلامی تعلیم اور اخلاقِ کریمہ کے بارے میں استدلال کیا ہے۔ امام مسلم[1]، طبرانی[2] اور ابن حبانؒ[3] نے بھی مذکورہ بالا واقعہ روایت کیا ہے۔ اوّل الذکر نے اسی روایت میں الفاظ رَاغِبَةٌ اَوْ رَاهِبَةٌ اور باقی دونوں نے رَاغِبَةٌ وَّ رَاهِبَةٌ نقل کئے ہیں اور ابوداؤد کی روایت میں لفظ رَاغِمَةٌ ہے۔[4] یعنی خوشی سے نہیں آئیں بلکہ ایسی حالت میں آئی ہیں کہ اسلام سے ویسی ہی روگرداں ہیں جیسے پہلے تھیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۲۸۸) کتاب الجزیة روایت نمبر ۳۱۸۳ میں بھی یہ روایت مذکور ہے۔

بَاب ۳۰: لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَّرْجِعَ فِي هِبَتِهِ وَصَدَقَتِهِ

کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے ہبہ اور اپنے صدقہ سے پھر جائے

۲۶۲۱: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَشُعْبَةُ قَالَا: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ.

اطرافهُ: ۲۵۸۹، ۲۶۲۲، ۶۹۷۵۔

۲۶۲۱: مسلم بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ ہشام اور شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ اُن دونوں نے کہا: قتادہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہبہ میں لَوٹنے والا ایسا ہی ہے جیسا وہ جو اپنی قے چاٹتا ہے۔

۲۶۲۲: وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ

۲۶۲۲: اور عبدالرحمٰن بن مبارک نے مجھے بتایا کہ عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ایوب (سختیانی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عکرمہ

---

[1] (مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل النفقة والصدقة)
[2] (المعجم الكبير للطبرانی، مسند النساء، باب الألف، أسماء بنت ابی بکرؓ، جلد۲۴ صفحہ۷۹)
[3] (صحيح ابن حبان، كتاب البر والإحسان، باب صلة الرحم وقطعها، ذكر الإباحة للمرء صلة قرابته من أهل الشرك، جزء۲ صفحہ۱۹۸)
[4] (ابوداؤد کتاب الزكاة، باب الصدقة على أهل الذمة)

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ الَّذِي يَعُوْدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِي قَيْئِهِ.

سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہماری مثال اُس بُرے شخص کی سی نہیں جو اپنے ہبہ سے پھرتا ہے، جیسے کتا قے کر کے چاٹتا ہے۔

اطرافہ: ٢٥٨٩، ٢٦٢١، ٦٩٧٥.

٢٦٢٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيْلِ اللهِ فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ مِنْهُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا تَشْتَرِهِ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ وَّاحِدٍ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِي قَيْئِهِ.

۲۶۲۳: یحییٰ بن قزعہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے اپنے باپ سے روایت کی کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا، کہتے تھے: میں نے اللہ کی راہ میں ایک گھوڑا سواری کے لئے دیا تو جس کے پاس وہ تھا اس نے اس کو خراب کر دیا۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اس سے وہ خرید لوں اور میں نے خیال کیا کہ وہ اس کو سستا ہی فروخت کرے گا۔ میں نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: اسے نہ خریدیں اگر چہ وہ تمہیں ایک درہم پر ہی کیوں نہ دے کیونکہ اپنے صدقہ میں لَوٹنے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے چاٹتا ہے۔

اطرافہ: ١٤٩٠، ٢٦٣٦، ٢٩٧٠، ٣٠٠٣.

تشریح: لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْ هِبَتِهِ وَصَدَقَتِهِ: زیر باب مسئلہ سے متعلق فقہاء کے اختلاف کا ذکر گزر چکا ہے اور وہاں بتایا گیا ہے کہ قطع نظر اس سے کہ والد کا بیٹے پر کیا حق ہے، ہبہ سے رُجوع کرنا جائز نہیں۔ اس باب میں یہ مسئلہ من حیث الاطلاق بیان ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ کا واقعہ انتہائی احتیاط پر مبنی ہے۔ فتویٰ اور تقویٰ میں فرق ہے۔

بَاب ۳۱

٢٦٢٤: حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ بَنِي صُهَيْبٍ مَوْلَى بَنِي☆ جُدْعَانَ ادَّعَوْا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى ذٰلِكَ صُهَيْبًا فَقَالَ مَرْوَانُ: مَنْ يَّشْهَدُ لَكُمَا عَلَى ذٰلِكَ قَالُوْا: ابْنُ عُمَرَ. فَدَعَاهُ فَشَهِدَ لَأَعْطَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُهَيْبًا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً فَقَضَى مَرْوَانُ بِشَهَادَتِهِ لَهُمْ.

۲۶۲۴: ابراہیم بن موسیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ ہشام بن یوسف نے ہمیں خبر دی کہ ابن جریج نے انہیں بتایا۔ کہتے تھے: عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ نے مجھے بتایا کہ ابن☆ جدعان کے آزاد کردہ غلام صہیب کے بیٹوں نے خواب گاہ کے دو کمروں اور ایک کوٹھڑی کا دعویٰ کیا۔ اس بنا پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صہیب کو دیئے تھے تو مروان نے کہا: تمہارے لئے اس بات کی کوئی گواہی دے گا؟ انہوں نے کہا: (حضرت عبداللہ) بن عمرؓ۔ مروان نے ان کو بلایا اور انہوں نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صہیب کو یقیناً دو سونے کے کمرے اور ایک کوٹھڑی دی تھی۔ چنانچہ مروان نے حضرت عبداللہؓ کی شہادت کی بناء پر اُن کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

تشریح: یہ باب بلاعنوان ہے اور بطور فصل ہے اور سابقہ مضمون کے تسلسل میں ہے۔ ہبہ سے رجوع کے تعلق میں فقہاء نے یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ کیا موہوب لہ کی موت کے بعد ہبہ سے رجوع کیا جا سکتا ہے یا وہ علیٰ حالہ قائم رہے گا اور وارثوں کا حق ہوگا۔ فقہاء کا عدم رجوع پر اتفاق ہے۔ احناف نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ موت کے بعد رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور دوسروں کے نزدیک اس لئے کہ زندگی میں بھی رجوع کا سوال مطلق قابل اعتناء نہیں، چہ جائیکہ موت کے بعد۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۷۶)

فَشَهِدَ لَاَعْطَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صُهَيْبًا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی اسیری وغلامی کا واقعہ کتاب البیوع باب ۱۰۰ روایت نمبر ۲۲۱۹ میں دیکھئے۔ عمر بن شبہ نے مدینہ کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ حضرت صہیبؓ کو حضرت امّ سلمہؓ کی طرف سے باجازت آنحضرت ﷺ ایک مکان بطور ہبہ دیا گیا تھا۔ ان کی وفات پر ان کے بیٹوں نے دعویٰ کیا اور مروان بن حکم نے جو امیر مدینہ تھے شہادت لے کر اُن کے حق میں فیصلہ کیا۔ اس واقعہ سے بھی ظاہر ہے کہ موت کے بعد ہبہ قائم رہتا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۹۳) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۷۷)

☆ عمدۃ القاری کے مطابق اس جگہ "ابْنِ جُدْعَانَ" کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۷۶) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

بَاب ٣٢: مَا قِيْلَ فِي الْعُمْرَى وَالرُّقْبَى

عمریٰ اور رقبیٰ کے متعلق جو احادیث بیان کی گئی ہیں

أَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرَى: جَعَلْتُهَا لَهُ. اسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا (هود: ٦٢) جَعَلَكُمْ عُمَّارًا.

(عرب کہتے ہیں:) میں نے اسے یہ گھر عمر بھر کے لئے دے دیا اور ایسے طور پر دیا ہوا گھر عمریٰ کہلاتا ہے، یعنی اس گھر کو اس کی مِلک میں کر دیا اور سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تمہیں اس زمین کو آباد کرنے والا بنایا۔

٢٦٢٥: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَى أَنَّهَا لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ.

۲۶۲۵: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحییٰ (ابن ابی کثیر) سے، یحییٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمریٰ سے متعلق فیصلہ فرمایا کہ وہ اسی کا ہے جسے دیا گیا تھا۔

٢٦٢٦: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ: حَدَّثَنِي النَّضْرُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْعُمْرَى جَائِزَةٌ.

۲۶۲۶: حفص بن عمر نے ہمیں بتایا کہ ہمام نے ہم سے بیان کیا کہ قتادہ نے ہمیں بتایا، کہا: نضر بن انس نے بشیر بن نہیک سے، بشیر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: عمریٰ (یعنی عمر بھر کے لئے کسی کو گھر دینا) جائز ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ: حَدَّثَنِي جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... مِثْلَهُ.

اور عطاء (بن ابی رباح) نے بھی کہا کہ حضرت جابرؓ نے مجھے بتایا کہ نبی ﷺ سے اس طرح مروی ہے۔

تشریح: مَا قِيْلَ فِي الْعُمْرَى وَالرُّقْبَى: صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں سابقہ تسلسل ہی میں عمریٰ کے باب قائم ہیں اور بعض میں الگ۔ امام ابن حجرؒ نے تسلسل قائم رکھا ہے اور اس شرح صحیح بخاری میں انہی کی

ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔عمریٰ ابن سیدہ لغوی کے نزدیک عَمَرَ سے مشتق ہے اور مصدر ہے۔(عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۱۷۸)
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ آیت کریمہ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا.(ھود:۶۲) عُمْرَان (بمعنی آبادی) سے مشتق بتایا ہے۔دونوں کا اشتقاق کی رُو سے مفہوم یہی ہے کہ عمر بھر رہنے کے لئے کسی کو مکان وغیرہ دینا۔جمہور نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اگر اَعْمَرَهُ الدَّارَ کی جگہ اَسْكَنْتُ الدَّارَ کہا جائے تو لفظ اِسْکَان سے عمریٰ کا مفہوم پیدا نہیں ہوگا۔علامہ ابن رشدؒ نے یہ رائے قبول نہیں کی۔اُن کے نزدیک معناً مفہوم ایک ہی رہے گا۔اسی اختلاف کی وجہ سے عنوانِ باب میں آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ لفظ استعمار کا مفہوم بھی آباد کرنا ہے۔مشارٌ الیہ تفسیر ابوعبیدہ کی ہے۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۲۹۳،۲۹۴)(بداية المجتهد، كتاب الهبات، القول فى أنواع الهبات، جزء۲صفحہ۲۴۹)
رقبیٰ کا مفہوم بھی یہی ہے۔عمریٰ اور رقبیٰ سے متعلق احکام میں فرق نہیں۔رقبیٰ کا اشتقاق مراقبہ سے ہے۔انتظار کرنا،نگرانی کرنا۔زمانہ جاہلیت میں کسی کو سکونت کے لئے تاحین حیات مکان دیا جاتا تو انتظار کیا جاتا کہ کب رہنے والا یا دینے والا مرے اور مکان پر قبضہ ہو۔روایات زیر باب میں رقبیٰ کا ذکر نہیں مگر عنوان باب میں دونوں لفظ جمع کر دیئے گئے ہیں۔گویا اس طرف اشارہ ہے کہ دونوں لفظ مفہوماً ایک ہی ہیں۔اس بارے میں جمہور کا مذہب تو یہی ہے کہ مکان یا جائداد جسے عمر بھر کے لئے دیا جائے،طول سکونت کی وجہ سے اس کی ملکیت ہو جاتا ہے اور دینے والے کو نہیں لوٹتا سوائے اس صورت کے کہ دیتے وقت صراحت کر دی گئی ہو کہ موت کے بعد مکان مالک کا ہوگا۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۲۹۳)

مَا قِيْلَ فِي الْعُمْرَى: ان الفاظ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود صحاح ستہ کی متضاد روایتوں کی طرف اشارہ کرنا ہے۔فقہاء میں سے ایک فریق وہ بھی ہے جو حدیث لَا عُمْرَى وَلَا رُقْبَى سے اس کے عدم جواز کے بارے میں استدلال کرتا ہے۔جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے اس سے متعلق ابوالطیب اور ماوردی کا حوالہ دیا ہے۔امام داؤد الظاہری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم خیال اس کی صحت تسلیم نہیں کرتے۔گو ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو فرقہ ظاہری کے امام مانے گئے ہیں،عمریٰ کی صحت مسلم ہے۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۲۹۳) صحاح ستہ کی روایات کے لئے عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۷۹،۱۸۰ دیکھی جائے۔ان میں سے صحیح مسلم کی ایک روایت قابل ذکر ہے جو بواسطہ ابوزبیر حضرت جابرؓ سے مرفوعاً مروی ہے:(قَالَ ﷺ) اَمْسِكُوْا عَلَيْكُمْ اَمْوَالَكُمْ وَلَا تُفْسِدُوْهَا فَاِنَّهُ مَنْ اَعْمَرَ عُمْرَى فَهِيَ لِلَّذِيْ اُعْمِرَهَا حَيًّا وَّمَيِّتًا وَّ لِعَقِبِهِ. (صحيح مسلم، كتاب الهبات، باب العمرى) اپنے مالوں کو اپنے پاس رکھو،انہیں برباد نہ کرو کیونکہ جس نے انہیں بطور عمریٰ دیا تو وہ زندگی میں اور موت کے بعد اسی کا ہوگا،جس نے اسے آباد رکھا۔اسی وجہ سے عطاء بن ابی رباح،امام ابوحنیفہ،امام سفیان ثوری اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ نے عمریٰ کو ملکیت تامہ اور مواریث اموال قرار دے کر قابل وراثت کیا ہے۔جن روایتوں میں لَا عُمْرَى فَمَنْ اُعْمِرَ شَيْئًا فَهُوَ لَهُ.☆ وارد ہوا ہے۔اس ارشاد نبویؐ سے بھی مراد یہی ہے کہ آپؐ نے جب دیکھا کہ انصار مہاجرین کو عمریٰ اور رقبی کے پرانے طریق پر جائیداد یں اس خیال سے دے رہے ہیں کہ ان سے رجوع کیا جا سکتا ہے تو آپؐ نے ان کو روک دیا اور فرمایا کہ عمریٰ میں مالک کا حق ملکیت نہیں

☆ (سنن النسائى،كتاب العمرىٰ، باب ذكر الاختلاف يحي بن أبى كثير ومحمد بن عمرو على أبى سلمة فيه)

رہتا۔ وہ ایک ہبہ ہے جس میں رجوع نہیں کیا جاسکتا۔ صحاح ستہ کی روایات گو ان میں خفیف لفظی اختلاف ہے مگر مفہوماً اسی امر پر متفق ہیں اور امام ابن حجرؒ کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان بھی جمہور کے مذہب کی طرف ہے جس کی تائید میں زیر باب دو روایتیں نقل کی ہیں۔

وَقَالَ عَطَآءٌ......: روایت نمبر ۲۶۲۶ کے آخر میں عطاء ابن ابی رباح کے قول کا جو حوالہ دیا ہے یہ ابونعیم نے متخرج میں نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۹۵) اور امام مسلمؒ نے بھی قتادہ کی روایت سے اسے درج کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: اَلْعُمْرَى مِيْرَاثٌ لِأَهْلِهَا. (صحیح مسلم، کتاب الھبات، باب العمری) عمریٰ (موہوب لہٗ) کے گھر والوں کے لیے بطور وراثت ہے۔

بَاب ۳۳: مَنِ اسْتَعَارَ مِنَ النَّاسِ الْفَرَسَ

جس نے لوگوں سے گھوڑا عاریۃً مانگا

۲۶۲۷: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ: كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا مِنْ أَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوْبُ فَرَكِبَهُ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: مَا رَأَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَإِنْ وَّجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

۲۶۲۷: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انسؓ سے سنا، کہتے تھے: مدینہ میں گھبراہٹ ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہؓ سے ایک گھوڑا عاریۃً لیا جو مندوب کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آپؐ اُس پر سوار ہوئے۔ جب واپس آئے تو آپؐ نے فرمایا: ہم نے تو کچھ نہیں دیکھا اور اس گھوڑے کو تو ایک دریا پایا۔

اطرافہُ: ۲۸۲۰، ۲۸۵۷، ۲۸۶۲، ۲۸۶۶، ۲۸۶۷، ۲۹۰۸، ۲۹۶۸، ۲۹۶۹، ۳۰۴۰، ۶۰۳۳، ۶۲۱۲۔

تشریح: **مَنِ اسْتَعَارَ مِنَ النَّاسِ الْفَرَسَ:** عَارِيَة عارضی استفادہ کی شئے پر اطلاق پاتا ہے۔ لفظ عَارَ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں ذَهَبَ وَجَاءَ یعنی گیا اور آیا۔ اسی سے لفظ تَعَاوُرٌ (باب تفاعل) ہے؛ جس کے معنی تَنَاوُبٌ کے ہیں، یعنی باری باری سے آنا جانا اور تَنَاوَبَ کے معنی ہیں نوبت بنوبت چکر لگانا۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۹۶) مستعار شئے کبھی اس کے کام آتی ہے اور کبھی اس کے، اس لئے اُسے عاریۃ کہتے ہیں۔ یہ باب سابقہ باب ہی کے تعلق میں اس غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ عمریٰ کے درمیان اور عاریۃ کے درمیان فرق کی طرف توجہ دلائی جائے کہ مستعار شئے مالک کو لَوٹتی ہے اور عمریٰ والی شئے نہیں لَوٹتی۔ ابوداؤد نے ابوامامہ کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حجۃ الوداع

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: اَلْعَارِیَةُ مُؤَدَّاةٌ ...... وَالزَّعِیْمُ غَارِمٌ مستعار شئے واپس ہوگی اور ضامن نقصان کا ذمہ دار ہے۔ یہ حدیث ترمذی نے حسن اور ابن حبان نے صحیح قرار دی ہے[1] اسی کے ہم معنی صفوان بن امیہ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے موقع پر ان سے کچھ زرہیں عاریتاً طلب فرمائیں، تو انہوں نے پوچھا کہ أَغَصْبٌ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ لَا بَلْ عَارِيَةٌ مَّضْمُوْنَةٌ. اے محمدؐ! کیا یہ جبرأی جارہی ہیں؟ فرمایا: نہیں بلکہ عاریتاً اور (واپسی کی) ضمانت کے ساتھ۔ یہ روایت ابوداؤد اور نسائی نے نقل کی ہے۔ نیز انہوں نے ایک اور روایت بجائے صفوان بن امیہؓ یعلیٰ بن امیہؓ سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب میرے ایلچی تمہارے پاس آئیں تو انہیں تیس زرہیں دے دی جائیں۔ میں نے کہا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعَارِيَةً مَّضْمُوْنَةً أَوْ عَارِيَةً مُّؤَدَّاةً. کیا یہ باضمانت مستعار لی جارہی ہیں یا ویسے ہی واپس دی جائیں گی تو آپؐ نے فرمایا: بَلْ مُؤَدَّاةٌ۔ یعنی واپس دی جائیں گی۔[2]

مستعار کے متعلق جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ضائع ہونے پر نقصان پورا کیا جائے گا۔ مستعار لینے والا اس کا ضامن ہے۔ مالکیوں اور حنفیوں کے نزدیک ضامن اسی صورت میں ذمہ دار ہوگا اگر یہ ثابت ہو کہ اس کی غفلت سے مستعار شئے تلف ہوئی ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳) (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۹۶)

مشارٌ الیہ روایات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط کے مطابق نہیں اور انہوں نے مذکورہ بالا روایت سے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوطلحہؓ کا گھوڑا واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ دریا کی سی روانی رکھتا ہے۔ وہ زخمی ہوگیا تھا جس کی وجہ سے اُس کا نام مندوب (یعنی مجروح) رکھا گیا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۸۱) یہ روایت کتاب الجہاد میں بھی آئے گی۔ شارحین نے یہاں مستعار شئے سے متعلق مفصل بحث کی ہے اور کہا ہے کہ اس کا قیاس امانت پر کیا جائے گا۔ امین کی غفلت سے امانت ضائع ہونے پر امین ذمہ دار ہوگا۔ مگر عنوان باب کے اسلوب سے ظاہر ہے کہ امام موصوفؒ نے یہ باب عمریٰ کی نوعیت واضح کرنے کی غرض سے قائم کیا ہے کہ وہ ایک عطیہ ہے نہ مستعار شئے یا امانت۔ اسی طرح اگلا باب بھی۔

---

[1] (ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی تضمین العارية)
(ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء في أن العارية مؤدّاة)
(صحیح ابن حبان، کتاب العارية، ذکر حکم العارية والمنحة)

[2] (ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی تضمین العارية)
(سنن الكبرىٰ للنسائی، کتاب العارية، باب تضمین العارية، ذکر اختلاف شريک واسرائيل)

بَاب ٣٤: اَلِاسْتِعَارَةُ لِلْعَرُوْسِ عِنْدَ الْبِنَاءِ

دلہن کے لئے رخصت کے وقت کوئی چیز عاریتاً لینا

٢٦٢٨: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَعَلَيْهَا دِرْعُ قِطْرٍ ثَمَنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ فَقَالَتْ: ارْفَعْ بَصَرَكَ إِلَى جَارِيَتِي انْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهَا تُزْهَى أَنْ تَلْبَسَهُ فِي الْبَيْتِ وَقَدْ كَانَ لِي مِنْهُنَّ دِرْعٌ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ تُقَيَّنُ بِالْمَدِيْنَةِ إِلَّا أَرْسَلَتْ إِلَيَّ تَسْتَعِيْرُهُ.

٢٦٢٨: ابونعیم نے ہمیں بتایا کہ عبدالواحد بن ایمن نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ کہتے تھے: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اندر گیا اور وہ موٹے کپڑے کی ایک قمیض پہنے ہوئے تھیں جس کی پانچ درہم قیمت ہوگی۔ حضرت عائشہؓ نے (مجھ سے) کہا: میری لونڈی کی طرف دیکھو؛ وہ یہ قمیص گھر میں پہننے سے نخرہ کرتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی میرے پاس ایسی ایک قمیص تھی۔ مدینہ میں جس عورت کو بھی عروسی کے بناؤ سنگھار کی ضرورت ہوتی؛ وہ مجھ سے یہ قمیص عاریتاً منگواتی۔

تشریح: دِرْعُ قِطْرٍ: دِرْعٌ زنانہ قمیض کو کہتے ہیں اور قِطْر بحرین کے ساحل پر مشہور بندرگاہ ہے۔ یہاں سوتی موٹا کپڑا بُنا جاتا تھا۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۲۹۷)

بَاب ٣٥: فَضْلُ الْمَنِيْحَةِ

وہ دُودھیل جانور جو کسی کو عاریۃً دیا جائے، اس کے دینے کی فضیلت

٢٦٢٩: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نِعْمَ الْمَنِيْحَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ

٢٦٢٩: یحیٰی بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دودھیل اُونٹنی جو خوب دودھ دے، اس کا دینا بھی کیا ہی اچھا عطیہ

مِنْحَةً وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ تَغْدُوْ بِإِنَاءٍ وَتَرُوْحُ بِإِنَاءٍ.

ہے اور اسی طرح وہ بکری بھی جو خوب دودھ دے۔ صبح کو بھی باہر جاتے جاتے ایک برتن بھر کر دیتی ہو اور شام کو بھی واپس آ کر ایک برتن بھر کر دودھ دے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ وَإِسْمَاعِيْلُ عَنْ مَّالِكٍ قَالَ: نِعْمَ الصَّدَقَةُ....

عبداللہ بن یوسف اور اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہمیں بتایا۔ مالک سے یہی روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے (''کیا ہی اچھا عطیہ'' کی جگہ) یہ کہا: کیا ہی اچھا صدقہ ہے۔

طرفهُ: ٥٦٠٨

٢٦٣٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ مَّكَّةَ وَلَيْسَ بِأَيْدِيْهِمْ وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ أَهْلَ الْأَرْضِ وَالْعَقَارِ فَقَاسَمَهُمُ الْأَنْصَارُ عَلَى أَنْ يُّعْطُوْهُمْ ثِمَارَ أَمْوَالِهِمْ كُلَّ عَامٍ وَيَكْفُوْهُمُ الْعَمَلَ وَالْمُؤْنَةَ. وَكَانَتْ أُمُّهُ أُمُّ أَنَسٍ أُمُّ سُلَيْمٍ كَانَتْ أُمَّ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ فَكَانَتْ أَعْطَتْ أُمُّ أَنَسٍ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِذَاقًا فَأَعْطَاهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ أَيْمَنَ مَوْلَاتَهُ أُمَّ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ:

٢٦٣٠: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ ابن وہب نے ہمیں خبر دی۔ (انہوں نے کہا:) یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہا: جب مہاجر مکہ سے مدینہ آئے اور ان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہ تھا اور انصار زمین اور جائیداد والے تھے تو انصار نے ان سے معاہدہ کیا کہ وہ ان کو اپنے باغوں کا میوہ ہر سال دیا کریں گے۔ لیکن ان میں کام کاج وہ خود ہی کریں گے۔ (مہاجرین کو نہیں کرنے دیں گے۔) حضرت انسؓ کی ماں حضرت امّ سلیمؓ تھیں جو حضرت عبداللہ بن ابی طلحہؓ کی بھی ماں تھیں تو حضرت انسؓ کی ماں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کھجور کے درخت دیئے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخت اپنی کھلائی حضرت امّ ایمنؓ کو دے دیئے۔ جو حضرت اُسامہ بن زیدؓ کی

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قِتَالِ أَهْلِ خَيْبَرَ فَانْصَرَفَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ رَدَّ الْمُهَاجِرُوْنَ إِلَى الْأَنْصَارِ مَنَائِحَهُمْ {الَّتِي كَانُوْا مَنَحُوْهُمْ☆}مِنْ ثِمَارِهِمْ فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُمِّهِ عِذَاقَهَا فَأَعْطَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ أَيْمَنَ مَكَانَهُنَّ مِنْ حَائِطِهِ.

ماں تھیں۔ابن شہاب کہتے تھے: مجھے حضرت انسؓ بن مالک نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اہل خیبر کی لڑائی سے فارغ ہوئے اور مدینہ کو لوٹ گئے، تو مہاجرین نے انصار کے وہ عطیے واپس کر دیئے۔یعنی وہ پھلدار درخت {جو انہوں نے ان کو اپنے باغوں سے دیئے تھے۔☆} نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت انسؓ کی ماں کو ان کی کھجوریں واپس کر دیں اور ان کی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امّ ایمنؓ کو اپنے باغ سے کچھ درخت دیئے۔

وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ يُوْنُسَ بِهٰذَا وَقَالَ: مَكَانَهُنَّ مِنْ خَالِصِهِ.

اور احمد بن شبیب کہتے تھے: میرے باپ نے بھی یونس سے روایت کرتے ہوئے مجھے یہی بات بتائی اور مِنْ حَائِطِهِ کی بجائے مِنْ خَالِصِهِ کے الفاظ کہے: یعنی اپنی خاص جائیداد سے۔

اطرافهُ: ۳۱۲۸، ۴۰۳۰، ۴۱۲۰.

۲۶۳۱: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُوْلِيِّ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً- أَعْلَاهُنَّ مَنِيْحَةُ الْعَنْزِ- مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِّنْهَا رَجَاءَ

۲۶۳۱: مسدد نے ہمیں بتایا کہ عیسیٰ بن یونس نے ہم سے بیان کیا۔اوزاعی نے ہمیں بتایا کہ حسان بن عطیہ نے ابوکبشہ سلولی سے روایت کی کہ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی خصلتیں چالیس ہیں۔ان میں سے اعلیٰ خصلت دودھیل بکری کو عاریتاً دینا ہے۔ جو بھی عمل کرنے والا ان خصلتوں میں سے کسی خصلت پر بھی عمل کرتا ہے بحالیکہ

☆ الفاظ ''الَّتِيْ كَانُوْا مَنَحُوْهُمْ'' فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔(فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۲۹۸) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

ثَوَابِهَا وَتَصْدِيْقَ مَوْعُوْدِهَا إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ بِهَا الْجَنَّةَ.

اس کے ثواب کی اُمید اور اس وعدۂ ثواب کو سچا جانتا ہے جو اللہ کی طرف سے کیا گیا ہے تو اللہ اسے اس کے اس امید و یقین کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا۔

قَالَ حَسَّانُ: فَعَدَدْنَا مَا دُوْنَ مَنِيْحَةِ الْعَنْزِ مِنْ رَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَإِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيْقِ وَنَحْوِهِ فَمَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نَّبْلُغَ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً.

حسان کہتے تھے: ہم نے دودھیل بکری کے عطیہ کے سوا دوسری خصلتوں کا شمار کیا۔ جیسے سلام کا جواب دینا اور چھینکنے پر دعا کرنا اور راستہ سے تکلیف دِہ چیز ہٹانا۔ اس طرح کی اور باتیں بھی۔ لیکن ہم سے پندرہ خصلتوں تک ہی گنتی پوری ہو سکی۔

۲۶۳۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَتْ لِرِجَالٍ مِنَّا فُضُوْلُ أَرَضِيْنَ فَقَالُوْا: نُؤَاجِرُهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.

طرفهُ: ۲۳٤۰.

۲۶۳۲: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ اوزاعی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عطاء نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم انصار میں بعض لوگوں کے پاس زمینیں ان کی ضرورت سے زیادہ تھیں۔ انہوں نے کہا: ہم ان زمینوں کو تہائی یا چوتھائی یا آدھوں آدھ بٹائی پر دے دیتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی زمین ہو تو چاہیے کہ وہ اس میں خود کھیتی باڑی کرے یا اسے اپنے بھائی کو یونہی دے دے۔ اگر ایسا نہ کرے تو پھر اپنی زمین کو یونہی رہنے دے۔

۲۶۳۳: وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيْدٍ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى

۲۶۳۳: اور محمد بن یوسف (امام بخاریؒ کے شیخ) نے کہا: اوزاعی نے ہم سے (اسی سند سے) کہا کہ زُہری نے مجھے بتایا۔ (انہوں نے کہا:) عطاء بن یزید نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابوسعیدؓ (خدری) نے مجھے بتایا۔ انہوں

رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ: وَيْحَكَ إِنَّ الْهِجْرَةَ شَأْنُهَا شَدِيْدٌ فَهَلْ لَّكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَتُعْطِي صَدَقَتَهَا قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَهَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَتَحْلُبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ الْبِحَارِ فَإِنَّ اللهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا.

اطرافہ: ١٤٥٢، ٣٩٢٣، ٦١٦٥۔

نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بدوی آیا۔ اس نے آپؐ سے ہجرت کی نسبت پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: ہجرت کا معاملہ تو بہت ہی مشکل ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ اُونٹ ہیں؟ اس نے کہا: ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ان کی زکوٰۃ دیتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں دیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: کسی کو دودھ پینے کے لئے بھی جانور دیتے ہو؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا: کیا ان اُونٹوں کو پانی پلاتے وقت دوہتے ہو (اور محتاجوں کو ان کا دودھ پلاتے ہو؟) اُس نے کہا: جی ہاں۔ تب آپؐ نے فرمایا: پھر تم سمندروں سے پار رہ کر بھی عمل کرتے رہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے کسی عمل کا ثواب دینے میں تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کرے گا۔

٢٦٣٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَعْلَمُهُمْ بِذَلِكَ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا- أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى أَرْضٍ تَهْتَزُّ زَرْعًا فَقَالَ: لِمَنْ هَذِهِ؟ فَقَالُوا: اكْتَرَاهَا فُلَانٌ. فَقَالَ: أَمَا إِنَّهُ لَوْ مَنَحَهَا إِيَّاهُ كَانَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ أَنْ يَّأْخُذَ عَلَيْهَا أَجْرًا مَّعْلُوْمًا.

اطرافہ: ٢٣٣٠، ٢٣٤٢۔

۲۶۳۴: محمد بن بشار نے ہمیں بتایا۔ عبدالوہاب نے ہم سے بیان کیا کہ ایوب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے، عمرو نے طاؤس سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: مجھ سے اس نے بیان کیا جو اس بات کو اُن تمام (صحابہؓ) میں سے بڑھ کر جاننے والا تھا یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ نبی ﷺ ایسی زمین کی طرف گئے جس میں کھیتی لہلہا رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: کس کی ہے؟ تو لوگوں نے کہا: فلاں شخص نے یہ زمین پٹہ پر لی ہوئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر زمین کا مالک اس زمین کو اسے یونہی دے دیتا تو یہ اس کیلئے بہتر ہوتا بہ نسبت اس کے کہ وہ اس پر مقررہ لگان لیتا۔

تشریح: **فَضْلُ الْمَنِيحَةِ:** اَلْمَنِيحَةُ دودھیل جانور، جو عارضی استفادہ پر دیا جائے۔ آج کل یہ رواج موجود ہے۔ ایک دوست دوسرے دوست کو دودھیل جانور نیک تعلقات قائم رکھنے کی غرض سے دیتا ہے۔ روایات زیر باب سے ظاہر ہے کہ عربوں میں یہ دستور صرف دودھیل جانور سے مخصوص نہ تھا بلکہ پھلدار درخت بھی اسی نیت سے نامزد کر دیئے جاتے تھے۔

اس باب میں چھ روایتیں ہیں۔ پہلی روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی جس میں لِقْحَة (حاملہ اُونٹنی) کا ذکر ہے جو بچہ جننے کے قریب ہو۔ یہی روایت امام مالکؒ نے بالفاظ نِعْمَ الصَّدَقَةُ نقل کی ہے۔ اَلصَّدَقَةُ ہر اس کار خیر کو کہتے ہیں جو خالص رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے۔ ان کی اس روایت کیلئے دیکھئے بخاری، کتاب الأشربة، باب۱۲، روایت نمبر ۵۶۰۸۔ دوسری حدیث حضرت انسؓ کی وہ ہے جس میں پھلدار درخت بطور منیحہ دیئے جانے کا ذکر ہے۔ حضرت امّ ایمنؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلائی تھیں۔ یہ عبید حبشی کی بیوی تھیں اور ایمن ان کی کنیت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی کنیز تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت آمنہ کے ہاں پیدا ہوئے تو حضرت امّ ایمنؓ آپؐ کی دایہ اور دودھ پلائی ماں ہوئیں۔ حضرت آمنہ جلد ہی فوت ہوگئی تھیں۔ تیسری روایت حسان بن عطیہ کی ہے کہ اچھی خصلتیں چالیس ہیں۔ ان میں سے ایک اعلیٰ خصلت دودھیل بکری کو عاریتاً دینا ہے۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض نے نیک خصلتیں شمار کی ہیں جو چالیس سے بھی بڑھ گئی ہیں۔ چالیس اور ساٹھ کا عدد کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ اس تعلق میں کتاب الإیمان، باب۲، ۱۶، ۲۰ کی متعلقہ روایات بھی دیکھئے۔ جہاں بعض نیک باتیں مذکور ہیں۔ ان کے علاوہ عیب پوشی، غیبت سے اجتناب، مظلوم کی نصرت، کسی قسم کی ہتک عزت کو روکنا، غمگین کی دلجوئی کرنا، ناواقف کاری گر کو ہنر سکھانا، کم عقل شخص کے کاروبار میں مدد دینا، خندہ پیشانی سے پیش آنا، شادی غمی میں شریک ہونا، خویش سے شیریں کلامی سے پیش آنا، بھلی بات کہنا، درخت لگانا، کملائے ہوئے پودے کو پانی دینا، پیاسے بھوکے جانور کو پلانا کھلانا، عیادت اور تیمارداری کرنا، باہم ملنا جلنا، ہر ایک کی خیر خواہی چاہنا، محلّہ کے کمزور لوگوں کی خبر گیری کرنا، ان کی ضروریات بہم پہنچانا جیسا کہ فرمایا جوتی کا تسمہ بھی تو اگر کسی کو دیتا ہے تو یہ بھی ایک صدقہ ہے، یہاں تک کہ چھینکنے والے کو دعا دینا، مجلس میں کھل کر بیٹھنا، آنے والے کے لئے جگہ چھوڑنا وغیرہ۔ ان نیک باتوں کا ذکر مستند احادیث میں وارد ہوا ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۰۲۔ چوتھی حدیث حضرت جابرؓ کی ہے؛ جس میں کھیتی باڑی کو مفت کاشتکاری کے لئے دینا بھی منیحہ شمار کیا گیا ہے۔ اس تعلق میں کتاب المزارعة باب۱۸ بھی دیکھئے۔ پانچویں روایت حضرت ابوسعید خدریؓ کی ہے۔ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ کہہ کر سابقہ روایت پر عطف کیا گیا ہے کہ یہ بھی اوزاعی سے مروی ہے۔ اس کے لیے کتاب الزکاة باب۳۶ دیکھئے۔ چھٹی روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ہے۔ اس کے لیے کتاب المزارعة باب۱۸ بھی دیکھئے۔

بَاب ٣٦: إِذَا قَالَ: أَخْدَمْتُكَ هَذِهِ الْجَارِيَةَ عَلَى مَا يَتَعَارَفُ النَّاسُ فَهُوَ جَائِزٌ

اگر کوئی (کسی سے) کہے: میں نے یہ کنیز تمہیں تمہاری خدمت کے لئے دے دی جیسا کہ لوگوں کا آپس میں رواج ہے تو یہ جائز ہوگا

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: هَذِهِ عَارِيَّةٌ. وَإِنْ قَالَ: كَسَوْتُكَ هَذَا الثَّوْبَ فَهَذِهِ هِبَةٌ.

اور بعض لوگوں نے کہا: یہ عاریتاً ہی ہوگی۔ اگر یہ کہے: میں نے تجھے یہ کپڑا پہننے کے لئے دیا تو یہ ہبہ ہوگا۔

٢٦٣٥: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هَاجَرَ إِبْرَاهِيْمُ بِسَارَةَ فَأَعْطَوْهَا آجَرَ فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ: أَشَعَرْتَ أَنَّ اللهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيْدَةً؟ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ.

۲۶۳۵: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ ابوزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیمؑ حضرت سارہؑ کو لے کر اپنے وطن سے ہجرت کر گئے۔ (پھر ظالم بادشاہ کا قصہ بیان کیا یہاں تک کہ) آخر انہوں نے حضرت ہاجرہؑ حضرت سارہؑ کو دی اور وہ واپس آئیں اور انہوں نے (حضرت ابراہیمؑ سے) کہا کہ آپؑ کو معلوم ہے کہ اللہ نے اس کافر کو ذلیل وخوار کیا اور اس نے ایک لونڈی بھی خدمت کے لئے دی۔ اور ابن سیرین نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یوں نقل کیا کہ اس نے حضرت ہاجرہؑ حضرت سارہؑ کو خدمت کے لئے دی۔

اطرافہُ: ۲۲۱۷، ۳۳۵۷، ۳۳۵۸، ۵۰۸٤، ٦٩٥٠۔

تشریح: اِذَا قَالَ اَخْدَمْتُکَ هَذِهِ الْجَارِيَةَ عَلَى مَا يَتَعَارَفُ النَّاسُ فَهُوَ جَآئِزٌ: جس طرح سکونت کے لئے مکان دینے سے کوئی مالک نہیں بن جاتا اسی طرح عارضی خدمت کے لئے خادم یا خادمہ دیئے جانے سے کوئی اس کا مالک نہیں ہو جاتا۔ اَخْدَمْتُکَ هٰذِهِ الْجَارِيَةَ کے بعد اَوْ هٰذَا الْعَبْدَ مقدر ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۸۹) یعنی جب کوئی کہے کہ میں نے تجھے کنیز خدمت کے لئے دی تو اس کے بعد لفظ غلام مفہوماً مقدر ہوگا اور معنی یہ ہوں گے کہ تمہیں خدمت کے لئے لونڈی یا غلام دیا ہے۔ یہ دیئے گئے غلام اور لونڈی خدمت

کرنے کے بعد اپنے آقا کی طرف لوٹیں گے۔ مگر ہبہ یا عمریٰ میں یہ صورت نہیں ہوتی۔ فقہاء نے عمریٰ کے تعلق میں تملیک رقبہ اور تملیک فائدہ کا سوال اُٹھایا ہے۔ رقبة کے معنی ہیں گردن یعنی غلام۔ رقبہ کا اطلاق مجازاً ہر اس شئے پر ہوتا ہے جس پر مالکانہ قبضہ ہو۔ اسی سے الرقبٰی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ ایک شخص کسی کو مکان یا غلام استعمال کے لئے دیتا اور یہ شرط کرتا کہ اگر تو پہلے مرا تو یہ مجھے واپس لوٹے گا اور اگر میں مرا تو تیرا ہوگا۔ کہتے ہیں: وَرِثَ الْمَالَ عَنْ رَقَبَةٍ اَیْ عَنْ کَلاَلَةٍ وَلَمْ يَرِثْهُ عَنْ اٰبَائِهٖ. یعنی اسے مال ورثہ میں جدّی وراثت سے نہیں ملا بلکہ بوجہ انقطاعِ نسلی وارث ملا ہے۔ عمریٰ میں عمر بھر کے لئے ایک شئے دی جاتی ہے۔ دینے والے کی عمر تک یا جسے دیا جائے اس کی عمر تک۔ لفظ اِسْکَانٌ سے جب تک قرینہ نہ ہو؛ مذکورہ بالا مفہوم پیدا نہیں ہوتا۔ فقہاء نے عمریٰ اور رقبٰی کے تعلق میں یہ بحث اُٹھائی ہے کہ آیا عمریٰ اور رقبٰی ہبہ کی صورت ہے کہ موہوب لۂ مکان وغیرہ کا مالک ہو جاتا ہے یا وہ از قبیل تملیک انتفاع و استفادہ ہے۔ آیا عمریٰ والا اسی طرح حق رکھتا ہے کہ لونڈی یا غلام کو فروخت یا آزاد کرے؛ جس طرح موہوب لۂ ہبہ کردہ لونڈی یا غلام کو فروخت یا آزاد کرنے کا حق رکھتا ہے۔ فقہاء میں سے ایک فریق امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کی رائے ہے کہ عمریٰ و رقبٰی میں تملیک رقبہ کی صورت ہے اور وہ ایسا کر سکتا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک تملیک منفعت ہے اور وہ گھر یا غلام نہ بیچ سکتا ہے نہ ہبہ کر سکتا ہے۔ فقہاء کے نظریہ کا یہ وہ اختلاف ہے جس کے لئے عمریٰ و رقبٰی کے ابواب قائم کئے گئے ہیں اور زیر تشریح باب بھی اسی تعلق میں ہے اور اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ قرینہ صارفہ سے ہی مذکورہ بالا سوال کا جواب مل سکتا ہے۔ قرائن میں سے ایک عرف عام بھی ہے، دیکھا جائے گا کہ جو الفاظ عرف عام میں تملیک رقبہ یا تملیک منفعت کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ ان سے مستعار صورت مراد لینا ہے یا ہبہ یا عمریٰ کی صورت، اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا۔
(بداية المجتهد، كتاب الهبات، القول في انواع الهبات، جزء ثاني صفحه ۲۴۸)

وَاَعْطَوْهَا اٰجَرَ سے مراد مصریوں کے عرف عام کے مطابق ہوگی کہ وہ بصورت ہدیہ تھی یا ہبہ۔ الفاظ اخدام، اعطاء اور اِسْکان کا مفہوم قرینے سے متعین ہوگا۔

قَالَ بَعْضُ النَّاس...... سے مراد احناف ہیں جنہوں نے ان الفاظ سے عاریتاً دینا مراد لیا ہے نہ کہ تملیک رقبہ۔ جب چاہے وہ واپس لے سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۸۹)

بَاب ۳۷: إِذَا حَمَلَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ فَهُوَ كَالْعُمْرَى وَالصَّدَقَةِ

اگر کوئی شخص (کسی کو) سواری کے لئے گھوڑا دے تو یہ عمریٰ اور صدقہ ہی کی طرح ہوگا

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: لَهُ أَنْ يَّرْجِعَ فِيْهَا. اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اسے واپس لینے کا بھی حق رکھتا ہے۔

۲۶۳۶: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكًا يَسْأَلُ زَيْدَ

۲۶۳۶: حمیدی نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: میں نے

ابْنَ أَسْلَمَ فَقَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَرَأَيْتُهُ يُبَاعُ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ.

مالک سے سنا؛ وہ زید بن اسلم سے پوچھ رہے تھے۔ زید نے کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں سواری کے لئے دیا۔ پھر میں نے اس کو بکتا ہوا دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے نہ خریدو اور اپنے صدقہ سے نہ پلٹو۔

اطرافهُ: ۱٤۹۰، ۲٦۲۳، ۲۹۷۰، ۳۰۰۳۔

تشریح: **اِذَا حَمَلَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ فَهُوَ كَالْعُمْرَى وَالصَّدَقَةِ:** اس خاتمہ سے ظاہر ہے کہ سابقہ ابواب زیر بحث مسئلہ کے متعلق ضمنی ہیں اور یہ امر سمجھانے کے لئے قائم کئے گئے ہیں کہ عمریٰ از قبیل تملیک رقبہ ہے، اس میں رجوع نہیں۔ عنوان باب میں گھوڑے کو سواری کے لئے دینے کا جو حوالہ دیا گیا ہے۔ وہ زیر باب ۳۰ روایت نمبر ۲۶۲۳ میں گزر چکی ہے۔ نیز دیکھئے کتاب الزکوٰۃ باب ۵۹ روایت نمبر ۱۴۹۰۔ حضرت عمرؓ نے گھوڑا بطور صدقہ دیا تھا اور وہ از قبیل تملیک رقبہ اور ایک قسم کا وقف فی سبیل اللہ تھا، جس میں رجوع جائز نہیں تھا۔ بعض فقہاء ہبہ اور وقف میں بھی رجوع کے قائل ہیں۔ امام ابن حجرؒ کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فقہاء کے مذہب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۳۰۳)

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَهُ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْهَا: اس سے مراد احناف ہیں۔ ان کے نزدیک اگر گھوڑا سواری کے لئے بطور صدقہ یا ہبہ دیا جائے تو اس سے رجوع نہیں کہ وہ از تملیک رقبہ ہے۔ لیکن اگر وہ بطور وقف فی سبیل اللہ ہے یعنی جہاد کی غرض سے مخصوص کیا گیا ہو تو ایسے وقف سے ہبہ کرنے والا رجوع کر سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں بعض مخصوص قسم کے اوقاف بھی قابل رجوع نہیں اور ان کے علاوہ باقی وقف اگر اغراضِ وقف پوری نہیں کرتے تو رجوع کیا جا سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۹۰)

جمہور کے نزدیک ہبہ، عمریٰ، وقف اور اسی طرح ہر قسم کے صدقہ سے رجوع جائز نہیں اور اسی مذہب کی تائید کے لئے اس باب میں حضرت عمرؓ کا واقعہ دہراتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس طرح یہ بحث ختم کی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ گھوڑا خریدنا چاہتے تھے کہ اس کی نگہداشت کما حقہ نہیں ہو رہی تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہیں دی۔

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞
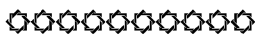
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٥٢- كِتَابُ الشَّهَادَاتِ

شہادت کے معنی ہیں: قطعی خبر۔ شَهِدَ يَشْهَدُ شُهُوْدًا سے شہادت اسم مصدر ہے جس کے معنی موجود ہونے اور آنکھ سے دیکھنے کے ہیں۔ قول اَلْغَنِيْمَةُ لِمَنْ شَهِدَ الْوَقْعَةَ (کتاب فرض الخمس باب۹) میں موجودگی اور شراکت مراد ہے۔ یعنی غنیمت کا حق اسی کا ہوتا ہے جو لڑائی میں شریک ہو۔ (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۱۹۱) لفظ شہادت کے یہ لغوی معنی ہیں اور شرعی اصطلاح میں چشم دید واقعہ سے متعلق بیان دینا شہادت کہلاتا ہے۔ سنی سنائی بات یا قیاس کی بناء پر اطلاع از روئے اصطلاح شریعت شہادت نہیں کہلائے گی، بلکہ آنکھوں دیکھی بات سے متعلق اطلاع شہادت ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شہادت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: تَرَى الشَّمْسَ. قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ: عَلَى مِثْلِهَا فَاشْهَدْ اَوْ دَعْ. (شعب الإيمان للبيهقي، الرابع والسبعون، باب في الجود والسخاء، جزء۷ صفحہ۴۵۵) سورج کو دیکھتے ہو؟ کہا: ہاں۔ تو آپؐ نے فرمایا: ایسی ہی شہادت جس طرح سورج کو دیکھ کر ورنہ رہنے دو۔ اسی واضح بیان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ اَلْبَيِّنَةُ سے تعبیر فرمایا ہے۔ جس کے معنی ہیں: واضح شہادت۔

بَاب ١ : مَا جَاءَ فِي الْبَيِّنَةِ عَلَى الْمُدَّعِي

مدعی کے ذمہ شہادت پیش کرنے کے بارے میں جو احکام آئے ہیں

لِقَوْلِهِ تَعَالَى: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم کسی مقررہ معیاد تک کے لئے آپس میں لین دین کرو تو اُسے لکھ لیا کرو اور چاہیے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف سے (معاہدۂ لین دین) لکھے اور کوئی لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے (لکھنا) سکھایا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ (ضرور) لکھے اور جس شخص کے ذمّہ حق ہو وہ لکھوائے اور چاہیے کہ وہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے جو اس کا ربّ ہے اور وہ کسی حق سے کچھ کم نہ کرے اور جس شخص کے ذمّہ کوئی

لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۖ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (البقرة: ۲۸۳) وَقَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ

حق ہے اگر وہ نادان یا ناتواں ہو یا وہ خود لکھوا نہ سکتا ہو تو چاہیے کہ اس کا سرپرست انصاف سے لکھوائے اور تم اپنے مردوں سے دو گواہ ٹھہرالو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں، ایسے لوگوں سے جن کو تم بطور گواہ پسند کرتے ہو۔ (دو عورتیں اس لئے) کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو ایک دوسری کو یاد دلا دے۔ اور گواہ جب (گواہی کے لئے) بلائے جائیں، انکار نہ کریں اور لین دین کا معاملہ لکھنے میں سہل انگاری نہ کیا کرو۔ خواہ (لین دین) چھوٹا ہو یا بڑا؛ مع اس کی میعاد کے لکھا جائے۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت منصفانہ اور شہادت کیلئے نہایت مضبوط بات ہے اور قریب ترین ذریعہ ہوگا کہ تم شک وشبہ نہیں کرو گے۔ البتہ یہ کہ تجارت نقد بہ نقد ہو؛ جسے تم اپنے درمیان ہاتھوں ہاتھ لے دے رہے ہو تو اس صورت میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اسے نہ لکھو اور تم گواہ ٹھہرا لیا کرو جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو اور لکھنے والے کو نقصان نہ پہنچایا جائے، نہ گواہ کو۔ اور اگر تم ایسا کرو گے تو پھر یہ تمہاری نافرمانی ہوگی۔ اللہ کی ناراضگی سے بچتے رہو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر ایک بات کو خوب جاننے والا ہے۔ اور اللہ عزوجل کا یہ فرمانا: اے ایماندارو! تم انصاف پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے اللہ کے لئے گواہ ہو جاؤ گو تم کو خود اپنے برخلاف یا اپنے والدین کے برخلاف یا رشتہ داروں کے برخلاف ہی کیوں نہ شہادت دینی پڑے (قطع نظر اس کے) اگر کوئی غنی ہو یا محتاج تو اللہ ان دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے اور تم انصاف کرنے میں نفسانی خواہشات

اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا ﴿۱۳۶﴾ (النساء: ۱۳۶)

کی پیروی نہ کرو۔ اگر تم لگی لپٹی باتیں کرو گے یا تم گواہی دینے سے پہلوتہی کرو گے تو اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کررہے ہو اس سے خوب آگاہ ہے۔

تشریح: **مَا جَآءَ فِي الْبَيِّنَةِ عَلَى الْمُدَّعِيْ:** پہلا باب ارشاد نبویؐ کے الفاظ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ سے قائم کر کے اس کے تحت دو آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پہلی آیت یہ ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡٓا اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ بِدَیۡنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکۡتُبُوۡہُ...... وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ. (البقرۃ:۲۸۳) اے ایماندارو! جب تم ایک دوسرے سے کسی مقررہ میعاد کے لئے قرض لو تو اسے لکھ لو اور چاہیے کہ کوئی لکھنے والا تمہارے درمیان (طے شدہ معاہدہ کو) انصاف کے ساتھ لکھ دے اور کوئی کاتب لکھنے سے انکار نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے (لکھنا) سکھایا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ (ضرور) لکھے اور تحریر وہ لکھوائے جس کے ذمہ حق ہو اور چاہیے کہ وہ (لکھواتے وقت) اللہ کا جو اس کا ربّ ہے، تقویٰ مدنظر رکھے اور اس میں سے کچھ (بھی) کم نہ کرے اور اگر وہ شخص جس کے ذمہ حق ہے، نادان ہو یا کمزور ہو یا خود لکھوانے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو چاہیے کہ (اس کی بجائے) اس کا کارپرداز انصاف کے ساتھ (تحریر) لکھوائے اور تم اپنے مردوں میں سے (اس موقع پر) دو گواہ مقرر کر لیا کرو۔ ہاں اگر دونوں (گواہ) مرد نہ ہوں تو (موقع کے) گواہوں سے جن لوگوں کو (بطور گواہ کے) تم پسند کرتے ہو؛ ان میں سے ایک مرد اور دو عورتیں (گواہ بنا لیا کرو۔ دو عورتوں کی شرط اس لئے ہے) تا ان میں ایک کے بھول جانے کی صورت میں دونوں میں سے (ہر) ایک دوسری کو (بات) یاد دلائے اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں اور (خواہ) چھوٹا (لین دین) ہو یا بڑا ہو تم اسے اس کی میعاد سمیت لکھنے میں سستی نہ کیا کرو۔ یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی ہے اور شہادت کو زیادہ درست رکھنے والی ہے۔ نیز (تمہارے لئے اس بات کو) قریب تر (کردینے والی) ہے کہ تم شک میں نہ پڑو (پس لین دین کا لکھنا ضروری ہے) سوائے اس (صورت) کے کہ تجارت دست بدست ہو۔ جسے تم آپس میں (مال اور رقم) لے دے (کر اسی وقت قصہ ختم کر) لیتے ہو۔ اس صورت میں اس (لین دین) کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور جب باہم خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو (اور یہ امر یاد رہے کہ) نہ کاتب کو تکلیف دی جائے اور نہ گواہ کو اور اگر تم (ایسا) کرو تو یہ (بات) تم میں نافرمانی کی علامت ہوگی اور چاہیے کہ (تم) اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور (اگر تم ایسا کرو گے تو) اللہ تمہیں علم دے گا اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

یہ آیت شہادت کے تعلق میں اصولی ہدایات پر حاوی ہے کہ وہ معاملات ضبط تحریر میں لائے جائیں جو عدل و انصاف پر مبنی ہوں۔ تحریر میں پوری صحت مدنظر رہے۔ کم از کم دو ایسے گواہوں کی موجودگی میں لکھی جائے جو پسندیدہ اخلاق ہوں۔ ایسی تحریر اَلْبَيِّنَةُ (واضح شہادت) کہلائے گی۔

دوسری آیت یہ ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوۡ عَلٰٓی اَنۡفُسِکُمۡ اَوِ الۡوَالِدَیۡنِ وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ...... تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا ۝ (النساء: ۱۳۶) اے ایماندارو! تم پوری طرح انصاف پر قائم رہنے

والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے بن جاؤ۔گو (تمہاری گواہی) اپنے (خلاف) یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف پڑتی ہو۔ اگر وہ (جس کے متعلق گواہی دی گئی ہے) غنی ہے یا محتاج ہے تو (دونوں صورتوں میں) اللہ ان دونوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے۔ اِس لئے تم (کسی ذلیل) خواہش کی پیروی نہ کیا کرو، تا عدل کر سکو اور اگر تم (کسی شہادت کو) چھپاؤ گے یا (اظہارِ حق) سے پہلوتہی کرو گے تو (یاد رکھو کہ) جو کچھ تم کرتے ہو؛ اللہ اس سے یقیناً آگاہ ہے۔

یہ آیت بھی شہادت کے تعلق میں زرّیں ہدایتوں پر مشتمل ہے کہ عزیز ترین تعلقات قرابت، محبت اور درجے کی رُو رعایت رکھے بغیر اور ذاتی اغراض سے بلا خوف و خطر سچی شہادت دو؛ خواہ اس سے اپنی جانوں کو نقصان ہی پہنچنے کا اندیشہ کیوں نہ ہو۔ شہادت دیتے وقت پیچیدہ یا لگی لپٹی بات نہ ہو اور نہ اس سے پہلوتہی کی جائے تا زمرۂ قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ میں شمار کئے جاؤ۔

اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ: یہ ارشادِ نبویؐ کا حصہ ہے جو ترمذی میں مذکور ہے۔ (ترمذی، كتاب الأحكام، باب ما جاء أن البينة على المدعي) اس کا دوسرا حصہ وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ آگے آئے گا۔ (دیکھئے روایت نمبر ۲۶۶۸) کتاب الرهن روایت نمبر ۲۵۱۴ میں بھی یہ حصہ گذر چکا ہے۔ یہاں اَلْبَيِّنَةُ (کھلی شہادت) کا وصف بیان کرنے کی غرض سے مذکورہ بالا آیات کی طرف توجہ مبذول کی گئی ہے کہ مدعی کو اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے واضح شہادت مبنی بر صداقت و عدل و انصاف پیش کرنی چاہیے۔

بَاب ۲: إِذَا عَدَّلَ رَجُلٌ رَجُلًا فَقَالَ: لَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا أَوْ مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا

اگر کوئی شخص کسی شخص کو عادل قرار دے اور یہ کہے کہ ہم اسے اچھا ہی جانتے ہیں یا (کہے) میں نے اس کو اچھا ہی جانا ہے

وَسَاقَ حَدِيْثُ الْإِفْكِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُسَامَةَ حِيْنَ اسْتَشَارَهُ فَقَالَ: اَهْلُكَ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا

اور واقعۂ افک کو بیان کیا ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ سے مشورہ چاہا تو انہوں نے کہا: آپؐ کی زوجہ ہیں اور ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔

۲۶۳۷: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ حَدَّثَنَا ثَوْبَانُ، وَقَالَ اللَّيْثُ: حَدَّثَنِي يُوْنُس عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ

۲۶۳۷: حجاج (بن منہال) نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر نمیری نے ہمیں بتایا کہ ثوبان نے ہم سے بیان کیا۔ اور لیث (بن سعد) نے کہا: یونس نے مجھے بتایا کہ ابن شہاب سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا:

الزُّبَيْرِ وَابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا - حِيْنَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوْا فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَأُسَامَةَ حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْتَأْمِرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ فَأَمَّا أُسَامَةُ فَقَالَ: أَهْلُكَ وَلَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا. وَقَالَتْ بَرِيْرَةُ: إِنْ رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِيْنِ أَهْلِهَا فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَّعْذُرُنَا فِي رَجُلٍ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ مِنْ أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا.

عروہ بن زبیر اور (سعید) بن مسیّب اور علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبداللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے متعلق مجھے بتایا اور ان کی روایت کی بعض باتیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ یعنی جب بہتان باندھنے والوں نے (حضرت عائشہؓ پر) بہتان باندھا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت اُسامہؓ کو بلایا۔ یہ اس وقت ہوا جب وحی رُک گئی تھی۔ آپؐ نے ان دونوں سے اپنی زوجہ کو چھوڑ دینے کے بارے میں مشورہ چاہا۔ حضرت اُسامہؓ نے تو یہ کہا: آپؐ کی زوجہ ہیں اور ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ بریرہؓ نے کہا: میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کو میں ان کے لیے معیوب سمجھوں۔ زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے ایک کم عمر لڑکی ہیں۔ اپنے گھر والوں کا گُندھا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری آتی ہے اسے کھا جاتی ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو ایسے شخص کا الزام ہم سے دور کرے جس نے میری بیوی کی نسبت مجھے سخت تکلیف دی ہے؟ بخدا مجھے اپنی بیوی کے بارے میں سوائے بھلائی کے اور کسی بات کا علم نہیں۔ اور وہ لوگ ایسے شخص کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کی نسبت بھی میں یہی جانتا ہوں کہ وہ اچھا (انسان) ہے۔

اطرافہُ: ۲۵۹۳، ۲۶۶۱، ۲۶۸۸، ۲۸۷۹، ۴۰۲۵، ۴۱۴۱، ۴۶۹۰، ۴۷۴۹، ۴۷۵۰، ۴۷۵۷، ۵۲۱۲، ۶۶۶۲، ۶۶۷۹، ۷۳۶۹، ۷۳۷۰، ۷۵۰۰، ۷۵۴۵.

تشریح: اِذَا عَدَّلَ رَجُلٌ رَجُلًا فَقَالَ لَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا اَوْ مَا عَلِمْتُ اِلَّا خَيْرًا: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شاہد عدول وہ شخص ہے جو شریعت کا پابند اور الزام سے خالی ہو۔ جمہور

کے نزدیک اس وصف کے علاوہ اس میں یہ صفت بھی ہو کہ وہ پسندیدہ اخلاق اور متقی یعنی محرمات ومکروہات سے بچنے والا ہو۔ (بداية المجتهد، كتاب الأقضية، الباب الثالث، الفصل الأوّل في الشهادة، جزء ثانی صفحہ ۳۴۶) قرآن مجید کا ارشاد اس بارہ میں یہ ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَO(الحجرات:۷) اے وہ لوگو! جو مومن ہوا گر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو پوری تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم ناواقفی سے کسی قوم کو نقصان پہنچاؤ اور پھر نادم ہونا پڑے۔ اور فرماتا ہے کہ فاسق کی شہادت قطعاً قبول نہ کرو۔ وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَO اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO(النور:۵،۶) {اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہی لوگ ہیں جو بدکردار ہیں۔ فاسق اگر توبہ کریں اور اصلاح کر لیں تو اس صورت میں ان کی شہادت قابل قبول ہوگی۔ کیونکہ اللہ غفور رحیم ہے۔} فقہاء نے آخری جملہ سے متعلق جو استثنائیہ ہے اختلاف کیا ہے کہ آیا یہ استثناء بہتان لگانے والوں کی توبہ سے متعلق ہے یا مطلق فاسقوں کی شہادت سے ہے۔ جس کا ذکر قریب تر ہے کہ وہ قبول نہ کی جائے۔ یہ بحث مفصل آگے آئے گی۔ جہاں تک شاہد عدول کی تعریف سے ان آیات کا تعلق ہے وہ لفظ فاسق سے ظاہر ہے۔ فسق ایسا کردار ہوتا ہے جو تعلقات معاشرہ کی صحت استواری کو بگاڑنے والا ہو۔ فاسق کے معنی ہیں: ناپسندیدہ شخص جو حدود اللہ کو توڑنے والا ہو۔ امام بخاریؒ شاہد عدول کی تعریف واقعہ افک سے استدلال کرتے ہوئے یہ بیان کرتے ہیں کہ ایسا شخص جو کسی کی نسبت جتنا علم ہو، اتنا ہی بیان کرنے والا ہو۔ حضرت اُسامہؓ اور حضرت بریرہؓ نے اتنی ہی بات بیان کی جتنی انہیں معلوم تھی۔ خود آنحضرت ﷺ نے ان کی تصدیق فرمائی۔ قیاس سے کام لینے والے کا بیان شہادت نہیں کہلائے گا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ابن صیاد سے متعلق صرف قیاس کیا تھا اور نبی ﷺ نے ان کا قیاس قبول نہیں فرمایا اور انہیں روک دیا کہ صرف قیاس پر اس کا قتل جائز نہیں۔

بَاب ۳: شَهَادَةُ الْمُخْتَبِي

اس شخص کی شہادت جو اپنے آپ کو چھپائے رکھے

وَأَجَازَهُ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: وَكَذَلِكَ يُفْعَلُ بِالْكَاذِبِ الْفَاجِرِ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ: اَلسَّمْعُ شَهَادَةٌ.

اور حضرت عمرو بن حریثؓ نے اس کی شہادت جائز قرار دی۔ انہوں نے کہا: جھوٹے (بدکار) بدکردار کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے اور شعبی، ابن سیرین، عطاء اور قتادہ نے کہا: سنی سنائی بھی شہادت ہوتی ہے۔

وَكَانَ☆ الْحَسَنُ يَقُوْلُ: لَمْ يُشْهِدُوْنِي

اور حسن (بصری) نے کہا☆: یوں کہے مجھے انہوں نے

☆ عمدۃ القاری میں "وَقَالَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ" کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۹۵) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

عَلَى شَيْءٍ وَإِنِّي سَمِعْتُ كَذَا وَكَذَا.

٢٦٣٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيُّ يَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِي فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ حَتَّى إِذَا دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِي بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَّرَاهُ وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلَى فِرَاشِهِ فِي قَطِيْفَةٍ لَّهُ فِيْهَا رَمْرَمَةٌ أَوْ زَمْزَمَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ: أَيْ صَافِ هٰذَا مُحَمَّدٌ. فَتَنَاهَى ابْنُ صَيَّادٍ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ.

اطرافہ: ١٣٥٥، ٣٠٣٣، ٣٠٥٦، ٦١٧٤۔

کسی بات پر گواہ نہیں بنایا مگر میں نے یہ ضرور سنا ہے۔

۲۶۳۸: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ سالم نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابی بن کعبؓ انصاری چل پڑے۔ دونوں کا رخ اس نخلستان کی طرف تھا جس میں ابن صیاد رہتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو آپؐ کھجوروں کے تنوں کی آڑ میں اپنے آپ کو چھپائے ہوئے چلنے لگے اور آپؐ کی کوشش تھی کہ چپکے سے ابن صیاد سے کچھ سن لیں، پیشتر اس کے کہ وہ آپؐ کو دیکھ پائے اور ابن صیاد اپنے بستر پر اپنی چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ چادر میں سے گنگناہٹ کی آواز آرہی تھی۔ ابن صیاد کی ماں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا جبکہ آپؐ کھجوروں کے تنوں کی آڑ میں بچتے بچاتے آرہے تھے۔ اس نے ابن صیاد سے کہا: یہ محمدؐ آ گئے ہیں۔ ابن صیاد رک گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر (اس کی ماں) اسے رہنے دیتی تو وہ (اپنے آپ کو) ظاہر کر دیتا۔

۲۶۳۹: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا جَاءَتِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِي فَأَبَتَّ طَلَاقِي فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الزَّبِيْرِ وَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ. فَقَالَ: أَتُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفَاعَةَ؟ لَا حَتَّى تَذُوْقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ. وَأَبُو بَكْرٍ جَالِسٌ عِنْدَهُ وَخَالِدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ بِالْبَابِ يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ. فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا تَسْمَعُ إِلَى هَذِهِ مَا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۲۶۳۹: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے مجھ سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رفاعہ قرظی کی بیوی (تمیمہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: میں رفاعہ کے پاس تھی تو اس نے مجھے طلاق دے دی ہے اور طلاق بھی قطعی۔ اس پر میں نے عبدالرحمٰن بن زبیرؓ سے نکاح کر لیا مگر اس کا تو کپڑے کے حاشیہ کی طرح ہے۔ آپؐ نے پوچھا: کیا تو رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ تو اس سے فائدہ نہ اٹھائے اور وہ تجھ سے فائدہ نہ اٹھائے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت خالد بن سعیدؓ بن عاص دروازے پر انتظار کر رہے تھے کہ ان کو اندر آنے کی اجازت دی جائے۔ (خالدؓ نے پکار کر) کہا: ابوبکرؓ کیا آپؐ اس کی بات سن رہے ہیں جو یہ نبی ﷺ کے پاس کھلم کھلا بیان کر رہی ہے؟

اطرافہ: ۵۲۶۰، ۵۲۶۱، ۵۲۶۵، ۵۳۱۷، ۵۷۹۲، ۵۸۲۵، ۶۰۸۴۔

تشریح: **شَهَادَةُ الْمُخْتَبِیْ:** ارشادِ باری تعالیٰ وَأَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق: ۳) مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (البقرۃ: ۲۸۳) کی تعمیل میں شہادت سے متعلق پہلی شرط جو باب۲ میں بیان ہوئی ہے وہ تعدیل ہے۔ تعدیل کے معنی ہیں عادل ثابت کرانا۔ قاضی کا فرض ہے کہ شاہد سے متعلق یقین کرے کہ شہادت کی شرطیں اس میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ ان میں سے بڑی اور پہلی شرط عدل ہے۔ جمہور کے نزدیک ظاہری مسلمان ہونا کافی نہیں، بلکہ راست گوئی اور راست روی، دیانت اور امانت وغیرہ اخلاق پسندیدہ سے متصف ہونا ضروری ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ وہ شاہد عادل ہے بلکہ مدعی سے یہ اقرار لینا بھی ضروری ہے کہ

یہ گواہ عادل ہے۔ دوسرے کے حق میں بھی عادل ہے اور میرے خلاف بھی۔ (فتح الباری شرح باب ۲ جزء ۵ صفحہ ۳۰۷)
(بداية المجتهد، كتاب الأقضية، الباب الثالث، الفصل الأول في الشهادة، جزء ثانی صفحہ ۳۴۶)

صفت تعدیل کے پیش نظر ایک سوال یہ ہے کہ پوشیدہ شہادت دینے والے کی شہادت قابل وقعت ہے یا نہیں؟ حضرت عمرو بن حریثؓ (بن عمرو بن عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بچے تھے اور ان کا شمار صحابہ میں ہے۔ امام بیہقیؒ نے ان سے متعلق بسند سعید بن منصور روایت نقل کی ہے کہ وہ پوشیدہ شہادت کو جائز سمجھتے تھے[1] پوشیدہ رہ کر شہادت دینے والے کی شہادت قاضی شریحؒ، ابراہیم نخعیؒ اور شعبیؒ نے قبول نہیں کی۔ امام مالکؒ کے نزدیک بھی ایسی شہادت مجروح ہے کیونکہ ایسی شہادت دینے والے کی نسبت شبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ شہادت دینے کا خواہشمند ہے۔ خواہش ورغبت شہادت کی قیمت کو کم کرنے والے ہیں اور ایسی شہادت اَلْبَيِّنَةُ نہیں کہلا سکتی۔ اس میں فریب سے کام لیا جا سکتا ہے۔ جس سے شہادت مشتبہ ہو جاتی ہے اور اس سے ایسا دروازہ کھلتا ہے جو حقوق کو خطرہ میں ڈالتا ہے۔ عامر شعبیؒ[2]، ابن سیرینؒ[3]، عطاء بن ابی رباحؒ اور قتادہ کے حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ سماعی (شنیدہ) بات بھی بعض حالات میں بطور شہادت کام دے سکتی ہے۔ یہ حوالے علی الترتیب ابن ابی شیبہؒ[2]، امام بخاریؒ[3] اور کرابیسی سے بسند ابن جریج مروی ہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹) (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۹۵)

شہادت کی شرط اوّل (حقیقت تعدیل) کے متعلق یہ وہ فقہی اختلاف ہے جس کا حل اس باب میں مدنظر ہے۔ قابل اِصلاح حوالہ بھی دیا گیا ہے جو ابن ابی شیبہ سے بسند حاتم بن وردان منقول ہے کہ اگر کسی کو گواہ نہ ٹھہرایا گیا ہو اور وہ قاضی کے پاس جا کر سماعی امر سے متعلق اپنی معلومات دے تو یہ سماعی شہادت جائز ہوگی[2] یہ سماعی شہادت بھی دراصل پوشیدگی کی ہی شہادت ہے جسے امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے جائز قرار نہیں دیا۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۱۹۵)

وَكَذٰلِكَ يُفْعَلُ بِالْكَاذِبِ الْفَاجِرِ: حضرت عمرو بن حریثؓ کے فتویٰ کا تعلق قرضدار کے انکار اور کاذب اور فاجر کے کذب وفجور کی نسبت تحقیق کرنے سے ہے کہ اس کے کسی بے تکلف دوست کے ذریعے سے اقرار کروانے کا مخفی انتظام کیا جائے۔ تحقیق کی یہ صورت الگ ہے اور عدالتی کاروائی کے وقت اَلْبَيِّنَةُ (واضح شہادت) ضروری ہے۔ اس کے بغیر تحقیق نا تمام ہے۔ امام بخاریؒ نے مسئلہ معنونہ کے تعلق میں جو دو روایتیں نقل کی ہیں ان کا تعلق بھی کسی عدالتی شہادت سے نہیں بلکہ عام سماعی امور سے ہے۔ بے شک انسان کی بہت سی معلومات کا ذریعہ کان بھی ہے مگر جہاں تک عدالتی کاروائی کا تعلق ہے۔ محض سماع کی بناء پر کوئی شہادت اَلْبَيِّـنَةُ نہیں کہلا سکتی پوشیدہ اور مشتبہ قسم کی شہادت کا راستہ کھولنا عدل وانصاف کی راہ میں خطرہ پیدا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عنوان باب نامکمل رکھا گیا ہے۔ پہلی روایت کے لئے کتاب الجنائز زیر باب ۷۹ روایت نمبر ۱۳۵۵ دیکھئے۔

---

[1] (سنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الشهادات، باب ما جاء في شهادة المختبيء، جزء ۱۰ صفحہ ۲۵۱)
[2] (مصنف ابن ابي شيبه، كتاب البيوع والاقضية، باب في شهادة السمع، جزء ۴ صفحہ ۴۲۷)
[3] (بخاري، كتاب الشهادات، باب ۱۱، شهادة الاعمىٰ)
(مصنف ابن ابي شيبه، كتاب البيوع والأقضية، باب في شهادة الأعمىٰ، جزء ۴ صفحہ ۳۵۲)

بَاب ٤ : إِذَا شَهِدَ شَاهِدٌ أَوْ شُهُوْدٌ بِشَيْءٍ وَقَالَ آخَرُوْنَ مَا عَلِمْنَا بِذَلِكَ يُحْكَمُ بِقَوْلِ مَنْ شَهِدَ

اگر ایک گواہ یا کئی گواہ کسی بات کی شہادت دیں اور دوسرے کہیں ہمیں اس کا علم نہیں تو ان لوگوں کی بات پر فیصلہ کیا جائے گا جنہوں نے شہادت دی ہے

قَالَ الْحُمَيْدِيُّ: هَذَا كَمَا أَخْبَرَ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ الْفَضْلُ: لَمْ يُصَلِّ فَأَخَذَ النَّاسُ بِشَهَادَةِ بِلَالٍ. كَذَلِكَ إِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ أَنَّ لِفُلَانٍ عَلَى فُلَانٍ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَشَهِدَ آخَرَانِ بِأَلْفٍ وَخَمْسِ مِائَةٍ يُقْضَى بِالزِّيَادَةِ.

حمیدی نے کہا: یہ ایسا ہی ہے جیسے حضرت بلالؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی اور حضرت فضل (بن عباسؓ) نے یہ روایت کی کہ آپؐ نے نہیں پڑھی تو لوگوں نے حضرت بلالؓ کی شہادت پر عمل کیا۔ اسی طرح دو گواہ یہ گواہی دیں کہ فلاں کا فلاں کے ذمہ ایک ہزار درہم ہے اور دوسرے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ ایک ہزار پانچ سو ہے تو جو زیادہ ہے، اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔

٢٦٤٠: حَدَّثَنَا حِبَّانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِأَبِي إِهَابِ بْنِ عَزِيزٍ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِي تَزَوَّجَ. فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ: مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِنِي وَلَا أَخْبَرْتِنِي. فَأَرْسَلَ إِلَى آلِ أَبِي إِهَابٍ يَسْأَلُهُمْ فَقَالُوْا: مَا عَلِمْنَاهُ أَرْضَعَتْ صَاحِبَتَنَا. فَرَكِبَ

۲۶۴۰: حبان (بن موسیٰ) نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ عمر بن سعید بن ابی حسین نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: عبداللہ بن ابی ملیکہ نے حضرت عقبہ بن حارثؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ انہوں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تو ان کے پاس ایک عورت آئی تو اس نے کہا: میں نے عقبہؓ کو اور اسی عورت کو جس سے انہوں نے شادی کی ہے، دودھ پلایا تھا تو عقبہؓ نے اس سے کہا: میں نہیں جانتا کہ تم نے مجھے دودھ پلایا تھا اور نہ تم نے مجھے بتایا۔ پھر عقبہؓ نے ابواہاب کے خاندان سے

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ؟ فَفَارَقَهَا وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ.

پچھوا بھیجا۔ انہوں نے کہا: ہم نہیں جانتے کہ اس عورت نے ہمارے ساتھی کو دودھ پلایا ہو۔ اس پر وہ سوار ہوکر نبی ﷺ کے پاس مدینہ پہنچے اور انہوں نے آپؐ سے پوچھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب کیا ہو جبکہ یہ بات کہی گئی ہے۔ اس پر عقبہؓ نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور ایک اور بیوی سے نکاح کیا۔

اطرافہُ: ۸۸، ۲۰۵۲، ۲۶۵۹، ۲۶۶۰، ۵۱۰۴۔

تشریح: **اِذَا شَهِدَ شَاهِدٌ اَوْ شُهُوْدٌ بِشَيْءٍ:** شہادت میں مثبت پہلو کو منفی پہلو پر ترجیح ہے اور وہی قاعدہ عام طور پر مسلم ہے۔ شہادت کے تعلق میں عدم علم مقابل میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ عنوان باب میں حمیدی کے قول کا جو حوالہ دیا گیا ہے؛ کتاب الزکوٰۃ باب ۵۵ روایت ۱۴۸۳ میں بھی دیکھئے۔ یہ عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ بن عبداللہ بن زبیر بن عبید اللہ بن حمید ہیں۔ قاعدہ مذکورہ بالا اگرچہ اصولاً متفق علیہ ہے۔ لیکن بعض کے نزدیک تعارض کی صورت میں اثبات و منفی دونوں امور برابر ہوں گے اور ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کے لئے دلیل اور قرینے کی ضرورت ہوگی۔ جب تک کوئی دلیل یا قرینہ نہ ہو ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جائے گی۔ فقہاء حنفیہ نے اس تعلق میں یہ قاعدہ تجویز کیا ہے کہ اگر نفی کا پہلو اس نوعیت کا ہے کہ وہ دلیل کا متقاضی ہو تو اس صورت میں دلیل کی طرف رجوع کیا جائے گا بشرطیکہ مثبت و منفی میں تعارض ہو ورنہ منفی پہلو نظر انداز ہوگا اور مثبت پر عمل کیا جائے گا۔ زیر باب جو روایت درج ہے اس میں ایک فریق نے رضاعت (دودھ پلانے) کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ دودھ پلانے والے نے اسے دودھ پلانے کی نسبت شہادت دی جو معتبر سمجھی گئی بمقابل ان کے جنہیں کچھ علم نہ تھا۔ یہ روایت **کتاب العلم** زیر باب ۲۶ روایت نمبر ۸۸ میں بھی دیکھئے۔

بَاب ۵: اَلشُّهَدَاءُ الْعُدُوْلُ

عادل گواہ

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى وَّاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ. (الطلاق:۳) وَ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ. (البقرة:۲۸۳)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: تم اپنے میں سے دو انصاف کرنے والے گواہ ٹھہراؤ (اور فرمایا:) اور وہ ایسے لوگوں سے ہوں جن کو تم پسند کرتے ہو۔

۲۶۴۱: حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ

۲۶۴۱: حکم بن نافع نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب

أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُتْبَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: إِنَّ أُنَاسًا كَانُوْا يُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ وَإِنَّمَا نَأْخُذُكُمُ الْآنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا أَمِنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ وَلَيْسَ إِلَيْنَا مِنْ سَرِيْرَتِهِ شَيْءٌ اللّٰهُ يُحَاسِبُ سَرِيْرَتَهُ. وَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا سُوْءًا لَمْ نَأْمَنْهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ وَإِنْ قَالَ إِنَّ سَرِيْرَتَهُ حَسَنَةٌ.

نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف نے مجھ سے بیان کیا کہ عبداللہ بن عتبہ نے کہا: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض لوگوں سے وحی کی بناء پر مؤاخذہ کیا جاتا تھا اور اب وحی تو منقطع ہو چکی ہے اور ہم تم سے صرف تمہارے انہی عملوں کی بناء پر مواخذہ کریں گے جو ہم پر ظاہر ہوں۔ سو جس نے ہمیں بھلے کام دکھائے ہم اس سے مطمئن ہوں گے اور اس کو ہم اپنے قریب کریں گے اور اس کے اَندرُونے کا ہم سے کچھ واسطہ نہیں۔ اللہ اس کے اَندرُونے کا (اس سے) حساب لے گا۔ اور جس نے ہمیں بُرے کام دِکھلائے ہم اس سے مطمئن نہیں ہوں گے اور نہ اسے سچا سمجھیں گے، اگرچہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ اس کا اَندرُونہ اچھا ہے۔

تشریح: اَلشُّهَدَآءُ الْعُدُوْلُ: ان آیات میں شاہد عادل کے دو وصف بیان ہوئے ہیں۔ ایک وصف یہ ہے کہ وہ صفت عدل سے متصف ہو اور دوسرا یہ کہ پسندیدہ اخلاق ہو۔ حضرت عمرؓ نے صفات عادل کی وضاحت فرمادی ہے کہ اعمال صالحہ بجالانے والا امین اور قابل اعتماد ہو۔ ظاہر ہے کہ غیر صالح اعمال والا معتبر نہ ہوگا اور اس کا دعویٰ کہ باطن اس کا اچھا ہے تسلیم نہ کیا جائے گا۔

بَاب ٦ تَعْدِيْلُ كَمْ يَجُوْزُ؟

کتنے اشخاص کی شہادت کسی کو عادل ٹھہرا سکتی ہے؟

٢٦٤٢: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: مُرَّ عَلَى

۲۶۴۲: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ثابت سے، ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ: وَجَبَتْ. ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا- أَوْ قَالَ غَيْرَ ذَلِكَ- فَقَالَ: وَجَبَتْ. فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ قُلْتَ لِهَذَا وَجَبَتْ وَلِهَذَا وَجَبَتْ. قَالَ: شَهَادَةُ الْقَوْمِ. اَلْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ.

طرفہ: ۱۳۶۷۔

انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ لے کر گزرے۔لوگوں نے اس کی اچھی تعریف کی۔آپؐ نے فرمایا: اس کے لئے (جنت) واجب ہوگئی۔پھر اس کے بعد ایک اور (جنازہ) لے کر آپؐ کے پاس سے گزرے اور لوگوں نے اس کی مذمت کی یا راوی نے اس کے علاوہ اور لفظ کہا: تو آپؐ نے فرمایا: اس کے لئے (دوزخ) واجب ہوگئی۔آپؐ سے کہا گیا: یا رسول اللہ! آپؐ نے اس کے لئے بھی فرمایا کہ (جنت) واجب ہوگئی اور اس کے لئے بھی فرمایا (آگ) واجب ہوگئی۔آپؐ نے فرمایا: جماعت کی گواہی ہے۔مومن تو زمین میں اللہ کے گواہ ہیں۔

٢٦٤٣: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: أَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ وَهُمْ يَمُوْتُوْنَ مَوْتًا ذَرِيْعًا فَجَلَسْتُ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَمَرَّتْ جَنَازَةٌ فَأُثْنِيَ خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ. ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرَى فَأُثْنِيَ خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ. ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأُثْنِيَ شَرًّا فَقَالَ: وَجَبَتْ. فَقُلْتُ: وَمَا وَجَبَتْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ: قُلْتُ

۲۶۴۳: موسیٰ بن اسماعیل نے ہمیں بتایا کہ داؤد بن ابی الفرات نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن بریدہ نے ابوالاسود سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ انہوں نے کہا: میں مدینہ میں آیا اور اس میں وبا تھی اور لوگ بری موت مر رہے تھے۔میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا تو اتنے میں ایک جنازہ گزرا۔اس کی اچھی تعریف کی گئی اور حضرت عمرؓ نے کہا: واجب ہوگئی۔پھر دوسرا جنازہ گزرا اور اس کی بھی اچھی تعریف کی گئی اور حضرت عمرؓ نے کہا: واجب ہوگئی۔پھر تیسرا گزرا اور اس کی مذمت کی گئی، تو حضرت عمرؓ نے کہا: واجب ہوگئی۔میں نے پوچھا: امیر المؤمنین! یہ واجب ہوگئی کیا ہے؟

كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ. قُلْنَا: وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ: وَثَلَاثَةٌ. قُلْنَا: وَاثْنَانِ؟ قَالَ: وَاثْنَانِ. ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ.

انہوں نے کہا: میں نے وہی کہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جس مسلمان کے حق میں چار شخص بھلائی کی گواہی دیں اس کو اللہ جنت میں داخل کر دے گا۔ ہم نے پوچھا: اور تین بھی۔ آپ نے فرمایا: تین بھی۔ ہم نے کہا: دو بھی۔ آپ نے فرمایا: دو بھی۔ پھر اس کے بعد ہم نے ایک کے متعلق نہیں پوچھا۔

طرفہٗ: ۱۳۶۸۔

تشریح: تَعْدِیْلُ کَمْ یَجُوْزُ: شاہد عادل کسے سمجھا جائے گا؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جس کے متعلق رائے عامہ اچھی ہو وہ اچھا سمجھا جائے گا۔ ہر شخص اپنے جیسے دوست رکھتا ہے۔ ان کا معاملہ آپس میں تو اچھا ہی ہوگا۔ مگر کسی کے تعلقات نیک و بد کی جانچ دراصل اس طرح ہوسکتی ہے کہ وہ غیروں کے ساتھ کیسا رویہ رکھتا ہے۔ اسی موازنہ و مقابلہ سے کسی شخص کے کردار کا تعین صحیح طور پر ہوسکتا ہے کہ وہ صالح ہے یا غیر صالح۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہاں یہ فقہی مسئلہ مدنظر ہے کہ آیا صرف ایک شاہد عادل کی شہادت بھی قابل قبول ہوسکتی ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ الگ آئے گا۔ (فتح الباری جزء۵صفحہ۳۱۱)

چونکہ کتاب الشھادات کا تعلق حکومت کے محکمہ عدلیہ وغیرہ سے ہے اور معاشرہ میں غیر مسلم افراد بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کتاب کے مسائل اسلام کی اصولی تعلیم کے تحت رکھے گئے ہیں اور باب کا تعلق بھی اُصولِ دین سے ہے۔ فقہاء اسلام نے صحت شہادت کے لئے اسلام، بلوغت، عقل، حریت اور عدالت ضروری شرطیں قرار دی ہیں۔ جہاں تک مسلمان کی مسلمان کے لئے شہادت کا تعلق ہے یہ شرطیں درست ہیں۔ مگر جہاں عدالت اور غیر مسلم کا تعلق ہے فقہاء کا اختلاف ہے اور عدالت کی شرط مسلم و غیر مسلم دونوں پر ہی اطلاق پاتی ہے۔ رائے عامہ ایک یہودی کے متعلق اچھی ہو تو وہ بھی شہادت کے اعتبار سے عادل ہوگا۔ یہی منشاء ہے باب کی روایتوں کا اور قرآن مجید کی آیت کا۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَھَادَۃُ بَیْنِکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّۃِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِکُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْکُمْ. (المائدہ:۱۰۷) یعنی اے مومنو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آ جائے تو وصیت کے وقت تمہاری آپس کی گواہی کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ تم میں سے دو عدل والے گواہ مقرر ہوں یا دو گواہ جو تم مسلمانوں سے نہ ہوں بلکہ غیر لوگوں میں سے ہوں۔ یہ طریقہ اس حالت میں ہوگا جب تم ملک میں سفر کر رہے ہو اور تم پر موت کی مصیبت نازل ہو جائے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ غیر مسلم بھی عدالت کی صفت سے متصف ہوسکتا ہے۔ اگر رائے عامہ اس کی نسبت اچھی ہو۔ اس تعلق میں کتاب الجنائز باب ۴۹ بھی دیکھئے۔ نیز کتاب الشہادات باب ۲۹ بھی ملاحظہ ہو۔

بَاب۷: اَلشَّهَادَةُ عَلَى الْأَنْسَابِ وَالرَّضَاعِ الْمُسْتَفِيْضِ وَالْمَوْتِ الْقَدِيْمِ

نسب اور رضاعت کی جو شہرت ہو وہی تسلیم کی جائے گی
اور پرانے متوفی کی وفات سے متعلق سماعی شہادت

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْضَعَتْنِي وَأَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ. وَالتَّثَبُّتُ فِيْهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثویبہ نے مجھے اور ابوسلمہ کو دودھ پلایا تھا۔ نیز رضاعت کے فیصلہ میں جلدی نہ کرنا۔

۲٦٤٤: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا الْحَكَمُ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتِ: اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ أَفْلَحُ فَلَمْ آذَنْ لَهُ فَقَالَ: أَتَحْتَجِبِيْنَ مِنِّي وَأَنَا عَمُّكِ؟ فَقُلْتُ: وَكَيْفَ ذَلِكَ؟ فَقَالَ: أَرْضَعَتْكِ امْرَأَةُ أَخِي بِلَبَنِ أَخِي. فَقَالَتْ: سَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: صَدَقَ أَفْلَحُ ائْذَنِي لَهُ.

۲۶۴۴: آدم نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا (کہ انہوں نے کہا:) حکم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عراک بن مالک سے، عراک نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، کہتی تھیں: افلح نے مجھ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے ان کو اجازت نہیں دی۔ انہوں نے کہا: کیا تم مجھ سے پردہ کرتی ہو بحالیکہ میں تمہارا چچا ہوں۔ میں نے کہا: یہ کیسے؟ تو انہوں نے کہا: میری بھاوج نے تم کو میرے بھائی کا دودھ پلایا ہے، کہتی تھیں: میں نے اس کی بابت رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: افلح نے سچ کہا ہے، اسے اندر آنے کی اجازت دو۔

اطرافهُ: ٤٧٩٦، ٥١٠٣، ٥١١١، ٥٢٣٩، ٦١٥٦۔

۲٦٤٥: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۶۴۵: مسلم بن ابراہیم نے ہمیں بتایا۔ ہمام نے ہم سے بیان کیا کہ قتادہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے جابر بن زید سے، جابر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم

فِي بِنْتِ حَمْزَةَ: لَا تَحِلُّ لِي يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ هِيَ ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ.

طرفہ: ۵۱۰۰۔

نے حضرت حمزہؓ کی بیٹی سے متعلق فرمایا کہ وہ میرے لئے جائز نہیں۔ جو رشتہ نسب کی وجہ سے حرام ہوتا ہے وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہوتا ہے۔ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

٢٦٤٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ أُرَاهُ فُلَانًا- لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ- فَقَالَتْ عَائِشَةُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ هَذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ. قَالَتْ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُرَاهُ فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَوْ كَانَ فُلَانٌ حَيًّا- لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ دَخَلَ عَلَيَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ إِنَّ الرَّضَاعَةَ يَحْرُمُ مَا مِنْهَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ.

اطرافہ: ۳۱۰۵، ۵۰۹۹۔

۲۶۴۶: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر سے، عبداللہ نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے اور انہوں نے ایک شخص کی آواز سنی جو حضرت حفصہؓ کے گھر میں آنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! میرا خیال ہے کہ یہ فلاں شخص ہے، حفصہؓ کا رضاعی چچا۔ (ایک نسخہ بخاری میں یوں ہے:) حضرت عائشہؓ نے کہا: یارسول اللہ! یہ مرد آپؐ کے گھر میں آنے کی اجازت مانگتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا خیال ہے یہ فلاں ہے جو حفصہؓ کا رضاعی چچا ہے، تو حضرت عائشہؓ نے کہا: اگر فلاں زندہ ہوتا یعنی اپنے رضاعی چچا کی نسبت کہا تو وہ بھی میرے پاس آتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ رضاعت بھی انہی رشتوں کو محرم بنا دیتی ہے جو پیدائش کی وجہ سے محرم ہوتے ہیں۔

٢٦٤٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ مَنْ هَذَا؟ قُلْتُ: أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَ: يَا عَائِشَةُ انْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ. تَابَعَهُ ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ.

۲۶۴۷: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اشعث بن ابی شعثاء سے، اشعث نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے مسروق سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (میرے پاس) آئے اور اُس وقت میرے پاس ایک شخص تھا، فرمایا: عائشہؓ یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میرا رضاعی بھائی۔ آپؐ نے فرمایا: عائشہؓ! تم عورتیں دیکھ لیا کرو، کون تمہارا بھائی ہے؟ کیونکہ رضاعت (دراصل) وہی ہے جس میں دودھ کی مقدار اتنی ہو جس سے بچہ سیر ہو جائے۔ (محمد بن کثیر کی طرح عبدالرحمٰن) بن مہدی نے بھی سفیان (ثوری) سے نقل کرتے ہوئے یہی روایت بیان کی۔

طرفہ: ۵۱۰۲۔

تشریح: اَلشَّهَادَةُ عَلَى الْاَنْسَابِ وَالرَّضَاعِ الْمُسْتَفِيْضِ وَالْمَوْتِ الْقَدِيْمِ: فقہاء نے سماعی شہادت سے متعلق سوال اٹھایا ہے کہ وہ کون سے امور ہیں جن میں سماعی شہادت پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ ان میں سے نسب، رضاعت (دودھ پلانا) اور موت کا ذکر عنوان باب میں کیا گیا ہے۔ انہی پر ولادت عتق و غیر عتق (غلامی یا آزادی) اور ولائت (حق وراثت) ملکیت مکان، نکاح، مباشرت، ولایت (سرپرستی) وغیرہ کا قیاس کیا گیا ہے۔ طلاق کی نسبت سماعی شہادت کافی نہیں سمجھی گئی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس سے زائد باتیں اس فہرست میں شمار کی ہیں۔ جن میں سے بلوغت، عدت سے فراغت، عفو، قصاص، ایلاء و اظہار (بیوی سے قطع تعلق کی قسم) خلع، تدبیر، مکاتبت بھی ہیں۔ اس تعلق میں قابل اعتبار لوگوں کی سماعی شہادت کافی ہے کہ ہم عرصہ سے سن رہے ہیں کہ فلاں کو فلاں عورت نے دودھ پلایا ہے یا فلاں سے فلاں کا نکاح ہوا اور بطور بیوی اس کے گھر میں آباد رہی ہے اور دعوت ولیمہ میں شریک ہوئے ہیں۔ فلاں مکان یا غلام فلاں کا ہے اور فلاں فلاں کا بیٹا ہے۔ فلاں کو فلاں کی زمین بطور وقف دی گئی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۳۱۳)

اَلرَّضَاعُ الْمُسْتَفِيْضِ سے مراد وہ رضاعت ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ فلاں نے فلاں کو دودھ پلایا ہے۔ **اَلْمَوْتُ الْقَدِيْمُ** سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص گواہی دے کہ فلاں مر چکا ہے۔ اس میں بھی سماعی شہادت معتبر ہوگی بشرطیکہ گواہی دینے والے قابل اعتبار لوگ ہوں۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضمن میں نہایت قابل قدر رائے ظاہر کی

ہےاور یہ رائے مسلّمۂ فقہاء ہے کہ سماعی شہادت کا درجہ استحسان کا ہےاور وہ فرماتے ہیں: وَاِلَّا فَالْاَصْلُ اَنَّ الشَّهَادَةَ لَا بُدَّ فِيْهَا مِنَ الْمُشَاهَدَةِ. سماعی شہادت ایسے لوگوں کی قابل قبول ہوگی جنہوں نے معتبر لوگوں سے ان کی چشم دید بات سنی اوران سننے والوں کوان کی نسبت یہ اطمینان ہو کہ ان کا جھوٹ پر سمجھوتا کرنا بعید ہے اور بعض کے نزدیک ایسے چار معتبر شخصوں کی شہادت قابل قبول ہوگی اور بعض کے نزدیک دو معتبر شخص ہی کافی ہیں اور بعض نے ایک ہی کافی سمجھا ہے بشرطیکہ شاہد عادل ہو؛ جس کی دیانت وامانت کی نسبت پورا اطمینان ہو۔

(فتح الباری جزء۵صفحہ۳۱۲)(عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۲۰۲)

یہ وہ فقہی مسئلہ ہے جس کے لیے باب ۷ باندھا گیا ہے۔عنوان باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا ذکر اسی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے کیا گیا ہے کہ رضاعت کے بارہ میں ایک شاہد عادل کی گواہی بھی کافی ہے۔ محولہ روایت کتاب النکاح میں موصولاً منقول ہے۔(دیکھئے روایت نمبر۵۱۰۱)

باب ۷ میں چار روایتیں منقول ہیں۔چاروں رضاعت سے متعلق ہیں۔دوسری حدیث (نمبر۲۶۴۵) میں ایک کے سوا جو صحابی ہیں باقی کے تمام راوی بصری ہیں۔تیسری حدیث (نمبر۲۶۴۶) کے راوی مدنی ہیں؛ سوائے شیخ عبداللہ بن یوسف کے جو امام بخاریؒ کے استاد ہیں۔چوتھی حدیث (نمبر۲۶۴۷) کے راوی سوائے حضرت عائشہؓ کے کوفی ہیں۔اس سے ظاہر ہے کہ رضاعت کے بارے میں صحابہ اور تابعین اور فقہاء مدینہ، بصرہ اور کوفہ متفق ہیں۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۳۱۳)

چوتھی روایت کے آخر میں عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کی متابعت کا ذکر ہے۔یعنی محمد بن کثیر کی طرح انہوں نے بھی حضرت عائشہؓ سے یہی روایت نقل کی ہے۔امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی یہی روایت امّ المومنین حضرت عائشہؓ سے موصولاً منقول ہے۔☆ افلح سے متعلق یہ اختلاف ہے کہ آیا وہ ان کے رضاعی چچا تھے یا رضاعی باپ۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۳۱۳،۳۱۴)

فَاِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ: یعنی رضاعت وہی ہے جو کمسن بچے کی بھوک دور کرنے کی غرض سے بچے کو اس کی خوراک کھانے کی عمر میں دودھ پلایا ہو ورنہ محض رضاعت کسی کو رضاعی رشتہ میں منسلک نہیں کر دیتی۔ اُنْظُرْنَ. اس لئے اس امر میں سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا جائے کہ کون فی الواقعہ رضاعی رشتہ دار ہے۔

بَاب۸: شَهَادَةُ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِي

زنا کی تہمت لگانے والے اور چور اور زانی کی شہادت

وَقَوْلُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا . (النور:۵-۶)

اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ دراصل فاسق ہیں، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی ہو۔

☆ (صحيح مسلم، كتاب الرضاع، باب انما الرضاعة من المجاعة)

وَجَلَدَ عُمَرُ أَبَا بَكْرَةَ وَشِبْلَ بْنَ مَعْبَدٍ وَنَافِعًا بِقَذْفِ الْمُغِيْرَةِ ثُمَّ اسْتَتَابَهُمْ وَقَالَ: مَنْ تَابَ قَبِلْتُ شَهَادَتَهُ.

اور حضرت عمرؓ نے ابوبکرہؓ اور شبل بن معبد اور نافع (بن حارث) کو مغیرہؓ پر زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے کوڑے لگائے اور پھر انہوں نے انہیں توبہ کا موقع دیا اور فرمایا: جو توبہ کرلے میں اس کی شہادت مان لوں گا۔

وَأَجَازَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُتْبَةَ وَعُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَسَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَطَاوُسٌ وَمُجَاهِدٌ وَالشَّعْبِيُّ وَعِكْرِمَةُ وَالزُّهْرِيُّ وَمُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ وَشُرَيْحٌ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ.

اور عبداللہ بن عتبہ اور عمر بن عبدالعزیز اور سعید بن جبیر اور طاؤس اور مجاہد اور شعبی اور عکرمہ (مولیٰ بن عباسؓ) اور زہری اور محارب بن دِثار اور شریح اور معاویہ بن قرۃ نے جائز قرار دیا۔

وَقَالَ أَبُو الزِّنَادِ: الْأَمْرُ عِنْدَنَا بِالْمَدِيْنَةِ إِذَا رَجَعَ الْقَاذِفُ عَنْ قَوْلِهِ فَاسْتَغْفَرَ {رَبَّهُ☆}قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ.

اور ابوزناد نے کہا: مدینہ میں ہمارے نزدیک تو دستور یہ تھا کہ اگر زنا کی تہمت لگانے والا اپنی بات سے پلٹ جاتا اور {اپنے ربّ☆ سے} مغفرت طلب کرتا تو اس کی شہادت قبول کرلی جاتی۔

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ: إِذَا أَكْذَبَ نَفْسَهُ جُلِدَ وَقُبِلَتْ شَهَادَتُهُ.

اور شعبی اور قتادہ نے کہا: اگر وہ اپنے جھوٹ کو تسلیم کرلے تو اسے کوڑے لگائے جائیں اور اس کی شہادت قبول کرلی جائے۔

وَقَالَ الثَّوْرِيُّ: إِذَا جُلِدَ الْعَبْدُ ثُمَّ أُعْتِقَ جَازَتْ شَهَادَتُهُ وَإِنِ اسْتُقْضِيَ الْمَحْدُوْدُ فَقَضَايَاهُ جَائِزَةٌ.

اور (سفیان) ثوری نے کہا: جب غلام کو کوڑے لگائے جائیں اور اس کے بعد وہ آزاد کردیا جائے تو اس کی بھی شہادت جائز ہوگی۔ اگر وہ شخص جس کو سزا دی گئی ہو، قاضی بنادیا جائے تو اس کے فیصلے نافذ ہوں گے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ الْقَاذِفِ وَإِنْ تَابَ. ثُمَّ قَالَ: لَا يَجُوْزُ

اور بعض لوگوں نے کہا: تہمت لگانے والے کی شہادت جائز نہیں ہوگی، خواہ وہ توبہ ہی کیوں نہ کرلے۔ پھر یہ

☆ لفظ "رَبَّهُ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۳۱۴) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

نِكَاحٌ بِغَيْرِ شَاهِدَيْنِ فَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ مَحْدُوْدَيْنِ جَازَ وَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ عَبْدَيْنِ لَمْ يَجُزْ. وَأَجَازَ شَهَادَةَ الْمَحْدُوْدِ وَالْعَبْدِ وَالْأَمَةِ لِرُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ. وَكَيْفَ تُعْرَفُ تَوْبَتُهُ. وَقَدْ نَفَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّانِيَ سَنَةً وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَصَاحِبَيْهِ حَتَّى مَضَى خَمْسُوْنَ لَيْلَةً.

بھی کہتے ہیں کہ دو گواہوں کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا اور اگر دو سزا یافتہ آدمیوں کی شہادت کے ساتھ نکاح کرے تو یہ جائز ہوگا اور اگر دو غلاموں کی شہادت سے نکاح کرے تو یہ جائز نہ ہوگا۔ اور رمضان کا چاند دیکھنے کے لئے سزا یافتہ اور غلام اور لونڈی کی شہادت جائز قرار دی ہے۔ اور زنا کی تہمت لگانے والے کی توبہ کیوں کر معلوم ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی کو ایک سال کے لئے شہر بدر کیا تھا اور حضرت کعب بن مالکؓ اور ان کے دونوں ساتھیوں سے مقاطعہ فرمایا (بات چیت کرنے سے منع کر دیا،) یہاں تک کہ پچاس راتیں گزر گئیں۔

٢٦٤٨: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ.

۲۶۴۸: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبداللہ) بن وہب نے مجھے بتایا۔ انہوں نے یونس سے روایت کی۔

وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَأُتِيَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَقُطِعَتْ يَدُهَا. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا وَتَزَوَّجَتْ وَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذٰلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور لیث نے کہا: یونس نے مجھے بتایا۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا۔ ایک عورت نے فتح مکہ کے دنوں میں چوری کی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئی۔ آپؐ نے اس کے متعلق فیصلہ فرمایا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: اس کی توبہ اچھی ہوئی اور اس نے شادی کی اور اس کے بعد جب بھی وہ آتی تو میں اس کی ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کر دیتی۔

اطرافہ: ٣٤٧٥، ٣٧٣٢، ٣٧٣٣، ٤٣٠٤، ٦٧٨٧، ٦٧٨٨، ٦٨٠٠۔

۲٦٤٩: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ فِيْمَنْ زَنَى وَلَمْ يُحْصَنْ بِجَلْدِ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبِ عَامٍ.

۲٦۴۹: یحیٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ سے، عبیداللہ نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے، حضرت زیدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے اس شخص کو سو کوڑے لگائے اور ایک سال جلاوطن کئے جانے کا حکم دیا جس نے زنا کیا تھا اور وہ شادی شدہ نہ تھا۔

اطرافہُ: ۲۳۱٤، ۲٦۹٦، ۲۷۲٥، ٦٦۳٤، ٦۸۲۸، ٦۸۳۱، ٦۸۳٦، ٦۸٤۳، ٦۸٦۰، ۷۱۹٤، ۷۲٥۹، ۷۲۷۹۔

تشریح: شَهَادَةُ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِيْ: یہ سوال کہ اگر فاسق فسق وفجور سے تائب ہو تو اس کی شہادت قابل قبول ہوگی یا نہیں ہوگی؟ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صحت شہادت کے لئے علاوہ احکام اسلام کی پابندی کے یہ دیکھ لینا بھی ضروری ہے (اَنْ لَّا تُعْلَمَ مِنْهُ جُرْحَةً) کہ خلاف ورزی شریعت سے متہم تو نہیں ہوا۔ کیونکہ توبہ سے حدود ساقط نہیں ہوتیں اور جو سزا یافتہ ہو وہ از روئے شرائط عدالت مجروح ہے اور توبہ کرنے پر بھی بطور شاہد عادل شمار نہیں ہوگا۔ فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ فاسق کی شہادت بموجب نص صریح وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا (النور:۵) قابل قبول نہیں۔ (بداية المجتهد، کتاب الاقضية، الباب الثالث، الفصل الاول فی الشهادة، جزء ثانی صفحہ۳۴٦) آخری حصہ آیت اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ (النور:٦) استثناء خاص ہے۔ اس کا تعلق ساری آیت سے نہیں بلکہ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ سے ہے نہ کہ وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا سے۔

بہتان طرازی ایک شخص کو قطعی طور پر عدالت کی صفت سے محروم کر دیتی ہے۔ تفصیل کے لئے بداية المجتهد، کتاب الأقضية، الباب الثالث، الفصل الأوّل فی الشهادة، جزء ثانی صفحہ۳۴٦ دیکھئے۔ اسلام نے شاہد عادل کے لئے نہایت کڑی شرائط مقرر کی ہیں جنہیں نظر انداز کرنے کا نتیجہ آج کل کی عدالتوں کے کوائف سے ظاہر ہے۔ کتاب الشهادات میں مسئلہ تعدیل کو دیگر مسائل شہادت پر مقدم اسی لئے رکھا گیا ہے کہ حقوق کی حفاظت وسلامتی کے لئے یہ بطور بنیاد کے ہے۔ قاضی کا پہلا فرض یہ ہے کہ گواہ کی نسبت کما حقہ تحقیق کرے کہ وہ عادل ہونے کی صفت سے متصف ہے یا نہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ زانی، شرابی، فریب شعار اور کذاب یہ قسم کھا کر کہ وہ سچ کہے گا، شہادت کے کٹہرے میں آ کھڑا ہوتا ہے۔ پھر پولیس اور وکلاء جو چاہتے ہیں اس سے کہلواتے ہیں۔ اس کی وجہ اسلام کی تجویز کردہ شرائط تعدیل سے غفلت اور سہل انگاری ہے۔ اسی وجہ سے آج عدالتوں سے صداقت اٹھ گئی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان باب میں

قذف، سرقہ اور زنا کو اکٹھا رکھا ہے کہ یہ بدیاں ایک ہی نوعیت یعنی خیانت کی ہیں اور خائن پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا اور دوسری وجہ جیسا کہ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے، یہ ہے کہ بیہقی رحمہ اللہ علیہ نے بسند علی بن ابی طلحہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کے متعلق آیت **وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا...... اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا** نقل کر کے کہا ہے کہ اگر فاسق توبہ کرے تو اس کی شہادت قبول ہوگی[1]۔ یہی فتویٰ جمہور کا ہے۔ جسے احناف نے تسلیم نہیں کیا اور استثناء کو محدود معنوں میں لیا ہے جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے اور عنوان باب میں **وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ** سے احناف ہی کے مذہب کی طرف اشارہ ہے۔
(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۱۵، ۳۱۷)

عنوان باب میں جمہور کے فتویٰ کی تائید و مخالفت میں دونوں قسم کے حوالے دیئے گئے ہیں جو مختصراً ذیل میں درج ہیں۔

مَنْ تَابَ قَبِلْتُ شَهَادَتَهُ: حضرت عمرؓ کے فتویٰ کا تعلق صرف قذف یعنی بہتان زنا سے ہے۔ کیونکہ مشار الیہ واقعہ میں تہمت لگانے والوں کو موقع دیا گیا تھا اگر وہ اپنے جھوٹ کا اقرار کر لیں اور آئندہ کے لئے بہتان طرازی سے تائب ہوں تو ان کی شہادت قبول ہوگی۔ یہ مشہور واقعہ ہے جس میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ امیر بصرہ پر زنا کا الزام لگایا گیا تھا اور زیاد بن عبید نے بطور گواہ سلطانی تہمت لگانے والوں کے خلاف شہادت دی...... اور اتہام لگانے والوں کا جھوٹ ثابت ہونے پر انہیں کوڑوں کی سزا دی گئی اور پھر توبہ کا موقع دیئے جانے پر سوائے ابوبکرہ کے باقیوں نے سزا کے بعد اپنے جھوٹ کا اقرار کر لیا۔ اس قضیہ نامرضیہ کی تحقیق کے لئے مدینہ سے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھیجے گئے تھے اور حضرت مغیرہؓ بغرض تحقیق امارت سے معزول کئے گئے تھے۔ امیر کے خلاف شریر طبقہ کا یہ منصوبہ تھا جیسا بعض اور امیروں کے خلاف بھی اسی قسم کی بہتان طرازی ہوئی۔ (کتاب الاذان باب ۹۵ روایت نمبر ۷۵۵)

حضرت عمرؓ اور جمہور کے فتویٰ کی تائید میں گیارہ فتوے نقل کئے گئے ہیں۔ فتویٰ دینے والے مفتیوں میں صحابی، مشہور تابعین اور تبع تابعین مدنی اور فقہائے شام و کوفہ و بصرہ شامل ہیں۔ ان میں امام شعبی کا فتویٰ طبری[2] نے اور طاؤس اور مجاہد کا فتویٰ سعید بن منصور نے نقل کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا فتویٰ طبری[2] اور عبدالرزاق[3] نے نقل کیا ہے۔ معاویہ بن قرۃؒ قاضی بصرہ اور تابعی ہیں۔ مشارٌ الیہ اقوال کی تفصیل کے لئے فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۱۶، ۳۱۷ نیز عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۰۸ تا ۲۱۱ دیکھئے۔

مذکورہ بالا فتوے کے مقابل احناف کا فتویٰ ہے کہ قاذف کی شہادت توبہ کے باوجود بھی قبول نہ کیا جائے۔ علامہ شریح قاضی کوفہ کا عمل اسی فتوے کے مطابق تھا جیسا کہ اس بارے میں ان کا مذہب نقل کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۱۷)

عنوان باب میں احناف کے نقطہ نظر پر بعض اعتراضات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جن میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ ان کے فتوے میں تناقض ہے کہ تائب سزا یافتہ کی شہادت بعض صورتوں میں تو جائز ہوتی ہے مگر اس کی شہادت قذف

---

[1] (سنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الشهادات، باب شهادة القاذف، جزء۱۰ صفحہ ۱۵۳)
[2] (جامع البیان فی تأویل القرآن للطبری، تفسیر سورة النور، آیت ۵)
[3] (مصنف عبد الرزاق، کتاب الشهادات، باب شهادة القاذف جزء۸ صفحہ ۳۶۱)

کے تعلق میں جائز نہیں۔علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ نکاح اور رؤیت ہلال کا معاملہ جدا نوعیت کا ہے۔اس میں شہرت درکار ہے۔لیکن عدالت کا جب معاملہ ہوتو صورت بدل جاتی ہے اور صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی رائے نہیں بلکہ ان سے قبل حضرت ابن عباسؓ بھی یہی فتویٰ دے چکے ہیں۔جیسا کہ امام ابن حزمؒ نے معتبر سند سے ان کا فتویٰ نقل کیا ہے۔(عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰) دراصل دونوں فتوے ہی حالات کے ماتحت قابل عمل ہیں۔بعض اوقات شہادت کی کمی قاذف کی شہادت سے پوری کی جاسکتی ہے۔اسلامی فقہ میں جو وسعت نظر ہے وہ اسی لئے قابل قدر ہے کہ دارالقضاء کسی ایک فتوے سے جکڑ نہیں دیا گیا۔قاضی بوقت تحقیق حق و باطل کی نسبت بہتر رائے قائم کرسکتا ہے۔امام ابوحنیفہؒ کا مذہب تو عدالت کی شرائط کا منشاء پورا کرتا ہے اور دوسرے نقطہ ہائے نظر سہولت و وسعت کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کے تحت صرف دو روایتیں نقل کی ہیں۔ایک روایت سارقہ سزا یافتہ کی توبہ اور اس کے صالحہ ہوجانے کے متعلق ہے اور دوسری کا سزا یافتہ زانی شخص کے ایک سال کے لئے شہر بدر ہونے سے۔فقہاء نے سزا یافتہ کی توبہ سے متعلق یقین حاصل کرنے کے لئے مدت کا سوال بھی اٹھایا ہے جو بعض فقہاء کے نزدیک ایک سال ہے۔امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ اس تعلق میں دوسری روایت نقل کی گئی ہے۔(فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۳۱۸)

وَاِنِ اسْتُقْضِيَ الْمَحْدُوْدُ فَقَضَايَاهُ جَآئِزَةٌ: عنوان باب میں بعض فقرے قابل تشریح ہیں۔اس فقرہ کا تعلق سفیان ثوری کے فتویٰ سے ہے۔ان کے نزدیک تائب سزا یافتہ کی شہادت تو قبول نہیں ہوتی☆ لیکن اگر ایسا شخص حکومت کی طرف سے قاضی بنایا جائے تو اس کے فیصلے نافذ ہوں گے۔(عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۲۱۰)

وَكَيْفَ تُعْرَفُ تَوْبَتُهُ: اس فقرے سے فقہاء کے اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر سلف صالح کے نزدیک جرم کا اقرار کرلینے سے ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ اعتراف جرم کرنے والا نادم و تائب ہے۔مگر امام مالک کے نزدیک آئندہ اس کے کردار صالح ہی سے علم ہوگا کہ وہ واقعی طور پر بھی تائب ہے۔محض اقرار جرم تائب سمجھے جانے کے لئے کافی نہیں۔(فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۳۱۷)

نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَلَامِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ: یہ واقعہ مفصل کتاب التفسیر سورۃ البراءۃ زیر باب ۱۸ روایت نمبر ۴۶۷۷ اور کتاب المغازی زیر باب ۷۹ روایت نمبر ۴۴۱۸ دیکھئے۔امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے چور کی شہادت اگر وہ واقعی توبہ کرلے، قابل قبول سمجھی ہے اور اس بارہ میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے جو امام ابن حجرؒ کے نزدیک درست ہے۔امام بخاریؒ نے اس بارہ میں سکوت کی وجہ سے ان تینوں کو ایک زمرہ میں رکھا ہے۔(فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۳۱۸)

فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا سے یہ تو ظاہر ہے کہ فاطمہ بنت اسودؓ کی توبہ نہایت اچھی تھی مگر یہ کہ وہ شہادت کے لحاظ سے کیسی سمجھی گئی، اس بارہ میں کوئی صراحت موجود نہیں۔

☆ (مصنف عبد الرزاق، كتاب الطلاق، باب قوله ولا تقبلوا لهم شهادة أبدا)

بَاب ۹: لَا يَشْهَدُ عَلَى شَهَادَةِ جَوْرٍ إِذَا أُشْهِدَ

کوئی شخص جسے ظلم کی کسی بات پر گواہ ٹھہرایا جائے تو گواہ نہ بنے

۲٦٥٠: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَأَلَتْ أُمِّي أَبِي بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِي مِنْ مَّالِهِ ثُمَّ بَدَا لَهُ فَوَهَبَهَا لِي فَقَالَتْ: لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَخَذَ بِيَدِي وَأَنَا غُلَامٌ فَأَتَى بِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ أُمَّهُ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَأَلَتْنِي بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِهَذَا. قَالَ: أَلَكَ وَلَدٌ سِوَاهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأُرَاهُ قَالَ: لَا تُشْهِدْنِي عَلَى جَوْرٍ.

وَقَالَ أَبُو حَرِيْزٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ: لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ.

اطرافه: ٢٥٨٦، ٢٥٨٧۔

۲۶۵۰: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ ابوحیان (یحیٰ بن سعید) تیمی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبی سے، شعبی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی، کہتے تھے: میری ماں نے میرے باپ سے کہا کہ نعمان کیلئے اپنے مال سے کچھ ہبہ کردیں (وہ نہ مانے) پھر انہیں خیال آیا اور انہوں نے میرے لئے ہبہ کردیا۔ میری ماں نے کہا: میں خوش نہ ہوں گی جب تک تم نبی ﷺ کو گواہ نہ ٹھہراؤ گے تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں اُس وقت بچہ ہی تھا اور نبی ﷺ کے پاس مجھے لے گئے اور کہا: اس کی ماں نے جو رواحہ کی بیٹی ہیں مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ میں اس کے لئے ہبہ کردوں۔ آپؐ نے پوچھا: کیا اس کے سوا تمہاری اور اولاد بھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ (نعمان) کہتے تھے: میں سمجھتا ہوں، آپؐ نے فرمایا: مجھے ظلم کی بات پر گواہ نہ ٹھہراؤ۔ اور ابوحریز نے شعبی سے یوں نقل کیا: میں ظلم کی بات پر گواہ نہیں بنتا۔

۲٦٥١: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ زَهْدَمَ ابْنَ مُضَرِّبٍ قَالَ: سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ

۲۶۵۱: آدم نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابوجمرہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے زہدم بن مضرب سے سنا۔ زہدم نے کہا: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے:

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ- قَالَ عِمْرَانُ: لَا أَدْرِي أَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً- قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ.

اطرافهُ: ۳٦٥٠، ٦٤٢٨، ٦٦٩٥۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو میرے زمانے کے ہیں۔ پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد ہیں۔ پھر وہ جو اُن کے بعد ہوں گے۔ عمران کہتے تھے: میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا یا تین کا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو خیانتیں کریں گے اور ان پر اعتبار نہیں کیا جائے گا اور وہ خود بخود گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہ کی جائے گی اور نذر مانیں گے اور پوری نہ کریں گے اور موٹا پا انہیں خوب ہوگا۔

۲٦٥٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيْءُ أَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِيْنَهُ وَيَمِيْنُهُ شَهَادَتَهُ. قَالَ إِبْرَاهِيْمُ: وَكَانُوْا يَضْرِبُوْنَنَا عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ.

اطرافهُ: ۳٦٥١، ٦٤٢٩، ٦٦٥٨۔

۲٦٥٢: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے عبیدہ (سلمانی) سے، عبیدہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ کے ہیں۔ پھر وہ جو اس کے بعد ہیں۔ پھر وہ جو اُن کے بعد ہوں گے۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ ان میں سے ایک حلفیہ شہادت سے پہلے ہی شہادت دینے لگے گا بحالیکہ دیکھا کچھ بھی نہیں ہوگا اور قسم طلب کئے جانے پر فوراً قسم کھالے گا۔ ابراہیم (نخعی) نے کہا: ہم تو (بچپن میں) گواہ بننے اور قول و پیمان کرنے کی وجہ سے پیٹے جاتے تھے۔

تشریح: **لَا يَشْهَدُ عَلَى شَهَادَةِ جَوْرٍ اِذَا اُشْهِدَ:** آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے مذکورہ بالا عنوان ماخوذ ہے۔آپؐ نے حضرت نعمان بن بشیرؓ کے والد سے فرمایا تھا: لَا تُشْهِدْنِيْ عَلَى جَوْرٍ. گواہ کا گواہی کے لئے خود پیش ہونا اس کی شہادت کو مشتبہ کر دیتا ہے کہ وہ صاحب غرض ہے یا شہادت میں اس کو دلچسپی ہے۔فقہاء کے نزدیک نہ صرف معصیت ہی شہادت کو مجروح کرنے والی ہے بلکہ اور باتیں بھی ہیں جو بظاہر معصیت تو نہیں لیکن شروط عدالت کے منافی ہیں۔آنحضرت ﷺ کے اُسوۂ حسنہ سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے بے انصافی والی بات میں گواہ بننا پسند نہیں فرمایا اور آج کل جو کچھ ہو رہا ہے اس کا ذکر مخبر صادق علیہ السلام نے قبل از وقت بطور پیشگوئی فرما دیا تھا۔شہادت عدالتی کارروائی کے لئے ایک مضبوط بنیاد ہے۔جب شہادت کا مذکورہ بالا حال ہو تو عدل وانصاف کہاں قائم رہ سکتا ہے۔

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَكَانُوْا يَضْرِبُوْنَنَا......: روایت نمبر ۲۶۵۲ کے آخر میں ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی مذکورہ بالا سند ہی سے مروی ہے۔یہی روایت کتاب فضائل الصحابة روایت نمبر ۳۶۵۱ میں بھی مذکور ہے۔ اُس روایت میں ان کا بیان ہے کہ ہم بچے تھے اور ہمیں بلا ضرورت شہادت سے منع کیا جاتا، تا عادات نہ بگڑیں۔

بَاب ۱۰ : مَا قِيْلَ فِي شَهَادَةِ الزُّوْرِ

جھوٹی شہادت سے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے

لِقَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ. (الفرقان:۷۳) وَكِتْمَانِ الشَّهَادَةِ: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۴﴾ (البقرة:۲۸۴) تَلْوٗٓا (النساء:۱۳۶) أَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ.

اللہ عزوجل فرماتا ہے: وہ جو جھوٹی شہادت نہیں دیتے۔اور شہادت چھپانے کے متعلق جو کہا گیا ہے: (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپائے گا تو وہ یقیناً ایسا ہے کہ اس کا دل گنہگار ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ (اللہ فرماتا ہے:) اگر تم شہادت میں اپنی زبان کو پیچدار بناؤ گے تو اللہ اس سے یقیناً آگاہ ہے۔

۲۶۵۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ وَهْبَ بْنَ جَرِيْرٍ وَعَبْدَ الْمَلِكِ ابْنَ إِبْرَاهِيْمَ قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ

۲۶۵۳: عبداللہ بن منیر نے ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے وہب بن جریر اور عبدالملک بن ابراہیم سے سنا کہ ان دونوں نے کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ بن ابی بکر بن انس سے، عبیداللہ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَبَائِرِ قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ.

تَابَعَهُ غُنْدَرٌ وَأَبُو عَامِرٍ وَبَهْزٌ وَعَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ شُعْبَةَ.

اطرافہ: ۵۹۷۷، ۶۸۷۱۔

نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ سے بڑے گناہوں کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ کا شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی اور کسی نفس کا ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا (یہ سب سے بڑے گناہ ہیں۔)

(وہب بن جریر کی طرح) غندر (محمد بن جعفر) اور ابوعامر (عقدی) اور بہز (بن اسد) اور عبدالصمد (بن عبدالوارث) نے بھی شعبہ سے یہی روایت نقل کی ہے۔

۲۶۵۴: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ ابْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ (ثَلَاثًا)؟ قَالُوْا: بَلَى يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ - وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ:- أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ. قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ.

۲۶۵۴: مسدد نے ہمیں بتایا۔ بشر بن مفضل نے ہم سے بیان کیا کہ جریری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ سے، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: کیا میں تمہیں بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں یارسول اللہ! فرمائیں؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی اور آپؐ تکیہ لگائے تھے، اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ہوشیار رہو جھوٹ بولنا بھی۔ کہتے تھے: آپؐ اسے اتنی بار دہراتے رہے کہ ہم نے کہا: کاش! آپؐ خاموش ہو جائیں۔

وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ: حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ.

اور اسماعیل بن ابراہیم نے یوں روایت کی: ہم سے جریری نے بیان کیا کہ عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا۔

اطرافہ: ۵۹۷۶، ۶۲۷۳، ۶۲۷۴، ۶۹۱۹۔

تشریح: **مَا قِيْلَ فِيْ شَهَادَةِ الزُّوْرِ:** لفظ زُوْرٌ کے لغوی معنی ہیں: تَحْسِيْنُ الشَّيْءِ وَوَصْفُهُ بِخِلَافِ صِفَتِهِ. یعنی بات کو خوبصورت کر کے ایسی حالت میں پیش کرنا جو اصلی حالت کے خلاف ہو۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۳۲۲) قرآن مجید کی جس آیت کا حوالہ عنوان باب میں دیا گیا ہے، وہ یہ ہے: وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا. (الفرقان:۷۳) یعنی عباد الرحمٰن خلاف واقعہ گواہی نہیں دیتے اور جب لغویات کے قریب سے گزریں تو وہ باوقار گزرتے ہیں۔ یعنی اس میں شامل نہیں ہوتے۔ عباد الرحمٰن کے اخلاق واوصاف کے تعلق میں ان کا یہ وصف بھی بیان ہوا ہے: لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ کہ وہ ایسے باوقار لوگ ہیں کہ جھوٹی باتوں سے مجتنب اور لغویات سے کنارہ کش رہتے ہیں اور انہیں اپنی عزت وآبرو محفوظ رکھنے کا پورا پورا احساس ہے۔

اخفائے حق بھی گناہ ہے۔ جس کی ممانعت قرآن مجید میں ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ط وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ O (البقرة:۲۸۴) اور شہادت نہ چھپاؤ اور جو اُسے چھپائے گا وہ یقیناً دل کا گنہگار ہے اور اللہ تمہارے باطن کا واقف حال ہے۔

تیسری آیت جس کا عنوان باب میں حوالہ دیا گیا ہے یہ ہے: فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى أَنْ تَعْدِلُوْا ط وَإِنْ تَلْوٗا أَوْ تُعْرِضُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا O (النساء:۱۳۶) یعنی خواہشات کی پیروی نہ کرو تا عدل کر سکو اور اگر تم (کسی شہادت میں) لگی لپٹی بات کرو گے اور شہادت سے پہلو تہی کرو گے تو اللہ یقیناً تمہارے اعمال سے خوب واقف ہے۔

سورۃ البقرۃ اور سورۃ النساء کی یہ دونوں آیات ابتداءً کتاب الشهادات میں گزر چکی ہیں اور اب اسلامی تعلیم کے پہلو پیش کر کے قرآن مجید کا کامل ہدایت ہونا نمایاں کیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا دونوں روایتوں سے ظاہر ہے کہ جھوٹی شہادت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ مذکورہ بالا روایات کی سندیں متعدد حوالوں سے مضبوط ثابت کی گئی ہیں۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شارحین نے صراحت کی ہے کہ اکبر الکبائر سے یہ مراد نہیں کہ صرف یہی چار باتیں گناہ کبیرہ ہیں بلکہ اور بھی ایسے اُمور ہیں جن میں سے (اَلسَّبْعُ الْمُوْبِقَاتِ) سات ہلاک کرنے والی باتیں وہ بھی ہیں جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں۔ دیکھئے کتاب الوصایا باب۲۳ روایت نمبر۲۷۶۶۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ۳۲۳) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۲۱۶، ۲۱۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت الزور کو بار بار دہرایا ہے کیونکہ عام طور پر جھوٹ سے متعلق بہت سہل انگاری سے کام لیا گیا ہے۔

بَاب ۱۱: شَهَادَةُ الْأَعْمَى وَأَمْرُهُ

نابینا کی شہادت اور اس کے معاملات

وَنِكَاحُهُ وَإِنْكَاحُهُ وَمُبَايَعَتُهُ وَقَبُوْلُهُ فِي التَّأْذِيْنِ وَغَيْرِهِ. وَمَا يُعْرَفُ بِالْأَصْوَاتِ. وَأَجَازَ شَهَادَتَهُ قَاسِمٌ وَالْحَسَنُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَالزُّهْرِيُّ وَعَطَاءٌ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: تَجُوْزُ شَهَادَتُهُ إِذَا كَانَ عَاقِلًا. وَقَالَ الْحَكَمُ: رُبَّ شَيْءٍ تَجُوْزُ فِيْهِ. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: أَرَأَيْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ لَوْ شَهِدَ عَلَى شَهَادَةٍ أَكُنْتَ تَرُدُّهُ ؟ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَبْعَثُ رَجُلًا إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ أَفْطَرَ. وَيَسْأَلُ عَنِ الْفَجْرِ فَإِذَا قِيْلَ لَهُ طَلَعَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ. وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ: اسْتَأْذَنْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَعَرَفَتْ صَوْتِي قَالَتْ: سُلَيْمَانُ؟ ادْخُلْ فَإِنَّكَ مَمْلُوْكٌ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ شَيْءٌ. وَأَجَازَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ شَهَادَةَ امْرَأَةٍ مُنْتَقِبَةٍ.

اور اس کا اپنا نکاح کرنا اور دوسرے کا نکاح کرانا اور اس کا خرید وفروخت کرنا اور اس کا اذان دینا وغیرہ قبول کرنا اور اس کی شہادت ان باتوں میں جو آوازوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ اور قاسم (بن محمد بن ابی بکر الصدیق) اور حسن (بصری) اور (محمد) بن سیرین اور (محمد بن مسلم) زہری اور عطاء (بن ابی رباح) نے اس کی شہادت جائز قرار دی ہے۔ اور شعبی (عامر بن شراحیل) نے کہا: اس کی شہادت درست ہے، بشرطیکہ عاقل ہو۔ اور حکم نے کہا: کئی باتیں ایسی ہیں کہ جن میں نابینا کی شہادت جائز ہوگی۔ اور زہری نے کہا: بھلا بتلاؤ کہ حضرت (عبداللہ) بن عباسؓ اگر کوئی شہادت دیں کیا تم ان کی شہادت ردّ کردو گے؟ اور حضرت ابن عباسؓ ایک آدمی کو بھیجتے جب وہ کہتا سورج غروب ہو گیا ہے تو افطار کرتے اور وہ پو پھٹنے سے متعلق پوچھتے: جب انہیں کہا جاتا کہ پو پھوٹ گئی ہے تو دو رکعتیں پڑھتے۔ اور سلیمان بن یسار کہتے تھے: میں نے حضرت عائشہؓ کے پاس اندر جانے کی اجازت مانگی تو انہوں نے میری آواز پہچان لی۔ انہوں نے پوچھا: سلیمان ہے اندر آ جاؤ، کیونکہ ابھی غلام ہی ہو جب تک تمہارے ذمہ کچھ باقی ہے۔ اور حضرت سمرہ بن جندبؓ نے نقاب پہنے ہوئے عورت کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔

٢٦٥٥ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ أَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَّقْرَأُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: رَحِمَهُ اللّٰهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً أَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُوْرَةِ كَذَا وَكَذَا وَزَادَ عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَائِشَةَ: تَهَجَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي فَسَمِعَ صَوْتَ عَبَّادٍ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ أَصَوْتُ عَبَّادٍ هٰذَا؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: اللّٰهُمَّ ارْحَمْ عَبَّادًا.

۲۶۵۵: محمد بن عبید بن میمون نے ہم سے بیان کیا کہ عیسیٰ بن یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نبی ﷺ نے ایک شخص کو مسجد میں (قرآن مجید) پڑھتے سنا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ اس پر رحم کرے، اس نے تو مجھے فلاں فلاں آیت یاد دِلا دی ہے جنہیں میں فلاں فلاں سورۃ میں بھول گیا تھا۔ اور عباد بن عبداللہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے اتنا اور بڑھایا کہ نبی ﷺ میرے گھر میں تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں آپؐ نے عباد (بن بشیرؓ) کی آواز سنی جو مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ تو آپؐ نے پوچھا۔ عائشہؓ! کیا یہ عباد کی آواز ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! عباد پر رحم کر۔

اطرافہٗ: ٥٠٣٧، ٥٠٣٨، ٥٠٤٢، ٦٣٣٥۔

٢٦٥٦ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتَّى يُؤَذِّنَ- أَوْ قَالَ حَتَّى

۲۶۵۶: مالک بن اسماعیل نے ہمیں بتایا کہ عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابن شہاب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سالم بن عبداللہ سے، سالم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو بلالؓ رات کو اذان دیتے ہیں، تم کھاتے پیتے رہو، یہاں تک کہ ابن امّ مکتومؓ اذان دے یا فرمایا:

تَسْمَعُوْا أَذَانَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُوْمٍ- وَكَانَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ رَجُلًا أَعْمَى لَا يُؤَذِّنُ حَتَّى يَقُوْلَ لَهُ النَّاسُ: أَصْبَحْتَ.

یہاں تک کہ تم ابن امّ مکتومؓ کی اذان سنو۔ اور حضرت ابن امّ مکتومؓ نابینا شخص تھے وہ اذان نہیں دیا کرتے تھے جب تک کہ لوگ ان کو نہ کہتے کہ صبح ہوگئی ہے۔

اطرافهُ: ٦١٧، ٦٢٠، ٦٢٣، ١٩١٨، ٧٢٤٨۔

٢٦٥٧: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةٌ فَقَالَ لِي أَبِي مَخْرَمَةُ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَيْهِ عَسَى أَنْ يُّعْطِيَنَا مِنْهَا شَيْئًا. فَقَامَ أَبِي عَلَى الْبَابِ فَتَكَلَّمَ فَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ قَبَاءٌ وَهُوَ يُرِيْهِ مَحَاسِنَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ: خَبَأْتُ هَذَا لَكَ خَبَأْتُ هَذَا لَكَ.

۲۶۵۷: زیاد بن یحییٰ نے ہمیں بتایا۔ حاتم بن وردان نے ہم سے بیان کیا کہ ایوب (سختیانی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی ملیکہ سے، عبداللہ نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی، انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قبائیں آئیں تو میرے باپ مخرمہؓ نے مجھ سے کہا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس میرے ساتھ چلو، اُمید ہے کہ آپؐ ان میں سے ہمیں بھی دیں گے۔ میرے باپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور باتیں کرنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز پہچانی اور باہر نکلے۔ آپؐ کے پاس ایک قبا تھی۔ آپؐ ان کو اس قبا کی خوبیاں دکھانے لگے اور آپؐ یہ بھی فرماتے تھے کہ یہ میں نے تمہارے لئے چھپا رکھی تھی۔ یہ میں نے تمہارے لیے چھپا رکھی تھی۔

اطرافهُ: ٢٥٩٩، ٣١٢٧، ٥٨٠٠، ٦١٣٢۔

تشریح: **شَهَادَةُ الْاَعْمَى وَاَمْرُهُ:** یہ باب ایسی شہادت کے بارے میں ہے جس کا تعلق سماعی باتوں سے ہے۔ عنوان باب میں قاسم بن محمد بن ابوبکرؒ، حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ، زہریؒ اور عطاء بن ابی رباحؒ کے فتاویٰ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ قاسم رحمۃ اللہ علیہ مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں اور باقی بھی مشہور و معروف فقیہ ہیں اور سب فتاویٰ کا تعلق صرف ایسے امور میں شہادت دینے سے ہے جو قانون سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً اوقات اذان کا علم نابینا

مؤذن کو سننے سے ہوتا ہے۔ خرید وفروخت کے متعلق بھی نابینا کی شہادت قبول ہے کہ فلاں شئے کے سودے میں فلاں فلاں بات طے پائی تھی۔ وعلیٰ ھذا القیاس نکاح میں بھی خواہ غیر کا ہو خواہ اس کا اپنا۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سماعیات میں نابینا کی شہادت شرائط عدالت کے اعتبار سے قابل قبول نہیں۔ فقہاء کے اس مسئلہ میں مختلف نظریئے ہیں۔ بعض تو مطلق جواز کے حق میں ہیں اور بعض علی الاطلاق خلاف ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ایسی مسموعات جو صرف سماع سے ہی مخصوص ہیں، ان میں سماعی شہادت جائز ہے اور بعض نے اس میں یہ شرط عائد کی ہے کہ بینائی کھونے سے پہلے جن باتوں کا علم آنکھ، کان وغیرہ سے ہو چکا ہو ان میں نابینا کی شہادت قابل قبول ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ جو ایک ذکی فہیم انسان تھے بینائی جاتی رہنے کے بعد ان کی دیکھی سنی ہوئی باتوں میں شہادت قابل قبول سمجھی گئی ہے۔ بعض نے محدود باتوں میں شہادت کو محدود رکھا ہے اور بعض نے صرف نسب سے متعلق شہادت کی اجازت دی ہے کہ اس کا تعلق قوت حافظہ سے ہے۔ غرض یہ مختلف زاویہ ہائے نظر ہیں اور اس اختلاف میں دارالقضاء کے لئے بڑی وسعت ہے۔ قاضی حالات کے مطابق ان کی تطبیق سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ کسی ایک نظریہ اور رائے سے وہ مقید نہیں۔ حوالہ جات کے لئے فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۲۶، عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۱۹ تا ۲۲۲ دیکھئے ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ معنونہ کے تعلق میں تین روایتیں نقل کی ہیں جن سے سماعی شہادت کے حدود کی وضاحت ہوتی ہے اور اس کو مطلق نظرانداز کرنا درست نہیں بلکہ آخری روایت سے ظاہر ہے کہ بعض اوقات نہ صرف سماع بلکہ قوت لامسہ سے وہ باتیں معلوم ہوتی ہیں جو آنکھ اور کان سے نہیں ہو سکتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخرمہؓ کو قبا دیتے ہوئے (يُرِيهِ مَحَاسِنَهُ) اس کے ملائم وغیرہ ہونے کا ذکر فرمایا جس کا تعلق مس سے ہے اور حضرت مخرمہؓ کو معلوم ہو سکتا تھا۔ حضرت مخرمہؓ سے متعلق روایت کے لئے کتاب الھبہ باب ۱۹ روایت نمبر ۲۵۹۹ بھی دیکھئے۔

احناف میں سے بھی فقہاء نے نابینا کی شہادت ایک حد تک قبول کی ہے۔ امام بخاریؒ جمہور کے مذہب کی تائید میں ہیں۔ یعنی ان امور میں جن کا تعلق سماع سے ہے، نابینا کی شہادت قابل قبول ہے بشرطیکہ وہ صفات عدل سے متصف ہو۔

بَاب ۱۲ : شَهَادَةُ النِّسَاءِ

عورتوں کی گواہی

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: فَإِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ (البقرة: ۲۸۳)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔

۲۶۵۸: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي

۲۶۵۸: (سعید) بن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن جعفر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا:

زَيْدٌ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟ قُلْنَ: بَلَى. قَالَ: فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا.

زید (بن اسلم) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عیاض بن عبداللہ سے، عیاض نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: کیا عورت کی شہادت مرد کی شہادت کے نصف کے برابر نہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ اس کی عقل کی کمی کے سبب سے ہے۔

اطرافہُ: ۳۰٤، ۹٥٦، ١٤٦٢، ١٩٥١۔

تشریح: شَهَادَةُ النِّسَآءِ: فقہاء نے بالاتفاق محولہ بالا آیت کے پیش نظر عورتوں کی شہادت سے متعلق علی الاطلاق جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ مگر جمہور نے ان کی شہادت کو مالیات سے مخصوص رکھا ہے۔ حدود وقصاص میں ان کی شہادت قابل اعتماد نہیں سمجھی۔ اسی طرح نکاح، طلاق، ولاء ونسب میں بھی ان کا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک تو جائز نہیں لیکن فقہاء کوفہ نے اجازت دی ہے کہ ایسے امور میں جن کا تعلق عورتوں ہی سے ہے انہی کی شہادت قابل لحاظ مانی ہے مثلاً حیض، پیدائش اور رضاعت وغیرہ۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۳۲۸)

مالیات سے متعلق ان کی شہادت کے بارے میں محولہ بالا آیت سے استدلال کیا گیا ہے، جس کا تعلق لین دین سے ہے: وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى. (البقرۃ:۲۸۳) {اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ ٹھہرا لیا کرو۔ اور اگر دو مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (ایسے) گواہوں میں سے جن پر تم راضی ہو۔ (یہ) اس لیے (ہے) کہ ان دو عورتوں میں سے اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد کروا دے۔} شہادت میں دو عورتوں کی تخصیص کا تعلق مساوات وعدم مساوات سے نہیں بلکہ احتمال نسیان سے ہے کہ عورت کو علاوہ مخصوص عوارض نسوانی حیض وحمل ورضاعت اور امور منزلی وتربیت اولاد میں مشغولی رات دن رہنے کی وجہ سے غیر معمولی ذہنی کوفت برداشت کرنی پڑتی ہے؛ جس سے قوت حافظہ کا متاثر ہونا لازمی ہے۔ حافظہ کی صحت ومضبوطی کا تعلق زیادہ تر توجہ قائم رکھنے سے ہے، اس لئے بطور احتیاط دو عورتوں کی شہادت کا ذکر کر کے اس کی یہی وجہ بیان کی گئی ہے کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری سے اس کی تصحیح ہو جائے اور بوقت جرح وقدح اگر یہ ثابت ہو کہ کسی مرد کا حافظہ کمزور ہے تو اس کی شہادت بھی قابل اعتماد نہ ہوگی اور فیصلہ کے لئے تیسرے گواہ کی ضرورت ہوگی۔ فقہاء میں سے ایک فریق نے حدود میں بھی عورتوں کی شہادت قابل قبول قرار دی ہے اور اس بارہ میں اس آیت سے استدلال کیا ہے: وَأَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ. (الطلاق:۳)

یعنی طلاق سے متعلق فیصلہ کرتے وقت اپنے میں سے دو منصف گواہ مقرر کرو اور خدا تعالیٰ کے لئے سچی گواہی دو۔ یہ آیت حدود ہی کے تعلق میں وارد ہوئی ہے۔ اسی طرح فرمایا ہے: لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا o (الطلاق:۲) عدت پوری ہونے سے قبل انہیں گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں ورنہ وہ کھلے گناہ کے مرتکب ہوں گے۔ یہ اللہ کی حدود ہیں جو ان حدود سے نکلا اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ تجھے معلوم نہیں کہ اللہ اس واقعہ کے بعد کچھ اور ظاہر کردے۔ اور فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ O (النور:۵) {وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ پیش نہیں کرتے تو انہیں اَسّی کوڑے لگاؤ اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہی لوگ ہیں جو بدکردار ہیں۔} یہ آیت مرد اور عورت دونوں کو شہادت اور سزا میں شامل کرتی ہے۔ عنوان باب اور مندرجہ روایت سے ظاہر ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان فقہاء سے متفق ہیں جو حدود یا غیر حدود میں عورت کی شہادت جائز سمجھتے ہیں۔

الفاظ **فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا** عورت کو شہادت سے خارج نہیں کرتے بلکہ مردوں کے مقابل میں عورتوں کی نصف تعداد کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ عقل کی کمی سے مراد ان کے ذہنی قویٰ کی کمزوری ہے جو شہادت میں شبہ کا احتمال پیدا کرنے کا موجب ہیں جیسے حافظ امام عامر شعبی کا قول سابقہ باب (نمبر۱۱) کے عنوان میں نابینا کی شہادت کے متعلق گزر چکا ہے کہ تَجُوْزُ شَهَادَتُهٗ اِذَا كَانَ عَاقِلًا. یعنی مرد کی شہادت بھی قبول کرنے میں عقل کی شرط ہے۔ اس تعلق میں کتاب الحیض تشریح باب ۶ روایت نمبر ۳۰۴ بھی دیکھئے۔ مہلب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث سے یہ استنباط بھی کیا ہے کہ عادلانہ فیصلہ صادر کرنے کی غرض سے گواہ خواہ مرد ہوں یا عورتیں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ صحت عقل وعدالت کے لحاظ سے کون انسب و افضل ہے۔ مگر بعض نے آیت اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى (البقرة: ۲۸۳) کے پیش نظر قاضی کے لئے یہ موازنہ ومقابلہ بھی جائز قرار نہیں دیا کہ ان میں سے کون انسب و افضل ہے۔ ورنہ فیصلہ میں اس کی رائے کا دخل ہوجائے گا۔ اس آیت میں صراحت ہے کہ ایک عورت بھول جائے تو وہ دوسری کو یاد کرا سکتی ہے۔ قاضی کو اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ فیصلہ کرے کہ ان میں سے کونسی عورت شہادت کے لئے بہتر ہے۔ حدود وغیرہ سے متعلق جن امور میں صرف عورت کی شہادت ہی کام دے سکتی ہے، وہی قابل اعتبار ہوگی۔ جمہور کے نزدیک چار گواہوں کی تعداد ضروری ہے۔ امام مالکؒ اور ابن ابی لیلیٰ رحمہما اللہ نے دو گواہ کافی سمجھے ہیں۔ بلکہ شعبیؒ اور ثوریؒ کے نزدیک تو ایک بھی کافی ہے اگر گواہ عادل ہو۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۳۲۹) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۲۲۲)

بَاب۱۳ : شَهَادَةُ الْإِمَاءِ وَالْعَبِيْدِ

لونڈیوں اور غلاموں کی گواہی

وَقَالَ أَنَسٌ: شَهَادَةُ الْعَبْدِ جَائِزَةٌ إِذَا كَانَ عَدْلاً. وَأَجَازَهُ شُرَيْحٌ وَزُرَارَةُ بْنُ أَوْفَى.

اور حضرت انسؓ نے کہا: غلام کی شہادت جائز ہے بشرطیکہ وہ عادل ہو۔ اور شریح اور زرارہ بن اوفیٰ نے اس کی شہادت کو جائز قرار دیا۔

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ: شَهَادَتُهُ جَائِزَةٌ إِلَّا الْعَبْدَ لِسَيِّدِهِ. وَأَجَازَهُ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيْمُ فِي الشَّيْءِ التَّافِهِ.

اور ابن سیرین نے کہا: اس کی شہادت جائز ہے، مگر اس غلام کی شہادت جائز نہیں جو اپنے مالک کے لئے دے۔ اور حسن (بصری) اور ابراہیم (نخعی) نے عام باتوں میں اس کی شہادت جائز قرار دی ہے۔

وَقَالَ شُرَيْحٌ: كُلُّكُمْ بَنُو عَبِيْدٍ وَإِمَاءٍ.

اور شریح نے کہا: تم سب کے سب ہی غلاموں اور لونڈیوں کی اولاد ہو۔

۲۶۵۹: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ ح.

۲۶۵۹: ابوعاصم (ضحاک بن مخلد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے، ابن جریج نے ابن ابی ملیکہ سے، انہوں نے عقبہ بن حارث سے روایت کی۔

وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ أَوْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ: أَنَّهُ تَزَوَّجَ أُمَّ يَحْيَى بِنْتَ أَبِي إِهَابٍ قَالَ: فَجَاءَتْ أَمَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ: قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا. فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ

اور علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ یحيٰ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا۔ کہتے تھے: حضرت عقبہ بن حارثؓ نے مجھ سے بیان کیا یا (کہا:) میں نے ان سے سنا کہ انہوں نے امّ یحيٰ بنت ابی اہاب (تمیمہ) سے شادی کی، کہتے تھے: پھر ایک کالی لونڈی آئی اور اس نے کہا: میں تم دونوں کو

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْرَضَ عَنِّي قَالَ: فَتَنَحَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ قَالَ: وَكَيْفَ وَقَدْ زَعَمَتْ أَنَّهَا قَدْ أَرْضَعَتْكُمَا. فَنَهَاهُ عَنْهَا.

دودھ پلا چکی ہوں۔ میں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپؐ نے مجھ سے منہ پھرلیا۔ کہتے تھے: میں دوسری طرف سے آپؐ کے سامنے آیا۔ میں نے آپؐ سے یہ ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اب کیسے اکٹھے رہ سکتے ہو، جب وہ کہتی ہے کہ وہ تم دونوں کو دودھ پلا چکی ہے۔ تو آپؐ نے ان کو اس عورت سے روک دیا۔

اطرافہ: ۸۸، ۲۰۵۲، ۲۶۴۰، ۲۶۶۰، ۵۱۰۴۔

تشریح: شَهَادَةُ الْإِمَآءِ وَالْعَبِيْدِ: فقہاء نے شروط عدالت میں حریت کی شرط بھی تجویز کی ہے کہ گواہ غلام نہ ہو کیونکہ وہ اپنے ارادے، رائے اور تصرف میں آزاد نہیں۔ عنوان باب کے حوالہ جات کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۲۹، ۳۳۰ نیز عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۲۲، ۲۲۳۔ البتہ بعض فقہاء نے لونڈی غلام کے لئے یہ شرط عائد کی ہے کہ ان کی شہادت اپنے آقا سے متعلق نہ ہو جیسا کہ قریبی کی شہادت قریبی کی نسبت قابل قبول نہیں۔

كُلُّكُمْ بَنُوْ عَبِيْدٍ وَّاِمَآءٍ: قاضی شریح کا حکیمانہ قول ابن ابی شیبہ ☆ نے نقل کیا ہے۔ ابن سکن کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: كُلُّكُمْ عَبِيْدٌ وَّاِمَآءٌ. (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۳۰) ہر شخص کسی نہ کسی کے زیر تسخیر ہے۔ حقیقی آزادی اور شرف وعزت تو تقویٰ سے ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. (الحجرات: ۱۴) تقویٰ کی جامع صفت جس میں پائی جائے گی وہی شہادت دینے کا اہل سمجھا جائے گا۔

بَاب ١٤: شَهَادَةُ الْمُرْضِعَةِ

دودھ پلانے والی کی گواہی

٢٦٦٠: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: وَكَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ؟

۲۶۶۰: ابوعاصم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمر بن سعید سے، عمر نے ابن ابی ملیکہ سے، انہوں نے عقبہ بن حارث سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے ایک عورت سے شادی کی۔ پھر ایک عورت آئی اور کہنے لگی: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا:

☆ (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع والأقضیة، باب من کان یجیز شهادة العبید، جزء۴ صفحہ ۲۹۲)

دَعْهَا عَنْكَ. أَوْ نَحْوَهُ.

اب کیسے ہو جبکہ یہ کہا گیا ہے، اسے چھوڑ دو یا آپؐ نے کچھ ایسا ہی فرمایا۔

اطرافُہ: ۸۸، ۲۰۵۲، ۲٦٤٠، ۲٦٥۹، ۵۱۰٤۔

تشریح: **شَهَادَةُ الْمُرْضِعَةِ:** رضاعت کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے ایک لونڈی کی شہادت کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ حالات کے مطابق ایک گواہ بھی کافی ہے۔ اس میں دارالقضاء کو کسی ایک نظریہ سے مقید نہیں کیا گیا۔ اسلامی فقہ کی یہی وہ برکت ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اِخْتِلَافُ أُمَّتِیْ رَحْمَةٌ ☆ صادق آتا ہے۔ جمہور کے نزدیک رضاعت میں ایک شہادت کافی نہیں۔ امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ فیصلہ کے لئے دوسری عورت کی شہادت چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ بالا فیصلہ صرف تنزیہی صورت رکھتا ہے کہ آپؐ نے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کو صرف مشورہ دیا ہے نہ حکم۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے دودھ پلانے کی بات تسلیم نہیں کی اور کہا: اگر ایسی بات تھی تو پہلے کیوں نہ اطلاع دی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عنوان نا تمام رکھا ہے اور وہ جمہور کی رائے سے متفق معلوم ہوتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک (نِسْبَةُ الرَّضَاعَةِ بِمَا يَثْبُتُ بِهِ الْمَالُ) رضاعت میں بھی مالی شہادت کی سی صورت ہے۔ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ حضرت عمرؓ نے بھی بَيِّنَة یعنی کھلی شہادت کے بغیر صرف ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ صادر نہیں کیا بلکہ معاملہ خاوند بیوی کی رائے پر چھوڑا ہے اور فرمایا کہ اگر یہ دروازہ کھولا گیا تو ایک عورت ایک دوسرے سے جب اور جہاں چاہے گی شہادت دے کر زوجین کو ایک دوسرے سے جدا کر سکے گی۔ اس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے رضاعت میں ایسی عورتوں کی شہادت نظر انداز کرنے کا فتویٰ دیا ہے جو ناصح اور خیر خواہ بن کر از خود گواہی کے لئے پیش ہوئی ہوں ان کی شہادت قطعاً قابل قبول نہیں۔ (فتح الباری جزء ۵ صفحہ ۲۳۱، ۲۳۲)

بَاب ١٥ : تَعْدِيْلُ النِّسَاءِ بَعْضِهِنَّ بَعْضًا

عورتیں ایک دوسرے کے عادل ہونے کی شہادت دے سکتی ہیں

٢٦٦١ : حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيْعِ سُلَيْمَانُ ابْنُ دَاوُدَ وَأَفْهَمَنِي بَعْضَهُ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدِ

۲۶۶۱: ابوربیع سلیمان بن داؤد نے ہم سے بیان کیا اور احمد (بن یونس) نے بھی اس حدیث کا ایک حصہ مجھے سمجھایا۔ (انہوں نے کہا:) ہمیں فلیح بن سلیمان نے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب زہری سے، ابن شہاب نے

☆ (كشف الخفاء، الهمزة مع الخاء المعجمة، جزء اول صفحه ٦٤)

ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ وَعُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوْا فَبَرَّأَهَا اللهُ مِنْهُ. قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنْ حَدِيْثِهَا - وَبَعْضُهُمْ أَوْعَى مِنْ بَعْضٍ وَأَثْبَتُ لَهُ اقْتِصَاصًا - وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمُ الْحَدِيْثَ الَّذِي حَدَّثَنِي عَنْ عَائِشَةَ وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا. زَعَمُوْا أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّخْرُجَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا أَخْرَجَ بِهَا مَعَهُ فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزَاةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ سَهْمِي فَخَرَجْتُ مَعَهُ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَأَنَا أُحْمَلُ فِي هَوْدَجٍ وَأُنْزَلُ فِيْهِ. فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيْلِ فَقُمْتُ

عروہ بن زبیر اور سعید بن مسیّب اور علقمہ بن وقاص لیثی اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ جب تہمت لگانے والوں نے ان کی نسبت کہا جو کہا اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس تہمت سے بری کیا۔ زہری کہتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک نے حضرت عائشہؓ کے واقعہ کا ایک ایک ٹکڑہ مجھ سے بیان کیا اور ان میں سے بعض دوسروں سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے اور بیان کرنے میں زیادہ ثقہ۔ اور میں نے ان میں سے ہر ایک کی بات یاد رکھی ہے جو اس نے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتائی اور ان کے بیان کا ایک حصہ دوسرے کی تصدیق کرتا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت عائشہؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر میں نکلنے کا ارادہ فرماتے تو آپؐ اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ پھر جس کا قرعہ نکلتا آپؐ اس کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ آپؐ نے ایک حملے کے وقت جو آپؐ نے کیا، ہمارے درمیان قرعہ ڈالا، میرا قرعہ نکلا۔ میں آپؐ کے ساتھ گئی۔ اس وقت حجاب کا حکم اتر چکا تھا۔ میں ہودج میں بٹھائی جاتی اور ہودج سمیت اُتاری جاتی رہی۔ ہم اسی طرح سفر میں رہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس حملے سے فارغ ہوئے اور واپس آئے اور ہم مدینہ کے قریب ہی تھے کہ ایک رات آپؐ نے کوچ کا حکم دیا۔ جب لوگوں نے کوچ

حِيْنَ آذَنُوْا بِالرَّحِيْلِ فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى الرَّحْلِ فَلَمَسْتُ صَدْرِيْ فَإِذَا عِقْدٌ لِّي مِنْ جَزْعِ أَظْفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِيْ فَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ. فَأَقْبَلَ الَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ لِي فَاحْتَمَلُوْا هَوْدَجِي فَرَحَلُوْهُ عَلَى بَعِيْرِيْ الَّذِي كُنْتُ أَرْكَبُ وَهُمْ يَحْسِبُوْنَ أَنِّي فِيْهِ وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَّمْ يَثْقُلْنَ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ وَإِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ حِيْنَ رَفَعُوْهُ ثِقَلَ الْهَوْدَجِ فَاحْتَمَلُوْهُ وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيْثَةَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوْا فَوَجَدْتُ عِقْدِيْ بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ مَنْزِلَهُمْ وَلَيْسَ فِيْهِ أَحَدٌ فَأَمَمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُوْنَنِي فَيَرْجِعُوْنَ إِلَيَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ غَلَبَتْنِي عَيْنَايَ فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَّرَاءِ الْجَيْشِ فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي فَرَأَى

کا اعلان کیا تو میں بھی چل پڑی اور فوج سے آگے نکل گئی۔ جب میں اپنی حاجت سے فارغ ہوئی تو اپنے ہودج کی طرف آئی اور میں نے اپنے سینہ کو ہاتھ لگایا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ظفار کے کالے نگینوں کا ہار ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ میں لوٹی اور اپنا ہار ڈھونڈنے لگی۔ اس کی تلاش نے مجھے روکے رکھا۔ اتنے میں وہ لوگ جو میرے اونٹ کو تیار کرتے تھے، آئے اور انہوں نے میرا ہودج اٹھالیا اور وہ ہودج میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی اور وہ سمجھے کہ میں اسی میں ہوں اور عورتیں ان دنوں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں، بھاری بھرکم نہ تھیں۔ ان کے بدن پر زیادہ گوشت نہ ہوتا۔ وہ تھوڑا ہی سا تو کھانا کھایا کرتی تھیں۔ لوگوں نے جب ہودج کو اٹھایا تو اس کے بوجھ کو غیر معمولی نہ سمجھے۔ انہوں نے اس کو اٹھالیا اور میں کم عمر لڑکی تھی۔ انہوں نے اونٹ کو اٹھا کر چلا دیا اور خود بھی چل پڑے۔ جب سارا لشکر گذر چکا۔ اس کے بعد میں نے اپنا ہار پالیا۔ میں ان کے ڈیرے پر آئی اور اس میں کوئی نہ تھا۔ پھر میں اپنے اس ڈیرے کی طرف گئی جس میں مَیں تھی اور میں نے خیال کیا کہ وہ مجھے نہ پائیں گے اور میرے پاس لوٹ آئیں گے۔ میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اسی اثناء میں میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی۔ صفوان بن معطلؓ سلمی ذکوانی فوج کے پیچھے رہا کرتے تھے۔ وہ صبح میرے ڈیرے پر آئے اور انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا وجود دیکھا اور میرے پاس آئے اور حجاب کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھا کرتے

سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَأَتَانِي وَكَانَ يَرَانِي قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ يَدَهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُوْدُ بِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ بَعْدَ مَا نَزَلُوْا مُعَرِّسِيْنَ فِي نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى الْإِفْكَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَاشْتَكَيْتُ بِهَا شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيْضُوْنَ مِنْ قَوْلِ أَصْحَابِ الْإِفْكِ وَيَرِيْبُنِي فِي وَجَعِي أَنِّي لَا أَرَى مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِيْنَ أَمْرَضُ إِنَّمَا يَدْخُلُ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْلُ: كَيْفَ تِيْكُمْ؟ لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ حَتَّى نَقَهْتُ فَخَرَجْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ مُتَبَرَّزِنَا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ نَتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيْبًا مِنْ بُيُوْتِنَا وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الْأُوَلِ فِي الْبَرِّيَّةِ أَوْ فِي التَّنَزُّهِ. فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ بِنْتُ أَبِي رُهْمٍ نَمْشِي فَعَثَرَتْ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ:

تھے۔ان کے اِنا للہ پڑھنے پر میں جاگ اٹھی۔ جب انہوں نے اپنی اُونٹنی بٹھائی میں نے اپنا پاؤں ان کے ایک ہاتھ پر رکھا اور میں اس پر سوار ہوگئی اور وہ اُونٹنی کی نکیل پکڑ کر چل پڑے۔ یہاں تک کہ ہم فوج میں اس وقت پہنچے جبکہ لوگ ٹھیک دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لئے ڈیروں میں تھے۔ پھر جس کو ہلاک ہونا تھا ہلاک ہوگیا اور اس تہمت کا بانی عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ ہم مدینہ پہنچے۔ میں وہاں ایک ماہ تک بیمار رہی۔ تہمت لگانے والوں کی باتوں کا لوگ چرچا کرتے رہے اور میری اس بیماری کے اثناء میں جو بات مجھے شک میں ڈالتی تھی وہ یہ تھی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مہربانی نہ دیکھتی تھی جو میں آپؐ سے اپنی بیماری میں دیکھا کرتی تھی۔ آپؐ صرف اندر آتے اور السلام علیکم کہتے پھر پوچھتے اب وہ کیسی ہے۔ مجھے اس تہمت کا کچھ بھی علم نہ تھا۔ یہاں تک کہ جب میں نے بیماری سے شفا پائی، حالت نقاہت میں تھی کہ میں اور امّ مسطح مناصع کی طرف گئیں جو قضائے حاجت کی جگہ تھی۔ ہم رات ہی کو نکلا کرتے تھے اور یہ اس وقت سے پہلے کی بات ہے جب ہم نے اپنے گھروں کے قریب بیوت الخلاء بنائے اور اس سے قبل ہماری حالت پہلے عربوں کی سی تھی جو جنگل میں یا باہر الگ جا کر قضائے حاجت کیا کرتے تھے۔ میں اور امّ مسطح بنت ابی رہم دونوں جارہی تھیں کہ اتنے میں وہ اپنی اَوڑھنی سے اٹکی اور ٹھوکر کھائی۔ تب بولی مسطح بدنصیب۔

تَعِسَ مِسْطَحٌ. فَقُلْتُ لَهَا: بِئْسَ مَا قُلْتِ أَتَسُبِّيْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا؟ فَقَالَتْ: يَا هَنْتَاهُ أَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالُوْا؟ فَأَخْبَرَتْنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلَى مَرَضِي. فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ فَقَالَ: كَيْفَ تِيْكُمْ؟ فَقُلْتُ: ائْذَنْ لِّي إِلَى أَبَوَيَّ- قَالَتْ: وَأَنَا حِيْنَئِذٍ أُرِيْدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا- فَأَذِنَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُ أَبَوَيَّ فَقُلْتُ لِأُمِّي: مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ؟ فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلَى نَفْسِكِ الشَّأْنَ فَوَاللهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيْئَةٌ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا أَكْثَرْنَ عَلَيْهَا فَقُلْتُ: سُبْحَانَ اللهِ وَلَقَدْ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِهَذَا؟ قَالَتْ: فَبِتُّ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَصْبَحْتُ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ. ثُمَّ أَصْبَحْتُ فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْتَشِيْرُهُمَا فِي

میں نے اس سے کہا: کیا ہی بری بات ہے جو تم نے کہی ہے۔ کیا تو ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہے جو جنگ بدر میں موجود تھا تو اس نے کہا: اری بھولی بھالی! کیا تم نے نہیں سنا جو لوگوں نے افتراء کیا ہے؟ تب اس نے مجھے تہمت لگانے والوں کی بات سنائی۔ اس پر میری بیماری بڑھ گئی۔ جب اپنے گھر کو لوٹی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور آپؐ نے السلام علیکم کہا اور آپؐ نے پوچھا: اب تم کیسی ہو؟ میں نے کہا: مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیں۔ کہتی تھیں: میں اس وقت یہ چاہتی تھی کہ میں ان کے پاس جا کر اس کی نسبت معلوم کرلوں۔ آپؐ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں اپنے والدین کے پاس آئی تو میں نے اپنی ماں سے پوچھا: لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: بیٹی، اس بات سے اپنی جان کو جنجال میں نہ ڈال۔ اطمینان سے رہو۔ اللہ کی قسم! کم ہی ایسا ہوا ہے کہ کبھی کسی شخص کے پاس کوئی خوبصورت عورت ہو، جس سے وہ محبت رکھے اور اس کی سوکنیں ہوں اور پھر اس کے برخلاف باتیں نہ کریں۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! لوگ ایسی بات کا چرچا کر رہے ہیں۔ کہتی تھیں: میں نے وہ رات اس طرح کاٹی کہ صبح تک نہ میرے آنسو تھمے اور نہ مجھے نیند آئی۔ جب میں صبح اُٹھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالبؓ اور اُسامہ بن زیدؓ کو بلایا؛ اس وقت جب وحی کے آنے میں دیر ہوئی تا ان دونوں

فِرَاقِ أَهْلِهِ فَأَمَّا أُسَامَةُ فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِالَّذِي يَعْلَمُ فِي نَفْسِهِ مِنَ الْوُدِّ لَهُمْ فَقَالَ أُسَامَةُ أَهْلُكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَلَا نَعْلَمُ وَاللهِ إِلَّا خَيْرًا. وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ لَمْ يُضَيِّقِ اللهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيْرَةَ فَقَالَ: يَا بَرِيْرَةُ هَلْ رَأَيْتِ فِيْهَا شَيْئًا يَرِيْبُكِ؟ فَقَالَتْ بَرِيْرَةُ: لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنْ رَأَيْتُ مِنْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ عَلَيْهَا قَطُّ أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنِ الْعَجِيْنِ فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ. فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهِ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيٍّ ابْنِ سَلُوْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَّعْذُرُنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِي فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا وَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي. فَقَامَ سَعْدُ ابْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ وَاللهِ أَنَا

سے اپنی بیوی کو چھوڑنے کے بارے میں مشورہ کریں۔ اُسامہؓ نے تو آپؐ کو اس محبت کی بناء پر مشورہ دیا، جو ان کو آپؐ کی بیویوں سے تھی۔ اُسامہؓ نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ کی بیوی ہیں اور ہم اللہ کی قسم! سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں جانتے۔ لیکن علی بن ابی طالبؓ نے کہا: یارسول اللہ! اللہ نے آپؐ پر کچھ تنگی نہیں رکھی اور اس کے سوا اور عورتیں بہت ہیں، اور اس خادمہ سے پوچھئے۔ وہ آپؐ سے سچ سچ کہہ دے گی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہؓ کو بلایا اور آپؐ نے کہا: بریرہؓ! کیا تم نے اس میں کوئی ایسی بات دیکھی جو تمہیں شبہ میں ڈالے۔ بریرہؓ نے کہا: ہرگز نہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے حضرت عائشہؓ میں اس سے زیادہ کوئی اور بات نہیں دیکھی جس کو میں ان کے لئے معیوب سمجھوں کہ وہ کم عمر لڑکی ہے۔ آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے۔ گھر کی بکری آتی ہے اور وہ اسے کھا جاتی ہے۔ یہ سن کر اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب فرمایا اور عبداللہ بن ابی بن سلول کی شکایت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے شخص کو کون سنبھلے، جس نے میری بیوی کے بارے میں مجھے دُکھ دیا ہے۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اپنی بیوی میں سوائے بھلائی کے اور کوئی بات مجھے معلوم نہیں اور ان لوگوں نے ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جس کی بابت بھی مجھے بھلائی کے سوا کوئی علم نہیں اور میرے

أَعْذُرُكَ مِنْهُ إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْنَا عُنُقَهُ وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا فِيْهِ أَمْرَكَ. فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ- وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَلٰكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ - فَقَالَ: كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى ذٰلِكَ. فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرُ فَقَالَ: كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهُ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ. فَثَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوْا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَنَزَلَ فَخَفَّضَهُمْ حَتَّى سَكَتُوْا وَسَكَتَ. وَبَكَيْتُ يَوْمِي لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ فَأَصْبَحَ عِنْدِي أَبَوَايَ وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْ وَيَوْمًا حَتَّى أَظُنُّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِيْ. قَالَتْ: فَبَيْنَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي إِذِ اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

گھر والوں کے پاس جب بھی وہ آیا کرتے میرے ساتھ ہی آتے۔اس پر حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بخدا میں اس سے آپؐ کا بدلہ لوں گا۔اگر وہ اَوس کا ہوا تو میں اس کی گردن اُڑادوں گا اور اگر وہ ہمارے بھائیوں خزرج سے ہوا تو جو بھی آپؐ ہمیں حکم دیں گے ہم آپؐ کا حکم بجا لائیں گے۔اس پر حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور وہ خزرج کے سردار تھے اور اس سے پہلے وہ اچھے آدمی تھے لیکن قومی عزت نے انہیں بھڑکا دیا اور انہوں نے کہا: تم نے غلط کہا۔اللہ کی قسم! تم اسے نہیں مارو گے اور نہ ایسا کرسکو گے۔اس پر اسید بن حضیرؓ کھڑے ہوگئے اور انہوں نے کہا: تم نے غلط کہا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور مار ڈالیں گے۔تو تو منافق ہے جو منافقوں کی طرف سے جھگڑتا ہے۔ اس پر دونوں قبیلے اَوس اور خزرج بھڑک اٹھے۔یہاں تک کہ وہ لڑنے پر آمادہ ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے تھے۔آپؐ اُترے اور ان کو ٹھنڈا کیا یہاں تک کہ وہ خاموش ہوگئے اور آپؐ بھی خاموش ہو رہے۔ اور میں سارا دن روتی رہی نہ میرے آنسو تھمتے اور نہ مجھے نیند آتی۔میرے ماں باپ میرے پاس آگئے۔ میں دو راتیں اور ایک دن اتنا روئی کہ میں سمجھی کہ یہ رونا میرے جگر کو شق کردے گا۔کہتی تھیں کہ اس اثناء میں وہ دونوں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی کہ اتنے میں ایک انصاری عورت نے اندر

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مِنْ يَوْمِ قِيْلَ فِيَّ مَا قِيْلَ قَبْلَهَا وَقَدْ مَكَثَ شَهْرًا لَّا يُوْحَى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي شَيْءٌ. قَالَتْ: فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ: يَا عَائِشَةُ فَإِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللهُ وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللهَ وَتُوْبِي إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ. فَلَمَّا قَضَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي حَتَّى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً وَقُلْتُ لِأَبِي: أَجِبْ عَنِّي رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: وَاللهِ لَا أَدْرِي مَا أَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ لِأُمِّي: أَجِيْبِي عَنِّي رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا قَالَ. قَالَتْ: وَاللهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ: وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ كَثِيْرًا مِنَ الْقُرْآنِ فَقُلْتُ: إِنِّي وَاللهِ لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ سَمِعْتُمْ مَا

آنے کی اجازت چاہی اور میں نے اسے اجازت دی۔ وہ بھی بیٹھ کر میرے ساتھ رونے لگی۔ ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر آئے اور بیٹھ گئے اور اس سے پہلے جس دن سے مجھ پر تہمت لگائی گئی آپؐ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور آپؐ ایک مہینہ منتظر رہے مگر میرے متعلق آپؐ کو کوئی وحی نہ ہوئی۔ کہتی تھیں: آپؐ نے تشہد پڑھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: عائشہؓ! مجھے تمہارے متعلق یہ بات پہنچی ہے سو اگر تم بری ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ تمہیں بری فرمائے گا اور اگر تم سے کوئی کمزوری ہوگئی ہو تو اللہ سے مغفرت مانگو اور اس کے حضور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور اس کے بعد توبہ کرتا ہے تو اللہ بھی اس پر رحم کرتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات ختم کر چکے میرے آنسو خشک ہوگئے، یہاں تک کہ آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہوا، اور میں نے اپنے باپ سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے جواب دیجئے۔ تو انہوں نے کہا: بخدا میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا: آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آپؐ نے فرمایا ہے اس کا میری طرف سے جواب دیں۔ انہوں نے کہا: بخدا میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: میں کم عمر لڑکی تھی۔ قرآن مجید زیادہ نہیں جانتی تھی، تو میں نے کہا: بخدا مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ لوگوں نے وہ بات

يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ وَوَقَرَ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ وَإِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيْئَةٌ وَاللهُ يَعْلَمُ إِنِّي بَرِيْئَةٌ لَا تُصَدِّقُوْنَنِي بِذَلِكَ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَاللهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيْئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّي. وَاللهِ مَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوْسُفَ إِذْ قَالَ: فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (يوسف: ۱۹) ثُمَّ تَحَوَّلْتُ عَلَى فِرَاشِي وَأَنَا أَرْجُوْ أَنْ يُبَرِّئَنِي اللهُ. وَلَكِنْ وَاللهِ مَا ظَنَنْتُ أَنْ يُنْزِلَ فِي شَأْنِي وَحْيًا وَلَأَنَا أَحْقَرُ فِي نَفْسِي مِنْ أَنْ يُتَكَلَّمَ بِالْقُرْآنِ فِي أَمْرِيْ وَلَكِنِّي كُنْتُ أَرْجُوْ أَنْ يَّرَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا تُبَرِّئُنِي☆ فَوَ اللهِ مَا رَامَ مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتَّى أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فَأَخَذَهُ مَا يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ فِي يَوْمٍ شَاتٍ. فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ

سنی ہے جس کا لوگ آپس میں تذکرہ کرتے ہیں اور آپ کے دلوں میں وہ بات بیٹھ گئی ہے اور آپ نے اسے درست سمجھ لیا ہے اور اگر میں آپ سے کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں فی الواقع بری ہوں آپ مجھے اس میں سچا نہیں سمجھیں گے اور اگر میں آپ کے پاس کسی بات کا اقرار کرلوں حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں بَری ہوں مگر آپ اس اقرار میں مجھے سچا سمجھ لیں گے۔ اللہ کی قسم! میں اپنی اور آپ کی کوئی مثال نہیں پاتی سوائے یوسف کے باپ کی۔ انہوں نے کہا تھا: صبر کرنا ہی اچھا ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگنی چاہیے اس بات میں جو تم لوگ بیان کررہے ہو۔ اس کے بعد میں ایک طرف ہٹ کر اپنے بستر پر آ گئی اور میں امید کرتی تھی کہ اللہ مجھے بَری کرے گا۔ لیکن بخدا! مجھے گمان بھی نہ تھا کہ میرے متعلق بھی کوئی وحی نازل ہوگی، بلکہ میں اپنے خیال میں اس سے بہت ادنیٰ تھی کہ میری نسبت قرآن میں بیان کیا جائے۔ لیکن مجھے یہ ضرور امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں کوئی ایسی خواب دیکھ لیں کہ اللہ مجھے بَری قرار دیتا ہے۔☆ اللہ کی قسم! آپ ابھی بیٹھنے کی جگہ سے الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ اہل بیت میں سے کوئی باہر گیا تھا کہ اتنے میں آپ پر وحی نازل ہوئی اور سخت تکلیف آپ کو ہوا کرتی تھی وہ آپ کو ہونے لگی (اور آپ کو اِتنا پسینہ آتا) کہ سردی کے دن میں بھی آپ سے پسینہ موتیوں کی طرح ٹپکتا۔ جب رسول اللہ

☆ عمدۃ القاری میں تُبَرِّئُنِيْ کی بجائے ''يُبَرِّئُنِي اللّٰهُ'' کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۳ صفحہ ۲۲۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ لِي: يَا عَائِشَةُ احْمَدِي اللّٰهَ فَقَدْ بَرَّأَكِ اللّٰهُ. قَالَتْ لِي أُمِّي: قُوْمِي إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ: لَا وَاللّٰهِ لَا أَقُوْمُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا اللّٰهَ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (النور:۱۲) الْآيَاتِ. فَلَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ هَذَا فِي بَرَاءَتِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ- وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ- وَاللّٰهِ لَا أُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ بِشَيْءٍ أَبَدًا بَعْدَ أَنْ قَالَ لِعَائِشَةَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا إِلَى قَوْلِهِ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور:۲۳) فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: بَلَى وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِي فَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ الَّذِي كَانَ يُجْرِيْ عَلَيْهِ. وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِيْ فَقَالَ: يَا زَيْنَبُ مَا عَلِمْتِ؟ مَا رَأَيْتِ؟

صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی حالت جاتی رہی تو آپؐ مسکرا رہے تھے اور پہلی بات جو آپؐ نے فرمائی، یہ تھی: عائشہؓ اللہ کا شکر بجالاؤ کیونکہ اللہ نے تمہاری بریت کردی ہے۔ میری ماں نے مجھ سے کہا: اُٹھو رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ میں ان کے پاس اُٹھ کر نہیں جاؤں گی اور اللہ کے سوا کسی کا شکریہ ادا نہیں کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وحی کی تھی: وہ لوگ جنہوں نے بہتان باندھا ہے وہ تمہیں میں سے ایک جتھا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے میری بریت میں یہ وحی نازل کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اور وہ مسطح بن اثاثہ کو بوجہ اس کے قریبی ہونے کے خرچ دیا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! جو مسطح نے عائشہؓ پر افتراء کیا ہے، میں اس کے بعد اس کو اَب کبھی خرچ نہیں دوں گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور تم میں سے صاحب فضیلت اور صاحب توفیق اپنے قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔ پس چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے} حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے: کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم! میں ضرور چاہتا ہوں کہ اللہ میرے گناہوں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے مجھے بخش دے۔ مسطح کو جو خوراک وہ دیا کرتے تھے پھر ملنے لگی۔ اور رسول اللہ ﷺ حضرت زینبؓ بنت جحش سے بھی میرے معاملہ کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: زینبؓ! تم کیا

فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا خَيْرًا. قَالَتْ: وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِيْنِي فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ. قَالَ: وَحَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ {عَنْ عُرْوَةَ☆}عَنْ عَائِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ مِثْلَهُ. قَالَ وَحَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَيَحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ مِثْلَهُ.

سمجھتی ہو جو تم نے دیکھا ہے؟ تو وہ کہتیں: یارسول اللہ! میں اپنی شنوائی اور بینائی محفوظ رکھوں گی۔ میں تو عائشہؓ کو پاک دامن ہی سمجھتی ہوں۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں اور یہی زینبؓ وہ تھیں جو (آنحضرت ﷺ کی اَزواج میں سے) میری برابری کیا کرتی تھیں۔ اللہ نے انہیں پرہیزگاری کی وجہ سے بچائے رکھا۔ (ابوربیع سلیمان بن داؤد نے) کہا: فلیح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، (انہوں نے عروہ سے☆) عروہ نے حضرت عائشہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے اسی طرح روایت کی۔ (ابوربیع نے) کہا: اور فلیح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن اور یحییٰ بن سعید سے اور ان دونوں نے قاسم بن محمد بن ابی بکر سے اسی طرح روایت کی۔

اطرافہُ: ۲۵۹۳، ۲۶۳۷، ۲۶۸۸، ۲۸۷۹، ۴۰۲۵، ۴۱۴۱، ۴۶۹۰، ۴۷۴۹، ۴۷۵۰، ۴۷۵۷، ۵۲۱۲، ۶۶۶۲، ۶۶۷۹، ۷۳۶۹، ۷۳۷۰، ۷۵۰۰، ۷۵۴۵۔

تشریح: تَعْدِيْلُ النِّسَآءِ بَعْضِهِنَّ بَعْضًا: مسئلہ معنونہ سے متعلق جمہور کا یہ مذہب ہے کہ عورتوں کی شہادت مردوں کی شہادت سے مل کر قابل وثوق ہے۔ لیکن اُس کی تنہا شہادت پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اور یہ شہادت ان اُمور میں بھی قابل قبول ہوگی جن کا عورتوں سے خاص تعلق ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورتوں کی شہادت آپس میں ایک دوسری کی نسبت معتبر ہے۔ ان کے شاگردوں میں سے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فتویٰ ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جمہور کے مذہب کی تائید میں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کی بریت کے بارے میں حضرت زینب بنت جحش اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہما کی شہادت پر خطبہ میں اس کا اعلان کیا اور اتہام لگانے والوں سے اپنی بیزاری کا اظہار فرمایا۔ عنوان باب میں الفاظ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا سے ایک تیسری رائے کی طرف بھی اِشارہ پایا جاتا ہے کہ عورتیں آپس میں ایک دوسری کی تعدیل کر سکتی ہیں لیکن مردوں کی نہیں۔
(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۳۶، ۳۳۷)

☆ الفاظ "عَنْ عُرْوَةَ" فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۳۳۵)

بَاب ١٦ : إِذَا زَكَّى رَجُلٌ رَجُلاً كَفَاهُ

جب ایک مرد کسی مرد کو الزام سے بَری قرار دے تو یہ اس کے لئے کافی ہے

وَقَالَ أَبُو جَمِيْلَةَ: وَجَدْتُ مَنْبُوْذًا فَلَمَّا رَآنِي عُمَرُ قَالَ: عَسَى الْغُوَيْرُ أَبْؤُسًا كَأَنَّهُ يَتَّهِمُنِي. قَالَ عَرِيْفِي: إِنَّهُ رَجُلٌ صَالِحٌ. قَالَ: كَذَلِكَ؟ اذْهَبْ وَعَلَيْنَا نَفَقَتُهُ.

اور حضرت ابوجمیلہؓ (سنین) نے کہا: میں نے ایک (لاوارث بچہ) پڑا ہوا پایا۔ جب حضرت عمرؓ نے مجھے دیکھا تو انہوں نے کہا: مبادا یہ آفت ہو۔ گویا وہ مجھے زیر الزام سمجھتے تھے۔ پھر میرے نقیب نے جو مجھے اچھی طرح جانتا تھا، کہا: یہ تو نیک آدمی ہے۔ (حضرت عمرؓ نے) کہا: اگر ایسا ہے تو بچہ لے جاؤ اور اس کا خرچ ہمارے ذمہ ہے۔

٢٦٦٢: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: أَثْنَى رَجُلٌ عَلَى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ (مِرَارًا). ثُمَّ قَالَ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا أَخَاهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ: أَحْسِبُ فُلَانًا. وَاللهُ حَسِيْبُهُ. وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللهِ أَحَدًا. أَحْسِبُهُ كَذَا وَكَذَا. إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَلِكَ مِنْهُ.

اطرافہ: ٦٠٦١، ٦١٦٢۔

۲۶۶۲: محمد بن سلام نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالوہاب نے ہمیں بتایا۔ خالد حذاء نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ سے، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی شخص نے ایک شخص کی تعریف کی، تو آپؐ نے فرمایا: وائے تجھ پر، تو نے تو اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی۔ تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی۔ آپؐ نے کئی بار یہ فرمایا۔ پھر فرمایا: تم میں سے جس نے اپنے بھائی کی ضرور تعریف ہی کرنی ہو تو چاہیے کہ وہ یوں کہے کہ میں فلاں کو یوں سمجھتا ہوں اور اللہ ہی اس سے خوب واقف ہے۔ میں اللہ کے سامنے کسی کو بے عیب نہیں کہہ سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایسا ایسا ہے۔ وہ بیان کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ اسے ویسا ہی جانتا ہو۔

تشریح: اِذَا زَکّٰی رَجُلٌ رَجُلًا کَفَاهُ: صحت شہادت کے لئے ضروری ہے کہ جس شخص کے حق میں شہادت دی جائی ہے، گواہ اس کے حالات سے بخوبی واقف ہو۔ اس غرض سے یہ باب قائم کیا گیا ہے اور عنوان باب میں حضرت ابوجمیلہؓ (سنین) کے حوالے سے بھی یہی مقصود ہے۔ انہوں نے کسی غزوہ سے واپسی پر ایک لاوارث بچہ پایا اور اسے مدینہ میں لے آئے۔ شکایت ہونے پر حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ کہیں یہ مصیبت کا باعث نہ بنے۔ تو حضرت ابوجمیلہؓ کے واقف حال شخص نے ان کے حق میں شہادت دی۔ حضرت عمرؓ نے مختلف قبائل پر نگران مقرر کر رکھے تھے جنہیں عریف کہتے تھے۔ جیسے آج کل کلاس مانیٹر کو عریف کہتے ہیں۔ عریف کی شہادت کا اعتبار کیا گیا تھا اور بیت المال سے اس بچے کا وظیفہ جاری ہوا۔ مالکی اور شافعی شہادت صفائی کے لئے کم از کم دو گواہ ضروری قرار دیتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۳۷) مشارالیہ واقعہ سے ظاہر ہے کہ واقف حال شخص ایک بھی صفائی کے لئے کافی ہے اور اس واقعہ میں استغاثہ کی صورت نہ تھی۔ ایک شخص کے متعلق صرف شبہ کا ازالہ تھا، عدالتی کارروائی نہ تھی جس میں کم از کم دو شاہد ضروری ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی موجودگی میں اس کی تعریف ناپسند فرمائی ہے۔ نہ صرف یہ کہ ایسی تعریف بے محل ہے بلکہ ممدوح کو خود پسندی میں مبتلا کرنے کا باعث ہوسکتی ہے۔ علاوہ ازیں عندالضرورت تعریفی الفاظ میں احتیاط ہونی چاہیے۔ ارشاد فَلْيَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰهُ حَسِيْبُهُ...... سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سبق دیا ہے۔ اس ارشاد سے مسئلہ معنونہ کا استدلال کیا گیا ہے۔

عَسَى الْغُوَيْرُ اَبْؤُسًا: غُوَيْرٌ، غَارَ کی تصغیر ہے اور اَبْؤُسٌ، بُؤْسٌ کی جمع ہے۔ یہ ایک ضرب المثل ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ جس غار کی پناہ ڈھونڈنا چاہتے ہو کہیں اس میں ڈاکو چھپے نہ ہوں یا اس میں پناہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے کسی حادثہ کا شکار نہ ہو جاؤ۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۳۸)

ابوجمیلہ کنیت سے دو شخص معروف ہیں۔ ایک سنین بن فرقد سلمی قبیلہ بنی سلیم میں سے تھے جو صحابی ہیں۔ فتح مکہ میں شریک ہوئے۔ اس بات کا ذکر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام زہری کی روایت سے کیا ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۴۳۰۱) اور دوسرے میسرہ طُهَوِی تابعی کوفی ہیں۔ علامہ ابن حجرؒ کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اوّل الذکر کا حوالہ دیا ہے جو صحابی ہیں اور روایت نمبر ۲۶۶۲ میں مَادِحٌ (مدح کرنے والے) اور ممدوح کا نام مذکور نہیں۔ شارحین نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اوّل الذکر محجن بن الادرع (اسلمی) اور ثانی الذکر عبداللہ ذوالبجادین ہیں۔ اس تعلق میں **کتاب الأدب** باب ۵۴ روایت نمبر ۶۰۶۱ بھی دیکھئے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۳۸ تا ۳۴۰) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۳۶ تا ۲۳۸)

بَاب ۱۷ : مَا يُكْرَهُ مِنَ الْإِطْنَابِ فِي الْمَدْحِ وَلْيَقُلْ مَا يَعْلَمُ

تعریف میں جو مبالغہ کرنا ناپسندیدہ ہے اور چاہیے کہ اتنا ہی کہے جتنا جانتا ہو

۲۶۶۳: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنِي بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُثْنِي عَلَى رَجُلٍ وَيُطْرِيْهِ فِي مَدْحِهِ فَقَالَ: أَهْلَكْتُمْ- أَوْ قَطَعْتُمْ- ظَهْرَ الرَّجُلِ.

طرفهُ: ۶۰۶۰.

۲۶۶۳: محمد بن صباح نے ہمیں بتایا۔ اسماعیل بن زکریا نے ہم سے بیان کیا کہ برید بن عبداللہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوبردہ سے، ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کسی شخص کی تعریف کرتے سنا اور وہ اس کی تعریف میں مبالغہ کر رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا: تم نے اس شخص کو ہلاک کر دیا یا فرمایا: تم نے اس شخص کی پیٹھ توڑ ڈالی۔

تشریح: مَا يُكْرَهُ مِنَ الْإِطْنَابِ فِي الْمَدْحِ: اِطْنَابٌ، طَنَبٌ کے معنی خیمے کی رسی جس سے وہ کیل کے ساتھ باندھا جاتا ہے۔ خیمہ نصب کرتے وقت اس کے تناؤ اور مضبوط ہونے میں رسّے مدد دیتے ہیں۔ اسی لفظ سے اَفْعَلَ کے وزن پر اَطْنَبَ يُطْنِبُ اِطْنَابًا کا باب اِفْعَال ہے۔ اِطْنَاب کے معنی ہیں کسی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا، کسی بات میں مبالغہ کرنا۔ (لسان العرب- طنب) شہادت میں نہ طوالت بیان جائز ہے نہ مبالغہ۔ لفظ اِطْنَابٌ مبالغہ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ عربی میں مبالغہ سے تعریف کرنے کو اِطْرَآءٌ (مدح سرائی) کہتے ہیں، جو ممنوع ہے۔ باب کا مقصود یہی ہے کہ شہادت میں ضبط الفاظ اور اختصار بیان ملحوظ رکھنا ضروری ہے، ورنہ شہادت قابل اعتماد نہ رہے گی۔

وَلْيَقُلْ مَا يَعْلَمُ: حدیث زیر باب میں وَلْيَقُلْ مَا يَعْلَمُ کے الفاظ نہیں ہیں۔ لیکن سابقہ باب کی حدیث میں اس کے ہم معنی ارشاد نبویؐ بیان کیا جا چکا ہے۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ یہی ارشاد عنوان باب میں الگ نمایاں کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۴۰)

بَاب ۱۸ : بُلُوْغُ الصِّبْيَانِ وَشَهَادَتُهُمْ

بچوں کی بلوغت اور ان کی شہادت

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوْا (النور: ۶۰)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو چاہیے کہ وہ اندر آنے کی اجازت لیں۔

وَقَالَ مُغِيْرَةُ: احْتَلَمْتُ وَأَنَا ابْنُ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً. وَبُلُوْغُ النِّسَاءِ إِلَى الْحَيْضِ لِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَالّٰٓئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ إِلَى قَوْلِهِ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق: ۵)

اور مغیرہ نے کہا: میں جب بارہ برس کا تھا، جوان ہوا۔ اور عورتوں کی بلوغت حیض آنے پر موقوف ہے۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ: أَدْرَكْتُ جَارَةً لَّنَا جَدَّةً بِنْتَ إِحْدَى وَعِشْرِيْنَ سَنَةً.

اور حسن بن صالح نے کہا: مجھے یاد ہے کہ ہماری ایک ہمسایہ تھی جو اکیس برس کی عمر میں نانی تھی۔

٢٦٦٤: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْنِي ثُمَّ عَرَضَنِي يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَأَجَازَنِي. قَالَ نَافِعٌ: فَقَدِمْتُ عَلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَهُوَ خَلِيْفَةٌ فَحَدَّثْتُهُ الْحَدِيْثَ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا لَحَدٌّ بَيْنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَكَتَبَ إِلَى عُمَّالِهِ أَنْ يَّفْرِضُوْا لِمَنْ بَلَغَ خَمْسَ عَشْرَةَ.

طرفہ: ٤٠٩٧۔

۲۶۶۴: عبیداللہ بن سعید نے ہمیں بتایا کہ ابواُسامہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ (بن عمر) نے مجھے بتایا، کہا: نافع نے مجھے بتایا، کہا: حضرت (عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے دن ان کا جائزہ لیا۔ وہ اس وقت چودہ برس کے تھے تو آپؐ نے مجھے جنگ میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی۔ پھر آپؐ نے غزوۂ خندق کے موقع میرا جائزہ لیا اور اس وقت مَیں پندرہ سال کا تھا تو آپؐ نے مجھے اجازت دی۔ نافع نے کہا: عمر بن عبدالعزیز کے پاس میں آیا اور وہ اس وقت خلیفہ تھے۔ میں نے ان سے یہی حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ چھوٹے اور بڑے کے درمیان یہی حد ہے اور اپنے عمال کو لکھا کہ جو پندرہ برس کے ہو چکے ہوں ان کے لئے بھی راشن مقرر کر دیں۔

٢٦٦٥: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

اطرافہُ: ۸۵۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۹۵۔

۲۶۶۵: علی بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ہم سے سفیان (بن عیینہ) نے بیان کیا کہ صفوان بن سلیم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ یہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: جمعہ کے دن نہانا ہر ایک بالغ پر واجب ہے۔

تشریح: بُلُوْغُ الصِّبْيَانِ وَشَهَادَتُهُمْ: جمہور کے نزدیک بچوں کی شہادت عدالتی کاروائی کے لئے قابل اعتماد نہیں۔ امام مالکؒ نے جرح میں ان کا بیان قابل اعتبار گردانا ہے۔ ان کے منتشر ہوجانے سے قبل قلمبند کرلیا جائے۔ ان کو ایک دوسرے سے بات کرنے کا موقع نہ ملے۔ جمہور نے بھی ان کی اطلاعات کو اس صورت میں وقعت دی ہے کہ قرائن سے ان کے بیان کی تائید ہوتی ہے۔ فقہاء نے بچوں کو بلوغت پر مکلّف شریعت قرار دیا ہے۔ ان کا استدلال آیت محولہ بالا سے ہے۔ پوری آیت یہ ہے: وَاِذَا بَـلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيَاتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ٥(النور: ۶۰) اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو اسی طرح وہ اندر آنے کی اجازت لیا کریں، جس طرح ان سے پہلوں (یعنی بڑے لوگوں) نے اجازت لی۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکام تمہارے لئے کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۴۱)

بلوغت کی حد کیا ہے؟ عنوان باب میں مغیرہ بن مُقسم ضبّی کوفیؒ کے حوالہ سے ظاہر ہے کہ کم از کم عمر بارہ سال ہے اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے ظاہر ہے کہ زیادہ سے زیادہ پندرہ سال۔ حسن بن صالح ہمدانی (فقیہ کوفہ) نے ایک خاتون کے اکیس سال کی عمر میں دادی یا نانی بن جانے کا ذکر کیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک خاتون دادی ہونے کی حالت میں دیکھی جو نویں سال میں حائضہ ہوئی اور دسویں سال میں بچی پیدا ہوئی جو اسی طرح بالغ ہوکر ماں بنی اور اس کی ماں اکیسویں سال کی تھی۔ یہ مثالیں شاذ ہیں۔ بلوغت کی حد گرم وسرد علاقوں میں مختلف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرد کے لئے ۱۸، ۱۹ سال اور عورت کے لئے ۱۷ سال حد بلوغت ہے اور جمہور کے نزدیک دونوں کی اوسط حد بلوغت پندرہ سال ہے جس میں وہ مکلّف شریعت ہوجاتے ہیں۔ اسی اختلاف کے پیش نظر قرآن مجید کی آیت وَالّٰٓئِـىْ يَئِسْـنَ مِنَ الْـمَحِيْضِ کا حوالہ دے کر حیض بلوغت کی علامت قرار دیا ہے؛ خواہ عورت نو سال میں حائضہ ہو یا سترہ اٹھارہ سال میں۔ پوری آیت یہ ہے: وَالّٰٓئِـىْ يَـئِسْـنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِىْ

لَمْ يَحِضْنَ ۚ (الطلاق:۵) یعنی وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر ان کی عدت کی نسبت تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور اسی طرح ان کی بھی جنہیں (بوجہ بیماری) حیض نہ آئے۔حوالہ جات کی تفصیل کے لئے فتح الباری جزء۵صفحہ۳۴۱،۳۴۲،۳۴۳ نیز عمدۃ القاری جزء۱۳صفحہ۲۳۹،۲۴۰ دیکھئے۔

زیر باب دو روایتیں ہیں۔ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی جس میں بلوغت کی حد پندرہ سال بتائی گئی ہے اور دوسری حضرت ابوسعید خدریؓ کی جس میں شرعی احکام پر عمل کرنے کے لئے حالت احتلام، بلوغت کی علامت قرار دی ہے۔ پہلی روایت میں بلوغت کی عمر جنگی قابلیت کے لحاظ سے کم از کم پندرہ سال مذکور ہے اور دوسری روایت میں احکام شریعت کی پابندی کا ذکر ہے۔عنوان باب میں مردوں اور عورتوں کی بلوغت کا مسئلہ پیش کر کے معین عمر بلوغت کو سالوں کی قید و حد بندی سے آزاد رکھا ہے کہ اس کا تعلق مختلف ملکوں کے مخصوص اقلیمی اور قومی حالات سے ہے۔

بَاب ١٩ : سُؤَالُ الْحَاكِمِ الْمُدَّعِيَ: هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ؟ قَبْلَ الْيَمِيْنِ

حاکم کا (مدعا علیہ کو) قسم دِلانے سے پہلے مدعی سے یہ پوچھنا کہ کیا تمہارے پاس کوئی شہادت ہے؟

٢٦٦٦-٢٦٦٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ قَالَ فَقَالَ الْأَشْعَثُ ابْنُ قَيْسٍ: فِيَّ وَاللهِ كَانَ ذَلِكَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ أَرْضٌ فَجَحَدَنِي فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قَالَ: قُلْتُ:

۲۶۶۶-۲۶۶۷: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا کہ ابومعاویہ نے ہمیں بتایا۔انہوں نے اعمش سے، اعمش نے شقیق سے، شقیق نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس لئے قسم کھائی کہ وہ کسی مسلمان آدمی کے مال سے کچھ لے لے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ اس سے ناخوش ہوگا۔(شقیق) کہتے تھے کہ حضرت اشعث بن قیسؓ (یہ سن کر) بولے: یہ تو بخدا میرے ہی متعلق تھا۔میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک مشترکہ زمین تھی۔اس نے میرے حصہ کا انکار کر دیا۔میں نے اُسے نبی ﷺ کے سامنے

لَا. قَالَ: فَقَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ: احْلِفْ. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِذَنْ يَحْلِفُ وَيَذْهَبُ بِمَالِي. قَالَ: فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (آل عمران:۷۸) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

پیش کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی شہادت ہے؟ کہتے تھے: میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا: تب آپؐ نے اس یہودی سے کہا: قسم کھاؤ۔ کہتے تھے: میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو قسم کھا کر میرا مال اُڑا لے جائے گا۔ (حضرت اشعث) کہتے تھے: اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وحی کی: وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی سی پونجی خریدتے ہیں......

اطراف الحديث ۲۶۶۶: ۲۳۵۶، ۲٤۱٦، ۲۵۱۵، ۲٦٦۹، ۲٦۷۳، ۲٦۷٦، ٤۵٤۹، ٦٦۵۹، ٦٦۷٦، ۷۱۸۳، ۷٤٤۵.

اطراف الحديث ۲۶۶۷: ۲۳۵۷، ۲٤۱۷، ۲۵۱٦، ۲٦۷۰، ۲٦۷۷، ٤۵۵۰، ٦٦٦۰، ٦٦۷۷، ۷۱۸٤.

تشریح: **سُؤَالُ الْحَاكِمِ الْمُدَّعِيَ هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ قَبْلَ الْيَمِيْنِ:** دارالقضاء سے متعلقہ احکام تحقیق میں سے پہلا حکم یہی ہے کہ قاضی مدعی یا مستغیث سے شہادت کا مطالبہ کرے اور شہادت کی عدم موجودگی میں مدعاعلیہ کو قسم دی جائے۔ ایسی صورت میں مدعی کو شبہ پیدا ہونا طبعی امر ہے کہ مبادا مدعاعلیہ جھوٹی قسم کھالے جیسا کہ حضرت اشعث بن قیسؓ کو یہودی مدعاعلیہ کی نسبت پیدا ہوا۔ محض اسی شبہ سے قاضی قواعد عدالت کو نظرانداز نہیں کرسکتا۔ قواعد شریعت کی پابندی بہرحال ضروری ہے کیونکہ جزا سزا کا سلسلہ صرف حدود شریعت تک ہی ختم نہیں ہوجاتا بلکہ اس کے بعد قضاء وقدر کا سلسلہ بھی چلتا ہے جس کی طرف بحوالہ آیت اشارہ کیا گیا ہے، پوری آیت یہ ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ O (آل عمران :۷۸) جولوگ اپنے عہدوں اور قسموں کے بدلے میں تھوڑی قیمت لیتے ہیں ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اور روز قیامت اللہ ان سے بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک ٹھہرائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب مقدر ہے۔

لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ: شدت ناراضگی میں انسان نہ ہم کلام ہوتا ہے اور نہ دیکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے الفاظ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ کی تشریح محولہ بالا آیت سے کی گئی ہے۔ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ سے یہ مراد بھی ہے کہ اس دنیا میں بھی انجام کار جھوٹ سے حاصل کیا ہوا مال نفع بخش نہیں ہوگا۔ ثَمَنًا قَلِيْلًا (تھوڑے مال) سے مراد ناپائدار اور انجام کار نقصان والا دنیاوی نفع ہے۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۷۵ میں ثَمَنًا قَلِيْلًا کی تشریح بالفاظ

اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ سے کی گئی ہے۔ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہیں ان کا کھانا گویا آگ نگلنا ہے۔ وہ نہ دنیا میں راحت کا موجب ہوگا نہ آخرت میں۔ یہ وہ تقدیر الٰہی ہے جو شریعت کی حدود توڑنے پر نازل ہوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ کشتی نوح میں جماعت کو پابندیٔ شریعت سے متعلق نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگر شریعت کا قانون تمہارے لئے قابل برداشت نہیں تو بذریعہ دعا قضا وقدر کے قانون سے فائدہ اُٹھاؤ۔ کیونکہ قضا و قدر کا قانون شریعت کے قانون پر بھی غالب آجاتا ہے۔ تقویٰ اختیار کرو۔'' (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۸۱)

اگر جھوٹی قسم سے مدعا علیہ حرام کھاتا ہے تو تقدیر اپنا کام کرے گی۔

قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ...... فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سے مراد جیسا کہ بار بار بتایا جا چکا ہے تطبیق آیت ہے؛ نہ کہ مشار الیہ موقع پر نزول آیت۔

بَاب ٢٠: الْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ فِي الْأَمْوَالِ وَالْحُدُوْدِ

مالی مقدمات اور اُن جرموں میں جن پر بدنی سزائیں عائد ہوتی ہیں قسم مدعا علیہ کے ذمہ ہے

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِيْنُهُ. وَقَالَ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ كَلَّمَنِي أَبُو الزِّنَادِ فِي شَهَادَةِ الشَّاهِدِ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِي فَقُلْتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى (البقرة: ٢٨٣) قُلْتُ: إِذَا كَانَ يُكْتَفَى بِشَهَادَةِ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دو گواہ چاہئیں یا اس سے قسم لی جائے گی۔ اور قتیبہ نے کہا: سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شُبرمہ سے روایت کی کہ ابوالزناد نے (جو مدینہ کے قاضی تھے) ایک گواہ کی گواہی اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے کے بارے میں مجھ سے بات کی۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تم اپنے مردوں میں سے دو گواہ ٹھہرالو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں، ایسے لوگوں میں سے جنہیں تم بطور گواہ پسند کرتے ہو۔ دو عورتیں اس لئے کہ اگر اُن میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دِلا دے۔ میں

شَاهِدٍ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِي فَمَا تَحْتَاجُ أَنْ تُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى مَا كَانَ يَصْنَعُ بِذِكْرِ هَذِهِ الْأُخْرَى؟

نے کہا: اگر ایک گواہ کی گواہی اور مدعی کی قسم کافی سمجھی جاتی تو کیا ضرورت تھی کہ ایک دوسری کو یاد دِلا دے۔ ایک کا دوسری کو یاد دِلانے سے بنتا ہی کیا ہے؟

۲٦٦٨: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ: كَتَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِلَيَّ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالْيَمِيْنِ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ.
اطرافہُ: ۲۵۱٤، ٤۵۵۲.

۲٦٦٨: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ نافع بن عمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی ۔ انہوں نے کہا: (حضرت عبداللہ) بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعیٰ علیہ کو قسم دِلانے کا حکم دیا ہے۔

۲٦٦۹-۲٦۷۰: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ إِلَى عَذَابٌ اَلِيْمٌ (ال عمران:۷۸) ثُمَّ إِنَّ الْأَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ إِلَيْنَا فَقَالَ: مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ؟ فَحَدَّثْنَاهُ بِمَا قَالَ فَقَالَ: صَدَقَ لَفِيَّ أُنْزِلَتْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُوْمَةٌ فِي شَيْءٍ فَاخْتَصَمْنَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

۲٦٦۹-۲٦۷۰: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابووائل سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہؓ (بن مسعود) کہتے تھے: جس نے اس غرض سے قسم کھائی کہ مال اس کا ہوجائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں یہ آیت نازل کی ہے: {یقیناً وہ لوگ جو اللہ کے عہدوں اور قسموں کو معمولی قیمت میں بیچ دیتے ہیں......اور ان کے لیے دردناک عذاب (مقدر) ہے۔} پھر اس کے بعد حضرت اشعث بن قیسؓ (اپنے گھر سے) باہر ہمارے پاس آئے اور انہوں نے پوچھا: ابوعبدالرحمٰن (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) تمہیں کیا بتا رہے تھے؟ ہم نے انہیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِيْنُهُ فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّهُ إِذًا يَحْلِفُ وَلَا يُبَالِي. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ. ثُمَّ اقْتَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ.

جوانہوں نے کہا تھا، بتایا۔ انہوں نے کہا: سچ کہا ہے۔ میرے ہی متعلق یہ آیت نازل کی گئی تھی۔ میرے اور ایک شخص کے درمیان کسی چیز کی بابت جھگڑا تھا تو ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس فیصلہ کے لئے گئے۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا: تمہارے دو گواہ چاہئیں ورنہ اس سے قسم لی جائے گی۔ میں نے آپؐ سے کہا: تب تو یہ قسم کھالے گا اور کچھ پرواہ نہیں کرے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اس لئے قسم کھائی کہ وہ اس کے ذریعے کسی مال کو اپنا بنالے اور اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے کلام سے اس کی تصدیق ہوتی ہے اور انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

اطراف الحدیث ۲۶۶۹: ۲۳۵٦، ۲٤۱٦، ۲٥۱٥، ۲٦٦٦، ۲٦۷۳، ۲٦۷٦، ٤٥٤۹، ٦٦٥۹، ٦٦۷٦، ۷۱۸۳، ۷٤٤٥۔

اطراف الحدیث ۲۶۷۰: ۲۳٥۷، ۲٤۱۷، ۲٥۱٦، ۲٦٦۷، ۲٦۷۷، ٤٥٥۰، ٦٦٦۰، ٦٦۷۷، ۷۱۸٤۔

تشریح: **اَلْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ فِي الْاَمْوَالِ وَالْحُدُوْدِ:** قانون دانوں نے خلاف ورزی احکام کی دو قسمیں تجویز کی ہیں۔ ایک قسم کا تعلق مالی حقوق کے نقصان سے ہے اور دوسری کا جسم و جان کے نقصان سے، اور اس اعتبار سے عدالتی کارروائی سے ضابطہ قواعد کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک کا نام قانون بدنی اور دوسرے کا نام قانون تعزیری۔ اسلامی فقہاء نے ان دونوں ضابطوں کے لئے حقوق اور حدود کی اصطلاحیں استعمال کی ہیں اور ان سے متعلقہ احکام کی خلاف ورزی پر جو دعوے اور قضیئے پیدا ہوں، ان میں قانون شہادت ایک ہی ہے۔ کم از کم دو گواہ لاؤ ورنہ مدعا علیہ کو قسم دی جائے گی۔ یہ مضمون ہے عنوان باب کا۔ الفاظ **شَاهِدَاكَ اَوْ يَمِيْنُهُ** کے لئے دیکھئے روایت نمبر ۲۶۷۰۔ جہاں حضرت اشعث بن قیسؓ کی روایت سے یہ الفاظ منقول ہیں۔ الزام زنا کے ثبوت میں شہادت کا قانون الگ ہے جو آگے بیان ہوگا۔

بَاب ٢١ : إِذَا ادَّعَى أَوْ قَذَفَ فَلَهُ أَنْ يَّلْتَمِسَ الْبَيِّنَةَ وَيَنْطَلِقَ لِطَلَبِ الْبَيِّنَةِ

جب کوئی دعویٰ کرے یا زنا کی تہمت لگائے تو اسے چاہیے کہ گواہی کی جستجو کرے
اور گواہی کی تلاش کے لئے چلا جائے

٢٦٧١ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْكِ ابْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْبَيِّنَةَ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذَا رَأَى أَحَدُنَا عَلَى امْرَأَتِهِ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ؟ فَجَعَلَ يَقُوْلُ: الْبَيِّنَةَ وَإِلَّا حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ. فَذَكَرَ حَدِيْثَ اللِّعَانِ.

۲۶۷۱: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ (محمد) بن ابی عدی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام (بن حسان) سے، انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ہلال بن امیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی بیوی پر تہمت لگائی کہ اس نے شریک بن سحماء سے زنا کیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہادت لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے لگائے جائیں گے تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی اپنی بیوی پر کسی شخص کو دیکھے تو وہ شہادت ڈھونڈنے کے لئے چل پڑے؟ تو آپؐ یہی فرماتے رہے: شہادت لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے لگائے جائیں گے۔ پھر (حضرت ابن عباسؓ نے) لعان کی حدیث بیان کی۔

اطرافهُ: ٤٧٤٧، ٥٣٠٧.

تشریح: اِذَا ادَّعَى اَوْ قَذَفَ فَلَهُ اَنْ يَّلْتَمِسَ الْبَيِّنَةَ وَيَنْطَلِقَ لَطَلَبِ الْبَيِّنَةِ: مالی دعویٰ ہو یا تعزیری دونوں میں افراد کو حق نہیں دیا گیا کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لیں بلکہ ان کا فرض ہے کہ دارالقضاء کی طرف رجوع کریں اور اس سے متعلق واضح شہادت بہم پہنچائیں۔ ان میں سے کسی فرد کا دعویٰ کہ اس نے اپنے گھر میں بچشم خود ارتکاب جرم دیکھا ہے، قطعاً قابل قبول نہیں بلکہ تہمت زنا کی صورت میں تو مستغیث قابل سزا ہو گا؛ اگر مطلوبہ شہادت پیش نہ کر سکے یا خود انتقام لے لے۔ مسئلہ معنونہ سے متعلق فقہاء کے درمیان دو اختلاف ہیں جس کی وجہ سے یہ باب قائم کیا گیا ہے۔ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مالی اور تعزیری معاملات پر مذکورہ بالا قانون

شہادت اطلاق پائے گا لیکن فقہاء کوفہ کی رائے میں حدود میں قسم کے ذریعے فیصلہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح امام مالکؒ نے نکاح وطلاق اور عتاق میں اگر شہادت نہ ہوتو مدعی کی قسم پر فیصلہ جائز قرار نہیں دیا بلکہ اُن میں شہادت ضروری قرار دی ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ دو گواہوں کی عدم موجودگی میں مدعی سے قسم لینا جائز ہے۔ تہمت زنا پر چار گواہ مہیا نہ ہونے کی صورت میں مرد وعورت دونوں سے حلف لیا جائے گا۔ اس قسم کو اصطلاح شریعت میں لِعَان کہتے ہیں اور اس کے بعد حدِ قذف جو مرد پر عدم شہادت کی صورت میں جاری ہونی تھی روک دی جائے گی۔ حوالہ جات کے لیے دیکھئے فتح الباری شرح باب ۲۰ و باب ۲۱ جزء ۵ صفحہ ۳۴۵ تا ۳۴۹

بَاب ۲۲ : اَلْيَمِيْنُ بَعْدَ الْعَصْرِ

عصر کے بعد قسم کھانا

۲۶۷۲ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ: رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِطَرِيْقٍ يَمْنَعُ مِنْهُ ابْنَ السَّبِيْلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِلدُّنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مَا يُرِيْدُ وَفَى لَهُ وَإِلَّا لَمْ يَفِ لَهُ. وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ بِاللهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا كَذَا وَكَذَا فَأَخَذَهَا.

۲۶۷۲: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر بن عبدالحمید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی ہیں جن سے اللہ بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا: ایک وہ شخص جس کے پاس ضرورت سے زیادہ پانی ہو اور وہ اس سے مسافروں کو محروم کرتا ہے اور وہ شخص جس نے کسی شخص کی بیعت کی اور صرف دنیا ہی کی خاطر بیعت کی۔ اگر اس نے اس کو جو وہ چاہتا ہے دے دیا تو اس کا وفادار رہا ورنہ اس نے وفاداری نہ کی اور وہ شخص جس نے عصر کے بعد کسی شخص سے کسی سامان کا بھاؤ کیا اور اللہ کی قسم کھائی کہ اس چیز کا اتنا معاوضہ ملتا تھا اور لینے والا اس چیز کو لے لے۔

اطرافہُ: ۲۳۵۸، ۲۳۶۹، ۷۲۱۲، ۷۴۴۶۔

تشریح: اَلْيَمِيْنُ بَعْدَ الْعَصْرِ: عصر کا وقت جو مقرر کیا گیا ہے اس کا زیادہ تر تعلق نفسیات سے ہے۔ زوال کا وقت جھوٹ اور اس کے بدعواقب سے معنوی مناسبت رکھتا ہے۔ پاکستان کے قیام سے پہلے کی بات ہے کہ قادیان میں ایک چوری کے الزام میں لالہ رام چند صاحب تھانیدار نے ملزمین کو مہلت دی اور مجھ سے بحیثیت ناظر اُمورِ عامہ امداد طلب کی۔ میں نے مولوی نذیر احمد صاحب کارکن نظارت اُمورِ عامہ سے کہا کہ رات کے بارہ بجے میرے مکان پر مشتبہین کو لے آئیں اور ایک بڑی طاقت کا بلب بھی بہم پہنچایا جائے۔ رات تاریک تھی۔ دراصل ملزم جو شد و مد سے الزام کا انکار کرتے تھے، رات کی تاریکی اور یکدم روشنی سے ایسے متاثر ہوئے کہ اپنے جرم کا اقرار کرلیا اور مسروقہ زیورات بھی پیش کر دیئے، جس پر تھانیدار نے چالان مکمل کیا۔ غرض حلف کے لئے نمازِ عصر کے بعد کی تخصیص اسی حکمت پر مبنی ہے کہ وقت اور مقام کا تعلق نفسیات سے ہے۔

بَاب۲۳ : يَحْلِفُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ حَيْثُمَا وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْيَمِيْنُ وَلَا يُصْرَفُ مِنْ مَّوْضِعٍ إِلَى غَيْرِهِ

مدعا علیہ جہاں بھی اس پر قسم کھانا ضروری ہو، قسم کھائے اور وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ لے جایا جائے

قَضَى مَرْوَانُ بِالْيَمِيْنِ عَلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: أَحْلِفُ لَهُ مَكَانِي فَجَعَلَ زَيْدٌ يَحْلِفُ وَأَبَى أَنْ يَّحْلِفَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَجَعَلَ مَرْوَانُ يَعْجَبُ مِنْهُ.

مروان نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو منبر پر جا کر قسم کھانے کا حکم دیا اور حضرت زیدؓ نے منبر پر جا کر قسم کھانے سے انکار کیا اور کہا کہ میں اپنی جگہ پر ہی قسم کھاؤں گا۔ اور مروان کو اس بات سے تعجب ہوا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِيْنُهُ وَلَمْ يَخُصَّ مَكَانًا دُوْنَ مَكَانٍ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت اشعث سے) فرمایا: تمہارے دو گواہ چاہئیں ورنہ اس سے قسم لی جائے گی۔ آپؐ نے قسم کے لئے ایک جگہ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کی تخصیص نہیں فرمائی۔

۲۶۷۳ : حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۶۷۳: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد (بن زیاد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابووائل سے، ابووائل نے (حضرت عبداللہ) بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، انہوں

قَالَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالًا لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ.

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جس نے اس غرض سے قسم کھائی کہ اس کے ذریعے کسی کا مال مارے تو وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔

اطرافهُ: ٢٣٥٦، ٢٤١٦، ٢٥١٥، ٢٦٦٦، ٢٦٦٩، ٢٦٧٦، ٤٥٤٩، ٦٦٥٩، ٦٦٧٦، ٧١٨٣، ٧٤٤٥.

تشریح: يَحْلِفُ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ حَيْثُمَا وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْيَمِيْنُ وَلَا يُصْرَفُ مِنْ مَوْضِعٍ: احناف اور حنابلہ کے نزدیک موقع محل سے متعلق شہادت میں حلف لینے کی ضرورت ہوتو وہ جائے وقوعہ پر لینی چاہیے۔ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ مدینہ منورہ میں منبر نبویؐ کے پاس اور مکہ مکرمہ میں رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان قسم لی جائے کہ اُن مقامات کے تقدس کا خیال ممکن ہے کہ خوف الٰہی کا احساس پیدا کرنے کا باعث ہو۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس، مساجد بھی ایسی جگہیں ہیں جہاں قسم کھانے والے سے اُمید کی جاتی ہے کہ خوف الٰہی سے کام لے گا۔ اس قسم کی احتیاطی تدبیر اختیار کرنے میں تو کوئی مانع نہیں۔ مگر یہ سوال کہ آیا مخصوص جگہ میں قسم اُٹھوانا واجب ہے یا غیر واجب؟ عنوان باب سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ، احناف اور حنابلہ کی رائے سے متفق ہیں کہ یہ طریق بطور وجوب ہے۔
(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۵۰)

حضرت زیدؓ بن ثابت کا واقعہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں نقل کیا ہے کہ اُن کا عبداللہ بن مطیعؓ سے کسی اَمر میں جھگڑا ہوا اور فیصلہ کے لئے مروان بن حکم امیر مدینہ کی طرف رجوع کیا گیا۔ انہوں نے چاہا کہ حضرت زیدؓ بن ثابت منبر نبویؐ پر جا کر قسم کھائیں۔ تو انہوں نے کہا کہ میں اپنی جگہ پر ہی قسم کھاؤں گا۔ مروان نے کہا: لَا وَاللّٰهِ اِلَّا عِنْدَ مَقَاطِعِ الْحُقُوْقِ.☆ بارے خدایا! وہیں قسم ہوگی جہاں حقوق کا قطعی فیصلہ ہوسکتا ہے۔ مگر حضرت زیدؓ بن ثابت نے جہاں تھے، وہیں انہوں نے حلفیہ بیان دیا کہ وہ اپنے حق کے مطالبہ میں راستی پر ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کے قول کو مروان بن حکم کے اجتہاد پر ترجیح دی ہے اور اس کی تائید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مندرجہ زیر باب ۲۰ روایت نمبر ۲۶۶۹--۲۶۷۰ کا حوالہ دیا ہے جس میں جگہ کی تخصیص نہیں۔ جھوٹی قسم جہاں بھی کوئی کھائے گا عذاب الٰہی کا سزاوار ہوگا۔

صحاح ستہ میں بعض روایات وارد ہوئی ہیں، جن میں قسم کے لئے جگہ کی تخصیص کا ذکر ہے۔ مگر یہ تخصیص وجوب کے معنوں میں نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری جزء۵ صفحہ۳۵۱، عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ۲۵۲، ۲۵۳، بداية المجتهد، كتاب الأقضية، الباب الثالث، الفصل الثاني، جزء ثانی صفحہ ۳۴۹، ۳۵۰۔ مشار الیہا روایات میں سے ایک روایت حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَلَفَ بِيَمِيْنٍ آثِمَةٍ عِنْدَ

☆ (موطأ امام مالک، كتاب الأقضية، باب جامع ما جاء في اليمين على المنبر)

مِـنْبَـرِیْ هَـذَا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.[1] اسی مفہوم میں ایک مرفوع روایت حضرت ابوامامہ بن ثعلبہ کی بھی ہے۔[2] انہی روایتوں سے بعض فقہاء نے وجوب کے بارے میں استدلال کیا ہے۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۳۵۱)

بَاب ٢٤ : إِذَا تَسَارَعَ قَوْمٌ فِي الْيَمِيْنِ

قسم کھانے میں جب کچھ لوگ ایک دوسرے سے پہل کرنا چاہیں (تو پہلے کس سے قسم لی جائے؟)

٢٦٧٤ : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَى قَوْمٍ الْيَمِيْنَ فَأَسْرَعُوْا فَأَمَرَ أَنْ يُّسْهَمَ بَيْنَهُمْ فِي الْيَمِيْنِ أَيُّهُمْ يَحْلِفُ.

۲۶۷۴: اسحاق بن نصر نے مجھے بتایا۔ عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہمام سے، ہمام نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آدمیوں کو قسم کھانے کے لئے فرمایا تو وہ جلدی کرنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا: ان کے درمیان قسم کھانے کے لئے قرعہ ڈالا جائے کہ کون ان میں سے قسم کھائے۔

تشریح: اِذَا تَسَارَعَ قَوْمٌ فِی الْیَمِیْنِ: یہ باب جھگڑے کی ایک خاص صورت سے متعلق ہے۔ ایک جائداد ہے جس کی نسبت دو شخص مدعی ہوں اور ان میں سے کسی فریق کے پاس شہادت نہ ہو اور حلف دونوں پر عائد ہوتا ہو اور ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہو کہ وہ پہلے قسم کھا کر جائداد متنازعہ فیہ کا قبضہ حاصل کرلے۔ ایسی صورت میں بذریعہ قرعہ اندازی فیصلہ ہوگا۔(فتح الباری جزء۵صفحہ۳۵۲)

بَاب ٢٥

قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (آل عمران:۷۸)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی پونجی لیتے ہیں۔{یہی ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور اللہ نہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان پر نظر ڈالے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب (مقدر) ہے۔}

[1] (سنن ابن ماجه، كتاب الأحكام، باب اليمين عند مقاطع الحقوق)
[2] (سنن الكبرىٰ للنسائي، كتاب القضاء، باب اليمين على المنبر، جزء۳صفحہ۴۹۲)

٢٦٧٥: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ أَبُو إِسْمَاعِيْلَ السَّكْسَكِيُّ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: أَقَامَ رَجُلٌ سِلْعَتَهُ فَحَلَفَ بِاللهِ لَقَدْ أُعْطِي بِهَا مَا لَمْ يُعْطِهَا. فَنَزَلَتْ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا. (آل عمران:۷۸) وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى: النَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِنٌ.

اطرافهُ: ٢٠٨٨، ٤٥٥١.

۲۶۷۵: اسحاق نے مجھ سے بیان کیا کہ یزید بن ہارون نے ہمیں خبر دی کہ عوام (بن حوشب) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) ابراہیم ابواسماعیل سکسکی نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ایک شخص نے اپنا سامان بیچنے کے لئے رکھا اور اللہ کی قسم کھائی کہ اسے اس مال کے لئے اتنی قیمت دی جاتی رہی ہے، (مگر حقیقت میں اتنی قیمت پیش نہیں کی گئی تھی) اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی پونجی لیتے ہیں۔ ابن ابی اوفیٰ نے کہا: نَاجِش سُود خور اور خیانت کرنے والا ہوتا ہے۔

٢٦٧٦-٢٦٧٧: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ كَاذِبًا لِيَقْتَطِعَ مَالَ الرَّجُلِ- أَوْ قَالَ أَخِيْهِ - لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. وَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيْقَ ذَلِكَ فِي الْقُرْآنِ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا إِلَى قَوْلِهِ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (آل عمران:۷۸)

۲۶۷۶-۲۶۷۷: بشر بن خالد نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے سلیمان سے، سلیمان نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جو جھوٹا ہو کر اس غرض سے قسم کھائے کہ کسی شخص کا یا فرمایا کہ اپنے بھائی کا مال مارے تو وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ اس سے ناراض ہوگا اور اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اس بارہ میں یہ آیت نازل کی ہے: وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی پونجی لیتے ہیں...... ان کے لیے دردناک عذاب (مقدر) ہے۔ پھر مجھ سے

فَلَقِيَنِي الْأَشْعَثُ فَقَالَ: مَا حَدَّثَكُمْ عَبْدُ اللهِ الْيَوْمَ؟ قُلْتُ: كَذَا وَكَذَا. قَالَ: فِيَّ أُنْزِلَتْ.

حضرت اشعثؓ ملے۔انہوں نے پوچھا: آج عبداللہؓ نے تمہیں کیا بتایا تھا۔ میں نے کہا: یہ یہ باتیں۔ تو انہوں نے کہا: میرے ہی متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

اطراف الحدیث۲۶۷۶: ۲۳۵۶، ۲۴۱۶، ۲۵۱۵، ۲۶۶۶، ۲۶۶۹، ۲۶۷۳، ۴۵۴۹، ۶۶۵۹، ۶۶۷۶، ۷۱۸۳، ۷۴۴۵۔

اطراف الحدیث ۲۶۷۷: ۲۳۵۷، ۲۴۱۷، ۲۵۱۶، ۲۶۶۷، ۲۶۷۰، ۴۵۵۰، ۶۶۶۰، ۶۶۷۷، ۷۱۸۴۔

تشریح: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ كَاذِبًا .....: جھوٹی شہادت اور جھوٹی قسم کے تعلق میں یہ باب بھی ہے۔ ابواب ۱۹، ۲۰ کی روایات میں حضرت اشعث بن قیسؓ کا بیان ہے کہ محولہ بالا آیت انہی کے حق میں نازل ہوئی تھی اور یہاں روایت نمبر ۲۶۷۶-۲۶۷۷ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ اس کے نزول کا تعلق کسی اور موقع سے ہے۔ ان میں تعارض نہیں، کیونکہ نزول سے مراد تطبیق دینا ہے۔ اس تعلق میں کتاب المساقاة تشریح باب ۴ و باب ۸ بھی دیکھئے۔

بَاب ٢٦ : كَيْفَ يُسْتَحْلَفُ

قسم کیونکر لی جائے؟

قَالَ تَعَالَى يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ (التوبة:٦٢) وَقَوْلُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا(النساء:٦٣) يُقَالُ: بِاللهِ وَتَاللهِ وَوَاللهِ.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ (تمہارے لئے) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں اور اللہ عزوجل کا یہ فرمانا: پھر وہ تمہارے پاس آنے لگے اللہ کی قسمیں کھانے کو کہ ہم تو صرف یہی چاہتے ہیں کہ بھلائی اور آپس میں ملاپ ہو۔ قسم میں یوں کہا جائے: باللہ، تاللہ، واللہ۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَرَجُلٌ حَلَفَ بِاللهِ كَاذِبًا بَعْدَ الْعَصْرِ. وَلَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک وہ شخص جو عصر کے بعد، جھوٹا ہوتے ہوئے اللہ کی قسم کھائے۔ اور اللہ کے بغیر کسی اور کی قسم نہ کھائی جائے۔

٢٦٧٨: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَمِّهِ أَبِي

۲۶۷۸: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اپنے

سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُهُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: لَا إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ. فَقَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: لَا إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ. قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ. قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: لَا إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ. فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللهِ لَا أَزِيْدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ.

اطرافہ: ٤٦، ١٨٩١، ٦٩٥٦۔

چچا ابوسہیل بن مالک سے، اُن کے چچا نے اپنے باپ (مالک بن ابی عامر) سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ایک شخص (ضمام بن ثعلبہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ آپؐ سے اسلام کی بابت پوچھ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں رات دن میں پڑھنا۔ تو اس نے کہا: کیا میرے ذمہ ان کے علاوہ اور کوئی نماز بھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، سوائے اس کے کہ اپنی مرضی سے کچھ پڑھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے مہینے کے روزے بھی رکھنا فرض ہے۔ تو اس نے کہا: کیا میرے لئے اس کے علاوہ کوئی اور روزے بھی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، سوائے اس کے کہ تو اپنی مرضی سے روزہ رکھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے زکوٰۃ کا ذکر کیا۔ اس نے کہا: کیا میرے ذمہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ سوائے اس کے کہ تو اپنی مرضی سے کچھ دے۔ (حضرت طلحہؓ نے) کہا: یہ سن کر وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا گیا اور یہ کہتا جا رہا تھا: اللہ کی قسم! میں نہ اس سے زیادہ کروں گا اور نہ کم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ سچا ہے تو بامراد ہو گیا۔

٢٦٧٩: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ قَالَ: ذَكَرَ

۲۶۷۹: موسیٰ بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ جویریہ (بن اسماء) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: نافع

نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ أَوْ لِيَصْمُتْ.

نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے قسم کھانی ہو تو چاہیے کہ وہ اللہ کی قسم کھائے یا چُپ رہے۔

اطرافهُ: ٣٨٣٦، ٦١٠٨، ٦٦٤٦، ٦٦٤٨۔

تشریح: **كَيْفَ يُسْتَحْلَفُ:** الفاظ قسم کیا ہوں۔اس کا جواب عنوان باب میں آیت کے حوالہ سے دیا گیا ہے۔وَلَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ کہ سوائے اللہ کی ذات کے اور کسی کی قسم نہ کھائی جائے۔جیسا کہ عام عادت ہے کہ اپنی یا مخاطب وغیرہ کی جان یا عزت کی قسم کھائی جاتی ہے؛ یہ جائز نہیں۔قرآن مجید کی محولہ بالا آیت یہ ہے: فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا. (النساء:٦٣) پھر یہ کیوں ہوتا ہے کہ جب ان کے افعال کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ (گھبرا کر) تیرے پاس آتے ہیں، قسمیں کھانے لگتے ہیں۔ کہتے ہیں: اللہ کی قسم ہم نے تو نیک سلوک اور مصالحت ہی کا ارادہ کیا تھا۔عربی زبان میں قسم کے لئے حروف ب، ت، و استعمال ہوتے ہیں۔کہتے ہیں: بِاللّٰهِ، تَاللّٰهِ، وَاللّٰهِ۔باب کی پہلی روایت میں وَاللّٰهِ کہہ کر بدوی نے عہد کیا ہے۔اس روایت کے لئے کتاب الایمان باب۳۴ روایت نمبر۴۶ بھی دیکھئے۔

مندرجہ بالا دونوں روایتوں کا حاصل یہی ہے کہ غیر اللہ کی قسم نہ کھائی جائے اور الفاظ زیادہ نہ ہوں۔صداقت میں طول کلام سے فرق نہیں پڑتا اور نہ لازم ہے کہ زیادہ الفاظ استعمال کر کے قسم کھانے والا جھوٹ نہ بولے۔

بَاب ۲۷ : مَنْ أَقَامَ الْبَيِّنَةَ بَعْدَ الْيَمِيْنِ

جو شخص قسم کھائے جانے کے بعد شہادت پیش کرے

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَلْحَنُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی کسی سے اپنی دلیل بیان کرنے میں زیادہ فصیح ہو۔

وَقَالَ طَاوُسٌ وَإِبْرَاهِيْمُ وَشُرَيْحٌ: الْبَيِّنَةُ الْعَادِلَةُ أَحَقُّ مِنَ الْيَمِيْنِ الْفَاجِرَةِ.

اور طاؤس، ابراہیم اور شریح نے کہا: معتبر شہادت جھوٹی قسم کی نسبت زیادہ قابل قبول ہے۔

٢٦٨٠ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ

۲۶۸۰: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ہشام بن عروہ سے،

عَنْ زَيْنَبَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَلْحَنُ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيْهِ شَيْئًا بِقَوْلِهِ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ فَلَا يَأْخُذْهَا.

ہشام نے اپنے باپ سے، انہوں نے زینب سے، زینب نے حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دیکھو! تم میرے پاس جھگڑے کا فیصلہ کرانے آتے ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی دلیل بیان کرنے میں زیادہ فصیح ہو۔ سو جس شخص کے لئے میں اس کی بات سے متاثر ہوکر اس کے بھائی کے حق سے کچھ دِلانے کا فیصلہ کردوں تو وہ نہ لے، کیونکہ میں تو صرف اس کیلئے اس حالت میں ایک آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں گا۔

اطرافہُ: ۲٤٥٨، ٦٩٦٧، ٧١٦٩، ٧١٨١، ٧١٨٥۔

تشریح: مَنْ اَقَامَ الْبَيِّنَةَ بَعْدَ الْيَمِيْنِ: ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدعا علیہ کی قسم کے بعد مدعی کی شہادت قابل قبول نہیں کیونکہ قسم کھا کر مدعا علیہ آزاد ہو چکا ہے۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور کہتے ہیں کہ فیصلہ کا دارومدار شہادت پر ہے۔ مدعی کو فیصلہ کے بعد اگر واضح شہادت مل جائے تو وہ پیش کی جاسکتی ہے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ۳۵۴) حدیث زیر باب اس بارہ میں واضح ہے کہ فصاحت و بلاغت سے مدعی اپنے حق میں فیصلہ کراسکتا ہے۔ مگر اس سے حرام حلال اور ناجائز جائز نہیں ہوسکتا۔ ایسا فیصلہ تو آگ کا کام دے گا۔ اس تعلق میں کتاب الأحکام باب۲۹ روایت نمبر۷۱۸۱ بھی دیکھئے۔

بَاب۲۸: مَنْ أَمَرَ بِإِنْجَازِ الْوَعْدِ

جس نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا

وَفَعَلَهُ الْحَسَنُ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ. (مریم:۵۵) وَقَضَى ابْنُ الْأَشْوَعِ بِالْوَعْدِ وَذَكَرَ ذٰلِكَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ.

اور حسن (بصری) نے بھی یہی فیصلہ کیا۔ (اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا) اور یاد کر کتاب میں اسماعیل کا ذکر کہ وہ وعدہ کے سچے تھے۔ اور ابن اشوع نے وعدہ پورا کرنے کا فیصلہ کیا اور حضرت سمرہ بن جندبؓ کی بابت روایت کرتے ہوئے ایسا ہی بیان کیا۔

وَقَالَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ صِهْرًا لَهُ فَقَالَ: وَعَدَنِي فَوَفَى لِي.

اور حضرت مِسوَر بن مخرمہؓ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ نے اپنے ایک داماد (ابوالعاصؓ) کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس نے مجھ سے وعدہ کیا اور پورا کیا۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: رَأَيْتُ إِسْحَاقَ بْنَ إِبْرَاهِيْمَ يَحْتَجُّ بِحَدِيْثِ ابْنِ أَشْوَعَ.

ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) نے کہا: میں نے اسحاق بن ابراہیم (بن راہویہ) کو دیکھا کہ وہ ابن اشوع کی حدیث سے استدلال کرتے تھے۔

٢٦٨١: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ: سَأَلْتُكَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُ بِالصَّلَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ قَالَ: وَهَذِهِ صِفَةُ نَبِيٍّ.

۲۶۸۱: ابراہیم بن حمزہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے صالح (بن کیسان) سے، صالح نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی، کہا: مجھے ابوسفیان نے بتایا کہ ہرقل نے اس سے کہا: میں نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ تمہیں کیا حکم دیتا ہے اور تم نے کہا ہے کہ وہ تمہیں نماز پڑھنے اور سچ بولنے اور بدکاری سے بچنے اور عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ (ہرقل نے) کہا: اور یہی نبی کی صفت ہوتی ہے۔

اطرافهُ: ٧، ٥١، ٢٨٠٤، ٢٩٤١، ٢٩٧٨، ٣١٧٤، ٤٥٥٣، ٥٩٨٠، ٦٢٦٠، ٧١٩٦، ٧٥٤١۔

٢٦٨٢: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

۲۶۸۲: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوسہیل نافع بن مالک بن ابی عامر سے، نافع نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی نشانی

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ.

تین باتیں ہیں: جب وہ کوئی بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ اور جب وہ وعدہ کرتا ہے تو پورا نہیں کرتا۔

اطرافهُ: ٣٣، ٢٧٤٩، ٦٠٩٥.

٢٦٨٣: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ: لَمَّا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ أَبَا بَكْرٍ مَالٌ مِنْ قِبَلِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ أَوْ كَانَتْ لَهُ قِبَلَهُ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنَا. قَالَ جَابِرٌ: فَقُلْتُ: وَعَدَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعْطِيَنِي هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا. فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. قَالَ جَابِرٌ: فَعَدَّ فِي يَدِي خَمْسَ مِائَةٍ ثُمَّ خَمْسَ مِائَةٍ ثُمَّ خَمْسَ مِائَةٍ.

۲۶۸۳: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن جریج سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عمرو بن دینار نے مجھے بتایا کہ محمد بن علی (باقر) سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ (انصاری) رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے تو حضرت ابوبکرؓ کے پاس حضرت علاء بن حضرمیؓ (بحرین کے حاکم) کی طرف سے مال آیا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا: جس کسی کا نبی ﷺ کے ذمہ قرض ہو یا آپؐ نے اس سے کچھ وعدہ کیا ہو تو ہمارے پاس آئے۔ حضرت جابرؓ کہتے تھے: میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپؐ مجھے اتنا اتنا اتنا مال دیں گے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر تین بار اس طرح فرمایا۔ حضرت جابرؓ کہتے تھے: چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے میرے ہاتھ میں پانچ سَو پھر پانچ سَو پھر پانچ سَو گن کر دیئے۔

اطرافهُ: ٢٢٩٦، ٢٥٩٨، ٣١٣٧، ٣١٦٤، ٤٣٨٣.

٢٦٨٤: حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ أَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ

۲۶۸۴: محمد بن عبدالرحیم نے مجھ سے بیان کیا کہ سعید بن سلیمان نے ہمیں خبر دی۔ مروان بن

حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ عَنْ سَالِمٍ الْأَفْطَسِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: سَأَلَنِي يَهُوْدِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْحِيْرَةِ: أَيَّ الْأَجَلَيْنِ قَضَى مُوْسَى؟ قُلْتُ: لَا أَدْرِيْ حَتَّى أَقْدَمَ عَلَى حَبْرِ الْعَرَبِ فَأَسْأَلَهُ. فَقَدِمْتُ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: قَضَى أَكْثَرَهُمَا وَأَطْيَبَهُمَا إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ فَعَلَ.

شجاع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سالم (بن عجلان) افطس سے، سالم نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: اہل حیرہ میں سے ایک یہودی نے مجھ سے پوچھا: حضرت موسیٰؑ نے ان دو میعادوں میں سے کون سی میعاد پوری کی تھی؟ میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔ میں عرب کے کسی عالم کے پاس جا کر جب تک پوچھ نہ لوں۔ چنانچہ میں آیا اور حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: حضرت موسیٰؑ نے ان میں سے جو زیادہ سے زیادہ اور نہایت پسندیدہ میعاد تھی، وہ پوری کی۔ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتا ہے، وہ پورا کرتا ہے۔

تشریح: **مَنْ اَمَرَ بِاِنْجَازِ الْوَعْدِ:** امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر وعدہ کسی معین سبب سے کیا گیا ہو تو اسے پورا کرنا واجب ہے ورنہ مطلق کا ایفاء حالات سے تعلق رکھتا ہے۔ ہر حالت میں ایفائے وعدہ واجب نہیں بلکہ مستحب ومندوب ہے۔ اگر کسی سے کہا جائے شادی کرو میں تمہیں مال دے دوں گا اور وہ شادی کر لیتا ہے تو ایسی صورت میں ایفائے وعدہ واجب ہے اور قرآن مجید کی آیت کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:۴) سے اس بارہ میں استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی ناراضگی کا موجب ہے کہ جو بات کہی جائے اس کے مطابق عمل نہ ہو۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۵۶) ایفائے وعدہ کے وجوب وعدم وجوب کا اختلاف مدنظر رکھتے ہوئے یہ باب قائم کیا گیا ہے اور عنوان باب میں دو حوالے دیئے گئے ہیں۔ ایک حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا اور دوسرا سعید بن عمرو بن اشوع قاضی کوفہ کا۔ ان دونوں حوالوں کا تعلق قضائی فیصلہ سے ہے کہ ان کے پاس عدم ایفائے وعدہ کا مقدمہ پیش ہوا اور انہوں نے وعدہ پورا کرنے کا فیصلہ صادر کیا۔ ان دونوں حوالوں کے درمیان قرآن مجید کی آیت وَاذْكُرْ فِی الْكِتَابِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (مریم:۵۵) کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں صدق وعدہ کی بنا پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعریف کی گئی ہے۔

قاضی سعیدؒ نے اپنے فیصلہ میں حضرت سمرہ بن جندبؓ کے فتویٰ کا حوالہ دیا۔ اُن کا یہ فتویٰ اسحاق بن راہویہؒ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ یہ مشہور قاضی ہیں جو خالد قسری کے عہد امارت میں تھے۔ (فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۵۶، ۳۵۷) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۵۸) تیسرا حوالہ حضرت مسور بن مخرمہؓ کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس داماد کا

یہاں ذکر ہوا ہے وہ ابوالعاص بن ربیع ہیں جو آپؐ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند تھے۔ اس تعلق میں کتاب الشروط، باب۶ بھی دیکھئے۔ امام بخاری نے مذکورہ بالا حوالہ جات کے آخر میں حضرت سمرہ بن جندبؓ کا فتویٰ نقل کر کے اپنی رائے کا اظہار کردیا ہے کہ ایفائے وعدہ سے متعلق متنازعہ فیہ جھگڑے میں خود وعدہ بھی شہادت کا قائم مقام تھا اور اس وجہ سے کتاب الشھادات میں اس کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ خواہ مندوب ہو یا واجب ہو، دونوں صورتوں میں پورا کرنا ضروری ہے اور اس تعلق میں چار حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی کے لئے باب کیف بدء الوحي ، روایت نمبر۷ دیکھئے؛ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق دشمن کی شہادت کا ذکر ہے کہ آپؐ صادق القول ہیں اور وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ دوسری روایت کے لئے کتاب الإیمان، باب۲۴، روایت نمبر۳۳ دیکھئے۔ تیسری کے لئے کتاب الکفالۃ باب۳ روایت نمبر۲۲۹۶ دیکھئے۔ چوتھی روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اختیار تھا کہ آٹھ یا دس سال خدمت کریں اور اپنے وعدہ سے سبکدوش ہو جائیں۔ مگر انہوں نے بہتر صورت اختیار کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت تھی۔ (دیکھئے روایت نمبر۲۶۸۴) اور آپؐ کے اسی اہتمام کے پیش نظر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپؐ کی وفات کے بعد اعلان کرنا پڑا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو وہ ہمیں اطلاع دے، آپؐ کا وعدہ پورا کیا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ سورۃ القصص آیات۲۴ تا۳۰ میں دیکھئے۔

بَاب ۲۹ : لَا يُسْأَلُ أَهْلُ الشِّرْكِ عَنِ الشَّهَادَةِ وَغَيْرِهَا

شہادت وغیرہ کے بارے میں مشرکوں سے نہ پوچھا جائے

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ: لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ أَهْلِ الْمِلَلِ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ لِقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ: فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ (المائدة: ۱۵) وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : لَا تُصَدِّقُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا: اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ (البقرة: ۱۳۷) الْآيَةَ

اور شعبی نے کہا: مذہب والوں کی گواہی ایک دوسرے کے خلاف درست نہیں۔ کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور نفرت ڈال دی ہے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی کہ (آپؐ نے فرمایا:) اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب، اور یوں کہو: ہم اللہ پر اور جو (اللہ کی طرف سے) اُتارا گیا ہے، اس پر ایمان لاتے ہیں۔

۲۶۸۵: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ

۲۶۸۵: یحيٰ بن بُکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے،

ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ {بْنِ عَبْدِ اللهِ☆} بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللهِ تَقْرَءُوْنَهُ لَمْ يُشَبْ؟ وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوْا مَا كَتَبَ اللهُ وَغَيَّرُوْا بِأَيْدِيْهِمُ الْكِتَابَ فَقَالُوْا: هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا (البقرة: ٨٠) أَفَلَا يَنْهَاكُمْ بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مُسَاءَلَتِهِمْ؟ وَلَا وَاللهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا قَطُّ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ.

یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ (بن عبداللہ☆) بن عتبہ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! تم اہل کتاب سے کیسے پوچھتے ہو حالانکہ تمہاری وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری ہے۔ اللہ کی نسبت خبر دینے والی جتنی کتابیں ہیں ان سب سے نئی کتاب ہے۔ تم اسے پڑھتے رہو۔ اس میں کچھ خلط مَلط نہیں ہوا اور اللہ تمہیں بتلا چکا ہے کہ اہل کتاب نے جو اللہ نے فرض کیا تھا، اسے بدل دیا ہے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کتاب کو کچھ اور کا اور بنا دیا ہے۔ اور انہوں نے کہا کہ یہ بھی جو انہوں نے خود لکھا تھا اللہ ہی کی طرف سے ہے، تا اس کے ذریعہ سے تھوڑی سی قیمت حاصل کریں۔ کیا وہ علم جو تمہارے پاس آیا ہے پوچھنے کی تمہیں ممانعت نہیں کرتا۔ خبردار! ایسا نہ کرو۔ بخدا ہم نے تو ان میں سے کبھی کوئی شخص نہیں دیکھا کہ جو تم سے اس (وحی) کی بابت پوچھتا ہو جو تم پر نازل کی گئی ہے۔

اطرافہُ: ۷۳٦۳، ۷۵۲۲، ۷۵۲۳۔

تشریح: لَا يُسْئَلُ اَهْلُ الشِّرْكِ عَنِ الشَّهَادَةِ: آیا کفار کی شہادت قابل اعتبار ہے؟ اس بارہ میں تین قول ہیں۔ جمہور کے نزدیک تو مشرکین کی شہادت قطعی طور پر نا قابل اعتبار ہے۔ بعض فقہاء تابعین نے ان کی شہادت اگر شروط عدالت پوری کرتی ہو، علی الاطلاق قبول کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔ ابراہیم نخعیؒ بھی اسی گروہ میں سے ہیں۔ ان کی رائے ہے کہ اگر مشرک یا اہل کتاب میں سے کوئی شخص مسلمان کے حق میں شہادت دے اور اپنے ہم مذہب لوگوں کی طرف داری نہ کرتا ہو تو اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ اسی طرح ان کی آپس میں شہادت بھی قابل قبول ہوگی۔ یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ غیر مسلموں کی شہادت ایک دوسرے سے متعلق قابل قبول ہوگی۔ امام ابوحنیفہ،

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۵ حاشیہ صفحہ ۳۵۸)

شریح،نخعی اور اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم نے اس میں سفر کی حالت کا استثناء کیا ہے، جو بحالت مجبوری از روئے نص صریح جائز ہے۔تیسرا مذہب حسن بصری، ابن ابی لیلیٰ،لیث اور اسحاق رحمہم اللہ علیہم کا ہے کہ اہل مذاہب کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت قابل اعتماد نہیں۔کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ○ (المائده:۱۵) اور ہم نے ان میں قیامت کے روز تک عداوت اور بغض ڈال دیا ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ انہیں اس پر جلدی آ گاہ کرے گا۔اہل مذاہب کا ایک دوسرے کے خلاف شدید تعصب ایک ظاہر بات ہے۔اس لئے مؤخر الذکر فقہاء نے ایک مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی آپس میں شہادت تو قابل قبول قرار دی ہے لیکن دوسرے مذہب والوں کے خلاف شہادت محفوظ نہیں قرار دی ہے کہ ایسی شہادت قبول نہ کی جائے۔جیسا کہ رشتہ داروں کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں قابل قبول نہیں ہوتی۔

(فتح الباری جزء۵ صفحہ ۳۵۸، ۳۵۹) (عمدۃ القاری جزء۱۳ صفحہ ۲۶۰)

(بداية المجتهد، كتاب الأقضية، الباب الثالث، الفصل الأوّل فى الشهادة، جزء ثانی صفحہ ۳۴۷)

عامر بن شراحیل شعبیؒ کا حوالہ ابن ابی شیبہ☆ نے نقل کیا ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ کی محولہ بالا روایت کیلئے کتاب التفسیر، تفسیر سورة البقرة، باب۱۱، روایت نمبر ۴۴۸۵ دیکھئے۔اہل کتاب کے بارے میں جمہور کے فتووں کی بناء حضرت ابو ہریرہؓ کی یہی حدیث ہے کہ جن باتوں کے علم حاصل کرنے کا ذریعہ سوائے اقوال اہل کتاب کے اور کچھ نہ ہو تو خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے۔روایت زیر باب میں اہل کتاب کا بڑا نقص جو انہیں بحیثیت قوم نا قابل اعتماد بناتا ہے وہ تحریف کتب مقدسہ ہے۔جو شخص کتاب الٰہی میں تغیر و تبدل کرتا ہے اس کے اقوال کا اعتبار کرنا احساسات کے خلاف ہے۔عنوان باب سے ظاہر ہے کہ کسی مسئلہ کی تحقیق ایسے لوگوں سے کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اور ذرائع اختیار کرنے مناسب ہیں۔

بَاب ۳۰: اَلْقُرْعَةُ فِي الْمُشْكِلَاتِ

مشکلات میں قرعہ ڈالنا

وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ (آل عمران:۴۵)

اور اللہ عزوجل کا یہ فرمانا: جب وہ اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ اُن میں سے کون مریمؑ کا کفیل ہوگا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اقْتَرَعُوْا فَجَرَتِ الْأَقْلَامُ مَعَ الْجِرْيَةِ وَعَالَ قَلَمُ زَكَرِيَّاءَ الْجِرْيَةَ فَكَفَلَهَا زَكَرِيَّاءُ.

اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: ان لوگوں نے قرعہ ڈالا تو قلمیں پانی کے بہاؤ پر بہنے لگیں اور زکریاؑ کا قلم اس بہاؤ سے اُوپر آ گیا۔اس لئے زکریاؑ مریمؑ کے کفیل ہوئے۔

☆ (مصنف ابن ابی شيبة، كتاب البيوع والأقضية، باب من قال لا تجوز شهادة ملّة الّا على ملتها، جزء۴ صفحہ ۵۳۲)

وَقَوْلُهُ: (فَسَاهَمَ) أَقْرَعَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ (الصافات:١٤٢) مِنَ الْمَسْهُومِيْنَ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: انہوں نے قرعہ ڈالا تو وہ ان لوگوں میں تھے، جن پر قرعہ نکلا اور وہ سمندر میں پھینکے جانے والوں میں سے تھے۔

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: عَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَوْمٍ الْيَمِيْنَ فَأَسْرَعُوْا فَأَمَرَ أَنْ يُسْهَمَ بَيْنَهُمْ: أَيُّهُمْ يَحْلِفُ.

اور حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں سے قسم کھانے کے لئے فرمایا اور وہ قسم کھانے میں جلدی کرنے لگے تو پھر آپؐ نے فرمایا کہ قرعہ ڈالا جائے کہ کون ان میں سے (پہلے) قسم کھائے۔

٢٦٨٦: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ: حَدَّثَنِي الشَّعْبِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِي حُدُوْدِ اللهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا سَفِيْنَةً فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِي أَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِي أَعْلَاهَا فَكَانَ الَّذِيْنَ فِي أَسْفَلِهَا يَمُرُّوْنَ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِي أَعْلَاهَا فَتَأَذَّوْا بِهِ فَأَخَذَ فَأْسًا فَجَعَلَ يَنْقُرُ أَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ فَأَتَوْهُ فَقَالُوْا: مَا لَكَ؟ قَالَ: تَأَذَّيْتُمْ بِي وَلَا بُدَّ لِي مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ أَخَذُوْا عَلَى يَدَيْهِ أَنْجَوْهُ

٢٦٨٦: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) اعمش نے ہمیں بتایا۔ کہتے تھے: شعبی نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں مداہنت سے کام لیتا ہو اور وہ جو اُن حدود میں پڑ جاتا ہے؛ اُن کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک جہاز میں جگہ لینے کے لئے قرعہ ڈالا۔ ان میں سے کچھ لوگ اس کے حصہ زیریں میں رہے اور کچھ اس کے بالائی حصہ میں۔ پھر وہ لوگ جو اس کے حصہ زیریں میں تھے، پانی لینے کے لئے ان لوگوں کے پاس سے گزرتے جو جہاز کے بالائی حصہ میں تھے۔ اس سے ان کو تکلیف ہوتی تو ایک شخص نے کلہاڑی لی اور اس جہاز کے زیریں حصہ میں سوراخ کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر وہ آئے اور انہوں نے کہا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اس

وَنَجَّوْا أَنْفُسَهُمْ وَإِنْ تَرَكُوْهُ أَهْلَكُوْهُ وَأَهْلَكُوْا أَنْفُسَهُمْ.

طرفہ: ٢٤٩٣۔

نے کہا: تم کو میرے آنے جانے سے تکلیف پہنچی ہے اور پانی کے بغیر میرے لئے کوئی چارہ نہیں۔ اب اگر وہ اس کے ہاتھ پکڑیں تو اس کو بھی بچالیں اور اپنے آپ کو بھی بچالیں اور اگر اس کو چھوڑ دیں تو اس کو بھی ہلاک کریں گے اور اپنے آپ کو بھی۔

٢٦٨٧: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ امْرَأَةً مِّنْ نِّسَائِهِمْ قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ طَارَ لَهُ سَهْمُهُ فِي السُّكْنَى حِيْنَ أَقْرَعَتِ الْأَنْصَارُ سُكْنَى الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَتْ أُمُّ الْعَلَاءِ: فَسَكَنَ عِنْدَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ فَاشْتَكَى فَمَرَّضْنَاهُ حَتَّى إِذَا تُوُفِّيَ وَجَعَلْنَاهُ فِي ثِيَابِهِ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللّٰهُ. فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا يُدْرِيْكِ أَنَّ اللّٰهَ أَكْرَمَهُ؟ فَقُلْتُ: لَا

۲۶۸۷: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: خارجہ بن زید انصاری نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت امّ علاءؓ جو انصاری عورتوں میں سے ایک خاتون تھیں؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر چکی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ جب انصار نے مہاجرین کے رہنے کے لئے قرعے ڈالے، حضرت عثمانؓ بن مظعون کا قرعہ سکونت کا ہمارے نام نکلا۔ حضرت امّ علاءؓ کہتی تھیں کہ حضرت عثمانؓ بن مظعون ہمارے پاس رہے۔ وہ بیمار ہوئے تو ہم نے ان کی خدمت کی اور جب وہ فوت ہوگئے اور ہم نے انہیں ان کے کپڑوں میں ہی کفنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے۔ میں نے کہا: اللہ کی رحمت ہو تم پر ابوسائب۔ میری شہادت تو تمہارے متعلق یہی ہے کہ اللہ نے تجھے ضرور عزت بخشی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ضرور عزت بخشی ہے؟ میں نے کہا:

أَدْرِيْ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا عُثْمَانُ فَقَدْ جَاءَهُ وَاللهِ الْيَقِيْنُ وَإِنِّي لَأَرْجُوْ لَهُ الْخَيْرَ وَاللهِ مَا أَدْرِي وَأَنَا رَسُوْلُ اللهِ مَا يُفْعَلُ بِهِ. قَالَتْ: فَوَاللهِ لَا أُزَكِّي أَحَدًا بَعْدَهُ أَبَدًا وَأَحْزَنَنِي ذَلِكَ. قَالَتْ: فَنِمْتُ فَأُرِيْتُ لِعُثْمَانَ عَيْنًا تَجْرِي فَجِئْتُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ذَلِكَ عَمَلُهُ

یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، مجھے معلوم نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمانؓ جو ہیں وہ تو اب فوت ہو گئے اور میں ان کے لئے بہتری کی ہی اُمید رکھتا ہوں۔ لیکن اللہ کی قسم! میں بھی نہیں جانتا کہ عثمانؓ کے ساتھ کیا ہوگا۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہ سن کر حضرت امّ علاءؓ نے کہا: بخدا اس کے بعد میں کسی کو بھی معصوم نہیں ٹھہراؤں گی اور مجھے اس بات نے غمگین کر دیا۔ کہتی تھیں: میں سو گئی اور مجھے خواب میں حضرت عثمانؓ کا ایک چشمہ دکھایا گیا جو بہہ رہا تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور میں نے آپؐ کو بتایا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ اُس کے عمل ہیں۔

اطرافهُ: ١٢٤٣، ٣٩٢٩، ٧٠٠٣، ٧٠٠٤، ٧٠١٨.

٢٦٨٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُس عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ. وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا. غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ

٢٦٨٨: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ یونس نے ہمیں بتایا کہ زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ پھر ان میں سے جس کا قرعہ نکلتا، اسے آپؐ اپنے ہمراہ لے جاتے اور آپؐ نے اپنی بیویوں میں سے ہر ایک بیوی کے لئے اس کا دن اور رات باری سے مقرر کر دیا تھا۔ مگر حضرت سودہؓ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْتَغِي بِذَلِكَ رِضَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

بنت زمعہ نے اپنی باری کا دن اور رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت عائشہؓ کو دے دیا تھا۔اس سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی چاہتی تھیں۔

اطرافہ: ۲۵۹۳، ۲۶۳۷، ۲۶۶۱، ۲۸۷۹، ۴۰۲۵، ۴۱۴۱، ۴۶۹۰، ۴۷۴۹، ۴۷۵۰، ۴۷۵۷، ۵۲۱۲، ۶۶۶۲، ۶۶۷۹، ۷۳۶۹، ۷۳۷۰، ۷۵۰۰، ۷۵۴۵.

۲۶۸۹: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا إِلَّا أَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

۲۶۸۹: اسماعیل نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا کہ مالک نے مجھے بتایا۔انہوں نے ابوبکر (بن عبدالرحمٰن) کے غلام سُمَی سے، سُمَی نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ جانتے کہ اذان اور پہلی صف میں کیا ثواب ہے تو پھر سوائے قرعہ ڈالنے کے انہیں کوئی جگہ بھی نہ ملتی، سو اس کے لئے قرعہ ڈالتے۔اور اگر وہ جانتے کہ نماز میں اوّل وقت جانے کے لئے کیا ثواب ہے تو وہ اس کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے لپکتے۔اور اگر وہ جانتے کہ عشاء اور صبح کی باجماعت نماز میں کیا ثواب ہے تو ان دونوں میں آتے اگرچہ انہیں گھٹنوں کے بل آنا پڑتا۔

اطرافہ: ۶۱۵، ۶۵۴، ۷۲۱.

تشریح: **اَلْقُرْعَةُ فِي الْمُشْكِلَاتِ:** قرعہ اندازی کا طریق ازمنۂ قدیم سے رائج ہے۔اس سے بہت سے جھگڑوں کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔لیکن اس کا تعلق حقوق دانی سے ہے۔حدود و تعزیرات میں قرعہ اندازی جائز نہیں۔قرآن مجید کی آیات اور مندرجہ بالا احادیث سے ان اُمور کی نوعیت واضح کی گئی ہے جن میں قرعہ ڈالا جا سکتا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کا ذکر سورۂ آل عمران آیت ۴۵ میں ہے اور حضرت یونس علیہ السلام سے متعلق قرعہ اندازی کا ذکر سورۂ الصافات آیت ۱۴۲ میں ہے۔باب کی پہلی حدیث کا مفہوم واضح ہے کہ حدود اللہ کے توڑنے میں قرعہ اندازی کا طریق معاشرہ کے سارے افراد کی سلامتی کو خطرہ میں ڈالنے والا ہے۔دوسری اور تیسری روایتوں میں مدنی

نوعیت کی قرعہ اندازی کا ذکر ہے۔ جیسے تقسیم جائداد و اراضی میں سے کونسی زمین یا اشیاء میں سے کونسی شے کسی شریک کو ملے۔ اگر شرکاء قرعہ اندازی کے ذریعے فیصلہ کرنا پسند کریں تو قرعہ ڈالا جا سکتا ہے۔

مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ......: اَدْهَنَ يُدْهِنُ اِدْهَانًا، دَاهَنَ يُدَاهِنُ مُدَاهَنَةً. دَهَنَ سے مشتق ہے۔ جس کے معنے روغن کے ہیں۔ روغن ملنے سے شئے ملائم ہو جاتی ہے۔ مداہنت سے مراد نرمی، چشم پوشی، چکنی چپڑی باتیں کرنا اور ریاکاری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا مثال میں حدود اللہ پر قائم ہونے والوں کے مقابلہ میں ان لوگوں کی مثال دی ہے جو حدود اللہ کو توڑتے یا خاموشی سے خلاف ورزی احکام دیکھتے ہیں اور حدود توڑنے والوں کو نہیں روکتے۔ آخر دونوں ہلاک ہوں گے۔ بلکہ کشتی کی طرح سارا معاشرہ غرق ہوگا اور بروں کے ساتھ بھلے بھی تباہ ہوں گے۔ معاشرے کی سلامتی حدود اللہ کے قیام ہی میں ہے۔ کتاب الشهادات کا یہ خاتمہ کہ سچی شہادت سے نہ صرف انفرادی حقوق ہی محفوظ رہتے ہیں بلکہ ساری قوم کی حفاظت ہوتی ہے۔ سچی شہادت دینے میں بے شک مشکلات پیش آتی ہیں۔ مگر مشکلات کا حل جھوٹ یا سچائی سے پہلو تہی نہیں بلکہ مشیت الٰہی اور نصرت ربانی میں ہے جو صادقوں کو آڑے وقتوں میں کام دیتی ہے۔ یہی نکتہ معرفت سمجھانے کے لئے مشکلات کا عنوان قائم کر کے دو آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پہلی آیت یہ ہے: ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ○ (آل عمران:۴۵) یہ غیب کی خبروں میں سے ایک خبر ہے جو ہم تجھ پر وحی کے ذریعہ سے ظاہر کرتے ہیں۔ جب وہ اپنے قلم ڈالتے تھے کہ ان میں سے کون حضرت مریم کی خبر گیری کرے تو تو اُن کے پاس موجود نہ تھا جب وہ جھگڑ رہے تھے۔ یعنی اس وقت ہم موجود تھے اور ہماری مرضی اور تدبیر ہی تھی جو مریمؑ کی پرورش کے بارے میں فیصلہ کرا رہی تھی اور آخر وہ حضرت زکریا علیہ السلام کے حصہ میں آئی جس سے ایک قوم کی نجات کا سامان پیدا ہوا۔ دوسری آیت یہ ہے: وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ○ (الصافات:۱۴۰-۱۴۲) اور یونسؑ بھی یقیناً رسولوں میں سے تھے۔ جب وہ بھاگ کر باربرداری سے بھری ہوئی کشتی میں سوار ہوئے (اور بوقت خطرہ غرقابی) قرعہ اندازی میں شامل ہوئے تو وہ ان سواریوں میں سے تھے جنہیں پھینکا گیا اور ایک بڑی مچھلی انہیں نگل گئی اور حالت یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے۔ واقعہ کی تفصیل کے لئے تفسیر کبیر مصنفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ تشریح سورۂ یونس جلد ۳ صفحہ ۱۲۹ تا ۱۳۱ دیکھئے۔ حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ بھی اس امر کی راہنمائی کرتا ہے کہ مشکلات اور خطرے سے نجات دینے والا دراصل اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی پر توکل کرتے ہوئے سچائی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔
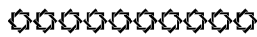
✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتابیات

قرآن کریم

قرآن کریم : ۱-تفسیر صغیر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔
۲-اُردو ترجمہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ۔

تفسیر کبیر: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔

جامع البیان فی تأویل القرآن: أبوجعفر محمد بن جریر الطبري (المتوفی ۳۱۰ھ)
مؤسسة الرسالة – الطبعة الأولى- ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰م

کتب لمتون الحدیث

صحیح البخاری: ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری-(المتوفی ۲۵۶ھ)

i. فتح الباری – احمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ)
مطبوعه دار السلام الریاض– الطبعة الاولیٰ –۲۰۰۰ء

ii. **فتح الباری** –احمد بن علی بن حجر العسقلانی–
المطبعة الأميرية ببولاق بمصر– ۱۳۰۱ھ

iii. **فتح الباری** –احمد بن علی بن حجر العسقلانی– المطبع الأنصاري دہلی– ۱۳۰۵ھ

iv. **صحیح البخاری**–قدیمی کتب خانه آرام باغ کراچی-۱۳۵۷ھ

v. **عمدة القاری-** بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی (المتوفی ۸۵۵ھ)
داراحیاء التراث العربی- بیروت لبنان

صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری – (المتوفی ۲۶۱ھ)
دارالسلام- الریاض- الطبعة الاولیٰ-۱۹۹۸ء

جامع ترمذی: ابو عیسیٰ محمد بن عیسی بن سورة الترمذی– (المتوفی ۲۷۹ھ)
دار السلام- الریاض- الطبعة الاولیٰ- ۱۹۹۹ء

سنن ابی داوٗد: ابو داؤد سلیمان بن الأشعث السجستانی الأزدی- (المتوفی ۲۷۵ھ)
دار السلام - الریاض- الطبعة الاولیٰ- ۱۹۹۹ء
سنن نسائی: ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی- (متوفی ۳۰۳ھ)
دارالسلام - الریاض- الطبعة الاولیٰ- ۱۹۹۹ء
سنن ابن ماجہ: ابو عبد اللّٰه محمد بن یزید القروینی- (المتوفی ۲۷۵ھ)
دار السلام- الریاض- الطبعة الاولیٰ- ۱۹۹۹ء
مؤطا امام مالک: مالک بن انس- (المتوفی ۱۷۹ھ)
دار إحیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء
مسند احمد بن حنبل: احمد بن محمد بن حنبل ابو عبد اللّٰه الشیبانی- (المتوفی ۲۴۱ھ)
دار الفکر العربی ، المکتب الاسلامی بیروت-
مسند أحمد مذیلة بأحکام شعیب الأرنؤوط، مؤسسة قرطبة - القاہرة-
صحیح ابن خزیمة: محمد بن إسحاق بن خزیمة ابو بکر السلمی النیسابوری (المتوفی ۳۱۱ھ)
المکتب الإسلامی بیروت- ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء
صحیح ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم التمیمی- (المتوفی ۳۵۴ھ)
بترتیب ابن بلبان **المسمی** الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان
مؤسسة الرسالة بیروت- الطبعة الثالثة- ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء
المستدرک علی الصحیحین: ابو عبد اللّٰه الحاکم النیسابوری- (المتوفی ۴۰۵ھ)
دارالمعرفة بیروت-لبنان- الطبعة الاولیٰ ۱۹۸۶ء
مصنف ابن ابی شیبه: ابو بکر عبد اللّٰه بن محمد بن ابی شیبة الکوفی- (المتوفی ۲۳۵ھ)
مکتبة الرشید الریاض، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۰۹ھ
مصنف عبدالرزاق: ابو بکرعبد الرزاق بن ہمام الصنعانی- (المتوفی ۲۱۱ھ)
المکتب الاسلامی بیروت- الطبعة الثانیة، ۱۴۰۳ھ
سنن الدارقطنی: علی بن عمر ابو الحسن الدار قطنی البغدادی-(متوفی ۳۸۵ھ)
(۱)دار المحاسن القاہرة- (۲)دار المعرفة بیروت- ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء
السنن الکبریٰ: ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی- (متوفی ۳۰۳ھ)
دار الکتب العلمیة بیروت- الطبعة الأولیٰ - ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء
سنن الکبریٰ: احمد بن الحسین بن علی بن موسی ابو بکر البیهقی- (متوفی ۴۵۸ھ)
مکتبة دارالباز مکة المکرمة، ۱۹۹۴ء

شرح معانی الآثار: احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبد الملک ابو جعفر الطحاوی-(متوفی۳۲۱)
دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الاولیٰ، ۱۳۹۹ھ

المعجم الکبیر: ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی- (متوفی۳۶۰ھ)
مکتبة العلوم والحکم الموصل- الطبعة الثانیة- ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء

المعجم الأوسط: ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی- (متوفی۳۶۰ھ)
دار الحرمین القاہرۃ- ۱۴۱۵ھ

المعجم الصغیر: ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی- (متوفی۳۶۰ھ)
دار الکتب العلمیة بیروت لبنان- ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳م

مسند الشهاب: محمد بن سلامة بن جعفر ابو عبد اللّٰه القضائی- (متوفی۴۵۴ھ)
مؤسسة الرسالة بیروت-الطبعة الثانیة - ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء

مسند الشافعي: محمد بن ادریس ابو عبداللّٰه الشافعي- (المتوفی۲۰۴ھ)
دار الکتب العلمیة بیروت-

مسند أبی عوانة: یعقوب بن إسحاق أبو عوانة- (متوفی۳۱۶ھ)
دار المعرفة بیروت- الطبعة الأولیٰ-۱۹۹۸م

مسند ابن الجعد: علي بن الجعد بن عبید أبو الحسن الجوہري البغدادي (متوفی۲۳۰ھ)
مؤسسة نادر - بیروت- الطبعة الأولیٰ- ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰م

المنتقی لابن الجارود: عبد اللّٰه بن علی بن الجارود أبو محمد النیسابوری (متوفی۳۰۷ھ)
مؤسسة الکتاب الثقافیة بیروت- الطبعة الأولیٰ ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸م

المراسیل لأبي داؤد: سلیمان بن الأشعث السجستاني أبو داؤد (متوفی۲۷۵ھ)
مؤسسة الرسالة بیروت- الطبعة الأولیٰ ۱۴۰۸ھ

الأدب المفرد للبخاري: محمد بن إسماعیل أبو عبد اللّٰه البخاري الجعفي (متوفی۲۵۶ھ)
دار البشائر الإسلامیة بیروت- الطبعة الثالثة- ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹م

شعب الإیمان: احمد بن الحسین بن علی بن موسی ابو بکر البیهقی- (متوفی۴۵۸ھ)
دارالکتب العلمیة بیروت لبنان-الطبعة الاولیٰ-۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰م

کشف الخفاء: إسماعیل بن محمد العجلوني الجراحي (متوفی۱۱۶۲ھ)
مؤسسة الرسالة بیروت- الطبعة الرابعة- ۱۴۰۵ھ

کتب لشرح الحدیث وعلوم الحدیث

فتح الباری : احمد بن علی بن حجر العسقلانی – (المتوفی ٨٥٢ھ)
مطبوعہ دارالسلام الریاض، الطبعة الاولیٰ –٢٠٠٠ء

عمدة القاری: بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی – (المتوفی ٨٥٥ھ)
داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان

التمهيد لابن عبد البر : أبو عمر یوسف بن عبد اللّٰہ بن عبد البر النمری (متوفی ٤٦٣ھ)
وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية المغرب۔ ١٣٨٧ھ

أسد الغابة في معرفة الصحابة: عز الدین ابی الحسن علی بن محمد الشیبانی ابن الأثیر
دار إحیاء التراث العربی – بیروت لبنان۔

التاریخ الکبیر: محمد بن اسماعیل ابو عبد اللّٰہ البخاری الجعفی –(المتوفی ٢٥٦ھ)
دار الفکر۔

الکامل فی ضعفاء الرجال: عبد اللّٰہ بن عدي ابو احمد الجرجانی – (المتوفی ٣٦٥ھ)
دار الفکر بیروت – الطبعة الثالثة – ١٤٠٩ھ/١٩٨٨م

حلیة الأولیاء: ابو نعیم احمد بن عبد اللّٰہ الأصبهانی – (المتوفی ٤٣٠ھ)
دارالکتاب العربی بیروت – الطبعة الرابعة – ١٤٠٥ھ

کتب وملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اسلامی اصول کی فلاسفی:	روحانی خزائن – جلد١٠	سراج منیر:	روحانی خزائن – جلد١٢
کشتی نوح:	روحانی خزائن – جلد١٩	حقیقة الوحی:	روحانی خزائن – جلد٢٢
چشمہ معرفت:	روحانی خزائن – جلد٢٣		

تذکرہ (مجموعہ الہامات، کشوف ورؤیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام) مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ ایڈیشن چہارم ٢٠٠٤ء

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ٥

کتب الفقه و التاریخ و اللغات

بدایة المجتهد ونهایة المقتصد: محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد–
فاران اکیڈمی- اردو بازار لاہور-
الهدایة شرح البدایة: علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل المرغینانی ابو الحسین– (متوفی ٥٩٣ھ)
المکتبة الإسلامیة، بیروت-
کتاب الفقه علی المذاهب الأربعة: عبد الرحمان بن محمد عوض الجزیری
دار ابن حزم بیروت– الطبعة الاولیٰ– ١٤٢٢ھ/٢٠٠١ء
کشف الغمّة عن جمیع الامّة: ابو المواهب عبد الوهاب بن احمد بن علی الشعرانی
مطبعة مصطفی البابی الحلبی بمصر- الطبعة الأخیرة- ١٣٧٠ھ/١٩٥١ء
المبسوط: شمس الدین السرخسی–
مطبعة السعادة بجوار مصر– الطبعة الاولیٰ– ١٣٢٤ھ
کفایة الأخیار فی حلّ غایة الإختصار: تقی الدین أبی بکر بن محمد – (متوفی ٨٢٩ھ)
دار قتیبة – دمشق-

السیرة النبویة: عبد الملک بن ہشام– (متوفی ٢١٣ھ)
دار الجیل بیروت- الطبعة الأولیٰ– ١٤١١ھ
الطبقات الکبریٰ: محمد بن سعد بن منیع الزہری (٢٣٠ھ)
دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان– الطبعة الأولیٰ ١٤١٧ھ/١٩٩٦م
بلوغ الارب فی معرفة أحوال العرب: محمود شکری الالوسی البغدادی–
دار الکتب العلمیة بیروت،لبنان-
أخبار مکة: محمد بن اسحاق بن العباس الفاکهی ابو عبد اللّٰه –(متوفی ٢٧٥ھ)
دار خضر بیروت- الطبعة الثانیة- ١٤١٤ھ
الأغانی: ابو الفرج الأصفهانی علی بن الحسین (متوفی ٣٥٦ھ)
داراحیاء التراث العربی بیروت،لبنان– الطبعة الثانیة، ١٤٠٨ھ/١٩٩٧م
فتوح البلدان بلاذری: مصدر الکتاب موقع یعسوب – المکتبة الشاملة CD
لسان العرب: محمد بن مکرم بن علی بن احمد جمال الدین ابو الفضل الشہیر بابن المنطور)
دار احیاء التراث العربی- الطبعة الاولیٰ -١٩٨٨ء

أقرب الموارد فی فصح العربية والشوارد: سعيد الخورى الشرتوتى اللبنانی۔
منشورات مكتبة آية اللّٰه العظمى المرعشى النجفى۔ايران۔١۴٠٣ھ
النهاية فی غريب الحديث والأثر:
مجد الدين ابو السعادات المبارك بن محمد الشيبانى الجزرى ابن الأثير(المتوفی٦٠٦ھ)
دار إحياء التراث العربى بيروت لبنان– الطبعة الاولٰی–١۴٢٢ھ
المنجد فی اللغة: الاب لويس معلوف اليسوعي۔
المطبعة الكاثوليكية بيروت۔ الطبعة الخامسة عشرة–١٩٥٦ء
اردولغت: اردولغت بورڈ۔ترقی اردو بورڈ کراچی۔ایڈیشن اوّل۔١٩٩٢ء۔

الكتب الأخرٰی

فصل الخطاب: حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ۔
دیباچہ تفسیر القرآن: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔
اسلام کا اقتصادی نظام: حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔لیکچر ٢٦فروری ١٩۴٥ء۔
دنیا کا محسن ﷺ (انوار العلوم جلد١٠) حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ۔
سیرت خاتم النبیین ﷺ: حضرت مرزا بشیر احمد صاحب۔ایم اے۔
حیاتِ نور: مصنفہ عبدالقادر سابق سوداگرمل
الحکم: ایڈیٹر یعقوب علی تراب احمدی۔مطبع انوار احمدیہ قادیان۔جلد٨نمبر٢۔مورخہ١٧جنوری١٩٠۴ء
بائبل: کتاب مقدس (یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ) پاکستان بائبل سوسائٹی۔انارکلی لاہور– ١٩٩٣ء

History of the Decline and the fall of the Roman Empire
Author:Edward Gibbon, Esq. With notes by the Rev. H. H. Milman
1845 (RevisedEdition)

✪✪✪✪✪✪